وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

(۵۲/۲۴)

# نزھۃ القاری

شرح

# صحیح البخاری مکمل

(پانچ حصے)

www.sirat-e-mustaqeem.net

فقیہ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ

فرید بک سٹال
۳۸ اردو بازار لاہور

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگار رہے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔ (القرآن ۲۴/۵۲)

# نزھۃ القاری

شرح

# صحیح البخاری


فقیہ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ

سابق صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور (انڈیا)



فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)

۳۸۔ اردو بازار لاہور



www.sirat-e-mustaqeem.net

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم




الطبع الاوّل : ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ/جولائی ۲۰۰۰ء
الطبع الثانی : رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ/دسمبر ۲۰۰۷ء
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت : =/ روپے (مکمل سیٹ)

www.sirat-e-mustaqeem.net

Farid Book Stall®
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

# فہرست مضامین

# نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری (جلداول)


| مضامین | صفحہ | مضامین | صفحہ |
|---|---|---|---|
| شرح بخاری کی تکمیل پر ہدیہ تبریک | | عہد تابعین میں کتابت حدیث | ۷۳ |
| از: محمد عبدالحکیم شرف صاحب قادری | ۳۷ | عمر بن عبدالعزیز کی اس طرف توجہ | ۷۳ |
| دیباچہ | ۴۳ | لا یقبل الا حدیث النبی صلی اللہ | |
| امتنان وتشکر | ۴۷ | تعالی علیہ وسلم اضافہ ہے | ۷۳ |
| ابتدائیہ | ۴۸ | تبع تابعین کے دور میں | ۷۵ |
| مقدمہ | ۶۳ | اس دور میں باقاعدہ کتابیں تصنیف ہوئیں | ۷۵ |
| حدیث کی اہمیت | ۶۳ | حفظ حدیث کا شوق اور اہتمام | ۷۷ |
| چند وہ احکام جو قرآن میں مذکور نہیں | ۶۵ | عہد نبوی میں حفظ احادیث | ۷۷ |
| قرآن کا ماننا رسول کے ماننے پر موقوف ہے | ۶۶ | اہل عرب کا حافظہ | ۷۸ |
| احادیث کے بغیر قرآن کی تفسیر ناممکن ہے | ۶۶ | عہد صحابہ میں حفظ حدیث کا منظر | ۷۹ |
| دعوئ اسلام کے بعد احادیث نہ ماننے کی | | عہد تابعین کا حال | ۸۰ |
| گنجائش نہیں | ۶۷ | روایت میں احتیاط | ۸۰ |
| منکرین حدیث کی دلیل | ۶۸ | رواۃ کی تنقید | ۸۴ |
| اس کا مفصل رد | ۶۸ | خلاصہ کلام | ۸۶ |
| عہد رسالت میں کتابت حدیث | ۶۸ | مصطلحات | ۸۷ |
| آنحضور ﷺ کے مکتوبات | ۷۰ | اقسام حدیث | ۸۷ |
| حدیث لا تکتبوا عنی کی بحث | ۷۱ | دوسری تقسیم | ۸۷ |
| عہد صحابہ میں کتابت حدیث | ۷۲ | تیسری تقسیم | ۸۸ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث ضعیف اور اس کے اقسام | ۸۸ |
| حدیث موضوع | ۸۸ |
| موضوعیت کے ثبوت کے پندرہ طریقے | ۸۸ |
| افادہ، موضوعیت کے ثبوت کے تین اور | |
| طریقے | ۸۹ |
| شرائط راوی | ۹۰ |
| اسباب طعن | ۹۱ |
| مزید اصطلاحات | ۹۳ |
| بخاری کی تعلیقات کی تفصیل | ۹۳ |
| معنعن کی شرط | ۹۶ |
| امام بخاری و مسلم کا اختلاف | ۹۶ |
| مثلہ و نحوہ | ۹۷ |
| الفاظ روایت | ۹۷ |
| حدث واخبر کا فرق | ۹۷ |
| امام بخاری کا مذہب | ۹۷ |
| یہ حدیث صحیح نہیں کا مطلب | ۹۸ |
| احادیث سے استدلال کی کیفیت | ۹۸ |
| عقائد قطعیہ | ۹۸ |
| عقائد ظنیہ | ۹۹ |
| احکام | ۹۹ |
| فضائل و مناقب | ۹۹ |
| موضوع حدیث کسی کام کی نہیں | ۹۹ |
| ضعاف کی تقویت کے طرق | ۹۹ |
| طبقات کتب | ۱۰۲ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| طبقات کی تقسیم کسی کو نافع نہیں | ۱۰۳ |
| فائدہ | ۱۰۳ |
| اقسام کتب | ۱۰۳ |
| کتب احادیث | ۱۰۴ |
| امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۱۰۶ |
| ولادت | ۱۰۶ |
| نام و نسب | ۱۰۶ |
| والد ماجد | ۱۰۶ |
| یتیمی و تربیت | ۱۰۷ |
| حفظ حدیث کی ابتداء | ۱۰۷ |
| تحصیل علم | ۱۰۸ |
| حافظہ، جودت ذہن | ۱۰۹ |
| سمرقند میں امتحان | ۱۱۰ |
| بغداد میں امتحان | ۱۱۰ |
| تعدد طرق پر احاطہ | ۱۱۱ |
| علل قادحہ کی معرفت | ۱۱۱ |
| عادات و اطوار | ۱۱۳ |
| ذھلی سے روایت | ۱۱۳ |
| کرامت | ۱۱۵ |
| عبادت و ریاضت | ۱۱۵ |
| ادب | ۱۱۷ |
| اعتراف فضل | ۱۱۷ |
| کلمات اساتذہ | ۱۱۷ |
| کلمات معاصرین | ۱۱۸ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| مشائخ اور ان کے طبقات | ۱۱۹ |
| تلامذہ | ۱۲۰ |
| نیشاپور کا فتنہ | ۱۲۰ |
| بخارا کو واپسی | ۱۲۲ |
| جلاوطنی | ۱۲۳ |
| علالت و وفات | ۱۲۴ |
| مزار پاک | ۱۲۴ |
| کرامت بعد وصال | ۱۲۴ |
| تاریخ ولادت، عمر و سال | ۱۲۵ |
| حضور غوث اعظم کی تواریخ | ۱۲۵ |
| بارگاہ رسالت میں مقبولیت | ۱۲۵ |
| فقہی مذہب | ۱۲۶ |
| امام بخاری مجتہد مطلق تھے | ۱۲۷ |
| صحیح البخاری | ۱۲۸ |
| نام | ۱۲۸ |
| وجہ تصنیف | ۱۲۸ |
| تصنیف کی غرض | ۱۲۹ |
| ادب و اہتمام | ۱۲۹ |
| کہاں تصنیف کی؟ | ۱۳۰ |
| بارگاہ رسالت میں مقبولیت | ۱۳۱ |
| شرائط | ۱۳۲ |
| تکرار احادیث | ۱۳۳ |
| تکرار کے بارہ فوائد | ۱۳۳ |
| تقطیع | ۱۳۴ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ابواب | ۱۳۴ |
| مطابقت کے چند اصول | ۱۳۵ |
| تعداد احادیث | ۱۳۵ |
| بخاری شریف کی زندہ کرامت | ۱۳۶ |
| نسخوں کے اختلاف | ۱۳۶ |
| شروح | ۱۳۶ |
| عمدۃ القاری کے خلاف ایک پروپیگنڈے کی حقیقت | ۱۳۹ |
| عمدۃ القاری کی برتری | ۱۴۰ |
| اردو شرحیں | ۱۴۱ |
| اس کی خوبیاں | ۱۴۲ |
| ترجمہ بخاری | ۱۴۳ |
| مسامحات بخاری | ۱۴۳ |
| اصح کتب کا مطلب | ۱۴۴ |
| حدیث کی کوئی کتاب ضعاف سے خالی نہیں | ۱۴۴ |
| ضعاف سے روایت | ۱۴۵ |
| سند میں تسامح | ۱۴۷ |
| متن میں تسامح | ۱۴۸ |
| استنباط مسائل کا حال | ۱۴۹ |
| رضاعت کا مسئلہ | ۱۵۱ |
| غیر مقلدین کی بخاری سے عداوت | ۱۵۲ |
| میاں نذیر حسین صاحب کی لن ترانی اور اس کا جواب | ۱۵۲ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| قسط اول | ۱۵۲ |
| میاں صاحب کی محمد بن فضیل پر جرح | ۱۵۳ |
| اس پر چار گرفت | ۱۵۳ |
| یہ رجال صحیحین سے ہیں | ۱۵۳ |
| رافضی اور شیعی کا فرق | ۱۵۳ |
| صحیحین میں تیس سے زائد راوی شیعی ہیں | ۱۵۴ |
| قسط ثانی | ۱۵۴ |
| میاں صاحب کی بکر بن بشر پر جرح | ۱۵۴ |
| اس پر چھ گرفت | ۱۵۴ |
| اس جرح سے صحیحین کے گیارہ خاص بخاری کے چھ رواۃ صاف | ۱۵۵ |
| قسط ثالث | ۱۵۵ |
| ولید بن مسلم پر جرح | ۱۵۵ |
| اس پر چار گرفت | ۱۵۵ |
| اٹھائیس صحیحین کے 'خاص بخاری کے تئیس راوی صاف | ۱۵۶ |
| قسط رابع | ۱۵۶ |
| میاں صاحب کی عطاف پر جرح | ۱۵۶ |
| اس پر تین گرفت | ۱۵۶ |
| صحیحین کے بیس خاص بخاری کے نو اور گئے | ۱۵۶ |
| قسط خامس | ۱۵۶ |
| میاں صاحب کی مغیرہ بن زیاد پر جرح | ۱۵۶ |
| اس پر چار گرفت | ۱۵۶ |
| صحیحین کے اٹھارہ خاص بخاری کے گیارہ رواۃ صاف | ۱۵۶ |
| باب و حدیث میں عدم مطابقت | ۱۵۷ |
| تدلیس | ۱۵۹ |
| امام بخاری کے مستخرجہ مسائل کو امت نے تسلیم نہیں کیا | ۱۵۹ |
| امام بخاری کی دیگر تصانیف | ۱۵۹ |
| ایک ارشاد | ۱۶۲ |
| فقیہ کامل ہونے کے لیے کتنی رباعیات درکار ہیں؟ | ۱۶۴ |
| حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۱۶۵ |
| مولد و مسکن | ۱۶۵ |
| کوفہ مرکز علوم تھا | ۱۶۶ |
| کوفے کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسایا تھا | ۱۶۶ |
| کوفے کے بارے میں حضرت عمر کے ارشادات | ۱۶۶ |
| حضرت سلمان فارسی کا ارشاد | ۱۶۶ |
| حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد | ۱۶۶ |
| کوفے میں غدار کون تھے؟ | ۱۶۶ |
| کوفے میں ڈیڑھ ہزار صحابہ آباد ہوئے جن میں ستر بدری تین سو شرکاء بیعت رضوان تھے | ۱۶۶ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| امام بخاری اتنی بار کوفہ گئے کہ شمار نہیں | ۱۶۶ |
| اس وقت کے مشاہیر | ۱۶۷ |
| حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ | ۱۶۸ |
| حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ | ۱۶۸ |
| حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیوض | ۱۶۹ |
| اگر کوفے کو نکال دیا جائے تو صحاح ستہ ختم | ۱۶۹ |
| صحابہ میں چھ قاضی تھے تین کوفے میں آباد ہوئے | ۱۶۹ |
| امام مسروق کا ایک ارشاد | ۱۶۹ |
| زمانہ | ۱۶۹ |
| تیس صحابہ کا زمانہ پایا | ۱۶۹ |
| حضرت امام تابعی تھے | ۱۷۰ |
| تابعی ہونے کیلئے صرف رویت صحابی شرط ہے | ۱۷۱ |
| حضرت امام نے پچپن جمع کیے | ۱۷۱ |
| صحابہ سے سماع حدیث | ۱۷۲ |
| تعلیم | ۱۷۲ |
| تحصیل حدیث | ۱۷۳ |
| امام جعفر صادق اور حضرت امام کی گفتگو اور ان حضرات کی تشفی | ۱۷۴ |
| معاندین کا اقرار کہ امام بخاری کے اساتذہ سب سے زیادہ کوفے کے تھے | ۱۷۵ |
| ایک شافعی بزرگ کا ایک اعتراف | ۱۷۵ |
| بصرے کے مشائخ سے اخذ حدیث | ۱۷۶ |
| چار ہزار مشائخ سے احادیث حاصل کیں | ۱۷۷ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| امام باقر اور امام اوزاعی کے واقعات | ۱۷۷ |
| اساتذہ حضرت امام کا ادب کرتے تھے | ۱۷۸ |
| اس عہد کے مرجع اعظم تھے | ۱۷۸ |
| عظیم محدث ہونے کے شواہد | ۱۷۹ |
| تین سو تابعین سے حدیث سنی | ۱۸۰ |
| ائمہ حدیث کی شہادتیں | ۱۸۰ |
| بشارت نبوی | ۱۸۲ |
| یہ حدیث چار صحابہ سے مروی ہے | ۱۸۳ |
| علامہ سیوطی شافعی کا ارشاد کہ اس سے امام اعظم مراد ہیں | ۱۸۴ |
| دیگر علماء کے ارشادات | ۱۸۴ |
| تصانیف امام اعظم | ۱۸۴ |
| مسانید | ۱۸۵ |
| ان مسانید کی اسناد | ۱۸۵ |
| خصوصیت | ۱۸۶ |
| جرح و تعدیل میں حذاقت | ۱۸۶ |
| قلت روایت کا سبب | ۱۸۷ |
| فقہ کی حقیقت | ۱۸۸ |
| فضیلت فقہ | ۱۸۸ |
| ضرورت فقہ | ۱۹۰ |
| بنیاد فقہ | ۱۹۱ |
| کوفے میں ان سے بڑا کوئی محدث نہ تھا | ۱۹۲ |
| نظم قرآن واحادیث کے معانی پر دلالت کے طریقے | ۱۹۲ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| خبر واحد کی حیثیت | ۱۹۳ |
| احکام کے مدارج اور اس کا سبب | ۱۹۴ |
| جب قرآن و حدیث میں تعارض ہو تو کیا کیا جائے؟ | ۱۹۴ |
| صحابہ کرام کا طریقہ کیا تھا؟ | ۱۹۴ |
| قراءۃ خلف امام کی ایک جھلک | ۱۹۵ |
| امام بخاری کا اعتراض اور جواب | ۱۹۶ |
| احناف کے مسلک پر قرآن و حدیث میں تعارض نہیں | ۱۹۷ |
| قراءت خلف امام پر امام اعظم کا ایک استدلال | ۱۹۷ |
| یہ قیاس عقلی نہیں، حدیثی ہے | ۱۹۷ |
| غیر مقلدین امام بخاری کو دنیا کا سب سے بڑا قیاس مانتے ہیں | ۱۹۷ |
| عمل بالحدیث | ۱۹۷ |
| قیاس سے حتی الوسع اجتناب | ۱۹۷ |
| قیاس کے خلاف حدیث ضعیف پر عمل | ۱۹۷ |
| منی کی طہارت و نجاست | ۱۹۸ |
| غیر مقلدین حدیث کے خلاف قیاس پر عامل | ۱۹۹ |
| ماء قلیل میں نجاست پڑے تو پاک ہے یا ناپاک | ۱۹۹ |
| غیر مقلدین و امام بخاری حدیث صحیح کے خلاف ضعیف پر عمل کرتے ہیں | ۱۹۹ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ایک درجے کی چند احادیث متعارض ہوں تو ترجیح اسے ہے جس کے راوی زیادہ فقیہ ہوں | ۲۰۰ |
| امام اعظم اور امام اوزاعی کا مکالمہ | ۲۰۰ |
| ایک لطیفہ | ۲۰۰ |
| شبہات اور جوابات | ۲۰۱ |
| حدیث مصراۃ کی بحث | ۲۰۱ |
| الوضوء مما مست النار | ۲۰۳ |
| جنازہ اٹھانے سے وضو رہے گا یا نہیں؟ | ۲۰۴ |
| جس عورت کا نکاح ہوا مہر کچھ مقرر نہ ہوا خلوت سے پہلے مر گئی کیا حکم ہے؟ | ۲۰۴ |
| اشعار کی بحث | ۲۰۶ |
| احادیث کے علل قادحہ خفیہ | ۲۰۷ |
| معانی حدیث کی فہم | ۲۰۹ |
| امام اعمش کا اعتراف تفقہ | ۲۱۰ |
| ایک لطیفہ | ۲۱۱ |
| لو قتله بابا قبيس کا جواب | ۲۱۱ |
| انت اباجهل بخاری میں | ۲۱۱ |
| ایک اور طعن کا جواب | ۲۱۲ |
| امام بخاری اور اقوال رجال سے استدلال | ۲۱۲ |
| اقوال فقہاء پر اعتماد اصل میں قرآن و حدیث پر اعتماد ہے | ۲۱۲ |
| غیر مقلدین اقوال رجال کے پیچھے تقلید واجب ہے | ۲۱۲ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| محدثین عوام کو فقہاء کے پاس بھیجتے | ۲۱۳ |
| طلاق کی قسم کا مسئلہ | ۲۱۳ |
| بیویوں کے بدل جانے کا قصہ | ۲۱۳ |
| حضرت امام اعظم کی مخالفت کے اسباب | ۲۱۴ |
| قاضی ابن ابی لیلیٰ کا واقعہ | ۲۱۴ |
| افتاء پر پابندی | ۲۱۵ |
| پابندی منسوخ | ۲۱۵ |
| تہمتیں | ۲۱۶ |
| علامہ سخاوی کا جواب | ۲۱۶ |
| ہمارے اسلاف کا طریقہ | ۲۱۶ |
| تلامذہ | ۲۱۶ |
| وفات | ۲۱۷ |
| سفاح کے مظالم اور اس کے خلاف تحریک | ۲۱۷ |
| منصور اور ابراہیم | ۲۱۷ |
| بغداد میں طلبی | ۲۱۷ |
| عہدۂ قضا رد کر دیا | ۲۱۷ |
| نظر بندی | ۲۱۸ |
| زہر خورانی اور وفات | ۲۱۸ |
| تجہیز اور تدفین | ۲۱۸ |
| مزار پاک مرجع خلائق ہے | ۲۱۹ |
| الپ ارسلان کی تعمیرات | ۲۱۹ |
| خطبہ | ۲۲۰ |
| الحمد للہ شروع کتاب میں نہ ہونے کی توجیہ | ۲۲۰ |
| حدیث باب کیف کان بدء الوحی | ۲۲۲ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث انما الاعمال بالنیات | ۲۲۲ |
| سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۲۲۲ |
| اس حدیث کی حیثیت | ۲۲۳ |
| یہ ام الاحادیث ہے | ۲۲۳ |
| سبب ارشاد | ۲۲۳ |
| الاعمال | ۲۲۴ |
| نیات | ۲۲۴ |
| ارادہ، عزم، قصد | ۲۲۴ |
| امام شافعی کا مذہب | ۲۲۵ |
| احناف کا استدلال | ۲۲۶ |
| صرف نیت پر ثواب | ۲۲۸ |
| تفریع | ۲۲۹ |
| ہجرت کے معنی | ۲۲۹ |
| دنیا | ۲۲۹ |
| ہجرت کی اقسام | ۲۲۹ |
| حدیث وحی کے اقسام | ۲۳۰ |
| حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا | ۲۳۰ |
| افضل النساء کون ہیں؟ | ۲۳۱ |
| ایک لطیفہ | ۲۳۱ |
| حارث بن ہشام | ۲۳۲ |
| نبی اور رسول کی تحقیق | ۲۳۲ |
| نبی اور رسول کی تعداد | ۲۳۳ |
| صحف انبیاء کی تعداد | ۲۳۴ |
| وحی کے معانی | ۲۳۴ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| اس حدیث میں صرف دو مذکور ہیں | ۲۳۵ |
| فرشتے مستقل نوع ہیں | ۲۳۶ |
| نزول وحی کے وقت کی حالت | ۲۳۶ |
| صلصلۃ الجرس کا مطلب | ۲۳۷ |
| ان دو صورتوں میں کیا راز ہے؟ | ۲۳۷ |
| حدیث حراء | ۲۳۸ |
| رویاء کی تحقیق | ۲۳۸ |
| انبیاء کے خواب بھی وحی ہیں | ۲۳۹ |
| ظہور نبوت کی ابتداء | ۲۳۹ |
| حراء میں خلوت کی ابتداء | ۲۳۹ |
| تحنث کے معنی | ۲۴۰ |
| حراء میں کس شریعت کے مطابق عبادت فرماتے تھے؟ | ۲۴۱ |
| خلوت کے فوائد | ۲۴۲ |
| حراء میں کتنے دن خلوت فرمائی؟ | ۲۴۲ |
| اہل کی تحقیق | ۲۴۳ |
| ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا | ۲۴۳ |
| ایام وحی میں حراء کی خلوت | ۲۴۵ |
| ضروریات زندگی جمع کرنا منافی توکل نہیں | ۲۴۵ |
| نزول اقراء کی تاریخ | ۲۴۶ |
| فرشتوں کی حقیقت | ۲۴۶ |
| حراء میں جبرئیل علیہ السلام آئے تھے | ۲۴۶ |
| جبرئیل کی انبیاء علیہم السلام کی بارگاہوں میں حاضری کی تعداد | ۲۴۶ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حراء میں نزول وحی کی صورت | ۲۴۷ |
| تفصیلی کیفیت | ۲۴۷ |
| ما انا بقاری کا معنی | ۲۴۷ |
| الجھد کی تحقیق | ۲۴۸ |
| ایمان افروز توجیہ | ۲۴۹ |
| بسم اللہ کسی سورہ کا جزء نہیں | ۲۴۹ |
| خشیت کی توجیہ | ۲۵۰ |
| ورقہ | ۲۵۲ |
| ورقہ کی صحابیت | ۲۵۲ |
| حدیث مرسل جمہور اور احناف کے نزدیک حجت ہے | ۲۵۴ |
| عربی، عبرانی، سریانی | ۲۵۵ |
| انجیل کی زبان | ۲۵۵ |
| زبان کی ابتداء | ۲۵۵ |
| حضرت ابراہیم کی زبان | ۲۵۵ |
| عربی زبان کی ابتداء | ۲۵۵ |
| ابن اخیک | ۲۵۶ |
| ناموس | ۲۵۶ |
| یومک کی شرح | ۲۵۷ |
| فترت کی تحقیق | ۲۵۸ |
| فترت وحی کے ایام میں اضطراب | ۲۶۰ |
| لفظ جبرئیل کی تحقیق | ۲۶۱ |
| جبرئیل ابتداء ہی سے مامور تھے یا نہیں؟ | ۲۶۱ |
| ایک غلط روایت کی تنقید | ۲۶۲ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| اسرافیل بھی وحی لائے تھے | ۲۶۲ |
| حدیث فترۃ وحی | ۲۶۳ |
| ابن شہاب زہری | ۲۶۳ |
| ابو سلمہ | ۲۶۳ |
| حضرت جابر بن عبداللہ | ۲۶۳ |
| سب سے پہلے کیا نازل ہوا؟ | ۲۶۴ |
| حدیث مسلسل بالشفتین | ۲۶۵ |
| حضرت ابن عباس | ۲۶۵ |
| عبادلہ اربعہ | ۲۶۵ |
| خلاصہ حدیث | ۲۶۶ |
| سعید بن جبیر شہید | ۲۶۷ |
| قبول دعاء کی ایک علامت | ۲۶۸ |
| کرامت | ۲۶۹ |
| ایک تطبیق | ۲۷۰ |
| تعلیم معانی خطاب سے موخر ہو سکتی ہے یا نہیں؟ | ۲۷۰ |
| جبرئیل صرف واسطہ نزول تھے | ۲۷۰ |
| ایک اشکال کا جواب | ۲۷۰ |
| حدیث مسلسل کا مطلب | ۲۷۱ |
| اللہ عزوجل پر کچھ واجب نہیں | ۲۷۱ |
| حدیث دورۂ قرآن | ۲۷۱ |
| حضور اجود الناس ہیں | ۲۷۱ |
| رمضان میں زیادہ فیاضی کی وجہ | ۲۷۲ |
| بیت العزت | ۲۷۲ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ریح اور ریاح کا فرق | ۲۷۳ |
| فوائد | ۲۷۴ |
| دیگر کتب الٰہیہ کے نزول کی تاریخ | ۲۷۴ |
| حدیث ھرقل | ۲۷۴ |
| عبیداللہ بن عبداللہ | ۲۷۴ |
| حضرت ابو سفیان | ۲۷۴ |
| حضور کی ایک عطا | ۲۷۵ |
| یزید بن ابو سفیان | ۲۷۵ |
| ھرقل | ۲۷۵ |
| والا نامہ کی برکت | ۲۷۶ |
| ہرقل کافر مرا | ۲۷۶ |
| فتح قسطنطنیہ | ۲۷۶ |
| تعظیم و توہین کے اثرات | ۲۷۶ |
| قریش | ۲۷۷ |
| قصی کا لقب قریش نہیں | ۲۷۷ |
| ابو سفیان کے ساتھ کتنے آدمی تھے؟ | ۲۷۷ |
| ایلیا | ۲۷۷ |
| دعوت اسلام کے مکتوب | ۲۷۸ |
| دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۲۸۲ |
| عظیم بصریٰ | ۲۸۲ |
| عدی بن حاتم | ۲۸۲ |
| فقرء ہ | ۲۸۳ |
| ایریسین | ۲۸۳ |
| عبداللہ بن اریس | ۲۸۴ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ابن ابی کبشہ | ۲۸۴ |
| بنی الاصفر | ۲۸۴ |
| ابن الناطور | ۲۸۵ |
| سند کی توضیح | ۲۸۵ |
| حزاء | ۲۸۶ |
| علم نجوم منسوخ ہے | ۲۸۶ |
| ملك الختان قد ظهر | ۲۸۶ |
| ایک عجیب وغریب بات | ۲۸۷ |
| رومیہ | ۲۸۸ |
| ضفاطر | ۲۸۸ |
| حمص | ۲۸۹ |
| **کتاب الایمان** | ۲۹۰ |
| ایمان بنیاد ہے | ۲۹۰ |
| ایمان کی تعریف | ۲۹۱ |
| ایمان گھٹتا بڑھتا ہے یا نہیں؟ | ۲۹۱ |
| دلائل | ۲۹۱ |
| ضروریات دین | ۲۹۴ |
| ضروریات مذہب اہل سنت | ۲۹۴ |
| تعلیقات | ۲۹۴ |
| ت الحب فی الله والبغض الخ | ۲۹۵ |
| ت کتب عمر بن عبدالعزیز | ۲۹۵ |
| عمر بن عبدالعزیز | ۲۹۶ |
| عدی بن عدی بن عمیرا | ۲۹۷ |
| ان للایمان فرائض | ۲۹۷ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| معاذ بن جبل | ۲۹۷ |
| ت وقال معاذ نومن ساعة جددو ایمانکم | ۲۹۸ |
| ت الیقین للایمان کله | ۲۹۸ |
| حضرت ابن مسعود | ۲۹۹ |
| ت وقال ابن عمر | ۲۹۹ |
| حضرت ابن عمر | ۳۰۰ |
| حقیقت تقویٰ | ۳۰۱ |
| حدیث بنی الاسلام | ۳۰۱ |
| بنی الاسلام علی خمس | ۳۰۳ |
| حدیث شعب الایمان | ۳۰۳ |
| حضرت ابو ہریرہ | ۳۰۳ |
| بضع | ۳۰۵ |
| الحیاء | ۳۰۶ |
| حدیث من سلم المسلمون الخ | ۳۰۷ |
| حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص | ۳۰۷ |
| عن عمرو بن شعیب کی تفصیل | ۳۰۷ |
| یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے | ۳۰۹ |
| حدیث ای الاسلام افضل | ۳۰۹ |
| ابو موسیٰ اشعری | ۳۰۹ |
| حدیث ای الاسلام خیر | ۳۱۱ |
| کسے سلام کرنا چاہیے؟ | ۳۱۱ |
| کون عمل افضل ہے؟ | ۳۱۲ |
| حدیث لا یومن احدکم حتی یحب لاخیه الخ | ۳۱۳ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| انس بن مالک | ۳۱۳ |
| حدیث حب رسول | ۳۱۵ |
| قسم کا فائدہ متشابہات کا حکم | ۳۱۵ |
| متشابہات کے معانی حضور جانتے ہیں | ۳۱۶ |
| محبت کے اسباب واغراض | ۳۱۷ |
| شراح پر ایک تعقب | ۳۱۷ |
| حدیث حب رسول | ۳۱۷ |
| حدیث ثلاث من کن فیه وجد حلاوة الایمان | ۳۱۸ |
| یہ ام الاحادیث میں سے ہے | ۳۱۹ |
| حدیث حب انصار | ۳۱۹ |
| اوس وخزرج | ۳۲۰ |
| نفاق | ۳۲۰ |
| حدیث عقوبات گناہ کا کفارہ ہیں یا نہیں؟ | ۳۲۰ |
| عبادہ بن صامت | ۳۲۱ |
| شہد کا معنی | ۳۲۲ |
| بدر | ۳۲۲ |
| نقباء | ۳۲۲ |
| بیعت عقبہ | ۳۲۲ |
| مصعب بن عمیر | ۳۲۳ |
| گناہ میں کسی کی اعانت نہیں | ۳۲۳ |
| حدود کفارہ ہیں یا نہیں؟ | ۳۲۵ |
| احناف کا مسلک اور دلیل | ۳۲۵ |
| تطبیق | ۳۲۶ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث یوشك ان یکون خیر مال المسلم غنم الخ | ۳۲۷ |
| ہر تکلیف مسلمان کی سیئات کا کفارہ ہے | ۳۲۷ |
| یہ بیعت کب ہوئی؟ | ۳۲۸ |
| حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۳۲۹ |
| حدیث کا مفاد | ۳۲۹ |
| حدیث قد غفرلك الله ما تقدم الخ | ۳۲۹ |
| حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معصوم ہیں | ۳۳۰ |
| ذنب کے معنی کی تحقیق | ۳۳۰ |
| حدیث یدخل اهل الجنة الجنة | ۳۳۰ |
| حدیث فضیلت فاروق اعظم | ۳۳۱ |
| حدیث الحیاء من الایمان | ۳۳۲ |
| حدیث امرت ان اقاتل الناس الخ | ۳۳۳ |
| بے نمازی کا حکم | ۳۳۴ |
| حدیث ای العمل افضل | ۳۳۴ |
| حج مبرور کی علامت | ۳۳۵ |
| ایمان عمل قلب ہے | ۳۳۵ |
| افضل الاعمال کا مطلب | ۳۳۵ |
| حج افضل ہے یا جہاد؟ | ۳۳۵ |
| حدیث مومنا او مسلما | ۳۳۶ |
| سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۳۳۹ |
| تالیف قلب کے لیے عطا | ۳۳۷ |
| تلقین کی وجہ | ۳۳۸ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت ثلث من جمعهن فقد جمع الایمان | ۳۳۹ |
| عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۳۳۹ |
| حدیث کفران العشیر | ۳۴۱ |
| حدیث اذا التقا المسلمان بسیفیهما | ۳۴۲ |
| احنف بن قیس | ۳۴۲ |
| حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۳۴۲ |
| هذا الرجل سے کون مراد ہے؟ | ۳۴۳ |
| حدیث انك امرء فیك جاهلیة | ۳۴۴ |
| حضرت ابوذر غفاری | ۳۴۴ |
| تطبیق | ۳۴۶ |
| حدیث اینا لم یظلم | ۳۴۶ |
| ایک اشکال کا جواب | ۳۴۷ |
| حدیث ایة المنافق | ۳۴۸ |
| حدیث اربع من کن فیه کان منافقا خالصا | ۳۴۹ |
| نفاق کی علامت انہیں میں منحصر نہیں | ۳۴۹ |
| حدیث من صام رمضان ایمانا الخ | ۳۵۰ |
| حدیث انتدب الله عزوجل لمن خرج الخ | ۳۵۰ |
| جہاد فرض کفایہ ہے | ۳۵۲ |
| ت احب الدین الی الله | ۳۵۲ |
| حدیث ان الدین یسر | ۳۵۲ |
| ت اذا اسلم العبد وحسن اسلامه | ۳۵۳ |
| حدیث اذا احسن احدکم اسلامه | ۳۵۴ |
| حدیث احب الدین ما داوم علیه | ۳۵۵ |
| نوافل ومستحبات پر بھی پابندی چاہیے | ۳۵۵ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث یخرج من الناس من قال الخ | ۳۵۶ |
| تصدیق اور اقرار دو چیزیں ہیں | ۳۵۶ |
| لا الہ الا اللہ پورے کلمہ طیبہ کا علم ہے | ۳۵۷ |
| حدیث لا تحزن ذلك الیوم عیدا | ۳۵۷ |
| یوم ولادت اقدس میں عید منانا مشروع ہے | ۳۵۷ |
| حدیث جاء رجل من اهل نجد ثائر الراس | ۳۵۸ |
| طلحہ بن عبید اللہ | ۳۵۸ |
| توجیہات | ۳۵۹ |
| حدیث من اتبع جنازة الخ | ۳۶۲ |
| ت خشیت ان اکون مکذبا | ۳۶۲ |
| ابراہیم تیمی | ۳۶۲ |
| ت کلهم یخاف النفاق الخ | ۳۶۳ |
| ابن ابی ملیکہ | ۳۶۳ |
| توجیہ | ۳۶۳ |
| ایمانی کایمان جبرئیل کی بحث | ۳۶۵ |
| ت ما خافه الا مومن | ۳۶۵ |
| حدیث سباب المسلم فسوق | ۳۶۵ |
| حضرت امام کی طرف اس کی نسبت ثابت | |
| نہیں | ۳۶۶ |
| ابووائل | ۳۶۶ |
| مرجیہ | ۳۶۶ |
| قتالہ کفر کی توجیہ | ۳۶۶ |
| حدیث جبرئیل | ۳۶۷ |
| تکمیل | ۳۶۷ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| یہ حدیث ام الاحادیث ہے | ۳۶۷ |
| یہ حدیث کتنے صحابہ سے مروی ؟ | ۳۶۸ |
| آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹھنے کے لیے امتیازی جگہ | ۳۶۸ |
| نکات | ۳۷۰ |
| ایمان اور اسلام مرادف ہیں یا نہیں ؟ | ۳۷۲ |
| تقدیر کے معنی | ۳۷۴ |
| احسان کی توضیح | ۳۷۶ |
| عبادت کے معنی | ۳۷۸ |
| عبادت اور تعظیم میں فرق | ۳۷۸ |
| غیر مقلدین کی خود ساختہ تعریف کا ردبلیغ | ۳۷۹ |
| انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے لیے مافوق الفطری قوت کا اثبات | ۳۸۰ |
| ما المسئول عنها باعلم من السائل کی محققانہ بحث | ۳۸۰ |
| علم غیب کے سلسلے میں اہل سنت کا عقیدہ | ۳۸۱ |
| نبوۃ کے معنی | ۳۸۱ |
| غیب دانی خاصہ نبی ہے | ۳۸۲ |
| اس مرتبے میں بعض غیوب پر مطلع نہ ہونا غیب دانی کے منافی نہیں | ۳۸۲ |
| دوسرا درجہ جمیع ما کان وما یکون کا حصول' یہ کب حاصل ہوا؟ | ۳۸۲ |
| علامات قیامت | ۳۸۳ |
| علوم خمسہ کی بحث | ۳۸۴ |
| اہل سنت انبیاء کرام واولیاء عظام کے لیے علم غیب عطائی مانتے ہیں | ۳۸۶ |
| اس کی تائیدات | ۳۸۷ |
| اس آیت میں پانچ کی تخصیص کی حکمت | ۳۸۸ |
| ذاتی وعطائی کا فرق نہ ماننے والوں کا رد | ۳۸۸ |
| حدیث مشتبہات سے بچنا دین کی حفاظت ہے | ۳۹۰ |
| امام شعبی حضرت عامر | ۳۹۰ |
| حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۳۹۰ |
| مشتبہات کی تفسیر | ۳۹۰ |
| دل کی اہمیت | ۳۹۲ |
| حدیث وفد عبدالقیس | ۳۹۴ |
| ابوجمرہ | ۳۹۴ |
| وفد عبدالقیس | ۳۹۵ |
| دست بوسی وقدم بوسی | ۳۹۵ |
| حضرت اشبح رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۳۹۶ |
| نبیذ اور اس کا حکم | ۳۹۶ |
| الله و رسوله اعلم کا ایک استعمال | ۳۹۷ |
| ایمان اور اعمال میں تغائر اس کی دلیل | ۳۹۷ |
| اشکال اور جواب | ۳۹۷ |
| ت ولكن جهاد و نية | ۳۹۸ |
| حدیث اذا انفق الرجل على اهله | ۳۹۹ |
| حدیث لن تنفق نفقة تبتغى بها وجه الله | ۳۹۹ |
| ابو مسعود انصاری | ۳۹۹ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت الدین النصیحة | ۴۰۰ |
| حدیث الدین النصیحة | ۴۰۱ |
| حضرت جریر بن عبداللہ بجلی | ۴۰۱ |
| ایضاً | ۴۰۱ |
| حضرت مغیرہ کا وصال اور حضرت جریر کا خطبہ | ۴۰۲ |
| **کتاب العلم** | ۴۰۳ |
| حدیث اذا اوسد الامر الی غیر اھلہ الخ | ۴۰۳ |
| علم کی تعریف | ۴۰۳ |
| علم کی تقسیم | ۴۰۳ |
| کتاب العلم کی کتاب الایمان سے مناسبت | ۴۰۳ |
| اعرابی | ۴۰۴ |
| حدث واخبر کا فرق | ۴۰۵ |
| حدیث نخلہ | ۴۰۶ |
| نخلہ اور مومن کے مابین وجہ شبہہ | ۴۰۶ |
| استدلال | ۴۰۶ |
| تکمیل | ۴۰۷ |
| فوائد | ۴۰۷ |
| اخذ حدیث کے طریقے | ۴۰۸ |
| بعض متشددین کا رد | ۴۰۹ |
| حدیث ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۴۰۹ |
| معززین کا مجمع میں تکیہ لگا کر بیٹھنا جائز ہے | ۴۱۰ |
| نام نامی یا کنیت کے ساتھ پکارنا جائز نہیں | ۴۱۰ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| اکثر اہل عرب اللہ عزوجل کے وجود کے قائل تھے | ۴۱۱ |
| حدیث بالفاظ اخر | ۴۱۲ |
| صحابہ بکثرت سوال کرنے سے روک دیئے گئے تھے | ۴۱۲ |
| اصل اشیاء میں اباحت ہے | ۴۱۲ |
| لا ازید ولا انقص کی توجیہ | ۴۱۳ |
| مناولت ومکاتبت | ۴۱۳ |
| حضرت عثمان نے کتنے مصاحف لکھوائے تھے؟ | ۴۱۴ |
| واقعہ سریہ نخلہ سے استدلال | ۴۱۴ |
| حدیث کسریٰ کی جانب والا نامہ | ۴۱۴ |
| حدیث خاتم | ۴۱۵ |
| حدیث ثلثة نفر | ۴۱۵ |
| حضرت ابو واقد قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۴۱۶ |
| حضور سے قرب، قرب الٰہی ہے | ۴۱۷ |
| اللہ کے حیا فرمانے کا مطلب | ۴۱۷ |
| حدیث لیبلغ الشاھد الغائب | ۴۱۷ |
| عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ | ۴۱۷ |
| یہ خطبہ کب دیا تھا؟ | ۴۱۸ |
| تکمیل | ۴۱۸ |
| شاہد کے معنی حاضر | ۴۱۹ |
| فوائد | ۴۱۹ |
| ان العلماء ھم ورثة الانبیاء | ۴۱۹ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت لو وضعتم الصمصام | ۴۲۰ |
| تکمیل | ۴۲۰ |
| علم دین چھپانے کی وعید | ۴۲۰ |
| حدیث یسروا ولا تعسروا | ۴۲۱ |
| حدیث یذکر الناس فی کل خمیس | ۴۲۱ |
| کسی کار خیر کیلئے دن مقرر کرنا | ۴۲۲ |
| حدیث انما انا قاسم والله یعطی | ۴۲۲ |
| حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۴۲۲ |
| کسی صحابی پر طعن کرنا جائز نہیں | ۴۲۳ |
| تمام صحابہ عادل ہیں | ۴۲۳ |
| فضیلت فقہ | ۴۲۴ |
| حضور قاسم بھی ہیں اور خازن بھی | ۴۲۵ |
| اسے علم کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں | ۴۲۵ |
| اس حدیث سے ثابت کہ حضور اول الخلق ہیں | ۴۲۵ |
| ت تفقهوا قبل ان تسودوا | ۴۲۵ |
| حدیث لا حسد الا فی اثنین | ۴۲۷ |
| حدیث اللهم علمه الکتاب | ۴۲۷ |
| ت رحل جابر مسیرة شهر | ۴۲۸ |
| عبداللہ بن انیس | ۴۲۹ |
| حدیث عقلت من النبی صلی الله تعالی | |
| علیه وسلم | ۴۲۹ |
| حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۴۲۹ |
| تطبیق | ۴۲۹ |
| فوائد | ۴۲۹ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| بچے کا سماع کب صحیح ہے؟ | ۴۲۹ |
| حدیث العلم کغیث الکثیر | ۴۳۰ |
| تطبیق | ۴۳۱ |
| قال اسحاق سے کون مراد ہے؟ | ۴۳۱ |
| ت لا ینبغی لاحد عنده شئی من العلم | ۴۳۲ |
| ربیعه بن عبدالرحمٰن | ۴۳۲ |
| حدیث یقل العلم ویظهر الجهل | ۴۳۲ |
| حدیث فضل علم | ۴۳۳ |
| دودھ اور علم میں مناسبت | ۴۳۴ |
| حدیث یظهر الفتن ویکثر الهرج | ۴۳۴ |
| حدیث ما من شئی لم اکن ارتیه الا راته | ۴۳۴ |
| حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا | ۴۳۴ |
| ذات النطاقین کا خطاب | ۴۳۴ |
| حضرت عبداللہ بن زبیر کی ولادت | ۴۳۵ |
| بیٹے کو شہادت کا مشورہ | ۴۳۵ |
| بیٹے کو کفن پہنایا | ۴۳۵ |
| بیٹے کو سولی پر دیکھ کر | ۴۳۵ |
| حجاج کے روبرو ترکی بہ ترکی جواب | ۴۳۵ |
| وصال | ۴۳۵ |
| تکمیل | ۴۳۶ |
| علم جمیع ما کان وما یکون کا ثبوت | ۴۳۷ |
| اس حدیث میں شئی اعم العام ہے | ۴۳۷ |
| اس کے عموم میں ذات باری تعالیٰ کا مشاہد | |
| بھی داخل ہے | ۴۳۸ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| احکام | ۴۳۸ |
| سورج گہن کی نماز | ۴۳۸ |
| حضور نے بیداری میں اللہ عزوجل کو دیکھا | ۴۳۸ |
| حدیث سلونی عما شئتم | ۴۳۹ |
| اشیاء کے غیر منصرف ہونے کی وجہ | ۴۳۹ |
| الف ممدودہ زائدہ علامت تانیث ہے | ۴۳۹ |
| کسے سوال ممنوع ہیں؟ | ۴۳۹ |
| سلونی عما شئتم کی توضیح | ۴۴۰ |
| حدیث اذا تکلم اعاد ثلثا | ۴۴۰ |
| تین بار سلام کی توجیہ | ۴۴۰ |
| حدیث ثلثة لهم اجران | ۴۴۱ |
| مولیٰ کے معانی | ۴۴۱ |
| کتاب سے کیا مراد ہے؟ | ۴۴۱ |
| ایک اشکال کا جواب | ۴۴۱ |
| تکمیل | ۴۴۲ |
| حدیث عظة النساء | ۴۴۳ |
| عورتوں کے مجمع میں وعظ ممنوع ہے | ۴۴۳ |
| حدیث من اسعد الناس بالشفاعة | ۴۴۴ |
| شفاعت کے مدارج | ۴۴۴ |
| فوائد | ۴۴۵ |
| ت وکتب عمر بن عبدالعزیز | ۴۴۵ |
| ابوبکر بن حزم انصاری | ۴۴۵ |
| تدوین حدیث کی ایک کڑی | ۴۴۵ |
| حدیث قبض العلم | ۴۴۶ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| تکمیل | ۴۴۶ |
| فوائد | ۴۴۶ |
| حدیث تعین الیوم للوعظ | ۴۴۷ |
| مجلس خیر کے لیے دن معین کرنا سنت ہے | ۴۴۷ |
| نابالغ بچوں کے فوت ہونے کا ثواب | ۴۴۷ |
| حدیث من کذب علی | ۴۴۷ |
| ربعی بن حراش | ۴۴۸ |
| حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۴۴۸ |
| غزوۂ احد میں سولہ زخم کھائے | ۴۴۹ |
| مسند خلافت | ۴۴۹ |
| شہادت | ۴۴۹ |
| مناسبت | ۴۴۹ |
| حکم وضع میں احتیاط لازم ہے | ۴۵۰ |
| احادیث کو پوری صحت سے پڑھنا واجب ہے | ۴۵۰ |
| حدیث ایضاً | ۴۵۰ |
| حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۴۵۰ |
| راہ خدا میں پہلی تلوار | ۴۵۱ |
| حواری کا خطاب | ۴۵۱ |
| قبول حق | ۴۵۱ |
| حضرت علی کا اعلان حق | ۴۵۱ |
| لاش مبارک منتقل کی گئی | ۴۵۱ |
| حضور سے رشتے | ۴۵۲ |
| اس احتیاط کا نکتہ | ۴۵۲ |
| جو اچھی طرح یاد ہو اسے بیان کرنا ضروری ہے | ۴۵۲ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث ایضاً | ۴۵۲ |
| حدیث ایضاً | ۴۵۳ |
| حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۴۵۳ |
| انہوں نے تین بار بیعت کی | ۴۵۳ |
| ان سے بھیڑیئے نے کلام کیا | ۴۵۳ |
| حضور ما کان و ما یکون کی خبر دیتے ہیں | ۴۵۳ |
| پہلی ثلاثی | ۴۵۴ |
| روایت بالمعنی کے عدم جواز پر استدلال اور اس کا جواب | ۴۵۴ |
| حدیث تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی | ۴۵۴ |
| حیات مبارکہ تک نام اور کنیت کا جمع کرنا ممنوع تھا | ۴۵۵ |
| بعد وصال یہ ممانعت نہ رہی | ۴۵۵ |
| حضور ﷺ نے محمد بن حنفیہ کو اپنا نام اور اپنی کنیت عطا فرمائی | ۴۵۵ |
| حضور ﷺ جانتے تھے کہ حاملہ کے پیٹ میں کیا ہے؟ | ۴۵۵ |
| خواب میں زیارت | ۴۵۶ |
| یہ حدیث متواتر ہے | ۴۵۶ |
| چند احادیث متواترہ | ۴۵۶ |
| حدیث هل عندکم کتاب | ۴۵۷ |
| حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۴۵۷ |
| شیعوں کی تردید | ۴۵۷ |
| اس مصحف کے علاوہ حضرت علی کے پاس کوئی خاص قرآن نہ تھا | ۴۵۸ |
| العقل | ۴۵۸ |
| حدیث حضرت ابو ہریرہ مکثرین میں ہیں | ۴۵۸ |
| حدیث لکھنے کی ابتداء | ۴۵۸ |
| حضرت ابو ہریرہ نے بھی احادیث لکھیں | ۴۵۹ |
| حدیث قرطاس | ۴۶۰ |
| تکمیل | ۴۶۰ |
| شبہات اور جوابات | ۴۶۱ |
| اھجر کی تحقیق | ۴۶۱ |
| اھجر حضرت عمر کا قول نہیں | ۴۶۱ |
| ھجر کے معنی ہذیان کے بن ہی نہیں سکتے | ۴۶۱ |
| تعمیل حکم نہ کرنے کے الزام کے چھ جوابات | ۴۶۲ |
| حضرت ابو بکر و عمر حضور کے وزیر ہیں | ۴۶۲ |
| حضرت فاروق کی رائے کے مطابق وحی آتی تھی | ۴۶۲ |
| پچیس مواقع میں تطابق | ۴۶۲ |
| حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا لکھوانا چاہتے تھے؟ | ۴۶۲ |
| حضور نے حضرت علی کی خلافت کی کوئی وصیت نہیں کی تھی | ۴۶۳ |
| ان الرزیۃ کل الرزیۃ کا جواب | ۴۶۳ |
| حدیث رب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الاخرہ | ۴۶۳ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا | ۴۶۳ |
| سوتوں کو جگا کر ذکر الٰہی کی تلقین جائز ہے | ۴۶۴ |
| حدیث سو سال کے بعد آج کا کوئی زندہ نہ رہے گا | ۴۶۵ |
| یہ کب فرمایا؟ | ۴۶۵ |
| ایک اشکال کا جواب | ۴۶۵ |
| حدیث اکثر ابوھریرۃ | ۴۶۵ |
| کثرت روایت کی وجہ | ۴۶۶ |
| حدیث آنحضور ﷺ نے حضرت ابوہریرہ کو قوی الحافظہ کر دیا | ۴۶۷ |
| حضور ﷺ کو یہ اختیار ہے جسے جو چاہیں عطا فرمادیں | ۴۶۷ |
| حدیث حفظت وعائین | ۴۶۷ |
| وعائین سے کیا مراد ہے؟ | ۴۶۸ |
| حدیث لا ترجعوا بعدی کفارا | ۴۶۹ |
| ایک شبہ اور اس کا جواب | ۴۶۹ |
| احکام | ۴۷۰ |
| منکرین اجماع کا استدلال اور اس کا جواب | ۴۷۰ |
| حدیث موسیٰ اور خضر علیہما السلام | ۴۷۰ |
| تکمیل | ۴۷۰ |
| کشتی کا تختہ کیوں توڑا؟ | ۴۷۰ |
| بچے کو کیوں قتل کیا؟ | ۴۷۰ |
| دیواریں کیوں سیدھی کیں؟ | ۴۷۱ |
| حر بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۴۷۱ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| توف بکالی | ۴۷۱ |
| حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۴۷۱ |
| حضرت موسیٰ علیہ السلام | ۴۷۱ |
| حضرت یوشع بن نون علیہ السلام | ۴۷۲ |
| حضرت یوشع نے سورج اور چاند کو روکا | ۴۷۲ |
| حضرت خضر | ۴۷۲ |
| زمانہ | ۴۷۳ |
| یہ نبی تھے یا صرف ولی؟ | ۴۷۳ |
| حضور اقدس ﷺ اور صحابہ سے ان کی ملاقات ثابت | ۴۷۳ |
| چار نبی زندہ ہیں | ۴۷۳ |
| حضرت خضر اور حضرت الیاس ہر سال حج کرتے ہیں | ۴۷۳ |
| تطبیق | ۴۷۴ |
| موسیٰ بن میشا | ۴۷۴ |
| ایک تعارض اور تطبیق | ۴۷۵ |
| حضرت موسیٰ حضرت خضر سے اعلم ہیں | ۴۷۵ |
| دینی بات کے اختتام پر واللہ اعلم کہنا ادب ہے | ۴۷۵ |
| یہ مجمع البحرین کہاں ہے؟ | ۴۷۵ |
| ایک شبہ کا جواب | ۴۷۵ |
| مصنف کا جواب | ۴۷۶ |
| توشہ مچھلی تھی | ۴۷۶ |
| روایات مختلفہ میں تطبیق | ۴۷۷ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| یہ لوگ صخرہ کے بعد کتنی دیر چلے ؟ | ۴۷۷ |
| قص کے معنی | ۴۷۸ |
| دونوں کی ملاقات کہاں ہوئی ؟ | ۴۷۸ |
| حضرت خضر نے حضرت موسیٰ سے تشریف آوری کا مقصد پوچھا | ۴۷۹ |
| حضرت خضر باطنی علوم کے مطابق عمل کرنے پر مامور تھے | ۴۷۹ |
| حضرت یوشع بھی ہمراہ تھے | ۴۸۰ |
| ایک شبہے کا جواب | ۴۸۰ |
| مختلف روایات میں تطبیق | ۴۸۱ |
| بچے کے قتل کرنے کی تفصیل | ۴۸۲ |
| یتیموں کی دیوار کس بستی میں درست کی تھی ؟ | ۴۸۲ |
| دیوار درست کرنے کی تفصیل | ۴۸۲ |
| دونوں کی جدائی | ۴۸۳ |
| اکیس مسائل | ۴۸۳ |
| گمراہ و ملحد صوفیہ کا رد | ۴۸۴ |
| حدیث من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیا | ۴۸۵ |
| تکمیل | ۴۸۵ |
| غصے کے اقسام واحکام | ۴۸۵ |
| اپنی آبرو اور مال بچانے میں مارڈالا جانے والا شہید ہے | ۴۸۵ |
| یہ حدیث جوامع الکلم سے ہے | ۴۸۵ |
| فوائد | ۴۸۵ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث سوال الیهود عن الروح | ۴۸۶ |
| دو روایتوں میں تطبیق | ۴۸۶ |
| روح کے اطلاقات۔ | ۴۸۶ |
| حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روح کی حقیقت جانتے ہیں | ۴۸۷ |
| علامہ عینی کی تحقیق | ۴۸۷ |
| عالم امر اور عالم خلق | ۴۸۸ |
| وما اوتوا قراءۃ شاذہ ہے | ۴۸۸ |
| قراءت شاذہ حجت ہے | ۴۸۸ |
| حدیث لو لا قومك حدیث عهد بكفر | ۴۸۹ |
| اسود | ۴۸۹ |
| تکمیل | ۴۸۹ |
| حطیم کو کعبے سے علیحدہ کرنے کی تاریخ | ۴۸۹ |
| حضرت عبداللہ بن زبیر کی تعمیر | ۴۸۹ |
| عبدالملک سفاک نے اسے ڈھادیا | ۴۸۹ |
| امام مالک نے ہارون کو دوبارہ بنانے سے روک دیا | ۴۹۰ |
| کعبے کی تعمیر سات بار ہوئی ہے | ۴۹۰ |
| صرف حطیم کی جانب منہ کر کے نماز درست نہیں | ۴۹۰ |
| اس حدیث کا مفاد | ۴۹۰ |
| حدیث حدثوا الناس بما یعرفون | ۴۹۱ |
| حضرت ابو طفیل بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۴۹۱ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| صحابہ کرام میں سب سے اخیر میں ان کا وصال ہوا | ۴۹۱ |
| اس حدیث کی سند بعد میں کیوں ذکر کی؟ | ۴۹۱ |
| تناسب | ۴۹۱ |
| حدیث ما من احد یشهد ان لا اله الا الله | ۴۹۲ |
| اس حدیث کی تاویل | ۴۹۲ |
| فوائد | ۴۹۳ |
| ت لا یتعلم العلم مستحی | ۴۹۳ |
| امام مجاہد | ۴۹۳ |
| ت نعم النساء نساء الانصار | ۴۹۴ |
| حدیث اذا احتلمت المراة | ۴۹۴ |
| حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا | ۴۹۴ |
| عورت کے بھی منی ہوتی ہے | ۴۹۵ |
| ازواج مطہرات احتلام سے محفوظ ہیں | ۴۹۵ |
| تربت یمینك کے معنی | ۴۹۶ |
| بچے کے ماں باپ کے مشابہ ہونے کا سبب | ۴۹۶ |
| فوائد | ۴۹۶ |
| کتاب الوضوء | ۴۹۶ |
| مناسبت | ۴۹۶ |
| وضوء کب مشروع ہوا؟ | ۴۹۷ |
| وضو ہر نماز کیلئے فرض تھا خواہ محدث ہو خواہ نہ ہو | ۴۹۷ |
| حدیث لا یقبل صلوة من احدث | ۴۹۸ |
| حدث کے معنی اور اقسام | ۴۹۸ |
| ریح کے نکلنے سے بہر حال وضو ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ بو نہ ہو | ۴۹۹ |
| وضو مطلقاً ہر نماز کیلئے شرط ہے اگرچہ نماز جنازہ ہو | ۴۹۹ |
| احناف اور شوافع کے دلائل | ۴۹۹ |
| نماز سے باہر آنے کیلئے تسلیم فرض نہیں | ۴۹۹ |
| امام بخاری کے ایک الزام کا جواب | ۵۰۰ |
| نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو کیا کرے؟ | ۵۰۰ |
| حدیث غرا محجلین | ۵۰۰ |
| نعیم بن عبد اللہ المجمر | ۵۰۰ |
| مسجد کی چھت پر بلا ضرورت چڑھنا منع ہے | ۵۰۰ |
| مسجد میں وضوء کا پانی گرانا منع ہے | ۵۰۰ |
| امت کے معانی | ۵۰۱ |
| وضوء اگلی امتوں میں بھی تھا البتہ وضوء کا یہ اثر اس امت کے ساتھ خاص ہے | ۵۰۱ |
| من شاء ان یطیل الخ ارشاد رسول ہے | ۵۰۱ |
| حدیث لا ینصرف حتی یسمع صوتا او یجد ریحا | ۵۰۲ |
| حضرت سعید بن مسیب | ۵۰۲ |
| عباد بن تمیم | ۵۰۳ |
| اس سے مراد خروج ریح کا یقین ہے | ۵۰۳ |
| حدیث فتوضاء وضوء ا خفیفا | ۵۰۴ |
| حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا | ۵۰۴ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| فقام النبی کی جگہ فنام صحیح ہے | ۵۰۴ |
| کتنی رات گزری تھی؟ | ۵۰۵ |
| انوار الباری کی غلطی | ۵۰۵ |
| ابن عباس کو کس طرح پھیرا؟ | ۵۰۵ |
| انبیاء کی نیند ناقض وضوء نہیں | ۵۰۵ |
| فیض الباری کی غلطی | ۵۰۵ |
| انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں | ۵۰۶ |
| ت اسباغ الوضوء | ۵۰۶ |
| حدیث اسباغ الوضوء | ۵۰۷ |
| حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما | ۵۰۷ |
| حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ | ۵۰۷ |
| آزاد کردہ غلاموں میں یہ سب سے پہلے ایمان لائے | ۵۰۸ |
| صحابہ میں صرف انہیں کا قرآن میں نام مذکور ہے | ۵۰۸ |
| عرفہ کسے کہتے ہیں؟ | ۵۰۸ |
| اسباغ کے معنی | ۵۰۹ |
| لم یسبغ الوضوء سے وضو متعارف مراد ہے | ۵۰۹ |
| وضوء بہ معنی استنجاء مراد لینا مضحکہ خیز ہے | ۵۰۹ |
| مزدلفہ | ۵۰۹ |
| دوسرا وضوء آب زمزم سے کیا تھا | ۵۰۹ |
| دوسرا پانی ہوتے ہوئے آب زمزم سے وضوء ممنوع ہے | ۵۰۹ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| وضو کرنے کے بعد نماز نہ پڑھی ہو جب بھی | |
| دوسرا وضوء جائز ہے اگر مجلس بدل گئی ہو | ۵۱۰ |
| من زاد او نقص الخ کی تاویل | ۵۱۰ |
| حاجی کیلئے عرفات یا راستے میں مغرب پڑھنی جائز نہیں | ۵۱۰ |
| فوائد | ۵۱۰ |
| حدیث المضمضة والاستنشاق من غرفة | ۵۱۱ |
| ایک ہی چلو سے کلی کرنی اور ناک میں پانی ڈالنا بھی جائز ہے | ۵۱۱ |
| داہنے ہی ہاتھ سے کلی بھی کرے اور ناک میں پانی بھی ڈالے | ۵۱۱ |
| حضرت معاویہ اور حضرت امام حسن کا مکالمہ | ۵۱۱ |
| سر کے مسح کے لیے نیا پانی لیا | ۵۱۲ |
| رش کے معنی دھونے کے بھی ہیں | ۵۱۲ |
| ابو داؤد کی ایک روایت کی توضیح | ۵۱۲ |
| مسح کے معانی | ۵۱۲ |
| احکام | ۵۱۳ |
| حدیث لو ان احدکم اذا اتی اهله | ۵۱۳ |
| کشف عورت سے پہلے دعا پڑھے | ۵۱۳ |
| باب کا ثبوت | ۵۱۴ |
| وضوء سے پہلے تسمیہ فرض نہیں | ۵۱۴ |
| حدیث لا وضوء لمن لم یذکر اسم الله صحیح نہیں | ۵۱۴ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث اذا اراد ان یدخل الخلاء | ۵۱۴ |
| خبث اور خبائث کے معانی | ۵۱۴ |
| وضوء کے درمیان استنجا کا بیان | ۵۱۵ |
| حضور کے استعاذے کی حکمت | ۵۱۶ |
| اس دعاء سے پہلے بسم اللہ بھی پڑھے | ۵۱۶ |
| بیت الخلاء سے باہر کی دعا | ۵۱۶ |
| حدیث وضع الماء عند الخلاء | ۵۱۷ |
| حدیث اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلة | ۵۱۷ |
| حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ | ۵۱۷ |
| حضرت عبد المطلب کی ننہال | ۵۱۷ |
| قسطنطنیہ کے پہلے حملے میں یہ شریک تھے | ۵۱۸ |
| ان کے مزار پاک پر دعا کرنے سے بارش ہوتی ہے | ۵۱۸ |
| تکمیل | ۵۱۸ |
| فننحرف کی تشریح | ۵۱۸ |
| باب سے مطابقت | ۵۱۹ |
| غائط کے معنی | ۵۱۹ |
| علامہ عینی کی توجیہ | ۵۱۹ |
| اس بارے میں سات مذاہب ہیں | ۵۱۹ |
| حدیث ارتقیت علی ظهر بیت لنا | ۵۲۲ |
| تکمیل | ۵۲۲ |
| عہد صحابہ میں مشہور تھا کہ قبلے کو استنجا کے وقت منہ یا پیٹھ کرنا منع ہے | ۵۲۲ |
| امام مالک اور امام شافعی کی دلیل یہی حدیث ہے | ۵۲۲ |
| احناف کا جواب | ۵۲۲ |
| فیض الباری کا رد | ۵۲۲ |
| حضرت صدر الشریعہ کی محققانہ توجیہ | ۵۲۳ |
| حدیث عراک کی بحث | ۵۲۴ |
| لاصق بالارض کی توجیہ | ۵۲۵ |
| حدیث ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن یخرجن باللیل | ۵۲۵ |
| ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا | ۵۲۵ |
| تکمیل | ۵۲۶ |
| تطبیق | ۵۲۷ |
| مصنف کی تحقیق کہ یہ دو واقعے ہیں | ۵۲۷ |
| آیۃ الحجاب سے کیا مراد ہے؟ | ۵۲۸ |
| مختلف شان نزول میں تطبیق | ۵۲۸ |
| حدیث قد اذن لکن ان تخرجن لحاجتکن | ۵۲۹ |
| ازواج مطہرات کے پردے کے تین مدارج | ۵۲۹ |
| نزول حجاب، واقعہ افک سے پہلے کا ہے | ۵۲۹ |
| آیت حجاب کب نازل ہوئی؟ | ۵۳۰ |
| حضرت زینب کی عمر نکاح کے وقت تیس سال کی تھی | ۵۳۰ |
| مسائل | ۵۳۱ |
| حدیث الاستنجاء بالماء | ۵۳۱ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب کا مقصد | ۵۳۱ |
| مسائل | ۵۳۱ |
| حدیث حمل العنزة عند الاستنجاء | ۵۳۲ |
| یستنجی به حدیث ہی کا جزو ہے | ۵۳۲ |
| حدیث النهی عن الاستنجاء بالیمین | ۵۳۳ |
| ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۵۳۳ |
| پانی پیتے وقت سانس نہ لے | ۵۳۴ |
| شرمگاہ کو داہنا ہاتھ لگانا منع ہے | ۵۳۴ |
| حدیث الاستنجاء بالاحجار | ۵۳۵ |
| استنفض بها کا معنی | ۵۳۵ |
| کن چیزوں سے استنجاء درست ہے؟ | ۵۳۵ |
| ہڈی گوبر سے ممانعت کی علت | ۵۳۵ |
| ہڈی گوبر جنوں کی خوراک ہے | ۵۳۵ |
| تطبیق | ۵۳۶ |
| ایک مشہور اعتراض کا محققانہ جواب | ۵۳۷ |
| حدیث النهی عن الاستنجاء بالروث | ۵۳۸ |
| رکس کے معنی | ۵۳۸ |
| سند کی توضیح | ۵۳۸ |
| استنجاء میں تین ڈھیلے کا حکم | ۵۳۸ |
| احناف کے دلائل | ۵۳۹ |
| تین کے عدد کی توجیہات | ۵۳۹ |
| امر کبھی استبقا علی الفعل کیلئے آتا ہے | ۵۴۱ |
| اس کی دو نظیریں | ۵۴۱ |
| حدیث الوضوء مرة مرة | ۵۴۲ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث الوضوء مرتین مرتین | ۵۴۳ |
| حدیث الوضوء ثلثا ثلثا | ۵۴۴ |
| حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے میں ان کا چوتھا یا پانچواں نمبر ہے | ۵۴۴ |
| ذوالنورین خطاب | ۵۴۴ |
| ایام خلافت میں یہ ممالک فتح ہوئے | ۵۴۴ |
| دولت کی فراوانی | ۵۴۵ |
| حمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۵۴۵ |
| ہر ایک کیلئے الگ الگ پانی لینا بہتر ہے | ۵۴۶ |
| مخالفین کے استدلال کا جواب | ۵۴۷ |
| سر کا مسح ایک بار سنت ہے | ۵۴۸ |
| احناف کے دلائل | ۵۴۸ |
| شوافع کے استدلال کا جواب | ۵۴۸ |
| ت ولکن عروة یحدث | ۵۴۹ |
| اگر ایک آیت نہ ہوتی تو بیان نہ کرتا کی توجیہ | ۵۵۰ |
| تطبیق کی سب سے اچھی صورت | ۵۵۰ |
| ت ذکره عثمان | ۵۵۱ |
| حدیث الاستنشار فی الوضوء | ۵۵۲ |
| حدیث الاستجمار وترا | ۵۵۳ |
| اذا استیقظ کی قید اتفاقی ہے | ۵۵۳ |
| دوسری روایتوں میں "اللیل" کا بھی ذکر اتفاقی ہے | ۵۵۴ |
| علت منصوصہ مدار حکم ہے | ۵۵۴ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| یہ حکم تعبدی ہے | ۵۵۵ |
| شیطان ناک پر رات گزارتا ہے | ۵۵۵ |
| حدیث ویل للاعقاب من النار | ۵۵۵ |
| مسح سے کیا مراد ہے؟ | ۵۵۶ |
| مصنف کی تحقیق | ۵۵۶ |
| روافض کا رد | ۵۵۶ |
| ت یغسل موضع الخاتم | ۵۵۷ |
| ابن سیرین | ۵۵۷ |
| حدیث ایضاً | ۵۵۹ |
| حدیث التوضی فی النعال | ۵۶۰ |
| عبید بن جریج | ۵۶۰ |
| غایت باب | ۵۶۰ |
| • وضوء میں پاؤں پر مسح کافی نہیں | ۵۶۰ |
| اس پر اجماع ہے کہ پاؤں دھونا فرض ہے | ۵۶۱ |
| رکن عراقی اور شامی کا استلام نہیں | ۵۶۲ |
| سبتیہ کی تحقیق | ۵۶۲ |
| یتوضا اپنے حقیقی معنی میں ہے | ۵۶۲ |
| زرد رنگ رنگتے ہیں اس کی توجیہ | ۵۶۳ |
| تلبیہ کس وقت سے پکاری جائے؟ | ۵۶۳ |
| حدیث التیامن فی کل شئی | ۵۶۴ |
| حضرت ام عطیہ | ۵۶۴ |
| تکمیل | ۵۶۴ |
| باب کے ساتھ مطابقت | ۵۶۵ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا | ۵۶۵ |
| حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا | ۵۶۶ |
| مسائل مستنبطہ | ۵۶۶ |
| علامہ نووی کی غلط فہمی | ۵۶۶ |
| حدیث استحباب التیمن فی کل شئی | ۵۶۶ |
| تیامن کہاں مستحب ہے؟ | ۵۶۷ |
| حدیث خروج الماء من بین اصابعه صلی الله تعالی علیه وسلم | ۵۶۷ |
| جو افعال تشریف و تکریم کے قبیل سے ہیں ان میں تیامن مستحب ہے | ۵۶۷ |
| نماز کا وقت شروع ہوتے ہی پانی کی تلاش واجب ہے | ۵۶۷ |
| انگشتان مبارکہ سے پانی ابلنے کا واقعہ عظیم مجمع میں ہوا | ۵۶۸ |
| دنیا و آخرت کے تمام پانیوں سے افضل پانی | ۵۶۹ |
| ت انسان کے بال سے دھاگے اور رسیاں بنانی چاہئیں | ۵۶۹ |
| انسان کے جسم کے بال اس کے مرنے کے بعد بھی پاک رہتے ہیں | ۵۷۰ |
| فضلات مبارکہ طاہر ہیں | ۵۷۰ |
| اجزاء انسانی سے انتفاع جائز نہیں | ۵۷۱ |
| ت جب کتا برتن میں منہ ڈال دے | ۵۷۱ |
| توضیح باب، مناسبت اور غایت باب | ۵۷۲ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث التبرك بشعر النبی صلی الله تعالی علیه وسلم | ۵۷۳ |
| عبیدہ اور ابو طلحہ انصاری | ۵۷۳ |
| رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے سر کے بل منڈوا کر تقسیم فرمائے | ۵۷۴ |
| موئے مبارکہ سے تبرک حاصل کرنا | ۵۷۴ |
| حدیث حضرت ابو طلحہ نے موئے مبارک حاصل کیے | ۵۷۵ |
| حدیث اذا شرب الکلب فی الاناء | ۵۷۵ |
| کتے کے جھوٹے برتن کو دھونے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف | ۵۷۶ |
| حدیث ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے والا جنت میں داخل ہوا | ۵۷۸ |
| مسائل | ۵۸۰ |
| حدیث زمانہ نبوی میں کتے مسجد میں آتے تھے | ۵۸۱ |
| حدیث کی تشریح | ۵۸۱ |
| حدیث کتے کا شکار | ۵۸۲ |
| حضرت عدی بن حاتم | ۵۸۲ |
| تکمیل اور وجہ مطابقت | ۵۸۳ |
| مسائل | ۵۸۴ |
| ت من یخرج من دبره الخ | ۵۸۵ |
| ہمارا اور شوافع کا اختلاف | ۵۸۵ |
| وجہ استدلال | ۵۸۵ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ہمارا جواب | ۵۸۵ |
| ہمارے دلائل | ۵۸۶ |
| لامستم النساء کی تفسیر | ۵۸۶ |
| احناف کا جواب | ۵۸۷ |
| مس ذکر سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ | ۵۸۸ |
| ت من ضحك فی الصلاة | ۵۸۹ |
| ت ان اخذ من شعرة الخ | ۵۹۰ |
| ت لا وضوء الا من حدث | ۵۹۱ |
| ت فنزفه الدم | ۵۹۲ |
| ت یصلون فی جراحاتهم | ۵۹۴ |
| ت لیس فی الدم وضوء | ۵۹۴ |
| امام طاؤس | ۵۹۴ |
| حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۵۹۵ |
| حضرت امام باقر کی رافضیوں سے بیزاری | ۵۹۶ |
| ت عصر بثرة الخ | ۵۹۷ |
| ت بزق دما الخ | ۵۹۷ |
| حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۵۹۷ |
| ت فیمن احتجم | ۵۹۸ |
| حدیث لا یزال العبد فی الصلوة | ۵۹۸ |
| حدیث حکم المذی | ۵۹۹ |
| حضرت مقداد بن اسود | ۵۹۹ |
| حضرت محمد بن حنفیہ | ۵۹۹ |
| رافضیوں کے ایک امام غائب | ۶۰۰ |
| تکمیل | ۶۰۰ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| تطبیق | ۶۰۱ |
| مسائل | ۶۰۱ |
| مذی ناقض وضو ہے یا نہیں | ۶۰۱ |
| حدیث اذا جامع ولم یمن | ۶۰۲ |
| زید بن خالد الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۶۰۲ |
| حدیث اذ قحطت الخ | ۶۰۲ |
| باب سے مطابقت | ۶۰۲ |
| حدیث المسح علی الخفین | ۶۰۳ |
| اقوال رجال سے استدلال | ۶۰۳ |
| حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۶۰۳ |
| تکمیل | ۶۰۵ |
| حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کی امامت | ۶۰۵ |
| ثبوت باب | ۶۰۶ |
| غایت باب | ۶۰۶ |
| چوتھائی سر کا مسح | ۶۰۷ |
| صرف عمامے پر مسح کافی نہیں | ۶۰۷ |
| شوافع کا استدلال اور جواب | ۶۰۸ |
| مسائل | ۶۰۸ |
| ت لا باس بالقراۃ فی الحمام | ۶۰۸ |
| باب کی توضیح | ۶۰۸ |
| ت ان کان علیہم ازار الخ | ۶۱۰ |
| احکام | ۶۱۰ |
| حدیث قراءۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم العشر الاواخر | ۶۱۱ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| تطبیق | ۶۱۱ |
| وتر تین رکعت ہے | ۶۱۲ |
| انبیاء کی نیند ناقض وضو نہیں | ۶۱۲ |
| ایضاح البخاری کا رد | ۶۱۲ |
| سنت فجر کے بعد سونے کی بحث | ۶۱۴ |
| مسائل | ۶۱۵ |
| ت المراۃ بمنزلۃ الرجل | ۶۱۶ |
| حضرت سعید بن مسیّب | ۶۱۶ |
| چوتھائی سر کے مسح کی بحث | ۶۱۷ |
| مطابقت | ۶۱۷ |
| ت ایجزی ان یمسح الخ | ۶۱۹ |
| حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ | ۶۱۹ |
| حدیث | ۶۲۲ |
| ایک اشکال | ۶۲۲ |
| جواب | ۶۲۲ |
| اشکال دوم | ۶۲۲ |
| ت ان یتوضوا بفضل سواکہ | ۶۲۵ |
| ماء مستعمل کی تعریف | ۶۲۵ |
| حکم | ۶۲۵ |
| تعلیق کی توجیہ | ۶۲۶ |
| حدیث یاخذون من فضل وضوئہ | ۶۲۷ |
| حدیث فشربت من وضوئہ | ۶۲۸ |
| حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۶۲۸ |
| خاتم نبوت | ۶۳۰ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت توضا بالحمیم | ۲۳۲ |
| حدیث کان الرجال والنساء یتوضون | ۲۳۳ |
| حدیث صب علی من وضوئه | ۲۳۵ |
| محمد بن منکدر | ۲۳۵ |
| حدیث غسل یدیه ووجهه ومج فیه | ۲۳۷ |
| حدیث اشتد وجع النبی صلی الله تعالی علیه وسلم | ۲۳۸ |
| حدیث یتوضا بالمد | ۲۴۲ |
| صاع اور مد کی تحقیق | ۲۴۲ |
| وضو میں پانی کی مقدار | ۲۴۳ |
| غسل میں پانی کی مقدار | ۲۴۴ |
| فرق کی تحقیق | ۲۴۵ |
| صدقہ فطر کی مقدار گیہوں سے دو کلو پینتالیس گرام ہے | ۲۴۷ |
| حدیث المسح علی الخفین | ۲۴۸ |
| یہ تعلیق ہے یا مسند | ۲۴۸ |
| موزوں پر مسح افضل ہے یا پاؤں دھونا | ۲۵۰ |
| حدیث مسح علی الخفین | ۲۵۱ |
| حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۲۵۱ |
| حدیث المسح علی الخفین | ۲۵۲ |
| ت اکل لحما فلم یتوضا | ۲۵۲ |
| حدیث اکل کتف شاة الخ | ۲۵۳ |
| حدیث یحتز من کتف شاة | ۲۵۴ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| کھانے میں چھری کا استعمال | ۲۵۵ |
| حدیث اکل السویق ولم یتوضا | ۲۵۵ |
| حضرت سوید بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۲۵۵ |
| سورج لوٹانے کا معجزہ صحیح ہے | ۲۵۶ |
| شوکانی صاحب کا رد | ۲۵۷ |
| حدیث اکل کتفا ثم صلی ولم یتوضا | ۲۵۸ |
| حدیث المضمضة من اللبن | ۲۵۸ |
| حدیث اذا نعس احدکم | ۲۵۹ |
| مطابقت | ۲۵۹ |
| حدیث ایضاً | ۲۶۰ |
| نماز میں سونا ناقض وضو نہیں | ۲۶۰ |
| مختلف احادیث کا محمل | ۲۶۱ |
| ایضاح البخاری کا رد | ۲۶۲ |
| حدیث الوضوء عند کل صلوة | ۲۶۲ |
| کیا حضور پر ہر نماز کے لیے وضو فرض تھا؟ | ۲۶۲ |
| حدیث لعل الله یخفف عنهما | ۲۶۴ |
| لا یستتر کے معنی | ۲۶۵ |
| قبر میں پیشاب کے بارے میں سوال ہوگا | ۲۶۶ |
| تعارض اور تطبیق | ۲۶۶ |
| یہ دونوں مسلمان تھے کہ کافر؟ | ۲۶۷ |
| گناہ کبیرہ کی تعریف | ۲۶۷ |
| تعداد | ۲۶۸ |
| پیشاب سے نہ بچنا کبیرہ ہے | ۲۶۸ |
| غیبت اور نمیمہ کا فرق | ۲۶۹ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| تخفیف عذاب کی علت | ۶۷۰ |
| لطیفہ | ۶۷۱ |
| انوار الباری کا رد | ۶۷۳ |
| کشمیری صاحب کا ارشاد | ۶۷۴ |
| لعل تحقیق کے لیے ہے | ۶۷۵ |
| امام بخاری پر تطفل | ۶۷۵ |
| گنگوہی صاحب کا رد | ۶۷۶ |
| حدیث بول الاعرابی فی المسجد | ۶۷۷ |
| حدیث ایضاً | ۶۷۸ |
| یہ اعرابی کون تھے؟ | ۶۷۸ |
| تناسب ابواب | ۶۷۹ |
| حدیث بول الصبی علی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم | ۶۸۰ |
| حضرت ام قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا | ۶۸۰ |
| حدیث البول قائما | ۶۸۲ |
| حدیث ایضاً | ۶۸۳ |
| اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا افادہ | ۶۸۳ |
| حدیث ایضاً | ۶۸۴ |
| حدیث حذیفہ کے جوابات | ۶۸۴ |
| یہ حدیث کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والوں کو مفید نہیں | ۶۸۵ |
| ایک حدیث کا حل | ۶۸۷ |
| تحفۃ الاحوذی کا رد | ۶۸۷ |
| صاحب تحفہ کی ہاتھ کی صفائی | ۶۸۷ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث غسل الدم | ۶۸۸ |
| حدیث حکم الاستحاضۃ | ۶۸۸ |
| ہر نجاست بقدر درہم معاف ہے | ۶۸۸ |
| پانی کے علاوہ دوسری چیزوں سے بھی نجاست دور ہو سکتی ہے | ۶۸۹ |
| حیض کی شناخت | ۶۹۰ |
| خارج من غیر السبیلین بھی ناقض وضو ہے | ۶۹۱ |
| سبیلین سے غیر معتاد چیز کا نکلنا بھی ناقض وضو ہے | ۶۹۱ |
| معذور کا حکم | ۶۹۲ |
| حدیث حکم المنی | ۶۹۳ |
| منی ناپاک ہے | ۶۹۳ |
| دیوبندی شراح کا رد | ۶۹۵ |
| محمود الحسن صاحب کا رد | ۶۹۵ |
| علامہ نووی کی لغزش | ۶۹۶ |
| ت صلی فی دار البرید والسرقین | ۶۹۷ |
| حدیث عکل وعرینہ | ۶۹۸ |
| دواء ابھی پیشاب پینا جائز نہیں | ۷۰۰ |
| حدیث الصلوۃ فی مرابض الغنم | ۷۰۲ |
| ایضاح البخاری کا رد | ۷۰۲ |
| مرابض غنم و معاطن ابل کے احکام کے مختلف ہونے کی وجہ | ۷۰۴ |
| ت لا باس بالماء ما لم یغیرہ | ۷۰۵ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| امام بخاری کا مسلک اور دیگر ائمہ کے مذاہب | ۷۰۵ |
| مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی پر تعقب | ۷۰۶ |
| حدیث قلتین پر علامہ عینی کی جرح | ۷۰۶ |
| امام مالک کے مذہب پر کلام | ۷۰۷ |
| مذہب امام شافعی پر کلام | ۷۰۷ |
| ت لا باس بریش المیتة | ۷۰۸ |
| ت قال الزهری فی عظام الموتی | ۷۰۸ |
| کشمیری صاحب کی امام ابو یوسف پر عنایت | ۷۰۸ |
| ت لا باس بتجارة العاج | ۷۰۹ |
| حدیث الفارة اذا سقطت فی السمن | ۷۱۰ |
| امام بخاری کا ایک تسامح | ۷۱۰ |
| حدیث ذم الشهید | ۷۱۲ |
| حدیث لا یبولن احدکم فی الماء الدائم | ۷۱۳ |
| ماء قلیل کا حکم | ۷۱۴ |
| ابن تیمیہ کا رد | ۷۱۵ |
| غیر مقلدین کا رد | ۷۱۶ |
| بیر بضاعہ کی بحث | ۷۱۶ |
| ت اذا رای فی ثوبه دما | ۷۱۷ |
| ت صلی وفیٰ ثوبه دم | ۷۱۸ |
| حدیث طرح الجیفة علی ظهره صلی الله تعالی علیه وسلم | ۷۱۹ |
| ایضاح البخاری کا رد | ۷۲۲ |
| ت کرهه الحسن وا بو العالیة | ۷۲۴ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | ۷۲۴ |
| حضرت ابو العالیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | ۷۲۵ |
| نبیذ سے وضو کی بحث | ۷۲۵ |
| ت التیمم احب الی من الوضوء بالنبیذ | ۷۲۶ |
| امام عطار حمۃ اللہ علیہ | ۷۲۶ |
| ایک خاص نکتہ | ۷۲۹ |
| حدیث کل شراب اسکر فهو حرام | ۷۳۰ |
| ت امسحوا علی رجلی فانها مریضة | ۷۳۱ |
| حدیث بای شیئی دوی جرح النبی صلی الله تعالی علیه وسلم | ۷۳۱ |
| سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۷۳۲ |
| حدیث فوجدته یستن | ۷۳۳ |
| حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۷۳۳ |
| حدیث یشوص فاه بالسواك | ۷۳۴ |
| ت ارانی اتسوك بسواك الخ | ۷۳۵ |
| نعیم جعل ساز | ۷۳۵ |
| حدیث فضل من بات علی الوضوء | ۷۳۷ |
| **کتاب الغسل** | ۷۳۹ |
| حدیث الوضوء قبل الغسل | ۷۳۹ |
| حدیث کیفیة غسل النبی صلی الله تعالی علیه وسلم | ۷۴۰ |
| حدیث الغسل من فرق | ۷۴۱ |
| حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ | ۷۴۱ |
| حدیث الغسل من صاع | ۷۴۲ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث ایضاً | ۴۴۳ |
| حدیث غسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم وميمونة | ۴۴۴ |
| حدیث افاضة الماء على الراس ثلثا | ۴۴۴ |
| حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۴۴۴ |
| حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۴۴۵ |
| حدیث افاضة الماء على سائر جسده ثلثا | ۴۴۶ |
| حلاب کی تحقیق | ۴۴۶ |
| ت ادخل يده فى الطهور ولم يغسل | ۴۴۸ |
| ت لم يرباسا بما ينتفح الخ | ۴۴۸ |
| حدیث اغتسل انا والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | ۴۴۹ |
| حدیث غسل اليدين فى الغسل | ۴۴۹ |
| حدیث اغتسال المراة مع زوجها | ۴۵۰ |
| حدیث ایضاً | ۴۵۱ |
| ایضاح البخاری کا رد | ۴۵۱ |
| ت انه غسل قدمه بعد ما جف | ۴۵۲ |
| حدیث كنت اطيب رسول الله صلى الله عليه وسلم | ۴۵۳ |
| ایضاح البخاری کا رد | ۴۵۳ |
| حدیث كان يدود على نسائه | ۴۵۵ |
| ازواج کی تعداد | ۴۵۵ |
| حدیث بقاء اثر الطيب بعد الاحرام | ۴۵۷ |
| حدیث اذا ذكر فى المسجد انه جنب | ۴۵۸ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث اذا اصاب احد انا جنابة | ۴۵۹ |
| ت الله احق ان يستحيى منه | ۴۵۹ |
| حدیث فرار الحجر بثوب موسى عليه السلام | ۴۶۲ |
| حدیث نزول جراد ذهب على ايوب عليه السلام | ۴۶۴ |
| حدیث صلوة الضحى | ۴۶۵ |
| حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا | ۴۶۵ |
| ت يحتجم الجنب وان لم يتوضا | ۴۶۹ |
| حدیث ان المومن لا ينجس | ۴۶۹ |
| حدیث نوم الجنب قبل الغسل | ۴۷۰ |
| حدیث ایضاً | ۴۷۱ |
| حدیث ایضاً | ۴۷۱ |
| حدیث اذا جلس بين شعبها الاربع | ۴۷۲ |
| حدیث اذا جامع ولم ينزل | ۴۷۳ |
| **كتاب الحيض** | ۴۷۵ |
| ت اول ما ارسل الحيض | ۴۷۵ |
| حدیث هذا امر كتبه الله على بنات ادم عليه السلام | ۴۷۵ |
| حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ | ۴۷۵ |
| تطبیق | ۴۷۶ |
| ایک اشکال اور جواب | ۴۷۷ |
| ایضاح البخاری کا رد | ۴۷۸ |
| حدیث ترجيل الحائض راس زوجها | ۴۷۹ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث ایضاً | ۷۷۹ |
| حضرت ہشام بن عروہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ | ۷۷۹ |
| حضرت ابو عبداللہ عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۷۷۹ |
| ت تمسك الحائض المصحف بغلافه | ۷۸۲ |
| ایضاح البخاری کا رد | ۷۸۲ |
| حدیث قراءة القران متكئا فی حجر الحائض | ۷۸۳ |
| حدیث مضاجعة الحائض | ۷۸۳ |
| حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا | ۷۸۳ |
| حدیث یباشرنی وانا حائض | ۷۸۴ |
| حدیث ایضاً | ۷۸۵ |
| حدیث ایضاً | ۷۸۶ |
| حدیث خرج فی اضحی او فطر فمر علی النساء | ۷۸۸ |
| ت لا باس ان تقرا الاية ولم یر بالقراءة للجنب باسا یذکر الله علی کل احیانه | ۷۹۱ |
| ت انی لاذبح وانا جنب | ۷۹۴ |
| حدیث غسل الدم | ۷۹۵ |
| حدیث المستحاضة تعتكف | ۷۹۵ |
| حدیث ازالة الدم من الریق | ۷۹۶ |
| حضرت امام مجاہد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ | ۷۹۶ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث استعمال الطیب للحائضة | ۷۹۷ |
| حدیث استعمال المسك للحائض | ۷۹۹ |
| حدیث اهللت بعمرة فی حجة الوداع | ۸۰۱ |
| حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حج کی تفصیل | ۸۰۲ |
| حضرت ام المومنین نے تمتع کیا تھا | ۸۰۳ |
| حدیث ان الله وكل بالمرحم ملكا | ۸۰۶ |
| حدیث حدیث عائشه فی حجة الوداع | ۸۰۸ |
| ت كن نساء یبعثن الا عائشة | ۸۰۹ |
| ت ان نساء یدعون بالمصابیح | ۸۱۰ |
| بنت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہا | ۸۱۰ |
| ت تدع الصلوة | ۸۱۱ |
| حدیث فلا یامرنا بقضاء الصلوة | ۸۱۲ |
| معاذہ بنت عبداللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہا | ۸۱۲ |
| حروریہ | ۸۱۲ |
| حدیث حضت وانا مع النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم | ۸۱۴ |
| حدیث ولیشهدن الخیر ودعوة المسلمین | ۸۱۵ |
| ت لغایت | ۸۱۶ |
| قاضی شریح رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ | ۸۱۶ |
| حیض وطہر کی اقل مدت | ۸۱۹ |
| ایضاح البخاری کا رد | ۸۲۱ |
| حدیث کنا لا نعد الكدرة والصفوة شیئا | ۸۲۲ |
| حدیث لكل صلوة المستحاضة | ۸۲۲ |
| المستحاضه تغستل لكل صلوة | ۸۲۲ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا | ۸۲۲ |
| حدیث ان صفیة حاضت | ۸۲۳ |
| حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا | ۸۲۳ |
| حدیث رخص للحائض ان تنفر ان حاضت | ۸۲۵ |
| ایضاح البخاری کا رد | ۸۲۵ |
| حدیث الحائض تغتسل وتصلی | ۸۲۶ |
| حدیث امراة ماتت فی بطن | ۸۲۷ |
| حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۸۲۷ |
| نماز میں دو سکتے یاد رکھا ہے | ۸۲۸ |
| حدیث اصابة ثوب المصلی علی الحائضة | ۸۲۹ |
| حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۸۲۹ |
| ایضاح البخاری کا رد | ۸۲۹ |
| **کتاب التیمم** | ۸۳۱ |
| حدیث انقطع عقد لی | ۸۳۱ |
| آیت تیمم کس سفر میں نازل ہوئی؟ | ۸۳۲ |
| دوسرا اشکال اور حل | ۸۳۶ |
| ایضاح البخاری کی لایعنی تقریر | ۸۳۶ |
| چوتھا اشکال اور اس کا حل | ۸۳۷ |
| حدیث اعطیت خمسا | ۸۳۹ |
| تعداد خصائص | ۸۳۹ |
| حدیث انها استعارت من اسماء قلادة | ۸۴۳ |
| حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۸۴۳ |
| ت التیمم فی الحضر اذا لم یجد الماء | ۸۴۷ |
| ت قال الحسن فی المریض | ۸۴۷ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت اقبل ابن عمر من ارضه بجرت | ۸۴۷ |
| ت فمسح بوجهه ویدیه ثم رد السلام | ۸۴۷ |
| حضرت ابو جہیم بن حارث بن صمہ رضی اللہ عنہما | ۸۴۷ |
| حدیث حدیث عمار فتمعکت | ۸۴۹ |
| حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ | ۸۴۹ |
| اختلاف علماء | ۸۵۱ |
| ت یجزیه التیمم ما لم یحدث | ۸۵۳ |
| ت ام ابن عباس وهو متیمم | ۸۵۴ |
| ت لا باس بالصلوة علی السنجة والتیمم | ۸۵۴ |
| حدیث اشتکی الناس من العطش | ۸۵۵ |
| حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۸۵۵ |
| فی سفر | ۸۵۶ |
| سفر میں نماز قضاء ہونے کے واقعات کتنے ہیں؟ | ۸۵۶ |
| اذا نام لم نوقظه | ۸۵۸ |
| ت اجنب فی لیلة باردة | ۸۶۳ |
| حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۸۶۳ |
| سریہ ذات السلاسل | ۸۶۴ |
| حدیث مناظرۃ ابن مسعود وابی موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما | ۸۶۵ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## فقیہ اعظم ہند مولانا مفتی شریف الحق امجدی مدظلہ العالی کی خدمت میں

# شرح بخاری کی تکمیل پر ہدیہ تبریک (۱)

زندگی اللہ تعالیٰ کا وہ عظیم عطیہ ہے کہ اگر اس کا ایک ایک لمحہ رب کریم کا شکر ادا کرنے کے لیے صرف کر دیا جائے اور ہر بن مو صد ہزار زبانوں میں تبدیل ہو کر رب کریم کی حمد اور سپاس گزاری میں محو ہو جائے تو یکے از ہزار بھی ادا نہ ہو سکے۔

اس جہان رنگ و بو میں ہزاروں افراد پیدائش کے مرحلے سے گزرتے ہیں اور ہزاروں موت کی مہیب وادیوں میں اتر جاتے ہیں۔ ان میں سے کتنے ہیں جو مقصد زندگی کو سمجھتے ہیں اور اسے پورا کرنے کے لیے اپنی سی جدوجہد کرتے ہیں؟ کہنے والے نے سچ کہا ہے۔

عمر ہا باید کہ تا یک مرد حق پیدا شود
یا جنید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

سرزمین پاک و ہند وہ مردم خیز خطہ ہے جہاں سے ہزاروں ایسے افراد پیدا ہوئے جو نہ صرف خود صراط مستقیم پر گامزن تھے۔ بلکہ ان گنت بندگان خدا کے لیے نقوش کف پائے مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) روشن کر گئے اور بقول شیخ سعدی "ویں جہدی کند کہ بگیرد غریق را" کا مصداق ثابت ہوئے۔

ایسی ہی ایک شخصیت فقیہ اعظم ہند، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی مدظلہ العالی ہیں، جو بلاشبہہ نادر روزگار فقیہ اور پاک و ہند کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے ناظم تعلیمات اور شعبہ افتاء کے صدر نشین ہیں۔ ان کے ماتحت متبحر فضلاء کی ایک جماعت ہے جو امت مسلمہ کو پیش آنے والے مسائل میں قرآن و حدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں راہنمائی فراہم کرتی ہے۔

---

(۱) یہ مقالہ حضرت فقیہ اعظم ہند کی حیات میں لکھا گیا تھا، حضرت نے ملاحظہ بھی فرمایا اور ایک مکتوب میں پسندیدگی کا اظہار بھی فرمایا، افسوس کہ ۶ صفر مطابق ۱۱ مئی ۱۴۲۱ھ / ۲۰۰۰ء بروز جمعرات صبح کی نماز کے بعد رحلت فرما گئے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی موجودہ دور کے پاک و ہند کے علماء اہل سنت و جماعت کی صف اول کے ممتاز ترین عالم اور جامع الصفات شخصیت ہیں۔ وہ بیک وقت فقیہ بھی ہیں اور محدث بھی' مدرس بھی ہیں اور مناظر بھی۔ وہ خطیب بھی ہیں اور ادیب بھی۔ معقولات کے متبحر فاضل بھی ہیں اور منقولات کے بحر مواج بھی۔ غیرت ملی کا پیکر بھی ہیں اور عشق خدا و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا مجسمہ بھی۔ انہیں بجا طور پر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کے پیر خانے کے موجودہ سجادہ نشین حضرت پروفیسر ڈاکٹر سید امین میاں مدظلہ العالی نے "فقیہ اعظم ہند" ایسے پر شکوہ لقب سے نوازا ہے۔ جس پر ہندوستان کے اکابر علماء اہل سنت نے مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ اس عظمت و جلالت کے ساتھ وہ اخلاق جمیلہ کا بہترین نمونہ ہیں۔ ان میں اسلاف کی سادگی اور اصاغر نوازی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء کو مردم خیز قصبہ گھوسی' ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ (صاحب بہار شریعت) کے ساتھ جا ملتا ہے۔ آپ کی ارجمندی ہے کہ آپ کو اس وقت کے متحدہ پاک و ہند کے اساطین علم و فضل اور مقتدایان رشد و ہدایت سے اکتساب فیض کا موقع ملا۔ ابتدائی عربی کتب سے لے کر صدرا' حمداللہ' ہدایہ اور ترمذی شریف تک کتب درس نظامی دارالعلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ' مصباح العلوم' مبارک پور (جو اس وقت جامعہ اشرفیہ' مبارک پور کے نام سے شہرۂ آفاق ہے) میں پڑھنے کا موقع ملا اور جلالہ العلم' حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز مراد آبادی کے فیض علم سے بہرہ ور ہوئے۔ شوال المکرم ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء میں مدرسہ مظہر اسلام' مسجد بی بی جی' بریلی شریف میں محدث اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد چشتی قادری کے پاس صحاح ستہ پڑھ کر دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ حضرت صدر الشریعہ کے یہ دو شاگرد حافظ ملت اور محدث اعظم پاکستان وہ ہیں جن کا علمی اور روحانی فیض نہ صرف پاک و ہند کے گوشے گوشے میں پہنچا ہوا ہے' بلکہ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی جلوہ گر ہے۔ مفتی صاحب ان دونوں کے فیض و برکت کے جامع ہیں۔ ان کے علاوہ بھی متعدد اکابر کے فیض یافتہ ہیں۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ امجدیہ میں نہ صرف حضرت صدر الشریعہ' بدر الطریقہ مولانا محمد امجد علی اعظمی کے مرید ہیں بلکہ ان کے خلیفہ مجاز بھی ہیں۔ حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی اور احسن العلماء حضرت سید شاہ حسن حیدر میاں' سابق سجادہ نشین مارہرہ شریف نے بھی انہیں اجازت و خلافت سے نوازا۔ مختصر یہ کہ اکابر عصر کی عنایات اور نوازشات کا ایک ایسا مجموعہ تیار ہوا جسے آج دنیا شارح بخاری اور فقیہ اعظم ہند کے محترم القاب سے جانتی اور پہچانتی ہے۔

حضرت شارح بخاری کا خصوصی امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی سے درس بخاری شریف لیا اور چودہ ماہ ان کی خدمت میں رہ کر کار افتاء کا تجربہ حاصل کیا۔ گیارہ سال دارالعلوم مظہر اسلام' بریلی شریف میں مدرس بھی رہے اور حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں کی راہنمائی میں فتوے بھی لکھتے رہے۔ اس دور میں تقریباً پچیس ہزار فتوے آپ کے قلم سے لکھے گئے ہوں گے۔ افسوس کہ وہ فتوے محفوظ نہیں رہ سکے۔ اس کے علاوہ

متعدد مدارس میں معقولات و منقولات کی آخری کتابیں اور دورۂ حدیث بھی پڑھاتے رہے۔ ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء سے شہرستان علم و فن الجامعہ الاشرفیہ، مبارک پور میں تشریف فرما ہیں اور اس وقت صدر مفتی بھی ہیں اور ناظم تعلیمات بھی، جدید مسائل کی تحقیق کے لیے قائم "مجلس شرعی" کے سرپرست بھی ہیں۔

حضرت فقیہ اعظم ہند نے تصانیف کا بھی اچھا ذخیرہ تیار کیا ہے۔ ان میں سرفہرست نزہۃ القاری شرح بخاری ان کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ جس پر وہ بلاشبہ ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں۔ الحمدللہ! یہ شرح نو جلدوں میں مکمل ہو گئی ہے اور چھپ بھی گئی ہے۔ اس شرح کا آغاز مولانا علامہ یٰسین اختر مصباحی (دہلی) اور مولانا افتخار احمد قادری (مدینہ منورہ) کی تحریک پر ہوا۔ اختصار کے پیش نظر مکرر احادیث کا ذکر صرف ایک دفعہ کیا ہے اور بخاری شریف کے ابواب ذکر نہیں کیے ورنہ احادیث کو مکرر لانا ضروری ہوتا۔ البتہ اہم تراجم ابواب پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے اور ابواب کے ذکر کا فائدہ "احکام مستخرجہ" کا عنوان قائم کر کے پورا کر دیا گیا ہے۔ ہر حدیث کا نمبر لگا دیا گیا ہے اور اس کے اہم مضمون کو سامنے رکھ کر عنوان بھی قائم کر دیا ہے۔ یہ حوالہ بھی دے دیا گیا ہے کہ حدیث بخاری شریف اور صحاح ستہ کی دیگر کتب میں کہاں کہاں واقع ہے؟

مقدمہ میں دیگر ضروری معلومات کے علاوہ خاص طور پر تین عنوانوں پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔ (۱) مسامحات بخاری (۲) امام اعظم کی مختصر سوانح اور (۳) فقہ حنفی کا تعارف۔ شرح بخاری میں حدیث کا صحیح ترجمہ اور صحیح مطلب بیان کرنے کے ساتھ ہی حضرات حنفیہ اور شافعیہ کے اختلاف کی نشاندہی بھی کی گئی ہے اور دلائل سے بتایا ہے کہ مذہب حنفی کو کیوں ترجیح ہے؟ اسی طرح اعتقادی مباحث میں مسلک اہل سنت و جماعت کی حقانیت اور برتری اس طرح بیان کی ہے کہ تسلیم کے بغیر چارہ نہیں رہتا۔

مختصر یہ کہ موجودہ دور میں اردو میں لکھی گئی یہ مکمل اور بہترین شرح ہے۔ جو علماء، وکلاء، مدرسین، طلبہ اور عوام و خواص کے لیے یکساں مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شارح بخاری کو دنیا اور آخرت میں اس کا بہترین اجر عطا فرمائے اور اس شرح کو ملت اسلامیہ کے لیے مفید اور مقبول بنائے۔

۱۹۹۶ء میں شارح بخاری نے حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں، سجادہ نشین مارہرہ شریف کے ہمراہ زامبیا، زمبابوے، حرمین شریفین اور پاکستان کا سفر کیا۔ ۲۸/ اگست کو حضرت شارح بخاری، جناب حاجی ابوبکر (کراچی) کے ہمراہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور تشریف لائے۔ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ، راقم الحروف اور دیگر اساتذہ و طلبہ نے ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ تصویر کو جائز قرار نہیں دیتے، تو آپ کا پاسپورٹ کس طرح بن گیا؟ انہوں نے فرمایا: ہمارے ایک شاگرد نے ہمیں ناشتے کی دعوت دی۔ ان کے ہاں گئے تو ہماری تصویر بنالی گئی۔ فلیش کی چمک دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ کو بیرونی دورے پر بھجوانے کے لیے پاسپورٹ بنوانا ہے، اس کے لیے آپ کی تصویر لی گئی ہے۔

روانہ ہونے لگے تو مجھے فرمایا کہ آپ کے پاس وقت ہو تو ہمارے ساتھ چلیں۔ مجھے کیا انکار ہو سکتا تھا؟ حاجی ابوبکر صاحب گاڑی چلا رہے تھے۔ پہلے حضرت پیر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر حاضری دی، پھر حضرت میراں حسین زنجانی کے

مزار پر حاضری کے لیے روانہ ہوئے۔ دو موریہ پل کے پاس پہنچے تو بارشوں کیوجہ سے جل تھل کا سماں تھا۔ گاڑی وہیں چھوڑی اور ٹانگے پر سوار ہو کر حضرت میراں حسین زنجانی کے مزار پر پہنچے۔ مغرب کی نماز ادا کی۔ واپسی پر ڈیفنس کی ایک کوٹھی پر لے گئے جہاں کھانا بھی کھایا اور حضرت شارح بخاری سے گھڑی کے چین کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی۔ حضرت سٹیل کے چین کو جائز قرار دیتے ہیں۔ رات گئے واپسی ہوئی۔

۳۱/ اگست کو راقم الحروف کراچی میں حضرت سید محمد شاہ دولہا بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کھارادر' کراچی کے عرس میں شریک ہوا۔ رات کے بارہ بجے راقم بعنوان "کرامات اولیاء اور بعد از وصال استمداد" مقالہ پیش کر رہا تھا کہ حضرت شارح بخاری' لاہور سے فیصل آباد اور ملتان ہوتے ہوئے کراچی تشریف لائے اور اسی وقت عرس کی محفل میں پہنچ گئے۔ راقم کے بعد حضرت نے پر مغز خطاب فرمایا اور ابتدا میں چند کلمات راقم کے بارے میں فرمائے۔ اگرچہ راقم اپنے آپ کو ان کا اہل نہیں سمجھتا' تاہم حضرت کے اخلاق کریمانہ اور اصاغر نوازی کی جھلک دکھانے کے لیے ذیل میں نقل کر رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا:

> مجھ سے پہلے رئیس القلم مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری تقریر کر رہے تھے' وہ تقریر کے بھی بادشاہ ہیں' تحریر کے بھی بادشاہ ہیں' تدریس کے بھی بادشاہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو روحانیت کے بھی بادشاہ ہوں گے۔ (او کما قال)
>
> ایسے کلمات اپنے سے کم درجہ شخص کے لیے وہی کہہ سکتا ہے جس کے سینے میں سمندر کی وسعت ہو۔

راقم مقالہ پڑھ کر اپنی قیام گاہ پر چلا گیا۔ رات ڈیڑھ بجے کا وقت ہو گا کہ حضرت شارح بخاری نے ٹیلی فون کے ذریعے حکم دیا کہ میری قیام گاہ' حاجی ابو بکر صاحب برکاتی کی کوٹھی پر آجاؤ۔ چنانچہ راقم رات کے دو بجے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور رات وہیں گزاری۔

۱۹۹۸ء میں راقم انڈیا گیا تو ممبئی' دہلی' بریلی شریف سے ہوتا ہوا ۱۱ نومبر کو ٹرین (کاشی) کے ذریعے چھ بجے صبح بنارس پہنچا۔ سربراہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور' عزیز ملت حضرت مولانا عبدالحفیظ مدظلہ العالی کے ہونہار صاحبزادے مولانا نعیم الدین اور مولانا نفیس احمد استقبال کے لیے اسٹیشن پر موجود تھے۔ یہ حضرات اس فقیر کو لے کر گاڑی پر روانہ ہوئے۔ نو بجے صبح کا وقت ہو گا' جب ہم اہل سنت و جماعت کے ہندوستان میں سب سے بڑے ادارے الجامعہ الاشرفیہ' مبارک پور پہنچے اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ طلباء راستے کے دونوں طرف قطاریں بنا کر کھڑے ہیں۔ گاڑی سیدھی دارالحدیث کے عظیم الشان گنبد کے پاس جا کر کھڑی ہوئی' باہر نکلا تو سب سے پہلے حضرت شارح بخاری مدظلہ العالی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ممبئی کے پاس کوٹے جا رہا ہوں۔ وہاں ایک مقدمے کا فیصلہ کرنا ہے' میں چاہتا تھا کہ آپ سے ملاقات کر کے روانہ ہوں---- اللہ اکبر! یہ ہیں بڑے لوگوں کی بڑی باتیں' اس کے بعد دیگر اساتذہ اور طلباء سے ملاقات ہوئی۔ الجامعہ الاشرفیہ کی زیارت اور وہاں کے اساتذہ اور طلباء سے ملاقات کر کے جو مسرت ہوئی' اس کے بیان سے زبان و قلم عاجز ہے۔ یاد رہے کہ دہلی سے روانگی کے بعد مفکر اسلام حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی مدظلہ نے ٹیلی فون کے ذریعے جامعہ اشرفیہ' مبارک پور

www.sirat-e-mustaqeem.net

فقیر کی آمد کی اطلاع دے دی تھی۔ اسی لیے مولانا نعیم الدین اور مولانا نفیس احمد بنارس کے اسٹیشن پر استقبال کے لیے تشریف فرما تھے۔

جامعہ اشرفیہ میں فقیر کے دیرینہ کرم فرما اور پیکر اخلاص مولانا محمد احمد مصباحی' محدث کبیر حضرت علامہ مولانا ضیاء المصطفیٰ (شیخ الحدیث) فاضل نوجوان اور محقق مولانا مفتی نظام الدین' ماہنامہ اشرفیہ کے مدیر مولانا مبارک حسین مصباحی' مولانا بدر عالم مصباحی' مولانا زاہد علی سلامی اور دیگر اساتذہ سے بھی ملاقات ہوئی جو فقیر کی یادوں کے البم کا قیمتی اثاثہ ہے۔

ہمارے ہاں یہ رسم ہے کہ کسی اہم شخصیت کی رحلت کے بعد ان کے عرس کا اہتمام کرتے ہیں' ان کی سوانح اور خدمات پر کوئی کتابچہ یا کسی ماہنامے کا نمبر شائع کر دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ اہتمام بھی خال خال شخصیات کے لیے ہوتا ہے' لیکن زندگی میں اس بات پر توجہ نہیں دی جاتی کہ ان کی دینی' علمی اور روحانی خدمات پر خراج عقیدت پیش کیا جائے یا ان کے حالات اور علمی افادات قلم بند کیے جائیں۔

الحمدللہ! اب کسی قدر سوچ میں تبدیلی آ رہی ہے۔ حضرت شارح بخاری مولانا مفتی شریف الحق امجدی اس اعتبار سے بھی خوش قسمت ہیں کہ اہل سنت کے اصحاب فکر و دانش نے ان کی حیات مبارکہ میں انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

اس تبدیلی کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں جو اہل سنت و جماعت کو بیداری اور کار خیر کی دعوت دیتی ہیں:

۱۔ ۱۹۹۴ء میں جامعہ اشرفیہ' مبارک پور کے طلباء نے شارح بخاری سیمینار منعقد کیا جس کے لیے دو سو کے قریب مقالات شارح بخاری پر لکھے گئے۔

۲۔ رضا اکیڈمی' ممبئی نے جولائی ۱۹۹۱ء میں ایک سیمینار منعقد کیا' جس کا عنوان تھا "امام احمد رضا ایوارڈ" اس سیمینار میں علامہ یٰسین اختر مصباحی' بانی دار القلم' دہلی کو "امام احمد رضا ایوارڈ" اور گیارہ ہزار روپے نقد پیش کیے گئے۔

۳۔ رضا اکیڈمی' ممبئی ہی نے ۷/ فروری ۱۹۹۸ء کو ایک سیمینار منعقد کیا اور پانچ جلیل القدر علماء کو "امام احمد رضا ایوارڈ" اور پچیس ہزار روپے نقد پیش کیے۔ ان میں سرفہرست شارح بخاری مدظلہ العالی ہیں۔ امام احمد رضا ایوارڈ (برائے ۱۹۹۲ء) باقی ارباب فضل و کمال اور اصحاب علم و قلم کے نام یہ ہیں:

ملک التحریر: علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی' امام احمد رضا ایوارڈ (برائے ۱۹۹۳ء)

بحر العلوم مولانا مفتی عبد المنان اعظمی مدظلہ العالی' امام احمد رضا ایوارڈ (برائے ۱۹۹۴ء)

مفتی اعظم مہاراشٹر حضرت مفتی غلام محمد خان ناگپوری' امام احمد رضا ایوارڈ (برائے ۱۹۹۵ء)

فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی جلال الدین امجدی' امام احمد رضا ایوارڈ (برائے ۱۹۹۶ء)

ان حضرات کے حالات اور ان کی خدمات کے لیے ملاحظہ ہو "سوغات رضا" مطبوعہ رضا اکیڈمی' ممبئی۔

۴۔ ۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء میں علامہ یٰسین اختر مصباحی نے "شارح بخاری" کے نام سے ۲۸۸ صفحات پر مشتمل کتاب لکھی ہے' جسے دائرۃ البرکات' قصبہ گھوسی' ضلع مئو نے شائع کیا ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

۵- ۶نومبر۱۹۹۹ء کو رضا اکیڈمی، ممبئی کے زیر اہتمام "جشن شارح بخاری" منایا گیا، جس میں شارح بخاری مدظلہ کو شرح بخاری مکمل کرنے پر ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کیا گیا۔

یاد رہے کہ رضا اکیڈمی، ممبئی جواں سال، مجاہد سنیت جناب محمد سعید نوری اور جناب عبدالحق رضوی کی قیادت میں کام کر رہی ہے۔ رضا اکیڈمی، ممبئی نے اہل سنت و جماعت کی عام روش سے ہٹ کر لٹریچر کی اشاعت اور تقسیم پر توجہ دی ہے۔ اب تک اکیڈمی فتاویٰ رضویہ کی قدیم اشاعت کے عکس کے علاوہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے ایک سو رسائل بیک وقت حسین و جمیل ٹائٹل کے ساتھ شائع کر چکی ہے۔ درس نظامی کی کثیر التعداد کتب بھی شائع کی ہیں اور ہر سال دیدہ زیب اور حیرت انگیز حد تک خوبصورت کیلنڈر بھی شائع کرتی ہے۔

۶- ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی / اسلام آباد بھی کئی سال سے رضویات پر کام کرنے والے محققین کو امام احمد رضا ایوارڈ (طلائی تمغہ) دیتا ہے، جامعہ ازہر شریف اور جامعہ عین شمس، قاہرہ کے تین اساتذہ کو بھی "امام احمد رضا ایوارڈ" دے چکا ہے۔

۱- بساتین الغفران (امام احمد رضا بریلوی کے عربی دیوان) کے مرتب و محقق، جناب شیخ سید حازم محمد احمد المحفوظ، استاذ کلیۃ اللغات والترجمہ، جامعہ ازہر۔

۲- ساٹھ کتابوں کے مصنف اور "سلام رضا" کا منظوم عربی ترجمہ اور ایک سو پانچ صفحات کا مقدمہ لکھنے والے ڈاکٹر حسین مجیب مصری، استاذ کلیۃ الاداب، جامعہ عین شمس، قاہرہ۔

۳- دکتور رزق مرسی ابوالعباس، استاذ اللغہ العربیہ و آدابھا، کلیہ الدراسات الاسلامیہ والعربیہ، جامعہ الازہر، جن کی نگرانی میں فاضل نوجوان ممتاز احمد سدیدی فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور نے جامعہ ازہر میں پانچ سو چھتیس صفحات پر مشتمل مقالہ برائے ایم فل لکھا، جس کا عنوان ہے

الامام احمد رضا خان البریلوی الھندی شاعرا عربیا

اور بحمدہ تعالیٰ اس میں "بتقدیر ممتاز" کامیابی حاصل کی۔

یہ صورت حال یقیناً خوش آئند ہے۔ اگر ارباب تحقیق قلم کاروں کے اعزاز و تکریم کا یہ سلسلہ جاری رہا تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہ دن دور نہیں جب ہمارے ہاں کسی قسم کے لٹریچر کی کمی نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بصد عجز و نیاز دعا ہے کہ حضرت شارح بخاری، فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی مدظلہ کا سایہ تادیر عزت و عافیت کے ساتھ سلامت رکھے، ان کے بکثرت جانشین پیدا فرمائے اور اہل سنت و جماعت کو لٹریچر کی قوت اور اہمیت کا ہمہ گیر شعور عطا فرمائے۔ آمین۔

۱۳شوال المکرم ۱۴۲۰ھ
۲۱جنوری ۲۰۰۰ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ
لاہور پاکستان

www.sirat-e-mustaqeem.net

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

# دیباچہ

اس کتاب کو ناظرین کے ہاتھوں تک پہنچانے میں مجھے کتنی دشواریاں اٹھانی پڑیں اس کی داستان بہت طویل ہے طباعت کے سلسلے میں سب سے پہلا مرحلہ سرمایہ کا تھا۔ یہ مسئلہ سب سے زیادہ مشکل تھا۔ مگر اس سلسلے میں عزیز سعید مولانا حافظ عبدالحق صاحب سلمہٗ استاذ الجامعۃ الاشرفیہ نے ہمیشہ حوصلہ افزائی کی یہاں تک کہدیا کہ آپ لکھیں تو میں چھپواؤں گا۔ پھر انھیں کی کوششوں سے سرمایہ اکٹھا ہوا۔ اور انھیں کی مسلسل انتھک محنتوں سے یہ کتاب چھپ گئی۔ اب اللہ عزوجل کی تائید سے پہلا حصہ کسی نہ کسی طرح آپ کے مطالعہ میں ہے۔ طباعت کے سلسلے میں جن حضرات نے تعاون فرمایا۔ ان کے اسمائے گرامی کی فہرست الگ صفحہ پر کردی گئی ہے۔ ان میں فخر ملت عالی جناب الحاج سیٹھ علی محمد احمد، لکی موٹر ٹریننگ اسکول ڈونگری بمبئی اور ان کے بھائی محسن ملت عالی جناب الحاج سیٹھ محمد ابراہیم احمد صاحب مالک فرینڈ اسٹورس بھنڈی بازار بمبئی نے اتنی بڑی رقم عطا فرمائی کہ ہماری جماعت میں اب تک شاید ہی کسی نے کسی مذہبی کتاب کی اشاعت کیلئے دی ہو۔ ان دونوں صاحبان نے ثابت کر دیا کہ اس دورِ الحاد میں بھی علم دین کے پرستار زندہ ہیں۔ اور زندہ رہیں گے۔ مولیٰ عزوجل انھیں اور انکی آئندہ نسل کو ہمیشہ ہمیشہ دارین میں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔

دوسرے معاونین بھی لائق صد ستائش ہیں کہ انھوں نے بھی اللہ عزوجل کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی نشر و اشاعت میں اپنی توفیق کے مطابق بھرپور حصہ لیا۔ میں رب العزت تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ میرے ان سرپرستوں کو دارین میں اپنے خزانۂ غیر متناہیہ سے اتنا عطا فرما، جو تیری شان وسعت کرم کے لائق ہے نیز تمام ناظرین سے بھی میری عاجزانہ التماس ہے کہ وہ ان تمام معاونین کے لئے صمیم قلب سے دعائے خیر فرماتے رہیں۔

ع: عزیزی مولانا بدر عالم مدرس دارالعلوم حنفیہ غوثیہ بحر ڈیہہ بنارس اور مولوی علیم الدین پورنوی سلمہما نے بڑی جانفشانی سے مسودے کو صاف کیا ہے۔ نیز جناب مولانا علاؤالدین صاحب نعمانی صدر المدرسین مدرسہ قادریہ چیرپاکوٹ اور عزیز سعید مولانا حافظ جلد حق، مولوی اشرف رضا، مولوی خورشید انور سلمہم نے پروف ریڈنگ (کاپی کی تصحیح) بڑی عرق ریزی کے ساتھ کی۔ اللہ عزوجل ان سب لوگوں کو عالم با عمل و بافیض بنائے۔ ان سے دین کی مقبول و نمایاں خدمات لے۔ ان کے فیض کو عام کرے دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

سوائے جناب علاؤالدین صاحب نعمانی کے یہ لوگ نوآموز ہیں۔ ہوسکتا ہے کتابت کی غلطیاں اب بھی رہ گئی ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علی حبیبہ وعلیٰ الہ وصحبہ

میں کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مجھ جیسا کم علم اور کاہل انسان، اصح کتب بعد کتاب اللہ کی شرح لکھ سکے گا لیکن قدیر مطلق جس سے جو چاہے کام لیلے۔ ہوا یہ کہ جب الجامعۃ الاشرفیہ کے عظیم دارالافتاء کی ذمہ داری مجھے سپرد کی گئی۔ اور میں اشرفیہ حاضر ہو گیا تو فاضلان گرامی جناب مولانا افتخار احمد، اور جناب مولانا یٰسین اختر صاحب، استاذانِ ادب جامعہ اشرفیہ نے مجھے اس بات پر مجبور کیا کہ میں کوئی اہم تصنیفی کام کروں۔ میرے سامنے ناتمام اشرف السیر کا کام تھا میں نے یہ سوچا کہ اسی کو مکمل کر دوں لیکن دارالافتاء سے جن کا تعلق ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ کتنا مشکل کام ہے۔ سارا وقت اسی کی نذر ہو جاتا۔ اسی اثناء میں جناب مولانا عبدالمنان صاحب کلیمی نصف ہو گئے کہ فتاوی امجدیہ پر ایک نظر ڈال لیجئے۔ چونکہ فتاوی امجدیہ مکمل پڑھکر حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کو سنا چکا تھا۔ اسلئے شاید مجھ سے زیادہ موزوں آدمی مل بھی نہیں سکتا تھا۔ پہلی ہی جلد پر نظر ثانی و تصحیح اور تحشیہ میں کافی وقت صرف ہو گیا۔ پہلے حصے سے فراغت ہوئی۔ تو پھر ان دونوں حضرات کا اصرار بڑھا۔ تقریباً روزانہ یہ لوگ تقاضا کرتے پھر ازراہ عنایت ان لوگوں نے اپنا تعاون بھی پیش کیا۔ ابتداء میں سوچا کہ اشرف السیر کو مکمل کر لوں۔ مگر اس میں ان لوگوں کا وقت بہت ضائع ہوتا۔ کتنی جگہ مجھے غور و خوض کرنا پڑتا۔ اس لئے انھیں حضرات کے مشورے سے یہ طے ہوا کہ بخاری شریف کا ترجمہ کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ کام ۱۳۹۶ھ میں شروع ہوا۔ ابھی چند حدیثوں کا ترجمہ ہو پایا تھا کہ آنکھ کی تکلیف شروع ہو گئی۔ چھ ماہ تک مسلسل علاج کے بعد اطمینان ہوا تو پھر کلیمی صاحب فتاوی امجدیہ کی دوسری جلد لے کے پہنچے۔ اس میں تقریباً سال بھر گذر گیا۔ اس سے فراغت کے بعد پھر ان دونوں حضرات نے تقاضا شروع کیا۔ بالآخر ۱۸ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ ۱۲ فروری ۱۹۸۲ء کو پھر ترجمے کا کام شروع ہوا۔ اسی اثناء میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب بھیروی صدر المدرسین مدرسہ عربیہ فیض العلوم محمد آباد تشریف لائے۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ کہیں کہیں کچھ ضروری تشریحی نوٹ بھی لگا دیں تو بہتر ہوتا۔ انکے مشورے کے بعد تشریحی نوٹ جگہ جگہ لگا دیئے۔ کہ یک بیک مولانا یٰسین اختر اور مولانا افتخار احمد صاحبان ریاض چلے گئے۔ اور کام بالکل بند ہو گیا۔ اس کے بعد عزیز سعید مولانا حافظ عبدالحق اس پر ابھارتے رہے۔ روزانہ تقاضا کرتے رہے۔ آخر کار ۲۱ ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ م ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء شب شنبہ سے کام شروع کر دیا۔ اب خیال آیا کہ ترجمے کیلئے شروح دیکھنی پڑتی ہیں اس میں سے نوٹ کے لئے انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ لاؤ ایک متوسط درجے کی مستقل شرح ہی نہ کیوں لکھ ڈالوں۔ اس طرح میں نے یہ شرح لکھنی شروع کر دی۔ اس سلسلے میں مجھے جو جو دشواریاں اٹھانی پڑی ہیں ان کا تذکرہ فضول ہے۔ رب قدیر متعالی کا شکر ہے کہ اس کا پہلا حصہ پریس جا رہا ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

**خصوصیات** (۱) کتاب کو بہت طویل ہونے سے بچانے کے لئے میں نے مکرر احادیث کو صرف ایک بار لیا ہے۔ وہ بھی جہاں میں نے مناسب جانا وہاں۔ البتہ حدیث کے مختلف الفاظ کو اکٹھا کر دیا ہے۔ ابتداء جب تک مولانا افتخار احمد اور مولانا یٰسین اختر صاحبان کا تعاون رہا تو کوشش یہ کی۔ کہ مختلف روایتوں کے مختلف الفاظ عربی متن کے ساتھ ایک ہی جگہ جمع کر دیا جائے۔ اور قوسین کے درمیان رکھ کر حوالہ دے دیا جائے۔ مگر ان حضرات کے جانے کے بعد میں یہ تو نہ کر سکا۔ البتہ شرح میں تکمیل کا عنوان قائم کر کے مختلف روایتوں کے الفاظ کے ترجمے کو جمع کر دیا ہے۔

(۲) ابواب کو بالکل ذکر نہیں کیا۔ اس لئے کہ پھر احادیث کو مکرر لانا ضروری ہو جاتا۔ مگر اہم ابواب پر شرح میں کلام پورا پورا مذکور ہے۔ نیز ابواب کے ذکر سے جو فائدہ تھا۔ وہ ایک عنوان، احکام مستخرجہ، قائم کر کے پورا کر دیا گیا ہے۔

(۳) جو حدیث جس صحابی سے مروی ہے ان کے حالات بالالتزام بیان کر دیئے ہیں۔ کہیں کہیں بعض تابعین کا بھی ذکر آگیا ہے۔

(۴) میں نے ہر حدیث پر نمبر لگا دیا ہے اور حدیث کے اہم مضمون کو سامنے رکھ کر اس کا ایک عنوان بھی قائم کر دیا ہے۔

(۵) حدیث بخاری شریف میں کہاں کہاں ہے۔ اور صحاح ستہ میں کہاں کہاں ہے۔ اس کے حوالے حاشیے میں دیدیئے ہیں۔ عینی میں اس کی تفصیل ہے۔ مگر علامہ عینی صرف کتاب کا حوالہ دیدیتے ہیں۔ یہ معلوم کر کے کہ یہ حدیث کس کتاب میں ہے۔ حدیث کی تلاش میں دشواری کم تو ہو جاتی ہے۔ مگر بہت کچھ باقی رہتی ہے۔ اس لئے میں نے باب کا بھی حوالہ دیدیا ہے۔

شروع میں صرف ابواب لکھ دیتا تھا۔ مگر بعد میں بعض اعزہ کے اصرار پر بخاری کے صفحات کا بھی اضافہ کر دیا ہے۔ لیکن دوسری کتابوں کے حوالے میں اسکا التزام نہ کر سکا۔ البتہ بعد میں "المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث" سے حوالے نقل کر دیئے ہیں اس سلسلے میں آپ کو اعداد ملیں گے۔ ان کا حل یہ ہے کہ مسلم شریف کے حوالے میں یہ حدیث کا نمبر ہے۔ مثلاً یہ لکھا ہے۔ ایمان۔۵۔ تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ کتاب الایمان کی پانچویں حدیث۔ مسلم کے علاوہ بقیہ کتابوں میں یہ ابواب کے نمبر ہیں مثلاً ابوداؤد، طہارۃ۔۵۔ لکھا ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کتاب الطہارت کے پانچویں باب میں یہ حدیث ہے۔ اس سے بھی ناظرین کو بہت کچھ آسانی ہو جائیگی۔

یہ پانچ اہم خصوصیت اس شرح کی ہے۔ بقیہ وہ عام باتیں جو شرح میں ہونی چاہیئے ان سب کو بقدر ضرورت لانے کی کوشش کی ہے۔ اختلافی مباحث میں، میں نے بھرپور کوشش کی ہے کہ لہجہ تلخ و ترش نہ ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ بھی پائیں گے۔ البتہ مقدمہ میں کہیں کہیں صبر کا دامن چھوٹ گیا ہے۔ اس کے لئے میں کسی سے معذرت کی بھی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

ع۔ دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں۔

مقدمے میں، میں نے تین باتیں بالقصد اضافہ کی ہیں۔ ایک "مسامحات بخاری" دوسری "حضرت امام اعظم کی مختصر سوانح حیات" اور تیسری "فقہ حنفی کا تعارف" اس کی کیا ضرورت تھی یہ وہیں مذکور ہے۔

اب کتاب ناظرین کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کا مجھے احساس ہے کہ مجھ سے غلطیاں ہوئی ہونگی۔ اکابر اقران احباب سب سے درخواست ہے کہ اگر انھیں کہیں کوئی غلطی ملے تو مجھے مطلع کریں۔ اس پر پوری سنجیدگی سے غور کروں گا۔ اگر ان کی رائے درست ہوگی تو اسے تسلیم کرنے میں مجھے کوئی عار نہ ہوگا۔

رخصت ہوتے ہوئے ان حضرات سے جو اس کتاب سے فائدہ حاصل کریں۔ درخواست ہے کہ میرے لئے میرے اساتذہ میرے ماں باپ میرے تمام متعلقین اور میرے تمام معاونین کے لئے فلاح دین و دنیا کی دعا کریں۔

اے عفو و غفور، کریم و رحیم، معبود مجھے اس کا احساس ہے کہ اس کتاب میں مجھ سے ضرور غلطیاں ہوئی ہونگی ان سب کو معاف فرما۔ تو جانتا ہے کہ کوئی بھی غلطی دانستہ نہیں۔ میرے علم و فہم کی کوتاہی کی بنا پر ہے۔ آئندہ میرے دماغ میرے قلم میری زبان کو غلطی سے محفوظ فرما۔ اور اسے مکمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اے بے نیاز مولیٰ تیری بارگاہِ قدس میں انتہائی عجز و الحاح کے ساتھ التجا ہے۔ کہ اپنے اس بندۂ بے نوا کی اس ناچیز کوشش کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرما۔ اسے میری نجات اور اپنے بندوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

می توانی کہ دہی اشک مرا حسن قبول
اے کہ دُر ساختہ قطرۂ بارانی را!

محمد شریف الحق امجدی
خادم الافتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور
۸ بجے شب سہ شنبہ
۳ محرم الحرام ۱۴۰۴ھ م ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۳ء

www.sirat-e-mustaqeem.net

# امتنان وتشکر

جامعہ اشرفیہ آبادی سے ایک کیلومیٹر جانب جنوب میدان میں ہے جو دیہاتی علاقہ ہے، اس میں جو بجلی ہے وہ دیہاتی لائن سے ہے جس کی وجہ سے آئے دن بجلی غائب رہتی ہے، ضعف بصارت کیوجہ سے لالٹین وغیرہ میں کام نہیں کرسکتا، دن کے اوقات دارالافتاء کی نذر ہیں، رات میں شرح کا کام ہوتا ہے اور بجلی کی غیبوبت میں کام نہیں ہوتا۔ اس کے لئے میں نے برکاتی برادران الحاج سیٹھ علی احمد والحاج سیٹھ ابراہیم احمد صاحبان کو لکھا کہ اگر ایک چھوٹا جرنیٹر آجائے تو کام تسلسل سے ہوتا رہے گا، یہ سال گذشتہ کی بات ہے۔ اس وقت ہندوستانی چھوٹے جرنیٹر کی قیمت چار ہزار تھی، ان دونوں مہربانوں نے چار ہزار کی رقم بلا تاخیر بھیجدی، مگر جب بنارس میں جرنیٹر خریدنے کے لئے آدمی گیا تو معلوم ہوا کہ اب اس کی قیمت لگ بھگ آٹھ ہزار روپئے ہیں۔ میں نے ان حضرات کو صورت واقعہ لکھی۔ اتفاق سے حضرت عزیز ملت مولانا عبدالحفیظ صاحب مدظلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ بھی ان دنوں بمبئی تشریف رکھتے تھے۔ الحاج سیٹھ ابراہیم احمد صاحب نے حضرت سے استدعا کی کہ جناب ڈاکٹر محمد صدیق صاحب برکاتی کے فرزند رشید جناب بابو خاں سے اس کا تذکرہ کیا جائے۔ اس پر حضرت حاجی صاحب کو لے کر بابو خاں کے یہاں گئے اور ضرورت پیش فرمائی، انھوں نے بہت عمدہ ایک جاپانی جرنیٹر عطا فرمایا جس سے بحمدہ تبارک وتعالیٰ میری بہت بڑی پریشانی دور ہوگئی۔ مزید یہ کہ حاجی صاحبان نے وہ چار ہزار روپے جلد ثانی کی اشاعت کیلئے دیدئے۔ میں خود بھی دعا کرتا ہوں اور تمام ناظرین سے ملتجی ہوں کہ ان تینوں کے لئے اپنے مخصوص اوقات میں دعا خیر کرتے رہیں۔ اے ایزد متعال ان لوگوں کو اور قیامت تک آنے والی ان کی نسلوں کو شاد وآباد رکھنا، حوادث وآفات سے محفوظ رکھنا اور اپنی رحمت بے غایت سے ہمیشہ نوازتے رہنا اور ان سے راضی رہنا، آمین ثم آمین بجاہ حبیبک علیہ الصلوۃ والتسلیم۔

عزیز گرامی قدر مولانا بدر عالم سلمہٗ استاذ جامعہ حنفیہ غوثیہ بجرڈیہہ بنارس نے اس جلد کے تمام مسودات کو بڑی عرق ریزی محنت وجانفشانی کے ساتھ مبیضہ کیا ہے۔ اعزالاعزہ مولانا حافظ عبدالحق سلمہ استاذ جامعۃ اشرفیہ مبارکپور اس تالیف کیلئے میرے دست وبازو ہیں۔ مسودے کا مبیضہ سے مقابلہ، کاپی کی تصحیح، کاتبوں کے یہاں دوڑ دھوپ، طباعت کی سرانجام دہی، یہ سب کچھ انھیں کی رہین منت ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر یہ نہ ہوتے تو نزہۃ القاری وجود ہی میں نہ آتی۔ اللہ عزوجل ان دونوں کو اپنی شان کریمی سے دارین میں اتنا دے کہ یہ دونوں جہان میں مستغنی رہیں۔ آمین ثم آمین۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ علی تواتر آلائہ وتسلسل نعمائہ والصلوۃ والسلام علی سید انبیائہ واحب احبائہ وعلی آلہ وصحبہ اکرم امتہ واعز اعزائہ۔

اللہ عزوجل کا بے پایاں احسان وکرم ہے اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عنایت بے غایت ہے کہ "نزھۃ القاری شرح بخاری" کی دوسری جلد پریس جارہی ہے اس میں کافی تاخیر ہوگئی، اس کا سبب کاتب صاحبان کی مہربانیاں ہیں۔ احادیث کے حوالہ جات کے سلسلے میں احباب کی فرمائش کی بناپر ہم نے اس جلد میں اس کا التزام کیا تھا کہ صحاح ستہ میں جہاں جہاں حدیث مل سکے جلد، کتاب، باب، صفحات کی تفصیل کے ساتھ درج کردئے جائیں، میں نے اس کی بھرپور کوشش کی کہ اس کی پوری پابندی کروں مگر یہ کام کتنا مشکل ہے یہ وہی سمجھ سکتا ہے جس نے اسکو کیا ہو۔ المعجم المفہرس نے اس میں بہت کچھ آسانی پیدا کردی مگر پھر بھی دشواری بہت کچھ باقی ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ میں اسے اخیر تک نبھا نہ سکا، اخیر میں حدیث ۔۔۔ سے دیگر کتابوں کے مفصل حوالہ جات کے اندراج کو ترک کرنا پڑا۔ البتہ اس کا التزام رہا کہ بخاری شریف میں جہاں جہاں حدیث مل سکے اس کو مفصل درج کردیا جائے۔

تصحیح کے سلسلے میں اس جلد میں بھی ناظرین کو اطمینان نہیں دلا سکتا کہ کوئی غلطی نہیں رہ گئی۔ یہ میری بدقسمتی ہے کہ مجھے کوئی ایسے صاحب نہیں مل سکے جو تصحیح کا قابل اطمینان کام کرسکیں اس کے باوجود کہ میں نے خاطر خواہ معاوضہ دینے کی بھی پیشکش کی اس لئے ناظرین سے پھر وہی درخواست ہے کہ جہاں کوئی غلطی انھیں ملے مجھے مطلع کریں۔

جلد اول میں طبع ثانی کے بعد بھی بعض حضرات نے کچھ اغلاط کی نشاندہی کی ہے خصوصاً عزیز اسعد جناب مولانا رحمت اللہ صاحب بلرامپوری شیخ الحدیث دارالعلوم غریب نواز الہ آباد، اس کی تصحیح حاضر ہے۔

| صفحہ | سطر | اغلاط | تصحیح |
|---|---|---|---|
| ۲۳۹ | ۸ | صلبی بیٹیاں | صلبی بیٹے |
| ۲۴۹ | ۴ | قبیلہ اوس | قبیلہ دوس |
| ۳۲۲ | ۲۶ | مفعول | مفعول فیہ |
| ۳۲۵ | ۷ | کا | کو |
| ۳۸۴ | ۱۳ | اخیر کے ہمزہ کو | وہ ہمزہ جو لام کلمہ تھا اسے |

www.sirat-e-mustaqeem.net

احن شوقا الی دیار لقیت فیھا جمال سلمی — کرمی رساندازاں نواحی پیام وصلت بجانب ما
جمال روئے تو قبلۂ جاں حریم کوئے تو کعبۂ دل — فان نسجد نا الیک نسجد وان سعینا الیک نسعی

## حج وزیارت

جب سے شعور بیدار ہوا اسوقت سے اس کی تڑپ تھی کاش کبھی اللہ کے گھر اور اس کے حبیب کے در کی حاضری نصیب ہوجائے اس تمنا کی تکمیل کے لئے کتنی دعائیں کیں کتنے آنسو بہائے انکو شمار نہیں کر سکتا۔ جب حجاج اور زائرین کے قافلے حرمین طیبین جاتے دل میں ہوک اٹھتی مگر تڑپ تڑپ کر رہ جاتا۔ اب جبکہ عمر کے اخیر منزل میں ہوں اسباب و وسائل پر نظر کرتا تو سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہ ہوتا مگر اللہ عزوجل اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس پر چاہیں کرم فرمائیں، اس بے مایہ پر بھی نگاہ کرم ہوگئی اور سال گذشتہ انھوں نے مجھے بلالیا۔

ہوا یہ کہ محسن ملت الحاج سیٹھ ابراہیم احمد صاحب برکاتی مالک فرینڈ اسٹورس بھنڈی بازار بمبئی کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ وہ مجھے اپنے صرفے سے حج وزیارت کرائیں۔ چنانچہ بغیر میری کسی تحریک وخواہش کے مجھے خط لکھا اور ساتھ ہی تھا درخواست کے فارم بھی بھیجدئے کہ اگر آپ پسند کریں تو فارم پر دستخط کرکے بھیجدیں میں بقیہ سب کارروائی انجام دے لوں گا جب حاجی صاحب موصوف کا یہ خط ملا تو فرط مسرت سے مجھپر سکتہ طاری ہوگیا کچھ دیر تک تو ایسا محسوس ہوا گویا میں خواب دیکھ رہا ہوں لیکن بیداری پر خواب کا گمان کبتک رہتا ، میں نے بلا تامل ضروری خانہ پری اور دستخط کرکے فارم ان کے پاس بھیجدیئے چونکہ حاجی صاحب موصوف نے خود ہی ہوائی جہاز سے سفر کی پیشکش کی تھی اسلئے مجھے بھی کوئی تامل نہ ہوا سالہائے گذشتہ کے ریکارڈ سے امید واثق تھی کہ درخواست منظور ہوہی جائے گی اب میں انتظار کی گھڑیاں گننے لگا۔ لیکن امسال عازمین حج وزیارت کی کثرت کیوجہ سے ہوائی جہاز سے بھی سفر کے خواہش مند بہت سے حضرات کی درخواستیں نامنظور ہوئیں، اس میں میری بھی درخواست تھی اگر میں بغیر ان کی وساطت کے از خود براہ راست درخواست دیئے ہوتا تو شاید امسال محروم ہی رہ جاتا مگر حاجی صاحب موصوف حج وزیارت کے سلسلے کے تمام امور سے واقف تھے اس لئے انھوں نے فوراً بلا تاخیر متبادل کارروائی کی حج وزیارت کے سلسلے میں ایک ہزار ایسی محفوظ سیٹیں ہیں کہ اگر کسی کا کوئی عزیز یا شناسا سعودیہ عربیہ میں ہو، اور وہ تمام اخراجات کے لئے ڈرافٹ بھیجدے تو اسے اس ایک ہزار محفوظ نشستوں میں سے منظوری مل جاتی ہے۔ چنانچہ حاجی صاحب موصوف نے جدہ میں رہنے والے اپنے ایک شناسا سے ڈرافٹ منگالیا اور اس طرح ان ایک ہزار محفوظ نشستوں میں سے میرے لئے منظوری حاصل ہوگئی اور پہلے جہاز سے میری منظوری آگئی۔

امسال حج کمیٹی اور حکومت ہند کے مابین کچھ معاملات میں ایسا الجھاؤ پیدا ہوا جس کی وجہ سے ہوائی جہاز کے روانگی کی تاریخیں بہت تاخیر سے متعین ہوئیں اس کے نتیجے میں عازمین حج وزیارت کو بہت ذہنی کوفت بھی اٹھانی پڑی اور پریشانیاں بھی ہماری حکومت کا محکمہ ڈاک اتنا چوپٹ ہوچکا ہے کہ اس پر اعتماد ہی نہیں کیا جاسکتا نہ خطوط کا اعتبار نہ تار کا، رجسٹریاں اتنی دیر میں ملتی ہیں کہ اس کے بھروسے پر اس کا اندیشہ تھا کہ شاید جہاز کی روانگی کی تاریخ گزر جانے کے بعد امیدواروں کو ملے اسلئے اندازے سے اکثر عازمین وقت سے بہت پہلے بمبئی پہونچ گئے یہی میرا بھی حال ہوا حاجی صاحب موصوف ہی کے مشورے کے مطابق ۱۰ر جولائی بروز چہارشنبہ گھر سے بمبئی کے لئے نکل گیا اور ۲۳ رشوال ۱۲ر جولائی بروز جمعہ بعد نماز مغرب بمبئی پہنچ گیا

اسٹیشن پر لینے کے لئے خود حاجی ابراہیم احمد صاحب اور ان کے بڑے بھائی حاجی علی احمد صاحب موجود تھے بمبئی تک بھیجنے کے لئے میرے لخت جگر وحید الحق سلمہٗ اور عزیز ارشد مولینا حافظ عبد الحق زید مجدہم استاذ الجامعۃ الاشرفیہ بھی ہمراہ تھے۔ بمبئی میرا قیام عطاری مسجد پھول والی گلی بھنڈی بازار میں رہا۔ وہاں اس مسجد کے خطیب اور بمبئی میں اہلسنت کے اہم نقیب جناب قاری سراج ازہر صاحب نے سر آنکھوں پر رکھا ہر قسم کا آرام اور سہولت پہنچائی۔ ۱۲ر جولائی سے لے کر ۲۷ر جولائی تک بمبئی قیام رہا اس اثنا میں بمبئی کے کثیر احباب نے دعوت تواضع کی مثلاً حاجی علی احمد برکاتی خود حاجی ابراہیم احمد صاحب برکاتی الحاج سیٹھ احسان اللہ خانصاحب عرف پہلوان سیٹھ جناب سیٹھ مصطفےٰ خانصاحب کرلا، حافظ غلام دستگر صاحب الحاج سیٹھ عبد المجید صاحب، جناب سیٹھ للن صاحب چمبور جناب سیٹھ ریاض الدین صاحب وغیرہم خصوصیت سے عزیزی مولٰنا ولی اللہ سلمہ خطیب نورانی مسجد چمبور اور اس محلہ کے دیگر احباب اہلسنت نے۔ حضرت مولٰنا سید شاہ حامد اشرف صاحب بانی دار العلوم محمدیہ نے دار العلوم میں مدعو کیا اور وہاں تمام طلبہ و مدرسین کے سامنے گل پوشی وضیافت فرمائی، مولیٰ عزوجل ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

عالیجناب الحاج سیٹھ ابراہیم احمد برکاتی کے صاحبزادے الحاج سیٹھ زبیر احمد برکاتی سلمہٗ نے پاسپورٹ وڈرافٹ اور ہوائی جہاز کے ٹکٹ اور دیگر لوازمات کے لئے کافی جد وجہد کی مولیٰ عزوجل ان کو بھی ان کی خدمات کا دارین میں بہترین صلہ عطا فرمائے، بہت ہی نیک سعید خوش اخلاق صاحبزادے ہیں۔

میں گھر سے اکیلا ہی چلا تھا مناسب ساتھی کی تلاش تھی بمبئی جاکر معلوم ہوا کہ حضرت الحاج شاہ ابو الحسنین آل رسول صاحبزادہ وجانشین حضرت سید العلماء قدس سرہٗ مع اپنی والدہ ماجدہ عمہ مکرمہ کے اسی جہاز سے جارہے ہیں، اس سے بے پناہ مسرت ہوئی اور حقیقت میں یہ صاحب البرکات حضرت سیدنا شاہ ابو البرکات قدس سرہٗ کا اپنے اس ناکارہ غلام پر خصوصی کرم تھا کہ اپنے صاحبزادے والا تبار کی اس عظیم سفر میں ہمرکابی کا شرف عطا فرمایا پھر بعد میں معلوم ہوا کہ جناب مولٰنا خلیل احمد خاں پٹھان خطیب مسجد آستانۂ مخدومیہ مہائم شریف اور جناب مولٰنا قاری تراب علی صاحب خطیب مینارہ مسجد بھی اسی ہوائی جہاز سے جارہے ہیں میں نے اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا کہ مجھے اپنے گھر اور اپنے حبیب کے در پر بلایا تو ہمراہی بھی ایسوں کی عطا فرمائی جو سب میرے حسب منشا رہے، فالحمد للہ۔

ہمارا ہوائی جہاز سات بجے شام کو قبل مغرب روانہ ہوا اور گیارہ بجکر ۲۰ منٹ پر جدہ پہنچ گیا۔ مغرب کی نماز ہوائی جہاز ہی میں پڑھی، ہوائی جہاز کے عملہ نے مغرب کے وقت اعلان کیا کہ مغرب کا وقت ہوگیا ہے حجاج نماز پڑھ لیں۔ تمام حجاج نے سیٹوں پر بیٹھے بیٹھے نماز ادا کی مگر میں نے اور حسنین میاں صاحب نے گھڑے ہوکر پورے رکوع وسجدے کے ساتھ نماز مغرب پڑھی چلتے ہوئے ہوائی جہاز میں بھی کھڑے ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوتی اس لئے سیٹوں پر بیٹھے بیٹھے نماز پڑھنے میں نماز صحیح نہیں ہوگی اس لئے کہ قیام فرض ہے اسی طرح رکوع اور سجدہ بھی سیٹوں پر بیٹھے بیٹھے یہ تینوں فرض ادا نہیں ہوپاتے حجاج کو اس کا خیال رکھنا فرض ہے

ہوائی جہاز سے نکل کر ایرپورٹ کے ہال کمرے میں آئے، اسی ہال کمرے میں باجماعت نماز عشاء ادا کی گئی، تقریباً ساری رات اسی ہال کمرے میں گزری۔ ہال کمرہ ایرکنڈیشن تھا، تمام حجاج سردی سے ٹھٹھر گئے۔ سعودی ہوائی جہاز کے عملہ نے بہت ہی

سست روی اور تاخیر سے حجاج کو باہر نکالنے تقریباً ہوائی جہاز کے پہنچنے کے دو گھنٹے کے بعد مسافرین کو باہر نکالنا شروع کیا وہ بھی اتنی سستی کے ساتھ کہ ساڑھے چار سو حاجیوں کو نکالنے میں تین گھنٹے کا وقت لگ گیا لائن میں کھڑے کھڑے تمام حاجی تھک کر چور ہو گئے مگر عیش پرست نجدی ملازمین کو اس کی کوئی بھی پرواہ نہ ہوئی خدا خدا کر کے ایرپورٹ سے باہر نکلے تو حضرت حسنین میاں صاحب کو لینے کے لئے جدہ شہر سے ان کے رشتے دار موجود تھے، ڈرافٹ بھنانے کے بعد میں انھیں کی گاڑی میں حضرت حسنین میاں کے ساتھ مکہ معظمہ حاضر ہوا ہماری گاڑی جب مسجد حرام شریف کے پاس شارع عبداللہ بن زبیر پر پہونچی تو حرم شریف میں نماز فجر ہو چکی تھی، نمازی باہر نکل رہے تھے گاڑی وہیں ایک طرف کھڑی کر دی گئی حضرت حسنین میاں اور انکے رشتے دار شیخ جمال اللیل صاحب کے دفتر کی تلاش میں گئے مستورات موٹر ہی میں رہیں۔ میں ترساں لرزاں حرم شریف میں نماز فجر کے لئے چلا اس وقت میرا جو حال تھا اس کو الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جا سکتا۔ وضو خانہ وہاں سے کافی دور تھا مجبوراً زمزم شریف ہی سے وضو کیا مسجد حرام شریف میں حاضر ہوا جب کعبہ شریف پر نظر پڑی تو فوراً مسرت میں بے اختیار منہ سے چیخ نکل گئی دھاڑیں مار مار کر رونے لگا کچھ دیر تک خود فراموشی کا عالم رہا مگر پھر خیال آیا کہ باہر مستورات اکیلی ہیں مجھے نماز فجر پڑھ کر جلدی پہنچنا چاہیے مسسکیوں کے ساتھ نماز فجر ادا کی علاوہ رکوع اور سجدے کے نگاہ جمال کعبہ سے ہٹتی نہ تھی۔ بہت اختصار کے ساتھ نماز ادا کر کے الٹے قدم باہر آیا موٹر کے پاس پہونچا، اتنے میں حضرت حسنین میاں صاحب بھی واپس آ گئے اور ہم لوگ، عبدالکریم نوری صاحب کے دفتر میں پہنچے دو ایک مکان دیکھے گئے مگر وہ پسند نہ آئے میری خواہش یہ تھی کہ ایسا مکان ملتا جسمیں مستورات الگ رہتیں اور مرد الگ رہتے مگر چار آدمیوں میں اس قسم کا مکان لینا ہم لوگوں کی وسعت سے باہر تھا اسلئے میں نے حسنین میاں صاحب کو یہ مشورہ دیا کہ مولٰنا خلیل احمد صاحب سے ملکر مشترکہ طور پر ایسے دو مکانات لئے جائیں کہ مستورات کے لئے الگ اور مردوں کے لئے الگ رہائش ہو سکے، مگر مولانا خلیل احمد صاحب جدہ سے دوسری موٹر میں آئے تھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں اترے ہیں۔ ناشتے کے بعد عمرہ کرنے کے لئے ہم لوگ حرم شریف میں حاضر ہوئے معلم صاحب نے کسی انتہائی گنوار آدمی کو ہمارے ساتھ کر دیا تھا جسے یہ تک معلوم نہ تھا کہ باب السلام کہاں ہے اور حرم میں داخلہ کے آداب کیا ہیں وہ ہملوگوں کو کسی دروازے سے اندر لے گیا اور حجر اسود کے پاس کھڑا کر کے یہ کہکر کہ آپ لوگ طواف کیجئے میں اس دروازے پر بیٹھا ہوں چلا گیا، جبکہ معلمین کے فرائض میں یہ داخل ہے کہ پہلی بار کی حاضری میں ان کا کوئی آدمی ساتھ ساتھ رہتا ہے جو عمرے کے پورے ارکان ادا کراتا ہے۔ خیر ہم لوگوں نے از خود ہی طواف کیا، بھیڑ کم تھی اس لئے بڑے اطمینان سے طواف ہوا رکن یمانی کا استلام ہر پھیرے میں نصیب ہوا البتہ حجر اسود کے بوسہ لینے میں اژدھام زیادہ تھا اور دشواری بھی تھی اس لئے صرف ایکبار نصیب ہوا، یہ بھی اللہ عزوجل کی بہت بڑی نعمت ہے ورنہ کتنے ایسے بھی حجاج ہیں جنھیں حجر اسود کی زیارت بھی نصیب نہیں ہوتی طواف سے فارغ ہو کر ہم دونوں اس شخص کے پاس آئے وہ ہم لوگوں کو لے کر صفا مروہ کی سعی کرائے بغیر دروازے سے باہر آ گیا اور قیام گاہ کی طرف لے چلا۔ ہملوگ ابھی صبح ہی کو حاضر ہوئے تھے صفا مروہ کے جائے وقوع سے واقف نہ تھے اسلئے اس کے پیچھے چلے، انتظار کرتے رہے کہ وہ اب بتائے گا، یہ صفا ہے یہاں سے سعی شروع کرو، مگر وہ ہملوگوں کو لئے ہوئے معلم صاحب کے گھر پہنچ گیا، اس پر مجھے تعجب ہوا اور غصہ بھی آیا۔ میں نے اس سے کہا کہ ہم لوگوں کو صفا مروہ پر کیوں

نہیں لے گیا، سعی کیوں نہیں کرائی، تو اس نے کہا جلدی کیا ہے سعی پھر کر لیجئے گا۔ غصہ تو بہت آیا مگر ہملوگوں نے صبر کیا میں نے کہا ہم ابھی سعی کریں گے صفا مروہ پر لے چلو، وہ ہملوگوں کو لے کر پھر الٹے قدم چلا اور مسجد حرام شریف لایا، مجھے پھر شبہہ ہوا کہ معلوم نہیں یہ کہاں لے جارہا ہے، میں نے پھر اس سے کہا ہم لوگوں کو صفا پر لے چلو اس نے کہا ہاں صفا ہی پر لے چل رہا ہوں۔ بہر حال وہ ہم لوگوں کو لاکر صفا پر چھوڑ کر چلا گیا اور یہ گہہ گیا کہ میں چلتا ہوں آپ لوگ آجایئے گا۔ اس کے جانے کے بعد ہم نے سعی کی، سبحان اللہ دیوانوں کی ایک بھیڑ ہے جو صفا مروہ کے درمیان انتہائی جوش و مستی کے ساتھ پروانوں کی طرح دوڑ رہی ہے ہم نے بھی نیت کی اور سعی شروع کی زندگی بھر چلتے رہے اور کبھی کبھار دوڑے بھی ہیں مگر سعی میں جو لذت تھی جو کیف تھا جو مستی تھی وہ بیان سے باہر، سعی کرنے کے درمیان ہی مولانا خلیل احمد خاں مل گئے میں نے اُن سے کہا کہ میری خواہش یہ ہے کہ ہم سب ایک ساتھ رہیں اور اس طرح کا مکان لیا جائے وہ بھی ہماری اس رائے پر بہت خوش ہوئے سعی سے فارغ ہونے کے بعد ان کے ہمراہ ان کی قیامگاہ پر آئے وہیں حجامت بھی بنوائی دن بھر وہیں رہے حسنین میاں تو درمیان میں چلے آئے، بعد عصر وہ آئے اور مکان کی تلاش شروع ہوئی۔ مسفلہ میں شارع حمزہ پر ۲۶ ہزار ریال میں تین کوٹھریاں طے ہوئیں جسمیں ایک بڑا ہال تھا اس میں ہم سب مرد تھے، دو کوٹھریاں تھیں ان میں مستورات رہیں۔ کمرے میں ایس، سی بھی فٹ تھا اور فرنیچر بھی تھا باورچی خانہ غسل خانہ الگ الگ تھا پانی کے لئے نل لگے ہوئے تھے کوئی دقت نہیں تھی۔ جمدہ شاہی ضلع بستی کے منشی حاجی محبت علی صاحب مع اہلیہ کے بھی ہم لوگوں کے ساتھ تھے۔

اب ہم لوگوں کا دو گروپ بن گیا، ایک مولٰنا خلیل احمد خانصاحب پٹھان کا دوسرے میرا اور حسین میاں اور منشی محبت علی صاحب کا، گروپ کا مطلب صرف یہ ہے کہ کھانے پینے کے لئے دو حصے ہو گئے، ہمارا کھانا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ الگ پکتا تھا اور مولٰنا خلیل احمد خانصاحب وغیرہ کا الگ، ہملوگ سب بڑے اتفاق و اتحاد اور محبت و یگانگت کے ساتھ رہے عام طور پر حجاج کے مابین جو تم تڑاک ہو جاتا ہے اس سے ہم لوگ محفوظ رہے، میں اپنے ساتھ غلہ نہیں لے گیا وہ لوگ کچھ غلہ لے گئے تھے لیکن اپنی غایت مہربانی سے اپنے ساتھ کھلاتے پلاتے۔

## زندگی کی معراج

مکہ معظمہ میں نو دن قیام کے بعد دسویں دن مدینہ طیبہ کے لئے گورنمنٹ کی بس سے ۱۱ بجکر ۴۰ منٹ پر چلے اور ساڑھے سات بجے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ بس اسٹینڈ سے سامان لکڑی کے ٹھیلے پر لدوا کر مسجد اقدس کے قریب جانب شرق ایک گلی کے نکڑ پر سامان رکھا گیا مولٰنا خلیل احمد خانصاحب مکان کی تلاش میں نکلے اسی اثنا میں عشار کی نماز بھی ہو گئی قریب ہی شارع رومیہ میں دار طیبہ نام کی بلڈنگ میں دو کمرے چھتیس سو ریال میں لئے گئے ایک میں مردوں نے قیام کیا دوسرے میں عورتوں نے۔ مکان پہنچنے کے بعد جب اطمینان ہوا تو مسجد اقدس کے دروازے بند ہو چکے تھے اس لئے اس وقت حاضری نہ ہو سکی ارادہ یہی تھا کہ رات کے پچھلے پہر نہا دھو کر کپڑے بدل کر بارگاہ اقدس میں حاضری دیں گے اس اثنار میں کہیں سے گنبد خضریٰ کی بھی زیارت نہ ہو سکی لیکن ہوا یہ کہ مجھے شدید نزلہ کی شکایت تھی، کسی چائے کی دوکان کی تلاش میں میں نکلا گلی میں سیدھے جنوب کی طرف چلا گیا اس گلی کے باہر وہ وسیع میدان ہے جو مسجد اقدس اور جنت البقیع کے درمیان ہے، میں اس میدان میں نکل گیا جب داہنی طرف مڑا نظر اٹھائی تو سامنے گنبد خضریٰ اپنی پوری زیبائیوں اور عظمتوں

کے ساتھ جلوہ فرما تھا، نظر پڑتے ہی میں پہلے ہکا بکا رہ گیا اور صلوٰۃ وسلام بھی نہ عرض کر سکا کچھ دیر تک سکتے و خود فراموشی کا عالم رہا بدن کانپتا رہا کچھ دیر کے بعد ہوش آیا تو میں نے دست بستہ صلوٰۃ وسلام عرض کرنا شروع کیا انتہائی خوشی میں آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امنڈ پڑا، روتا جاتا صلوٰۃ وسلام عرض کئے جاتا، اس وقت کی کیفیت ایسی تھی کہ نہ وہاں سے قدم آگے بڑھانے کی جرأت ہوتی تھی اور نہ پیچھے ہٹانے کو جی چاہتا تھا میں شاید یونہی رہ جاتا کہ ایرانی غولے بیابانی کی طرح میرے قریب سے گذرے اور ان وحشیوں نے مجھے دھکا دیدیا اتنے زور سے کہ میں گرتے گرتے بچا اور وہ سلسلہ ٹوٹ گیا، ان ناپاکوں کے ساتھ جسم کے مس ہونے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس سے قبل والا رابطہ اس وقت پیدا نہ ہو سکا کچھ دیر کے بعد میں چائے کی تلاش میں چلا گیا۔ چائے پی کر قیامگاہ پر آیا اور سونے کے لئے لیٹا اس کے باوجود کہ سفر کی تکان تھی بس اسٹینڈ سے قیامگاہ تک پیدل آنے کا بھی اثر تھا مگر نیند کوسوں دور تھی، کبھی اپنی اس فیروزہ بختی پر خوشی کی لہر آتی کہ کہاں میں اور کہاں یہ ارض پاک، کبھی یہ خیال کہ اپنا یہ سیاہ منہ داغدار دامن لے کر سرکار کی بارگاہ میں کیسے حاضر ہوں انتہائی ندامت سے پسینے میں شرابور ہو گیا، کبھی انکی رحمت بے پناہ کا تصور کر کے اپنے اس ہراس وندامت کو دور کرتا، اس حال میں میں کبتک رہا یاد نہیں، پھر نیند آگئی دو بجے آنکھ کھلی سب ساتھی بے خبر سو رہے تھے، میں اٹھا اور کپڑے نکالے خوب اچھی طرح غسل کیا پھر پورے جسم پر خوشبو ملی کپڑے پہنے، کپڑوں پر بھی جہانتک ہو سکا خوشبو ملی ایک نیا جوڑا خاص اسی وقت کے لئے اٹھا رکھا تھا اسے پہنا اوپر سے شیروانی پہنی۔ شیروانی پہنتے وقت یہ خیال آیا کاش کہ میں اپنے ہمراہ جبہ لایا ہوتا اور بجائے شیروانی کے جبہ پہنتا اس لئے کہ جبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لباس تھا اور شیروانی تو ماضی قریب کے ہندیوں کی ایجاد ہے پھر سفید رنگ کا وہ عمامہ جو نور چشم ڈاکٹر محب الحق سلمہٗ نے ساتھ کر دیا تھا باندھا۔

میں جب نہا کر غسلخانے سے نکلا تو حضرت حسنین میاں صاحب بھی بیدار ہو چکے تھے انھوں نے بھی غسل کیا کپڑے بدلے اور ہم دونوں ساتھ ساتھ بارگاہ اقدس میں حاضری کے لئے چلے، باب جبریل سے داخل ہوئے تہجد کی اذان ہو چکی تھی پوری مسجد اقدس آدمیوں سے بھر چکی تھی ہلوگ دو صفوں کے بیچ میں ہو کر باب ابوبکر صدیق تک چلے گئے کہیں کوئی گنجائش نظر نہیں آئی مجبوراً باہر نکلکر چاروں طرف نظر دوڑائی قریب ہی تھوڑی سی جگہ نظر آئی ہم دونوں وہاں پہنچے پہلے نوافل پڑھی پھر نماز فجر کی اذان کا انتظار کرتے رہے، اذان کے بعد ہم دونوں نے اپنی نماز الگ پڑھی۔ ہم ابھی فرض سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ جماعت ہونے لگی، ہم لوگ نماز سے فارغ ہو کر اوراد و وظائف میں مشغول رہے، جب جماعت ہو چکی اور بھیڑ کم ہوئی تو ہلوگ باب السلام سے مسجد اقدس میں داخل ہوئے، بھیڑ اب بھی بہت تھی، دبتے دھکے کھاتے ہم لوگ مواجہہ اقدس کی طرف چلے تقریباً ۱۵ منٹ میں مواجہہ اقدس تک پہونچے مگر پیچھے سے لوگوں نے اتنے زور سے دھکے دئے کہ ہلوگ وہاں کھڑے نہ رہ سکے دل مسوس کر رہ گئے اور پیچھے سے جو ریلا مسلسل چلا آرہا تھا اسی کے دباؤ سے ہلوگ بلا قصد و اختیار باب جبریل تک پہنچ آئے سوچا گیا کہ اب پھر واپس چلیں لیکن لوگوں کے اژدھام کیوجہ سے ہم لوگ واپس نہ ہو سکے باہر نکلے تو دیکھا کہ سیہ پوش ایرانی مرد و عورت کچھ کھڑے کچھ بیٹھے پورے میدان پر قابض ہیں زور سے سلام پڑھ رہے ہیں، ایک شور برپا تھا، بہرحال کچھ دور جاکر ہلوگوں کو کھڑے ہونے کی جگہ ملی وہیں سے کھڑے کھڑے سلام عرض کیا گیا مگر معلوم نہیں کیا بات تھی کہ رات والا کیف و سرور

حاصل نہ ہوسکا، ہمارے چاروں طرف ایرانیوں کا غول بیابانی تھا، قریب ہی سر پر سیاہ پگڑی رکھے ان کا کوئی مجتہد تھا جو انھیں بلند آواز سے سلام پڑھوا رہا تھا ابتداءً تو اس کی طرف کوئی دھیان نہیں گیا مگر جب ہلوگ صلوٰۃ وسلام سے فارغ ہو گئے تو میں نے سُنا وہ مجتہد حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر سلام پڑھوا رہا تھا جسمیں اور بہت سے کلمات کے ساتھ خاص طریقے سے یہ دو کلمے بھی تھے "السلام علیك ایتها المظلومة - السلام علیك ایتها الشهیدة"

رافضیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دروازے میں دبا دیا تھا اسوقت وہ امید سے تھیں، دبنے کے صدمے سے اسقاط ہو گیا اور اسی میں حضرت سیدہ کا وصال ہو گیا اپنے اسی جھوٹے اعتقاد کے مطابق وہ حضرت سیدہ کو مظلومہ اور شہیدہ بھی کہہ رہا تھا یہ حقیقت میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تبرا ہے صرف اسی ایک موقعہ پر نہیں بلکہ میں نے بارہا ایرانی رافضیوں کے منہ سے یہ تبرا سنا ہے۔

یہ ہے نجدی حکومت کی حق پرستی کہ رافضی علانیہ مسلسل تبرا بکیں تو ان سے کوئی پرسش نہیں لیکن اگر کوئی سُنّی وارفتۂ شوق ہو کر جالیوں کو بوسہ دیدے یا منبر اقدس کو بوسہ دیدے تو اسے جھڑکتے بھی ہیں دھکے بھی دیتے ہیں اور مار بھی دیتے ہیں۔ میں نے تو حرمین طیبین جاکر یہ محسوس کیا کہ وہاں مآثر و مزارات کو ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے کے سوا اور کوئی چیز جرم نہیں داڑھی منڈاؤ فلم دیکھو گھروں میں ٹیلی ویژن لگاؤ اس پر عریاں فحش مخرب اخلاق سین دیکھو گانے سُنو تصویریں کھنچواؤ تصویریں بیچو خرید و کوئی چیز جرم نہیں۔ میں نے معلمین کے آفسوں میں دیکھا کہ ٹیلی ویژن لگے ہوئے ہیں دن رات فلمیں چلتی رہتی ہیں۔ بازاروں میں علانیہ مصر کی مشہور مغنیہ ام کلثوم اور دنیا کے مشہور گانے والے گانے والیوں کے پاکستانی فلمی گانوں کے کیسٹ بکتے ہیں ان پر کوئی پابندی نہیں۔ میں نجدی حکومت کے طرفداروں سے سوال کرتا ہوں کہ کیا یہ سب چیزیں جائز ہیں قرآن مجید کی جو بے حرمتی میں نے وہاں آنکھوں سے دیکھی وہ کسی چیز کی نہیں دیکھی۔ حجاج بہترین سے بہترین قرآن مجید خرید کر دونوں حرم میں رکھدیتے ہیں جب ان کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے تو بعد عشاء کوڑا پھینکنے والے ٹرکوں میں دروازوں کے باہر پڑے ہوئے چپلوں کے ساتھ قرآن مجید کی جلدوں کو بھی ٹرک میں اس طرح بھرتے ہیں جیسے کوڑا بھرا جاتا ہے، قرآن مجید کی جلدوں کو بوروں میں کس کر گھسیٹ کر لے جاتے ہیں اور اٹھا کر ٹرک میں پھینک دیتے ہیں پھر انھیں قرآن مجید پر ٹرک میں بیٹھتے ہیں اور لے جاکر کہیں پھینک آتے ہیں۔

حجاج میں بھی ایسے ایسے گنواروں کو دیکھا کہ قرآن مجید کا تکیہ لگائے ہوئے سو رہے ہیں مگر کسی نجدی سپاہی یا مطوعی کو توفیق نہیں ہوئی کہ ان گنواروں کو ٹوکتا۔ حجاج بیٹھے تلاوت کر رہے ہیں اور گنوار قرآن کی طرف پاؤں کر کے سو رہے ہیں۔ مگر انھیں کوئی تنبیہ کرنے والا نہیں میں نے کئی جاہیوں کو اس پر ٹوکا کچھ تو مان گئے کچھ جھگڑے پر آمادہ ہو گئے، غرض کہ نجدی حکومت میں یہ سب ناکردنیاں ہوتی ہیں مگر نجدیوں کے وظیفہ خوار اس پر چوں تک نہیں کرتے، مآثر و مزارات کے ہاتھ لگانے و بوسہ دینے پر نجدیوں کے بیجا تشدد کا خطبہ البتہ رات دن پڑھتے رہتے ہیں۔

بہر حال ایرانیوں کو کھلی چھٹی ہے کہ وہ جو چاہیں کریں حتی کہ انھیں تبرا بکنے کی بھی اجازت ہے۔

ایک بار ایسا ہوا کہ میں نے جالیوں میں دیکھنا شروع کیا کہ حظیرہ اقدس جالیوں سے کتنے فاصلے پر ہے اور اس کی ساخت کیسی ہے کہ مجھے نجدی سپاہی نے شرک شرک حرام حرام کہہ کے دھکا دیدیا حالانکہ میں نے جالیوں کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا اپنے اسلاف کی ہدایت کے مطابق اپنے ہاتھوں کو ہرگز اس لائق نہیں سمجھتا کہ ان مقدس جالیوں کو مس کریں مجھے بہت ہی غصہ آیا میں نے اس بدبخت سے کہا النظر الی داخل الشباك شرك حرام تو اس درندے نے دونوں ہاتھوں سے میرے مونڈھوں کو پوری طاقت سے پکڑا اور اتنے زور سے دھکا دیا کہ اگر وہاں زائرین کھڑے نہ ہوتے تو میں گر پڑتا جی میں تو آیا کہ اس ظالم سے دو دو ہاتھ کرلوں اگرچہ جانتا تھا کہ میرا کیا حال ہوگا مگر سرکار اپنے چشمان مبارک سے دیکھ تو لیتے کہ کفار قریش کے جانشین ان کے غلاموں کے ساتھ ان کے دربار عالیجاہ میں ان کے روبرو کتنا ستم ڈھاتے ہیں اور پھر میں جھوم جھوم کر یہ عرض کرتا ؎ بجرم عشق توام می کشند غوغائیست ٭ تو نیز برسر بام آ کہ خوش تماشائیست

مگر پھر خیال آیا کہ یہاں جنگ و جدال اور غوغہ حرام ہے اس لئے خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا میں کھڑا ہو کر غصہ بھری ہوئی آنکھوں سے اس موذی کو گھور رہا تھا اور وہ مجھے گھور رہا تھا اسے اتنی تاب کہاں، پھر وہ لپک کر میری طرف بڑھا اور اور میرا ہاتھ پکڑ کر کچھ دور گھسیٹ کر لے گیا پھر پیچھے سے دھکا دے کر اپنی جگہ واپس آگیا میں نے بڑی حسرت سے بارگاہ عرش جاہ میں عرض کیا: علمك بحالی کفانی عن سوالی۔

اس کے برخلاف ایک دن دیکھا کہ بیت فاطمہ کے پاس ایک ایرانی سر پر پگڑ رکھے بیت فاطمہ میں جالیاں پکڑے ہوئے جھانک رہا تھا اور نجدی سپاہی کھڑا دیکھ رہا تھا اسے ڈانٹا نہ پھٹکارا میں نے بھی موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور جی بھر کے بیت فاطمہ کی زیارت کی آٹھ بجے صبح کا وقت تھا اچھی خاصی اندر روشنی تھی اندر کا سارا منظر صاف نظر آرہا تھا، آخر اس کی کیا توجیہہ ہوسکتی ہے سوائے اس کے کہ الکفر ملۃ واحدۃ۔ نجدی اپنے ایرانی بھائیوں کے ساتھ برادرانہ سلوک نہ کریں تو رشتہ اخوت کی توہین ہے۔

## دوبارہ حاضری

اس وقت تو ہم واپس آگئے۔ پھر نو بجے حاضر ہوئے، اس وقت عام طور پر زائرین اپنی اپنی قیامگاہ پر ہوتے ہیں، مسجد اقدس اور مواجہہ مبارکہ میں بھیڑ بہت کم ہوتی ہے۔ حسب آداب زیارت باب جبریل سے داخل ہوا۔ اب کی بار حاضری کا رنگ ہی کچھ اور تھا، قدم لڑکھڑا رہے تھے، دل دھڑک رہا تھا، پورا جسم کانپ رہا تھا۔ آس و یاس، خوف و رجا، امید و بیم کی وہ کشمکش کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔ کبھی اپنی بداعمالیوں و بدکرداریوں پر نظر جاتی تو شرم و خجالت سے قدم بندھ جاتے۔ معاً ان کی رحمت آواز دیتی، آؤ آؤ ع

ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست ٭ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی

تو ہمت بندھتی، بصد شوق یہ عرض کرتا ہوا آگے بڑھتا "سلام اس پر بروں کو جس نے فرمایا یہ میرے ہیں" چاہتا یہی تھا کہ سیدھے مواجہہ اقدس میں حاضر ہوں اسی طرف مڑا بھی کہ نجدی سپاہی نے روک دیا اور اشارہ کیا کہ سیدھے مسجد اقدس میں جاؤ۔ دل پر ہاتھ رکھکر یہی کرنا پڑا۔ سامنے ہی صفہ تھا، ان کے ان دیوانوں کا ڈیرہ جو دنیا و مافیہا کو خیرآباد کہکر ان کی دیوار تلے پڑے رہتے تھے، جگہ خالی نظر آئی حاضر ہو کر دو رکعتیں بہت مختصر پڑھیں۔ اور آگے بڑھا۔ اب میرے قدم اس حصے میں تھے

جوان کے عہد مبارک میں مسجد تھے۔ سامنے ریاض الجنۃ ہے جس کی داہنی جانب منبر اقدس ہے، اور سامنے ہی محراب نبوی فرط مسرت میں اختیار سے باہر ہو جاتا۔ جی چاہتا کہ میں رقص کروں مگر معاذ اللہ رقص اور یہاں ؎

بے ادب پا منہ ایں جا کہ عجب درگاہیست　　با خدا دیوانہ باشی با محمد ہوشیار

ریاض الجنۃ کے ایک ایک ستون کو دیکھا۔ جی چاہا کہ اسی وقت ہر ستون کے پاس دوگانہ شکرانہ ادا کروں مگر دل کی ہوک کچھ اور تھی اس لئے محراب نبوی میں حاضر ہو کر دوگانہ پڑھا اور پھر منزل مقصود کی طرف چلا۔ ایک منٹ بھی نہ گزرا کہ میں کعبہ مقصود مواجہہ اقدس میں حاضر تھا۔ جالیوں اور مسجد اقدس کے مابین اب بھی زائرین کا تانتا بندھا تھا۔ اس لئے میں کترا کر مواجہہ اقدس کے مقابل ستونوں کے درمیان کھڑا ہو گیا، معًا یہ تصور بندھا کہ، سرکار، سامنے جلوہ فرما ہیں اور میں روبرو حاضر ہو کر سلام عرض کر رہا ہوں۔ اب وفور خوشی بلکہ سرخوشی میں وہ کیفیت طاری ہوئی جس کا تحمل مشکل ہو رہا تھا۔ دل کی دھڑکن اتنی تیز ہو گئی تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ سینے سے باہر نکل پڑے گا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار بہ رہی تھی۔ اس بارگاہ عرش جاہ میں نذر گزارنے کے لئے ہم غربا کے پاس سوائے آنسوؤں کی لڑی کے اور ہے ہی کیا۔

سرکار کے جتنے بھی اسمار طیبات یاد آتے گئے سب کے ساتھ سلام عرض کیا۔ پورے درود تاج کے اسمار دلائل الخیرات کے کثیر اسمار ان کے علاوہ اور کثیر اسمار۔ مجھے یاد نہیں کتنی دیر تک کھڑا صلوٰۃ وسلام عرض کرتا رہا۔ پھر حضرت صدیق اکبر کے مواجہہ اقدس میں حاضر ہوا۔ اب عالم خیال میں سوا چودہ سو برس پہلے مکہ کی گلیوں میں پہنچ گیا اور حضرت صدیق اکبر کی ہر ہر قربانی ہر ہر ادا یاد آتی گئی، اور جب تک پوری زندگی کا ایک ایک ورق ختم نہ ہو گیا صلوۃ وسلام عرض کرتا رہا۔

اس کے بعد فطری طور پر حضرت فاروق کی طرف دامن دل کھینچا اور ان کے مواجہہ اقدس پر حاضر ہوا یہاں بھی وہی کیفیت پیدا ہوئی۔ گھر سے شمشیر بکف نکلنے سے لے کر قیصر وکسریٰ کی شوکت وعظمت خاک میں ملا کر عظمت اسلام کا سکہ چار دانگ عالم میں بٹھانے، ابولؤلؤ کے حملہ اور اصحاب شوریٰ کے انتخاب تک کے سارے واقعات ذہن کے پردوں پر ابھرتے گئے پھر شہادت وتدفین پر آکر یہ سلسلہ ختم ہوا۔ اسی کے ساتھ ان پر صلوۃ وسلام کا بھی سلسلہ ختم ہوا پھر آداب زیارت کے مطابق دونوں حضرات کے درمیان کھڑے ہو کر مشترکہ سلام عرض کرنے اور بارگاہ اقدس میں سفارش کرنے کی انتہائی الحاح وزاری کے ساتھ درخواست پیش کرنے کے بعد پھر کعبہ مقصود پر پلٹا، کچھ دیر صلوۃ وسلام عرض کرنے کے بعد اب درخواستیں اور احباب کے سلام پیش کرنے کی نوبت آئی۔ وفور مسرت کا طوفان تھم چکا تھا، باطمینان عرض حاجات کرنے لگا۔ چونکہ زندگی کی یہ معراج میرے محسن اعظم الحاج سیٹھ ابراہیم احمد برکاتی کی عنایت سے حاصل ہوئی تھی اس لئے سب سے پہلے ان کا اور انکے صاحبزادے الحاج زبیر احمد کا سلام عرض کیا اور جو کچھ ہو سکا مانگا۔ پھر دیگر اعزہ احباب کی باری آئی، جہاں تک یادداشت نے کام کیا سوچ سوچ کر سب کا سلام اور سب کی التجائیں پیش کیں۔ اخیر میں اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا مشہور ومعروف سلام "مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" عرض کیا اور واپس ہوا، باب جبریل سے باہر نکلا تو گیارہ بج چکے تھے۔

دس دن مدینہ طیبہ قیام رہا۔ اس اثنار میں روزانہ تقریبًا ہر نماز کے بعد حاضری دیتا نیز احد شریف، قبا مسجد قبلتین

عزوہ خندق کے میدان میں بنی ہوئی مساجد خمسہ و دیگر مساجد مثلاً مسجد عمامہ وغیرہ کی بھی زیارت کرتا رہا۔ جنت البقیع شریف بھی روزانہ حاضر ہوتا رہا۔ یہ دس دن یوں گزر گئے جیسے چند منٹ۔

واھا السویعات ذھبت آں عہد حضور بارگہت ؎ جب یاد آوت موہے کر نہ پرت درداوہ مدینے کا جانا

**واپسی** میرا ارادہ تھا کہ شہداء بدر کی بارگاہ میں حاضری میں ضرور دوں گا۔ اس کے لئے اپنی پرائیویٹ گاڑی کی گئی۔ ۲۸ ذوقعدہ مطابق ۱۴ اگست بروز بدھ عصر کے قبل بہتے ہوئے آنسوؤں اور حسرت زدہ قلب وجگر کے ساتھ مدینہ طیبہ کو وداع کیا۔ احرام کے کپڑے قیام گاہ ہی پر پہن لئے تھے۔ ذوالحلیفہ جسے اب بیر علی کہتے ہیں آکر عصر کی نماز ادا کی گئی اور احرام کی نیت بھی۔ پھر موٹر روانہ ہوا۔ مغرب میں ابھی آدھا گھنٹہ باقی تھا کہ بدر شریف پہنچ گئے مغرب ادا کر کے احاطہ مبارکہ میں داخل ہوئے اور اسلام کے ان جاں نثاروں کی بارگاہ میں حاضر ہوئے جن کے مقدس خون نے اسلام کو اس وقت سینچا تھا جب سوائے چند نفوس قدسیہ کے کوئی اسلام کا نام لیوا نہ تھا۔ وہاں سلام وفاتحہ خوانی کے بعد عشار کی نماز پڑھی گئی اور پھر قافلہ مکہ معظمہ چلا۔ راستے میں، منزل مستورہ پر موٹر کی ہم سب نے کھایا پیا ڈرائیوروں نے آرام کیا۔ تقریباً دو گھنٹے وہاں رُکے اس کے نتیجے میں ڈھائی بجے مکہ معظمہ پہنچے۔

حاجی عبدالستار صاحب بٹاٹے والے کے توسط سے ایک مدنی صاحب کے یہاں میلاد شریف میں بھی شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ بمبئی والے حاجی باباکی کوششوں سے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب خلف الرشید حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی نیاز حاصل ہوا۔ انھوں نے اپنی دیرینہ روایت کے مطابق ہمیں کھانے پر بھی مدعو کیا۔ اس طرح دو بار شرف ملاقات حاصل ہوئی۔ مکہ معظمہ واپسی کے بعد معلوم ہوا کہ حکومت نے امسال اپنے یہاں کے حساب سے تیس کی رویت مانی ہے اور امسال حج بتاریخ ۲۵ اگست بروز یکشنبہ ہوگا۔

جنت المعلی حاضری دے چکا تھا، ابھی تک غار حرا کی زیارت نہیں کی تھی۔ بتاریخ ۱۸ اگست بروز یکشنبہ میں اور حضرت حسنین میاں صاحب اور قاری تراب علی صاحب غار حرا کی زیارت کے لئے گئے، وہاں پہاڑ کے دامن میں نجدیوں کے مقرر کردہ افراد ہر زبان میں مسلسل لوگوں کو اوپر جانے سے منع کرتے رہتے تھے، حرام، شرک وغیرہ سناتے رہتے مگر میں نے دیکھا کہ نیچے سے لے کر جبل نور کی چوٹی تک آنے والوں اور جانے والوں کا سلسلہ بندھا ہوا ہے، ان غریبوں کی چیخ پکار کا کسی پر کوئی اثر نہیں ع

واعظ برمن رہا ہے پئے جا رہا ہوں میں

ہم تینوں نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا، حضرت حسنین میاں صاحب کا چند ماہ پہلے اپنڈ سائیٹس کا آپریشن ہوا تھا وہ کچھ دور جا کر واپس آگئے مگر میں اور قاری تراب علی صاحب غار شریف تک پہنچے یہاں بھی بھیڑ کافی تھی۔ نمبر لگایا۔ کچھ دیر کے بعد اندر جانے کا موقع مل گیا۔ غار کے اندر جاتے ہی ایسا محسوس ہوا جیسے میں اس دنیا میں نہیں بلکہ کسی اور ہی عالم میں ہوں جو سراسر نور و نکہت اور رحمت ہے دو رکعت نماز پڑھی کچھ دعائیں مانگی کہ پیچھے سے دوسرے امیدواروں نے دھکا دینا شروع کیا اور دل مسوس کر یہ کہتا ہوا ؎ حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

قبلے کی طرف دڑار میں سے باہر آگیا۔

علماء نے لکھا ہے کہ غار حرا سے کعبہ نظر آتا ہے۔ میں نے بھی نزہتہ القاری جلد اول صـ۱۸۵ پر ان پر اعتماد کرتے ہوئے لکھدیا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ غار کا منہ کعبہ شریف کے مخالف سمت ہے۔ غالباً جانب شرق، اور کعبہ وہاں سے جانب مغرب ہے۔ البتہ غار کی پشت سے حرم شریف نظر آتا ہے۔ میں تو ضعف بصارت کی وجہ سے نہ دیکھ سکا مگر قاری تراب علی صاحب نے دیکھا اور اشارے سے مجھے بتایا۔

## منیٰ کی حاضری

سنت یہی ہے کہ آٹھ ذوالحجہ کو نماز فجر پڑھ کر منیٰ چلا جائے، لیکن حاجیوں کی کثرت کیوجہ سے معلمین آٹھویں شب کو عشا بعد ہی سے حجاج کو منیٰ بھیجنا شروع کر دیتے ہیں اس لئے ہم لوگوں نے بھی عشاء کے بعد ہی حج کا احرام باندھا، چونکہ طواف افاضہ کے بعد، سعی صفا مروہ کے مابین بہت رش رہتا ہے اس لئے ہم سب لوگوں نے نفل طواف کرکے سعی بھی کرلی۔ بارہ بجے کے پہلے قیام گاہ پر آئے۔ دو بجے معلم صاحب کے دفتر پہنچے کچھ دیر موٹر تلاش کرنے میں لگی، بالآخر موٹر ملی اور ہم لوگ نماز فجر کے بعد منیٰ پہونچ گئے، یہ دن اور رات منیٰ میں گزری۔ نو کو آٹھ بجے کے بعد عرفات چلے اور غالباً گیارہ بجے حاضر ہو گئے۔ منیٰ میں جب ہم موٹر میں بیٹھے تو معلوم ہوا کہ حضرت حسنین میاں صاحب کی پھوپھی غائب ہیں۔ حضرت حسنین میاں صاحب ان کی تلاش کے لئے موٹر سے اتر گئے، جب ہم ہملوگ عرفات پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ ایک دوسری موٹر میں یہاں آگئی ہیں ان کی طرف سے تو اطمینان ہوگیا مگر اب حضرت حسنین میاں صاحب کی فکر ہوئی کہ وہ منیٰ میں پریشان ہوں گے، ایک گھنٹہ اسی الجھن میں گزرا کہ وہ بھی بارہ بجے آگئے۔ اب اطمینان ہوا تازہ وضو کیا اور اپنے کام میں لگ گئے۔

مگر پاس ہی کچھ حجاج ایسے بھی تھے جو غپ شپ ہنسی مذاق میں مصروف تھے جس کی وجہ سے حضور قلب حاصل نہ ہو سکا مگر جیسے بھی ہو سکا اپنے کو مشغول رکھا۔ میرا جی چاہتا تھا کہ مسجد نمرہ کی حاضری دوں مگر ساتھیوں نے باصرار منع کیا کہ اولاً مسجد نمرہ یہاں سے کافی فاصلے پر ہے دھوپ بھی بہت سخت ہے ثانیاً واپسی میں خیمے کی تلاش مشکل ہوگی اور اگر خیمے تک نہ پہونچ سکے تو مزدلفہ پیدل جانا پڑیگا ناچار وہیں خیمے میں نماز ظہر ادا کرلی..... پھر مشغول ہوگیا طے یہی کیا تھا کہ آج قیلولہ نہیں کرنا ہے مگر تھوڑی دیر کے بعد نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ میں سونے پر مجبور ہوگیا خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا سید حسن حیدر صاحب سجادہ نشین مارہرہ مطہرہ برادر حضرت سید العلماء احرام باندھے ہوئے تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں، مفتی صاحب آپ حج کیلئے آئے اور مجھ سے نہیں ملے میں نے عرض کیا سرکار مجھے اس کی خبر ہی نہیں تھی کہ حضور بھی حج کے لئے آئے ہوئے ہیں پھر مسکرا کر فرمایا اچھا چلتے ہیں پھر ملیں گے، میں گھبرا کر اٹھا خواب کی اس کیفیت پر خوشی بھی ہوئی اور تعجب بھی، پھر میں نے تازہ وضو کیا اور قرآن مجید کی تلاوت شروع کی، زبانی جتنی آیتیں و سورتیں یاد تھیں سب کی تلاوت کی پھر کچھ اوراد پڑھے پھر خیال آیا کہ درود رضویہ بھی پڑھوں، کھڑے ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف منہ کرکے ان گنت درود رضویہ پڑھا اتنے میں عصر کا وقت ہوگیا ساتھیوں کو جمع کرکے باجماعت نماز عصر ادا کی پھر خیمے سے باہر نکل کر وقوف کیا کچھ دیر تک کوئی خاص کیفیت نہ پیدا ہو سکی مگر پھر رحمت ایزدی اس حقیر کی جانب متوجہ ہوئی پھر تو ایسا محسوس ہونے

لگا کہ ہیبت و جلال مجھے جلا کر خاک کر دیں گے، منہ سے چیخیں نکلنے لگیں دھاڑیں مار مار کر رونے لگا دعاؤں کا پڑھنا دوبھر ہو گیا، بہت دیر تک یہی حال رہا پھر سکون ہوا متوسط آواز سے دعائیں پڑھنے لگا اتنے میں کسی نے کان پر منہ رکھکر کہا دعائیں بلند آواز سے پڑھئے تاکہ آپ سے سن کر ہم لوگ بھی پڑھیں میں ابتداءً میدان میں اکیلا ہی کھڑا تھا اب مڑکے دیکھا تو دس بارہ آدمی میرے پیچھے کھڑے ہیں جن میں کسی سے بھی میں آشنا نہ تھا معلموں کی طرح میں بلند آواز سے دعا کا ایک ایک جز پڑھتا پھر وہ لوگ پڑھتے اس میں ایک نیا کیف نئی لذت محسوس ہوئی۔ میں اسی عالم سرشاری میں تھا کہ ساتھیوں میں سے کسی نے آواز دے کر کہا کہ چلئے ورنہ موٹر میں جگہ نہیں ملے گی میں نے دعا تقریباً ختم کر لی تھی جو باقی تھی اسے پوری کی اخیر میں حاجی ابراہیم احمد صاحب کے لئے خصوصاً اور اپنے سب اعزہ واحباب کے لئے عموماً مختصر دعا کر کے مڑا تو دیکھا خیمہ خالی ہے سب ساتھی موٹر پر جا چکے ہیں پیچھے کھڑے رہنے والے سب آدمیوں نے مجھسے مصافحہ کیا اور حج کی مبارکباد دی میں نے بھی ان لوگوں کو مبارکباد دی اور گیٹ کی طرف بڑھا اور سامنے کھڑی ایک موٹر میں بیٹھ گیا، بیٹھنے کے بعد مڑکے دیکھا تو سب ہمراہی اسی موٹر میں تھے غروب آفتاب میں بھی بیس پچیس منٹ باقی تھے میں نے اس وقت کو بھی رائگاں نہیں جانے دیا غروب آفتاب کے ایک گھنٹے بعد بس اسٹارٹ ہوئی، مزدلفہ پہنچے، میں اور حسنین میاں اور مستورات موٹر سے اتر کر مزدلفہ کے میدان میں گئے، میں نے یہ سوچکر کہ سرکار حسن میاں صاحب مدظلہ نے ملاقات کا وعدہ کیا ہے۔ شاید وہ اپنوں کی بھیڑ میں نہ تشریف لائیں، تنہا کہیں اجنبیوں میں رہوں تو ممکن ہے کرم فرمائیں، ان لوگوں سے علیحدگی اختیار کر لی اور ایک نامعلوم سمت چل پڑا، ایک جگہ خالی دیکھکر چادر بچھائی، قریب ہی نل تھا وضو کر کے نماز مغرب اور عشاء پڑھی نمازوں سے فارغ ہونے کے بعد دیکھا کہ کچھ اور لوگ آگئے ہیں ان میں ایک صاحب دمہ کے مریض تھے انھیں کھانسی آئی اور بہت سا بلغم میرے قریب ہی تھوک دیا اس لئے میں وہاں سے بھی اٹھا اور کسی اور جگہ کی تلاش میں نکل پڑا کچھ دور چلنے کے بعد ایک جگہ کافی میدان خالی تھا کچھ لوگ کنکریاں چن رہے تھے میں نے بھی وہیں کنکریاں چنیں پھر چادر بچھا کر تھوڑی دیر لیٹ گیا لیکن نیند نہیں آئی، نیند آتی بھی کہاں سے ایک گنہگار بسیہ کا بندہ جبار و قہار معبود کی بارگاہ میں حاضر ہے لاکھوں لاکھوں کی بھیڑ ہے معلوم نہیں کسے قبول کیا جائے گا اور کسے دھتکارا جائیگا مجھے کچھ پتہ نہیں کہ میں کس گروہ میں ہوں گھر بار چھوڑا اعزہ اقربا چھوڑے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے یہاں حاضر ہوں پتہ نہیں کس گروہ میں ہوں گھبرا کر اٹھ بیٹھا، اللہ نے توفیق دی اس کی یاد کی اسی عالم میں ایک بار بے اختیار نگاہ اوپر کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ احرام باندھے قبلے کی طرف سے چلے آرہے ہیں میں اٹھ کھڑا ہوا چاہا کہ آگے بڑھ کر قدمبوسی کی سعادت حاصل کروں مگر قدم جیسے بندھ گئے تھے یہاں تک کہ آنیوالے بزرگ بہت قریب آگئے، اب یہ دیکھتا ہوں کہ وہ مفتی اعظم نہیں کوئی اور بزرگ ہیں انھوں نے آتے ہی سلام کیا میں نے سلام کا جواب دیا مگر میرے ہوش وحواس غائب تھے کہ آخر یہ کیا ماجرا ہے مجھے نہ تو ان کی دست بوسی کا خیال رہا اور نہ یہ ہو سکا کہ بیٹھنے کی درخواست پیش کرتا انھوں نے خود ہی مسکرا کر فرمایا اجازت ہو تو آپ کی چادر پر بیٹھ جاؤں میں نے عرض کیا ضرور ضرور تشریف رکھیں یہ میری سعادت ہے بیٹھنے کے بعد مجھسے میرا نام، وطن، مشغلہ دریافت کیا۔ میں نے سب کچھ اختصار کے ساتھ عرض کر دیا پھر میں نے

ان سے ان کا نام وغیرہ پوچھا تو فرمایا، نام پوچھ کے کیا کیجئے گا میں سیلانی آدمی ہوں آج یہاں کل وہاں میرا کوئی ٹھکانہ نہیں میں نے دعا کی درخواست کی تو فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے، پھر میں نے عرض کی دعاء مغفرت فرمائیں تو کہا اللھم اغفر لاخی ھٰذا بار بار اس کی تکرار فرمائی، پھر اچانک کھڑے ہوگئے اور فرمایا اب ہم چلتے ہیں ملنے کا وعدہ کیا تھا اس لئے آگئے، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، اور تیزی سے جانب قبلہ بڑھے۔ مجھ پر جیسے سکتہ طاری ہوگیا تھا۔ انھیں کھڑا دیکھتا رہا یہ بھی خیال نہ ہوا کہ کب ملنے کا وعدہ فرمایا تھا یہانتک کہ وہ غائب ہوگئے۔

بہت دیر تک غور کرتا رہا کہ یہ کون بزرگ تھے اور کیا قصہ ہے مجھے کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ یہ میری خوش بختی تھی کہ کسی اللہ والے نے مجھ بے مایہ پر کرم فرمایا، اس خوشی میں بہت دیر تک مگن رہا پھر اپنے کام میں لگ گیا جب صبح صادق کے وقت توپ کی فیر ہوئی اور پورے میدان میں جگہ جگہ اذانیں ہونے لگیں تو پھر میں نے تازہ وضو کیا نماز فجر پڑھ کر وقوف کیلئے کھڑا ہوگیا اپنے اور اپنے اعزہ کے لئے جتنی ہوسکی دعائیں کیں پھر قریب طلوع آفتاب پیدل ہی منیٰ کی طرف چل پڑا، پیدل چلنے کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ وادی محسر میں تیز رفتاری سے چلنے کی سنت ادا ہوگئی، منیٰ پہونچکر پولیس سے پوچھ کر اپنے معلم کے خیمے میں آیا۔ جب میں خیمے میں آیا تو اپنا خیمہ تلاش کرتے ہوئے ایک طرف جارہا تھا کہ حاجی صفدر حسین صاحب بمبئی والے نے آواز دی اور باصرار اپنے خیمے میں لے گئے پھر باصرار کھانا کھلایا چائے پلائی، انھوں نے قربانی کے لئے کسی کمپنی کو پیسے دیدیئے تھے میں نے ان سے کہا کہ آپنے یہ کیا کیا، انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہم لوگ احرام کب کھولیں اور کنکری کب ماریں، میں نے اُنسے کہا کہ کنکری تو آپ ابھی جاکر مار آئیے اور احرام بعد مغرب کھولئے گا، پتہ نہیں کمپنی والے کب قربانی کریں۔ پھر میں اپنے خیمہ میں آیا، ابھی تک میرے خیمہ میں کوئی نہیں پہنچا تھا، میں چادر بچھاکر لیٹ گیا کچھ دیر کے بعد ساتھی آنے لگے۔ عصر بعد کنکری مارنے کے لئے ہم لوگ گئے اس سے فارغ ہونے کے بعد ہمارے ساتھی مذبح گئے، میں اتنا تھکا ہوا تھا کہ مذبح جانے کی ہمت نہ کرسکا۔ قاری تراب علی صاحب کو پیسے دیدیئے اور میں وہاں سے واپس ہوکر مسجد خیف میں حاضر ہوا نماز مغرب پڑھی عشاء تک حاضر رہا عشاء پڑھ کر خیمہ میں آیا، لوگ قربانی کرکے واپس آچکے تھے، احرام بھی کھول چکے تھے میں نے بھی سر منڈایا اور احرام کھول دیا نہاکر سوگیا، بہت گہری نیند آئی یہانتک کہ صبح تک سوتا ہی رہا۔

آج گیارہ ذوالحجہ کو مکہ معظمہ حاضر ہوئے اور طواف افاضہ کیا، حرم شریف کا پورا صحن مسجد حرم کے والان حجاج سے بھرے ہوئے تھے، آدمیوں کا موجیں مارتا ہوا سمندر کعبہ کے گرد دیوانہ وار طواف کررہا تھا، بھیڑ دیکھکر میری ہمت جواب دے گئی مگر طواف کرنا ہی تھا، اپنے مشائخ سلسلہ سے استعانت کرکے بھیڑ میں گھس گیا اور طواف شروع کردیا جدوجہد کرکے کعبہ شریف کے بالکل قریب پہونچ گیا یہاں تک کہ کبھی کبھی میرے اور کعبے کے درمیان کوئی حائل نہ رہتا، دو پھیرے حطیم کی دیواروں سے لگ کر کئے پچیس منٹ میں طواف سے فارغ ہوگیا، اس وقت میرے ساتھ صرف قاری تراب علی صاحب تھے، طواف کے بعد ہم دونوں مسجد حرام کی چھت پر چڑھ گئے وہاں سے طواف کرنے والوں کا منظر دیکھ دیکھ کر روح جھوم جھوم جھوم اٹھتی۔ ہم لوگ بہت دیر تک یہ منظر دیکھتے رہے پھر قیامگاہ پر آئے اور عصر کے بعد پھر منیٰ پیدل چلے اسوقت جمرات پر بھیڑ بہت کم تھی اطمینان سے بطریق مسنون و مستحب تینوں جمرات پر کنکریاں ماری گئیں اور خیمے میں واپس آئے۔

۱۲ ذی الحجہ کو سوائے کنکری مارنے کے اور کوئی کام نہیں تھا اس لئے ناشتے کے بعد مولینا افتخار احمد صاحب سابق استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے ملنے کے لئے چلا گیا یہ ریاض میں رہتے تھے مع اپنے بال بچوں کے حج کے لئے آئے تھے، ان سے ملاقات کے بعد الحاج سیٹھ اسماعیل جانی اور حاجی عبدالستار بٹاٹے والے سے ملنے کیلئے گئے ان سے ملاقات کر کے حضرت علامہ اختر رضا صاحب ازہری جانشین مفتی اعظم ہند کی خدمت میں حاضری کو سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت خود ہی کرم فرماتے ہوئے تشریف لائے دوپہر کا وقت اسی میں بیت گیا، کھانا کھا کر میں چاہتا تھا کہ کچھ دیر آرام کروں کہ سب ساتھیوں نے یک بیک رمی جمرہ کا پروگرام بنالیا میں نے سب کو منع کیا مگر کوئی نہیں مانا، خیمے میں صرف حضرت حسنین میاں کی والدہ ماجدہ اور ان کی پھوپھی صاحبہ رہ گئیں میں نے طے کرلیا تھا کہ بعد عصر کنکری مارنے جاؤنگا پھر پیدل مکہ معظمہ واپس ہو جاؤنگا، سب لوگ چلے گئے میں بیٹھا رہا اتنے میں بریلی شریف کے کچھ حضرات ملاقات کے لئے تشریف لائے انھوں نے مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک میں شرکت کی دعوت دی میں نے قبول کرلی پھر دوسری باتیں شروع ہوگئیں اتنے میں اچانک میرے کانوں میں آواز آئی، جمرہ پر آؤ مجھے پانی پلاؤ۔ آواز انتہائی دردناک تھی جیسے جاں بلب پیاسا کسی کو پکار رہا ہو۔ میں نے اس کو اپنا واہمہ سمجھا مگر تین بار یہی آواز آئی اب میں گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا اور بریلی والوں سے معذرت کی کہ چونکہ مجھے کل ہی جدہ جانا ہے اس لئے میں کنکری مارنے جا رہا ہوں، اور میں تیزی سے جمرہ کی طرف چلا راستے میں مولینا خلیل احمد خانصاحب کا قافلہ بھی مل گیا ساتھ ساتھ جمرہ پر پہونچے سب نے جمرۂ اولی کی رمی کسی طرح کرلی اس سے فارغ ہو کر جمرۂ ثانیہ کی طرف ہلکے جا رہے تھے کہ مولینا خلیل احمد خانصاحب ہکا بکا ننگے سر چشمہ غائب ننگے پاؤں چلے آرہے ہیں اور فرمایا کہ حضرت واپس چلئے اس وقت ہرگز کنکری نہ ماریئے میری جان بچ گئی، میں گر پڑا تھا سمجھے ہوئے تھا کہ اب میں گیا، کلمہ تک پڑھ لیا تھا، آپ کی زبارت مقدر تھی کہ کچھ لوگوں نے ترس کھا کر مجھے اٹھایا اور جان بچی۔ ہمارا قافلہ منتشر ہو چکا تھا قاری تراب علی، حاجی منشی محبت علی مع اہلیہ کا پتہ نہ تھا باقی ماندہ لوگ واپس ہوئے اتنے میں ایک سفید ریش بزرگ سر پر افغانیوں کی طرح عمامہ باندھے ہوئے تشریف لائے میرے پاس تھرماس تھا مجھ سے پانی مانگا میں نے تھرماس کے ڈھکنے میں بھر کر انھیں پانی پیش کیا وہ پینے کے لئے بیٹھ گئے آدھا پانی پی کر مجھے واپس کر دیا میں نے اصرار سے کہا کہ اور پی لیجئے مگر ڈھکنا انھوں نے مجھے تھما دیا اور کھڑے ہو گئے میں نے باقی ماندہ پانی پیا۔ اب دیکھتا ہوں تو ان بزرگ کا پتہ نہیں اتنے میں میرے ساتھی آگے بڑھ چکے تھے میں لپک کر ان کے ساتھ ہو گیا طے یہ ہوا کہ اس وقت واپس چلیں پھر شام کو آکر کنکری ماری جائے گی۔

چونکہ میں پہلے جہاز سے گیا تھا، واپسی کے لئے بھی میرا پہلا ہی جہاز تھا جو وہاں کی تیرہ ذی الحجہ اور ہندوستان کی بارہ م ۲۹ اگست بروز جمعرات تھا، قاعدے کے مطابق بارہ ایک بجے دن تک ایرپورٹ پہونچکر ٹکٹ کا اوکے کرانا ضروری تھا اسلئے ہم لوگ بارہ ہی کو مکہ معظمہ آگئے۔ میں دو بجے رات کو حرم شریف میں حاضر ہوا، نماز فجر کے بعد طواف وداع کیا اور بصد حسرت یاس بیت اللہ شریف کو اخیر سلام کر کے قیامگاہ پر آیا، ۱۲ بجے جدہ پہونچے لیکن ہمارا ہوائی جہاز رات میں گیارہ بجکر بیالیس منٹ پر جدہ سے چلا واپسی میں نجدی ایرپورٹ پر وہی بدنظمی اور حاجیوں کی ایذا رسانی کی کارفرمائی تھی۔

اس کے باوجود کہ حجاج صبح ہی کو ایرپورٹ پہونچ چکے تھے اور ۱۲ بجے تک تو تمام ہی حجاج آگئے تھے مگر حجاج کو اندر نہیں جانے دیا گیا، جہاز چھوٹنے سے کچھ پہلے سامان اندر جانے لگا تو وہ مارا ماری وہ اٹھا پٹخ کہ اگر قاری تراب علی صاحب میرے ساتھ نہ ہوتے تو شاید میں اندر مع سامان کے نہیں جاسکتا تھا، پھر اندر پہنچنے کے بعد قطار میں اتنی دیر تک کھڑا رہنا پڑا کہ سارے حاجی تھک کر چور ہوگئے، خیر خدا خدا کرکے ہوائی جہاز تک پہنچے۔ جہاز اسٹارٹ ہوا اور ہم ۷ بجے صبح کو (بمبئی کے ٹائم سے) بمبئی پہونچ گئے۔ ایرپورٹ پر لینے کے لئے حاجی ابراہیم احمد صاحب برکاتی جناب قاری سراج ازہر صاحب رضوی عزیزم مولانا ولی اللہ صاحب مع اپنے احباب کے اور عبدالرزاق بٹاٹے والے موجود تھے۔ واپسی میں بھی عطاری مسجد ہی میں قیام رہا اب کی بار بھی ان سب احباب نے وہی کرمفرمائی فرمائی جو پہلے کرچکے تھے۔ تین دن قیام کے بعد مہانگری سے گھر واپس آگیا، فالحمد للہ علی ذلک والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حج وزیارت سے مشرف تو ہو چکا مگر رہ رہ کر خیال آتا ہے ؎

لاکھ سکھی پی ایک ہے جو اور پی پی ہوے ناجانوں اس جھنڈ میں کون سہاگن ہوے

محمد شریف الحق امجدی

خادم الافتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

۶ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹ دسمبر ۱۹۸۵ء شب پنجشنبہ

www.sirat-e-mustaqeem.net

# مقدمہ

**حدیث کی اہمیت** یہ بات ہر دیندار مسلمان کو معلوم ہے کہ دین کے اصول و فروع اعتقادیات عملیات سب کی بنیاد قرآن واحادیث ہیں۔ اجماع امت اور قیاس کی جو بھی حیثیت ہے وہ کتاب اللہ و احادیث ہی کی بارگاہ سے سند ملنے کے بعد ہے۔ اور یہ دونوں واجب الاعتقاد والعمل ہونے میں مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ احادیث سے انکار کے بعد، قرآن پر ایمان کا دعویٰ باطل محض ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید نے ایک نہیں سیکڑوں جگہ رسول کی اطاعت واتباع کا حکم دیا ہے۔ وہ بھی اس طرح کہ رسول کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا۔ ارشاد ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ النساء آیت (۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

رسول کی بعثت کا مقصد ہی یہی قرار دیا کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ فرمایا۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ ہم نے رسول کو اسی لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔ النساء۔ آیت (۶۴)

جگہ جگہ فرمایا، اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ کہیں فرمایا، جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ بڑا کامیاب ہوا۔ جس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ ضرور گمراہ ہوا۔ کہیں فرمایا کہ مومن کی شان یہ ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی معاملہ میں فیصلہ کے لئے بلائیں تو بلا دریغ یہ کہے کہ ہم نے سنا اور مانا۔ ارشاد ہے۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔ النور آیت (۵۱) مومنوں کو جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ وہ ان کے مابین فیصلہ کر دیں تو ان کو سمعنا واطعنا کہنا ہی ضروری ہے۔

جن لوگوں نے رسول کے فیصلہ کو تسلیم کرنے میں چون وچرا کیا اُن کے بارے میں صاف صاف فرمایا کہ وہ مومن نہیں۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ النساء آیت (۶۵) تیرے پروردگار کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپسی تنازعات میں تمہیں حکم نہ مان لیں اور پھر اس فیصلہ پر اپنے جی میں کوئی کھٹک نہ پائیں اور اسکو کما حقہٗ مان لیں۔

یہاں تک کہ رسول کے پکارنے کو اللہ نے اپنا پکارنا قرار دیا۔ فرمایا۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ الانفال آیت (۲۴)

اے ایمان والو جب اللہ اور رسول تمھیں پکاریں تو فوراً حاضر ہو۔

رسول کی نافرمانی تو بڑی بات ہے نافرمانی کی سرگوشی پر بھی پابندی لگا دی گئی ہے۔ ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ۔ المجادلہ۔ آیت (۹)

اے ایمان والو جب چپکے چپکے کوئی بات کرو تو گناہ سرکشی اور رسول کی نافرمانی کی بات نہ کرو۔

حتی کہ رسول کی نافرمانی کو منافقین کا طریقہ بتایا۔ فرمایا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا۔ النساء آیت (۶۱)

جب ان سے کہا جائے کہ اللہ نے جو اتارا ہے اس کی طرف اور رسول کی طرف آؤ تو آپ دیکھیں گے کہ یہ منافق آپ سے منھ موڑ لیتے ہیں۔

یہاں تک کہ دوزخی دوزخ میں حسرت سے یہ کہیں گے۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا۔ الاحزاب۔ آیت (۶۶)

جب یہ لوگ آگ میں الٹ پلٹ کر بھونے جائیں گے تو کہیں گے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی۔

یہاں تک کہ رسول کے فیصلہ کے بعد ایمان والوں کا یہ اختیار اللہ عزوجل نے سلب کر لیا کہ وہ مانیں یا نہ مانیں بلکہ انھیں سر تسلیم خم کرنا ہی ہے۔ ارشاد ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ۔ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا۔ الاحزاب آیت (۳۶)

کسی مومن مرد یا عورت کو یہ گنجائش نہیں کہ اللہ و رسول کوئی فیصلہ کر دیں تو انھیں اپنے اس معاملہ میں کوئی اختیار باقی رہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے وہ ضرور کھلا ہوا گمراہ ہے۔

رسول کی مخالفت پر بیانگ دہل عذاب کی دھمکی ارشاد ہوئی۔

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔ النساء۔ آیت (۱۱۵)

اس کے بعد کہ حق کا راستہ واضح ہو چکا جو بھی رسول کی مخالفت کرے اور ایمان والوں کے راستہ کو چھوڑ کر اور کوئی راستہ چلے ہم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے جہنم میں لے جائیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ

جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہئے کہ دنیا

فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ النور آیت (۶۳) ہیں ان پر کوئی مصیبت نہ آن پڑے یا آخرت میں دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہوں۔

قرآن مجید کے ان ارشادات پر غور کرو۔ قرآن مجید نے کس طرح جگہ جگہ اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کا حکم دیا اور اللہ کے ساتھ ساتھ رسول کی نافرمانی پر وعید ارشاد فرمائی رسول کے بلانے کو اللہ نے اپنا بلانا قرار دیا۔ رسول کی نافرمانی کے لئے سرگوشی بھی منع فرمائی رسول کے فیصلہ کو واجب التسلیم قرار دیا۔ وہ بھی اس حد تک کہ جو رسول کے فیصلے کو نہ مانے، اس میں ذرا بھی تردد کرے وہ مومن نہیں۔ رسول کے حکم سے روگردانی کرنے والوں کو منافق فرمایا۔ رسول کے حکم کو اس درجہ واجب الاتباع قرار دیا کہ رسول کے حکم کے بعد نہ ماننے کا کسی مومن کو حق نہ دیا۔ جو نہ مانے اس کے لئے جہنم کی وعید سنائی۔ کیا یہ سب باتیں اس کی دلیل نہیں کہ جس طرح اللہ عزوجل کا ہر ارشاد واجب التسلیم ہے اسی طرح رسول کا بھی ہر فرمان واجب الاعتقاد والعمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ اور رسول کے مابین تفریق کرنے والوں کو صاف صاف سنا دیا۔

وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔ النساء آیت (۱۵۱)

اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول میں تفریق کر دیں اور کہتے ہیں کچھ کو ہم مانتے ہیں اور کچھ کو ہم نہیں مانتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے بیچ میں راستہ بنالیں یہ لوگ ٹھیک کافر ہیں۔ ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تو رسول کو واجب الاتباع نہ ماننے کا مطلب ہوا ان آیتوں کا انکار اور قرآن مجید کی کسی ایک آیت کا انکار پورے قرآن کا انکار ہے۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔ البقرۃ (۸۵) کیا کچھ کتاب پر ایمان لاتے ہو اور کچھ کے ساتھ کفر کرتے ہو؟۔

غور کیجئے بہت سے وہ احکام ہیں جو قرآن مجید میں مذکور نہیں۔ صرف حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے اور وہ بھی قرآن کی طرح واجب العمل قرار پائے مثلاً

(۱) "اذان" قرآن پاک میں کہیں مذکور نہیں کہ نماز پنج گانہ کے لئے اذان دیجائے مگر اذان عہد رسالت سے لے کر آج تک شعار اسلام رہی ہے اور رہے گی۔

(۲) "نماز جنازہ" قرآن میں اس کے بارے میں کوئی حکم نہیں۔ مگر یہ بھی فرض ہے اس کی بنیاد ارشاد رسول ہی ہے۔

(۳) بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا قرآن میں کہیں حکم نہیں۔ مگر تحویل قبلہ سے پہلے یہی نماز کا قبلہ تھا یہ بھی صرف ارشاد رسول ہی

ہی سے تھا۔

(۴) جمعہ وعیدین کے خطبے کا کہیں قرآن میں حکم نہیں مگر یہ بھی عبادت ہے اس کی بنیاد صرف ارشاد رسول ہی ہے ـــــــ اور وہ بھی اس شان سے کہ اگر اس میں کوئی کوتاہی ہوئی تو کوتاہی کرنے والوں کو تنبیہ کی گئی۔ مثلاً ایک بار جمعہ کا خطبہ ہو رہا تھا۔ اسی اثنا ایک قافلہ آگیا کچھ لوگ خطبہ چھوڑ کر چلے گئے اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ۔ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۔ الجمعہ۔ آیت (۱۱)

انھوں نے جب کھیل یا تجارت کو دیکھا تو اسکی طرف دوڑ پڑے اور آپ کو خطبے میں کھڑا چھوڑ گئے۔ تم فرماؤ وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل اور تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ کا رزق سب سے اچھا

یہ صرف اسی بنا پر ہے کہ قرآن کی طرح ارشاد رسول بھی واجب الاعتقاد والعمل ہے اس میں بھی کوتاہی کی وہی سزا ہے جو قرآن کے فرمودات میں کوتاہی کی ہے۔

علاوہ ازیں قرآن خدا کی کتاب ہے، واجب القبول ہے، یہ کیسے معلوم ہوا؟ اللہ عزوجل نے آسمان سے لکھی لکھائی جلد بندھی ہوئی کتاب تو نازل نہیں کی اور اگر لکھی لکھائی جلد بندھی بندھائی کتاب اتارتا تو کیسے معلوم ہوتا کہ یہ خدا کی کتاب ہے کہیں سے بھی اڑ کر آسکتی ہے کوئی فریب کار کسی خفیہ طریقہ سے کہیں پہنچا سکتا ہے۔ اگر جبرئیل یا کوئی فرشتہ لے کر آتا تو کیسے پہچانتے کہ یہ جبرئیل یا فرشتہ ہے۔ کوئی جن، کوئی شیطان، کوئی شعبدہ باز یہ کہہ سکتا ہے کہ میں جبرئیل ہوں فرشتہ ہوں یہ خدا کی کتاب لایا ہوں غرضکہ رسول کے مطاع ماننے سے انکار کے بعد قرآن کے کتاب اللہ ہونے پر کوئی یقینی قطعی دلیل نہیں رہ جاتی، ساری دلیلوں کا منتہا یہ ہے کہ رسول نے فرمایا۔ یہ خدا کی کتاب ہے، یہ جبرئیل ہیں، یہ آیت لے کے آئے ہیں۔ کتاب اللہ کی معرفت اور کتاب اللہ لے کر آنے والے ملک مقرب جبرئیل کی معرفت، قول رسول ہی پر موقوف ہے۔ اگر رسول کا قول ہی ناقابل قبول ہو جائے تو کتاب اللہ کا کوئی وزن نہیں رہ جائے گا۔ غور کیجئے رسول نے لاکھوں باتیں ارشاد فرمائیں انھیں میں یہ فرمایا۔ مجھ پر یہ قرآن نازل ہوا۔ مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مجھ پر یہ سورت نازل ہوئی سننے والے صحابۂ کرام نے ان کو کتاب اللہ جانا اور مانا اور جن ارشادات کے بارے میں یہ نہیں فرمایا، احادیث ہوئیں۔ اب کوئی بتائے ایک منہ سے دو قسم کی باتیں نکلیں ایک قسم مقبول اور دوسری مردود یہ کس منطق سے درست ہوگا ایک قسم کو مردود قرار دینے کا مطلب ہوگا دوسری قسم کو بھی مردود قرار دینا۔ غرضیکہ حدیث کے ناقابل قبول ماننے کے بعد قرآن کا بھی ناقابل قبول ہونا لازم ہے۔

علاوہ ازیں اگرچہ قرآن کریم میں تمام چیزوں کا بیان ہے مگر ان میں کتنی چیزیں ایسی ہیں جو ہمارے لئے مجمل اور مبہم ہیں مثلاً عبادات اربعہ نماز روزہ زکوٰۃ حج کو لیجئے۔ قرآن مجید میں ان سب کا حکم ہے۔ مگر کیا قرآن مجید سے ان عبادات کی پوری تفصیل کوئی بتا سکتا ہے۔ اگر احادیث کو ناقابل اعتبار ٹھہرا دیا جائے۔ تو پھر ان عبادات پر عمل کیسے ہوگا کیونکہ ان سب کی ہیئت

ان سب کی تفصیل احادیث ہی سے معلوم ہوتی ہے۔ خود حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

صلوا کما رأیتمونی اصلی متفق علیہ۔ اس طرح نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔ عبادات سے قطع نظر قرآن مجید کی سیکڑوں آیات وہ ہیں کہ اگر ان کی توضیح احادیث میں مذکور نہ ہوتی تو وہ لاینحل رہ جاتیں مثلاً۔ ارشاد ہے۔

| | |
|---|---|
| اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ التوبہ آیت (۴۰) | اگر تم رسول کی مدد نہ کرو گے (تو رسول کا کچھ نہیں بگڑے گا) اللہ نے ان کی اس وقت مدد کی جب کافروں کی شرارت سے انھیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جبکہ دونوں غار میں تھے جب رسول اپنے ساتھی سے فرماتے تھے غم نہ کھا اللہ ضرور ہمارے ساتھ ہے۔ |

احادیث سے قطع نظر کرکے کوئی بتا سکتا ہے۔ کہ کافروں نے کیا شرارت کی تھی۔ رسول کو کہاں سے باہر تشریف لے جانا پڑا یہ ساتھی کون تھے یہ غار کون تھا۔ اور کیوں ساتھی کو تسلی تشفی دینے کی حاجت پیش آئی۔ دوسری جگہ فرمایا۔

| | |
|---|---|
| لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ۔ التوبہ آیت (۲۵) | اللہ نے بہت سی جگہوں میں تمھاری مدد فرمائی۔ |

یہ جگہیں کون کون ہیں صرف قرآن سے کوئی بتا سکتا ہے۔ اور فرمایا۔

| | |
|---|---|
| وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا۔ التوبہ۔ آیت (۱۱۸) | ان تینوں پر اللہ کی مہربانی ہوئی جن کے معاملہ کو ملتوی فرمادیا گیا تھا۔ |

یہ تینوں کون تھے ان کا معاملہ کیا تھا۔ کیوں ان کا معاملہ ملتوی کیا گیا۔ کیا بغیر احادیث کے ان سوالوں کے جوابات دینا ممکن ہے۔ اور ارشاد ہے۔

| | |
|---|---|
| لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ۔ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا۔ التوبہ۔ آیت (۱۰۸) | جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ پہلے ہی دن سے اس لائق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں اس میں ایسے لوگ ہیں جو اچھی طرح پاک پسند کرتے ہیں۔ |

یہ مسجد کون ہے۔ یہ لوگ کون ہے۔ احادیث سے قطع نظر کرکے کوئی بتائے تو؟۔

یہ چند مثالیں ہیں ورنہ قرآن میں اس کی صدہا مثالیں موجود ہیں کہ اگر احادیث میں ان کی توضیح نہ ہوتی تو ان کا ابہام کسی طرح دور ہی نہیں ہو سکتا تھا۔

میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان کے بعد قول رسول کو حجت تسلیم کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ اسی وجہ سے عہد صحابہ سے لے کر آج تک تمام امت بلا نکیر منکر قرآن کی طرح احادیث کو واجب الاعتقاد واجب العمل مانتی چلی آئی ہے۔ البتہ اس زمانے میں بعض کلمہ گوئی کا دعویٰ کرنے والے ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو احادیث کو ناقابل قبول

مانتے ہیں۔ لیکن دیگر مذہبوں کی طرح دامن بچا کر یوں کہ قول رسول ضرور حجت ہے۔ مگر آج جو احادیث کا ذخیرہ ہے وہ رسول کے اقوال و اعمال کا مجموعہ نہیں۔ یہ عجمی نومسلموں نے سازش کر کے اپنی من مانی باتوں کو رسول کی طرف منسوب کر دیا ہے یہ قطعاً لائق اعتبار نہیں۔

اپنے اس دعویٰ پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں آج احادیث کے جو دفتر ملتے ہیں ان میں کوئی بھی عہد نبوی میں مرتب ہوا نہ عہد صحابہ میں حتی کہ عہد تابعین میں بھی مرتب نہ ہوا یہ سب دفاتر دوسری تیسری صدی اور اس کے بعد مدون کئے گئے ہیں اتنی لمبی مدت تک لاکھوں لاکھ احادیث یاد رکھنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ اور عجیب بات ہے کہ اکثر محدثین عجمی النسل ہیں۔ امام بخاری بخارا کے امام مسلم نیشاپور کے امام ترمذی ترمذ کے ابوداؤد سجستان کے ابن ماجہ قزوین کے باشندے تھے۔ اور یہ وہ مسلم الثبوت محدثین ہیں کہ فن حدیث میں ان کی ہر بات حرف آخر سمجھی جاتی ہے۔ منکرین حدیث کے اس دعوے کی بنیاد اس پر ہے کہ دوسری صدی سے پہلے احادیث لکھی نہیں گئیں صرف زبانی یادداشت پر اعتماد رہا۔ اب اگر یہ ثابت ہو جائے کہ احادیث کی کتابت کا کام عہد رسالت ہی میں شروع ہوا ہے اور ہر دور میں تسلسل کے ساتھ باقی رہا۔ تو ان کے دعوے کا کوئی وزن نہیں رہ جائے گا اس لئے ہم پہلے ناظرین کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کتابت حدیث کا کام عہد رسالت ہی سے شروع ہو چکا تھا۔ اور ہر عہد میں تسلسل کے ساتھ باقی رہا۔

**عہد رسالت میں کتابت حدیث**

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے سیکڑوں احادیث لکھیں ان کے مجموعے کا نام صادقہ تھا۔ بخاری۔ اصابہ۔ طبقات ابن سعد۔

(۲) احادیث کا ایک مجموعہ حضرت انس نے لکھا تھا۔ بخاری۔ تدریب الراوی۔

قتادہ روایت کرتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| کان یملی الحدیث حتی اذا کثر علیہ الناس جاء بصحاف من کتب القاھا ثم قال ھذہ احادیث سمعتھا وکتبتھا عن رسول اللہ وعرضتھا علیہ تفہیم العلم ص ۹۵، ۹۶۔ | حضرت انس حدیث لکھوایا کرتے تھے جب لوگوں کی کثرت ہو گئی تو وہ کتابوں کا صحیفہ لے کر آئے اور لوگوں کے سامنے رکھ کر فرمایا یہ وہ احادیث ہیں جنھیں میں نے رسول اللہ سے سنکر لکھی ہیں اور آپ کو پڑھ کر سنا بھی دی ہے۔ |

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی احادیث لکھوائی تھیں۔ یہ ذخیرہ انکے صاحبزادے کے پاس تھا (جامع بیان العلم)

(۴) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ایک کتاب میں احادیث کو جمع فرمایا تھا جس کا نام ہی کتاب سعد بن عبادہ تھا۔ یہ کئی پشتوں تک ان کے خاندان میں رہا۔ (مسند امام احمد)

(۵) سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے بھی ایک مجموعہ مرتب فرمایا تھا۔

(۶) حضرت ابوہریرہ نے بھی دفتر کے دفتر احادیث لکھی یا لکھوائی تھیں۔ (فتح الباری)

ہمام ابن منبہ کا صحیفہ جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کے انھیں دفتروں سے نقل ہوا تھا اب چھپ بھی گیا ہے۔ جس کی اکثر احادیث بخاری مسلم مسند امام احمد میں بعینہ بلفظہ موجود ہیں۔

(۷) سَمُرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بھی ایک مجموعہ تیار کیا تھا۔ تہذیب۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے۔

بینما نحن حول رسول اللہ نکتب (دارمی) ص۶۸ اس وقت کہ ہم لوگ حضور کے ارد گرد بیٹھے لکھ رہے تھے۔

اس سے ظاہر ہوا کہ عام طور پر کچھ صحابہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد لکھا کرتے تھے ابن عباس اور ابن عمر کے صحائف کا ذکر ملتا ہے۔

الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع ص۱۰۱ پر ہے۔

یروی عن عبد اللہ بن عمر کان اذا خرج الی السوق نظر فی کتبہ وقد اکد الراوی ان کتبہ کانت فی الحدیث۔

عبداللہ بن عمر کے بارے میں یہ روایت ہے کہ وہ جب بازار جاتے تو اپنی کتابوں پر ایک نظر ڈال لیا کرتے۔ راوی نے بتاکید یہ بات کہی ہے کہ یہ کتابیں حدیث کی تھیں۔

حضرت ابن عباس کے چند صحیفے تھے طائف کے کچھ لوگ حضرت ابن عباس کی خدمت میں ان کے چند صحیفے لے کر حاضر ہوئے تاکہ وہ ان لوگوں کو ان میں تحریر کردہ احادیث سنا دیں اس وقت حضرت ابن عباس کی بینائی کمزور ہو چکی تھی وہ پڑھ نہ سکے فرمایا تم لوگ مجھے پڑھ کر سناؤ تمھارا سنانا اور میرا پڑھنا برابر ہے۔ طحاوی ج۲ ص۳۸۴ ترمذی ج۲ ص۲۳۵۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ وہی صحیفے تھے جو انھوں نے عہد نبوی میں لکھا تھا۔ اور اگر مان لیا جائے کہ وصال اقدس کے بعد کے لکھے ہوئے ہیں تو یہ اس کی دلیل ہوگا کہ عہد صحابہ میں احادیث لکھی گئیں اور منکرین تو مطلقاً عہد صحابہ میں بھی کتابت حدیث کے منکر ہیں۔

نحن نکتب سے اشارہ ملتا ہے کہ اس خدمت کو ایک جماعت انجام دیتی تھی۔ اور اس کی تائید دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے۔

کان عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناسٌ من اصحابہ وانا معھم وانا اصغر القوم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار فلما خرج القوم قلت

خدمت اقدس میں کچھ صحابہ حاضر تھے میں بھی تھا میں سب سے کم عمر تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے پھر جب لوگ باہر آئے تو میں نے ان سے کہا۔ حضور نے جو فرمایا وہ آپ لوگوں نے سنا اسکے باوجود

کیف تحدثون عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد سمعتم ما قال وانتم تتمکون فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضحکوا وقالوا یا ابن اخینا ان کل ما سمعنا منہ عندنا فی کتاب

اتنی کثرت سے آپ لوگ کیسے حدیثیں بیان کرتے ہیں وہ لوگ ہنسے اور کہا اے بھتیجے جو کچھ ہم نے حضور سے سنا ہے وہ سب ہمارے پاس لکھا ہوا ہے۔

مجمع الزوائد ص ۱۵۱ ج ۱

اس کے علاوہ جستہ جستہ بہت سے احکام و مسائل کے بارے میں یہ ثبوت موجود ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائے۔

(۱) ۸ھ میں جب مکہ فتح ہوا تو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے انسانی حقوق اور مکہ کی حرمت کے مسائل بیان فرمائے اس پر ایک یمن کے باشندے نے خواہش ظاہر کی یہ احکام لکھوا کر عنایت فرمائیں آپ نے فرمایا۔ اکتبوہ لابی شاہ یہ احکام ابوشاہ کے لئے لکھ دو۔ بخاری ابو داؤد۔

(۲) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے دیت (خونہا) کے مسائل لکھوا کر بھجوائے۔ مسلم شریف ص ۴۹۵۔

(۳) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ جہینہ کے پاس مردہ جانوروں کے احکام لکھوا کر بھجوائے۔ مشکوٰۃ ابو داؤد۔

(۴) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے متعلق مسائل کو ایک جگہ لکھوایا تھا۔ جس کا نام کتاب الصدقہ تھا مگر عمال وحکام تک اسے روانہ نہ فرما سکے اور وصال ہوگیا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے عہد میں اسی کے مطابق زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم جاری کیا اور اسی کے مطابق وصول ہوتی تھی۔ ابو داؤد۔

(۵) اسی کتاب الصدقہ کا مضمون وہ ہے۔ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس کو دیا تھا جس وقت انہیں بحرین کا عامل بنا کر بھیجا تھا۔ اس میں اونٹوں، بکریوں، اور سونے چاندی کی زکوٰۃ کے نصاب کی تفصیل تھی۔ بخاری ص ۱۹۲

(۶) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حیات مبارکہ کے اخیر ایام میں کثیر احادیث کا ایک صحیفہ لکھوا کر عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدست یمن بھجوایا تھا۔ موطا امام مالک ص ۲۳۱ میں ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل یمن کے پاس ایک مکتوب عمرو بن حزم کے ہاتھ بھیجا تھا۔ جس میں فرائض سنن اور دیات لکھے تھے۔

(۷) زکوٰۃ کے احکام پر مشتمل ایک صحیفہ ابوبکر بن حزم والیٔ بحرین کو لکھوایا تھا۔ یہ صحیفہ دیگر امراء کو بھی بھیجا گیا تھا۔ یہ مکتوب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ابن حزم سے لے لیا تھا۔ دار قطنی، مسند امام احمد۔

(۸) زکوٰۃ وصول کرنے والے عاملین کے پاس کتاب الصدقہ کے علاوہ اور بھی تحریریں تھیں۔ دار قطنی،

(۹) عمرو بن حزم کو یمن کا حاکم بنا تے وقت فرائض۔ صدقات۔ دیات۔ طلاق۔ عتاق۔ نماز مصحف شریف چھونے سے متعلق احکام پر مشتمل ایک تحریر لکھائی تھی۔ مسند امام احمد، مستدرک، کنز العمال۔

(۱۰) مختلف فرامین واحکام جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبائل کو بھیجے

(۱۱) معاہدات کی تحریریں مثلاً صلح حدیبیہ وغیرہ۔ ابن ماجہ، طبقات ابن سعد۔

(۱۲) وہ والا نامے جو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلاطین وامراء کے پاس بھیجے۔

(۱۳) عبداللہ بن حکم صحابی کے پاس حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک تحریر تھی جس میں مردہ جانوروں کے احکام مذکور تھے۔ معجم صغیر، طبرانی،

(۱۴) نماز، روزہ، سود، شراب، وغیرہ کے مسائل وائل بن حجر کو آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکھوائے تھے۔

(۱۵) اُشیم نامی مقتول کی بیوی کو اپنے مقتول شوہر کی دیت دلانے کا فرمان آنحضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکھوایا تھا۔ یہ فرمان ضحاک بن سفیان صحابی کے پاس تھا۔ ابو داؤد، دار قطنی۔

(۱۶) ترکاریوں، سبزیوں پر زکوٰۃ نہیں۔ یہ حکم نامہ لکھوا کر حضرت معاذ بن جبل کے پاس یمن بھجوایا تھا۔ دار قطنی۔

(۱۷) رافع بن خدیج صحابی کے پاس ایک مکتوب گرامی تھا جس میں یہ مندرج تھا کہ مدینہ بھی مثل مکہ حرم ہے۔ مسند امام احمد۔

(۱۸) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ احکام لکھوا کر دیئے تھے جو ان کے پاس تھا۔ بخاری ص ۱۲۱ ج ۱

(۱۹) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا تم نے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ لکھ کر بھیج دو۔ چنانچہ انھوں نے کچھ احادیث لکھوا کر بھیجیں۔ بخاری ص ۱۰۸۳ ج ۲۔

**ایک شبہے کا ازالہ** کچھ لوگوں کو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے شبہہ ہوتا ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا لاتکتبوا عنی من کتب عنی غیر القرآن فلیمحہ۔ مسلم۔ جلد ثانی۔ ص ۴۱۴۔ قرآن کے علاوہ میری کوئی حدیث نہ لکھو۔ اگر لکھا ہو تو اسے مٹا دو۔

**اولاً** علماء کو اس حدیث کی صحت میں کلام ہے۔ امام بخاری وغیرہ نے فرمایا یہ درحقیقت حضرت ابو سعید پر موقوف ہے۔ یعنی ارشاد رسول نہیں، اونھیں کا قول ہے۔

**ثانیاً** برتقدیر صحت علامہ ابن حجر وغیرہ نے اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔

(۱) یہ ممانعت نزول قرآن کے وقت کے ساتھ خاص ہے یعنی جب قرآن نازل ہو رہا ہو، یا جب میں قرآن لکھوا رہا ہوں تو اس وقت صرف قرآن ہی لکھو۔

(۲) حدیث وقرآن کو ایک ہی چیز پر مت لکھو۔ ان دونوں صورتوں میں قرآن کا حدیث کے ساتھ اختلاط کا اندیشہ قوی تھا۔

(۳) ممانعت کا حکم مقدم ہے یعنی بالکل ابتدائی دور میں تھا۔ بعد میں جب قرآن کے ساتھ احادیث کے التباس کا خطرہ نہ رہا احادیث لکھنے کی اجازت دیدی۔

(۴) ۔س سے بارے میں یہ اندیشہ تھا کہ اگر یہ لکھ لیں گے تو زبانی یاد نہ رکھیں گے۔ صرف کتاب کے بھروسہ پہ رہ جائیں گے انھیں احادیث لکھنے سے منع فرمایا۔ اور جن کے بارے میں یہ اندیشہ نہ تھا۔ بلکہ اطمنان تھا کہ وہ لکھیں گے تو بھی زبانی یاد رکھیں گے انھیں لکھنے کی اجازت دیدی۔ فتح الباری ص۱۸۳ ج۱۔

**عہد صحابہ میں کتابت حدیث** یہ صحیح ہے کہ کچھ صحابہ اور کچھ تابعین احادیث لکھنے کو ناپسند کرتے تھے کہ جیسے ہم نے زبانی سنکر یاد کیا ہے اسی طرح دوسرے لوگ بھی صرف زبانی یاد رکھیں ۔ مگر یہ بات عام صحابہ میں نہ تھی۔

حضرت فاروق اعظم نے فرمایا کہ علم لکھ کر مقید کرلو۔ دارمی ص۶۸، مستدرک ص۱۰۶ ج۱۔ انھیں دونوں کتابوں میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی ارشاد منقول ہے۔ اور دارمی میں حضرت ابن عمر کا بھی چنانچہ ان ارشادات پر عمل ہوا۔

(۱) مسلم ص۴۶ ج۱ میں ہے کہ خود حضرت انس نے محمود بن ربیع سے حضرت عُتبان کی ایک طویل حدیث سنی تو اپنے صاحبزادے کو حکم دیا اسے لکھ لو صاحبزادے نے لکھا۔ طحاوی ص۳۸۴ ج۲ میں بھی مذکور ہے۔ کہ حضرت انس نے اپنے لڑکے سے حدیث لکھوائی۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی احادیث لکھوا کر یا خود لکھ کر محفوظ کر دیا تھا۔ حسن بن عمرو کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور احادیث کی متعدد کتابیں دکھائیں اور کہا دیکھو یہ سب میرے یہاں لکھی ہوئی ہیں۔
فتح الباری ص۱۸۴ ج۱،

(۳) بشر بن نُہیک حضرت ابوہریرہ کی کتابیں عاریۃً لے کر نقل کرتے۔ نقل کے بعد ان کو سناتے سنانے کے بعد پوچھتے میں نے آپ کو جو سنایا ہے وہ سب آپنے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہاں طحاوی ص۳۸۵ ج۲

(۴) ابان مشہور تابعی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں کاغذوں کی تختیوں پر حدیثیں لکھا کرتے تھے۔ دارمی ص۶۸

(۵) عبداللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت جابر کی خدمت میں بیٹھ کر احادیث بنوی پوچھکر لکھ لیتے تھے۔

(۶) حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا کہ میں ابن عمر سے جو احادیث سنتا ان کو لکھ لیتا۔ دارمی۔

(۷) یہی حضرت سعید بن جبیر اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابن عباس کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیثیں لکھا کرتے تھے کاغذ بھر جاتا تو کسی اور چیز پر لکھتے۔ دارمی ص۱۶۹۔ طحاوی ص۳۸۴ ج۲۔

(۸) حضرت ابن عمر کی مرویات کو خاص طور سے نافع نے جمع کیں۔ طبقات ابن سعد وغیرہ۔

(۹) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی احادیث کو عروہ بن زبیر نے لکھ لیا تھا۔ الکفایہ ص ۱۲۹

(۱۰) حضرت جابر کی احادیث کو قتادہ بن دعامہ سدوسی نے لکھ کر جمع کر لیا تھا۔ طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۲

(۱۱) حضرت ابن عباس کی مرویات کو ان کے تلمیذ کُریب نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ طبقات ج ۵ ص ۲۱۶

**عہد تابعین میں کتابت حدیث** لیکن اب تک جو بھی ہوا۔ انفرادی طور پر اپنے شوق و ذوق کے مطابق ہوا۔ پھر ان صحائف میں کوئی ترتیب نہ تھی۔ جن بزرگ نے جن سے جو حدیث جب سنی لکھ لی۔ یہاں تک کہ اس اہم و بنیادی کام پر سب سے پہلے خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز کو توجہ ہوئی۔ اور انھوں نے باقاعدہ تدوین احادیث کے لئے وقت کے ممتاز افراد کو مقرر فرمایا۔ مثلاً ابو بکر بن عمرو بن حزم قاضی مدینہ قاسم بن محمد بن ابی بکر۔ ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب زہری سعد بن ابراہیم وغیرہ۔ نیز اسی دور میں ربیع بن صبیح اور سعد بن عروبہ اور شعبی نے بھی احادیث کی تدوین شروع کر دی تھی۔

دارمی میں ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے قاضی مدینہ ابو بکر بن حزم کو لکھا کہ احادیث رسول و احادیث عمر اور مؤطا میں اتنا زائد ہے اور ان کے مثل دیگر صحابہ کے آثار جمع کر کے لکھو کیونکہ مجھے علم کے ضائع ہونے اور علماء کے چلے جانے کا اندیشہ ہے۔ بخاری کتاب العلم میں یہ زائد ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کے علاوہ اور کچھ نہ قبول کیا جائے۔ اور علم کو خوب پھیلاؤ۔ اور بیٹھو تاکہ جو نہیں جانتا ہے وہ سیکھے۔ اس لئے کہ علم اس وقت تک ضائع نہ ہوگا جب تک اسے راز نہ بنا لیا جائے۔ بخاری ج ۱ ص ۲۔

اس خادم کا خیال ہے کہ اتنا حصہ۔ رسول اللہ کی احادیث کے علاوہ اور کچھ نہ قبول کیا جائے۔ حضرت امام بخاری یا کسی راوی کا اضافہ ہے۔ امام بخاری نے تعلیقاً ذکر کیا ہے۔ اور دارمی اور موطا میں مسنداً ہے۔ اس لئے خود امام بخاری کے طور پر دارمی اور موطا کی روایت مقدم ہوگی۔ خود امام بخاری نے سند کے ساتھ جو ذکر کیا ہے۔ وہ صرف۔ ذہاب العلماء تک ہے۔

جب یہ فرمان ابو بکر بن حزم کے پاس پہنچا تو انھوں نے احادیث کے کئی مجموعے تیار کرائے۔ ان کا ارادہ تھا کہ وہ انھیں بارگاہ خلافت میں بھیجیں لیکن ابھی بھیجے نہیں پائے تھے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا ۱۰۱ھ میں وصال ہو گیا۔ یہ اپنے وقت کے بہت بڑے محدث اور امام زہری کے استاذ تھے۔

احادیث میں ام المومنین حضرت عائشہ کی مرویات کو بہت بڑی اہمیت ہے۔ اس لئے کہ ان سے فقہ و عقائد کے بنیادی مسائل ماثور ہیں اس لئے حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان کی احادیث جمع کرنے کا زیادہ اہتمام کیا تھا۔ عمرہ بنت عبد الرحمن کو حضرت عائشہ نے خاص اپنی آغوش کرم میں پالا تھا۔ یہ بہت ذہین عالمہ فاضلہ تھیں۔ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ احادیث عائشہ کی یہ سب سے بڑی حافظ تھیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے، قاضی ابو بکر بن عمر ابن حزم کو خاص ہدایت کی کہ عمرہ کے

مسائل، اور روایات کو قلم بند کر کے بھیجا جائے۔

ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب زہری المتوفی ۱۲۴ھ جو امام زہری کے نام سے متعارف ہیں اور ان کو ابن شہاب بھی کہا جاتا تھا۔ ان کی عادت یہ تھی کہ محدثین کی حدیثیں سنتے جاتے تو اپنے ساتھ تختیاں اور کاغذ لئے رہتے جتنا سنتے لکھتے جاتے۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۱۰۶ ج ۱

صالح بن کیسان کہتے ہیں کہ میرا اور زہری کا زمانۂ طالب علمی میں ساتھ تھا۔ زہری نے مجھ سے کہا آؤ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں لکھیں۔ چنانچہ ہم دونوں نے حدیثیں لکھیں۔ کنز العمال ص ۲۳۸ ج ۵،

حضرت عمر بن عبد العزیز نے مختلف دیار اور امصار سے احادیث کے لکھے ہوئے دفتر کے دفتر جمع کئے اور انھیں امام زہری کے حوالہ کیا کہ انھیں سلیقے سے مرتب کریں۔ تدریب الراوی۔

معمر کا کہنا ہے کہ امام زہری کی لکھی ہوئی احادیث کے ذخیرے کئی اونٹوں پر لاد دے گئے۔ امام زہری اس وقت کے اعلم علماء تھے۔ حدیث و فقہ میں ان کا کوئی مثل نہ تھا۔ تمام اجلۂ محدثین اصحاب ستہ حتی کہ امام بخاری کے بھی شیخ الشیوخ ہیں۔ انھوں نے احادیث اس لگن و محنت سے جمع کیں۔ کہ مدینہ طیبہ کے ایک ایک انصاری کے گھر جا جا کر مرد، عورت بچے، بوڑھے جو مل جاتا اس سے حتی کہ پردہ نشیں عورتوں سے بھی پوچھ پوچھ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احوال و اقوال سنتے اور لکھتے۔

ان کی تصنیفات کا اتنا بڑا ذخیرہ تھا کہ جب ولید بن یزید کے قتل کے بعد روایات و احادیث کے صحائف ولید کے کتب خانے سے منتقل کئے گئے تو صرف امام زہری کی مرویات و تصانیف گھوڑوں گدھوں پر لاد کر لائی گئیں۔

امام زہری نے احادیث کے جمع کرنے کے ساتھ ان کو سند کے ساتھ بیان کرنے کا طریقہ ایجاد کیا اسی واسطے ان کو علم اسناد کا واضع کہا جاتا ہے۔

ابن شہاب زہری نے احادیث کی جمع و ترتیب و تہذیب کا جو کام شروع کیا اسے انکے لائق تلامذہ ہمیشہ ترقی دیتے گئے یہاں تک کہ انھیں کے مشہور تلمیذ جلیل امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے موطا لکھی۔ جن میں احادیث کو فقہی ابواب کے مطابق ترتیب وار جمع کیا۔

سعد بن ابراہیم بھی بہت بڑے عالم اور محدث تھے۔ یہ مدینہ منورہ کے قاضی تھے۔ عمر بن عبد العزیز نے ان سے بھی احادیث کے دفتر کے دفتر لکھوائے اور تمام بلاد اسلامیہ میں بھجوائے۔

ہشام بن الغار کا بیان ہے کہ عطا بن رباح تابعی المتوفی ۱۱۴ھ سے لوگ حدیث پوچھ پوچھ کر انھیں کے سامنے لکھتے جاتے تھے۔ دارمی ص ۶۹،

سلمان بن موسیٰ کہتے ہیں میں نے نافع (متوفی ۱۱۷ھ) کو دیکھا کہ وہ حدیثیں بیان کرتے اور ان کے تلامذہ ان کے سامنے لکھتے جاتے۔ دارمی،

ایک شخص حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی ۱۱۰ھ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا میرے پاس آپ کی بیان فرمودہ کچھ حدیثیں لکھی ہوئی ہیں۔ کیا میں ان کی آپ سے روایت کرسکتا ہوں۔ انھوں نے اجازت دیدی۔ ترمذی ص ۲۳۹ ج ۲

حمید الطویل نے بھی حضرت حسن بصری کی کتابیں نقل کی تھیں۔ تہذیب التہذیب ص ۳۹ ج ۳

ابو قلابہ (متوفی ۱۰۴ھ) نے وفات کے وقت اپنی کتابیں ایوب سختیانی کو دینے کی وصیت کی تھی۔ اس وصیت کے مطابق یہ کتابیں شام سے اونٹ پر لاد کر لائی گئیں۔ ایوب نے بتایا کہ اس کا کرایہ بارہ چودہ درہم دیئے تھے۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۸۸ ج ۱

ابراہیم نخعی کہتے ہیں سالم بن ابی الجعد (متوفی ۱۰۰ھ) حدیثیں لکھا کرتے تھے۔ سالم نے بعض صحابۂ کرام سے بھی حدیثیں سنی ہیں۔ ترمذی ص ۲۳۸ ج ۲، دارمی ص ۶۶،

**تبع تابعین کے دور میں کتابت حدیث** حضرات تابعین کے زمانہ میں لکھے گئے صحائف حدیث کے چند نمونے پیش کئے گئے اب اس کے بعد دور تبع تابعین کی سیر کیجئے۔ اس عہد میں اتنی کثرت سے احادیث کے صحائف لکھے گئے کہ ان سب کا استقصاء بہت دشوار ہے۔

چند کے نام سنئے! محمد بن بشر کا بیان ہے کہ مسعر (متوفی ۱۵۵ھ) کے پاس ایک ہزار احادیث لکھی ہوئی تھیں دس کے سوا سب میں نے لکھ لیا۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۱۷۰ ج ۱،

عبد الرزاق کہتے ہیں کہ میں نے معمر (متوفی ۱۵۳ھ) سے سن کر دس ہزار حدیثیں لکھی ہیں۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۱۷۵ ج ۱،

حماد بن سلمہ کے پاس قیس بن سعد کی کتاب تھی۔ تذکرۃ ص ۱۹۸ ج ۱،

سفیان ثوری یمن گئے تو ایک تیز لکھنے والے کاتب کی تلاش ہوئی۔ لوگوں نے ہشام بن یونس کو پیش کیا یہ امام ثوری کی حدیثیں لکھا کرتے تھے۔ تذکرہ ص ۲۱۶ ج ۱،

ابو نعیم کہتے ہیں کہ میں نے آٹھ سو مشائخ سے حدیثیں لکھی ہیں۔

شعیب بن حمزہ (متوفی ۱۶۳ھ) نے بہت زیادہ احادیث لکھیں۔ امام زہری بولتے جاتے اور شعیب لکھتے جاتے۔ امام احمد نے شعیب کی کتابیں دیکھ کر فرمایا کہ شعیب کی کتابیں بہت صحیح اور درست ہیں۔ تذکرہ ص ۲۱۰ ج ۱،

ابو عوانہ (متوفی ۱۶۳ھ) پڑھنا تو جانتے تھے لیکن لکھنا نہیں جانتے تھے۔ مگر جب کسی سے حدیث سنتے تو لکھوا لیتے۔ تذکرہ ص ۲۱۹ ج ۱

ابن عیینہ نے حدیث کی بہت سی کتابیں لکھی تھیں۔ صالح بن کیسان کہتے ہیں۔ میں نے عمارہ بن غزیہ کی حدیثیں ابن عیینہ

www.sirat-e-mustaqeem.net

ہی کی اصل کتاب سے نقل کی تھی۔ تذکرہ ص ۲۲ ج ۱

سلیمان بن ہلال (متوفی ۱۷۴ھ) کی بھی کئی کتابیں تھیں۔ جن میں انھوں نے اپنی سنی ہوئی احادیث کو جمع کیا تھا۔ مرتے وقت وصیت کر گئے عبدالعزیز بن حازم کو دی جائیں۔ تذکرہ ص ۱۴۹ ج ۱،

حضرت عبداللہ بن مبارک (متوفی ۱۸۱ھ) تلمیذ امام اعظم ابوحنیفہ نے اپنی لکھی ہوئی بیس ہزار احادیث لوگوں کو سنائیں تذکرہ ص ۲۵۴ ج ۱،

امام غُندر (متوفی ۱۹۳ھ) کے پاس بھی اپنی مسموع احادیث کی کئی کتابیں تھیں۔ یحییٰ بن مَعین نے کہا ان کی کتابیں سب سے زیادہ صحیح ہیں۔ ابن مہدی نے کہا ہم حضرت شعبہ کی زندگی ہی میں غندر کی کتابوں سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ تذکرہ ص ۱۶۶ ج ۱،

ان شواہد سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ محدثین کی عام عادت تھی جو سنتے تھے اسے لکھ لیتے تھے۔ اسی دور میں باقاعدہ کتب احادیث کا سلسلہ بھی قائم ہوگیا۔ چنانچہ مکہ معظمہ میں ابن جُریج (متوفی ۱۵۰ھ) نے۔ بصرہ میں سعید بن ابی عروبہ (متوفی ۱۵۲ھ) نے اور ربیع بن صبیح (متوفی ۱۴۱ھ) نے یمن میں معمر بن راشد (متوفی ۱۵۳ھ) نے کتابیں لکھیں۔ اسی عہد میں موسیٰ بن عقبہ (متوفی ۱۴۱ھ) اور محمد بن اسحٰق (متوفی ۱۵۱ھ) نے غزوات و سیر پر کتابیں لکھیں۔

ان کے بعد امام اوزاعی (متوفی ۱۵۴ھ) نے شام میں امام ابن المبارک (متوفی ۱۸۱ھ) نے خراسان میں حماد بن سلمہ (متوفی ۱۶۷ھ) نے بصرہ میں سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ھ) نے کوفہ میں جریر بن عبدالحمید (متوفی ۱۸۸ھ) نے رَے میں ھشیم (متوفی ۱۸۳ھ) نے واسط میں کتابیں لکھیں۔ قریب قریب اسی دور میں امام مالک نے اپنی مشہور کتاب موطا لکھی۔ زُرقانی نے لکھا ہے کہ امام مالک نے اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ حدیثیں لکھیں وصال کے بعد آپ کے گھر سے بہت سے صندوق برآمد ہوئے۔ جن میں سے سات صرف ابن شہاب کی احادیث کے تھے۔ ابومعشر سندی (متوفی ۱۷۰ھ) نے مغازی پر ایک کتاب لکھی۔ امام شافعی کے استاذ، ابراہیم بن محمد اسلمی (متوفی ۱۸۴ھ) نے موطا، امام کے طرز پر ایک موطا لکھی تھی۔ ابن عدی نے کہا کہ یہ موطا، امام مالک سے دگنی تھی۔ تذکرہ۔

امام اعظم کے تلمیذ یحییٰ بن زائدہ کوفی (متوفی ۱۸۲ھ) نے بھی احادیث کا مجموعہ تیار کیا تھا۔ تذکرہ ص ۲۴۶ ج ۱،

عبدالرحیم بن سلمانی کنانی نے بھی کئی ایک کتابیں لکھیں۔ تہذیب ص ۳۰۶ ج ۶،

معافی بن عمران موصلی (متوفی ۱۸۵ھ) نے کتاب السنن، کتاب الزہد، کتاب الادب، کتاب الفتن وغیرہ لکھیں۔ تذکرہ ص ۲۶۵ ج ۱

امام ابویوسف (متوفی ۱۸۲ھ) نے کتاب الآثار، کتاب الخراج وغیرہ تصنیف کیں۔

امام محمد موطا، کتاب الآثار، کتاب الحج وغیرہ تصنیف کیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

ولید بن مسلم (متوفی ۱۹۵ھ) نے مختلف ابواب پر ستر سے زائد کتابیں لکھیں۔ تذکرہ ص ۲۸۴ ج ۱،
ابن وہب (متوفی ۱۹۷ھ) نے احوال قیامت اور جامع وغیرہ لکھیں۔ ایک ضخیم موطا بھی انھوں نے تصنیف کی تھی۔

## حفظ حدیث کا شوق اور اہتمام

اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ بات دیکھنی ہے کہ رواۃ حدیث کے ارشاداتِ رسول اچھی طرح سننے اور کماحقہٗ یاد کرنے اور یاد رکھنے کی کتنی کوشش کرتے تھے۔

**عہد نبوی میں حفظ احادیث** خود حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا احساس رہتا کہ سامعین میری بات اچھی طرح سنیں۔ اور سمجھیں۔ اسی لئے ٹھہر ٹھہر کر کلام فرماتے۔ اور اہم باتوں کو تین بار دہراتے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا۔

انہ کان اذا تکلم بکلمۃ اعادھا ثلثاً حتی تفھم عنہ۔ بخاری ص ۲۰ ج ۱ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ فرماتے تو تین بار تکرار فرماتے تاکہ اسے بخوبی سمجھ لیا جائے۔

دوسری طرف صحابۂ کرام کا حال یہ تھا کہ جب مجلس اقدس میں حاضر ہوتے تو ہمہ تن گوش ہو کر اس طرح خاموش بیٹھتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے ارشادات سنانے اور سننے والوں کے ذہن اور حافظے میں بٹھانے پر اتنی توجہ تھی اور خود صحابۂ کرام بھی پوری توجہ سے سنتے اور سمجھتے اور یاد رکھتے تو پھر یہ خطرہ کہ صحابۂ کرام نے ارشادات رسول کماحقہ نہیں سنا یا بخوبی نہیں سمجھا یا ان کے حافظے میں نہیں آیا ساقط ہو گیا۔

صحابۂ کرام نے احادیث کو اس طرح یاد رکھا تھا کہ جس ترتیب سے مختلف اشیاء کا ذکر حضور نے فرمایا ہوتا اسی ترتیب سے اپنے تلامذہ کو بھی یاد کرانے اور یاد رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ کسی لفظ کا رہ جانا تو بڑی بات ہے۔ اگر کسی سے تقدیم و تاخیر ہو جاتی اور وہ ترتیب بگڑ جاتی تو اس پر تنبیہ فرماتے تھے۔ مسلم[1] میں ہے کہ ابن عمر کے سامنے کسی نے انکی روایت کردہ حدیث بنی الاسلام علی خمس کو یوں پڑھ دیا الحج وصیام رمضان یعنی حج کو صوم پر مقدم کر کے پڑھا حضرت ابن عمر نے ٹوک دیا، لا، صیام رمضان والحج۔ یوں نہیں۔ صیام رمضان پہلے اور حج بعد میں۔ اس سے ثابت ہوا کہ صحابۂ کرام اشادات

[1] مسلم ص ۳۲ ج ۱،

رسول کس اہتمام سے یاد رکھتے تھے کہ الفاظ کی تقدیم و تاخیر بھی حافظے میں محفوظ رہتی اور دوسروں کو اسی ترتیب سے یاد رکھنے کی ترغیب دیتے۔ حالانکہ اس واقعے میں الفاظ کی تقدیم و تاخیر سے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مگر ارشادات رسول کی ترتیب بدل جاتی یہ بھی حضرت ابن عمر کو گوارا نہ ہوا۔

تو پھر اس کی کہاں گنجائش کہ وہ رسول پر جھوٹ باندھیں۔ اگر بالفرض کہیں شبہہ ہو جاتا کہ زبان وحی ترجمان سے کون سا لفظ نکلا تھا تو اس کو ظاہر کر دیتے۔ کہ یہ فرمایا تھا یا یہ۔ جس کی نظیر احادیث میں ہزاروں ہیں۔

**اہل عرب کا حافظہ** اس سلسلے میں صحابۂ کرام کی بات تو جانے دیجئے عام اہل عرب کو قدرت نے حافظے کی قوت اتنی دی تھی کہ حیرت ہوتی ہے۔ اس عہد اور اس سے پہلے عہد میں لغاتِ عرب، کی کوئی ڈکشنری لکھی ہوئی نہیں تھی۔ زبان کا سارا سرمایہ بدوؤں کے حافظے میں محفوظ تھا۔ زبان عرب کتنی وسیع ہے اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ عربی زبان میں شہد کے اسّی، سانپ کے دو سو شیر کے پانچ سو تلوار کے ہزار نام موجود تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح اس کے برعکس متعدد معانی رکھنے والے مشترک الفاظ کے ذخائر بھی ان کے یہاں کم نہیں۔

سنیئے! عَیْنٌ کے اڑتالیس[۴۸] معانی لکھنے کے بعد بھی اہلِ لغت نے وغیرہ وغیرہ تحریر کیا ہے۔

اسی طرح عَجُوْزٌ کے ستر[۷۰] اکہتر معانی معلوم ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔

اب غور کیجئے جس قوم کے حافظے کا یہ حال ہو وہ اگر اپنے سب سے بڑے محسن پیشوا مقتدا رسول رب العٰلمین کی ہزارہا ہزار حدیثیں لفظ بلفظ یاد رکھیں تو اس میں کیا استبعاد ہے۔

پھر یہ لاکھوں لاکھ حدیثیں یاد کرنے والا صرف ایک شخص نہیں انھیں متفرق طور پر یاد رکھنے والے بھی ہزاروں ہزار ہیں۔ کسی نے سو روایت کی کسی نے ہزار دو ہزار روایت کی۔ کسی نے پانچ ہزار روایت کی۔ مثلاً سب سے زیادہ کثیر الروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی مرویات کی تعداد صرف پانچ ہزار تین سو چوہتر ہیں[۵۱]۔ ان کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ کا درجہ ہے۔ ان سے دو ہزار دو سو چھیاسی حدیثیں مروی ہیں[۵۲]۔ ان کے بعد حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ ان سے دو ہزار دو سو دس حدیثیں مروی ہیں[۵۳]۔

ایسے قوی الحافظہ افراد کا ہزار دو ہزار احادیث کا یاد رکھ لینا کون سی بڑی بات ہے۔ کیا ایسے شعراء نہیں گذرے ہیں کہ جنھیں زبانی ہزارہا ہزار اشعار یاد ہوتے تھے۔

---

[۵۱] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۲۴، [۵۲] ایضاً ج ۱ ص ۱۲۰، [۵۳] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۸۔

پھر یہ بھی نہیں کہ ایک دفعہ سن لیا پھر اسے یاد رکھنے کی کوشش نہیں کی یا اس پر کوئی توجہ نہ کی بلکہ صحابۂ کرام کی عادت کریمہ تھی کہ ارشاداتِ رسول سننے کے بعد اس کی کوشش میں لگے رہتے تھے کہ سننے کے بعد بھولنے نہ پائیں سننے کے بعد اسے اچھی طرح حفظ کرتے۔ پھر بار بار اس کا دور کرتے۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات سُنتے تھے جب حضور مجلس سے تشریف لے جاتے تو ہم لوگ آپس میں اس کا دور کرتے۔ ایک دفعہ ایک شخص کل حدیثیں بیان کر جاتا۔ سب سنتے پھر دوسرا پھر تیسرا۔ کبھی کبھی ساٹھ ساٹھ آدمی مجلس میں ہوتے اور یہ سب باری باری سناتے۔ جب ہم اٹھتے تو ہمیں حدیثیں اس طرح یاد ہوتیں گویا ہمارے دلوں میں بو دی گئی ہیں۔ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۶۱،

حضرت معاویہ اپنا چشم دید حال بیان کرتے ہیں کہ فرض نمازوں کے بعد صحابۂ کرام مسجد نبوی میں بیٹھ کر قرآن وحدیث کا مذاکرہ کرتے۔ مستدرک ج ۱ ص ۹۴،

حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام کہیں بیٹھتے تو ان کی مجلس کا موضوع یا تو احادیث ہوتیں یا قرآن کا پڑھنا اور سننا ہوتا۔

اس کے باوجود کسی صاحب کا حافظہ اس بوجھ کو برداشت نہ کرتا تو خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر شکایت کرتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے حافظے کو اتنا قوی بنا دیتے کہ پھر وہ کوئی بات بھول نہ پاتے۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس کا واقعہ مشہور ومعروف ہے۔

ظاہر ہے کہ جب انسان میں مذہبی جذبہ پیدا ہو جاتا ہے تو وہ بڑے سے بڑے حیرت انگیز محیر العقول کارنامے انجام دے لیتا ہے۔ صحابۂ کرام کی مذہبی زندگی، حضور کے ساتھ ان کی وارفتگی۔ اور دین کی نشر واشاعت کے ساتھ کی شیفتگی، رضاء الٰہی کی طلب، اور آخرت کی سرخروئی کی تڑپ کتنی تھی۔ اس کا اندازہ آج نہیں کیا جا سکتا۔ اگر انھوں نے اس جذبہ سے متأثر ہو کر اپنے موروثی قوی حافظے میں ہزار ہا ہزار ارشادات رسول کو جمع کر لیا تو کوئی تعجب انگیز بات نہیں۔

**عہد صحابہ میں حفظ حدیث کا منظر** صحابۂ کرام نے جس ذوق وشوق سے احادیث کو سنا یا دکیا، محفوظ رکھا، اسی ولولہ وجوش کے ساتھ پھیلایا، وہی ولولہ ذوق وشوق اپنے تلامذہ میں بھی پیدا فرما دیا تھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ حدیثوں کا آپس میں مذاکرہ کرتے رہنا۔ دَور کرتے رہنا۔ بار بار دہراتے رہنا۔ اور (ذہن میں) حاضر رکھنا۔ اگر ایسا نہ کروگے تو جاتی رہیں گی۔ دارمی، وہ یہ بھی تاکید کیا کرتے تھے۔ کہ ہر روز کچھ حدیثیں بیان کرتے رہو۔

حضرت علی اپنے اصحاب سے فرماتے۔ احادیث ایک دوسرے سے بیان کرتے رہو۔ اگر ایسا نہ کروگے تو چلی جائیں گی مستدرک ص ۹۵ ج ۱، نیز فرماتے۔ آپس میں ملتے رہو۔ احادیث کا دور کرو۔ اسے چھوڑ نہ دو۔ کنز العمال ص ۲۴۲ ج ۵،

حضرت عبداللہ بن مسعود بھی اس کی تاکید اکید کرتے رہتے۔ کہ حدیثیں ایک دوسرے سے سنتے اور ایک دوسرے کو سناتے رہو۔ اسی طرح وہ باقی رہ سکتی ہیں۔ مستدرک ص۹۵ ج۱،

ایک دفعہ انھوں نے اپنے تلامذہ سے پوچھا کہ تم لوگ آپس میں اکٹھے بیٹھ کر احادیث سنتے سناتے ہو بھی یا نہیں۔ تلامذہ نے جواب دیا جی ہاں ہم لوگ ایسا کرتے ہیں۔ اگر ہمارا کوئی ساتھی حاضر نہ ہو تو اگر کوفے کے آخری سرے پہ ہوتا تو وہیں جا کر اس سے ملتے۔ دارمی ص۷۹،

مشہور تابعی عطاء کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت جابر کی خدمت میں حدیثیں سننے کے بعد اٹھتے پھر ان کو بار بار سنتے اور سناتے انھوں نے کہا کہ ہمارے ساتھیوں میں ابو زبیر کا حافظہ سب سے اچھا تھا۔ اس لئے ان کو ہم سب سے زیادہ حدیثیں یاد تھیں مستدرک ص۹۴ ج۱

حضرت ابوسعید خزامی بھی آپس میں دور احادیث کیا کرتے تھے بلکہ ان کی تاکید یہ بھی تھی۔ کہ احادیث بلفظہ یاد کی جائیں۔ دارمی، مستدرک ص۹۴ ج۱، امام زہری عشاء کی نماز کے بعد حدیث سنانے کے لئے بیٹھتے تو صبح کر دیتے۔ دارمی ص۹۲۔

**عہد تابعین کا حال** تابعین نے احادیث یاد کرنے، یاد رکھنے زیادہ سے زیادہ پھیلانے کا جو جذبہ صحابۂ کرام سے حاصل کیا تھا۔ اسے اپنے تلامذہ میں پیدا کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہے۔ تابعین ہمیشہ اپنے تلامذہ تبع تابعین کو دور کی تاکید کرتے رہتے۔ اور ان کے تلامذہ اس پر جی جان سے عمل کرتے۔ امام زہری، علقمہ، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، سے منقول ہے کہ وہ ہمیشہ دور حدیث کی تاکید کرتے رہتے (دارمی) اس کا اثر یہ تھا کہ مشہور محدثین کے یہاں دور حدیث کی مجلس رات بھر رہتی عشاء بعد شروع ہوتی نماز صبح پر ختم ہوتی۔ دارمی ص۱۸، تہذیب ص۲۷ ج۱،

یونس کہتے ہیں کہ ہم حضرت حسن بصری کے پاس سے حدیثیں سننے کے بعد آپس میں ان کا دور کرتے۔ یہاں تک کہ اسماعیل بن رجاء کا یہ دستور تھا کہ دور کے لئے اگر کوئی نہیں ملتا۔ تو مکتب کے بچوں کو جمع کر کے ان کے آگے حدیثیں پڑھتے۔ تاکہ احادیث کی ضبط کی کوشش میں ناغہ نہ ہو۔ دارمی ص۷۸، تہذیب ص۲۹۶ ج۱،

ان شواہد سے یہ بات واضح ہو گئی کہ راویان حدیث احادیث کے محفوظ رکھنے ان کی زیادہ سے زیادہ نشر و اشاعت کے لئے کتنا اہتمام کرتے تھے۔ دنیا میں کسی فن کے حفظ و ضبط، نشر و اشاعت کی ایسی عظیم الشان تاریخ نہیں ملتی۔ جو احادیث کے حفظ و ضبط کے ساتھ وابستہ ہے۔

عہد تبع تابعین میں چونکہ باقاعدہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ اور اس عہد کی بہت سی کتابیں آج بھی موجود ہیں۔ اس لئے ان پر تفصیلی گفتگو کی حاجت نہیں۔

**روایت میں احتیاط** ان سب کے باوجود ایک اور اہم بات بھی ذہن نشیں کر لینی ضروری ہے۔

کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں ایک طرف اپنی احادیث سننے یاد رکھنے اور انھیں کما حقہ دوسرے تک پہونچانے کی زیادہ سے زیادہ ترغیب دی تھی مثلاً فرمایا۔

اللھم ارحم خلفائی قلنا یا رسوا اللہ من خلفاؤک قال الذین یاتوا من بعدی یروون احادیثی و یعلمونھا الناس[1] نضر اللہ امرأ سمع منا حدیثا فحفظہ حتی یبلغہ غیرہ[2]

اے اللہ میرے جانشینوں پر رحمت نازل فرما لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے جانشین کون لوگ ہیں فرمایا وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے میری حدیثوں کو روایت کریں گے اور لوگوں کو اسکی تعلیم دیں گے اس شخص کو اللہ تر و تازہ رکھے جس نے میری حدیث سنی پھر اسے یاد کیا تاکہ دوسرے تک اسے پہنچائے۔

بلغوا عنی ولو آیۃ ومن کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ بخاری ص ۴۹۱ ج ۱، حدثوا عنی بما تسمعون ولا تقولوا الا حقا ومن کذب علی بنی لہ بیتا فی جھنم یوقع فیہ۔ طبرانی۔

میری ہر بات دوسروں تک پہونچاؤ اگرچہ وہ چھوٹی سی ہی کیوں نہ ہو اور جو مجھ پر القصد جھوٹ باندھے گا اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا۔ مجھ سے جو کچھ سنو اسے بیان کرو مگر ہمیشہ سچ کہنا جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا اس کے لئے جہنم میں گھر بنایا جائے گا جس دن وہ جائیگا

لئے ارشاد کا یہ اثر تھا کہ صحابۂ کرام میں حدیثیں سننے اور جمع کرنے کا ایسا والہانہ جذبہ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ جی جان سے احادیث سننے اور انھیں یاد رکھنے اور ان کی اشاعت میں لگے رہتے۔ یہ جذبہ اتنا شدید تھا کہ اگر انھیں معلوم ہوتا کہ کوئی حدیث فلاں کے پاس ہے۔ تو سب کام کاج چھوڑ کر سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے اور وہ حدیث سنتے۔

اسی بخاری کتاب العلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ مذکور ہے کہ صرف ایک حدیث سننے کے لئے ایک مہینہ کی مسافت طے کر کے گئے۔ یہ حال حضرت جابر کا تھا۔ جو خود احادیث کے خزانہ تھے۔ ان سے ایک ہزار پانچ سو چالیس[3] احادیث مروی ہیں۔ اس کے باوجود ان کا یہ حال تھا۔

وہیں دوسری طرف یہ فرمایا۔ میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب مت کرنا۔ مجھ پر جھوٹ مت باندھنا۔ جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ جہنمی ہے۔ اس کا اثر یہ تھا کہ اجلۂ صحابۂ کرام اس اندیشہ کی وجہ سے احادیث بیان کرنے سے بچتے تھے۔ کہ کہیں کوئی غلطی نہ ہو جائے۔

---

[1] ترغیب و ترہیب ص ۶۷ ج ۱، [2] ابو داؤد کتاب العلم ص ۱۲۶ ج ۲، ترمذی کتاب العلم ص ۹ ج ۲، [3] عمدۃ القاری ص ۶۵ ج ۱۔

حواری رسول اللہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ ارشاد اسی بخاری کتاب العلم میں مذکور ہے۔ انکے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے عرض کیا۔ جیسے اور لوگ احادیث بیان کرتے ہیں۔ آپ کیوں نہیں بیان کرتے تو فرمایا۔ بیٹے میں ہمیشہ آنحضور کے ساتھ رہا سفر میں بھی حضر میں بھی۔ مگر چونکہ حضور نے فرمایا ہے۔

من کذب علی فلیتبوأ مقعدہ من النار [1] جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔

مطلب یہ ہوا کہ مجھے اس کا اندیشہ ہے کہ سہواً کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ حضور نے جو بات نہ کہی ہو وہ حضور کی طرف منسوب کر دوں۔ اس لئے احتیاط کرتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

انہ لیمنعنی ان احدثکم حدیثا کثیراً ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من تعمد علیّ کذبا فلیتبوأ مقعدہ من النار [2]

بہت زیادہ حدیثیں بیان کرنے سے مجھے یہ بات روکتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

حالانکہ یہ مکثرین حدیث میں سے ہیں۔ ان سے دو ہزار دو سو چھیاسی احادیث مروی ہیں پھر بھی یہ فرما رہے ہیں ان کا طریقہ یہ تھا۔ کہ جس حدیث کے بارے میں ذرا بھی شبہہ ہوتا۔ کہ اچھی طرح یاد نہیں اسے بیان نہیں کرتے اور فرماتے غلطی کا اندیشہ نہ ہوتا تو بیان۔ دارمی ص۴۲،

امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت ابن عمر کو اس کا بہت اہتمام رہتا کہ حدیث میں ذرا بھی کوئی کمی بیشی نہ ہو۔ تذکرہ ص۳۷،

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا۔

کان ممن یتحری فی الاداء ویشدد فی الروایۃ۔ ویزجر تلامذہ عن التھاون فی ضبط الالفاظ تذکرہ ص۱۲ ج۱،

یہ ان لوگوں میں سے تھے جو حدیث بیان کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے۔ اور روایت میں بہت سختی برتتے اور اپنے شاگردوں کو الفاظ یاد کرنے میں سستی کرنے پر ڈانٹتے تھے۔

کان ممن یتحری سے ظاہر ہے کہ یہ عادت صرف حضرت ابن مسعود کی نہیں تھی۔ بلکہ دوسرے حضرات کی بھی تھی۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بوڑھے ہو گئے تو حدیث بیان کرنا بند کر دیا۔ اگر کوئی شخص ان سے حدیث پوچھتا

[1] بخاری ص۲۱ ج۱، [2] بخاری ص۲۱ ج۱،

تو فرماتے۔ اب ہم بوڑھے ہو گئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ (ابن ماجہ ص۴)

حضرت ابن عمر اپنے تلامذہ کو تاکید کرتے رہتے کہ جب تم حدیث بیان کرو تو پہلے تین دفعہ اسے دوہرالو۔ دارمی ص۷۰،

حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بتاکید یہ حکم نافذ فرمایا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہی حدیثیں بیان کی جائیں۔ جن پر کامل یقین ہو۔

احادیث کے حفظ وضبط کے اس اہتمام اور روایت میں اس اعلیٰ درجہ کے احتیاط کے باوجود ایسا بھی ہوتا۔ کہ اگر کوئی صحابی ایسی حدیث بیان کرتا جو مشہور و معروف نہ ہوتی تو اس کی تائید کے لئے دوسرے حضرات کو تلاش کیا جاتا۔ اگر کوئی مل جاتا تو اسے تسلیم کیا جاتا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں یہ مسئلہ۔ درپیش ہوا کہ دادی کو پوتے کی میراث سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ ملے گا تو کتنا۔ حضرت صدیق اکبر نے صحابۂ کرام دریافت فرمایا کہ کسی کو اس بارے میں کوئی حدیث یاد ہو تو بیان کرے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دادی کو پوتے کی میراث سے چھٹا حصہ دلایا ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے فرمایا کہ اس بات کو تمہارے سوا اور بھی کوئی جانتا ہے۔ انھوں نے بتایا محمد بن مسلم بھی یہ جانتے ہیں جب محمد بن مسلم نے آکر شہادت دی تو اس کے مطابق حضرت صدیق اکبر نے فیصلہ فرمایا[1]

ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاروق اعظم کے سامنے ایک حدیث بیان کی۔ تو حضرت فاروق اعظم نے فرمایا کہ تائید میں کوئی شاہد پیش کرو۔ حضرت ابو موسیٰ انصار کے مجمع میں گئے۔ انصار میں بہت سے حضرات کو یہ حدیث یاد تھی۔ ان میں سے ایک صاحب کو یہ ہمراہ لائے۔ حضرت عمر کے سامنے شہادت دلوائی۔ تذکرۃ الحفاظ

ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حدیث بیان فرمانا شروع کیا۔ تو فرمایا کہ ڈر لگتا ہے کہ کوئی زیادتی یا کمی نہ ہو جائے۔ مگر اس حدیث کو "عمار" نے بھی سنا ہے۔ اس لئے بیان کرتا ہوں۔ عمار کو بلوا کر ان سے پوچھ لو۔ حضرت عمار کو بلوا کر دریافت کیا گیا۔ انھوں نے اس کی تصدیق کی۔ ابو داؤد طیالسی۔

مگر چونکہ احادیث دین کی بنیاد تھیں۔ اس لئے ان کا بیان کرنا بھی ضروری تھا۔ اس لئے جن احادیث پر پختہ یقین ہوتا اسے بیان کرتے۔

حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ قرآن میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔

---

[1] مشکوٰۃ ص۲۶۲،

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوْبُ عَلَیْھِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۔ بقرہ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔

جو لوگ ہماری اتاری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں اس کے بعد کہ ہم نے اسے لوگوں کے لئے کتاب میں واضح فرمادی، ان پر اللہ لعنت فرماتا ہے۔ اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ مگر جو توبہ کریں اور سنواریں اور بیان کریں ان کی توبہ قبول فرماؤں گا اور میں ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوں

اب ان سب باتوں کو ذہن میں رکھ کر ہر عاقل فیصلہ کرے جن بزرگوں میں یہ خوف سمایا ہو کہ کوئی غلط بات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا جہنم میں ٹھکانہ بنانے کے مرادف ہے۔ وہ کبھی بھی اس کی جرأت نہیں کرسکتے کہ جو بات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ فرمائی ہو اور یہ لوگ حضور پر جھوٹ باندھ کر یہ کہدیں کہ حضور نے یہ فرمایا۔ چونکہ دین کی بنیاد احادیث پہ قائم ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ [1]

میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں ان اگر دونوں کو پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے، کتاب اللہ اور سنت رسول۔

اس لئے دین کی بقا کے لئے احادیث کی نشر واشاعت ضروری تھی۔ اسی بناء پر اچھی طرح یاد ہوتے ہوئے انکو چھپانا حرام بلکہ موجب لعنت ہے۔ اس لئے جن صحابہ کو جو احادیث بخوبی یاد تھیں ان کو انھوں نے بیان فرمایا۔

بخوبی اچھی طرح یاد کرنے، یاد رکھنے اور دوسروں تک پہنچانے کے ساتھ ساتھ عہد تابعین میں راویوں کی جرح تعدیل جانچ پرکھ پر محدثین کی بہت کڑی نظر تھی۔ صحابہ چونکہ باجماع امت سب کے سب عادل ثقہ ہیں۔ اس لئے ان کی ذات جرح سے بالاتر ہے۔ قرآن میں ان کے لئے فرمایا۔

وَاَلْزَمَھُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی وَکَانُوْٓا اَحَقَّ بِھَا وَاَھْلَھَا [2]

اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اہل تھے۔

اور فرمایا۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ [3]

اللہ ان سے راضی ہوا یہ لوگ اس سے راضی ہوئے۔

البتہ تابعین میں عادل غیر عادل سبھی ہیں۔ اس دور میں رافضی، خارجی، بلکہ معتزلی بدمذہب پیدا ہو چکے تھے اس لئے

[1] مشکوٰۃ ص۳۱، [2] فتح آیت ۲۶، [3] التوبہ آیت ۱۰۰،

ضرورت ہوئی کہ راویوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔ چنانچہ محدثین نے اس طرف توجہ کی تو راویان حدیث کے احوال پر مشتمل اسماء الرجال کا عظیم شاہکار عالم وجود میں آگیا۔ جس کے ذریعہ ہر راوی کے خدوخال آئینے کی طرح سامنے آجاتے ہیں مشہور مستشرق ڈاکٹر اسپرنگر کے بقول اس فن کی بدولت پانچ لاکھ مشہور علماء کا تذکرہ ہمیں مل جاتا ہے۔ [1]

راوی بدعقیدہ ہے تو اس کی روایت نامقبول، راوی فاسق ہے تو اس کی روایت نامقبول، راوی حدیث کے علاوہ کسی اور معاملہ میں ایک بار بھی جھوٹ بولا ہے تو اس کی روایت نامقبول اور اگر اس نے کوئی حدیث گڑھ لی ہے تو پھر اس کی روایت اتنی نامقبول کہ وہ موضوع، راوی خلاف وقار وخلاف مروت افعال کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی روایت نامقبول اور اگر اس کا حافظہ کمزور ہے کہ بات اچھی طرح یاد نہیں رہ سکتا تو اس کی روایت نامقبول۔ اگر کسی کی تلقین قبول کرلیتا ہے مثلاً اس نے بیان کیا کہ یہ حدیث یوں ہے کسی نے کہا یوں نہیں یوں ہے۔ اس نے مان لیا تو اس کی روایت نامقبول راوی تمام خوبیوں کا جامع ہے۔ مگر جو روایت کرتا ہے وہ ثقہ راویوں کے خلاف ہے تو اس کی روایت نامقبول، سب کچھ درست ہے مگر اس نے اپنی کتاب کی کماحقہ حفاظت نہیں کی تو اس کی روایت نامقبول۔ سب کچھ صحیح ہے مگر سند میں ایک راوی کا نام چھوٹ گیا ہے تو روایت نامقبول۔

دنیا میں اگر انصاف ہے تو انصاف ہی سے پوچھو کہ ان تمام پابندیوں کے بعد اور ان تمام احتیاط کے باوجود کیا اس کی گنجائش رہ سکتی ہے کہ کوئی غلط بات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہو جائے۔ اور وہ گرفت میں نہ آئے۔

یہی وجہ ہے کہ ناخداترسوں نے اپنے اغراض فاسدہ کے پیش نظر حدیثیں گڑھی ہیں۔ مگر محدثین نے پکڑلیا اور بتادیا کہ یہ موضوع ہے۔ محدثین کو اس میں اتنا ملکۂ راسخہ حاصل تھا کہ جیسے ایک ماہر صراف کھوٹے کھرے سونے چاندی پرکھ لیتا ہے۔ اسی طرح یہ حضرات صحیح حدیث کو مخدوش سے الگ کرلیتے تھے۔

ایک شخص نے بڑے فخر سے کہا کہ میں نے سیکڑوں حدیثیں گڑھ کر پھیلادی ہیں۔ تو جواب دینے والے نے کہا۔ کوئی حرج نہیں۔ یحییٰ بن معین، اور احمد بن حنبل موجود ہیں۔ وہ چھان پھٹک کر تمہاری گڑھی ہوئی حدیث صحیح حدیث سے الگ کرلیں گے

اس لئے جہاں تک عقل وانصاف اور دیانت کا تقاضہ ہے۔ یہ ماننا پڑے گا کہ آج احادیث کے جو ذخائر موجود ہیں ان میں مندرجہ جن احادیث کے بارے میں فیصلہ ہوچکا ہے کہ یہ قابل اعتبار ہیں تو وہ ازروئے عقل ونقل قابل اعتماد لائق اعتماد ہیں۔

---

[1] سیرت بخاری ص۴۔

**خلاصۂ کلام** ان سب کا حاصل یہ ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو احادیث کما حقہ یاد کرنے اور دوسرے تک پہنچانے کا حکم دیا ترغیب دی۔

خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح ارشاد فرماتے کہ حضور کی ہر بات سننے والے کے ذہن میں اچھی طرح بیٹھ جائے۔ حتی کہ اہم باتوں کو تین تین بار ارشاد فرماتے۔

صحابۂ کرام جو سنتے انھیں بلفظہٖ یاد رکھنے کی بھرپور پوری کوشش کرتے اور یہی حال بعد کے راویوں کا بھی تھا۔

صحابۂ کرام نے عہد رسالت ہی سے احادیث کو قلم بند کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور ہر دور میں احادیث لکھ کر محفوظ رکھنے کا کام مسلسل جاری رہا۔

اور وہ احادیث بیان کرنے میں حد درجہ احتیاط کرتے تھے۔ وہی بیان کرتے جن کے بارے میں اچھی طرح صحیح صحیح یاد ہونے پر اطمنان رہتا ذرا بھی شبہہ ہوتا تو ہرگز نہ بیان کرتے۔

راوی میں کوئی ایسا نقص ہوتا جس کی وجہ سے اس کی روایت مخدوش ہوتی تو اس کو برملا ظاہر کر دیتے تھے۔ اس بارے میں کسی کی رو رعایت نہیں کرتے۔

صرف انھیں راویوں کی روایت قابلِ تسلیم ہوتیں جن میں ایسا عیب نہ ہو جس سے روایت مجروح ہو۔

ان سب پابندیوں اور احتیاط کے باوجود اگر احادیث کا ذخیرہ غیر معتبر ہے تو پھر دنیا میں کیا معتبر ہے۔ اس پر بھی غور کرنا پڑے گا۔

رہ گیا یہ کہنا کہ یہ تمام بڑے بڑے محدثین عجمی ہی کیوں ہوئے عربیوں میں ایسے کیوں نہ ہوئے میرے خیال میں اس سے زیادہ لچر پوچ بات دنیا میں کسی نے نہیں کہی ہوگی۔ کسی بات کا صدق وکذب لائق اعتماد ہونا نہ ہونا، عجمی اور عربی ہونے پر موقوف نہیں۔ ایک عربی جھوٹا کذاب جعل ساز ہو سکتا ہے اور ایک عجمی پکا سچا راست باز دیانت دار خدا ترس ہو سکتا ہے غالباً ان لوگوں کو حضرت بلال حضرت سلمان حضرت صہیب اور حضرت نجاشی پر بھی اعتراض ہوگا کہ یہ لوگ کیوں مسلمان ہوئے۔ اور غالباً ان کی مرویات پر بھی شبہہ ہوگا۔

اگر اسلام صرف اہل عرب کے لئے خاص ہوتا تو یہ سوال اپنی جگہ کچھ وزن رکھتا۔ مگر اسلام عربی، عجمی، اسود، احمر، ابیض، اسمر سب کے لئے عام ہے تو پھر محدثین کے گروہ میں عجمیوں کو دیکھ کر اچنبھا کیوں ہوتا ہے۔

یہ محدثین عجمی ہیں مگر ان تمام روایت کی بنیاد عربیوں ہی پر ہے۔ پھر آپ کو کیا اعتراض ہے اگر اعتراض ہے تو پھر اعلان کر دیجئے کہ غیر عرب کا اسلام میں کوئی حق نہیں اس کے بعد پھر آپ خود اپنا شجرۂ نسب بیان کریں۔ کہ آپ کون ہیں جب عربی

نہیں تو آپ کو احادیث پر کلام کرنے کا حق کہاں سے ملا۔ بلکہ آپ مسلمان کیسے ہیں یہ تو بقول آپ بحق عرب محفوظ ہے

## مصطلحات

**حدیث** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل حال اور تقریر کو کہتے ہیں۔ بعض حضرات اس میں تعمیم کرتے ہیں کہ صحابی اور تابعی کے اقوال و افعال احوال و تقریرات بھی، حدیث ہیں۔ لیکن عام شائع ذائع پہلا ہی محاورہ ہے۔ لفظ حدیث سے اول وہلہ میں ذہن اسی طرف جاتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول یا فعل یا حال یا تقریر ہے۔

تقریر سے مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی صحابی نے کچھ کیا یا کہا۔ اور حضور نے سکوت اختیار فرمایا۔ یہ تقریر ہے۔

**اثر** عام طور پر صحابی یا تابعی کے قول کو کہتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کو بھی اثر کہدیتے ہیں جیسے ادعیہ ماثورہ۔

**خبر** خبر اور حدیث اصل میں مرادف ہیں۔ مگر کچھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین کے اقوال و افعال ہی کو حدیث کہتے ہیں۔ اور سلاطین امراء حکام اور گذشتہ زمانے کے احوال کو خبر کہتے ہیں۔

**اقسام** حدیث کی تین قسمیں ہیں۔ مرفوع، موقوف، مقطوع۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول فعل حال اور تقریر کو مرفوع۔ اور صحابی کے قول فعل کو موقوف۔ اور تابعی کے قول فعل کو مقطوع کہتے ہیں۔

حدیث کا مرفوع ہونا کبھی صراحۃً ہوتا ہے۔ جیسے صحابی کا کہنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔ یا یہ کرتے دیکھا۔ یا کسی کا یہ کہنا کہ حضور کے سامنے فلاں نے یہ کہا یا کیا اور حضور نے انکار نہیں فرمایا۔ یا کسی راوی نے یہ کہا۔ کہ فلاں نے اس کو حضور تک پہونچایا۔ یا مرفوع کیا۔

حکماً مرفوع یہ ہے کہ کوئی صحابی جو کتب سابقہ سے خبر نہ دے رہا ہو ایسی خبر جس میں عقل کو دخل نہ ہو جسے بغیر حضور سے سنے نہ جانا جا سکتا ہو مثلاً گذشتہ واقعات کی خبر دینی یا آئندہ کے حالات بتانا مثلاً قیامت کے اہوال ملاحم فتن وغیرہ یا کسی فعل پر مخصوص ثواب یا عقاب کی خبر یا صحابی کا یہ کہنا کہ لوگ حضور کے زمانے میں ایسا کرتے تھے۔ یا یہ کہنا یہ سنت ہے۔

**دوسری تقسیم** راویوں کی کثرت اور قلت کے اعتبار سے حدیث کی چار قسمیں ہیں۔ متواتر، مشہور، عزیز، واحد،

**حدیث متواتر** وہ حدیث ہے جسکے راوی ہر دور میں اتنے زیادہ ہوں کہ ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا محال عادی ہو۔

**مشہور** وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر قرن میں دو سے زائد ہوں۔

**عزیز** وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر طبقے میں دو ہوں۔

**غریب** وہ حدیث ہے جس کے راوی کسی دور میں۔ یا ہر دور میں صرف ایک ہوں، عزیز غریب کو خبر واحد بھی کہتے ہیں۔ راویوں کے احوال کے اعتبار سے حدیث کی چار قسمیں ہیں۔

**صحیح لذاتہ** وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی عادل تام الضبط ہوں اور اس کی سند متصل ہو۔ شذوذ و نکارت و جملہ عیوب سے خالی ہو۔

**صحیح لغیرہ** جس کے اندر صحت کے شرائط میں کچھ کمی ہو اور کثرت طرق سے اس کی تلافی ہو گئی ہو۔

**حسن لذاتہ** جس کے ضبط میں کچھ کمی ہو بقیہ صحت کے تمام شرائط پائے جاتے ہوں اور اس کی تلافی نہ ہوئی ہو۔

**حسن لغیرہ** وہ حدیث ضعیف ہے جس کی کثرت طرق سے تلافی ہو گئی ہو۔

**حدیث ضعیف** وہ حدیث ہے جس میں صحت کے تمام شرائط یا بعض نہ پائے جاتے ہوں اور اس کی تلافی بھی نہ ہوئی ہو۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔

**اول** ضعیف بضعف قریب یعنی ضعف اتنا کم ہے کہ اعتبار کے لائق ہے مثلاً یہ ضعف، اختلاط راوی۔ سوئے حفظ، تدلیس کی وجہ سے ہے۔ یہ متابعات و شواہد کے کام آتی ہے۔ اور جابر سے قوت پاکر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے۔

**دوم** ضعیف بہ ضعف قوی و وہن شدید۔ جیسے وہ حدیث جو راوی کے فسق وغیرہ قوادح قویہ کے سبب متروک ہو بشرطیکہ ہنوز سرحد کذب سے جدائی ہو۔ یہ احکام میں لائق احتجاج نہیں۔ البتہ مذہب راجح پر فضائل میں مقبول۔ ہاں تعدد مخارج و تنوع طرق سے انجبار کے بعد بالاتفاق مقبول۔

**سوم** وہ جس کا راوی وضاع کذاب یا متہم بالکذب ہو۔ یہ حدیث ضعیف کی بدترین قسم ہے۔ بلکہ بعض محاورات کی بنا پر مطلقاً۔ اور ایک اصطلاح پر اگر اس کا مدار کذاب پر ہو تو اسے بھی موضوع کہتے ہیں۔ بنظر دقیق ان اصطلاحات پر یہ قسم موضوع حکمی میں داخل۔

**چہارم** موضوع۔ یہ بالاجماع نہ قابل انجبار نہ کہیں لائق اعتبار حتی کہ فضائل میں بھی۔ بلکہ اسے حدیث کہنا بطور مجاز ہے۔ حقیقت میں یہ حدیث ہی نہیں۔

**حدیث موضوع** کسی حدیث کے موضوع ہونے کا ثبوت پندرہ طریقوں سے ہوتا ہے۔

اس کا مضمون قرآن عظیم یا سنت متواترہ، یا اجماع قطعی، قطعی الدلالت یا عقل صریح یا حس صریح یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ تاویل و تطبیق کا کوئی احتمال نہ رہے۔

(۷) یا اس کا معنی ایسا شنیع و قبیح ہو جس کا صدور حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ علیہ سے معقول نہ ہو۔ جیسے کسی فساد یا ظلم یا عبث یا بیوقوفی یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہو۔

(۸) یا اتنی بڑی جماعت جس کا عدد حد تواتر تک پہنچا ہو اور ان میں جھوٹ کا یا ایک دوسرے کی تقلید کا احتمال نہ رہے۔ اس کے کذب و بطلان کی گواہی مستند اً الی الحس دے۔

(۹) یا خبر کسی ایسی چیز کی ہو کہ اگر وہ واقع ہوتی تو اس کی نقل و روایت مشہور و مستفیض ہو جاتی مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتہ نہیں۔

(۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ و بشارت، یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنھیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔

(۱۱) یا اس کے الفاظ رکیک و سخیف ہوں جنھیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل اس کا مدعی ہو کہ یہ الفاظ بعینہا حضور افصح العرب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔

(۱۲) یا ناقل رافضی، حضرات اہل بیت کرام علی سیدہم وعلیہم الصلاۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو ان کے غیر سے ثابت نہ ہوں۔ جیسے لحمک لحمی و دمک دمی یوہیں امیر معاویہ و عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وہ مناقب جو صرف نواصب کی روایت سے آئیں۔ روافض نے مناقب امیر المومنین حضرت علی و اہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تین لاکھ کے قریب حدیثیں وضع کی ہیں۔ اسی طرح نواصب نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں حدیثیں گڑھی ہیں۔

(۱۳) یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہیں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گڑھ کر پیش کر دی ہے۔

(۱۴) یا تمام کتب و تصانیف اسلامیہ میں استقرار تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتہ نہ چلے۔ یہ کام صرف اجلۂ حفاظ ائمۂ ذی شان کا تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم۔

(۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کر دے خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلۂ اقرار ہو۔ مثلاً ایک شیخ سے بلا واسطہ بدعوے سماع روایت کرے پھر اس کی تاریخ وفات وہ بتائے کہ اس کا اس سے سننا معقول نہ ہو۔

**افادہ** جو حدیث ان پندرہ سے خالی ہو اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے اس باب میں کلمات علما تین طرز پر ہیں

**اول** انکار محض یعنی بے امور مذکورہ کہ اصلاً حکم وضع کی راہ نہیں۔ اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر مدار ہو۔ امام سخاوی نے

فتح المغیث میں اسی پر جزم فرمایا لکھتے ہیں۔

مجرد تفرد الکذاب بالوضاع ولو کان بعد الاستقصاء فی التفتیش من حافظ متبحر تام الاستقراء غیر مستلزم لذالك بل لابد معه من انضمام شیئ مما سیاتی۔

اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علم حدیث میں دریا اور اس کی تلاش کامل ومحیط ہو تفتیش حدیث میں استقصاء تام کرے اور باایں ہمہ حدیث کا پتہ ایک کذاب بلکہ وضاع کی روایت کے علاوہ کہیں نہ ملے تاہم اس سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا جب تک امور مذکورہ سے کوئی امر اس میں موجود نہ ہو۔

دوم | وضاع کذاب پر تفرد ہو ایسا وضاع کذاب جس سے عمداً نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر معاذ اللہ بہتان وافترا کرنا ثابت ہو۔ وہ بھی بطریق ظن نہ بروجہ یقین، اس لئے کہ پکا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے اور اگر قصداً افترا اس سے ثابت نہیں تو اسکی حدیث موضوع نہیں اگرچہ متہم بکذب ہو۔ یہ علامہ ابن حجر وغیرہ علماء کا مسلک ہے۔ نخبہ ونزہہ میں ہے۔

الطعن اما ان یکون بکذب الراوی بان یروی عنه مالم یقله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم متعمدا لذالك او تهمته بذلك الاول هو الموضوع والحکم علیه بالوضع انما هو بطریق الظن الغالب لا بالقطع اذ قد یصدق الکذوب۔ والثانی هو المتروك۔

حدیث میں طعن کبھی راوی کے کذب کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس طرح کہ اس سے وہ بات مروی ہو جو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کہی ہو۔ اور کبھی، تہمت کذب کی وجہ سے ہوتا ہے پہلی قسم موضوع ہے کسی حدیث کے موضوع ہونے کا حکم بطریق ظن ہوتا ہے نہ بروجہ یقین۔ اس لئے کہ پکا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے۔ دوسری قسم کو "متروک" کہتے ہیں۔

سوم | بہت سے علما، جب حدیث پر سے حکم وضع اٹھاتے ہیں اس کی وجہ میں فرماتے ہیں یہ کیونکر موضوع ہو سکتی ہے حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے نہ متہم بالکذب۔ کبھی فرماتے ہیں موضوع تو جب ہوتی کہ اس کا راوی متہم بالکذب ہوتا یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں [1]

اس سے متبادر ہوتا ہے کہ اگر راوی متہم بالکذب ہو تو موضوع ہونے کا حکم لگایا جا سکتا ہے جو حدیث ان اٹھارہ عیوب سے پاک ہو اس کے بارے میں اجماع ہے کہ وہ موضوع نہیں۔

**شرائط راوی** | عادل ہونا، عادل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو تقویٰ کی پابندی اور خلاف مروت حرکات سے بچنے کا ملکہ ہو

[1] حدیث ضعیف سے لیکر یہاں تک سب فتاویٰ رضویہ حصہ دوم رسالہ منیر العین سے لیا گیا ہے۔

تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ شرک، کفر، فسق، بدعت سے بچتا رہے۔ گناہ صغیرہ سے بچنا عدالت کی شرط نہیں۔ البتہ صغیرہ پر اصرار سے بچنا ضروری ہے اس لئے کہ صغیرہ پر اصرار کبیرہ ہے۔

مروت سے مراد ایسے خسیس و رذیل کاموں سے بچے جو اگرچہ مباح ہیں مگر وہ وقار کے خلاف سمجھے جاتے ہیں جیسے بازاروں میں کھانا۔ صرف تہبند باندھ کر گھومنا۔

ضبط حدیث۔ یعنی حدیث کو محفوظ رکھنا۔ اس میں کمی بیشی اور کوئی خلل نہ ہونے دینا اس طرح کہ بوقت ضرورت بلا تردد بیان کر سکے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ضبط صدر۔ ضبط کتاب،

ضبط صدر:۔ یہ ہے کہ حدیث کو اس طرح یاد رکھے کہ جب چاہے اس کو بعینہٖ بیان کر سکے۔

ضبط کتاب:۔ یہ ہے کہ جس کتاب میں حدیث لکھی ہے اس کو پورے طور سے محفوظ رکھے کہ اس میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہونے پائے۔

**اتصال سند** راوی سے لے کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک کوئی راوی چھوٹا نہ ہو۔

**اسباب طعن** دس ہیں۔ پانچ راوی کی عدالت سے متعلق ہیں اور پانچ ضبط سے۔ عدالت سے متعلق پانچ طعن یہ ہیں۔ کذب، اتہام بکذب، فسق، جہالت یعنی گمنام ہونا، بدعت،

**کذب** یہ ہے کہ اس راوی کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے بالقصد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان و افترا کیا ہے۔ اگر کسی شخص کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے ایک بار بھی قصداً حدیث گڑھی ہے تو مدۃ العمر اس کی حدیث مقبول نہ ہوگی اگرچہ توبہ کرے۔ بر بنائے مذہب مشہور ایسے راوی کی حدیث کو موضوع کہتے ہیں۔

**اتہام بکذب** یہ ہے کہ اگرچہ حدیث میں اس کا جھوٹ ثابت نہیں مگر وہ اور باتوں میں جھوٹا مشہور و معروف ہو۔ ایسے راوی کی حدیث کو متروک کہتے ہیں۔ ایسا شخص اگر جھوٹ بولنے سے توبہ کرے اور سچے ہونے کی عادت ڈال لے اور یہ ثابت ہو جائے کہ اب جھوٹ نہیں بولتا تو اس وقت اس کی روایت مقبول ہے۔

**فسق** سے فسق عملی مراد ہے یعنی گناہوں سے بچے۔ جھوٹ بھی گناہ ہی ہے۔ مگر حدیث کے معاملے میں یہ طعن دیگر مطاعن سے سخت ہے۔ اس لئے اس کو عام گناہوں سے علحدہ مستقل طعن کی قسم بنایا گیا۔

**جہالت** یہ کہ کسی راوی کا نام نہ مذکور ہو جیسے کوئی یوں کہے مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی۔ اس سے طعن کی وجہ یہ ہے کہ جب راوی کا نام ہی معلوم نہیں تو یہ پتہ بھی نہ چل سکے گا کہ یہ عادل ہے یا غیر عادل۔ اسکی روایت قابل قبول ہے یا نہیں۔

ایسی حدیث کو مبہم کہتے ہیں۔ حدیث مبہم کے مقبول و غیر مقبول ہونے میں تفصیل ہے۔

اگر یہ ابہام صحابی میں ہے مثلاً تابعی نے کہا مجھ سے ایک صحابی نے حدیث بیان کی تو یہ بالاتفاق مقبول ہے۔ غیر صحابی میں اگر

ہے اور راوی کی عدالت وثقہ ہونے کی صراحت نہیں تو غیر مقبول۔ جیسے کسی نے کہا ایک شخص یا شیخ نے حدیث بیان کی۔ اور اگر صفت تعدیل و توثیق کے ساتھ ہے تو بھی عند التحقیق نامقبول۔ ہاں اگر یہ ابہام کسی مسلم الثبوت امام حاذق کا ہے تو مقبول ہے۔

**بدعت** سے مراد یہ ہے کہ جو بات دین میں مشہور و معروف ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے ثابت ہو اس کے خلاف اعتقاد رکھنا۔ جب کہ کسی شبہہ اور تاویل کی بنا پر نہ ہو۔ اور اگر یہ اعتقاد ضروریات دین کے خلاف از راہ عناد ہو تو کفر ہے۔ مبتدع، بدعتی کی روایت کے مقبول و مردود ہونے میں تفصیل ہے۔ اگر اس کی بدمذہبی حد کفر تک پہونچی ہو تو بالاتفاق مردود۔ اور اگر حد کفر تک نہیں پہونچی ہے تو اگر اس کی یہ روایت بدعت کی طرف داعی یا اس کی مُروِّج یا مؤید ہے تو قطعاً مردود۔ اور اگر ایسی نہیں تو بھی محاطین کا یہی طریقہ ہے کہ مبتدعین کی حدیث نہیں قبول کرتے۔ کبھی کبھی اس غامض طریقے سے بدمذہبی داخل کر دیتے ہیں کہ اس کی تہ تک پہونچنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

ضبط سے متعلق پانچ طعن یہ ہیں۔ کثرت غلط، فرط غفلت۔ مخالفت ثقات، وہم، سوئے حفظ،

کثرت غلط کے معنی ظاہر ہیں۔

**فرط غفلت** کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے کی تلقین قبول کرے یعنی دوسرا جو بتا دے کہ تو نے یہ سنا ہوگا وہی مان لے۔

**مخالفت ثقات** حدیث کی سند یا متن ثقہ رُواۃ کے خلاف ہو۔ ایسی حدیث کو شاذ کہتے ہیں۔

**وہم** حدیث کے یاد ہونے کا ظن غالب نہیں پھر بھی بیان کر دیا۔ اگر راوی کی اس حرکت پر قرائن سے اطلاع ہو جائے تو وہ حدیث معلل ہے۔ یہ صنف بہت دقیق اور مشکل ہے یہاں تک کہ علماء نے فرمایا دار قطنی کے بعد کوئی ان جیسا نہیں پیدا ہوا جو حدیث کے علل قادحہ کے پہچاننے کا ان جیسا ماہر ہو۔

**سوء حفظ** سے یہاں مراد یہ ہے کہ راوی کو نسیان کا عارضہ ہوا اور اس حد تک کہ اس کی غلطی صواب پر زائد یا برابر ہو اور اگر اس کا صواب خطاء سے زائد ہے تو اس کی روایت مقبول ہے۔ اس لئے کہ خطاء و نسیان سے بالکلیہ کون منزہ رہا۔ حتی کہ امام بخاری و امام مسلم بھی۔ سوء حفظ کا عارضہ اگر مدۃ العمر رہا تو اس کی روایت معتبر نہیں۔ بعض محدثین نے اسے بھی شاذ مانا۔ اور اگر اخیر عمر میں اس کا یہ عارضہ کسی وجہ سے مثلاً بیماری یا کبر سنی یا ضعف بصارت یا زوال بصارت یا کتابوں کے ضائع ہونے کی وجہ سے عارض ہو گیا تو ایسی حدیث کو مُختلط کہتے ہیں۔ ایسے راوی کی ایسی احادیث جو سوء حفظ عارض ہونے سے پہلے روایت کی ہیں اور یہ معلوم ہو تو مقبول ہیں۔ اور زمانہ نسیان کی معتبر نہیں۔ ہاں تعدد طرق و متابعات و شواہد سے تقویت کے بعد مقبول ہیں۔

یہ کل دس وجوہ طعن ہوئے۔ ان کی قوت و شدت کے اعتبار سے یہ ترتیب ہے کذب، تہمت کذب، کثرت غلط،

فرط غفلت، فسق، وہم، مخالفت ثقات، جہالت، بدعت، سوءحفظ، الخ

## مزید اصطلاحات

**سند و اسناد** طریق حدیث کو کہتے ہیں یعنی وہ راوی جنھوں نے یہ حدیث روایت کی ہے اور سند کے ذکر کو اسناد کہتے ہیں۔

**مسند** اس حدیث کو کہتے ہیں جو مرفوع ہو اور جس کی سند متصل ہو۔ یہی عام اصطلاح ہے۔ بعض محدثین ہر حدیث متصل کو "مسند" کہتے ہیں۔ اگرچہ وہ موقوف یا منقطع ہو۔ بعض محدثین ہر حدیث مرفوع کو "مسند" کہتے ہیں۔ اگرچہ وہ مرسل یا منقطع یا معضل ہو۔

**متن** جہاں سند ختم ہوتی ہے اسے متن کہتے ہیں یعنی وہ قول یا فعل یا واقعہ جو روایت کیا گیا۔

**متصل و اتصال** متصل وہ حدیث ہے جس کی روایت میں کوئی راوی چھوٹا نہ ہو اور یہ عمل "اتصال" ہے۔

**تعلیق و مُعلّق** ابتدائے سند سے اگر راوی ساقط ہو تو اس حدیث کو مُعلّق کہتے ہیں خواہ تمام راوی ساقط ہوں یا ایک دو۔ اور اس فعل کو تعلیق کہتے ہیں۔

امام بخاری کے ابواب میں تعلیقات بکثرت ہیں۔ یہ سب حدیث متصل کے حکم میں ہیں۔ اس لئے کہ انھوں نے اس کا التزام کیا ہے کہ اس کتاب میں صرف احادیث صحیحہ ذکر کریں گے لیکن یہ ان کی احادیث مسندہ کے حکم میں نہیں۔ بعض تعلیقات کو انھوں نے اس کتاب میں دوسری جگہ مسند ذکر کر دی ہیں۔ وہ بہرحال احادیث مسندہ کے مرتبے میں ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ جن تعلیقات کو جزم و یقین کے کلمات کے ساتھ ذکر کیا ہے وہ اکثر صحیح ہیں۔ مثلاً یہ ذکر کیا کہ فلاں نے کہا۔ اور جنھیں شک و ضعف کے کلمات سے ذکر کیا مثلاً یوں بیان کیا گیا۔ کہا گیا۔ روایت کیا گیا۔ ان کی صحت میں کلام ہے۔ اگرچہ بعض ان میں بھی صحیح ہیں۔ بایں ہمہ جب انھوں نے اپنی صحیح میں ذکر فرمایا تو وہ بالکل بے اصل بھی نہیں مانی جائیں گی۔ ضرور ان کے علم میں ان کی کچھ اصل ہوگی۔

تفصیل یہ ہے کہ امام بخاری کی تعلیقات کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں۔

(۱) وہ تعلیقات جنھیں خود امام بخاری نے اپنی اسی کتاب میں کسی جگہ سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ خواہ انھیں صیغۂ جزم کے ساتھ ذکر کیا ہو خواہ صیغۂ تمریض کے ساتھ۔ صیغۂ جزم کی بکثرت مثالیں ہیں۔ صیغۂ تمریض کی مثال یہ ہے۔ کتاب الطب میں ہے

---

الخ نخبۃ الفکر۔

باب الرقی بفاتحۃ الکتاب ویذکر عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [1]

(۲) وہ تعلیقات جنھیں امام بخاری نے اپنی کتاب میں کہیں سند متصل کے ساتھ نہیں ذکر کیا۔ اور اسے صیغۂ جزم کے ساتھ ذکر کیا۔ مگر وہ کسی اور محدث کی شرط پر صحیح ہے جیسے وقالت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ [2] یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(۳) ایسی تعلیق جو حسن ہو۔ جیسے قال بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ اللہ احق ان یستحی منہ من الناس کتاب الطہارت [3]

(۴) ایسی تعلیق جو ضعیف ہو۔ جیسے قال طاؤس قال معاذ بن جبل لاھل الیمن ایتونی بعرض ثیاب خمیص اولبیس فی الصدقۃ مکان الشعیر والذرۃ اھون علیکم وخیر لاصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالمدینۃ [4] اس تعلیق کی سند طاؤس تک صحیح اور متصل ہے۔ مگر طاؤس کا حضرت معاذ سے سماع ثابت نہیں۔ اس لئے معمولی ضعف کے ساتھ ضعیف ہے۔

(۵) وہ تعلیقات جنھیں صیغۂ تمریض سے ذکر کیا۔ مگر وہ کسی اور محدث کی شرط پر صحیح ہیں۔ جیسے یہ تعلیق ویذکر عن عبد اللہ بن السائب قرء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المومنون فی الصبح حتی اذا جاء ذکر موسیٰ وھارون او ذکر عیسیٰ اخذتہ سلعۃ [5] اس تعلیق کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے [6]

(۶) ایسی تعلیق جو حسن ہو جیسے ویذکر عن عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال اذا بعت فکل واذا ابتعت فاکتل [7] اسے دار قطنی اور ابن ماجہ اور بزار نے روایت کیا۔ اور یہ حسن ہے۔

(۷) ایسی تعلیق، جو معمولی ضعف سے ضعیف ہو مگر معمول بہ ہو۔ جیسے ویذکر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ قضی الدین قبل الوصیۃ [8] کتاب الوصایا۔ اسے امام ترمذی نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے [9]۔ مگر اس کا ایک راوی ضعیف ہے۔ مگر اہل علم کے عمل سے قوی ہو گئی۔

(۸) ایسی تعلیق جو ضعف شدید کے ساتھ ضعیف ہو۔ اور معمول بہا ہو۔ جیسے یہ تعلیق ویذکر عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفعہ لایتطوع الامام فی مکانہ، کتاب الصلوۃ [10]۔ اسے ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا مگر اس میں

---

[1] بخاری ج ۲ ص ۸۵۴، [2] بخاری ج ۱ ص ۱۰۰، [3] بخاری ص ۴۲ ج ۱، [4] بخاری ج ۱ ص ۱۹۴، [5] بخاری ج ۱ ص ۱۰۰، [6] مسلم ج ۱ ص ۱۸۶، [7] بخاری ج ۱ ص ۲۸۵، [8] بخاری ج ۱ ص ۳۸۴ [9] ترمذی ج ۲ ص ۔ [10] بخاری ج ۱ ص ۱۱۷،

دوسرا ضعف ہے اس کا ایک راوی لیث ہے یہ ضعیف ہے اور اس کے شیخ الشیخ مجہول ہیں۔ مگر اس پر بھی اہل علم کا عمل ہے اس لئے یہ بھی قوی ہوگئی۔ حکم یہ ہے کہ امام وہیں نفل نہ پڑھے جہاں فرض پڑھا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ گھر آکے پڑھے اگر مسجد ہی میں پڑھنا چاہتا ہے تو دائیں بائیں ہٹ کر پڑھے۔

**مرسل وارسال** اگر سند میں راوی کا سقوط آخر سند سے ہو تو اسے حدیث مرسل کہتے ہیں اور اس فعل کو ارسال جیسے کوئی تابعی کہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جمہور ائمہ امام اعظم اور امام مالک کے نزدیک ثقہ کی حدیث مرسل حجت ہے۔ اس لئے کہ راوی کو اپنے شیخ کے ثقہ ہونے پر اعتماد کلی نہ ہوتا تو ارسال نہ کرتا۔

**منقطع وانقطاع** وہ حدیث ہے جس کے درمیان سند میں کچھ راوی چھوٹ گئے ہوں۔ خواہ ایک خواہ متعدد مگر متعدد مسلسل نہ چھوٹے ہوں۔ متفرق جگہوں سے چھوٹے ہوں تو اس حدیث کو منقطع کہتے ہیں۔ اور یہ فعل انقطاع ہے۔

**معضل** اگر درمیان سند میں مسلسل دو راوی چھوٹے ہوں تو وہ حدیث معضل کہلاتی ہے۔

**فائدہ** کبھی منقطع بول کر محدثین، غیر متصل مراد لیتے ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے منقطع مذکورہ بالا غیر متصل کے تمام اقسام کو شامل ہوگی۔ جس میں مرسل بھی داخل ہے۔

**مدلس وتدلیس** تدلیس کے لغوی معنی بیچتے وقت سامان کے عیب کو چھپانا ہے اس کا مادہ دَلَسٌ ہے جس کے معنی فریب اور دھوکہ دینے کے ہیں۔ محدثین کی اصطلاح میں تدلیس اسے کہتے ہیں کہ راوی نے جس سے حدیث سنی ہے۔ اس کا نام نہ لے بلکہ اس سے اوپر کے راوی کا نام لے اور لفظ ایسا استعمال کرے جس سے سماع سمجھا جا سکتا ہو اور یہ یقین نہ ہو کہ یہ راوی جھوٹ بول رہا ہے۔ جیسے یوں کہے۔ فلاں سے روایت ہے۔ یا فلاں نے کہا۔ ایسی حدیث کو مدلس اور ایسے راوی کو مدلس کہتے ہیں۔ اور اس فعل کو تدلیس۔

حدیث مدلس کے مقبول و نامقبول ہونے کے سلسلے میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جس محدث کی یہ عادت ہو کہ وہ صرف ثقات سے ہی تدلیس کرتا ہے۔ اس کی حدیث مقبول ہے۔ جیسے سفیان بن عیینہ اور اگر اس کی عادت یہ ہے کہ ثقہ وغیر ثقہ سب سے تدلیس کرتا ہے تو اس کی روایت نامقبول جب تک کہ اس کی روایت ایسے لفظ سے نہ کرے جو سماع پر قطعی دلالت کرے۔

**مضطرب واضطراب** اگر حدیث کے متن یا اسناد میں راویوں کا باہم، کمی یا زیادتی، تقدم و تاخر، تبدیل و تغیر یا تصحیف اختصار، حذف وغیرہ کی وجہ سے اختلاف ہو جائے تو یہ حدیث مضطرب کہلاتی ہے۔ اور یہ فعل اضطراب کہلاتا ہے۔ حدیث مضطرب کے اختلاف میں تطبیق ممکن ہو تو وہ مقبول ہے۔ ورنہ اس کے بارے میں توقف کیا جائے گا۔

**مدرج** اگر راوی متن میں اپنا یا کسی اور کا مثلاً صحابی یا تابعی کا کوئی کلام کسی فائدہ کے لئے ذکر کر دے مثلاً لفظ کا معنیٰ

بیان کرنے یا تفسیر کرنے یا مطلق کو مقید کرنے کے لئے ہو تو یہ حدیث مدرج ہے اور یہ فعل ادراج۔

**معنعن** وہ حدیث ہے جس کی سند لفظ عن فلان عن فلان سے ذکر کی جائے۔ اور اس فعل کو عَنْعَنَہ کہتے ہیں۔ مدلس کی حدیث معنعن مقبول نہیں۔ مگر جب کہ یہ معلوم ہو کہ یہ صرف ثقات ہی سے تدلیس کرتا ہے۔

حدیث معنعن کے مقبول ہونے کے لئے امام بخاری نے یہ شرط کی ہے۔ کہ تلمیذ و شیخ دونوں کی ملاقات کا ثبوت کسی اور طریقے سے ہو۔ کچھ لوگوں نے ملاقات کے علاوہ یہ بھی شرط کی ہے کہ یہ بھی ثابت ہو کہ راوی نے اس شیخ سے حدیث اخذ کی ہے۔ مگر امام مسلم نے ان دونوں سے اختلاف کیا اور مقدمہ مسلم میں دلائل سے ثابت کیا کہ نہ اخذ کے ثبوت کی ضرورت ہے نہ لقاء کی۔ صرف معاصرت کافی ہے۔ اس لئے کہ جب معاصرت ثابت ہے اور راوی ثقہ غیر مدلس ہے۔ اور یہ کہہ دیا ہے کہ فلاں سے روایت ہے تو یہ لقاء اور اخذ دونوں کا ثبوت ہے۔

**شاذ و محفوظ** کوئی ثقہ ثقات کے خلاف روایت کرے۔ اگر ان میں سے کسی کو ترجیح دی گئی ہو تو راجح کو "محفوظ" اور مرجوح کو "شاذ" کہتے ہیں۔

**منکر و معروف** اگر کوئی ضعیف راوی اپنے سے بھی اضعف کے خلاف روایت کرے تو اضعف کی روایت "منکر" اور ضعیف کی روایت کو معروف کہتے ہیں۔

بعض محدثین نے شاذ و منکر میں دوسرے راوی کی مخالفت کی قید نہیں لگائی۔ بلکہ یہ کہا کہ شاذ وہ حدیث ہے جس کو تنہا کوئی ثقہ روایت کرے۔ اور اس کے موافق یا معاضد کوئی روایت نہ ہو۔ بعض نے ثقہ کی بھی قید نہیں لگائی مطلقاً تفرد کی بناء پر شاذ کا حکم لگایا۔ اسی طرح منکر میں بھی مخالفت کی قید بعض حضرات کے یہاں معتبر نہیں۔ حدیث میں اگر فسق یا فرط غفلت و کثرت غلط کی وجہ سے طعن ہو تو اسے بھی منکر کہتے ہیں۔

**مُعَلَّل** جس کی اسناد میں کچھ خفی، دقیق ایسے عیوب ہوں جو اس کی صحت میں خلل انداز ہوں۔ جن پر کوئی بہت ہی متبحر، ماہر حاذق، ناقد محدث ہی مطلع ہوتا ہے۔ جیسے سند متصل بیان ہوئی مگر حقیقت میں وہ منقطع ہے۔ حدیث کو مرفوع بتایا گیا مگر وہ حقیقت میں موقوف ہے۔

**متابعت** دو یا چند راویوں کا کسی حدیث کو ایک دوسرے کے موافق ذکر کرنا۔ ان میں اصل کو متابع اور دوسری کو متابع کہتے ہیں۔ اصل سے مراد یہ ہے کہ مثلاً کسی محدث نے کوئی حدیث ذکر کی پھر کہا اس کی متابعت فلاں نے کی۔ تو اول متابع اور ثانی متابع کہلاتی ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی محدث اس کے برعکس ذکر کرے۔ مثلاً بعد والی کو پہلے ذکر کر کے ثانی کے بارے میں کہے تابعہ فلاں۔ اب متابع متابع اور متابع متابع کہلائے گی۔ متابعت کی دو قسمیں ہیں۔ تام، ناقص متابعت تام

یہ ہے کہ راوی کے شیخ ہی سے متابعت ہو۔ یعنی اول سند سے۔ ناقص یہ ہے کہ اپنے شیخ سے اوپر کسی سے ہو۔

**مثلہ ونحوہ** اگر متابعت لفظ ومعنی دونوں میں ہو تو اس کو مثلہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اگر صرف معنی میں ہو تو نحوہ سے۔

**شاہد** اگر اتفاق روایت صرف ایک صحابی پر ہو تو متابعت اور اگر دو یا زیادہ پر ہو تو اسے "شاہد" کہتے ہیں۔ بعض حضرات نے کہا کہ اگر صرف معنی میں موافقت ہو تو شاہد ہے۔ اور لفظ ومعنی دونوں میں ہو تو متابعت ہے خواہ ایک صحابی سے ہو خواہ متعدد صحابی سے ــــ کبھی شاہد ومتابع کو ایک دوسرے کے معنی میں بھی استعمال کر دیتے ہیں۔

**اعتبار** متابع اور شاہد کی معرفت کے لئے حدیث کی مختلف سندوں کے تتبع اور تلاش کو "اعتبار" کہتے ہیں۔

**الفاظ روایت** سندوں کے ذکر میں مختلف الفاظ ذکر کئے جاتے ہیں۔ مثلاً قَالَ، اَخْبَرَ، اَنْبَأَ، حَدَّثَ، رَوٰی، رُوِیَ، سَمِعْتُ وغیرہ۔

امام بخاری کا مسلک یہ ہے کہ قال، سمع، اخبر، حدث، انبأ، روی سب ہم معنی ہیں۔ اور یہی مذہب امام زہری امام مالک اور امام ابن عیینہ ویحیٰی القطان اور اکثر اہل حجاز واہل کوفہ اور حضرت امام اعظم کا ہے۔ ابن حاجب نے اپنی مختصر میں اس کو ترجیح دی۔ امام حاکم نے فرمایا کہ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔ مگر امام مسلم اور ترمذی وغیرہ کے یہاں تفریق ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر شیخ قراءت کرے اور تلمیذ سنے تو اسے حَدَّثَ سے بیان کیا جاتا ہے۔ اور اگر تلمیذ قراءت کرے اور شیخ سنے تو اسے اخبر وانبأ سے بیان کیا جاتا ہے اور یہی امام ابن جریج اور امام اوزاعی اور امام شافعی اور ابن وہب اور جمہور اہل مشرق کا مسلک ہے۔ امام بخاری نے اس سلسلے میں کتاب العلم میں مستقل ابواب باندھے ہیں۔ ان کی شرح میں اس پر تفصیلی گفتگو ہوگی۔

ہم نے ان مصطلحات کو اس لئے لکھ دیا ہے کہ شرح میں یہ بار بار آئیں تاکہ ناظرین کو سمجھنے میں الجھن نہ ہو۔ علاوہ ازیں اردو میں صحیح، غلط کا مقابل ہے۔ اس لئے اگر کسی حدیث کے بارے میں محدثین نے یہ لکھا ہے کہ یہ صحیح نہیں تو آج کل کے گمراہ فرقے ناواقف عوام کو فریب دینے کے لئے یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ یہ حدیث غلط ہے یعنی موضوع یا باطل ہے بے اصل ہے۔ ناظرین محدثین کی اصطلاح میں ایک نظر ڈال لیں تو انھیں معلوم ہو جائے گا کہ محدثین کی زبان میں صحیح غلط کا مقابل نہیں۔ بلکہ ان کی ایک خاص اصطلاح ہے کہ وہ صحیح اس حدیث کو کہتے ہیں جو اپنے تمام اوصاف کمال میں اعلیٰ درجے پر فائز ہو۔ اس کے مقابل سات اقسام اور ہیں۔ اس لئے محدثین کے اس فرمانے کا کہ "یہ حدیث صحیح نہیں" یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ موضوع یا باطل یا بے اصل ہے۔ بلکہ ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ حدیث کی سب سے اعلیٰ قسم صحیح لذاتہ نہیں۔ ہو سکتا ہے صحیح لغیرہ ہو حسن لذاتہ ہو حسن لغیرہ ہو جس کی صدہا نظیریں موجود ہیں۔ جو اس کی پوری تحقیق وتفصیل دیکھنا چاہے وہ اعلیٰ حضرت امام

احمد رضا قدس سرہ کے رسالہ منیر العین کا مطالعہ کرے جو فتاویٰ رضویہ جلد دوم میں چھپ چکا ہے۔

محدثین کہیں فرماتے ہیں صحیح نہیں۔ اور وہ حسن لذاتہ ہوتی ہے۔ کبھی فرماتے ہیں صحیح نہیں۔ اور وہ حدیث صحیح لغیرہ ہوتی ہے۔ کبھی فرماتے ہیں صحیح نہیں اور وہ حدیث حسن لغیرہ ہوتی ہے۔ اس لئے کسی حدیث کے بارے میں محدثین کے اس فرمانے سے کہ صحیح نہیں اس کے باطل موضوع ہونے پر دلیل لانا جہالت ہے۔

یہاں ایک اور نکتہ قابل لحاظ ہے کہ محدثین کا کسی حدیث پر جرح صرف اس سند کے ساتھ خاص ہوتی ہے جس پر جرح کی گئی ہے۔ ایسا بہت ہے کہ کسی حدیث پر اس کی ایک سند کے لحاظ سے ضعیف بلکہ موضوع تک ہونے کا حکم لگا دیا گیا۔ مگر دوسری سند سے وہ ثابت ہے۔ جیسے میزان الاعتدال میں ہے کہ امام احمد بن حنبل نے حدیث "طلب العلم فریضۃ" کو کہا یہ کذب ہے۔ مگر علامہ ذہبی نے فرمایا یہ حکم اس مخصوص سند کے اعتبار سے ہے جس میں ابراہیم بن موسیٰ المروزی ہے۔ ورنہ یہ حدیث دوسرے طرق سے ثابت ہے اگرچہ وہ سب ضعیف ہیں۔

حدیث الصلاۃ بالسواک خیر من سبعین صلوٰۃ کو علامہ ابن عبد البر نے تمہید میں باطل کہا۔ علامہ سخاوی نے فرمایا۔ یہ حکم اس سند کے لحاظ سے ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں۔

ان روایات الضعیف یکون فیہ الصحیح والضعیف والباطل فیکتبونہا ثم تمیز اھل الحفظ والاتقان بعض ذلک من بعض وذلک سھل علیھم معروف عندھم ولھذا احتج السفیان الثوری حین نھی عن الروایۃ عن الکلبی فقیل لہ انت تروی عنہ فقال انا اعرف صدقہ عن کذبہ (شرح مسلم ص ۲۱ ج ۱)

ضعیف راوی کی روایتوں میں صحیح بھی ہوتی ہیں اور ضعیف اور باطل بھی۔ محدثین ان سب کو لکھتے ہیں۔ پھر اہل حفظ و اتقان انکو ایک دوسرے سے الگ کر دیتے ہیں۔ یہ ان کے لئے آسان ہے۔ اور ان کے نزدیک روزمرہ کا کام ہے اسی دلیل سے سفیان ثوری نے اس وقت استدلال کیا جب انھیں کلبی کی روایت قبول کرنے سے منع کیا گیا اور کہا گیا آپ اس سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا۔ میں اس کے سچ کو جھوٹ سے امتیاز کر لیتا ہوں۔

## احادیث سے استدلال کی کیفیت

جن چیزوں کا اثبات مقصود ہوتا ہے وہ چار قسم کی ہیں۔

(۱) عقائد قطعیہ:۔ جیسے توحید۔ رسالت۔ قرآن کا کتاب اللہ ہونا۔ ان کا اثبات صرف حدیث متواتر سے ہوگا خواہ اس کا تواتر لفظی ہو خواہ معنوی۔

(۲) **عقائد ظنیہ**:۔ جیسے قبر کے احوال، میزانِ اعمال وغیرہ۔ ان کا اثبات خبر واحد سے بھی ہوتا ہے۔

(۳) **احکام**:۔ ان کے اثبات کے لئے حدیث صحیح یا کم از کم حسن لغیرہ ہونی لازم ہے۔ احادیث ضعاف ان تینوں اقسام میں ناکافی ہیں۔

(۴) **فضائل ومناقب**:۔ خواہ فضائلِ اعمال ہوں خواہ فضائل اشخاص ان سب میں علماء ضعیف حدیث بالاتفاق معتبر مانتے ہیں۔

امام شیخ الاسلام ابو زکریا نفعنا اللہ تعالیٰ ببرکاتہ۔ کتاب الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں۔

قال العلماء من المحدثین والفقہاء وغیرھم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترھیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعاً۔

علمائے محدثین وفقہا وغیرہم نے فرمایا فضائل اعمال ترغیب وترہیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا مستحب ہے اگر وہ موضوع نہ ہوں۔

لیکن کبھی مقام احتیاط میں احادیث ضعاف احکام میں بھی بطور سند کام آتی ہیں۔ یہی امام نووی اذکار میں بعد عبارت مذکورہ کے ارشاد فرماتے ہیں۔

واما الاحکام کالحلال والبیع والنکاح والطلاق وغیر ذلک فلا یعمل فیھا الا بالحدیث الصحیح او الحسن الا ان یکون فی احتیاط فی شیٔ من ذلک کما اذا ورد حدیث ضعیف بکراھیۃ بعض البیوع او الانکحۃ فان المستحب ان یتنزہ عنہ ولکن لا یجب۔ (الاذکار ص)

کہ حلال وحرام بیع نکاح طلاق وغیرہا احکام کے بارے میں صرف حدیث صحیح یا حسن ہی پر عمل کیا جائے گا مگر یہ کہ ان مواقع میں کسی احتیاطی بات میں ہو جیسے کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں حدیث ضعیف آئے تو مستحب ہے کہ ان سے بچیں ہاں واجب نہیں۔

رہ گئی حدیث موضوع یہ کسی باب میں کسی کام کی نہیں۔ حتی کہ علم کے بعد اس کی موضوعیت ظاہر کئے بغیر اس کا بیان کرنا بھی جائز نہیں۔

## ضعاف کی تقویت کے طرق

اوپر مذکور ہوا کہ حدیث ضعیف کبھی حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ بھی ہو جاتی ہے تو ضروری معلوم ہوا کہ ایک مختصر سا خاکہ اس کا

بھی پیش کر دیا جائے۔

(۱) تعدد طرق: جب کوئی حدیث ضعیف اگر متعدد سندوں سے مروی ہو تو وہ کبھی حسن لغیرہ اور کبھی صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے اگرچہ وہ طرق ضعاف ہوں۔

امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں۔

قد احتج جمہور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقہ والحوقہ بالصحیح تارۃ وبالحسن اخری۔

حدیث ضعیف جب متعدد طریقوں سے مروی ہو تو جمہور محدثین اسے لائق استدلال جانتے ہیں اور اسے کبھی صحیح کے ساتھ اور کبھی حسن کے ساتھ لاحق کر دیتے ہیں۔

حصول قوت کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ طرق بہت کثیر ہوں۔ صرف دو بھی مل کر قوی ہو جاتے ہیں۔ تیسیر میں ہے

ضعیف بضعف عمرو بن الواقد لکنہ یقوی بورودہ بطریقین۔

عمرو بن واقد کی وجہ سے ضعیف ہے۔ لیکن دو طریقوں سے آنے کی وجہ سے قوت پا گئی۔

(۲) کسی حدیث ضعیف پر اہل علم کے عمل کرنے سے بھی وہ حدیث قوی ہو جاتی ہے۔ امام ترمذی نے جگہ جگہ حدیث پر کلام کرنے کے بعد فرمایا۔ والعمل علی ھذا عند اھل العلم۔ ایک جگہ اس کے تحت ملا علی قاری نے لکھا۔

قال النووی واسنادہ ضعیف نقلہ میرک فکان الترمذی یرید تقویۃ الحدیث بعمل اھل العلم۔ [1]

علامہ نووی نے فرمایا اس کی سند ضعیف ہے۔ اس کو میرک نے نقل کیا۔ اس قول سے امام ترمذی کی مراد یہ ہے کہ اہل علم کے عمل سے حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے۔

(۳) مجتہد کے استدلال سے بھی حدیث قوی ہو جاتی ہے۔ علامہ محمد امین بن عابدین شامی نے لکھا۔

ان المجتہد اذا استدل بحدیث کان تصحیحا لہ کما فی التحریر وغیرہ (رد المحتار)

کسی حدیث سے کسی مجتہد کا استدلال اس کے صحت کی دلیل ہے جیسا کہ تحریر وغیرہ میں ہے۔

(۴) صالحین کے عمل سے بھی حدیث کو قوت مل جاتی ہے۔ صلوٰۃ التسبیح جس روایت سے ثابت ہے وہ ضعیف ہے۔ امام حاکم اور بیہقی نے اس کے قوی ہونے کی علت حضرت عبداللہ بن مبارک تلمیذ امام اعظم کے عمل کو بتایا۔ مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں۔

قال البیہقی کان عبداللہ بن مبارک یصلیھا

امام بیہقی نے کہا عبداللہ بن مبارک صلاۃ تسبیح پڑھا کرتے تھے۔

---

[1] مرقاۃ ج ۲ ص ۱۰۲

وتداولها الصالحون بعضهم عن بعض وفی ذلك تقوية للحديث المرفوع (الآثار المرفوعہ ص۴۲)

اور بعد کے صلحاء اس کو ایک دوسرے سے اخذ کر کے پڑھتے تھے۔ اس وجہ سے اس حدیث مرفوع کو قوت مل گئی۔

(۵) کبھی تجربہ اور کشف سے بھی حدیث کو قوت مل جاتی ہے۔ حضرت ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ اور شرح شفا ص۳۹۹ میں تحریر کرتے ہیں۔

سید المکاشفین حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فرمایا مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث پہنچی کہ جو لا الہ الا اللہ ستر ہزار بار کہے اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اور جس کے لئے پڑھا جائے اس کی بھی مغفرت ہو جائے گی۔ میں نے یہ کلمہ طیبہ ستر ہزار بار پڑھا تھا مگر کسی خاص شخص کی نیت نہیں کی تھی۔ ایک دعوت میں گیا۔ اس میں ایک جوان بھی تھا جو کشف میں مشہور تھا۔ یہ جوان کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا۔ میں نے سبب پوچھا۔ تو بتایا کہ میں اپنے والدین کو عذاب میں دیکھ رہا ہوں۔ میں نے اپنے دل میں اس کلمے کا ثواب اس کے والدین کو بخش دیا۔ فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اپنی ماں کو اچھی حالت میں دیکھتا ہوں۔

امام محی الدین ابن عربی نے فرمایا۔

فعرفت صحة الحديث بصحة كشفه وصحة كشفه بصحة الحديث۔

میں نے اس حدیث کی صحت اس جوان کے کشف سے اور اس کے کشف کی صحت اس حدیث سے جانی۔

علامہ شہاب الدین خفاجی "نسیم الریاض شرح شفا" میں اور علامہ سید احمد طحطاوی "حاشیہ درمختار" میں نقل فرماتے ہیں۔ کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن ترشوانے سے برص ہو جاتی ہے۔ علامہ ابن الحاج صاحب مدخل نے اس خیال سے کہ یہ حدیث صحیح نہیں بدھ کے دن ناخن ترشوالیا۔ انھیں برص ہو گئی۔ خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور ابن الحاج سے فرمایا کیا تم نے نہیں سنا تھا؟ کہ میں نے اس سے منع فرمایا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ! وہ حدیث میرے نزدیک ثابت نہیں۔ فرمایا اتنا کافی تھا کہ وہ حدیث میرے نام سے تمہارے کان تک پہنچی۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے بدن پر پھیرا فوراً اچھے ہو گئے اسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سنکر مخالفت نہ کروں گا۔ اسی قسم کا واقعہ بدھ کے دن پچھنا لگوانے کے بارے میں بھی پیش آیا ہے۔ مسند الفردوس دابن عساکر۔

البتہ اگر حدیث موضوع ہے کتنے ہی طرق سے مروی ہو اگر سب پر موضوع ہی ہو تو وہ جوں کی توں ناقابل اعتبار رہیگی۔ اس لئے کہ جھوٹ سے جھوٹ کی تقویت نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں حدیث موضوع معدوم ہے۔ اور معدوم نیست محض کو کوئی بھی قوی نہیں کر سکتا۔

# کتب حدیث کے طبقات

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتب حدیث کے چار طبقات قائم کئے ہیں

**طبقۂ اولیٰ:** وہ کتابیں جو سب سے زیادہ صحیح و مشہور و مقبول ہوں۔ جیسے صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک۔

**طبقۂ ثانیہ:** وہ کتابیں جو قریب قریب پہلے طبقے کے صحیح و مشہور و مقبول ہوں۔ مگر ان میں ضعیف احادیث کا تناسب پہلے طبقے سے زیادہ ہو۔ جیسے جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، سنن نسائی۔

**طبقۂ ثالثہ:** امام بخاری اور امام مسلم سے پہلے کے یا ان کے معاصر یا قریب قریب معاصر ایسے محدثین کی کتابیں جو مسلم الثبوت ماہر ہیں۔ مگر ان کی کتابوں میں طبقۂ ثانیہ کے اعتبار سے بھی ضعیف احادیث زیادہ ہیں۔ بلکہ ان میں ایسی احادیث بھی ہیں جنہیں موضوع تک کہا گیا ہے۔ جیسے مسند امام شافعی، سنن ابن ماجہ، مُصَنَّف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، سنن دارمی، سنن دارقطنی، سنن بیہقی، طبرانی و ابو داؤد طیالسی کی مُصَنَّفات۔

**طبقۂ رابعہ:** امام بخاری و مسلم سے متاخر محدثین کی کتابیں۔ جن میں مذکورہ احادیث کا قرون سابقہ میں ثبوت ہمیں نہیں ملتا۔ جیسے دیلمی ابونعیم اور ابن عساکر و حاکم کی تصانیف۔ ان احادیث کا قرون سابقہ میں ثبوت نہ ملنے کا سبب دو ہی ہے۔ یا تو قدماء کو یہ احادیث نہیں ملیں۔ یا انھوں نے کسی علتِ قادحہ کی بنا پر ان احادیث کو لیا ہی نہیں۔

کتب احادیث کے ان طبقات کا یہ مطلب نہیں کہ بعد کے طبقات کی خصوصاً طبقۂ رابعہ کی احادیث باطل نامقبول ہیں بلکہ اس کا ماحصل صرف کتب احادیث کا ایک اجمالی تعارف ہے۔ ورنہ طبقۂ رابعہ تک کی کتابوں میں حَسَن بلکہ صحیح احادیث بھی بکثرت موجود ہیں۔ خود شاہ ولی اللہ نے امام حاکم کی مستدرک کو طبقۂ رابعہ میں داخل مانا حالانکہ اس کی اکثر احادیث اعلیٰ درجے کی صحیح و حسن ہیں بلکہ اس میں صدہا احادیث شیخین امام بخاری و مسلم کی شرط پر ہیں۔ خود انھیں شاہ ولی اللہ نے بُستان المحدثین میں امام ذہبی سے نقل کیا۔

مستدرک میں بہت کافی احادیث ان دونوں بزرگ یعنی بخاری و مسلم دونوں کی یا ان میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں۔ بلکہ آدھی کے قریب ایسی ہی احادیث ہیں۔ اور چوتھائی احادیث ایسی ہیں کہ بظاہر صحیح الاسناد ہیں لیکن ان دونوں کی شرط پر نہیں۔ باقی چوتھائی واہیات و مناکیر بلکہ کچھ موضوعات بھی ہیں۔

شاہ صاحب نے بستان میں رُبع کتاب کے بارے بظاہر صحیح الاسناد لکھا۔ مگر علامہ سیوطی نے تدریب میں امام ذہبی کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:۔

فیہ جملة وافرة علی شرطهما وجملة کثیرة علی شرط احدهما لعل مجموع ذلك نحو نصف الکتاب وفیہ نحو الربع مما صح سندہ وفیہ بعض الشئ اولہ علة وما بقی وهو نحو الربع فهو مناکیر واهیات لا یصح وفی بعض ذلك موضوعات [1]

حاکم کی مستدرک کی احادیث بہت زیادہ شیخین کی شرط پر اور بہت سی ان دونوں میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں۔ چوتھائی کے قریب وہ ہیں جن کی سند صحیح ہے ان میں کچھ قدح یا علت ہے اور باقی چوتھائی مناکیر و واہیات ہیں۔ ان میں موضوع بھی ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ حاکم کی مستدرک میں تین چوتھائی کے قریب صحیح احادیث ہیں۔ اس لئے ان طبقات کی تقسیم کا مطلب یہ لینا کہ بعد کے طبقات کی کل احادیث ناقابل قبول ہیں۔ کسی طرح صحیح نہیں۔ یہ بات ضرور اپنی جگہ درست ہے کہ طبقۂ رابعہ ثالثہ بلکہ عند التحقیق طبقۂ ثانیہ تک میں ہر قسم کی احادیث کا اختلاط ہے ہر شخص صحیح حسن کو ضعیف سے پرکھ نہیں سکتا اس لئے ان کتابوں کے بارے میں ماہر ناقدین کی رائے معلوم ہونے کے بعد ہی اعتماد چاہئے۔ یہ حکم صرف طبقۂ رابعہ ہی کا نہیں بلکہ طبقۂ ثالثہ بلکہ طبقۂ ثانیہ کیلئے بھی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس موضوع پر ایک بہت مفید و جامع و کامل رسالہ لکھا ہے۔ جس کا نام مدارج طبقات الحدیث ہے۔ اس میں ثابت فرمایا کہ شاہ ولی اللہ کی یہ طبقات اربعہ کی تحدید نہ جامع ہے نہ مانع نہ ناقد کو مفید نہ مقلد کو۔

**فائدہ** یہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ احادیث صحاح کا انحصار صرف صحاح ستہ میں نہیں۔ اور نہ احادیث کا حصر کتب مصنفہ میں۔ صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی صحیح احادیث ہیں۔ اس کا بھی امکان ہے کہ بہت سی صحیح احادیث تدوین سے رہ گئی ہوں۔ امام بخاری کو چھ لاکھ[2] احادیث یاد تھیں۔ مگر ان کی جامع صحیح میں بمشکل چار ہزار ہوں گی اور احادیث کیا ہوئیں؟ اس پر دوسرے محدثین کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ کسی محدث نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ میں نے تمام احادیث کو کسی کتاب میں جمع کر دی ہیں۔ اور نہ کسی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اسے تمام احادیث بالاستیعاب یاد ہیں۔ اس لئے بہر حال اس کا امکان قوی ہے کہ حضرات محدثین کی ہزار کوششوں کے باوجود لاکھوں احادیث تدوین سے رہ گئی ہوں۔

## اقسام کتب

**کتب حدیث** کتب حدیث کی تدوین کی نوعیت کے اعتبار سے تیرہ[13] قسمیں ہیں۔ جامع، سنن، مسند، معجم، جزء، مفرد،

---

[1] تدریب الراوی ص۵۲، [2] مقدمہ فتح الباری ص۵،

غریبہ۔ مستدرک، مستخرج، رسالہ، اربعین، امالی، اطراف۔

**جامع** وہ کتاب ہے جس میں یہ آٹھ مضامین ہوں۔ عقائد۔ احکام۔ تفسیر۔ سیر ومغازی۔ آداب۔ مناقب۔ فتن۔ اشراط علامات قیامت جیسے بخاری وترمذی۔ مسلم شریف میں اگرچہ یہ آٹھوں باتیں ہیں مگر تفسیر برائے نام ہے اس لئے یہ جامع نہیں سنن میں داخل ہے۔

**سنن** جن میں ابواب فقہ کی ترتیب سے احکام سے متعلق احادیث ہوں۔ جیسے سنن ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ۔

**مسند** جس کی ترتیب صحابۂ کرام کے مراتب کے اعتبار سے ہو۔ جیسے مسند امام احمد بن حنبل۔

**معجم** جس کی ترتیب میں اساتذہ کے مراتب کا لحاظ ہو۔

**جزء** جس میں کسی ایک مسئلہ سے متعلق احادیث مذکور ہوں۔ جیسے جزء قرارت۔

**مفرد** جس میں صرف ایک شیخ کی مرویات جمع ہوں۔

**غریبہ** جس میں صرف ایک تلمیذ کے مفردات مذکور ہوں۔

**مستدرک** وہ کتاب جس میں ان احادیث کو درج کیا جائے جو کسی مصنف سے رہ گئی ہوں جیسے حاکم کی مستدرک علی الشیخین۔

**مستخرج** وہ کتاب جس میں کسی اور کتاب کی احادیث کے ثبوت کے لئے اس کتاب کے مصنف کے شیخ یا شیخ الشیخ کی دوسری سندوں کو ذکر کیا جائے۔ جیسے مستخرج لابی نعیم علی البخاری۔

**رسالہ** جس میں جامع کے آٹھوں عنوانوں میں سے مخصوص عنوانوں سے متعلق احادیث مذکور ہوں۔ جیسے امام احمد کی کتاب الزہد والادب۔

**اربعین** جس کتاب میں چالیس احادیث ہوں۔ جیسے اربعین نووی۔

**امالی** جس میں کسی شیخ کی لکھائی ہوئی احادیث یا فوائد حدیث ہوں۔ جیسے امالی امام محمد۔

**اطراف** وہ کتاب جس میں حدیث کا کوئی ایسا جزء ذکر کیا جائے جو بقیہ حدیث پر دلالت کرتا ہو۔ پھر اس حدیث کے تمام سندوں کو ذکر کر دیا جائے یا اس میں کچھ مخصوص کتابوں کی سندیں ذکر کی جائیں۔ جیسے اطراف الکتب الستہ لابی العباس اور اطراف المزنی۔

## کتب احادیث

محدثین نے سیکڑوں کتابیں لکھیں ان میں کچھ ناپید ہوگئیں اور کچھ گمنامی میں رہیں۔ علامہ سیوطی نے جمع الجوامع میں پچاس

سے زائد کتب احادیث کی نشاندہی کی ہے۔ ان میں سب سے زیادہ شہرت اور مقبولیت ان چھ کتابوں کو حاصل ہوئی جامع صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ،

ان کو صحاح ستہ بھی کہتے ہیں۔ ان پر صحاح ستہ کا اطلاق عام عرف کی بنا پر ہے۔ بعض محدثین نے ابن ماجہ کے بجائے موطا امام مالک کو صحاح ستہ میں داخل مانا۔ صاحب جامع الاصول نے اسی کو اختیار کیا۔ بعض محدثین نے فرمایا کہ زیادہ لائق اور مناسب یہ ہے کہ دارمی کو صحاح ستہ میں داخل کیا جائے۔ اس لئے کہ اس کے رُواۃ کم ضعیف ہیں اور اس میں احادیث منکرہ اور شاذہ بہت کم ہیں۔ اس کی سند عالی ہے۔ اس کی ثلاثیات بخاری سے زائد ہیں صحاح ستہ کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی تمام احادیث صحیح ہیں۔ ان میں ضعیف بلکہ موضوع بھی ہیں۔ ان کو صحاح اس لئے کہتے ہیں کہ ان میں بہ نسبت دیگر کتابوں کے ضعیف احادیث کم ہیں۔ ان کی اکثر غالب صحیح ہیں۔

## صحیح بخاری

ان سب میں جس کو سب پر صحت و قوت کے اعتبار سے فوقیت ہے وہ جامع صحیح بخاری ہے۔ یہی اکثر محدثین کی رائے ہے۔ حتی کہ یہ مقولہ تقریباً متفق علیہ ہے۔ اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری۔ البتہ بعض مغاربہ صحیح مسلم کو بخاری پر فوقیت دیتے ہیں۔ حافظ ابو علی نیشاپوری نے کہا کہ صحیح مسلم سے بڑھ کر آسمان کے نیچے کوئی کتاب نہیں۔ اور بعض ان دونوں کو ایک درجے میں رکھتے ہیں۔ مگر صحیح یہی ہے کہ بخاری کو تمام کتب حدیث پر صحت و قوت میں ترجیح ہے رہ گئی صحیح مسلم تو اس کی فوقیت، حسن بیان، جودت وضع، خوبی ترتیب اور اسناد میں دقیق اشارات اور بہترین نکات کی رعایت میں ہے۔

**موازنہ** باعتبار صحت کے بخاری، صحیح مسلم پر بدرجہا فائق ہے۔ اس لئے کہ حدیث کے صحیح ہونے کا مدار اتصال سند، اتقان رُواۃ عدم شذوذ و نکارت و دیگر علل و سقم سے خالی ہونے پر ہے۔ اور اس بنا پر صحیح بخاری، صحیح مسلم سے بہت آگے ہے۔

اتصال سند کی قوت دونوں کی شرائط سے ظاہر ہے۔ امام بخاری معاصرت کے ساتھ لقا بھی شرط کرتے ہیں۔ اور امام مسلم صرف معاصرت۔ اگرچہ صرف معاصرت اتصال کے لئے کافی ہے مگر لقا سے جو قوت زائد ہوگی وہ کسی پر مخفی نہیں۔

اتقان رجال کی بات یہ ہے کہ اولاً امام بخاری طبقۂ ثانیہ یعنی ان تلامذہ سے جو شیخ کی خدمت میں کم رہے بہت کم روایت کرتے ہیں وہ بھی چن چن کر۔ اور امام مسلم طبقۂ ثانیہ کی روایت بلا جھجک لاتے ہیں ثانیاً وہ رواۃ جن سے صرف امام بخاری روایت کرتے ہیں وہ چھ سو تیئیس ہیں۔ ان میں صرف اسّی ضعیف ہیں۔ اور جن سے صرف امام مسلم روایت کرتے ہیں وہ چھ سو بتیس ہیں۔ جن میں ایک سو ساٹھ ضعیف ہیں۔ ثالثاً امام بخاری کے جو راوی ضعیف ہیں وہ ان کے براہ راست استاذ ہیں

جن کے حالات کو وہ خود جانتے ہیں۔ انکو اچھی طرح پرکھ سکتے ہیں۔ برخلاف امام مسلم کے، کہ ان کے جن راویوں پر حکم ضعف ہے وہ بالواسطہ شیخ ہیں۔ یہ خود ان کو اچھی طرح پرکھ نہیں سکتے تھے۔ دابغا مجروح راویوں سے امام بخاری نے بہت کم روایت کی ہے امام مسلم نے بہت زیادہ کی ہے۔

عدم شذوذ و عدم علل قادحہ کی جہاں تک بات ہے تو اس سلسلے میں جو اعداد شمار ہیں وہ یہ ہیں بخاری کی صرف اسّی احادیث میں یہ نقص نکالا گیا ہے۔ اور مسلم کی ایک سو تیس میں۔ اس لحاظ سے بھی صحیح بخاری صحیح مسلم پر فوقیت رکھتی ہے۔ یہ بات صرف موازنہ کی حد تک ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ صحیحین اپنی نظیر آپ ہیں۔

# امام بخاری

**ولادت** امام بخاری کی ولادت ماوراء النہر کے مشہور شہر بخارا میں ۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو بروز جمعہ مبارکہ بعد عصر ہوئی۔ اس وقت سلاطین عباسیہ کی سطوت و شوکت کا سکہ چار دانگ عالم میں بیٹھا ہوا تھا۔ پورا ماوراء النہر بشمول بخارا انھیں کے زیر نگیں تھا بخارا میں ان کی طرف سے والی رہتا تھا۔ یہ عہد ہارون الرشید کے بیٹے امین کا تھا۔

**نام و نسب** امام بخاری کا نام محمد تھا اور کنیت ابو عبداللہ، امیر المومنین فی الحدیث، ناصر الاحادیث النبویہ، ناشر المواریث المحمدیہ القاب ہیں۔ مگر ان سب پر بخاری ایسا غالب آیا کہ سب القاب پیچھے رہ گئے۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بَرْدِزْبَہ ہے۔ بَرْدِزْبَہ کے معنی کاشتکار کے ہیں یہ مجوسی تھا اور مجوسیت ہی پر مرا۔ امام بخاری کے پردادا مغیرہ اس وقت کے والی بخارا یمان جُعفی کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے اور ان کے ساتھ عقد موالات کر لیا جو احناف کے مذہب میں موجب توریث ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے "الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب" حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میں نے پوچھا اگر کوئی مشرک کسی مسلمان کے ہاتھ پر ایمان لائے تو سنت کیا ہے فرمایا۔ وھو اولی الناس بحیاتہ و مماتہ۔ وہ اس کی موت اور زندگی کا سب سے زیادہ حقدار ہے[1] اسی وجہ سے امام بخاری کو بھی جُعفی کہا جاتا ہے۔ یہ یمان امام بخاری کے شیخ مسندی کے پردادا ہیں۔

بَرْدِزْبَہ کے والد کے نام میں اختلاف ہے کسی نے بذذبہ۔ کسی نے احنف کہا۔ کسی نے کچھ اور نام بتایا[2]

**والد ماجد** امام بخاری کے والد ماجد بڑے ممتاز بزرگ اور متبحر عالم تھے۔ امام بخاری کے شیخ الشیخ امام عبداللہ بن مبارک

---

[1] ترمذی ابن ماجہ دارمی مشکوٰۃ ص ۲۶۴۔ [2] طبقات کبریٰ ج ۲ ص ۲۳۶،

تلمیذ امام اعظم ابو حنیفہ کی صحبت میں رہتے تھے صاحب روایت محدث تھے۔ عبد اللہ بن مبارک امام مالک اور ان کے اصحاب ومعاصرین سے روایت کرتے تھے۔ بڑے ہی مستجاب الدعوت بزرگ تھے۔ ایسے کہ بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے کہ میری سب دعائیں دنیا ہی میں نہ قبول کرلے کچھ آخرت کے لئے رہنے دے۔ اکل حلال کے ایسے پابند تھے کہ حرام تو حرام مشتبہات سے بھی بچتے تھے۔ وصال کے وقت فرمایا! میرا مال حرام تو حرام شبہات سے بھی پاک ہے۔ اکل حلال استجابت دعا کے لئے اکسیر اعظم ہے۔

**یتیمی وتربیت** امام بخاری ابھی صغیر السن ہی تھے کہ ان کے والد ماجد انھیں داغ یتیمی دے گئے ان کی پرورش والدہ ماجدہ نے کی۔ عہد طفلی ہی میں امام بخاری کی بینائی جاتی رہی۔ بہت علاج کیا مگر فائدہ نہ ہوا۔ ان کی والدہ ماجدہ ان کی بینائی کے لئے ہمیشہ گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرتی رہتیں۔ ایک رات خواب دیکھا کہ ابوالانبیاء سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں۔ کہ اللہ عزوجل نے تیری دعا قبول فرمائی تیرے بچے کی بینائی واپس فرمادی۔ صبح کو امام بخاری بینا ہو کر اٹھے۔ پھر آنکھوں میں وہ روشنی آئی کہ چاندنی میں لکھا پڑھا کرتے تھے۔ خراسان میں بھی ایک فقیہ کی عادۃ پیش آیا تو کسی نے بتایا کہ سر مونڈ کر خطمی کا لیپ سر پر کریں۔ بینائی واپس آجائے گی۔ امام بخاری نے بھی کیا اور پوری بینائی واپس آگئی۔ اور ایسی کہ پھر کبھی نہ گئی [1]

**حفظ حدیث کی ابتداء** حسب دستور امام بخاری مکتب میں ابتدائی تعلیم حاصل کر رہے تھے جب قریب قریب دس سال کے ہوئے۔ تو بالہام ربانی تحصیل حدیث کا شوق پیدا ہوا۔ اور امام بخاری وہاں کے مشہور محدثین کی خدمت میں اخذ حدیث کے لئے حاضر ہونے لگے۔ مثلاً سلام بن محمد بیکندی۔ محمد بن یوسف بیکندی۔ عبد اللہ بن محمد مسندی۔ اور ابراہیم بن اشعث وغیرہ [2]۔ چند مہینوں میں اتنا عبور ہوگیا کہ محدثین کو ٹوکنے لگے۔ بخارا میں ایک مشہور محدث داخلی تھے۔ امام بخاری ان کے یہاں بھی حدیث حاصل کرنے جاتے تھے۔ ایک دن انھوں نے ایک حدیث کی سند کتاب میں دیکھ کر اس طرح پڑھی۔ سفیان عن ابی الزبیر عن ابراھیم۔ امام بخاری نے بلا تاخیر ان سے کہا۔ ابوالزبیر۔ ابراہیم کے راوی نہیں۔ پھر آپ نے عن الزبیر عن ابراھیم کیسے پڑھا۔ داخلی نے نوعمر بچہ دیکھ کر جھڑک دیا۔ امام بخاری نے پھر کہا۔ کہ اصل میں دیکھ لیں کیا ہے۔ اس پر داخلی مکان میں تشریف لے گئے۔ اور کتاب کا اصل نسخہ لے کر آئے اور امام بخاری سے دریافت کیا۔ تم یہ بتاؤ صحیح نام کیا ہے؟ امام بخاری نے فرمایا کہ یہ ابوالزبیر نہیں بلکہ زبیر بن عدی ہیں۔ یہی ابراہیم کے تلمیذ ہیں۔ داخلی نے اس کے مطابق اپنی کتاب درست کرلی۔ اس وقت امام بخاری کی عمر صرف گیارہ سال تھی۔ اسی قوت حفظ کا نتیجہ تھا کہ سولہ سال کی عمر میں امام عبد اللہ بن مبارک اور امام وکیع کی کتابیں

---

[1] طبقات الکبری ص ۲۴۰، [2] ایضاً۔

اور اصحاب امام اعظم کی کتابیں حفظ کرلیں۔ [1]

**تحصیل علم** سنہ ۲۱۰ھ میں امام بخاری کی عمر جب سولہ سال کی تھی۔ اپنے بڑے بھائی احمد بن اسمٰعیل اور والدہ کے ہمراہ حج کو گئے۔ والدہ اور بھائی تو حج سے فارغ ہوکر وطن واپس ہوگئے مگر امام بخاری مکہ معظمہ رہ گئے۔ وہاں تحصیل علم وتصنیف وتالیف وعلم دین کی نشر واشاعت میں مصروف رہے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں قضایا الصحابہ والتابعین لکھی اور اسی عمر میں اپنی مشہور کتاب، کتاب التاریخ مزار اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر چاندنی میں لکھی اور ابھی ڈاڑھی مونچھ بھی نہیں نکلی تھی کہ محدثین نے ان سے احادیث اخذ کرنا شروع کردیا تھا۔ [2] علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ اگر امام بخاری نے جب تحصیل حدیث شروع کی تھی اسی وقت مکہ آجاتے تو ان اونچے طبقے کے محدثین سے انھیں بھی بلا واسطہ تلمذ حاصل ہوجاتا جن سے ان کے معاصرین کو ہے۔ مگر تاخیر سے مکہ حاضری کی وجہ سے ان اونچے طبقے والوں سے تلمذ نہ ہوسکا مگر ان کے قریب العہد بزرگوں سے حاصل ہوا۔ مثلاً یزید بن ہارون ابوداؤد طیالسی۔ علامہ ابن حجر کا بیان ہدیۃ الساری مقدمہ فتح الباری میں مختلف ہے۔ صـ ۴۷۹ پر مبدء طلب حدیث کے باب میں یہی ہے کہ سنہ ۲۱۰ھ میں حج کیا اس حساب سے امام بخاری کی عمر اس وقت سولہ سال ہوئی۔ لیکن ثناء الناس کے عنوان کے تحت صـ ۴۸۴ پر خود امام بخاری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے اٹھارہ سال کی عمر میں پہلا حج کیا۔ اس حساب سے ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاری نے پہلا حج سنہ ۲۱۲ھ میں کیا تھا۔ لیکن میں نے پہلا قول اختیار کیا اس لئے کہ اس میں علامہ ابن حجر کے الفاظ یہ ہیں کہ میں حمیدی کے یہاں گیا جب کہ میری عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ یعنی اول حج کے سال۔ اول سنۃ حجی۔ تو دیکھا کہ ان میں اور ایک صاحب کے درمیان ایک حدیث کے بارے میں بحث ہورہی تھی۔ حمیدی نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ لو وہ آگئے جو ہمارا فیصلہ کردیں گے۔ میں نے حمیدی کے حق میں فیصلہ دیا۔ کیونکہ حق ان کے ساتھ تھا۔ چونکہ حج کے بعد امام بخاری مکہ ہی میں رہ گئے تھے تو ہوسکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ جب پہلا حج کرکے مکے میں مقیم تھا تو یہ واقعہ پیش آیا۔ رُواۃ سے تعبیر میں کچھ ردوبدل ہوگیا۔ علامہ قسطلانی نے بھی اپنی شرح کے مقدمہ میں یہی لکھا ہے کہ سنہ ۲۱۰ھ سولہ سال کی عمر میں حج کے لئے گئے۔ طبقات کبریٰ میں بھی علامہ سبکی نے یہی لکھا ہے۔

سنہ ۲۱۰ھ میں امام عبدالرزاق یمن میں باحیات تھے۔ امام بخاری نے ان کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا مگر کسی نے بتایا کہ وصال ہوگیا ہے۔ تو یمن نہیں گئے۔ ان کے تلمیذ سے اخذ حدیث فرمائی۔

امام بخاری خود فرماتے ہیں کہ میں علم حدیث کی طلب کے لئے دوبار مصر دوبار شام دوبار جزیرہ گیا۔ چار بار بصرہ، چھ

---

[1] طبقات الکبریٰ ۲/۲۴، [2] ایضاً ۲/۲۴،

سال حجاز میں رہا۔ کوفہ و بغداد کتنی بار گیا۔ اس کا شمار نہیں۔

اس سے ظاہر ہوا کہ اس عہد میں بغداد کی طرح کوفہ بھی علم دین خصوصاً علم حدیث کا مرکز اعظم تھا۔ آج رفاض اور غیر مقلدین کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر لوگ کوفہ کو جو چاہیں کہیں ——— مگر واقعہ یہ ہے کہ اس عہد میں کوفے کی علمی مرکزیت دنیاء اسلام میں مسلم تھی اس کے علاوہ امام بخاری اور بھی دور دراز شہروں کے سفر کئے ہیں۔ مثلاً بلخ گئے اور حضرت امام اعظم کے تلمیذ مکی بن ابراہیم سے اخذ حدیث کیا۔ ان سے اپنی صحیح میں گیارہ ثلاثیات روایت کی ہیں۔ ان جگہوں کے علاوہ نیشاپور، مرو، رَی واسط، قیساریہ، عسقلان وغیرہ بھی گئے[1]

**قوت حافظہ و جودت ذہن** تعلیم و تعلم کے لئے سب سے اہم جو چیز ہے وہ حافظہ اور جودت ذہن ہے۔ اللہ عزوجل نے امام بخاری کو یہ تمام باتیں بدرجہ اتم عطا فرمائی تھیں۔ جس کے چند واقعات گذر چکے ہیں۔ ان کے حافظے کا یہ حال تھا کہ جس بات کو ایک مرتبہ سن لیتے یا پڑھ لیتے یاد ہو جاتی پھر کبھی نہ بھولتے۔ اسماعیل بن حاشد کہتے ہیں کہ میں اور چند ساتھی امام بخاری کے ہم سبق تھے۔ ہم لوگ حدیث سننے کے لئے بصرہ کے محدثین کے پاس جایا کرتے تھے۔ ہم لوگ جو سنتے لکھ لیا کرتے۔ امام بخاری کچھ نہیں لکھتے سن کر چلے آتے۔ ہم نے ان سے بار بار کہا کہ وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ تم بھی جو سنو لکھ لیا کرو۔ امام بخاری پر کچھ اثر نہ ہوا۔ سولہ دن کے بعد انھوں نے کہا کہ تم لوگوں نے مجھے بہت ملامت کی۔ اور ملامت کر کے تنگ کر دیا۔ اب تک جتنی حدیثیں لکھ چکے ہو مجھے سناؤ۔ اس اثناء میں پندرہ ہزار احادیث ہم لوگوں نے لکھی تھیں۔ ہم نے اپنے نوشتوں سے دیکھ کر پڑھنا شروع کیا۔ تو یہ حال ہوا کہ ہمارے نوشتوں میں غلطی تھی ان کی یادداشت میں کوئی غلطی نہ تھی ہم نے اپنے مکتوبات کی ان کی یادداشت سے تصحیح کی۔ پورے مقابلے کے بعد فرمایا۔ تم لوگ سمجھتے ہو کہ میری سرگردانی بے کار ہے۔ میں وقت ضائع کر رہا ہوں؟ محمد بن ازہر کہتے ہیں کہ میں محمد بن حرب کے یہاں حدیث سننے کے لئے جاتا تھا۔ امام بخاری بھی جاتے تھے۔ میں لکھتا تھا وہ نہیں لکھتے تھے کسی نے کہا کہ محمد بن اسماعیل لکھتے نہیں تو میں نے کہا۔ اگر تم سے کوئی حدیث لکھنے سے رہ جائے تو ان سے پوچھ کے لکھ لینا۔ محمد بن حاتم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ، فریابی، کے حلقۂ درس میں حاضر تھے امام بخاری بھی تھے۔ فریابی نے ایک حدیث کی سندیوں بیان کی حدثنا سفیان عن ابی عروبۃ عن ابی الخطاب عن ابی حمزۃ اس سند میں حضرت فریابی نے راویوں کی کنیتیں ذکر کیں نام نہیں لیا۔ پھر پوچھا بتاؤ کہ ان تینوں کے کیا نام ہیں۔ حاضرین مجلس نہ بتا سکے۔ امام بخاری نے بتایا کہ عروبۃ معمر بن راشد ہیں اور ابوالخطاب قتادہ بن دعامہ اور ابو حمزہ حضرت انس ہیں۔ امام بخاری کے منہ سے سنتے ہی حاضرین پر

[1] طبقات الکبری ج۵ ص۲۴، [2] ایضاً ص۲۴،

سکتہ طاری ہوگیا۔ [1] ایک دفعہ سمرقند میں چار سو محدثین نے متفقہ طور پر طے کیا کہ امام بخاری کو مغالطہ میں ڈال دیں اس کے لئے انھوں نے عراق کی اسناد میں شام کی، اور شام کی اسناد میں عراق کی، حرم کی اسناد میں یمن کی، اور یمن کی اسناد میں حرم کی غلط ملط کرکے سات دن تک یہ لوگ امام بخاری کو پریشان کرتے رہے مگر ان کا حربہ کارگر نہ ہوا۔ یہ لوگ ایک بار بھی امام بخاری کو مغالطہ نہ دے سکے نہ سند میں نہ متن میں۔

**بغداد میں امتحان** جب امام بخاری بغداد تشریف لے گئے تو وہاں کے محدثین نے ان کے حافظے و وسعت علم کا امتحان لینا چاہا۔ اس کے لئے باہمی مشورے سے یہ طے کیا۔ کہ ایک سو احادیث کے متون اور اسناد میں رد و بدل کرکے انھیں جانچا جائے چنانچہ سو احادیث میں سے ہر ایک کے متن کو دوسری سند کے ساتھ اور دوسرے کی سند کو اس کے متن کے ساتھ ملا دیا گیا۔ دس آدمی سوال کرنے کے لئے منتخب ہوئے۔ ایک ایک شخص کو دس دس حدیثیں دی گئیں۔ ایک تاریخ مقرر ہوئی۔ اس میں امام بخاری مجلس عام میں تشریف لائے اور ہزارہا ہزار محدثین، فقہا، عوام و خواص شریک ہوئے۔ جب مجمع پُرسکون ہوگیا تو حسب قرارداد ایک شخص کھڑا ہوا اس نے ایک ایک کرکے اپنی دسوں حدیثوں کو پڑھا۔ ہر حدیث کے سننے کے بعد امام بخاری یہ فرماتے تھے۔ میں اسے نہیں پہچانتا۔ اسی طرح دسوں آدمیوں نے باری باری کھڑے ہوکر اپنے اپنے سوال کو دہرایا۔ سب کا جواب یہ تھا کہ میں اسے نہیں جانتا۔ اس پر بے علم خوش ہوئے کہ امام بخاری واقعی ان احادیث کو نہیں جانتے مگر اہل علم جان گئے کہ معاملہ کیا ہے۔ جب دسوں آدمی بیٹھ گئے تو امام بخاری نے پہلے شخص سے فرمایا۔ آپ نے جو پہلی حدیث پڑھی تھی۔ وہ اس طرح نہیں۔ صحیح یوں ہے اس متن کی سند یہ ہے۔ جس ترتیب سے اس نے پیش کی تھی اسی ترتیب سے ہر ایک کی تصحیح کرتے گئے۔ یہاں تک کہ دسوں آدمیوں کی بیان کردہ سو احادیث پر اسی ترتیب سے کلام فرمایا جس ترتیب سے ان لوگوں نے سوال کیا تھا۔ جب امام بخاری فارغ ہوئے تو تمام مجلس سے تحسین و آفریں کا شور اٹھا۔ اور حاضرین نے امام بخاری کے خداداد فضل و کمال کا لوہا مان لیا۔ اسی موقع پر کسی زندہ دل نے کہا ھذا اکبش نطاح یہ زبردست سینگ مارنے والا مینڈھا ہے۔ [2]

سلیم بن مجاہد کا بیان ہے کہ میں ایک دن محمد بن سلام بیکندی کے حلقۂ درس میں پہنچا تو انھوں نے فرمایا۔ تھوڑی دیر پہلے اگر آئے ہوتے تو میں تم کو وہ بچہ دکھاتا جسے ستر ہزار حدیثیں یاد ہیں۔ سلیم کہتے ہیں کہ میں یہ سنکر وہاں سے اٹھا۔ اور امام بخاری کی تلاش شروع کردی۔ آخر کار ان کو ڈھونڈ نکالا۔ ان سے پوچھا کہ کیا تمھیں وہ صاحبزادے ہو جنھیں ستر ہزار حدیثیں یاد ہیں۔ امام بخاری نے فرمایا۔ مجھے اس سے بھی زیادہ حدیثیں یاد ہیں۔ اور میں جن جن صحابہ سے روایت کرتا ہوں ان میں سے اکثر کے مفصل حالات

---

[1] مقدمہ فتح الباری ۔ [2] طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۶،

جانتا ہوں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ کہاں پیدا ہوئے کہاں ان کا وصال ہوا کہاں رہتے تھے میں صرف اسی حدیث کی روایت کرتا ہوں جس کی اصل کتاب وسنت میں پاتا ہوں۔ یہ واقعہ سولہ سال سے کم عمر کا ہے [1]

**تعدد طرق پر احاطہ** اس عہد میں احادیث کا ایسا چرچا تھا کہ جسے بھی دین سے شغف ہوتا وہ کچھ نہ کچھ احادیث ضرور مع سند ومتن کے یاد رکھتا۔ اس کا نتیجہ تھا کہ ایک حدیث بیسوں سندوں کے ساتھ منتشر تھی۔ محدثین اپنی اپنی صواب دید پر ایک یا چند طریقہ پسند فرمالیتے۔ امام بخاری کا اس خصوص میں بھی یہ امتیاز ہے کہ اس عہد میں احادیث کے جو طرق موجود تھے ان سب پر انھیں احاطہ تھا۔ وہ بھی پوری ردوقدح، جرح وتعدیل کے ساتھ۔ اس سلسلے میں متعدد واقعات ہیں۔

یوسف بن موسیٰ مروزی کا بیان ہے کہ میں بصرے کی جامع مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ منادی کی آواز سنائی دی۔ اے علم کے طلب گارو! محمد بن اسماعیل یہاں آئے ہوئے ہیں۔ جن کو ان سے حدیث سننی ہو وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوں۔ یوسف نے بتایا کہ میں نے دیکھا ایک دُبلا پتلا نوجوان ستون کے پاس حد درجہ سادگی پورے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے۔ یہی امام بخاری تھے۔ منادی کی ندا سنکر لوگ چاروں طرف سے ان کے گرد اکٹھے ہوگئے۔ لوگوں نے ان سے درخواست کی ہمیں احادیث لکھانے کے لئے کوئی مجلس منعقد کیجئے۔ امام بخاری نے دوسرے دن کے لئے وعدہ کرلیا۔ دوسرے دن صبح کو مجلس درس منعقد ہوئی۔ امام بخاری نے فرمایا اے اہل بصرہ! میں وہی احادیث لکھواؤں گا جو تمہارے شہر کے محدثین کے پاس ہے مگر ایسی سند کے ساتھ جو ان کے پاس نہیں۔

اس کے بعد امام بخاری نے منصور کی سند سے ایک حدیث لکھوائی۔ اہل بصرہ میں یہ حدیث دوسری سندوں کے ساتھ مشہور تھی۔ اسی طرح امام بخاری نے کثیر احادیث لکھوائیں۔ اور سب کے بارے میں فرمایا۔ تمہارے یہاں کے لوگ اس سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور میں فلاں سند کے ساتھ روایت کرتا ہوں۔

**علل قادحہ میں مہارت** کبھی بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حدیث ہر عیب سے پاک ہے صحیح ہے جرح کی کوئی گنجائش نہیں مگر حقیقت میں کوئی ایسا سُقم ہوتا ہے کہ وہ حدیث ساقط الاعتبار ہوتی ہے۔ مثلاً بظاہر متصل ہے مگر حقیقت میں متصل نہیں۔ بظاہر مرفوع ہے مگر حقیقت میں موقوف ہے یا متن میں ردوبدل ہوگیا ہے۔ یا سند میں۔ یا کسی راوی سے وہم ہوگیا ہے۔ اس کی شناخت حدیث کا بہت اہم فن ہے۔ حتی کہ عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا کہ ان علل کی معرفت بغیر الہام کے نہیں ہوسکتی۔ محدثین نے فرمایا کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ محدث یہ پہچان جاتا ہے کہ یہ حدیث معلول ہے مگر علت کسی کو نہیں بتا سکتا۔ جیسے ماہر سُنار

---

[1] طبقات الشافعۃ الکبریٰ ۲/۵

سونے کو پرکھ کر جان جاتا ہے کہ کیسا ہے مگر دوسرے شخص کو سمجھا نہیں سکتا۔ اس فن میں بھی امام بخاری یکتا تھے۔

ایک دفعہ نیشاپور میں جو امام مسلم کا وطن تھا۔ امام بخاری تشریف فرما تھے امام مسلم امام بخاری سے ملاقات کے لئے آئے۔ اسی اثنار میں کسی نے یہ حدیث پڑھی:۔

عن ابن جریج عن موسی بن عقبۃ عن سھیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال کفارۃ المجلس اذا قام العبد ان یقول سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک

ابن جریج موسی بن عقبہ سے روایت کرتے ہیں وہ سہیل بن ابی صالح سے وہ اپنے باپ سے وہ حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجلس کا کفارہ یہ ہے کہ جب کھڑے ہو تو یہ پڑھ لیا کرو اے اللہ ہم تیری تسبیح کرتے ہیں تیری حمد کے ساتھ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں اور تیری بخشش کا طالب ہوں۔

اس حدیث کو سنکر امام مسلم نے کہا۔ سبحان اللہ کتنی عمدہ حدیث ہے۔ کیا اس حدیث کی سند اس سے بڑھ کر دنیا بھر میں ہے؟ امام بخاری نے فرمایا نعم لکنہ معلول۔ ہاں سند تو اچھی ہے لیکن معلول ہے۔ امام مسلم اس کو سنتے ہی کانپ اٹھے اور کہا لا الہ الا اللہ" آپ مجھے اس کی علت بتا دیجئے۔ امام بخاری نے فرمایا۔ اللہ عزوجل نے جس چیز کو پوشیدہ رکھا ہے۔ اسے پوشیدہ ہی رہنے دو۔ امام مسلم نے اٹھ کر امام بخاری کے سر کو بوسہ دیا۔ اور عاجزی کے ساتھ درخواست کرتے رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رو دیں گے۔ آخر کار امام بخاری نے فرمایا اتنا بضد ہو تو اس کی غیر معلول سند سنو حدثنا موسی بن اسماعیل حدثنا وھیب حدثنا موسی بن عقبۃ عن عون بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفارۃ المجلس۔ الحدیث۔ اس کو سننے کے بعد امام مسلم باغ باغ ہو گئے اور امام بخاری سے کہا۔ اے امام میں شہادت دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ کی نظیر نہیں۔ جو آپ سے بغض رکھے وہ حاسد ہے[1]۔ اس قصے کو بیہقی نے مدخل میں اس طرح لکھا ہے۔ امام مسلم امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور عرض کیا کہ اجازت دیجئے کہ آپ کے پاؤں کو بوسہ دوں اے استاذ الاستاذین وسید المحدثین وطبیب الحدیث فی علتہ:۔ آپ سے محمد بن سلام نے یہ حدیث بیان کی ہے:۔

حدثنا محمد بن مخلد بن یزید قال اخبرنا ابن جریج حدثنی موسیٰ بن عقبۃ عن سھیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی کفارۃ المجلس۔ الحدیث۔ یہ سنکر امام بخاری نے فرمایا یہ حدیث مجھ سے اور ایک طریقہ سے بیان کی گئی ہے۔ حدثنا احمد بن حنبل ویحیی بن معین قالا حدثنا حجاج

[1] ارشاد الساری ج۱، ص ۳۰ وایضا مقدمہ فتح الباری، ص ۴۸۶،

بن محمد عن بن جریج قال حدثنی موسی بن عقبۃ عن سھیل عن ابیہ عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال کفارۃ المجلس۔ الحدیث۔ یہ حدیث سنا کر امام بخاری نے فرمایا کہ یہ حدیث اچھی ہے۔ اس سند کے ساتھ دنیا میں سوائے اس کے اور کوئی حدیث نہیں۔ مگر یہ معلول ہے۔ اسلئے کہ موسیٰ بن عقبہ کا سماع سہیل سے ثابت نہیں۔ پھر سابقہ مذکورہ طریقے سے حدیث بیان فرمائی اور فرمایا، یہ اس سے بھی بہتر ہے۔[1]

نیشاپور ہی کا واقعہ ہے کہ ایک بار محمد بن یحیی ذہلی اور امام بخاری ایک جنازے میں جا رہے تھے ذہلی امام بخاری سے رواۃ اور علل کے بارے میں سوالات کرتے جاتے تھے اور وہ فر فر یتر کی طرح یوں بتاتے جاتے تھے جیسے قل ھو اللہ پڑھ رہے ہوں۔[2]

**عادات واطوار** امام بخاری کے والد نے ترکے میں بہت زیادہ مال چھوڑا تھا اور وہ اس مال کو مضاربت پر دیتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص کے ذمے پچیس ہزار درہم امام بخاری کے باقی پڑ گئے۔ امام بخاری نے دس درہم ماہانہ کی قسط مقرر فرما دیا۔ مگر کچھ وصول نہ ہوا۔

ایک بار ابو حفص نے امام بخاری کے پاس کچھ سامان تجارت بھیجا کہ اسے بیچ دیں۔ تاجروں کو پتہ چلا تو امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور پانچ ہزار درہم نفع دینے کو کہا۔ یہ رات کا وقت تھا۔ امام بخاری نے فرمایا، اس وقت آپ لوگ جائیں اور صبح کو آئیے گا۔ دوسرے دن صبح کو تاجروں کا دوسرا گروہ آیا اس نے دس ہزار نفع دینے کو کہا۔ امام بخاری نے فرمایا میں نے رات ہی کو نیت کر لی تھی کہ پہلے گروہ کو دوں گا۔ نیت بدلنا پسند نہیں کرتا۔

ایک بار امام بخاری لکھ رہے تھے آپ کی باندی گزری اس کے پاؤں سے دوات کو ٹھوکر لگی اور دوات گر گئی امام بخاری نے اس سے فرمایا۔ دیکھ کر چلا کرو۔ باندی نے شوخی سے جواب دیا جب راستہ نہ ہو تو کیا کروں؟ آپ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور کہا! جاؤ تم آزاد ہو۔

امام بخاری نے کبھی اپنی ذات کا کسی سے انتقام نہیں لیا۔ ان کے اساتذہ میں محمد بن یحیی ذہلی تھے۔ یہی بزرگ اس کا سبب بنے کہ امام بخاری کو نیشاپور چھوڑنا پڑا۔ مگر امام بخاری نے ان کی مرویات کو صحیح بخاری میں بھی درج فرمایا۔ البتہ بجائے محمد بن یحیی کے یا تو صرف محمد ذکر کرتے ہیں یا بجائے باپ کے دادا کی طرف نسبت کر کے محمد بن خالد لکھتے ہیں۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو بتایا۔ کہ ذہلی مجھ پر جرح کرتا ہے۔ اگر میں اس کا نام بطور مشہور لکھوں تو وہ متعین ہو جائے گا۔ لوگ کہیں گے کہ جو شخص ان پر جرح کرتا ہے اس کو یہ عادل جانتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس کی جرح درست ہے۔ اور میں مجروح ہوں۔ یعنی

---

[1] مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۶، [2] ایضاً ص ۴۸۶، وارشاد الساری ج ۱، ص ۳۰،

عادل وہ ہے جو جھوٹ نہ بولے۔ اور جب ذہلی نے امام بخاری پر جرح کیا تو اگر جرح صحیح تو امام بخاری مجروح اور جرح غلط تو ذہلی کاذب اور غیر عادل۔

مگر خلجان اب بھی باقی رہتا ہے۔ کہ جب ذہلی نے امام بخاری پر جرح کی۔ تو صرف روایت میں ان کا نام بدلنے سے یہ احتمال کیسے ختم ہوگیا۔ وہ تو اب بھی اپنی جگہ باقی رہا۔ اگر ذہلی صادق تو امام بخاری مجروح اور امام بخاری بے داغ تو ذہلی غیر عادل۔

بات یہ ہے کہ معاصرین کی جرحیں قابلِ اعتنا نہیں جب کہ یہ معلوم ہو کہ یہ کسی اختلاف کی وجہ سے کر رہا ہے۔ امام بخاری اور ذہلی میں مسئلہ خلقِ قرآن پر شدید اختلاف ہوا جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے ذہلی امام بخاری پر معاصرانہ چشمک کی وجہ سے جرح کرتے تھے۔ اس لئے وہ جرح ناقابلِ اعتبار ہے۔

اس کے باوجود کہ میراث میں کثیر دولت پائی تھی۔ چاہتے تو رئیسانہ ٹھاٹھ باٹھ سے زندگی گزارتے۔ مگر امام بخاری بہت سادہ زاہدانہ طور پر گزر بسر کرتے تھے۔ چوبیس گھنٹے میں دو تین بادام پر گزارہ کرتے کبھی صرف سوکھی گھاس پر۔ چالیس سال تک بے شوربے کے سوکھی روٹی کھائی۔ بیمار پڑے اور اطباء نے فاروزہ دیکھا تو انھوں نے بتایا کہ ان کا فاروزہ راہبوں کے فاروزے کے مثل ہے۔ یہ صرف سوکھی روٹی کھاتے ہیں۔ جس سے آنتیں سوکھ گئی ہیں۔ لوگوں کے بہت اصرار کرنے پر بمشکل تمام شیرۂ انگور سے روٹی کھانا قبول کیا۔

محمد بن حاتم وراق کہتے ہیں کہ امام بخاری جب سفر میں رہتے تو ہم تمام خدام کو ایک کمرے میں رکھتے اور خود سب سے علٰحدہ ایک کمرے میں۔ ایک بار میں نے دیکھا کہ وہ رات میں پندرہ بیس مرتبہ اٹھے اور چقماق سے آگ جلا کر چراغ جلاتے اور احادیث کے دفاتر پڑھتے کہیں کہیں نشان لگاتے اور پھر تکیہ پر سر رکھ کر لیٹ جاتے۔ میں نے عرض کیا کہ رات کو آپ نے بار بار خود زحمت اٹھائی مجھے جگا دیتے۔ فرمایا تم! جوان ہو اور گہری نیند سوتے ہو تمہاری نیند خراب ہوتی۔

امام بخاری بہت ماہر تیر انداز تھے۔ شاید بایدہی کوئی تیر خطا کرتا۔ ابو جعفر کہتے ہیں کہ اپنی طویل صحبت میں صرف دو بار میں نے ان کے تیر کو خطا ہوتے دیکھا۔ ایک مرتبہ فیربُر میں تھے۔ امام بخاری سوار ہو کر تیر اندازی کے لئے نکلے۔ خدام ساتھ تھے۔ شہر پناہ کے اس دروازے پر جس سے نہر کے دہانے تک راستہ جاتا ہے۔ ہم لوگ تیر اندازی کرنے لگے۔ امام بخاری کا ایک تیر پل کی میخ میں جا لگا جس سے میخ پھٹ گئی۔ امام بخاری نے فوراً تیر اندازی موقوف کر دی اور ہم لوگوں کو واپسی کا حکم دیا۔ اور ایک گہرا سانس لیا۔ اور ابو جعفر سے فرمایا، تم سے ایک کام ہے اس پل کے مالک کے پاس جاؤ اور کہو کہ بخاری کے تیر سے میخ پھٹ گئی ہے" دو باتوں میں سے ایک کرو۔ یا تو اجازت دو ہم اس کی میخ بدل دیں۔ یا اس کی قیمت لے لو۔ اور غلطی معاف کرو۔ اس پل کے مالک حمید بن اخضر تھے میں نے جا کر امام بخاری کا پیغام انھیں پہنچایا۔ تو حمید نے کہا کہ امام بخاری سے جا کر میرا اسلام کہو اور عرض

کرو۔ آپ سے مواخذہ نہیں۔ میرا تمام مال آپ پر قربان۔ میں نے واپس آکر امام بخاری کو جب ان کا جواب سنایا تو ان کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور فرط مسرت میں اس دن ہم لوگوں کو پانچ سو احادیث سنائیں اور تین سو درہم صدقہ کئے

ایک دن امام بخاری حدیث بیان کر رہے تھے ان کے ایک تلمیذ ابو معشر ضریر کو وہ حدیث بہت پسند آئی۔ وہ عالم کیف میں ہاتھ اور سر ہلانے لگے۔ ان کی اس حرکت پر امام بخاری مسکرا دیئے پھر بعد میں امام بخاری کو احساس ہوا اور ابو معشر ضریر سے معافی مانگی

امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی کی غیبت نہیں کی ہے۔ مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل مجھ سے غیبت پر مواخذہ نہیں فرمائے گا۔ اس میں اتنے محتاط تھے کہ نقد وجرح میں راویوں کے حالات بیان کرنا ضروری ہے۔ مگر آپ نے اس موقع پر بھی انتہائی احتیاط کی۔ یہاں تک بدرجۂ مجبوری اگر کسی کے کاذب ہونے کو ظاہر کیا ہے تو بطور حکایت مثلاً کذب فلاں سماہ بالکذب فلاں۔

ایک بار جب کہ فربر میں قیام تھا۔ بخارا کے قریب ایک مسافر خانہ کی امام بخاری نے تعمیر شروع کی۔ خدام ومعتقدین کو ساتھ لے کر کام شروع کیا کام شروع ہوا تو بہت سے لوگ رضا کارانہ طور پر کام کرنے کے لئے آگئے۔ انبوہ کثیر جمع ہوگیا۔ امام بخاری خود کام کرتے، اینٹیں اٹھاتے، دیواریں لگاتے، ایک خادم نے عرض کیا، آپ رہنے دیں ہم لوگ کافی ہیں، فرمایا یہ تکلیف آخرت میں نفع بخش ہوگی۔ کام کرنے والوں کے لئے امام بخاری نے ایک گائے ذبح کی۔ ہم فربر سے تین روپئے کی روٹیاں لائے تھے۔ ایک روپے کی پانچ من کے حساب سے۔ پندرہ من روٹیاں تھیں۔ آج کل کے حساب سے یہ کل روٹیاں چونتیس کلو گرام سے کچھ تھوڑی سی زائد تھیں۔ ابتداء میں امام بخاری کے ساتھ صرف سو آدمی تھے۔ مگر اب تعداد بہت بڑھ گئی تھی، مگر امام بخاری کی کرامت کہ سب نے آسودہ ہو کر کھایا۔ اور روٹیاں کافی بچ گئیں۔

امام بخاری کی فیاضی کا عالم یہ تھا کہ کبھی کبھی ایک دن میں تین تین سو درہم صدقہ کر دیا کرتے۔ مضاربت سے انکی آمدنی پانسو ماہانہ تھی۔ یہ ساری رقم طلبہ پر صرف کر دیتے تھے۔ ایام تحصیل میں اپنے شیخ آدم بن ایاس کے یہاں تھے۔ کھانے پینے کا سامان ونقد سب خرچ ہوگیا گھر سے خرچ آنے میں دیر ہوگئی۔ ان دنوں انھوں نے گھاس کھا کھا کر گزارا کیا کسی سے سوال کیا کرتے قرض بھی نہیں مانگا۔ تین دن یہی حال رہا تیسرے دن ایک اجنبی صاحب آئے جنہیں امام بخاری بھی پہچانتے نہ تھے۔ اور اشرفیوں کی تھیلی نذر کی۔

**عبادت وریاضت** ان سب خوبیوں پر مستزاد یہ کہ بہت ہی زبردست عبادت گزار تھے۔ کثرت سے نوافل پڑھتے۔ شب بیداری کرتے۔ قرآن مجید کی تلاوت کا اتنا شوق تھا کہ گویا وہ روحانی غذا تھی، رمضان المبارک آجاتا تو تلاوت قرآن تقریباً

چوبیس گھنٹے جاری رہتی۔ بعد عشاء تراویح پڑھتے، اس میں ہر رکعت میں بیس آیات کی تلاوت کرتے۔ اس طرح پورا قرآن مجید پورا کرتے۔ پھر آدھی رات سے سحر تک دس پارے روز پڑھتے۔ دن میں روزانہ پورا قرآن مجید ختم کرتے۔ افطار کے وقت ختم فرماتے۔ ان کا ارشاد ہے کہ ہر قرآن مجید کے ختم کے وقت دعا قبول ہوتی ہے [1]

اس سے ان غیر مقلدین کو ہدایت حاصل کرنی چاہئے۔ جو اپنے آپ کو امام بخاری کا کٹر مقلد ظاہر کرتے ہیں۔ مگر سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ وہ روزانہ ایک ختم قرآن مجید پڑھتے تھے یہ ناجائز و بدعت ہے۔ امام اعظم کے اس ختم کو تو بدعت کہدیا۔ امام بخاری کے اس عمل کو کیا کہیں گے کہ وہ روزانہ ایک ختم دس پارے، چار سو آیات کی تلاوت کرتے تھے۔

نیز غیر مقلدین نے آرام پسند کاہل افراد کو اپنے دام میں پھنسانے کے لئے تراویح بجائے بیس کے آٹھ رکعت کر دی ہے۔ وہ آئیں اور دیکھیں امام بخاری بھی بیس ہی رکعت تراویح پڑھتے تھے اس لئے کہ قرآن میں کم از کم چھ ہزار آیتیں ہیں۔ اور آٹھ رکعت میں کل ایک سو ساٹھ آیتیں ہوتی ہیں اس طرح تیس رات میں کل چار ہزار ساٹھ آیتیں ہوئیں۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ امام بخاری آٹھ رکعت تراویح پڑھتے تھے تو لازم آئے گا کہ تراویح میں پورا قرآن ختم نہ کرتے۔ یہ روایت کے خلاف ہونے کے ساتھ خلاف سنت بھی ہے — سنت یہ ہے کہ کم از کم ایک ختم قرآن مجید پڑھا جائے۔ اور احناف کے مسلک پر بلا کسی دغدغے کے درست ہے۔ بیس رکعت میں بحساب فی رکعت بیس آیات چار سو آیتیں ہوئیں۔ اور پندرہ دن میں چھ ہزار۔ اس طرح فی رکعت بیس آیات کے حساب سے قرآن مجید رمضان میں ضرور ختم ہو جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ لازم آئے گا کہ امام بخاری پندرہ ہی دن میں تراویح کے اندر ختم قرآن کر لیتے تھے۔ اس لزوم میں کوئی حرج نہیں۔

اس کا امکان ہے کہ پندرہ دن قرآن مجید اور پندرہ دن سورۂ تراویح پڑھتے ہوں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے ھدی الساری مقدمہ فتح الباری میں لکھا

| | |
|---|---|
| اذا کان اول لیلۃ من رمضان یجتمع الیہ اصحابہ | جب رمضان کی پہلی رات آتی تو ان کے اصحاب ان کے پاس جمع ہوتے |
| فیصلی بھم ویقرأ فی کل رکعۃ عشرین آیۃ و | یہ انھیں پڑھاتے، ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے یہاں تک کہ قرآن |
| کذالک الی ان یختم القرآن [2] | ختم کرتے۔ |

یہ بھی ضروری نہیں کہ صرف ایک ہی قرآن ختم کرتے ہوں ہو سکتا ہے دو قرآن ختم کرتے ہوں۔ اس دوسرے احتمال پر یہ شبہ

[1] مقدمہ فتح الباری ص۴۸۲، وایضاً طبقات الشافعیۃ الکبری ج ۲ ص۹، [2] مقدمہ فتح الباری ص۴۸۲،

وارد ہوتا ہے کہ اگر رمضان انتیس دن کا ہو تو لازم آئے گا کہ کسی دن بیس کے بجائے چالیس آیتیں پڑھی جائیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ باعتبار اغلب اکثر کے بیس آیتوں کو ذکر کیا گیا۔ اور یہ تو اتنا اغلب واکثر ہے کہ انتیس دن میں صرف ایک دن کا تخلف ہے۔

**عبادت میں استغراق** ایک دفعہ کسی باغ میں امام بخاری کی دعوت تھی۔ ظہر کی نماز کے بعد نفل پڑھنی شروع کی جب نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے کرتے کا دامن اٹھایا۔ اور اپنے ایک ساتھی سے کہا! دیکھو تو میرے کرتے کے اندر کچھ ہے؟ انھوں نے دیکھا کہ ایک بھڑ ہے جس نے سولہ سترہ جگہ ڈنک مارا ہے۔ اور یہ سب جگہیں سوج گئی ہیں۔ کسی نے کہا کہ پہلی بار جب اس نے ڈنک مارا تھا تو نماز کیوں نہیں توڑ دی؟ فرمایا میں ایک سورہ پڑھ رہا تھا اسے پوری کئے بغیر نماز توڑنے کو جی نہیں چاہا [1]

**ادب** ایک دفعہ امام بخاری مسجد میں حدیثیں بیان فرما رہے تھے۔ کہ ایک شخص نے اپنی ڈاڑھی میں لگے ہوئے تنکے کو نکال کر مسجد کے فرش پر ڈال دیا۔ امام بخاری نے لوگوں کی نظریں بچا کر اس تنکے کو اٹھا کر اپنی آستین میں رکھ لیا۔ لوگوں کے چلے جانے کے بعد اس تنکے کو مسجد کے باہر پھینکا۔ ان لوگوں کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے جو اپنے کپڑوں کو گرد سے بچانے کے لئے مسجد کی چٹائیاں جھاڑ کر مسجد کے فرش پر گرا دیتے ہیں۔ عالمگیری میں ہے کہ چٹائی کے گرد وغبار کو جھاڑ کر مسجد کے فرش پر کرنا منع ہے۔ یہ بالکل ایسا ہے جیسے کوئی اپنے پہنے ہوئے کپڑے سے گندگی پونچھ کر اپنے بدن میں مل لے۔ اسے کون پسند کرے گا؟ اصل مسجد فرش ہے اور چٹائی وغیرہ اس کا لباس۔

**اعتراف فضل** امام بخاری کے کمال کی معراج یہ ہے کہ ان کے فضائل ومناقب کا اعتراف خود ان کے عہد کے تمام اساطین ملت وائمہ حدیث وارباب فضل وکمال نے کیا۔ اور ان کے بارے میں ایسے ایسے عظیم الشان کلمات مدح وثناء کہے ہیں۔ جو امام بخاری کی جلالت شان کی دستاویز ہیں۔ اور ان میں صرف تلامذہ اصاغر ہی نہیں بلکہ اساتذہ بھی ہیں اور معاصرین بھی۔ اگر ان تمام کلمات کو جمع کیا جائے تو ہزاروں صفحات ناکافی ہیں۔ علامہ ابن حجر جیسے علم کے بحر ناپید کنار نے یہاں تک لکھ دیا۔ کہ امام بخاری کی عظمت شان میں اتنے کلمات کہے گئے ہیں کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو کاغذ وقلم ختم ہو جائیں گے مگر کلمات ختم نہ ہونگے اس لئے کہ وہ ایسے بحر تھے جس کا کوئی ساحل نہیں۔

**کلمات اساتذہ** ابو مصعب احمد بن ابو بکر زہری نے کہا کہ، محمد بن اسماعیل حدیث کی بصیرت اور حدیث کی سمجھ امام احمد بن حنبل سے زیادہ رکھتے ہیں۔ کسی نے اس پر تعجب کرتے ہوئے کہا آپ حد سے آگے بڑھ گئے تو ابو مصعب نے کہا اگر تم مالک کا زمانہ پاتے انھیں اور امام بخاری کو دیکھتے اور پہچانتے تو کہتے دونوں ایک ہی ہیں۔

---

[1] قسطلانی ج ۱ ص ۳۱۔

قتیبہ بن سعید نے کہا! میں فقہاء، زہاد، عباد کے پاس بیٹھا میں نے ان جیسا کسی کو نہیں دیکھا وہ اپنے زمانے میں ایسے تھے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہم صحابہ میں۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا "سرزمین خراسان نے بخاری جیسا آج تک پیدا نہیں کیا۔ قتیبہ سے، شراب کے نشہ سے مست کی طلاق کے بارے میں سوال ہوا اتنے میں امام بخاری آگئے قتیبہ نے امام بخاری کی طرف اشارہ کرکے کہا، لو یہ احمد بن حنبل، اسحٰق بن راہویہ، علی بن مدینی کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے یہاں بھیج دیا۔ یعنی یہ تنہا ان تینوں ائمہ کے مجموعہ ہیں۔ اسحٰق بن راہویہ ایک مرتبہ مسجد میں منبر پر بیٹھے ہوئے حدیث بیان کر رہے تھے امام بخاری بھی موجود تھے۔ ایک حدیث پر انھیں امام بخاری نے ٹوک دیا۔ اسحٰق بن راہویہ نے امام بخاری کے قول کو مان لیا۔ اور حاضرین سے فرمایا، اے محدثین! اس جوان کو دیکھو! ان سے حدیثیں سیکھو اگر یہ امام حسن بصری کے زمانے میں ہوتے تو وہ بھی حدیث و فقہ کی معرفت میں انکے محتاج ہوتے۔

علی بن مدینی نے کہا! بخاری نے اپنے مثل کو نہیں دیکھا۔ بخاری جس کی تعریف کردیں وہ ہمارے نزدیک پسندیدہ ہے۔ حالانکہ علی بن مدینی وہ جلیل محدث ہیں کہ خود امام بخاری نے فرمایا! میں نے علی بن مدینی کے علاوہ کسی کے سامنے اپنے کو چھوٹا نہیں جانا۔ رجاء بن رجاء نے کہا! بخاری کی فضیلت علماء پر ایسی ہی ہے جیسے مردوں کی عورتوں پر۔ وہ اللہ کی آیتوں میں سے ایک آیت ہیں جو زمین پر چلتے ہیں۔

**کلمات معاصرین** یہ تو بہت ہوتا ہے کہ شفیق اساتذہ اپنے ہونہار تلامذہ کو نوازتے ہیں۔ مگر ایک معاصر دوسرے معاصر کے فضل وکمال کا بہت کم اعتراف کرتا ہے۔ اپنے اوپر تفوق تسلیم کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔ معاصرانہ چشمک مشہور ہے۔ مگر امام بخاری کے فضل وکمال کا یہ زرّیں ورق ہے کہ ان کے معاصرین نے بھی نہایت صفائی اور تصریح کے ساتھ ان کے فضل وکمال بلکہ اپنے اوپر ان کی برتری کو بھی تسلیم کیا ہے۔

عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی نے کہا! میں نے حرمین، حجاز، شام، عراق کے علماء کو دیکھا مگر امام بخاری جیسا جامع کسی کو نہیں پایا۔ وہ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ سمجھ والے ہیں۔

ابوالطیب حاتم بن منصور نے کہا! کہ امام بخاری علم کی بصیرت اور عبور میں اللہ کی آیتوں میں سے ایک آیت ہیں۔ امام ابوبکر محمد بن اسحٰق بن خزیمہ نے کہا! آسمان کے نیچے بخاری سے زیادہ حدیث جاننے والا کوئی نہیں۔ امام ترمذی نے کہا! علل واسانید کا بخاری سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں۔ امام مسلم نے ان سے مخاطب ہوکر کہا! آپ کے مثل دنیا میں کوئی نہیں۔ پہلے امام مسلم کا قول گزر چکا۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے پاؤں کو بوسہ دوں۔ استاذ الاستاذین، سید المحدثین طبیب الحدیث فی علله۔ ابوعمرو خفاف نے کہا! بخاری نے اپنا مثل نہیں دیکھا یہ امام احمد اور اسحٰق وغیرہ سے بیس درجے اعلم بالحدیث

ہیں۔ جو ان کی گستاخی کرے اس پر میری طرف سے ہزار لعنت۔

عبداللہ بن حماد آملی نے کہا! میری آرزو ہے کہ میں امام بخاری کے جسم کا ایک بال ہوتا اور جو شرف اس بال کو حاصل ہے مجھے حاصل ہوتا۔ سلیم بن مجاہد نے کہا! میں نے ساٹھ سال سے بخاری سے زیادہ فقیہہ اور پرہیزگار کسی کو نہیں دیکھا۔ موسیٰ بن ہارون حمال بغدادی نے کہا! اگر تمام اہل اسلام اکٹھے ہو کر یہ چاہیں کہ محمد بن اسماعیل جیسا کوئی اور پالیں تو یہ ناممکن ہے۔ رہ گئے تلامذہ اور بعد کے علماء نے کیا کہا؟ اس کا سلسلہ اتنا دراز ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں۔

**مشائخ اور ان کے طبقات** امام بخاری کا فضل و کمال یہ بھی کچھ کم نہیں کہ انھوں نے علم حدیث کی تحصیل میں اس کا لحاظ نہیں کیا کہ ہم جس سے حدیث حاصل کر رہے ہیں یہ ہم سے بڑا ہے کہ برابر ہے کہ چھوٹا۔ انسان کے دماغ میں جب پندار کا غرور پیدا ہو جاتا ہے تو اپنے چھوٹے تو چھوٹے ہیں برابر تو برابر ہیں اپنے بڑوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتا ہے۔ جاہل رہنا پسند کرتا ہے۔ جہل مرکب میں گرفتار رہنا قبول کرتا ہے مگر دوسرے سے کچھ پوچھنا اپنی کسر شان سمجھتا ہے۔ یہ پندار انسان کو علم سے محروم رکھتا ہے۔ کبھی بے جا حیا آڑے آتی ہے۔ مگر امام بخاری ان دونوں عیبوں سے پاک تھے۔ اس حدیث الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن حیث ما وجدھا فھو احق بھا[1] علم مومن کی گمشدہ دولت ہے جہاں بھی پائے وہ اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔ کے پیچھے عالم تھے اسی لئے ان کے اساتذہ کی فہرست میں جہاں اس وقت کے مسلم الثبوت مشائخ محدثین ہیں وہیں ان کے معاصرین و تلامذہ بھی ہیں۔ ان کے اساتذہ پانچ طبقات کے ہیں جن کی تعداد ایک ہزار اسی ہے۔

**طبقۂ اولیٰ** وہ مشائخ جو ثقات تابعین سے روایت کرتے ہیں جیسے محمد بن عبداللہ انصاری مکی بن ابراہیم ابوعاصم، انیس عبدالدین موسیٰ اسماعیل بن ابی خالد اور نُعیم صاحب حلیہ وغیرہ۔

**طبقۂ ثانیہ** وہ مشائخ جو طبقۂ اولیٰ کے معاصرین ہیں مگر وہ ثقات تابعین سے روایت نہیں کرتے جیسے آدم بن ابی ایاس، ابومسہر سعید بن ابی مریم اور ایوب بن سلیمان وغیرہ۔

**طبقۂ ثالثہ** وہ مشائخ جو کبار تبع تابعین سے روایت کرتے ہیں جیسے سلیمان بن حرب، قتیبہ بن سعید، نعیم بن حماد، علی بن مدینی، یحیی بن معین، امام احمد بن حنبل وغیرہ۔

**طبقۂ رابعہ** امام بخاری کے درس کے رفقاء جنھوں نے امام بخاری سے پہلے علم حدیث کی تحصیل شروع کی تھی جیسے ابوحاتم رازی، محمد بن عبدالرحیم، حمید بن حمید، احمد بن نصر، محمد بن یحیی ذہلی وغیرہ۔ امام بخاری نے اس وقت ان لوگوں سے روایت کی

[1] ابن ماجہ باب الحکمۃ ص۲۱۰،

جب ان کے مشائخ وصال پاگئے اور جو احادیث ان کے پاس تھیں وہ کسی اور کے پاس نہ تھیں۔

**طبقہ خامسہ** اس طبقے میں وہ محدثین ہیں جو امام بخاری کے تلامذہ تھے۔ جیسے عبداللہ بن حماد آملی، عبداللہ بن عباس خوارزمی اور حسین بن محمد قبانی۔

**تلامذہ** اس زمانے میں حرمین طیبین کے سوا کوفہ، بصرہ، بغداد، نیشاپور، سمرقند، بخارا علوم دینیہ کے اہم مراکز تھے۔ ان شہروں میں امام بخاری بار بار گئے۔ بے شمار لوگوں کو حدیث پڑھائیں اور یہ سلسلہ ابتداء ہی سے شروع ہوگیا تھا۔ جہاں جاتے لوگوں کو حدیث پڑھاتے۔ اور ساتھ ہی ساتھ علم حدیث کی تحصیل بھی کرتے کبھی کبھی ہزار ہا ہزار کے مجمع میں حدیث املا کراتے۔ محمد بن صالح نے کہا: میں نے بغداد میں ان کی حدیثیں لکھنے والوں کا مجمع بیس ہزار تک دیکھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے تلامذہ بخارا سے لے کر حجاز، شام، مصر تک پھیل گئے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا کہ جن لوگوں نے ان سے صحیح بخاری سنی ان کی تعداد نوے ہزار ہے[1]۔ یہ صحیح بخاری کا حال ہے۔ اس کے علاوہ امام بخاری سے احادیث اخذ کرنے والوں کی کیا تعداد ہے؟ یہ آج کون شمار کر سکتا ہے۔ جب کہ اس عہد میں گنتی نہ ہو سکی۔

**نیشاپور کا فتنہ** جب ۲۵۰ھ میں بغداد سے امام بخاری نیشاپور آئے۔ اہل نیشاپور کو جب ان کی آمد کی خبر معلوم ہوئی تو انھوں نے دو تین منزل آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ عوام و خواص، علماء و صلحاء سب ہی تھے۔ اور اس شان سے نیشاپور آئے کہ اس وقت تک اس شان و شوکت کا استقبال نیشاپور میں نہ کسی عالم کا ہوا تھا نہ کسی حاکم کا۔ یہ امام مسلم کا بیان ہے۔ اس وقت نیشاپور میں محمد بن یحیی ذہلی مشہور محدث عوام و خواص کے مرجع اعظم تھے یہ بھی استقبال کرنے والوں میں تھے۔ بلکہ لوگوں کو اس کی ترغیب بھی دی۔ انھوں نے لوگوں سے کہا کل میں خود ان کے استقبال کو چلوں گا جس کا جی چاہے چلے۔ نیشاپور میں آکر امام بخاری نے دار البخارین میں قیام کیا۔ امام ذہلی نے لوگوں کو تنبیہ کر دی تھی کہ امام بخاری سے علم کلام کا کوئی مسئلہ نہ پوچھنا خدانخواستہ اگر وہ ہمارے مسلمات کے خلاف کوئی بات کہدیں گے تو ہمارے اور ان کے درمیان اختلاف ہو جائے گا۔ جس پر خراسان کے رافضی ناصبی، جہمی، مرجی ہنسیں گے۔

امام بخاری نے جب احادیث کا درس دینا شروع کیا۔ تو لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ اتنی بھیڑ ہونے لگی کہ داریں نہیں بام و در بھر گئے۔ دوسری درسگاہیں خالی ہوگئیں۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ معتزلہ نے خلق قرآن کا مسئلہ پوری دنیائے

[1] مقدمہ فتح الباری ص ۴۹۲

اسلام میں پھیلا رکھا تھا۔ اہلسنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ قرآن اللہ عزوجل کا کلام ہے۔ جس طرح اس کی ساری صفات قدیم غیر مخلوق ہیں اسی طرح قرآن بھی قدیم وغیر مخلوق ہے۔ اس کے برخلاف معتزلہ کا عقیدہ تھا کہ قرآن مخلوق ہے۔ یہ اختلاف بغداد میں اٹھا، اور پورے بلاد اسلامیہ میں پھیل گیا۔ اس سلسلے میں متشدد حنابلہ یہاں تک آگے بڑھ گئے کہ ہماری قرأت کو بھی غیر مخلوق کہنے لگے۔ یہ مسئلہ خواص سے بڑھ کر عوام میں بھی پھیل چکا تھا۔ معتزلی وغیر معتزلی کی علامت بن چکا تھا۔

ابھی نیشاپور میں امام بخاری کو درس حدیث دیتے ہوئے دو تین دن ہی گزرے تھے کہ کسی نے بھری مجلس میں ان سے سوال کر دیا:۔

قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟

امام بخاری نے اس سے منھ پھیر لیا۔ کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے تین بار پوچھا ہر بار امام بخاری نے منھ پھیر لیا۔ اور کوئی جواب نہیں دیا۔ جب اس شخص نے بہت الحاح کے ساتھ اصرار کیا تو امام بخاری نے یہ جواب دیا، قرآن اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے۔ اور بندوں کے افعال مخلوق ہیں اور امتحان بدعت ہے"

اس پر اس شخص نے فساد مچا دیا اور یہ کہا کہ امام بخاری نے یہ کہا ہے کہ لفظی بالقرآن مخلوق ۔ اس پر ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ کچھ لوگ یہ کہنے لگے کہ انھوں نے یہ کہا ہے اور کچھ یہ کہتے کہ نہیں کہا ہے۔ یہاں تک کہ آپس میں مار پیٹ کی نوبت آگئی گھر والوں نے بیچ بچاؤ کر کے مجمع کو ہٹایا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ نیشاپور کے بعض مشائخ نے جب دیکھا کہ امام بخاری کے آتے ہی ہماری مجلسیں اجڑ گئیں تو انھوں نے اس سائل کو سکھا کر بھیجا تھا۔ چونکہ ذہلی ان بزرگوں میں سے تھے جو ہماری تلاوت کو بھی غیر مخلوق مانتے تھے۔ اس لئے انھوں نے یہ اعلان کر دیا، جو شخص لفظی بالقرآن غیر مخلوق کہتا ہے وہ بدعتی ہے۔ اس سے میل جول، سلام، کلام بند کر دیا جائے۔ اب جو محمد بن اسماعیل کے یہاں جائے اسے متہم جانو۔ کیونکہ ان کی مجلس میں وہی جائے گا جو ان کے مذہب پر ہوگا۔ امام بخاری لاکھ کہتے رہے کہ میں نے یہ نہیں کہا مگر اب ان کی یہ بات سننے والا کون تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امام مسلم اور احمد بن سلمہ کے سوا تمام لوگوں نے امام بخاری کے یہاں جانا چھوڑ دیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ذہلی نے یہ کہا کہ جو یہ کہے کہ ہماری مجلس میں نہ آئے۔ امام مسلم موجود تھے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے ان کے ساتھ احمد بن سلمہ بھی چلے آئے۔ امام مسلم نے وہاں سے آتے ہی ذہلی سے جتنی احادیث لکھی تھی سب اونٹ پر لاد کر واپس کر دی۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں، ذہلی کی کوئی روایت نہیں لی ہے۔ اس کی وجہ یہی ناراضگی بتائی جاتی ہے۔ مگر حیرت اس پر ہے کہ اس کے بالمقابل انھوں نے امام بخاری کی بھی کوئی روایت نہیں لی ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ جب امام مسلم اور احمد بن سلمہ ذہلی کی مجلس سے چلے آئے تو ذہلی نے یہاں تک کہدیا

کہ یہ شخص (بخاری) میرے ساتھ شہر میں نہیں رہے گا۔ اس کے بعد احمد بن مسلمہ امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ کہا! یہ شخص یعنی ذہلی پورے خراسان خاص کر اس شہر میں مقبول ہے۔ ہم میں سے کسی میں یہ طاقت نہیں کہ اس سے اس معاملہ میں بات کر سکے آپ نے کیا سوچا ہے؟ یہ سنکر امام بخاری نے اپنی ڈاڑھی مٹھی میں لی اور کہا!۔

وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد اللھم انک تعلم انی لما رأیت القوم بنیسابور أشرأ ولا بطرا ولا طلبا للریاسۃ [1]

میں اپنے معاملہ کو اللہ عزوجل کے سپرد کرتا ہوں جو بندوں کو دیکھتا ہے۔ اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے نیشاپور میں قیام کا ارادہ اپنی بڑائی و بزرگی ظاہر کرنے اور ریاست حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا۔

ذہلی نے حسد کی وجہ سے ایسا کیا ہے اب میں اپنے وطن چلا جاؤں گا۔ اے احمد! میں کل صبح ہی کو کوچ کر دوں گا۔

**بخارا کو واپسی** نیشاپور سے امام بخاری اپنے وطن کی طرف چلے۔ جب بخارا والوں کو معلوم ہوا تو مسرت کی لہر دوڑ گئی تین میل دور تک شامیانے، خیمے نصب کئے گئے۔ تمام شہر والے استقبال کو نکلے۔ اور امام بخاری پر روپیوں، موتیوں کو نچھاور کرتے ہوئے بخارا لائے۔

اپنے وطن آکر امام پورے اطمنان وسکون کے ساتھ درس حدیث دینے لگے۔ تشنگانِ علم حدیث ہر چہار طرف سے ٹوٹ پڑے۔ چھ سال تک امام بخاری کا فیضان جاری رہا۔ مگر حاسدین نے یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ اس وقت حکومت عباسیہ کی طرف سے بخارا کا والی خالد بن احمد ذہلی تھا۔ اس کو امام بخاری سے برگشتہ کرنے کے لئے حاسدین نے یہ کہا کہ آپ امام بخاری سے کہئے کہ وہ آپ کے صاحبزادوں کو آپ کے محل میں آکر اپنی جامع اور تاریخ پڑھا دیں۔ خالد نے امام بخاری کے پاس یہ پیغام بھیجا۔ امام بخاری نے جواب دیا کہ یہ علم حدیث ہے۔ میں اسے ذلیل نہیں کروں گا۔ اگر آپ کو خواہش ہے کہ آپ کے بچے مجھ سے پڑھیں تو اپنے بچوں کو میری مجلس میں بھیج دیں۔ تاکہ دوسرے طلبہ کے ساتھ وہ بھی پڑھیں۔ خالد نے کہلایا کہ اگر آپ میرے محل میں نہیں آسکتے تو میں اپنے بچوں کو آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا مگر جب یہ پڑھنے حاضر ہوں تو ان کے ساتھ کوئی دوسرا نہ ہو۔ ان کو تنہا پڑھائیں۔ میرے فرستادے چوبدار دروازے پر متعین رہیں گے کسی کو اس وقت اندر نہ جانے دینگے۔ امام بخاری نے اسے بھی پسند نہ فرمایا۔ کہلا دیا۔ کہ علم میراثِ رسول ہے۔ اس پر ہر امتی کا حق برابر ہے میں کسی کی تخصیص نہیں کروں گا۔ اس سے وہ امام بخاری پر غضبناک ہو گیا۔

[1] مقدمہ فتح الباری ص ۴۹۶،

دوسری روایت بکر بن شبیہ کی یہ ہے کہ والی بخارا خالد نے خود خواہش ظاہر کی تھی کہ میں آپ کی جامع اور تاریخ آپ سے سننا چاہتا ہوں۔ آپ میرے محل میں آکر مجھے سنا دیا کریں۔ امام بخاری نے جواب میں کہلا دیا کہ میں علم کو ذلیل کر کے سلاطین کے دروازوں پر نہیں لے جا سکتا جس کو شوق ہے وہ میرے گھر یا میری مسجد میں حاضر ہو کر سن لے۔ اور اگر یہ پسند نہ ہو تو، تو سلطان ہے مجھے درس دینے سے روک دے تاکہ قیامت کے روز اللہ عزوجل کے حضور میرے لئے عذر ہو کہ میں نے اپنی خوشی سے علم کو نہیں چھپایا ہے۔ اس جواب پر وہ بوکھلا گیا۔

اس نے رائے عامہ سے امام بخاری کو پھیرنے کے لئے بخارا کے چند افراد کو جن میں حریث بن ابو الوقار کا نام خاص طریقے سے مشہور ہے آمادہ کیا کہ وہ اختلافی مسائل پر امام بخاری سے گفتگو کریں۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور اسے عوام میں پھیلانا شروع کیا۔ جس سے شورش اٹھ کھڑی ہوئی۔ مشہور ہے کہ کسی نے امام بخاری سے پوچھا کہ اگر ایک لڑکا اور ایک لڑکی کسی بکری کا دودھ ایام رضاعت میں پی لیں تو حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟۔ امام بخاری نے فرمایا۔ کہ ہاں ثابت ہو جائے گی۔ انھیں ایام میں نیشاپور کے محمد بن یحیی ذہلی کا بھی خالد کے پاس خط آگیا کہ امام بخاری کا عقیدہ یہ ہے:۔ لفظی بالقرآن مخلوق۔ اس نے جلتی آگ پر تیل کا کام کیا۔ امام بخاری کے خلاف ایک محضر نامہ تیار ہوا جس پر بخارا کے علماء کے دستخط ہوئے۔ جب امام بخاری کے خلاف رائے عامہ ہوگئی اور محضر نامہ بھی تیار ہو گیا تو اس نے ان کو حکم دیا کہ بخارا سے نکل جائیں۔ جلاوطنی کا حکم سننے کے بعد امام بخاری اتنے کبیدہ خاطر ہوئے کہ شکستہ قلب و جگر سے اپنے ان مخالفین کے لئے یہ بد دعا کی:۔

اللھم أرھم ما قصدونی بہ فی انفسھم واولادھم واھالیھم [1]

اے اللہ! جیسے انھوں نے مجھے بے عزت کیا ہے ویسے ہی ان لوگوں کو اپنی ذات اپنی اولاد اپنی اہل کی بے عزتی دکھا۔

درِ حق سے اجابت نے امام بخاری کی دعاء کا استقبال کیا۔ اور ایک مہینہ بھی نہیں گزرا کہ خالد اور اس شازش کے شرکاء اس کا نشانہ بنے۔ خالد کے بارے میں دار السلطنت بغداد سے سلطانِ وقت کا حکم پہنچا کہ اسے معزول کیا گیا۔ اسے گدھی پر بٹھا کر شہر میں گھمایا جائے اور اعلان کر دیا جائے کہ بدکار کی یہ سزا ہے۔ اس سزا کے بعد وہ پابجولاں بغداد بھیجا گیا وہیں جیل میں بند رہا اسی میں مرا۔ حریث بن ورقاء کے اہل کے بارے میں وہ بات مشہور ہوئی جو ناقابل ذکر ہے۔ اور دوسرے لوگوں کی اولاد پر وہ بلائیں آئیں جنہیں سنکر روح کانپ جاتی ہے ؎

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را ؛ چنداں امان نداد کہ شب را سحر کند

---

[1] مقدمہ فتح الباری ص ۴۹۴،

**وفات** امام بخاری جلاوطنی کا حکم سننے کے بعد بخارا سے نکلے۔ جب سمرقند والوں کو معلوم ہوا کہ امام بخاری وطن چھوڑ رہے ہیں تو انھوں نے خط لکھ کر درخواست کی کہ ہمارے یہاں تشریف لاکر ہمیں عزت بخشیں۔ امام بخاری نے سمرقند کا رخ کیا۔ جب سمرقند کے قریب ایک موضع خرتنگ پہنچے تو اطلاع ملی کہ سمرقند میں بھی ان کے بارے میں اختلاف ہوگیا ہے۔ خرتنگ میں امام بخاری کے کچھ رشتہ دار بھی تھے۔ آپ نے وہیں عارضی طور پر اس وقت کے لئے قیام فرمانے کا ارادہ کرلیا جب تک باشندگان سمرقند کوئی اخیر فیصلہ نہ کرلیں۔

پیہم حوادث وشورش نے امام بخاری کے صبر کا پیمانہ لبریز کردیا۔ دنیا سے اکتا گئے۔ ایک رات تہجد کی نماز کے بعد سوز قلب سے یہ دعا کی:۔

اللھم قد ضاقت علی الارض بما رحبت فاقبضنی الیك [1] — اے اللہ! زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہوگئی ہے۔ مجھے اپنی طرف اٹھالے۔

چند دن کے بعد بیمار پڑگئے۔ اسی اثناء میں سمرقند سے قاصد آیا کہ آپ سمرقند تشریف لائیں۔ امام بخاری سمرقند جانے کے لئے آمادہ ہوگئے۔ مگر سمرقند کے قاصد کے ساتھ ساتھ پیک اجل بھی آرہا تھا۔ سمرقند جانے کے لئے اٹھے، موزے پہنے، عمامہ باندھا۔ آپ کے میزبان غالب بن جبریل بازو پکڑ کر سواری تک لے چلے بمشکل بیس قدم چلے ہوں گے کہ فرمایا مجھے چھوڑ دو مجھ پر ضعف طاری ہوگیا ہے۔ غالب کا بیان ہے ہم نے چھوڑ دیا۔ کچھ دعائیں پڑھیں اور لیٹ گئے۔ لیٹتے ہی روح جوار قدس میں پرواز کرگئی۔ وصال کے بعد جسم اقدس سے پسینہ نکلنا شروع ہوا اتنا نکلا کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ کفن پہناتے وقت تک نکلتا رہا۔ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے تین کپڑوں میں کفن دینا جن میں نہ کرتا ہو یعنی سلا ہوا نہ عمامہ۔ اسی کے مطابق عمل ہوا تیرہ دن کم باسٹھ سال کی عمر میں ہفتہ کے دن یکم شوال کی رات میں وصال ہوا۔ عید الفطر کے دن بعد نماز ظہر اس گنجینہ کرامت کو ہم نے دفن کیا۔

**مزار پاک** دفن کے بعد قبر اطہر سے مشک کی خوشبو اٹھتی تھی۔ لوگ دور، دور سے آکر مزار پاک کی مٹی لے جانے لگے جس سے گڑھا ہوگیا۔ عقیدت مندوں نے لکڑی کا احاطہ بنادیا پھر لوگ احاطے کے باہر کی مٹی لے جانے لگے۔ اس ظاہر وباہر کرامت کے بعد بہت سے مخالفین مزار اقدس پر آئے اظہار ندامت اور توبہ کیا۔[2]

امام بخاری کی وفات کے ایک سال بعد سمرقند میں سخت قحط پڑا۔ لوگوں نے بار بار نماز استسقاء پڑھی، دعائیں مانگی، مگر بارش نہ ہوئی۔ بالآخر ایک مرد باخدا نے سمرقند کے قاضی سے جاکر کہا! تم شہر والوں کو لے کر امام بخاری کے مزار پر حاضر ہو۔

---

[1] مقدمہ فتح الباری ص۴۹۴، [2] ایضاً ص۴۹۴،

وہاں دعا مانگو امید ہے کہ اللہ عزوجل تمھاری دعا قبول فرمائے گا۔ قاضی شہر باشندگان سمرقند کو لے کر امام بخاری کے مزار پاک پر حاضر ہوئے۔ لوگوں نے نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ رو رو کر بارش کے لئے دعائیں کیں۔ امام بخاری سے درخواست کی کہ دعا کے قبول کرنے کی شفارش کردیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ ابھی دعا کر ہی رہے تھے کہ فضا پر بادل چھا گئے اور موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ مسلسل لگاتار سات دن تک ایسی بارش ہوئی کہ ان لوگوں کو اپنے گھر سمرقند جانا ممکن نہ ہوا[1]۔ اسی کو حدیث میں فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| ان تخلوا الارض من ثلثین مثل ابراھیم بھم تغاثون وبھم ترزقون وبھم تمطرون[2] | ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام سے خوبیوں میں مشابہت رکھنے والے تیس شخص زمین پر ضرور رہیں گے انھیں کی بدولت تمہاری فریاد سنی جائے گی اور انھیں کے سبب رزق پاؤ گے اور انھیں کی برکت سے بارش دیئے جاؤ گے۔ |
| ٭ ٭ ٭ | |
| للہ قوم اذا احلوا بسنزلۃ | حل الرضا وسیر الجوان ساروا |

امام بخاری کی تاریخ ولادت صدق ہے (۱۹۴) اور تاریخ وفات نور (۲۵۶) اور مدت عمر کی تاریخ حمید ہے (۶۲)۔ کسی نے ان سب پر جامع ایک رباعی کہی ہے۔

| | |
|---|---|
| کان البخاری حافظا و محدثا | جمع الصحیح مکمل التحریر |
| میلادہ صدق ومدۃ عمرہ | فیھا حمید وانقضی فی نور |

اسی قسم کی جامع تاریخ کسی نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی نکالی ہے۔

| | |
|---|---|
| ان بان اللہ اشھب جاء | فی عشق ومات فی کمال |

عشق تاریخ ولادت۔ کمال مدت عمر۔ اور دونوں کا مجموعہ "کمال عشق" تاریخ وصال۔

**بارگاہ رسالت میں مقبولیت** محبوب خدا کی محبت ایمان کی جان ہے۔ امام بخاری کو محبوب رب العالمین سے جو محبت تھی وہ اس سے ظاہر ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ ان کے ارشادات ان کے افعال ان کے احوال ان کے حلیۂ جمال کے ایک ایک نقش ونگار کی تلاش اور جمع اور پھر اسے پوری دنیا میں پھیلانے کی سعی پیہم میں گزرا۔ اس کے لئے انھوں نے وطن سے دوری احباب سے مفارقت سفر کی صعوبتیں۔ حریفوں کے تلخ وترش سب کچھ انتہائی خندہ پیشانی سے برداشت کئے کیا یہ سب اسیر محبت کے سوا اور کسی کے بس کی بات ہے؟۔

امام بخاری کے پاس حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک تھے جسے وہ اپنے ملبوسات میں رکھے

---

[1] طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵، [2] ابن حبان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

رہتے۔ جب امام بخاری کا یہ حال تھا تو رحمۃ للعالمین کی عنایتیں کرم فرمائیاں تو سب پر عام ہیں۔ امام بخاری پر کیوں نہ ہوتیں۔ وراق کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے خواب دیکھا کہ امام الانبیاء کہیں جا رہے ہیں پیچھے امام بخاری بھی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم مبارک اٹھانے کے بعد وہیں امام بخاری بھی قدم رکھتے ہیں جہاں سے قدم مبارک اٹھا ہے۔

امام بخاری کے مشہور تلمیذ فربری کا بیان ہے میں نے خواب دیکھا کہ میں کہیں جا رہا ہوں ناگہاں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے۔ پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ عرض کیا محمد بن اسماعیل کے یہاں۔ فرمایا! جاؤ ان سے میرا سلام کہنا۔

عبدالواحد بن آدم طواویسی نے بیان کیا۔ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابۂ کرام کے ساتھ ایک جگہ کھڑے ہیں۔ جیسے کسی کا انتظار ہے۔ میں نے دریافت کیا حضور کس کا انتظار ہے؟ فرمایا بخاری کا۔ طواویسی کہتے ہیں کہ کچھ دنوں کے بعد خبر ملی کہ امام بخاری کا وصال ہوگیا۔ مجھے تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ جس رات زیارت اقدس سے مشرف ہوا تھا وہی رات امام بخاری کے وصال کی تھی۔ جس کا استقبال شہنشاہ کونین اپنے صحابہ کے ساتھ عالم بالا میں کریں اس کی عظمتوں کا اندازہ کون کر سکتا ہے [1]

**فقہی مذہب** امام عبدالوہاب تقی الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ میں امام بخاری کو ذکر کیا ہے اس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ شافعی تھے۔ ان کی کتاب بھی اس کی ایک طرح تائید کرتی ہے۔ کیونکہ اس کی اکثر احادیث امام شافعی کے مذہب کی موید ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:۔

ابو عاصم عبادی نے امام بخاری کو اپنی کتاب الطبقات میں ذکر کیا۔ اور لکھا ہے کہ امام بخاری نے زعفرانی، ابوثور اور کرابیسی سے حدیث سنی ہے علامہ سبکی نے اضافہ کیا۔ کہ مکے میں حمیدی سے شافعی فقہ حاصل کیا۔ یہ چاروں حضرات امام شافعی کے اصحاب میں سے ہیں [2]۔

امام بخاری، امام شافعی سے اپنی صحیح میں البتہ روایت نہیں کرتے اس لئے کہ امام شافعی کا ادھیڑ عمر میں وصال ہوگیا۔ امام بخاری کی ملاقات امام شافعی کے ہمعصروں سے ہوگئی تھی ان سے حدیثیں لیں اور روایت کیں۔ اگر امام شافعی سے روایت کرتے تو لامحالہ امام شافعی اور امام بخاری کے مابین ایک راوی کا اضافہ ہوجاتا۔ اور سند بڑھ جاتی جس سے تنزل ہوجاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سند میں جتنا کم واسطہ ہو اتنی ہی سند عالی ہوتی ہے اور وہ قابل لحاظ ہے۔

اور یہی رائے حضرت علامہ شہاب الدین احمد خطیب قسطلانی [3] کی بھی ہے۔ ان دونوں کی بنیاد ابو عاصم عبادی کے اوپر ہے۔

---

[1] مقدمہ فتح الباری ص۴۹۴، [2] الطبقات الشافعیہ۔ ج ۲ ص۴، [3] قسطلانی ج ۱ ص۳،

یہ امام بخاری سے بہت قریب ہیں۔ امام بخاری کے سو سال کے بعد ان کی پیدائش ۳۵۰ھ میں ہوئی ہے۔ اس لئے اس سلسلے میں ابو عاصم کی رائے بعد والوں کے بہ نسبت زیادہ وزنی ہے۔

نواب صدیق حسن بھوپالی ابجد العلوم میں لکھتے ہیں:۔

وسنذکر بعد ذلک نبذا من ائمۃ الشافعیۃ وھولاء صنفان احدھما من تشرف بصحبۃ الامام الشافعی والآخر من تلاھم من الائمۃ۔ اما الاول فمنھم احمد الحلال ابوجعفر البغدادی، واما الصنف الثانی فمنھم محمد بن ادریس، ابوحاتم الرازی، محمد بن اسماعیل البخاری ومحمد بن الحکیم الترمذی۔[1]

اس کے بعد ہم کچھ ائمہ شوافع کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جنھوں نے امام شافعی کی صحبت پائی دوسرے وہ جو ان کے بعد آئے پہلی قسم میں احمد بن خلال، ابوجعفر بغدادی ہیں۔ اور دوسری قسم میں محمد بن ادریس ابو حاتم رازی، محمد بن اسماعیل بخاری، محمد بن حکیم ترمذی ہیں۔

لیکن امام بخاری جہاں اکثر احادیث امام شافعی کے مذہب کے موافق لائے ہیں وہیں بہت سے مسائل میں ان سے اختلاف بھی کیا ہے۔ اس کے برخلاف ابوالحسن بن العراقی نے کہا کہ یہ حنبلی تھے۔ امام بخاری نے خود بیان کیا میں آٹھ بار بغداد گیا اور ہر بار امام احمد کے پاس بیٹھا۔ آخری بار جب میں رخصت ہونے لگا تو فرمایا:۔ اے ابوعبداللہ! علم اور قدرداں لوگوں کو چھوڑ رہے ہو اور خراسان جا رہے ہو۔ جب بخارا سے جلاوطن ہوئے تو نہایت حسرت سے فرماتے اب امام احمد کا قول یاد آرہا ہے۔

ابو عاصم کی دلیل گزر چکی کہ انھوں نے اس بناء پر امام بخاری کو شافعی کہا کہ انھوں نے امام شافعی کے تلامذہ سے اخذ علوم کئے۔ حتی کہ فقہ شافعی بھی ان کے تلمیذ حُمیدی سے پڑھی۔ اور ابوالحسن بن العراقی نے بھی امام احمد سے تلمذ کی بناء پر ان کو حنبلی کہا۔

ظاہر ہے کہ محض تلمذ کی بنا پر کسی کو استاذ کا مقلد ہونیکا دعویٰ درست نہیں۔ ان کی کتاب نظر کے سامنے ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ مذہبا نہ شافعی ہیں۔ اور نہ حنبلی۔ بلکہ سب سے الگ ان کا ایک مذہب ہے۔ اس لئے ہم علامہ ابن عابدین شامی اور اپنے دیگر اکابر کی اس رائے سے متفق ہیں کہ وہ مجتہد مطلق تھے۔

علامہ شامی نے "عقود اللآلی فی مسند العوالی" میں امام بخاری کے مجتہد ہونے کی تصریح کی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے صاحبزادے حضرت شیخ نورالحق محدث جلیل نے تیسیر القاری میں بھی اس کا اشارہ دیا ہے فرماتے ہیں:۔

---

[1] ص ۳۱۱،

گفتہ اند کہ وی در زمان خود در حفظ احادیث واتقان آں وفہم معانی کتاب وسنت وجدت ذہن وجودت بحث ووفور فقہ وکمال زہد وغایت ورع وکثرت ابلاغ بر طرق حدیث وعلل آں دقت نظر وقوت اجتہاد واستنباط فروع از اصول نظیر نداشت علامہ سخاوی کا بھی یہی مختار ہے [1]

## صحیح البخاری

امام بخاری کی یہ کتاب اگرچہ "بخاری" سے مشہور ہے مگر امام بخاری نے اس کا نام یہ رکھا تھا:۔

"الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسننہ وایامہ"

ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ "جامع" حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں ان آٹھ موضوع پر احادیث ہوں۔ ایمان، احکام، سیر، تفسیر، آداب، مناقب، فتن، اشراط الساعۃ۔

اسلامی تصنیفات میں اللہ عزوجل نے جو مقبولیت "صحیح بخاری" کو عطا فرمائی وہ کسی تصنیف کو آج تک نہ حاصل ہو سکی۔ بلکہ خود امام بخاری کی دوسری تصنیفات کو بھی نہ حاصل ہوئی جن کی تعداد بیس ہے۔ شرقاً غرباً تمام ممالک اسلامیہ میں اس کا سکہ بیٹھا ہوا ہے۔

**وجہ تصنیف** ہم اوپر بتا آئے ہیں کہ تابعین کے اخیر دور میں باقاعدہ مرتب مبوب احادیث کی کتابیں تصنیف ہونی شروع ہو گئی تھیں۔ تبع تابعین میں یہ کام اور زیادہ ترقی کر گیا۔ امام اعظم ابو حنیفہ کی کتاب الآثار، امام مالک کی مؤطا، جامع سفیان ثوری، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، عبداللہ بن مبارک کی کتاب، وکیع کی کتاب، امام شافعی کی کتاب، مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ۔ مگر اب تک جتنی کتابیں لکھی گئیں کسی میں یہ التزام نہیں تھا، کہ صرف صحیح احادیث ہی لکھی جائیں۔ مصنفین نے ہر قسم کی احادیث جمع کر دی تھیں۔ اس کی شدید ضرورت تھی کہ کوئی ایسی کتاب لکھی جائے جس میں مصنف صرف انھیں حدیثوں کو جگہ دے جو صحیح ہوں۔

اس ضرورت کا احساس امام بخاری کے استاذ، اسحاق بن راہویہ کو ہوا۔ انھوں نے ایک دن اپنے تلامذہ سے فرمایا۔ اگر تم لوگوں سے ہو سکے تو کوئی ایسی کتاب مختصر لکھ دو جس میں صرف صحیح احادیث ہی ہوں۔ اس وقت امام بخاری بھی اس مجلس میں

---

[1] تیسیر القاری فی شرح البخاری، الجزء الاول ص۳۔

حاضر تھے۔ ان کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اسی وقت طے کرلیا کہ میں ایسی کتاب لکھوں گا۔

اس کے علاوہ اس کا باعث امام بخاری کا ایک خواب بھی ہے۔ انھوں نے خود بیان کیا ہے کہ میں نے خواب میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا۔ میں خدمت اقدس میں کھڑا ہوں میرے ہاتھ میں پنکھا ہے اور میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے مکھیاں ہانک رہا ہوں۔ کسی مُعبّر سے تعبیر پوچھی تو اس نے تعبیر دی کہ آپ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات سے جھوٹ دفع کریں گے۔ اس خواب نے مجھے اس پر ابھارا کہ ایک جامع صحیح لکھوں۔

**تصنیف کی غرض** احادیث صحیحہ کا جمع۔ اپنے عقائد و معمولات کا بیان اور ان پر حتی الوسع احادیث سے استدلال۔ عقائد اعمال میں اپنے مخالفین کا رد۔ پہلا مقصد بالکل ظاہر ہے۔ دوسرا اور تیسرا مقصد احادیث کے ابواب سے ظاہر ہے اور امام بخاری کے کلمات سے بھی جو انھوں نے جگہ جگہ ارشاد فرمائے ہیں۔ کتنے ابواب ایسے ہیں جن کی تائید میں کوئی حدیث نہیں لاسکے۔ اس سے ظاہر ہے کہ امام بخاری پہلے باب قائم کرتے ہیں پھر اس کے مطابق حدیث تلاش کرتے ہیں اگر مل جاتی ہے تو لکھ لیتے ہیں نہیں ملتی تو بھی باب جوں کا توں چھوڑ دیا ہے۔ شاید اس امید پر کہ اگر کوئی حدیث مل جائے گی تو بعد میں یہاں درج کر دیں گے۔ لیکن اخیر عمر تک نہیں ملی تو باب یوں ہی رہ گیا۔

ہمارے بتائے ہوئے تیسرے مقصد پر سیکڑوں ابواب شاہد ہیں خصوصیت سے کتاب الایمان کے ابواب اور کتاب الحیل پوری کی پوری۔ آپ غور کریں ابتداء ہی میں عمل کے گھٹنے بڑھنے پر اور یہ کہ ایمان قول بھی ہے اور عمل بھی۔ بھرپور زور صرف فرمادیا۔ چونکہ اس مضمون کی کوئی حدیث نہیں تھی تو اقوال صحابہ و تابعین سے اس کو ثابت کرنے میں اپنی دانست میں کوئی کمی اٹھا نہیں رکھی مگر اسکے بعد بھی انھوں نے اس سے متعلق دسیوں باب باندھے ہیں۔ مثلاً قیام لیلۃ القدر من الایمان، الجہاد من الایمان، تطوع قیام رمضان من الایمان، صوم رمضان احتسابا من الایمان، الصلوٰۃ من الایمان، زیادۃ الایمان ونقصہ، الزکوٰۃ من الاسلام، اتباع الجنائز من الایمان، اداء الخمس من الایمان، باب ماجاء ان الاعمال بالنیۃ والحسبۃ ولکل امرئ ما نوی فدخل فیہ الایمان والوضوء والصلوٰۃ والزکوٰۃ والحج والصوم والاحکام۔

اور کتاب الحیل کا مقصد تو بالکل کھلا ہوا ہے کہ وہ صرف امام بخاری نے اپنے غضب و جلال ظاہر کرنے کے لئے لکھی ہے لیکن بزرگوں کے ہر کام میں برکت ہی برکت ہوتی ہے۔ ان ابواب کی برکت سے ہمیں احادیث کے وہ گراں قدر تحفے ملے جو دوسری جگہ بھی ہیں مگر امام بخاری والی بات کہاں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ وجزیٰ عنی وعن جمیع اھل الاسلام خیر الجزاء۔

**ادب اور اہتمام** امام بخاری کو چھ لاکھ احادیث یاد تھیں۔ ان میں اچھی سے اچھی عمدہ سے عمدہ ترصحیح سے اصح اعلیٰ سے اعلیٰ تر کو منتخب کرکے اس عظیم تصنیف میں رکھی ہیں۔ اور انتخاب میں انھیں اپنی معلومات کے ایک ایک نقطے کو صرف کرکے اپنی فکر و تدبیر

کی آخری حد کو چھو کر بھی اطمینان نہ ہوتا تو اللہ عزوجل کے حضور استخارہ کرتے پھر صفحۂ قرطاس کے حوالہ کرتے۔

9 تصنیف و تالیف کے لئے جتنی تنہائی ہو بہتر ہے مگر امام بخاری نے اسے بھری مسجد حرام میں مسجد نبوی میں لکھا۔ ایک بار لکھا مگر مطمئن نہ ہوئے تو تین بار لکھا۔ یہ سب وہی اعلیٰ سے اعلیٰ تر صحیح سے اصح کے انتخاب کے لئے تھا۔ وہ خود فرماتے ہیں:۔

مجھے چھ لاکھ حدیثیں یاد ہیں ان میں چن چن کر سولہ سال میں اس جامع کو میں نے لکھا ہے۔ اور اسے میں نے اپنے اور اللہ عزوجل کے درمیان حجت بنایا ہے۔ میں نے اپنی اس کتاب میں صرف صحیح احادیث داخل کی ہیں۔ اور جن صحیح حدیثوں کو میں نے اس خیال سے کہ کتاب بہت طویل نہ ہو جائے ترک کر دیا ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہیں۔

امام بخاری نے یہ کتاب کہاں لکھی اس کے بارے میں انھوں نے خود فرمایا۔ کہ میں نے اسے مسجد حرام میں اس طرح لکھا ہے کہ ہر حدیث کے لکھنے سے پہلے غسل کرتا پھر دو رکعت نفل پڑھتا پھر استخارہ کرتا۔ جب کسی حدیث کی صحت پر دل جمتا تو اسے کتاب میں درج کرتا۔

لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ وہ مسجد حرام میں سولہ سال کبھی نہ رہے۔ بلکہ متفرق طور پر ان کا مکہ معظمہ میں جو قیام رہا اس کی مجموعی مدت بھی سولہ سال نہیں۔

اس کا جواب علامہ ابن حجر نے یہ دیا کہ انھوں نے تصنیف کی ابتدا مسجد حرام میں کی پھر جہاں گئے اسے لکھتے رہے ـــــ اور ایک توجیہ یہ بھی ہے جو ہمارے مشائخ نے کی ہے کہ اس کا مسودہ مختلف بلاد میں لکھا۔ مسجد حرام میں بیٹھ کر اس کا مبیضہ کیا۔

تراجم ابواب کے لئے صرف ایک روایت ہے کہ اسے امام بخاری نے مزار اقدس و منبر مبارک کے مابین ریاض الجنہ میں بیٹھ کر اصل کتاب میں منتقل کیا ہے۔ غالباً اسی وقت کے بارے میں یہ روایت[1] ہے کہ میں اس کتاب میں کسی حدیث کے لکھنے سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتا ہوں کہ یہ آپ کا ارشاد ہے یا نہیں؟۔ جب حضور فرماتے ہاں تو لکھتا۔

اور میرے خیال میں سب سے اچھی توجیہ یہ ہے کہ امام بخاری نے پہلے مسودہ تیار کیا جن میں ابواب اور ابواب سے مناسب احادیث جمع کیں۔ یہ مختلف بلاد میں تیار کیا پھر مسجد حرام میں حاضر ہو کر اس مسودہ میں جو احادیث تھیں ان کو مبیضہ کیا۔ ابواب کی جگہ خالی رکھی اور حرم نبوی میں حاضر ہو کر ترجمے کو اصل کتاب میں منتقل کیا۔ اس لئے کہ ترجمے کے بارے میں جو لفظ وارد ہے وہ یہ ہے۔

حَوَّلَ تراجمہ جامعہ بین قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ اس کتاب کے تراجم ابواب کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مزار پاک اور

---

[1] اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۔

علیہ وسلم ومنبرہ وکان یصلی لکل ترجمۃ رکعتین [1] منبر اقدس کے مابین منتقل کیا اور ہر ترجمے کے لئے دو رکعت نماز پڑھتے۔

حوّل کا ترجمہ سوائے منتقل ہونے کے اور کچھ نہیں بنتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ترجمے کا کوئی مسودہ پہلے سے تھا۔ اس سے تحویل کر کے لکھتے تھے۔ تحویل کی دوسری تعبیر یہی ہے کہ اس کو منتقل کرتے تھے۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ تراجم پہلے سے لکھے تھے۔ مگر جس صفحے میں بڑھاتے تھے اس میں تراجم کی جگہ خالی تھی۔ تو لازم کہ پہلے احادیث بلا تراجم لکھی تھیں۔ اور یہ روایت کہ اس کو تین مرتبہ لکھا اس سے مراد یہی ہے کہ پہلے ایک مسودہ تیار کیا جس میں ترجمۃ الباب اور اس سے متعلق احادیث تھیں۔ پھر مسجد حرام میں اسے صاف کیا اور ترجمہ باب کی جگہ چھوڑ دی۔ اور حرم نبوی میں حاضر ہو کر مسودہ سے تراجم ابواب اصل کتاب میں اضافے کئے اور اس کے ساتھ پھر اس پر ایک تنقیحی نظر بھی ڈالی۔ والعلم عند اللہ تعالیٰ۔

کتاب کی تصنیف کے بعد امام بخاری نے اپنی یہ کتاب امام احمد بن حنبل یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی کو دکھائی۔ ان حضرات نے اس کی بہت تحسین کی جس سے امام بخاری کو طمانیت قلب حاصل ہوئی۔ محمد بن حاتم وراق نے کہا میں نے امام بخاری سے پوچھا کہ آپ نے اپنی اس صحیح میں جتنی حدیثیں لکھی ہیں وہ سب آپ کو یاد ہیں۔ فرمایا:۔ جامع صحیح کی کوئی حدیث مجھ سے چھپی نہیں۔ اس لئے کہ میں نے اس کو تین بار لکھا ہے۔

**بارگاہ رسالت میں اس کتاب کی مقبولیت** صحیح بخاری کی معراج کمال یہ ہے کہ مصنف کی ذات کی طرح ان کی کتاب بھی محبوب رب العالمین کی بارگاہ میں مقبول ہوئی۔ ابو زید مروزی نے بیان کیا کہ ایک بار میں مطاف میں رکن کے مابین سویا ہوا تھا کہ میرا نصیبہ جاگا۔ سرکار ابد قرار مونس ہر بے قرار تشریف لائے۔ اور فرمایا اے ابو زید! کب تک شافعی کی کتاب پڑھو گے؟ میری کتاب کیوں نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی کتاب کون سی ہے؟۔ فرمایا:۔ محمد بن اسماعیل کی جامع۔ [2]

ہر ستم ہر جفا گوارا ہے ÷ صرف کہدے کہ تو ہمارا ہے

**طرز** امام بخاری کا اسلوب اس کتاب میں یہ ہے کہ وہ پہلے باب باندھتے ہیں۔ کبھی کبھی باب کے مناسب ایک یا چند آیات ذکر کرتے ہیں۔ کبھی باب سے متعلق معلق احادیث اور اقوال سلف صحابہ یا ائمہ تابعین و تبع تابعین ذکر کرتے ہیں پھر اگر باب کی مؤید کوئی ایسی حدیث ہوتی ہے جو ان کی شرائط پر پوری ہو تو اسے مع سند کے ذکر کرتے ہیں۔ کبھی ایک کبھی متعدد کبھی مفصل کبھی مختصر کبھی پوری حدیث، کبھی حدیث کا کوئی جزء

---

[1] مقدمہ فتح الباری وغیرہ ص۴۹۰، [2] مقدمہ فتح الباری ص۴۹۰،

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی حدیث کے جزء کو باب کا عنوان بناتے ہیں کبھی کسی آیت کو۔ اس سے یہ فائدہ حاصل ہوجاتا ہے کہ یہ باب دلیل کا محتاج نہیں۔ کبھی کسی حدیث کے جزء کو باب کا عنوان بنانے سے یہ افادہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث لائقِ حجت ہے۔ خواہ وہ ان کے ان شرائط پر ہو جن کا انھوں نے اس کتاب میں التزام کیا ہے۔ خواہ نہ ہو۔ کبھی باب کی تائید میں صرف قرآنِ مجید کی آیات ذکر کرکے چھوڑ دیتے ہیں۔ کوئی حدیث معلق یا مسند نہیں ذکر کرتے۔ کہیں کہیں صرف ابواب کے عنوان قائم کرکے چھوڑ دیئے ہیں نہ کوئی آیت ذکر کی ہے نہ حدیث۔ کہیں کہیں ائمہ مذاہب پر بہت درشت لہجے میں تعریضیں بھی کی ہیں۔ اکثر ایسا ہے کہ ایک ہی حدیث متعدد جگہ ذکر کرتے ہیں۔ اس سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس حدیث سے جتنے مسائل انھوں نے مستنبط کئے سب مذکور ہوجاتے ہیں۔ دوسرے تعدد طرق سے اس حدیث کی قوت بڑھ جاتی ہے۔ ایک حدیث پر مختلف چند ابواب سے کبھی یہ بھی اشارہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث اپنے عموم پر ہے یا اس میں کوئی تخصیص ہے۔ یہ اپنے اطلاق پر ہے یا اس میں کوئی تقیید ہے۔ تخصیص اور تقیید ہے تو کیا ہے۔ کبھی مبہم معانی کی توضیح مقصود ہوتی ہے۔ کبھی آیات قرآنیہ اور احادیث کے مشکل الفاظ کی تفسیر بھی کرتے جاتے ہیں۔

**شرائط** امام بخاری یا امام مسلم نے اپنی ان مخصوص شرائط کا ذکر نہیں کیا جن کا ان دونوں حضرات نے اپنی اپنی کتابوں میں التزام کیا ہے۔ صرف حدیث معنعن کے سلسلے میں مقدمہ مسلم سے یہ معلوم ہوا کہ ان دونوں بزرگوں میں یہ اختلاف ہے کہ امام بخاری معاصرت کے ساتھ ثبوت لقاء کی شرط ضروری قرار دیتے ہیں۔ اور امام مسلم معاصرت کافی سمجھتے ہیں۔ امام مسلم نے لقاء کی شرط کے ضروری نہ ہونے پر بہت لمبی بحث کی ہے۔ جس کی بنیاد یہ ہے کہ گفتگو اس صورت خاص میں ہے کہ راوی ثقہ ہو مدلس نہ ہو۔ اور لقاء کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ تلمیذ کا شیخ سے سماع ثابت ہو۔ صرف لقاء سے سماع لازم نہیں ہوسکتا ہے ملاقات ہوئی ہو مگر سماع نہ ہو۔ تو یہ شرط بلاضرورت ہے۔ جب ہم نے مان لیا کہ یہ راوی ثقہ ہے مدلس نہیں اور یہ کہہ رہا ہے کہ فلاں سے روایت ہے۔ تو یہی اس کا قول دلیل سماع ہے۔ خواہ دونوں کی ملاقات کا ثبوت ہو خواہ نہ ہو۔ پھر ملاقات کے ثبوت کی شرط سے کیا فائدہ امام مسلم کی یہ بات بہت وزنی ہے اگرچہ یہ بات ظاہر ہے کہ اگر تلمیذ و شیخ میں لقاء بھی ثابت ہو تو اس سے قوت زیادہ مل جاتی ہے۔ بخاری کے مسلم پر تفوق کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

اس کے علاوہ اور کیا کیا خصوصی شرائط ہیں؟ محدثین نے اس کی کھوج لگانے کی بہت کوشش کی مگر کوئی خاص شرط معلوم نہ ہوسکی۔ سوائے اس کے کہ دیگر محدثین نے حدیث کے صحیح ہونے کے لئے جن شرائط کا اعتبار کیا ہے اس پر مستزاد یہ ہے۔ کہ امام بخاری زیادہ ایسے راویوں سے حدیث لیتے ہیں جو اپنے شیخ کے ساتھ بہت زیادہ رہا ہو اس کو یہ لوگ اپنی زبان میں "کثیر الملازمت" اور اس کے مقابل کو "قلیل الملازمت" بولتے ہیں۔ اور کبھی جب کسی موضوع پر کثیر الملازمت تلامذہ کی روایت نہیں

ملتی تو بدرجۂ مجبوری قلیل الملازمت تلامذہ کی بھی احادیث لے لیتے ہیں مگر ایسا پہلے کے بہ نسبت کم ہے۔

قاضی ابوبکر بن عربی نے کہا کہ امام بخاری کی یہ بھی شرط ہے کہ حدیث کی روایت میں کہیں دو راوی سے کم نہ ہوں حتی کہ وہ دو صحابی سے مروی ہو۔ مگر یہ شرط بھی اکثری ہو سکتی ہے کلی نہیں۔ اس لئے کہ بخاری کی پہلی حدیث دانما الاعمال بالنیات، میں مسلسل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر یحیی بن سعید تک صرف ایک ہی راوی ہیں۔ حضرت عمر کے بعد علقمہ اور ان کے بعد محمد بن ابراھیم اور ان کے بعد یحیی بن سعید ہیں۔ ہاں امام بخاری کی ایک خاص شرط کا ذکر ملتا ہے۔ انھوں نے فرمایا۔ کہ میں صرف اس سے حدیث لیتا ہوں جو ایمان قول کو بھی مانے اور عمل کو بھی۔[1]

**تکرار احادیث** امام بخاری نے اکثر احادیث کو ایک سے زیادہ جگہ ذکر کیا ہے۔ حتی کہ بعض احادیث کو سولہ سولہ جگہ ذکر کیا ہے۔ یہ حقیقت میں لفظاً تکرار ہے مگر معنوی اعتبار سے تکرار نہیں۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ تکرار کی دو صورت ہے۔ سند میں تکرار ہو۔ متن میں تکرار ہو۔ سند کے لحاظ سے اگر دیکھیں تو شاید کوئی جگہ ایسی ہو جہاں امام بخاری نے ایک حدیث کو دو جگہ ایک ہی سند کے ساتھ ذکر کیا ہو۔ مجھے اب تک ایسی کوئی حدیث نہیں ملی۔ ہمیشہ نئی سند نئے طریقے سے بیان کرتے ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) وہ حدیث دو یا دو سے زائد صحابہ سے مروی ہو تو اسے مکرر لاتے ہیں (۲) وہ حدیث دو یا دو سے زائد تابعین سے مروی ہو تو مکرر لاتے ہیں (۳) وہ حدیث ایک سے زائد تبع تابعین سے مروی ہے تو مکرر لاتے ہیں (۴) کبھی امام بخاری ایک حدیث کو ایک سے زائد اساتذہ سے سنی ہے تو مکرر لاتے ہیں (۵) کبھی امام بخاری کے استاذ الاستاذ ایک سے زائد ہیں تو مکرر لاتے ہیں۔ علی ہذا القیاس۔

اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ تعدد طرق سے حدیث قوی سے قوی تر ہو جاتی ہے اگر سلسلۂ رُواۃ میں صرف ایک ہی ایک افراد ہوں تو یہ حدیث محدثین کی اصطلاح میں غریب کہلاتی ہے! اور جب وہ مختلف طرق سے مروی ہو گی تو غرابت سے نکل جاتی ہے۔

رہ گیا متن کی لفظی تکرار اس میں بھی متعدد فوائد ہیں۔ پہلا فائدہ مختلف ابواب پر استدلال۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ راوی کبھی ایک حدیث کو مختصر ذکر کرتا ہے۔ دوسرا مفصل۔ تو مفصل ذکر کر دینے سے حدیث کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ کبھی ایک راوی کسی لفظ سے بیان کرتا ہے دوسرا راوی دوسرے لفظ سے۔ دونوں کو ذکر کرنے سے ایک معنی مقصود کی تعیین میں آسانی

---

[1] مقدمہ فتح الباری ص ۷۹

ہوتی ہے دوسرے روایت بالمعنی کے اپنے شرائط کے ساتھ جواز کا اشارہ ہو جاتا ہے۔ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کی تفسیر ہو جاتی ہے۔ پانچواں فائدہ کبھی ایک حدیث کو ایک راوی بطریق ارسال ذکر کرتا ہے دوسرا بطریق اتصال۔ تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث مُرسل نہیں متصل ہے۔ چھٹا فائدہ کبھی ایک راوی حدیث کو موقوف کر کے چھوڑ دیتا ہے دوسرا اسے مرفوع روایت کرتا ہے تو تکرار سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث موقوف نہیں مرفوع ہے۔ ساتواں فائدہ۔ یہ ہے کہ کبھی ایک حدیث کو ایک راوی عن فلاں کہہ کے معنعن روایت کرتا ہے دوسرا حدثنا، اخبرنا، سمعتُ کے صیغے سے جو سماع پر صراحۃً دلالت کرتے ہیں اس سے حدیث مُعَنعَنْ میں جو تدلیس کا ذرا سا شائبہ ہوتا تھا وہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔

سر دست تکرار کے یہ بارہ فائدے حاضر ہیں۔ پانچ سند سے متعلق اور سات متن سے متعلق۔ اگر قاری امعان نظر سے ان مکررات میں غور کرے گا تو اس کے علاوہ اور بہت سے فوائد نظر آئیں گے۔

**تقطیع** اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی حدیث کے مختلف اجزاء کو مختلف جگہ ذکر کیا جائے۔ خواہ مختلف ابواب میں خواہ ایک ہی باب میں۔ تقطیع کا سبب کبھی یہ ہوتا ہے کہ حدیث کے مختلف اجزا مختلف اسناد سے مروی ہیں۔ یہ صورۃً تقطیع ہے حقیقتاً تقطیع نہیں۔ بلکہ حقیقت میں ایک ہی حدیث ہے ایک باب میں تقطیع کی یہی صورت ہوتی ہے۔ حدیث کی تقطیع جائز ہے یا نہیں؟ یہ محدثین متقدمین میں مختلف فیہ رہا۔ امام بخاری امام مالک اکثر اجلۂ محدثین تقطیع کے جواز کے قائل بھی ہیں اور اس پر عامل بھی۔ اور اب تو تقطیع حدیث کے جواز و عمل پر اجماع ہے۔

امام بخاری حدیث کی تقطیع وہیں کرتے ہیں جب حدیث چند احکام پر مشتمل ہو تو وہ حدیث کے ان اجزاء کو چند ابواب میں لاتے ہیں تاکہ کتاب بلا ضرورت طویل نہ ہو پھر ان کو متعدد جگہ متعدد سند سے ذکر کر کے اس کو تعدد طرق سے قوی بنا دیتے ہیں۔

کہیں کسی طویل حدیث میں مختلف مضامین یا احکام مذکور ہوئے ہیں۔ جن میں ربط نہیں ہوتا۔ امام بخاری ان مختلف جملوں کو ان کے مناسب ابواب علحدہ علحدہ ذکر کرتے جاتے ہیں۔ پھر کہیں کوئی باب قائم کر کے مکمل حدیث یکجا بیان کر دیتے ہیں۔

**ابواب** امام بخاری کا جو مذہب تھا اس کی کلیات پھر ان کلیات کی جزئیات کو انھوں نے ہزاروں ہزار ابواب کی شکل میں جمع کر دیا ہے۔ جن کو تراجم ابواب کہا جاتا ہے۔ ترجمۂ باب پر وہ اپنی خداداد ذہانت و ذکاوت سے بعض جگہ ایسے اَدَق پیرائے میں استدلال کرتے ہیں کہ ذہین سے ذہین محقق مدقق بھی انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔

اسی وجہ سے ابنِ خلدون نے کہا کہ بخاری کے تراجم ابواب سے احادیث کی مطابقت امت پر قرض ہے اسی قرض کو علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدرالدین محمود عینی نے ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور ایک حد تک ادا بھی کر دیا۔ مگر اب بھی بہت سا قرض امت پر باقی ہے۔ اور اندازہ یہی ہے کہ وہ قیامت تک باقی ہی رہے گا۔

ان دونوں شارحین نے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مطابقت پیدا کرنے کے وقت یہ امور سامنے رکھے ہیں مثلاً (۱) یہ ضروری نہیں کہ حدیث کی دلالت باب پر مطابقی ہو تضمنی بھی ہو سکتی ہے التزامی بھی۔ جن کو فقہاء کی زبان میں یوں کہئے حدیث سے ترجمۂ باب کا ثبوت کبھی عبارۃ النص سے ہوتا ہے کبھی دلالت النص سے کبھی اشارۃ النص کبھی اقتضاء النص سے۔ (۲) کبھی امام بخاری کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ حدیث میں عموم ہے مگر حقیقت میں وہ مخصوص ہے۔ حدیث میں اطلاق ہے مگر وہ حقیقت میں مقید ہے۔

(۳) کبھی معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے ترجمۃ الباب سے وہ اس کا افادہ کرتے ہیں۔

(۴) کبھی دو مختلف احکام کی علت مشترکہ ہوتی ہے مگر اس علت میں کوئی ابہام ہوتا ہے۔ کسی حدیث میں اس ابہام کی تشریح ہوتی ہے۔ امام بخاری باب میں ایک حکم ذکر کرتے ہیں اور پھر اس کے تحت وہ حدیث ذکر کرتے ہیں جس میں اس ابہام کی تشریح ہے۔

مثلاً باب باندھا

فی کم تقصر الصلوٰۃ۔ کتنی مسافت کے سفر پر نماز میں قصر ہے۔

اور اس کے تحت حدیث یہ لائے۔

لاتسافر المرأۃ ثلثۃ ایام الامع ذی محرم کوئی عورت تین دن کی مسافت پر بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔

دونوں میں کوئی مطابقت نہیں۔ لیکن دونوں کی علت "سفر شرعی" ہے۔ سفر شرعی کی کیا مقدار ہے نہ نا معلوم ہے۔ حدیث میں اس ابہام کی یہ تشریح ہے کہ تین دن کی مسافت پر عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ اس سے ثابت ہوا کہ "سفر شرعی کی مقدار" تین دن ہے۔

(۵) کبھی حدیث میں مختلف معانی کا احتمال ہوتا ہے۔ ترجمہ سے کسی ایک معنی کو معین کرنا مقصود ہوتا ہے۔

(۶) کبھی بظاہر مختلف المعانی احادیث میں ترجمے سے تطبیق کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں۔

علامہ عسقلانی اور علامہ عینی کی ہزار کد و کاوش کے باوجود کتنے ابواب ایسے ہیں جن میں مذکور احادیث کی ابواب سے مطابقت نہیں ہو سکی۔

**تعداد احادیث** احادیث نبوی خصوصاً بخاری کے ساتھ امت کو کتنا شغف تھا اس کا اندازہ اس سے کریں کہ کتب احادیث میں مندرج احادیث کی گنتی بھی کر ڈالی۔ حتی کہ کس صحابی سے کتنی احادیث مروی ہیں ان کو بھی شمار کر لیا ہے۔ بخاری میں کتنی احادیث ہیں اس سلسلے میں شمار کرنے والے مختلف ہیں۔ حافظ ابن صلاح نے بتلایا۔ کہ صحیح بخاری میں کل احادیث سات ہزار دو سو پچھتر

ہیں، اور حذف مکررات کے بعد چار ہزار۔

علامہ ابن حجر عسقلانی کے شمار کے مطابق کل احادیث مسندہ مع مکررات سات ہزار تین سو ستانوے ہیں۔ اور معلقات "ایک ہزار تین سو اکتالیس"۔ اور متابعات کی تعداد تین سو چوالیس۔ اس طرح بخاری کی کل احادیث مسندہ، معلقات متابعات ملاکر نو ہزار بیاسی ہیں[1]۔ اگر مکررات کو نکال دیں تو مرفوع احادیث کی تعداد "دو ہزار چھ سو تیئیس" ہے[2]۔

بخاری میں باعتبار سند سب سے اعلیٰ وہ احادیث ہیں جو ثلاثیات کہلاتی ہیں۔ جن کی سند میں امام بخاری اور حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک بیچ میں صرف تین راوی ہیں۔ ان کی کل تعداد بائیس ہے اور حذف مکررات کے بعد سولہ۔ ان ثلاثیات میں بیس ثلاثیات وہ ہیں جو امام بخاری نے اپنے حنفی شیوخ سے لی ہیں۔ یہاں یہ بات خاص کر قابل ذکر ہے کہ یہ بائیس ثلاثیات امام بخاری کے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔ مگر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عام مرویات ثلاثیات ہیں۔

**بخاری کی زندہ کرامت** علامہ احمد خطیب قسطلانی نے ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری کے مقدمہ میں[3] اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اشعۃ اللمعات کے مقدمہ میں اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ الباری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بعض عارفین کا قول نقل فرمایا ہے کہ استجابتِ دعا حل مشکلات قضاء حاجات کے لئے بخاری کا ختم بارہا کا آزمودہ ہے۔ بخاری شریف جس کشتی میں ہوگی وہ ڈوبنے سے محفوظ رہے گی۔ اور حافظ عماد الدین ابن کثیر نے کہا! اگر قحط کے وقت پڑھی جائے تو بارش ہوگی۔ یہ سب اس لئے ہے کہ امام بخاری مستجاب الدعوات تھے۔ اور انھوں نے اس کے پڑھنے والے کے لئے دعا کی ہے۔

**اختلاف نسخ** امام بخاری کے نسخے آپس میں بہت مختلف ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ عبد الرزاق بخاری نے کہا! میں نے امام بخاری سے پوچھا کہ آپ نے جتنی حدیثیں اپنی تصنیفات میں لکھی ہیں وہ سب آپ کو یاد ہیں۔ تو انھوں نے فرمایا ان میں کوئی حدیث مجھ پر مخفی نہیں۔ اس لئے کہ میں نے اپنی ہر کتاب کو تین مرتبہ لکھا ہے۔ اور ہر مصنف جانتا ہے کہ کتاب پر جتنی بار نظر ڈالی جائے گی تو اس میں رد و بدل ہوتا رہتا ہے۔ پھر نقل در نقل میں تفاوت ہو جانا لابدی امر ہے۔ حافظ ابو اسحٰق ابراہیم بن احمد مستملی نے کہا! میں نے بخاری کو اس کی اصل سے، جو محمد بن یوسف فربری کے پاس تھی نقل کیا ہے۔ میں نے اصل میں جگہ بیاض دیکھی۔ مثلاً ترجمہ باب ہے مگر اس کے تحت کچھ نہیں۔ کہیں حدیث ہے مگر ترجمہ نہیں میں نے سب کو ملا کر لکھ دیا۔

**شروح** بخاری کی مقبولیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ حدیث کی کتابوں میں جتنی شرحیں اس کی ہوئیں کسی کی نہیں ہوئیں کشف الظنون میں حاجی خلیفہ نے ۱۰۱۲ھ تک پچاس شرحوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اسکے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ عربی کے علاوہ

---

[1] تلخیص از مقدمہ فتح الباری ص۱۶۵، [2] توجیہ النظر ص۹۴، [3] مقدمہ ارشاد الساری ص۲۵،

فارسی اردو کی شرحوں کو ملالیا جائے تو ان کی تعداد سو تک پہونچ جائے گی۔ ان پچاس شرحوں میں اللہ عزوجل نے دو شرحوں کو سب سے زیادہ مقبولیت عطا فرمائی۔ ایک فتح الباری۔ دوسرے عمدۃ القاری جو عینی کے نام سے مشہور ہے۔

**فتح الباری** یہ سند الحفاظ علامہ شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی ہے۔ یہ شعبان ۷۷۳ھ میں مصر میں پیدا ہوئے اور وہیں اواخر ذوالحجہ ۸۵۲ھ میں وصال فرمایا۔ وہیں دیلمی کے بغل میں دفن ہیں۔ انھوں نے اگرچہ مختلف دیار کے علماء سے تحصیل علم فرمایا۔ مگر ان کے خاص اساتذہ حافظ زین الدین عراقی اور حافظ سراج الدین بلقینی وغیرہ ہیں۔ ان کی مختلف علوم وفنون پر ڈیڑھ سو سے زائد تصنیفات ہیں۔ یہ بیس سال تک مصر کے قاضی القضاۃ رہے۔ انھوں نے بخاری کی شرح ۸۱۷ھ میں لکھنی شروع کی اور ۸۴۲ھ میں اس کو مکمل کیا جیسا کہ خود انتقاض الاعتراض میں لکھا ہے۔ یہ شرح سترہ جلدوں میں ہے مگر اب اس کی جلدوں کی گنتی کم کر دی گئی ہے۔ سند الحفاظ نے اس شرح میں اپنے علم کے وہ جوہر دکھائے ہیں جن سے دنیا روشن ہے اور روشن رہے گی۔ انھوں نے بخاری کی شرح کا حق ادا کر دیا۔ مشکل الفاظ کی تفسیر مغلق مقامات کی تسہیل، متعارض احادیث کی تطبیق۔ تراجم ابواب میں جو دقیق معانی ہیں ان کی تبیین۔ رجال بخاری کی جرح وتعدیل۔ بخاری پر وارد ہونے والے اعتراضات کی تردید۔ ترجمہ باب وحدیث میں تطبیق، مسائل کا استنباط، احادیث مختصرہ کی تکمیل، اسمائے مبہمہ کی تفسیر، لغات کا حل، اسمائے رجال کی تنقید، عقائد واحکام کی تفصیل اور سب پر محققانہ بحث وتمحیص، وہ کون سی اہم بات ہے جو حدیث کی شرح کے لئے ضروری ہے اور وہ اس شرح میں نہیں۔ اس لئے عام طور پر ان کی شرح کو تمام شروح پر برتری دی جاتی ہے ان سب خوبیوں کے باوجود گزشتہ تمام شرحوں کا عطر تحقیق بھی ہے۔ اس شرح میں کیا کیا ہے وہ شرح دیکھنے ہی کے بعد معلوم ہوگا جس کی طرف ہماری اس شرح میں جگہ جگہ اشارے ملیں گے۔

**عمدۃ القاری** یہ علامہ ابن حجر کے معاصر علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ عینی کی شرح ہے۔ ان کے والد قاضی شہاب الدین احمد بن قاضی شرف الدین موسیٰ بن احمد حلب کے باشندے تھے۔ وہاں سے ترک وطن کر کے (عین تاب) آگئے تھے۔ یہ حلب سے تین منزل کی دوری پر ہے۔ یہاں کی قضاء ان کے سپرد ہوئی۔ یہیں علامہ عینی سترہ رمضان ۷۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان کو عینی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی حافظ زین الدین عراقی اور حافظ سراج الدین بلقینی کے تلمیذ ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر وقت کے سربرآوردہ علماء سے بھی تلمذ کا ان کو شرف حاصل ہوا۔ مصر کے شیخ المذہب سراج قاری الہدایہ کے بھی تلمیذ ہیں۔ ۷۸۸ھ میں بیت المقدس گئے وہاں ان کی ملاقات اس وقت کے بہت ممتاز عالم علاء الدین علی بن احمد بن محمد سبرای سے ہوئی۔ پھر انھیں کے ہو کر رہ گئے۔ انھیں کے ساتھ مصر مدرسہ برقوقیہ میں آئے۔ مدت العمر مصر ہی میں رہے۔ وہیں شنبہ کی رات میں چار ذوالحجہ ۸۵۵ھ میں علامہ ابن حجر کے تین سال بعد وصال ہوا۔ جب ان کے استاذ شیخ المذہب سراج قاری الہدایہ کا وصال

ہوگیا تو ۸۲۹ھ کی ربیع الآخر میں یہ مصر کے قاضی القضاۃ بغیر کسی طلب اور خواہش کے مقرر ہوئے۔ علاوہ اس منصب جلیل کے دوسرے مناصب عالیہ پر مدت دراز تک فائز رہے۔ ۸۵۲ھ میں تمام مناصب سے الگ ہوکر جامعہ ازہر کے قریب محلہ کناسہ میں اپنا ذاتی مدرسہ قائم کرلیا۔ جس پر اپنی تمام کتابیں وقف کردی تھیں۔ علامہ ابن حجر کی طرح یہ بھی جملہ علوم وفنون میں یگانہ ویکتا تھے۔ ان دونوں میں معاصرانہ نوک جھونک بھی رہتی تھی۔ جامعہ مؤیدی کا ایک منارہ خستہ ہوکر اتر کی جانب جھک گیا تھا۔ اس کی جدید تعمیر کے لئے اسے گرادیا گیا۔ اس وقت علامہ عینی جامعہ مؤیدیہ میں شیخ الحدیث تھے۔ اس کے برج شمالی پر درس دیا کرتے تھے۔ اس پر علامہ ابن حجر نے یہ دو شعر چست کردیا۔

لجامع مولانا المؤید رونق ۔۔۔ منارتہ تزھو بالحسن و بالزین

تقول وقد مالت علیھم تمیلوا ۔۔۔ فلیس علی حسنی اضر من العین

جامعہ مؤیدی بڑی بارونق ہے۔ اس کا منارہ حُسن وجمال میں یکتا ہے۔ گرتے وقت کہہ رہا تھا مجھے گرنے دو میرے حسن کے لئے نظر بد سے زیادہ کوئی چیز مضر نہیں۔ نظر کو عربی میں "عین" کہتے ہیں۔ اس سے علامہ عینی پر چوٹ تھی۔

علامہ عینی نے جب یہ اشعار سُنے تو علامہ ابن حجر کو یہ جواب بھیجا:۔

منارۃ کعروس الحسن قد حلیت ۔۔۔ وھدمھا بقضاء اللہ والقدر

قالوا اصیبت بعین قلت ذا غلط ۔۔۔ ما آفۃ الھدم الا خسۃ الحجر

منارہ دولہن کی طرح سجا ہوا تھا۔ اس کا گرنا قضا وقدر کی وجہ سے ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اسے نظر لگ گئی ہے میں نے کہا یہ غلط ہے۔ یہ حجر (پتھر) کی خست یعنی شکستگی کی وجہ سے گرا۔

علامہ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں نے ایک ہی زمانے میں دو چار سال آگے پیچھے بخاری کی شرحیں لکھی ہیں۔ علامہ عینی نے ۸۲۱ھ میں شروع کیا اور ۸۴۷ھ میں انتیس سال میں مکمل فرمایا۔ اور علامہ ابن حجر نے ۸۱۷ھ میں شروع فرمایا اور ۸۴۲ھ میں پچیس سال میں مکمل کیا۔

علامہ ابن حجر کا طریقہ یہ تھا کہ ہفتے میں ایک دن سنیچر کو اپنے تمام تلامذہ کو اکٹھا کرتے ہفتے بھر کا لکھا ہوا برہان بن اخضر کو دیتے۔ وہ سب کو سناتے مسودہ سے مقابلہ ہوتا لکھے ہوئے پر بحث ہوتی پھر لوگ اس کی نقلیں کرلیتے۔ اس طرح ان کی یہ شرح تکمیل سے پہلے ہی تقسیم ہوگئی۔ انھیں برہان بن اخضر سے علامہ عینی علامہ ابن حجر کی شرح عاریتاً لے کر دیکھ لیا کرتے تھے۔ اور اپنی شرح میں جابجا علامہ ابن حجر پر تعقب بھی کیا ہے۔ چونکہ یہ دونوں وسعت علم وجودت ذہن میں ایک دوسرے کے مثل تھے۔ اس لئے دونوں کے مضامین میں کہیں کہیں توارد ہے۔ اسی کو یار لوگوں نے یہ رنگ دیدیا کہ علامہ عینی نے علامہ ابن حجر کی شرح سے مضامین نقل

کر کے اپنی شرح میں اضافہ کیا ہے۔ اس سے یہ لوگ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ علامہ عینی میں اتنی استعداد نہیں تھی کہ بخاری کی شرح لکھتے۔ علامہ ابن حجر کی شرح سے نقل اتاری ہے۔ جہاں جہاں توارد ہے وہاں تو یہ بات کہنے کی ایک گنجائش ہے۔ مگر علامہ عینی نے علامہ ابن حجر پر جو تعقبات کئے ہیں وہ کہاں سے لائے۔ پھر جو مضامین انھوں نے اضافہ فرمائے وہ کہاں سے ان کو ملے؟۔

اس سلسلے میں ایک یہ بھی روایت ہے کہ کسی نے علامہ ابن حجر سے کہا کہ علامہ عینی کی شرح آپ کی شرح پر فوقیت رکھتی ہے اس لئے کہ اس میں معانی وبیان، بدیع وغیرہ زائد ہیں۔ اس کے جواب میں علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ علامہ عینی نے شیخ رکن الدین کی شرح سے نقل کیا ہے۔ یہ شرح مجھے ملی تھی مگر ناتمام تھی اس لئے میں نے اس کے پورے حصے کو کہیں نہیں لیا تھوڑا تھوڑا کہیں سے لے لیا ہے[1]۔

اس سے بھی یہ لوگ یہی باور کرانا چاہتے ہیں کہ علامہ عینی نے صرف نقل ہی کیا ہے۔ لیکن یہاں دو سوال ہے۔ ایک یہ کہ کیا علامہ حجر کی تمام باتیں طبع زاد ہیں۔ کیا انھوں نے پچھلی شرحوں سے مضامین نہیں نقل کئے ہیں۔ اگر نقل کئے ہیں اور ضرور نقل کئے ہیں تو پھر علامہ ابن حجر کے بارے میں بھی یہی رائے کیوں نہیں قائم کی جاتی۔ ورنہ بات صاف ہے کہ اسلاف کی تصنیفات سے دونوں نے مضامین نقل کئے ہیں۔ اگر علامہ ابن حجر کو نقل کا حق ہے تو علامہ عینی کو بھی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کیا دو شخص پر ایک ہی موضوع پر ایک ہی معنی کا توارد نہیں ہوتا؟۔ اگر ہوتا ہے اور ضرور ہوتا ہے۔ تو پھر جو خاص معانی علامہ ابن حجر کے ذہن میں آئے وہ علامہ عینی کے ذہن میں کیوں نہیں آسکتے؟۔ اس کی کیا وجہ ہے؟۔ ارباب علم و دانش جانتے ہیں کہ اکثر کسی خاص موضوع پر بحث کے وقت ایک ہی نکتہ بہت سے لوگوں کے ذہن میں آجایا کرتا ہے۔ پھر وہی عرض کرتا ہوں کہ اگر عینی میں صرف وہی مضامین ہوتے جو فتح الباری میں ہیں اور اس پر اضافہ نہ ہوتا وہ بھی ہزاروں ہزار۔ تو اس کی گنجائش تھی کہ ان لوگوں کی بات مان لی جاتی۔ مگر جب عینی میں فتح الباری کے مضامین کے علاوہ اور بہت سے کثیر ان مضامین کا اضافہ ہے جو فتح الباری میں نہیں تو اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

کسی نے فتح الباری سے متاثر ہو کر یہ کہا! لاهجرة بعد الفتح۔ اگر یہ بزرگ مجھے ملتے تو عرض کرتا۔ حضرت بعد الفتح ہے مع الفتح نہیں۔ جو شخص انصاف و دیانت سے دونوں شرحوں کا مطالعہ کرے گا اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ جو کچھ فتح الباری میں ہے وہ سب عینی میں ہے اور مزید عینی میں وہ فوائد ونکات وابحاث ہیں جن سے فتح الباری خالی ہے۔

**طرز تصنیف** علامہ عینی کا طریقہ یہ ہے کہ وہ پہلے باب کی توضیح کرتے ہیں، پچھلے باب سے مناسبت بیان کرتے ہیں۔ پھر باب

---

[1] الضوء اللامع ج ۱ ص ۱۲۴،

باندھنے کا جو مقصد ہوتا ہے اس کو بیان کرتے ہیں باب کی تائید میں جو آیت یا تعلیق ہوتی ہے اس کی توضیح کرتے ہیں تعلیق کی سند بیان کرتے ہیں۔ پھر حدیث کا پورا متن مع سند بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد راویوں کے احوال کو ضروری تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اگر راویوں کے نسب میں خفا ہوتا ہے تو اس کو واضح کرتے ہیں۔ پھر سند کے اندر جو رموز و نکات ہوتے ہیں ان کو بیان کرتے ہیں۔ یہ حدیث بخاری میں کتنی جگہ ہے اس کو اور یہ کہ صحاح ستہ میں سے کس کس میں ہے اسے بھی ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے بعد مشکل لغات کو حل کرتے ہیں۔ پھر خاص خاص جملوں کی نحوی ترکیب لکھتے ہیں۔ اس کے بعد معانی و بیان و بدیع کے نکات بیان کرتے ہیں۔ اسکے بعد حدیث پر مفصل بحث کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہونے والے مضامین کو واضح کرکے اس سلسلے میں جتنے اقوال ہوتے ہیں سب کو ان کے دلائل کے ساتھ بیان کرکے جو مذہب ان کے نزدیک حق ہوتا ہے اسے عقلی نقلی دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ اس کے بعد حدیث سے مستخرج مسائل کی فہرست پیش کرتے ہیں پھر حدیث کے مضمون پر وارد ہونے والے سوالوں کو ذکر کرکے ان کے تسلی بخش جوابات دیتے ہیں حدیث میں مذکور اسماء و اماکن کی توضیح کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ حدیث کی باب سے مطابقت اور متعارض احادیث میں تطبیق کو بھی واضح کرتے ہیں۔ پہلی بار جب کوئی حدیث آتی ہے تو وہیں اس پر سیر حاصل بحث کر دیتے ہیں۔ اور جب وہ دوبارہ یا سہ بارہ آتی ہے تو باب کے مناسب ضروری بات پر اختصار کرتے ہیں۔

علامہ ابن حجر کی عادت یہ ہے کہ جو حدیث جس باب کے تحت مذکور ہوتی ہے۔ اس کے مناسب گفتگو کرکے آئندہ کا حوالہ دیدیتے ہیں۔ ایسا بھی ہوگیا ہے کہ پھر آئندہ ان کو یاد نہ رہا اور بات رہ گئی۔

عمدۃ القاری کی یہی وہ خوبیاں ہیں کہ جب عمدۃ القاری مکمل ہو کر منظر عام پر آئی تو علامہ ابن حجر شہید راور ان کے تلامذہ حیران ہو کر رہ گئے۔ علامہ ابن حجر کے تلامذہ ان کی طرف سے معذرت کرنے لگے اور علامہ عینی پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی۔ اسی کا شاخسانہ برہان بن اخضر والا قصہ بھی ہے۔

علامہ عینی نے علامہ ابن حجر پر جو اعتراضات کئے تھے ان کے جوابات دینے کی انھوں نے کوشش کی پانچ سال تک زندہ رہے۔ مگر وہ علامہ عینی کے اعتراضات کا جواب نہ دے سکے۔ کچھ اعتراضات کے جوابات لکھے وہ بھی ناتمام رہے۔ اور جو لکھا وہ جواب ہوا کہ نہیں؟ اس بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بخاری کی یہ دونوں شرحیں حقیقی معنوں میں بہت کامل بہت جامع بہت مفید ہیں۔ ان دونوں کی نظیر نہ پہلے کی کوئی شرح ہے نہ بعد کی۔ مگر بوجوہ کثیرہ علامہ عینی کی شرح فتح الباری سے بڑھی ہوئی ہے۔

علامہ ابن خلدون نے کہا تھا۔ کہ بخاری کی شرح امت پر قرض ہے۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں کہا کہ اس قرض کو ان دونوں شرحوں نے چکا دیا۔

یہ دوسری بات ہے کہ جتنی شہرت فتح الباری کی ہے وہ عینی کو نہیں حاصل ہوئی اس کا سبب خاص یہ ہے کہ فتح الباری، عمدۃ القاری کی بہ نسبت مختصر ہے۔ اس کی نقل و قرأت دونوں بہ نسبت عمدۃ القاری کے آسان ہے۔ اس لئے جو تداول فتح الباری کا ہوا وہ عینی کا نہ ہو سکا۔

**ارشاد الساری** یہ شرح علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خطیب قسطلانی مصری کی ہے۔ یہ شرح حامل المتن ہے۔ اور کچھ مختصر بھی ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ مشکل الفاظ جتنی بار آئے ہیں ہر بار اس کی شرح کرتے ہیں۔ اس کی اصل ماخذ عمدۃ القاری اور فتح الباری ہے مگر دیگر شروح کے بھی اہم مضامین کافی ہیں۔ مدرسین و طلبہ کے لئے بہت مفید ہے۔ ان کا، ۱۷ محرم الحرام شب جمعہ ۹۲۳ھ میں وصال ہوا اور بعد نماز جمعہ جامعہ ازہر میں نماز جنازہ ہوئی۔ اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں دفن ہوئے چوہتر سال کی عمر پائی۔ ۱۲ ذوقعدہ ۸۵۱ھ میں ولادت ہوئی تھی۔

**تیسیر القاری** مشہور نام محدث حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ کے صاحبزادے حضرت شیخ نور الحق کی فارسی میں بخاری کی شرح ہے۔ شاہجہاں نے آگرے کا قاضی اور مفتی بنایا تھا۔ ان کی ۹۸۳ھ میں ولادت اور ۱۰۷۳ھ میں وصال ہوا یہ شرح انھوں نے اپنے والد ماجد کی خواہش پر ان کے وصال کے بعد اشعۃ اللمعات کے طرز پر لکھی ہے۔ اس کی چھ جلدیں ہیں۔ اس کے حاشیہ پر شیخ الاسلام محمد بن فخر الدین بن محب اللہ بن نور اللہ بن نور الحق دہلوی کی بھی ناتمام شرح چھپی ہے۔ یہ بزرگ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے پانچویں پیڑھی میں پوتے تھے۔ محمد شاہ رنگیلے کے آخر عہد میں دہلی کے امور مذہبی کے صدر الصدور تھے۔ یہ شرح کچھ بسیط ہے۔ اس میں بہت ہی محققانہ فاضلانہ ابحاث ہیں۔ نصف اول کی تکمیل کی تاریخ آخر جمادی الاخرہ ۱۱۶۶ھ ہے۔

بخاری شریف کی سیکڑوں شرحوں میں ہم نے صرف چار کا تذکرہ اس لئے کیا کہ ہم نے صرف انھیں چاروں سے استفادہ کیا ہے۔ اس سے ایک فائدہ یہ ہوگا کہ ہماری کتاب کے کسی مضمون کا بالفرض حوالہ تلاش کرنا ہو تو تلاش کرنے والوں کو کچھ آسانی ہو ویسے ہم نے اہم مباحث کا حوالہ دیدیا ہے۔

ان کے علاوہ اردو میں بھی بخاری کے تراجم و شروح بکثرت ہو چکے ہیں۔ ان میں سے صرف تین سے ہم نے استفادہ کیا ہے۔ اردو شروح میں بشیر القاری، فیوض الباری سے، اور ترجموں میں حضرت مولانا اختر شاہجہاں پوری کے ترجمہ سے۔

**بشیر القاری** یہ استاذی صدر العلماء علامہ غلام جیلانی صاحب میرٹھی قدس سرہ کا یادگار شرح ہے عربی فارسی اردو کسی زبان میں بخاری کی اب تک کوئی شرح اتنی تحقیق اور تفصیل سے نہیں لکھی گئی۔ اس میں حضرت نے تحقیق و تدقیق کا حق ادا کر دیا ہے الفاظ احادیث کی صرفی لغوی تحقیق جملوں کی نحوی ترکیب اور معانی و بیان و بدیع کی تکنیت کے ساتھ ساتھ معانی حدیث کے

ہر ہر پہلو پر ایسی جامع کامل بحث ہے جسے دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ سبقت الاولون للآخرین۔ ساتھ ہی ساتھ ہمہ دانی کا خصوصاً علم حدیث میں دعویٰ کرنے والوں کی غلطیوں پر ایسی مضبوط گرفت فرمائی ہے۔ جس کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں ہے کوئی بھی عناد اور تعصب سے ہٹ کر اگر اس شرح کا مطالعہ کرے گا تو اسے کہنا پڑے گا کہ حضرت مصنف دیگر علوم کی طرح علم حدیث کے بھی اپنے وقت کے امام تھے۔ افسوس یہ ہے کہ یہ شرح صرف باب بدأ الوحی تک ہو سکی اس کے بعد حضرت دوسری تصانیف میں مشغول ہو گئے۔ حضرت دوسری تصانیف میں مشغول نہ ہوتے اور شرح بخاری ہی کو مکمل فرما دیتے۔ تو امت پر احسان عظیم ہوتا۔ میں نے ایک بار عرض کیا تھا۔ تو فرمایا میرا ارادہ اسکی تکمیل کا ہے۔ چند ضروری کاموں سے فرصت کے بعد اسے مکمل کروں گا۔ مگر عمر نے وفا نہ کی اور حضرت کا وصال ہو گیا۔

حضرت کی ولادت علی گڑھ ریاست دادوں میں گیارہ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ سنہ ۱۹۰۰ء کو ہوئی درجہ چہارم تک ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مراد آباد جامعہ نعیمیہ میں داخلہ لیا آمد نامہ سے کافیہ تک یہاں تعلیم حاصل کی پھر سنہ ۱۳۴۲ھ میں اجمیر مقدس دار العلوم معینیہ درگاہ شریف میں حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کے زیر عاطفت نو سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کی ان پر خصوصی نگاہ کرم تھی درس نظامی کی منتہی کتابیں صدر الشریعہ نے پڑھائی بریلی شریف میں علاوہ دورۂ حدیث کے شرح چغمینی محقق دوانی کی شرح تجرید کے حواشی قدیمہ اور جدیدہ اشارات کی دونوں شرحیں امام رازی اور طوسی کی پڑھائیں۔ جب متولی نثار احمد کی شرارتوں سے تنگ آکر سنہ ۱۳۵۱ھ میں حضرت صدر الشریعہ بریلی شریف مدرسہ منظر اسلام میں تشریف لائے تو یہ بھی اپنے رفقاء کے ساتھ بریلی شریف آگئے۔ اور یہیں سے سنہ ۱۳۵۲ھ میں فراغت ہوئی فراغت کے بعد جالس، پانی پت، کانپور احسن المدارس قدیم میں قیام فرمایا۔ پھر میرٹھ مدرسہ اسلامیہ میں تشریف لائے اوائل ۱۳۵۴ھ سنہ ۱۹۳۵ء سے لے کر اخیر عمر مبارک تک پینتالیس سال یہیں قیام فرمایا۔ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۹۹ھ سنہ ۱۹۷۹ء میں بعارضۂ فالج میرٹھ میں وصال فرمایا۔ اور وہیں سپرد خاک فرمائے گئے۔ عمر مبارک بیاسی سال پائی۔

**فیوض الباری** محقق عصر حضرت مولانا محمد محمود صاحب کی لاجواب شرح ہے عربی فارسی شرحوں کی تلخیص بہت عمدگی کے ساتھ کی ہے۔ احادیث کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ روح جھوم اٹھتی ہے۔ معنی لغوی کی رعایت کے ساتھ ساتھ سلاست و روانی، ترکیب کی خوبصورتی سب کچھ ترجمہ میں موجود ہے۔ ابتدا میں نہایت فاضلانہ مقدمہ ہے جو اصل میں منکرین حدیث چکڑالویوں کا رد ہے۔ جس میں احادیث کے حجت ہونے پر ایسے دلائل قاہرہ قائم فرمائے ہیں جس کے بعد کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ احادیث کی جمع و تدوین کی مختصر مگر جامع تاریخ بھی ہے۔ طرز علامہ عینی کا ہے۔ مگر احادیث سے متعلق ابحاث کی توضیح و تشریح اس خوبی سے کرتے ہیں کہ سب کو سمجھ میں آجائے۔ اپنی تحقیقات سے بھی کتاب کو مالا مال کیا ہے۔ موصوف پاکستان کے مشہور مرجع انام، فاضل

یگانہ حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب شیخ الحدیث انجمن حزب الاحناف لاہور کے وارث علم وفضل ہیں۔ انھوں نے اس کی تصنیف کب شروع کی یہ تو معلوم نہ ہو سکا البتہ پہلے پارے کے اختتام پر انھوں نے تاریخ یہ لکھی ہے۔ ۸ر جمادی الآخرہ ۱۳۷۸ھ ۳۰ر نومبر ۱۹۵۸ء۔

**ترجمہ بخاری** بخاری کے اردو تراجم میں ہم نے صرف فاضل جلیل مولانا عبدالحکیم خاں صاحب اختر شاہجہاں پوری کے ترجمے سے استفادہ کیا ہے اس سے ہم احادیث کے ترجمے میں کافی مدد لی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ شاہجہاں پوری نے اتنی عمدگی سے ترجمہ کیا ہے۔ کہ میں خود دنگ رہ گیا۔ جدید اسلوب کے ساتھ ساتھ بہت شگفتگی و معنویت کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ مولانا نے یہ ترجمہ ۲۴ر شوال ۱۴۰۱ھ ۵ر ستمبر ۱۹۸۰ء بروز جمعہ بعد نماز عصر لکھنا شروع کیا ہے۔ اور ۲۶ر ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۵ر اکتوبر ۱۹۸۱ء بروز یکشنبہ نو بجے مکمل کرلیا۔ ترجمے کے ساتھ اب احادیث کا پورا متن بھی مع اعراب چھاپا ہے۔ اس سے اس ترجمے کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔

ترجمے کے پہلے حضرت مولانا غلام رسول صاحب سعیدی مدظلہ کا ایک بہت مفید مقدمہ ہے۔ جس میں ابتداءً امام بخاری کے احوال بہت جامعیت کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ پھر ان کی اس کتاب کے خدوخال کو بہت ہی محققانہ طریقے پر بیان کیا گیا ہے اخیر میں منکرین احادیث کے رد کے لئے حدیث کا قابل حجت ہونا بڑے ہی مدلل طور پر بیان کیا ہے۔ پھر اسی ضمن میں تدوین حدیث کی مختصر تاریخ پیش کی ہے۔ اخیر میں اصطلاحات حدیث کو درج کیا ہے۔ یہ مقدمہ بہت جامع اور اہم ہے۔ میں نے اپنی اس کتاب میں ان کے مقدمے سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے۔ شکر اللہ مساعیھم الجمیلہ۔ وتقبل منا ومنھم۔

## مسامحات بخاری

میں اس عنوان پر کچھ لکھنا نہیں چاہتا تھا مگر اس پر باعث ایک واقعہ ہے۔ میں ایک مرتبہ ڈومریا گنج ضلع بستی سے اِلٹوا تھانے جارہا تھا بس میں کچھ لوگ آپس میں بہت مزے لے لے کر یہ کہہ رہے تھے کہ بریلیوں سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں۔ خود کہتے ہیں کہ آسمان کے نیچے قرآن کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب "بخاری" ہے مگر بخاری میں لکھا ہے کہ رفع یدین کرو۔ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھو، آمین بلند آواز سے کہو مگر نہیں مانتے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ بخاری میں جو کچھ لکھا ہے تم لوگ سب پر عمل کرتے ہو؟ انھوں نے کہا بالکل ہم لوگ عمل کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ لوگوں نے بخاری پڑھی ہے۔ تو گھبرا گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ پڑھی نہیں مگر علماء سے سنا ہے کہ بخاری میں یہ لکھا ہے۔ میں نے پوچھا اور کیا کیا بخاری میں لکھا ہے یہ بھی ان علماء نے آپ لوگوں کو بتایا۔ اب اور گھبرائے مگر تھے دیہاتی صاف گو اقرار کرلیا کہ اور کچھ نہیں بتایا ہے۔ میں نے سوچا ان گنواروں کو اگر اصح الکتب کا مطلب سمجھاؤں تو سمجھ نہیں پائیں گے۔ ان کی سمجھ کے مطابق ایک لطیفہ ذہن میں آگیا میں نے کہا کہ امام بخاری نے بخاری میں دو

مسئلے لکھے ہیں۔ ایک یہ کہ اگر پانی میں نجاست گر جائے اور نجاست کا رنگ یا بو یا مزہ پانی میں ظاہر نہ ہو تو پانی پاک ہے اگرچہ وہ پانی تھوڑا ہی ہو۔ ان میں سے ایک شخص بولا بالکل صحیح ہے۔ میں نے کہا دوسرا بھی سنئے وہ یہ ہے کہ اگر کتا کسی برتن میں منھ ڈالدے تو برتن ایسا ناپاک ہو گیا کہ اسے سات بار دھوؤ۔ اور کم از کم ایک بار مٹی سے بھی مانجو۔ اسی شخص نے کہا یہ بھی بالکل صحیح ہے۔ اب میں نے کہا آپ نے دونوں مسئلوں کو صحیح و حق مان لیا تو سنئے اب ایک میرا سوال ہے۔ کہ کسی برتن میں پانی ہے اس میں کتے نے منھ ڈال دیا منھ ڈالتے ہی دھتکار دیا گیا تو بتائیے پانی پاک ہے کہ ناپاک ؟۔

وہ غریب بول اٹھا کہ پاک ہے (اس لئے کہ اس قسم کے پانی استعمال کرنے کی عادت رہی ہوگی) میں نے پوچھا اور برتن تو مبہوت ہو کر رہ گیا۔ ہو سکتا ہے کوئی صاحب کہدیں وہ جاہل اُجڈ تھے ان کی بات کا کیا۔ مگر عرض یہ ہے کہ ان کو یہ بتانے والے علماء تو مجتہد مطلق تھے ورنہ وہ کیا جانیں کہ بخاری میں آمین، رفع یدین کے بارے میں کیا لکھا ہے۔ اب میں نے للکار کے پوچھا کہ بولو تو بیچارے کو سانپ سونگھ گیا وہ سب ایک دوسرے کا منھ تکنے لگے اور بالکل خاموش ہو گئے۔

وہ بھی اِٹاوہی جا رہے تھے جب اٹاوا بس رُکی میں بھی اتر پڑا وہ سب بھی اتر پڑے مجھے لینے کے لئے جو آدمی آئے تھے ان سے انھوں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں ؟۔ جب میرا نام سنا تو اب مجھے مزہ آگیا بالکل وہی منظر تھا۔ وان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم ایسا لگتا ہے کہ کافر تمہیں نظر لگا کر گرا دیں گے۔

اصح کتب کہنے سے جو غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے اس کے ازالے کی ایک سبیل یہ بھی ہے کہ لوگوں کو اصح الکتب کا مطلب سمجھا دیا جائے۔ اس لئے اس سلسلے میں چند باتیں معروض ہیں۔ اصح کتب بعد کتاب اللہ کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ قرآن مجید کی طرح اس کا حرف حرف نقطہ نقطہ صحیح اور حق ہے۔ اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ اس وقت تک بلکہ اب یوں کہئے کہ آج تک حدیث میں جتنی کتابیں لکھی گئیں بلا استثناء سب میں صحیح کے ساتھ ضعیف احادیث بھی درج ہیں۔ اس سے بخاری بھی مستثنیٰ نہیں دوسری کتابوں کے بہ نسبت اس میں ضعیف حدیثیں کم ہیں۔ دوسروں میں تناسب کے لحاظ سے زائد ہیں۔ اب اصح الکتب کا مطلب یہ ہوا کہ حدیث کی دوسری تمام کتابوں کی بہ نسبت اس میں زیادہ صحیح حدیثیں ہیں۔ ضعیف حدیثیں کم ہیں۔ نیز اسکی احادیث صحت کی قوت میں بہ نسبت دوسری کتابوں کے زائد ہیں۔

یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بخاری کے علاوہ یا صحاح ستہ کے علاوہ حدیث کی بقیہ کتابوں کی احادیث، احادیث نہیں باطل و موضوع ہیں۔ جس طرح بخاری اور صحاح ستہ کی احادیث صحیحہ واجب القبول ہیں اسی طرح بقیہ کتابوں کی احادیث صحیحہ واجب القبول ہیں۔ اصح کتب کا یہ مطلب نہیں کہ امام بخاری نے جو کچھ لکھا ہے وہ سب صحیح و حق ہے۔ جس کی تفصیل اس

کتاب میں جگہ جگہ مذکور ہوگی۔ امام بخاری سے اس کتاب میں جگہ جگہ لغزش ہوئی ہے۔ اس لئے اصح کتب کا یہ مطلب لینا کہ بخاری میں جو کچھ ہے خواہ وہ حدیث نہ ہو امام بخاری کا قول ان کی تحقیق ہو سب حق ہے۔ اصح کتب کے معنی کی تحریف ہے جس نے بھی بخاری کو اصح کتب کہا وہ صرف احادیث کے اعتبار سے کہا۔ امام بخاری کے فرمودات کو اس میں کسی نے داخل نہیں کیا۔ مگر کیا کیجئے باطل پرستوں کو جب کوئی دلیل نہیں ملتی تو اسی قسم کی فریب کاری کرتے ہیں۔ اس عنوان پر ہم جو نظریں پیش کریں گے وہ اپنی دریافت کردہ نہیں بلکہ اکابر محدثین و ناقدین کی رائے ہوگی۔

حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و جلالت قدر میرے دل میں ہے اس کے پیش نظر مندرجہ ذیل سطور لکھتے وقت بار بار یہ خیال آتا ہے کہ نادان دوست کی طرح خود غرض دوست بھی کتنا خطرناک ہوتا ہے؟

انسان بہر حال انسان ہے اس سے غلطی لغزش ہو ہی جاتی ہے۔ امام بخاری نے سولہ سال شب و روز کی تحقیق و تنقیح کے بعد اپنی وسعت بھر اس کی پوری کوشش کی کہ ان کی کتاب میں کوئی غیر صحیح ضعیف حدیث نہ آنے پائے اور کوئی لغزش نہ ہو۔ ائمہ العلم اس کی تنقیح و تہذیب کرتے رہے۔ مگر الی اللہ العصمۃ الا لذاتہ ولرسولہ۔ فسبحان من لا ینسی۔ پوری کوشش کے باوجود امام بخاری سے اس کتاب میں بھی لغزش ہو ہی گئی۔ حتی کہ علامہ ابن حجر جیسے محقق مدقق کو بھی جنھوں نے امام بخاری پر کی گئیں تنقیدات کی جواب دہی میں اپنی ذہانت، ذکاوت کا پورا سرمایہ صرف کر ڈالا یہ کہنا ہی پڑا:۔

لکل جواد کبوۃ۔ ہر تیز رو گھوڑے کے لئے ٹھوکر ہے۔

اسی لئے علامہ ابن حجر نے لسان المیزان میں امام عبداللہ بن مبارک کا یہ قول نقل کیا:۔

من ذا سلم من الوھم۔ کون ہے جو وہم سے سلامت رہا۔

نیز امام بخاری کے استاذ یحیی بن معین کا یہ قول بھی ذکر کیا:۔

لست اعجب ممن یحدث فیخطی انی اعجب ممن یحدث فیصیب[1]۔ میں اس پر تعجب نہیں کرتا کہ کوئی حدیث بیان کرے اور خطا کر جائے مجھے اس پر تعجب ہے کہ وہ کبھی غلطی نہ کرے۔

اس قانونِ فطرت کے مطابق امام بخاری سے بھی لغزشیں ہوئی ہیں۔ جن چند پر یہ ہیں۔

**ضعاف سے روایت** بخاری میں ایسے راویوں کی تعداد بہت ہے جو بدعقیدہ گمراہ تھے جیسے جہمی، قدری، رافضی، ناصبی، خارجی، معتزلی، اس پر مستزاد یہ کہ مطعون راوی بھی کم نہیں۔ منکر واہی اور وہمی بھی ہیں۔ جسے اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو علامہ ابن حجر

---

[1] لسان المیزان ج ۱ ص ۱۷،

کا مقدمہ فتح الباری ہدی الساری کا مطالعہ کرے۔ اور اگر مزید دیکھنا چاہیں تو اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا رسالہ "حاجز البحرین الراقی عن جمع الصلوتین" کا مطالعہ کریں[1]۔ جس میں غیر مقلدین اور حقیقت میں امام بخاری کے مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی کی جرح کے مطابق بخاری کے مجروح راویوں کی وافر مقدار میں نشاندہی فرمائی ہے۔

برا ہو اندھی طرفداری کا ان راویوں کے بارے میں یہ کہہ دیا جاتا ہے۔ ان راویوں پر طعن دوسرے محدثین نے کئے ہیں۔ امام بخاری کی تحقیق میں یہ سب ثقہ ہیں۔ یہاں تک کہ یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ کسی مسلم الثبوت محدث کا کسی راوی سے روایت کرنا ہی اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔ مگر یہی قاعدہ احناف کے مقابلے میں یہ قاعدہ بنانے والے ہی بھول جاتے ہیں۔

لیکن بخاری کے مطعون راوی صرف اسی قسم کے نہیں کہ ان پر امام بخاری کے علاوہ صرف دوسروں ہی نے جرح کی ہو۔ ایسے بھی معتد بہ مقدار میں مطعون راوی ہیں جو خود امام بخاری کے طعن کے نشانہ ہیں۔ بخاری میں ایسے بھی مجروح راوی ہیں جن پر خود امام بخاری کی تنقید موجود ہے۔ مثلاً باب الاستنجاء بالماء کے تحت امام بخاری نے ایک حدیث اس سند کے ساتھ ذکر کی ہے۔

حدثنا ابوالولید ھشام بن عبد الملک قال حدثنا شعبۃ عن ابی معاذ واسمہ عطاء ابن ابی میمونۃ قال سمعت انس بن مالک یقول کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا خرج لحاجتہ۔ الحدیث[2] اس کی سند میں عطاء بن ابی میمونہ ہے۔ اس کے بارے میں کتاب الضعفاء الصغیر میں خود امام بخاری نے لکھا۔

عطاء بن ابی میمونۃ ابو معاذ مولی انس وقال یزید بن ھارون مولی عمران ابن حصین کان یری القدر[3] — یہ شخص حضرت انس کا غلام تھا یزید بن ہارون نے کہا عمران بن حصین کا غلام تھا۔ یہ قدریہ تھا۔

دوسری جلد باب بعث ابی موسی ومعاذ الی الیمن میں ایک حدیث اس سند کے ساتھ ہے۔

حدثنی عباس بن الولید، قال حدثنا عبد الواحد عن ایوب بن عائذ قال حدثنا بیض بن مسلم قال سمعت طارق بن شھاب یقول حدثنی ابو موسی الاشعری قال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم الی ارض قومی۔ الحدیث[4]۔ اس حدیث کی سند میں ایوب بن عائذ ہے۔ اسے امام بخاری نے اسی کتاب الضعفاء میں لکھا۔

ایوب بن عائذ الطائی کان یری الارجاء[5] — یہ مرجیہ تھا۔

علامہ ذہبی اس پر تعجب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

وکان من المرجئۃ قال لہ البخاری وادرجہ فی الضعفاء — یہ مرجیہ تھا مرجئہ ہونے کی وجہ سے اسے بخاری نے ضعفاء

---

[1] یہ رسالہ فتاوی رضویہ جلد دوم میں شائع ہو چکا ہے [2] بخاری ج ۱ ص ۲۷، [3] کتاب الضعفاء ص ۲۷۱، [4] بخاری ج ۲ ص ۶۲۲، [5] کتاب الضعفاء الصغیر ص ۲۵۳،

لارجائہ والعجب من البخاری یعنی وقد احتج بہ۔ میں درج کیا ہے تعجب ہے اس پر طعن بھی کرتے ہیں اور اس کی روایت بھی لیتے ہیں۔

یوں ہی ایک راوی اسماعیل بن ابان کوفی ہے اسی کتاب الضعفاء[1] میں اس کو لکھا کہ یہ متروک ہے مگر اس سے ایک نہیں متعدد احادیث لی ہیں۔ علامہ ابن حجر ہدی الساری میں لکھتے ہیں۔

اسماعیل بن ابان الوراق الکوفی احد شیوخ البخاری ولم یکثر عنہ[2] یہ امام بخاری کے اساتذہ میں سے ہے مگر اس سے بہت زیادہ روایت نہیں کی ہے۔

ناظرین اپنی طمانیت خاطر کے لئے ایک بار امام بخاری کی کتاب الضعفاء کا مطالعہ کریں اور ان مندرجہ ذیل راویوں پر امام بخاری کی جرح دیکھ لیں۔ پھر انھیں تلاش کریں صحیح بخاری میں ان کی کتنی روایتیں ہیں۔

زبیر بن محمد تمیمی، سعید بن عروبہ، عبداللہ بن لہیعہ، عبدالملک بن امین، عبدالوارث بن سعید، عطاء بن یزید، کہمس بن منہال، حد یہ ہے کہ مروان بن حکم جیسے مشہور زمانہ عیار شاطر سے بھی روایت لی ہے۔ جس نے اسلام میں ایسے ایسے رخنے ڈالے کہ آج تک بند نہ ہوئے۔ جس کی شرارت و دسیسہ کاری کی وجہ سے حضرت عثمان شہید ہوئے۔ جس نے حضرت طلحہ بن عبیداللہ احد العشرۃ المبشرہ کو تیر مار کر زخمی کیا جس کے صدمے سے وہ شہید ہوئے وغیرہ وغیرہ۔

**سند میں تسامح** ضعیف راویوں سے روایت کے علاوہ بہت سی جگہ امام بخاری سے راویوں کے نام، ان کی ولدیت میں لغزش ہو ہی گئی ہے۔ مثلاً ص۹۱ پر باب اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ کے تحت جو حدیث ہے اس کی سند اس طرح بیان کی ہے حدثنا عبد العزیز بن عبد اللہ قال حدثنا ابراھیم بن سعد عن ابیہ عن جعفر بن عاصم عن عبداللہ بن مالک بن بُحَیْنَۃَ قال مر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ الحدیث۔

اس سند میں امام بخاری سے دو تسامح ہوا ہے۔ ایک تو یہ کہ مالک بن بحینہ کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بحینہ مالک کی ماں ہیں حالانکہ یہ مالک کی زوجہ ہیں اور عبداللہ کی ماں ہیں۔ دوسرے یہ کہ تحویل سند کے بعد ہے۔ سمعت رجلا من الانبی یقال لہ مالک بن بحینۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأی رجلا۔ الحدیث۔ اس سند میں امام بخاری سے دو تسامح ہوا ہے ایک تو یہ کہ مالک بن بحینہ کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بحینہ مالک کی ماں ہیں، حالانکہ یہ مالک کی زوجہ ہیں اور عبداللہ کی ماں ہیں دوسرے یہ کہ اس سند میں حدیث کا راوی مالک کو بتایا۔ حالانکہ اس کے راوی مالک کے بیٹے عبداللہ ہیں مالک کو تو ایمان بھی نصیب نہیں ہوا۔ یہ حدیث مسلم، نسائی اور ابن ماجہ میں ہے مگر یہ خطا نہیں۔ علامہ ابن حجر نے لکھا۔

[1] کتاب الضعفاء الصغیر ص۲۵، [2] مقدمہ فتح الباری ج ۲ ص۱۵۱،

الوھم فیہ موضعین احدھما ان بجینۃ والدۃ عبداللہ لا مالك وثانیھما ان الصحبۃ والروایۃ لعبداللہ لا لمالك [1]

اس میں دو جگہ وہم ہے ایک یہ کہ بجینہ عبداللہ کی والدہ ہیں مالک کی نہیں۔ دوسرے یہ کہ صحابی اور راوی عبداللہ ہیں نہ کہ مالک۔

باب غزوۂ خیبر میں یہ حدیث ہے ان ابا ھریرۃ قال شھدنا الخیبر اس کی ایک سند امام بخاری نے یہ ذکر کی:۔ قال الزھری واخبرنی عبداللہ بن عبداللہ وسعید عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ الحدیث [2] اس پر امام ابوعلی جیانی نے یہ اعتراض کیا کہ صحیح عبدالرحمٰن بن عبداللہ ہے۔ مگر امام بخاری نے بجائے عبدالرحمٰن کے عبداللہ ذکر کیا ہے۔ اور یہ کاتب کی غلطی نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کہ انھوں نے اپنی تاریخ میں بھی، بجائے عبدالرحمٰن کے عبداللہ ہی لکھا ہے۔ علامہ ابن حجر مقدمہ میں لکھتے ہیں:۔

لان عبداللہ بن عبداللہ لا یعرف والصواب انشاء اللہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ وھو ابن کعب قال وکنت اظن ان الوھم فیہ ممن دون البخاری الی ان رأیتہ فی التاریخ قد ساقہ کما ساقہ فی الصحیح سواء [3]

جیانی نے کہا کہ عبداللہ بن عبداللہ کو پہچانا نہیں جاتا انشاء اللہ صحیح عبدالرحمٰن بن عبداللہ ہے۔ یہی ابن کعب ہیں۔ پہلے گمان کرتا تھا کہ یہ وہم کسی اور سے ہوا ہے مگر جب ان کی تاریخ میں بھی ایسا ہی دیکھا تو یہ گمان ختم ہوگیا۔

## متن میں تسامح

کتاب الزکوٰۃ میں ایک حدیث یہ ہے۔

عن عائشۃ ان بعض ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلن للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایننا اسرع بك لحوقا، قال اطولکن یدا فاخذوا قصبۃ یذرعونھا فکانت سودۃ اطولھن یدا فعلمنا بعد انما کانت طول یدھا الصدقۃ وکانت اسرعنا لحوقا بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکانت تحب الصدقۃ [4]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعض ازواج نے عرض کیا کہ ہم میں سے سب سے پہلے کون حضور سے واصل ہوگی۔ فرمایا جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہے تو وہ ایک لکڑی لے کر اپنے اپنے ہاتھ ناپنے لگیں۔ ان میں سودہ کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا تھا۔ حالانکہ ہاتھ کی لمبائی سے صدقہ مراد تھا۔ سودہ ہی کا سب سے پہلے وصال ہوا۔ وہ صدقہ کو محبوب رکھتی تھیں۔

اس حدیث میں "وکانت اسرعنا لحوقا بہ" میں کانت کی ضمیر کا مرجع متعین ہے کہ سودہ ہیں۔ اس سے ثابت کہ

---

[1] فتح الباری ج ۱ ص ۲۹، [2] بخاری ج ۲ ص ۶۰۰، [3] مقدمہ فتح الباری ص ۳۶۸، [4] بخاری ج ۱ ص ۱۹۱،

ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت سودہ کا وصال ہوا۔ حالانکہ تمام ارباب سیر واصحاب تاریخ کا اس پر اجماع ہے کہ ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت زینب کا وصال ہوا۔ خود حدیث کا سیاق بھی بتا رہا ہے کہ "کانت اسرعنا لحوقا بہ" سے حضرت سودہ ہرگز مراد نہیں۔ نیز اگرچہ سبھی ازواج مطہرات بہت مخیر تھیں مگر حضرت زینب ان میں سب سے زیادہ مخیر تھیں حضرت زینب بنت جحش کا وصال ۲۰ھ میں ہوا۔ اور حضرت سودہ کا ۵۴ھ میں۔

اس حدیث میں یہ جملہ یوں ہونا چاہئے تھا۔ وکانت زینب اسرعنا لحوقا بہ۔ چنانچہ مسلم شریف میں یوں ہے وکانت زینب اطول یدا لانہا کانت تعمل وتتصدق۔

باب احداد المرأۃ علی غیر زوجہا میں یہ حدیث ہے:۔

عن زینب بنت ابی سلمۃ قالت لما جاء نعی ابی سفیان من الشام دعت ام حبیبۃ بصفرۃ فی الیوم الثالث فمسحت عارضیہا وذراعیہا[1]

زینب بنت سلمہ کہتی ہیں کہ جب شام سے ابوسفیان کے وفات کی خبر آئی تو ان کی صاحبزادی ام المومنین حضرت ام حبیبہ نے تیسرے دن زرد رنگ کی خوشبو منگا کر اپنے چہرے اور دونوں کلائیوں پر ملا۔

اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابوسفیان کے وصال کی خبر شام سے آئی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کا انتقال شام میں ہوا تھا۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ تمام مورخین اس پر متفق ہیں کہ ان کی وفات مدینہ طیبہ میں ہوئی ہے۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں۔

اس روایت میں اس پر اعتراض ہے کہ شام سے موت کی خبر آئی۔ حالانکہ سب مورخین اس پر متفق ہیں کہ حضرت ابوسفیان کی وفات مدینہ طیبہ میں ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں ہوئی۔

**استنباط مسائل کا حال** ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ امام بخاری مجتہد مطلق تھے۔ اور صحیح بخاری کی تصنیف سے امام بخاری کا اہم مقصد احادیث سے مسائل کا استنباط ہے۔ اسی مقصد کے لئے انھوں نے ہر حدیث پر باب باندھا ہے۔ لیکن اس میں بھی ان سے لغزش ہوئی ہے۔ اور اس لغزش کی تعداد بہت زیادہ ہے جو شرح میں مفصل ومدلل بیان ہوگی۔ یہاں دو نظیریں پیش کرتے ہیں۔

اذا شرب الکلب فی الاناء کے باب میں جہاں اور حدیث ذکر کی ہیں وہیں یہ حدیث بھی ہے:۔

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان رجلا رأی کلبا

نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ایک شخص نے

---

[1] بخاری شریف ج ۱ ص ۱۷۸،

یاکل الثری من العطش فاخذ الرجل خفہ فجعل یغرف لہ بہ حتی ارواہ فشکر اللہ لہ فادخلہ الجنۃ [1]

دیکھا کہ ایک پیاسا کتا کیچڑ چاٹ رہا ہے اس نے اپنا موزا نکالا اور اس میں پانی بھر کر اسے چلو سے پلانے لگا۔ اللہ نے قبول فرمالیا۔ اور اس شخص کو جنت میں داخل فرمادیا۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:۔

استدل بہ المصنف علی طہارۃ سور الکلب [2]

امام بخاری نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے۔

اسی باب میں ایک اور حدیث یہ ہے:۔

کانت الکلاب تقبل وتدبر فی المسجد فی زمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم یکونوا یرشون شیئا من ذلک

زمانہ اقدس میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے۔ اس پر پانی نہیں ڈالتے تھے۔

اس حدیث کے بھی ذکر سے امام بخاری کا مقصود یہی ہے کہ کتے کا لعاب پاک ہے اور یہ مقصد بالکل ظاہر ہے۔ حالانکہ یہ بالکل ابتدائی دور کی بات ہے جب مسجد میں دروازے نہیں تھے۔ جب دروازے لگ گئے تو کتوں کا مسجد اقدس میں آنا جانا بند ہوگیا۔ جہاں تک کتوں کے آنے جانے کی بات ہے تو کوئی بھی کتوں کو نجس العین نہیں کہتا۔ اس لئے کتا اگر پاؤں رکھ دے اور پاؤں میں اور کوئی نجاست لگی نہ ہو تو وہ جگہ ناپاک نہیں ہوتی۔ رہ گیا لعاب تو ہر شخص جانتا ہے کہ لعاب، شراب، رقیق نجاست گر جائے تو سوکھنے سے زمین پاک ہوجاتی ہے۔ اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ کتے کا لعاب پاک ہے۔

اسی طرح امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے۔ تقضی الحائض المناسک کلہا الا الطواف اس کے تحت یہ حدیث تعلیقاً لائے ہیں۔

کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ [3]

نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

اس تعلیق سے باب کا ثبوت اسی وقت ہوسکتا ہے کہ ذکر کو اپنے عموم کلی پر مانا جائے جس کا ایک فرد ادائے مناسک بھی ہے اور قرآن مجید کی تلاوت بھی۔ اسی طرح علیٰ کل احیانہ کو بھی اپنے عموم کلی پر رکھا جائے۔ جس کا فرد جنب بھی ہے اور جنب کے حکم میں جو لوگ ہیں وہ بھی ہیں۔ مثلاً حائضہ، نفساء۔ اگر ان دونوں عموم میں کوئی بھی تخصیص کی گئی تو باب ثابت نہ ہوپائیگا۔

---

[1] بخاری ج ۱ ص ۲۹، [2] فتح الباری ج ۱ ص ۲۴۳، [3] بخاری شریف ج ۱ ص ۴۲،

اس لئے لازم آیا کہ جنب مرد ہو یا عورت اور حائضہ اور نفاس والی عورت کو اس حالت میں بھی قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے اسی لئے علامہ ابن حجر نے اس کے تحت لکھا:۔

ان مرادہ الاستدلال علی جواز قرأۃ الحائض لہ — امام بخاری کا مقصد حائضہ اور جنب کے لئے قرأت یعنی قرآن مجید کی تلاوت کے جواز پر اس تعلیق سے استدلال کرنا ہے

**رضاعت کا مسئلہ** احوال بخاری میں گزر چکا کہ بخارا کی رائے عامہ امام بخاری کے خلاف اس وجہ سے ہوئی کہ انھوں نے اپنے مستخرج اس قسم کے مسائل عوام میں پھیلانے شروع کئے حالانکہ امام ابو حفص کبیر نے امام بخاری کو اس سے منع فرمایا تھا۔ کہ وہ مسائل نہ بتائیں احادیث کا درس دیں۔ مگر امام بخاری نہیں مانے اور انھوں نے اپنے اجتہاد سے امت کے خلاف جو مسائل استنباط فرمائے تھے ان کو بھی پھیلانا شروع کیا۔ جس سے عوام میں شورش پیدا ہوگئی۔ انھیں میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے۔ کہ اگر کسی لڑکے اور لڑکی نے ایام رضاعت میں کسی بکری کا دودھ پی لیا تو دونوں میں رشتۂ رضاعت پیدا ہو جائے گا۔

آج کل امام بخاری کے نادان دوست اس کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ امام بخاری کی طرف غلط منسوب ہے۔ اس مسئلہ رضاعت سے تو انکار کر دیا۔ مگر خود صحیح بخاری میں یہ جو دو مسئلے مذکور ہیں۔ ان کی نسبت کیا کہیں گے؟

امام بخاری کے ایک نادان دوست لکھتے ہیں:۔

حالانکہ اس فتوی کے ناقل بجز اہل الرائے کے اور کوئی نہیں۔ اور ان کو جو تعصب دوسروں سے ہے وہ ظاہر ہے محدثین کی ایذا رسانی میں ان کو خاص قسم کا مزہ آتا۔ اس لئے اس واقعہ کے صدق پر کیونکر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ سیر بخاری ص۶۶

بکری کے دودھ والا فتوی آپ کے نزدیک اس لئے صحیح نہیں کہ اسے صرف اہل الرائے نے لکھا مگر مذکورہ بالا دونوں مسائل جو صحیح بخاری میں آج بھی ہیں ان کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ کیا امام بخاری کے یہ دونوں استنباط صحیح ہیں؟۔

تعصب اور ہٹ دھرمی کی یہ انتہائی حد ہے کہ چونکہ امام بخاری کا یہ فتوی احناف نے نقل کیا ہے اس لئے قابل اعتماد نہیں۔ یہ احناف کے ساتھ انتہائی بغض و عناد نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر احناف کو یہی کرنا تھا تو صرف ایک ہی ایسا فتوی کیوں مشہور کیا وہ چاہتے تو سیکڑوں مشہور کر دیتے۔ اگر احناف کو امام بخاری سے کوئی تعصب ہوتا تو وہ امام بخاری کو امیر المومنین فی الحدیث ہرگز نہیں تسلیم کرتے۔ ان کی جامع کو اصح کتب بعد کتاب اللہ ہرگز نہ مانتے۔ خصوصاً جب کہ امام بخاری نے اسی کتاب میں احناف کی طرف غلط مسائل تک منسوب کرنے سے نہیں باز آئے۔ احناف اسے کہہ سکتے تھے کہ یہ افترا و بہتان ہے۔ جو شخص افترا و بہتان باندھے وہ ثقہ نہیں ہو سکتا۔ مگر احناف نے انصاف اور اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ احناف اس کے باوجود یہی کہتے ہیں کہ امام بخاری کو غلط اطلاع ملی اس لئے انھوں نے ایسا کیا۔ غور کرنے کی بات ہے کہ جہاں گنجائش وہاں احناف نے، تعصب سے کام نہیں

لہ فتح الباری ص۲۴۳

لیا۔ اور تعصب سے فرضی فتوی ان کی طرف منسوب کر دیا۔ امام بخاری کتنے ہی جلیل اجل عظیم اعظم ہوں مگر خطاء لغزش انسان کی فطری سرشت ہے۔ وہ بھی انسان ہی تھے۔ ان سے بھی لغزش ہوئی۔ چند لغزشوں سے ان کی عظمت وجلالت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔

## غیر مقلدین کی بخاری سے عداوت

یہ چند تسامحات اور اسی قسم کے اور بہت سے تسامحات تو واقعی بربنا تحقیق امام بخاری سے ہوئے۔ اور اگر غیر مقلدین کے طور پر دیکھا جائے۔ تو پھر آدھی بخاری صاف ہو جاتی ہے۔ غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی نے جمع بین الصلوتین کے عدم جواز پر احناف کی مستدل احادیث پر جو تنقیدیں کی ہیں اس کو سامنے رکھ کر اگر بخاری کو پرکھا جائے تو پھر بخاری کا خدا حافظ ——— ہم یہاں اعلحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے رسالہ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوتین[1] کا تھوڑا سا اقتباس پیش کرتے ہیں پہلے شیخ الکل صاحب کی ایک لن ترانی گوش گزار کر لیں۔ معیار حق میں فرمایا:۔

مؤلف نے دلائل میں وہ حدیثیں بیان کی ہیں جن کی طرف ہم کو کچھ التفات نہیں یعنی ایک روایت ابو داؤد جس کے راوی میں ضعف تھا۔ ایک روایت معجم طبرانی ایک روایت اربعین حاکم نقل کر کے ان پر طعن کر دیا۔ اور جو روایتیں صحیحہ متداولہ تھیں نقل کر کے ان کا جواب نہیں دیا یہ کیا دینداری ہے؟ اور کیا مرانگی کہ بخاری ومسلم چھوڑ کر اربعین حاکم اور اوسط طبرانی کو جا پکڑا۔ اور ان سے دو روایتیں ضعیف نقل کر کے ان کا جواب دیا۔

چونکہ میاں صاحب مردانگی دیکھنا چاہتے تھے اس لئے اعلحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی مردانگی کا تھوڑا نمونہ دکھایا ہے۔ سنئے۔

**قسط اول** ابو داؤد میں یہ حدیث ہے:۔

حدثنا محمد بن عبید المحاربی حدثنا محمد بن فضیل عن ابیہ عن نافع وعبد اللہ بن واقد ان موذن ابن عمر قال الصلوۃ قال سر حتی اذا کان قبل غیوب الشفق نزل فصلی المغرب ثم انتظر حتی غاب الشفق فصلی العشاء ثم قال ان رسول اللہ

نافع اور عبداللہ بن واقد فرماتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے موذن نے نماز کا تقاضا کیا۔ فرمایا۔ چلو۔ چلتے رہے۔ شفق ڈوبنے سے پہلے اتر کر مغرب پڑھی پھر انتظار فرمایا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اس وقت عشاء پڑھی پھر فرمایا حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب کوئی جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے جیسا میں نے کیا۔ ابن عمر نے اس رات دن میں تین

---

[1] یہ رسالہ مبارکہ فتاوی رضویہ جلد سوم میں شائع ہو چکا ہے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا عجل بہ امر صنع مثل الذی صنعت فساری فی ذلک الیوم واللیلۃ مسیرۃ ثلث۔

دن کی مسافت قطع کی۔

شیخ الکل صاحب نے اس حدیث پر یہ اعتراض فرمایا۔ کہ اس میں محمد بن فضیل ہے یہ ضعیف ہے۔ یہ منسوب برفض ہے اس پر اعلحضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:۔

اولاً یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل بخاری ومسلم کے رجال سے ہیں۔

ثانیاً امام ابن معین جیسے شخص نے، ابن فضیل کو ثقہ، امام احمد نے حسن الحدیث کہا امام نسائی نے لاباس بہ کہا امام احمد نے اس سے روایت کی۔ اور وہ جسے ثقہ نہیں جانتے اس سے روایت نہیں فرماتے۔ میزان میں اصلا کوئی جرح مفسر ان کے حق میں ذکر نہ کی۔

ثالثاً یہ بکف چراغے قابل تماشا کہ ابن فضیل کے منسوب برفض ہونے کا دعویٰ کیا اور ثبوت میں عبارت تقریب رمی بالتشیع ذکر کی۔ ملاجی کو بایں سالنحوری و دعویٰ محدثی آج تک اتنی خبر نہیں کہ محاورات سلف واصطلاح محدثین میں تشیع اور رفض میں کتنا فرق ہے۔ میزان میں امام حاکم کے بارے میں یہ قول نقل کرکے کہ کسی نے ان کو رافضی کہا تھا لکھا:۔

ما الرجل برافضی بل شیعی فقط

یہ رافضی نہیں صرف شیعی ہے۔

ہاں زبان متاخرین میں، شیعہ روافض کو کہتے ہیں۔ بلکہ آج کل کے بیہودہ مہذبین روافض کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جانتے اور انھیں شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں۔ خود ملاجی کے خیال میں اپنی ملائی کے باعث ہی تازہ محاورہ تھا۔ یا عوام کو دھوکہ دینے کے لئے تشیع کو رافضی بنایا۔ حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حسن عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ان پر افضل جانتا، شیعی کہا جاتا۔ بلکہ جو صرف امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تفضیل دیتا اسے بھی شیعی کہتے۔ حالانکہ یہ مسلک بعض علماء اہلسنت کا تھا۔ اسی بنا پر متعدد ائمہ کو نہ کو شیعہ کہا گیا۔ بلکہ کبھی محض غلبہ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شیعیت سے تعبیر کرتے۔ حالانکہ یہ محض سنیت ہے۔ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود انھیں محمد بن فضیل کی نسبت تصریح کی۔ کہ ان تشیع صرف موالات تھا۔ لکھتے ہیں:۔

محمد بن فضیل بن غزوان المحدث الحافظ کان من علماء ھذا الشان وثقہ یحیی بن معین وقال احمد حسن الحدیث شیعی قلت کان متوالیا فقط

محمد بن فضیل بن غزوان محدث حافظ اور اس صف کے علماء میں سے تھے۔ یحیی بن معین نے ان کو ثقہ کہا۔ احمد نے کہا حسن الحدیث شیعی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ صرف اہل بیت سے محبت کرنے والے تھے۔

رابعاً ذرا، رواۃ صحیحین دیکھ کر شیعی کو رافضی بنا کر تضعیف کی ہوتی۔ کیا بخاری و مسلم سے بھی ہاتھ دھونا ہے۔ ان کے رُواۃ میں تیس سے زائد ایسے لوگ ہیں جنھیں اصطلاح قدماء پر بلفظ تشیع ذکر کیا جاتا ہے۔ یہاں تک تدریب میں حاکم سے نقل کیا۔ کتاب مسلم ملان من الشیعۃ۔ مسلم کی کتاب شیعہ سے بھری پڑی ہے۔

دور کیوں جائیے خود یہی ابن فضیل کہ واقع میں شیعی صرف بمعنی محب اہل بیت کرام اور آپ کے زعم میں معاذ اللہ رافضی صحیحین کے راوی ہیں [1]

اس پہلی قسط میں شیخ الکل صاحب نے بخاری و مسلم کے تیس رواۃ پر ہاتھ صاف کر دیا جن میں سترہ بخاری کے ہیں۔

**قسط ثانی** احناف کی مؤید ایک اور حدیث ہے۔ جسے نسائی، اور امام طحاوی نے روایت کیا۔ اسکی سند یہ ہے:۔

حدثنا ربیع المؤذن قال حدثنا بشر بن بکر قال حدثنی ابن جابر قال حدثنی نافع قال خرجت۔ الحدیث۔

نافع نے کہا عبداللہ بن عمر اپنی ایک زمین کو تشریف لے جاتے تھے۔ کسی نے آکر کہا! آپ کی زوجہ صفیہ بنت ابی عبید، اخت حجاج اپنے حال میں مشغول ہیں۔ شاید ہی آپ انھیں زندہ پائیں۔ یہ سنکر بہت تیز چلنے لگے۔ اور ان کے ساتھ ایک مرد قریشی تھا۔ سورج ڈوب گیا۔ اور انھوں نے نماز نہیں پڑھی۔ میں نے ہمیشہ ان کی عادت یہ پائی تھی کہ نماز کی پابندی فرماتے۔ جب انھوں نے دیر کی تو میں نے ان سے کہا نماز، خدا آپ پر رحم فرمائے۔ میری طرف پھر کے دیکھا اور آگے روانہ ہوگئے۔ جب شفق کا اخیر حصہ رہا۔ اتر کر مغرب پڑھی پھر عشاء کی تکبیر اس وقت کہی گئی جب شفق ڈوب چکی تو اس وقت عشاء پڑھی۔ پھر ہماری طرف منہ کر کے فرمایا۔ جب رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سفر میں جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے۔

اس حدیث پر طعن کرتے ہوئے شیخ الکل صاحب نے بشر بن بکر کے بارے میں لکھا۔

"کہ وہ غریب الحدیث ہے ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف قالہ الحافظ فی التقریب"

اس پر اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تنقید سنئے:۔

اولاً ذرا شرم کی ہوتی کہ یہ بشر بن بکر، رجال بخاری سے ہیں۔ صحیح حدیثیں رد کرنے بیٹھے تو اب بخاری بھی بالائے طاق۔

ثانیاً اس صریح خیانت کو دیکھئے کہ تقریب میں صاف صاف بشر کو ثقہ فرمایا تھا اسے ہضم کر گئے۔

ثالثاً محدث جی تقریب میں "ثقۃ یغرب" ہے کسی ذی علم سے سیکھو کہ فلاں یغرب اور فلاں غریب الحدیث میں کتنا فرق ہے؟۔

رابعاً اغراب کی یہ تفسیر کہ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف۔ محدث جی غریب اور منکر کا فرق کسی طالب علم سے پڑھو۔

---

[1] فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۲۹۶-۲۹۷،

خامساً باوصف ثقہ ہونے کے مجرد اغراب، باعث رد ہو تو صحیحین سے ہاتھ دھو لیجئے۔ یہ اپنی مبلغ علم تقریب ہی دیکھئے کہ بخاری و مسلم کے رجال میں کتنوں کی نسبت یہی لفظ کہا ہے۔ دور مت جائیے یہ بشر خود رجال بخاری سے ہیں۔

سادساً وزامیزان تو دیکھئے لکھا ہے۔ اما بشر بن بکر التنیسی فصدوق ثقۃ لاطعن فیہ کیوں شرمائے تو نہ ہوگے۔ ایسی ہی اندھیریاں ڈال کر جاہلوں کو بہکا دیا کرتے ہو کہ حنفیہ کی احادیث ضعیف ہیں۔ حاشیے میں گیارہ صحیحین کے ایسے رواۃ کی نشاندہی کی ہے۔ جن میں چھ بخاری کے ہیں اگر پورا تتبع کیا جائے تو اور نکلے گا۔[1]

**قسط ثالث** نسائی میں حضرت جابر سے مروی ایک حدیث ہے اس کی سند یہ ہے:۔ اخبرنا محمود بن خالد ثنا الولید ثنا ابن جابر ثنی نافع قال خرجت۔ پھر آگے وہی مضمون ہے جو سابقہ احادیث میں گزر چکا۔ اس پر شیخ الکل صاحب نے یہ جڑ دیا۔ کہ اس میں ولید بن قاسم ہے روایت میں اس سے خطا ہوتی تھی کہا تقریب میں صدوق یخطی۔

اب اعلحضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:۔

اولاً مسلمانو! اس تحریف شدید کو دیکھنا، اسناد نسائی میں یہاں ولید غیر منسوب تھا ملا جی کو چالاکی کا موقع ملا۔ کہ تقریب میں اسی طبقہ کا ایک شخص رواۃ نسائی سے کہ نام اس کا ولید اور قدرے متکلم فیہ ہے چھانٹ کر اپنے دل سے ولید بن قاسم تلاش لیا حالانکہ یہ ولید بن قاسم نہیں ولید بن مسلم ہیں۔ رجال صحیح مسلم وائمہ ثقات و حفاظ اعلام سے ہیں۔

ثانیاً بفرض غلط ابن قاسم ہی سہی پھر وہ بھی کب مستحق رد ہیں۔ امام احمد نے ان کی توثیق فرمائی۔ ان سے روایت کی۔ محدثین کو حکم دیا کہ ان سے حدیث سیکھو۔ ابن عدی نے کہا جب کسی ثقہ سے روایت کریں تو ان میں کوئی عیب نہیں اور ابن جابر کا ثقہ ہونا خود ظاہر۔

ثالثاً ذرا رواۃ صحیح بخاری و مسلم پر نظر ڈالے ہوتے کہ ان میں کتنوں کی نسبت تقریب میں یہی صدوق یخطی، بلکہ اس سے زائد کہا ہے۔ کیا قسم کھائے بیٹھے ہو کہ صحیحین کا رد ہی کر دو گے؟۔

رابعاً بخاری میں حسان بن حسان بصری سے روایت کی۔ انھیں کہا صدوق یخطی۔ پھر حسان بن حسان واسطی کی نسبت لکھا خلطہ ابن مندہ بالذی قبلہ فوھم فھذا ضعیف۔ دیکھو صاف بتا دیا کہ جسے صدوق یخطی کہا وہ ضعیف نہیں۔ ملا جی اپنی جہالت سے مردود واہیات گا رہے ہیں۔

حاشیے میں اٹھارہ ایسے بخاری و مسلم کے رواۃ کا پتہ دیا جن کے بارے میں صدوق یخطی کہا گیا اور دس ایسے جنکو صدوق

---

[1] فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۲۹۸، ۲۹۹،

کے ساتھ کثیر الخطا یا اس کے ہم معنی کہا گیا۔ اس قسط میں شیخ الکل کی مہربانی سے، بخاری و مسلم کے اٹھائیس رواۃ ختم ہو گئے جن میں تیئیس بخاری کے رواۃ ہیں۔ آگے بڑھئے[1]

**قسط رابع** نسائی اور طحاوی کی حدیث صحیح کو عطاف سے معلول کیا اور کہا:۔ وہ وہمی ہے۔ کہا تقریب میں "صدوق یھم"

اس کے بعد اب اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے ارشادات سنئے:۔

اولاً عطاف کو امام احمد اور یحیی بن معین نے ثقہ کہا وکفی بھما قدوۃ۔ میزان میں ان کی نسبت کوئی جرح مفسر منقول نہیں۔

ثانیاً کسی سے پڑھو کہ وہمی اور صدوق یھم میں کتنا فرق ہے

ثالثاً صحیحین سے عداوت کہاں تک بڑھے گی۔ تقریب ملاحظہ ہو کہ آپ کے وہم کے ایسے وہمی ان میں کس قدر ہیں۔

حاشیئے میں ایسے رُواۃ کے نام گنائے ہیں۔ اس قسط میں صحیحین کے بیس راوی اور گئے جن میں بخاری کے نو ہیں۔

**قسط خامس** حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی امام طحاوی و امام احمد و ابن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم کے رد کو پھر وہی شگوفہ چھوڑا:۔

"ایک راوی اس کا مغیرہ بن زیاد موصلی ہے۔ اور یہ مجروح ہے کہ وہمی تھا قالہ الحافظ فی التقریب"۔

اب اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:۔

اولاً تقریب میں صدوق کہا وہ صندوق میں رہا۔

ثانیاً وہی اپنی وہمی نزاکت کہ لہ اوھام کو وہمی کہنا سمجھ لیا۔

ثالثاً وہی صحیحین سے پرانی عداوت تقریب دور نہیں دیکھئے تو کتنے رجال بخاری و مسلم کو یہی صدوق لہ اوھام کہا ہے۔

رابعاً مغیرہ، رجال سنن اربعہ سے ہے۔ امام ابن معین و امام نسائی دونوں صاحبوں نے باآں تشدید شدید فرمایا، لیس بہ باس۔ اس میں کوئی برائی نہیں۔ نا یحیی لہ حدیث واحد منکر۔ اس کی صرف ایک حدیث منکر ہے۔ لاجرم وکیع نے ثقہ، ابو داؤد نے صالح، ابن عدی نے عندی لا باس بہ، کہا تو اس کی حدیث حسن ہونے میں کلام نہیں اگرچہ درجہ اصحاح پر بالغ نہ ہو۔ جس کے سبب نسائی نے لیس بالقوی، ابو احمد حاکم نے لیس بالمتین عندھم کہا۔ لانہ لیس بقوی لیس بمتین وشتان ما بین العبارتین حافظ نے ثقہ سے درجہ صدوق میں رکھا۔ اس قسم کے رجال اسانید صحیحین میں صدہا ہیں۔

حاشیئے میں صدوق لہ اوھام صحیحین کے جن رواۃ کے بارے میں کہا گیا ان کی تعداد اٹھارہ گنائی۔ ان میں گیارہ رجال

---

[1] فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۲۹۹-۳۰۰

بخاری ہیں۔ اور اخیر میں فرمایا اس قسم کے رجال اسانید صحیحین میں صدہا ہیں [1]

تعصب وعناد اس کا نام ہے کہ احناف کی ضد میں صحیح احادیث پر بلا تکلف ایسی تنقیدیں کرتے گئے کہ بخاری و مسلم کی صدہا حدیثیں صاف ہوگئیں۔ اب اس کا فیصلہ انھیں بزرگوں کو کرنا ہے کہ وہ اپنے شیخ الکل کے ہاتھ کی صفائی تسلیم کرتے ہیں یا نہیں ؟۔

ذرھم فی خوضھم یلعبون

**باب وحدیث میں عدم مطابقت** یہ کئی جگہ بتا آیا ہوں کہ امام بخاری کا مقصد صرف صحیح احادیث کا جمع کرنا نہیں بلکہ وہ جن عقائد واعمال کو حق مانتے تھے ان کا اثبات اور جسے غلط مانتے تھے ان کا رد بھی مقصود ہے۔ بلکہ اگر میں یہ کہدوں کہ یہی مقصود بالذات ہے اور احادیث کی تدوین ثانوی درجے میں ہے تو کوئی بیجا بات نہ ہوگی۔ اس پر دو بہت ٹھوس دلیل ہے۔ ایک یہ کہ جب امام بخاری کو ایک لاکھ صحیح حدیثیں یاد تھیں اور صحیح بخاری میں بمشکل ڈھائی ہزار سے کچھ زائد احادیث ہیں۔ تو اب سوال یہ ہے کہ آخر وجہ ترجیح کیا ہے ؟۔ کیوں ان ڈھائی ہزار کو درج فرمایا اور ساڑھے ستانوے ہزار احادیث کو چھوڑ دیا ؟۔ اس کا جواب صرف یہ ہے کہ بقیہ ساڑھے ستانوے ہزار احادیث ان کے مستخرجہ مسائل کے مطابق نہ تھیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے التزام تو اس کا کیا ہے کہ اس کتاب میں کوئی غیر صحیح حدیث نہیں لائیں گے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تعلیقات میں بلا دھڑک ضعاف ذکر کرتے ہیں۔ وہی باب کی تائید۔ جب تائید میں صحیح حدیث نہیں ملی تو ضعیف کو ذکر فرمادیا۔ اگرچہ تعلیقاً ہی سہی۔

کہیں کہیں تو ابواب میں یہ بھی صنعت ہے کہ حدیث کا جو ٹکڑا لائے ہیں اس سے باب کی کوئی مطابقت نہیں۔ مگر اسی حدیث کو اور کوئی محدث لایا ہے جو مفصل ہے۔ اس سے بخاری کے باب کی مطابقت ہوتی ہے۔ مثلاً امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے :۔

طول الصلوۃ فی قیام اللیل۔ رات کی نماز میں قیام کو دراز کرنا۔

اس کے تحت حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث لائے ہیں :۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا قام للتھجد من اللیل یشوص فاہ بالسواک [2] نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تہجد کے لئے اٹھتے تو اپنا منھ مسواک سے صاف کرتے۔

اس سے باب کو کیا مطابقت۔ مگر کہا جاتا ہے کہ حضرت حذیفہ ہی سے مسلم شریف میں ایک حدیث مفصل ہے۔ اس میں

---

[1] فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۲۰۵، ۲۰۶، [2] بخاری شریف ج ۱ ص ۱۵۲،

یہ ہے کہ حضور نے تہجد کی ایک رکعت میں سورہ بقرہ سورۂ نساء سورۂ آل عمران پڑھی۔ لیکن یہ حصہ چونکہ امام بخاری کی شرط پر نہیں اس لئے اس کو ذکر نہیں کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ جب یہ حصہ امام بخاری کی شرط پر نہیں۔ تو ان کے نزدیک یہ حصہ ضعیف ہوا۔ کیا امام بخاری احکام میں احادیث ضعاف کو حجت مانتے ہیں؟۔ اگر یہ توجیہ صحیح ہے تو ماننا پڑے گا کہ امام بخاری کا مقصود اصلی اپنے عقائد و مسائل کی تدوین پھر اس کی تقویت، ہے۔ اور اس پر ان کا اتنی شدت سے عمل ہے کہ اگر حدیث صحیح سے کام نہ چلے تو ضعیف سے کام لے لیتے اگر بقول بعضے اشارۃً ہی۔

علاوہ ازیں جب کہ امام بخاری نے اپنی اس کتاب کا نام رکھا الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسننہ وایامہ۔ تو پھر کوئی بتائے کہ پھر تابعین و تبع تابعین تک کے اقوال اپنے ابواب کی تائید میں کیوں لاتے ہیں؟۔ یہی وجہ ہے کہ کہیں کہیں باب اور حدیث میں وہ بھی علاقہ نہیں ہوتا جو مگس کے باغ میں جانے اور پروانے کے خون میں ہے دو نظیریں حاضر ہیں۔

امام بخاری نے باب باندھا۔ باب فضل صلوٰۃ الفجر فی جماعۃ اور حدیث لائے یہ:۔

| | |
|---|---|
| والذی ینتظر الصلوٰۃ حتی یصلیھا مع الامام اعظم اجراً من الذی یصلی ثم ینام [1] | اس شخص کو زیادہ اجر ملے گا جو جماعت کا انتظار کرتا ہے یہاں تک کہ جماعت سے پڑھتا ہے بہ نسبت اس کے جو نماز پڑھ کر سو رہتا ہے۔ |

اس حدیث میں عشاء کا ذکر ہے اور جماعت سے نماز پڑھنے کی فضیلت مذکور ہے۔ فجر کی نماز سے اس حدیث کا کیا علاقہ۔

ایک باب باندھا۔ الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان۔ اس پانی کا بیان جس سے انسان کا بال دھویا جائے۔

اور دو حدیث لائے دونوں کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک یہ:۔

| | |
|---|---|
| عن ابن سیرین قال قلت لِعَبِیْدَۃَ عندنا من شعر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصبناہ من قبل انس او من قبل اھل انس فقال لان تکون عندی شعرۃ منہ احب الیّ من الدنیا وما فیھا [2] | ابن سیرین نے کہا میں نے عبیدہ سے کہا ہمارے پاس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک ہیں یہ ہمیں انس یا انکے اہل سے ملا ہے۔ حضور کا ایک بال مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہے۔ |

دوسری حدیث یہ ہے:۔

| | |
|---|---|
| عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما | حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے |

[1] بخاری شریف ج ۱ ص ۹۰، [2] ایضاً ج ۱ ص ۲۹،

حلق رأسه كان ابو طلحة اول من اخذ من شعره۔ جب بال اتروائے تو سب سے پہلے ابو طلحہ نے اسے لیا۔

ان دونوں حدیثوں کو باب سے کیا تعلق ہے معمولی پڑھا لکھا انسان اسے سمجھ سکتا ہے۔

**تدلیس** امام بخاری نے بآں جلالت شان وعظمت مکان کے کہیں کہیں بالقصد یا بلا قصد تدلیس سے بھی کام لیا ہے۔ مثلاً چونکہ امام ذہلی سے یہ ناراض ہو گئے تھے۔ مگر پھر بھی ان سے روایت لی ہے تقریباً بیس جگہ ہوگی۔ مگر کہیں ان کا مشہور نام محمد بن یحیی نہیں لیا۔ کہ لوگ جان جائیں کہ یہ فلاں ہیں۔ بدل بدل کر نام لیا ہے۔ کہیں صرف محمد کہا کہیں دادا کی طرف نسبت کر کے محمد بن عبداللہ، کہیں پردادا کی طرف نسبت کر کے محمد بن خالد کہا۔ اس میں دو خرابی پیدا ہوئی۔ ایک تو اصل راوی کو سننے والے سمجھ نہیں پائے۔ دوسرے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ محمد۔ محمد بن عبداللہ۔ محمد بن خالد الگ الگ تین راوی ہیں۔ یہ بھی تدلیس ہے۔ کہ راوی اپنے شیخ کا وہ نام وہ کنیت وہ لقب وہ نسبت نہ ذکر کرے جس سے وہ مشہور ہے۔ طبقات المدلسین وبخاری۔

علاوہ ازیں، ابو عبداللہ بن مندہ نے امام بخاری کو مُدَلِّس کہا۔ کیونکہ جب ان کا کسی سے سماع نہیں ہوتا تو قال فلاں کہتے ہیں اور سماع ہوتا ہے تو اگرچہ وہ موقوف مقطوع کچھ بھی خواہ ان کی شرط پر نہ ہو قال لنا فلاں کہتے ہیں۔

اگرچہ اتنی بات ہے کہ امام بخاری کی عظمت کے پیش نظر ہم یہی کہیں گے کہ انھوں نے تدلیس کسی مصلحت کے پیش نظر کی ہے۔ جیسا کہ امام ذہلی کے بارے میں جو مصلحت تھی اس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

جامع صحیح بخاری کا ایک مجمل تعارف ہو گیا ان سب باتوں کو ذہن میں رکھئے گا تو آپ پر یہ بات روشن ہو جائے گی کہ صحیح بخاری کی جو بھی پذیرائی ہے وہ صرف ان احادیث کی وجہ سے ہے جو اس میں درج ہیں اور انھیں احادیث کے اعتبار سے کہا گیا ہے کہ بخاری اصح کتب بعد کتاب اللہ ہے۔ اس کا یہ مطلب ہیں کہ اس کی کل کی کل احادیث صحیح ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ دیگر کتب احادیث کی بہ نسبت بخاری میں ضعاف بہت کم ہیں۔ رہ گئے ابواب اور ابواب کی تائید میں خود امام بخاری کے ارشادات تو انکو نہ کسی نے اصح کہا ہے اور نہ انکی پذیرائی ہے۔ ان ابواب پر پوری امت نے پوری گفتگو کی ہے۔ یہ ابواب نہ ارشادات رسول ہیں اور نہ شریعت کے اٹل قانون۔ وہ امام بخاری کے مستخرجہ ہیں۔ امت کے ہر ذی علم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ امام بخاری کے استنباطات واستخراجات پر کلام کرے۔ اور کرتے آئے ہیں یہی وجہ ہے کہ امام بخاری جن مسائل میں متفرد ہیں۔ انکو تلقی بالقبول حاصل نہ ہو سکی۔

## ... امام بخاری کی دیگر تصانیف ...

**قضایا الصحابہ والتابعین** یہ امام بخاری کی سب سے پہلی تصنیف ہے جو ۲۱۲ھ میں لکھی ہے۔ یہ اب تک طبع نہ ہو سکی۔

**التاریخ الکبیر** مسجد نبوی میں بیٹھ کر چاندنی راتوں میں لکھی ہے۔ اس وقت عمر مبارک سولہ سترہ سال کی تھی۔ حروف تہجی کی ترتیب پر ہے۔ دائرۃ المعارف حیدرآباد سے چھپ گئی ہے۔ اس کتاب میں امام بخاری نے حسب عادت حضرت امام اعظم پر بہت بڑی مہربانی کی ہے۔ فرمایا۔

۔امام صاحب مرجی تھے اس لئے لوگوں نے ان سے ان کی رائے، ان کی حدیث سے سکوت فرمایا۔ اس میں کہاں تک صداقت ہے وہ آگے آرہا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کثیر عنایتیں ہیں۔ اسی کتاب کے بارے اسحٰق بن راہویہ نے عبداللہ بن طاہر حاکم رَیّ سے کہا تھا! الا اریك سحراً۔ کیا میں تمہیں جادو نہ دکھاؤں؟ اب کتاب چھپ گئی ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے اس میں کیا جادو ہے۔

**التاریخ الاوسط** یہ کتاب اب تک نہیں چھپ سکی ہے۔ اس کا کوئی قلمی نسخہ شاید جرمن میں ہے۔

**التاریخ الصغیر** اس کی ترتیب سنہ وار ہے۔ یہ بہت ہی مختصر ہے۔ امام بخاری کی یہ تینوں کتابیں بہت زیادہ قابل نقد ہیں۔ ان کتابوں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ یہ اتنے بڑے آدمی کی تصنیف ہیں۔

**الجامع الکبیر** اس کا قلمی نسخہ جرمن میں تھا۔

**خلق افعال العباد** موضوع نام سے ظاہر ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ بندے اپنے افعال کے خود خالق ہیں اس کے برخلاف اہلسنت کا عقیدہ ہے۔ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بندوں کا خالق ہے اسی طرح ان کے افعال کا بھی خالق ہے۔ امام بخاری نے اہلسنت کی تائید میں یہ رسالہ لکھا۔

**المسند الکبیر** اس کے بارے میں بھی کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جرمن میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

**اسامی الصحابہ** اس کا ذکر ابوقاسم بن مندہ اور ابوالقاسم بغوی نے کیا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلی تصنیف ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ جرمن میں اس کا بھی قلمی نسخہ موجود ہے۔

**کتاب العلل** علل حدیث کے موضوع پر غالباً سب سے پہلی کتاب ہے۔ اور بہت عمدہ ہے۔

**کتاب الفوائد** اس کا پتہ صرف اس سے چلتا ہے کہ امام ترمذی نے حضرت طلحہ کے مناقب میں تذکرہ کیا ہے۔ تفصیل کچھ معلوم نہیں۔

**کتاب الوحدان** یہ کتاب امام بخاری کی ہے یا امام مسلم کی دونوں قول ہیں۔ اس میں ان صحابۂ کرام کا تذکرہ ہے جن سے صرف ایک حدیث مروی ہے۔

**الادب المفرد** جامع صحیح کے بعد سب سے زیادہ مفید و مقبول تصنیف ہے اس میں شمائل نبوی کا بیان ہے۔ یہ کتاب مصر اور ہندوستان میں کئی بار چھپ چکی ہے۔

**کتاب الضعفاء** حروف تہجی کی ترتیب پر ضعیف راویوں کا ذکر ہے۔ لیکن اخاف سے امام بخاری کے تعصب کی جھلک اس میں بھی ہے۔ امام ابو یوسف کو متروک لکھا۔ حالانکہ امام نسائی نے جگہ تشدد بلکہ تعصب بھی مشہور ہے کتاب الضعفاء والمتروکین میں امام ابو یوسف کو ثقہ کہا ہے۔ امام بخاری تو امام ابو یوسف کو متروک کہیں مگر ان کے اساتذہ مثلاً امام احمد، یحیی بن معین جیسے ائمہ

حدیث امام ابو یوسف سے حدیث اخذ کریں۔ اور انھیں صاحبِ حدیث، صاحب سنت، مصنف فی الحدیث، اثبت، اکثر حدیثاً، اتبع للحدیث اور حافظ حدیث کہیں۔

غیر مقلدین کے امام ثانی نواب صدیق حسن بھوپالی نے التاج المکلل میں امام ابو یوسف کے بارے میں لکھا:۔

"قاضی ابو یوسف، کوفہ کے امام ابو حنیفہ کے شاگرد فقیہہ عالم اور حافظ حدیث تھے۔ امام احمد، یحیی بن معین، علی بن مدینی، تینوں امام ابو یوسف کے ثقہ ہونے پر متفق تھے۔ امام ابو یوسف کے اوصاف بہت ہیں۔ اکثر علماء ان کی فضیلت و تعظیم کے قائل ہیں"

اور یہ بات محقق ہے کہ جن کی مدح کرنے والے زیادہ ہوں ان پر جارحین کی جرح کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ خصوصاً جب کہ جرح متعصبین کی ہو۔ امام بخاری کا تعصب سب کو معلوم ہے۔ اور اسی صف میں دار قطنی بھی ہیں۔

**کتاب المبسوط** نہ اس کتاب کا کہیں وجود ہے نہ اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا کہ اس کا موضوع کیا تھا۔ خلیلی نے الارشاد میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک غیر مقلد مجتہد صاحب کا قیاس ہے۔ کہ اس کتاب میں بسط کے ساتھ وہ فقہی مسائل ہوں گے جو احادیث سے مستنبط کئے گئے ہیں۔ اگر ان مجتہد صاحب کا اجتہاد صحیح ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ امام بخاری کے ساتھ امت کو والہانہ شغف ہے وہ صرف احادیث کی تدوین کی حد تک ہے۔ رہ گئے ان کے اجتہادات اسے امت نے قبول نہیں کیا۔ بلکہ ان کے تلامذہ نے بھی قبول نہیں کیا۔ ورنہ کتاب المبسوط کو بھی باقی رہنا چاہئے تھا۔ نہ صرف باقی بلکہ چار دانگ عالم میں پھیل جانا چاہئے تھا۔

**الجامع الصغیر** اس کا بھی کچھ حال معلوم نہیں صاحب کشف الظنون نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ غالباً جرمنی میں اس کا کوئی قلمی نسخہ موجود ہے۔

**کتاب الرقاق** اس کا بھی کچھ حال معلوم نہیں۔ کشف الظنون میں اس کا ذکر ہے۔

**برالوالدین** علامہ ابن حجر نے ذکر کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ یہ موجود ہے۔

**کتاب الاشربہ** اس کا ذکر امام دار قطنیؒ المؤتلف والمختلف میں، ایک کیسہ نام کے راوی کے تذکرے میں کیا ہے۔

**کتاب الہبہ** محمد بن حاتم وراق نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ اس میں پانچ سو احادیث تھیں۔ یہ کتاب ناپید ہے۔ کہیں اس کا سراغ نہیں۔

**کتاب الکنی** نام سے ظاہر ہے کہ اس کتاب میں رُواۃ کی کنیتوں کو بتایا ہے۔ امام بخاری کی اصل کتاب میں حروف تہجی کی ترتیب نہ تھی۔ امام ذہبی نے اسے حروف تہجی کی ترتیب پر نئے سرے سے مُدون کر کے اس کا نام المقتنیٰ فی سرد الکنیٰ رکھا۔

**التفسیر الکبیر** فربری اور وراق بخاری، محمد بن حاتم کے ذکر سے اس کا پتہ چلا۔ آج ناپید ہے۔

**جزء القرأت خلف الامام** قرأت خلف الامام کے اثبات میں یہ رسالہ لکھا ہے۔ اصل موضوع پر بقدر ضرورت بحث شرح میں آئے گی یہاں صرف نیاز مندانہ اتنی گزارش ہے۔ کہ اس رسالے میں امام بخاری کا سارا حزم و احتیاط رخصت ہو گیا ہے۔ ایک فرعی مسئلے پر اتنی انتہا پسندی کر دی ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ اختلاف امتی رحمۃ حدیث بھی ان کے ذہن مبارک میں نہیں آئی۔ احناف پر ایسے غیظ و غضب کا اظہار ہے کہ افسوس ہوتا ہے۔ حد یہ ہے کہ ایسے غلط مسائل کا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف انتساب ہے۔ جس کو سوائے افتراء اور کوئی دوسرا نام دیا ہی نہیں جا سکتا۔ مزید براں یہ کہ یہاں اپنے مطلب کی احادیث لانے میں صحیح بخاری کی شرائط رخصت ہو گئیں اس کی وجہ آج تک سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ رسالہ بار بار چھپ چکا ہے۔

**جزء رفع یدین** رفع یدین کے اختلاف کا حاصل یہ نہ تھا کہ رفع یدین کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی یا رفع یدین نہ کریں تو نماز ہی صحیح نہ ہو گی۔ مگر امام بخاری کا جلال اس مسئلہ میں بھی شباب پر ہے۔ کہیں احناف کو بے علم کہا کہیں غبی و گمراہی کی منزل تک پہونچایا۔ اس پر بھی غصہ کم نہ ہوا تو اخیر میں یہ تک طنز کر دیا۔ کہ پہلے لوگ اول فالاول کو اعلم سمجھتے تھے اور احناف الآخر فالآخر کو اعلم سمجھتے ہیں۔ یہ تو اپنے موقع پر آئے گا کہ اس ارشاد کے مصداق خود امام بخاری ہیں یا احناف۔ اتنی بات تو سب کو معلوم ہے کہ امام اعظم امام بخاری سے ایک صدی پہلے گزرے ہیں۔ یہ بھی طبع ہو چکا ہے۔

**ایک ارشاد** آج تحصیل علم میں کتنی کاہلی ہے۔ طلبہ کتنے آرام طلب ہیں۔ علماء کتنے سہل پسند ہیں وہ سب پر ظاہر ہے۔ ہم اس سلسلے میں امام بخاری کا ایک ارشاد نقل کر دینا ضروری سمجھتے ہیں شاید ہم کاہلوں کے لئے کچھ مہمیز کا کام کرے۔

تدریب الراوی و قسطلانی[1] میں مذکور ہے کہ قاضی ولید بن ابراہیم رئی کی قضا پر فائز تھے۔ ان کا بیان ہے کہ جب مجھے علم حدیث کا شوق ہوا تو امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض مدعا کیا تو فرمایا:۔ اے بیٹے! کسی کام کو اس وقت تک شروع نہ کرو جب تک کہ اس کے حدود اور مقادیر کو نہ جان لو۔ میں نے عرض کیا۔ علم حدیث کے حدود و مقادیر کو بیان فرمائیں۔ تو ارشاد فرمایا:۔

اعلم ان الرجل لایصیر محدثا کاملا فی حدیثہ الا بعد ان یکتب اربعا مع اربع۔ کاربع مثل اربع فی اربع عند اربع بادبع علی اربع عن اربع لاربع وکل ھذہ الرباعیات لاتتم الا باربع مع اربع فاذا تمت لہ کلھا ھان علیہ اربع، وابتلی باربع فاذا صبر علی ذلک اکرمہ اللہ تعالیٰ فی الدنیا باربع واثابہ فی الاٰخرۃ باربع۔

---

[1] قسطلانی ج ۱ ص ۱۶۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ بغیر بارہ رباعیات کے کوئی محدث کامل نہیں ہو سکتا۔ ان بارہ رباعیات کے بعد اگر ایک اور رباعی پر صبر کرے گا تو اسے ایک رباعی دنیا میں اور ایک رباعی آخرت میں ملے گی۔ قاضی ولید کہتے ہیں کہ میں یہ سنکر گھبرا گیا۔ میں نے درخواست کی کہ اس کی شرح فرمادیں۔ تو امام بخاری نے اس کی شرح یہ کی:۔

(۱) ان یکتب اربعا۔ یعنی چار چیزیں لکھے۔ اول۔ احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوم۔ صحابۂ کرام کے حالات اور ان کی تعداد۔ سوم۔ تابعین کے احوال۔ چہارم۔ بعد کے علماء کے احوال اور ان کی تاریخ

(۲) مع اربع۔ چار چیزوں کے ساتھ لکھے۔ اول۔ راویوں کے نام۔ دوم۔ ان کی کنیت۔ سوم۔ ان کی سکونت۔ چہارم۔ انکی ولادت اور وفات کی تاریخ۔

(۳) کاربع۔ چار کے مثل جیسے خطیب کے لئے اللہ کی حمد اور توسل کے ساتھ دعاء اور سورتوں کے لئے بسم اللہ۔ اور نماز کے لئے تکبیر لازم ہے۔ اسی طرح راویوں کے نام کنیت، جائے سکونت ولادت ووفات کی تواریخ جاننی لازم ہے۔

(۴) مثل اربع۔ چار کے مثل۔ اول۔ مسندات۔ دوم۔ مرسلات۔ سوم۔ موقوفات۔ چہارم۔ مقطوعات۔ ہر قسم کی احادیث کا جاننا ضروری ہے۔

(۵) فی اربع۔ چار میں۔ اول کم سنی۔ دوم جوانی۔ سوم ادھیڑ عمر میں۔ چہارم۔ بڑھاپے میں۔

(۶) عند اربع۔ چار حالتوں میں۔ اول۔ عدیم الفرصتی۔ دوم۔ فرصت کے وقت۔ سوم کشائش کے وقت۔ چہارم تنگدستی کے وقت۔

(۷) باربع۔ چار جگہوں میں۔ پہاڑ۔ سمندر۔ آبادی۔ جنگل

(۸) علی اربع۔ چار چیزوں پر۔ پتھروں پر۔ ٹھیکروں پر۔ چمڑوں پر۔ ہڈیوں پر لکھے جب تک کاغذ میسر نہ ہو۔

(۹) عن اربع۔ ان سے جو عمر میں بڑے ہوں۔ جو ہم عمر ہوں۔ جو عمر میں کم ہو۔ اپنے باپ کی کتاب سے اگر یہ یقین ہے کہ یہ اسکے باپ ہی کی کتاب ہے۔

(۱۰) لاربع۔ چار مقصد کے لئے۔ اللہ کی خوشنودی کے لئے۔ اس پر عمل کرنے کے لئے بشرطیکہ جو کتاب اللہ کے موافق ہو اور طلبہ میں اسے پھیلانے کے لئے۔ تالیف کے لئے تاکہ اس کے بعد اس کا ذکر باقی رہے۔

یہ دس رباعیاں بغیر ان دو رباعیوں کے پوری نہ ہونگی۔ وہ یہ ہیں۔

(۱۱) الاباربع۔ بغیر ان چار چیزوں کے پوری نہ ہوں گی۔ لکھنے کا ڈھنگ۔ علم لغت۔ علم نحو۔ علم صرف۔

(۱۲) مع اربع۔ ان چار چیزوں کے ساتھ جو عطائی ہیں۔ صحت، قدرت، شوق۔ قوت حافظہ۔

جب یہ اڑتالیس باتیں کسی کو نصیب ہو جائیں تو پھر چار چیزیں اس کی نظروں میں ہیچ ہو جاتی ہیں۔

(۱۳) ھان علیہ اربع۔ بیوی، اولاد، مال، وطن۔

(۱۴) وابتلی باربع۔ چار چیزوں میں آزمایا جاتا ہے۔ دشمنوں کے تیر و نشتر۔ دوستوں کی ملامت۔ جاہلوں کے طعن۔ علماء کے حسد سے۔

اور جب ان سب پر صبر کرے گا تو۔

(۱۵) اکرمہ اللہ فی الدنیا باربع۔ اللہ عزوجل اسے دنیا میں چار نعمتوں سے نوازے گا۔ قناعت کی عزت۔ ہیبت۔ علم کی لذت۔ اور حیاتِ ابد۔

(۱۶) واثابہ فی الاخرۃ باربع۔ اور آخرت میں چار نعمتیں عطا فرمائے گا۔ اپنے متعلقین میں سے جسے چاہے اس کی شفاعت۔ عرش کے نیچے سایہ جس دن سوائے عرش کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے جسے چاہے گا پلائے گا۔ اعلیٰ علیین اور جنت میں انبیاء کرام کا جوار قدس عطا فرمائے گا۔

اس کے بعد امام بخاری نے فرمایا۔ میں نے اپنے اساتذہ سے متفرق جو سنا تھا اکٹھا تم کو بتا دیا۔ اب تمھیں اختیار ہے علم حدیث حاصل کرو۔ یا یہ ارادہ ترک کر دو۔

قاضی ولید نے کہا! یہ سب سنکر مجھ پر ہَول سوار ہو گیا۔ میں غور کرتا رہا مگر کچھ نہ بول سکا۔ ادب سے گردن جھکا دی۔ تو امام بخاری نے فرمایا۔ اگر ان مشقتوں کے اٹھانے کی تم میں طاقت نہیں۔ تو فقہ حاصل کر لو۔ اس لئے کہ گھر بیٹھ کر فقہ کا حاصل کرنا ممکن ہے۔ اس کے لئے لمبے لمبے سفر شہر شہر قریہ قریہ گھومنے اور سمندروں، دریاؤں کے طے کرنے کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ فقہ بھی حدیث ہی کا ثمرہ ہے۔ اور آخرت میں فقیہ کا ثواب محدث سے کم نہیں۔ اور نہ فقیہ کی عزت محدث سے کم ہے۔ قاضی ولید کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ سنا تو میں نے طلب حدیث کا ارادہ ختم کر دیا۔ اور فقہ حاصل کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اس میں آگے ہو گیا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس دور میں علم حدیث کی تحصیل کے لئے یہ بارہ رباعیاں لابدی تھیں۔ مگر آج اگرچہ یہ بارہ رباعیاں ضروری نہیں۔ مگر پھر بھی ان کی غالب اکثر ضروری ہیں۔ امام بخاری نے اپنے ذوق و وجدان کے مطابق علم فقہ کو حدیث سے بہت آسان بتایا مگر جو فقہ کی تحصیل میں قدم رکھ چکا ہے وہ جانتا ہے۔ کہ فقہ کے لئے ان بارہ رباعیوں کے ساتھ اور بھی کتنی رباعیاں ضروری ہیں۔ اس لئے کہ فقہ کی بنیاد حدیث کے علاوہ تین اور چیزوں پر بھی ہے۔ کتاب اللہ۔ اجماعِ امت، قیاس۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

تو حدیث کے لئے یہ رباعیاں ضروری ہیں ہی۔ کتاب اللہ کے لئے کتنی رباعیاں چاہئے؟۔ اجماع امت کے لئے کتنی رباعیاں چاہئے؟۔ قیاس کے لئے کتنی رباعیاں چاہئے؟۔ اگر ہر ایک کی رباعیوں کی تفصیل کی جائے تو ہر ایک کے لئے بارہ بارہ رباعیاں اور ضروری نکل آئیں گی۔

اس کو اب یوں سمجھئے۔ کہ جب فقہ کی بنیاد چار چیزوں پر ہے۔ ان میں ایک حدیث ہے۔ تو علم حدیث، علم فقہ کا ¼ ایک چوتھائی ہوا۔ پھر یہ تو صرف حفظ حدیث کے لئے یہ بارہ رباعیاں ہوئیں۔ اور فقیہ کے لئے صرف حفظ حدیث کافی نہیں۔ اس کے لئے احادیث سے متعلق کتنے علوم کی حاجت ہے وہ بہت تفصیل طلب ہے۔

اس لئے علم فقہ کو علم حدیث سے آسان کہنا اس بنا پر ہے کہ امام بخاری نے اس کی چاشنی نہیں چکھی تھی۔ مگر انکو بھی اخیر میں یہ کہنا پڑا۔ کہ:۔ فقیہ کا ثواب محدث سے کم نہیں اس کی عزت محدث سے کم نہیں۔ آخر کیوں؟۔ خدا کے یہاں تو العطایا بقدر البلایا ہے۔

## حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بخاری پڑھتے یا پڑھاتے وقت لامحالہ امام بخاری کی عنایتوں سے فقہ حنفی سے سابقہ پڑ ہی جاتا ہے۔ اس خصوص میں ایک طبقہ کو اپنے دل کے پھپھولے توڑنے کا خوب موقع ملتا ہے۔ لیکن اگر کسی حنفی سے پالا پڑ جاتا ہے تو کیا ہوتا ہے اسے شرح میں جگہ جگہ دیکھیں گے۔ چونکہ غیر مقلدین فقہ حنفی کی ایسی تصویر کشی کرتے ہیں جس سے ناواقف لوگوں پر یہ تاثر ہوتا ہے کہ فقہ حنفی کا نہ قرآن سے کوئی تعلق ہے، نہ احادیث سے، نہ اقوال سلف سے، یہ حضرت امام اعظم کی اختراعی خود ساختہ رائیوں کا مجموعہ ہے جن کا قرآن وحدیث میں کوئی وجود نہیں۔ چنانچہ ایک مجتہد صاحب رقم طراز ہیں:۔

ایسی حالت میں یا تو اہل عراق کی طرح قیاسی تکے چلاتے۔ (سیر بخاری ص۳)

اس لئے ہم یہ ضروری جانتے ہیں کہ شرح سے پہلے ایک مختصر خاکہ فقہ حنفی کا بھی ناظرین کے سامنے پیش کریں۔ امید ہے کہ طالبان حق کے لئے ذریعہ ہدایت ہو۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے بانی فقہ حنفی امام الائمہ، سراج الامۃ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات پر خصوصاً ان کی حدیث دانی قرآن فہمی پر بقدر ضرورت روشنی ڈالی جائے۔

**مولد ومسکن** حضرت امام اعظم ۸۰ھ میں کوفے میں پیدا ہوئے۔ کوفہ کا نام آتے ہی لوگ چونک جاتے ہیں۔ لیکن کوفہ کے مرکز علم ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنے سفر کے بارے میں خود فرمایا ہے۔ کہ دو بار مصر و شام جانے کا اتفاق ہوا۔ چار مرتبہ بصرہ گیا۔ کوفہ اور بغداد اتنی بار گیا کہ ان کو شمار نہیں کر سکتا۔ اگر کوفے میں کچھ نہیں تھا تو امام بخاری کی کوفہ اتنی زیادہ آمد و رفت

کیوں ہوئی ؟۔ کیا امام بخاری کو فہ صرف غدر و بے وفائی کی تعلیم و تمرین کے لئے جاتے تھے۔ پھر یہ حالت کوفہ کی حضرت امام اعظم کے وصال کے تقریباً اسی سال بعد تھی۔ اسی سال پہلے کوفہ کا کیا حال رہا ہوگا۔ اس کا اندازہ اس سے کریں کہ وہ زمانہ تابعین کا تھا۔ بلکہ صحابہ کرام کا اخیر دور تھا۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم کے آئینے میں اسے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ جب اسی سال کے بعد یہ حال تھا کہ امام بخاری جیسے احادیث کے بحر ناپیدا کنار اپنی تشنگی بجھانے کے لئے اتنی بار کوفہ گئے جس کو وہ اپنے بحر العقول حافظے کے باوجود شمار نہیں کر سکے تو اسی سال پہلے دور تابعین میں کوفے کے علم و فضل کا کیا حال رہا ہوگا۔ اس اجمال کی تھوڑی سی تفصیل یہ ہے:۔

کوفہ وہ مبارک شہر ہے۔ جسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ۱۷ھ میں فاتح ایران حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسایا تھا۔ اس شہر کو حضرت عمر، راس الاسلام، راس العرب، حجمۃ العرب۔ عرب کا سر حتی کہ رمح اللہ کنز الایمان کہا کرتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے قبۃ الاسلام و اہل الاسلام کا لقب دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسے کنز الایمان، حجمۃ الاسلام، رمح اللہ، سیف اللہ کہا۔ کوفے کو اتنا پسند فرمایا کہ مدینہ طیبہ کے بجائے کوفے کو اپنا دار الخلافت بنایا۔ کوفے والوں نے جس خلوص و سچائی کے ساتھ تن من دھن سے حضرت علی کا ساتھ دیا۔ وہ تاریخ کے صفحات پر زریں اوراق کی طرح تاباں ہے

رہ گیا حضرت حسین اور امام زید شہید کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ ان تقیہ باز رافضیوں نے کیا۔ جو اسی لئے کوفے میں آباد ہو گئے تھے کہ مسلمانوں کو چین نہ لینے دیں۔ جیسے مدینہ طیبہ میں منافقین تھے۔ اگر منافقین کی وجہ سے مدینہ طیبہ کی عظمت پر کوئی حرف نہیں آسکتا تو ان کے وارثین روافض کی وجہ سے کوفے پر بھی کوئی داغ نہیں آسکتا۔ کون بستی ہے جو اسلام دشمن عناصر سے پاک ہے ؟۔

اس مبارک شہر میں ایک ہزار پچاس صحابۂ کرام جن میں ستر اصحاب بدر اور تین سو بیعت رضوان کے شرکا تھے آکر آباد ہوئے۔ جس برج میں یہ نجوم ہدایت اکٹھے ہوں اسکی ضوفشانیاں کہاں تک ہوں گی اس کا اندازہ ہر ذی فہم کر سکتا ہے[1]۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ کوفے کا ہر گھر علم کے انوار سے جگمگا رہا تھا۔ ہر ہر گھر دار الحدیث، دار العلوم بن گیا تھا۔ حضرت امام اعظم جس عہد میں پیدا ہوئے اس وقت کوفے میں حدیث و فقہ کے وہ ائمہ مسند تدریس کی زینت تھے جن میں ہر شخص اپنی اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب تھا۔ اور کوفے کی یہ خصوصیت صحاح ستہ کے مصنفین کے عہد تک باقی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری کو اتنی بار کوفہ جانا پڑا کہ وہ اسے شمار نہیں کر سکتے تھے۔ اور صحاح ستہ کے اکثر شیوخ کوفے کے ہیں۔

---

[1] طبقات ابن سعد و فتوح البلدان وغیرہ ،

**اس وقت کے مشاہیر** حضرت امام کی ولادت کے وقت کوفے میں جو ائمہ مشاہیر دستیاب وقت تھے ان میں چند یہ ہیں:۔

**حضرت ابراہیم نخعی فقیہ عراق** فقہ کے ساتھ ساتھ علم حدیث کے مسلم الثبوت امام ہیں۔ متعدد صحابۂ کرام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ سفیان کا صیرفی الحدیث خطاب تھا یعنی کھری کھوٹی احادیث کا پرکھنے والا۔ ابن شعیب نے کہا کہ بصرہ، کوفہ، حجاز، شام میں ابراہیم سے زیادہ علم والا کوئی نہ تھا۔ حسن بصری، ابن سیرین، ان سے اعلم نہیں تھے[1] انتقال پر حضرت شعبی نے کہا کہ انھوں نے اپنے بعد کسی کو اپنے سے زیادہ علم والا نہیں چھوڑا۔ ابوالمثنیٰ نے کہا۔ کہ علقمہ حضرت ابن مسعود کے فضل وکمال کے نمونہ تھے اور ابراہیم نخعی تمام علوم میں علقمہ کے آئینہ ہیں[2] حضرت علقمہ کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ فقیہ العراق کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ۵۰ھ میں پیدا ہوئے ۹۶ھ میں وصال فرمایا۔ حضرت امام اعظم کو چھبیس سال ان کا زمانہ نصیب ہوا۔

**امام شعبی** متوفی ۱۰۴ھ یا ۱۰۶ھ پانسو صحابہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ایک بار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مغازی کا درس دیتے ہوئے ان کو دیکھا تو فرمایا! واللہ یہ اس فن کو مجھ سے اچھا جانتے ہیں۔

**مسلمہ بن کہیل** جندب بن عبداللہ، ابن ابی اوفیٰ، ابوطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بہت سے صحابہ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ کثیر الروایت اور صحیح الروایت بھی تھے۔

**ابواسحٰق سبیعی** ۳۸ صحابہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ جن میں مشاہیر یہ ہیں۔ عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، ابن زبیر، نعمان بن بشیر، زید بن ارقم، علی بن المدینی نے کہا کہ ابواسحٰق کے شیوخ حدیث کی تعداد تین سو ہے۔

**سماک بن حرب** اسّی صحابہ سے ملاقات کا ان کو شرف حاصل ہے۔ امام سفیان ثوری نے کہا کہ ان سے کبھی حدیث میں غلطی نہیں ہوئی۔

**محارب بن دثار** متوفی ۱۱۶ھ حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی ہے۔ یہ کوفے کے قاضی بھی تھے۔ ائمہ حدیث ان کے مداح اور ان کو ثقہ تسلیم کرتے تھے۔

**عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود** حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیثیں روایت کی ہیں نہایت ثقہ اور پرہیزگار تھے۔

**ہشام بن عروہ بن زبیر** حواری رسول اللہ حضرت زبیر کے پوتے تھے۔ سفیان ثوری، امام مالک، ابن عیینہ ان کے تلمیذ تھے۔ ان کی جلالتِ شان متفق علیہ ہے۔

---

[1] حاشیۂ خلاصۃ التہذیب، [2] تہذیب التہذیب،

www.sirat-e-mustaqeem.net

**سلیمان بن مہران معروف باعمش** حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملاقات کا شرف حاصل تھا۔ مؤخرالذکر سے حدیث بھی روایت کی ہے۔ شعبہ وسفیان ثوری کے استاذ ہیں۔ ان کی پیدائش ۵۹ھ یا ۶۰ھ میں ہوئی اور وصال ۱۴۵ھ یا ۱۴۷ھ یا ۱۴۸ھ میں ہوا۔

**حماد بن ابی سلمان فقیہ عراق** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سنی تھی اور بڑے بڑے ائمہ تابعین سے ان کو تلمذ کا شرف حاصل تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو متوارث علوم چلے آرہے تھے ان کے یہی وارث تھے۔ امام شعبہ مسعر وغیرہ انھیں کے فیض صحبت سے مستفید ہوئے تھے۔ ان کا ۱۲۰ھ میں وصال ہوا۔ حضرت ابراہیم نخعی کے بعد ان کے مسند پر یہ بیٹھے۔ انھیں بزرگوں کی وجہ سے سفیان بن عیینہ جیسے مسلم الثبوت امام الحدیثین یہ فرمایا کرتے تھے مناسک کے لئے مکہ، قرأت کے لئے مدینہ، حرام وحلال کے لئے کوفہ ہے۔[1]

**حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ** سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس وقت صحابۂ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفے ہی میں تھے۔ جن کی زیارت سے حضرت امام اعظم مشرف ہوئے۔ ان کا وصال ۸۷ھ میں ہوا۔ حضرت امام اعظم کو ان کی حیات مبارکہ کے سترہ سال نصیب ہوئے۔

کوفے کو مرکز علم وفضل بنانے میں ان ایک ہزار پچاس صحابۂ کرام نے جو کیا وہ تو کیا ہی اصل فیض حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود وہ جلیل القدر صحابی ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

رضیت لامتی ما رضی لھا ابن ام عبد وسخطت لامتی ما سخط لھا ابن ام عبد یعنی ابن مسعود[2]

میری امت کے لئے ابن مسعود جو پسند کریں وہ میں بھی پسند کرتا ہوں۔ اور جو وہ ناپسند کریں میں بھی ناپسند کرتا ہوں۔

ان کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفے کا قاضی اور وہاں کے بیت المال کا منتظم بنایا تھا۔ اسی عہد میں انھوں نے کوفے میں علم وفضل کے دریا بہائے۔ اسرار الانوار میں ہے:۔

کوفے میں ابن مسعود کی مجلس میں بیک وقت چار چار ہزار افراد حاضر ہوتے ایک بار حضرت علی کوفہ تشریف لے گئے اور حضرت ابن مسعود ان کے استقبال کے لئے آئے تو سارا میدان ان کے تلامذہ سے بھر گیا۔ انھیں دیکھ کر حضرت علی نے خوش ہو کر فرمایا ابن مسعود! تم نے کوفے کو علم وفقہ سے بھر دیا۔ تمھاری بدولت یہ شہر مرکز علم بن گیا۔

---

[1] معجم البلدان ج ۴ ص ۲۹۲ ذکر کوفہ ۔ [2] استیعاب

پھر اس شہر کو باب مدینۃ العلم حضرت علی نے اپنے روحانی و عرفانی فیض سے ایسا سینچا۔ کہ تیرہ سو سال گزرنے کے باوجود پوری دنیا کے مسلمان اس سے سیراب ہو رہے ہیں۔ خواہ علم حدیث ہو خواہ علم فقہ۔ اگر کوفے کے راویوں کو ساقط الاعتبار کر دیا جائے تو پھر صحاح ستہ، صحاح ستہ نہ رہ جائے گی۔

امام شعبی نے کہا کہ صحابہ میں چھ قاضی تھے۔ ان میں سے تین مدینے میں تھے۔ عمر، ابی بن کعب، زید۔ اور تین کوفے میں۔ علی، ابن مسعود، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم [1]

امام مسروق نے کہا میں نے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ان میں چھ کو منبع علم پایا، عمر، علی، ابن مسعود، زید، ابو الدرداء، اور ابی بن کعب۔ اس کے بعد دیکھا تو ان چھوں کا علم ان دو میں مجتمع پایا۔ علی۔ اور ابن مسعود۔ ان دونوں کا علم مدینے سے بادل بن کے اٹھا اور کوفے کی وادیوں پر برسا۔ ان آفتاب و ماہتاب نے کوفے کے ذرے ذرے کو چمکا دیا [2]

**زمانہ** اوپر گزر چکا کہ حضرت امام اعظم جس زمانے میں پیدا ہوئے یہ صحابۂ کرام کا اخیر اور تابعین کا ابتدائی دور تھا۔ اس دور میں بھی قریب قریب بیس صحابۂ کرام باحیات تھے۔ جیسا کہ دُرِّ مختار میں ہے۔ اسکو بعض لوگوں نے مبالغہ پر محمول کیا ہے۔ لیکن میں نے اکمال کی مدد سے جو فہرست مرتب کی ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کس سن میں ہوئی اس بارے میں دو قول مشہور ہیں۔ ۷۰ھ یا ۸۰ھ زیادہ تر لوگ ۸۰ھ کو ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن بہت سے محققین نے ۷۰ھ کو ترجیح دی ہے۔ اس خادم کے نزدیک بھی یہی صحیح ہے کہ حضرت امام کی ولادت ۷۰ھ میں ہوئی۔ اگر ۸۰ھ ہی میں ولادت مانیں تو اس وقت یہ مندرجہ ذیل صحابۂ کرام مختلف دیار میں باحیات تھے۔

(۱) حضرت انس بن مالک بصرہ میں متوفی ۹۲ھ یا ۹۳ھ (۲) حضرت مالک بن الحویرث بصرہ میں متوفی ۹۴ھ (۳) حضرت سہل بن سعد ساعدی مدینے میں متوفی ۸۸ھ یا ۹۱ھ مدینہ طیبہ میں وصال فرمانے والے صحابۂ کرام میں آپ سب کے اخیر ہیں۔ (۴) مالک بن اوس مدینے میں متوفی ۹۲ھ (۵) حضرت واثلہ بن الاسقع شام میں متوفی ۸۳ھ یا ۸۵ھ یا ۸۶ھ (۶) مقدام بن معدیکرب شام میں متوفی ۸۷ھ (۷) حضرت ابو اُمامہ باہلی حمصی، شام میں متوفی ۸۶ھ (۸) ابو الطفیل عامر بن واثلہ بروایتے مکہ میں متوفی ۱۰۰ھ یا ۱۱۰ھ (۹) حضرت عمرو بن حُریث کوفے میں متوفی ۸۵ھ (۱۰) حضرت عبد اللہ بن اوفی کوفے میں متوفی ۸۷ھ کوفے میں وصال فرمانے والے صحابۂ کرام میں سب سے آخر ہیں۔ (۱۱) حضرت ابو امامہ انصاری متوفی ۱۰۰ھ (۱۲) حضرت سائب بن خلاد متوفی ۹۱ھ (۱۳) حضرت ابو البَدّاح متوفی ۱۱۷ھ (۱۴) محمود بن ربیع متوفی ۹۱ھ (۱۵) محمود بن لبید متوفی ۹۶ھ (۱۶)

---

[1] حاکم، [2] اعلام الموقعین لابن قیم امام غیر مقلدین۔

قبیصہ بن ذویب متوفی ۸۶ھ (۱۷) حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری متوفی ۸۱ھ (۱۸) حضرت عبداللہ بن جزء مصری متوفی ۸۵ھ (۱۹) سائب بن یزید متوفی ۸۰ھ یا ۸۲ھ یا ۹۱ھ یا ۹۴ھ[1]۔

بربنائے تحقیق جب حضرت امام اعظم کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی ہے تو مزید ان صحابۂ کرام کا زمانہ بھی انھیں نصیب ہوا۔ (۲۰) حضرت جابر بن عبداللہ انصاری مدینے میں متوفی ۷۴ھ (۲۱) حضرت ابوسعید خدری مدینے میں متوفی ۷۴ھ (۲۲) حضرت سلمہ بن اکوع مدینے میں متوفی ۷۴ھ (۲۳) حضرت رافع بن خدیج مدینے میں متوفی ۷۳ھ (۲۴) حضرت جابر بن سمرہ کوفے میں متوفی ۷۴ھ (۲۵) حضرت ابوجحیفہ کوفے میں متوفی ۷۴ھ (۲۶) حضرت زید بن خالد کوفے میں متوفی ۷۸ھ (۲۷) حضرت محمد بن حاطب بروایتے کوفے بروایتے مکے میں متوفی ۷۴ھ (۲۸) حضرت ابوثعلبہ خشنی متوفی ۷۵ھ (۲۹) حضرت عبداللہ بن بُسر متوفی ۷۴ھ (۳۰) سائب بن خباب متوفی ۷۰ھ[2] اگر کچھ اور کوشش کی جاتی تو یہ تعداد اور بڑھ جاتی ان میں سے کم از کم سات صحابۂ کرام کی زیارت حضرت امام نے کی ہے۔ حضرت انس کی۔ ان کو حضرت امام نے کئی بار دیکھا ہے فرمایا کہ وہ سُرخ خضاب استعمال کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن اوفی کو جن کا ۸۶ھ میں کوفے میں وصال ہوا اور سہل بن سعد ساعدی اور ابوالطفیل عامر بن واثلہ۔ اور عمر بن حریث ان کا بھی ۸۵ھ میں کوفے میں وصال ہوا اور عبداللہ بن حارث بن جزء اور واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ بلکہ بعض محققین اس کے بھی قائل ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی زیارت کی بلکہ ان سے حضرت امام نے حدیث بھی سنی ہے اس کی کچھ لوگ اس لئے مخالفت کرتے ہیں کہ حضرت جابر کا وصال ۷۴ھ میں ہوا۔ اور حضرت امام کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم بتا آئے ہیں کہ بہت سے محققین نے یہ کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت امام کی ولادت ۸۰ھ سے میں ہوئی تو کوئی اعتراض نہیں۔ اس تقدیر پر تین اور صحابہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت جابر بن سمرہ، حضرت ابوجحیفہ، حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قول کی بناء پر کوفے ہی وصال فرمایا اس قول کی بنا پر ان حضرات کی بھی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس لئے حضرت امام اعظم تابعی ہوئے۔ اور ان احادیث کے مصداق ہوئے۔

طوبیٰ لمن رأنی وآمن بی وطوبیٰ لمن رأی من رأنی۔

اے خوشی کا مژدہ ہو جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ اور اے جس نے میرے دیکھنے والوں کو دیکھا۔

لا تمس النار مسلما رآنی ورأی من رآنی۔ رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص ۵۵۴۔

اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والوں کو دیکھا۔

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۲۲، اصابہ ج ۲ ص ۱۲، [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۱۳۔

خیر امتی قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم میری امت میں سب سے بہتر میرے زمانے والے ہیں پھر وہ جو ان کے بعد ہیں پھر وہ جو ان کے بعد ہیں۔

متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص۵۵۳۔

یہ وہ فخر ہے جو حضرت امام اعظم کے اقران میں دوسرے ائمہ کو نصیب نہ ہوا نہ امام مالک کو نہ امام اوزاعی کو نہ سفیان ثوری کو نہ لیث بن سعد کو۔ حضرت امام کا تابعی ہونا اتنا محقق ہے کہ علامہ ابن حجر عسقلانی کو بھی باوجود شافعی عصبیت کے یہ تسلیم کرنا پڑا کہ حضرت امام اعظم تابعی تھے انھوں نے کوفے میں اس وقت موجود متعدد صحابہ کی زیارت کی۔

تابعی ہونے کے لئے صحابی کی صرف رویت کافی ہے روایت شرط نہیں جیسے صحابی ہونے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کافی ہے۔ خود امام بخاری نے صحابی کی یہ تعریف کی ہے۔

من صحب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او رآہ من المسلمین فھو من اصحابہ بخاری ج۱ ص۵۱۵۔ جسے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی یا جس نے آنحضور کی زیارت کی وہ حضور کے اصحاب میں سے ہے

حضرت امام اعظم کی تابعیت سے انکار بداہت کا انکار ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق حضرت امام اعظم کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی ہے۔ اگر اسے کوئی صاحب صحیح نہ مانیں ۸۰ھ ہی سن ولادت مانیں جب بھی خود کوفے میں حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ اور ایک قول کی بنا پر حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ بھی کوفے ہی میں تشریف فرما تھے۔ تو ان حضرات کی زیارت کرنا یقینی ہے۔ اس دور میں مسلمانوں کو صحابۂ کرام کی زیارت اور ان سے حصول برکت کا کتنا شوق تھا یہ سب کو معلوم ہے کیا کسی کو اس کا گمان ہو سکتا ہے کہ حضرت امام اعظم سترہ اٹھارہ یا کم از کم سات آٹھ سال کے ہو گئے اور ان کے شفیق والدین نے انھیں صحابی رسول اللہ کی زیارت اور دعا سے محروم رکھا ہوگا۔ اور اگر بالفرض یہی مان لیا جائے کہ مؤخر الذکر مکے ہی میں تھے تو ان کی زیارت کرنا بھی یقینی ہے۔ اس لئے کہ بر بنائے قول صحیح ان کا وصال ۱۱۰ھ میں ہوا ہے۔ اس وقت تک حضرت امام کی عمر مبارک کم از کم تیس سال تھی۔ پہلا حج حضرت امام اعظم نے ۹۶ھ میں اپنے والد کے ہمراہ کیا ہے[1]۔ اور حضرت امام اعظم نے پچپن ۵۵ حج کئے تھے۔ ۱۵۰ھ دوسری شعبان کو وصال ہوا ہے۔ اس حساب سے ظاہر کہ حضرت ابوالطفیل کی حیات میں انھوں نے پندرہ حج کئے اور اگر ان کا وصال ۱۱۰ھ میں مانا جائے تو ان کی حیات میں کم از کم پانچ حج کئے۔ کون ایسا بدبخت مسلمان ہوگا کہ اسے معلوم ہو کہ مکہ معظمہ میں صحابی رسول موجود ہیں اور ان کی زیارت کا شرف نہ حاصل کرے۔ اسی طرح بروایت صحیح ثابت ہے کہ حضرت امام نے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی متعدد بار زیارت کی۔ حضرت انس کوفہ تشریف لاتے رہتے تھے حضرت علامہ ابن حجر نے حضرت انس

---

[1] مناقب للموفق، کردری؛

اور حضرت عبداللہ بن اوفی کی زیارت کی تصریح کی ہے تفصیل کے لئے تبییض الصحیفہ ص۲ کا مطالعہ کریں۔ علاوہ ازیں تہذیب التہذیب میں بھی حضرت ممدوح نے تصریح کی ہے کہ امام اعظم نے حضرت انس کو دیکھا ہے۔ علاوہ ازیں ابن سعد نے اپنے طبقات میں بھی اس کی تصریح کی ہے۔ نیز امام ذہبی، امام نووی، خطیب بغدادی، دارقطنی، ابن الجوزی، علامہ زین عراقی، علامہ سخاوی، امام یافعی، امام جزری، امام ابونعیم، علامہ ابن حجر مکی، علامہ ابن عبدالبر سمعانی، علامہ عبدالغنی مقدسی، سبط ابن الجوزی، فضل اللہ قریشی، ولی عراقی، ابن الوزیر علامہ خطیب قسطلانی وغیرہ نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ امام اعظم نے حضرت انس کی زیارت کی ہے۔ ائمہ احناف میں سے جنھوں نے یہ قول کیا ہے۔ ان کی تعداد ان کے علاوہ ہے۔

**صحابہ سے سماع حدیث** یہ موضوع البتہ غور طلب ہے کہ حضرت امام اعظم نے کسی صحابی سے حدیث سنی ہے یا نہیں۔ جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی صحابی سے حدیث نہیں سنی ان کا سب سے بڑا استدلال یہ ہے کہ اگر حضرت امام اعظم نے کسی صحابی سے حدیث سنی ہوتی تو ان کے اخص الخواص تلامذہ حضرت امام ابویوسف حضرت امام محمد اسکو ضرور روایت کرتے۔

لیکن یہ کوئی ضروری نہیں۔ امام مسلم امام بخاری کے تلمیذ ہیں اور امام بخاری کے انتہائی مداح مگر اپنی صحیح میں ان سے ایک بھی حدیث نہیں روایت کی۔ اس کے برخلاف حضرت امام ابویوسف کے واسطے سے ایسی احادیث کی روایت بھی ثابت ہے علامہ موفق نے اپنے مناقب میں امام ابویوسف کے واسطے سے حدیث نقل فرمائی کہ حضرت امام ابوحنیفہ نے فرمایا میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الدال علی الخیر کفاعلہ واللہ یحب اعانۃ اللھفان۔ نیکی کی رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کے مثل ہے اور اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کی دستگیری کو پسند فرماتا ہے۔

یہ ایک نظیر ہے ورنہ مناقب موفق کا مطالعہ کریں ان میں امام ابویوسف کی متعدد ایسی روایتیں ہیں۔ جو حضرت امام اعظم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے براہ راست سنی ہیں۔

اسکے علاوہ مسند حصکفی میں جامع بیان العلم فتح المغیث للسخاوی۔ میں متعدد ایسی احادیث کی نشاندہی کی ہیں جنھیں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے براہ راست صحابہ سے سنی ہیں۔

اس لئے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صحابہ کی زیارت اور ان سے روایت دونوں ثابت ہے اور رویت و زیارت کا ثبوت ہر شک و شبہے سے بالاتر ہے۔

**تعلیم** حضرت امام اعظم کے بچپن کا زمانہ فتنوں سے بھرا تھا۔ شہنشاہ عبدالملک بن مروان کی طرف سے مشہور زمانہ سنگدل

حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تھا۔ چونکہ پیشوایان مذہب ائمہ وقت حجاج کی چیرہ دستیوں سے خوش نہیں تھے۔ اس لئے یہی لوگ اس کے مظالم کے زیادہ نشانہ تھے۔ فقہا، محدثین اگرچہ علم فقہ وعلم حدیث کی تعلیم وتدریس میں مصروف تھے۔ مگر پورا عراق حجاج کے مظالم سے بے اطمینانی کی حالت میں تھا۔ حضرت امام اعظم اپنے ابتدائی دور میں آبائی پیشہ تجارت میں مصروف رہے۔ اور کپڑے کا ایک کارخانہ قائم کرلیا تھا ــــــ مسلمانوں کی خوش بختی کہ ۹۵ھ میں حجاج اور ۹۶ھ میں ولید بن عبدالملک مرگیا۔ اور اس کی جگہ سلیمان بن عبدالملک تخت نشیں ہوا۔ سعادت ازلی نے اسکی رہنمائی کی کہ اس نے، حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اپنا مشیر خاص بنایا اور مرتے وقت اپنے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ولی عہد کرگیا۔ یہ ۹۹ھ میں مرگیا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے مسند خلافت کو زینت بخشی تو انھوں نے جہاں ملک کی سیاسی انتظامی بدعنوانیوں کا ازالہ کیا وہیں احادیث نبویہ وقضایا صحابہ کی تلاش وجستجو اور جمع وتدوین اور نشر واشاعت پر خصوصی توجہ دی۔ جس کی قدرے تفصیل گذر چکی ہے۔

اسی دور میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا۔ اور اس پر محرک یہ واقعہ بھی ہوا حضرت امام ایک دن بازار جارہے تھے۔ راستے میں حضرت شعبی کا گھر پڑتا تھا حضرت امام جب ان کے مکان سے گذرے تو امام شعبی نے انکو بلایا اور پوچھا کس سے پڑھتے ہو انھوں نے جواب دیا کسی سے نہیں۔ امام شعبی کے فرمایا تم میں استعداد کے جوہر نظر آرہے ہیں۔ علماء کے پاس بیٹھا کرو اس نصیحت نے ان کے دل میں گھر کرلیا پھر پوری توجہ اور اہتمام سے تحصیل علم میں مصروف ہوگئے۔

ابتداءً حضرت امام کی توجہ علم کلام پر تھی علم کلام سے مراد آج کا موجودہ علم کلام نہیں بلکہ اس عہد میں مذہبی بنیادی اختلافات پر قرآن وحدیث سے صحیح موقف کی حمایت اور غلط نظرے کی تردید مراد ہے۔ لیکن حضرت امام نے دیکھا کہ مسلمانوں کے عوام وخواص حکام قضاۃ زہاد سب کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ فقہ ہے۔ ایک دن ایک عورت آئی اور اس نے حضرت امام اعظم سے یہ پوچھا کہ سنت کے طریقے پر طلاق دینے کی کیا صورت ہے یہ خود نہ بتاسکے اس سے کہا کہ حضرت حماد سے جاکر پوچھ لے اور وہ جو بتائیں مجھے آکر بتادینا۔ حضرت حماد کا گھر قریب ہی تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ عورت واپس آئی اور حضرت حماد کے جواب کو بتایا۔ حضرت امام اعظم فرماتے ہیں اس سے مجھے بہت غیرت ہوئی اور اٹھا حضرت حماد کے یہاں حاضر ہوا اور ان سے فقہ حاصل کرنے لگا۔

**تحصیل حدیث** احناف کی کتب فقہ واصول فقہ اس کی شاہد عدل ہیں کہ فقہ حنفی کی بنیاد، کتاب اللہ، احادیث رسول اللہ پھر اجماع امت پر علی الترتیب ہے۔ سب پر مقدم کتاب اللہ ہے۔ کتاب میں کوئی حکم شرعی ملتا ہے تو وہ سب پر مقدم ہے اگرچہ وہ صراحۃً نہ ملے۔ اشارۃً ملے اقتضاءً ملے۔ جب کتاب اللہ میں کوئی حکم نہیں ملتا تو دوسرے درجہ پر احادیث ہیں۔ جب احادیث میں بھی کوئی حکم نہیں ملتا تو امت کے اجماع کو دیکھتے ہیں۔ اگر اس خصوص میں امت کا اجماع نہیں ملتا تو اس کے بعد قیاس کی منزل آتی ہے۔ یہ ترتیب وہی ہے جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن جاتے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

استفسار پر عرض کیا تھا۔ جس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیحد پسند فرمایا اس کی تفصیل یہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کا والی نامزد فرمایا تو پوچھا اے معاذ! فیصلہ کس بنیاد پر کروگے انھوں نے عرض کیا اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا فرمایا اگر اس میں نہ پاؤ تو۔ عرض کیا رسول اللہ کی سنت سے۔ فرمایا اگر اس میں بھی تم نہ پاؤ تو۔ عرض کیا اجتھدُ برائی۔ پورا غور و خوض کرکے اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا۔ یہ جواب سنکر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جوش مسرت میں ان کے سینے پر دست مبارک ملا اور فرمایا۔

الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی بہ رسول اللہ [1]

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے رسول اللہ کے فرستادہ کو اس بات کی توفیق دی جو رسول کو پسند ہے۔

اس پر احناف کے لاکھوں لاکھ مسائل کا ایک ایک جزئیہ شاہد ہے۔ احناف کو اس بارے میں اتنا اہتمام ہے کہ کتاب اللہ کے عام میں قیاس تو قیاس خبر واحد سے بھی تخصیص نہیں کرتے۔ کتاب اللہ کے مطلق کو قیاس تو بہت بعید ہے خبر واحد سے بھی مقید نہیں کرتے۔ اس پر ذیل کا واقعہ شاہد ہے۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ میں امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں ابو مطیع نے کہا۔ میں کوفے کی جامع مسجد میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ تھا۔ کہ حضرت امام جعفر صادق۔ سفیان ثوری۔ مقاتل بن حیان۔ حماد بن سلمہ وغیرہ بہت سے فقہاء آئے۔ ان حضرات نے، حضرت امام ابوحنیفہ سے کہا۔ ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ آپ دین میں قیاس بہت کرتے ہیں اس سے ہمیں اندیشہ ہے۔ اس پر حضرت امام نے ان لوگوں کے سامنے اپنے مسائل پیش کئے۔ اور صبح سے زوال کے پہلے تک ان لوگوں سے مناظرہ ہوتا رہا۔ امام نے کہا۔ میں کتاب اللہ پر عمل سب پر مقدم رکھتا ہوں۔ پھر سنت پر۔ پھر صحابہ کے متفقہ فیصلے پر۔ پھر ان کے مختلف فیہ فیصلوں میں جو قوی ہو اس پر۔ اس کے بعد قیاس کرتا ہوں۔ حضرت امام اعظم نے جو اصول بتائے اسی پر اپنے تمام مسائل ثابت کر دیئے جس کے نتیجے میں وہ حضرات باغ باغ ہوگئے اور سب نے ان کے ہاتھوں اور گھٹنوں کو بوسے دیئے اور فرمایا۔

انت سید العلماء فاعف عنا فیما مضی منا من و قیعتنا فیک بغیر علم فقال غفر اللہ تعالیٰ لنا ولکم اجمعین

آپ علماء کے سردار ہیں اب تک ہم نے غلط فہمی میں آپ کو جو کچھ کہا ہے اسے معاف کردیں امام نے فرمایا۔ اللہ مجھے اور آپ سب لوگوں کو معاف فرمائے۔

چونکہ احادیث فقہ کی بھی بنیاد ہیں۔ اور کتاب اللہ کے معانی و مطالب کی بھی اساس ہیں۔ اس لئے حضرت امام اعظم نے حدیث کی تحصیل میں انتھک کوشش کی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ حدیث کا درس شباب پر تھا۔ تمام بلاد اسلامیہ میں اس کا درس زور و شور کے ساتھ جاری تھا۔ اور کوفہ تو اس خصوص میں ممتاز تھا۔ کوفے کا اس وصف خصوصی میں امتیاز امام بخاری کے عہد تک باقی رہا۔

---

[1] مشکوٰۃ رواہ الترمذی وابوداؤد والدارمی ۱ ص ۳۲۴)

اسی لئے موصوف کوفہ اتنی بار گئے کہ خود فرمایا شمار نہیں کرسکتا۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض و عناد کی بنا پر کوفے سے شدید نفرت رکھنے والے ایک مجتہد صاحب نے کوفے کے ان مشاہیر کی تعداد تیرہ بتائی ہے جن سے امام بخاری کو شرف تلمذ حاصل ہے۔ جب کہ مدینہ طیبہ کے ایسے مشائخ کی تعداد صرف چھ اور مکہ معظمہ کے صرف پانچ اور بغداد کے صرف چار بتا سکے ہیں [1]

اس سے ظاہر ہے کہ اسّی سال کے بعد جب کوفے کا یہ حال تھا تو اسی سال پہلے عہد تابعی میں کوفے کی گلیوں میں علم حدیث کا دریا کتنا موجزن رہا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ جو شہر ایک ہزار پانچسو صحابۂ کرام کے قدوم میمنت لزوم سے فیض یاب ہو چکا ہو وہ بھی ان منتخب سابقین اولین سے جن میں ستر بدری اور تین سو اصحاب بیعت رضوان تھے۔ پھر جسے باب العلم حضرت علی حضرت سعد بن وقاص حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت مغیرہ بن شعبہ حضرت ابو موسیٰ اشعری حضرت عبداللہ بن عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے اپنے وجود باجود سے خیر و برکت کا سرچشمہ بنا دیا ہو وہ یقیناً اسی لائق ہے کہ امیر المومنین فی الحدیث ہونے کے لئے امام بخاری بھی اس شہر کے تمام بلاد اسلامیہ سے زیادہ محتاج رہے۔

حضرت امام نے حدیث کی تحصیل کی ابتدا یہیں سے کی۔ کوفے میں کوئی ایسا محدث نہ تھا جس سے آپ نے حدیث اخذ نہ کی ہو۔ ابوالحاسن شافعی ہیں مگر ان کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا کہ ترانوے وہ مشائخ ہیں جو کوفے کے ساکن تھے یا کوفے میں تشریف لائے جن سے امام اعظم نے حدیث اخذ کی۔ اور یہ تو کوئی بھی تہذیب الاسماء تذکرۃ الحفاظ وغیرہ کا مطالعہ کرکے معلوم کرسکتا ہے کہ امام صاحب نے کوفے کے ایسے ۲۹ محدثین سے حدیث حاصل کی جن میں اکثر تابعی تھے۔ جن میں چند مشاہیر کے نام ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ مسلم الثبوت ائمہ محدثین ہیں کہ سفیان ثوری امام احمد بن حنبل وغیرہ کے سلسلۂ اسناد میں ان میں کے اکثر بزرگ ہیں۔ حضرت امام اعظم کے مشائخ حدیث میں، امام شعبہ بھی ہیں انھیں دو ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ سفیان ثوری نے انھیں امیر المومنین فی الحدیث کہا ہے۔ امام شافعی نے فرمایا کہ اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث اتنی عام نہ ہوتی۔ ۱۶۰ھ میں وصال ہوا۔ جب سفیان ثوری کو ان کی وفات کی خبر پہونچی تو انھوں نے کہا کہ آج علم حدیث مرگیا۔ امام شعبہ کو حضرت امام اعظم سے قلبی لگاؤ تھا۔ غائبانہ ان کی ذہانت و نکتہ رسی کی تعریف کرتے رہتے ایک بار ذکر آیا تو شعبہ نے کہا جس طرح مجھے یقین ہے کہ آفتاب روشن ہے اسی یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ علم اور ابو حنیفہ ہم نشین ہیں۔ یحیی بن معین استاذ امام بخاری سے کسی نے امام اعظم کے بارے میں پوچھا کہ ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا۔ اس قدر کافی ہے کہ شعبہ نے انھیں حدیث روایت کرنے کی اجازت دی شعبہ آخر شعبہ ہی تھے۔ عقود الجمان باب دہم۔

---

[1] سیر بخاری ص ۲۵، ۲۶،

کوفے کے علاوہ حضرت امام اعظم نے بصرے کے تمام محدثین سے حدیثیں حاصل کیں۔ اس وقت بصرہ بھی علم و فضل خصوصاً علم حدیث کی بہت اہم درسگاہ تھا۔ یہ شہر بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسایا تھا اور یہ شہر خصوصیت سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ مرکز حدیث بن گیا تھا۔ علامہ ذہبی جیسے مبصر نے دوسرے تیسرے دور میں جن عظیم شخصیتوں کو محدث کا خطاب دیا ہے وہ بصرے یا کوفے ہی کے رہنے والے یا یہاں اکثر آمد رفت رکھنے والے تھے۔ تذکرۃ الحفاظ۔

حضرت امام اعظم نے ان دونوں مراکز سے ہزاروں ہزار۔ احادیث حاصل کیں۔ مگر امام اعظم ہونے کے لئے ابھی اور بہت کچھ ضرورت باقی تھی یہ کمی حرمین طیبین سے پوری فرمائی۔ گذر چکا کہ پہلا سفر حضرت امام نے ۹۶ھ میں کیا تھا۔ اور عمر میں ۵۵ حج کئے ۱۵۰ھ میں وصال ہوا تو اس سے ثابت ہوا کہ ۹۶ھ کے بعد کسی سال حج ناغہ نہ ہوا۔ اس لئے حرمین طیبین کی حاضری کم از کم ۵۵ بار ۹۶ھ کے بعد سے مسلسل بلاناغہ ہوئی۔ اس عہد میں حضرت عطاء بن رباح مکہ معظمہ میں سرتاج محدثین تھے۔ یہ تابعی ہیں دو سو صحابۂ کرام کی صحبت کا ان کو شرف حاصل ہے۔ خصوصاً حضرت ابن عباس، ابن عمر، اُسامہ، جابر، زید بن ارقم، عبداللہ بن سائب، عقیل بن رافع، ابوالدرداء، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی احادیث سنی ہیں۔ یہ محدث ہونے کے ساتھ ہی ساتھ بہت عظیم مجتہد بھی تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے تھے کہ عطاء کے ہوتے ہوئے لوگ میرے پاس کیوں آتے ہیں۔ ایام حج میں حکومت کی طرف سے اعلان عام ہو جاتا تھا کہ، عطاء کے علاوہ اور کوئی فتویٰ نہ دے۔ اساطین محدثین۔ امام اوزاعی۔ امام زہری، امام عمرو بن دینار انھیں کے تلمیذ خاص تھے۔

حضرت امام اعظم جب ان کی خدمت میں تلمذ کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت عطاء نے ان کا عقیدہ پوچھا امام اعظم نے کہا میں اسلاف کو برا نہیں کہتا، گنہگار کو کافر نہیں کہتا۔ ایمان بالقدر رکھتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت عطاء نے داخل حلقہ درس کیا۔ دن بدن حضرت امام کی ذکاوت فطانت روشن ہوتی گئی۔ جس سے حضرت عطاء ان کو قریب سے قریب تر کرتے رہے یہانتک عطاء دوسروں کو ہٹا کر امام اعظم کو اپنے پہلو میں بٹھاتے۔ حضرت امام جب مکہ حاضر ہوتے تو اکثر حضرت عطاء کی خدمت میں حاضر رہتے۔ ان کا وصال ۱۱۵ھ میں ہوا تو ثابت ہوا کہ تقریباً بیس سال ان سے استفادہ کرتے رہے۔

مکہ معظمہ میں حضرت امام نے ایک اور وقت کے امام حضرت عکرمہ سے اخذ علوم فرمایا عکرمہ سے کون واقف نہیں۔ یہ حضرت علی ابوہریرہ، ابن عمر، عقبہ بن عمرو، صفوان، جابر، ابوقتادہ، ابن عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے تلمیذ ہیں۔ تقریباً ستر مشاہیر ائمہ تابعین تفسیر و حدیث میں ان کے تلمیذ ہیں۔

مکہ معظمہ عام دنوں میں مرکز علم و فن تھا ہی حج کے ایام میں پوری دنیا اسلام کے ائمہ حدیث و تفسیر و فقہ حرمین طیبین میں اکٹھے ہو جاتے۔ اس لئے حج کے ایام میں ان سب سے اخذ فیض کا بہت اچھا موقع ہوتا۔ اور حضرت امام اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتے

مکہ معظمہ ہی میں امام شام حضرت اوزاعی سے ملاقات ہوئی۔ اوران کا حضرت امام سے مشہور مناظرہ ہوا۔ جس سے امام اوزاعی کی حضرت امام سے مکمل صفائی ہوگئی۔ اور مکہ معظمہ ہی میں دوسرے امام شام حضرت مکحول سے بھی ملاقات ہوئی۔

مدینہ طیبہ میں جب حضرت امام حاضر ہوئے تو فقہاء سبعہ میں سے دو بزرگ باحیات تھے۔ ایک سلیمان جن کا دوسرا نمبر تھا۔ یہ حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام تھے۔ دوسرے حضرت سالم یہ حضرت فاروق اعظم کے پوتے حضرت عبداللہ کے صاحبزادے تھے۔ حضرت امام اعظم نے خصوصیت سے ان دونوں اماموں سے احادیث اخذ کیں۔ ان کے علاوہ اور دوسرے حضرات سے بھی فیض پایا۔

کہنے کو تو حضرت امام اعظم کے طلب علم کا میدان صرف کوفے سے بصرہ اور حرمین طیبین تک محدود ہے مگر اس کی وسعت اتنی ہے کہ چار ہزار شیوخ سے احادیث اخذ کیں۔

## امام اوزاعی اور امام باقر کے واقعات

امام اوزاعی ابتداءً حضرت امام اعظم سے بہت بدظن تھے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک جب بیروت، امام اوزاعی کی خدمت میں علم حدیث کی تحصیل کے لئے پہونچے۔ تو انھوں نے ان سے پوچھا کہ کوفے میں ابوحنیفہ کون ہیں؟ جو دین میں نئی نئی باتیں پیدا کرتے رہتے ہیں۔ عبداللہ بن مبارک نے کوئی جواب نہیں دیا۔ واپس چلے آئے۔ دو تین دن کے بعد گئے تو ساتھ میں کچھ لکھے ہوئے اوراق لیتے گئے۔ امام اوزاعی نے ان کے ہاتھ سے وہ اوراق لے لئے۔ سرورق لکھا تھا:۔ قال نعمان بن ثابت۔ ان اوراق کو دیر تک بغور پڑھتے رہے۔ پھر ان سے پوچھا یہ "نعمان" کون ہیں۔ انھوں نے کہا عراق کے ایک صاحب ہیں۔ جن کی صحبت میں میں رہا ہوں۔ فرمایا۔ یہ عظیم شخص ہے۔ عبداللہ بن مبارک نے کہا یہ وہی ابوحنیفہ ہیں۔ جن کو آپ نے مبتدع کہا ہے۔ اب امام اوزاعی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ جب حج کے لئے گئے تو مکہ میں امام اعظم سے ملاقات ہوئی۔ اور انھیں مسائل کا ذکر آیا۔ امام اعظم نے ان مسائل کی توضیح ایسی عمدہ کی کہ امام اوزاعی ششدر رہ گئے۔ عبداللہ بن مبارک بھی موجود تھے۔ امام اعظم کے جانے کے بعد ان سے کہا۔ ان کے فضل وکمال نے ان کو محسود بنا دیا ہے۔ مجھے یقین ہوگیا۔ میری بدگمانی غلط تھی۔ اسکا مجھے بے حد افسوس ہے۔

حضرت امام کے اساتذہ میں حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ ایک بار مدینہ طیبہ کی حاضری میں جب حضرت امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو ان کے ایک ساتھی نے تعارف کرایا۔ کہ یہ ابوحنیفہ ہیں!۔ امام باقر نے، امام اعظم سے کہا۔ وہ تمھیں ہو جو قیاس سے میرے جد کریم کی احادیث رد کرتے ہو۔ امام اعظم نے عرض کیا۔ معاذ اللہ۔ حدیث کو

کون رد کر سکتا ہے۔ حضور اجازت دیں تو کچھ عرض کروں۔ اجازت کے بعد امام اعظم نے عرض کیا۔ حضور! مرد ضعیف ہے یا عورت؟۔ ارشاد فرمایا۔ عورت۔ عرض کیا۔ وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟۔ فرمایا۔ مرد کا۔ عرض کیا میں قیاس سے حکم کرتا تو عورت کو، مرد کا دونا حصہ دینے کا حکم کرتا۔ پھر عرض کیا۔ نماز افضل ہے کہ روزہ؟۔ ارشاد فرمایا۔ نماز۔ عرض کیا قیاس یہ چاہتا ہے کہ جب نماز روزہ سے افضل ہے تو حائضہ پر نماز کی قضاء بدرجۂ اولیٰ ہونی چاہیئے اگر احادیث کے خلاف قیاس سے حکم کرتا تو یہ حکم دیتا کہ حائضہ نماز کی قضاء ضرور کرے!۔ اس پر امام باقر اتنا خوش ہوئے کہ اٹھ کر ان کی پیشانی چوم لی ــــ

ــــ حضرت امام اعظم نے ایک مدت تک حضرت امام باقر کی خدمت میں حاضر رہ کر فقہ و حدیث کی تعلیم حاصل کی۔

اسی طرح ان کے خلف الرشید حضرت امام جعفر صادق سے بھی اکتساب فیض فرمایا ہے۔

حضرت امام اعظم کے اساتذہ ان کا اتنا ادب کرتے تھے کہ دیکھنے والے انگشت بدنداں ہو جاتے تھے۔ محمد بن فضل کا بیان ہے کہ حضرت امام ایک بار خضیب کے پاس ایک حدیث سننے کے لئے حاضر ہوئے۔ خضیب نے آتے دیکھا تو تعظیماً کھڑے ہو گئے اور اپنے برابر بیٹھایا۔ امام صاحب نے پوچھا کہ شتر مرغ کے انڈے کے بارے میں کیا حدیث ہے؟۔ خضیب نے کہا۔ اخبرنی ابو عبیدۃ، عن عبد اللہ بن مسعود، فی بیضۃ النعام یصیبھا المحرم ان فیہ قیمتھا۔

مکہ معظمہ کے مشہور امام محدث عارف باللہ حضرت عمرو بن دینار بھی تھے۔ عمر میں حضرت امام سے تیرہ سال چھوٹے تھے۔ مگر ان سے بھی استفادے میں حضرت امام کو عار نہ تھا۔ ان سے بھی حدیث حاصل کی۔ حضرت امام اعظم جب انکی مجلس میں بیٹھتے تو نہایت مؤدب بیٹھتے۔ اور ادھر حضرت عمرو بن دینار کا حال یہ تھا۔ کہ اگر امام اعظم ہوتے تو کسی اور کی طرف مخاطب نہ ہوتے۔

ابتداء میں لوگ حضرت امام اعظم کی طرف متوجہ نہ ہوئے مگر دن بدن لوگوں کا رجوع بڑھتا گیا۔ کچھ ہی دنوں میں یہ حال ہو گیا جب حج کے لئے جاتے تو اطراف واکناف میں دھوم مچ جاتی کہ "فقیہ عراق" عرب جا رہے ہیں۔ جس شہر جس بستی پر گذر ہوتا ہزاروں ہزار کا مجمع اکٹھا ہو جاتا۔ ایک بار مکہ معظمہ حاضر ہوئے تو فقہاء، محدثین دونوں کی اتنی بھیڑ جمع ہو گئی کہ کہیں تل رکھنے کی جگہ نہ رہی۔ شوق کا یہ عالم کہ لوگ ایک پر ایک گرے پڑتے تھے۔ پریشان ہو کر حضرت امام اعظم نے کہا۔ کوئی ہمارے میزبان سے جا کر کہہ دیتا کہ وہ ان لوگوں کا انتظام کر دیتے تو اچھا تھا۔ ابو عاصم نبیل موجود تھے۔ انھوں نے کہا میں جا کر کہہ دیتا ہوں۔ یہ چند مسئلے رہ گئے ہیں ان کے جوابات ارشاد فرما دیں۔ حضرت امام اعظم نے ان کو اور نزدیک بلا کر پوری توجہ سے سوالات سنے۔ جوابات دیئے۔ ابو عاصم سے فارغ ہو کر دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کے سوالات کے جوابات دینے لگے۔ کچھ دیر کے بعد خیال آیا کہ کسی شخص نے میزبان سے کہنے کا وعدہ کیا تھا۔ دریافت فرمایا وہ شخص کہاں گئے؟۔ ابو عاصم وہیں موجود تھے۔ عرض کیا۔

میں نے وعدہ کیا تھا۔ فرمایا۔ تم گئے نہیں۔ ابو عاصم نے منہ لگے شوخ طالب علم کی طرح کہا۔ میں نے یہ کب کہا تھا۔ کہ ابھی جاؤں گا۔ امام نے فرمایا۔ عرف عام میں اس قسم کے احتمالات کی گنجائش نہیں ان الفاظ سے ہمیشہ وہی معنی مراد لئے جائیں گے جو عوام کی غرض ہوتی ہے۔ یہ ایک لطیفہ ہے مگر اس میں بھی حضرت امام نے ایک فقہی کلیہ بیان فرمادیا۔

حضرت امام اعظم نے زیادہ تر احادیث اجلۂ تابعین سے لی ہیں۔ تابعین میں انھیں سے حدیث لی جو مدت تک صحابی کی صحبت میں رہے۔ تقویٰ، علم وفضل، زہد وورع میں جو اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ اگر معدودے چند ایسے نہیں تو وہ شاذ ونادر ہیں۔ حضرت امام کے وقار کو اپنے اساتذہ کے دلوں میں ان کی قوت اجتہاد نے بہت زیادہ بڑھادیا تھا۔ یہ کبھی اپنی تحقیق پیش کرنے سے چوکتے نہیں تھے۔

ایک دفعہ حضرت حماد کے ساتھ امام اعمش کو رخصت کرنے کے لئے نکلے۔ مغرب کا وقت ہوگیا۔ پانی ساتھ نہیں تھا۔ تلاش کیا مگر نہیں ملا۔ حماد نے فتویٰ دیا کہ تیمم کرلیا جائے۔ امام اعظم نے کہا اخیر وقت تک پانی کا انتظار کرنا چاہئے۔ کچھ آگے بڑھے تو پانی مل گیا۔ سب نے وضو کرکے نماز پڑھی۔

امام شعبی اس کے قائل تھے۔ کہ معصیت میں کفارہ نہیں۔ ایک دفعہ یہ اور امام اعظم کہیں کشتی پر جارہے تھے۔ یہی مسئلہ چھڑ گیا۔ امام اعظم نے فرمایا کہ گناہ میں بھی کفارہ ہے۔ ظہار کے بارے میں ارشاد ہے:

وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا [1] یقیناً یہ لوگ بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ ظہار گناہ ہے اور اس پر کفارہ ہے۔ امام شعبی نے جھنجھلا کر کہا:۔ اَقِيَاسٌ اَنْتَ۔ کیا تم بہت قیاس کرنے والے ہو [2]۔

عطاء بن رباح سے کسی نے اس آیت کے معنی پوچھے۔

وَاٰتَيْنَاهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ [3] اور ہم نے ایوب کو اس کے گھر والے بھی دیئے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور۔

حضرت عطاء نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے حضرت ایوب کی جورو اور اولاد جو مرچکی تھی وہ زندہ کردی۔ اور ان کے ساتھ اتنی ہی اور پیدا کردی۔ حضرت امام اعظم نے کہا۔ جب کوئی شخص کسی کی صلب سے نہ ہو تو وہ اس کی اولاد کیسے ہوگا۔

**عظیم محدث ہونے کے شواہد** حضرت امام اعظم کے عظیم محدث ہونے کی سب سے بڑی۔ سب سے روشن سب سے قوی

---

[1] مجادلہ۔ آیت (۲) [2] عقود الجمان باب ثامن، [3] انبیاء، آیت (۸۴)

دلیل فقہ حنفی ہے۔ فقہ حنفی کے کلیات، جزئیات کو اٹھا کر دیکھو۔ اور دوسری طرف احادیث کی کتابیں اٹھا کر دیکھو۔ جن جن ابواب جن جن مسائل میں صحیح غیر مؤول غیر منسوخ کتاب اللہ کے غیر معارض احادیث ہیں وہ سب کے سب فقہ حنفی کے مطابق ہیں۔ اس کی تصدیق کے لئے امام طحاوی کی معانی الآثار، علامہ عینی کی بخاری کی شرح عمدۃ القاری، ابن ہمام کی فتح القدیر کا مطالعہ کرے۔ اور کچھ خلجان رہ جائے تو اعلحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے مجموعہ فتاوی، فتاوی رضویہ کا مطالعہ کرے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے اس کے حرف حرف کی تصدیق ہو جائے گی۔ اگر معاندین کی یہ بات مان لی جائے کہ حضرت امام اعظم حدیث نہیں جانتے تھے تو ان کا مذہب احادیث کے مطابق کیسے ہے؟

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح[1] سفر السعادت میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت امام اعظم کے پاس بہت سے صندوق تھے جن میں ان احادیث کے صحائف تھے جنھیں حضرت امام ابوحنیفہ نے سنی تھیں۔ آپ نے تین سو تابعین سے علم حاصل کیا۔ آپ کے حدیث کے شیوخ کی تعداد چار ہزار تھی۔ امام ذہبی اور علامہ ابن حجر نے بھی یہی تعداد بتائی ہے۔ مسند خوارزمی میں سیف الائمہ سے بھی یہی تعداد منقول ہے۔

امام بخاری و مسلم وغیرہ محدثین کے استاذ حضرت یحیی بن معین نے فرمایا۔ امام حدیث ابوحنیفہ ثقہ تھے[2]

انھیں کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ میں جرح و تعدیل کی رو سے کوئی عیب نہیں۔ وہ کبھی کسی برائی سے متہم نہ ہوئے[3]

امام ابوداؤد صاحب سنن نے فرمایا:۔ امام ابوحنیفہ امام شریعت تھے[4]

علامہ ابن حجر مکی ہیتمی شافعی نے لکھا کہ حضرت سفیان ثوری نے فرمایا:۔ امام ابوحنیفہ حدیث و فقہ دونوں میں ثقہ اور صدوق ہیں[5]

حافظ ابن حجر مکی نے کہا کہ، علی بن مدینی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ سے، ثوری، ابن مبارک، حماد بن زید، ہشام، وکیع، عباد بن العوام اور جعفر بن عون نے روایت کی۔ نیز فرمایا کہ امام ابوحنیفہ ثقہ ہیں ان میں کوئی عیب نہیں۔

حضرت یحیی بن معین نے فرمایا کہ ہمارے لوگ، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے بارے میں تفریط میں گرفتار ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ امام ابوحنیفہ کی طرف حدیث یا مسائل بیان کرنے میں کسی قسم کی مسامحت یا کذب یا جھوٹ کی نسبت صحیح ہے۔ فرمایا۔ ہرگز نہیں[6]

اسرائیل بن یوسف نے کہا:۔ امام ابوحنیفہ بہت اچھے شخص تھے۔ حدیث کو کما حقہ یاد رکھتے۔ ان کے برابر کوئی نہیں ہوا[7]

---

[1] شرح سفر السعادت مطبوعہ پاکستان ص۱۹ [2] تہذیب التہذیب ج۱۰ ص۵ [3] تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۱۶۸، [4] تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۱۶۸ [5] الخیرات الحسان ص۱۲، [6] الخیرات الحسان فصل ۴۸، [7] ایضاً۔

امام یحیی بن معین سے کسی نے دریافت کیا امام ابوحنیفہ کیسے ہیں؟ فرمایا۔ ثقہ ہیں۔ میں نے یہ نہیں سنا کہ کسی نے ان کو ضعیف کہا ہو[1]

شعبہ بن الحجاج امام اعظم کو لکھا کرتے ہمارے لئے احادیث کی روایت کریں اور فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہ ثقہ اور سچے لوگوں میں سے تھے۔ کبھی ان پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگی۔ وہ اللہ کے دین میں مامون و معتمد تھے۔ صحیح احادیث بیان فرماتے۔

یزید بن ہارون نے کہا۔ میں لوگوں سے ملا پس کسی کو امام صاحب سے بڑھ کر عاقل و فاضل و پرہیزگار نہ پایا[2]

یہ امام بخاری کے استاذ ہیں۔ یہ اعظم الناس کہیں اور امام بخاری بعض الناس۔ ابو محمد بن عیاش نے کہا۔ ابوحنیفہ اپنے زمانے کے لوگوں میں افضل تھے۔ خارجہ بن مصعب نے کہا۔ میں ایک ہزار علماء سے ملا ہوں۔ مگر علم و عقل میں ابوحنیفہ جیسا کسی کو نہیں پایا۔ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری کے استاذ الاستاذ حضرت عبداللہ بن مبارک کے سامنے کسی نے امام اعظم نے برائی کی تو فرمایا۔ تم علماء میں ایک ان کا مثل دکھاؤ۔ ورنہ ہمارا پیچھا چھوڑ دو۔ ہمیں عذاب میں مت ڈالو۔ ان کی مجلس میں بڑوں کو چھوٹا دیکھتا میں انکی مجلس میں اپنے آپکو جتنا کم رتبہ دیکھتا کسی کی مجلس میں نہ دیکھتا۔ اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ یہ کہیں کہ میں افراط سے کام لے رہا ہوں تو میں ابوحنیفہ پر کسی کو مقدم نہیں کرتا۔ نیز فرمایا۔ امام اعظم کی نسبت تم لوگ کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ حدیث نہیں جانتے تھے۔ اور فرمایا۔ ابوحنیفہ کی رائے مت کہو حدیث کی تفسیر کہو۔ اگر ابوحنیفہ تو تابعین بھی ان کے محتاج ہوتے[3] نیز فرمایا۔ خدا کی قسم ابوحنیفہ علم حاصل کرنے میں بہت سخت تھے۔ وہی کہتے تھے۔ جو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ احادیث ناسخ منسوخ کے بہت ماہر تھے۔ معتبر اور دوسری قسم کی احادیث کو تلاش کر لیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کا یہ قول مشہور ہے۔

لولا ان اللہ تعالیٰ اغاثنی بابی حنیفۃ وسفیان کنت کسائر الناس[4] اگر اللہ تعالیٰ نے امام اعظم اور سفیان کے ذریعہ میری دستگیری نہ کی ہوتی تو میں عام آدمیوں میں سے ہوتا۔

یہ عبداللہ بن مبارک وہ مسلم الثبوت امام ہیں کہ امام بخاری نے جزء رفع یدین میں فرمایا:۔

اپنے زمانے میں سب سے بڑے عالم تھے۔ اگر لوگ دوسرے کم علم لوگوں کی اتباع کے بجائے ان کی اتباع کریں تو بہتر ہوتا۔

سفیان بن عیینہ نے کہا۔ عبداللہ بن مبارک اپنے زمانے کے اور شعبی اپنے زمانے کے اور ان کے بعد ابوحنیفہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم ہیں میری آنکھوں نے ان کا مثل نہیں دیکھا۔ مکی بن ابراھیم استاذ امام بخاری نے کہا:۔ امام ابوحنیفہ اپنے

---

[1] بنایہ شرح ہدایہ ج۱ جزء اول ص۹، [2] تبییض الصحیفہ ص۲۱، [3] موفق کردری، [4] تہذیب التہذیب جزء عاشر ص۴۵، والیضاً تبییض الصحیفہ، ص۱۶،

www.sirat-e-mustaqeem.net

زمانے کے اعلم علماء تھے۔

غور کریں، اس زمانے میں، امام مالک، امام اوزاعی، امام سفیان ثوری، امام مسعر بن کدام، امام عبد اللہ بن مبارک، وغیرہ سیکڑوں محدثین موجود تھے۔ انھوں نے امام اعظم کو سب سے زیادہ اعلم کہا۔ یہ مکی بن ابراہیم وہ جلیل القدر بزرگ ہیں۔ جن سے امام بخاری کو ۱۱ ثلاثیات نصیب ہوئیں [1]

امام مالک سے امام شافعی نے متعدد محدثین کا حال پوچھا۔ اخیر میں امام ابو حنیفہ کو دریافت کیا تو فرمایا۔ سبحان اللہ! وہ عجیب ہستی کے مالک تھے۔ میں نے ان کا مثل نہیں دیکھا [2]

سعید بن عروبہ نے کئی مسائل پر امام اعظم سے گفتگو کی۔ بالآخر یہ کہا۔ ہم نے جو متفرق طور پر مختلف مقامات سے حاصل کیا تھا وہ سب آپ میں مجتمع ہیں۔ امام ذہبی نے اس کا مطلب یہ بتایا کہ انھوں نے جو مختلف دیار و امصار، کے کثیر تعداد محدثین سے احادیث حاصل کیں وہ سب امام اعظم کے پاس اکٹھی تھیں [3]

خلف بن ایوب نے کہا۔ ابو حنیفہ نادر الوجود شخص ہیں۔ اللہ عزوجل کی طرف سے علم حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ پھر صحابہ میں تقسیم ہوا۔ پھر تابعین میں پھر ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب میں [4]

اسرائیل بن یونس نے کہا۔ اس زمانے میں لوگ جن جن چیزوں کے محتاج ہیں۔ امام ابو حنیفہ ان سب کو سب سے زیادہ جانتے ہیں [5]

حفص بن غیاث نے کہا۔ امام ابو حنیفہ جیسا ان احادیث کا عالم میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو احکام میں مفید اور صحیح ہوں [6]

ابو علقمہ نے بیان کیا میں نے اپنے شیوخ سے سنی ہوئی بہت سی حدیثوں کو امام اعظم ابو حنیفہ پر پیش کیں۔ تو انھوں نے ہر ایک کا ضروری حال بیان کیا۔ اب مجھے افسوس ہے کہ کل حدیثیں ان کو کیوں نہیں سنا دیں [7]

یہ وہ اجلہ ائمہ محدثین ہیں جن کو درمیان سے نکال دیں یا ان کو دروغ گو کہدیں تو پھر صحاح ستہ ہی ختم ہو جائے۔ انھوں نے حضرت امام اعظم کے بارے میں کیا کیا کہا وہ سن چکے۔ انصاف و دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ جب آپ ان سب کو ثقہ معتمد متدین ہی نہیں حدیث میں امام مانتے ہیں تو جس طرح روایت احادیث میں صدوق تسلیم کر چکے ان کو ان کے ان اقوال میں بھی صدوق تسلیم کرنا ہی پڑیگا۔

**بشارت نبوی** بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، امام احمد بن حنبل سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور طبرانی معجم کبیر میں،

---

[1] تبییض الصحیفہ ص۱۰، [2] الخیرات الحسان [3] مناقب کردری، [4] کردری و تبییض الصحیفہ ص۲۳، [5] ایضاً، [6] موفق کردری، [7] موفق کردری،

شیرازی القاب میں، قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نیز طبرانی اسی معجم میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سلمان کے اوپر اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا:۔

لوکان الایمان عند الثریا لنالہ رجال من ھؤلاء۔ بخاری کتاب التفسیر سورہ جمعہ۔ مسلم فضائل صحابہ ص۳۱۲، ترمذی کتاب التفسیر سورہ جمعہ ص۱۶۴، مناقب فصل النجم ص۲۳۲،

دوسرے طریقے سے یہ الفاظ ہیں۔

لوکان الدین عند الثریا لذھب بہ رجل من فارس او قال من ابناء فارس حتی یتناولہ۔ (مسلم فضائل صحابہ ص۳۱۲)

تیسرے طریقے سے یوں ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سلمان کی ران پر ہاتھ مارا اور فرمایا۔ یہ اور انکے اصحاب والذی نفسی بیدہ لوکان الایمان منوطا بالثریا لتناولہ رجال من فارس (ترمذی تفسیر سورہ محمد ص۱۵۸)

قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث الالقاب للشیرازی میں یوں ہے:۔

لوکان العلم معلقا بالثریا لتناولہ قوم من ابناء فارس۔

معجم کبیر طبرانی میں یہ الفاظ ہیں:۔

لوکان الایمان معلقا بالثریا لاتناولہ العرب لنالہ رجال فارس۔

اسی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ان الفاظ میں ہے:۔

لوکان الدین معلقا بالثریا لتناولہ ناس من ابناء فارس

ابونعیم نے خود حضرت سلمان فارسی سے یہ حدیث یوں تخریج کی:۔

لوکان الدین عند الثریا۔ لذھب رجال من ابناء فارس۔ یتبعون سنتی ویکثرون الصلوٰۃ علیّ۔

چار صحابہ کرام سے اس مضمون کی حدیث تھوڑے اختلاف کے ساتھ مروی کہ اگر ایمان، دین، علم ثریا کے پاس ہوتا تو بھی فارس کے مردوں میں سے کچھ مرد یا فارس کا ایک شخص اس کو حاصل کر لیتا۔

اجلہ محدثین نے اس کی تصریح کی ہے۔ کہ اس کے مصداق حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں تبییض الصحیفہ ص۳ میں علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ لکھتے ہیں:۔

قد بشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالامام ابی حنیفۃ فی الحدیث الذی اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام ابوحنیفہ کی اس حدیث میں بشارت دی ہے جسے ابونعیم نے حلیہ میں ابوہریرۃ

عنہ (الی ان قال) فھذا اصل صحیح یعتمد علیہ فی البشارۃ والفضیلۃ۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے پھر اس حدیث کے مختلف حوالجات دے کے فرماتے ہیں۔ یہ اصل صحیح ہے جس پر بشارت اور فضیلت میں اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

علامہ سیوطی کے شاگرد سیرت شامی کے مصنف علامہ محمد بن یوسف شامی نے بھی اس کی تائید کی۔ رد المحتار میں علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:۔

فی حاشیۃ الشبراملسی علی المواھب عن العلامۃ الشامی تلمیذ السیوطی قال ماجزم بہ شیخنا من ان ابا حنیفۃ ھو المراد من ھذا الحدیث ظاھر لاشک فیہ لانہ لم یبلغ من ابناء فارس فی العلم مبلغہ احد۔ رد المحتار ج ۳ ص ۱۲،

مواہب کے شبراملسی کے حاشیہ میں ہے کہ علامہ سیوطی کے شاگرد علامہ شامی نے کہا وہ جس پر ہمارے شیخ نے یقین کیا ہے کہ ابو حنیفہ ہی اس حدیث سے مراد ہیں۔ بالکل ظاہر ہے اس میں کچھ شک نہیں۔ اس لئے کہ ابناء فارس میں سے کوئی بھی علم میں ان کے درجے تک نہیں پہنچا۔

علامہ ابن حجر مکی شافعی الخیرات الحسان میں اس کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

فیہ معجزۃ ظاھرۃ للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیث اخبر بما سیقع ص ۱۵،

یہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظاہر معجزہ ہے کہ آئندہ ہونے والی بات کی خبر دی۔

## تصانیف امام اعظم

**فقہ اکبر** اہل سنت وجماعت کے عقائد پر مشتمل ایک رسالہ ہے۔ جو بہت متداول متعارف ہے۔ اس کی متعدد شرحیں بھی لکھی گئی ہیں۔ مگر ان تمام شرحوں میں سب سے زیادہ مقبول شرح حضرت ملا علی قاری کی ہے۔ جو بآسانی ہر جگہ ملتی ہے۔ حضرت مولانا بحر العلوم فرنگی محلی کی بھی ایک فارسی شرح ہے۔ جو چھپ گئی ہے۔

**العالم والمتعلم** اس کی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی اور نہ کہیں پتہ چلتا ہے کہ کہیں موجود ہے۔ ان کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابیں بھی ہیں۔

کتاب السیر۔ الکتاب الاوسط۔ الفقہ الابسط۔ کتاب الرد علی القدریہ۔ رسالۃ الامام ابی عثمان البتی فی الارجاء۔ کتاب الرائی۔ اسے ابن ابی العوام نے ذکر کیا ہے۔ کتاب اختلاف الصحابہ۔ اسے ابو عاصم عامری اور مسعود بن شیبہ نے ذکر کیا ہے۔ کتاب الجامع۔ اسے عباس بن مصعب نے تاریخ مرو میں ذکر کیا ہے۔ مکتوب وصایا۔

**مسانید** حضرت امام اعظم کے مسانید کے متعدد نسخے تھے۔ ان سب کو ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمی متوفی ۶۶۵ھ نے یکجا جمع کر دیا ہے۔ مقدمے میں انھوں نے ان سب کو جمع کرنے کا سبب یہ لکھا ہے۔ کہ شام میں بعض جاہلوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کو حدیث میں زیادہ دخل نہیں۔ اسی وجہ سے حدیث میں ان کی کوئی تصنیف نہیں۔ اس پر مجھے غیرت آئی اور میں نے ان تمام مسانید کو جنھیں علماء نے امام ابوحنیفہ کی حدیثوں سے جمع کئے تھے اکٹھا کر دیا۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) مسند حافظ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری المعروف بعبداللہ الاستاذ۔

(۲) مسند امام ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد۔

(۳) مسند حافظ ابوالحسن محمد بن المظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ۔

(۴) مسند حافظ ابونعیم الاصبہانی۔

(۵) مسند شیخ ابوبکر محمد بن عبدالباقی محمد الانصاری۔

(۶) مسند امام ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی۔

(۷) مسند امام حافظ عمر بن حسن الاشنانی۔

(۸) مسند ابوبکر احمد بن محمد بن خالد الکلاعی۔

(۹) مسند امام ابویوسف قاضی القضاۃ۔

(۱۰) مسند امام محمد۔

(۱۱) مسند حماد بن امام ابوحنیفہ۔

(۱۲) آثار امام محمد۔

(۱۳) مسند امام ابوالقاسم عبداللہ بن ابی العوام العدی۔

امام خوارزمی نے جن مسانید کو شمار کرائے جن کو انھوں نے یکجا کیا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی مسانید ہیں۔ جیسے مسند حافظ ابو عبداللہ حسین بن محمد بن خسرو البلخی المتوفی ۵۲۳ھ مسند امام حصکفی جس کی حضرت ملا علی قاری نے شرح لکھی ہے۔ مسند مادردی مسند ابن البزاری متوفی ۸۲۷ھ۔ ان دونوں کی بھی شرحیں لکھی گئی ہیں۔

**ان مسانید کی اسناد** امام خوارزمی نے اپنی جامع المسانید جن محدثین سے لی ہے۔ ان لوگوں تک اپنی سندیں بھی بیان کر دی ہیں۔ اور ان کے کوائف و مناقب بھی ذکر کئے ہیں۔ تانیب الخطیب میں کوثری صاحب نے حضرت امام اعظم کے مسانید کی تعداد اکیس بتائی ہے۔ جن کی سندیں متصل ہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

شاہ ولی اللہ صاحب نے "انسان العین فی مشائخ الحرمین" میں اپنے دادا استاذ علامہ عیسی جعفری مغربی متوفی ۱۱۰۸ھ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے حضرت امام اعظم کی ایک ایسی مسند تالیف کی ہے جس میں انھوں نے اپنا سلسلہ سند سیدنا حضرت امام اعظم تک متصل تحریر کیا ہے۔

مشہور حافظ حدیث محمد بن یوسف صالحی شافعی، سیرت شافیہ کبری کے مصنف علامہ سیوطی کے تلمیذ نے، عقود الجمان فی مناقب النعمان، میں حضرت امام اعظم کی سترہ مسانید کا سلسلہ روایت بالاتصال مسانید کے جامعین تک بیان کیا ہے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ کا بیان ہے کہ میں حضرت امام اعظم کی تین مسانید کے صحیح نسخوں کے مطالعے سے مشرف ہوا۔ جن پر حفاظ احادیث کے توثیقی دستخط تھے۔ جن کی سندیں بہت عالی اور ثقہ ہیں۔

کوثری صاحب نے تانیب الخطیب میں لکھا ہے۔ کہ حضرت امام اعظم کی مسانید کو محدثین سفر، حضر میں ساتھ رکھتے تھے۔ مسانید امام اعظم میں احکام کی احادیث کا بہت عمدہ ذخیرہ ہے۔ جن کے رواۃ ثقہ، فقہاء، محدثین ہیں۔

علامہ ذہبی نے مناقب الامام الاعظم میں کہا امام الاعظم سے محدثین اور فقہاء کی اتنی بڑی جماعت نے حدیث کی روایت کی ہے۔ جن کا شمار نہیں۔

علامہ مزنی نے تہذیب الاکمال میں ایک سو کے لگ بھگ ایسے کبار محدثین کو شمار کیا ہے۔ جامع المسانید دیکھیں سیکڑوں محدثین کی امام صاحب سے روایات مذکور ہیں۔ جن میں اکثر وہ ائمہ حدیث ہیں جو ائمہ ستہ اور ان کے بعد کے دوسرے محدثین کے شیوخ واساتذہ بواسطہ یا بلاواسطہ ہیں۔

**خصوصیت** حضرت امام اعظم کے مسانید کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں وہ احادیث بھی ہیں جو حضرت امام نے براہ راست صحابہ کرام سے سنی ہیں۔ اور ثلاثیات تو اکثر ہیں۔ جن میں حضرت امام اور حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک درمیان میں صرف تین راوی ہیں۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ یہ زمانہ خیر القرون کا تھا۔ جن میں صدق وامانت، اور ثقہ ہونا اغلب تھا۔ اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ علو سند کی اس فن میں کتنی اہمیت ہے۔ امام بخاری کے تذکروں میں یہ بات بھی لکھی ہے کہ انھوں نے امام شافعی سے روایت نہیں کی اس لئے کہ ان کو امام شافعی کے معاصر محدثین کی روایت مل گئی۔ اور یہ بات بدیہی ہے کہ وسائط جتنے زیادہ ہونگے خطرات اتنے ہی زیادہ ہوں گے۔ اور وسائط جتنے کم ہوں گے توہم یا کسی اور غلطی کے احتمالات کم سے کم ہوتے جائیں گے۔

**جرح وتعدیل میں حذاقت** کوئی کامل محدث اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ جرح وتعدیل کی دقتوں میں کامل نظر نہ رکھتا ہو۔ اس خصوص میں حضرت امام اعظم کو امتیازی کمال حاصل تھا۔ مسلم الثبوت محدثین ان کی جرح بطور سند پیش کرتے ہیں امام ترمذی کی جلالت شان سے کون انکار کر سکتا ہے؟۔ انھوں نے اپنی جامع کتاب العلل میں امام اعظم کا قول، عطاء بن رباح کی تعدیل

اور جابر جعفی کی جرح میں تحریر کیا۔ مدخل لمعرفۃ دلائل النبوۃ بیہقی میں ہے۔ ابو سعد سمعانی نے امام اعظم کے سامنے کھڑے ہو کر پوچھا کہ سفیان ثوری سے حدیث اخذ کرنے کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟۔ فرمایا۔ وہ ثقہ ہیں ان کی احادیث لکھو۔ البتہ جو احادیث ابو اسحٰق عن الحارث کے یا جابر جعفی کے واسطے سے ہوں انھیں نہ لکھو۔ امام اعظم نے فرمایا طلق بن حبیب قدری ہے۔ عیاش بن ریعہ ضعیف ہے۔ امام سفیان بن عیینہ کا بیان ہے میں جب کوفے پہنچا۔ تو امام ابو حنیفہ نے میرا تعارف کرایا اور توثیق کی۔ تو لوگوں نے میری احادیث سنیں۔

محدث جلیل حماد بن زید نے کہا کہ عمرو بن دینار کی کنیت ابو محمد ہے۔ یہ مجھے امام ابو حنیفہ ہی نے بتائی۔ ورنہ صرف نام معلوم تھا۔ فرمایا عمرو بن عبید پر اللہ لعنت کرے اس نے کلامی مباحث سے فتنوں کے دروازے کھول دیئے۔ فرمایا۔ جہم بن صفوان۔ مقاتل بن صفوان کو اللہ عزوجل ہلاک کرے۔ ایک نے نفی میں افراط کی دوسرے نے تشبیہ میں غلو کیا۔ فرمایا۔ کسی کو حدیث کی روایت اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ سننے کے وقت سے روایت کے وقت تک اس کو یاد نہ ہو۔ امام اعظم سے دریافت کیا گیا کہ لفظ اخبرنا وغیرہ سے روایت کیسی ہے؟۔ فرمایا کوئی حرج نہیں۔ ابو قطن جیسے عظیم محدث نے امام صاحب کا یہ قول بطور سند پیش کیا کہ شیخ کو حدیث سنا کر بھی حدثنی کے لفظ سے روایت کر سکتے ہیں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ یہ روایت میرے نزدیک ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پائجامہ پہنا ہے۔

**قلت روایت کا سبب** میں نے اختصار کے پیش نظر حضرت امام اعظم کے عظیم، جلیل، کامل، اکمل، حاذق، ماہر محدث ہونے کے ثبوت میں چند اسلاف کے گراں قدر قابل اعتماد اقوال پیش کر دیئے۔ ہم نے اپنی طرف سے ان پر کوئی توضیح و تفصیل نہیں کی۔ اس سے ہر طالب انصاف فیصلہ کر لے گا۔ کہ حضرت امام اعظم کا حدیث میں بھی اتنا بلند درجہ ہے کہ بڑے بڑے وہاں تک رسائی نہیں حاصل کر سکے۔ اس سلسلے میں حضرت امام کے معاندین اپنے ثبوت میں جو بات پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ جب اتنے بڑے محدث تھے تو ان سے روایتیں کیوں کم آئی ہیں؟۔

علماء نے اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا۔ کہ چونکہ شرائط بہت سخت تھے۔ مثلاً ابھی مذکور ہوا کہ حضرت امام اعظم کے نزدیک صحت روایت کی شرط یہ ہے کہ سماع کے وقت سے روایت کے وقت تک راوی کو حدیث یاد ہو۔ دوسری شرط یہ تھی حضرت امام اعظم روایت بالمعنی کے قائل نہ تھے۔ روایت باللفظ ضروری جانتے تھے۔ اس لئے روایت کم فرمائی ہے۔

ہمیں یہ تسلیم ہے کہ جس شان کے محدث تھے اس کے لحاظ سے روایت کم ہے۔ مگر یہ ایسا الزام ہے کہ امام بخاری جیسے محدث پر بھی عائد ہے۔ انھیں چھ لاکھ احادیث یاد تھیں۔ جن میں ایک لاکھ صحیح یاد تھیں۔ مگر بخاری میں کتنی احادیث ہیں۔ وہ آپ معلوم کر چکے۔ غور کیجئے ایک لاکھ صحیح احادیث میں سے صرف ڈھائی ہزار سے کچھ زیادہ ہیں۔ کیا یہ تقلیل روایت نہیں ہے؟۔

پھر ان محدثین کی کوشش صرف احادیث جمع کرنا اور پھیلانا تھا۔ مگر حضرت امام اعظم کا منصب ان سب سے بہت بلند اور بہت اہم اور بہت مشکل تھا۔ وہ امت مسلمہ کی آسانی کے لئے قرآن وحدیث واقوال صحابہ سے منقح مسائلِ اعتقادیہ وعملیہ کا استنباط اور انکو جمع کرنا تھا۔ مسائل کا استنباط کتنا مشکل ہے۔ یہ آگے آرہا ہے۔ اس میں مصروفیت اور پھر عوام وخواص کو ان کے حوادث پر احکام بتانے کی مشغولیت نے اتنا موقع ہی نہ دیا کہ وہ اپنی شان کے لائق بکثرت روایت کرتے۔

یہ صحیح ہے کہ محدثین نے بھی اپنی تصانیف میں ابواب قائم کرکے مسائل کا استنباط کیا ہے بلکہ جیسا کہ میں پہلے عرض کر آیا ہوں بعض حضرات کا مقصود اصلی اپنے مستنبط کئے ہوئے مسائل ہی کو بیان کرنا ہے۔ اور جمع احادیث کی حیثیت ثانوی مقصد ہے۔ لیکن مجھے عرض کرنے دیجئے کہ یہ بھی فیض ہے حضرت امام اعظم کا جیسا کہ حضرت امام شافعی نے فرمایا۔

الناس عیال فی الفقہ علی ابی حنیفۃ من لم ینظر فی کتبہ لم یتبحر فی العلم ولا یتفقہ [1]

سب لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے عیال ہیں۔ جس نے امام ابوحنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا اسے علم میں تبحر نہیں حاصل ہوا اور نہ وہ فقیہ ہوا۔

الاہم فالاہم کی ترتیب ہر جگہ لازم ہے۔ حضرات خلفاء راشدین سے اور دیگر اجلہ صحابۂ کرام سے روایتیں کتنی کم ہیں۔ اسکا مطلب یہ تو نہیں کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احوال وکوائف اور ارشادات کو کم جانتے تھے۔ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ میں سب سے اعلم خلفاء راشدین ہیں۔ مگر ترتیب فضیلت کے برعکس روایت کا درجہ ہے۔ یہ صرف وہی الاہم فالاہم میں مصروفیت کی وجہ سے ہے۔ یہی بات یہاں بھی ہے۔ کہ استخراجِ مسائل اس وقت کی سب سے اہم ضرورت تھی۔ اس میں مصروفیت کی وجہ سے اتنا موقع نہ ملا کہ اپنی شان کے مطابق احادیث کی روایت کرتے۔

## فقہ کی حقیقت

ہمارا مقصد اس مقدمہ میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات بیان کرنے سے صرف فقہ حنفی کا تعارف ہے۔ اس لئے کہ شرح میں اس سے جگہ جگہ سابقہ پڑے گا۔ جزئیات کے ضمن میں فقہ حنفی کا مفصل تعارف موجود ہے۔ مگر اس پر سب کی اس حیثیت سے نظر نہیں جائے گی۔ اس لئے بقدر ضرورت یہاں اس کا ذکر ضروری ہے۔

**فضیلت فقہ** جہاد کی فضیلت اور اہمیت سے کسے انکار ہے۔ مگر قرآن کریم میں فرمایا گیا:۔

---

[1] تبییض الصحیفہ ص۱۰ والیافعی الخیرات الحسان۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ [1]

مسلمانوں کو یہ نہیں چاہئے کہ سب کے سب نکل پڑیں ایسا کیوں نہ ہوا کہ ہر گروہ میں ایک جماعت نکلے تاکہ دین کی سمجھ حاصل کرے۔

اور ارشاد ہوا:

وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا [2]

جس کو حکمت دی گئی اس کو بہت بھلائی دی گئی۔

مفسرین کا اتفاق ہے کہ حکمت سے مراد احکام ہیں۔

امام بخاری نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین [3]

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا واداھا فرب حامل فقہ غیر فقیہ ورب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ۔ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجۃ والدارمی عن زید بن ثابت [4]

اس بندے کو اللہ عزوجل تروتازہ رکھے جس نے میرے ارشاد کو سنا پھر یاد کیا اور محفوظ رکھا اور دوسرے تک پہونچایا کتنے فقہ کے حامل نہیں کتنے فقہ کے حامل سے زیادہ فقیہ وہ ہے جسکو اس نے پہونچایا۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی بات کو سنکر اسے کما حقہ یاد رکھنا کمال ضرور ہے مگر کما حقہ یاد رکھنے کے ساتھ ہی ساتھ اسے بخوبی سمجھ لینا اس سے کئی گنا زیادہ کمال ہے۔ یہی وہ حد فاصل ہے جو ایک فقیہ کو ایک محدث سے ممتاز کرتی ہے۔ محدث کا کام احادیث کو صحت کے ساتھ یاد رکھنا ہے۔ اور فقیہ کا کام اس کے ساتھ ساتھ اسے شارع کے منشاء کے مطابق سمجھنا ہے۔ پھر اس سے احکام کا استخراج ہے۔ ان دونوں باتوں کے لئے کتنی وسعت علم اور ذکاوت فطانت کی ضرورت ہے۔ یہ وہی جان سکتا ہے۔ جو فقہ سے آشنا ہو۔ اسی لئے علماء نے فرمایا۔ کہ محدث ہونا علم کی پہلی منزل ہے۔ اور فقیہ ہونا اخیر منزل۔ جس کی حرف بحرف تصدیق آگے آنے والی تفصیل سے ہر منصف کو ہو جائے گی۔

قرآن مجید عربی زبان میں ہے۔ صحابہ کرام عرب ہی تھے۔ ان کے سامنے قرآن نازل ہوتا تھا۔ شان نزول سے وہ واقف تھے۔ مگر صحابہ خود اس کے محتاج تھے۔ کہ معانی قرآن رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سیکھیں۔ اسی لئے قرآن کریم میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت یہ بیان فرمائی۔

---

[1] سورہ یونس آیت (۱۲۲) [2] سورہ بقرہ آیت (۲۶۹) [3] بخاری شریف ج ۱ ص ۱۶، [4] مشکوٰۃ شریف ص ۳۵۔

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ [1] — یہ رسول ان پر اللہ کی آیتیں تلاوت کرتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔

اور فرمایا:۔

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ [2] — یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں انھیں صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں۔

حدیث گذری کہ بہت سے حاملِ فقہ، غیر فقیہ ہوتے ہیں۔ بعض فقیہ بعض سے اعلیٰ وبرتر ہوتے ہیں۔ یہ سب اسی کی طرف رہنمائی ہے کہ محض حفظ انسانی کمال کی معراج نہیں۔ بلکہ یہ خشتِ اول ہے۔ معراج علم اس کا کماحقہ سمجھنا ہے۔ اور یہ کام صرف فقیہ کا ہے۔

**ضرورت فقہ** انسان کی معاشرت کی وسعت نے اتنی چیزوں کا انسان کو محتاج بنا دیا ہے کہ ایک انسان اگر لاکھ کوشش کرے کہ وہ دوسرے سے مستغنی ہوجائے تو محال ہے۔ مسلمان چونکہ عبادات کے علاوہ معاملات میں بھی شریعت کا پابند ہے اس لئے اسے عبادات کے علاوہ معاملات میں بھی قدم قدم لحظہ لحظہ احکام شریعت کی ضرورت ہے۔ آپ صرف عبادات ہی کو لے لیجئے اس کے فروع وجزئیات کتنے کثیر ہیں اب ہر انسان کو اس کا مکلف کرنا کہ وہ پورا قرآن مجید مع معانی ومطالب کے حفظ رکھے۔ اور تمام احادیث کو مع سند ومالہ وماعلیہ یاد رکھے۔ تکلیف مالایطاق ہے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ انسان میں تقسیم کار ہو۔ اس کے نتیجے میں ضروری ہے کہ ایک طبقہ علم دین کی تحصیل اور پھر اس کی نشر واشاعت میں مصروف ہو۔ جس کا صریح حکم سورہ یونس کی مذکورہ بالا آیت میں موجود ہے۔ کہ فرمایا:۔

ہر گروہ سے ایک جماعت فقہ حاصل کرے۔

رہ گئے عوام تو انھیں یہ حکم ہے:۔

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ [3] — علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہیں۔

عوام کو اس کا مکلف کیا گیا کہ وہ اللہ عزوجل اور رسول کے بعد علماء کی اطاعت کریں۔ ارشاد ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ [4] — اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا اور تم میں جو حکم والے ہیں ان کا حکم مانو۔

اب ایک منزل یہ آتی ہے کہ کوئی شخص ایک مسئلہ پوچھنے آیا۔ تو کیا یہ ضروری ہے کہ اسے قرآن کی وہ آیت پڑھ کے سنائی جائے یا وہ حدیث مع سند کے بیان کی جائے جس سے یہ حکم نکلتا ہے۔ اور استخراج کی وجہ بھی بیان کی جائے۔ اور اگر یہ ضروری قرار دیں تو

---

[1] سورہ نساء آیت (۱۶۴) [2] سورہ عنکبوت آیت (۴۳) [3] سورہ نحل آیت (۴۳) [4] سورہ نساء (۵۹)

اس میں کتنی دقت اور دشواری اور حرج ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ علاوہ ازیں جن جزئیات میں کوئی آیت یا حدیث نہیں ان جزئیات کے بارے میں کیا کیا جائے۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے امت کا اس پر عملی طور پر اجماع ہے کہ عوام کو اتنا بتا دینا کافی ہے کہ اس صورت کا یہ حکم ہے۔

اس لئے ضروری ہوا کہ امت کے جن علماء کو اللہ عزوجل نے یہ صلاحیت واستعداد دی ہے کہ وہ قرآن واحادیث کے حفظ و ضبط کے ساتھ ساتھ ان کے معانی ومطالب سے کما حقہ واقف ہیں۔ اور ان کے ناسخ ومنسوخ کو جانتے ہیں۔ جن میں اجتہاد واستنباط کی پوری قوت ہے۔ وہ خداداد قوت اجتہاد سے احکام شرعیہ کا ایسا مجموعہ تیار کر دیں جن میں منقح احکام مذکور ہوں۔

اس ضرورت کو سب سے پہلے حضرت امام الائمہ، سراج الامۃ، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محسوس کیا۔ اور آپ نے اپنی خداداد پوری صلاحیت کو قرآن واحادیث واقوال صحابہ سے مسائل کے استخراج واستنباط میں صرف فرما دیا جسکے احسان سے امت مرحومہ عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ خصوصاً جب کہ دور وہ شروع ہو چکا تھا۔ کہ سیکڑوں نت نئے فتنے اٹھ رہے تھے۔ بدمذہب اسلام دشمن عناصر مسلمانوں میں گھل مل کر ہزار ہا ہزار احادیث گڑھ کر پھیلا چکے تھے۔ اگر فقہ مرتب نہ ہوتی تو امت کا کیا حال ہوتا وہ کسی عاقل سے پوشیدہ نہیں۔

**بنیاد** ہم پہلے خود حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ذکر کر آئے ہیں۔ کہ جب کوفے کے علماء حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر امام صاحب کی خدمت میں گئے اور ان سے کہا کہ آپ بہت زیادہ قیاس کرتے ہیں تو فرمایا:۔

انی اقدم العمل بالکتاب ثم بالسنۃ ثم باقضیۃ الصحابۃ مقدما ما اتفقوا علی ما اختلفوا حینئذ اقیس [1]

میں کتاب اللہ پر عمل سب سے مقدم رکھتا ہوں اس کے بعد احادیث پر پھر صحابۂ کرام کے متفقہ فیصلے پر اس کے بعد ان کے ان اقوال پر جو مختلف فیہ ہوں (اور ان میں جو قوی ہوں) پھر قیاس کرتا ہوں:

علامہ عینی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:۔

ان ابا حنیفۃ قال لا اتبع الرائی والقیاس الا اذا لم اظفر بشئ من الکتاب او السنۃ او الصحابۃ رضی اللہ عنہم [2]

یعنی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رائے اور قیاس کی پیروی نہیں کرتا مگر اس وقت جب کہ حدیث یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے کچھ نہ ملے۔

* * *

[1] میزان الشریعۃ الکبریٰ اور شیخ ابن حجر مکی نے بھی اس عبارت سے ملتی جلتی عبارت خیرات الحسان ص۲۹ میں تحریر فرمائی ہے من شاء فلیرجع الیہ [2] عمدۃ القاری فی شرح بخاری ج ۴ ص۱۱۲۔

فقہ حنفی اس اجمال کی پوری تفصیل ہے۔ عمل بالحدیث کا یہ حال ہے کہ حضرت امام نے اپنا یہ بنیادی دستور بنالیا تھا۔

اذا صح الحدیث فھو مذھبی۔ ہر حدیث صحیح میرا مذہب ہے۔

ابو حمزہ سکری جو مسلم الثبوت محدث ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، کہ مجھے جب کوئی صحیح حدیث مل جاتی ہے تو اسی کو لیتا ہوں۔ اور جب صحابہ کے اقوال مل جاتے ہیں، تو ان میں سے کسی ایک کو لیتا ہوں۔ البتہ تابعین کا جب کوئی قول ملتا ہے اور وہ میرے فیصلے کے خلاف ہوتا ہے تو میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

نیز انھیں سے منقول ہے۔ کہ میں نے صحابۂ کرام کے بارے میں امام ابو حنیفہ سے زیادہ بہتر اور انسب طریقے پر کلام کرنے والا نہیں دیکھا۔ وہ ہر ایک صاحب کمال کے حق کو پورا پورا ادا کرتے تھے۔

اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ وفات کے وقت انھوں نے کسی صاحب فضیلت کی تنقیص یا برائی نہیں کی۔ امام بخاری کے سلسلہ اساتذہ کے مسلم الثبوت محدث بلکہ امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک فرمایا کرتے۔ امام ابو حنیفہ کے ارشاد کو رائے مت کہو۔ حدیث کی تفسیر کہو۔ (مناقب موفق کردری)

اس سلسلے میں یہ واقعہ گوش گزار کرنا ضروری ہے۔ کہ امام ابو یوسف، قاضی القضاۃ، جنھیں امام بخاری کے استاذ حضرت یحیی بن معین نے صاحب الحدیث مانا۔ علامہ ذہبی نے حفاظ حدیث میں شمار کیا۔ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت امام ابو حنیفہ سے مسائل پر بحث کر لیتے، اور جب کوئی منقح فیصلہ ہو جاتا تو میں وہاں سے اٹھ کر، کوفے کے محدثین کے پاس جاتا ان سے اس مسئلے کے متعلق احادیث پوچھتا پھر امام اعظم کی خدمت میں واپس آکر ان احادیث کو سناتا۔ حضرت امام ان سے کچھ حدیثوں کو قبول فرماتے۔ اور کچھ کے بارے میں فرماتے یہ صحیح نہیں۔ میں حیرت سے پوچھتا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا تو فرماتے۔

کوفے میں جو علم ہے اس کا میں عالم ہوں [1]

اس سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام اعظم اتنے بڑے محدث تھے کہ اس وقت کوفے جیسے علم حدیث کے مرکز میں ان کے برابر کوئی نہیں تھا۔ وہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام اعظم کسی مسئلے پر اسی وقت کوئی اخیر رائے قائم کرتے تھے جب کہ اس پر ان کے تلامذہ جی کھول کر مکمل بحث کر لیں۔ جس کو اس مسئلہ کے متعلق جو کچھ کہنا ہوتا کہہ لیتا پھر فیصلہ ہوتا۔ اور سب سے بڑی بات یہ ثابت ہوں کہ حضرت امام اعظم جو فیصلہ فرماتے وہ قیاس سے نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ احادیث صحیحہ کی روشنی میں احادیث صحیحہ کے مطابق ہوتا۔

چونکہ فقہ کی بنیاد کتاب اللہ پر ہے اس کے بعد احادیث پر۔ نیز نظم قرآن اور الفاظ احادیث کے معنی پر۔ دلالت کبھی صریح ہوتی ہے

---

[1] عقود الجمان فی مناقب النعمان۔

کبھی خفی۔ اور کبھی خفی تر۔ نیز صریح دلالت کے بھی مختلف مدارج ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مقصود اسی معنی کا بیان ہوتا ہے۔ کبھی وہ معنی صریح مقصود بیان نہیں۔ مگر ہوتا صریح ہے۔ جیسے ارشاد ہے:۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ[1] مال غنیمت ان محتاج مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے۔

اس آیت میں دو باتیں، صریح، ہیں ایک یہ کہ، فقرا مہاجرین، مال غنیمت کے مستحق ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کے باوجود کہ مکے میں ان کے گھر بار، مال تھے۔ پھر بھی فقیر ہیں۔

اس آیت سے مقصود بیان مال غنیمت کا استحقاق ہے۔ اور فقیر ہونا بھی صریح مذکور ہے۔ مگر یہ مقصود بیان نہیں۔ نیز اسی آیت سے ثابت ہوا کہ اگر کفار مسلمانوں کے مال پر قبضہ کر کے اس کو دار الحرب میں محفوظ کر لیں۔ تو وہ کفار کی ملک ہو جاتا ہے۔ یہ دلالت خفی ہے۔

ظاہر ہے جو بات قرآن و حدیث سے صریح طور پر ثابت ہو اس کی حیثیت اور ہوگی۔ اور جو خفی طور پر ثابت ہوگی اسکی حیثیت اور ہوگی۔ یہیں دیکھ لیجئے اس آیت سے ثابت کہ مہاجرین مال غنیمت کے مستحق ہیں۔ یہ ہر شبہے سے بالاتر ہے۔ لیکن اسی سے یہ بھی ثابت ہے کہ استیلاء کفار سبب ملک ہے۔ اس میں وہ قوت نہیں جو پہلے میں ہے۔ اس کو آپ دوسری مثال سے سمجھیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ طلاق کی عدت تین قروء ہے۔ قروء کے معنی حیض کے بھی ہیں اور طہر کے بھی۔ احناف کہتے ہیں کہ یہاں حیض کے معنی میں ہے اس لئے عدت کا شمار حیض سے ہوگا۔ شوافع کہتے ہیں کہ یہاں طہر مراد ہے۔ عدت کا شمار طہر سے ہوگا۔ قرآن مجید دونوں کا مستدل ہے۔ کیا کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ جیسے آیت اول سے مہاجرین کے مال غنیمت کے استحقاق کا ثبوت ہے اسی طریقے سے عدت طلاق کا حیض یا طہر ہونا بھی ثابت ہے؟۔ احادیث کی ان سب احتمالات کے ساتھ ساتھ، رواۃ کی قلت و کثرت کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں۔ متواتر، مشہور، خبر واحد اب یہ بالکل بدیہی ہے کہ قرآن مجید کی ایک ایک آیت کا ثبوت ایسا یقینی و قطعی ہے کہ اس میں کسی شبہے کی گنجائش نہیں۔ اور یہی حال حدیث متواتر کا ہے۔ حدیث مشہور کا ثبوت بھی یقینی ہے مگر متواتر کی طرح نہیں۔ اور خبر واحد میں یہ یقین اور کم درجہ کا ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ راوی لاکھ قوی الحافظہ سہی۔ لاکھ متدین سہی، لاکھ محتاط اور متیقظ سہی۔ مگر ہے تو انسان ہی۔ بہر حال اس سے سہو۔ نسیان، خطا، بھول چوک مستبعد نہیں۔ اس لئے جو درجہ دو اور دو سے زائد راویوں کا ہے وہ تنہا ایک کا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ تعداد جتنی بڑھتی جائے گی قوت بڑھتی جائے گی۔ اور تعداد گھٹنے میں قوت گھٹتی جائے گی۔ اگرچہ راوی قوی الحافظہ، صدوق، ثقہ، تام الضبط۔ وغیرہ جامع شرائط ہو۔ اب چونکہ

---

[1] سورہ حشر آیت (۸)

فقہ کی بنیاد جن پر تھی وہ سب ایک درجے کے نہیں۔ اس لئے ضروری ہوا کہ ان سے ثابت ہونے والے امور بھی ایک درجے کے نہ ہوں۔ بلکہ ان میں بھی مختلف مدارج ہوں۔ اس لئے احناف کے یہاں احکام کی ابتدائی تین قسمیں ہوئیں۔ مامور بہ۔ منہی عنہ۔ مباح۔ پھر مامور بہ کی سات قسمیں ہیں۔ فرض اعتقادی، فرض عملی، واجب اعتقادی، واجب عملی، سنت موکدہ، سنت غیر موکدہ، مستحب۔

منہی عنہ کی بھی پانچ قسمیں ہیں۔ حرام قطعی، مکروہ تحریمی، اساءت، مکروہ تنزیہی، خلاف اولیٰ۔

یہ سب صرف اس لئے ہوا کہ قرآن کی عظمت اور قطعیت اپنی جگہ رہے اور احادیث کی عظمت اپنی جگہ۔ اور ثابت ہونے والے امور کی ان کے ثبوت کی نوعیت کے اعتبار سے حیثیت اپنی جگہ رہے۔

احکام کے ان فرق مراتب کے موجد حضرت امام اعظم ہیں۔ فرق مراتب کو سبھی مجتہدین نے قبول کیا ہے۔ اس تقسیم سے بہت سے وہ خلجان جو قرآن واحادیث میں بظاہر نظر آتے ہیں۔ خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں نماز کے سلسلے میں صرف قیام، قرات، رکوع، سجود کا حکم ہے۔ احادیث میں ان کی تفصیل ہے۔ مثلاً قیام میں قرات ہو۔ اور قرات میں سورہ فاتحہ ہو۔ رکوع، سجود میں تسبیح پڑھی جائے۔ فقہاء نے جتنی باتیں قرآن مجید یا احادیث متواترہ سے ثابت ہوئی ان کو فرض قرار دیا۔ بقیہ باتوں کو احادیث کی نوعیت کے لحاظ سے واجب، سنت، مستحب قرار دیا۔ اس کو آپ ایک جزئی مثال سے ذہن نشین کیجئے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ [1] جتنا تم پر آسان ہو قرآن پڑھو۔

اس آیت کا عموم اس کا مقتضی ہے کہ نمازی قرآن کی جو بھی سورہ، آیت پڑھ لے نماز ہو جائے گی مگر احادیث میں ہے کہ لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب اور کثیر احادیث سے ثابت کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورہ فاتحہ کے بعد اور بھی قرآن مجید کچھ نہ کچھ پڑھا کرتے تھے۔ جو باعتبار معنی حد شہرت تک پہنچی ہیں۔ ان احادیث کا مفاد یہ ہوا کہ بغیر سورۂ فاتحہ اور ضم سورت کے نماز نہیں ہوگی فقہاء نے فرق مراتب سے فائدہ اٹھا کر اس تعارض کو دور فرمایا۔ کہ مطلق قرات فرض۔ اور خاص سورۂ فاتحہ پڑھنا اور ضم سورت واجب۔ اگر معاذ اللہ احناف احادیث کو قابل عمل نہ جانتے تو بہت آسانی کے ساتھ کہہ سکتے تھے کہ چونکہ یہ احادیث قرآن کے معارض ہے لہذا متروک العمل ہے۔

اسی لئے احناف کے اصول فقہ کا مسلمہ کلیہ مشہورہ ہے۔ کہ جب قرآن وحدیث میں تعارض ہو تو پہلے تطبیق کی کوشش کی جائے۔ تطبیق ہو جائے بہتر ورنہ بدرجۂ مجبوری کتاب اللہ کے مقابلے میں خبر آحاد ضرور متروک ہوں گی۔ کیا کوئی اسے عمل بالحدیث کا ترک کہہ سکتا ہے۔ لیکن عناد کا کوئی علاج نہیں۔ ورنہ بات ظاہر ہے کہ جب قرآن مجید کے قطعی الدلالت معنی کے معارض کوئی روایت ہے تو

---

[1] سورہ مزمل آیت (۲۰)

وہ حدیث ہی نہیں۔ اگرچہ وہ سب طرح سے درست ہو۔ یہ قاعدہ بھی احناف کا تراشیدہ نہیں۔ صحابۂ کرام سے منقول ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں کسی نے کہا کہ ابن عمر کہتے ہیں کہ :۔

ان المیت یعذب ببکاء الحی [1] زندہ کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے۔

ام المومنین نے فرمایا اللہ عزوجل ابوعبدالرحمٰن پر رحم فرمائے۔ یہ یقین ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولے مگر بھول گئے یا چوک گئے۔ قصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک یہودی عورت کا جنازہ گزرا اس پر لوگ رو رہے تھے۔ فرمایا۔ یہ لوگ اس پر رو رہے ہیں حالانکہ اس پر قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ حضرت ام المومنین کی یہ تنقید اس حدیث کے قرآن کی اس آیت کے معارض ہونے کی وجہ سے تھی کہ فرمایا :۔

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی [2] کوئی دوسرے کا وبال نہیں اٹھائے گا۔

قرآن واحادیث دونوں پر احناف کبھی کبھی ایسے اہم نازک موقعوں پر عمل کر لیتے ہیں کہ ہر منصف، دیانتدار، ذی فہم داد دیئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ اس کی مثال قرات خلف امام ہے۔ جس کی قدرے تفصیل یہ ہے۔

احناف کا مسلک یہ ہے کہ جب جماعت سے نماز پڑھی جائے تو مقتدی قرات نہیں کرے گا۔ خاموش رہے گا۔ خواہ نماز سری ہو یا جہری۔

غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ مقتدی سورہ فاتحہ ضرور پڑھے گا۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ او کما قال۔

احناف کی دلیل قرآن مجید کا یہ ارشاد ہے :۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ [3] اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو۔ اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

یہ آیت نماز ہی میں قرآن مجید پڑھنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس لئے یہ اپنے مورد کے اعتبار سے نماز میں قرآن پڑھے جانے کے بارے میں اور قطعی ہو جاتی ہے۔ اور اگر نماز کے بارے میں نہ بھی ہوتی جیسا کہ مخالفین احناف کی ضد ہے تو بھی اذا قرئ القرآن کا عموم نماز میں قرآن پڑھے جانے کو بھی بلاشبہہ شامل۔ اس لئے نماز میں قرآن مجید پڑھے جانے کے وقت استماع اور سکوت بنص قرانی ثابت۔ اور حکم صرف بغور سننے کا نہیں بلکہ خاموش رہنے کا بھی ہے۔ حالانکہ بغور سننے کے لئے خاموش رہنا لازم ہے۔ جو خاموش

---

[1] مشکوٰۃ ص۱۵۱ پر پوری حدیث مذکور ہے، [2] سورہ النجم آیت ۳۸ س [3] اعراف (۲۰۴)

نہ رہے خود بولے جائے وہ کیا سنے گا۔ بغور سننے کے بعد خاموش رہنے کو علیحدہ ذکر کرنے کا سبب یہ ہے کہ کچھ نمازوں میں قرآن مجید بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے۔ اور کچھ میں آہستہ۔ جن میں بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے۔ ان میں بغور سننے کے ساتھ خاموش رہنا پایا جائے گا۔ جن نمازوں میں آہستہ پڑھا جاتا ہے ان میں چونکہ سنائی نہیں دیتا تو بغور سننا تو نہ ہوگا مگر چپ رہنا ضروری ہوا۔ اس لئے نماز خواہ سری ہو خواہ جہری امام جب قراءت کرے تو مقتدی پر چپ رہنا بہر حال ضروری ہے۔ کچھ پڑھنے کی اجازت نہیں۔

اس پر ایک اعتراض امام بخاری نے جزء القراۃ میں یہ کیا کہ یہ آیت خطبے کے وقت نماز پڑھنے کے بارے میں نازل ہوئی یعنی جب خطبہ ہو رہا ہو اور کوئی آئے تو دو رکعت نماز پڑھے۔ اس نماز میں یہ قرآن پڑھ رہا ہے۔ اور حاضرین خاموش ہیں۔ مگر اس وہ کوئی سند نہیں پیش کر سکے ان کے برخلاف امام بخاری کے استاذ امام احمد نے فرمایا۔ کہ اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت مطلقاً نماز میں قراءت کے بارے میں نازل ہوئی۔ اسی بنا پر وہ جہری نمازوں میں مقتدی کو قراءت کی اجازت نہیں دیتے۔ اس قطع نظر فی جب عام ہو تو حکم مورد کیساتھ خاص نہیں رہتا۔ عام ہی رہتا ہے۔ جب آیت کا صریح مفہوم یہ ہے کہ جب کوئی قرآن پڑھے تو تم لوگ بغور سنو اور خاموش رہو۔ قراءت اور خاموش رہنے کی تاویل تو امام بخاری نے کر لی۔ کہ آنے والا قراءت کر رہا ہے لوگ چپ ہیں۔ اگرچہ یہاں حاضرین کا چپ رہنا اس کی قراءت کی وجہ سے نہیں بلکہ خطبہ کی وجہ سے ہے۔ مگر بغور سننے کا یہاں کیا محل ہے؟ اسے امام بخاری نے نہیں بتایا۔ یہ اشکال لاینحل ہے۔ لہذا اگر اس آیت کو خطبے کی حالت کے ساتھ خاص کریں تو لازم آئے گا کہ "فاستمعوا له" کا ارشاد حشو اور بے معنی ہو جائے۔

دوسرا اعتراض امام بخاری نے یہ کیا ہے کہ احناف خود اسے عام نہیں مانتے۔ سنت فجر میں کہتے ہیں کہ اگر جماعت ہو رہی ہو اور کوئی آئے اور اسے یقین ہو کہ سنت فجر پڑھ کر شریک جماعت ہو سکتا ہے تو پہلے سنت فجر پڑھے۔ امام بخاری تو معذور تھے انھیں احناف کے مذہب سے پوری واقفیت نہیں تھی۔ مگر حیرت امام بخاری کے ان مقلدین معاندین پر ہے جنھیں بار بار بتایا جا چکا پھر بھی اسی راگ کو الاپتے رہتے ہیں۔ احناف نے یہ تصریح کی ہے کہ ایسی حالت میں سنت فجر پڑھے مگر جہاں جماعت ہو رہی ہو وہاں سے ہٹ کر پڑھے مثلاً اگر جماعت اندر ہو رہی ہے تو باہر پڑھے تاکہ مکان بدل جائے۔ اور یہ حکم اسی بنیاد پر ہے کہ آیت کریمہ کا حکم عام ہے۔ غرضکہ احناف قرآن کو احادیث آحاد پر بہر حال مقدم رکھتے ہیں۔ یہ اختیار اپنی سرشت کے مطابق ہر شخص کو ہے کہ اسے جو چاہے نام دے۔

ویسے قراءت خلف امام کے سلسلے میں احناف کے پاس احادیث بھی ہیں۔ جو اپنے موقع پر مذکور ہوں گی یہاں صرف ایک حدیث ذکر کرتا ہوں۔ مؤطا امام محمد میں بسند صحیح متصل غیر مقدوح غیر معلل یہ حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام له قراءۃ [1] جو کسی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کی قراءت ہے۔

---

[1] موطا امام محمد ص ۹۸،

واضح ہو کہ اس حدیث کے تمام رواۃ صحاح ستہ کے ہیں۔ اس حدیث کی روشنی میں معاندین کی پیش کردہ حدیث اور قرآن کی آیت میں تعارض بھی نہ رہا۔ اس حدیث نے بتادیا کہ قرات دو ہے حقیقی اور حکمی۔ جب مقتدی امام کے پیچھے ہے تو اس نے بھی حکماً سورہ فاتحہ پڑھ لی۔ تو حدیث لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب پر بھی عمل ہو گیا۔ اس سلسلے میں حضرت امام اعظم کا ایک بہت مشہور مناظرہ ہے کچھ لوگ حضرت امام اعظم کی خدمت میں آئے کہ ہم آپ سے قرات خلف امام پر مناظرہ کریں گے۔ امام نے فرمایا۔ کہ تم لوگ کئی ایک ہو میں اکیلا میں ہر ایک سے کیسے گفتگو کروں گا۔ تم لوگ کسی کو بات کرنے کے لئے چن لو کہ اس کی کہی ہوئی بات تم سب کی ہو۔ اس کا اقرار سب کا اقرار، اس کا انکار سب کا انکار ہو۔ ان لوگوں نے حضرت امام کی اس تجویز کو مان لیا اور ایک شخص کو منتخب کر لیا کہ یہ بات کرے گا۔ اس پر حضرت امام نے فرمایا یہی تو میں بھی کہتا ہوں کہ جب مقتدی نے ایک کو امام مان لیا تو اس کی قرات مقتدی کی بھی قرات ہے۔ اس پر وہ لوگ خاموش ہو گئے۔

اس پر ایک معاند بہت خفا ہیں کہ حدیث کے مقابلے میں قیاس سے کام لیا۔ لیکن افسوس کہ یہ صاحب زندہ نہیں رہے۔ ورنہ ہم ان سے کہتے کہ یہ قیاس عقلی نہیں قیاس حدیثی ہے جس کے آپ بھی قائل ہیں اور امام بخاری کو اس میں دنیا کا سب سے بڑا امام مانتے ہیں۔ حضرت امام اعظم نے مذکورہ بالا حدیث کی شرح کی ہے۔ جو فرمایا۔ کہ امام کی قرات مقتدی کی قرات ہے۔ افسوس کہ احناف کی مخالفت میں عمل بالحدیث کا دعویٰ اور ایسے گونگے اندھے کہ صحیح حدیث بھی نظر نہیں آئی۔ اور اگر نظر آئی تو اسے سمجھ بھی نہیں سکتے

**عمل بالحدیث** احناف عمل بالحدیث میں اتنے آگے ہیں کہ دنیا کا کوئی طبقہ اس میں ان کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ علامہ خوارزمی نے معاندین کا جواب دیتے ہوئے، جامع المسانید کے مقدمے میں لکھا ہے:۔ امام اعظم کو حدیث کے مقابلے میں قیاس پر عمل کرنے کا طعن وہی دے گا جو فقہ حنفی سے جاہل ہو گا جسے فقہ حنفی سے کچھ بھی واقفیت ہو گی اور وہ منصف ہو گا تو اس کو یہ اعتراف کرنا ہی پڑیگا کہ امام اعظم سب سے زیادہ حدیث کے عالم اور حدیث کی اتباع کرنے والے تھے۔ اس کے دلائل یہ ہیں۔

(۱) امام اعظم حدیث مرسل کو حجت مانتے ہیں۔ اور اسے قیاس پر مقدم جانتے ہیں۔ جب کہ امام شافعی کا عمل اس کے برعکس ہے۔ کہ وہ حدیث مرسل کے بالمقابل قیاس کو ترجیح دیتے ہیں۔

(۲) قیاس کی چار قسمیں ہیں۔ قیاس موثر۔ قیاس مناسب، قیاس شبہہ، قیاس طرد۔ امام اعظم اور ان کے اصحاب کا اس پر اتفاق ہے کہ قیاس مناسب اور قیاس شبہہ بالکل بے اعتبار ہیں۔ رہ گیا قیاس طرد تو یہ بھی مختلف فیہ ہے البتہ قیاس موثر کو حجت مانتے ہیں۔ مگر امام شافعی قیاس کی ان چار قسموں کو حجت مانتے ہیں۔ اور قیاس شبہہ کا تو ان کے یہاں عام استعمال ہے۔

(۳) امام اعظم کے احادیث پر عمل کا یہ حال ہے کہ ضعیف احادیث پر بھی قیاس کے مقابلے میں عمل فرماتے ہیں۔ جیسے نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ بالکل خلاف قیاس بات ہے۔ مگر ایک حدیث ضعیف میں آیا ہے۔ لہٰذا امام اعظم نماز میں قہقہہ کو

ناقض وضو مانتے ہیں۔

یہ وہ نظائر ہیں جو امام خوارزمی نے پیش کئے۔ اس قسم کے نظائر اتنے زیادہ ہیں کہ اگر ان سب کا استقصاء کیا جائے تو دفتر تیار ہو جائے۔ اس کی دوسری نظیر یہ ہے۔ غیر مقلدین منی کو پاک کہتے ہیں۔ احناف کے نزدیک یہ ناپاک ہے۔ غیر مقلدین کا استدلال قیاس ہے کہ اصل اشیاء میں طہارت ہے۔ منی کو ناپاک ہونے کی کوئی دلیل نہیں اس لئے وہ پاک ہے۔ رہ گئی ام المومنین کی وہ حدیث جو بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی دھوتی تھی دھونے کا نشان ہوتا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی کپڑے کو پہنے نماز کو جاتے تھے۔ اس کے بالمعارض مسلم کی دوسری حدیث ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی مل دیتی اور حضور اسی کپڑے میں نماز پڑھتے تھے۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اولاً یہ ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں دھونے کا حکم دیا ہو۔ یہ ام المومنین کا اپنا فعل ہے۔ ثانیاً دیا بھی ہو تو یہ تھوک اور کھنکھار کی طرح گھناؤنی چیز ہے۔ اس لئے دھونے کا حکم دیا۔ ثالثاً اگر یہ ناپاک ہوتی تو مل دینے سے کیسے پاک ہوتی۔ کپڑے پر لگنے والی کوئی نجاست محض مل دینے سے پاک نہیں ہوتی۔

ہر منصف دیکھے کہ حدیث صحیح کو غیر مقلدین قیاس سے رد کر رہے ہیں۔ اور احناف حدیث پر عمل کرتے ہیں جیسا کہ وارد ہے اسی کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ دوسری نجاستوں کے مقابلے میں منی کی یہ خصوصیت ہے کہ جب سوکھ جائے تو ملنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ نجاست سے پاکی کیسے ہوگی یہ قیاس نہیں بالکلیہ سماعی ہے۔ علاوہ ازیں منی کے نجس ہونے کے بارے میں حدیث میں صراحت ہے۔ امام ابن ہمام نے دار قطنی کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمار سے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| انما یغسل الثوب من خمس من الغائط والبول والقیٔ والدم والمنی۔ | کپڑا پانچ چیزوں سے دھویا جاتا ہے۔ پائخانہ، پیشاب، قے اور خون اور منی سے۔ |

اس حدیث کی سند پر کلام کیا گیا ہے کہ اس میں ایک راوی ثابت بن حماد ہے اور یہ ضعیف ہے۔ حالانکہ یہی حدیث ثابت بن حماد کے بغیر واسطہ طبرانی میں مذکور ہے تو جو ضعف ثابت بن حماد کی وجہ سے تھا وہ دور ہو گیا۔ اسی طرح خود ایک دوسرے راوی علی بن زید پر یہ جرح ہے کہ یہ قابل احتجاج نہیں۔ مگر معترض کو یہ معلوم نہیں کہ یہ مسلم کے رجال سے ہیں۔ علاوہ ازیں عجلی نے کہا لا باس بہ ہے۔ امام ترمذی نے اسے صدوق کہا۔ اسی طرح ایک اور راوی ابراھیم بن زکریا کو بھی کچھ لوگوں نے ضعیف کہا۔ مگر بزار نے اسے ثقہ کہا۔ چلئے یہ حدیث دونوں سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ مگر دو طریقے سے مروی ہونے کی وجہ سے حسن لغیرہ ضرور ہوئی۔ اور احکام میں یہ بھی حجت۔ اور آگے چلئے ہم مان لیتے ہیں کہ یہ اب بھی ضعیف ہی رہی۔ مگر احناف کا اس پر عمل ہے۔ اور یہی ہمارا مقصد ہے

کہ احناف ضعیف حدیث کے ہوتے ہوئے بھی قیاس کے قریب نہیں جاتے اور اہل حدیث بننے کے مدعی صحیح حدیث کے مقابلے میں قیاس پر عمل کرتے ہیں۔

④ جب صحیح اور ضعیف حدیث متعارض ہوں تو احناف حدیث صحیح پر عمل کرتے ہیں۔ بخلاف غیر مقلدین وغیرہ کے کہ وہ ضعیف ہی پر عمل کرتے ہیں۔ اس کی مثال یہ مسئلہ ہے کہ ماء قلیل غیر جاری میں نجاست پڑ جائے تو وہ پاک ہے یا ناپاک؟۔

احناف کہتے ہیں کہ وہ مطلقاً ناپاک ہے خواہ نجاست کا کوئی اثر رنگ، بو، مزہ پانی میں آئے یا نہ آئے۔

امام زہری کہتے ہیں کہ جب تک پانی میں نجاست کا اثر رنگ یا بو یا مزہ ظاہر نہ ہو پانی پاک ہے۔ امام بخاری کا یہی مذہب معلوم ہوتا ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ چوہا اگر گھی میں گر جائے تو کیا کیا جائے فرمایا۔ چوہے اور چوہے کے اردگرد کو پھینک دو اور بقیہ گھی کھاؤ[1]

اس حدیث سے ان لوگوں کا مدعا کیسے ثابت ہوتا ہے۔ یہ خود محل نظر ہے۔ کہ حدیث سے ظاہر ہے کہ یہ جمے ہوئے گھی کے بارے ہے۔ نیز چوہے کے اردگرد کو پھینکنے کا حکم صاف بتا رہا ہے کہ چوہے کے گرنے سے گھی کا کچھ حصہ ناپاک ہوا۔ یہ لوگ یہ کہیں گے کہ یہی ہمارا مستدل ہے۔ چونکہ چوہے کا اردگرد چوہے سے متاثر ہوگا اس لئے اردگرد ناپاک ہوگیا۔ لیکن اثر کا مطلب اگر رنگ یا بو یا مزہ کا گھی میں آجانا مراد ہے تو یہ مسلم نہیں یہ ضروری نہیں کہ چوہے کے مرتے ہی اس کا رنگ یا مزہ یا بو گھی میں آجائے۔ ہاں اگر دیر تک رہے گا تو آسکتا ہے۔ مگر پھر اردگرد کی تخصیص نہ ہوگی۔ جہاں تک اثر پہونچے سب کو ناپاک ہو جانا چاہئے۔ اور اگر اثر سے نجس ہونا مراد ہے۔ تو ہمارا مدعا ثابت کہ نجاست کے گرنے سے کسی چیز کے ناپاک ہونے کے لئے رنگ یا بو یا مزہ کا سرایت کرنا ضروری نہیں۔ محض نجاست کے گرنے ہی سے وہ چیز ناپاک ہو جائے گی۔ پھر یہ حکم مجمد کا ہے۔ اور پانی رقیق ہے تو مجمد پر رقیق کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ پھر آخر یہ قیاس ہی تو ہے۔ لہذا آپ نے عمل قیاس پر کیا۔

امام شافعی وغیرہ یہ تفریق کرتے ہیں کہ اگر وہ پانی دو قلے ہے یعنی دو مشکے ہے تو پاک ہے۔ اس سے کم ہے تو ناپاک۔ انکی دلیل یہ حدیث ہے:۔

اذا کان الماء قلتین لا یحمل الخبث[2] جب پانی دو مشکے ہو تو وہ نجاست سے متاثر نہیں ہوتا یعنی ناپاک نہیں ہوتا

حالانکہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ پھر مشکے کی تعیین بہت مشکل ہے۔ مشکا چھوٹا بھی ہوتا ہے اور بڑا بھی۔ کس مقدار کا مشکا ہوگا؟۔

دونوں فریق کے بالمقابل احناف کی دلیل یہ حدیث صحیح ہے۔ جسے امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ترمذی، امام

---

[1] بخاری ص۳۴، [2] مشکوٰۃ ص۵۱،

ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا:۔

لا یبولن احدکم فی الماء الراکد الذی لا یجری ثم یغتسل فیہ [1] — اس پانی میں جو ٹھہرا ہوا ہو بہتا نہ ہو ہرگز پیشاب مت کرو۔ پھر اسی میں غسل کرو۔

اب انصاف کرنے والے انصاف کریں کہ حدیث صحیح پر احناف عمل کر رہے ہیں۔ امام شافعی اس کے بالمقابل حدیث ضعیف پر اور امام بخاری قیاس پر پھر بھی احناف تارک حدیث اور عامل بالقیاس ہیں؟۔

⑤ اگر دو مضمون کی احادیث متعارض ہوں اور دونوں صحیح ہوں تو احناف ترجیح اس روایت کو دیتے ہیں جس کے راوی زیادہ فقیہ ہوں۔ اس کی نظیر رفع یدین کا مسئلہ ہے۔ امام اوزاعی اور حضرت امام اعظم سے مکہ معظمہ میں دار الخیاطین میں ملاقات ہوئی۔ امام اوزاعی نے امام اعظم سے کہا۔ کیا بات ہے کہ آپ لوگ رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین نہیں کرتے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اس بارے میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی صحیح روایت نہیں۔ امام اوزاعی نے کہا کیسے نہیں۔ حالانکہ مجھ سے زہری نے حدیث بیان کی وہ سالم سے، سالم اپنے والد ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے جب رکوع میں جاتے جب رکوع سے اٹھتے تو رفع یدین کیا کرتے تھے۔ اس کے جواب میں حضرت امام اعظم نے فرمایا۔ ہم سے حماد نے حدیث بیان کی وہ ابراہیم نخعی سے وہ علقمہ سے وہ اسود سے وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے بعد پھر نہیں کرتے تھے۔ اس پر امام اوزاعی نے کہا کہ میں عن الزھری عن سالم عن ابیہ حدیث بیان کرتا ہوں۔ اور آپ کہتے ہیں حدثنی حماد عن ابراھیم عن علقمۃ حضرت امام اعظم نے فرمایا۔ حماد، زہری سے افقہ ہیں۔ اور ابراھیم، سالم سے افقہ ہیں اور علقمہ فقہ میں ابن عمر سے کم نہیں۔ اگرچہ صحابی ہونے کی وجہ سے علقمہ سے افضل ہیں۔ اسود اور حضرت عبداللہ ابن مسعود کی فقہ میں برتری سب کو معلوم ہے۔ امام اوزاعی نے حدیث کو علو سند سے ترجیح دی۔ اور امام اعظم نے راویوں کے افقہ ہونے کی بنیاد پر۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر دو متضاد باتیں دو فریق سے مروی ہوں۔ دونوں ثقہ ہوں مگر ایک فریق کے راوی زیادہ عالم زیادہ ذہین زیادہ سمجھ دار ہوں تو ہر دیانت دار عاقل اسی بات کو ترجیح دے گا جو فریق ثانی سے مروی ہو۔

اس سلسلے میں ایک لطیفہ بھی سنتے چلئے۔ غیر مقلدیت کے معلم اول میاں اسماعیل دہلوی جب رفع یدین کرنے لگے تو کسی نے انھیں ٹوکا تو فرمایا۔ کہ یہ سنت مردہ ہو چکی تھی۔ میں اس کو زندہ کر رہا ہوں۔ اور حدیث میں مردہ سنت زندہ کرنے پر سو شہیدوں کے

---

[1] بخاری شریف ج ۱ ص ۳۴،

ثواب کی بشارت ہے۔ ٹوکنے والے تو چُپ رہے۔ مگر جب یہ بات شاہ عبدالقادر نے سنی تو کہا۔ میں تو سمجھتا تھا کہ پڑھنے لکھنے کے بعد اسماعیل کو کچھ آنا ہوگا۔ مگر اسے کچھ نہیں آیا۔ حدیث میں یہ بشارت اس وقت ہے جب سنت کے مقابلے میں بدعت ہو سنت نہ ہو یہاں تو دونوں سنت ہیں [1]

## شُبہات اور جوابات

اگر ہم چاہیں تو اس قسم کی صدہا نظیریں پیش کر دیں مگر مقدمہ طویل سے طویل تر ہوتا جا رہا ہے۔ اس قسم کے ابحاث کے لئے پوری کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ بات اس وقت تک مکمل نہ ہوگی جب کہ معاندین کے اعتراضات میں سے چند نقل کر کے انکی قلعی نہ کھول دی جائے۔ اس لئے اب ہم چند اعتراضات کو پیش کر کے اس کے جوابات ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں۔

**پہلا اعتراض** حدیث مُصَرَّاۃ کی خلاف ورزی کا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے۔ ایک حدیث ہے۔ کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

| | |
|---|---|
| لاتصرّوا الابل والغنم فمن ابتاعها بعد ذلك فانه | بیچنے کے لئے اونٹ اور بکری وغیرہ کا دودھ دوہنا نہ چھوڑو۔ |
| بخیر النظرین بعد ان یحلبها ان شاء امسك وان شاء | جس نے اس کے بعد خریدا تو دوہنے کے بعد اسے اختیار ہے |
| ردها وصاع من تمر [2] | اگر راضی ہے تو جانور روک لے ورنہ جانور واپس کر دے اور |
| ٭ ٭ ٭ | ایک صاع کھجور بھی دے۔ |

یہ بخاری کی روایت ہے۔ مسلم شریف میں یہ زائد ہے کہ اسے تین دن تک خیار حاصل ہے اگر لوٹائے تو ایک صاع طعام دے گیہوں نہیں۔ اُس عہد میں طعام کا اطلاق جَو پر ہوتا تھا۔ جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی بخاری میں مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| كان طعامنا يومئذ الشعير | ان دنوں ہمارا کھانا جَو تھا۔ |

لوگوں کی عادت تھی کہ جب جانور بیچنا ہوتا تو کچھ دن پہلے ہی سے اس کا دودھ دوہنا بند کر دیتے۔ تاکہ خریدار جب دوہے تو سمجھے کہ یہ جانور اتنا زیادہ دودھ والا ہے۔ تاکہ قیمت زیادہ سے زیادہ دے۔ یہ ایک طرح کا دھوکہ تھا۔ اس لئے منع فرمایا گیا۔ اور چونکہ اس میں

---

[1] بخاری شریف ج ۲ ص ۸۸۰ ، [2] ارواح ثلثہ ص ۹۲،

تنازع بھی امکان قوی ہے اس لئے اس کا حل ارشاد ہوا۔

اس خصوص میں امام شافعی کا مسلک وہی ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے مگر امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ، اس صورت میں خیار نہیں۔ بظاہر یہ حدیث کے صریح منطوق کے خلاف ہے۔ مگر حقیقت کچھ اور ہے۔ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اس پر بہت محققانہ مفصل بحث کی ہے۔ کہ امام اعظم کی تحقیق یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ لکھتے ہیں۔

ذھبوا الی ان ما روی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ذلک مما تقدم ذکرنا لہ فی ھذا الباب منسوخ۔

یعنی امام اعظم کی تحقیق یہ ہے کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو کچھ مروی ہے وہ منسوخ ہے۔

* * *

اور اس پر اجماع ہے کہ حدیث منسوخ پر عمل جائز نہیں۔ اور ثابت فرمایا کہ یہ اس حدیث سے منسوخ ہے جو حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ فرمایا۔

نھی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن بیع الکالی بالکالی۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی بیع سے منع فرمایا جس میں مبیع اور ثمن دونوں ادھار ہوں۔

اور یہاں ایک عوض دودھ ہے جو ادھار ہے کہ ابھی وہ موجود ہی نہیں۔ اور دوسرا عوض ایک صاع کھجور یا جو ہے۔ وہ بھی مشتری ابھی نہیں دے رہا ہے۔ اس لئے یہ اگر بیع ہے تو یہ بیع الدین بالدین ہوئی۔ اور فرمایا۔ نیز اس کا نسخ اس حدیث سے بھی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الخراج بالضمان۔

مبیع سے مشتری جو فائدہ حاصل کرے وہ مشتری ہی کا ہے۔

اس حدیث کو تمام امت نے قبول کیا حتی کہ امام شافعی نے بھی۔ وہ بھی یہ فرماتے ہیں کہ اگر بیع کے بعد مشتری مبیع میں کسی عیب پر مطلع ہو جس کی وجہ سے اسے واپس کر دیا تو مشتری نے مبیع سے جو فائدہ حاصل کیا اس کا کوئی عوض نہیں۔ مثلاً بکری خریدی۔ تین چار دن اس کا دودھ کھایا پھر کسی عیب پر واقف ہوا اور اسے واپس کر دیا تو جو دودھ کھایا ہے اس کا کوئی عوض مشتری نہیں دے گا۔ دلیل یہی حدیث ہے۔ اسی طرح مُصَرَّاۃ میں بھی کوئی ضمان نہیں ہونا چاہئے۔ اگر بالفرض تاریخ نہ معلوم ہونے سے نسخ کا دعویٰ نہ بھی درست ہو تو اتنا تو ظاہر ہے کہ یہ حدیث مصراۃ، دوسری حدیثوں کے معارض ہے۔ تو ایک حدیث کا ترک دوسری حدیثوں پر عمل کر کے لئے ہوا۔ تو یہ الزام کہ قیاس سے حدیث کو ترک کیا سراسر غلط ہے۔

یہ حدیث امت کے کئی مسلمات کے خلاف ہے۔ اولاً یہ بات پوری امت کو مسلم ہے کہ جب کسی چیز کو کسی کا عوض قرار دیا جائے تو عوضین کی مقدار اور کم از کم جنس معلوم ہونی ضروری ہے۔ یہاں دودھ کی جنس تو معلوم ہے مگر مقدار معلوم نہیں۔ ظاہر ہے کہ ہر جانور

ایک ہی مقدار میں دودھ نہیں دیتا۔ سوچئے اونٹ اور بھیڑ بکری برابر ہی دودھ دیتے ہیں؟۔ پھر جانور کی واپسی ایک دن کے بعد بھی ہوسکتی ہے اور تین دن کے بعد بھی۔ ایک دن اور تین دن میں دودھ کی کتنی مقدار بڑھ جائے گی۔ گھٹ جائے گی۔ اور معاوضہ صرف ایک صاع کھجور یا جو ہے۔ خواہ اونٹ خواہ بھیڑ، بکری، گائے، بھینس۔ ایک دن میں واپس کرے خواہ تین دن کے بعد۔

ثانیاً یہ ایک صاع کھجور یا جو اس دودھ کا ضمان ہے جو مشتری نے کھایا ہے۔ اور ضمان کی شارع نے صرف دو ہی صورت رکھی ہے۔ مثلی چیزوں میں مثل اور غیر مثلی میں قیمت۔ ظاہر ہے کہ اگر دودھ کو مثلی مانو جیسا کہ حقیقت ہے تو اس کا ضمان اتنا دودھ لازم تھا نہ کھجور یا جو۔ اور اگر اسے مثلی نہ مانیں ذوات القیم سے مانیں تو ظاہر ہے کہ اس قضیئے کی مختلف صورتوں میں دودھ کی قیمت ہمیشہ ایک صاع کھجور یا جو نہ ہوگی کم و بیش ہوگی۔ فرض کرو یہ جانور اونٹ ہے اور تین دن کے بعد واپس کیا تو ظاہر ہے کہ دودھ کی مقدار زیادہ ہوگی۔ اور اگر فرض کرو یہ جانور بکری ہے اور اسے دوسرے ہی دن واپس کیا تو دودھ کی مقدار بہت کم ہوگی۔ پھر بہر صورت ہر جانور میں ایک صاع کھجور یا جو ضمان دینا کیسے درست ہوگا۔

ثالثاً اس قسم کے عقد کی ممانعت فریقین کے نزدیک مسلم الثبوت احادیث سے ثابت ہے۔ مثلاً فرمایا۔ کہ جو کھجور درخت پر ہو اسے کسی مقررہ مقدار کھجور سے نہ بیچو۔ کھیتی کو مقررہ غلے کے عوض نہ بیچو۔ اگرچہ یہاں کھیتی سامنے ہے۔ کھجور نظر کے سامنے ہے ایک ماہر قریب قریب صحیح اندازہ لگا سکتا ہے۔ مگر چونکہ کھیتی میں کتنا غلہ ہے۔ درخت پر کتنی کھجوریں ہیں۔ ان کی صحیح مقدار معلوم نہیں اس لئے منع فرمادیا۔ یہاں بھی جہالت ہے۔ دودھ کی مقدار کیا ہے یہ معلوم نہیں۔ حدیث مُصَرَّاۃ عند الفریقین مسلم احادیث کے معارض ہے۔ اسلئے اس کی صحت میں شبہ ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اگر مزابنت اور محاقلت میں سود کا اندیشہ ہے تو یہاں بھی ہے اس لئے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سود کی بنیاد طعم اور ثمنیت ہے۔ دودھ اور کھجور یا جو میں دونوں باتیں مشترک ہیں۔ یہ حدیث کا قیاس سے ترک نہ ہوا۔ بلکہ حدیث کا حدیث مسلم عند الکل کے ساتھ معارض ہونے کی وجہ سے ترک ہوا۔ اور اس کی کثیر نظیریں عہد صحابہ میں موجود ہیں۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف یہ منسوب کیا کہ حضور نے فرمایا۔

الوضوء مما مست النار۔ جسے آگ نے چھویا ہو اس سے وضو ہے۔

مثلاً آگ پر پکی ہوئی کوئی چیز کھائی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اسی بناء پر بعض ائمہ اس کے قائل ہیں کہ گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی تو وہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی موجود تھے۔ انھوں نے حضرت ابو ہریرہ کے سامنے یہ معارضہ پیش کیا۔

انتوضأ من الدھن انتوضأ من الحمیم۔ کیا تیل کے استعمال سے یا گرم پانی کے استعمال سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

اس کے جواب میں حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا۔ اے بھتیجے! جب حدیث رسول بیان کروں تو مثالیں نہ دیا کرو۔ مگر حضرت ابن

عباس اپنی رائے پر قائم رہے۔ اور یہی جمہور کا مذہب ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیزوں کے کھانے سے وضو نہیں جاتا۔ کیا جمہور امت کو یہ الزام دیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے قیاس کی بنا پر حدیث کو ترک کر دیا۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے، حضرت ابن عباس کے یہ حدیث بیان کی۔ کہ جو جنازہ اوٹھائے وضو کرے۔ اس پر حضرت ابن عباس نے کہا:۔

ھل یلزمنا الوضوء من حمل عیدان یابسۃ [1] کیا سوکھی لکڑیاں اٹھانے سے ہم پر وضو لازم ہے۔

بعض حضرات نے ابو ہریرہ کی اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ جنازہ اوٹھانے والا وضو کر کے جنازہ اوٹھائے تاکہ نماز جنازہ پڑھنے میں تاخیر نہ ہو۔ لیکن اگر حضرت ابو ہریرہ کی مراد یہ تھی تو انھیں جواب دینا چاہئے تھا۔ کہ میری مراد یہ ہے۔ اپنی بیان کردہ حدیث کے مفہوم کو وہ بہتر سمجھتے تھے۔ حضرت ابن عباس کے مواخذہ پر خاموشی اس کی دلیل ہے کہ ان کی مراد یہی تھی کہ جنازہ اٹھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ معاندین احناف ابن عباس کو کیا کہیں گے؟۔

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا۔ کہ ایک شخص نے نکاح کیا اور مہر کچھ مقرر نہیں کیا۔ پھر مر گیا۔ اس کی یہ زوجہ مہر پائے گی یا نہیں؟۔ پائے گی تو کتنی؟۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مہینہ تک غور و خوض کیا پھر یہ فتویٰ دیا۔ میں نے اس بارے میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا۔ میں اپنی رائے بتاتا ہوں اگر درست ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر درست نہیں تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے۔ اس عورت کو مہر مثل دیا جائے نہ کم نہ زیادہ۔ اسی مجمع میں معقل بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے۔ کھڑے ہوئے اور کہا۔ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ بروع بنت واشق کے بارے میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا تھا۔ یہ سنکر حضرت ابن مسعود اتنے خوش ہوئے کہ کبھی اتنے مسرور نہیں دیکھے گئے تھے۔ لیکن حضرت علی نے معقل بن سنان کی یہ حدیث نہیں تسلیم کی اور یہ کہہ کر اسے مسترد کر دیا۔

ما نصغی بقول اعرابی بوال علی عقیبیہ وحسبھا المیراث ولا مھر لھا۔ اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرنے والے گنوار کی بات پر ہم کان نہیں دھرتے۔ اس عورت کو صرف میراث ملے گی۔ مہر اسکے لئے نہیں۔

حضرت علی کا یہ قول نہ بھی ثابت ہو تو اتنا تو طے ہے کہ حضرت علی کا قول یہی ہے کہ ایسی عورت کو صرف میراث ملے گی۔ اور کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اور یہی حضرت زید بن ثابت اور ابن عباس اور ابن عمر کا بھی مذہب ہے۔ اب بتایئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ: [1] ترمذی ص۱۲، ابن ماجہ ص۲۵، [2] نور الانوار ص۱۸۰، [3] ترمذی شریف ج۱ ص۱۳۶،

عنہ اوران تینوں فقہاء صحابہ کے بارے میں کیا فتویٰ ہے ؟۔ یہ اہل رائے تھے یا اہل حدیث ؟۔

④ ترمذی[1] میں ہے کہ فاطمہ بنت قیس نے یہ حدیث بیان کی۔ کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے شوہر سے انھیں نہ عدت کا نفقہ دلایا اور نہ رہنے کے لئے مکان دلایا۔ راوی حدیث مغیرہ کا بیان ہے کہ میں نے جب یہ حدیث ابراھیم سے ذکر کی تو انھوں نے کہا اس پر حضرت عمر نے یہ فرمایا :۔

لاندع کتاب اللہ وسنۃ نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقول امرأۃ لاندری احفظت ام نسیت فکان عمر جعل لھا السکنیٰ والنفقۃ

ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے کہنے سے نہیں چھوڑ سکتے۔ پتہ نہیں اس نے یاد رکھا یا بھول گئی۔ حضرت عمر نے ایسی عورت کو نفقہ بھی دلایا اور مکان بھی۔

شارحین نے کہا کہ کتاب اللہ سے مراد سورۂ طلاق کی یہ دونوں آیتیں ہیں :۔

① وَلَا تُخْرِجُوْھُنَّ مِنْ بُیُوْتِھِنَّ ۔ وَلَا یَخْرُجْنَ ۔ انھیں (عدت کے دوران) انکے گھروں سے نہ نکالو۔ اور نہ وہ خود نکلیں

② اَسْکِنُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ سَکَنْتُمْ ۔ مِنْ وُّجْدِکُمْ ۔ جہاں خود رہتے ہو وہیں انھیں رکھو اپنی طاقت بھر۔

لیکن گزارش یہ ہے کہ ان آیتوں میں یہ تصریح نہیں ہے کہ طلاق والی کے لئے ہے۔ اور آپ کے نزدیک خبر واحد سے کتاب اللہ کی تخصیص جائز تو کیوں نہ اسے فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے حضرت عمر نے خاص فرمایا۔ آپ لوگوں کی زبان میں یہ حضرت عمر کا قیاس تھا۔ کہ انھوں نے ان آیتوں کو اپنے عموم میں رکھا۔ تو یہ قیاس سے حدیث کا رد کرنا ہوا۔ بولئے حضرت عمر کے بارے میں کیا تحقیق ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت عمر نے صحابۂ کرام کے مجمع عام میں یہ فیصلہ فرمایا۔ سب نے سکوت کیا۔ کیا سب صحابۂ کرام قیاس تھے ؟۔

رہ گئی وہ حدیث جو اس کے معارض ہے۔ وہ ترمذی میں مذکور نہیں۔ البتہ احناف کے اصول فقہ میں مذکور ہے۔ کہ حضرت عمر نے فرمایا۔ کہ میں نے رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ایسی عورت کے لئے نفقہ اور سکنی ہے۔ یہاں بھی احتمال ہے کہ کہیں جو حضرت عمر نے سنا وہ مطلق مطلقہ کے لئے ہو۔ اور اسی پر مطلقہ ثلثہ کو قیاس فرمایا۔ جیسا کہ کتاب اللہ کے سلسلے میں ظاہر ہو گیا۔ اور اگر بالفرض یہ ارشاد خاص مطلقہ ثلثہ کے بارے میں ہی ہو۔ تو ایک حدیث کی دوسری پر ترجیح کی وجہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا افقہ ہونا ہے۔ اور یہی احناف بھی کہتے ہیں۔ کہ تعارض کے وقت ترجیح اس روایت کو ہوگی جس کے راوی زیادہ فقیہ ہوں۔ لیکن اب ہمیں یہ بتائیے کہ

---

[1] ترمذی ج ۱ ص ۱۴۱ ،

حضرت امام مالک امام شافعی لیث بن سعد کا مذہب یہ ہے کہ اسے رہنے کے لئے مکان ملے گا مگر نفقہ نہیں ملے گا۔ ترمذی میں ہے۔

قال بعض العلم لھا السکنیٰ ولا نفقۃ لھا وھو قول مالك بن انس واللیث بن سعد والشافعی

بعض اہل علم نے کہا۔ اسے رہنے کے لئے مکان ملے گا نفقہ نہیں ملے گا۔ یہ مالک بن انس، لیث بن سعد اور شافعی کا مذہب ہے۔

ان تینوں ائمہ کو کس زمرے میں داخل مانتے ہو۔ اہل رائے کے یا اہل حدیث کے؟۔

**ایک اور الزام** حدیث مُصَرَّاۃ کی طرح احناف کو حدیث کے بالمقابل قیاس پر عمل کرنے کا بہت زیادہ طعن، اِشعار کی کراہت کے قول سے دیا جاتا ہے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ ایام حج میں جو جانور مکہ معظمہ قربانی کے لئے لے جائے جاتے ہیں جنھیں ہَدی کہتے ہیں۔ انھیں شناخت کے لئے یا تو گردن میں کچھ پہنا دیا جاتا ہے۔ یا پھر ان کے کوہان میں معمولی سا زخم لگا دیا جاتا ہے۔ اُسے اِشعار کہتے ہیں۔ احادیث میں ہے۔ کہ خود رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشعار کیا۔ حضرت امام اعظم نے اشعار کو منع فرمایا۔ اس پر قیامت سر پر اٹھالی گئی۔ حالانکہ ہم اس کی بھی بکثرت نظیریں پیش کر سکتے ہیں۔ کہ احادیث کی صحت تسلیم کرتے ہوئے صحابۂ کرام نے حدیث کے صریح منطوق کے خلاف اپنی رائے دی۔ مثلاً صحیح حدیث میں ہے کہ فرمایا:۔

لا تمنعوا آماء اللہ مساجد اللہ

اللہ کی کنیزوں کو اللہ کی مسجدوں میں حاضر ہونے سے مت روکو۔

اور عیدین کی حاضری کے لئے فرمایا۔

ولیشھدن الخیر ودعوۃ المسلمین۔

بھلائی اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں۔

لیکن ام المومنین حضرت صدیقہ نے فرمایا:۔

لو رأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما احدثت النساء لمنعھن کما منعت نساء بنی اسرائیل۔

آج عورتوں نے جو بنا رکھا ہے اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھتے انھیں مسجدوں سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔

اور بالآخر آج پوری امت نے بالاتفاق عورتوں کو مسجد میں جانے سے روک دیا ہے۔ بولئے پوری امت نے بھی وہی جرم کیا یا نہیں جو جرم ابوحنیفہ نے کیا۔ جو اس کا جواب ہے وہی ہمارا جواب ہے۔

**اشعار کے کراہت کی وجہ** اشعار جو مسنون تھا وہ صرف یہ تھا کہ اونٹ کے دائیں یا بائیں کوہان کے نیچے تھوڑا سا چمڑے میں شگاف لگا دیں کہ کچھ خون بہہ جائے لیکن جب لوگوں نے اسمیں تعدی کی اور گہرے گہرے زخم لگانے لگے جو گوشت پر پہنچ جاتا۔ اس میں بلا ضرورت شرعیہ جانور کو ایذا بھی دینی تھی اور یہ بھی خطرہ تھا کہ یہ زخم بڑھ کر جانور کے ہلاک ہونے کا سبب نہ بن جائے تو امام اعظم نے اپنے زمانے کے اشعار، کو مکروہ بتایا۔ مذہبی ارکان کی ادا میں کبھی کبھی عوام کا جوش تعدی کی حد تک بڑھ جاتا ہے۔ یہی حال اشعار میں بھی ہونے لگا تھا۔ اس لئے سدّاً لباب الفتنہ امام اعظم نے اسے مکروہ بتایا۔ جیسے عورتوں کو اس زمانے میں مسجد میں نماز کے لئے جانے سے

ردکنا حدیث لاتمنعوا آماء اللہ مساجد اللہ۔ کے منافی نہیں۔ اسی طرح اشعار میں تعدی کی بنا پر اشعار کو مکروہ کہنا، حدیث کے منافی نہیں۔ یہ لوگوں کے احوال کے اعتبار سے ہے۔

اس قسم کے الزامات حضرت امام اعظم کے عہد میں بھی لگائے گئے جس سے بڑے بڑے ائمہ متاثر بھی ہوئے۔ مگر جب روبرو گفتگو ہوئی تو لوگوں کے شکوک وشبہات دور ہوگئے۔ جس کی مثالیں اوپر گزر چکی ہیں۔

زیادہ غلط فہمی اس وجہ سے ہوئی کہ اصول فقہ میں ایک قاعدہ عام طور پر لکھا ہے کہ اگر راوی فقیہ ہے تو اس کی حدیث قیاس کے بالمقابل راجح ہوگی۔ اور اگر فقیہ نہیں تو قیاس کو ترجیح ہوگی۔ لیکن کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ یہ حضرت امام اعظم نے کہیں بھی فرمایا ہو۔ فقہ، اصول فقہ کے لاکھوں صفحات میں نے دیکھ ڈالے مگر کہیں یہ نہیں ملا کہ یہ امام اعظم نے فرمایا ہے۔ اصول فقہ میں یہ تصریح ہے کہ یہ صرف عیسی بن ابان اور ان کے کچھ متبعین کی ذاتی رائے ہے۔ امام ابوالحسن کرخی وغیرہ اس کے مخالف ہیں۔ مسلم الثبوت اٹھا کر دیکھو انھوں نے امام ابوالحسن کرخی ہی قول کو ترجیح دی ہے۔ یہ کتنی بڑی جرأت ہے کہ اگر کوئی بات کسی ایک یا چند حنفی عالم نے کہہ دی تو بلا ثبوت اس کو امام اعظم کے سر تھوپ دیا گیا۔ جب کہ خود احناف اس کے مخالف ہوں اور اسے غیر صحیح کہہ رہے ہوں

(۱) پھر احناف کے نزدیک اس قاعدے کے ناقابل اعتبار ہونے کے نظائر بھی بکثرت ہیں۔ مثلاً نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ قیاس کے خلاف ہے۔ اور یہی امام مالک وغیرہ کا مذہب بھی ہے کہ یہ ناقض وضو نہیں۔ امام محمد اس پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

لولا ماجاء من الاثار کان القیاس علی ما قال اھل المدینۃ لکن لاقیاس مع الاثر ولاینبغی الا ان ینقاد الاثار۔

اگر حدیث نہ ہوتی تو قیاس وہی تھا جو اہل مدینہ کہتے ہیں۔ لیکن حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس کچھ نہیں۔ صرف احادیث ہی کی اتباع کرنی چاہئے

(۲) رمضان میں بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ یہ حدیث سے ثابت ہے۔ قیاس چاہتا ہے کہ جب کھا پی لیا تو روزہ ختم۔ مگر امام اعظم نے فرمایا:۔

لولا ماجاء فی ھذا من الاثار لامرت بالقضاء۔

اگر اس بارے میں احادیث نہ ہوتیں تو میں ایسے روزے کی قضا کا حکم دیتا

**احادیث کے علل قادحہ خفیہ** یہاں ایک نکتہ یہ قابل لحاظ ہے۔ کہ احادیث کی صحت وعدم صحت میں بھی اختلاف رائے ہوا ہے۔ ایک ہی حدیث دسیوں محدثین کے نزدیک صحیح ہے مگر دوسرے محدثین اس کو ضعیف کہتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ جس حدیث کو صحیح کہتے ہوں وہ واقع میں بھی صحیح ہو۔ یا وہ دوسرے محدثین کے نزدیک بھی صحیح ہو۔ اور جسے آپ ضعیف کہتے ہوں وہ واقع میں ضعیف ہی ہو۔ یا دوسرے محدثین کے نزدیک ضعیف ہی ہو۔ اسکی ایک مثال وہ احادیث ہیں کہ جن سے آمین بالجہر ثابت کیا جاتا ہے۔ ان میں سے کوئی حدیث امام بخاری کے نزدیک صحیح نہیں اسلئے کہ اگر ان

میں ایک بھی ان کے نزدیک صحیح ہوتی تو جب کہ امام بخاری نے آمین بالجہر کا باب باندھا ہے تو اسے ضرور ذکر فرماتے آمین بالجہر کا باب باندھنے کے باوجود بھی ان حدیثوں میں سے کسی حدیث کو ذکر نہ کرنا اسکی دلیل ہے کہ یہ احادیث امام بخاری کے نزدیک صحیح نہیں۔ مگر دوسرے محدثین اسے صحیح مانتے ہیں۔

دوسری مثال یہ حدیث ہے:۔

من صلی خلف الامام فان قرأۃ الامام لہ قرأۃ۔ جو کسی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اسکی قرأت ہے۔

معاندین اس حدیث میں طرح طرح کے کیڑے نکالتے ہیں مگر یہ حدیث صحیح پر قدح ہر علت سے پاک ہے۔ امام محمد نے موطا[1] میں ایسی سند کے ساتھ جس کے تمام رجال صحاح ستہ کے رجال ہیں۔ روایت کیا۔ امام ابن ہمام[2] نے فرمایا۔ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ محدثین نے صحت کے معیار الگ الگ قائم کئے ہیں۔ مثلاً حضرت امام اعظم کے نزدیک دیگر اور شروط کے ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ راوی حدیث کو سننے کے وقت سے لے کر ادا کے وقت تک یاد رکھے ہو۔ یہ کڑی شرط امام بخاری اور مسلم کے یہاں بھی نہیں۔ امام بخاری کے یہاں حدیث معنعن میں معاصرت کے ساتھ لقا شرط ہے۔ امام مسلم کے یہاں لقا کی شرط نہیں صرف معاصرت کافی ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ ایمان قول و فعل نہیں۔ امام بخاری اس کی حدیث نہیں لیتے۔ بقیہ تمام محدثین لیتے ہیں۔ احناف اور جمہور محدثین کے یہاں حدیث مرسل حجت ہے۔ کچھ محدثین کے یہاں حجت نہیں۔ ان شرائط کے اختلاف سے احادیث کی صحت اور عدم صحت میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ بلکہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ رواۃ کے بارے میں مختلف نظریات ہیں۔ ان کی وجہ سے بھی اختلاف پیدا ہوا ہے۔ پھر ان ظاہر وجوہ سے ہٹ کر کبھی بظاہر حدیث صحیح ہے۔ متصل السند ہے۔ تمام راوی ثقہ ہیں۔ کوئی خرابی نہیں نظر آتی مگر ایک ماہر حدیث کا نقاد، حاذق اسے کسی خفی علت کی بنا پر ضعیف کہہ دیتا ہے۔ پھر لطف یہ کہ محدثین خود ہی تصریح کرتے ہیں۔ کہ کبھی خود ناقد وہ وجہ نہیں بیان کر سکتا جو اس کے معلل ہونے کی ہے۔ جیسے ایک صراف سونے چاندی کو پرکھ کے خود جان لیتا ہے کہ کھری ہے کہ کھوٹی۔ مگر دوسرے کو بتا نہیں پاتا۔ مشہور محدث ابوحاتم سے کسی نے چند حدیثوں کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے بعض کو صحیح بعض کو مدرج بعض کو منکر بتایا۔ سائل نے عرض کیا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ کیا راویوں نے آپ کو یہ تفصیل بتائی ہے؟۔ ابوحاتم نے کہا نہیں۔ مجھے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس نے کہا۔ کیا آپ غیب جانتے ہیں؟۔ فرمایا تم دوسرے ماہرین سے پوچھ لو اگر وہ میری موافقت کریں تو مانو۔ اس نے جا کر انھیں کے معاصر دوسرے محدث ابوزرعہ سے پوچھا۔ انھوں نے بھی وہی کہا جو ابوحاتم نے کہا تھا۔ اب اسکو اطمینان ہوا[3]۔ امام بخاری کے استاذ اور مسلم الثبوت محدث علی بن مدینی نے کہا:۔

---

[1] ص۹۵، [2] فتح القدیر ص۱۳۶، [3] فتح المغیث،

ھی الھام ولو قلت للفقیہ بالعلل من این لک ھذا لم یکن لہ حجۃ [1]

یہ الہام ہے۔ اگر علل کے ماہر سے پوچھو کہ تم نے کس بنا پر اسے معلل کہا تو وہ کوئی دلیل نہیں پیش کر سکتا۔

بعض محدثین نے اسی کو یوں کہا ہے۔

اثر یھجم علی قلوبھم لا یمکنھم ردہ وھیئۃ نفسانیۃ لا معدل لھم۔

یہ ایک اثر ہے جو محدثین کے دل میں وارد ہوتا ہے۔ جسے وہ رد نہیں کر سکتے اور ایک نفسانی تأثر ہے جس سے وہ صرف نظر نہیں کر سکتے۔

اور کچھ حضرات نے یہ کہا۔ کہ صحیح احادیث میں ایک خاص نورانیت ہوتی ہے۔ وہ جب کسی میں نہیں ملتی تو محدث جان جاتا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔

محدثین کو من جانب اللہ ایسا ملکہ حاصل ہونا بعید از قیاس نہیں۔ کہ وہ اپنی فراست ایمانی سے یہ فرق کر سکیں کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یا نہیں۔ یہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل ہے یا نہیں۔ حضرت امام اعظم اپنے وقت کے ہی نہیں بلکہ بعد کے اعتبار سے بھی ایک عظیم ہی نہیں اعظم جلیل ہی نہیں اجل کبیر ہی نہیں اکبر محدث بھی تھے۔ اور ایسے ماہر حاذق کہ احادیث سے متعلق تمام اسرار و رموز سے کما حقہ واقف تھے۔ اور ساتھ ساتھ بے مثال مجتہد بھی۔ انھوں نے اپنے اس خداداد ملکہ سے کام لیکر کچھ احادیث علل خفیہ قادحہ کی بنا پر معلل ہونے کی وجہ سے ترک کر دیا۔ تو یہ حقیقت میں عمل بالحدیث کا ترک نہ ہوا۔ لیکن معاندین کا کوئی علاج نہیں۔

**معانی حدیث کی فہم** پھر قرآن و حدیث کے معانی کا سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں۔ حدیث گزر چکی کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ عزوجل جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے۔ اسی بخاری کتاب العلم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد مذکور ہے۔

فھم اُعطیہ رجل مسلم [2]

سمجھ جو کسی مسلمان کو دی گئی ہو۔

پھر سمجھ والے بھی مختلف مدارج کے ہوتے ہیں۔ ایک چیز سے ایک بات ایک کے سمجھ میں آتی ہے۔ اور دوسرے لوگ اسے نہیں سمجھ پاتے ہیں۔

(۱) حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اخیر عمر مبارک دوران خطبہ فرمایا۔

---

[1] فتح المغیث [2] بخاری شریف ج ۱ ص ۲۱

ان اللہ خیر عبدا بین الدنیا وبین ما عندہ فاختار ذلک العبد ما عندہ۔ اللہ نے ایک بندے کو یہ اختیار دیا کہ دنیا پسند کرے یا حضوری بارگاہ اس بندے نے حضوری بارگاہ پسند کیا۔

یہ سنکر حضرت ابوبکر رونے لگے۔ حضرت ابوسعید خدری راوی حدیث کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو اس پر تعجب ہوا۔ روکیوں رہے ہیں مگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بندۂ مختار خود حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ اور ابوبکر ہم سب سے زیادہ علم والے تھے [1]

(۲) حضرت فاروق اعظم، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے قریب رکھتے تھے۔ یہ بات دوسرے بزرگوں کو ناپسند ہوئی کہ ہمارے لڑکوں کو اتنا قریب کیوں نہیں کرتے۔ خدمت میں عرض کیا۔ حضرت عمر نے سب کے صاحبزادوں کو اور ابن عباس کو بھی بلایا۔ اور دریافت کیا۔ کہ سورۂ نصر اِذَا جَاءَ سے کیا سمجھتے ہو۔ کچھ صاحبزادے تو بالکل خاموش رہے۔ کچھ نے عرض کیا۔ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب ہماری مدد ہوئی، ہمیں فتح نصیب ہوئی تو ہم اللہ کی تسبیح وتحمید کریں۔ استغفار کریں۔ یعنی اس کا شکر کریں۔ حضرت عمر نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ تم کیا کہتے ہو تو انھیں نے عرض کیا۔ اس میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے قرب کی خبر دی جارہی ہے۔

کچھ اسی قسم کا معاملہ حضرت امام اعظم اور ان کے معاصرین ومعاندین کا بھی ہے۔ حضرت امام اعظم کو اللہ عزوجل نے قرآن واحادیث کے معانی کے سمجھنے کی ایسی قوت وصلاحیت عطا فرمائی تھی۔ جو دوسروں میں نہ تھی۔ دوسروں کی نظریں الفاظ کی سطح تک رہتیں۔ اور حضرت امام اعظم کی نکتہ رس فہم معانی کے دقیق سے دقیق ادق سے ادق بطون تک پہونچ جاتی۔ جس پر یہ لوگ خود حیران رہ جاتے۔ ان میں جنھیں اللہ چاہتا۔ امام کی جلالت کو تسلیم کرلیتا۔ ورنہ وہ معاندانہ روش پر اڑا رہتا۔

علامہ ابن حجر مکی شافعی نے الخیرات الحسان میں خطیب کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام ابو یوسف نے فرمایا ــــ حدیث کی تفسیر اور حدیث میں جہاں جہاں فقہی نکات ہیں ان کا جاننے والا میں نے امام ابوحنیفہ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ میں نے جب کبھی ان کا خلاف کیا پھر غور کیا تو ان کا مذہب آخرت میں زیادہ نجات دہندہ نظر آیا۔ ایک بار حضرت امام اعظم، حضرت سلیمان اعمش کے یہاں تھے۔ امام اعمش سے کسی نے کچھ مسائل دریافت کئے۔ انھوں نے امام اعظم سے پوچھا۔ آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت امام اعظم نے ان سب کے حکم بیان فرمائے۔ امام اعمش نے پوچھا کہاں سے یہ کہتے ہو۔ فرمایا۔ آپ ہی کی بیان کردہ ان احادیث سے اور ان احادیث کو مع سندوں کے بیان کردیا۔ امام اعمش نے فرمایا۔ بس بس، میں نے آپ سے جتنی حدیثیں سودن میں بیان کیں آپ نے وہ سب ایک دن میں سناڈالی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ آپ ان احادیث پر عمل کرتے ہیں۔

یا معشر الفقہاء انتم الاطباء ونحن الصیادلۃ اے گروہ فقہاء! تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار اور آپ نے دونوں کو

---

[1] بخاری ج ۱ ص ۵۱۶،

وانت ایھا الرجل اخذت بکلا الطرفین [1] حاصل کرلیا۔

اللہ عزوجل حضرت سلیمان اعمش کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ انھوں نے ان تمام مباحث کو جو آج تک محدثین اور فقہا کے مراتب کی تعیین میں چلی آرہی ہے۔ ان چند لفظوں میں سمیٹ کے رکھ دیا ہے۔ اب ہم بھی اس گفتگو کو انھیں الفاظ پر ختم کرتے ہیں۔

**ایک لطیفہ** حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلالت شان گھٹانے کے لئے ایک جاہلانہ سوال بہت اچھالا جاتا ہے۔ آجکل کے غیر مقلدین اسے بطور وظیفہ پڑھتے بھی ہیں اور اپنے غیر مقلد طلبہ کو پڑھاتے بھی ہیں۔ اس کا خاص سبب یہ ہے کہ حضرت امام بخاری سے بآں جلالت شان کہیں کہیں لغوی، صرفی لغزش ہوگئی ہے۔ جن پر شارحین نے کلام کیا ہے۔ علامہ عینی نے بھی ان لغزشوں کا تذکرہ اپنی شرح میں کردیا ہے۔ بس کیا تھا بھڑ کے چھتے میں لکڑی چلی گئی۔ ساری دنیا امام بخاری پر اعتراض کرے تو کرے ایک حنفی کیوں کچھ کہے۔ دیانت خدا ترسی سب کو بالائے طاق رکھ کر امام اعظم پر لعن طعن سب وشتم پر اتر آئے۔ امام بخاری سے بڑی عقیدت تھی۔ تو ان لغزشوں کی تصحیح کرتے۔ یہ تو ان سے ہو نہ سکا۔ کیا یہ کہ حضرت امام اعظم کا ایک قول ڈھونڈ نکالا۔ جو ان معاندین کی پڑھی ہوئی نحو کے خلاف ہے۔ قصہ یہ ہے۔ کہ ابوعمرو علاء نحوی مقری نے حضرت امام اعظم سے پوچھا کہ قتل بالمُثَقَّل سے قصاص واجب ہے یا نہیں؟۔ فرمایا۔ نہیں۔ اس پر ابوعمرو نے کہا اگر وہ منجنیق کے پتھر سے مارے پھر بھی نہیں فرمایا۔

لو قتلہ بابا قبیس

اگرچہ (جبل) ابی قبیس سے قتل کرے۔

چونکہ ابوقبیس پر، با، حرف جار داخل ہے۔ اس لئے اس کو یاء کے ساتھ "بابی قبیس" ہونا چاہئے تھا۔ اور حضرت امام اعظم نے اسے الف کے ساتھ فرمایا۔ یہ نحو کے قاعدے سے ناواقفی کی دلیل ہے۔

حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اس سے ایک طرف حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نحوی تبحر ثابت ہوتا ہے تو دوسری طرف معاندین کی جہالت اور علم نحو میں ان کی بے مائیگی ثابت ہوتی ہے۔ اور حد یہ ہے کہ بخاری سے بھی واقفیت نہیں۔ بخاری قتل ابی جہل میں ہے۔ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوجہل کا سر قلم کرنے گئے تو اس سے کہا۔ انت ایا جہل۔ جو روایت بطریق محمد بن مثنیٰ ہے۔ اس میں معتمد روایت یہی ہے۔ جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔ حالانکہ ہونا چاہئے ابوجہل۔ اپنے مخالف پر اعتراض کرنے چلے تھے۔ اور وہ ان کے ہی امام پر لوٹ آیا۔ اولیاء اللہ کے ساتھ عداوت کا یہی حال ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ "بابا قبیس" غلط ہے۔ اور نہ "انت ایا جہل" غلط۔ اسمائے ستہ مکبرہ میں ایک لغت یہ بھی ہے کہ "جب غیر یائے متکلم کی جانب مضاف ہو تو ہر حالت میں الف کے ساتھ ان کا اعراب ہوگا" چنانچہ اسی لغت پر مندرجہ ذیل شعر ہے ؎

---

[1] الخیرات الحسان ص ۶۶، ۶۷۔

ان اباھا وابا اباھا ۔ قد بلغا فی المجد غایتاھا

مگر ان غریبوں کو یہی معلوم ہے کہ چونکہ نحو میر میں اسمائے ستہ مکبرہ کا اعراب یہ لکھا ہے۔ کہ حالت جر میں "یا" کے ساتھ اور حالت رفع میں "واؤ" کے ساتھ اس لئے "انت ابا جہل" و "لو قتلہ بابا قبیس" غلط ہے۔

## ایک اور طعن اور اس کے جوابات

فقہ حنفی ہی نہیں مطلقاً فقہ پر امام بخاری کا ایک طعن برابر چلا آرہا ہے۔ اور آج کل کے معاندین امام بخاری کے کاندھے پر بندوق رکھ کر اس کا اخفاء کو نشانہ بناتے ہیں۔ وہ یہ کہ فقہاء احادیث کو چھوڑ کر اقوال رجال سے احکام نکالتے ہیں اسی میں پھنسے رہتے ہیں۔

**پہلا جواب:۔** اس کا یہ ہے کہ خود امام بخاری نے بھی اقوال رجال سے احکام استنباط فرمایا۔ اور انھیں دلیل بنایا۔ بلکہ کہیں کہیں صرف اقوال رجال ہی کو دلیل بنایا۔ ان کے ابواب کو اٹھا کر دیکھئے کہ کتنے ابواب میں حدیث سے پہلے اقوال رجال ذکر کرتے ہیں پھر حدیث اور کہیں کہیں تو باب کے تحت کوئی حدیث نہیں صرف اقوال رجال ہی ہے۔ بلکہ ایک عامی کو امام بخاری کی طرز سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ ان کے نزدیک اقوال رجال کی حیثیت حدیث سے زائد ہے۔ اس لئے کہ امام بخاری کی ترتیب یہ ہے کہ وہ باب کی تائید میں پہلے آیت ذکر کرتے ہیں۔ اگر اس کی مؤید کوئی آیت ہو۔ پھر اقوال رجال پھر حدیث اگر کوئی ان کے پاس ہوتی ہے۔ تو ظاہر ہے کہ قرآن مجید سب پر مقدم۔ اس سے کسی کا ذہن اس طرف جا سکتا ہے کہ یہ ترتیب الاہم فالاہم کی ہے۔

**دوسرا جواب:۔** جن امور کے بارے میں قرآن وحدیث میں کوئی حکم نہ ملے کو غیر مجتہد کیا کرے اسے آپ بتائیں۔

**تیسرا جواب:۔** یہ بات بتحقیق ثابت ہو چکی کہ فقہ کی اصل بنیاد قرآن واحادیث ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہو چکا کہ فقہاء نے احکام کو قرآن واحادیث ہی سے استخراج فرمایا ہے۔ جو احکام قرآن وحدیث میں نہ مل سکے ان میں انھوں نے قرآن واحادیث سے مستخرج احکام کو سامنے رکھ کر اجتہاد سے احکام معلوم کئے ہیں۔ تو آپ بتائیں کہ پھر فقہاء کے اقوال کیوں قابل قبول نہ ہوں گے۔ اور یہ حقیقت میں اقوال فقہاء پر اعتماد کرنا نہیں۔ بلکہ اصل اعتماد قرآن وحدیث پر ہے۔ یہ اقوال فقہاء قرآن واحادیث سے ماخوذ ہیں۔ اس لئے یہ قابل اعتماد ہیں۔ جیسے آپ لوگ بھی ایک ہی صدی میں غیر مقلدیت کو اپنے لئے سرمایۂ افتخار جانتے ہوئے بھی فتاویٰ نذیریہ، فتاویٰ ثنائیہ پر اعتماد کرتے ہیں اور وہی آپ لوگوں کا معمول بہ ہے۔ کیا امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل کے اقوال پر اعتماد جائز نہیں۔ اور میاں نذیر حسین دہلوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کے اقوال کا درجہ قرآن واحادیث کے برابر ہے۔ کہ ان پر اعتماد درست ہے۔

اقوال فقہاء پر اعتماد یقیناً اس وقت ناجائز وحرام ہوتا جب یہ ان کی ذاتی رائے ہوتی۔ اور قرآن واحادیث کے معارض ہوتی۔

مگر جب ان کے اقوال قرآن وحدیث کے مطابق ہیں تو ان پر اعتماد اصل میں قرآن واحادیث ہی پر اعتماد ہے۔

**چوتھا جواب:۔** اصل معاملہ یہ ہے کہ جو مجتہد نہیں اسے کسی نہ کسی مجتہد کی تقلید کرنی فرض ہے۔ اس قدر پر امت کا اجماع ہے۔ اور یہ قرآن واحادیث سے بھی ثابت ہے۔ مجتہد کون ہے یا کون ہو سکتا ہے۔ اس کو آپ اس سے سمجھ لیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام میں سے مجتہد کتنے ہوئے ان کو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ یہ تفصیل کا موقع نہیں۔ اب جو مجتہد نہیں۔ لامحالہ اسے کسی نہ کسی مجتہد کی تقلید کرنی ہے۔ اور جب وہ مقلد ہے تو اسے اس امام کے اقوال پر اعتماد کرنا لازم ہے جس کا وہ مقلد ہے۔ اسے براہ راست قرآن واحادیث سے مسائل کے استخراج کی کوشش جائز نہیں۔ امت کی اکثریت بلکہ غالب اکثریت غیر مجتہد ہے۔ اس لئے وہ لوگ اقوال فقہاء سے احکام تلاش کرتے ہیں۔ اور اسی پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور یہ عمل خود اجلۂ محدثین مصنفین صحاح ستہ حتی کہ شیخین کے اساتذہ کا تھا کہ اگر ان کے پاس کوئی مسئلہ پوچھنے آتا تو اسے فقہاء کی طرف رجوع کا حکم دیتے یا یہ خود فقہاء کی طرف رجوع کرتے۔

ابھی گزرا کہ ایک سائل حضرت سلیمان اعمش کی خدمت میں آیا انھوں نے امام اعظم سے فرمایا کہ آپ اسے مسئلہ بتائیے۔ حضرت سفیان ثوری سے جب کوئی دقیق مسئلہ پوچھا جاتا تو فرماتے اس مسئلہ پر سوائے اس شخص کے جس سے لوگ حسد کرتے ہیں۔ کوئی اچھی تقریر نہیں کر سکتا یعنی امام اعظم۔ پھر حضرت امام اعظم کے شاگردوں سے پوچھتے کہ اس بارے میں تمہارے شیخ کا کیا قول ہے؟۔ یہ لوگ بتاتے اسی کے مطابق فتوی دیتے۔ اگر کبھی حضرت امام کے ساتھ ہوتے تو ہمیشہ امام صاحب کو آگے بڑھاتے۔ اگر ان لوگوں کی رائے امام اعظم کی رائے کے متصادم ہوئی تو ہمیشہ یہی ثابت ہوا کہ امام صاحب کی رائے صحیح ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص سے اس کی بیوی کا جھگڑا ہوا شوہر یہ قسم کھا بیٹھا کہ جب تک تو نہیں بولے گی میں بھی نہیں بولوں گا۔ بیوی کیوں پیچھے رہتی۔ اس نے بھی برابر کی قسم کھائی جب تک تو نہیں بولے گا۔ میں بھی نہیں بولوں گی۔ جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو اب دونوں پریشان شوہر حضرت سفیان ثوری کے پاس گیا کہ اس کا حل کیا ہے۔ فرمایا کہ بیوی سے بات کرو وہ تم سے بات کرے اور قسم کا کفارہ دیدو۔ شوہر حضرت امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ تم دونوں ایک دوسرے سے باتیں کرو۔ کفارہ کی ضرورت نہیں۔ جب سفیان ثوری کو یہ معلوم ہوا تو بہت خفا ہوئے۔ امام اعظم کے پاس جا کر یہاں تک کہہ دیا کہ تم لوگوں کو غلط مسئلہ بتاتے ہو۔ امام صاحب نے اسے بلوایا اور اس سے دوبارہ پورا قصہ بیان کرنے کو کہا۔ جب وہ بیان کر چکا تو امام صاحب نے حضرت سفیان ثوری سے کہا۔ جب شوہر کے قسم کے بعد عورت نے شوہر کو مخاطب کر کے وہ جملہ کہا تو عورت کی طرف سے بولنے کی ابتداء ہو گئی۔ اب قسم کہاں رہی۔ اس پر حضرت سفیان ثوری نے کہا۔ واقعی عین موقع پر آپ کی فہم وہاں تک پہونچ جاتی ہے جہاں ہم لوگوں کا خیال نہیں جاتا۔

ایک دفعہ کوفے کے ایک شخص نے اپنے دو بیٹیوں کی شادی کی اور کوفے کے تمام علماء وفقہاء کو بھی مدعو کیا۔ امام اعظم،

سفیان ثوری، مسعر بن کدام، حسن بن صبّاح سبھی دعوت میں شریک تھے۔ لوگ ابھی کھانا کھا ہی رہے تھے کہ میزبان پریشان حال آیا۔ اور کہا بڑی مشکل ہوگئی۔ عورتوں کی غلطی سے زفاف میں دو بہنیں بدل گئیں۔ اب کیا کیا جائے؟۔ حضرت سفیان نے کہا۔ حضرت معاویہ کے زمانے بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ ہر ایک کی زوجہ اس کے پاس بھیج دی جائے۔ البتہ دونوں کو مہر دینا پڑے گا۔ مسعر بن کدام نے حضرت امام اعظم سے عرض کیا آپ کیا کہتے ہیں؟۔ امام صاحب نے فرمایا۔ کہ دونوں لڑکوں کو بلاؤ۔ دونوں لڑکے آئے تو امام صاحب نے ہر ایک سے پوچھا کہ جو لڑکی رات تمہارے ساتھ تھی وہ تم کو پسند ہے۔ ہر ایک نے پسندیدگی کا اظہار کیا۔ امام صاحب نے فرمایا۔ کہ اب ایسا کرو کہ تم دونوں ان لڑکیوں کو جن سے تمہارا نکاح ہوا تھا طلاق دیدو۔ اور جس کے ساتھ رات گزاری تھی اس سے نکاح کرلو۔ حضرت سفیان کا جواب بھی اپنی جگہ درست تھا اس لئے کہ وطی بالشبہہ سے نکاح نہیں ٹوٹتا امام صاحب بھی اس کو جانتے تھے۔ مگر سوال یہ تھا کہ کیا دونوں شوہر اسے پسند کرتے؟ کیا یہ غیرت کے منافی نہ تھا؟

**مخالفت کے اسباب** ایک تو وہی حسد چونکہ جب امام صاحب کے فضل و کمال کی شہرت ہوئی تو ساری مجلسیں سونی ہوگئیں۔ عوام و خواص سب کے مرجع اعظم، حضرت امام ہی ہوگئے۔ یہ بات معاصرین کے لئے بہت تکلیف دہ تھی۔ اس سے لوگ امام کا وقار گرانے کیلئے ان پر بے جا تنقیدات کرنے لگے۔

**دوسرا سبب** معاصرین سے اگر کوئی لغزش ہوتی تو اظہار حق کے لئے حضرت امام اس کو ظاہر کرتے۔ اس سے لوگ چڑھ جاتے۔ محمد بن عبدالرحمٰن جو قاضی ابن ابی لیلیٰ کے نام سے مشہور ہیں۔ کوفے کے بہت بڑے فقیہ تھے۔ تیس برس کوفے کے قاضی رہے۔ ان سے کبھی کبھی فیصلوں میں غلطی ہو جاتی تھی۔ حضرت امام ان کی اصلاح کے لئے انھیں تنبیہہ فرمادیا کرتے تھے۔ انھیں یہ بات ناپسند تھی۔ اس لئے وہ حضرت امام سے ایک خلش رکھتے تھے۔ وہ مسجد میں بیٹھ کر مقدمات دیکھتے تھے۔ ایک دن مجلس قضاء سے فارغ ہو کر کہیں جارہے تھے۔ راستے میں ایک عورت کا کسی سے جھگڑا ہو رہا تھا۔ عورت نے اس شخص کو یا ابن الزانیین کہدیا۔ (یعنی اے زانی اور زانیہ کے بیٹے) قاضی صاحب نے حکم دیا کہ عورت کو پکڑ کر مجلس قضاء میں لے چلو! یہ بھی واپس آئے اور حکم دیا کہ عورت کو کھڑی کر کے قذف کی دوہری سزا دی جائے۔ اسّی اسّی یعنی ایک سو ساٹھ کوڑے مارے جائیں۔ جب امام صاحب کو اس کی اطلاع ملی تو فرمایا۔ ابن ابی لیلیٰ نے اس میں چھ غلطیاں کی ہیں۔ مجلس قضا سے اٹھنے کے بعد دوبارہ فوراً واپس آکر فیصلے کے لئے بیٹھے۔ مسجد میں حد مارنے کا حکم دیا۔ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد میں حد جاری کرنے سے منع فرمایا ہے۔ عورت کو بٹھا کر حد مارنی چاہئے۔ انھوں نے کھڑے کرا کر درّے لگوائے۔ ایک ہی حد لازم تھی انھوں نے دو جاری کیں۔ ایک ہی ساتھ دو حدیں لگوائیں۔ حالانکہ اگر کسی پر دو حد لازم بھی ہو تو ایک حد کے بعد مجرم کو چھوڑ دینا چاہئے جب اس کے زخم اچھے ہو جائیں تو دوسری حد لگانی چاہئے۔ جسے

عورت نے ابن النابغہ کہا تھا اس نے جب مطالبہ نہیں کیا تھا۔ تو قاضی صاحب کو مقدمہ قائم کرنے کا حق نہ تھا۔ اس تنقید کی اطلاع جب قاضی صاحب کو ہوئی تو سخت ناراض ہوئے۔ کوفے کے گورنر سے شکایت کی کہ ابوحنیفہ نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ گورنر نے حضرت امام پر پابندی لگادی کہ امام ابوحنیفہ فتوی نہیں دے سکتے۔ کوفے میں اور بہت سے فقہاء تھے۔ اس صورت میں فتوی دینا فرض کفایہ تھا۔ امام صاحب نے فتوی دینا بند کر دیا۔ اسی اثنا ایک دن گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ کہ ان کی صاحبزادی نے پوچھا کہ آج میں روزے سے ہوں۔ دانت سے خون نکلا اور میں نے بار بار تھوکا یہاں تک کہ تھوک بالکل سفید ہوگیا اس میں خون کا اثر بالکل ظاہر نہیں ہوتا اب اگر میں تھوک گھونٹ لوں تو میرا روزہ رہے گا یا جاتا رہے گا۔ تو امام صاحب نے فرمایا۔ بیٹی۔ تم اپنے بھائی حماد سے پوچھ لو۔ مجھے آج کل فتوی دینے سے روک دیا گیا ہے۔ ابن خلکان نے اس پر لکھا ہے کہ اطاعت امیر اور دیانت و امانت کی اس سے بڑھ کر اور کوئی مثال نہیں ہوسکتی[1] لیکن جب مسائل میں خود کوفے کے گورنر کو دشواریاں پیش آنی شروع ہوئیں اور کوئی حل نہ کر سکا تو اسے بھی مجبور ہو کر حضرت امام کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ اور حکم امتناعی اٹھا لینا پڑا۔ امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں

وکان ھذا المنع للامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل اجتماعہ بہ ومعرفتہ بمقام الامام فی العلم[2]

یعنی امام صاحب کو فتوی دینے سے منع کرنا آپ کی ملاقات اور آپ کے پایۂ علمی کی معرفت سے پیشتر تھا۔

اور جب امام صاحب کے پایۂ علمی کا علم ہوا تو پکار اٹھا۔

ھذا عالم الدنیا الیوم[3]

یعنی یہ آج دنیا کے عالم ہیں۔

یحیی بن سعید، شہنشاہ منصور عباسی کے یہاں بہت رسوخ رکھتے تھے۔ کوفے کے قاضی تھے۔ مگر کوفے میں ان کو وہ قبول عام نہ حاصل ہو سکا جو حضرت امام اعظم کا تھا۔ اس پر ان کو بہت تعجب ہوتا تھا۔ کہا کرتے تھے کہ کوفے والے عجیب کم عقل ہیں۔ تمام شہر ایک شخص یعنی امام ابوحنیفہ کی مٹھی میں ہے۔ اس پر امام اعظم نے امام ابو یوسف امام زفر اور چند اور شاگردوں کو بھیجا کہ قاضی صاحب سے مناظرہ کریں۔ امام ابو یوسف نے قاضی یحیی سے پوچھا۔ ایک غلام دو آدمیوں میں شریک ہے۔ ان میں سے ایک شخص آزاد کرنا چاہتا ہے۔ تو آزاد کر سکتا ہے یا نہیں؟ قاضی صاحب نے کہا کہ نہیں کر سکتا۔ اس میں دوسرے حصہ والے کا نقصان ہے۔ حدیث میں ہے لاضرر ولا ضرار۔ جس کام سے دوسرے کو ضرر پہونچے جائز نہیں۔ امام ابو یوسف نے پوچھا اگر دوسرا آزاد کر دے تو؟ اس پر قاضی صاحب نے کہا اب آزاد ہو جائے گا۔ امام ابو یوسف نے کہا۔ آپ نے اپنے قول کا رد کر دیا۔ پہلے نے جب غلام آزاد کیا تو اس کا آزاد کرنا بے اثر رہا۔ یہ غلام، پورا کا پورا غلام ہی رہا۔ اب دوسرے نے آزاد کیا تو وہی پہلی پوزیشن لوٹ آئی۔ اب کیسے آزاد ہوگیا؟

---

[1] ترجمہ ابن ابی لیلیٰ ج ۱ ص ۴۹۲، [2] کتاب المیزان ج ۱ ص ۶۲، [3] تبییض الصحیفہ ص ۲۰،

**تیسرا سبب** یہ ہے کہ کچھ ناخدا ترس ایسے بھی تھے جو حضرت امام کے خلاف جھوٹے قصے وضع کر کے منسوب کرتے تھے۔ مثلاً نعیم بن حماد، یہ وہ بزرگ ہیں جنھیں امام نسائی نے ضعیف کہا۔ ابوالفتح ازدی وغیرہ نے کہا کہ یہ وضاع کذاب تھا۔ امام ابوحنیفہ کی تنقیص کے لئے جھوٹی روایتیں گڑھا کرتا تھا۔ اور حدیثیں بھی وضع کرتا تھا۔ اور بہانہ یہ بناتا کہ میں ایسا تقویت سنت کے لئے کرتا ہوں ایسے لوگوں پر حیرت نہیں۔ حیرت امام بخاری پر ہے کہ انھوں نے ایسے کذاب وضاع کی حدیثوں پر اعتماد کر کے اپنی کتابوں میں اسے جگہ دی۔ اس سلسلے میں علامہ سخاوی کا فیصلہ نقل کر کے ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:۔

حافظ ابوالشیخ بن حبان نے کتاب السنہ میں، یا حافظ ابن عدی نے کامل میں، یا ابوبکر خطیب نے تاریخ بغداد میں، یا ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں، یا بخاری اور نسائی نے، بعض ائمہ کے بارے میں جو لکھا۔ یہ ان کی شان علم واتقان سے بعید ہے۔ ان باتوں میں ان کی پیروی نہ کی جائے۔ اس سے احتراز کیا جائے۔ بحمدہ تعالیٰ ہمارے مشائخ کا یہی طریقہ تھا۔ کہ اسلاف کی اس قسم کی باتوں کو مشاجرات صحابہ کی قبیل سے مانتے تھے۔ اور سب کا ذکر خیر سے کرتے تھے۔

**تلامذہ** حضرت امام اعظم کے تلامذہ کی صحیح تعداد معین کرنا مشکل ہے۔ یہ تلامذہ تین قسم کے تھے۔ ایک وہ جن کی شہرت صرف فقہ میں ہوئی ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان کا کوئی شمار نہیں۔ دوسرے وہ جن کی شہرت بحیثیت محدث ہوئی ان کی بھی تعداد ہزاروں ہے۔ تیسرے وہ جو دونوں حیثیت سے ممتاز ہوئے۔ ان سب تفصیلی بحث تو دفتر چاہتی ہے۔ صرف اسماء کی فہرست تیار کرنے کے لئے سیکڑوں صفحات چاہئے۔ ناظرین کی طمانیت خاطر کے لئے اتنا ہی ذکر کافی ہے کہ امام اعظم کے تلامذہ میں ایک بہت بڑی تعداد ان محدثین کی ہے۔ جو اصحاب صحاح ستہ اور امام احمد یحیی بن معین وغیرہ کے بھی شیخ یا شیخ الشیخ ہیں۔ ان میں خصوصیت سے قابل ذکر مکی بن ابراھیم بلخی ہیں۔ جو امام بخاری کی بائیس ثلاثیات میں سے گیارہ ثلاثیات کے شیخ ہیں۔ بلخ کے امام ہیں۔ ان کا قول ہے امام ابوحنیفہ اپنے زمانے میں سب سے بڑے عالم سب سے بڑے زاہد سب سے بڑے حافظ تھے۔ حافظ اُس عہد میں محدث کو کہتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے نزدیک امام صاحب سب سے بڑے محدث تھے۔ مشہور محدثین نے خاص اس سند سے بھی احادیث اپنی تصنیفات میں لی ہیں۔ جن کے راویوں میں حضرت امام اعظم بھی ہیں۔ امام دارقطنی نے اس کے باوجود کہ امام اعظم سے تعصب رکھتے تھے۔ اپنی سنن میں ۳۲ جگہ ایسی روایت لی ہیں۔ حاکم کی مستدرک، طبرانی کی معجم صغیر، مسند ابوداؤد طیالسی میں امام اعظم کے واسطے سے مروی حدیثیں موجود ہیں۔ حتی کہ صاحب خلاصہ نے امام اعظم کے ترجمے میں، ترمذی، نسائی، جزء البخاری کی علامت لگائی ہے۔ مجمع البحار میں ہے کہ ترمذی اور نسائی نے بھی امام صاحب کی روایت لی ہے۔ علامہ ابن حجر نے تقریب میں امام اعظم کے حالات میں نسائی اور ترمذی کی علامت لگائی اور تہذیب التہذیب میں ان روایتوں کا ذکر کیا۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ امام بخاری امام ترمذی، ابوداؤد طیالسی، طبرانی، حاکم حتی کہ دارقطنی تک امام صاحب کے تلامذہ میں سے ہیں۔ اگرچہ کچھ درجے نیچے اگر حضرت

امام اعظم کی حدیث دانی پر کچھ معاندین نے نکتہ چینی کی ہے مگر حضرت امام اعظم کے تلامذہ میں ایسے ایسے جلیل القدر محدث گزرے ہیں کہ ان کی حدیث دانی میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ خصوصیت سے حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام محمد، حضرت عبداللہ بن مبارک حضرت فضیل بن عیاض، حفص بن غیاث، ابو عاصم النبیل، داؤد طائی، مسعر بن کدام، یزید بن ہارون، یحیی بن القطان، ہشام بن عروہ، یحیی بن زکریا بن زائدہ وغیرہ وغیرہ۔ کیا کوئی عقل والا یہ مان سکتا ہے کہ یہ اجلۂ محدثین نے کسی ایسے ہی شخص کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ہے۔ جو حدیث سے نابلد ہو۔ اور تک بندی کو احکام شریعت بتا کر دنیا کو گمراہ کر گیا ہو۔ ع

آواز دو انصاف کو، انصاف کہاں ہے۔

## وفات

بنی امیہ کے خاتمے کے بعد سفاح پھر منصور نے اپنی حکومت جمانے اور لوگوں کے دلوں میں اپنی ہیبت بٹھانے کے لئے وہ وہ مظالم کئے جو تاریخ کے خونی اوراق میں کسی سے کم نہیں۔ منصور نے خصوصیت کے ساتھ سادات پر جو مظالم ڈھائے ہیں وہ سلاطین عباسیہ کی پیشانی کا بہت بڑا بدنما داغ ہیں۔ اسی خونخوار نے حضرت محمد بن ابراہیم دیباج کو دیوار میں زندہ چنوا دیا۔ آخر تنگ آمد بجنگ آمد۔ ان مظلوموں میں سے حضرت محمد نفس ذکیہ نے مدینہ طیبہ میں خروج کیا۔ ابتداء ان کے ساتھ بہت تھوڑے لوگ تھے۔ بعد میں بہت بڑی فوج تیار کر لی۔ حضرت امام مالک نے بھی ان کی حمایت کا فتوی دے دیا۔ نفس ذکیہ بہت شجاع فن جنگ کے ماہر قوی طاقتور تھے۔ مگر اللہ عزوجل کی شان بے نیازی کہ جب منصور سے مقابلہ ہوا تو ۱۴۵ھ میں داد مردانگی دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔

ان کے بعد ان کے بھائی ابراہیم نے خلافت کا دعوی کیا۔ ہر طرف سے ان کی حمایت ہوئی۔ خاص کوفے میں لاکھ بھگ لاکھ آدمی ان کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ بڑے بڑے ائمہ علماء فقہاء نے ان کا ساتھ دیا۔ حتی کہ حضرت امام اعظم نے بھی ان کی حمایت کی بعض مجبوریوں کی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہو سکے جس کا ان کو مرتے دم تک افسوس رہا۔ مگر مالی امداد کی۔ لیکن نوشتۂ تقدیر کون بدلے۔ ابراہیم کو بھی منصور کے مقابلے میں شکست ہوئی اور ابراہیم بھی شہید ہو گئے۔

ابراہیم سے فارغ ہو کر منصور نے ان لوگوں کی طرف توجہ کی جن لوگوں نے ان کا ساتھ دیا تھا۔ ۱۴۶ھ میں بغداد کو دارالسلطنت بنانے کے بعد منصور نے حضرت امام اعظم کو بغداد بلوایا۔ منصور انھیں شہید کرنا چاہتا تھا۔ مگر جواز قتل کے لئے بہانہ کی تلاش تھی۔ اسے معلوم تھا کہ حضرت امام میری حکومت کے کسی عہدے کو قبول نہ کریں گے۔ اس نے حضرت امام کی خدمت میں عہدۂ قضا پیش کیا۔ امام صاحب نے یہ کہہ کر انکار فرما دیا کہ میں اس کے لائق نہیں۔ منصور نے جھنجھلا کر کہا تم جھوٹے ہو۔ امام صاحب نے فرمایا۔ کہ اگر میں سچا ہوں تو ثابت کہ میں عہدۂ قضا کے لائق نہیں، جھوٹا ہوں تو بھی عہدۂ قضا کے لائق نہیں اس لئے کہ جھوٹے کو قاضی

بنانا جائز نہیں۔ اس پر بھی منصور نہ مانا اور قسم کھا کر کہا کہ تم کو قبول کرنا پڑے گا۔ امام صاحب نے بھی قسم کھائی کہ ہرگز نہیں قبول کروں گا۔ ربیع نے غصے سے کہا ابوحنیفہ تم امیرالمومنین کے مقابلے میں قسم کھاتے ہو۔ امام صاحب نے فرمایا۔ ہاں یہ اس لئے کہ امیرالمومنین کو قسم کا کفارہ ادا کرنا بہ نسبت میرے زیادہ آسان ہے۔ اس پر منصور نے جُز بُز ہو کر حضرت امام کو قید خانے میں بھیج دیا۔ اس مدت میں منصور حضرت امام کو بلا کر اکثر علمی مذاکرات کرتا رہتا تھا۔ منصور نے حضرت امام کو قید تو کر دیا مگر وہ ان کی طرف سے مطمئن ہرگز نہ تھا۔ بغداد چونکہ دارالسلطنت تھا۔ اس لئے تمام دنیائے اسلام کے علماء، فقہاء، امراء، تجار، عوام، خواص بغداد آتے تھے حضرت امام کا غلغلہ پوری دنیا میں گھر گھر پہنچ چکا تھا۔ قید نے انکی عظمت اور اثر کو بجائے کم کرنے اور زیادہ بڑھا دیا۔ جیل خانے ہی میں لوگ جاتے اور ان سے فیض حاصل کرتے۔ حضرت امام محمد اخیر وقت تک قید خانے میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ منصور نے جب دیکھا کہ یوں کام نہیں بنا تو خفیہ زہر دلوا دیا۔ جب حضرت امام کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو خالق بے نیاز کی بارگاہ میں سجدہ کیا سجدے ہی کی حالت میں روح پرواز کر گئی۔ ع

جتنی ہو قضا ایک ہی سجدے میں ادا ہو۔

**تجہیز و تدفین** وصال کی خبر بجلی کی طرح پورے بغداد میں پھیل گئی۔ جو سنتا بھاگا ہوا چلا آتا۔ قاضی بغداد عمارہ بن حسن نے غسل دیا۔ غسل دیتے جاتے اور یہ کہتے جاتے تھے واللہ! تم سب سے بڑے فقیہ سب سے بڑے عابد سب سے بڑے زاہد تھے۔ تم میں تمام خوبیاں جمع تھیں۔ تم نے اپنے جانشینوں کو مایوس کر دیا ہے کہ وہ تمہارے مرتبے کو پہنچ سکیں۔ غسل سے فارغ ہوتے ہوئے جم غفیر اکٹھا ہو گیا۔ پہلی بار نماز جنازے میں پچاس ہزار کا مجمع شریک تھا۔ اس پر بھی آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا چھ بار نماز جنازہ ہوئی۔ اخیر میں حضرت امام کے صاحبزادے، حضرت حماد نے نماز جنازہ پڑھائی۔ عصر کے قریب دفن کی نوبت آئی۔

حضرت امام نے وصیت کی تھی کہ انھیں خیزران کے قبرستان میں دفن کیا جائے اس لئے کہ یہ جگہ غصب کردہ نہیں تھی اسی کے مطابق اس کے مشرقی حصے میں مدفون ہوئے۔ دفن کے بعد بھی بیس دن تک لوگ حضرت امام کی نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ ایسے قبول عام کی مثال پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے۔

اس وقت ائمہ محدثین و فقہاء موجود تھے۔ جن میں بعض حضرات امام کے استاذ بھی تھے سب کو حضرت امام کے وصال کا بے اندازہ غم ہوا۔ مکہ معظمہ میں ابن جریج تھے۔ انھوں نے وصال کی خبر سنکر انا للہ پڑھا اور کہا۔ بہت بڑا عالم چلا گیا۔ بصرہ کے امام اور خود حضرت امام کے استاذ امام شعبہ نے بہت افسوس کیا اور فرمایا۔ کوفے میں اندھیرا ہو گیا۔ امیرالمومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک وصال کی خبر سنکر بغداد حاضر ہوئے۔ جب امام کے مزار پر پہونچے۔ روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ ابوحنیفہ! اللہ عزوجل تم پر رحمت برسائے۔ ابراہیم گئے تو اپنا جانشین چھوڑ گئے۔ حماد نے وصال کیا تو تمہیں اپنا جانشین

چھوڑا۔ تم گئے تو پوری دنیا میں کسی کو اپنا جانشین نہیں چھوڑا۔

حضرت امام کا مزار پُرانوار اس وقت سے لے کر آج تک مرجع عوام و خواص ہے۔ حضرت امام شافعی نے فرمایا۔ میں امام ابوحنیفہ کے توسل سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ روزانہ ان کے مزار کی زیارت کو جاتا ہوں۔ جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو ان کے مزار کے پاس دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کرتا ہوں تو مراد پوری ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| اعلم انہ لم یزل العلماء وذوو الحاجات یزورون | یعنی جان لے کہ علماء و اصحاب حاجات امام صاحب کی قبر کی |
| قبرہ ویتوسلون عندہ فی قضاء حوائجھم ویرون | زیارت کرتے رہے اور قضاء حاجات کے لئے آپ کو وسیلہ |
| نجح ذلک منھم الامام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ[1] | پکڑتے رہے اور ان حاجتوں کا پورا ہونا دیکھتے رہے ہیں ان علماء |
| | میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ |

سلطان الپ ارسلان سلجوقی نے ۴۵۹ھ میں مزار پاک پر ایک عالیشان قبہ بنوایا۔ اور اس کے قریب ہی ایک مدرسہ بھی بنوایا۔ یہ بغداد کا پہلا مدرسہ تھا۔ نہایت شاندار لاجواب عمارت بنوائی۔ اس کے افتتاح کے موقع پر بغداد کے تمام علماء و عمائد کو مدعو کیا۔ یہ مدرسہ "مشہد ابوحنیفہ" کے نام سے مشہور ہے۔ مدت تک قائم رہا۔ اس مدرسہ سے متعلق ایک مسافر خانہ بھی تھا جس میں قیام کرنے والوں کو علاوہ اور سہولتوں کے کھانا بھی ملتا تھا۔ بغداد کا مشہور دارالعلوم نظامیہ اس کے بعد قائم ہوا۔ حضرت امام کا وصال نوّے سال کی عمر میں شعبان کی دوسری تاریخ کو ۱۵۰ھ میں ہوا۔

---

[1] خیرات الحسان ص ۶۹،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للہ ھو الفقیہ الاکبر والصلوٰۃ علی حبیبہ وھی الحدیث الازھر

وعلی الہ وصحبہ سفن النجاۃ ومصابیح الغرر

حضرت امام بخاری نے اپنی اس عظیم الشان تصنیف کو بسم اللہ سے تو شروع فرمایا مگر اللہ عزوجل کی حمد اور شہادتین سے شروع نہیں فرمایا۔ حالانکہ حدیث میں ہے :-

① کل امر ذی بال لم یبدأ بحمد اللہ فھو اقطع ۔ ہر عظیم الشان کام اللہ کی حمد سے نہ شروع کیا جائے وہ بے برکت ہے۔

② کل خطبۃ لیس فیھا شھادۃ کالید الجذماء ۔ جس خطبے میں شہادت نہ ہو وہ کٹے ہوئے ہاتھ کے مثل ہے۔

ان دونوں حدیثوں کو امام ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہیں۔ اس کا سب سے صحیح اور تحقیقی جواب صرف یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں یہ نہیں کہ جب کچھ لکھنا چاہو تو حمد و شہادت کو پہلے لکھو بھی۔ صرف ابتداء کا حکم ہے۔ ہوسکتا ہے کہ امام بخاری نے حمد اور شہادتین لکھنے سے پہلے زبان سے ادا کرلئے ہوں۔

دوسرا جواب بھی ایک وزن رکھتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں احادیث امام بخاری کی شرط پر نہ ہوں۔ تو ان پر ضروری نہیں ہوا کہ وہ اس پر عمل کرتے۔ جیسا کہ اس کے ایک راوی قُرہ بن عبدالرحمٰن کو ضعیف کہا گیا ہے۔ اگرچہ یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ ابن حبّان اور ابوعوانہ نے تصریح کی ہے۔ نیز یہ حدیث نسائی میں سعید بن عبدالعزیز سے بھی مروی ہے۔ اس متابعت سے قرہ کی وجہ سے جو ضعف تھا ختم ہوگیا۔ لیکن واقع میں کسی حدیث کا صحیح ہونا اور بات ہے اور امام بخاری کے نزدیک صحیح ہونا اور بات ہے۔

اس کے چند اور بھی جوابات دیئے گئے ہیں۔ مگر وہ صحیح نہیں۔ مثلاً یہ کہ یہ ارشاد خطبوں اور تقریروں کے ساتھ خاص ہے چونکہ زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ اپنے خطبوں کو وہ کسی شعر سے شروع کرتے تھے۔ اس کے رد کے لئے فرمایا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ ایک گنوار آیا اور بغیر حمد کے تقریر شروع کردی تو حضور نے فرمایا۔ بئس الخطیب انت ۔ کل امر الحدیث اس سے ظاہر ہے کہ خطبوں کے لئے ہے۔ یہ جواب اس لئے صحیح نہیں۔ کہ اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے واقعہ کی خصوصیت کا نہیں ہوتا۔ جب ارشاد عام ہے کہ فرمایا۔ کل امر ذی بال۔ ہر شاندار کام۔ تو اسے عام ہی رکھنا ضروری ہے۔

دوسرا جواب یہ دیا گیا۔ کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ اس لئے کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جو صلح نامہ لکھا گیا اس میں صرف

بسم اللہ ہے۔ علاوہ ازیں سلاطین کے نام حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو والا نامے بھیجے تھے ان میں صرف تسمیہ ہے حمد نہیں۔ اس جواب میں یہ خامی ہے کہ چونکہ تاریخ معلوم نہیں۔ اس لئے دعوی نسخ درست نہیں۔ ثانیاً اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ صلح حدیبیہ وغیرہ سے پہلے کا یہ ارشاد ہے تو بھی نسخ کا دعوی درست نہیں۔ اس لئے کہ نسخ کے لئے ضروری ہے کہ ایسا تعارض ہو جو اٹھ نہ سکے۔ اور یہاں ایسا نہیں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان مکتوبات میں حمد کا ترک بیان جواز کے لئے ہے۔

تیسرا جواب یہ دیا گیا۔ امام بخاری نے یہ نہیں پسند فرمایا کہ ارشاد رسول پر اپنے کلام کو مقدم کریں۔ باب اور سند کا مقدم ہونا باعتبار ظاہر کے ہے حقیقت میں یہ دونوں مؤخر ہیں۔ اس لئے کہ یہ دونوں حدیث کے توابع میں سے ہیں۔ یہ جواب اس لئے درست نہیں چونکہ تقدیم ہوتی ہے حمد الٰہی کی۔ حمد الٰہی کی تقدیم میں کوئی حرج نہیں۔ پھر چونکہ یہ مامور ہے اور مامور بہ پر عمل ویسے ہی ہوگا جیسے حکم کیا گیا ہے۔ اور اس میں کوئی سوء ادب نہیں ترجمہ باب اور سند کی تقدیم کا یہ عذر کہ حقیقۃً مؤخر ہے بے معنی ہے۔ اس لئے کہ اعتبار ظاہر کا ہے۔ اور ظاہر میں یہ مقدم ہیں۔ ایک یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ چونکہ سب سے پہلے سورۂ اقرأ ، ہوئی اس میں صرف بسم اللہ ہے۔ حمد نہیں۔ یہ جواب یوں ساقط ہے کہ اولاً سورۂ اقرأ کے نزول کے وقت بسم اللہ کا نزول ثابت نہیں۔ ابھی تیسری حدیث آتی ہے۔ اس میں بسم اللہ کا ذکر نہیں۔ ثانیاً اعتبار قرآن مجید کی ترتیب عثمانی کا ہے۔ جو منزل من اللہ ہے۔ اس میں بسم اللہ کے بعد حمد بھی ہے۔ اور یہ کہنا کہ یہ حمد و ثنا حمد نہیں تعلیم کے لئے ہے ادعاء بے دلیل ہے۔ الغرض اس قسم کے اور بھی جوابات دیئے گئے ہیں۔ مگر وہ سب بے وزن ہیں۔ یہاں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ابتداء میں حمد واجب نہیں۔ مستحب ہے۔ مستحب پر ثواب ضرور ملتا ہے۔ لیکن ترک پر کوئی مواخذہ نہیں۔ اگر امام بخاری نے ترک کر دیا تو ان پر کیوں مواخذہ ہوتا ہے۔ اس لئے یہ سوال ہی سرے سے اس لائق نہیں کہ اس کو ذکر کیا جائے۔ عہد قدیم میں یہی طریقہ تھا کہ مصنفین صرف بسم اللہ پر اکتفا کرتے تھے۔ موطا امام مالک، مصنف ابن عبدالرزاق وغیرہ کا یہی حال ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# بَابُ کَیْفَ کَانَ بَدْءُ الْوَحْیِ

اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

## (۱) حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَلَی الْمِنْبَرِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

علقمہ بن وقاص لیثی کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ف۱ سے ممبر پر یہ کہتے سُنا کہ میں نے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا

### تشریحات ①

ف۱ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) یہ عام الفیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے انتالیس مردوں کے بعد، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے ۶ سنہ نبوی میں ایمان لائے۔ ۱۳ سنہ ۲۳ جمادی الآخرہ بروز شنبہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ابولؤلؤ فیروز مجوسی نے نماز فجر میں زخمی کیا۔ تین دن کے بعد ۲۸۔ ذوالحجہ بروز دوشنبہ شہید ہوئے۔ روضۂ پاک میں حضرت صدیق اکبر کے پہلو میں دفن ہوئے۔ عمر مبارک ۶۳ سال ہوئی۔ دس سال چھ مہینے پانچ دن بڑی شان و شوکت کے ساتھ نیابت رسول کا حق ادا کیا۔ انھیں کے عہد خلافت میں وقت کے دو عظیم فرعون، قیصر روم و کسریٰ ایران کی ہزارہا سالہ جابرانہ ظالمانہ سلطنتیں پاش پاش ہوئیں۔ عراق، ایران، مکران (بلوچستان) شام فلسطین

مصر وغیرہ وغیرہ بڑے ممالک اسلام کے زیر نگیں ہوئے۔ چار دانگ عالم میں اسلام کی ہیبت و شوکت بیٹھ گئی۔ جیسا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی تھی۔ علہ

ابو حفص کنیت، فاروق اعظم لقب ہے۔ ان سے ۵۳۷ حدیثیں مروی ہیں۔ صحابہ میں عمر بن خطاب نام کے اور کوئی صاحب نہیں البتہ راویان حدیث میں اس نام کے چھ حضرات ہیں۔ صحابۂ کرام میں عُمر نام کے ۲۲ اور حضرات ہیں۔ اور عَمرو نام کے دو سو سے زائد صحابہ کرام ہیں۔ عُمر اور عَمرو لکھنے میں یکساں ہی ہے اس لئے امتیاز کیلئے عمرو کے ساتھ واو لکھا جاتا ہے اور عُمر بغیر واو کے جو واو کے ساتھ لکھا ہو وہ عَمرو ہے عین کے فتحہ اور میم کے جزم کے ساتھ اور جو عُمر بغیر واو کے ہے یہ عین کے ضمہ اور میم کے فتحہ کے ساتھ ہے ــــ اس پر بلسنت کا اجماع ہے کہ تمام امت سے افضل صدیق اکبر ہیں پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر علی مرتضیٰ پھر عشرہ مبشرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

**ف۲ اس حدیث کی حیثیت** ابن مندہ کی تصریح کے مطابق یہ حدیث علاوہ حضرت عمر کے، حضرت علی و حضرت سعد و حضرت ابو سعید خدری و عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عمر و انس و ابن عباس و معاویہ و ابو ہریرہ و عُبادہ بن صامت و عتبہ بن عبد الاسلمی و ہُزال بن سُوید و عُقبہ بن عامر و جابر و ابو ذر و عُتبہ ابن منذر و عُقبہ بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔ ابن مندہ کا یہ قول اگر صحیح ہے تو یہ حدیث متواتر ہے۔ مگر اکثر محدثین کی رائے یہ ہے کہ یہ حدیث صرف حضرت عمر ہی سے مروی ہے، اور ان کے بعد یحییٰ بن سعید انصاری تک اس کے راوی ایک ایک رہے۔ یحیی بن سعید کے بعد یہ حدیث پھیلی ابو سعید محمد بن علی قشاب نے کہا کہ ڈیڑھ سو اور ابن مندہ نے کہا کہ تین سو سے زائد۔ حافظ ابو موسیٰ مدینی اور ابو اسماعیل ہروی نے کہا کہ سات سو حضرات نے یحیی بن سعید سے اس حدیث کو روایت کیا۔ اس پر کچھ کلام بھی کیا گیا ہے۔ مگر عند التحقیق یہ حدیث صحیح غریب مشہور ہے۔

**یہ اُمّ الاحادیث ہے** حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت حماد کو بیس باتوں کی نصیحت فرمائی تھی ان میں انیسویں یہ تھی کہ میں نے پانچ لاکھ حدیثوں میں سے پانچ حدیثیں منتخب کی ہیں ان پر اعتماد کرنا۔ پھر انھیں پانچوں حدیثوں کو ذکر فرمایا

**سبب ارشاد** حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک شخص نے، اُمّ قیس نامی ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ اُمّ قیس نے یہ شرط رکھی اگر تم مدینہ ہجرت کرکے چلو تو تم سے نکاح کرلوں گی۔ انھوں نے ہجرت کی اور ان دونوں کا نکاح ہوگیا۔ ان کو ہم لوگ مہاجر اُمّ قیس کہتے تھے (طبرانی معجم کبیر) اس پر علامہ ابن حجر نے اعتراض فرمایا۔ کہ یہ محض قیاس ہے۔ اس واقعہ کو سبب ارشاد ٹھہرانا درست نہیں اس لئے کہ روایتاً ثبوت ضروری ہے۔ اور روایت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

علہ الاعلام۔ ۵ متممات جامع الاصول للشیخ احمد کمشخانوی۔

# (یا ایھا الناس) اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

اے لوگو! ــــــ اعمال[1] نیت ہی پر ہیں

اسی طرح ابن بطال مشہور محدث نے بحوالہ ابن سراج یہ بتایا کہ اسلام سے پہلے عربی اپنی لڑکیوں کا نکاح عجمی نسل کے لوگوں سے نہیں کرتے تھے۔ اسلام میں ایسے نکاح ہونے لگے تو بہت سے عجمی النسل ہجرت کر کے مدینہ پہونچے کہ ہمارا نکاح عربی عورتوں سے ہو جائے۔ اس پر یہ ارشاد فرمایا ــــ اس پر وہی ایراد ہے کہ اس کا کیا ثبوت کہ اسی وجہ سے یہ ارشاد فرمایا ــــ یہ کہنا کہ ان لوگوں نے ایسی روایت پر اطلاع پائی جبھی تو اسے سبب ٹھہرایا ــــ یہ جواب پہلی وجہ میں بھی چل سکتا ہے کہ جن لوگوں نے مہاجر ام قیس کے واقعہ کو سبب ٹھہرایا۔ انھیں بھی کوئی روایت معتمد ملی ہوگی واللہ

**الاعمال** یہ عمل کی جمع ہے یہ اور فعل مرادف ہیں۔ مگر عند الاطلاق افعال سے مراد افعال جوارح ہی ہوتے ہیں۔ اور اعمال عام ہے افعال جوارح افعال لسان افعال قلب سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے[1]۔ جس کی دلیل بخاری شریف کی یہ حدیث ہے۔ جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال ہوا۔ کونسا عمل افضل ہے۔ فرمایا۔ اللہ اور رسول پر ایمان، پوچھا گیا پھر کون تو فرمایا۔ جہاد۔ پھر دریافت کیا گیا پھر کون فرمایا حج مقبول۔ یہ عبادات، محرمات، مکروہات، مباحات سب کو شامل ہے۔ مگر یہاں مراد صرف "اعمال صالحہ" ہیں۔ اور بنظر دقیق مباحات بھی

**نیات** نیت کی جمع ہے۔ نیت، دل کے پختہ ارادے کو کہتے ہیں خواہ وہ کسی چیز کا ہو۔ اور شریعت میں عبادت کے ارادے کو کہتے ہیں۔ (تلویح)

**ارادہ، عزم، قصد** محققین کے نزدیک ارادہ اس صفت کو کہتے ہیں جس سے دو متساوی چیزوں میں ایک کو ترجیح دی جائے خواہ قدیم ہو خواہ حادث نیت، عزم، قصد تینوں میں ارادہ حادث مراد ہے۔ اسی لئے ان کا اطلاق باری تعالیٰ پر نہیں ہوتا بخلاف ارادے کے کہ اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بھی ہوتا ہے۔

عزم، وہ ارادہ ہے جو فعل پر مقدم ہو۔

قصد، وہ ارادہ ہے جو فعل سے متصل اور فعل کے ساتھ پایا جاتا ہو۔

نیت، وہ ارادہ ہے جو عمل سے متصل و مقترن ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں عمل کی غایت بھی ملحوظ ہو۔

---

[1] حاشیہ خیالی ملا عبد الحکیم۔

مثلاً ایک شخص نے حج کا ارادہ کیا۔ سفر شروع کرنے تک عزم ہے۔ سفر شروع ہونے کے بعد قصد۔ اور اگر اسمیں یہ بھی ملحوظ ہے کہ یہ حج کا سفر ہے تو نیت

**امام شافعی کا مذہب** وضو میں نیت شرط ہے یا نہیں۔ امام شافعی وغیرہ کے نزدیک وضو میں نیت شرط ہے اس لئے اگر کسی نے وضو بغیر نیت کیا تو اس کا وضو صحیح نہ ہوا۔ اس وضو سے نماز نہ ہوگی۔ ان کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے۔

**امام شافعی کا استدلال** اس پر سب کا اتفاق ہے کہ الاعمال سے مراد عبادات ہیں۔ مطلقاً ہر عمل نہیں مثلاً مباح یا گناہ مراد نہیں۔ الاعمال پر الف لام استغراق کے لئے ہے۔ اس لئے اسمیں تمام عبادات داخل ہیں۔ خواہ وہ مقصودہوں خواہ غیر مقصودہ۔ اور اگر الف لام جنس کے لئے مانیں تو بھی یہی حاصل۔ اس لئے کہ "انما" حصر کے لئے ہے۔ نیز مسند الیہ کا معرفہ ہونا بھی مفید حصر ہے۔ اور جنس کا حصر اُسی وقت ہوگا جبکہ اس کے تمام افراد کا حصر ہو۔ اگر ایک فرد بھی خارج ہوگا تو جنس کا حصر نہ ہوگا۔

باتفاق فریقین الاعمال کا مضاف محذوف ہے۔

کسی خاص مضاف کے حذف پر کوئی قرینہ نہیں۔ اس لئے مضاف محذوف عام ہوگا۔ یعنی وجود، حصول وغیرہ۔

تو اب مطلب یہ ہوا کہ کوئی عمل بغیر نیت کے موجود نہیں ہوتا۔ یہ باطل۔ اس لئے کہ اذان، قرارت، ذکر وغیرہ بہت سی عبادتوں کا وجود باتفاق فریقین ہو جاتا ہے۔

تو اب اس حدیث کے صدق کے لئے یہاں معنی مجازی مراد لینا لازم ہوا اور یہ معنی مجازی حکم ہے۔ اور حکم دو ہیں، دنیوی یعنی صحت و فساد۔ اور اخروی یعنی ثواب۔

امام شافعی کے یہاں عموم مجاز مراد لینا جائز نہیں۔ اس لئے بیک وقت دونوں مراد نہیں ہو سکتے ان دونوں میں صرف ایک ہی مراد ہوگا۔ بہ نسبت ثواب کے صحت، عمل سے قریب تر ہے۔ اس لئے کہ صحت عمل پر مرتب ہوتی ہے اور ثواب صحتِ عمل پر یعنی صحت کا ترتب عمل پر بلا واسطہ ہے۔ اور ثواب کا بواسطہ۔ اس لئے صحت مراد لینے کو۔ ثواب پر ترجیح ہوئی ——— اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جتنے بھی اعمال ہیں۔ خواہ مقصودہ ہوں خواہ غیر مقصودہ سب کی صحت نیت پر ہے۔ اگر نیت ہے تو صحیح ورنہ فاسد۔ اس لئے وضو بھی بلا نیت صحیح نہیں

**جواب** اس استدلال سے یہ ثابت ہوا کہ کوئی عبادت نیت کے بغیر عبادت نہیں۔ اس سے ہمیں انکار نہیں

ہم بھی یہ مانتے ہیں کہ بلانیت کوئی بھی عمل عبادت نہیں۔ حتیٰ کہ وضو وغسل بھی بغیر نیت عبادت نہ ہوں گے۔ مگر کسی عمل کا صحیح ہونا اور بات ہے اور اس کا عبادت ہونا اور بات۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شے فی نفسہ صحیح ہو مگر عبادت نہ ہو۔ جیسے نکاح۔ اگر بلانیت طاعت کیا عبادت نہ ہوا۔ مگر شرعاً صحیح ہے۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں۔ اگر کسی نے بغیر نیت وضو کیا تو یہ وضو صحیح اگرچہ عبادت نہ ہوگا اس پر ثواب نہ ملے گا۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں۔ مقصودہ جیسے نماز روزے۔ ان سے مقصود حصول ثواب ہے۔ انھیں اگر بغیر نیت ادا کیا جائے تو یہ صحیح نہ ہوں گے اس لئے کہ ان سے مقصود ثواب تھا اور جب ثواب مفقود تو فواتِ مقصود کی وجہ سے اصل شے مفقود۔

دوسری عبادت غیر مقصودہ جو دوسری عبادتوں کے لئے ذریعہ ہوں جیسے نماز کے لئے چلنا، وضو غسل وغیرہ۔

ان عبادات غیر مقصودہ کو اگر کوئی بہ نیت طاعت کرے گا تو اسے ثواب ملے گا۔ اور اگر بلانیت کرے تو ثواب نہیں ملے گا۔ مگر یہ ذریعہ وسیلہ ہونے کے اعتبار سے شرعاً صحیح ہوں گی اور ان سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ اور شوافع کے استدلال سے ثابت ہوا تو یہ کہ بغیر نیت وضو عبادت نہیں۔ یہ ثابت نہ ہوا کہ وہ اس معنی کر صحیح بھی نہ ہوا کہ نماز کے لئے ذریعہ بن سکے۔ یہ اگر عبادت نہ رہا تو کوئی خرابی نہیں۔ ان کا دوسرا اور اہم مقصد ذریعہ عبادت ہونا باقی رہا۔ جیسے چلنا کہ بے نیت طاعت سجد کی طرف چلا تو یہ عبادت نہ ہوا مگر ذریعہ نماز تو ہو گیا۔ اسی طرح غسل طہارت ظاہری جس میں وضو بھی داخل ہے۔ بے نیت صحیح اگرچہ عبادت نہیں۔

## احناف کا استدلال

شوافع کے استدلال سے ثابت ہوا کہ چند باتیں انھیں بھی تسلیم ہیں (۱) اعمال سے مراد عبادات ہیں (۲) نیت سے مراد نیت کا شرعی معنیٰ۔ ارادہ طاعت ہے (۳) اور یہاں "الاعمال" کا مضاف محذوف ہے۔ (۴) اور یہ ضرورۃً محذوف مانا گیا ہے ـــــ اب احناف کہتے ہیں :۔ جو چیز ضرورۃً مقدر مانی جاتی ہے وہ بقدر ضرورت ہوگی ضرورت سے زیادہ ماننے میں مفاسد کا فتح باب ہے۔

نیز اس کے حذف پر قرینہ بھی ہونا ضروری ہے۔ خواہ عقلی خواہ لفظی خواہ معنوی۔ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ کسی بھی عبادت کا ثواب بغیر نیت نہیں ـــــ نیز اس حدیث کا اخیر حصہ :۔

"جس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہو اس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہے اور جس کی ہجرت عورت یا دنیا کے لئے ہو

اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی"۔

اس پر قرینہ ہے کہ کسی بھی عمل خیر پر ثواب نیت ہی سے ملیگا۔ بغیر نیت کوئی ثواب نہیں ملے گا ــــ ان دو عقلی اور لفظی قرائن کی وجہ سے یہاں ثواب کا محذوف ماننا ضروری ہے ــ اور اتنے سے حذف کی ضرورت پوری ہوگئی اور ثواب حکم اخروی ہے تو حکم دنیوی یعنی صحت مراد لینا ساقط ۔ نیز اگر حکم کو محذوف مانیں اور مراد لیں دنیوی حکم یعنی صحت ۔ تو حدیث کا اخیر حصہ اول کے معارض ہوگا۔ کیونکہ، انما الاعمال بالنیات کا مطلب یہ ہوا کہ بغیر نیت عمل صحیح نہیں ۔ یعنی اس کا وجود ہی نہیں۔ اور عامل بری الذمہ نہیں ــــ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلا نیت طاعت صرف حصول دنیا یا حصول عورت کے لئے ہجرت کرنے والے کی ہجرت کو ہجرت فرمایا ۔ اور ان کو ادائے فرض سے بری الذمہ مانا ۔ ورنہ لازم آئے گا کہ یہ صحابہ تارک فرض ہو کر فاسق ہوئے ۔ کیونکہ قبل فتح مکہ ہجرت فرض تھی ۔ اور صحابہ کل عادل ۔ تو ماننا پڑے گا کہ یہ ہجرت صحیح اور ایسے مہاجر بھی ہجرت کے فرض سے سبکدوش ہو گئے ۔ اس لئے حدیث کے اول و آخر کو تعارض سے بچانے کے لئے ثواب کو محذوف ماننا لازم ۔ اب جبکہ ثابت ہوگیا کہ یہاں محذوف ثواب ہے ۔ تو حدیث کا یہ مطلب ہوا کہ ــــ

ــــــ اعمال کا ثواب نیت ہی پر ہے ۔ بغیر نیت کسی عمل پر ثواب کا استحقاق نہیں ۔

ــــ بلکہ اب اسکی بھی حاجت نہ رہی کہ اعمال کو عبادات کے ساتھ خاص رکھا جائے ۔ مباحات بھی اگر بہ نیت طاعت کئے جائیں تو ان پر بھی ثواب ملے گا ۔ یہ دوسری بات ہے کہ اب یہ مباحات عبادات ہو جائیں گے ۔ مگر یہاں بحث یہ نہیں کہ کیا چیز مآل کے اعتبار سے عبادت ہو سکتی ہے ۔ بلکہ گفتگو اس میں ہے کہ جو چیز فی الحال عبادت ہے وہی مراد ہے ، یا جو فی الحال مباح ہے اور مآل کار عبادت ہو وہ بھی مراد ہے ۔



# وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰی

ہر شخص کیلئے وہی ہے جو اس نے نیت کی[1]

**صرف نیت پر ثواب**[1] اول حصے میں "اعمال" افعال جوارح و افعال قلب کو شامل تھا جس میں نیت بھی داخل ہے۔ مگر نیت کے لئے نیت ضروری قرار دینے میں تسلسل لازم آتا ہے کہ پھر اس نیت کے لئے بھی نیت ضروری ہوگی۔ اسی طرح یہ سلسلہ غیر متناہی چلے گا۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ "وہاں اعمال" سے نیت خارج ہے "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" سے نیت کے سوا جملہ اعمال کا حکم بیان فرمانے کے بعد نیت کا حکم ارشاد فرمایا:۔

_____ کہ ہر شخص کو اُس کی نیت ہی کا ثواب ملے گا _____

اس کی تشریح اس حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| اذا ھمّ عبدی بسیئۃ فلا تکتبوھا واذا ھمّ بحسنۃ فلم یعملھا فاکتبوھا حسنۃ فان عملھا فاکتبوھا عشراً | جب کوئی بندہ برائی کا ارادہ کرے تو اسے مت لکھنا جب بندہ کسی نیکی کرنے کا ارادہ کرے اور نہ کرسکے تو "ایک نیکی لکھو" اور اگر اسے کرلے تو دس لکھو |

(بخاری کتاب التوحید۔ مسلم کتاب الایمان)

غزوۂ تبوک میں ارشاد فرمایا ــــ مدینہ طیبہ میں کچھ لوگ اپنی مجبوریوں کی وجہ سے رہ گئے۔ ہمارے ساتھ نہیں آسکے وہ بھی ثواب میں ہمارے شریک ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! جب وہ ہمارے ساتھ شریک نہیں تو ثواب میں کیسے شریک ہوگئے۔ فرمایا اپنی سچی نیت کی بدولت۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمار داری کی وجہ سے غزوۂ بدر میں شریک نہ ہوسکے مگر اپنی نیت کی بدولت ثواب میں شریک ہیں۔ اور مال غنیمت میں بھی انھیں حصہ ملا ــــ

اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ آدمی اگر کسی نیک کام کرنے کا ارادہ کرے اور نہ کرسکے تو اس پر بھی ثواب ملے گا اسی کو دوسری حدیث میں فرمایا:۔ "نیّۃ المؤمن خیر من عملہ" مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

[1] فی نسخۃ اخریٰ۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

(فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ) وَمَنْ

لہذا جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی کی طرف ہے اور جسکی ہجرت

كَانَتْ هِجْرَتُهٗ إِلَى دُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوِ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهٗ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ

دنیا کی طرف ہوتا کہ اسے حاصل کرے یا کسی عورت کی جانب ہو کہ اس سے شادی کرے تو اسکی ہجرت اسی کیطرف ہے جسکی طرف اُسنے ہجرت کی

اس طرح کہ نیت پر ثواب بلا شرط ہے۔ اور عمل پر بشرط نیت ہے۔ نیز نیت میں کوئی مشقت نہیں۔ اور عمل میں مشقت ہے

**تفریع** دو حکم کلی بیان فرمانے کے بعد اس پر دو جزئیے کی تفریع فرمائی۔ حصر کے دو جز ہوتے ہیں۔ وجودی۔ عدمی۔ اسی طرح یہاں بھی ہیں ایک وجودی یعنی تمام اعمال کا ثواب نیت ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اسپر ارشاد فرمایا:۔

"جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو، اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی کی طرف ہے"

دوسرے عدمی یعنی کسی عمل پر بغیر نیت ثواب نہیں۔ اس پر فرمایا:۔

"اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنیکے لیے ہو اسکی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اسنے ہجرت کی"

**ہجرت کے معنیٰ** (۱) ہجرت، کے معنیٰ لغوی چھوڑنے کے ہیں۔ حدیث میں ہے:۔

المهاجر من هجر ما نهى الله عنه مہاجر وہ ہے جو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا۔

شریعت میں۔ ہجرت، دین بچانے کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کو کہتے ہیں۔ ہجرت کبھی فرض ہوتی ہے کبھی واجب کبھی سنت کبھی مستحب۔ کبھی حرام کبھی مکروہ کبھی خلاف اولیٰ۔

**دنیا** (۲) دُنُوٌّ سے مشتق ہے "فُعْلیٰ" کے وزن پر اسم تفضیل مؤنث ہے۔ دُنُوٌّ کے معنیٰ قریب ہونا۔ دنیا کے معنیٰ لغوی بہت زیادہ قریب ہونے والی ـــــ اور معنیٰ عرفی سے مناسبت یہ ہے کہ دنیا زوال وفنا کے بہت قریب ہے۔

شریعت میں دنیا کسے کہتے ہیں۔ اس بارے میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے دنیا ہے۔ دوسرے یہ کہ تمام مخلوقات خواہ اعراض ہوں خواہ جواہر دنیا ہیں۔

**ہجرت کے اقسام** (۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چار قسم کی ہجرت ہوئی:۔

حبشہ کی ھجرت اولیٰ ۔ حبشہ کی ھجرت ثانیہ ۔ قبل فتح، مکہ سے مدینہ کی طرف ھجرت۔

---

ھ بخاری۔ کتاب الایمان۔ عتق۔ ہجرت۔ کتاب النکاح۔ ایمان والنذر۔ کتاب الحیل۔ اکراہ۔ طلاق ـــ مسلم باب الامارۃ ـــ ابوداؤد طلاق۔ نسائی طہارت۔ طلاق۔ ایمان ـــ ابن ماجہ زہد ـــ ترمذی مسند امام احمد دار قطنی ابن حبان بیہقی۔

# ② حدیث، وحی کے اقسام

## عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے

**قبائل عرب کی مدینہ کی طرف ھجرت** ــــ احادیث میں جہاں کہیں ہجرت کا لفظ مطلق آیا ہے اس سے مراد مدینے کی طرف ہجرت ہے۔ اس کے علاوہ احادیث میں ہجرت کا اطلاق ان معانی پر بھی آیا ہے ① شرعی وجوہ کی بنا پر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا جیسا کہ بعض احادیث میں آیا ہے جب تک توبہ منقطع نہ ہوگی ہجرت بھی منقطع نہ ہوگی۔ اور توبہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد منقطع ہوگی (ابوداؤد۔ نسائی) اور فرمایا جب تک جہاد ہے ہجرت ہے جب تک دشمن لڑتا رہے گا ہجرت ہے (مسند امام احمد) اسی میں ایک حدیث یہ بھی ہے:۔ ہجرت کے بعد ہجرت ہوگی۔ زمین کے اچھے لوگ حضرت ابراہیم کی ہجرت کی جگہ (شام) میں منتقل ہو جائیں گے اور بقیہ زمین پر بدترین لوگ رہ جائیں گے ② منہیات شرعیہ چھوڑنا۔

**اس حدیث سے کتاب کے آغاز کا مقصد** ہر کام پر ثواب چونکہ حُسن نیت ہی پر مبنی ہے۔ اور نیت بد سے اچھے سے اچھا کام بیکار ہے۔ اس لئے امام بخاری نے اس حدیث سے کتاب کا آغاز کیا کہ قاری و مقری، شیخ و تلمیذ، تعلیم و تعلم بہ نیت خیر کریں کسی فاسد نیت سے نہ کریں ورنہ سب محنت اکارت اور رائگاں ہے۔

## تشریحات ②

**عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا** نام نامی ہے۔ ام المومنین۔ صدیقہ۔ خطابات اور ام عبداللہ کنیت۔ آپ کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بھانجے حضرت اسماء کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اعتبار سے ام عبداللہ کنیت رکھی۔

ام المومنین خاص انھیں کے لئے نہیں۔ بلکہ تمام ازواج مطہرات کو کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے

اَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ۔ نبی کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں

یہ خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر کی صاحبزادی ہیں۔ ماں کا نام، ام رومان ہے جن کا وصال سنہ ۶ ھ میں ہوا۔

حضرت صدیقہ ۳۵ سنہ نبوی میں پیدا ہوئیں ۴۵ سنہ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد حبالہ عقد میں آئیں دیگر ازواج مطہرات کے برابر چار سو درہم مہر مقرر ہوا۔ نکاح کے بعد تین سال تک مکہ معظمہ رہیں۔ ہجرت کے بعد جب یہ بھی مدینہ طیبہ آگئیں۔ تو نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی۔ نو سال خدمت اقدس میں رہیں۔ بعد وصال ۴۸ سال زندہ رہیں ۵۷ھ بماہ رمضان بتاریخ ۱۷، شب سہ شنبہ میں بعمر ۶۶ سال مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ وصیت کے مطابق دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ جنت البقیع میں بعد نماز وتر دفن ہوئیں۔

یہ تمام فضائل و کمالات میں جملہ ازواج مطہرات سے ممتاز ہوتے ہوئے تین ایسی خصوصیات رکھتی ہیں جو کسی میں نہ تھیں۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کے ساتھ بہ نسبت دیگر ازواج کے سب سے زیادہ محبت تھی۔

(۲) علم و اجتہاد میں سب سے زیادہ بڑھی ہوئیں تھیں۔ حضرات خلفاء راشدین کے عہد ہی سے فتویٰ دیتی تھیں۔

(۳) جتنی احادیث ان سے مروی ہیں، ازواج مطہرات میں سے کسی سے مروی نہیں ـــــ اسی وجہ سے ایک قول یہ ہے کہ یہ دنیا کی تمام عورتوں سے مطلقاً حتیٰ کہ حضرت سیدہ اور حضرت خدیجہ سے بھی افضل ہیں۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ چونکہ حضرت سیدہ صاحبزادی ہیں۔ جزئیت رسول کی وجہ سے یہ سب سے یہاں تک کہ حضرت صدیقہ سے بھی افضل ہیں۔

**ایک فاسد استدلال** لیکن یہ استدلال بے وزن ہے اس لئے کہ پھر لازم آئے گا کہ حضرت قاسم حضرت طیب حضرت طاہر حضرت زینب حضرت رقیہ حضرت ام کلثوم حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت سیدہ کی فضیلت میں مساوی اور حضرت صدیقہ بلکہ خلفائے راشدین سے بھی افضل ہوں ـــــ اور اس کی جرأت کوئی نہیں کرسکتا نہ اہلسنت نہ روافض۔

**ایک لطیفہ** ایک دفعہ حضرات خلفائے ثلثہ کی حضرت علی پر افضلیت کی گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک صاحب نے بڑے جذباتی لہجے میں کہا۔ جگر جگر ہے۔ دِگر دِگر ہے۔

اس پر میں نے بیساختہ کہا کہ حضرت علی جگر ہیں کہاں؟ پھر لازم کہ حضرت زینب رقیہ ام کلثوم و سیدہ حضرت علی سے بھی افضل ہوں۔ بلکہ حضرات حسنین اور ان کے صاحبزادگان کا بھی حضرت علی سے افضل ہونا لازم آئے گا کہ یہ سب جگر ہیں اور حضرت علی جگر نہیں۔ اس پر وہ بہت چکرائے۔

یہ تو محض نقل اقوال و استدلال فاسد کا جواب تھا۔ ورنہ اپنا ذوق، توقف ہے۔ ہاں یہ تفصیل کی جاسکتی ہے کہ حضرت خدیجہ و

أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا

صدیقہ اور حضرت سیدہ تمام دنیا کی عورتوں سے افضل ازواج مطہرات میں سب سے افضل۔ حضرت خدیجہ اور حضرت صدیقہ اور بنات کرام میں سب سے افضل حضرت سیدہ ہیں۔

ان سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں۔ ۱۷۴ متفق علیہ ۵۴ صرف بخاری ۶۸ صرف مسلم نے روایت کیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ دین کا چوتھائی حصہ آپ سے مروی ہے۔ اجلہ صحابہ کرام دقیق سے دقیق مشکل سے مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے اور تسلی بخش جواب پاتے۔ تفسیر حدیث فقہ انساب۔ اسرار شریعت کی ماہر تھیں۔ خطابت میں بھی کمال حاصل تھا۔

**حارث بن ہشام** حضرت سیف اللہ خالد بن ولید کے چچازاد اور ابوجہل لعین کے حقیقی بھائی تھے۔ جنگ بدر و اُحد میں قریش کے ساتھ تھے۔ فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔ یہ پہلے گھبرائے ہوئے حضرت ام ہانی کے پاس آکر ان سے پناہ لی۔ حضرت علی چاہتے تھے کہ قتل کر ڈالیں۔ حضرت ام ہانی آڑے آئیں۔ مقدمہ دربار اقدس میں پیش ہوا۔ ام ہانی نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے جسے پناہ دی ہے علی اُسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ فرمایا: اے ام ہانی جسے تم نے پناہ دی اسے میں نے بھی پناہ دی۔

حضرت حارث کے بتیس ۳۲ صاحبزادے تھے۔ جن میں ابوبکر مدینے کے مشہور فقہائے سبعہ میں ہیں ــــ خلافت فاروقی میں مکہ معظمہ سے شام اس عزم سے نکلے کہ اب گھر واپس نہیں آنا ہے بقیہ عمر جہاد ہی میں بسر کرنی ہے۔ اللہ عزوجل نے یہ خواہش پوری فرمائی ۱۵ھ ماہ رجب میں جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

**نبی اور رسول کی تحقیق** علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی اور رسول ہم معنی ہیں یا ان میں کچھ فرق ہے۔

اس بارے میں علماء کے چار اقوال ہیں:۔

دونوں ہم معنیٰ ہیں۔ دونوں مغائر ہیں۔ ان میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔ ان میں عام خاص من وجہ کی نسبت ہے۔ جو لوگ ہم معنیٰ کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں متعدد جگہ رسول بولا گیا ہے اور مراد انبیاء ہیں۔ مثلاً فرمایا:۔

وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ موسیٰ کے بعد ہم نے مسلسل رسول بھیجے

حالانکہ فرق کرنے والے جو معنیٰ رسول کے بتاتے ہیں اس معنیٰ کر ان میں کوئی رسول نہ تھا ــــ فرمایا:۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ان رسولوں کے مابین ہم تفریق نہیں کرتے۔

اور فرمایا

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ — ان سے پہلے کچھ رسولوں کے واقعات ہم نے بیان فرمائے

وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ — کچھ کے ابھی نہیں بیان فرمائے۔

ان دونوں آیتوں میں اور ان کے علاوہ کثیر آیتوں میں "رسول" سے مراد تمام انبیاء کرام ہیں خواہ بمعنی مصطلح رسول ہوں خواہ نہوں جو لوگ دونوں کے معنی میں مغایرت کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ ارشاد فرمایا

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ — تم سے پہلے جتنے نبی اور رسول بھیجے سب کا حال یہ ہوا

اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ۔ — کہ ان کی تلاوت میں کبھی کبھی شیطان نے کچھ دخل دیا۔

اس آیت میں نبی پر رسول کا عطف ہے اور عطف دلیل مغایرت ہے ـــ جو لوگ عموم وخصوص کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت اسماعیل اور حضرت موسیٰ کے لئے فرمایا۔

وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا — یہ نبی رسول تھے

اگر ترادف ہوتا تو دونوں کا ذکر بے فائدہ ہوتا۔ تغایر ہوتا تو اجتماع محال۔ تو معلوم ہوا کہ عموم وخصوص ہے۔

## نبی اور رسول کی تعداد

علاوہ ازیں حدیث میں ہے۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ انبیاء کی تعداد کتنی ہے فرمایا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ عرض کیا ان میں رسول کتنے ہیں۔ ارشاد فرمایا تین سو دس سے کچھ زائد۔ اور ایک روایت میں ہے تین سو پندرہ[1]۔ تیسری روایت میں ہے تین سو تیرہ۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر رسول نبی ہے۔ مگر ہر نبی رسول نہیں۔ یہ دلیل ہے عموم خصوص مطلق کی

جو لوگ کہتے ہیں کہ عموم خصوص من وجہ ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ فرشتوں پر قرآن مجید واحادیث میں رسول کا اطلاق آیا ہے۔ مگر ان پر نبی کا اطلاق کہیں نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ فرشتے رسول ہیں مگر نبی نہیں۔ حضرت زکریا یحییٰ شعیا وغیرہ نبی ہیں مگر رسول نہیں۔ حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ وغیرہ رسول بھی ہیں نبی بھی ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ عموم خصوص من وجہ ہے

جو لوگ نبی اور رسول میں عموم خصوص مطلق مانتے ہیں وہ نبی کی یہ تعریف کرتے ہیں:۔ نبی، وہ بشر ہے جس کے پاس من جانب اللہ وحی آتی ہو خواہ صاحب شریعت جدیدہ ودین جدید ہو خواہ نہ ہو ـــ رسول وہ نبی ہے جو صاحب شریعت جدیدہ ودین جدید ہو۔

اس تعریف پر فرشتے بمعنی مصطلح رسول نہ ہوں گے۔ اطلاق کا جواب یہ لوگ یہ دیتے ہیں۔ یہ بمعنی لغوی ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ بحوالہ مسند امام احمد

فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يَأْتِيْكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور کے پاس وحی کیسے آتی ہے ف۱ تو فرمایا! ف۲ کبھی گھنٹی کی آواز کے مثل

مگر اس تعریف پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ ابھی گزرا کہ حضرت اسماعیل رسول تھے مگر یہ شریعت جدیدہ لیکر نہیں آئے حضرت ابراہیم کی شریعت کے پابند تھے۔

**صحف انبیاء کی تعداد** نیز گزرا کہ رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ یا پندرہ تھی اور صحیفے کل ایک سو چار نازل ہوئے۔ وہ بھی اس تفصیل سے۔ دس صحیفے حضرت آدم پر۔ پچاس حضرت شیث پر۔ تیس حضرت ادریس پر۔ دس حضرت ابراہیم پر۔ توریت حضرت موسیٰ پر۔ زبور حضرت داؤد پر۔ انجیل حضرت عیسیٰ پر۔ قرآن ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم پر۔

اس کے مطابق صاحب کتاب صرف نو انبیاء کرام ہوئے۔ اس لئے محققین نے یہی اختیار فرمایا کہ نبی اور رسول کی یہ تعریف جامع نہیں۔ اور جامع مانع تعریف یہ ہے:۔

نبی وہ بشر ہے جس کی طرف وحی ربانی آتی ہو وہ تبلیغ کا مامور ہو یا نہ ہو۔ رسول وہ ہے جس کے پاس وحی بھی آئے اور وہ تبلیغ کا بھی مامور ہو۔ ف۳

رسول کی یہ تعریف فرشتوں پر بھی بلا تکلف صادق ہے۔ فرشتوں پر جو رسول کا اطلاق ہوا ہے اسے معنی لغوی کی طرف بھیرنا ظاہر کے خلاف ہے۔ اس لئے نبی اور رسول میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہوئی۔

**وحی کے معانی** ف۴ (۱) وحی کے لغوی معنی چھ ہیں۔ اشارہ کرنا۔ لکھنا۔ پیغام بھیجنا۔ دل میں بات ڈالنا۔ خفیہ بات کرنا۔ تیز جلدی کرنا۔ اصطلاح شرع میں، وحی اس کلام کو کہتے ہیں جو کسی نبی پر اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہو۔

**اقسام وحی** (۲) انبیاء کے حق میں وحی تین قسم پر ہے (۱) بلا واسطہ ملک بنفس نفیس باری عزاسمہ کا کلام قدیم سننا جیسے شب معراج ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر سنا۔ (۲) فرشتے کی وساطت سے کلام ربانی آئے (۳) انبیاء کرام کے قلوب میں معانی کا القاء کیا جائے۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اِنَّ رُوْحَ الْاَمِيْنِ نَفَثَ فِيْ رُوْعِيْ جبریل امین نے میرے قلب میں القا فرمایا۔

**وحی کی صورتیں** (۳) یہ تینوں قسمیں سات صورتوں میں منحصر ہیں جیسا کہ سہیلی نے ذکر فرمایا (عینی) (۱) خواب میں ہو جیسا کہ

ف۱ بیضاوی للہ بشیر القاری للہ جلالین۔ المعتقد المنتقد۔ وحاشیا المستند المعتمد،

أَحْيَانًا يَأْتِيْنِيْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ فَيُفْصَمُ عَنِّيْ وَقَدْ وَعَيْتُ

آتی ہے اور یہ مجھ پر سب سے زیادہ سخت ہے فرشتہ جو کچھ کہتا ہے اس کو میں یاد کر لیتا ہوں تو یہ کیفیت دور ہو جاتی ہے

عَنْهُ قَالَ وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِيْ فَأَعِيْ مَا يَقُوْلُ. قَالَتْ

اور کبھی فرشتہ مرد کی شکل میں آکر مجھ سے کلام کرتا ہے جو کچھ وہ کہتا ہے اسے یاد کر لیتا ہوں

عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيْدِ

حضرت عائشہ نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ سخت جاڑے کے دن میں وحی اترتی

الْبَرْدِ فَيُفْصِمُ عَنْهُ وَإِنَّ جَبِيْنَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا ؕ

تو نزول وحی کے اختتام پر جبین اقدس پسینہ پسینہ رہتی ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں حضرت اسماعیل کی قربانی کا حکم ہوا (۲) قلب میں القا ہو (۳) جرس (گھنٹی) کی آواز کی صورت میں آئے جیسا کہ حدیث زیر بحث میں ہے (۴) فرشتہ کسی مرد کی شکل میں آکر کلام ربانی پیش کرے۔ جیسا کہ جبریل امین حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں حاضر ہوتے (۵) جبریل امین اپنی ملکوتی شکل میں حاضر ہوں کہ ان کے چھ بازوؤں جن سے یاقوت اور موتی جھڑتے ہیں (۶) اسرافیل وحی لیکر حاضر ہوں جیسا کہ امام شعبیؒ نے فرمایا کہ ابتداءً تین سال حضرت اسرافیل وحی پر مقرر تھے۔ پھر جبریل امین کے سپرد یہ خدمت ہوئی۔ انھیں کی وساطت سے پورا قرآن نازل ہوا (۷) اللہ عزوجل کا کلام قدیم سُنیں خواہ بیداری میں جیسا کہ شب معراج ہمارے حضور نے سُنا اور کوہ طور پر حضرت موسیٰ نے خواہ خواب میں جیسا کہ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے :-

أَتَانِيْ رَبِّيْ فِيْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلٰى

میرے پروردگار نے مجھ پر بہترین تجلی فرمائی پھر پوچھا ملأ اعلیٰ کس بارے میں بحث کر رہے ہیں۔

پھر یہ سماع حجاب کے ساتھ ہو یا بلا حجاب

**اس حدیث میں صرف دو مذکور ہیں**

(۴) وحی کی سات صورتوں میں سے اس حدیث میں صرف دو صورتوں کا بیان ہے :- ایک جرس کی آواز کے مثل۔ دوسرے فرشتہ مرد کی شکل میں آکر کلام کرے۔ پہلی صورت کو فرمایا کہ یہ وحی آنے کی بقیہ صورتوں میں مجھ پر سب سے زیادہ سخت ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ نزول وحی کی تمام صورتیں سخت تھیں۔ مگر یہ سب سے زیادہ سخت تھی۔ اسکی اصل وجہ تو اللہ عزوجل اور اس کے رسول کو معلوم ہے۔

عہ بخاری بدء الوحی و بدء الخلق مسلم فضائل۔ ترمذی مناقب۔ نسائی افتتاح۔ موطا امام مالک مس قرآن۔ مسند امام احمد علہ مسند امام احمد

دوسری صورت کی تفصیل میں حضرت اسرافیل کی بھی حاضری شامل ہو سکتی ہے۔ رہ گئے حضرت جبریل تو ان کا مراد ہونا ظاہر ہے۔ زیادہ تر یہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں حاضر ہوتے تھے۔ اور کبھی اجنبی اعرابی کی بھی شکل میں جیسا کہ حدیث ۴۹ میں مفصل مذکور ہے

**فرشتے مستقل نوع ہیں** (۵) اس حدیث سے بصراحت ثابت ہوا کہ فرشتے ایک الگ مخلوق ہیں۔ انکی مخصوص نوع ہے ایسا نہیں کہ عناصر اور عناصر سے پیدا ہونے والی اشیاء کی فطری قوتوں کا نام فرشتہ ہے۔ جو شخص مخلوقات کی فطری قوتوں کا نام فرشتہ رکھے وہ کافر ہے۔

**فرشتوں کی شکل** (۶) ہر فرشتے کی ایک اپنی نوعی صورت ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبرئیل امین کو دیکھا کہ پورے اُفق کو گھیرے ہوئے ہیں اور ان کے چھ سو بازو ہیں جن سے موتی اور یاقوت جھڑتے ہیں۔ مگر بایں ہمہ یہ قوت حاصل کہ جو شکل چاہیں اختیار کر لیں۔ جیسا کہ حضرت جبرئیل دحیہ کلبی یا اعرابی کی شکل اختیار کر لیتے تھے۔ جیسا کہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ فرشتہ انسانی شکل میں کسی کے سامنے نمودار ہوا۔

**نزول وحی کے وقت کی حالت** (۷) حضرت ام المومنین کا یہ ارشاد :- "میں نے دیکھا کہ سخت جاڑے کے دن میں نزولِ وحی کے اختتام پر جبین اقدس پسینہ پسینہ رہتی۔ یہ عام ہے ہر وحی کے لئے خواہ جرس کی آواز کے مثل ہو یا انسانی پیکر میں فرشتے کا آکر کلام کرنے کی حالت ہو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ نزول وحی سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہت زیادہ بوجھ پڑتا تھا اس کے اثر سے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا کبھی سُرخ ہو جاتا۔ جیسے بخار سے بیچینی پیدا ہوتی ہے۔ ویسی بیچینی پیدا ہو جاتی۔ تنفس تیز ہو جاتا ناک سے خرّاٹے کی آواز نکلتی۔ جاڑوں میں چہرے سے پسینے کے قطرات یوں گرتے جیسے چاندی کے موتی جھڑ رہے ہوں۔ حدیث میں ہے کہ نزول وحی کے وقت اگر سوار ہوتے تو اونٹنی بیٹھ جاتی۔

زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری ران پر سر رکھکر لیٹے تھے کہ یہ آیہ کریمہ "غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ" نازل ہوئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ ران ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگی۔

میں کہتا ہوں مہبط وحی کی وساطت نہ ہوتی تو ران اور اونٹنی کیا ہے، پہاڑ باقی نہ رہتے۔ فرمایا گیا :-

لَوْ أَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ

اگر ہم یہ قرآن پہاڑ پر اتارتے تو تم اسے اللہ کے خوف سے جھکا ہوا، پاش پاش دیکھتے۔

اللہ اکبر جس سے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اس کے ثقل کا جو تحمل کرے اس کی قوت کا کیا ٹھکانا۔

رہ گئی یہ بات صَلْصَلَۃُ الْجَرَسِ والی کیفیت میں سب سے زیادہ شدت کیوں تھی، اس کو اللہ جانے اور اس کے رسول جانیں۔ شراح حدیث نے مختلف نکات بیان کئے ہیں مگر سب اپنا اپنا ذوق ہے۔ اصل راز کسے معلوم؟

**صلصلۃ الجرس کا مطلب** ⑧ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی کو ایسی بات بتانا چاہتے جو عقل سے ماورا رہو تو اس کے سمجھانے کے لئے عالم شہادت کی کوئی مناسب مثال ذکر فرماتے۔ یہاں جب حضرت حارث نے وحی کی کیفیت پوچھی اور اسکی یہ کیفیت عام عقول کی دسترس سے باہر تھی تو اس کو یوں سمجھایا کہ تم لوگ گھنٹے کی آواز سنتے ہو جو تسلسل کے ساتھ آتی رہتی ہے مگر اس سے کوئی مفہوم نہیں اخذ کر سکتے۔ اسی طرح وحی کبھی اتنے جلال کے ساتھ آتی ہے کہ خطاب کی ہیبت اور ارشاد کا وزن دل پر ایسا چھا جاتا ہے جسے الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جا سکتا۔ مگر اس کے باوجود جب یہ کیفیت فرو ہو جاتی ہے تو پوری وحی محفوظ ہوتی ہے جیسے مسموع محفوظ ہوتی ہے

یہ کیفیت فرشتوں پر وحی کے مثل ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید اور احادیث میں وارد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ فرشتوں پر کوئی حکم نازل فرماتا ہے تو ہیبت سے فرشتے اپنے بازوؤں کو سمیٹ لیتے ہیں جن سے ایسی آواز نکلتی ہے جیسے پتھر پر لوہے کی زنجیر گری ہو۔ جب ان کے دلوں سے ہیبت کا یہ اثر دور ہو جاتا ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ کیا ارشاد ہوا؟

**ان دو صورتوں میں کیا راز ہے** ⑨ ان دو قسموں میں راز یہ ہے کہ متکلم اور سامع میں یک گونہ مناسبت ضروری ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک ظاہری جو بشری ہے۔ دوسری باطنی جسے سوائے ان کے رب کے کسی نے نہیں جانا۔ ان دونوں حیثیتوں میں کبھی کسی کو غلبہ ہوتا کبھی کسی کو۔ جب بشری حیثیت کے غلبہ کا وقت ہوتا تو فرشتہ بشکل بشر آکر کلام کرتا ہے اور جب باطنی حیثیت کا غلبہ ہوتا تو باطنی حیثیت کے مطابق صلصلۃ الجرس والی کیفیت کے ساتھ وحی آتی۔ واللہ العلم بالحق عندہ جل مجدہ

---

## (۳) حدیث حراء

عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ، اَوَّلُ مَا بُدِئَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ رسول اللہ

بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء اچھے خوابوں سے ہوئی

فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ

ف۱ جو خواب بھی حضور دیکھتے اس کی تعبیر صبح روشن

**کیفیت وحی سے کتاب کے آغاز کا نکتہ** ۞ چونکہ تمام شرائع خواہ عقائد ہوں خواہ اعمال واقوال، سب کی بنیاد وحی پر ہے۔ اللہ کی ذات وجملہ صفات، رسول اور رسول کے تمام اوصاف۔ ایمانیات کی پوری تفصیل۔ عملیات کی جزئیات سب کا منبع وحی ہی ہے۔ اس لئے امام بخاری نے وحی سے اپنی معرکۃ الآراء کتاب کا آغاز کیا۔ وحی کی حقانیت پر ایمان کے بعد جملہ اصول وفروع پر ایمان بمنزلہ لازم غیر منفک کے ہے۔

## تشریحات

**رُؤیا کی تحقیق** (۱) رویا کے معنی خواب ہیں۔ یہاں الصالحہ ہے۔ کتاب التعبیر میں الصادقہ ہے رویائے صادقہ یا صالحہ (سچے یا اچھے خواب) وہ ہیں جو انتشار اور شیطان کے دخل سے پاک ہوں۔ یا جو اپنی تعبیر خود ہوں۔

ہر رویائے صادقہ انبیاء کے حق میں صالحہ ہیں۔ مگر دیگر لوگوں کے اعتبار سے صادقہ کبھی صالحہ ہوتے ہیں کبھی نہیں ــــ رویا کا اطلاق کبھی مجازاً، آنکھ سے دیکھنے پر بھی آتا ہے۔ آیہ کریمہ

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ — ہم نے تم کو جو جلوہ دکھایا اسے لوگوں کے لئے امتحان بنا دیا

کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:۔

رُؤْيَا عَيْنٍ اُرِيَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهٖ — یہ آنکھ سے دیکھنا تھا جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شب معراج دکھایا گیا

ثُمَّ حُبِّبَ اِلَیْهِ الْخَلَاءُ وَکَانَ یَخْلُوْ بِغَارِ حِرَاءٍ

کی طرح ظاہر ہوتی پھر آپ کے دل میں خلوت گزینی کی محبت ڈالدی گئی ؎ اور آپ غار حرا میں خلوت اختیار فرماتے لگے

اسلئے ام المومنین نے فی النوم کا اضافہ کیا تاکہ یہ متعین ہو جائے کہ یہاں مراد خواب ہی ہے۔

**انبیاء کے خواب بھی وحی ہیں** (۲) "من الوحی" کی قید اس لئے لگائی کہ معلوم ہو جائے کہ خواب بھی وحی کے اقسام میں سے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

رُؤْیَا الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ وَحْیٌ انبیاء کرام کے خواب بھی وحی ہیں

وہ دلائل نبوت جو وحی سے قبل ظاہر ہوئے۔ جیسے دھوپ میں ابر کا سایہ کرنا۔ درخت کے سایے کا آنحضور کی طرف جھک جانا۔ بحیرا راہب کا واقعہ۔ شجر و حجر کا سلام کرنا۔ غیبی آوازیں سننا۔ روشنی دیکھنا۔ اس میں داخل نہیں۔

**مقدمات وحی کی حکمت** (۳) سچے خواب دیکھنا۔ غیبی آواز سننا۔ روشنی دیکھنا، قوائے بشری کو غیبی باتوں سے مانوس کرنے اور ان کے تحمل کی تمرین کے لئے تھا۔ کہ جب اچانک فرشتہ آجائے تو قوائے بشری جواب نہ دے جائیں۔

**ظہور نبوت کی ابتدار** (۴) ان رویائے صادقہ کی مدت چھ ماہ تھی۔ جب یہ طے ہے کہ سورہ اِقْرَأ کا نزول رمضان میں ہوا تو معلوم ہوا کہ رؤیائے صالحہ کی ابتدار ربیع الاول شریف سے ہوئی۔ اسی طرح ربیع الاول شریف کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ علیہ وسلم کی ذات سے چار خصوصیات وابستہ ہوئیں۔ ولادت۔ وصال۔ تکمیل ہجرت۔ ظہور نبوت

**حرا میں خلوت کی ابتدار** (۵) ثُمَّ ترتیب کے ساتھ تاخیر پر بھی دلالت کرتا ہے۔ اس سے مستفاد ہوا کہ بذریعہ خواب وحی کی آمد کے کچھ بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں اس مخصوص خلوت نشینی کی محبت پیدا ہوئی۔

"حُبِّبَ اِلَیْهِ الْخَلَاءُ" اس بات پر قرینہ ہے کہ اس کا القار بذریعہ وحی ہی ہوا۔ اس لئے اس سے ثابت ہوا کہ اہل وعیال سے الگ تھلگ رہ کر پہاڑ کے غار میں یا کسی بھی جگہ خلوت نشینی، سنت ہے۔ خلوت نشینی کو سادھو پن، جوگی پن کہنا، سنت پر طنز ہے۔

**لفظ حرار کی تحقیق** (۶) "حِرَاء" حار کے زبر کے ساتھ بھی ہے اور زیر کے ساتھ بھی۔ حِرَا بغیر ہمزہ کے اور حِرَاء ہمزہ کے ساتھ بھی ہے۔ یہ منصرف بھی ہے جبکہ اسکی تاویل کی جائے اسم مکان کے ساتھ تو مذکر ہوگا سوائے علمیت کے اسباب منع صرف میں سے کوئی اور سبب ہوگا اور غیر منصرف بھی جبکہ اس کی تاویل یوں ہو "اسم بقعۃ" تو اب مؤنث معنوی ہوگا۔ اور علم ہے ہی۔

"حِرَاء" حار کے زیر اور ہمزہ کے ساتھ روایت ہے۔ دوسرے اصیلی کی روایت "حِرَا" حار کے زبر اور بغیر ہمزے کے ہے۔

؎ سفر السعادت، فتح الباری، عینی، بیہقی،

فَيَتَحَنَّثُ فِيْهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ اَنْ

آپ وہاں متعدد دنوں تک عبادت کرتے رہتے ۵ جب تک اپنے

**حرا کی مقدار اور جگہ**

(۷) حرا: مکہ معظمہ سے شمال مشرق میں منیٰ جاتے ہوئے بائیں جانب ایک پہاڑ ہے جس کو اب جبل نور کہتے ہیں۔ اس میں تین چٹانیں اسطرح مل گئی ہیں کہ ایک چھوٹا سا حجرہ بن گیا جس میں دو آدمی تنگی کیساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اسمیں جانے کا ایک ہی راستہ ہے وہ بھی دشوار گزار سکڑ سمٹ کر آدمی پہنچتا ہے اس کی لمبائی چار ہاتھ اور چوڑائی کہیں اٹھ ہاتھ اور کہیں اس سے بھی کم ہے۔

**حرا میں خلوت کی حکمت**

(۸) یہاں خلوت گزینی میں دو حکمت تھی ایک تو یہ کہ یہاں سے کعبہ مقدسہ صاف نظر آتا ہے۔ کعبے کو صرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اس طرح تین عبادتیں جمع ہوگئیں۔ خلوت، عبادت، کعبہ کی زیارت۔ دوسرے یہ کہ "دیوان صالحین" اسی غار میں ہمیشہ سے قائم ہوتا چلا آرہا ہے جس میں امور عالم طے ہوتے ہیں۔ بعثت نبوی سے پہلے فرشتوں کا دیوان قائم ہوتا تھا۔ بعثت کے بعد دیوان اولیاء اسی میں قائم ہوتا ہے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت عبدالمطلب نے اسمیں خلوت گزینی کی تھی۔ ان کی اس خلوت گزینی کی وجہ سے قریش غار حرا کو بابرکت جانتے تھے۔ واقعہ فیل کے وقت بھی عبدالمطلب نے اسمیں ابرہہ سے نجات کے لیے دعا کی تھی۔ اسی لیے آنحضور نے بھی اس کو اختیار فرمایا۔ یہ پہلی خلوت گزینی نہیں تھی بلکہ عادت کریمہ تھی کہ ہر سال رمضان میں ایک ماہ اسمیں اعتکاف فرماتے تھے جیسا کہ مرقاۃ میں ہے

**تحنث کے معنیٰ**

(۹) "یَتَحَنَّثُ" باب تفعّل سے مضارع ہے۔ اس کا مادہ حِنْث ہے۔ اس کے معنی گناہ کے ہیں۔ باب تفعّل کی خاصیت "تجنّب" ہے یعنی فاعل کا مادہ سے پہلو بچانا۔ اس طرح تحنث کے معنی گناہ سے بچنے کے ہوئے۔ عبادت گناہ سے بچنے کا سبب ہے۔ اس لئے اطلاق سبب علی المسبب کے علاقے سے مجازاً عبادت کے معنی میں ہوگیا۔

یا اصل میں یہ "یَتَحَنَّفُ" "ث" کے بجائے فا کے ساتھ تھا۔ خلاف قاعدہ فا کو ثا سے بدل دیا جیسے جدف اصل میں جدث تھا۔ تحنف کے معنی ہوئے دین حنیفیہ (ابراہیمی) کی اتباع کرنا۔ تحنث بمعنی تعبد عرب میں رائج تھا۔ حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اشیاءً کُنْتُ اَتَحَنَّثُ کچھ کام میں عبادت کے طور پر کرتا تھا۔ یہ اضداد میں سے بھی ہے۔ ارتکاب گناہ کے معنیٰ میں بھی آیا ہے۔ ام المومنین کا ارشاد ہے:۔ لَا اَتَحَنَّثُ اِلٰی نَذْرِیْ میں اپنی نذر نہ ادا کرکے گناہ نہ کروں گی۔ اسی وجہ سے یہاں تفسیر کی حاجت پیش آئی۔

۵ سفر السعادت ۵ دیوان اولیاء کی پوری تفصیل بشیر القاری میں ملاحظہ کریں۔

تحنث کی یہ تفسیر ام المومنین کی نہیں بلکہ حضرت عروہ یا امام زہری وغیرہ کسی راوی کی طرف سے ہے۔ علامہ طیبی نے فرمایا کہ یہ زہری کی تفسیر ہے مگر انھوں نے اس پر کوئی نقل نہیں پیش کی۔

**حرار میں کس شریعت کے مطابق عبادت کرتے تھے**

(۱۰) غار حرار میں کس شریعت کے مطابق عبادت کرتے تھے۔ اس بارے میں آٹھ اقوال۔ (۱) کسی شریعت کے تابع نہ تھے، یہ جمہور کا قول ہے (۲) حضرت آدم کی (۳) حضرت نوح کی (۴) حضرت ابراہیم کی (۵) حضرت موسیٰ کی (۶) حضرت عیسیٰ کی (۷) کسی معین شریعت کے تابع نہ تھے بلکہ شرائع سابقہ میں سے جو جو باتیں پسند آتیں ان پر عمل پیرا تھے اس لئے یہ عبادت انھیں میں سے کسی کے مطابق تھی (۸) اس بارے میں توقف کیا جائے۔ امام غزالی نے اسی کو اختیار فرمایا۔ اس لئے کہ کسی شریعت کی اتباع پر دلیل نہیں۔

لیکن احناف کا مختار یہ ہے کہ کسی سابقہ شریعت کے پابند نہ تھے کشف صادق سے آپکے نزدیک جو طریقہ ثابت ہوا اسی طرح عبادت فرماتے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس عبادت کو شریعت ابراہیمی یا کسی اور نبی کی شریعت کے ساتھ مطابقت رہی ہو (درمختار) اس لئے کہ ثابت ہے کہ آپ قبل بعثت بھی نبی تھے کبھی کسی نبی کے اُمتی نہ رہے۔ اس لئے کسی نبی کی متابعت کا سوال ہی نہیں[۱]۔ مگر دوسری روایت میں تعنّف وارد ہے یہ اس کی دلیل ہے کہ اس عبادت کو شریعت ابراہیمی سے مطابقت تھی کیونکہ اس کے معنی ہیں طریق ابراہیمی کے مطابق عبادت کرنے کے اور ایک روایت دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔

**یہ طریقہ بذریعہ وحی القار ہوا**

(۱۱) یہ عبادت جس طریقے سے بھی کرتے تھے۔ اس طریقے کی دریافت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے کی تھی یا من جانب اللہ اس کی تعلیم دی گئی تھی۔ دونوں قول ہیں۔ مگر جب آغاز وحی ہو چکا تھا تو ظاہر یہی ہے کہ بذریعہ وحی اسکی تلقین ہوئی تھی۔

**طریقۂ عبادت**

(۱۲) یہ عبادت بالارکان یا صرف باللسان، یا صرف بالقلب تھی۔ یعنی کچھ مخصوص اعمال ادا فرماتے تھے جیسے قیام، سجود، یا صرف زبان سے کچھ کلمات پڑھتے تھے، یا صرف مراقبہ فرماتے تھے، یا سب کچھ تھا ـــــ علماء نے الگ الگ رائیں قائم کی ہیں ـــــ مواہب اللدنیہ میں ہے کہ ابن مرابط وغیرہ کا قول ہے کہ یہ عبادت صرف بالتفکر تھی۔ علامہ مجدالدین شیرازی و حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کا فیصلہ یہ ہے کہ بالذکر تھی۔ اخیر کی تائید میں حضرت شیخ محدث دہلوی قدس سرہ نے شرح سفر السعادت میں یہ فرمایا کہ ذکر، فکر سے افضل ہے۔ مگر اتنے سے دلیل تام نہیں ہوئی اس کے ساتھ یہ مقدمہ بھی لگانا پڑیگا " اور نبی کی یہ شان نہیں کہ مفضول پر عمل کرے۔ لیکن ہر ذی علم جانتا ہے کہ یہ مقدمہ کلیۃً تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں کبھی ضرورت

---

[۱] شامی ص۲۳۹ ج ۱ اول کتاب الصلوٰۃ

داعی ہوتی ہے تفکر کی۔ اس وقت تفکر ذکر سے افضل ہوتا ہے ۔ بہرحال جس نے بھی ترجیح دی، قیاس سے دی اور یہاں قیاس کو دخل نہیں۔ روایت ضروری ہے۔

لیکن کسی بزرگ نے اس کے ثبوت میں کوئی روایت پیش نہیں فرمائی۔ اور یہ حسن ظن کہ جب قول کیا ہے تو کوئی نہ کوئی دلیل ضروری ہوگی۔ سبھی کے ساتھ ہونا چاہئے کسی ایک بزرگ کے ساتھ مخصوص کیوں ہے۔ اسی لئے سبھی قول مساوی درجے میں ہوئے۔ اس لئے خادم کا مختار یہ ہے کہ یہاں بھی توقف ہی مناسب ہے واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم

کس ندانست کہ منزل گہ آں یار کجاست ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

**خلوت کے فوائد** (۱۳) جب آدمی علائق دنیویہ سے الگ ہوکر ایک گوشے میں رہنا اختیار کرتا ہے تو ہزاروں لایعنی باتوں سے نجات پاجاتا ہے۔ اور دل ایک طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اب آدمی اگر متوجہ الی اللہ ہے تو یہ قوی سے قوی تر ہوگی اسمیں ثبات واستحکام ہوگا اس تعلق میں جتنی قوت اور استمرار ہوگا اسی قدر انوارِ الٰہی واسرارِ الٰہی کا انکشاف ہوگا۔ جس سے تحمل وحی میں آسانی پیدا ہوگی۔

آدمی جب لوگوں سے اختلاط رکھتا ہے تو لامحالہ ہزاروں طرح کے معاملات درپیش ہوتے ہیں۔ کسی کی محبت کسی سے عداوت کسی سے لڑائی کسی سے کبھی خوش کبھی کسی سے ناراض کبھی غم کبھی فکر نان وخورش۔ لباس وسکنیٰ وغیرہ وغیرہ خصوصاً متعلقین سے روابط اور ان روابط کے اثرات دل پر پڑتے ہیں جس سے دل کی توجہ بٹتی ہے۔ پھر جذبات کی تکمیل کی خواہش اور اس خواہش کے لئے جد وجہد۔ اسمیں معرکہ آرائیاں۔ ہیجانِ نفس کا باعث ہوسکتے ہیں اور پھر اس سے جو مفاسد پیدا ہوسکتے ہیں وہ سب کو معلوم ہے۔

کتنے گناہوں سے آدمی خود بخود خلوت میں جاکر محفوظ ہوجاتا ہے۔ اسے ہر شخص جانتا ہے۔ اور گناہ اللہ عزوجل کے ساتھ تعلق میں کتنے حارج ہیں یہ کسی سے مخفی نہیں۔ اس لئے خلوت سے بڑھکر گناہوں سے روکنے والی کوئی چیز نہیں۔

**خلاصہ** یہ کہ تحمل وحی کے لئے جس صفاء قلب اور جس درجہ توجہ الی اللہ درکار تھی اس کے لئے یہ خلوت نشینی اختیار فرمائی

**عبادت کا فائدہ** (۱۴) یہ اسلئے نہیں کہ حصول نبوت میں کسب کو دخل ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ نبوت کسب وریاضت ومجاہدے سے نہیں ملتی۔ صرف فضل ایزدی سے ملتی ہے۔ اسمیں کسب کو اصلاً دخل نہیں یہ دوسری بات ہے کہ جب کوئی اس منصب پر فائز ہوجاتا ہے تو عبادت وریاضت جو نبوت کے لوازم ہیں سب پائے جاتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو حضرت آدم کی تخلیق سے پہلے ہی منصب نبوت پر فائز تھے پھر حصول نبوت کے لئے کسب ریاضت کے کیا معنیٰ؟

**حرا میں کتنے دن خلوت فرمائی** (۱۵) غار حرا میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کل کتنے دنوں عبادت کی۔

يَنْزِعُ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدُ لِذَالِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ

اہل کا اشتیاق نہ ہوتا[1] اور اس کے لئے توشہ لے جاتے تھے۔ پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے

اور کتنے دنوں کے بعد واپس ہوتے تھے۔ اس بارے میں کچھ معلوم نہ ہوسکا۔ قیاس سے کہا گیا کہ کم از کم تین دن کے بعد واپس آتے تھے اور زیادہ سے زیادہ ایک مہینے پر یا چالیس دن پر۔

غار حرا میں عبادت کی کل مدت بعض حضرات نے ایک مہینہ بتائی ہے اس پر مسلم شریف کی اس حدیث سے استدلال کیا جو حضرت جابر سے مروی ہے:۔

جَاوَرْتُ بِحِرَاءَ شَهْرًا کہ میں حرا میں ایک مہینہ رہا

لیکن سب کو معلوم ہے کہ یہ نزول وحی کے بعد فترہ وحی کے ایام کی بات ہے۔ اور یہاں گفتگو نزول اقرأ سے پہلے والی خلوت میں ہے۔ اس سے اگر ثابت ہوتا ہے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کے بعد بھی حرا میں خلوت فرمائی جیسا کہ پہلے فرمایا کرتے تھے۔

**اہل کی تحقیق** (۱۶) اھل۔ آل اور اہل ہم معنی ہیں دونوں کے معنی گھر کے لوگ۔ البتہ آل کا اطلاق معزز ین پر ہوتا ہے۔ عام اس سے کہ ان کو اعزاز دینی و دنیوی دونوں حاصل ہو یا صرف ایک جیسے آل نبی و آل فرعون۔ آل کے معنی متبع و پیروکار کے بھی ہیں۔ اس معنی کر آل فرعون، فرعون کے تمام پیروؤں کو کہا گیا۔

حضرت اُبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا مَنْ اٰلُ مُحَمَّدٍ۔ ارشاد فرمایا كُلُّ تَقِيٍّ اور دوسری حدیث میں ہے مَنْ تَبِعَنِيْ فَهُوَ اٰلِيْ جو میری پیروی کرے میری آل ہے یہاں اہل سے مراد گھر کے لوگ بیوی بچے ہیں جن میں حضرت خدیجہ بھی داخل ہیں۔ جب یہاں اہل میں بیوی داخل ہے تو اہل بیت میں ازواج مطہرات بھی داخل ہیں گھر والوں کے اشتیاق میں خلوت چھوڑ کر گھر تشریف لانے سے ثابت ہوا کہ بال بچوں کی محبت، ان کی خبر گیری، عبادت کو کم نہیں

**ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا** (۱۷) وہ خوش نصیب فخر کائنات خاتون ہیں جنھیں سب سے پہلے سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔ جبتک یہ زندہ رہیں۔ کسی اور سے نکاح نہیں فرمایا انھیں کے بطن سے اولاد ہوئیں۔ ایک قول پر یہی سب سے پہلے ایمان لائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے ان کا نکاح ابوہالہ ہند بن زرارہ سے ہوا تھا۔ اس سے دو فرزند ہالہ اور ہند پیدا ہوئے۔ دونوں ایمان سے مشرف ہوئے۔ ہند واقعۂ جمل میں حضرت علی کے ساتھ تھے اسی میں شہید ہوئے[2]۔ ان کے صاحبزادے کا بھی نام ہند تھا۔ ان کا بصرہ کے طاعون میں وصال ہوا جس دن

[1] زرقانی جلد اول

ان کا وصال ہوا تھا ستر ہزار موتیں ہوئی تھیں۔ سب لوگ اپنے اپنے جنازوں میں مصروف تھے۔ ان کا جنازہ مبارکہ اٹھانے والا کوئی نہیں تھا یہ دیکھکر ایک عورت نے چلاکر کہا۔ وَاُھِنْدَاہ بْنِ ھِنْدَاہ وَابْنُ رَبِیْبِ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ فوراً تمام جنازے چھوڑ کر لوگ ان کے جنازے پر ٹوٹ پڑے۔ حال یہ ہوا کہ انگلیوں کے پوروں پر ان کا جنازہ لے جایا گیا۔

اصابہ میں ہے کہ جب آیہ کریمہ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد حرام میں تشریف لے گئے اور فرمایا اے لوگو! لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہو سب یکبارگی ٹوٹ پڑے۔ گھر خبر پہنچی تو حارث بن ابوہالہ آئے، حضور کو بچانے کی کوشش کی تو ظالموں نے انھیں شہید کر ڈالا۔ راہ خدا میں یہ پہلے شہید ہیں۔ یہ حارث بھی حضرت خدیجہ کے بطن سے تھے یا ابوہالہ کی کسی اور زوجہ کے بطن سے تھے۔ اس کی تفصیل نہیں مل سکی

ابوہالہ کی موت کے بعد حضرت خدیجہ کا نکاح عتیق بن عائذ سے ہوا اس سے بھی ایک لڑکی ہند پیدا ہوئی عتیق بن عائذ کے مرنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں واقعہ حرا سے پندرہ سال پہلے آئیں، بوقت عقد انکی عمر چالیس سال اور حضور اقدس کی پچیس سال تھی ـــ نکاح پر باعث جو واقعہ ہوا وہ کتب سیر میں مذکور و مشہور و معروف ہے ـــ مکہ معظمہ ہی نہیں عرب کی دولت مند ترین خاتون تھیں۔ اپنا سب مال قربان فرمایا اور ہر حال میں ہر مشکل میں سرکار کی مونس و ہمدم و ہم ساز رہیں۔

پینسٹھ سال کی عمر میں تقریباً پچیس سال رفاقت کر کے سنہ نبوت عام الحزن میں ماہ رمضان وصال فرمایا۔ اور حجون مکہ معظمہ کے قبرستان میں جسے اب جنت المعلی کہا جاتا ہے۔ مدفون ہوئیں۔ حضور اقدس خود ان کی قبر میں اترے ان کے لئے دعائے خیر کی ـــ اس وقت تک نماز جنازہ مشروع نہیں ہوئی تھی

**اولاد** (۱۸) ان کے بطن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں۔ حضرت رقیہ۔ حضرت زینب۔ حضرت ام کلثوم۔ حضرت فاطمہ اور تین صاحبزادے۔ حضرت قاسم۔ حضرت طیب۔ حضرت طاہر تولد ہوئے

صاحبزادگان قبل بعثت ہی داغ مفارقت دے گئے۔ چاروں صاحبزادیاں اسلام سے مشرف ہوئیں۔ کتنی ہوئیں۔ اور عہد مبارک میں تین اول الذکر وفات پاگئیں۔ حضرت سیدہ بعد وصال چھ ماہ کے بعد راہی جنت ہوئیں۔

**نسب، لقب، کنیت** (۱۹) ان کا لقب طاہرہ، کنیت ام ہند ہے۔ باپ کا نام خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب اور ماں کا نام فطمہ بنت زائدہ بن الاصم ہے۔ ماں عامر بن لوی سے ہیں ـــ حضرت خدیجہ کا نسب قصی پر جاکر آنحضرت

عـہ زرقانی جلد اول، عـہ الاستیعاب، اصابہ۔

فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتّٰى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ

اور اتنا ہی توشہ پھر لے جاتے ف۱ یہاں تک کہ آپ پر وحی آئی جبکہ آپ غار حرا ہی میں تھے ف۲ اسطرح کہ فرشتہ ف۳

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ ان سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت زیادہ محبت تھی۔ ان کی وفات کے بعد عادت کریمہ تھی کہ بکری ذبح کر کے حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس گوشت بھجواتے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں مجھے ازواج میں کسی پر اتنا رشک نہ ہوتا جتنا حضرت خدیجہ پر ہوتا۔ حضور ان کا اکثر تذکرہ فرماتے۔ کہتی ہیں کہ ایک بار میں نے کہدیا، آپ تو ان کا تذکرہ ایسا کرتے ہیں گویا دنیا میں خدیجہ کے سوا کوئی عورت ہی نہیں۔ فرمایا۔ ہاں! وہ ایسی ہی تھیں وہ ایسی ہی تھیں۔ ان سے مجھے اولاد ہوئی۔

فرماتی ہیں۔ ایک مرتبہ ان کے تذکرے پر میں نے کہدیا۔ آپ ایک بڑھیا کی یاد کرتے ہیں جو مر چکی۔ فرمایا۔ بات یہ ہے کہ جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا اس وقت انھوں نے میری تصدیق کی۔ لوگ کافر تھے وہ مسلمان ہوئیں۔ جب میرا کوئی حامی نہ تھا انھوں نے میری حمایت

**ایام وحی میں حضور کی خلوت**

(۲۰) غار حرا میں خلوت کے ایام میں کبھی کبھی کھانا لیکر حاضر ہوتیں۔ ایک بار جبرئیل آئے اور فرمایا۔ خدیجہ سالن یا کھانا (راوی کو شک ہوگیا) لیکر آرہی ہیں وہ آجائیں تو اللہ عزوجل کا اور میرا اسلام کہئے۔ اور یہ بشارت دیجئے کہ جنت میں ان کے لئے موتی کا محل ہے جس میں نہ شور ہوگا نہ کوئی تکلیف۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ نزول اقرأ کے بعد بھی کبھی کبھی غار حرا میں خلوت گزینی کے لئے تشریف لے جاتے۔ ایک قول یہ ہے کہ تمام عورتوں میں یہ افضل ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:۔

| | |
|---|---|
| خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ | زمین و آسمان کی سب عورتوں سے بہتر مریم |
| نِسَائِهَا خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ قَالَ اَبُوْ | بنت عمران ہیں اور زمین و آسمان کی سب عورتوں |
| كُرَيْبٍ وَاَشَارَ وَكِيْعٌ اِلَى السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ | سے بہتر خدیجہ بنت خویلد ہیں۔ |

(بخاری و مسلم)

مراد یہ ہیکہ مریم اپنے زمانہ کی سب عورتوں سے بہتر اور خدیجہ اپنے زمانہ کی سب عورتوں سے بہتر ہیں۔ یہ امت تمام امتوں سے افضل تو جبکہ خدیجہ اس امت کی عورتوں سے بہتر تو مریم سے بھی افضل۔ لیکن ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ اس باب میں توقف ہی اسلم ہے

**ضروریات زندگی جمع کرنا منافی توکل نہیں**

(۲۱) اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ اللہ عزوجل کے ساتھ تعلق اہل و

عیال کے ساتھ گاؤ کے منافی نہیں۔ بلکہ کمال یہی ہے کہ دونوں سے تعلق رہے۔ بلکہ اہل وعیال کے ہوتے ہوئے ان سے ایکدم بے تعلق ہو کر گوشہ نشینی خلافِ سنت ہے۔

دوسرے یہ کہ بقدر ضرورت کھانے پینے کے سامان آئندہ کے لئے پاس رکھنا توکل کے منافی نہیں۔

**نزول اقرأ کی تاریخ اسوقت عمر مبارک اور ملک کی تحقیق**

(۲۲) حدیث میں لفظ "الحق" ہے۔ اس سے بالاتفاق مراد وحی ہے۔ یہ واقعہ[ع] بروز دوشنبہ ۱۷ رمضان المبارک ہوا۔ جبکہ آپ کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔

مَلَکٌ اصل میں مَلْاَکٌ تھا۔ یَسُرٌ کے قاعدے سے ہمزہ گر کر مَلَکٌ ہو گیا۔ اسی لئے اس کی جمع ملائکہ آتی ہے ساقط شدہ ہمزہ جمع میں واپس آگیا اور تا رجمع کی تانیث کے لئے ہے۔ مَلْاَکٌ اصل میں اَلَکٌ تھا اُلوکہ سے جس کے معنی پیغام رسانی کے ہیں۔ خلاف قیاس قلب کر کے مَلْاَکٌ ہوا۔

**فرشتوں کی حقیقت**

(۲۳) فرشتے اللہ عزوجل اور اسکے بندوں کے مابین واسطہ ہیں۔ یہی پیغام لاتے ہیں یہی تمام نعمتیں پہنچاتے ہیں اسی مناسبت سے ان کو ملک کہا جاتا ہے ــــ ملک۔ فرشتہ، جسم نوری علوی رکھتے ہیں۔ انھیں یہ قدرت ہے کہ جو شکل چاہیں اختیار کرلیں۔ یہ مختلف کاموں پر مامور ہیں۔ کچھ معرفتِ الٰہی میں مستغرق ہیں۔ کچھ عالم کا نظام چلانے پر۔ ان میں سے کچھ وہ ہیں جو رسول ہیں جنہیں جبرئیل امین بھی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے :۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اللہ فرشتوں میں سے رسول منتخب فرمالیتا ہے۔

رُسُل ملائکہ سارے فرشتوں سے افضل ہیں اور انبیاء کرام کے علاوہ تمام انسانوں سے بھی حتیٰ کہ صحابہ کرام حتیٰ کہ صدیق اکبر سے بھی۔ بلا استثناء سب فرشتوں سے افضل جبرئیل امین ہیں۔

**حرا میں جبرئیل آئے تھے**

(۲۵) صحیح یہ ہے کہ یہاں فرشتے سے مراد حضرت جبرئیل امین ہیں۔ اس لئے کہ پورا قرآن یہی لیکر آئے ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی دوسرا ایک کلمہ نہیں لایا ہے۔ قرآن مجید میں ہے :۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ اسے روح امین نے اُتارا ہے۔

**جبرئیل کی انبیاء کی بارگاہوں میں حاضری کی تعداد**

(۲۶) حضرت جبرئیل حضرت آدم کی خدمت میں بارہ مرتبہ۔ حضرت ادریس کی خدمت میں چار مرتبہ۔ حضرت نوح کی خدمت میں پچاس مرتبہ اور حضرت ابراہیم کی خدمت میں بیالیس مرتبہ۔ حضرت عیسیٰ کی خدمت میں دس مرتبہ تین بار بچپنے میں سات بار بڑے ہونے کے بعد۔ حضرت یعقوب کی خدمت میں چار بار۔ حضرت

ع فتح الباری بحوالہ ابن سعد۔

فَقَالَ اِقْرَأْ فَقَالَ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَاَخَذَنِیْ فَغَطَّنِیْ حَتّٰی بَلَغَ مِنِّی الْجَهْدُ

حاضر ہوا اور اسنے عرض کیا۔ پڑھیے آپنے فرمایا۔ میں نہیں پڑھتا ۱۲ حضور نے بتایا پھر فرشتے نے مجھے پکڑ طاقت بھر دبوچا ۱۲

ایوب کی خدمت میں تین بار۔ اور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں چوبیس ہزار مرتبہ باریابی سے مشرف ہوئے (زرقانی ۲۳۴)

**حرا میں نزول وحی کی صورت** (۲۷) پہلی والی حدیث میں وحی کی دو صورتیں بیان ہوئیں۔ ایک صلصلۃ الجرس کے مثل۔ دوسرے فرشتے کا انسانی شکل میں حاضر ہو کر کلام کرنا۔ حدیث کا سیاق و سباق اس پر نص ہے کہ نزول وحی دوسری ہی صورت میں تھی۔ مثلاً یہ کہنا، پڑھو پھر بار بار دبانا، چھوڑنا، پھر یہ کہنا پڑھو۔

**تفصیلی کیفیت** (۲۸) غار حرا سے آتے جاتے راستے میں سنتے کوئی کہتا ہے السلام علیک یا رسول اللہ۔ اِدھر اُدھر دیکھتے۔ کون ہے؟ مگر سوائے شجر و حجر کے کوئی نظر نہ آتا۔ غار حرا میں خلوت اور آنا جانا اسی طرح جاری رہا کہ ایک بار کوہ حرا پر تشریف فرما تھے کہ ایک باعظمت شخص ظاہر ہوئے اور عرض کیا: اے محمد! آپ کو بشارت ہو۔ میں جبرئیل ہوں۔ آپ کے پاس اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ خدا کا پیغام آپ تک پہنچا دوں اور آپ کو بتا دوں کہ آپ خدا کے رسول ہیں (شرح سفر السعادت)

**وجد آفریں معنیٰ** (۲۹) مَا اَنَا بِقَارِئٍ کا ترجمہ عام طور پر یہ کیا جاتا ہے کہ میں پڑھا ہوا نہیں۔ لیکن ہمارے مشائخ نے یہ ترجمہ کرایا "میں نہیں پڑھتا"، یہ ترجمہ زیادہ انسب و ارجح ہے اسلئے کہ غار حرا میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشاہدۂ ذات و صفات الٰہی میں اتنے مستغرق تھے کہ وہاں کسی کی گنجائش ہی نہیں تھی جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ۔ اللہ کے ساتھ میرا ایک وقت ہوتا ہے کہ اسمیں ملک مقرب اور نبی مرسل کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔ مشاہدہ ذات و صفات میں استغراق تام کی وجہ سے قرارت کی استدعا کا جواب یہی بنتا ہے "میں نہیں پڑھتا"۔

نیز یہ ترجمہ محاورۂ عرب کے مطابق بھی ہے کہ یہ ترکیب حال یا استقبال کے لئے استعمال کرتے ہیں جیسا کہ قبل فتح مکہ حضرت ابوسفیان تجدید صلح کے لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچکر ان سے درخواست کی کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں سفارش کر دیں تو حضرت صدیق اکبر نے فرمایا مَا اَنَا بِفَاعِلٍ (سیرۃ ابن ہشام) میں نہیں کروں گا۔ خود قرآن مجید میں برادران یوسف کا قول مذکور ہے وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا:۔ آپ ہمارا یقین نہیں کرینگے۔

بار بار سینے سے لگا کر دبانے سے اس استغراق میں کمی ہوئی۔ تو جبرئیل نے عرض کیا:۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ — اپنے رب کے نام سے پڑھیے۔

ثُمَّ اَرْسَلَنِیْ فَقَالَ اِقْرَأْ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ فَاَخَذَنِیْ فَغَطَّنِیَ الثَّانِیَۃَ حَتّٰی

پھر مجھے چھوڑ دیا۔ اور کہا پڑھئے تو میں نے کہا میں نہیں پڑھتا تو اس نے مجھے پھر پکڑا دوسری بار طاقت بھر مجھے

جب یہ سنا کہ میں جس عالم میں تھا اسی کی بات یہ بھی کر رہے ہیں جس کے شہود میں مستغرق تھا اُسی کا ذکر کرانا چاہتے ہیں تو بلا تأمل پڑھا کسی کے استغراق کو ختم کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اُسے جھنجھوڑا جائے۔ ایک بار میں استغراق ختم نہ ہو تو بار بار جھنجھوڑا جائے۔ یہاں جھنجھوڑنا منافی ادب تھا۔ اسلئے سینے سے لگا کر تین بار قوت بھر دبایا۔ یہاں تک کہ وہ کیفیت خاص فرد ہوئی اور آپ نے بلا تکلف پڑھا۔

## الجُہد کی تحقیق (۳۰)

یہاں الجَہد کا لفظ جیم کے فتحے کے ساتھ بھی ہے جَہد اور جیم کے ضمے کے ساتھ بھی جُہد۔ قاموس میں جَہد بمعنی طاقت اور جُہد کے معنی مشقت مذکور ہے اور دونوں کے معنی غایت بھی ــــ عینی میں بتایا کہ دونوں کے معنی غایت اور مشقت کے ہیں۔ اور اسی میں محکم کے حوالے سے کہا کہ دونوں کے معنی طاقت کے ہیں۔ ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ دونوں کے معنی مشقت کے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ جُہد کے معنی مشقت اور جَہد کے معنی طاقت۔

قرآن مجید میں دونوں لفظ وارد ہیں۔ سورۂ توبہ میں ہے۔ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُہْدَھُمْ (آیت ۷۹ ع ۱۰) اور ان کو جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت سے۔ سورہ نور اور سورہ فاطر میں ہے۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَہْدَ اَیْمَانِہِمْ اور انھوں نے اللہ کی قسم کھائی اور اپنی قسموں میں حد کی کوشش کی۔

جلالین میں جُہْدَھُمْ کی تفسیر طاقتھم اور جَہْدَ اَیْمَانِہِمْ کی تفسیر غَایَۃَ اجْتِہَادِہِمْ فیہا کی ہے۔ اس سے ظاہر کہ قرآن مجید میں جُہد بمعنی طاقت اور جَہد بمعنی غایت اجتہاد وارد ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ دونوں انھیں معنوں میں منحصر ہیں کہ جُہد کا معنی طاقت ہی ہے۔ غایت اجتہاد نہیں۔ یا جَہد کا معنی غایت اجتہاد ہی ہے طاقت نہیں۔ اس کا احتمال بھی ہے کہ دونوں کے معنی طاقت ہوں یا دونوں کے معنی غایت اجتہاد ہوں۔ دونوں کے معنی طاقت ہیں۔ یہ خود قرآن مجید سے ثابت ہے کہ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُہْدَھُمْ میں دونوں قرارت ہے یعنی جیم کے فتحے کے ساتھ بھی اور ضمے کے ساتھ بھی۔ اور دونوں بمعنی غایت اجتہاد ہیں یہ قاموس سے ظاہر۔ ہندوستانی مطبوعہ بخاری کے حاشیے پر کرمانی کے حوالے سے دونوں کے تین معنی:۔ طاقت، مشقت، غایت لکھے ہیں۔

اب یہاں چار احتمال ہیں۔ الجُہدُ، الجُہدُ دال کے ضمے کے ساتھ۔ اس بنا پر یہ بَلَغَ کا فاعل ہے۔ اور بَلَغَ کا مفعول مَبْلَغَہٗ محذوف ہے۔ اب ترجمہ یہ ہوگا:۔ فرشتے نے مجھے دبوچا یہاں تک کہ میری طاقت یا میری مشقت اپنی حد کو پہونچ گئی یعنی اس سے زیادہ کی قوت نہ رہی اور الجَہدَ الجُہدَ دال کے فتحے کے ساتھ اس تقدیر پر کہ یہ بَلَغَ کا مفعول بہ ہے۔ اور بَلَغَ کا فاعل ضمیر مستتر ہے جس کا مرجع

بَلَغَ مِنِّی الْجَهْدَ ثُمَّ اَرْسَلَنِیْ فَقَالَ اِقْرَاْ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ قَالَ فَاَخَذَنِیْ فَغَطَّنِی الثَّالِثَةَ

دبوچا۔ پھر چھوڑ کر کہا۔ پڑھئے تو میں نے کہا میں نہیں پڑھتا۔ حضور نے فرمایا پھر مجھے پکڑا اور تیسری

حَتّٰی بَلَغَ مِنِّی الْجَهْدَ ثُمَّ اَرْسَلَنِیْ فَقَالَ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ

بار مجھے طاقت بھر دبوچا۔ پھر چھوڑ دیا اور کہا اپنے اس پروردگار کے نام کے ساتھ پڑھئے جس نے انسان کو

مِنْ عَلَقٍ ۔ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ حَتّٰی بَلَغَ مَا لَمْ یَعْلَمْ

بستہ خون سے پیدا کیا (سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیتیں مالم یعلم تک) ف۱

الغَطُّ" ہے۔ جس پر فَغَطَّنِیْ دلالت کرتا ہے۔ اب معنی یہ ہوں گے۔ کہ فرشتے نے مجھے دبوچا یہاں تک کہ اس کا دبوچنا میری وسعت کو پہنچ گیا۔ مگر فتح الباری سے ظاہر ہے کہ روایت صرف دو ہے۔ اَلْجَهْدَ بالفتح والنصب۔ ای بَلَغَ الغَطُّ مِنِّی غایۃ الوسع۔ وَرُوِیَ بالرفع والضم ای بَلَغَ مِنِّی الْجُهْدُ مُبْلِغَهٗ۔ جب بَلَغَ کی ضمیر فاعل کا مرجع (الغط) ٹھہرایا۔ تو دونوں روایتوں کا حاصل ایک ہوا کہ فرشتے نے آنحضور کو آنحضور کی طاقت بھر دبوچا

**ایمان افروز توجیہ** (۳۱) یہاں ایک توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ "مِنِّی" کے مِنْ کو تعلیل کے لئے لیں۔ اور چونکہ نفس ذات کسی چیز کی علت نہیں ہوسکتی۔ اس لئے "غطّ" مضاف محذوف ہوگا۔ یعنی لاجل غطّی۔ معنی یہ ہوئے میرے دبوچنے کی وجہ سے۔ الجہد پر عہد کے الف لام سے، جہد ملک مراد ہوگی۔ اب الجہد کی روایت پر معنی یہ ہوئے۔ میرے دبوچنے کیوجہ سے فرشتے کی طاقت یا مشقت اپنی حد کو پہنچ گئی۔ الجہد کی روایت پر "بلغ" کی ضمیر فاعل کا مرجع ملک ہوگا۔ بلغ سے پہلے بھی دو فعل ہیں اَخَذَ۔ غَطَّ۔ اور بَلَغَ کے بعد بھی دو فعل ہیں۔ اَرْسَلَ۔ قَالَ۔ ان چاروں فعلوں کی ضمیر فاعل کا مرجع ملک ہے۔ اب اگر درمیانی فعل۔ بلغ۔ کی ضمیر فاعل کا مرجع "غطّ"، کو بنایا جائے تو انتشار مرجع لازم آئے گا۔ اور اگر "بلغ" کی ضمیر فاعل کا مرجع بھی ملک ہی کو ٹھہرایا جائے تو انتشار مرجع نہ ہوگا اسلئے بہتر یہی ہے کہ "بلغ" کی ضمیر فاعل کا مرجع بھی ملک ہی کو بنایا جائے۔ اب معنی یہ ہوئے۔ مجھے دبوچنے کی وجہ سے فرشتہ اپنی کوشش کی انتہا کو پہنچ گیا۔ ان دونوں کا حاصل ایک ہی ہے۔ یعنی فرشتے نے اپنی قوت بھر مجھے دبوچا۔

میں نے ان چاروں احتمالوں کا لحاظ کرکے اختصار وجامعیت کے ساتھ یہاں ترجمہ یہ کیا۔ طاقت بھر دبوچا۔ یہاں طاقت عام ہے۔ خواہ حضور کی طاقت ہو خواہ جبرئیل کی۔ دونوں کو شامل ہے۔

**تسمیہ کسی سورہ کا جز نہیں** ف۱ (۳۲) سورۂ اقرأ کے ساتھ بسم اللہ نازل نہ ہوئی۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ بسم اللہ سورۂ اقرأ

فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهٗ

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ان آیتوں کے ساتھ اس حالت میں لوٹے کہ

(تَرْجُفُ بَوَادِرُهٗ) فَدَخَلَ عَلٰى خَدِيْجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ فَقَالَ زَمِّلُوْنِي

آپ کا دل دھڑک رہا تھا (دونوں شانوں اور گردن کا درمیانی حصہ کانپ رہا تھا ف۵۲) اور خدیجہ بنت خویلد کے

زَمِّلُوْنِي فَزَمَّلُوْهُ حَتّٰى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ لِخَدِيْجَةَ

پاس پہنچکر فرمایا مجھے کپڑا اُڑھاؤ مجھے کپڑا اُڑھاؤ تو لوگوں نے حضور کو کپڑا اُڑھا دیا ف۵۳ یہانتک کہ آنحضور کی گھبراہٹ دور ہوگئی

وَاَخْبَرَهَا الْخَبَرَ لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ

ف۵۴ اسکے بعد خدیجہ کو پورا واقعہ بتا کر اُن سے کہا میں اپنی جان کو ڈر گیا ہوں ف۵۵

کا جز نہیں اور جب سورہ اقرأ کا جز نہیں تو کسی سورہ کا جز نہیں لعدم القائل بالفصل۔

ف۵۲ چونکہ یہ نزول وحی کا پہلا سابقہ تھا اس لئے قوائے بشری پر یہ اثر پڑا کہ دل لرزنے لگا اس حالت میں آپ غار حرا سے چلے تین میل کا فاصلہ طے کر کے گھر پہونچے تو بھی دل لرز رہا تھا۔ دونوں شانوں اور گردن کے درمیان کا گوشت کانپ رہا تھا۔

یہاں دو روایتیں ہیں:۔ فُؤَادُهٗ۔ بَوَادِرُهٗ۔ فواد، دل کو کہتے ہیں۔ بَوَادِر۔ بادرۃ کی جمع ہے دونوں شانوں اور گردن کے درمیانی گوشت کو کہتے ہیں۔ یہ انتہائی خوف کے وقت کانپا کرتا ہے۔ عموماً ذبح کے وقت جانور کا یہ حصہ کانپتا ہے۔ دونوں میں منافات نہیں۔ شدت خوف کی دونوں تعبیر ہے۔

ف۵۳ اور ٹھنڈا پانی ڈالا ف۵۴ اور سکون حاصل ہوگیا۔

**خشیت کی توجیہ ف۵۵** (۳۳) خشیت کا مفعول بہ محذوف ہے یعنی یہ نہیں ظاہر فرمایا کہ، ڈر کس بات کا تھا۔ شارحین نے بارہ اقوال نقل کئے ان میں بعض ایسے رکیک ہیں کہ میرا ایمان ان کے تحریر کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ استاذی صدر العلماء نے "بشیر القاری" میں ان سب کو نقل فرمایا ہے اور ان میں جو مرجوح ہیں ان کا رد فرما کر تین قول کو راجح فرمایا۔ اوّل مجھے اندیشہ پیدا ہوگیا ہے کہ بارِ نبوت کو برداشت نہ کر سکوں۔ دوّم اس کا اندیشہ کہ مخالفین کے ایذا پر صبر نہ ہو سکے۔ سوّم اس کا اندیشہ ہوگیا کہ کہیں شہید نہ کر دیا جاؤں۔ اس قول

فَقَالَتْ خَدِيجَةُ كَلَّا أَبْشِرْ وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ (وَتَصْدُقُ

اس پر خدیجہ نے عرض کیا۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا ف۱ (آپ کو بشارت ہو) بخدا اللہ آپ کو ہرگز رسوا نہ کریگا آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں ف۲

الْحَدِيثَ) وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ

اور سچ بولتے ہیں (اور لوگوں کا بار اٹھاتے ہیں) اور لوگوں کو وہ چیز (مال، اخلاق وغیرہ) عطا فرماتے ہیں جو انکے پاس نہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں اور راہِ حق میں پیش آنیوالے مصائب میں مدد فرماتے ہیں ف۳

سوم پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ مردانِ خدا، راہ خدا میں جان دینے سے نہیں ڈرتے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ڈر جائیں۔ اسکا جواب یہ دیا کہ ڈر جان جانیکا نہیں تھا بلکہ یہ تھا کہ شہادت سے پیغام ربانی کی تکمیل نہ ہو پائیگی۔ جیسے حضرت موسیٰ نے عرض کیا تھا۔ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ قَالَ كَلَّا (شعراء، ع ۷، آیت ۱۴) ان کا مجھ پر الزام ہے۔ اسلئے ڈرتا ہوں کہ کہیں قتل کر دیں۔ فرمایا۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ خوف صرف اس بنا پر تھا کہ جو خدمت سپرد کی جارہی ہے وہ انجام نہ دے پاؤں گا۔ مگر اس خادم کا ذوق اسطرف رہنمائی کرتا ہے کہ گزر چکا کہ مدت العمر نزول وحی کا بار کتنا محسوس ہوتا تھا۔ یہ نزول وحی کا پہلا موقع تھا۔ اس کا جسم اقدس پر کتنا شدید اثر پڑا، وہ بھی ظاہر ہے کہ تین میل کا راستہ طے کرکے دولت کدہ پر تشریف لائے تو بھی اتنا تاثر تھا کہ دل لرز رہا تھا اور بدن کانپ رہا تھا۔ پہلی بار جو گزرا اُسکے پیش نظر فرمایا کہ میں اپنی جان کو ڈر گیا ہوں کہ جب ایک بار کے نزول وحی سے یہ حالت ہے تو اندیشہ ہے کہ مسلسل نزول وحی کی تاب لاسکوں گا۔ یہ کہنا کہ نبی ہونے کے یقین کو بعد یہ اندیشہ متصور نہیں ہوسکتا صحیح نہیں، اسلئے کہ روزمرہ ہوتا رہتا ہے کہ سخت مشقت کے کام کو جان لیوا بولتے ہیں۔ اسی طرح اس عظیم بار کے تحمل کو جو خرق عادت سے کم نہیں، یہ کہنا کہ میں اپنی جان کو ڈر گیا، نبی ہونیکے منافی نہیں اسلئے کہ مراد اسکی ناقابل برداشت ظاہر کرنا ہے۔ ف۴ کہ آپ نزول وحی کے بار کا تحمل یا مخالفین کی ایذا پر صبر نہ کرسکیں یا شہید کردیئے جائیں اسلئے کہ یہ رسوائی ہے اور اللہ عزوجل آپ کو کبھی بھی رسوا نہ کریگا ــــ ف۵ صلہ رحمی۔ اپنے رشتہ داروں کیساتھ احسان اور اچھے سلوک کو کہتے ہیں "الکل" بوجھ کے معنی میں بھی ہے اور ایسے شخص کو بھی کہتے ہیں جو اپنی کفالت سے عاجز ہو۔ یہاں دونوں معنی درست ہیں۔ یعنی آپ لوگوں کا بار اٹھاتے ہیں یا یہ کہ عاجز کی دستگیری کرتے ہیں۔ تَكْسِبُ میں ایک روایت تُكْسِبُ بھی ہے۔ معدوم کے معنی ہیں وہ چیز جو موجود نہ ہو خواہ مال ہو یا اور کوئی چیز۔ پہلی تقدیر پر یہ معنی ہوئے کہ آپ معدوم کماتے ہیں۔ یعنی جو مال آپکے پاس نہیں اسے کما کر حاصل کرتے ہیں کسی پر بار یا کسی کے محتاج نہیں۔ نہ کسی سے سوال کرتے ہیں۔ دوسری تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ آپ ناداروں کو کام سے لگا دیتے ہیں۔ یعنی ناداروں کو مال دیکر مثلاً تجارت میں ــــ بعض شارحین نے فرمایا۔ کسب مجرد بھی متعدی بدو مفعول آتا ہے اور المعدوم مال اور غیر مال مثلاً عمدہ اخلاق وغیرہ سب کو شامل۔ اب دونوں روایتوں کا معنی ایک ہوا یعنی آپ لوگوں کو وہ چیز عطا فرماتے ہیں جو ان کے پاس نہیں خواہ وہ مال ہو یا کچھ اور مثلاً عمدہ اخلاق کی تعلیم۔ وہ لوگ اقارب ہوں یا اجانب، سب پر جود و نوال عام ہے۔ حضرت خدیجہ کی عرض کا مطلب یہ ہے کہ "آپ رشتہ داروں پر ہر طرح کا احسان کرتے ہیں بلکہ آپکا احسان رشتہ داروں کیساتھ خاص نہیں۔ ہر شخص کو عام ہے اور یہی نہیں کہ آپ فقط داد و دہش کرتے ہیں بلکہ لوگوں

فَانْطَلَقَتْ بِهٖ خَدِيْجَةُ حَتّٰى اَتَتْ بِهٖ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ اَسَدِ بْنِ

اس کے بعد حضور کو خدیجہ اپنے ساتھ لیکر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ

عَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ قُصَيِّ ابْنِ عَمِّ خَدِيْجَةَ ۔ وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ

بن قصی کے پاس گئیں ۵۲ ۔ ورقہ زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہوگئے تھے

کو عمدہ تعلیم اور اچھے اخلاق کی تلقین بھی کرتے ہیں ۔

۵۲ اصل غمگسار وہ ہے جو ابتدائی مرحلے میں انتہائی ٹھوس طریقے سے ہراساں کو تسکیں دے ۔ حضرت خدیجہ یہ خدمت انجام دینے کے بعد، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس اس غرض سے لے گئیں کہ ان کی تائید حاصل کریں کہ وہ عرب کے مسلّم الثبوت عاقل، عالم، شاعر تھے ان کو قس کہا جاتا تھا ۔ عمر میں بھی بڑے تھے ۔ تاکہ ان کی تائید سے ان کے موقف کو اور قوت مل جائے ۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مزید سکون ۔

**ورقہ** (۳۴) عرب کے ان چند نفوس میں تھے ۔ جو اپنی عقل سے بت پرستی کو ناپسند کرتے تھے اور دین حق کے جویاں تھے یہ اور زید بن نُفَیل وغیرہ نے دین حق کی تلاش میں شام وغیرہ کا سفر کیا ۔ بعض ایسے راہبوں سے جو غیر متبدل دین عیسوی پر تھے، ورقہ کی ملاقات ہوئی اُن کے اثر سے اصل دین عیسوی کو قبول کرکے عیسائی ہوگئے ۔ ان نصاریٰ کی طرح نہیں تھے جو محرّف دین عیسوی کے پابند تھے ۔ یہ عربی اور عبرانی، سُریانی تینوں زبانوں کے ماہر تھے ۔ انجیل کو عربی میں بھی اور عبرانی میں بھی لکھا کرتے تھے ۔ ان کا بعد نبوت ۳ سنہ نبوی میں انتقال ہوا ۔ ایمان لانے کے جرم میں جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایذائیں دی جانے لگیں ۔ ان کو چلچلاتی دھوپ سے تپتی ہوئی سنگلاخ زمین پر لٹا کر مجبور کیا جاتا کہ ایمان سے پھر جائیں ۔ شدت تکلیف سے بیہوش ہوجاتے ۔ مگر جب ہوش آتا تو فرماتے اَحَدٌ اَحَدٌ ۔ ایک بار اسی حالت میں ورقہ کا گزر حضرت بلال پر ہوا ۔ ان سے کہا ۔ اَحَدٌ، اَحَدٌ ۔ ایک ہی کہنا ۔ ایک ہی کہنا ۔

یہ روایت اس کے منافی نہیں جو اس حدیث کے اخیر میں ہے کہ اُمّ المومنین نے فرمایا ۔ ورقہ اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد انتقال کرگئے ۔ حضرت اُمّ المومنین کی مراد یہ ہے ۔ کہ اسلام کی شہرت عام اور جہاد کے فرض ہونے سے پہلے ہی ان کا انتقال ہوگیا ۔

## (۳۵) حضرت ورقہ کی صحابیت

علماء سیر اور محدثین میں اس پر بڑے زور کی معرکہ آرائی ہے ۔ کہ یہ صحابی تھے یا بُحیرا راہب کی طرح تھے ۔ یا اخیر وقت تک نصرانی تھے ۔ نصرانیت ہی پر مرے ۔ اس کے ثبوت میں یہ روایت پیش کی جاتی ہے :۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

مغازی محمد بن عائذ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ورقہ نصرانیت پر مرے۔ اس کا ایک راوی، عثمان بن عطا خراسانی ہے۔ اصابہ میں فرمایا۔ یہ ضعیف ہے۔ اس لئے یہ قول ساقط ہوگیا۔ رہ گیا یہ قول کہ یہ صحابی تھے یا بحیرا راہب کے مثل تھے۔ اس کا تصفیہ صحابی کی تعریف پر موقوف ہے۔

## صحابی کی تعریف (۳۶)

علامہ ابن حجر نے نخبہ میں صحابی کی تعریف یہ کی ہے:۔

مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا بِهٖ وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ وَلَوْ تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ فِي الْأَصَحِّ (صـ۸۲)

جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہو اور اسی حالت میں ملاقات کی ہو اور اسلام پر مرا ہو۔ اگرچہ درمیان میں مرتد ہوگیا ہو۔ یہی اصح ہے

اس میں ملاقات سے مراد معنی عام ہے جو ملاقات اور دیکھنے دونوں کو شامل ہے۔ یعنی واقعی ملاقات ہوئی۔ اگرچہ دیکھا نہ ہو جیسے نابینا صحابہ۔ یا صرف دیکھا ہو اگرچہ ملاقات نہ ہوئی ہو جیسے دور سے دیکھا ہو یا عہد طفلی میں شعور آنے سے پہلے دیکھا ہو۔

صحابی کی تعریف کے معیار سے حضرت ورقہ کو جانچئے تو بلاشبہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ صحابی تھے۔ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا بھی اور آپ کی تصدیق بھی کی اور آپ پر ایمان بھی لائے اور زمانہ دعوت بھی پایا۔ اور اپنے ایمان پر اخیر دم تک قائم رہے ابھی گزرا کہ ۳ سنہ نبوی میں وصال ہوا۔ ۴ سنہ نبوی میں عام دعوت کا حکم آچکا تھا۔ (مدارج النبوۃ صـ۵۲ ج ۲) پر ہے:۔

تا سہ سال حال بریں منوالے بود و ما مور بود، آنحضرت باخفا ایں امر و صبر براں، پس آنحضرت بخفیہ دعوت می کرد تا نازل شد فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ۔ ایں در سال چہارم بود۔

تین سال تک اسی طرح حال رہا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے چھپانے اور اسی پر اکتفا کرنے کے مامور تھے۔ اس لئے خفیہ دعوت اسلام دیتے یہاں تک کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، تم کو جو حکم ہے اُسی علانیہ بیان کرو اور مشرکوں سے منہ پھیر لو" یہ چوتھا سال ہوا

جب ورقہ کا وصال ۳ سنہ نبوی میں ہوا تو ثابت کہ انھوں نے خفیہ دعوت کا زمانہ ضرور پایا۔ بلکہ اوپر حضرت بلال والے واقعے سے یہ بھی ثابت کہ دعوت عام کا بھی زمانہ پایا۔ اس لئے کہ یہ طے ہے کہ مسلمانوں کی ایذا رسانی، اعلان عام کے بعد شروع ہوئی ہے۔

زیادات المغازی اور دلائل النبوۃ بیہقی میں ہے۔ کہ ابتدائے وحی کے کوائف سننے کے بعد ورقہ نے کہا:۔

اَبْشِرْ، اَبْشِرْ، فَاِنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّكَ الَّذِیْ بَشَّرَ بِهِ ابْنُ مَرْیَمَ۔ اِنَّكَ عَلٰی مِثْلِ نَامُوْسِ مُوْسٰی وَاِنَّكَ نَبِیٌّ مُرْسَلٌ۔ اِنَّكَ سَوْفَ تُؤْمَرُ بِالْجِهَادِ بَعْدَ یَوْمِكَ هٰذَا وَاِنْ یُّدْرِكْنِیْ ذَالِكَ لَاُجَاهِدَنَّ مَعَكَ۔ فَلَمَّا تُوُفِّیَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَاَیْتُ الْقَسَّ فِی الْجَنَّةِ وَعَلَیْهِ ثِیَابُ الْحَرِیْرِ لِاَنَّهٗ اٰمَنَ بِیْ وَصَدَّقَنِیْ۔

آپ کو بشارت ہو بشارت ہو۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی نبی ہیں جن کی ابن مریم نے بشارت دی تھی۔ اور آپ موسیٰ علیہ السلام کے ناموس کے مثل ہیں اور بلاشبہ آپ نبی مرسل ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد آپ کو جہاد کا حکم ہوگا۔ اگر اسوقت تک رہا تو آپکے ساتھ رہ کر ضرور ضرور جہاد کروں گا۔ انکی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے قس (ورقہ) کو جنت میں ریشمی لباس میں دیکھا۔ اسلئے کہ وہ مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی تھی

(اصابہ ص۶۳۲ ج ۳)

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمادی کہ ورقہ مومن تھے۔ مومن مرے۔ تو اب تفصیل بالا کی روشنی میں کوئی شک نہیں رہنا چاہیے کہ ورقہ صحابی تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اس روایت کے بارے میں بیہقی نے کہا کہ یہ منقطع ہے۔ مگر سب کو معلوم ہے کہ ہمارے ائمہ اور جمہور کے نزدیک منقطع حدیث کے راوی اگر ثقہ ہیں تو وہ لائق حجت ہے ــــ مرقاۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں :-

قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ، مُرْسَلٌ اَیْ نَوْعٌ مُرْسَلٍ وَهُوَ الْمُنْقَطِعُ۔ وَلٰكِنَّ الْمُرْسَلَ حُجَّةٌ عِنْدَنَا وَعِنْدَ الْجُمْهُوْرِ۔

ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث مرسل ہے یعنی اس کی ایک قسم یعنی منقطع ہے۔ اور مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے

علاوہ ازیں اس کی مؤید کثیر روایتیں ہیں۔ جو اصابہ وغیرہ میں مذکور ہیں۔ کسی میں فرمایا۔ میں نے اُن کو جنت میں کریپ پہنے دیکھا کسی میں ہے کہ وہ جنت کی نہروں میں ہیں۔ کسی میں ہے۔ ایک ہی نہیں دو جنت میں ہیں۔ انھیں بُرا مت کہو۔ کہیں یہ آیا کہ میں نے ان کو سفید کپڑے میں دیکھا۔ اگر جنتی نہ ہوتے تو ان پر سفید کپڑے نہ ہوتے۔

ان سب سے یہ بات بطور قدرے مشترک ثابت ہوتی ہے کہ وہ ضرور مومن تھے۔ اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ وہ زمانہ دعوت پا چکے تھے۔ تو اب ان کے صحابی ہونے میں کیا شبہ۔ یہی کثیر محدثین، علماء سیر کا مذہب ہے۔ مثلاً برہان[عہ] بقاعی، علامہ برمادی۔ عراقی۔ اور ابن مندہ، طبری[عہ] بغوی ابن نافع ابن السکن وغیرہ نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔

عہ زرقانی ص۲۴۳ ج۱ عہ اصابہ ص۶۳۳ ج۳

وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ (الْعَرَبِيَّ) فَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيلِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ

عبرانی اور (عربی) لکھنا جانتے تھے اور انجیل کو عبرانی اور (عربی) میں لکھا کرتے تھے ف۱

(بِالْعَرَبِيَّةِ) مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ عَمِيَ فَقَالَتْ لَهُ

جتنا اللہ کو منظور ہوتا اور اس وقت بہت بوڑھے نابینا ہو گئے تھے۔ اُن سے خدیجہ نے کہا

ف۱ عربی، عبرانی، سُریانی

(۳۷) یہاں روایتیں مختلف ہیں۔ یہاں یہ ہے

كَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ فَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيلِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ۔

عبرانی لکھنا جانتے تھے۔ انجیل کو عبرانی میں لکھتے تھے۔

اور تفسیر سورۂ علق میں بطریق یونس اور کتاب التعبیر میں بطریق معمر۔ العبرانی کی جگہ العربی اور بالعبرانیۃ کی جگہ بالعربیۃ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عربی لکھنا جانتے تھے اور انجیل کو عربی میں لکھا کرتے تھے۔

**انجیل کی زبان** (۳۸) انجیل سُریانی زبان[ع] میں تھی۔ ان روایات کی روشنی میں مطلب یہ ہوا کہ ورقہ ان تینوں زبانوں کے ماہر تھے۔ سُریانی کا ترجمہ عربی میں بھی کر لیتے تھے اور عبرانی میں بھی۔ انجیل کو کبھی عربی میں لکھتے کبھی عبرانی میں۔

**زبان کی ابتداء** (۳۹) سُریانی زبان حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے چلی آرہی ہے۔ ان کی اور ان کی اولاد اور جملہ انبیاء کی زبان سُریانی ہی تھی۔ اللہ عزوجل نے حضرت آدم کو تمام چیزوں کا نام سُریانی ہی میں سکھایا تھا تاکہ فرشتے نہ سمجھ سکیں۔ لفظ سُریانی "سِرْیٰ" سے بنا ہے۔

**حضرت ابراہیم کی زبان** (۴۰) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سریانی تھی۔ جب نمرود کے شر کی وجہ سے بحکم الٰہی فرات عبور کر کے شام میں تشریف لائے تو قدرتِ الٰہی سے زبان بدل گئی۔ دوسری زبان بولنے لگے۔ سبب یہ ہوا کہ نمرود نے حضرت ابراہیم کی تلاش میں ہرکارے بھیجے تھے اور حکم دیدیا تھا کہ جو شخص بھی سُریانی میں کلام کرتا ہوا ملے تو اُسے گرفتار کر لاؤ۔ جب نمرود کے آدمی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہونچے اور انھیں دیکھا کہ وہ سُریانی کے بجائے اور کوئی زبان بولتے ہیں۔ تو کوئی تعرض نہ کیا۔ چونکہ بالہام الٰہی اس زبان کی تعلیم حضرت ابراہیم کو فرات عبور کرنے کے بعد ہوئی تھی۔ اور فرات پار والوں کی بھی یہی زبان ہوگئی اس لئے اسکو عبرانی کہتے ہیں۔ الف نون کی زیادتی خلاف قیاس ہے۔

**عربی زبان کی ابتدا** (۴۱) عربی زبان بھی حضرت آدم علیہ السلام ہی کے وقت سے ہے۔ وہ جنت میں عربی بولتے تھے۔ زمین پر تشریف لانے کے بعد سُریانی بولنے لگے۔ پھر قبول توبہ کے بعد عربی بولنے لگے۔ سفیان نے فرمایا۔ ہر وحیِ آسمانی عربی ہی میں نازل ہوتی تھی۔ انبیاء کرام قوم کی زبان میں اس کا ترجمہ فرمادیا کرتے تھے۔

ع فتح الباری وغیرہ

خَدِيْجَةُ يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ يَا ابْنَ اَخِيْ مَاذَا

اے میرے چچا کے بیٹے، اپنے برادر زادے کی بات سُنئے۔ تو حضور سے ورقہ نے پوچھا۔ اے برادر زادے

تَرٰى. فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَاٰى. فَقَالَ لَهٗ

آپ نے کیا دیکھا تو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا بتایا۔ اسپر ورقہ نے حضور سے کہا

وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِيْ نَزَّلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوْسٰى. يَا لَيْتَنِيْ فِيْهَا جَذَعًا يَا لَيْتَنِيْ اَكُوْنُ حَيًّا

یہ وہی فرشتہ ہے جسے اللہ تعالےٰ نے موسیٰ پر اُتارا تھا ف۲ کاش کہ ان دنوں میں طاقتور جوان ہوتا۔ کاش کہ میں

لیکن عام طور پر یہی مشہور ہے کہ عربی زبان، حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ظاہر ہوئی۔ انھوں نے بنی جُرہُم سے سیکھی تھی اسلئے ان کی اولاد کو مستعربہ کہا جاتا ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ بنی جُرہُم میں یہ زبان پہلے سے رائج تھی۔ اسی لئے بنی جُرہُم کو معاربہ کہا جاتا ہے اس روایت کی بنا پر حضرت اسماعیل کو اس زبان کا موجد نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ عربی زبان کو جو بقا حاصل ہے۔ یہ حضرت اسماعیل کی رہین منت ہے۔

**ابن اخیک** (۴۲) حضرت خدیجہ کے والد، خُویلد اور ورقہ کے والد، نوفل دونوں، اسد بن عبد العُزیٰ کے بیٹے اور حقیقی بھائی تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد ماجد کے پردادا، عبد مناف، اور ان دونوں کے پردادا عبد العُزیٰ حقیقی بھائی، قُصَیّ کے بیٹے تھے۔ اس لحاظ سے حضرت عبد اللہ اور ورقہ خاندانی اعتبار سے بھائی ہوئے۔ اس رشتے کی بنا پر حضرت خدیجہ نے، ورقہ سے یہ کہا۔ اپنے برادر زادے کی بات سنو۔ اور اسی خاندانی رشتے سے انھوں نے ورقہ کو ابن عم کہا۔ علاوہ ازیں عرب ہی نہیں ہمارے یہاں بھی سن رسیدہ آدمی کو چچا کہتے ہیں۔ اس عُرف کے پیش نظر "اِبْنُ اَخِیْکَ" کہا۔ مقصود یہ تھا کہ پوری توجہ سے ان کی بات سُنیں۔

**ناموس** ف۲ (۴۳) ناموس کے معنی صاحب سر ہے یعنی راز کی باتیں بتانے والا۔ خواہ یہ راز خیر ہو خواہ شر۔ امام بخاری نے کتاب الانبیاء میں باب وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى میں فرمایا:۔

النَّامُوْسُ، صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِيْ يَطَّلِعُهٗ بِمَا يَسْتُرُهٗ عَنْ غَيْرِهٖ۔

وہ رازدار جو ان باتوں کو بتائے جنھیں غیر سے چھپائے۔

اور جاسوس، اُسے کہتے ہیں جو شر کی پوشیدہ باتیں پہنچائے۔ ان دونوں میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوئی یہاں ناموس موسیٰ سے مراد حضرت جبرئیل ہیں۔

حضرت ورقہ نے ناموس موسیٰ کہا۔ حالانکہ یہ نصرانی تھے۔ اس لئے اور چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

إِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ

وقت میں زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو نکالے گی۔ یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا

قَالَ نَعَمْ لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهٖ إِلَّا عُوْدِيَ (أُوْذِيَ) وَإِنْ يُّدْرِكْنِيْ

کیا میری قوم مجھے نکالے گی؟ ورقہ نے کہا جی ہاں! جب بھی کوئی شخص آپ کی طرح شریعت لیکر آیا تو اس سے دشمنی کی گئی۔ اسے

يَوْمُكَ (حَيًّا) أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُّؤَزَّرًا۔ ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ

ستایا گیا، اگر مجھے آپ کا زمانہ ملا تو آپ کی بھرپور مدد کروں گا ف۱ اس کے کچھ ہی دنوں بعد ورقہ کی وفات ہوگئی۔ اور وحی

الْوَحْيُ فَتْرَةً حَتّٰى حَزِنَ النَّبِيُّ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا بَلَغَنَا حُزْنًا

رک گئی۔ پھر ایک عرصہ تک سلسلۂ وحی منقطع رہا ف۲ جس سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنا غم لاحق ہوا جیسا کہ ہمیں خبر پہونچی

باعتبار زمانہ، بہ نسبت موسیٰ علیہ السلام کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قریب تھے۔ اس لئے بھی ان کو ناموس عیسیٰ کہنا چاہئے تھا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت متفق علیہ ہے نصاریٰ بھی انھیں نبی مانتے تھے بخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ انھیں یہود نبی نہیں مانتے۔ بلکہ اسوقت کے نصاریٰ بھی اُن کو اقانیم ثلثہ میں سے ایک مانتے تھے۔ ان پر بذریعہ جبرئیل نزول وحی کے قائل نہیں تھے۔ اسلئے تعارف کے موقع پر ناموس موسیٰ ہی کہنا موزوں تھا

ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں ایک روایت ذکر کی ہے۔ اسمیں یہ ہے کہ پہلے حضرت خدیجہ تنہا ورقہ کے پاس گئیں تو انھوں نے کہا۔ اگر تم سچ کہتی ہو تو اُن کے پاس ناموس عیسیٰ آئیں گے۔ جنھیں بنی اسرائیل یعنی یہود نہیں مانتے۔ پھر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساتھ لیکر گئیں تو ورقہ نے ناموس موسیٰ کہا۔ پہلی بار اپنے اعتقاد اور قرب کی بنا پر ناموس عیسیٰ کہا۔ اور دوبارہ ناموس موسیٰ کہا بلکہ سیرت حلبی میں یوں ہے۔ انك علی مثل ناموس موسیٰ وعیسیٰ حضرت موسیٰ کا ذکر اتفاق فریقین کی بنا پر کیا۔ اور حضرت عیسیٰ کا اپنے اعتقاد اور قرب زمانہ کی بنا پر

یومک سے کیا مراد ہے ف۱ (۴۳) ورقہ نے فرمایا اگر مجھے آپ کا زمانہ ملا تو آپ کی بھرپور مدد کرونگا۔ اس سے مراد دعوت عام کے بعد ابتدا کا دور ہے۔ یا وہ زمانہ مراد ہے جب جہاد کا حکم ہوگا ــــ اور گزر چکا کہ جہاد کے زمانے سے بہت پہلے ان کا وصال ہوگیا۔ بلکہ ظالموں کے ذات اقدس کو نشانہ ستم بنانے سے بھی پہلے ۳ سنہ نبوی میں وصال فرما گئے۔

حضرت بلال کو ستاتے ہوئے دیکھا تو باوجود کبر سنی اور آنکھوں سے معذور ہونے کے بڑی جرأت کے ساتھ حضرت بلال سے فرمایا۔ ایک ہی کہنا، ایک ہی کہنا۔

**فَتَرت کی تحقیق** (۴۳) وفتر الوحی۔ فتر یفتر فتورا وفتارا کے اصل معنی۔ تیزی کے بعد رک جانا۔ سختی کے بعد نرم ہوجانا۔ اور کمزور اور سست ہونا ہیں۔ نیز بار ی کے بخار میں ناغے کے دن کو فترت کہتے ہیں

قرآن وحدیث میں اس زمانے کو کہتے ہیں جو حضرت عیسیٰ اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان ہے جس میں کوئی نبی مبعوث نہ ہوا۔ اور یہاں رکنے کے معنی میں ہے۔ سورہ اقرأ کے نزول کے بعد ایک عرصے تک نزول قرآن نہیں ہوا۔

اس مدت کو فترت وحی کا زمانہ کہتے ہیں۔ یہ مدت کتنی تھی اس میں دس اقوال ہیں۔ تین سال۔ ڈھائی سال۔ کچھ دن[ع] بلا تعیین۔ دو سال[ع] چھ مہینے۔ چالیس دن۔ پندرہ دن۔ تین دن۔ بارہ دن[ع]۔ ایک مہینہ[ع]۔

**مدت فترت کی تحقیق** (۴۴) عام طور پر ارباب سیر تین سال کو اختیار کرتے ہیں۔ علامہ عینی نے صرف اسی کو لیا۔ مغلطائی نے تیسرے قول یعنی یہ مدت بلا تعیین چند دن تھی کو اشبہ بتایا یعنی اشبہ بالحق دلیل میں فرمایا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے رب سے جو تعلق تھا وہ اسی کا مقتضی ہے۔ علامہ زرقانی نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔ یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے۔ فتح الباری وغیرہ میں اسی طرح نقل فرمایا۔ مگر زرقانی میں مغلطائی کے حوالے سے تفسیر ابن عباس سے اسکی تعداد چالیس دن بتائی۔ خادم کا رجحان بھی یہی ہے کہ فترت وحی کی مدت چالیس دن تھی کیونکہ ڈھائی سال اور تین سال مدت ماننے کی صورت میں یہ ماننا پڑے گا کہ سورۂ "مدثر" اقرأ کی ابتدائی پانچ آیتوں کے بعد تین یا ڈھائی سال پر نازل ہوئی۔ اور یہ بات اپنی جگہ طے ہے کہ دعوت کا حکم سورۂ مدثر سے ہوا ہے

مواہب اور زرقانی میں ہے۔

قال النووی اول ماوجب الانذار والدعاء الی التوحید لقولہ تعالیٰ یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ۔ ص ۱۳۵ ج ۱

نووی نے کہا کہ سب سے پہلے انذار اور توحید کی دعوت اللہ تعالیٰ کے اس قول سے واجب ہوئی کہ فرمایا۔ اے چادر اوڑھنے والے اٹھو اور ڈراؤ۔

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان تین سال میں دعوت کا کام بند رہا۔ شروع ہی نہ ہوا۔ نیز ایام فترت میں خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو حال تھا وہ خود اس حدیث میں آگے مذکور ہے۔ وہ بتا رہا ہے کہ حضور کی حالت ایسی نہ تھی کہ وہ کسی کو دعوت دیتے۔

حالانکہ ثابت ہے کہ ان تین سال میں کثیر حضرات ایمان لاچکے تھے۔ یہی علامہ قسطلانی اور علامہ زرقانی نے کثیر صحابہ و صحابیات کے اسمار گنائے ہیں جو ان تین سال میں ایمان لائے۔ اور اجمالی طور پر یہ فرمایا کہ ان تین سال میں مردوں عورتوں کی متعدد جماعت نے پے در پے اسلام قبول کیا

---

ع فتح الباری ص ۹۷ ج ۱۔ ع اشعۃ اللمعات ص ۵۰۹ ج ۴ ع زرقانی علی المواہب ص ۲۳۶ ع مرقات ص ۳۱۲

علامہ زرقانی فرمایا۔ کہ عراقی وغیرہ نے ایک معتدبہ مقدار کے نام گنائے ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اس اثنار میں رازداری کے ساتھ اسلام کا کام جاری رہا یہاں تک کہ آیت کریمہ

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ تم کو جو حکم ہے اب اسے علانیہ بیان کرو اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔

نازل ہوئی۔ تو علانیہ اسلام کی اشاعت اور تبلیغ و دعوت کا کام شروع فرمایا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول۔ ورقہ کے تذکرے میں گذر چکا۔ مواہب اور زرقانی میں ہے۔

قالوا وكان ذالك بعد ثلاث سنين من النبوة تبرأ منه لجزم الحافظ فى سيرته بان نزول الآية كان فى السنة الثالثة (وهى المدة التى اخفى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم امره الى ان امره الله تعالىٰ باظهاره فبادى قومه بالاسلام و) لم يقتصر على مجرد المجاهرة بالدعوة بل كرر ذالك واكد وبالغ فى اظهار الحجة حتى كانه (صدع به كما امره الله تعالىٰ) ــــ

ص ۲۴۷ و ۲۴۸ ج ۱

لوگوں نے کہا اس آیت کا نزول نبوت کے تین سال بعد ہوا۔ حافظ نے اپنی سیرت میں فرمایا کہ تین سال کے بعد نہیں، تیسرے سال میں ہوا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے حال کو چھپائے رکھا۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اس کے کھلم کھلا بیان کرنے کا حکم دیا۔ اسکے بعد حضور نے اپنی قوم پر اسلام کو ظاہر فرمایا اور علانیہ اشاعت کرنے لگے اور صرف اعلان دعوت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بار بار دعوت دی اور تاکید دی اور اسمیں مبالغہ کیا گویا کہ اسلام کو بالکل آشکارا کر دیا جیسا کہ حکم تھا۔

غرضیکہ اس سے انکار کی گنجائش نہیں کہ تین سال کے اندر اندر بھی اسلام کی دعوت کا کام ہوتا رہا مگر احتیاط اور رازداری کے ساتھ ــــ علاوہ ازیں یہ بات طے ہے کہ فترتِ وحی کے بعد سب سے پہلے "يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ" نازل ہوئی۔ یہ مدت تین سال ماننے کا مطلب یہ ہوا کہ سورۂ مدثر تین سال پر نازل ہوئی۔ اب اگر حافظ عراقی کی بات صحیح ہے کہ آیت "فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ" تین سال کے اندر نازل ہوئی تو لازم کہ سورۂ مدثر بعد میں اور یہ آیت اس کے پہلے نازل ہوئی۔ اور یہ کسی طرح درست نہیں۔

پھر یہ کہ علامہ عسقلانی وغیرہ نے اس تاخیر کی علت یہ بتائی کہ حرا میں نزول وحی سے قویٰ پر اثر جو پڑا وہ دور ہو جائے اور شوق زیادہ سے زیادہ ہو جائے۔ اس کے لئے تین سال کی مدت کی کوئی ضرورت نہیں۔ چند دن کافی ہیں۔ پھر سوچئے اللہ عزوجل نے سارے عالم میں، اسلام کی دعوت کے لئے جسے منتخب فرمایا۔ اپنا حبیب بنایا اسے تین سال تک اتنی سخت کشمکش میں مبتلا کرے کہ بار بار جان سے عاجز آجائے، ذرا

غَدَا مِنْهُ مِرَارًا كَيْ يَتَرَدَّى مِنْ رُؤُسِ شَوَاهِقِ الْجِبَالِ فَكُلَّمَا أَوْفَى بِذُرْوَةِ جَبَلٍ

ہے کہ کئی بار پہاڑ کی چوٹیوں پر چڑھے تاکہ اپنے کو وہاں سے گرا دیں تو پس جب کبھی چاہا کہ

لِكَيْ يُلْقِيَ نَفْسَهُ مِنْهُ تَبَدَّى لَهُ جِبْرِئِيلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ حَقًّا

پہاڑ کی بلندی سے اپنے کو گرائیں جبریل ظاہر ہو جاتے اور عرض کرتے اے محمد! آپ بلاشبہ اللہ کے رسول برحق ہیں

مشکل سے سمجھ میں آنے کی بات ہے۔ جیسا کہ مغلطائی نے کہا۔

لعل هذا هو الاشبه بحاله عند ربه — امید ہے کہ یہی حق سے زیادہ مشابہ ہو، اسکو دیکھتے ہوئے جو آپکا مرتبہ خدا کی بارگاہ میں تھا۔ (زرقانی ص۲۳۶)

میں حضرت ابن عباس کے دونوں قول کو راجح سمجھتا ہوں۔ یعنی یہ مدت چند دن تھی اور یہ چند دن چالیس دن تھے۔ اسوجہ سے کہ مسلم شریف میں حضرت جابر کی فترت وحی کے ایام کے احوال میں یہ روایت مذکور ہے۔

جاورت بحراء شهراً (کتاب الایمان) — میں نے حرا میں ایک مہینے مجاورت کی ــــ

تو ثابت کہ یہ مدت ایک ماہ سے کم نہ تھی، زیادہ تھی۔ اور ایک ماہ سے زائد کے اقوال میں ایک ماہ سے قریب تر چالیس دن کا قول ہے۔ اس لئے یہ راجح ہے۔ اس کے علاوہ جتنے اقوال ہیں ان میں کسی کا قول حضرت ابن عباس کے مرتبے کا نہیں۔ اور جب یہ قول از روئے درایت بھی مرجح۔ تو اسی کو راجح ماننا انسب ہے۔

بالکل فطری بات ہے کہ جب وحی رُکنے کی وجہ سے قلق و اضطراب ہوتا۔ جبریل آتے تسکین دیتے۔ کچھ سکون ملتا۔ مگر چونکہ وحی بدستور رُکی رہتی اس لئے پھر وہی حال ہوتا۔ مسلسل اس کیفیت کا حل یہ سمجھ میں آیا کہ چلو پھر وہیں حرا میں جہاں پہلی بار شاہد مقصود جلوہ گر ہوا تھا۔ تو حرا میں مجاورت فرمائی۔ اور جو علاج سوچا تھا وہ شافی ہوا۔ یک ربانی پیغام لے کے آ گیا۔ هذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وعلمه جل مجده اتم واحکم۔

**ایام فترت وحی میں اضطراب** (۴۶) عرصے تک وحی رُک جانے سے حزن و ملال اور اضطراب کا پیدا ہو جانا فطری بات ہے۔ اتنا عظیم منصب ملنے کے بعد عرصے تک وحی نہ آنے سے یہ اندیشہ سامنے کی بات ہے کہ کہیں ناراضگی کی بنا پر تو یہ رکاوٹ نہیں۔ اور محبوب کی ناراضگی کتنی جان لیوا ہوتی ہے۔ یہ صرف ارباب محبت جانتے ہیں۔ پھر جب کہ محبوب حقیقی ہو تو اس کا ردِ عمل کتنا شدید ہوگا۔ ظاہر ہے۔ اسی طرح کسی بڑے منصب ملنے کے بعد اس کے زوال کا خیال کتنا سوہان روح ہوتا ہے سب کو معلوم ہے وہ بھی نبوت جیسے عظیم منصب کے بارے میں یہ تصور کتنا الم انگیز ہوگا۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

اس جان لیوا تصور کی وجہ سے قلق واضطراب، اضطرار کی حد تک اگر پہونچ گیا تو کیا تعجب کی بات ہے اور ایسے اضطرار کی حالت میں جو فعل سرزد ہو اس پر کوئی دار وگیر نہیں وہ بھی اس وقت جب کہ احکام کا نزول ابھی نہیں ہوا تھا۔ اور اگر بالفرض احکام کا نزول ہوتا بھی تو احکام ہی میں یہ بھی ہے۔ ارشاد ہے فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۔ تو جو شخص کوئی ایسا کام اضطرار کی حالت میں کر بیٹھے۔ جو منع ہو اور وہ خواہش سے نہ کرے اور حد سے آگے نہ بڑھے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ یہاں یہ کہنا کہ چونکہ یہ حدیث بلاغات زہری سے ہے اس لئے قابلِ قبول نہیں۔ اصول حدیث کی خلاف ورزی ہے۔ اسمیں اس کا امکان ہے کہ حدیث کا اول حصہ جس سند سے مروی ہے اسی سے یہ بھی مروی ہو۔ ثانیاً اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ امام زہری پر موقوف ہے۔ چونکہ یہ بھی ثقہ ہیں اور معمر بھی ثقہ ہیں۔ اسلئے اس کے قابل قبول ہونے میں کوئی تردد نہیں ہوسکتا۔ قسطلانی

**جبرئیل** (۴۷) یہ عبرانی لفظ ہے۔ ایل کے معنی خدا۔ اور جبر کے معنی عبد۔ جبرئیل کے معنی عبد اللہ۔ اور ان کا اصل نام عبد الجلیل اور کنیت ابو الفتوح ہے۔ انبیاء کرام کے پاس پیغامِ خداوندی لانے کی خدمت انھیں کے سپرد تھی۔ اسکے علاوہ اور بھی خدمات انجام دیتے تھے اور اب بھی دیتے ہیں۔

**جبرئیل کی ملکوتی صورت** (۴۸) جبرئیل امین کی ملکوتی شکل یہ تھی کہ ان کے چھ سو بازو ہیں جن سے موتی اور یاقوت جھڑتے ہیں۔ اتنے عظیم ہیں کہ پورے اُفق کو بھر دیتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو دو مرتبہ ان کی ملکوتی شکل میں دیکھا۔

**جبرئیل ابتداء ہی سے مامور ہیں** (۴۹) وحی کے اقسام میں گزرا کہ ابتداء میں تین سال تک اسرافیل وحی پر مقرر تھے۔ پھر جبرئیل امین کی تقرری ہوئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ ابتداءً تین سال جبرئیل امین خدمت اقدس میں حاضر نہیں ہوئے۔

مگر یہ صحیح نہیں۔ اولاً گزر چکا کہ فترت وحی کی مدت زیادہ سے زیادہ چالیس دن تھی۔ تین سال نہ تھی۔ تو واقعہ حرا کے چالیس دن کے بعد سورۂ مدثر کا نزول ہوا۔ اور یہ جبرئیل امین لیکر حاضر ہوئے۔ علاوہ ازیں اس حدیث میں جو واقعہ ہے۔ یہ فترت وحی ہی کے ایام کا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ان ایام میں بھی جبرئیل، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت پر مامور تھے اور خدمت بھی کرتے تھے۔ کچھ کلام بھی کرتے تھے البتہ ان ایام میں قرآن لیکر نہیں آئے۔

فتح الباری میں ہے:۔ یہ مراد نہیں کہ ایام فترت وحی میں جبرئیل حاضر ہی نہ ہوئے بلکہ مراد یہ ہے کہ قرآن لیکر نہیں آئے۔ پھر یہ مسلم کہ مسلم۔ نسائی حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جبرئیل حاضر تھے کہ اچانک اوپر آسمان سے چرچراہٹ سُنی۔ جبرئیل نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ ایک فرشتہ ہے جو آج تک نہیں اترا تھا۔ یہ فرشتہ خدمت اقدس

فَيَسْكُنُ لِذٰلِكَ جَأْشُهٗ وَتَقِرُّ نَفْسُهٗ فَيَرْجِعُ فَاِذَا طَالَتْ عَلَيْهِ فَتْرَةُ الْوَحْيِ غَدَا

اس سے حضور کی بے چینی دور ہو جاتی اور قرار آجاتا پھر لوٹتے ۔ پھر وحی کے انقطاع کی مدت دراز ہونے کی وجہ

لِمِثْلِ ذٰلِكَ فَاِذَا اَوْفٰى بِذُرْوَةِ الْجَبَلِ تَبَدّٰى لَهٗ جِبْرِيْلُ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ [1]

سے ویسا ہی کرتے پھر جب پہاڑ کی بلندی سے گرانا چاہتے۔ تو جبریل وہی کہتے

میں حاضر ہوا سلام عرض کرنے کے بعد کہا۔ آپ کو دو ایسے نور کی بشارت ہو جو کسی نبی کو نہیں ملے ۔ سورہ فاتحہ اور اواخر سورہ بقرہ ۔ علماء کی ایک جماعت نے فرمایا کہ یہ اسرافیل تھے ۔

لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ حدیث میں نام نہیں ۔ صرف علماء کی رائے ہے کہ یہ اسرافیل تھے ۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ اسرافیل نہ ہوں کوئی اور ہوں ۔ مگر طبرانی، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے پاس نہیں آیا تھا ۔ اور نہ آئندہ کبھی کسی کے پاس آئے گا یہ "اسرافیل" ہیں ۔ اسرافیل نے کہا کہ میں اپنے پروردگار کا یہ پیغام لیکر آیا ہوں کہ اللہ عزوجل نے آپ کو اختیار دیدیا ہے اگر آپ چاہیں تو نبی عبد رہیں ۔ چاہیں تو نبی ملک ۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے جبرئیل کی طرف دیکھا کہ وہ کیا مشورہ دیتے ہیں انھوں نے اشارہ کیا ۔ تواضع کیجئے ۔ اگر میں کہدیتا کہ نبی ملک رہوں گا تو پہاڑ سونا بن کر میرے ساتھ چلتے [2] ۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اسرافیل اس دن سے پہلے کبھی نہیں حاضر خدمت ہوئے ۔ امام شعبی کے قول کے مقابلے میں جب حدیث مرفوع ہے تو ظاہر ہے کہ امام شعبی کا قول مرجوح ہوگا ۔

علاوہ ازیں امام شعبی کے مذکورہ بالا قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایام فترت وحی تین سال تھے اور ہم ثابت کر آئے کہ تین سال نہیں صرف چالیس دن تھے اس لئے یہ کہنا کہ ابتداءً تین سال اسرافیل وحی لانے پر مامور تھے صحیح نہیں ۔

**اسرافیل بھی وحی لاتے تھے** (۵) گران باتوں سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایام فترت میں اسرافیل وحی لیکر نہیں آئے ۔ مگر اصل مدعیٰ ثابت کہ کبھی کبھی اسرافیل بھی وحی لیکر آتے تھے ۔ زیادہ سے زیادہ اسمیں بحث ہو سکتی ہے کہ ابتدا میں وحی لائے یا نہیں لائے ۔ چلئے بعد ہی میں وحی لائے ۔ اس لئے وحی کی سات صورتیں اپنی جگہ باقی رہیں

[1] ایضاً، تفسیر سورۂ علق وکتاب التعبیر کتاب الانبیاء ۔ باب واذکر فی الکتاب موسیٰ ۔ اس کے علاوہ مسلم کتاب الایمان مسند امام احمد بن حنبل میں بھی یہ حدیث ہے ۔ [2] زرقانی ص ۲۳۷ ج ۱ ۔

# ۴ حدیث فترۃ وحی

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي أَبُوسَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ

ابن شہاب ف۱ نے کہا اور مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمن ف۲ نے خبر دی کہ جابر ابن عبد اللہ

الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا - قَالَ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ فَقَالَ فِي

انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما ف۳ نے فترتِ وحی کی حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ

## تشریحات ۴

**ابن شہاب ف۱** (۱) یہ زہری سے زیادہ مشہور ہیں پورا نام یہ ہے محمد بن مسلم بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن شہاب بن عبداللہ بن حارث بن زہرہ بن کلاب۔ کنیت ابوبکر ہے۔ تیسرے دادا شہاب کی طرف منسوب کرکے ان کو ابن شہاب کہتے ہیں اور جد اعلیٰ زہرہ کی طرف نسبت سے زہری یہ حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قبیلے سے ہیں اور کلاب میں جاکر ان کا نسب شجرۂ نبوی سے متصل ہوجاتا ہے۔ صغار تابعین میں سے ہیں۔ حضرت انس اور حضرت ربیعہ بن عباد اور کثیر صحابہ سے حدیثیں سنی ہیں۔ متفق علیہ امام ثقہ معتمد علیہ ہیں۔ ان سے کثیر تابعین نے احادیث سنیں بہتر سال کی عمر میں بماہ رمضان المبارک ۱۲۴ھ میں وصال فرمایا۔ وصیت کے مطابق موضع شغب میں لب سڑک مدفون ہوئے۔

اموی شہنشاہ عبدالملک بن مروان بہت عزت کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے سات سو اشرفیاں نذر کیں مگر اسکی کوئی پرواہ نہ کی۔ احادیث کی تدوین کا کام انھوں نے شروع کیا۔ مطالعہ کے بہت شوقین تھے۔ جب مکان میں بیٹھتے تو کتابوں کا انبار لگ جاتا۔ انہماک میں دنیوی امور کی جانب توجہ نہ ہوئی۔ زوجہ محترمہ یہ دیکھتے دیکھتے ایک دن کہہ اٹھیں۔ یہ کتابیں مجھ پر تین سو سوکنوں سے زیادہ شاق ہیں۔

**ابوسلمہ ف۲** (۲) یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اکلوتے صاحبزادے ہیں۔ ان کا اصل نام تو عبداللہ ہے یا اسماعیل یا ابوسلمہ ہے۔ یہ اس پائے کے تابعی ہیں کہ ایک قول کی بنا پر مدینے کے فقہاء سبعہ میں یہ بھی ہیں۔ کثیر صحابہ و تابعین سے حدیثیں سنیں اور ان سے تابعین کی جماعت کثیر نے مشہور محدث امام شعبی ان کے تلمیذ ہیں۔ ۹۴ھ میں بہتر سال کے ہوکے مدینہ طیبہ میں ولید بن عبدالملک کے ایام سلطنت میں وصال فرمایا۔

**حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما** (۳) جابر نام ہے یہ بھی صحابی ہیں۔ ان کے والد بھی صحابی ہیں۔ ان کے والد غزوۂ احد میں

حَدِيْثِهٖ بَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ اِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِيْ فَاِذَا الْمَلَكُ الَّذِيْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی گفتگو میں فرمایا میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی میں نے نگاہ اٹھا کر

جَاءَنِيْ بِحِرَاءَ جَالِسٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَرُعِبْتُ مِنْهُ فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ

دیکھا تو وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا ہے جس سے مجھ پر رعب طاری ہو گیا اور میں

زَمِّلُوْنِيْ، زَمِّلُوْنِيْ (فَدَثَّرُوْهُ) فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ

لوٹ کر گھر آیا تو میں نے کہا مجھے کپڑا اڑھاؤ مجھے کپڑا اڑھاؤ (لوگوں نے اڑھا دیا) پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اے بالا پوش اوڑھنے والے

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔ فَحَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ ۝

اٹھیے (اللہ سے) ڈرائیے اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجئے۔ اور اپنے کپڑے کو پاک رکھئے اور بت سے دور رہئے اسکے بعد وحی میں گرمی اور تسلسل پیدا ہو گیا

شہید ہوئے۔ ان پر بہت زیادہ نگاہ کرم تھی۔ احادیث میں ان کے بہت دلچسپ واقعات مذکور ہیں ۔ یہ انصاری خزرجی سلمی ہیں ان سے ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث مروی ہیں۔ ۲۶ صرف بخاری میں۔ ایک سو چھبیس صرف مسلم میں۔ اور اٹھاون وہ احادیث ہیں جو دونوں میں جسے متفق علیہ کہتے ہیں اس طرح شیخین امام بخاری امام مسلم نے دو سو دس حدیث ان کی درج کیں۔

بروایت مختلفہ سن ۶۹ یا چوہتر یا اٹھتر میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔ وصال کے وقت عمر مبارک چورانوے سال کی تھی۔ جابر بن عبد اللہ صحابہ میں دو اور صاحبان ہیں۔ جابر بن عبد اللہ رالبی۔ جابر بن عبد اللہ بن رباب۔ اور یہ جابر بن عبد اللہ بن حرام ہیں۔ صرف جابر نام کے تیئس صحابہ کرام ہیں

**سب سے پہلے کیا نازل ہوا** [۱] (۴) علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کیا نازل ہوا۔ جمہور کا قول ہے کہ مطلقاً سب سے پہلے سورہ اقرأ کی ابتدائی پانچ مذکورہ بالا آیتیں نازل ہوئیں۔ بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ سورہ مدثر کی ابتدائی چار آیتیں نازل ہوئیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔ یہ حدیث اسکی دلیل ہے کہ مطلقاً سب سے پہلے سورہ اقرأ کی ابتدائی پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔ اس حدیث کا یہ حصہ کہ اچانک میں نے یہ دیکھا کہ وہ فرشتہ جو حرا میں آیا تھا۔ زمین و آسمان کے مابین کرسی پر بیٹھا ہے ۔ اسکی دلیل ہے کہ سورہ مدثر کی یہ آیتیں واقعہ حرا کے بعد نازل ہوئیں اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سورہ اقرأ کی ابتدائی آیتیں حرا میں نازل ہوئیں۔

نیز اس حدیث میں تصریح ہے کہ فترت وحی کے بعد سورہ مدثر کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ سورہ اقرأ کی ابتدائی آیتوں کا نزول فترت وحی کے قبل ہوا۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ سورہ اقرأ کی ابتدائی آیتوں کا نزول سورہ مدثر کی ابتدائی آیتوں سے پہلے ہوا۔

رہ گیا سورہ فاتحہ کی روایت تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ روایت خبر واحد ہے اور حدیث حرا مشہور۔ ظاہر ہے کہ خبر واحد کے مقابلے میں خبر مشہور کو بہر حال ترجیح ہوگی۔

[۱] ایضاً کتاب التفسیر سورہ مدثر۔ سورہ علق۔ کتاب التعبیر۔ اسکے علاوہ مسلم کتاب الایمان۔ ترمذی شریف میں بھی یہ حدیث ہے۔

# ⑤ حدیث مسلسل بالشفتین

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی "لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر میں (تم جلدی یاد کرنے کی خواہش

لِتَعْجَلَ بِهٖ — قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

میں نزول قرآن کیساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ان سب اقوال میں یوں تطبیق دی جاسکتی ہے کہ مطلقاً سب سے پہلے سورہ اقرأ کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں۔ فترت وحی کے بعد سب سے پہلے سورہ مدثر کی ابتدائی آیتیں۔ اور مکمل سورہ سب سے پہلے سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔

## تشریحات ⑤

ابن عباس ① عبداللہ نام ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس کے صاحبزادے ہیں ان کی والدہ ام الفضل لبابہ بنت الحارث ہیں۔ جو ام المؤمنین حضرت میمونہ کی حقیقی بہن ہیں۔ کنیت ابوالعباس۔ ابوالخلفاء ہے۔ اور حبر اُمت۔ ترجمان القرآن القاب ہیں۔ شاہان عباسیہ سب آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ اس لئے ابوالخلفاء کنیت ہوئی۔ ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت تیرہ سال کی عمر تھی ۶۸ھ میں اکہتر سال کے ہو کر حضرت عبداللہ بن زبیر کے ایام خلافت میں طائف شریف میں انتقال فرمایا۔ محمد بن حنفیہ حضرت علی کے صاحبزادے نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز کے لئے جب جنازہ رکھا گیا تو ایک سفید پرندہ آکر کفن میں گھس گیا۔ بہتیرا تلاش کیا گیا نہ ملا۔ دفن کے بعد ایک غیبی آواز آئی۔ کوئی کہہ رہا ہے:۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْ إِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ.

اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو اس حالت میں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ

چاردہ صحابہ جن کے نام عبداللہ ہیں جنھیں عبادلہ اربعہ کہتے ہیں ان میں یہ بھی ہیں۔ بقیہ تین یہ ہیں۔ عبداللہ بن عمر عبداللہ بن زبیر عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ لیکن احناف کے نزدیک عبادلہ اربعہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کے بجائے عبداللہ بن مسعود ہیں لہ امام احمد نے فرمایا۔ چھ صحابہ سے کثیر تعداد میں احادیث مروی ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہیں۔ اور بقیہ مندرجہ ذیل حضرات ہیں:۔

لہ فواتح الرحموت

يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ شِدَّةً (إِذَا نَزَلَ جِبْرِيلُ بِالْوَحْيِ) وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ

قرآن کے نازل ہونے سے شدت محسوس فرماتے تھے جب جبریل وحی لیکر اُترتے اور اپنی زبان

(بِهِ لِسَانَهُ وَ) شَفَتَيْهِ (فَيَشْتَدُّ عَلَيْهِ وَكَانَ يُعْرَفُ مِنْهُ) فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

اور ہونٹوں کو حرکت دیتے (ساتھ ساتھ پڑھنے کی کوشش کرتے) حضور پر شدت طاری ہوتی جسے جان لیا جاتا۔ ابن عباس رضی اللہ

رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا۔ فَأَنَا أُحَرِّكُهُمَا لَكُمْ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُهُمَا

تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ میں تمہیں سمجھانے کے لئے اپنے ہونٹوں کو ہلاتا ہوں جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہلاتے تھے

حضرت ابوہریرہ ان کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ عبداللہ بن عمر۔ ام المؤمنین عائشہ۔ جابر بن عبداللہ۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ابن عباس سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ احادیث مروی ہیں۔ ان میں پچانوے متفق علیہ اور ایک سو بیس افراد بخاری اور انچاس افراد مسلم سے ہیں ــ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی تھی "اے اللہ انھیں حکمت فقہ تاویل عطا فرما" اسکی برکت سے کم سنی ہی میں ان کے علم وفضل کا سکہ سب پر بیٹھ گیا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت قریب تھے۔ اہم سے اہم امور میں اجلہ صحابہ کرام کے ساتھ مشورہ میں شرکت فرماتے تھے۔

امام مسروق نے فرمایا حضرت ابن عباس اجمل الناس فصیح الناس اعلم الناس تھے۔ اسی لئے ان کو حبر امت بھی کہا جاتا ہے۔ اخیر عمر مبارک میں آنکھوں میں موتیا بند اتر آیا تھا۔ معالجین نے عرض کیا ہم موتیا بند نکال دیں گے۔ لیکن پانچ دن آپ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے فرمایا۔ خدا کی قسم میں موتیا بند نہیں نکلواؤں گا۔ پانچ دن تو بڑی بات ہے۔ ایک رکعت بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ جب آنکھیں سفید ہوگئیں تو یہ شعر پڑھا کرتے :۔

| | |
|---|---|
| إِنْ يَأْخُذِ اللهُ مِنْ عَيْنَيَّ نُورَهُمَا | اللہ نے میری آنکھوں سے روشنی لے لی تو کیا ہوا۔ |
| فَفِي لِسَانِي وَقَلْبِي مِنْهُمَا نُورٌ | اسکے عوض میری زبان میرا دل روشن ہے |
| قَلْبِي ذَكِيٌّ وَذِهْنِي غَيْرُ ذِي دَخَلٍ | میرا دل صاف ستھرا اور میرا دماغ فساد سے خالی ہے |
| وَفِي فَمِي صَارِمٌ كَالسَّيْفِ مِطْرَمُ | میرے منہ میں ایسی زبان ہے جو تلوار کی طرح تیز طرار مقابلہ میں غالب ہے |

**خلاصہ** ۲ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ قرآن کے نزول کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شدت اور سختی محسوس فرماتے تھے۔ جیسا کہ مفصل گذرا۔ جب جبریل قرآن سناتے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَقَالَ سَعِيدٌ أَنَا أُحَرِّكُهُمَا كَمَا رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُحَرِّكُهُمَا

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ (تلمیذ ابن عباس) نے کہا میں تم لوگوں کے لئے اپنے ہونٹوں کو ہلاتا ہوں جیسے ابن عباس ہلاتے تھے تو انھوں نے اپنے

فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى (لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ) لَا تُحَرِّكْ

ہونٹوں کو ہلایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورہ قیامہ کی اس آیت کو اُتارا (جلد یاد کرنے کی کوشش میں (نزول)

ان کے ساتھ ساتھ قرآن مجید پڑھتے۔ حاضرین پڑھنے کی وجہ سے ہونٹوں کی حرکت کو دیکھتے۔ مقصود یہ تھا کہ کوئی لفظ یاد سے رہ نہ جائے۔ جس طرح جبریل لیکر آئے ہیں بعینہ اسی طرح محفوظ کرلوں۔ جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے۔ ابن عباس نے اسی طرح ہونٹ ہلاکر اپنے تلامذہ کو دکھایا جن میں سعید بن جبیر شہید بھی تھے۔ جیسے ابن عباس نے اپنے ہونٹوں کو ہلایا ویسے ہی سعید بن جبیر نے بھی ہونٹ ہلاکر اپنے تلامذہ کو دکھایا۔

اس میں شدت در شدت تھی۔ ایک تو نزول وحی کی شدت دوسرے بغور سُننا اور ساتھ ساتھ پڑھنا۔ اس پر سورہ قیامہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ تک۔ یعنی قرآن نازل ہونے کی حالت میں آپ یاد کرنے کی کوشش میں پڑھا نہ کریں۔ پورے قرآن کا آپ کے سینے میں جمع فرادینا محفوظ کردینا تاکہ آپ اسے بآسانی پڑھ لیں ہمارے ذمے ہے۔ جب ہم قرآن بواسطہ جبرئیل پڑھیں نازل فرمائیں تو خاموشی سے بغور سُنا کریں۔ اس کے بعد اسکے مطابق پڑھیں۔ پھر اس کا بیان یعنی آپ کو یہ قدرت دینا کہ اسے بآسانی پڑھیں، ہمارے ذمے ہے۔

ان آیات کے نزول کے بعد جب قرآن نازل ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر جھکا کر بغور سنتے۔ جب جبرئیل چلے جاتے تو پڑھتے۔

**سعید رضی اللہ عنہ بن جُبَیر** (۳) سعید بن جبیر۔ کنیت ابو محمد ہے۔ مشاہیر تابعین میں ہیں۔ بہت بڑے فقیہ محدث، مفسر تھے۔ اسی وجہ سے آپکا لقب جَہبَذُ العُلماء ہے جَہبَذ پرکھنے والا۔ دانا، کے معنی میں ہے۔ ان کے تبحر علمی اور جلالت شان پر اتفاق ہے۔ بڑے عابد زاہد شب زندہ دار تھے۔ ہر سال دوبار مکہ معظمہ حاضر ہوتے۔ ایک بار حج کے لئے ایک بار عمرہ کے لئے۔ دو رات میں پورا قرآن مجید ختم فرمالیتے۔ رات میں خشیت خداوندی سے مسلسل رونے کی وجہ سے بینائی کمزور ہوگئی تھی۔ زبردست مستجاب الدعوات تھے۔ ان کے گھر میں ایک مرغ تھا جس کی آواز پر رات میں اُٹھ بیٹھتے۔ ایک رات مرغ کسی وجہ سے نہ بول سکا۔ آنکھ نہیں کھُلی، نماز فجر قضا ہوگئی۔ نماز کے قضا ہونیکی اذیت پر زبان سے مرغ کے بارے میں یہ کلمات نکل گئے۔ اسے کیا ہوگیا تھا کہ آج نہیں بولا۔ اللہ اسکی آواز ختم کردے۔ وہ مرغ پھر زندگی بھر نہ بول سکا۔ یہ دیکھ کر والدہ ماجدہ نے کسی کے لئے بددعا کرنے سے منع فرمایا۔ والدہ ماجدہ کے بہت فرمانبردار تھے۔

بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۔ قَالَ جَمْعَهٗ

قرآن کے ساتھ اپنی زبان نہ ہلاؤ اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمے ہے ۔ بیشک ہمارے ذمے ہی

لَكَ صَدْرَكَ وَتَقْرَأَهٗ ۔ فَاِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ قَالَ (فَاِذَا اَنْزَلْنَا)

اس کا آپ کے سینے میں جمع کرنا اور اس کا بیان کرنا تو جب ہم پڑھ چکیں تو اس پڑھے ہوئے کی اتباع کریں تو جب

ایک مرتبہ بچھو نے ہاتھ میں ڈنک مار دیا۔ والدہ نے حکم دیا کہ کسی سے جھڑوالیں۔ سخت کشمکش میں پڑ گئے۔ جھاڑ پھونک کو وہ اپنے اعلیٰ توکل کے خلاف جانتے تھے۔ اور ادھر والدہ کی اطاعت فرض۔ بالآخر یہ ایک جھاڑنے والے کے پاس پہنچے۔ نیش زدہ ہاتھ اسکے سامنے کر دیا ــــ مشہور ثقفی ظالم حجاج نے شعبان ۹۵ھ میں شہید کیا۔ مزار پاک واسط میں ہے۔ ننانوے سال کی عمر مبارک ہوئی

**سعید بن جبیر کی شہادت** ④ واقعہ شہادت کی تفصیل یہ ہے کہ حجاج کے مظالم اور خلاف شرع کاموں پر علانیہ تنقید فرماتے تھے۔ اسلئے اس ظالم نے انھیں گرفتار کرایا۔ مکہ معظمہ میں گرفتار ہوئے۔ راستے بھر دن میں روزہ رکھتے تھے اور رات میں نوافل پڑھتے۔ گرفتار کر کے لیجانے والے سپاہی نے جب یہ دیکھا تو تین دن کے بعد کہا۔ بخدا مجھے یقین ہے کہ میں آپکو ایسے شخص کے پاس لے جا رہا ہوں جو آپ کو ضرور بالضرور قتل کریگا۔ میں آپ کو چھوڑتا ہوں کہیں چلے جایئے۔ فرمایا کہ حجاج کو جب پتہ چلے گا کہ تم نے مجھکو گرفتار کر کے چھوڑ دیا ہے تو تمھارے لئے خطرہ ہے کہیں تم کو قتل کر دے۔ میں یہ نہیں پسند کرتا کہ میری وجہ سے تم بلاگناہ قتل کئے جاؤ۔

**دعا میں حلاوت قبول ہونیکی علامت ہے** ⑤ جب حجاج کے روبرو تشریف لے گئے تو فرمایا۔ ایک بار مجھے اور میرے دو ساتھیوں کو دعا میں حلاوت محسوس ہوئی تو ہم تینوں نے شہادت کی دعا مانگی تھی۔ دعا میں حلاوت اس کے مقبول ہونیکی نشانی ہے۔ میرے ان دونوں ساتھیوں کو شہادت نصیب ہو چکی۔ میں منتظر ہوں۔ حجاج نے پوچھا تمھارا کیا نام ہے۔ فرمایا، سعید بن جبیر۔ حجاج نے کہا نہیں شقی بن کسیر۔ فرمایا، والد نے یہی نام رکھا ہے۔ میں شقی ہوں کہ سعید یہ اللہ عزوجل خوب جانتا ہے۔ حجاج نے کہا نہیں تم شقی ہو۔ فرمایا غیب کا جاننے والا کوئی اور ہے۔ حجاج نے کہا سن لو! میں تمھاری دنیا کو بھڑکتی ہوئی آگ سے بدل دوں گا۔ فرمایا۔ اگر میں جانتا کہ یہ تمھارے اختیار میں ہے تو تیرے سوا کسی اور کو معبود نہ بناتا۔ پھر اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت معاویہ تک خلفاء راشدین کے بارے میں الگ الگ سوال کئے۔ سب کے اہل سنت کے عقیدے کے مطابق جوابات ارشاد فرمائے۔ پھر حجاج نے پوچھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو خلفاء ہوئے ان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ فرمایا۔ ان کو اپنے اپنے اعمال کی جزا ملے گی۔ کچھ جزا پاکر مسرور ہوں گے۔ کچھ ہلاکت میں ان کا ذمہ دار نہیں۔ حجاج نے پوچھا۔ عبدالملک بن مروان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ فرمایا اگر صالح نیک تھا۔ تو اپنی نیکی کا بدلہ پائے گا۔

اور اگر بدکار تھا تو اللہ کے قابو سے نکل نہ سکے گا۔ حجاج نے پوچھا۔ میرے بارے میں کیا کہتے ہو؟ فرمایا۔ تم خود اپنے آپ کو خوب جانتے ہو حجاج نے کہا میرے بارے میں اپنا علم ظاہر کرو۔ فرمایا، میری بات تم کو بُری لگے گی پسند نہ آئے گی۔ حجاج نے کہا۔ جو کچھ بھی ہو اس کو ظاہر کرو۔ فرمایا، اچھا تو سنو:۔ تم نے حدودِ الٰہی کو پائمال کیا۔ ظلم وستم کئے۔ کتنے اللہ کے ولیوں کے قتل جیسی معصیت پر جرأت کی۔ حجاج بولا۔ میں تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر کے عضو عضو کاٹ ڈالوں گا۔ فرمایا۔ تم میری دنیا بگاڑو گے میں تمہاری آخرت بگاڑ دوں گا۔ حجاج نے پوچھا۔ کس طرح قتل ہونا پسند کرتے ہو؟ بتاؤ۔ فرمایا۔ تم پسند کرو جس طرح مجھے قتل کرو گے اسی طرح میں آخرت میں تمہیں قتل کرونگا۔ پوچھا۔ کیا تمہاری یہ خواہش ہے کہ تم کو معاف کر دوں۔ فرمایا۔ عفو اللہ کی طرف سے ہے۔ رہ گیا تو۔ نہ تو تیرے لئے برأت ہے نہ عفو۔ اب غصے میں جل بھن کر جلادوں کو حکم دیا۔ انھیں لیجا کر قتل کر دو۔ جب جلاد مقتل میں لے چلے تو آپ ہنسے۔ حجاج نے حکم دیا کہ واپس لاؤ۔ اس نے پوچھا۔ ہنسے کیوں۔ فرمایا۔ اللہ کے حضور تیری جرأت پر اور اللہ کے حلم پر۔ انتہائی طیش میں آکر حکم دیا۔ میرے سامنے دربار میں قتل کرو۔ جب قتل کے لئے لٹایا تو آپ نے پڑھا اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔ حکم دیا قبلہ سے مُنہ پھیر دو۔ آپ نے تلاوت کی۔ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ کڑھ کر حکم دیا کہ مُنہ کے بل لٹا دو۔ آپ نے پڑھا مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی۔ جھلا کر حکم دیا ذبح کر دو۔ حضرت سعید نے فرمایا۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اسے یاد رکھنا یہاں تک کہ قیامت کے دن میری تیری ملاقات ہو۔ پھر دعا فرمائی۔ اے اللہ میرے بعد اسے کسی پر قابو نہ دینا کہ اُسے قتل کر سکے۔ اس کے بعد شہید کر دیئے گئے۔ تن اقدس سے سر جدا ہونے کے بعد تین بار کلمہ پڑھا جو تیسری بار پورا سُنا گیا۔ ذبح کے وقت بہت زیادہ خون نکلا۔ اس پر ظالم کو حیرت ہوئی۔ طبیب کو بُلا کر پوچھا۔ طبیب نے بتایا کہ اور قتل کئے جانے والوں کا خون خوف سے سوکھ جاتا تھا اور ان پر خوف کا اثر بالکل نہ تھا۔ ہنسی خوشی جان دی اس لئے خون زیادہ نکلا اس کے تین دن کے بعد حجاج کے پیٹ میں پھوڑا ہو گیا۔ لاکھ علاج کیا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ سولہ دن کے بعد یا چھ مہینے کے بعد انتہائی اذیت اٹھا کر مرا۔

حجاج کہتا تھا کہ جب میں سوتا ہوں تو سعید آکر میرے پاؤں پکڑ کر کھینچتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ اے خدا کے دشمن تو نے مجھے کیوں قتل کیا۔ چنانچہ میں نے سعید کو کیوں قتل کر دیا۔ حجاج کے مرنے کے بعد کسی نے اسکو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کیسی گزری۔ بتایا کہ اور قتل کے عوض میں ایک بار قتل کیا گیا۔ اور سعید کے عوض ستر بار قتل کیا گیا۔ ۵

خوشا رسے بنا کمر دند بخاک وخون غلطیدن — خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

فَاسْتَمِعْ لَهٗ وَاَنْصِتْ۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ، ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا اَنْ تَقْرَأَهٗ۔ فَكَانَ

ہم اُسے نازل کرچکیں تو اُسے غور سے سنئے اور خاموش رہیے۔ پھر اُس کا بیان ہمارے ذمہ ہے یعنی یہ ہمارے ذمہ ہے کہ آپ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ اِذَا اَتَاهُ جِبْرِيْلُ اِسْتَمَعَ (اَطْرَقَ) فَاِذَا

اسکو پڑھتے رہیں گے اس کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جبریل حاضر ہوتے تو آپ بغور سنتے رہتے

**ایک تطبیق** (۵) اس آیت میں قرآن۔ مصدر قرأت پڑھنے کے معنی میں ہے۔ قرآن جو کلام پاک کا عَلَم ہے، مراد نہیں عَلَيْنَا بَيَانَهٗ کی تفسیر میں اَنْ تَقْرَأَهٗ منقول ہے۔ اور کتاب التفسیر میں اَنْ نُبَيِّنَهٗ عَلٰى لِسَانِكَ اور ابن جریر نے اَنْ نُبَيِّنَكَ بِلِسَانِكَ نقل کی۔ یہ صرف الفاظ کا اختلاف ہے معنی تینوں کے ایک ہیں۔ اَنْ تَقْرَأَهٗ کے معنی ہیں آپ کا اُسے پڑھنا۔ اَنْ نُبَيِّنَهٗ عَلٰى لِسَانِكَ یا بِلِسَانِكَ کا ظاہر معنی یہی ہے کہ قرآن مجید کا زبان پر جاری کرنا۔ اور یہی فَاسْتَمِعْ وَاَنْصِتْ لَهٗ کے مناسب بھی ہے۔ ورنہ تناسب معنوی باقی نہیں رہیگا۔

بعض مفسرین نے ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ کی یہ تفسیر کی ہے کہ معانی کا بیان کرنا مراد ہے۔ اس تقدیر پر فَاتَّبِعْ کی تفسیر فَاسْتَمِعْ وَاَنْصِتْ مناسب نہ ہوگی۔ بلکہ یہ ہوگی۔ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ بِقِرَاءَتِكَ۔ ان کے پڑھنے کے بعد پڑھئے

**تعلیم معانی خطاب سے مؤخر ہوسکتی ہے یا نہیں** (۶) چونکہ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ سے پہلے ثُمَّ ہے جو تراخی کے لئے آتا ہے۔ تو اس سے ظاہر ہوا کہ یہ ممکن ہے کہ معانی قرآن کی تعلیم خطاب کے بعد ہو۔ اور یہی اکثر علماء کا مذہب ہے۔ مگر اس پر اتفاق ہے کہ وقت حاجت سے تاخیر جائز نہیں۔ اسکی پوری تفصیل کتب اصول میں موجود ہے۔

**جبرئیل صرف واسطہ نزول تھے** (۷) اس آیت سے ظاہر ہوا۔ کہ جبرئیل امین علیہ السلام صرف نزول کے واسطہ تھے۔ رہ گیا قرآن کا پڑھانا اس کے معانی کی تعلیم، یہ اللہ عزوجل نے خود اپنے ذمہ کرم پر لے لیا تھا۔

اس حدیث کو امام بخاری یہ بتانے کے لئے لائے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن مجید کے لفظ، لفظ کے یاد کرنے کا کتنا اہتمام تھا۔

**ایک اشکال کا جواب** (۸) یہ سورہ مکی ہے۔ اور ابن عباس ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ اور امام بخاری کا اسے بدء وحی کے باب میں لانا بتا رہا ہے کہ ابتداء کا واقعہ ہے۔ اس وقت ابن عباس پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ پھر وہ کیسے فرماتے ہیں کہ میں یوں اپنے ہونٹوں کو ہلاتا ہوں جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہلایا کرتے تھے۔ اس کے دو جواب شارحین نے دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ ہوسکتا ہے کہ کسی صحابی نے ان کو بتایا ہو۔ دوسرا یہ کہ ہوسکتا ہے کہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی نے ہونٹ ہلا کر دکھایا ہو۔ ابو داؤد طیالسی کی ایک روایت اسی کی مؤید ہے۔

اِنْطَلَقَ جِبْرِیْلُ قَرَأَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَمَا قَرَأَہٗ۔

گردن جھکائے رہتے۔ جب جبرئیل چلے جاتے تو نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویسا ہی پڑھ لیتے جیسا جبرئیل نے پڑھا

## ⑥ حدیث دورۂ قرآن

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے ف۱

**حدیث مسلسل کا مطلب** ⑨ اس حدیث کا نام مسلسل بتحریک الشفتین ہے۔ حدیث مسلسل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بوقت ارشاد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی خاص کام کیا ہو۔ اور ہر راوی الیٰ یومنا ہذا۔ بوقت روایت اس کام کو کرے۔ اس کام کے نام پر اس حدیث کا نام مسلسل بفلاں رکھدیا جاتا ہے۔ جیسے حدیث مسلسل بالمصافحہ ہے۔ کہ بوقت ارشاد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابی سے مصافحہ کیا۔ اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہونٹ ہلایا۔ ابن عباس نے اپنے تلامذہ کے سامنے ہونٹ ہلایا۔ سعید بن جبیر نے اپنے تلامذہ کے سامنے۔ اور یہ سلسلہ چلتا رہا۔ لیکن علامہ عینی نے فرمایا۔ اس کا تسلسل متصل نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**اللہ عزوجل پر کچھ واجب نہیں** ⑩ عَلَیْنَا میں عَلٰی ہے اور عَلٰی وجوب کے لئے آتا ہے۔ اور اللہ عزوجل پر کوئی چیز واجب نہیں۔ وجوب کبھی بمعنی ضرور آتا ہے۔ اور یہی یہاں مراد ہے۔ اور یہ ضرورت وعدے کی بنا پر ہے کہ جب یہ فرمادیا کہ یہ ہمارے ذمے ہے تو چونکہ خلف وعدہ محال بالذات ہے۔ اس لئے ضروری ہوا۔

## تشریحات ⑥

**حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجود الناس ہیں** ① اَجْوَدُ النَّاس۔ اَجْوَدُ جود کا اسم تفضیل ہے۔ جُود کے معنی۔ اعطاء ما ینبغی لمن ینبغی کسی کو اس کے لائق کوئی چیز دینی۔ اسی کو سخاوت بھی کہتے ہیں۔ "اجود الناس۔ کے معنی ہوئے۔ سب لوگوں سے زیادہ سخی۔ اس حدیث میں اَجْوَدُ النَّاس فرمایا۔ اور ناس اگرچہ انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ مگر اسے لازم ہے پوری مخلوق سے زیادہ سخی ہونا۔ جب تمام انسانوں سے زیادہ سخی ہیں تو تمام مخلوقات سے بدرجہ اولیٰ زیادہ سخی ہوئے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں خود ارشاد فرمایا۔ اللہ عزوجل سب سے بڑا جواد ہے۔ پھر انسانوں

ف۱ ایضاً سورہ قیامہ۔ فضائل قرآن۔ کتاب التوحید۔ ومسند امام احمد بن حنبل باختلاف الفاظ۔ ترمذی سورہ قیامہ۔ نسائی افتتاح مسلم کتاب الصلوٰۃ۔

بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ

اور آپ کی سخاوت سب سے زیادہ رمضان میں ہوتی تھی جب جبرئیل ملاقات کرتے اور وہ رمضان کی ہر رات میں آپ سے ملاقات

فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ (فَيُنْسَلِخُ) فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ (فَإِذَا لَقِيَهُ

کرکے قرآن کا دور کیا کرتے۔ یہ سلسلہ رمضان کے ختم ہونے تک رہتا۔ جب جبرئیل رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے

میں سب سے بڑا سخی ہوں۔ پھر میرے بعد وہ سب سے زیادہ سخی ہے۔ جو علم حاصل کرکے اسکو پھیلائے۔

**رمضان میں زیادہ فیاضی کی وجہ** (۲) رمضان میں بہ نسبت اور دنوں کے آپ کی سخاوت اور بڑھ جاتی تھی۔ یعنی آپ ہمیشہ بلا استثناء سارے جہاں سے زیادہ سخی تھے۔ مگر رمضان میں دوسرے دنوں کے بہ نسبت اور زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ رمضان موسم رحمت ہے۔ ان دنوں رحمتِ الٰہی کا نزول بہ نسبت دوسرے دنوں کے زیادہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا:۔ اس کا اول رحمت اور اوسط مغفرت اور آخر جہنم سے آزادی ہے۔ اور فرمایا:۔ رمضان میں ایک فرض کا ثواب ستر فرض کے برابر۔ اور نفل کا ثواب فرض کے برابر۔ امام زہری نے فرمایا:۔ رمضان میں ایک تسبیح دوسرے دنوں کی ستر تسبیح کے برابر ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا:۔ رمضان کی ہر رات میں دس لاکھ جہنم سے آزاد ہوتے ہیں

رمضان میں سخاوت کی یہ زیادتی اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی جب جبرئیل ملاقات کرتے۔ جبرئیل رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور وہ قرآن مجید کا دور کرتے۔ یعنی کبھی حضور پڑھتے اور جبرئیل سنتے۔ کبھی جبرئیل پڑھتے اور حضور سنتے۔ عمر مبارک کے اخیر سال قرآن مجید کا دو مرتبہ دور فرمایا۔ بقیہ سال ایک بار ہوتا۔ اسوقت جود و نوال کی زیادتی کی وجہ یہ تھی۔ کہ جبرئیل کی تین خصوصیت تھی۔ ایک تو آنحضور کے محب خاص تھے۔ دوسرے فرشتہ مقرب بلکہ سید الملائکہ تھے۔ تیسرے یہ کہ رب العٰلمین کے فرستادہ تھے۔ یہ تین خصوصیات تو وہ ہیں جو جبرئیل میں ہمیشہ پائی جاتی تھیں۔ مگر اس وقت خاص خصوصیت یہ ہوتی کہ کلام ربانی قرآن مجید کا دور کرنے آتے۔ ان وجوہ کی بنا پر مسرت در مسرت جتنی حاصل ہوتی رہی ہوگی وہ حضور ہی جانیں۔ اس سبب سے دریائے کرم پورے جوش پر ہوتا۔

غور کریں تو یہاں تین سبب اس کے محرک تھے۔ ایک رمضان۔ جو اللہ عزوجل کی اَن گنت نعمتوں کی برسات کا موسم ہے۔ دوسرے جبرئیل کی ملاقات کہ یہ مزید نعمت ہے خصوصاً جبرئیل کی ان خصوصیات کی وجہ سے جو اوپر مذکور ہوئیں۔ خاصکر رب العالمین کے فرستادہ ہونے کی حیثیت سے۔ تیسرے قرآن کا دور جس سے قرآن کریم کے نئے نئے اسرار و معارف کا فتح باب ہوتا۔ ان نعمتوں کے شکریے میں زیادہ سے زیادہ جود و کرم فرماتے۔

ہر سال رمضان میں یہ دور اسلئے ہوتا کہ رمضان المبارک ہی کی سب سے متبرک رات شب قدر میں پورا قرآن جبرئیل امین لوح محفوظ سے اخذ کرکے آسمان دنیا کیطرف یعنی پہلے آسمان پر لائے وہاں فرشتوں کو لکھا دیا فرشتوں نے قرآن کو موجودہ ترتیب کے ساتھ لکھ کر بیت العزت میں محفوظ کر دیا

## جِبْرِيْلُ كَانَ اَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ[1]

اس وقت آپ بہتی ہوا سے بھی زیادہ خیر رساں ہوتے تھے۔

یہ پہلے آسمان میں ایک متبرک جگہ کا نام ہے۔ پھر حسب اقتضاء حکمت وحکم ربانی وہاں سے جبرئیل علیہ السلام تھوڑا تھوڑا تیئس سال کی مدت میں لیکر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ علاوہ ازیں حدیث ہرقل میں گزرا کہ قرآن مجید کے نزول کی ابتداء رمضان کو ہوئی۔ اس پر مستزاد یہ کہ رحمت الٰہی رمضان میں بہ نسبت اور دنوں کے زیادہ متوجہ رہتی ہے۔

رات کے انتخاب کی حکمت سب پر ظاہر ہے کہ جو سکون اور یکسوئی رات میں ہوتی ہے وہ دن میں واردین صادرین کی وجہ سے کہاں نصیب۔ علاوہ ازیں محب ومحبوب کی ملاقات کے لئے رات ہی منتخب ہے۔

اس حدیث کا حسن ترتیب ملاحظہ کریں۔ پہلے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سارے جہاں سے بڑھکر جواد تھے۔ پھر ترقی کرکے فرمایا کہ رمضان میں جود ونوال دوسرے ایام کے بہ نسبت زیادہ ہوتا۔ پھر اور آگے بڑھے۔ اور فرمایا کہ جب جبرئیل امین رمضان کی رات میں آکر دورۂ قرآن کرتے تو پھر جود ونوال کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔

**فیاضی کی حد** (۳) اخیر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخاوت کے بارے میں فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہتی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔ ہوا کتنی فراواں اور کتنی ضروری ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ ہر منٹ ہوا کی احتیاج ہے۔ اور فراواں اتنی کہ کہیں بھی ہو بقدر ضرورت موجود۔ بلکہ ضرورت سے زیادہ موجود مگر کوئی کمی نہیں۔ تو ہوا سے بڑھکر کون سخی۔ فرماتے ہیں ہوا کی سخاوت تھین معلوم ہے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہتی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔ رکی ہوئی ہوا میں وہ بات کہاں جو بہتی ہوا میں ہے۔ مگر قربان اس جواد اعظم کے کہ بہتی ہوا بھی اسکی دریوزہ گر۔

**ریاح اور ریح کے استعمال کا فرق** (۴) عام طور پر مشہور ہے کہ ریاح جمع ہو تو اس سے اچھی اور نفع بخش ہوا مراد ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ۔ اور ریح واحد کا اطلاق نقصان رساں تباہ کن ہوا کے لئے ہوتا ہے قرآن مجید میں ہے۔ اَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ۔ خود حدیث میں ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَاحًا وَلَا تَجْعَلْهَا رِيْحًا۔

مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ اکثری ہے۔ ورنہ قرآن مجید میں ریح واحد اچھی ہوا کے معنی میں موجود ہے۔ ارشاد ہے:۔

وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ

[1] ایضاً کتاب الصوم، مناقب، بدء الخلق۔ فضائل قرآن وادب۔ مسلم فضائل۔ ترمذی جہاد۔ نسائی صیام۔ دارمی مقدمہ۔ مسند امام احمد

# ۵ حدیث ہرقل

اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُاللّٰہِ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُتْبَۃَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ

امام زہری نے فرمایا مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ف۱ نے خبر دی کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ

عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَخْبَرَہٗ اَنَّ اَبَاسُفْیَانَ بْنَ حَرْبٍ اَخْبَرَہٗ اَنَّ

تعالٰی عنہما نے انھیں خبر دی کہ ابوسفیان بن حرب ف۲ نے انھیں خبر دی کہ

**فوائد** (۵) اس حدیث سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے :۔

(۱) سخاوت بہترین وصف ہے۔ مومن کو سخی و جواد ہونا چاہئے (۲) رمضان میں حتی المقدور زیادہ سے زیادہ سخاوت کرنی چاہئے۔ (۳) لزومًا یہ بھی ثابت کہ جن ایام کو کوئی شرعی خصوصیت حاصل ہو اُن میں سخاوت زیادہ پسندیدہ ہے کہ جن ایام میں کوئی نعمت ملے اُن ایام میں سخاوت عند اللہ بھی محبوب ہے۔ سب سے بڑی نعمت ربیع الاول شریف وہ بھی بارہ ربیع الاول میں ملی ہے۔ اسلئے اس دن زیادہ سے زیادہ سخاوت کرنی چاہئے (۴) رمضان شریف میں خصوصیت سے قرآن مجید کی تلاوت زیادہ کرنی چاہئے (۵) قرآن مجید کی تلاوت تمام اذکار مستحبہ سے افضل ہے ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور جبرئیل امین اسی کو کرتے جو تلاوت سے افضل ہوتا (۶) قرآن مجید کا بکثرت ورد کرنا چاہئے۔ حفاظ کو چاہئے کہ دوسرے سے سنیں بھی اور دوسرے کو سنائیں بھی (۷) رات میں قرآن مجید پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ اس پر تجربہ شاہد ہے کہ رات میں بہت جلد یاد ہوتا ہے صلحاء، علماء، مشائخ کی بار بار زیارت کرنی چاہئے اگر انھیں گراں نہ ہو۔ وغیر ذالک۔

**دیگر کتب الٰہیہ کے نزول کی تواریخ** (۶) علماء فرماتے ہیں کہ صحف ابراہیم پہلی رمضان کو نازل ہوئے۔ تورات ۶ رمضان کو۔ انجیل ۱۳ رمضان کو۔ قرآن کے نزول کی ابتداء ۱۷ رمضان ہے

## تشریحات (۵)

امام بخاری نزول وحی کی ابتدائی بلکہ انتہائی کیفیت بھی بیان کر چکے — اور جس پر وحی آتی ہے وہ نبی ہوتا ہے اور جسے تبلیغ احکام کا حکم ہوتا ہے وہ رسول بھی ہوتا ہے۔ تو از روئے روایت مہبط وحی کی رسالت ثابت کرنیکے بعد انکی رسالت کیلئے ایک اور مستحکم ثبوت پیش کرتے ہیں جو ایک نصرانی کی شہادت ہے۔ وہ بھی وقت کے سب سے بڑے فرعون کی۔ ہوس اقتدار جسکے مسلمان ہونے میں آڑے آئی الفضل ما شھدت بہ الاعداء

**عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود** (۱) بن غافل جلیل القدر تابعی امام مدینہ و فقہائے سبعہ میں سے ہیں۔ ابن عباس، ابن عمر اور ابوہریرہ وغیرہ کثیر صحابہ سے حدیثیں سنیں۔ اور ان سے کثیر تابعین نے خلیفہ راشد عمر بن عبد العزیز کے استاذ تھے۔ نابینا ہو گئے تھے ۹۸ھ کے بعد وصال ہوا۔ **ابوسفیان** (۲) انکا نام صخر ہے

# ھِرَقْلَ اَرْسَلَ اِلَیْہِ فِیْ

## ہرقل نے قاصد بھیجکر ابوسفیان کو مع اُن کے

نسب نامہ یہ ہے:۔ صخر بن حرب بن عبد شمس بن امیہ بن عبد مناف بن قُصَیّ۔ ابوسفیان کُنیت ہے۔ اسی کے ساتھ مشہور ہیں دوسری کنیت ابوحَنْظَلَہ ہے۔ واقعہ فیل سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔ فتح مکہ کی رات میں ایمان لائے۔ اور مومنین مخلصین میں ہوگئے غزوۂ طائف میں شریک ہوئے۔ تیر سے ایک آنکھ نکل گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ملی تو اُن کے پاس تشریف لائے دیکھا کہ ڈھیلا ہاتھ میں لئے ہیں۔ فرمایا۔ یہ آنکھ راہِ خدا میں گئی ہے۔ اگر کہو تو دعا کردوں آنکھ ٹھیک ہوجائے۔ یا کہو تو دعا کردوں اس کے عوض جنت ملے۔ عرض کیا۔ جنت اختیار کرتا ہوں۔ دوسری آنکھ جنگ یرموک میں جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں رومیوں سے ہونے والی لڑائیوں میں سب سے بڑی اور فیصلہ کُن ہوئی پتھر لگنے سے راہ خدا میں قربان ہوگئی۔ اس کے بعد مدینہ میں آکر رہائش اختیار کرلی۔ باقی ماندہ زندگی یہیں گزاری ۳۴ھ میں اٹھاسی سال کی عمر پاکر یہیں وصال فرمایا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں دفن نصیب ہوا۔ یہ اُمّ المومنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ہیں۔ ایمان لانے کے بعد ان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "قدید" کے مشہور بُت مَنَاۃ کے برباد کرنے کی مُہم پر بھیجا تھا۔

**حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک عطا** (۳) غزوۂ حُنین کے مال غنیمت میں سے ان کو سو اونٹ اور چالیس اُوقیہ چاندی عطا فرمایا۔ ابوسفیان نے کہا۔ یہ میرا بیٹا یزید بن معاویہ ہے اس کو بھی کچھ دیجئے۔ ان کو بھی سو اونٹ اور چالیس اُوقیہ چاندی عطا فرمایا۔ ایک اوقیہ چالیس درم کا اور ایک درم تین ماشے ۱½ رتی اور روپیہ سوا گیارہ ماشے کا۔ تو چالیس اُوقیے لگ بھگ ساڑھے چار سو روپے بھر چاندی ہوتی ہے۔

**یزید بن ابوسفیان** (۴) یہ یزید۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوسفیان کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ اپنے چچا معاویہ بن حرب کیطرف نسبت کرکے پکارے جاتے تھے۔ جنگ یرموک میں ایک دستے کے سپہ سالار تھے۔ ان کے باپ ابوسفیان اسی دستے میں تھے۔ کہ اسی وقت ابوسفیان کی آنکھ شہید ہوگئی بہت صلاحیتوں کے مالک تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو شام پر حاکم بنایا تھا۔ مدت العمر بڑے حسن وخوبی سے حکمرانی فرمائی۔ ابوسفیان نام کے صحابہ میں متعدد حضرات ہیں۔ مگر ابوسفیان بن حرب صرف یہی ہیں۔ ان سے حضرت ابن عباس اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روایت کی ہے۔

**ہرقل** (۵) ہرقل بروزن دِمَشق۔ ہا کو کسرہ را کو فتحہ قاف ساکن۔

اس کے معنیٰ غربال چھلنی کے ہیں۔ عہد رسالت میں روم کا جو شہنشاہ تھا اس کا نام ہے۔ قیصر اس کا لقب ہے۔ اس زمانے میں ہر ملک کے بادشاہوں کے الگ الگ لقب تھے۔ جیسے روم کے بادشاہ کا قیصر۔ ایران کا کسریٰ۔ ترک کا خاقان۔ حبشہ کا نجاشی۔ قبط کا فرعون۔ مصر کا عزیز۔ اسکندریہ کا مقوقس۔ یمن کا تبع۔ ہندوستان کا رائے۔ چین کا فغفور۔ یونان کا بطلیموس۔

غالباً روم کے بادشاہ کا قیصر کہلانا۔ ہرقل ہی سے شروع ہوا ہے۔ شارحین حدیث نے وجہ تسمیہ یہ بتائی ہے کہ قیصر کے معنی چیر نے کے ہیں۔ چونکہ اس کی پیدائش کے وقت اس کی ماں دردزہ میں انتقال کر گئی تھی۔ اس لئے اس کو ماں کا پیٹ چیر کر نکالا گیا تھا۔ اس لئے قیصر کہلانے لگا۔ اس پر یہ بد دماغ فخر کرتا کہ میں پیشاب کے مقام سے نہیں پیدا ہوا۔ ہرقل ہی دنیا کا وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے دینار ایجاد کیا۔ اور گرجا بنوایا۔

**والا نامہ کی برکت** (۶) عینی میں ہے کہ ہرقل نے نامہ والا کو بحفاظت تام سونے کی ڈبیہ میں رکھا۔ یہ اور اسکی نسل ہمیشہ اس کا بہت اعزاز واکرام کرتے۔ ملک منصور قلاون کے عہد میں شاہ فرنگ نے سیف الدین طلح منصوری کو یہ والا نامہ دکھایا تھا۔ اسوقت اس کے کچھ حروف اُڑ گئے تھے۔ یہ خط اس کے پاس ایک زرّیں صندوق میں سونے کے قلم دان میں محفوظ تھا۔ اس بادشاہ نے بتایا کہ یہ وہ خط ہے جو تمہارے نبی نے ہمارے دادا کے پاس بھیجا تھا۔ ہمارے خاندان میں یہ والا نامہ ہے۔ ہمارے بزرگ ہمیشہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آئے ہیں۔ کہ اس کی بہت حفاظت کرنا، تعظیم وتکریم کرنا۔ جب تک یہ ہمارے خاندان کے قبضے میں ہے سلطنت ہمارے خاندان میں باقی رہے گی۔

**ہرقل کا فرمرا** (۷) صحیح یہی ہے کہ اسے ایمان نصیب نہ ہوا۔ اس نے ۳۱ سال حکومت کی۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرات شیخین نے جس قیصر کے قبضے سے ملک شام آزاد کیا تھا۔ وہ یہی قیصر تھا یا دوسرا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ مر گیا تھا۔ حضرت صدیق اکبر کے عہد میں اس کا بیٹا حکمراں تھا۔ اور عہد فاروقی میں اس کا پوتا۔ اس کے پوتے ہی کو مجاہدین اسلام نے شام سے نکالا تھا۔ جو قسطنطنیہ بھاگ کر گیا۔ وہاں سیکڑوں برس اسکی نسل حکمراں رہی۔

**فتح قسطنطنیہ** (۸) یہاں تک کہ ۸۵۷ھ میں محمد فاتح عثمانی المتوفی ۸۸۶ھ رحمۃ اللہ علیہ نے قسطنطنیہ فتح فرمایا۔ قیصر کل چالیس ہوئے اور ان کی سلطنت کی مدت پانچسو سات سال رہی۔ لیکن علامہ ابن حجر نے اس کو اظہر فرمایا۔ کہ عہد فاروق تک یہی ہرقل تھا جو قسطنطنیہ بھاگا۔

**تعظیم وتوہین کے اثرات** (۹) جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ قیصر نے کوئی گستاخی نہیں کی۔ والا نامہ کی

رَكْبٌ مِّنْ قُرَيْشٍ وَكَانُوْا تُجَّارًا بِالشَّامِ

ساتھیوں کے جو قریش کے ستر سوار ۷۰ تھے بُلایا جبکہ یہ لوگ شام میں بغرض تجارت موجود تھے اس زمانے میں

تعظیم وتکریم کی۔ تو فرمایا۔ اس نے اپنا ملک بچالیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ اس کی نسل میں صدہا سال حکومت باقی رہی۔ اور ایران کو مغرور خسرو پرویز نے والا نامہ پھاڑ کر پھینک دیا۔ اور گستاخی کی تو فرمایا۔ مَزَّقَ اللّٰهُ مُلْكَهٗ۔ اللہ اس کے ملک کو برباد فرمادے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عہد فاروقی میں کسریٰ کا پورا ملک نگین اسلام کے تحت آگیا۔ اور عہد عثمانی میں خاندان کسریٰ کا اخیر تاجدار "یزدجرد" مار ڈالا گیا

ع۔ غضب سے ان کے خدا بچائے جلال باری عتاب میں ہے۔

**قریش ۷۰**

(۱۰) قریش کس کا لقب ہے اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ قریش نضر بن کنانہ کا لقب ہے کثیر علماء سیر ونسب نے اسی کو صحیح کہا۔ یہی امام شافعی کا قول ہے امام نووی نے فرمایا۔ یہ صحیح اور مشہور ہے۔ حافظ عراقی نے کہا یہ اکثر کا قول ہے۔ حافظ صلاح علائی نے اس کو صحیح کہا اور محققین کا مذہب بتایا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ قریش فہر بن مالک کا لقب ہے۔ امام زہری نے فرمایا۔ یہی سارے نساب کہتے ہیں۔ علامہ زرقانی نے فرمایا اسے بھی اکثر کا قول کہا گیا ہے۔ دمیاطی حافظ عراقی علامہ احمد خطیب قسطلانی نے اسکو صحیح کہا۔ عراقی کی سیرت منظوم میں۔ ؎

اما قریش فالاصح فہر جماعہا والاکثرون النضر

لیکن ایک بزرگ نے ان دونوں قولوں میں یہ تطبیق دی کہ نضر کے اگرچہ تین لڑکے تھے۔ مالک۔ صلت۔ مخلد۔ مگر نسل صرف مالک سے چلی۔ یونہی مالک کی نسل صرف فہر سے باقی رہی۔ تو جو بھی نضر بن کنانہ کی نسل ہے وہ فہر کی بھی نسل ہے۔ قریش خواہ نضر کا لقب ہو خواہ فہر کا۔ حاصل ایک ہی ہوا۔ کہ سارے قریش کا نسب فہر کے واسطے سے نضر بن کنانہ تک پہونچتا ہے۔ چند اور اقوال ہیں مگر لائق توجہ نہیں۔

**قصی کا لقب قریش نہیں**

(۱۱) تیسرا قول باطل یہ ہے کہ قصی بن کلاب کا لقب قریش ہے مگر یہ اس لائق نہیں کہ اس پر کان دھرا جائے یہ روافض نے اس لئے گھڑا ہے کہ حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم قریشی ہونے سے نکل جائیں تاکہ ان کی خلافت اہلسنت کے مسلمات کے مطابق بھی صحیح نہ رہے۔ اس لئے کہ یہ حضرات قصی کی اولاد نہیں۔ حضرت صدیق اکبر کا نسب نامہ یہ ہے۔

**شجرہ صدیقی**

(۱۲) ابوبکر بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مُرّۃ بن کعب بن لُوی ساتویں پُشت میں مُرّۃ بن کعب بن لُوی پر جاکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے ـــــ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب نامہ یہ ہے:۔

**شجرہ فاروقی**

(۱۳) عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی۔ ان کا نسب

فِی الْمُدَّۃِ الَّتِی کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَادَّفِیْھَا اَبَاسُفْیَانَ وَ

جب کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوسفیان اور کفار قریش سے صلح فرمائی تھی (یعنی صلح حدیبیہ کے زمانے میں ف۱)

کُفَّارَ قُرَیْشٍ فَاَتَوْہُ وَھُمْ بِاِیْلِیَاءَ فَدَعَاھُمْ فِیْ مَجْلِسِہٖ وَحَوْلَہٗ عُظَمَاءُ الرُّوْمِ

یہ لوگ ہرقل کے پاس پہنچے اور ہرقل مع اپنی جماعت کے ایلیا (بیت المقدس ف۱۵) میں تھا ہرقل نے ان لوگوں کو اپنے اجلاس میں بلایا اور اسکے آس پاس عمائد روم بیٹھے تھے۔ پھر اُن کو اپنے قریب بلایا

نویں پشت میں کعب بن لُوی پر شجرہ نبوی سے مل جاتا ہے۔

جب قصی بن مالک کی نسل سے یہ حضرات نہیں۔ تو اگر یہ مان لیا جائے کہ قریش قصی کا لقب ہے۔ تو یہ دونوں حضرات قریشی ہونگے اور خلیفہ کے لئے قریشی ہونا باتفاق اہلسنت شرط۔ تو اہلسنت کے مسلمہ شرط پر بھی یہ حضرات خلیفہ نہ ہوں گے۔

**ابوسفیان کے ساتھ کتنے آدمی تھے** (۱۴) رَکْبٌ۔ راجح یہ ہے کہ رَکْبٌ کی اسم جمع ہے۔ جیسے رجلٌ کی اسم جمع قومٌ ہے۔ دس اور دس سے زیادہ سواروں کو رَکْبٌ کہتے ہیں جو سفر میں ہوں۔ اس قافلے میں تیس افراد تھے۔ یہ لوگ شام کے مشہور شہر غزہ سے ملائے گئے تھے۔ ان میں حضرت مغیرہ بن شعبہ بھی تھے۔

**صلح حدیبیہ ف۱۵** (۱۵) اس سے مراد صلح حدیبیہ کا زمانہ ہے۔ یہ صلح ۶ھ میں ہوئی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اواخر ۶ھ میں والا نامہ بھیجا تھا اور اوائل محرم ۷ھ میں ہرقل کو ملا تھا

**باِیْلِیَاءَ ف۱۵** (۱۶) اس میں چھ لغات ہیں۔ اِیْلِیَاءُ بروزن کبریاء۔ اِیْلِیَّا۔ بغیر ہمزہ کے۔ اِیَاءُ۔ ایلاء اعطاء کے وزن پر۔ اللِیَّا۔ الاِیْلِیَا معرف بلام۔ یہ عبرانی لفظ ہے بیت اللہ کے معنی میں۔ اور بیت المقدس کا علم ہے۔

**دعوت اسلام کے مکتوب** (۱۷) صلح حدیبیہ کے بعد جب اہل مکہ کی طرف سے اطمینان ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اردگرد کے بادشاہوں، رئیسوں کے نام اسلام لانے کی دعوت بصورت مکتوب بھیجی۔ شاہ ایران خسرو پرویز کے نام، شاہ روم ہرقل کے نام، نجاشی شاہ حبشہ کے نام، مقوقس شاہ اسکندریہ کے نام وغیرہ وغیرہ۔ ہرقل کے پاس والا نامہ لیکر حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے گئے تھے۔ یہ والا نامہ لیکر پہلے بصریٰ کے حاکم حارث بن ابی شمر غسانی کے پاس گئے۔ اس نے عدی بن حاتم کے کردیا حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عدی بن حاتم کے ساتھ ہرقل کے پاس بیت المقدس پہونچے۔ اور والا نامہ دیا۔

ہرقل اس وقت بیت المقدس میں آیا ہوا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا۔ کہ ایران اور روم میں برسہابرس سے بہت خونریز تباہ کن جنگ جاری تھی۔ ٹھیک اسی دن جس دن بدر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قریش پر فتح عظیم حاصل ہوئی

ثُمَّ دَعَاهُمْ تُرْجُمَانَهٗ فَقَالَ اَيُّكُمْ اَقْرَبُ نَسَبًا بِهٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ

اور اپنے ترجمان کو بلایا۔ تو ترجمان نے ان سے پوچھا تم میں کون شخص ان سے نسب میں زیادہ قریب ہے جو اپنے کو نبی گمان کرتے

قَالَ اَبُوْسُفْيَانُ فَقُلْتُ اَنَا اَقْرَبُهُمْ نَسَبًا، فَقَالَ اَدْنُوْهُ مِنِّيْ وَقَرِّبُوْا اَصْحَابَهٗ

ہیں۔ ابوسفیان نے کہا میں ان سب سے زیادہ اُن سے نسب میں قریب ہوں۔ اس کے بعد ہرقل نے کہا ان (ابوسفیان) کو مجھ سے قریب

فَاجْعَلُوْهُمْ عِنْدَ ظَهْرِهٖ، ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ، قُلْ لَهُمْ اِنِّيْ سَائِلٌ هٰذَا

کردو۔ اور ان کے ساتھیوں کو ان کے قریب کرکے پس پشت بٹھادو۔ پھر ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا۔ ان کے ساتھیوں سے کہو میں اس شخص

عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ (الَّذِيْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ) فَاِنْ كَذَبَنِيْ فَكَذِّبُوْهُ، فَوَاللّٰهِ

(ابوسفیان) سے اُن مدعی نبوت کے بارے میں سوال کرتا ہوں۔ اگر یہ مجھ سے غلط بیانی کریں تو تم ان کی تکذیب کردینا (ابوسفیان) نے کہا

لَوْلَا الْحَيَاءُ مِنْ اَنْ يَّاْثِرُوْا عَلَيَّ كَذِبًا لَكَذَبْتُ عَنْهُ ثُمَّ كَانَ اَوَّلُ

بخدا اگر مجھکو اس بات کی شرم نہ ہوتی کہ ساتھی واپس ہوکر میرے جھوٹ کو نقل کرینگے تو میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں

مَا سَاَلَنِيْ عَنْهُ اَنْ قَالَ كَيْفَ نَسَبُهٗ فِيْكُمْ قُلْتُ هُوَ فِيْنَا ذُوْنَسَبٍ۔ قَالَ

ضرور جھوٹ بولتا۔ سب سے پہلی بات آپ کے متعلق اس نے مجھ سے جو پوچھی یہ تھی۔ تمہارے یہاں اس کا نسب کیسا ہے؟ میں نے کہا وہ ہم میں

فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ مِنْكُمْ اَحَدٌ قَطُّ قَبْلَهٗ؟ قُلْتُ لَا۔ قَالَ فَهَلْ كَانَ

عالی نسب ہیں۔ پھر ہرقل نے پوچھا کیا یہ بات (دعویٰ نبوت) تم میں سے کسی نے اُن سے پہلے کبھی کہی ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں۔ ہرقل نے

مِنْ اٰبَائِهٖ مِنْ مَّلِكٍ؟ قُلْتُ لَا۔ قَالَ فَاَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوْهُ اَمْ ضُعَفَاءُهُمْ

پوچھا کیا ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گذرا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ ہرقل نے پوچھا ان کی اتباع اونچے طبقے کے لوگوں نے کی ہے یا

قُلْتُ بَلْ ضُعَفَاءُهُمْ قَالَ اَيَزِيْدُوْنَ اَمْ يَنْقُصُوْنَ؟ قُلْتُ بَلْ يَزِيْدُوْنَ

دبے ہوئے لوگوں نے۔ میں نے کہا دبے ہوئے لوگوں نے۔ ہرقل نے پوچھا بڑھتے جارہے ہیں یا کم ہورہے ہیں؟ میں نے کہا کم نہیں ہورہے ہیں

ہرقل کو ایران پر مکمل فتح حاصل ہوئی۔ ہرقل اس کی خوشی میں شکرانہ ادا کرنے حمص سے پیدل چلکر بیت المقدس آیا تھا۔ اس شان سے کہ راستے بھر فرش اور فرش پر پھول بچھائے گئے۔

ترجمان (۱۸) اس میں چار لغت ہے۔ تا اور جیم کو زبر۔ دونوں کو پیش۔ تا کو زبر جیم کو پیش۔ تا کو پیش جیم کو زبر۔ ترجمان کے معنی ہیں

قَالَ فَهَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِّنْهُمْ سُخْطَةً لِّدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ - قُلْتُ لَا - قَالَ

بلکہ بڑھتے جا رہے ہیں۔ ہرقل نے پوچھا کیا ان میں سے کوئی ان کے دین کو ناپسند کر کے اسمیں داخل ہونے کے بعد پھر ابھی ہے؟ میں نے کہا

فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُونَهُ بِالْكَذِبِ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ ، قُلْتُ لَا - قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ ؟

نہیں۔ ہرقل نے پوچھا اس بات (دعویٰ نبوت) کرنے سے پہلے تم لوگ ان کو جھوٹ سے متہم کرتے تھے؟ میں نے کہا نہیں۔ ہرقل نے پوچھا

قُلْتُ لَا - وَنَحْنُ مِنْهُ فِي مُدَّةٍ لَا نَدْرِي مَا هُوَ فَاعِلٌ فِيهَا قَالَ وَلَمْ تُمْكِنِّي كَلِمَةٌ

کیا وہ عہد شکنی کرتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ لیکن ہم زمانہ مصالحت میں آئے ہیں خبر نہیں کہ وہ اب کیا کرنے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا

أُدْخِلُ فِيهَا شَيْئًا غَيْرَ هٰذِهِ الْكَلِمَةِ قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوهُ ؟ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ

مجھے اس کے سوا کسی ایسی بات کے ملانے پر قدرت نہیں ہوئی جسمیں تنقیص کا پہلو ہو۔ ہرقل نے پوچھا تم نے ان سے جنگ کی ہے؟ میں نے

كَانَ قِتَالُكُمْ إِيَّاهُ ؟ قُلْتُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سِجَالٌ يَنَالُ مِنَّا وَنَنَالُ مِنْهُ

کہا ہاں۔ اس نے پوچھا جنگ کا نتیجہ کیا نکلا۔ میں نے کہا جنگ ہمارے ان کے درمیان ڈول کے مانند رہی کبھی ان کے ہاتھ میں کبھی ہمارے

قَالَ مَاذَا يَأْمُرُكُمْ ؟ قُلْتُ يَقُولُ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَّ

ہاتھ میں (کبھی وہ فتح پاتے ہیں کبھی ہم) ہرقل نے پوچھا وہ تم کو کیا حکم دیتے ہیں؟ میں نے کہا وہ فرماتے ہیں صرف ایک اللہ کی عبادت

اتْرُكُوا مَا يَقُولُ آبَاؤُكُمْ وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ فَقَالَ

کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اور اپنے باپ دادا کی باتیں چھوڑ دو اور ہمیں نماز کا اور سچ بولنے کا اور پاکدامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے

لِلتَّرْجُمَانِ قُلْ لَهُ سَأَلْتُكَ عَنْ نَسَبِهِ فَذَكَرْتَ أَنَّهُ فِيكُمْ ذُو نَسَبٍ وَّكَذٰلِكَ الرُّسُلُ

ہیں۔ تو اُسنے ترجمان سے کہا۔ کہ ابوسفیان سے کہو۔ کہ میں نے تم سے اُنکے نسب کے بارے میں پوچھا تو تم نے بتایا کہ وہ تم میں عالی نسب ہیں اور رسول

تُبْعَثُ فِي نَسَبِ قَوْمِهَا وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ هٰذَا الْقَوْلَ فَذَكَرْتَ

اسی طرح اپنی قوم کے اعلیٰ نسب میں بھیجے جاتے ہیں۔ میں نے تم سے سوال کیا تھا۔ کہ یہ بات تم میں سے کسی نے ان سے پہلے بھی کہی ہے۔ تو تم نے

أَنْ لَا ، قُلْتُ لَوْ كَانَ أَحَدٌ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ لَقُلْتُ رَجُلٌ يَأْتَسِي بِقَوْلٍ قِيلَ

بتایا کہ نہیں۔ میں نے کہا اگر کسی نے یہ بات ان سے پہلے کہی ہوتی۔ تو میں کہدیتا۔ یہ پہلے کی کہی ہوئی بات کے پیچھے پڑے ہیں۔ اور میں نے

قَبْلَهُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَّلِكٍ ، فَذَكَرْتَ أَنْ لَّا فَقُلْتُ فَلَوْ

تم سے دریافت کیا تھا۔ کیا ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گزرا ہے۔ تو تم نے بتایا کہ نہیں - میں نے کہا اگر ان کے

فصیح، تیز زبان، خوش بیان اور تاوان وہ شخص جو ایک زبان کا ترجمہ دوسری زبان میں کرنے پر قادر ہو۔ یہاں یہی مراد ہے۔

كَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مِنْ مَّلِكٍ قُلْتُ رَجُلٌ يَطْلُبُ مُلْكَ اَبِيْهِ - وَسَاَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ

باپ دادا میں کوئی بادشاہ ہوا ہوتا تو میں کہدیتا کہ یہ شخص اپنا آبائی ملک چاہتے ہیں۔ اور میں نے تم سے سوال کیا تھا۔ کہ اس بات کے

تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَقُوْلَ مَا قَالَ - فَذَكَرْتَ اَنْ لَّا - فَقَدْ اَعْرِفُ اَنَّهٗ لَمْ

کہنے سے پہلے تم ان کو جھوٹ کے ساتھ متہم کرتے تھے؟ تو تم نے بیان کیا کہ نہیں - میں اتنی بات یقینی طور پر جانتا

يَكُنْ لِيَذَرَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ وَسَاَلْتُكَ اَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوْهُ

ہوں کہ یہ جب انسان پر جھوٹ نہیں باندھتے تو اللہ پر ہرگز جھوٹ نہیں باندھیں گے۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ اونچے طبقے کے

اَمْ ضُعَفَاءُهُمْ - فَذَكَرْتَ اَنَّ ضُعَفَاءَهُمْ اتَّبَعُوْهُ، وَهُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ - وَسَاَلْتُكَ

لوگوں نے ان کی اتباع کی ہے یا دبے ہوئے لوگوں نے؟ تو تم نے بتایا کہ دبے ہوئے لوگوں نے انکی اتباع کی ہے۔ (ابتداءً) یہی لوگ

اَيَزِيْدُوْنَ اَمْ يَنْقُصُوْنَ فَذَكَرْتَ اَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ وَكَذٰلِكَ اَمْرُ الْاِيْمَانِ حَتّٰى يَتِمَّ

رسولوں کے متبع ہوتے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا تھا۔ کہ بڑھتے جاتے ہیں یا کم ہوتے ہیں۔ تو تم نے بیان کیا کہ بڑھتے جاتے ہیں۔ اور یہی

وَسَاَلْتُكَ اَيَرْتَدُّ (مِنْهُمْ) اَحَدٌ سُخْطَةً لِدِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ - فَذَكَرْتَ اَنْ لَّا

ایمان کا حال ہے یہاں تک کہ کامل ہوجائے۔ اور میں نے تم سے دریافت کیا تھا ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد اسے ناپسند سمجھکر

وَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهٗ الْقُلُوْبَ - وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ - فَذَكَرْتَ

کوئی پھرا بھی ہے۔ تو تم نے بتایا کہ نہیں۔ اور یہی حال ایمان کا ہے جب اسکی تازگی دلوں میں رچ بس جائے (تو پھر نکلا نہیں کرتا) اور میں نے

اَنْ لَّا - وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ - وَسَاَلْتُكَ بِمَا يَاْمُرُكُمْ فَذَكَرْتَ اَنَّهٗ يَاْمُرُكُمْ اَنْ

تم سے سوال کیا تھا وہ عہد شکنی کرتے ہیں؟ تو تم نے بیان کیا کہ نہیں اور رسولوں کی یہی شان ہے کہ وہ عہد شکنی نہیں کرتے۔ اور میں نے

تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّيَنْهَاكُمْ عَنْ عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ وَيَاْمُرُكُمْ بِالصَّلٰوةِ

تم سے سوال کیا تھا کہ تم کو کیا حکم دیتے ہیں تو تم نے بیان کیا کہ وہ تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور

وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ - فَاِنْ كَانَ مَا تَقُوْلُ حَقًّا (فَاِنَّهٗ نَبِيٌّ) فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ

بت پرستی سے منع کرتے ہیں اور نماز اور سچ اور پاکدامنی کا حکم دیتے ہیں۔ اگر تمھاری یہ باتیں سچی ہیں تو وہ بلاشبہ نبی ہیں۔ بہت جلد وہ میرے

هَاتَيْنِ وَقَدْ كُنْتُ اَعْلَمُ اَنَّهٗ خَارِجٌ وَّلَمْ اَكُنْ اَظُنُّ اَنَّهٗ مِنْكُمْ - فَلَوْ اَنِّيْ اَعْلَمُ اَنِّيْ

پاؤں تلے کی زمین (بیت المقدس) کے مالک ہوجائیں گے اور مجھے یقین تھا کہ وہ ظاہر ہونے والے ہیں مگر یہ خیال نہ تھا کہ تم (قریش) میں سے ہونگے

اَخْلُصُ اِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَائَهٗ - وَلَوْكُنْتُ عِنْدَهٗ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ ثُمَّ دَعَا

کاش مجھے یقین ہوتا کہ ان تک پہنچ سکوں ف۱ تو سفر کی صعوبت برداشت کرکے ف۲ ان سے ملاقات کرتا۔ کاش میں ان کے پاس

بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ بَعَثَ بِهٖ مَعَ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ

ہوتا تو میں انکے پاؤں دھوتا رہتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ خط منگایا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اِلٰى عَظِيْمِ بُصْرٰى فَدَفَعَهٗ عَظِيْمُ بُصْرٰى اِلٰى هِرَقْلَ فَقَرَأَهٗ

دحیہ کلبی ف۳ کے بدست بصریٰ ف۴ کے حاکم کے پاس بھیجا تھا تو اُس نے اُس والا نامہ کو ہرقل کے پاس پہنچایا تھا اسکے بعد اُس کو پڑھا ف۵

**اَخْلُصُ اِلَيْهِ ف۱** (۱۹) اسکا مصدر خلوص یا خلاص ہے۔ یہ متعدد معنی میں آتا ہے۔ نجات پانا۔ الگ تھلگ ہونا۔ خالص ہونا۔ اور جب اس کا صلہ اِلٰی یا بِ آتا ہے تو اس کا معنی "پہنچنا" ہوتا ہے۔

**تَجَشَّمْتُ ف۲** (۲۰) تجشم کے معنی ریت کے بڑے ٹیلے پر چڑھنا۔ چن لینا۔ قصد کرنا۔ اور مشقت اٹھا کر کوئی کام کرنا۔ یہاں یہی معنی ہے اور مراد ہجرت ہے یعنی اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ میں ان تک پہونچ جاؤں تو ہجرت کرکے ان کی خدمت میں حاضر ہوتا۔

**دِحْيَةَ كَلْبِيْ ف۳** (۲۱) دحیہ بن خلیفہ قدیم الاسلام کبار صحابہ میں نہایت حسین وجمیل تھے۔ جب شام میں والا نامہ لیکر گئے تو ان کو دیکھنے کے لئے عورتیں نکل پڑیں۔ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضرت جبرئیل زیادہ تر انھیں کی شکل میں حاضر ہوتے۔ جنگ یرموک میں بھی شرکت کی تھی۔ اخیر میں دمشق کے قریب "مزہ" نامی ایک گاؤں میں آبسے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تک بقید حیات رہے۔ ابوداؤد چھوڑ کر صحاح ستہ میں ان سے کوئی حدیث مروی نہیں۔ صحابہ میں دحیہ نام کے صرف یہی ایک ہیں۔

**عَظِيْمِ بُصْرٰى ف۴** (۲۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا والا نامہ بصریٰ کے حاکم "حارث بن شمر غسانی" کے ذریعے ہرقل کے پاس بھیجا تھا حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والا نامہ پہلے حارث کے پاس لیگئے۔ حارث نے "عدی بن حاتم" کے ہمراہ انھیں بیت المقدس بھیجا جہاں ہرقل "ایرانیوں پر مکمل فتح کی خوشی منانے کے لئے گیا تھا۔ حارث بن شمر غسانی عربی النسل تھا۔ دنیوی طمع میں نصرانی ہوگیا تھا۔ اور ہرقل کا باجگذار بصریٰ کا حاکم تھا

**عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ** (۲۳) عدی بن حاتم بھی اس وقت نصرانی تھے۔ فتح مکہ کے بعد ایمان سے مشرف ہوئے اور راسخ الاعتقاد مخلص صحابی ہوئے۔ اوائل عہد صدیقی میں جب عرب کے قبائل میں ردت پھیلی تو یہ مع اپنے قبیلے طے کے ایمان پر ثابت رہے۔ اس زمانے میں بھی زکوٰۃ لیکر بارگاہ صدیقی میں حاضر ہوئے۔ دوسروں کو ردت سے بچنے کی تلقین فرماتے رہتے۔ بصریٰ مدینہ ودمشق کے مابین شام کا سرحدی شہر ہے۔ جسے حوران بھی کہتے ہیں۔

**فَقَرَأَهٗ ف۵** (۲۴) جب میر منشی نے والا نامہ پڑھنا شروع کیا اور یہ پڑھا۔

فَاِذَا فِیْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰی

اس میں لکھا تھا اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔ یہ دعوت نامہ اللہ کے بندے اور اسکے رسول محمد

هِرَقْلَ عَظِیْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے روم کے شہنشاہ ہرقل کے پاس بھیجا جاتا ہے جو ہدایت کی اتباع کرے اس پر سلام۔ اس

بِدِعَایَةِ الْاِسْلَامِ۔ اَسْلِمْ تَسْلَمْ (اَسْلِمْ) یُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَیْنِ

کے بعد میں تم کو اسلام کی دعوت ۲۵ دیتا ہوں۔ مسلمان ہو جاؤ سلامت رہو گے اسلام قبول کر اللہ تجھے دوگنا اجر عطا

فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَاِنَّ عَلَیْكَ اِثْمَ الْیَرِیْسِیِّیْنَ وَیٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ

فرمائے گا ــــ اور اگر تم نے روگردانی کی تو تجھ پر رعایا ۲۶ کا بھی گناہ ہوگا۔ اور اے اہل کتاب ایسے کلمے کی طرف آؤ جو ہم

سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا

اور تم میں مشترک ہے۔ وہ یہ ہے کہ سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کریں کسی کو اس کا شریک نہ کریں اور ہم میں کوئی ایک دوسرے

مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰی هِرَقْلَ عَظِیْمِ الرُّوْمِ۔

تو ہرقل کے بھائی نے غصے میں آکر دالا نامہ میر منشی کے ہاتھ سے چھین لیا۔ ہرقل نے پوچھا یہ تم نے کیا کیا؟۔ اس کے بھائی نے کہا انھوں نے اپنے نام سے خط کی ابتدا کی اور آپ کو عظیم الروم، صاحب الروم لکھا۔ ملک الروم نہیں لکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت متکبر ہے اپنے کو بڑا، اور آپ کو حقیر و ذلیل جانتا ہے۔ ہرقل نے اپنے بھائی سے کہا۔ تم کم عقل ہو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اس خط کے مضمون پر مطلع ہونے سے پہلے اسکو پھینک دیا جائے۔ اگر وہ اللہ کے رسول ہیں تو ان کو ضرور اپنے نام سے شروع کرنا چاہیے اور اپنے نام کو میرے نام سے پہلے لکھنا چاہیے یہ بالکل صحیح لکھا کہ میں صاحب الروم ہوں میں مالک روم نہیں مالک روم صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

**بدعایۃ الاسلام ۲۵** (۲۵) اس میں با بمعنی میں اِلیٰ کے ہے اور دِعَایَۃ مصدر مفعول کے معنی میں ہے یعنی مَدْعُوّ۔ اور اضافت، اضافت بیانیہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی "اَدْعُوکَ اِلَی الْمَدْعُوِّ الَّذِی ہُوَ الْاِسْلَام" ایک روایت میں ہے "بِدَاعِیَۃِ الْاِسْلَام"، اب یہ صفت ہے کلمہ محذوف کی اب تقدیر عبارت یہ ہوگی ادعوک الیٰ کلمۃ داعیۃ الی الاسلام۔ وہ کلمہ کلمہ طیبہ ہے۔

**الیریسیین ۲۶** (۲۶) یہاں چار روایت ہے الیریسیین۔ الاریسیین۔ الیریسیین۔ الاریسیین۔ اخیر کی دو روایتوں میں یائے نسبت کے ساتھ ہے۔ اول یریسی کی اور دوم اریسی کی جمع ہے۔ ابن فارس نے کہا یہ لفظ عربی نہیں۔ جوہری نے کہا کہ شامی ہے۔ اس کے یہ معانی ہیں۔ امراء۔ ٹیکس وصول کرنے والے خدام و متعلقین، متکبرین۔

بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ" قَالَ اَبُوْسُفْيَانُ

کو رب نہ بنائے اللہ کے سوا - اس کے بعد اگر وہ نہ مانیں تو تم لوگ کہدو (اے اہل کتاب) گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ ابوسفیانؓ

فَلَمَّا قَالَ مَا قَالَ وَفَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ وَارْتَفَعَتِ الْاَصْوَاتُ

نے کہا جب ہرقل سوال وجواب کرچکا اور خط پڑھنے سے فارغ ہوا تو اس کے بعد شور وشغب ہونے لگا۔ یہاں تک کہ آوازیں

وَاُمِرَ بِنَا فَاُخْرِجْنَا فَقُلْتُ لِاَصْحَابِيْ حِيْنَ اُخْرِجْنَا لَقَدْ اَمِرَ اَمْرُ ابْنِ اَبِيْ كَبْشَةَ

بلند ہوگئیں۔ اور ہمارے بارے میں حکم دیا گیا۔ ہم باہر نکال دیئے گئے۔ باہر نکل کر میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ بخدا ابوکبشہ

اِنَّهُ يَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْاَصْفَرِ فَمَا زِلْتُ مُوْقِنًا اَنَّهُ سَيَظْهَرُ حَتّٰى اَدْخَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ

ف۵ کے بیٹے (نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شان بہت بڑھ گئی اتنی کہ ان سے شہنشاہ روم ف۶ ڈرنے لگا۔ اسوقت سے مجھے اس

بات کا یقین رہا کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت جلد غالب ہونگے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام داخل فرمادیا

کا شتکار یہاں یہی معنی ہے اس لئے کہ ابن اسحٰق نے بروایت زہری اکّارین اور مدائنی نے الفلاحین تخریج کیا ہے۔ برقانی نے اپنی روایت میں اکّارین کی تفسیر حرّاثین کی ہے۔ حراث اور فلاح کے معنی کاشتکار کے ہیں۔ چونکہ رعایا میں کثرت کاشتکاروں کی تھی اسلئے تغلیباً تسمیۃ الکل باسم الجزء پوری رعایا مراد ہے۔ اور اگر اس روایت میں یرسین بمعنی متعلقین لیا جائے تو بھی رعایا کا مراد ہونا ظاہر ہے۔

عبداللہ بن اریس (۲۶) عبداللہ بن اریس کے متبع یہود ونصاریٰ سے یہ بنی اسرائیل میں بہت ظالم گذرا ہے اپنے نبی کو شہید کیا۔

ابن ابی کبشہ ف۵ (۲۷) ابن ابی کبشہ سے مراد ابوسفیان کی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ ابوکبشہ کون تھا؟ شراح نے مختلف توجیہیں کی ہیں۔ ایک یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں کوئی گمنام شخص ابوکبشہ تھا اہل عرب کی عادت تھی جب کسی سے ناراض ہوتے تو اسے اُس کے کسی گمنام دادا کی طرف منسوب کرتے۔ دوسری وجہ یہ بتائی کہ عرب میں بنی خزاعہ سے ایک شخص تھا جس کا نام رجز بن عامر بن کعب تھا۔ اس کو ابوکبشہ کہتے تھے۔ اس نے قریش کے عقیدے کے خلاف بُت پرستی کی مخالفت کی تھی۔ اور مشہور ستارہ شعریٰ کی پرستش کی دعوت دیتا تھا۔ قریش بت پرستی کی مخالفت میں اشتراک کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابن ابی کبشہ کہتے تھے اس کے علاوہ اور مختلف توجیہات کی ہیں۔ ابوسفیان کا مقصود صرف تحقیر تھی۔ اس لئے والد ماجد یا دادا صاحبان کی طرف منسوب کرکے ابن عبداللہ یا ابن عبدالمطلب نہیں کہا۔ حالانکہ حضور عام طور پر ابن عبدالمطلب سے مشہور بھی تھے۔ عبدالمطلب کی عظمت کی پورے عرب پر دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ ان کی جانب نسبت کرنے میں عظمت کا اظہار تھا۔ اس لئے بجائے ابن عبدالمطلب کے ابن ابی کبشہ کہا۔

بنی الاصفر ف۹ (۲۸) سے مراد رومی ہیں۔ اصفر کے معنی "پیلے رنگ والے" کے ہیں۔ رومیوں کو بنی الاصفر اس لئے کہا جاتا ہے۔ یہ اصفر

الْاِسْلَامَ (وَاَنَا كَارِهٌ) ـــــــ وَكَانَ ابْنُ النَّاطُوْرِ صَاحِبَ اِيْلِيَاءَ وَهِرَقْلَ

اور میں اس کے پہلے اسلام کو ناپسند کرتا تھا۔ (امام زہری ہی سے مروی ہے) کہا ابن ناطور جو ہرقل کا دوست اور ایلیا کا

سُقُفٌّ عَلٰى نَصَارٰى الشَّامِ يُحَدِّثُ اَنَّ هِرَقْلَ حِيْنَ قَدِمَ اِيْلِيَاءَ اَصْبَحَ يَوْمًا

حاکم اور شام کے نصرانیوں کا مذہبی پیشوا تھا۔ بیان کرتا ہے کہ ہرقل جب ایلیا (بیت المقدس) آیا تو ایک دن صبح پریشان نظر

خَبِيْثَ النَّفْسِ فَقَالَ بَعْضُ

آیا اس پر اس کے بعض

بن روم بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اصفر کا نام اصفر اس لئے پڑا کہ ان کے باپ روم بن عیص نے شاہ حبشہ کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ اس سے یہ پیدا ہوا۔ اس کا رنگ زردی مائل تھا۔ اس لئے اس کو اصفر کہنے لگے۔ ابن الانباری نے کتاب التیجان میں یہ وجہ بیان کی۔ اصفر کی پردادی، حضرت سارہ نے بچپن میں اس کو سونے کے اتنے زیورات پہنا دیئے کہ اس کی جھلک سے، زرد دکھائی دیتا تھا۔ اس لئے اس کو اصفر کہنے لگے۔

**ف۲ ابن الناطور** (۲۹) تین طرح منقول ہے۔ ناطور طائے مہملہ کے ساتھ۔ ناظور ظاء معجمہ کے ساتھ۔ ناطورا طاء مہملہ اور اخیر میں الف کے ساتھ۔ اس کے معنی باغبان کے ہیں۔ ناطور اور ناظور کو کسی نے کہا عربی ہے۔ کسی نے عجمی بتایا۔ مگر ناطورا عجمی ہے۔

امام زہری کی ابن ناطور سے، عبدالملک بن مروان کے زمانے میں، دمشق میں، ملاقات ہوئی۔ اس سے انھوں نے خود یہ باتیں سنی ہیں۔ اس لئے "وکان ابن الناطور"۔ امام زہری کا قول ہے۔ امام زہری کے آگے، حدیث ابوسفیان میں جو راوی ہیں وہ یہاں نہیں۔ یعنی عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود عن ابن عباس سے یہ روایت نہیں۔ بلکہ امام زہری نے بلاواسطہ ابن ناطور سے یہ سنا ہے۔

**ف۳ اسقفا** (۳۰) یہاں سات طرح روایت ہے اُسْقُفًّا الف کو پیش سین ساکن قاف کو پیش فا مشدد دو زبر الف کے ساتھ۔ اُسْقُفًا فا کی تشدید کے بغیر۔ سُقِفًّا سین سے شروع جسے پیش ہے قاف کو زیر فا مشدد دو زبر کے ساتھ سُقُفًّا سین اور قاف کو پیش فا کو دو زبر الف کے ساتھ۔ معنی ان چاروں کے ایک ہیں۔ دینی پیشوا جو عیسائیوں میں پادری ہوتا ہے۔ اُسْقِفَ باب افعال سے فعل ماضی مجہول۔ سُقِّفَ باب تفعیل سے فعل ماضی مجہول۔ سُقِفَ نَصَرَ کا فعل ماضی مجہول ان تینوں کے معنی یہ ہوئے۔ کہ یہ شام کے نصرانیوں کا پادری بنایا گیا۔

**ف۴ خبیث النفس** (۳۱) دنی النفس، متفکر، سست، کسی مسلمان کو خبیث النفس کہنے کی حدیث میں ممانعت ہے۔ مسلمان اپنے

بِطَارِقَتِهٖ قَدِ اسْتَنْكَرْنَا هَيْئَتَكَ قَالَ ابْنُ النَّاطُوْرِ وَكَانَ هِرَقْلُ حَزَّاءً يَنْظُرُ

اراکین سلطنت ف۱ نے پوچھا (کیا بات ہے) آپ کا مزاج ہم خلاف معمول پا رہے ہیں۔ ابن ناطور نے کہا ہرقل

فِي النُّجُوْمِ فَقَالَ لَهُمْ حِيْنَ سَئَلُوْهُ إِنِّيْ رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ حِيْنَ نَظَرْتُ فِي النُّجُوْمِ

کاہن ف۲ تھا علم نجوم میں نظر رکھتا تھا۔ اراکین کے سوال کرنے پر اس نے بتایا کہ میں نے آج رات جب ستاروں

مَلِكُ الْخِتَانِ قَدْ ظَهَرَ

میں نظر کی تو یہ دیکھا کہ ختنہ کرنیوالوں کا بادشاہ غالب ہوگیا ف۳

آپ کو بھی نہ کہیں۔ غیروں کو کہہ سکتے ہیں۔

ف۱ بطارقہ (۳۲) بہ بطریق کی جمع ہے۔ اس کے معنی مشیر کار۔ رکن سلطنت کے ہیں

ف۲ حزاز (۳۳) کاہن کے معنی میں ہے۔ کاہن اسکو کہتے ہیں جو شیاطین کے القاء سے آئندہ کے حالات بتلائے۔ یا علم نجوم کے ذریعے۔ یا اعضاء کے خطوط اور ساخت اور چہرے کے تل دیکھکر گذشتہ اور آئندہ کے احوال کی خبر دے۔ آگے ہے:۔

ینظر فی النجوم۔ اور ستاروں میں نظر رکھتا تھا۔ اگر اسے حزاز کی تفسیر ٹھہرائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ ہرقل نجومی تھا۔ اور اگر اسے کان کی خبر ثانی بنائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ ہرقل کاہن بھی تھا۔ اور نجومی بھی۔ اس تقدیر پر کاہن کے صرف دو معنی ہوں گے۔ علم نجوم حق ہے۔ مگر اب اس پر عمل منسوخ ہوگیا ہے۔ اور کہانت بقیہ دو معنوں کے اعتبار سے لغو و مہمل ہے۔ اسپر اعتماد جائز نہیں۔ حدیث میں ہے

مَنْ اَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ - (ابن ماجة)

جو کسی کاہن کے پاس گیا اور اس کی تصدیق کی وہ اس سے بیزار ہوگیا جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اتارا گیا۔

ف۳ ملک الختان قد ظہر (۳۴) جس بادشاہ کے ملک میں ختنوں کا دستور ہے وہ غالب آگیا۔

یہاں دو روایت ہے مُلْكُ اور مَلِكُ۔ دونوں کا حاصل وہی ہے۔ یہ صلح حدیبیہ کے بعد کا واقعہ ہے۔ صلح حدیبیہ کو قرآن نے فتح مبین فرمایا۔ اور یہی صلح حدیبیہ ہی اسلام کے غلبہ کا سبب بنی۔ زمانۂ جنگ میں لوگ ڈر سے مدینہ آتے جاتے نہیں تھے مسلمانوں سے تعلقات نہیں تھے۔ جب صلح کی وجہ سے تمام خطرات مٹ گئے اور اہل عرب آزادی کے ساتھ مسلمانوں سے ملنے جلنے لگے ان پر اسلام کی حقانیت اور صداقت آشکارا ہونے لگی۔ اور اسلام پھیلتا گیا۔ مضبوط سے مضبوط تر ہونے لگا۔ سبب غلبہ کو، غلبہ سے تعبیر کرنا عام محاورہ ہے۔

فَمَنْ يَخْتَتِنُ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ؟ قَالُوا لَيْسَ يَخْتَتِنُ إِلَّا الْيَهُودُ فَلَا يُهِمَّنَّكَ شَأْنُهُمْ

اس زمانے میں کون لوگ ختنہ کراتے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا صرف یہود ختنہ کراتے ہیں آپ ان کی فکر نہ کریں اپنے

وَاكْتُبْ إِلَى مَدَائِنِ مُلْكِكَ فَلْيَقْتُلُوا مَنْ فِيهِمْ مِنَ الْيَهُودِ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى أَمْرِهِمْ

حدود مملکت کے شہروں میں فرمان بھیج دیجئے کہ یہاں جتنے یہودی ہوں قتل کر دیئے جائیں۔ اسی اثنار میں ہرقل کے پاس

أُتِيَ هِرَقْلُ بِرَجُلٍ أَرْسَلَ بِهِ مَلِكُ غَسَّانَ يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

ایک آدمی لایا گیا جسے غسان کے بادشاہ نے بھیجا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبر ہرقل کو پہنچا دو۔

ایک عجیب و غریب بات

(۳۵) شراح حدیث نے یہاں ایک عجیب و غریب بات لکھی ہے۔ کہ ہرقل نے یہ بات اس طرح جانی کہ علوئین (زحل و مشتری) کا برج عقرب میں قران ہر بیس سال پر ہوتا ہے۔ اس طرح عہد نبوی میں تین قران ہوئے۔ پہلے قران کی ابتدا میں ولادت ہوئی۔ دوسرے قران کے اختتام پر نزول قران کا غار حرا سے آغاز ہوا۔ تیسرے قران کے اختتام کے قریب صلح حدیبیہ ہوئی۔ انھیں ایام میں ہرقل نے ستاروں میں دیکھ کر یہ کہا تھا۔ پھر وجہ استدلال میں تحریر فرمایا۔ کہ چونکہ برج عقرب مائی ہے علوئین کا ایسی قران اس کی دلیل ہے کہ ملک الختان کا ظہور ہوگیا۔

میں علم نجوم سے واقف نہیں۔ اس لئے کچھ نہیں عرض کرسکتا۔ مگر ہر ناظر پر ظاہر ہے کہ یہ استدلال دو طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ اول کہ جب علوئین کا برج عقرب میں قران مطلقاً ملک الختان کے غلبہ کی علامت تھی تو یہ غلبہ پہلے قران یا اس کے پہلے والے قران میں کیوں نہیں ہوسکتا۔ دوسرے برج عقرب کے مائی اور اس میں علوئین کا قران ملک الختان کے ظہور کی دلیل کس طرح ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آئی۔ اب یا تو یہ کہئے کہ کچھ مقدمات محذوف ہیں۔ تو ان کو مذکور ہونا چاہئے۔ یا پھر یہ کہئے کہ کتب سابقہ میں یہ علامت مذکور تھی کہ جب فلاں صدی میں اور صدی کے فلاں حصے میں علوئین کا قران برج عقرب میں ہوگا تو یہ ظہور ہوگا۔ علوئین کے برج عقرب میں مطلقاً قران کو دلیل بتانا کسی طرح درست نہیں اور بہتر تو یہ ہے کہ شروح احادیث کو ایسی باتوں سے خالی رکھیں تو اچھا ہے۔

وہ یخبر عن خبر

(۳۶) اس شخص کے الفاظ ابن اسحاق نے یوں روایت کیا کہ ہم میں ایک شخص ظاہر ہوئے ہیں جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں کچھ لوگ ان کے تابع ہوگئے ہیں اور کچھ لوگوں نے ان کی مخالفت کی ہے۔ ان میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں۔ میں انھیں اسی حال پر چھوڑ آیا ہوں۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَخْبَرَهُ هِرَقْلُ قَالَ اذْهَبُوا فَانْظُرُوا أَمُخْتَتِنٌ هُوَ أَمْ لَا۔

ہرقل نے اس شخص سے حال معلوم کیا۔ پھر حکم دیا لے جاؤ دیکھو یہ ختنہ شدہ ہے یا نہیں ؟

فَنَظَرُوا إِلَيْهِ فَحَدَّثُوهُ أَنَّهُ مُخْتَتِنٌ وَسَأَلَهُ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ هُمْ يَخْتَتِنُونَ

لوگوں نے اسے دیکھا اور ہرقل کو بتایا کہ یہ ختنہ شدہ ہے ہرقل نے اس سے عرب کے بارے میں پوچھا کیا اہل عرب

فَقَالَ هِرَقْلُ هٰذَا مَلِكُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قَدْ ظَهَرَ ثُمَّ كَتَبَ هِرَقْلُ إِلَى صَاحِبٍ لَهُ بِرُومِيَةَ

ختنہ کراتے ہیں) اس نے بتایا عرب والے ختنہ کراتے ہیں۔ اب ہرقل نے کہا یہی اس زمانے کا بادشاہ ہے جو غالب آگیا۔ پھر

ہرقل نے رومیہ کے اپنے ایک دوست

**فی رُومِیَة** (۳۶) یہ ملک روم کا ایک بہت عظیم شہر تھا۔ اس کی شہر پناہ بیس میل لمبی تھی۔ وسط شہر میں صغرٰی نہر بہتی تھی۔ اس پر کئی ایک پل تھے۔ "باب" نصاریٰ کا سب سے بڑا پیشوا یہیں رہتا تھا۔ یہاں چھ سو گز مربع زمین پر ایک گرجا تھا جس کی چھتیں رانگے کی اور فرش سنگ مرمر کا تھا۔ اس گرجے کے شہ نشیں میں ایک سونے کی کرسی تھی جس پر "باب" بیٹھ کر دربار کیا کرتا تھا۔ اس کے پیچھے چاندی منڈھا ہوا ایک دروازہ تھا جو تہ خانے میں جانے کے راستے پر تھا۔ اس تہ خانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری "بطرس" کی قبر تھی۔ اس شہر کے دوسرے گرجا میں دوسرے حواری "بولص" کی قبر تھی۔

رومیہ میں ہرقل کے جو دوست تھے جن کو ہرقل نے خط لکھا تھا۔ ان کا نام ضغاطر تھا۔ مدارج النبوت میں ہے کہ ہرقل نے والا نامہ پڑھوانے کے بعد جب شور شغب ختم ہوا۔ تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "رومیہ" اپنے جیسے عالم فاضل اپنے دوست ضغاطر کے پاس بھیجا۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ ان کی رائے کیا ہے۔ ضغاطر نے جب نامہ مبارک پڑھا اور حضرت دحیہ سے اوصاف مبارکہ سنے تو اس نے کہا۔ ان کے یہ اوصاف ہماری کتابوں میں ہیں۔ اور ہمیں ان کی نبوت میں ذرہ برابر شک وشبہ نہیں۔ اسکے بعد۔ ہرقل اور نصرانیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ اے رومیو! احمد عربی کی جانب سے دعوت نامہ آیا ہے۔ اس میں دین کی ہدایت کی گئی ہے۔ آفتاب کی طرح ان کا نبی ہونا ہر شک سے بالاتر ہے۔ تم سب اللہ عزوجل کی الوہیت اور ان کی رسالت کی تصدیق کرو یہ سنتے ہی وہ ظالم ان پر ٹوٹ پڑے اور شہید کر ڈالا۔

حضرت دحیہ نے واپس آکر سارا ماجرا ہرقل سے بیان کیا۔ اس روایت کی بنا پر یہ ماننا پڑے گا کہ ہرقل نے حضرت دحیہ یا ان کے کسی ہمراہی کو کوئی خط بھی دیا تھا۔ اور حضرت دحیہ کو "رومیہ" بھیجنے کے بعد بیت المقدس سے حمص چلا آیا۔ اور ضغاطر نے باہر نکلنے سے پہلے ہرقل کے خط کا جواب بھی لکھ کر حضرت دحیہ یا انکے کسی ہمراہی کو دیدیا تھا۔ اسکا بھی احتمال ہے کہ رومیہ کا یہ ہرقل کا دوست

وَكَانَ نَظِيْرُهٗ فِي الْعِلْمِ وَصَارَ هِرَقْلُ إِلٰى حِمْصَ فَلَمْ يَرِمْ حِمْصَ حَتّٰى أَتَاهُ كِتَابٌ

کے پاس لکھا اور یہ ہرقل کا علم میں ہم پلہ تھا اور ہرقل حمص ف۱ جو (دار السلطنت تھا) چلا آیا اور وہیں رہا یہاں تک کہ ہرقل کے

مِّنْ صَاحِبِهٖ يُوَافِقُ رَأْيَ هِرَقْلَ عَلٰى خُرُوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ

دوست کا جواب آیا وہ بھی ہرقل کے ساتھ اس بات پر متفق تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظہور ہو چکا ہے اور یہ کہ وہ بلاشبہ

أَنَّهٗ نَبِيٌّ. فَأَذِنَ هِرَقْلُ لِعُظَمَاءِ الرُّوْمِ فِيْ دَسْكَرَةٍ لَّهٗ بِحِمْصَ ثُمَّ أَمَرَ بِأَبْوَابِهَا

نبی ہیں پھر ہرقل نے روم کے عمائد کو حمص کے محل میں جمع ہونے کی اجازت دی جب سب جمع ہو گئے تو محل کے دروازوں کو بند

فَغُلِّقَتْ ثُمَّ اطَّلَعَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الرُّوْمِ هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرُّشْدِ وَأَنْ يَّثْبُتَ

کرا دیا۔ پھر ان کے سامنے آکر بولا۔ اے رومیوں کیا تم کو کامیابی اور ہدایت کی خواہش ہے اور کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارا ملک

مُلْكُكُمْ فَتُبَايِعُوْا هٰذَا النَّبِيَّ فَحَاصُوْا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ فَوَجَدُوْهَا

باقی رہے؟ (اگر ہے) تو اس نبی سے بیعت کرو اس پر وہ سب جنگلی گدھوں کی طرح بھڑک کر دروازوں کی طرف بھاگے مگر دروازوں

قَدْ غُلِّقَتْ فَلَمَّا رَأٰى هِرَقْلُ نَفْرَتَهُمْ وَأَيِسَ مِنَ الْإِيْمَانِ قَالَ رُدُّوْهُمْ

کو بند پایا جب ہرقل نے ان کی نفرت دیکھی اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو گیا تو کہا ان لوگوں کو میرے پاس واپس لاؤ جب

عَلَيَّ وَقَالَ إِنِّيْ قُلْتُ مَقَالَتِيْ آنِفًا أَخْتَبِرُ بِهَا شِدَّتَكُمْ عَلٰى دِيْنِكُمْ فَقَدْ رَأَيْتُ

سب واپس ہو گئے تو) ہرقل نے کہا۔ میں نے ابھی جو بات کہی تھی اس لئے کہی تھی کہ دین پر تمہاری پختگی کو آزما رہا تھا وہ میں نے

فَسَجَدُوْا لَهٗ وَرَضُوْا عَنْهُ فَكَانَ ذٰلِكَ آخِرَ شَأْنِ هِرَقْلَ ف۲

... دیکھ لی اس کے بعد سب نے اسکو سجدہ کیا اور اس سے راضی ہو گئے ہرقل کا آخر وقت تک یہی حال رہا ف۲ (یعنی وہ نصرانی ہی مرا)

ضغاطر کے علاوہ کوئی اور ہو۔

ف۱ حِمص (۳۸) یہ اس زمانے میں ہرقل کا دار السلطنت تھا۔ یہ عمالقہ میں ایک شخص "حمص بن مہران بن حاف" کے نام پر ہے امام ثعلبی نے فرمایا۔ اس شہر میں نو سو صحابہ کرام رونق افروز ہوئے۔ اس واقعہ کے دس سال بعد، عہد فاروق میں ۱۶ھ میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے فتح فرمایا۔ یہ وباؤں سے پاک شہر ہے۔ یہاں سانپ بچھو نہیں ہوتے۔

ف۲ فکان ذالک آخر شان ہرقل (۳۹) اس حدیث میں ہرقل کے کلمات اس قسم کے ہیں جن سے اس کا فیصلہ نہیں ہو سکا کہ وہ کافر مرا یا مسلمان۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ اخیر وقت تک شک و تردد میں رہا ہو۔ اس لئے راوی نے وضاحت کر دی کہ ہرقل کا اخیر

ل بالفاظ مختلفہ یہ حدیث اِن ابواب میں بھی ہے۔ کتاب الجہاد۔ کتاب التفسیر (دو مقامات پر) کتاب الشہادات۔ جزیہ۔ ادب (دو مقامات پر) ایمان۔ احکام۔ مغازی۔ خبر واحد۔ استیذان۔ دعا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی الاسلام والنبوۃ۔ علاوہ ازیں امام مسلم نے مغازی میں اور ترمذی نے استیذان میں ابوداؤد نے ادب میں اور نسائی نے تفسیر میں بھی ذکر کیا ہے۔

# کتاب الایمان

## بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دم تک یہی حال رہا۔ اور وہ ایمان سے محروم رہا۔ یہی صحیح ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد سنہ ۸ھ میں دو ہی سال کے اندر اندر ایک لاکھ فوج لیکر "جنگ مُوتہ" کے موقع پر صحابۂ کرام سے جنگ کرنے کے لئے مآرب تک آیا تھا۔ پھر اسی کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف فوجی تیاریوں کی اطلاع پر "غزوہ تبوک" واقع ہوا۔ علاوہ ازیں حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایام میں اسی نے پوری طاقت اور قوت سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ پھر کیسے یہ مان لیا جائے کہ یہ مسلمان ہو ہوگیا تھا۔

علاوہ ازیں غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لکھا۔ میں مسلمان ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا کا دشمن جھوٹا ہے مسلمان نہیں۔ وہ اپنی نصرانیت پر باقی ہے۔

فتح الباری میں ہے کہ ہرقل جب شام سے قسطنطنیہ جانے لگا تو اس نے رومیوں کے سامنے تین باتیں رکھیں۔ یا تو مسلمان ہو جاؤ یا مسلمانوں کو جزیہ دو۔ یا صلح کر لو۔ انھیں درب تک دیدو۔ رومیوں نے قبول نہیں کیا۔ اس کے بعد وہ شام سے نکلا۔ جب دَرَب پہنچا تو سرزمین شام کو رخصتی سلام کرتے ہوئے کہا اے سرزمین سوریہ تجھے سلام پھر گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ اور قسطنطنیہ چلا گیا۔

ان سب سے ظاہر ہے کہ اس کے ضمیر کی آواز کچھ بھی رہی ہو۔ مگر سلطنت کی حرص نے اُسے ایمان سے محروم رکھا۔

**ایمان بنیاد ہے**

(۱) انسان جن چیزوں کا شرعاً مکلف ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ یا تو اس کا صدور دل سے ہوگا۔ یا اس کا صدور دیگر اعضاء سے۔ اول ایمان ہے ثانی اعمال یا اقوال۔ سارے اعمال و اقوال کی بنیاد ایمان ہے۔ اگر ایمان نہ ہو تو سارے اعمال حسنہ و اقوال صالحہ کالعدم۔ ارشاد ہے

| | |
|---|---|
| وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۔ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً | کافروں نے جو کچھ کیا تھا ہم نے ان سب کو بکھرے ہوئے ذرّے بنایا۔ کام کریں مشقتیں جھیلیں۔ بھڑکتی آگ میں بھُنیں۔ |

اس لئے امام بخاری نے کتاب الایمان کو سب پر مقدم فرمایا۔

**ایمان کی تعریف** (۲) ایمان کے لغوی معنی کسی بات کو سچ ماننے کے ہیں۔ قرآن کریم میں برادران یوسف علیہ السلام کا قول مذکور ہے۔ وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَنَا۔ آپ ہمارا یقین نہیں کریں گے۔ اصطلاح شریعت میں تمام ضروریات دین کو دل سے سچ ماننے اور زبان سے ان کی سچائی کے اقرار کرنے کو ایمان کہتے ہیں یہ تصدیق و اقرار تحقیقاً ہو خواہ تقلیداً (عینی) زبان سے اقرار ایمان کا رکن ہے۔ یا اجرار احکام کے لئے شرط۔ دونوں قول ہیں۔ اور اس خادم کے نزدیک دونوں درست ہیں۔ تصدیق قلبی کسی حال میں ساقط نہیں البتہ اقرار باللسان بعض صورتوں میں معاف ہے جیسے حالت اکراہ میں یا ایسی حالت میں ایمان نصیب ہوا کہ اقرار کا وقت نہ مل سکا۔ مگر اس کے رُکن ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جیسے قرأت۔ قیام، رکوع، سجود، نماز کے ارکان ہیں۔ مگر عاجز سے ساقط ہو جاتے ہیں (المستند المعتمد) اصل ایمان تصدیق قلبی ہے۔ مگر دنیا میں مومن ہونے کا حکم لگانے کے لئے اقرار باللسان ضروری بھی ہے اور کافی بھی۔ اگر کوئی زبان سے تمام ضروریات کی تصدیق کرے تو اس کو مسلمان ہی کہیں گے۔ باطن کا حال اللہ عزوجل کے سپرد ہے (فتح الباری)

## (۳) ایمان گھٹتا بڑھتا ہے یا نہیں ⟷ اعمال ایمان کے جز ہیں یا نہیں (۳)

ایمان کے سلسلے میں کثیر اختلافات ہیں۔ ان میں بنیادی اختلاف دو ہیں۔ اعمال و اقوال ایمان کے جز ہیں یا نہیں؟ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے یا نہیں؟۔ امام مالک، امام شافعی امام احمد و جمہور محدثین اعمال و اقوال کو ایمان کا جز مانتے ہیں۔ اور امام اعظم و جمہور متکلمین و محققین محدثین اعمال و اقوال کو ایمان کا جز نہیں مانتے۔ اسی کی فرع ایمان کے گھٹنے بڑھنے کا بھی مسئلہ ہے۔ فریق اول کے نزدیک اعمال و اقوال کی زیادتی سے ایمان بڑھتا ہے اور کمی سے گھٹتا ہے۔ اور فریق ثانی کے نزدیک ایمان نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔ صحیح و راجح یہی ہے کہ اعمال و اقوال ایمان کے جز نہیں۔ اور ایمان نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔

**دلائل** (۴) اس کی تحقیق یہ ہے کہ اس پر فریقین کا اتفاق ہے کہ فرائض و واجبات کا تارک یا گناہوں کا مرتکب کافر نہیں۔ مؤمن ہے۔ اب اگر اعمال اقوال کو ایمان کا جز قرار دیں تو لازم آئے گا کہ کسی گناہ کا مرتکب، مسلمان نہ رہے۔ اس لئے کہ انتفاء جز مستلزم ہے انتفاء کل کو۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ اعمال و اقوال، ایمان کے جز نہیں۔ اور جب اعمال و اقوال، ایمان کے جز نہیں تو ایمان نہ گھٹے گا نہ بڑھیگا۔

قرآن کریم کی متعدد آیتوں میں ایمان کا محل قلب کو بتایا گیا ہے۔ فرمایا اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرما دیا۔ اور ارشاد ہے مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر ان کے دل نے ایمان نہیں قبول کیا۔ جب ایمان کا محل دل ہے اور دل کا

کام تصدیق ہے نہ کہ عمل کرنا تو ثابت کہ ایمان تصدیق کا نام ہے۔ اعمال واقوال اس کے جز نہیں۔

نیز قرآن مجید میں جگہ جگہ ایمان پر عمل کا عطف ہے، اور عطف میں اصل یہ ہے کہ معطوف، معطوف علیہ کا مغائر ہو۔ تو ثابت کہ ایمان عمل مغائر ہیں ـــــ نیز آیت کریمہ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔ جو بھی مرد وعورت نیک کام کرے اور وہ مومن ہو۔ اس میں ایمان کو اعمال صالحہ کی شرط قرار دیا ہے کسی چیز کی شرط اس سے خارج ہوتی ہے اس کا جز نہیں ہوتی۔ تو ثابت کہ اعمال، ایمان کا جز نہیں۔ مزید یہ کہ آیہ کریمہ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا میں لڑنے والے مسلمانوں کو مومن فرمایا۔ حالانکہ قتال میں دونوں یا ایک فریق ضرور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ اس سے ثابت کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مومن ہے۔ کافر نہیں۔ اور اگر اعمال کو ایمان کا جز مانیں تو لازم آئے گا کہ کبیرہ کرنے والا مومن نہ ہو کافر ہو جائے۔

علاوہ ازیں منافقین کے بارے میں فرمایا کہ وہ مومن نہیں۔ حالانکہ وہ ایمان کا اقرار کرتے تھے۔ یہ اسی بنا پر ہے کہ وہ تصدیق نہیں کرتے تھے تو ثابت کہ ایمان تصدیق ہی کا نام ہے۔ ایک جگہ فرمایا اِلا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔ مگر وہ جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہو (وہ مومن ہے) اس سے صاف ظاہر کہ ایمان صرف تصدیق قلبی ہی کا نام ہے۔

جب یہ بات قرآن کریم کی ان نصوص سے ثابت ہو گئی کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے۔ اعمال اس کے اجزا نہیں۔ اور تصدیق نہ گھٹتی ہے نہ بڑھتی ہے تو ثابت کہ ایمان نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔

اس کی تحقیق یہ ہے کہ تصدیق کسی بات کو اس طرح سچ جاننے کو کہتے ہیں کہ اسکے خلاف کا ذرہ برابر شائبہ بھی دل میں باقی نہ رہے اگر یہاں جانب مخالف کا کوئی شائبہ ہوتا تو اس کے وجود وعدم سے تصدیق گھٹتی یا بڑھتی۔ مثلاً ایک درجہ وہ ہوتا ہے جسمیں جانب مخالف کا کوئی شائبہ نہ ہوتا یہ سب سے اعلیٰ تصدیق ہوتی۔ دوسرے وہ کہ جسمیں جانب مخالف کا شائبہ ہے یہ پہلے سے کمتر درجے کی ہوتی۔ پھر جسمیں جانب مخالف کچھ زیادہ ہے یہ دوسرے سے بھی کمتر درجے کی ہوتی ہے مگر چونکہ تصدیق اس اذعانی کیفیت کا نام ہے جسمیں جانب مخالف کا ادنیٰ سا بھی شائبہ نہ ہو اس لئے نہ یہ گھٹ سکتی ہے نہ بڑھ سکتی ہے۔

ان سب دلائل کے جواب میں امام شافعی وغیرہ کے حامی یہ کہتے ہیں کہ ہم جو اعمال کو داخل ایمان مانتے ہیں یا ایمان کی زیادتی ونقصان کے قائل ہیں۔ اس سے مراد وہ ایمان کامل ہے جو دخول فی النار سے بچانے والا ہو۔ رہ گیا نفس ایمان جو خلود فی النار سے منجی ہو اور مآل کار موجب جنت ہو اس کے بارے میں ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ صرف تصدیق قلبی ہے۔ مگر چونکہ متعدد احادیث و آیات میں ایمان کی زیادتی کا صراحۃً ذکر ہے اور بہت سی ایسی ہیں جن سے ایمان کی زیادتی ونقصان ثابت ہوتا ہے اس لئے ہم نصوص

کی تصحیح کے لئے کہتے ہیں۔ کہ ایمان زیادتی و نقص قبول کرتا ہے۔ اس کے جواب میں احناف یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ایمان بمعنی مذکور ضرور زیادتی و نقصان قبول کرتا ہے۔ اس سے ہمیں بھی انکار نہیں۔ اس تقدیر پر یہ نزاع لفظی ہوگئی۔ کہ احناف جو کہتے ہیں کہ ایمان زائد و ناقص نہیں ہوتا۔ ان کی مراد وہ ایمان ہے جو خلود فی النار سے منجی ہو۔ اور شوافع وغیرہ جو کہتے ہیں کہ ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہے۔ اس سے ان کی مراد وہ ایمان کامل ہے جو دخول فی النار سے محفوظ رکھنے والا ہے۔ نیز احناف اور ان کے ہمنوا یہ کہتے ہیں۔ کہ زبان عربی میں زیادتی و نقصان مقدار کی صفت ہے۔ اور ایمان چونکہ مقولہ کیف سے ہے اس لئے وہ زائد و ناقص نہیں ہوتا البتہ شدید اشد، ضعیف اضعف ہوتا ہے۔ جن آیات و احادیث سے ایمان کے زائد و ناقص ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے ان میں یہی شدت و ضعف مراد ہے جسکو یوں سمجھئے کہ ایمان گز، فٹ، انچ، سے نہ ناپا جاسکتا ہے نہ رتی، تولے، سیر سے تولا جاسکتا ہے۔ اگر وہ گز فٹ انچ سے ناپا جاسکتا یا تولا جاسکتا مثلاً تو ضرور زائد و ناقص ہوتا۔ کسی کا ایمان گز بھر کسی کا انچ بھر ہوتا یا کسی کا تولے بھر کسی کا چھٹانک بھر۔ مگر چونکہ نہ یہ ناپا جاسکتا نہ تولا جاسکتا ہے۔ اس لئے زیادت و نقصان سے متصف نہ ہوگا البتہ قوی، اقویٰ ضعیف اضعف ہوگا۔ مثلاً حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا۔ بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی۔ ایمان تو ہے مگر چاہتا ہوں کہ اطمینان ہو جائے۔ طمانیت تصدیق سے زائد کوئی چیز نہیں تصدیق ہی کی اعلیٰ ترین قسم ہے۔ مثل مشہور ہے شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ ہمیں حرمین طیبین کے وجود کا یقین کامل ہے۔ مگر دیکھنے پر جو بات ہوگی وہ اس وقت نہیں۔ یہ صرف کیفیت کی زیادتی ہے مقدار کی نہیں۔

اقول۔ مگر اردو زبان عربی کے مثل اتنی وسیع نہیں کہ مقدار کے لئے الگ لفظ ہو اور کیفیت کے لئے الگ۔ گھٹنا بڑھنا کم زیادہ ہونا۔ اردو میں مقدار کی بھی صفت ہے اور کیفیت کی بھی اس لئے اگر اردو میں کوئی یہ کہے کہ ایمان گھٹتا ہے یا بڑھتا ہے کم یا زیادہ ہوتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے۔ فلیتأمل۔

علاوہ ازیں احناف یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک ایمان اجمالی ہے مثلاً اجمالی طور پر یہ یقین کرنا کہ مذہب اسلام حق ہے دوسرے تفصیلی یعنی تمام ضروریات دین کو مفصلاً حق ماننا۔ مثلاً اللہ ایک ہے وحدہٗ لاشریک ہے حی و قیوم ہے اور خالق و رزاق ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ بدیہی بات ہے کہ ایمان اجمالی میں گھٹنے بڑھنے کا سوال ہی نہیں۔ ایمان تفصیلی ضرور گھٹتا بڑھتا ہے اس سے انکار بداہت کا انکار ہے۔

اقول۔ یہ بنظر دقیق ایمان کی کمی زیادتی نہیں بلکہ متعلق ایمان کی کمی زیادتی ہے۔ یعنی ان باتوں کی کمی زیادتی جن پر ایمان لایا گیا یعنی مومن بہ کی۔ اور یہی مراد ان آیتوں اور احادیث سے ہے جن سے صراحۃً یا کسی طرح ایمان کی کمی زیادتی سمجھی جاتی ہے۔

مثلاً آیہ کریمہ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ آیَاتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا۔ جب ان پر ہماری آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کا ایمان زائد ہوجاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ آیات خود ایمان نہیں۔ مومن بہا ہیں یعنی ایمان کی متعلق ہیں ان پر ایمان لایا گیا ہے اس لئے یہاں زیادتی سے مراد وہی مومن بہ کی زیادتی ہے۔ مصدر بمعنیٰ مفعول بہ شائع ذائع ہے۔

**ضروریات دین** ایمان کی تعریف میں جو ضروریات دین کا لفظ آیا ہے اس سے مراد وہ دینی باتیں ہیں جن کا دین سے ہونا ایسی قطعی یقینی دلیل سے ثابت ہو جس میں ذرہ برابر شبہہ نہ ہو اور ان کا دینی بات ہونا ہر عام وخاص کو معلوم ہو۔ خواص سے مراد علماء ہیں اور عوام سے مراد وہ لوگ ہیں جو عالم نہیں مگر علماء کی صحبت میں رہتے ہوں۔ اس بنا پر وہ دینی باتیں جن کا دینی بات ہونا سب کو معلوم ہے مگر ان کا ثبوت قطعی نہیں تو وہ ضروریات دین سے نہیں مثلاً عذاب قبر، اعمال کا وزن۔ یونہی وہ باتیں جن کا ثبوت قطعی ہے مگر ان کا دین سے ہونا عوام وخواص سب کو معلوم نہیں تو وہ بھی ضروریات دین سے نہیں جیسے صلبی بیٹیوں کے ساتھ اگر پوتی ہو تو پوتی کو چھٹا حصہ ملیگا۔

جن دینی باتوں کا ثبوت قطعی ہو اور وہ ضروریات دین سے نہ ہوں ان کا منکر اگر اس کے ثبوت کے قطعی ہونے کو جانتا ہو تو کافر ہے۔ اور اگر نہ جانتا ہو تو اسے بتایا جائے بتانے پر اگر حق مانے تو مسلمان اور بتلانے کے بعد بھی اگر انکار کرے تو کافر۔ (شامی ص ۳۰۹ ج ۳)

وہ باتیں جن کا دین سے ہونا سب کو معلوم ہے مگر ان کا ثبوت قطعی نہیں ان کا منکر کافر نہیں اگر یہ باتیں ضروریات مذہب اہلسنت سے ہوں تو گمراہ اور اگر اس سے بھی نہ ہوں تو خاطی۔

**ضروریات مذہب اہلسنت** مذہب اہلسنت کی ضروریات کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کا مذہب اہلسنت سے ہونا سب عوام وخواص اہلسنت کو معلوم ہو جیسے یہی عذاب قبر، اعمال کا وزن۔

**تعلیقات** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہیں کہیں بلا سند کچھ احادیث واقوال صحابہ واسلاف نقل کرتے ہیں جیسے کہتے ہیں "ابن عمر نے کہا ابن اسحٰق نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے انکو تعلیقات کہا جاتا ہے چونکہ ان کی سندیں مذکور نہیں تو کسی کو شبہ کی گنجائش تھی کہ یہ صحیح یا معتبر ہیں یا نہیں۔ اس لئے شراح بخاری نے اس پر خصوصیت کے ساتھ تنبیہ کی ہے کہ چونکہ امام بخاری نے اس کا التزام کیا ہے کہ اپنی اس کتاب میں صرف صحیح ومستند ہی احادیث درج کریں گے اس لئے تعلیقات کے اس کتاب میں درج ہونیکا مطلب یہ ہے کہ یہ سب امام بخاری کے نزدیک صحیح ومستند ہیں۔ بعض حضرات نے یہ تفصیل کی ہے کہ امام بخاری کا کسی تعلیق کو صیغہ جزم (یعنی یقین) کے ساتھ ذکر کرنا ان کی جانب سے اس کے صحیح ہونے کا حکم کرنا ہے اور صیغہ تمریض سے ذکر کرنا اس کی تصحیح کا حکم نہیں۔ لیکن اس کو واہی بھی نہیں کہا جاسکتا اس لئے کہ اگر وہ واہی ہوتی تو اس کتاب میں نہ درج کرتے۔ اسکی تفصیل مقدمہ میں گزر چکی۔

ت (۱) وَالْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ مِنَ الْإِيمَانِ ؎۱ ۔ ت (۲) وَكَتَبَ عُمَرُ

اللہ کے لئے محبت اللہ کے لئے بغض ایمان سے ہے ف۱ ——— حضرت عمر

قرطبی نے کہا کہ بخاری کی تمام تعلیقات صحیح و مسند ہیں۔ سند اس لئے نہیں ذکر کی تاکہ اصل کتاب میں جن سخت شرائط کی پابندی کی ہے۔ ان میں اور جو ان شرائط پر نہیں ہیں دونوں میں فرق کر دیں۔ یعنی جن احادیث کو سند کے ساتھ ذکر کی ہیں انہیں میں جن شرائط کا لحاظ کیا ہے۔ ان شرائط پر تعلیقات پوری نہیں اترتیں۔

ف۱ (۱) ان الفاظ کے ساتھ یہ تعلیق کہیں نہیں ملی۔ کتب حدیث میں بالفاظ مختلفہ اس معنی کی احادیث ہیں مثلاً ابوداؤد میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

افضل الاعمال الحب فی اللہ والبغض فی اللہ — تمام اعمال سے افضل اللہ کیلئے محبت کرنا اور اللہ کیلئے عداوت کرنا

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ فرمایا

اوثق عری الایمان الحب فی اللہ والبغض فی اللہ — ایمان کی سب سے مضبوط گرہ اللہ کیلئے محبت کرنا اللہ کیلئے عداوت کرنا ہے

ابوداؤد میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا:۔

من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان — جس نے اللہ کے لئے محبت کی اللہ کے لئے عداوت کی اللہ کے لئے دیا اللہ کے لئے منع کیا۔ اس نے ایمان کامل کر لیا۔

اللہ کے لئے محبت وعداوت کا مطلب

(۲) اللہ کے لئے محبت کا مطلب یہ ہے کہ کسی سے اس لئے محبت کی جائے کہ وہ دیندار ہے اور اللہ کیلئے عداوت کا مطلب یہ ہے کہ کسی سے عداوت ہو تو اس بنا پر ہو کہ وہ دین کا دشمن ہے یا دیندار نہیں اسی طرح اللہ کے لئے دینے اور منع کرنے کا بھی مطلب یہ ہے کہ کسی کو کچھ دے تو اللہ کی رضا مطلوب ہو اور کسی کو کچھ دینے سے انکار کرے تو اس سے بھی اللہ کی خوشنودی مقصود ہو۔

امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ محبت وعداوت گھٹتی بڑھتی ہے اور جب یہ ایمان سے ہے تو ثابت کہ ایمان بھی گھٹتا بڑھتا ہے ——— ہمارا جواب یہ ہے کہ محبت وعداوت بھی کیفیات نفسانیہ سے ہیں۔ تو لازم یہ آیا کہ ایمان باعتبار کیف گھٹتا بڑھتا ہے۔ اسکے ہم منکر نہیں۔

؎۱ ابوداؤد۔ مصنف ابن ابی شیبہ

بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ أَنَّ لِلْإِيمَانِ فَرَائِضَ وَشَرَائِعَ وَحُدُودًا

بن عبد العزیز نے عدی بن عدی رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ایمان کے لئے فرائض وعقائد وحدود ہیں

**عمر بن عبد العزیز** (۳) بن مروان بن الحکم بن العاص بن امیہ۔ خلفائے راشدین میں سے ایک ہیں۔ جلیل القدر تابعی اپنے وقت کے امام عادل زاہد متورع ہیں۔ ان کی والدہ ام عاصم لیلیٰ بنت عاصم بن فاروق ہیں۔ ۶۱ھ میں حلوان مصر کے ایک شہر میں اسی سال پیدا ہوئے جس سال حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے یعنی ۶۱ھ میں اور ۱۰۱ھ یا ۱۰۲ھ ۲۵ تاریخ کو رجب کے مہینے میں پنجشنبہ یا جمعہ کو لگ بھگ چالیس سال کی عمر میں وصال ہوا۔ ان کا لقب اشج بھی ہے۔ اشج کے معنی ہیں سر یا چہرے کے زخم والا۔ بچپن میں گھوڑے نے پیشانی پر مار دیا تھا۔ اس کا نشان رہ گیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میری نسل میں ایک لڑکا ہوگا جس کے چہرے پر زخم کا نشان ہوگا۔ وہ خلیفہ ہوگا۔ زمین کو عدل سے بھر دے گا۔ جیسا کہ ظلم سے بھری ہوگی۔

یہ ولید بن عبد الملک کے زمانے میں مدینہ طیبہ کے ۸۶ھ لغایت ۹۳ھ سات سال والی رہے۔ اسی زمانے ولید بن عبد الملک کے حکم سے مسجد نبوی کی توسیع کی۔ ازواج مطہرات کے حجروں کو مسجد میں داخل کیا۔ جب سے روضۂ اقدس بھی اندرون مسجد آگیا۔

سلیمان بن عبد الملک نے ان کو اپنا ولیعہد بنایا تھا۔ دس صفر ۹۹ھ کو مرا۔ اس کے مرنے کے بعد خلیفہ ہوئے۔ چونکہ یہ بنی امیہ کی چیرہ دستیوں پر سخت پابندی لگائے ہوئے تھے اس لئے وہ ان کے دشمن ہو گئے تھے۔ ان کے ایک غلام کو ایک ہزار دینار کی لالچ دیکر زہر دلایا۔ اسی کے اثر سے بیس دن بیمار رہ کر دیر سمعان میں حلب کے قریب وصال فرمایا۔ وہیں دفن ہوئے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ ان کی مدت خلافت وہی تھی جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی۔ حضرت صدیق اکبر کی مدت خلافت دو سال تین مہینے دس دن تھی۔ ۱۳ ربیع الاول کو بیعت ہوئی۔ اور خلافت کے تیسرے سال ۲۲ جمادی الآخرہ کو وصال فرمایا۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ ان کی مدت خلافت دو سال پانچ مہینے دس یا پندرہ دن تھی۔

ان کے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک اور مقدس ناخن کے تراشے تھے۔ وصیت فرما گئے تھے کہ انھیں میرے کفن میں رکھ دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے پیچھے اس وقت نماز پڑھی جب یہ مدینے کے حاکم تھے۔ فرمایا:۔ میں نے کسی کو ان سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھنے والا نہ دیکھا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ امت

وَسُنَنًا۔ فَمَنِ اسْتَكْمَلَهَا اِسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَكْمِلْهَا لَمْ يَسْتَكْمِلِ الْاِيْمَانَ

اور سنن ہیں جس نے ان سب کو پورا کیا اس نے ایمان کو کامل کر لیا اور جس نے ان کو پورا نہیں کیا۔ اس نے اپنا ایمان کامل

فَاِنْ اَعِشْ فَسَاُبَيِّنُهَا لَكُمْ حَتّٰى تَعْمَلُوْا بِهَا وَاِنْ اَمُتْ فَمَا اَنَا عَلٰى صُحْبَتِكُمْ بِحَرِيْصٍ

نہ کیا۔ اگر میں زندہ رہا تو تم سے ان سب کو بیان کروں گا تاکہ تم اس پر عمل کرو اور اگر میں وفات پا گیا تو مجھے تمہارے ساتھ رہنے

کے پہلے مجدد ہیں۔ امام نووی نے فرمایا کہ کثیر علماء نے بھی یہی فرمایا ہے۔ اتنے زبردست عالم تھے کہ مشہور تھا کہ اس وقت کے علماء ان کے تلامذہ ہیں۔ انھوں نے حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث سُنی ہے۔ ان کے عہد میں صحابہ کرام کے وجود سے دنیا خالی ہو چکی تھی جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک صدی گزرنے پر آج کا کوئی جاندار زندہ نہ رہے گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز سے بخاری میں صرف ایک حدیث مروی ہے۔ رُواۃ میں ایک اور صاحب عمر بن عبدالعزیز بن عمران ہیں۔ جن کی حدیث نسائی نے لی ہے۔

**عدی بن عدی بن عُمَیر** (۴) یہ تابعی ہیں۔ یہ اپنے باپ اور چچا عرس بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ یہ دونوں صحابی ہیں۔ اور ان سے کثیر تابعین نے روایت کی۔ امام بخاری نے فرمایا۔ یہ اہل جزیرہ کے سردار ہیں۔ یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی جانب سے جزیرہ اور موصل کے عامل تھے۔ اسی زمانے میں ان کو یہ لکھا تھا ــــ ۱۲۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ صحیحین میں ان کی کوئی روایت نہیں اور نہ ترمذی میں۔ البتہ ابوداؤد اور نسائی و ابن ماجہ میں ہے

**لہ ان للایمان فرائض** (۵) شراح حدیث نے اپنے وجدان کے مطابق یہ تفسیر کی ہے کہ فرائض سے مراد اس کا معنی فقہی ہے یعنی جو عبادتیں فرض ہیں۔ جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد علم دین کی تحصیل وغیرہ وغیرہ شرائع سے مراد اعتقادات ہیں۔ حدود سے مراد منہیات شرعیہ ہیں اور سنن سے مراد مستحبات ہیں۔ اس سے بھی امام بخاری کی غرض یہی ہے کہ اعمال جزء ایمان ہیں اور یہ گھٹتے بڑھتے ہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز کا مذہب یہی تھا۔

جواب یہ ہے کہ انھوں نے اخیر میں فرمایا۔ جس نے ان کو کامل طور پر ادا کیا اس نے ایمان کامل کر لیا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ایمان کامل کے اجزاء ہیں۔

**وہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ** (۶) انصاری خزرجی۔ فقہاء و عُبّاد صحابہ میں بہت ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ بہت حسین و جمیل۔ شجاع سخی تھے ۱۸ سال کی عمر میں ایمان لائے۔ عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے۔ سب سے پہلے اجتہاد کی اجازت

لہ ابوالحسین عبدالرحمٰن ابن عمر بن یزید، رستہ کتاب ایمان میں۔ و مصنف ابن ابی شیبہ

ت (۳) وَقَالَ مَعَاذٌ اِجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً ؎۱ ـ ت (۴) وَقَالَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ

کی آرزو نہیں ـــ اور حضرت معاذ ؎۱ نے فرمایا ہمارے ساتھ بیٹھو تا کہ تھوڑی دیر ایمان کی باتیں کریں ؎۱ ۔ حضرت ابن مسعود

## اَلْیَقِیْنُ الْاِیْمَانُ کُلُّهٗ ؎۱

؎۲ نے فرمایا یقین پورا ایمان ہے ؎۳

انھیں کو ملی۔ جب ان کو یمن کا حاکم بنا کر بھیج رہے تھے۔ تو ان سے دریافت فرمایا۔ اے معاذ فیصلہ کیسے کرو گے۔ عرض کیا کتاب اللہ سے۔ فرمایا اگر اس میں نہ پاؤ تو، فرمایا رسول اللہ کی سنت سے۔ فرمایا۔ اس میں بھی نہ ملے تو۔ عرض کیا کامل غور وخوض کے بعد اپنی رائے (قیاس) سے۔ فرمایا۔ اس اللہ کا شکر ہے جس نے اللہ کے رسول کے فرستادے کو خیر کی توفیق دی۔

ان سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت محبت فرماتے تھے۔ کبھی کبھی اپنے ساتھ سواری پر بھی بٹھا لیتے۔ ان کے بارے میں فرمایا۔ قرآن چار آدمیوں سے سیکھو" ابن مسعود، سالم مولیٰ ابوحذیفہ۔ ابی بن کعب۔ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے۔

اس کے علاوہ یہ ملکی سیاست وجنگی مہمات میں بھی صائب رائے رکھتے تھے۔ حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم ان سے تمام مشکلات میں مشورہ لیتے۔ ایک بار حضرت فاروق اعظم نے فرمایا۔ اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ امین امت حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد شام کی پوری افواج کے سپہ سالار اعظم مقرر ہوئے۔ مگر، عمواس کے طاعون نے انھیں بھی نہیں چھوڑا۔ حضرت ابو عبیدہ کے چند ہی دن بعد ۱۷ھ یا ۱۸ھ میں وصال فرمایا۔ اس وقت عمر مبارک چونتیس سال کی تھی۔ ان سے ۱۵۷ احادیث مروی ہیں۔ ۲۰ حدیثیں بخاری ومسلم دونوں میں ہیں۔ تین صرف بخاری نے۔ ایک صرف مسلم نے روایت کی ہے۔

؎۱ اِجْلِسْ بِنَا ⑦ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلاشبہ مومن تھے اس لئے ان کے اس فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ آؤ تھوڑی دیر بیٹھ ایمان کی باتیں کریں۔ یا یہ مطلب ہے کہ دلائل وآیات میں غور وخوض کر کے ایمان کو اور مضبوط بنائیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ تجدید ایمان کریں جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا۔

جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ۔ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ نُجَدِّدُ اِیْمَانَنَا قَالَ اَکْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہو۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیسے ایمان تازہ کریں فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھکر (احمد وطبرانی)

پہلے معنی کی تائید اس تعلیق کی دوسری روایت سے ہوتی ہے جیسے ابن ابی شیبہ نے اسود بن ہلال سے روایت کیا۔ کہ

قَالَ لِیْ مُعَاذٌ اجلس بنا نؤمن ساعة یعنی نذکر اللّٰه

مجھ سے معاذ نے کہا آؤ کچھ دیر بیٹھکر مومن ہولیں یعنی اللہ کا ذکر کریں

نیز اسی میں اسود بن ہلال ہی سے ہے کہ حضرت معاذ نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک سے فرمایا۔ اسکے بعد دونوں بیٹھکر اللہ

؎۱ مصنف ابن ابی شیبہ ؎۲ رستہ وابونعیم حلیہ میں۔ بیہقی زہد میں۔

ت (۵) وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيقَةَ التَّقْوٰى حَتّٰى يَدَعَ مَا حَاكَ

اور حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا انسان تقویٰ کی حقیقت تک نہیں پہونچ سکتا ۱۲ جبتک اس بات کو نہ چھوڑ دے

فِي الصَّدْرِ

جو دل میں کھٹکے

کا ذکر کرتے اور اس کی حمد کرتے۔

۱۲ ابن مسعود ⑧ ان کا نام عبداللہ ہے کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے یہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ ابتداہی میں حضرت عمر سے بھی پہلے ایمان لائے۔ بعض لوگوں نے کہا یہ چھٹے مسلمان ہیں۔ ان کی والدہ ام عبد بھی ایمان سے مشرف ہوئیں۔ بعض احادیث میں انکو ابن ام عبد بھی فرمایا گیا ہے۔ انھوں نے حبشہ بھی ہجرت کی اور مدینے بھی۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ خادم خاص، صاحب سر تھے حضورؐ جب نعلین مبارک اتارتے تو یہ انھیں اپنی آستین میں رکھ لیتے۔ اسی لئے ان کو صاحب سر و صاحب نعلین و صاحب سواک اور صاحب وسادہ کہا جاتا ہے ـــــ ان کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے لئے ابن ام عبد جو پسند کریں مجھے بھی پسند ہے اور جسے یہ ناپسند کریں میں بھی ناپسند کرتا ہوں۔ بہت دبلے پتلے تھے۔ قد بھی بہت مختصر تھا۔ لمبے آدمی بیٹھے ہوتے اور یہ کھڑے ہوتے تو برابر ہی رہتے ـــ غزوہ بدر میں ابوجہل کا سر انھوں نے ہی تن سے جدا کیا۔ مجتہدین صحابہ کی صف اول میں ہیں۔ فقہ حنفی کی زیادہ تر بنیاد انھیں پر ہے فقہ حنفی ہی کیا، مطلق فقہ کے بارے میں یہ کہا گیا ہے۔ کہ اسے بویا عبداللہ بن مسعود نے سینچا علقمہ نے اور کاٹا ابراہیم نخعی نے اور اسے گاہا حماد نے اور اسے پیسا ابوحنیفہ نے اور گوندھا ابویوسف نے اور روٹی پکائی امام محمد نے ساری دنیا ان کی روٹی کھاتی ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو کوفے کا قاضی اور بیت المال کا خازن بنایا تھا۔ ابتدا خلافت عثمانی تک اسی منصب پر رہے۔ پھر مدینہ طیبہ واپس آئے وہیں ۳۲ھ میں وصال فرمایا۔ وصال کے وقت عمر مبارک ساٹھ سے کچھ اوپر تھی ـــ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ یہ اس درجے کے صحابی ہیں کہ ان سے چاروں خلفاء راشدین اور کثیر صحابہ نے حدیث روایت کی۔ تابعین انکے علاوہ ہیں۔ عبادلہ اربعہ میں یہ بھی ہیں۔ عبادلہ اربعہ سے مراد چار وہ علم فضل میں ممتاز صحابہ کرام ہیں جن کے نام عبداللہ ہیں۔ جمہور کے نزدیک وہ چار حضرات یہ ہیں:۔ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ لیکن فقہاء کے نزدیک عبادلہ اربعہ میں، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے بجائے حضرت عبداللہ بن مسعود داخل ہیں۔ اسمیں یہ تطبیق ہے کہ پہلی محدثین کی اصطلاح ہے اور دوسری فقہاء کی۔

ان سے ۹۴۸ حدیثیں مروی ہیں ۶۴ بخاری اور مسلم نے ۲۱ صرف بخاری نے ۳۵ صرف مسلم نے روایت کی ہیں۔

یہ تعلیق پوری یوں ہے۔

۳ اَلصَّبْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ ○ الصبر نصف الایمان والیقین کلہ۔ صبر آدھا ایمان ہے اور یقین پورا ــــ یقین اس علم کو کہتے ہیں جس میں کسی قسم کا تردد و شک کا شائبہ نہ ہو۔ یہی ہم بھی کہتے ہیں کہ ایمان صرف یقین اور تصدیق کا نام ہے

۴ ابن عمر ○ یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں نام عبداللہ ہے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حقیقی بھائی ہیں۔ ان کی ماں زینب بنت مظعون حضرت عثمان بن مظعون کی بہن تھیں۔ یہ اپنے والد ماجد کے ساتھ مکہ میں بچپنے میں مشرف باسلام ہوئے اپنے والد ہی کے ساتھ ہجرت کی۔ کم سنی کی وجہ سے غزوہ بدر و غزوہ احد میں شریک نہ ہوئے۔ جنگ احد میں شرکت کرنی چاہتے تھے مگر واپس کر دیئے گئے۔ اس کے بعد یہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ عبادلہ اربعہ میں سے ہیں۔ بہت بڑے عابد و زاہد محتاط متقی تھے۔ حضرت جابر نے فرمایا۔ ہم میں سے ہر ایک کچھ نہ کچھ دنیا کی طرف جھکا سوائے ابن عمر اور عمر کے۔ میمون بن مہران نے کہا۔ میں نے ابن عمر سے زیادہ پرہیزگار کسی کو نہیں دیکھا۔

ہمیشہ حق پر ثابت قدم رہے کلمہ حق کہنے میں کسی کی پرواہ نہ کرتے۔ ان بزرگوں میں سے ایک یہ بھی ہیں جنھوں نے یزید کی بیعت نہیں کی۔ حجاج ایک بار دیر تک خطبہ دیتا رہا۔ اور نماز کا وقت تنگ ہو گیا۔ فرمایا۔ اے حجاج سورج تیرا انتظار نہیں کرے گا۔ عرفات مزدلفہ وغیرہ میں جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا۔ حجاج سے آگے بڑھکر قیام فرماتے اس وجہ سے حجاج ان سے چڑھا رہتا۔ حجاج نے ایک شخص کو انھیں شہید کرنے پر مقرر کر دیا۔ اس شخص نے نیزے کی انی زہر میں بجھالی۔ عرفات سے واپسی میں راستے میں بھیڑ کر کے یہ شخص ان سے چپک گیا۔ اور یہ زہر آلود انی ان کے قدم کی پشت میں چبھادی اس کے صدمے سے چند دن بیمار رہ کر واصل بحق ہوئے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ذوالحجہ میں وصال ہوا۔

حجاج نے نماز جنازہ پڑھائی مکہ معظمہ کے قریب "فخ" میں یا ذو طوی میں مہاجرین کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

نزول وحی سے ایک سال قبل پیدا ہوئے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کے چھ ماہ بعد ۷۳ھ میں وصال ہوا۔ ۸۶ سال کی عمر پائی۔

ان سے ۲ ہزار ۶ سو تیس حدیثیں مروی ہیں۔ ایک سو ستر امام بخاری اور مسلم دونوں نے اور اکاسی صرف بخاری نے اور اکتیس امام مسلم نے لیں۔

# ⑧ حدیث ارکان اسلام

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابن عمر سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ـــــ اسلام کی بنیاد

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَھَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ

پانچ چیزوں پر ہے ف۱ اس بات کی گواہی دینی کہ اللہ کے سوا کوئی

مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ ف۱

معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز پڑھنا۔ زکوٰۃ دینا۔ حج کرنا۔ اور رمضان کے روزے رکھنا

صحابہ میں ایک بزرگ اور عبداللہ بن عمر حرمی ہیں۔ ان سے وضو کے بارے میں ایک حدیث مروی ہے۔ بعض لوگوں نے ان کے صحابی ہونے میں کلام بھی کیا ہے

ف۵ لا یبلغ العبد الخ (۱۱) تقویٰ کے اصل معنی ہیں کسی چیز سے مکمل طور پر بچنا۔ اور شریعت میں شرک، کفر، گناہ سے بچنے کو کہتے ہیں۔ اس کے تین درجے ہیں۔ اول کفر و شرک سے بچنا۔ دوم گناہ سے بچنا۔ تیسرے شبہات سے بچنا۔ ایک چوتھا درجہ صوفیاء کرام کے نزدیک ہے یعنی ماسوی اللہ سے بچنا۔

تقویٰ کے تینوں مدارج کی بنیاد، خشیتِ خداوندی ہے اس لئے تقویٰ کے معنی خشیت خداوندی کے آتا ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں تقویٰ اس معنی میں وارد ہے جیسے

اِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ ۝ صرف مجھی سے ڈرو۔ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ۔ اے لوگو! اللہ سے ڈرو۔

حَاکَ (۱۲) کے معنی کھٹکنے اور تردد کے ہیں۔ یہاں مراد وہ باتیں ہیں جن کے حلال و حرام ہونے میں تردد ہو اس کے مباح ہونے پر ظن غالب نہ ہو۔ اس اثر کا مطلب یہ ہوا کہ بندہ صحیح معنی میں متقی اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک ایسی باتوں سے بھی نہ بچے جن کی حلت و حرمت مشکوک ہو۔

یہی مضمون مسلم شریف کی ایک حدیث میں یوں مذکور ہے جو نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا۔ نیکی اور برائی کیا ہے؟ فرمایا

ف۱ بخاری تفسیر۔ مسلم ایمان۔ ترمذی ایمان۔ نسائی ایمان۔ مسند امام احمد۔ بیہقی۔

# ⑨ حدیث شعب الایمان

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ ف۱ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْاِثْمُ مَاحَاكَ فِیْ نَفْسِكَ وَ كَرِھْتَ اَنْ یَّطَّلِعَ عَلَیْہِ النَّاسُ۔

نیکی، خوش اخلاقی ہے اور برائی ایسا کام کرنا ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تجھے یہ پسند نہ ہو کہ لوگ اس سے باخبر ہوں۔

اسی کو عطیہ سعدی کی حدیث میں جسے امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ یوں بیان فرمایا:۔

لَایکون الرجل مِنَ المتقین حتیٰ یدع مالا باس بہ حذرًا لما باس بہ۔

کوئی اس وقت تک متقی نہیں ہوگا جب تک اس کام سے بھی بچے جس میں کوئی حرج نہ ہو اس سے بچنے کیلئے جس میں حرج ہے۔

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو یوں بیان فرمایا:۔

تمام التقویٰ ان تتقی اللہ حتیٰ تترك مَا یری انہ حلال خشیۃَ ان یکون حَرَامًا۔

پورا تقویٰ یہ ہے کہ تو اللہ سے ڈرے۔ یہاں تک کہ جسے مباح جانا جاتا ہو۔ اُسے بھی نہ کرے اس اندیشے سے کہ کہیں حرام نہ ہو۔

ان سب کا حاصل یہ ہے کہ جن باتوں کی حلت و حرمت کے بارے میں شرع سے واضح نص موجود نہ ہو اور اُسکی حلت و حرمت کے بارے میں دلائل شرعیہ متعارض ہوں۔ اس سے بچا جائے۔ اسی بنا پر فقہ کا یہ قاعدہ مسلّمہ ہے کہ۔ جن چیزوں کے بارے میں علمائے اہلسنت اختلاف رائے رکھتے ہوں ان سے بچا جائے بشرطیکہ اپنے مذہب کی بنا پر کسی محظور و ممنوع کا ارتکاب نہ لازم آتا ہو۔

## تشریحات ⑧

ف۱ بُنِیَ الاسلام ⑩ صلاۃ کے سولہ معانی ہیں۔ قرآن و حدیث میں زیادہ تر اس کے ۵ معانی آتے ہیں۔ مطلق دُعا۔ نماز۔ طلب رحمت کی دعا (درود) انزال رحمت۔ استغفار۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب اس کا فاعل بندہ ہو۔ اور متعلق انبیاء نہ ہوں تو مطلق دعا۔ یا نماز مراد ہوگی۔ اور اگر اسکے متعلق انبیاء ہوں۔ تو طلب رحمت (درود) اور اگر اس کا فاعل اللہ ہو تو مراد انزال رحمت اور جب فرشتے ہو تو استغفار۔ یہاں نماز مراد ہے۔ اقامت صلوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ پابندی کے ساتھ صحیح طریقے سے پڑھے۔

زکوٰۃ کے معنیٰ پاکیزگی و پاکی کے بھی ہیں اور اچھی طرح بڑھنے کے بھی۔ یہاں فقہی زکوٰۃ مراد ہے۔ صیام صوم۔ کے معنی رکنے کے ہیں

یہاں مراد یہ ہے کہ عبادت کی نیت سے صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک کھانے پینے جماع سے رکا جائے۔
حج کے لغوی معنی قصد و ارادے کے ہیں۔ یہاں مراد، حج فقہی ہے۔

**بنی الاسلام علیٰ خمس** ○ کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ جیسا کہ عبدالرزاق کی روایت میں تصریح ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ پانچ ارکان پر ہے جیسا کہ مسلم میں ہے:۔
صرف ان پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد اس لئے قائم ہے کہ عبادت مفروضہ منحصر ہے بدنی اور مالی میں۔ اگر محض مالی ہے۔ تو یہ زکوٰۃ ہے اور بدنی کی دو صورتیں ہیں۔ صرف قولی ہے یا صرف بدنی۔ صرف بدنی روزہ۔ صرف قولی توحید و رسالت کی شہادت۔ یا قولی بدنی دونوں ہے۔ یہ نماز ہے۔ اور مالی بدنی دونوں ہے تو حج ہے۔

اس حدیث میں حج صیام سے پہلے مذکور ہے حالانکہ روزہ ۲ھ میں اور حج ۹ھ میں فرض ہوا۔ نیز روزہ ہر عاقل و بالغ پر فرض ہے اور حج صرف مالداروں پر۔ روزہ ہر سال فرض ہے اور حج عمر میں صرف ایک بار اس کا مقتضی تھا کہ صیام حج پر مقدم ہوتا۔ اور مسلم میں بطریق سعد بن عُبیدہ صیام، حج پر مقدم ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ایک شخص نے کہا والحج وصیام رمضان۔ تو حضرت ابن عمر نے فرمایا نہیں۔ صیام رمضان والحج۔ میں نے اس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ نیز مسلم میں بطریق حنظلہ جو روایت ہے۔ اس میں صیام حج پر مقدم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بخاری میں روایت بالمعنی ہے۔ اور واو چونکہ مطلق جمع کے لئے آتا ہے۔ ترتیب نہیں چاہتا اس لئے کوئی حرج نہیں۔ خود کتاب التفسیر میں امام بخاری نے جو حدیث ذکر کی ہے اس میں صیام حج پر مقدم ہے۔

یہاں ایک شبہہ یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ پانچوں چیزیں اسلام کی بنیاد ہیں تو لازم آئے گا کہ ان میں سے کسی ایک کا تارک مسلمان نہ رہے۔ یہ اجماع امت کے خلاف ہے۔ اس کا جواب علامہ کرمانی نے یہ دیا۔ کہ یہاں اسلام سے مراد کمال اسلام ہے۔ اور یہ طے ہے کہ ان میں سے کسی ایک کا تارک کامل مومن نہیں۔ جیسے کسی مکان کا کوئی ستون یا کونہ گر جائے تو وہ مکان ناقص ضرور ہوگا۔ مگر مکان رہے گا۔

## تشریحات ⑨

**ولہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ** ① اپنی اس کنیت کے ساتھ اتنے مشہور ہوئے کہ نام گمنام ہوگیا۔ جتنا ان کے نام کے بارے میں اختلافات ہیں کسی کے نام کے بارے میں اتنا اختلاف نہیں۔ علامہ عبدالبر نے فرمایا بیس قول ہیں۔ اور علامہ نووی نے فرمایا کہ تیس سے زیادہ اقوال ہیں۔ ایک روایت ہے کہ ان کا نام جاہلیت میں عبد شمس تھا۔ اور مسلمان ہونے کے بعد

## قَالَ اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ

### ایمان کے ساٹھ سے کچھ زائد ف۱

عبدالرحمٰن رکھا گیا۔ علامہ عینی نے فرمایا سب سے قریب تر یہ قول ہے کہ ان کا نام عبداللہ یا عبدالرحمٰن تھا۔ اور باپ کا صخر قبیلہ اَوْس کے فرد تھے۔ اپنی کنیت کے بارے میں خود بتایا کہ میں بکریاں چراتا تھا۔ میری ایک چھوٹی بلی تھی۔ اس سے دل بہلاتا تھا۔ تو لوگوں نے ابوہریرہ کہنا شروع کر دیا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ اس بلی کو آستین میں رکھے رہتے۔ ایکبار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھ لیا۔ فرمایا۔ اے ابوہریرہ۔ اب یہی عام وخاص کے زبان زد ہوگیا۔ ھُرَیْرَۃ ھِرَّۃ کی تصغیر ہے ھِرَّۃ کے معنی بلی ھُرَیْرَۃٌ کے بِلَیَّا اور ابوہریرہ کے معنی بلیا کے باپ۔

ان کی ماں کا نام میمونہ یا امینہ تھا۔ زمانے تک اسلام سے مشرف نہ ہوئیں۔ ابوہریرہ کی درخواست پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اور وہ مسلمان ہوگئیں۔

خیبر کے سال ایمان لائے۔ اصحاب صفہ کے نقیب تھے۔ ان کی دیکھ بھال تعلیم وتربیت ان کے سپرد تھی۔ مسلمان ہونے کے بعد ہمیشہ خدمت اقدس میں حاضر رہے۔

تمام غزوات میں ہمرکاب رہے۔ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ حدیثیں انھیں سے مروی ہیں۔ اجلہ صحابہ کرام ان سے حدیثیں پوچھتے۔ اور لوگوں کو ان کے پاس بھیجتے۔ خود فرمایا تم لوگ کہتے ہو۔ ابوہریرہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے۔ اللہ کے یہاں جانا ہے۔ میں مسکین تھا کھانے کو مل جاتا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا۔ مہاجرین بازاروں میں تجارت میں رہتے انصار اپنے کام میں۔ میں ان موقعوں پر موجود رہتا کہ یہ لوگ نہ ہوتے۔ میں ان باتوں کو یاد رکھتا جو یہ لوگ یاد نہیں رکھتے۔ پہلے ان کا حافظہ اتنا قوی نہ تھا۔ ایک بار خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ضُعف حافظہ کی شکایت کی فرمایا۔ اپنی چادر پھیلا۔ انھوں نے چادر پھیلا دی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو چلو اس میں ڈالا پھر حکم دیا کہ چادر سینے سے لگالو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ فرماتے ہیں۔ پھر میرا حافظہ اتنا قوی ہوگیا کہ اس کے بعد پھر کچھ نہیں بھولا۔ ع۱

یہ بھی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے علم کا دو برتن عطا فرمایا ہے۔ ایک تو لوگوں میں پھیلاتا ہوں۔ اگر دوسرے کو ظاہر کروں تو یہ ٹیٹوا کاٹ ڈالا جائے۔ ع۲

ان سے پانچ ہزار تین سو چوہتر احادیث مروی ہیں۔ تین سو پانچ امام بخاری وامام مسلم دونوں نے۔ تِرانوے صرف بخاری

---

ع۱ بخاری کتاب العلم ص۲۲، ع۲ ایضاً ص۲۳،

# شُعْبَةً وَّالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ [1]

شعبے ہیں [1] اور حیا [2] بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے

نے اور ایک سو نوے صرف مسلم نے روایت کی ہیں۔

ان سے آٹھ سو حضرات نے روایت کی ہیں جن میں صحابی بھی ہیں اور تابعی بھی۔ اجلّہ صحابہ مثلاً حضرت ابن عمر حضرت جابر حضرت انس حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان سے حدیث اخذ کیں۔

اللہ کے اس فضل پر یوں شکر ادا کرتے۔ یتیمی میں پلا مسکینی کی حالت میں ہجرت کی۔ بَسرہ بن غزوان کا نوکر بنا۔ انھوں نے میری شادی بھی کر دی۔ اس اللہ کا شکر جس نے دین کو پشت پناہ۔ اور ابوہریرہ کو امام بنا دیا۔ اتنی کثرت کے ساتھ حدیثیں بیان کرنے کے باوجود روزانہ ہزار رکعت نفل پڑھتے۔ ۵۹ھ میں ۷۸ سال کی عمر پاکر مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔ یہ دعا مانگا کرتے اے اللہ ۶۰ھ اور چھوکروں کی حکومت سے پناہ مانگتا ہوں۔ دعا قبول ہوئی۔ یزید پلید کے تسلط سے سال بھر پہلے واصل بحق ہوئے۔

[1] بِضْعٌ (۲) با کے کسرے اور فتحے کے ساتھ، دونوں لغت ہے۔ اہل لغت کا اس کے بارے میں سخت اختلاف ہے کہ اس کا اطلاق کتنے عدد سے لیکر کتنے تک ہوتا ہے۔ قزاز نے کہا کہ تین سے اوپر نو تک اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ابن سیدہ نے کہا تین کے اوپر دس تک۔ کسی نے کہا ایک سے نو تک۔ کسی نے کہا دو سے دس تک۔ کسی نے کہا چار سے نو تک۔ خلیل نے کہا بِضْعٌ کے معنیٰ سات ہے۔ صحیح وہی ہے جو قزاز نے کہا۔ کہ بِضْع تین کے اوپر نو تک بولا جاتا ہے۔ ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، غلبہ روم والی حدیث میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے۔

يا ابا بكر البضع ما بين الثلث الى تسع — اے ابوبکر بضع تین اور نو کے مابین کو کہتے ہیں۔

مسلم کی ایک روایت نیز ابوداؤد و ترمذی وغیرہ کی روایت میں بِضْع و سَبْعُون ہے۔ نیز علامہ عینی نے لکھا کہ بخاری میں بھی ابوذر ہروی کے طریقہ سے یہی ہے۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ یہی صواب ہے اس کو حلیمی اور نووی نے ترجیح دی اس لئے کہ یہ ثقہ کی زیادتی ہے۔ اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ اور اقل کی روایت میں کوئی لفظ اس کے مخالف نہیں۔ (عمدۃ القاری)

[2] شُعْبَةٌ (۳) کے معنیٰ ٹکڑے اور گروہ کے ہیں۔ اور درخت کی شاخ کو بھی کہتے ہیں۔ یہاں ایمان سے مراد ایمان کامل اور شعبوں سے مراد وہ اعمال ہیں جو ایمان کی علامت ہیں۔ جیسا کہ انھیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے۔ ایمان کی ستر سے اوپر کچھ شاخیں ہیں۔ ان میں سب سے اعلیٰ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا پڑھنا۔ اور ادنیٰ تکلیف دہ چیز کا راستے

[1] مسلم ایمان۔ نسائی ایمان۔ ابو داؤد و ابن ماجہ۔ سنت۔ ترمذی ایمان

سے ہٹانا۔ ظاہر ہے کہ کلمہ طیبہ کا پڑھنا اور موذی چیزوں کا راستے سے ہٹانا اصل ایمان نہیں، ایمان کی علامت ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہیں یکجائی طور پر ان تمام شعبوں کو بیان نہیں فرمایا۔ اعلیٰ اور ادنیٰ کو بیان فرمادیا۔ بقیہ کو مبہم رکھا۔ وہ کیا کیا ہیں۔ شراح حدیث نے بڑی جد وجہد کر کے یہ گنتی پوری کی ہے۔ لیکن اسلم طریقہ یہ ہے کہ اس کی کوشش نہ کی جائے تو اچھا ہے۔ اولاً تو حدیث میں تعیین عدد نہیں۔ ستر سے اوپر کتنے شعبے ہیں، مذکور نہیں۔ ثانیاً احتمال ہے کہ یہ مبالغہ کے لئے ہو۔ اس لئے اجمالی طور پر ایمان رکھا جائے کہ ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں۔ جیسے انبیاء کرام و ملائکہ پر اجمالی ایمان ہے کہ سب برحق ہیں۔ تعداد کتنی ہے، کسے معلوم؟

اور حق تو یہ ہے کہ پورا دین اور دین کے سارے اصول و فروع سارے فرائض و واجبات، مستحبات کے ہر ہر فرد ایمان کے شعبے ہیں۔

**ف الحیاء** (۴) حیا کو اردو میں شرم کہتے ہیں۔ حیا کے لغوی معنی ہیں عیب لگائے جانے کے اندیشے سے جھینپنا شریعت میں حیا کے معنی۔ انسان کا وہ وصف جو اسے بُرائی سے بچنے پر اُبھارے اور اہل حقوق کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی سے روکے۔ اسکی قدرے تفصیل ترمذی کی اس حدیث میں ہے:۔

الاستحیاء من اللہ حق الحیاء ان تحفظ الراس وما وعیٰ وَالبطن وما حویٰ وتذکر الموت والبلیٰ

اللہ عزوجل سے کماحقہ حیا کرنے کے معنی یہ ہیں کہ سر اور سر میں جتنے اعضاء ہیں ان کی اور پیٹ کی اور پیٹ جن اعضاء کو گھیرے ہے ان کی برائیوں سے حفاظت کرے اور موت اور مٹی میں ملنے کو یاد کرے۔

یہاں ایک شعبہ یہ ہے کہ حیا انسان کو کبھی حق کہنے سے امر بالمعروف نہی عن المنکر سے۔ کبھی بعض مسائل شرعیہ کی دریافت سے روک دیتی ہے۔ پھر یہ ایمان کا شعبہ کیسے ہوئی؟ جواب یہ ہے کہ یہاں حیا کے شرعی معنی مراد ہیں۔ اور حیا شرعی کبھی ان چیزوں سے نہیں روکے گی۔ بلکہ اس پر اُبھارے گی۔ اس لئے کہ عند الضرورت حق بات نہ کہنا امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ کرنا۔ جو حکم شرعی نہ معلوم ہو ان کو پوچھنا واجب ہے۔ اسے جاننے کی کوشش نہ کرنا شرعاً قبیح و گناہ ہے۔ جو حیا ان چیزوں سے روکے وہ شرعی حیا نہیں عرف میں اسے حیا کہتے ہیں وہ مراد نہیں۔

اسی سے یہ شبہہ بھی دور ہو گیا کہ حیا فطری ہوتی ہے۔ پیدائشی طور پر آدمی میں پائی جاتی ہے۔ پھر یہ ایمان کی شاخ کیسے؟ جواب ظاہر ہے کہ، جب یہاں شرعی حیا مراد ہے اور شرعی حیا کے حصول میں کچھ کوشش اور کسب کو بھی دخل ضرور ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

# ⑩ حدیث من سلم المسلمون

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ

فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت

**وا عبداللہ بن عمرو بن العاص** ① رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ سہمی قرشی صحابی ابن صحابی ہیں۔ ان کے والد حضرت عمرو بن العاص فاتح مصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور و معروف صحابی ہیں۔ یہ اپنے باپ سے پہلے ایمان لائے۔ ان کے والد ان سے بارہ یا گیارہ سال بڑے تھے۔

عبادلہ اربعہ میں ان کا بھی نام ہے اور یہ ان چھ صحابہ میں سے ایک ہیں جن سے بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں بہت زیادہ عابد زاہد شب زندہ دار بزرگ تھے۔ راتوں کو خلوت میں روتے روتے پلکیں خراب ہوگئی تھیں۔ غالباً اسی کے اثر سے اخیر عمر میں نابینا ہوگئے تھے اس کے باوجود بہت پائے کے عالم بھی تھے۔ انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیثیں لکھنے کی اجازت دیدی تھی۔ اس لئے ان کے پاس تمام صحابہ کرام سے زیادہ احادیث کا خزانہ تھا۔ اگرچہ روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے بھی آگے ہیں۔ ان کی لکھی ہوئی حدیثوں کی تعداد سات سو ہے۔ بخاری اور مسلم کے علاوہ حدیث کی کتابوں میں ایک مشہور سند ہے۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ۔ یہ آپ ہی کے سلسلے کی ایک سند ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عبداللہ بن عمرو کے صاحبزادے محمد ہیں اور محمد کے صاحبزادے شعیب۔

اس سند میں ایک ابہام ہے۔ اگر ابیہ وجدہ دونوں ضمیروں کا مرجع عمرو کو بنایا جائے تو مطلب یہ ہوا۔ عمرو نے اپنے باپ شعیب سے اور شعیب نے عمرو کے دادا یعنی محمد سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تو نقص یہ لازم آتا ہے کہ محمد کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اور نہ زمانہ پایا۔ تو حدیث مرسل ہوگئی۔ اور اگر عن ابیہ عن جدہ میں ابیہ کی ضمیر عمرو کی طرف اور جدہ کی ضمیر شعیب کی طرف راجع مانی جائے تو یہ مطلب ہوا۔ کہ عمرو نے اپنے باپ شعیب سے اور شعیب نے اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا تو حدیث منقطع ہے۔ اس لئے کہ شعیب کی اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اسی نقص کی وجہ سے امام بخاری اور امام مسلم نے عمرو بن شعیب کی کوئی حدیث صحیحین میں نہیں لی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ شعیب کی ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملاقات ہوئی ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سات سو حدیثیں مروی ہیں، ستّرہ پر شیخین بخاری و مسلم متفق ہیں۔ آٹھ صرف

مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ [1]

رہے اور مہاجر وہ ہے جو ان باتوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے

بخاری نے اور بیس مسلم نے تنہا لی ہیں۔ مکے یا طائف یا مصر میں بماہ ذوالحجہ، سن تریسٹھ یا پینسٹھ یا سرسٹھ یا بہتر یا تہتر میں، بہتر سال کی عمر پاکر وصال فرمایا۔ صحابہ میں عمر نام کے اٹھارہ حضرات ہیں

اسلام کے ارکان بیان کرنے کے بعد وہ حدیث ذکر کی جس میں اجمالی طور پر یہ مذکور ہے کہ ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں۔ اس کے بعد اب ان احادیث کو تحریر کر رہے ہیں جن میں ان شعبوں کا فرداً فرداً تذکرہ ہے۔

**المسلم سے مراد** (۲) مسلمان کامل ہے۔ اس لئے کہ سیبویہ نے تصریح کی ہے کہ جب جنس مطلق بولتے ہیں تو اس سے مراد فرد کامل ہوتا ہے جیسے بولتے ہیں الرجل زید۔ مرد تو زید ہے۔ ابن جنی نے کہا کہ عرب کا طریقہ ہے کہ جب کسی کی مدح کرنی چاہتے ہیں تو اپنے اسم جنس کا اطلاق کرتے ہیں جیسے کعبے کو البیت کہتے ہیں اسی طرح ذم بھی۔

یہاں یَدٌ (ہاتھ) سے بطور عموم مجاز۔ ظاہری اور باطنی دونوں مراد ہیں۔ باطنی سے مراد، قوت وقبضہ وغلبہ وتصرف ہے۔ زبان اور ہاتھ کی تخصیص اس لئے کی کہ زیادہ ایذائیں انھیں سے دی جاتی ہیں۔ زبان کو مقدم اس لئے کیا کہ زبان کی ایذا رسانی بہ نسبت ہاتھ کے زیادہ ہے۔ ہاتھ سے صرف موجودین کو ایذا پہونچائی جاسکتی ہے۔ مگر زبان سے حاضر غائب زندہ مردہ سبھی کو ایذا دی جاسکتی ہے نیز زبان کی ایذا رسانی بہ نسبت ہاتھ کے زیادہ اذیت ناک ہوتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ مشرکین کی ہجو کرو۔ یہ انھیں تیر سے زیادہ سخت ہے۔ اسی کو کسی شاعر نے کہا ہے

جراحات السنان لها التيام ولا يلتام ماجرح اللسان

(ترجمہ) نیزے کے زخم اچھے ہو جاتے ہیں (لیکن) زبان کا زخم نہیں اچھا ہوتا

ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ہاتھ سے لکھ کر کسی غائب کو ایذا پہنچائی جائے۔ مگر زبان کی برابری تحریر کہاں کرسکتی ہے

**مہاجر** (۳) مہاجر کے شرعی معنی، مراد ہیں۔ یعنی وہ جس نے دین بچانے کے لئے اپنا وطن چھوڑا۔ اور ہجر سے اس کا لغوی معنی مراد ہے یعنی چھوڑنا۔ اب یہ خطاب یا تو مہاجرین سے ہے کہ صرف ہجرت پر بھروسہ نہ کرلینا۔ دیگر مامورات ومنہیات سے غافل مت ہوجانا۔ مہاجر کامل وہ ہے جو تمام منہیات شرعیہ سے دور رہے یا جب فتح مکہ کے بعد ہجرت بند کردی گئی۔ تو ایک فطری بات ہے کہ فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے جب ہجرت کے فضائل سنے ہوں گے تو ان کے دل میں حسرت پیدا ہوئی ہوگی۔ کاشکہ ہم لوگ بھی فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے ہوتے اور ہجرت کرلئے ہوتے۔ ! رحمت عالم نے ان کے زخم پر مرہم رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

[1] بخاری رقاق۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی

# ⑪ حدیث ای الاسلام افضل

## عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

یا یہ کہ اگرچہ مدینہ طیبہ کی جانب وہ مخصوص ہجرت جو عہد نبوی میں تھی اب نہیں مگر زمانے کے انقلاب سے ہجرت قیامت تک جاری رہے گی۔ قیامت تک کے تمام مہاجرین کو ہدایت فرمائی کہ تم نے دین بچانے کے لئے ہجرت کی ہے تو اس کا پاس کرتے رہنا اور تمام منہیات شرعیہ سے بچتے رہنا۔ یا مراد یہ ہے کہ جو مسلمان بھی منہیات شرعیہ سے بچتا رہے گا وہ ایک مہاجر سے کم نہیں

یہ حدیث بھی جوامع الکلم سے ہے ③ یہ حدیث بھی ان جوامع الکلم میں سے ہے جنھیں محدثین نے ام الاحادیث میں شمار کیا ہے۔

غور کیجئے چند الفاظ ہیں مگر ان میں معانی کے سمندر موجزن ہیں۔ پہلا حصہ بندوں کی تمام حق تلفیوں سے بچنے اور تمام حقوق کی ادائیگی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور دوسرا حصہ حقوق اللہ کی بجاآوری میں ہر قسم کی کوتاہی پر قدغن لگا رہا ہے۔ اب ذرا سا غور کرنے پر اسکی شرح میں ہر ذی علم دفتر پر دفتر تیار کر سکتا ہے۔ اگر مسلمان ان دونوں حصوں پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہمارا سماج امن کا گہوارہ بن جائے اور انسان کا بھی ظاہر و باطن کندن ہو جائے۔

## تشریحات ⑪

**ؓ ابو موسیٰ اشعری** ① رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کا نام عبد اللہ ہے۔ یمن کے باشندے اور قبیلہ اشعر کے فرد ہیں۔ قبل ہجرت مکے میں حاضر ہو کر ایمان لائے اور حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ وہاں سے غزوۂ خیبر کے موقع پر واپس آکر مدینہ طیبہ میں رہائش اختیار کی۔ یہ صحابۂ کرام میں زبردست عالم اور مفتی تھے۔ حکمرانی اور سیاست کا خاص ملکہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو زبید عدن سواحل یمن کا حاکم بنایا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بصرہ اور کوفہ کا گورنر بنایا۔ فارس کا مشہور شہر اہواز انھوں نے فتح فرمایا۔ شام کے جہاد میں شریک ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معتمد خاص تھے۔ اخیر عمر میں مکہ کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہیں ۴۱ھ یا ۴۲ھ یا ۴۴ھ میں یا ۵۲ھ میں ترسٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

ان سے تین سو احادیث مروی ہیں۔ پچاس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔ تنہا بخاری نے چار اور تنہا مسلم نے پندرہ حدیثیں روایت کی ہیں۔ صحابہ کرام میں حضرت انس اور طارق بن شہاب نے ان سے حدیث لی۔ صحابہ کرام میں ابو موسیٰ نام کے چار حضرات ہیں ایک یہ۔ دوسرے ابو موسیٰ انصاری۔ تیسرے غافقی۔ چوتھے الحکمی۔ رواۃ حدیث میں ابو موسیٰ نام کے بہت ہیں۔ ابو داؤد میں دو

قَالَ. قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ. قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ

صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کون سا مسلمان ۔ افضل ہے۔ فرمایا جس کے ہاتھ اور زبان سے

مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ[1]

مسلمان سلامت رہے

اور بقیہ نسائی میں ہیں۔

سائل کون تھا (۲) اس حدیث میں قائل کا نام نہیں۔ مگر اسی سند کے ساتھ مسلم میں یہ ہے کہ "قلنا" اور ابن مندہ میں قلتُ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ سوال کرنے والے ابوموسیٰ اشعری اور ان کے رفقاء تھے۔ سب کی طرف سے انھوں نے سوال کیا۔ جب کسی بات کے پوچھنے پر چند اشخاص راضی ہوں۔ اُن میں سے کوئی ایک شخص سوال کرے تو یہ سب کا سوال ہوتا ہے۔ اس صورت میں اسکی تعبیر تینوں درست ہے۔ خواہ یوں کہیں میں نے پوچھا۔ خواہ یوں کہیں ہم لوگوں نے پوچھا۔ خواہ یوں کہیں لوگوں نے پوچھا سب صحیح ہے

اَیّ الاسلام (۳) اَیّ ہمیشہ ایسی چیزوں پر داخل ہوتا ہے جو متعدد ہوں۔ اور اسلام ایک ہی چیز ہے اس میں تعدد نہیں اس لئے شراح نے تاویل کی۔ کہ یہاں مضاف محذوف ہے۔ یعنی اصحاب۔ تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ ای اصحاب الاسلام افضل۔ کون مسلمان افضل ہے۔ اس کی تائید مسلم شریف کی حدیث سے ہوتی ہے جس میں "ایّ الاسلام کے بجائے ای المسلمین ہے۔ یا اعمال محذوف ہے یعنی "ای اعمال الاسلام" ہے۔ اس تقدیر پر یہ جواب علی اسلوب الحکیم ہے۔ سائلین نے پوچھا۔ کہ کونسا اسلام کا عمل افضل۔ جواب دیا وہ مسلمان جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہے۔ جواب سے یہ اشارہ فرمایا کہ تم کو یہ پوچھنا چاہیئے کون مسلمان افضل ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:۔

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَھِلَّۃِ قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ۔ لوگوں نے پوچھا یہ تھا کہ چاند کیوں چھوٹا بڑا ہوتا ہے۔ کیوں ڈوبتا نکلتا ہے۔ اس کا سبب کیا ہے۔ جواب یہ دیا گیا۔ کہ اس سے لوگوں کو مہینے کی گنتی معلوم ہوتی ہے اور حج کا وقت۔ مطلب یہ ہوا کہ تمھیں پوچھنا یہ چاہیئے کہ اس سے فائدہ کیا ہے یہ مت پوچھو کیوں ایسا ہوتا ہے۔

## تشریحات (۱۲)

فائدہ سائل کون ہے (۱) تحقیقی طور پر ان کا نام نہیں معلوم ہو سکا۔ بعض لوگوں نے کہا یہ سائل حضرت ابو ذر غفاری ہیں ابن حبان کی ایک حدیث ہے کہ ہانی بن عُروہ شُرَیح کے والد نے اس کے ہم معنیٰ سوال کیا تھا۔ ان کو اسی قسم کا جواب ملا تھا۔

[1] مسلم و نسائی کتاب الایمان۔ ترمذی کتاب الزہد

# ⑫ حدیث اَیُّ الاسلامِ خیرٌ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ

سوال کیا اسلام کا کون سا عمل بہتر ہے فرمایا کھانا کھلانا اور ہر مسلمان کو سلام کرنا خواہ اسے پہچانو یا نہ پہچانو

ہوسکتا ہے کہ وہی یہاں بھی مراد ہوں۔ چونکہ روایت بالمعنیٰ جائز ہے اس لئے الفاظ بدل گئے۔

ای الاسلام خیر ۲ (۲) یہاں اَیُّ کے بعد اعمال مضاف محذوف ہے۔ اب سوال یہ ہوا کہ اسلام کا کون سا عمل بہتر ہے۔ پہلی حدیث میں افضلُ ہے اور اس میں خیرٌ ہے۔ یہ دونوں ہی اسم تفضیل ہیں۔ مگر افضل کا مادہ "الفضل" ہے جو قلت کا مقابل ہے۔ اس لئے افضل سے مراد کثرت ثواب ہے اور خیر کا مادہ خَیْرٌ ہے جو نفع کے معنی میں، شرٌ کا مقابل ہے۔ اب پہلی حدیث کا مطلب یہ ہوا۔ کون سا مسلمان زیادہ ثواب والا ہے۔ اور اس حدیث کے سوال کا مطلب ہوا اسلام کے کس عمل میں زیادہ نفع ہے۔

کھانا کھلانا ۳ (۳) تطعم دو مفعول چاہتا ہے۔ مفعول اول کا حذف عموم کے لئے ہے۔ یعنی سب مخلوق کو کھانا کھلاؤ۔ خواہ وہ مالدار ہو خواہ وہ غریب ہو خواہ سناشا ہو خواہ غیر سناشا۔ انسان ہو یا حیوان سب کو کھلاؤ۔

سلام کرنا ۴ (۴) عادت یہ ہے کہ انسان عموماً انھیں کو سلام کرتا ہے جنھیں پہچانتا ہے۔ لوگ اجنبی کو سلام نہیں کرتے۔ اس پر تنبیہ فرمائی کہ ہر مسلمان کو سلام کرو خواہ اسے پہچانتے ہو خواہ نہ پہچانتے ہو۔

کسے سلام کرنا چاہیئے البتہ غیر مسلم کو سلام کرنا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے

ولا تبدأوا الیھود والنصاوی بالسلام یہود و نصاریٰ کو سلام نہ کرو۔

یہود و نصاریٰ کے حکم میں تمام غیر مسلم ہیں۔ اور وہ مذہب جنکی بدمذہبی حد کفر تک پہونچی ہو مثلاً قادیانی رافضی وہابی ویو بندی غیر مقلد مودودی نیچری وغیرہ۔ اسی طرح ان بدمذہبوں کو بھی سلام کرنا جائز نہیں جو گمراہ ہیں۔ اگرچہ ان کی گمراہی حد کفر تک نہ پہونچی ہو جیسے تفضیلی۔ حدیث میں ہے۔

لا تجالسوا اھل القدر ولا تفاتحوھم تقدیر کے منکرین کے ساتھ نہ بیٹھو اور نہ انھیں سلام کرو (ابوداؤد)

لہ بخاری، اسید ذان، مسلم ایمان، ابوداؤد ادب، ابن ماجہ اطعمہ، مسند امام احمد ابن حنبل،

بلکہ بد مذہبوں کے سلام کا جواب بھی دینا جائز نہیں۔ ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ نافع سے راوی کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں آیا اور عرض کیا فلاں آپ کو سلام کہتا ہے۔ فرمایا۔ میں نے سنا ہے وہ بد مذہب قدریہ ہو گیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو میرا اسلام اس سے مت کہنا۔ اس کے تحت مرقات میں ہے

فانه ببدعته لا یستحق جواب السلام وان کان من اهل الاسلام — بدمذہبی کی وجہ سے وہ سلام کے جواب کا مستحق نہ رہا اگرچہ اہل اسلام میں سے ہے۔

اسی طرح فاسق معلن کو بھی سلام کرنا منع ہے۔ درمختار میں ہے۔

یکرہ السلام علی الفاسق لو معلناً — فاسق معلن کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

**غیر اسلامی سلام** آپس میں یا غیروں کو وہ سلام ہرگز نہ کرے جو غیر اسلامی ہو۔ رام رام [illegible] سے۔ اس لئے کہ یہ مذہبی شعار ہے۔ کوئی اگر کسی کو کہے السلام علیکم تو ہر شخص جان جاتا ہے کہ یہ مسلمان ہے۔ اور اگر [illegible] جے رام جی کی نمستے کہے تو سب کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ ہندو ہے۔

اسی طرح گڈ مارننگ، گڈ نائٹ وغیرہ نہ کہے۔ حدیث میں ہے۔

لیس منا من تشبه بغیرنا لا تشبهوا بالیهود ولا بالنصاریٰ — ہم میں سے وہ نہیں جو غیروں کا شعار اختیار کرے۔ یہود و نصاریٰ کا شعار نہ اختیار کرو۔

فان تسلیم الیهود الاشارة بالید وتسلیم النصاریٰ الاشارة بالکف — یہود کا سلام ہاتھ سے اشارہ اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلی سے اشارہ کرنا

یعنی یہود و نصاریٰ کچھ بولتے نہیں۔ صرف ہاتھ اور ہتھیلی سے اشارہ کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں میں بھی یہ عادت ہو گئی ہے کہ سلام کے وقت اشارہ کرتے ہیں۔ اگرچہ زبان سے بھی کہتے ہیں۔ مگر السلام علیکم ہی کہنا کافی ہے۔ ہاتھ سے اشارہ نہ کرے

**کون عمل افضل ہے** ⑤ پہلی حدیث میں مسلمان کو زبان اور ہاتھ سے محفوظ رکھنے اور منہیات کے ترک کو افضل الاسلام فرمایا۔ اس حدیث میں کھانا کھلانے اور سلام کرنے کو خیر الاسلام فرمایا۔ اس سے ظاہر کہ نہ اُس حدیث میں حصر مقصود ہے نہ اس حدیث میں۔ بلکہ سائلین اور وقت کے لحاظ سے جس کی ضرورت زائد تھی اس کو بیان فرمایا۔ جب پہلی حدیث کے سائلین یا حاضرین میں ان دو باتوں کی ضرورت تھی تو اسے بیان فرمایا۔ اور اس حدیث کے سائلین یا حاضرین میں یہ کمی دیکھی تو انھیں بیان فرمایا۔ اس میں ایک دقیق اشارہ اس بات کی جانب ہے۔ کہ اگرچہ بعض اعمال بعض سے فی نفسہ افضل ہیں۔ مگر کبھی خاص وجہ سے کوئی خاص عمل افضل اور بہتر ہو جاتا ہے۔ اس سے ان تمام احادیث میں تطبیق ہو گئی کہ کسی میں جہاد کو افضل الاعمال بتایا کسی میں کلمہ طیبہ کے پڑھنے کو وغیرہ وغیرہ۔

# (۱۳) حدیث حُبّ مؤمن

## عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ف۱ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

مثلاً کسی عالم سے پوچھئے کہ کس صدقہ نافلہ میں زیادہ ثواب ہے تو یہ جواب دے گا کہ دینی مدرسہ کی امداد۔ لیکن اسی عالم سے پوچھئے کہ کسی کے پاس پانچ روپے ہیں اس کا کوئی پڑوسی بھوکوں مر رہا ہے تو اب کس میں ثواب زیادہ ہے تو یہی عالم جواب دے گا کہ اس بھوکے مسلمان پڑوسی کی جان بچانے میں۔

حدیث زیر بحث کے بارے میں ایک اندازہ یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں تشریف لاتے ہی فرمایا تھا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے جب سُنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لا چکے ہیں تو میں حاضر ہوا۔ میں نے جب بنور روئے انور دیکھا تو کہہ اٹھا کہ یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں۔ پہلا ارشاد جو سنا۔ یہ تھا۔

| | |
|---|---|
| اَیُّھَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ | اے لوگو! سلام پھیلاؤ۔ کھانا کھلاؤ۔ رات میں جب |
| وَصَلُّوا بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ بِسَلَامٍ | لوگ سو رہے ہوں نماز پڑھو سلامتی کے ساتھ جنت میں چلے جاؤ |

ظاہر ہے کہ ایسے وقت جب مکہ سے لٹے پٹے خانماں برباد مہاجرین مدینہ طیبہ آرہے ہیں۔ ان کی کوئی یہاں شناسائی نہیں۔ اجنبی ہیں۔ اس کی ضرورت تھی کہ ان کو اپنایا جائے ان کو بھوکا نہ رہنے دیا جائے۔ خود جنگ بُغاث کی وجہ سے انصار میں کافی تناؤ تھا۔ اس وقت افشار سلام، اطعام طعام کی حاجت شدید تھی۔ لوگ نماز کے عادی نہ تھے وہ بھی تہجد سے اس وقت واقف بھی نہ ہوں گے۔ انھیں رجوع الی اللہ کے لئے نماز کی کتنی شدید ضرورت تھی اس لئے ان تین چیزوں کو اس موقع پر خصوصیت سے بیان فرمایا پھر سلام و طعام ایسی چیزیں ہیں کہ ان کی افادیت سے کسی عاقل کو انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ دونوں چیزیں آپس میں محبت یگانگت پیدا کرنے کے لئے مجرب تیر بہدف عمل ہیں۔

## تشریحات (۱۳)

**انس بن مالک الانصاری ف۱** (۱) نجّاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کی والدہ مشہور صحابیہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم خاص ہیں۔ دس سال تک خدمت اقدس میں حاضر رہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت انس دس سال کے تھے۔ ان کی والدہ نے خدمت میں لاکر پیش کر دیا۔ پھر وصال کے

قَالَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ [۱]

تم میں سے کوئی مومن نہیں [۱] جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی نہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے

بعد ہی ساتھ چھوڑا۔ غزوۂ بدر جیسے خطرناک موقع پر بھی ساتھ ساتھ تھے مگر لڑنے کے لائق نہ تھے۔ کسی نے ان سے پوچھا۔ غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ فرمایا۔ میں کہاں رہتا ساتھ ہی تھا۔ خدمت کرتا تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ابو حمزہ رکھی۔ حمزہ ایک ساگ ہے جسے فارسی میں ترہ تیزک اور اردو میں چنسر کہتے ہیں۔ عربی میں اس کا دوسرا نام جرجیر ہے۔ جو انھیں مرغوب تھا یہ چن چن کر لایا کرتے۔ ایک دفعہ ذوالاذنین کہہ کے پکارا ایک بار کنواں کھدوایا پانی کھاری تھا۔ خدمت اقدس میں عرض کیا۔ سرکار تشریف لے گئے۔ اس کنوئیں میں لعاب دہن ڈالا اس کنوئیں کا پانی مدینے کے تمام کنوؤں سے زیادہ میٹھا ہوگیا۔ ان سے بے پناہ محبت فرماتے۔ احادیث میں بڑے دلچسپ قصے مذکور ہیں ایک دفعہ ام سلیم حاضر ہوئیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ! یہ انس آپ کا خادم ہے اس کے لئے دعا فرمائیں۔ یہ دعا کی۔ اے اللہ! اس کے مال اس کی اولاد میں برکت دے۔ اس کی عمر دراز فرما۔ اسے بخش دے۔ اس دعا کی برکت یہ ہوئی کہ فرماتے ہیں میں نے اپنی صلبی اولاد دو کم دو سو کو اپنے ہاتھ سے دفن کیا ہے۔ صرف ان کی اسّی بلکہ اس سے بھی زائد اولاد ہوئی جن میں دو بیٹیاں لقیہ سب بیٹے۔ ان کا باغ ہر سال دو بار پھل دیتا۔ ایک پھول کا درخت تھا جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ سو سال سے زائد عمر پائی۔ خود فرماتے ہیں کہ زندگی سے اُکتا گیا ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ آٹھ غزوات میں جنگ کی۔ وصال کے بعد زمانے تک جہاد کرتے رہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بصرہ آئے تاکہ یہاں کے لوگوں کو دین کی تعلیم دیں۔ بصرہ کے ساکن صحابہ کرام میں سب کے بعد ان کا وصال ہوا محمد بن سیرین نے غسل دیا ۹۳ سنہ میں واصل بحق ہوئے۔ بصرہ کے قریب اپنے محل میں جو طُف میں تھا دفن ہوئے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک پاس تھا وصیت فرما گئے تھے کہ اسے میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ ایسا ہی کیا گیا۔ ان سے دو ہزار دو سو چھیاسی حدیثیں مروی۔ ایک سو اڑسٹھ متفق علیہ ہیں اور تراسی افراد بخاری سے اور اکانوے افراد مسلم سے ہیں۔ اس پائے کے صحابی ہیں کہ حضرت ابو برزہ جیسے کنز الاحادیث نے بھی ان سے حدیث اخذ کی ہے۔

**مومن اور مومن کامل**

(۲) اس حدیث میں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے۔ محبت کسی کی طرف دل کے میلان کو کہتے ہیں۔ یہاں محبت سے مراد پسندیدگی ہے مراد یہ ہے کہ کامل مومن وہی ہے جو اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسندیدے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

[۱] مسلم ایمان، ابن ماجہ مقدمہ، دارمی رقاق نسائی ایمان، ترمذی، مسند امام احمد۔

# (۱۴) حدیث حُبِّ رسُول

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے

قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ

قبضۂ قدرت میں میری جان ہے

اس کو لازم ہے کہ جو بات اپنے لئے ناگوار جانے وہ دوسروں کے لئے بھی ناپسند کرے۔ یعنی آدمی یہ چاہتا ہے کہ ہم آرام، اعزاز کے ساتھ خوش و خرم رہیں۔ کوئی ہماری توہین و تذلیل نہ کرے کوئی ہمیں ایذا نہ پہنچائے۔ کوئی ہمارا حق غصب نہ کرے اسی طرح یہ بھی چاہے کہ میرا بھائی اعزاز و اکرام کے ساتھ خوش و خرم رہے۔ نہ اس کی توہین و تذلیل ہو نہ اس کا حق غصب کیا جائے اس سے بطور لزوم یہ بھی سمجھ میں آیا کہ ہر شخص اگر اس کا عادی ہو جائے تو معاشرہ صاف ستھرا رہے گا اور زندگی چین و اطمینان سے گذرے گی۔ ظاہر ہے کہ لڑائی جھگڑا کی بنیاد یہی ہوتی ہے کہ انسان تنگدلی سے یہ چاہنے لگتا ہے کہ سب کچھ ہمیں میسر ہو دوسرے محروم رہیں۔ اس حدیث میں تواضع مروت، امداد باہمی ایک دوسرے کے کام آنے اور دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بلیغ ترین ترغیب ہے۔ حسد کینہ عداوت، بغض ایذا رسانی حق تلفی تفوق ترفع تحقیر و تذلیل سے دور رہنے کی انتہائی دلنشین پیرائے میں تلقین ہے۔ اسی لئے علماء نے اس حدیث کو بھی جوامع الکلم اور ام الاحادیث میں سے شمار فرمایا ہے۔

## تشریحات (۱۴) و (۱۵)

قسم کا فائدہ اور متشابہات کا حکم (۱) یہ قسم صرف بعد میں مذکور شئی کی اہمیت بتانے کے لئے ہے۔ اللہ عزوجل پر "ید" کا اطلاق متشابہات سے ہے۔ متشابہات میں تین مذہب ہیں۔ اس کی کوئی تاویل نہ کی جائے۔ یہ مذہب اسلم ہے۔ تاویل کی جائے مگر ایسی جو محکمات کے معارض نہ ہو۔ مطابق ہو۔ یہ مذہب سالم ہے۔ اور متاخرین کا یہی طریقہ ہے۔ ایسی تاویل کی جائے جو محکمات کے معارض ہو یہ زائغین کا مذہب ہے جیسا کہ مجسمہ کرتے ہیں۔ یہ حرام و گناہ بلکہ بعض صورتوں میں کفر ہے۔ اس اختلاف مذاہب کی بنیاد یہ آیہ کریمہ ہے:۔

اَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَہَ مِنْہُ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ [1]

تم میں سے کوئی مومن نہیں جب تک میں اس کے نزدیک باپ اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں [2]

## (۱۵) حدیث حُبِّ رسول

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ [3]

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

تم میں سے کوئی مومن نہیں جب تک کہ میں اس کے نزدیک اسکے باپ اور اسکی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں [4]

اِبْتِغَاءَ الْفِتْنَۃِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِیْلِہٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِہٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا (آل عمران پ)

اور تاویل ڈھونڈنے کے لئے۔ اور ان کا صحیح معنی اللہ ہی جانتا ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے۔ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔

اس آیت میں اگر "اِلَّا اللّٰہ" پر وقف کیا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ متشابہات کے معنی سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ اور اگر "اللہ" کو معطوف علیہ اور "الراسخون فی العلم" کو معطوف مانا جائے تو آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ متشابہات کے معنی۔ اللہ اور پختہ علم والے جانتے ہیں۔ اب اس سے مستفاد ہوا کہ پختہ علم والے بھی متشابہات کے معنی جانتے ہیں۔ یہی مذہب سالم ہے۔ اور پہلے والا اسلم ہے۔

متشابہات کے معنی حضور جانتے ہیں یا (۲) اس سلسلے میں ایک بحث یہاں یہ پیدا ہوتی ہے کہ متشابہات کے معنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتے ہیں یا نہیں۔ صحیح یہی ہے کہ جانتے ہیں۔ ورنہ خطاب لغو ہو جائے گا۔ لازم آئے گا کہ اللہ عزوجل نے رسول سے خطاب ایسا کیا جو رسول سمجھ نہ پائے۔ اب پہلی تفسیر کی بنا پر حصر اضافی ہوگا۔ یعنی حصر امتی کے اعتبار سے ہے۔ یا حصر حقیقی ہے اور مراد علم ذاتی ہے رہ گیا علم عطائی وہ بعطار الٰہی دوسروں کو بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ اب مذہب اسلم و سالم کی تقسیم وقوع کے اعتبار سے ہوگی۔

مذہب سالم پر یہاں "ید" سے مراد قدرت و اختیار ہے۔ ید بمعنی قدرت و اختیار عرب میں شائع و ذائع ہے۔ جیسے ہاتھ ہمارے عرف میں عام طور پر بولتے ہیں یہ بات ہمارے ہاتھ میں ہے۔ یعنی اختیار میں ہے۔ اب اس جملے کا مطلب یہ ہوا کہ قسم ہے

[1] [2] یہ دونوں حدیثیں مسلم اور نسائی ایمان میں بھی ہیں۔

اس ذات کی جس کے اختیار میں میری جان ہے۔

محبت کے اسباب و اغراض (۳) احب، محبۃ سے اہم تفضیل ہے۔ محبت کسی کی جانب دل کے میلان، جھکاؤ کو کہتے ہیں شراح حدیث نے فرمایا۔ محبت کی دو قسمیں ہیں۔ طبعی اور جبلی جس میں آدمی کو اختیار نہیں ہوتا۔ وہ مراد نہیں اس لئے کہ محبت کو ایمان فرمایا۔ اور ایمان اختیاری شئی ہے۔ دوسرے عقلی کہ انسان اسے اپنی عقل کے تقاضا سے اختیار کرتا ہے۔ اس حدیث میں یہی مراد ہے۔ حب عقلی کے اسباب تین ہیں۔ حسن و جمال۔ جود و نوال۔ فضل و کمال۔ یہ تینوں اسباب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں اتنے اعلیٰ درجۂ کمال پر موجود ہیں کہ کسی مخلوق میں اس درجے تو کیا؟ اس کا عُشرِ عشیر بھی پایا جانا محال ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ہر وصف میں بھی ممتنع النظیر ہیں۔ اس معنی کر کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی وصف میں کسی مخلوق کی تمامہ شرکت محال ہے۔ علامہ بوصیری نے فرمایا۔

منزہ عن شریک فی محاسنہ فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی خوبیوں میں شریک سے منزہ ہیں۔ حضور میں جو جوہر حسن ہے وہ غیر منقسم ہے۔ حتی کہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے فرمایا۔ آنحضرت مرأت جمال و کمال اوست[ع]، آنحضرت، اللہ عزوجل کے جمال و کمال کے آئینہ ہیں تو جب کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اسباب محبت کے جامع تم ہیں اس طرح کہ دوسرا اس میں آپ کا شریک نہیں۔ تو عقلاً یہ لازم ہوا کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہو۔ اور آپ تمام جہاں سے زیادہ محبوب ہوں شراح عام طور پر یہاں "لا یومن" سے ایمان کامل مراد لیتے ہیں۔ اور توجیہ میں یہ کہتے ہیں۔ کہ اصل ایمان حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سارے جہاں سے افضل و اجل ماننا ہے۔ رہ گئی محبت تو یہ ممکن ہے کہ کسی کی عظمت دل میں بہت زیادہ ہو۔ اور محبت کم ہو۔ جیسے ایک باپ کے دل میں بیٹے کی محبت استاذ سے زیادہ ہو سکتی ہے۔ اور استاذ کی عظمت بیٹے سے زیادہ۔ لیکن یہ توجیہ اصل میں محبت کی دونوں قسموں میں فرق سے ذہول کی وجہ سے ہے۔ ورنہ جب محبت سے مراد عقلی و اختیاری مراد لیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ اصل ایمان ہی یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سارے جہاں سے زیادہ محبوب مانیں۔ اس لئے، اس حدیث میں "لا یومن" میں ایمان کامل کی تخصیص بلا مخصص ہے۔ اور مراد مطلق ایمان ہے۔ اور وہ جو محبت و عظمت کا فرق ہے۔ وہ محبت طبعی اور عظمت کے مابین ہے۔ محبت عقلی اور اعتقاد عظمت میں تلازم حقیقی ہے۔

اور وہ جو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت

---

ع اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۸،

# (۱۶) حدیث حلاوتِ ایمان

عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں تین چیزیں

ثَلَاثٌ مَّنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ۔ اَنْ یَّکُوْنَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ

ہوں وہ ایمان کی چاشنی پائے گا ۱؎ جس کو اللہ اور رسول ساری دنیا سے زیادہ پیارے ہوں ۲؎

اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا وَاَنْ یُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ وَاَنْ یَّکْرَہَ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ کَمَا

اور کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ ہی کے لئے کرے۔ جو مسلمان ہونے کے بعد

یَکْرَہُ اَنْ یُّقْذَفَ فِی النَّارِ ۱؎

کفر میں لوٹنے کو ایسا ناپسند کرے جیسے آگ میں ڈالے جانیکو

فرمایا۔ اے عمر! تمہارا کیا حال ہے۔ صرف مجھ سے محبت رکھتے ہو یا اور کسی چیز سے؟ عرض کیا۔ حضور سے بھی محبت رکھتا ہوں اور مال و اولاد سے بھی۔ آنحضرت نے حضرت عمر کے سینے پر دست مبارک مارا۔ اور پوچھا اب کیا حال ہے؟ عرض کیا۔ مال اولاد کی محبت ساقط ہوگئی مگر اپنی محبت باقی ہے۔ پھر دوبارہ دست اقدس ان کے سینے پر مارا۔ پوچھا اب؟ عرض کیا یا رسول اللہ سب کی محبت نکل گئی۔ صرف آپ کی محبت باقی ہے۔ فرمایا اب تمہارا ایمان تام ہوا۔ اس میں محبت سے مراد، محبت طبعی ہے۔ کہ وہ ابتداءً حضرت عمر کے دل میں تھی مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی شفقت بے غایت سے توجہ فرما کر اپنے ماسوا سب کی محبت ان کے دل سے نکال دی۔ اور ان کو اپنی ذات میں فانی اور اپنی ذات کے ساتھ باقی بنا دیا۔ محبت طبعی بھی ماسوا رسول کی، ان کے دل سے نکال دی۔

خلاصہ یہ ہوا کہ اگر اس حدیث میں محبت سے مطلق محبت مراد لیا جائے۔ تو، ضرور ایمان سے ایمان کامل مراد لینا ضروری ہوگا۔ مگر اس پر یہ اعتراض پڑے گا کہ محبت طبعی اختیاری نہیں اور ایمان اختیاری ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ مومن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات وصفات ان کے انعام واحسان کو مسلسل یاد کر کے کوشش کرے کہ اس کے دل میں غیر رسول کی محبت طبعی بھی رسول سے زیادہ نہ رہنے پائے۔ یہ کمال ایمان ہے۔

اور اگر اس حدیث میں محبت سے حب عقلی واختیاری مراد لی جائے تو "لا یومن" سے مطلق ایمان مراد ہونا ظاہر ہے۔

## تشریحات (۱۶)

حلاوت ایمان (۱) امام نووی نے فرمایا کہ حلاوت سے مراد یہاں استلذاذ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ ایمان

۱؎ بخاری، باب من کرہ ان یعود فی الکفر، ادب، مسلم ایمان، نسائی ایمان، ابن ماجہ فتن، مسند امام احمد، ترمذی۔

# ⑰ حدیث حُبّ انصار

عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ آیَۃُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انصار کی

## اَلْاِیْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ

محبت ایمان کی علامت ہے

کے مقتضیات پر لذت پائے گا۔ یعنی عبادت و طاعت کرنے میں اور اس سلسلے میں مشقت اٹھانے میں اسے لذت ملیگی۔ اس تشبیہ میں اشارہ ہے کہ جیسے شہد ایک میٹھی اور لذیذ چیز ہے۔ لیکن صفراوی مریض کو کڑوی معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح ایمان کا حال ہے۔ جو کفر و ضلالت کے بیمار نہیں ان کے لئے لذیذ اور میٹھی شئی ہے اور جو گمراہی کے مریض ہیں ان کے نزدیک ناگوار و ناپسندیدہ ہے۔

یہ امّ الاحادیث میں سے ہے ② امام نووی نے فرمایا کہ یہ حدیث اسلام کے اصول میں اصل عظیم ہے۔ اس لئے کہ جمیع ماسوی سے زیادہ اللہ اور رسول کی محبت اور اللہ ہی کے لئے محبت اور اللہ ہی کے لئے بغض۔ اور کفر کی طرف واپس ہونے سے خوف اسی کو ہوگا جس کا ایمان قوی سے قوی تر ہوگا۔

جب کسی کا ایمان پختہ ہوگا تو اس کو اس بات پر یقین کامل ہوگا کہ ہمیں جو کچھ ملا ہے یا ملتا ہے یا ملے گا سب کا دینے والا اللہ ہی ہے اور سب کچھ رسول کے واسطے ہی سے ملا ہے اور ملے گا۔ رسول ہی وہ واسطہ عظمیٰ ہیں جنھوں نے اللہ کی معرفت کرائی۔ انھیں کے ذریعہ ہمیں اسلام جیسا سچا دین ملا۔ تو لامحالہ اس کے دل میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سب سے زیادہ پیدا ہوگی اور جب اللہ اور رسول کی اس درجہ اعلیٰ محبت پیدا ہو جائے گی۔ تو لامحالہ اگر کسی سے محبت کرے گا تو اللہ ہی کے لئے کرے گا یعنی اسلئے کریگا کہ اس کے ساتھ محبت کرنے سے اللہ راضی ہوگا۔ اس لئے کہ یہ اللہ کا محبوب و مقبول بندہ ہے۔ اور جب اللہ اور رسول کی محبت رگ و پے میں رچ بس جائے گی تو اس کا یہ لازمی اثر ہوگا کہ کفر سے نفرت پیدا ہو جائے گی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ ایمان اور ان تینوں چیزوں میں تلازم ہے۔ جب ایمان پایا جائے گا تو یہ تینوں باتیں بھی پائی جائیں گی۔ اور جب یہ تینوں باتیں پائی جائیں گی تو ایمان بھی ضرور پایا جائیگا۔

## تشریحات ⑰

فی الانصار ① ناصر کی جمع ہے جیسے صاحب کی جمع اصحاب۔ یہ بھی لکھا گیا کہ نصیر کی جمع ہے جیسے شریف کی جمع اشراف۔ ہر

## وَاٰیَۃُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْاَنْصَارِ ؕ

انصار سے بغض نفاق وغیرہ کی علامت ہے۔

## (۱۸) حدیث عقوبات گناہ کا کفارہ ہیں

### اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ اِدْرِیْسَ عَائِذُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ

تقدیر پر اس کے معنی "مدد کرنے والوں" کے ہیں۔ ان کا نام انصار اس لئے پڑا کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد کی۔ یہ اوس وخزرج کی اولاد اور ان کے حلفاء وموالی کا نام ہے۔

**اَوس خزرج** (۲) دونوں بھائی تھے۔ ان کے باپ کا نام حارثہ یا ثعلبہ، العنقاء تھا اس کی گردن بہت لمبی تھی اس لئے اسکو عنقاء کہتے تھے۔ یہ لوگ اصل میں یمن کے باشندے تھے سدِ مآرب کے ٹوٹنے سے جب یمن تباہ ہوگیا تو یہ لوگ مدینہ طیبہ آکر بس گئے یمن میں ان کے مورث اعلیٰ کا نام قحطان تھا۔ کلبی نے کہا کہ قحطان حضرت اسماعیل کی اولاد سے ہے۔ اس تقدیر پر کل عرب اولاد اسمٰعیل علیہ السلام ہوئے۔

بعضوں نے کہا نہیں قحطان حضرت اسماعیل کی اولاد نہیں۔ اس تقدیر پر عرب کی اصل دو ہوئی۔ آل اسماعیل۔ آل قحطان۔ (عینی) ویسے بعض لوگوں نے اس پر بہت لمبی بحث کی ہے کہ انصار آل اسماعیل ہیں یا نہیں۔ بخاری شریف کتاب الانبیاء میں حضرت ابوہریرہ کا قول مذکور ہے۔ کہ انھوں نے حضرت ہاجرہ کے بارے میں فرمایا۔

فتلك أمكم يا بنى ماء السماء — یہ تمھاری ماں ہیں اے بارش کے بیٹو

اس سے مراد اہل عرب ہیں۔ اس لئے کہ ان کی زندگی بارش کے ہی پانی پر ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ پورے عرب بنی اسمٰعیل ہیں۔ اوس وخزرج پہلے بنی قیلہ کہے جاتے تھے۔ قیلہ ان کی ماں کا نام تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام "انصار" رکھا۔ قرآن مجید میں ان کے بارے میں فرمایا۔

وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ — اور جنھوں نے جگہ دی اور مدد کی۔ وہی سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

**وَاٰیَۃُ النِّفَاقِ** (۲) باب مفاعلت کا مصدر ہے۔ لزام، قتال کے وزن پر۔ اس کے معنیٰ دو رخی کرنے کے ہیں۔ اور شریعت میں زبان سے اسلام کے اقرار اور دل میں کفر چھپائے رکھنے کے ہیں۔

اَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا وَهُوَ اَحَدُ النُّقَبَاءِ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ

جنگ بدر ۲ھ میں شریک ہوئے تھے ـــــ اور لیلۃ العقبہ کے نقیب بنائے گئے تھے ۳

حدیث کا مطلب بالکل ظاہر ہے کہ انصار کرام جنھوں نے رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم اور خانماں برباد مہاجرین کو جگہ دی۔ ان کی ہر طرح مدد کی۔ سارا عرب اسی وجہ سے انصار کا مخالف ہوگیا۔ مگر اس کی انھوں نے پرواہ نہ کی۔ ان سے ہر ایمان والے کو لازمی طور پر محبت ہوگی۔ ان سے عداوت وہی رکھے گا جس کے دل میں چور ہوگا۔

**توجیہ** (۳) مبتدا اور خبر جب دونوں معرفہ ہو تو حصر کا افادہ کرتے ہیں اس لئے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایمان کی علامت صرف انصار کی محبت ہے اور منافق کی علامت صرف انصار سے عداوت ہے ـــ حالانکہ ایمان کی متعدد نشانیاں بتائی گئی ہیں۔ یوں ہی منافق کی بھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حصر ادعائی ہے حقیقی نہیں۔ انصار کی عظمت شان ظاہر کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے کہ ان کی شان ایسی ہے کہ یہ ایمان صادق اور نفاق کے معیار ہیں کہ ان سے محبت کرنے والا صادق الایمان ہی ہوگا اور ان سے عداوت رکھنے والا منافق ہی ہوگا مراد یہ ہے کہ جو انصار سے انصار ہونے کی وجہ سے عداوت رکھے۔ یعنی اس بنا پر کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مہاجرین کو جگہ دی ان کی ہر طرح مدد کی ان کے لئے سارے عرب کی عداوت مول لی۔ وہ کبھی مومن نہیں ہوسکتا۔ وہ ایمان کا لاکھ دعویٰ کرے وہ منافق ہوگا۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں تصریح ہے۔ لَا یُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ۔ انصار سے صرف مومن ہی محبت رکھے گا۔

## تشریحات (۱۸)

**عبادہ بن صامت** ۵ انصاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) دونوں عقبہ میں اور سارے غزوات میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے انھیں کو فلسطین کا قاضی بنایا تھا۔ پھر ان کو پورے شام کا قاضی بنایا۔ اس وقت یہ حمص میں مقیم رہے۔ طویل جسیم، خوبصورت، عالم فاضل بزرگ تھے۔ اخیر عمر میں فلسطین منتقل ہوگئے۔ وہیں یا رملہ میں ۳۴ھ میں وصال ہوا۔ مزار مقدس بیت المقدس میں مشہور و معروف ہے۔ ان سے ایک سو اسی حدیثیں مروی ہیں چھ متفق علیہ ہیں اور دو، دو بخاری و مسلم کے افراد سے ہیں۔ عبادہ بن صامت صحابہ میں صرف ایک ہی ہیں اور عبادہ نام کے بارہ حضرات ہیں۔

پہلی حدیث میں فرمایا انصار کی محبت ایمان کی نشانی ہے۔ اب یہ حدیث اس دعویٰ کے لئے بمنزلہ دلیل کے ذکر کی یعنی انصار کی

محبت کیوں ایمان کی علامت ہے۔ اس لئے کہ انھوں نے انتہائی نازک وقت میں اپنا تن من دھن اسلام پر قربان کرنے کی بیعت کی۔ اور جو بیعت کی وہ کرکے دکھا بھی دیا۔ اسی سبب سے ان کا نام انصار رکھا گیا۔

**شہد کے معنی** (۲) شہد کے معنی حضر کے ہے اسی سے شاہد بمعنی حاضر ہے۔ جیسا کہ حدیث مشہور فلیبلغ الشاھد الغائب میں اور نماز جنازہ کی دعا، وشاھدنا وغائبنا، میں ہے۔ ان دونوں جگہوں میں غائب کے تقابل سے شاہد کے معنی حاضر متعین ہیں اور جب شاہد کے معنی حاضر احادیث سے ثابت اور احادیث قرآن کی تفسیر تو آیہ کریمہ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا میں شاہد بمعنی حاضر لینے پر کوئی قباحت نہیں۔

**بدر** (۳) اس مشہور جگہ کا نام ہے جہاں ۱۷ رمضان ۲ سنہ ھ میں حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن مشہور غزوہ ہوا تھا۔ یہ مدینہ طیبہ سے چار منزل تقریباً اسّی میل کے فاصلے پر مکہ معظمہ کے راستے میں ہے۔ یہاں سال بسال میلہ لگتا تھا۔ بدر نامی ایک شخص نے یہاں کنواں کھدوایا تھا۔ اسی کے نام پر کنویں کا پھر اس جگہ کا نام پڑ گیا۔ اسے منصرف اور غیر منصرف دونوں پڑھنا جائز ہے۔ ایک سبب علمیت ہے اور دوسرے تانیث اگر اسے بئر کا علم مانیں۔ اور اگر قلیب کا علم مانیں تو مذکر ہوگا اور منصرف۔

**نقبا** (۴) نقباء نقیب کی جمع ہے جس کے معنی سردار، ذمہ دار نگہبان کے ہیں۔ عقبہ پہاڑ کی گھاٹی کو کہتے ہیں۔ یہ وہی عقبہ ہے جہاں اب مسجد عقبہ ہے۔ اس کے قریب جمرۃ العقبہ ہے۔ جسے جمرہ کبریٰ۔ جمرہ اخیرہ اور عوام بڑا شیطان کہتے ہیں۔

**بیعت عقبہ** (۵) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ ہر سال ایام حج میں مختلف قبائل کے پاس جاکر ان کو اسلام کی دعوت دیا کرتے تھے۔ سنہ نبوی جب آپ اسی غرض سے اس عقبہ کے پاس پہونچے تو یہاں انصار کے قبیلہ خزرج کے چند اشخاص موجود ملے جو مکہ معظمہ اسی غرض سے آئے تھے۔ کہ قریش سے امداد باہمی کا معاہدہ کرکے ان کے حلیف بن جائیں۔ انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی۔ ان لوگوں نے مدینے کے یہود سے نبی آخر الزماں کی آمد کی خبر سن رکھی تھی اسلام کی دعوت سنکر انھوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ اور کہا یہ وہی نبی ہیں۔ کہیں یہود ایمان لانے میں تم پر سبقت نہ کر جائیں۔ اور کہا ہم جس کے لئے آئے ہیں۔ اس سے یہ بہتر ہے۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ چھ حضرات تھے۔

ابو الھیثم بن تیہان۔ اسعد بن زُرارہ (متوفی ۱ سنہ ھ) عوف بن حارث۔ رافع بن مالک بن حارث۔ جنگ احد میں شہید ہوئے۔ قطبہ بن عامر جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اسلام قبول کرنے کے بعد یہ لوگ مدینہ طیبہ واپس گئے اور آئندہ سال پھر آنے کا وعدہ کر گئے۔ مدینہ پہنچ کر وہاں اسلام

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَہٗ عِصَابَۃٌ مِّنْ

یہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے وقت فرمایا جب آپ کے گرد صحابہ کی ایک

اَصْحَابِہٖ بَایِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَّا تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا

جماعت تھی ف۱ (ان باتوں پر) مجھ سے بیعت کرو ف۲ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروگے چوری نہ کروگے

کی تبلیغ کی۔ جس سے متعدد سعادتمندوں نے اسلام قبول کرلیا۔ حسب وعدہ دوسرے سال بارہ حضرات مدینے سے آئے انہیں حضرت عبادہ بن صامت بھی تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ یہ بیعت عقبہ اولیٰ ہے۔

مصعب بن عمیر کی مدینہ روانگی (۶) ان لوگوں نے درخواست کی کہ مدینے کے نومسلموں کو دین سکھانے اور تبلیغ کے لئے کوئی صاحب ہمارے ساتھ کردیئے جائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، سیدنا مصعب بن عمیر شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انکے ساتھ کردیا۔

تیسرے سال سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ بہتر افراد خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ سب نے اسی عقبہ میں بیعت کی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان میں سے بارہ حضرات کو ان کا نقیب بنایا۔ نو قبیلہ خزرج کے اور تین اوس کے انھیں میں ایک نقیب عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ یہ بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔

اسلام کی تاریخ میں ان دونوں خصوصاً بیعت عقبہ ثانیہ کی بڑی اہمیت ہے۔ اسی دوسری ہی بیعت کے موقع پر مدینہ طیبہ ہجرت کرنا طے ہوا تھا۔ انصار کرام نے اپنا سب کچھ قربان کرنے کا عہد کیا۔ اور رحمت عالم نے ان میں ہمیشہ رہنے کا وعدہ فرمایا ـــــ بعد میں ہونے والی ساری فتوحات اور کامیابیوں کی یہ بیعت مقدمہ تھی۔ حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فخریہ فرمایا۔ کہ میں لیلۃ العقبہ میں حاضر تھا۔ جب ہم نے اسلام پر میثاق کیا تھا۔ میں بدر کی شرکت سے بڑھکر اس کو اہم سمجھتا ہوں اگرچہ لوگوں میں بدر کا چرچا زیادہ ہے۔

عصابۃ ف۱ (۷) عصابہ۔ یہ دس سے لیکر چالیس آدمیوں کی جماعت کو کہتے ہیں۔ اس کے لئے واحد نہیں۔ اسکی جمع عصائب اور عُصُب بھی آتی ہے۔

بیعت ف۲ (۸) بایعونی۔ اس کا مادہ بَیْعٌ ہے جس کے معنی بیچنے کے ہیں۔ مبایعت کا معنی آپس میں خرید و فروخت کرنا ہے مگر یہاں مبایعت کا معنی آپس میں عہد و پیمان کرنے کے ہیں۔ گویا جس کے پاس جو تھا اس نے دوسرے کو بیچا۔ صحابہ کرام کے پاس جان و مال، آل و اولاد تھی وہ بیچا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ جنت بیچا۔ ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ

تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْا

اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے ف۹ اور خود گڑھ کر کسی پر بہتان نہ باندھو گے ف۱۰ اچھی بات میں نافرمانی نہ کرو گے

فِيْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَّفٰى مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ

جس نے اس کو پورا کیا اس کا ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ہے ف۱۱ اور جو ان گناہوں میں کسی کا ارتکاب کر بیٹھے

شَيْـًٔا فَعُوْقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَطَهُوْرٌ

اور اس کو دنیا میں سزا دیدی جائے ف۱۲ تو یہ اسکے لئے کفارہ اور پاک کرنے والی ہے

اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۔ بیشک اللہ نے مومنوں سے ان کے جان ان کے مال خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے (سورہ توبہ۔ آیت ۱۱۰)

قتل اولاد ف۹ (۹) اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ اس کی تخصیص اس لئے ہے کہ یہ عرب میں رائج تھا کہ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے اور لڑکوں کو بھی فقر و فاقہ کے اندیشے سے مار ڈالتے تھے۔ یہ بہت ہی وحشیانہ بہیمانہ فعل ہے۔ خون ناحق کے ساتھ قطع رحم و درندگی بھی ہے۔

بہتان ف۱۰ (۱۰) بہتان اس جھوٹ کو کہتے ہیں جسے سنکر آدمی مبہوت ہو جائے۔ مثلاً جھوٹا الزام رکھنا کسی پر جھوٹ باندھنا۔ اس کی نہ کہی ہوئی بات اس کے سر منڈھنا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہاں خاص زنا کی تہمت مراد ہو۔

افترار (۱۱) افترار کا مادہ فریۃ ہے جس کے معنی جھوٹ کے ہیں۔ افترار کے معنی جھوٹ گڑھنا ہے۔ ہر بہتان گڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اب افترار کی صفت یا تو، توضیح کے لئے ہے۔ یا اس میں تجرید ہے ـــــ بین ایدیکم وارجلکم سے مراد یا تو دل ہے کہ یہ ہاتھ پاؤں کے درمیان ہے یا انسان کی ذات مراد ہے۔

گناہ میں کسی کی اطاعت نہیں (۱۲) اچھے کام میں نافرمانی نہیں کرو گے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس کام کا بھی حکم دینگے وہ اچھا ہی ہوگا۔ اس لئے ،، فی معروف،، کی قید بیعت کرنے والوں کی تطییب کے لئے تھی۔ اور یہ بتانے کے لئے کہ میں جو بھی حکم دوں گا وہ اچھا ہی ہوگا۔ یا مراد عموم ہے یعنی میری اور میرے بعد جو بھی تم پر حاکم ہو اس کی ہر اچھی بات میں اطاعت کرو گے اشارہ فرمادیا کہ معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں، لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق

بیعت کا بدلہ ف۱۳ (۱۳) مبایعت میں طرفین کی جانب سے عوض ہوتا ہے صحابہ کرام نے اپنی جانب کا عوض پیش کر دیا۔ اب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی جانب سے عوض پیش فرما رہے ہیں کہ جو اس بیعت پر ثابت قدم رہا۔ اسے اللہ عزوجل ضرور بالضرور اجر

وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَهُوَ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ

اور جو ان گناہوں میں سے کچھ کرے اور اللہ عزوجل اس کو چھپائے رکھے تو یہ اللہ کے سپرد ہے چاہے اسے

وَاِنْ شَاءَ عَاقَبَهٗ۔ فَبَايَعْنَاهُ عَلٰى ذٰلِكَ ؕ

معاف فرمادے چاہے (آخرت میں) سزا دے۔ تو ہم نے ان سب پر حضور سے بیعت کی۔

عطا فرمائے گا۔ یہ اجر کیا ہے؟ اس روایت میں اس کی توضیح نہیں۔ مگر صنابحی کی روایت میں "بالجنۃ" ہے۔

**ف۵ حدود کفارہ ہیں یا نہیں** (۱۴) ان گناہوں میں سے کسی کا اگر کسی نے ارتکاب کیا۔ اور اسے اس پر سزا دیدی گئی۔ تو وہ اسکا کفارہ ہے۔ عام طور پر "سزا" سے حدود اور تعزیر مراد لیا جاتا ہے۔ کہ گناہ کے ارتکاب کے بعد اگر اس مرتکب پر حد جاری ہوگئی اس کی تعزیر ہوگئی تو اس کا وہ گناہ معاف ہوگیا۔ یہی جمہور کا مسلک ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے دوسری احادیث بھی ہیں مثلاً وہ حدیث جو ترمذی اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی

من اصاب ذنبا فعوقب به فی الدنیا فاللّٰه اکرم من ان یثنی العقوبة علی عبده فی الآخرة۔

جس نے کوئی گناہ کیا اور اس کو دنیا میں اس کی سزا دیدی گئی تو اللہ اس سے زیادہ کریم ہے کہ اسے آخرت میں دوبارہ سزا دے۔

دوم۔ جو حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام احمد نے روایت کی۔

من اصاب ذنبا اقیم علیه ذالك الذنب فهو کفارة له

جس سے کسی گناہ کا صدور ہوا اور اس گناہ کی سزا اسے دیدی گئی تو وہ اس کے لئے کفارہ ہے۔

سوم۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے طبرانی نے روایت کی۔

ما عوقب رجل علی ذنب الا جعله اللّٰه کفارة لما اصاب من ذالك الذنب

کسی کو گناہ پر سزا دیدی گئی تو اللہ تعالیٰ اس سزا کو اس گناہ کفارہ کیلئے کفارہ بنادیتا ہے۔

**احناف کا مسلک اور دلیل** (۱۵) احناف کا مسلک یہ ہے کہ حدود و تعزیر گناہوں کے لئے کفارہ نہیں۔ احناف کی دلیل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث پیش کی جاتی ہے۔ جسے حاکم نے مستدرک میں اور بزار اور امام احمد نے اور عبدالرزاق نے روایت کیا جسے سند الحفاظ علامہ ابن حجر نے صحیح مانا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ف۱ مغازی۔ حدود۔ احکام۔ مناقب انصار۔ بخاری۔ مسلم حدود۔ ترمذی۔ نسائی۔ دارمی۔

لا ادری، الحدود کفارۃ لاھلھا ام لا — میں نہیں جانتا کہ حدود کفارہ ہیں یا نہیں۔

**یہ حدیث مثبت مدعی نہیں** (۱۶) اگر ہمارا مسلک توقف ہوتا۔ جب تو اس سے استدلال صحیح ہوتا ہمارا مسلک تو یہ ہے کہ کفارہ نہیں۔ اور عدم علم، علم عدم نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس ارشاد کے وقت معلوم نہیں تھا۔ بعد میں بتادیا گیا۔ علاوہ ازیں اصول حدیث کا یہ قاعدہ مسلم ہے کہ مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے۔ حدود کے کفارہ ہونے کو ثابت کرنے والی احادیث مثبت ہیں۔ اور یہ نافی۔ اس لئے اس پر وہ احادیث راجح ہوں گی۔

**احناف کا استدلال** (۱۷) اول۔ قرآن مجید میں ڈاکوؤں کی سزا ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا۔

ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ — یہ سزا ان ڈاکوؤں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بھاری عذاب ہے۔

یہ آیت اس پر نص ہے کہ سزا صرف دنیا میں ان کی رسوائی کے لئے ہے۔ اس سزا کے بعد بھی آخرت کا عذاب عظیم ان کے لئے ہے۔ تو ثابت ہوگیا کہ حدود کفارہ نہیں ورنہ آخرت کا عذاب ان کے لئے نہ ہوتا۔

دوم۔ نیز اس پر اجماع ہے کہ توبہ سے حد ساقط نہیں ہوتی۔ حالانکہ حدیث میں فرمایا گیا۔ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ یا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ تو جب توبہ کرلینے سے گناہ باقی نہ رہے تو حد کو بھی ساقط ہوجانا چاہئے۔ کہ جب گناہ ہے ہی نہیں تو پاک کس سے کرینگے۔

سوم۔ کافر پر حد ہے۔ اور کافر کے گناہوں سے پاک ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں، پھر اُن پر حد کیوں؟ —

چہارم۔ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا۔

استغفروا لماعز بن مالك لقد تاب توبة لو قسمت بين امة لوسعتهم۔ — ماعز کے لئے مغفرت چاہو۔ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایک امت پر تقسیم کی جائے تو سب کو کفایت کرے۔

سوال یہ ہے کہ حد جاری ہوگئی۔ گناہوں سے پاک ہوگئے۔ پھر استغفار کی کیا ضرورت۔ معلوم ہوا کہ حد گناہوں کا کفارہ نہیں۔ رہ گئی یہ بات کہ انھوں نے توبہ بھی کرلی تھی۔ پھر استغفار کی کیا حاجت۔ ضرور انھوں نے توبہ کرلی تھی۔ مگر توبہ قبول بھی ہوئی یا نہیں۔ یہ کیسے معلوم۔ تو ہدایت فرمائی کہ تم لوگ بھی استغفار کرو۔ یا یہ کہ استغفار سے مراد یہ ہے کہ ان کی توبہ قبول ہونے کی دعا کرو۔

**تطبیق** (۱۸) اول اب جب کہ قرآن مجید کی نص قطعی اور حدیث اور قیاس تینوں سے ثابت ہوگیا کہ حدود نہ گناہوں کے لئے کفارہ ہیں نہ مطہر۔ اور حدیث بھی نص قرآنی کی مؤید ہے تو لامحالہ ان احادیث کی تخصیص کرنی پڑے گی جن کے ظاہر سے، حدود کے کفارہ ہونے پر

# ⑲ حدیث دین کی حفاظت واہمیت

## عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

استدلال کیا جاتا ہے۔ اوّل یہ کہ عموماً یہی ہوتا ہے کہ آدمی جب سزا پاتا ہے تو توبہ ضرور کرتا ہے جیسا کہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں گذرا۔ اور غامدیہ خاتون کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

والذی نفسی بیدہ لقد تابت توبۃ لو تابہا صاحب مکس لغفر لہ

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اس عورت نے ایسی توبہ کی کہ اگر ناجائز ٹیکس لینے والا بھی کرتا تو اسے بخش دیا جاتا

چونکہ یہ سزائیں توبہ کے لئے سبب ہیں اور سبب بول کر مسبب مراد لینا عرف عام ہے۔ اس لئے ان تمام احادیث میں مراد یہ ہے کہ وہ حدود وتعزیر کے ساتھ توبہ بھی کرے تو کفارہ ہیں۔

تعارض کے وقت بجائے قرآن مجید کے احادیث ہی میں تقیید کی جائے گی۔

**دوم** ایک تاویل یہ ہے کہ ان سب میں عوقب، وغیرہ سے مراد مصائب وآلام وتکالیف ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ، اگر مسلمان کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اسکے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے۔ اس سلسلے کی چند احادیث درج ہیں ہر تکلیف مسلمان کے لئے سیئات کا کفارہ ہے | حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ما یصیب المسلم من نصب ولا وصب ولا ھم ولا حزن ولا غم حتی الشوکۃ یشاکہا الا کفر اللہ بہا من خطایاہ۔

مسلمان کو جو تکلیف، اذیت، اندوہ، حزن، غم پہنچتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اسکے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے (بخاری وسلم)

مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا

لا تسبوا الحمی فانہا تذھب خطایا بنی آدم کما یذھب الکیر خبث الحدید

بخار کو برا مت کہو یہ بنی آدم کے گناہوں کو ایسا دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل کو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔

اذا ابتليت عبدی بحبيتيه ثم صبر عوضتهما الجنة يريد به عينيه (بخاری)

جب میں اپنے کسی بندے کی دونوں آنکھیں لے لوں اور وہ صبر کرے تو اس کے عوض اسے جنت دوں گا

نیز سب کو معلوم ہے کہ ارشاد فرمایا۔ بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

الشهداء خمسة المطعون والمبطون والغريق وصاحب الهدم والشهيد فی سبيل الله۔ وزاد ابو داؤد والنسائی سبع وصاحب ذات الجنب والمرأة تموت بجمع عن جابر بن عتيك۔

شہید پانچ ہیں۔ جو طاعون میں مرا جو پیٹ کی بیماری میں مرا جو ڈوب کر مرا۔ جس پر دیوار گری اس سے دب کر مرا۔ اور اللہ کے راستے میں شہید۔ ابوداؤد اور نسائی میں جابر بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ شہید سات ہیں پانچ یہ اور جو نمونیہ میں مرا اور جو عورت بچہ پیدا ہونے کے صدمے سے مرے۔

اسی قسم کی احادیث کا پورا دفتر ہے۔ ان چند احادیث سے ظاہر کہ امراض، آلام، تکالیف، اذیتیں، غم واندوہ، حزن وملال، یہ سب گناہوں کے کفارہ ہیں۔ حتی کہ ان میں بعض ایسے اہم ہیں کہ ان میں مرنے والا شہید ہوتا ہے۔ حدیث عبادہ اور بقیہ ان سب احادیث میں جو اوپر گذری اس کا بھی احتمال ہے کہ یہی سزائیں مراد ہوں۔ اگرچہ یہاں علماء نے عام طور پر صغائر کی تخصیص کی ہے۔ لیکن یہ ارشاد کہ اللہ تعالیٰ انھیں گناہوں کا کفارہ کر دے گا۔ بتا رہا ہے کہ اللہ عزوجل کی شان کریمی سے کیا بعید کہ وہ مصائب وآلام کو کبائر کا بھی کفارہ بنا دے۔ حضرت علی کی حدیث میں اس کا ارشاد واضح موجود ہے اس میں فرمایا۔ فالله اكرم ان يثنی العقوبة علی عبده فی الاخرة۔ میں اَن یثنی کا فاعل اللہ عزوجل ہی ہے۔

اس سے ظاہر کہ دنیا میں جو سزائیں ملیں وہ بھی اللہ عزوجل ہی نے دیں۔ حدود وتعزیر کو کوئی نہیں کہتا کہ اللہ نے حد جاری کی۔ اگرچہ سب کچھ اسی کی طرف سے ہے مگر یہاں گفتگو عرف کی ہے۔ پھر روزمرہ کا تجربہ ہے کہ جب انسان کسی بیماری یا مصیبت میں پھنستا ہے تو بہت صدق دل سے توبہ کرنے لگتا ہے وہی تاویل یہاں بھی ہو سکتی ہے کہ مراد یہ ہے کہ ان مصائب وآلام کے ساتھ توبہ کرے۔ اور چونکہ یہ مصائب وآلام توبہ کے اسباب ہیں اس لئے اسی پر اکتفا فرمایا۔

**یہ بیعت کب ہوئی تھی** (۱۹) علاوہ ازیں حدیث زیر بحث میں ایک اختلاف یہ ہے کہ یہ بیعت کب ہوئی تھی۔ علامہ ابن حجر کی تحقیق یہ ہے کہ یہ بیعت فتح مکہ کے بعد ہوئی تھی اور علامہ عینی کی تحقیق یہ ہے کہ یہ بیعت بیعۃ العقبۃ الاولیٰ کے وقت ہوئی اور یہی امام قاضی عیاض اور دوسرے ائمۂ اعلام کی رائے ہے۔ اس تقدیر پر اس حدیث زیر بحث میں۔ فعوقب،، سے حدود وتعزیر مراد ہو ہی نہیں سکتے۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْشِکُ اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ یَّتْبَعُ

فرمایا۔ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے ف۱ کہ مسلمان کا بہترین مال، بکریاں اور بھیڑیں ہوں گی اپنے

بِھَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ یَفِرُّ بِدِیْنِہٖ مِنَ الْفِتَنِ ف۱

دین کو بچانے کے لئے جنھیں لیکر وہ پہاڑ کی چوٹیوں اور بارش کی جگہوں پر چلا جائے گا

اس لئے کہ اس وقت تک حدود و تعزیر نازل ہی نہیں ہوئے تھے

شرک مستثنیٰ ہے | (۲۰) وَمن اصاب من ذالک میں ذالک کا اشارہ مذکور کی طرف ہے اور مذکور میں شرک بھی ہے۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر معاذ اللہ کوئی اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے اور اسی حالت میں قتل کیا جائے تو اس پر فریقین کا اجماع ہے کہ یہ جہنمی ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے عموم سے کفر و شرک خارج ہیں اس لئے کہ فرمایا گیا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ۔ اللہ تعالیٰ شرک کو ہرگز نہیں معاف فرمائے گا۔ جب کتاب اللہ سے کتاب اللہ کی تخصیص درست۔ تو حدیث کی بدرجہ اولیٰ درست۔

## تشریحات (۱۹)

حضرت ابو سعید خدری الخزرجی الانصاری ف۱ | (۱) رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابو سعید کنیت ہے۔ نام سعد بن مالک بن سنان بن عبید یا عبد بن ثعلبہ بن عبید۔ عبید کے باپ کا نام اَبجر ہے اور انھیں کو خُدرہ بھی کہتے ہیں۔ اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خُدرہ۔ اَبجر کی ماں کا نام ہے۔ غزوۂ اُحد کے موقع پر باوجود صغر سنی کے جوش جہاد میں لشکر میں شامل ہو گئے مگر بعد میں کم سنی کی وجہ سے لوٹا دیئے گئے اس کے بعد بارہ غزوات میں ہمرکاب سعادت رہے ان کے والد نے غزوۂ اُحد میں جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ یہ صحابہ میں بہت عالم فاضل مشہور تھے۔

نہایت جری حق گو بزرگ تھے۔ چونکہ اوائل عہد میں جو حاکم تھا وہی نماز بھی پڑھاتا تھا۔ مروان بن الحکم جب مدینے کا حاکم تھا۔ نماز عیدین بھی پڑھاتا تھا۔ لوگ نماز پڑھ کر بغیر خطبہ سنے ہوئے چل دیتے تھے۔ یہ خطبے میں بہت دل آزار باتیں کہتا تھا جو سنی نہیں جاتی تھیں۔ یہ دیکھ کر مروان نے چاہا کہ نماز عید کے پہلے خطبہ پڑھے۔ مروان منبر کی طرف بڑھا کہ خطبہ پڑھے۔ حضرت ابو سعید نے اس کے کپڑے پکڑ کر گھسیٹا کہ منبر پر نہ چڑھ جائے۔ مگر وہ منبر پر چڑھ گیا اور خطبہ پڑھا۔ اس پر حضرت ابو سعید نے فرمایا تم لوگوں نے سنت بدل ڈالی ف۲

واقعہ حرہ میں یزیدی ظالموں نے ریش مبارک نوچ ڈالی تھی۔ غالباً یہ مروان والے واقعہ کا انتقام تھا مکثرین حدیث میں یہ بھی ہیں ان سے گیارہ سو ستر احادیث مروی ہیں۔ چھیالیس امام بخاری اور مسلم دونوں نے۔ سولہ تنہا بخاری نے اور بارہ مسلم نے تنہا روایت کی۔

اجلۂ صحابہ مثلاً خلفائے راشدین، اپنے والد۔ مالک اور اپنے ماجائی بھائی قتادہ بن نعمان سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ ان کی جلالت شان اس سے ظاہر ہے۔ حضرت ابن عمر و ابن عباس نے بھی ان سے حدیث روایت کی ہے۔ تابعین کی گنتی نہیں ۶۳ھ یا ۷۴ھ میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔ اور وہیں جنت البقیع میں آرام فرما ہیں۔

علامہ کشمیری بلاغت نبوت، دفتر اول، ادارہ دوم، مولانا امام مالک، مسند امام احمد، عمدۃ القاری ۱۳/۱۰۰

## (۲۰) حدیث، قد غفر لك ما تقدم من ذنبك

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَهُمْ، أَمَرَهُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ بِمَا يُطِيْقُوْنَ قَالُوْا إِنَّا لَسْنَا كَهَيْئَتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ فَيَغْضَبُ حَتّٰى يُعْرَفَ الْغَضَبُ فِيْ وَجْهِهٖ۔ ثُمَّ يَقُوْلُ إِنَّ أَتْقَاكُمْ وَأَعْلَمُكُمْ بِاللّٰهِ أَنَا[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کو جب کوئی حکم دیتے تو انھیں کاموں کا حکم دیتے جن کی انھیں طاقت ہوتی۔ اس پر صحابہ عرض کرتے یارسول اللہ ہم آپ کی طرح نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آج سے پہلے اور آج کے بھی بعد بھی گناہ سے محفوظ رکھا ہے اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت ناراض ہوتے کہ اس کا اثر آپ کے چہرہ مبارک پر ظاہر ہو جاتا۔ پھر فرماتے میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور اس کی معرفت رکھتا ہوں۔

صحابہ کرام میں سعد بن مالک وقاص اور سعید بن مالک عذری ان کے ہم نام ہیں

### تشریحات (۱۹)

**لغات** (۲) اَوْشَكَ کے معنی، سرعت، تیزی۔ جلدی کے ہیں کہا جاتا ہے اوشك فلان ای اسرع جلدی کی۔ اوشك یہاں افعال مقاربہ میں سے ہے اسکے معنی ہیں، قریب ہے، غَنَمٌ لفظ مونث اور اسم جنس ہے۔ قلیل، کثیر سب پر بولا جاتا ہے۔ نر پر بھی اور مادہ پر بھی۔ یہ بکری اور بھیڑ دونوں کے لئے آتا ہے۔ شعف۔ شعاف۔ پہاڑ کی چوٹی کو کہتے ہیں فِتَن فتنہ کی جمع ہے یہ عموماً ناپسند چیزوں کیلئے بولا جاتا ہے۔ لفظی ترجمہ آزمائش ہے۔

**حدیث کا مفاد** (۳) حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ کفر و معاصی کا اتنا غلبہ ہو جائے گا کہ دینداروں کو آبادی میں رہنا سخت دشوار ہوگا۔ مجبور ہو کر اس زمانے میں دیندار۔ گوشہ نشینی اختیار کرلیں گے۔ یہ گوشہ نشینی کہیں بھی ہو۔ پہاڑ کی چوٹیوں کا ذکر بطور تمثیل ہے۔ یوں ہی غنم کا بھی۔ مراد یہ ہے کہ دیندار دین بچانے کے لئے کہیں بھی گوشہ نشین ہو جائینگے۔ اور قوت لایموت کے لئے حلال و طیب مال پر قناعت کرینگے۔

(۴) انسان تین قسم کے ہیں۔ مفید۔ مستفید۔ منفرد۔ مفید وہ ہے کہ دوسرے کو فائدہ پہونچائے۔ مستفید۔ وہ کہ خود دوسروں سے فائدہ حاصل کرے۔ منفرد وہ کہ دوسرے سے اسے فائدہ لینے کی حاجت نہ ہو اور نہ دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ مفید اور مستفید کو عزلت گزینی حرام ہے اور منفرد کو جائز۔

### تشریحات (۲۰)

**حدیث کا مطلب** (۱) حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ لوگوں کو ایسے ہی اعمال

[1] یہ حدیث افراد بخاری سے ہے۔ مسند امام احمد

# (۲۱) حدیث۔ نجات مومن

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَدْخُلُ اَھْلُ الْجَنَّۃِ الْجَنَّۃَ وَاَھْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ یَقُوْلُ اللّٰہُ

جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا

کا حکم دیتے جس کو لوگ آسانی کے ساتھ پابندی سے کر سکیں۔ ایسے اعمال کا حکم نہیں دیتے کہ آدمی کچھ دن جوش میں کرے پھر چھوڑ دے اور صحابہ کرام کو شوق تھا کہ ہم زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کریں۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ آپ معصوم ہیں ہم معصوم نہیں ہیں زیادہ سے زیادہ عمل کرنا لازم ہے۔ اس پر غضب طاری ہوگیا۔ فرمایا۔ میں تم سب لوگوں سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔ اور اللہ کا علم رکھنے والا ہوں۔

مراد یہ ہے کہ اعمال صالحہ کی محرک دو چیزیں ہیں۔ خشیت خداوندی اور اس کی معرفت جتنی زیادہ اس کی معرفت ہوگی اتنی ہی زیادہ اس کی خشیت ہوگی۔ چونکہ میری معرفت تم سب لوگوں سے زائد ہے اس لئے میرے اندر خشیت الٰہی بھی تم سب لوگوں سے زائد ہے۔

اتقاکم، قوت علمیہ میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجے پر فائز ہونے کی جانب اشارہ ہے اور اعلمکم قوت علمیہ میں۔

## حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معصوم ہیں

**ذنب کے معنیٰ کی تحقیق** (۲) ان اللہ قد غفر لک کا مطلب ہم نے یہ بتایا کہ آپ معصوم ہیں ـــــ اس کی وجہ یہ کہ ذنب کے معنیٰ گناہ کے بھی ہیں اور الزام کے بھی۔ قرآن مجید میں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول مذکور ہے لھم علی ذنب فاخاف ان یقتلون۔ ان کا مجھ پر الزام ہے مجھے اندیشہ ہے کہیں قتل نہ کر دیں۔ غفر کے معنیٰ چھپانے کے ہیں۔ عباب میں ہے الغفر تَغْطِیَۃٌ۔ اور اس کے معنیٰ مٹانے کے بھی ہیں اب قد غفر اللہ الخ کا مطلب یہ ہوا کہ آپ پر جتنے بھی الزامات لگے یا لگائے جائیں گے سب کو اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا۔ ماضی کے کا مٹایا جانا ظاہر ہے اور آئندہ کے الزاموں پر ماضی کا اطلاق اس لئے ہے کہ ان کا مٹایا جانا یقینی ہے۔ عرض کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اللہ عزوجل نے گناہوں سے پاک اور معصوم رکھا ہے حتیٰ کہ دشمنوں نے جو الزام لگائے ان کو بھی محو فرما دیا اور آئندہ بھی جو لگائے جائینگے کالعدم ہیں۔

عام طور پر ذنب کے معنیٰ گناہ کے کئے جاتے ہیں اور غفر کے معنیٰ بخشنے کے اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گناہ کا صدور ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرمایا۔ اب اگر کسی کو یہی اصرار ہو کہ ذنب کے معنیٰ گناہ ہی کے ہیں تو اسکی توجیہ

اَخْرِجُوْا مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَيُخْرَجُوْنَ مِنْهَا

جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو اسے دوزخ سے نکالو اس پر ایسے بھی لوگ نکالے جائیں گے جو

قَدِ اسْوَدُّوْا فَيُلْقَوْنَ فِيْ نَهَرِ الْحَيَاءِ اَوِ الْحَيَاةِ شَكَّ مَالِكٌ فَيَنْبُتُوْنَ

جل کر کوئلہ کی طرح کالے ہو چکے ہوں گے۔ پھر ان کو نہر حیاء یا نہر حیات میں ڈالا جائے گا راوی حدیث مالک کو شک

كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ جَانِبِ السَّيْلِ ۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّهَا تَخْرُجُ صُفْرَاءَ

اس سے ان کے جسم سے اس طرح (تیزی) سے گوشت اٹھیگا جیسے بہتے پانی کے کنارے سبزہ۔ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ وہ

مُلْتَوِيَةً قَالَ وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرٌو الْحَيَاةِ وَقَالَ خَرْدَلٍ مِّنْ خَيْرٍ[1]

زرد لپٹا ہوا نکلتا ہے۔ وھیب نے کہا ہم سے مالک نے جو حدیث بیان کی اس میں نہر الحیاۃ کہا اور خردل من خیر[1]

## ۲۲ حدیث فضیلت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عن ابی امامۃ

حضرت ابو سعید

بْنِ سَهْلٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ

خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خواب کیحالت

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُ النَّاسَ

میں کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے وہ لوگ کرتا پہنے

يُعْرَضُوْنَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِّنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا دُوْنَ

ہوئے تھے کسی کا کرتا سینے تک کسی کا اس سے کم

یہ ہے کہ غفر کے اصل معنیٰ چھپانا اور ڈھانکنا ہے۔ عینی میں ہے۔

الغفر فی اللغۃ الستر وفی العباب الغفر التغطیۃ (ص ۱۶۶ ج اول) غفر کا معنیٰ لغت میں چھپانا ہے عباب میں غفر کا معنی ڈھانکنا ہے۔ اس تقدیر پر اس کا معنیٰ وہی ہوگا جو ہم نے کیا یعنی گناہوں سے محفوظ رکھا۔ قسطلانی میں ہے ص[2]

ای حال بینک وبین الذنوب فلا تاتیھا لان الغفر الستر۔ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کے اور گناہوں کے درمیان حائل ہو گیا اس لئے آپ سے گناہ صادر نہ ہوا

## تشریحات (۲۱)

لغات (۱) مثقال کا مصدر ثقل ہے۔ یہ اصل میں اسم آلہ ہے اور یہاں مطلق وزن اور مقدار مراد ہے۔ مثقال شرعی سو عدد جو

[1] صفۃ الجنت والنار بخاری۔ ومسلم ایمان۔ نسائی۔ موطا امام مالک۔ دار قطنی

ذَالِكَ وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ يَجُرُّهُ قَالُوا فَمَا أَوَّلْتَ

اور عمر بن خطاب میرے سامنے لائے گئے وہ ایسا لمبا کرتا پہنے ہوئے تھے جس کو گھسیٹ رہے تھے لوگوں

ذَالِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الدِّيْنَ [1]

نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ حضور نے اس کی کیا تعبیر فرمائی۔ فرمایا۔ دین۔

## ۲۳ حدیث۔ حیا ایمان سے ہے عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک انصاری کے قریب سے گذرے

الْأَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

جو اپنے بھائی کو حیا سے (بچنے کی) نصیحت کر رہے تھے اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وَسَلَّمَ دَعْهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيْمَانِ [2]

فرمایا اسے چھوڑ دو اسلئے کہ حیا ایمان (کی علامت) ہے

دُم بریدہ متوسط کے ہم وزن ہوتا ہے اور سابق مروجہ وزن سے چار ماشے چاول رتی ہے۔ حیار کے معنیٰ شرمندگی ہے اور حیار بغیر ہمزہ کے معنیٰ بارش کے ہیں بعض روایت میں حیآر ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ صحیح حیار بغیر مد کے ہے۔ حَبَّۃٌ کی جمع حِبَبٌ بمعنی بیج کے ہے خواہ کسی چیز کی ہو۔ اور گیہوں کا دانہ

**مومن انجام کار نجات پائے گا** (۲) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کچھ مومن گنہ گار ایسے بھی ہوں گے جو جہنم میں ڈالے جائیں گے لیکن ایمان کی بدولت پھر جہنم سے نکالے جائیں گے۔ جہنم میں رہنے کی وجہ سے یہ کالے ہو جائیں گے ان کو نہر حیات یا نہر حیا میں غوطہ دیا جائیگا جس سے یہ اپنی حالت پر آکر تر و تازہ ہو جائیں گے۔

## تشریحات (۲۳)

**حدیث کی توجیہ** اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ حتی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

[1] تعبیر۔ فضل عمر۔ تعبیر بخاری۔ مسلم فضائل۔ ترمذی۔ نسائی۔ دارمی۔ مسند امام احمد۔ [2] کتاب الادب باب الحیاء بخاری۔ مسلم ایمان ترمذی بر۔ نسائی ایمان۔ ابوداؤد سنت۔ ابن ماجہ مقدمہ و زہد۔ موطا امام مالک، حسن الخلق مسند امام احمد۔

# (۲۴) حدیث قتال کی حد

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْہَدُوْا اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

مجھے حکم دیا گیا کہ لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی

وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ فَاِذَا فَعَلُوْا

معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز پڑھیں۔ اور زکوٰۃ دیں۔ تو جب وہ ایسا کریں تو ان لوگوں

تعالیٰ عنہ سے بھی افضل ہوں۔ یہ اہلسنت کے اجماعی عقیدے کے خلاف بھی ہے اور اس کا کوئی قائل بھی نہیں۔ مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام صحابہ پر فضیلت مطلقہ احادیث متواتر المعنی سے ثابت ہے اسلئے وہ احادیث اس کی مخصص ہیں۔ اور مراد یہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا اور سب لوگوں سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دین زائد ہے اور وہ ان لوگوں سے افضل ہیں

## تشریحات (۲۳)

**حیا ایمان سے ہے** اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک انصاری کے بھائی بہت شرمیلے تھے ان کے بھائی ان کو سمجھا رہے تھے کہ حیا مت کرو اتفاق سے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہاں گذر ہوا تو فرمایا۔ اسے اپنے حال پر چھوڑ دو حیا ایمان سے ہے یعنی ایمان کے آثار میں سے ہے حیا کبھی واجب و فرض ہوتی ہے جیسے کسی ناجائز و حرام کے ارتکاب سے حیا کبھی مندوب جیسے مکروہ سے بچنے میں حیا کبھی مباح کسی مباح شرعی کے کرنے سے حیا۔

## تشریحات (۲۴)

**الناس کیا مراد ہے** (۱) الناس سے مراد تمام کفار ہیں بعض حضرات نے فرمایا کہ صرف مشرکین مراد ہیں جیسا کہ نسائی کی روایت میں بجائے الناس کے المشرکین وارد ہے۔ مگر یہ تخصیص درست نہیں۔ اس لئے کہ حدیث میں جو حکم مذکور ہے وہ تمام کفار کو عام ہے خواہ وہ مشرک ہوں خواہ نہ ہوں۔ اور نسائی کی روایت کی توجیہ یہ ہے۔ کہ جب یہ حکم تمام کفار کے لئے ہے۔ تو مشرکین کے لئے بھی ہے۔ تو اس کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ مجھے مشرکین سے لڑنے کا حکم دیا گیا یہاں تک کہ وہ ایمان کی شہادت دیں۔

**اقرار ایمان دنیوی احکام کے اجرا کیلئے کافی ہے** (۲) حَتّٰی یَشْہَدُوْا سے ظاہر ہو گیا کہ اقرار ایمان کے بعد مومن ہونے کا حکم لگا دینگے

ذَالِكَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ

اپنی جان و مال کو مجھ سے محفوظ کر لیا مگر اسلام کے حق سے اور ان کا حساب

عَلَى اللّٰهِ [1]

اللہ پر ہے

## (۲۵) حدیث ایمان عمل ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اگر ظاہر اس اقرار کی تکذیب نہ کرتا ہو مثلاً ایک شخص کلمہ پڑھتا ہے اور رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے، بت پوجتا ہے یا ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرتا ہے تو وہ ہرگز مومن نہیں۔

**بے نمازی کا حکم** (۳) امام شافعی اس حدیث سے اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ بے نمازی کا قتل کرنا واجب ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسے قتل نہ کیا جائے بلکہ قید رکھا جائے یہاں تک کہ نماز پڑھنے لگے۔ امام شافعی پر دو طرح نقض ہے ایک یہ کہ بے نمازی کو قتل کا حکم دیتے ہیں اور تارک زکوٰۃ کے قتل کو جائز نہیں رکھتے۔ اس کے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ اس سے جبراً زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ دوسرے یہ کہ حدیث میں اقاتل وارد ہے۔ یہ باب مفاعلت سے ہے جس کی خاصیت مشارکت ہے قتال کے حکم سے قتل پر استدلال درست نہیں۔

**حق اسلام کی توضیح** (۴) مراد یہ ہے کہ اسلام لانے کے بعد انھیں بے مہار نہ چھوڑ دیا جائے گا بلکہ اگر کوئی ایسا جرم کرینگے جو موجب قتل ہوگا۔ تو انھیں بطور سزا قتل کیا جائے گا۔ مثلاً کسی کو قتل کریں گے تو قصاص واجب ہوگا۔ زنا کریں گے تو اس کی سزا ان کو دی جائے گی۔

**حسابہم علی اللہ کا مفاد** (۵) اقرار ایمان کے بعد اس پر مومن کے احکام جاری ہوں گے اور اگر اس کے دل میں کھوٹ ہے تو اللہ عزوجل خوب جانتا ہے اس کا حساب لے گا۔

## تشریحات (۲۵)

**لغات** (۱) جہاد کا مادہ جَہْدٌ ہے اس کے لغوی معنی مشقت کے ہیں اصطلاح شرع میں جہاد کے معنی ہیں اسلام کی حفاظت

[1] مسلم۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ فَقَالَ اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قِيْلَ

سے سوال کیا گیا کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا پھر پوچھا گیا

ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ[1]

اس کے بعد فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا پھر پوچھا گیا اس کے بعد؟ فرمایا حج مبرور

واشاعت وسربلندی کے لئے مخالفین اسلام سے جنگ کرنا۔ مبرور۔ بِرٌّ سے ہے یہاں مَبْرُوْرٌ سے مراد مقبول ہے۔ بِرٌّ کے لغوی معنی خیر جمع کرنے کے ہیں۔ اور محاورہ میں مختلف معانی کے لئے آتا ہے نیکی۔ وہ کام جس میں گناہ نہ ہو قسم پوری کرنا۔ ریا سے خالی کوئی نیک عمل کرنا۔ رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرنا مطلق احسان۔

**حج مبرور کی علامت** (۲) حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ آدمی حج کے بعد پہلے سے زیادہ دیندار ہو جائے۔

**ایمان عملِ قلب ہے** (۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال یہ ہوا تھا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے جواب میں ارشاد فرمایا۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ جو لوگ عمل کو ایمان کا جز مانتے ہیں۔ وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں لیکن ان کا یہ استدلال درست نہیں۔ عمل افعال جوارح کے ساتھ خاص نہیں۔ قلب کے فعل کو بھی عمل کہتے ہیں۔ بلکہ فعل بھی کہتے ہیں۔ اس سے دو باب پہلے خود امام بخاری نے فرمایا ان المعرفة فعل القلب۔ اسی باب میں قول پر عمل کا اطلاق تسلیم کیا۔ عما کانو یعملون کی تفسیر فرمائی عن لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔ اس کے پہلے والی آیت میں بما کنتم تعملون کے عموم میں تصدیق داخل ہے۔ اگر دل کے افعال پر عمل کا اطلاق درست نہ ہوتا تو تعملون میں تصدیق قلبی کیسے داخل ہوتی۔ اس لئے اس سے اعمال کے داخلِ ایمان ہونے پر استدلال تام نہیں۔ ہاں اس حدیث میں اگر عمل سے مراد اقرار باللسان لیں تو معاملہ بے غبار ہے۔

**افضل الاعمال کا مطلب** (۴) گزر چکا کہ مختلف احادیث میں افضل الاعمال کا اطلاق مختلف عبادات پر آیا ہے۔ وہیں یہ توجیہ بھی گذری کہ سائلین یا سامعین یا وقت کے لحاظ سے فرمایا۔ یا ہر جگہ مِنْ محذوف مانا جائے۔ مراد یہ ہے کہ افضل الاعمال میں سے یہ بھی ہے اور فلاں عمل بھی فلاں عمل بھی۔

**حج افضل ہے یا جہاد** (۵) اس حدیث کے سیاق سے ثابت کہ جہاد حج سے افضل ہے لیکن یہ بھی مطلقاً نہیں جہاد اگر فرض عین ہو جائے مثلاً دشمن ہجوم کر کے کسی آبادی کو گھیر لیں تو بلاشبہ حج سے افضل ہے۔ اس عہد مبارک کی عمومی حالت یہی تھی۔ ورنہ کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ کہ حج جہاد سے افضل ہو مثلاً جہاد فرض عین نہیں یا ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ جہاد فرض ہی نہ ہو اور ایک شخص پر حج فرض ہو چکا ہے۔

[1] مسلم ترمذی نسائی کتاب الایمان۔

# (۲۶) حدیث مؤمنا او مسلما

عَنْ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تو اس کے لئے حج ہی افضل ہوگا۔ مختصر یہ کہ اعمال میں فضیلت کی ترتیب کلی اور قطعی نہیں مقرر کی جا سکتی۔

## تشریحات (۲۶)

**سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ** (۱) وقص کے معنیٰ توڑنے کے ہیں۔ وقّاص مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت توڑنے والا۔ ان کا نام مالک ہے اور کنیت ابو اسحٰق۔ نسب نامہ یہ ہے:۔ مالک بن وُہَیب یا اُہَیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب۔ کلاب تک پہنچ کر شجرۂ نبوی سے مل جاتا ہے۔ یہ وُہَیب حضرت آمنہ کے چچا تھے۔ اور بروایتے انھیں نے حضرت آمنہ کا عقد، حضرت عبداللہ سے کیا تھا۔ حضرت سعد ایک بار خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ جب سامنے آئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ میرے ماموں ہیں کوئی مجھے ایسا ماموں دکھائے۔

آپ اسلام قبول کرنے والوں میں پانچویں یا ساتویں فرد ہیں۔ اسلام قبول کرتے وقت ان کی عمر مبارک چودہ یا سترہ سال کی تھی۔ عشرۂ مبشرہ اور مہاجرین اولین میں سے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے ہجرت کی۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوۂ احد میں جب عام انتشار پھیل گیا۔ یہ ان چودہ جاں نثار بہادروں میں سے تھے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سپر بنے ہوئے تھے۔ بہت ماہر تیر انداز تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھا اٹھا کر تیر دیتے تھے اور فرماتے۔

ارم یاسعد فداك ابی و امی — اے سعد تیر چلائے جاؤ تم پر میرے ماں باپ قربان ——

یہ محبت بھرا جملہ سوائے ان کے اور حضرت طلحہ و حضرت زبیر کے کسی کے لئے کبھی نہیں فرمایا۔

ان کا خطاب فارسِ اسلام، فاتحِ ایران بھی ہے۔ سب سے پہلے راہ خدا میں انھوں نے تیر چلایا۔ اور سب سے پہلے انھوں نے دشمنِ اسلام کو جہنم رسید کیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایران کے فاتح۔ لشکر کے سپہ سالار بھی تھے۔ کوفہ کو انھوں نے بسایا۔ عرصے تک کوفے کے حاکم رہے۔ اخیر عمر میں گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد جو فتنے اٹھے سب سے الگ تھلگ رہے۔ مدینے سے دس میل کی دوری پر عقیق میں ایک عالیشان مکان بنوایا تھا اسی میں رہتے تھے۔ یہیں ۵۵ یا ۵۷ھ میں ستر سے زائد عمر پاکر وصال فرمایا جنازہ مبارکہ وہاں سے اٹھا کر مدینے لایا گیا۔ مروان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں آسودہ ہیں۔ عشرۂ مبشرہ میں سب کے بعد یہ

أَعْطٰى رَهْطًا وَّسَعْدٌ جَالِسٌ فَتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

نے ایک جماعت کو کچھ مال دیا اور سعد وہاں بیٹھا ہوا تھا اور انھیں میں سے ایک ایسے شخص کو کچھ نہیں دیا جو مجھے بہت پسندیدہ

وَسَلَّمَ رَجُلًا فِيْهِمْ هُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ فَقُمْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

تھا۔ (میں اٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب گیا اور رازدارانہ لہجے میں) میں نے عرض کیا

واصل بحق ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے لئے دعا فرمائی تھی۔

اَللّٰهُمَّ سَدِّدْ سَهْمَهُ وَاجِبْ دَعْوَتَهُ اے اللہ ان کا تیر بے خطا بنا اور ان کی دعا قبول فرما۔

اس کے اثر سے صحابہ کرام میں سب سے زیادہ قدر انداز تھے۔ اور ان کی دعا ہمیشہ قبول ہوئی۔ لوگ ان کی دعائے خیر کی امید رکھتے اور ان کی بد دعا سے ڈرتے تھے۔

ان سے دو سو ستر احادیث مروی ہیں۔ پندرہ پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے اور پانچ افراد بخاری سے اور اٹھارہ افراد مسلم سے ہیں۔ صحابہ کرام میں سعد نام کے سو سے زائد ہیں۔

**لغات** (۱) رَهْط۔ اس جماعت کو کہتے ہیں جو دس سے کم ہو۔ یعنی کم از کم تین سے لیکر نو تک۔ جو سب کے سب مرد ہوں کوئی عورت نہ ہو۔ بعضوں نے کہا سات سے دس تک کو رَہْط اور سات سے کم تین تک کو نفر کہتے ہیں۔ نو سے اگر کچھ زائد ہو جائے تب بھی رہط کا اطلاق درست ہے۔ نیز اس کے معنی اپنے قبیلے والوں کے بھی ہیں۔ نیز قریبی مورث کی اولاد کو بھی کہتے ہیں۔ یہ اسم جمع ہے اس کے لئے واحد نہیں۔ ان تَكُبَّهُ اللّٰه۔ اوندھے منہ گرنے کے معنی میں ہے۔ یہ ان چند عجیب وغریب افعال میں سے ہے کہ مجرد سے متعدی آتا ہے۔ اور باب افعال سے لازم۔ اس کے مثل اور چند افعال ہیں۔ جیسے اَجَمَّ۔ جَمَّ۔ اَنْسَلَّ۔ نَسَلَ۔ اَمْرَى۔ مَرَى۔ اَنْزَفَ۔ نَزَفَ۔ اَنْشَقَ الْبَعِيْرُ رفع راسہا۔ شَنَقَ۔ اَقْشَعَ۔ قَشَعَ۔ رَجُلًا۔ واقدی میں ہے ان کا نام جعیل بن سراقہ ضمری تھا۔ اُدَاهُ۔ مشہور ومعروف روایت ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ ہے جس کے معنی ہیں۔ میں گمان کرتا ہوں۔ مگر امام نووی نے فرمایا کہ صحیح ہمزے کے فتحہ کیساتھ ہے معنی میں اَعْلَمُ کے یعنی میں یقینی طور پر اسے مسلمان جانتا ہوں۔ اس لئے کہ اگر یقین نہ ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلقین کے باوجود بار بار تکرار نہ کرتے۔ اَوْ مُسْلِمًا واؤ کے سکون کے ساتھ۔ اَوْ تقسیم یا تنویع یا شک اور شریک کرنے کے لئے آتا ہے امام قاضی عیاض نے فرمایا اسے واو کے فتحہ کے ساتھ پڑھنا خطا ہے تحقیق یہ ہے کہ یہ اضراب کے لئے ہے جس پر قرینہ ابن اعرابی کی یہ روایت ہے جو ان کی معجم میں ہے۔ لَا تقل مومن قل مسلم مومن مت کہہ مسلمان کہہ۔

**تالیف قلب کے لئے عطا** (۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ نئے اسلام لانے والوں کو تالیف قلب کے لئے کچھ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُہٗ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَالَکَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰہِ

یارسول اللہ آپ نے فلاں کو کچھ نہیں دیا بخدا میں اسے مومن جانتا ہوں[۵] فرمایا۔ یا مسلمان۔ پھر میں تھوڑی دیر

اِنِّیْ لَاَرَاہُ مُؤْمِنًا فَقَالَ اَوْ مُسْلِمًا فَسَکَتُّ قَلِیْلًا ثُمَّ غَلَبَنِیْ مَا اَعْلَمُ مِنْہُ فَعُدْتُ

خاموش رہا مجھے اس کا جو حال معلوم تھا اس نے پھر مجھے سوال کرنے پر مجبور کیا میں نے عرض کیا حضور نے اس کو

لِمَقَالَتِیْ فَقُلْتُ مَالَکَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرَاہُ مُؤْمِنًا فَقَالَ اَوْ مُسْلِمًا فَسَکَتُّ

کیوں نہیں عطا فرمایا؟ بخدا میں اس کو مومن جانتا ہوں ارشاد فرمایا۔ یا مسلمان[۵]۔ پھر میں تھوڑی دیر خاموش رہا۔ لیکن

قَلِیْلًا ثُمَّ غَلَبَنِیْ مَا اَعْلَمُ مِنْہُ فَعُدْتُ لِمَقَالَتِیْ وَعَادَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

اس کا حال جو مجھے معلوم تھا اس نے مجھے پھر سوال کرنے پر مجبور کیا میں نے وہی سوال دہرایا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اِنِّیْ لَاُعْطِی الرَّجُلَ وَغَیْرُہٗ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْہُ خَشْیَۃَ اَنْ

وسلم نے وہی جواب ارشاد فرمایا۔ پھر فرمایا میں ایک شخص کو دیتا ہوں[۵] حالانکہ دوسرا وہ شخص جس کو کچھ نہیں دیتا مجھے زیادہ

یُّکَبَّہُ اللّٰہُ فِی النَّارِ ؏

پیارا[۵] ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو اس لئے دیتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کو اوندھا جہنم میں نہ گرادے

عطا فرمادیا کرتے تھے ایسے ہی افراد میں سے کچھ لوگوں کو عطا فرمایا۔ ایک صاحب کو کچھ نہیں دیا اس پر حضرت سعد نے وہ عرض کیا جو حدیث میں مذکور ہے۔

تلقین کی وجہ (۳) ایمان اور اسلام حقیقی معنی کے اعتبار سے ایک ہی ہیں مگر اسلام کا اطلاق بسا اوقات ظاہری اطاعت و فرمانبرداری پر ہوتا ہے۔ چونکہ مومن ہونے کی بنیاد تصدیق قلبی پر ہے اور یہ باطنی چیز ہے اور مسلمان ہونے کا مدار اطاعت پر ہے یہ ظاہری چیز ہے۔

باطنی چیز پر اطلاع عوام کا کام نہیں۔ اور ظاہری حالت کو ہر شخص جان سکتا ہے جب حضرت سعد نے اس کے مومن ہونے کا یقین کرکے قسم کے ساتھ بیان کیا تو حضور نے اس پر تنبیہ فرمائی۔ کہ باطنی چیز پر کیسے اتنا یقین کرتے ہو کہ اس پر قسم کھا بیٹھے۔ یہ کہو کہ اس کو مسلمان جانتا ہوں یہ احتیاط عہد رسالت تک محدود تھی اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دلوں کا حال جانتے تھے اور مومن و منافق کو خوب پہچانتے تھے عہد رسالت کے بعد چونکہ کسی پر منافق ہونے کا حکم لگانا منع ہے۔ اس لئے اگر کوئی اسلام کا اقرار کرتا ہے تو اسے بلا دریغ مومن کہیں گے۔ اسلئے کہ اب باطنی حال جاننے کا یقینی ذریعہ نہیں۔ اب مدار اقرار پر ہے

یہ صاحب مومن مخلص تھے (۴) یہ شخص مومن مخلص تھے جیسا کہ بعد کے حصے سے ظاہر ہے کہ فرمایا جسے میں نہیں دیتا وہ مجھے زیادہ عزیز ہوتا ہے

۵ ۔ الصنا کتاب الزکوٰۃ، ومسلم ایمان وزکوٰۃ وابو داؤد۔

# ﴿۶﴾ کمالِ ایمان

وَقَالَ عَمَّارٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ثَلَاثٌ مَنْ جَمَعَھُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْاِیْمَانَ

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے تین چیزوں کو جمع کرلیا اس نے ایمان (کی علامتوں) کو جمع کرلیا

اَلْاِنْصَافُ مِنْ نَفْسِکَ۔ وَبَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ وَالْاِنْفَاقُ مِنَ الْاِقْتَارِ[۱]

اپنے نفس سے انصاف کرنا۔ اور سب کو سلام کرنا۔ اور تنگ دستی میں خرچ کرنا۔

اور حضرت سعد سے جو فرمایا اس سے صرف انھیں ایک اصولی بات کی تعلیم دینی مقصود تھی اس شخص کے بارے میں شبہہ کا اظہار مقصود نہ تھا۔

عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۱) یہ اولاد قحطان سے یمن کے باشندے تھے۔ ان کے والد یاسر یمن سے مکہ آئے اور ابوحذیفہ بن مغیرہ مخزومی کے حلیف بنے۔ اس نے اپنی کنیز سُمَیَّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یاسر کا نکاح کردیا جن سے حضرت عمار پیدا ہوئے۔ ابوحذیفہ نے حضرت عمار کو آزاد کردیا۔ یہ اور ان کے والدین قدیم الاسلام ہیں۔ ان کی والدہ کو اسلام قبول کرنے کے جرم میں ابوجہل نے شہید کردیا۔ یہ اسلام کی پہلی شہیدہ ہیں۔ حضرت عمار اور ان کے والد کو ظالم طرح طرح سے ستاتے تپتی ہوئی پتھریلی زمین پر لٹادیتے، تکلیف کی شدت کی وجہ سے حواس مختل ہوجاتے۔ ایک بار اسی عالم میں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گذر ہوا تو فرمایا۔

اصبروا یا آلَ یاسر فان موعدکم الجنۃ — اے آل یاسر صبر کرو۔ تمھارے وعدے کی جگہ جنت ہے۔

ایک بار ستم شعاروں نے انھیں آگ میں ڈال دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شفقت سے ان کے آبلوں پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی۔

یا نار کونی بردا وسلاما علیٰ عمار کما کنتِ علیٰ ابراھیم تقتلک الفئۃ الباغیۃ — اے آگ عمار پر ٹھنڈی اور سلامت ہوجا جیسا کہ ابراہیم پر ہوئی تھی۔ اے عمار تمھیں باغی گروہ قتل کرے گا۔

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ یہ شرف صرف ان کو اور حضرت صدیق اکبر کو ملا۔ کہ ان کے والدین بھی مسلمان ہوئے۔ مگر یہ حصر صحیح نہیں۔ حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت معاویہ کو بھی یہ شرف ملا ہے۔

یہ تیس سے کچھ اوپر اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ پہلے حبشہ ہجرت کی۔ پھر مدینہ طیبہ۔ تمام غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی

[۱] ابوالقاسم للکائی، امام احمد کتاب الایمان، یعقوب ابن شیبہ، مسند، جامع معمر، مصنف عبدالرزاق، مسند بزار، بغوی شرح السنۃ، ابن الاعرابی معجم وطبرانی کبیر۔

# ۲۷ حدیث۔ کفران العشیر

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُرِیْتُ النَّارَ فَاِذَا اَکْثَرُ اَھْلِھَا النِّسَاءُ یَکْفُرْنَ۔ قِیْلَ اَیَکْفُرْنَ

نے فرمایا۔ مجھے جہنم دکھائی گئی میں نے جہنم میں زیادہ تر عورتوں کو دیکھا کفر (ناشکری) کرتی ہیں۔ عرض

بِاللّٰہِ؟ قَالَ یَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ وَیَکْفُرْنَ الْاِحْسَانَ لَوْ اَحْسَنْتَ اِلٰی اِحْدٰھُنَّ

کیا گیا کیا اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں ارشاد فرمایا نہیں۔ وہ شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان نہیں مانتی اگر تم ان میں

جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔ اسی میں ۳۷ھ میں ترانوے یا چورانوے سال کی عمر پاکر شہید ہوئے۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ حضرت علی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور شہادت کے وقت جسم پر جو کپڑے تھے اسی میں ان کی وصیت کے مطابق دفن فرمایا۔ ان سے دو سو ساٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ دو بخاری اور مسلم دونوں نے، تین صرف بخاری نے اور ایک صرف مسلم نے روایت کی۔

ایمان سے مراد کمال ایمان

(۲) فقد جمع الایمان سے مراد یہ ہے کہ اس نے کمال ایمان جمع کر لیا جیسا کہ شعبہ کی روایت میں یوں ہے فقد استکمل الایمان۔ العالم اگرچہ اسوی اللہ کو کہتے ہیں مگر یہ اپنے عموم کلی پر نہیں۔ اولاً عالم میں حیوانات، نباتات، جمادات بھی داخل ہیں۔ وہ ہرگز مراد نہیں۔ مراد یہ ہے جو سلام کرنے کے اہل ہوں خواہ اس سے تعارف ورشتہ ہو خواہ نہ ہو۔ اس لئے کافر بدمذہب فساق نکل گئے اس لئے کہ سلام کے اہل نہیں جیسا کہ حدیث ۱۳ میں دلائل مذکور ہوئے۔

حدیث کا مطلب

(۳) حدیث کا مطلب یہ ہے۔ جس مسلمان میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ کامل الایمان ہے۔ ایک یہ کہ اپنے ساتھ انصاف کرتا ہو۔ اپنے ساتھ انصاف کا مطلب یہ ہے کہ تمام مامورات کو ادا کرتا ہو اور تمام منہیات سے بچتا ہو۔ انصاف کی ضد ظلم ہے اور کفر وشرک اور معصیت کا ارتکاب نفس پر ظلم ہے اس لئے انصاف کا مطلب ہوا تمام معاصی سے اجتناب۔ دوسرے ہر مسلمان غیر فاسق کو سلام کرنا خواہ اس سے اس کی جان پہچان ہو خواہ نہ ہو کوئی تعلق ہو خواہ نہ ہو۔ تیسرے تنگدستی کے باوجود راہ خدا میں خرچ کرتا ہو۔

## تشریحات (۲۷)

○ دھر کے معنی زمانہ۔ ابد۔ دنیا کی پوری مدت۔ کسی قوم کی پوری مدت۔ آتا ہے۔ کفر کے اصل معنی چھپانے کے ہیں۔ یہاں احسان

الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ ۱

سے کسی کے ساتھ زمانہ بھر احسان کرو پھر اگر تم سے کوئی بات ناپسند دیکھے تو کہدیگی میں نے تم سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔

## (۲۸) حدیث۔ آپسمیں قتال کا حکم

۲ عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ ذَهَبْتُ لِأَنْصُرَ هٰذَا الرَّجُلَ فَلَقِيَنِي أَبُوبَكْرَةَ ۲ اور

حضرت احنف بن قیس نے فرمایا میں اس شخص (حضرت علی) کی مدد کے لئے چلا۔ مجھ سے ابوبکرہ ملے

چھپانا مراد ہے۔ یعنی ناشکری۔ نیز کفر کے معنی برارت اور بیزاری کے بھی ہیں۔ یہاں مراد ناشکری ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ناشکری گناہ ہے۔ نیز ثابت ہوا کہ احسان شناسی واجب ہے۔ نیز ثابت ہوا کہ جس طرح اعمال صالحہ پر ایمان کا اطلاق آتا ہے اسی طرح معاصی پر کفر کا اطلاق وارد ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جہنم اسوقت مخلوق اور موجود ہے جہنم امور غیبیہ میں ہے۔ اسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا۔ اس سے ثابت کہ حضور غیب جانتے تھے۔ عورتوں کے جہنم میں زیادہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ بقیہ گناہوں میں مرد اور عورت دونوں شریک ہیں۔ اور یہ گناہ، شوہر کی ناشکری احسان فراموشی چونکہ عورتوں میں بہ نسبت مردوں کے زیادہ ہے۔ اس لئے یہ جہنم میں زیادہ نظر آئیں۔ پھر شوہر کی ناشکری تو صرف عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔ عورتوں کو ناقصات عقل باعتبار اکثر کے فرمایا گیا۔ کہ ان میں زیادہ تر کم عقل ہوتی ہیں۔ ورنہ بعض بعض تو مردوں سے بھی زیادہ عاقل ہوتی ہیں۔ یہ حدیث یہاں مختصر ہے۔ مفصل باب الکسوف میں آئے گی۔

## تشریحات (۲۸)

**احنف بن قیس** ۱ (۱) تابعی ہیں ان کا اصل نام ضحاک یا صخرہ ہے اور کنیت ابوبحر ہے۔ مشہور احنف کے ساتھ ہیں۔ احنف کے معنی ٹیڑھے پاؤں والا یا وہ شخص جس کا پاؤں مڑا ہوا اور وہ پاؤں کی پیٹھ کے بل چلتا ہو۔ انھیں زمانہ اقدس ملا۔ اسی عہد میں مسلمان بھی ہوئے لیکن زیارت سے محروم رہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ مرو الرود انھوں نے فتح کیا۔ اس لشکر میں ان کے جھنڈے کے نیچے امام حسن بصری اور امام محمد بن سیرین بھی تھے۔ حضرت عمر و علی و عباس وغیرہ صحابہ سے حدیث سنی ان سے امام حسن بصری وغیرہ نے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ۶۷ھ میں کوفے میں وصال ہوا۔

**حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ** ۲ (۲) ان کا نام نفیع ہے یا مسروح۔ یہ طائف کے باشندے تھے۔ حارث بن کلدہ کے غلام۔ ان کی ماں وہی سمیہ ہے جو زیاد کی ماں ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ فرمایا اور یہ اعلان کر دیا۔ کہ جو غلام میرے

۱ ایضاً کتاب النکاح۔ کفران العشیر کتاب الصلوۃ صلوۃ الکسوف جماع ابواب من صلی وقد امسنار کتاب الاذان باب ۱ رفع البصر الی السماء فی الصلوۃ وبدء الخلق۔ باب فی صفۃ الشمس والقمر۔ مسلم عیدین وکسوف۔

فَقَالَ اَیْنَ تُرِیْدُ. قُلْتُ اَنْصُرُ هٰذَا الرَّجُلَ. قَالَ اِرْجِعْ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ

انھوں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے بتایا اس شخص کی مدد کے لئے جارہا ہوں۔ انھوں نے کہا واپس ہوجاؤ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا الْتَقَی الْمُسْلِمَانِ

اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جب دو مسلمان ۵۴ اپنی اپنی تلواریں لیکر

بِسَیْفَیْھِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا الْقَاتِلُ

لڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں میں نے عرض کیا قاتل تو جہنمی ہوگا مگر مقتول کیسے ہوگا؟

فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ؟ قَالَ اِنَّہٗ کَانَ حَرِیْصًا عَلٰی قَتْلِ صَاحِبِہٖ ۵۲

فرمایا مقتول اس لئے ہوگا کہ وہ اپنے مدمقابل کو قتل کرنے کا عزم مصمم رکھتا تھا ۵۵

پاس آجائے گا وہ آزاد ہے۔ تو یہ چرخی کے ذریعہ فصیل سے اترے۔ چرخی کو عربی میں بکرہ کہتے ہیں۔ اسی بنا پر حضور نے ان کی کنیت ابوبکرہ رکھی۔ اور حسب اعلان انھیں آزاد کردیا۔ انھیں آزادی تو مل گئی۔ لیکن محبوب خدا کی غلامی میں وہ مزہ آیا کہ عمر بھر خدمت ہی میں رہے۔ یہ فضلاء صحابہ اور ان کے عابدین میں ہیں ۵۲ھ میں وفات پائی۔ ان سے ایک سو بتیس حدیثیں مروی ہیں۔ آٹھ پر شیخین متفق ہیں۔ اور پانچ تنہا امام بخاری نے اور ایک امام مسلم نے تنہا روایت کی ہے۔

۵۳ اس حدیث میں ھٰذا الرجل سے مراد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جیسا کہ خود بخاری کتاب الفتن میں بجائے ھٰذا الرجل کے ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وارد ہے۔ نیز اسماعیل کی روایت میں یعنی علیاً موجود ہے۔

یہ واقعہ جنگ جمل کا ہے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رکنا اس بنا پر تھا کہ ظاہر حدیث کے اعتبار سے انھوں نے یہی سمجھا تھا کہ جب دو مسلمان لڑیں تو کسی کا ساتھ نہیں دینا چاہیے یا اس بنا پر تھا کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہ ظاہر نہ ہوسکا تھا کہ حق پر کون ہے۔ حضرت احنف جنگ جمل میں شریک نہ ہوئے مگر پھر حضرت علی کا حق پر ہونا ان پر ظاہر ہوگیا۔ اور جنگ صفین میں حضرت علی کے

۵۴ اس سے مراد جب دو مسلمان ناحق لڑیں آپس میں لڑنے کا کوئی شرعی جواز نہ ہو نہ قاتل کے پاس نہ مقتول کے پاس۔ اور اگر لڑائی کی کوئی شرعی وجہ ہو تو یہ حکم نہیں۔ اگر شرعی جواز کی وجہ کسی کے پاس ہو تو اسے لڑنا جائز بلکہ باعث اجر۔ گنہگار وہ ہوگا جس کے پاس کوئی وجہ

۵۲ کتاب الفتن۔ نسائی تحریم۔ ابن ماجہ فتن۔ مسلم و ابوداؤد۔

## ۲۹ حدیث۔ گالی دینی جاہلیت ہے

عَنِ الْمَعْرُوْرِ قَالَ لَقِيْتُ اَبَاذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت معرور نے کہا میں نے مقام ربذہ پر حضرت ابو ذر غفاریؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی

جواز نہیں اور اگر دونوں کے پاس شرعی جواز کی وجہ ہو تو کوئی گنہ گار نہ ہوگا جیسا کہ جنگ جمل اور صفین میں تھا۔ حضرت عائشہ و حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے اجتہاد سے لڑائی کو ضروری جانا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اجتہاد پر عمل فرمایا۔ اگرچہ باجماع اہلسنت حضرت علی حق پر تھے اور ان کے محاربین سے خطاء اجتہادی ہوئی۔ اور مجتہد سے اگر خطاء اجتہادی واقع ہو تو بھی اسے اور اسکے مقلدین کو ایک ثواب ملتا ہے۔ صحابہ کرام کے آپس میں مشاجرات میں کلام منع ہے۔ اللہ عزوجل نے تمام صحابہ کرام کے لئے فرمایا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (نساء (۹۵) حدید (۱۰) اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور ارشاد ہے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (توبہ (۱۰۰) اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ وجہ یہی ہے کہ صحابہ کرام کے باہمی اختلافات نفسانیت و دنیاداری کی وجہ سے نہیں۔ جو اختلاف ہوا۔ اجتہاد میں خطا کی وجہ سے ہوا۔

۵ صحیح و محقق مذہب یہ ہے کہ گناہ کا محض ارادہ گناہ نہیں۔ مگر جب گناہ کا اتنا پختہ عزم کرلے جتنا گناہ کے ارتکاب کے وقت ہوتا ہے تو گناہ کا ایسا پختہ ارادہ و عزم گناہ ہے۔ یہ حدیث اس پر دلیل ہے۔ اگرچہ یہاں مقتول نے مسلمان کو قتل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں چلائے۔ مگر حدیث میں موجب ناراضی اس کی قتل کی حرص کو بتایا۔ اور حرص فعل قلب ہے فعل جوارح نہیں۔

## تشریحات ۲۹

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱) یہ بنی غفار بدوی قبیلے کے فرد ہیں۔ بنی غفار، بنی کنانہ کی ایک شاخ ہے۔ ان کا اصل نام جُنْدُبْ یا جُنْدَبْ ہے یا جَنْدَبْ تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام ہُرَیْر ہے۔ یہ بھی سابقین الی الاسلام میں سے ہیں۔ خود فرمایا میں چوتھا یا پانچواں مسلمان ہوں۔ مکہ معظمہ میں حاضر ہو کر اسلام سے مشرف ہوئے۔ پھر اپنے قبیلے میں واپس چلے گئے غزوۂ خندق کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور پھر وصال اقدس تک حاضر رہے۔ غزوۂ تبوک میں ابتداءً نہ شریک ہوئے۔ بعد میں اکیلے چلے راستے میں اونٹ مرگیا۔ اپنا سامان لادے ہوئے بالکل یکہ و تنہا اس وقت خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ کہ سرکار تبوک میں قیام فرما تھے۔ ان کو تن تنہا آتا دیکھکر فرمایا اللہ! ابوذر پر رحم فرمائے۔ تنہا آیا ہے۔ تنہائی میں مرے گا اور تنہا ہی قبر سے اٹھے گا۔ یہ غیب کی خبر حرف بحرف پوری ہوئی۔ ان کا مسلک یہ تھا۔ کہ حاجت سے زیادہ مال جمع کرنا حرام ہے۔ اپنے اس اجتہاد پر بہت سخت تھے۔ لوگوں پر اس سلسلے میں بہت سخت تنقید فرماتے

بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَّعَلٰى غُلَامِهٖ حُلَّةٌ۔ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ

جو لباس ان پر تھا ویسا ہی لباس ان کے غلام پر تھا۔ میں نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے بتایا میں نے

اِنِّیْ سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَيَّرْتُهٗ بِاُمِّهٖ فَقَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

ایک شخص (غلام) کو ماں کی گالی دی تھی۔ (اس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکایت کی) اسپر حضور نے فرمایا۔ اے

وَسَلَّمَ يَا اَبَاذَرٍّ اَعَيَّرْتَهٗ بِاُمِّهٖ اِنَّكَ امْرُءٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ اِخْوَانُكُمْ

ابو ذر تم نے اس کو ماں کی گالی دی ہے۔ تم میں کچھ جاہلیت ہے تمہارے خدام

خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ فَمَنْ كَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهٖ فَلْيُطْعِمْهُ

تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے ماتحت کر دیا۔ جس کے ماتحت اس کا کوئی بھائی ہو۔ تو اسے

مِمَّا يَاْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ۔ وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ۔ فَاِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ

چاہیئے کہ جو خود کھائے ویسا ہی اسے کھلائے اور جیسا پہنے ویسا ہی اسے بھی پہنائے۔ ان کو ایسا کام نہ دو جو

فَاَعِيْنُوْهُمْ

ان کی طاقت سے زیادہ ہو۔ اور اگر ایسا کام دو تو انکی مدد کرو۔

تھے۔ جس سے خلفشار مچا رہتا۔ عاجز آکر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو حکم دیدیا کہ ربذہ میں جاکر رہو۔ وہیں اکیلے رہتے وہیں تنہائی میں وصال فرمایا۔ اتفاق سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہونچ گئے انھوں نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی۔ اور وہیں دفن فرمایا۔ ۳۲ھ میں وصال فرمایا۔ ان سے دو سو اکاسی حدیثیں مروی ہیں۔ بارہ متفق علیہ، دو افراد بخاری سے اور ستر افراد مسلم سے ہیں۔

لغات (۲) ربذۃ۔ مدینہ طیبہ سے تین منزل کے فاصلے پر عراق کی طرف ذات عرق کے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ حُلّۃ۔ چادر اور تہبند دونوں کے مجموعے کو حلہ کہتے ہیں۔ سابَبْتُ معنی میں سَبَبْتُ کے ہے۔ یعنی میں نے برا کہا۔

تکمیل (۳) کتاب الادب باب ماینہی عن السباب واللعن میں اس حدیث کا اگلا حصہ یوں ہے۔ معرور نے کہا۔ میں نے دیکھا ان پر ایک چادر تھی اور ان کے غلام پر ایک چادر تھی۔ تو میں نے کہا اگر آپ غلام کی چادر لیکر پہن لیتے تو پورا جوڑا ہو جاتا۔ اور غلام کو کوئی اور کپڑا دیدیتے تو حضرت ابوذر نے فرمایا۔ میرے اور ایک شخص (غلام) کے درمیان تیز کلامی ہوگئی۔ اس کی ماں عجمیہ تھی۔ میں نے اس کی ماں کو کچھ کہدیا۔ اس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا اس پر حضور نے مجھ سے پوچھا۔ کیا تم نے فلاں کو گالی دی ہے۔ میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا۔ اسکی

## ۳۰ حدیث۔ شرک ظلم عظیم ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ وہ

"اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ۔ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ

لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی۔ انھیں کے لئے امن ہے (یہ صحابہ

ماں کو کچھ کہا ہے میں نے عرض کیا ہاں فرمایا تم میں کچھ جاہلیت ہے۔ میں نے عرض کیا اس وقت تک بڑھاپے کے باوجود حضور نے فرمایا۔ ہاں [1]

**تطبیق** (۴) کتاب الایمان اور کتاب العتق میں "علیہ حلۃ" آیا ہے اور کتاب الادب میں "برد"۔ حُلّہ۔ پورے جوڑے چادر اور تہبند کے مجموعے کو کہتے ہیں۔ علامہ عینی نے یہ فرمایا کہ صحیح یہی ہے کہ حضرت ابوذر صرف چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ اور ان کے غلام بھی سابقہ روایت میں "حلۃ" کا ذکر بطور مجاز ہے۔

اس حدیث میں مسابتہ رجلاً سے مراد غلام ہے جس پر حدیث کا سیاق وسباق دلالت کرتا ہے اس لئے کہ حضرت ابوذر نے غلام کے ساتھ لباس میں مساوات کی بنا پر اس واقعہ کو بنایا ہے۔ مطابقت اسی صورت میں ہوگی کہ جس شخص کو حضرت ابوذر نے کالی دی تھی وہ غلام ہو۔

**کسے بُرا کہا تھا** (۵) یہ قصہ حضرت بلال کے ساتھ پیش آیا تھا۔ حضرت ابوذر نے ان کو یہ کہدیا تھا، او کالی عورت کے بچے۔ انھوں نے دربار نبوی میں شکایت کردی۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر سے فرمایا۔ تم میں جاہلیت ہے۔ اس ارشاد کے سننے کے بعد حضرت ابوذر نے اپنا رخسار زمین پر رکھکر حضرت بلال سے فرمایا۔ میں زمین سے اپنا رخسار اس وقت تک نہیں اٹھاؤں گا جب تک تم میرے رخسار کو قدم سے نہ روندو۔ بالآخر حضرت بلال کو ان کی ضد پوری کرنی پڑی۔ (قسطلانی)

یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ کسی مسلمان کو برا کہنا حرام ہے۔

## تشریحات ۳۰

(۱) ظلم کے لغوی معنی۔ وضع الشئ فی غیر محلہ۔ یعنی جس چیز کی جگہ جو ہو اس کے بجائے دوسری جگہ رکھدینا۔ عرف میں ظلم کا اطلاق ستانے اور ناحق مال لینے پر ہوتا ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کا اطلاق ہر گناہ پر ہوا ہے اور کفر وشرک پر بھی۔

**توضیح** (۲) جب سورۂ انعام کی یہ آیت نازل ہوئی :۔

[1] بخاری کتاب العتق وکتاب الادب، مسلم کتاب الایمان والنذور۔ ابوداؤد۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّنَا لَمْ یَظْلِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ اِنَّ

کرام پر شاق ہوا) اس پر صحابہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ ہم میں کون ایسا ہے جس نے ظلم (گناہ) نہیں کیا

الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ۱؎

اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ بیشک شرک ظلم عظیم ہے

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ — جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کی ظلم سے آمیزش نہیں کی۔

اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ ۝ — انھیں لوگوں کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

بِظُلْمٍ نکرہ تحت النفی مفید عموم ہے۔ الامن کے متعلق لہم کی تقدیم مفید حصر تو آیت کا ظاہر مطلب یہ ہوا کہ جن کو ایمان کے ساتھ کسی بھی ظلم کی آمیزش نہ ہوئی اگرچہ وہ کوئی گناہ ہی کیوں نہ ہو۔ صرف انھیں کے لئے امن و ہدایت ہے۔ اور جن کے ایمان سے کسی ظلم کی اگرچہ وہ کوئی گناہ ہی کیوں نہ ہو۔ آمیزش ہوئی نہ ان کے لئے امن ہے اور نہ ہدایت۔ اس پر صحابہ کرام نے عرض کیا ہم میں کون ایسا ہے جس نے کوئی نہ کوئی ظلم نہ کیا ہو تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہاں ظلم سے مراد اس کی اعلیٰ قسم شرک ہے کیا تم نے لقمان کا یہ قول نہیں سنا۔

اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ — بیشک شرک ظلم عظیم ہے۔

اشارہ فرمایا کہ "بِظُلْمٍ" کی تنوین تعظیم کے لئے ہے اس جگہ یہ ہے کہ صحابہ کے سوال پر سورہ لقمان کی یہ آیت نازل ہوئی اور کتاب التفسیر میں وہ ہے جو ہم نے لکھا۔ علامہ ابن حجر نے یہ تطبیق دی۔ کہ ہوسکتا ہے کہ سورہ لقمان کی یہ آیت جلد ہی نازل ہوئی ہو۔ راوی کو اس کا علم نہ رہا ہو حضور نے اس کی نشاندہی کی تو راوی نے یہ سمجھا کہ اسی وقت نازل ہوئی ہے۔

(۳) اس حدیث پر اشکال یہ ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا ہم میں کون ہے جس نے ظلم نہ کیا ہو۔ اور ظلم سے مراد ان کی گناہ ہے تو صحابہ اقراری گنہ گار ہوئے۔ حالانکہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام سب کے سب عادل گناہ سے محفوظ ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اقرار یا تو بر سبیل تواضع ہے یا یہ کہ ان کی مراد وہ افعال ہیں جن کی حرمت کا انھیں علم نہ تھا یا ابھی اس کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ انکا ارتکاب وہ کرتے تھے۔ بعد میں حرمت نازل ہوئی یا بعد میں حرمت کا علم ہوا ایسے افعال کو انھوں نے ظلم سے تعبیر کیا۔ یا غایت کرم سے اپنے بعد آنے والوں کے لئے سوال کر لیا اور بر بنائے کُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَۃٌ ان کو اَیُّنَا سے تعبیر فرمایا۔ یا گناہ سے مراد وہ صغائر ہیں جو بلا قصد و اختیار سرزد ہو جائیں۔

۱؎ کتاب الانبیاء۔ کتاب التفسیر۔ استتابۃ المرتدین بخاری۔ مسلم۔ ترمذی

# (۳۱) حدیث۔ نفاق کی علامت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

قَالَ اٰیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ[1]

منافق کی نشانیاں تین ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے وعدہ خلافی کرے اور جب اسکے پاس امانت رکھی جائے

(۴) ایمان کے ساتھ کفر وشرک کی آمیزش سے مراد یہ ہے کہ وہ منافق نہیں۔ کہ ظاہر میں ایمان کا اقرار اور اندر کافر ہے یا مراد یہ ہے کہ وہ ایمان کا مدعی ہے۔ اور اپنے کو مومن مخلص یقین کئے ہوئے ہے۔ مگر اس سے کفر کا صدور ہو گیا۔ اور وہ اپنی جہالت سے کفر کو کفر نہیں جانتا۔ جیسے اس زمانے کے قادیانی نیچری وہابی رافضی وغیرہ ہیں

## تشریحات (۳۱)

(۱) اس حدیث میں منافق کی تین ایسی علامتیں بیان فرمائیں جن کا تعلق قول عمل نیت میں سے ایک ایک سے ہے۔ کذب فساد قولی ہے۔ خیانت فساد عمل ہے۔ اور وعدہ خلافی فساد نیت ہے۔

آیت کے معنی علامت کے ہیں۔ اور علامت کبھی شی کے لوازم سے ہوتی ہے اور لوازم کبھی ملزوم سے اعم ہوتے ہیں۔ لازم اعم کا وجود ملزوم کے وجود کو مستلزم نہیں۔ جیسے ماشی انسان کے لوازم میں سے ہے مگر چونکہ یہ لازم اعم ہے اس لئے مشی کے وجود سے انسان کا وجود لازم نہیں۔ تمام چوپائے ماشی ہیں مگر انسان نہیں۔ اسی طرح یہ علامتیں منافق کے لوازم عامہ میں سے ہیں کہ جو منافق ہوگا اس میں یہ تینوں باتیں ضرور ہوں گی۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ جس میں یہ باتیں پائی جائیں وہ منافق بھی ضرور ہو جیسے کفار مشرکین۔ اس لئے اگر کسی مسلمان میں یہ باتیں پائی جائیں تو اسے منافق کہنا جائز نہیں۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں نفاق کی علامت ہے۔

علامہ قرطبی نے فرمایا کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نفاق فی الاعتقاد کہ جو زبان سے اپنے کو مسلمان کہے اور دل میں کفر رکھے۔ دوسرے نفاق فی العمل اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کام کرے جو مسلمانوں کے شایانِ شان نہ ہو منافقین کے کرتوت ہوں جیسے یہ تینوں عیوب۔ جو مسلمان اس کا مرتکب ہو وہ نفاق فی العمل کا مرتکب ہے۔

[1] شہادات۔ وصیت۔ ادب۔ مسلم ایمان۔ ترمذی۔ نسائی

## ۳۲ حدیث۔ گالی بکنا نفاق کی علامت ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اَرْبَعٌ مَّنْ کُنَّ فِیْهِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ کَانَ فِیْهِ خَصْلَةٌ

جس میں یہ چاروں باتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک ہوگی اس میں

مِّنْهُنَّ کَانَتْ فِیْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰی یَدَعَهَا اِذَا اؤْتُمِنَ

نفاق کی ایک خصلت پائی جائے گی یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے جب اس کے پاس امانت رکھی جائے

خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ[1]

خیانت کرے جب بات کرے جھوٹ بولے جب عہد کرے تو دغا کرے جب جھگڑا کرے تو گالی دے۔

## تشریحات ۳۲

(۱) اس میں ان تین کے علاوہ چوتھی علامت یہ بتائی جب جھگڑے تو گالی دے۔ نیز اس حدیث میں صاف صاف فرمایا کہ جس میں یہ چاروں باتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا۔

اب یہاں بھی یہی کہنا پڑے گا کہ، منافق خالص سے منافق فی العمل مراد ہے۔ یا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے زمانے کے منافقین کے بارے میں فرمایا کہ ہمارے زمانے میں جس کلمہ گو میں یہ چاروں برائیاں اکٹھی ہوں تو سمجھ لو کہ وہ پکا منافق ہے۔

(۲) نفاق کی علامتیں انھیں چاروں میں منحصر نہیں۔ اس کے علاوہ بھی دوسری احادیث میں اور قرآن کریم میں نفاق کی اور بھی علامتیں مذکور ہیں۔ جیسے گذر چکا کہ انصار سے بغض نفاق کی علامت ہے۔ اور بقیہ احادیث میں متفرق طور سے مذکور ہیں۔ مثلاً:۔

جس نے جہاد نہ کیا اور نہ کبھی اس کے دل میں جہاد کا شوق پیدا ہوا وہ اسی حالت میں مرا۔ نماز میں سستی کرنا۔ نماز کو مکروہ وقت میں پڑھنے کی عادت ڈال لینی۔ اذان کے بعد مسجد سے بے نماز پڑھے بلا ضرورت چلا جانا جب کہ لوٹنے کی نیت نہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ

[1] جزیہ، مظالم بخاری۔ مسلم ایمان۔ ابوداؤد سنت۔ ترمذی ایمان نسائی ایمان۔ مسند امام احمد

## (۳۳) حدیث۔ جہاد کی اہمیت

سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضور

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنْتَدَبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهٖ لَا

نے فرمایا اس شخص کے لئے جو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلے اور اس کو جہاد کے لئے صرف مجھ پر

يُخْرِجُهٗ اِلَّا اِيْمَانٌ بِيْ وَتَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ اَنْ اَرْجِعَهٗ بِمَا نَالَ مِنْ

ایمان نے اور تمام پیغمبروں کی تصدیق نے نکالا ہو اللہ نے اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے یا تو اسے

اَجْرٍ اَوْ غَنِيْمَةٍ اَوْ اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ وَلَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ مَا قَعَدْتُ

ثواب یا مال غنیمت کے ساتھ گھر واپس کرے یا اس کو شہید کرا کے جنت میں داخل کرے۔ اگر میں یہ نہ سمجھتا کہ

خَلْفَ سَرِيَّةٍ وَّلَوَدِدْتُ اَنِّيْ اُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلُ

میری امت پر یہ شاق ہوگا تو کسی سریہ کے پیچھے نہ رہتا اور میں اس بات کو پسند رکھتا ہوں کہ اللہ کی راہ

ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلُ[۱]

میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں

## تشریحات (۳۳)

ف۱ انتدب کا مادہ ندب ہے۔ اس کا صلہ جب لام یا الی آتا ہے تو اس کے معنیٰ بلانے اور اکسانے کے ہوتے ہیں (قاموس) انتدب کے معنی قبول کرنا۔ بہت جلد اچھی جزا دینا۔ کفیل ہونا ہے۔ یہاں ارجح یہ ہے کہ ذمہ دار اور کفیل ہونے کے معنیٰ میں ہے۔ اس لئے کتاب الجہاد میں بجائے انتدب کے تکفل ہے۔

ف۲ مراد یہ ہے کہ اگر اس جہاد میں، مال غنیمت ہاتھ نہیں آیا تو جہاد کا ثواب ضرور ملے گا یا پھر ثواب اور مال غنیمت دونوں ملیگا۔ اور ایک توجیہ یہ ہے کہ یہ "او" داؤ کے معنیٰ میں ہے اس کی تائید ابو داؤد کی روایت سے ہوتی ہے جس میں واؤ ہی ہے اور اُدخلہ الجنۃ سے مراد یہ ہے کہ مقربین کے ساتھ بلا حساب و کتاب جنت میں داخل فرماؤں گا۔ اور اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دونگا۔

[۱] کتاب الجہاد بخاری۔ مسلم امارۃ۔ نسائی ابن ماجہ۔ مسند امام احمد۔

## (۳۴) حدیث۔ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَامَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا

جس نے شب قدر میں عبادت کی ایمان کے ف۱ ساتھ اور ثواب کی نیت ف۲ سے اس کے گذشتہ

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا

گناہ ف۳ معاف کردیئے جائیں گے اور جس نے رمضان کا روزہ ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ[۱]

رکھا اس کے گذشتہ گناہ بخشدیئے جائینگے

سریہ چھوٹے لشکر کو کہتے ہیں عرب کا مقولہ یہ ہے کہ "خیر السرایا اربعۃ مائۃ رجل۔ بہترین سریہ وہ ہے جس میں چار سو مرد ہوں۔ کتب حدیث و سیر میں، سریہ سے مراد مجاہدین کی وہ جماعت ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شریک نہیں

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جہاد ایسی بہترین عبادت ہے کہ جو شخص اللہ کی رضا کے لئے صحیح ایمان کے ساتھ جہاد میں نکلے گا تو وہ بہر حال نفع میں رہے گا یا تو اسے مال غنیمت اور ثواب دونوں ملے گا یا نہیں تو ثواب کہیں نہیں گیا اور کام آگیا تو بلا حساب و کتاب جنت میں جائے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بآں فضل و کمال و عظمت و جلال فرماتے ہیں۔ اگر تم لوگوں پر شاق نہ ہوتا تو میں ہر چھوٹے سے چھوٹے لشکر کے ساتھ بھی ضرور جاتا۔ لیکن چونکہ میرے ساتھ تم سب لوگ نکل پڑتے اس سے تمہیں دشواری ہوتی اسلئے میں ہر سریہ کے ساتھ نہیں جاتا۔ میری آرزو ہے کہ راہ خدا میں بار بار شہید کیا جاؤں زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔

## تشریحات (۳۴)

(۱) ف۱ اس سے ثابت ہوا کہ بغیر ایمان بڑا سے بڑا عمل بیکار ہے ف۲ معلوم ہوا کہ بے نیت ثواب کسی عمل صالح پر ثواب نہیں۔

ف۳ مراد گناہ صغیرہ ہیں۔

[۱] کتاب الصوم۔ ایمان بخاری۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ موطا امام مالک۔

ف:۔ ۷ ۔ اَحَبُّ الدِّیْنِ اِلَی اللّٰہِ الْحَنِیْفِیَّۃُ السَّمْحَۃُ ۔

حق اور آسان دین ہی خدا کو سب سے زیادہ پسند ہے

## ۳۵ حدیث ۔ دین آسان ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ وَلَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَہٗ فَسَدِّدُوْا

بیشک یہ دین آسان ہے اور جو بھی دین میں سختی اختیار کرے گا دین اس پر غالب آجائے گا

وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاسْتَعِیْنُوْا بِالْغَدْوَۃِ وَالرَّوْحَۃِ وَشَیْءٍ مِّنَ الدُّلْجَۃِ

اس لئے میانہ روی اختیار کرو اور قریب قریب رہو اور بشارت دیتے رہو اور صبح وشام اور کچھ آخر شب میں چل کر مدد لو

اس حدیث سے ثابت کہ جہاد فرض عین نہیں، فرض کفایہ ہے۔ فرض عین ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سریہ میں ضرور شریک ہوتے۔

## تشریحات ۷

الحنیفیۃ ۔ حنیف کا مصدر جعلی ہے حنیف اسے کہتے ہیں جو باطل سے منہ موڑ کر حق کا پابند ہو۔ الحنیفیہ کے معنی ہوئے حق۔ السمحۃ کے معنی ۔ سہل۔ آسان ہے مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل کو دین اسلام سب سے زیادہ پسند ہے جس میں ہر باطل سے روگردانی کرکے حق کی پابندی ہے اور جس پر عمل سہل و آسان ہے۔ پسندیدگی کی زیادتی ادیان سابقہ کے اعتبار سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم سے لیکر اب تک جتنے دین اللہ کے نازل ہوئے ہیں وہ سب اپنی اپنی جگہ پسندیدہ تھے مگر یہ دین، دین اسلام سب سے زیادہ پسند ہے۔

## تشریحات ۳۵

لغات (۱) یشاد کا مصدر مشادۃ ہے جس کے معنی ہیں آپس میں دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ سددوا کے معنی ہیں صحیح طریقے سے کام کرو یا میانہ روی اختیار کرو۔ قاربوا کے معنی ہیں قریب قریب رہو۔

۱۱۔ الف واللام، من، الحاء ط لا، مند ابن ارشد، ط نسائی، ایمان، مسند امام احمد،

ت:- ۵ اِنَّ اَبَاسَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیَّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ

اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا

تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا جب کوئی بندہ

اَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ اِسْلَامُہٗ یُکَفِّرُ اللّٰہُ عَنْہُ کُلَّ سَیِّئَۃٍ کَانَ زَلَّفَھَا

اسلام لائے اور اس کا اسلام اچھا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر اُس گناہ کو جو اس نے اسلام لانے سے پہلے

(۲) حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دین اسلام آسان دین ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی یہ چاہے کہ اسلام میں جتنے اعمال صالحہ ہیں ہم سب کرلیں یہاں تک کہ اعمال صالحہ کی فہرست ختم ہوجائے تو ایسا نہیں ہوسکتا آدمی عمل کرتے کرتے تھک جائے گا مگر اعمال صالحہ ختم نہ ہوں گے۔

یا مراد یہ ہے کہ جو شخص اعمال دینیہ میں تعمق و تقشف کی وجہ سے سخت سے سخت پر عمل کرنے کی کوشش کریگا وہ ایک نہ ایک دن تھک ہار کر بیٹھ جائیگا۔ یہ غیب کی خبر ہے۔ ابن تین نے کہا ہم نے بھی اور لوگوں نے بھی دیکھا کہ جو سخت سے سخت تر پر کاربند ہونے کا کوشاں ہوا وہ رہ گیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اکمل و افضل اعمال کی طلب نامحمود ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ نوافل و مستحبات میں حد سے زیادہ بڑھکر مبالغہ نہ کرو کہ اس سے افضل ترک ہوجائے گا فرض و واجب قضا ہوجائے جیسے کوئی رات بھر عبادت کرتا رہا صبح کو نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا اور نتیجے میں نماز فجر فوت ہوگئی یا جماعت نہ ملی اس قسم کا افراط و غلو منع ہے میانہ روی اختیار کرو اور اعلیٰ و افضل کی استطاعت نہیں تو اس سے قریب کی جتنی استطاعت ہو اس کو کرو۔ لوگوں کو بشارت دو ہر نیک عمل پر ثواب ملے گا اگرچہ وہ قلیل ہی ہو جیسے مسافر اگر رات دن چلتا رہے تو منزل تک شاید ہی پہنچ پائے اور جو مناسب وقت میں سفر کرے وقفہ وقفہ میں آرام کرتا جائے تو آسانی سے منزل تک پہنچ جائیگا۔ یا استعینوا بالغدوۃ خاص مسافروں کے لئے ارشاد ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جہاں رخصت ہے رخصت پر عمل کرے مثلاً بیمار کو بجائے غسل کے تیمم کی اجازت ہے تو خواہ مخواہ غسل نہ کرے اس سے ضرر کا اندیشہ ہے۔

## تشریحات (۸) و (۳۶)

(۱) اسلام کے اچھے ہونے سے مراد یہ ہے کہ ظاہر باطن ہر طرح مسلمان رہے اس کے دل میں نفاق اور کھوٹ نہ رہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْقِصَاصُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ

کئے تھے معاف فرمادے گا اور اس کے بعد حساب شروع ہوگا ایک نیکی کے عوض دس نیکیوں سے سات سو

ضِعْفٍ وَّالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا اِلَّا اَنْ يَّتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهَا ۔

تک لکھی جائیں گی اور ایک بُرائی کے بدلے ایک۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے۔

## (۳۶) حدیث۔ اِذَا اَحْسَنَ اَحَدُكُمْ اِسْلَامَهٗ

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَحْسَنَ اَحَدُكُمْ اِسْلَامَهٗ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَّعْمَلُهَا

نے فرمایا جب کوئی شخص اپنا اسلام اچھا کرلے تو جو نیکی بھی کرے گا دس گنے سے

تُكْتَبُ لَهٗ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَّكُلُّ سَيِّئَةٍ يَّعْمَلُهَا

سات سو گنے تک لکھی جائیگی اور برائی صرف

تُكْتَبُ لَهٗ بِمِثْلِهَا

ایک لکھی جائے گی

(۲) یکفراللہ۔ تکفیر کے لغوی معنی چھپانے کے ہیں مراد یہ ہے کہ گناہوں کو مٹادیتا ہے۔ ان پر کوئی مواخذہ نہیں فرمائیگا کان زلفہا۔ زلف کے معنی آگے کرنے کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ جو اس نے پہلے حالت کفر میں کئے تھے۔ القصاص کے معنی کسی چیز کا کسی سے مقابلہ کرنا۔ مراد یہ ہے کہ ہر عمل کی اس کے مناسب جزا ملے گی۔ ضعف کے معنی کم از کم دگنے کے ہیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

(۳) اس حدیث سے ثابت کہ اسلام اپنے ماقبل کے تمام گناہوں کو مٹادیتا ہے اور مومن جو نیک عمل کرتا ہے اس پر کم از کم دس گنا اور زیادہ سے زیادہ جتنا اللہ عزوجل چاہے ثواب عطا فرمائے گا۔ اور گناہ کرنے پر چاہے معاف فرمادے کوئی سزا نہ دے اور اگر معاف نہ فرمائے گا تو صرف ایک ہی گناہ کی سزا دے گا۔ حدیث میں ہے:۔ دس گنے سے سات سو گنے تک۔ مگر یہ تحدید کے لئے نہیں قرآن مجید میں ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ اور اللہ جسکے لئے چاہے اس (سات سو گنی سے زیادہ بڑھا) اللہ وسعت

والا ہے خوب جانتا ہے

۱۲ ۱۰

لہ نسائی ایمان، ابوذر ہروی، مند حسن ابن سفیان، اسماعیلی، دارقطنی بالفاظ مختلفہ۔

## ۳۷ حدیث۔ اعمال پر پابندی پسندیدہ ہے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس

دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا اِمْرَاَةٌ قَالَ مَنْ هٰذِهٖ قَالَتْ فُلَانَةُ (لَا تَنَامُ بِاللَّيْلِ)

تشریف لائے اس وقت ان کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی حضور نے دریافت فرمایا یہ کون ہے؟ عرض

تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا قَالَ مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ (مِنَ الْاَعْمَالِ) فَوَاللّٰهِ لَا

کیا یہ فلاں عورت ہے جو رات میں نہیں سوتی ام المومنین نے اس عورت کی نماز کا حال بیان کیا (یہ رات بھر نوافل پڑھتی رہتی

يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَكَانَ اَحَبَّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهٗ

ہے) اس پر ارشاد فرمایا۔ چھوڑ دو اتنا ہی عمل کرو جس کی طاقت تم رکھتے ہو بخدا اللہ تعالیٰ نہیں تھکیگا تم خود ہی تھک جاؤ گے اور رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وسلم کو وہ عمل بہت پسند تھا جو آدمی ہمیشہ کرے

## تشریحات (۳۷)

**لغات** مَهْ۔ اسم فعل معنیٰ میں چھوڑ دے کے ہے۔ يَمَلُّ کا مصدر مَلَالٌ اور مَلَلٌ ہے جس کے معنیٰ گھبرانے، اکتانے اور تھکنے کے ہیں۔ یہاں اخیر معنی مراد ہے (۱) ان کا نام خولا بنت تویت تھا (۲) مطلب یہ ہے کہ یہ بات پسندیدہ نہیں کہ نوافل بکثرت پڑھنا شروع کر دیا جائے پھر چھوڑ دیا جائے۔ بہت زیادہ پسندیدہ وہ کام ہے جو آدمی پابندی کے ساتھ بلاناغہ ہمیشہ کرے اگرچہ وہ تھوڑا ہی ہو۔ یہ مت وہم کرو کہ اللہ عزوجل کے خزانے میں کوئی کمی ہے یا وہ اعمال کا ثواب دیتے دیتے تھک سکتا ہے یا گھبرا سکتا ہے وہ ملال سے منزہ ہے تم جتنا زیادہ عمل کرو گے اللہ عزوجل اس کا تم کو ثواب دے گا۔

(۳) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نوافل و مستحبات پر بھی پابندی اور مداومت اللہ عزوجل کو پسند ہے اس لئے میلاد مع قیام، فاتحہ، عرس وغیرہ امور خیر اگر کوئی بلاناغہ پابندی سے کرتا ہے تو یہ پابندی اسے ناجائز و حرام نہیں کر دے گی بلکہ یہ مزید پسندیدگی کی باعث ہوگی۔

اَحَبُّ الدین میں مضاف محذوف ہے یعنی دین کے اعمال میں سب سے زیادہ وہ عمل پسندیدہ ہے جو ناغہ کے ساتھ نہ ہو۔

علہ ایضا باب التہجد۔ مسلم، نسائی، موطا امام مالک۔

## (۳۸) حدیث۔ مؤمن بالآخر نجات پائیگا

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَخْرُجُ مِنَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سب لوگ جہنم سے نکالے

النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَفِیْ قَلْبِہٖ وَزْنُ شَعِیْرَۃٍ مِّنْ خَیْرٍ وَّ

جائیں گے جنھوں نے لا الہ الا اللہ کہا اور ان کے دل میں جو کے برابر بھی خیر (ایمان) ہوگا اور

یُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَفِیْ قَلْبِہٖ وَزْنُ بُرَّۃٍ مِّنْ

وہ لوگ بھی جہنم سے نکالے جائیں گے جنھوں نے لا الہ الا اللہ کہا اور ان کے دل میں گیہوں کے برابر خیر (ایمان) ہوگا

خَیْرٍ وَّیُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَفِیْ قَلْبِہٖ وَزْنُ ذَرَّۃٍ

اور وہ لوگ بھی جہنم سے نکالے جائیں گے جنھوں نے لا الہ الا اللہ کہا اور ان کے دل میں ذرہ کے برابر خیر (ایمان) ہوگا۔

## تشریحات (۳۸)

**لغات** ○ اس حدیث میں تین لفظ یکے بعد دیگرے آئے ہیں شعیرۃ، جو۔ بُرَّۃ، گیہوں۔ ذَرَّۃ۔ ذرے ان چھوٹے چھوٹے غبار کے ریزوں کو کہتے ہیں جو دھوپ میں اس وقت نظر آتے ہیں جب دھوپ مکان کے اندر پڑ رہی ہو۔

(۱) اس حدیث کے ظاہر سے ثابت ہو رہا ہے کہ ایمان باعتبار مقدار کے بھی چھوٹا بڑا ہوتا ہے مثلاً کسی کا جو کے برابر کسی کا گیہوں کے برابر کسی کا ذرے کے برابر۔ لیکن حقیقت میں یہ ایمان کی مقدار کو بیان فرمانا نہیں بلکہ غیر محسوس کو بطور تمثیل محسوس فرض کر کے سمجھانے کے لئے ارشاد ہوا یا یہ کہ مؤمن بہ کے اجمال و تفصیل کے اعتبار سے یہ فرمایا گیا۔ اس کو یوں سمجھئے مثلاً زمانہ فترت کے موحدین کی نجات کیلئے کفر و شرک سے تبری اور اعتقاد توحید کافی ہوا ابتدائے بعثت میں توحید کیساتھ رسالت اور جتنا قرآن نازل ہوتا گیا اسکی تصدیق ضروری تھی۔ علیٰ ہذا القیاس ایمان تفصیل کے مقابلہ میں صرف اعتقاد توحید کو مثقال ذرہ سے تعبیر فرمایا اور اس سے کچھ زیادہ کو بُرہ سے اور اس سے زیادہ کو شعیرہ سے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ مؤمن بہ کی مقدار زیادہ ہونی چاہئے۔

(۲) ایمان "من خیر" ہے اور خیر عمل صالح کو بھی عام مگر مراد ایمان ہے۔ قرینہ عقلیہ بھی اس کا مقتضی ہے اور دوسری روایت میں خیر کے بجائے ایمان وارد ہے۔ قرینہ عقلیہ یہ ہے کہ اس خیر کا محل قلب کو بتایا اور قلب محل ایمان ہے نہ محل اعمال نیز یہ مدار نجات ہے اور مدار نجات ایمان ہی ہے۔ نہ کہ صرف اعمال۔

(۳) من قال لا الہ الا اللہ کے ساتھ یہ فرمایا کہ اس کے دل میں ایمان ہو، یہ اس کی دلیل ہے کہ اقرار اور شی ہے اور ایمان

مِنْ خَيْرٍ (وَفِي رِوَايَةٍ) مِنْ إِيمَانٍ لَّكَانَ خَيْرًا [1]

(اور دوسری روایت میں) خیر کے بجائے ایمان آیا ہے

## (۳۹) حدیث۔ جسدن کوئی نعمت خاص ملی اسدن عید منانا مشروع

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْيَهُودِ قَالَ لَهُ يَا

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی (کعب احبار) نے آپ سے کہا

أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ آيَةٌ فِي كِتَابِكُمْ تَقْرَأُونَهَا۔ لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ نَزَلَتْ

اے امیر المومنین آپ لوگوں کی کتاب میں ایک آیت ہے جسے آپ لوگ پڑھتے ہیں اگر یہ آیت ہم یہودیوں پر نازل

لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا۔ قَالَ أَيُّ آيَةٍ؟ قَالَ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ

ہوئی ہوتی تو ہم اس کے نازل ہونے کے دن کو عید بنا لیتے۔ حضرت عمر نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے؟ اسنے کہا "الیوم اکملت لکم

وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔ قَالَ عُمَرُ قَدْ عَرَفْنَا

لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی" الآیہ حضرت عمر نے فرمایا ہم اس دن کو جانتے ہیں۔

شئ آخر۔ نیز یہ کہ نجات کے لئے اقرار باللسان شرط ہے۔ بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو۔

(۴) لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پورے کلمہ طیبہ کا علم اور نام ہے۔ جیسے قرآن مجید کی سورتوں کا نام رکھتے ہیں سورہ الحمد، سورہ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وغیرہ۔ ابتدائی جزء پر کل کا نام رکھدیتے ہیں۔ یہاں اس سے کم کی تخفیف ممکن نہ تھی۔ صرف "لا" نام رکھتے تو سمجھ میں نہ آتا۔ اور "اللہ" بھی ملاتے تو کفر صریح ہوتا۔ اس لئے پورا لا الٰہ الا اللہ، کلمہ طیبہ کا نام ہوا۔

## تشریحات (۳۹)

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس دن اللہ عزوجل کی کوئی خاص نعمت ملے اس دن عید منانا جائز ہے وہ اس طرح کہ اگر یہ بات ناجائز و حرام ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعب احبار کو یہ جواب دیتے کہ وہ تمہارا دین ہے کہ جسدن اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت ملے اسدن عید مناؤ ہمارے مذہب میں یہ سب ناجائز و حرام ہے۔ مگر حضرت عمر نے یہ نہیں فرمایا بلکہ کعب احبار کو مذکورہ بالا جواب دے کر مطمئن کر دیا کہ ہم اس دن پہلے ہی سے عید مناتے ہیں اور وہ بھی اس تفصیل سے کہ وہ جگہ بھی ہمارے لئے عید کی جگہ ہے وہ تاریخ بھی عید کی تاریخ ہے وہ دن بھی عید کا دن ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل کی سب سے بڑی نعمت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ تو

[1] ایضاً کتاب التوحید، مسلم، ایمان،

ذَالِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِيْ نَزَلَتْ فِيْهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اور اس جگہ کو بھی جہاں یہ آیت نازل ہوئی تھی وہ جگہ عرفات تھی اور وہ دن جمعہ تھا اور

وَسَلَّمَ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ [1]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت کھڑے تھے

## (۴۰) حدیث - ارکان اسلام

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

جس دن یہ نعمت ملی۔ یعنی یوم ولادت کو عید منانا بلاشبہہ جائز و مستحسن ہوگا۔ اسی لئے جمہور امت کا معمول ہے۔ بارہ ربیع الاول کو بڑے دھوم دھام سے عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقریب مناتے ہیں۔

## تشریحات (۴۰)

طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) ان کی کنیت ابو محمد ہے یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلے کے ہیں اور ان چھ بزرگوں میں سے ہیں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے اور ان آٹھ فیروز بختوں میں سے ہیں جو سابقین اسلام میں سرفہرست ہیں۔ ان سب پر مزید کہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ نیز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد خلیفہ منتخب کرنے کی ذمہ داری جن چھ اساطین امت کے سپرد کی تھی ان میں یہ بھی تھے۔ ان کی والدہ بھی مشرف باسلام ہوئیں اور ان کے ساتھ ہجرت کی۔ غزوۂ بدر کے موقع پر ان کو اور سعید بن زید بن نُفَیل کو مشرکین کے کارواں کے تجسس میں بھیجا تھا اسی اثنام میں بدر کا معرکہ ہوگیا۔ یہ دونوں جنگ میں شریک نہ ہوسکے۔ لیکن شرکاء بدر کی فہرست میں داخل ہیں۔ اسی وجہ سے ان کو مال غنیمت سے حصہ بھی ملا۔ اس کے علاوہ تمام مشاہد میں ہمرکاب رہے۔ احد کی قیامت خیز گھڑی میں یہ بھی ثابت قدم رہے اور ذات اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سپر بن گئے جو حملہ ذات والا پر ہوتا ان کو اپنے ہاتھ پر روکتے۔ اسی میں ہاتھ شل ہوگیا تھا۔ اس دن پچہتر زخم کھائے تھے۔ انکو بالکاہ نبوت سے طلحۃ الخیر اور طلحۃ الجواد کے خطابات ملے تھے۔ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۳۶ھ کے افسوسناک فوجی معرکہ جمل میں ناگہانی کسی طرف سے ایک تیر آلگا اور یہی تیر، تیر قضا بن گیا۔ بعض لوگوں کا گمان ہے کہ یہ تیر مشہور فسادی مروان نے چلایا تھا۔ شہادت کے وقت عمر مبارک چونسٹھ ۶۴ باسٹھ ۶۲ یا اٹھاون ۵۸ سال کی تھی۔ پہلے قطوہ قرہ میں مدفون تھے۔ تیس سال کے بعد اپنی صاحبزادی کو خواب میں

[1] الف۔ مغازی، حجۃ الوداع، تفسیر سورہ مائدہ۔ اعتصام، بسط آخر الکتاب، ترمذی تفسیر، نسائی حج، دارمی۔

اللہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مِنْ اَھْلِ نَجْدٍ ثَائِرَ الرَّاْسِ نَسْمَعُ دَوِیَّ

علیہ وسلم کی خدمت میں اہل نجد سے ایک صاحب[۲] حاضر ہوئے ان کے بال

صَوْتِہٖ وَلَا نَفْقَہُ مَا یَقُوْلُ حَتّٰی دَنَا فَاِذَا ھُوَ یَسْئَلُ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ

پراگندہ تھے ہم ان کی آواز کی گونج کو سنتے تھے مگر وہ کیا کہہ رہے ہیں ہم سمجھ نہیں پاتے تھے یہانتک کہ وہ قریب آئے

اللہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خَمْسُ صَلَوٰتٍ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَۃِ فَقَالَ ھَلْ

اب سمجھ میں آیا کہ وہ اسلام کے بارے میں سوال کر رہے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا[۳] دن و رات میں پانچ

عَلَیَّ غَیْرُھَا. قَالَ. لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ. قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نمازیں۔ انھوں نے کہا ان کے علاوہ بھی کچھ نمازیں ہیں فرمایا نہیں۔ مگر یہ کہ نفل پڑھے[۴]۔ اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

دکھایا کہ قبر میں تری آگئی ہے۔ قبر انور سے نکالے گئے اور بصرہ دار الہجرتین میں دفن ہوئے۔ اور یہیں مزار اقدس زیارت گاہِ خلائق ہے[۵]۔ ان سے اڑتیس حدیثیں مروی ہیں۔ دو پر شیخین متفق ہیں اور دو صرف بخاری نے اور تین صرف مسلم نے لی ہیں۔

**یہ صاحب کون تھے** (۲) فتح الباری میں ہے کہ ابن بطال نے کہا کہ یہ ضمام بن ثعلبہ تھے جو بنی سعد بن بکر کے قائد وفد تھے اسی پر قسطلانی اور مرقاۃ میں اقتصار کیا۔ لیکن یہ یقینی نہیں اس کا بھی احتمال ہے کہ کوئی اور صاحب رہے ہوں۔

**ترجیحات** (۳) انھوں نے سوال کیا تھا اسلام کے بارے میں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف فرائض کی تلقین فرمائی۔ مگر اسلام کے بنیادی رکن شہادتین کو ذکر نہیں فرمایا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ معلوم تھا کہ یہ مسلمان ہو چکے ہیں انھیں صرف فرائض کی تعلیم کی حاجت ہے۔ لیکن کتاب الصوم میں ان کا سوال یہ ہے۔

اخبرنی ماذا فرض اللہ علیّ من الصلوٰۃ ۔ مجھے بتائیے کہ اللہ نے مجھ پر کتنی نمازیں فرض کی ہے۔

ایک روایت دوسری کی تفسیر ہوتی ہے اور روایت بالمعنی شائع و ذائع ہے تو ظاہر ہے کہ سوال فرائض ہی کے بارے میں تھا اس لئے جواب میں نماز روزہ وغیرہ پر اکتفا فرمایا

ارکان اربعہ میں حج بھی ہے اس کا اس میں ذکر نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک حج فرض نہ ہوا ہو۔ دوسرے یہ کہ یہاں روایت میں کمی ہے۔ کتاب الصوم میں اتنا زائد ہے۔

فَاَخْبَرَہٗ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِشَرَائِعِ الْاِسْلَامِ ۔ انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کے تمام احکام بتائے۔

وَصِيَامُ رَمَضَانَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهُ

نے فرمایا اور رمضان کے روزے انھوں نے عرض کیا اس کے علاوہ بھی کچھ اور ہے ارشاد فرمایا نہیں مگر یہ کہ نفلی رونے

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكٰوةَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا قَالَ لَا إِلَّا

رکھے پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سامنے زکوٰۃ کو ذکر فرمایا۔ انھوں نے پوچھا اس کے سوا اور

أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ وَاللّٰهِ لَا أَزِيدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا أَنْقُصُ

کچھ؟ ارشاد فرمایا نہیں ہاں تو چاہے تو صدقہ نافلہ دے۔ اس کے بعد یہ شخص واپس ہوئے اور یہ کہتے جاتے تھے خدا کی قسم

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ

نہ اس پر زیادہ کروں گا نہ کمی کروں گا اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ شخص فلاح پاگیا اگر سچا ہے۔

اسی سے یہ بات بھی صاف ہوگئی کہ اس حدیث میں صرف ان فرائض کی ادائیگی پر فلاح کی خبر دی۔ حالانکہ اگر کوئی تمام فرائض کا پابند ہو اور منہیات سے نہ بچے تو مستحق فلاح نہیں۔ پھر صرف فرائض کی ادائیگی پر فلاح کی کیوں خبر دی گئی۔ ظاہر ہے کہ شرائع اسلام فرائض واجبات محرمات سب کو شامل ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اس وقت تک جتنے احکام نازل ہو چکے تھے خواہ از قسم مامورات ہوں خواہ از قسم منہیات، سب بتائے۔

مگر یہ کہ نفل ادا کرے یہ استثناء متصل ہے یا منقطع دونوں قول ہیں۔ احناف اس کے قائل ہیں کہ یہ استثناء متصل ہے اور شوافع اس کے قائل ہیں کہ یہ استثناء منقطع ہے۔ اگر یہ استثناء متصل مانا جائے تو حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کے علاوہ اور کچھ فرض نہیں مگر یہ کہ نفل پڑھو تو شروع کرتے ہی واجب ہو جائے گی اس لئے کہ استثناء متصل میں مستثنیٰ کا منہ کی جنس سے ہونا ضروری ہے ـــــ اور اگر یہ استثناء منقطع ہے تو چونکہ اس میں مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں ہوتا۔ اس لئے مطلب یہ ہوگا کہ فرائض یہی ہیں۔ ان کے علاوہ نوافل ہیں پڑھو گے تو ثواب پاؤ گے نہیں پڑھو گے تو کوئی گناہ نہیں۔

اسکی بنیاد ایک دوسرے اختلاف پر مبنی ہے۔ احناف کے نزدیک نفل شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی نفل نماز یا روزہ شروع کرکے توڑ دے تو اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:۔

وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ (آیت ۳۳۔ محمد ۴۷) اپنے اعمال باطل مت کرو۔

امام احمد اپنی مسند میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

اصبحت انا وحفصة صائمتين فأهديت لنا میں نے اور حفصہ نے روزہ رکھا اسی دن ایک بکری ہدیے میں

شاۃ فاکلنا۔ فدخل علینا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاخبرناہ فقال صُوْمَا یوما مکانہ (قسطلانی)

ہمارے پاس آئی ہم نے کھالیا اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب گھر تشریف لائے تو ہم نے بتایا۔ فرمایا اس روزے کے عوض ایک اور روزہ رکھو۔

دار قطنی میں ہے کہ حضرت جُوَیْرِیَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روزہ رکھکر توڑ دیا حضور نے اس کی قضا کا حکم دیا۔

آیت میں لاتبطلوا نہی ہے اور نہی میں اصل تحریم اور حدیث میں صُوْمَا۔ امر ہے اور امر میں اصل وجوب۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ نفل شروع کرکے اسے پورا کرنا واجب توڑنا گناہ۔ توڑدیا تو اسے دوبارہ ادا کرنا واجب۔ نیز اس پر صحابہ کرام کا اجماع بھی ہے کہ نفل شروع کرنے کے بعد اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ نیز حج نفل کے بارے میں شوافع بھی اسی کے قائل ہیں کہ اگر شروع کرکے توڑ دیا۔ تو اس کی قضا واجب ہے۔ بلکہ اگر بلا قصد فاسد ہو جائے تو بھی بقیہ ارکان کی ادائیگی واجب ہے اور پھر اس کی قضا بھی۔ اور یہ جو احادیث میں وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ رکھکر توڑ دیا۔ اس کا محل عذر ہے یعنی کسی عذر کی بنا پر ایسا کیا۔ اور عذر کیوجہ سے احناف کے نزدیک بھی نفل روزہ کی وجہ سے توڑنا منع نہیں مگر قضا واجب ہے۔ کسی حدیث میں یہ وارد نہیں کہ اس کے بعد قضا نہیں فرمایا۔ عذر سے گناہ ساقط ہو جاتا ہے۔ مگر قضا نہیں ساقط ہوگی۔

اس حدیث میں صرف پانچ ہی نمازوں کو فرض بتایا۔ اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ وتر اور عیدین واجب نہیں۔ اور احناف اسے واجب کہتے ہیں تشریح سوم میں گذر چکا ہے کہ یہ حدیث یہاں مختصر ہے کتاب الصوم میں اتنا زائد ہے "کہ اسلام کے تمام احکام کی تعلیم دی" اس عموم میں وتر اور عیدین بھی آگئے

(۵) ان صاحب نے واپس ہوتے وقت کہا تھا میں اس پر نہ زیادہ کروں گا اور نہ کم کروں گا۔ حالانکہ زیادتی بہرحال محمود ہے اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ۔ بلاشبہہ کوئی فرائض و واجبات پر عمل کرے اور محرمات سے بچے تو فلاح کا مستحق ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ اپنی قوم کے نمائندے تھے۔ ان کی مراد یہ ہے کہ قوم تک آپ کا پیغام پہنچانے میں نہ کمی کروں گا نہ زیادتی۔ جتنا حضور نے ارشاد فرمایا اس کو بلا کم وبیش قوم کو بتادوں گا کہ یہ ارشاد فرمایا۔

تیسرے یہ کہ قبول وتسلیم کے موقع پر یہی نیازمندی کی دلیل ہوتی ہے کہ یوں کہا جائے کہ آپ کے حکم پر بلا کم وبیش عمل کرونگا اور یہ موقع قبول وتسلیم ہی کا تھا۔ انھوں نے اپنی کمال نیازمندی کو ظاہر فرمایا۔

## تشریحات (۴۱)

(۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ افضل یہی ہے کہ جنازے کے پیچھے پیچھے چلے۔ اس لئے اس میں اتّبَعَ کا لفظ وارد ہے۔ اتّبَعَ

## (۴۱) حدیث۔ نماز جنازہ کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَۃً اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا وَّ کَانَ مَعَہٗ حَتّٰی یُصَلّٰی

نے فرمایا جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے جنازے کے پیچھے رہے یہاں تک کہ اس پر نماز پڑھ لی

عَلَیْھَا وَ یُفْرَغَ مِنْ دَفْنِھَا فَاِنَّہٗ یَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِیْرَاطَیْنِ کُلُّ قِیْرَاطٍ

جائے اُسے دفن کر لیا جائے تو وہ دو قیراط کے برابر ثواب لے کر لوٹے اور ہر قیراط اُحد کے برابر

مِثْلُ اُحُدٍ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیْھَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّہٗ یَرْجِعُ

ہوگا اور جو نماز جنازہ پڑھ کر میت کے دفن سے پہلے ہی لوٹ آیا وہ صرف ایک

مِنَ الْاَجْرِ بِقِیْرَاطٍ[1]

قیراط لے کر لوٹا

ت:۔ حـ۹۔ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ التَّیْمِیُّ مَا عَرَضْتُ قَوْلِیْ عَلٰی عَمَلِیْ

ابراہیم تیمی نے کہا میں نے جب اپنے قول کا عمل سے موازنہ کیا

کے معنی پیچھے پیچھے چلنے کے۔ یہی احناف کا مذہب ہے۔ امام شافعی کے نزدیک آگے آگے چلنا بہتر ہے

(۲) نیز یہ ثابت ہوا کہ صرف نماز جنازہ ہی پڑھکر دفن میں شرکت کے بغیر نہ آئے اور اگر کسی ضرورت سے واپس ہونے کی جلدی ہو تو ولی سے اجازت لیکر واپس ہو۔

## تشریحات (۹)

ابراہیم تیمی (۱) تابعین کے فقہاء و عباد میں سے ہیں۔ بہت عمدہ واعظ تھے۔ مشہور ظالم حجاج بن یوسف نے ابراہیم نخعی کی گرفتاری کا حکم دیا سپاہی ہم نام ہونے کی وجہ سے غلطی سے انھیں پکڑ لے گئے۔ اور جیل میں بند کر دیا۔ کچھ لوگوں نے کہا آپ کو غلطی سے پکڑا گیا ہے آپ اُسے ظاہر کر دیں۔ فرمایا۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ اپنے کو بچالوں اور ایک بے گناہ سزا پائے۔ اسی

[1] نسائی۔ جنائز (۷۹)

إِلَّا خَشِيتُ أَنْ أَكُونَ مُكَذِّبًا

تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میں جھوٹا تو نہیں۔

ت :- ح ۱۰ - وَقَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ أَدْرَكْتُ ثَلَاثِينَ مِنْ أَصْحَابِ

عبداللہ بن ابی ملیکہ نے کہا۔ میں نے تیس صحابہ سے ملاقات کی وہ سب

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَخَافُ النِّفَاقَ عَلَى نَفْسِهِ

کے سب اپنے اوپر نفاق سے ڈرتے تھے۔ ان میں کوئی ایسا نہیں تھا

مَا مِنْهُمْ أَحَدٌ يَقُولُ إِنَّهُ عَلَى إِيمَانِ جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ ۲

جو یہ کہتا کہ میں جبرئیل و میکائیل کے ایمان پر ہوں۔

قید کی حالت میں ۹۳ھ میں وصال فرمایا۔ ان کی حیرت انگیز باتوں میں سے یہ ہے کہ ایک ایک مہینے تک کھانا نہیں کھاتے تھے ـــــ اس تعلیق میں "مُكَذِّبًا" ذال کے فتحے کے ساتھ بھی ہے اور کسرے کے ساتھ بھی۔

توجیہہ (۲) یہ ان کا ارشاد بطور تواضع ہے کہ میں وعظ کہتا ہوں لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہوں اور خود میرا کیا حال ہے میں جانتا ہوں۔ میرا عمل میرے قول کے مطابق بھی ہے یا نہیں، اللہ جانے۔

## تشریحات (۱۰)

ابن ابی ملیکہ (۱) ان کا پورا نام عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ ہے۔ تابعین کے علماء مشاہیر میں سے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاضی اور موذن تھے۔ عبادلہ اربعہ اور ام المومنین عائشہ صدیقہ اور ام سلمہ اور اسماء بنت الصدیق اور حضرت ابوہریرہ اور عقبہ بن حارث اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث سنیں اور حضرت علی اور سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا زمانہ پایا مگر ان سے روایت نہیں کی۔ ان سے ایک مخلوق نے اخذ احادیث کی سعادت حاصل کی اور ان کے تلامذہ میں مشہور محدث ابن جریج ہیں۔ ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔

توجیہہ (۲) ابن ابی ملیکہ نے تیس صحابہ کرام کا جو یہ قول نقل فرمایا۔ اس کی توضیح ایک دوسری حدیث سے ہوتی ہے۔ جو امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی وہ فرماتے ہیں :-

لما كان اليوم الذي دخل فيه رسول الله صلى الله رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس دن مدینہ تشریف

۱؎ بخاری فی التاریخ۔ امام احمد بن حنبل کتاب الزہد۔ ابوالقاسم لالکائی فی سنۃ۔

۲؎ تاریخ ابن خیثمہ صحابہ کی تعداد کے بغیر۔ محمد بن نصر مروزی، کتاب الایمان میں تفصیل کے ساتھ۔

تعالیٰ علیه وسلم المدینة اضاء منها کل شئ فلما کان الیوم الذی مات فیه اظلم منها کل شی وما نفضنا ایدینا عن التراب وانا لفی دفنه حتی انکرنا قلوبنا۔ (مشکوٰۃ ص۵۴۲)

لائے ہر چیز روشن ہو گئی اور جب وفات پائی تو ہر چیز پر تاریکی چھا گئی۔ ہم ابھی آنحضور کو دفن ہی کر رہے تھے۔ ہاتھوں سے مٹی بھی نہیں جھاڑی تھی کہ ہمنے اپنے دلوں کو بدلا ہوا پایا۔

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت اور مشاہدے سے جو ایمانی طمانیت قوی یہ حاصل تھی وہ باقی نہ رہی جب اسقدر قریب زمانے میں یہ حال تھا۔ تو برسہا برس گذرنے کے بعد جو دلوں کا حال ہوا اس کا جب عہد رسالت سے موازنہ کرتے اور بین فرق محسوس کرتے تو گھبرا کر یہ اندیشہ ظاہر کرتے کہ اعمال میں جو اخلاص اور عبادت میں جو حضور و شہود تھا۔ اس میں کمی ہو گئی کہیں ایسا تو نہیں یہ نفاق ہو۔ یہ حسنات الابرار سیئات المقربین کے قبیل سے ہے۔

یا ان حضرات کی مراد یہ ہے کہ اس دور میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں ان کا ازالہ ضروری ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا:

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانه وان لم یستطع فبقلبه وذالك اضعف الایمان۔ (مشکوٰۃ ص۴۳۶)

جو شخص کسی بری بات کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدلدے۔ اگر اس کی قوت نہ ہو تو اپنی زبان سے۔ اگر اس کی بھی قوت نہ ہو تو اپنے دل سے ناپسند کرے۔ یہ ایمان کا کمزور درجہ ہے۔

صحابہ کرام کی جو حیثیت تھی اس کے پیش نظر ان کو اپنے ہاتھ سے ان خرابیوں کو دور کرنا چاہیے تھا۔ مگر اپنے اندر اسکی استطاعت نہ پاکر اسے دور نہ کر پائے۔ اسی کے بارے میں ان کو اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ نفاق تو نہیں۔

اقول۔ ان پر پیچ راہوں سے ہٹ کر سیدھی سادی بات یہ ہے کہ خوف کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ۔ آئندہ کسی خطرے کا احساس۔ یہ حضرات ایمان کی قیمت جانتے تھے۔ اور کوئی بھی قیمتی چیز رکھتا ہے اس کی کماحقہٗ حفاظت اسی وقت کر سکتا ہے جب ہر وقت اس سے ڈرتا رہتا ہے۔ کہ کہیں یہ ضائع نہ ہو جائے۔

وہ ہوشیار تھیلی میں اپنی موتی محفوظ رکھتا ہے جو ہر شخص کو جیب تراش گمان کرے۔

اسی کے مطابق صحابہ کرام ہر وقت اس سے ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں ہمارا ایمان سلب نہ ہو جائے۔ کیونکہ وہ معصوم نہیں تھے۔ جیسے فرشتے معصوم ہیں۔ اسی لئے وہ یہ نہیں کہتے تھے کہ ہمارا ایمان جبرئیل اور میکائیل کے ایمان کے مثل ہے۔ کہ جیسے انھیں سلب ایمان کا اندیشہ نہیں یہیں نہ ہو۔ وہ فرشتے ہیں اور معصوم ہیں۔ ان کو زوال ایمان کا کوئی خطرہ نہیں۔ یہ اُن حضرات کے کمال ایمان کی دلیل ہے۔

ت :- ۱۱ - وَيُذْكَرُ عَنِ الْحَسَنِ مَا خَافَهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا أَمِنَهُ

حضرت حسن بصری نے فرمایا اللہ سے مومن ہی ڈرتا ہے اور اللہ سے منافق

إِلَّا مُنَافِقٌ[1]

ہی نڈر ہوتا ہے

## (۴۲) حدیث

عَنْ زُبَيْدٍ سَأَلْتُ أَبَا وَائِلٍ عَنِ الْمُرْجِئَةِ فَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ

زبید نے کہا میں نے ابو وائل سے مرجئہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا مجھ سے عبداللہ

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَّ

بن مسعود نے حدیث بیان کی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق اور

قِتَالُهُ كُفْرٌ[2]

اس سے لڑنا کفر ہے[3]

ایمانی کا ایمان جبرئیل کا مطلب | (۳) اس تعلیق کے نقل کرنے سے امام بخاری کی غرض، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تعریض ہے۔ اس لئے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا۔

اقول ایمانی کایمان جبرئیل ولا اقول — میں کہتا ہوں میرا ایمان جبرئیل کے ایمان کی طرح ہے۔

مثل ایمان جبرئیل۔ — یہ نہیں کہتا جبرئیل کے ایمان کے مثل ہے۔

امام ابن ہمام نے مسایرہ میں اس کی توجیہ یہ فرمائی۔ کہ مثلیت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تمام صفات میں مساوات ہو۔ اور تشبیہ صرف ایک صفت میں قدرے اشتراک پر بھی درست ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرا ایمان تمام صفات میں جبرئیل کے ایمان کے برابر ہے۔ ہاں میں یہ کہتا ہوں کہ میرا ایمان جبرئیل کے ایمان کی طرح ہے اس معنی کر کہ اس میں ادنی سا شک وشبہ کا شائبہ نہیں۔ مثل کے معنی برابری کے۔ خود حدیث میں وارد ہے۔ حدیث ربا میں ہے :-

---

[1] فرمایا۔ امام احمد بن حنبل فی کتاب الایمان بمعناہ [2] بخاری ایمان ۳۶ و ۴۸ فتن ۳ مسلم ایمان ۱۱۶ ترمذی بر ۱۸ ایمان ۱۸ نسائی تحریم ۳ ابن ماجہ فتن ۱ مقدمہ ۱۳ مسند امام احمد۔

مِثلاً بِمِثلٍ یداً بیدٍ والفضل ربا — برابر، برابر۔ دست بدست اور زیادتی سود ہے۔

اور امام بخاری نے جو فرمایا۔ وہاں تشبیہ کی نفی تھی۔ ممکن الزوال نہ ہونے میں اور امام صاحب کے قول میں تشبیہ ہے عدم شک وشبہ میں۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک چیز کو کسی چیز کے ساتھ ایک وصف میں اشتراک کی بنا پر تشبیہ دی جائے اور دوسرے وصف کے اعتبار سے نفی کی جائے جیسے زید، شیر کی طرح ہے یعنی بہادری میں۔ زید شیر کی طرح نہیں۔ درندگی میں۔

دوسرے علماء نے اس کی اور بھی توجیہیں کی ہیں۔ مگر میرے نزدیک یہ خود محلِ نظر ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمایا بھی ہے یا نہیں۔ شامی میں خلاصہ سے حضرت امام کا یہ قول نقل فرمایا۔

اکرہ ان یقول الرجل ایمانی کایمان جبرئیل — میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی یہ کہے میرا ایمان جبرئیل کے ایمان کی

ولکن یقول آمنت بما آمن بہ جبرئیل (ص ۲۲۴ ج ۲) — طرح ہے۔ ہاں یہ کہو میں اس پر ایمان لایا جس پر جبرئیل ایمان لائے۔

## تشریحات (۴۲)

ابو وائل (۱) یہ تابعی اور کوفہ کے باشندے حضرت عبداللہ بن مسعود کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی بہت تعریف کرتے تھے۔ ان کے علاوہ فاروق اعظم، حضرت علی، حضرت عمار و دیگر صحابہ سے روایت کی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر زیارت نہ کرسکے بعثت کے وقت دس سال کے تھے۔ ۸۲ھ میں وصال ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ ڈیڑھ سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ ابوسعید بن صالح کہتے ہیں کہ ابو وائل ہمارے جنازوں کی نماز پڑھاتے تھے۔ اور ان کی عمر ڈیڑھ سو سال کی تھی۔

مرجیہ (۲) گمراہ فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے جس کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ ایمان کے ساتھ گناہ کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ جس نے دل سے ضروریات دین کی تصدیق کرلی وہ جہنم سے آزاد ہے۔ ایک آن کے لئے بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ ان کے پانچ فرقے ہوئے جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے تھے۔

مرجیہ یا تو ارجاء سے ہے جس کے معنیٰ پیچھے کرنے کے ہیں یا رجاء بمعنی امید سے بنا ہے۔ سباب کے معنی ہیں کسی کو عیب لگانا خواہ وہ عیب اس میں ہو خواہ نہ ہو اس میں سب سے زیادہ قباحت ہے۔ فسوق کے معنیٰ نکلنے کے ہیں۔ اور شرع میں اللہ عزوجل کی نافرمانی کرنے کے ہیں۔ یہ مرادف ہے گناہ کے۔ کفر و شرک تک کو عام ہے۔ کفر کے لغوی معنیٰ چھپانے کے ہیں۔ اور شریعت میں مذہب اسلام سے نکل جانے کو کہتے ہیں۔

(۳) اس پر اجماع ہے کہ مسلمان سے لڑنا کفر نہیں اور قرآن کی اس آیت سے کہ فرمایا:۔

# ۴۳ حدیث جبرئیل

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا - سورہ حجرات۔ آیت ۹

اگر مسلمان کے دو گروہ آپس میں لڑیں، تو ان کے مابین صلح کرادو - سورہ حجرات آیت ۹

اس سے بھی یہی ثابت ہے کہ مسلمان سے لڑنا کفر نہیں۔ پھر اس حدیث میں اسے کفر کیوں کہا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں مسلمان سے لڑنے پر کفر کا اطلاق تغلیظاً ہے یا کفر سے مراد ناحق شناسی ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ بھائی کو لازم ہے کہ بھائی کے ساتھ مل جل کر رہے۔ لڑے بھڑے نہیں۔ جب کوئی مسلمان کسی مسلمان سے لڑا تو اس کی حق تلفی کی یا اس بنا پر مسلمان سے لڑنے کو کفر کہا گیا ہے یہ کفار کے فعل کے مشابہ ہے کہ مسلمان سے لڑنا مسلمان کا کام نہیں، کافر کا کام ہے۔ یا یہاں کفر کے لغوی معنیٰ مراد ہیں یعنی چھپانا۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کی شان یہ ہے کہ دوسرے مسلمان کی مدد کرے اس پر آنچ نہ آنے دے اور جب اس سے لڑا تو اس کے حق کو چھپایا۔

اقول :۔ مشتق پر حکم اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا ماخذ اس کی علت ہے۔ اس لئے حدیث کا صاف مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان سے محض مسلمان ہونے کی وجہ سے لڑنا کفر ہے۔ کسی مسلمان سے مسلمان ہونے کی وجہ سے لڑنا ضرور کفر ہے۔

مرجیہ کا عقیدہ تھا کہ ایمان کے ساتھ گناہ سے کوئی ضرر نہیں ہوتا۔ یہ حدیث ان کے اس عقیدے کا رد ہے۔ صاف صریح ارشاد ہے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق و گناہ ہے اور ان سے لڑنا کفر ہے۔

## تشریحات ۴۳

تکمیل (۱) اپنی طرز کے خلاف ہم نے یہ حدیث کتاب التفسیر کی لی ہے۔ اس لئے کہ اس میں فی خمس لا یعلمھن الا اللہ اِنَّ اللّٰہَ عندہ علم الساعۃ کا اضافہ تھا مسئلہ علوم خمسہ پر بحث کی تکمیل کے لئے اس آیت پر بھی بحث ضروری تھی۔ قرطبی نے کہا۔ یہ حدیث اس لائق ہے کہ اس کو اُمّ السُّنّہ کہا جائے۔ اس لئے کہ یہ احادیث کے جملہ علوم کو متضمن ہے اسی لئے امام بغوی نے مصابیح اور شرح السُّنّہ دونوں کتابوں کو اسی حدیث سے شروع کیا جیسے قرآن کریم سورۂ فاتحہ سے شروع کیا گیا۔ کہ وہ اُمّ الکتاب ہے۔ اجمالی طور سے قرآن کریم کے جملہ علوم پر مشتمل ہے۔

وَسَلَّمَ كَانَ يَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ

مجمع عام میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص پیدل چلتا ہوا

امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ یہ حدیث تمام ظاہری باطنی عبادات کے وظائف پر مشتمل ہے خواہ ایمان ہو خواہ جوارح کے اعمال ہوں خواہ دلوں کا اخلاص ہو۔ یہاں تک کہ شریعت کے کل علوم اس کی طرف راجع ہیں اور اس سے نکلتے ہیں۔ اسی اہمیت کے پیش نظر ہم اس مبارک حدیث کے جو مختلف حصے مختلف صحابۂ کرام یا مختلف طرق یا مختلف کتابوں میں ہیں سب کو یکجا کر کے اپنے الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔

بخاری و مسلم کے علاوہ یہ حدیث بالفاظ مختلفہ کچھ زیادتی کی قدرے تقدیم و تاخیر کے ساتھ خود حضرت ابوہریرہ نیز حضرت عمر حضرت انس حضرت جریر بن عبداللہ بجلی، حضرت ابن عباس حضرت ابو عامر اشعری اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ابو داؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، مسند امام احمد بن حنبل، بزار صحیح ابو عوانہ طبرانی وغیرہ میں مذکور ہے:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغیر کسی امتیاز کے صحابۂ کرام کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے اگر کوئی ناآشنا اجنبی حاضر ہوتا، پہچان نہیں سکتا تھا، اسے پوچھنا پڑتا رسول اللہ کون ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا اگر اجازت ہو تو ہم حضور کے بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ بنا دیں جس پر تشریف رکھیں تاکہ اجنبیوں کو پوچھنا نہ پڑے۔ اجازت ملنے پر صحابہ نے ایک چبوترہ بنا دیا۔ جس پر حضور تشریف رکھا کرتے۔ اور صحابہ اس کے پہلو میں بیٹھتے۔ ایک دن مجمع عام میں حضور، اسی چبوترے پر اخیر عمر مبارک میں خطبہ دے رہے تھے۔ فرمایا۔ مجھے جو چاہو پوچھو: حاضرین پر ہیبت طاری ہو گئی جس کی وجہ سے کوئی کچھ دریافت نہ کر سکا۔ کہ اچانک ایک صاحب پیدل چلتے ہوئے نمودار ہوئے۔ نہایت خوبصورت، انتہائی سفید و شفاف کپڑے پہنے ہوئے جس پر نام کو بھی میل نہ تھا۔ ان کے بدن سے بہترین خوشبو اُٹھ رہی تھی۔ داڑھی اور بال بالکل سیاہ۔ نہ تو ان کی ہیئت مسافروں جیسی تھی۔ نہ ان پر سفر کا کوئی اثر تھا۔ تعجب یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی انہیں پہچانتا بھی نہ تھا۔ حاضرین نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھ کر کہا ہم پہچانتے نہیں یہ کون ہے؟

انہوں نے فرش کے کنارے پہونچ کر عرض کیا۔ السلام علیک یا رسول اللہ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، سلام کا جواب دیا۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کے نزدیک آجاؤں۔ فرمایا۔

آجاؤ۔ کئی بار نزدیک آنے کا اذن طلب کیا۔ ہر بار اجازت ملی۔ وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آنحضور کے بالکل نزدیک آکر آنحضور کے گھٹنوں سے گھٹنے ملاکر اور اپنا ہاتھ حضور کے زانو پر رکھ کر بیٹھ گئے۔ اور مندرجہ ذیل سوالات کئے۔

یارسول اللہ ایمان کیا ہے؟ ارشاد فرمایا۔ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے سب فرشتوں، اس کی تمام کتابوں اور اس کے کل رسولوں جملہ نبیوں پر اور اس کی ملاقات پر اور موت پر اور قیامت کے دن قبروں سے زندہ ہوکر اٹھنے پر ایمان لاؤ۔ حساب۔ میزان۔ جنت دوزخ پر ایمان لاؤ۔ اور تقدیر پر ایمان لاؤ۔ کہ اس کا اچھا برا میٹھا کڑوا سب خدا کی طرف سے ہے۔

یہ جواب سنکر اس نے کہا۔ آپ نے سچ فرمایا۔ حاضرین کو حیرت ہوئی سوال بھی کرتے ہیں اور تصدیق بھی کرتے ہیں۔

پھر انھوں نے پوچھا۔ یارسول اللہ۔ اسلام کیا ہے؟ ارشاد فرمایا۔ اسلام یہ ہے کہ تم اس کی گواہی دو۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ اور فرض نماز پابندی کے ساتھ ادا کرو اور فرض زکوٰۃ دو۔ رمضان کے روزے رکھو۔ اگر بیت اللہ جانے کی استطاعت ہو تو حج کرو۔ عُمرہ کرو۔ جنابت سے غسل کرو۔ کامل طریقے سے وضو کرو۔ اس نے عرض کیا۔ آپ نے سچ فرمایا۔

پھر پوچھا یارسول اللہ مجھے احسان کے بارے میں بتائیے؟ فرمایا احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو اس طرح اس کی خشیت رکھو گویا اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔ انھوں نے عرض کیا آپ نے سچ فرمایا۔ پھر دریافت کیا، قیامت کب آئے گی۔ اس سوال پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گردن جھکالی کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ انھوں نے تین بار یہی سوال دہرایا۔ تو سر اقدس اٹھاکر فرمایا۔

قیامت کے بارے میں جس سے سوال کیا گیا وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

اس کے بعد انھوں نے قیامت کی نشانیاں پوچھیں۔ یا یہ کہ آنحضور نے از خود فرمایا۔ میں تمھیں قیامت کی کچھ نشانیاں بتاتا ہوں۔ فرمایا۔ قیامت کی نشانیاں یہ ہیں کہ، باندی اپنے آقا کو جنے گی، ننگے بدن ننگے پاؤں رہنے والے گونگے، بہرے حکومت کریں گے۔ بھک منگے، بکریوں، کالے اونٹوں کے چرواہے محلوں میں فخر کریں گے۔

قیامت کب آئے گی یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ پھر آنحضور نے سورۂ لقمان کی یہ اخیر آیت تلاوت فرمائی۔

یَمْشِیْ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْاِیْمَانُ؟ قَالَ اَلْاِیْمَانُ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَ

خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہا یا رسول اللہ، ایمان کیا ہے؟ فرمایا ایمان یہ ہے کہ اللہ پر اور اس کے سب

اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے۔ وہ بارش برساتا ہے۔ اور ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے، جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کل کیا کمائے گا۔ کسی کو نہیں معلوم کہ کہاں مرے گا اس میں کوئی شک نہیں اللہ جاننے والا بتانے والا ہے[ع] اس کے بعد یہ شخص چلے گئے۔ جب چلے گئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انھیں واپس لاؤ۔ صحابۂ کرام نے ہر طرف تلاش کیا مگر وہ نہیں ملے۔ اب حضور نے فرمایا۔ تم لوگ جانتے ہو یہ کون تھے۔ یہ جبرئیل تھے۔ تم لوگوں نے اس وقت کچھ نہیں پوچھا تو یہ آئے تھے کہ تم کو دین سکھائیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ جب بھی جبرئیل آئے میں نے پہچان لیا۔ مگر اب کی بار نہ پہچان سکا۔ یہ واپس ہونے کے لئے جب مڑ چکے تھے جب پہچانا۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ تین دن کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے ملاقات کی اور دریافت فرمایا تمھیں معلوم ہے وہ سائل کون تھے۔ میں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا۔ وہ جبرئیل تھے۔ تمھیں دین سکھانے آئے تھے۔

**نکات** ② بخاری میں جتنا حدیث کا متن ہے۔ اس پر وارد بہت سے شبہات اس حدیث کے متفرق متون کو جمع کر دینے سے دور ہو گئے۔ اسی سے یہ بھی ظاہر ہو گیا۔ روایتوں میں جو تقدیم و تاخیر کمی زیادتی ہے۔ وہ راویوں کی طرف سے ہے کہ انھوں نے اپنی یادداشت یا ضرورت کے مطابق ذکر کیا۔

اب چند ضروری گوشوں کی توضیح باقی رہ گئی ہے وہ حاضر ہیں۔

(الف) جبرئیل اس خاص ہیئت کے ساتھ اجنبی بن کر کیوں حاضر ہوئے؟ مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں کو اس بات سے روک دیا گیا تھا کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوالات کریں اس لئے ہم لوگوں کی خواہش رہتی تھی کہ کوئی ذہین دیہاتی آکر کچھ پوچھے اور ہم سنیں۔ اسی حدیث کا ابتدائی حصہ یہ ہے کہ اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذنِ عام دیدیا تھا۔ کہ جو پوچھنا چاہو پوچھو مگر ہیبت کی وجہ سے کوئی کچھ پوچھ سکا ــــ اس لئے جبرئیل امین اجنبی بن کے حاضر ہوئے۔ کہ صحابہ یہی سمجھیں کہ یہ کوئی دیہاتی ہیں۔ اگر صحابۂ کرام

ع سورۂ لقمان،

مَلَائِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَلِقَائِهٖ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الْآخِرِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

فرشتوں پر اور اس کے سب رسولوں پر اور اسکی ملاقات پر اور آخر قبر سے اٹھنے پر ایمان لائے اس نے کہا یا رسول اللہ

کو یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ جبرئیل ہیں۔ تو اس کا امکان تھا کہ صحابہ پر ان کی بھی ہیبت طاری ہو جاتی۔ ہو سکتا ہے انکی زیارت میں انہماک ہو جاتا اور ان کے سوالات و جوابات کو کما حقہ مستحضر نہ رکھ پاتے۔

(ب) بچھونے کے کنارے ہی سلام کرنے کے بعد بار بار نزدیک آنے کا اذن مانگنا اس لئے تھا کہ تمام حاضرین ان کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ نیز یہ بتانا تھا کہ بزرگوں کے بہت نزدیک بلا ان کی اجازت کے نہیں ہونا چاہیئے۔ خصوصاً جب مجلس بھری ہوئی ہو۔

(ج) گردنیں پھلانگتے اس لئے آئے۔ کہ ہو سکتا ہے کہ بغیر اس کے قریب آنا ممکن نہ ہو نیز یہ بدویانہ طریقہ اس لئے اختیار کیا کہ لوگ یہی سمجھیں کہ واقعی یہ کوئی بدوی ہیں۔

(د) گھٹنے سے گھٹنے ملاکر، زانوا قدس پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے۔ یہ بتانے کے لئے کہ تلمیذ و استاذ میں جتنی موانست ہو گی قرب ہو گا، اتنا ہی زیادہ فیض ہو گا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں فوضع یدیہ علی فخذیہ۔ اس میں یدیہ کی ضمیر کا مرجع متعین ہے کہ رجل ہے۔ البتہ فخذیہ کی ضمیر میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا مرجع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں۔ تو وہ معنی ہوں گے جو ہم نے بیان کیا دوسرے یہ کہ اس کا مرجع بھی رجل ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ آنے والے نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے زانو پر رکھے۔ اسی میں ادب زیادہ ہے۔ اور پہلے میں یگانگت کا بہت زیادہ اظہار نیز بدویت کا بھی۔ ہم نے پہلی شق اس لئے اختیار کی، کہ سلیمان تیمی کی روایت میں یہ تصریح ہے۔ وضع یدہ علی رکبتی النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ایک روایت دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔ نیز نبوی اور اسماعیل تیمی نے اسی پر جزم فرمایا۔ اور طیبی نے اسی کو ترجیح دی۔

(ہ) سفید شفاف بے داغ لباس میں حاضر ہوئے اس میں اشارہ ہے کہ تلمیذ کو استاذ کے سامنے اس طرح حاضر ہونا چاہیئے کہ اس کا ذہن پندار کے داغ سے ملوث نہ ہو۔

(و) سیاہ بال جوانی کی نشانی ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ طلب علم کا بہترین زمانہ جوانی ہے۔

(ز) انتہائی خوبصورت بہترین خوشبو کے ساتھ آنے میں یہ تلقین ہے کہ تلمیذ کو استاذ کے حضور اچھی سے اچھی ہیئت میں حاضر ہونا چاہیئے جس سے اسکی طرف میلان قلب ہو ایسی ہیئت سے نہ حاضر ہو کہ اسے تکدر یا نفرت ہو۔

مَا الْاِسْلَامُ؟ قَالَ اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّ

اسلام کیا ہے؟ فرمایا۔ اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے اس طرح کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے

(۳) ایمان باللہ، ایمان بالرسول، ایمان باللملئکہ وایمان بالکتب کی تشریح۔ ہر مسلمان جانتا ہے۔ اور اس کی تفصیل کتاب میں متعدد جگہ آئے گی۔ توضیح طلب باتیں تین ہیں۔ موت پر ایمان، اور اس کی ملاقات پر ایمان۔ اور بعث آخر یا یوم آخر پر ایمان۔

(الف) موت ایسی چیز ہے کہ اس کا سبھی کو یقین ہے۔ پھر اس پر خصوصیت سے ایمان لانے کا ذکر غالباً اس بنا پر ہے کہ موت کا یقین سب کو ضرور ہے۔ مگر اس سے غفلت عام ہے۔ مراد یہ ہے کہ موت سے غفلت نہ برتی جائے اسے یاد رکھا جائے۔ یا اس سے پوری دنیا کا کلیۃً فنا ہو جانا مراد ہے۔

(ب) بعث سے مراد، قیامت کے دن قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنا ہے۔ اور یہ بہر حال آخر ہے۔ اب آخر صرف توضیح و تاکید کے لئے ہے۔ جیسے کہتے ہیں "کامس الذاھب" حالانکہ اَمْسِ کا معنی ہے کل گذشتہ کے۔ یا اس بنا پر کہ بعث دو ہیں۔ ایک عدم سے وجود میں آنا۔ یا ماں کے پیٹ سے دنیا میں آنا۔ دوسرے قیامت کے دن۔ یہ دوسرا پہلے کی بہ نسبت آخر ہوا۔

(ج) یوم آخر سے مراد قیامت ہے اس کو یوم آخر۔ اس لئے کہتے ہیں کہ جن ایام کی حد ہمیں معلوم ہے۔ ان میں سب سے آخری دن ہے۔ یوم آخر پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن جو احوال و اہوال اور معاملات پیش آئیں گے۔ ان سب پر ایمان لانا۔ مثلاً حساب کتاب، وزنِ اعمال، پُل صراط پر گذر، جنت دوزخ۔ جیسا کہ حضرت ابنِ عباس کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔

(د) اللہ کی ملاقات سے مراد یہ ہے کہ اس کی بارگاہ میں حاضری ضروری ہے۔ یا یہ کہ اس کی رویت مراد ہے کہ مومنین کو اس کی زیارت ہوگی۔ جیسا کہ اس کے بارے میں احادیث مشہورہ وارد ہیں، یہ اگرچہ یوم آخر کے احوال میں داخل ہے۔ مگر اہمیت کی وجہ سے اس کو علیحدہ بھی ذکر کیا۔

(۴) اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ایمان و اسلام دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ لیکن یہ کلیۃً صحیح نہیں۔ یہاں جن امور کو اسلام بتایا۔ وفد عبدالقیس کی حدیث میں انھیں کو ایمان بتایا۔ نیز قرآن مجید میں ہے۔

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَمَا اس بستی میں جتنے مومن تھے ہم نے سب کو باہر کیا ہم نے اس بستی

وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ۔ ذٰریٰت آیت ۳۵ و ۳۶۔ میں صرف ایک گھر مسلمان کا پایا ۔

یہاں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر والوں کو مومن بھی فرمایا ۔ اور مسلمان بھی ۔ اس سے ظاہر کہ مومن اور مسلمان مرادف ہیں ۔ تو ثابت کہ ایمان اور اسلام بھی مرادف ہیں ۔

لیکن اس حدیثِ جبرئیل اور دیگر احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام متغائر ہیں ۔ نیز قرآن مجید ہی میں ہے ۔

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا ۔ قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ۔ گنواروں نے کہا ہم ایمان لے آئے آپ فرما دو ایمان نہیں لائے ہاں یہ کہو ہم تابع ہو گئے ابھی تمہارے دلوں میں ایمان کہاں داخل ہوا

اس آیت میں ایمان کی نفی کر کے ۔ اسلام کا اثبات ہے ۔ اس سے ظاہر کہ ایمان اور اسلام دو الگ الگ چیزیں ہیں ۔ مگر حقیقت میں ایسا نہیں ۔ اس سے صرف یہ ثابت ہوا کہ اطلاق میں کہیں کہیں تغایر کی بو آتی ہے ۔ ورنہ مفہوم دونوں کا ایک ہے ۔

ہم کتاب الایمان کی ابتدا میں یہ ثابت کر آئے ہیں کہ ایمان ، تصدیق اور اقرار باللسان دونوں کا نام ہے ۔ ایمان کے لغوی معنی تصدیق کے ہیں ۔ اور اسلام کے لغوی معنی تابعدار ہونے کے ہیں ۔ شرع میں اسلام کے معنی ہیں ۔ اس دین کا پابند ہونا جو خدا کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے ۔ ظاہر ہے کہ انسان کسی دین کا پابند اسی وقت ہوگا جب اس کے اصول کو سچ جانے ۔ اور اس کے صحیح ہونے کا اقرار کرے ۔ اور یہی جاننا ایمان ہے ۔ اور جب انسان کسی کے اصول کو سچ جان لے گا ۔ اور اس کا اقرار بھی کرے گا ۔ تو اس کا پابند بھی ہوگا ۔ لہٰذا ایمان و اسلام ایک ہوئے ۔

ہاں اطلاق میں کہیں کہیں اسلام ظاہری اعمال کی ادائے گی پر بولا گیا ہے ۔ اس لحاظ سے فرق صرف اعتباری ہوگا ۔ اس سے کسی کو انکار نہیں ۔ حدیثِ جبرئیل اور سورۂ حجرات کی اس آیت میں یہی اطلاق ہے ۔ ورنہ حدیث جبرئیل کا اخیر اس کا رد ہے ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سب کو دین فرمایا جس میں ایمان بھی داخل ہے ۔ اور خود قرآن مجید میں ہے ۔

مَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ ۔ جو اسلام کے علاوہ کسی دین کو قبول کرے اسے ہرگز قبول نہیں کیا
اور ارشاد ہوا وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۔ جائے گا تمہارے لئے دینِ اسلام کو میں نے پسند کیا ۔

ان آیات میں صرف اسلام کو دین بتایا۔ کیا ایمان دین سے خارج ہے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے۔ اور ضرور صرف نفی میں ہے۔ تو ثابت کہ ایمان اور اسلام دو متضاد چیزیں نہیں مسلمانوں کے عرف میں بولتے ہیں۔ فلاں ایمان لایا۔ یا بولتے ہیں فلاں اسلام لایا۔ دونوں کے معنی بلا کسی دغدغہ کے ایک ہیں۔ ہاں اطلاق کے اعتبار سے شریعت میں اس کے مابین عموم خصوص مطلق کی نسبت ہوگی۔ ایمان اور اسلام دونوں کا ایک مفہوم پر اطلاق جیسے وفد عبدالقیس والی حدیث اور سورۂ ذٰریٰت کی مذکورہ آیت میں۔ اسلام کا اور ایمان کا الگ الگ معنوں میں اطلاق جیسے سورۂ حجرات کی آیت میں

تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ ہر بھلائی برائی اللہ عزوجل نے اپنے علم ازلی کے موافق مقدر کر دی ہے جو بات جیسے ہونے والی تھی۔ اور جو شخص جو کچھ کرنے والا تھا۔ اللہ عزوجل اسے ازل سے جانتا تھا۔ اسی کے مطابق لکھ لیا۔ اب اس کے خلاف نہیں ہو سکتا، محال ہے، یہ نہیں کہ اللہ عزوجل نے لوگوں کے احوال جانے بغیر جو چاہا لکھ دیا۔ اور اب ہم اس لکھنے کی وجہ سے ویسا ہی کرنے پر مجبور ہیں۔ بلکہ مثلاً زید کے ذمے برائی لکھی۔ اس لئے کہ اللہ عزوجل کو معلوم تھا کہ برائی کرے گا اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا تو اس کے ذمے بھلائی لکھتا۔ اس کو یوں سمجھئے کہ اللہ عزوجل نے انسان کو جمادات پتھر کنکر کی طرح بے حس و حرکت بے اختیار نہیں بنایا۔ بلکہ ایک نوع اختیار بھی دیا ہے کہ کسی کام کو چاہے تو کرے۔ چاہے تو نہ کرے۔ اسی کے ساتھ عقل بھی دی کہ وہ بھلے برے نفع، نقصان کو پہچان سکے۔ اور ہر قسم کے سامان و اسباب مہیا فرما دئے کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ان سامان سے کام لے۔ اسی اختیار پر مواخذہ ہے۔ اپنے آپ کو جمادات کی طرح مجبور محض سمجھنا۔ یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہے۔

تقدیر کے منکرین کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس امت کا مجوس فرمایا۔ وجہ شبہ یہ ہے کہ مجوس دو خالق مانتے ہیں خالقِ خیر یزداں۔ خالقِ شر اہرمن۔ اور قدریہ یعنی تقدیر کے منکرین انسانوں کو اپنے افعال کا خالق مانتے ہیں۔ انھوں نے دو ہی نہیں کروڑوں خالق مانے۔

تقدیر و قضا ہم معنی ہیں۔ قضا کی تین قسمیں ہیں۔ مُبرَم حقیقی۔ جو علم الٰہی میں کسی چیز پر مُعلَّق نہیں۔ مُعلَّق محض۔ ملائکہ کے صحیفوں میں جس کا معلق ہونا ظاہر فرما دیا گیا ہو۔ مُعلَّق شبیہ مبرم۔ صحف ملائکہ میں جس کی تعلیق مذکور نہیں۔ مگر وہ علم الٰہی میں معلق ہے۔

مبرم حقیقی کی تبدیل محال ہے۔ اگر محبوبانِ بارگاہ اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انھیں اس سے روک دیا جاتا ہے۔ مثلاً فرشتے قوم لوط پر عذاب لے کے آئے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بآں قرب

تُقِيمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ

اور نماز ادا کرے اور فرض زکوٰۃ دے اور رمضان کا روزہ رکھے۔

واختصاص بہت کچھ عرض ومعروض کی۔ یہاں تک کہ ان کی عرض ومعروض کو قرآن کریم نے مجادلے سے تعبیر فرمایا۔ ارشاد ہے۔

يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ۔ ابراہیم ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا۔

مگر چونکہ یہ عذاب مبرم حقیقی تھا۔ اس لئے نہ رُکا۔

قضاء معلق۔ اولیاء کرام کی دعاؤں ان کی توجہ، اعمالِ حسنہ سے ٹل جاتی ہے۔

معلق شبیہ مبرم تک عامۂ اولیاء کرام کی رسائی نہیں۔ اکابر کی ہے۔ جو ان کی دعاء توجہ سے ٹل جاتی ہے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کو فرمایا۔

إِنِّي أَرُدُّ الْقَضَاءَ بَعْدَ مَا أُبْرِمَ میں قضاء مبرم کو بدل دیتا ہوں۔

اور اسی کو حدیث میں فرمایا گیا۔

إِنَّ الدُّعَاءَ يَرُدُّ الْقَضَاءَ بَعْدَ مَا أُبْرِمَ۔ دعا قضاء مبرم کو ٹال دیتی ہے۔

تقدیر کے مسائل عقول متوسطہ کی دسترس سے باہر ہیں۔ ماوشما کس گنتی میں۔ حضرت صدیق اکبر وفاروق اعظم کو اس میں بحث کرنے سے روک دیا گیا۔ اس میں زیادہ غور وخوض بحث وتمحیص بہت نقصان دہ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ استدلالی نہیں۔ صرف کشفی ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ مسئلہ جتنا ہی دقیق اور عام عقلوں کی دسترس سے بالاتر ہے۔ اُتنا ہی لوگ اس میں کرید کی کوشش کرتے ہیں۔ اسے عام فہم اسے قریب کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ جو کہا جاسکتا ہے وہ یہ ہے۔ ہم چلتے ہیں پھرتے ہیں اٹھتے ہیں بیٹھتے ہیں کھاتے ہیں پیتے ہیں زندگی کے روزمرہ کے معمولات میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ ہم اپنے ارادے اور اختیار سے کرتے ہیں۔ ہم جو چاہتے ہیں کھاتے پیتے ہیں جو نہیں چاہتے ہیں نہیں کھاتے پیتے۔ ہم جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں اور جہاں نہیں چاہتے ہیں نہیں جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اس کے برخلاف رعشے کی بیماری والا ہے۔ کہ وہ لاکھ چاہے کہ اس کا سر اور اس کا ہاتھ اس کا پاؤں نہ ہلے۔ مگر وہ روک نہیں سکتا۔ فالج زدہ، مفلوج عضو کو لاکھ چاہے حرکت نہیں دے سکتا۔ اس کے برخلاف ایک تندرست انسان جب چاہے جس عضو کو چاہے حرکت دے سکتا ہے حرکت سے روک سکتا ہے تندرست کی حرکات وسکنات

قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِحْسَانُ

اس نے عرض کیا یارسول اللہ۔ احسان کیا ہے ؟

رعشہ اور فالج زدہ کی طرح بے اختیاری نہیں ـــــ مگر اس اختیار کے باوجود روزمرہ ایسا ہوتا رہتا ہے۔ کہ ایک انسان ایک بات کو چاہتا ہے اس کے لئے لاکھ جتن کرتا ہے۔ سب تدبیریں کر ڈالتا ہے۔ مگر وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ اس سے سمجھ میں آیا۔ کہ ہمیں اختیار بھی ہے قدرت بھی ہے۔ مگر بالکلیہ نہیں۔ ہمارا اختیار ہماری قدرت کسی اور قدرت والے اختیار والے کے ماتحت ہے۔ یہی تقدیر ہے۔

(۵) احسان باب افعال کا مصدر ہے۔ اس کا مادہ حَسَنٌ ہے۔ جب اس کا مفعول بغیر حرف جر کے آتا ہے۔ تو اس کے معنی اچھا کرنے کے آتے ہیں۔ اور جب الیٰ کے ساتھ آتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی کو نفع پہنچانے کے۔ یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ عبادت کے اندر احسان کیا ہے۔ اسے یوں فرمایا۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ۔ اللہ کی یوں عبادت کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو پس اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اس تقدیر پر مطلب یہ ہوگا۔ کہ تم عبادت میں یہ تصور رکھو گویا کہ اللہ عزوجل کو تم دیکھ رہے ہو۔ کیونکہ تم اسے نہیں دیکھتے اور نہ دیکھ سکتے ہو۔ مگر وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اسی کو دوسری حدیث میں یوں فرمایا۔

اَعْبُدْ رَبَّكَ فِيْ جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ كَعِبَادَتِكَ فِيْ حَالِ الْعِيَانِ۔ ہر حالت میں اپنے رب کی یوں عبادت کرو جیسے حالت مشاہدہ میں کرتے

اس تقدیر پر احسان کا صرف ایک درجہ ہوا۔ وہ یہ کہ اللہ کی عبادت یوں کریں گویا ہم اسے دیکھ رہے ہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ نہ ہو سکے تو یوں عبادت کرو کہ گویا تم کو وہ دیکھ رہا ہے

اب احسان کے دو درجے ہوئے۔ ایک یہ کہ عبادت کے وقت یہ خیال جمارہے کہ اللہ عزوجل کو ہم دیکھ رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ نہ ہو سکے تو یہ خیال جمارہے کہ وہ ہم کو دیکھ رہا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب بندے کو یہ حضور حاصل ہو کہ اللہ عزوجل ہم کو ہمارے ظاہر و باطن کو دیکھ رہا ہے تو پھر نہ کوئی طاعت چھوٹے گی نہ اس کے آداب و شرائط میں کوئی کمی ہوگی۔ اور نہ کوئی گناہ پر جرأت ہوگی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ

مالک دروازے پر بیٹھا ہوا نوکروں سے کام لے رہا ہے۔ نوکر اپنے کام میں لگے ہیں۔ مالک کو نہیں دیکھتے مگر یہ جانتے ہیں کہ مالک ہم کو دیکھ رہا ہے۔ تو کام میں نہ کمی کریں گے نہ قصداً کام بگاڑیں گے۔ بخلاف اس کے کہ مالک موجود نہ ہو۔

لیکن اگر دربار شاہی میں کوئی شہنشاہ کے روبرو موجود ہو شہنشاہ کے چہرے پر اس کی نظر ہو تو اس کا کیا حال ہوگا۔ ظاہر ہے۔ کیا وہاں حکم عدولی کی جرأت ہوگی تعمیل حکم میں تاخیر کی مجال ہوگی۔ کیا آداب دربار کی خلاف ورزی ہوگی۔ کیا کوئی اپنے کو لایعنی باتوں میں مشغول رکھے گا۔ خصوصاً جبکہ شہنشاہ ایسا ہو۔ جو ظاہر و باطن سب اس پر منکشف ہوں۔ آنکھوں کی چوری سے لے کر سینے کے اندر تک مطلع ہو۔ دل کی دھڑکنوں کے ساتھ خطرات بھی اس سے پوشیدہ نہ ہوں بعداً تو بہت دور ہے کیا دل میں بغاوت سرکشی حکم عدولی کا وہم بھی آسکے گا؟۔

اور سوچو! جبکہ شہنشاہ مالک حقیقی ذوالجلال والجبروت ہو۔ اور اس کے ساتھ حسن و جمال میں بھی لاشریک لہ تو حاضر باش کا کیا حال ہوگا۔ ع ذوق ایں مے نشناسی بخدا تا نہ چشی۔

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان جوامع کلم میں سے ہے کہ اس کی تشریح سے دفتر کے دفتر تیار ہو سکتے ہیں۔ یہی تصوف کی اصل ہے۔ جس کی شرح میں ہزاروں کتابیں لکھی گئیں اور ہزاروں لکھی جائیں گی۔ اور جو لکھی گئیں یا جو لکھی جائیں گی۔ وہ ایک قطرہ بھی اس بحر ناپیدا کنار کا نہیں۔ ان سب کی تفصیل یہ ہے کہ ایمان اصل الاصول ہے۔ اس کی فرع اعمال ہیں۔ اعمال کے ادائے کے اعتبار سے تین درجے ہیں۔

اول ۔ حسب تفصیل فقہ۔ شرائط کے ساتھ ارکان ادا کر لئے جائیں۔ اس سے آدمی فرض سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ یہ عوام کے لئے ہے۔

دوم ۔ عبادت میں کم از کم یہ تصور ہو کہ معبود ہمیں دیکھ رہا ہے۔ یہ خواص کا مقام ہے۔

سوم ۔ عبادت میں یہ حضور و شہود ہو گویا عابد معبود کو دیکھ رہا ہے۔ یہ اخص الخواص کا مقام ہے۔

عُمارہ بن قیقاع کی روایت اور حضرت انس کی حدیث میں "ان تعبداللہ" کے بجائے ان تخشی اللہ ہے اب احسان سے مراد عبادت کا احسان نہیں ہوگا۔ بلکہ اسلام کا احسان ہوگا۔ اب سوال یہ ہوا کہ اسلام کا احسان کیا ہے؟۔ جواب ارشاد ہوا۔

اللہ سے یوں ڈرتے رہو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو یوں ڈرتے رہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ یہاں تخشی اللہ کا مفعول محذوف ہے۔ جو عموم کا افادہ کرتا ہے۔ کہ ہر وقت اللہ سے ان دونوں تصور میں سے

قَالَ الْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ

فرمایا۔ احسان یہ ہے کہ اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے پھر اس طرح کہ

ایک کے ساتھ ڈرتے رہو۔ خواہ حالتِ عبادت میں ہو خواہ کسی حالت میں۔ یہ دوام اپنے دونوں مدارج میں سے کسی ایک درجے میں جسے بھی نصیب ہو جائے اس کے مدارج کا اندازہ کون لگا سکے گا۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

كَاَنَّكَ تَرَاهُ میں، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں بیداری کے ساتھ چشم سر سے دیدار الٰہی ممکن نہیں۔ ورنہ كَاَنَّكَ (گویا دیکھ رہے ہو) نہ فرماتے۔ بلکہ یہ فرماتے یوں عبادت کرو کہ اسے دیکھو اس پر مسلم شریف کی یہ حدیث دلیل ہے کہ فرمایا۔

واعلموا انکم لن تروا ربکم حتی تموتوا جان لو! موت سے پہلے اپنے رب کا دیدار ہرگز نہ کرو گے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار الٰہی کرنا۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ یہ احادیث اس کے لئے مخصص ہیں۔ رہ گیا خواب میں وہ صحابۂ کرام، اولیاء کرام کے لئے حاصل ہے۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا رأیت ربی فی سکك المدینة میں نے اپنے رب کو مدینے کی گلیوں میں دیکھا۔ اس سے مراد بھی خواب میں دیکھنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مدینے کی گلیوں میں رہتے ہوئے میں نے رب کا جلوہ دیکھا۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سو مرتبہ اور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کئی مرتبہ خواب میں زیارت ہوئی۔

**⑥ عبادت کے معنی** قاضی بیضاوی علامہ نسفی وغیرہ مفسرین نے عبادت کے یہ معنی بتائے ہیں۔

اقصی غایۃ الخضوع والتذلل۔ کسی کے لئے انتہائی حد تک عاجزی و فروتنی کرنا۔

اقصی غایت تذلل، عبادت، اور اس سے کم درجہ تعظیم ہے۔

اقصی غایت کی حد کیا ہے۔ اس کا دار و مدار نیت پر ہے۔ اسکی قدرے توضیح یہ ہے۔ کہ انسان مختلف اشخاص و ہستی کے سامنے تذلل ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے سامنے۔ بیٹا باپ کے سامنے۔ شاگرد استاذ کے سامنے۔ مرید شیخ کے سامنے۔ امتی نبی کے روبرو۔ اور ایک عابد معبود کے حضور۔

ہر شخص پر ظاہر ہے۔ کہ تذلل کے یہ سب مدارج یکساں نہیں۔ ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔ ان میں سب سے اعلیٰ اقصیٰ غایت تذلل عبادت ہے۔ اس سے فروتر تعظیم۔ جیسا کہ ہم پہلے بتا آئے کہ اس کا دار و مدار نیت پر ہے۔

تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ. قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟

اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے عرض کیا۔

کسی ہستی کو واجب الوجود اعتقاد کر کے یا واجب الوجود کے خواص ولوازم میں سے کسی ہستی کے لئے ثابت مان کر یا کائنات عالم کی تدبیر میں کسی کے لئے ایسا دخل ماننا کہ اس کے بغیر نظام نہیں چل سکتا یا نفع وضرر پہونچانے یا تخلیق و ایجاد میں کسی کو مستقل بالذات ماننا اس معنی کر کہ وہ بے اذنِ الٰہی کے جو چاہے کرے یا تحلیل وتحریم کا اختیار مستقل ماننا یا کسی کی ذات وصفات کو ذاتی مان کر تذلل کرنا غایت تعظیم اور عبادت ہے اور ان مذکورہ تصورات کے بغیر کسی کے لئے تذلل کرنا عبادت نہیں۔

اور صحیح بات تو یہ ہے۔ عبادت اور تعظیم کی حد فاصل ہر عاقل جانتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اسے الفاظ کا جامہ پہنانا ذرا مشکل ہے۔ سجدہ ایک فعل ہے۔ دونوں زانو بیٹھنا ایک فعل ہے۔ یہی کبھی عبادت ہے کبھی تعظیم۔ حضرت آدم علیہ السّلام کو فرشتوں نے اور حضرت یوسف علیہ السّلام کو ان کے ماں باپ اور بھائیوں نے جو سجدہ کیا یہ تعظیم تھا۔ اور نماز کا سجدہ، عبادت۔ جبرئیل امین خدمت اقدس میں باادب تلمیذ کی طرح دوزانو بیٹھے یہ تعظیم۔ اور قعدہ میں عبادت روضۂ اقدس کی حاضری کے وقت دست بستہ کھڑا ہونا تعظیم۔ اور نماز میں عبادت۔ ہر عام حالات میں ہاتھ چھوڑ کر کھڑے رہتے ہیں۔ یہ نہ تعظیم ہے نہ عبادت۔ اور کسی مقتدار دینی کے لئے کھڑے ہو گئے یا اس کے سامنے کھڑے ہیں تو یہ تعظیم۔ اور مالکیہ کے یہاں مطلقاً نماز میں اور احناف وشوافع کے یہاں رکوع کے بعد سجدے سے پہلے کھڑا ہونا عبادت اس لئے ماننا پڑے گا کہ تعظیم وغیر تعظیم عبادت وغیر عبادت میں سب کو امتیاز آتا ہے۔ البتہ الفاظ کے قالب میں اسے ڈھالنا ذرا متعذر ہے۔ اور یہ صرف عبادت اور تعظیم ہی کی بات نہیں۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کو سب جانتے ہیں۔ مگر اس کی تعریف پوچھو تو کم ہی لوگ بتا پائیں گے۔ مکان وزمان، حرکت وسکون، کون نہیں جانتا مگر ذرا اس کی تعریف پوچھ کر دیکھو؟ اور ان کی جو تعریفیں کی جاتی ہیں کتنی آسان ہیں۔ وہ فلسفے کے متعلم اور معلم سے پوچھو۔ آج کل کچھ لوگوں نے عبادت کی تعریف یہ گڑھ لی ہے۔ کسی کو مافوق الفطری قوت کا مالک، اعتقاد کر کے اسکی قربت ونزدیکی حاصل کرنے کے لئے کوئی کام کرنا[ع]۔ یہ تعریف نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں صحابہ سے منقول ہے نہ علمائے سلف سے نہ علماءِ خلف سے۔ انعامی اعلان کے باوجود آج تک نہیں بتایا گیا۔ اور نہ قیامت تک کوئی بتا سکتا ہے۔

ع روداد مناظرہ بجرڈیہہ۔

## مَتَى السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلٰكِنْ

قیامت کب آئے گی؟ فرمایا جس سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

اور بداہۃً باطل ہے۔ ورنہ لازم کہ ساری امت ہی نہیں انبیاءِ کرام خود اللہ عزوجل، مشرک ہو۔ وہ یوں کہ بنصِ قرآنی ثابت کہ انبیاء کرام میں فوق الفطری قوتیں تھیں بلکہ یہ بھی ثابت کہ امتیوں میں بھی تھیں۔ حضرت داؤد کے ہاتھ میں لوہے کا نرم ہونا حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے وحوش وطیور جنات کا تابع ہونا ہوا کا ان کے قابو میں ہونا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ید بیضا اور عصا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مٹی کی مورت میں جان ڈالنا اور مادر زاد اندھے اور برص والے کو شفا دینا مردے جلانا۔ حضرت آصف بن برخیا کا سیکڑوں میل کی دوری سے بلقیس کا منوں وزنی تخت پلک جھپکنے کے اندر لانے کی قوت۔ یہ سب مافوق الفطری قوتیں ہی تو ہیں۔ پھر یہ تعریف بالمجہول۔ فوق الفطری کی تحدید کیا ہے۔ اسکو کوئی صاحب متعین کر دیں۔ اور تعریف بالمجہول۔ تجہیل محض و باطل۔ اس لئے یہ تعریف من گڑھت ہونے کے ساتھ ساتھ لایعنی بلکہ منجر الی الکفر ہے[۵]۔

(۷) ما المسئول عنها باعلم من السائل۔ قیامت کے بارے میں جس سے سوال کیا گیا وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

یہاں نفی اسم تفضیل پر داخل ہوئی۔ جو صرف معنی تفضیل کی نفی کرتی ہے۔ بالکلیہ مشتق منہ کی نفی نہیں کرتی۔ جس کا مفاد یہ ہوا۔ کہ قیامت کے بارے میں، میں تم سے زیادہ نہیں جانتا۔ جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے بارے میں جتنا تم جانتے ہو اُتنا میں بھی جانتا ہوں اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ قیامت کا علم نہ تجھے ہے نہ مجھے۔ بلکہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے علم میں ہم اور تم برابر ہیں۔ اس قدر پر علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدرالدین عینی دونوں شارحین کا اتفاق ہے کہ یہ..... تساوی فی العلم پر دلالت کرتا ہے۔ عینی میں ہے۔

مشعرة بوقوع الاشتراك فى العلم۔ والنفى توجه الى الزيادة فيلزم ان يكون معناه انهما متساويان فى العلم به ۲۹۳/۱۲

یہ علم میں اشتراک کو بتا رہا ہے۔ اور نفی زیادت کی طرف متوجہ ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ اس کے معنی یہی ہیں کہ دونوں اس کو جاننے میں برابر ہیں کہ قیامت کب آئے گی۔

اس سے صاف ظاہر ہوگیا۔ قیامت کب آئے گی یہ جبرئیل بھی جانتے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی جانتے تھے اس پر قرینہ قویہ ہی نہیں بلکہ بڑی مضبوط دلیل ابوفروہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں۔

---

[۵] پوری تفصیل کے لئے بحر ڈبہ کی روئداد مناظرہ کا مطالعہ کریں۔

فنکس فلم یجبہ ثم اعاد فلم یجبہ ثلاثا ثم دفع راسہ وقال ما المسئول عنھا بالحدیث فتح ج۱ ص۱۱۲ عینی ج۱ ص۱۸۴۔

اس سوال پر حضور نے سر جھکا لیا کوئی جواب نہیں دیا۔ تین بار یہی ہوا۔ تو سر اقدس اٹھایا۔ اور فرمایا۔ مسئول عنہا سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کا علم نہ تھا۔ اور اس جملے کا یہی مطلب ہے کہ تمھاری طرح میں بھی نہیں جانتا تو دیگر سوالات کے جوابوں کی طرح بلا توقف کیوں نہیں فرما دیا۔ اتنے غور کی کیا حاجت تھی۔ کہ انھیں تین بار سوال دہرانا پڑا۔ بات بالکل صاف ہے۔ کہ اگر نہ جانتے ہوتے تو بلا توقف فرما دیا ہوتا۔ لیکن بات یہ نہیں جانتے تھے مگر بتانے کی اجازت نہ تھی۔ تو اگر فرماتے کہ میں نہیں بتاؤں گا تو جواس سوال سے مقصود تھا وہ حاصل نہ ہوتا۔ اور اگر فرماتے کہ میں نہیں جانتا تو جھوٹ ہوتا۔ اس لئے غور فرما کر ایسا جواب دیا۔ کہ نکتہ شناس سمجھ جائیں اور راز، راز رہے۔

اس سوال کی وجہ علامہ قرطبی نے یہ بتائی ہے۔

المقصود من ھذا السوال کف السامعین عن السوال عن وقت الساعۃ لانھم کانوا قد اکثروا السوال عنھا فلما حصل الجواب بما ذکر حصل الیاس من معرفتھا۔ عینی ج۱ ص۲۹۱

اس سے مقصود سامعین کو قیامت کے وقت کے بارے میں سوال سے روکنا تھا۔ کیونکہ اکثر لوگ اس کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے۔ جب یہ جواب مل گیا۔ تو سامعین کو اس کے جاننے سے مایوسی ہو گئی۔

اور اگر بالفرض یہی مراد لے لیا جائے کہ نہ جاننے میں مساوات مراد ہے۔ تو اس حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ اس وقت نہیں جانتے تھے۔ یہ اہل سنت کے عقیدے کے معارض نہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ۔ جمیع ما کان ومایکون حتی کہ غیوب خمسہ کا بھی علم آپ کو عطا فرمایا گیا۔ اس لئے تکمیل قرآن کے پہلے اگر کچھ غیوب آپ پر مخفی رہے تو یہ اس عقیدے کے معارض نہیں۔ اس پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ حدیث تکمیل قرآن کے بعد کی ہے۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ علم غیب کے سلسلے میں دو مرتبے ہیں۔ ایک یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے یعنی قدر معتد بہ۔ یہ ابتدا ہی سے ہے۔ اس لئے کہ نبی کے معنی ہیں، غیب کی خبر دینے والے کے۔ المنجد میں ہے۔ النبوۃ۔ الاخبار عن الغیب او المستقبل بالھام اللہ۔ النبی۔ المخبر عن الغیب او المستقبل بالھام اللہ

اس کے ترجمے مصباح اللغات میں ہے جو ایک فاضل دیوبندی کا ہے۔ اللہ کے الہام سے غیب کی خبریں بتانے والا، آئندہ کی پیشین گوئی کرنے والا۔ علاوہ ازیں نبی کے خواص لازمہ میں غیب دانی ہے۔ علامہ عبدالباقی زرقانی

علی المواہب میں لکھتے ہیں۔

قال الغزالی، النبوۃ عبارۃ عما یختص بہ النبی ویفارق بہ غیرہ وھو یختص بانواع من الخواص۔ احدھا۔ انہ یعرف حقائق الامور المتعلقۃ باللہ وصفاتہ وملائکتہ والدار الآخرۃ علما مخالفا لعلم غیرہ بکثرت المعلومات وزیادۃ الکشف والتحقیق۔ ثانیھا ان لہ فی نفسہ صفۃ بھا تتم الافعال الخارقۃ للعادۃ کما ان لنا صفۃ تتم بھا الحرکات المقرونۃ بارادتنا وھی القدرۃ۔ ثالثھا ان لہ صفۃ بھا یبصر الملائکۃ ویشاھدھم کما ان للبصیر صفۃ بھا یفارق الاعمی رابعھا۔ ان لہ صفۃ بھا یدرک ما سیکون فی الغیب۔

۱۹-۲۰ ص ۱۲

نبوت وہ وصف ہے جو نبی کے ساتھ خاص ہے جسکی وجہ سے غیر سے ممتاز ہوتا ہے۔ نبی چند قسم کے خواص کے ساتھ مختص ہوتا ہے۔ اول یہ کہ نبی اللہ عزوجل اور اس کی صفات اور فرشتوں اور دار آخرت سے متعلق امور کی حقیقت جانتا ہے۔ کثرت معلومات کشف وتحقیق کی زیادتی کی وجہ سے نبی کا یہ علم دوسروں کے علم سے ممتاز ہوتا ہے۔ ثانی۔ نبی میں ایک صفت (قوت) ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ معجزات دکھاتا ہے جیسے ہمیں یہ قوت ہے کہ ہم اپنے ارادے سے جو چاہتے ہیں کرتے ہیں یہی قدرت ہے۔ ثالث۔ نبی میں ایک قوت ہوتی ہے جس سے وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے۔ جیسے بینا کے اندر ایک قوت ہے۔ جسکی وجہ سے وہ اندھے سے علیحدہ ہے۔ رابع۔ اسے ایک ایسی قوت ہوتی ہے۔ جس سے یہ جان لیا کرتا ہے کہ غیب میں کیا ہوگا۔

اسی لئے نبی اس وقت نبی نہوگا۔ جب تک غیب داں نہ ہو۔ اسے غیب دانی پر قدرت نہ ہو۔ اس مرتبے میں جمیع علم ماکان ومایکون کا علم داخل نہیں۔ قدر معتد بہ لازم ہے۔ جیسے ہر مسلمان کو دینی باتوں کا علم ہے مگر ہر مسلمان عالم نہیں کہلاتا۔ عالم وہ ہے جو دین کے معتد بہ علم سے مشرف ہو۔ اس درجے میں دس بیس بلکہ سو دو سو باتوں کا نہ جاننا عالم ہونے کے منافی نہیں۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے بھی بعض سوالوں کے جواب میں فرمایا۔ لاادری۔ میں نہیں جانتا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کتنے سوالوں کے جواب میں فرمایا لاادری اسی طرح جب نبی علم غیب قدر معتد بہ جانتا ہے۔ بلکہ اسے یہ قوت ہے کہ غیب جان لیا کرے تو دس بیس یا بالفرض سو دو سو غیب کی باتوں پر اگر اطلاع اس درجے میں نہ ہوئی۔ تو یہ نبی کے "غیب داں" ہونے کے منافی نہیں۔ جیسے سیدنا امام اعظم اور امام مالک کا چند مسائل کا نہ جاننا ان کے امام اعظم اور امام مجتہد ہونے کے منافی نہیں۔

دوسرا مرتبہ یہ ہے جمیع ماکان ومایکون اور علوم خمسہ بشمول علم قیامت جاننے کا۔ یہ مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

سَاُحَدِّثُكَ عَنْ اَشْرَاطِهَا۔ اِذَا وَلَدَتِ الْمَرْاَةُ رَبَّتَهَا فَذَاكَ مِنْ

اس کی نشانیوں کو بتاتا ہوں جب عورت اپنے آقا کو جنے یہ اس کی نشانیوں میں سے

اَشْرَاطِهَا وَاِذَا كَانَ الْحُفَاةُ الْعُرَاةُ رُءُوْسَ النَّاسِ فَذَاكَ مِنْ اَشْرَاطِهَا

ہے اور جب ننگے پاؤں ننگے بدن رہنے والے، لوگوں کے سردار ہو جائیں۔ یہ اسکی نشانیوں میں سے ہے۔

علیہ وسلم کو نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ حاصل ہوا تکمیل قرآن کے بعد کوئی ایسا واقعہ نہیں۔ جو اس دعوی کے منافی ہو۔

جب حدیث جبرئیل کے بارے میں اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہ نزول قرآن کی تمامیت کے بعد کی ہے۔ تو یہ حدیث اہل سنت کے عقیدے کے مزاحم نہیں۔

رہ گیا اس کا ثبوت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیام قیامت کا علم تھا۔ اس کے لئے الدولۃ المکیہ الفیوض الملکیہ، الکلمۃ العلیا کا مطالعہ کریں۔ سردست صرف علامہ ابراہیم بیجوری قدس سرہ کے شرح قصیدہ بردہ کی ایک عبارت پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

ولم یخرج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الدنیا الا بعد ان اعلمہ اللہ تعالیٰ بھذہ الامور الخمسۃ ص۴۷

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہیں لے گئے مگر اس کے بعد کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ان پانچوں باتوں کا علم عطا فرما دیا۔

## علامات قیامت

(۸) علامات قیامت کثیر ہیں۔ مگر اس حدیث میں صرف تین بیان فرمائیں۔ اول۔ لونڈی اپنے آقا کو جنے گی۔

اس حدیث میں "ربتہا" کا لفظ آیا ہے۔ یہ "ربۃ" کی تانیث ہے۔ رب کے معنی پالنے والے کے ہیں۔ اضافت کے ساتھ اس کا اطلاق ہر پالنے والے پر آتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کو فرمایا۔

اِنَّهٗ رَبِّیْ اَحْسَنَ مَثْوَایَ۔ یہ تو میری پرورش کرنے والا ہے اس نے مجھکو اچھی طرح رکھا۔

عرف میں اس کے معنی آقا اور مالک کے بھی آتے ہیں۔ بیع سلم میں "رب المال" کا لفظ عام ہے۔ اس حدیث میں آقا ہی کے معنی میں ہے۔ بلا اضافت "رب" کا اطلاق اللہ عزوجل کے علاوہ دوسرے پر جائز نہیں۔ بلکہ کفر ہے۔ غیر خدا پر اضافت کے ساتھ اس کا اطلاق یہ عربی کے ساتھ خاص ہے۔ ہمارے عرف میں اضافت

فِیْ خَمْسٍ لَا یَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ

(قیام قیامت کا وقت) اُن پانچ چیزوں میں سے ہے جنھیں اللہ کے سوا بے اسکے بتائے) کوئی نہیں جانتا (جیسا کہ قرآن مجید کے ساتھ بھی غیر خدا پر اس کا اطلاق جائز نہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ روسار معززین بلکہ بادشاہانِ وقت بھی لونڈیوں کو بیبیوں کی طرح رکھیں گے۔ ان سے اولاد ہوگی۔ یہ اولاد اپنی ان ماؤں کے ساتھ وہی برتاؤ کریں گے جو آقا لونڈی کے ساتھ کرتا ہے۔ بلکہ بادشاہ وقت کی لونڈی کے بطن سے جو اولاد ہوگی ان میں بادشاہ ہوں گے۔ اور یہ مائیں ان کی رعایا۔

یا مراد یہ ہے کہ لونڈیوں کی بہت زیادہ کثرت ہوگی۔ خدا ناترس لوگ امّ ولد کو بھی بیچ ڈالیں گے اور وہ پھر دست بدست بکتی ہوئی اپنی اولاد کی ملکیت ہوگی۔

یہ دونوں علامتیں ظاہر ہو چکیں۔ شاہان بنی عباس میں سوائے امین کے سب لونڈی زاد تھے۔

یا یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ لوگ اپنی حقیقی ماں کے ساتھ لونڈی جیسا برتاؤ کریں گے۔ ماں کو لونڈیوں کی طرح رکھیں گے۔ ان کی حق تلفی، نافرمانی کریں گے۔ ایذا پہنچائیں گے۔ یعنی اولاد اپنی ماں کے ساتھ آقا کی طرح برتاؤ کرے گی۔ یہ تاویل مذکورہ متن پر بالکل چسپاں ہے کہ فرمایا۔

عورت اپنے آقا کو جنے گی۔

یہ اس طرح کہ عورت کا لفظ عام ہے۔ آزاد اور لونڈی دونوں کو۔ بلکہ عربی میں "اِمْرَأَةٌ" لفظ قریب قریب آزاد عورت کے ساتھ خاص ہے۔

یہاں حدیث دو لفظوں کے ساتھ مروی ہے۔ رَبَّهَا۔ اور رَبَّتَهَا۔ رَبَّتَهَا کے معنی مالکہ کے ہیں۔ اس کا بھی وہی حاصل کچھ مبالغہ کے ساتھ۔ لڑکیاں بہ نسبت لڑکوں کے ماں کی زیادہ اطاعت شعار ہوتی ہیں۔ اب حدیث کا یہ مفہوم ہوا کہ لڑکے تو لڑکے، لڑکیاں اپنی ماؤں کے ساتھ مالکہ جیسا برتاؤ کریں گی۔

دوم ننگے بدن ننگے پاؤں رہنے والے، گونگے، بہرے، سردار اور حکمراں ہوں گے۔

سوم بھک منگے کالے اونٹوں اور بکریوں کے چرانے والے محل میں فخر کریں گے۔

آج جو دنیا کا حال ہے۔ اس کو دیکھو! چودہ سو برس کی یہ غیب کی خبر کس طرح حرف بحرف ثابت ہو رہی ہے۔

## علوم خمسہ کی بحث

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ثُمَّ انْصَرَفَ الرَّجُلُ فَقَالَ رُدُّوْا عَلَيَّ

میں ہے) بیشک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے اور بارش برساتا ہے۔ مادہ کے پیٹوں میں کیا ہے جانتا ہے۔ پھر وہ شخص لوٹ گیا۔ آنحضور نے فرمایا۔ اُسے واپس لاؤ۔

(۹) ارشاد فرمایا۔ قیامت کا علم ان پانچ باتوں میں ہے۔ جنھیں اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جیسا کہ سورۂ لقمان کی اس آیت میں ہے۔

"بیشک اللہ ہی کے پاس۔ قیامت کا علم ہے۔ اور وہ بارش برساتا ہے۔ اور مادہ کے پیٹ میں کیا ہے جانتا ہے۔ کل کیا ہوگا کوئی نہیں جانتا اور کوئی اپنے اٹکل سے نہیں جانتا کہ کہاں مرے گا۔ بیشک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔

اب یہاں سوال یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے یہ علوم خمسہ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتائے یا نہیں۔ احادیث میں بکثرت ایسے واقعات ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان باتوں کی خبر دی۔

حضرت امام حسن کی ولادت سے پہلے، حضرت عباس کی اہلیہ ام الفضل سے فرمایا۔ فاطمہ کے ایک بچہ ہوگا۔ اس کی پرورش تم کروگی۔

جنگ بدر کے ایک دن قبل فرمایا۔ یہ فلان کے مرنے کی جگہ ہے۔ یہ فلاں کے مرنے کی جگہ ہے۔ ویسا ہی ہوا۔

جنگ احزاب کے خاتمہ پر فرمایا۔ اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے وہ ہم پر حملہ نہیں کر سکتے۔

جنگ خیبر کے موقع پر فرمایا۔ کل جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے۔ اور اللہ رسول اس سے محبت کرتے ہیں اللہ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔ دوسرے دن جھنڈا حضرت علی کو دیا۔ اور فتح حاصل ہوئی

فتح مکہ سے پہلے حضرت علی اور حضرت زبیر کو بھیجا کہ۔ خاخ "تک چلے جاؤ۔ وہاں ایک عورت ملے گی اس کے پاس خط ہے اسے مع خط پکڑ کر لاؤ۔

ایک حدیث[۱] میں ہے۔ کہ فرمایا۔ جب سب لوگ مرجائیں گے بارش ہوگی۔ جس سے سب کے جسم اپنی حالت پر ہو جائیں گے

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی وفات اور مدفن کی خبر دی فرمایا۔

[۱] مشکوٰۃ ص ۴۸۱۔

عسیٰ ان لا تلقانی بعد عامی ھذا لعلک اَنْ تمُرَّ بمسجدی وقبری۔ اس سال کے بعد مجھ تمہاری ملاقات نہ ہو سکے گی۔ اب تم میری مسجد اور میری قبر سے گذرو گے۔

25

تو جب ان علوم خمسہ میں سے اتنے امور کو حضور جانتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ حدیث کے اس ارشاد اور آیہ کریمہ میں حصر صرف علم ذاتی واجب قدیم غیر مخلوق ممتنع الزوال کے اعتبار سے ہے۔ یعنی ان چیزوں کا علم ذاتی ازلی واجب قدیم صرف اللہ عزوجل کو ہے۔ ان چیزوں کا علم ذاتی ازلی واجب قدیم اللہ عزوجل کے سوا کسی کو نہیں۔

رہ گیا علم عطائی حادث ممکن۔ یہ نہ اللہ عزوجل کی صفت اور نہ شرعاً عقلاً جائز۔ کہ ان امور کا علم، بلکہ مطلق علم بلکہ باری عزاسمہٗ کی کوئی صفت، عطائی حادث ممکن ہو۔ اس پر اجماع امت کہ جو شخص باری تعالیٰ کی کسی بھی صفت کو عطائی یا حادث یا ممکن مانے وہ کافر۔ تو پھر یہ کہنا کہ علم عطائی حادث ممکن بھی باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔

اس کو دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ہم پوچھتے ہیں کہ۔ فی خمس لا یعلمھن الا اللہ اور آیہ کریمہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ۔ میں علم سے مراد علم ذاتی واجب قدیم ہے۔ یا علم عطائی حادث ممکن یا مطلق علم۔ اب اگر کہیں کہ علم عطائی حادث مراد ہے۔ تو لازم کہ باری تعالیٰ کا علم عطائی حادث ممکن ہو۔ اور یہ کفر بلکہ مجموعہ کفریات۔ اور اگر کہیں کہ مطلق علم مراد ہے خواہ ذاتی واجب قدیم خواہ عطائی حادث ممکن۔ تو بھی محذور مذکور اپنی جگہ۔ کہ پھر بھی لازم آئیگا۔ کہ باری تعالیٰ کا کچھ علم عطائی حادث ممکن ہے۔ اور اللہ عزوجل کی کسی بھی صفت کو عطائی حادث ممکن ماننا بالاتفاق کفر ہے۔

اس لئے شق اول متعین کہ مراد یہ ہے کہ ان چیزوں کا علم ذاتی قدیم واجب باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ ان چیزوں کا علم ذاتی واجب قدیم اللہ عزوجل کے سوا کسی کو نہیں۔

ہم اہل سنت۔ انبیائے کرام یا ان کے توسط سے اولیاء کرام کے لئے ان علوم خمسہ کا یا دیگر غیوب کا علم مانتے ہیں تو بعطائے الٰہی مانتے ہیں۔ ان کے علم کو علم عطائی حادث ممکن مانتے ہیں۔ ہماری اس تقریر کی تائید میں چند علماء معتمدین کے ارشادات سنیئے۔ اشعۃ اللمعات میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔

مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی۔ بحساب عقل کس انبیا را نداند۔ از امور غیب اند کہ جز خدا۔ کسے آں را نداند۔ مگر آنکہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بوحی والہام بلا ند۔

مراد یہ ہے ان امور غیبیہ کو اللہ عزوجل کے بتائے بغیر عقل کے حساب سے کوئی نہیں جانتا۔ سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ وحی یا الہام کے ذریعہ بتا دے۔

عارف باللہ ملا احمد جیون۔ استاذ سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر قدس سرہما نے تفسیرات احمدیہ میں فرمایا

ولك أن تقول إنّ علم هٰذه الخمسة وان كان لا يعلمه الا الله۔ لكن يجوز ان يُعَلِّمها من يشاء من محبيه واولياءه بقرينة قوله تعالىٰ إنّ الله عليمٌ خبيرٌ على ان يكون الخبير بمعنى المخبر۔ ص۴۵

تم کو چاہئے کہ یہ کہو کہ ان پانچوں کا علم صرف اللہ کو ہے۔ لیکن جائز ہے کہ اللہ عزوجل اپنے محبین۔ اولیاء میں سے جسے چاہے بتادے اس پر قرینہ اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔ اس طرح کہ خبیر معنی میں مخبر کے ہے۔

* * * * * * * *

تفسیر صاوی میں ہے۔

اى من حيث ذاتها۔ واما باعلام الله العبد فلا مانع منه كالانبياء وبعض الاولياء قال تعالىٰ۔ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ إِلَّا بِمَا شَآءَ۔ وقال تعالىٰ۔ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔ قال العلماء الحق انه لم يخرج نبينا من الدنيا حتى اطلعه الله تعالىٰ۔ ص۲۶ ج۳

یہاں مراد علم ذاتی ہے۔ رہ گئی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو عطا فرمائے اس سے کچھ مانع نہیں جیسے انبیاء اولیاء اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ کے علم میں سے لوگ اتنا ہی پاتے ہیں جتنا وہ چاہتا ہے۔ ا۔ فرمایا۔ عالم الغیب اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی کو اپنے غیب پر مسلط نہیں فرماتا۔ علماء نے فرمایا حق یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک اللہ تعالیٰ نے انھیں مطلع فرمادیا (ان پانچوں پر بھی)

بحث کے اختتام پر بخاری کے شارحین جلیلین اجلین، علامہ عینی و علامہ قسطلانی کے ارشاد کو جو انھوں نے اسی حدیث جبرئیل کے تحت ارقام فرمائے ہیں۔ ہدیۂ ناظرین کرتے ہوئے۔ رخصت ہوتا ہوں۔

فمن ادّعىٰ علم شئ منها غير مستند الى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان كاذبا فى دعواه۔ عينى ص۳۳ ج۱ فتح البارى ص۱۱۴ ج۱

جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کئے بغیر ان پانچ چیزوں سے کسی ایک کا دعویٰ کرے (کہ میں جانتا ہوں) وہ جھوٹا ہے۔

یعنی اگر کوئی یہ کہے کہ مجھے ان پانچوں میں سے سب کا یا کسی ایک کا مثلاً قیام قیامت کا علم، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلا واسطہ حاصل ہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ نکلا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ مجھے ان پانچوں کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے سے ان کے بتانے سے حاصل ہوا۔ وہ سچا ہے

www.sirat-e-mustaqeem.net

فَاَخَذُوْا لِیَرُدُّوْا. فَلَمْ یَرَوْا شَیْئًا فَقَالَ ھٰذَا جِبْرَئِیْلُ جَاءَ لِیُعَلِّمَ النَّاسَ دِیْنَھُمْ[عہ]

لوگوں نے لوٹانے کی کوشش کی مگر (جب باہر جاکر دیکھا) تو وہ غائب تھے۔ فرمایا یہ جبرئیل تھے لوگوں کو دین سکھانے آئے تھے

اس سے صاف ظاہر کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان پانچ چیزوں کا جن میں قیام قیامت کا وقت بھی داخل ہے۔ حاصل ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کی ہر صفت ذاتی واجب قدیم ہے۔ پھر اس آیت میں پانچ کی تخصیص کیوں ہے۔ اس کا ایک جواب تو ملّا احمد جیون قدس سرہ نے دیا ہے۔

(الف) فائدتہ ان ھذہ الخمسۃ معظم الغیوبات لان مفاتیحھا فانہ ان وقف مثلاً علی ما فی غد. وقف علی موت زید. و تولد عمرو و فتح بکر و مقھوریۃ خالد و قدوم بشر و غیر ذالک مما فی الغد وھکذا القیاس۔ تفسیرات احمدیہ ص۴۰۵

اس کا فائدہ یہ ہے کہ یہ معظم غیوب اور ان کی کنجیاں ہیں اس لئے کہ مثلاً اگر کوئی یہ جان گیا کہ کل کیا ہوگا تو وہ کل رونما ہونے والی ساری باتوں کو) مثلاً زید کی موت عمر کی پیدائش۔ بکر کی فتح۔ خالد کی مغلوبیت۔ بشر کی آمد وغیرہ کو جان جائے گا۔ علی ھذا القیاس۔

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کی اہمیت کی وجہ سے ان پانچوں کو خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا۔

(ب) دوسری وجہ ان پانچ چیزوں میں علم قیامت بھی ہے۔ اوپر گذر چکا علم قیامت کے بارے میں بکثرت سوالات ہوتے تھے۔ اور خود جبرئیل امین نے قیامت کے بارے میں سوال کیا اس لئے اس کی تخصیص فرمائی۔

(ج) عرب کے کاہن، نجومی، علم مافی الغد وغیرہ جاننے کے مدعی تھے۔ ان کی تکذیب کے لئے بالخصوص ان کو ذکر فرمایا

○ بعض منکرین علم رسول، نے ذاتی اور عطائی کی تقسیم کو تدقیقات فلسفیانہ کہہ کر مسترد کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

اس پر گذارش ہے کہ اگر اس فرق کو تسلیم نہ کیا جائے۔ تو قرآن مجید، احادیث کریمہ میں اتنا زبردست تعارض پڑے گا کہ اٹھائے نہ اٹھے گا۔ مثلاً ارشاد ہے۔

عہ بوارق منظور سنبھلی۔ عہ کتاب التفسیر سورۂ لقمان۔ مسلم ایمان ۵ ابن ماجہ مقدمہ ۹ فتن ۲۵ مسند امام احمد ۲۔ ۲۶۔

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔ فرمادو کہ زمین و آسمان کے رہنے والوں میں کوئی غیب نہیں جانتا ہے سوائے اللہ کے۔

اور فرمایا۔

مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ۔ سورہ آل عمران آیت ۱۷۹ عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ سورہ جن آیت ۲۶۔

اللہ کی یہ شان نہیں (اے عام لوگو) کہ تمہیں علم غیب دیدے۔ ہاں اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے اس کے لئے چُن لیتا ہے عالم الغیب اپنے علم غیب پر اپنے برگزیدہ رسولوں کے سوا کسی کو مسلط نہیں فرماتا۔

پہلے اس تعارض کا کیا جواب ہے۔ علاوہ ازیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ سورہ توبہ آیت ۱۲۸ مسلمانوں پر بہت مہربان، رحم فرمانے والے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بارے میں فرمایا۔

اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ۔ سورہ یوسف آیت ۵۵۔ میں حفاظت کرنے والا، علم والا ہوں۔

انسان کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

نَجْعَلْنٰہُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا۔ سورہ دہر آیت ۲۔ ہم نے انسان کو سننے والا، دیکھنے والا بنا دیا۔

اور خود قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے اپنے آپ کو رؤف، رحیم، حفیظ، علیم، سمیع، بصیر فرمایا۔ اس تعارض کا کیا جواب ہوگا۔

اس لئے اس فرق کو ماننا ناگزیر ہے۔ کہ اللہ عزوجل کی ہر صفت ذاتی، واجب، قدیم، غیر متناہی غیر مخلوق۔ اور انبیاء، اولیاء اور تمام مخلوقات کی ہر صفت عطائی حادث ممکن متناہی مخلوق۔ اور یہی فرق علم غیب میں بھی ہے۔ آیات نفی میں مراد علم ذاتی۔ قدیم، واجب غیر متناہی غیر مخلوق۔ اور آیات اثبات میں علم عطائی ممکن حادث متناہی مخلوق۔

اس بحث کو اگر تمام دیکھنا ہو تو الدولۃ المکیۃ، الفیوض المکیہ، خالص الاعتقاد، ادخال السنان، الکلمۃ العلیا کا مطالعہ کریں۔ اس حدیث پر کلام کچھ تفصیلی ہوگیا۔ ع لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

## (۴۴) حدیث ۔ مشتبہات سے بچنا دین کی حفاظت ہے ۔

عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

عامرؒ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا میں نے نعمانؓ بن بشیر سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ

علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا حلال و حرام دونوں الگ الگ ممتاز ہیں ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں

## تشریحات (۴۴)

**عامر** (۱) یہ شعبی سے مشہور ہیں ۔ ان کی کنیت ابو عمرو نام عامر تھا ۔ اجل تابعین میں ہیں ان کے معتمد اور ثقہ ہونے پر اتفاق ہے ۔ سیکڑوں صحابہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا ۔ خود فرمایا ، میں نے پانچ سو صحابہ سے ملاقات کی ہے ۔ کوفے کے قاضی تھے ۔ خلافت عثمان کے چھٹے سال پیدا ہوئے ۔ اور پہلی صدی گذرنے کے بعد ۱۰۱ھ یا ۱۰۳ھ میں اسی سے زاید عمر پاکر وصال فرمایا ۔ مزاج میں خوش طبعی تھی ۔

**نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ** (۲) یہ بھی صحابی ہیں ۔ اور ان کے والد اور والدہ بھی ۔ ہجرت کے بعد انصار میں سب سے پہلے جو بچہ پیدا ہوا ۔ یہ نعمان بن بشیر ہیں ۔ جب کوفہ ، حضرت مسلم ، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت لینے گئے تو یہ کوفے کے گورنر تھے ۔ یہ بظاہر لوگوں کو بیعت سے منع کرتے تھے ۔ اور اندر ترغیب دیتے تھے ۔ اور بباہ کاروان اہل بیت کو یزید پلید نے انھیں کی سپردگی میں مدینہ واپس کیا تھا ۔ یہ حضرت عبداللہ بن زبیر کی طرف سے حمص ، کے والی تھے جب اہل حمص نے بغاوت کردی ۔ تو یہ حمص سے نکل کر ، دمشق یا کہیں اور جارہے تھے ۔ خالد بن علی کلاعی نے ، دمشق اور حمص کے مابین ، یوم واسط ، کے معرکے میں انھیں گھیر کر ۶۵ھ یا ۶۶ھ میں شہید کر دیا نعمان نام کے تیس سے زائد صحابہ ہیں ۔ مگر نعمان بن بشیر صرف یہی ہیں ۔ ان کی ماں مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن رواحہ کی بہن تھیں ۔ ان سے ایک چودہ حدیثیں مروی ہیں ۔

**مشتبہات** (۳) سے کیا مراد ہے ۔ اس بارے میں چار اقوال ہیں ۔ (۱) وہ چیزیں جن کا حلال یا حرام ہونا قرآن حدیث میں صراحۃً مذکور نہ ہو ۔ اور حلت و حرمت کے دلائل کے تعارض کی وجہ سے کوئی فیصلہ نہ ہو پاتا ہو ۔ کہ یہ حلال ہیں یا حرام ۔ (۲) علماء کے مابین مختلف فیہ چیزیں ۔ یہ بھی دلائل میں تعارض ہی کی وجہ سے ہوگا ۔ اس لئے یہ بھی اول ہی میں داخل ہوگئیں ۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ قسم اول سے مراد وہ چیزیں ہوں کہ جس کے بارے میں کسی نے بھی کوئی

لَا یَعْلَمُهَا کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَی الشُّبُهَاتِ اِسْتَبْرَأَ لِدِیْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَ

جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے جو مشتبہ چیزوں سے بھی بچے اس نے اپنے دین اپنی عزت کو بچالیا۔ اور جو ان مشتبہ

مَنْ وَقَعَ فِی الشُّبُهَاتِ کَرَاعٍ یَرْعٰی حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِكُ اَنْ یُّوَاقِعَهٗ اَلَا وَ

چیزوں میں پڑا۔ وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو شاہی چراگاہ کے ارد گرد اپنے جانور چرائے اس کا خطرہ قوی ہے کہ یہ جانور

ایک رائے نہ قائم کی ہو۔ اور کبھی مجتہدین متردد ہوں۔ یقیناً ایسی چیزوں سے بچنے ہی میں دین اور آبرو کی حفاظت ہے۔ رہ گئیں وہ چیزیں جن کے بارے میں مجتہدین نے کوئی رائے قائم کر۔ جیسے کہ ہزارہا مسائل ایسے ہیں۔ ان سے بچنے کے حکم کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ ان تمام کو ترک کر دیا جائے۔ ان سب کے ترک میں کتنی قباحت ہے۔ وہ علماء سے پوشیدہ نہیں۔ امت کا اس پر عملاً اجماع مولف ہے کہ جو شخص جس مجتہد کا مقلد ہے۔ اس کے فیصلے پر عمل کرے۔ اس میں کوئی شرعی خرابی نہیں۔ ہاں جہاں تک ہو سکے اختلاف علماء سے بچے۔ (۲) اس سے مراد مکروہات ہیں۔ (۳) خلاف اولیٰ مراد ہیں۔

ابن منیر اپنے شیخ قیاری سے ناقل ہیں وہ فرماتے ہیں۔ کہ مکروہ حلال و حرام کے مابین ایک گھاٹی کے مثل ہے جو بے باکی سے مکروہات کا ارتکاب کرتا رہے گا۔ اس کے لئے خطرہ ہے کہ حرام کا بھی ارتکاب کر بیٹھے۔ یوں ہی جرأت کے ساتھ جو بے دغدغہ خلاف اولیٰ پر عمل کرتا رہے گا اس کے لئے خطرہ ہے کہ مکروہ کا ارتکاب کرنے لگے اور پھر حرام تک پہونچ جائے۔

اس کی تائید ابن حبان کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں یہ زائد ہے۔

اجعلوا بین الحلال والحرام سترة من الحلال مَن فعل ذالك استبرأ لعرضه ودینه وَمَنْ اِرْتَعَ فیه کان کالمُرتع فی جنب الحمیٰ یوشكُ ان یقع فیه۔

حلال و حرام کے درمیان حلال کا پردہ رکھو جس نے یہ کیا اس نے اپنی آبرو اور دین کو بچالیا اور جس نے اس میں (یعنی حلال و حرام کی درمیانی چیزیں) منہ مارا وہ شاہی چراگاہ کے پہلو میں چرنے والے کے مثل ہے۔ خطرہ ہے کہ شاہی چراگاہ میں جا پڑے

حلال و حرام کے مابین مکروہات و خلاف اولیٰ ہی ہیں۔ تو متعین کہ یہی دونوں مراد ہیں۔ مگر اس آیہ پر حلال سے حلال قطعی اور حرام سے حرام قطعی مراد ہوں گے ورنہ مکروہات اور خلاف اولیٰ درمیانی چیز نہ ہو سکیں گے۔ لیکن حدیث میں ایک لفظ ہے لا یعلمها کثیر من الناس اسے بہت لوگ نہیں جانتے۔ یعنی یہ کہ یہ حلال ہے یا حرام

اِنَّ لِکُلِّ مَلِکٍ حِمًی اَلَا اِنَّ حِمَی اللّٰہِ فِی اَرْضِہٖ مَحَارِمُہٗ اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ

شاہی چراگاہ میں چلے جائیں۔ سن لو ہر بادشاہ کی محفوظ شاہی چراگاہ ہوتی ہے۔ سن لو اللہ کی زمین میں اس کی شاہی چراگاہ اس کی حرام

اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو جانتے ہیں کہ یہ حلال ہے یا حرام اگرچہ وہ تھوڑے لوگ ہیں۔ یہ متعین کر رہا ہے کہ اس سے مراد مجتہد فیہ امور ہیں۔

اب ضروری ہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے ساتھ خاص کیا جائے جن پر تحقیقاً یا تقلیداً اس کا حکم منکشف نہیں ہوا۔ مطلب یہ ہوا کہ جن باتوں کے بارے میں تمہیں یہ نہ معلوم ہو۔ کہ یہ حلال ہے یا حرام ان سے بچو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ حرام ہی ہوں۔ کہ مشکوک کے استعمال کی عادت پڑی رہے گی تو حرام کا بھی ارتکاب کر بیٹھو گے۔ اس کی تائید خود امام بخاری کی اس روایت سے ہوتی ہے جو کتاب البیوع میں ان الفاظ کے ساتھ ہے۔

فمن ترک ما شبہ علیہ من الاثم کان لما استبان لہ ترک ومن اجترأ علی ما یشک فیہ من الاثم اوشک ان یواقع ما استبان۔ بخاری ص ۱۷۰ ج ۱

جب آدمی ایسی چیزوں کے قریب نہیں جائے گا جس میں گناہ کا شبہ ہے تو جس کا گناہ ہونا ظاہر ہو اس سے اور زیادہ دور رہے گا۔ اور جو ایسی چیزوں پر جرأت کرے گا جس کے گناہ ہونے نہ ہونے کا پہلو برابر ہے تو اس سے کیا بعید کہ کھلے ہوئے گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مشتبہات سے وہی چیزیں مراد ہیں۔ جن کے حلال یا حرام ہونے کا فیصلہ نہ ہوا ہو۔ فیصلے کے بعد وہ مشتبہات میں داخل ہی نہیں ہیں۔ حلال بیّن یا حرام بیّن میں داخل ہو گئیں۔

رہ گئیں وہ چیزیں جن کے بارے میں کوئی بھی فیصلہ نہ ہو سکا کہ یہ حلال ہیں یا حرام یا جس مجتہد کا مقلد ہے اس نے کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔ وہ مشتبہات میں داخل ہیں ان سے اجتناب ہی کرنا چاہئے۔ جیسے نبیذ تمر کے بارے میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اگر ہفت اقلیم کی سلطنت بھی دیدی جائے تو اسے حرام نہیں کہوں گا۔ مگر خود استعمال نہیں کرتا۔ مشہور مثال خچر کا جھوٹا پاک ہے کہ ناپاک یہ مشکوک ہے اسے استعمال نہیں کرنا چاہئے

ان دقیق باتوں سے قطع نظر ایک تفسیر وہ بھی ہے۔ خود امام بخاری نے کتاب البیوع میں کی ہے۔ کہ کسی مخصوص جزئی واقعہ میں کسی چیز کے بارے میں شک ہو جائے۔ تو اس سے بچا جائے۔ مثلاً ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس مرد اور عورت کو دودھ پلایا ہے تو ان کی آپس میں شادی نہ کی جائے۔ یا جیسے

مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ علہ

کی ہوئی چیزیں ہیں۔ سن لو جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر یہ ٹھیک ہے تو پورا جسم ٹھیک ہے اگر یہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ گیا۔ سن لو وہ دل ہے

خود حدیث میں ہے کہ گھر میں ایک کھجور تھی۔ حضور نے اسے نہیں تناول فرمایا۔ کہ شاید یہ صدقہ کی ہو۔ یا جیسے شکار کے لئے اپنے شکاری کتے کو بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑا کسی طرف سے کسی غیر مسلم نے بھی چھوڑا تھا۔ شکار پر دونوں کتے ملے یہ معلوم نہیں کس نے پکڑا تھا تو نہ کھایا جائے۔

اس سلسلے کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ حضرت بشر حافی کی بہن امام احمد بن حنبل کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ دریافت فرمایا۔ ہم اپنی چھتوں پر سوت کاتتے ہیں۔ حکام کی مشعلیں جب نکلتی ہیں تو ہم پر روشنی پڑتی ہے۔ اس روشنی میں کاتیں یا بند کر دیں۔ دریافت فرمایا کون ہو؟ بتایا کہ بشر حافی کی بہن ہوں۔ رونے لگے۔ فرمایا ورع تمہارے گھر سے نکلا ہے تم اس روشنی میں مت کاتو۔

حضرت مالک بن دینار چالیس سال تک بصرہ میں رہے اخیر دم تک وہاں کی کھجور نہیں کھائی۔

حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ شاہی چراگاہ ظاہر ہے کہ عمدہ سے عمدہ ہوگی سرسبز شاداب ہوگی۔ جانور جب اس کے قریب رہے گا۔ تو یہ خطرہ بالکل سامنے ہے کہ جانور اس میں جا پڑے۔ نفس امارہ کی نظر میں حرام چیزوں میں بہت کشش ہوتی ہے جب کوئی ان مشتبہ چیزوں پر عمل کرلے گا۔ جن کا سرا حرام چیزوں سے ملا ہوا ہے تو اندیشہ ہے کہ نفس امارہ انسان کو گناہوں میں مبتلا نہ کر دے۔ اس لئے اپنی آبرو اور دین بچانے کے لئے ضروری ہے کہ مشتبہ باتوں سے بھی دور رہیں۔

(۴) سلسلہ اسباب کی رو سے دل ہی کا نشان سب سے پہلے ماں کے پیٹ میں بنتا ہے اور خلقت تام ہونے اور نفخ روح کے بعد بھی سب سے پہلے حرکت میں آتا ہے اور مرنے کے وقت سارے اعضاء بیکار ہو جانے کے بعد بھی سب کے بعد بند ہوتا ہے۔ اور یہی روح کا مرکز ہے۔ اسی کی حرکت پر حیات کا مدار ہے۔ جس طرح ظاہر جسم میں اس کی حیثیت حاکم کی ہے۔ اسی طرح باطن میں بھی یہی حکمراں ہے۔ یہ اگر درست ہے تو سب درست ہے اگر بگڑا تو سب بگڑے۔ خیالات دل ہی میں پیدا ہوتے ہیں وہیں جڑ پکڑتے ہیں۔ پھر دل ہی حکم کرتا ہے۔ تو اعضاء اسے عملی جامہ پہناتے ہیں اسی لئے قرآن مجید میں کئی

علہ بخاری ایمان ۳۹ بیوع ۲۔ مساقاۃ ۷۔ ۱۔ ۸۔ ۱۔ مسلم بیوع ۱۔ ترمذی بیوع ۱۔ نسائی بیوع ۱۔ قضاۃ ۱۱۔ ابن ماجہ فتن ۱۴۔ ابوداؤد بیوع ۔ ۲۔ داری بیوع ۱۔ مسند امام احمد ۱۔ وغیرہ۔

## ۴۵ حدیث وفد عبد القیس

عَنْ اَبِیْ جَمْرَۃَ قَالَ کُنْتُ اَقْعُدُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَیُجْلِسُنِیْ عَلٰی سَرِیْرِہٖ فَقَالَ

ابو جمرہ سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا میں ابن عباس کے ساتھ بیٹھتا تھا وہ مجھے اپنے تخت پر بٹھایا کرتے مجھ سے

اور احادیث میں بھی مختلف عنوانوں سے دل کی نگہداشت اور تصفیہ کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اور صوفیاء کرام اپنے سارے اعمال ومشاغل پر دل کا تصفیہ مقدم رکھتے ہیں۔ اور اس چیز سے بچتے ہیں۔ جو اس میں مخل ہو۔ حضرت ابراہیم ادہم کے صاحبزادے چھت سے گر کر جاں بحق ہو گئے۔ اطلاع ملی تو فرمایا۔ اللہ کا شکر ہے کہ جو مجھے اس کی طرف سے غافل کرتا اس کو لے لیا۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ کہیں سے مال آتا تو جب تک سب تقسیم نہ فرمالیتے کاشانے میں تشریف نہ لے جاتے۔ یہ سب وہی دل کی حفاظت ہے کہ دل میں غیر کا گذر نہ ہونے پائے۔ اور اگر کوئی گذر کرنے کی کوشش کرے تو بار نہ پائے۔

اس حدیث کے بارے میں محدثین نے لکھا ہے یہ ان تین یا چار حدیثوں میں ہے جو مدار اسلام ہیں۔ یہ ثلث اسلام ہے۔ ابن عربی نے کہا کہ اس سے تمام احکام کا استخراج ہو سکتا ہے۔ اور جو بھی عاقل فہیم اس کے معانی پر غور کرے گا اس پر یہ صداقت واضح ہو جائے گی۔

## تشریحات ۴۵

**ابو جمرہ** ① ان کا نام نصر بن عمران یا عاصم بن واسع ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خاص تلمیذ اور عظیم المرتبت تابعی ہیں۔ حضرت ابن عباس وابن عمر اور کثیر صحابۂ کرام سے احادیث سنی۔ یہ نیشاپور میں رہتے تھے پھر "مرو" سرخسی چلے گئے اور وہیں ۱۲۸ھ میں وفات پائی۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ بصرہ میں فوت ہوئے۔ اس کنیت یا جمرہ نام کے صحاح ستہ اور موطا میں کوئی راوی نہیں۔ ابو جمرہ کے جد حضرت نوح بن مخلد صحابی تھے۔ جب یہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو دریافت فرمایا کس قبیلے سے ہو۔ عرض کیا ضبیعہ ربیعہ سے۔ فرمایا ربیعہ کی شاخوں میں سب سے اچھے عبد القیس ہیں اور عبد القیس میں تمہارا قبیلہ۔

یہ حضرت ابن عباس کی خدمت میں اس وقت حاضر تھے جب ابن عباس حضرت علی کی جانب سے بصرہ کے گورنر تھے۔ حضرت ابن عباس ان کو تخت پر بٹھاتے تھے۔ یہ عوام اور حضرت ابن عباس کے مابین ترجمانی کا کام انجام دیتے تھے۔

أَقِمْ عِنْدِي حَتّٰى أَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِنْ مَالِي فَأَقَمْتُ مَعَهُ شَهْرَيْنِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ

انھوں نے کہا کہ میرے پاس رہو تاکہ جب (میرا وظیفہ) آجائے تو تمہیں کچھ دوں۔ میں انکے پاس دو مہینے رہا پھر ابن عباس نے مجھے

وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ الْقَوْمُ

بتایا، عبدالقیس کا وفد[1] جب خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ تو دریافت فرمایا کون لوگ ہیں۔

**لغات** سریر کی جمع اَسِرَّہ و سُرُرٌ ہے اس کے مندرجہ ذیل معانی ہیں۔ تخت۔ زیادہ تر تخت شاہی کے لئے آتا ہے سر اور گردن کے ملنے کا جوڑ۔ خوابگاہ۔ مالک۔ نعمت۔ خوش حالی۔ ٹیلے کی اوپر کی ریت۔ وفد وہ منتخب لوگ جو مہمات کے سرانجام کرنے کیلئے بادشاہوں، حکام، رؤسا کے یہاں بھیجے جائیں۔ بعض نے کہا وفد کے لئے سوار ہونا ضروری ہے۔ یہ جمع ہے یا اسم جمع دونوں قول ہیں۔ وفود اس کی ہیئت وافد کی جمع ہے۔ ربیعہ۔ یہ نزار بن معد بن عدنان کے بیٹے ہیں۔ نزار کے دو بیٹے تھے۔ ربیعہ اور مضر۔ عبدالقیس ربیعہ کی پانچویں پشت میں نیچے ہیں۔ یہ لوگ بحرین۔ قطیف۔ ہجر میں رہتے تھے غیر خزایا ولا ندامیٰ۔ خزایا۔ خزیان کی جمع ہے اس کا مصدر خزیٌ ہے جس کے معنی رسوا ہونے ذلیل ہونے کے ہیں۔ ندامیٰ ندمان کی جمع ہے جو نادم کے معنی میں ہے۔ یا نادم ہی کی جمع ہے الشہر الحرام اس سے یہ چار مہینے مراد ہیں۔ رجب۔ ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ۔ محرم۔ محرم میں الف لام آتا ہے رجب پر نہیں۔ یہاں حرام کے معنی۔ عزت واحترام والے کے ہیں۔ اہل عرب ان مہینوں میں لڑائی بند رکھتے تھے۔ مضر۔ یہ ربیعہ کا حقیقی بھائی تھا۔ یہاں مراد اس کی نسل کے لوگ ہیں۔ جو بنی مضر کہلاتے تھے۔ اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے۔ خُنْتَم۔ سبز رنگ کا گھڑا مراد مٹی کے ایسے گھڑے ہیں جس میں پالش لگا کر چکنا کر دیا گیا ہو۔ اس میں یہ لوگ شراب بناتے تھے یا دوسری جگہوں سے اس میں شراب آتی تھی۔ دُبَّاء۔ پکا ہوا سوکھا کھوکھلا کدو۔ نقیر۔ درخت کے تنے کا گودا نکال کر بناتے تھے۔ مُزَفَّت۔ وہ گھڑا جس پر "رال" پوت دیا گیا ہو۔ مُقَیَّر بھی اسی کو کہتے ہیں۔

**وفد عبدالقیس** ② یہ وفد ۹ھ میں فتح مکہ سے پہلے خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا۔ حاضری سے پہلے ہی یہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ یہ کل پینتالیس افراد[1] تھے۔ ان کے امیر حضرت اشج تھے۔ ان کا نام منذر تھا۔ اس وفد کی حاضری کی اطلاع پہلے ہی ہو چکی تھی۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ تمہارے پاس عبدالقیس کا وفد آرہا ہے جو اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں۔ ان میں اشج عصری بھی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ اس وفد کے لوگ جب مدینہ حاضر ہوئے تو سواریوں سے اتر کر تیزی سے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور دست اقدس و پائے مبارک

[1] ابوداؤد

أَوْ مَنِ الْوَفْدُ، قَالُوْا رَبِيْعَةُ قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰى،

یا فرمایا کون وفد ہے؟ انھوں نے عرض کیا۔ ربیعہ فرمایا قوم یا وفد کو مرحبا۔ نہ رسوا ہوئے نہ شرمندہ[1]

فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا لَا نَسْتَطِيْعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِيْ شَهْرِ الْحَرَامِ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ

انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ! شہر حرام کے علاوہ اور کسی مہینے میں ہم حاضر نہیں ہوسکتے۔ ہمارے اور حضور

هٰذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ نُخْبِرْ بِهٖ مَنْ وَرَاءَنَا نَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ

کے مابین کفار مضر کا قبیلہ ہے۔ ہم کو واضح حکم دیں جو ہم اپنے پیچھے والوں کو بتادیں اور جسکی وجہ سے ہم جنت میں داخل

کو بوے دیے[1]۔ اور اشج نے اترکر اونٹ کو باندھا۔ سب سامان اکٹھا کیا غسل کیا۔ سب سے عمدہ کپڑا پہنا مسجد میں آئے دو رکعت نماز پڑھی[2]۔ پھر حاضر ہوئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اپنے قریب داہنی طرف بٹھایا۔ اور فرمایا۔ تم میں دو عادتیں ایسی ہیں جو اللہ کو پسند ہیں۔ عقل۔ اور وقار۔

اس قبیلے کے ایمان لانے کا قصہ یہ ہے کہ اس قبیلے کے ایک فرد منقذ بن حبان مدینہ طیبہ تجارت کے لئے آتے جاتے تھے۔ ہجرت کے بعد ایک بار جب یہ مدینہ طیبہ میں تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منقذ کے قریب سے گذرے منقذ بڑھ کر ملے حضور نے ان کے قبیلے اور ممتاز لوگوں کے احوال نام بنام دریافت فرمائے۔ منقذ مسلمان ہوگئے سورہ فاتحہ وغیرہ یاد کرکے اپنے وطن ہجر واپس گئے۔ چھپ چھپا کر نماز پڑھتے تھے۔ حضور نے ایک والا نامہ بنی عبدالقیس کے کچھ لوگوں کے پاس بھیجا مگر منقذ نے کسی سے ظاہر نہیں کیا۔ ان کی زوجہ کو اس کی خبر لگ گئی۔ یہ اشج کی لڑکی تھیں۔ لڑکی نے باپ کو بتادیا منقذ اور اشج کی ملاقات ہوئی تو اشج بھی مسلمان ہوگئے پھر اشج اپنی قوم عصر اور محارب کے پاس جاکر والا نامہ پڑھ کر سنایا۔ اس کے نتیجے میں سب کے دلوں میں اسلام گھر کر گیا اور یہ لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

یہاں اختصار ہے مسلم شریف میں ہے کہ ایک عورت حاضر ہوئی اور اس نے پوچھا کہ گھڑے میں نبیذ بنانے کا کیا حکم ہے حضرت ابن عباس نے منع فرمایا۔ تو ابو جمرہ نے کہا۔ میں بھی سبز گھڑے میں میٹھی نبیذ بنا کر پیتا ہوں۔ اس سے طبیعت کو قرار حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا مت پی۔ اگرچہ شہد سے زیادہ میٹھی ہو پھر یہ حدیث بیان فرمائی۔

کھجور، منقیٰ وغیرہ کو پانی میں بھگو دیتے ہیں جب اس کا اثر پانی میں آجاتا ہے تو اس کا پھوکس پھینک کر صاف پانی پیتے تھے۔ اسی کو نبیذ کہتے ہیں جب تک اس میں نشہ نہ آئے۔ اس کا بالاتفاق پینا جائز ہے۔ اور نشہ آور ہونے کے بعد حرام

---

[1] ابو داؤد [2] اشعۃ اللمعات جلد چہارم باب المصافحۃ والمعانقۃ۔

وَسَئَلُوْهُ عَنِ الْاَشْرِبَةِ فَاَمَرَهُمْ بِاَرْبَعٍ وَّنَهَاهُمْ عَنْ اَرْبَعٍ اَمَرَهُمْ بِالْاِيْمَانِ

ہو جائیں انھوں نے پینے والی چیزوں کو بھی پوچھا حضور نے ان کو چار چیزوں کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع فرمایا صرف

بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ، قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ

اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا دریافت کیا۔ کیا جانتے ہو صرف اللہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا اللہ اور

شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ

اس رسول خوب جانتے ہیں فرمایا اس بات کی گواہی دینی کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ

وَصِيَامُ رَمَضَانَ وَاَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ وَنَهَاهُمْ عَنْ اَرْبَعٍ عَنِ الْحَنْتَمِ

کے رسول ہیں نماز کی پابندی کرنی اور زکوٰۃ دینی۔ اور رمضان کا روزہ رکھنا اور تم لوگ غنیمت سے پانچواں حصہ دیا کرو۔ اور انھیں

(۳) کہ بغیر لڑائی کے اسلام قبول کر لیا۔ نہ تم میں کوئی قتل ہوا نہ قیدی بنایا گیا جس سے تمھیں شرمندگی اور رسوائی ہوتی۔

(۴) یعنی ایسے اعمال و عقائد بتا دیں جن کی پابندی سے اللہ عزوجل راضی ہو جائے اور ہمیں جنت عطا فرمائے۔ اس لئے کہ جنت کا حصول محض اس کے فضل و کرم سے ہے۔ عقائد و اعمال اس کے فضل کے لئے ذریعہ و واسطہ ہیں۔

(۵) یہ لوگ مسلمان تھے۔ ایمان باللہ کے معنی خوب جانتے تھے۔ یہ عرض لاعلمی ظاہر کرنے کے نہیں۔ بلکہ اوہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایک ہی صیغہ استعمال کرنا ممنوع نہیں صحابہ کی سنت ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ ایمان باللہ میں ایمان بالرسول بھی داخل ہے۔ رسول کا انکار اور اللہ پر ایمان کا ادعاء حقیقت میں اللہ کا انکار ہے۔ شہادت سے مراد یہ ہے کہ اسے دل سے سچ مانے اور زبان سے ظاہر کرے ورنہ محض اقرار بلا تصدیق بیکار ہے بلکہ یہی نفاق ہے۔

(۶) اس حدیث میں الایمان باللہ پر اقام الصلوٰۃ وغیرہ کا عطف اسکی دلیل ہے کہ اعمال ایمان کے اجزاء نہیں۔ ورنہ عطف صحیح نہ ہوگا۔ اقام الصلوٰۃ سے مراد یہ کہ نماز کی پابندی کریں اور جملہ شرائط کے ساتھ اچھی طرح ادا کریں۔ یہاں حج مذکور نہیں اس لئے کہ اس وقت حج فرض نہ ہوا تھا یہ واقعہ ۸ھ کا ہے اور حج ۹ھ میں فرض ہوا۔

(۷) چونکہ جہاد فرض ہو چکا تھا اور مال غنیمت میں خمس بیت المال کے لئے منجانب اللہ متعین ہے اس لئے انھیں خمس ادا کرنے کی خصوصیت سے ہدایت فرمائی۔ ان کی کفار مضر سے ہمیشہ لڑائی رہتی تھی۔

**اشکال اور جواب** اس حدیث پر ایک مشہور اعتراض یہ ہے کہ پہلے چار چیزوں کا حکم دیا۔ اور بیان فرمایا۔ پانچ۔

وَالدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرِ وَقَالَ اِحْفَظُوْهُنَّ وَاَخْبِرُوْا بِهِنَّ

چار چیزوں سے منع فرمایا۔ حنتم، اور دباء اور نقیر اور مزفت سے۔ کبھی مقیر کہتے اور فرمایا اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو

مَنْ وَرَائِكُمْ۔ ت قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ ع۵۔

بتادینا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! ہاں جہاد اور نیت باقی ہے۔

شہادت، نماز، زکوٰۃ، روزہ، خمس کی ادائے گی۔ اور اگر اقام الصلوٰۃ وغیرہ کو شہادۃ پر عطف مانیں تو یہ سب ایمان باللہ کی تفسیر ہوں گے۔ اور سب مل کر ایک ہوں گے۔ پھر تین رہ گئے۔ علامہ نووی نے یہ جواب دیا۔ کہ اصل مقصود چار ہی ہیں یہ لحاظ فرما کر کہ یہ قوم مجاہد ہے۔ ادائے گی خمس کا مزید حکم دیا۔ اور اس میں کوئی قباحت نہیں۔

(۸) ان چار برتنوں کے استعمال سے منع فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں شرابیں بناتے تھے اور دوسری جگہوں سے ان میں شراب لاتے تھے ان برتنوں کے استعمال کرنے سے شراب کی یاد آتی۔ اندیشہ تھا پھر کہیں شراب نہ پینے لگیں۔ لہذا حکم دیا کہ ان برتنوں کو بھی استعمال نہ کرو جن سے شراب کا لگاؤ تھا۔

(۹) اس سے معلوم ہوا کہ حکم شرعی بتانے کے لئے ضروری نہیں کہ انسان پورا عالم ہو جس کو جو حکم شرعی یا دینی بات معتمد طریقے سے معلوم ہو اور اچھی طرح یاد ہو تو دوسروں کو بتا سکتا ہے۔

## تشریح ت (۱۲)

پوری حدیث یوں ہے لا ھجرۃ بعد الفتح۔ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہاں جہاد اور نیت باقی ہے۔ جب تم جہاد کے لئے بلائے جاؤ تو گھر سے نکلو۔ پوری حدیث بخاری کے حج، جہاد، جزیہ وغیرہ میں موجود ہے۔ مراد یہ ہے کہ اب جبکہ مکہ فتح ہوگیا۔ اور دارالاسلام ہوگیا۔ تو مکہ سے ہجرت کر کے حصول خیر کا دروازہ بند۔ ہاں جہاد اور نیت حسنہ کے ساتھ اعمال خیر کر کے جتنا چاہو ثواب حاصل کرو۔ اس سے خاص وہ ہجرت جو اس عہد میں تھی، مراد ہے یعنی مدینہ طیبہ ہجرت کرنا۔

ع۵ کتاب العلم۔ باب تحریض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفد عبد القیس۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب قول اللہ منیبین الیہ۔ کتاب الزکوٰۃ۔ باب وجوب الزکوٰۃ۔ کتاب الجہاد باب فرض الخمس۔ باب مناقب قریش۔ کتاب المغازی۔ باب وفد عبد القیس۔ کتاب الادب۔ باب قول الرجل مرحبا۔ کتاب خبر الواحد۔ باب وصاۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفود العرب۔ کتاب التوحید باب قول اللہ بل ہو قرآن مجید مسلم کتاب الایمان۔ کتاب الاشربہ۔ ابوداؤد۔ اشربہ۔ سنت۔ ترمذی۔ سیر، ایمان، فسائی۔ علم، ایمان۔ اشربہ۔ صلاۃ مسند امام احمد۔

ع۶ مسلم اور ابوداؤد نے جہاد اور حج میں۔ ترمذی نے سیر، میں نسائی نے حج اور بیعت میں۔ دارمی نے سیر میں اور امام احمد نے اپنی مسند بھی ذکر کیا ہے۔

## (۴۶) حدیث

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا

ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص اپنے

اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰی اَھْلِہٖ یَحْتَسِبُھَا فَھِیَ لَہٗ صَدَقَۃٌ ۱؎ (۴۷) حدیث

اہل وعیال پر خرچ کرے اور نیت ثواب کی ہو تو یہ اس کے لئے صدقہ (کار ثواب) ہے۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ اَخْبَرَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّکَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَۃً تَبْتَغِیْ بِھَا وَجْہَ اللّٰہِ اِلَّا اُجِرْتَ

تم جو بھی خرچ کرو اور اس سے تمہاری نیت رضاء الٰہی ہے تو تم کو اس پر ثواب ملے گا

عَلَیْھَا حَتّٰی مَا تَجْعَلُ فِیْ فَمِ امْرَاَتِکَ ۲؎

یہاں تک کہ اپنی زوجہ کے منہ میں جو لقمہ ڈالو۔ اس کا بھی ثواب ملے گا۔

ورنہ گذر چکا کہ ہجرت مطلقہ قیامت تک باقی رہے گی۔

## تشریحات (۴۶) (۴۷)

**ابو مسعود انصاری** (۱) ان کا نام عقبہ ہے۔ یہ بنی خزرج کے فرد جلیل القدر انصاری صحابی ہیں۔ عقبہ ثانیہ اور تمام بدر کے علاوہ مشاہد میں شریک رہے۔ امام بخاری و ابن اسحاق وغیرہ کہتے ہیں کہ بدر میں بھی شریک رہے۔ یہ بدری کے ساتھ مشہور ہیں۔ لیکن ایک فریق یہ کہتا ہے کہ مقام بدر میں اقامت پذیر ہونے کی وجہ سے بدری کہلاتے ہیں۔ ان سے ایک سو دو حدیث مروی ہیں۔ نو متفق علیہ اور ایک افراد بخاری اور سات افراد مسلم سے ہیں۔ کوفے میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ۴۰ھ سے قبل وصال فرمایا۔ صحابہ میں ایک یہ ابو مسعود نام کے اور دو سے صاحب، غفاری ہیں۔

(۲) ان دونوں احادیث کا حاصل یہ ہے کہ کوئی مباح کام بھی بہ نیت خیر کیا جائے۔ تو اس پر بھی ثواب ہے۔ اہل وعیال کی پرورش انسان کرتا ہی ہے۔ لیکن اگر ان کی پرورش رضاء الٰہی کے لئے ہو تو اس پر بھی ثواب ہے۔

۱؎ بخاری کتاب النفقات، فضل النفقۃ علی الاہل ص۸۰۰، مسلم زکوٰۃ ۴۸، نسائی زکوٰۃ ۶۰، دارمی زکوٰۃ ۲۔ استیذان ۳۵، مسند امام احمد ۵ جائز مفصل، رثاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، سعد بن خولہ ص۱۷۱، کتاب المغازی، حجۃ الوداع ص۶۳۳، کتاب المرضی، قول المریض انی وجع ص۸۴۶، کتاب الدعوات، الدعاء برفع الوبا ص۹۳۷، کتاب الفرائض میراث البنات، مسلم وصیت ۵، ابوداؤد وصایا ۴

۲؎ ترمذی وصایا ۱۱، موطا امام وصیت ۴، دارمی وصایا ۱، مسند امام احمد۔

۱۳ت۔ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِہِمْ ؏ہ۔

دین خیر خواہی ہے اللہ اور اس کے رسول اور مسلمان حاکموں اور عام مسلمانوں کے لئے۔

**لغات** (۱) النَّصِیْحَةُ۔ نصحتُ العسلَ سے ماخوذ ہے یعنی میں نے شہد کو آلائش وگندگی سے پاک وصاف کیا کسی کے ساتھ سچی خیر خواہی جس میں کوئی فریب نہ ہو۔ نصیحت ہے۔ اَئِمَّة۔ امام کی جمع ہے۔ اس کے معنی پیشوا کے ہیں۔ خواہ دینی پیشوا ہو جیسے سلف صالحین وائمہ مجتہدین یا دنیوی جیسے سلطان اسلام اور حکام اسلام یا دونوں جیسے خلفاء راشدین۔

**تشریح** (۲) یہ حدیث بھی جوامع الکلم میں ہے۔ اپنے اندر معانی کا بے پایاں خزانہ رکھتی ہے یہاں تک کہ پورے دین کو محیط ہے مثلاً اللہ کے ساتھ نصیحت کا معنی یہ ہے کہ اسکی ذات وصفات پر ایمان لائیں۔ اور اس کا کسی کو شریک نہ بنائیں نہ ذات نہ صفات نہ عبادت میں۔ اسے صفات جلال وکمال کے ساتھ متصف مانیں، ہر عیب ونقص سے اسے منزہ مانیں۔ اسکی کتاب کو حق مانیں اس کی کما حقہ تلاوت کریں اس پر عمل کریں اس کی نشر واشاعت کریں۔ رسول کے ساتھ نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ ان کی رسالت کی تصدیق کریں۔ سارے جہاں سے زیادہ ان سے محبت رکھیں۔ سارے جہاں سے بڑھ کر ان کی تعظیم کریں۔ ان کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی برداشت نہ کریں۔ ان کے احکام کی پابندی کریں۔ جن چیزوں سے منع فرمایا ہے۔ اس کے قریب نہ جائیں۔ ان کی ہمیشہ حمایت کریں ان کی سنت زندہ رکھیں ان کے آداب واخلاق کو عادت بنائیں ان کے اصحاب واہل بیت سے محبت کریں۔ اللہ اور رسول کے ساتھ نصیحت، حقیقت میں بندے اور امتی کی طرف راجع ہے۔ اللہ اور رسول ناصح کی نصیحت سے مستغنی ہیں۔ سلاطین وحکام کے لئے نصیحت یہ ہے کہ ہر جائز حکم میں ان کی اطاعت کریں۔ اور ہر حق بات میں ان کی مدد کریں۔ غلطی پر نرمی سے سمجھائیں بلا ضرورت شرعیہ ان کے خلاف تلوار نہ اٹھائیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ائمہ مجتہدین کے لئے نصیحت یہ ہے کہ انکی روایت قبول کریں احکام میں ان کی تقلید کریں۔ ان کے ساتھ حسن ظن رکھیں۔ عامۂ مسلمین کے لئے نصیحت یہ ہے کہ ان کی دنیا وآخرت کے مصالح میں رہنمائی کریں۔ خیر کی تلقین کریں برائی سے روکیں انھیں دین کی تعلیم دیں نیکی میں ان کی مدد کریں۔ ان کے عیوب چھپائیں ان پر شفقت کریں۔ وغیرہ وغیرہ

ؔہ مسلم کتاب الایمان میں ابو داؤد نے ادب میں، نسائی نے بیعت میں، محمد ابن اسحٰق بن خزیمہ نے کتاب السیاست تھوڑے تغیر والفاظ کی زیادتی کے ساتھ ذکر کیا ہے

## (۴۸) حدیث۔ ہر مسلمان کی خیر خواہی دین ہے

عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْبَجَلِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ علہ

جریر[۱] بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی نماز کی پابندی زکوٰۃ کی ادائے گی اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر۔

## (۴۹) حدیث

عَنْ زِیَادِ بْنِ عِلَاقَۃَ قَالَ سَمِعْتُ جَرِیْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ یَوْمَ مَاتَ الْمُغِیْرَۃُ بْنُ شُعْبَۃَ

زیاد بن علاقہ کہتے ہیں کہ میں نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا جس دن حضرت مغیرہ[۱] بن شعبہ رضی اللہ

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نصیحت فرض کفایہ ہے۔ جب معلوم ہو کہ اس کی نصیحت قبول ہوگی اور اسے کوئی ضرر نہیں پہنچایا جائے گا اور اگر اسے اس کا اندیشہ ہو تو اسے اختیار ہے نصیحت کرے تو بہتر نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ عامۂ مسلمین میں یہ بھی داخل ہے۔ اپنے لئے نصیحت یہ ہے کہ ہر وقت خوف خدا رکھے اور شریعت کا پابند رہے۔

## تشریحات (۴۸)

**جریر بن عبداللہ بجلی احمسی** (۱) رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بنی کہلان سے تھے۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال سے قبل والے رمضان یعنی سنہ ۱۰ھ میں خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ اور مذکورہ بیعت کی اس بیعت کو اتنا نبھایا کہ ایام فتنہ میں الگ تھلگ رہے۔ ایک بار ان کا غلام ایک گھوڑا تین سو میں خرید کر لایا گھوڑا بہت عمدہ تھا۔ دیکھ کر مالک کے پاس تشریف لائے فرمایا۔ یہ گھوڑا تین سو سے زیادہ کا ہے۔ اسے آٹھ سو دیا۔ اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی بیعت کی ہے۔ نہایت حسین وجمیل تھے اس لئے ان کو اس امت کا یوسف کہتے تھے۔ کوفے میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ پھر قرقیسیا رہنے لگے تھے وہیں سنہ ۵۱ھ میں وصال فرمایا۔ ان سے سو حدیثیں مروی ہیں۔ آٹھ بخاری اور مسلم دونوں نے۔ تنہا بخاری نے ایک اور مسلم نے چھ لی ہیں۔

## تشریح (۴۹)

علہ بخاری نے مواقیت الصلوٰۃ البیعۃ علی الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ۔ باب البیعۃ علی ایتاء الزکوٰۃ۔ کتاب البیوع باب ہل یبیع حاضر لباد کتاب الشروط باب اول مسلم نے ایمان میں۔ نسائی نے بیعت میں۔ دارمی نے بیوع میں۔ امام احمد نے اپنی مسند میں بھی ذکر کیا ہے۔

قَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ عَلَيْكُمْ بِاتِّقَاءِ اللّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَالْوَقَارِ

تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا۔ یہ (منبر) پر کھڑے ہوئے پہلے اللہ عزوجل کی حمد وثنا کی پھر فرمایا تم لوگوں پر لازم ہے کہ صرف اللہ

وَالسَّكِيْنَةِ حَتّٰى يَاْتِيَكُمْ اَمِيْرٌ۔ فَاِنَّمَا يَاْتِيْكُمُ الْاٰنَ ثُمَّ قَالَ اِسْتَعْفُوْا لِاَمِيْرِكُمْ فَاِنَّهٗ كَانَ

سے ڈر وجس کا کوئی شریک نہیں اور وقار وسکون کے ساتھ رہو۔ یہاں تک کہ تمہارا کوئی حاکم آجائے اور وہ ابھی آئے گا۔ پھر کہا

يُحِبُّ الْعَفْوَ ثُمَّ قَالَ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ

اپنے متوفی امیر کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ اس لئے کہ وہ معاف کرنے کو پسند کرتے تھے۔ ان سب کے بعد سنو! میں

اُبَايِعُكَ عَلَى الْاِسْلَامِ فَشَرَطَ عَلَيَّ وَالنُّصْحَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فَبَايَعْتُهٗ عَلٰى هٰذَا وَرَبِّ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام کی بیعت کرنے کی غرض سے حاضر ہوا تو حضور نے یہ بھی شرط لگائی اور

هٰذَا الْمَسْجِدِ اِنِّيْ لَنَاصِحٌ لَّكُمْ، ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَنَزَلَ عله

ہر مسلمان کی خیر خواہی کرتے رہنا میں نے اس پر بیعت کی اس مسجد کے رب کی قسم میں تمہارا خیر خواہ ہوں پھر استغفار کیا اور اتر آئے

(۱) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاویہ کی جانب سے کوفے کے حاکم تھے ۵۰ھ میں ان کا وصال ہوگیا۔ چونکہ کوفے والوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کے حامیوں کی بہت غالب اکثریت تھی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو اپنی حسن تدبیر سے رام کئے ہوئے تھے۔ ان کے وصال کے بعد اندیشہ تھا کہ کوئی شورش نہ ہوجائے۔ اس لئے حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خطبہ دیا اور انھیں وقار وسکون کے ساتھ رہنے اور شورش وانتشار سے باز رہنے کی تلقین فرمائی حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وصال کے وقت حضرت جریر کو اپنا نائب بنا دیا تھا۔ اس لئے انھوں نے یہ خطبہ دیا تھا۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، حضرت مغیرہ کے وصال کی خبر ملی تو انھوں نے زیاد بن سُمیّہ کو، کوفے کا گورنر بنا دیا۔

(۲) اس حدیث میں خیر خواہی کے لئے مسلمان کی قید احترازی نہیں۔ کافر کے ساتھ بھی خیر خواہی لازم ہے۔ کافر کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ اسلام کی دعوت دے۔

عله ایضا۔ الشروط، اول باب الاحکام، کیف یبایع الامام۔ مسلم ایمان۔ نسائی بیعت۔

# کتاب العلم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## ۵۰ حدیث تضیع امانت قیامت کی علامت ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ بَیْنَمَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا — نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

# کتاب العلم

**علم کی تعریف**

(۱) صحیح یہ ہے کہ علم اجلی بدیہیات سے ہے ہر خاص وعام جانتا ہے کہ علم کیا چیز ہے اسلئے یہ اصطلاحی تعریف سے مستغنی ہے نیز اسکی تعریف بہت زیادہ مشکل ہے۔ ہزار ہا سال غور وخوض بحث وتمحیص کے بعد بھی آج تک منقح نہ ہوسکی ہمارے حضرات ماتریدیہ نے علم کی تعریف یہ کی۔ علم۔ ایک ایسا نور ہے جو اللہ عزوجل نے انسان کے قلب میں پیدا فرمایا ہے کہ اس سے جس چیز کا تعلق ہوتا ہے وہ منکشف ہوجاتی ہے۔ جیسے آنکھ میں دیکھنے کی قوت ہے۔

**علم کی تقسیم**

(۲) یہاں امام بخاری کا مقصود علم کی ماہیت اور حقیقت بیان کرنا نہیں بلکہ علم کے متعلقات بیان کرنا ہے۔ انکی علم سے مراد علم دین ہے جو اللہ عزوجل کی رضا کا موجب ہے۔ علم کی اپنے متعلقات کے اعتبار سے دو قسم ہے علم ظاہر۔ علم باطن۔ علم ظاہر علم شریعت ہے۔ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ اور اس کے ذرائع علم صرف ونحو لغت معانی بیان وغیرہ۔ علم باطن کی دو قسمیں ہیں۔ علم معاملہ یعنی دل اور نفس کو پاک صاف ستھرا بنانا اخلاق بد ومحرمات سے اجتناب اور اخلاق حسنہ خلوص صبر شکر زہد تقویٰ قناعت وغیرہ کا حصول۔ دوسرے علم مکاشفہ۔ یہ وہ علم ہے جو تزکیۂ نفس کے بعد من جانب اللہ تعالیٰ عطا ہوتا ہے جو باتیں عقول متوسطہ کی دسترس سے باہر ہیں۔ ان کا ان کے ذریعہ انکشاف ہوتا ہے مثلاً ذات وصفات باری تعالیٰ وغیرہ (قسطلانی) علم مکاشفہ سے ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات وصفات کی کچھ حقیقت واضح ہوتی ہے۔

(۳) عمل بغیر علم کے ناممکن ہے۔ اسلئے امام بخاری نے اعمال پر علم کو مقدم کیا اور چونکہ عمل ہو یا علم بغیر ایمان کے عنداللہ کالعدم، ایمان ان سب کی بنیاد ہے۔ اسلئے ایمان کو علم سے بھی پہلے ذکر فرمایا۔ اگرچہ ایک وجہ سے علم کو ایمان پر بھی مقدم ہونا چاہیئے۔ اسلئے کہ علم کے بغیر ایمان لانا بھی ممکن نہیں مگر چونکہ مقصود یہاں وہی علم ہے جسکا خدا کی بارگاہ میں اعتبار ہے اور وہ بغیر ایمان معتبر نہیں اسلئے ایمان کو علم پر مقدم کیا۔

فِی مَجْلِسٍ یُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَاءَهٗ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ مَتٰی السَّاعَةُ فَمَضٰی رَسُوْلُ

صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے بات کر رہے تھے۔ کہ ایک دیہاتی وہاں آئے اور پوچھا! قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُحَدِّثُ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ سَمِعَ مَا قَالَ فَکَرِهَ

تعالیٰ علیہ وسلم بات کرتے رہے (۲) حاضرین میں سے کچھ لوگوں نے کہا حضور نے اس کا

مَا قَالَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ لَمْ یَسْمَعْ حَتّٰی اِذَا قَضٰی حَدِیْثَهٗ قَالَ اَیْنَ اُرَاهُ السَّائِلُ

سوال سنا مگر ناپسند فرمایا (اسلئے جواب نہیں دیا) کچھ لوگوں نے کہا سنا ہی نہیں جب آنحضور بات پوری کر چکے تو فرمایا قیامت کے بارے میں

عَنِ السَّاعَةِ قَالَ هَا اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاِذَا ضُیِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ

سوال کرنے والا کہاں ہے (۳) ان دیہاتی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں ارشاد (۴) فرمایا جب امانت ضائع کیجائے قیامت کا انتظار

فَقَالَ کَیْفَ اِضَاعَتُهَا قَالَ اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ (۵)

کرو (۵) انہوں نے عرض کیا امانت ضائع کرنے کا کیا مطلب فرمایا جب نااہل کو کام سپرد کیا جائے۔ تو قیامت کا انتظار کرو۔

## تشریحات (۵۰)

**اعرابی** (۱) عرب کے دیہاتوں میں رہنے والوں کو اعرابی کہتے ہیں۔ اعرابی اگر صحابی ہے تو اسکا ترجمہ گنوار نہیں کرنا چاہیے۔ گنوار تحقیر کیلئے بولا جاتا ہے۔ اور صحابہ کی تحقیر جائز نہیں۔ (۲) اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ سائل کو لازم ہے کہ جب شیخ یا مفتی کسی بات میں مشغول ہو تو اس وقت سوال نہ کرے جب بات پوری کرلے تو سوال کرے اور زیادہ ادب یہ ہے کہ جب وہ متوجہ ہو تو سوال کرے دوسرے یہ کہ قاضی مفتی مدرس کو چاہیئے کہ حاضر ہونے والوں میں اقدم فالاقدم کی ترتیب کا لحاظ رکھے۔ (۳) اس سے ثابت ہوا کہ عالم شیخ کو چاہیئے کہ عوام کی غیر مناسب باتوں پر صبر کرے۔ بلکہ انکی ایذاؤں پر بھی۔ سب کے ساتھ اخلاق سے پیش آئے اور سب کی حاجت پوری کرے (۴) ان دیہاتی نے قیامت قائم ہونے کا وقت پوچھا تھا مگر جواب میں علامت ارشاد فرما کر یہ تلقین کی کہ اگر کوئی سائل اپنی حیثیت سے زائد کا سوال کرے۔ یا ایسی بات پوچھے جسے ظاہر کرنا مناسب نہ ہو تو اسے کوئی تسلی بخش جواب دیدے۔ (۵) یہاں امانت سے صرف مال کی امانت مراد نہیں بلکہ عام ہے خواہ وہ علم ہو خواہ کوئی دینی یا دنیوی عہدہ مثلاً قضا حکومت افتاء تدریس۔ تقریر وغیرہ۔ مراد یہ ہے کہ زمانہ ایسا آئے گا کہ اہل موجود ہی نہ ہوں گے۔ ناچار نااہل کو کام دیا جائے گا۔ یہ بھی مراد ہے کہ دیانت اٹھ جائے گی۔ اہلیت پر کوئی عہدہ نہ دیا جائے گا۔ بلکہ خوشامد چاپلوسی و رشوت، رشتہ وغیرہ پر۔

(۱) اسے امام بخاری نے کتاب الرقاق باب رفع الامانت میں اقتصار کیساتھ ذکر فرمایا ہے۔ مسند امام احمد میں بھی ہے۔

# حَدَّثَ وَاَخْبَرَ کے مابین فرق

متاخرین محدثین اَخْبَرَنَا اور حَدَّثَنَا کے درمیان یہ فرق کرتے ہیں کہ اگر شیخ قرأت کرے اور تلمیذ سنے تو اسے حَدَّثَنِی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اگر تلمیذ قرأت کرے شیخ سنے تو اَخْبَرَنِی سے۔ پھر اگر تلامذہ دو یا دو سے زائد ہوں تو بجائے یائے متکلم کے صیغہ جمع متکلم لاتے ہیں یعنی حَدَّثَنَا اور اَخْبَرَنَا۔ امام ترمذی کا یہی مسلک ہے۔ جیسا کہ انھوں ترمذی کے ابتدا میں فرمایا ہے قرأۃً علیہ وانا اسمع۔

## حَدَّثَ وَاَخْبَرَ میں امام بخاری کے یہاں فرق نہیں

بلکہ متقدمین کے یہاں بھی حَدَّثَ وَاَخْبَرَ میں کوئی فرق نہیں۔ یہی امام بخاری کا مسلک ہے۔ اپنے مسلک کی تائید میں فرمایا۔

(۱) ت۔ مجھ سے حمیدی نے کہا سفیان بن عیینہ کے نزدیک "حَدَّثَنَا اور اَخْبَرَنَا اور سمعتُ ایک تھا۔

(۲) ت۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث بیان فرمائی اور وہ سچے ہیں اور سچے مانے ہوئے ہیں۔

(۳) ت۔ شقیق نے کہا عبداللہ سے روایت ہے انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بات سنی۔

(۴) ت۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حدیثیں بیان فرمائیں۔

(۵) ت۔ ابوالعالیہ نے کہا، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اس میں جو اپنے رب سے روایت کرتے ہیں۔

(۶) ت۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے وہ اپنے رب سے روایت کرتے ہیں۔

(۷) ت۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے وہ تمھارے رب تبارک تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں۔

پہلی چار تعلیقوں سے یہ بتانا مقصود ہے کہ راویان حدیث کبھی حَدَّثَنَا بولتے ہیں کبھی سمعت اور دونوں کے معنی ایک ہیں۔ اور بعد کی تین تعلیقوں سے یہ بتانا ہے کہ سند میں بجائے حَدَّثَنَا یا سمعت عن فلان عن فلان بھی کہنا درست ہے۔ اسکا حکم بھی وہی ہے جو حَدَّثَنَا یا سمعت کا ہے۔

---

## (۵۱) حدیث نخلہ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَۃً لَّا یَسْقُطُ وَرَقُھَا وَاِنَّھَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ حَدِّثُوْنِیْ مَا ھِیَ قَالَ

درختوں میں ایک درخت ہے جسکے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کے مثل ہے مجھے بتاؤ وہ کون درخت ہے۔

**حدیث مُعَنْعَنْ** جس حدیث کی پوری سند لفظ "عن" کے ساتھ مذکور ہو اس کو معنعن کہتے ہیں۔ اس کے صحیح ہونے کے لئے امام بخاری کے یہاں یہ شرط ہے کہ تلمیذ اور شیخ میں کسی اور دلیل سے ملاقات ثابت ہو۔ امام مسلم اور دیگر محدثین، لقاء ضروری نہیں جانتے صرف معاصرت یعنی دونوں کا ایک زمانے میں ہونا ضروری قرار دیتے ہیں۔ مزید توضیح مقدمہ میں دیکھیں۔ ان ساتوں تعلیقوں کو امام بخاری نے دوسرے مقامات پر سند کیساتھ ذکر فرمایا ہے۔

حَدَّثَ اور اَخْبَرَ کے معنی ایک ہی ہیں۔ اس کی دلیل میں امام بخاری نے یہ حدیث پیش فرمائی۔

## تشریحات (۵۱)

**لغات** شَجَرٌ تنہ دار درخت کو کہتے ہیں۔ مِثْل اور مَثَل دونوں روایت ہے۔ یہ کلمۂ تشبیہ ہے مثل کے لغوی معنی، نظیر کے ہیں اور عرفی معنی کہاوت کے ہیں اور مجازی معنی عجیب وغریب حال کے ہیں۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔

**وجہ شبہ** ① مطلب یہ ہے کہ اس درخت کا عجیب وغریب حال مومن کے حال کے مثل ہے۔ یہ عجیب وغریب حال یہ ہے کہ کھجور کا درخت جتنا نفع بخش ہے اور کوئی درخت نہیں۔ اس کا پھل نہایت شیریں لذیذ مفید ہے۔ اور پھل آتے ہی اسے کھانا شروع کرتے ہیں پھر پکنے کے بعد سکھا کر رکھ لیتے ہیں۔ سال بھر کھاتے ہیں۔ اس کی گٹھلی چوپائے کی غذا ہے۔ یہ ہمیشہ ہرا بھرا رہتا ہے اور بہت بڑی عمر رکھتا ہے جب سوکھ جاتا ہے تو بھی نفع بخش۔ اس کی پتیوں سے چٹائی ٹوکری بناتے ہیں۔ تنے کا ستون لگاتے ہیں۔ اس کے ریشوں کو گدوں میں بھرتے ہیں۔ ایسے ہی مومن ہمیشہ تر وتازہ راضی برضائے الٰہی رہتا ہے زندگی میں دوسروں کے کام آتا ہے لوگوں کے دکھ سکھ میں شریک ہوتا ہے اور مرنے کے بعد بھی نفع پہونچاتا ہے۔

**استدلال** (اول)۔ اَخْبَرَ اور حَدَّثَ ایک ہی ہے۔ یہ اسی روایت سے ثابت ہے اس لئے کہ حَدَّثَ اور اَخْبَرَ میں فرق کرنے والے کہتے ہیں کہ اگر تلمیذ پڑھے اور شیخ سنے تو اس کی تعبیر اَخْبَرَ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي قَالَ عَبْدُ اللهِ وَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ،

ابن عمرؓ نے کہا لوگوں کا خیال جنگلی درختوں کی طرف گیا اور میرے جی میں آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہے

فَاسْتَحْيَيْتُ. ثُمَّ قَالُوا حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ[1]

مگر میں شرم کی وجہ سے نہ بولا۔ پھر لوگوں نے عرض کیا۔ حضور بتائیں۔ فرمایا۔ یہ کھجور ہے۔

نے صحابہ سے فرمایا۔ حَدِّثُونِي مَا هِيَ۔ حالانکہ صحابہ عرض کرتے تو اس اصطلاح کے مطابق اِخبار ہوتا۔ تلمیذ کے پڑھنے کو حضور نے تحدیث سے تعبیر فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ حَدَّثنا اور اخبرنا ایک ہی ہے۔ فرق کرنے والے اَخْبَرَنَا اور اَنْبَأَنَا کو ایک مانتے ہیں۔ تو جب اَخْبَرَ اور حَدَّثَ ایک۔ تو اَنْبَأَ و حَدَّثَ بھی ایک۔

(دوم) اس حدیث کے مختلف طرق اور روایات میں الفاظ مختلفہ ہیں۔ یہاں حَدِّثُونِي ہے اور کتاب التفسیر میں بروایت نافع اخبرونی ہے اور نافع سے اسماعیل کی روایت میں اَنْبِئُونِي ہے خود اسی کتاب العلم میں باب الحیاء فی العلم میں بروایت اسماعیل یہ ہے کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اَخْبِرْنَا بِهَا۔ تو ثابت کہ حَدَّثَ اَخْبَرَ اور اَنْبَأَ ایک ہی ہیں۔

**تکمیل** (۲) مختلف روایات بخاری یکجا کرنے سے یہ حدیث پوری یوں ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ہم لوگ حاضر تھے۔ کھجور کی گوند پیش کی گئی۔ آنحضور نے اسے تناول فرمایا۔ اور فرمایا ایک ایسا درخت ہے۔ جو مسلمان کی طرح بابرکت ہے۔ سدا بہار ہے۔ بتاؤ وہ کون ہے؟ لوگوں کا ذہن جنگلی درختوں کی طرف گیا۔ لوگوں نے کہا فلاں درخت ہے۔ میری سمجھ میں آگیا کہ یہ کھجور ہے۔ جی میں آیا عرض کر دوں۔ لیکن سب سے چھوٹا تو عمر دس سال کا تھا اور حاضرین میں ابوبکر و عمر بھی تھے وہ چپ تھے۔ شرم کی وجہ سے میں چپ رہا۔ پھر حاضرین نے عرض کیا حضور ہی بتائیں۔ فرمایا یہ کھجور ہے۔ میں نے اپنے والد سے عرض کیا تو فرمایا۔ اگر تم بتا دیتے تو مجھے وہ خوشی حاصل ہوتی جو اتنے اتنے سے نہ ہوتی

**فوائد** (۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ استاذ طلبہ کے امتحان کے لئے سوال کر سکتا ہے۔

(۲) علمی چیستاں اس نیت سے پوچھنا کہ تلامذہ کے ذہن میں تیزی پیدا ہو۔ جائز ہے۔ لیکن علماء کا امتحان لینے یا انھیں ذلیل کرنے کی نیت سے پوچھنا حرام۔

(۳) بیمار اچھی چیز ہے۔ اگر اس سے کوئی نقصان نہ ہو یا کسی فائدے سے محرومی نہ ہو۔

[1] امام بخاری نے بالفاظ مختلفہ اس حدیث کو یہاں کے علاوہ کتاب العلم میں دو جگہ مزید اور کتاب البیوع بیع الجار میں ملحمہ میں کتاب الادب باب لا یقی من الحق میں اور امام مسلم نے منافقین میں ذکر فرمایا۔ اور مسند امام احمد میں بھی۔ اور ترمذی اور نسائی نے بھی کچھ ردوبدل کیساتھ ذکر کیا ہے۔

(۴) اپنے بزرگوں کا ادب کرنا چاہیئے۔ اور ان کے سامنے بلا ضرورت بات نہیں کرنا چاہیئے۔ (۵) یہ ہوسکتا ہے کبھی کبھار کوئی نکتہ اجلّۂ علماء کے ذہن میں نہ آئے اور کسی بچے کے ذہن میں آجائے۔ (۶) اگر کوئی بزرگ امتحاناً کوئی سوال کرے اور اسکا جواب ذہن میں آجائے تو عرض کردینا چاہیئے۔

## اخذ حدیث کے طریقے

اول شیخ خود پڑھے شاگرد سنیں۔ دوم شاگرد قرأت کرے استاذ سنے۔ جیسا کہ زمانۂ دراز سے یہی طریقہ رائج ہے اسے عرض بھی کہتے ہیں۔ سوم شیخ اپنی کوئی کتاب تلمیذ کو دے اسے مناولت کہتے ہیں۔ چہارم تلمیذ کوئی کتاب استاذ کی خدمت میں پیش کرکے درخواست کرے کہ اس کی مجھے اجازت دیدیں۔ استاذ اس کتاب پر اطمینان کرکے شاگرد کو اجازت دیدے اسے بھی عرض کہتے ہیں — اور حقیقت میں مناولت ہی کی ایک قسم ہے۔ اسی لئے علامہ ابن حجر نے اسے عرض مناولت کہا ہے۔

چونکہ بعض متشدد محدثین اس کے قائل تھے۔ کہ روایت اسی وقت صحیح ہے جبکہ استاذ خود پڑھے اور تلمیذ سنے اس لئے امام بخاری نے اسپر بہت زور دیا کہ استاذ کی قرأت تلمیذ پر، اور تلمیذ کی استاذ پر دونوں صحیح ہیں۔ اور بعد میں اسی پر اتفاق ہوگیا۔ اب اسکے بعد یہ اختلاف ہے کہ دونوں برابر ہیں یا ان میں کچھ فرق ہے اس سلسلے میں تین مذہب ہیں۔

اوّل تلمیذ کا استاذ کے سامنے پڑھنا زیادہ راجح ہے یہ امام اعظم ابو حنیفہ اور ابو ذئب وغیرہ۔ اور ایک روایت کے مطابق امام مالک کا بھی مذہب ہے۔

دوم استاذ کا پڑھکر تلمیذ کو سنانا یہ ارجح ہے یہی جمہور کا مذہب ہے بعض لوگوں نے کہا یہ صرف اہل مشرق کی جمہور کا مذہب ہے۔

سوم دونوں مساوی ہیں یہی اکثر علماء حجاز و کوفہ اور امام مالک اور ان کے متبعین اہل مدینہ کا اور کثیر جماعت کا مذہب ہے۔ امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام بخاری نے اپنی تائید میں اسلاف کے یہ اقوال نقل فرمائے۔

(۱) امام بخاری کے استاذ مشہور محدث، حمیدی، نے اسے ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ثابت کیا یہ حدیث مفصل آرہی ہے۔ جس میں یہ ہے کہ حضرت ضمام نے یہ عرض کیا۔ کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم نماز پڑھیں۔ حضور نے فرمایا۔ ہاں۔ یہ استاذ پر قرأت ہوئی۔ پھر حضرت ضمام نے اپنی قوم کو اس کی خبر دی تو ان کی قوم نے اسے تسلیم کیا تو معلوم ہوا کہ یہ طریقہ بھی درست ہے۔

(۲) امام مالک نے دستاویز سے استدلال کیا کہ جب دستاویز میں کسی مُقِر کا اقرار لکھا گیا اور اسے پڑھ کر سنایا گیا۔ اس نے ہاں کرلیا۔ تو یہ اسکا اقرار ہوگیا۔ حالانکہ اس نے زبان سے صراحۃً اقرار نہیں کیا ہے صرف ہاں کہا ہے۔ جن لوگوں نے یہ دستاویز سنا انھیں اسی کے مطابق گواہی دینی جائز ہے۔ اسی طرح جب قاری مقری کو سنا دے تو اسے جائز ہے کہ یہ کہے مجھے فلاں نے پڑھایا۔ نیز امام مالک نے اسپر یہ دلیل بھی بیان فرمائی ہے لوگ قرآن مجید کسی کے سامنے پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں مجھے فلاں نے پڑھایا۔

## (۵۲) حدیث ضمام ابن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نَمِرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

يَقُوْلُ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ

کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص اونٹ پر سوار آیا۔ اونٹ کو مسجد کے

دَخَلَ رَجُلٌ عَلٰى جَمَلٍ فَاَنَاخَهٗ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَقَلَهٗ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ اَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ وَالنَّبِيُّ

قریب بٹھایا اور اس کی ران کو پنڈلی سے باندھا اس کے بعد پوچھا تم میں، محمد، کون ہے اور نبی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ فَقُلْنَا هٰذَا الرَّجُلُ الْاَبْيَضُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکیہ لگائے سب کے ساتھ وہیں بیٹھے تھے۔ ہم نے بتایا یہ گورے تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔

اسی طرح استاذ پر تلمیذ اگر پڑھے تو تلمیذ کو یہ جائز ہے کہ اس سے روایت کرے۔ امام حاکم نے علوم الحدیث میں بطریق مطرف لکھا ہے کہ انہوں نے بتایا کہ میں سات سال امام مالک کی خدمت میں رہا۔ میں نے یہ کبھی نہیں دیکھا۔ کہ اپنا موطا انہوں نے پڑھا ہو۔ ہمیشہ تلامذہ پڑھتے اور یہ سنتے۔ امام مالک اس پر شدید انکار فرماتے جو یہ کہتا کہ روایت اسی وقت صحیح ہے جبکہ شیخ پڑھکر سنائے فرماتے یہ حدیث میں کیوں نہیں کافی ہوگا جبکہ قرآن میں کافی ہے حالانکہ قرآن کا رتبہ حدیث سے زائد ہے۔

(۳) امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ تلمیذ پڑھکر شیخ کو سنائے تو کوئی حرج نہیں۔

(۴) امام مالک اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا۔ تلمیذ کا پڑھ کر شیخ کو سنانا اور شیخ کا پڑھ کر تلمیذ کو سنانا برابر ہے۔

## تشریحات (۵۲)

**لغات** عَقَلَهٗ۔ اس کا مصدر عقل ہے یہاں اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ اونٹ کی ران پنڈلی سے ملا کر باندھنا۔ بین ظہرانیہم کے معنیٰ ہیں، ان کے درمیان۔ فلان تجد علی۔ وجد یجد وجدا کا صلہ جب علیٰ آتا ہے تو اس کے معنیٰ غصہ ہونے۔ خفا ہونے کے آتے ہیں اور جب اس کا صلہ "بـ" آتا ہے تو اس کے معنیٰ بہت محبت کرنے کے اور جب اسکا صلہ "لام" آتا ہے تو اس کے معنی غمگین ہونے کے آتے ہیں۔

(۱) مسجد میں بٹھانے سے مراد مسجد کے باہر صحن میں بٹھانا ہے جیسا کہ ابن عباس کی روایت میں جسے امام احمد اور حاکم نے روایت کیا یہ تصریح ہے کہ اونٹ کو مسجد کے دروازے پر بٹھایا۔ پھر اندر آیا۔ اور حضرت انس ہی کی حدیث ابونعیم سے یوں ہے۔

الْمُتَلَئِّ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ يَا ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور سے مخاطب ہو کر اس شخص نے کہا اے عبد المطلب کے بیٹے ؟ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قَدْ أَجَبْتُكَ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ إِنِّي أَسْأَلُكَ فَمُشَدِّدٌ عَلَيْكَ فِي الْمَسْأَلَةِ فَلَا تَجِدْ عَلَيَّ فِي نَفْسِكَ

تیری بات سن رہا ہوں۔ اس شخص نے کہا میں آپ سے سوال کرنا چاہتا ہوں اور میں کچھ سختی سے سوال کروں گا۔ آپ اپنے جی

فَقَالَ سَلْ عَمَّا بَدَا لَكَ فَقَالَ أَسْأَلُكَ بِرَبِّكَ وَرَبِّ مَنْ قَبْلَكَ آللّٰهُ أَرْسَلَكَ

میں مجھ پر خفا نہ ہوں۔ فرمایا جو تیرا جی چاہے پوچھ۔ اسنے کہا آپ کے پروردگار اور آپ سے پہلے والوں کے پروردگار کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا اللہ تعالیٰ نے

حتی اتی المسجد فاناخہ ثم عقلہ فدخل المسجد۔ جب مسجد کے قریب آیا تو اسکی ران کو پنڈلی سے باندھا پھر مسجد میں آیا۔

اس میں اتی المسجد سے قریب المسجد سے مراد ہونا متیقن ہے ورنہ فدخل المسجد کے کیا معنی ہوں گے اسی طرح یہاں بھی فی المسجد سے مراد مسجد کے قریب ہے۔ (۲) چونکہ ابھی ایمان نہیں لائے تھے آداب نبوت سے واقف نہیں تھے اسی لئے یوں پوچھا (۳) اس سے معلوم ہوا کہ معززین مجمع میں تکیہ لگا کر بیٹھ سکتے ہیں۔ (۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لیکر یا یوں کہے کہ اے عبد اللہ یا عبد المطلب کے بیٹے۔ ممنوع ہے قرآن کریم میں ہے لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (سورۂ نور رکوع اخیر) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسے تم میں بعض بعض کو پکارتا ہے۔ اسی تفسیر صاوی میں یہ ہے۔

لا تنادوا باسمہ فتقولوا یا محمد ولا بکنیتہ فتقولوا یا ابا القاسم بل نادوا وخاطبوہ بالتعظیم والتکریم والتوقیر بان تقولوا یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا امام المرسلین یا رسول اللہ رب العلمین یا خاتم النبیین وغیر ذالک واستفید من الآیۃ انہ لا یجوز نداء النبی بغیر ما یفید التعظیم لانی حیاتہ ولا بعد وفاتہ فہذا یعلم ان من استخف بجنابہ فہو کافر ملعون فی الدنیا والاخرۃ۔

ان کا نام لیکر مت پکارو یعنی یا محمد نہ کہو اور نہ کنیت سے بلاؤ یعنی اے ابو القاسم نہ کہو۔ انھیں تعظیم تکریم اور توقیر کیساتھ بلاؤ اور مخاطب کرو۔ یوں کہو یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا امام المرسلین۔ یا رسول رب العلمین یا خاتم النبیین وغیرہ۔ اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے لفظ سے پکارنا جائز نہیں جسمیں تعظیم نہ ہو۔ نیز معلوم ہوا کہ جو ان کی تخفیف شان کرے وہ کافر، اور دنیا و آخرت میں ملعون ہے۔

مگر چونکہ ضمام ابھی ایمان نہیں لائے تھے اور نہ اس ادب سے واقف تھے اس لئے انہوں نے عام دیہاتیوں کا طریقہ اختیار کیا۔ چونکہ والد ماجد کا ولادت سے پہلے ہی وصال ہو گیا تھا۔ پرورش عبد المطلب نے کی تھی اس لئے عام طور پر لوگ ابن عبد المطلب کہتے تھے خود غزوۂ حنین کے موقع پر حضور نے اپنے کو ابن عبد المطلب کہا۔ (۵) اس سے آزمائش مقصود تھی۔ اسلئے کہ بادشاہ اسکو

إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ ؟ فَقَالَ اللّٰهُمَّ نَعَمْ ۔ فَقَالَ أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ آللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ

آپ کو سب لوگوں کی جانب رسول بنا کر بھیجا ہے ؟ فرمایا ؟ ہاں ۔ پھر اس نے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا اللہ نے

تُصَلِّيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ قَالَ اللّٰهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ أَنْشُدُكَ

آپ کو حکم دیا ہے کہ دن رات میں پانچ نمازیں پڑھیں ؟ ۔ فرمایا ۔ ہاں ۔ اس کے بعد اس نے کہا آپ کو اللہ

بِاللّٰهِ آللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ تَصُومَ هٰذَا الشَّهْرَ مِنَ السَّنَةِ ؟ قَالَ اللّٰهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ

کی قسم ہے کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ سال میں اس مہینے کا روزہ رکھیں ؟ فرمایا ۔ ہاں ۔ اس نے کہا آپ

أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ آللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ تَأْخُذَ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ مِنْ أَغْنِيَائِنَا فَتَقْسِمَهَا

کو اللہ کی قسم ہے ۔ کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہمارے مالداروں سے زکوٰۃ لے کر ہمارے محتاجوں میں تقسیم کریں ؟ ۔

عَلَى فُقَرَائِنَا ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ الرَّجُلُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ہاں [۸] اس کے بعد اس شخص

آمَنْتُ بِمَا جِئْتَ بِهٖ وَأَنَا رَسُولُ مَنْ وَرَائِي مِنْ قَوْمِي وَأَنَا ضِمَامُ بْنُ ثَعْلَبَةَ أَخُو بَنِي سَعْدِ

نے کہا ۔ آپ جو کچھ لائے ہیں سب پر میں ایمان [۸] لایا ۔ میں اپنی قوم کا قاصد ہوں ۔ اور میں ضمام بن ثعلبہ ۔ سعد بن [۹] بکر

بْنِ بَكْرٍ [۱۰]

کا فرد ہوں ۔

برداشت نہیں کرتے اور رسول اس کا تحمل کرتے ہیں ۔ (۶) اکثر اہل عرب اللہ عزوجل کے وجود کے قائل تھے ۔ ان کا عقیدہ تھا کہ زمین و آسمان اور ساری خلقت کا پیدا کرنے والا اللہ ہے بتوں کی پرستش کیلئے بھی یہ بہانہ کرتے تھے ۔ کہ ہم انھیں اسلئے پوجتے ہیں کہ اللہ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں گے ۔ (۷) یہاں اللّٰھم برکت کیلئے ہے (۷) یہاں اختصار ہے اسلئے حج کا ذکر نہیں ۔ ورنہ مسلم وغیرہ کی روایت میں یونہی حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں بھی حج کا ذکر ہے ۔ اگرچہ ان میں جزئی اختلافات ہیں ۔

(۸) یہ انشاء ایمان ہے اخبار نہیں ۔ اسلئے کہ ضمام بن ثعلبہ اسکے پہلے ایمان نہیں لائے تھے ۔ یہ تحقیق ہے ۔ انکے قبیلے والوں کے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قاصد اسلام کی دعوت لیکر پہنچا تو انکے قبیلے والوں نے انھیں تحقیق حال کیلئے بھیجا تھا ۔ یہ جب خدمت اقدس سے واپس ہوئے اور اپنی قوم کو سب کچھ بتا دیا ۔ تو پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ ضمام بن ثعلبہ ، غزوۂ حنین کے بعد حاضر خدمت ہوئے تھے اسلئے کہ بنو سعد اسکے بعد مشرف باسلام ہوئے ہیں ۔ (۹) یہ علیمہ سعدیہ کا قبیلہ ہے جسمیں حضور نے پرورش پائی

[۸] اسے ابو داؤد نے صلاۃ میں اور نسائی نے صوم میں ابن ماجہ نے صلاۃ میں ذکر کیا ہے ۔

## (۵۲) ایضاً بالفاظ أخر

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ نُھِیْنَا فِی الْقُرْاٰنِ، اَنْ نَسْاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہمیں قرآن میں منع فرمادیا گیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کریں، وہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ یُعْجِبُنَا اَنْ یَّجِیْءَ الرَّجُلُ مِنْ اَھْلِ الْبَادِیَۃِ الْعَاقِلُ فَیَسْاَلَہٗ

ہم کو یہ بات پسند تھی کہ دیہات سے کوئی ہوشیار شخص آئے اور حضور سے پوچھے

وَنَحْنُ نَسْمَعُ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْبَادِیَۃِ فَقَالَ اَتَانَا رَسُوْلُکَ فَاَخْبَرَنَا اَنَّکَ تَزْعُمُ

اور ہم سنیں۔ ایک دیہاتی آئے حضور سے کہا۔ آپ کا قاصد ہمارے پاس آیا اور اس نے بتایا کہ آپ گمان

اَنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اَرْسَلَکَ. قَالَ صَدَقَ فَقَالَ فَمَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ

کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ فرمایا اس نے سچ کہا اسکے بعد اس نے کہا کس نے آسمان پیدا کیا؟ فرمایا اللہ

قَالَ فَمَنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالْجِبَالَ قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ قَالَ فَمَنْ جَعَلَ فِیْھَا الْمَنَافِعَ قَالَ اللّٰہُ

عزوجل نے اس نے کہا کس نے زمین اور پہاڑوں کو پیدا کیا؟ فرمایا اللہ عزوجل نے اس نے کہا کس نے ان میں منفعتیں رکھیں۔ فرمایا

عَزَّوَجَلَّ قَالَ فَبِالَّذِیْ خَلَقَ السَّمَاءَ وَخَلَقَ الْاَرْضَ وَنَصَبَ الْجِبَالَ وَجَعَلَ فِیْھَا

اللہ عزوجل نے اس نے کہا اسکی قسم جس نے آسمان پیدا کیا اور زمین پیدا کی اور پہاڑوں کو کھڑا کیا اور ان میں منفعتیں رکھیں!

الْمَنَافِعَ آللّٰہُ اَرْسَلَکَ قَالَ زَعَمَ قَالَ زَعَمَ رَسُوْلُکَ اَنَّ عَلَیْنَا خَمْسَ صَلَوَاتٍ وَزَکٰوۃً

کیا اللہ نے آپ کو بھیجا ہے؟ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا آپ کے قاصد نے گمان کیا کہ ہم پر پانچ نمازیں ہیں اور ہمارے مالوں میں زکوٰۃ ہے

## تشریحات (۵۲)

یہ آنیوالے دیہاتی، ضمام بن ثعلبہ ہی ہیں۔ یہ اور پہلی والی حدیث ایک ہی ہے۔ لیکن روایت بالمعنی کی وجہ سے الفاظ مختلف ہیں اور دونوں میں کچھ نہ کچھ اختصار اور تفصیل ہے۔ اسلئے ہمنے اسکو الگ ذکر کیا۔ (۱) جب لوگ بکثرت سوال کرنے لگے اور سوال کرنے والے ہر قسم کے لوگ تھے۔ مخلص بھی معاند بھی۔ معاندین استہزاء بھی سوال کرتے۔ کوئی پوچھتا میرا باپ کون ہے؟۔ کوئی پوچھتا میری اونٹنی غائب ہے۔ کہاں ہے؟۔ نیز چونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ جب تک کسی چیز سے ممانعت نہ ہو۔ وہ مباح ہے سوال پر حکم نازل ہو جاتا اور بہت سی چیزیں مباح ہوتیں۔ وہ حرام ہو جاتیں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ اے ایمان والو ایسی باتیں نہ پوچھو کہ اگر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں

فِیْ اَمْوَالِنَا، قَالَ صَدَقَ، قَالَ فَبِالَّذِیْ اَرْسَلَكَ، آللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ، قَالَ وَ

فرمایا۔ اس نے سچ کہا اس نے کہا اس کی قسم جس نے آپ کو رسول بنایا! کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا۔ ہاں

زَعَمَ رَسُوْلُكَ اَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرٍ فِیْ سَنَتِنَا قَالَ صَدَقَ، قَالَ فَبِالَّذِیْ اَرْسَلَكَ آللّٰهُ

اس نے کہا اور آپ کے قاصد نے گمان کیا کہ ہم پر سال میں ایک مہینے کا روزہ ہے فرمایا قاصد نے سچ کہا۔ اس نے کہا اس کی قسم جس نے آپکو رسول

اَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ اَنَّ عَلَيْنَا حَجَّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ

بنایا۔ کیا اللہ نے آپ کو اسکا حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا آپکے قاصد نے گمان کیا کہ ہم پر بیت اللہ کا حج ہے جسے وہاں تک جانے کی

سَبِيْلًا، قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبِالَّذِیْ اَرْسَلَكَ آللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا، قَالَ نَعَمْ قَالَ فَالَّذِیْ

استطاعت ہو فرمایا قاصد نے سچ کہا اس نے کہا اس کی قسم جس نے آپکو رسول بنایا کیا اللہ نے آپکو اسکا حکم دیا ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ اس نے کہا

تَسُوْءُكُمْ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ — بری لگیں اور اس وقت پوچھو گے کہ قرآن اتر رہا ہے تو تم پر ظاہر کر

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اَعْظَمَ الْمُسْلِمِيْنَ جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ شَیْءٍ لَمْ — مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے کہ ایک چیز حرام نہیں تھی اس

يُحَرَّمْ فَحُرِّمَ مِنْ اَجْلِ مَسْئَلَتِهٖ۔ — کے سوال کرنے کی وجہ سے اسکی حرمت بیان کر دی گئی۔

**اصل اشیاء میں اباحت ہے** (۲) یہ آیت اور حدیث اس کی دلیل ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ یعنی جس چیز سے منع نہ کیا گیا ہو وہ حلال ہے کسی چیز کے حرام ہونے کیلئے دلیل کی ضرورت ہے۔

**زیادہ اور کم نہ کرنے کا مطلب** (۳) یعنی آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا۔ اسے من وعن اپنی قوم تک پہونچا دونگا نہ اس میں اپنی طرف سے کچھ زیادہ کروں گا اور نہ کچھ گھٹاؤں گا۔

## ✻ مناولت ومکاتبت ✻

**مناولت** (۱) گذر چکا کہ مناولت کا یہ مطلب ہے کہ شیخ اپنی کتاب تلمیذ کو دے کر یہ کہے کہ اس میں وہ حدیثیں ہیں جو میں نے فلاں سے سنی ہیں یا لی ہیں۔ تم کو اجازت دیتا ہوں کہ اس کتاب کی حدیثوں کو روایت کرو۔

**مکاتبت** (۲) یہ ہے کہ شیخ احادیث خود لکھ کر یا کسی سے لکھوا کر کسی کے پاس بھیج دے اور اسے اجازت دیدے کہ ان احادیث کی تم روایت کر سکتے ہو۔ اس کے قابل اعتبار ہونے کی شرط یہ ہے کہ کتاب مہر بند ہو اور جن کے ہاتھ بھیجے وہ ثقہ، عادل ہوں۔ اگر لے جانے والے ثقہ نہیں تو ناقابل اعتبار ہے اگرچہ مکتوب مہر بند ہو۔ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ مناولت اور مکاتبت

بَعَثْتُكَ بِالْحَقِّ، لَا أَزِيدُ عَلَيْهِنَّ شَيْئًا وَلَا أَنْقُصُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ان پر نہ کچھ زیادہ کرونگا اور نہ ان میں کچھ کم کروں گا تو اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

إِنْ صَدَقَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ ۞ حدیث کسریٰ کی جانب والا نامہ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ

فرمایا، اگر یہ سچا ہے تو بلاشبہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهِ

دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک خط بحرین کے حاکم کے پاس ایک شخص کے بدست بھجوایا۔

---

دونوں یکساں معتبر ہیں۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ دیگر علماء فرماتے ہیں کہ چونکہ مناولت میں استاذ، تلمیذ کو اپنے سامنے کتاب دیتا ہے اس لئے اس میں بہ نسبت مکاتبت کے قوت زیادہ ہے۔ دونوں کو معتمد بھی مانتے ہیں۔ ان دونوں کے معتمد ہونے پر امام بخاری نے مندرجہ ذیل دلائل قائم کئے ہیں۔

ت۔ اول۔ حضرت انس نے فرمایا۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن مجید کے متعدد نسخے لکھوا کر مختلف شہروں میں بھجوائے ان سب پر اصل کی طرح سب نے اعتماد کیا۔

**حضرت عثمان نے کتنے مصاحف لکھوائے** ③ ابو حاتم نے کہا کہ حضرت عثمان نے سات نسخے لکھوائے تھے جنہیں شام عراق، بصرہ، کوفہ، بحرین، مکہ، یمن بھیجا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ پانچ نسخے لکھوائے تھے۔ ایک اپنے پاس رکھا اور چار مختلف ممالک میں بھجوائے۔ ابو عمرو دانی نے کہا چار لکھوائے تھے ایک اپنے پاس رکھا اور بقیہ دوسرے ممالک میں بھیجا۔ ابو حاتم سجستانی نے کہا سات لکھوائے تھے۔ تعداد میں اختلاف ہے مگر اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عثمان نے حضرت حفصہ کے یہاں سے حضرت صدیق اکبر کا جمع فرمودہ صحیفہ منگایا۔ اور اس سے متعدد نسخے لکھوائے۔ اور مختلف ممالک میں بھجوائے۔

ت۔ دوم۔ عبداللہ بن عمر بن عاصم بن عمر الفاروق اور یحییٰ بن سعید انصاری اور امام مالک نے اسے جائز بتایا۔

ت۔ سوم۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دس یا بارہ مہاجرین کے ساتھ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ کی طرف بھیجا۔ ان کو ایک خط دیا۔ کہ دو دن سفر کرنے کے بعد اسے پڑھنا اور اس میں جو لکھا ہے اس پر عمل کرنا۔ انہوں نے دو دن کے بعد اسے پڑھا۔ تو اس میں یہ تھا۔ کہ بطن نخلہ تک جاؤ اور قریش کے تجارتی قافلے کی گھات میں رہنا۔ ہمراہی خوشی سے جائیں تو بہتر۔ کسی کو مجبور مت کرنا۔ یہ جب بطن نخلہ پہنچے تو قافلہ سامنے آگیا یہ رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ انتیس جمادی الآخرہ کو چاند ہو چکا تھا۔ انہیں ۲۹ کے چاند کی خبر نہ تھی تیس جمادی الآخرہ سمجھ کر قافلے پر حملہ کر دیا عمرو بن الحضرمی کو قتل کیا۔ اور حکم بن کیسان اور

رَجُلًا وَّ اَمَرَہٗ اَنْ یَّدْفَعَہٗ اِلٰی عَظِیْمِ الْبَحْرَیْنِ فَدَفَعَہٗ عَظِیْمُ الْبَحْرَیْنِ اِلٰی کِسْرٰی فَلَمَّا

بحرین کے حاکم نے یہ خط کسریٰ کے پاس بھجوادیا۔ جب کسریٰ نے یہ خط پڑھا تو پھاڑ ڈالا۔ (ابن شہاب نے کہا)

قَرَأَ الْاَمَانَۃَ فَحَسِبْتُ اَنَّ ابْنَ الْمُسَیَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَیْھِمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

میرا گمان ہے کہ ابن مسیب نے یہ کہا اس پر حضور نے ایرانیوں کی ہلاکت کی دعا کی،

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّمَزَّقُوْا کُلَّ مُمَزَّقٍ ۵۴) حدیث خاتم عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ

کہ وہ پاش پاش ہو جائیں۔ انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔

تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَتَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کِتَابًا اَوْ اَرَادَ اَنْ یَّکْتُبَ،

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خط لکھا۔ یا خط لکھوانے کا ارادہ فرمایا۔

فَقِیْلَ لَہٗ اِنَّھُمْ لَا یَقْرَءُوْنَ کِتَابًا اِلَّا مَخْتُوْمًا فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِّنْ فِضَّۃٍ، نَقْشُہٗ مُحَمَّدٌ

تو عرض کیا گیا یہ لوگ صرف مہر بند ہی خط پڑھتے ہیں۔ تو حضور نے چاندی کی انگوٹھی بنائی جس پر "محمد رسول اللہ"

رَّسُوْلُ اللّٰہِ "کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی بَیَاضِہٖ فِیْ یَدِہٖ فَقُلْتُ لِقَتَادَۃَ مَنْ قَالَ نَقْشُہٗ

کندہ تھا۔ گویا میں دست مبارک میں انگوٹھی کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ (شعبہ نے کہا) میں نے قتادہ سے پوچھا کس نے کہا؟

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ "قَالَ، اَنَسٌ۔ (۵۶) حدیث ثلثۃ نفر عَنْ اَبِیْ وَاقِدِ اِلَّیْثِیِّ رَضِیَ

کہ اس کا نقش "محمد رسول اللہ" تھا تو انہوں نے بتایا، یہ انس نے ابو واقد لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَمَا ھُوَ جَالِسٌ فِی الْمَسْجِدِ

سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔

عثمان بن عبداللہ کو قید کرلیا۔ امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ اگر خط لائق اعتبار نہیں ہوتا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ حکم لکھ کر نہ دیتے۔

## تشریح (۵۴)

چہارم یہ حدیث ذکر فرمائی۔

یہاں بھی وہی استدلال کیا ہے کہ اگر مکتوب حجت نہیں ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیوں بھیجتے۔ اور جب کسریٰ نے اسے پھاڑ ڈالا۔ تو اس پر اتنا جلال کیوں فرمایا۔

## تشریح (۵۵)

یہاں بھی وہی استنباط ہے کہ اگر مکتوب مسموع کے مثل واجب التسلیم نہیں تھا۔ تو خط کیوں لکھا۔

وَالنَّاسُ مَعَهٗ اِذَا اَقْبَلَ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ فَاَقْبَلَ اِثْنَانِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور لوگ بھی حضور کے ساتھ تھے کہ تین شخص سامنے سے گزرے۔ دو شخص تو خدمت میں حاضر ہوئے ۵

وَذَهَبَ وَاحِدٌ قَالَ فَوَقَفَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا

اور ایک چلا گیا۔ یہ دونوں آکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے کھڑے ہوئے ان میں سے ایک نے

فَرَاٰی فُرْجَةً فِی الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيْهَا وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ وَاَمَّا الثَّالِثُ

حلقہ میں گنجائش دیکھی وہاں بیٹھ گیا ۶ اور دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا ۷ اور تیسرا چلا گیا۔

فَاَدْبَرَ ذَاهِبًا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فارغ ہوئے ۸ تو فرمایا کیا میں تینوں کے بارے

عَنِ النَّفَرِ الثَّلٰثَةِ، اَمَّا اَحَدُهُمْ فَاٰوٰی اِلَی اللّٰهِ فَاٰوَاهُ اللّٰهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْيٰی فَاسْتَحْيَا

میں نہ بتاؤں ایک نے اللہ کی طرف پناہ لی ۹ تو اللہ نے اسے پناہ دی۔ دوسرے نے حیا کی۔ تو اللہ نے بھی

اللّٰهُ مِنْهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَعْرَضَ فَاَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ [1]

اس سے حیا فرمائی ۱۰ اور ایک نے منہ پھیرا تو اللہ نے بھی اس سے نظر رحمت پھیر لی ۱۱۔

## تشریحات ۵۶

**ابو واقد لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ** (۱) یہ اپنی کنیت کیساتھ مشہور ہیں صحیح یہ ہے کہ ان کا نام حارث بن عوف ہے۔ بنی کنانہ سے ہیں راجح یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے انہوں نے خود فرمایا کہ میں غزوہ حنین میں شریک ہوا۔ نیا نیا مسلمان تھا۔ جنگ یرموک میں شریک رہے۔ اخیر عمر میں مکہ معظمہ کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ سال بھر رہنے پائے تھے۔ کہ وصال ہو گیا۔ وہیں مہاجرین کے قبرستان میں آسودہ ہیں۔ ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے ۶۸ھ میں بجہتر سال کی عمر پاکر واصل بحق ہوئے۔ ان سے چوبیس احادیث مروی ہیں۔ یہ ایک حدیث متفق علیہ ہے۔ صحابہ میں ابو واقد دو اور ہیں۔ ایک ابو واقد مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوسرے ابو واقد نمیری۔

**تکمیل** (۲) یہ تینوں کہیں جا رہے تھے راستے میں مسجد اقدس پڑی دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں موجود ہیں۔ ایک بلا توقف حاضر ہوئے اور ایک کچھ دور آگے بڑھ کر پھر واپس ہوئے۔ دو مجلس میں حاضر ہوئے۔ ایک نہیں آیا دونوں نے حاضر ہو کر سلام کیا۔ پھر بیٹھے۔ (۳) اس سے معلوم ہوا کہ مجلس میں اگر جگہ خالی ہو تو اسے پُر کر دینا اچھا ہے۔ بشرطیکہ کسی کو ایذاء نہ دینی پڑے۔

[1] یہ حدیث امام بخاری نے کتاب الصلاۃ میں بھی ذکر کی ہے اور امام مسلم و ترمذی نے استیذان میں اور نسائی نے کتاب العلم میں۔ امام مالک نے مؤطا باب السلام

## (۵۷) حدیث "لیبلغ الشاھد الغائب"

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ ذَکَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

عبدالرحمن ابن ابی بکرہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا۔

قَعَدَ عَلٰی بَعِیْرِہٖ وَاَمْسَکَ اِنْسَانٌ بِخِطَامِہٖ اَوْ بِزِمَامِہٖ قَالَ اَیُّ یَوْمٍ ھٰذَا فَسَکَتْنَا

کہ حضور (حجۃ الوداع) میں اونٹ پر جلوہ فرما تھے ایک صاحب نے نکیل تھامی پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آج کون دن ہے؟ ہم لوگ خاموش رہے۔

(۴) مجلس چیر کر جانے میں ضرور کچھ انتشار کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اسلئے جگہ خالی ہوتے ہوئے بھی کنارے بیٹھنا پسندیدہ ہے۔ یا یہ کہ جگہ اب خالی نہ تھی۔ اسلئے یہ کنارے بیٹھ گئے اس تقدیر پر مستفاد ہوا کہ اگر مجلس میں جگہ نہ ہو تو زبردستی گھسنا لوگوں کو اٹھا کر یا دبا کر بیٹھنا منع ہے۔

(۵) کسی کام میں مصروف تھے اس سے فارغ ہوئے۔ مثلاً صحابہ کو کوئی مسئلہ تعلیم فرما رہے تھے۔ وعظ کہہ رہے تھے اس سے فارغ ہوئے۔

(۶) یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اسے اللہ کی پناہ سے تعبیر فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قرب، قرب الٰہی اور ان کے دامن میں پناہ یعنی حفظ الٰہی میں پناہ لینی ہے۔ نیز معلوم ہوا کہ علم دین کی مجلس والے اللہ کے حفظ اور اسکی رحمت تلے ہوتے ہیں۔

(۷) اللہ عزوجل کے حیا فرمانے سے مراد یہ ہے کہ درگذر فرمائے۔ رحمت سے حصہ دے۔ عذاب سے محفوظ رکھے۔

(۸) ثابت ہوا کہ حضور سے اعراض، اللہ سے اعراض ہے۔ نیز معلوم ہوا کہ مجلس نبوی ہو اور کوئی عذر نہ ہو تو اس میں ضرور شریک ہو جانا چاہیئے۔ نیز کسی دینی مقتدا کے سامنے سے گذر ہو تو ان کی مجلس میں ضرور حاضر ہو۔ اور اگر کوئی عذر ہو تو نہ حاضر ہونے میں کوئی حرج نہیں اس سے ظاہر ہے کہ یہ تیسرا شخص جو چلا گیا۔ اسے کوئی عذر نہ تھا۔ یا یہ کہ وہ منافق رہا ہو۔ یا اللہ کے اعراض فرمانے سے مراد یہ ہے کہ ثواب سے محروم فرمایا۔

## تشریحات (۵۷)

**عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ**

(۱) تابعی، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی کے فرزند ہیں ۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ سب سے پہلے مولود ہیں۔ جو بصرہ میں مسلمانوں میں پیدا ہوئے اپنے والد اور حضرت علی وغیرہ سے حدیث سنی ۹۹ھ میں وفات پائی۔

(۲) یہ حدیث امام بخاری نے حضرت ابن عباس و حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی باختلاف لفاظ ذکر کی ہے۔ ابن مندہ نے

حَتّٰى ظَنَنَّآ اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ سِوٰى اسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَاَيُّ شَهْرٍ

یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ اس دن کا اور کوئی نام رکھیں گے۔ فرمایا کیا آج یوم النحر نہیں ہے۔ ہم نے عرض کیا ہاں ہے پھر فرمایا یہ کون مہینہ ہے؟

هٰذَا فَسَكَتْنَا حَتّٰى ظَنَنَّآ اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ بِذِي الْحِجَّةِ

ہم لوگ چپ رہے یہانتک کہ ہمیں گمان ہوا کہ اسکا اور کوئی نام رکھیں گے پھر فرمایا کیا یہ ذوالحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟۔

اپنے مستخرج میں سترہ صحابہ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ (۳) یہی دلیل ہے کہ یہ خطبہ دس ذوالحجہ کو ارشاد فرمایا تھا۔

(۴) یہ صاحب کون تھے؟ تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت بلال تھے۔ اس کی تائید نسائی کی ام الحصین رضی اللہ تعالیٰ عنہا، کی حدیث سے ہوتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے حج کیا اور دیکھا کہ بلال آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری کی نکیل پکڑے اسے کھینچ رہے ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ صاحب، عمرو بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جیسا کہ سنن میں خود ان سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا اس موقع پر میں ناقہ مبارکہ کی نکیل پکڑے رہتا پھر انھوں نے اس خطبے کا کچھ حصہ ذکر کیا۔ تیسرے یہ کہ یہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے۔ اس کی تائید بطریق ابن مبارک عن عون، اسمٰعیلی کی روایت سے ہوتی ہے۔ جسکے الفاظ یہ ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سواری پر بیٹھے بیٹھے یوم النحر میں خطبہ دیا۔ اور میں سواری کی نکیل تھامے ہوئے تھا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا یہی صواب ہے۔

(۵) یہ خطبہ یوم النحر دسویں ذوالحجہ کو ارشاد فرمایا تھا۔ جس پر حدیث کا یہ حصہ "کیا یہ یوم النحر نہیں" دلالت کرتا ہے۔ نیز کتاب الحج میں اس کی تصریح ہے۔ کہ یہ خطبہ یوم النحر کو دیا تھا۔ اور خطبہ منیٰ میں ارشاد فرمایا تھا۔ جیسا کہ کتاب الحج میں ابن عمر کی حدیث میں تصریح ہے کہ جمرات کے درمیان ارشاد فرمایا تھا۔

(۶) خود امام بخاری نے کتاب الحج اور اضاحی میں اور امام مسلم وغیرہ نے جو روایات ذکر کی ان میں یہ ہے۔ ہم لوگوں نے عرض کیا، اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ حضور خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ اس کا کچھ اور نام رکھیں گے۔ اب اس روایت میں جو "فسکتنا" ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ "اللہ ورسولہ اعلم" کہہ کر ہم خاموش ہوگئے۔ اور حضور نے بھی کچھ دیر خاموشی اختیار فرمائی۔ پھر دوسرا سوال کیا۔

**تکمیل** (۷) یہاں کی روایت میں اختصار ہے۔ سوال صرف دو ہے۔ مگر کتاب الحج، کتاب الاضاحی کی روایت میں یہ سوال زائد ہے ای بلد هذا۔ یہ کون شہر ہے؟ اسی وجہ سے اخیر میں فی بلدکم هذا۔ اتنا اور زائد ہے کہ فرمایا، تم بہت جلد اپنے پروردگار سے ملوگے وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ میرے بعد گمراہ نہ ہوجانا۔ کہ ایک دوسرے کی گردن مارے۔ اور اخیر میں فرمایا سنو! کیا میں نے پہونچا دیا۔ سنو! کیا میں نے پہونچا دیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ ہاں۔ فرمایا اے اللہ گواہ رہ۔ اور دو تین

قُلْنَا بَلٰی۔ قَالَ فَاِنَّ دِمَائَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ بَیْنَکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ

ہم نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ پھر فرمایا بے شک تمہارے خون تمہارے مال تمہاری آبرو ایک دوسرے پر ایسے ہی حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت

ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا لِیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ فَاِنَّ الشَّاھِدَ

اس مہینے میں تمہارے اس شہر میں ہے حاضر کو لازم ہے کہ غائب کو میرا یہ ارشاد پہونچا دیں۔ کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ حاضر کے

عَسٰی اَنْ یُّبَلِّغَ مَنْ ھُوَ اَوْعٰی لَہٗ مِنْہُ [1]۔

بہ نسبت غائب میرے ارشاد کو زیادہ یاد رکھنے والا ہو۔

میں تقدیم وتاخیر ہے۔

**شاہد کے معنی "حاضر" ہیں** (۸) یہاں شاہد کے معنی حاضر متعین ہے۔ اور اس پر اجماع ہے۔ یہ حدیث دلیل ہے کہ "شاہد" کے معنی "حاضر" ہیں اور حاضر اگر اندھا نہیں تو اسے ناظر ہونا لازم ہے۔ اسلئے آیت کریمہ "اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا" میں شاہد کا ترجمہ حاضر وناظر کرنا اس حدیث کے مطابق ہے۔

**فوائد** (۹) حدیث کا یہ حصہ دلالت کرتا ہے کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ بعد میں آنے والا بہ نسبت اگلے کے حدیث کو زیادہ یاد کرلے۔ اور زیادہ اچھی طرح سمجھ لے۔ اگرچہ بہت کم ہی سہی۔ اسلئے کہ اوعیٰ کے معنی زیادہ یاد کر رکھنے والا ہے اور زیادہ سمجھنے والا ہے۔ عینی میں ہے۔ من الوعی وھو الحفظ والفھم۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خطیب عند الضرورت جانور پر سوار ہوکر خطبہ دے سکتا ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ خطیب گو سامعین سے بلند مقام رہو تو بھی کوئی حرج نہیں۔ بلکہ مجمع اگر زیادہ ہو تو ایسا بہتر ہے تاکہ آواز دور تک پہونچے اور لوگ خطیب کو دیکھ سکیں۔

ان العلماء ھم ورثۃ الانبیاء ورثوا العلم من اخذہ اخذ بحظ وافر ومن سلک طریقا یطلب العلم سھل اللہ لہ طریقا الی الجنۃ۔

بیشک علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں انبیاء نے علم ہی میراث چھوڑی جسنے علم حاصل کیا اس نے پورا حصہ پایا جو علم طلب کرنے کیلئے کوئی راستہ طے کرتا ہے تو اللہ اسکیلئے جنت کا راستہ آسان

یہ حدیث کا جز ہے پوری حدیث حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو علم دین کی تحصیل کے لئے سفر کرے۔ اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستے پر چلا دیتا ہے۔ طالب علم کی رضا کے لئے فرشتے اپنے بازو بچھا دیتے ہیں اور عالم کے لئے آسمان والے اور زمین والے اور مچھلیاں پانی کے اندر دعائے مغفرت کرتی ہیں۔ بیشک عالم کی فضیلت عابد (غیر عالم) پر ایسی ہے جیسے بدر کامل کی تمام ستاروں پر۔ اور بلاشبہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء نے درہم ودینار میراث نہیں چھوڑا بلکہ علم چھوڑا۔ جس نے علم حاصل کیا اس نے انبیاء کی میراث سے پورا حصہ لیا۔

[1] امام بخاری نے یہ حدیث کتاب الحج اور تفسیر اور بدء الخلق اور اضاحی اور فتن میں بھی ذکر فرمایا اور امام مسلم نے دیات میں اور نسائی نے حج اور علم میں ابو داؤد نے تطوع میں ابن ماجہ نے مقدمہ میں دارمی نے مناسک میں اور امام احمد نے مسند میں بھی ذکر کیا ہے۔

ت (۱۴) قَالَ اَبُوْذَرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لَوْ وَضَعْتُمُ الصَّمْصَامَۃَ عَلٰی ھٰذِہٖ وَا

ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اگر تم تیز تلوار، میری گدی پر رکھ دو

اَشَارَ اِلٰی قِفَاہُ ثُمَّ ظَنَنْتُ اَنِّیْ اُنْفِذُ کَلِمَۃً سَمِعْتُھَا مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

پھر مجھے یہ گمان ہو کہ تلوار کے کام کرنے سے پہلے وہ ایک کلمہ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ تُجِیْزُوْا عَلَیَّ لَاَنْفَذْتُھَا۔ سکوں گا تو بھی اسے ضرور کہوں گا۔

اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے بافادۂ تصحیح روایت کیا حمزہ کنانی نے حسن کہا۔ کچھ لوگوں نے اضطراب کی بناء پر ضعیف کہا ہے۔ مگر علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ جو اس کے شواہد ہیں اس سے یہ قوی ہوگئی۔ امام بخاری نے صاف۔ صاف نہیں فرمایا کہ یہ حدیث ہے۔ اسی لئے تعلیقات میں بھی نہیں گنی جاتی مگر جب یہاں ذکر کیا تو معلوم ہوا اس کی کچھ اصل ان کے یہاں بھی ہے۔ پھر اسکے مضمون کی تائید قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔ ہم نے اپنے منتخب بندوں کو کتاب کا وارث بنایا۔ میراث پانے والا وارث کہلاتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ یہ برگزیدہ بندے انبیاء کے وارث ہیں۔

## تشریحات (۱۴)

(۱) مسند داری اور حلیہ میں اس کی پوری تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابوذر، جمرہ وسطیٰ کے قریب بیٹھے تھے اور لوگ ان کے ارد گرد اکھٹے ہو کر مسائل پوچھ رہے تھے۔ اتنے میں ایک قریشی صاحب آگئے اور کہا۔ کیا تم کو فتویٰ دینے سے روک نہیں دیا گیا ہے۔ حضرت ابوذر نے سر اٹھا کر کہا۔ کیا تم میرے نگہبان ہو؟ اگر تم میری گردن پر تیز تلوار رکھ دو۔ الخ۔

قصہ یہ ہے کہ حضرت ابوذر کا مسلک یہ تھا کہ مال جمع کرنا حرام ہے جو ملے خرچ کر ڈالو۔ اس پر اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے تھے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ۔ الآیۃ ــــ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں۔ پھر اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے عنقریب یہ سونا چاندی ان کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حضرت ابوذر پہلے دمشق میں رہتے تھے۔ اور علانیہ ہر جگہ اپنے اس خیال کی تبلیغ فرماتے تھے۔ اس معاملہ میں ان کا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جھگڑا تھا۔ معاویہ نے حضرت عثمان کو لکھا انہوں نے حضرت ابوذر کو مدینہ بلالیا۔ انکو سمجھایا بجھایا مگر یہ نہ مانے۔ اور لوگوں سے اس مسئلے میں جھگڑتے رہے۔ اس وجہ سے حضرت عثمان نے فتویٰ دینے سے روک دیا اور انھیں بذہ بھیجدیا اور وہیں ان کا وصال ہوا۔

**علم دین چھپانے کی وعید** (۲) حدیث میں ہے کہ فرمایا۔ من سُئِلَ عن علم وھو یعلمہ فلیقل لما جس سے کوئی علمی سوال کیا گیا اور

## (۵۸) حدیث ۔ یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَسِّرُوْا

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر آسانی کرو

وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا [۱] (۵۹) حدیث ۔ وعظ کے لئے دن مقرر کرنا ۔ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ

اور سختی مت کرو۔ خوشخبری سناؤ نفرت مت دلاؤ ابو وائل نے کہا عبداللہ

قَالَ کَانَ عَبْدُ اللّٰہِ یُذَکِّرُ النَّاسَ فِیْ کُلِّ خَمِیْسٍ، فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

بن مسعود ہر جمعرات کو لوگوں کے سامنے وعظ کرتے تھے ایک شخص نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن میں چاہتا ہوں کہ آپ

لَوَدِدْتُ اَنَّکَ ذَکَّرْتَنَا کُلَّ یَوْمٍ، قَالَ اَمَا اِنَّہٗ یَمْنَعُنِیْ مِنْ ذٰلِکَ اِنِّیْ اَکْرَہُ اَنْ اُمِلَّکُمْ وَاِنِّیْ

ہمارے سامنے روزانہ وعظ کہیں۔ فرمایا سنو! مجھے اس سے یہ بات روکتی ہے میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم لوگ اکتا جاؤ۔

اَتَخَوَّلُکُمْ بِالْمَوْعِظَۃِ کَمَا کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَخَوَّلُنَا بِہَا مَخَافَۃَ

وعظ کے لئے تمہارے نشاط اور توجہ کا لحاظ رکھتا ہوں جیسا کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے اکتانے کے اندیشے سے

السَّآمَۃِ عَلَیْنَا [۲]

ہمارا لحاظ فرماتے تھے [۳]

وہ جانتا ہے تو اسے بتائے ۔ ایک دوسری حدیث میں ہے من سئل عن علم فکتمہ الجم یوم القیام بلجام من النار جس سے کوئی دین کی بات پوچھی گئی اور اس نے نہیں بتایا تو اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آگ کی لگام لگائے گا ۔ دوسری حدیث میں فرمایا حق چھپانے والا گونگا شیطان ہے ۔

ان احادیث کی وجہ سے کلمۂ حق نہ بیان کرنے اور وہ بھی سوال کے بعد نہ بتانے کو حضرت ابوذر گناہ جانتے تھے ۔ اور خلیفۂ وقت کی اطاعت معصیت میں نہیں ۔ اسلئے حضرت ابوذر باوجود ممانعت کے احادیث بیان کرنے اور فتویٰ دینے سے باز نہیں آئے ۔

## تشریح (۵۸)

بشارت کے معنی اچھی خبر دینا ۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ نو مسلم ہیں یا جو بچے قریب البلوغ ہیں انھیں دین کا رفتہ رفتہ پابند بناؤ ۔ والیان مملکت اور حکام پر لازم ہے کہ لوگوں پر شفقت و مہربانی رکھیں ان پر انکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالیں ۔ لوگوں کو اللہ کی رحمت اس کے فضل و کرم کی امید دلائیں لوگوں کے سامنے اسکے وسعت کرم رحم کو بیان کریں صرف اسکی شان قہر و جلال نہ بیان کریں ایسا برتاؤ نہ کریں کہ لوگ بھڑک

[۱] امام بخاری نے ادب میں امام مسلم نے مغازی میں نسائی نے علم میں ذکر کیا ہے۔ [۲] ایضاً علم میں دو جگہ ۔ اور دعوت میں امام مسلم نے توبہ میں ترمذی نے استیذان میں بھی ذکر کیا ہے۔

## ⑥۰ حدیث: "اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ"

قَالَ حُمَیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ مُعَاوِیَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ خَطِیْبًا یَقُوْلُ

حمید بن عبدالرحمٰن نے کہا میں نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے۔

## تشریحات ۵۹

**کسی کارِ خیر کے لئے دن مقرر کرنا** ① اس سے ثابت ہوا کہ اگر کسی اچھے کام کیلئے شرعاً وقت مقرر نہ ہو تو اس کے لئے از خود، دن مقرر کرنا صحابہ کی سنت ہے۔ اسی کے پیش نظر اہلسنت، میلاد شریف، عرس، فاتحہ کے لئے دن تاریخ مقرر کرتے ہیں ــــ اس سے ایک فائدہ یہ ہے کہ جب کسی کام کیلئے دن وقت مقرر ہوتا ہے تو لوگ پہلے سے اپنے ضروری کام انجام دیکر اس وقت کو محفوظ رکھتے ہیں۔

**اتنا لمبا وعظ نہ کہا جائے کہ لوگ اکتا جائیں** ② اس سے معلوم ہوا کہ وعظ تقریر اتنی لمبی نہ کی جائے کہ سننے والے اکتا جائیں۔ اعتبار صرف ان لوگوں کے اکتانے کا ہے جو دینی ذوق رکھتے ہیں۔ ہر کس و ناکس عوام کالانعام کا نہیں۔

## تشریحات ۶۰

**حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ** ① یہ حضرت ابوسفیان کے صاحبزادے بہت مشہور و معروف صحابی ہیں۔ اور اوّل ملوک اسلام ہیں۔ انکی ولادت ہجرت سے آٹھ سال پہلے ہوئی۔ یہ بھی ان چند صحابہ میں سے ہیں جن کے والدین کو بھی دولت اسلام نصیب ہوئی۔ مشہور یہ ہے کہ یہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔ لیکن انھوں نے خود یہ بتایا کہ میں عمرۃ القضاء کے پہلے مسلمان ہوگیا تھا۔ مگر ماں کے ڈر سے ظاہر نہ کرسکا۔[عہ]

غنائم حنین سے ان کو بھی سو اونٹ اور چالیس اوقیے چاندی مرحمت فرمایا تھا۔ یہ اسلام لانے کے بعد مقرب بارگاہ ہوگئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین میں یہ بھی ہیں۔ بلکہ بہت سے حضرات اس کے بھی قائل ہیں کہ یہ کاتب وحی بھی تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعائیں دی ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا وَّ مَھْدِیًّا وَاھْدِ بِہٖ۔ اے اللہ معاویہ کو ہدایت دینے والا ہدایت یافتہ بنا اور اسکے ذریعے سے ہدایت دے۔

اور ارشاد فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ عَلِّمِ الْمُعَاوِیَۃَ الْکِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِہِ الْعَذَابَ[عہ]۔ اے اللہ معاویہ کو کتاب اللہ اور حساب سکھا اور اسے عذاب سے بچا۔

ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وضو کرایا۔ تو فرمایا۔ اے معاویہ، اگر تم اس چیز یعنی حکومت کو پاؤ تو اللہ سے ڈرنا

عہ اصابہ وغیرہ۔ عہ ترمذی۔ للعہ اسد الغابہ۔

سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی

میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا حضور فرماتے تھے۔ اللہ جس کے ساتھ بہت زیادہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں سمجھ

اور انصاف کرنا حضرت معاویہ کہتے ہیں کہ اس سے مجھے یقین تھا کہ مجھے حکومت ملے گی۔ انھیں ۱۹ھ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ نے ان کے بھائی یزید بن سفیان کے وصال کے بعد شام کا والی بنایا۔ اس وقت سے لیکر حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مصالحت کے وقت تک بیس سال شام کے والی رہے۔ پھر بیس سال پورے مملکت اسلامیہ کے بادشاہ رہے۔ ۱۵ رجب ۶۰ھ میں وصال فرمایا اخیر عمر میں لقوہ ہو گیا تھا یہی پیام اجل ثابت ہوا۔ ان کے پاس تبرکات نبوی میں، کرتا، چادر، تہبند اور ناخن مبارک کے کچھ تراشے اور موئے مبارک تھے[عہ]۔ وصیت کر گئے تھے کہ مجھے انھیں متبرک کپڑوں میں کفن دینا۔ اور ناخن اقدس کے تراشے اور موئے مبارک میری آنکھ ناک، منہ اور سجدہ کے اعضاء میں رکھ دینا۔ اور مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا۔ اسی کے مطابق کیا گیا۔ وصال کے وقت عمر ۷۸ سال کی تھی۔

ان سے ایک سو ترسٹھ احادیث مروی ہیں۔ بخاری و مسلم نے چار اور صرف بخاری نے آٹھ اور صرف مسلم نے پانچ روایت کی ہیں ان سے اجلہ صحابہ مثلاً ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حدیثیں لی ہیں۔

ان کے عہد میں جب اندرونی طور پر اطمینان ہو گیا تو پھر فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سجستان۔ سوڈان وغیرہ کے کثیر بلاد اور قوہستان وغیرہ فتح ہوئے۔ اور قسطنطنیہ پر پہلا حملہ انھیں کے عہد میں ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اختلافات کی وجہ سے کچھ لوگ ان پر طعن کرتے ہیں۔ لیکن کسی صحابی پر طعن کرنا جائز نہیں۔ قرآن مجید میں نص صریح ہے کہ اللہ عزوجل تمام صحابہ سے راضی ہے۔ ان سب سے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے۔ ان سب پر کلمۂ تقویٰ لازم فرمادیا ہے۔

ارشاد ہے۔

اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا۔ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ[عہ]

سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ انکے پیرو ہوئے۔ اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی اور ان کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جنمیں یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

عہ مرقاۃ، اسد الغابہ وغیرہ عہ سورہ توبہ آیت ۱۰۰۔

اور فرمایا۔

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا سه اور ان پر کلمہ تقویٰ لازم فرمادیا اور یہ اس کے مستحق اور اہل تھے

اور ارشاد ہے۔

كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى للعه تمام صحابہ سے خواہ فتح مکہ سے پہلے کے ہوں یا بعد کے ہوں سب سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے یہ قرآن مجید کے نصوص قطعیہ ہیں۔ اور جن واقعات پر طعن کیا جاتا ہے۔ وہ سب خبر واحد اور اکثر ضعاف و مجروح۔ ظاہر ہے کہ قرآن مجید کے مقابلے میں اخبار آحاد وہ بھی کتب تواریخ وہ بھی ضعاف کی کوئی حیثیت نہیں اس لئے ایمان کی سلامتی اسی میں ہے کہ قرآن مجید کے ارشادات پر ایمان رکھیں اور تواریخ کی لغو و مہمل روایات کو سنیں بھی نہیں۔

**لغات** ② يُفْقِهُ، باب تفعیل کا مضارع ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ اس کو فقیہ بنا دیتا ہے۔ اس کا مادہ فِقْهٌ ہے جسکے معنی جاننے اور سمجھنے اور حذاقت و زیرکی کے ہیں۔ اور شرعی معنی یہ ہیں۔ احکام شرعیہ فرعیہ کو انکے تفصیلی دلائل سے جاننا۔ لازوال اس کا مصدر زوال ہے سمع یسمع سے سَالَ يَزَالُ بھی آتا ہے اور نَصَرَ يَنْصُرُ سے زَالَ يَزُوْلُ بھی دونوں میں فرق یہ ہے کہ۔ زال یزال افعال ناقصہ سے ہے اور اسے حرف نفی لازم ہے۔ زال یزول فعل تام ہے اور اسے حرف نفی لازم نہیں۔ اُمَّةٌ۔ اس کے متعدد معانی ہیں۔ جماعت۔ طریقہ۔ مدت۔ پیشوا۔ مالک۔ مرد جامع خیر۔ وہ شخص جو تنہا اپنی رائے پر جمنے کا عادی ہو۔ انبیاء کے پیرو یہاں یہی اخیر معنیٰ مراد ہے

**فضیلت فقہ** ③ خَيْرًا نکرہ سیاق شرط میں ہونے کی وجہ سے عموم کا افادہ کرتا ہے تو معنی یہ ہوئے کہ اللہ عزوجل جسے تمام دنیا و آخرت کی بھلائی عطا فرمانا چاہتا ہے اسے فقیہ بناتا ہے۔ خیرٌ کی تنوین کو یہاں عظمت کے لئے لیں تو معنی ہوں گے۔ بہت زیادہ بھلائی عطا فرمانا چاہتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ امت کے افراد میں سب سے افضل فقیہ ہے۔ اسی لئے ایک حدیث میں فرمایا

فقيهٌ واحد اشد على الشيطان من الف عابد عه۔ ایک فقیہ، ہزار عابد غیر فقیہ سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔

نیز ایک لمبی حدیث میں فرمایا۔

خیارکم فی الجاهلية خیارکم فی الاسلام اذا فقهوا عه۔ زمانہ جاہلیت میں جو لوگ تم میں سب سے بہتر تھے وہ اسلام میں بھی سب سے بہتر ہیں جبکہ فقیہ ہوں۔

یہ افضلیت اس فقیہ کے لئے ہے جو اپنے علم سے رضائے الٰہی کا طالب ہو اور دنیا دار فقیہ بدترین خلق ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا

سه سورہ فتح آیت ۲۶۔ للعه حدید آیت ۱۔ عه ترمذی ابن ماجہ مشکوٰۃ۔ عه مسلم، مشکوٰۃ۔

الدِّیْنِ۔ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ وَلَنْ تَزَالَ ھٰذِہِ الْاُمَّۃُ قَائِمَۃً عَلٰی اَمْرِ اللّٰہِ

عطا فرماتا ہے۔ میں صرف بانٹنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے۔ یہ امت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم

اِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَاءِ وَاِنَّ خَیْرَ الْخَیْرِ خِیَارُ الْعُلَمَاءِ سب سے بدتر برے علماء ہیں۔ اور سب سے اچھے اچھے علماء ہیں۔

ایک اور حدیث میں فرمایا۔

مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِیُجَارِیَ بِہِ الْعُلَمَاءَ اَوْ لِیُمَارِیَ بِہِ السُّفَھَاءَ اَوْ یَصْرِفَ وُجُوْہَ النَّاسِ اِلَیْہِ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ النَّارَ[1] جو اس لئے علم طلب کرے کہ علماء سے مقابلہ کرے گا یا جاہلوں سے جھگڑے گا یا لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے گا۔ اسکو اللہ تعالیٰ جہنم میں داخل فرمائے گا۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ فقیہ وہ ہے جو دنیا سے بے تعلق ہو آخرت کی رغبت رکھتا ہوں دین کے معاملے میں بصیرت رکھتا ہو۔ اللہ کی عبادت کا پابند ہو۔

**حضور قاسم بھی ہیں اور خازن بھی** ④ یہاں صرف قاسم ہے اور بخاری کتاب الجہاد میں تعلیقاً قاسم کے ساتھ خازن بھی ہے۔ معانی کا قاعدہ ہے کہ فعل یا شبہ فعل کا متعلق یعنی اس کا مفعول وغیرہ جب محذوف ہوتا ہے۔ تو وہ عموم کا افادہ کرتا ہے۔ یہاں قاسمٌ، خازنٌ، یعطی تینوں کے مفعول محذوف ہیں۔ تو اس سے عموم پر دلالت ہوئی۔ معنی یہ ہوئے کہ مخلوقات میں سے جس کسی کو اب تک جو کچھ ملا۔ یا آئندہ ملے گا ان سب کا دینے والا اللہ ہے۔ اور ان سب کا خازن میں ہوں۔ اور ان سب کا بانٹنے والا میں ہوں۔ جس طرح اللہ کے معطی ہونے میں کسی قسم کی کوئی تخصیص جائز نہیں۔ اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاسم و خازن ہونے میں کسی قسم کی تخصیص جائز نہیں جس طرح تمام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ عالم کی ہر نوع ہر فرد خواہ وہ فرشتے ہوں خواہ وہ انسان خواہ جن ہوں خواہ اور کچھ سب کو سب کچھ اللہ کی عطاء سے ملا۔ اور ملے گا۔ اسی طرح یہ اعتقاد بھی واجب کہ سب کو بلا استثناء جو کچھ ملا یا ملے گا وہ سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دئے سے ملا۔ اس لئے جن لوگوں نے اسے علم کے ساتھ خاص کیا یہ درست نہیں۔

حیات بھی از قسم عطا ہے تو سب کو حیات بھی حضور ہی کے ہاتھوں ملی۔ تو ثابت ہوا کہ ہر ذی حیات سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موجود تھے۔ اور آپکی تخلیق سارے عالم سے پہلے ہوئی۔ خواہ وہ آدم علیہ السلام ہوں خواہ وہ جبرئیل امین و دیگر ملائکہ جسکی تائید اس مشہور حدیث سے ہوتی ہے جسے امام عبدالرزاق استاذ امام احمد بن حنبل نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ فرمایا۔

---

[1] دارمی مشکوٰۃ۔ للعہ ترمذی ابن ماجہ مشکوٰۃ۔ [2] بخاری ص ۴۳۹ ج ۱۔

لَا یَضُرُّھُمْ مَنْ خَالَفَھُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰہِ علہ ت (۱۵) وَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ

رہے گی۔ مخالفین ان کو ضرر نہیں پہونچا سکیں گے یہاں تک کہ قیامت آ جائے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عَنْہُ تَفَقَّھُوْا قَبْلَ اَنْ تُسَوَّدُوْا۔ علہ

نے فرمایا۔ سردار بنائے جانے سے پہلے علم حاصل کرو۔

یا جابر اِنَّ اللّٰہَ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نورہٖ علہ۔ اے جابر! اللہ عزوجل نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا

⑤ یہاں قائمین علی امر اللہ ہے اور کتاب الجہاد میں ظَاھِرِیْنَ عَلٰی مَنْ خَالَفَھُمْ ہے۔ مراد یہ ہے کہ قیامت تک میری امت میں کچھ لوگ حق پر قائم رہیں گے۔ اور اپنے مخالفین پر ہمیشہ غالب رہیں گے۔ انکے مخالف ان پر کبھی فتح نہ پائیں گے۔ قیامت تک یہ حق پرست غالب رہیں گے۔ اور غلبے سے مراد دلیل و برہان سے غلبہ ہے۔ رہ گیا غلبہ بالسیف یہ ضروری نہیں کبھی ہوگا کبھی نہیں۔ گذر چکا اَلْحَرْبُ سِجَالٌ یَنَالُ مِنَّا نَالَ مِنْہُ، لڑائی ڈول ہے کبھی وہ ہم سے لے لیتے ہیں کبھی ہم ان سے لے لیتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے۔

تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ۔ ان دنوں میں ہم نے لوگوں کی باری رکھی ہے۔

اسی طرح لا یضرھم سے مراد یہ ہے کہ ان کی برہان اور دلیل کو توڑ نہیں سکتے۔

**تمام کلمہ گو حق پر نہیں**

⑥ ھٰذِہِ الْاُمَّۃ سے مراد پوری امت نہیں بلکہ اس کا بعض حصہ مراد ہے۔ جیسا کہ کتاب الاعتصام میں، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حدیث مروی ہے۔ اس میں طَائِفَۃٌ مِّنْ اُمَّتِیْ ہے یعنی میری امت کا ایک گروہ۔ اس سے ثابت ہوا کہ تمام کلمہ گو مدعی اسلام حق پر نہیں۔ حق پر صرف ایک فرقہ ہے۔

## تشریح (۱۵)

اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ انسان جب سردار ہو جاتا ہے تو حیا طلب علم سے مانع ہوتی ہے۔ اسلئے سردار بنائے جانے سے پہلے علم حاصل کر لینا چاہیئے۔ یا مراد یہ ہے کہ سردار کے لئے عالم ہونا ضروری ہے۔ تاکہ علم کی روشنی میں اپنے متعلقین پر سرداری کرے۔ امام بخاری نے فرمایا کہ سردار بنائے جانے کے بعد بھی علم حاصل کرتے رہو۔ مطلب یہ ہوا کہ تحصیل علم کی کوئی حد نہیں۔

---

علہ اسے امام بخاری نے کتاب الجہاد باب فان للہ خمسہ اور اعتصام لاتزال طائفۃ من امتی میں بھی۔ اور امام مسلم نے امارت اور زکوٰۃ میں۔ ترمذی نے علم میں۔ ابن ماجہ اور دارمی نے مقدمہ میں۔ نیز دارمی نے رقاق میں بھی۔ امام مالک نے موطا قدر میں۔ امام احمد نے مسند میں بھی ذکر کیا ہے۔

علہ مواہب لدنیہ وزرقانی اول ص۴۶ علہ بیہقی نے مدخل میں ابن شیبہ وغیرہ نے تخریج کی۔

## (۶۱) حدیث لاحسد الا فی اثنین

سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ، قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاحَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ رَجُلٌ آتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَسَلَّطَہٗ عَلٰی ھَلَکَتِہٖ

حسد نہیں مگر دو میں۔ ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا اور اسے راہ حق میں خرچ کرنے کی

فِی الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاہُ اللّٰہُ الْحِکْمَۃَ فَھُوَ یَقْضِیْ بِھَا وَیُعَلِّمُھَا [1]

توفیق دی اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے دین کا علم عطا فرمایا۔ اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور اسکی تعلیم دیتا ہے۔

## (۶۲) حدیث "اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ"

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ ضَمَّنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینے سے لگایا۔ اور یہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ [2]

دعا دی کہ، اے اللہ اسے کتاب کا علم عطا فرما۔

## تشریحات (۶۱)

**لغات** (۱) حسد کے معنیٰ ہیں، یہ آرزو کرنا کہ کسی کی نعمت یا فضیلت اس سے زائل ہو کر مجھے ملے۔ یہ مذموم ہے۔ یہاں تجرید اً صرف اس نعمت کے حصول کی آرزو مراد ہے۔ بغیر اس کے کہ دوسرے سے زائل ہو جسے غبطہ کہتے ہیں۔ یہ محمود ہے سلطہ علیہ کے معنیٰ غلبہ دینا قابض بنانا۔ اختیار دینا۔ یہاں سیاق وسباق کے لحاظ سے اس کے معنیٰ توفیق دینے کے ہیں ھلکۃ کے معنی خرچ کرنے کے ہیں، حکمۃ کے معنی سمجھدار ہونا۔ دور اندیش ہونا۔ یہاں قرآن مجید کے معانی کا سمجھنا مراد ہے۔ یا مطلقاً جملہ علوم دین۔

**مال اور علم دین** (۲) اللہ عزوجل کسی کو مال عطا فرمائے یہ اسکا فضل ہے۔ اور اسے اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ

[1] ایضاً بخاری۔ کتاب الزکوٰۃ۔ انفاق المال فی حقہ، کتاب الاحکام اجر من قضی بالحکمۃ کتاب الاعتصام، اجتہاد القضاء مسلم کتاب الصلوٰۃ۔ نسائی علم۔ ابن ماجہ۔ زہد۔ [2] بخاری کتاب المناقب۔ فضل ابن عباس مسلم فضائل ابن عباس، نسائی و ترمذی مناقب ابن ماجہ سنن دارمی احمد۔

دوسرا فضل ہے۔ اسی طرح علم دین اس کا فضل عظیم ہے۔ اور علم پر عمل اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے اور اس کے نشر واشاعت کی توفیق یہ بھی فضل ہے۔ مراد یہ ہے کہ لوگ طرح طرح کی آرزو کرتے ہیں۔ مگر آرزو کرنے کے لائق صرف یہ دو نعمتیں ہیں۔ اس سے ان دونوں نعمتوں کی عظمت ظاہر کرنا مقصود ہے۔

## تشریحات (۶۲)

**الکتاب** (۱) الکتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ تعلیم سے مراد اس کا حفظ کرنا اور اس کے معانی کا سمجھنا ہے۔

**تکمیل** (۲) پورا واقعہ یہ ہے کہ ایک رات ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کاشانہ اقدس میں رات کو رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں اٹھے۔ استنجا کیلئے تشریف لے گئے انھوں نے وضو کے لئے پانی رکھدیا حضور نے پوچھا یہ کس نے رکھا ہے انکی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا۔ اس پر ان کے سر پر دست اقدس پھیرا اور سینے سے چمٹا کر یہ دعا فرمائی اسی دعا کی برکت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو وہ علم عطا ہوا کہ ان کو حبر امت، بحر العلوم، رئیس المفسرین، ترجمان القرآن کہا جاتا ہے۔

**معانقہ** (۳) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ معانقہ جائز ہے۔ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر شہوت کا اندیشہ نہ ہو تو مستحب ہے (عینی)

## (۶۳) حدیث عقلت مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَجَّۃً

عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِیْعِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، قَالَ عَقَلْتُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ ادا یاد ہے۔

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَجَّۃً مَجَّہَا فِیْ وَجْہِیْ وَاَنَا ابْنُ خَمْسِ سِنِیْنَ مِنْ دَلْوٍ ۱؎

کہ حضور نے ایک ڈول سے پانی لے کر میرے منہ پر کلی فرمائی تھی اور اس وقت میں پانچ برس کا تھا۔

## تشریحات (۶۳)

**محمود بن ربیع** (۱) یہ صغار صحابہ میں سے ہیں۔ وصال اقدس کے وقت یہ پانچ سال کے تھے۔ اسی سن میں ان کو یہ شرف حاصل ہوا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے منہ پر کلی فرمائی۔ یہ مدنی خزرجی انصاری ہیں۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داماد ہیں۔ دمشق میں قیام پذیر تھے وہیں ۹۹ھ میں ترانوے سال کی عمر پاکر وصال فرمایا۔

**تطبیق** (۲) یہاں صرف "مِنْ دَلْوٍ" ہے اور کتاب الطہارۃ میں "من بئرھم" ہے یعنی ان کے کنوئیں سے پانی لیکر علاوہ بخاری نے طہارت، استعمال فضل وضوء الناس میں اور دعوات الصبیان بالبرکۃ میں اور اسکا یہ حصہ وھو الذی جمع سہو الله فی وجہہ متعدد مقامات پر ذکر کیا گیا ہے۔ اور نسائی نے العلم۔ الیوم واللیلۃ میں اور ابن ماجہ نے طہارت میں بھی ذکر کیا ہے۔

ت ⑯ رَحَلَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ فِىْ حَدِيْثٍ وَّاحِدٍ

حضرت جابر بن عبداللہ ایک حدیث کے لئے عبداللہ بن انیس کے پاس ایک مہینے کی مسافت کا سفر کیا

مراد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس ڈول سے پانی لیا تھا اس میں پانی ان کے کنوئیں سے لیا گیا تھا۔

**فوائد** ③ امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ پانچ سال کے بچے کا سماع درست ہے اور اس کی روایت مقبول ہے مگر یہ تحدید درست نہیں اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ روایت کہ انھوں نے اپنے والد کو غزوۂ خندق کے موقع پر دیکھا کہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر بنی قریظہ کے محلے میں دو یا تین بار گئے اور آئے۔ میں نے پوچھا تو بتایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا حالانکہ حضرت عبداللہ کی اس وقت چار سال بھی پوری نہ تھی۔ یہ روایت خود امام بخاری نے مناقب زبیر میں ذکر کی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ پانچ سال سے کم عمر میں سماع درست ہے۔ لیکن یہی غلط ہے کہ امام بخاری کا یہی مقصود ہے کہ پانچ سال سے کم عمر میں سماع صحیح نہیں۔ انہوں نے باب باندھا ہے "بچے کا سماع کب صحیح ہے"۔ اس کے تحت یہ حدیث ذکر فرمائی۔

اس سے جہاں یہ صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ پانچ سال کے باشعور بچے کا سماع صحیح ہے۔ وہیں بنظر دقیق "عقلت" سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سن کی قید نہیں بلکہ شعور و سمجھ کی شرط ہے اگر کوئی بچہ پانچ سال سے کم عمر میں باشعور ہو اور کسی بات کو سمجھ کر یاد رکھے ہو تو اس کی یہ روایت صحیح ہے اور اگر زیادہ عمر کا ہو مگر باشعور نہ ہو تو اس کا سماع صحیح نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ چھوٹے بچوں کے ساتھ خوش طبعی مسنون ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعاب مبارک اور پس خوردہ سے برکت حاصل کرنا بھی مسنون ہے۔

ت ⑯

**فی تعلیلیہ ہے** ① فی حدیث میں فی تعلیل کیلئے ہے جیسے آیہ کریمہ "فذالك الذی لمتننی فیه" اور حدیث "ان امرأة دخلت فی النار فی هرة"۔

**احادیث سننے کا شوق** ② یہ جگہ شام تھی یا مصر۔ پورا واقعہ یہ ہے حضرت جابر نے فرمایا کہ مجھے یہ خبر ملی کہ ایک صاحب کے پاس ایک حدیث ہے میں اونٹ خریدا اور کجاوہ کسا اور شام آیا۔ عبداللہ بن انیس کے گھر پہونچا۔ دربان سے کہا کہ اطلاع کردو، جابر دروازے پر کھڑا ہے۔ انہوں نے پوچھا ابن عبداللہ! میں نے کہا ہاں۔ وہ باہر آئے اور مجھ سے معانقہ کیا۔ میں نے کہا مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے۔ میں ڈرا کہ کہیں یہ حدیث سننے سے پہلے مر نہ جاؤں انھوں نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ لوگ قیامت کے دن ننگے غیر مختون اکٹھے کئے جائیں گے انھیں اللہ عزوجل ندا دے گا۔ جو دور و نزدیک سے یکساں سنائی دیگی۔ فرمائے گا۔ میں بادشاہ ہوں میں بدلہ دینے والا ہوں

## (۶۴) حدیث "العلم کمثل الغیث الکثیر"

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جو

مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ مِنَ الْھُدٰی وَالْعِلْمِ کَمَثَلِ الْغَیْثِ الْکَثِیْرِ اَصَابَ اَرْضًا فَکَانَ

ہدایت اور علم دے کر مجھے مبعوث فرمایا ہے۔ اس کی مثال زور دار بارش کی ہے جو زمین پر برسی۔

مِنْھَا نَقِیَّۃٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَاَنْبَتَتِ الْکَلَاَ وَالْعُشْبَ الْکَثِیْرَ وَکَانَتْ مِنْھَا اَجَادِبُ اَمْسَکَتِ

کچھ زمین عمدہ ہیں جس نے پانی جذب کرلیا۔ اور گھاس اور سبزی خوب اگائیں۔ اور کچھ زمین سخت ہیں جسنے پانی جمع کرلیا۔

کوئی مستی جنت، جنت میں نہیں جائے گا۔ اگر جہنم میں جانے والوں میں سے کوئی اس کے ظلم پر دادرس ہوگا جبکہ اس کا بدلہ نہ لیلے یہاں تک کہ ایک تھپڑ کا بھی۔ پوچھا کہ لوگ ننگے غیر مختون کیوں ہوں گے فرمایا حسنات وسیئات کی بدولت۔ طبرانی نے مسند الشامیین اور تمام نے اپنے فوائد میں اور خطیب نے کتاب الرحلت میں بجائے شام کے مصر کہا ہے۔ امام بخاری نے الرد علی الجہمیہ کے اخیر میں اس کا ابتدائی حصہ "انا الملک الدیان" تک تعلیقاً ذکر کیا ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو احادیث یاد کرنے اور اسے پھیلانے کا کتنا شوق تھا کہ حضرت جابر بن عبداللہ جیسے جلیل القدر صحابی حدیث کے خزانے سے صرف ایک حدیث سننے کیلئے اتنا لمبا سفر کیا۔ اور آج کیا حال ہے۔ اہل علم کو خصوصاً اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

**عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ** (۳) جہنی انصار کے حلیف تھے۔ عقبہ ثانیہ بدر اور احد کے بعد تمام مشاہد میں شرکت کی۔ ایک بار تنہا ان کو ایک مہم پر روانہ فرمایا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد سلطنت میں ۵۴ھ میں شام ہی وفات ہوئی۔ ان سے پچیس حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں مسلم نے صرف ایک ذکر کی۔ سنن اربعہ میں ان کی احادیث ہیں۔ بخاری میں صرف مذکورہ بالا ایک تعلیقاً مذکور ہے۔

## تشریحات (۶۴)

**لغات** (۱) ھدیٰ راستہ دکھانا۔ قرآن وحدیث میں کبھی اس کے معنی مطلوب تک پہونچانے کے آتے ہیں۔ کبھی مطلوب تک پہونچانے والے راستے کو دکھانے کے معنی میں۔ غیث۔ بارش۔ بادل۔ بارش سے اگی ہوئی گھاس۔ بارش کا برسنا یہاں بارش مراد ہے۔ نقیۃ عمدہ۔ کلأ۔ گھاس خواہ ہری ہو خواہ سوکھی۔ عُشب۔ ہری گھاس۔ اجادب جدب کی جمع ہے جس کے

الْمَاءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةٌ

اس سے اللہ نے لوگوں کو نفع دیا لوگوں نے پیا، پلایا۔ اور کھیتی کی اور یہی بارش زمین کے کچھ ایسے

اُخْرٰی اِنَّمَا هِیَ قِیْعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَاءً فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِیْ

ٹکڑے پر پڑی جو سپاٹ تھی نہ اس نے پانی جمع کیا اور نہ گھاس اگایا۔ یہی مثال اس کی ہے جس نے

دِیْنِ اللّٰهِ وَنَفَعَهٗ بِمَا بَعَثَنِیَ اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ یَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَاْسًا

اللہ کے دین میں تفقہ حاصل کیا اور اللہ نے جو کچھ مجھے دے کر بھیجا ہے اس سے اس کو نفع پہونچایا اس نے علم حاصل کیا اور

وَلَمْ یَقْبَلْ هُدَی اللّٰهِ الَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِهٖ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِسْحٰقُ وَكَانَ مِنْهَا

دوسروں کو تعلیم دی اور اسکی ہے جس نے اس طرف سر ہی نہیں اٹھایا اور اللہ کی اس ہدایت کو جسکے ساتھ میں بھیجا گیا،

طَائِفَةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ

قبول نہیں کیا۔ ابو عبد اللہ! یعنی امام بخاری نے کہا۔ اسحٰق نے قبلت الماء کی جگہ قیلت الماء کہا ہے

معنی قحط کے ہیں۔ نیز اس زمین کو بھی کہتے ہیں جو قحط کی وجہ سے سوکھ جائے۔ نیز بنجر زمین کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور ایسی زمین کو بھی کہتے ہیں جو سخت ہو اور پانی جذب نہ کرے۔ اور یہی یہاں مراد ہے۔ قیعان۔ قاع کی جمع ہے سے سی سپیل زمین جو چکنی برابر ہو جس پر پانی نہ رک سکے۔ قیلت یا رسے اس کے معنی دوپہر میں پینے کے ہیں۔ یہاں تجریداً صرف پینا یعنی جذب کرنا مراد ہے۔

**تطبیق** (۲) حضور اقدس صلی تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کی مثال، زوردار بارش سے دی۔ کہ جیسے ہر جگہ برستی ہے مگر زمین کی صلاحیت کے اعتبار سے اس کا نتیجہ مختلف۔ ایک زمین عمدہ زرخیز ہے پانی اپنے اندر جذب کرکے اپنے خزانے اگل دیتی ہے غلے سونے سبزیاں اگاتی ہے جو جاندار کی خوراک ہیں۔ یہی حال ایسے افراد کا ہے جو دین قبول کرکے اسے سیکھ کر کے دوسروں کو بھی تعلیم دیتے ہیں۔ خود عمل کرتے ہیں دوسروں سے عمل کراتے ہیں۔ دوسری وہ زمین جو پانی جمع کرلیتی ہے۔ کچھ اگاتی نہیں مگر اس جمع شدہ پانی سے دوسروں کو طرح طرح سے فائدہ پہونچتا ہے۔ یہ حال ان لوگوں کا ہے جو دین قبول کرکے دین سیکھتے ہیں مگر کما حقہٗ اس پر عمل نہیں کرتے۔ مگر اس کے علم سے دوسروں کو فائدہ پہونچتا ہے۔ یا مراد وہ محدثین ہیں جو احادیث حفظ کرلیتے ہیں مگر تفقہ نہ ہونے کی وجہ سے خود احکام کا استنباط نہیں کرسکتے۔ مگر ان سے احادیث سنکر دوسرے لوگ فقیہ ہیں احکام کا استخراج کرتے ہیں۔ تیسری وہ چٹیل بنجر زمین جو نہ پانی جمع کرتی ہے اور نہ کچھ اگاتی ہے۔ اس پانی آیا بہہ گیا۔ یہ حال ان لوگوں کا ہے جنھوں نے دین قبول ہی نہیں کیا اس پر کوئی توجہ نہ دی

(۳) قال اسحٰق میں، اسحٰق سے کون مراد ہے۔ یہ طے کرنا مشکل ہے۔ علامہ عسقلانی نے فرمایا۔ یہ اسحٰق بن راہویہ ہیں۔

لہ مسلم نے فضائل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اور نسائی نے علم میں ذکر کیا ہے۔

ت (۱۴) قَالَ رَبِيعَةُ لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ عِنْدَهُ شَيْءٌ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ يُضَيِّعَ نَفْسَهُ ؏۱

ربیعہ نے کہا جس کے پاس کچھ بھی علم ہو اسے اپنے آپ کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔

## (۱۵) حدیث يُقَلُّ الْعِلْمُ وَيَظْهَرُ الْجَهْلُ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيثًا لَا يُحَدِّثُكُمْ أَحَدٌ بَعْدِي سَمِعْتُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تم سے ایک حدیث بیان کر رہا ہوں کہ میرے بعد کوئی بیان نہ کرے گا

رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہیں کہ علم ختم

يَقِلَّ الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ وَيَظْهَرَ الزِّنَا وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ وَيَقِلَّ الرِّجَالُ حَتَّى يَكُونَ

ہو جائے گا۔ جہالت غالب ہوگی زنا عام ہوگا عورت کی کثرت ہوگی مرد کم ہو جائیں گے یہاں تک

لِخَمْسِينَ امْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ ؏۲

کہ پچاس عورت کا نگہباں صرف ایک (مرد) ہوگا۔

اس لئے کہ امام بخاری زیادہ تر انھیں سے روایت کرتے ہیں۔ علامہ عینی کی رائے یہ ہے کہ یہ ان تینوں اسحٰق میں سے کوئی ایک ہیں اسحٰق بن راہویہ، اسحٰق بن ابراہیم بن نصر السعدی البخاری اسحٰق بن منصور بن بہرام الکوسج المروزی اسلئے امام بخاری اپنی اس کتاب میں ابواسامہ حماد بن سلمہ سے انھیں تینوں کے واسطے سے روایت کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ بالیقین یہ فیصلہ کرنا کہ یہ اسحٰق بن راہویہ ہی ہیں درست نہیں۔ یہی امام نسائی کی بھی رائے ہے۔ انہوں نے تقیید المہمل میں تصریح کی ہے کہ امام بخاری جب بغیر نسبت کے یوں کہیں حدثنا اسحٰق حدثنا ابواسامہ تو انھیں تین میں سے کوئی ایک مراد لیتے ہیں۔

## تشریح (۱۴)

**حضرت ربیعہ بن عبدالرحمٰن** مدنی تابعی ہیں۔ اور حضرت مالک کے استاذ۔ ان کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جسے قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ کا تھوڑا سا بھی علم ہو۔ اسے چاہیئے کہ خود اس پر عمل کرے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے۔ بے فیض نہ رہے اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ علم کے وقار کو محفوظ رکھے۔ اسے حصول دنیا کا ذریعہ نہ بنائے جو لوگ علماء کی عزت نہ کرتے ہوں۔ انکے پاس نہ جائے۔ غیر اہل کو تعلیم نہ دے۔

## تشریحات (۱۵)

یہی حدیث بطریق عمران بن میسرہ یوں مروی ہے۔

؏۱ الخطیب فی الجامع والبیہقی فی المدخل ۔ ؏۲ مسلم قدر۔ ترمذی نسائی۔ ابن ماجہ فتن

## ۶ حدیث فضیلت علم

اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اُوْتِیْتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ حَتّٰی اِنِّیْ لَاَرَی الرِّیَّ

میں سو رہا تھا کہ مجھے دودھ کا پیالہ دیا گیا میں نے اتنا پیا کہ آسودگی ناخنوں سے نکلنے لگی۔

یَخْرُجُ فِیْ اَظْفَارِیْ ثُمَّ اَعْطَیْتُ فَضْلِیْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَہٗ یَا رَسُوْلَ

پھر میں نے اپنا جھوٹا عمر بن خطاب کو دیا لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! حضور نے اسکی کیا

اللّٰہِ قَالَ الْعِلْمَ [1]

تعبیر کی، فرمایا "علم"۔

ان یرفع العلم ویثبت الجھل وتشرب الخمر ویظھر الزنا۔ علم اٹھالیا جائے گا اسکی جگہ جہالت لے لیگی۔ شراب پی جائیگی زنا پھیل جائے گا۔

**لغات** ① یقل۔ قِلّت کا مضارع ہے۔ اور یہاں مراد عدم ہے اس پر دلیل دوسری حدیث ہے جس میں فرمایا کہ علم اٹھ جائے گا۔ اسکی جگہ جہالت لے لیگی۔ القیم۔ کسی کا ذمہ دار، متولی۔ شوہر، سیدھا معاملہ یہاں مراد ذمہ دار نگہبان ہے۔

② جب بصرہ میں تمام سکونت پذیر صحابہ کا وصال ہوگیا اور تنہا حضرت انس ہی رہ گئے تو فرمایا۔

③ قیامت کی نشانیاں بہت ہیں۔ انھیں پانچوں میں انحصار نہیں۔ البتہ یہ پانچوں بہت اہم ہیں۔ دین و دنیا کی درستگی پانچ چیزوں پر مبنی ہے۔ دین، عقل، نفس، نسب، مال۔ اور یہ پانچوں ان کو تباہ کرنے والی ہیں۔ رفع علم اور جہالت دین کو، شراب عقل اور مال کو۔ مردوں کی قلت، نفس کو۔ زنا نسب اور مال کو۔ اسلئے حدیث میں ان پانچوں کو خصوصیت سے اکٹھا ذکر فرمایا

**رفع علم سے کیا مراد ہے؟** ④ علم اٹھانے سے یہ مراد نہیں کہ علماء ہوں گے اور علم ان کے سینوں سے مٹادیا جائے گا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ علماء باقی نہ رہیں گے۔ جیسا کہ آگے مفصل آرہا ہے۔

## نشر نکات (۶۶)

[1] بخاری مناقب عمر۔ تعبیر الرؤیا۔ باب اللبن۔ باب اذا جری اللبن فی اطرافہ واظفارہ۔ مسلم فضائل۔ ترمذی رؤیا، مناقب۔ نسائی مناقب۔ علم

## (۶۷) حدیث۔ یظهر الفتن ویکثر الهرج

عَنْ سَالِمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

سالم نے کہا میں نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علم اٹھالیا جائے گا

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ وَيَظْهَرُ الْجَهْلُ وَالْفِتَنُ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قِيْلَ

اور جہالت غالب ہوگی اور فتنے پھیل جائیں گے اور ہرج بکثرت ہوگا

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْهَرْجُ فَقَالَ هٰكَذَا بِيَدِهٖ فَحَرَّفَهَا كَاَنَّهٗ يُرِيْدُ الْقَتْلَ ۔

پوچھا کہ یارسول! ہرج کیا چیز ہے؟ تو اپنے ہاتھ کے اشارے سے بتایا اور ہاتھ ایسے خم کیا جیسے قتل کا اشارہ کیا جاتا ہے حضور کی مراد قتل تھی۔

## (۶۸) حدیث مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ اَكُنْ اُرِيْتُهُ اِلَّا رَاَيْتُهٗ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا

عَنْ اَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَتَيْتُ عَائِشَةَ وَهِيَ تُصَلِّيْ فَقُلْتُ مَا شَاْنُ

حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ میں عائشہ کے پاس آئی وہ نماز پڑھ رہی تھیں میں نے پوچھا لوگوں کا

**لغات** ① اولته۔ یہ باب تفعیل کا ماضی مخاطب ہے اس کا مادہ اَوْل اسکے معنی لوٹنا پھرنا ہے تاویل کے معنی لوٹانا پھیرنا ہے۔ کلام کو ظاہری معنی سے پھیر کر خفی معنی پر حمل کرنے کو تاویل کہتے ہیں۔ اسی کی فرع خواب کی تعبیر ہے۔ یہاں یہی مراد ہے

**دودھ اور علم میں مناسبت** ② دودھ کی تعبیر علم کے ساتھ اس مناسبت سے ہے کہ دونوں کثیر النفع اور مفید ہونے میں مشترک ہیں دودھ انسان کی بہترین غذا اور بدن کیلئے مقوی ہے۔ اور علم سے دین و دنیا سنورتی ہے اور علم روح کی غذا اور اس کے لئے مقوی ہے اس حدیث سے علم کی فضیلت یوں ثابت ہوتی ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عطا فرمودہ فضلہ مبارکہ ہے۔

## تشریح (۶۷)

**لغات** ① ھرج کے معنی فتنے۔ اور اختلاط کے ہیں مجازاً قتل کے معنی میں مستعمل ہے البتہ حبشہ کی زبان میں ہرج کے معنی قتل کے ہیں۔ اسی وجہ سے صحابہ سمجھ نہیں پائے اور دریافت کرنا پڑا۔ قال کے معنی یہاں اشارہ کے ہیں۔ اس معنی میں متعدد احادیث وارد ہیں ایک حدیث میں ہے۔ قال باصبعه السبابه والوسطیٰ اس کے علاوہ اور معنوں میں آیا ہے مثلاً رَفَعَ تَنَاوَلَ۔ غَلَبَ وغیرہ۔

## تشریحات (۶۸)

**حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا** ① یہ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی اور حواری رسول اللہ حضرت زبیر بن عوام کی زوجہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ ہجرت سے ستائیس سال پہلے ان کی ولادت ہوئی۔ اور مکے ہی میں سترہ نفوس قدسیہ کے بعد مشرف بایمان ہوئیں۔ شب ہجرت توشہ دان

باندھنے کو کچھ نہ ملا تو اپنی کمر کا پٹکا پھاڑ کر ایک حصہ سے توشہ دان باندھ دیا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذات النطاقین کا خطاب عطا فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا اللہ عزوجل تجھے اس کے عوض جنت میں دو نطاق عطا فرمائے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہجرت کی۔ اس وقت حمل سے تھیں قبا پہنچیں تو حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔ بہت شجاع حاضر جواب جری، صبر و استقامت کی پہاڑ تھیں۔ جب حضرت عبداللہ کے تمام ساتھی انھیں چھوڑ کر حجاج سے مل گئے اور حجاج نے حضرت عبداللہ کے سامنے تین باتیں پیش کیں یا تو کہیں چلے جاؤ۔ یا پھر ہتھیار ڈال دو تمھیں یا بجولاں عبدالملک کے پاس لے چلیں یا لڑنے کے لئے تیار رہو۔ حضرت عبداللہ نے اپنی ماں سے مشورہ کیا حضرت اسماء نے اخیر وقت تک لڑنے کا مشورہ دیا۔ پھر کفن لیا دھونی دے کر خوشبو لگا کر حضرت عبداللہ کو پہنایا اور مقابلے کے لئے بھیجا جب حضرت عبداللہ بن زبیر شہید ہو گئے اور حجاج نے انکی نعش مبارک کو سولی پر چڑھایا۔ تو اپنے لخت جگر کے نعشے پر تشریف لائیں۔ اور فرمایا۔ ابھی وقت نہیں آیا کہ یہ شہ سوار سواری سے اترے[1]۔ اتنے دردناک منظر کو دیکھ کر بھی آنکھ سے آنسو تک نہیں نکلا۔ حجاج نے ان کو بلوایا۔ انکار کر دیا۔ حجاج نے کہا سیدھی طرح سے آجا۔ ورنہ بال پکڑ کر گھسٹوا منگاؤں گا۔ یہ سن کر اس شیر دل خاتون نے کہا۔ بخدا میں اس کے پاس نہیں جاؤں گی جب تک کہ وہ بال پکڑوا کر نہ گھسٹوائے حجاج خود آیا۔ اور کہا تو نے دیکھا میں نے اللہ کے دشمن کے ساتھ کیا کیا۔ حضرت اسماء نے کہا۔ میں نے دیکھا تو نے اسکی دنیا برباد کی اس نے تیری آخرت خراب کر دی۔ میں نے سنا ہے تو انھیں طعن کے طور پر ابن ذات النطاقین کہتا ہے میں ذات النطاقین ہوں۔ ایک میرا وہ نطاق ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صدیق اکبر کا کھانا لے جاتی تھی۔ اور ایک وہ جو ہر عورت کیلئے ہوتا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ثقیف میں ایک کذاب ہوگا اور سفاک۔ کذاب تو ہم نے دیکھا اور سفاک تیرے سوا اور کوئی نہیں۔[2]

عبدالملک بن مروان کے حکم سے جب حضرت عبداللہ کا لاش مبارک سولی سے اتارا گیا اور اسے دفن فرمالیا تو کے ہی میں اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد ۷۳ھ میں بماہ جمادی الآخرہ وصال فرمایا۔ سو سال کی عمر پائی۔ مگر نہ ایک دانت گرا تھا اور نہ دماغی توازن میں فرق آیا تھا اور نہ بینائی زائل ہوئی تھی[3] ان سے چھپن احادیث مروی ہیں۔ چودہ متفق علیہ چار افراد بخاری اور چار افراد مسلم سے ہیں۔

---

[1] اصابہ وغیرہ [2] مسلم شریف [3] ہدایہ نہایہ ج ۸ ص ۳۴۱

النَّاسِ فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللهِ قُلْتُ

کیا حال ہے تو انھوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا لوگ نماز پڑھ رہے ہیں حضرت عائشہ نے کہا سبحان اللہ

آيَةٌ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ نَعَمْ. فَقُمْتُ حَتَّى عَلَانِي الْغَشْيُ فَجَعَلْتُ أَصُبُّ

میں نے پھر پوچھا کوئی نشانی ہے۔ تو انھوں نے اپنے سر سے اشارہ کیا۔ ہاں اسکے بعد میں بھی نماز کیلئے کھڑی ہوگئی اتنی دیر

عَلَى رَأْسِي الْمَاءَ فَحَمِدَ اللهَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ

تک کہ مجھ پر بیہوشی طاری ہونے لگی اور میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ نماز کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد وثنا کی

**لغات** ② عَلَانِي۔ علوٌ سے ماضی ہے۔ عام معنی بلند ہونے کے ہیں۔ اور غلبہ کے معنی میں ہے۔ غَشْيٌ، غُشْيٌ، غَشِيٌّ کے اصل معنی ڈھکنے کے ہیں۔ یہاں عقل کا ڈھکنا یعنی بیہوشی مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گرمی اور بہت دیر تک کھڑے رہنے کیوجہ سے مجھ پر غشی طاری ہونے لگی تھی۔ تفتنون۔ فتنة۔ سے مضارع مجہول کا صیغہ ہے۔ فتنے کے معنی آزمائش، امتحان ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ ان هي الا فتنتك یہ سب تیری آزمائش ہے۔ جوہری نے کہا الفتنة، الامتحان۔ اہل عرب سونے کو بھٹی میں کرکھرے پر کھتے ہیں تو کہتے ہیں۔ فتنت الذهب۔ اردو میں البتہ فتنہ بمعنی فساد مستعمل ہے۔ مسیح کے معنی سفر کرنے والا، شہر شہر گھومنے والا، دجال دجل سے اسم مبالغہ ہے۔ دجلٌ کے معنی جھوٹ بولنا فریب دینا، حق کو باطل کے ساتھ ملانا۔ باطل سے حق کو چھپانا دجال کے معنی یہاں بہت بڑا جھوٹا فریبی رہنما اور بہت بڑے جادوگر کے بھی ہوسکتے ہیں۔ مسیح دجال سے مراد قرب قیامت میں آنیوالا، دجال ہے۔

**تکمیل** ③ پوری تفصیل باب الکسوف میں آئے گی۔ صرف مضمون کو ذہن نشین کرنے کے لئے بالاختصار درج ہے سنہ میں سورج میں گہن لگا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کسوف کی منادی کرائی۔ صحابہ کرام نماز کیلئے جمع ہوگئے سورج گہن کی نماز حضورؐ نے باجماعت پڑھائی۔ اسی اثناء میں حضرت اسماء ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملاقات کیلئے آئیں کہ سب لوگوں کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ بھی نماز میں ہیں پوچھا کیا بات ہے؟ ام المؤمنین نے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا کہ گہن ہے۔ اس لئے نماز پڑھی جارہی ہے حضرت اسماء بھی نماز میں شریک ہوگئیں چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس نماز میں قیام بہت زیادہ طویل کیا تھا حضرت اسماء پر گرمی اور دیر تک کھڑے رہنے کی وجہ سے غشی طاری ہونے لگی انھوں نے بار بار اپنے سر پر پانی ڈالا کہ بیہوش نہ ہوجائیں۔ نماز کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا جن جن چیزوں کو میں نے اب تک نہیں دیکھا تھا سب کی سب اس جگہ مجھے دکھادی گئیں یہاں تک کہ میں نے جنت اور دوزخ بھی دیکھی۔ جس طرح دجال کے ذریعہ تمہارے ایمان پر ثبات قدمی کی آزمائش ہوگی اسی کے قریب

ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيتُهُ إِلَّا رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هٰذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ

پھر فرمایا جو چیز بھی مجھے اب تک نہیں دکھائی گئی تھی ان سب کو میں نے اپنی اس جگہ دیکھ لیا یہاں تک کہ جنت اور

فَأُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي قُبُورِكُمْ مِثْلَ أَوْ قَرِيبًا لَا أَدْرِي أَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ

دوزخ بھی پھر مجھے وحی کی گئی کہ تم لوگ اپنی قبروں میں آزمائے جاؤ گے مسیح دجال کے فتنے کے قریب یا مثل مجھے یاد نہیں۔

أَسْمَاءُ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ. يُقَالُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ

اسماء نے ان دونوں میں سے کون سا لفظ کہا تھا (قریب) پوچھا جائے گا اس مرد کے بارے میں کیا جانتے ہو۔ مومن یا موقن

أَوِ الْمُوقِنُ، لَا أَدْرِي أَيَّتُهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ هُوَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ

یاد نہیں رہا اسماء نے کیا کہا تھا کہے گا یہ محمد ہیں رسول اللہ ہیں ہمارے پاس معجزات اور ہدایت لیکر

وَالْهُدٰى، فَأَجَبْنَاهُ وَاتَّبَعْنَاهُ هُوَ مُحَمَّدٌ ثَلَاثًا فَيُقَالُ نَمْ صَالِحًا قَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ

تشریف لائے ہم نے ان کا پیغام قبول کیا انکی پیروی کی یہ محمد ہیں تین بار یہی کہے گا اس سے کہا جائیگا آرام سے سو جا ہم جانتے

قریب قبر میں بھی امتحان ہوگا۔ تم سے قبر میں سوال کیا جائے گا۔ مومن صحیح جواب دیگا۔ منافق یہ کہے گا۔ لوگوں کو میں نے کچھ کہتے سنا تھا۔ وہی میں نے بھی کہا تھا۔

## حضور نے جمیع ما کان و مایکون کو دیکھا

④ حدیث کا یہ حصہ ما من شیء لم اکن اریتہ الا رایتہ فی مقامی ھذا حتی الجنۃ والنار میں نے اب تک جن جن چیزوں کو نہیں دیکھا تھا۔ ان سب کو آج اس جگہ دیکھ لیا۔ اور یہ دیکھنا صرف عالم زیریں کے ساتھ خاص نہیں۔ عالم بالا کی بھی تمام موجودات کو دیکھا یہاں تک کہ جنت اور دوزخ میں جانے والوں کو بالتفصیل دیکھا یہ حدیث اس پر نص صریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ما کان و مایکون کا علم عطا فرما یا گیا۔ خواہ رویت سے مراد رویت بصری دیکھنا مراد لیا جائے۔ خواہ رویت قلبی علم مراد لیا جائے دونوں تقدیر پر جمیع ما کان و مایکون کے علم کا حصول ثابت اس کی قدرے توضیح یہ ہے۔

"شیء" سے مراد موجود ہے۔ شرح عقائد میں ہے الشیء عندنا الموجود۔ اس لئے شی تمام موجودات کو عام ما من شیء میں نکرہ تحت نفی ہے جو عموم پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے اس کا معنی یہ ہوا۔ ہر وہ موجود جو میں نے اب تک نہیں دیکھی تھی سب دیکھ لیا۔ بلکہ علامہ عینی نے فرمایا۔

والشیء فی قولہ ما من شیء اعم العام وقد وقع نکرۃ تحت النفی۔ ما من شیء میں شی اعم العام ہے۔ اور نکرہ ہوتے ہوئے نفی کے تحت واقع ہے۔

لَمُوقِنًا بِهٖ۔ وَاَمَّا الْمُنَافِقُ اَوِ الْمُرْتَابُ لَا اَدْرِیْ اَیَّ ذٰلِكَ قَالَتْ اَسْمَاءُ فَیَقُوْلُ

تھے کہ تو ان پر یقین رکھتا تھا۔ لیکن منافق یا مرتاب، اسماء نے کیا کہا تھا یا دہنیں۔ کہے گا میں نہیں جانتا

لَا اَدْرِیْ سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ شَیْئًا فَقُلْتُهٗ [1]

میں نے لوگوں کو جو کچھ کہتے سنا تھا۔ وہی میں نے بھی کہا۔

یعنی اس طرح عموم موکد ہوگیا کہ تخصیص کی گنجائش نہ رہی۔ اس لئے یہ تمام موجودات ماضیہ وآئندہ کو عام ہے۔ یہاں تک علامہ عینی فرماتے ہیں۔ کہ اس کے عموم میں باری تعالیٰ کا مشاہدہ بھی داخل ہے۔ فرماتے ہیں۔

نعم اذا الشی یتناولہ والعقل لا یمنعہ والعرف لا یقتضی اخراجہ علہ

ہاں اس لئے کہ شی بمعنی موجود باری تعالیٰ کو بھی شامل ہے۔ عقلاً محال نہیں۔ عرفاً ذات باری تعالیٰ کو اس عموم میں داخل نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں۔

جب یہاں اتنا عموم ہے کہ اس میں ذات باری تعالیٰ بھی داخل ہے تو جمیع ماکان ومایکون بدرجہ اولیٰ داخل۔

؎ اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا ؛ جب خدا ہی نہ چھپا، تم پہ کروروں درود

ہم نے بالتفصیل کی قید اس لئے لگائی کہ اس حدیث کے دوسرے طرق میں جو الفاظ ہیں وہ تفصیل پر صراحۃً دال ہیں۔ مثلاً یہ کہ میں نے جہنم میں زیادہ عورتوں کو دیکھا۔ اسی لئے علامہ عینی نے فرمایا

وحی بالاطلاعہ وتعریفہ من امورھا تفصیلا مالم تعرفہ قبل ذالک [2]

ان سب پر بذریعہ وحی آپ کو مطلع فرمایا۔ جن کو اس کے پہلے نہیں جانتے تھے۔

**احکام** ⑤ اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل ثابت ہوئے۔

(۱) سورج گہن کی نماز باجماعت مشروع ہے (۲) سورج گہن کی نماز کے بعد خطبہ مسنون ہے (۳) خطبے کی ابتدا میں حمد وثنا ہونی چاہیئے۔ (۴) نماز میں ضرورت کے وقت اشارہ کی اجازت ہے۔ (۵) جب تک بیہوشی طاری نہ ہو جائے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (۵) عمل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (۶) جنت دوزخ مخلوق اور موجود ہیں۔ (۷) نماز میں عورتوں کو کسی ضرورت کیلئے بھی بلند آواز سے تسبیح منع ہے۔ لیکن اگر سننے والی عورت ہو تو جائز ہے۔ (۸) اللہ عزوجل کو حضور نے بیداری میں دیکھا۔ (۹) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان ومایکون کا علم حاصل ہوا ہے۔

[1] ایضا بخاری کتب الطہارۃ من لم یتوضا الا من الغشی المثقل کسوف خسوف، کتاب الجمعہ۔ من قال فی الخطبۃ اما بعد۔ کتاب السھو الاشارۃ فی الصلوٰۃ۔ کتاب الاعتصام۔ الاقتداء بسنن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ امام مسلم نے خسوف میں ذکر کیا۔ [2] عینی ج ۲ ص ۹۷ [3] ایضا ص ۹۸

## ۶۹) حدیث. سَلونی عما شئتم

عَنْ اَبِی مُوسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت سی چیزوں کے بارے میں سوال

وَسَلَّمَ عَنْ اَشْیَاءَ کَرِھَھَا فَلَمَّا اُکْثِرَ عَلَیْہِ غَضِبَ ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ سَلُونِی عَمَّا شِئْتُمْ

کیا گیا جو ناگوار ہوا ۱؎ جب سوالات کی اور کثرت ہوئی تو جلال آگیا پھر فرمایا۔ تم لوگوں کا جو جی چاہے

فَقَالَ رَجُلٌ مَنْ اَبِی قَالَ اَبُوکَ حُذَافَۃُ فَقَامَ اٰخَرُ فَقَالَ مَنْ اَبِی یَا رَسُوْلَ

پوچھو ۲؎ اس پر ایک صاحب نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے اسکے بعد دوسرے شخص اٹھے اور پوچھا

اللّٰہِ قَالَ اَبُوکَ سَالِمٌ مَوْلٰی شَیْبَۃَ فَلَمَّا رَاٰی عُمَرُ مَا فِی وَجْھِہٖ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

یارسول اللہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا سالم شیبہ کا آزاد کردہ غلام ہے جب حضرت عمر نے روئے انور میں غضب کے آثار دیکھے

## تشریحات (۶۹)

**لغات** (۱) اشیاء۔ الف تانیث ممدودہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ اور یہ شی کی جمع نہیں اسم جمع ہے۔ اس میں الف ممدودہ زائد ہے۔ ورنہ الف تانیث نہ ہوگا۔ الف تانیث زائدہ ہے۔ الف ممدودہ اصلی علامت تانیث نہیں جیسے انبیاء، ادلیاء اشیاء اصل میں شیئاء تھا نعماء کے وزن پر۔ خلافِ قیاس قلب کرکے اخیر کے ہمزہ کو ابتداء میں لائے ۱؎

**سائلین میں کون تھے؟** (۲) ان کا نام عبداللہ تھا۔ جیسا کہ اس کے بعد والی حدیث میں تصریح ہے۔ اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ لوگ ان کے نسب میں شک کرتے تھے۔ کبھی جھگڑے میں دوسرے کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔ حضور کے ارشاد کے بعد لوگوں کا شک و شبہہ دور ہوگیا۔ دوسرے صاحب کا نام سعد بن سالم مولیٰ شیبہ تھا۔ ان کا بھی یہی حال تھا۔

(۳) اس سے مراد ایسے سوالات ہیں۔ جن سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ وابستہ نہ ہو۔ مثلاً نہ اس کا اعتقاد ضروری ہو نہ عمل۔ ایسے سوالات ممنوع ہیں۔ مثلاً یہ سوال کہ حضرت آدم نے سب سے پہلے کیا کھایا تھا۔ فدیہ اسماعیل کا دنبہ کیا ہوا۔ یا یہ کہ سوالات آزمانے کیلئے کئے جائیں۔ یا عاجز کرنے کی نیت سے کئے جائیں۔ ایسے سوالات ممنوع ہیں۔ ورنہ اگر علم نہیں تو کفر و ایمان، فرائض کا پوچھنا فرض واجب کا واجب مستحبات کا مستحب۔ ارشاد ہے۔

فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اہل ذکر (علم) سے پوچھو جو تم نہ جانتے ہو۔

۱؎ علم الصیغہ۔

اِنَّا نَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ علہ

تو عرض کیا یارسول اللہ! ہم سب اللہ عزوجل سے توبہ کرتے ہیں

## (۷۰) حدیث۔ اذا تکلم اعادھا ثلثا

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ حضور جب کوئی بات علہ

اِذَا تَکَلَّمَ بِکَلِمَۃٍ اَعَادَھَا ثَلٰثًا حَتّٰی تُفْھَمَ عَنْہُ وَاِذَا اَتٰی عَلٰی قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَیْھِمْ سَلَّمَ عَلَیْھِمْ ثَلٰثًا

فرماتے تو اسے تین بار فرماتے تاکہ وہ بات سمجھ لی جائے اور جب کسی قوم کے پاس تشریف لاتے اور سلام کرتے تو ان پر تین بار سلام کرتے

**سلونی عما شئتم** (۱) ما عموم کے لئے۔ دین دنیا سب کو شامل ہے۔ نیز اس کے عموم پر یہ دلیل ہے کہ حضرت عبداللہ اور حضرت سعد نے اپنے اپنے باپ کا نام پوچھا۔ یہ دنیوی سوال ہے۔

اس لئے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ تم لوگوں کا جو جی چاہے پوچھو خواہ وہ دنیا کی بات ہو یا دین کی۔ میں سب بتاؤں گا۔ یہ وہی کہہ سکتا ہے جو دین و دنیا کے تمام علوم رکھتا ہو تو اس حدیث سے بھی ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دین اور دنیا کے جملہ علوم حاصل تھے اسی سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہوگئی جو یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف دین کے جملہ علوم رکھتے تھے دنیا کے علوم میں یہ حال تھا کہ دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہ تھی۔

## تشریحات (۷۰)

تین بار تکرار ہمیشہ نہیں تھی جب ضرورت ہوتی مثلاً بات عام فہم سے بالاتر ہوتی یا یہ اندازہ ہوتا کہ لوگوں کے ذہن میں اچھی طرح نہیں آئی ہے۔ اس وقت تکرار فرماتے۔ تین بار سلام کی توجیہہ دو ہے۔ ایک یہ کہ کسی کے گھر تشریف لے جاتے اور اذن کے لئے سلام کرتے تو اگر پہلی بار یا دوسری بار سلام پر اذن نہ ملتا تو تین بار سلام کرتے۔ اگر اذن ملتا تو اندر تشریف لے جاتے ورنہ واپس ہو جاتے جیسا کہ دوسری حدیث میں بالتصریح مذکور ہے کہ فرمایا۔

اذا استاذن احدکم ثلثا فلم یوذن لہ فلیرجع ۔ جب تین بار اذن چاہ لو اور اذن نہ ملے تو لوٹ آؤ

دوسری توجیہہ یہ ہے کہ۔ ایک سلام اذن کے لئے کرتے دوسرا سلام اندر جا کر تحیت کا کرتے اور تیسرا سلام واپسی کے وقت۔

علہ ایضاً کتاب الاعتصام باب مایکرہ من کثرۃ السوال ۔ علہ ایضاً بخاری کتاب الاستیذان اذا سلم ثلثا ۔ ترمذی۔ استیذان۔ مناقب۔

## (۷۱) حدیث. ثلثۃ لھم اجران

حَدَّثَنِیْ اَبُوْ بُرْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ابو بردہ عامر اپنے باپ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ثَلٰثَۃٌ لَھُمْ اَجْرَانِ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِیِّہٖ وَاٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ وَالْعَبْدُ

تین شخصوں کے لئے دوا جر ہے ایک وہ اہل کتاب[۱] جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا

الْمَمْلُوْکُ اِذَا اَدّٰی حَقَّ اللّٰہِ وَحَقَّ مَوَالِیْہِ وَرَجُلٌ کَانَتْ عِنْدَہٗ اَمَۃٌ یَطَاُھَا فَاَدَّبَھَا

اور وہ غلام جو اللہ کا بھی حق ادا کرتا ہو۔ اور اپنے آقاؤں[۲] کا بھی اور وہ مرد جس کی کوئی لونڈی ہو جس سے ہم بستری کرتا تھا اور

## تشریحات (۷۱)

**لغات**

(۱) موالی۔ مولیٰ کی جمع ہے۔ مولی، ولی یلی کا اسم مفعول ہے۔ اس کے متعدد معانی ہیں۔ مالک۔ آقا۔ احسان کرنے والا۔ جس پر احسان کیا جائے۔ مددگار۔ محب۔ حلیف۔ داماد۔ چچا زاد بھائی۔ پڑوسی۔ جس نے غلام آزاد کیا ہو۔ آزاد شدہ غلام۔ یہاں مراد آقا ہے۔

(۲) یہاں کتاب سے مراد توراۃ اور انجیل دونوں ہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ صرف انجیل مراد ہے۔ یہ اس تقدیر پر کہ دین عیسوی، دین موسوی کا ناسخ ہے۔ مگر صحیح تعمیم ہے۔ اس وجہ سے کہ بہت سے یہودی وہ تھے جنھیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت نہیں پہونچی جیسے مدینہ طیبہ و یمن وغیرہ کے یہود، وہ بھی اس میں داخل ہیں۔ نیز اہل الکتاب سے وہ تمام یہود و نصاریٰ مراد ہیں جو اپنے کو یہودی یا نصرانی کہتے ہیں۔ اگرچہ وہ تحریف شدہ یہودیت و نصرانیت کے پابند ہوں۔ اس لئے ہرقل کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکھا تھا۔ اسلام قبول کر تجھے دہرا اجر ملے گا۔ حالانکہ یہ محرف نصرانیت کا پابند تھا مراد خاص یہ جزئی فضیلت ہے۔ اسلئے اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس سے لازم آتا ہے کہ جو یہود و نصاریٰ ایمان لائے وہ تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ کہ انھیں دہرا اجر ہے۔ اور بقیہ صحابہ کو ایک اجر۔ کیونکہ یہ صحابہ قوت ایمان، زیادتی معرفت و دیگر عظیم طاعات کی وجہ سے افضل ہیں۔

(۳) جمع اس لئے فرمایا کہ العبد پر الف لام جنس کا ہے۔ اس جنس سے مراد جمع ہے۔ اور جمع کا جب جمع یا قائم مقام جمع کیساتھ تقابل ہو تو آحاد کی آحاد پر تقسیم ہوتی ہے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ ہر وہ غلام جو اپنے آقا کا حق ادا کرے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک غلام متعدد مالکوں کے مابین مشترک ہوتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ اپنے تمام مالکوں کا حق ادا کرے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک غلام

[۱] مرقات۔

فَاَحْسَنَ تَادِيبَهَا وَعَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ اَجْرَانِ

اسے اچھی طرح ادب سکھایا اور عمدہ تعلیم دی پھر اسے آزاد کر دیا اس کے بعد اس سے نکاح کر لیا تو اس کے لئے دو اجر ہیں

ثُمَّ قَالَ عَامِرٌ اَعْطَيْنَاكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ قَدْ كَانَ يُرْكَبُ فِيمَا دُونَهَا اِلَى الْمَدِينَةِ ۱؎

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد عامر یعنی امام شعبی نے کہا ہم نے تم کو یہ حدیث بلا کسی عوض کے دیدی اس سے کم حاصل کرنے کیلئے مدینہ تک سفر کرنا پڑتا تھا۔

یکے بعد دیگرے متعدد مالکوں کی ملکیت میں ہوتا ہے تو مراد یہ ہوئی کہ جن مالکوں کے ماتحت رہا۔ سب کا پورا حق ادا کیا۔

(۴) ایک لونڈی کے آزاد کرنے پر۔ دوسرا اس سے نکاح کرنے پر۔ لونڈی سے نکاح کرنے پر مزید ثواب کی وجہ یہ ہے۔ کہ عام طور پر لونڈیوں سے نکاح ناپسند سمجھا جاتا ہے اگرچہ وہ آزاد شدہ ہوں۔ اگر یہ نکاح نہ کرتا تو اندیشہ تھا کہ اس لونڈی کی زندگی برباد جاتی۔ اس نے نکاح کر کے صرف بربادی ہی سے نہیں بچایا بلکہ اسے عزت بھی بخش دی یہ موجب اجر ہے۔ نیز جب تعلیم یافتہ اور سلیقہ مند ہے تو اپنے شوہر کو بھی نیکیوں پر آمادہ رکھے گی برائیوں سے بچائے گی۔ تو یہ لونڈی اس کے لئے باعث خیر ہوئی اس شخص نے کئی موجب ثواب کام کئے۔ اسے تعلیم دی۔ تربیت دی۔ آزاد کیا پھر نکاح کیا۔ اس اعتبار سے وہ کئی اجر کا مستحق ہے لیکن ذکر دو ہی اجر فرمایا۔ یہ لونڈی کی خصوصیت کے اعتبار سے ہے کہ بقیہ باتوں میں لونڈی کی تخصیص نہیں۔ کسی کو بھی تعلیم دیگا کسی کی بھی تربیت کرے گا۔ ثواب پائے گا۔ تعلیم سے مراد علم دین سکھانا ہے۔ اور تربیت سے مراد دوسری باتوں کا سلیقہ اور ہنرمندی اچھی عادت سکھانا مراد ہے۔

(۵) اس حدیث کا ابتدائی حصہ یہ ہے کہ ایک خراسانی امام شعبی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا۔ ہمارے خراسان کے پہلے لوگوں کا کہنا ہے کہ جو شخص اپنی لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرے گویا وہ اپنی ھدی پر سوار ہے۔ ھدی۔ اس جانور کو کہتے ہیں جو حاجی اپنے ساتھ ایام حج میں قربانی کیلئے لے جائے۔ اور ہدی پر سواری منع ہے۔ اس پر امام شعبی نے یہ حدیث بیان فرمائی۔ ۱؎ کہ یہ معیوب نہیں ایسا شخص دوہرے ثواب کا مستحق ہے پھر امام شعبی نے اس خراسانی سے فرمایا ہم نے بلا کسی عوض کے مفت میں یہ حدیث تم کو بتا دی حالانکہ اس سے کم کے لئے لوگوں کو مدینہ طیبہ جانا پڑتا تھا۔ یہ حال عہد نبوت اور خلفائے راشدین کے زمانے تک رہا۔ بعد میں صحابۂ کرام تمام بلاد میں پھیل گئے اور اس کی ضرورت نہ رہی کہ حدیث معلوم

۱؎ مسلم کتاب الایمان علہ ایضا بخاری، نکاح، اتخاذ السراری الانبیاء۔ واذکر فی الکتاب مریم۔ عتق، العبد اذا احسن عبادۃ ربہ۔ جہاد، فضل من اسلم من اہل الکتابین۔ مسلم ایمان ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی نکاح، مسند امام احمد۔

## (۷۲) حدیث۔ عظۃ النساء

سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ اَشْہَدُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ عَطَاءٌ اَشْہَدُ عَلَی ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

یا عطاء نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ ابن عباس نے کہا کہ حضور (مردوں کی مجلس) سے باہر تشریف لائے۔

وَسَلَّمَ خَرَجَ وَمَعَہٗ بِلَالٌ فَظَنَّ اَنَّہٗ لَمْ یُسْمِعِ النِّسَاءَ فَوَعَظَہُنَّ وَاَمَرَہُنَّ بِالصَّدَقَۃِ

اور حضور کے ساتھ بلال تھے۔ حضور کو گمان ہوا کہ میری بات عورتوں تک نہیں پہنچی (حضور عورتوں کے قریب آئے)

فَجَعَلَتِ الْمَرْاَۃُ تُلْقِی الْقُرْطَ وَالْخَاتَمَ وَبِلَالٌ یَاْخُذُ فِیْ طَرَفِ ثَوْبِہٖ [۱]

اور انہیں وعظ فرمایا اور حکم دیا کہ صدقہ کریں (اس کا اثر یہ ہوا کہ) عورتیں اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں اتار اتار کر دینے لگیں۔ جنہیں بلال اپنے کرتے کے دامن میں جمع کرنے لگے

کرنے کیلئے مدینہ طیبہ ہی جانا ضرور ہو۔ بلکہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ مدینہ طیبہ کے لوگ دوسرے بلاد میں حدیث حاصل کرنے تشریف لے گئے جیسا کہ ت ۱۶ کے تحت گذرا۔

(۶) دہرا ثواب کا استحقاق انہیں تینوں قسم کے لوگوں کے ساتھ خاص نہیں۔ کوئی بھی شخص ایسا کام کرے جو دہرے ثواب کا موجب ہو تو وہ دہرا ثواب پائے گا۔ مثلاً بیٹا، ماں، باپ کی بھی کما حقہ خدمت کرتا ہے۔ اور حقوق اللہ بھی ادا کرتا ہے۔ یوہیں وہ حاکم جو رعایا کی بھی بھلائی کے ساتھ پوری دیکھ بھال کرتا ہے اور اللہ عزوجل کے بھی تمام حقوق ادا کرتا ہے تو یہ لوگ بھی دہرے ثواب کے مستحق ہیں۔

## تشریحات (۷۲)

**عورتوں کے مجمع میں وعظ ممنوع ہے** (۱) اس سے ثابت ہوا کہ خاص عورتوں کے مجمع میں جاکر مرد کو وعظ کہنا جائز ہے امام نووی نے فرمایا یہ اس وقت ہے کہ کسی طرف فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔ اس زمانہ پرفتن میں چونکہ خشیت خداوندی نادر ہے۔ اور ہوا وہوس غالب ہے۔ اس لئے اس کی اجازت نہیں۔

**عورت بلا اذن شوہر صدقہ کرسکتی ہے** (۲) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عورت اپنا مال شوہر کی بلا اجازت صدقہ کرسکتی ہے۔ اور جن بعض احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر صرف کرنا جائز نہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ شوہر کے مال میں، شوہر کی بلا اجازت تصرف جائز نہیں۔

[۱] ایضاً مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ صلوٰۃ، نسائی صلوٰۃ۔ علم۔

## (۷۳) حدیث۔ اسعد الناس بالشفاعۃ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، اَنَّہٗ قَالَ، قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا وہ یا رسول اللہ

اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

قیامت کے دن آپ کی شفاعت کے ساتھ سب سے زیادہ سعادت اندوز کون ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ لَقَدْ ظَنَنْتُ یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ اَنْ لَّا یَسْئَلَنِیْ عَنْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ اَحَدٌ اَوَّلُ

اے ابوہریرہ میں جانتا تھا کہ تم سے پہلے یہ بات کوئی نہیں پوچھے گا۔ کیونکہ تمہارے حدیث کے شوق کو جانتا ہوں

مِنْکَ لِمَا رَاَیْتُ مِنْ حِرْصِکَ عَلَی الْحَدِیْثِ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ

قیامت کے دن میری شفاعت کے ساتھ

الْقِیَامَۃِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِہٖ اَوْ نَفْسِہٖ [1]

سب سے زیادہ سعادت اندوز وہ ہے جس نے سچے دل سے لا الہ الا اللہ کہا۔

## تشریحات (۷۳)

(۱) یہاں "قیل" ہے جس سے معلوم ہوتا کہ پوچھنے والے کوئی اور صاحب ہیں۔ حالانکہ اس حدیث کے پچھلے حصے سے ظاہر ہے کہ پوچھنے والے حضرت ابوہریرہ ہی ہیں۔ اسی لئے امام قاضی عیاض نے فرمایا یہ تصحیف ہے صحیح "قیل" کے بجائے "قلت" ہے جیسا کہ صفۃ الجنۃ والنار میں خود امام بخاری نے قیل کے بجائے قلت روایت کیا ہے۔

**شفاعت کے مدارج** (۲) یہ اس لئے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے مختلف مدارج ہیں۔ پہلا درجہ میدان محشر کی ہولناکی میں تخفیف۔ یہ سب کے لئے ہوگی۔ دوسرے بعض کفار کے عذاب میں تخفیف جیسا کہ ابو طالب کے بارے میں وارد ہے۔ تیسرے بلا حساب وکتاب کچھ لوگوں کو جنت میں داخل کرنا جو تھے کچھ لوگ مستحق نار ہوں گے انھیں جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کرنا پانچویں جو جہنم میں جا چکے ہونگے انھیں سزا کی میعاد سے پہلے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کرنا چھٹے کچھ جنتیوں کے درجات بلند کرنا۔ ان میں دو پہلی والی شفاعت سے مومن اور کافر بھی بہرہ ور ہوں گے۔ اور بقیہ چار خاص مومنین کا حصہ ہے۔ ان چاروں میں کفار کا کوئی حصہ نہیں۔ تو ظاہر ہو گیا کہ مومنین کو کفار کی بہ نسبت کفار کے زیادہ حصہ ملا۔ اس لئے فرمایا۔ سب سے زیادہ میری شفاعت سے سعادت اندوز سچے دل سے ایمان قبول کرنیوالا ہے۔

[1] بخاری کتاب الرقاق باب صفۃ الجنۃ والنار۔ مسند امام احمد

ت ⑱ وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ انْظُرْ مَا كَانَ مِنْ

اور عمر بن عبدالعزیز نے، ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو

حَدِيثِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاكْتُبْهُ فَإِنِّي خِفْتُ

حدیث ہو اسے لکھ لو۔ اس لئے کہ مجھے علم مٹ جانے اور علماء کے اٹھ جانے کا اندیشہ ہے

دُرُوسَ الْعِلْمِ وَذِهَابَ الْعُلَمَاءِ وَلَا يُقْبَلُ إِلَّا حَدِيثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کے سوا اور کچھ نہ قبول کی جائے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلْتُفْشُوا الْعِلْمَ وَلْتَجْلِسُوا حَتَّى يُعَلَّمَ مَنْ لَا يَعْلَمُ فَإِنَّ الْعِلْمَ

اور علم کو خوب پھیلاؤ۔ اور (عوام میں) بیٹھو۔ تاکہ بے علم، علم حاصل کریں کیونکہ جب تک علم کو راز

لَا يَهْلِكُ حَتَّى يَكُونَ سِرًّا

نہیں بنایا جائے گا علم اٹھے گا نہیں

**اقرار باللسان کی اہمیت** ③ یعنی صدق دل سے مسلمان ہوا ہو، منافق نہ ہو، من قال سے ثابت کہ جسے اقرار باللسان سے کوئی مانع نہ ہو اس پر اقرار باللسان لازم ہے۔

**فوائد** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ علم دین کا شوق پسندیدہ ہے۔ اور ثابت ہوا کہ استاذ اپنے ذہین اور شوقین تلمیذ کی حوصلہ افزائی کرے۔ نیز ثابت ہوا کہ مومنین کے لئے شفاعت حق ہے۔

## تشریحات ⑱

**ابوبکر بن حزم مدنی انصاری** ① ان کا نام ابوبکر اور کنیت ابو محمد۔ یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی جانب سے مدینہ طیبہ کے حاکم تھے۔ اسی وجہ سے انھیں خصوصیت سے احادیث جمع کرنے کا حکم دیا۔ ان کا وصال ۱۲۰ھ میں ہشام بن عبدالملک کے عہد میں ہوا۔ چوراسی سال کی عمر پائی۔

② تدوین حدیث کی مختصر تاریخ مقدمہ میں مذکور ہے۔ اسی کی ایک کڑی یہ حکم بھی ہے۔ چونکہ حکم صرف احادیث جمع کرنے کا ہے۔ اسی لئے تاکید کر دی کہ اس میں دوسروں کے اقوال نہ لکھے جائیں۔ تاکہ التباس نہ ہو۔ اس عہد خیر القرون میں جب علم کے اٹھ جانے کا خطرہ تھا تو آج بدرجہ اولیٰ ہے۔ اس لئے علمائے دین کی ذمہ داری ہے کہ علم کی حتی الوسع خوب اشاعت کریں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ حکم ابوبکر بن حزم کو صرف نہ تھا۔ بلکہ تمام آفاق کے لوگوں کو بھی تھا۔ جیسا کہ ابونعیم

## (۷۴) حدیث قبض العلم

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرماتے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ

تھے کہ اللہ عزوجل علم کو یوں نہیں اٹھائے گا کہ بندوں کے سینوں سے چھین لے۔ ہاں علماء کو

لٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا

اٹھا کر علم بھی اٹھالے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے ان

جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا

سے مسئلہ پوچھا جائے گا یہ بے علم کے فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

نے تاریخ اصفہان میں ذکر کیا ہے۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ "حتی یکون سبباً" تک عمر بن عبدالعزیز ہی کا قول ہے۔ اس کا احتمال ضرور ہے۔ مگر اظہر یہ ہے کہ "ذهاب العلماء" تک، حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے۔ اور بقیہ امام بخاری کا اضافہ ہے جیسا کہ بعد میں اس کے متصل ہی امام بخاری نے سند کے ساتھ صرف "ذهاب العلماء" تک ذکر کیا ہے۔

## تشریحات (۷۴)

**تکمیل** (۱) یہ حدیث حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا اس کا ابتدائی حصہ یہ ہے ارشاد فرمایا علم کو حاصل کرو قبل اس کے کہ اٹھالیا جائے اس پر ایک اعرابی نے عرض کیا کیسے اٹھالیا جائے گا فرمایا۔ علم کا اٹھنا حاملین علم کی وفات ہے۔ تین بار فرمایا

**فوائد** (۲) اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) ایسا زمانہ آسکتا ہے کہ کوئی مجتہد نہ رہے۔ (۲) جاہل کو مذہبی پیشوا یا مفتی بنانا حرام۔ (۳) افتاء دینی ریاست اور مفتی دینی رئیس ہے۔

---

ع۱ ایضاً۔ الاعتصام۔ مائیذکر من ذم الرای مسلم علم ۱۳-۱۴۔ ترمذی علم ۵ م۔ ابن ماجہ نے مقدمہ ۸۔ دارمی نے مقدمہ ۳۶ مسند امام احمد۔ علاوہ ازیں نسائی نے علم۔ ابن ماجہ سنت۔

## (۵) حدیث ۔ تعیین الیوم للوعظ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَتِ النِّسَاءُ لِلنَّبِیِّ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے عورتوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَلَبَنَا عَلَیْکَ الرِّجَالُ فَاجْعَلْ لَّنَا یَوْمًا مِّنْ

آپ کی بارگاہ میں مرد ہم پر غالب ہیں حضور اپنی طرف سے ایک دن ہمارے لئے

نَّفْسِکَ فَوَعَدَھُنَّ یَوْمًا لَّقِیَھُنَّ فِیْہِ فَوَعَظَھُنَّ وَاَمَرَھُنَّ فَکَانَ فِیْمَا قَالَ

مقرر فرمادیں حضور نے عورتوں سے ایک دن مقرر کرکے وعدہ فرمالیا اس دن عورتوں کے پاس تشریف لیگئے انھیں

لَھُنَّ مَا مِنْکُنَّ اِمْرَاَۃٌ تُقَدِّمُ ثَلٰثَۃً مِّنْ وَّلَدِھَا اِلَّا کَانَ لَھَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ

وعظ فرمایا انھیں جو احکام دیے ان ارشادات میں یہ تھا تم میں سے جو عورت تین بچے آگے بھیجدے یہ بچے اس کیلئے

فَقَالَتِ امْرَاَۃٌ وَاثْنَیْنِ فَقَالَ وَاثْنَیْنِ [1]

آگ سے آڑ ہونگے اس پر ایک عورت نے عرض کیا اور جس نے دو بھیجے ہو فرمایا دو کا بھی یہی حکم ہے۔

## تشریحات (۵)

**ذکر خیر کی مجلس کے لئے دن معین کرنا سنت ہے** (۱) حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے کہ عورتوں کی درخواست پر فرمایا فلاں عورت کے گھر جمع ہوجانا اس دن گھر میں تشریف لے گئے اور انھیں وعظ فرمایا۔

اس سے ثابت ہوا کہ ذکر خیر یا کار خیر کیلئے دن اور جگہ مقرر کرنا سنت ہے جیسے وعظ، میلاد شریف، نیاز، فاتحہ، عرس وغیرہ

**نابالغ بچوں کے فوت ہونیکا ثواب** (۲) اس کے بعد والی حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے کہ ایسے بچے جو بالغ نہ ہوئے ہوں۔ مراد یہ ہے کہ جس عورت کے تین نابالغ بچے فوت ہوگئے ہوں اور اس نے صبر کیا۔ اسے جہنم سے نجات ہے یا تو یوں کہ یہ بچے شفاعت کرکے جہنم سے بچائیں گے۔ یا اللہ عزوجل انکی مصیبت پر رحم فرماکر بخش دیگا۔ عورت کی تخصیص نہیں۔ مرد بھی اس میں داخل ہیں۔ جیسا کہ کتاب الجنائز میں حضرت انس کی حدیث میں ہے مَا مِنَ النَّاسِ مُسْلِمٍ کسی بھی مسلمان مرد کے تین بچے فوت ہوں اور ترمذی شریف میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مَا مِنْ مُسْلِمَیْنِ یَتَوَفّٰی لَھُمَا یعنی جن دو مسلمان کے تین بچے فوت ہوجائیں۔ تین اور دو کی بھی تخصیص نہیں بلکہ ایک

[1] اسے امام بخاری نے جنائز فضل من مات لہ ولد۔ اعتصام تعلیم الرجل امتہ۔ میں اور امام مسلم نے مسافرین میں (۱۷۱) ابوداؤد و ترمذی (۱۱) نسائی نے قبلہ میں (۱۴) ابن ماجہ نے اقامت میں (۲۶) اور امام احمد نے اپنی مسند میں بھی ذکر کیا ہے۔

## ۴۶ حدیث۔ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ

سَمِعْتُ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى

ربعی بن حراش کہتے ہیں میں نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بچے کے بھی فوت پر یہ ثواب ہے۔ جیسا کہ ترمذی کی متعدد احادیث میں تصریح ہے۔ کہ عرض کیا گیا۔ دو، تو فرمایا دو بھی، پھر عرض کیا گیا ایک، تو فرمایا ایک بھی نابالغ کی تخصیص اس لئے ہے کہ ماں باپ کو چھوٹے بچوں سے زیادہ محبت ہوتی ہے

(۳) یہ عرض کرنیوالی یا تو ام سلیم تھیں یا ام ایمن یا ام مبشر، تینوں روایتیں ہیں۔

## تشریحات ۴۶

**ربعی بن حراش** (۱) تابعی ثقہ ہیں۔ زندگی بھر کبھی جھوٹ نہیں بولے۔ ان کے دو بیٹے حجاج کے باغی تھے۔ حجاج نے ان کے پاس آدمی بھیجا۔ حجاج کے فرستادے نے ان سے پوچھا کہ تمہارے بیٹے کہاں ہیں۔ بتا دیا گھر میں ہیں۔ حجاج نے جب سنا تو یہ کہہ کر معاف کر دیا۔ تم دونوں کے باپ کے سچ بولنے کی وجہ سے معاف کر دیا۔ یہ قسم کھائی کہ اس وقت تک نہ ہنسونگا جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ میرا ٹھکانا جنت میں ہے یا دوزخ میں۔ عمر بھر کبھی نہ ہنسے موت کے بعد مسکرا رہے تھے۔ ربعی کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صرف اس ایک حدیث کا سننا ثابت ہے۔ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت یا ۱۰۰ھ میں وفات پائی۔

**حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ** (۲) نام علی ہے کنیت ابوالحسن ابوتراب ہے۔ حیدر، اسد اللہ خطابات ہیں۔ انھیں اپنی کنیت ابوتراب بہت پسند تھی۔ اس لئے کہ یہ کنیت خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رکھی تھی ان میں اور سیدہ میں کچھ شکر رنجی ہوگئی یہ مسجد میں فرش پر جا سو رہے۔ آنحضور تشریف لائے۔ انھیں اٹھایا پیٹھ پر گرد لگی تھی۔ فرمایا۔ قم یا ابا تراب۔ اے ابوتراب اٹھو۔

اعلان نبوت سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لائے ان کی تربیت آغوش نبوی میں ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی سب سے چہیتی صاحبزادی حضرت فاطمہ کے ساتھ انکی شادی فرمائی۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور حق جاں نثاری ادا کیا سوائے غزوۂ تبوک کے۔ اس موقع پر مدینہ طیبہ میں ان کو اپنا نائب بنا کے رکھا تھا۔ ان کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے صاحبزادے اور حضور کے محبوب داماد اور پروردہ ہیں۔ مدینہ طیبہ میں جب رشتہ مواخات قائم فرمایا۔ تو از راہ کرم ان سے فرمایا۔ انت اخی فی الدنیا والآخرۃ۔ سابقین اولین خلفائے راشدین عشرہ مبشرہ اور

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لَا تَکْذِبُوْا عَلَیَّ فَاِنَّہٗ مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ فَلْیَلِجِ النَّارَ [1]

مجھ پر جھوٹ مت باندھو کیونکہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا جہنم میں جائے گا۔

ان چھ افراد خاص میں ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے راضی گئے صحابہ کرام کی صف اول کے علماء ربانیین اور دنیا کے بہادروں میں سب سے یکتا ہیں۔ یہی وہ بطل جلیل ہیں جنھوں نے ابن عبد ودّ کو قتل کیا اور خیبر میں مرحب کو خاک و خون میں ملا کر خیبر فتح فرمایا۔ جنگ اُحد میں انتہائی نازک وقت میں بھی ساتھ ساتھ رہے اس غزوہ میں سولہ زخم کھائے مگر قدم میں لغزش نہ ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد باتفاق تمام اہل حل وعقد ۳۵ھ میں ذوالحجہ میں خلیفہ منتخب ہوئے۔ تین ماہ کچھ دن کم پانچ سال تک مسند آرائے خلافت رہے۔ اٹھارہ رمضان المبارک ۴۰ھ میں نماز فجر کیلئے جاتے ہوئے مسجد کوفہ میں عبدالرحمٰن بن ملجم نے سر اقدس پر زہر آلود تلوار ایسی ماری کہ دماغ تک پہونچ گئی۔ تیسرے دن بیس رمضان کو اسی صدمے سے وصال فرمایا۔ سبطین کریمین اور عبداللہ بن جعفر طیار نے غسل دیا۔ حضرت امام حسن نے نماز جنازہ پڑھائی۔ برادوت صحیح کوفے ہی میں مدفون ہوئے۔ عمر مبارک تریسٹھ سال کی ہوئی۔ حضرت علی سے پانچ سو چھیاسی حدیثیں مروی ہیں۔ بخاری اور مسلم دونوں نے بائیس۔ اور تنہا بخاری نے اور پندرہ صرف مسلم نے ذکر کی

(۳) علم دین اور اسکی نشر واشاعت کے فضائل بیان کرنے کے بعد ضروری تھا کہ جہل بنام علم کے مفاسد اور اس پر جو وعیدیں وارد ہیں ان کو بھی بیان کر دیا جائے۔ اس لئے کہ علم سے جتنا نفع نہیں ہوتا، جہل بصورت علم سے کہیں زیادہ نقصان پہونچاتا ہے۔

اس سلسلے میں سب زیادہ اہمیت احادیث کی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات، دین ہیں اب اگر کوئی فتنہ پرور اپنی کسی بات کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے یہ کہے کہ یہ حضور اقدس کا ارشاد ہے۔ تو اس سے دین میں کتنا بڑا رخنہ پیدا ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں احادیث کے یاد کرنے، انکی نشر واشاعت کی زیادہ سے زیادہ ترغیب دی ہے وہیں حدیثیں گڑھ کر آنحضور کی طرف منسوب کرنے کی بشدت ممانعت فرمائی ہے۔ اور اس پر سب سے بڑے عذاب جہنم کی وعید فرمائی ہے اس اہمیت کے پیش نظر امام بخاری نے اس مضمون کی پانچ احادیث پانچ صحابہ سے مروی یہاں ذکر کیں۔

**حدیث گڑھنا بہر حال حرام ہے** (۴) جھوٹی حدیثیں وضع کرنی بہر حال حرام قطعی واشد کبیرہ ہے۔ خواہ وہ بفائد

[1] یہ حدیث امام مسلم نے مقدمہ ترمذی نے علم میں (۱۸) مناقب میں نسائی نے علم میں ابن ماجہ نے سنت میں امام احمد نے مسند میں بھی ذکر کیا ہے۔

## ۷۷ حدیث ایضاً

عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ لِلزُّبَيْرِ اِنِّیْ لَا

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں نے (اپنے والد) زبیر سے کہا

کی ہوں خواہ احکام کی خواہ وہ فضائل ومناقب کی ہوں، خواہ ترغیب وترہیب کی یہ علم ہوتے ہوئے کہ یہ حدیث موضوع ہے اس کے موضوع ہونے کو ظاہر کئے بغیر اسے بیان کرنا بھی حرام ہے۔

**وضع کا حکم لگانے میں احتیاط لازم ہے** ⑤ جس طرح حدیث گڑھنا حرام ہے اسی طرح کسی حدیث کا انکار بھی گمراہی ہے۔ اس لئے اس معاملے میں دونوں طرف کافی احتیاط کی ضرورت ہے۔ علمائے سلف ان تمام کاموں سے فارغ ہو چکے اب ہم پر ان کی اتباع لازم ہے۔ علامہ عینی نے یہاں یہ بھی تاکید فرمائی ہے۔ احادیث پوری صحت کیساتھ پڑھی جائیں ان میں نحوی صرفی لغوی غلطی نہ ہو جتنے نام ہوں صحیح پڑھے جائیں ورنہ اندیشہ ہے کہ وہ بھی اس وعید میں داخل نہ ہو جائے۔ اسی طرح حرف کو صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کرے ورنہ اس وعید میں ضرور داخل ہوگا اگر معنی فاسد ہوگئے ورنہ اندیشہ بہرحال ضرور ہے۔

**فلیلج النار کی توجیہ** ⑥ فلیلج النار صیغۂ امر خبر کے معنی میں ہے یعنی اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ جہنم میں جائے گا اس کی موید مسلم شریف کی روایت بطریق غندر عن شعبہ ہے جسمیں فرمایا۔

مَنْ يَكْذِبْ عَلَيَّ يَلِجِ النَّارَ۔ جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا جہنم میں جائیگا۔

نیز ابن ماجہ بطریق شریک عن منصور کی روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے جس میں یوں ہے کہ فرمایا۔

اَلْكَذَّابُ عَلَيَّ يُوْلِجُ النَّارَ۔ مجھ پر جھوٹ باندھنا جہنم میں داخل کرے گا۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ بد دعا ہے۔

## تشریحات ⑦⑦

**زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ** ① یہ حضرت خدیجہ کے چچا عوام کے بیٹے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے صاحبزادے سابقین اولین اور عشرہ مبشرہ اور ان چھ نفوس قدسیہ میں سے ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی رہتے ہوئے دنیا سے تشریف لے گئے۔ سولہ سال کی عمر میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ کے ہاتھ پر بالکل ابتدا میں جب کہ تین یا چار حضرات مشرف باسلام ہوئے تھے۔ ایمان قبول فرمایا۔

اُبیہ ان کے چچا چٹائی میں لپیٹ کر دھونی دیتے۔ مگر یہ فرماتے ہیں ہرگز کافر نہ ہوں گا۔ سب سے پہلے راہ خدا میں انھوں نے اپنی تلوار نیام سے نکالی۔ ہوا یہ کہ ایک بار مکے میں دشمنوں نے مشہور کر دیا کہ رسول اللہ گرفتار کر لئے گئے یہ سنتے ہی تلوار نیام سے کھینچ کر لوگوں کی بھیڑ چیرتے ہوئے نکلے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکے کے بالائی حصے میں تھے۔ جب حاضر خدمت ہوئے پوچھا کیا بات ہے؟ واقعہ عرض کیا حضور نے ان کے لئے اور ان کی تلوار کے لئے دعا فرمائی دونوں ہجرتیں کیں۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور بہت نمایاں معرکے سر کئے۔ غزوۂ خندق میں ایک رات سخت سردی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی ہے جو دشمنوں کا حال معلوم کر کے آئے۔ تین بار فرمایا۔ مگر کوئی تیار نہیں ہوا۔ تیسری بار یہ آمادہ ہو گئے۔ اور دشمن کے کیمپ میں جا کر حال معلوم کر کے آئے اس وقت ارشاد فرمایا۔

لکل نبی حواریون وحواری الزبیر۔ ہر نبی کے کچھ خاص معتمد مددگار ہوتے ہیں اور میرا خاص معتمد مددگار زبیر ہے۔

غزوۂ اُحد میں یہ بھی ان چودہ جاں نثاروں میں تھے جو شمع رسالت کے لئے حصار بنے رہے۔

جنگ جمل میں حضرت علی کے مقابل تھے ایک بار آمنا سامنا ہوا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ ارشاد یاد دلایا۔ اے زبیر تم ایک دن علی سے لڑو گے اور تم ظالم ہو گے یہ سنتے ہی میدان جنگ سے چل پڑے۔ بصرہ کے قریب ہی وادی سباع کے ایک گاؤں سفوان میں پہونچ کر نماز پڑھ رہے تھے کہ عمرو بن جرموز التیمی نے چپکے سے پیچھے سے نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ حضرت علی کی خدمت میں عمرو ان کی تلوار لے کر حاضر ہوا اور کہا میں نے زبیر کو قتل کر دیا حضرت علی نے فرمایا یہ تلوار مدت دراز تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مصائب دور کرتی رہی۔ ابن صفیہ کے قاتل کو جہنم کی بشارت[1] ہو۔ عمرو نے کہا اے علی آپ کی ذات مسلمانوں میں عجب وغریب ہے آپ کا دوست بھی جہنمی اور دشمن بھی جہنمی۔ اس وقت وہیں دفن کر دیئے گئے۔ بعد میں منتقل کر دیے گئے۔ بصرہ میں مزار مبارک مشہور ومعروف ہے ۳۶ھ میں شہادت ہوئی۔ باسٹھ سال کی عمر پائی۔

اغنیاء صحابہ میں سے تھے۔ وفات کے وقت کروڑوں نقد ترکہ چھوڑا تھا۔ ان سے اڑتیس حدیثیں مروی ہیں۔ دو متفق علیہ اور سات افراد بخاری سے ہیں۔

(۲) ابن ماجہ میں خاص عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام مذکور ہے۔

---

[1] اسد الغابہ

أَسْمَعُكَ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہوئے آپ کو نہیں سنتا جیسا کہ

يُحَدِّثُ فُلَانٌ وَفُلَانٌ قَالَ أَمَا إِنِّي لَمْ أُفَارِقْهُ وَلَكِنْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ

فلاں اور فلاں بیان کرتے ہیں زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا سنو! میں رسول اللہ سے (سفر حضر میں) جدا نہ رہا لیکن

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ علہ (۸) حدیث۔ ایضاً۔ قَالَ

میں نے حضور کو یہ فرماتے سنا جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

أَنَسٌ إِنَّهُ لَيَمْنَعُنِي أَنْ أُحَدِّثَكُمْ حَدِيثًا كَثِيرًا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا مجھے بہت زیادہ حدیثیں بیان کرنے سے یہ بات روکتی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ علہ

وسلم نے فرمایا جو قصداً مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

**حضرت زبیر کے حضور سے رشتے** (۳) زبیر بن بکار نے کتاب النسب میں اسے یوں روایت کیا کہ عبداللہ بن زبیر نے فرمایا مجھے اپنے والد حضرت زبیر کے حدیث کم بیان کرنے سے تکلیف تھی اس کو میں نے ان سے پوچھا تو فرمایا۔ اے بیٹے میرے اور حضور کے مابین جو رشتہ ہے وہ تم جانتے ہو۔ انکی پھوپھی صفیہ میری ماں ہیں اور انکی زوجہ خدیجہ میری پھوپھی اور ان کی والدہ آمنہ اور میری دادی ہالہ بنت وہیب بہن ہیں۔ تمہاری ماں اور ان کی اہلیہ عائشہ بہن ہیں لیکن چونکہ میں نے حضور سے ایسا سنا ہے اس لئے حدیث کم بیان کرتا ہوں

**حضرت زبیر کی احتیاط کا نکتہ** (۴) حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ کثرت سے حدیثیں بیان کرنے میں خطا کا اندیشہ ہے اس لئے میں احتیاط کرتا ہوں۔ اگرچہ حرام وگناہ بالقصد جھوٹ باندھنا ہے اور سہواً یا خطاً اگر جھوٹ صادر ہو جائے تو معاف ہے مگر جب کسی کو کثرت سے حدیث بیان کرنے میں خطا کا اندیشہ ہو تو ضرور بکثرت احادیث بیان کرنا ممنوع ہے۔ اس میں بڑا فساد یہ ہے کہ لوگ ثقہ کی روایت پر اعتماد کرکے اسے قبول کریں گے اس کے مطابق اعتقاد رکھیں گے اس پر عمل کریں گے حالانکہ یہ اعتقاد وعمل ایسی بات پر ہوگا جو شارع نے نہیں فرمایا۔ اسی لئے محتاط صحابہ نے کثرت سے احادیث بیان کرنے سے پرہیز فرمایا رہ گئے مکثرین تو انھیں اپنے حافظہ پر اعتماد

علہ اسے ابوداؤد اور نسائی نے علم میں اور ابن ماجہ نے سنت میں ذکر کیا ہے علہ اسے امام مسلم اور نسائی نے بھی علم میں ذکر کیا ہے۔

## (۷۹) حدیث۔ ایضاً

عَنْ سَلَمَةَ هُوَ ابْنُ الْاَكْوَعِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا

يَقُوْلُ، مَنْ يَّقُلْ عَلَيَّ مَالَمْ اَقُلْ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔

جس نے میری طرف منسوب کرکے وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے

اور وثوق تھا بیان کرنے میں انھیں خطا کا اندیشہ نہ تھا۔ اس لئے بیان فرمایا۔ یا یہ کہ انکی عمریں زیادہ ہوئیں نئے نئے حوادث اور واقعات پیدا ہوئے۔ اور لوگوں نے ان سے سوالات کئے اور عند السوال کتمان علم حرام۔ اس سے بچنے کے لئے انھوں نے جو یاد تھا فرمادیا۔

**حضور پر بالقصد جھوٹ باندھنا حرام ہے** (۵) یہاں متعمداً نہیں لیکن ابن ماجہ اور اسماعیلی کی روایت میں متعمداً ہے۔ اور یہ طے ہے کہ وعید اسی صورت میں ہے جبکہ قصداً جھوٹ باندھا جائے۔ اس پر اجماع امت ہے کہ اس بارے میں بھی خطا وسہو معاف ہے۔

## تشریحات (۷۹)

**سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ** (۱) یہ بہت ممتاز بہادر ماہر تیر انداز اور فاضل تھے۔ بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے انہوں نے تین بار بیعت کی۔ شروع میں۔ درمیان میں۔ اخیر میں۔ یہی وہ بزرگ ہیں کہ ان سے بھیڑیئے نے کلام کیا۔ ہوا یہ کہ انھوں نے ایک بھیڑیئے کو دیکھا کہ وہ ایک ہرن پکڑے ہوئے ہے انھوں نے بھیڑیئے کا پیچھا کیا۔ اور اس سے ہرن چھین لیا۔ اس پر بھیڑیئے نے کہا تجھے خرابی ہو میرا اور تیرا کیا حال ہے۔ اللہ نے مجھے رزق دیا تو نے اسے چھین لیا۔ حالانکہ وہ تیرا مال نہیں۔ یہ سن کر انھوں نے کہا اے اللہ کے بندو یہ کتنی عجیب بات ہے کہ بھیڑیا کلام کررہا ہے۔ اس پر بھیڑیئے نے کہا اس سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ کھجوروں میں اللہ کے رسول ہیں جو تم کو اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے ہیں اور تم بتوں کی عبادت پر مُصر ہو۔ یہ سن کر سلمہ خدمت اقدس میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوگئے۔

مشکوۃ میں بھی ایک بھیڑیئے کے کلام کرنیکا واقعہ ہے جسمیں یہ ہے کہ ایک یہودی چرواہے کیساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ اور بھیڑیئے نے یہ کہا اس سے زیادہ حیرت انگیز یہ ہے کہ ایک صاحب ان دونوں سنگستانوں کے درمیان نخلستان میں ہیں۔ جو تم کو ان تمام باتوں کی خبر دیتے ہیں جو گذر چکا اور ان تمام باتوں کی بھی جو تمہارے بعد ہوں گی اس یہودی نے خدمت میں آکر بتا دیا اور مسلمان ہوگیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کی اور

## ⑧۰ حدیث ایضاً

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ قَالَ تَسَمَّوْا بِاسْمِیْ وَلَا تَکْتَنُوْا بِکُنْیَتِیْ وَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ

میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو جس نے مجھے خواب میں دیکھا تحقیق اس نے بلاشبہ مجھے

فرمایا۔ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ انسان جب اپنے گھر واپس ہوگا تو اس کے جوتے اور اس کا کوڑا بتائے گا کہ تمہارے گھر سے جانے کے بعد گھر والوں نے کیا کیا علہ۔

حضرت سلمہ نے مدینہ طیبہ میں ۷۴ھ میں اسی سال کی عمر پاکر وصال فرمایا۔ ان سے ستہتر حدیثیں مروی ہیں۔ سولہ متفق علیہ پانچ افراد بخاری اور نو افراد مسلم سے ہیں۔

(۲) بخاری میں بیس سے زائد ایسی احادیث ہیں جن کو ثلاثیات کہتے ہیں یعنی ان کی سندیں بہت مختصر ہیں۔ امام بخاری اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مابین صرف تین راوی ہیں۔ یہ حدیث ثلاثیات میں سب سے اعلیٰ ہے۔

**روایت بالمعنی** (۳) جو لوگ روایت بالمعنی جائز نہیں مانتے وہ لوگ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اسلئے کہ قول لفظ و معنی کے مجموعے کو کہتے ہیں اگر لفظ بدل گیا تو بعینہ وہی قول نہ رہا۔ لیکن جمہور روایت بالمعنی کو جائز مانتے ہیں۔ اور یہی صحیح ہے۔ اور اس حدیث کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ لفظ ایسا بدل دے کہ معنی کچھ کے کچھ ہو جائیں یہ حرام ہے اس اختلاف کے باوجود سب کا اس پر اتفاق ہے کہ روایت باللفظ اولیٰ ہے۔

## تشریحات ⑧۰

**لغات** (۱) کسی چیز کے خاص نام سے اگر تعریف یا برائی ظاہر ہو تو اسے لقب کہتے ہیں جیسے صدر الشریعہ مفتی اعظم ہند ورنہ اگر اس کے شروع میں اب یا ام ہو تو کنیت ہے۔ جیسے ابوبکر ابوحفص۔ ورنہ نام ہے جیسے عمر، عثمان۔ شیطان یا تو شاط بمعنی ھلک سے مشتق ہے اس تقدیر پر یہ فعلان کے وزن پر ہوگا اس میں الف نون زائد تا ان ہوں گے اور یہ غیر منصرف ہوگا یا شیطن بمعنی بعد سے مشتق ہے تو یہ فیعال کے وزن پر ہوگا اسکا نون اصلی ہوگا اس تقدیر پر یہ منصرف ہوگا۔ جن۔ انسان، جانوروں میں جو سرکش متمرد موذی ہو اسے شیطان کہتے ہیں۔ یہاں مراد مشہور و معروف شیطان ہے۔

علہ مشکوٰۃ، معجزات، فصل ثانی ص۵۱۲

فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ ۔ وَمَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّاْ

دیکھا۔ اس لئے کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا اور جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے وہ اپنا

مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ ؎۱

ٹھکانا جہنم بنالے

## نام نامی اور کنیت کا حکم

(۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ تک یہ حکم تھا کہ نام نامی اور کنیت مبارکہ ابوالقاسم کسی کی رکھنی جائز نہیں اس کا سبب یہ تھا کہ یہود ابوالقاسم کنیت رکھتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتے تو پکارتے "اے ابوالقاسم" جب متوجہ ہوتے تو کہتے آپ کو نہیں بلایا ہے۔ چنانچہ صحیحین اور ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضور کو دیکھ کر کہا۔ اے ابوالقاسم۔ جب حضور متوجہ ہوئے تو اس گستاخ نے کہا۔ آپ کو نہیں۔ فلاں کو بلایا تھا۔ اس پر فرمایا میرے نام پر نام رکھو کنیت نہ رکھو اس لئے منع کردیا گیا۔ نام نامی پر نام رکھنے کی حیات مبارکہ میں بھی اجازت تھی مگر ابوداؤد شریف میں ہے کہ فرمایا

مَنْ تَسَمّٰی بِاسْمِیْ فَلَا یَتَکَنّٰی بِکُنْیَتِیْ وَمَنْ تَکَنّٰی بِکُنْیَتِیْ فَلَا تَسَمَّ بِاسْمِیْ ۔

اگر میرا نام رکھو تو میری کنیت مت رکھنا اور اگر میری کنیت رکھو تو میرا نام مت رکھنا۔

نیز ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی اَنْ یُّجْمَعَ ۔ بین اسمہ وکنیتہ ویسمی محمداً ابا القاسم۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نام اور کنیت جمع کرنے سے منع فرمایا اور اس سے بھی کہ جس کا نام محمد ہو اسکی کنیت ابوالقاسم رکھی جائے

اس سے ظاہر ہے کہ دونوں جمع کرنا ممنوع تھا صرف محمد نام رکھنا یا صرف ابوالقاسم کنیت رکھنے کی ممانعت نہ تھی۔ اور بخاری کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نام رکھنے کی اجازت تھی اور ممانعت کنیت رکھنے کے ساتھ خاص تھی۔ اس قسم کا جو بھی حکم تھا یہ صرف حیات مبارکہ ہی تک محدود تھا بعد وصال نام نامی اور کنیت مبارکہ دونوں کو جمع کرنا خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے ثابت ہے جیسا کہ ابوداؤد میں ہے کہ حضرت علی نے عرض کیا یارسول اللہ اگر حضور کے بعد میرے لڑکا پیدا ہو تو اس کا نام حضور کے نام پر اور اس کی کنیت حضور کی کنیت پر رکھوں۔ فرمایا۔ اجازت

---

؎۱ اسے امام بخاری نے ادب، باب من سمی باسماء الانبیاء میں بھی اور امام مسلم نے مقدمہ میں صرف اخیر کا حصہ ذکر کیا ہے

؎۲ بخاری، مناقب کنیۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ مسلم النھی عن التکنی بابی القاسم۔ ترمذی کراھیۃ الجمع بین اسم النبی وکنیتہ ؎۳ کراھیۃ الجمع بین اسم النبی وکنیتہ ؎۴ ادب۔ من رای لا یجمع بینھما۔ ؎۵ ادب الرخصۃ فی الجمع بینھما۔

ہے۔ چنانچہ حضرت علی نے محمد بن حنفیہ کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم رکھی۔

**خواب میں زیارت** (۳) یہ حدیث اس کی دلیل ہے جو بیدار بخت خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اس نے حضور ہی کی زیارت کی۔ حضور کی زیارت کا مطلب یہ ہے کہ جو حلیۂ مبارکہ منقول ہے اس کے مطابق دیکھے۔ اس لئے شائقین زیارت کو لازم ہے کہ حلیہ مبارکہ یاد رکھیں۔ جس طرح شیطان حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت نہیں بنا سکتا اسی طرح کسی نبی کی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ اس لئے خواب میں اگر کسی نبی کی زیارت ہو اور ان کے منقول حلیے کے مطابق تو اس نے واقعی اس نبی کی ہی زیارت کی۔ یہ حدیث مَن کذب عَلَیَّ الخ صحیح یہ ہے کہ متواتر ہے۔ علامہ عینی اور علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ سو صحابہ سے مروی ہے۔ امام نووی سے منقول ہے کہ دو سو صحابہ سے مروی ہے۔ اگرچہ بعض میں یہ خاص وعید نہیں۔ امام بخاری نے یہاں پانچ صحابہ سے روایت کی ان کے علاوہ جنائز میں مغیرہ بن شعبہ سے اخبار بنی اسرائیل میں، عبد اللہ بن عمرو سے مناقب میں واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت کی۔

علامہ ابن حجر کی تحقیق کے مطابق مندرجہ ذیل احادیث بھی متواتر ہیں۔ (۱) من بنی للہ مسجداً بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ۔ (۲) مسح خفین (۳) رفع یدین۔ (۴) حدیث شفاعت (۵) حدیث حوض (۶) حدیث رویت باری (۷) الائمۃ من قریش (۸) حدیث مسواک۔ مگر ان میں حصر نہیں۔ اسکے علاوہ اور بھی احادیث متواتر ہیں۔

**حسن ترتیب** امام بخاری نے پہلے حضرت علی کی حدیث ذکر کی جو مقصود باب ہے پھر حضرت زبیر کی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام حضور کی طرف غلط بات منسوب کرنے سے کتنا ڈرتے تھے۔ اور کتنا بچتے تھے۔ مگر اس سے بظاہر یہ شبہہ ہوتا تھا کہ بکثرت احادیث بیان کرنا مذموم ہے اس کے ازالے کے لئے حضرت انس کی حدیث ذکر کی جو مکثرین حدیث میں سے ہیں۔ جس سے یہ بات صاف ہوگئی کہ تکثیر حدیث اس وقت ممنوع ہے۔ جب کہ خطا کا احتمال ہو ورنہ محمود و مامور ہے۔ پھر ختم حضرت ابو ہریرہ کی حدیث پر فرمایا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور پر جھوٹ باندھنا بہر حال منع ہے۔ خواہ جھوٹ یوں ہی باندھے کہ بیداری میں فرمایا خواہ یوں کہ خواب میں فرمایا۔ التزاماً یہ ثابت ہوگیا کہ جس نے خواب میں زیارت نہیں کی اور پھر کہے کہ میں نے زیارت کی یہ بھی حرام ہے کہ یہ بھی ایک طرح کا جھوٹ باندھنا ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

## (۸۱) حدیث۔ ھل عندکم کتاب

عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ قَالَ قُلْتُ لِعَلِیٍّ ھَلْ عِنْدَکُمْ کِتَابٌ قَالَ لَا اِلَّا کِتَابُ

ابو جحیفہؓ نے کہا میں نے حضرت علی سے پوچھا کیا آپ کے پاس کوئی کتاب ہے؟ فرمایا نہیں[1] صرف

اللّٰہِ اَوْ فَھْمٌ اُعْطِیَہٗ رَجُلٌ مُسْلِمٌ اَوْ مَا فِیْ ھٰذِہِ الصَّحِیْفَةِ قَالَ قُلْتُ

کتاب اللہ یا دانائی جو مسلمان کو عطا کی گئی یا جو اس صحیفے میں ہے۔ میں نے پوچھا اس میں کیا ہے؟

وَمَا فِیْ ھٰذِہِ الصَّحِیْفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفِکَاکُ الْاَسِیْرِ وَلَا یُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِکَافِرٍ[1]

فرمایا عقل (دیت کے احکام) اور قیدی آزاد کرنے (کی ترغیب) اور یہ ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔

## تشریحات (۸۱)

**ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ** (۱) پہلا حرف جیم مضموم پھر حاء مفتوح۔ ان کا نام وہب بن عبداللہ سوائی ہے۔ یہ کوفے کے باشندے صغار صحابہ میں سے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ابھی بالغ بھی نہیں ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت خاص اور معتمد تھے۔ حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں رہے۔ ان کو کوفے کے بیت المال کا امین بنایا تھا ۷۲ھ میں وصال فرمایا ان سے پینتالیس احادیث مروی ہیں۔ دو بخاری اور مسلم دونوں نے۔ دو صرف بخاری نے اور تین صرف مسلم نے روایت کی ہیں۔

**شیعوں کی تردید** (۲) شیعہ یہ گمان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کو کچھ خاص وحی کے اسرار مکتوب کی شکل میں عطا فرمایا ہے جس کی کسی کو خبر نہیں۔ اس پر جحیفہ نے یہ سوال کیا تھا۔ ان کے علاوہ حضرت علی سے یہ سوال قیس بن عباد اور اشتر نخعی نے بھی کئے تھے۔ سب کو یہی جواب ملا۔ البتہ صحیفے کی تفصیل میں کچھ زیادتی کہیں کہیں ہے اس صحیفے سے مراد ایک مکتوب ہے۔ جسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تلوار کی نیام میں رکھتے تھے اس میں ان تین باتوں کے علاوہ اور بھی لکھا ہوا تھا۔ مثلاً یہ کہ مدینہ بھی حرم ہے۔ جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کرے اس پر اللہ کی لعنت۔ مومن کے خون مساوی ہیں۔ اس کے ذمے کو پورا کرنے کے لئے ادنیٰ بھی کوشش کرے گا۔ زکوٰۃ کی مقدار۔ چونکہ سوال سے یہ مقصود تھا کہ آپ کے پاس کوئی مخصوص کتاب ہے جس میں وہ اسرار ہوں جس کی کسی کو خبر نہیں

---

[1] ایضاً بخاری الجہاد۔ فکاک الاسیر، دیت، لایقتل مسلم بکافر، عاقلہ، ابوداؤد، دیات (۱۱ و ۱۴) ترمذی دیات (۱۶) نسائی قسامہ (۹ و ۱۴) ابن ماجہ دیات (۲۱) دارمی (۵) مسند امام احمد۔

## (۸۲) حدیث۔ حضرت ابوہریرہؓ کثیر ین حدیث میں سے ہیں

سَمِعْتُ اَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ مَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں صحابہ میں کوئی مجھ سے زیادہ حدیث والا نہیں

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ اَكْثَرُ حَدِيْثًا عَنْهُ مِنِّيْ اِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ

سوائے عبداللہ بن عمرو کے

فرمایا ایسی کوئی کتاب میرے پاس نہیں۔ یہ ایک مکتوب ہے مگر اس میں راز کی کوئی بات نہیں جو سب مسلمان جانتے ہیں وہی باتیں اس میں ہیں۔ راویوں کو جو یاد رہا بیان کر دیا۔ اسی سے روافض کے اس قول کی بھی تردید ہو گئی۔ جو وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید محرف ہے اس میں اعراب بدل دیے گئے ہیں۔ آیتوں کو آگے پیچھے کر دیا گیا ہے اور اس کے کچھ حصے حذف کر دیے گئے اصل قرآن غیر محرف مکمل حضرت علی کے پاس تھا۔ جو ان کے بعد دست بدست ائمہ معصومین کے پاس رہا۔ جسے امام غائب لیکر "سر من رای" کے غار میں غائب ہو گئے۔ کہ اگر حضرت علی کے پاس کوئی اور قرآن ہوتا تو وہ اپنے ان مخصوص معتمدین کو ضرور بتا دیتے۔

(۳) العقل۔ اس سے مراد، دیت ہے یعنی خونبہا قتل کا معاوضہ عَقَلٌ کے معنی رسّی سے اونٹ باندھنا۔ چونکہ دیت کے اونٹ لاکر مقتول کے گھر باندھے جاتے تھے۔ اسی مناسبت سے دیت کو عقل اور جن لوگوں پر دیت واجب ہوتی ہے ان کو عاقلہ کہتے ہیں۔ اس کی پوری تفصیل کتاب الدیات میں آئے گی۔

## تشریحات (۸۲)

**حدیث لکھنے کی ابتدا** حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث لکھنے کی اجازت طلب کی حضور نے اجازت دیدی۔ اسلئے وہ لکھا کرتے تھے اور زبانی بھی یاد کرتے تھے انھوں نے فرمایا میں نے ہزار حدیث یاد کی ہے۔ مگر اس کے باوجود حضرت ابوہریرہ سے پانچ ہزار تین سو حدیثیں مروی ہیں اور ان سے آٹھ سو حضرات نے حدیث حاصل کی اور عبداللہ بن عمرو سے صرف سات سو مروی ہیں۔ اسکا سبب یہ ہے کہ یہ کچھ دن طائف میں رہے اور پھر مصر جا بسے تھے۔ علاوہ ازیں یہ عبادت میں زیادہ وقت گذارتے تھے وہاں اس کا موقع کم تھا۔ شارحین نے ایک سبب یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو، کو اہل کتاب کی کچھ کتابیں مل گئی تھیں وہ اس کا مطالعہ کرتے اور لوگوں سے بیان کرتے اس لئے تابعین کی ایک جماعت نے ان سے حدیث اخذ کرنا ترک کر دیا۔ اور حضرت ابوہریرہ مدینہ طیبہ ہی

بن عمرو فانہ کان یکتب ولا اکتب علہ

اس لئے کہ وہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔

## حدیث قرطاس (۸۲)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لما اشتد بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجعہ قال ائتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لا تضلوا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرض سخت ہوگیا۔ تو فرمایا لکھنے کا سامان لاؤ میں ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم لوگ گمراہ نہ ہوسکو۔

میں رہتے تھے۔ جو اس زمانے میں علم حدیث کے شائقین کا مرجع اعظم تھا نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکا حافظہ اتنا قوی فرمادیا تھا کہ جو سنتے کبھی نہ بھولتے جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔ اس لئے عبداللہ بن عمرو کے پاس لکھنے کے باوجود اتنا ذخیرہ نہ جمع ہوسکا جو ان کے حافظے میں موجود تھا۔ رہ گیا حضرت ابوہریرہ کا یہ فرمانا کہ وہ مجھ سے زیادہ حدیث والے ہیں یہ انھوں نے اپنے اندازے کے مطابق فرمایا۔ ان کا اندازہ یہی تھا۔ کہ میں صرف یاد رکھتا ہوں اور وہ لکھتے بھی ہیں۔ اور زبانی یاد بھی کرتے ہیں تو ان کے پاس زیادہ حدیثیں ہوں گی۔

حضرت ابوہریرہ نے یہ عہد نبوی کی بات کی ہے ورنہ بعد میں انھوں نے بھی حدیث لکھنا شروع کردیا تھا جس کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ جیسا کہ فتح الباری میں ابن وہب کے حوالے سے ہے حسین ابن عمرو بن امیہ نے کہا حضرت ابوہریرہ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور بہت سی کتابیں دکھائیں اور فرمایا دیکھو یہ میرے یہاں لکھی ہوئی رکھی ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں احادیث کا قلمبند کرنا شروع ہوچکا ہے اس کے علاوہ اور بھی طریقوں سے ثابت ہے اسکی تفصیل مقدمہ میں گذر چکی۔

## تشریحات (۸۳)

**تکمیل** (۱) یہ حدیث اسکے علاوہ بخاری میں سات جگہ وارد ہے ان سب روایتوں کا ماحصل یہ ہے۔ کہ وصال سے چار دن قبل، جمعرات کو مرض میں بہت شدت ہوگئی اسی حالت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا کہ لکھنے کا سامان لاؤ۔ میں ایسی بات لکھوادوں یا لکھدوں جسکے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوسکو۔ مرض کی شدت

علہ ترمذی علم، مناقب، نسائی مناقب

بَعْدَ لَا قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت عمر نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بیماری کا غلبہ ہے۔

غَلَبَہُ الْوَجَعُ وَعِنْدَنَا کِتَابُ اللّٰہِ حَسْبُنَا۔ فَاخْتَلَفُوْا وَکَثُرَ اللَّغَطُ قَالَ قُوْمُوْا

اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب (قرآن) موجود ہے جو کافی ہے۔ اس پر حاضرین میں اختلاف ہوا اور باتیں بڑھیں۔ تو فرمایا

سے جو حال تھا اس کے پیش نظر حضرت عمر نے فرمایا اللہ کی کتاب ہمیں کافی ہے اس پر اختلاف ہوا کچھ لوگ کہتے تھے۔ کہ سامان کتابت لایا جائے اور کچھ لوگ کہتے تھے کہ نہیں کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا کیا حضور نے ہمیں چھوڑ دیا۔ حضور سے پوچھو۔ آپس کی تکرار سے حضور کو تکلیف ہوئی اور فرمایا۔ تم لوگ چلے جاؤ۔ مسند[1] امام احمد میں ہے کہ یہ خطاب عام نہ تھا خاص حضرت علی سے فرمایا تھا کہ سامان کتابت لاؤ۔ ایک روایت دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔ اس سے ثابت کہ ان روایات میں لفظ اگرچہ عام ہے مگر یہاں بھی مخاطب حضرت علی ہی ہیں۔

**شبہات اور جوابات** (۲) اس حدیث میں دوسرے مقامات پر لفظ اھجر، استفھموہ کے ساتھ وارد ہے ھجر کے معنی سرسامی کیفیت کے بھی ہیں۔ روافض نے زور باندھا ہے کہ اس کے معنی یہی ہیں۔ کہ حاضرین نے کہدیا کہ حضور کو سرسام ہوگیا۔ ہذیانی حالت ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ اسے زبردستی حضرت عمر کے سر تھوپ دیا کہ انھوں نے یہ کہدیا۔ اس سلسلے میں جتنی روایتیں ہیں کسی میں حضرت عمر کی طرف یہ قول منسوب نہیں سب میں یہی ہے۔ قالوا۔ غور کرنے کی یہ بات ہے جو کچھ حضرت عمر نے کہا اسے قال عمر سے بیان کیا۔ اگر یہ بھی حضرت عمر کا مقولہ ہوتا تو کیا چیز مانع تھی کہ حضرت ابن عباس اسے جرأت کے ساتھ نہ بیان فرماتے کہ حضرت عمر نے یہ کہا حضرت عمر کے قول کو قال عمر سے اور اُسے قالوا سے تعبیر کرکے یہ بتا دیا کہ یہ حضرت عمر کا قول نہیں تھا۔ دیگر حاضرین میں سے کسی نے یہ کہا تھا۔ روافض برسہا برس سے تلاش کر رہے ہیں کہ کہیں مل جائے کہ یہ عمر کا قول ہے مگر اب تک تو ملا نہیں آئندہ کیا ملے گا۔ رہ گیا یہ کہ یہاں ھجر کے معنی ہذیان کے ہیں یا چھوڑنے کے۔ اس کا فیصلہ۔ استفھموہ نے کر دیا۔ یعنی حضور سے پوچھو۔ جس پر ہذیانی کیفیت طاری ہو اس سے پوچھنے کے کیا معنی؟ اس لئے یہاں متعین ہے کہ ھجر کے معنی چھوڑنے ہی کے ہیں یعنی جب حضور نے یہ فرمایا تو حاضرین نے یہ سمجھ لیا کہ یہ جدائی کی طرف اشارہ ہے ان پر قیامت ٹوٹ پڑی اور بیقراری میں کہنے لگے سرکار سے دریافت کرو کیا حضور نے ہمیں چھوڑ دیا۔ کہ ایسا ارشاد فرما رہے ہیں۔ مستقبل قریب میں جس کا ظہور متیقن ہوتا ہے۔ اسے ماضی سے تعبیر کرنا عام بات ہے۔ اس لئے ماضی کا صیغہ استعمال ہوا۔

---

[1] عینی ص ۱۷۱ ج ۲

رہ گئی یہ بات کہ حضور کے حکم تعمیل نہیں کی گئی اور بالخصوص حضرت عمر نے نہیں ہونے دی۔ اس پر گذارش یہ ہے کہ جب فاروق اعظم نے عرض کیا کتاب اللہ حسبنا اور حضور نے دوبارہ طلب نہیں فرمایا تو یہ دلیل ہے کہ حضرت عمر کی بات قبول ہوگئی اور اب وہ حکم باقی نہ رہا۔ ورنہ اولاً حضرت عمر کے اس عرض "کتاب اللہ حسبنا" کے بعد بھی اگر اس حکم کی تعمیل فرض تھی تو جب کہ یہ خطاب خاص حضرت علی سے تھا تو انھوں نے کیوں اس کی تعمیل نہیں کی۔ ثانیاً خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوبارہ کیوں نہیں فرمایا کہ نہیں پھر بھی لاؤ۔ ثالثاً اس وقت حضرت عمر کا بغرض غلط خوف تھا تو اس کے بعد چار دن تک حضور حیات ظاہری کیسا تھ رہے۔ حضرت عمر کے جانے کے بعد کیوں نہیں لکھوا دیا۔ رابعاً لازم آئے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرض تبلیغ کی ادائے گی میں کوتاہی کی بلکہ لازم آئے گا کہ پورا دین امت تک نہیں پہنچایا خامساً جبکہ پورا دین امت کو زبانی سکھا دیا تو کیا مانع درپیش تھا کہ اس اہم بات کو بھی زبانی ہی نہ فرمادیا۔ سادساً لازم آئے گا کہ دین ناقص رہ گیا۔ اور یہ آیت کریمہ، الیوم اکملت لکم دینکم کے معارض ہے۔ بات اصل یہ ہے کہ یہ سب ہوائیاں صرف عداوت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اڑائی جارہی ہیں۔ ورنہ جو منصف بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرتبے سے واقف ہے وہ اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار رسالت پناہی کے وزیر ہیں۔

مَا مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا وَلَهٗ وَزِیْرَانِ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ وَوَزِیْرَانِ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اما وزیرای من اهل السماء فجبرئیل ومیکائیل واما وزیرای من اهل الارض فابوبکر وعمر۔ (ترمذی)

ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہیں دو زمین والوں میں سے میرے آسمان والوں میں دو وزیر جبرئیل اور میکائیل ہیں اور زمین والوں میں ابوبکر و عمر۔

وزراء کو یہ حق ہے کہ اپنی رائے پیش کریں۔ یہاں بھی حضرت فاروق اعظم نے بحیثیت وزیر اپنی رائے عرض کردی جسے حضور نے قبول فرمالی۔ بات ختم ہوگئی۔ اور یہ کوئی پہلا ہی موقع نہیں پچیس مواقع وہ ہیں جو کچھ فاروق اعظم نے عرض کیا اسی کے مطابق حکم الٰہی نازل ہوا ان میں بعض مواقع وہ بھی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فاروق اعظم کی رائے کے خلاف عمل فرمایا تو قرآن مجید نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید فرمائی مثلاً بدر کے قیدیوں کے معاملے میں عتاب ہوا۔ فرمایا گیا۔

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِیْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ الانفال آیت ۶۸

اگر اللہ پہلے سے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا تو اے مسلمانوں تم نے کافروں سے فدیہ کا جو مال لیا اس پر بھاری عذاب آتا۔

عَنِّیْ وَلَا یَنْبَغِیْ عِنْدِیَ التَّنَازُعُ فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ یَقُوْلُ اِنَّ الرَّزِیَّةَ

میرے پاس سے اٹھو میرے پاس جھگڑا مناسب نہیں۔ یہ حدیث روایت کرنے کے بعد ابن عباس یہ کہتے

کُلَّ الرَّزِیَّةِ مَا حَالَ بَیْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَیْنَ کِتَابِہٖ[1]

ہوئے نکلے بیشک مصیبت ہے اور پوری مصیبت جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی اس تحریر کے درمیان حائل ہوگئی۔

جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لو نزل عذاب ما نجا منا الا عمر بن خطاب وسعد بن معاذ۔

اگر بالفرض عذاب اترتا تو عمر بن خطاب اور سعد بن معاذ کے علاوہ کوئی نہ بچتا۔

ایسے صائب الرائے اور معتمد وزیر نے کوئی بات عرض کی اور وہ قبول ہوگئی تو اب وزیر پر اعتراض اصل میں سلطان پر اعتراض ہے۔

اس بحث کے بعد اس گفتگو کی بھی حاجت باقی نہ رہی کہ حضور کیا لکھوانا چاہتے تھے۔ اور اگر کسی کو اس کا شوق ہی ہے تو چلئے روافض کہتے ہیں حضرت علی کے خلیفۂ بلافصل کی سند لکھوانا چاہتے تھے۔ ہم کہیں گے حضرت صدیق اکبر کے لئے یہی سند لکھنی چاہئے تھی۔ حضرت علی کے سلسلے میں کوئی سراغ نہیں مگر صدیق اکبر کے لئے تو ثبوت ہے۔ کہ ارشاد فرمایا۔

ادعی لی ابا بکر اباک واخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل انا اولی ویابی اللہ والمومنون الا ابا بکر

مسلم ص ۲۷۳ ج ۲

ابوبکر اپنے والد اور اپنے بھائی کو بلاؤ کہ میں ان کے لئے لکھ دوں مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی آرزو کرنے والا آرزو کرے اور کہے میں سب سے زیادہ مستحق ہوں حالانکہ اللہ اور مومنین سوائے ابوبکر کے کسی پر راضی نہیں۔

یہی مضمون بخاری میں یوں ہے میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ ابوبکر اور ان کے بیٹے کو بلا کر ولی عہد بنا دوں۔ کہ کہیں کہنے والے کہیں نہ اور آرزو کرنے والے آرزو نہ کریں۔ حالانکہ اللہ اور مومنین ابوبکر کے سوا کسی کو ان کے ہوتے ہوئے پسند نہ کریں گے۔ پھر ہو سکتے میں بڑی گنجائش ہے ہم کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ حضور یہی لکھوانا چاہتے تھے۔ کہ کتاب اللہ کو کافی سمجھنا۔ اور جب فاروق اعظم نے یہی عرض کر دیا تو ضرورت محسوس نہ فرمائی اسی حدیث کے اخیر کتاب الجہاد وغیرہ میں ہے

[1] ایضا بخاری، جہاد، جوائز الوفود، واخراج الیہود من جزیرۃ العرب، مغازی، مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو طریقے سے۔ مرضیٰ، قو مواعنی میں دو طریقے سے، اعتصام، کراہیۃ الاختلاف میں ایک طریقے سے۔ مسلم وصایا۔ نسائی علم وطب۔

## (۸۴) حدیث، رُبَّ کَاسِیَۃٍ فِی الدُّنْیَا عَارِیَۃٌ فِی الْاٰخِرَۃِ

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ اِسْتَیْقَظَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ایک رات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ، فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَاذَا اُنْزِلَ اللَّیْلَۃَ مِنَ الْفِتَنِ

بیدار ہوئے تو فرمایا سبحان اللہ اس رات میں کتنے فتنے نازل ہوئے ہیں۔

اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب واجیزوا الوفود بنحو ما کنت اجیزھم

مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دینا اور وفود کو اسی طرح صلہ دینا جیسے میں دیتا تھا۔

اور تیسری بات کسی راوی کے ذہن سے نکل گئی۔

ہوسکتا ہے یہی تینوں باتیں لکھوانی چاہتے تھے۔ جب سامان کتابت نہیں آیا تو زبانی ارشاد فرمایا۔

سلامت روی اسی میں ہے کہ ہوسکتے کے سہارے بات نہ بڑھائی جائے

اس حدیث سے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اپنا خلیفۂ بلافصل بنانے کی وصیت تو بہت دور ہے خلیفہ بنانے کی بھی کوئی وصیت نہ لکھی تھی نہ کی تھی۔

رہ گیا حضرت ابن عباس کا یہ کہنا یہ بڑی مصیبت ہے یہ ان کا ذاتی جذباتی تاثر ہے ان سے علم وفہم اور دیانت میں حضرت عمر حضرت علی بدرجہا بڑھے ہوئے ہیں۔ ان حضرات کے مقابلے میں ابن عباس کی بات بالاتفاق مرجوح ہے۔

## تشریحات (۸۴)

**ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا** (۱) یہ ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ ان کا نام رملہ تھا۔ یہ پہلے ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ یہ دونوں قدیم الاسلام ہیں۔ ابوسلمہ کے ساتھ حبشہ کی دونوں ہجرتیں کیں۔ پھر مدینہ ہجرت کی۔ مدینے میں ان دونوں کی چار اولاد ہوئیں۔ زینب، سلمہ، عمر، درّہ۔ ابوسلمہ کے وصال کے بعد ان سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شوال ۴ھ میں عقد فرمایا۔ یزید کے تغلب تک زندہ رہیں۔ ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کربلا کی خاک دی تھی جو حضرت امام حسین کی شہادت کے وقت سرخ ہوگئی اسی سے انھوں نے جانا کہ حضرت امام حسین شہید ہوگئے۔ وصال کے وقت عمر مبارک چوراسی سال کی تھی حضرت ابوہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئیں ان سے تین سو اٹھتر حدیثیں مروی ہیں جن میں تیرہ متفق علیہ ہیں۔

وَمَاذَا فُتِحَ مِنَ الْخَزَائِنِ أَيْقِظُوا صَوَاحِبَ الْحُجَرِ، فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ

اور کتنے خزانے کھلے حجروں والیوں کو جگا دو ۳ بہت سی دنیا میں پہننے والی آخرت میں ننگی ہوگی ۴

(۲) کشمیہنی کی روایت میں انزل کے بجائے انزل اللہ ہے ـــــ فتنوں سے مراد عذاب ہیں اور خزائن سے ہر خیر ہے۔ خواہ دینی ہو یا دنیوی علمی ہو یا مالی جن میں تمام فتوحات اسلامیہ داخل ہیں جو اسلام کی وسعت قوت ترقی بقا و حفاظت کا سبب بنیں۔ اترنے اور کھولنے سے مراد یہ ہے کہ آئندہ جو ہونے والا تھا اس کی خبر فرشتوں کو دی۔ اسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں ملاحظہ فرمایا۔ اسی کے ہم معنی وہ ارشاد ہے کہ میں بارش کیطرح فتنوں کو اترتا دیکھ رہا ہوں۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے غیب کا علم عطا فرمایا۔

(۳) حجرے والیوں سے مراد ازواج مطہرات ہیں خطاب حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے اس لئے کہ اغلب یہ ہے کہ انھیں کی باری کا دن تھا۔ ان کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ وہی سامنے تھیں یا ابدأ بنفسك وبمن تعول کے مطابق ہے۔ یعنی کوئی بھی عمل خیر ہو اس پر پہلے تو دعمل کرنا چاہیئے اور اپنے اہل وعیال سے کرانا چاہیئے۔

اس سے ثابت ہوا کہ رات میں سوتوں کو جگا کر وعظ و نصیحت مستحب ہے خصوصا جب کوئی پریشان کن یا مسرت آفریں بات ہو۔ حیرت انگیز بات پر سبحان اللہ یا اللہ کا کوئی بھی ذکر کرنا مستحب ہے۔ رات میں آنکھ کھلے تو یاد الٰہی کرنا مستحب ہے۔ دینی پیشوا کو چاہیئے کہ اپنے متعلقین کو ایسے شر سے جس کا خطرہ ہو آگاہ کرے اور بچنے کی تدبیر بتائے۔

(۴) مراد یہ ہے کہ بہت سی وہ عورتیں جو دنیا میں عیش و عشرت سے رہتی ہیں وہ عموماً اعمال صالحہ سے غافل رہتی ہیں۔ اس لئے بطور عذاب آخرت میں ننگی رہیں گی۔ یا خاص وہ عورتیں مراد ہیں جو دنیا میں ایسا باریک لباس پہنتی ہیں جس سے جسم کی اور بال کی رنگت جھلکتی ہے انھیں آخرت میں ننگا رکھا جائے گا۔ جیسا کہ آج کل عام طور پر یہی ہو رہا ہے۔ جب باریک لباس پہننے والیوں کا یہ حکم ہے تو جو عورتیں ننگے سر ننگے گردن ننگی کلائیوں ننگی پنڈلیوں کے ساتھ بازار میں گھومتی پھرتی ہیں ان کا کیا حال ہوگا۔

اس میں بھی غیب کی خبر ہے۔

---

عہ ایضاً بخاری تہجد، تحریض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی قیام اللیل۔ لباس۔ ما کان یتجوز من اللباس۔ ادب۔ التکبیر والتسبیح عند التعجب۔ فتن۔ لا یاتی زمان الا الذی بعدہ شر منہ۔ ترمذی فتن۔ (۳) موطا لبس (۸)

(۸۵) حدیث۔ فان علی رأس مائۃ سنۃ لا یبقی ممن ھو علی ظھر الارض احد

اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ صَلّٰی لَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ فِیْ آخِرِ حَیَاتِہٖ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَقَالَ اَرَاَیْتَکُمْ لَیْلَتَکُمْ ھٰذِہٖ

کے آخری دنوں میں ؎۱ عشاء کی نماز پڑھائی سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا تم نے اپنی اس

فَاِنَّ رَاْسَ مِائَۃِ سَنَۃٍ مِّنْھَا لَا یَبْقٰی مِمَّنْ ھُوَ عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ ؎۲

رات کا حال دیکھا؟ جتنے لوگ آج روئے زمین پر ہیں سو سال کے بعد کوئی بھی نہ رہے گا ؎۲

(۸۶) حدیث۔ اکثر ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنَّ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ اَکْثَرَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ نے بکثرت حدیثیں بیان کیں ؎۱

## تشریحات (۸۵)

(۱) امام نووی نے فرمایا کہ ابوسعید کی روایت میں ہے کہ غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد فرمایا۔ مسلم میں حضرت جابر کی حدیث میں ہے کہ وصال سے ایک ماہ قبل فرمایا۔

(۲) مراد یہ ہے کہ میری امت کے جتنے لوگ آج زمین پر ہیں۔ اور بطریق معتاد نظر آتے ہیں خواہ وہ کم سن ہوں خواہ معمر۔ سو سال پر وہ زندہ نہ رہیں گے۔ رہ گئے وہ لوگ جو اس کے بعد پیدا ہوں گے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں حضرت عیسیٰ آسمان پر ہیں اور حضرت خضر اور الیاس نظروں سے غائب ہیں یونہی ابلیس و دیگر اجنہ بھی۔ اس لئے یہ سب اس میں داخل نہیں۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا ہے سب سے اخیر صحابی ابوالطفیل عامر بن واثلہ نے ۱۱۰ھ میں وصال فرمایا۔ یہ حدیث بھی اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے۔ نیز اس سے ثابت ہوا کہ عشاء کے بعد باتیں کرنے کی ممانعت خاص ہے غیر دینی باتوں کے ساتھ۔ رہ گئیں دینی باتیں تو وہ جائز ہی نہیں بلکہ موجب ثواب ہیں یونہی احادیث سے۔ اپنے اہل سے اور مہمان سے بات کرنا بھی مستثنیٰ ہے۔

## تشریحات (۸۶)

؎۱ ایضاً بخاری، مواقیت الصلوٰۃ۔ ذکر العشاء والعتمۃ۔ ایضاً مسلم فضائل و مسند امام احمد۔

وَلَوْلَا آيَتَانِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ مَا حَدَّثْتُ حَدِيثًا ۔ ثُمَّ يَتْلُوْ إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ

اگر اللہ کی کتاب (قرآن) میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث نہ بیان کرتا ۔ پھر (سورۂ بقرہ) کی یہ آیتیں تلاوت

مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى إِلٰى قَوْلِهِ الرَّحِيْمُ إِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ

کیں ہم نے جو کھلی ہوئی نشانیاں اور ہدایت نازل فرمائی جو لوگ انہیں چھپاتے ہیں ۔ اللہ کے ارشاد رحیم تک[1] ۔ ہمارے بھائی مہاجرین

كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ وَإِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ

کو بازار میں خرید و فروخت مشغول رکھتی اور ہمارے بھائی انصار کو اپنے مالوں میں کام یعنی کھیتی مشغول رکھتی ہے اور ابو ہریرہ

يَشْغَلُهُمُ الْعَمَلُ فِي أَمْوَالِهِمْ وَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

رسول اللہ کی خدمت میں مفلسی کھائے پیٹ رہتا کر حاضر رہتا ۔ اور ایسے موقعوں

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِبَعِ بَطْنِهِ وَيَحْضُرُ مَا لَا يَحْضُرُوْنَ وَيَحْفَظُ مَا لَا يَحْفَظُوْنَ[2]

پر موجود رہتا کہ وہ لوگ موجود نہ رہتے اور وہ باتیں (سنتا دیکھتا) یاد کر لیتا جو وہ لوگ یاد نہ کرتے ۔

(۱) مکثرین حدیث میں سے حضرت ابو ہریرہ اول نمبر پر ہیں ان سے پانچ ہزار تین سو احادیث مروی ہیں ان کی روایت کی کثرت پر لوگوں نے طعن کیا ۔ کہ مہاجرین و انصار بھی اتنی حدیثیں نہیں بیان کرتے اس پر ابو ہریرہ نے وجہ بیان فرمائی چونکہ قرآن مجید میں ہے ۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَأَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَأُولٰئِكَ أَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

بقرہ آیت ۱۵۹ تا ۱۶۰

جو لوگ ہماری اتاری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں اس کے بعد ہم نے اسے لوگوں کے لئے کتاب میں واضح فرمایا ان پر اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں مگر جو توبہ کریں اور سنوار لیں اور بیان کریں ان کی توبہ قبول فرماؤں گا ۔ میں ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوں ۔

اگر یہ دونوں آیتیں نہ ہوتیں تو میں ایک حدیث بھی نہیں بیان کرتا ۔ اللہ عزوجل سے ایک دن ملنے کا وعدہ ہے میری کثرت حدیث کی وجہ یہ ہے کہ اور صحابہ کرام اپنے اپنے کاموں میں رہتے فرصت کے وقت حاضر خدمت ہوتے اس لئے انکو ارشادات کو سننے اور کو الف کے دیکھنے کا کم موقع ملتا اور میں ہر وقت خدمت میں حاضر رہتا نہ اچھا کھاتا نہ اچھا پہنتا جو مل جاتا

[1] ایضاً بخاری کتاب البیوع باب اول ۔ حرث ما جاء فی الغرس ۔ الاعتصام ۔ الحجۃ علی من قال ، اور اس کا جز مناقب جعفر میں بھی ہے ایضاً مسلم فضائل الصحابہ (۱۵۹ و ۱۶۰) نسائی علم ۔ ابن ماجہ سنت ۔ مسند امام احمد ۔

## (۸۷) حدیث ۔ اعطاء ہ ابا ھریرۃ الحافظۃ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَسْمَعُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ سے بہت سی حدیثیں

مِنْکَ حَدِیْثًا کَثِیْرًا اَنْسَاہُ قَالَ اُبْسُطْ رِدَائَکَ فَبَسَطْتُہٗ قَالَ فَغَرَفَ بِیَدَیْہِ

سنتا ہوں پھر بھول جاتا ہوں فرمایا اپنی چادر پھیلا میں نے پھیلائی تو حضور نے اپنے دونوں ہاتھوں

ثُمَّ قَالَ ضُمَّہٗ فَضَمَمْتُہٗ فَمَا نَسِیْتُ شَیْئًا بَعْدُ ع۱

کو چلو کیطرح بنا کر اس میں کچھ ڈالا پھر فرمایا سمیٹ کر اپنے سینے دے لگالے میں نے ایسا ہی کیا اسکے بعد کبھی نہیں بھولا

## (۸۸) حدیث ۔ حفظت وعائین

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے (علم) کے دو ظرف تن یاد کئے ۔

کھالیتا ورنہ صبر کرتا ۔ اس لئے مجھے حدیثیں یاد کرنے کا سب سے زیادہ موقع ملا ۔ علاوہ ازیں حضور نے میرا حافظہ بھی بہت قوی کردیا تھا ۔ کہ جو سنا یاد رکھا کبھی نہ بھولا ۔ (۲) حضرت ابوہریرہ کے استدلال نے بتادیا کہ جیسے قرآن مجید کا چھپانا حرام وگناہ ہے اسی طرح احادیث کا بھی اور جیسے قرآن واجب الاعتقاد والعمل ہے اسی طرح احادیث بھی ۔ یہ منکرین حدیث کا رد ہے ۔

## تشریحات (۸۷)

(۱) یہاں صرف ضم ہے مگر کتاب المزارعت میں سینے سے لگانے کی تصریح ہے ۔

(۲) اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار ہے کہ جسے جو چاہیں عطا فرمائیں یہاں صرف ابوہریرہ کی تخصیص نہیں تھی کتاب البیوع ومزارعت میں صاف ہے لن یبسط احد ردائہ جو بھی چادر پھیلائے ۔ یہ دوسری بات ہے کہ چادر صرف ابوہریرہ ہی نے پھیلائی اور انھیں کو یہ نعمت ملی ۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ علم دین کا چھپانا ممنوع ہے ۔ اور یہ کہ بوقت ضرورت اپنی خوبی بیان کرنا جائز ہے جبکہ اپنا ترفع وتفوق مقصود نہ ہو اور اعجاب نفس بھی نہ ہو ۔

## تشریحات (۸۸)

(۱) وعاء کے معنی برتن ہیں مراد وہ چیز ہے جو برتن میں ہو محل بول کر حال مراد ہے ۔ بلعوم کھانا نگلنے کی نالی ۔ چونکہ کچھ

ع۱ بخاری کتاب البیوع باب اول مزارعت ماجاء فی الغرس، ودقبل فضائل الصحابۃ ج ۱ ص ۵۱۲ ترمذی، مناقب

تعالیٰ علیہ وسلم وعائین فاما احدھما فبثثتہ واما الآخر فلو بثثتہ قطع ھذا البلعوم

ایک تو پھیلا دیا۔ دوسرے کو پھیلاؤں تو یہ نرخرہ کاٹ دیا جائے۔

لوگوں کا کہنا ہے کہ بلعوم مطلقاً حلقوم کے معنی میں ہے اس لئے امام بخاری نے اس کی تفسیر کی۔

حضرت ابوہریرہ اس سے یا تو دو قسم کے علوم ہیں یا یہ مطلب ہے کہ اگر یہ علوم لکھے جائیں تو ایک قسم سے ایک برتن اور دوسری قسم سے دوسرا برتن بھر جائے یا واقعۃً انہوں نے ان کو لکھایا لکھوایا۔ تو دو برتن بھر گئے۔ جیسا کہ حدیث ۸۳[1] میں گذرا کہ انہوں نے بھی حدیث لکھی یا لکھوائی تھیں۔ اس تقدیر پر بھی حاصل وہی ہوا کہ دو قسم کے علوم اخذ کئے۔ پہلی قسم عقائد احکام ہیں جن کو پھیلایا دوسری قسم سے مراد فتن کی احادیث ہیں جن میں ظالم سلاطین کے نام وکالے کرتوت مذکور تھے یزید اور عبدالملک کے مظالم سے جو واقف ہے۔ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ کے اس اندیشے کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ تاہم کبھی کبھی تاب ضبط نہ رہتی تو اشارے کنائے میں بیان بھی فرما دیتے جیسے ھلکۃ امتی علی ید اغلمۃ من قریش میری امت کی بربادی قریش کے لونڈوں کے ہاتھوں ہے۔ یا جیسے دعا فرمایا۔ انی اعوذ باللہ من رأس الستین وامارۃ الصبیان۔ میں ساٹھ کی ابتدا اور لونڈوں کی بادشاہت سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اللہ عزوجل نے انکی دعا قبول فرمائی ۶۰ھ سے پہلے ہی وصال فرما گئے۔ یہ یزید پلید کی ظالمانہ حکومت کی طرف اشارہ ہے بلکہ ایک دفعہ فرمایا۔ اگر میں چاہوں تو ان کے نام بتا دوں۔ بعض صوفیاء نے دوسرے برتن سے علوم باطن اسرار طریقت مراد لیا ہے۔ لیکن پھر قطع ھذا البلعوم سے مطابقت نہیں رہتی۔ اس لئے کہ اسرار تصوف شریعت کے معارض نہیں کہ جس سے اندیشہ ہو۔ اولیاء کرام نے ان اسرار کو بیان فرمایا اپنی تصنیفات میں تحریر فرمایا۔ اس سے ان پر کیا وبال آیا۔ ملحدین باطنیہ اس سے اپنے کفریات مراد لیتے ہیں۔ معاذ اللہ اگر حضرت ابوہریرہ کی مراد وہ ہوتی تو پھر وہ شریعت کے پابند کیوں رہتے۔ نیز جب انھوں نے اس کو ظاہر نہیں فرمایا۔ تو ان کو کیسے معلوم ہو گیا۔ اور یہی ارباب تصوف سے بھی عرض کیا جا سکتا ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوہریرہ کو بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علم غیب عطا فرمایا تھا۔ نیز ثابت ہوا ایسے علوم جن کا اعتقاد اور عمل سے تعلق نہ ہو ان کے بیان کرنے میں عزت و آبرو کا خطرہ ہو تو انھیں نہ بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

---

[1] اسی کے ہم معنی مسند امام احمد میں ہے۔

## (۸۹) حدیث۔ لاترجعوا بعدی کفاراً

عَنْ جَرِیْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہٗ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ۔ اِسْتَنْصِتِ النَّاسَ۔ فَقَالَ لَاتَرْجِعُوْا بَعْدِیْ کُفَّاراً یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ [1]

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے حجۃ الوداع میں فرمایا لوگوں کو چپ کراؤ (جب لوگ چپ ہوگئے) تو فرمایا [2] میرے بعد پلٹ کر کافر نہ ہو جانا کہ تم میں کا بعض بعض کی گردن مارے [3]

## تشریحات (۸۹)

(۱) یہ حجۃ الوداع کے طویل خطبے کا جز ہے جس کا کچھ حصہ حدیث ۵۷ میں گذر چکا۔ اس حدیث پر کچھ لوگوں نے یہ شبہہ وارد کیا ہے کہ اس میں "لہ" زائد ہے اس لئے کہ علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا کہ حضرت جریر حجۃ الوداع کے بعد وصال مبارک سے چالیس دن پہلے مسلمان ہوئے۔ یہ حجۃ الوداع میں موجود نہ تھے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حجۃ الوداع سے پہلے اسی سال رمضان میں مسلمان ہو چکے تھے جیسا کہ نبوی اور ابن ماجہ نے کہا ہے اور حجۃ الوداع میں حاضر تھے۔ اسی بخاری حجۃ الوداع میں یہ لفظ ہے قَالَ لِجَرِیْر۔ یہ اس بات پر نص ہے کہ حضرت جریر حجۃ الوداع میں حاضر تھے جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ وہ حجۃ الوداع سے پہلے مشرف باسلام ہو چکے تھے۔

(۲) میرے بعد پلٹ کر کافر نہ ہو جانا۔ کافر نہ ہو جانے سے حقیقی معنی بھی مراد ہو سکتا ہے۔ کہ اسلام چھوڑ کر کفر اختیار مت کرنا۔ اسلام پر ثابت رہنا۔ اور مسلمانوں کی جان و مال کو مباح مت جاننا۔ کہ ان سے لڑائی کر کے انھیں قتل کرو اور مال چھینو اور اس کا بھی احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ کافروں جیسے مت ہو جانا کہ مسلمانوں کو قتل کرو ان کا مال چھینو۔ اسلئے کہ مسلمانوں کے جان و مال کو مباح جاننا مسلمان کا کام نہیں کافروں کا ہے۔

(۳) اس میں اخبار بالغیب ہے۔ ان عظیم فتنوں کی طرف اشارہ ہے جو افتراق بین المسلمین کی شکل میں نمودار ہوئے۔ خود مسلمانوں نے مسلمانوں کو کافروں کیطرح قتل کیا۔ انکے مال کو مباح جانا۔ بنی امیہ بنی عباس خونریزیوں جنگوں سے لے کر تیمور لنگ نادر شاہ درانی کے حوادث اس کی صداقت کی دلیل ہیں۔

[1] ایضاً بخاری، دیات، قول اللہ من احیاھا۔ مغازی حج الوداع مسلم ایمان (۱۸۱) نسائی علم اور محاربہ۔ ابن ماجہ فتن مسند امام احمد

## ۹۰ حدیث۔ موسیٰ وخضر علیہما السلام

اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ، اِنَّ نَوْفًا الْبِکَالِیَّ یَزْعَمُ

سعید بن جبیر نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس سے کہا کہ نوف بکالی یہ گمان کرتا ہے کہ

**احکام** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حدیث کی قرأت کے وقت حاضرین پر چپ رہنا واجب ہے نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ علماء جب کچھ دینی باتیں ارشاد فرمائیں تو حاضرین کو چپ رہنا چاہیئے کہ علماء کرام کی توقیر کرنی لازم ہے۔ تلمیذ شیخ کے سامنے باادب رہے جب وہ کچھ کہے تو باادب خاموشی سے بغور سنے۔ نیز معلوم ہوا اگر کسی حادثے کا اندیشہ ہو تو مسلمانوں کو خبردار کر دینا چاہیئے خصوصاً اسے جس پر اعتماد ہو۔

○ منکرین اجماع نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ اس سے ظاہر کہ پوری امت کا کافر ہونا ممکن اس لئے کہ اگر یہ ممکن نہ ہوتا تو اس سے تحذیر لغو ہوتی۔ اور کفر سب سے بڑی گمراہی تو ثابت کہ پوری امت کا گمراہی پر اتفاق ممکن۔ جواب یہ ہے کہ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا۔

لَاتَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ۔ میری امت گمراہی پر اتفاق نہیں کرسکتی۔

اس لئے پوری امت کا گمراہ ہونا محال ہوا۔ اور اس حدیث میں تحذیر، امت کے بعض افراد کے اعتبار سے ہے۔ کہ کچھ افراد گمراہ ہوں گے جیسا کہ وقوع پذیر ہوا۔

## تشریحات ۹۰

**تکمیل** اس کے بعد ہے حضرت خضر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ کشتی میں نے اس لئے توڑی کہ کشتی والے غریب تھے ان کا ذریعہ معاش بھی یہی کشتی تھی واپسی میں ایک ایسے ظالم بادشاہ پر جس کا نام بخاری کتاب التفسیر ص ۶۸۹ میں ہُدُوْن بْنُ بُدَد وتبلیا اور ایک قول یہ ہے کہ جلندیٰ تھا۔ ان کا گذر ہوتا جو ہر صحیح وسلامت کشتی کو چھین لیتا تھا۔ اور عیب دار کو چھوڑ دیتا تھا میں نے عیب دار کردی کہ یہ کشتی ان غریبوں کے پاس رہے۔ چنانچہ واپسی میں جب یہ کشتی اس ظالم کی حدود میں داخل ہوئی تو اس نے اگر کشتی دیکھی ٹوٹی دیکھ کر چھوڑ دیا اس کے بعد ان لوگوں نے تختہ فٹ کرلیا۔ یہ ظالم اندلس میں رہتا تھا مقتول بچے کا معاملہ یہ تھا کہ اس کی سرشت میں کفر تھا۔ اور اس کے ماں باپ مومن تھے اس کا اندیشہ تھا کہ کہیں اس کافر بچے کی محبت میں وہ بھی کافر نہ ہوجائیں میں نے اسے مار ڈالا۔ تاکہ ماں باپ اسکی وجہ سے کافر نہ ہوں۔ قرآن مجید میں ہے کہ ہم نے یہ چاہا اللہ عزوجل اس کے عوض ان لوگوں کو، کوئی نیک اولاد عطا فرمائے۔ بخاری تفسیر میں ہے کہ اسکے عوض انھیں ایک لڑکی عطا ہوئی۔ جمل میں ہے کہ ان کا نکاح ایک نبی سے ہوا جن سے نبی پیدا ہوئے۔ بعض روایتوں سے معلوم

## أَنَّ مُوسٰی لَیْسَ بِمُوسٰی بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ إِنَّمَا هُوَ

جن موسیٰ نے (خضر سے ملاقات کی تھی) یہ بنی اسرائیل کے موسیٰ نہیں تھے بلکہ کوئی اور

ہوتا ہے کہ شمعون انھیں کی نسل سے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ستر انبیاء انکی نسل سے ہوئے۔ حضرت خضر نے اس مقتول کا کاندھا چیر کر دل نکال کر دکھایا اس پر لکھا تھا کافر ہے کبھی ایمان نہ قبول کرے گا۔ اور دیوار دو یتیم بچوں کی تھی اسکے نیچے خزانہ مدفون تھا۔ اگر دیوار ابھی گر پڑتی تو گاؤں والے سب خزانہ لے جاتے۔ اور یہ بچے محروم رہ جاتے انکی ساتویں پشت میں ان کے دادا کا شیخ نیک صالح شخص تھے ان کی برکت سے اللہ کو یہ منظور ہوا کہ یہ خزانہ انھیں بچوں کو ملے اس وقت میں نے دیوار درست کردی تاکہ یہ بڑے ہو کر اس خزانے کو حاصل کرلیں۔ سورۂ کہف و تفسیرات

**اشخاص** حر بن قیس۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بنی فزارہ کے فرد اور عیینہ بن حصین کے بھتیجے تھے۔ ان کے قبیلے کا جو وفد خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا اس کے ایک رکن یہ بھی تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمنشینوں میں تھے۔

**نوف بکالی** بن فضالہ، یہ تابعی تھے ان کی کنیت ابو رشید ہے۔ یہ عالم فاضل اہل دمشق کے مقتدا اور قاضی تھے۔ ابن تین نے کہا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربان تھے یہ قاص یعنی واعظ تھے کہا جاتا تھا کہ اسرائیلی روایات بہت بیان کرتے تھے۔ مشہور یہ ہے کہ یہ کعب احبار کی زوجہ کے بیٹے تھے۔ ان کو بکالی اس لئے کہتے ہیں۔ کہ حمیر کی ایک شاخ بنی بکال کے فرد تھے۔

**ابی بن کعب** رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور انصاری صحابی ہیں۔ بیعت عقبہ اور بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ اس امت کے سب سے بڑے قاری ہیں ان کا خطاب "اقرأھذہ الامۃ" ہے۔ حضرت عمر ان کو سید المسلمین کہا کرتے تھے۔ ۱۹ھ یا بیس یا تیس میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔ ان سے ایک سو چونسٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ تین متفق علیہ چار افراد بخاری سے اور سات افراد مسلم سے ہیں۔

**موسیٰ علیہ السلام** موسیٰ بن عمران کلیم اللہ علیہ السلام حضرت یعقوب کے صاحبزادے لاوی کی نسل سے ہیں ان کے والد عمران نے ایک سو سنتیس سال کی عمر پائی جب ان کی عمر ستر سال کی ہوئی تو حضرت موسیٰ کی ولادت ہوئی۔ حضرت موسیٰ نے میدان تیہ میں ایک سو ساٹھ سال کی عمر پاکر وصال فرمایا۔ ان کا وصال طوفان نوح کے ایک ہزار چھ سو بیس سال بعد ہوا۔ انھوں نے جس فرعون کو ہلاک فرمایا تھا اس کا نام ولید بن مصعب بن ریان بن ارا شہ تھا۔ اسے چار سو سال کی عمر ملی۔ موسیٰ کا اصل تلفظ موشی تھا اس کے معنی قبطی زبان میں پانی اور کچھ درخت کے ہیں۔ یہ نام آسیہ بنت مزاحم

فرعون کی زوجہ نے رکھا تھا اس لئے کہ ان کا تابوت آسیہ کو پانی اور درخت میں ملا تھا۔ یہ قبطی لفظ ہے اسے عربی بنانے کی کوشش میں کوئی فائدہ نہیں۔

**بنی اسرائیل** حضرت یعقوب علیہ السّلام کا دوسرا نام اسرائیل ہے۔ ان کے بارہ بیٹے تھے۔ یوسف علیہ السّلام۔ بنیامین۔ دانی۔ بقتالی۔ زایلون۔ جاد۔ یستاخر۔ اشیر۔ رویبل۔ یہوذا۔ شمعون۔ لاوی ان کو اسباط بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک ایک قبیلے کا جد ہے۔ اسباط بہت زیادہ شاخوں والے گھنے درخت کو کہتے ہیں یہ اور ان کی نسل بنو اسرائیل ہیں۔

**یوشع بن نون** یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم خاص اور انکے صحابی و تلمیذ تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے چالیس سال بعد ان کو نبوت عطا ہوئی تھی اور انھوں نے ہی بیت المقدس فتح فرما کر جبارین کا قلع قمع کیا۔ ان کے لئے بھی سورج واپس ہوا تھا۔ یہ بیت المقدس کے محاذ پر جبارین سے جہاد فرما رہے تھے۔ جمعہ کا دن تھا۔ ان کے مذہب میں ہفتے کو لڑنا جائز نہ تھا۔ جبارین شکست کھا چکے تھے بنی اسرائیل ان کا قتل عام کر رہے تھے۔ کچھ رہ گئے تھے۔ کہ سورج ڈوبنے کے قریب ہو گیا۔ انھوں نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ سورج کو واپس کر دے اور سورج سے فرمایا اے سورج تو بھی اللہ کی اطاعت میں ہے میں بھی اللہ کی اطاعت میں ہوں۔ تو ٹھہر جا۔ اے چاند تو بھی اپنی جگہ رک تاکہ میں سنیچر آنے سے پہلے دشمنان خدا سے انتقام لے لوں۔ سورج پلٹ آیا اور دن بڑا ہو گیا۔ جب سب ظالمین کا قلع قمع ہو گیا۔ تو ڈوبا۔ ان کو ایک سو سولہ سال کی عمر عطا ہوئی۔ حضرت موسیٰ کے بعد ستائیس سال بنی اسرائیل کے مقتدار رہے وصال کے بعد جبل ابراھیم میں دفن ہوئے۔[1]

**خضر** اس میں تین لغت ہے خَضِرَ، خَضُرَ، خَضِرَ اس کے لغوی معنی سبزے کے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کا نام خضر اس لئے پڑا کہ یہ ایک چکنی سفید زمین پر بیٹھے تو اس پر سبزہ اگ آیا۔[2] امام مجاہد نے فرمایا کہ اس نام کی وجہ یہ ہے کہ جس جگہ نماز پڑھتے ہری ہو جاتی۔ خطابی نے کہا چونکہ بہت حسین تھے چہرہ روشن تھا اس لئے یہ نام پڑا ان تینوں میں کوئی تنافی نہیں۔ ان کی کنیت ابو العباس ہے نام کے بارے میں اختلاف ہے وہب بن منبہ نے کہا کہ بَلیَا ہے۔ کسی نے کہا اَبلیَا ہے کسی نے کہا ارمیا ہے کسی نے کہا الیَسَع ہے کسی نے کہا خضرون ہے علامہ ابن حجر نے فرمایا پہلا قول زیادہ قوی ہے یعنی بَلیَا۔ ان کا نسب کیا ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ حضرت آدم کے

---

[1] جلالین صاوی سورہ مائدہ مسند امام احمد [2] بخاری ص ۴۸۲

بلا واسطے صاحبزادے ہیں انھیں کی دعا کی برکت سے طویل عمر پائی۔ حضرت آدم نے اپنے صاحبزادوں کو طوفان نوح کی خبر دی تھی اور یہ دعا کی تھی۔ کہ میرے تابوت کی جو حفاظت کرے گا اسے طویل عمر ملے گی۔ یہ خدمت خضر نے انجام دی اس لئے انھیں عمر جاوداں ملی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ قابیل کے بیٹے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت الیاس کے بھائی ہیں۔ اور شہزادے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت نوح کے صاحبزادے سام کی نسل سے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ عیص بن اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت ہارون کی اولاد ہیں۔ بعض اہل کتاب کا قول ہے کہ ذوالقرنین کی خالہ کے صاحبزادے ہیں۔

ان کا زمانہ کیا ہے یہ بھی مختلف فیہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ فریدون کے زمانے میں تھے۔ یہ بھی کہا گیا کہ ذوالقرنین اکبر کے مقدمۃ الجیش تھے جو ابراہیم خلیل اللہ کے زمانے میں تھا۔ نیز یہ بھی کہا گیا کہ یہ ذوالقرنین کے وزیر تھے۔ انھوں نے آب حیات پایا اور پیازندہ جاوید ہوگئے۔ ذوالقرنین محروم رہا۔ ابن جریر نے کہا صحیح یہ ہے کہ فریدون سے بہت پہلے تھے۔ اس لئے کہ یہ طے ہے کہ انھوں نے حضرت موسیٰ کا زمانہ پایا۔

پھر یہ اختلاف ہے کہ یہ نبی تھے کہ صرف ولی نبی تھے تو صرف نبی تھے کہ نبی مرسل صحیح یہی ہے کہ نبی تھے اس پر دلیل ان کا یہ ارشاد ہے مَافَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ۔ اس بچے کا قتل میں نے اپنی طبیعت سے نہیں کیا۔ تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ انھیں اسے مار ڈالنے کا حکم بذریعہ وحی ہوا تھا اسلئے وہ واجب الاتباع تھا اگر ولی ہوتے تو اس قول کی تاویل یہ ہوتی کہ انھیں الہام ہوا تھا۔ اور کسی ولی کو یہ جائز نہیں کہ اسے اگر کسی کے قتل کرنے کا الہام ہو تو اسے مار ڈالے۔ اور وحی نبی ہی پر آتی ہے۔ پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ وہ زندہ ہیں یا وفات پاگئے۔ امام بخاری اور کچھ محدثین کا مذہب یہ ہے کہ وہ وفات پاچکے مگر جمہور علماء اور جمیع اولیا کی تحقیق یہ ہے کہ وہ اب بھی زندہ ہیں اور دجال کے بعد جب ایمان اٹھ جائے گا اس وقت وصال فرمائیں گے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے ان کی ملاقات ثابت ہے اور اولیاء کرام کے یہاں تو متواتر ہے۔ کعب احبار نے کہا چار نبی زندہ ہیں۔ اور زمین والوں کے لئے امان ہے۔ دو زمین میں خضر اور الیاس اور دو آسمان میں ادریس اور عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس ہر سال حج میں شریک ہوتے ہیں۔ اور احرام سے باہر آنے کے لئے ایک دوسرے کا بال اتارتے ہیں۔۔۔ ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت خضر جیسے مخفی ہیں ان کے احوال بھی مخفی ہیں الا ماشاء اللہ

---

مُوسیٰ آخَرُ فَقَالَ کَذَبَ عَدُوُّ اللّٰہِ حَدَّثَنَا اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ عَنِ النَّبِیِّ

موسیٰ تھے ۱؎ ابن عباس نے فرمایا اللہ کے دشمن نے جھوٹ کہا ۲؎ ہم سے ابی بن کعب نے حدیث بیان کی کہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَامَ مُوسَی النَّبِیُّ خَطِیْبًا فِی بَنِی اِسْرَائِیْلَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا۔ موسیٰ نبی نے بنی اسرائیل کو خطبہ دیا ۳؎ پوچھا گیا کون سب سے زیادہ علم والا ہے

فَسُئِلَ اَیُّ النَّاسِ اَعْلَمُ فَقَالَ اَنَا اَعْلَمُ فَعَتَبَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَیْہِ اِذْ لَمْ

فرمایا میں ۴؎ اس کہنے کی وجہ سے اللہ عزوجل نے موسیٰ پر عتاب فرمایا کہ انھوں نے یہ نہیں

**تطبیق** ① کتاب التفسیر میں ہے سعید بن جبیر اور نوف بکالی میں یہ اختلاف ہوا کہ جن موسیٰ نے خضر سے ملاقات کی تھی یہ موسیٰ کلیم اللہ نہیں بلکہ دوسرے موسیٰ یعنی موسیٰ بن میشا بن یوسف علیہ السلام ہیں جو حضرت موسیٰ کلیم اللہ سے پہلے نبی ہوئے ہیں اہل کتاب کا یہی خیال ہے۔

اسی کتاب العلم میں پہلے دو جگہ اور آگے بھی مذکور ہے کہ اختلاف حضرت ابن عباس اور حر بن قیس میں ہوا وہ بھی یہ کہ موسیٰ کلیم اللہ جن سے ملاقات کیلئے تھے وہ خضر تھے یا کوئی اور صاحب ۔ تطبیق یہ ہے کہ یہ دو واقعے ہیں پہلا اختلاف ابن عباس اور حر بن قیس میں ہوا کہ حضرت موسیٰ جن سے ملنے گئے تھے وہ خضر تھے یا کوئی اور۔ یہ اختلاف دو صحابی کا تھا اتفاق سے حضرت ابی بن کعب کا گذر ہوا ان سے دریافت فرمایا انہوں نے مذکورہ حدیث بیان فرمائی۔ دوسرا اختلاف یہ ہے کہ یہ کون موسیٰ تھے سعید بن جبیر اور نوف بکالی میں ہوا یہ دونوں تابعی تھے۔ سعید بن جبیر کے دریافت کرنے پر حضرت ابن عباس نے حضرت کعب سے سنی ہوئی حدیث بیان فرمادی۔

② نوف بکالی تابعی تھے اور اہل دمشق کے قاضی و امام تھے ان کو اللہ کا دشمن کہنا حقیقی معنی میں نہیں۔ شدت ظاہر کرنے کے لئے زجراً حالتِ غضب میں فرمادیا اور کسی غلطیات کو سنکر حق پرست علماء کو جلال آہی جاتا ہے۔ لیکن علامہ ابن حجر نے فرمایا ہوسکتا ہے حضرت ابن عباس کو نوف کے مسلمان ہونے میں کچھ شبہہ رہا ہو اس پر قرینہ یہ ہے کہ حر بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بھی صحیح نہیں تھا مگر ان کو کچھ نہیں کہا۔

③ جس میں اللہ کی نعمتوں اور بلاؤں کا ذکر اتنے موثر طریقے سے فرمایا کہ حاضرین پر رقت طاری ہوگئی۔ لوگ رو پڑے موسیٰ علیہ السلام نے خطبہ بند کردیا تو ایک شخص نے پوچھا۔

---

۱؎ عینی کتاب العلم ج ۲ ص ۱۹۳

يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ أَنَّ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِيْ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ

فرمایا کہ اللہ خوب جانتا ہے تو اللہ نے ان کی طرف وحی کی میرے بندوں میں سے ایک بندہ مجمع البحرین میں ہے وہ تم

أَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ يَا رَبِّ وَكَيْفَ بِهِ، فَقِيْلَ لَهُ احْمِلْ حُوْتًا فِيْ مِكْتَلٍ فَإِذَا فَقَدْتَّهُ

سے زیادہ علم والا ہے موسیٰ نے عرض کیا اے رب! کیسے ان سے ملاقات ہو فرمایا گیا ایک مچھلی ٹوکری میں لیلو، جہاں یہ

(۴) یہاں اور کتاب التفسیر وغیرہ میں یہ ہے کہ سوال کرنے پر فرمایا کہ میں اعلم ہوں اس پر عتاب ہوا۔ اور مسلم شریف میں ہے کہ حضرت موسیٰ اپنی قوم میں ایام اللہ یعنی اللہ کی نعمتوں اور بلاؤں کو بیان فرما رہے تھے کہ یہ کہہ دیا کہ زمین میں کسی کو اپنے سے زیادہ بہتر اور علم والا نہیں جانتا۔ اس پر اللہ نے وحی بھیجی کہ زمین میں ایک شخص تم سے زیادہ علم والے ہیں اور بخاری کی عام روایتوں میں یہ ہے کہ کسی نے سوال کیا تو فرمایا۔ اس میں تطبیق یہ ہے کہ مسلم شریف کی روایت میں اختصار ہے سائل کے سوال اور عتاب کو راوی نے چھوڑ دیا۔

(۵) پہلی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت موسیٰ سے یہ پوچھا کہ آپ کسی ایسے کو جانتے ہیں جو آپ سے زیادہ علم والا ہو۔ فرمایا نہیں۔ اور یہاں یوں ہے کہ ان سے پوچھا گیا کون سب سے زیادہ علم والا ہے تو فرمایا میں ہوں۔ دونوں روایتوں کا حاصل ایک ہی ہے حضرت موسیٰ کی مراد یہ تھی کہ جتنے اہل علم کو جانتا ہوں ان سب سے اعلم میں ہوں۔ اس اعتبار سے یہ فرمانا غلط نہ تھا بلکہ عند التحقیق واقع کے اعتبار سے بھی صحیح ہے فی الواقع حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر سے بدرجہا اعلم تھے لیکن اس جواب میں خود بینی خود نمائی کی بو تھی جو ان کے شایان شان نہ تھی انھیں جواب میں یہ فرمانا زیبا انسب تھا کہ اللہ اعلم یا کم از کم یہ فرماتے انا اعلم واللہ اعلم اس لئے ان پر عتاب ہوا جیسا کہ دوسری روایت میں تصریح ہے اعجب موسیٰ بعلمہ فعاتبہ بما لقی الخضر موسیٰ کو اپنے علم پر عجب ہوا اس لئے ان پر عتاب ہوا اور خضر کیساتھ ڈاقعہ پیش آیا۔

اور حقیقت میں یہ ان کی امت کی تعلیم کے لئے تھا۔ کہ وہ عجب میں مبتلا نہ ہوں۔

(۶) اس سے معلوم ہوا کہ ادب یہ ہے کہ عالم جو بات بیان کرے اس کے بعد یہ کہے واللہ تعالیٰ اعلم اسی کے مطابق مفتیان کرام اپنے فتووں کے بعد واللہ تعالیٰ اعلم لکھتے ہیں۔

(۷) یہ مجمع البحرین دو سمندروں کا سنگم کون ہے۔ اس میں شراح حدیث و مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ جانب شرق روم اور فارس کے سمندروں کا سنگم۔ ابی بن کعب سے ثعلبی نے حکایت کی کہ یہ افریقہ میں ہے۔ اور ایک قول یہ ہے "طنجہ" مراد ہے کچھ لوگوں نے کہا دریائے اردن اور قلزم کا سنگم مراد ہے اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۸) یہاں شبہہ وارد ہوتا ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت خضر حضرت موسیٰ سے اعلم ہیں۔ حالانکہ یہ محقق ہے

کہ نبی کا اپنے اہل زمانہ سے اعلم ہونا ضروری ہے۔ اس کا ایک جواب زمخشری نے دیا کہ چونکہ صحیح یہ ہے کہ حضرت خضر نبی ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک نبی دوسرے نبی سے تعلیم حاصل کرے۔ اس کا مفاد یہ نکلا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ خضر حضرت موسیٰ سے اعلم ہوں اس لئے کہ دونوں نبی ہیں۔ اس پر علامہ ابن حجر نے یہ اعتراض کیا یہ تو تسلیم کر لیا ہی ہوا حضرت خضر حضرت موسیٰ سے اعلم ہیں۔ حالانکہ یہی اصل اعتراض ہے پھر خود ہی جواب ارشاد فرمایا۔ کہ حضرت خضر کی اعلمیت مخصوص چیزوں کے اعتبار سے ہے۔ پھر بعد میں تحریر فرمایا کہ اگر حضرت خضر کو نبی مرسل مانیں تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ اعلم ہوں، یعنی مطلقاً اور اگر ان کو صرف نبی یا ولی مانیں تو وہی مخصوص اعلمیت مراد ہے۔ علامہ ابن حجر نے ابتداءً اعلم ہونے کو خاص کیا پھر تفصیل کی۔ اگر حضرت خضر نبی مرسل ہیں تو اعلم یہاں اپنے حقیقی معنی میں ہے اور اگر حضرت خضر کو صرف نبی یا ولی مانیں تو خاص باتوں کے اعتبار سے اعلم ہونا مراد ہے۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ وظائف نبوت اور امور شریعت کے اعتبار سے مطلقاً اعلم ہیں اور حضرت خضر دوسری چند مخصوص چیزوں (یعنی امور غیب و حوادث و قدم) کے اعتبار سے اعلم ہیں۔

لیکن ہر ذی علم جانتا ہے کہ جو شخص علوم کثیرہ وہ بھی وظائف نبوت اور احکام شریعت کے اعتبار سے، اعلم ہو اس کے مقابلے میں ایسے شخص کو جو مخصوص ایسی باتیں جانتا ہو جن پر پہلا شخص مطلع نہیں، اعلم کہنا درست نہیں ـــــ اس لئے خادم کے خیال میں صحیح توجیہ یہ ہے کہ یہ موقع چونکہ عتاب و تنبیہ و تادیب کا ہے اور تنبیہ و تادیب کے موقع پر جو عتابیہ کلمات بولے جاتے ہیں۔ ان سے حقیقی معنی مراد نہیں ہوتا۔ صرف تنبیہ و تادیب مقصود ہوتی ہے۔ مثلاً ایک استاذ اپنے سب سے زیادہ لائق و فائق تلمیذ کو ناراضگی کی حالت میں تادیباً کہے تم کو کچھ نہیں آتا یا اس سے کمتر درجے کے تلمیذ کو کہے کہ تم سے زیادہ لائق تو یہ ہے ـــــ اسلوب بیان کا ماہر جانتا ہے کہ یہاں مراد حقیقی معنی نہیں۔ صرف اظہار عتاب ہے اسی طرح یہاں بھی عتاب کے موقع پر اس "اعلم" کے حقیقی معنی مراد نہیں۔ جیسا کہ انہیں حضرات نے "کذب عبد اللہ" کی توجیہ میں فرمایا اس لئے اس سے حضرت خضر کی اعلمیت پر استدلال درست نہیں۔ اس میں علماء و ارباب کمال کو یہ تلقین کرنا ہے کہ اپنے علم و فضل پر گھمنڈ نہ کریں اترائیں نہیں۔ تواضع و فروتنی کرتے رہیں۔

(۹) کتاب التفسیر میں بطریق یعلی ہے۔ کہ ارشاد ہوا ایک بے جان مچھلی لے جہاں یہ مچھلی زندہ ہو جائے وہیں وہ بندہ یعنی خضر ہیں۔ حضرت موسیٰ نے اپنے خادم حضرت یوشع سے فرمایا تم کو اس لئے ساتھ لے رہا ہوں کہ تم دھیان رکھنا جہاں مچھلی ہمارا ساتھ چھوڑ دے مجھے بتانا انھوں نے فرمایا یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ حضرت موسیٰ نے نمک آلود مچھلی لی بعضوں نے کہا مچھلی کا آدھا دھڑ لیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ بھنی ہوئی مچھلی تھی۔ ہو سکتا ہے بھنی ہوئی نمک آلود

فَهُوَ ثَمَّ، فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقَ مَعَهُ بِفَتَاهُ يُوشَعَ بْنِ نُونٍ وَحَمَلَا حُوتًا فِي

غائب ہو جائے وہیں وہ ہوں گے۔ موسیٰ چلے اور ان کے ساتھ ان کے خادم یوشع بن نون بھی چلے۔ دونوں نے

مِكْتَلٍ حَتَّى كَانَ عِنْدَ الصَّخْرَةِ وَضَعَا رُءُوسَهُمَا فَنَامَا۔ فَانْسَلَّ الْحُوتُ

ایک مچھلی ٹوکری میں رکھ لی۔ جب صخرہ[10] تک پہنچے تو سر رکھا اور سو گئے۔ مچھلی ٹوکری سے نکل گئی۔

مِنَ الْمِكْتَلِ فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا وَكَانَ لِمُوسَى وَفَتَاهُ عَجَبًا۔ فَانْطَلَقَا

اور دریا میں اپنی راہ لی۔ سرنگ بناتی ہوئی اور موسیٰ اور ان کے خادم کو تعجب ہوا[11]

مچھلی لی ہو۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بغیر بھنی ہوئی کچی مچھلی کھائی نہیں جاتی۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ چلتے وقت مسلم مچھلی لی تھی اس میں سے راستے میں کچھ کھالی ہو۔ اور صخرہ کے پاس جب پہونچے تو اس کا آدھا حصہ رہ گیا تھا۔

(۱۰) تفسیر میں ہے کہ جب ایک چٹان کے پاس پہونچے جس کے نیچے زمین تر تھی حضرت موسیٰ اس چٹان کے سایے میں سو گئے اسی میں دوسری روایت ہے کہ اس چٹان کے نیچے آب حیات کا چشمہ تھا اس کا پانی جس مردہ پر پڑتا زندہ ہو جاتا کسی طرح مچھلی پر اس کا پانی پڑ گیا مچھلی زندہ ہو گئی اور تڑپ کر سمندر میں چلی گئی۔ اور سمندر میں جہاں ڈوبی وہاں گول سرنگ بن گیا حضرت یوشع یہ منظر دیکھ رہے تھے مگر حضرت موسیٰ کو جگایا نہیں سوچا جب بیدار ہوں گے تو بتا دوں گا۔ مگر جب حضرت موسیٰ بیدار ہوئے تو انھیں یاد نہ رہا۔ یہاں یہ ہے کہ دونوں سو گئے اور تفسیر کی دوروایتوں میں ہے کہ صرف حضرت موسیٰ سوئے۔ اور حضرت یوشع جاگ رہے تھے۔ اور مچھلی کے زندہ ہو کر دریا میں جانے کو دیکھ رہے تھے۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ پہلے حضرت یوشع کچھ دیر سوے ہوں یہ بیدار ہوئے تو حضرت موسیٰ سوئے یا یہ کہ تغلیبا فرمایا گیا ہے جیسا کہ آیت کریمہ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ حالانکہ موتی اور مرجان صرف کھاری سمندر سے نکلتے ہیں جیسا کہ بعد میں فرمایا گیا کہ دونوں بھول گئے۔ حالانکہ صرف حضرت یوشع بھولے تھے۔ نسیا حوتھما کی ایک تاویل یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ بیداری کے بعد مچھلی کا حال دریافت کرنا بھولے اور حضرت یوشع بتانا۔

(۱۱) یہ مقولہ اس وقت کا ہے جبکہ حضرت موسیٰ کو حضرت یوشع نے مچھلی کے حال کی خبر دی جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ہے اور کتاب التفسیر کی ایک روایت میں بھی۔ اور یہی واقعہ بھی بتاتا ہے۔ اس لئے اس وقت تو حضرت موسیٰ کو مچھلی کے واقعے کا علم بھی نہیں تھا۔ علم ہوا یوشع کے بتانے کے وقت مگر چونکہ یہ تعجب مچھلی کی گم شدگی پر تھا اس لئے اسی کے ساتھ ذکر فرما دیا

(۱۲) یہاں یومھما، موخر ہے۔ اس میں الٹ پلٹ ہو گیا۔ صحیح یہ ہے کہ بقیہ دن اور رات چلے اس پر قرینہ یہ ہے کہ آگے فرمایا جب صبح ہوئی اور صبح رات کے بعد ہوتی ہے نیز تفسیر کی ایک روایت میں بقیۃ یومھما ولیلتھما ہی ہے۔

بَقِيَّةَ لَيْلَتِهِمَا وَيَوْمِهِمَا ۔ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا

یہاں سے اٹھ کر دونوں بقیہ دن رات[۱۱] چلے ۔ جب صبح ہوئی موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا ہمارے صبح کا کھانا لاؤ

مِنْ سَفَرِنَا هَٰذَا نَصَبًا وَلَمْ يَجِدْ مُوسَىٰ مَسًّا مِنَ النَّصَبِ حَتَّىٰ جَاوَزَ

اس سفر سے ہمیں تکان آگئی ہے اور موسیٰ کو تکان چھوئی بھی نہیں جب تک کہ اس جگہ سے آگے نہ بڑھے

الْمَكَانَ الَّذِي أُمِرَ بِهِ فَقَالَ لَهُ فَتَاهُ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي

جہاں جانے کا انھیں حکم دیا گیا تھا ان کے خادم نے کہا دیکھئے ؛ جب ہم چٹان کے پاس ٹھہرے تھے اس

نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ ۚ قَالَ ذَٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۚ فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا

وقت مچھلی کا واقعہ بیان کرنا بھول گیا ۔ موسیٰ نے فرمایا یہی تو ہم چاہتے تھے اس کے بعد دونوں اپنے نشان قدم[۱۲] پر

فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ إِذَا رَجُلٌ مُسَجًّى بِثَوْبٍ أَوْ قَالَ تَسَجَّىٰ بِثَوْبِهِ

پیچھے لوٹے پھر جب صخرہ تک[۱۳] پہونچے تو دیکھا کہ ایک صاحب سر سے پاؤں تک کپڑا تانے ہوئے ہیں ۔

(۱۳) قصّ کے معنی دو ہیں ۔ پیچھے چلنا ۔ قصہ بیان کیا بات چیت کی یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں پہلا معنی ظاہر ہے دوسرا معنی یوں کہ وہ دونوں حضرات آپس میں بات چیت بھی کرتے جاتے تھے ۔ اسی سے یہ معلوم ہوا کہ دوران سفر آپس میں بات چیت کرنا سنت ہے اس سے سفر میں کوفت نہیں ہوتی ۔

(۱۴) مسلم شریف میں ہے کہ لوٹ کر اس چٹان کے پاس واپس ہوئے حضرت یوشع نے بتایا کہ یہاں مچھلی غائب ہوئی تھی ۔ بخاری تفسیر میں ہے کہ دونوں نے مچھلی کے غائب ہونے کی جگہ کو دیکھا کہ طاق کے مثل ہے ۔ پھر دیکھا کہ ایک صاحب بیچ بیچ سمندر میں پانی کے اوپر ایک سبز فرش پر اس طرح کپڑے اوڑھے ہیں کہ چادر کا ایک کنارہ سر کے نیچے اور دوسرا پاؤں کے تلے مسلم میں ہے کہ چت سوئے تھے ابن حاتم کی ایک روایت میں ہے کہ اون کا جبہ پہنے تھے اون ہی کا کمبل تھا ان کے ساتھ ان کا عصا تھا جس پر ان کا کھانا باندھا ہوا تھا ۔ ابن ابی حاتم کی روایت یوں ہے کہ یہ دونوں اس سوراخ میں تشریف لے گئے جو مچھلی بنائی گئی تھی ۔ پانی جم کر سخت ہو گیا تھا ۔ اندر جزیرۃ البحر میں پہلے تو دیکھا کہ حضرت خضر سبز فرش پر کھڑے بیچ بیچ سمندر میں نماز پڑھ رہے ہیں ۔

بخاری کی ان روایات اور ابن ابی حاتم کی روایت میں تخالف نہیں ۔ یہ ہو سکتا ہے کہ بخاری کی روایت میں اختصار ہو اور مراد یہی ہو کہ اس سرنگ کے اندر گئے تو حضرت خضر کو دیکھا البتہ اخیر حصے میں ضرور تعارض ہے اور عند التعارض یہاں ترجیح بخاری ہی کی روایت کو ہوگی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

فَسَلَّمَ مُوْسٰی فَقَالَ الْخَضِرُ وَاَنّٰی بِاَرْضِكَ السَّلَامُ فَقَالَ اَنَا مُوْسٰی فَقَالَ

موسیٰ نے سلام کیا تو خضر نے کہا۔ تمہاری (اس) زمین میں سلام کہاں سے؟ جواب دیا میں موسیٰ ہوں پوچھا

مُوْسٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ قَالَ نَعَمْ۔ قَالَ هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰی اَنْ تُعَلِّمَنِیْ مِمَّا عُلِّمْتَ

بنی اسرائیل کے موسیٰ فرمایا۔ ہاں (۱۶) موسیٰ نے ان سے کہا (اجازت ہے) کہ میں آپ کے ساتھ اس شرط پر رہوں کہ

رُشْدًا قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا۔ یَا مُوْسٰی اِنِّیْ عَلٰی عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ

آپ مجھے ان نیک باتوں میں سے کچھ سکھا دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہیں خضر نے کہا آپ ہرگز میرے ساتھ نہ رہ پائیں گے (۱۷)

اللّٰهِ عَلَّمَنِیْهِ لَا تَعْلَمُهٗ اَنْتَ وَاَنْتَ عَلٰی عِلْمٍ عَلَّمَكَهُ اللّٰهُ لَا اَعْلَمُهٗ قَالَ سَتَجِدُنِیْ

مجھے اللہ نے کچھ ایسا علم عطا فرمایا ہے جسے آپ نہیں جانتے اور آپ کو اللہ نے کچھ ایسا علم عطا فرمایا جسے میں نہیں جانتا موسیٰ

(۱۵) انّٰی، کیف، این، متیٰ، حیث کے معنی میں آتا ہے یہاں کیف اور این کے معنی میں ہے اگر کیف کے معنی میں لیا جائے تو اظہار تعجب کے لئے ہے معنی یہ ہوئے اس زمین میں سلام کیسے؟ یہ اس بنا پر کہ وہ علاقہ کفار کا تھا۔ وہ سلام جانتے ہی نہ تھے۔ یا اس علاقہ میں ملاقات کے وقت لفظ سلام کے علاوہ اور کسی لفظ سے تحیت رائج تھی۔ اور اگر این کے معنی میں لیا جائے تو سوالیہ جملہ ہوگا یعنی تم نے سلام کیسے جانا وہ جگہ ویران تھی کوئی باشندہ نہ ہوگا اس سے ظاہر ہوا کہ حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کو نہیں پہچانا ورنہ یہ تعجب نہ ہوتا اور سوال نہ کرتے اس لئے کہ وہ غائبانہ واقف تھے۔ جیسا کہ آگے کے جملے سے ظاہر ہے کہ اس کے جواب میں حضرت موسیٰ نے فرمایا میں موسیٰ ہوں تو انھوں نے پوچھا بنی اسرائیل کے موسیٰ۔ فرمایا۔ ہاں۔

(۱۶) تفسیر خازن ۶۸۹ میں اتنا زائد ہے۔ اس کے بعد حضرت خضر نے پوچھا آپ کا کیا حال ہے کس لئے تشریف لائے ہیں۔ تو حضرت موسیٰ نے فرمایا اس لئے آیا ہوں کہ آپ مجھے ان اچھی باتوں میں سے کچھ کی تعلیم دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہیں۔ اس پر حضرت خضر نے عرض کیا۔ کیا آپ کیلئے یہ کافی نہیں۔ کہ توریت آپ کے پاس ہے۔ آپ کے پاس وحی آتی ہے اے موسیٰ میرے پاس کچھ ایسے علوم ہیں کہ ان سب کا جاننا آپ کے لائق نہیں اور آپ کے پاس کچھ ایسے علوم ہیں جن سب کا جاننا میرے لائق نہیں۔

(۱۷) اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت خضر کو حکم تھا کہ وہ باطنی احوال کے مطابق عمل فرمائیں۔ اور حضرت موسیٰ کو نہ ان تمام جزئی باتوں کا علم تھا نہ وہ باطنی احوال کے مطابق عمل کے مامور تھے۔ حضرت خضر کا منشا یہ تھا کہ میں باطنی احوال کے مطابق عمل کروں گا جنھیں بظاہر آپ خلاف شرع پائیں گے اور چونکہ آپ نبی مرسل ہیں اسلئے مجھے روکیں گے مجھ پر

إِنْ شَاءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ أَعْصِي لَكَ أَمْرًا فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ

نے کہا انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور آپ کے کسی حکم کے خلاف نہ کروں گا۔ اس کے بعد یہ دونوں دریا کے

لَيْسَ لَهُمَا سَفِينَةٌ فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِينَةٌ فَكَلَّمُوهُمْ أَنْ يَحْمِلُوهُمَا فَعَرَفَ الْخَضِرُ

کنارے پیدل چلے۔ ان کے پاس کشتی نہ تھی۔ پھر ایک کشتی ان کے قریب آئی۔ انھوں[۱۸] نے کشتی والوں سے بات کی کہ انھیں

فَحَمَلُوهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ فَجَاءَ عُصْفُورٌ فَوَقَعَ عَلٰى حَرْفِ السَّفِينَةِ فَنَقَرَ نَقْرَةً

بھی سوار کرلیں خضر کو پہچان لیا گیا کشتی والوں نے انکو بغیر کرایہ کے سوار کرلیا کہ ایک چھوٹی چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے بیٹھی اور

أَوْ نَقْرَتَيْنِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ الْخَضِرُ يَا مُوسٰى مَا نَقَصَ عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ

ایک یا دو چونچ سمندر میں مارا۔ اس پر خضر نے کہا میرے اور تمہارے علم کی نسبت[۱۹] علم الٰہی کے ساتھ وہی ہے جو اس چڑیا

اللّٰهِ إِلَّا كَنَقْرَةِ هٰذَا الْعُصْفُورِ فِي الْبَحْرِ فَعَمَدَ الْخَضِرُ إِلٰى لَوْحٍ مِنَ الْوَاحِ

کے ایک چونچ کی سمندر سے ہے حضرت خضر نے کشتی کا ایک تختہ[۲۰] نکال لیا۔

اعتراض فرمائیں گے۔ صبر نہ کرنے سے یہی مراد ہے کہ آپ مجھے ضرور ٹوکیں گے۔

(۱۸) پہلے فرمایا۔ دونوں یعنی حضرت موسیٰ اور خضر چلے۔ اس سے وہم ہوتا ہے کہ حضرت یوشع ان کے ہمراہ نہ تھے۔ لیکن یہاں فکلموھم جمع کا صیغہ ہے۔ اس سے ثابت کہ تین آدمی تھے اور تیسرے سوائے حضرت یوشع کے اور کوئی نہیں۔ اور پہلے تثنیہ کا صیغہ اس لئے استعمال فرمایا کہ حضرت یوشع کی حیثیت خادم اور تابع کی تھی۔ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے۔ دریا میں ایک کشتی جاتی ہوئی نظر آئی تو حضرت خضر نے آواز دی اور فرمایا کہ اور سواروں نے جو کرایہ دیا ہے ہم لوگ اس کا دونا دیں گے۔ کشتی کے سواروں نے کشتی کے مالک سے کہا۔ اس خوفناک جگہ یہ لوگ ہیں کہیں چور نہ ہوں۔ کشتی کے مالک نے کہا میں ان لوگوں کے چہرے پر نور دیکھ رہا ہوں اور ان کو بغیر کرایہ سوار کرلیا۔

(۱۹) یہاں لفظ "نقص" وارد ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہوگا۔ میرے اور تمہارے علم نے باری تعالیٰ کے علم میں اتنی ہی کمی کی جتنی اس چڑیا کے ایک مرتبہ چونچ میں پانی لینے سے کمی ہوگی۔ اس پر شبہہ وارد ہوتا ہے کہ چڑیا کے ایک بار چونچ میں پانی لینے سے واقعی سمندر کے پانی میں کمی ہوتی ہے۔ مگر حضرت موسیٰ اور خضر ہی کیا سارے جہاں کے لوگوں کے علوم نے باری تعالیٰ کے خزانہ علم میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں کی اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ایک چونچ پانی لینے سے سمندر کے پانی میں کمی ہوتی ہے۔ مگر عرف میں یہی کہا جاتا ہے کہ کچھ بھی کمی نہیں ہوئی یہاں اس جملے کا یہی عرفی معنی مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جیسے یہاں کوئی کمی نہیں ہوئی اسی طرح مخلوقات کے علوم نے علم باری میں کوئی کمی نہیں کی۔ یا یہ کہ مشاہدے سے یہی معلوم ہوتا ہے

السَّفِينَةِ فَنَزَعَهُ فَقَالَ مُوسَى قَوْمٌ حَمَلُونَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَ إِلَى سَفِينَتِهِمْ

اس پر موسیٰ نے کہا۔ ان لوگوں نے بغیر کرایہ ہم کو کشتی پر بٹھایا آپ نے کشتی کو پھاڑ ڈالا کہ

فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا. قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ لَا

کشتی والے ڈوب جائیں خضر نے کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ نہیں رہ پائیں گے موسیٰ نے

تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا قَالَ فَكَانَتِ الْأُولَى

نے کہا میری بھول پر گرفت نہ کرو اور میرے کام میں دشواری نہ ڈالو (فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے) یہ پہلی

مِنْ مُوسَى نِسْيَانًا فَانْطَلَقَا فَإِذَا غُلَامٌ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَأَخَذَ الْخَضِرُ

موسیٰ کی بھول تھی اسکے بعد پھر دونوں چلے دیکھا کہ ایک بچہ بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ خضر نے اس کے سر کو اوپر

بِرَأْسِهِ مِنْ أَعْلَاهُ فَاقْتَلَعَ رَأْسَهُ بِيَدِهِ فَقَالَ مُوسَى أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً

سے پکڑا اور اکھاڑ لیا (۲۱) اب موسیٰ نے کہا آپ نے ایک بیگناہ کو بغیر کسی جان

بِغَيْرِ نَفْسٍ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ

کے بدلے مار ڈالا۔ خضر نے کہا میں نے آپ سے نہیں کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ نہیں رہ پائیں گے ابن عیینہ نے کہا

کہ اس ایک چونچ پانی سے سمندر میں کوئی کمی نہیں ہوئی اسی طرح حقیقت میں ہمارے علوم سے علم باری میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ کتاب التفسیر میں یوں ہے کہ ہمارا اور تمہارا علم باری تعالیٰ کے علم کے پہلو میں ایسے ہی ہے جیسے اس چڑیا کا ایک چونچ پانی سمندر کے سامنے۔ اس پر بھی شبہہ ہوتا ہے کہ سمندر کا پانی کتنا ہی کثیر ہو مگر متناہی ہے۔ اور ایک چونچ پانی کو سمندر سے جو نسبت ہے وہ متناہی کی متناہی سے ہے۔ اور علم باری عز اسمہ غیر متناہی ہے اور جملہ مخلوقات حتی کہ ان دونوں حضرات کے بھی علوم خواہ کتنے ہی کثیر ہوں۔ متناہی ہیں۔ اور متناہی کی غیر متناہی سے کوئی نسبت نہیں۔ اس کا بھی وہی جواب ہے کہ یہ صرف سمجھانے کے لئے ہے مشاہدے کے اعتبار سے اہل عرف یہی جانتے ہیں کہ سمندر کا پانی بے حدود و بے حساب ہے جو غیر متناہی کی ایک تعبیر ہے بتانا یہ ہے کہ جیسے ایک قطرہ آب سمندر کے بے حدود و بے حساب پانی کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں اسی طرح مخلوقات کے علوم کی باری تعالیٰ کے علوم غیر متناہیہ کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں۔

(۲۰) کتاب التفسیر وغیرہ میں ہے کہ بسولا یا کلہاڑی سے کاٹ کر تختہ اکھاڑ دیا اور اس میں کیل ٹھوک دی ایک روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس میں کپڑا بھر دیا اور ایک کونے میں تشریف لے گئے اور سوچنے لگے اس شخص کے ساتھ

وَهٰذَا اَوْكَدُ فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨاسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا

اس میں زیادہ تاکید ہے (۲۲) اس کے بعد دونوں چلے اور ایک بستی والوں (۲۳) کے پاس آئے ان سے کھانا طلب کیا

اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ قَالَ الْخَضِرُ بِيَدِهٖ

ان بستی والوں نے مہمان بنانے سے انکار کر دیا ان لوگوں نے اس بستی میں ایک دیوار ایسی پائی جو گرا چاہتی تھی۔ خضر نے ہاتھ

رہ کے کیا بنالوں گا۔ بنی اسرائیل میں تھا انھیں صبح و شام اللہ کی کتاب سناتا تھا حکم دیتا تھا مان لیتے تھے۔ حضرت خضر نے کہا آپ کے جی میں کیا ہے کہیے تو بتا دوں فرمایا بتا دو حضرت خضر نے سب بتا دیا کشتی کا تختہ اکھاڑنے کے سوائے حضرت موسیٰ کے اور کسی نے نہیں دیکھا ورنہ تختہ اکھاڑنے ہی کب دیتے۔

(۲۱) کشتی سے اتر کر یہ لوگ سمندر کے ساحل پر جا رہے تھے کہ دیکھا دس بچے کھیل رہے ہیں ان میں جو سب سے زیادہ خوبصورت و ذہین تھا اسے حضرت خضر نے پکڑا اور مار ڈالا اس کا نام اِسی بخاری، تفسیر میں جیسور بتایا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ جیسون تھا۔ مار ڈالنے کی کیفیت میں مختلف روایتیں ہیں یہاں ہے کہ اس کے سر کو اکھاڑ لیا۔ دوسری روایت میں ہے۔ ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا جیسے میوے توڑے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ لٹا کر چھری سے ذبح کر ڈالا ایک روایت میں ہے کہ ایک بڑا پتھر لے کر اس کے سر پر دے مارا ایک روایت میں یہ ہے کہ اسکا سر دیوار پر دے مارا ان سب میں تطبیق یہ ہے کہ یہ سب ہوا ہوگا پہلے اس کے سر پر پتھر مارا جس سے وہ گر پڑا پھر چھری سے ذبح کر کے اس کے سر کو تن سے جدا کیا پھر سر دیوار پر دے مارا۔ یہ لڑکا بدسرشت تھا ابھی سے فساد مچائے رہتا ماں باپ کو ستاتا رہتا رات میں چوری کرتا صبح کو جب شکایت آتی ماں باپ جھوٹی قسم کھاتے کہ یہ رات بھر کہیں نہیں گیا ہمارے ساتھ سویا تھا ــــ یہ واقعہ یا تو اُبُلّہ میں ہوا تھا جو بصرہ اور عبدان کے مابین ہے یا ایلا میں جو بحر قلزم کے کنارے مصر سے آنے والے حجاج کے راستے میں پڑتا ہے ــــ علامہ عینی نے فرمایا کہ غلام عربی میں نابالغ بچے کو کہتے ہیں۔ یہ دلیل ہے کہ یہ ابھی نابالغ تھا۔ اور یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔

(۲۲) اس میں تاکید کی زیادتی "لک" کے اضافے سے پیدا ہوئی

(۲۳) یہ بستی انطاکیہ تھی جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے۔ یہاں یہ حضرات سورج ڈوبنے کے بعد پہنچے قریب میں کوئی ایسی بستی نہ تھی۔ اور جاڑے کی رات تھی۔ ان حضرات نے اسی دیوار کے پیچھے جا کر قیام کیا۔ یہ دیوار اتنی جھکی تھی کہ بستی والے اس سے بچ کر چلتے تھے۔ حضرت خضر نے جب دیکھا کہ دیوار خطرناک ہے تو اسے سیدھی کر دیا عام روایتوں میں یہی ہے کہ ہاتھ سے سیدھی کر دی۔ ایک روایت ہے کہ ستون لگا کر سیدھی کر دی۔ حضرت ابن عباس

فَاَقَامَهٗ فَقَالَ لَهٗ مُوْسٰى لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَ

سے درست کر دیا۔ اس پر موسیٰ نے ان سے کہا اگر آپ چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے۔ خضر نے کہا۔ یہ میری اور آپ کی

بَيْنِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى لَوَدِدْنَا

جدائی ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ موسیٰ پر رحم فرمائے ہماری خواہش ہے کہ اگر وہ صبر

رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اسے ڈھا کر بنانے لگے۔ یہاں "مال بیدہ" ہے۔ یہاں مال، معنی میں اشارے کے ہیں۔ دوسری روایت میں "فمسحہ بیدہ" ہے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ ہم نے ان دونوں روایتوں کو نظر میں رکھتے ہوئے۔ ترجمہ یہ کیا۔ ہاتھ سے سیدھی کر دی۔

(۲۴) یہ حضرت خضر نے اس لئے کہا کہ اس سے پہلے خود حضرت خضر نے کہہ دیا تھا کہ اگر اب آپ تیسری بار جلدی کریں گے تو وہ جدائی کا وقت ہوگا۔ اس پر خود حضرت موسیٰ فرما چکے تھے کہ اگر کچھ پوچھوں تو اپنے ساتھ مت رکھئے گا۔ اسی لئے تفسیر میں ہے کہ پہلی بار حضرت موسیٰ کا سوال نسیاناً تھا۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اور دوسری بار بطور شرط تھا۔ اور تیسری بار تصداً تھا ثعلبی نے کہا کہ جب تیسری بار حضرت موسیٰ نے حضرت خضر کو ٹوکا تو حضرت خضر نے عرض کیا۔ آپ مجھے کشتی توڑنے بچے کے مار ڈالنے۔ اور دیوار سیدھی کرنے پر ملامت کرتے ہیں۔ اور آپ بھول گئے آپ نے اپنے آپ کو پانی میں ڈالا قبطی کو قتل کیا۔ شعیب کی لڑکیوں کی بکریاں بلا معاوضہ چرائیں۔

**مسائل مستخرجہ** (۱) طلب علم یا کسی بھی خیر کے طلب کے لئے سفر جائز ہے بلکہ انبیاء کی سنت ہے اگرچہ یہ سفر دریا کا ہو اسی پر قیاس کر کے ہوائی سفر کا بھی جواز ثابت (۲) سفر کے لئے زاد راہ رکھنا جائز ہے اور سب سے عمدہ زاد راہ مچھلی ہے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ جس سفر میں زاد راہ مچھلی ہوگی وہ کامیاب ہوگا (۳) اساتذہ و مشائخ کے ساتھ باادب رہنا چاہیئے ان پر اعتراض ہرگز ہرگز نہ کرنا چاہیئے ان کی جو بات سمجھ میں نہ آئے اس پر اعتراض نہ کرنا چاہیئے اس کی اچھی تاویل کرنی چاہیئے اور اگر بتقاضائے بشری کوئی بات ہو جائے جس سے انھیں اذیت ہو تو ان سے عذر خواہی کرنی چاہیئے۔ (۴) انبیائے کرام، اولیائے عظام کے لئے مافوق الفطری قوت ثابت ہے۔ (۵) ضرورت پر کھانے پینے اور دیگر ضروریات کا سوال جائز ہے (۶) مزدوری پر کام کرنا جائز ہے (۷) حکم ظاہر پر ہوگا جب تک حقیقت حال منکشف نہ ہو جائے (۸) جب دو خرابیاں اکٹھی ہوں تو جو ان میں اخف ہو انھیں اختیار کرے (۹) شریعت کی ہر بات واجب التسلیم ہے اگرچہ ہماری یا کسی کی بھی سمجھ میں نہ آئے (۱۰) عقل نقل کے تابع ہے نقل عقل کے تابع نہیں (۱۱) غیر نبی کا خواب یا کشف حجت شرعیہ نہیں (۱۲) اکثر مال یا جسم بچانے کے لئے جز کا برباد کرنا یا کٹوا

لَوْ صَبَرَ حَتّٰی یُقَصَّ عَلَیْنَا مِنْ اَمْرِهِمَا [1]

کرتے تو ہمیں ان کے احوال اور سننے کو ملتے

لینا جائز ہے (۱۳) انسان کتنے ہی بلند منصب پر ہو اپنے کو سب سے بڑا نہ جانے اپنی بڑائی پر گھمنڈ نہ کرے۔ ہمیشہ تواضع کرے۔ (۱۴) انبیاء کرام واولیاء عظام کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب عطا فرمایا ہے۔ (۱۵) اللہ عزوجل کا علم اور ہر صفت غیر متناہی ہے انبیاء اولیاء اور تمام مخلوقات کے علوم وصفات مجموعی طور بھی متناہی ہیں۔ اگرچہ وہ کتنے ہی کثیر ہوں۔ (۱۶) اشیاء کا حسن وقبح شرعی ہے (۱۷) آزاد انسان سے خدمت لینی جائز ہے خادم کو مخدوم کا تابعدار ہونا چاہئے (۱۸) ساتھی کا عذر قبول کرنا چاہئے۔ (۱۹) اپنی تکلیف کا انکھا جائز ہے جبکہ بطور جزع فزع نہ ہو۔ (۲۰) اللہ کے لئے جو کام کیا جائے اس میں تعب ومشقت نہیں ہوتی اپنے لئے کرنے سے تقاضائے بشری ہوتی ہے (۲۱) تین بار عذر قبول کرلینا چاہئے اس کے بعد اختیار ہے۔

گمراہ صوفیہ اور ملحدین متصوفہ نے حضرت موسیٰ اور خضر کے واقعے سے استدلال کیا ہے اہل اللہ شریعت کے محتاج نہیں ان پر بلاواسطہ اللہ عزوجل کی طرف سے علوم واحکام کا القا ہوتا ہے وہ اسی کے پابند ہیں۔ علامہ قرطبی نے فرمایا یہ کفر وزندقہ ہے۔ یہ ضروریات دین ہے کہ اللہ عزوجل کی سنت یہی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو جملہ احکام بواسطہ انبیاء پہنچاتا ہے۔ بغیر نبی کے واسطے کے اللہ عزوجل کا کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔ اس پر امت کا اجماع قطعی ہے۔ اور یہی قرآن واحادیث سے ثابت ہے۔ شریعت کا مکلف ہر مسلمان عاقل بالغ ہے جو اپنے کو شریعت کے دائرے سے باہر جانے وہ کافر وزندیق ہے کسی کے باطنی علوم اگر شریعت کے مطابق ہیں تو مقبول ورنہ مردود۔ علاوہ ازیں حضرت خضر نے جو کچھ کیا وہ ظاہر شریعت کے خلاف نہیں۔ سوائے بچے کے قتل کے یہ بظاہر ہماری شریعت کے خلاف ہے۔ مگر علماء نے فرمایا۔ کہ ہوسکتا ہے حضرت خضر کی شریعت میں اس کی اجازت رہی ہو اگر نہ بھی ہو تو بہرحال نبی تھے اور نبی پر من جانب اللہ تلقی احکام ہوتا ہی ہے۔ ان کا خواب بھی وحی اور الہام بھی وحی۔ اس لئے اس سے اپنے کفریات پر ان ملاحدہ کا استدلال، استدلال فاسد ہے۔

---

[1] ایضاً بخاری ایضاً العلم، ذهاب موسیٰ علیه السلام فی البحر الی الخضر، والخروج فی طلب العلم۔ الاجارة، اذا استاجر اجیراً علی ان یقیم حائطاً، شروط، الشروط مع الناس بالقول الانبیاء، حدیث الخضر مع موسیٰ علیهما السلام میں دو طریقوں سے ایضاً تفسیر واذ قال موسیٰ لفتٰه ولما بلغ مجمع البحرین وبینهما ولما جاوزا قال لفتاه۔ ایضاً الایمان والنذور اذا حلف ناسیاً فی الایمان۔ التوحید۔ فی المشیئة والارادة۔ مسلم۔ احادیث الانبیاء وترمذی تفسیر۔ نسائی تفسیر والعلم۔ مسند امام احمد بن حنبل۔

## (۹۱) حدیث: من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، مَا الْقِتَالُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاِنَّ اَحَدَنَا

اور پوچھا یا رسول اللہ! اللہ کے راستے میں لڑائی کیا ہے؟ اس لئے کہ کوئی غصہ کی وجہ سے لڑتا ہے

یُقَاتِلُ غَضَبًا وَّیُقَاتِلُ حَمِیَّۃً فَرَفَعَ اِلَیْہِ رَاْسَہٗ قَالَ وَمَا رَفَعَ اِلَیْہِ رَاْسَہٗ اِلَّا

کوئی حمیت کی وجہ سے حضور نے اپنا سر اٹھایا۔ راوی نے کہا کہ حضور نے سر اسی لئے اٹھایا کہ

## تشریحات (۹۱)

(۱) یہاں صرف رجل ہے۔ اور کتاب الجہاد میں اعرابی ہے۔ یہاں صرف غضبا او حمیۃ ہے مگر جہاد میں للمغنم للذکر لیری مکانہ ہے اور کتاب التوحید میں حمیۃ کے ساتھ شجاعۃ اور ریاء ہے اب پورا سوال یہ ہوا کہ کوئی غصے کی وجہ سے کوئی حمیت کی وجہ سے کوئی مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے۔ کوئی اپنی نام آوری کے لئے کوئی اپنی بہادری اور مرتبہ دکھانے کے لئے لڑتا ہے۔ جواب کا افادہ یہ ہوا کہ دین کی سربلندی کی نیت کے سوا کسی بھی غرض فاسد سے لڑنے والا فی سبیل اللہ نہیں جہاد فی سبیل اللہ صرف یہ ہے کہ دین کی سربلندی کے لئے جنگ کرے۔

(۲) غضب کبھی اپنے لئے ہوتا ہے کبھی اللہ کے لئے۔ اللہ کے لئے غصہ اور جنگ تو یہ بھی فی سبیل اللہ ہے۔ اپنے لئے غصہ کبھی برحق ہوتا ہے کبھی ناحق۔ برحق غصے کی وجہ سے جنگ کبھی فی سبیل اللہ ہو جاتی ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے۔

من قتل دون مالہ فھو شھید ومن قتل دون دمہ فھو شھید ومن قتل دون دینہ فھو شھید ومن قتل دون اھلہ فھو شھید (ترمذی ص۱۰۱ ج۱)

جو اپنا مال بچانے کیلئے مارا گیا وہ شہید ہے جو اپنی جان بچانے کے لئے مارا گیا وہ شہید ہے جو اپنے دین کے لئے مارا گیا وہ شہید ہے جو اپنے اہل کے لئے مارا گیا وہ شہید ہے۔

اور اسی قسم کی تقسیم حمیت میں بھی ہے حمیت کبھی دینی ہوتی ہے۔ کبھی دنیوی، اور دنیوی میں بھی بعض صورتوں میں دینی پہلو نکل سکتا ہے۔ یہ حدیث جوامع الکلم سے ہے۔ اس کی شرح کے لئے دفتر چاہئے

(۳) اس سے یہ فوائد حاصل ہوئے (۱) یہ جائز ہے کہ مفتی بیٹھا رہے اور سائل کھڑا رہے (۲) مفتی اور شیخ کو چاہئے کہ سائل کی تلمیذ کی طرف متوجہ ہو کر جواب دے۔ (۳) کوئی کتنی ہی بڑی عبادت کیوں نہ ہو نیت فاسد سے فاسد ہو جاتی ہے (۴) مفتی اور شیخ کو چاہئے کہ ایسا جواب دے جو سائل کی سمجھ میں بھی آ جائے اور وہ اسے یاد رکھ سکے۔

اَنَّهٗ كَانَ قَائِمًا فَقَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ[1]

سائل کھڑا تھا (اور حضور بیٹھے تھے) اور فرمایا جو اس لئے لڑے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو تو یہ لڑائی فی سبیل اللہ ہے

## (۹۲) حدیث۔ سوال الیھود عن الروح

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیساتھ مدینے کے کھنڈرات

خَرِبِ الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلٰى عَسِيْبٍ مَعَهٗ فَمَرَّ بِنَفَرٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ

میں جا رہا تھا اور آنحضور کھجور کی ٹہنی پر ٹیکتے جاتے تھے حضور کا گذر یہودیوں کے چند آدمیوں پر ہوا

بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَسْئَلُوْهُ لَا يَجِيْئُ فِيْهِ

یہودیوں نے آپس میں کہا ان سے روح کے بارے میں پوچھو اس پر ان میں سے کسی نے کہا مت پوچھو جواب میں

بِشَيْءٍ تَكْرَهُوْنَهٗ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَنَسْئَلَنَّهٗ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ

ایسی بات نہ فرما دیں جو تمہیں ناگوار لگے پھر بھی ان کے بعض نے کہا ہم تو ضرور پوچھیں گے چنانچہ ان میں سے ایک شخص اٹھا

يَا اَبَا الْقَاسِمِ مَا الرُّوْحُ؟ فَسَكَتَ فَقُلْتُ اِنَّهٗ يُوْحٰى اِلَيْهِ، فَقُمْتُ فَلَمَّا انْجَلٰى

اور کہا اے ابوالقاسم! روح کیا چیز ہے آنحضور نے سکوت اختیار فرمایا میں نے اپنے جی میں کہا آنحضور پر وحی آ رہی ہے جب

## تشریحات (۹۲)

(۱) بخاری ہی کی دوسری جگہوں میں بجائے خرب حرث ہے دونوں میں تعارض نہیں کھنڈروں کے مابین یا آس پاس کھیت بھی رہا ہو اس نے کبھی کھنڈر کبھی کھیت فرما دیا۔ (۲) اس سے معلوم ہوا کہ عصا رکھنا سنت ہے۔

(۳) روح کا اطلاق کئی معنوں میں ہے۔ جبرئیل امین۔ عیسیٰ علیہ السلام۔ ملئکہ کی ایک مخصوص قسم جو قیامت کے دن ملئکہ کی طرح صف بستہ کھڑے ہوں گے۔ ایک مخصوص مخلوق۔ قرآن مجید۔ روح حیوانی۔ یہودیوں کا سوال ان میں کس روح کے بارے میں تھا وہ آج تک معلوم نہ ہو سکا۔ خاص روح کے بارے میں سوال سے ان خبثاء کا مقصود یہ

[1] ایضاً بخاری جہاد من قاتل لتکون کلمۃ اللہ من قاتل للمغنم۔ توحید۔ وقولہ ولقد سبقت کلمتنا۔ مسلم امارت ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ابن ماجہ۔ جہاد ۱۳۔ ترمذی، ابوداؤد۔ نسائی جہاد۔ مسند امام احمد بن حنبل۔

تھا۔ کہ تورات میں بنی آخرالزماں کی علامت یہ تھی کہ ان سے روح کے بارے میں سوال ہوگا تو نہ بتائیں گے۔ چنانچہ مکہ کے مشرکین کو انھیں یہودیوں نے سکھایا تھا کہ تین سوال کرو۔ اصحاب کہف، ذوالقرنین کون تھے روح کیا ہے اگر کسی کا جواب نہ دیں تو بھی نبی نہیں اور اگر تینوں کا جواب دیں تو بھی نبی نہیں۔ اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں تو قرآن نازل ہوا۔ اور روح کے بارے میں فرمادیا، یہ امر ربی سے ہے چنانچہ روح کے بارے میں مذکورہ آیت تلاوت کی۔ تو یہود نے کہا ہم نے کہا تھا نہ کہ مت پوچھو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب روح کی حقیقت نہ بتائی تو یہود کو خوش ہونا چاہئے تھا کہ بتا نہ پائے۔ اس کہنے کا کیا تک تھا وہی کہ انھیں معلوم تھا نبی آخرالزماں روح کی حقیقت نہ بیان فرمائیں گے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج اس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روح کا علم نہ تھا۔ غور کیجئے۔ اس ارشاد سے کہ روح امر رب سے ہے کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضور کو اس حقیقت کا علم نہ تھا۔ علامہ عینی ان لوگوں کا رد فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔

جل منصب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو حبیب اللہ وسید خلقہ ان یکون غیر عالم بالروح وکیف وقد من اللہ علیہ بقولہ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا وَقَدْ قال اکثر العلماء لیس فی الآیۃ دلیل علی ان الروح لا یعلم وان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یکن یعلمھا۔

عینی ص ۲۰۱ ج ۲

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منصب بہت جلیل ہے وہ اللہ کے حبیب اور تمام مخلوق کے سردار ہیں پھر یہ کیسے ممکن کہ وہ روح کو نہ جانتے روح کو کیسے نہیں جانیں گے حالانکہ اللہ عزوجل نے اس ارشاد سے ان پر احسان یاد دلایا ہے کہ آپ جو کچھ نہ جانتے تھے ہم نے وہ سب آپ کو سکھا دیا اور آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔ اکثر علماء نے فرمایا۔ اس آیت میں اس پر کوئی دلیل نہیں کہ روح کو کوئی نہیں جانتا اور نہ اس پر ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روح کو نہیں جانتے تھے۔

علامہ عینی نے "وعلمک مالم تکن تعلم" سے اس پر استدلال کرکے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روح کو جانتے تھے یہ بتادیا کہ اس آیت کریمہ میں لفظ ما اپنے عموم پر ہے۔ ما یحتاج الیہ فی الدین کے ساتھ خاص نہیں ورنہ ان کا استدلال تام نہ ہوگا اس لئے کہ جب ما کو ما یحتاج الیہ فی الدین کے ساتھ خاص کردیا گیا اور ظاہر ہے روح کا جاننا ما یحتاج الیہ فی الدین نہیں تو استدلال ختم۔ اور جب یہ اپنے عموم پر ہے تو اس سے بلا دریغ یہ بھی ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ما کان ومایکون کا بھی علم عطا ہوا۔ پھر علم مصطفےٰ کے منکرین کے استدلال فاسد کا جواب دیا کہ آیت کریمہ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ سے یہ بھی ثابت نہیں کہ، روح کا علم کسی کو نہیں دیا گیا اور نہ یہ ثابت کہ

عَنْهُ فَقَالَ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتُوْا

آثار دحی جاتے رہے تو فرمایا۔ تم سے یہ لوگ روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ فرمادو، روح میرے رب کے امر سے

مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا [1]

ہے اور ان کو بہت ہی کم علم دیا گیا۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا نہ ہوا۔ اور اسے اکثر علماء کا قول بتایا۔

(۴) عالم کی بنیادی تقسیم دو ہے۔ عالم امر اور عالم خلق۔ عالم امر۔ بغیر مادے کے، کن فرمانے سے کسی شی کی ایجاد کو کہتے ہیں۔ اور عالم خلق، مادے سے بتدریج کسی چیز کو پیدا فرمانے کو کہتے ہیں۔ الملفوظ ص۶۰ ج۲

شرح فقہ اکبر میں ہے۔

لِاَنَّ الرُّوْحَ خُلِقَ بِالْاَمْرِ التَّكْوِيْنِيِّ كَبَعْضِ الْمَخْلُوْقَاتِ وَاَكْثَرِ الْكَائِنَاتِ خُلِقَ بِالْوَصْفِ التَّدْرِيْجِيِّ وَلِذَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (ص۱۲۴)

روح امر تکوینی سے پیدا ہوئی ہے جیسے اور کچھ مخلوقات اور اکثر کائنات تدریجی سے بنائی گئی۔ اسی لئے فرمایا سنو! اللہ ہی کے لئے خلق اور امر ہے

(۵) بخاری اور مسلم کے اکثر نسخوں میں وَمَا اُوْتُوْا ہے اور قرآن مجید میں وَمَا اُوْتِيْتُمْ ہے۔ قرأت متواترہ یا مشہورہ میں وَمَا اُوْتُوْا نہیں۔ نیز بخاری ہی کتاب التفسیر میں بطریق عمر بن حفص اور کتاب التوحید میں بطریق یحیٰی وَمَا اُوْتِيْتُمْ ہے۔ یہ قرأت شاذہ سے ہے جیسا کہ حضرت سلیمان اعمش نے کہا کہ ہماری قرأت وَمَا اُوْتُوْا ہے۔ شوافع کے یہاں قرأت شاذہ حجت نہیں۔ مگر احناف کے یہاں ہے۔ کہ کم از کم یہ خبر واحد کے درجے میں ضرور ہے اور خبر واحد کو سب حجت مانتے ہیں۔

(۶) اس سے معلوم ہوا کہ سائل اگر معاند ہے تو اسے ایسا جواب دینا چاہئے جو مسکت ہو۔ محقق جواب اگر نہ دیں تو بھی حرج نہیں۔

[1] ایضاً تفسیر بنی اسرائیل۔ یسئلونک عن الروح۔ الاعتصام۔ ما یکرہ من کثرۃ السوال۔ مایئل عالم ینزل علیہ الوحی التوحید۔ لقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین۔ قول اللہ انما امرنا لشی مسلم منافقین ۲۴ ترمذی تفسیر سورۂ بنی اسرائیل ۱۱۔۱۲ نسائی تفسیر مسند احمد ۱

## (۹۳) حدیث ۔ ولولا قومك حديث عهد بكفر

عَنِ الْاَسْوَدِ، قَالَ قَالَ لِیْ اِبْنُ الزُّبَیْرِ کَانَتْ عَائِشَةُ تُسِرُّوْا اِلَیْكَ کَثِیْرًا

اسود نے کہا مجھ سے عبداللہ بن زبیر نے پوچھا کہ حضرت عائشہ تم سے بہت راز کی باتیں کہہ دیتی تھیں

فَمَا حَدَّثَتْكَ فِی الْکَعْبَةِ قُلْتُ قَالَتْ لِیْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

انھوں نے کعبے کے بارے میں تم سے کیا بیان کیا ہے میں نے کہا انھوں مجھ سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

یَا عَائِشَةُ لَوْلَا اَنَّ قَوْمَكِ حَدِیْثُ عَهْدِهِمْ ۔ قَالَ اِبْنُ الزُّبَیْرِ بِکُفْرٍ

فرمایا۔ اے عائشہ اگر تمھاری قوم کا زمانہ نیا نہ ہوتا۔ ابن زبیر نے کہا یعنی کفر سے بہت قریب نہ ہوتا۔

## تشریحات (۹۳)

**اسود** ابن یزید بن قیس نخعی اجلّہ تابعین میں ہیں۔ یہ ابراہیم نخعی کے ماموں ہیں۔ زمانہ اقدس پایا مگر زیارت سے مشرف نہ ہوئے۔ اسّی حج اور عمرے کئے۔ مگر کبھی دونوں اکٹھے نہیں کئے ۷۵ھ میں کوفے میں وصال فرمایا۔

**تکمیل** پوری حدیث یوں ہے۔ ام المومنین نے عرض کیا یارسول اللہ حطیم کعبے میں داخل ہے یا نہیں۔ فرمایا داخل ہے۔ بات یہ ہوئی کہ تمھاری قوم کے پاس اتنا سرمایہ نہ تھا کہ پورا کعبہ بناتے۔ انھوں نے بناء ابراہیمی سے اتنا نکال دیا۔ پھر میں نے پوچھا کہ انھوں نے دروازہ اونچا کیوں رکھا ہے فرمایا یہ اس لئے کیا کہ جسے چاہیں اندر جانے دیں جسے نہ چاہیں روک دیں۔ ام المومنین نے عرض کیا کہ آپ اسے قواعد ابراہیمی پر کیوں نہیں بنا دیتے۔ تو فرمایا۔ اگر تیری قوم کفر سے قریب تر نہ ہوتی تو ضرور میں ایسا کر دیتا۔ اور انھوں نے جو نکال دیا اسے لیکے میں داخل کر دیتا۔ اور اسی کے دو دروازے زمین کے برابر بنا دیتا ایک پچھم ایک پورب لیکن اندیشہ ہے کہ یہ لوگ ناپسند کریں گے۔ اسی حدیث کی بنا پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پرانی عمارت اٹھا کر پھر سے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی تھی بنوائی۔ یزید بن رومان راوی حدیث کہتے ہیں۔ کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیر تعمیر کر رہے تھے تو میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد دیکھی ہے۔ جو اونٹ کی کوہان نما پتھروں کی تھی۔ جو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ جریر ان کے تلمیذ نے کہا کہ مجھے بتائیے کہاں تک یہ بنیاد ہے۔ یزید بن رومان انھیں حطیم کے اندر لے گئے اور اشارہ کر کے بتایا کہ یہاں تک۔ جریر نے اندازہ کیا تو تقریباً کعبے سے چھ ہاتھ لگ بھگ دور یہ جگہ تھی۔ پھر عبدالملک سفاک نے اپنے تغلب کے بعد ضد و عناد میں اس عمارت کو گرا کر عہد جاہلیت کے مطابق بنوایا۔ مسلم شریف میں ہے کہ یہ درندہ ایک بار طواف کرتے کرتے یہ کہنے لگا اللہ کے دشمن ابن زبیر نے ام المومنین پر جھوٹ باندھا ہے کہ انھوں نے

لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ بَابًا يَدْخُلُ النَّاسُ وَبَابًا يَخْرُجُونَ

تو میں کعبہ کی موجودہ عمارت اٹھا دیتا (اور نئی عمارت بناکر) اس کے دو دروازے بنا دیتا ایک سے لوگ

مِنْهُ فَفَعَلَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ [1]

اندر جاتے ایک سے باہر نکلتے۔

یہ حدیث بیان کی ہے۔ حارث بن عبداللہ بن ربیعہ موجود تھے۔ انھوں نے کہا اے امیر المومنین ایسا مت کہو میں نے خود ام المومنین سے یہ حدیث سنی ہے اس پر اس غاصب نے کہا اگر ڈھانے سے پہلے میں نے سنا ہوتا تو ابن زبیر کی تعمیر باقی رکھتا۔ عباسی بادشاہ ہارون نے جب یہ حدیث سنی تو امام مالک سے اجازت طلب کی کہ اسے ڈھاکر پھر اسی طرح بنوا دوں۔ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی تھی۔ امام مالک نے منع فرما دیا اور ارشاد فرمایا میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کعبہ کو بادشاہوں کا کھلونا مت بنا جس کا جی چاہے ڈھائے بنائے اس طرح اسکی ہیبت دلوں سے جاتی رہے گی۔

(۱) کعبے کی تعمیر سات مرتبہ ہوئی۔ اول فرشتوں کی۔ پھر حضرت ابراہیم کی پھر عمالقہ کی پھر جرہم پھر قریش کی جس میں خود آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی پھر حضرت عبداللہ بن زبیر کی پھر حجاج بن یوسف مشہور ظالم کی عہد الملک بن مروان کے عہد میں اس کے حکم سے یہی عمارت اب تک باقی ہے۔ (۲) حطیم پورا کا پورا کعبہ میں ہے یا اس کا جزء دونوں اقوال ہیں۔ بعض نے کہا کہ پورا حطیم کعبے کا جزء ہے۔ اور بعض لوگوں نے کہا صرف پانچ یا چھ یا سات ہاتھ۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصریح فرما دی تھی۔ کہ میں پانچ ہاتھ کعبے میں داخل کرتا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے صرف پانچ ہی ہاتھ حطیم میں سے لیا تھا۔ پانچ چھ سات ہاتھ کا اختلاف اپنے اپنے اندازے یا اپنے اپنے ہاتھ کے اعتبار سے ہے۔ (۳) صرف حطیم کی جانب منہ کرکے نماز جائز نہیں۔ اس لئے کہ اس کا کعبے کا جزء ہونا خبر واحد سے ثابت ہے اور استقبالِ قبلہ فرض ہے فرض کا اثبات خبر واحد سے نہیں ہو سکتا (۴) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو کام فضائل و واجبات میں سے نہ ہو اور اس کے کرنے سے فتنے کا اندیشہ ہو اس سے بچنا بہتر ہے یونہی ایسی بات کا اعلان بھی نہ کرے مگر جن پر اعتماد ہو انھیں بتا دے۔ خیر و شر جمع ہوں تو شر سے بچنا ضروری ہے۔ حکام اور علماء کو لازم ہے کہ امور شرعیہ کے علاوہ دیگر معاملات میں اس کا لحاظ رکھیں کہ عوام میں شورش پیدا نہ ہو۔ عوام بھڑک نہ جائے۔

---

[1] ایضا باب فضل مکۃ وبنیانہا۔ تمنی۔ مایجوز من اللو۔ مسلم ج ۱، ۴۱۰ تا ۴۱۵۔ نسائی مناسک ۱۲۸ ترمذی ج ۲، ۴۱۔ ابن ماجہ ج۔ دارمی مناسک ۴۱۰ مسند امام احمد۔ [2] مسلم ص ۴۳۲ [3] ایضا

## (۹۴) حدیث۔ حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا یَعْرِفُوْنَ

وَقَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا یَعْرِفُوْنَ اَتُحِبُّوْنَ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لوگوں سے وہی بات بیان کرو جس کو لوگ سمجھ لیں کیا تم پسند کروگے

اَنْ یُّکَذَّبَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ

کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے۔

## تشریحات (۹۴)

(۱) حضرت ابوالطفیل بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصیت یہ ہے کہ صحابۂ کرام میں سب سے بعد ۱۰۰ھ میں وصال ہوا انھوں نے اپنی اخیر عمر میں ایک بار فرمایا کہ آج روئے زمین پر حدیث بیان کرنے والوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہو ۳ھ میں غزوۂ اُحد کے سال پیدا ہوئے یہ ان چھ صحابہ میں ہیں جن کی زیارت سے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف ہوئے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص مجبین میں سے تھے۔ ان کے ساتھ تمام معرکوں میں رہے۔ لیکن حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی افضلیت کے قائل تھے بہت ذہین فطین بلیغ ثقہ اور شاعر بھی تھے۔ پہلے کوفہ رہتے تھے۔ پھر مکہ معظمہ جا بسے اور وہیں ایک سو سات سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان سے نو حدیثیں مروی ہیں۔

(۲) یہ بخاری کی ثلاثیات میں سے ہے جن کے تیسرے راوی صحابی ہیں امام بخاری نے اپنی ہی نہیں عام محدثین کی طرز کے خلاف یہاں پہلے، حدیث کا متن ذکر کیا پھر سند۔ یہ اس لئے کہ اس کے ایک راوی معروف بن خربوز کو یحیٰی بن معین نے ضعیف کہا ہے یا بیان جواز کیلئے ہے کہ دونوں جائز ہے۔ اسی لئے بخاری کے بعض نسخوں میں سند مقدم ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا سب سے قریب تر یہ ہے کہ امام بخاری نے پہلے تعلیقاً اسکو لکھ لیا پھر بعد میں سند ملی۔

(۳) اس کے پہلے والی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی ایسے کام کو فی نفسہٖ اچھا ہو مگر اس سے عوام کے فتنے میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے نہ کرنا چاہئے اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ایسی بات جو مدار کفر و ایمان ہدایت و ضلالت نہ ہو اور وہ عوام کی سمجھ سے باہر ہو عوام کے سامنے نہ بیان کی جائے جیسا کہ وارد ہے کلموا الناس علی قدر عقولھم۔ لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق بات کی جائے اسی لئے فرمایا گیا من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل۔ جو اپنے زمانے والے کو نہ پہچانے وہ جاہل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب عوام کے سامنے غیر ضروری ایسی بات بیان کیجائیگی

## (۹۵) حدیث۔ مامن احد یشھد ان لا الہ الا اللہ

حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِیْفُہٗ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے معاذ ایک ہی ساتھ

عَلَی الرَّحْلِ قَالَ یَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَالَ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْكَ

کجاوے میں تھے حضور نے فرمایا اے معاذ بن جبل انھوں نے عرض کیا لبیک یارسول اللہ اور سعدیک۔

قَالَ یَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْكَ قَالَ یَا مُعَاذُ قَالَ

فرمایا اے معاذ عرض کیا لبیک یارسول اللہ اور سعدیک۔ فرمایا اے معاذ عرض کیا

لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْكَ ثَلَاثًا قَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ یَشْھَدُ اَنْ

لبیک یارسول اللہ اور سعدیک۔ تین مرتبہ ایسا ہوا فرمایا جس کسی نے بھی لا الہ الا اللہ اور

لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِہٖ اِلَّا حَرَّمَہُ اللّٰہُ

محمد رسول اللہ کی گواہی دی اور دل سے تصدیق کی تو اللہ نے اسے جہنم پر حرام فرمادیا ہے۔

جو ان کی سمجھ سے باہر ہو تو اسے غلط مانیں گے اور جب یہ کہا جائے گا اللہ و رسول نے ایسا فرمایا تو اندیشہ ہے کہ اللہ و رسول کی تکذیب کر بیٹھیں۔ اسی بنا پر علماء قرآن مجید کا ترجمہ بلا تفسیر و حدیث کا ترجمہ بلا تشریح عوام کے سامنے بیان کرنے کو ناپسند کرتے ہیں۔

## تشریحات (۹۵)

(۱) تین بار پکارنا اس کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے تھا۔ نیز اس لئے تھا کہ وہ پورے طور سے متوجہ ہو جائیں اور جو کچھ ارشاد ہوا اسکو پوری توجہ سے سنیں۔ (۲) یہاں دو احتمال ہے ایک یہ کہ من قلبہ کا تعلق صدقا سے ہو جس کے مطابق ہم نے ترجمہ کیا دوسرے یہ کہ من قلبہ کا تعلق یشھد سے ہو اب معنی یہ ہوئے کہ دل سے گواہی دے اس حال میں کہ وہ سچا ہو یعنی ایسا نہ ہو کہ دل میں کفر ہے اور زبان پر اقرار شہادت جیسا کہ منافقین گواہی کا اظہار کرتے تھے۔ اور ایک احتمال یہ ہے کہ کبھی صدق کے معنی ہوتے ہیں قول کے مطابق عمل کرنے کے جیسے دیندار مسلمان کو کہتے ہیں کہ بڑا سچا مسلمان ہے اب معنی یہ ہوئے کہ شہادت کے مقتضی کے مطابق عمل بھی کرتا ہو یعنی تمام فرائض و واجبات پر بھی عمل کرتا ہو اور نواہی سے بچتا ہو۔ اس تاویل پر یہ اعتراض نہیں پڑے گا کہ جہنم کے حرام ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ سرے سے جہنم میں جائے ہی نہیں حالانکہ یہ ثابت ہے کہ کچھ گنہگار مسلمان ابتداءً جہنم میں جائیں گے پھر نکالے جائیں گے اس کے دوسرے

عَلَى النَّارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوْنَ قَالَ اِذًا

حضرت معاذ نے دریافت کیا یارسول اللہ اجازت دیں تو لوگوں کو اس سے خبر کردوں کہ لوگ خوش ہو جائیں فرمایا پھر

يَتَّكِلُوْا وَاَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ تَاَثُّمًا علہ ت (۱۹) قَالَ مُجَاهِدٌ لَا

اسی پر بھروسہ کرلیں گے۔ حضرت معاذ نے اپنی وفات کے وقت کتمان علم کے گناہ سے بچنے کیلئے یہ حدیث بیان کردی۔ امام مجاہد

يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ مُسْتَحْيٍ وَلَا مُسْتَكْبِرٌ ع۲ہ

نے فرمایا شرمیلا اور متکبر علم نہیں حاصل کرسکتا۔

جوابات بھی ہیں کہ مراد خلود فی النار کا حرام ہونا ہے دوسرے یہ کہ مراد وہ شخص ہے جو ایمان قبول کرکے فورا مرجائے۔ تیسرے یہ کہ مراد یہ ہے کہ ایمان قبول کرکے اس کے موجبات پر عمل کرے۔ (۳) یعنی لوگ لوگ عمل کرنا چھوڑ بیٹھیں گے کیونکہ اس کے ظاہر سے یہی متبادر ہے کہ محض ایمان سے جہنم حرام ہوجاتا ہے تو لوگ غلط فہمی میں پڑجائیں گے کہ پھر عمل کی مشقت کیوں اٹھائیں۔ (۴) یعنی چونکہ کتمان علم پر بہت سخت وعید آئی ہے جیسا کہ حدیث ۱۸۵ میں آیت گذری تو آخر وقت میں حدیث بیان فرمادی۔ (۵) اس حدیث سے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بارگاہ اقدس میں تقرب اور ان کی جلالت ظاہر ہوئی۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تواضع اور صحابہ پر شفقت بھی۔ نیز معلوم ہوا کہ شیخ خاص علوم جو عام اشاعت کے لائق نہ ہوں اپنے خاص تلامذہ کو بتا سکتا ہے۔ اور اشاعت سے روک سکتا ہے۔ نیز معلوم ہوا کہ جو بات عوام کے سمجھ سے بالاتر ہو اور ناسمجھی سے ان کے فتنے میں پڑجانے کا خطرہ ہو اور اس کا جاننا انھیں ضروری نہ ہو انھیں نہ بتائی جائے۔

## تشریحات ت (۱۷)

(۱) امام مجاہد خیر امت اللہ تابعین میں سے ہیں۔ ان کی کنیت ابو حجاج ہے۔ یہ عبداللہ بن سائب مخزومی کے غلام تھے۔ تابعین کے طبقۂ ثانیہ میں ہیں۔ اپنے وقت کے تفسیر وقرأت، حدیث وفقہ میں امام تھے مکہ معظمہ کے فقہا وقراء میں ان کا شمار ہے ۱۰۱ھ میں واصل بحق ہوئے۔ وصال کے وقت عمر مبارک تراسی سال تھی۔ سجدہ کے حالت میں روح پرواز ہوئی۔ حضرت ابن عباس ابن عمر جابر ابوہریرہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث سنیں تین بار قرآن مجید ابن عباس کو سنایا۔

ع۱ہ مسلم ایمان ۵۳۔ ابن ماجہ اقامت ۴۸ ع۲ہ ابونعیم، حلیہ۔

ت ۲۰ قَالَتْ عَائِشَةُ نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْاَنْصَارِ لَمْ يَمْنَعْهُنَّ الْحَيَاءُ اَنْ

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا انصار کی عورتیں اچھی عورتیں ہیں۔ جنھیں دینی باتیں

يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّيْنِ ۱؎

جاننے میں شرم نہیں روکتی۔

## ۹۶ حدیث۔ اذا حتلمت المرأة

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ ام سلیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ

میں حاضر ہوئیں۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ عزوجل حق بیان کرنے سے حیا نہیں فرماتا۔

(۱) کتاب الایمان میں حیا کے معنی کی تحقیق گذر چکی۔ ظاہر ہے کہ جو شخص کسی سے پڑھنے میں کچھ پوچھنے میں شرم کرے گا وہ علم کیسے حاصل کرے گا۔ یوں ہی جو متکبر ہوگا اور اپنے آپ کو سب سے بڑا جانے گا اور کسی سے سوال کرنے میں کسی کے شاگرد بننے میں جب ذلت محسوس کرے گا تو وہ علم سے محروم ہی رہے گا۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا آپ اتنے زبردست عالم کیسے ہوگئے؟ فرمایا جو مجھے معلوم تھا اس کے بتانے میں کبھی میں نے بخل نہیں کیا۔ اور جو معلوم نہ تھا اس کے حاصل کرنے میں جھجک نہیں کی۔

## تشریح، ت ۲۰

مطلب یہ ہے کہ وہ بلا جھجک ہر قسم کی دینی باتیں دریافت کرتیں۔ یہ بہت عمدہ طریقہ ہے۔ شرم بیجا کو جسے اگر احکام شرع نہ معلوم کیا جائے تو عمل کیسے ہوسکے گا۔

## تشریحات ۹۶

**ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا** (۲) یہ مشہور صحابیہ حضرت انس بن مالک کی والدہ ہیں۔ انکا نکاح زمانہ جاہلیت میں مالک بن نضر سے ہوا تھا یہ انصار کرام کے سابقین اولین میں سے ہیں۔ مشرف باسلام ہونے کے بعد اپنے شوہر حضرت انس کے باپ کو بھی مسلمان ہونے کی تلقین کی۔ اس بدنصیب نے انکار کیا اور ان پر خفا ہوا اور خفا ہو کر شام گیا اور وہیں مار ڈالا

۱؎ مسلم حیض ۱۶ ابو داؤد طہارت ۱۲ ابن ماجہ طہارت ۱۲۴ مسند امام احمد

فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا احْتَلَمَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

عورت کو جب احتلام[1] ہو تو کیا اس پر غسل ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (ہاں)

وَسَلَّمَ إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ فَغَطَّتْ أُمُّ سَلَمَةَ يَعْنِي وَجْهَهَا وَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ

جب وہ منی[2] کو دیکھے یہ سن کر حضرت ام سلمہ نے اپنا منہ ڈھانپ[3] لیا اور پوچھا یا رسول اللہ!

أَوَتَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ قَالَ نَعَمْ تَرِبَتْ يَمِينُكِ فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا[4]

کیا عورت کو احتلام ہوتا ہے فرمایا ہاں ہوتا ہے تیرا ہاتھ گرد آلود[5] ہو پھر کیوں بچہ اپنی ماں کے مشابہ[6] ہوتا ہے۔

گیا۔ اس کی موت کے بعد۔ حضرت ابوطلحہ نے انھیں پیغام دیا اس وقت تک حضرت ابوطلحہ مسلمان نہیں ہوئے تھے حضرت ام سلیم نے یہ شرط رکھی کہ تم اسلام قبول کرلو حضرت ابوطلحہ نے اسلام قبول کرلیا۔ اور دونوں کا نکاح ہوگیا ان کی بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لیجایا کرتے وہ طرح طرح خدمت کرتی تھیں۔ جو اپنے مواقع پر مذکور ہوں گی ان کے نام میں اختلاف ہے۔ کسی نے کہا سہلہ ہے کسی نے رملہ کسی نے رمیصاء کسی نے غمیصاء کہا ہے۔ ان سے چودہ حدیثیں مروی ہیں۔ ایک متفق علیہ ہے تین تنہا بخاری نے اور دو صرف مسلم نے لی ہے۔

(۲) یہاں حیاء سے مراد، اس کا لازمی معنی بطور استعارہ تبعیہ تمثیلیہ عدم ذکر مراد ہے یعنی اللہ عزوجل حق بات بیان فرمانے کو ترک نہیں فرماتا ہے۔ بیان فرما دیتا ہے اسی طرح میں بھی ضرور اس مسئلہ کو پوچھوں گی۔ اگرچہ عورتیں اس سے شرم کرتی ہیں (۳) احتلام کا مادہ حُلُم ہے جس کے معنی خواب کے ہیں۔ یہاں اِحْتَلَمَ کے معنی مباشرت کا خواب دیکھنا مراد ہے احتلام کے معنی بالغ ہونے کے بھی ہیں۔ حِلم کے معنی بسکون بردباری عقل کے ہیں۔ (۴) اس سے ثابت ہوا کہ عورت کو بھی منی ہوتی ہے احتلام کے بعد اگر عورت اپنے جسم یا کپڑے پر منی پائے تو اس پر بھی غسل فرض ہے جیسے مرد پر فرض ہے۔

(۵) حضرت ام المومنین کو تعجب اس لئے ہوا کہ ازواج مطہرات احتلام سے محفوظ ہیں۔ جالہ عقد نبوی میں آنے کے بعد بھی اور پہلے بھی۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اس وقت حاضر تھیں۔ اس میں اتنا زائد ہے کہ ام سلیم کے اس سوال پر عورتیں ہنس پڑیں اور حضرت عائشہ صدیقہ نے کہا۔ تیرے لئے خرابی ہو کیا عورت بھی ایسا دیکھتی ہے۔

---

[1] ایضاً غسل اذا احتلمت المرأة۔ الانبیاء خلق آدم۔ ادب مالایستحی من الحق۔ مسلم حیض ۳۲۔ ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ ۱۰۷ نسائی طہارت ۱۳۔ وکتاب العلم۔ دارمی وضوء ۷۶ مسند امام احمد۔

# کتاب الوضوء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۶) یہ جملہ بد دعا اور زجر کے لئے ہے۔ اس کا اصل مدلول یہ ہے کہ تو محتاج ہو جائے۔ لیکن عام طور پر یہ اور اس قسم کے جملے مثلاً لا ام لک۔ تا تلہ اللہ وغیرہ اظہار تعجب اور پیار کے لئے بھی بولا جاتا ہے خصوصاً جب شفقت کیساتھ عتاب مقصود ہو۔

(۷) کتاب الانبیاء باب خلق آدم میں، حضرت انس کی حدیث میں ہے کہ اگر مرد کی منی سبقت کرتی ہے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر عورت کی سبقت کرتی ہے تو عورت کے۔ مسلم شریف باب الحیض میں حضرت انس کی حدیث میں یوں ہے مرد کی منی گاڑھی سفید ہوتی ہے اور عورت کی پتلی پتلی۔ ان دونوں میں سے جو غالب آجائے یا سبقت کر جائے اسی کے مشابہ بچہ ہوتا ہے۔ اور ام المومنین کی حدیث میں وہیں یہ ہے کہ جب مرد کی منی غالب ہوتی ہے تو بچہ اپنے چچا کے مشابہ ہوتا ہے اور جب عورت کی غالب آتی ہے تو بچہ ماموں کے مشابہ ہوتا ہے۔ ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ مرد و عورت میں جس کی منی قوی ہوگی یا جس کی منی پہلے رحم میں پہونچے گی بچہ اسی کے مشابہ ہوگا۔ امام نووی نے فرمایا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ سبق سے مراد غلبہ ہو تو ان سب احادیث کا حاصل ایک ہوا کہ جس کی منی کو غلبہ ہوگا بچہ اسی کے مشابہ ہوگا۔ (۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینی باتیں معلوم نہ ہوں تو انھیں بلا جھجک دریافت کرنا چاہئے اسی کو بتانے کیلئے امام بخاری نے یہ حدیث کتاب العلم میں ذکر کی ہے۔ عورتیں اپنے مخصوص مسائل براہ راست عالم سے دریافت کر سکتی ہیں جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ بہتر یہ ہے کہ اپنے شوہروں کی وساطت سے معلوم کرائیں۔ بعض اطباء نے کہا ہے کہ عورت کو منی نہیں ہوتی ان کا اس حدیث میں رد ہے اور طبی تحقیقات سے بھی ثابت کہ عورت کو بھی منی ہوتی ہے۔ علاوہ ام سلیم کے یہ سوال مندرجہ ذیل صحابیات نے بھی کیا تھا۔ خولہ بنت حکیم بسرہ اور سہلہ بنت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

## تشریحات

(۱) ایمان کے بعد بندہ جن امور کا مکلف ہے ان کی تین قسمیں ہیں۔ صرف عبادت جیسے نماز روزہ زکوٰۃ حج صرف معاملات جیسے خرید و فروخت وغیرہ۔ من وجہ عبادت من وجہ معاملہ جیسے نکاح ان میں عبادت کی اہمیت ظاہر ہے۔ اس لئے امام بخاری نے ایمان و علم کے بعد عبادات کو ذکر کیا۔ عبادات میں نماز کئی حیثیت سے حق تقدم رکھتی ہے۔ نماز تمام عبادتوں سے عام اور موکد ہے۔ اس کے مکلف امیر، غریب، تندرست بیمار آزاد غلام مقیم مسافر بھی ہیں۔ اس کی ادائیگی سب سے

زیادہ ہے۔ دن میں پانچ مرتبہ فرض ہے قرآن واحادیث میں ایمان کے متصلاً اس کا حکم مذکور ہے۔ اس لئے تمام عبادات پر نماز کو مقدم کیا۔ نماز کے کچھ شرائط ہیں۔ شرائط مشروط پر مقدم ہوتے ہیں شرائط میں طہارت کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے اس لئے طہارت کو سب سے پہلے ذکر کیا۔ طہارت کے انواع میں وضو بھی ہے۔ امام بخاری نے سب سے پہلے اسی کو ذکر فرمایا۔

(۲) بعض نسخوں میں کتاب الوضو کے بجائے کتاب الطہارات ہے یہی زیادہ مناسب ہے۔ اسلئے امام بخاری نے اسکے تحت طہارت کے جملہ انواع کو ذکر فرمایا۔

(۳) وضو کب مشروع ہوا علماء نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا یہ مدینہ طیبہ میں سورہ انعام کی آیت کریمہ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا کے نزول سے مشروع ہوا اور محققین فرماتے ہیں کہ قبل ہجرت ہی مشروع تھا بلکہ غار حرا میں پہلی بار نزول وحی کے بعد ہی جبرئیل امین نے وضو کی تعلیم دی۔ جیسا کہ ابن ماجہ اور مسند امام احمد بن حنبل اور معجم اوسط للطبرانی میں حدیث مذکور ہے نیز حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث موجود ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ روتی ہوئیں خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ عرض کیا۔ قریش آپ کے مار ڈالنے کا معاہدہ کر رہے ہیں۔ فرمایا وضو کیلئے پانی لاؤ۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ وضو قبل ہجرت مشروع تھا۔

(۴) صحیح یہ ہے کہ ابتداء ہر نماز کے لئے وضو فرض تھا خواہ وہ محدث ہو خواہ نہ ہو۔ بعد میں یہ عموم منسوخ ہو گیا۔ نماز کے لئے صرف محدث پر فرض رہا۔ جیسا کہ امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر نماز کے لئے وضو کا حکم دیا خواہ کوئی محدث ہو خواہ نہ ہو۔ جب یہ لوگوں پر شاق ہوا تو صرف حدث سے وضو کرنا رکھا۔ نیز مسلم شریف میں بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے وضو فرمایا کرتے تھے (بغیر حدث کے بھی جیسا کہ بخاری میں حضرت انس کی حدیث آتی ہے) مگر فتح مکہ کے دن ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھیں۔ حضرت فاروق اعظم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ حضور نے ایسا کام کیا ہے جو اس کے پہلے نہیں کرتے تھے۔ فرمایا میں نے ایسا قصداً کیا ہے۔ یعنی بیان جواز کیلئے

(۵) صحیح یہ ہے وضو اور طہارت کے وجوب کا سبب صرف حدث اور ناپاکی نہیں بلکہ سبب وجوب دو ہے۔ نماز کا واجب ہونا یا ایسے کام کا ارادہ کرنا جو بغیر طہارت جائز نہ ہو جیسے قرآن مجید چھونا۔ جیسا کہ اصحاب سنن نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے وضو کا حکم اس وقت دیا گیا ہے۔ جبکہ نماز کے لئے اٹھوں۔

## (۹۷) حدیث ۔ لا یقبل صلوٰۃ من احدث حتی یتوضا

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةُ مَنْ اَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّاَ قَالَ رَجُلٌ مِّنْ

فرمایا۔ جس کو حدث ہو اسکی نماز قبول نہ ہوگی جب تک کہ وضو نہ کرلے۔ حضرموت کے ایک

حَضْرَمَوْتَ مَا الْحَدَثُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ فُسَاءٌ اَوْ ضُرَاطٌ[۱]

صاحب نے پوچھا اے ابوہریرہ حدث کیا ہے فرمایا ہوا خارج ہونا خواہ بے آواز ہو کے یا آواز کیساتھ

(۶) مشہور یہ ہے کہ وُضُوٗ واؤ کے ضمے کے ساتھ اس فعل کو کہتے ہیں اور وَضُوٗ واؤ کے فتحے کے ساتھ اس پانی کو جس سے وضو کیا جائے یہی اکثر علماء لغت کا قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وُضُوٗ واؤ کے فتحے کے ساتھ دونوں کے معنی میں ہے اور وُضُوٗ کوئی لغت نہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ وُضُوٗ اور وَضُوٗ ہر ایک کے دو معنی ہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا یہ قول ضعیف ہے یہی تفصیل طہور میں بھی ہے۔ ہدایہ کے حاشیہ مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی قدس سرہ کے حوالے سے ہے۔ کہ الطُّہارت طاء کے ضمے کے ساتھ اس پانی کو کہتے ہیں جس سے طہارت کی جائے اور طَہارت طاء کے کسرہ کے ساتھ وہ آلہ جس سے طہارت حاصل کیجائے۔ طَہارت طاء کے فتحے کے ساتھ پاکی کے معنی میں ہے۔ شرعاً حدث اور خبث سے پاکی حاصل کرنے کے ہیں۔ وضو وضاءت سے بنا ہے وضاءت کے معنی صاف ستھرے حسین ہونے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے وَضُؤَ الرجل ای صَارَ وضیئاً۔ شریعت میں منہ دونوں ہاتھ اور پاؤں دھونے اور سر کے مسح کو کہتے ہیں۔

## تشریحات (۹۷)

(۱) قبول نہ ہونے سے مراد صحیح نہ ہونا ہے (۲) خواہ پانی سے اور پانی نہ ہونے کی صورت میں پانی کے قائم مقام پاک مٹی سے۔ نسائی میں حضرت ابوذر کی حدیث میں ہے کہ فرمایا۔ اَلصَّعِيْدُ الطَّيِّبُ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ اِنْ لَّمْ يَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِيْنَ۔

(۳) حدث کے شرعی معنی ناقض وضو کے ہیں جو فساء اور ضراط کے علاوہ اور بھی ہیں۔ مثلاً پیشاب، پائخانہ وغیرہ پھر حضرت ابوہریرہ نے حدث کو فساء اور ضراط کے ساتھ خاص کیوں کیا۔ اس کا جواب یہ کہ سائل کو دیگر نواقض کا علم رہا

[۱] ایضاً ترک الحیل۔ مسلم طہارت، ۱۔ ترمذی طہارت، ۱۔ داؤد وضوء، ۱۲ مسند امام احمد

ہوگا اس لئے صرف انھیں دونوں کو ذکر کیا جنھیں وہ جانتا نہ تھا۔ یا یہ کہ حضرت ابوہریرہ کا مقصود حصر نہیں تمثیل ہے۔ یا یہ اضعف نواقض کا ذکر صراحۃً کیا اور ان سے قوی کو اقتضاءً کہ جب یہ ناقض وضو ہیں تو مخاطب خود فیصلہ کرلے کہ جو ان سے زیادہ قوی ہے مثلاً پیشاب، پائخانہ بدرجہ اولیٰ ناقض ہوں گے۔

صلوۃ من احدث، سے متبادر ہے کہ سائل نے اس حدث کو پوچھا تھا جو نماز کے اندر ہوا اور نماز میں پیشاب پائخانہ کا ہونا نادر اور ریاح کا خارج ہونا اغلب۔ اغلب کا لحاظ کرکے حضرت ابوہریرہ نے جواب دیا۔

حدث کی دو قسمیں ہیں۔ حدث اکبر جن سے غسل بھی واجب ہوتا ہے۔ جیسے جنابت، حیض، نفاس۔ حدث اصغر نواقض وضو جن سے صرف وضو ٹوٹتا ہے۔

(۴) فساء کے معنی پائخانہ کے مقام سے بغیر آواز کے ہوا خارج ہونے کے ہیں اور ضراط آواز کے ساتھ ہوا خارج ہونے کے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ بغیر آواز ہوا کا خارج ہونا بھی ناقض وضو ہے۔ خواہ اس میں بدبو ہو خواہ نہ ہو۔

(۵) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وضو ہر نماز کے لئے شرط ہے خواہ فرائض خمسہ ہوں یا عیدین اور جنازہ ہو یا سجدۂ تلاوت امام شعبی اور ابن جریر طبری سے جو منقول ہے کہ نماز جنازہ بغیر وضو کے بھی درست ہے، باطل ہے۔ علامہ کرمانی نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ طواف کو حدیث میں صلوۃ کہا گیا اور کوئی نماز بغیر وضو درست نہیں تو طواف بھی بغیر وضو درست نہیں۔ احناف کے نزدیک طواف بغیر وضو ممنوع ہے لیکن اگر کسی نے بغیر وضو طواف کرلیا تو اس معنی کر صحیح ہوگیا کہ برأت ذمہ ہوگئی احناف کا جواب مشہور رہے کہ یہ خبر واحد ہے خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی البتہ وجوب ثابت ہوتا ہے اور وجوب کے ہم بھی قائل ہیں۔ قرآن مجید میں مطلقاً فرمایا گیا وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔ اور کتاب اللہ پر زیادتی خبر واحد سے جائز نہیں۔ احناف اور شوافع کے مابین ایک اہم اختلاف ہے کہ نماز ختم کرنے کے لئے السلام علیکم کہنا فرض ہے یا نہیں۔ شوافع فرض مانتے ہیں۔ اور احناف صرف واجب، فرض نہیں مانتے۔ اسی اختلاف کی وجہ سے نماز کے سلسلے میں یہ اختلاف ہے کہ اگر کوئی بغیر السلام علیکم کہے تشہد کے بعد نماز ختم کردے تو نماز ہوئی یا نہیں۔ شوافع کے یہاں فرض کے ترک کی وجہ سے نہ ہوئی اور ہمارے یہاں اس معنی کر ہوگئی کہ فرض ادا ہوگیا البتہ واجب کے ترک سے واجب الاعادہ ہوئی۔ شوافع کا استدلال اس حدیث سے ہے۔

تحریمها التکبیر وتحلیلها التسلیم نماز کی تحریم تکبیر ہے اور سلام کے بعد نماز سے فراغت ہے۔

یہ ترکیب مفید حصر ہے تو ثابت کہ تحلیل صلوۃ تسلیم کے ساتھ خاص اور جزء اول بالاجماع فرض تو اسکے مثل جزء ثانی بھی۔ احناف یہ جواب دیتے ہیں کہ تحریمہ کے لئے تکبیر کی فرضیت اس حدیث سے نہیں قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ارشاد ہے

## ۹۸ حدیث، غر المحجلین

عَنْ نُعَيْمِ الْمُجْمِرِ قَالَ رَقِيتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ فَتَوَضَّأَ قَالَ إِنِّي

نعیم مجمرؒ نے کہا۔ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد کی چھت پر چڑھا انھوں نے وضو کیا اور

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ، اپنے رب کی تکبیر کہو۔ اور فرمایا۔ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلّٰى۔ اور اپنے رب کا نام لیا پھر نماز پڑھی۔ اس حدیث کے معارض اعرابی والی مشہور حدیث ہے جس میں صاف صراحۃً ارشاد ہے۔

اذا قلتَ هذا او فعلتَ هذا فقد تمت صلوتك۔ جب تشہد پڑھ چکو یا اتنا کر چکو تو تمھاری نماز پوری ہوگئی اس میں تشہد پڑھنے یا بقدر تشہد بیٹھنے پر نماز کو تام بتایا تو ثابت کہ بغیر سلام نماز تام ہے۔ احناف کے اس مسئلے پر تعریف کرتے ہوئے امام بخاری نے باب ترک الجہل میں بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اور جواب وہی ہے کہ یہ حیلہ نہیں بلکہ اعرابی والی حدیث مشہور کی بنا پر ہے اور احناف اسے مطلقاً ترک نہیں کرتے سلام کو واجب کہتے ہیں مگر چونکہ ثبوت فرضیت کے لئے نص قطعی ضروری ہے اور یہ خبر واحد ہے جو مفید قطع نہیں اس لئے فرض نہیں کہتے ہیں۔ اسی طرح احناف کہتے ہیں کہ حالت نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو پھر وضو کر کے باقیماندہ سابقہ پر بنا کر کے پڑھ سکتا ہے بشرطیکہ مفسد نماز کوئی عمل نہ پایا گیا ہو۔ مخالفین اس کو اس حدیث کے خلاف بتاتے ہیں۔ مگر منصف غور کرے۔ احناف نے یہ کب فرمایا کہ نماز میں حدث ہو جائے تو یوں ہی بلا وضو نماز پوری کر لو۔ احناف نے وضو کرنے کا حکم دیا تو بقیہ نماز باوضو ہوئی۔ اور حدیث میں یہی ہے کہ جب تک وضو نہ کرے۔ اور اس نے وضو کر کے نماز پڑھی لہٰذا اس حدیث کے خلاف عمل نہ ہوا۔

## تشریحات ۹۸

(۱) نعیم ابن عبداللہ مدنی تابعی ہیں۔ یہ اور ان کے والد دونوں مسجد نبوی میں خوشبو سلگاتے تھے اس لئے ان کو اور انکے والد کو بھی مجمر یا مجمر کہا جاتا ہے۔ یعنی خوشبو سلگانے والے۔ یہ حضرت ابوہریرہ کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ حضرت جابر وغیرہ سے بھی حدیثیں روایت کی ہیں (۲) یہاں مسجد سے مراد مسجد نبوی ہے اس حدیث پر دو اشکال ہیں ایک یہ کہ مسجد کی چھت پر بلا ضرورت چڑھنا منع ہے اور ضرورت سے مراد شرعی ضرورت ہے مثلاً نیچے جگہ نہ ہو یا مرمت کی ضرورت ہو۔ نیز مسجد کی چھت بھی مسجد کے حکم میں ہے اور مسجد میں اس طرح وضو کرنا کہ پانی مسجد میں گرے جائز نہیں۔ اس لئے کہ متعدد احادیث میں مسجد کو پاک وصاف رکھنے کا حکم ہے۔ پھر حضرت ابوہریرہ مسجد پر کیوں چڑھے اور وہاں وضو کیوں کیا۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے نیچے بھیڑ کی وجہ سے وضو کی گنجائش نہ رہی ہو۔ یا نیچے وضو کی کوئی جگہ نہ ہو۔ اس لئے چھت پر چڑھے اور وضو

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اُمَّتِيْ يُدْعَوْنَ

فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے۔ میری امت (۳) قیامت کے دن بلائی

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ

جائے گی۔ ان کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں وضو کے اثر سے سفید ہوں گے تم میں سے جو اپنی سفیدی زیادہ

يُّطِيْلَ غُرَّتَهٗ فَلْيَفْعَلْ ؎۱

کرنا چاہے کرے

اس طرح کیا کہ پانی مسجد کے باہر گرایا۔ مثلاً دیوار کے کنارے بیٹھ کر وضو کیا اور پانی نیچے گرایا۔ یا کوئی برتن رہا ہو جس میں غسالہ گرتا ہو۔

(۳) اُمّت کے لغت میں کئی معانی آتے ہیں۔ طریقہ۔ دین۔ زمانہ دراز۔ بادشاہ۔ وہ مرد جو جامع خیر ہو۔ وہ شخص جو سب سے الگ تنہا کوئی دین رکھتا ہو۔ امام۔ شرعی معنی انبیاء کے متبعین کے ہے۔ اُمّت کے شرع میں دو اطلاق ہیں۔ اُمّت دعوت، نبی جن لوگوں کی جانب مبعوث ہو۔ اُمّت اجابت، جو لوگ نبی پر ایمان لائے۔ یہاں امت سے مراد اُمّتِ اجابت یعنی مسلمان ہیں۔

(۴) غُرًّا۔ اَغَرُّ کی جمع ہے اَغَرُّ کے اصل معنی سفید پیشانی والے گھوڑے کے ہیں اور عرف میں شریف کے بھی معنی میں آتا ہے۔ مُحَجَّلٌ۔ اس گھوڑے کو کہتے ہیں جن کے قدم سفید ہوں۔ یہاں دونوں کے معنی کنایۃً سفید چمکنے والے کے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ میری امت کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں وضو کی برکت سے سفید و منور ہوں گے وضو اس امت کی خصوصیت نہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے۔ اس لئے کہ خود بخاری میں حضرت سارہ کا اور جریج راہب کے بارے میں مذکور ہے۔ کہ انھوں نے وضو کر کے نماز پڑھی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ قیامت کے دن وضو کا یہ مخصوص اثر اس امت کے ساتھ خاص ہے۔ اس برکت سے اگلی امتیں محروم ہونگی۔

(۵) یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ کے علاوہ مزید دس صحابہ سے مروی ہے سوائے حضرت ابو ہریرہ کے اور کسی کی روایت میں۔ فمن استطاع الی آخرہ تک نہیں خود حضرت ابو ہریرہ سے ایک جماعت نے روایت کیا ہے مگر سوائے نعیم کے کسی اور روایت میں نہیں۔ یہ دلیل ہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہ کا اپنا قول ہے اور یہ حصّہ مُدْرَج ہے۔ لیکن جبکہ اصول حدیث کا

؎۱ ایضاً مسلم طہارت ۳۴۔

## (۹۹) حدیث لا ینصرف حتی یسمع صوتا او یجد ریحا

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهٖ اَنَّهٗ شَكَا اِلٰى رَسُوْلِ

سعید بن مسیب اور عباد بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نے رسول اللہ

یقاعدہ مسلم ہے کہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے تو اسے بلا دلیل اِدراج ٹھہرانا صحیح نہیں۔ علامہ عینی نے اِدراج پر یہ دلیل دی کہ مسند امام احمد میں خود نعیم مجمر کا قول مذکور ہے کہ میں نہیں جانتا کہ من استطاع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول ہے یا حضرت ابوہریرہ کا۔ لیکن یہ محض احتمال ہے اور احتمال مثبت نہیں ہوتا علاوہ ازیں یہ کہ مالا یدرک اِلّا بالسماع کے قبیل سے ہے اور صحابی کا ایسا قول مرفوع کے حکم میں ہے۔ اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ حضرت ابوہریرہ کا ہی کا قول ہے جب بھی حکم میں مرفوع کے ہوا۔ (۶) ان یطیل غُرّتہٗ سے مراد یہ ہے کہ جہاں تک اعضاء کے دھونے کا حکم ہے اس سے زیادہ دھوئے۔ مثلاً کہنیوں تک ہاتھ دھونے کا حکم ہے تو کندھوں تک دھوئے۔ ٹخنوں تک پاؤں دھونے کا حکم ہے تو پنڈلی بھی دھوئے۔ نیز یہ بھی احتمال ہے کہ ہر نماز کے لئے وضو کرے جس کے نتیجے میں قیامت کے دن اسکی نورانیت کی شعائیں دور تک پہنچے۔ (۷) ابن بطال امام قاضی عیاض اور ابن تین۔ اعضاء وضو کی مقررہ حدوں سے زیادہ دھونے کو مستحب نہیں جانتے ابن بطال نے اس پر ابو داؤد کی اس حدیث سے استدلال کیا کہ فرمایا۔

من زاد علی ھٰذا او نقص فقد اساء وظلم۔ جسنے اس پر زیادہ کیا یا کم کیا اس نے برا کیا اور ظلم کیا

لیکن ابن بطال کا یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس میں ھٰذا کا مشار الیہ تین کا عدد ہے مراد یہ ہے کہ جس نے تین بار سے کم یا زیادہ دھویا اس نے برا کیا اور ظلم کیا اس لئے مقررہ حدوں سے زیادہ دھونا سوائے حضرت ابوہریرہؓ کے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابن عمر سے بھی مروی ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ یہ دلیل ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے خاص علوم غیبیہ عطا فرمائے جو سوائے حضور کے کسی نبی کو بھی نہیں عطا فرمائے۔

## تشریحات (۹۹)

(۱) سعید بن مسیب مشہور ائمہ تابعین میں سے ہیں۔ حدیث فقہ میں امام وقت، زہد و ورع و عبادت میں یکتا تھے۔ چالیس حج کئے تھے۔ احادیث ابوہریرہ اور قضایا عمر فاروق کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ کثیر صحابہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ قرشی مخزومی مدنی ہیں۔ خلافت فاروق کے تیسرے سال پیدا ہوئے اور ۹۳ھ سنہ وصال فرمایا۔

اللہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرَّجُلُ الَّذِیْ یُخَیَّلُ اِلَیْہِ اَنَّہٗ یَجِدُ الشَّیْءَ فِی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنی یہ الجھن بیان کی کہ انھیں نماز میں ریح نکلنے کا شبہہ ہو جاتا ہے۔

الصَّلٰوۃِ فَقَالَ لَا یَنْفَتِلُ اَوْ لَا یَنْصَرِفُ حَتّٰی یَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ یَجِدَ رِیْحًا [1]

فرمایا جب تک آواز نہ سنے یا بو نہ پائے ۔ نماز نہ توڑے ۔

(۲) عباد بن تمیم کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ تابعی ہیں مگر کثیر محدثین حتی کہ امام ذہبی تک نے صحابہ سے شمار کیا۔ اصابہ میں امام واقدی کے حوالے سے ان کا یہ قول مروی ہے کہ مجھے غزوۂ خندق اچھی طرح یاد ہے اس وقت میں پانچ سال کا تھا ان کے چچا سے ، عبداللہ بن زید بن عاصم بن کعب انصاری مازنی مراد ہیں مسلم میں اس کی تشریح ہے انکی بھی یہ خصوصیت ہے کہ ان کے والدین بھی صحابی ہیں ۔ اور ان کے بھائی حبیب بن زید بھی ۔ حبیب بن زید وہ بزرگ ہیں جن کا مسیلمہ کذاب نے عضو عضو کاٹ ڈالا تھا راوی حدیث عبداللہ بن زید وہ مجاہد ہیں جنھوں نے وحشی کے ساتھ مسیلمہ کذاب کو قتل کیا تھا ۔ یہ ذوالحجہ ۶۳ھ کے خونی معرکے میں ستر سال عمر پاکر شہید ہوئے ۔ یہ غزوۂ اُحد کے شرکاء میں سے ہیں ۔ بعض حضرات نے ان کو بدری بھی کہا ہے مگر یہ صحیح نہیں ۔ مگر مجھے اس میں بھی کلام ہے کہ انھوں نے غزوۂ اُحد میں مجاہدین کیطرح شرکت کی ہو اسلئے کہ اس وقت انکی عمر دس سال تھی ۔ ہو سکتا ہے کہ جیسے حضرت انس بطور خدمتگار موقع پر حاضر تھے ۔ یہ بھی حاضر رہے ہوں ان سے اڑتالیس احادیث مروی ہیں آٹھ متفق علیہ ہیں ۔

(۳) امام نووی نے فرمایا ۔ باجماع مسلمین اس سے مراد ، خروج حدث کا یقین ہے ۔ اگرچہ نہ بو کا پتہ چلے نہ آواز نکلے ۔ اس پر دلیل ترمذی کی یہ روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

اذا فسا احدکم فلیتوضأ (باب الوضوء) اگر تم میں سے کسی کے بلا آواز ریح نکلے تو وضو کرو ۔

علاوہ ازیں جب معنی لفظ سے وسیع تر ہوتا ہے تو حکم معنی پر ہوتا ہے ۔ اور بعض جاہلان زمانہ کا یہ کہنا ہے کہ اگر ہوا نکلے مگر اس میں آواز نہ ہو اور نہ بدبو ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اصل یہ ہے کہ کسی چیز کی جو حالت ہے اسی پر باقی رہتا ہے جب تک کہ دلیل سے اس کا خلاف ثابت نہ ہو یعنی شک یقین کو زائل نہیں کرتا ۔

---

[1] علہ ایضا من لم یر الوضوء الا ۔ بیوع ۔ من لم یر الوسا وس ۔ مسلم ، حیض ۹۸ ، ۹۹ ، ابو داؤد صلوۃ ۱۹۲ طہارت ۶۸ ترمذی ، طہارت ، ۵۶ نسائی طہارت ۱۱۴ ۔ ابن ماجہ طہارت ، ۷۴ ۔ مسند امام احمد ۔

## حدیث، فتوضا وضوء خفیفا (۱۰۰)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِی مَیْمُوْنَۃَ لَیْلَۃً

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں ایک رات اپنی خالہ میمونہ[۱] کے یہاں سویا

فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّیْلِ فَلَمَّا کَانَ فِی بَعْضِ اللَّیْلِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں[۲] اٹھے۔ جب کچھ رات گذری تو اٹھے اور ایک پرانی مشک سے

قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوْءً

جو لٹکی ہوئی تھی۔ ہلکا وضو فرمایا۔

## تشریحات (۱۰۰)

(۱) ام المومنین حضرت میمونہ بنت الحارث ہلالیہ عامریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ام الفضل حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ کی بہن تھیں۔ جاہلیت میں یہ مسعود بن عمرو ثقفی کی زوجیت میں تھیں۔ اس نے انکو چھوڑ دیا۔ تو انکا نکاح ابو رہم سے ہوا۔ ان کا بھی جب انتقال ہوگیا تو عمرۃ القضاء کے موقع پر ۷ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حبالۂ عقد میں آئیں۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ ان سے مکہ معظمہ سے دس میل پہلے مقام سرف پر نکاح فرمایا۔ اور یہیں انکا وصال بھی ہوا۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ان کے بعد پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور کوئی نکاح نہیں فرمایا۔ یہ آخری ازواج میں سے ہیں ان کا وصال ۶۱ھ یا ۵۱ھ میں ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی ان سے ایک جماعت نے روایت کیا انھیں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں۔

(۲) علامہ عینی نے فرمایا ابن سکن کی روایت یہ ہے فقام النبی کی جگہ فنام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اللیل۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا یہی روایت صواب ہے۔ ورنہ کلام میں بے فائدہ تکرار لازم آئے گی اس لئے کہ اس کے بعد ہے۔ فلما کان فی بعض اللیل قام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غالباً یہی افادہ کرنے کے لئے امام بخاری نے اس سے پہلے یہ ٹکڑا نقل فرمایا۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نام حتی نفخ ثم صلی وربما قال اضطجع حتی نفخ ثم صلی

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوئے یہاں کہ ناک سے آواز آنے لگی پھر نماز پڑھی سفیان کبھی کہتے کہ کروٹ کے بل لیٹے یہاں تک کہ خراٹے کی آواز آنے لگی پھر نماز پڑھی۔

نوم عام ہے خواہ چت ہو خواہ کروٹ کے بل۔ اضطجاع کروٹ پر لیٹنے کو کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کروٹ کے بل

خَفِيفًا يُخَفِّفُهُ عَمْرٌو وَيُقَلِّلُهُ وَقَامَ يُصَلِّي فَتَوَضَّأَ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّأَ ثُمَّ جِئْتُ

عمرو بن دینار اس کے ہلکے اور تھوڑے ہونے کو بیان کرتے تھے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پھر میں نے بھی حضور

فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ عَنْ شِمَالِهِ فَحَوَّلَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ

کی طرح وضو کیا اور آکر بائیں طرف کھڑا ہو گیا سفیان کبھی لفظ یسار کے بجائے شمال کہتے۔ حضور نے مجھے پھیر کر اپنی

ثُمَّ صَلَّى مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ الْمُنَادِي فَآذَنَهُ

دائیں طرف کھڑا کیا پھر اللہ نے جتنا چاہا حضور نے نفل پڑھی پھر کروٹ کے بل لیٹے اور سو گئے یہاں تک کہ ناک سے آواز

بِالصَّلَاةِ فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قُلْنَا لِعَمْرٍو إِنَّ نَاسًا

نکلنے لگی پھر موذن آیا نماز کی اطلاع دی تو حضور اس کے ساتھ تشریف لے گئے اور نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا ہم نے عمرو

يَقُولُونَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ

بن دینار سے کہا لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے

لیٹے ہوں گے اس کو کبھی نام سے بیان کیا کبھی اضطجع سے یہاں فیض الباری میں ہے کہ یہ سونا اور خراٹے لینا نماز نفل کے اندر بھی ہو سکتا ہے مجھے سخت تعجب ہے کہ اس احتمال کی گنجائش کہاں سے نکلی حدیث کا سیاق وسباق اس احتمال کی ذرہ برابر نشاندہی نہیں کرتا۔

(۳) کتنی گذری تھی۔ عینی میں ہے کہ رات آدھی ہو چکی تھی یا آدھی کے قریب تھی اسی سے انوار الباری کے اس ترجمے کی غلطی ظاہر ہو گئی جو انھوں نے کیا ہے جب تھوڑی رات رہ گئی۔

(۴) تخفیف سے مراد یہ ہے کہ اعضاء وضو کو خوب مل کر نہیں دھویا معمولی طور پر پانی بہانا اور تقلیل سے مراد یہ ہے کہ اعضاء وضو تین تین بار نہیں دھوئے اور یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ صرف فرائض پر اکتفاء فرمایا۔

(۵) آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس طرح پھیرا۔ اس سلسلے میں مختلف روایتیں آئیں ہیں۔ بعض میں ہے ان کا سر پکڑ کر داہنی طرف کیا۔ بعض میں ہے کہ اپنا داہنا ہاتھ ان کے سر پر رکھ کر داہنا کان پکڑ کر داہنی طرف کیا۔ اور ایک میں ہے کہ سر کا پچھلا حصہ پکڑ کر داہنی طرف لائے۔ یہ اس پر نص ہے کہ نفل کی جماعت جائز ہے۔ جب کہ تداعی نہ ہو اور اگر مقتدی ایک ہو تو امام کے داہنے طرف کھڑا ہو۔

(۶) اسی لئے انبیاء کرام کی نیند ناقض وضو نہیں اور جو بعض روایتوں میں ہے کہ بیدار ہونے کے بعد وضو فرمایا یہ بر سبیل استحباب ہے۔ یا ہو سکتا ہے سونے سے پہلے کوئی ناقض وضو پایا گیا ہو خلافا لما فی فیض الباری کہ کبھی کبھی

قَلْبُهٗ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُوْلُ رُؤْيَا الْاَنْبِيَاءِ وَحْيٌ ثُمَّ قَرَأَ

عمرو بن دینار نے کہا میں نے عبید بن عمیر سے سنا کہتے تھے انبیاء کا خواب وحی ہے پھر انھوں نے تلاوت کی

اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ ۲ھ

(حضرت ابراہیم نے کہا) اے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں

ت (۲۱) قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ الْاِنْقَاءُ ۲ھ

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اسباغ وضو یہ ہے کہ اعضاء وضو کو خوب صاف کر لیا جائے

انبیاء کرام کی نیند ناقض وضو ہوتی ہے۔ اور دلیل میں یہی پیش کیا کہ بعض دفعہ بیدار ہونے کے بعد وضو فرمایا۔ ہر عاقل پر ظاہر کہ سو کر اٹھنے کے بعد وضو کرنا کسی بھی منطق سے اس بات کی دلیل نہیں کہ آنحضور کی نیند ناقض وضو ہے۔ یہ خود حدیث ، مرفوع سے ثابت ہے اور یہی مدار ہے اس بات کا کہ انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں۔ اسی بنا پر حضرت عبید بن عمیر نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خواب سے استدلال کیا قتل اولاد حرام ہے مگر خواب دیکھکر تعمیل حکم فرمانے لگے اگر خواب وحی نہ ہوتا تو ایسا ہرگز نہ کرتے۔

(۷) اس حدیث سے یہ احکام ثابت ہوئے۔ علماء صلحاء کے ساتھ دن کے علاوہ رات میں رہنا کہ ان کے حالات معلوم کئے جائیں مستحسن ہے۔ سند عالی کی تلاش مستحسن ہے حضرت ابن عباس اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ سے پوچھ کر حالات معلوم کر سکتے تھے۔ مگر خود وہاں قیام پذیر ہو کر دیکھا تاکہ بیچ کا واسطہ نہ رہے۔ اگر دو آدمی ہوں ایک امام بن جائے دوسرا مقتدی، جماعت کا ثواب ملے گا۔ ایک ہی وضو سے نفل و فرائض پڑھنا درست ہے نماز میں بات کرنی نماز کو فاسد کر دیتی ہے خواہ فرض ہو خواہ نفل۔ اگر نفل کلام کرنے سے فاسد نہ ہوتی تو حضور ابن عباس کا کان پکڑ کر داہنی طرف نہ کرتے زبانی فرما دیتے۔ یہ جائز ہے کہ موذن جماعت کے لئے امام کو جگائے۔ نماز تہجد ابتداءً واجب تھی اب وجوب منسوخ ہو گیا مسنون ہونا باقی۔ بہت بابرکت نماز ہے۔ تہجد پڑھنے والے کو حج اور عمرے کا ثواب ملتا ہے۔

علہ ایضا العلم والعظۃ باللیل۔ اذان۔ اذا قام الرجل عن یسار الامام واذا لم یتوضا الامام۔ وضوء الصبیان و تغسیر نساء۔ ان فی خلق السمٰوٰت والذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً۔ وربنا من تدخل النار وربنا انتا سمعنا منادیا لباس، ذہابہ، ادب، رفع البصر الی السماء۔ توحید ماجاء فی تخلیق السمٰوٰت والارض۔ م مسافرین ۱۸۱ وغیرہ نسائی امامت ۶۲ تطبیق ۶۳ ابن ماجہ طہارت ۴۸ علہ امام عبد الرزاق نے موصولاً بسند صحیح ذکر کیا۔

# ۱۰۱ حدیث اسباغ الوضوء

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُوْلُ دَفَعَ رَسُوْلُ

ابن عباس کے غلام کریب سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت اسامہ بن زید سے سنا وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ

## تشریح (۲۱)

(۱) اسباغ کے معنی لغت میں اتمام کے ہیں اور اتمام غسل کو انقا یعنی بدن کا اچھی طرح صاف ہو جانا لازم ہے۔ یہ تفسیر باللازم ہے۔ ابن منذر نے بسند صحیح نقل کیا کہ حضرت ابن عمر اپنے پاؤں کو سات مرتبہ دھوتے تھے۔ اور یہ اسلئے تھا کہ وہ لوگ زیادہ ننگے پاؤں چلا کرتے تھے یا بہت ہوا تو نعل جو چپل کی قسم سے ہوتا پہنتے تھے۔ اس سے پاؤں پر میل کچیل زیادہ جمع ہو جاتا تھا اسے صاف کرنے کے لئے سات بار دھوتے۔

## تشریحات (۱۰۱)

(۱) اُسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور متبنیٰ حضرت زید کے صاحبزادے ہیں انکی والدہ حضرت امّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دایہ اور آزاد کردہ باندی تھی۔ ان کے باپ حضرت زید بھی آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت پیارے تھے اور یہ بھی اسی واسطے انکو الحبّ من حبّ کہا جاتا تھا۔ ان کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا حبُّ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو عامل بنایا جبکہ انکی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ وصال سے کچھ دن پہلے قیصر کے مقابلے کیلئے جو لشکر ترتیب دیا تھا جن میں تمام عمائد صحابہ کو شرکت کا حکم تھا اس کا امیر انھیں کو بنایا۔ وصال اقدس کے وقت انکی عمر بیس سال تھی اخیر وقت میں وادی القریٰ میں رہنے لگے۔ یہیں پچپن سال کی عمر پاکر ۵۴ھ میں وصال فرمایا۔ ان سے ایک سو اٹھائیس حدیثیں مروی ہیں پندرہ متفق علیہ افراد بخاری سے دو۔ اور افراد مسلم بھی دو ہی ہیں۔

(۲) زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کی کنیت ابو اسامہ ہے ان کی ماں کا نام سعدیٰ بنت ثعلبہ ہے یہ انھیں لیکر اپنے میکے گئی ہوئی تھیں۔ کچھ لٹیروں نے حملہ کر دیا اور انھیں اٹھا کر لے گئے۔ بازار عکاظ میں بیچنے کیلئے لے گئے حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کے لئے چار درہم میں زید کو خرید لیا۔ جب حضرت خدیجہ حبالہ عقد میں آئیں تو یہ بھی ساتھ ساتھ آئے کچھ دنوں کے بعد ان کے گھر والوں کو انکی خبر لگی تو ان کے چچا اور والد حارثہ لینے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَۃَ حَتّٰی اِذَا کَانَ بِالشِّعْبِ نَزَلَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرفہ سے چلے جب گھاٹی میں پہنچے تو اترے

مکہ معظمہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضور نے انھیں اختیار دیدیا کہ چاہو تو باپ کے ساتھ چلے جاؤ چاہو تو میرے ساتھ رہو۔ انھوں نے دامن رحمت عالم چھوڑنا ناپسند کیا اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں حطیم میں لے جاکر اعلان کر دیا۔ زید میرا بیٹا ہے۔ جس کی بنا پر انھیں لوگ زید بن محمد کہا کرتے۔ جب یہ آیہ کریمہ ادعوھم لآباءھم۔ اولاد کو ان کے باپ کی طرف نسبت کرکے بلاؤ نازل ہوئی تو لوگوں نے زید بن حارثہ کہنا شروع کیا۔ آزاد کردہ غلاموں میں یہی سب سے پہلے ایمان لائے ان کا نکاح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دایہ حضرت امّ ایمن سے کر دیا تھا انھیں سے حضرت اُسامہ پیدا ہوئے بعد میں حضرت زید کا نکاح زینب بنت جحش اپنی پھوپھی کی لڑکی سے کیا مگر نباہ نہ ہو سکا حضرت زید نے طلاق دیدی اسکے بعد حضرت زینب ازواج مطہرات کے زمرے میں داخل ہوئیں۔ حضرت زید سے حضور کو اتنی محبت تھی کہ ایک حضرت زید سفر سے واپس ہوئے۔ اطلاع ملی تو آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف تہبند پہنے پہنے باہر تشریف لائے اور ان سے لپٹ گئے جنگ موتہ کے خونی معرکے میں رومیوں کے ہاتھوں سے جمادی الاولیٰ ۸ھ میں شہید ہوئے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر مبارک پچپن سال تھی اس سے ظاہر ہوا کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک ان سے تقریباً پانچ سال زائد تھی۔ قرآن مجید میں صحابہ کرام میں سے صرف ان کا نام مذکور ہے۔ ارشاد ہے فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْھَا وَطَرًا ان سے انکے صاحبزادے حضرت اُسامہ اور دیگر حضرات نے روایت کی ہے۔

(۳) عرفہ۔ نویں ذوالحجہ کو بھی کہتے ہیں اور عرفات کو بھی جیسا یہ حدیث اور دوسری احادیث کے ظاہر سے متبادر ہے تصریح ہے عرفہ سے چلے۔ اور اصفہانی نے کہا عرفہ صرف نویں ذوالحجہ کو کہتے ہیں۔ علامہ عینی نے اسی کو صحیح کہا۔ عرفہ ہمیشہ بغیر الف لام اور تنوین کے آتا ہے۔ عرفات اس جگہ کا نام ہے جہاں وقوف عرفہ ہوتا ہے۔ یہ حقیقت میں جمع ہے۔ فرّاء نے کہا اس کا کوئی واحد نہیں اس کو عرفات اور اس دن کو عرفہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم اور حوّا کی یہیں نویں ذوالحجہ کو ملاقات ہوئی ایک نے دوسرے کو پہچانا یا اس لئے کہ جبریل امین نے اسی جگہ اسی تاریخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مناسکِ حج کی تعلیم دی۔

(۴) شعب۔ پہاڑوں کے درمیان کے راستے کو کہتے ہیں یہاں مراد وہ راستہ ہے جو حاجیوں کے لئے عرفات سے مزدلفہ جانے کے لئے مقرر ہے۔

فَبَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوَضُوْءَ فَقُلْتُ الصَّلٰوةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ الصَّلٰوةُ ۵

اور پیشاب فرمایا پھر وضو فرمایا مگر پورا وضو نہیں فرمایا میں نے عرض کی یا رسول اللہ نماز! فرمایا نماز

اَمَامَكَ فَرَكِبَ فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوَضُوْءَ ثُمَّ أُقِيْمَتِ

تیرے آگے ہے۔ پھر سوار ہوئے جب مزدلفہ ۶ آگیا تو سواری سے اترے وضو ۷ فرمایا اور پورا وضو فرمایا اس کے بعد اقامت ۸

(۵) اسباغ کے معنی پورے کرنے کے ہیں یہاں لم یسبغ الوضوء سے مراد یا تو یہ ہے کہ اعضاء وضو کو صرف ایک ایک بار دھویا یا مراد یہ ہے کہ عادت کریمہ کے مطابق نہیں بلکہ اس سے کم دھویا بعض لوگوں نے اس سے وضو لغوی مراد لیا۔ یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اس وضو کے بعد حضرت اسامہ نے عرض کیا۔ کیا نماز پڑھیں گے اس سے معلوم ہوا کہ یہ وضو ایسا تھا کہ اس سے نماز صحیح ہوتی اس سے زیادہ حیرت انگیز یہ قول ہے کہ اس سے کچھ لوگوں نے استنجا مراد لیا ہے۔ حدیث کا یہ لفظ و لم یسبغ الوضوء اس کے خلاف پر نص ہے۔ استنجا کے ناتمام کرنے کا کوئی معنی یہاں نہیں۔ نیز پھر اس گذارش کا بھی محل نہیں کہ کیا نماز پڑھی جائے ہیں علاوہ ازیں باب الطہارات میں تصریح ہے فجعلت اصب علیہ یتوضاء۔ میں پانی ڈالتا رہا اور حضور وضو فرماتے رہے استنجا کے لئے پانی ڈالنے کا کیا مطلب؟۔ یہ وضو اس لئے فرمایا کہ عادت کریمہ تھی کہ اکثر اوقات باوضو رہتے اور اس موقع پر راستے میں ذکر مسنون ہے اور ذکر کے لئے وضو مستحب ہے۔

(۶) مزدلفہ۔ عرفات اور منیٰ کے مابین ایک میدان کا نام ہے اس کا مصدر ازدلاف ہے جس کا مادہ زلفٌ ہے۔ زلف کے معنی قریب کرنے اور اکٹھا کرنے کے ہیں چونکہ یہاں جمع ہو کر حجاج قرب الٰہی حاصل کرتے ہیں اس لئے اس کا نام مزدلفہ پڑا۔ نیز تمام دنیا کے حجاج یہاں اکٹھا ہوتے ہیں اس لئے اسکو مزدلفہ کہنے لگے اس کا دوسرا نام جمع بھی ہے اس کا سبب ایک تو یہی ہے کہ لوگ اکناف عالم سے آکر یہاں جمع ہوتے ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم و حوا نے یہاں اکٹھے رات گذاری تھی۔

(۷) امام بخاری نے اسباغ الوضو کا باب باندھا تھا وہ حدیث کے اس ٹکڑے کے مطابق ہے فاسبغ الوضوء۔ علامہ ابن حجر نے امام احمد بن حنبل کی زیادات مسند کے حوالے سے بروایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ نقل فرمایا ہے کہ یہ دوسرا وضو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آب زمزم سے کیا تھا۔ آب زمزم سے یہ وضو یا تو اس لئے تھا کہ دوسرا پانی موجود نہ تھا یا بیان جواز کے لئے تھا ورنہ دوسرا پانی ہوتے ہوئے آب زمزم سے وضو نہیں چاہیئے بعض حضرات نے کہا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ایک وضو سے کوئی نماز نہ پڑھی ہو پھر بھی دوبارہ وضو کر سکتے ہیں مگر یہ استدلال درست نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حدث ہو گیا ہو۔ لیکن جب حدث پر کوئی قرینہ نہیں اور اس کے معارض کوئی نص نہیں تو حدث ہو جانے کا قول بلا دلیل ہونے

الصَّلٰوۃُ فَصَلَّی الْمَغْرِبَ ثُمَّ اَنَاخَ کُلُّ اِنْسَانٍ بَعِیْرَہٗ فِیْ مَنْزِلِہٖ ثُمَّ اُقِیْمَتِ الْعِشَاءُ

کہی گئی حضور نے مغرب کی نماز پڑھی پھر ہر شخص نے اپنے اونٹ کو اپنے پڑاؤ پر بٹھایا۔ اس کے بعد عشار کی

فَصَلّٰی وَلَمْ یُصَلِّ بَیْنَھُمَا علہ

اقامت ہوئی اور آنحضور نے نماز پڑھی اس مغرب اور عشار کے مابین کوئی نماز نہیں پڑھی

کی وجہ سے ساقط ہے۔ صحیح یہی ہے صرف مجلس بدل جانے کے بعد وضو ہوتے ہوئے وضو کرنا جائز ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے اور حدیث ,,من زاد او نقص فقد تعدی وظلم،، کی تاویل یہ ہے کہ اس سے مراد تین سے کم یا تین سے زیادہ کو جو سنّت اعتقاد کرے اس نے تعدی اور ظلم کیا اور ظاہر ہے کہ تین بار سے کم اعضا دھونا تعدی ہے نہ ظلم۔ تو تین بار سے زیادہ دھونے کو تعدی اور ظلم قرار دینا اس حدیث کی رو سے کسی طرح درست نہیں لامحالہ اعتقادی پر محمول کرنا ضروری ہے

(۸) حاجی کے لئے عرفات سے سورج ڈوبتے ہی مزدلفہ چل دینا واجب ہے۔ اسے جائز نہیں کہ عرفات میں یا راستے میں نماز مغرب پڑھے۔ اس دن مغرب کا وقت مزدلفہ پہونچنے کے بعد عشار ہی کا وقت ہے اس پر یہ حدیث نص ہے عشار کا وقت ہونے کے بعد ایک اذان اور ایک اقامت سے مغرب اور عشار ساتھ ساتھ پڑھی جائے گی درمیان میں مغرب کی سنتیں بھی پڑھنی جائز نہیں بعد عشار پڑھیں۔ اس حدیث میں، ثم اقیمت العشاء سے مراد، عشار پڑھنا ہے اس پر مفصل گفتگو کتاب الحج میں ہوگی۔

(۹) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مفضول اور خادم اپنے سے افضل اور مخدوم کی خدمت میں ضروری بات عرض کرسکتا ہے۔ نیز کتاب الطہارۃ کی روایت فجعلت اصب سے معلوم ہوا کہ یہ بھی جائز ہے کہ وضو کے لئے کوئی دوسرا، اعضاء پر پانی گرائے۔

علہ ایضا بخاری۔ طہارت۔ الرجل یوضی صاحبہ۔ حج نزول بین عرفۃ وجمع۔ مسلم طہارت ۱۳۷ و ۳۴۰، مسافرین ۱ و ۴۔ مناسک ۶۳۔ ابو داؤد، حج۔ نسائی امامت ۵۲ مسند امام احمد۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

## (۱۰۲) حدیث: المضمضة والاستنشاق من غرفة

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّہٗ تَوَضَّاَ فَغَسَلَ وَجْہَہٗ اَخَذَ غُرْفَۃً مِّنْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے وضو کیا اپنے چہرے[۱] کو دھویا ایک چلو[۲] پانی لے کر

مَّاءٍ فَتَمَضْمَضَ بِھَا وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ اَخَذَ غُرْفَۃً مِّنْ مَّاءٍ فَجَعَلَ بِھَا ھٰکَذَا

اس سے کلی بھی کی اور اسے ناک میں بھی ڈالا پھر دوسرا چلو لیا اور ایسے کیا یعنی اس ہاتھ کو

اَضَافَھَا اِلٰی یَدِہِ الْاُخْرٰی فَغَسَلَ بِھَا وَجْھَہٗ ثُمَّ اَخَذَ غُرْفَۃً مِّنْ مَّاءٍ فَغَسَلَ

دوسرے ہاتھ سے ملایا اور اس سے اپنا چہرہ[۳] دھویا پھر ایک چلو پانی لیا اس سے اپنا داہنا ہاتھ دھویا

## تشریحات (۱۰۲)

غرفة اسم مصدر اسم مفعول مغروف کے معنی میں ہے ہتھیلی بھر جسے چلو کہتے ہیں غرفة غین کے فتحے کے ساتھ اگر ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں ایک مرتبہ چلو میں پانی لینا۔

مضمض تمضمض کے معنی منہ میں پانی لے کر پورے منہ میں گھمانے کے ہیں جسے کلی کرنا کہتے ہیں۔ استنشق کے معنی ناک میں پانی ڈال کر پھینکنے کے ہیں۔

**تکمیل** ابوداؤد میں ابتدائی حصہ یہ ہے۔ حضرت ابن عباس نے حاضرین سے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ تم کو دکھاؤں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے وضو فرماتے تھے پھر پانی کا ایک طشت منگایا۔

(۱) اس سے یہ نہیں مراد کہ پہلے منہ دھویا پھر کلی وغیرہ کی بلکہ منہ اور ناک بھی چہرے ہی کے اجزاء ہیں یہاں کل اجزاء مراد ہیں جس کی تفسیر مضمض واستنشق سے کی۔

(۲) یہ بھی جائز ہے کہ ایک چلو پانی سے کلی بھی کی جائے اور ناک میں بھی ڈالا جائے مگر افضل یہ ہے کہ ہر ایک کے لئے الگ الگ پانی لیا جائے جیسا کہ ابوداؤد اور طبرانی میں ہے فاخذ لکل واحد ماء جدیداً۔ ہر ایک کے لئے نیا پانی لیا اور سنت یہ ہے کہ دونوں داہنے ہاتھ سے کیا جائے جیسا کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے حضرت معاویہ کے روبرو داہنے ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالا۔ حضرت معاویہ نے کہا تم کو سنت نہیں معلوم فرمایا سنت ہمارے گھر سے نکلی اور ہمیں سنت نہ جانیں؟۔

اما علمت ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال الیمین للوجہ والیسار للمقعد۔

تمہیں نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا داہنا ہاتھ چہرے کے لئے اور بایاں استنجے کے لئے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بِهَا يَدَهُ الْيُمْنٰى ثُمَّ اَخَذَ غُرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرٰى ثُمَّ مَسَحَ

پھر ایک چلو پانی لیا اور اس سے بایاں ہاتھ دھویا پھر اپنے سر پر مسح کیا

بِرَاْسِهٖ ثُمَّ اَخَذَ غُرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَرَشَّ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُمْنٰى حَتّٰى غَسَلَهَا ثُمَّ

پھر ایک چلو پانی لیا اور اسے داہنے پاؤں پر چھڑکا یہاں تک کہ اسے دھویا

(۳) اس نسخے میں فغسل بھما ہے۔ ھاء کا مرجع غرفہ ہے۔ اصیلی اور کریمہ کی روایت میں فغسل بھما ہے یعنی دونوں ہاتھوں سے منہ دھویا چونکہ ایک ہی چلو پانی سے ایک ہی ہاتھ سے منہ دھونا متعذر تھا اور خلاف سنت بھی اسلئے دونوں ہاتھ ملا کر چہرہ دھویا۔

(۴) یہاں سر کے مسح کے لئے جدید پانی لینے کا تذکرہ نہیں اس سے ظاہر ہے کہ سر کے مسح کے لئے نیا پانی نہیں لیا مگر بخاری کی روایت میں اختصار ہے۔ ابو داؤد میں ہے پھر ایک مٹھی پانی لے کر چھڑک دیا اور اس سے اپنے سر اور کانوں کا مسح کیا۔ نسائی میں ہے کہ دونوں کانوں کا ایک بار مسح کیا اندرونی حصے پر کلمے کی انگلی سے اور باہری حصے پر اپنے انگوٹھوں سے۔ ابن خزیمہ کی روایت میں ہے انگلیوں کو کان میں داخل فرمایا۔ اعضاء دھونے کے بعد ہاتھوں میں جو تری رہ جاتی ہے اس سے احناف کے یہاں سر کا مسح جائز ہے اس پر یہ شبہہ کہ ہاتھ میں جو تری رہ جاتی ہے وہ ماء مستعمل ہے اور ماء مستعمل سے مسح جائز نہیں غلط ہے۔ اس لئے کہ پانی مستعمل اس وقت ہوتا ہے جب عضو سے جدا ہو جائے جب تک عضو پر ہے مستعمل نہیں۔ پوری تفصیل فتاویٰ رضویہ جلد اول میں دیکھیں ابو داؤد میں ہے۔

انه عليه الصلوٰة والسلام مسح راسه بغير اخذ ماء جديد بفضل ما كان فى يده۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نیا پانی لئے بغیر ہاتھ میں جو تری تھی اس مسح فرمایا۔

(۵) رَشَّ کے معنی دھونے کے بھی ہیں جیسا کہ ترمذی شریف کی حدیث حضرت اسماء میں ہے۔

حتيه ثم اقرصيه ثم رشيه وصلى فيه۔

اسے ملو پھر چٹکی سے کھرچو پھر دھوؤ اور اسی میں نماز پڑھو۔

اس کے علاوہ اور احادیث میں بھی وارد جنکا بیان ایسے موقع پر ہوگا۔ اگرچہ یہاں دھونے کے معنی میں متعین نہیں بلکہ بظاہر یہی مراد ہے کہ پانی کو پاؤں پر ڈالا اور اسے دھویا جیسا کہ حتی غسلہا سے ظاہر ہے۔ ابو داؤد کی روایت میں یہاں یوں ہے پانی اپنے داہنے قدم پر چھڑکا اس میں نعل مبارک بھی تھی پھر اسے دونوں ہاتھوں سے مسح کیا ایک ہاتھ سے قدم کے اوپر اور ایک ہاتھ سے نعل کے اندر۔ اور مسح کے معنی ہاتھ پھیرنے کے ہیں تو اس کا مفاد یہ ہوا کہ قدم پر پانی چھڑک کر ہاتھ پھیر دیا اس کا جواب یہ ہے کہ ابو داؤد کی اس روایت میں "مسح" دھونے کے معنی میں ہے۔ علامہ عینی نے ابن الاعرابی اور ابو زید

أَخَذَ غُرْفَةً أُخْرٰى فَغَسَلَ بِهَا يَعْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرٰى ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ

دوسرا چلو لیا اور اس سے بائیں پاؤں کو دھویا پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ

تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے ہی وضو کرتے دیکھا ہے۔

(۱۰۳) حدیث، لوان احدکم اذا اتی اھلہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہونچاتے ہیں

وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَتٰى اَهْلَهُ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ

کہ حضور نے فرمایا تم میں سے کوئی جب اپنے اہل کے پاس آئے تو یہ پڑھے بسم اللہ۔ اے اللہ ہمیں اور جو اولاد ہمیں

انصاری کا یہ قول نقل فرمایا۔

المسح فی کلام العرب یکون غسلا ویکون مسحا ومنہ یقال للرجل اذا توضا فغسل اعضاءہ قد تمسح۔

کلام عرب میں مسح کے معنی دھونے کے بھی ہیں اور مسح کے بھی کو جب وضو کرتا اپنے اعضاء کو دھولیتا ہے تو کہا جاتا ہے تدتمسح

اور ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے یہاں بخاری میں حتی غسلہا ہے تو ابوداؤد کی روایت میں مسح بمعنی غسل متعین ہوگیا۔

**احکام** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صرف ایک بار اعضا وضو کے دھولینے کے بعد فرض ادا ہوجاتا ہے اور اس سے نماز درست ہے نیز یہ ثابت ہوا کہ وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے صرف مسح کافی نہیں۔

## تشریحات (۱۰۳)

**لغات** جنبنا باب تفعیل سے ہے اس کا مادہ جنب ہے۔ قضیٰ کا مصدر "قضا" ہے۔ اس کے متعدد معانی ہیں۔ حکم، حاجت پوری کرنی، مار ڈالنا، ذمے جو چیز واجب تھی اسے ادا کیا۔ پہونچانا۔ مقدر کرنا۔ یہاں یہی اخیر مقدر کرنا مراد ہے۔

(۱) اس سے مراد یہ ہے کہ جب ارادہ کرے جیسا کہ بخاری کی دوسری روایتوں میں ہے کشف عورت سے پہلے یہ دعا

علہ ایضا ابوداؤد ونسائی، طہارت، ابن ماجہ، مسند امام احمد۔

وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَّمْ يَضُرَّهُ ع۵

عطا فرمائے اسے بھی شیطان سے بچائے رکھ اب اگر کوئی اولاد ہوگی تو شیطان اسے ضرر نہ پہونچا سکے گا۔

## (۴) حدیث، اذا اراد ان یدخل الخلاء

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

عبد العزیز بن صہیب نے کہا میں حضرت انس کو یہ کہتے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

پڑھے اس حدیث سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ جب ایسے وقت میں بھی بسم اللہ پڑھنا سنت ہے تو وضو اور دیگر امور میں بدرجہ اولیٰ سنت ہوگا ائمہ اربعہ کے نزدیک ابتداء وضو میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے البتہ اسحٰق بن راہویہ اور کچھ زمانہ حال کے غیر مقلدین اسے واجب کہتے ہیں کہ اگر کسی نے بسم اللہ پڑھے بغیر وضو کیا تو وضو نہ ہوگا اس وضو سے نماز بھی نہ ہوگی ان کی دلیل حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث ہے۔ لا وضوء لمن لا یذکر اسم اللہ جس نے بسم اللہ نہ پڑھی اس کا وضو نہیں۔ یہ حدیث اگرچہ متعدد طرق سے مروی ہے ابو داؤد امام احمد نے بھی روایت کیا ہے مگر ہر طریقہ مجروح ہے امام ترمذی اور بزار نے کہا کہ اس باب میں کوئی صحیح حدیث نہیں جس کا اعتراف غیر مقلدین کے معلم ثانی شوکانی صاحب کو بھی ہے (نیل الاوطار ص۱۴۹ ج۱) علاوہ ازیں لا کمال نفی کیلئے مستعمل، اور وضوء میں کمال یہ ہے کہ بر وجہ مسنون ہو اور جب بسم اللہ نہیں پڑھی تو ایک سنت نہ ادا ہونے سے کچھ نقص رہا۔

(۲) حق یہ ہے کہ یہ اپنے عموم پر ہے اسے شیطان نہ دنیوی ضرر پہونچا سکے گا نہ دینی نہ جسمانی نہ روحانی لیکن تاثیر، پڑھنے والے کے حضور قلب اعتماد علی اللہ اور اسکے احوال کے اعتبار سے کبھی ہوتی ہے اور ان میں کسی بعض یا کل کے نقدان سے تاثیر نہیں ہوتی۔

## تشریحات (۱۰۴)

**لغات** ○ اعوذ اس کا مصدر عوذ ہے اس کے معنی پناہ لینے کے ہیں۔ خبث۔ خطابی نے کہا یہ لفظ خاء اور باء کے ضمے کے ساتھ ہے کچھ لوگوں نے کہا خاء کے ضمے کے ساتھ اور باء کے سکون کے ساتھ ہے یہ غلط ہے۔ صحیح وہی

---

ع۵ ایضا بخاری بدء الخلق، صفۃ ابلیس وجنودہ ص۴۶۳ ج۱ نکاح مایقول اذا اتی اہلہ ص۷۷۶ ج۲ دعوات مایقول اذا اتی اہلہ ص۹۴۵ ج۲ کتاب التوحید اسماء اللہ مائۃ الا واحدۃ ص۱۱۱ ج۲ مسلم طلاق ابو داؤد نکاح ۵ ۴ ترمذی نکاح ۶ نسائی عشرۃ النساء وعمل الیوم واللیلۃ۔ ابن ماجہ ۲۷ دارمی نکاح ۲۹ مسند امام احمد۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

جب بیت الخلاء جاتے تو یہ پڑھتے اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں خبث اور خبائث سے

ہے دونوں کے ضمے کے ساتھ مگر علامہ عینی نے تحقیق کی کہ یہ دونوں صحیح ہے علامہ قریشی نے فرمایا بہتر یہی ہے کہ دونوں کے ضمے کے ساتھ پڑھا جائے تاکہ الخبث مصدر کے ساتھ اشتباہ نہ ہو۔ خبث، خبیث کی اور خبائث، خبیثۃ کی جمع ہے۔ مراد شیاطین کے نر و مادہ دونوں ہیں۔

شرح السنہ میں ہے کہ الخبث کے معنی کفر اور خبائث کے معنی شیاطین کے ہیں۔ ابن بطال نے کہا الخبث ہر شی کو عام ہے اور خبائث سے شیاطین مراد ہیں۔ خلاء مد کے ساتھ اس کے معنی خالی جگہ ہے۔ اور عرف میں قضاء حاجت کی جگہ کو کہتے ہیں اس لئے کہ وہ اکثر حالات میں خالی رہتا ہے۔

(۱) یہاں مراد یہ ہے کہ جب بیت الخلاء میں جانے کا ارادہ فرماتے جیسا کہ خود امام بخاری نے سعید بن زید کے طریقے سے روایت کی ہے اذا اراد ان یدخل الخلاء حکم یہ ہے کہ اگر بیت الخلاء کی کوئی عمارت ہو تو عمارت میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھے اور اگر میدان میں قضاء حاجت کرتا ہے تو ستر کھولنے سے پہلے پڑھے۔ بیت الخلاء میں داخل ہونے کے یا ستر کھولنے کے بعد دعا ہرگز نہ پڑھے۔

(۲) اس دعا پڑھنے کی حکمت یہ ہے کہ خالی جگہیں خصوصاً ناپاک، شیاطین کی رہائش گاہ ہوتی ہیں اور قضاء حاجت کے وقت کوئی دعا پڑھی نہیں جا سکتی اور شیاطین انسان کو نقصان پہونچانے کے لئے ہر وقت درپے ہوتے ہیں تو حکم ہوا کہ پہلے ہی دعا پڑھ لے تاکہ وہ کوئی ضرر نہ پہونچا سکیں۔

**ایک توجیہ** یہاں شارحین نے یہ بحث چھیڑ دی کہ امام بخاری نے وضو کا بیان شروع فرمایا تھا ابھی وضو کا مکمل بیان نہ ہوا کہ بیت الخلاء کا ذکر چھیڑ دیا پھر وضو کے بقیہ مسائل کا ذکر فرمایا۔ اس کا کچھ لوگوں نے یہ جواب دیا کہ امام بخاری کا مقصود احادیث کا ذکر کرنا ہے ابواب ضمنی طور پر مذکور ہیں ان کے مابین کوئی خاص مناسبت ضروری نہیں۔ علامہ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں نے اس کا رد فرمایا اور یہ بات بھی واقعہ کے خلاف محققین کا کہنا ہے فقہ البخاری فی الابواب اور بنظر دقیق سارے ابواب مرصع ہار کی موتیوں کی طرح متناسب ہیں البتہ ان کے تناسب کا جاننا سب کا کام نہیں دونوں

---

عہ ایضا بخاری دعوات، الدعا عند الخلاء ص ۹۳۶ ج ۲ مسلم حیض، ۱۲۲ ابوداؤد طہارت ۳ ترمذی طہارت ۴ نسائی طہارت ۱۷ ابن ماجہ طہارت ۹ دارمی ۱، و مسند امام احمد۔

نے ذوق کے مطابق جوابات دیے ہیں۔ میرے ذوق پر بات یہ ہوئی کہ وضو کیلئے تسمیہ کا بیان ضروری تھا مگر امام بخاری کو ان کے شرط پر کوئی حدیث نہیں ملی جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے کہ کوئی صحیح حدیث اس باب میں ہے ہی نہیں تو انھوں نے اوپر والی حدیث سے قیاس کر کے وضو میں تسمیہ کے مشروع ہونے پر استدلال فرمایا اور باب میں اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے التسمیۃ علی کل حال کہہ کر اشارہ فرمایا جس طرح بات میں بات نکلتی ہے التسمیۃ علی کل حال سے ذہن اس طرف گیا کہ بیت الخلاء جاتے وقت کی بھی دعا ہے تو اس کا باب باندھا پھر جب بیت الخلاء کا ذکر چھڑ گیا تو اسکے متعلق دوسرے ابواب باندھے اس سے فارغ ہو کر اصل باب یعنی وضو کی تفصیلات بیان فرمائیں۔

(۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استعاذہ امت کی تعلیم کے لئے تھا اور اظہار عبودیت کے لئے ورنہ باجماع امت شیاطین واجنہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محفوظ ہیں شیاطین کو حضور پر کوئی بھی قدرت نہیں۔ مشہور واقعہ ہے کہ ایک شیطان کو پکڑ کر مسجد کے ستون میں باندھ دیا تھا۔

مستحب یہ ہے کہ اس دعا کے پہلے بسم اللہ بھی پڑھے جیسا کہ دوسری احادیث میں آیا ہے۔ معمری نے مسلم کی شرط پر حدیث مذکور بطریق عبد العزیز بن مختار عبد العزیز مہیب سے یوں روایت کی اذا دخلتم الخلاء فقولوا بسم اللہ اعوذ الخ کتاب ابن عدی میں ہے کہ سعید بن زید نے کہا کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا دخل الکنیف قال بسم اللہ ثم یقول اللھم انی اعوذ بک اھ۔ اس حدیث پر کلام کیا گیا ہے مگر جب یہ مضمون ایک حدیث صحیح سے ثابت ہے تو مدعیٰ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

بیت الخلاء سے باہر آنے کے بعد کی بھی مختلف دعائیں احادیث میں آئی ہیں مگر ان میں کوئی بھی امام بخاری کی شرط پر نہیں تھیں۔ اس لئے اس کو ذکر نہیں کیا۔ ترمذی حاکم ابن حبان، ابن خزیمہ ابن ابی الجارود ابو علی طوسی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے نکلتے تو پڑھتے ،،غفرانک ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور جب بیت الخلاء سے باہر آتے تو یہ دعا پڑھتے الحمد للہ الذی اذھب عنی الاذیٰ وعافانی دارقطنی نے حضرت ابن عباس سے یہ دعا مرفوعاً نقل فرمائی الحمد للہ الذی اخرج عنی مایوذینی وامسک ماینفعنی۔ نیز دارقطنی ہی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً یہ دعا روایت کی الحمد للہ الذی اذاقنی لذتہ وابقی علی قوتہ واذھب عنی اذاہ۔

بیت الخلاء سے باہر آنے کے بعد طلب مغفرت میں حکمت یہ ہے کہ شرمگاہ پر نظر پڑنے سے وسواس آنے کا خطرہ قوی ہوتا ہے عام انسان اس سے مشکل بچ پاتے ہیں۔ فارغ ہونے کے بعد استغفار کی تعلیم دی تاکہ وہ دور ہو جائیں۔

## (۱۰۵) حدیث، وضع الماء عند الخلاء

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

دَخَلَ الْخَلَاءَ فَوُضِعَتْ لَہٗ وَضُوْءٌ اَقَالَ مَنْ وَّضَعَ ھٰذَا فَاُخْبِرَ فَقَالَ

بیت الخلا میں تشریف لے گئے میں نے وضو کا پانی رکھا دریافت فرمایا کس نے رکھا ہے حضور کو جب بتایا گیا تو یہ دعا

اَللّٰھُمَّ فَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ علہ

فرمائی اے اللہ اسے دین میں سمجھ عطا فرما

## (۱۰۶) حدیث، اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلۃ

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

## تشریح (۱۰۵)

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ذہانت و ذکاوت تھی کہ بغیر حکم کے از خود پانی رکھ دیا۔ اس پر مسرور ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا دی اس کی برکت سے یہ جرأت ہو گئی اس سے معلوم ہوا کہ اکابر کی خدمت بغیر حکم کے بھی کرنی چاہیئے اور مخدوم کو چاہیئے کہ اس کے عوض خادم کو دعائے خیر دے اکابر کیلئے استنجاء وضو اور دیگر ضروریات کیلئے پانی رکھنا بہتر ہے اور زیادہ مناسب یہ ہے کہ یہ کام چھوٹوں سے لیا جائے۔

## تشریحات (۱۰۶)

(۱) حضرت ابو ایوب۔ خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبد عوف بن غنم الانصاری نجاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ وہ فخر روزگار صحابی ہیں جنہیں ابتداء ہجرت میں ایک ماہ تک میزبان دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میزبانی کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ اجلہ صحابہ میں سے ہیں مدینے کے مشہور معزز قبیلے بنی نجار کے چشم و چراغ ہیں یہ وہی قبیلہ جس میں حضور کے دادا عبد المطلب کی ننھیال تھی حضرت ابو ایوب عقبہ ثانیہ اور غزوۂ بدر میں شریک ہوئے آپ کی محاربات

علہ ایضاً مسلم فضائل ابن عباس، نسائی مناقب مسند امام احمد۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰی اَحَدُکُمُ الْغَائِطَ فَلَا یَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَۃَ وَلَا یُوَلِّھَا ظَھْرَہٗ

جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء میں آئے تو قبلہ کو نہ منہ کرے اور نہ پیٹھ کرے

میں آپ ہمیشہ حضرت علی کے ساتھ رہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے دارالسلطنت قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوگا اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسطنطنیہ پر پہلا لشکر بھیجا تو اس بشارت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے اکابر صحابہ بھی ساتھ ہوئے ان میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے عین معرکہ کے وقت بیمار ہوئے جب امید زیست نہ رہی تو ساتھیوں سے فرمایا دشمن کی زمین میں جتنے قریب ہو سکے مجھے دفن کرنا قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے قبر کھودی گئی رات میں دفن کئے گئے رومیوں نے پوچھا کیا کر رہے ہو۔ اس لشکر میں یزید پلید بھی شریک تھا اس نے جواب دیا ہمارے رسول کے میزبان معزز صحابی کی وفات ہوگئی ہے ان کو دفن کر رہے ہیں اگر انکی قبر مٹائی گئی تو عرب میں ناقوس نہ بج پائے گا اب تک ان کا مزار پر انوار قسطنطنیہ میں موجود ہے اگر بارش نہیں ہوتی تو ان کے مزار پر حاضر ہو کر دعا کرتے ہیں تو بارش ہوتی ہے (عینی) ان سے ایک سو پچاس احادیث مروی ہیں سات متفق علیہ تنہا بخاری نے صرف ایک روایت کی ہے۔

**تکمیل** کتاب الصلوٰۃ قبلۃ اہل المدینہ ص۵۷ پر اتنا زائد ہے حضرت ابوایوب نے فرمایا جب ہم شام میں آئے تو قدمچوں کو ہم نے کعبے کے رخ بنا ہوا دیکھا ہم ہٹ جاتے اور اللہ سے مغفرت چاہتے۔ بخاری کے علاوہ یہ اضافہ ترمذی میں بھی ہے نسائی میں کچھ تغیر کے ساتھ یوں ہے کہ ان قدمچوں کو دیکھ کر حضرت ایوب نے فرمایا بخدا میں نہیں جان سکا کہ انکے ساتھ کیا کروں۔

**توجیہ** فننحرف عنھا میں چار احتمالات ہیں ایک یہ کہ عنھا کی ضمیر کا مرجع قبلہ کو مانا جائے تو دو احتمال ہے ایک یہ کہ ہم قبلہ رو سے پوری طرح انحراف کر کے بیٹھتے۔ دوسرے یہ کہ جہاں تک انحراف ممکن تھا کرتے یا ضمیر کا مرجع مراحیض کو مانا جائے تو تیسرا احتمال یہ ہوا کہ ہم ان قدمچوں کی پابندی نہ کرتے ترچھے بیٹھتے یا ہم ان پائخانوں کو استعمال نہ کرتے ان سے ہٹ آتے

فنستغفر اللہ سے مراد یہ ہے کہ چونکہ یہ پائخانے قبلہ رخ بنے تھے ان کی شناعت پر استغفار کرتے یا چونکہ مخالفت سمت قبلہ رخ کرنے کی ہے بقدر امکان ترچھے بیٹھنے پر سمت قبلہ رخ ہو ہی جاتا اس لئے استغفار کرتے اور پہلی چوتھی تقدیر پر مراد یہ ہے کہ اپنے لئے نہیں ان پائخانوں کے بنانے والوں کے لئے استغفار کرتے اگر یہ معلوم ہوتا کہ اس کے بانی مسلمان ہیں۔

**مطابقت** امام بخاری نے اس حدیث پر جو باب باندھا ہے یہ ہے پائخانہ اور پیشاب کے وقت قبلہ کو منہ نہ کرے مگر عمارت میں یا دیوار وغیرہ کے قریب ۔ اس کے تحت جو حدیث نقل فرمائی ہے اس میں یہ استثنا نہیں وہ عام ہے اسکا جواب اسماعیلی نے یہ دیا کہ غائط کے لغوی معنی کشادہ نیچی زمین کے ہیں اور حدیث میں یہی مراد ہے اسلئے استثنار صحیح ہے علامہ ابن حجر نے فرمایا یہ سب سے قوی جواب ہے اس پر علامہ عینی نے یہ تعقب فرمایا کہ غائط کے عرفی معنی خارج شدہ نجاست کے ہیں عرف میں لغوی معنی مہجور ہو گیا ہے اب یہ اس معنی میں حقیقت عرفیہ ہو گیا اس لئے اس سے عدول جائز نہیں ۔ علاوہ ازیں بہت سی حدیثوں میں غائط کے ساتھ بول بھی مروی ہے ۔ غائط کا بول کے ساتھ ذکر معنی عرفی کو معین کر رہا ہے ۔ ورنہ یہ ارشاد مہمل ہو جائے گا ۔

ابن بطال نے یہ جواب دیا ہے اور ابن منیر نے بھی اس کی متابعت کی ہے کہ یہ استثنار بعد والی ابن عمر کی حدیث سے ماخوذ ہے اور چونکہ تمام احادیث مثل حدیث واحد کے ہیں جیسے قرآن مجید کی تمام آیات مثل ایک آیت کے ہیں اس لئے ایک حدیث سے دوسرے کی تخصیص درست ۔ علامہ عینی نے اس پر یہ فرمایا کہ پھر اسی حدیث کے ساتھ اس باب کو باندھتے ۔ ابن منیر نے ایک جواب یہ دیا کہ استقبال قبلہ میدان ہی میں ہو گا عمارت میں یا دیوار وغیرہ جبکہ حائل ہو تو استقبال نہ ہوا ۔ علامہ عینی نے فرمایا یہ درست نہیں ۔ آدمی گھر میں قبلہ کو منہ کرے یا میدان میں ہر جگہ قبلہ کو منہ ہو گا گھر میں دیوار حائل ہے تو میدان میں پہاڑ ٹیلے اور خود زمین حائل ہے ۔

اخیر میں علامہ عینی نے فرمایا کہ چونکہ امام بخاری کے نزدیک یہ حدیث عام مخصوص منہ البعض ہے اس لئے ان کا یہ استثنار صحیح ہے ۔ جس کو یوں کہئے کہ باب باندھ کر امام بخاری نے یہ افادہ کرنا چاہا ہے کہ یہ حدیث عام نہیں مخصوص منہ البعض ہے اسی قسم کے افادات امام بخاری کے ابواب میں جگہ جگہ ہیں ۔

قبلہ کو منہ یا پیٹھ کر کے قضار حاجت جائز نہیں اس سلسلے میں سات مذہب ہیں ۔

**مذہب اول** احناف کا مسلک یہ ہے کہ قضار حاجت کے وقت قبلہ کی جانب منہ کرنا یا پیٹھ کرنا جائز نہیں ۔ خواہ گھر کے اندر ہو یا میدان میں اور یہی مذہب راوی حدیث حضرت ابو ایوب اور امام مجاہد اور امام نخعی و سفیان ثوری اور ابو ثور صاحب شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی ہے احناف کی مستدل یہ حدیث ہے اور اس کے علاوہ دوسری احادیث بھی ہیں ۔

(۱) عبداللہ بن حارث سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا ۔

انا اول من سمع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پہلے میں نے سنا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قبلہ

## شَرِّقُوا اَوْ غَرِّبُوا عه

پورب کو منہ کرو پاچھم کو۔

لا یبولن احدکم مستقبل القبلة وانا اول من حدث الناس بذلك

کی جانب منہ کرکے پیشاب مت کرو اور میں نے ہی سب سے پہلے لوگوں سے اسے بیان کیا۔

ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(۲) ابوداؤد اور ابن ماجہ میں معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

نهی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان نستقبل القباتین ببول او غائط۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیشاب یا پائخانے کے وقت دونوں قبلوں کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا۔

دوسرا قبلہ بیت المقدس ہے اور تحقیق یہ ہے اہل مدینہ اور ایسے بلاد کے لئے خاص ہے جو بیت المقدس اور کعبے کے مابین ہیں۔

(۳) مسلم اور چاروں صحاح میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

لقد نهانا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان نستقبل القبلة بغائط او بول۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم پیشاب یا پائخانے کے وقت قبلہ کو منہ کریں۔

(۴) مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی

انا منکم بمنزلة الوالد اعلمکم اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلة ولا یستدبرها۔

میں تم پر باپ کی طرح شفیق ہوں تمہیں بتاتا ہوں کہ جب تم پائخانے میں آؤ تو قبلہ کو نہ منہ کرو نہ پیٹھ۔

یہ تمام احادیث عام ہیں نہ ان میں مکان کا استثناء ہے اور نہ میدان کی تخصیص اور مناطِ حکم بیت اللہ کی تعظیم ہے۔ اس کی جانب منہ کرنے میں مکان و میدان سب برابر ہیں اگر مکان میں دیوار حائل ہے تو میدان میں پہاڑ اور ٹیلے بھی حائل ہیں۔ علاوہ زیں عادت یہ ہے کہ انسان قضاء حاجت کسی نیچی جگہ کرتا ہے تو اگر مکان میں دیوار حائل ہے تو وہاں بھی حائل موجود ہے پھر جبکہ زمین کردی ہے تو درمیانی بلندی ہر جگہ حائل۔ تو لازم کہ مکان کی طرح میدان میں بھی ممانعت نہ رہے۔ اس عقلی استدلال سے قطع نظر کرتے ہوئے احادیث کے عموم اس کی دلیل ہیں کہ یہ حکم میدان کے ساتھ خاص نہیں۔ نیز منہ اور پیٹھ کرنے میں کوئی تفریق نہیں۔

عه ایضاً بخاری صلوٰۃ، قبلہ اہل المدینہ ح۵۰، مسلم طہارت ۵۹، ابوداؤد طہارت ۴، ترمذی طہارت ۶، نسائی طہارت ۱۹، ابن ماجہ طہارت ۱۷،

**مذہب ثانی** مطلقا جائز ہے یہ عروہ بن زبیر اور ربیعہ الرد ی اور داود کا مذہب ہے ان کی دلیل حدیث جابر ہے جیسے ابو داؤد ترمذی ابن ماجہ ابن خزیمہ ابن حبان اور حاکم روایت فرماتے ہیں۔

نھانا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان نستقبل القبلۃ او نستدبرھا ببول ثم رأیتھا قبل ان یقبض بعام یستقبلھا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا تھا کہ پیشاب کے وقت قبلہ کو منہ یا پیٹھ کریں پھر وصال سے ایک سال پہلے میں نے دیکھا کہ حضور قبلہ رو پیشاب کر رہے ہیں۔

اس سے ظاہر ہوا کہ ممانعت تھی مگر بعد میں منسوخ ہوگئی اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ تعارض کے وقت ہوتا جبکہ تطبیق نہ ہوسکے اور یہاں تعارض ہی نہیں جسکی تفصیل ابھی آتی ہے۔

**مذہب ثالث** قبلہ کی جانب منہ کرنا کہیں بھی جائز نہیں نہ عمارت میں نہ میدان میں اور پیٹھ کرنا ہر جگہ مباح ہے حضرت امام اعظم سے ایک روایت مرجوحہ یہ بھی ہے۔ اس لئے کہ عام روایات میں صرف استقبال کی ممانعت ہے

**مذہب رابع** عمارت میں قبلہ کی طرف منہ کرنا اور پیٹھ کرنا دونوں جائز ہے میدان میں دونوں ناجائز۔

**مذہب خامس** قبلہ کی جانب منہ کرنا مطلقا ممنوع البتہ عمارت میں ہو تو قبلہ کی جانب پیٹھ کرنا ممنوع نہیں صحراء میں منع ہے انکی دلیل بھی وہی حدیث ہے وہ اس طرح کہ اس میں عمارت میں قبلہ کی جانب پیٹھ کرنے کی روایت ہے اس سے ثابت کہ قبلہ کی جانب پیٹھ کرنی جائز ہے جبکہ عمارت میں ہو۔ اور منہ کرنا ہر حال حرام رہا۔ اور میدان میں پیٹھ کرنا بھی ممنوع رہا۔ ایک روایت کی بنا پر امام ابو یوسف کا یہی مذہب ہے۔

**مذہب سادس** کعبے کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مطلقا تو منع ہے ہی بیت المقدس کی طرف بھی مطلقا منع ہے جیسا کہ معقل بن یسار کی حدیث میں تصریح ہے یہ ابراھیم اور ابن سیرین کا مذہب ہے۔

**مذہب سابع** یہ عدم جواز اہل مدینہ کے ساتھ خاص ہے دوسری جگہوں کے لئے مطلقا ممانعت نہیں یہ ابو عوانہ کا مذہب ہے انکی دلیل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پورب کو منہ کر دیا پچھم کو۔ حالانکہ مکہ معظمہ کے پچھم یا پورب کے بلاد میں پورب یا پچھم منہ کرنے میں بیت اللہ کی طرف منہ یا پیٹھ ضرور ہوگی البتہ مدینہ طیبہ میں نہیں ہوگی تو معلوم ہوا کہ یہ حکم صرف اہل مدینہ کے ساتھ ہے

بخاری کی اس حدیث میں صرف منہ کرنے کی ممانعت ہے۔ مگر حضرت ابو ہریرہ والی چوتھی حدیث میں تصریح ہے کہ ولا یستدبرھا اور نہ قبلے کو پیٹھ کرے اس لئے جس طرح قبلہ کو منہ کرنا منع ہے اسی طرح پیٹھ کرنا بھی منع ہے۔

**استنجاء کے اور احکام** اگر میدان میں قضاء حاجت کیلئے جائے تو بہت دور نکل جائے یا پردہ کرے۔ جب

(۱۰۷) حدیث، ارتقیت علی ظھر بیت لنا

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ اِنَّ نَاسًا

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ

یَّقُوْلُوْنَ اِذَا قَعَدْتَّ عَلٰی حَاجَتِکَ فَلَا تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَۃَ وَلَا بَیْتَ الْمُقَدَّسِ

جب تم قضاء حاجت کے لئے بیٹھو تو قبلہ اور بیت المقدس کی جانب منہ نہ کرو۔

فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ لَقَدْ ارْتَقَیْتُ یَوْمًا عَلٰی ظَھْرِ بَیْتٍ لَّنَا فَرَاَیْتُ رَسُوْلَ

اس پر عبداللہ بن عمر نے فرمایا میں ایک دن اپنے ایک گھر کی چھت پر چڑھا تو اچانک میری نظر پڑ گئی دیکھا کہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی لَبِنَتَیْنِ مُسْتَقْبِلًا بَیْتَ الْمُقَدَّسِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قضاء حاجت کیلئے دو کچی اینٹوں پر بیت المقدس کی جانب منہ کئے بیٹھے ہیں

تک زمین کے قریب نہ ہو لے ستر نہ کھولے جیسا کہ حدیث میں ہے سر چھپالے حضرت ابوبکر کی سنت ہے۔ بات نہ کرے یہ حضرت عثمان سے مروی ہے بائیں ہاتھ سے استنجاء کرے فراغت کے بعد مٹی سے ہاتھ مل کر دھوئے۔ یہ حدیث میں ہے۔ ڈھیلا استعمال کرے گوبر وغیرہ نجاست اور ہڈی نہ استعمال کرے کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرے چاند یا سورج کی جانب منہ نہ ہو۔ حدیث میں ممانعت ہے جمع شدہ پانی میں راستے پر سایہ میں پھلوں کے گرنے کی جگہ ندیوں نالوں تالابوں کے کنارے قضاء حاجت نہ کرے بائیں پاؤں پر زور دے کر بیٹھے عصفونا سل کو تین بار سونت لے۔

## تشریحات (۱۰۷)

**تکمیل** یہاں علی ظھر بیت لنا ہے اور بیوت ازواج النبی ص۴۳۷ ج۱ میں فوق بیت حفصۃ ہے حضرت حفصہ ان کی بہن تھیں ان کے گھر کو اپنا گھر کہہ دیا ہو سکتا ہے جس وقت یہ حدیث بیان کی اس وقت یہ بطور وراثت انھیں کی ملک رہا ہو۔ یہاں صرف مستقبلا بیت المقدس ہے اور التبرز فی البیوت ص۲۷ اور بیوت ازواج ص۴۳۷ میں ہے مستدبر القبلہ مستقبل الشام ہے حاصل دونوں کا ایک ہے جب شام یا بیت المقدس کو منہ ہوگا تو قبلہ کو پیٹھ ضرور ہوگی۔

(۱) اس سے یہ بات واضح ہے کہ عہد صحابہ میں یہ بات مشہور تھی کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی جانب منہ یا پیٹھ کرنا منع ہے۔

(۲) یہی حدیث امام مالک اور امام شافعی کی دلیل ہے اس کے جواب میں احناف کہتے ہیں کہ احادیث میں قضاء حاجت کے وقت منہ یا پیٹھ نہ کرنے کا حکم عام ہے اور یہ ایک خاص واقعہ ہے اور خصوص واقعہ کے لئے عموم نہیں ہوتا علاوہ

لِحَاجَتِهٖ وَقَالَ لَعَلَّكَ مِنَ الَّذِيْنَ يُصَلُّوْنَ عَلٰى اَوْرَاكِهِمْ فَقُلْتُ لَا

اور فرمایا شاید تو ان میں سے ہے جو سرین کے بل نماز پڑھتے ہیں میں نے عرض کیا بخدا میں نہیں

وَاللّٰهِ اَدْرِيْ قَالَ مَالِكٌ يَعْنِي الَّذِيْ يُصَلِّيْ وَلَا يَرْتَفِعُ عَنِ الْاَرْضِ

جانتا امام مالک نے فرمایا انکا مطلب یہ تھا جو نماز پڑھے اور زمین سے نہ اٹھے

ازیں وہ قول ہے اور یہ فعل اور فعل رسول میں اس کا بھی احتمال رہتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آنحضور کے ساتھ خاص ہو اس لئے قول کے متعارض جب فعل ہو تو ترجیح قول کو ہوگی علاوہ ازیں وہ قول رسول ہے اور یہ حضرت ابن عمر کا اجتہاد اور ظاہر ہے کہ ارشاد رسول کے مقابلے میں صحابی کے اجتہاد کو کبھی ترجیح نہ ہوگی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عمر کا اجتہاد نہیں صریح فعل رسول ہے بعض ابناء زماں نے یہ کہا ہے کہ حضرت ابن عمر کو دیکھنے میں غلطی ہوئی انھوں صرف منہ یا سینہ دیکھا ہوگا چونکہ حالت ایسی نہ تھی کہ اسے بغور دیکھتے اچانک نظر پڑ گئی انھوں نے منہ یا زیادہ سے زیادہ سینہ دیکھا ہوگا کہ بیت المقدس کی طرف ہے حالانکہ استنجاء کے وقت اصل میں منہ یا سینہ قبلہ کی طرف کرنے کی ممانعت نہیں بلکہ اعضاء استنجاء کے لئے ممانعت ہے لیکن حدیث کے الفاظ کو بغور پڑھنے والا بخوبی معلوم کرے گا کہ یہ محض سخن سازی ہے۔ حضرت ابن عمر کی نظر آنحضور پر اگرچہ اچانک اس حالت میں پڑی تھی مگر جو کچھ انھوں نے دیکھا وہ پوری تفصیل سے دیکھا۔ غور کیجئے کہتے ہیں میں نے کچی اینٹوں پر بیٹھے دیکھا جب یہاں تک دیکھا کہ اینٹوں پر بیٹھے ہیں وہ بھی پکی نہیں کچی تھی وہ بھی صرف دو پر۔ تو صرف سینے تک دیکھنے کو محدود کرنا درست نہیں پھر ایسے مشتبہ دیکھنے کو مدار حکم ٹھہرانا حضرت ابن عمر سے بعید ہے۔ صحیح یہی ہے کہ اگرچہ انکی نظر اچانک ہی پڑی مگر جو بیان کر رہے ہیں وہی دیکھا۔ اصل توجیہ اس حدیث کی وہ ہے جو مرشدی حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ نے فرمائی کہ جنکے سامنے کعبہ نہ ہو ان کو سمت کعبہ کی جانب منہ یا پیٹھ کرنا ممنوع ہے اور کعبہ جن کے سامنے ہو انھیں عین کعبہ کی طرف منع ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر ساری دنیا تھی جیسا کہ خود انھیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا۔

ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا الی ماھو کائن فیھا الی یوم القیمۃ کانی انظر الی کفی ھذا۔

اللہ نے دنیا میرے سامنے کر دی ہے میں دنیا کو اور دنیا میں قیامت تک جو کچھ ہوگا سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو۔

جب آنحضور کے سامنے پوری دنیا تھی تو حضور کی نگاہ انور کے سامنے کعبہ بھی ہوگا آپ کی پشت مبارک عین کعبہ کی جانب نہ تھی۔ صرف سمت کعبہ کی جانب تھی۔ حضرت ابن عمر نے صرف سمت شام کی جانب منہ اور سمت کعبہ کی جانب پیٹھ کرنے کو

یَسْجُدُ وَھُوَ لَاصِقٌ بِالْاَرْضِ ؕ

سجدے کی حالت میں زمین سے چپکا رہے یعنی پیٹ ران سے ران پنڈلی سے ملا کر سجدہ کرے ۔

دیکھا۔ اور یہی جواب مذہب ثانی کی موید حدیث جابر کا بھی ہے کہ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر عین کعبہ تھا اس سے بچ کر سمت قبلہ کی جانب پیشاب فرمایا حضرت جابر نے اسی کو دیکھا اور اسی پر جواز کا قول فرمایا۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سمت بیت المقدس اور پشت اقدس سمت قبلہ میں تھی۔ عین کعبہ کی جانب نہ تھی۔ اس پر دلیل ان تینوں شہروں کا جغرافیائی وقوع ہے اس لئے مکہ معظمہ کا طول البلد ۶۷ درجے ۳۳ دقیقے پر ہے اور عرض البلد ۲۱ درجے ۴۰ دقیقے پر ہے مدینہ طیبہ ۷۵ درجے ۲۰ دقیقے طول البلد پر ۲۵ درجے عرض البلد پر اور بیت المقدس ۳۶ درجے اور ۲۰ دقیقے طول پر اور ۳۲ درجے ۲ دقیقے عرض پر ہے۔

جب بیت المقدس اور مدینہ طیبہ میں ۳۹ درجے طول کا اور مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں ۷ درجے ۴۷ دقیقے کا تفاوت ہے تو یہ ممکن ہی نہیں کہ عین بیت المقدس کی جانب جس کا منہ ہو اس کی پیٹھ عین قبلہ کی جانب ہو اگر عین بیت المقدس کی جانب منہ ہوگا تو پشت کبھی بھی عین کعبہ کی جانب نہ ہوگی اگر دونوں ایک طول البلد پر ہوتے تو ایسا ممکن تھا تو لامحالہ حضور کی نشست میں منہ سمت بیت المقدس کی جانب اور پیٹھ سمت قبلہ کی جانب تھی یا منہ عین بیت المقدس کی جانب تھا تو پیٹھ سمت قبلہ کو تھی عین کعبہ کو ہرگز نہ تھی۔

(۳) یہاں ایک اشکال یہ ہے کہ ابن ماجہ نے عراک بن مالک سے روایت کی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے یہ تذکرہ ہوا کہ کچھ لوگ قبلہ کی جانب شرمگاہ کرنے کو برا جانتے ہیں۔ فرمایا۔ میرے پائخانے کی بیٹھک قبلہ رو کر دو۔ اس کا جواب شارحین نے یہ دیا کہ یہ حدیث لائق استناد نہیں علل ترمذی میں ہے محمد نے کہا اس حدیث میں اضطراب ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ام المومنین کا قول ہے۔ ابن حزم نے کہا یہ حدیث ساقط ہے۔ اس لئے کہ اس کے ایک راوی خالد بن ابی الصلت مجہول ہیں۔ امام احمد نے فرمایا کہ یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ عراک کا ام المومنین سے سماع ثابت نہیں۔ یعنی جز ۲ ص ۲۸۱ میزان میں امام ذہبی نے فرمایا کہ خالد بن ابی الصلت منکر ہے۔ یہ حدیث حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کی گئی مگر انھوں نے اس پر

عہ ایضا بخاری البرزنی البیوت ج ۱ ص ۲۷ الجہاد بیوت ازواج النبی ج ۱ ص ۴۳۷ مسلم ۶۱، ۶۲ ابو داؤد ۵، ترمذی ۷، نسائی ۲۱، ابن ماجہ طہارت ۱۸، موطا قبلہ ۸، دارمی وضوء ۸، مسند امام احمد۔

## ۱۰۸ حدیث۔ ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کُنَّ یخرجن باللیل

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّ اَزْوَاجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج رات میں

کُنَّ یَخْرُجْنَ بِاللَّیْلِ اِذَا تَبَرَّزْنَ اِلَی الْمَنَاصِعِ وَھِیَ صَعِیْدٌ اَفْیَحُ وَکَانَ عُمَرُ یَقُوْلُ

مناصع کی طرف رفع حاجت کے لئے جاتیں۔ اور مناصع لمبا چوڑا میدان ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عمل نہیں فرمایا۔ بیہقی، دارقطنی۔ ظاہر ہے کہ اس پر عمل نہ کرنا اسی بنا پر ہوگا کہ ان کے نزدیک یہ حدیث لائق استناد نہیں۔

(۴) حضرت ابن عمر کی مراد غالباً یہ ہے کہ تو اُجڈ اور جاہل ہے۔ جسے یہ بھی پتہ نہیں کہ سجدہ کرنا کیسے سنت ہے۔ اسی وجہ سے یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ ممانعت صرف میدان میں ہے۔ گھر کے اندر نہیں۔ واسع بن حبّان نے کہا میں نہیں جانتا یعنی یہ نہیں جانتا کہ ان لوگوں میں ہوں یا نہیں۔ یا یہ کہ میں نہیں جانتا کہ قضاء حاجت کے وقت قبلے کی جانب منہ کرنے میں عمارت اور میدان کا فرق ہے۔ لیکن یہ توجیہ اس صورت میں درست ہوگی جب کہ ان ناسا یقولون۔ واسع بن حبّان کا مقولہ مانا جائے۔ مگر واقع میں ایسا نہیں۔ یہ حضرت ابن عمر ہی کا قول ہے جیسا کہ مسلم شریف میں تصریح ہے۔ فقال عبد اللہ یقول ناس تو اب واسع کو اُجڈ کہنے کا کوئی محل نہیں۔ صحیح توجیہ یہ ہے۔ کہ اس میں یہاں اختصار ہے۔ مسلم شریف میں ابتدائی حصہ یوں ہے۔ واسع نے کہا میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور عبد اللہ بن عمر بیٹھے تھے نماز سے فارغ ہو کر میں ان کی جانب مڑا تو انھوں نے فرمایا کچھ لوگ ایسا کہتے ہیں الخ۔ ہو سکتا ہے۔ واسع بن حبان کے سجدے میں یہ بات دیکھی ہو اور انھیں تنبیہ فرما دی۔

## تشریحات ۱۰۸ (۱۰۹)

**ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا** بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبد ود۔ قرشیہ عامریہ، یہ قدیم الاسلام ہیں۔ ان کا نسب لُوی پر جا کر شجرۂ نبوی سے مل جاتا ہے۔ ان کا نکاح پہلے ان کے چچا کے لڑکے سکران بن عمرو بن شمس سے ہوا تھا۔ ان کے یہ شوہر بھی انھیں کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے ان دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کی تھی۔ پھر مکہ واپس آئے۔ ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد سنہ نبوی میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی وفات کے بعد حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ عقد سے پہلے۔ یہی مشہور ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح کے قبل حضرت سودہ نے یہ خواب دیکھا کہ رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان کی گردن پر اپنا پائے اقدس رکھا۔ یہ خواب اپنے شوہر سکران سے بیان کیا تو انھوں نے کہا اگر تم سچ کہتی ہو تو میں عنقریب مر جاؤں گا اور تم سے حضور نکاح کریں گے اس کے

لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحْجُبْ نِسَاءَكَ فَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کرتے تھے کہ اپنی عورتوں کو پردے کا حکم دیجئے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ فَخَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ

پھر بھی حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا نہ کرتے سودہ بنت زمعہ زوجۂ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بعد پھر دیکھا وہ تکیہ لگائے بیٹھی ہیں اور ایک چاند آسمان سے اتر کر ان کی گود میں آگیا ہے۔ اس خواب کو بھی سکران کو سنایا تو انھوں نے وہی تعبیر بتائی اسی دن سکران بیمار ہوگئے اور چند دن کے بعد فوت ہوگئے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔ مکہ میں زفاف بھی فرمایا۔ یہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئیں۔ اخیر عمر میں جب کبیر السن ہوگئیں اپنی باری حضرت عائشہ کو دیدی۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا پھر کبھی باہر نہ نکلیں۔ علیٰ اختلاف روایت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری ایام میں وصال ہوا۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ ان کا جنازہ رات میں اٹھایا جائے یا شوال ۵۴ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں مدینہ میں وصال ہوا۔ یہ بہت قدآور لحیم شحیم خاتون تھیں ان سے پانچ حدیثیں مروی ہیں۔ دو بخاری نے تخریج کی ہے باقی سنن اربعہ میں مروی ہے۔

**تکمیل** یہ دونوں حدیثیں ایک مفصل حدیث کا جزء ہیں جو کتاب التفسیر میں مفصل مذکور ہے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ پردے کی پابندی کے بعد (ام المومنین) سودہ اپنی ضرورت کے لئے نکلیں۔ اور یہ جسیم عورت تھیں انھیں جو پہچانتا تھا اس سے (پردہ کے باوجود) چھپ نہیں سکتی تھیں۔ انھیں عمر بن خطاب نے دیکھا تو کہا۔ اے سودہ سنو! بخدا تم ہم سے چھپ نہیں سکیں دیکھو کیسے نکلتی ہو۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ سودہ لوٹ آئیں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے گھر میں رات کا کھانا تناول فرما رہے تھے۔ حضور کے دست مبارک میں گوشت والی ہڈی تھی سودہ اندر آئیں اور کہا! یا رسول اللہ! میں اپنی ضرورت کے لئے نکلی تھی تو عمر نے ایسے ایسے کہا۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ اللہ نے حضور کی طرف وحی کی پھر نزول وحی کی کیفیت فرو ہوئی۔ اور وہ ہڈی حضور کے دست مبارک ہی میں رہی۔ اسے رکھا نہیں اور ارشاد فرمایا۔ تم لوگوں کو اجازت دیدی گئی ہے کہ اپنی ضرورتوں کے لئے باہر جا سکتی ہو۔ کتاب النکاح میں بھی قدرے اختصار کے ساتھ یہ حدیث مذکور ہے۔

**لغات** اذا تبرزن اس کا مادہ براز ہے جس کے معنی وسیع میدان کے ہیں۔ تبرز کے معنی لغوی وسیع میدان میں جانا۔ عرفی معنی قضاء حاجت کے لئے میدان میں جانا۔ براز باء کے کسرے کے ساتھ بھی ہے اس کا معنی مقابلہ کے لئے نکلنا ہے۔ مناصع منصع کی جمع ہے اس کا مادہ نصوع ہے جس کے معنی خالص ہونے کے ہیں۔ ناصع ہر چیز کے خالص کو کہتے ہیں۔ ابیض ناصع، اصفر ناصع، اصمی نے کہا وہ میل جو خالص ایک رنگ کا ہو مثلاً صرف سفید، صرف زرد، صرف سرخ اس کو بھی ناصع کہتے ہیں۔ عباب میں ہے کہ مناصع کے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِّنَ اللَّيَالِي عِشَاءً وَّكَانَتْ إِمْرَأَةً طَوِيْلَةً

ایک رات عشاء کے وقت قضاء حاجت کے لئے نکلیں وہ لمبے قد کی عورت تھیں۔

معنی مجالس کے ہیں۔ ابو سعید نے کہا۔ مناصع ان جگہوں کو کہتے ہیں جہاں لوگ قضاء حاجت کیا کرتے ہیں۔ ازہری نے کہا کہ مناصع مدینہ سے باہر ایک جگہ کا نام تھا۔ یہی ابن جوزی نے کہا کہ مدینہ سے باہر ایک لمبا چوڑا میدان تھا جہاں قضاء حاجت کے لئے لوگ جاتے تھے اسی کو مناصع کہتے تھے۔ سیاق حدیث بھی اسی کا مؤید ہے۔ معنی لغوی کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ وہ عمارتوں سے خالی تھا صعید کے معنی ہیں زمین کی سطح افسیح کے معنی لمبے چوڑے وسیع کے ہیں۔

**تطبیق** حدیث ۱۰۸ اور ۱۰۹ میں بظاہر تعارض ہے سرسری طور پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ ایک ہی ہے۔ مگر حدیث ۱۰۸ کا صریح منطوق یہ ہے کہ یہ واقعہ نزول حجاب سے پہلے کا ہے۔ اور حدیث ۱۰۹ میں تصریح ہے کہ یہ واقعہ نزول حجاب کے بعد کا ہے۔ نیز حدیث ۱۰۹ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد ازواج مطہرات کو باہر نکلنے سے روک دیا گیا اور حدیث ۱۰۹ میں تصریح ہے کہ اس کے بعد بھی قضاء حاجت کے لئے باہر جانے کی اجازت باقی رہی۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ ابتداء میں حضرت عمر کی خواہش یہ تھی کہ ازواج مطہرات رات میں بھی چہرہ چھپا کر نکلیں۔ ان کی یہ خواہش پوری ہوئی۔ مگر پھر بھی ازواج مطہرات کے لئے ان کی غیرت نے یہ بھی نہیں پسند فرمایا کہ وہ پردے کے ساتھ باہر نکلیں۔ تو انھوں نے چاہا کہ اس پر بھی پابندی ہو جائے مگر ضرورت کی بنا پر یہ خواہش پوری نہ ہوئی۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ حدیث ۱۰۸ میں جو وارد ہے کہ "احجب نساءك" اس سے مراد یہ ہے کہ رات میں منھ چھپائے بغیر نہ نکلیں۔ اور "انزل الحجاب" سے مراد چہرہ چھپا کر نکلنا ہے۔ اور حدیث ۱۰۹ میں بعد ما ضرب الحجاب سے مراد چہرے کا چھپا کر نکلنا ہے۔ اسی کو فرمایا کہ یہ اظہر الاحتمالین ہے۔ اس خادم کی بھی یہی رائے ہے۔

مگر اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ دو واقعے ہیں۔ اور دونوں حدیثوں میں حجاب کے ایک ہی معنی ہیں۔ جیسا کہ علامہ کرمانی علامہ برماوی علامہ قسطلانی کی رائے ہے۔ اب علامہ ابن حجر کا کتاب التفسیر میں علامہ کرمانی کی اس رائے پر یہ تعقب سمجھ میں نہیں آتا جو فرمایا بل المراد بالحجاب الاول غیر الحجاب الثانی اول حجاب سے ثانی حجاب کا غیر مراد ہے۔ حالانکہ اس کے بعد جو الحاصل سے بیان فرمایا وہ وہی ہے جو ہم ذکر کر آئے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ واقعہ دو ہے۔ اس اضراب کی توجیہ میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حدیث ۱۰۸ میں جو حجاب حضرت عمر کا مقصود تھا وہ حدیث ۱۰۹ میں مذکور حجاب کے علاوہ تھا۔ اس طرح کہ حدیث ۱۰۸ میں حجاب سے چہرے کا چھپا کر نکلنا مراد ہے اور حدیث ۱۰۹ میں حضرت عمر کی خواہش یہ ظاہر ہوتی ہے کہ گھروں سے بالکل نہ نکلنے دیا جائے۔ ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حدیث ۱۰۹ کو پہلے کا واقعہ مانا جائے اور حدیث ۱۰۸ کو بعد کا۔ اور حدیث ۱۰۹ میں ضرب الحجاب سے مراد چہرے کا چھپا کر نکلنا مراد ہے۔ اور حدیث ۱۰۸ میں احجب نساءك سے مراد گھروں سے نہ نکلنا مراد ہو۔

فَنَادَاهَا عُمَرُ اَلَا قَدْ عَرَفْنَاكِ يَا سَوْدَةُ حِرْصًا عَلٰى اَنْ يُّنْزَلَ الْحِجَابُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ الْحِجَابَ ؏

تو حضرت عمر نے پکار کر ان سے کہا سنو! اے سودہ ہم نے تمہیں پہچان لیا ان کی خواہش یہ تھی کہ حجاب نازل ہو تو اللہ نے حجاب اتارا۔

وانزل الحجاب سے آیۂ کریمہ "وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ" مراد ہو۔

① یہاں مستملی کے نسخے میں آیۃ الحجاب ہے۔ ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں بطریق زہری ابن شہاب سے یوں روایت کی ہے:۔

فانزل اللّٰہ الحجاب یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّا اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰہُ وَلٰکِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ وَاللّٰہُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْھُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ ذٰلِکُمْ اَطْھَرُ لِقُلُوْبِکُمْ وَقُلُوْبِھِنَّ۔

(احزاب، آیت ۵۳)

تو اللہ نے حجاب نازل فرمایا۔ یعنی یہ آیت۔ اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ جاؤ جب تک تم کو اذن نہ ملے۔ مثلاً کھانے کے لئے بلائے جاؤ یوں کہ خود پکنے کی راہ تکو ہاں جب بلائے جاؤ تو جاؤ اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ، نہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ اس سے بیشک نبی کو ایذا پہنچتی ہے وہ جو تمہارا لحاظ فرماتے ہیں اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا اور جب ازواج مطہرات سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو اس میں تمہارے اور انکے دلوں کی زیادہ پاکیزگی ہے۔

سورۂ احزاب کی تفسیر میں خود امام بخاری نے اس آیت کے شان نزول میں جو حدیث ذکر کی ہے اس سے ظاہر کہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کے وقت ولیمہ کے موقع پر کھانا کھانے کے بعد بھی جو تین شخص بیٹھے باتیں کرتے رہے اس وقت یہ آیت اتری۔ نیز اسی میں اس کا شان نزول یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عمر نے خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی خدمت میں اچھے برے سبھی حاضر ہوتے ہیں آپ اپنی ازواج کو پردے کا حکم دیں اس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔ علاوہ ازیں ابن جریر نے اپنی تفسیر میں بطریق امام مجاہد اس کا شان نزول یہ ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ کے ساتھ بعض اصحاب کھا رہے تھے اور حضرت عائشہ بھی شریک تھیں۔ کہ کسی صحابی کا ہاتھ حضرت عائشہ کے ہاتھ پر پڑ گیا یہ حضور کو ناگوار ہوا اس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔ ابن مردویہ نے ابن عباس کی یہ حدیث آیت حجاب کے شان نزول میں ذکر کی ایک شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور بہت دیر تک بیٹھا رہا۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین بار اٹھے کہ یہ شخص چلا جائے مگر وہ نہیں گیا اتنے میں حضرت عمر آ گئے اور ناگواری کا اثر چہرۂ اقدس پر دیکھا تو اس شخص سے کہا! شاید تو نے رسول اللہ کو ایذا پہونچائی ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تین بار اٹھا کہ یہ بھی میرے ساتھ اٹھے مگر یہ نہیں اٹھا۔ اس پر حضرت عمر نے کہا کہ آپ پردہ کرا دیں آپ کی ازواج اور عورتوں کی طرح نہیں۔ یہ

---

ع مسلم استیذان۔

## (۱۰۹) حدیث ۔ قد اذن لکن ان تخرجن لحاجتکن

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

ان کے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزہ ہوگا اس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔

علامہ ابن حجر نے اس میں یہ تطبیق دی ہے کہ اسباب نزول متعدد ہو سکتے ہیں اخیر سبب حضرت زینب کے ولیمے والا واقعہ ہے اس لئے اس آیت میں خصوصی تنبیہ اس واقعہ پر ہے۔ بقیہ واقعات چونکہ اس کے قریب ہی قریب پیش آئے اس لئے انھیں بھی شان نزول قرار دیا گیا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان میں سے بعض میں آیت حجاب سے مراد یہ آیت کریمہ ہو۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۔ احزاب، آیت (۵۹)

اے نبی اپنی ازواج اور صاحبزادیوں اور مومنوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنے چہروں پر چادروں کا کچھ حصہ ڈالے رہیں قریب تر ہے اس سے کہ پہچان لی جائیں تو ایذا نہ دی جائیں۔

ان دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہوا کہ ازواج مطہرات سے متعلق پردے کی تین صورتیں ہوئیں ایک یہ کہ دن میں باہر نہ نکلیں رات کی تاریکی میں نکلیں جیسا کہ حدیث ۱۰۸ میں مذکور ہے کن یخرجن باللیل۔ رات میں نکلتی تھیں۔ دوسرے یہ کہ رات میں بھی منھ کھولے نہ نکلیں، نکلیں تو چہرہ چھپالیں، جیسا کہ اسی حدیث فانزل الحجاب سے مستفاد ہوتا ہے اور حدیث ۱۱۰ میں صراحت ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ ہم صرف رات میں قضاء حاجت کے لئے جایا کرتی تھیں۔ اور یہ طے ہے کہ واقعہ افک نزول حجاب کے بعد کا ہے اس لئے کہ حضرت ام المومنین نے اس حدیث میں صاف فرمایا کہ صفوان بن معطل نے حجاب سے پہلے مجھے دیکھا تھا۔ نیز یہ متفق علیہ ہے کہ حضرت زینب کے ساتھ نکاح پر ولیمے میں جو قصہ ہوا اس موقع پر آیت حجاب نازل ہوئی اور حدیث ۱۱۰ میں تصریح ہے کہ حضرت زینب بنت جحش اس وقت ازواج میں داخل تھیں اور حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے بھی حضرت عائشہ کے بارے میں دریافت فرمایا انھوں نے بھی صفائی دی۔ علامہ ابن حجر نے کتاب التفسیر میں خود اس کی تصریح کی ہے اور جو کتاب الوضوء میں تحریر فرمادیا تھا کہ واقعہ افک نزول حجاب سے پہلے کا ہے۔ کتاب التفسیر میں اس پر تنبیہ فرمادی کہ ذہول عن ہشم تھی اس کی تصحیح کرلی جائے تیسری صورت یہ تھی کہ قضاء حاجت کے لئے بھی گھروں سے باہر جانا ممنوع ہوگیا۔ جیسا کہ حدیث افک کا یہ حصہ دلالت کرتا ہے کہ فرمایا۔ وذلک قبل ان تتخذ الکنف، میدان میں قضاء حاجت کیلئے اسوقت ہم جایا کرتی تھیں جبکہ ابھی گھروں میں پاخانے نہیں بنے تھے۔ نیز آیت کریمہ وقرن فی بیوتکن۔ اور اپنے گھروں ہی میں رہو۔ اس پر دلالت کرتی ہے۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ ازواج مطہرات کے ساتھ جو پردہ مخصوص تھا وہ یہ کہ انھیں اپنے چہرے اور ہاتھوں کو بہر حال اجنبیوں سے چھپانا فرض ہے۔ حتی کہ شہادت وغیرہ کے موقع پر

قَالَ قَدْ اُذِنَ لَكُنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ فِیْ حَاجَتِكُنَّ قَالَ هِشَامٌ یَعْنِی الْبَرَازَ ۱؎

ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تمھیں اس بات کی اجازت دی گئی کہ اپنی ضرورت کے لئے باہر جاؤ۔ ہشام نے کہا یعنی قضاء حاجت کے لئے

34

بھی کھولنا جائز نہیں۔ نیز یہ کہ انھیں اپنی ذات کسی کے سامنے ظاہر ہونے دینا جائز نہیں۔ اگرچہ پردہ کے ساتھ ہوں۔ اس پر مؤطا کی حدیث سے دلیل لائے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عورتوں نے اپنے چھرمٹ میں لے کر اس طرح چھپالیا کہ کوئی انھیں نہیں دیکھ سکا۔ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے جنازہ کو چھپانے کے لئے قبہ بنالیا تھا۔ اس پر علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ مؤطا کی اس حدیث سے اس کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی کہ ازواج مطہرات پردے میں ہوتے ہوئے بھی اپنی ذات کو چھپائیں۔ اس لئے کہ وصال اقدس کے بعد ازواج مطہرات حج کرتی تھیں طواف کرتی تھیں لوگ ان سے احادیث سنتے تھے اور صرف ان کے بدن چھپے ہوتے ذات نہیں۔ کتاب الحج میں ہے کہ ابن جریج نے جب حضرت عطاء سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے طواف کا ذکر کیا تو انھوں نے پوچھا کہ آپ نے انھیں حجاب سے پہلے دیکھا تھا کہ حجاب کے بعد۔ تو ابن جریج نے بتایا کہ میں نے ان کی زیارت حجاب کے بعد کی ہے۔ نیز انھیں ابن جریج نے کہا کہ میں اور عبید بن عمر حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ کوہ ثبیر میں ٹھہری تھیں۔ ایک ترکی قبہ میں رہتی تھیں۔ دلھا غشاء، میرے اور ان کے مابین صرف ایک پردہ تھا۔ میں نے انھیں دیکھا گلابی رنگ کا پیرہن پہنے ہوئے تھیں ۲؎۔ ظاہر ہے کہ ام المومنین کا یہ حج نفل تھا حج فرض تمام ازواج مطہرات حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کر چکی تھیں اگر ازواج مطہرات پر اپنی ذات کا چھپانا فرض ہوتا تو حج نفل کے لئے نہ جاتیں۔ اور ان کے تلامذہ ان کو نہ دیکھ پاتے۔ محدثین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیت حجاب کس سن میں نازل ہوئی۔ ابو عبید نے کہا کہ تیسرے سال، ابن اسحاق نے کہا کہ حضرت ام سلمہ سے نکاح کے بعد۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ حضرت ام سلمہ سے نکاح کس سن میں ہوا۔ سن تین میں یا چار میں۔ ابن سعید نے کہا ۴ھ کے ذوقعدہ میں۔ قتادہ نے کہا ۵ھ میں۔ یہ اختلاف اصل میں دوسرے اختلاف کی فرع ہے۔ یہ تو طے ہے کہ آیت حجاب یعنی لا تدخلوا بیوت النبی حضرت زینب بنت جحش کے نکاح کے وقت نازل ہوئی۔ حضرت زینب سے نکاح کس سن میں ہوا اس میں اختلاف ہے۔ الاستیعاب ۳؎ میں ہے کہ ابو عبید نے کہا کہ یہ ۳ھ میں ہوا۔ اس لئے وہ اس آیت کا نزول ۳ھ مانتے ہیں۔ قتادہ نے کہا کہ یہ نکاح ۵ھ میں ہوا تو وہ اس کے نزول کا وقت ۵ھ مانتے ہی راجح ہے کہ حضرت زینب سے نکاح ۵ھ میں ہوا۔ الاکمال میں اسی پر اختصار کیا۔ اصابہ ۴؎ میں دونوں قول ذکر کیا۔ مگر اخیر میں وصال کے وقت کی جو عمر بتائی

---

۱؎ تفسیر لاتدخلوا بیوت النبی ص ۲۰۰ ج ۲، نکاح، خروج النساء، لحوائجھن ص ۷۸۶ ج ۲، ۲؎ بخاری ص ۲۱۹ ج ۱، ۳؎ ص ۳۱۴ ج ۴، ۴؎ ص ۳۱۳ ج ۴،

## (۱۱۰) حدیث۔ الاستنجاء بالماء

سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ

عطا بن ابی میمونہ نے کہا میں نے انس بن مالک سے یہ فرماتے سنا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب قضاء حاجت

لِحَاجَتِهٖ اَجِيْءُ اَنَا وَغُلَامٌ مَعَنَا اِدَاوَةٌ مِّنْ مَّاءٍ يَعْنِيْ يَسْتَنْجِيْ بِهٖ ؏

کے لئے جاتے تو میں اور ایک لڑکا جاتا[1] ہمارے ساتھ پانی کا چمڑے کا برتن ہوتا جس سے حضور استنجاء فرماتے[2]

اور کس سنہ میں وصال فرمایا اس سے ۵۸ھ متعین ہو جاتا ہے۔ اصابہ میں ہے کہ نکاح کے وقت حضرت زینب کی عمر ۳۵ سال تھی اور پچاس سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ اور ۵۸ھ سنِ وصال ہے اس سے ظاہر کہ ہجرت کے وقت تینتیس سال کی تھیں۔ اور جب نکاح کے وقت ۳۵ سال کی تھیں تو ظاہر ہو گیا کہ ۵ھ میں نکاح ہوا۔ اور یہی آیت حجاب کے نزول کا سن ہے۔ رہ گیا ابن اسحاق کا یہ کہنا کہ آیت حجاب کا نزول حضرت ام سلمہ کے نکاح کے بعد ہوا غالباً ان کی مراد آیہ کریمہ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ہے۔

**مسائل** ان دونوں احادیث سے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط ہوئے (۱) کسی اچھی بات کے لئے چھوٹا آدمی اپنے بزرگ کی خدمت میں بار بار عرض کر سکتا ہے (۲) اپنی ماں کو بھی نصیحت کی جا سکتی ہے اس لئے کہ حضرت سودہ ام المومنین ہیں (۳) بہ نیت خیر بڑے سے بھی اچھی بات سخت لہجہ میں پیش کی جا سکتی ہے جب کہ اعتراض اور تعنت مقصود نہ ہو (۴) عورتیں بدرجۂ مجبوری اپنی کسی حاجت کے لئے گھر سے نکل سکتی ہیں (۵) اس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین فضیلتیں ثابت ہوئیں۔ ایک تو ان کی غیرت، دوسرے موافقت وحی، اس لئے کہ ان کی خواہش کے مطابق آیت حجاب نازل ہوئی۔ تیسرے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خیر خواہی۔

## تشریحات (۱۱۰)

**لغات** غلام۔ وہ بچہ جو بلوغ کے قریب ہو جس کی مسیں بھیگ رہی ہوں۔ دودھ چھڑانے سے سات سال تک کی عمر کا بچہ، وہ بچہ جس کی داڑھی نہ نکلی ہو۔ اداوۃ۔ چمڑے کا پانی رکھنے کے لئے چھوٹا برتن۔

(۱) اس کی بعد والی روایت میں مِنَّا زائد ہے یعنی انصار میں سے ایک اور بچہ تھا۔ مسلم کی روایت میں غنوی ہے۔ یعنی میرا ہمعمر تھا۔

(۲) امام بخاری نے پانی سے استنجاء کرنے کا باب اس لئے باندھا کہ کچھ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے۔ اور کچھ لوگوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ یہ ثابت نہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی پانی سے استنجاء کیا ہو۔ ابن ابی شیبہ نے صحیح سندوں کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ

---

[1] ص ۲۱۴ ج ۴ ؏ اسی کے بعد متصل دو اور طریقے ہے،

## (۱۱۱) حدیث۔ حمل العنزۃ عند الاستنجاء

عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ مَیْمُوْنَۃَ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقُوْلُ كَانَ

عطاء بن ابومیمونہ سے روایت ہے کہ انھوں نے انس بن مالک کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب میدان

تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے ان سے پوچھا گیا پانی سے استنجاء کرنا کیسا ہے؟۔ تو فرمایا پھر تو میرے ہاتھ میں ہمیشہ بدبو رہے گی۔ نافع نے حضرت ابن عمر کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ پانی سے استنجاء نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے فرمایا ہم پانی سے استنجاء نہیں کرتے۔ ابن حبیب مالکی سے منقول ہے کہ انھوں نے پانی سے استنجاء کرنے کو منع فرمایا کیونکہ یہ مطعوم ہے۔ حضرت امام مالک نے اس سے انکار کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی پانی سے استنجاء کیا ہو۔

اور یہاں جو یستنجی بقاس کے بارے میں مُہلَّب کے بیان کے مطابق اصیلی کا گمان یہ ہے کہ حضرت انس کا قول نہیں۔ یہ راوی حدیث امام بخاری کے شیخ کا قول ہے جو انھوں نے اپنے قیاس سے کہا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ پانی وضو وغیرہ کے لئے لے جاتے ہوں۔ اس لئے کہ یہی حدیث اس کے متصل سلیمان بن حرب نے اسی سند کے ساتھ شعبہ ہی سے روایت کیا ہے اس میں یستنجی بہ نہیں ــــــ ابوعبدالملک نے کہا یہ حضرت انس کے تلمیذ ابومعاذ کا اضافہ ہے اس لئے کہ یہ بات صحت کو نہیں پہونچتی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانی سے استنجاء کیا ہے۔ علامہ ابن حجر و علامہ عینی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پانی سے استنجاء کرنا کثیر احادیث سے ثابت ہے۔ مثلاً اسی کے بعد تیسری حدیث ہے اس میں یستنجی باللماء ہے۔ نیز اسی بخاری[1] میں ہے۔ بطریق روح بن قاسم انھیں عطاء بن میمونہ سے حضرت انس کا قول مذکور ہے۔ اذا تبرز اتیتہ بماء فیغسل بہ جب قضاء حاجت کے لئے جاتے تو میں پانی لے کر حاضر ہوتا جس سے دھوتے۔ مسلم[2] میں حضرت انس ہی کا قول ہے:۔ فخرج علینا وقد استنجی بالماء ہم میں تشریف لائے اور پانی سے استنجاء فرما چکے تھے۔

ان تمام روایات سے ثابت ہے کہ اس حدیث میں یستنجی بہ حضرت انس ہی کا قول ہے جو انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل کی حکایت کی ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانی سے استنجاء فرمایا ہے اور پانی سے استنجاء سنت ہے اس میں ادنیٰ کراہت نہیں۔

**مسائل** علماء، صلحاء مشائخ کی خدمت کرنی ان کے احوال پر نظر رکھنی جو ضرورت ہو اسے پوری کرنی باعث شرف ہے۔ اپنے تلامذہ حتی کہ نابالغ بچوں سے خدمت لینے میں کوئی حرج نہیں۔ افضل یہ ہے کہ ڈھیلے وغیرہ سے استنجاء کرے۔ پھر پانی استعمال کرے صرف ڈھیلے پر یا صرف پانی ہی پر اکتفاء بھی جائز ہے۔ البتہ اگر نجاست اپنے مخرج کے علاوہ بقدر درہم پھیل گئی ہو تو پانی سے استنجاء

---

[1] باب ما جاء فی غسل البول ج ۱ ص ۳۵، [2] ج ۱ ص ۱۳۲ باب النہی عن الاستنجاء بالیمین،

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَاَحْمِلُ اَنَا وَغُلَامٌ

میں قضاء حاجت کے لئے جاتے تو میں اور ہم میں سے ایک اور لڑکا پانی کا برتن اور چھوٹا نیزہ

اِدَاوَۃٌ مِّنْ مَّاءٍ وَعَنَزَۃٌ یَسْتَنْجِیْ بِالْمَاءِ الْعَنَزَۃُ عَصًا عَلَیْہِ زُجٌّ۔

لے کر جاتے۔ حضور پانی سے استنجاء کرتے۔ عنزہ وہ لاٹھی ہے جس میں پھل لگا ہو۔

## (۱۱۲) حدیث۔ النھی عن الاستنجاء بالیمین

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

واجب ہے اگر ڈھیلے اور پانی میں سے صرف ایک ہی استعمال کرنا ہو تو پانی افضل ہے۔ روافض کے یہاں ڈھیلے سے استنجاء جائز نہیں حالانکہ بکثرت احادیث میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استنجے کے وقت پتھر استعمال فرمایا۔

## تشریحات (۱۱۱)

خلاء :۔ سے یہاں مراد میدان ہے۔ گھر کا بیت الخلاء مراد نہیں۔ عنزہ :۔ اس لاٹھی کو کہتے ہیں جس کے نیچے لوہے کا پھل ہو یعنی چھوٹا نیزہ اسے ساتھ لے جانے کی حکمت یہ تھی کہ بوقت ضرورت دشمنوں اور موذی جانوروں سے بچنے کا اس سے کام لیا جائے۔ زمین کو اگر کھودنے کی حاجت ہو تو اس سے کھود لیں۔ مثلاً ڈھیلا حاصل کرنا ہے یا زمین سخت ہے چھینٹے پڑنے کا اندیشہ ہے۔ کپڑا وغیرہ اس پر ٹانگ سکیں ٹیک۔ لگائیں۔ نماز پڑھنے میں اس کو سترہ بنائیں۔ یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ الی العنزۃ ج۱ ص۱۰۱ پر بھی تھوڑے تغیر کے ساتھ مذکور ہے۔ وہاں ہے کہ جب آنحضور اپنی حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو حضور کے پیچھے میں اور ایک اور لڑکا جاتا اور ہمارے ساتھ عکازہ یا عنزہ یا عصا اور پانی کا برتن ہوتا جب حاجت پوری کر لیتے تو ہم حضور سے برتن لے لیتے۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا عکازہ یا عنزہ یا عصا کی تردید شک راوی ہے۔ اس لئے کہ اس کے علاوہ ساری روایتیں صرف عنزہ پر متفق ہیں۔ عکازہ اور عنزہ ہم معنی ہیں۔

## تشریحات (۱۱۲)

**ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ** سلمی مدنی مشہور صحابی ہیں۔ ان کے نام کے بارے میں اختلاف ہے۔ کسی نے حارث کہا کسی نے نعمان، کسی نے عمرو۔ ان کو فارس رسول اللہ کہا جاتا تھا۔ خود حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا خیر فرساننا الیوم ابو قتادۃ وخیر رجالتنا سلمۃ بن اکوع (مسلم ج۲ ص۱۱۵) آج ہمارے سواروں میں سب سے اچھے ابو قتادہ ہیں۔ اور ہمارے پیادوں میں سب سے اچھے سلمہ بن اکوع۔

وَسَلَّمَ اِذَا شَرِبَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْاِنَاءِ وَاِذَا اَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهٗ

جب تو پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے[1] اور جب رفع حاجت کے لئے جائے تو اپنا عضو تناسل داہنے ہاتھ

بِيَمِيْنِهٖ وَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِيْنِهٖ ع[2]

سے نہ چھوئے[2] اور نہ سیدھے ہاتھ سے پونچھے یعنی استنجا کرے۔

اس میں اختلاف ہے کہ یہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے یا نہیں؟ مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اُحُد، خندق اور اسکے بعد کے تمام مشاہد میں شریک رہے۔ مشاجرات میں یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہے۔ ان کی جانب سے کچھ دن مکے کے والی بھی رہے۔

علی اختلاف اقوال ۵۹ھ یا ۴۰ھ میں ستر یا بہتر سال کی عمر پاکر مدینہ طیبہ یا کوفے میں وصال فرمایا۔ ایک قول کے مطابق انکی نماز جنازہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ ان سے ایک سو ستر حدیثیں مروی ہیں۔ گیارہ متفق علیہ، دو افراد بخاری، اور آٹھ افراد مسلم سے ہے[3]

(۱) یعنی پانی پیتے پیتے اس طرح سانس نہ لے کہ سانس کی ہوا پانی میں جائے۔ اس لئے کہ اندر کی ہوا جسم کے مضر بخارات کو لے کر باہر آتی ہے۔ اس سے پانی کے مضر ہونے کا احتمال ہے۔ اس کا بھی اندیشہ ہے کہ سانس کے ساتھ ناک کی رطوبت پانی میں مل جائے۔ جس سے گھن آنے لگے بلکہ سانس لینا ہو تو برتن سے منھ ہٹاکر سانس لے۔ بلکہ احادیث سے ثابت ہے کہ تین سانس میں پانی پینا سنت ہے۔ اور یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ پانی پیتے پیتے برتن میں منھ ڈالے۔ باہر سے اندر کو سانس نہ لو اس سے اندیشہ ہے کہ پانی ناک میں چڑھ جائے۔ اور حق یہ ہے کہ ہر طرح سانس لینی منع ہے۔

(۲) پیشاب کرتے وقت یا استنجا کرتے وقت داہنے ہاتھ کو شرمگاہ سے لگانا ممنوع ہے یعنی مکروہ تنزیہی ہے۔ اور یہی ظاہر ہے۔ استنجا کرنے کو یتمسح سے تعبیر کرنے میں عموم کا افادہ ہوا۔ کہ خواہ پانی سے استنجا کرے خواہ ڈھیلوں وغیرہ سے۔ بہر حال داہنے ہاتھ سے نہ کرے۔ بلکہ بائیں ہاتھ سے کرے۔ ممانعت کے باوجود اگر داہنے ہاتھ سے استنجا کرے گا تو طہارت ہو جائیگی۔ امام احمد اور بعض اہل ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ اگر داہنے ہاتھ سے استنجا کرے گا تو طہارت ہوگی ہی نہیں۔ یہ اختلاف اس وقت ہے جب کہ پانی یا ڈھیلا استعمال کرے۔ اور اگر صرف ہاتھ سے پونچھ تو بالاتفاق طہارت نہ ہوگی اور نہ یہ جائز ہے خواہ داہنا ہاتھ ہو خواہ بایاں۔ اس لئے کہ ہاتھ سے پونچھنے میں نجاست دور ہی نہ ہوگی۔

ع ایضا۔ لایمسک ذکرہ بیمینہ اذا بال ج۱ ص۲۶، اشربہ، النہی عن التنفس فی الاناء ج۲ ص۱۴۱، مسلم طہارت: ۶۳، ۶۴، ابو داؤد طہارت ص۸، اشربہ ۲۔ ترمذی طہارت، ۱۱، اشربہ: ۱۰، ۱۶، نسائی طہارت، ۴۶، ۴۲، ابن ماجہ طہارت، ۱۵، اشربہ: ۲۳، ۲۴، دارمی: وضوء ۱۳۰، اشربہ: ۲۱، مسند امام احمد۔ [2] اصابہ استیعاب، عینی۔

## (۱۱۲) حدیث۔ الاستنجاء بالاحجار

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِتَّبَعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے چلا اور حضور رفع حاجت

وَخَرَجَ لِحَاجَتِہٖ وَکَانَ لَا یَلْتَفِتُ فَدَنَوْتُ مِنْہُ فَقَالَ اِبْغِنِیْ اَحْجَارًا اَسْتَنْفِضْ بِھَا

کے لئے نکلے تھے اور حضور ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے۔ میں نزدیک پہنچ گیا۔ فرمایا میرے لئے کچھ پتھر تلاش کرو جس سے استنجا کروں۔

## تشریحات (۱۱۳)

استنفض بھا اس کا مادہ نفض ہے۔ جس کے معنی جھاڑنے کے ہیں۔ جھاڑنے سے چیز صاف ہو جاتی ہے۔ اسی طرح استنفض کے معنی ہوئے جس سے میں صفائی حاصل کروں۔ جس کا حاصل استنجا ہوا۔

(۱) پتھر کی تخصیص صرف اس لئے کی کہ وہاں سوائے پتھر کے اور کچھ نہ مل سکتا تھا۔ ورنہ پتھر کی طرح ڈھیلے کنکر وغیرہ سے بھی استنجا بلا کراہت جائز ہے۔ اس پر دو قرینہ ہے۔ ایک پتھر سے جو کام لینا ہے وہ صفائی کا ہے تو جس چیز سے صفائی حاصل ہو جائے۔ اس سے استنجا ہو سکتا ہے۔ دوسرے حضور نے یہی میں تخصیص فرمادی کہ ہڈی اور گوبر مت لانا تو معلوم ہو گیا کہ ہڈی اور گوبر اور اس قسم کی چیزوں کے سوا، دوسری چیزوں سے استنجا بلا کراہت جائز ہے۔

بعض ظاہریہ اور بعض حنبلی حضرات نے اس حدیث سے استدلال کیا۔ کہ پتھر کے سوا اور کسی بھی چیز سے استنجا نہیں ہو سکتا ان کا استدلال یہ ہے کہ حضور نے پتھر کی تخصیص کر دی ہے۔ مگر ان کا یہ استدلال درست نہیں۔ اس لئے کہ یہ تخصیص مقامی مجبوری یا آسانی کی وجہ سے اتفاقی تھی کہ یہاں آسانی سے صرف پتھر ہی مل سکتا تھا۔ یا سوائے پتھر کے ڈھیلا بالکل نہ مل سکتا ہو۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ اتفاقی تخصیص اپنے ماعدا کی نفی نہیں کرتی۔

(۲) ہڈی، گوبر، مینگنی سے استنجا ممنوع ہونے کی احادیث میں یہ علت مذکور ہے۔ کہ یہ جنوں کی خوراک ہے۔ بخاری، بعث، ص۵۴۴ میں یہی حدیث یوں ہے۔ کہ یہ دونوں جنوں کی خوراک ہیں۔ میرے پاس نصیبین کے جنوں کا وفد آیا۔ اور یہ اچھے جن تھے۔ انھوں نے مجھ سے سفر کی خوراک مانگی۔ میں نے ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کر دی اب یہ کسی بھی ہڈی یا گوبر کے پاس پہونچیں گے تو ان پر کھانا پائیں گے۔

اور ابو داؤد[1] میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جن کا وفد خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور

---

[1] الطہارت۔ ما ینھی عنہ ان یستنجی بہ ص۱

أَوْ نَحْوَهُ وَلَا تَأْتِنِي بِعَظْمٍ وَلَا رَوْثٍ. فَأَتَيْتُهُ بِأَحْجَارٍ بِطَرَفِ ثِيَابِي

یا اسی قسم کا کوئی اور جملہ فرمایا۔ اور ہڈی یا گوبر مت لانا۔ میں کچھ پتھر اپنے دامن میں لے آیا۔

عرض یا رسول اللہ اپنی امت کو ہڈی اور گوبر اور کوئلے سے استنجا کرنے سے منع فرمادیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں ہماری روزی رکھی ہے۔ تو حضور نے منع فرمادیا۔

مسلم[1] میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جنوں کا داعی آیا۔ میں اس کے ساتھ گیا۔ میں نے ان پر قرآن پڑھا۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور اس کے بعد مجھے اپنے ہمراہ لے گئے مجھے ان کے قدم اور آگ کے نشانات دکھائے۔ انھوں نے آنحضور سے سفر کی خوراک مانگی تو فرمایا۔ ہر وہ ہڈی جو اللہ کے نام سے ذبح کی گئی ہو۔ جب تمھارے ہاتھ میں آئے گی اس پہلے والا پورا گوشت ہوگا۔ اور ہر مینگنی تمھارے چوپاؤں کا چارہ ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں سے استنجا نہ کرو۔ اس لئے کہ یہ تمھارے بھائی جنوں کی خوراک ہے۔ بطریق محمد بن مثنیٰ یوں ہی ہے۔ مگر بطریق علی بن حجر السعدی اس طرح ہے کہ آثار نبینا انھم تک حضرت ابن مسعود کا قول ہے۔ اور اس کے بعد امام شعبی کا ہے۔ علامہ نووی نے دارقطنی وغیرہ کے حوالہ سے کہا کہ وسئلوہ عن الزاد سے اخیر تک شعبی کا قول ہے۔ پھر فرمایا۔ مگر یہ بات بغیر سماع نہیں جان سکتی اور مالا یدرک الا بالسماع مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے اس لئے یہ بھی حدیث ہی ہے آثار نبینا انھم تک ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے بقیہ کسی اور صحابی سے مروی ہے۔ بہر حال یہ بھی حضور ہی کا ارشاد ہے۔ حاکم نے دلائل النبوۃ میں اس کا اخیر حصہ یوں روایت کیا۔

حضور نے فرمایا۔ میں نے انھیں ہڈی اور گوبر دیا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ انھیں کیا کام دے گا۔ فرمایا۔ ہر ہڈی پر یہ لوگ پہلے والا گوشت پائیں گے۔ اور ہر گوبر پر وہ دانہ پائیں گے۔ جو کھانے کے دن تھا۔ اس لئے کوئی ہڈی اور گوبر سے استنجا نہ کرے۔

ان سب روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہڈی اور گوبر سے استنجا کرنے کی ممانعت اسلئے ہے کہ یہ جنوں اور انکے چوپاؤں کی خوراک ہے۔

**تطبیق** بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنوں کی درخواست پر، حضور نے دعا فرمائی تو ہڈی وغیرہ ان کی خوراک ہوئی اور مسلم کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضور نے انھیں یہ چیزیں توشے کے لئے دیں۔ ان دونوں میں کوئی منافات نہیں۔ مسلم کی روایت

---

[1] الصلوٰۃ للجھر بالقرآن فی الفجر والقرأۃ علی الجن ص۱۸۴،

فَوَضَعْتُهَا اِلٰی جَنْبِهٖ وَاَعْرَضْتُ عَنْهُ فَلَمَّا قَضٰی اَتْبَعَهٗ بِهِنَّ۔

اور آپ کے پہلو میں رکھ دیا۔ اور وہاں سے ہٹ آیا۔ قضاء حاجت کے بعد ان پتھروں کو استعمال فرمایا۔

میں اختصار ہے۔ حضور نے دعاء فرمائی دعاء فرمانے کے بعد ان سے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے زاد سفر یہ ہے۔ البتہ ابو داؤد کی روایت صحیحین کی روایت کے معارض ہے۔ کہ اس میں یہ تصریح ہے کہ جنوں نے عرض کیا کہ یہ چیزیں ہمارا رزق ہیں۔ حضور اپنی امت کو ان سے استنجاء کرنے سے منع فرمادیں۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ ابتداء میں یہی ہوا کہ جنوں نے زادراہ کی درخواست کی تو آنحضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی اور ہڈی وغیرہ انھیں زادراہ دی۔ جیسا کہ صحیحین میں ہے۔ مگر چونکہ یہ واقعہ ابتدائے اسلام کا ہے۔ بعد میں جب اسلام کی اشاعت ہوئی لوگ بکثرت مسلمان ہوئے مگر سب کو یہ بات معلوم نہ تھی۔ لوگ ہڈی سے استنجاء کرتے رہتے تھے۔ تو بعد میں جنوں نے آکر شکایت کی۔ کہ یہ ہماری روزی ہے اس سے استنجاء کرنے سے آپ منع فرمادیں۔ جیسا کہ ابو داؤد میں ہے۔

جنوں کی خوراک ہڈی اور روث دونوں ہیں۔ یا ہڈی جنوں کی خوراک ہے اور روث ان کے چوپاؤں کی۔ مسلم شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہڈی جنوں کی خوراک ہے اور گوبر وغیرہ ان کے چوپاؤں کی۔ اور ابو داؤد کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہڈی اور گوبر دونوں جنوں کی خوراک ہے۔ میرا ظن غالب یہ ہے کہ ہڈی تو جنوں کی خوراک ہے۔ اور روث میں تفصیل ہے۔ اگر وہ کسی ایسی چیز کی مینگنی یا گوبر ہے جو انسان کھاتے ہیں تو جنوں کی بھی خوراک ہو سکتی ہے۔ وہ اس پر وہ دانہ پائیں گے جس کے کھانے سے مینگنی بنی ہے۔ اور ان کے چوپاؤں کی مطلقاً غذا ہے کسی بھی چیز کی ہو۔

اب اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ گوبر وغیرہ ناپاک ہیں۔ اور ناپاک چیزوں کا کھانا حرام ہے۔ اور ناپاک چیز کا کھانا انسان کی طرح جنوں کے لئے بھی حرام ہے۔ ورنہ استنجاء کرنے سے ممانعت کی کوئی وجہ نہ ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ گوبر ان کے ہاتھ میں جاتا ہے گوبر نہیں رہتا بلکہ بدل کر دانہ ہو جاتا ہے۔ تو اب ناپاک بھی نہ رہا۔ قلب ماہیت کے بعد ناپاک، پاک ہو جاتا ہے۔ جیسے یہی گوبر مٹی میں مل کر جب مٹی ہو جاتا ہے تو پاک ہو جاتا ہے۔ اس سے دیوبندی شیخ الہند صاحب کی یہ توجیہ باطل ہو گئی کہ اس کا امکان ہے کہ اس خصوص میں انسان اور جن میں تفریق ہو جیسے ریشمی لباس میں مرد و عورت کے مابین ہے۔

گوبر سے ممانعت کی دوسری وجہ اس کا ناپاک ہونا ہے جیسا کہ خود بخاری کی اس کی بعد والی حدیث میں تصریح ہے۔ کہ یہ نجاست ہے۔ ان سب کا خلاصہ یہ نکلا کہ ایسی چیزوں سے جو خوراک ہو استنجاء منع ہے۔ خواہ انسان کی ہو خواہ جن کی خواہ حیوانات کی۔ اسی کے حکم میں ہر وہ چیز ہے جو شرعاً محترم ہو یا اس کی کچھ قیمت ہو۔ جیسے کاغذ۔ یوہیں کسی بھی ناپاک چیز سے استنجاء کرنے کی ممانعت ہے۔ مثلاً مینگنی وغیرہ سے۔ یہ ممانعت حد کراہت تک ہے۔ اگر کسی نے ان ممنوع چیزوں سے استنجاء کر لیا اور نجاست دور ہو گئی تو طہارت حاصل ہو گئی۔ اگرچہ یہ فعل مکروہ ہے۔ اس لئے کہ مخرج نجاست اصل میں پاک تھا۔ نجاست نکلنے کے بعد نجاست سے

## (۱۱۴) حدیث۔ النھی عن الاستنجاء بالروث

اَنَّہٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰہِ یَقُوْلُ، اَتَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْغَائِطَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے جنگل تشریف لے گئے

ملوث ہونے کی وجہ سے ناپاک ہوا تھا جب یہ نجاست کسی بھی چیز سے دور ہوگئی تو پاک ہو جانے میں کوئی شبہ نہیں۔

## تشریح (۱۱۴)

رکسٌ، رجسٌ، دونوں بمعنی نجاست ہیں۔ ایک لغت میں جیم کے بجائے کاف بھی ہے اور یہی ظاہر ہے۔ اس لئے کہ ابن ماجہ اور ابن خزیمہ میں رکسٌ کے بجائے رجسٌ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ رِکسٌ کے معنی رَدُّ لوٹنے اور لوٹانے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے "اُرْکِسُوْا فِیْھَا" انھیں اس میں لوٹاؤ۔ چونکہ گوبر اصل میں خوراک ہوتا ہے۔ پھر ناپاکی طرف لوٹتا ہے۔ اس لئے اسکو رکسٌ کہتے ہیں۔ علامہ ابن حجر نے اس پر یہ فرمایا کہ پھر اسے رِکسٌ را کے کسر کے بجائے فتحے کے ساتھ ہونا چاہئے۔ اس لئے اس معنی میں را کے فتح کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ امام نسائیؒ نے فرمایا کہ رکس کے معنی جنوں کی خوراک کے ہیں۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اگر یہ لغت سے ثابت ہو تو پھر کوئی اشکال ہی نہیں۔ قاموس میں ہے کہ رِکسٌ کے معنی کسی چیز کو الٹا کرنے کے ہیں۔ اور را کے کسرے کے ساتھ نجس کے معنی میں ہے۔

① اس حدیث کی سند میں امام بخاری نے فرمایا کہ ابو اسحٰق نے کہا یہ حدیث ابو عبیدہ نے مجھ سے نہیں ذکر کیا۔ بلکہ عبدالرحمٰن بن اسود نے کہا ہے یہ اپنے باپ اسود بن یزید نخعی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا۔ اس تفصیل کی ضرورت یہ پیش آئی کہ ابو عبیدہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے صاحبزادے ہیں۔ اور ان کا اپنے باپ سے سماع ثابت نہیں۔

اس پر شاذکونی نے یہ اعتراض کیا کہ اس تدلیس ہے اور ایسی تدلیس کہ اس سے خفی تر تدلیس میں نے سنی نہیں۔ اس لئے کہ ابو اسحٰق نے یہ نہیں کہا کہ مجھ سے ذکر کیا بلکہ صرف یہ کہا کہ ذکر کیا۔ اس کے جواب کی طرف امام نے اشارہ کرنے کے لئے اخیر میں یہ تعلیق ذکر کی ہے۔ کہ ابراھیم بن یوسف نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ ان کے باپ ابو اسحٰق سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی۔ اس میں ابو اسحٰق نے یہ بالتصریح کہا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن اسود نے حدیث بیان کی۔

**استنجاء میں تین ڈھیلے کا حکم** احناف کے نزدیک طہارت کے لئے تین ڈھیلوں کی شرط نہیں۔ اگر ایک ہی سے نجاست دور

---

لہ نسائی ص۱،

فَاَمَرَنِیْ اَنْ اٰتِیَہٗ بِثَلٰثَۃِ اَحْجَارٍ فَوَجَدْتُ حَجَرَیْنِ وَالْتَمَسْتُ

تو مجھے حکم دیا کہ میں تین پتھر لاؤں مجھے دو پتھر تو ملا تیسرا تلاش کیا۔

ہو جائے تو کافی ہے۔ البتہ تین کا پورا کر لینا مستحب ہے۔ شوافع کہتے ہیں کہ تین کا عدد پورا کرنا واجب ہے۔ اس سے کم ہو تو طہارت ہی نہ ہوگی۔ ان کی دلیل حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی جانب منھ کرنے، اور داہنے ہاتھ سے استنجا کرنے، اور تین پتھروں سے کم سے استنجا کرنے سے منع فرمایا[1] اس مضمون کی اور بھی احادیث ہیں۔

احناف کہتے ہیں کہ قضاء حاجت سے قبل محل پاک تھا۔ قضاء حاجت کے بعد نجاست لگنے سے ناپاک ہوا۔ یہ نجاست کسی چیز سے دور کر دی جائے تو محل پھر پاک ہو جائے گا۔ خواہ ایک بار استعمال کرنے سے یا چند بار۔ ان کی دلیل یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے۔ کہ حضور نے دو ہی سے استنجاء فرمایا۔ اگر تین ڈھیلوں کا استعمال واجب ہوتا اور اس سے کم سے طہارت نہ ہوتی تو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیسرا ڈھیلا ضرور منگاتے اور استعمال فرماتے۔ یہ استدلال امام طحاوی کا ہے۔ اس پر علامہ ابن حجر نے یہ تعقب کیا کہ اس حدیث کو امام احمد نے اس اضافے کے ساتھ ذکر کیا کہ آنحضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں تیسرا ڈھیلا لانے کا حکم دیا۔ طحاوی اس روایت سے غافل رہے۔ علامہ ابن حجر نے امام طحاوی پر یہ تنقید کر دی۔ لیکن امام ترمذی کو کیا کہیں گے جو شافعی ہیں مگر وہ بھی امام احمد والی روایت کی اس زیادتی سے غافل رہے۔ انھوں نے اس حدیث پر جو باب باندھا وہ الاستنجاء بالحجرین ہے۔

میری گزارش یہ ہے کہ امام احمد کی روایت اگر زبردست احکام قابل احتجاج ہو بھی تو اس سے اگر ثابت ہوتا ہے تو صرف یہ کہ تیسرے پتھر کے لانے کا حکم دیا۔ مگر کسی روایت میں یہ نہیں کہ وہ تیسرا پتھر لائے بھی اور حضور نے اسے استعمال بھی فرمایا۔ اور غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جگہ ایسی تھی جہاں پتھر کے ملنے میں دشواری تھی۔ ورنہ وہ پہلے ہی بار لائے ہوتے۔ گوبر کیوں لائے؟ جس سے غالب گمان یہی ہے کہ وہ تیسرا پتھر لائے ہی نہیں۔

**پہلی توجیہ** احادیث میں تین عدد کا ذکر اس وجہ سے ہے کہ اغلب یہی ہے کہ تین سے نجاست دور ہو جاتی ہے اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسے امام احمد و ابوداؤد[2] اور نسائی[3] نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

---

[1] مسلم ج ۱ ص ۱۳، [2] ایضاً ج ۱ ص ۵، [3] ایضاً ج ۱ ص ۱۵۔

الثَّالِثَ فَلَمْ اَجِدْهُ فَاَخَذْتُ رَوْثَةً فَاَتَيْتُهُ بِهَا

مگر نہ ملا۔ تو میں نے گوبر کا ٹکڑا لے لیا اور حاضر خدمت کر دیا۔

کہ جب تم رفع حاجت کے جاؤ تو اپنے ساتھ تین پتھر لے جاؤ۔ ان سے استنجاء کرو یہ تمہارے لئے کافی ہوگا۔ حدیث کا یہ حصہ "وفاتها تجزی عنه" یہ تمہارے لئے کافی ہوگا اس پر دلالت کرتا ہے کہ تین کی قید اس لئے ہے کہ عموماً تین سے طہارت ہو جاتی ہے۔ اس سے کم سے عام طور پر نجاست کا ازالہ نہیں ہوتا۔ اس لئے جن احادیث میں تین ڈھیلوں سے کم پر اکتفاء سے ممانعت ہے وہ اکثر احوال کے لحاظ سے ہے۔ اب ان سب احادیث کا حاصل یہ ہوا کہ چونکہ عام طور پر تین ڈھیلوں سے کم میں نجاست دور نہیں ہوتی اور تین سے دور ہو جاتی ہے۔ اس لئے تین ڈھیلوں کے لئے ارشاد فرمایا۔

**دوسری توجیہ** اس کے علاوہ ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من استجمر فليوتر من فعل فقد احسن و من لا فلا حرج [1]

استنجاء میں جو ڈھیلا استعمال کرے طاق استعمال کرے جس نے ایسا کیا اس نے اچھا کیا جس نے نہیں تو کوئی حرج نہیں۔

وتر۔ ایک کو بھی شامل ہے۔ لیکن ایک یہاں مراد نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ایک مراد لینے میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ جس نے ایک ڈھیلا استعمال کیا اس نے اچھا کیا۔ جس نے نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں۔ تو لازم آیا کہ اگر ایک ڈھیلا بھی استعمال نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ اور یہ سرے سے استنجاء ہی کی نفی ہوئی۔ ایک کے بعد وتر کا پہلا درجہ تین ہے اور فلیوتر اپنے اطلاق سے تین کو بھی شامل تو حاصل یہ ہوا کہ اگر ایک یا دو ڈھیلے سے نجاست دور ہو گئی تو تین کا عدد پورا کر لینا اچھا ہے۔ اور اگر تین عدد نہیں بھی پورا کیا تو کوئی حرج نہیں۔ یہی مستحب ہونے کا مفاد ہے۔ جیسا کہ اگر تین سے نجاست زائل نہ ہوئی تو چوتھا ڈھیلا استعمال کرنا ضروری ہوا۔ چار سے نجاست دور ہو گئی تو پانچویں کا استعمال بہتر ہے۔ اور اگر کوئی پانچواں استعمال نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ علیٰ هٰذا القیاس۔

خلاصہ یہ کہ تین یا پانچ وغیرہ ڈھیلوں سے طہارت نہ حاصل ہونے میں جو تفصیل ہے وہی تین سے کم میں بھی جاری ہوگی۔ تو جس طرح اوپر کے مدارج میں وتر پورا کرنا مستحب ہے اسی طرح تین سے کم میں نجاست دور ہو گئی تو تین کا عدد پورا کر لینا بہتر ہے ان سب کا ماحصل یہ ہوا کہ استنجاء سے مقصود ازالۂ نجاست ہے۔ اکثر احوال میں تین سے ازالۂ نجاست ہو جاتا ہے اس لئے ان روایات میں تین کے عدد کو ذکر فرمایا۔ شارع کو طاق کا عدد بھی محبوب ہے۔ تین سے یہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ چونکہ تین میں اکثر احوال

---

[1] ج ۱ ص ۲۹،

فَاَخَذَ الْحَجَرَیْنِ وَاَلْقَی الرَّوْثَۃَ وَقَالَ ھٰذَا رِکْسٌ عہ

حضور نے دونوں پتھر لے لئے اور گوبر پھینک دیا اور فرمایا یہ نجس ہے۔

کے لحاظ سے ازالۂ نجاست بھی ہو جاتا ہے اور وتر بھی ہونا پایا جاتا ہے۔ اس لئے اکثر روایات میں تین کو ذکر فرمایا گیا۔ یہ نہیں کہ تین کا عدد واجب ہے اس لئے اس کو ذکر فرمایا۔ بلکہ اس لئے کہ یہ مزیل نجاست بھی ہے اور طاق بھی ہے۔

احادیث کا مطالعہ کرنے والا جانتا ہے کہ صرف یہی ایک موقع نہیں۔ بہت سے دیگر مواقع پر بھی تین کا عدد مذکور ہے۔ مگر بالاتفاق وہاں تین بار دہ عمل فرض و واجب نہیں۔ مثلاً حجۃ الوداع کے موقع پر ایک صاحب حاضر ہوئے۔ خلوق (زعفرانی خوشبو) میں لت پت جبہ پہنے ہوئے دریافت کیا کہ میں کیا کروں، حضور نے سکوت فرمایا۔ پھر وحی کا نزول ہونے لگا۔ نزول وحی کے بعد فرمایا جہاں جہاں یہ خوشبو تمہارے بدن پر لگی ہو اسے تین بار دھولو اور جبہ اتار ڈالو [1]

اس کے تحت علامہ نووی نے لکھا:

انما امر بالثلث مبالغۃ فی ازالۃ لونہ وریحہ والا فالازالۃ قد حصلت بمرۃ لخفتہ لم تجب الزیادۃ [2]

تین بار دھونے کا حکم خوشبو کے رنگ اور بو کو بالکلیہ دور کرنے کے لئے ہے۔ اور واجب ازالہ ہے اگر ایک بار میں حاصل ہو جائے تو اس سے زیادہ دھونا واجب نہیں۔

اسی طرح یہاں بھی خوب اچھی طرح طہارت حاصل کرنے کے لئے تین ڈھیلوں کا حکم ارشاد ہوا اگر تین سے کم میں نجاست دور ہو جائے تو اس سے زیادہ کرنا واجب نہیں۔ البتہ مستحب ہے۔

**تیسری توجیہ** امر کبھی اس معنی کے لئے بھی آتا ہے کہ جو کام کر رہے تھے کرتے رہو۔ یعنی بقا علی الفعل جیسے غزوہ سیف البحر میں جب زاد راہ ختم ہو گیا تو قیس بن سعد اونٹ خرید کر تین دن تک تین تین ذبح کرتے اور مجاہدین کو کھلاتے۔ مگر اس سے اندیشہ تھا کہ اونٹ ختم ہو جاتے یا کم ہو جائے جس سے باربرداری میں سخت دقت ہوتی۔ اس لئے سالار فوج سیدنا ابو عبیدہ بن جراح امین امت نے اس سے روک دیا۔ نوبت بایں جا رسید کہ صحابۂ کرام نے درخت کے پتے کھا کھا کے دن کاٹے۔ پھر اللہ عزوجل نے کرم فرمایا اور سمندر نے ایک بہت بڑی عنبر نامی مچھلی کنارے پھینک دی۔ جسے ان مجاہدین نے پندرہ یا اٹھارہ دن تک کھایا۔ حضرت قیس نے مدینہ طیبہ واپس آکر اپنے والد حضرت سعد بن عبادہ سے بیان کیا کہ لوگ اس لشکر میں بھوکے ہو گئے تو انھوں نے فرمایا۔

عہ ترمذی، طہارت، استنجاء بالحجرین نسائی، طہارت۔ الرخصۃ فی الاستطابۃ بحجرین۔ ابن ماجہ، طہارت، الاستنجاء بالحجارۃ، مسند امام احمد

[1] بخاری ص ۲۰۸ ج ۱، مسلم ص ۲۷۴ ج ۱، [2] شرح مسلم ص ۲۷۴،

## (۱۵) حدیث۔ الوضوء مرۃ مرۃ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّۃً مَرَّۃً[۱]

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضوء فرمایا۔

انحر قال نحرت قال ثم جاعوا قال انحر قال نحرت قال ثم جاعوا قال انحر قال نحرت قال ثم جاعوا قال انحر قال نُہِیتُ[۲]

تمہیں چاہئے تھا کہ اونٹ ذبح کرتے انھوں نے عرض کیا میں نے ذبح کیا پھر لوگ بھوکے ہوئے تو ان کے والد نے کہا کہ تمہیں اونٹ ذبح کرنا چاہئے تھا۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں نے ذبح کیا پھر لوگ بھوکے ہوئے تو انکے والد نے فرمایا کہ تمہیں اونٹ ذبح کرنا چاہئے تھا۔ عرض کیا میں نے ذبح کیا پھر لوگ بھوکے ہوئے فرمایا تم کو اونٹ ذبح نا چاہئے تھا۔ عرض کیا مجھے منع کر دیا گیا۔

ظاہر ہے کہ اُس کا وقت نکل چکا تھا اور "انحر" کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ ذبح کرو۔ بلکہ یہاں متعین ہے کہ معنی وہی ہیں جو ہم نے لکھے۔ یعنی تمہیں چاہئے تھا کہ ذبح کرتے رہتے۔

اسی طرح ایک اور واقعہ حضرت اُسید بن حُضیر کا ہے۔ یہ رات میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے۔ انکے صاحبزادے یحییٰ پاس ہی سو رہے تھے۔ وہیں گھوڑا بندھا ہوا تھا فرشتے بادل میں نورانی چراغوں کی شکل میں ان کی تلاوت سننے کے لئے اترے جس سے گھوڑا بھڑکا۔ انھوں نے قرأت بند کر دی تو گھوڑا پُرسکون ہو گیا۔ پھر پڑھنے لگے تو پھر بدکا پھر یہ چپ ہو گئے تو سیدھا ہو گیا پھر پڑھنا شروع کیا تو پھر کودنے لگا۔ انھوں نے تلاوت بند کر کے اپنے بچے کو وہاں سے دور کر دیا۔ اب آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو دیکھا کہ بادل کے ٹکڑے میں چراغ کے مثل روشنیاں ہیں۔ صبح کو خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سارا ماجرا بیان کیا تو فرمایا۔ اقرأ یا ابن حضیر۔ اقرأ یا ابن حضیر[۳]۔ اے حضیر کے بیٹے تم کو پڑھتے رہنا چاہئے تھا۔ اے حضیر کے بیٹے تم کو پڑھتے رہنا چاہئے تھا۔

ہر شخص پر روشن ہے کہ یہاں اقرأ کے معنی یہی ہیں کہ تم کو پڑھتے رہنا چاہئے تھا کیونکہ اس کا وقت گزر چکا تھا اس لئے کہ آگے اس کے بعد ہے کہ حضرت اُسید نے عرض کیا۔ میں ڈرا کہ کہیں گھوڑا یحییٰ کو کچل نہ دے۔ اس کی اور بھی بہت سی نظیریں ہیں۔ اسی

---

[۱] یہ حدیث افراد بخاری سے ہے۔ علاوہ ازیں ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے کتاب الطہارت میں ذکر کیا ہے۔

[۲] بخاری ص ۶۲۶ ج ۲، [۳] بخاری ص ۷۵۱ ج ۲،

## (۱۴) حدیث۔ الوضوء مرتین مرتین

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَیْنِ مَرَّتَیْنِ[۱]

عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو دو بار وضو فرمایا۔

طرح یہاں اس حدیث میں "اثنی بثالثۃ" کے معنی یہ ہیں کہ تمہیں تیسرا لانا چاہئے تھا۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ وہاں پتھروں کی بہت کمی تھی۔ حضرت عبداللہ کو تلاش کے باوجود دو ہی پتھر ملے۔ غالباً دیر ہو جانے کے اندیشے سے یہ دو پتھر اور گوبر کا ٹکڑا لائے۔ گوبر پھینک دیا اور فرمایا ناپاک ہے۔ اس کے بجائے تیسرا پتھر لانا چاہئے تھا۔

## تشریحات (۱۱۵)

یہ فرض کا درجہ ہے کہ کم از کم اعضاء وضو کو ایک ایک بار دھویا جائے۔ مگر تین تین بار دھونا سنت ہے۔ وقت میں گنجائش ہو اور پانی بھی اتنا ہو کہ تین تین بار اعضاء وضو دھو سکتا ہو تو تین بار سے کم دھونا ہرگز نہیں چاہئے۔ یہ ترک سنت ہے۔ اور اگر وقت اتنا تنگ ہے کہ اعضاء وضو تین بار دھونے میں وقت ختم ہو جانے کا اندیشہ ہو تو فرض ہے کہ صرف ایک ایک بار دھوئے تاکہ نماز قضاء نہ ہو۔

## تشریحات (۱۱۶)

ان دونوں حدیثوں میں ایک ایک بار، دو، دو بار سے اعضاء وضو کا صرف ایک ایک بار یا دو، دو بار دھونا مراد ہے۔ اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو حدیث ۱۱۵ میں مذکور ہوئی۔ اور اس کا وہی فائدہ ہے۔ نیز یہ رد ہے ان لوگوں کا جو یہ کہتے ہیں کہ وضو میں اعضاء کا تین تین بار دھونا فرض ہے۔ تین بار سے کم دھونے سے وضو نہ ہوگا۔ اس بارے میں روایتیں پانچ طرح ہیں۔ ہر ہر عضو کو ایک ایک بار دھویا۔ ہر عضو کو دو بار دھویا۔ ہر عضو کو تین بار دھویا۔ بعض اعضاء کو ایک بار دھویا اور بعض کو تین تین، یا بعض اعضاء کو دو دو مرتبہ دھویا اور بعض کو تین تین بار۔

---

[۱] افراد بخاری سے یہ بھی ہے۔ صحاح ستہ میں سے کسی نے اسے ذکر نہیں کیا۔

## ۱۱۵ حدیث۔ الوضوء ثلثا ثلثا

اَنَّ حُمْرَانَ اَنَّ مَوْلٰی عُثْمَانَ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ رَاٰی عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِاِنَاءٍ فَاَفْرَغَ

حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام حمرانؒ نے بیان کیا کہ حضرت عثمان بن عفان کو انھوں نے دیکھا کہ انھوں نے (پانی کا) برتن مانگا۔

## تشریحات ۱۱۸

(۱) امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۂ ثالث اور عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی ام حکیم البیضاء بنت عبد المطلب کی صاحبزادی، اروی کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت بیضاء کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ حضرت عبد اللہ کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئی تھیں [۱]

حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چھ سال چھوٹے ہیں۔ یہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ اسلام قبول کرنے والوں میں ان کا چوتھا یا پانچواں نمبر ہے۔ اسلام لانے کے جرم میں ان کا چچا حکم بن العاص انھیں چٹائی میں لپیٹ کر دھونی دیتا تھا۔ جس سے دم گھٹ گھٹ جاتا۔ مگر ان کی استقامت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کی تھی۔ ان کے فضائل و مناقب مشہور و معروف ہیں۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنے پیارے تھے کہ یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیاں، حضرت رقیہ پھر حضرت ام کلثوم ان کے نکاح میں دیں۔ اس لئے ذوالنورین ان کا خطاب ہے۔ حضرت ام کلثوم کے وصال کے بعد حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اور کوئی بیٹی ہوتی تو اس کو بھی تمہاری زوجیت میں دے دیتا۔ غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت رقیہ کی حالت بہت نازک تھی۔ حضور نے انھیں حضرت رقیہ کی دیکھ بھال کے لئے مدینہ طیبہ ہی میں روک دیا۔ مگر شرکاء بدر میں شمار فرمایا۔ اور مال غنیمت سے بھی حصہ دیا۔ اسی طرح بیعت رضوان میں بھی یہ شریک نہ ہو سکے۔ اس لئے کہ یہ اس وقت مکہ معظمہ قریش سے مصالحت کی گفتگو کے لئے گئے تھے۔ آنے میں تاخیر ہوئی اور یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے۔ اسی پر حضور نے بیعت رضوان لی تھی۔ حضور نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھا اور فرمایا۔ یہ بیعت عثمان کی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدفین کے تین دن بعد ان کی مقرر کردہ شوریٰ کے انتخاب سے حضرت عثمان یکم محرم ۲۴ھ کو مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے۔ آپ کے عہد مبارک میں یہ بلاد فتح ہوئے۔

رَیْ ایران کا موجودہ دار السلطنت طہران۔ یہ عہد فاروقی میں فتح ہوا تھا مگر پھر ایرانیوں نے لے لیا تھا۔ سابور، قبرص (کریٹ) ارجان

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص۱۰۶، [۲] ایضاً ص۱۰۱،

عَلٰی کَفَّیْہِ ثَلٰثَ مِرَارٍ فَغَسَلَھُمَا ثُمَّ اَدْخَلَ یَمِیْنَہٗ فِی الْاِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْھَہٗ ثَلٰثًا

پہلے انھوں نے اپنے دونوں ہاتھوں[1] پر تین بار پانی ڈالا۔ اور انھیں دھویا[2]۔ پھر اپنا داہنا ہاتھ برتن میں ڈالا اور کلی کی اور ناک[3] میں پانی ڈالا۔

35

دوارنجرد۔ افریقہ۔ طرابلس۔ اُصطخر۔ نیشاپور۔ طوس۔ سرخس۔ مرو۔ بیہق۔ وغیرہ آپ ہی کے ایام خلافت میں پہلا اسلامی بیڑہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیار کیا۔ اور قبرص پر حملہ آور ہوئے۔ جس کے شرکاء کے لئے جنت کی بشارت حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی ہے[4]

آپ ہی کے عہد میں ایران کا اخیر فرماں روا یزدجرد مارا گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایام خلافت میں اس قدر دولت کی فراوانی تھی۔ کہ ایک لونڈی اپنے ہموزن قیمت پر اور ایک گھوڑا ایک لاکھ درہم میں، اور ایک کھجور کا درخت ایک ہزار درہم میں بکتا[5]

تاریخ الخلفاء میں ہے کہ حضرت عثمان ایک شخص کو ایک لاکھ ایسی تھیلی دیتے تھے جن میں چار چار ہزار اوقیہ ہوتا تھا۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ تو ہر تھیلی میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم ہوئے۔

چالیس[3] دن کے سخت محاصرے کے بعد اٹھارہ[4] ذوالحجہ ۳۵ھ جمعہ کے دن عصر کے وقت اپنے دولتکدے میں شہید کئے گئے۔ اور دوسرے دن سنیچر کی رات میں جنت البقیع کے مشرقی کنارے، حش کوکب میں مدفون ہوئے۔ انھیں جس شقی نے شہید کیا تھا اس کا نام اسود تجیبی[5] ہے۔ شہادت کے وقت عمر مبارک بیاسی سال تھی۔ حضرت عثمان سے ایک سو چھیالیس احادیث مروی ہیں جن میں گیارہ امام بخاری نے تخریج کی ہیں۔

(۲) حُمران بن اَبان بن خالد بن عمرو، رومیوں کے ساتھ شام کے عین التمر کے مشہور معرکے میں حضرت سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حُمران کو گرفتار کیا۔ یہ اس وقت بچے تھے مگر بہت ذہین تھے۔ حضرت خالد نے حضرت عثمان کے پاس بھیج دیا۔ حضرت عثمان نے حُمران کو آزاد کر کے انھیں اپنا میر منشی اور دربان بنا لیا۔ حجاج نے انھیں نیشاپور کا والی بنایا تھا۔ اسی سلسلے میں حجاج نے ان سے ایک لاکھ تاوان وصول کیا۔ پھر عبدالملک کی سفارش پر واپس کر دیا۔ ۷۵ھ میں وصال ہوا۔ امام بخاری نے حمران کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ مگر پھر بھی صحیح بخاری میں ان کی روایت ذکر کی۔ صرف امام بخاری ہی نہیں امام مسلم اور بقیہ اصحاب ستہ نے بھی ان کی روایت لی ہے۔ ابن سعد نے کہا کہ حمران کثیر الروایت ہیں۔ مگر میں نے یہ نہیں دیکھا کہ لوگ ان کی حدیث کو حجت بناتے ہوں۔

(۳) باب المضمضہ میں "باناء" کے بجائے "بوضوء" ہے۔ یعنی وضوء کا پانی مانگا۔ وضو واد کے فتحہ کے ساتھ وضوء کے پانی کے

---

[1] بخاری کتاب الجہاد وغیرہ، [2] عینی جلد ثالث ص۵، [3] بدایہ نہایہ ص۱۹۰ جلد سابع، [4] عینی جلد ثالث ص۵، [5] ایضا۔ اکمال۔

وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلٰثَ مِرَارٍ ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِهٖ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلٰثَ

پھر تین بار منہ دھویا اور کہنیوں تک دونوں ہاتھ تین بار دھوئے پھر سر کا مسح کیا اس کے بعد دونوں پاؤں ٹخنے تک تین

مِرَارٍ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بار دھوئے۔ پھر کہا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

معنی میں ہے۔ اور وُضوء واؤ کے ضمہ کے ساتھ اس فعل کو کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وضوء کا پانی اپنے متعلقین اور خدام سے منگانے میں کوئی حرج نہیں۔

④ اس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے ہاتھوں کو دھولینا چاہئے اگرچہ سو کر نہ اٹھا ہو۔ دونوں کو ساتھ ساتھ دھوئے یا پہلے داہنے کو پھر بائیں کو۔ فقہاء کے دونوں اقوال ہیں۔ جو لوگ حدیث تیامن پر نظر کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ پہلے داہنے ہاتھ کو دھوئے پھر بائیں کو۔ کچھ حضرات نے فرمایا کہ تیامن وہاں مستحب ہے جہاں جمع ممکن نہ ہو۔ اور جہاں جمع ممکن ہے وہاں مستحب نہیں جیسے سر اور کانوں اور گردن کے مسح میں۔

⑤ اس سے پتہ چلا کہ کلی اور ناک میں پانی داہنے ہی ہاتھ سے ڈالا جائے گا۔ دونوں کے لئے الگ الگ پانی لیا جائیگا یا ایک ہی چلو پانی سے کلی بھی کی جائے اور ناک میں بھی پانی ڈالا جائے۔ ہمارا یہی مذہب ہے کہ کلی کے لئے الگ پانی لیا جائے گا۔ اور ناک میں ڈالنے کے لئے الگ۔ پہلے تین بار کلی کرلیں گے پھر تین بار ناک میں پانی ڈالیں گے۔ جیسا کہ ابوداؤد اور طبرانی نے کعب بن عمرو الیمانی سے روایت کی ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توضأ فمضمض ثلاثا واستنشق ثلاثا فاخذ لکل واحد ماء جدیداً۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضوء فرمایا تو تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا۔ اور ہر ایک کے لئے نیا پانی لیا۔

امام ابوداؤد نے اس حدیث کو ذکر کر کے سکوت فرمایا۔ یہ اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے۔ نیز ترمذی میں ابو حیہ سے روایت ہے کہ انھوں نے بیان کیا۔

رأیت علیا توضأ فغسل کفیہ حتی انقاھما ثم مضمض ثلاثا۔ واستنشق ثلاثا وغسل وجھہ ثلاثا وذراعیہ ثلاثا ومسح برأسہ مرۃ ثم غسل قدمیہ الی الکعبین ثم قام

میں نے حضرت علی کو دیکھا انھوں نے وضوء کیا تو پہلے دونوں ہاتھوں کو دھویا یہاں تک کہ ان کو خوب صاف کرلیا۔ پھر تین بار کلی کی۔ اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور اپنے منہ کو تین بار دھویا۔ اور اپنی کلائیوں کو تین بار دھویا اور اپنے سر کا ایک بار مسح کیا۔ پھر دونوں

## مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِیْ هٰذَا ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ لَا یُحَدِّثُ

جو شخص میرے اس وضو کی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے۔ جن میں اپنے آپ سے

فاخذ فضل طهوره فشربه وهو قائم ثم قال اجبت ان اریکم کیف کان طهور رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم [1]

قدم ٹخنوں تک دھویا پھر کھڑے ہوئے اور بچے ہوئے پانی کو کھڑے کھڑے پیا۔ پھر فرمایا میں نے چاہا کہ تم کو دکھا دوں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وضو کیسے ہوتا تھا۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن صحیح کہا۔ اس حدیث کا سیاق اس کی دلیل ہے کہ جیسے منہ دھونے اور ہاتھ دھونے اور سر کے مسح میں ترتیب تھی اسی طرح کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں بھی ترتیب تھی۔ اس لئے ثابت کہ کلی الگ پانی سے کی اور ناک میں دوسرا پانی ڈالا۔ امام شافعی کا مذہب جو بویطی سے مروی ہے۔ یہی ہے۔ کتاب الام میں دوسرا مذہب یہ ہے کہ ایک ہی چلو پانی سے کلی بھی کرے اور اس کے بچے ہوئے کو ناک میں ڈالے۔ اس کی مؤید یہ حدیث ہے کہ جس میں فرمایا۔

فتمضمض واستنشق من کف واحد۔ انھوں نے ایک ہی ہاتھ سے کلی بھی کی اور ناک میں پانی بھی ڈالا۔

علامہ عینی نے فرمایا اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ایک ہی چلو پانی سے دونوں کام کئے۔ اور یہ بھی معنی ہو سکتا ہے کہ ایک ہی ہاتھ سے کلی بھی کی اور ایک ہی ہاتھ سے ناک میں بھی پانی ڈالا۔ پانی الگ الگ لیا۔ جب اس حدیث میں دونوں احتمال ہیں تو یہ اس بات کی دلیل نہیں بن سکتی کہ ایک ہی چلو پانی سے کلی بھی کی اور ناک میں بھی ڈالا۔ ہم کہیں گے کہ دوسرا معنی مراد ہے۔ تاکہ دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جائے۔

بعض حضرات نے یہ تاویل کی مراد یہ ہے کہ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں دونوں ہاتھ نہیں استعمال فرمایا ایک ہی ہاتھ سے کلی بھی کی اور ایک ہی ہاتھ سے ناک میں بھی پانی ڈالا۔ تیسرا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ جس ہاتھ سے کلی کی اسی ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالا یعنی داہنے ہاتھ سے۔ ایسا نہیں کیا کہ کلی داہنے ہاتھ سے کی ہو اور ناک میں پانی بائیں ہاتھ سے ڈالا ہو۔ اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کلی داہنے ہاتھ سے کی جائے اور ناک میں پانی بائیں ہاتھ سے ڈالا جائے۔ علامہ عینی نے یہ سب توجیہات نقل کر کے فرمایا کہ بہتر ہے کہ کہا جائے کہ یہاں بیان جواز کے لئے ہے۔ ناک میں پانی داہنے ہاتھ سے ڈالیں گے مگر ناک صاف بائیں ہاتھ سے کریں۔

(۶) استنشر کا مادہ نشر ہے۔ اس کے معنی ناک کے بھی ہیں اور ناک کے کنارے کے بھی اور خیشوم کے بھی۔ استنشر کا

---

[1] ترمذی ج ۱ ص ۱۔

فِیْمَا نَفْسَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ؕ

بات میں نہ کرے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

معنی ناک صاف کرنے کے ہیں۔ مگر یہاں مراد ناک میں پانی لے کر اسے صاف کرنا ہے جیسا کہ باب المضمضہ والی روایت میں استنشق و استنثار وارد ہے۔ اس روایت میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی تعداد مذکور نہیں مگر یہ بھی تین بار سنت ہے جیسا کہ اوپر کی دونوں اور دوسری بہت سی حدیثوں میں وارد ہے۔ کلی اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے۔ اگر کوئی کلی نہ کرے تو اعادہ لازم ہے یا نہیں؟ عطاء، زہری، ابن ابی لیلیٰ، حماد اور اسحٰق کا مذہب یہ ہے کہ اعادہ کیا جائے۔ عطاء اور زہری کا دوسرا قول یہ ہے کہ اعادہ لازم نہیں۔ اور یہی قتادہ، ربیعہ، یحیی الانصاری، امام مالک، اوزاعی اور امام شافعی کا مذہب ہے۔ امام احمد نے فرمایا۔ ناک میں پانی ڈالنا بھول گیا تو اعادہ لازم۔ کلی کرنا بھول گیا تو اعادہ کی ضرورت نہیں۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ وضوء میں اعادہ لازم نہیں خواہ کلی کرنا چھوڑے خواہ ناک میں پانی ڈالنا۔ خواہ قصداً خواہ سہواً۔ البتہ غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے۔ اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کو چھوڑے گا تو غسل صحیح نہ ہوگا۔ ہمارا کہنا ہے کہ جب یہ دونوں فرض نہیں سنت ہیں۔ تو اعادہ لازم کرنے کی کوئی وجہ نہیں اس معنی کر کہ بغیر ان کے وضو صحیح نہ ہوگا۔ ہاں اکمال کے لئے اور ادائے سنت کے لئے اعادہ کر لینا بھی بہتر ہے۔ سنت یہی ہے کہ کلی پہلے کرے پھر ناک میں پانی ڈالے۔

(۷) سر کے مسح کے بارے میں بھی اس حدیث میں تعداد مذکور نہیں۔ مگر یہ صرف ایک بار ہے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ابھی گذری۔ جس میں تصریح ہے کہ ایک بار مسح کیا۔ علاوہ ازیں حضرت عثمان کی حدیث میں بھی منہ، ہاتھ، پاؤں کے دھونے میں تین بار کی تصریح ہے۔ مگر سر کے مسح میں کوئی عدد مذکور نہیں۔ اس سے ظاہر کہ سر کا مسح صرف ایک ہی بار تھا۔ ورنہ اس کے ساتھ بھی ثلثا مذکور ہوتا۔

امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ سر کا مسح بھی تین بار ہے۔ اس بارے میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ دو بار مسح کی بھی وارد ہیں۔ ابن ماجہ، میں حضرت ربیع سے ہے:۔

توضأ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومسح علی راسہ مرتین۔ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور سر پر دو بار مسح فرمایا۔

نسائی میں حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث میں ہے:۔ مسح براسہ مرتین۔ ان تمام احادیث میں علامہ عینی نے یہ تطبیق دی۔ کہ جن احادیث میں دو یا تین بار مسح کا ذکر ہے۔ ان سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی پانی سے دو یا تین بار مسح کیا۔ اس کے احناف بھی قائل ہیں جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔

ت ۲۲ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَلٰكِنْ عُرْوَةُ يُحَدِّثُ عَنْ حُمْرَانَ

صالح بن کیسان نے کہا کہ ابن شہاب نے کہا۔ لیکن عروہ نے حمران سے یوں روایت کی

فَلَمَّا تَوَضَّأَ عُثْمَانُ قَالَ لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيثًا لَوْلَا آيَةٌ مَّا حَدَّثْتُكُمُوهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ

حضرت عثمان جب وضو کر چکے تو فرمایا۔ میں تم لوگوں سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں اگر ایک آیت نہ ہوتی تو نہ بیان کرتا۔ میں نے نبی

(۸) لایحدث باب تفعیل سے ہے۔ جس کی خاصیت کسب ماخذ ہے۔ تو اب اس کا معنی یہ ہوا کہ بالقصد دل میں خیالات نہ لائے یا اگر از خود آجائیں تو انھیں دفع کرے۔ ہاں یہ اعلیٰ درجہ ہے کہ کسی قسم کا خیال نہ کرے۔ مگر یہ مرتبہ سب کو کہاں میسر۔ خیالات سے مراد دنیوی خطرات ہیں۔ نہ کہ دینی۔ اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا۔

لاجهز الجيش وانا في الصلوٰة ۔ اوكما قال۔ میں نماز میں لشکر کی تیاری کو سوچتا ہوں۔

نیز حاکم، ترمذی نے کتاب الصلوٰۃ تالیفہ میں اور عبداللہ بن مبارک نے کتاب الزھد میں، ابن شیبہ نے اپنے مصنف میں اسی حدیث کی ان الفاظ میں روایت کی:۔

لایحدث فيهما نفسه بشئ من الدنيا ثم دعا اليه الا استجيب۔ ان دونوں رکعتوں میں اپنے آپ سے دنیا کی کوئی بات نہ کرے۔ پھر دعا مانگے تو اس کی دعا قبول کی جائے گی۔

حاصل یہ ہوا کہ حضور قلب اور اخلاص کے ساتھ نماز پڑھے۔ تو اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ یعنی صغائر۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ یہ دو رکعت نماز "تحیۃ الوضوء" ہے۔ لیکن مسلم میں ہے "فیصلی هذه الصلوٰت الخمس" اور دوسرے طریقے میں "فالصلوات الخمس كفارات لما بينهن" تیسرے طریقے میں ہے "ثم مشىٰ الى الصلوٰة المكتوبة"[1] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرض مراد ہے۔ بہتر یہ ہے کہ یہاں نماز کو عام رکھا جائے خواہ نفل ہو خواہ فرض۔

کتاب الرقاق میں اتنا زائد ہے کہ حضرت عثمان "مقاعد" میں بیٹھے تھے۔ یہ مدینے میں ایک جگہ کا نام ہے۔ موطا امام مالک میں اتنا اور ہے کہ مؤذن نے آکر اطلاع دی کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا ہے۔ تو پانی منگوا کر وضو فرمایا۔ اخیر میں ارشاد فرمایا "لاتغتروا" فریب میں نہ آنا۔ یعنی یہ سمجھ کر کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھ لی اور تمام گناہ معاف ہو گئے۔ گناہوں کی معافی کا یہ اچھا ذریعہ ہے۔ لہٰذا گناہ کئے جاؤ۔ گناہ سے بچنے کی کوشش نہ کرو۔ ایسا سوچا بھی مت۔ کسی عمل کا قبول کرنا نہ کرنا اس پر ثواب دینا نہ دینا بہر حال اللہ عزوجل کے فضل پر ہے۔

(۹) امام زہری نے یہ حدیث اپنے دو اساتذہ سے سنی ہے۔ حضرت عطاء بن رباح سے اور حضرت عروہ سے

---

[1] ص ۱۲۲، جلد اول،

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ يُصَلِّي

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ یہ فرماتے ہیں جو شخص اچھی طرح وضو کرکے نماز پڑھے تو اس

الصَّلٰوةَ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الصَّلٰوةِ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا قَالَ عُرْوَةُ اَلْاٰيَةُ

کے اس نماز اور دوسری نماز کے درمیان کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ عروہ نے کہا وہ آیت یہ ہے۔ جو لوگ ہماری

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ [1]

اتاری ہوئی ہدایت اور نشانیوں کو چھپاتے ہیں۔ اس کے بعد کہ ہم نے اسے کتاب میں لوگوں کے لئے بیان فرما دی ہے تو ان پر اللہ لعنت فرماتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

حضرت عروہ کی روایت میں اتنا زائد ہے کہ وضو سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا۔ میں تم سے ایک حدیث بیان کرنا چاہتا ہوں اگر ایک آیت نہ ہوتی تو بیان نہ کرتا۔ حضرت عثمان کی اس آیت سے کیا مراد تھی۔ حضرت عروہ نے بتایا کہ اس سے سورہ بقرہ کی یہ آیت مراد ہے۔ ان الذین یکتمون ما انزلنا الآیۃ۔ ہم نے جو ہدایت اور نشانیاں اتاری ہیں اس کو جو لوگ چھپاتے ہیں اس کے بعد کہ ہم نے انھیں کتاب میں بیان فرما دیا۔ ان پر اللہ لعنت فرماتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

اب اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ یہ سنکر کے اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت حضور قلب سے نماز پڑھ لینے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ کوئی اس فریب میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ جب اتنے ہی سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو دیگر اعمال کی کیا حاجت۔ اس خطرے کے ہوتے ہوئے بیان کرنا مناسب نہیں۔ مگر اس لئے بیان کرتا ہوں کہ اسے بیان نہ کرنے میں کتمان علم ہے جس پر اس آیت میں وعید ہے۔ میں کتمان علم سے بچنے کے لئے یہ حدیث بیان کر رہا ہوں۔ تم لوگ اس سے فریب نہ کھانا۔ اعمال پر اجر موعود قبولیت پر ہے۔ تمھیں کیا معلوم کہ قبول ہوا یا نہیں۔ نیز تمھیں سوچنا چاہئے کہ جب اتنے معمولی عمل پر اجر ہے تو دوسرے اہم اعمال پر کیسے کیسے اجر کی امید ہے۔ اس کے مطابق تمھیں کوشش کرنی چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ اعمال حسنہ کرو۔

مؤطا امام مالک میں بھی یہ بطریق ہشام بن عروہ عن ابیہ ہے۔ اس میں حضرت عروہ کا یہ قول مذکور نہیں کہ آیت سے حضرت عثمان کی مراد سورہ بقرہ والی مذکور آیت ہے۔ بلکہ حضرت امام مالک نے فرمایا کہ یہاں آیت سے مراد یہ ہے [1]

اقم الصلوٰۃ طرفی النھار وزلفا من اللیل ان الحسنٰت یذھبن السیئات۔ دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصہ میں نماز ادا کرو بیشک نیکیاں برائیاں مٹا دیتی ہیں۔ سورہ ہود (۱۱۴)

---

[1] مؤطا امام مالک ص۱۱۔ مسلم طہارت ص۱۲۱۔ الحدیث صحیح ابو عوانہ۔

ت (۲۳) (۲۴) (۲۵) ذَکَرَہٗ عُثْمَانُ وَعَبْدُ اللّٰہِ بْنُ زَیْدٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

ناک میں پانی ڈالنے کو حضرت عثمان اور عبداللہ بن زید اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نبی

عَنْہُمْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا۔

اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اس حدیث میں معمولی عمل پر اتنا زیادہ ثواب مذکور ہے۔ کوئی مبالغہ سمجھ سکتا ہے کوئی کہہ سکتا تھا کہ حضرت عثمان سے سہو ہوا۔ اس لئے اس کا خطرہ تھا کہ کوئی اس سے انکار کر بیٹھے۔ اس لئے حضرت عثمان نے آیت کا حوالہ دیدیا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا۔ کہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ اس حدیث کی تائید قرآن مجید سے بھی ہو رہی ہے۔ قرآن مجید سے تائید کے بعد اب کسی کو انکار کی گنجائش نہ رہی۔

(۱۰) ہم نے عام شراح کے مطابق یہ ترجمہ کیا ہے۔ لیکن علامہ عینی فرماتے ہیں کہ الصلوٰۃ سے دوسری نماز مراد نہیں وہی نماز مراد ہے جو وضو کر کے پڑھی جائے۔ مطلب یہ ہے کہ وضو اور نماز کے مابین جو گناہ سرزد ہوں گے وہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ میرے خیال میں یہی معنی ظاہر ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ مغفرت ذنوب، اچھی طرح وضو کرنے اور حضور قلب سے نماز پڑھنے کے مجموعے پر مرتب ہے۔ مگر اسی بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ ہے۔

اذا توضأ العبد المسلم خرجت خطایاہ۔ جب مسلمان وضو کرتا ہے تو اسکے گناہ نکل جاتے ہیں۔

اس سے ظاہر کہ صرف وضو ہی پر یہ اجر مرتب ہے۔ لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس میں اختصار ہے مرتب دونوں پر ہے۔ مگر اختصاراً اس حدیث میں صرف وضو کو ذکر کیا گیا۔ مگر مسلم شریف میں حضرت عثمان ہی کی اسی حدیث میں یہ ہے۔

کانت صلوٰتہ و مشیہ الی المسجد نافلۃ۔ وضو کے بعد اس کی نماز اور مسجد کی طرف جانا، زائد ہے۔ یعنی اس کا ثواب مزید ملے گا۔

ان سب میں تطبیق کی سب سے اچھی صورت یہ ہے کہ یہ کہا جائے۔ یہ اشخاص اور اوقات کے اعتبار سے ہے کسی کو یہ اجر صرف وضو سے ملتا ہے کسی کو دونوں کے مجموعے پر۔

## تشریحات (۲۳) (۲۴) (۲۵)

پہلے باب میں تقریباً پورے وضو کا تفصیلی بیان تھا۔ اب اس کے کچھ اجزاء کو الگ الگ بیان فرماتے ہیں۔ حضرت عثمان کی حدیث گذر چکی۔ حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم کی حدیث آگے "مسح الراس کلہ" میں آرہی ہے۔ ابن عباس کی حدیث

## (۱۱۸) حدیث۔ الاستنثار فی الوضوء

اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص وضو کرے

فَلْیَسْتَنْثِرْ[۱] وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْیُوْتِرْ[۲]

وہ ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف[۱] کرے اور جو پتھر سے[۲] استنجا کرے وہ طاق بار کرے۔

سے کون سی حدیث مراد ہے۔ اس میں کلام ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد وہ حدیث جو امام احمد، ابو داؤد[۱]، ابن ماجہ[۲] اور حاکم نے مرفوعاً روایت کیا کہ فرمایا:۔

استنثروا مرتین بالغتین او ثلاثا۔ دو بار خوب اچھی طرح یا تین بار ناک میں پانی ڈالو۔

اور جو ابو داؤد طیالسی نے روایت کیا ہے کہ ارشاد ہوا:۔

اذا توضأ احدکم فاستنثر فلیفعل ذلک مرتین او ثلاثا۔ جب تم وضو کرو اور ناک میں پانی ڈالو تو دو بار یا تین بار ڈالو۔

لیکن علامہ عینی نے فرمایا کہ اس سے مراد ابن عباس کی وہ حدیث ہے جو باب غسل الوجہ ص۲۶ میں مذکور ہے۔ اگرچہ اس نسخے میں، استنثار کا ذکر نہیں۔ صرف استنشاق مذکور ہے۔ مگر دوسرے نسخے میں استنشق کے بجائے استنثر ہے۔ اگر کسی نسخے میں استنثر نہ بھی ہوتا صرف استنشق ہوتا تو بھی کوئی حرج نہ تھا اس لئے کہ استنشاق استنثار کے معنی میں اور استنثار استنشاق کے معنی میں مستعمل ہے۔ اگرچہ لغوی اعتبار سے دونوں کے معنی میں فرق ہے۔ استنشق کے معنی ناک میں پانی ڈالا اور استنثر کے معنی ناک صاف کیا۔

یہ تینوں تعلیقات مفصل تین جگہ مذکور ہیں۔ مگر ہم نے صرف یہ بتانے کے لئے کہ تیسری تعلیق سے کون سی حدیث مراد ہے اس کو ذکر کیا ہے۔

### تشریح (۱۱۸)

(۱) جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ وضو میں، ناک صاف کرنا واجب ہے۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔ اس لئے کہ امر

---

علہ مسلم۔ ۲۲۔ نسائی ۱۷۔ ابن ماجہ ۴۴۔ مؤطا ۳۔ کلہم فی الطہارۃ۔ مسند امام احمد ۲ علہ ایضا باب الاستجمار وترا ص۲۵ مسلم ۲، ۲۲، ۲۴، ابو داؤد ۱۹۔ ترمذی ۱۔ نسائی ۳۸۔ ۱۷۔ ابن ماجہ ۲۳۔ کلہم فی الطہارۃ۔ دارمی۔ وضوء۔ ۵۔ ۲۳۔ مؤطا طہارت ۴۔ مسند امام احمد

لہ طہارت ۵۶۔ ۲ علہ ابن ماجہ۔ طہارت ۴۴۔

## (۱۱۹) حدیث۔ الاستجمار وترا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم وضو کرو

قَالَ اِذَا تَوَضَّاَ اَحَدُکُمْ فَلْیَجْعَلْ فِیْ اَنْفِهٖ مَاءً ثُمَّ لِیَسْتَنْثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْیُوْتِرْ

تو اپنی ناک میں پانی ڈالو۔ پھر اسے صاف کرو اور جو پتھر سے استنجا کرے وہ طاق بار کرے۔

وجوب کے لئے آتا ہے۔ مگر جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ امر استحباب کے لئے ہے۔ جمہور کی دلیل وہ حدیث[1] ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعرابی سے فرمایا:۔

فتوضأ کما امرك به۔ جیسے اللہ نے تجھے حکم دیا ہے ویسے ہی وضو کر۔

قرآن مجید میں صرف سر کا مسح اور تین اعضاء کا دھونا مذکور ہے۔ تو معلوم ہوا کہ صرف اتنے ہی سے وضو پورا ہو جاتا ہے۔ بقیہ باتیں سنت ہیں یا مستحب۔ ناک صاف کرنے کا فائدہ یہ بھی ہے کہ جب ناک کی رطوبت اور ریٹھ، کھنکار نکل جائے گا تو قرأت میں آسانی اور حُسن پیدا ہو جائے گا۔ صفائی الگ حاصل ہوگی۔ بعض اطباء نے بیان کیا کہ اگر کوئی اس کا التزام کرے کہ ناک میں پانی ڈال کر اتنے زور سے اندر کھینچے کہ حلق تک پہنچ جائے تو اسے نزلہ نہیں ہوگا۔

**حکمت** وضو کی ابتداء میں ہاتھ دھونے، کلی کرنے، ناک میں پانی ڈالنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ پانی میں تین وصف ہیں۔ رنگ، بُو، مزہ، ہاتھ میں پانی لینے سے رنگ معلوم ہو گیا۔ کلی کرنے سے مزہ کا پتہ چل گیا۔ ناک میں ڈالنے سے بُو معلوم ہو جاتی ہے

(۲) استجمار کا مادہ جمار ہے۔ جمار چھوٹے پتھر کو کہتے ہیں۔ اسی سے حج کا جمرہ بھی بنا ہے۔ یہاں مراد ہے پتھر یا ڈھیلے سے پیشاب یا پائخانہ کی جگہ صاف کرنا۔

## تشریحات ۱۱۹

(۱) یہ قید احترازی نہیں اتفاقی ہے۔ اس لئے یہ حکم عام ہے خواہ سونے کے بعد وضو کرنا ہو یا بیدار رہنے کے بعد وضو کرنا ہو دونوں صورتوں میں یہ سنت ہے کہ ہاتھ دھو کر برتن میں ڈالیں۔ اس کی ایک علت تو حدیث میں مذکور ہے۔ دوسری علت یہ ہے کہ اگر بے وضو ہاتھ دھوئے بغیر ہاتھ پانی میں ڈال دے گا تو پانی مستعمل ہو جائے گا قابل وضو نہیں رہے گا۔ اس لئے کہ ماء مستعمل کی تعریف عامۂ متون میں یہ کی:۔

---

[1] نسائی طہارت ۔ ۶۹۔ [2] ترمذی باب فی وصف الصلوٰۃ ص۱۰

وَاِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِنْ نَّوْمِهٖ فَلْيَغْسِلْ يَدَهٗ قَبْلَ اَنْ يُّدْخِلَهَا فِيْ وَضُوْءِهٖ [1]

اور جب تم سوکر اٹھو تو وضو کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اسے دھولو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے

فَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَا يَدْرِيْ اَيْنَ بَاتَتْ يَدُهٗ [2]

کہ رات میں ہاتھ کہاں کہاں گیا۔

ماانزیل بہ حدث او استعمل فی البدن علی وجہ القربۃ۔ وہ پانی جس سے حدث دور کیا گیا ہو یا بہ نیت عبادت بدن پر استعمال کیا گیا۔

چونکہ وضو کے لئے نیت شرط نہیں تو جب ہاتھ پانی میں گیا تو حدث خود دور ہوگا۔ اور وہ پانی مستعمل ہوگیا۔ بلکہ اگر باوضو بھی ہو اور وضو کرنے کی نیت سے پانی میں ہاتھ ڈالے گا تو مستعمل ہو جائے گا۔

اگر پانی کا برتن بہت بڑا ہو کہ یہ اسے جھکا کر پانی نہیں لے سکتا۔ پانی نکالنے کے لئے کوئی چھوٹا برتن نہ ہو۔ تو پہلے بائیں ہاتھ کی صرف انگلیوں سے پانی لے کر داہنے ہاتھ کو دھولے۔ اس کے بعد داہنے ہاتھ سے بایاں ہاتھ دھوئے۔ یا اگر کپڑا ہو تو اسے پانی میں ڈال کر بھگولے اور اس سے ہاتھ دھوئے۔

(۲) اس قید سے نیز دوسری روایتوں میں جو اللیل وغیرہ مذکور ہے اس سے کچھ لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ حکم صرف رات میں سوکر اٹھنے والے کے لئے ہے۔ مگر حدیث میں ہاتھ دھونے کی جو علت مذکور ہوئی اس سے ظاہر کہ رات میں سونے والے کے ساتھ یہ حکم خاص نہیں۔ اس لئے کہ جس طرح رات میں سونے کی حالت میں ہاتھ کہاں کہاں پڑا معلوم نہیں ہوتا اسی طرح دن میں بھی سونے میں معلوم نہیں ہوتا بلکہ سونے کی بھی قید نہیں۔ جاگنے میں بھی ہاتھ کہاں کہاں جاتا ہے ہمیشہ خیال نہیں رہتا علت مذکورہ دن میں سونے میں بھی اور جاگنے میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس لئے حکم عام ہوگا۔ اس لئے کہ شارع کوئی حکم بیان کرنے کے بعد اسکی کوئی علت بیان کریں تو حکم اسی پر دائر ہوگا [1]

مطلب یہ ہوا کہ جب یہ معلوم نہیں کہ ہاتھ کہاں رہا تو ہو سکتا ہے کہ نجاست پر پڑا ہو اور یہی نجس ہاتھ پانی میں پڑا تو پانی ناپاک ہو جائے اس لئے پہلے ہاتھ دھولو۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ تھوڑے پانی میں نجاست پڑ جائے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ اگرچہ نجاست کا رنگ یا بو یا مزہ پانی میں محسوس نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر پانی کے نجس ہونے کے لئے نجاست کے اثر کا ظہور ضروری ہوتا تو اس احتیاطی حکم کی حاجت نہ تھی۔ بلا خطر ہاتھ ڈالتے اگر نجاست کا کوئی اثر ظاہر ہوتا تو پانی پھینک دیا جاتا نہ ظاہر ہوتا تو وضو کر لیتے۔

[1] فتح الباری ص۲۳۱، ج۱ اول۔ [2] ایضاً مسلم طہارت ص۱۳۳، ابوداؤد طہارت ص۲۹، نسائی طہارت فی الترجمہ ص۱۱۵،

## (۱۳۹) حدیث۔ ویل للاعقاب من النار

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ تَخَلَّفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا۔ ایک سفر میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مقام شک میں احتیاط پر عمل کرنا چاہئے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ صورتِ مذکورہ میں ہاتھ دھونے کا حکم احتمال نجاست کی بنا پر ہے۔ یا تعبدی ہے۔ اگر یہ حکم تنجیس کی بنا پر ہے تو جسے یقین ہو کہ میرا ہاتھ نجاست سے آلودہ نہیں ہوا ہے پاک ہے وہ ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں ڈال سکتا ہے۔ مگر ہمارے یہاں دوسری علت پانی کا مستعمل ہونا بھی ہے تو اس صورت میں پانی تو نجس نہ ہوگا مگر مستعمل ہو جائے گا۔ لہٰذا بغیر دھوئے ہاتھ برتن میں بالکل نہ ڈالے۔ اور اگر یہ امر تعبدی ہے تو اگرچہ یقین ہو کہ ہاتھ پاک ہے۔ بغیر دھوئے برتن میں نہ ڈالے۔ یہاں دھونے کی تعداد مذکور نہیں مگر مسلم وغیرہ میں تصریح ہے کہ تین بار دھوئے۔ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ ہے کہ دو یا تین بار دھوئے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ تین کی تحدید ضروری نہیں۔ ایک بار بھی دھونا کافی ہوگا۔ تین بار دھونا بہتر ہے۔ تاکہ تثلیث کی سنت پوری ہو جائے۔

بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ میں ہے کہ جب تم سو کر اٹھو اور وضو کرو تو ناک تین بار صاف کرلو اس لئے کہ شیطان تمہارے ناک کے بانسے پر رات کو رہتا ہے۔ مسلم کتاب الطہارت میں بھی ہے مگر اس میں وضو کرنے کا ذکر نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سو کر اٹھنے کے بعد اگر وضو بھی نہ کرنا ہو تو تین بار ناک صاف کرلے۔ لیکن جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اس کا کوئی قائل نہیں۔ اور یہ بھی اس پر محمول ہے کہ اگر وضو کرے تو ناک میں پانی ڈالے۔ لیکن اگر کوئی حدیث کے ظاہر الفاظ پر نظر کرتے ہوئے سو کر اٹھنے کے بعد ناک صاف کرلیا کرے تو کوئی حرج نہیں بلکہ اس حدیث کے مطابق ثواب کا مستحق ہوگا۔

عام کتب میں تسمیہ کا ذکر نہیں۔ البتہ طبرانی کی اوسط میں ہے:۔

ان یسمی قبل ان یدخل۔ برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لے۔

اس عہد میں عام طور پر لگن کی قسم برتنوں سے وضو کئے جاتے تھے۔ اور اب جب کہ عام طور پر لوٹے سے وضو کیا جاتا ہے تو پانی میں ہاتھ ڈالنے کی حاجت ہی نہیں۔ مگر وضو کرنے سے پہلے تین بار ہاتھ دھونا سنت ہے۔ اگر وضو لوٹے سے کرے تو بائیں طرف رکھے اور اگر لگن وغیرہ سے کرے تو داہنی طرف رکھے۔

## تشریحات (۱۲۰)

وَسَلَّمَ عَنَّا فِي سَفْرَةٍ فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقَنَا الْعَصْرُ فَجَعَلْنَا نَتَوَضَّأُ وَنَمْسَحُ

ہم سے پیچھے رہ گئے۔ حضور ہم سے اس وقت ملے جب عصر کا وقت تنگ ہو گیا تھا۔ ہم نے وضو کرنا

عَلَى أَرْجُلِنَا فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ

شروع کیا اور (عجلت میں) اپنے پاؤں پر پانی چپڑنے لگے تو حضور نے

(۱) مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ واپس ہوتے ہوئے۔ جیسا کہ مسلم میں مفصل ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینے آ رہے تھے۔ جب ہم پانی پر پہونچے تو کچھ لوگوں نے عصر کی نماز کے وقت جلدی کر دی۔ انھوں نے وضو کیا اس حالت میں کہ وہ جلدی میں ہوں۔ جب ہم وہاں پہنچے تو یہ دیکھا کہ ان کی ایڑیاں چمک رہی تھیں انھیں پانی نہیں پہونچا تھا تو فرمایا ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

(۲) اس حدیث میں مسح سے کیا مراد ہے محض گیلا ہاتھ پھیرانا۔ یا بے توجہی اور عجلت کی وجہ سے اچھی طرح نہ دھونا یا اس طرح دھونا کہ کچھ اعضاء دھلے بغیر رہ جائیں۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ امام بخاری نے یہی سمجھا کہ صحابہ کرام صرف پاؤں کے مسح پر اکتفاء کر رہے تھے اس لئے انھیں تنبیہ فرمائی۔ اس پر تنبیہ نہیں ہے کہ پاؤں دھویا تھا اور ایڑیاں بغیر دھلی رہ گئی تھیں۔ اگر امام بخاری کا یہ سمجھنا درست ہوتا تو پھر ویل للاعقاب نہ فرمایا جاتا بلکہ ویل للممسح فرمایا جاتا۔ یا ویل للرجل فرمایا جاتا۔ نیز مسلم شریف کی دوسری روایت جو حضرت ابوہریرہ سے آئی ہے اس پر صریح دلالت کرتی ہے کہ صحابہ نے پاؤں دھوئے تھے ایڑیاں دھونے سے رہ گئی تھیں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

رای رجلا لم یغسل عقبہ فقال۔ ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے ایڑی نہیں دھوئی تھی تو فرمایا۔

علامہ عینی نے فرمایا ایک روایت میں یہ آیا ہے:۔

رای قوما توضؤا وکانھم ترکوا من ارجلھم شیئا۔ کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ وضو کر چکے ہیں اور حالت یہ ہے کہ اپنے پاؤں کا کچھ حصہ بغیر دھلا چھوڑ دیا ہے۔

امام طحاوی کی بھی یہی رائے ہے کہ اس حدیث میں مسح اپنے حقیقی معنی میں ہے۔ اس کے پہلے پاؤں پر مسح کرنے کا حکم تھا۔ اس حدیث سے منسوخ ہو گیا۔ لیکن یہ صحیح نہیں اس لئے کہ پھر ویل للاعقاب فرمانا صحیح نہ ہوتا۔ مشروع پر عمل موجب نار کیسے ہو سکتا ہے۔ نیز مسلم کی حضرت ابوہریرہ والی حدیث اس کے خلاف پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے متعین ہے کہ "نمسح" یہاں اس پر محمول ہے کہ ہم اچھی طرح نہیں دھو رہے تھے۔ عجلت کی وجہ سے ایڑیاں بے دھلی رہ گئی تھیں۔ اس پر یہ ارشاد فرمایا۔

روافض یہ کہتے ہیں کہ وضو میں پاؤں دھونا فرض نہیں۔ مسح کرنا فرض ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے۔ کہ آیت وضو میں صحیح

وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلٰثًا ۱؎

بلند آواز سے دو یا تین بار فرمایا۔ ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے ۲؎

ت (۳۶) وَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يَغْسِلُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ إِذَا تَوَضَّأَ ۳؎

مشہور تابعی محمد بن سیرین جب وضو کرتے تو انگوٹھی کی جگہ کو دھوتے

قرأت "وارجلکم" لام کے کسرے کے ساتھ ہے یہ برؤسکم پر معطوف ہے۔ ایدیکم پر نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کہنا کہ صحیح قرأت لام کے کسرے کے ساتھ ہے غلط ہے۔ دونوں قرأتیں صحیح ہیں۔ لام کے کسرے کے ساتھ بھی اور لام کے فتحے کے ساتھ بھی۔ لام کے فتحے کے ساتھ بھی قرأت متواترہ ہے۔ اس تقدیر پر متعین ہے کہ ارجلکم کا عطف ایدیکم پر ہو۔ اور لام کے کسرہ والی قرأت کی بنا پر لام کو کسرہ جوار کی وجہ سے ہے۔ مجرور ہونے کی وجہ سے نہیں۔ اور اگر اسے برؤسکم پر معطوف مانیں تو ارجلکم کے لام کے فتحے کی کوئی توجیہ نہیں ہو پائے گی۔ علاوہ ازیں احادیث اس بارے میں اتنی کثیر ہیں۔ جو حد تواتر نہیں تو مشہور ضرور ہیں۔ نیز صحابۂ کرام کا اس پر اجماع ہے کہ صرف تین حضرات سے مسح رجل کا قول روایت کیا گیا ہے۔ حضرت علی، ابن عباس، انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ مگر بعد میں ان لوگوں نے بھی اس سے رجوع کر لیا ہے ۴؎

(۳) ویل۔ کے معنی ہیں خرابی، ہلاکت یہ زجر کے موقع پر بولتے ہیں۔ ابن جان نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ویل، جہنم میں ایک ایسی وادی کا نام ہے جس میں اتنی گرمی ہے کہ اگر اس میں پہاڑ ڈال دیئے جائیں جائیں ۵؎۔ اس سے جہنم بھی پناہ مانگتا ہے ۶؎

ایک قول یہ ہے کہ جہنمیوں کی پیپ کو ویل کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ویل ان مصادر میں سے ہے جن کے لئے افعال نہیں یہ ہلاکت اور عذاب کے معنی میں مستعمل ہے۔ یہاں عذاب ہی کے معنی میں ہے۔

## تشریحات (۳۶)

**ابن سیرین** ان کا نام محمد ہے۔ مشہور ابن سیرین کے ساتھ ہیں۔ کنیت ابو بکر ہے۔ ان کے والد سیرین، جنگ عین التمر میں گرفتار ہوئے۔ ان کی قسمت نے یاوری کی۔ ان کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی نصیب ہوئی۔ حضرت انس نے بیس ہزار درہم پر مکاتب بنایا۔ یعنی اتنا ادا کر دو تم آزاد ہو۔ انھوں نے یہ رقم ادا کر کے آزادی حاصل کر لی۔ محمد بن سیرین کی والدہ کا نام

۱؎ ایضاً کتاب العلم باب من رفع صوتہ بالعلم ص۱۴، باب من اعاد الحدیث ثلثا لیفہم ص۲، مسلم ۲۵، ۲۸، ۳۰، ابو داؤد ۴۶۔ ترمذی ۳۱۔ نسائی ۸۸، ابن ماجہ ۵۵، مؤطا امام مالک ۵، کلہم فی الطہارت، دارمی وضوء ۳۵، مسند امام احمد ۲؎ عینی جلد دوم ص۲۱، ۲؎ عینی ج۲ ص۹، ۴؎ بہار شریعت حصہ دوم ص۳، ۵؎ مصنف ابن ابی شیبہ، بخاری فی التاریخ بمعناہ۔

"صفیہ" ہے۔ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آزاد کردہ باندی تھیں۔ یہ وہ خوش نصیب خاتون ہیں کہ جب ان کا سیرین سے نکاح ہونے والا ہوا تو تین ازواج مطہرات نے انھیں خوشبو لگائی اور ان کے لئے دعا کی۔ تیرہ اصحاب بدر جن میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں ان کے نکاح میں شریک ہوئے۔ حضرت ابی بن کعب نے دعا کی بقیہ حضرات نے آمین کہا۔ محمد بن سیرین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ۳۳ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۱۰ھ میں حضرت امام حسن بصری کے وصال کے سو دن کے بعد وصال فرمایا۔ یہ ان ائمہ تابعین میں ہیں جن کی عظمت و جلالت متفق علیہ ہے۔ حدیث و فقہ کے امام ہیں۔ تیس صحابۂ کرام کی زیارت کی۔ اور حضرت ابن عمر، حضرت انس، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دوسرے صحابہ اور کثیر تابعین سے روایت کی۔ فن تعبیر کے امام منفرد ہیں۔ زہد و ورع، تقویٰ، خشیت خداوندی، علم و فضل سب جمع تھا۔ اشعث نے کہا جب ان سے حلال و حرام کے بارے میں کچھ پوچھا جاتا تو ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا۔ معلوم ہوتا یہ پہلے والے نہیں ہیں۔ مہدی نے کہا کہ ہم ان کی مجلس میں ان سے خوب باتیں کرتے وہ بھی کرتے مگر جب موت کا ذکر آتا تو چہرے کا رنگ اڑ جاتا زرد پڑ جاتا۔ بالکل بدل جاتے۔ حلف بن ہشام نے کہا اللہ عزوجل نے ان کو اچھی عادت اچھا جسم اور خشوع عطا فرمایا تھا لوگ انھیں دیکھتے تو اللہ یاد آجاتا۔[1]

(۱) ابن ماجہ نے حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا توضا حرك خاتمه۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو اپنی انگوٹھی ہلاتے۔

خود ابن سیرین سے یہ بھی مروی ہے کہ انھوں نے اپنی انگوٹھی انگلی میں گھمائی۔ اور اس تعلیق میں یہ ہے کہ انگوٹھی کی جگہ کو دھوتے تھے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ جب انگوٹھی تنگ ہوتی اس کے اندر پانی نہیں پہونچتا تو انگوٹھی اتار کر اس کی جگہ دھوتے تھے۔ اور جب ڈھیلی ہوتی اور اس کے اندر پانی پہونچنے کا ظن غالب ہوتا تو صرف گھمانے پر اکتفا کرتے تھے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ انگوٹھی کی جگہ دھونے سے مراد یہ ہے کہ اسے گھما دیتے تاکہ پانی اس کے اندر بھی پہنچ جائے۔ اسی پر عمل بھی ہے کہ اگر انگوٹھی ڈھیلی ہو کہ بغیر ہلائے اس کے اندر پانی پہنچ جائے تو نہ ہلانے کی حاجت نہ گھمانے کی۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ ہلالے۔ اور اگر تنگ ہے کہ بغیر ہلائے اندر پانی نہ پہونچے تو ہلانا فرض۔ اور اگر اتنی تنگ ہے کہ ہلانے گھمانے پر بھی پانی اندر نہ جائے تو اتار کر اسے دھونا فرض ہے۔

اس مضمون کی حدیث اور بھی ہیں۔ بیہقی نے روایت کیا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وضو کرتے اپنی انگوٹھی ہلاتے ابن قتیبہ کی غریب الحدیث میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا تو فرمایا۔ انگوٹھی کی جگہ کا خیال کر۔ حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص سے بھی مروی ہے کہ یہ لوگ جب وضو کرتے تو انگوٹھی ہلا لیتے۔

[1] اکمال۔ عینی جلد اول ص۲۷۰، باب اتباع الجنائز من الایمان۔

## (۱۲۱) حدیث۔ ایضاً

سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا وَالنَّاسُ يَتَوَضَّؤُنَ

محمد بن زیاد[۱] کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے پاس سے گزر رہے تھے اور لوگ ایک برتن سے[۲] وضو کر رہے

مِنَ الْمُطْهَرَةِ فَقَالَ اَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ فَاِنَّ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تھے میں نے سنا کہ انھوں نے کہا لوگو وضو پوری طرح کرو۔ اس لئے کہ حضرت ابوالقاسم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قَالَ وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ ؏۵

ایڑیوں[۳] کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

## تشریحات (۱۲۱)

(۱) محمد بن زیاد حضرت عثمان بن مظعون مشہور صحابی کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ قرشی جمحی ہیں۔ مدنی الاصل ہیں۔ مگر بعد میں بصرہ کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ ثقہ تابعی ہیں۔

(۲) مِطْهَرَةٌ۔ اسم آلہ ہے۔ حدیث میں ہے۔ السواك مطهرة للفم ومرضاة للرب مسواک منہ کی صفائی اور رب تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ یہاں مراد وہ برتن ہے جس میں وضوء کے لئے پانی رکھا ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد حوض گڑھا وغیرہ ہو۔

(۳) حدیث میں اگرچہ خصوصیت واقعہ کی وجہ سے صرف ایڑیوں کا ذکر ہے۔ نیز عام طور پر بے پرواہ عجلت باز ایڑیوں سے غفلت برتتے ہیں۔ مگر حکم ان تمام اعضاء کو عام ہے جو ایسے ہیں کہ اگر خاص خیال کر کے وہاں پانی نہ پہنچایا جائے تو دھونے سے رہ جائیں گے۔ مثلاً ایڑیاں، ٹخنے، کونچیں، انگلیوں کی گھائیاں، کہنیاں، آنکھ کے کوئے، انگوٹھی کے اندر، ہر شخص کے لئے ان کا خیال کرنا مستحب ہے۔ اور لاپرواہ لوگوں پر فرض ہے[۴]۔ اسی لئے امام بخاری نے حضرت ابن سیرین کا قول نقل فرمایا۔ حاکم نے عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا۔ ایڑیوں اور تلوؤں کیلئے آگ کا عذاب ہے۔ مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے وضو کیا اور ناخن کے برابر قدم پر پانی نہیں پہنچا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھ لیا۔ فرمایا جا اچھی طرح وضو کر۔ وہ گئے اور پھر آئے اور نماز پڑھی[۵]۔

**مسائل مستنبطہ** (۱) پاؤں کا دھونا فرض ہے (۲) ہر عضو کو پورا دھونا فرض ہے للاکثر حکم الکل یہاں نہیں (۳) علماء پر واجب ہے کہ بے پڑھے لکھے لوگوں کو مسائل بتائیں (۴) ضرورت کے وقت مسئلہ بتاتے وقت آواز بلند بھی کی جا سکتی ہے (۵) عالم مخاطب کو جھڑک بھی سکتا ہے (۶) عذاب جسم اور روح دونوں پر ہوگا۔ صرف روح پر نہیں (۷) عذاب جہنم اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے معنی مجازی مراد نہیں کہ اپنے گناہوں کو دیکھ کر رونے کا نام ہو۔

---

ع۵ مسلم، طہارت ۲۸، ۲۹، ۳۰، نسائی طہارت ۸۸۔ [۱] بہار شریعت، حصہ دوم ص۱۰ [۲] کتاب الطہارت ص۱۲۵ [۳]۔

## (۱۲۲) حدیث۔ التوضی فی النعال

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَأَيْتُكَ

عبید[۱] بن جریج نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا۔ اے ابو عبدالرحمٰن آپ کو چار ایسی باتیں

تَصْنَعُ أَرْبَعًا لَمْ أَرَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا قَالَ فَمَا هِيَ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ

کرتے دیکھ رہا ہوں جنھیں آپ کے ساتھیوں میں سے کسی کو میں نے نہیں دیکھا کہ کرتے ہوں۔ انھوں نے پوچھا اے ابن جریج

### تشریحات (۱۲۲)

(۱) یہ تابعی مدنی بنی تیم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ ان میں اور مکہ معظمہ کے مشہور و معروف امام، فقیہ، محدث، عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج میں کوئی رشتہ نہیں۔ بعض لوگوں نے گمان کیا کہ یہ، ابن جریج مکی کے چچا ہیں۔ یہ غلط ہے۔ جُرَیج جرج کی تصغیر ہے۔ اس کے معنی سامان رکھنے کے تھیلے کے ہیں۔ جیسے جرجی کہتے ہیں۔

**غایت باب** امام بخاری نے اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے۔ باب غسل الرجلین فی النعلین ولا یمسح علی النعلین چپل میں پاؤں ہوتے ہوئے پاؤں دھونا ہے ان پر مسح نہیں کرنا ہے۔ اس باب کے باندھنے کی وجہ یہ ہے کہ کچھ اصحاب ظواہر اور روافض پاؤں پر بھی مسح کافی سمجھتے ہیں۔ دھونا ضروری نہیں جانتے۔ اور یہ بہت سے صحابۂ کرام سے بھی مروی ہے۔ مثلاً حضرت علی و عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بلکہ اس سلسلے میں ایک حدیث مرفوع بھی ترمذی و ابو داؤد میں مذکور ہے۔ لیکن عبدالرحمٰن بن مہدی وغیرہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو مروی ہے وہ وضو ہوتے ہوئے دوبارہ وضو کرنے کے وقت مروی ہے۔ جیسا کہ امام طحاوی نے جو روایت کی اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

رأيت عليا رضي الله تعالى عنه صلى الظهر ثم قعد للناس في الرحبة ثم اتي بماء فمسح برجله ويديه ومسح برأسه ورجليه وشرب فضله قائما ثم قال ان ناسا يزعمون ان هذا يكره وانى رأيت رسول صلى الله تعالى عليه وسلم يصنع مثل ما صنعت وهذا وضوء من لم يحدث[۱]

نزال بن سبرہ نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظہر پڑھی پھر صحن میں بیٹھے کچھ دیر کے بعد پانی پیش کیا گیا تو اس سے اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا اور سر اور پاؤں پر مسح فرمایا۔ اور بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا۔ پھر فرمایا لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ مکروہ ہے حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے ہی یعنی وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیتے ہوئے دیکھا ہے یہ اس کا وضو ہے جس کا وضو ٹوٹا نہ ہو۔

---

[۱] طحاوی جلد اول صـ۳۔

قَالَ رَأَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْأَرْكَانِ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ وَرَأَيْتُكَ

وہ کون کون سی باتیں ہیں ابن جریج نے کہا میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کعبے کے ارکان میں صرف رکن یمانی اور رکن حجر اسود

امام طحاوی نے اس پر فرمایا کہ اگر اس حدیث کو پاؤں پر مسح کی دلیل ٹھہرائی جائے تو اس میں چہرے اور ہاتھوں کے لئے بھی "مسح" ہی کا لفظ ہے تو لازم کہ چہرے اور ہاتھوں پر بھی مسح کافی ہو۔ لامحالہ، اس حدیث میں مسح کے معنی "غسل خفیف" مراد لینا پڑے گا۔ یعنی حضرت علی کی عام عادت جس طرح وضو کرنے کی تھی اس سے کم دھویا۔ رہ گیا جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اور بھی جو اس قسم کی احادیث ہیں ان سب میں مراد یہ ہے کہ وہ لوگ اس وقت موزوں پر جوتے پہنتے تھے۔ چونکہ ان کے جوتے چپل کی طرح ہوتے تھے۔ کہ قدم کے اوپر صرف دو تسمے ہوتے تھے۔ ان لوگوں نے اصل میں موزوں پر مسح کیا اور راوی نے یہ سمجھا کہ یہ چپل پر مسح ہے۔ علامہ عینی وغیرہ نے امام طحاوی سے الگ ایک بہت قوی دلیل نقل کی ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ اگر موزے اتنے پھٹ جائیں جن سے قدم ظاہر ہونے لگے تو ان موزوں پر مسح جائز نہیں اور چپل میں قدم کی پیٹھ تقریباً کل کھلی رہتی ہے تو اس پر مسح کیسے جائز ہوگا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا یہ استدلال صحیح ہے۔ مگر اس پر اجماع کے دعویٰ میں نزاع ہے۔ اس لئے کہ صحابہ و تابعین کی ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ پاؤں پر مسح جائز ہے۔ علاوہ ازیں عکرمہ، قتادہ، شعبی بھی اس کے قائل ہیں۔ امام حسن بصری نے فرمایا کہ واجب پاؤں دھونا ہے یا مسح۔ اور بعض اصحاب ظواہر کہتے ہیں کہ غسل اور مسح دونوں کا جمع کرنا واجب ہے۔ علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا کہ اجماع کے سلسلے میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اقل کی مخالفت اجماع میں مضر نہیں۔ اور تواتر شرط نہیں۔ اس کے بعد حضرت عطاء کا یہ قول پیش کیا کہ عبدالملک نے کہا، میں نے عطاء سے پوچھا۔ کیا آپ کو کسی صحابی کے بارے میں یہ خبر ملی ہے کہ وہ پاؤں پر مسح کرتے تھے تو فرمایا نہیں۔

اقول اس پر منازع بہت کچھ کہہ سکتا ہے۔ امام طحاوی نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ پاؤں کو دھویا جائے مسح نہ کیا جائے۔ انھوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ موزے اگر اتنے پھٹے ہوں کہ قدم ظاہر ہوں تو مسح درست نہیں۔ علامہ ابن حجر نے اس کے خلاف کوئی دلیل قائم نہیں فرمائی۔ اور اگر امام طحاوی کی مراد یہ ہوتی کہ اس پر اجماع ہے کہ پاؤں کا مسح کافی نہیں تو البتہ ابن حجر کا اعتراض وارد ہوتا۔ اور اگر بالفرض یہی مراد لیا جائے کہ امام طحاوی کی مراد یہی ہے کہ پاؤں پر مسح کافی نہیں اس پر اجماع ہے۔ اگرچہ یہ ان کے ارشاد سے کسی طرح ظاہر نہیں تو اس کی تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ امام طحاوی کی مراد صحابۂ کرام کا اجماع ہے۔ اور یہ صحیح ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے جو مروی ہے اس کے بارے میں گزر چکا کہ وہ وضو ہوتے ہوئے وضو تھا۔ یا یہ کہ جوتوں کے ساتھ موزے بھی پہنے تھے۔ مسح اصل میں موزوں پر تھا۔

(۲) قصہ یہ ہے کہ قریش نے کعبہ کی جو تعمیر کی تھی وہ جنوب کی جانب قواعد ابراہیم پر تھی۔ اور جانب شمال جو حطیم کا حصہ ہے وہ چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف جنوبی ارکان، یمانی اور حجر اسود کو ہاتھ لگاتے تھے۔ پھر جب

تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ وَرَأَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ وَرَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ

کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ اور میں نے آپ کو بال صاف کی ہوئی سبتی چپل پہنتے دیکھا اور میں نے آپ کو یہ دیکھا کہ آپ بالوں کو زرد خضاب سے

أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتَّى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ. قَالَ

رنگتے ہیں۔ اور مکے والے چاند دیکھتے ہی تلبیہ کہنے لگتے ہیں مگر میں نے آپ کو دیکھا کہ یوم ترویہ سے پہلے تلبیہ نہیں پکارتے۔ اس پر

عَبْدُ اللّٰهِ أَمَّا الْأَرْكَانُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ نے فرمایا ارکان کا معاملہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سوائے یمانیین کے

يَمَسُّ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ وَأَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

اور کسی رکن کو ہاتھ لگاتے نہیں دیکھا۔ اور بغیر بال کی جوتیوں کی بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی تعمیر میں جانب شمال بھی بڑھا کر قواعد ابراہیم پر تعمیر کی۔ اور حطیم اندر آگیا۔ تو صحابۂ کرام چاروں ارکان کو ہاتھ لگانے لگے۔ پھر عبدالملک کے حکم سے حجاج نے اس تعمیر کو ڈھا کر حطیم کو باہر کر دیا۔ اور قریش کی تعمیر کے مطابق بنا دیا۔ تو جو واقف کار تھے وہ رکن عراقی اور شامی کو طواف کے وقت ہاتھ نہیں لگاتے تھے صرف رکن یمانی اور حجر اسود کو ہاتھ لگاتے تھے۔ اور کچھ لوگ چاروں ارکان کو ہاتھ لگاتے رہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر کی تعمیر کے بعد سے رواج پڑ گیا تھا۔ عبید بن جریج کو یہ راز معلوم نہ تھا اس لئے انھوں نے حضرت ابن عمر سے یہ سوال کیا۔ یہ اختلاف عہد تابعین تک رہا۔ اب اس پر اجماع ہو گیا کہ صرف رکن یمانی اور حجر اسود کو طواف کی حالت میں ہاتھ لگایا جائے۔ فرق یہ ہے کہ رکن یمانی کو صرف ہاتھ لگائیں گے۔ اور حجر اسود پر دونوں ہاتھ رکھ کر منھ سے بوسہ دیں گے۔ اگر اس کا موقع مل جائے تو ورنہ صرف ہاتھ یا لکڑی سے اشارہ کافی ہے۔ تفصیل کتاب الحج میں آئے گی۔ یہی ہمارا بھی مذہب ہے۔

(۳) سبتیہ، سبت کی طرف منسوب ہے۔ اس کے معنی میں کئی قول ہیں۔ سلم کے پتوں میں پکائی ہوئی گائے کی کھال۔ یا ہر پکائی ہوئی کھال۔ سر مونڈھنا، ایک بازار کا نام ہے، یہاں مراد وہ کھال ہے جس پر بال نہ ہوں، سبت کے معنی سر مونڈھنے کے ہیں چونکہ اس کے بال اڑا دیئے گئے ہیں اس لئے اس کو سبتیہ کہتے ہیں۔ نعل جو اس عہد میں پہنتے تھے وہ چپل کی طرح ہوتا تھا۔ جس کے پشت پر دو تسمے ہوتے تھے۔ جیسا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعلین مقدس کے بارے احادیث میں وارد ہے۔ سبتی نعل پہننے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ اس عہد میں کم پہنتے تھے۔ اس لئے عبید بن جریج کو پوچھنا پڑا۔

(۴) صرف اتنا ہی حصہ باب کے مطابق ہے یہاں تعین ہے کہ یتوضأ کے معنی دھونے کے ہیں۔ اس لئے کہ توضی دھونے کے معنی میں مستعمل ہے۔ اگر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف مسح فرمایا ہوتا تو یمسح فرماتے۔ علاوہ ازیں اگر مسح مراد

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَعَرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا

بغیر بال کی چپل پہنتے تھے اور اس میں وضو فرماتے تھے اس لئے میں انھیں پہننا پسند

وَأَمَّا الصُّفْرَةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا فَإِنِّي أُحِبُّ

کرتا ہوں۔ رہا زرد رنگ کا خضاب تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بالوں میں زرد رنگ کا خضاب[۵] لگاتے دیکھا ہے

أَنْ أَصْبُغَ بِهَا وَأَمَّا الْإِهْلَالُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

اس لئے میں بھی پسند کرتا ہوں کہ یہ خضاب لگاؤں۔ تلبیہ پکارنے کی بات[۶] یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

توفیہا نہ ہوتا علیہا ہوتا۔ فیہا فرما کر تعیین کر دی کہ دھونا ہی مراد ہے۔ یعنی چپل پہنے پہنے پاؤں دھوتے جیسا کہ ابو داؤد باب صفۃ وضوء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت علی نے فرمایا۔ اے ابن عباس! رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے وضو فرماتے تھے تمہیں دکھا دوں انھوں نے عرض کی ضرور تو انھوں نے وضو شروع فرمایا یہاں تک کہ سر کا مسح فرمایا۔ پھر ایک لپ پانی داہنے پاؤں پر ڈالا۔ حالانکہ چپل پاؤں میں تھی پھر پاؤں کو ادھر ادھر موڑا پھر دوسرے پاؤں کے ساتھ بھی یہی کیا[۱]

(۵) اس سے یا تو صرف بالوں پر زرد رنگ کا خضاب کرنا مراد ہے۔ یعنی کسم سے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر کپڑے عمامہ بھی زرد رنگ کے استعمال کرتے ہوں جیسا کہ ابو داؤد میں ہے کہ حضرت ابن عمر اپنی داڑھی زرد رنگ سے اتنا رنگتے کہ کپڑے لت پت ہو جاتے۔ یہ زرد رنگ سے اپنے تمام لباس کو رنگتے یہاں تک کہ عمامے کو بھی[۲]

(۶) علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ تلبیہ کس وقت سے پکاری جائے کچھ لوگوں نے کہا جب ذوالحجہ کا چاند دکھا جائے اس وقت سے۔ امام مالک امام شافعی امام احمد نے فرمایا جب سواری چلنے لگے جیسا کہ اس حدیث میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے۔ ہمارا مسلک یہ ہے کہ احرام کی نماز سے فارغ ہوتے ہی کھڑے ہونے سے پہلے تلبیہ شروع کر دے۔ ہماری دلیل ابو داؤد کی وہ حدیث ہے جو حضرت سعید بن جبیر شہید مظلوم سے مروی ہے۔ ان کا بیان یہ ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس سے عرض کیا۔ مجھے اس پر تعجب ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تلبیہ کہنے کے وقت کے بارے میں صحابۂ کرام میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا۔ میں اس معاملے کو سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ایک ہی حج کیا۔ پھر بھی ساتھیوں میں اختلاف ہو گیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد (ذوالحلیفہ) میں احرام کی دو رکعتیں پڑھیں

[۱] کتاب الطہارت باب صفۃ وضوء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، [۲] کتاب اللباس باب فی المصبوغ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتّٰى تَنْبَعِثَ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ ۲ھ

کو دیکھا کہ حضور اس وقت تک تلبیہ نہیں کہتے جب تک آپ کی سواری نہ چل دیتی

## (۱۲۳) حدیث۔ التیامن فی کل شئ

عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ام عطیہ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان عورتوں سے

اسی وقت تلبیہ کہا۔ جو لوگ اس وقت مسجد میں موجود تھے ان لوگوں نے سنا۔ (باہر والوں نے نہیں سنا) پھر جب مسجد سے باہر تشریف لاکر سواری پر بیٹھے اور سواری لے کر چلی تو تلبیہ کہا۔ اسے ان لوگوں نے سنا جو وہاں موجود تھے۔ لوگ جماعت در جماعت آکر شامل ہوتے جاتے تھے۔ پھر جب شرف البیداء پر چڑھے تو تلبیہ کہا۔ اسے بہت بڑی جماعت نے سنا۔ بخدا نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تینوں جگہ تلبیہ کہا جس نے جو سنا اسے بیان کیا[۱]

اس حدیث سے مختلف روایات میں تطبیق بھی ہوگئی۔ امام ابو داؤد نے اس حدیث پر سکوت کیا۔ ان کا سکوت دلیل تصحیح ہے۔ حاکم نے مستدرک میں اس کے بارے میں کہا۔ یہ حدیث صحیح ہے مسلم کی شرط پر ہے۔ نیز امام طحاوی نے بھی اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی بقیہ تفصیل کتاب الحج میں آئے گی۔

## تشریحات (۱۲۳)

(۱) **حضرت ام عطیہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ انصاریہ ہیں۔ ان کا نام نسیبہ بنت کعب، یا الحارث ہے۔ خواتین بلکہ صحابیات میں یہ اپنی گوناگوں خصوصیات میں منفرد و ممتاز ہیں۔ یہ بیماروں کی تیمارداری کرتی تھیں۔ مردہ عورتوں کو غسل دیتی تھیں زخمیوں کی مرہم پٹی اور علاج کی ماہر تھیں۔ سات غزوات میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئیں جن میں خیبر بھی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے گھر جاکر قیلولہ فرمایا کرتے۔ ان سے چالیس حدیثیں مروی ہیں۔ چھ یا سات متفق علیہ ہیں۔ ایک افراد بخاری سے اور ایک ہی افراد مسلم سے ہے۔

**تکمیل** (۲) ان سے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مراد ہیں۔ جیسا کہ مسلم[۲] کی روایت میں تصریح ہے۔ پوری حدیث کتاب الجنائز میں یوں ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا وصال ہوا۔ ہم انھیں غسل دے رہی تھیں۔ کہ

---

[۱] ابو داؤد کتاب المناسک باب وقت الاحرام ۲ھ ایضاً لباس۔ باب نعال السبتیہ ج ۲ ص ۲۰۰، مسلم حج الافضل ان یحرم حین تنبعث بہ راحلتہ، ابو داؤد۔ مناسک۔ باب وقت الاحرام۔ ترمذی۔ شمائل۔ باب ما جاء فی نعال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ نسائی۔ طہارت۔ الوضوء فی النعال۔ ابن ماجہ۔ لباس۔ باب الخضاب بالصفرۃ۔ ۲ھ ج ۱ ص ۳۰۵،

لَهُنَّ فِي غُسْلِ ابْنَتِهٖ اِبْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا ؏ه

(جو غسل دے رہی تھیں) اپنی صاحبزادی کے غسل کے بارے میں فرمایا۔ داہنی طرف سے اور اعضاء وضوء سے شروع کرنا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ انھیں تین یا پانچ یا اس سے بھی زائد بار جتنی ضرورت سمجھنا خالص پانی یا بیری کے پانی سے نہلانا اخیر میں کافور ملالینا۔ اور جب نہلاکر فارغ ہونا تو مجھے بتانا۔ ام عطیہ کہتی ہیں کہ جب ہم فارغ ہوئیں تو حضور کو بتایا حضور نے اپنا تہبند عطا فرمایا اور یہ فرمایا کہ اسے ان کا ازار بنانا۔ یہ روایت محمد بن سیرین کی ہے۔ ان کی بہن حفصہ نے انھیں ام عطیہ سے جو جو روایت کی اس میں یہ ہے۔ انھیں طاق بار نہلانا تین یا پانچ یا سات بار۔ غسل کی ابتداء داہنے طرف اور وضوء کے اعضاء سے کرنا ام عطیہ نے کہا ہم نے کنگھی کرکے ان کے بالوں کو تین حصے میں کرکے پیچھے کی طرف کر دیئے۔

(۳) امام بخاری نے اس پر باب یہ باندھا ہے "باب التیمن فی الوضوء والغسل"۔ غسل اور وضوء میں داہنی طرف سے شروع کرنا۔ اور یہ حدیث میت کے غسل کے بارے میں ہے۔ مگر ہے بہر حال وضوء اور غسل ہی کے بارے میں۔ جس میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے داہنی طرف سے شروع کرنے کا حکم دیا۔ تو ثابت کہ تیامن مطلقاً ہر وضوء اور غسل میں پسندیدہ ہے۔

وضوء کے بیان کا سلسلہ چل رہا تھا۔ غسل کا مفصل بیان آگے آرہا ہے۔ یہاں غسل کے ذکر کی ضرورت نہ تھی مگر چونکہ یہ حدیث غسل ہی کے ذکر پر مشتمل ہے۔ وضوء ضمنی طور پر ہے۔ اس لئے امام بخاری نے غسل کا اضافہ فرمایا۔ اس سے جہاں یہ ثابت ہو رہا ہے کہ غسل میں تیامن پسندیدہ ہے وہیں وضوء میں بھی تیامن کا اثبات صراحۃً بغیر کسی تردد کے ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ صریح طور پر فرمایا کہ داہنی طرف اور مواضع وضوء سے شروع کرنا۔ تو تیامن کا حکم وضوء کے لئے بھی ہوا۔

**حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا** یہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں جو بعثت سے دس سال پہلے جب کہ عمر مبارک تیس سال تھی پیدا ہوئیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت قاسم ان سے بڑے تھے۔ ان کا عقد ان کے خالہ کے لڑکے، حضرت ابو العاص سے ہوا تھا، بعثت کے بعد یہ ایمان سے مشرف ہوئیں مگر ابو العاص انکے ساتھ ایمان نہ لائے بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔ غزوۂ بدر میں یہ مشرکین کیطرف تھے یہ بھی قید ہوئے انکے بھائی عمرو انکو رہا کرانے کیلئے جب مدینہ آئے تو حضرت زینب نے فدیے میں وہ ہار انکو دیا جو حضرت خدیجہ نے حضرت زینب کو شادی کے موقع پر دیا تھا۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر جب اس ہار پر پڑی تو پہچان لیا۔ حضرت خدیجہ یاد آگئیں۔ رقت طاری ہوگئی۔ حضرت خدیجہ کے لئے کلمات ترحم فرمائے۔ یہ پسند خاطر نہ ہوا کہ بیٹی کو ماں کی نشانی سے محروم کر دیا جائے۔ حضور

ه ایضا جنائز۔ باب یبدأ بمیامن المیت ص۱۷۶ میں تین طریقے سے مسلم جنائز۔ باب البدأ بمیامن المیت ومواضع الوضوء۔ نسائی جنائز۔ باب میامن المیت ومواضع الوضوء منه۔ ابن ماجہ۔ جنائز۔ غسل المیت۔

## (۱۲۴) حدیث۔ استحباب التیمن فی کل شئ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْجِبُہُ التَّیَمُّنُ

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر کام داہنے سے شروع کرنا پسند تھا۔

اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں سے کہہ سن کے بغیر فدیہ، ابوالعاص کو آزاد کر دیا۔ البتہ یہ عہد لے لیا کہ مکہ پہنچ کر حضرت زینب کو مدینے بھیج دیں گے۔ انھوں نے وعدہ پورا کیا۔ حضرت زینب جب مدینے کے لئے چلیں تو ہبار بن الاسود اور ایک اور سنگ دل نے ڈھکیل دیا۔ یہ ایک چٹان پر گر پڑیں جس سے سخت چوٹ آئی ایسی کہ زندگی بھر اچھی نہ ہو سکیں۔ اسی میں وصال ہوا۔ سنہ وصال آٹھ ہجری ہے۔ حضرت زینب کے ایک صاحبزادے پیدا ہوئے جن کا نام علی تھا جو بلوغ کے قریب پہنچ کر وصال فرما گئے۔ اور ایک صاحبزادی حضرت اُمامہ ہوئیں جن کے بارے میں احادیث میں ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو گود میں لے کر نماز پڑھتے سجدے میں جاتے تو اتار دیتے جب سجدے سے اٹھتے تو پھر گود میں لے لیتے۔ حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد حضرت علی نے حضرت امامہ سے نکاح فرمایا۔[1]

**مسائل مستنبطہ** میت کو غسل دیتے وقت پہلے اس کو وضو کرایا جائے۔ البتہ نہ کلی کرائی جائے اور نہ ناک میں پانی ڈالا جائے۔ اس لئے کہ منہ اور ناک سے پانی نکالنا بہت دشوار ہوگا۔ یہی احناف کا مذہب ہے جو احناف کی کتابوں میں درج ہے۔ علامہ نووی کو غلط فہمی ہوئی کہ انھوں نے لکھ دیا کہ احناف وضوء سے میت کے غسل کو شروع کرنا مستحب نہیں جانتے میت کے غسل میں بھی ہر عضو میں پہلے داہنے کو دھویا جائے۔ مطلقاً ہر طہارت میں تیامن مستحب ہے۔ خواہ غسل ہو خواہ وضوء ہو۔ خواہ زندہ کرے خواہ مردہ کو طہارت کرائی جائے۔ اشارۃً ثابت ہوا کہ داہنا عضو بائیں سے افضل ہے۔ تکمیل کا جو حصہ ہم نے نقل کیا اس سے ثابت ہوا کہ میت کو بیری کے پانی سے غسل دیا جائے اور اخیر میں کافور ملے ہوئے پانی سے طاق بار غسل دیا جائے۔ جو تین سے کم نہ ہو زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ جتنے میں میت خوب صاف ستھری ہو جائے۔ مگر طاق عدد پورا کیا جائے۔ مرد کے استعمالی لباس کو عورت کے کفن میں دیا جا سکتا ہے۔ بزرگان دین کے لباس کو بطور تبرک کفن میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ بزرگوں کی استعمال کردہ چیزوں سے برکت حاصل کرنا عہد رسالت سے معمول ہے۔ عورت کے بالوں کو پیچھے کی طرف کر دیا جائے۔

### تشریحات: ۱۲۴

**تکمیل** کتاب الصلوٰۃ وغیرہ میں ما استطاع کا اضافہ ہے۔ مطلب ظاہر ہے کہ جن اعضاء میں تیامن ممکن ہے انھیں میں تیامن فرماتے۔

---

[1] استیعاب، اصابہ جلد چہارم ذکر زینب۔

فِی تَنَعُّلِہٖ وَتَرَجُّلِہٖ وَطُہُوْرِہٖ فِی شَانِہٖ کُلِّہٖ ؏ہ

جوتا پہننا، کنگھا کرنا، طہارت کرنا ہو (کچھ بھی ہو)

## (۱۲۵) حدیث خروج الماء من بین اصابعہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَحَانَ صَلٰوۃُ الْعَصْرِ فَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوَضُوْءَ فَلَمْ یَجِدُوْا فَاُتِیَ الْوَضُوْءَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا اور عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ لوگوں نے وضو کے لئے پانی تلاش کیا مگر لوگوں نے نہیں پایا۔[۱] رسول اللہ

① اس کے عموم سے کوئی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ کہ ہر کام میں، بیت الخلاء میں داخل ہونا، لباس اتارنا، جوتا اتارنا بھی ہے تو کیا ان سب میں بھی تیامن مستحب ہے؟ اس کا جواب علامہ عینی و علامہ ابن حجر نے یہ دیا کہ سوائے دھو بکل شئ علیم اور صفات باری میں وارد اس قسم کی آیات کے ہر عام مخصوص منہ البعض ہے۔ یہ عام بھی دوسرے دلائل سے مخصوص منہ البعض ہے جن چیزوں کے بارے میں تصریح ہے کہ بائیں طرف سے شروع کی جائیں۔ وہ مخصوص ہیں۔ یا یہ کہ شان کا معنی وہ فعل ہے جو مقصود ہو۔ جن میں تیاسر (بائیں طرف سے ابتداء) مستحب ہے وہ فعل مقصود نہیں بلکہ اصل میں وہ سب از قسم ترک و متروک ہیں۔ جیسے لباس اتارنا، جوتا اتارنا، مسجد سے باہر آنا۔ بیت الخلاء میں جانا بھی ایک قسم کے ترک ہی کے لئے جاتے ہیں۔ علامہ نووی نے اسکی یہ تفصیل کی۔ کہ جو افعال تشریف و تکریم کے قبیل سے ہیں ان میں تیامن مستحب ہے۔ جیسے لباس وغیرہ پہننا، مسجد میں جانا، مسواک کرنا، سرمہ لگانا، ناخن کتروانا، کنگھا کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اور جن میں تشریف و تکریم نہ ہو ان میں بائیں سے شروع کرنا مستحب ہے۔ جیسے بیت الخلاء میں جانا، مسجد سے باہر ہونا، لباس اتارنا وغیرہ وغیرہ۔

وضوء میں ہاتھ پاؤں دھونے میں تیامن مستحب ہے۔ اس پر اہلسنت کا اجماع ہے۔ البتہ روافض واجب مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر داہنے اعضاء پہلے نہ دھوئے گئے تو وضوء ہی نہ ہوگا۔

## تشریحات (۱۲۵)

① اس سے یہ ثابت ہوا کہ جب نماز کا وقت آجائے تو پانی کی تلاش واجب ہے۔ جب پانی نہ ملے تو تیمم کی اجازت ہے۔ نماز

ع ہ ایضاً۔ الصلاۃ۔ التیمن فی دخول المسجد وغیرہ ج۱ ص۶۱، الطہر، التیمن فی الاکل وغیرہ ج۲ ص۸۱۰، لباس۔ الترجل ج۲ ص۸۷۵، مسلم۔ طہارۃ۔ ۶۶، ۶۷، ابوداؤد۔ لباس۔ ۴۱۔ ترمذی۔ جمعہ۔ ۷۵۔ نسائی۔ طہارت۔ ۸۹۔ غسل۔ ۱۷۔ زینت۔ ۸۔ ۶۲۔ ابن ماجہ۔ طہارۃ۔ ۴۲۔ مسند امام احمد۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِوَضُوْءٍ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں (تھوڑا سا) وضو کا پانی لایا گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ذٰلِکَ الْاِنَاءِ یَدَہٗ وَاَمَرَ النَّاسَ اَنْ یَّتَوَضَّؤُا مِنْہُ قَالَ فَرَاَیْتُ الْمَاءَ

اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس سے وضو کریں (حضرت انس) نے کہا میں

یَنْبُعُ مِنْ تَحْتِ اَصَابِعِہٖ حَتّٰی تَوَضَّؤُا مِنْ عِنْدِ اٰخِرِھِمْ عہ

نے دیکھا کہ حضور کی انگلیوں کے نیچے سے پانی ابل رہا ہے یہاں تک کہ ان کے آخری شخص نے بھی وضو کر لیا۔

کا وقت ہونے سے پہلے پانی کی تلاش واجب نہیں۔ ورنہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام پہلے تلاش کرتے۔ نماز کا وقت ہونے کے بعد اگر یہ گمان ہے کہ ایک میل کے اندر پانی ہے تو تلاش کر لینا ضروری ہے۔ تلاش کئے بغیر تیمم جائز نہیں۔ حتی کہ اگر تلاش کئے بغیر تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر پانی ملا تو وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھنی لازم ہے۔ اگر نہ ملا تو نماز ہو گئی۔ اگر گمان غالب ہے کہ ایک میل کے اندر پانی نہیں تو تلاش کرنا ضروری نہیں۔

(۲) یہ پانی کس برتن میں تھا۔ اس بارے میں مختلف روایتیں ہیں۔ ایک میں ہے بقدح رحراح۔ کم گہرائی کا چوڑا پیالہ۔ ایک روایت زجاج شیشے کا پیالہ۔ ایک میں جفنۃ، بڑے پیالے میں۔ ایک میں میضاۃ ہے۔ یعنی وضو کرنے کے برتن میں حضرت عبداللہ بن مبارک کی روایت یوں ہے کہ ایک شخص گیا اور ایک پیالے میں تھوڑا سا پانی لایا۔ اتنا چھوٹا تھا کہ حضور نے پھیلا تو اس میں نہ آسکا۔ تو حضور نے انگلیاں سمیٹ لیں۔ ص۳۲ پر باب الوضوء والغسل من المخضب کے تحت جو روایت ہے وہ اس کے علاوہ دوسرا واقعہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں یہ ہے کہ جن لوگوں کے گھر قریب تھے وہ وضو کرنے کے لئے گھر گئے۔ یہ دلیل ہے کہ یہ واقعہ سفر کا نہیں۔ اور اس حدیث سے ظاہر ہے کہ یہ واقعہ سفر کا ہے۔ ورنہ تلاش کے بعد پانی نہ ملنے کا کیا سوال۔

(۳) کتنے آدمی تھے اس بارے میں بھی روایات مختلف ہیں۔ کسی میں ہے پندرہ سو تھے۔ کسی میں ہے آٹھ سو تھے۔ کسی میں ہے تین سو سے کچھ زائد تھے۔ کسی میں ہے کہ ستر تھے۔ انگشتانِ مبارک سے پانی ابلنے کا یہ واقعہ ایک عظیم مجمع میں ہوا۔ مگر اسکی روایت صرف حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کر رہے ہیں۔ چاہئے تھا کہ اتنے عظیم مجمع میں سے سبھی لوگ اسے روایت کرتے۔ اس قسم کے سوالات بہت سے معجزات اور واقعات کے سلسلے میں ہو سکتے ہیں۔ اس لئے یہیں ہم اس کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ اولاً حضرت

عہ ایضاً مناقب۔ علامات النبوۃ ج۱ ص۵۰۱، مسلم فضائل ۲۔ ۵۔ ترمذی۔ مناقب ۔ ۶۔ نسائی طہارت۔ ۶۔ دارمی مقدمہ ۵۔ موطا۔ طہارت ۳۲۔ مسند امام احمد۔

ت (۲۷) وَكَانَ عَطَاءٌ لَا يَرَىٰ بِهٖ بَأْسًا اَنْ يُّتَّخَذَ مِنْهَا الْخُيُوْطُ وَالْحِبَالُ ؏ه

عطاء اس میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے کہ انسان کے بال سے دھاگے اور رسیاں بنائی جائیں۔

انس نے یہ معجزہ بیان فرمایا مگر کسی صحابی نے انکار نہیں فرمایا۔ ایسے موقع پر سکوت دلیل تصدیق ہوتا ہے۔ اس لئے کہ صحابۂ کرام سے یہ بعید ہے کہ وہ جھوٹ اور باطل پر سکوت کریں۔ **ثانیاً**۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب صحابۂ کرام ہیں۔ مگر ان میں سے کتنے سے احادیث کی روایت ہے؟۔ ہوسکتا ہے کہ اس مجمع میں جو حضرات شریک تھے ان میں سے صاحب روایت سوائے حضرت انس کے اور کوئی نہ ہو۔ **ثالثاً** بہت سے حضرات کو دیگر اہم مصروفیات کی وجہ سے احادیث روایت کرنے کا موقع کم ملا۔ جیسے حضرات خلفائے راشدین حتی کہ عشرۂ مبشرہ۔ **رابعاً**۔ اصحاب کتب نے جو احادیث اپنی کتابوں میں درج کیں وہ کسی خاص نکتے کو سامنے رکھ کر درج کیں ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس وجہ سے ایسی روایتیں جو دیگر صحابۂ کرام سے اس قسم کے واقعات میں یا کسی بھی واقعے میں مروی ہوئیں۔ کتابوں میں درج ہونے سے رہ گئیں۔ مثلاً امام بخاری کو لیجئے۔ ان کو چھ لاکھ احادیث یاد تھیں۔ جن میں پانچ لاکھ غیر صحیح اور ایک لاکھ صحیح یاد تھیں۔ مگر ان کی کتابوں میں کل دس ہزار احادیث بمشکل ہوں گی۔ **خامساً**۔ حضرت انس کو عمر طویل عطا ہوئی۔ اس لئے کہ ان کا وصال ۹۳ھ میں ہوا۔ اور روایت میں علو سند یعنی رواۃ کی کمی کی بہت اہمیت ہے۔ چونکہ حضرت انس کی مرویات میں علو سند ہے۔ اس لئے ان کو مصنفین نے لیا۔ اور ہوسکتا ہے کہ دوسرے حضرات کی روایت میں یہ علو سند نہ ہو۔ اس لئے ان کو مصنفین نے نہیں لیا۔

**فوائد** دنیا و آخرت کے تمام پانیوں سے افضل وہ مقدس پانی ہے۔ جو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگشتان مبارک سے نکلا۔ حتی کہ زمزم اور آب کوثر سے بھی۔ اس پانی سے صحابۂ کرام نے وضو فرمایا۔ تو ثابت ہوا کہ آب زمزم شریف سے بھی وضو جائز ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ڈول زمزم منگایا اس میں سے کچھ پیا اور وضو فرمایا۔ قاضی عیاض نے فرمایا۔ اس معجزے کو صحابۂ کرام سے کثیر التعداد ثقہ راویوں نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا۔ یہ واقعہ ایک مجمع کثیر میں ہوا تھا۔ کسی سے بھی انکار مروی نہیں۔ یہ دلیل ہے کہ یہ معجزہ بلاشبہ صحیح ہے۔

## تشریح ت (۲۷)

اس تعلیق سے امام بخاری کا مقصود امام شافعی کا رد ہے۔ وہ انسان کے بال کو جسم سے جدا ہونے کے بعد نجس کہتے ہیں۔ حضرت عطاء سے بھی ایک روایت ایسی ہی ہے۔ امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ اگر انسان کا بال ناپاک ہوتا تو اس سے

---

ه اخبار مکہ لمحمد بن اسحٰق الفاکہی

دھاگے اور رسیاں بنانا کیسے جائز ہوتا۔ اور ان سے نفع حاصل کرنا کیسے درست ہوتا۔

احناف کا مذہب یہ ہے۔ کہ انسان کا بال جسم سے جدا ہونے بلکہ انسان کے مرنے کے بعد بھی پاک رہتا ہے۔ نہ صرف انسان بلکہ ہر جانور کا سوائے خنزیر کے۔ اسی طرح ہر وہ چیز جس میں خون نہیں ہوتا۔ جیسے ہڈی، سینگ پٹھے، دانت کھر، اون، پر، وغیرہ امام مالک اون اور پر اور بال کو پاک کہتے ہیں۔ بقیہ کو ناپاک۔ عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری، حماد، داؤد، ان چیزوں کے ساتھ ساتھ ہڈی کو بھی پاک مانتے ہیں۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ ان تمام چیزوں میں زندگی ہوتی ہے۔ اس لئے موت بھی ان میں اثر انداز ہوگی۔ اور موت سے جاندار ناپاک ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ چیزیں بھی ناپاک ہوئیں۔ احناف یہ کہتے ہیں کہ نجس کرنے والی چیز بذاتہ موت نہیں۔ بلکہ دم مسفوح کا رک جانا ہے۔ اس لئے کہ دم مسفوح ناپاک ہے۔ اس لئے جسم کے جن جن حصوں میں رک گیا وہ حصے ناپاک ہوگئے۔ اور جن اجزاء میں خون تھا ہی نہیں۔ ان میں نہ رکا نہ وہ اجزاء ناپاک ہوئے۔

ابراہیم بکری اور ماوردی نے، یہ روایت کی کہ امام مزنی نے کہا کہ امام شافعی نے اس قول سے رجوع کر لیا۔ کہ آدمی کا بال ناپاک ہے۔ اور وہ بھی اس کی طہارت کے قائل ہوگئے۔ ایک قول امام شافعی کا ربیع جیزی سے مروی ہے کہ بال، کھال کے تابع ہے کھال کی نجاست سے ناپاک ہو جاتا ہے۔ اور کھال کی طہارت سے پاک ہو جاتا ہے۔

**فضلات مبارکہ طاہر ہیں** یہاں بحث عام انسانوں کے بال کی تھی۔ مگر بعض شوافع نے، حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی بحث چھیڑ دی۔ سلسلہ یوں پیدا ہوا کہ شوافع پر یہ اعتراض کیا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ اس کے جواب میں یہ کہا گیا کہ معاذ اللہ اس کا بھی یہی حکم ہے۔ حتی کہ ماوردی نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا موئے مبارک اس لئے تقسیم فرمایا تھا کہ لوگ برکت حاصل کریں۔ لیکن برکت حاصل کرنا پاک ہونے پر موقوف نہیں۔ علامہ عینی نے لکھا کہ اس قسم کی بات بہت سے شافعیوں نے کہی ہے۔ بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ چونکہ موئے مبارک بہت تھوڑے ایک دو لئے گئے تھے اس لئے معاف ہیں۔ علامہ عینی نے اس قسم کی باتوں سے بیزاری ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وحاشا شعر النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام من ذلک وکیف قال ھذا وقد قیل بطھارۃ فضلاتہ فضلا عن شعرہ الکریم۔

نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک اس سے برتر ہے۔ قائل نے یہ کیسے کہدیا حالانکہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضلات مبارکہ کو پاک کہا گیا ہے چہ جائیکہ موئے مبارک۔

اس کے بعد فضلات مبارکہ کی طہارت پر استدلال کرتے ہیں فرمایا۔ اس بارے میں بکثرت احادیث وارد ہیں کہ صحابۂ کرام نے جسم اقدس سے نکلے ہوئے مبارک خون کو پیا۔ مثلاً ابوطیبہ حجام اور قریش کے ایک بچے نے اور حضرت عبداللہ بن زبیر نے جیسا کہ بزار، طبرانی، حاکم، بیہقی، ابونعیم نے روایت کیا ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی پیا ہے۔ نیز

ت (۲۸) وَقَالَ الزُّهْرِیُّ اِذَا وَلَغَ فِی اِنَاءٍ لَیْسَ لَهٗ وَضُوْءٌ غَیْرُهٗ یَتَوَضَّاُ بِهٖ

زہری نے کہا جب کتا برتن میں منہ ڈال دے اور اس کے سوا وضو کے لئے پانی نہ ہو تو اسی سے وضو کرے

ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے، بول مبارک پیا۔ جیسا کہ حاکم، دارقطنی، طبرانی، ابونعیم نے روایت کیا ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابورافع کی زوجہ سلمیٰ نے، غسالہ مبارک پیا۔ تو حضور نے فرمایا اللہ نے تیرے بدن کو آگ پر حرام فرما دیا۔ بحث کے اخیر میں حضرت علامہ عینی کی غیرت ایمانی کو جوش آگیا۔ فرماتے ہیں۔

انا نعتقد انه لا یقاس علیه غیره وان قالوا غیر ذلك فاذنی عنه صماء۔ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا اور اگر کوئی اس کے علاوہ کچھ اور کہے تو اسکے سننے سے میرا کان بہرا ہے

فضلات مبارکہ کی طہارت امتی کے اعتبار سے ہے۔ خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں طاہر نہیں۔

**اجزاء انسانی سے انتفاع جائز نہیں** انسان کے بال وغیرہ کی طہارت کے اخاف قائل ہیں۔ مگر انسان کے کسی جزء سے انتفاع کو ناجائز کہتے ہیں۔ مثلاً بال کی رسیاں بٹ کر ان میں جانور باندھا جائے۔ اس میں انسان کی تحقیر ہے۔ فقہاء نے تحریر فرمایا۔ کہ حجامت اور خط بنوانے کے بعد بال ناخن بے حرمتی کی جگہ نہ پھینکے جائیں۔ کہیں دفن کر دیئے جائیں۔

## تشریحات (۲۸) (۲۹)

**سفیان ثوری** ابوعبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق۔ ان کو ثوری اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے اجداد میں ایک شخص ثور، نام کا گزرا ہے۔ یہ کبار تبع تابعین میں سے ہیں۔ اپنے وقت میں جملہ علوم و فنون خصوصاً حدیث و فقہ کے امام تھے۔ یہ ان چھ اصحاب مذہب ائمہ مجتہدین میں سے ہیں جن کے مذہب کا اتباع کیا گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے مذہب پر تھے[1]۔ بہت عابد، زاہد، مرتاض بزرگ تھے۔ ان کی جلالت قدر، ان کا وفور علم، ان کی دین میں پختگی، ان کا تفقہ۔ ان کا ثقہ ہونا متفق علیہ ہے۔ ان کے تلمیذ حضرت سفیان بن عیینہ نے بیان کیا۔ کہ ایک بار ہمیں صبح کا کھانا اور عمدہ دودھ پلایا۔ اس کے بعد فرمایا۔ چلو دو رکعت شکریئے میں نماز پڑھیں۔ ابن وکیع بھی تھے انھوں نے کہا اگر ہمیں حلواء بادام کھلاتے تو تراویح پڑھے کو کہتے[2]۔ سلطان وقت مہدی نے انھیں بھی حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عہدۂ قضاء سپرد کرنے کو بلایا۔ یہ بھاگ گئے۔ مہدی کے کارندے ہمیشہ انھیں تلاش کرتے رہے بالآخر بدقت تلاش کر کے مہدی کے پاس لائے۔ مہدی نے عہدۂ قضا کا پروانہ لکھ کر دیا۔ یہ پروانہ لے کر دربار سے نکلے اور باہر آکر اسے دریائے دجلہ میں پھینک دیا اور غائب ہو گئے ہر چند تلاش کی گئی مگر نہیں ملے[3]۔ اسی حالت غیبوبت ۱۶۱ھ میں

---

[1] وفیات الاعیان ص۳۸۶، جلد دوم [2] ایضاً، [3] ایضاً ص۳۹،

ت (۲۱۶) وَقَالَ سُفْيَانُ هٰذَا الْفِقْهُ بِعَيْنِهٖ لِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا

اور سفیان ثوری نے کہا اور یہی قرآن مجید سے سمجھ میں آتا ہے اللہ عزوجل کے اس ارشاد سے کہ فرمایا پھر پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو۔

بصرہ میں وفات پائی۔ رات میں عشاء کے وقت دفن ہوئے۔ ان کی پیدائش ۹۵ھ یا ۹۶ھ یا ۹۷ھ میں ہوئی تھی۔ کوفے کے باشندے تھے۔ حضرت امام اعظم کے معاصرین میں سے ہیں۔ ابن عاصم نے کہا کہ یہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا میں نے گیارہ سو مشائخ سے حدیثیں لکھیں مگر ان میں سفیان سے افضل کوئی نہ تھا۔ یہ حدیث میں تدلیس کرتے تھے۔

**توضیح باب** یہاں امام بخاری نے باب کے تین اجزاء کئے ہیں۔ ایک جسم سے جدا ہونے کے بعد انسان کے بال کا حکم، دوسرے کتوں کے جھوٹے کا حکم، تیسرے انکے مسجد میں گزرنے کا حکم، اس تیسرے جزء کا حاصل یہ ہوا کہ کتے کا بال جسم سے جدا ہونے کے بعد نیز اس کا جسم پاک ہے یا ناپاک؟۔

**مناسبت** ان تینوں مسائل کو وضوء سے یہ مناسبت ہے کہ اگر انسان یا کتے کا بال پانی میں گر جائے یا کتا پانی میں منھ ڈال دے تو پانی پاک ہے یا ناپاک اس سے وضو درست ہے یا نہیں۔ اسکے پہلے باب یہ تھا کہ جب نماز کا وقت آجائے اور پانی نہ ہو تو پانی تلاش کیا جائے۔ اگر وضو کرنے کے قابل پانی مل جائے تو وضو کر کے نماز پڑھی جائے۔ اس باب میں کچھ ایسی چیزیں بیان کیں جن کی طہارت اور نجاست کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے اگر یہ چیزیں پانی میں پڑ جائیں تو وہی اختلاف پانی میں بھی ہوگا۔ تلاش کے بعد اگر ایسا پانی ملا جس میں ان تین چیزوں میں کوئی ایک یا دو یا تینوں پڑی ہوں تو کیا حکم ہوگا جو لوگ طہارت کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک اس پانی کے ہوتے ہوئے تیمم درست نہ ہوگا۔ جو نجاست کے قائل ہیں ان کے نزدیک تیمم کرنا ضروری ہوگا

**غایت باب** ظاہر ہے کہ جب ان چیزوں کی طہارت و نجاست میں اختلاف ہے تو اس کا بیان کرنا ضروری تھا۔ تاکہ ناظرین کو امام بخاری کی رائے معلوم ہو جائے۔ اگرچہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں امام بخاری کی رائے واضح طور پر ظاہر نہ ہو سکی۔ انسان کے بال کے سلسلے میں تو ظاہر ہو گیا کہ وہ اس کی طہارت کے قائل ہیں۔ مگر کتے اور کتے کے جھوٹے کے بارے میں بات صاف نہیں ہوئی۔ اس باب سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی رائے یہ ہے کہ کتا اور اس کا جھوٹا پاک ہے۔ ورنہ اس باب کے تینوں اجزاء میں مناسبت نہیں رہے گی اس لئے کہ وہ انسان کے بال کو پاک مانتے ہیں۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ وہ کتے کو اور اس کے جھوٹے کو ناپاک مانتے ہیں تو انتہائی بے تکی بات ہوگی۔ نیز حضرت زہری کے قول کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ وہ بالکل بے محل ہوگا اس لئے کہ ان کے قول سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کتے کا جھوٹا پاک مانتے ہیں۔ غرضکہ یہ باب ظاہر کر رہا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک کتا اور اس کا لعاب پاک ہے۔ اور اس کے بعد باب باندھا کہ جب کتا برتن میں منھ ڈال دے۔ اس کے تحت یہ حدیث لائے کہ اس صورت میں برتن کو سات بار دھوئیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ کتے کے لعاب کو ناپاک مانتے ہیں۔ اس لئے کتے کے لعاب کے بارے میں ان کی قطعی رائے کیا ہے وہ مشتبہ رہ گئی۔ ہماری اس تقریر سے صاحب فیض الباری کا یہ ادعا بھی ساقط ہو گیا کہ امام بخاری کتے کے جھوٹے کو ناپاک مانتے ہیں۔ اور مصنف ایضاح البخاری کا

وَھٰذَا مَاءٌ وَفِی النَّفْسِ مِنْهُ شَیْءٌ یَتَوَضَّأُ بِهٖ وَیَتَیَمَّمُ ؏ھ

اور یہ پانی ہے۔ اور اس سے دل میں کچھ کھٹک ہے۔ اس پانی سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے۔

(۱۲۶) حدیث۔ التبرک بشعر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ قُلْتُ لِعَبِیْدَةَ عِنْدَنَا مِنْ شَعْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت محمد بن سیرین نے عبیدہ سے کہا ہمارے پاس نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک ہیں۔

یہ دعویٰ بھی باطل ہوگیا کہ امام بخاری کتے کے لعاب کو پاک مانتے۔

ہاں کتے کے بال اور کتے کے جسم کے بارے میں البتہ یہ بات ظاہر ہے کہ امام بخاری کے نزدیک یہ دونوں پاک ہیں جیسا کہ احناف اور جمہور کا مذہب ہے۔ برخلاف امام شافعی کے کہ وہ ہر جانور کا بال جو جسم سے جدا ہو جائے ناپاک مانتے ہیں۔ امام مالک کتے کے جھوٹے کو پاک مانتے ہیں۔

اس تعلیق سے معلوم ہوا کہ حضرت امام زہری کے نزدیک کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ اور حضرت سفیان ثوری کے نزدیک مشکوک ہے اگرچہ آیۂ کریمہ "فلم تجدوا ماء فتیمموا" سے ان کا استدلال یہ تبار ہا ہے کہ وہ بھی کتے کے جھوٹے کو پاک مانتے ہیں۔ اسلئے کہ اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں ماء سے مراد پاک پانی ہے۔ اسلئے اس آیت سے کتے کے جھوٹے سے وضو درست ہونے پر استدلال اسی وقت درست ہوگا جب کہ وہ اسے پاک مانیں۔ لیکن بعد میں چونکہ تشریح کردی کہ اس پانی کے بارے میں مجھے تردد ہے۔ اس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ سفیان ثوری اسے مشکوک مانتے ہیں۔

## تشریحات (۱۲۶) (۱۲۷)

**عَبِیْدَہ** بن عمرو، یا قیس بن عمرو سلمانی مرادی کوفی جلیل القدر تابعی ہیں۔ ان کو زمانۂ جاہلیت بھی ملا۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال سے دو سال پہلے ایمان لائے۔ مگر زیارت نہ کرسکے۔ علم و فضل میں قاضی شریح کے ہم پلہ تھے۔ جب قاضی شریح کو کوئی اشکال پیش آتا تو ان کو لکھتے ۷۲ھ یا ۷۳ھ میں وصال ہوا۔

**ابوطلحہ انصاری** رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کا نام نامی، زید بن سہل بن الاسود نجاری ہے۔ یہ ان منتخب روزگار افراد میں سے ہیں جو بیعت عقبہ سے لے کر تمام مشاہد میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔ مخصوص و معتمد اصحاب میں سے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے عقد کرلیا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

ھ مصنف ولید بن مسلم۔

أَصَبْنَاهُ مِنْ قِبَلِ أَنَسٍ أَوْ مِنْ قِبَلِ أَهْلِ أَنَسٍ فَقَالَ لَأَنْ تَكُونَ عِنْدِي شَعَرَةٌ

جسے ہم نے حضرت انس یا حضرت انس کے اہل سے حاصل کیا ہے۔ عبیدہ نے کہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک

مِنْهُ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا

بال میرے پاس ہو یہ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔

کے عہد خلافت میں مدینے ہی میں وصال فرمایا۔ حضرت عثمان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ سن وصال ۳۲ھ ہے۔

**تکمیل** حجۃ الوداع میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب، رمی جمرہ اور قربانی سے فارغ ہوئے تو حلّاق کو بلایا۔ اور پہلے داہنی طرف منڈوایا۔ اور حضرت ابوطلحہ کو بلاکر عطا فرمایا۔ اور فرمایا اسے لوگوں میں تقسیم کر دو انھوں نے ایک ایک دو دو بال تقسیم کر دیئے۔ پھر بائیں جانب منڈوا کر انھیں کو عنایت فرمایا۔ انھوں نے اپنی زوجہ حضرت ام سلیم کو دیا۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انھیں خوشبو میں رکھنا۔[1]

حلّاق کون تھے اس میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ معمر بن عبداللہ تھے یہی صحیح ہے جیسا کہ امام بخاری نے خود ذکر فرمایا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ خراش بن امیہ تھے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ انھوں نے حدیبیہ کے موقع پر سر اقدس مونڈا تھا۔

(۱) چونکہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر پرورش تھے، حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی والدہ تھیں ان حضرات سے موئے مبارک حضرت انس کو ملا۔ اور ان سے حضرت محمد بن سیرین کو۔ اس تعلق کی بنا پر انکے والد سیرین حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔

(۲) حضرت امام بخاری کا مقصود اس حدیث کے لانے سے یہ ہے۔ کہ ان احادیث سے ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک سر اقدس سے جدا ہونے کے بعد بھی پاک ہیں۔ اگر وہ پاک نہ ہوتے تو نہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں حضرت ابوطلحہ کو دیدیتے اور نہ تقسیم کرنے کو فرماتے۔ اور نہ صحابہ بطور تبرک رکھتے اور نہ عَبِیدَہ یہ تمنا کرتے کہ ایک موئے مبارک میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔ جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک پاک تو تمام انسان کے بھی بال پاک ہیں

**مسائل** (۱) حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کو بطور تبرک رکھنا ان سے برکت حاصل کرنا درست ہے۔ اس حدیث کے علاوہ دوسری روایتیں اس سلسلے میں بکثرت ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ موئے مبارک اپنی ٹوپی میں رکھتے تھے۔ اس ٹوپی کو پہن کر لڑائی میں جاتے اور اس سے مدد طلب کرتے۔ جنگ یمامہ میں یہ کلاہ مبارک

[1] مسلم۔ باب السنۃ یوم النحر ان یرمی ثم ینحر ثم یحلق ص۴۲۱ صحیح ابوعوانہ و مسند امام احمد۔

## (۱۲۷) حدیث ۔ ایضاً

عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ، عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا حَلَقَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب (حجۃ الوداع میں)

رَاْسَہٗ کَانَ اَبُوْطَلْحَۃَ اَوَّلَ مَنْ اَخَذَ مِنْ شَعْرِہٖ

سر اقدس منڈوایا تو ابوطلحہ ہی پہلے وہ شخص ہیں جنھوں موئے مبارک لیا۔

## (۱۲۹) حدیث ۔ اذا شرب الکلب فی الاناء

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

گر گئی ۔ اس پر حضرت خالد نے بہت سخت حملہ کر دیا۔ جس میں کئی صاحب شہید ہو گئے۔ اتنا سخت حملہ ان کے ساتھیوں کو ناپسند ہوا۔ اس پر حضرت سیف اللہ نے فرمایا۔ میں نے اتنا سخت حملہ ٹوپی کی قیمت کی وجہ سے نہیں کیا ہے بلکہ اس میں موئے مبارک تھے مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ کہیں مشرکین کے ہاتھ نہ لگے [۱] (۲) موئے مبارک کی طرح جن چیزوں کو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت ہو ان کو بھی بطور تبرک رکھنا ان سے برکت حاصل کرنا درست ہے (۳) علماء اور مشائخ نائبان رسول ہیں۔ اس لئے ان کے بال، لباس وغیرہ متعلق اشیاء سے برکت حاصل کرنا درست ہے (۴) مردوں کو سر کا منڈانا سنت یا کم از کم مستحب ہے (۵) احرام سے باہر آنے کے لئے سر منڈانا بہ نسبت بال کتروانے کے افضل ہے (۶) اپنے دوستوں، خادموں کو عطیات دینا سنت ہے (۷) ایسے عطیات میں برابری ضروری نہیں (۸) جو شخص تقسیم کرے اسے زیادہ دیا جا سکتا ہے (۹) سر منڈانے یا کتروانے میں سنت یہی ہے کہ داہنی طرف سے پہلے صاف کرائے۔ یہی احناف کا مذہب مختار ہے جیسا کہ شامی وغیرہ میں ہے [۲]

## تشریحات (۱۲۸)

**تکمیل** مسلم وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے طرق سے بجائے "یشرب" کے "یلغ" ہے۔ اور یہی حضرت ابوہریرہ کے جمہور تلامذہ سے مروی ہے۔ شَرِبَ کی روایت پر یہ اعتراض بھی پڑتا ہے۔ کہ شرب، فی کے ساتھ متعدی نہیں ہوتا بلا واسطہ حرف جر متعدی ہوتا ہے۔ علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا کہ چونکہ شرب یہاں ولغ کے معنی کو متضمن ہے۔ اسلئے اس کا فی کے ساتھ تعدیہ درست ہے۔ شرب کے معنی محض پینا ہے۔ اور ولغ کے معنی برتن میں منہ ڈال کر زبان سے پینا ہے۔ یہ کتوں

---

[۱] عینی جلد سوم ص۳۰، [۲] جلد دوم ص۴۸۲۔

اور درندوں کے ساتھ خاص ہے۔ مسلم میں پوری حدیث یہ ہے:۔ جب کتا تمھارے برتن سے پی لے تو اس کی پاکی اسے سات بار دھونا ہے اور پہلی بار مٹی سے۔ اور بلی منھ ڈال دے تو صرف ایک بار دھونا ہے۔ علاوہ مسلم کے یہ تفصیل ابو داؤد اور ترمذی میں بھی ہے۔ امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا اور امام ابو داؤد نے کہا کہ یہاں "بلی" کا ذکر موقوف ہے۔

(۱) یہ حدیث احناف اور جمہور کی مستدل ہے کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے۔ اگر ناپاک نہ ہوتا تو ایسے برتن کو دھونے کا وہ بھی سات بار حکم نہ ہوتا۔ اس کا جواب کچھ لوگوں نے یہ دیا کہ یہ دھونا نظافت کے بطور ہے۔ لیکن جو احادیث کی روح سمجھتے ہیں وہ اپنی حس سلیم سے یقین کریں گے کہ اس برتن کے دھونے کا حکم نظافت کے بطور نہیں۔ ناپاکی دور کرنے کے لئے ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ اس کے علاوہ مسلم شریف کی یہ روایت کہ فرمایا:۔

طھور اناء احدکم اذا ولغ الکلب فیہ ان یغسلہ سبع مرات [1] — جب کتا تمھارے برتن میں منھ ڈال دے تو اس کی پاکی سات بار دھونا ہے۔

یہ نص صریح ہے اس پر کہ کتا برتن میں منھ ڈال دے تو برتن ناپاک ہو جاتا ہے۔ اس سے ثابت کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے نیز مسلم میں انھیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت یہ ہے۔ کہ اگر کتا برتن میں منھ ڈال دے تو برتن میں جو کچھ ہو اسے گرا دو۔ کتے کے منھ ڈالنے کے بعد بھی اگر وہ پاک ہوتا تو اس کا پھینکنا اضاعت مال ہوتا جو حرام ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ وہ ناپاک ہو گیا۔ اس کا عموم اس کی دلیل ہے کہ ہر کتے کا جھوٹا ناپاک ہے۔ خواہ وہ پالتو ہو یا چھٹا ہوا۔ شکاری ہو یا غیر شکاری۔ شہری ہو یا دیہاتی۔ جنگلی ہو یا اہلی۔ مالکیوں کے اس بارے میں چار مذہب ہیں۔ کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ ناپاک ہے۔ مطلقاً۔ بضرورت جو پالا گیا ہو اس کا جھوٹا پاک ہے بقیہ کا ناپاک۔ شہری کا پاک۔ جنگلی دیہاتی کا ناپاک۔

(۲) خطابی نے کہا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کتے کی زبان ناپاک ہے۔ جب زبان ناپاک جو اس کا جزء ہے تو اس کے بدن کے تمام اجزاء زبان کی طرح ناپاک ہیں۔ اس لئے کتے کے بدن کا کوئی جزء کسی چیز سے چھو جائے تو وہ ناپاک ہو جائے گی۔ **اقول**:۔ اس حدیث سے ثابت یہ ہوا کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے۔ اور جھوٹے کی نجاست اس کے لعاب کے ناپاک ہونے کی وجہ سے ہے لعاب زبان ہی کے ذریعہ باہر آتا ہے اس لئے لعاب لگنے کی وجہ سے زبان ناپاک ہوئی۔ زبان بذاتہ ناپاک نہیں۔ جسم کی کسی رطوبت کے ناپاک ہونے سے جسم کے عین کا نجس ہونا لازم نہیں۔ زیادہ سے زیادہ وہ حصہ جہاں نجاست ہے ناپاک ہوگا۔ جیسے پیشاب نجس ہے۔ اس کی نجاست سے مثانہ و قضیب بھی ناپاک ہوتے ہیں۔ تو کیا مثانے اور قضیب کے پیشاب سے نجس ہو جانے کو پورے جسم کی

---

[1] جلد اول ص ۱۳۲

قَالَ اِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِيْ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ

جب کتا تمہارے برتن میں پی لے تو اسے

نجاست پر دلیل بنایا جاسکتا ہے؟ اگر نہیں اور ضرور نہیں تو لعاب لگنے سے کتے کی زبان کے نجس ہو جانے پورے جسم کے نجس ہونے کو دلیل بنانا کیسے درست ہے۔

(۳) کرمانی نے کہا چونکہ کتا نجس العین ہے۔ اس لئے اس کا بیچنا خریدنا جائز نہیں۔ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے:۔

نهى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن ثمن الكلب ومهر البغي وحلوان الكاهن۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور زنا کے معاوضہ اور کاہن کی اجرت سے منع فرمایا۔

دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا:۔

ان ثمن الكلب من السحت۔

کتے کی قیمت مال حرام ہے۔

علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا۔ کہ چونکہ کتے سے شرعاً انتفاع جائز ہے۔ گھر، مویشی، کھیت کی حفاظت کا کام اس سے لینا جائز ہے، شکار کرنا جائز ہے تو اس کی بیع بھی درست ہے۔ شکار کی اجازت قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ارشاد فرمایا:۔

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ۔ مائدہ رکوع ۱(۴)

اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سدھالیا اور انھیں شکار پر چھوڑ دیا۔

حفاظت کے لئے یا شکار کے لئے پالنے کی اجازت متعدد احادیث میں بھی وارد ہے۔ یہ ارشاد ابتداء کا ہے۔ جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطلقاً کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا تھا۔ جیسا کہ مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتوں کے مار ڈالنے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ اگر کسی عورت کے ساتھ دیہات سے کوئی کتا آتا تو ہم اسے بھی قتل کر دیتے بعد میں گھر، کھیت، مویشی کی حفاظت کے لئے کتے پالنے کی اجازت ملی تو ان کا استثناء کر دیا گیا۔ **اقول**:۔ علامہ کرمانی کے استدلال کی بنیاد اس پر ہے کہ کتا نجس العین ہے۔ اور ہمیں یہی تسلیم نہیں۔ اس لئے ان کا استدلال ساقط۔

(۴) میں نے علماء سے سنا ہے کہ موجودہ دور میں خوردبین سے یہ معلوم ہوا کہ کتے کے لعاب میں مضر جراثیم ہوتے ہیں۔ جو پانی میں ملکر برتن سے چپک جاتے ہیں۔ تجربے سے ثابت ہوا کہ بغیر سات بار دھوئے ہوئے دور نہیں ہوتے۔ چھ بار بھی دھو کر دیکھا تو یہ جراثیم موجود تھے۔ اسی حدیث کی بنا پر امریکے کا ایک ڈاکٹر مشرف باسلام ہوگیا۔ کہ تمام دنیا مادی وسائل کے باوجود صدیوں تک جس کا پتہ نہ چلا سکی وہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی غیب بیں نظروں سے دیکھا اور دنیا کو اس کے ازالے کی ترکیب بھی بتا دی۔ یہ بات اگر صحیح ہے تو سات بار دھونے کا حکم ان جراثیم سے بچنے کے لئے بطور حفظان صحت طبًا ہے۔ یہ تشریعی حکم نہیں۔ حضرات مالکیہ اپنی صفائی میں یہ کہہ سکتے ہیں۔ مگر ہم مسلم شریف کی روایت سے ثابت کر آئے ہیں کہ کتے کے منہ ڈالنے سے برتن میں جو ہوتا ہے وہ ناپاک

## فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا ۔

سات بار دھوئے۔

ہو جاتا ہے۔ تو مطلقاً دھونے کے حکم کو طبی نقطۂ نظر سے نہیں کہہ سکتے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ سات بار عدد کی تعیین طبی نقطۂ نظر سے ہے۔ رہ گیا دھونے کا حکم تو یہ تشریعی ہے۔

تقریباً تمام طرق میں یہی ہے کہ "سات بار" دھونے کا حکم دیا۔ اسی پر شوافع کا عمل ہے۔ احناف طہارت کے لئے تین بار دھونا کافی سمجھتے ہیں البتہ سات بار دھونے کو مستحب۔

احناف کی دلیل اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ ہے۔ جسے دارقطنی نے بروایت حسن روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا۔

اذا ولغ الکلب فی الاناء فاھرقه ثم اغسله ثلث مرات۔ جب کتا برتن میں منھ ڈال دے تو اسے پھینک دو۔ اور برتن تین بار دھوؤ۔

امام طحاوی نے یہ فتویٰ نقل کرنے کے بعد فرمایا۔ کہ اپنی مروی حدیث کے خلاف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتویٰ دینا اس کی دلیل ہے کہ انھیں اس حدیث کے منسوخ ہونے کا علم ہو گیا تھا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ وہ حدیث کے خلاف فتویٰ دیکر عادل نہ رہے۔ اس طرح ان کی تمام مرویات ناقابل اعتبار ہو جائیں گی۔ اور یہ احتمال کہ یہ فتویٰ دیتے وقت انھیں حدیث مذکور یاد نہ رہی ہو۔ انکے اس ارشاد سے باطل کہ فرمایا پھر میں کچھ نہیں بھولا۔ علاوہ ازیں ابن عدی نے کامل میں بطریق کرابیسی تین بار دھونے کی روایت مرفوعاً کی ہے۔ جس میں تصریح ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کتا برتن میں منھ ڈال دے تو اسے گرا دو۔ اور برتن تین بار دھوؤ۔ اس سے حضرت ابو ہریرہ کے فتویٰ کی توثیق ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں تین بار اور سات بار دھونے کی روایتوں میں تطبیق کی صرف یہی صورت ہے کہ تین بار دھونے کو واجب قرار دیا جائے اور سات بار کو مبالغہ پر۔ اور اگر سات بار دھونے کو واجب قرار دیں تو تین بار والی حدیث متروک ہو جائے گی۔ کرابیسی پر کچھ جو جیں کی گئی ہیں۔ ان سب کے علامہ عینی نے شافی جوابات دیدیئے ہیں۔ علاوہ ازیں امام طحاوی نے ایک اور معارضہ پیش فرمایا ہے۔ کہ مسلم شریف وغیرہ صحاح میں عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ ہے۔

وعفروه الثامنة بالتراب[1] آٹھویں بار مٹی سے مانجو۔

جو جواب وہ اس کا دیں گے وہی جواب ہمارا ہوگا۔

---

عہ مسلم، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ نے کتاب الطہارۃ میں موطا [1] جلد اول صفحہ ۔

## (۱۲۹) حدیث۔ ان رجلا رأی کلبا یاکل الثری

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ ایک شخص نے ایک

رَجُلًا رَأَی کَلْبًا یَاْکُلُ الثَّرٰی مِنَ الْعَطَشِ فَاَخَذَ الرَّجُلُ خُفَّهٗ فَجَعَلَ یَغْرِفُ لَهٗ

کتے کو دیکھا کہ پیاس کی وجہ سے گیلی مٹی چاٹ رہا ہے تو اس شخص نے اپنے موزے کو لیا (اسمیں پانی بھر کر) اس کتے کے منہ

جناب مولانا انور شاہ کشمیری نے فیض الباری میں فرمایا۔ کہ سات بار دھونے کا حکم ابتداء میں اس وقت تھا جب مطلقاً کتوں کو مار ڈالنے کا حکم تھا پھر جب اس میں تخفیف ہوئی اور شکاری و محافظ کتوں کو پالنے کی اجازت دی گئی تو کتے کے جھوٹے برتن کے دھونے کے حکم میں بھی تخفیف کر کے بجائے سات کے تین بار کر دیا۔

مگر اس توجیہ کو مسلم کی وہ حدیث رد کر رہی ہے۔ جو عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا۔

امر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ بقتل الکلاب ثم رخص فی کلب الصید وکلب الغنم وقال اذا ولغ الکلب فی الاناء فاغسلوہ سبع مرات وعفروہ الثامنۃ بالتراب[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتوں کے مار ڈالنے کا حکم دیا۔ پھر شکاری اور مویشی کے کتے کی اجازت دی اور فرمایا جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات بار دھوؤ۔ اور آٹھویں بار مٹی سے مانجو

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سات بار دھونے کا حکم اس وقت بھی دیا جب شکاری اور محافظ کتے پالنے کی اجازت دی۔

## تشریحات (۱۲۹)

**تکمیل** بخاری کے دوسرے ابواب میں یہ حدیث یوں ہے۔ ایک شخص کہیں جا رہا تھا۔ اسے سخت پیاس لگی تو یہ ایک کنویں میں اترا۔ اور اس کا پانی پیا۔ نکلا تو دیکھا ایک کتا سخت پیاس کی وجہ سے ہانپ رہا ہے اور نم مٹی چاٹ رہا ہے۔ اس شخص نے (اپنے جی میں) کہا۔ جس حال کو میں پہنچ گیا تھا یہ بھی اسی حال کو پہنچ گیا ہے۔ پھر کنویں میں اترا۔ اور اپنے موزے کو پانی سے بھر کر منہ میں دبالیا۔ اور چڑھ کر باہر آیا۔ اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ عزوجل نے اسے قبول فرمالیا اسے بخش دیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! کیا جانوروں کے ساتھ نیکی کرنے میں ثواب ہے۔ فرمایا ہر تر جگر (والے) میں اجر ہے۔ کتاب الانبیاء ذکر بنی اسرائیل میں ہے کہ یہ بنی اسرائیل کی ایک بدکار زناکار عورت کا واقعہ ہے۔

---

[1] جلد اول ص۱۲۔ نسائی ص۲۲، ابو داؤد مصری ص۱۲۔

بِهٖ حَتّٰی اَرْوَاهُ فَشَکَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَاَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ ؏ھ

چلو سے ڈالتا رہا۔ یہاں تک کہ کتے کو سیراب کر دیا۔ اللہ عزوجل نے اسے قبول فرمالیا۔ اور اسے جنت میں داخل فرما دیا۔

**مطابقت باب** اس حدیث کی باب سے مطابقت میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا گیا ہے کہ اس شخص نے موزے سے کتے کو پانی پلایا۔ اس کی ظاہر صورت یہی ہوگی کہ کتے کے سامنے پانی سے بھرا ہوا موزہ رکھا ہوگا کتے نے اس میں منہ ڈال کر پیا ہوگا۔ اگر کتے کا جھوٹا ناپاک مانا جائے تو لازم آئے گا کہ موزے میں بچا ہوا پانی اور موزہ ناپاک ہوگیا۔ یہ تنجیس طاہر ہے جو عاقل سے مستبعد ہے۔ اس پر علامہ عینی اور علامہ ابن حجر دونوں نے یہ تعقب کیا۔ یہ ضروری نہیں کہ اس شخص نے اسی طریقے سے پانی پلایا ہو۔ ہوسکتا ہے اس نے کسی چھوٹے گڑھے میں پانی ڈال دیا ہو جس سے کتے نے پی لیا ہو۔ اس کا بھی امکان ہے کہ موزے یا چلو سے اس کے منہ میں ڈالا ہو اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ کتے نے موزے میں منہ ڈال کر پیا تو یہ کہاں تصریح ہے کہ اس شخص نے بچے ہوئے پانی کو خود استعمال کیا یا پھر موزے کو نہیں دھویا۔ ہوسکتا ہے کہ بچے ہوئے پانی کو پھینک دیا ہو۔ موزے کو دھولیا ہو۔

**اقول** :۔ یہ احتمال دیگر ابواب کی روایت میں نکل سکتا ہے جن میں "فسقی الکلب" ہے۔ مگر یہاں جو لفظ مذکور ہے۔ اس میں یہ احتمال سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتا۔ یہاں تو صاف لفظ "فجعل یغرف له به" ہے یغرف کے معنی چلو میں پانی لینے کے ہیں۔ تو یہ روایت متعین کر رہی ہے کہ اس شخص نے موزے سے چلو میں پانی لے کر کتے کو پلایا۔ باب سے مطابقت کا ایک پہلو جو نکلتا تھا وہ بھی اس روایت میں نہیں۔ اور ایک روایت دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے تو جن روایتوں میں فسقی ہے ان میں بھی متعین کہ یہ پانی پلانا، چلو، کے ذریعہ تھا۔

مولانا فخر الدین شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے ایضاح البخاری میں ثری کا ترجمہ، کنویں کی نم مٹی کیا ہے۔ ثری کو کنویں کی نم مٹی کے ساتھ خاص کرنا غلط ہے۔ علامہ عینی نے لکھا :۔ وھو التراب الندی۔ وقاله الجوھری وصاحب المغرب وفی المحکم الثری التراب وقیل التراب الذی اذا بل یصیر طینا لا نبا، وفی مجمع الغرائب، اصل الثری الندی۔ فتح الباری میں بھی قریب قریب یہی ہے۔ عمدۃ القاری میں تیسرا قول غلط چھپ گیا ہے۔ اذا بل ولم یصر طینا لا نبا ہے۔ انہیں کی جماعت کے ایک فرد نے مصباح اللغات میں۔ ثری کا ترجمہ، نمناک مٹی کیا ہے۔

**مسائل** (۱) اس حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ ہر حیوان کے ساتھ بھلائی موجب اجر ہے۔ بشرطیکہ وہ موذی نہ ہو۔ اس کی تائید اس

---

ھ ایضاً۔ کتاب المساقاۃ فضل سقی الماء ص۳۱۸ ج۱، کتاب المظالم، الابار علی الطرق ص۳۳۱ ج۱، کتاب الادب، رحمۃ الناس والبہائم ص۸۸۸ ج۲۔ کتاب الانبیاء، ماذکر عن بنی اسرائیل ص۴۹۱ ج۱، مسلم کتاب الحیوان، ص۲، ابوداؤد کتاب الجہاد۔

## (۱۳۰) حدیث ۔ کانت الکلاب تقبل وتدبر فی المسجد

حَدَّثَنِیْ حَمْزَةُ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ کَانَتِ الْکِلَابُ تُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِی الْمَسْجِدِ فِیْ

حضرت عبداللہ بن عمر کے صاحبزادے حمزہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں کتے

زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یَکُوْنُوْا یَرُشُّوْنَ شَیْئًا مِنْ ذٰلِكَ ۔ع

مسجد میں آتے جاتے تھے۔ مگر لوگ مسجد میں کہیں پانی نہیں چھڑکتے تھے۔

سے بھی ہوتی ہے کہ فرمایا:۔

الراحمون یرحمهم الرحمٰن ارحموا علیٰ من فی الارض یرحمکم من فی السماء ۔ل

رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے زمین والوں پر رحم کرو آسمان کا مالک تم پر رحم فرمائے گا

(۲) بطور تقابل یہ نکلا کہ بہائم کو ستانا ناجائز وگناہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک عورت نے بلی پکڑ کر باندھ لیا۔ اسے نہ کھانے کو دیا نہ پینے کو۔ وہ تڑپ تڑپ کر مرگئی اس کی وجہ سے وہ جہنم میں گئی۔

(۳) پالتو جانوروں کا بھی نفقہ واجب ہے۔

## تشریحات (۱۳۰)

**تکمیل** ابوداؤد میں پوری حدیث یہ ہے۔ میں نوجوان غیر شادی شدہ تھا۔ مسجد میں سوتا تھا۔ کتے مسجد میں پیشاب کرتے۔ آتے جاتے مگر لوگ مسجد کے کسی حصے پر پانی نہیں چھڑکتے تھے۔

(۱) جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شادی ہوگئی تو پھر وہ گھر سونے لگے۔

(۲) امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ کتے پاک ہیں اور ان کا لعاب بھی پاک ہے۔ اس لئے کہ کتے اگر ناپاک ہوتے تو انھیں مسجد میں کبھی بھی آنے نہیں دیا جاتا۔ نیز کتے جب چلتے ہیں تو زبان منہ سے باہر نکال کر چلتے ہیں۔ اس لئے ان کے منہ سے لعاب کا گرنا غلب ہے۔ اگر ان کا لعاب ناپاک ہوتا تو انھیں مسجد میں نہیں آنے دیا جاتا۔

اتنی بات تو صحیح ہے کہ کتا نجس العین نہیں۔ مگر یہ کہ اس کا لعاب بھی پاک ہے۔ یہ اس حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اولاً یہ ضروری نہیں کہ وہ مسجد میں گزرتے وقت لعاب ضرور ہی ٹپکائیں۔ اور مسجد اصل میں پاک تھی محض شبہ سے ناپاک نہ ہوگی۔ ثانیاً جب حدیث ۱۲۵ سے صراحۃً ثابت ہوگیا کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے تو محض ایک احتمال موہوم سے اس کی طہارت ثابت نہ ہوگی۔ ثالثاً ابوداؤد اسمٰعیل ابونعیم بیہقی کی روایت میں "تقبل وتدبر" کے پہلے "نہ تبول" بھی ہے۔ کیا کوئی صاحب اس کی ہمت کرسکتے ہیں

ع ابوداؤد، کتاب الطہارت، طہور الارض اذا یبست، ص۶۵ مصری، ل مشکوٰۃ ص۴۲۳ بحوالہ ابوداؤد ترمذی،

## (۱۳۱) حدیث۔ صید الکلب

عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی تَعَالٰی عَلَیْہِ قَالَ

عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا تو فرمایا جب تم اپنے

اِذَا اَرْسَلْتَ کَلْبَکَ الْمُعَلَّمَ فَقَتَلَ فَکُلْ وَاِذَا اَکَلَ فَلَا تَاْکُلْ فَاِنَّمَا اَمْسَکَ عَلٰی نَفْسِہٖ

سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑو۔ اور اس نے مار ڈالا تو شکار کھاؤ اور جب خود کھالے تو نہ کھاؤ اس لئے کہ اب معلوم ہوگیا کہ اس نے

کہ کبدیں کے کا پیشاب بھی پاک ہے۔

بات اصل یہ ہے کہ زمین پر اگر نجاست گرے اور وہ سوکھ جائے تو پاک ہوجاتی ہے۔ چونکہ مسجد اقدس کی زمین سوکھ کر پاک ہوجاتی تھی۔ اس لئے اس پر پانی نہیں ڈالتے تھے۔ یہی حدیث اس کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ کتے کا پیشاب بالاتفاق ناپاک ہے۔ اور کتے مسجد میں پیشاب کرتے تھے۔ اگر سوکھنے سے یہ حصہ پاک نہ ہوجاتا تو لازم آئے گا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام مسجد کو ناپاک رہنے دیتے تھے اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ فرمایا۔

زکوٰۃ الارض یبسھا[1] زمین کی پاکی اس کا سوکھنا ہے

مولانا فخر الدین صاحب نے ایضاح البخاری میں اس مضمون کی ایک حدیث ابو داؤد کے حوالہ سے نقل کی ہے طھارۃ الارض یبسھا مجھے یہ حدیث ابو داؤد میں نہیں ملی اگر کوئی صاحب پتہ بتادیں تو مشکور ہوں گا۔

(۲) یہ واقعہ ابتدار کا ہے جب کہ مسجد میں دروازے نہیں تھے۔ اس پر ابو داؤد وغیرہ کی روایت کا یہ اگلا حصہ دلیل ہے۔ جس میں راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نوجوان غیر شادی شدہ تھا۔ مسجد میں سوتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ کتوں کے آنے جانے، پیشاب کرنے کی بات انھیں ایام کی کر رہے ہیں۔ اس لئے بلاشبہ یہ ابتداء کا قصہ ہے۔ علامہ عینی نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ھذا الذی ذکرہ البخاری معلقا لیکن ہمیں اس کا معلق ہونا سمجھ میں نہیں آیا۔ اس لئے کہ خود علامہ عینی نے احمد بن شبیب کو شیخ بخاری تسلیم کیا ہے۔

## تشریحات (۱۳۱)

**حضرت عدی بن حاتم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ عرب کے مشہور و معروف سخی حاتم طائی کے صاحبزادے تھے۔ یہ اور ان کا پورا قبیلہ نصرانی تھا۔ ۹ھ میں ایمان لائے۔ ان کے ایمان لانے کا واقعہ یہ ہے کہ جب ان کے قبیلے پر حملہ ہوا۔ تو یہ بھاگ نکلے۔ اور روم کے کسی

---

[1] ہدایہ۔ مصنف ابن ابی شیبہ و مصنف عبدالرزاق باختلاف اللفظ

قُلْتُ أُرْسِلُ كَلْبِيْ فَأَجِدُ مَعَهُ كَلْبًا اٰخَرَ قَالَ فَلَا تَاْكُلْ فَإِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلٰى كَلْبِكَ

اپنے لئے شکار کیا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ میں اپنے کتے کو چھوڑتا ہوں۔ لیکن کبھی شکار کے پاس دوسرا کتا بھی موجود

شہر میں چلے گئے۔ ان کی بہن گرفتار ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ وہ اخلاق کریمانہ دیکھ کر ایمان سے مشرف ہوئیں۔ پھر اپنے بھائی عدی کے پاس گئیں۔ اور انھیں لوا ئیں اور وہ بھی دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے۔ وصال اقدس کے بعد فتنۂ ردت میں یہ ثابت قدم رہے۔ اور اپنے قبیلے کی زکوٰۃ وصول کر کے حضرت صدیق اکبر کی خدمت میں لا کر پیش کر دیا۔ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت سرگرم حامی تھے۔ تمام مشاجرات میں ان کے ساتھ رہے۔ جمل، صفین سب میں شریک تھے۔ ایک روایت ہے کہ جب حضرت عثمان ذوالنورین شہید ہوئے تو انھوں نے کہا۔ لاینطح فیہ عنز ان اس بارے میں کوئی معمولی بھی لڑائی نہ ہوگی۔ دو مینڈھے بھی نہیں لڑیں گے۔ جنگ جمل میں یہ حضرت علی کے ساتھ تھے اس میں ایک آنکھ جاتی رہی۔ ایک بار حضرت معاویہ کے یہاں گئے تو حضرت معاویہ نے ان سے کہا ھل نطح عنز کیا مینڈھے نے سینگ مارا۔ تو انھوں نے برجستہ کہا نعم التیس الاکبر۔ ہاں بہت بڑے بوک نے۔ اخیر میں کوفہ جا بسے تھے۔ وہیں یا قرقیسا میں مختار بن عبید کذاب کے زمانے میں ایک سو بیس یا ایک سو اسی سال کی عمر پا کر جاں بحق ہوئے۔ ان سے چھیاسٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ تین متفق علیہ ہیں۔ اور دو افراد مسلم سے۔

**تکمیل** عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغیر پر کی تیر کے بارے میں پوچھا تو فرمایا اگر شکار کو اس کی دھار لگے تو کھاؤ اور اگر تیر کا عرض کوٹ لگے تو نہ کھاؤ اس لئے کہ یہ وقیذ ہے یعنی جسے لاٹھی وغیرہ سے مار ڈالا جائے۔ حضرت عدی کہتے ہیں کہ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم لوگ کتوں سے شکار کرتے ہیں۔ فرمایا جب تم اپنے سدھائے ہوئے کتوں کو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑو تو یہ جو شکار پکڑ کر مار ڈالیں اسے کھاؤ۔ اور اگر شکار میں سے کچھ خود کھالیں تو نہ کھاؤ۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ کتے نے اپنے لئے شکار کیا تھا۔ پھر حضرت عدی نے عرض کیا۔ میں اپنے کتے کو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑتا ہوں مگر کبھی شکار کے پاس دوسرا کتا بھی موجود پاتا ہوں یہ نہیں معلوم کہ کس کتے نے شکار کیا ہے۔ فرمایا۔ اب مت کھا۔ تو نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی دوسرے کتے پر نہیں۔

**وجہ مطابقت** امام بخاری نے اس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ اگر ناپاک ہوتا تو یہ بھی ضرور حکم دیتے کہ جہاں لعاب لگا ہے اسے پھینک دو یا دھو لو۔ لیکن یہ استدلال یوں تام نہیں کہ عدم ذکر، ذکر عدم نہیں۔ شکار کے زخم پر خون ضرور لگا ہوتا ہے جو دم مسفوح اور ناپاک ہے۔ اس کے بھی دھونے کا حکم نہیں دیا۔ یہاں عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصود صرف کتے کے شکار کی حلت و حرمت ہے۔ سوال کے مطابق جواب ارشاد فرمایا۔ رہ گئی کتے کے جوٹھے کی نجاست خون کی ناپاکی کی طرح دوسرے دلائل سے ثابت اور معلوم ہے نہ اس کے بارے میں سوال ہے نہ اس سلسلے میں کچھ ارشاد فرمایا۔

## وَلَمْ تُسَمِّ عَلٰی کَلْبٍ اٰخَرَ

پاتا ہوں۔ فرمایا۔ اب مت کھا۔ تو نے بسم اللہ اپنے کتے پر پڑھی ہے نہ کہ دوسرے کتے پر۔

**مسائل** ① جانوروں کی ذکاۃ۔ یعنی کھانے کے لئے پاکی کی دو صورتیں ہیں۔ ایک اختیاری جیسے ذبح، دوسرے اضطراری۔ اس کی ایک صورت شکار ہے۔ خواہ انسان کسی دھار دار آلے، نیزے، تیر، سے وحشی جانور کو اتنا زخمی کر دے کہ وہ مرجائے۔ یا شکاری سدھائے ہوئے جانور اسے زخمی کر کے مار ڈالیں۔ اور ان دونوں صورتوں میں ذبح کا موقع نہ ملے۔ ایسے شکار کھانے حلال ہیں۔ اس کے جواز کی چار شرطیں ہیں۔

اول :۔ شکاری جانور سدھایا ہوا ہو۔ کتے، چیتے، درندوں کے سدھائے جانے کی علامت یہ ہے کہ تین بار شکار کرے اور شکار میں سے کچھ نہ کھائے۔ شکرے، باز، شکاری پرندوں کے سدھائے جانے کی نشانی یہ ہے کہ شکار پر چھوڑنے کے بعد بلانے پر فوراً واپس آجائیں۔

دوم :۔ جانور کو شکار پر چھوڑنے والا مسلمان یا اہل کتاب میں سے ہو۔ مشرک، مجوسی، دہریے، مرتد نے چھوڑا تو حرام۔ جانور نے خود شکار نہ کیا ہو بلکہ اسے شکار پر چھوڑا گیا ہو۔

سوم :۔ ارسال یعنی چھوڑنے کے وقت بسم اللہ پڑھا ہو۔ اور اگر بھول کر بسم اللہ نہیں پڑھا تو حلال ہے۔ اور یاد ہوتے ہوئے قصداً نہیں پڑھا تو حرام۔

چہارم :۔ شکاری جانور نے شکار پکڑنے کے بعد اس میں سے کچھ کھایا نہ ہو۔ اگر ان چار شرطوں میں سے ایک بھی مفقود ہوگی تو شکار حرام ہو جائے گا۔

② حدیث کے اطلاق سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کے کتے کا شکار درست ہے اگرچہ وہ کالا ہو۔

③ عند الضرورت شکار کرنا جائز ہے۔ مثلاً بچنے کے لئے، خود کھانے کے لئے، لہو و لعب کے لئے ممنوع۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ کل لھو المومن باطل الا ثلث۔

④ شکاری جانور کی بیع و شراء جائز ہے۔

تم الجزء الاول ویلیہ الجزء الثانی انشاء اللہ تعالیٰ

---

عہ ایضاً۔ کتاب البیوع تفسیر الشبہات ص ۲۷۶ ج ۱، کتاب الصید والذبائح اذا اکل الکلب الصید اذا غاب عنہ۔ اذا وجد مع الصید کلباً آخر۔ ماجاء فی التصید ص ۸۲۴ ج ۲، مسلم، ابو داؤد، باب الصید،

ت (۲۸)

وَقَالَ عَطَاءٌ فِي مَنْ يَخْرُجُ مِنْ دُبُرِهِ الدُّوْدُ اَوْ مِنْ ذَكَرِهِ

اور عطا نے کہا جس کے پائخانے کے مقام سے کیڑا یا پیشاب کے مقام سے

## تشریحات ت (۲۸)

وضو کے کچھ احکام بیان کرنے کے بعد، کچھ نواقض وضو کا بیان شروع فرمایا:

**ہمارا اور شوافع کا اختلاف** اس پر ہمارا اور شوافع وغیرہ کا اتفاق ہے کہ سبیلین (پیشاب پائخانے کے مقام) سے جو چیز نکلے وہ ناقض وضو ہے۔ خواہ وہ معتاد ہو جیسے پیشاب، پائخانہ یا غیر معتاد جیسے کیڑا، خون، پیپ۔ البتہ اگر پیشاب کے مقام سے ہوا یا کیڑا نکلے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ سبیلین کے علاوہ جسم کے کسی اور حصے سے اگر نجاست نکلے مثلاً خون، پیپ، تو وہ ناقض وضو ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ ہمارے یہاں ناقض وضو ہے بشرطیکہ بہہ کر ایسی جگہ پہنچ جائے جس کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے۔ شوافع کے یہاں ناقض وضو نہیں۔ امام بخاری کا بھی یہی مسلک ہے۔ اسی لئے انھوں نے یہ باب باندھا۔ من لم یر الوضوء الا من المخرجین۔ دلیل میں یہ آیۂ کریمہ نقل فرمائی:

اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ۔ (مائدہ۔۵) یا تم میں سے کوئی قضاء حاجت سے آیا،

**وجہ استدلال** امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ وضو یا تیمم کا حکم اس صورت میں دیا گیا ہے کہ کوئی قضاء حاجت سے آئے۔ قضاء حاجت میں سبیلین سے نجاست نکلتی ہے۔ اسی لئے صرف سبیلین سے خارج شدہ نجاست ناقض ہوگی، تو معلوم ہوا کہ اس کے علاوہ اور کوئی چیز ناقض وضو نہیں۔

**ہمارا جواب** ہمارا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں کوئی کلمۂ حصر نہیں جس سے یہ مستفاد ہو کہ اس کے علاوہ اور کوئی چیز ناقض وضو نہیں۔ یہ آیت دلیل ہے تو صرف اس بات کی کہ پیشاب پائخانہ ناقض وضو ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز ناقض وضو نہیں، اس آیت کی اس پر کوئی دلالت نہیں۔

ثانیاً نیز حصر کا قول خود امام بخاری اور شوافع کے خلاف ہے اس لئے کہ یہ لوگ سبیلین سے غیر معتاد چیز کے نکلنے کو ناقض وضو کہتے ہیں، حالانکہ اس آیت کی غیر معتاد چیزوں پر دلالت نہیں، اس لئے کہ غائط کے عرفی معنی، پائخانے کے ہیں اور ہر پائخانے کے ساتھ پیشاب کا نکلنا لازم ہے تو آیت کی دلالت یہ ہوئی کہ پیشاب اور پائخانہ ناقض وضو ہے۔ اور جب آپ حصر کے قائل ہیں تو مخرجین سے پیشاب پائخانہ کے علاوہ نکلی ہوئی کوئی چیز ناقض وضو نہ ہوئی۔

ثالثاً لازم آئے گا کہ مذی بھی ناقض وضو نہ ہو اس لئے کہ یہ نہ پیشاب ہے نہ پائخانہ۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

## نَحْوُ الْقَمْلَةِ يُعِيْدُ الْوُضُوْءَ

جوئیں کے مثل نکلے وہ وضوء لوٹائے

رابعاً شوافع مس ذکر کو بھی ناقض وضوء مانتے ہیں حالانکہ آیت کے کسی لفظ کی دلالت اس پر نہیں۔ جب آیت میں حصر نہیں تو دوسرے دلائل سے جب غیر سبیلین سے نکلی ہوئی چیزوں کا ناقض وضو ہونا ثابت تو اسے ماننا لازم ہے۔

① ہماری دلیل یہ حدیث ہے جو زیلعی نے کامل ابن عدی کے حوالے سے نقل کی ہے کہ فرمایا:

الوضوء من کل دم سائل — ہر بہنے والے خون سے وضوء ہے۔

② نیز ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی فرمایا:

من اصابه قیئ او رعاف او قلس او مذی فلینصرف ولیتوضأ ولیبن علی صلوته وهو فی ذلك لایتکلم۔ [1]

جس کو قے آئے یا نکسیر پھوٹے یا منہ میں کھانا یا پانی آجائے یا مذی نکلے تو وہ نماز چھوڑ کر وضو کرے اور پچھلی نماز پر بنا کرے اگر اس درمیان بات نہیں کی ہے تو۔

برنبائے تحقیق یہ حدیث مرسل ہے مگر جمہور اور ہمارے یہاں مرسل حجت ہے۔

③ علاوہ ازیں بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سات باتوں سے وضوء لازم ہے۔ پیشاب سے، منہ بھر قے سے، کروٹ پر سونے سے، نماز میں قہقہہ لگانے سے، خون بہنے سے۔

پھر آیت مذکورہ پر جب نظر دقیق ڈالی جاتی ہے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ناقض وضوء نجاست کا نکلنا ہے۔ وضوء توڑنے میں سبیلین کو دخل نہیں، خروج نجاست کو ہے۔ جو نجاست کہیں سے بھی نکلے ناقض ہوگی۔ اور یہی مذہب اکثر صحابہ کرام کا ہے، اکثر فقہا کا ہے کہ سبیلین کے علاوہ بھی اگر کہیں سے خون نکلے تو وہ ناقض وضوء ہے۔ اور جب خون ناقض وضوء ہے تو جو خون سے بھی زیادہ گندی و نجس ہے وہ بدرجۂ اولیٰ ناقض وضوء ہوگی۔ مثلاً پیپ، زرد پانی (پنچا)

**لامستم النساء۔** امام شافعی اس سے ہاتھ سے چھونا مراد لیتے ہیں۔ اُن کے نزدیک عورت کو ہاتھ سے چھونا ناقض وضوء ہے۔ اس پر قیاس کرکے، یہ بھی فرماتے ہیں کہ عضو تناسل چھونے سے بھی وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ علت یہ بتاتے ہیں کہ عورت کو چھونے سے وضوء ٹوٹنے کا سبب یہ ہے کہ عورت کے چھونے سے اسی طرح عضو تناسل چھونے سے بھی شہوت پیدا ہوتی ہے، اور شہوت مذی نکلنے کا سبب ہے اور کبھی سبب مسبب کے قائم مقام کردیا جاتا ہے، جیسے نیند بذاتِ خود ناقض وضوء نہیں مگر یہ ہوا خارج ہونے کا سبب ہے اس لئے اسے ناقض وضوء ٹھہرایا گیا، اور یہی وجہ ہے کہ نیند مطلقاً ناقض وضوء نہیں صرف انھیں

[1] ابن ماجہ ماجاء فی البناء علی الصلوٰۃ ص ۸۷

صورتوں میں ہے جبکہ استرخاء مفاصل ہو۔ اس لئے کہ اس صورت میں ہوا کا نکلنا اغلب ہوتا ہے۔

**احناف کا جواب** احناف یہ کہتے ہیں کہ "لامستم" میں لمس سے مُراد ہاتھ سے چھونا نہیں بلکہ یہ جماع کے معنی میں ہے حضرت فاروق اعظم، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت ابن عباس، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت عطاء، حضرت طاؤس، حضرت حسن بصری، حضرت شعبہ، حضرت ثوری، حضرت شعبی، حضرت اوزاعی، حضرت عبدۃ السلمانی، حضرت عبیدۃ المکی رحمہم اللہ کے نزدیک بھی اس آیت میں لامستم سے جماع مراد ہے۔ خود امام بخاری نے کتاب التفسیر میں اسی کو لکھا جس سے معلوم ہوا کہ ان کا بھی یہی مسلک ہے۔

اس تفسیر کی بناپر لامستم النساء کا تعلق غسل سے ہے اور ظاہر ہے کہ پانی نہ ملنے پر جیسے محدث کے لئے تیمم کافی ہے جنب کے لئے بھی کافی ہے۔

اس تفسیر کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے جن میں مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو چھوتے مگر بغیر وضوء کئے ہوئے نماز ادا فرماتے۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں:۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل امراۃ من نسائہ ثم خرج الی الصلوٰۃ ولم یتوضأ [1]

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج کا بوسہ لیا پھر نماز کے لئے گئے اور وضوء نہیں فرمایا۔

اُم المومنین حضرت صدیقہ ہی سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں:

فقدت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ من الفراش فالتمستہ فوقعت یدی علی باطن قدمہ وھو فی المسجد وھما منصوبتان [2]

ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بستر سے غائب پایا۔ میں نے تلاش کیا میرا ہاتھ حضور کے قدموں پر پڑا دونوں قدم کھڑے تھے۔ حضور مسجد میں تھے۔

نیز انھیں سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں:

ان کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیصلی وانی معترضۃ بین یدیہ اعتراض الجنازۃ حتی اذا اراد ان یوتر مسنی برجلہ۔ [3]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوتے میں اُن کے آگے ایسے لیٹی رہتی جیسے جنازہ رکھا رہتا ہے، جب وتر پڑھنا چاہتے تو مجھے اپنے پاؤں سے چھوتے۔

دوسری روایت میں ہے:

---

[1] ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند امام احمد۔
[2] مسلم مایقال فی الرکوع والسجود ج ۱ ص ۱۹۲۔ ابوداؤد صلاۃ۔ نسائی طہارۃ تطبیق عشرۃ النساء۔ ابن ماجہ اقامۃ۔ مسند امام احمد۔
[3] نسائی کتاب الطہارۃ ص ۳۸۔

حتی اذا اراد ان یسجد غمز رجلی فضممتها الیّ ثم یسجد ۔

جب سجدہ کرنا چاہتے تو میرے پاؤں میں ہاتھ لگاتے تو میں سمیٹ لیتی پھر سجدہ کرتے ۔

ان احادیث اور قرآن مجید میں دفع تعارض کے لئے ضروری ہوا کہ آیۂ کریمہ میں لامستم النساء سے مراد جماع ہی لیا جائے۔ عضو تناسل چھونے سے وضوء کے بارے میں احادیث متعارض ہیں۔ ایک حدیث میں یہ ہے :

اذا مس احدکم ذکرہ فلیتوضأ [1]

جب تم اپنے عضو تناسل کو چھوؤ تو وضوء کرو ۔

اس کے بالمقابل یہ بھی ہے کہ حضرت طلق کہتے ہیں کہ ہم خدمت اقدس میں حاضر تھے ایک دیہاتی آئے اور دریافت کیا۔ وضو کرنے کے بعد اگر کوئی اپنے عضو تناسل کو چھوئے تو کیا فرماتے ہیں ؟ ارشاد فرمایا :۔

ھل ھو الا بضعة منه [2]

یہ جسم ہی کا ایک جزء ہے ۔

ابن ماجہ میں یہ تصریح ہے :۔

لیس فیه الوضوء انما ھو منك

اس میں وضوء نہیں یہ تیرا ایک جزء ہے

جب احادیث متعارض ہیں اور صحابہ کے اقوال بھی متعارض ہیں تو لامحالہ کسی ایک کو قیاس سے ترجیح دیں گے۔ اور قیاس اسی کو چاہتا ہے کہ مس ذکر سے وضوء نہ ٹوٹے، جیسا کہ حضرت طلق کی حدیث میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے کہ فرمایا یہ تیرے جسم کا ایک جزء ہے، تو جس طرح دیگر اعضاء کے چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا اسی طرح عضو تناسل کے بھی چھونے سے وضو نہیں ٹوٹیگا اسکے علاوہ دونوں حدیثوں میں تطبیق کی بھی صورت ہے کہ ذکر مس سے وضوء کا حکم ایسی صورت کے ساتھ خاص ہے جبکہ رطوبت نکلنے کا اندیشہ قوی ہو۔ یا یہ حکم عوام کی عادت چھڑانے کیلئے تغلیظاً دیا ہو لیکن دوسری حدیث کا کوئی محمل نہیں نکل سکتا اسلئے راجح یہی ہے کہ مس ذکر سے وضو نہیں ٹوٹیگا۔

رہ گیا باعتبار سند کسی کو ترجیح دیجائے اس پر عرض یہ ہے کہ دونوں احادیث کی سندوں پر کلام ہے جو بہت طویل ہے، اور کوہ کن کاہ بیار کے مصداق ہے۔ حضرت عطاء نے جو فرمایا یہی ہمارا مسلک ہے کہ سبیلین سے جو چیز بھی نکلے خواہ معتاد ہو خواہ غیر معتاد وضوء ٹوٹ جائے گا جیسے کیڑا پتھری وغیرہ۔

---

[1] ابوداؤد ۔

[2] ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ ۔

## ت (۲۹)

قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِذَا ضَحِكَ فِی الصَّلٰوةِ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، جب نماز میں ہنسے

## تشریحات ت (۲۹)

یہی ہمارا مذہب ہے کہ محض ضحک سے نماز فاسد ہو جاتی ہے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہنسنے کے مراتب تین ہیں۔ تبسم، مسکرانا کہ آواز نہ نکلے۔ ضحک، اس طرح ہنسنا کہ اس کی آواز خود سنے مگر بغل والا نہ سنے۔ قہقہہ، اس طرح ہنسنا کہ کم از کم بغل والا سن لے۔ تبسم سے نہ نماز فاسد ہوتی ہے نہ وضو ٹوٹتا ہے۔ ضحک سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لئے کہ یہ ملحق بالکلام ہے۔ وضو نہیں ٹوٹتا۔ قہقہہ سے نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے اور وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے بشرطیکہ وہ نماز رکوع، سجدے والی ہو۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ ابو الملیح اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک نابینا آتے ہوئے ایک گڑھے میں گر گئے جس پر لوگ ہنس پڑے۔ اس پر حضور نے فرمایا:۔

من ضحك فی الصلوة منكم فليعد الوضوء والصلوة تم میں سے جو نماز میں ہنسا ہو وہ وضو اور نماز کا اعادہ کرے۔

اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حدیث میں من ضحك ہے اور احناف ضحک مفسد نماز مانتے ہیں ناقض وضو نہیں مانتے۔

اقول:۔ اوّلاً ضحک کی تفسیر گزر چکی کہ ہنسنے میں صرف اتنی آواز نکلے کہ خود تو سن لے مگر اغل بغل والے نہ سنیں۔ یہاں صحابہ اتنے زور سے ہنسے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سن لیا تھا، جبکہ حضور امام تھے، تو یہ حقیقت میں قہقہہ تھا۔ قہقہہ پر ضحک کا اطلاق کبھی آتا ہے۔ ثانیاً یہی حدیث مسند امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ان الفاظ کے ساتھ ہے۔

فاستضحك القوم قهقهة فلما انصرف عليه السلام اس پر لوگ قہقہہ مار کر ہنسے۔ جب حضور نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا

قال من كان منكم قهقه فليعد الوضوء والصلوة جسنے قہقہہ لگایا ہو وہ وضو اور نماز کا اعادہ کرے۔

جن صحابی سے یہ روایت ہے وہ حضرت معبد خزاعی ہیں، ان کو شرف صحبت حاصل ہے۔ واقعۂ ہجرت میں انھیں کی ماں ام معبد نے میزبانی کی تھی۔ انھیں حضرت معبد سے حضور نے فرمایا تھا کہ اس بکری کو بلاؤ۔

اس باب میں گیارہ حدیثیں ہیں جن کی تفصیل عینی میں ہے۔ حدیث مذکور میں اگرچہ ضعف ہے مگر تعدد طرق سے مرتبۂ حسن پر پہنچ گئی ہے۔ نیز اس کی مؤید دوسری احادیث بھی ہیں جنکی تعداد گیارہ ہے جنکو علامہ عینی نے اپنی شرح میں تفصیل سے بیان فرمایا۔

اَعَادَ الصَّلٰوۃَ وَلَمْ یُعِدِ الْوُضُوْءَ [1]

تو نماز کا اعادہ کرے اور وضو نہ لوٹائے

ث (۳۰)

وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ اَخَذَ مِنْ شَعْرِہٖ اَوْ اَظْفَارِہٖ [2] اَوْ خَلَعَ خُفَّیْہِ فَلَا وُضُوْءَ عَلَیْہِ [3]

اور حضرت حسن بصری نے فرمایا، اگر کوئی اپنا بال یا ناخن کاٹے یا موزہ اتارے تو اس پر وضو نہیں

اس کے برخلاف شوافع قیاس پر عمل کرتے ہوئے قہقہے کو ناقض وضو نہیں مانتے۔ یہی احناف کا طرۂ امتیاز ہے کہ اگر حدیث ضعیف بھی ہوتی ہے تو اس کے مقابلے میں قیاس کو ترک کرتے ہیں۔ شوافع یہ کہتے ہیں کہ صحابۂ کرام سے یہ بہت مستبعد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں وہ بھی نماز کی حالت میں قہقہہ لگا کر ہنسیں۔ علامہ عینی نے جواب میں فرمایا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اعراب اور منافقین بھی نماز پڑھتے تھے، ہو سکتا ہے یہ قہقہہ انھیں لوگوں نے لگایا ہو۔

چونکہ قہقہے سے وضو ٹوٹنا خلاف قیاس ہے اور جو چیز خلاف قیاس ہوتی ہے وہ اپنے مورد کیساتھ خاص ہوتی ہے۔ چونکہ یہ واقعہ رکوع سجدے والی نماز میں پیش آیا تھا اسلئے صرف رکوع سجدے والی نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹے گا، اگر کوئی نماز کے باہر قہقہہ لگائے یا نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت میں لگائے تو وضو نہیں ٹوٹیگا۔ نماز البتہ فاسد ہو جائیگی۔ اسلئے کہ قہقہہ ملحق بالکلام ہے۔

## تشریحات ث (۳۰)

یہ دو تعلیقیں ہیں جن میں دو مسئلے ہیں۔ مسئلہ اولیٰ:۔ بال یا ناخن کاٹنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، البتہ ابو العالیہ، حکم، حماد اور مجاہد کہتے ہیں کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ابن منذر نے کہا کہ اس پر اجماع ہو گیا کہ یہ ناقض وضو نہیں عطاء، شافعی، نخعی یہ کہتے ہیں کہ پورے وضو کا اعادہ تو نہیں مگر کٹے ہوئے حصے پر پانی بہائے۔

مسئلہ ثانیہ:۔ وضو میں موزوں پر مسح کرنے کے بعد موزے اُتار دئے تو وضو کے اعادہ کی حاجت نہیں۔ صرف پاؤں دھو لینا کافی ہے۔ مگر مکحول، نخعی، ابن ابی لیلیٰ، زہری، اوزاعی، امام احمد، اسحق یہ کہتے ہیں کہ پھر سے وضو کرے۔ امام شافعی کا قول قدیم یہی ہے۔ دوسرا مذہب یہ ہے کہ موزہ اُتارتے ہی پاؤں دھولے، اگر دیر کی تو پھر سے وضو کرے۔

---

[1] بیہقی فی المعرفۃ ابن ابی شیبہ مرفوعا۔ عینی سعید بن منصور۔ دار قطنی مرسلاً و مرفوعًا

[2] سعید بن منصور، و ابن منذر۔

[3] ابن ابی شیبہ،

## ت (۳۱)

وَقَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لَاوُضُوْءَ اِلَّا مِنْ حَدَثٍ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ حدث کے علاوہ اور کسی چیز سے وضو نہیں

## تشریحات ت (۳۱)

کرمانی نے کہا کہ حدث سے مراد وہ چیزیں ہیں جو سبلین سے خارج ہوں۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ لفظ حدث معنی کے اعتبار سے عام ہے۔ ہر ناقض وضو کو شامل ہے۔ مثلاً نیند، جنون، اغماء۔ امام عینی کا مقصد یہ ہے کہ اس میں غیر سبلین سے نکلی ہوئی نجاست بھی داخل ہے۔

اقول:۔ مگر اس پر ایک اشکال یہ ہے کہ متکلم اپنے لفظ کے معنی کو خوب اچھی طرح جانتا ہے اس کی بتائی ہوئی مراد کے خلاف معنی بتانا درست نہیں۔ حدیث گزر چکی جو بخاری کے ص۲۵ پر ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے حضرموت کے ایک شخص نے پوچھا کہ حدث کیا ہے تو فرمایا فساء او ضراط۔ ہوا کا خارج ہونا خواہ بے آواز ہو خواہ آواز کے ساتھ ہو۔

مگر اس اشکال پر ایک کے بجائے دو اشکال ہیں، ایک یہ کہ پھر لازم آئے گا کہ خروج ریح کے علاوہ کوئی چیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ناقض وضو نہ ہو حالانکہ ایسا نہیں۔ دوسرا یہ کہ ابو عبید کی روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ یہ ہیں:۔

لاوضوء الامن حدث او صوت او ریح — حدث یا آواز یا ہوا کے سوا کسی اور چیز سے وضو نہیں۔

حدث سے ان کی تفسیر کی بنا پر جب ہوا کا خارج ہونا مراد ہے تو او صوت او ریح کہنا بے فائدہ ہوگا۔ لامحالہ حدث کے دو معنوں میں سے ایک مراد لینا لازم ہوگا، خارج من السبیلین، یا ہر ناقض وضو۔

حدث سے صرف خارج من السبیلین مراد لینے پر لازم آئے گا کہ نیند، بیہوشی ناقض وضو نہ ہو اور یہ صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مستبعد ہے کہ وہ صحیح احادیث کے خلاف فتویٰ دیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ حدث سے ہر ناقض وضو مراد لیا جائے۔

---

[1] اسماعیل قاضی فی الاحکام۔ ابو عبید فی کتاب الطھور۔

(۳۲) ت

وَيُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

## تشریحات "ت" (۳۲)

**تکمیل** حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ہم غزوۂ ذات الرقاع میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، ایک مشرک نے قسم کھائی کہ کسی صحابی کا خون بہائے بغیر واپس نہ ہونگا۔ یہ لشکرِ اسلام کے پیچھے چلا۔ رات میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک گھاٹی میں اُترے، فرمایا رات کو کون پہرہ دیگا۔ ایک مہاجر عثمان بن یاسر اور ایک انصاری عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پہرہ دینا اپنے ذمے لے لیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کو گھاٹی کے دہانے پر مقرر فرمادیا، انھوں نے باری مقرر کرلی، حضرت عثمان بن یاسر سو گئے اور حضرت عبادہ بن صامت نے نماز شروع کردی وہ مشرک گھات میں تھا اس نے حضرت عبادہ کو تیر مارا، وہ تیر اُن کو لگا، انھوں نے اسے نکال دیا، اس مشرک نے مسلسل تین تیر مارے یہ ہر تیر کو نکال نکال کر پھینکتے رہے اور بدستور نماز میں مشغول رہے۔ نماز پوری کرنے کے بعد حضرت عثمان بن یاسر کو جگایا، وہ مشرک بھاگ گیا، حضرت عثمان نے جب حضرت عبادہ کو لہولہان دیکھا تو کہا، جب پہلا تیر لگا تھا تو اسی وقت مجھے کیوں نہیں جگادیا۔ حضرت عبادہ نے کہا، میں ایک سورہ پڑھ رہا تھا، مجھے یہ بات پسند نہ ہوئی کہ اسے درمیان سے چھوڑ دیتا، بیہقی نے تصریح کی ہے کہ وہ سورۂ کہف پڑھ رہے تھے۔

**امام شافعی کا مذہب اور اُن کی دلیل** امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ سبیلین کے علاوہ اور کہیں سے خون یا نجاست نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ تیروں کے لگنے سے خون بہتا رہا اور حضرت عبادہ نماز پڑھتے رہے اگر سبیلین کے علاوہ کہیں سے خون کا نکلنا ناقض وضو ہوتا تو یہ فوراً نماز توڑ دیتے۔

**احناف کا مذہب اور دلیل** ہمارا مذہب یہ ہے کہ سبیلین کے علاوہ بھی کہیں سے خون یا کوئی نجاست نکلے تو وہ ناقض وضو ہے۔ ہماری دلیل فاطمہ بنت حُبَیش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے جسے اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کی کہ فاطمہ بنت حبیش خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں، عرض کیا یارسول اللہ! مجھے استحاضے کی بیماری ہے کسی وقت خون بند ہی نہیں ہوتا، کیا نماز چھوڑ دوں؟ فرمایا یہ حیض نہیں رگ کا خون ہے۔ جتنے دنوں حیض کی عادت تھی ان کو چھوڑ کر بقیہ دنوں نماز پڑھو۔ ہر نماز کے وقت خون دھولو اور تازہ وضو کرو۔[1]

---

[1] بخاری، ترمذی وغیرہ۔

كَانَ فِي غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ فَرُمِيَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَنَزَفَهُ الدَّمُ

غزوۂ ذات الرقاع میں تھے کہ ایک شخص کو تیر مارا گیا ان کو خون نکل آیا

فَرَكَعَ وَسَجَدَ وَمَضٰى فِي صَلَاتِهٖ[1]

اس کے بعد بھی انھوں نے رکوع اور سجدہ کیا اور نماز پڑھتے رہے

استحاضہ بیماری کا خون ہے۔ یہ حیض نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ناقض وضو فرمایا۔ تو ثابت ہوا کہ جسم کے کسی حصے سے نکلنے والا خون ناقض وضو ہے۔ ہماری مستدل دوسری احادیث ت (۲۸) میں گزر چکیں۔

**امام شافعی کے استدلال کا جواب** اگر حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عالم استغراق میں بدن سے خون نکلنے کے بعد بھی نماز پڑھتے رہنے کو اس کی دلیل بناتے ہیں کہ سبیلین کے علاوہ اور کہیں سے خون نکلنا ناقض وضو نہیں تو لازم کہ یہ بھی کہتے کہ خون پاک ہے۔ اس لئے کہ جب خون نکلا تو بدن اور کپڑے پر بھی کافی مقدار میں لگا ہوگا اور اسی حالت میں نماز پڑھتے رہے تو لازم کہ خون بھی پاک ہے، حالانکہ امام شافعی اسے ناپاک مانتے ہیں۔

یہ کہنا کہ ہو سکتا ہے کہ خون بدن سے اس طرح ابل کر نکلا ہو کہ بدن اور کپڑے پر نہ لگا ہو، محض سخن سازی ہے اوّلاً اگر عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ننگے ہوتے تو اس کی گنجائش تھی۔ ثانیاً تیر بدن میں پیوست نہ ہوتا اُچھل کر دور جا پڑتا تو اس کا احتمال تھا۔ ثالثاً ابتدا میں تو خون اُبلتا ہے مگر بعد میں بہہ کر جسم پر پھیلتا ہے۔ مسلسل تین تیر کے بعد بھی خون اتنے زور سے اُبلے کہ بدن اور کپڑے پر نہ پڑے ممکن نہیں۔

**ایک اشکال کا جواب** اب احناف پر دو اعتراض پڑے ایک یہ کہ خون نکلنے سے وضو بھی ٹوٹ گیا اور کپڑے بھی ناپاک ہو گئے پھر حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے نماز پڑھتے رہے؟ اس کا جواب احناف یہ دیتے ہیں

اولاً حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ استغراق کے عالم میں تھے، نماز میں انھیں جو لذت مل رہی تھی اس نے اس طرف متوجہ نہیں ہونے دیا کہ خون سے کپڑا یا بدن ناپاک ہو گیا اور وضو ٹوٹ گیا۔ استغراق کے عالم میں جو افعال صادر ہوتے ہیں وہ دوسروں کے لئے دلیل نہیں ہوتے۔

ثانیاً اس کا بھی امکان ہے کہ حضرت عبادہ کو اس وقت اس کا علم نہ رہا ہو کہ خون ناپاک اور ناقض وضو ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی یہ بھی مذکور نہیں۔

---

[1] ابن اسحٰق نے مغازی میں، ابن حبان نے صحیح میں، حاکم نے مستدرک میں، ابن خزیمہ نے صحیح میں، امام احمد نے اپنی مسند میں بھی ذکر کیا ہے۔

38

## ت (۳۳)

وَقَالَ الْحَسَنُ مَازَالَ الْمُسْلِمُوْنَ يُصَلُّوْنَ فِيْ جِرَاحَاتِهِمْ

حسن بصری نے کہا کہ مسلمان ہمیشہ اپنے زخموں میں نماز پڑھتے رہے۔

## ت (۳۴)

وَقَالَ طَاؤُسٌ[1] وَمُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ[2] وَعَطَاءٌ[3] وَاَهْلُ الْحِجَازِ

طاؤس، حضرت امام محمد بن علی باقر اور عطاء اور اہل حجاز نے کہا

## تشریحات ت (۳۳)

اولاً اس سے مراد یہ ہے کہ جب زخم سے خون نہ بہتا ہو۔ جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں انھیں امام حسن کا یہ فتوی مذکور ہے کہ وہ خون کو ناقض وضو نہیں جانتے جبتک کہ سائل نہ ہو۔ ثانیاً زخم پر پٹی بندھی ہو تو پھر زخم کی حالت میں نماز پڑھنے میں کیا حرج ہے۔ ثالثاً چلئے مان لیجئے خون بہتا ہی تھا، مگر رکتا نہ تھا جس کی وجہ سے وہ معذور تھے، تو کیا کرتے نماز قضا کر دیتے۔ جیسے مروی ہے کہ حضرت فاروق کو جب زخم لگا تو خون بہہ رہا تھا اسی حالت میں انھوں نے نماز پڑھی، سبب یہی تھا کہ خون رکتا نہ تھا، خون تھمنے کا انتظار کرتے تو نماز قضا ہو جاتی۔

## تشریحات ت (۳۴)

**حضرت طاؤس** ان کا نام ذکوان ہے۔ باپ کا نام کیسان ہے۔ طاؤس لقب ہے اس لئے کہ یہ قرآن مجید بہت عمدہ پڑھتے تھے۔ اصل خطاب طاؤس القراء ہے۔ ابنائے فارس سے ہیں۔ ائمہ تابعین اور اولیاء کاملین میں سے ہیں۔ حضرت مالک بن دینار نے فرمایا، میں نے طاؤس جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔ علم اور عمل دونوں میں اپنے وقت کے سردار تھے، مکے میں وصال فرمایا، سنہ وصال ۱۰۵ھ ہے۔ سنہ ذوالحجہ کو اس وقت وصال ہوا جبکہ یہ مکہ معظمہ حج کے لئے گئے، جنازے میں اتنی بھیڑ تھی کہ جنازہ اٹھانا مشکل ہو گیا یہاں تک کہ پولیس بلانی پڑی۔ ہشام بن عبدالملک مشہور مروانی شہنشاہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ہشام بن عبدالملک ایک بار حج کے لئے گیا تو لوگوں سے کہا کہ کسی صحابی کو بلاؤ۔ لوگوں نے بتایا کہ اب صحابی کوئی نہیں۔ تو اس نے کہا کہ کسی تابعی کو بلاؤ، لوگ امام طاؤس کو بلا لائے۔ یہ جب ہشام کی مجلس میں پہنچے تو ہشام کے فرش کے کنارے جوتے اُتارے اور امیر المومنین کہہ کے سلام نہیں کیا۔ اور نہ اس کی کنیت سے پکارا ہشام کی بغیر اجازت اس کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ ہشام سے مخاطب ہو کے پوچھا اے ہشام تو کیسا ہے؟ اس پر ہشام کو سخت غصہ آیا

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ، [2] فوائد ابی بشر المعروف بابن سمویہ، [3] مصنف عبدالرزاق،

## لَيْسَ فِي الدَّمِ وُضُوءٌ

کہ خون میں وضو نہیں

یہاں تک کہ انھیں قتل کرانے کا ارادہ کرلیا۔ اس پر کسی نے کہا اے امیرالمومنین! اللہ اور اس کے رسول کے حرم میں یہ ممکن نہیں، اب ہشام نے حضرت طاؤس سے پوچھا۔ آخر تم نے ایسا کیوں کیا۔ امام طاؤس نے پوچھا، میں نے کیا کیا، اس پر اور تلملا گیا، اور بولا تم نے میرے فرش کے حاشیئے پر جوتا اُتارا، اور امیرالمومنین کہہ کے سلام نہیں کیا اور کنیت کے ساتھ مجھے خطاب نہیں کیا۔ اور میری اجازت حاصل کئے بغیر میرے برابر بیٹھ گیا اور پھر یوں کہا اے ہشام تو کیسا ہے۔ حضرت طاؤس نے جواب دیا۔ جوتے کی بات یہ ہے کہ میں روزانہ پانچ بار رب العزت تبارک وتعالیٰ کے حضور جوتا اُتارتا ہوں وہ نہ غضب فرماتا نہ عتاب۔ اور امیرالمومنین کے ساتھ سلام اس لئے نہیں کیا کہ ہر مسلمان تجھے امیرالمومنین نہیں مانتا، میں جھوٹ بولتا؟ اور کنیت کی بات یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں انبیاء کرام علیہم السلام کا نام لے کر ان کا تذکرہ کیا ہے مگر اپنے دشمن ابولہب کا کنیت کے ساتھ۔ اور برابر بیٹھنے کی بات یہ ہے کہ میں نے امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث سُنی ہے کہ اگر کسی جہنمی کو دیکھنا چاہو تو اسے دیکھو جو بیٹھا ہو اور لوگ اس کے اردگرد کھڑے ہوں۔

یہ جوابات سُنکر ہشام نے کہا کہ مجھے نصیحت کیجئے تو حضرت طاؤس نے فرمایا کہ میں نے امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا ہے کہ جہنم میں مٹکوں کے برابر سانپ اور خچروں کے برابر بچھو ہیں جو ہر اس حاکم کو ڈسیں گے جو رعایا کے ساتھ انصاف نہیں کرتا۔ یہ فرما کر اُٹھے اور چلے گئے۔ [1]

**حضرت امام محمد بن علی باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما** یہ حضرت امام زین العابدین کے صاحبزادے، ان کے علم وفضل کے وارث، اور گروہ تابعین کے سرخیل ہیں۔ ۳ر صفر ۵۷ھ کو سہ شنبہ کے دن پیدا ہوئے، واقعہ کربلا کے وقت چار یا پانچ سال کے تھے۔ اکمال میں ان کی پیدائش ۵۶ھ لکھی ہے اور عمر ۶۳ سال، اس حساب سے ان کا سنہ وصال کم از کم ۱۱۹ھ ہوتا ہے۔ وصال کی تاریخ کے بارے میں دو قول ہیں۔ ربیع الاول میں وصال ہوا یا ۲۳ر صفر کو [2] آپ کا وصال حمیمہ میں ہوا وہاں سے جنازہ مبارک مدینہ طیبہ لایا گیا، اور اپنے والد امام زین العابدین کے پہلو میں دفن کئے گئے، جہاں حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار پاک ہے۔ یہیں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مدفون ہیں۔ عثمانی سلاطین نے ان تمام حضرات کے مزارات مبارکہ پر ایک قبہ تعمیر کرادیا تھا جسے نجدی درندوں نے ڈھادیا۔ مزارات کھود ڈالے۔

ان کی کنیت ان کے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادق کے نام پر ابوجعفر ہے۔ اور لقب باقر ہے اس لئے کہ ان کا علم

---

[1] وفیات الاعیان جلد دوم صنا۵ . [2] ایضاً جلد چہارم صنا۵۶،

بہت وسیع تھا اور تبقر کے معنی توسع کے ہیں[1]۔ عام طور پر اس لقب کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ بقر کے معنی پھاڑنے کے ہیں۔ اور جبتک کسی چیز پر مکمل قابو نہیں حاصل ہوتا اسے کوئی نہیں پھاڑ سکتا۔ چونکہ حضرت امام باقر زبردست عالم بلکہ اپنے وقت کے علماء ظاہر و باطن کے امام تھے، جملہ علوم ان کے قابو میں تھے اس لئے ان کو باقر کہا جاتا ہے۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ پھاڑنیوالا جس چیز کو پھاڑتا ہے ان کے اندر کے حقائق سے بھی واقف ہوتا ہے اور آپ علوم کے اسرار و دقائق کے ماہر تھے اس لئے باقر لقب پڑا۔ اپنے عہد کے باقی ماندہ صحابہ مثلاً حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اپنے والد ماجد امام زین العابدین وغیرہ سے احادیث سُنیں اور ان سے اجلہ ائمہ محدثین نے روایت کی۔ مثلاً ان کے صاحبزادے امام جعفر صادق، امام اعمش، امام اوزاعی امام ابن جریج، امام اعرج، امام عطاء، امام عمرو بن دینار، امام زہری وغیرہم[2]

رافضیوں کے اعتقاد کے مطابق 'ائمہ اثنا عشریہ' میں سے یہ پانچویں امام ہیں مگر یہ خود رافضیوں سے بیزار تھے۔ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ حضرات شیخین حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سارے صحابہ سے افضل تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ اہل بیت کا ہر فرد ان بزرگوں سے محبت رکھتا تھا۔[3]

حضرت عروہ بن عبد اللہ نے ان سے دریافت کیا کہ چاندی سے تلوار کے مزین کرنے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ ارشاد فرمایا، جائز ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار کو مزین کیا تھا۔ حضرت عروہ نے پوچھا آپ انھیں صدیق کہتے ہیں یہ سُنکر اپنی جگہ سے کودے اور قبلہ کو منھ کیا اور فرمایا، ہاں صدیق ہا صدیق ہیں۔ جو انھیں صدیق نہ کہے تو اللہ اس کی کوئی بات دنیا اور آخرت میں سچی نہ کرے۔ ایک دفعہ جابر جعفی سے کہا اے جابر! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عراق میں کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ لوگ ہمارے محب ہیں۔ اور حضرت ابوبکر و عمر کو برا کہتے ہیں۔ یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ ہم نے ان کو اس کا حکم دیا ہے تم انھیں میرا پیغام پہنچا دو۔ میں ان سے بیزار ہوں۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر مجھکو حکومت ملجائے تو میں انھیں قتل کرکے اللہ عزوجل کی قربت حاصل کروں۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت نہ ملے اگر میں ان دونوں کے لئے دعاء استغفار و رحمت نہ کرتا ہوں۔ اللہ کے دشمن ان دونوں کے مرتبے اور افضلیت سے غافل ہیں، ان سے جاکے کہدو جو ابوبکر و عمر سے بیزار ہے میں اس سے بیزار ہوں۔[4]

علم تفسیر، حدیث، فقہ سب میں یگانۂ عصر تھے۔ ان علوم میں آپ کے محیر العقول ارشادات بے شمار منقول ہیں اسی طرح حکیمانہ مقولے بھی مثلاً سلاح اللئام قبح الکلام۔ کمینوں کا ہتھیار بدکلامی ہے۔ لکل شیئ آفۃ وآفۃ العلم النسیان، ہر شے کی کچھ نہ کچھ آفت ہے اور علم کی آفت نسیان ہے۔ ایاک والکسل والضجر فانھما مفتاح کل خبیثۃ انک اذا کسلت لم تؤد حقا۔

---

[1] وفیات الاعیان جلد ۴ [2] بدایہ ونہایہ جلد ۹ ص ۳۸۹ [3] ایضا [4] البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۳۱۱۔

## ت (۳۵)

وَعَصَرَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بَثْرَۃً فَخَرَجَ مِنْہَا الدَّمُ وَلَمْ یَتَوَضَّأْ[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پھنسی کو دبایا اس میں سے خون نکلا اور وضو نہیں کیا

## ت (۳۶)

وَبَزَقَ ابْنُ اَبِیْ اَوْفٰی دَمًا فَمَضٰی فِیْ صَلَاتِہٖ

حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خون تھوکا اور نماز بدستور پڑھتے رہے

وان ضجرت لم یصبر علی حق۔ سستی اور بے قراری سے بچو۔ یہ دونوں ہر برائی کی کنجی ہیں۔ جب تم سستی کرو گے تو کوئی حق ادا نہ کر پاؤ گے اور جب بے قرار ہو گے تو اپنی حق تلفی پر صبر نہ کر پاؤ گے[2]

حضرت امام بخاری کو اس مسئلے میں جب کوئی حدیث نہیں ملی تو اقوال تابعین کو دلیل میں پیش فرمایا، اس سلسلے کی پوری بحث گزر چکی۔ رہ گئے تابعین کے اقوال تو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تابعی ہیں، انھوں نے فرمایا، تابعین بھی مرد ہیں ہم بھی مرد ہیں۔ وہ ہم سے مزاحمت کرتے ہیں ہم ان سے مزاحمت کرتے ہیں اس لئے اختلاف کے وقت کسی تابعی کا قول احناف کے نزدیک حجت نہیں۔ خصوصاً جبکہ احادیث متعارض ہوں اور اگر کسی صاحب کو ضد ہو کہ تابعین کا قول بھی حجت ہے تو سُنئے۔ کثیر صحابۂ کرام اور اجلۂ تابعین کا یہی مذہب ہے کہ دم سائل سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

## تشریح (۳۵)

**تاویل** اس کی تاویل ہے۔ کہ یہ خون سائل نہ تھا۔ احناف دم سائل کو ناقض مانتے ہیں۔

## تشریح (۳۶)

**حضرت ابن ابی اوفی** رضی اللہ تعالیٰ کا نام علقمہ ہے اور والد ماجد کا نام حارث ہے۔ باپ بیٹے دونوں صحابی ہیں انکے مشاہد میں سب سے پہلا بیعت رضوان ہے۔ اس کے بعد تمام مشاہد میں شریک رہے۔ اخیر میں کوفہ آبسے تھے۔ یہی وہ صحابی ہیں جنکا کوفے میں سب سے اخیر میں وصال ہوا۔ یعنی کم از کم ۸۷ھ میں۔ وہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم جن کی زیارت سے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف ہوئے اور ان سے احادیث سنیں ان میں سے یہ بھی ہیں۔ جس کی تفصیلی بحث مقدمہ میں گزر چکی۔

**تاویل** اگر تھوک میں خون نکلا اور تھوک غالب ہے تو وضو نہیں ٹوٹا۔ اگر خون غالب ہے تو وضو ٹوٹ گیا۔ غلبے کی شناخت یہ ہے کہ اگر تھوک کا رنگ زرد ہے تو تھوک غالب ہے۔ اور اگر سرخ ہے تو خون۔ اس کا احتمال ہے کہ حضرت

[1] ابن ابی شیبہ، [2] البدایہ والنہایہ ص۳۰۔

## ت (۳۷)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَالْحَسَنُ فِيْمَنْ اِحْتَجَمَ لَيْسَ عَلَيْهِ اِلَّا غَسْلُ مَحَاجِمِهٖ [1]

حضرت ابن عمر اور امام حسن نے فرمایا، جو سینگی لگوائے وہ صرف اتنی جگہ دھوے جہاں سینگی لگی ہے

## حدیث (۱۳۳)

لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِي الصَّلٰوةِ مَا كَانَ فِي الْمَسْجِدِ

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِيْ صَلٰوةٍ مَّا كَانَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ

فرمایا بندہ اس وقت تک نماز ہی میں رہتا ہے جب تک مسجد میں بیٹھا نماز کا انتظار کرتا رہے

مَا لَمْ يُحْدِثْ۔ فَقَالَ رَجُلٌ اَعْجَمِيٌّ مَا الْحَدَثُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ الصَّوْتُ

جبتک کہ حدث نہ کرے۔ ایک عجمی نے پوچھا اے ابو ہریرہ حدث کیا ہے فرمایا آواز

يَعْنِي الضَّرْطَةَ

کیساتھ ہوا خارج کرنا

ابن ابی اوفی نے جو خون تھوکا تھا وہ مغلوب رہا ہو۔ اس پر تھوک غالب ہو۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

## تشریح (۳۷)

تاویل اس کی بھی تاویل وہی ہے کہ احناف کے یہاں جب خون اتنا نکلے کہ بہکر وہاں پہنچ جائے جس کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے تو ناقض وضو ہے۔ ان دونوں حضرات کا فتوی اس صورت میں ہے کہ خون اتنا نہ نکلا ہو جو سائل ہو صرف جہاں پچھنا لگوایا ہے وہیں چمک کر رہ گیا ہو۔ اس لئے صرف ان جگہوں کے دھونے کا حکم دیا۔

## تشریح (۱۳۳)

(۱) حدث عام ہے ہر ناقض وضو کو کہتے ہیں، مگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف ایک حدث کو بیان فرمایا۔ یہ اس وجہ سے کہ مسجد میں جو حدث ہو سکتا ہے وہ زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا ہے۔

---

[1] ابن ابی شیبہ۔

## حدیث حکم المذی (۱۳۴)

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَاسْتَحْيَيْتُ

حضرت محمد بن حنفیہ نے کہا، حضرت علی نے فرمایا مجھے مذی بہت نکلتی تھی اس کے بارے میں

(۲) اس حدیث سے نماز کے انتظار کی فضیلت ثابت ہوئی، نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ عبادت کا انتظار بھی عبادت ہے۔

(۳) حدیث میں لفظ 'مسجد' وارد ہے۔ اس سے اس کے شرعی عرفی معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں اور لغوی بھی۔ کوئی کہیں بھی نماز پڑھے اور بیٹھا ہوا دوسری نماز کا انتظار کرے تو امید ہے کہ اسے بھی یہ اجر ملے گا اگرچہ وہ جگہ مسجد نہ ہو۔

## تشریحات (۱۳۴)

**حضرت مقداد بن اسود** رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابن عمرو بن ثعلبہ بہرانی، کندی، اپنے نسب کے اعتبار سے بہرانی ہیں مگر کندی سے مشہور ہیں۔ وجہ یہ ہوئی کہ ان سے اپنے قبیلہ بہراء میں ایک قتل ہو گیا تھا۔ یہ بھاگ کر کندہ میں آئے انکے حلیف بن گئے۔ پھر یہاں بھی ایک قتل کر ڈالا تو بھاگ کر مکہ آئے اور اسود بن عبد یغوث سے عقد محالفت کر لیا۔ ان کو چونکہ اسود نے متبنیٰ بنا لیا تھا یا یہ کہ ان کی ماں نے اسود سے شادی کر لی تھی، ان کو ابن اسود کہا جانے لگا۔ یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ یہ چھٹے مسلمان ہیں۔ تمام مشاہد میں شامل رہے۔ غزوۂ بدر میں یہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہما صرف دو ہی سوار تھے مدینہ طیبہ سے دس میل کی دوری پر ایک مقام جرف نامی ہے۔ یہیں ۳۳ھ میں وصال فرمایا ان کا جنازہ مبارکہ مدینہ طیبہ لایا گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ وصال کے وقت ستر سال کی عمر تھی۔ ان سے بیالیس حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں ایک متفق علیہ ہے اور تین افراد مسلم سے ہیں۔

**حضرت محمد بن حنفیہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ تابعی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ کا نام "خولہ بنت جعفر" ہے۔ جو مشہور حنفیہ کے ساتھ ہیں۔ یہ یمامہ کے مشہور قبیلہ بنی حنیف کی چشم و چراغ تھیں اس لئے ان کو حنفیہ کہا جاتا ہے۔ جنگ یمامہ کی قیدی مستورات میں سے تھیں۔ جو حضرت علی کے حصہ میں آئیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حنفیہ سندیہ خاتون تھیں جو بنی حنیف کی باندی تھیں۔ ان کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی بشارت بھی دی تھی اور اپنا نام نامی اور کنیت بھی عطا فرمائی تھی۔ جیسا کہ کتاب العلم میں گزر چکا۔

یہ علم و فضل کے ساتھ ساتھ بہت قوی اور طاقتور تھے۔ ایک بار حضرت علی نے ایک زرہ دی کہ یہ اتنی بڑی ہے اس کی کڑیاں نکال کر ٹھیک کر دو۔ انھوں نے ہاتھ سے پکڑ کر اتنا حصہ پھاڑ ڈالا۔ ایک بار قیصر روم نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اپنے یہاں کے بہت بڑے پہلوان کو مقابلے کے لئے بھیجا۔ حضرت معاویہ نے حضرت

اَنْ اَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَرْتُ الْمِقْدَادَ

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کرنے میں مجھے شرم آئی میں نے مقداد

بْنَ الْاَسْوَدِ فَسَأَلَہٗ فَقَالَ فِیْہِ الْوُضُوْءُ[1]

بن اسود سے کہا انھوں نے پوچھا تو فرمایا اس میں وضو ہے

محمد بن حنفیہ کو مقابلے میں پیش کیا۔ انھوں نے اس رومی سے کہا۔ اگر تم چاہو تو بیٹھو میں تم کو کھڑا کر دوں یا تم مجھے بیٹھا دو۔ رومی بیٹھ گیا، انھوں نے اسے کھڑا کر دیا۔ مگر وہ انھیں بیٹھا نہ سکا۔ پھر حضرت محمد بن حنفیہ بیٹھ گئے اور اسے کھڑا کیا اور فرمایا تو مجھے کھڑا کر دے یا میں تجھے بیٹھا دوں۔ وہ انھیں کھڑا نہ کر سکا مگر انھوں نے اسے بیٹھا دیا۔ جنگ صفین میں حضرت علی کا جھنڈا انھیں کے ہاتھ میں تھا، اسی معرکے میں مروان اُن کے ہاتھ آگیا تھا۔ اُسے پچھاڑ کر اس کے سینے پر بیٹھ کہ ذبح کر دیں مگر ان سے بڑی لجاجت کے ساتھ قسم دی تو چھوڑ دیا۔ کاش کہ اس مکار کے فریب میں نہ آتے تو آج دنیائے اسلام کی تاریخ کچھ اور ہوتی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ انھیں کی اجازت سے مختار کذاب نے انتقام حسنین کا پروپیگنڈا کر کے جمعیت اکٹھا کی تھی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں دو سال باقی تھے کہ یہ پیدا ہوئے اور پہلی محرم ۸۱ھ یا ۸۴ھ میں وصال ہوا۔ حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی جو اس وقت مدینہ طیبہ کے والی تھے جنت البقیع میں مدفون ہوئے[2]

روافض کا ایک فرقہ کیسانیہ ہے جو انھیں امام برحق مانتا ہے۔ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ وہ زندہ جبل رَضوٰی میں اپنے مخلص چالیس اصحاب کے ساتھ چھپے ہوئے ہیں۔ یہی مہدی منتظر ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ کیسان مختار کذاب کا لقب ہے۔ رَضوٰی جُہینہ کے پہاڑ کو کہتے ہیں۔

**تکمیل** یہ حدیث مختلف طریقے سے مختلف الفاظ و معانی کے ساتھ مروی ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ میں نے مقداد کو بھیجا، انھوں نے پوچھا تو حضور نے فرمایا، وضو کرو اور شرمگاہ دھولو۔ نسائی میں ہے کہ میں نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک صاحب سے کہا۔ ترمذی میں ہے کہ میں نے خود پوچھا تو فرمایا مذی سے وضو ہے، منی سے غسل ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ مجھے مذی بہت آتی تھی جس سے میں غسل کیا کرتا تھا۔ غسل کرتے کرتے میری پیٹھ ٹوٹ گئی۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] ایضا۔ کتاب العلم۔ من استحی فامر غیرہ بالسوال ص۲۲۔ کتاب الغسل۔ غسل المذی والوضوء فیہ ص۴۱۔ مسلم کتاب الحیض ص۸۵ کتاب الطھارۃ ص۸۲۔ نسائی طھارۃ ص۱۱۱۔ مسند امام احمد۔

[2] یہ تفصیلات وفیات الاعیان جلد چہارم ص ۱۶۹ سے لی گئیں ہیں۔

## حدیث اذا جامع ولم ینزل یتوضأ (۱۳۵)

اَنَّ زَیْدَ بْنَ خَالِدٍ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ سَأَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قُلْتُ اَرَأَیْتَ اِذَا جَامَعَ

زید بن خالد سے مروی کہ انھوں نے عثمان بن عفان سے پوچھا آپ جانتے ہیں۔ جب کوئی جماع کرے اور منی نہ نکلے

سے اس کو ذکر کیا تو فرمایا غسل مت کر، مذی دیکھو تو اپنے عضو تناسل کو دھولو اور نماز جیسا وضو کرو۔ جب پانی (منی) نکلے تو غسل کرو۔ نسائی کی ایک روایت میں یہ زائد ہے کہ مجھے حضور سے سوال کرتے ہوئے شرم آئی کیونکہ حضور کی صاحبزادی میری زوجیت میں تھیں۔ میں نے عمار سے کہا انھوں نے پوچھا۔ طحاوی میں بھی حضرت عمار ہی کے بارے میں ہے کہ انھیں سے پوچھنے کو کہا تھا۔

تمام روایات کے آخر کا مضمون ایک ہے الفاظ مختلف ہیں۔ سب کا حاصل یہ ہے کہ مذی ناقض وضو ہے۔ اور بعض بعض میں یہ تصریح ہے کہ عضو تناسل کو بھی دھویا جائے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ نجس ہے۔ البتہ تین تعارض ہیں۔ ان سب میں تطبیق یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت مقداد کو بھی بھیجا ہو اور حضرت عمار کو بھی۔ دونوں جب دریافت کرنے حاضر ہوئے تو یہ بھی ساتھ گئے۔ ان لوگوں نے پوچھنے میں دیر کی تو انھوں نے ان دونوں میں سے کسی سے پھر وہاں بھی کہا، چونکہ سوال ان کی فرمائش پر ہوا تھا تو اس کو کبھی اس سے تعبیر فرمادیا کہ میں نے پوچھا۔ یعنی بواسطہ۔

**مسائل** (۱) اس پر اجماع ہے کہ مذی ناقض وضو ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مذی ناپاک ہے (۲) اس سے ثابت ہوا کہ اپنے خسر سے اپنی زوجہ کے خاص تعلقات سے متعلق باتوں کو نہ کہا جائے۔ (۳) احناف اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مذی سے مطلقاً وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ وہ اپنی زوجہ سے ملاعبت کیوقت نکلے خواہ بغیر ملاعبت کے کسی وجہ سے یا بلا وجہ نکلے۔ مگر مالکیہ فرماتے ہیں کہ مذی سے وضو اسی وقت ٹوٹیگا جبکہ اپنی زوجہ سے ملاعبت کیوجہ سے نکلے ورنہ نہیں۔ امام قاضی عیاض نے اسکی دلیل میں مؤطا کی وہ روایت پیش کی جسمیں یہ ہے کہ حضرت علی نے یہ پوچھنے کیلئے فرمایا تھا کہ مرد جب اہل سے قریب ہوا اور مذی نکل آئے تو کیا ہے۔ اس لئے حکم اسی صورت کیساتھ خاص ہوگا۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ ہم مان لیتے ہیں کہ حضرت علی نے اس مخصوص صورت کے بارے میں سوال کرنے کا حکم دیا تھا مگر حضرت مقداد کا سوال اس خاص صورت کیساتھ نہیں۔ انھوں نے مطلقاً مذی کے بارے میں پوچھا۔ جیسا کہ صحاح کی روایات میں ہے اسلئے جواب بھی مطلق رہیگا۔ علاوہ ازیں اعتبار خصوص موزو کا نہیں عموم لفظ کا ہوتا ہے اور لفظ عام ہے اسلئے خروج مذی کی ہر صورت کو عام ہوگا۔

## تشریحات (۱۳۵)

**زید بن خالد جُہنی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قبیلہ جہینہ کی طرف منسوب ہیں۔ ان کی کنیت ابو طلحہ یا ابو عبد الرحمٰن یا ابو زرعہ ہے یوم فتح میں قبیلہ بنی جہینہ کا جھنڈا انھیں کو عطا ہوا تھا۔ کوفے میں جا بسے تھے۔ وہیں ۷۸ھ میں وصال ہوا وہیں مدفون ہیں وصال

وَلَمْ يُمْنِ، قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوةِ وَيَغْسِلُ ذَكَرَهٗ

(تو کیا کرے) عثمان نے فرمایا نماز کے لئے جیسا وضو کرتا ہے ویسا ہی وضو کرے اور عضو تناسل دھولے

قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عثمان نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے پھر

فَسَئَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ عَلِيًّا وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَاُبَيَّ ابْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ

میں نے (زید بن خالد نے) حضرت علی حضرت زبیر حضرت طلحہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ

تَعَالٰى عَنْهُمْ فَاَمَرُوْهُ بِذٰلِكَ [1]

تعالیٰ عنہم سے پوچھا تو سب نے یہی حکم دیا۔

## حدیث اذا قحطت فعلیک الوضوء (۱۳۶)

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَجَاءَ وَرَاْسُهٗ يَقْطُرُ

وسلم نے ایک انصاری کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا وہ حاضر ہوئے اور انکے سر سے پانی ٹپک رہا تھا

کے وقت عمر مبارک پچاسی سال کی تھی۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ مدینہ طیبہ میں وصال ہوا، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مصر میں۔ ان سے اکاسی حدیثیں مروی ہیں۔ پانچ بخاری نے ذکر کی ہیں۔

**مسائل** اس حدیث سے ثابت ہوا۔ مذی ناقض وضو ہے اگرچہ مذی کے نکلنے کا صراحۃً ذکر نہیں مگر جو صورت مذکور ہے اسے خروج مذی لازم ہے۔

## تشریحات (۱۳۶)

**مسائل** یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ التقاء ختانین کے بعد بھی غسل واجب نہیں جبتک کہ انزال نہ ہو۔ ابتدائے اسلام میں یہی تھا۔ بعد میں صرف التقائے ختانین سے غسل واجب ہونے کا حکم ہوگیا۔ تفصیل کتاب الغسل میں آئے گی۔

**باب سے مطابقت** امام بخاری نے باب یہ باندھا تھا کہ جو صرف سبیلین سے نکلی ہوئی چیز سے وضو جاتا ہے اسکے دو جزء ہیں۔ سبیلین سے نکلی ہوئی چیزیں ناقض وضو ہیں۔ جو چیز سبیلین سے نکلی ہوئی نہ ہو وہ ناقض وضو نہیں۔ اس کے

[1] ایضا۔ کتاب الغسل۔ غسل مایصیب من مرطوبۃ الفرج جلد ۱ ص ۴۳۔ مسلم کتاب الحیض ص ۱۶۔ مسند امام احمد۔

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّنَا اَعْجَلْنَاكَ فَقَالَ نَعَمْ

اس پر نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ ہمنے تم کو جلدی میں ڈال دیا۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُعْجِلْتَ اَوْ قُحِطْتَ

انھوں نے عرض کیا جی حضور! فرمایا جب تم جلدی میں ڈالدے جاؤ یا منی رُک جائے

فَعَلَيْكَ الْوُضُوْءُ [1]

تو تم پر وضو ہے

## حدیث المسح علی الخفین (۱۳۷)

عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ

بھی دو جزء ہیں۔ ایک یہ کہ سبیلین کے علاوہ کہیں سے نکلی ہوئی کوئی چیز ناقض وضو نہیں، جیسے خون پیپ وغیرہ دوسرے یہ کہ جو بدن کے کسی حصے سے خارج نہ ہو وہ ناقض وضو نہیں، مثلاً نیند، قہقہہ۔

پہلے جزء کے اثبات میں امام بخاری نے چار حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، اتنی مطابقت کافی ہے۔ بقیہ دو جزء پر امام بخاری کو کوئی حدیث اس لائق نہیں ملی جسے یہاں درج فرماتے۔ ان دونوں جزء پر اقوال صحابہ سے استدلال فرمایا۔ بلکہ اقوال تابعین سے بھی۔ وہ بھی تعلیقات سے۔ یہ تعلیقات بھی از روئے اسناد ان کے معیار سے نیچے درجے کی ہیں، ورنہ ان کو مسند بیان فرماتے۔

وہ لوگ جو احناف پر اس لئے طنز کرتے ہیں کہ ہم اقوال رجال کو دلیل بناتے ہیں وہ امام بخاری سے اس طرز سے سبق سیکھیں جہاں ان کو ان کے معیار کے لائق کوئی حدیث نہیں ملی وہاں انھوں نے بھی اقوال رجال ہی کو دلیل بنایا ہے۔

## تشریحات (۱۳۷)

**حضرت مغیرہ بن شعبہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ ثقفی بزرگ ہیں، غزوۂ خندق کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے۔ اس کے بعد کے تمام مشاہد میں شریک رہے۔ نہایت زیرک ہوشیار آدمی تھے۔ قبیصہ بن جابر نے کہا اگر کسی شہر کے اسّی دروازے ہوں اور ہر دروازے سے داخلے کے لئے حیلے کی ضرورت ہو تو مغیرہ ہر دروازے سے داخل ہوسکتے ہیں۔ مشہور ہے عرب کے چالاک چار ہیں۔ حضرت معاویہ، حضرت عمرو بن عاص، حضرت مغیرہ، زیاد بن ابیہ۔

حضرت علی مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ حضرت معاویہ کو معزول کردیں تو انھوں نے سیدھے

[1] مسلم، طہارۃ، ابن ماجہ۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ وَاَنَّہٗ ذَھَبَ لِحَاجَۃٍ لَّہٗ وَاَنَّ

تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے حضور اپنی ایک حاجت کیلئے گئے

خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضرت علی کو مشورہ دیا کہ آپ کوفے کا طلحہ بن عبید کو اور بصرے کا زبیر بن عوام کو والی بنا دیجئے اور معاویہ کو شام پر بدستور والی رہنے دیں۔ جب آپ کی خلافت مستقر ہو جائے تو پھر معاویہ کے بارے میں جو چاہیں کریں۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ طلحہ اور زبیر کے بارے میں غور کروں گا لیکن معاویہ کو شام پر نہیں رکھوں گا جبتک وہ اپنے حال پر رہے گا۔

حضرت امام حسن نے بھی حضرت مغیرہ کی اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت علی سے عرض بھی کیا مگر حضرت علی نہیں مانے [1]

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے اس وقت جو صورت حال تھی اس کے پیش نظر یہ مشورہ بہت ہی مفید تھا۔ کاش کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے قبول فرما لیتے تو آج اسلام ہی نہیں دنیا کی تاریخ کچھ اور ہوتی۔ اس مشورہ کے قبول نہ فرمانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ صفین کا وہ خونی معرکہ پیش آیا جس میں پینتالیس ہزار مسلمان مارے گئے جو پوری دنیا فتح کرنے کے لئے کافی تھے۔

ان کی ذہانت کا ایک واقعہ اصابہ میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بحرین کا عامل بنایا تھا مگر وہاں کے باشندوں نے انھیں ناپسند کر دیا اور شکایت کر دی۔ حضرت عمر نے انھیں معزول کر دیا، مگر چونکہ شکایتیں غلط تھیں بحرین والوں کو خطرہ ہوا کہ کہیں حضرت عمر انھیں کو پھر نہ بھیج دیں تو انھوں نے چندہ کر کے ایک لاکھ جمع کیا اور ایک کاشتکار اسے لیکر حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا، خیانت کر کے مغیرہ نے ہمارے پاس اس کو امانت رکھا تھا حضرت عمر نے حضرت مغیرہ کو بلایا۔ ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ عرض کیا، یہ کم لایا ہے، میں نے دو لاکھ جمع کر کے اس کے پاس امانت رکھی تھی۔ یہ سنتے ہی کاشتکار کے ہاتھ سے تھیلی گر پڑی، اس سے حضرت عمر سمجھ گئے کہ معاملہ کچھ اور ہے۔ جب اس کاشتکار سے سختی سے پوچھا قسم دلانے کی بات کی تو اقرار کیا کہ قصہ یہ تھا۔

حضرت مغیرہ ایران اور شام کے معرکوں میں شریک ہوئے، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قادسیہ کے معرکے سے قبل، افواج ایران کے سپہ سالار "رستم" کے پاس جو سفارت بھیجی تھی اس میں ایک یہ بھی تھے ــــ شام کے سب سے بڑے اور فیصلہ کن معرکے "یرموک" میں بھی شریک تھے۔ اسی معرکے میں ایک آنکھ جاتی رہی۔

[1] الاستیعاب ذکر مغیرہ بن شعبہ۔

اَلْمُغِيْرَةُ جَعَلَ يَصُبُّ الْمَاءَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ

اور مغیرہ حضور کے اعضاء پر پانی ڈالنے لگے اور حضور وضو فرما رہے تھے حضور نے اپنے چہرے

وَيَدَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهٖ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ[1]

اور ہاتھوں کو دھویا اور اپنے سر اور موزوں پر مسح فرمایا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو پہلے بصرے کا پھر کوفے کا والی بنایا۔ اسی پر رہے یہاں تک کہ حضرت عثمان نے انھیں معزول فرمایا۔ پھر حضرت معاویہ نے انھیں کوفے پر مقرر فرمایا اور اسی منصب پر رہتے ہوئے اسی کوفے میں وصال فرمایا۔

حضرت علی اور حضرت معاویہ کے جھگڑے میں الگ رہے۔ دونوں طرف کے حکم کے فیصلہ کے وقت دومۃ الجندل بھی گئے مگر حضرت معاویہ کی بیعت اس وقت کی جب حضرت امام حسن نے انھیں خلافت سپرد فرمادی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ابو عیسیٰ رکھی تھی۔ ایک بار حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے جب اذن طلب کیا تو حضرت عمر نے پوچھا کون؟ عرض کیا، ابو عیسیٰ۔ حضرت عمر نے فرمایا کون ابو عیسیٰ۔ عرض کیا۔ مغیرہ بن شعبہ۔ فرمایا، عیسیٰ کے باپ کہاں تھے؟ فرمایا اب تمھاری کنیت ابو عبد اللہ رہے گی۔ یہی مشہور ہوئی۔ ۵۰ھ میں وصال ہوا۔

**تکمیل** مسلم میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ غزوۂ تبوک میں نماز فجر سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا، تمھارے ساتھ پانی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں ہے! یہ سنکر حضور سواری سے اُترے، مجھ سے فرمایا، چھاگل لیکر آؤ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تاریکی میں قضاء حاجت کے لئے اتنی دور گئے کہ چھپ گئے۔ فارغ ہوکر جب واپس آئے تو میں نے پانی ڈالا، حضور نے وضو فرمایا۔ حضور اس وقت تنگ آستین کا شامی جبہ پہنے ہوئے تھے۔ ہاتھ دھونے کے لئے آستین چڑھانا چاہا تو آستین چڑھ نہ سکی اس لئے جبے کی آستین نکالی اور جبے کو کاندھے پر ڈال لیا۔ پھر پیشانی یعنی سر کے اگلے حصے اور عمامے پر مسح فرمایا۔ میں نے چاہا کہ موزوں کو پاؤں سے نکال دوں تو فرمایا رہنے دو میں نے اسے وضو پر پہنا ہے۔ حضور نے موزوں پر مسح فرمایا۔ حضور بھی سوار ہوئے اور میں بھی جب لشکر میں پہنچے تو لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ عبد الرحمٰن بن عوف کو لوگوں نے امام بنالیا تھا، میں نے چاہا کہ انھیں پیچھے کرکے صف میں کردوں مگر حضور نے منع فرمادیا۔ خود عبد الرحمٰن کو جب

---

[1] ایضا۔ المسح علی الخفین جلد ۱ ص ۳۳۔ کتاب الصلوۃ۔ الصلوۃ فی الجبۃ الشامیہ جلد ۱ ص ۵۲۔ الصلوۃ فی الخفاف جلد ۱ ص ۵۶ کتاب الجہاد۔ الجبۃ فی السفر والحرب جلد ۲ ص ۸۸۔ کتاب المغازی باب ۶۳ کتاب اللباس جلد ۱ ۔ لبس جبۃ الصوف فی الغزوہ جلد ۲ ص ۸۶۳ مسلم طہارۃ جلد ۱ ص ۱۳۳-۱۳۴۔ الصلوۃ ج ۱ ص ۱۸۰۔ ابوداود طہارۃ باب مسح علی الخفین ص ۲۳۔ نسائی باب مسح علی العمامۃ مع الناصیۃ ص ۲۹۔ باب کیف المسح علی العمامۃ ص ۳۰۔ ابن ماجہ، باب ماجاء فی المسح علی الخفین ص ۴۲۔

یہ احساس ہوا کہ حضور آگے تو پیچھے ہو جانا چاہا مگر حضور نے اشارے سے انھیں بھی روک دیا۔ یہ فجر کی نماز تھی ایک رکعت ہو چکی تھی۔ حضور بھی شریک جماعت ہو گئے اور میں بھی۔ جب عبدالرحمٰن نے سلام پھیرا تو چھوٹی ہوئی رکعت پڑھنے کے لئے حضور کھڑے ہو گئے لوگوں نے جب حضور کو دیکھا تو گھبرائے اور بار بار تسبیح پڑھنے لگے حضور جب نماز پوری کر چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم لوگوں نے اچھا کیا کہ وقت پر نماز پڑھ لی۔ [1]

اس پر امام بخاری نے یہ "باب" باندھا ہے ــــ کوئی اپنے ساتھی کو وضو کرائے۔ اس کے ثبوت میں پہلے حضرت اسامہ والی حدیث ۱۰۱ ذکر کی جسمیں یہاں یہ زائد ہے کہ حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ میں نے پانی ڈالنا شروع کیا اور حضور وضو فرماتے رہے۔ اور یہ حدیث مغیرہ بن شعبہ نے ذکر کی ہے اسمیں بھی وہی ہے کہ حضرت مغیرہ پانی ڈالتے رہے اور حضور وضو فرماتے رہے۔

**ثبوت باب** وضو میں اعانت کی تین صورتیں ہیں۔ ایک پانی لا کر پیش کرنا، اسمیں ادنی سی کراہت نہیں۔ دوسرے پانی ڈالنا یہ اُمت کے لئے مکروہ تنزیہی ہے یعنی خلاف اولیٰ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں، اس لئے کہ حضور شارع ہیں۔ بہت سے افعال حضور بیان جواز کے لئے کرتے اگرچہ وہ فی نفسہ خلاف اولیٰ ہوں۔ تیسرے یہ کہ کوئی پانی بھی ڈالے اور اعضائے وضو بھی دھوئے یا صرف اعضائے وضو ہی دھوئے، یہ ممنوع ہے۔ اگر وضو کرنے والا معذور نہیں۔ اگر معذور ہے تو کراہت نہیں۔

امام بخاری نے باب میں "یُوَضِّی" فرمایا ہے۔ جو تینوں صورتوں کو عام ہے۔ اور باب کے تحت مذکور حدیثوں میں اعانت کی صرف دوسری صورت بیان کی گئی ہے۔ حضرت اسامہ اور حضرت مغیرہ نے صرف پانی ڈالا تھا۔ اعضائے وضو نہیں دھوئے تھے۔ اس سے اعانت کی پہلی صورت کا جواز تو ثابت ہوتا ہے کہ جب پانی ڈالنا جائز تو وضو کے لئے پانی لانا بدرجۂ اولیٰ جائز۔ مگر تیسری صورت کا جواز ثابت نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ پانی ڈالنا بھی اعانت ہے اور اعضاء کا دھونا بھی اعانت۔ جب اعانت ثابت تو اس کے تمام افراد بھی ثابت۔ مگر یہ اس وقت صحیح ہوتا کہ ان حدیثوں میں مطلق اعانت مذکور ہوتی۔ ان حدیثوں میں مخصوص اعانت مذکور ہے اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ حکم تمام افراد کو عام ہو۔

**غایت باب** وضو بہ نیت قربت عبادت ہے اور عبادت کی ادائیگی میں کسی سے اعانت ممنوع اس لئے ضرورت ہوئی کہ اس کو بیان کیا جائے کہ وضو اس سے من وجہ مستثنیٰ ہے۔

ان دو حدیثوں کے علاوہ اس بارے میں اور بھی احادیث وارد ہیں۔ ابن ماجہ [2] میں رُبَیِّع بنت معوذ رضی اللہ عنہا

---

[1] مسلم طہارت جلد ۱ ص ۱۳۲ و جلد ۱ ص ۱۳۴ "صلوۃ" جلد ۱ ص ۱۸۰ [2] باب الرجل یستعین علی وضوئہ ص ۳۲۔

سے مروی ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے خدمت اقدس میں وضو کا برتن حاضر کیا تو حکم دیا کہ پانی ڈالو۔ تو میں نے ڈالا۔ نیز اسی میں، صفوان بن عسّال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سفر اور حضر دونوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کرتے وقت پانی ڈالا ہے۔ نیز اسی میں یہ بھی ہے کہ حضرت سیدہ رقیہ کی باندی، اُمّ عیاش کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وضو کراتی، میں کھڑی رہتی اور حضور بیٹھے رہتے۔

صحابۂ کرام میں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے ایک بار حضرت عمر کے ساتھ حج کیا۔ میں نے چھاگل سے ان پر پانی ڈالا تو انھوں نے وضو فرمایا[1] حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی مروی ہے کہ جب یہ وضو کرتے تو عبدالرحمٰن بن ابزیٰ اور ضحاک بن مزاحم لوٹے سے پانی ڈالتے۔

**چوتھائی سر کا مسح** اس حدیث میں مسلم کی روایت یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "ناصیہ" پر بھی مسح فرمایا۔ ناصیہ سر کے اگلے چوتھائی حصے کو کہتے ہیں۔ اور وہاں کے بال کو بھی۔ قرآن مجید میں ہے۔

نَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ[2] ہم ضرور اسکی پیشانی کا بال پکڑ کر گھسیٹینگے جھوٹی خطاکار پیشانی۔

ناصیہ کو فارسی میں پیشانی بھی کہتے ہیں مگر اردو میں پیشانی چہرے کے اس اوپر والے حصے کو کہتے ہیں جو بال کے نیچے اور بھوؤں کے اوپر ہے۔ اس لئے ناصیہ کا ترجمہ پیشانی سُنکر لوگ گھبرا جاتے ہیں کہ پیشانی پر مسح کے کیا معنی۔ اس سے ثابت ہوا کہ سر کے چوتھائی حصے کا مسح وضو صحیح ہونے کے لئے کافی ہے۔ یہ فرض ہے۔ سنت پورے سر کا مسح ہے۔ بعض طرق میں "وعلی عمامتہ" بھی ہے کہ حضور نے پیشانی اور عمامے پر مسح فرمایا بعض لوگوں نے اس کی یہ توجیہہ کی کہ حضرت مغیرہ کو دیکھنے میں کچھ تسامح ہوا حضور نے سر کے مسح کے لئے عمامے کو سرکایا ہوگا مسح کے بعد عمامے کو درست کرنے میں ہاتھ عمامے پر لگایا ہوگا۔ اور اس کو انھوں نے مسح سمجھ لیا۔ یہ توجیہہ باطل ہے اس لئے کہ پھر احادیث سے اعتماد اُٹھ جائے گا۔ اس لئے کہ جب یہ ایک جگہ مان لیا کہ صحابہ کما حقہ دیکھے بغیر روایت کر دیتے ہیں تو ہر حدیث میں یہ شبہہ پیدا ہو جائے گا کہ ہو سکتا ہے صحابی نے اچھی طرح نہ دیکھا ہو جو انکی سمجھ میں آیا روایت کر دیا۔ صحیح یہ ہے کہ واقعی حضور نے عمامے ہی پر مسح فرمایا تھا مگر جبکہ چوتھائی سر کا مسح کر لیا تھا۔ تو کوئی حرج نہیں۔

**صرف عمامے پر مسح کافی نہیں** احناف، شوافع اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ سر پر مسح کئے بغیر عمامے یا ٹوپی پر مسح کافی نہیں۔ اس لئے قرآن کریم میں سر کے مسح کا حکم ہے۔ اور عمامے اور ٹوپی پر مسح سر کا مسح نہیں۔ نیز کسی حدیث

---

[1] ترمذی شریف تفسیر سورۂ تحریم جلد ۲ ص ۱۶۶، [2] ۱ اقرأ ۱۵،

(۳۸)

## عَنْ اِبْرَاهِيْمَ لَا بَأْسَ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْحَمَّامِ

حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا، حمام میں قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

میں یہ وارد نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف عمامے پر مسح فرمایا ہو اور سر پر نہ کیا ہو۔ البتہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صرف عمامے پر مسح کافی ہے۔

**شوافع کا استدلال اور جواب** ہمارا اور شوافع کا اس پر اتفاق ہے کہ پورے سر کا مسح فرض نہیں۔ اختلاف اس میں ہے کہ ہمارے یہاں چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔ اس سے کم کافی نہیں۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ سر کے تھوڑے سے بھی حصے کا مسح کافی ہے اگرچہ ایک دو بال ہی کا ہو۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ناصیہ پیشانی سر کا بعض ہے۔ اور بعض جیسے چوتھائی ہے ویسے ہی اس سے کم بھی۔ ہم یہ کہتے ہیں عبادات کی مقادیر غیر قیاسی ہیں۔ شارع علیہ السلام نے جس کی جو مقدار بتائی ہے اس میں کمی سے وہ وظیفہ ادا نہ ہوگا۔ ناصیہ سے کم کی کوئی روایت نہیں اس لئے "ناصیہ" سے کم مسح کرنے سے وضو نہ ہوگا۔

**مسائل** اس حدیث سے یہ مسائل ثابت ہوئے۔ بزرگوں سے جہاں تک ہو قریب رہنا چاہیئے۔ تاکہ اگر انھیں ضرورت ہو تو تم سے مدد لے لیں، خصوصاً سفر میں بزرگوں کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ بزرگ جو بھی حکم دیں اسکی تعمیل سعادت جاننا چاہیئے۔ چھوٹے بزرگوں کے حکم کے بغیر بھی ان کی خدمت میں سبقت کریں۔ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔ موزوں پر مسح جائز ہے۔ نماز میں امتی نبی کا امام ہو سکتا ہے۔ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت درست ہے۔ جب سب نمازی جمع ہو جائیں اور جماعت کا مقررہ وقت ہو جائے اور امام نہ پہنچے تو قوم کسی کو امام بنا سکتی ہے۔ یہ حکم صرف نماز پنجگانہ کیلئے ہے۔ جمعہ وعیدین کی نماز امام مقرر ہی پڑھائے یا پھر اس کا ماذون۔ جمعہ وعیدین کے اماموں پر لازم ہے کہ وہ جب کہیں جائیں تو کسی کو امام مقرر کر جائیں۔

## تشریحات (۳۸)

**باب کی توضیح** امام بخاری نے باب یہ باندھا ہے۔ قراءۃ القرآن بعد الحدث وغیرہ ۔ غیرہٖ میں دو روایت ہے۔ را کو ضمہ اور کسرہ ۔ را کا ضمہ اس تقدیر پر ہے کہ اس کا عطف قراءۃ پر ہے۔ اور باب کو یا تو ساکن پڑھیں یا ضمہ کے ساتھ۔ اسے ما بعد کی جانب مضاف نہ مانیں تو اب باب کا مطلب یہ ہوا۔ حدث کے بعد قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کا بیان ۔ وغیرہ میں قرآن مجید کا چھونا، لکھنا بھی داخل ہے اور

## وَيَكْتُبُ الرِّسَالَةَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ [1]

اور بغیر وضو خط لکھ سکتا ہے

دیگر اذکار تسبیح، تہلیل، درود شریف وغیرہ بھی۔ اصل یہ ہوا کہ حالت حدث میں تمام اذکار حتی کہ قرآن مجید کی تلاوت اس کا چھونا اس کا لکھنا بھی جائز ہے۔

غیرہ کی راء کو کسرہ پڑھنے کی صورت میں باب کو مابعد کی طرف مضاف ماننا پڑیگا۔ اب تین احتمالات ہیں۔ اوّل یہ کہ غیرہ کا عطف قراءت پر مانیں۔ اس کا حاصل یہی گزشتہ صورت ہے۔ یعنی حدث کی حالت میں قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ جائز ہے۔ دوم اسے قرآن پر معطوف مانیں۔ اب مطلب یہ ہوا کہ حدث کی حالت میں قرآن وغیرہ کا پڑھنا۔ مثلاً وہی تسبیح، تہلیل، درود شریف۔ اس صورت میں قرآن مجید کا چھونا، لکھنا داخل نہ ہوگا۔ سوم اسے حدث پر معطوف مانیں۔ اب معنی یہ ہوئے، قرآن مجید کی تلاوت حالت حدث وغیر حدث یعنی طہارت میں کرنا مقصود یہ ہوگا کہ ہر حالت میں قرآن مجید کی تلاوت جائز ہے۔ حالت طہارت میں تو جائز ہی ہے۔ حالت حدث میں بھی جائز ہے۔ عموم حالات کے افادے کے لئے ایسے جملے عرف میں شائع و ذائع ہیں جیسے قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے فرمایا:۔

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا آل عمران (۴۶) گہوارے اور پکی عمر میں لوگوں سے بات کرے گا۔

پکی عمر میں تو سبھی بات کرتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ گہوارے میں بچے بات نہیں کرتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ مافوق الفطری قوت ہوگی کہ وہ گہوارے میں بھی بات کریں گے۔ اور بڑے ہونے کے بعد ادھیڑ عمر میں بھی یعنی دونوں عمر میں بات کریں گے۔

اس تیسرے احتمال میں پھر دو شقیں ہیں۔ ایک یہ کہ حدث سے مراد، حدث اصغر ہو یعنی بے وضو ہونا۔ اور یہ ظاہر اس لئے کہ حدث جب مطلق بولتے ہیں تو اس سے ناقض وضو ہی مراد ہوتا ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ باوضو، بے وضو ہر حالت میں تلاوت و ذکر جائز ہے، دوسری شق یہ کہ حدث سے مراد، حدث اکبر ہو یعنی جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے جیسے جنبی ہونا، حیض و نفاس کی حالت۔ اب مطلب یہ ہوا کہ پاک ہونے کی حالت کی طرح حالت جنابت وغیرہ میں بھی تلاوت و ذکر جائز ہے۔ بہت سے اسلاف کا یہ مذہب ہے۔ ہو سکتا ہے امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہو۔

---

[1] سعید بن منصور۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

(۳۹) ت

وَقَالَ حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اِنْ كَانَ عَلَيْهِمْ اِزَارٌ فَسَلِّمْ وَ اِلَّا

اور امام حماد نے کہا، امام ابراہیم نے فرمایا۔ اگر وہ تہبند باندھے ہوں تو سلام کرنا

فَلَا تُسَلِّمْ [۱]

ورنہ مت کرنا

**احکام** ہمارے مذہب میں جنبی اور حیض ونفاس والی عورت کو نہ قرآن مجید کی تلاوت جائز نہ چھونا جائز نہ لکھنا جائز۔ دیگر اذکار کی اجازت ہے۔ اسی طرح انھیں لکھنے کی بھی۔ بے وضو کو قرآن مجید چھونا جائز نہیں، تلاوت جائز ہے۔ دیگر اذکار بھی جائز۔ اور لکھے ہوں تو ان کا چھونا بھی جائز اگرچہ بہتر یہ ہے کہ باوضو تلاوت اور ذکر کرے، قرآن مجید لکھنے کے بارے میں دو قول ہیں۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں مکروہ نہیں۔ امام محمد نے فرمایا، مکروہ ہے دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ مکروہ تحریمی اور ناجائز نہیں مگر مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ ضرور ہے۔ [۲]

**باب سے مطابقت** حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ حمام میں قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ حمام میں محدث اور جنبی دونوں جاتے ہیں تو ثابت کہ حدث اور جنابت کی حالت میں تلاوت جائز۔ اس لئے کہ حضرت ابراہیم نے کوئی تفصیل نہیں کی۔ اگر محدث اور جنبی کو تلاوت ممنوع ہوتی تو انھیں لازم تھا کہ اس کو ظاہر کر دیتے۔

**حضرت ابراہیم کا دوسرا قول** انھیں منصور بن سعید نے حضرت ابراہیم کا دوسرا قول یہ نقل فرمایا کہ حمام میں تلاوت مکروہ ہے۔ عبدالرزاق کی روایت میں یہ ہے کہ منصور نے اس کے بارے میں ان سے پوچھا تو فرمایا حمام تلاوت کے لئے نہیں بنائے گئے ہیں۔ اور یہی صحیح ہے یہی امام اعظم کا قول ہے [۳] رہ گیا بے وضو خط لکھنا تو یہ بالاتفاق جائز ہے، بشرطیکہ خط میں قرآن مجید کی آیت نہ ہو۔ اور اگر آیت ہو بھی تو حضرت ابراہیم نخعی کا مذہب یہی ہے کہ بے وضو قرآن مجید لکھنے میں حرج نہیں۔ اس زمانے میں عام دستور تھا کہ خطوط میں بسم اللہ ضرور لکھتے تھے، اور یہ قرآن مجید کی آیت ہے تو ثابت کہ بے وضو قرآن مجید کی آیت لکھنی جائز۔

**اقول:** بحث اس صورت میں ہے کہ قرآن مجید بہ نیت دعا وثنا نہ لکھی جائے اور اگر کوئی شخص قرآن مجید بہ نیت دعا یا ثنا پڑھے تلاوت کی نیت نہ ہو تو جنبی وغیرہ کو بھی پڑھنا جائز۔ پھر بے وضو بہ نیت دعا یا ثنا لکھنا کیوں ناجائز ہوگا اور ظاہر ہے کہ خط میں بسم اللہ بہ نیت استفتاح لکھا جاتا ہے اسلئے اس کے جواز سے مطلقاً قرآن مجید کے لکھنے کے جواز پر استدلال ساقط۔

---

[۱] جامع ثوری، [۲] درمختار جلد اوّل ورد المحتار جلد اوّل اخیر باب الغسل ص ۱۱۷، ۱۱۸ [۳] عینی جلد ثالث ص ۶۳۔

## حدیث (۱۴۸)

قراءۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم العشر الایات الخواتم من سورۃ آل عمران بعد النوم

اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کریب نے کہا، مجھے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ

## تشریحات ت (۳۹)

**توجیہ و مطابقت** مطلب یہ ہے کہ حمام میں جو لوگ نہا رہے ہوں وہ اگر تہبند باندھے نہا رہے ہوں تو ان کو سلام کی اجازت ہے، اگر ننگے ہوں تو اجازت نہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ حالت گناہ میں ہیں۔ اس تعلیق کو باب سے مناسبت یہ ہے کہ سلام از قبیل اذکار ہے، اور باب کا اخیر حصہ "وغیرہ" میں اذکار بھی شامل۔ اس طرح باب سے مطابق ہوگئی یا یہ کہا جائے کہ پہلی تعلیق میں حمام کا ذکر تھا، اس کی مناسبت سے یہ تعلیق ذکر کی۔

## تشریحات (۱۳۸)

یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔ مگر یہاں جو روایت ہے اس میں دو باتوں کا اضافہ ہے۔ ایک یہ کہ بیدار ہونے کے بعد، خواتیم آل عمران کی تلاوت کی۔ دوسرے، مع وتر، تیرہ رکعت پڑھیں۔ اس لئے ہم نے اسے اپنی طرز کے خلاف مکرر ذکر کیا ہے۔ تفسیر میں جلد ۲ صفحہ ۶۵۷ پر اتنا زائد ہے، کہ تھوڑی دیر اپنی اہلیہ سے بات چیت کی پھر سوئے۔ جب رات کی آخری تہائی ہوئی تو اوٹھ بیٹھے اور آسمان کی طرف دیکھا اور پڑھا اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آخر سورۃ تک دس آیتیں۔ نیز یہ بھی مذکور ہے کہ وضو میں مسواک بھی کیا۔ یہاں یہ ہے کہ اچھی طرح وضو کیا۔ اور پہلی والی روایت میں یہ ہے کہ ہلکا وضو فرمایا۔ اس وقت کتنی رکعتیں پڑھیں اس میں بھی روایتیں مختلف ہیں۔ عام روایتوں میں رکعتین رکعتین چھ بار ہے۔ تفسیر کی پہلی روایت میں ہے کہ گیارہ رکعتیں پڑھیں۔ باب یقوم عن یمین الامام مجذائہ جلد ۱ صفحہ ۹۷ کی روایت میں یہ ہے کہ پہلے پانچ رکعتیں پڑھیں پھر وتر پڑھا وتر کے بعد دو رکعت مزید پڑھیں

(۱) **تطبیق** یہاں مسواک کا ذکر نہیں۔ مگر فاحسن وضوءہ میں مسواک کرنا بھی داخل ہے۔ خفیف وضو کرنے اور اچھی طرح وضو کرنے میں کوئی تعارض نہیں۔ اچھی طرح وضو کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مستحبات کی

وَهِيَ خَالَتُهُ، فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ

اپنی خالہ کے یہاں رات کو رہے (انھوں نے کہا) میں بستر کی چوڑائی میں لیٹا رسول اللہ

رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی اہلیہ لمبائی میں لیٹے

فَنَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو گئے۔ جب

بھی رعایت فرمائی۔ اور ہلکا وضو کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عام طور پر فراخی کے ساتھ پانی بہا کر جیسے عادت تھی ویسے وضو نہیں فرمایا۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے ولم یکثر وقد ابلغ۔ [1]

رہ گیا تعداد رکعت کا اختلاف یا تو تعدد واقعات پر محمول کیا جائے یا پھر یہ کہ بعض راویوں سے سہو ہوا۔

**وتر تین رکعت ہے** وتر کے بارے میں تعداد مذکور نہیں۔ صرف یہ کہ وتر پڑھا۔ وتر ایک رکعت پر بھی صادق اور تین رکعت پر بھی۔ اس لئے اس کو وتر کی ایک رکعت ہونے پر دلیل لانا صحیح نہیں، بلکہ راجح یہی ہے کہ تین رکعت وتر پڑھی اس لئے کہ بتیرا یعنی صرف ایک رکعت نماز پڑھنے سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود منع فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں یہی حدیث مسلم شریف [2] میں بطریق محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس یوں ہے: اوتر بثلث۔ حضور نے تین رکعت وتر پڑھی۔

**مناسبت** باب یہ ہے۔ حدث اور غیر حدث کی حالت میں قرآن پڑھنا۔ اور حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ حالت حدث میں قرآن مجید پڑھنا جائز ہے۔ رہ گیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نیند سے بیدار ہو کر تلاوت کرنا اس کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے کہ انبیاء کی نیند ناقض وضو نہیں۔ ارشاد ہے: تنام عینی ولا ینام قلبی۔ اس لئے نیند سے یہ استدلال کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حالت حدث میں تلاوت فرمائی تھی درست نہیں۔ علامہ ابن حجر نے مناسبت پیدا کرنے کے لئے یہ نکتہ آفرینی کی۔ انبیاء کی نیند ناقض وضو نہیں لیکن اگر نیند کی حالت میں کوئی حدث مثلاً خروج ریح ہو تو اس کی وجہ سے وضو ٹوٹ جائیگا ہمارے اور انبیائے کرام کے مابین فرق یہ ہے کہ ہمیں وجود حدث کا علم نہیں ہوتا اور انبیاء کرام کو ہو جاتا ہے۔

علامہ عینی نے اس پر یہ تعقب کیا کہ انبیاء کرام کی خصوصیت یہ ہے کہ نیند کی حالت میں انھیں حدث لاحق نہیں

---

[1] جلد اول ص ۲۶۰، [2] جلد اول ص ۲۶۱،

اللَّيْلُ اَوْ قَبْلَهٗ بِقَلِيْلٍ اَوْ بَعْدَهٗ بِقَلِيْلٍ اِسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

آدھی رات ہوئی یا اس سے کچھ پہلے یا اس کے کچھ بعد تو رسول اللہ صلے اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَّجْهِهٖ

تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوئے پھر بیٹھے اور اپنے ہاتھ سے آنکھیں ملنے لگے تاکہ

بِيَدِهٖ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرٰنَ

نیند کا اثر دور ہو جائے پھر سورہ آل عمران کی اخیر کی دس آیتیں پڑھیں

ہوتا۔ علامہ عینی کی یہ بات بہت پتے کی ہے۔ صرف نیند عوام کی بھی ناقض وضو نہیں۔ وہی نیند ناقض وضو ہے جسمیں استرخاء مفاصل ہوتا ہو جس سے خروج ریح کا ظن ہو۔ اصل ناقض خروج ریح ہے۔ نیند کی حالت میں اس کا احساس نہیں ہوتا تو استرخاء مفاصل کو خروج ریح کے قائم مقام مان کر ایسی نیند کو ناقض وضو قرار دیا گیا جسمیں استرخاء مفاصل ہوتا ہو۔ اس لئے انبیاء کرام کی نیند ناقض وضو نہیں، اس کا حاصل یہ ہوا کہ نیند کی حالت میں انھیں حدث لاحق نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں علامہ ابن حجر کی یہ بات مان بھی لی جائے تو یہ صرف ایک احتمال ہے اور احتمال مثبت مدعیٰ نہیں ہوتا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیدار ہونے کے بعد وضو فرمایا۔ یہ بھی اس کی دلیل نہیں کہ آپ کو کوئی حدث لاحق ہو گیا ہو، وضو پر وضو نور علی نور ہے۔

باب سے مطابقت کی اصل تقریر یہ ہے کہ، خود امام بخاری نے باب الدعاء اذا انتبہ من اللیل[1] میں اور امام مسلم نے مسلم شریف[2] میں یہ تصریح کی ہے کہ اس کے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھے اور قضاء حاجت فرمائی پھر اپنے منہ اور ہاتھوں کو دھویا اس کے بعد سوئے دوبارہ اٹھے تو مشک سے وضو فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت باوضو نہیں سوئے تھے۔

**ایضاح البخاری کا رد:** - ایضاح البخاری میں مطابقت کی تقریر اپنے استاد حسین احمد صاحب ٹانڈوی سے یہ نقل کی کہ حضرت ابن عباس کہتے ہیں فصنعت مثل ما صنع جیسے حضور نے کیا تھا ویسے ہی میں نے بھی کیا۔ اور مثل میں ہر اعتبار سے برابری ہوتی ہے۔ اس لئے مطلب یہ ہوا کہ ابن عباس بھی اٹھے، آنکھیں ملیں، تلاوت کی، وضو کیا اور ابن عباس پہلے سو گئے تھے، جیسا کہ اسی حدیث کی بعض روایتوں میں ونام الغلیم[3] وارد ہے۔ ابن عباس

---

[1] جلد ۲ ص ۹۳۴ [2] مسلم جلد ۱ ص ۲۶۰ [3] بخاری جلد ۱ ص ۲۲

ثُمَّ قَامَ اِلٰی شَنٍّ مُّعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ

پھر ایک لٹکی ہوئی مشک کے پاس گئے، اس سے خوب اچھی طرح وضو کیا پھر

قَامَ یُصَلِّیْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ

کھڑے ہوئے اور نماز پڑھنے لگے۔ ابن عباس نے کہا، پھر میں بھی اٹھا اور جیسے حضور نے کیا تھا

ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ اِلٰی جَنْبِهٖ فَوَضَعَ یَدَهُ الْیُمْنٰی عَلٰی رَاْسِیْ

میں نے بھی کیا پھر گیا اور حضور کے پہلو میں کھڑا ہو گیا حضور نے اپنا داہنا ہاتھ میرے سر پر رکھا

نے حالت حدث میں تلاوت کی حضور نے انھیں منع نہیں فرمایا حالانکہ بائیں طرف کھڑے ہو گئے تھے تو نماز کی حالت میں انھیں داہنی طرف کر دیا تھا۔ اگر حالت حدث میں تلاوت ممنوع ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں ضرور تنبیہ فرماتے۔ یہ ضرور ہے کہ ابن عباس نابالغ تھے مگر تعلیم کے لئے انھیں تلقین ضروری تھی جیسے بائیں طرف کھڑے ہونے پر فرمائی۔

**اقول:** یہ تقریر متعدد وجوہ سے ساقط الاعتبار ہے۔ اولاً حضرت ابن عباس سوئے نہیں تھے جاگ رہے تھے جیسا کہ خود بخاری اذا انتبہ من اللیل اور مسلم کی روایت میں تصریح ہے۔ ابن عباس نے کہا میں اٹھا اور انگڑائی لی تاکہ حضور یہ نہ خیال کریں کہ میں جاگ رہا تھا۔ رہ گیا نام الغلیم اس میں استفہام کا بھی احتمال ہے اور اور اخبار کا بھی۔ استفہام کی صورت میں ابن عباس کا سو جانا قطعی نہیں۔ اور اخبار کی صورت میں بھی یہ ارشاد ابن عباس کی ظاہری حال کے اعتبار سے ہے۔ اس سے لازم نہیں کہ واقعی سو گئے ہوں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا نام الغلیم، اگر اس وقت ابن عباس سو گئے تھے تو یہ سنا کیسے؟ ثانیاً یہ کہنا کہ ہمیشہ مثل میں ہر اعتبار سے برابری ہوتی ہے غلط ہے ورنہ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں کیا فرمائیں گے؟ ثالثاً خود بخاری ہی کی کتاب الوضوء والی روایت میں یہ ہے۔ میں نے بھی ایسا ہی وضو کیا جیسا حضور نے کیا تھا۔ اس سے ظاہر کہ مثل ما صنع سے مراد صرف اسی طریقے کا وضو کرنا ہے جیسا کہ حضور نے کیا تھا۔ رابعاً یہ کہنا کہ انھیں رات میں حدث ہوا تھا۔ محض احتمال ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ واقعی حدث نہ ہوا ہو اس لئے کہنا ہی پڑے گا کہ اس حدیث کا باب سے کوئی تعلق نہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اس کی ایک رکعت میں قل یایھا الکافرون اور ایک میں سورۂ اخلاص پڑھی۔ اس حدیث میں سنت فجر کے بعد سونے کا ذکر نہیں۔ مگر دوسری حدیثوں میں ہے۔ احناف کے یہاں فجر کی سنت کے

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وَاَخَذَ بِاُذُنِهِ الْيُمْنٰى يَفْتِلُهَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ | | | | | | |
| اور میرا داہنا کان | پکڑ کر اینٹھنے لگے ۔ | حضور نے دو رکعت پڑھی | پھر دو رکعت پڑھی | پھر | | |
| رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ ثُمَّ | | | | | | |
| دو رکعت پڑھی | پھر دو رکعت پڑھی | پھر دو رکعت پڑھی | پھر دو رکعت پڑھی | پھر دو رکعت پڑھی | پھر وتر پڑھا | پھر |
| اضْطَجَعَ حَتّٰى اَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ | | | | | | |
| لیٹے | یہاں تک کہ | مؤذن حاضر ہوا | تو اُٹھے | پھر دو رکعت مختصر پڑھی | پھر | |

بعد سونا مسنون نہیں، جائز ضرور ہے۔ تاہم اگر کوئی اس نیّت سے سوئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت تھی تو اجر کی امید ہے لیکن مسجد میں نہ سوئے۔ یہ ناپسندیدہ بات ہے کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں، ذکر میں مصروف ہیں وہیں ٹانگ پھیلا کر سویا جائے۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں نہیں سوتے تھے اپنے حجرہ مبارکہ میں لیٹتے تھے۔

بخاری باب اذا انتبہ من اللیل میں ہے کہ وتر پڑھ کر حضور سو گئے یہاں تک کہ ناک سے آواز آنے لگی اور حضور جب سوتے تو ناک سے آواز آتی۔ جب بلال نے نماز کی خبر دی تو نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔ حضور کی دعا یہ تھی:۔

| | |
|---|---|
| اللھم اجعل فی قلبی نورا وفی بصری نورا وفی سمعی نورا وعن یمینی نورا وعن یساری نورا وفوقی نورا وتحتی نورا واما می نورا وخلفی نورا وجعل لی نورا ۔ | اے اللہ میرے دل، میری آنکھ، میرے کان میں نور کردے اور میرے داہنے میرے بائیں اور میرے اوپر میرے نیچے میرے آگے میرے پیچھے نور کردے اور مجھے نور رکھ۔ |

اس میں یہ بھی ہے، میرے پٹھے، میرے گوشت، میرے خون میرے بال میرے بشرے میں نور رکھ اور دو چیزیں اور ہیں۔ سلمہ بن کہیل نے کہا کہ کریب نے بتایا کہ سات تابوت میں ہیں میں نے حضرت ابن عباس کی بعض اولاد سے پوچھا تو انھوں نے عصبی ولحمی ودمی وشعری وبشری کو ذکر کیا۔ اور دو اور ذکر کیں۔ تابوت سے مراد یا تو ان کا دل ہے یا کتابوں کا صندوق۔

**مسائل** (۱) مسلم شریف کی روایت کے ملانے کے بعد یہ ثابت ہوا کہ تلاوت کے لئے وضو شرط نہیں۔ (۲) چھوٹے بچے کا اپنے محرم رشتہ دار کے یہاں سونا جائز ہے اگرچہ اس کا شوہر موجود ہو (۳) تہجد پڑھنا مستحب ہے (۴) اخیر رات

## خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ [1]

باہر تشریف لے گئے اور صبح کی نماز پڑھی

ت (۴۰)

## وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ اَلْمَرْاَةُ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ

سعید بن مسیب نے کہا، عورت (مسح کے معاملے میں) بمنزلۂ مرد کے ہے۔

میں تہجد کے بعد وتر پڑھنا بہتر ہے (۵) رات میں جاگنے پر سورۂ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھنا مستحب ہے (۶) چھوٹے بچے کا کان اینٹھنا جائز ہے ادب دینے کے لئے بھی اور بطور محبت بھی (۷) چھوٹے بچوں کو ابتدا ہی سے سنن و مستحبات تک کی تعلیم دینی چاہئے مکروہات کے ارتکاب پر بھی تنبیہ کرنی چاہئے (۸) یہ بھی مستحب ہے کہ موذن امام کے پاس آکر جماعت کا وقت ہو جانے کی اطلاع دے (۹) فجر کی سنت مستحبات کی رعایت کے ساتھ مختصر پڑھنی چاہئے۔

## تشریحات (۴۰)

**(۱) سعید بن مسیب** قرشی مخزومی مدنی ہیں۔ ابو محمد کنیت ہے۔ ۱۵ھ اواخر خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے اور ۹۳ھ یا ۹۴ھ میں پچہتر سال کی عمر پاکر مدینے میں واصل بحق ہوئے۔ یہ اجل تابعین کی صف اول میں ہیں۔ ان کو سید التابعین علی الاطلاق کہا گیا ہے۔ احادیث ابوہریرہ قضایا عمر کے سبب سے بڑے عالم تھے۔ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابوسعید، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث سنیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی سنی۔ ان کے علاوہ کثیر صحابہ اور تابعین سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے امام ان سے قضایا عمر دریافت کرتے۔ امام مکحول نے کہا! میں نے علم حاصل کرنے کے لئے پوری زمین چھان ماری مگر مجھے سعید بن مسیب سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں ملا۔ امام اوزاعی امام احمد بن حنبل، علی بن مدینی سبھی ان کے افضل التابعین اعلم التابعین ہونے کے معترف ہیں۔ فقہ میں اتنے بلند رتبہ ہیں کہ ان کو فقیہ الفقہا کہا جاتا ہے۔

یہ روایت میں ارسال بہت کرتے تھے مگر امام شافعی نے فرمایا ان کا ارسال حسن ہے۔ امام احمد نے فرمایا سب صحاح

---

[1] ایضاً علم باب السمر بالعلم ج ۱ ص ۲۲ - الوضوء باب التخفیف بالوضوء ج ۱ ص ۲۵ - وتر باب ماجاء فی الوتر ج ۱ ص ۱۳۵ - اذان، باب یقوم عن یمین الامام بجذائہ سواء اذا کان اثنین، اذا قام الرجل عن یسار الامام باب اذا لم ینو الامام ان یوم ج ۱ ص ۹۷ - اذان باب اذا قام الرجل عن یسار الامام ج ۱ ص ۱۰۰ - اذان، یمنۃ المسجد والامام ج ۱ ص ۱۰۱ - تفسیر، باب ان فی خلق السموات والارض اور اس کے بعد والے تین ابواب میں جلد ۲ ص ۶۵۷ - الدعوات باب اذا انتبہ من اللیل جلد ۲ ص ۹۳۴ - مسلم مسافرین باب السواک جلد ۱ ص ۱۲۸ - نسائی قیام اللیل، ۹ ابن ماجہ، اقامت ۱۸۱ - موطا - صلوٰۃ اللیل ۱۱ - مسند امام احمد بن حنبل۔

## تَمْسَحُ عَلٰی رَأْسِهَا[1]

وہ بھی اپنے سر پر مسح کرے گی

ماں تارک الدنیا، زاہد، قناعت پسند تھے۔ دنیاداروں سے دور رہتے۔ شاہان بنی اُمیہ کا وظیفہ کبھی قبول نہیں فرمایا۔ چار سو دینار کل پونجی تھی، اس سے روغن زیتون کی تجارت کرکے بسر کرتے۔

ان کی ایک صاحبزادی تھیں جو حسن و جمال میں یکتا، بڑی سلیقہ شعار عالمہ فاضلہ تھیں۔ عبدالملک بن مروان سفاک نے اپنے بیٹے ولید کے لئے پیغام بھیجا، حضرت سعید نے انکار کر دیا۔ اس پر اس ظالم نے بہانہ بنا کر کوڑے لگوائے۔ ان صاحبزادی کا نکاح ایک تنگ دست شخص کثیر بن وداعہ سے دو درہم مہر پر کر دیا۔ پھر داماد کو پانچہزار درہم نقد دیا۔

جب عبدالملک کے مرنے کے بعد ولید کی بیعت کے لئے والی مدینہ ہشام بن اسماعیل نے کہا تو انکار کر دیا اس ظالم نے ان کی پٹائی کی، گلیوں میں گھمایا، پتھر برسائے۔ اسی حالت میں ایک عورت نے کہا! اے سعید آخر یہ رسوائی کیوں مول لے رہے ہو؟ فرمایا دنیا اور آخرت کی رسوائی سے بچنے کے لئے۔

حدیث کے معاملے میں بہت ہی باادب تھے۔ ایک بار بیمار تھے کوئی حدیث سننے کے لئے حاضر ہوا تو باوجود علالت بیٹھکر حدیث بیان فرمائی، اس نے کہا آخر یہ مشقت کیوں برداشت کی؟ فرمایا، مجھے یہ گوارا نہ ہوا کہ لیٹے لیٹے حدیث بیان کروں۔ ان سب خوبیوں کے باوجود بہت بڑے عابد، شب زندہ دار تھے۔ پچاس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ ان کے غلام برد نے کہا! چالیس سال سے جب میں مسجد میں جاتا ہوں تو سعید کو مسجد میں ہی پاتا ہوں یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داماد تھے[2]

**(۲) مطابقت** امام بخاری نے باب یہ باندھا ہے۔ پورے سر کے مسح کا بیان۔ اس تعلیق میں پورے سر کے مسح کا کوئی ذکر نہیں صرف اتنا مذکور ہے کہ مرد کی طرح عورت بھی سر کا مسح کرے نہ پورے کا ذکر ہے نہ چوتھائی کا۔ البتہ امام بخاری نے اس تعلیق سے پہلے آیۂ کریمہ وَامْسَحُوا بِرُؤُسِكُمْ ذکر کی ہے۔ اس سے مالکیہ کا یہ استدلال ہے کہ جس طرح منھ اور ہاتھ اور پاؤں کا پورا دھونا لازم ہے اسی طرح پورے سر کا مسح فرض ہے۔ ہمارا جواب مشہور و معروف ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابھی جو حدیث گزری ہے وہ مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے:

---

[1] ابن ابی شیبہ

[2] یہ سب تفصیلات بدایہ نہایہ سے لی گئی ہیں، جلد ۹ ص ۹۹، ۱۰۰

مسح علی الخفین ومقدم راسه وعلی عمامته دوسری روایت اس طرح ہے: فمسح بناصیته وعلی العمامة وعلی خفیه۔ اور ابوداؤد میں یوں ہے: توضأ ومسح ناصیته وذکر فوق العمامة۔ نسائی میں ناصیته وعمامته ہے۔ نیز ابوداؤد اور ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:۔

رأیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یتوضأ وعلیه عمامة قطریة فادخل یده من تحت العمامة فمسح مقدم راسه ولم تنقض العمامة۔ [1]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا حضور قطری عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ اپنا ہاتھ عمامے کے اندر کرکے سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا اور عمامہ نہیں ڈھیرا۔

ان حدیثوں کا حاصل ایک ہے، کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیشانی یعنی سر کے اگلے چوتھائی حصے پر مسح فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ پورے سر کا مسح فرض نہیں کم از کم چوتھائی کا فرض ہے۔ البتہ پورے سر کا مسح سنت ہے۔

اس پر ایک مشہور و معروف اعتراض ہے کہ کتاب اللہ پر خبر واحد سے زیادتی جائز نہیں۔ یہ حدیثیں خبر واحد ہی ہیں۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ کتاب اللہ سے پورے سر کا مسح قطعی طور پر تو کیا ظنی طور پر بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ باء، رؤس محل مسح پر داخل ہے۔ اور باء میں اصل یہ ہے کہ وہ آلے پر داخل ہو جیسے کتبت بالقلم اور کوئی بھی آلہ کل کا کل آلہ نہیں ہوتا بلکہ بعض ہی ہوتا ہے جیسے قلم یہاں کل آلہ نہیں اس کا بعض ہی ہے۔ اس لئے باء کے مدخول سے اس کا بعض ہی مراد ہوتا ہے جیسے مسحت الوجه بالمندیل میں مندیل کا بعض مراد ہے برخلاف مسحت المندیل بالید میں پورا مندیل اور ہاتھ کا بعض مراد ہے۔ اس لئے باء کا دخول مسح کے لئے بعض رأس کو متعین کر رہا ہے۔ آیت کے معنی یہ ہوئے کہ اپنے بعض سر پر مسح کرو۔ یہ بعض مجمل تھا اس کا بیان ان دونوں حدیثوں سے ہوگیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ آیت مسح رأس میں محکم ہے اور مقدار رأس میں مجمل۔ یعنی جب یہ حکم ہوا کہ سر کا مسح کرو تو سوال پیدا ہوا، کل سر کا یا بعض کا۔ یہ مبہم رہ گیا اس ابہام کو ان دونوں حدیثوں نے دور فرمادیا کہ یہ مقدار چوتھائی سر ہے۔ اور مجمل کا بیان خبر واحد سے درست۔

پہلی تقریر پر مالکیہ یہ معارضہ پیش کرتے ہیں کہ تیمم میں بھی محل مسح پر "باء" داخل ہے۔ ارشاد ہے:۔

وامسحوا بوجوهکم وایدیکم

اپنے چہرے اور ہاتھوں پر ملو۔

مگر احناف تیمم میں پورے چہرے اور پورے ہاتھوں پر ملنا فرض بتاتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً یہاں آیت تیمم میں

---

[1] ابوداؤد المسح علی العمامة جلد ۱ ص ۲۱۔ ابن ماجه باب فی المسح علی الخفین ص ۴۱،

# ت (۴۱)

## سُئِلَ مَالِكٌ اَيُجْزِئُ اَنْ يَّمْسَحَ بَعْضَ رَأْسِهٖ

حضرت امام مالک سے پوچھا گیا، کیا بعض سر کا مسح کافی ہے

"با" زائد ہے اس پر قرینہ یہ ہے کہ تیمم وضو کا قائم مقام ہے، اور وضو میں پورے چہرے اور ہاتھوں کا دھونا فرض لہٰذا اس کے قائم مقام تیمم میں بھی پورے چہرے اور ہاتھوں پر مسح فرض ہوگا۔ ثانیاً اگر حضرت مغیرہ اور انس کی وہ حدیثیں نہ ہوتیں تو ہم وضو میں بھی پورے سر کا مسح فرض کہتے۔ ان حدیثوں کی وجہ سے ہمنے صرف چوتھائی سر کا مسح فرض قرار دیا تیمم میں ایسی کوئی حدیث نہیں جس سے معلوم ہو کہ چہرے یا ہاتھوں کے بعض پر مسح کافی ہے اس لئے ہم نے یہاں پورے چہرے اور پورے ہاتھوں کا مسح فرض قرار دیا

اس تعلیق کا مفاد یہ ہے کہ جس طرح مردوں کو سر پر مسح کرنا فرض ہے اسی طرح عورتوں کو بھی سر پر مسح فرض ہے۔ یہ نہیں کہ صرف اوڑھنی پر انھیں مسح کافی ہو۔ اگر عورتیں صرف اوڑھنی پر مسح کریں گی سر پر نہیں کریں گی تو وضو نہ ہوگا۔

## تشریحات ت (۴۱)

**حضرت امام مالک** رضی اللہ تعالیٰ عنہ، والد ماجد کا نام انس ہے، نسب نامہ یہ ہے۔ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر اصبحی حمیری مدنی، ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں چوراسی سال کی عمر پاکر مدینہ طیبہ ہی میں ۱۴ ربیع الاول کو چاشت کے وقت واصل بحق ہوئے، جنت البقیع میں سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جوار اقدس میں دفن ہوئے۔ اکمال میں سن وصال ۱۹۹ھ کاتب کی غلطی سے چھپ گیا ہے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ تین سال ماں کے پیٹ میں رہے۔ علم حدیث ہشام بن عروہ، محمد بن منکدر، حضرت نافع مولیٰ ابن عمر اور امام زہری وغیرہ سے حاصل کیا۔ قرأت حضرت نافع سے اخذ کی۔ ان سے وقت کے ائمہ حدیث وفقہ کو شرف تلمذ ہے۔ مثلاً امام شافعی امام اوزاعی، امام عبداللہ بن مبارک، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، ابن مہدی، ابن جریج، لیث بن سعد حتیٰ کہ ان کے بہت سے اساتذہ نے بھی ان سے حدیث سُنی۔ مثلاً خود زہری، یحییٰ بن سعید انصاری اور یحییٰ بن سعید قطان وغیرہ۔

ابو عبداللہ کنیت ہے۔ امام دارالہجرت اور ان چار ائمہ مذاہب میں سے ہیں جن کا مذہب آجتک باقی ہے جنکے کروڑوں مقلد ہیں، حدیث، فقہ دونوں میں بحر زخار تھے۔ امام شافعی نے فرمایا: جب حدیث آئے تو مالک ثریا ہیں، جو بھی علم حدیث حاصل کرنا چاہے وہ امام مالک کی عیال ہے۔ ایسے مسلم الثبوت ثقہ کہ امام بخاری نے فرمایا، اصح الاسانید

## فَاحْتَجَّ بِحَدِیْثِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ

تو وہ عبداللہ بن زید کی حدیث سے دلیل لائے

مالک عن نافع عن ابن عمر ہے۔ فقہ میں وہ بلند رتبہ حاصل تھا کہ خود فرمایا: میرے اساتذہ میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے آکر مجھ سے فتوی نہ پوچھا ہو۔ اسی سے ظاہر ہوگیا کہ حدیث یاد کرلینا اور بات ہے اور اس سے استخراج مسائل کار دیگر ہے۔ مدینہ طیبہ میں اعلان ہوگیا تھا کہ سوائے مالک اور ابن ابی ذیب کے کوئی فتوی نہ دے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ایسی رچی بسی تھی اور مدینہ ایسا بھایا تھا کہ پوری زندگی مدینے میں گزار دی، کہیں نہ گئے کہ مدینے میں ہی وفات پاؤں اور یہیں دفن ہوں۔ صرف ایک بار حج فرض کے لئے گئے پھر مدت العمر حج بھی نہیں کیا، کیا پتہ کب وقت موعود آجائے۔

ہارون الرشید بادشاہ نے یہ خواہش ظاہر کی کہ میرے ساتھ بغداد چلیں۔ میں سب کو آپ کے موطا پر عمل کرنے پر مجبور کردوں، فرمایا لوگوں کو بالجبر میرے موطا پر عمل کرانے کا تجھے کوئی حق نہیں۔ اس لئے کہ صحابۂ کرام مختلف دیار وامصار میں پھیل گئے۔ سب کے پاس علم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ رہ گیا ساتھ جانے کی بات تو فرمایا میں مدینہ نہیں چھوڑ سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ المدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون۔ المدینۃ تنفی خبثھا۔ مدینہ لوگوں کے لئے بہتر ہے اگر لوگ جانتے۔ مدینہ اپنا میل باہر پھینک دیتا ہے۔

ریوڑ کی ریوڑ سواریاں موجود ہوتیں مگر کبھی مدینہ طیبہ میں سواری پر نہیں بیٹھے۔ فرمایا مجھے یہ گوارا نہیں کہ جس شہر میں اللہ کے رسول مدفون ہوں میں اسے اپنی سواری سے پامال کروں۔

جب احادیث سنانی ہوتی تو تازہ وضو فرماتے۔ عمدہ سے عمدہ لباس پہنتے، خوشبو لگاتے، داڑھی میں کنگھا کرتے وقار وہیبت کے ساتھ شہ نشیں میں مسند لگا کر بیٹھتے، پوچھنے پر فرماتے، میں چاہتا ہوں کہ احادیث کی عظمت ظاہر کروں۔ ایک دفعہ حدیث بیان فرمارہے تھے کہ بچھو نے سترہ مرتبہ ڈنک مارا شدت تکلیف سے چہرہ زرد پڑ گیا مگر حدیث بیان کرنا ترک نہیں فرمایا، لوگوں کے چلے جانے کے بعد عبداللہ بن مبارک نے دریافت کیا تو قصہ بیان فرمایا اور فرمایا حدیث کی جلالت شان کی وجہ سے میں نے بند نہیں کیا۔

ایک مرتبہ ہارون الرشید نے عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے یہاں آجائیں تاکہ میرے بچے آپ سے حدیث سنیں۔ حضرت امام مالک نے فرمایا، تم کو اللہ عزت سے رکھے یہ علم تمہارے گھر سے نکلا ہے۔ اگر تم اس کی عزت کرو گے

اس کی عزت باقی رہے گی اور اگر تم اسے ذلیل کروگے، ذلیل ہوجائے گا۔ علم کے پاس آیا جاتا ہے۔ علم کسی کے پاس نہیں جاتا۔ ہارون نے کہا آپ نے سچ فرمایا، اپنے بچوں امین و مامون کو حکم دیا کہ مسجد میں جاکر سب کے ساتھ تم لوگ بھی حدیث سنو۔ حضرت امام مالک کا کوئی گھر نہیں تھا، ہارون نے مکان خریدنے کے لئے تین ہزار دینار نذر پیش کی۔

**ابتلاء** چونکہ محمد بن عبداللہ بن حسن، نفس زکیہ کی امام مالک نے حمایت کی تھی ابتداء میں جب حضرت نفس زکیہ نے اپنی خلافت کی بیعت لینی چاہی تو اہل مدینہ نے عذر کیا کہ ہماری گردنوں میں ایک بیعت ہے یعنی منصور کی، ہم آپ کی بیعت کیسے کریں۔ اس پر امام مالک نے یہ فتوی دیا، تم لوگوں سے جبراً بیعت لی گئی ہے اسلئے وہ درست نہیں۔ اس فتوی کے بعد لوگوں نے نفس زکیہ کی بیعت کی۔

اس پر منصور امام مالک سے جلا ہوا تھا اس کی ایماء پر امام مالک سے استفتا ہوا کہ مکرہ کی طلاق واقع ہے یا نہیں؟ امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ مکرہ کی طلاق واقع نہیں۔ اس کے مطابق انھوں نے فتویٰ دیا، اس فتویٰ کی زد ان ظالموں کی بیعت پر بھی پڑتی تھی اس پر غضبناک ہوکر جعفر نے امام مالک کو بلوایا اور انھیں برہنہ کرکے ستر کوڑے لگوائے اور ہاتھ کھینچ کر مونڈھے اُتار دیئے۔ اور بھی مظالم کئے مگر امام مالک اپنے موقف سے ذرہ برابر نہیں ہٹے۔ اس امتحان کے بعد حضرت امام مالک کی قدر و منزلت اوجِ ثُریّا پر پہنچ گئی۔

**بشارت** ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بہت جلد ایسا ہوگا کہ لوگ اونٹوں کے جگر مارتے ہوئے علم حاصل کریں گے، مگر عالم مدینہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں پائیں گے۔ [1]

سفیان بن عیینہ اور عبدالرزاق نے کہا کہ اس سے مراد حضرت امام مالک ہیں۔ اور ابن عیینہ ہی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ راشد ہیں۔

ابوعبداللہ نے کہا میں نے خواب دیکھا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد اقدس میں تشریف فرما ہیں لوگ اردگرد جمع ہیں اور امام مالک کھڑے ہیں۔ حضور کے سامنے مشک ہے۔ حضور مٹھی میں اٹھا اٹھا کر امام مالک کو دیتے ہیں، اور امام مالک اسے لوگوں میں تقسیم فرماتے ہیں۔ مطرف نے کہا اس کی تعبیر علم اور اتباع سنت ہے۔

حضرت امام مالک کا قول ہے کہ جب انسان میں اپنی ذات کے اندر بھلائی نہ ہو تو اس سے لوگوں کو، کوئی بھلائی نہیں مل سکتی اور فرمایا، کثرت روایت علم نہیں، علم اللہ عزوجل کا نور ہے جسے دل میں رکھتا ہے [2]

صحاح ستہ کی تصنیف سے پہلے امام مالک کی مؤطا، اصح کتب بعد کتاب اللہ مانی جاتی تھی، اب بھی

---

[1] مشکوۃ ص ۲۵ بحوالہ ترمذی۔ [2] اکمال وفیات الاعیان۔ مشکوۃ۔

## حدیث (۱۳۹)

### صفة وضوء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن عبداللہ بن زید

اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى اَتَسْتَطِيْعُ

ایک شخص[1] یعنی عمرو بن یحییٰ کے دادا نے عبداللہ بن زید سے کہا[2] کیا آپ مجھے یہ دکھا سکتے ہیں

بعض حضرات صحاح ستہ کی بعض کتابوں پر اسے ترجیح دیتے ہیں۔ امام مالک کے تلامذہ کی تعداد کا شمار نہیں اور محرر مذہب حنفی امام محمد اور امام شافعی تک ان کے تلامذہ میں ہیں۔

**استدلال** امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ پورے سر کا مسح فرض ہے۔ دلیل میں حضرت عبداللہ بن زید کی وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو ابھی آرہی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سر کا دونوں ہاتھوں سے اس طرح مسح فرمایا کہ دونوں ہاتھ آگے لائے اور پیچھے لے گئے۔ سر کے اگلے حصے سے شروع فرمایا یہاں تک کہ ہاتھ گدی تک لے گئے پھر واپس لائے جہاں سے شروع فرمایا تھا۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ اولاً اگر حضرت مغیرہ اور حضرت انس کی وہ حدیثیں نہ ہوتیں جنمیں یہ مذکور ہے کہ حضور نے پیشانی یا سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا تو ضرور حضرت عبداللہ بن زید کی اس حدیث سے پورے سر کے مسح کی فرضیت ثابت ہوتی اسلئے کہ جب ہم یہ تسلیم کر چکے کہ آیت وضو مقدار مسح میں مجمل ہے اور مجمل کا بیان خبر واحد سے درست تو حضرت عبداللہ بن زید کی یہ حدیث اس کا بیان ہو جاتی لیکن جب ان دونوں حدیثوں نے ثابت کر دیا کہ چوتھائی سر کا مسح بھی کافی ہے اب اگر پورے سر کا مسح فرض قرار دیں تو ان دونوں حدیثوں کا ترک لازم آئے گا۔ دونوں مضمون کی احادیث میں تطبیق کیلئے احناف نے یہ تفصیل رکھی کہ چوتھائی سر کا مسح فرض اور پورے سر کا سنت۔

ثانیاً اگر حضرت عبداللہ بن زید کی اس حدیث سے پورے سر کا مسح فرض مانیں تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جس ہیئت خاصہ کے ساتھ اسمیں مسح مذکور ہے وہ ہیئت بھی فرض ہو مثلاً اگلے حصے سے شروع کرنا پھر گدی تک لیجانا پھر پیشانی کیطرف واپس لانا حالانکہ مالکیہ بھی اس ہیئت کو فرض نہیں مانتے، اب مالکیہ جو عذر اس ہیئت کے فرض نہ ہونے کا بیان کریں گے وہی عذر ہمارا بھی پورے سر کے مسح کے فرض نہ ہونے کا ہوگا۔

## تشریحات (۱۳۹)

(۱) اس سے مراد عمرو بن ابی حسن ہیں۔ یہ عمرو بن یحییٰ کے باپ یعنی یحییٰ کے چچا ہیں اس اعتبار سے یہ عمرو بن یحییٰ کے مجازی دادا ہوگئے۔ عرف میں دادا کے بھائی کو بھی دادا کہتے ہیں۔ اس لئے متعین ہوگیا کہ "وھو جد عمرو بن یحییٰ" میں ھو

اَنْ تُرِيَنِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ

کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے وضو فرماتے تھے

فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ، نَعَمْ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَفْرَغَ عَلٰى يَدِهٖ

عبداللہ بن زید نے کہا ہاں دکھا سکتا ہوں انھوں نے پانی منگایا اسے اپنے ہاتھ پر ڈالا

فَغَسَلَ يَدَهٗ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلٰثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثًا

اور اپنا ہاتھ دو بار دھویا پھر کلی کی اور ناک میں پانی تین بار ڈالا پھر اپنے چہرے کو تین بار دھویا

کی ضمیر رجلاً کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی سائل عمرو بن یحییٰ کے دادا عمرو بن ابی حسن ہیں۔ اس ضمیر کا مرجع، عبداللہ بن زید نہیں ہو سکتے اس لئے کہ یہ عمرو بن یحییٰ کے نہ حقیقی دادا ہیں نہ مجازی۔ صاحب اکمال اور ان کے متبعین نے جو یہ لکھا ہے کہ عمرو بن یحییٰ، عبداللہ بن زید نواسے ہیں غلط ہے۔

**(۲) ایک اشکال** یہ سائل ... تھے۔ اس کے بعد والی روایت میں بخاری ہی میں تصریح ہے کہ یہ عمرو بن ابوالحسن ہیں۔ البتہ موطا کے رواۃ میں سائل کے بارے میں اختلاف ہے۔ اکثر راویوں نے مبہم رکھا ہے۔ لیکن معن بن عیسیٰ کی روایت میں ہے کہ یہ سائل ابوحسن ہیں اور یہ صحابی تھے۔ امام محمد کی روایت میں بھی انھیں ابوحسن کو سائل بتایا۔ امام شافعی نے کتاب الام میں امام مالک سے یہی حدیث نقل کی ہے اس میں سائل یحییٰ کو بتایا۔

**جواب** قصہ یہ ہے کہ ایک مجلس میں یہ تینوں ابوحسن اور ان کے بیٹے عمرو اور ان کے پوتے یحییٰ جو ابوحسن کے دوسرے صاحبزادے عمارہ کے بیٹے تھے موجود تھے۔ یعنی یحییٰ ان کے چچا عمرو ان کے دادا ابوحسن۔ عمرو بن حسن وضو بہت کثرت سے کرتے تھے انھوں نے حضرت عبداللہ بن زید سے یہ سوال کیا۔ مگر موجود ان کے باپ ابوحسن اور بھتیجے یحییٰ بھی تھے تو بعض روایات میں مجازاً ان کی طرف بھی سوال کی نسبت کر دی گئی ہے۔ یہ ہو سکتا ہے تینوں کے باہمی مشورے کے بعد عمرو بن ابی حسن نے سوال کیا ہو۔ جیسا کہ اسماعیلی کی روایت میں ہے، قلنا ہم سب نے کہا۔ یہ ایسے ہی موقع پر بولتے ہیں جبکہ چند اشخاص باہمی مشورے سے کوئی بات کہیں۔ اگرچہ کہنے والا ایک ہی ہو، ورنہ اصل سائل، عمرو بن ابی حسن ہی ہیں۔ جیسا کہ ابونعیم نے مستخرج میں وراوردی کی حدیث ذکر کیا۔ کہ عمرو بن ابی حسن نے کہا، میں کثیر الوضو تھا اس لئے عبداللہ بن زید سے میں نے کہا۔ خود امام بخاری نے جو اس کے بعد روایت ذکر کی ہے۔ اس میں اور جلد ۱ صفحہ ۳۳ میں جو روایت ہے اس میں تصریح ہے کہ سائل عمرو بن ابی حسن ہی تھے۔

**اشکال دوم** دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس روایت میں یہ ہے کہ ابتداء میں ہاتھ دو بار دھویا۔ دو بار دھونا تو کوئی قابل

ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ

پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دو دو بار دھویا [۳] پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے

بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ حَتَّى ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى

سر کا مسح کیا ہاتھوں کو آگے لائے اور پیچھے لے گئے [۴] اپنے سر کے اگلے حصے سے شروع فرمایا یہاں تک کہ

قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ

ہاتھوں کو گدی تک لے گئے پھر لوٹا کر اسی جگہ تک لائے جہاں سے شروع فرمایا تھا۔ پھر اپنے دونوں پاؤں دھوئے

اعتراض بات نہیں بیان جواز کے لئے بھی ہوسکتا ہے۔ مگر بخاری ہی میں اس کے بعد والی روایت میں نیز صفحہ ۳۳ باب الوضوء من التور میں ہے۔ ابتدا میں ہاتھ تین بار دھویا تھا، نیز مسلم وغیرہ میں بھی ثلاثا ہی ہے۔

جواب | علامہ ابن حجر نے اس کا یہ جواب دیا۔ مرتین کی روایت صرف امام مالک سے ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے رواۃ نے ثلثا ہی روایت کیا ہے۔ چند ثقات کی زیادتی ایک ثقہ کے مقابلے میں مقبول ہے، اس لئے صحیح یہ ہے کہ عبداللہ بن زید نے ابتدا میں تین بار ہاتھ دھویا تھا۔ اس کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ مسلم میں بطریق بہز وھیب سے روایت ہے کہ انھوں نے عمرو بن یحیی سے دو بار املاءً یہ حدیث سُنی ہے۔ اس لئے اس میں توہم کا شائبہ نہیں

(۳) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری روایتیں متفق ہیں کہ ہاتھوں کو کہنیوں تک دو بار دھویا۔ یہ بیان جواز کے لئے ہے۔ گزر چکا کہ فرض اعضاء وضو کا ایک بار دھونا ہے۔ تین بار سنت ہے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ دو دو بار دھونا جائز ہے۔ نیز یہ افادہ فرمایا کہ یہ ضروری نہیں کہ جتنی بار وضو کے ایک عضو کو دھویا جائے اتنی ہی بار سارے ہی اعضاء کو دھویا جائے۔ یہ بھی جائز ہے کہ بعض کو ایک بار بعض کو دو بار بعض کو تین بار دھویا جائے۔

(۴) واؤ مطلق جمع کے لئے ہے ترتیب کے لئے نہیں۔ اس لئے اس کا مطلب یہ نہیں کہ سر کا مسح پیچھے گدی کی طرف سے شروع کیا بلکہ یہی ہوا کہ سر کے اگلے حصے سے شروع فرمایا۔ پہلے ہاتھ آگے سے پیچھے لے گئے پھر پیچھے سے آگے لائے جیسا کہ بعد میں تصریح ہے۔

---

عہ ایضاً۔ بعد الحدیث متصلا باب غسل الرجلین الی الکعبین۔ باب من مضمض واستنشق من غرفة واحدة باب مسح الراس مرة جلد ۱ ص ۳۲۔ باب الغسل والوضوء فی المخضب والقدح جلد ۱ ص ۳۲۔ باب الوضوء من التور جلد ۱ ص ۳۳۔ مسلم، طهارت جلد ۱ ص ۱۲۳۔ ابوداؤد باب صفة وضوء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم جلد ۱ ص ۱۹۔ ترمذی، باب من توضأ بعض وضوئه مرتین وبعضه ثلثا جلد ۱ ص ۱۰ نسائی باب حد الغسل۔ وباب صفة مسح الراس جلد ۱ ص ۲۸۔ ابن ماجه، باب الوضوء من الصفر ص ۳۷ موطاء امام مالک باب ابتداء الوضوء ص ۴۶۔

# ت (۴۲)

اَمَرَ جَرِیْرُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ اَھْلَہٗ اَنْ یَّتَوَضَّؤُا بِفَضْلِ سِوَاکِہٖ [1]

حضرت جریر بن عبداللہ نے اپنے اہل کو حکم دیا کہ مسواک کرنے سے جو پانی بچ گیا ہے اس سے وضو کریں۔

## تشریحات ت (۴۲)

امام بخاری نے یہاں باب یہ باندھا ہے۔ لوگوں کے وضو کرنے کے بعد جو پانی بچ جائے اس کے استعمال کا حکم۔ یہاں تین لفظ ہیں۔ استعمال۔ فضل۔ وضو۔ ان تینوں میں کئی کئی پہلو ہیں۔ استعمال سے مراد کھانا، پینا، نجاست حقیقی دور کرنا، نجاست حکمی دور کرنا یعنی وضو یا غسل کرنا، تبرید یعنی ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے، تبریک یعنی برکت حاصل کرنے کے لئے بدن پر ملنا، سب ہو سکتا ہے۔

فضل کے معنی بچا ہوا پانی۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ وضو یا غسل کے بعد برتن میں جو پانی بچ گیا۔ وضو یا غسل کرتے وقت جو پانی اعضا سے گر کر جمع ہوا۔ وضو، ایک بے وضو کا ہے ایک باوضو کا۔ امام بخاری کی کیا مراد ہے۔ یہ کسی طرح ظاہر نہیں ہو پاتی۔ پھر ان مختلف احتمالات کو اکٹھا کیا جائے تو بہت سی صورتیں ایسی نکلتی ہیں جو متفق علیہ ہیں مثلاً فضل سے مراد وہ پانی لیا جائے جو وضو و غسل کے بعد برتن میں بچ رہے۔ یہ بالاتفاق طاہر بھی ہے اور مطہر بھی۔

جب امام بخاری کی مراد ہی نہیں معلوم تو تعلیق اور احادیث کے باب سے مطابق ہونے کی تقریر ہی نہیں ہو پائے گی اور ہر احتمال کو بیان کر کے سب پر مطابقت و عدم مطابقت کی بحث طول عمل ہونے کے ساتھ ساتھ لاطائل ہے، ائمہ کے مابین مختلف فیہ ماء مستعمل کا مسئلہ ہے۔ ہمارا گمان یہ ہے کہ امام بخاری کی مراد یہی ہوگی۔ یعنی ماء مستعمل کے استعمال کا حکم۔

**ماءِ مستعمل کی تعریف** ماء مستعمل کی تعریف میں بھی اختلافات ہیں۔ مگر صحیح و مختار تعریف یہ ہے۔ وہ قلیل پانی جس سے حدث دور کیا گیا ہو یا دور ہوا ہو یا بہ نیت تقرب استعمال کیا گیا ہو۔ اور بدن سے جدا ہو گیا ہو اگرچہ کہیں ٹھہرا نہیں روانی ہی میں ہو، مثلاً جسم سے جدا ہو کر زمین تک نہیں پہنچا۔ درمیان ہی میں ہے۔ ماء مستعمل کی تعریف، حکم اور اس سے متعلق اور ابحاث کے لئے فتاوی رضویہ جلد اول میں رسالہ مبارکہ "الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل" از صفحہ ۲۳۷ تا صفحہ ۳۶۰ کا مطالعہ کریں۔

**حکم** ماء مستعمل کا حکم کیا ہے اس بارے میں ائمہ مذاہب مختلف ہیں۔ امام مالک اسے طاہر مطہر مانتے ہیں اور غالباً

[1] ابن ابی شیبہ و دار قطنی۔

40

امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام شافعی طاہر غیر مطہر مانتے ہیں۔ یعنی خود تو پاک ہے مگر نجاست حکمیہ دور کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ امام زفر و امام محمد کی روایت کے مطابق یہی حضرت امام اعظم کا بھی مذہب ہے۔ احناف کا یہی مختار و مفتی بہ ہے۔ امام اعظم سے دو روایتیں اور بھی آئی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ نجس ہے مگر نجاست خفیفہ ہے۔ یہ حضرت امام ابو یوسف کی روایت ہے۔ دوسرے یہ کہ نجاست مغلظہ ہے۔ یہ امام حسن بن زیاد کی روایت ہے یہ مختلف روایتیں اصل میں وضو کرنے والوں کے احوال کے اعتبار سے ہیں۔ احادیث میں وارد ہے کہ وضو کرنے سے متوضی کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ عارف باللہ صاحب کشف بزرگ تھے۔ انھوں نے وضو کرنے والوں کے مختلف احوال دیکھے اس کے مطابق حکم بیان فرمایا۔ وضو کے پانی سے جن کے کبائر جھڑتے دیکھا اسے نجاست غلیظہ فرمایا۔ جن کے صغائر دھلتے دیکھا اسے نجاست خفیفہ بتایا۔ اور جن کے مکروہات دھلتے دیکھا اسے طاہر غیر مطہر فرمایا، میزان الشریعۃ الکبریٰ میں امام عبدالوہاب شعرانی حضرت سیدنا علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا امام اعظم ابوحنیفہ کے مدارک بہت دقیق ہیں۔ ان پر اکابر اولیاء اہل مشاہدہ ہی مطلع ہو سکتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ وضو سے وضو کرنے والوں کے جو گناہ دھل کر گرتے اسے پہچان لیتے۔ اسی لئے انھوں نے ماء مستعمل کے تین درجے رکھے ہیں۔ ایک بار کوفے کی جامع مسجد میں تشریف لے گئے ایک جوان کو حوض میں وضو کرتے دیکھا۔ دھوبن جب گرا تو اس سے کہا! اے بیٹے! ماں باپ کو ایذا دینے سے توبہ کر اس نے فوراً توبہ کی۔ دوسرے کا دھوبن دیکھا تو اس سے فرمایا، اے بھائی زنا سے توبہ کر، ایک اور کو دیکھا تو اس سے فرمایا، شراب پینے، مزامیر سے توبہ کر، ان دونوں نے بھی توبہ کی۔ یہ دونوں بزرگ شافعی تھے۔

**تعلیق کی توجیہہ** حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد میں بھی تین احتمال ہیں۔ وہ پانی جس میں مسواک کرنے سے پہلے مسواک بھگوتے تھے وہ پانی مسواک کرتے وقت جس میں مسواک ڈالتے تھے۔ وہ پانی جسمیں مسواک کرنے کے بعد مسواک رکھتے تھے۔ حضرت جریر کی مراد دوسری صورت ہے جیسا کہ بعض اسی تعلیق کے طرق میں ہے کہ وہ مسواک کرتے جاتے اور پانی میں بھی ڈالتے اور یہ کہتے اس سے وضو کرو۔ اور دار قطنی میں بافادۂ تصحیح یہ روایت ہے کہ وہ اپنے اہل سے فرماتے، اس پانی سے وضو کرو جس میں مسواک ڈالتا ہوں۔ دار قطنی ہی نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی بعینہ یہ ارشاد نقل فرمایا ہے، اگرچہ اس کی سند میں کچھ ضعف ہے۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ امام بخاری کی مراد وہی ہے جو میرا گمان ہے تو اس تعلیق کو باب سے کوئی لگاؤ نہیں۔ اولاً اس لئے کہ خود مسواک محدث نہیں ہوتی۔ منہ میں آنے کے بعد منہ کا لعاب اس میں لگا ضرور مگر اس سے

# حدیث (۱۴۰)

## فجعل الناس یاخذون من فضل وضوئہ

سَمِعْتُ اَبَاجُحَیْفَۃَ یَقُوْلُ خَرَجَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حکم نے کہا۔ میں نے حضرت ابوجحیفہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخت گرمی میں باہر ہم میں

بِالْھَاجِرَۃِ فَاُتِیَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّاَ فَجَعَلَ النَّاسُ یَاْخُذُوْنَ مِنْ فَضْلِ وَضُوْئِہٖ

تشریف لائے۔ خدمت اقدس میں وضو کا پانی حاضر کیا گیا حضور نے وضو فرمایا

بھی مسواک میں حدث کا کوئی اثر نہیں پہنچا اس لئے کہ منہ میں حدث کا اثر ہوتا ہی نہیں۔ وضو میں کلی کرنا فرض نہیں سنت ہے۔ ثانیاً اگر یہ کہا جائے کہ امام بخاری کے یہاں کلی کرنا فرض ہے۔ ان کے نزدیک منہ میں بھی حدث کا اثر ہوتا ہے۔ یا یہ تکلف کیا جائے کہ حضرت جریر کا یہ ارشاد حالت جنابت میں مسواک کرنے کی صورت میں تھا تو عرض ہے کہ ماء مطلق غیر مستعمل میں اگر ماء مستعمل مل جائے اور ماء مستعمل بہ نسبت غیر مستعمل کے کم ہو تو کل پانی مستعمل نہیں ہوگا۔ ظاہر ہے کہ مسواک میں منہ کا لعاب بہ نسبت پانی کے بہت ہی کم ہوگا۔ پھر اس تقدیر پر بھی کل پانی مستعمل ہو جائے یہ سمجھ میں نہیں آتا۔

ہاں اگر امام بخاری کی باب سے مراد یہ لی جائے کہ وہ پانی جو کسی طرح استعمال میں آیا ہو، خواہ وہ فقہ کی اصطلاح میں مستعمل ہو خواہ نہ ہو تو بات بن جائیگی مگر اس میں کوئی خاص افادہ نہ ہوگا۔ اس سے امام بخاری کے مقلدین کی یہ ہوائی ہوا ہو گئی کہ یہ باب احناف کے رد کے لئے ہے، یہ احناف کے مذہب سے ناواقفی کی بنا پر ہے۔ حضرت جریر کے ارشاد کے مطابق ہمارا بھی یہی مذہب ہے کہ اگر کسی پانی میں مسواک ڈال ڈالکر کیا جائے تو وہ ماء مستعمل نہیں رہتا۔ طاہر بھی ہے اور مطہر بھی۔ ماء مستعمل وضو یا غسل کے کام کا نہیں، مگر اس سے بدن یا کپڑے پر لگی ہوئی نجاست حقیقی دور کر سکتے ہیں اسے تبرید کے لئے استعمال کر سکتے ہیں مگر اس کا پینا مکروہ ہے۔

# تشریحات (۱۴۰)

**(۱) تکمیل** خود بخاری اور مسلم میں یہ حدیث کچھ زیادتی کے ساتھ مروی ہے۔ ان سب کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت ابوجحیفہ کہتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکے میں تھے تو میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چمڑے کے سرخ رنگ کے گول خیمے میں بطحا میں تشریف فرما تھے۔ عصر سے کچھ پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے بلال وضو کا پانی لائے اور حضور نے وضو فرمایا۔ حاضرین وضو

فَيَتَمَسَّحُونَ بِهٖ فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ

لوگ آپ کے غسالہ کو لے کر ملنے لگے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر بھی دو رکعت

رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ [1]

پڑھی اور عصر بھی دو رکعت پڑھی اور حضور کے سامنے چھوٹا نیزہ تھا۔

## حدیث (۱۴۱)

### فشربت من وضوئه

سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِيْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میری خالہ مجھے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے غسالہ کو لینے کے لئے ٹوٹ پڑے، غسالہ مبارکہ لے لے کر لوگ اپنے اپنے چہروں پر ملنے لگے، جسے مل جاتا ملتا جاتا، جسے نہیں ملتا وہ پانے والے کے ہاتھ کی تری لے لیتا اور ہاتھ اپنے چہروں پر ملتا۔ حضرت بلال نے اذان کہی۔ جدھر وہ منہ گھماتے میں بھی گھماتا۔ یعنی دائیں بائیں، حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح کہتے وقت۔ پھر چھوٹا نیزہ بلال نے گاڑا۔ حضور آگے بڑھے اور دو رکعت ظہر پڑھی اور عصر بھی دو رکعت پڑھی۔ حضور کے آگے چھوٹا نیزہ تھا اس نیزہ کے آگے عورت اور گدھے گزرتے رہتے جب نماز ہو چکی تو لوگ حضور کے دست مبارک کو لے کر اپنے اپنے چہروں پر ملنے لگے میں نے بھی دست اقدس لیا اور اپنے چہرے پر رکھا، دست مبارک برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔

اس حدیث کو بھی باب سے کوئی مناسبت نہیں۔ اس لئے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضلات مبارکہ طاہر ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غسالہ مبارکہ کی نجاست کا کوئی سوال ہی نہیں۔ وہ بہرحال پاک ہوگا۔ یہاں بحث انبیاء کرام کے استعمال کردہ پانی کی نہیں، امتیوں کے استعمال کردہ اس پانی کی ہے جو فقہی طور پر مستعمل ہو چکا ہو۔

## تشریحات (۱۴۱)

(۱) **سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ** ان کی کنیت ابو یزید ہے۔ ان کے نسب میں اختلاف ہے۔ کسی نے کندی بتایا کسی نے ازدی کسی نے کنانی کسی نے لیثی کسی نے سلمی ہذلی کہا ہے۔ زیادہ مشہور یہ ہے کہ یہ کندی ہیں، ہجرت کے

---

[1] ایضاً، صلاۃ باب الصلوٰۃ الی العنزۃ ج ۱ ص ۷۱، باب السترۃ بمکۃ وغیرھا ج ۱ ص ۷۲، مناقب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ ص ۵۰۲، مسلم، صلوٰۃ باب السترۃ للمصلی ج ۱ ص ۱۹۵، ۱۹۶۔ نسائی، طہارت الانتفاع بفضل الوضوء ص ۳۳

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ، یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ ابْنَ اُخْتِیْ وَقِعٌ فَمَسَحَ

کی خدمت میں لے گئیں پھر عرض گزار ہوئیں یارسول اللہ یہ بھانجا بیمار ہے اس کے پاؤں میں درد ہے

رَأْسِیْ وَدَعَا لِیْ بِالْبَرَکَۃِ، ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوْئِہٖ، ثُمَّ

حضور نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا کی۔ پھر حضور نے وضو فرمایا میں نے غسالہ مبارکہ پیا۔

دوسرے سال پیدا ہوئے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے باپ کے ساتھ شریک تھے اس وقت ان کی عمر سات سال تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی ولادت ۳ھ میں ہوئی۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ واپس ہوئے اور مدینہ طیبہ والوں نے شاندار خیر مقدم کیا تو بچوں کے ساتھ یہ بھی استقبال کرنے والوں میں تھے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اور عبداللہ بن مسعود بن عتبہ اور سلیمان بن ابی خیثمہ کو مدینہ طیبہ کے بازار کا عامل بنایا تھا۔ الاستیعاب میں ان کی عمر چورانوے یا چھیانوے سال لکھی ہے۔ اس حساب سے یہ ۹۰ھ یا ۹۲ھ میں واصل بحق ہوئے۔ ویسے ان کا سن وصال سن اسی یا اکیانوے لکھا ہے۔ مگر عمر اکانوے یا چورانوے یا چھیانوے سال لکھی ہے جو کسی طرح درست نہیں۔ اصابہ میں یہ بھی ہے کہ مدینہ طیبہ میں وصال فرمانے والے صحابہ میں یہ سب سے آخر ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ اپنے والد حضرت یزید اور حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن السعدی، اپنے ماموں حضرت علاء بن الحضرمی حضرت طلحہ حضرت سعد وغیرہ سے بھی احادیث روایت کی ہیں۔ ان سے امام زہری، یحییٰ بن سعید وغیرہ نے روایت کی ہے۔ ان سے پانچ احادیث مروی ہیں اور سب بخاری نے ذکر کی ہیں [1]

**(۲) لغات:** وَقِعٌ، یہ وَقِعَ بھی مروی ہے ماضی کا صیغہ یعنی بیمار ہے۔ اور وَقِعٌ، اسم فاعل، اس کے پاؤں میں درد ہے۔ کریمہ کی روایت میں وَجِعٌ ہے۔ یہی اکثر روایت ہے یعنی بیمار ہے الخ، ذھب بہ اور اذھبہ میں فرق یہ بتایا جاتا ہے کہ اذھبہ کے معنی بھی لے جانے کے ہیں مگر یہ مٹانے کے ہم معنی ہے۔ اور ذھب بہ کے معنی ساتھ لیجانے کے ہیں، مگر یہ درست نہیں، قرآن مجید میں ہے ذھب اللہ بنورھم۔ یہاں مٹانے کے معنی میں ہے۔ زِرٌّ، گھنڈی کو بھی کہتے ہیں اور انڈے کو بھی۔ الحجلۃ، دلہن کے لئے گول خیمے کی طرح خوبصورت عمدہ کپڑوں سے جو مکان بناتے تھے جن میں آرائش کے لئے بڑی بڑی گھنڈیاں لگاتے تھے اسے حجلہ کہتے ہیں اور حجلہ چکور پرندے کو بھی کہتے ہیں۔ ہم نے دونوں کی رعایت کرتے ہوئے دونوں ترجمہ کیا ہے۔ ثانی کو ترجیح ہے اس لئے کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں کبوتر کے انڈے کے مثل وارد ہے، یہاں تمثیل صرف مقدار میں ہے۔

---

[1] اصابہ الاستیعاب، جلد دوم، عینی جلد ثالث ص ۷۷،

قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَنَظَرْتُ اِلٰی خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَیْنَ کَتِفَیْهِ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ[1]

پھر حضور کے پیچھے کھڑا ہوا میں نے حضور کے دونوں شانوں کے درمیان حجلہ عروسی کی گھنڈی کے مانند یا چکور کے انڈے کے مانند مہر نبوت کو دیکھا۔

**تکمیل** باب صفۃ النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں، محمد بن عبداللہ کا یہ قول نقل کیا ہے

الحجلۃ من حجل الفرس الذی بین عینیہ[2] یہ حار کے ضمے اور جیم کے سکون کے ساتھ ہے۔ یہ حجل الفرس سے لیا گیا ہے یعنی وہ سپیدی جو گھوڑے کے دونوں آنکھوں کے درمیان ہوتی ہے۔

علامہ ابن حجر نے مقدمے میں فرمایا کہ یہ خطا ہے کیونکہ حجل الفرس اس سپیدی کو کہتے ہیں جو گھوڑے کے پاؤں میں ہوتی ہے نیز وہیں ابراہیم بن حمزہ سے جو روایت ہے وہ رز الحجلہ ہے پہلے راء مہملہ پھر زاء معجمہ۔ امام بخاری نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے۔ زِرّ کے معنی گھنڈی کے ہیں۔ انڈا اس کا لازم معنی ہوگا۔ رِزّ کے معنی انڈے کے ہیں، گھنڈی اس کا لازم معنی ہوگا۔ امام بخاری نے جو یہاں فرمایا کہ رِزّ صحیح ہے۔ غالباً یہ اس بنا پر کہ وہ حجلہ سے پرندہ مراد لیتے ہیں۔

وہیں یہ روایت بھی ہے جعید بن عبدالرحمٰن نے کہا میں نے، سائب بن یزید کو چورانوے سال کی عمر میں دیکھا وہ بہت تندرست میانہ قد تھے۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ مجھے یہ کان اور آنکھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ملے ہیں۔ میری خالہ خدمت اقدس میں لے گئیں اور عرض کیا یہ میرا بھانجہ بیمار رہتا ہے، اس کے لئے دعا فرمادیں تو حضور نے میرے لئے دعا فرمائی۔

**خاتم نبوّت** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان، بائیں شانے کی نرم ہڈی کے نیچے مہر نبوت تھی، اس سلسلے میں دس صحابۂ کرام سے احادیث مروی ہیں۔ جو باعتبار معنی مشہور ضرور ہیں، البتہ اس کی تفصیل میں الفاظ مختلف آئے ہیں۔ بخاری میں جو وارد ہے وہ دو معنی کا احتمال رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ حجلۂ عروسی کی گھنڈی کی طرح تھی۔ یا چکور کے انڈے کے مثل۔ مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے۔ کبوتر کے انڈے کے برابر تھی جس کا رنگ جسم اقدس کے جیسا تھا۔ ترمذی میں انھیں کی حدیث میں ہے کہ سرخ رنگ، سخت گوشت کا ایک ابھار کبوتر کے انڈے کے برابر تھا۔ نیز مسلم میں حضرت عبداللہ بن سرخس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بائیں مونڈھے

---

[1] ایضاً صفۃ النبی باب وباب خاتم النبوۃ ج ۱ ص ۵۰۱۔ دعوات باب الدعاء للصبیان بالبرکۃ ج ۲ ص ۹۴۰۔ مرضی، باب من ذھب بالصبی المریض لیدعی لہ ج ۲ ص ۸۴۷۔
مسلم، فضائل، باب اثبات خاتم النبوۃ ج ۲ ص ۲۵۹، ترمذی، فضائل باب فی خاتم النبوۃ ج ۲ ص ۲۰۵۔

[2] بخاری ج ۱ ص ۵۰۱۔

کی نرم پتلی ہڈی کے پاس ایک مٹھی اُبھرے ہوئے تل تھے۔ مسند امام احمد میں حضرت ابو رمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ سیب کے مثل تھی۔ شمائل ترمذی میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ ابھرا ہوا گوشت تھا۔ حاکم کی حدیث میں ہے، کچھ بال اکٹھے تھے۔ عمرو بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ مہر کے مثل تھی۔ تاریخ نیشاپور میں ہے۔ گوشت کی "گولی" کے مثل تھی جسمیں گوشت ہی سے لکھا تھا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ ابن عابد کی مولد میں ہے۔ کہ یہ ایک چمکدار نورانی شئی تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی الفاظ آئے ہیں۔ ان سب کا خلاصہ یہ نکلا کہ مہر نبوت کبوتر یا چکور کے انڈے کے برابر تھی، جو جسم اقدس سے اُبھری ہوئی تھی۔ اسمیں سیاہ تلوں کے مثل ابھار سے محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ اس سے نور چمکتا تھا۔ اس کا اصل رنگ وہی تھا جو جسم اقدس کا تھا یعنی سُرخ سفید مگر سیاہ اُبھار سے محمد رسول اللہ بنا ہوا تھا۔ اس پر بال بھی تھے۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ وصال کے بعد مہر نبوت اُٹھالی گئی تھی۔ یہ بائیں شانے کے متصل گردن کی جڑ کے قریب تھی۔ یہ مہر نبوت پیدائشی تھی یا بعد میں لگائی گئی، دونوں قول ہیں، تفصیل عینی میں مذکور ہے۔

یہ مہر نبوت، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان خصوصی نشانیوں میں ہے جو کتب سابقہ میں مرقوم تھیں حضرت سلمان فارسی نے جب دوسرے دن ہدیہ پیش فرمایا حضور نے اسے قبول فرمالیا، تو انھوں نے پشت مبارک میں مہر نبوت دیکھی اور ایمان لائے۔[1]

بحیرا راہب نے کہا:۔

انی اعرفہ بخاتم النبوۃ اسفل من غضروف کتفہ مثل التفاحۃ[2]

میں انھیں مہر نبوت سے پہچانتا ہوں جو ان کے شانے کی نرم ہڈی کے نیچے سیب کی طرح ہے۔

مدارج میں ہے کہ دیگر انبیاء کرام کے ہاتھوں میں مہر نبوت ہوتی تھی مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پشت مبارک میں تھی۔ یہ اشارہ ختم نبوت کی طرف تھا۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ جہاں مہر نبوت تھی وہیں سے شیطان کی مداخلت ہوتی ہے۔ مہر نبوت کی وجہ سے شیطان کی مداخلت کی گنجائش نہ رہی۔

**مطابقت** باب سے مطابقت کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ "من وضوئہ" سے مراد وہ پانی لیا جائے جو وضو کرتے وقت گرتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عام انسانوں کی صف میں رکھا جائے اور

---

[1] شمائل ترمذی [2] ترمذی باب فی بدء النبوۃ ج ۲ ص ۲۰۲،

## ت (۴۳)

**تَوَضَّأَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بِالْحَمِیْمِ وَمِنْ بَیْتِ نَصْرَانِیَّۃٍ**[1]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گرم پانی اور نصرانی عورت کے گھر کے پانی سے وضو فرمایا

یہ دونوں باتیں ممنوع ہیں۔ وضو کے معنی میں یہ بھی احتمال ہے کہ مراد وہ پانی ہو جو وضو کے بعد بچ گیا ہو۔ اور ہم بتا آئے کہ جب احناف کے نزدیک فضلات مبارکہ تک طاہر ہیں تو ماء مستعمل بدرجہ اولیٰ طاہر ہوگا۔

علاوہ ازیں احناف ماء مستعمل کو نجس نہیں کہتے۔ طاہر مانتے ہیں۔ اس لئے یہ حدیث کسی طرح احناف کے معارض نہیں۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ احناف ماء مستعمل کا پینا مکروہ بتاتے ہیں اور یہاں حضرت سائب نے یہ ماء متبرک پیا۔ اس کا جواب وہی ہے کہ بحث عام انسانوں کے استعمال کردہ پانی کی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استعمال فرمودہ پانی کی نہیں۔ وہ بہر حال طاہر مطہر ہے ظاہر کا بھی مطہر ہے اور باطن کا بھی۔

**مسائل** کسی بھی مرض یا تکلیف کے ازالے کے لئے "دم کرانا" جائز ہے، بشرطیکہ جو پڑھ کر دم کیا جائے اسمیں کوئی کلمہ خلاف شرع نہ ہو، علماء صلحاء کے پاس دم کرانے کے لئے لیجانا جائز ہے۔ برکت کیلئے کسی کے سر پر ہاتھ پھیرنا سنت ہے۔

## تشریحات ت (۴۳)

امام بخاری نے باب یہ باندھا "مرد کا عورت کے ساتھ وضو کرنا اور عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا"۔ باب کے بعد تعلیق مذکور ذکر کی۔ اس تعلیق کا باب سے کیا علاقہ ہے وہ خادم کی سمجھ میں نہیں آیا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان دونوں پانیوں میں یہ احتمال تھا کہ کسی عورت نے اسے استعمال کیا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دریافت کرلینا چاہئے تھا تاکہ ان کا شبہہ باقی نہ رہ جاتا۔ شبہات سے بچنا محمود ہے، من اتقی الشبہات فقد استبرأ لدینہ۔ حضرت عمر نے یہ دریافت نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ عورت کے استعمال کردہ پانی سے وضو جائز ہے لیکن یہ طفلانہ بات ہے، کیا نصرانیہ کے پانی میں یہ شبہہ نہیں کہ وہ ناپاک ہو حضرت عمر نے یہ دریافت نہیں فرمایا کہ پانی پاک ہے کہ ناپاک، تو کیا کوئی یہ جرأت کرسکتا ہے کہ کہدے کہ ناپاک پانی سے بھی وضو جائز ہے۔

یہ دونوں دو تعلیق ہیں یا ایک۔ کریمہ کی روایت میں واؤ نہیں۔ اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی تعلیق ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ دونوں، دو مستقل تعلیق ہیں جیسا کہ علامہ عینی نے تحقیق فرمائی۔

گرم پانی سے وضو بالاتفاق جائز ہے، صرف امام مجاہد کا اختلاف ہے، وہ کہتے ہیں کہ پانی آگ پر گرم کیا جاتا ہے اور

---

[1] سعید بن منصور و عبدالرزاق، [2] امام شافعی عبدالرزاق،

## حدیث (۱۴۲)

### کان الرجال والنساء یتوضؤن جمیعا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ کَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

آگ جہنم کا جز ہے، وہیں سے آئی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

نارکم جزء من سبعین جزء من نار جھنم [1] تمھاری یہ آگ جہنم کی آگ کے ستر جز میں سے ایک جز ہے۔

اس لئے گرم پانی کے استعمال میں ایک گونہ جہنم سے علاقہ ہے۔ عبادات میں یہ علاقہ بھی اچھا نہیں۔ مگر یہ انکا استدلال ظاہر ہے کہ لائق التفات نہیں۔ اگر آگ پر گرم کئے ہوئے پانی کے استعمال میں جہنم سے ایک گونہ علاقہ ہے تو پکے ہوئے کھانے میں بھی یہ علاقہ ہے اس لئے اس سے بھی اجتناب لازم ہے۔ علاقہ جہنم سے مطلقاً اجتناب لازم ہے خواہ عبادات ہوں خواہ معاملات۔ حق یہ ہے کہ آگ اگرچہ جہنم سے آئی ہے مگر یہ بھی نعمت ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اَفَرَءَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْرُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَھَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِءُوْنَ ۝ (پ۲۷ ع۲)

بتاؤ وہ آگ جسے تم جلاتے ہو کیا تم نے اس کا پیڑ پیدا کیا یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔

اگر آگ نعمت نہ ہوتی تو اس کی عطا پر احسان نہیں جتایا جاتا۔

**باب کا فائدہ** اس عہد میں عورت کی جو حیثیت تھی اسکے پیش نظر اسے یہ اعزاز دینا کہ وہ مرد کے ساتھ وضو یا غسل کرے بہت مستبعد تھا، نیز اس کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا مرد کے لئے بہت مشکل تھا۔ علاوہ ازیں کسی کے وضو یا غسل سے بچے ہوئے پانی سے وضو یا غسل کرنا طبیعت پر گراں بھی ہوتا ہے، اس کے ازالے کیلئے یہ باب باندھا۔

غیر مسلم کے گھر کے پانی کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں خصوصاً جبکہ دوسرا پانی نہ ہو، اسلئے کہ پانی کی اصل طہارت ہے۔ جب تک دلیل سے یہ ثابت نہ ہو جائے کہ پانی ناپاک ہے اسے پاک ہی مانا جائے گا۔ البتہ دوسرا پانی ہوتے ہوئے کسی کافر کے گھر کا پانی نہ استعمال کیا جائے، یہی بہتر ہے۔

## تشریحات (۱۴۲)

**مطابقت** باب کے پہلے جز پر اس حدیث کی دلالت صریح ہے اور دوسرے جز پر التزامی۔ وہ اس طرح کہ جب عورت نے ایک بار برتن سے پانی لے لیا تو برتن کے باقی ماندہ پانی پر یہ صادق آیا کہ وہ عورت کے

[1] مشکوٰۃ ص ۵۰۲،

يَتَوَضَّؤُنَ فِي زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيْعًا

کے زمانے میں مرد اور عورتیں اکٹھے وضو کرتے تھے

استعمال سے بچا ہوا ہے۔

لیکن امام بخاری نے جتنا حصہ ذکر کیا ہے اسمیں یہ مذکور نہیں کہ مرد اور عورت ایک ہی برتن سے وضو کرتے تھے اسلئے باب کے کسی جز پر حدیث کی دلالت نہ ہوئی۔ علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا کہ دار قطنی نے بطریق "محمد بن نعمان" جو روایت کی ہے اسمیں "من المیضاۃ" زائد ہے۔ نیز قعنبی اور ابن وہب کی روایت میں "فی الاناء الواحد" وارد ہے۔ نیز ابو داؤد میں بطریق ایوب "من اناء واحد" مروی ہے۔ اب بات صاف ہو گئی کہ مرد اور عورت ایک ہی برتن سے وضو کرتے تھے، اور ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔

**اقول:** ہم اس پر کئی بار عرض کر آئے ہیں کہ امام بخاری نے حدیث کا جتنا حصہ ذکر کیا ہے وہ باب کے مطابق نہیں اور گفتگو یہی ہے کہ امام بخاری نے جو حدیث ذکر کی ہے یہ باب کے مطابق نہیں۔ یہ اپنی جگہ درست رہا دوسری کتابوں میں مذکور احادیث سے باب کی مطابقت ہو بھی گئی تو اس سے امام بخاری کو کیا فائدہ۔ ہاں بخاری میں کہیں یہ اضافہ ہوتا تو دوسری بات تھی۔

**باب کا فائدہ** بعض احادیث میں وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورت کے استعمال سے بچے ہوئے پانی سے وضو یا غسل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت سعید بن مسیب اور امام حسن نے فرمایا کہ عورت کے استعمال سے بچے ہوئے پانی سے وضو اور غسل مطلقاً مکروہ ہے۔ داؤد ظاہری اور امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ اگر تنہا عورت نے کوئی پانی استعمال کیا ہو تو بچا ہوا پانی مرد کو استعمال کرنا جائز نہیں۔

احناف اور امام مالک اور جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ مطلقاً بلا کراہت مرد کو یہ پانی استعمال کرنا جائز ہے خواہ عورت نے تنہا استعمال کیا ہو خواہ مرد کے ساتھ۔ خواہ جنبی اور حائضہ ہو خواہ پاک ہو۔ مرد و عورت ساتھ پانی لیں یا آگے پیچھے۔ خواہ پہلے پانی لینا عورت شروع کرے یا مرد۔

جسطرح عورت کے استعمال سے بچے ہوئے پانی سے مرد کو وضو اور غسل جائز ہے اسی طرح عورت کو بھی مرد کے استعمال سے بچے ہوئے پانی سے وضو اور غسل بلا کراہت درست ہے۔

**ایک توضیح** حدیث کے ظاہر سے متبادر ہوتا ہے کہ جس طرح زوجین اور محارم اکٹھے ہو کر ایک برتن سے وضو کرتے تھے اسی طرح غیر محارم مرد و عورت بھی اکٹھے ہو کر وضو کرتے تھے۔

(۱۴۳)

# حدیث

## صب علی من وضوئہ فعقلت

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُوْلُ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

محمد بن منکدر نے کہا میں نے جابر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں بیمار تھا رسول اللہ

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ پردے کے حکم سے پہلے کی بات ہے۔ پردے کے حکم کے بعد اجنبی مرد و عورت کا اکٹھے ہو کر وضو کرنا ممنوع ہو گیا اور زوجین اور محارم کا باقی رہا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث تعمیم میں قطعی نہیں۔ اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ میاں بیوی اور محارم اکٹھے وضو کرتے تھے۔ اس صورت میں بھی یہ کہنا درست ہے کہ عورتیں اور مرد اکٹھے ہو کر ایک برتن سے وضو کرتے تھے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ "جمیعًا" دو معنی میں آتا ہے۔ ایک کلھم کے دوسرے معًا کے جب اسے معًا کے معنی میں لیں گے تو معنی یہ ہوں گے کہ مرد و عورتیں اکٹھے ایک ساتھ وضو کرتی تھیں۔ اور وہ اعتراض وارد ہوگا۔ اور اگر اسے "کلھم" کے معنی میں لیں تو مطلب یہ ہوگا کہ سب لوگ ایک برتن سے وضو کرتے تھے، اگرچہ باری باری یکے بعد دیگرے۔ اب یہ لازم نہیں آیا کہ مرد اور عورتیں ایک ساتھ وضو کرتی تھیں۔ ہو سکتا ہے مرد پہلے وضو کر لیتے ہوں اور عورتیں بعد میں کرتی ہوں یا اس کے برعکس پہلے عورتیں وضو کر لیتی ہوں اور بعد میں مرد کرتے ہوں۔

## تشریحات

(۱۴۳)

**محمد بن منکدر** | تیمی، قرشی علم و زہد میں جامع مشہور تابعی ہیں۔ یہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ماموں، منکدر کے صاحبزادے ہیں۔ ایک دفعہ منکدر، ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تنگدستی کی شکایت کی حضرت ام المومنین نے فرمایا پہلی فتوحات جو آئے گی وہ تمہاری ہے۔ اتفاق سے پہلی بار دس ہزار درہم آئے یہ سب منکدر کو دیدیا۔ انھوں نے ایک لونڈی خریدی جس سے محمد پیدا ہوئے۔ ان کا ۱۳۱ھ میں وصال ہوا۔

**لغات** | کلالۃ۔ زمخشری نے کہا، کلالہ کا اطلاق تین معنوں پر ہوتا ہے۔ وہ شخص جس کی نہ اولاد ہو نہ باپ دادا۔ اولاد اور باپ دادا کے علاوہ دوسرے وارثین۔ والدیت اور ولدیت کے علاوہ دوسرے رشتے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ، ایسے شخص کے ترکے کو بھی کہتے ہیں جس کے باپ دادا اور اولاد نہ ہو۔ یہاں مراد دوسرا معنی ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ وَاَنَا مَرِيْضٌ لَا اَعْقِلُ فَتَوَضَّاَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری عیادت کو تشریف لائے مجھے ہوش نہ تھا حضور نے

وَصَبَّ عَلَيَّ مِنْ وَضُوْئِهٖ، فَعَقَلْتُ، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لِمَنِ

وضو فرمایا اور وضو[1] سے بچا ہوا پانی مجھ پر ڈالا جس سے میں ہوش میں آگیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ

الْمِيْرَاثُ[2] اِنَّمَا يَرِثُنِيْ كَلَالَةٌ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ الْفَرَائِضِ ؏

میری میراث کس کو ملے گی میرا وارث کلالہ ہے۔ تو آیت فرائض نازل ہوئی۔

جیسا کہ فرائض میں ہے کہ حضرت جابر نے عرض کیا، انما لی اخوات، میری صرف بہنیں ہیں۔ فرائض، فریضۃ کی جمع ہے۔ اس کے معنی مقرر شدہ کے ہیں۔ یہاں میراث میں مقررہ حصہ مراد ہے باب عیادۃ المغمٰی علیہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر بھی ساتھ تھے۔ دونوں حضرات پیدل آئے تھے۔ جب تشریف لائے تو مجھ پر بیہوشی طاری تھی۔

(۱) یہاں دونوں احتمال ہیں کہ وضو سے جو پانی برتن میں بچ گیا تھا اسے ڈالا۔ یا وضو کرنے میں جو پانی اعضاء مبارکہ سے گرا، اسے ڈالا۔ ظاہر دوسرا احتمال ہے اسلئے پہلے پانی میں بھی اگرچہ شفا ہے، مگر جسم اقدس سے مس ہونے کے بعد پانی میں جو بات ہوگی وہ پہلے پانی میں کہاں؟ امام بخاری کا بھی رجحان یہی ظاہر ہو رہا ہے اس لئے کہ وہ اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ماء مستعمل پاک ہے، اور مستعمل دوسرا ہی پانی ہے، نہ کہ پہلا ہم بار بار بتا آئے کہ ماء مستعمل کی طہارت کا قول نہ ہمیں مضر اور نہ امام بخاری کا استنباط درست۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عامۂ مومنین کا قیاس، قیاس مع الفارق۔

(۲) یہاں یا متکلم محذوف ہے جس کے عوض الف لام ہے۔ مراد یہ ہے کہ میری میراث کسے ملے گی جبکہ میرے وارثین میں صرف بہنیں ہیں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ حضرت جابر کا مقصود یہ رہا ہو کہ کیا میں اپنا مال صدقہ کر دوں؟ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضور نے فرمایا تم اس بیماری میں نہیں مرو گے۔[4]

**مسائل** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غسالہ مبارکہ طاہر بھی ہے اور مطہر بھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شافی امراض ہیں۔ علامہ عینی نے اسی حدیث کے تحت لکھا:۔

---

[1] ایضا المرضی باب عیادۃ المغمٰی علیہ جلد ۲ ص ۸۴۴۔ باب وضوء العائد للمریض جلد ۲ ص ۸۴۷ الفرائض میراث الاخوۃ والاخوات جلد ۲ ص ۹۹۸۔ مسلم، فرائض۔ نسائی۔ طہارت۔ تفسیر طب۔

[4] فیوض الباری جلد اول ص ۴۳۲۔

# حدیث (۱۴۴)

غسل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدیہ ووجھہ فی الماء ومج فیہ

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعَا بِقَدَحٍ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک پیالہ منگایا

فِیْہِ مَاءٌ، فَغَسَلَ یَدَیْہِ وَوَجْھَہٗ فِیْہِ وَمَجَّ فِیْہِ (وَزَادَ قَبْلَ صَفْحَۃٍ

جسمیں پانی تھا، حضور نے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو اس میں دھویا اور اس میں کلی کی۔ پھر ان دونوں

تَعْلِیْقًا) ثُمَّ قَالَ لَھُمَا اشْرَبَا مِنْہُ وَاَفْرِغَا عَلٰی وُجُوْھِکُمَا وَنُحُوْرِکُمَا [1]

(ابو موسیٰ اور بلال) سے فرمایا اس میں سے کچھ پی لو اور کچھ اپنے چہروں اور سینوں پر ڈال لو۔

بِبَرَکَۃِ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَزِیْلُ کُلَّ عِلَّۃٍ۔ [2]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت ہر بیماری کو دور کر دیتی ہے۔

بیماروں کی عیادت سنت ہے۔ بڑوں کو چھوٹوں کی بھی عیادت کرنی چاہیئے۔

# تشریحات (۱۴۴)

**تکمیل** پوری حدیث یوں ہے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جِعِرَّانہ میں جو مکے اور مدینے کے درمیان ہے اقامت پذیر تھے۔ میں خدمت اقدس میں حاضر تھا اور بلال بھی ساتھ تھے۔ ایک اعرابی آیا اور عرض کیا، مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کرو۔ حضور نے فرمایا تجھے بشارت ہو۔ اعرابی نے کہا۔ آپ اَبْشِرْ بہت کہہ چکے۔ حضور غضبناک حالت میں ابو موسیٰ اور بلال کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اس نے بشارت رد کر دی تم لوگ قبول کرو۔ ان دونوں نے عرض کیا ہم نے قبول کیا۔ اس کے بعد ایک پیالہ منگایا جسمیں پانی تھا۔ اس پیالے میں اپنے ہاتھوں اور چہرے کو دھویا اور اسمیں کلی کی، پھر فرمایا، تم دونوں اسمیں سے کچھ پی لو اور کچھ اپنے چہرے اور سینے پر ڈال لو۔ ان دونوں نے پیالہ لیا اور تعمیل حکم کیا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ (پردے میں تشریف فرما تھیں) پردے ہی میں سے فرمایا اپنی ماں کیلئے بھی بچا لینا۔ ان لوگوں نے ان کے لئے تھوڑا سا بچا لیا۔

**تسامح** اس حدیث کے ابتدائی حصے میں یہ ہے کہ مکے اور مدینے کے درمیان جعرانہ میں فروکش تھے۔

---

[1] ایضاً مغازی: باب غزوۃ طائف جلد ثانی ص ۶۲۰۔ مسلم باب من فضائل ابی موسیٰ وابی عامر جلد ثانی ص ۳۰۳۔

[2] جلد ثالث ص ۸۷۔

# حدیث (۱۴۵)

## اذا اشتدّ وجع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُتْبَۃَ اَنَّ عَائِشَۃَ قَالَتْ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے کہا

حالانکہ جعرانہ مکے اور مدینے کے مابین نہیں مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ہے۔ [1]

**مطابقت** یہ حدیث پہلے تعلیقاً، باب استعمال فضل وضوالناس میں ذکر فرمائی تھی۔ اس حدیث میں وضو کا ذکر نہیں صرف ہاتھ اور منھ دھونے کا تذکرہ ہے۔ اس لئے بظاہر یہ باب کے مطابق نہ ہوئی، علامہ عینی نے فرمایا جب اس پیالے میں ہاتھ اور منھ دھویا تو پانی مستعمل ہوگیا اور اسے استعمال فرمایا تو ثابت ہوگیا کہ ماء مستعمل کا استعمال درست ہے۔ وضو سے بھی پانی مستعمل ہی ہوتا ہے۔ تو جیسے یہ ماء مستعمل لائق استعمال ہے اسی طرح وضو کرنے سے جو پانی مستعمل ہو وہ بھی لائق استعمال ہے۔ اس پر ہم بار بار عرض کر چکے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا استعمال فرمودہ پانی خارج از بحث ہے۔ اس لئے اس سے عام لوگوں کے استعمال کردہ پانی کے لائق استعمال ہونے پر استدلال ساقط۔ پھر اس حدیث کو مسنداً باب الغسل والوضو فی المخضب والقدح میں ذکر فرمایا۔ اس حدیث میں نہ وضو کا ذکر ہے نہ غسل کا۔ اس لئے اس باب سے بھی اس حدیث کو کوئی مطابقت نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے برکت کے لئے اس میں ہاتھ اور منھ دھویا پھر کلی کی۔ غسل تو بہت دور رہے وضو بھی مذکور نہیں۔

**تشریحات (۱۴۵) تکمیل** : باب انما جعل الامام لیوتم بہ میں یوں مذکور ہے کہ عبید اللہ نے کہا میں حضرت ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ کیا آپ ہم سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مرض کے حالات نہیں بیان فرمائیں گی؟ ارشاد فرمایا ضرور بیان کروں گی۔ جب نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مرض بہت بڑھ گیا۔ دریافت فرمایا لوگوں نے نماز پڑھ لی، ہم نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ، لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ حکم دیا کہ میرے لئے لگن میں پانی رکھو، ہم نے ایسا کیا۔ حضور نے غسل فرمایا۔ چاہا کہ کھڑے ہو جائیں کہ بیہوش ہو گئے۔ جب افاقہ ہوا تو پھر پوچھا۔ لوگ نماز پڑھ چکے ہم نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، پھر فرمایا، میرے لئے لگن میں پانی رکھو، ہم نے رکھا حضور نے غسل فرمایا، غسل سے فارغ ہو کر چاہا کہ کھڑے ہوں کہ پھر بیہوش ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد ہوش میں آئے تو پھر پوچھا، لوگوں نے نماز پڑھ لی، ہم نے عرض کیا، نہیں یارسول اللہ! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ فرمایا میرے لئے لگن میں پانی رکھو۔ ہم نے رکھا تو اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور غسل فرمایا۔ غسل کے بعد چاہا کہ کھڑے ہوں کہ پھر بیہوش ہو گئے۔ پھر افاقہ ہوا تو دریافت فرمایا، لوگ نماز پڑھ چکے، ہم نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ لوگ مسجد میں عشار کی

[1] قسطلانی، نولکشور۔ باب غزوۂ طائف جلد سادس ص ۳۳۳۔

لَمَّا ثَقُلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ بِہٖ وَجَعُہٗ اِسْتَاذَنَ اَزْوَاجَہٗ

جب نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو حضور نے

فِیْ اَنْ یُّمَرَّضَ فِیْ بَیْتِیْ، فَاَذِنَّ لَہٗ، فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اپنی ازواج سے اجازت چاہی کہ میرے گھر میں حضور کی تیمارداری کیجائے، سب نے حضور کو اجازت دیدی، اس کے بعد

نماز کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔ حضور نے ایک شخص کو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا کہ وہ نماز پڑھادیں۔ فرستادہ (حضرت بلال) ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو فرمان پہنچا دیا۔ حضرت ابوبکر رقیق القلب انسان تھے حضرت عمر سے کہا تم نماز پڑھاؤ۔ حضرت عمر نے کہا آپ اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ ان دنوں، (تین دن) ابوبکر نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حضور نے مرض میں کچھ تخفیف محسوس کی تو ظہر کی نماز کے لئے حضرت عباس اور ایک اور شخص کے سہارے مسجد میں تشریف لائے، اور ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ جب ابوبکر نے تشریف آوری کو محسوس کیا تو پیچھے ہٹنے لگے۔ حضور نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ رہو پیچھے نہ ہٹو۔ اور سہارا دینے والوں کو حکم دیا کہ مجھے ابوبکر کے پہلو میں بیٹھا دو۔ ان لوگوں نے ان کے پہلو میں حضور کو بائیں طرف بیٹھا دیا۔ ابوبکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ ابوبکر کی اقتدا میں۔ ایک روایت میں ہے کہ نماز کے بعد حضور نے خطبہ دیا۔ مرض وصال اور حضرت ابوبکر کو امام بنانے کی پوری تفصیل اس کے باب میں آئے گی۔ یہاں صرف حدیث عبید اللہ بن عبد اللہ کی تکمیل مقصود ہے۔ اس حدیث سے متعلق ابحاث بھی وہیں مذکور ہوں گی۔

**ایک توجیہہ** حضرت ام المومنین نے حضرت علی کا نام نہیں لیا۔ اس کی علت عام شراح یہ بتاتے ہیں کہ واقعہ افک میں چونکہ حضرت ام المومنین کی صفائی کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہدیا تھا کہ ان کے علاوہ اور بہت سی عورتیں ہیں۔ اس کی وجہ سے ام المومنین حضرت علی سے کبیدہ خاطر تھیں۔ اسی طرح یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ واقعہ جمل کی وجہ سے آزردہ خاطر تھیں۔ اس پر اس خادم کی عرض یہ ہے کہ حضرت ام المومنین کی ذات اس سے بہت بلند ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کینہ رکھیں۔ اصلی معاملہ یہ ہے کہ اس بارے میں روایات مختلف ہیں۔ کسی میں فضل بن عباس کا نام ہے کسی میں حضرت اسامہ کا، کسی میں بریرہ اور لوبہ کا۔ ہوسکتا ہے حضرت علی اور حضرت اسامہ، حضرت فضل بن عباس نے باری باری سہارا دیا ہو۔ اور حضرت عباس نے شروع سے آخیر تک اس لئے حضرت عباس کا تو نام لیا اور ان تینوں کی تعبیر وجل اخر سے کردی۔

اس روایت میں تصریح ہے کہ یہ نماز ظہر تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ نماز فجر تھی۔ اسی طرح کچھ روایتوں میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام تھے اور حضرت ابوبکر مقتدی اور مبلغ۔ دوسری روایتوں میں کہ امام حضرت ابوبکر ہی تھے حضور مقتدی تھے۔ چنانچہ اسود نے حضرت ام المومنین ہی کی روایت میں ذکر کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی۔ مسروق کی روایت میں انھیں کا یہ قول ہے کہ، مرض وصال میں ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی۔ بیہقی نے اس کا یہ جواب دیا کہ جس نماز میں حضور امام تھے وہ نماز ظہر تھی۔ ہفتے یا یکشنبہ کے دن، اور جو حضرت ابوبکر کے

بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسٍ وَرَجُلٍ اٰخَرَ

نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو آدمیوں حضرت عباس اور ایک اور صاحب کے سہارے نکلے

قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَاَخْبَرْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ اَتَدْرِيْ

اس طرح کہ حضور کے دونوں پاؤں زمین پر گھسٹتے جاتے تھے، عبید اللہ نے کہا، میں نے حضرت ابن عباس

مَنِ الرَّجُلُ الْاٰخَرُ، قُلْتُ لَا، قَالَ هُوَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَكَانَتْ

کو بتایا تو انھوں نے پوچھا تم جانتے ہو دوسرے صاحب کون تھے، میں نے کہا نہیں، فرمایا وہ علی ابن

عَائِشَةُ تُحَدِّثُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَعْدَ

ابی طالب تھے، حضرت عائشہ بیان فرماتی ہیں میرے گھر آنے کے بعد نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

پیچھے پڑھی وہ یوم وصال کی فجر تھی۔

اس تفصیل کے بعد بہت سے تعارض رفع ہوگئے۔ مثلاً یہاں کی روایت میں ہے کہ نہلانے سے مرض میں تخفیف ہوگئی اور حضور نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ اور باب انما جعل الامام لیوتم بہ میں ہے کہ تین بار نہلانے کے بعد بھی مرض کی شدت میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ اسی طرح سہارا دینے والوں کے نام کے اختلاف میں بھی یہ تطبیق دی جاسکتی ہے۔ ایک بات قابل لحاظ یہ بھی ہے کہ یہاں دو مواقع ہیں ایک تو ام المومنین حضرت میمونہ کے گھر سے حضرت عائشہ کے گھر لانا، اور ایک حجرۂ عائشہ سے نماز کے لئے مسجد میں لانا۔ ان دونوں میں خلط ہو جانے سے بھی اشکال پیدا ہو سکتا ہے۔

یہاں ایک اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک نماز میں ایک ہی جماعت کے دو امام نہیں ہو سکتے اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دو امام ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقت میں امام حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی تھے۔ حضرت ابو بکر مقتدی مکبر و مبلغ تھے۔

مرض کی یہ شدت وصال سے تین دن قبل عشاء کے وقت ہوئی۔ حضرت صدیق اکبر نے سترہ[1] وقت کی نمازیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں پڑھائیں ان میں سے دو نمازوں میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شریک ہوئے، ایک میں امام ہوئے ایک میں مقتدی۔ اس حساب سے مرض کی شدت پنجشنبہ کے بعد جمعہ کی رات میں ہوئی۔

ایک روایت میں ہے کہ مرض کی ابتدا ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے ہوئی تھی۔ دوسری روایت[2] میں ہے کہ حضرت میمونہ کے گھر سے ابتدا ہوئی۔ ان دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ حقیقت میں مرض کی ابتدا حضرت صدیقہ کے گھر ہوئی۔ مرض میں شدت حضرت میمونہ کے گھر سے ہوئی جس کے بعد اجازت لے کر حضرت صدیقہ کے گھر تشریف لائے۔

**مسائل** | علامہ عینی نے فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی ازواج مطہرات کے مابین عدل واجب تھا۔

[1] مدارج النبوۃ جلد ثانی مطبوعہ نولکشور تقطیع خورد ص ۵۴۳۔ [2] مسلم جلد اول ص ۱۷۸،

مَا دَخَلَ بَيْتَهُ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ هَرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحْلَلْ

کا مرض بڑھ گیا تو فرمایا سات ایسی مشکوں سے میرے اوپر پانی بہاؤ جن کے منھ کھولے

اَوْكِيَتُهُنَّ لَعَلِّيْ اَعْهَدُ اِلَى النَّاسِ وَاُجْلِسَ فِيْ مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ

نہ گئے ہوں تاکہ میں لوگوں کو وصیت کر سکوں حضرت حفصہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ

زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ تِلْكَ

کی لگن میں حضور کو بٹھایا گیا پھر ہم سب حضور پر پانی ڈالنے لگیں یہاں تک کہ حضور

حَتّٰى طَفِقَ يُشِيْرُ اِلَيْنَا اَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى النَّاسِ [1]

اشارہ فرمانے لگے تم اپنا کام کر چکیں اس کے بعد حضور باہر تشریف لے گئے

مگر یہ صحیح نہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

تُرْجِيْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِيْ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ۔ ان میں سے جسے چاہو اپنے سے دور رکھو اور جسے چاہو اپنے پاس رکھو۔

احزاب (۵۱)

اس سے ثابت کہ حضور پر ازواج کے مابین برابری واجب نہیں تھی مگر یہ غایت کرم تھا کہ برابری کرتے یہانتک کہ بیماری میں بھی۔ اور جب بہت کمزور ہوئے تو اجازت لے کر حضرت صدیقہ کے گھر قیام فرمایا ورنہ اجازت لینے کی کیا حاجت تھی۔ یہ بھی جائز ہے کہ ایک سوتن اپنی باری دوسرے کو دیدے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کے ساتھ تمام ازواج سے زیادہ محبت تھی۔ نیز ثابت ہوا کہ اگر امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے اور مقتدی قیام پر قادر ہوں تو مقتدیوں کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنی چاہئے۔ یہی اخیر عمل ہے اس سے وہ حدیث منسوخ ہے جسمیں ہے کہ جب امام بیٹھ کر پڑھے تو تم بھی بیٹھکر پڑھو۔ نیز ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر تمام صحابہ سے افضل اور اعلم ہیں اور وہ خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ جیسا کہ خود حضرت علی نے فرمایا۔ جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا ہم نے اسے اپنی دنیا کے لئے بھی پسند کیا۔ حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر کی افضلیت ثابت ہوئی۔ جماعت کے ساتھ نماز کی اہمیت ظاہر ہوئی، کہ اس کے باوجود کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخت علیل تھے مسجد میں تشریف لے جانے کی قوت نہ تھی مگر تدبیر کر کے دوسروں کے سہارے مسجد میں نماز باجماعت کے لئے تشریف لے گئے۔

امام بخاری نے اگرچہ باب یہ باندھا ہے کہ لگن میں غسل اور وضو، مگر مقصود ان کا وہی ہے کہ ماء مستعمل پاک ہے اور

---

[1] ایضا، صلاۃ باب حد المریض یشھد الجماعۃ جلد اول ص ۹۲-۹۱۔ باب انما جعل الامام لیوتم بہ ص ۹۵۔ ھبۃ باب ھبۃ الرجل لامرأۃ والمرأۃ لزوجھا جلد اول ص ۳۵۲۔ جھاد۔ باب بیوت ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلد اول ص ۴۳۷۔ مغازی۔ باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ووفاتہ جلد ثانی ص ۶۳۹، الطب، باب، جلد ثانی ص ۸۵۱، مسلم، الصلوٰۃ باب استخلاف الامام جلد اول ص ۱۷۸، ۱۷۷، نسائی، الایتمام بالامام یصلی قاعدا ص ۱۳۴۔ دارمی، مقدمہ ۱۴، صلوٰۃ ۴۴، مسند امام احمد۔

## حدیث (۱۴۶)

## كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ

## سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ

حضرت انس کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل کرتے تھے

اس پر ہماری وہی عرض ہے جو بار بار گزر چکی، امام بخاری نے باب یہ باندھا تھا کہ لکڑی یا پتھر کی لگن اور پیالے میں غسل اور وضو۔ اس میں چار حدیثیں ذکر کیں، ان میں سے دو حدیثیں گزر چکیں ہیں۔ پہلی حدیث انس ہے، اس میں یہ ہے کہ "حضور کی خدمت میں پتھر کی ایک چھوٹی لگن لائی گئی"۔ دوسری حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے جس میں ہے کہ "ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں پانی تھا"۔

تیسری حدیث حضرت عبداللہ بن زید کی ہے جسمیں ہے کہ "تانبے کے ایک چھوٹے برتن (طشت) میں پانی پیش کیا گیا"۔

چوتھی حضرت ام المومنین کی ہے جسمیں یہ ہے کہ "ہم نے حضور کو حفصہ کی ایک لگن میں بیٹھایا"۔ پہلی حدیث میں تو بتصریح مذکور ہے کہ پتھر کی ایک لگن پیش کی گئی۔ اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ پتھر کی لگن کا استعمال درست ہے۔ رہ گیا لکڑی کے برتن کا استعمال۔ وہ قدح سے ثابت۔ اس لئے کہ قدح اکثر لکڑی کے بنے ہوئے پیالے کو کہتے ہیں۔ جیساکہ علامہ عینی نے ابن اثیر کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔

**تشریحات (۱۴۶) صاع اور مُد** امام اعظم اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ ایک صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور امام ابو یوسف و ائمہ ثلثہ نے فرمایا۔ پانچ رطل اور تہائی رطل کا (۵ ⅓)۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ چار مُد کا ایک صاع البتہ مُد کی مقدار میں اختلاف ہے۔ امام اعظم کے نزدیک ایک مُد دو رطل کا۔ اور امام ابو یوسف وغیرہ کے یہاں ایک رطل اور تہائی رطل کا (۱ ⅓)

ایک رطل بیس استار کا۔ ایک استار ساڑھے چار مثقال اور ایک مثقال ساڑھے چار ماشے[1] انگریزی روپیہ ڈھائی مثقال یعنی سوا گیارہ ماشے۔ اس حساب سے ایک رطل چھتیس روپئے بھر۔ اور ایک مُد بہتر روپے بھر اور صاع انگریزی روپے سے دو سو اٹھاسی روپے بھر ہوا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ایک مُد اڑتالیس روپے بھر اور صاع ایک سو بانوے بھر۔ امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو ایک صاحب نے جن پر مجھے اعتماد تھا ایک صاع نکالا اور بتایا کہ یہ صاع نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے۔ میں نے اسے ۵ ⅓ رطل پایا۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ یہ صاحب امام مالک تھے۔ اسی طرح علی بن مدینی نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاع کو جانچا تو ۵ ⅓ رطل پایا۔

---

[1] شامی جلد دوم ص ۶۷۔

اَوْ كَانَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ اِلٰى خَمْسَةِ اَمْدَادٍ وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ [1]

ایک صاع سے لے کر پانچ مُد تک سے اور ایک مُد سے وضو کرتے

امام اعظم وغیرہ کی دلیل یہ احادیث ہیں، ابن عدی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی وہ کہتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يتوضاء بالمد رطلين۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مُد دو رطل سے وضو فرماتے تھے۔

دوسری حدیث دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت کی:

كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يتوضاء بالمد رطلين[2] ويغتسل بالصاع ثمانية ارطال

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مُد دو رطل سے وضو فرماتے اور ایک صاع آٹھ رطل سے غسل فرماتے۔

**وضو میں پانی کی مقدار** اس بارے میں روایتیں مختلف آئی ہیں۔ حدیث اول۔ یہی زیر بحث حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک صاع سے لے کر پانچ مُد تک سے غسل فرماتے تھے اور ایک مُد سے وضو۔

حدیث دوم صحیح مسلم[3]، مسند امام احمد، جامع ترمذی[4]، شرح معانی الآثار[5] امام طحاوی میں حضرت سفینہ، اور مسند امام احمد و سنن ابوداؤد[6] و طحاوی[7] میں بسند صحیح حضرت جابر بن عبداللہ نیز انھیں کتابوں میں بطرق کثیرہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مُد سے وضو اور ایک صاع سے غسل فرماتے۔"

اکثر احادیث میں یہی ہے۔ حضرت انس والی حدیث طحاوی میں یوں ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مُد پانی سے پورا پورا وضو فرمالیتے اور قریب تھا کہ کچھ بچ رہتا۔"

حدیث سوم، ابویعلی، طبرانی اور بیہقی نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند ضعیف[8] روایت کیا۔

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آدھے مُد سے وضو فرمایا۔"

حدیث چہارم: سنن ابوداؤد[9] و نسائی[10] میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

"نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو فرمانا چاہا تو ایک برتن حاضر لایا گیا جس میں دو تہائی مُد کی مقدار پانی تھا"

حدیث پنجم: ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم کی صحاح میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں حدیث آئی ہے۔

---

[1] مسلم جلد اول، حیض باب قدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ ص ۱۴۹۔

[2] طحاوی جلد اول ص ۳۲۳۔ [3] جلد اول باب قدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ ص ۱۴۹۔

[4] جلد اول باب الوضوء من المد ص ۹۔ [5] باب وزن الصاع ص ۳۲۳۔ [6] جلد اول باب ما یجزی من الماء فی الوضوء ص ۱۳۔ [7] شرح معانی الآثار جلد اول باب وزن الصاع کم ھو ص ۳۲۳۔

[8] جلد اول باب ما یجزی من الماء فی الوضوء ص ۱۳۔

[9] جلد اول باب القدر الذی یکفی من الماء للوضوء ص ۲۴۔

"انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک تہائی مد سے وضو فرمایا"

حدیث ششم:۔ مسلم[1]، سنن ابوداؤد[2]، نسائی[3] وطحاوی[4] میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں حدیث آئی ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مکوک سے وضو اور پانچ مکوک سے غسل فرماتے"

**تطبیق**: راجح یہ ہے کہ مکوک سے مُراد مُد ہے۔ جیسا کہ امام طحاوی[5] نے تصریح کی ہے۔ اب اس حدیث اور حدیث اول کا حاصل قریب قریب ایک ہی ہوا۔ حدیث اول و دوم میں تطبیق یہ ہے کہ چار مُد ایک صاع غسل کے لئے تھا اور ایک مد غسل کے وضو کے لئے۔ اس طرح غسل میں پانچ مد صرف ہوئے۔ ان سب احادیث میں تطبیق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو میں اعضا کبھی ایک بار دھوئے ہیں کبھی دو دو بار اور کبھی تین تین بار۔ یہی عادت کریمہ تھی۔ پانیوں کی مقدار کا اختلاف اسی اعتبار سے ہے۔ جب اعضا ایک بار دھوئے تو تہائی مد پانی صرف ہوا۔ جب دو دو بار دھوئے تو دو تہائی صرف ہوا۔ جب تین تین بار دھوئے تو پورا ایک مُد صرف ہوا۔

**غسل میں پانی کی مقدار**[6] غسل میں کم سے کم پانی کی مقدار وہ ہے جسے امام مسلم[7] نے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی فرماتی ہیں:۔

"میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ایسے برتن سے جو تین مد پانی کی گنجائش رکھتا نہا لیتے"

**توجیہہ** اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات اسی تین مد پانی سے ساتھ ساتھ نہا لیتے، یہ بعید از قیاس ہے کہ ڈیڑھ مد پانی سے غسل ہو سکے اس لئے علماء نے اس کی مختلف توجیہیں کی ہیں، صحیح توجیہہ وہ ہے جو امام قاضی عیاض نے فرمائی کہ یہ ہر ایک کے جدا جدا غسل کا بیان ہے۔ مراد یہ ہے کہ اسی برتن سے حضور بھی غسل فرما لیتے اور میں بھی۔ ایک ساتھ مراد نہیں۔ اور وہ جو دوسری روایتوں میں آیا ہے کہ فرماتی ہیں کہ:۔

"میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے۔ ہم دونوں کے ہاتھ باری باری اسمیں پڑتے۔ کبھی حضور مجھ سے سبقت کر کے پانی لے لیتے تو میں کہتی میرے لئے بھی رہنے دیں، کبھی میں لے لیتی تو حضور فرماتے میرے لئے بھی رہنے دو"[8]

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیشہ ایک ہی برتن سے غسل نہیں فرماتے تھے۔ چھوٹے بڑے ہر قسم کے برتن تھے۔ پہلی والی حدیث میں جو برتن مذکور ہے وہ چھوٹا تھا اور یہاں برتن بڑا رہا ہوگا جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کم از کم تین مُد پانی سے غسل فرمایا۔ زیادہ سے زیادہ کی مقدار وہ ہے جو صحیح مسلم[9]، موطا امام مالک و سنن ابوداؤد[10] میں ہیں

---

[1] جلد اول باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ ص ۱۴۹، [2] جلد اول باب مایجزی من الماء فی الوضوء ص ۱۳

[3] جلد اول باب القدر الذی یکفی به الرجل من الماء للوضوء ص ۲۳۔ [4] جلد اول باب قدر الصاع ص ۳۲ [5] ایضا ص ۳۲۳

[6] جلد اول باب القدر المستحب من الماء فی الجنابۃ ص ۱۴۸ [7] بخاری ومسلم بنقص وزیادۃ۔

[8] مسلم جلد اول قدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ ص ۱۴۸،

[9] جلد اول باب فی مقدار الماء الذی یجزی فی الغسل ص ۳۷،

ام المومنین حضرت صدیقہ سے مروی ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک "فرق" سے غسل فرماتے"

**فرق کی تحقیق** اکثر حضرات کہتے ہیں کہ "فرق" تین صاع کا ہوتا ہے۔ کچھ حضرات کہتے ہیں دو صاع کا۔ جیسا کہ مسلم کی حدیث[1] میں سفیان بن عیینہ کا قول ہے۔ اور امام طحاوی نے اس کی تصریح کی، امام نووی نے فرمایا، یہی جمہور کا قول ہے، یہی علامہ عینی نے بھی فرمایا۔ امام نجم الدین نسفی نے طلبۃ الطلبہ میں فرمایا، یہ سولہ رطل کا ہوتا ہے، یہی نہایہ ابن اثیر اور جوہری کی صحاح میں ہے اور یہی قتبی سے بھی منقول ہے۔ امام ابوداؤد نے کہا میں نے امام احمد بن حنبل سے سنا کہ انھوں نے فرمایا فرق سولہ رطل کا ہے۔ علامہ ابن حجر نے اس پر اتفاق کا دعوی کیا نیز اس پر بھی کہ یہ تین صاع کا ہوتا ہے۔ شرح غریبین سے منقول ہے کہ فرق بارہ مُد کا ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے یہ تطبیق فرمائی کہ سولہ رطل کا، دو صاع عراقی ہوتا ہے اور تین صاع حجازی۔ تو جنھوں نے تین صاع کہا ان کی مراد حجازی صاع ہے اور جنھوں نے دو صاع کہا ان کی مراد عراقی صاع ہے۔

اس حدیث پر امام نووی نے فرمایا اس سے تنہا حضور کا غسل فرمانا مراد نہیں، بلکہ ام المومنین کے ساتھ ساتھ۔ اس لئے کہ یہی حدیث بخاری[2] میں یوں ہے:

"میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک برتن سے نہاتے وہ قدح تھا جسے فرق کہتے ہیں"۔ مگر یہ بخاری کی بھی حدیث اجتماع پر نص نہیں۔ اس لئے ظاہر یہی کہ حدیث مسلم سے مراد یہ ہے کہ تنہا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک فرق یعنی تین صاع سولہ رطل سے غسل فرماتے اس کے باوجود اس میں شک نہیں کہ یہ حدیث اس پر نص نہیں کہ ایک فرق سے تنہا غسل فرماتے اس کا بھی احتمال باقی ہے کہ مراد یہ ہو کہ ام المومنین کے ساتھ ایک فرق پانی سے غسل فرماتے۔ اس باب میں جو نص صریح ہے وہ وہی حضرت انس والی حدیث زیر بحث ہے کہ ایک صاع سے پانچ مُد تک پانی سے غسل فرماتے۔ تو غیر مشکوک طریقے سے یہ ثابت ہوا کہ غسل میں پانی کی زیادہ سے زیادہ مقدار پانچ مُد ہوتی۔ ایک فرق کا بھی احتمال ہے مگر قطعی نہیں، اور اکثر و اشہر یہ ہے کہ وضو ایک مُد سے اور غسل چار مُد سے۔

اب یہاں تنقیح طلب یہ دو باتیں ہیں

**اول**:۔ یہاں صاع اور مد باعتبار وزن مراد ہے یا باعتبار کیل و پیمانہ۔ یعنی غور طلب یہ بات ہے کہ جتنے وزن کا صاع اور مُد ہوتا ہے اتنے وزن پانی سے وضو یا غسل فرماتے مثلاً صاع بربنائے قول امام اعظم دو سو اٹھاسی روپے بھر ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ دو سو اٹھاسی روپے بھر پانی سے غسل فرماتے، یا صاع جو پیمانہ ہے اس میں جتنا پانی سمائے وہ پانی مراد ہے۔

اس تنقیح کی ضرورت یہ ہے کہ پانی اناج سے بھاری ہوتا ہے۔ جس پیمانے میں گیہوں سیر بھر آئے گا اسی برتن میں پانی سیر بھر سے زائد آئے گا۔ شارحین بخاری علامہ عینی، علامہ عسقلانی، علامہ قسطلانی کا اس پر اتفاق ہے کہ مراد مُد اور صاع بھر پانی ہے۔ البتہ ملا علی قاری نے مرقاۃ میں وزن مراد لیا مگر صحیح شراح بخاری کا قول ہے۔ علامہ عینی نے بحوالہ طحاوی امام مجاہد کا یہ قول نقل فرمایا:

---

[1] باب القدر المستحب من الماء فی الجنابۃ ص ۱۴۸

[2] باب غسل الرجل مع امرأتہ ص ۳۹۔ [3] جلد ثالث باب الغسل بالصاع ص ۷ - ۱۹۶

"ہم ام المومنین حضرت صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم میں سے بعض نے پانی مانگا تو ام المومنین نے ایک بڑا برتن نکالا اور فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی برتن بھر پانی سے غسل فرماتے تھے۔ میں نے اندازہ لگایا تو وہ برتن آٹھ یا نو یا دس رطل تھا۔"

نسائی میں یہ بغیر شک ہے کہ آٹھ رطل تھا۔

**دوم**:۔ یہ پیمانے مُد اور صاع کس اناج کے تھے۔ ظاہر ہے اناج ہلکے، وزنی سبھی قسم کے ہوتے ہیں۔ جس پیمانے میں جَو سیر بھر آئیں گے، اسی میں گیہوں سیر بھر سے زائد اور ماش اس سے بھی زائد۔ اس تنقیح کا حاصل یہ ہے کہ کس اناج کو تول کر صاع بنایا جائیگا، اگر دو سو اٹھاسی بھر ماش تول کر صاع بنائیں تو گیہو دو سو اٹھاسی روپے بھر نہیں سمائے گا، کم سمائیگا اور جَو اور بھی کم، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ماش سے تول کر جب صاع بنائیں اور اس صاع سے جَو ناپ کر ایک صاع صدقہ فطر ادا کریں تو یہ دو سو اٹھاسی روپے سے کم ہوگا۔

علماء کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ امام ابو شجاع ثلجی نے فرمایا۔ صدقۂ فطر کے لئے جو صاع بنائیں وہ ماش یا مسور تول کر بنائیں۔ اس لئے کہ ان دونوں کے دانے قریب قریب یکساں ہوتے ہیں اس لئے ان کے ناپ و تول میں فرق نہیں پڑے گا اگر پڑے گا بھی تو برائے نام بخلاف جَو اور گیہوں کے کہ ان میں بہت فرق پڑ جائے گا۔

امام صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں فرمایا، احوط یہ ہے کہ عمدہ کھرے گیہوں تول کر صاع بنایا جائے۔ علامہ علاء الدین حصکفی نے درمختار میں اسی کو اختیار فرمایا۔ علامہ شامی نے جو تول کر صاع بنانے کو احوط بتایا۔ سید محمد امین میر غنی کے حاشیہ زیلعی سے نقل فرمایا:

ان الذی علیہ مشائخنا بالحرم الشریف المکی ومن قبلھم من المشائخ و بہ کانوا یفتون تقدیرہ بثمانیۃ ارطال من الشعیر۔ و لعل ذلک لیحتاطوا فی الخروج عن الواجب بیقین لما فی مبسوط السرخسی من ان الاحتیاط فی باب العبادات واجب [1]

حرم مکہ میں ہمارے مشائخ اور ان سے پہلے ان کے مشائخ اسپر ہیں کہ آٹھ رطل جو تول کر صاع بنایا جائے۔ یہ اکابر اسی پر فتوی دیتے تھے۔ یہ اسلئے ہے کہ یقینی طور پر واجب کی ادائگی سے بری الذمہ ہونے میں احتیاط کی جائے اس لئے کہ مبسوط امام سرخسی میں ہے کہ عبادات میں احتیاط واجب ہے۔

اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اس کی تائید میں فرمایا:۔

"ظاہر کہ صاع اس اناج کا تھا جو اس زماں برکت نشاں میں عام تھا، اور معلوم ہے کہ اس عہد میں جو عام طور پر کھایا جاتا تھا دوسرے غلوں کا کوئی ذکر نہیں ملتا، گیہوں تھا مگر بہت کم۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کان طعامنا الشعیر [2] ہمارا طعام جو تھا۔

یہی وجہ ہے کہ اس عہد مبارک میں صدقہ فطر صرف چھوہارا منقی، اور جو تھا۔ صحیح ابن خزیمہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:۔

---

[1] جلد دوم ص ۱۷۶، [2] بخاری جلد اول صدقۃ الفطر باب الصدقۃ قبل الفطر ص ۲۰۴

لم تکن الصدقۃ علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا التمر والزبیب والشعیر ولم یکن الحنطۃ۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں صدقہ فطر صرف چھوہارا، منقی اور جو تھا، گیہوں نہ تھا۔

گیہوں کی کثرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ہوئی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

لما کثر الطعام فی زمن معاویۃ جعلوہ مدین من حنطۃ۔ [1]

جب معاویہ کے زمانے میں گیہوں کی کثرت ہوئی تو لوگوں نے صدقہ فطر دو مد گیہوں کر دیا۔

اس پر اتفاق ہے کہ یہاں طعام سے مراد گیہوں ہی ہے جبکہ اس عہد مبارک میں عام طور پر جو ہی پایا جاتا تھا، تو ظاہر ہے کہ صاع بھی جو کو تول کر بنایا جاتا ہوگا، اس لئے اسی میں سب سے زیادہ احتیاط ہے۔ علاوہ ازیں جو تول کر بنائے ہوئے نصف صاع میں گیہوں ضرور بالضرور نصف صاع سما جائے گا۔ اور اگر گیہوں تول کر صاع بنائیں تو اس میں ایک صاع جو نہیں آئے گا۔ اس بنا پر بہر حال احوط یہی ہے کہ اعتبار صاع شعیری کا کیا جائے۔

اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ میں نصف صاع ایک سو چوالیس روپے بھر جو تول کر ایک تانبے کے پیالے میں بھرا یہ اس پیالے میں پورا پورا آگیا، نہ کم رہا نہ زیادہ۔ پھر اس پیالے میں عمدہ سے عمدہ گیہوں بھر کر تولا تو اس گیہوں کا وزن ایک سو پچہتر روپے اٹھنی بھر ہوا، اہلسنت کا اسی پر عمل ہے۔ یہ وزن موجودہ رائج اعشاریہ کے وزن سے دو کیلو پینتالیس گرام ہوتا ہے۔

ان ساری ابحاث میں ایک یہ نکتہ سب سے زیادہ قابل لحاظ ہے کہ صدقہ فطر کی اصل ادائیگی صاع سے ناپ کر ہے تول کر نہیں، مثلاً کسی نے تول کر غلہ نکالا، مگر وہ ناپنے پر کم ہوا، تو صدقہ فطر کی پوری ادائیگی نہ ہوئی۔

صاع کی جو مقدار دو سو اٹھاسی روپے لکھی ہے۔ وہ صاع بنانے کے لئے ہے۔ یعنی یہ کہ اتنے وزن کوئی چیز تول کر برتن بنایا جائے اور اسی برتن سے ناپ کر صدقہ فطر ادا کیا جائے اور ہم ثابت کر آئے کہ اعتبار صاع شعیری کا ہے یعنی دو سو اٹھاسی روپے بھر جو تول کر کوئی برتن بنایا جائے اور اس برتن سے صدقہ فطر ادا کیا جائے، اور یہ ظاہر ہے کہ دو سو اٹھاسی روپے بھر جو تول کر جو پیمانہ بنائیں گے اس میں اگر گیہوں بھریں گے تو وہ دو سو اٹھاسی روپے سے زائد ہوگا۔ جس کا جی چاہے تجربہ کر کے دیکھ لے، اللہ عزوجل اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کو اسلام و مسلمین کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ انھوں نے ناپ تول کے سارے مراحل طے کر کے ہمیں بتایا اور آئینے کی طرح صاف فرما دیا۔ [2] فالحمد للہ

وضو اور غسل میں پانی کی کوئی مقدار مقرر نہیں۔ جتنے سے وضو اور غسل مکمل طور پر ہو جائے اتنا کافی ہے، انسان سب ایک قسم کے نہیں، کوئی لمبا، کوئی موٹا، کوئی دبلا، کسی کے سر اور ڈاڑھی کے بال گھنے، کسی کے چھدرے۔ کوئی احتیاط سے پانی بہاتا ہے کوئی لاپرواہی سے۔ اس لئے پانی کی ایک مقدار مقرر نہیں کی جا سکتی، چونکہ صحابۂ کرام کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

---

[1] طحاوی جلد اول مقدار صدقۃ الفطر ص ۳۱۹، [2] یہ ساری تفصیلات فتاوی رضویہ جلد اول ص ۱۳۹ لغایت ۱۴۵ سے لی گئی ہیں قدرے اختصار اور تغیر کے ساتھ۔

# حدیث (۱۴۷) المسح علی الخفین

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنْ سَعْدِ بْنِ وَقَاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت عبداللہ بن عمر حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں

ایسی والہانہ محبت تھی کہ حضور کی ہر ہر ادا اور ہر ادا کے ہر ہر پہلو کی تلاش وجستجو اور اس کی نشر واشاعت میں انھیں روحانی لذت ملتی تھی۔ اس لئے وضو اور غسل کے پانی کی مقدار کو بھی بیان فرمایا، رضی اللہ عنہم۔

**تشریحات ۱۴۷ یہ تعلیق ہے یا مسند**

علامہ کرمانی نے فرمایا، چونکہ ابوسلمہ اس وقت موجود نہ تھے جب حضرت ابن عمر نے حضرت عمر سے یہ دریافت کیا تھا اس لئے یہ تعلیق ہے، مگر علامہ عینی نے فرمایا اس حدیث میں وان عبد اللہ بن عمر سند میں مذکور عن عبداللہ بن عمر پر معطوف ہے۔ اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بھی، راوی حدیث، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کا قول ہوا جو انھوں نے حضرت ابن عمر سے سُنا ہے۔ اس تقدیر پر حدیث کا یہ جز بھی مسند ہوا۔

اس پر اہلسنت کا اتفاق ہے کہ موزوں پر مسح جائز ہے۔ صرف روافض اور خوارج اس کے منکر ہیں۔ بدائع میں ہے کہ امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں نے ستر صحاب بدر سے ملاقات کی یہ سب کے سب موزوں پر مسح جانتے تھے اسی وجہ سے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ موزوں پر مسح اہلسنت کی علامت جانتے تھے۔ کسی نے دریافت کیا اہلسنت کی علامت کیا ہے؟ فرمایا

تفضیل الشیخین وحب الختنین والمسح علی الخفین۔

شیخین یعنی حضرت ابوبکر و عمر کو سارے صحابہ سے افضل جاننا اور دونوں داماد حضرت عثمان و حضرت علی سے محبت کرنا اور موزوں پر مسح کرنا۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نے موزوں پر مسح کا قول اس وقت تک نہیں کیا جب تک کہ دن کی روشنی کی طرح یقین نہیں ہوگیا۔ مسح علی الخفین کا انکار کبار صحابہ کا رد اور انھیں خطاکار ٹھہرانا ہے۔ اس لئے موزوں پر مسح کا انکار بدعت ہے۔ امام کرخی نے فرمایا جو موزوں پر مسح جائز نہ مانے اس پر میں کفر کا اندیشہ کرتا ہوں۔ امت میں کسی فرد کا اس میں اختلاف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح فرمایا۔

علامہ ابوعمر بن عبداللہ نے کہا کہ تمام اہل بدر و حدیبیہ اور جملہ مہاجرین اور انصار اور کل صحابہ اور تابعین وفقہاء مسلمین نے موزوں پر مسح فرمایا۔ اس لئے موزوں پر مسح کی حدیث باعتبار معنی متواتر ورنہ کم از کم مشہور ضرور ہے۔ اس سے کتاب اللہ پر زیادتی بالاتفاق درست ہے۔

ابن المنذر نے، حضرت عبداللہ بن مبارک سے نقل کیا۔ مسح علی الخفین کے سلسلے میں صحابہ کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔ جن بعض حضرات سے انکار مروی ہے تو ان سے اثبات بھی مروی ہے۔ علامہ ابن حجر اور ابوالقاسم بن مندہ نے کہا کہ اسّی صحابہ سے مسح علی الخفین مروی ہے جنہیں عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔ امام احمد نے فرمایا کہ مسح علی الخفین کے اثبات میں چالیس حدیثیں مروی ہیں۔ صرف حضرت ابوہریرہ حضرت ابن عباس، حضرت علی، حضرت صدیقہ سے انکار کی روایت آئی ہے مگر یہ ناقابل اعتبار ہے۔

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ مَسَحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ وَاَنَّ

انھوں نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں روایت کیا کہ حضور نے موزوں پر مسح فرمایا

عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ سَاَلَ عُمَرَ عَنْ ذٰلِکَ فَقَالَ نَعَمْ، اِذَا حَدَّثَکَ

عبداللہ بن عمر نے اپنے والد حضرت عمر سے اس کے بارے میں پوچھا تو حضرت عمر نے اس کی تصدیق کی

علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت نقل کی جاتی ہے وہ ثابت نہیں۔ امام احمد نے فرمایا وہ صحیح نہیں باطل ہے۔ بلکہ ان سے ابن ماجہ[1] میں یہ حدیث مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ موزوں کی طہارت کیا ہے فرمایا مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات۔

دارقطنی نے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ وہ مسح علی الخفین کو جائز جانتی تھیں۔ ابن ابی شیبہ نے جو حضرت علی سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ مسح علی الخفین سورہ مائدہ کے پہلے تھا۔ یہ روایت منقطع ہے۔ مسلم[2] اور نسائی[3] میں حضرت ام المومنین و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول یہ مذکور ہے:

"شریح بن ھانی نے ام المومنین حضرت صدیقہ سے، مسح علی الخفین کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا علی بن ابی طالب کے پاس جاؤ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔ شریح نے کہا، ہم نے حضرت علی سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسافر کے لئے تین دن اور تین رات اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات، مدت مسح مقرر فرمائی"

اس حدیث سے ثابت کہ حضرت ام المومنین اور حضرت علی بھی مسح علی الخفین کو جائز جانتے تھے، اور یہ واقعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کا ہے، اور صریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کی مسافر اور مقیم کیلئے یہ یہ مدت مقرر فرمائی اس لئے اس سے رجوع کا کوئی احتمال نہیں۔

اس سلسلے میں حضرت ام المومنین اور حضرت علی کی طرف بہت سے من گھڑت قصے منسوب کئے گئے ہیں وہ سب جعلی ہیں۔ مثلاً ام المومنین کی طرف یہ منسوب ہے کہ انھوں نے فرمایا، میرا پاؤں کاٹ ڈالا جائے یہ مجھے پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ موزوں پر مسح کروں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلے میں ایک طول طویل قصہ مشہور ہے کہ ان میں اور حضرت عمر میں بہت لمبی چوڑی گفتگو ہوئی جسمیں حضرت علی نے بائیس صحابہ سے شہادت دلائی کہ موزوں پر مسح، سورۂ مائدہ کے نزول سے پہلے تھا۔ یہ قصہ حدیث کی کتابوں میں کہیں نہیں۔ اس کے جھوٹ پر دو قرینہ ہے۔ ایک تو مسلم اور نسائی کی حدیث مذکور، دوسرے یہ کہ اس پر اتفاق ہے کہ سورۂ مائدہ غزوہ مریسیع کے موقع پر نازل ہوئی تھی جو ۵ھ یا ۶ھ[4] میں ہوا ہے۔ اس کے بعد فتح مکہ کے موقع پر اور غزوہ تبوک میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے موزوں پر مسح ثابت ہے۔ بلکہ حضرت جریر کی حدیث سے ثابت کہ جس سن میں

---

[1] ماجاء فی المسح علی الخفین ص ۴۱ [2] جلد اول ص ۱۳۵ [3] جلد اول ص ۳۲ [4] قسطلانی ج ۶ ص ۲۷۳، ایضاً جلد سابع ص ۵۱

شَیْئًا سَعْدٌ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَا تَسْأَلْ عَنْہُ غَیْرَہٗ

اور فرمایا جب سعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ روایت کریں تو پھر کسی سے مت پوچھو

وصال ہوا ہے اس سال بھی مسح فرمایا، اس لئے کوئی صحابی یہ گواہی کیسے دے سکتا ہے کہ موزوں پر مسح سورۂ مائدہ کے نزول سے پہلے تھا پھر منسوخ ہوگیا۔

حضرت ابن عباس کا بھی یہی حال ہے کہ ابتدا میں جبتک اس کا انھیں ثبوت نہ ملا کہ سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد بھی نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح فرمایا، انکار کرتے رہے، مگر جب اس کا ثبوت انھیں مل گیا تو انھوں نے بھی موزوں پر مسح کے جواز کا قول کیا۔ ان کے تلمیذ جلیل امام عطاء نے فرمایا۔ عکرمہ نے جھوٹ کہا۔ ابن عباس اس سلسلے میں لوگوں کی مخالفت کرتے رہے مگر اخیر عمر میں سب کے ساتھ اتفاق کرلیا [1]

ائمہ مجتہدین میں سے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ موزوں پر مسح کے قائل نہ تھے۔ ایسی روایتیں ان سے آئی ہیں۔ مگر صحیح یہ ہے کہ انھوں نے اخیر عمر میں یہی فرمایا کہ جو مسح علی الخفین کو جائز نہ جانے وہ گمراہ ہے۔ البتہ جو جائز جانے اور مسح نہ کرے عزیمت پر عمل کرے وہ ماجور ہے [2]

اب حضرات مالکیہ کے دو گروہ ہیں۔ ایک وہ جو مطلقاً موزوں پر مسح کو جائز کہتے ہیں۔ مقیم اور مسافر دونوں کے لئے۔ دوسرے وہ جو صرف مسافر کو جائز کہتے ہیں۔ بعض لوگوں کو یہ شبہہ ہے کہ موزوں کا مسح آیت وضو سے منسوخ ہے مگر یہ شبہہ ساقط ہے۔ اس لئے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث غزوۂ تبوک سے متعلق ہے۔ اور غزوۂ تبوک سب سے اخیر غزوہ ہے جو سورہ مائدہ کے نزول کے بہت بعد ہوا ہے۔ اس لئے کہ سورۂ مائدہ غزوۂ مریسیع میں نازل ہوئی ہے جو ۵ھ یا ۶ھ میں [3] ہوا تھا۔ اسی طرح حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بھی اس کی دلیل ہے کہ موزوں پر مسح منسوخ نہیں۔ اس لئے کہ یہ وصال مبارک سے چند ماہ پہلے ایمان لائے، ان کی حدیث یہ ہے:-

"حضرت جریر نے پیشاب کرکے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔ ان سے کہا گیا آپ ایسا کرتے ہیں، فرمایا، ہاں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ پیشاب فرمایا پھر وضو کیا اور موزوں پر مسح فرمایا۔ حضرت جریر سے پوچھا گیا کہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے، سورہ مائدہ کے نزول سے پہلے دیکھا کہ بعد میں۔ تو فرمایا کہ میں مائدہ کے نزول کے بعد ایمان لایا ہوں [4]

**موزوں پر مسح افضل ہے یا پاؤں دھونا**

صحیح یہ ہے کہ پاؤں دھونا، موزوں پر مسح کرنے سے افضل ہے۔ اس لئے کہ یہ عزیمت ہے اور مسح رخصت مگر جبکہ موزوں پر مسح نہ کرنے سے بدگمانی کا اندیشہ ہو لوگ یہ شبہہ کرنے لگیں کہ روافض اور خوارج کا اتباع کر رہا ہے۔ [5]

---

[1] نسائی جلد اول، باب المسح علی الخفین ص ۳۱ [2] عینی جلد ثالث ص ۹۷ [3] ایضاً [4] قسطلانی جلد سادس ص ۳۷۳

[5] مسلم جلد اول باب المسح علی الخفین ص ۳۰۲، ابوداؤد جلد اول باب المسح علی الخفین ص ۲۱۔ ترمذی جلد اول باب المسح علی الخفین ص ۱۴۔ [6] درمختار و ردالمحتار فتاوی رضویہ جلد اول ص ۳۳۰

**حدیث ۱۴۸، ایضاً** عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ اُمَیَّۃَ الضَّمْرِیِّ اَنَّ اَبَاہُ

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے

اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ عَلَی الْخُفَّیْنِ ۱؎

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا ہے

**حدیث ۱۴۹، ایضاً** عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ اُمَیَّۃَ الضَّمْرِیِّ عَنْ اَبِیْہِ

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے

قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ عَلٰی عِمَامَتِہٖ وَخُفَّیْہِ ۲؎

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عمامے اور موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔

**مسائل** اس حدیث سے موزوں پر مسح کے جواز کے علاوہ، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت ظاہر ہوئی یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی کبھی بہت مشہور و معروف بات قدیم الاسلام اجلہ صحابہ سے بھی مخفی رہتی تھی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلالت شان سب پر واضح ہے مگر یہ مسئلہ ان پر پوشیدہ رہا۔

**ایک شبہہ کا جواب** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موزوں پر مسح کی عام روایتیں حالت سفر ہی کی ہیں، اور دوسری حدیثوں میں نہ سفر کا ذکر ہے نہ حضر کا، اس لئے بعض حضرات مالکیہ یہ کہتے ہیں کہ مقیم کو موزوں پر مسح جائز نہیں، صرف مسافر کو جائز ہے۔ اس کا جواب مسلم اور نسائی کی حدیثوں میں مذکور ہے، جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ صریح ارشاد مذکور ہے کہ مقیم کے لئے موزوں پر مسح کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے۔ اس کے علاوہ اس مضمون کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں بلکہ نسائی میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے کہ حضور مدینہ طیبہ میں ایک بار موضع اسواف میں قضاء حاجت کے لئے گئے اور فراغت کے بعد وضو فرمایا اور موزوں پر مسح فرمایا ۳؎۔ یہ اسواف مدینہ طیبہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ اس سے ثابت کہ حضور نے حالت اقامت میں بھی موزوں پر مسح فرمایا۔

**تشریحات ۱۴۸، ۱۴۹**

**(۱) حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ** یہ غزوۂ بدر اور اُحد میں مشرکین کے ساتھ تھے مگر غزوۂ احد کے اختتام پر جب مشرکین واپس ہو رہے تھے۔ ان کے دل میں نور اسلام چمکا اور یہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ عرب کے مشہور بہادروں میں تھے۔ یہ پہلے جس معرکے میں شریک ہوئے وہ سریہ بیر معونہ تھا۔ انھیں دشمنوں نے گرفتار کر لیا تھا۔ عامر بن طفیل نے یہ کہکر چھوڑ دیا کہ میری ماں کے ذمے ایک غلام آزاد کرنا تھا، جا میری ماں کی طرف سے تو آزاد ہے۔ اس ظالم نے ان کی پیشانی کے بال مونڈ ڈالے ۴ھ میں۔ نجاشی شاہ حبشہ کے نام یہی دعوت اسلام لے کر گئے تھے، پھر بعد میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں حبشہ بھیجا کہ ام المومنین حضرت اُم حبیبہ بنت ابی سفیان

۱؎ نسائی طہارت، باب المسح علی الخفین ص ۳۱، ۲؎ ابن ماجہ، باب المسح علی العمامۃ ص ۴۲

۳؎ جلد اول باب المسح علی الخفین ص ۳۱

**حدیث (۱۵۰)** عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے کہا میں

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَاَهْوَيْتُ لِاَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا میں نے چاہا کہ حضور کے موزے نکالوں تو فرمایا

دَعْهُمَا فَاِنِّيْ اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا ۵ھ

رہنے دو میں نے انھیں اس حالت میں پہنا ہے کہ پاؤں طاہر تھے پھر حضور نے موزوں پر مسح فرمایا۔

**ت (۴۳)** وَاَكَلَ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ لَحْمًا فَلَمْ

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے گوشت کھایا اور

يَتَوَضَّؤُا ۵ھ

وضو نہیں کیا۔

سے حضور کا نکاح کریں، اور انھیں اور حبشہ میں جو مسلمان ہیں ان سب کو مدینہ لائیں۔ ایک بار انھیں کے ہاتھ ابوسفیان کے پاس کچھ تحفے بھیجے تھے [۱]

حضرت معاویہ کے عہد حکومت میں ۶۰ھ میں وصال فرمایا۔ ان سے بیس احادیث مروی ہیں جنہیں دو بخاری نے ذکر کی ہیں۔

(۲) عمامے پر مسح کی بحث حدیث ۱۴۰ میں گزر چکی۔

**تشریحات (۱۵۰)** یہ حدیث گزر چکی ہے مگر چند باتیں رہ گئی تھیں اسلئے اس کو دوبارہ ذکر کیا۔ یہ سفر کون تھا۔ یہ گزر چکا کہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے۔ اور یہ واقعہ نماز صبح کے وقت ہوا تھا۔ اس حدیث میں ہے کہ میں نے اسے اس حالت میں پہنا ہے کہ پاؤں طاہر تھے یعنی ان پر حدث نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ موزوں پر مسح صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ دونوں موزے ایسی حالت میں پہنے جائیں کہ پاؤں پر حدث نہ ہو۔ اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ پورا وضو کر کے پہنا ہو۔ دوسرے یہ کہ صرف پاؤں دھو کے پہنا ہو مگر حدث ہونے سے پہلے وضو مکمل کر لیا ہو۔ اس دوسری صورت میں بھی یہ صادق آئے گا کہ موزے ایسی حالت میں پہنے ہیں کہ پاؤں پر حدث نہیں تھا۔

**تشریحات (۴۳) باب کا فائدہ** چونکہ بعض احادیث میں یہ آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن چیزوں کو آگ نے بدل دیا ہو اس کے کھانے کے بعد وضو کرو۔ اور بعض صحابہ اور تابعین کا یہی مذہب تھا۔ بلکہ بعض حضرات اس پر بہت شدت برتتے تھے۔ امام زہری کا یہی مذہب تھا۔ سلیمان بن ہشام اس سے پریشان تھا۔ اس نے قتادہ سے شکایت کی کہ ہم جب بھی کچھ کھاتے ہیں تو زہری ہمیں وضو کرائے بغیر نہیں چھوڑتے، میں نے اسے بتایا کہ سعید بن مسیب نے اس کے

---

۵ھ اس کی تخریج حدیث ۱۳۷ میں گزر چکی۔ ۵ھ طبرانی مسند الشامیین، ابن ابی شیبہ۔ طحاوی، باب اکل ما غیرت النار ھل یوجب الوضوء ام لا ص ۴۱ [۱] الاستیعاب جلد ثانی ص ۸۰۴-۹۷۰۔ اصابہ جلد ثانی ص ۵۲۴۔

## حدیث (۱۵۱) اکل کتف شاۃ ثم صلی ولم یتوضأ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ

بارے میں فرمایا ہے، غذا جب کھاؤ تو پاک صاف ہے اس میں وضو نہیں۔ البتہ جب غذا نکلتی ہے تو گندگی ہے اس پر وضو ہے۔ سلیمان نے کہا، تم دونوں نے اختلاف کرلیا۔ کیا شہر میں کوئی اور ہے۔ قتادہ نے کہا ہاں "عطاء" ہیں۔ سلیمان نے حضرت عطاء کو بلوایا اور ان سے پوچھا تو حضرت عطاء نے یہ حدیث بیان کی:۔

"مجھ سے جابر بن عبداللہ نے حدیث بیان کی کہ ہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ گوشت روٹی کھایا اور بغیر وضوء کے نماز پڑھی [۱]"

یہ حکم یا تو لوگوں کو نظافت اور صفائی کی عادت ڈالنے کے لئے ابتدا میں تھا، بعد میں منسوخ ہوگیا جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ ان دونوں میں اخیر یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آگ پر پکی ہوئی چیز کھائی اور وضو نہیں فرمایا۔ [۲] یا یہ کہ ان احادیث میں وضو سے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا مراد ہے جیسا کہ ابن ماجہ میں خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکری کا شانہ تناول فرمایا تو کلی کی اور ہاتھ کو دھویا اور نماز پڑھی [۳]

الوضوء صرف ہاتھ دھونے اور کلی کرنے کے معنی میں خود حدیث میں ہے۔ فرمایا، برکۃ الطعام الوضوء قبلہ والوضوء بعدہ [۴] یہاں بالاتفاق صرف ہاتھ دھونا اور کلی کرنا مراد ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ توضؤا مما مست النار میں امر استحباب کے لئے لے لیا جائے۔ چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ تھا، اس لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا۔ جو بکری کے گوشت اور ستو کھانے کے بعد وضو نہ کرے۔ امام بخاری نے جتنی تعلیق ذکر کی ہے اس سے باب ثابت نہیں ہوتا۔ یہ کب کوئی کہتا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے فوراً بعد وضو فرض ہے۔ وضو نماز پڑھنے کے لئے فرض ہے۔ اس میں کہاں ہے کہ گوشت کھا کر ان حضرات نے وضو کئے بغیر نماز بھی پڑھی مگر اصل تعلیق میں یہ ہے جیسا ابھی حضرت جابر کی حدیث گزری اور یہی بقیہ حضرات سے بھی مروی ہے کہ گوشت کھا کر وضو کئے بغیر نماز پڑھی امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ ان حضرات نے گوشت کھا کر وضو کئے بغیر نماز پڑھی اور صحابہ میں کسی نے ٹوکا نہیں تو یہ سپر اجماع سکوتی ہوگیا کہ اس میں وضو نہیں۔ مگر حقیقت میں اجماع نہیں۔ کثیر صحابہ مثلاً حضرت زید بن ثابت حضرت ابوہریرہ، حضرت انس اور حضرت ابوایوب انصاری وازواج مطہرات میں حضرت صدیقہ، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی مذہب ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو واجب ہے، علاوہ ازیں امام حسن بصری، امام زہری، ابوقلابہ، ابومجلز، عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے۔ اب ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اس میں وضو نہیں البتہ امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو واجب ہوجاتا ہے۔

---

[۱] طحاوی جلد اول ص ۴۰۔ [۲] ایضاً ص ۴۰۔ ابوداود جلد اول باب ترک الوضوء مما مست النار ص ۲۵، نسائی جلد اول باب ترک الوضوء مما غیرت النار ص ۲۵
[۳] طہارت، باب الرخصۃ فی ذلک ص ۳۸، طحاوی، باب اکل ما غیرت النار ص ۴۰ [۴] ابوداود جلد ثانی باب غسل الیدین عند الطعام ص ۱۷۲

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ عه

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکری کا شانہ کھایا اس کے بعد نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا

**حدیث (۱۵۲) ایضاً** اَخْبَرَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهٗ

حضرت عمرو بن امیہ نے خبر دی کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ

دیکھا کہ بکری کا شانہ کاٹ کر کھا رہے تھے اور

فَدُعِيَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَلْقَى السِّكِّيْنَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ عه

نماز کے لیے بلائے گئے۔ حضور نے چھری رکھدی اور نماز پڑھی وضو نہیں فرمایا۔

**تشریحات (۱۵۱-۱۵۲) تکمیل** کتاب الاطعمہ میں بطریق محمد بن سیرین یہ ہے، تَعَرَّقَ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کَتِفاً تعرق کے معنی ہیں، ہڈی کے اوپر کا گوشت کھایا۔ اس کا مادہ عَرْقٌ ہے۔ اس کے معنی اس ہڈی کے ہیں جس پر گوشت ہو۔ وہیں بطریق عکرمہ یہ ہے۔ انتشل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرقا من قدر فاکل۔ انتشل کے معنی ہیں ہاتھ وغیرہ سے بغیر چمچے کے ہانڈی سے گوشت نکالنا۔ مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہاتھ سے ہانڈی میں سے گوشت نکالا اور تناول فرمایا۔ ابوداؤد میں بطریق یحییٰ بن یعمر یہ ہے۔ انتھس من کتف شاۃ کا گوشت سامنے کے دانتوں سے تناول فرمایا۔ نھس، سین مہملہ سے ہو تو اس کے معنی سامنے کے دانتوں سے نوچنا ہے اور شین معجمہ کے ساتھ ہو تو اس کے معنی ڈاڑھوں سے یا کل دانتوں سے کھانا ہے۔ ابوداؤد میں آنا زائد ہے کہ کھانے کے بعد اس ٹاٹ سے، جس پر حضور بیٹھے تھے ہاتھ پونچھا۔ یہ واقعہ حضور کے چچا حارث بن عبد المطلب کی صاحبزادی حضرت ضباعہ کے گھر ہوا تھا۔

**ایک سند کی توضیح** کتاب الاطعمہ میں امام بخاری نے یہ حدیث دو طریقوں سے ذکر کی۔ ایک بطریق محمد بن سیرین۔ دوسرے بطریق عکرمہ۔ بطریق عکرمہ کی سند، وعن ایوب وعاصم سے ذکر کی۔ اس پر کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ تعلیق ہے۔ اسے تعلیق کہنا غلط ہے۔ بلکہ یہ متابعت ہے۔ یہ حدیث حماد بن زید امام بخاری کے شیخ الشیخ کے پاس بروایت ایوب دو سندوں اور دو لفظوں کے ساتھ تھی۔ ایک بواسطہ محمد بن سیرین، لفظ اول کے ساتھ۔ دوسرے بواسطہ عکرمہ بلفظ ثانی۔ ان دونوں سندوں کے ساتھ امام بخاری کو بواسطہ، عبداللہ بن عبدالوہاب ملی ہے۔

---

عه ایضاً جلد ثانی، باب انھش وانتشال اللحم ص ۸۱۳۔ مسلم جلد اول، طہارت، الوضوء مما مست النار ص ۱۵۷ ابوداؤد جلد اول، ترک الوضوء مما مست النار ص ۲۵۔ عه ایضاً جلد اول، الصلوۃ اذا دعی الامام الی الصلوۃ وھو یاکل ص ۹۳۔ جلد ثانی، الاطعمہ باب قطع اللحم من السکین ص ۸۱۴، وباب شاۃ مسمومۃ والکتف والجنب ص ۸۱۵ باب اذا حضر العشاء فلا یعجل عن عشائہ ص ۸۲۱۔ مسلم جلد اول، طہارت، باب الوضوء مما مست النار ص ۱۲۵۔ ترمذی، اطعمہ، باب الرخصۃ فی قطع اللحم بالسکین ص ۲۸۸۔

## حدیث (۱۵۳) اکل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم السویق ولم یتوضأ

اَنَّ سُوَیْدَ بْنَ النُّعْمَانِ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ خَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

سوید بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اس متابعت کا فائدہ یہ ہے کہ یحییٰ بن معین نے کہا کہ ابن سیرین نے حضرت ابن عباس سے حدیث نہیں سنی ہے ابن عباس سے بواسطہ عکرمہ روایت کرتے ہیں۔ اس سے لازم آیا کہ اس سند میں انقطاع ہے۔ امام بخاری نے اس کی متابع ایک اور حدیث ذکر کر دی۔ جس میں انقطاع کا وہم نہیں۔

**مطابقت** امام بخاری نے باب میں ستو کا بھی اضافہ فرمایا ہے۔ اس باب میں دو حدیثیں ذکر کی ہیں کسی میں ستو کا ذکر نہیں بات یہ ہے کہ یہاں جزئیات کی بحث نہیں۔ ایک قاعدہ کلیہ پر بحث ہو رہی ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں گوشت آگ پر پکا ہوا تھا جسے حضور نے تناول فرمایا اور بغیر اعادۂ وضو کے نماز پڑھی تو ثابت کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانا ناقض وضو نہیں۔ اسی کا ایک فرد ستو بھی ہے تو ثابت کہ اس کے کھانے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔ اسی کو دوسرے طریقے سے یوں کہہ دیا جائے کہ گوشت میں چکنائی ہوتی ہے جو دیر میں جاتی ہے جب چکناہٹ کے باوجود گوشت کھانے سے وضو واجب نہیں تو ستو سے بدرجہ اولیٰ واجب نہ ہوگا۔

اس حدیث میں ہے کہ جب نماز کے لئے بلائے گئے تو گوشت اور اس چھری کو رکھ دیا جس سے گوشت کاٹ کر تناول فرماتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کھانے میں چھری کا استعمال جائز ہے۔ حالانکہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا:

لاتقطعوا اللحم بالسکین فانہ من صنیع الاعاجم — گوشت چھری سے کاٹ کر مت کھاؤ اس لئے کہ یہ عجمیوں کا طریقہ

وانھسوہ فانہ اھنأ وامرء [1] — ہے دانت سے کھاؤ یہ زود ہضم اور زیادہ لذیذ ہے۔

اس کے جواب میں کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ابوداؤد نے کہا، یہ حدیث قوی نہیں، اس کا ایک راوی ابو معشر نجیح المسندی الہاشمی صاحب مغازی ہے۔ امام بخاری وغیرہ نے کہا کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ اور اس کی منکر احادیث میں سے یہ حدیث ہے۔ اسلئے اسے حرمت کی دلیل نہیں بنا سکتے مگر علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اسکے لئے شاہد ہے کہ جس سے قوت پاکر یہ قوی ہوگئی جیسا کہ خود ابوداؤد میں اس حدیث کے بعد حضرت صفوان بن امیہ سے اسی مضمون کی حدیث موجود ہے۔ بنظر دقیق دونوں میں تعارض ہی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ضرورۃً چھری استعمال فرمائی ہو، اس بنا پر کہ یہ گوشت سخت رہا ہو، دانت سے چھڑایا نہ جا سکتا ہو، اور ممانعت اعاجم کے فعل سے ہے وہ عادۃً شوقیہ چھری استعمال کرتے ہیں ہاتھ سے کھانے کو معیوب جانتے ہیں جیسا کہ اہل یورپ کا حال معلوم ہے **مسائل**: جماعت تیار ہو جائے تو مؤذن کو چاہئے کہ امام کو اطلاع کر دے یہاں نماز کے لئے بلانے والے حضرت بلال تھے۔ نفی اگر محصور ہو تو نفی پر شہادت قبول کی جا سکتی ہے۔

**تشریحات (۱۵۳) سوید بن نعمان** رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انصاری اوسی مدنی صحابی ہیں۔ ان خوش نصیب بزرگوں میں ہیں جنھوں نے بیعت

[1] ابوداؤد جلد ثانی اطعمہ باب اکل اللحم ص ۱۷۴۔

وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتّٰى إِذَا كَانُوا بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ أَدْنَى خَيْبَرَ فَصَلَّى الْعَصْرَ

کے ساتھ خیبر والے سال جہاد کے لئے نکلے جب سب لوگ صہباء پہنچے جو خیبر کا مدینہ طیبہ سے قریبی علاقہ ہے تو

ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَادِ فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيقِ فَأَمَرَ بِهِ فَثُرِّيَ فَأَكَلَ رَسُولُ اللّٰهِ

حضور نے نماز عصر پڑھی۔ پھر توشہ منگوایا۔ حضور کی خدمت میں صرف ستو پیش کیا گیا۔ حضور نے حکم دیا تو اسے بھگویا گیا

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا

حضور نے بھی تناول فرمایا اور ہم لوگوں نے بھی کھایا۔ اس کے بعد حضور مغرب کیلئے اٹھے، حضور نے کلی کی اور ہم لوگوں نے

رضوان کی ہے۔ کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ غزوۂ احد میں بھی شریک ہوئے، ان سے کل سات حدیثیں مروی ہیں جن میں سے صرف یہ ایک حدیث امام بخاری نے ذکر کی ہے

**خیبر** مدینہ طیبہ سے چار منزل اُتر جانب یہودیوں کی ایک بستی تھی۔ عمالقہ میں سے خیبر نامی ایک شخص یہاں آکر اترا، اُسی کے نام پر اس کا خیبر نام پڑ گیا۔ ۷ھ میں یہ فتح ہوا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ترقی دے کر شہر بنا دیا۔ یہ علمیت اور عجمہ ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

**صہباء** اصہب کا مؤنث ہے جس کے معنی، سفیدی سرخی مائل۔ ٹھنڈا دن۔ شیر کے ہیں، یہ خیبر کے ملحقات میں سے خیبر سے ایک دو پہر کی مسافت پر ایک گاؤں تھا جو مدینہ طیبہ کی جانب یعنی خیبر سے دکھن طرف تھا، یہی وہ مشہور و معروف جگہ ہے جہاں سورج لوٹانے کا عظیم معجزہ ظاہر ہوا تھا[1]

سورج لوٹانے کی حدیث کو ابن جوزی نے موضوع کہا مگر یہ ابن جوزی کا جزاف و تھور ہے، حقیقت میں یہ حدیث حسن ہے امام طحاوی اور امام قاضی عیاض نے اس کو صحیح کہا، علامہ شامی فرماتے ہیں:۔

والحديث صححه الطحاوي وعياض واخرجه جماعة منهم الطبراني بسند حسن واخطأ من جعله موضوعا كابن الجوزي [2]

اس حدیث کو طحاوی اور عیاض نے صحیح کہا اسے محدثین کی ایک جماعت نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا جنمیں طبرانی بھی ہیں اور جس نے اسے موضوع کہا اس نے غلطی کی جیسے ابن جوزی۔

حضرت ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں:

فهو في الجملة ثابت اصله وقد يتقوى بتعاضد الاسانيد الى ان يصل الى مرتبة حسنة فيصح الا حتجاج به [3]

فی الجملہ اس حدیث کی اصل ثابت ہے۔ متعدد سندوں کیوجہ سے قوت پاکر مرتبہ حسن تک پہنچ گئی اس لئے اس سے دلیل لانا صحیح ہے۔

---

[1] مشکل الآثار للطحاوی جلد رابع اخیر باب ص ۳۸۸۔ شفا و شرحہ للملا علی القاری جلد اول باب فی انشقاق القمر والشمس ص ۵۸۹

[2] شامی جلد اول کتاب الصلوٰۃ ص ۲۴۱۔ [3] شرح شفا جلد اول ص ۵۸۹۔

## ثُمَّ صَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّأْ ؏ھ

بھی کی پھر نماز پڑھی، حضور نے وضو نہیں فرمایا

پہلے امام بخاری نے یہ باب باندھا تھا کہ گوشت یا ستو کھانے سے وضو نہیں۔ اب یہ باب باندھا ہے کہ ستو کھانے کے بعد کلی کرنی ہے۔ اس سے دو افادہ مقصود ہے۔ ایک یہ کہ جیسے ستو کھانے کے بعد کلی کرنی ہے اسی طرح گوشت وغیرہ کھانے کے بعد بھی کلی کرنی ہے۔ اس لئے کہ ستو میں چکنائی نہیں ہوتی۔ جب اس کے کھانے کے بعد کلی ہے تو جن چیزوں میں چکنائی ہو ان کے کھانے کے بعد بدرجۂ اولیٰ کلی کرنی چاہیئے۔

دوسرا یہ کہ جن احادیث میں آگ پر پکی ہوئی چیزوں کے کھانے پر وضو کا حکم ہے۔ ان میں وضو سے، لغوی وضو مراد ہے شرعی نہیں تاکہ احادیث کا تعارض اٹھ جائے۔ شوکانی صاحب نے نیل الاوطار میں لکھا کہ توضؤوا مما مست النار میں وضو سے لغوی معنی مراد لینا درست نہیں، اس لئے کہ حقائق شرعیہ، غیر پر مقدم ہوتے ہیں۔ اس پر عرض ہے کہ نصوص میں تعارض دفع کرنے کے لئے بعض نصوص میں لغوی معنی مراد لینا ضرورت شرعیہ ہے۔ ضرورت شرعیہ کی بنا پر معانی شرعیہ سے عدول میں کوئی حرج نہیں۔

نیز انھوں نے نسخ کے قول پر یہ ایراد کی ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں کوئی حکم دیں تو فعل رسول اس قول رسول کا ناسخ نہیں ہو سکتا، یہ بھی فریب ہے۔ اولاً یہ اسوقت ہے جبکہ وہ عمل خصائص میں سے ہو، جیسے نیند کا ناقض نہ ہونا، اور خصائص میں سے ہونے کے لئے دلیل لازم۔ یہاں کوئی دلیل نہیں اس لئے دعوی تخصیص ساقط، اور جب تخصیص ثابت نہیں تو یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عمل ناسخ نہیں ہو سکتا، بے دلیل ہوا۔

ثانیاً اس حدیث میں تصریح ہے، ہم لوگوں نے بھی ستو کھایا اور صرف کلی کر کے نماز پڑھی۔ اگر آگ پر پکی ہوئی چیز کا ناقض وضو نہ ہونا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام کو ضرور وضو کا حکم دیتے۔ اسی سے ان کا یہ اجتہاد بھی باطل ہو گیا۔ آگ پر پکی ہوئی چیزوں میں سے صرف بکری کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا بقیہ تمام چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اس حدیث سے ثابت کہ ستو کھانا ناقض وضو نہیں، نیز مسلم شریف میں روٹی[1] کا بھی ذکر ہے اسلئے بکری کے گوشت کا حصر باطل

**مسائل** کسی بھی چیز کے کھانے کے بعد کلی کر لینی مستحب ہے۔ ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ سفر میں تمام رفقاء اپنے اپنے کھانے ایک جگہ جمع کر کے کھائیں، اس لئے کہ جماعت میں برکت ہے حاکم اسلام کو اس کی اجازت ہے کہ عند الضرورت، غلے کی ذخیرہ اندوزی کرنے والے کا بجبر غلہ نکلوا کر فروخت کروائے، سالار فوج لشکر کی خبر گیری کرتا رہے۔ اگر ضرورت ہو تو سب کی خوراک اکٹھی کر دے تاکہ جن کے پاس خوراک نہ ہو انھیں بھی غذا ملجائے۔

---

ھ ایضا جلد اول، طھارت باب الوضوء من غیر حدث ص ۳۴۔ جھاد، حمل الزاد فی الغزو ص ۴۱۸، جلد ثانی مغازی، باب غزوۂ خیبر ص ۶۰۳، ایضا باب غزوۃ الحدیبیہ ص ۶۰۰، اطعمہ باب السویق ص ۸۱۲ وباب المضمضۃ بعد الطعام ص ۸۲۰، نسائی جلد اول، طھارت باب ترک الوضوء مما غیرت النار ص ۴۰، ابن ماجۃ، طھارت باب الرخصۃ فی ذلک ص ۳۸۔ مؤطاء امام مالک طھارت ترک الوضوء مما مست النار ص ۱۰، مسند امام احمد۔ طحاوی، جلد اول طھارت باب اکل ما غیرت النار ص ۴۰،

[1] جلد اول، طھارت باب الوضوء مما مست النار ص ۱۵۷ ؛

## حدیث (۱۵۴) اکل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتفا ثم صلی ولم یتوضأ

عَنْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اَكَلَ عِنْدَهَا كَتِفًا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ عه

ان کے پاس (بکری) کا شانہ کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

## حدیث (۱۵۵) المضمضة من اللبن

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ وَقَالَ اِنَّ لَهٗ دَسَمًا عه

دودھ پیا اس کے بعد کلی کی اور فرمایا اس میں چکناہٹ ہے

**تشریحات (۱۵۴) مطابقت** امام بخاری نے "باب باندھا تھا" ــــ جس نے ستو سے۔ صرف کلی کی اور وضو نہیں کیا ــــ اس حدیث میں نہ ستو کا ذکر ہے نہ کلی کا ــــ علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا کہ بخاری کے جس نسخے پر "فربری" کے دستخط ہیں۔ یہ حدیث اس کے پہلے والے باب میں ہے۔

اس باب میں صرف پہلی والی، سوید بن نعمان والی حدیث ہے۔ ناقلین کی غلطی سے یہ حدیث اس باب میں لکھ گئی ــــ باب سے مطابقت تو نہیں لیکن اس سے ایک افادہ کی جانب اشارہ ہو سکتا ہے کہ کسی بھی چیز کے کھانے کے بعد نماز پڑھنے کے لئے کلی کرنی فرض و واجب نہیں، مستحب ہے۔ کر لیا گیا تو بہتر ہے نہ کیا تو بھی کوئی حرج نہیں۔

**تشریحات (۱۵۵)** مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ بعض صحابہ کرام دودھ پینے کے بعد وضو لازم جانتے تھے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ دودھ کے بارے میں فرمایا۔

نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ۔ (نحل ۶۶)

ان جانوروں کے پیٹوں میں جو گوبر اور خون ہے اس سے ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کیلئے خوشگوار ہے۔

چونکہ دودھ، لید اور خون کے مابین رہتا ہے اس لئے اس کے پینے کے بعد وضو ضروری ہے ــــ لیکن اگر یہ استدلال صحیح مان لیا جائے

---

عه مسلم جلد اول، طہارت، باب الوضوء مما مست النار ص ۱۵۷۔

عه مسلم جلد اول، طہارت، باب الوضوء مما مست النار ص ۱۵۷، ابوداود جلد اول، طہارت باب الوضوء من اللبن ص ۲۶، ترمذی جلد اول، طہارت، المضمضة من اللبن ص ۱۲، نسائی جلد اول، طہارت باب المضمضة من اللبن ص ۴۰، ابن ماجہ طہارت، المضمضة من شرب اللبن ص ۳۸۔

## حدیث (۱۵۶) اذا نعس احدکم وھو یصلی فلیرقد

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ

فرمایا جب نماز کی حالت میں کوئی اونگھے تو اسے لازم ہے کہ سو رہے یہاں تک کہ نیند کا اثر ختم ہو جائے

تو کلام اس کی علت، حرمت یا کم از کم کراہت میں کرنا پڑیگا، دودھ خون اور لید کے مابین رہتے ہوئے ان دونوں سے بالکل الگ تھلگ صاف ستھرا رہتا ہے۔ گوبر اور خون کا کوئی اثر اس میں نہیں آپاتا اس لئے اس کا پینا بلا کسی ادنیٰ کراہت کے جائز اور پینے کے بعد کلی کی وجہ یہ نہیں کہ وہ لید اور خون کے درمیان رہتا ہے بلکہ اس کی چکناہٹ ہے، جیسا کہ اس حدیث میں تصریح ہے۔

حدیث میں "ان له دسما" فرما کر کلی کرنے کی علت پر تنصیص فرمادی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کلی کرنے میں آگ پر پکے ہونے کو یا لید اور خون کے درمیان ہونے کو کوئی دخل نہیں۔ اسی سے مستفاد ہوا کہ گوشت کھانے کے بعد کلی کا حکم اس کی چکناہٹ کی بنا پر ہے، آگ پر پکے ہونے کی وجہ سے نہیں۔ اسی سے یہ ثابت ہو گیا کہ دودھ پینے کے بعد بہر حال کلی کرنا مستحب ہے اگرچہ کچا ہو، پکا ہوا نہ ہو اس لئے دودھ اور ستو کھانے کے بعد کلی کرنے سے بطور دلالۃ النص یہ معلوم ہوا کہ کچھ بھی کھایا جائے اور فوراً نماز پڑھنی ہو تو کلی کر لینی مستحب ہے۔ اس لئے کہ ستو اور دودھ میں علت مشترکہ اس کا منہ میں اثر باقی رہنا ہے، اور تجربہ شاہد ہے کہ کچھ بھی کھائے تو اس کا اثر منہ میں رہتا ہے۔

ستو کھانے دودھ پینے کے بعد کلی کا حکم استحبابی ہے اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دودھ پیا اس کے بعد نہ کلی کی اور نہ وضو فرمایا اور نماز پڑھی"۔ [1]

**تشریحات (۱۵۶)(۱۵۷)**

**(۱) مطابقت**

امام بخاری نے ان احادیث پر جو باب باندھا ہے۔ اس کا دو جزء ہے۔ ایک یہ کہ نیند سے وضو ہے۔ دوسرے یہ کہ جس نے ایک دو بار اونگھنے اور ایک جھونکے سے وضو واجب نہیں جانا۔ پہلے جز کے مطابق امام بخاری کوئی حدیث نہیں لائے۔ غالباً ان کے نزدیک نیند کا ناقض وضو ہونا ایسا مسلم الثبوت ہے کہ اس پر دلیل لانے کی حاجت نہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی شرط پر کوئی حدیث انھیں نہ ملی ہو۔ ورنہ بہت سی متفق علیہ باتوں کا باب باندھا ہے اور اس کے مطابق حدیث لائے۔ جبکہ یہاں نیند کا مطلقاً ناقض وضو ہونا متفق علیہ نہیں۔ ایک دو بار اونگھ نیند کے ایک جھونکے سے وضو کا ٹوٹنا مختلف فیہ ہے اس لئے اس کے متعلق حدیث ذکر فرمائی۔ مگر یہ وجہ خفی ہے کہ ان دونوں حدیثوں سے کیسے ثابت ہوتا ہے کہ ایک دو بار اونگھ یا ایک جھونکے سے وضو نہیں ٹوٹتا یا ٹوٹتا ہے؟ اس کی توضیح یہ ہے کہ جب کسی حکم کے پائے جانے کی دو یا دو سے زائد علتیں بن سکتی ہوں تو اصولی طور پر ان میں جو علت

[1] ابوداؤد جلد اول، طہارت، باب الرخصۃ فی ذلک ص ۲۶۔

فَاِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا صَلّٰی وَھُوَ نَاعِسٌ لَا یَدْرِیْ لَعَلَّہٗ یَسْتَغْفِرُ فَیَسُبُّ نَفْسَہٗ ؎

اس لئے کہ نیند کی حالت میں نماز پڑھتے ہوئے اسے کیا خبر۔ ہوسکتا ہے کہ استغفار کرنا چاہتا ہو اور اپنے اوپر بددعا کرے۔

**حدیث (۱۵۷)** حدیث ایضا عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نَعَسَ فِی الصَّلٰوۃِ فَلْیَنَمْ حَتّٰی یَعْلَمَ مَا یَقْرَأُ ؎

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی نماز میں اونگھے تو اسے لازم ہے کہ سو جائے، یہانتک کہ جو پڑھے اسے سمجھنے لگے

قریبہ ہو اس کی طرف حکم کی نسبت کی جاتی ہے۔ یہاں نماز ترک کرنے کی دو چیز علت بن سکتی ہے۔ ایک اونگھ سے وضو کا ٹوٹنا، دوسرے اس حالت میں نماز کا مفید ہونے کے بجائے مضر ہونے کا اندیشہ۔ وضو ٹوٹنا ترک نماز کی علت قریبہ ہے۔ اور مضر ہونے کا اندیشہ علت بعیدہ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز چھوڑ کر سو جانے کی علت وضو ٹوٹنے کو نہیں قرار دیا۔ بلکہ اندیشۂ مضرت کو۔ تو معلوم ہوا کہ اس اونگھ سے وضو ٹوٹتا ہی نہیں۔ ورنہ ارشاد یہ ہوتا کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں اونگھے تو اس کا وضو ٹوٹ گیا۔ اب نماز میں مشغول رہنے سے کیا فائدہ۔ اس سے ثابت کہ نماز میں اونگھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ رہ گئی ایک یا دو بار اونگھ کی تخصیص تو غالباً امام بخاری نے اس کو اس طرح اخذ کیا ہے کہ نماز میں اس سے زیادہ ممکن نہیں ــــ مگر یہ بہت ہی سطحی بات ہے، حقیقت یہ ہے کہ نماز میں انسان پوری نیند سو سکتا ہے۔ اور بنظر دقیق یہی زبردستی ہے کہ امام بخاری ایک یا دو اونگھ یا ایک جھونکے کو ناقض وضو نہیں مانتے۔ انھوں نے باب اس طرح باندھا ہے جس سے یہ متعین نہیں ہوتا کہ ان کا مسلک کیا ہے۔

**نماز میں سونا ناقض وضو نہیں** تحقیق یہ ہے کہ نماز میں سونا مطلقاً ناقض وضو نہیں، خواہ نماز کی کسی بھی حالت میں سوئے جیسا کہ احناف کا مسلک ہے۔ اس لئے کہ نیند بذاتہٖ ناقض وضو نہیں بلکہ خروج ریح کے مظنہ ہونے کی بنا پر ہے۔ اس وجہ سے جن صورتوں میں خروج ریح کا مظنہ ہے ان صورتوں میں سونا ناقض وضو ہے۔ اور جن حالتوں میں یہ مظنہ نہیں ان صورتوں میں نیند ناقض وضو نہیں۔ اس کی بنیاد استرخاء مفاصل ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے، فرمایا:۔

ان الوضوء لایجب الا علی من نام مضطجعا — وضو صرف اسی پر واجب ہے جو کروٹ کے بل سوئے

فانہ اذا نام مضطجعا استرخت مفاصلہ [1] — اسلئے کہ جب کروٹ کے بل سوئیگا تو اسکے جوڑ ڈھیلے پڑ جائینگے

اس حدیث کے ایک راوی، ابو خالد یزید دالانی پر کلام کیا گیا ہے۔ مگر بہت سے محدثین نے ان کی توثیق بھی کی ہے ــــ امام احمد اور نسائی نے کہا کہ "لا باس بہ" ابو حاتم نے ان کو ثقہ کہا۔ امام ذہبی نے مغنی میں کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث کے شواہد بھی ہیں جن سے قوت پاکر درجۂ حسن تک پہنچ گئی اس لئے لائق استدلال ہے۔

---

[1] مسلم جلد اول، صلوٰۃ باب من نعس فی صلوتہ ان یرقد ص ۲۶۷ - ابوداود جلد اول باب. النعاس فی الصلوٰۃ ص ۱۸۶ - نسائی طہارت باب النعاس ص ۳۷ - [2] ترمذی، جلد اول، طہارت باب الوضوء من النوم ص ۱۲ ابوداؤد جلد اول، طہارت باب فی الوضوء من النوم ص ۲۶ -

اس حدیث میں کروٹ پر سونے کو ناقض وضو، اس لئے فرمایا کہ کروٹ پر سونے سے مفاصل ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ ناقض وضو ہونے کی علت ایسی نیند کو ٹھہرایا گیا جس سے استرخاء مفاصل ہو۔ اس لئے نقض وضو کا حکم نوم مع استرخاء مفاصل کے ساتھ دائر ہوگا۔ کروٹ کے بل سونے کے علاوہ جن جن صورتوں میں استرخاء مفاصل ہوگا، ان تمام صورتوں میں سونے سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور جن صورتوں میں نہ ہوگا ان صورتوں میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹے گا، اور یہ ظاہر ہے کہ نماز کی جتنی ہیئت ہے کسی میں استرخاء مفاصل نہیں۔ اس لئے بطریق مسنون نماز پڑھنے کی حالت میں سونا ناقض نہیں۔ البتہ عورتوں کا سجدہ اس سے مستثنیٰ ہے ان کے سجدے کی ہیئت ایسی ہے جس میں استرخاء مفاصل ہوتا ہے۔ اگر کوئی مرد، عورتوں کی طرح سجدہ کرے اور سو جائے تو مرد کا بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

نماز کی نیند ناقض وضو نہیں، اس کی دلیل وہ حدیث بھی ہے۔ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، کہ جب وہ اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سوئے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، اونگھ جاتے، فرماتے ہیں:

فجعلت اذا اغفیت یاخذ بشحمۃ اذنی۔ [1] جب میں اونگھتا تو حضور میرے کان کی لو پکڑتے۔

ان کے علاوہ مزید مندرجہ ذیل احادیث بھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کھڑے، بیٹھے، سجدے کی حالت میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ بیہقی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:۔

لیس علی المحتبی النائم ولا علی القائم النائم وضوء حتی یضطجع فاذا اضطجع توضأ۔ جو شخص دونوں پاؤں کھڑا کر کے سرین زمین پر ٹیک کر بیٹھا بیٹھا سو جائے یا کھڑے کھڑے سو جائے اس پر وضو نہیں جبتک کہ کروٹ کے بل سوئے نہیں، جب کروٹ کے بل سو جائے تو وضو کرے۔

نیز دار قطنی میں ہے:۔

لا وضوء علی من نام قائما۔ کھڑے کھڑے سونے والے پر وضو نہیں۔

پھر بیہقی میں ہے:۔

لا یجب الوضوء علی من نام جالسا او قائما او ساجدا حتی یضع جنبہ۔ جو بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر یا سجدے کی حالت میں سو جائے اس پر وضو نہیں جب تک اپنا پہلو نہ رکھے۔

ان سب کا قدر مشترک وہی نکلا جو حدیث اول میں مذکور ہے کہ اگر ایسی حالت میں سویا جس سے استرخاء مفاصل ہو جائے تو وضو ٹوٹا ورنہ نہیں۔

**مختلف احادیث کا محمل** اس بارے میں وارد مختلف احادیث کا محمل یہی ہے کہ ــــ جن احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نیند ناقض وضو ہے ان سے مراد وہ نیند ہے جس سے استرخاء مفاصل ہوا اور جن سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ نیند ناقض وضو نہیں

[1] مسلم جلد اول، مسافرین باب صلوٰۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ودعائہ باللیل ص ۲۶۱،

## حدیث (۱۵۸) الوضوء عند کل صلوٰۃ

عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا — نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم — ہر نماز

ان سے مراد وہ نیند ہے جس سے استرخاء مفاصل نہ ہو۔

ایضاح البخاری میں اپنے شیخ الہند کی باب سے مطابقت کی یہ تقریر نقل کی ــــ کہ ابطال عمل ممنوع ہے اسلئے مراد یہ ہے کہ جو نماز پڑھ رہا تھا اسے جلدی جلدی پوری کرکے سو رہے۔ اونگھنے کے باوجود نماز پوری کرنے کی ہدایت سے معلوم ہوا کہ اونگھنا ناقض وضو نہیں۔ جو بھی اونی سمجھ رکھتا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ تقریر حدیث کے سیاق کے منافی ہے۔ جب اونگھنے کی وجہ سے اس کا خطرہ پیدا ہوگیا کہ کہیں دعا کے بجائے بددعا نہ کرنے لگے۔ تو یہ خطرہ نماز پوری کرنے میں بہرحال ہے۔ پھر نماز پوری کرنے کی اجازت کا کوئی محمل نہیں۔ رہ گیا ابطال عمل کی بات ــــ تو گزارش ہے کہ ابطال عمل اس وقت منع ہے جب کوئی عذر شرعی یا داعیۂ شرعی نہ ہو۔ جب کوئی داعیۂ شرعی پایا جائے تو ابطال عمل ممنوع نہیں، مثلاً نماز کی حالت میں سانپ آگیا، آگ لگ گئی، قضاء حاجت کی ضرورت شدید ہوگئی تو کیا ارشاد ہے۔ پھر جہاں شارع کی طرف سے اجازت ہو وہاں ممنوع ہونے کا کیا سوال؟ ــــ علامہ عینی نے اس حدیث سے مستنبط مسائل کے تحت لکھا۔ اس حدیث میں یہ حکم ہے کہ غلبۂ نوم کے وقت نماز توڑ دے۔

ایسی حالت میں نماز سے ممانعت اس لئے ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ وقت اجابت ہو اور یہ بددعا کردے جو قبول ہوجائے اس سے ثابت ہوا کہ نماز میں حضور قلب اور باخشوع وخضوع رہنا چاہئے۔ احتیاط پر عمل بہتر ہے۔ ایسی نیند پر جس میں استرخاء مفاصل ہوتا ہے فقہاء نے جنون، بیہوشی نشہ کو بھی قیاس کرکے ناقض وضو بتایا ہے۔

### تشریحات (۱۵۸)

### وضو علی الوضو کے بارے میں مذاہب

(۱) بعض ظاہریہ اور شیعہ اس کے قائل ہیں کہ مقیم پر ہر نماز کے لئے وضو واجب ہے، البتہ مسافروں کو ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھنے کی اجازت ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ جو سلیمان بن بریدہ عن ابیہ سے مروی ہے۔

"نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکے میں ایک ہی وضو سے پانچ نمازیں پڑھیں اور موزوں پر مسح فرمایا۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے آج ایسا کیا ہے کہ اس سے پہلے ایسا نہیں کرتے تھے۔ حضور نے فرمایا۔ اے عمر! یہ میں نے قصداً کیا ہے۔" [1]

(۲) بہت سے صحابۂ کرام مثلاً حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بہت سے تابعی مثلاً حضرت سعید بن مسیب، حضرت حسن بصری وغیرہ اسکے قائل ہیں مقیم ہو یا مسافر سب پر ہر نماز کے لئے وضو واجب ہے خواہ حدث ہو خواہ نہ ہو، ان کی دلیل آیۂ کریمہ کا ظاہری مفاد ہے کہ فرمایا:۔

---

[1] مسلم جلد اول، طہارت، باب جواز الصلوات کلھا بوضوء واحد ص ۱۳۵۔ ابوداؤد، جلد اول، طہارت، باب الرجل یصلی الصلوات کلھا بوضوء واحد ص ۲۳۔ طحاوی جلد اول طہارت، باب الوضوء ھل یجب لکل صلوۃ امر لا۔ ص ۲۵

| | |
|---|---|
| یَتَوَضَّأُ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوۃٍ قُلْتُ کَیْفَ کُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ قَالَ یُجْزِیْ | |
| کے وقت | وضو فرماتے میں نے پوچھا آپ لوگ کیا کرتے تھے حضرت انس نے کہا |
| اَحَدَنَا الْوُضُوْءُ مَالَمْ یُحْدِثْ ؏ | |
| جبتک حدث نہ ہوتا ہمیں ایک ہی وضو کافی ہوتا۔ | |

اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ (الایۃ) جب نماز کیلئے کھڑے ہوتو اپنے چہروں کو دھوؤ۔

اس میں یہ قید نہیں کہ جب تم محدث ہو۔

(۳) حضرت ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ ان کا مذہب یہ تھا کہ ایک وضو سے زیادہ سے زیادہ پانچ نمازیں پڑھ سکتے ہیں اس سے زائد نہیں۔

(۴) ائمہ اربعہ وغیرہ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے۔ وضو صرف حدث سے واجب ہے، اور ایک وضو سے جتنی نمازیں چاہیں پڑھیں۔ ان کی دلیل حدیث زیر بحث ہے، اس لئے کہ اگر ہر نماز کے لئے وضو فرض ہوتا تو حضرت انس اور صحابۂ کرام بھی ہر نماز کے لئے ضرور وضو کرتے۔ اسی طرح مقیم اور مسافر کی تفریق ہوتی تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو ضرور بیان کرتے۔ علاوہ ازیں اس کی تائید میں بہت سی احادیث ہیں، مثلاً حضرت جابر کی یہ حدیث، وہ فرماتے ہیں کہ:۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ ایک انصاری بیوی کے گھر تشریف لیگئے حضور کے سامنے بھنی ہوئی بکری پیش کی گئی حضور نے اور ہمنے کھایا اتنے میں ظہر کا وقت ہوگیا حضور نے وضو فرمایا اور نماز پڑھی پھر کھانے پر آئے اور جب عصر کا وقت ہوگیا تو نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا ؎۱

## کیا حضور پر ہر نماز کیلئے وضو فرض تھا

رہ گیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر نماز کے لئے وضو کرنا۔ اسکی توجیہ امام طحاوی نے دو کی ہے۔ ایک یہ کہ ابتداء میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض تھا بعد میں منسوخ ہوگیا۔ اس پر وہ اس حدیث سے دلیل لائے۔

"عبداللہ بن حنظلہ بن ابو عامر نے حدیث بیان کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے وضو کے مامور تھے مگر جب یہ شاق ہوا تو وضو کے بجائے ہر نماز کے وقت "مسواک" کا حکم دیا گیا ؎۲

دوسری توجیہ یہ کہ بہر حال افضل یہی ہے کہ ہر نماز کے لئے وضو کیا جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل پر عمل فرماتے تھے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے: کہ ابوالفضل ھذلی کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہوکر وہ اپنے گھر آئے۔ جب عصر کی اذان ہوئی تو پھر وضو فرمایا۔ میں نے ان سے پوچھا اے ابو عبدالرحمٰن کیا بات ہے کیا ہر نماز کیلئے وضو ضروری ہے؟ فرمایا تم نے ٹھیک سمجھا۔ یہ سنت واجبہ نہیں۔ صبح کی نماز کا وضو تمام نمازوں کیلئے کافی ہے، جبتک حدث نہ ہو۔

---

؏ ترمذی جلد اول طہارت باب الوضو لکل صلوٰۃ ص ۹۔ نسائی جلد اول طہارت باب الوضوء لکل صلوٰۃ ص ۳۲ ابن ماجہ، طہارت باب الوضوء لکل صلوٰۃ ص ۳۹۔ ابو داود جلد اول طہارت باب الرجل یصلی الصلوات بوضوء واحد ص ۲۳۔ طحاوی جلد اول باب الوضوء ھل یجب لکل صلوٰۃ ص ۲۶ ؎۱ طحاوی ص ۲۶ ؎۲ طحاوی جلد اول باب الوضوء ھل یجب لکل صلوٰۃ ص ۲۵۔

## حدیث (۱۵۹) دعا بجریدۃ فکسرھا کسرتین

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِحَائِطٍ مِّنْ حِیْطَانِ الْمَدِیْنَۃِ اَوْ مَکَّۃَ فَسَمِعَ صَوْتَ

یا مکّے کے باغوں میں سے کسی باغ پر گزرے کہ دو انسانوں کی آواز سنی

بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ، فرمایا۔ جو وضو پر وضو کریگا اس کے لئے دس نیکیاں ہوں گی۔ اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے میں نے ایسا کیا ہے [۱]

**باب کا فائدہ** فائدہ اولیٰ:۔ چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ تھا اس لئے تنقیح کے لئے امام بخاری نے یہ باندھا اور یہ افادہ فرمایا کہ وضو ہوتے ہوئے نماز کے لئے وضو فرض نہیں۔ ورنہ حضرت انس اور صحابہ کرام ضرور ہر نماز کے لئے وضو کرتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے وضو کرتے تھے۔ اس سے ثابت کہ یہ مستحب ہے۔ یہ شبہہ ہو سکتا تھا کہ ہر نماز کیلئے وضو کا فرض ہونا حضور کے خصائص سے ہو، اسے سوید بن نعمان والی حدیث ذکر کر کے دور فرمایا، کہ منزل صہبار پر حضور نے عصر کے وضو سے نماز مغرب ادا فرمائی۔

**فائدہ ثانیہ۔** وضو مقصود بالذات عبادت نہیں۔ مفتاح صلوٰۃ ہونے کی وجہ سے عبادت ہے جب وضو ہے تو پھر وضو کرنا بظاہر لغو اور اسراف معلوم ہوتا ہے۔ اس کا ازالہ فرمایا۔ وضو پر وضو کرنا مستحب ہے اور باعث اجر اور فعل رسول ہے۔

**تشریحات (۱۵۹) تکمیل** یہ واقعہ مدینے میں ہوا یا مکّے میں، یہ اس حدیث کے ایک راوی جریر کا شک ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے۔ جیسا کہ کتاب الادب میں بغیر تردید کے "من حیطان المدینۃ" مذکور ہے۔ یہ باغ ام مبشر[۲] انصاریہ کا تھا۔ اور یہ دونوں قبریں مسلمانوں کی تھیں اسلئے کہ ابن ماجہ میں ہے بقبرین جدیدین[۳]۔ اور مسند امام احمد میں حضرت ابو امامہ کی حدیث میں ہے کہ حضور جنت البقیع کے قریب سے گزرے تو حضور نے پوچھا۔ تم نے آج یہاں کس کو دفن کیا ہے۔ جنت البقیع میں ایسی نئی قبر سوائے مسلمانوں کے اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ نیز حدیث کا سیاق بھی یہی بتا رہا ہے کہ یہ قبریں مسلمانوں ہی کی تھیں اسلئے کہ عذاب کا سبب، پیشاب سے احتیاط نہ کرنا اور چغل خوری کو بتایا۔ اگر یہ کافر ہوتے تو عذاب کا سبب ان کے کافر ہونے کو بیان فرماتے۔

اس روایت میں ہے کہ "رکھا" اور اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ "غرز" گاڑا۔ مسند عبد بن حمید میں ہے کہ ان کے سروں کے پاس رکھا۔ علامہ ابن حجر نے، نسائی کے حوالے سے لکھا کہ۔ لانے والے حضرت بلال تھے۔

مسلم[۴] جلد دوم کے اخیر میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث طویل مذکور ہے اس سے کچھ لوگوں کو شبہہ ہوا کہ کھجور کی شاخ لانے والے حضرت جابر تھے مگر یہ صحیح نہیں۔ وہ دوسرا واقعہ ہے۔ دونوں میں بہت تفاوت ہے۔ یہ واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے۔ وہ سفر کا۔

---

[۱] ایضاً ص ۲۵، [۲] دار قطنی فی حدیث جابر، [۳] طہارت۔ تشدید فی البول ص ۲۹، [۴] ص ۴۱۵،

| | |
|---|---|
| اِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِي قُبُوْرِهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | |
| جنھیں اپنی اپنی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا | اس پر نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا |
| يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ ثُمَّ قَالَ بَلٰى كَانَ اَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ | |
| ان پر عذاب ہو رہا ہے حالانکہ کسی بڑے گناہ پر عذاب نہیں ہو رہا ہے | اسکے بعد فرمایا، ہاں بڑے گناہ پر |

یہاں صحابۂ کرام کا مجمع تھا۔ وہاں ساتھ میں صرف حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ یہاں یہ مذکور نہیں کہ یہ شاخ کس درخت سے منگائی تھی۔ وہاں تصریح ہے کہ خاص ان دو درختوں کی شاخیں منگوائی تھیں جنھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بطریق اعجاز، قضاحاجت کے لئے اکٹھا کیا تھا۔ یہاں یہ ہے کہ شاخ ایک ہی تھی اس کے دو ٹکڑے کرکے ایک ایک قبر پر رکھا وہاں یہ ہے کہ دونوں درختوں سے ایک ایک شاخ منگوائی۔ یہاں یہ ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رکھا۔ وہاں یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رکھوایا۔ یہاں عذاب کے سبب کی تصریح ہے کہ وہ پیشاب سے بے احتیاطی اور نمیمہ ہے۔ وہاں کوئی سبب مذکور نہیں۔ یہاں لعلّ کے ساتھ تخفیف عذاب کا ذکر ہے۔ وہاں لعل نہیں۔

**گزشتہ سے مناسبت** نواقض وضو کا بیان ہو رہا تھا۔ اس میں یہ بتایا گیا کہ پیشاب، ناقض وضو ہے، ہر ناقض وضو کے لئے ناپاک ہونا لازم۔ فقہ کا مشہور و معلوم قاعدہ ہے۔ ہر حدث نجس ہے اور ہر نجس کا خروج ناقض وضو۔ جب پیشاب نجس ہے تو اس سے بدن اور کپڑے کا بچانا فرض۔ یہ بتانے کے لئے باب باندھا "من الکبائر ان لا یستتر من البول"، پیشاب سے نہ بچنا گناہ کبیرہ میں سے ہے، اور ہر گناہ کبیرہ سے اجتناب فرض۔ تو ثابت کہ پیشاب سے بچنا فرض۔ پھر اسکے بعد مسلسل کئی باب اس کے متعلق باندھا جن میں پیشاب سے طہارت کا طریقہ مذکور ہے اور انسان کے علاوہ دوسرے جانوروں کے پیشاب کا ذکر ہے۔

(۲) یہاں روایتیں مختلف ہیں۔ نسائی کتاب الطہارت میں "لا یستنزہ" ہے اور کتاب الجنائز میں لا یستبری ہے۔ ابونعیم نے مستخرج میں "لا یتوقی" روایت کیا ہے۔ لا یستتر کے معنی ہیں، پردہ نہیں کرتا تھا۔ اور لا یستنزہ، لا یستبری، لا یتوقی کے معنی ہیں بچتا نہیں تھا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ لا یستتر کے معنی یہاں یہ ہیں کہ اپنے اور پیشاب کے مابین سترہ یعنی روک نہیں کرتا تھا۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ پیشاب کے چھینٹے اس پر پڑتے تھے۔ اب سب روایتوں کا حاصل ایک ہوا کہ پیشاب سے بچتا نہیں تھا۔

یہاں استتار کے حقیقی معنی یعنی پردہ کرنا مراد نہیں۔ اس لئے کہ اگر عذاب قبر کا سبب، کشف عورت ہوتا، تو من البول کا ذکر بے فائدہ تھا۔ اتنا فرمانا کافی تھا کہ بے پردگی کرتا تھا۔ من البول کے اضافے سے معلوم ہوا کہ پیشاب کو عذاب قبر میں دخل ہے۔ یہ اسی وقت بنے گا جب کہ استتار کے وہ معنی لئے جائیں جو ہمنے ذکر کئے۔ پیشاب کو عذاب قبر میں خاص دخل ہے، اس کی تائید ابن ماجہ[1]، طبرانی کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں تصریح ہے کہ فرمایا ان میں سے ایک کو پیشاب کیوجہ سے عذاب ہو رہا تھا۔

[1] باب التشدید فی البول ص ۱۲۔

مِنْ بَوْلِهٖ وَكَانَ الْاٰخَرُ يَمْشِي بِالنَّمِيْمَةِ ثُمَّ دَعَا بِجَرِيْدَةٍ فَكَسَرَهَا

ان میں سے ایک پیشاب کرکے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا تھا اس کے بعد حضور نے کھجور کی ایک شاخ

كِسْرَتَيْنِ فَوَضَعَ عَلٰى كُلِّ قَبْرٍ مِّنْهُمَا كِسْرَةً فَقِيْلَ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

منگائی اور اسے دو ٹکڑے کیا ہر ایک کی قبر پر ایک ٹکڑا رکھا دریافت کیا گیا یا رسول اللہ

نیز ابن ماجہ[1] اور ابن خزیمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا، فرمایا، اکثر عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہے۔ علاوہ ازیں حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ واللفظ للاول

عامة عذاب القبر فی البول فاستنزهوا من البول۔ [2]

عام عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہے اس لئے پیشاب سے بچو۔

نیز حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اتقوا البول فانه اول مایحاسب به العبد فی القبر۔ [3]

پیشاب سے بچو اس لئے کہ قبر میں پہلے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔

اس کا بھی احتمال ہے کہ، یہاں لایستتر، پردہ نہ کرنے کے معنی میں ہو۔ یعنی پیشاب کرنے کی حالت میں پردہ نہیں کرتا تھا، اور من البول۔ بیان واقعہ کیلئے ہو تو بھی معنی بن سکتے ہیں۔

(۳) صوت انسانین، میں، واحد کی اضافت تثنیہ کی طرف ہے۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر مضاف، مضاف الیہ کا جزء ہو تو واحد کی اضافت تثنیہ کی طرف درست ہے۔ جیسے اکلت راس شاتین۔ مگر جمع لانا بہتر ہے جیسے قرآن مجید میں ہے: فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا۔ اور اگر مضاف، مضاف الیہ کا جزء نہ ہو تو اکثر یہی ہے۔ تثنیہ لایا جاتا ہے۔ اور اگر التباس کا اندیشہ نہ ہو تو جمع بھی لانا درست ہے جیسے اسی حدیث میں ہے۔ فی قبورهما۔

(۴) وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ میں "فی" تعلیل کے لئے ہے۔ جیسے قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:۔

لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (انفال ۶۸) جو فدیہ تم نے لیا اسکی وجہ سے تمہیں بھاری عذاب پہنچتا۔

اور جیسے حدیث میں ہے:۔

عذبت امراة فی هرة ایک بلی کی وجہ سے ایک عورت کو عذاب دیا گیا۔

**تعارض اور تطبیق** یہاں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا:۔ کسی بڑے جرم کی وجہ سے انھیں عذاب نہیں ہو رہا ہے۔ پھر فرمایا۔ ہاں بڑے جرم کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ نسائی کی روایت میں۔ بلی کے بعد۔ فی کبیر۔ مذکور ہے نہ بھی مذکور ہوتا تو بھی معنی یہی تھے۔ اس لئے کہ بلی ایجاب نفی ماتقدم کے لئے آتا ہے۔

---

[1] ایضاً [2] الترغیب والترھیب جلد اول ص ۱۱۵-۱۱۶ [3] ایضاً ص ۱۱۸،

لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا قَالَ لَعَلَّهٗ اَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ تَيْبَسَا ؏ه

آپ نے یہ کیوں کیا فرمایا جب تک یہ سوکھیں گی نہیں انکے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

جیسے ارشاد ہے:

الست بربکم قالوا بلیٰ۔ اللہ عزوجل نے پوچھا کیا میں تمہارا پروردگار نہیں، سب نے عرض کیا ہاں ہے۔

اس کی شراح نے بہت سی تاویلیں کی ہیں۔ سب سے اظہر یہ ہے کہ یہ دونوں گناہ ان کے خیال میں بڑے نہیں تھے۔ حالانکہ حقیقت میں بڑے ہیں۔ یا مراد یہ ہے کہ بظاہر لوگوں کی نظر میں بڑے نہیں مگر شرعاً عنداللہ بڑے ہیں۔ جیسے واقعہ افک کے بارے میں فرمایا:

وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ۔ (نور ۱۵) تم اس کو معمولی سمجھتے ہو حالانکہ یہ اللہ کے نزدیک بھاری جرم ہے۔

یا یہ کہ بڑے نہیں، سے مراد یہ ہے کہ ان سے بچنا کوئی بڑی بات یعنی دشوار نہیں۔ اور عندالشرع بڑے گناہ ہیں۔

**یہ دونوں مسلمان تھے کہ کافر** اس قسم کے واقعات احادیث میں متعدد ہیں۔ ایک تو وہ ہے جو مسلم شریف کی اخیر حدیث طویل میں مذکور ہے دوسرے جو ابوموسیٰ مدینی نے الترغیب والترہیب میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

"حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بنی النجار کے ایسے لوگوں کی قبروں سے گزرے جو جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے"

تیسرے وہ واقعہ ہے جو طبرانی نے اوسط میں ذکر کیا، جس میں یہ ہے:۔

"بنی النجار کی ایسی عورتوں کی قبر سے گزرے جو جاہلیت میں مری تھیں"

اس لئے ان سے یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ حدیث زیر بحث میں جن کا تذکرہ ہے وہ مسلمان نہیں کافر تھے۔ حدیث زیر بحث میں جن کے احوال مذکور ہیں وہ بلاشبہہ مومن تھے۔ اس پر مندرجہ ذیل دلیلیں قائم ہیں۔

(۱) اگر یہ کافر ہوتے تو عذاب کا سبب پیشاب سے نہ بچنا اور چغلی کھانا ذکر نہ فرماتے بلکہ ان کے کفر کو بیان فرماتے یا ان کے ساتھ کفر کو بھی ضرور ذکر فرماتے۔

(۲) اسی حدیث کے بعض طرق میں یہ زیادتی ہے:

"انصار کی دو جدید قبروں سے گزرے"

انصار خاص اسلامی نام ہے۔ یہ دلیل ہے کہ یہ لوگ مسلمان تھے۔

(۳) امام احمد کی روایت میں یہ ہے کہ حضور جنت البقیع سے گزرے تو دریافت فرمایا "آج یہاں تم نے کس کو دفن کیا ہے" خطاب صحابہ سے ہے اور صحابہ مسلمان ہی کو دفن کریں گے۔ نیز بقیع مسلمانوں ہی کا قبرستان ہے۔

**گناہ کبیرہ کی تعریف** (۵) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نجاست سے آلودہ رہنا اور نمیمہ دونوں گناہ کبیرہ ہیں۔ گناہ کبیرہ کی جامع مانع تعریف کیا ہے، یہ علماء میں مختلف فیہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ہر وہ گناہ جس کی جزا میں

---

ع۵ ایضاً اس کے ایک باب بعد ص ۳۵ - جنائز - الجرید علی القبر ص ۱۸۱ - باب عذاب القبر من الغیبة والبول ص ۱۸۴ جلد ثانی ادب - باب الغیبة - باب النمیمة من الکبائر ص ۸۹۴ - مسلم جلد اول باب الدلیل علی نجاسة البول والتستر ص ۱۴۱ ابوداود جلد اول طہارت - باب الاستبراء من البول ص ۴ - ترمذی جلد اول طہارت - باب التشدید فی البول ص ۱۱ - نسائی جلد اول طہارت - باب التنزہ من البول ص ۱۲ - جنائز باب وضع الجرید علی القبر ص ۲۹۱ - ابن ماجہ باب التشدید فی البول ص ۲۹ - مسند امام احمد -

عذاب یا لعنت یا غضب مذکور ہو کبیرہ ہے۔ سفیان ثوری نے فرمایا حقوق العباد گناہ کبیرہ ہیں اور حقوق اللہ صغیرہ ــــ مالک بن مغول نے کہا۔ بدمذہبوں کے گناہ کبیرہ ہیں اور اہلسنت کے گناہ صغیرہ۔ بعض نے کہا بالقصد جو گناہ کیا جائے کبیرہ ہے اور بھول چوک سے جو گناہ ہو وہ صغیرہ ــــ سدی نے کہا، مقصود بالذات جو گناہ ہو وہ کبیرہ ہے اور مقدمات و مبادی صغیرہ ــــ مثلاً زنا کبیرہ ہے اور دیکھنا، چھونا، بوس و کنار صغیرہ ــــ ایک قول یہ ہے کہ جو گناہ موجب حد ہو وہ کبیرہ ہے ورنہ صغیرہ ــــ راجح پہلی تعریف ہے۔ اس کی تعداد میں مختلف روایتیں ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ ستر یا سات سو کے قریب ہیں۔ اور فرمایا۔ کوئی گناہ استغفار کے بعد کبیرہ نہیں اور اصرار کے بعد کوئی گناہ صغیرہ نہیں۔ نیز فرمایا، اللہ عزوجل کی نافرمانی کبیرہ ہے [1]

**تعداد** گناہ کبیرہ کی تعداد میں مختلف اقوال ہیں کسی نے سات کہا، کسی نے نو کسی نے ستر، کسی نے قریب قریب سات سو کسی حدیث میں تمام کبائر یکجا مذکور نہیں۔ جن لوگوں نے سات کہا ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ فرمایا:

سات برباد کرنے والی چیزوں سے بچو۔ اللہ کے ساتھ شرک، جادو، قتل ناحق، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، لڑائی سے بھاگنا، پاکدامن عورت کو زنا کی تہمت لگانا۔ [2]

جن لوگوں نے نو کہا انھوں نے ان سات پر دو کا اور اضافہ کیا۔ جھوٹی قسم، اور بیت اللہ کی بے حرمتی [3]

لیکن احادیث کا مطالعہ کرنے کے بعد مزید ان گناہوں کا بھی کبیرہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ تنگی رزق کی وجہ سے چھوٹے بچوں کا قتل، زنا خصوصاً پڑوسی کی عورت سے، یہ قرآن مجید میں بھی مذکور ہے [4]، ماں باپ کی نافرمانی و ایذا رسانی جھوٹی گواہی، کسی کے ماں باپ کو گالی دینی، پیشاب سے ملوث رہنا، چغلی، وغیرہ وغیرہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ کیا کبائر سات ہیں فرمایا، یہ قریب قریب ستر ہیں بلکہ قریب قریب سات سو کے بھی مروی ہے۔

اور حق یہ ہے کہ ان کی تعداد معین نہیں۔ کچھ گناہوں کے بارے میں تصریح ہے کہ یہ کبیرہ ہیں۔ جن گناہوں کے بارے میں کبیرہ کی تصریح نہیں۔ ان کے بارے میں امام ابو محمد بن عبدالسلام نے یہ ضابطہ ارشاد فرمایا کہ:

ایسے گناہوں کا سب سے ہلکے گناہ کبیرہ سے تقابل کرو، اگر اس کا فساد اس کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو کبیرہ اور اگر کم ہے تو صغیرہ۔ مثلاً کسی پاکدامن عورت پر کسی بدکار کو قابو دینا کہ وہ اس کے ساتھ زنا کرے کسی مسلمان کو پکڑ لینا کہ اسے کوئی قتل کر دے بلاشبہہ بہت بڑا گناہ کبیرہ ہے۔ حالانکہ کہیں ان کے گناہ کبیرہ ہونے کی تصریح نہیں اس لئے کہ ان کی قباحت، ان کا فساد، مال یتیم کھانے سے بہت زیادہ ہے [5]۔ علی ہذا القیاس۔

**پیشاب سے نہ بچنا کبیرہ ہے** چغلخوری تو بلاشبہہ کبیرہ ہے مگر پیشاب سے نہ بچنا یعنی بدن یا کپڑے کا ناپاک رہنا کبیرہ ہے یا نہیں یہ بحث طلب ہے۔ لیکن کبیرہ کی جو تعریف ہم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی اس کی بنا پر یہ ضرور کبیرہ ہے اسلئے

---

[1] خازن۔ سورہ نساء تفسیر آیۃ وان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ۔ [2] مسلم جلد اول باب اکبر الکبائر ص ۶۵
[3] عینی جلد ثالث ص ۱۱۴ [4] سورۂ فرقان (۶۸) [5] ماخوذ از نووی شرح مسلم جلد اول ص ۶۴

کہ اس پر عذاب کی وعید وارد ہے، بلکہ عذاب کا مشاہدہ ہے۔ البتہ پیشاب سے ملوث ہونا بذاتہ کبیرہ نہیں چونکہ ناپاک بدن اور ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز صحیح نہیں ہوتی۔ ایسا شخص حقیقت میں تارک صلوۃ ہے۔ اس طرح نماز پڑھنے کی عادت ڈالنی بلاشبہہ گناہ کبیرہ ہے۔ بلکہ بالقصد ایک بار بھی ایسا کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ چونکہ فساد نماز کی یہاں علت پیشاب سے ملوث رہنا ہے یہی نماز کے فاسد ہونے کا ذریعہ بنا اس لئے اسے کبیرہ فرمایا۔ اور اگر لایستتر کو ظاہر معنی پر لیں۔ یعنی پیشاب کرنے کی حالت میں پردہ نہیں کرتا تھا تو بھی ظاہر ہے کہ بے ستری کی عادت ضرور کبیرہ ہے۔ ہر صغیرہ اصرار کے بعد کبیرہ ہو جاتی ہے۔

**کیا یہ وعید صرف انسان کے پیشاب کیساتھ خاص ہے**

اب یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ وعید صرف انسان کے پیشاب کے ساتھ خاص ہے یا ہر جانور کے پیشاب کو عام ہے۔ بخاری کی اس روایت میں "من بولہ" ہے۔ جو بظاہر پہلے کی مؤید ہے۔ اور دوسری روایت جو چند سطر بعد بے عنوان باب کے تحت مذکور ہے۔ اس میں "من البول" ہے، یہ عموم پر دلالت کرتی ہے اور یہی صحیح ہے۔ اس کی مؤید وہ احادیث بھی ہیں جو پہلے مذکور ہوئیں۔ اس لئے کہ ان سب میں مطلقاً "بول" مذکور ہے جو اپنے مدلول کے لحاظ سے ہر بول کو شامل ہے۔

**حیوانات کے پیشاب پاک ہیں یا ناپاک**

اسی سے ایک دوسری بحث اٹھ کھڑی ہوئی کہ انسان کے پیشاب کی طرح دوسرے حیوانات کے پیشاب پاک ہیں یا ناپاک۔ ہمارا مذہب یہی ہے کہ ناپاک ہیں خواہ وہ حیوانات حلال ہوں یا حرام تفصیلی بحث حدیث عرینیین میں آرہی ہے۔

**یہ وعید صرف پیشاب کو خاص ہے یا ہر نجاست کو عام**

بظاہر یہ وعید پیشاب کے ساتھ خاص معلوم ہوتی ہے مگر بنظر دقیق ہر نجاست کو عام ہے۔ اس لئے کہ پیشاب کا اثر اس کے نجس ہونے کی وجہ سے ہے نجس ہونے میں ہر نجاست مساوی تو جو اس کا حکم ہے وہی اور نجاستوں کا ہونا ضروری ہے۔

**غیبت اور نمیمہ کا فرق**

بخاری کی روایتوں میں "بالنمیمۃ" ہے۔ یہاں تک کہ امام بخاری نے کتاب الجنائز میں یہ باب باندھا ہے۔ عذاب القبر من الغیبۃ والبول ــــ اس کے تحت بھی جو روایت لائے اس میں بھی یہ ہے اما احد ھما فکان یسعی بالنمیمۃ۔ غیبت کا لفظ اس میں بھی نہیں ــــ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیبت اور نمیمہ امام بخاری کے یہاں ایک ہی ہیں۔ ورنہ باب کے ساتھ مطابقت نہ ہوگی۔ علاوہ ازیں مسند امام احمد میں بجائے نمیمہ کے غیبت ہے۔ اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

علامہ عینی نے امام نووی سے نقل فرمایا کہ کسی کی بات ضرر پہنچانے کے ارادے سے دوسروں کو پہنچانا نمیمہ ہے انھوں نے غیبت کی کوئی تعریف نہیں کی۔

علامہ ابن حجر نے کتاب الادب میں فرمایا کہ ان دونوں میں فرق ہے۔ اس لئے کہ نیت ضرر کسی کا حال دوسرے تک بغیر اس کی مرضی کے پہنچانے کو نمیمہ کہتے ہیں، خواہ اس کی موجودگی میں خواہ غیبوبت میں۔ غیبت میں ضرر کی نیت شرط نہیں البتہ یہ ضروری ہے کہ کسی کی عدم موجودگی میں اس کا حال دوسرے تک پہنچایا جائے ــــ البتہ ان دونوں میں یہ بات مشترک ہے کہ جو بات نقل کی گئی اس کا نقل کرنا اسے ناپسند ہو۔ یہ بات قول ہو، فعل ہو عیب ہو یا نہ ہو۔ ہر ایسی چیز جس کا افشاء کسی کو

ناپسند ہو اس کا افشار نیمہ ہے۔ مثلاً کسی نے کہیں مال دفن کیا۔ اس کا افشاء بھی نیمہ۔

**تخفیف عذاب کی علت** ان کھجوروں کی شاخ رکھنے سے عذاب میں تخفیف کی علت کیا ہے۔ اس سلسلے میں امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں:۔

علماء نے فرمایا، یہ اس پر محمول ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی شفاعت فرمائی۔ حضور کی یہ شفاعت شاخوں کے سوکھنے تک قبول ہوئی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ احتمال بھی ہے کہ حضور اس وقت تک ان کے لئے دعا کرتے رہے ہوں۔ ایک قول یہ ہے۔ تخفیف عذاب اس وجہ سے ہوئی کہ یہ شاخیں جبتک گیلی رہیں گی تسبیح کرتی رہیں گی، سوکھی تسبیح نہیں کرتیں آیہ کریمہ

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔

میں اکثر مفسرین کا مذہب یہ ہے کہ اس میں شئ سے زندہ مراد ہے۔ ان لوگوں نے فرمایا کہ ہر چیز کی حیات اس کے اعتبار سے ہے۔ لکڑی کی زندگی سوکھنے تک اور پتھر کی اس وقت تک جبتک اپنے معدن سے جدا نہ کیا جائے۔ مگر محققین کا مذہب یہ ہے کہ۔ یہ آیت اپنے عموم پر ہے یعنی زندہ مردہ ہر چیز تسبیح کرتی ہے۔ اس کے بعد اس میں اختلاف ہے کہ ہر چیز واقعی تسبیح کرتی ہے یا اس سے مراد تسبیح قہری ہے کہ ہر چیز کا وجود، اس کی ہیئت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس کا صانع ہر عیب سے منزہ ہے۔ محققین نے فرمایا۔ کہ ہر چیز حقیقت میں تسبیح کرتی ہے [1]

ان میں سے امام نووی کے نزدیک کیا حق ہے۔ انھوں نے بظاہر کوئی فیصلہ نہیں فرمایا لیکن ان اقوال کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

استحب العلماء قراءۃ القران عند القبر لھذا الحدیث لانہ اذا کان یرجی التخفیف بتسبیح الجرید فبتلاوۃ القران اولیٰ — وقد ذکر البخاری فی صحیحہ ان بریدۃ بن الحصیب الاسلمی الصحابی اوصی ان یجعل فی قبرہ جریدتان ففیہ انہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تبرک بفعل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ [2]

اس حدیث کی بناء پر علماء نے قبر پر قرآن مجید پڑھنے کو مستحب جانا۔ اس لئے کہ جب کھجور کی شاخ کی تسبیح سے تخفیف عذاب کی امید ہے تو قرآن مجید کی تلاوت سے بدرجۂ اولیٰ امید ہے۔ بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا کہ بریدہ بن حصیب اسلمی صحابی نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو کھجور کی شاخیں رکھی جائیں۔ حضرت بریدہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل سے برکت حاصل کی۔

یہ ارشاد اس کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک یہی راجح ہے کہ تخفیف عذاب ان شاخوں کی تسبیح کی وجہ سے ہے۔ یہاں ایک شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ جب عند التحقیق سوکھی لکڑی بھی تسبیح کرتی ہے تو تخفیف عذاب کو تر کے ساتھ خاص کیوں کیا۔ اس کا جواب علامہ شامی نے یہ دیا کہ ہری شاخ کی تسبیح بہ نسبت سوکھی کے زیادہ اکمل ہے اس لئے ہری کی تسبیح تخفیف عذاب میں مؤثر ہے۔ جیسے حضرات انبیاء کرام، اولیاء عظام کی تسبیح، ذکر، دعاء، کا جو اثر و فائدہ ہے وہ ہم جیسے عوام کی تسبیح اور ذکر و دعاء کا اثر و فائدہ نہیں۔ تر نباتات کی تسبیح بہ نسبت سوکھے کے زیادہ قوی ہے۔ یہ خود مخالفین کے شاہ صاحب کو تسلیم ہے جیسا کہ انوار الباری میں ہے۔

اسکے بعد علامہ نووی نے لکھا کہ خطابی نے اس سے انکار کیا کہا جو لوگ اس حدیث کی بنا پر قبروں پر شاخ وغیرہ رکھتے ہیں اسکی کوئی اصل نہیں۔

---

[1] شرح مسلم جلد اول باب الدلیل علی نجاسۃ البول والاستنزعنہ ص ۱۴۱۔ [2] ایضا

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری خطابی کے اس انکار کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں خطابی نے جو کچھ کہا اس میں واضح بحث ہے۔ اس لئے کہ یہ حدیث قبروں پر ہری شاخ وغیرہ رکھنے کی اصل بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا خطابی کا یہ کہنا کہ اس کی کوئی اصل نہیں یہ ممنوع ہے یہ حدیث اس کی اصل اصیل ہے اسی وجہ سے ہمارے بعض ائمہ متأخرین نے یہ فتویٰ دیا۔ کہ قبروں پر پھول اور شاخیں رکھنے کی جو عادت ہے وہ اس حدیث کی روشنی میں سنت ہے [1]

حضرت ملا علی قاری کے اس ارشاد سے ظاہر ہو گیا کہ ان کے نزدیک نیز حضرت علامہ ابن حجر کے نزدیک تخفیف عذاب کی علت ان شاخوں کی تسبیح ہے اور یہی علامہ عینی کا بھی رجحان ہے۔

اس لئے اس حدیث سے قبروں پر پھول وغیرہ رکھنے کا جواز ہی نہیں استحسان ثابت ہوتا ہے۔

**لطیفہ** یہاں ایک بات میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ خطابی کی طرف منسوب تو یہ ہے کہ، وہ تخفیف عذاب کی علت ان شاخوں کی تسبیح کو نہیں مانتے اور ساتھ ہی ساتھ علامہ عینی نے ان کا اس حدیث سے استنباط یہ نقل کیا کہ خطابی نے کہا، یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت مستحب ہے اس لئے کہ جب درخت کی تسبیح سے تخفیف عذاب کی امید ہے تو قرآن مجید برکت میں کہیں اس سے زیادہ ہے [2]

یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ بھی اس کے قائل ہیں کہ اصل علت ان شاخوں کی تسبیح ہے۔ خطابی کی اصل کتاب میرے پاس ہے نہیں کہ اصل حال کی تحقیق ہو سکے۔ علامہ ابن حجر نے طرطوشی کا یہ قول نقل کیا۔ تخفیف عذاب کی علت حضور کے دست مبارک کی برکت تھی۔ غیر مقلدین اور دیوبندی اس کو علت قرار دینے پر بہت زور دیتے ہیں۔ لیکن پھر یہ برکت اتنی محدود کیوں رہی کہ جبتک شاخیں ہری رہیں تخفیف عذاب رہا، اس کو کوئی صاحب بتائیں ؟

یہاں قابل غور یہ بات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت اور دعا کی تاثیر اپنی جگہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دست مبارک تو دست مبارک ہے اگر نعلین پاک کسی کی قبر پر رکھدیں تو ہمیشہ کیلئے عذاب قبر کیا عذاب جہنم ٹل جائے۔ اور دعا کے اثر کا حال اس سے بھی بڑھ کر پھر حضور نے تخفیف عذاب کی دعا کیوں نہیں کی۔ صرف دست مبارک یا قدم پاک یا نعل مقدس کیوں نہیں رکھا۔ اگر حضور ان کے عذاب میں تخفیف عذاب کیلئے دست مبارک رکھدیتے یا دعا فرمادیتے تو کھجور کی شاخ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ مگر حضور نے نہ دعا فرمائی نہ دست مبارک یا قدم پاک یا نعل مقدس رکھا کھجور کی شاخ رکھی یہ دلیل ہے کہ اس خاص واقعہ میں تخفیف عذاب کی علت نہ دعا ہے نہ دست مبارک کا رکھنا بلکہ صرف اس شاخ کی تری ہے۔ جس پر حدیث کا یہ ارشاد۔ مالم تیبسا۔ نص ہے۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ اگر حضور دعا فرما کر یا دست مبارک رکھکر تخفیف عذاب کر دیتے، تو وصال اقدس کے بعد آنیوالے ہزاروں لاکھوں امت کے افراد کو تخفیف عذاب کا یہ نسخہ معلوم نہ ہوتا۔ حضور نے کھجور کی شاخ رکھکر اپنی قیامت تک کی امت کو تخفیف عذاب کا یہ نسخہ عطا فرمادیا۔ دعا سے یا دست پاک کی برکت سے وہی مستفیض ہو سکتے تھے جو حیات ظاہری میں موجود تھے۔ مگر اس عطیہ سرکاری سے قیامت

---

[1] مرقات جلد اول باب آداب الخلاء فصل اول ص ۲۸۶،

[2] عینی جلد سوم کتاب الوضوء باب من الکبائر ان لا یستتر من البول ص ۱۱۶

تک کی امت بہرہ مند ہوتی رہے گی۔

فقہا نے لکھا کہ قبرستان کی ترگھاس کا کاٹنا مکروہ ہے اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ جبتک وہ ہری رہتی ہے تسبیح کرتی رہتی ہے جس سے میت کو انسیت حاصل ہوتی ہے اور رحمت نازل ہوتی رہتی ہے۔ اس پر علامہ محمد بن عابدین شامی رد المحتار میں لکھتے ہیں:۔

دلیله ماورد فی الحدیث من وضعه علیه الصلوٰة والسلام الجریدة الخضراء بعد شقها نصفین علی القبرین الذین یعذبان وتعلیله بالتخفیف مالم ییبسا ای تخفف عنهما ببرکة تسبیحهما اذهو اکمل من تسبیح الیابس لما فی الاخضر من نوع حیاة وعلیه فکراهة قطع ذلك وان نبت بنفسه ولم یملك لان فیه تفویت الحق المیت ویوخذ من ذلك ومن الحدیث ندب وضع ذلك الاتباع ویقاس علیه ما اعتید فی زماننا من وضع اغصان الآس ونحوه [1]

اس کی دلیل وہ ہے جو حدیث میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہری کھجور کی شاخ کو دو ٹکڑے کرکے ان قبروں پر رکھا جن میں عذاب ہو رہا تھا۔ اور حضور کا تخفیف عذاب کی یہ علت بتانا ہے کہ جبتک سوکھیں گی نہیں ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی یعنی ان کی تسبیح کی برکت سے اسلئے کہ تر کی تسبیح سوکھی سے زیادہ کامل ہے کیونکہ تر میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے اس بنا پر قبرستان سے ہری گھاس کاٹنے کی کراہت اسلئے ہے کہ اسمیں میت کی حق تلفی ہے اس مسئلے سے اور حدیث سے یہ حکم ماخوذ ہے کہ کھجور کی ہری شاخ رکھنا مستحب ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی میں اس پر قیاس کیا گیا وہ جو ہمارے زمانے میں عادت ہے کہ آس وغیرہ کی شاخیں رکھتے ہیں۔

علامہ شامی کی فقہاء احناف میں جو حیثیت ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ ان کی کتاب رد المحتار، فقہ حنفی کی بہت مشہور اور مستند ہے۔ کوئی حنفی عالم اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا انھوں نے بہت واضح غیر مبہم طور پر بتادیا کہ ان لوگوں پر تخفیف عذاب کی علت خود حضور نے یہ بتائی کہ جبتک یہ تر رہیں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ اس لئے کہ تر شاخ کی تسبیح سوکھی کے بہ نسبت زیادہ کامل ہے۔ اس لئے کہ تر شاخ میں یک گونہ حیات ہے۔ تصریح فرمادی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں کھجور کی تر شاخ رکھنا مستحب ہے۔ اور اس پر قیاس کرکے آس وغیرہ دوسرے تر نباتات رکھنا بھی۔

اس کے بعد ہمیں اس بحث کو زیادہ طول دینے کی ضرورت نہیں، مگر دیوبندی وغیر مقلد شارحین نے یہاں عوام کو بہت مغالطے میں ڈالنے کی کوشش کی ہے اس لئے بحث کو مکمل کرنے کے لئے چند امور کا اضافہ ضروری ہے۔

اس حدیث میں تخفیف عذاب کی علت ان شاخوں کی تری اور تسبیح ہی ہے۔ یہی صحابۂ کرام نے بھی سمجھا۔ چنانچہ سیدنا بریدہ بن الحصیب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر پر دو کھجور کی شاخیں رکھی جائیں [2]

اس قسم کی وصیت حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کی تھی۔ شرح الصدور میں ہے کہ:۔

"قتادہ نے کہا کہ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث (زیر بحث) بیان کی اور یہ وصیت کیا کرتے تھے کہ میری قبر میں

---

[1] جلد اول ص ۶۰۷ [2] بخاری جلد اول، جنائز باب الجرید علی القبر ص ۱۸۱،

کھجور کی دو شاخیں رکھدینا۔ ان کا وصال کرمان اور قوس کے درمیان ایک میدان میں ہوا۔ وہاں کھجور کی شاخ نہ مل سکی لوگ یہ باتیں کر رہے تھے کہ ان کی وصیت قبر میں شاخیں رکھنے کی تھی اور یہاں ہے نہیں کیا کریں۔ اتنے میں سجستان کی طرف سے کچھ سوار آئے جن کے پاس کھجور کی شاخیں تھیں ہم نے ان سے شاخیں لے کر ان کی قبر میں رکھدیں۔ [1]

اس پر علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| قد تاسی بریدہ بن حصیب الصحابی بذلك فاوصی ان یوضع علی قبرہ جریدتان و اولی ان یتبع من غیرہ | اسکی پیروی بریدہ بن حصیب صحابی نے کی اور یہ وصیت کی کہ ان کی قبر پر کھجور کی دو شاخیں رکھی جائیں ان صحابی کی بہ نسبت دوسروں کے اتباع کرنا زیادہ بہتر ہے۔ |

ظاہر ہے کہ حدیث کو صحابۂ کرام سے زیادہ، خطابی، طرطوشی نہیں سمجھ سکتے۔ صحابی نے اس کا مطلب یہی سمجھا کہ تخفیف عذاب کا سبب ان شاخوں کی تری ہے۔ اور ان کی تری کو تخفیف عذاب میں دخل ہے اس لئے اس کی وصیت کی۔ انھوں نے اس کو ان دونوں کے ساتھ خاص نہیں سمجھا، اس لئے ان صحابہ کرام کی اتباع ہم کو بھی کرنی چاہئے۔ ان کے عمل کے مطابق عمل کرنا چاہئے اور جو انھوں نے سمجھا اس کو حق ماننا چاہئے۔

اس پر صاحب انوار الباری کا یہ کہنا کہ:۔

"ایک دو صحابی کے سوا دوسرے ہزارہا صحابۂ کرام نے جو بات سمجھی وہ لوگ اور بھی لائق اتباع ہیں۔ جو شائبہ بدعت سے کوسوں دور ہے، چنانچہ ایک دو صحابی کے سوا کسی سے بھی یہ منقول نہیں ہوا کہ اس نے قبروں پر ٹہنیاں یا پھول وغیرہ رکھانے کو سنت یا مستحب سمجھا ہو" [2]

آپ کی اس تحقیق کا حاصل یہ ہوا کہ جبتک کوئی عمل تمام صحابہ سے مروی نہ ہو وہ قابل قبول نہیں۔ اگر یہ ثابت ہو کہ دو یا چار صحابہ نے یہ کام کیا مگر بقیہ صحابہ سے یہ منقول نہ ہو کہ انھوں نے بھی کیا تو وہ لائق اعتبار نہیں۔ آپ کی یہ تحقیق ماننے کے بعد دین کا کیا حال ہوگا۔ وہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ اس تحقیق کو صحیح مان لینے کے بعد تمام شرائع ختم ہو جائیں گے اور تو اور نماز پڑھنی مشکل ہو جائیگی۔ بلکہ محال۔ آپ بتائیں کہ تکبیر تحریمہ میں کانوں تک ہاتھ لیجانا، ثنا پڑھنا، ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا، آمین بالسر کہنا، رکوع، سجدے کی تسبیحات، تشہد وغیرہ کتنے صحابہ سے مروی ہے؟۔ کیا ان سب کے رد کے لئے آپ کی یہ منطق کافی نہ ہوگی؟۔ اہل علم جانتے ہیں کہ کسی ایک صحابی سے کسی فعل کا منقول ہونا کافی ہے۔ بشرطیکہ اس کے خلاف کسی صحابی کا قول نہ ہو۔ اور یہاں تو دو صحابی کی وصیت اور تابعین کی جماعت کا عمل ثابت ہے، جس پر کسی صحابی، کسی تابعی نے کوئی انکار نہیں فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے:۔

| | |
|---|---|
| اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ | میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں جسکی بھی اقتدا کروگے ہدایت پاجاؤگے۔ |

آپ نے عدم ذکر کو ذکر عدم بنالیا۔ یہی آپ کی غلطی ہے۔ پھر ایسا بھی نہیں کہ صرف صحابی کا فعل ہی ہے اس کی مؤید حدیث بھی ہے اس کے باوجود آپ نے اس کے بدعت ہونے کا حکم لگادیا۔ جب فعلِ رسول، فعلِ صحابہ، فعل تابعین بھی بدعت ہو جائے تو سمجھ

---

[1] جلد ششم ص ۵۱،

43

میں نہیں آتا کہ آپ لوگوں کے نزدیک سنت کس چیز کا نام ہوگا۔

دوسرا اعتراض آپ کا یہ ہے کہ:

"اور ظاہر ہے کہ یہ امر مغیبات میں سے ہے اس لئے جب دوسروں کو اس کا علم ہی نہیں ہو سکتا تو ان کو اس فعل کا اتباع بھی درست نہ ہوگا" [1]

اب یہ دوسری تحقیق بھی اگر حق ہے تو کسی مسلمان کے لئے دعاء مغفرت اس وقت تک فضول ہے جبتک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ گنہگار ہے اس لئے کہ گنہگار ہونا نہ ہونا مغیبات سے ہے جب ہمیں معلوم ہی نہیں کہ یہ گنہگار ہے یا نہیں تو دعاء مغفرت بیکار۔ ہم ثابت کرآئے کہ تخفیف عذاب کی علت ان کی تسبیح ہے اگر یہ بندہ صالح عذاب قبر سے محفوظ ہے تو اس سے اسے انس حاصل ہوگا، نزول رحمت ہوگی۔ یہ فائدہ کیا کم ہے۔

تیسرا اعتراض آپ کا یہ ہے:

"پھر اس طریقہ کی غلطی پر یہی دلیل کافی ہے کہ بجائے فساق و فجار کی قبور کے جن کے لئے تخفیف عذاب کے اسباب کی ضرورت ہے صلحاء و مقربین بارگاہ خداوندی کے مزارات پر یہ چیزیں چڑھاتے ہیں" [2]

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ لوگوں کا بھی عمل ایسا ہی الٹا ہے۔ عوام غربار فساق و فجار کے جنازے میں جانے کی آپ حضرات تو زحمت نہیں اٹھاتے مگر شیخ الحدیث حضرت جی، مہتمم صاحب وغیرہ قسم کے اپنے صلحاء و مشائخ کے جنازے میں دھکے کھانے کے باوجود شریک ہوتے ہیں حالانکہ فساق و فجار کو نماز جنازہ و دعاء مغفرت کی آپ کے عقیدے کے مطابق آپ کے شیخ الحدیث و حضرت جی کی بہ نسبت زیادہ ضرورت ہے۔ آپ بخاری کی شرح لکھ رہے ہیں اس کا پاس ضروری تھا۔

**کشمیری صاحب کا ارشاد** فرمایا بکثرت علماء سلف و خلف نے قبروں پر ٹہنیاں لگانے وغیرہ کو بدعت و خلاف شریعت کہا ہے۔ [3]

ذرا مہربانی کر کے دس بیس کے نام تو گنا دیجئے جس نے اسے بدعت کہا ہو۔ ادعاء بے دلیل علماء کے سر پہتان۔ یہ آپ کے بزرگوں کی پرانی عادت ہے۔ خطابی یا علامہ ابن عبدالبر نے جو کہا صرف یہ کہ اس حدیث سے اس کا استدلال درست نہیں۔ ان میں سے کسی نے بدعت نہیں کہا۔ یہ صرف بانیانِ وہابیت کا اختراع ہے۔

آگے شاہ صاحب نے فرمایا:

"اسی طرح متاخرین حنفیہ میں سے جس کسی نے اس کو جائز کہا، غلطی کی ہے۔ مثلاً شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور علامہ شامی میں سمجھتا ہوں ان حضرات کو مسئلہ بدعت صحیح طور سے منقح نہ ہو سکا تھا" [4]

ذرا آپ نے اپنی تنقیح پیش کی ہوتی تو دنیا دیکھ لیتی کہ یہ تنقیح آپ کو بھی لے ڈوبی۔ یقیناً ان حضرات کے نزدیک بدعت کی ایسی کوئی تعریف نہیں جس کی رو سے فعل رسول، فعل صحابہ، فعل تابعین بھی بدعت ہو جائے۔ بدعت کی ایسی تعریف دیوبند میں ڈھلی اور وہیں بند ہے۔ اہل علم انصاف کریں۔ ان بزرگوں کے نزدیک جب فعل رسول، فعل صحابہ، فعل

---

[1] انوار الباری جلد ششم ص ۵۰ [2] ایضاً ص ۵۱ [3] ایضاً ص ۵۱۔

تابعین بھی بدعت ہے تو پھر اس کا کیا علاج۔

**لعل تحقیق کے لئے ہے** حدیث میں "لَعَلَّ" وارد ہے جو ترجی امید کرنے کے معنی میں آتا ہے اور ترجی میں شک ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ انسان جو امید کرے وہ ضرور پوری ہو۔ مگر اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان کی ترجی بھی تحقیق کے لئے ہے۔ جیسا کہ علامہ عبدالباقی زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا:۔

الرجاء من الله ونبيه للتحقيق اللہ اور رسول کے کلام میں لفظ ترجی تحقیق کے لئے ہے۔

**مسائل مستخرجہ** اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل نکلتے ہیں:۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں، کہ یہ بھی جان لیا کہ ان پر عذاب ہو رہا ہے اور یہ بھی جان لیا کہ کس بنا پر ہو رہا ہے نیز یہ جان لیا کہ ان شاخوں کے رکھنے سے عذاب میں تخفیف ہوگی، اور یہ بھی جان لیا کہ کب تک ہوگی۔ اس حدیث میں اکٹھے چار علم غیب کی خبر ہے۔

(۲) نمیمہ گناہ کبیرہ ہے (۳) عذاب قبر حق ہے (۴) بدن یا کپڑے کے نجس ہوتے ہوئے نماز پڑھنی گناہ کبیرہ ہے (۵) گنہگار مومن پر بھی عذاب قبر ہوگا (۶) قبر کے پاس اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر، تلاوت، کوئی بھی عمل خیر مستحب ہے (۷) انسانوں کے علاوہ دوسری مخلوقات کی بھی تسبیح وتقدیس مؤثر ہے (۸) قبر پر ہری شاخ، پھول وغیرہ رکھنا مستحب ہے (۹) ایک انسان کا عمل دوسرے کے لئے نفع بخش ہے (۱۰) پیشاب مطلقاً ناپاک ہے (۱۱) نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی بدن اور کپڑے کا پاک رکھنا ضروری ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے یہ باب باندھا ــــ پیشاب دھونے کے بیان میں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قبر والے سے فرمایا۔ جو پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ اور حضور نے انسانوں کے علاوہ اور کسی کے پیشاب کو نہیں ذکر کیا۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حدیث سابق کے بعض طرق میں جو "من بوله" کے بجائے "من البول" آیا ہے اس میں بھی بول سے اسی شخص کا پیشاب مراد ہے۔ گویا اس میں الف لام استغراق کا نہیں عہد خارجی کا ہے۔ اور چونکہ ایسے احکام میں کسی شخص کی خصوصیت نہیں ہوتی اس لئے یہ حکم پوری نوع کو عام ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ انسان غیر ماکول اللحم ہے اس لئے یہ حکم تمام غیر ماکول اللحم حیوانات کے پیشاب میں عام کیا جاسکتا ہے۔ ان مقدمات کے بعد امام بخاری کا مقصد یہ ظاہر ہوا کہ وہ صرف غیر ماکول اللحم حیوانات کے پیشاب کو ناپاک مانتے ہیں اور ماکول اللحم کے پیشاب کو پاک۔ اگر امام بخاری کا یہی مقصد ہے تو اس پر دو گذارش ہے:

**اوّل** یہ کہ ہم نے جو احادیث پہلے ذکر کیں ان میں مطلق "بول" ہے۔ اور اس کے الف لام کو عہد خارجی پر محمول نہیں کر سکتے وہ بلاشبہ استغراق کے لئے ہے جس میں تمام پیشاب داخل ہیں خواہ وہ ماکول اللحم کے ہوں خواہ غیر ماکول اللحم کے۔

**دوم** یہ کہ آپ نے انسان کے غیر ماکول اللحم ہونے کو علت قرار دے کر قیاس کیا ــــ ماکول اور غیر ماکول کو طہارت ونجاست میں دخل نہیں ــــ بہت سی اشیاء غیر ماکول ہیں مگر طاہر ہیں، جیسے خود انسان کا گوشت، طاہر ہے مگر ماکول نہیں ــــ اس لئے اسکو حکم کا مدار ٹھہرانا درست نہیں ــــ بلکہ بنظر دقیق پیشاب کی نجاست میں گوشت کو کوئی دخل ہی نہیں۔ پیشاب کی نجاست کی بنیاد

اس کا بدبو و گندگی کی جانب استحالہ یعنی بدلنا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:

کہ اگر کوئی چیز اپنی اصل کے اعتبار سے طیب و طاہر ہو پھر وہ استحالہ کے بعد یعنی بدل کر گندی و بدبودار ہو جائے تو ناپاک ہے۔ اور اگر کوئی ناپاک چیز ہو اور بدل کر عمدہ، خوش ذائقہ ہو جائے تو پاک و طیب ہے۔ مثال کے طور پر ہماری غذا کو لیجئے۔ ہم پاک و صاف، طیب و طاہر، لذیذ و خوش ذائقہ غذا کھاتے ہیں۔ مگر معدے میں جاکر جب وہ بدل کر بدبودار ہو جاتی ہے تو ناپاک ہو جاتی ہے۔ برازِ غذا ہی کا بدلا ہوا حصہ ہے جو اپنی گندگی اور بدبو کی وجہ سے ناپاک ہے۔ دوسری طرف لیجئے شراب نجس اور حرام ہے مگر جب بدل کر سرکہ ہو جائے تو حلال و طاہر۔

یہ سب کو معلوم ہے کہ انسانوں کی طرح حیوانات کے پیشاب بھی ان کی غذا کی بدلی ہوئی حالت ہے جسمیں گندگی اور بدبو ہوتی ہے اس لئے وہ ناپاک ہے۔ اور پیشاب کے استحالہ الی الفساد والنتن میں سب حیوانات برابر ہیں خواہ وہ ماکول اللحم ہوں خواہ غیر ماکول اللحم، اس لئے سب کے پیشاب ناپاک۔

ہمارے اس استدلال کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو عارف باللہ ملا احمد جیون قدس سرہ نے نور الانوار میں ذکر کی:

ایک مرد صالح کا وصال ہوا۔ دفن کے بعد وہ عذاب قبر میں گرفتار ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے گھر جاکر ان کی بیوی سے سبب پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ یہ بکریاں چراتا تھا ان کے پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا۔ اس پر ارشاد فرمایا:

استنزهوا من البول فان عامة عذاب القبر منه۔ [1] پیشاب سے بچو اس لئے کہ عام عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

یہاں خاص بکریاں مذکور ہیں جو ماکول اللحم ہیں۔ اس لئے بول کے نجس ہونے میں غیر ماکول اللحم کی تخصیص ساقط۔

امام بخاری کا مقصد اگر یہ ہے تو یہ افادہ ظاہر ہے کہ اس میں ــــ من البول، عام نہیں، خاص ہے، مگر اسکے لئے لفظ "باب" کے اضافے کی کیا حاجت تھی۔

صاحب انوار الباری نے، اپنے حضرت گنگوہی کی یہ توجیہہ ذکر کی، کہ امام بخاری کا مقصد یہ باب الگ لانے سے عموم بول کی نجاست بتانا ہے، کہ یہ بھی حدیث سے ثابت ہے۔

**گنگوہی صاحب کا رد** مگر اس توجیہہ پر کہیں کوئی خفی سے خفی تر قرینہ کا دور، دور تک پتہ نہیں۔ پھر یہ کہنا کہ امام بخاری کا مقصد یہ ہے، کسی طرح درست نہیں۔

علاوہ ازیں یہ مقصد اس وقت درست ہو سکتا تھا جب متعین طور پر یہ معلوم ہوتا کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ مطلقاً ہر پیشاب ناپاک ہے۔ ایسا نہیں، بلکہ باب بول الصبیان اور باب ابوال الابل والدواب سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ جو لوگ غذا نہ کھاتے ہوں۔ اور ماکول اللحم حیوانات کے پیشاب پاک ہیں۔ یا کم از کم یہ کہ وہ اس سلسلے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پائے ہیں۔ پھر بلا عنوان باب لکھنے سے کیسے یہ مقصد ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مطلقاً تمام پیشاب ناپاک ہیں۔

[1] نور الانوار۔ بحث عام ص ۶۸

## حدیث (۱۶۰) ترک النبی صلی اللہ علیہ وسلم الاعرابی حتی فرغ من بولہ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ

علامہ عینی نے یہ توجیہ کی کہ اس کا مقصد دونوں سندوں کی تصحیح ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ اس حدیث کی پہلی سند میں مجاہد کی بلا واسطہ طاؤس، حضرت ابن عباس سے روایت ہے اور اس بلا ترجمہ والی سند میں مجاہد کی، حضرت ابن عباس سے بواسطۂ طاؤس روایت ہے۔ امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ یہ دونوں سندیں متصل و صحیح ہیں۔ مجاہد، طاؤس کے واسطے سے بھی، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اور طاؤس کے بلا واسطہ بھی۔

ابن حبان نے دونوں سندوں کو صحیح کہا۔ امام ترمذی نے، بواسطہ طاؤس والی روایت کو اصح کہا۔ اس سے ثابت بلا واسطہ طاؤس والی بھی صحیح ہے۔

بلا واسطہ طاؤس والی سند پر امام دارقطنی نے جرح کی تو اس کا جواب تمام شارحین نے یہی دیا کہ یہ بھی صحیح ہے۔ اس خطرے کو امام بخاری نے محسوس کر لیا تھا۔ اس پر تنبیہ کرنے کے لئے بلا عنوان باب کے تحت اس بواسطہ طاؤس والی سند کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی۔

**علامہ عینی پر** میری گذارش یہ ہے کہ باب من الکبائر ان لا یستتر من البول کے تحت جب یہ حدیث بلا واسطہ طاؤس، مذکور ہے تو وہیں اسے ذکر کر دینے سے یہ افادہ ہو گیا کہ یہ سند بھی صحیح ہے۔ اس لئے کہ جو بھی اعتراض ہو سکتا تھا اور ہوا وہ اسی سند پر ہوا۔ اس سند کی تصحیح کا افادہ کرنے کے لئے الگ بلا عنوان باب قائم کرنے کو کیا دخل؟

یہاں سیدھی سادی بات یہ ہے کہ بہت سی جگہ امام بخاری نے بلا ترجمہ باب لکھا ہے۔ ہم مقدمہ میں بتا آئے کہ اصل میں یہاں بیاض تھا مگر ناقلین نے ملا کر لکھ دیا۔ اس جگہ امام بخاری کو باب کا کوئی عنوان لکھنا چاہئے تھا مگر کسی وجہ سے نہیں لکھ سکے اسی طرح اس حدیث کے مناسب کوئی باب لکھنا چاہتے ہونگے مگر کسی وجہ سے نہیں لکھ سکے اور ناقلین کے دونوں کو ملا کر بیاض چھوڑے بغیر لکھنے کی وجہ سے یہ دشواری پیدا ہو گئی۔ اور یہ صرف یہیں نہیں اور بھی جگہوں پر ہے۔

ان سب کے بعد اختتام کلام پر گذارش ہے کہ ان سب ابحاث کے باوجود حدیث لا یستتر من البول میں اظہر یہی ہے کہ اس سے متبلا کا پیشاب مراد ہے اسلئے ہم بار بار ذکر کر آئے کہ حدیث کے مختلف طرق ایک دوسرے کی تفسیر ہوتے ہیں۔ جب کچھ طرق میں من بولہ مذکور ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ مراد مردے کا پیشاب ہے۔ یعنی وہ اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ اسکی تائید میں امام بخاری نے فرمایا قال ابن المثنی وحدثنا وکیع قال حدثنا الاعمش قال سمعت مجاھدا مثلہ۔ اسکی ضرورت یہ پیش آئی کہ اس حدیث میں محمد بن مثنیٰ کے دو شیخ ہیں ایک محمد بن حازم انکی روایت میں حدثنا الاعمش عن مجاھد ہے دوسرے شیخ وکیع ہیں انکی روایت میں حدثنا الاعمش قال سمعت مجاھدا ہے اعمش تدلیس میں مشہور ہیں پہلی سند میں عن مجاھد تھا اسمیں تدلیس کی گنجائش ہے دوسری سند میں اعمش نے سمعت مجاہدا کہا ہے اب تدلیس کا شبہہ جاتا رہا۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے حدیث کو قوت مل گئی۔

**تشریحات (۱۶۰، ۱۶۱) تکمیل:** ایک اعرابی مسجد میں آئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور یہ دعا مانگی اے اللہ مجھ پر اور محمد پر رحم کر اور ہمارے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى اَعْرَابِيًّا يَبُوْلُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ دَعُوْهُ حَتّٰى اِذَا فَرَغَ

علیہ وسلم نے۔ ایک اعرابی کو دیکھا کہ وہ مسجد میں پیشاب کر رہے ہیں تو فرمایا اسے چھوڑ دو جب وہ

دَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ ؏۵

پیشاب سے فارغ ہو گئے تو پانی منگا کر اس پر بہا یا

**حدیث (۱۶۱) ایضًا** اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ، قَامَ اَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي الْمَسْجِدِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ایک اعرابی نے مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا شروع

فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کر دیا تو لوگوں نے اسے پکڑنا چاہا اس پر نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ساتھ کسی پر مت رحم فرما۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے ایک وسیع معاملے کو تنگ کر دیا، تھوڑی دیر کے بعد وہ اُٹھے اور مسجد کے ایک طرف جا کر پیشاب کرنے لگے، لوگ چیخ پڑے مَہْ مَہْ ہاں ہاں اور انکی طرف بڑھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو، اس کا پیشاب مت کاٹو اور صحابہ کرام سے فرمایا تم لوگ آسانی کرنے کے لئے (دنیا میں) بھیجے گئے ہو سختی کے لئے نہیں اور جب وہ اعرابی پیشاب سے فارغ ہو گئے تو ان کو بلایا اور فرمایا مسجد میں پیشاب نہیں کرنا چاہئے، یہ اللہ کے ذکر اور نماز اور قرآن مجید کی تلاوت کے لئے ہے اور ایک صاحب سے فرمایا اس پر ایک ڈول پانی بہا دو[1] ابو داود کی ایک روایت میں یہ ہے کہ فرمایا۔ جہاں پیشاب کیا ہے وہاں کی مٹی پھینک دو اور وہاں ایک ڈول پانی بہا دو۔

**یہ اعرابی کون تھے** ایک قول یہ ہے کہ یہ اقرع بن حابس تھے جیسا کہ ابو بکر تاریخی نے روایت کیا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ذوالخویصرہ یمانی تھے جیسا کہ ابو موسیٰ مدینی نے الصحابہ میں، روایت کیا۔ نیز حضرت ملا علی قاری نے شرح[2] شفا میں اسی کو بیان فرمایا ہے البتہ مرقاۃ[3] میں لکھا ہے کہ یہ ذوالخویصرہ تمیمی تھا جو حقیقت میں منافق تھا بعد میں خوارج کا سردار بنا اور نہروان میں قتل ہوا۔ ذوالخویصرہ تمیمی ہی وہ گستاخ ہے جس نے غزوۂ حنین کے غنائم کی تقسیم کے وقت کہا تھا اعدل یا محمد اس پر حضرت فاروق نے عرض کی، اجازت ہو تو اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ مسلم میں ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ غزوہ حنین سے واپسی پر حضور اقدس مقام جعرانہ میں تشریف فرما تھے۔ بلال کے کپڑے میں چاندی تھی حضور مٹھی میں لے لے کر لوگوں کو دے رہے تھے، اتنے میں ایک شخص آیا اور کہا، اے محمد انصاف کرو! حضور نے فرمایا اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو کون کریگا۔ تو خائب و خاسر ہوا اگر میں نے انصاف نہیں کیا۔ اس پر عمر بن خطاب نے

---

ع۵ ایضا ایک حدیث کے بعد ص ۳۵ جلد ثانی ادب باب الرفق فی الامر کلہ ص ۸۹۔ مسلم جلد اول۔ طہارت، باب وجوب غسل البول والنجاسات اذا حصلت فی المسجد ص ۱۳۸۔ نسائی جلد اول طہارت، باب ترک التوقیت فی الماء ص ۲۰۔ ایضا میاہ باب التوقیت فی ذلک ۳۴ ۵ مسلم ابو داود ۲ جلد اول ص ۱۵۴ ۳ جلد اول ص ۳۵۰

دَعُوْهُ وَهَرِيْقُوْا عَلٰى بَوْلِهٖ سَجْلًا مِّنْ مَّاءٍ اَوْ ذَنُوْبًا مِّنْ مَّاءٍ

اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی بہا دو تم لوگ

فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ ۵

دنیا میں آسانی کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو نہ کہ سختی کرنے کے لئے

عرض کیا مجھے اجازت دیں اس منافق کی گردن اڑا دوں ۳

علاوہ ازیں حضرت ملا علی قاری نے مرقاۃ جلد خامس میں فرمایا:۔

ونزل فيه قوله تعالى ومنهم من يلمزك فى الصدقات فهو من المنافقين ۴

ذوالخویصرہ ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے منافقین میں وہ ہے جو صدقات کی تقسیم کے سلسلے میں تم پر نکتہ چینی کرتا ہے اسلئے ذوالخویصرہ منافقین میں سے ہے

اس سے ظاہر ہو گیا کہ ذوالخویصرہ تمیمی کو خود ملا علی قاری منافق مانتے ہیں اور کتاب الطہارت میں غالباً ناسخین کی غلطی سے بجائے یمانی کے تمیمی ہو گیا ہے اس لئے کہ ذوالخویصرہ تمیمی کے بارے میں کوئی ایسی روایت نہیں کہ اس نے مسجد میں پیشاب کیا ہو۔

**تناسب ابواب** پہلے ابواب میں پیشاب کی نجاست کا بیان تھا اسی بیان کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ اگر زمین پر پیشاب یا کوئی نجس چیز پڑ جائے تو اسے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ زمین کے پاک کرنے کا ایک طریقہ یہاں مذکور ہے کہ اس پر پانی ڈال کر نجاست اس طرح بہا دو کہ اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ دوسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ زمین سوکھ جائے تو پاک ہو جائیگی تیسرا یہ بھی ہے کہ ناپاک مٹی کھود کر پھینک دو۔

**مسائل** (۱) اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ انسان کا پیشاب ناپاک ہے (۲) مسجد کو پاک و صاف رکھنا ضروری ہے ورنہ صحابہ اس اعرابی کو نہ روکنے کی کوشش کرتے اور نہ بعد میں اس پر پانی ڈالا جاتا (۳) جو لوگ جاہل گنوار ہوں اور کوئی نامناسب بلکہ ناجائز کام کر بیٹھیں تو ان کے ساتھ بیجا سختی نہ کیجائے البتہ نرمی سے سمجھایا جائے حکم شرعی کی تلقین کی جائے (۴) مسجد کی حرمت کا تقاضا یہ تھا کہ ان اعرابی کو فوراً روک دیا جاتا مگر اس میں کچھ خطرات تھے ہو سکتا ہے کہ ڈر کی وجہ سے وہ اعرابی پیشاب کرتے ہوئے بھاگتے تو مسجد کے اور حصے اور ان کے کپڑے ناپاک ہوتے، یا خوف کی وجہ سے پیشاب بند ہو جاتا تو اس میں بلاکت یا سخت مرض کا اندیشہ تھا ایسی صورت میں ان دو متضاد باتوں میں جو آسان تھی اسے اختیار فرمایا۔ اسے مسجد میں پیشاب کرنے دیا گیا پھر مسجد کو پاک کرا لیا گیا۔ ظاہر ہے کہ ناپاک ہونے کے بعد مسجد کی طہارت نسبتہً آسان ہے۔ یوں ہی مسجد کی ایک جگہ پاک کرنا بہ نسبت متعدد جگہوں کے زیادہ آسان ہے۔ اسی کو فرمایا گیا۔ اذا ابتلیتم ببلیتین فلیختر واھونھما۔ جب دو بلاؤں میں مبتلا ہو تو جو آسان ہو اسے اختیار کرو۔

---

۳ جلد اول کتاب الزکوۃ باب اعطاء المولفۃ ص ۳۴۰۔

۴ باب المعجزات فصل اول ص ۴۵۶۔

حدیث (۱۶۲) بال صبی علی ثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ اُتِيَ رَسُوْلُ

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهٖ فَدَعَا بِمَاءٍ فَاَتْبَعَهٗ

علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا اس نے حضور کے کپڑے پر پیشاب کر دیا، حضور نے پانی منگایا اور جہاں

اِيَّاهُ ع

حدیث ایضاً (۱۶۳) عَنْ اُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ اَنَّهَا

جہاں پیشاب پڑا تھا وہاں وہاں پانی ڈالا۔ حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے

**تشریحات ۱۶۲، ۱۶۳**

**(۱) ام قیس**

یہ حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں مکہ معظمہ میں ایمان لائیں۔ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی اور مدینہ طیبہ ہجرت کی ان سے چوبیس احادیث روی ہیں۔ صحیحین میں دو حدیثیں ہیں۔ علامہ ابن عبد البر نے ان کا نام جذامہ بتایا اور سہیل نے آمنہ [1]

(۲) ان دو احادیث سے یہ بات واضح ہے کہ ایسے بچوں کا پیشاب جو ابھی غذا نہ کھاتے ہوں ناپاک ہے اگر ناپاک نہ ہوتا تو اس پر پانی ڈالنے کی کیا ضرورت تھی۔

البتہ اس کے پاک کرنے کے طریقے میں تھوڑی سی تفریق ہے کہ بچی کے پیشاب کو خوب اچھی طرح دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب میں اتنے مبالغہ کی ضرورت نہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بچوں کے مزاج میں حرارت ہوتی ہے جس کی وجہ سے انکا پیشاب رقیق ہوتا ہے جو معمولی دھونے سے دور ہو جائے گا برخلاف بچیوں کے کہ ان کے مزاج میں برودت غالب ہوتی ہے اسکی وجہ سے اس میں غلظت کثافت لزوجت زیادہ ہوتی ہے وہ بغیر اچھی طرح دھوئے پاک نہ ہوگا۔ علاوہ ازیں بچے کا پیشاب پتلی دھار کے ساتھ نکلتا ہے وہ زیادہ جگہ پھیلتا نہیں اور بچیوں کا پیشاب چوڑی دھار کے ساتھ پھیل کر نکلتا ہے وہ بدن اور کپڑے پر زیادہ پھیل کر لگتا ہے۔ بچوں کے پیشاب کے بارے میں الفاظ مختلف آئے ہیں یہاں بخاری میں فاتبعہ ایاہ وارد ہے یعنی جہاں جہاں پیشاب تھا وہاں وہاں پانی ڈالا۔

بعض روایتوں میں صَبَّ یا یُصَبُّ آیا ہے اس کے معنی پانی ڈالنے کے ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے لم یغسلہ غسلا۔ اس کو مبالغے کے ساتھ نہیں دھویا۔ بعض میں رَشَّ وارد ہے جس کے معنی چھڑکنے کے ہیں بعض میں نضح وارد ہے جس کے معنی بھی چھڑکنے کے ہیں۔ ان میں تین الفاظ فاتبعہ ایاہ۔ صب۔ لم یغسلہ غسلا۔ کا صریح منطوق یہ ہے کہ شیر خوار بچے کے بھی پیشاب کو دھویا۔ اگرچہ اتنا زیادہ نہیں دھویا جتنا بچی کا دھویا۔ صرف دو لفظ اپنے ظاہر کے اعتبار سے یہ بتا رہے ہیں کہ دھویا نہیں صرف پانی چھڑک کر چھوڑ دیا۔ لیکن یہ وہی کہے گا جس کے ذہن میں نضح اور رش کے دوسرے

---

[1] مسلم جلد اول طہارت باب حکم بول الطفل الرضیع ص ۱۳۹۔ نسائی جلد اول طہارت باب بول الصبی الذی لم یاکل الطعام ص ۵۶، ابن ماجہ باب ماجاء فی بول الصبی الذی لم یطعم ص ۴۰ [1] عینی جلد سوم ص ۱۳۲۔

اَتَتْ بِابْنٍ لَّهَا صَغِيْرٍ لَّمْ يَاْكُلِ الطَّعَامَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

کہ وہ اپنے ایک ایسے بچے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائیں جو ابھی غذا نہیں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَجْلَسَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حِجْرِهٖ

لیتا تھا، بچے کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گود میں بٹھایا بچے نے آپ

فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهٖ فَدَعَا بِمَاءٍ فَنَضَحَهٗ وَلَمْ يَغْسِلْهُ عه

کے کپڑے پر پیشاب کر دیا حضور نے پانی منگایا اور اس پر ڈالا اور اُسے دھویا نہیں

مواقع استعمال مستحضر نہیں۔ خود احادیث میں "نضح" اور "رش" دھونے کے معنی میں وارد ہیں۔

بخاری[1] اور مسلم[2] دونوں میں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں خون حیض کے بارے میں وارد ہے واللفظ للبخاری

فلتقرصه ثم لتنضحه بماء ثم لتصل فيه — اسے چٹکی سے کھرچ دے پھر پانی سے دھوئے پھر اس کپڑے میں نماز پڑھے۔

علامہ نووی نے شافعی ہوتے ہوئے شرح مسلم میں فرمایا:

ومعنى تنضحه تغسله كذا قاله الجوهري وغيره — تنضحہ کے معنی یہ ہیں کہ اسے دھوئے جیسا کہ جوہری وغیرہ نے کہا ہے یہ حدیث دلیل اس بات کی ہے کہ نجاست کا پانی سے

وفي هذا الحديث وجوب غسل النجاسة بالماء[3] — دھونا واجب ہے۔

ابوداؤد میں[4] مذی کے بارے میں ہے:

فلينضح فرجه وليتوضأ — اپنی شرمگاہ کو دھوئے پھر وضو کرے۔

حالانکہ اس کے پہلی والی حدیث میں اسی واقعہ میں یہ الفاظ ہیں۔

فاغسل ذكرك وتوضأ — اپنے عضو تناسل کو دھو پھر وضو کر۔

ایک حدیث[5] میں فرمایا۔

انی لاعرف مدينة ينضح بجانبها بحر — میں اس شہر کو پہچانتا ہوں جس کے کنارے سمندر سر ٹکتا ہے۔

اسی طرح رش بھی احادیث میں دھونے کے معنی میں مستعمل ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کی تفصیل ان الفاظ میں بیان فرمائی۔

---

عه مسلم جلد اول طہارت باب حکم بول الطفل الرضیع ص ۱۳۹، جلد ثانی الطب باب لکل داء دواء ص ۲۲۷ ابوداود جلد اول باب بول الصبی یصیب الثوب ص ۴-۵۳، ترمذی جلد اول طہارت باب ماجاء فی نضح بول الغلام قبل ان یطعم ص ۱۱، ابن ماجہ باب ماجاء فی بول الصبی الذی لم یطعم ص ۴۰، [1] کتاب الحیض باب غسل دم الحیض ص ۴۵ [2] طہارت باب نجاسۃ الدم ص ۱۴۰ [3] جلد اول ص ۱۴۰، [4] جلد اول باب المذی ص ۲۷، [5] امام احمد ابونعیم۔ مسند ابو یعلی۔

## حدیث (۱۶۴) البول قائما

عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

اَتَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ

علیہ وسلم ایک قوم کے گھورے پر تشریف لے گئے اور کھڑے کھڑے پیشاب فرمایا پھر پانی

فَجِئْتُهٗ بِمَاءٍ فَتَوَضَّاَ ۂ

طلب فرمایا میں پانی لیکر حاضر ہوا حضور نے وضو فرمایا

اخذ[1] غرفة من ماء فرش علی رجله الیمنی حتی غسلها۔

ایک چلو پانی لے کر اپنے داہنے پاؤں پر ڈالا یہاں تک کہ اسے دھویا۔

ترمذی[2] میں حضرت اسماء والی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

حتیه ثم اقرصیه ثم رشیه وصلی فیه

اسے کھرچ پھر چٹکی سے دور کر پھر دھو پھر اسمیں نماز پڑھ

جب نضح اور رش کے معنی بھی دھونے کے ہیں تو تمام احادیث میں تطابق کے لئے ضروری ہوا کہ شیر خوار بچے کے پیشاب کے بارے میں جہاں جہاں نضح اور رش آیا ہے ہر جگہ ان کو غسل کے معنی میں لیا جائے۔

اس مسئلے کو لے کر بعض لوگوں نے احناف پر طعن کیا ہے کہ یہ لوگ حدیث کے مقابلے میں قیاس پر عمل کرتے ہیں۔ ہماری سابق تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ ان کا یہ طعن بے بنیاد ہے اس مسئلہ کو دوسری عبارت میں یوں ادا کیا جا سکتا ہے۔ انسان کا پیشاب ناپاک ہے اس میں شیر خوار بچے کا بھی پیشاب داخل ہے۔ جس پر قریب قریب اجماع ہے جو کثیر احادیث سے ثابت ہے۔ اور جب شیر خوار بچے کا پیشاب ناپاک تو اس کی طہارت بھی اسی طرح سے ہوگی جو تمام پیشاب کے لئے شریعت نے مقرر فرمایا ہے۔ شیر خوار بچے کے پیشاب کے لئے کوئی اور طریقہ اسی وقت قابل قبول ہوگا جبکہ نص سے ثابت ہو اس کے ثبوت میں وہ احادیث پیش کی جا سکتی ہیں۔ جن میں "نضح" "رش" کے الفاظ وارد ہیں مگر چونکہ ان کے معنی خود احادیث میں دھونے کے آتے ہیں اس لئے ان سے استدلال ساقط اور اصل حکم باقی۔

### تشریحات (۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶)

### (۱) کھڑے ہو کر پیشاب کرنا منع ہے

احناف اور جمہور علماء کے نزدیک کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ممنوع ہے یہ بکثرت احادیث سے ثابت ہے۔

(۱) ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا:-

---

ع ایضا اس کے بعد دو باب میں، مظالم الوقوف والبول عند سباطة قوم جلد اول ص ۳۳۵۔ مسلم جلد اول طہارت باب المسح علی الخفین ص ۱۳۳۔ ابو داود جلد اول باب البول قائما ص ۴۔ ترمذی جلد اول طہارت باب ماجاء فی الرخصة فی ذلك ص ۳۔ نسائی جلد اول طہارت باب الرخصة فی ذلك ص ۹۔ ابن ماجه طہارت باب ماجاء فی البول قائما ص ۲۶۔ دارمی وضو (۹) مسند امام احمد

[1] بخاری جلد اول وضوء۔ باب غسل الوجه بالیدین من غرفة واحدة ص ۲۶۔

[2] جلد اول طہارت باب ماجاء فی غسل دم الحیض ص ۲۰۔

## حدیث ایضاً (۱۶۵) عَنْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ رَأَیْتُنِیْ أَنَا وَالنَّبِیُّ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں اور نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں جن صاحبزادے کا ذکر ہے وہ کون بزرگ تھے اس میں شراح کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ان تینوں بزرگوں کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھنا اور بیٹھکر پیشاب کرنا بھی ثابت ہے لیکن حضرت ام المومنین جن کا ذکر فرما رہی ہیں یہ کون صاحب تھے علی التعیین ثابت نہیں۔

**ایضاح البخاری کی غلطی** ایضاح البخاری صفحہ ۲۸۲ پر ہے

ابوداود میں لم یغسل غسلا آیا ہے

اس خادم کو ابوداود میں یہ لفظ نہیں ملا۔ البتہ مسلم شریف میں ہے

من حدثکم ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یبول قائما فلا تصدقوہ ما کان یبول الا قاعدا [1]

اگر تم سے کوئی کہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے، اس کی بات مت ماننا، حضور بیٹھ ہی کر پیشاب کرتے تھے۔

امام ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا:

حدیث عائشۃ احسن شیء فی ھذا الباب واصح۔

اس مسئلے میں جتنی حدیثیں آئی ہیں ان سب سے زیادہ حسن اور صحیح یہ حدیث ہے

صحیح ابوعوانہ اور حاکم کی مستدرک میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے۔

ما بال قائما منذ انزل علیہ القرآن

جس دن سے قرآن اترنا شروع ہوا کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں فرمایا

(۲) بخاری کے دونوں شارح علامہ عسقلانی و علامہ عینی نے، حضرت ام المومنین کی حدیث کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ گھروں میں بیٹھ ہی کر پیشاب کرتے تھے۔ اس لئے وہ اپنے علم کی بنا پر فرما رہی ہیں، وہ گھر کے اندر کے حالات جان سکتی ہیں۔ اس پر اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے یہ تعقب فرمایا کہ صحیح ابوعوانہ اور مستدرک کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نہ گھر میں کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا نہ باہر۔ اس لئے اس حدیث کو گھروں کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں اس لئے حضرت ام المومنین ابتداء نزول قرآن کے پانچ سال پر پیدا ہوئیں تو وہ اپنے مشاہدے کی بنیاد پر یہ کیسے فرما سکتی ہے۔ جب سے نزول قرآن ہوا کھڑے ہو کر پیشاب نہیں فرمایا۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ جو کچھ فرمایا تحقیق حال کے بعد فرمایا۔ صرف مشاہدے پر نہیں فرمایا، اس لئے یہ ارشاد گھر اور باہر سب کے لئے عام ہے۔ اصل عادت کریمہ یہی تھی۔ اور حضرت حذیفہ کی حدیث میں جو مذکور ہے وہ عذر کی بنا پر ہے۔

علاوہ ازیں بالکل واضح بات ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ حضور گھر کی تنہائی میں بیٹھکر پیشاب کرتے تھے تو بطریق دلالۃ النص یہ بھی ثابت کہ باہر بدرجۂ اولیٰ بیٹھکر پیشاب کرتے تھے، اس لئے کہ میدان میں، پردہ کرنے کی ضرورت بہ نسبت گھر کے زیادہ تھی ظاہر ہے کہ بیٹھنے میں یہ نسبت

[1] مسند امام احمد۔ ترمذی جلد اول طہارت باب النہی عن البول قائما ص ۳ نسائی جلد اول طہارت باب البول فی البیت جالسا ص ۱۱ ابن ماجہ طہارت باب ماجاء فی البول قاعدا ص ۲۶

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَمَاشٰى فَاَتٰى سُبَاطَةَ قَوْمٍ خَلْفَ حَائِطٍ

ساتھ ساتھ چل رہے تھے کہ حضور ایک قوم کے گھورے کے پاس ایک دیوار کے پیچھے تشریف لے گئے

فَقَامَ كَمَا يَقُوْمُ اَحَدُكُمْ فَبَالَ فَانْتَبَذْتُ مِنْهُ فَاَشَارَ اِلَيَّ فَجِئْتُهٗ فَقُمْتُ

اور ایسے کھڑے ہو گئے جیسے تم لوگ کھڑے ہوتے ہو اور پیشاب فرمایا میں حضور سے دور ہٹ آیا تو اشارے

عِنْدَ عَقِبِهٖ حَتّٰى فَرَغَ

سے قریب بلایا میں آیا اور حضور کی ایڑی کے پاس کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ حضور فارغ ہو گئے۔

حدیث ایضاً (۱۶۶) عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ كَانَ اَبُوْ مُوْسٰى الْاَشْعَرِيُّ

ابو وائل نے کہا ابو موسیٰ اشعری پیشاب کے معاملے میں

کھڑے ہونے کے زیادہ پردہ ہے [1]

(۲) بزار نے اپنی مسند میں بسند صحیح حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثلاث من الجفاء ان يبول الرجل قائما او يمسح جبهته قبل ان يفرغ من صلوته او ينفخ في سجوده۔

تین باتیں گنوار پنے کی ہے، کھڑے کھڑے پیشاب کرنا اور نماز سے فارغ ہونے سے پہلے اپنی پیشانی پونچھنا اور سجدے میں پھونک مارنا۔

(۳) ترمذی [2] ابن ماجہ [3] اور بیہقی نے حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی انھوں نے فرمایا

رأني النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وانا ابول قائما فقال يا عمر لا تبل قائما فما بلت قائما بعد۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے مجھے دیکھا تو فرمایا کھڑے کھڑے پیشاب مت کر اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔

(۴) امام بیہقی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان يبول الرجل قائما۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

(۳) **حدیث حذیفہ کے جوابات** اول یہ کہ حدیث حذیفہ حضرت ام المومنین کی حدیث سے منسوخ ہے اسے ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں اور ابن شاہین نے کتاب السنہ میں اختیار کیا اس پر علامہ عینی و علامہ عسقلانی نے تعقب کیا ہے۔ مگر اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ دعوی نسخ پر کوئی قباحت نہیں۔

اس لیے کہ حضرت حذیفہ نے جو بیان کیا یہ ان کے آخر عمر کا مشاہدہ نہیں اور ام المومنین نے یوم وصال تک کی بات بتائی اور حضور

---

[1] فتاوی رضویہ جلد دوم ص ۱۷۲ [2] جلد اول طہارت ۴۵ [3] طہارت باب ماجاء فی البول قاعدًا ص ۲۶

يُشَدِّدُ فِي الْبَوْلِ وَيَقُوْلُ اِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ كَانَ اِذَا اَصَابَ ثَوْبَ اَحَدِهِمْ

پیشاب کے معاملے میں سختی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بنی اسرائیل میں جب کسی کے کپڑے پر پیشاب لگ جاتی

قَرَضَهٗ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لَيْتَهٗ اَمْسَكَ اَتَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

تو اسے کتر ناپڑتا اس پر حضرت حذیفہ نے کہا کاشکہ وہ ایسا نہ کرتے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا

ایک قوم کے گھورے کے پاس آئے اور کھڑے کھڑے پیشاب فرمایا۔

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افعال میں الآخر فالآخر لیا جاتا ہے۔ چشم دید واقعہ بیان کرنے والوں کے بیان میں تضاد ہو تو یہ نسخ کے منافی نہیں اگر بعض مشاہدہ کرنے والے بعد کا مشاہدہ بیان کرتے ہوں۔ نیز نسخ کی تائید اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے کہ فرمایا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا گنوارپن ہے۔ حضور ایسے افعال سے پوری احتیاط فرمایا کرتے تھے۔

دوم وہ جگہ بیٹھنے کے قابل نہ تھی اس وجہ سے کہ آگے ڈھال تھا۔

سوم اس وقت زانوے مبارک میں زخم تھا جس کے سبب اکڑ و بیٹھ نہیں سکتے تھے یہ توجیہہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حاکم، دارقطنی اور بیہقی نے ان سے روایت کی۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بال قائما من جرح کان بمأبضہ

اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن اس کی صلاحیت رکھتی ہے کہ کسی فعل منقول کی حکمت ظاہر کر سکے۔

چہارم منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد ہمیشہ بیٹھے بیٹھے پیشاب فرمایا سوائے اس واقعہ کے کبھی مروی نہیں کہ کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا ہو۔ یہ صرف بیان جواز کے لئے ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ احناف اور جمہور فقہاء کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو مکروہ تنزیہی کہتے ہیں۔ مکروہ تنزیہی کا ارتکاب حرام اور گناہ نہیں ہوتا۔ خلاف اولیٰ ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ محدثین سے اور بھی توجیہات مروی ہیں مگر وہ سب متکلم فیہ ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ حضرت حذیفہ والی حدیث احادیث ممانعت کے معارض ہے، اور رفع تعارض کی بالفرض کوئی وجہ نہ بھی مل سکے تو بھی ترجیح ممانعت کی احادیث کو ہوگی۔ اولاً کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ایک بار کا واقعہ حال ہے جس میں دسیوں احتمالات ہیں۔ ثانیاً قول و فعل میں جب تعارض ہو تو ترجیح قول کو ہوتی ہے۔ ثالثاً جب مبیح و حاظر متعارض ہوں تو حاظر مقدم ہے۔

اس لئے از روئے قواعد شریعت ترجیح ممانعت ہی کو ہوگی۔

**یہ حدیث کھڑے ہو کر پیشاب کرنیوالوں کو مفید نہیں**

انگریز چلا گیا اور ہمارے معاشرے میں ہزاروں خرابیاں پیدا کر گیا، انھیں میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بھی ہے۔ ان انگریزوں کے ذہنی غلاموں کو حضرت حذیفہ والی حدیث مطلقاً مفید نہیں۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ایک بار کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا وہ بھی عذر کی وجہ سے وہ بھی اونچی جگہ کھڑے ہو کر جس کے سامنے ڈھال اور زمین گھورے کی وجہ سے نرم کہ کسی طرح چھینٹ آنے کا احتمال نہ تھا۔

سامنے دیوار تھی، گھورا خاکروب میں تھا نہ کہ گزرگاہ پر، پیچھے حضرت حذیفہ کو کھڑا کرلیا تھا جس سے ادھر بھی پردہ ہوگیا تھا۔ ان احتیاطوں کے ساتھ عمر میں ایک بار کا واقعہ منقول ہے اور انگریزوں کے ذہنی غلاموں کا عالم یہ ہے کہ جہاں جی چاہتا ہے کھڑے کھڑے دھار مارنے لگتے ہیں نہ پردے کا خیال نہ اس سے احتیاط کہ چھینٹ بدن یا کپڑے پر نہ آوے نہ کوئی عذر، ایک فیشن بنا لیا ہے۔

اس طرح پیشاب کرنا نصاریٰ، مشرکین و فساق کا شعار ہے اس لئے جائز نہیں۔ حدیث میں ہے:

من تشبہ بقوم فھو منھم — جو کسی قوم کا شعار اختیار کرے وہ انھیں میں سے ہے

اور فرمایا: ایاکم وذی الاعاجم — عجمیوں کے فیشن سے دور رہو۔

اہل عرب کی عام عادت یہی تھی کہ وہ کھڑے کھڑے پیشاب کیا کرتے۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں اصلاح فرمائی اور اس بدتمیزی کو ختم فرمایا۔ جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لوگوں نے بیٹھ کر پیشاب کرتے دیکھا تو یہ طنز کیا:

یبول کما تبول المرأۃ[1] — یہ عورتوں کی طرح پیشاب کرتے ہیں۔

یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ ترجیح اس کو ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ممنوع ہے۔

(۳) اسرائیل، حضرت یعقوب علیہ السلام کا اسم مبارک ہے، "اِ" سریانی زبان میں بندے کے معنی میں ہے اور "ایل" اللہ کے معنی میں ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ۱۲ بیٹے تھے انھیں کی نسل بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔

(۴) بنی اسرائیل کے جسم یا کپڑے پر نجاست لگ جاتی تو اسے کاٹ کر پھینک دیتے، مسلم[2] اور ابوداؤد[3] کی ایک روایت میں "جلد احدھم" ہے اور ابوداؤد کی دوسری روایت میں جسد احدھم ہے۔

مگر اس پر یہ استعجاب ہے کہ یہ بہت سخت حکم تھا۔ نجاست لگنے کے بعد بدن کی کھال کاٹ کر پھینک دی جائے، اس کو سنکر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چند بار کھال کاٹنے کے بعد آدمی زندہ کیسے رہے گا زندہ رہے گا بھی تو مردہ سے بدتر۔ اس لئے شارحین نے اس کی تاویل کی ہے۔

علامہ قرطبی نے فرمایا کہ وہ لوگ چمڑے کا لباس پہنتے تھے۔ جلد احدھم سے یہی مراد ہے مگر جسد احدھم کی کیا توجیہ ہوگی؟ یہ سوال اپنی جگہ رہ جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ روایت بالمعنی کی وجہ سے تبدیلی ہوئی اصل میں لفظ ثوب تھا چونکہ وہ چمڑے کا لباس پہنتے تھے تو کسی راوی نے اسے جلد سے بدن کی کھال سمجھی اور اسے جسد سے بدل دیا لیکن اس قسم کے احتمالات لائق التفات ہوں تو امان اٹھ جائے۔ اس خادم کی ناقص رائے یہ ہے کہ، غالباً یہ مراد ہے کہ پیشاب لگنے کے بعد جسم پاک نہ کرنے پر قبر میں اس کی سزا یہ تھی کہ وہ حصہ کاٹا جاتا۔ ان اصبت فمن اللہ وان اخطئت فمنی ومن الشیطان۔

(۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیشاب کے معاملے میں اتنی احتیاط کرتے تھے کہ شیشی میں پیشاب کرتے تھے[4] اس پر حضرت حذیفہ نے یہ فرمایا کہ اتنی شدت کی ضرورت نہیں۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا حالانکہ کھڑے کھڑے پیشاب کرنے میں چھینٹ پڑنے کا زیادہ احتمال ہے۔ حضور نے کبھی یہ تکلف نہیں فرمایا کہ شیشی میں پیشاب فرماتے۔

---

[1] ابن ماجہ طہارت باب ماجاء فی البول قاعدا ص، [2] جلد اول ص ۱۳۳ [3] جلد اول ص ۴ [4] مسلم جلد اول ص ۱۳۳۔

(۶) اسی سے ہمارے علماء نے یہ استنباط فرمایا کہ پیشاب کی بہت باریک سوئی کے نوک کے برابر چھینٹ معاف ہے۔

**ایک حدیث کا حل** اس سلسلے میں ابوداؤد[1] میں یہ حدیث ہے۔

عبدالرحمٰن بن حسنہ کہتے ہیں کہ میں اور عمرو بن عاص خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، حضور باہر تشریف لائے، حضور کے ساتھ ڈھال تھی حضور نے اس کی آڑ میں پیشاب فرمایا۔ ہم نے کہا حضور کو دیکھو! عورتوں کی طرح پیشاب کرتے ہیں۔ حضور نے اسے سُن لیا۔ اور فرمایا تمھیں معلوم نہیں، صاحب بنی اسرائیل کو کیا ملا۔ بنی اسرائیل کو جب کہیں پیشاب لگتی تو اسے کاٹ دیتے اس نے منع کیا تو اسے قبر میں عذاب دیا گیا۔

**اس حدیث میں تین اشکال ہیں** حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ وغیرہ نے حضور پر طنز کیا۔ صاحب بنی اسرائیل سے کون مراد ہے۔ بنی اسرائیل کو طہارت حاصل کرنے سے کیوں منع کیا۔ پہلے اشکال کا جواب یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن حسنہ وغیرہ نے طنزاً یا بہ نیت اعتراض یہ نہیں کہا تھا بلکہ چونکہ اہل عرب کے مردوں کی عام عادت تھی کہ کھڑے کھڑے جہاں ہوتا پیشاب کر لیتے تھے۔ البتہ عورتیں بیٹھ کر پردے کے ساتھ پیشاب کرتی تھیں۔ اس پر تعجب کرتے ہوئے انھوں نے یہ کہا تھا۔ اسی لئے سننے کے بعد بھی حضور خفا نہ ہوئے ان کی تسلی فرمادی۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ صاحب بنی اسرائیل سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں ـــــ اور فنھاھم سے مراد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے انھیں پیشاب کے ساتھ ملوث ہونے سے منع فرمایا مگر وہ نہ مانے اس لئے نہ ماننے والوں کو قبر میں عذاب ہوا فنھاھم کا متعلق محذوف ہے عن اصابۃ البول، اور یہ عبارت محذوف ہے فامرینتھوا فعذب کی فاء سببیہ ہے۔

**صاحب تحفہ کی حدیث دانی** حضرت بریدہ والی حدیث بزار نے روایت کی امام ترمذی نے یہ تنقید کی کہ یہ غیر محفوظ ہے۔ اس پر علامہ عینی نے یہ لکھا کہ اسے بزار نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

اس پر صاحب تحفۃ الاحوذی نے یہ گرفت کی ـــــ سند صحیح کے ساتھ روایت اس کے غیر محفوظ ہونے کے منافی نہیں ـــــ پھر اس تنقید سے کیا فائدہ۔

غالباً مبارکپوری صاحب کے ذہن میں "غیر محفوظ" کے معنی محفوظ نہ رہے ورنہ ایسی بات ہرگز نہ لکھتے۔ حدیث غیر محفوظ اصطلاح محدثین میں اس حدیث کو کہتے ہیں جسے کوئی ثقہ، دوسرے ثقات کے خلاف روایت کرے[2]۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی حدیث کے غیر محفوظ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے مقابل بھی کوئی روایت ہو اور اگر روایت صرف ایک ہی ہو تو اسے غیر محفوظ نہیں کہہ سکتے۔ یہاں علامہ عینی نے تصریح کر دی کہ "بزار نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو بریدہ سے سوائے سعید کے کسی اور نے روایت نہیں کی ہے ـــ جب اس کے خلاف کوئی روایت ہی نہیں تو اسے غیر محفوظ کہنا درست نہیں۔

**صاحب تحفہ کے ہاتھ کی صفائی** یہاں مبارکپوری صاحب نے ایک غیر مقلدانہ داؤ بھی چلا دیا ہے۔ علامہ عینی کی پوری عبارت نقل نہیں کی جس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ علامہ عینی امام ترمذی کے مقابلے میں ہیں۔ جس سے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ امام ترمذی کے مقابلے میں علامہ عینی کی کیا حیثیت ہے۔

---

[1] جلد اول ص ۴ [2] مقدمہ لمعات

حدیث (۱۶۷) غسل الدم۔ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ جَاءَتْ

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ایک عورت رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اِمْرَاَۃٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَرَاَیْتَ اِحْدَانَا

کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، بتائیے ہم میں سے

تَحِیْضُ فِی الثَّوْبِ، کَیْفَ تَصْنَعُ، قَالَ تَحُتُّہٗ ثُمَّ تَقْرُصُہٗ بِالْمَاءِ وَتَنْضَحُہٗ

کسی کو کپڑے میں حیض آجائے (کپڑے کو لگ جائے) تو کیا کرے۔ فرمایا، اسے کھرچے پھر پانی ڈال کر

بِالْمَاءِ وَتُصَلِّیْ فِیْہِ ؏ہ

چٹکی سے ملے اور پانی سے دھوئے اور اس میں نماز پڑھے۔

حدیث (۱۶۸) حکم الاستحاضۃ۔ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اصل مقابلہ امام بزار اور امام ترمذی کا ہے۔ علامہ عینی ایک حکم کی طرح فیصلہ دینے والے ہیں علاوہ ازیں غیر مقلدیت کے دعوی کے بعد یہ شخصیت پرستی زیب نہیں دیتی۔ اگر حضرت فاروق اعظم اور تمام صحابہ کے اجماعی فیصلے کے خلاف ہر مقلد اپنی رائے کو حق کہہ سکتا ہے تو پھر از روئے قواعد غیر مقلدیت، علامہ عینی جیسے حدیث وفقہ کے جامع کامل کو یہ حق کیسے نہیں مل سکتا کہ وہ امام ترمذی کی رائے پر کچھ لب کشائی کر سکیں۔

**تشریحات** ۱۶۷، ۱۶۸ (۱) خون مطلقاً ناپاک ہے خواہ حیض کا خون ہو یا کوئی اور اس پر اجماع ہے البتہ غیر مقلدین حیض کے علاوہ بقیہ تمام خون پاک مانتے ہیں ان کے امام نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے فتح المغیث اور طریقہ محمدیہ میں یہ لکھا ہے علاوہ ازیں ان کے شیخ الرئیس قاضی شوکانی نے بھی الدر البہیہ میں لکھا ہے کہ حیض کے خون اور انسان کے بول و براز کے علاوہ ہر چیز پاک ہے نیز یہ بھی لکھ دیا کہ سور کی چربی حرام نہیں۔

فاطمہ بنت ابی حبیش والی حدیث اس پر نص ہے کہ خون استحاضہ بھی ناپاک ہے اور یہ خون حیض کے علاوہ اور خون ہے علاوہ ازیں دم مسفوح کی نجاست قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ارشاد ہے:

اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّہٗ رِجْسٌ (انعام ۱۴۵) یا بہتا خون یا سور کا گوشت کہ یہ سب ناپاک ہے۔

**ہر نجاست بقدر درہم معاف ہے** اس اتفاق کے بعد کہ خون ناپاک ہے علماء میں دو اختلاف عظیم ہے ایک یہ کہ نجاست قلیل ہو یا کثیر سب کا دھونا فرض ہے یا کچھ معاف بھی ہے۔ شوافع کا مسلک یہ ہے کہ نجاست تھوڑی ہو یا زیادہ اس کا دھونا فرض ہے

---

ہ ایضا حیض، باب غسل الدم ص ۴۵ مسلم جلد اول طہارت، باب نجاسۃ الدم ص ۱۴۰ ابوداود جلد اول طہارت باب المرأۃ تغتسل ثوبھا الذی تلبسہ فی حیضھا ص ۵۲ ترمذی جلد اول طہارت، ماجاء فی غسل دم الحیض من الثوب ص ۲۰ نسائی جلد اول طہارت باب دم الحیض یصیب الثوب ص ۵۶ موطا، طہارت جامع الحیضۃ ص ۲۲ دارمی وضوء ۱۰۵ مسند امام احمد

قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِیْ حُبَیْشٍ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

نے فرمایا کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں

وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اِمْرَأَۃٌ اُسْتَحَاضُ فَلَا اَطْھُرُ اَفَاَدَعُ

اور عرض کیا یارسول اللہ میں ایسی عورت ہوں کہ مجھے استحاضہ کا عارضہ ہے پاک نہیں رہتی کیا

الصَّلٰوۃَ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، لَا اِنَّمَا ذٰلِکِ

نماز چھوڑ دوں ؟ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں (نماز مت چھوڑ) یہ

ہمارے یہاں تھوڑی نجاست معاف۔ ہماری دلیل یہ حدیث ہے، حضرت ام المومنین فرماتی ہیں:

ہمارے پاس صرف ایک ہی کپڑا ہوتا تھا اسی میں حیض بھی آتا تھا، اگر کپڑے کو خون لگ جاتا تو ہم تھوک لگا کر ناخن سے خرچ دیتیں[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دو قطرے خون سے نماز میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔

کس حد تک معاف ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے ائمہ نے درہم کی مقدار رکھی ہے اور یہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ناخن کی مقدار کو معاف بتایا۔ محیط میں ہے کہ انکا ناخن قریب قریب ہماری ہتھیلی کے تھا[2] ویسے ہمارے یہاں بھی مستحب یہی ہے کہ تھوڑی سی بھی نجاست کہیں لگ جائے تو اسے دھو لیا جائے۔

## پانی کے علاوہ دوسری چیزوں سے بھی نجاست دور ہوسکتی ہے

شوافع یہ کہتے ہیں کہ نجاست کہیں لگ جائے تو صرف پانی ہی سے پاک ہوگی پانی کے علاوہ اور کسی چیز سے اگر دور کریں گے وہ چیز پاک نہ ہوگی۔ ہمارے یہاں پانی کی طرح ہر ایسی بہنے والی چیز سے نجاست دور ہوسکتی ہے جو ایسی رقیق اور سیال ہو کہ نجاست کو دور کردے۔

شوافع کہتے ہیں کہ حدیث میں صرف پانی ہی سے نجاست دور کرنے کا حکم ہے کسی اور مائع، بہنے والی رقیق چیز سے نہیں۔ اس لئے صرف پانی ہی سے نجاست دور ہوگی دوسری چیزوں سے نہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں پانی کا ذکر اس بنا پر ہے کہ پانی ہی آسانی سے دستیاب ہوتا ہے اور عموماً اسی سے نجاست دور کیجاتی ہے۔ پانی کا ذکر بمنزلہ شرط نہیں بلکہ غالب اور اکثر کے اعتبار سے ہے۔ جیسے قرآن مجید میں فرمایا:

وَرَبَآئِبُکُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِکُمْ مِّنْ نِّسَآئِکُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِھِنَّ۔ (نساء ۲۳) تمہاری گود میں پلنے والی وہ لڑکیاں جو تمہاری ان بیویوں کی ہیں جن سے تم ہمبستری کر چکے ہو۔

علاوہ ازیں ایسے مواقع پر تخصیص دوسرے سے نفی کی دلیل نہیں ہوتی نیز یہ کہ مفہوم لقب ہمارے یہاں حجت نہیں۔

سیدھی سادی بات یہ ہے کہ کپڑا مثلاً نجاست لگنے سے پہلے پاک تھا، نجاست لگنے سے ناپاک ہوا جب نجاست کسی چیز سے دور کردی گئی تو اپنے اصل کی طرف لوٹ آیا۔

---

[1] بخاری حیض باب ھل تصلی المرأۃ فی ثوب حاضت فیہ ص ۴۵، ابوداؤد جلد اول باب المرأۃ تغتسل ثوبھا الذی تلبسہ فی حیضھا ص ۵۲، [2] عینی جلد سوم ص ۱۴۱،

www.sirat-e-mustaqeem.net

عِرْقٌ وَلَيْسَ بِحَيْضٍ فَإِذَا أَقْبَلَتْ حَيْضَتُكِ فَدَعِي الصَّلٰوةَ وَإِذَا

رگ کا خون ہے حیض نہیں۔ جب تیرا حیض شروع ہو تو نماز چھوڑ دے اور جب

أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّي قَالَ، وَقَالَ أَبِي، ثُمَّ تَوَضَّأِي

حیض کے دن پورے ہو جائیں تو خون دھو کر نماز پڑھا کر ہشام نے کہا میرے والد (عروہ) نے

لِكُلِّ صَلٰوةٍ حَتّٰى يَجِيءَ ذٰلِكَ الْوَقْتُ ؏

یہ بھی کہا تھا حضور نے یہ بھی فرمایا تھا۔ ہر نماز کے لئے وضو کر یہاں تک کہ وہ وقت یعنی حیض پھر آجائے۔

**حیض کی شناخت** حدیث ۱۶۸ میں فرمایا اذا اقبلت حیضتك اس سے امام شافعی یہ اخذ کرتے ہیں، مراد یہ ہے کہ جب حیض کا خون آئے۔ حیض کا خون بالکل سرخ یا کالا ہوتا ہے۔ امام شافعی کی توجیہ پر مطلب یہ ہوا کہ جب سرخ یا کالا خون آئے تو حیض شروع ہو گیا اور جب یہ رنگ ختم ہو کر دوسرے رنگ کا آئے تو استحاضہ ہے۔

احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر اسے پہلے حیض آچکا ہے، تو جن دنوں حیض آنے کی عادت تھی وہ دن جب آجائیں تو وہ حائضہ ہو گئی اور ان دنوں کے ختم ہونے پر مستحاضہ۔ مثلاً کسی عورت کو ہر ماہ پندرہ تاریخ سے بیس تک حیض آتا تھا اب اسے استحاضہ آنا شروع ہو گیا جو بندھی نہیں ہوتا تو ایسی عورت کو لازم ہے کہ ہر مہینے کی پندرہ تاریخ سے بیس حیض جانے بقیہ ایام استحاضہ۔ اور اگر کسی عورت کو خون آنا شروع ہوا اور پھر بندھی نہ ہوا جس سے پہلے کی عادت کا علم ہو تو یہ جس تاریخ سے خون آنا شروع ہوا ہے اس تاریخ سے دس دن تک حیض شمار کرے اور بقیہ بیس دن استحاضہ [1]

ہماری دلیل اسی حدیث کے دوسرے الفاظ ہیں جو مختلف روایتوں میں آئے ہیں۔ بخاری باب اذا احاضت فی شهر ثلاث حیض میں ہے۔

ولكن دعي الصلوة قدر الايام التي كنت تحيضين فيها۔ اتنے دنوں نماز چھوڑ دے جتنے دنوں تجھے حیض آتا تھا۔

اسی حدیث کے ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

ان تقعد الايام التي كانت تقعد ثم تغتسل ان دنوں میں بیٹھے جن دنوں میں بیٹھتی تھی پھر غسل کرے۔

اسی میں حضرت ام المومنین کی ایک حدیث کے یہ الفاظ کریمہ ہیں۔

فلتنظر قدر ما كانت تحيض في كل شهر وحيضها مستقيم فلتعد بقدر ذلك من الايام ثم لتدع جب اس کا حیض درست تھا اس وقت سے ہر مہینے جتنے دن اسے حیض آتا تھا اتنے دن انتظار کرے اتنے دن شمار کرلے اور اتنے

---

ع ایضاً ص، باب غسل الدم ص ۴۵ مسلم جلد اول طہارت، باب نجاست الدم ص ۱۴۰، ابوداؤد جلد اول طہارت باب المرأة تغتسل توبها الذی تلبس فی حیضها ص ۵۲ ترمذی جلد اول طہارت باب ما جاء فی غسل دم الحیض من الثوب ص ۲۰ نسائی جلد اول طہارت، باب دم الحیض یصیب الثوب ص ۵۶ موطا طہارت جامع الحیضة ص ۲۲ دارمی وضو ۵، مسند امام احمد [1] ہدایہ وغیرہ عامہ کتب۔

الصلوۃ فیھن او بقدرھن — دنوں میں نماز نہ پڑھے۔

اسی میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے۔

فقال لتنظر عدۃ اللیالی والایام اللتی کانت تحیض من الشھر قبل ان یصیبھا الذی اصابھا — اس عارضہ سے پہلے جتنے رات دن ہر مہینے اسے حیض آتا تھا اتنے دنوں انتظار کرے۔

ایک حدیث میں قدر ذلک ہے، ایک میں قدر ما کانت تحبسک حیضتک ہے۔ کسی میں ایام اقرائھا ہے کسی میں ایامھا ہے۔

حدیث کی ایک روایت دوسرے کی اور ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ اقبلت حیضتک سے مراد عادت کے ایام ہیں۔

شوافع اپنی تائید میں ایک حدیث لاتے ہیں کہ ارشاد فرمایا۔

اذا کان دم الحیض فانہ دم اسود یعرف فامسکی عن الصلوۃ واذا کان الاخر فتوضی — جب حیض کا خون ہو اور یہ کالا ہوتا ہے جو پہچانا جاتا ہے تو نماز چھوڑ دے اور جب دوسرے رنگ کا خون آئے تو وضو کرے۔

اس پر امام نسائی نے یہ نقد فرمایا

قد روی ھذا الحدیث غیر واحد ولم یذکر احد منھم ما ذکر ابن عدی [1] — اس حدیث کو بہت سے لوگوں نے روایت کیا مگر کسی نے بھی وہ نہیں ذکر کیا جو ابن عدی نے ذکر کیا۔

امام نسائی کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی تحقیق کے بموجب یہ حدیث شاذ ہے۔ علاوہ ازیں علل ابن ابی حاتم میں اس کو منکر کہا۔

امام طحاوی نے مشکل الآثار میں امام احمد کا قول نقل فرمایا کہ یہ مدرج ہے بر تقدیر صحت حدیث، یہ باعتبار اغلب واکثر کے ہے۔ یعنی اکثر ایسا ہوتا ہے لیکن یہ مدار حکم نہیں۔ علاوہ ازیں اگر اس کو مدار حکم قرار دیں گے تو خرابی یہ لازم آئے گی کہ کبھی کبھی خالص سرخ رنگ کا خون مہینوں آتا ہے تو کیا یہ سب ایام حیض ہی کے شمار ہوں گے۔

**خارج من غیر سبیلین بھی ناقض وضو ہے**

فاطمہ بنت ابی حبیش والی حدیث اس کی دلیل ہے کہ سبیلین کے علاوہ اگر کہیں سے نجاست خارج ہو تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ اس حدیث میں استحاضہ کے خون کے بارے میں نص صریح ہے کہ یہ رگ کا خون ہے۔

**سبیلین سے غیر معتاد چیز کا بھی خروج ناقض وضو ہے**

دم استحاضہ پیشاب کے مقام سے نکلتا ہے اور یہ غیر معتاد ہے اور ناقض وضو ہے تو ثابت کہ سبیلین سے غیر معتاد چیز کا خروج بھی ناقض وضو ہے۔ اب یہ حدیث دو مسئلوں کی دلیل بن گئی، ایک اس کی کہ سبیلین کے علاوہ کہیں سے بھی خون یا اور کوئی نجس چیز نکلے تو وہ ناقض وضو ہے۔ دوسرے

---

[1] جلد اول الفرق بین دم الحیض والاستحاضہ

یہ کہ سبیلین سے غیر معتاد چیز بھی نکلے تو ناقض وضو ہے۔

**معذور کا حکم** | اسی حدیث سے فقہاء نے یہ استنباط فرمایا کہ مستحاضہ اور جو اس کے حکم میں ہے مثلاً کسی کو سلسل البول ہے یا انفلات ریح کا عارضہ ہے وہ بھی اتنی شدت کا کہ وضو کر کے فرض پڑھنے کا بھی موقع نہ ملے تو وہ معذور ہے۔ اسکے لئے یہ علت ناقض وضو نہیں خروج وقت ناقض وضو ہے۔ نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد وضو کرے اور اس وضو سے وقت کے اندر جتنی چاہے نمازیں پڑھے خواہ فرض خواہ نفل خواہ وقتیہ خواہ قضاء۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر فرض کے لئے وضو کرے اس وضو سے اس فرض کے علاوہ اس کے توابع بھی پڑھ سکتا ہے البتہ ایک وضو سے دو فرض نہیں پڑھ سکتا مثلاً ظہر کے لئے وضو کیا تو اس وضو سے ظہر کا فرض اور سنت و نوافل پڑھ سکتا ہے لیکن اگر دوسرے فرض کی قضا پڑھنی چاہے تو نہیں پڑھ سکتا ہے۔ امام شافعی کی دلیل اس حدیث کی تمام روایات کا ظاہر لفظ ہے کہ فرمایا۔ توضی لکل صلوۃ۔ ہر نماز کے لئے وضو کر۔ نیز اس عارضہ کے ہوتے ہوئے وضو کے باقی رہنے کا حکم اسی ضرورت سے ہے کہ فرائض قضا نہ ہوں اور ایک فرض کی ادا کے بعد یہ ضرورت باقی نہ رہی۔

ہماری دلیل اسی حدیث کی وہ روایت ہے جو بطریق سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے جس کا لفظ یہ ہے:

توضی لوقت کل صلوۃ ہر نماز کے وقت کے لئے وضو کر۔

اسے امام محمد نے "اصل" میں روایت کیا اور ابن قدامہ نے مغنی میں بھی ذکر کیا ہے۔ اس روایت کے مطابق لکل صلوۃ لوقت کل صلوۃ پر محمول ہے۔ اس لئے کہ لوقت کل صلوۃ محکم ہے۔ علاوہ ازیں شرع اور عرف دونوں میں کسی اور معنی کا احتمال نہیں رکھتا بخلاف لکل صلوۃ سے نفس صلوۃ مراد ہے یا وقت صلوۃ۔ اس لئے کہ صلوۃ بولکر نماز کا وقت مراد لینا شرع اور عرف دونوں میں شائع ہے۔ حدیث میں ہے: ان للصلوۃ اولا وآخرا اور فرمایا ایما رجل ادرکتہ الصلوۃ فلیصل۔ عام محاورے میں بولتے ہیں اتیتک لصلوۃ الظہر۔ اس لئے ضروری ہوا کہ لکل صلوۃ کو لوقت کل صلوۃ پر محمول کر کے یہ کہا جائے کہ اس میں لکل صلوۃ سے لوقت کل صلوۃ مراد ہے۔ اس کی گنجائش یوں بھی بہت زائد ہے کہ لکل صلوۃ سے بالاجماع اس کا ظاہر معنی مراد نہیں اس لئے کہ لکل صلوۃ سے بظاہر یہ متبادر ہوتا ہے کہ ہر ہر نماز کے لئے الگ الگ وضو کرے، تو سنت کے لئے الگ وضو فرض ہوا اور فرض کے لئے الگ نفل کے لئے الگ۔ مگر امام شافعی بھی فرماتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں بلکہ ایک وضو سے ایک فرض اور اس کے تابع سنن و نوافل معذور پڑھ سکتا ہے یہ ظاہر سے پھیرنا قیاساً ہے جب قیاس سے بالاتفاق یہ حدیث ظاہر معنی سے مصروف ہے تو بنص حدیث بدرجۂ اولیٰ ہوگی جبکہ اس سے دونوں کا تعارض ختم ہو جاتا ہے۔ رہ گیا حضرت امام اعظم پر ناخدا ترسوں کی بے بنیاد جرح اور آجکل کے بدزبان غیر مقلدین کی دشنام طرازیاں، ان کے جوابات مقدمہ میں دئے جا چکے ہیں اعادہ کی حاجت نہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

## (۱۶۹) حدیث حکم المنی

عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ قَالَ سَئَلْتُ

سلیمان بن یسار نے کہا میں نے حضرت

عَائِشَةَ عَنِ الْمَنِیِّ یُصِیْبُ الثَّوْبَ، فَقَالَتْ کُنْتُ اَغْسِلُ مِنْ ثَوْبِ

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا اس منی کے بارے میں جو کپڑے کو لگ جائے تو انھوں نے

### تشریحات (۱۶۹) باب سے مطابقت

اس حدیث پر امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ منی کا دھونا اور اس کا ملنا، اور عورت کی جو رطوبت لگ جائے اس کا دھونا اس کے تحت جو حدیث لائے ہیں اس میں صرف منی کے دھونے کا ذکر ہے باب کے تین اجزاء تھے ان میں سے صرف ایک کے مطابق حدیث لاسکے۔ اقول تیسرے جز کے بھی مطابق اس حدیث کو کیا جاسکتا ہے وہ اس طرح کہ پہلی روایت میں الجنابۃ اور دوسری میں صرف منی کا لفظ ہے، جنابت سے مراد منی ہی ہے، بسبب بولکر مسبب مراد ہے یا یہ کہ جیسا کہ قاموس میں ہے جنابت کے معنی "منی" کے بھی آتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ میں منی دھوتی تھی، یہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی منی کو دھوتی تھی، یہ اپنے اطلاق سے حضرت ام المومنین کی منی کو بھی شامل۔ اور جماع سے عورت کی منی کا مرد کے کپڑے پر لگ جانا اغلب واکثر۔ اس لئے اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو دھوتی تھی خواہ وہ حضور کی منی ہو یا میری خواہ دونوں کی مخلوط۔ البتہ فرق، کا اثبات کسی طریقے سے نہیں ہوسکتا اس کے لئے لوگوں نے جو سعی کی، لاحاصل ہے۔

### منی ناپاک ہے

امام شافعی اور امام احمد بروایتے منی کو پاک کہتے ہیں ان لوگوں کی دلیلیں یہ ہیں (۱) اصل اشیاء میں طہارت ہے جبتک دلیل شرعی سے کسی چیز کا ناپاک ہونا ثابت نہ ہو وہ چیز پاک ہی رہے گی۔ اور منی کی ناپاکی پر کوئی دلیل نہیں اس لئے وہ پاک ہے۔ رہ گیا احادیث میں دھونے کا تذکرہ یہ نجاست کو مستلزم نہیں گھناؤنی ہونے کی وجہ سے بھی دھویا جاسکتا ہے جیسے رینٹھ دیوار قبلہ پر تھی تو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے خود دور فرمایا۔

(۲) متعدد احادیث میں وارد ہے کہ ام المومنین حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے میں منی کو کھرچ دیتی اور پھر حضور اقدس اس میں نماز پڑھتے[1] ظاہر ہے کہ کوئی نجاست اگر کہیں لگ جائے تو وہ محض کھرچ دینے سے پاک نہ ہوگی

(۳) ارشاد ہے:

ھوالذی خلق من الماء بشرًا (فرقان ۵۴) وہی ہے جس نے پانی سے انسان پیدا کیا۔

ظاہر ہے کہ منی پانی نہیں۔ اب پانی کہنے کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ پانی کی طرح پاک ہے۔

(۴) انبیاء کرام منی سے پیدا ہوئے ہیں کیا ان کا تخم ناپاک ہوسکتا ہے۔

### احناف کے استدلال

(۱) احادیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے میں جب بھی منی لگی اگر وہ تر تھی تو دھوئی گئی اور اگر سوکھ گئی تھی تو کھرچکر دور کی گئی اسی پر مواظبت رہی کبھی ایک بار بھی ثابت نہیں کہ دھویا

---

[1] مسلم طہارت ص ۱۴۰۔

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَخْرُجُ اِلَی الصَّلٰوۃِ

فرمایا میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی دھو دیتی حضور نماز کے لئے نکلتے

وَاَثَرُ الْغَسْلِ فِیْ ثَوْبِہٖ بُقَعُ الْمَاءِ ۲ھ

اور دھونے کا نشان پانی کے دھبّوں کی شکل میں کپڑے پر ہوتا۔

کھرچ کر چھڑائے بغیر حضور نے نماز پڑھی ہو اور کسی فعل پر ایسی مواظبت ہمیشگی پابندی کہ کبھی اس کے خلاف نہ ہو دلیل وجوب ہے تو ثابت کہ کپڑے میں منی لگ جائے تو اسے دور کرنا واجب یہ دلیل ہے کہ منی ناپاک ہے ورنہ اس کا دور کرنا واجب نہ ہوتا۔ اس لئے یہ کہنا ساقط کہ منی کی نجاست پر کوئی دلیل نہیں۔

منی کے دھونے کو رینٹھ پر قیاس کرنا درست نہیں۔ رینٹھ کے بارے میں ثابت ہے کہ اسے نماز کی حالت میں رومال میں لینے کا حکم دیا ۱ھ جو اس کے طہارت کی دلیل ہے مگر منی کے بارے میں ایسی کوئی روایت نہیں۔ علاوہ ازیں رینٹھ سے وضو تک نہیں ٹوٹتا اور منی نکلنے سے وضو تو وضو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

(۲) سوکھی منی کے رگڑنے سے کپڑے کی طہارت چونکہ حدیث سے ثابت ہے جو اگرچہ خلاف قیاس ہے مگر حدیث سے ثابت ہونے کی وجہ سے واجب التسلیم ہے۔ مسلم میں ہے کہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

وانی لاحکہ من ثوب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یابسا بظفری ۲ھ

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے میں منی اگر سوکھی ہوتی تو میں اپنے ناخن سے کھرچ دیتی۔

بزار اور ابوعوانہ میں انھیں سے ہے کہ فرمایا۔

کنت افرک المنی من ثوب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا کان یابسا واغسلہ اذا کان رطبا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچ دیتی اگر سوکھی ہوتی اور اگر گیلی ہوتی تو دھو دیتی۔

طہارت صرف پانی سے دھونے میں منحصر نہیں کبھی طہارت رگڑنے سے بھی ہو جاتی ہے جیسے جوتے اور موزوں میں لگی ہوئی نجاست ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اذا وطی الاذی بخفیہ فطھورھما التراب ۳ھ

جب موزوں کے تلے ناپاکی آ جائے تو اسکو پاک کرنے والی دھول ہے۔

---

۲ھ چار طریقے سے اکٹھے یہیں مذکور ہے۔ مسلم جلد اول طہارت باب حکم المنی ص ۱۴۰، ابوداؤد جلد اول طہارت باب المنی یصیب الثوب ص ۵۳، ترمذی جلد اول طہارت باب فی المنی یصیب الثوب ص ۱۷، نسائی جلد اول طہارت باب غسل المنی ص ۵۶، ابن ماجہ طہارت باب المنی یصیب الثوب ص ۴۱، مسند امام احمد،

۱ھ بخاری جلد اول صلوۃ باب اذا بدرہ البزاق ص ۵۹ ۲ھ مسلم طہارت باب حکم المنی ص ۱۴۰،

۳ھ جلد اول باب الاذی یصیب النعل۔

اس کے علاوہ بھی طہارت کے مختلف اور طریقے ہیں مثلاً پوچھنا جیسے شیشے، لوہے کی چیزوں میں نجاست لگ جائے تو صرف پوچھنے سے پاک ہوجائے گی۔ جلانا یا جل جانا جیسے جانور کی سری پر خون لگا ہے اسے آگ پر بھونا گیا کہ خون جل گیا سری پاک ہوگئی۔ سوکھ جانا جیسے زمین یا زمین سے ملحق درخت گھاس پر نجاست پڑی اور سوکھ گئی، پاک ہوگئی، تہ نشین ہوجانا، کنواں یا تالاب ناپاک تھا کسی وجہ سے پانی تہ نشین ہوگیا کنواں اور تالاب پاک۔ دُھلنے سے جیسے ناپاک روئی کو دھن دیا جائے پاک۔ بنیادی غلطی یہی ہے کہ ہمارے بھائی شوافع یہی سمجھتے ہیں کہ دھونے کے علاوہ ناپاک چیز کے پاک کرنے کا اور کوئی طریقہ نہیں۔ منی کو ملنا اگر ازالۂ نجاست کے لئے نہیں تو کس مقصد کے لئے ہے؟ یہ ملنا لغو اور بیکار ہوجائے گا۔

(۳) جہاں یہ ارشاد ہے وھوالذی خلق من الماء بشرًا وہیں یہ بھی فرمایا۔

وَاللّٰہُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّۃٍ مِّنْ مَّآءٍ (نور ۴۵) اور اللہ نے ہر چوپائے کو پانی سے پیدا فرمایا۔

اور چوپایوں کی منی خصوصًا حرام جانوروں کی بالاتفاق ناپاک ہے۔

(۴) انبیاء کرام کا تذکرہ اس موقع پر مناسب نہیں۔ جس پر بحث گذر چکی۔ جب بر بنائے تحقیق انبیاء کرام کے فضلات مبارکہ عام انسانوں کی طرح ناپاک نہیں بلکہ طیّب وطاہر ہیں تو جن مبارک نطفوں سے ان کی تخلیق ہوئی ہے وہ بھی عام انسانوں کے نطفوں کی طرح ناپاک نہیں، طیّب وطاہر ہیں۔

ویسے بطور الزام دیوبندی شراح نے یہ جواب دیا ہے کہ آپ انبیاء کرام کے اجسام کی اصل ہونے کی وجہ سے منی کو پاک مانتے ہو تو خون کو کیوں ناپاک مانتے ہو جس سے منی بنتی ہے۔ پھر خون حیض کو کیوں ناپاک کہتے ہو جو ماں کے پیٹ میں جنین کی غذا ہے۔

یہاں ایک خاص نکتہ ہے جو ان دیوبندیوں سے اوجھل رہ گیا اور شوافع کی رو میں بہ گئے۔ کسی بھی چیز کے ناپاک ہونے کا حکم اس وقت ہے جب وہ جسم سے باہر نکل آئے اپنے معدن ومستقر میں کوئی چیز نجس نہیں، ورنہ لازم کہ انسان کبھی بھی پاک نہ ہو، ہمارے جسم میں خون، پیشاب، پاخانہ کتنا بھرا ہے۔

وہ خون جس سے منی بنی یا وہ خون حیض جو جنین کی غذا بنی اپنے معدن ومستقر میں رہنے کی وجہ سے پاک تھے، یہاں بحث اس منی میں نہیں جو ہمارے جسم کے اندر ہے بلکہ اس میں ہے جو باہر نکل چکی ہے۔ اسلئے اسلم طریقہ وہی ہے جو ہم نے اختیار کیا ہے کہ جن نطفوں سے انبیاء کرام کے اجساد مبارکہ کی تخلیق ہوئی وہ پاک ہیں۔

ایک جواب یہ بھی دیا جاسکتا ہے کہ منی اگرچہ ناپاک ہے مگر کئی مرحلے میں تغیر وتبدل اختیار کرتی ہے پھر وہ انسانی وجود اختیار کرتی ہے۔ نطفے کے بعد علقہ، علقہ کے بعد مضغہ غیر مخلقہ پھر مضغہ مخلقہ بنتا ہے، پھر نفخ روح ہوتی ہے اور تبدیل ماہیت کے بعد ہر ناپاک چیز پاک ہوجاتی ہے جیسے شراب جب سرکہ ہوجائے۔ لیکن انبیاء کرام کی عظمت شان اسی کی مقتضی ہے کہ وہی قول کیا جائے کہ جن نطفوں سے ان کی تخلیق ہوئی وہ پاک وطاہر ہیں۔

**مولوی محمود الحسن صاحب پر تعقب**

ایضاح البخاری میں ہے کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ شوافع نے منی کی طہارت کہاں سے سمجھی ہے؟ کیوں کہ شوافع کے پاس دلیل طہارت میں بس ایک فرق ہے[1]

[1] حصہ دہم ص ۵۰۶

گزر چکا کہ شوافع کی بنیادی دلیل یہ ہے کہ اصل اشیاء میں طہارت ہے منی کی نجاست پر کوئی دلیل نہیں اس لئے وہ پاک ہے صرف فرک ہی دلیل نہیں۔ اپنے مقابل کی پوری بات ذہن میں رکھکر گفتگو کرنی چاہیئے۔

منی کی طہارت پر سب سے قوی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت ام المومنین سے روایت ہے۔

انها تحت المنی من ثوب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وهو یصلی [1]

وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچتیں اور حضور نماز پڑھ رہے ہوتے۔

اگر منی ناپاک ہوتی تو اس سے آلودہ کپڑے کے ساتھ نماز کی ابتدا ہی درست نہ ہوتی۔ اس سے ثابت ہوا کہ منی پاک ہے۔ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب منی سے آلودہ کپڑے کیساتھ نماز درست تھی تو حضرت ام المومنین نے اثناء نماز میں اسے کھرچا کیوں۔ اثناء نماز میں کھرچنے سے نماز میں خلل پڑنے کا اندیشہ یقیناً ہے بلکہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ نمازی نماز توڑ بیٹھے اگرچہ حضور کے لئے یہ احتمال نہیں مگر خشوع وخضوع میں کماحقہ تو ضرور خطرہ ہے بلاکسی فائدے کے حضرت ام المومنین نے یہ لغو کام کیوں کیا؟

اس سے ظاہر ہوگیا کہ اس حدیث کے وہ معنی نہیں جو ظاہر لفظ سے متبادر ہے اور جو شوافع نے لیا ہے بلکہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ ام المومنین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچ دیتی تھیں اور اس کے بعد حضور اسی کپڑے میں نماز پڑھتے جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے۔ فیصلی فیه اور ابن خزیمہ کی ایک روایت میں ثم یصلی فیه وارد ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ اگر منی پاک ہوتی تو کم از کم بیان جواز کے لئے ایک بار ہی ایسا ضرور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا ہوتا کہ منی لگنے کے بعد کپڑے کو بغیر دھوئے یا منی کو بغیر کھرچے نماز پڑھتے مگر کہیں کسی ضعیف سے ضعیف روایت میں بھی یہ نہیں آیا۔ کہ کپڑے میں منی لگی ہو اور حضور نے نماز پڑھی ہو، اس سے ثابت کہ منی ضرور ناپاک ہے البتہ اگر سوکھ گئی ہے تو اس کے پاک کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اُسے کھرچ دیا جائے۔

**علامہ نووی کی لغزش** علامہ نووی نے یہ تحریر فرمایا کہ حضرت علی حضرت ام المومنین عائشہ حضرت سعد بن وقاص حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی منی کی طہارت کے قائل ہیں [2] لیکن احادیث کے ذخائر میں کہیں ان حضرات کا یہ قول نہیں ملا کہ یہ لوگ منی کو پاک مانتے ہوں بلکہ سوائے علامہ نووی کے اور کسی بزرگ نے ان حضرات کی طرف اس کی نسبت نہیں کی ہے یقیناً یہ علامہ نووی کی لغزش ہے۔ ان میں حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایات سے واضح ہے کہ وہ منی کو ناپاک جانتی تھیں۔

اسی حدیث کی دوسری روایات پر جو تھوڑے سے تغیر کے ساتھ ہے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔

اذا غسل الجنابة او غیرها ولم یذهب اثره جب منی یا کچھ اور دھوئے اور اس کا اثر نہ جائے۔

اس کے تحت جو حدیث لائے ہیں وہ صرف منی دھونے کے بارے میں ہے منی کے علاوہ کسی اور چیز کے بارے میں کوئی حدیث نہیں لائے۔

---

[1] بیہقی و دار قطنی [2] شرح مسلم جلد اول ص ۱۴۰

ت (۴۴) وَصَلّٰی اَبُوْمُوْسٰی فِیْ دَارِ الْبَرِیْدِ وَالسِّرْقِیْنِ وَالْبَرِّیَّةُ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دار البرید میں نماز پڑھی جہاں گوبر تھا

اس پر علامہ عینی نے یہ فرمایا ترجمہ بلا حدیث غیر مفید ہے اور یہ بالکل صحیح ہے۔ اس کی توجیہ میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام بخاری کا یہ طریقہ بھی ہے کہ اگر کسی حدیث سے کوئی خاص جزئی بات ثابت ہوتی ہو مگر ان کے نزدیک وہ حکم صرف اس جزئی کے لئے خاص نہ ہو، عام ہو تو ایسی جگہ وغیرہ یا وغیرھا کا اضافہ کر دیتے ہیں تاکہ تعمیم کا افادہ ہو جائے پھر اس باب میں وہ حدیث لاتے ہیں جس سے خاص وہ جزئی حکم ثابت ہوتا ہے جیسے کتاب العلم ص۱۸ پر یہ باب باندھا ہے۔

باب الفتیا وھو واقف علی ظھر الدابۃ اوغیرھا

عالم سے ایسی حالت میں سوال کرنا کہ وہ چوپائے وغیرہ پر ہو

یہاں تو یہ بھی ہے کہ جو حدیث لائے اس میں چوپائے کا ذکر نہیں مگر اسی حدیث کے دوسرے طرق میں اونٹ مذکور ہے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ امام چوپائے پر سوار ہو یا اور کسی چیز پر اس سے سوال کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح یہاں حدیث سے جو حکم ثابت ہوتا ہے وہ منی کے لئے ہے مگر یہ منی کے ساتھ خاص نہیں ہر نجاست کو عام ہے اس کی طرف اشارہ کے لئے امام بخاری نے وغیرہا کا اضافہ کیا۔

اس باب کے لفظ ولم یذھب اثرہ پر شراح میں بحث چھڑ گئی کہ اثرہ کی ضمیر کا مرجع غسل ہے یا جنابت اگر جنابت کو مرجع مانا جائے جیسا کہ علامہ کرمانی و علامہ عسقلانی نے مراد لیا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نجاست دھونے کے بعد اگر نجاست کا جرم دور ہو جائے اور کچھ اس کا اثر مثلاً رنگ باقی رہ جائے جس کا دور ہونا دشوار ہو تو کوئی حرج نہیں۔ مگر اس کا اثبات حدیث کے کسی لفظ سے نہیں ہوتا اور اگر اس کا مرجع غَسْلٌ کو ٹھہرایا جائے جس پر غَسَلَ دلالت کرتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ نجاست دھونے کے بعد دھونے کا نشان باقی رہے، اس پر حدیث کا یہ لفظ واثر الغسل فیہ بقع الماء حال یہ ہوتا کہ کپڑے میں دھونے کے نشانات پانی کے دھبے ہوتے، اور یہی دوسرے طریقے میں مروی ۔ ثم اراہ فیہ بقعۃ او بقعا، سے بھی مستفاد ہے فرماتی ہیں میں پانی کا دھبہ یا چند دھبے دیکھتی۔ یہاں منی کے دھبے کے کوئی معنی نہیں۔ منی کا رنگ ایسا نہیں کہ دھونے کے بعد باقی رہے

تشریحات ۴۴ دار البرید کوفے میں ایک کنارے ایک جگہ کا نام تھا جہاں پیام رساں قاصد ٹھہرا کرتے امام بخاری نے یہاں یہ باب باندھا ہے۔

باب ابوال الابل والدواب والغنم ومرابضھا

اونٹوں اور چوپایوں اور بکریوں کے پیشاب اور انکے رہنے کی جگہوں کا بیان

یہ تو امام بخاری نے تصریح نہیں کی کہ وہ چوپایوں کے پیشاب و پاخانے کو پاک مانتے ہیں کہ ناپاک لیکن جو حدیثیں باب کے ثبوت میں لائے ہیں ان سے یہی متبادر ہوتا ہے کہ وہ پاک مانتے ہیں اور یہی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر سے بھی ثابت کرنا چاہتے ہیں لیکن حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر سے اس کا اثبات مشکل ہے۔ دار البرید میں

www.sirat-e-mustaqeem.net

| |
|---|
| اِلٰی جَنْبِہٖ فَقَالَ ھٰھُنَا وَثَمَّ سَوَاءٌ ؎ |
| اور میدان ان کے پہلو میں تھا اور کہا یہاں وہاں یکساں ہے |
| (۱۷۰) حَدِیْثُ عُکْلٍ وَعُرَیْنَۃَ ۔ عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ |
| حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا |
| قَالَ قَدِمَ اُنَاسٌ مِّنْ عُکْلٍ اَوْ عُرَیْنَۃَ فَاجْتَوَوُا الْمَدِیْنَۃَ |
| کہ عکل یا عرینہ کے کچھ لوگ مدینے میں آئے انھیں مدینہ ناموافق آیا تو |

نماز پڑھنے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ انھوں نے خاص ایسی جگہ نماز پڑھی جہاں گوبر تھا۔ ہوسکتا ہے کہ ایسی جگہ نماز پڑھی ہو جہاں گوبر نہ رہا ہو قریب میں رہا ہو اس کا بھی امکان ہے کہ چٹائی یا کپڑا بچھا کر نماز پڑھی ہو یہ نظافت کے بھی خلاف ہے کہ ایسی جگہ بغیر کچھ بچھائے نماز پڑھی جائے۔

حضرت ابو موسیٰ، حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد خلافت میں کوفے کے گورنر تھے اسی وقت کا یہ قصہ ہے۔

**تشریحات (۱۷۰) عکل** عین کو ضمہ کاف ساکن، یہ پانچ قبائل کا نام ہے۔ ان سب کا مورث اعلیٰ عوف بن وائل تھا اس کے پانچ بیٹے تھے۔ حارث، جشم، سعد، عل، قیس۔ جب ان کی ماں، بنت ذی اللحیہ مرگئی تو ان کی پرورش عکل نام کی ایک حبشی لونڈی نے کی تھی اسی کے نام پر ان کے قبیلے کا نام عکل پڑگیا۔

**عُرَیْنَہ** تصغیر کے صیغے پر، بنی طے کی ایک شاخ تھی جو عرینہ بن نذیر یا عرینہ بن عزیز بن نذیر کی اولاد ہیں۔

**ان کی تعداد** یہ کل آٹھ تھے۔ جیسا کہ الجہاد اور دیات کی روایت ہے۔ یہاں شک کیساتھ روایت ہے مگر یہ شک کسی راوی سے ہے۔ صحیح یہ ہے کہ عکل اور عرینہ دونوں قبیلوں کے آدمی تھے۔ جیسا کہ مغازی میں حرف تردید کے بغیر دونوں کا نام ہے، رہ گئے وہ طرق جن میں صرف عکل یا صرف عرینہ کا نام ہے۔ یہ راوی کا اختصار ہے، ابو عوانہ اور طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ سات تھے چار عرینہ کے اور تین عکل کے۔ یہ بخاری کی روایت کے معارض ہے۔ علامہ عینی نے یہ تطبیق دی کہ ہوسکتا ہے کہ ایک اور کسی قبیلے کا رہا ہو جو ان کا تابع تھا۔

**تکمیل** یہ حدیث بخاری میں بارہ جگہ مختلف الفاظ اور کمی زیادتی کے ساتھ مذکور ہے اس کے علاوہ حدیث کی اکثر کتابوں میں مذکور ہے ــــ خدمت اقدس میں حاضر ہوکر ان لوگوں نے اسلام قبول کیا کچھ دن مدینہ منورہ میں رہے مگر بدطینتوں کو مدینہ طیبہ کی ہوا راس نہ آئی، ان کو استسقاء کی بیماری ہوئی پھر ان کی درخواست پر یا از خود حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو مدینے کے باہر وہاں بھیجدیا جہاں سرکاری اونٹ زکوۃ کے اونٹ رہتے تھے۔ حضور نے ان سے فرمایا کہ اونٹنیوں کے دودھ اور پیشاب پیو کچھ دن میں یہ صحت مند ہوگئے تو انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چرواہے حضرت یسار کو انتہائی درندگی کیساتھ شہید

ع۵ ابو نعیم استاذ بخاری کتاب الصلاۃ مصنف ابن ابی شیبہ۔

فَاَمَرَهُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِلِقَاحٍ وَّاَنْ یَشْرَبُوْا مِنْ

نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں دودھ والی اونٹنیوں میں جانے کا حکم دیا اور یہ کہ انکے دودھ اور

اَبْوَالِھَا وَاَلْبَانِھَا فَانْطَلَقُوْا فَلَمَّا صَحُّوْا قَتَلُوْا رَاعِیَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

پیشاب کو پئیں یہ لوگ وہاں گئے اور جب تندرست ہوگئے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاسْتَاقُوا النَّعَمَ فَجَاءَ الْخَبَرُ فِیْ اَوَّلِ النَّھَارِ

چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ ہانک لے گئے اس کی اطلاع دن کے ابتدائی حصے میں آئی

کر دیا ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے زبان میں کانٹے چبھوئے، ترمذی میں ہے، آنکھیں پھوڑ دی تھیں، اور ایک اونٹ ذبح کر لیا بقیہ اونٹ پر ڈاکہ ڈال کر ہانک لے گئے، اس رات حسب عادت خدمت اقدس میں دودھ نہیں پہنچا تو حضور نے بددعا کی:

اللھم عطش من عطش آل محمد اللیلۃ [1] اے اللہ اسے پیاسا رکھ جس نے آل محمد کو پیاسا رکھا

دوسرے چرواہے نے آکر واقعہ بتایا تو حضور نے، حضرت کرز بن جابر فہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماتحتی میں بیس سواروں کا دستہ جن میں اکثر انصار کرام تھے ان ڈاکوؤں کی گرفتاری کے لئے بھیجا، ساتھ میں ایک قیافہ شناس لے لئے جو قدموں کے نشانات دیکھکر بتاتا کہ یہ ظالم کدھر بھاگے ہیں۔

یہ سب اپنی منزل پر پہنچ چکے تھے کہ پکڑ لئے گئے اور مدینہ لائے گئے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا انکے بھی ہاتھ پاؤں کاٹے گئے آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی۔ مدینے کے باہر حرہ میں دھوپ سے جھلستی پتھریلی زمین پر ڈال دیئے گئے تڑپ تڑپ کر جہنم میں گئے، پانی مانگتے تھے مگر ان کو کسی نے پانی نہیں دیا، شدت تکلیف و پیاس سے زمین دانتوں سے کاٹتے پتھر چباتے، بخاری کتاب المغازی ص۶۰۳ میں ہے کہ اسلام چھوڑ کر مرتد ہوگئے تھے۔ ترمذی میں ہے کہ چرواہے کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی تھی، بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ہی نہیں کئی چرواہوں کو شہید کیا تھا، یہ واقعہ ۶ھ میں ہوا۔

**استنباط مسائل (۱)** امام مالک کے یہاں حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہے، اور امام محمد نے فرمایا کہ بطور علاج حلال جانوروں کا پیشاب پینا جائز ہے مگر احناف اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ حرام جانوروں کی طرح حلال جانوروں کا بھی پیشاب ناپاک ہے اور بطور دوا بھی اس کا استعمال جائز نہیں ــــ رہ گیا ان خبثاء کو اونٹ کے پیشاب پینے کی اجازت اسوجہ سے تھی کہ حضور دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہو چکا تھا کہ یہ حقیقت میں مومن نہیں اور ان خبثاء کا علاج یہی ہے کہ ان کو اونٹ کے دودھ اور پیشاب پلائے جائیں ــــ آج بھی اگر کسی کو وہی یقین جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل تھا کسی حرام چیز کے بارے میں حاصل ہو جائے کہ اس سے فلاں بیماری سے شفا حاصل ہوگی تو اسے اجازت ہے جیسے مخمصہ کی حالت میں شراب اور مردار کی حرمت باقی نہیں رہتی لیکن ایسا یقین حاصل کرنے کا ذریعہ اب کہاں رہا؟

---

[1] عینی بحوالہ نسائی ج ۳ ص ۱۵۶ ۔ نسائی جلد ثانی۔ المحاربۃ باب ۔ تاویل قول اللہ عزوجل: انما جزاء الذین یحاربون اللہ ۔ الآیۃ ص ۱۶۷ ،

فَبَعَثَ فِي اٰثَارِهِمْ فَلَمَّا ارْتَفَعَ النَّهَارُ جِيْءَ بِهِمْ فَاَمَرَ فَقَطَعَ اَيْدِيَهُمْ

حضور نے ان کے تعاقب میں بھیجا جب دن چڑھ گیا تو انھیں لایا گیا حضور نے ان کے بارے میں

وَاَرْجُلَهُمْ وَسُمِرَتْ اَعْيُنُهُمْ وَاُلْقُوْا فِي الْحَرَّةِ يَسْتَسْقُوْنَ فَلَا

حکم دیا تو ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالے گئے اور آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی اور دھوپ میں چھوڑ دیئے گئے

يُسْقَوْنَ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ فَهٰؤُلَاءِ سَرَقُوْا وَقَتَلُوْا وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ

پانی مانگتے تھے مگر ان کو پانی دیا نہیں گیا، ابو قلابہ نے کہا انھوں نے چوری کی اور قتل کیا اور مومن ہونے کے بعد کفر کیا

جمہور اور احناف کا استدلال گزر چکا کہ فرمایا استنزھوا من البول فان عامۃ عذاب القبر منہ پیشاب سے بچو کہ عام عذاب قبر پیشاب سے ہوتا ہے۔ استنزھوا صیغہ امر ہے جس میں اصل وجوب ہے جب دوسرے قرائن سے خالی ہو تو وجوب ہی کے لئے ہوتا ہے۔ یہاں کسی دوسرے معنی کا کوئی قرینہ نہیں بلکہ (عامۃ عذاب القبر منہ) وجوب کے لئے قرینہ ہے۔ پیشاب سے بچنا واجب اسی لئے ہے کہ پیشاب ناپاک ہے۔

**دواءً بھی پیشاب کا استعمال جائز نہیں** پیشاب یا کوئی نجس یا حرام چیز بطور دوا بھی استعمال کرنا جائز نہیں اس لئے کہ حرمت یقینی اور شفا ظنی۔ کسی بھی دوا سے شفا یقینی نہیں صرف یہ ظن حاصل ہوتا ہے کہ اس سے شفا حاصل ہوگی۔ بلکہ حدیث میں فرمایا:۔

ان اللہ لم یجعل شفاءکم فی حرام (ابن حبان) اللہ نے حرام چیزوں میں تمھاری شفا نہیں رکھی۔

دوسری حدیث میں ہے کہ ایک صاحب نے عرض کیا کہ شراب دوا ہے۔ تو فرمایا:۔

لا ولکنھا داءٌ [1] شراب دوا نہیں بلکہ یہ بیماری ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم [2] حرام چیزوں میں اللہ نے تمھاری شفا نہیں رکھی۔

اور فرمایا۔ لا تتداووا بالحرام [3] حرام سے علاج نہ کرو۔

اور وارد ہے۔ نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الدواء الخبیث۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گندی دوا سے منع فرمایا

**ایک شبہے کا ازالہ** یہ جو فرمایا کہ حرام میں شفا نہیں اس پر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ بار بار کا تجربہ ہے کہ بہت سی چیزیں حرام ہیں مگر ان سے بہت سے امراض میں شفا حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ بعض حرام اشیاء سے بعض بیماریوں میں شفا حاصل ہوتی ہے۔ مگر یہ یاد رکھئے کہ شریعت نے جن جن چیزوں کو حرام فرمایا ہے ان میں کوئی نہ کوئی شدید ضرر ہے جو لاعلاج ہے۔ اب اگر کسی حرام چیز سے ایک بیماری سے شفاء حاصل ہوئی تو دوسری اس سے سنگین بیماری کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے یہ بظاہر تو شفاء ہے مگر حقیقت میں شفاء نہیں ضرر ہے۔ جیسا کہ شراب کو لے لو۔ اس سے فی الجملہ بعض بیماریوں سے شفا حاصل

---

[1] ابوداؤد جلد دوم ص ۱۸۵ [2] بخاری جلد دوم ص ۸۴۰۔ [3] ابوداؤد جلد دوم ص ۱۸۵۔

## وَحَارَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؏ہ

اور اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کی

ہوتی ہے مگر یہ خود کتنی ضرر رساں ہے اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ آدمی کو بے عقل بنا دیتی ہے، جو چیز انسان سے عقل کو سلب کرلے اگرچہ تھوڑی ہی دیر کے لئے سہی اس سے زیادہ مضر اور کیا چیز ہوسکتی ہے اسی طرح حرام چیز کے اندر اگر تھوڑا سا نفع ہے تو ضرر اس سے کہیں بڑھ کر ہے ـــــ اس لئے حدیث کا یہ ارشاد کہ حرام میں تمہاری شفا نہیں ـــــ اپنی جگہ درست ہے۔

(۲) نیز اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آدمی کو اگر کہیں کی آب وہوا ناموافق ہو تو وہ جگہ بدل سکتا ہے (۳) زکوٰۃ کے اونٹوں سے مسافروں کو انتفاع جائز ہے (۴) اس حدیث سے مثلہ کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے مگر یہ حکم منسوخ ہے کسی کا بھی مثلہ کرنا صورت بگاڑنا جائز نہیں۔ بخاری ہی میں ہے:

نھی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن النھبیٰ والمثلۃ [۱] نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوٹ کھسوٹ اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(۵) نیز یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ اگر کوئی کافر کسی مسلمان کو جلادے تو قصاص میں اس مشرک کو جلانا جائز ہے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان ظالموں کی آنکھوں میں گرم کرا کے سلائیاں پھیروائیں اگرچہ ان درندوں نے سرکاری چرواہے کی آنکھ میں گرم سلائی نہیں پھیری تھی، کانٹوں سے آنکھ ضائع کی تھی تو جبکہ ان ظالموں نے آگ کا عذاب نہیں دیا تھا پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں آگ کا عذاب دیا تو جب کوئی ظالم کسی مسلمان کو آگ سے جلائے تو بدرجہ اولیٰ اسے آگ میں جلایا جاسکتا ہے۔ لیکن بعد میں یہ بھی منسوخ ہوگیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ان النار لایعذب بھا الا اللہ [۲] آگ کا عذاب صرف اللہ ہی دے گا

دوسری روایت میں ہے:۔

لایعذب بالنار الا رب النار [۳] آگ کا عذاب آگ کا رب ہی دے گا

(۶) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مرتد کی سزا قتل ہے (۷) اس سے ثابت ہوا کہ ڈاکوؤں نے اگر مال بھی لیا ہو اور قتل بھی کیا ہو تو ان کا ہاتھ اور پاؤں کاٹا جائے گا اور قتل بھی کیا جائیگا۔ تفصیل کتاب الحدود میں آئے گی۔

---

ع۵ ایضاً زکوۃ باب استعمال ابل الصدقۃ وابانھا لالبنا والسبیل ص ۲۰۳ ۔ جھاد ، باب اذا حرق المشرک المسلم ھل یحرق ص ۴۲۳ جلد ثانی کتاب المغازی باب قصۃ عکل وعرینۃ ص ۶۰۲ تفسیر باب انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ص ۶۶۳ طب باب الدواء بالبان الابل وباب الدواء بابوال الابل ص ۸۴۸ باب من خرج من ارض لاتلائمہ ص ۸۵۲ کتاب المحاربین باب لم یسق المرتدون والمحاربون حتی ماتوا ص ۱۰۰۵ ۔ دیات باب القسامۃ ص ۱۰۱۹ مسلم جلد ثانی، قسامۃ باب حکم المحاربین والمرتدین ص ۵۷ ۔ ابوداؤد جلد ثانی الحدود باب ماجاء فی المحاربۃ ص ۲۲۴ ۔ ترمذی جلد اول طھارت باب ماجاء فی بول مایوکل لحمہ ص ۱۱ ۔ نسائی جلد اول طھارت بول مایوکل لحمہ ص ۵۷ ۔ ایضاً جلد ثانی المحاربۃ باب تاویل قول اللہ عزوجل انما جزاء الذین یحاربون الآیۃ ص ۱۶۵ ۔ ابن ماجہ حدود باب من شھر السلاح ص ۱۸۸ مسند اماما احمد [۱] جلد اول ص ۳۳۶

[۲] بخاری جلد اول جھاد باب لایعذب بعذاب اللہ ص ۴۲۳، ترمذی جلد اول ص ۱۹۰ ۔ [۳] ابوداود جلد ثانی ص ۳۷

## حدیث (۱۷۱) الصلوۃ فی مرابض الغنم عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ

عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد بنانے سے پہلے

قال ابو قلابۃ فھؤلاء میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ راوی حدیث "ایوب" کا مقولہ ہو تو یہ بھی اسناد کے تحت ہے۔ یعنی ابو قلابہ سے امام بخاری تک سند متصل ہے۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ امام بخاری کا مقولہ ہو تو یہ تعلیق ہو جائیگی بہر تقدیر یہ "حضرت ابو قلابہ کا قول ہے۔ ان ظالموں کو اتنی سخت سزا کیوں دی گئی۔ اسی کی علت بیان فرمایا کہ ان کا جرم بہت سنگین تھا، یہ اکٹھے چار چار جرم کے مرتکب تھے۔ ڈاکہ ایک قتل دو، ارتداد تین، اللہ اور رسول سے لڑائی چار، ان چاروں میں ہر ایک نہایت سنگین جرم ہے اور ان میں سے ہر ایک کی سزا قتل۔ اور جبکہ انھوں نے چار چار ایسے سنگین جرم کا ارتکاب کیا تو جرم کے اعتبار سے ان کی یہ سزا کم ہی ہے۔

ایضاح البخاری میں یہ لکھا ہے کہ۔ یہ بالکل صبح سویرے کا واقعہ تھا جب وقت پر سرکار کے گھر دودھ نہیں پہنچا تو آپنے بد دعا دی ص۵۱۳ جلد عاشر۔

ان خبثاء نے ڈاکہ صبح کے وقت نہیں رات میں ڈالا تھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ دودھ جب وقت پر رات میں نہیں پہنچا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بد دعا کی:

اللھم عطش من عطش آل محمد اللیلۃ [1] اے اللہ جس نے آج رات آل محمد کو پیاسا رکھا اسے پیاسا رکھ

نیز ایضاح البخاری میں بڑے ادب سے ان خبثاء کو حضرات لکھا ہے ایک بار نہیں پانچ بار۔ یہ دیوبندی مذہب کی روح ہے، اللہ اور اس کے رسول کے محارب ڈاکو مرتدین ان کے مذہب میں اتنے قابل احترام ہیں کہ انھیں حضرات سے تعبیر کرتے ہیں۔

**تشریحات** (۱۷۱) اس حدیث کے بھی لانے سے امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصود یہی ہے کہ چوپایوں کا پیشاب اور پاخانہ پاک ہے ورنہ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنا کیسے صحیح ہوتا۔ ہمارا جواب ظاہر ہے کہ نماز پڑھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ چٹائی وغیرہ بچھائے بغیر براہ راست زمین پر پڑھی ہو۔ یہ لازم نہیں کہ جہاں نماز پڑھی ہو وہ جگہ ناپاک ہی ہو۔ وہاں بکری کا پیشاب یا میگنی پڑی ہو یا پڑی تھی مگر سوکھ کر زمین پاک نہیں ہو گئی تھی اس لئے محض نماز پڑھنے سے زمین کی طہارت پر استدلال درست نہیں۔

اگر نماز پڑھنے سے زمین کی طہارت پر استدلال درست مان لیا جائے تو مواطن ابل، اونٹوں کے رہنے کی جگہ نماز سے ممانعت ہے، اس سے اونٹ کے پیشاب و میگنی کے ناپاک ہونے پر کوئی استدلال کرے تو کیا کہیں گے؟

**امام بخاری کا مسلک** امام بخاری کا مسلک کیا ہے وہ اچھی طرح واضح نہیں جیسا کہ ہم پہلے بتا آئے۔ دونوں حدیثوں اور

[1] عینی جلد ثالث ص۱۵۶

## قَبْلَ اَنْ یُّبْنٰی الْمَسْجِدُ فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ عه

بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھتے تھے

اثر ابو موسیٰ اشعری کے ذکر سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اونٹ اور بکری اور دوسرے چوپایوں کا پیشاب اور پاخانہ پاک ہے۔ اب پھر ابہام یہ پیدا ہوتا ہے کہ دواب کا اطلاق عرف میں ہر چوپائے پر ہوتا ہے خواہ وہ ماکول اللحم ہو یا نہ ہو اثر حضرت ابو موسیٰ سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس زمانے میں سواری میں گھوڑوں کے ساتھ گدھے بھی استعمال ہوتے تھے بلکہ ان ممالک میں اب بھی گدھے کو سواری کے کام میں لاتے ہیں اس لئے دار البرید میں گدھے بھی ضرور رہتے ہونگے ان کی لید بھی ضرور پڑتی رہی ہوگی ان کا پیشاب بھی ضرور رہتا رہا ہوگا پھر بھی حضرت ابو موسیٰ اشعری نے نماز پڑھی جس سے امام بخاری یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ گدھے کا پیشاب اور اس کی لید پاک ہے تو جس طرح اونٹ اور بکری پر قیاس کر کے تمام ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب و پاخانے کو پاک کہہ سکتے ہیں اسی طرح گدھے پر قیاس کر کے غیر ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب و پاخانے کو پاک کہہ سکتے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کانت الکلاب تقبل وتدبر، کے ذکر کا بھی یہی مقصد معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کتے کے پیشاب اور پاخانے کو پاک مانتے ہیں۔ لیکن امام بخاری کا مذہب کیا ہے وہ قطعی طور پر واضح نہیں ہو سکا۔ ان کے ان ابواب کو دیکھنے کے بعد دو باتوں میں سے ایک بات کو ماننا ہی پڑیگا۔ یا تو امام بخاری حرام حلال تمام جانوروں کے پیشاب و پاخانے کو پاک مانتے ہیں یا کم از کم ان کی نجاست کے بارے میں متردد ضرور ہیں۔

احناف کا مسلک اور دلائل احناف اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تمام چوپایوں کے پیشاب اور پاخانے ناپاک ہیں پیشاب کے دلائل گذر چکے۔ پاخانے کے ناپاک ہونے کے دلائل یہ ہیں۔

(۱) ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن اكل الجلالة والبانها [1]

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جلالہ کے کھانے سے اور اس کے دودھ سے منع فرمایا ہے۔

مجمع البحار میں ہے کہ "جلة" کے معنی میگنی کے ہیں۔ اس لئے جلالہ کے اصل معنی ہوئے میگنی کھانے والے کے۔ اس سے ظاہر کہ میگنی ناپاک ہے۔

---

عه ایضا صلوۃ باب ھل ینش قبور مشرکی الجاھلیۃ ویتخذ ھھنا مسجدًا او باب الصلوۃ فی مرابض الغنم ص ۶۱ بنیان الکعبۃ مقدم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ ص ۵۶۰، مسلم جلد اول کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ ص ۲۰۰، ابوداؤد جلد اول صلوۃ باب بناء المساجد ص ۶۵، ترمذی جلد اول صلوۃ باب ماجاء فی الصلوۃ فی مرابض الغنم ص ۴۶، نسائی جلد اول، مساجد، باب نبش القبور واتخاذ ارضھا مسجدًا ص ۱۱۴، مسند امام احمد

[1] جلد ثانی کتاب الاطعمہ ص ۴۰۔

(۲) ابوداؤد میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اذا جاء احدکم المسجد فلینظر فان رأی فی نعلیه قذرا او اذی فلیمسحه [1]

جب مسجد میں آؤ تو اپنی چپلوں کو دیکھلو اگر اسمیں گندگی یا ناپاکی لگی ہو تو اسے دور کر لو۔

جوتے اور چپل میں انسان کے پیشاب اور پاخانے کا لگنا بہت مستبعد ہے۔ راستوں میں چوپایوں کے گوبر عام طور سے ہوتے ہیں انھیں سے جوتے اور چپل آلودہ ہوتے ہیں۔ اس لئے چوپایوں کے گوبر ناپاک ہیں۔

(۳) باب لا یستنجی بروث کے تحت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث گذری کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گوبر کے بارے میں فرمایا "ھٰذا رکس" یہ نجاست ہے۔

ہمارے ائمہ نے اس اتفاق کے بعد کہ چوپایوں کے پیشاب و پاخانے ناپاک ہیں۔ اس میں اختلاف کیا کہ انکی نجاست غلیظہ ہے یا خفیفہ۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حرام چوپایوں کے پیشاب اور پاخانے دونوں اور گھوڑے کی لید اسی طرح حلال جانوروں کے پاخانے نجاست غلیظہ ہیں۔

گھوڑے اور حلال جانوروں کے پیشاب نجاست خفیفہ ہیں۔

حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ حلال جانوروں کے پاخانے کو بھی نجاست خفیفہ مانتے ہیں۔

**دلائل** امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ چوپایوں کے پاخانے کی نجاست نص یعنی حدیث سے ثابت ہے اور اسکے معارض کوئی نص نہیں اس لئے یہ نجاست غلیظہ ہوئی۔ بخلاف پیشاب کے کہ استنزھوا من البول کے معارض عرینیین کی حدیث ہے۔ اس لئے ان کے پیشاب نجاست خفیفہ ہوئے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ چونکہ حلال جانوروں کے پاخانے کی طہارت و نجاست میں مجتہدین کا اختلاف ہے اس لئے اسمیں تخفیف ہے۔ علاوہ ازیں اس میں حرام جانوروں کے بہ نسبت ابتلاء عام ہے اس لئے اس میں تخفیف ہونی لازم ہے۔

**مرابض غنم اور معاطن ابل کے احکام کے مختلف ہونیکی وجہ**

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بھی بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھتے تھے اور صحابہ کو بھی اجازت دی ہے مگر اونٹوں کے تھانوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اسکا سبب یہ نہیں کہ بکری کا پیشاب اور اس کی مینگنی پاک ہے اور اونٹ کا پیشاب اور اس کی میگنی ناپاک بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ بکری سیدھی سادی بے ضرر ہے اور اونٹ کبھی درندوں کی طرح خطرناک ہو جاتا ہے، کسی نے نماز شروع کی اور اونٹ کو مستی سوجھی تو بھاگنا مشکل ہو جائیگا۔ علامہ عینی نے بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے اور معاطن ابل میں نہ پڑھنے کے سلسلے میں چند احادیث ذکر کی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

الغنم من دواب الجنة فامسحوا رغامها — بکری جنت کے چوپایوں میں سے ہے اس کی رینٹھ صاف کرو

صلوا فی مرابضها — اور ان کے باڑوں میں نماز پڑھو۔

(۲) احسنوا الیها وامیطوا عنها الاذی — بکریوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور انکے آس پاس سے گندگی دور کرو

---

[1] جلد اول باب الصلوٰۃ فی النعال ص ۹۹

45

## ت (۴۵) قَالَ الزُّهْرِیُّ لَا بَاْسَ بِالْمَاءِ مَالَمْ یُغَیِّرْہُ

امام زھری نے فرمایا پانی کے استعمال میں کوئی حرج نہیں اگر

(۳) صلوا فی مرابض الغنم فلا تصلوا فی اعطان الابل فانها خلقت من الشیاطین

بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھو اور اونٹ کے تھان میں نہ پڑھو کہ اونٹ شیطان سے پیدا کئے گئے ہیں۔

(۴) اذا ادرکتکم الصلوۃ وانتم فی مراح الغنم فصلوا فیها فانها سکینة وبرکة واذا ادرکتکم الصلوۃ وانتم فی اعطان الابل فاخرجوا منها فانها جن خلقت من الجن الاتری اذا نفرت کیف تشمخ بانفها۔

جب نماز کا وقت آجائے اور تم بکریوں کے باڑے میں ہو تو وہیں نماز پڑھ لو اس لئے کہ بکری میں سکینت اور برکت ہے اور جب نماز کا وقت ایسے موقع پر آئے کہ تم اونٹ کے تھان میں ہو تو باہر نکل جاؤ اس لئے کہ یہ جن ہیں اور جن سے پیدا کئے گئے ہیں، کیا نہیں دیکھتے کہ جب بگڑتے ہیں تو کیسے ناک چڑھاتے ہیں۔

موطا امام محمد میں ایک اور حدیث ہے اسے بھی ملاحظہ کرتے چلیں ــــ فرمایا

احسن الی غنمك واطب مراحها وصل فی ناحیتها فانها من دواب الجنة [1]

بکریوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، انکے رہنے کی جگہ عمدہ اور صاف رکھو اور اسکے گوشے میں نماز پڑھو اسلئے کہ وہ جنتی چوپایوں میں سے ہیں

اس حدیث نے پوری بحث صاف کر دی کہ مرابض غنم میں نماز پڑھنے کا مطلب یہ نہیں کہ جہاں بکریوں کی مینگنیاں اور پیشاب ہوں وہاں پڑھو، بلکہ مراد یہ ہے کہ اس کے کسی گوشے میں جو صاف و پاک ہو پڑھو۔

**تشریحات (۴۵)** امام زہری کا مطلب یہ ہے کہ پانی میں اگر نجاست گر جائے تو پانی اس وقت تک ناپاک نہ ہوگا جبتک کہ پانی میں نجاست کا رنگ یا بُو یا مزہ نہ آجائے خواہ پانی تھوڑا ہو خواہ زیادہ۔ مثلاً ایک چلو ہو یا پورا تالاب راکد ہو یا جاری۔

**امام بخاری کا مسلک اور دیگر ائمہ کے مذاہب**

اس سلسلے میں ظاہر یہی ہے کہ امام بخاری کا بھی یہی مسلک ہے اور یہی امام مالک کا بھی ہے۔ امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ بہت تھوڑا پانی ناپاک ہو جائے گا اگرچہ اس میں نجاست کا کوئی اثر نہ ظاہر ہو لیکن اگر دو قُلّے یعنی دو مٹکے ہے تو جب تک نجاست کا اثر پانی میں ظاہر نہ ہو پاک ہے۔

ہمارا مسلک یہ ہے۔ اگر پانی قلیل ہے تو بہر حال ناپاک ہو جائے گا اگرچہ نجاست کا اس میں کوئی اثر ظاہر نہ ہو اور اگر کثیر ہو تو ناپاک نہ ہوگا۔ جبتک نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو ــــ یہ حکم ماء راکد کا ہے، ماء جاری قلیل ہو یا کثیر جبتک اس میں نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو پاک ہی رہے گا۔ ہاں اگر نجاست کا اثر ظاہر ہو تو ماء جاری بھی ناپاک، اصحاب ظواہر کو چھوڑ کر پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ پانی قلیل ہو یا کثیر جاری ہو یا راکد، جب اس میں نجاست پڑے اور نجاست کا کوئی اثر پانی میں ظاہر ہو جائے تو وہ بہر حال ناپاک ہے۔

(۱ ص ۱۲۴)

45

طَعْمٌ اَوْ رِیْحٌ اَوْ لَوْنٌ ؏ہ

نجاست اس کا رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلے

اصحاب ظواہر قریب قریب اس کے قائل ہیں کہ پانی کسی حال میں بھی ناپاک نہیں قلیل ہو یا کثیر اس میں نجاست کا اثر ظاہر ہو یا نہ ہو۔ اصحاب ظواہر کا مذہب اتنا کمزور ہے کہ اب کوئی بھی اس کا قائل نہ رہا حتی کہ غیر مقلدین بھی اس بارے میں ظواہر کے ہمنوا نہیں۔ جو اس زمانے میں ظواہر کی گڑی ہڈیاں اکھاڑ اکھاڑ کر دنیا میں پھیلا رہے ہیں رہ گئے قابل اعتنا، تو یہ تین مذہب ہیں۔

مولانا عبدالحیٔ لکھنوی نے التعلیق الممجد میں باب الوضوء مما تشرب منہ السباع وتلسع[1] کے تحت لکھا ہے کہ سب سے راجح مالکیہ کا مذہب ہے۔ مولانا صاحب کی یہ عادت ہے کہ ایک دو جگہ نہیں کتنی جگہ مخالفین کے پروپیگنڈے سے مرعوب ہو کر ہتھیار ڈال دیا ہے بلکہ کہیں کہیں غیر مقلدیت کی بولی بولنے لگتے ہیں، یہی یہاں بھی کیا، آپ نے لکھا تو یہ ہے کہ سب مذاہب کے دریاؤں میں گھسا اور سب مذاہب کی کتابیں دیکھیں تو یہ سمجھا ہے۔ آیئے ہم ناظرین کو عینی شرح بخاری کا اس جگہ کا اقتباس دکھائیں تو معلوم ہوگا کہ ہو سکتا ہے کہ مولانا صاحب لکھنوی نے دیگر مذاہب کے دریاؤں میں غوطہ زنی کی ہو مگر مذہب حنفی کے دریا کے ساحل تک بھی اس مسئلہ میں نہیں پہنچے فتح الباری میں ہے:

چونکہ امام مالک نے اپنے مذہب میں قلیل وکثیر کی کوئی تفریق نہیں کی اس لئے اس پر ابو عبید نے کتاب الطہارۃ میں یہ اعتراض کیا کہ اس پر لازم آتا ہے کہ اگر پانی کے لوٹے میں کوئی پیشاب کر دے اور پانی کا وصف نہ بدلے تو اس پانی سے وضو وغیرہ (مثلاً پینا) سب جائز ہو حالانکہ یہ بات کتنی شنیع وقبیح ہے۔

اس لئے حدیث قلتین کی روشنی میں ماء قلیل وکثیر کی حد قائم کر دی جائے۔ رہ گئی یہ بات کہ امام بخاری نے "حدیث قلتین" اپنی کتاب میں ذکر نہیں کی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی اسناد میں اختلاف ہے مگر اس کے راوی ثقہ ہیں اور ائمہ کی ایک جماعت نے اسے صحیح کہا ہے۔ البتہ قلتین کی مقدار پر اتفاق نہیں۔ امام شافعی نے احتیاطاً پانچ قرب حجازی مقرر فرمایا ہے، اسی سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث "الماء لا ینجسہ شئ" کی تخصیص فرمائی۔

## علامہ عینی کا تعقب

اس پر علامہ عینی لکھتے ہیں قلتین کی حدیث سے کوئی مدد کیسے لی جا سکتی ہے جبکہ ابن العربی نے کہا یا تو اس کا مدار علت پر ہے یا اس کی روایت میں اضطراب ہے یا وہ موقوف ہے۔ یہی کیا کم ہے کہ امام شافعی نے اس کی روایت ولید بن کثیر سے کی ہے یہ اباضی ہے اور اس کی روایت میں اختلافات ہیں قلتین بھی ہے قلتین اوثلاثا بھی ہے۔ اربعون قلۃ بھی ہے اور اربعون فرقا بھی ہے۔ یہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمر پر موقوف ہے۔

---

ہ مسند عبداللہ بن وھب۔ [1] ص ۶۷

یعمری نے کہا۔ ابن مندہ نے باعتبار رواۃ اسے علی شرط مسلم صحیح کہا۔ مگر باعتبار روایت اس سے اعراض کیا اس لئے کہ اس میں کثیر اختلاف اور اضطراب ہے۔ امام مسلم نے غالباً اسی وجہ سے اسے ترک کر دیا۔

میں کہتا ہوں کہ اسی اختلاف اسناد کی وجہ سے امام بخاری نے بھی اس کی تخریج نہیں کی۔ ابو عمر نے تمہید میں کہا حدیث قلتین کیوجہ سے امام شافعی نے جو مسلک اختیار کیا ہے وہ باعتبار نظر ضعیف ہے و باعتبار اثر غیر ثابت ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث میں علماء کے ایک گروہ نے نقل سے کلام کیا ہے۔ دبوسی نے کتاب الاسرار میں کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور بہت سے لوگوں نے اس کو قبول نہیں کیا اس لئے کہ صحابہ اور تابعین نے اس پر عمل نہیں کیا۔

کیا لکھنوی صاحب نے علامہ عینی کی یہ تحقیق نہیں ملاحظہ کی تھی۔ تطویل کا خوف نہ ہوتا تو اور جو کچھ علماء احناف نے اس حدیث پر کلام کیا ہے وہ سب لکھتا۔

**امام مالک کے مذہب پر کلام** حضرت امام مالک کے مذہب کی تائید میں یہ حدیث پیش کی جاتی ہے جو حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الماء لا ینجسہ شی الا ما غلب علی ریحہ وطعمہ ولونہ [1]

پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی جبتک کہ وہ پانی کی بو اور اس کے مزہ اور اس کے رنگ پر غالب نہ آجائے۔

مگر یہ حدیث بھی لائق استناد نہیں، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ بیہقی نے کہا یہ حدیث قوی نہیں۔

علاوہ ازیں اسی ابن ماجہ میں اس کے پہلے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جسمیں یہ تفصیل ہے۔

"ہم ایک تالاب پر پہنچے جسمیں ایک گدھا مرا پڑا تھا ہم نے یہ پانی استعمال نہیں کیا مگر جب اس تالاب پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہنچے تو فرمایا ان الماء لا ینجسہ شیٔ [2] اس پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کرے گی"

اس کا امکان ہے کہ یہ ارشاد بھی اسی تالاب کے بارے میں ہو یا اسی قسم کے کسی اور تالاب یا گڈھے کے بارے میں ہو جیسا کہ ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ میں اسی مضمون کی یہ حدیث ہے۔

ان الماء طھور لا ینجسہ شیٔ

یہ پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی

یہ بیر بضاعہ کے بارے میں ہے جس کا پانی جاری تھا۔ اس تفصیل سے قطع نظر صرف لفظ دیکھئے تو دھوکا ہوتا ہے کہ مطلق پانی کے بارے میں ہے۔

علاوہ ازیں اگر اس حدیث کو اپنے عموم پر رکھیں گے تو بہت سی احادیث سے تعارض لازم آئے گا جیسے لا یبولن احدکم فی الماء وغیرہ۔

**مذہب امام شافعی کا بیان** اولاً یہ حدیث قلتین لائق استناد نہیں۔ جیسا کہ گذر گیا۔

ثانیاً جب کسی روایت میں قلتین ہے کسی میں ثلاث قلال کسی میں اربعین قلۃ ہے کسی میں اربعین فرقا ہے۔ تو عمل کس پر ہوگا۔

ثالثاً یہ مشکے کتنے بڑے ہوں گے۔ کہاں کے بنے ہوئے معتبر ہوں گے۔ رابعاً پھر قلہ لفظ مشترک ہے اس کے یہ معنی ہیں مٹکا، مشک

---

[1] ابن ماجہ طھارت باب الحیاض صـ۴۱ [2] طھارت باب الحیاض صـ۴۰

(۴۶) ت :- قَالَ حَمَّادٌ لَا بَاسَ بِرِيْشِ الْمَيْتَةِ ؏۵

حضرت حماد نے کہا کہ مُردار کا پَر پانی میں پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں

ت (۴۷) قَالَ الزُّهْرِيُّ فِي عِظَامِ الْمَوْتٰى نَحْوَ الْفِيْلِ وَغَيْرِهٖ

امام زہری نے کہا مُردوں مثلاً ہاتھی کی ہڈیوں کے بارے میں

پہاڑ کی چوٹی، انسان کا قد، اونٹ، کسی ایک معنی کی تعیین کیسے ہوگی اور اگر آپ ہجر کے مٹکے کی تعیین بھی کرلیں تو وہ بھی چھوٹے بڑے ہر قسم کے ہوتے ہیں، کس مقدار کے آپ مراد لیں گے۔ خامساً دوسری احادیث سے تعارض کا کیا جواب ہوگا

**مذہب احناف** کے دلائل اس کے بعد والے باب کی حدیث میں مفصل آتے ہیں۔

**تشریحات (۴۶)** مطلب یہ ہے کہ مردہ پرندے کا پر پاک ہے اگر پانی یا کسی اور چیز میں گر جائے تو پانی وغیرہ ناپاک نہ ہوں گے۔ یہی احناف کا بھی مسلک ہے۔ یہ حضرت حماد، حضرت امام کے استاذ فقیہ عراق ہیں ان کو بھی امام بخاری نے اپنی عنایتوں کا نشانہ بنایا ہے ان کو بھی مرجی لکھدیا۔ رحمہ اللہ واعف عنہ۔

**تشریحات (۴۷)** یعنی مردوں کی ہڈی پاک ہے حتی کہ ہاتھی کی بھی یہی احناف کا بھی مسلک ہے اس کی علت یہ ہے کہ مردار اس لئے ناپاک ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد دم مسفوح جو جانوروں کے جسم کے اندر دوڑتا رہتا ہے محبوس ہو جاتا ہے۔ دم مسفوح ناپاک ہے، اس لئے جہاں جہاں یہ جسم میں رکا وہ سب جگہ ناپاک ہوگئی، چونکہ ہڈی اور پر وغیرہ میں دم مسفوح جاتا ہی نہیں اس لئے موت سے ان کے ناپاک ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

امام زہری تابعی ہیں اس لئے سلف سے مراد ان کے پہلے کے علماء ہیں جو صحابہ اور صف اول کے تابعین ہیں۔ کفیٰ بِنَا قُدْوَةً۔

ہاتھی کے ذکر کی خصوصیت یہ ہے کہ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہ نجس العین ہے اس لئے ان کے نزدیک اسکی ہڈی ناپاک اور نجس ہوگی۔ مگر شیخین یعنی امام اعظم اور امام ابو یوسف کا مذہب یہی ہے کہ ہاتھی نجس العین نہیں اس لئے دیگر مردار کی طرح اس کی ہڈی بھی پاک ہے۔

مولوی انور شاہ کشمیری نے فیض الباری میں امام ابو یوسف کا مذہب یہ بتایا ہے کہ وہ ہاتھی کو نجس العین کہتے ہیں سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔

امام شافعی کے یہاں ہاتھی وغیرہ درندوں کی ہڈی ناپاک ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر ہاتھی کو بطریق شرعی ذبح کر دیا جائے تو اس کی ہڈی پاک ورنہ ناپاک۔

احناف کی دلیل حضرت ابن عباس کی یہ حدیث ہے کہ فرمایا۔

انما حرم من الميتة مايوكل منها وهوا للحم مردار کا وہی جز حرام ہے جو کھایا جاتا ہے یعنی گوشت۔

---

۵ مصنف عبد الرزاق۔ ۱ جلد اول ص ۳۳۲

اَدْرَكْتُ نَاسًا مِّنْ سَلَفِ الْعُلَمَاءِ يَمْتَشِطُوْنَ بِهَا وَيَدَّهِنُوْنَ

میں نے اپنے پہلے کے علماء کو اس پر پایا کہ ان ہڈیوں کا کنگھا استعمال کرتے تھے اور اسمیں

فِيْهَا لَا يَرَوْنَ بِهٖ بَاسًا

تیل استعمال کرتے تھے اور اسمیں کوئی حرج نہیں جانتے تھے

ت (۴۸) قَالَ اِبْرَاهِيْمُ وَابْنُ سِيْرِيْنَ لَا بَاسَ بِتِجَارَةِ

حضرت ابراہیم (نخعی) اور ابن سیرین نے فرمایا ہاتھی کے

الْعَاجِ عہ

دانت کی تجارت میں کوئی حرج نہیں

نیز حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کہ فرمایا۔

لاباس بمسك الميتة اذا دبغ ولا بشعرها اذا غسل۔

مردار کے چمڑے سے نفع حاصل کرنے میں حرج نہیں جب اس کی دباغت کرلیجائے اور یونہی بال سے جب دھولیا جائے۔

**تشریح (۴۸)** یہ حضرت ابراہیم نخعی بھی حضرت امام اعظم کے اساتذہ میں سے ہیں اور حضرت امام بخاری کے معتوب امام بخاری نے انھیں بھی مرجی کہا ہے مگر فراخدلی یہ کہ ان کے قول کو حجت مانتے ہیں اور بطور سند پیش کرتے ہیں۔

اس سے امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان دو بزرگوں کے نزدیک بھی ہاتھی کا دانت پاک ہے اگر ناپاک ہوتا تو تجارت کی اجازت نہ ہوتی۔ جیسے مردار کے چمڑے کی تجارت اس لئے جائز نہیں کہ وہ ناپاک ہے۔

**باب سے مطابقت** باب یہ تھا کہ گھی اور پانی میں جو نجاستیں گرجاتی ہیں اس کا بیان۔ اس کے تحت یہ ذکر فرمایا کہ ہاتھی کے دانت کا کنگھا استعمال کرنا اور اس کی ڈبیہ میں تیل رکھکر اس تیل کو استعمال کرنے کو اسلاف جائز سمجھتے تھے۔ امام زہری کی تعلیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تیل میں ہاتھی کا دانت پڑجائے تو تیل پاک ہے۔ اب ایک عجیب الجھن ہے، اگر یہ کہا جائے کہ امام بخاری ہاتھی کے دانت اور مردار کی ہڈی کو پاک مانتے ہیں تو اس تعلیق کو باب سے کوئی مناسبت نہیں رہتی۔ لامحالہ کہنا پڑے گا کہ امام بخاری ہاتھی کے دانت اور مردار کی ہڈی کو ناپاک مانتے ہیں مگر ان کے تیل میں پڑنے سے انکا کوئی اثر تیل میں ظاہر نہیں ہوتا لہذا وہ تیل پاک ہے اور ان کا مسلک یہ ہے کہ ناپاک چیز کی تجارت جائز ہے۔ اب اس تعلیق کا پہلی والی تعلیق سے ربط بھی ہوجاتا ہے اور یہی تقریر اسمیں بھی جاری ہوگی۔ واللہ علم عند اللہ تعالیٰ۔

عہ مصنف عبد الرزاق۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

## (۱۷۲) حدیث الفارۃ اذا سقطت فی السمن

عَنْ مَیْمُوْنَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ فَارَۃٍ سَقَطَتْ فِیْ سَمْنٍ فَقَالَ اَلْقُوْھَا

سے یہ سوال ہوا کہ چوہا گھی میں گر جائے تو کیا کیا جائے تو فرمایا کہ چوہے کو اور

### تشریحات (۱۷۲) تکمیل

بخاری کتاب الذبائح میں یہ زائد ہے، فماتت۔ نسائی میں بطریق عبدالرحمٰن بن مہدی یہ ہے، فی سمن جامد، اب اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اگر چوہا جمے ہوئے گھی میں گر جائے اور مر جائے تو چوہے کو اور چوہے کے اردگرد جو گھی ہے اس کو پھینک دیا جائے اور بقیہ گھی کھایا جائے ابوداؤد اور نسائی میں ہے۔

وان کان مائعا فلا تقربوھا اور اگر پگھلا ہوا پتلا ہو تو اس گھی کے قریب نہ جانا

اس تکمیل سے بہت سے شبہات دور ہو گئے کہ یہاں بخاری میں جو حکم مذکور ہے وہ جمے ہوئے گھی کا ہے۔ اور پگھلے ہوئے پتلے گھی میں چوہا گر جائے تو کل گھی ناپاک ہے۔ اگرچہ گھی میں چوہے کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو۔

اس سے ثابت ہوا کہ تھوڑی چیز میں اگر کوئی نجاست گر جائے تو وہ ناپاک ہو جائے گی خواہ نجاست کا کوئی اثر اس چیز میں ظاہر ہو خواہ نہ ہو۔ خواہ وہ چیز منجمد ہو خواہ رقیق۔ اس لئے کہ اگر منجمد گھی ناپاک نہ ہوتا تو چوہے کے اردگرد کے گھی کے پھینکنے کا حکم نہ ہوتا۔ فرق یہ ہے کہ منجمد چیز صرف نجاست کے اردگرد کی ناپاک ہوگی اور رقیق پوری۔

### ایک تسامح

امام بخاری نے جلد دوم کتاب الذبائح میں اس حدیث پر جو باب باندھا ہے اس میں یہ اضافہ کر دیا فی السمن الجامد او الذائب مگر یہ غور نہیں فرمایا کہ اگر اس حدیث میں سمن سے ذائب پگھلا ہوا مراد لیں گے تو القوھا وما حولھا پر عمل کیسے ہو سکے گا۔ جب گھی پگھلا ہوا ہوگا تو چوہے کا کوئی ماحول نہ ہوگا جب گھی پتلا ہے اور چوہا اس میں گرا تو مرتے مرتے تڑپ تڑپ کر کہاں کہاں گیا، کیا معلوم اب تو سب کا سب چوہے کا ماحول ہو گیا القوھا وما حولھا کا لفظ بتا رہا ہے کہ یہ حکم صرف جامد کے ساتھ خاص ہے۔

جس تیل یا گھی میں نجاست گر جائے تو اسے جلانا یا بیچنا جائز ہے یا نہیں۔ اس بارے میں علما کا اختلاف ہے، احناف کے یہاں جائز ہے ا

ہماری دلیل اسی حدیث کی دوسری روایت ہے، جسمیں یہ ہے

وان کان مائعا فاستصبحوا بہ وانتفعوا بہ[1] اگر وہ گھی پتلا ہے تو اسے جلاؤ اور اس سے نفع حاصل کرو۔

[1] عینی جلد ثالث ص ۳ – ۱۶۲

## وَمَاحَوْلَهَا وَكُلُوْا سَمْنَكُمْ ۔ھ

چوہے کے اردگرد کے گھی کو پھینک دو اور اپنا گھی کھاؤ

بیہقی میں ہے :

ان کان السمن مائعا انتفعوا به ولا تاکلوا[1] اگر گھی پتلا ہے تو اس سے نفع حاصل کرو اسے کھاؤ مت

اسے بیچکر اس کی قیمت اپنے صرف میں لانا بھی ایک قسم کا نفع حاصل کرنا ہے۔ عبدالرزاق کی ایک روایت میں جو یہ آیا ہے کہ اس کے قریب مت جانا اس سے مراد یہی کھانا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فلا تقربا ھذہ الشجرۃ میں مراد نہ کھانا ہے۔

بربنائے تحقیق گھی کے حکم میں تمام تیل، شہد، راب (گڑ) وغیرہ ہیں کہ ان میں کوئی سوکھی نجاست گر جائے اور یہ جمے ہوں تو اس نجس چیز کے ساتھ اس کے اردگرد کو پھینک دیا جائے اور اگر رقیق پگھلا ہو تو سب ناپاک ہے۔

اس حدیث کی اسناد میں شدید اختلاف ہے جسے دارقطنی نے بیان کیا ہے، اوزاعی کی زہری سے اور امام شافعی اور شعبی کی امام مالک سے جو روایت ہے اس میں حضرت میمونہ نہیں۔ ابن عباس براہ راست حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

ابن وہب کی روایت میں ابن عباس ساقط ہیں اور یحییٰ بن بکیر اور ابو مصعب کی روایت میں نہ ابن عباس ہیں نہ حضرت میمونہ ــــ عبدالملک بن ماجشون نے یہ سند بیان کی۔ عن مالك عن الزهری عن عبد الله عن ابن مسعود اور عبدالجبار نے کہا عن الزهری عن سالم عن ابیه ۔ مگر عبدالملک سے وہم ہوگیا ہے۔ ابوداؤد میں بطریق عبدالرزاق یوں ہے عن الزهری عن سعید بن المسیب عن ابی هریرة سئل رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم عن الفارة تقع فی السمن قال اذا کان جامدا فالقوها وان کان مائعا فلا تقربوه ۔ ابوعمر نے کہا، امام مالک سے اس حدیث کی سند میں سخت اضطراب ہے۔ اسمٰعیلی نے کہا یہ حدیث معلول ہے اس وجہ سے امام بخاری نے یہ ضروری جانا کہ اسے صاف کردیں اس لئے فرمایا۔

معن نے کہا کہ مالک نے ان گنت بار مجھ سے حدیث بیان فرمائی جسمیں انھوں نے یہ کہا عن ابن عباس عن میمونة رضی الله تعالی عنها اس سے یہ افادہ فرمایا۔ صحیح یہی ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن عباس سے بواسطہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی ہے۔

ھ ایضا و طریقے سے، جلد ثانی الصید والذبائح باب اذا وقعت الفارة فی السمن ص ۸۳۱ ۔ ابوداؤد جلد ثانی اطعمه ۔ باب الفارة تقع فی السمن ص ۱۸۱ ۔ ترمذی جلد ثانی اطعمه باب ماجاء فی الفارة تموت فی السمن ص ۲ ۔ نسائی جلد ثانی فرع والعتیرة ۔ باب الفارة تقع فی السمن ۔ دارمی وضوء، ۱۶۰ طعمه ۴۱ ۔ موطا امام مالك استیذان ۲۰ مسند امام احمد بن حنبل ۔

[1] فتح الباری کتاب الاطعمہ

(۱۷۳) حدیث دم الشهید: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ كَلْمٍ یُكْلَمُهُ الْمُسْلِمُ

کہ راہ خدا میں مسلمان کو جو بھی زخم لگے گا قیامت کے دن

**تشریحات (۱۷۳)**

**باب سے مناسبت** اس حدیث کو باب سے بظاہر کوئی مناسبت نہیں۔ علامہ عینی نے لکھا۔ یہ حدیث شہید کے فضائل کی ہے اسے امام بخاری طہارت میں کیوں لائے؟ پھر شہید کی جو فضیلت بیان ہوئی ہے اس کا تعلق عالم آخرت سے ہے اور پانی کی طہارت و نجاست کا تعلق احکام دنیا سے ہے۔ ایسے موقع پر معمولی درجے کی بھی کوئی معقول مناسبت نکل آئے تو کافی ہے۔ علامہ عینی نے یہ وجہ مناسبت بیان فرمائی ہے۔

پانی اصل میں پاک ہے۔ مگر نجاست سے متاثر ہونے کے بعد جب اس صفت پر نہیں رہتا جس پر اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تھا تو ناپاک ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تغیر وصف تغیر حکم کا سبب ہے۔ اس کی ایک نظیر ذکر کر دی۔ جیسے شہید کا خون کہ اصل میں ناپاک تھا مگر شہادت کی وجہ سے وہ پاک ہو گیا، اس کی بو بدل گئی تو اب پاک ہو گیا۔ اسی وجہ سے شہید کو نہ غسل دیا جائے گا اور نہ اس کا خون دھویا جائے گا کہ قیامت کے دن اس کا مرتبہ سب پر ظاہر ہو جائے۔

علامہ عینی کا مقصد یہ ہے کہ باب اور اس حدیث میں قدر مشترک یہ ہے کہ تغیر وصف مدار احکام ہے۔ اتنی مناسبت کافی ہے۔ بخاری کے اس قسم کے ابواب میں شراح نے کہیں کہیں ضرورت سے زیادہ اپنی ذہانت اور زور طبع دکھایا ہے۔ یہاں بھی کافی مشق ہوتی ہے تفصیل کے لئے فتح الباری اور عینی کا مطالعہ کریں۔ اردو شارحین نے بھی زور آزمائی کی ہے۔ مگر علامہ عینی سے زیادہ لگتی ہوئی بات کوئی کہہ نہ سکا اور بعض تو محض مہمل ہیں۔

**مسائل** اس حدیث سے شہید کی عظیم فضیلت ثابت ہوئی کہ مدتہائے دراز بلکہ دو دو عالم کے تغیر کے بعد تیسرے عالم قیامت میں بھی شہید کا زخم ہرا بھرا رہے گا جس سے خون نکلتا ہوگا۔ تاکہ شہید کو جو اللہ اور رسول کیساتھ جنون خیز عشق تھا اس کا زمانہ پوری دنیا کرلے اور اس کی جاں نثاری و جاں سپاری چشم سر سے دیکھ لے۔

ع خوشا رے بنا کردند بخاک و خون غلطیدن

اور ان کی مظلومیت سب پر آشکارا ہو جائے۔ پھر الطاف خداوندی کی شہیدوں پر جو بارش ہوا سے بھی محسوس کریں کہ اتنی مدت کے بعد زخم کا کیا حال ہونا چاہئے مگر حال یہ ہے کہ اس سے مشک کی خوشبو اٹھ رہی ہے۔

شہید کا خون پاک ہے اس لئے یہ جائز نہیں کہ شہید کو غسل دیا جائے، ان کا خون دھویا جائے یا خون آلود کپڑے ان کے جسم سے اتارے جائیں۔ خون میں لت پت دفن کریں گے تاکہ روز محشر شہید کہہ سکیں۔

ع تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیست

| | | | |
|---|---|---|---|
| فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یَکُوْنُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کَھَیْئَتِھَا اِذْ طُعِنَتْ تَفَجَّرُ وَمَا اللَّوْنُ | | | |
| ویسا ہی ہوگا | جیسا گھنے کے وقت تھا | جس سے | خون بہے گا رنگ تو |
| لَوْنُ الدَّمِ وَالْعَرْفُ عَرْفُ الْمِسْکِ ۵ | | | |
| خون کا ہوگا | اور | خوشبو مشک کی ہوگی | |

## حدیث (۱۷۴) لا یبولن احدکم فی الماء الدائم

اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

### تشریحات (۱۷۴)

**باب سے مطابقت** امام بخاری نے باب باندھا ہے البول فی الماء الدائم حدیث کا پہلا جز ہے۔ نحن الآخرون السابقون ۔۔۔ اس کا باب سے کوئی تعلق نہیں اور تعلق پیدا کرنے کی کوشش بے سود ہے۔ اسے ذکر کرنے کی حکمت میں جو بات سب سے زیادہ چسپاں ہوتی ہے وہ یہ ہے۔ عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج کے پاس احادیث کا صحیفہ تھا اسی طرح ہمام بن منبہ کے پاس بھی تھا۔ دونوں کی ابتداء میں یہ حدیث نحن السابقون الاولون روایت ہے امام بخاری کی عادت ہے کہ جب ان دونوں صحائف میں سے کسی صحیفے کی کوئی حدیث ذکر کرتے ہیں تو بطور علامت جتنا حصہ بھی ذکر کر دیتے ہیں جیسے امام مسلم کی عادت ہے کہ ایسے موقع پر فذکر الاحادیث، ومنھا ھذا الحدیث کا لفظ ذکر کرتے ہیں۔

اس باب کے علاوہ مندرجہ ذیل ابواب میں امام بخاری نے ایسا ہی کیا ہے۔

کتاب الجہاد۔ باب یقاتل من وراء الامام ویتقی بہ ص ۴۱۵ بطریق اعرج

کتاب الدیات۔ باب القصاص بین الرجال والنساء ص ۱۰۱۷ " "

کتاب التوحید۔ باب قول اللہ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ص ۱۱۱۶ " "

کتاب الایمان والنذور۔ باب اول ص ۹۸۰ " ہمام

کتاب التعبیر۔ باب النفخ فی المنام ص ۱۰۴۲ " "

---

علہ ایضاً جہاد باب من یخرج فی سبیل اللہ ص ۳۹۳۔ ایضاً جلد ثانی ذبائح، باب المسک ص ۸۳۰ مسلم جلد ثانی۔ امارۃ۔ باب فضل الجہاد ص ۱۳۳۔ ترمذی جلد اول فضائل جہاد باب ماجاء فی فضل من یکلم فی سبیل اللہ ص ۱۹۹۔ نسائی جلد ثانی جہاد باب من کلم فی سبیل اللہ ص ۵۹۔ نسائی جلد اول جنائز باب موالاۃ الشہید فی دمہ ص ۲۸۲۔ موطا امام مالک جہاد ص ۲۹۔ مسند امام احمد۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ

یہ فرماتے ہوئے سُنا ہم سب سے پچھلے سب سے سبقت لے جانے والے ہیں

وَبِاِسْنَادِهٖ قَالَ لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِيْ

اور اسی سند سے یہ فرمایا تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں جو بہتا نہ ہو

لیکن اس پر پوری پابندی نہیں۔ ص۱۱۱ پر بطریق زناد عن الاعرج یہی روایات ذکر کی ہیں مگر کسی میں یہ حصہ نہیں البتہ بطریق ھمام دو جگہ ہے دونوں جگہ نحن الاخرون السابقون بھی ہے۔

## یہ ایک طویل حدیث کا جز ہے

یہ ایک حدیث کا جز ہے جو کتاب الجمعہ کی پہلی حدیث ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ظہور میں سب سے آخر ہیں مگر بقیہ تمام باتوں میں سب امتوں سے آگے ہیں ہمارا فضل و شرف زائد تھوڑے اعمال پر ثواب سب سے زائد۔ قیامت کے دن سب سے پہلے ہمارا معاملہ فیصل ہوگا اور سب سے پہلے جنت میں جائیں گے۔

## ماءِ قلیل کا حکم

تھوڑے پانی میں نجاست پڑنے سے ناپاک ہوگا یا نہیں، یا ناپاک ہوگا تو کب ہوگا۔ یہ مسئلہ فقہ کے اہم ترین مسائل میں سے ہے۔ ہمیشہ معرکۃ الآرا رہا ہے اور اب غیر مقلدین کیوجہ سے یہ لڑائی جھگڑے کا سبب بن گیا ہے۔ غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ تھوڑے پانی میں اگر کوئی نجاست گر جائے اور نجاست کا کوئی اثر پانی میں ظاہر نہ ہو تو وہ پانی پاک ہے۔ مثلاً ایک لوٹے پانی میں ماشہ دو ماشہ پیشاب پڑ جائے تو وہ پاک ہے۔ اسے پیو اس سے کھانا پکاؤ، کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ ان کے نواب شوہر ریاست بھوپال نے طریقۂ محمدیہ[1] ص۶۷ پر لکھا ہے ان کے اشرار کا یہ حال ہے، جہاں ان کا بس چلتا ہے وہاں کنوؤں میں گوبر لاکر ڈال دیتے ہیں تاکہ احناف پریشان ہوں، یا تو یہی ناپاک پانی پئیں یا پھر اسے پاک کرنے کی وقت میں پڑیں یا کہیں اور سے پانی لائیں۔

اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ پانی کی تین قسمیں ہیں۔ اول، ماء جاری بہنے والا پانی جیسے دریا یا نہر کا پانی، یہ قلیل ہو یا کثیر اس میں نجاست اگر پڑے گی تو صرف اتنا ہی حصہ ناپاک ہوگا جتنے میں نجاست کا اثر ظاہر ہو۔ وہ بھی اس وقت تک جب تک وہ اثر باقی رہے پھر سب پاک، یہی حکم سمندر کا بھی ہے۔

دوم کنوئیں کا پانی۔ اس میں پانی جمع رہتا ہے جوں جوں خرچ ہوتا رہتا ہے نیچے سوتے سے آتا رہتا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ نجاست گرنے سے کنوئیں کا کل پانی ناپاک ہو جائے گا مگر کنوئیں میں موجود پانی نکال دینے سے کنواں پاک ہو جائے گا اسلئے کہ ناپاک پانی کی جگہ پاک پانی آگیا۔

سوم۔ تالاب حوض وغیرہ کا پانی۔ جو اپنی حد میں محدود رہتا ہے، اس میں سے نکلنے کے بعد اس کی جگہ دوسرا نہیں آتا۔ یہی دونوں قسم متنازع فیہ ہے۔ غیر مقلدین کے یہاں کنوئیں چھوٹے گڑھے بلکہ گھڑے لوٹے بلکہ گلاس بلکہ چلو میں کتنی ہی نجاست پڑ جائے

[1] اس کتاب پر غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی نے بھی مہر کی اور لکھا اس پر موحدین (غیر مقلدین) بے دھڑک عمل کریں۔

## لَا یَجْرِی ثُمَّ یَغْتَسِلُ فِیْہِ ع۵

ہرگز پیشاب نہ کرے پھر اس میں غسل کرے

وہ پاک ہی ہے جب تک کہ نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر پانی دو قلے یعنی پانچ مشک سے کم ہو تو ناپاک ہو جائے گا اگرچہ نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو، دو قلے یا اس سے زائد ہو تو ناپاک نہ ہوگا جب تک کہ اس میں نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو۔

ہمارا مسلک یہ ہے کہ اگر یہ پانی قلیل ہے تو نجاست گرتے ہی سب کا سب ناپاک۔ اس لئے کہ اس میں نجاست پڑتے ہی پھیل کر سب پانی میں مل جائے گی۔ اس لئے کہ پانی کی یہ خاصیت ہے کہ اس میں کچھ ڈالو تو وہ چیز بہت تیزی سے پانی میں تحلیل ہو کر پھیلنے لگتی ہے۔ اور اگر کثیر ہے تو جب تک نجاست کا کوئی اثر اس میں ظاہر نہ ہو وہ پانی پاک ہے۔ جتنی دور تک یا جتنی دیر نجاست کا اثر پانی میں ظاہر ہوگا پانی ناپاک رہے گا، قلیل و کثیر میں حد فاصل یہ ہے کہ پانی اگر کسی ایسے تالاب یا حوض میں ہو کہ اگر اس کے ایک طرف ہلایا جائے تو دوسرا کنارہ نہ ہلے تو کثیر ہے ورنہ قلیل۔ عوام کی آسانی کیلئے علماء نے اس کی مقدار دہ در دہ رکھی ہے۔

قلیل و کثیر میں تفریق خود احادیث سے ثابت ہے۔ اس کے قبل والے نمبر میں حدیث گذری کہ ایسے تالاب کے بارے میں جسمیں گدھا مرا پڑا تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کے پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کر سکتی اسکے بالمقابل یہ حدیث باب ہے کہ فرمایا ــــ رُکے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب مت کرو پھر اس میں نہاؤ۔ ترمذی اور نسائی میں ہے، پھر وضو کرو۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے پھر پیو۔

حدیث کا سیاق صاف صاف بتا رہا ہے۔ پیشاب کرنے سے ممانعت صرف اس وجہ سے ہے کہ پیشاب پڑنے سے وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور قابل غسل نہ رہے گا۔

اس پر امام غیر مقلدین ابن تیمیہ نے یہ کہا۔ یہ ممانعت اس لئے نہیں کہ پانی ناپاک ہو جائیگا بلکہ اس بنا پر ہے اگر مادر الکد میں لوگ پیشاب کرتے رہیں گے تو پھر اس میں پیشاب کا اثر ظاہر ہو جائے گا اور وہ پانی ناپاک ہو جائے گا۔

یہ ابن تیمیہ ہے جس کی تعریف سے غیر مقلدین تو غیر مقلدین دیوبندی بھی نہیں تھکتے۔ یہ حدیث کی حجامت بنانی ہے۔ خود راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث کا مطلب سمجھا ہے وہ ابن تیمیہ کا رد ہے۔

طحاوی میں ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی کسی تالاب پر گذرے تو کیا اس میں پیشاب کر سکتا ہے، فرمایا: نہیں، ہو سکتا ہے اس کے بعد کوئی اُس سے غسل کرے اور پیئے۔

---

ع۵ مسلم جلد اول طہارت باب النہی عن البول فی الماء الراکد ص۱۳۸، ابوداؤد جلد اول طہارت باب البول فی الماء الراکد ص۵، نسائی جلد اول طہارت باب الماء الدائم ص۲۱ ابن ماجہ طہارت، باب النہی عن البول فی الماء الراکد ص۲، دارمی، وضوء ۵۴ مسند امام احمد،

دوسری حدیث یہ ہے جو گذر چکی۔

اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیرقہ ویغسلہ سبع مرار۔ جب کتا تمہارے برتن میں منہ ڈالدے تو برتن میں جو کچھ ہو پھینک دو اور برتن کو سات بار دھولو۔

یہ حکم مطلق ہے کتے کے لعاب ظاہر ہونے یا نہ ہونے کی کوئی تخصیص نہیں اس لئے ثابت ہوگیا کہ کتے کے منہ ڈالنے سے برتن اور برتن میں جو کچھ ہے سب ناپاک۔

تیسری حدیث وہی ہے جو اس سے پہلے والے نمبر میں گذری کہ بطریق عبدالرزاق یہ زائد ہے

وان کان مائعا فلا تقربوہ اگر گھی پتلا ہو اور اس میں چوہا مرجائے تو اس کے قریب مت جانا

چوتھی حدیث یہ ہے جسے حضرت ابوہریرہ نے روایت کیا کہ فرمایا۔

لا یغتسل احدکم فی الماء الدائم وھو جنب رکے ہوئے پانی میں کوئی اس حال میں غسل نہ کرے جب کہ وہ جنبی ہو سننے والے نے پوچھا اے ابوہریرہ پھر وہ کیا کرے؟ فرمایا پانی لے کر باہر نہائے۔

فقال کیف یعمل یا ابا ھریرۃ قال یتناولہ تناولا[1]

جنابت کی حالت میں نہانے سے ممانعت اسی وجہ سے ہے کہ جنابت میں عموماً کپڑے اور جسم پر منی لگی رہتی ہے۔ جب رکے ہوئے پانی میں نہائے گا تو سب پانی ناپاک ہو جائے گا۔

پانچویں حدیث انھیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ یہ جلد اول میں گزر چکی ہے کہ

اذا استیقظ احدکم من نومہ فلیغسل یدہ قبل ان یدخلھا فی وضوئہ فان احدکم لا یدری این باتت یدہ۔ جب سو کر اٹھو تو وضو کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھوں کو دھولو۔ تم نہیں جانتے، رات ہاتھ کہاں رہا۔

یہ تمام احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ پانی میں اگر ناپاک چیز پڑ جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا اس میں نجاست کے اثر ظاہر ہونے نہ ہونے کی کوئی تخصیص نہیں۔ اب یہ احادیث پہلی حدیث کے معارض ہوئیں، ان میں تطبیق یہی ہے کہ پہلی قسم کی تمام احادیث ماء کثیر کے بارے میں ہے اور قسم ثانی کی احادیث ماء قلیل کے بارے میں۔

آجکل غیر مقلدین اپنے مدعی پر بیر بضاعہ والی حدیث پیش کرتے ہیں جو ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کیا ہم بیر بضاعہ سے وضو کر سکتے ہیں؟ یہ ایسا کنواں تھا جس میں حیض کے گندے کپڑے، مردار کتے اور گندگیاں پھینکی جاتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرے گی۔

پھر امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ بیر بضاعہ پر چادر پھینک کر ناپا تو اس کی چوڑائی چھ ہاتھ کی، اور میں نے محافظ سے پوچھا کہ اسکی عمارت

[1] مسلم جلد اول ص ۱۳۱،

## ت (۴۹) وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا رَاٰى فِيْ ثَوْبِهٖ دَمًا وَهُوَ يُصَلِّيْ وَضَعَهٗ

حضرت ابن عمرؓ اگر نماز کی حالت میں کپڑے پر خون دیکھ لیتے تو کپڑا رکھ دیتے

میں کچھ ردو بدل ہوا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ نہیں۔ ان سب تفصیل سے ظاہر ہے کہ بیر بضاعہ صرف چھ ہاتھ چوڑا تھا تو اسکا پانی ماء کثیر نہیں ہوسکتا۔ اس کا جواب امام طحاوی نے پورے شرح وبسط کے ساتھ دیا ہے۔ پہلا جواب یہ دیا۔

كانت طريقا للماء الى البساتين فكان الماء لايستقر فيها۔ قد حكى هذا عن الواقدي

بیر بضاعہ باغوں میں پانی لیجانے کی نہر تھی اس میں پانی ٹھہرتا نہیں تھا۔ یہ امام واقدی سے مروی ہے

یہاں قابل غور بات یہ ہے چھ ہاتھ چوڑے کنوئیں میں وہ سب گندگیاں جو مذکور ہوئیں تو بہت ہیں اگر صرف مردار کتا ایک طرف پھینک دیا جائے تو کیا اس مردار کی بدبو پانی میں نہیں آئے گی؟ پھر بھی احادیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیر بضاعہ کا پانی پیا اس سے وضو فرمایا اور صحابہ کو وضو کرنے کی اجازت دی۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ بیر بضاعہ کی حیثیت وہی تھی جو اب مدینہ طیبہ کی نہر زرقاء اور مکہ معظمہ کی نہر زبیدہ کی ہے کہ اندر اندر لمبی نہر ہے اور پانی لینے کے لئے جگہ جگہ کنوئیں بنا دیئے گئے ہیں ورنہ ان سب غلاظتوں کے ڈالے جانے کے بعد کنوئیں کے پاس کھڑا رہنا مشکل ہوتا۔ بات وہی تھی کہ چونکہ بیر بضاعہ زیر زمین ایک نہر تھی جس پر کنواں بنا دیا گیا تھا اس میں کچھ بھی ڈالا جاتا بہ جاتا۔ اس لئے اس کا پانی پاک تھا۔

امام واقدی پر جو جرحیں حضرات شوافع یا دوسرے اصحاب نے کی ہیں وہ ثابت نہیں۔ احناف کے نزدیک امام واقدی ثقہ ہیں۔ امام ابن ہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

قال فى الامام جمع شيخنا ابو الفتح الحافظ فى اول كتابه المغازى والسير من ضعفه و من وثقه ورجح توثيقه وذكر الاجوبة عما قيل فيه [1]

ہمارے شیخ ابوالفتح حافظ نے اپنی کتاب "المغازی والسیر" کے شروع میں سب کو جمع کر دیا ہے جنھوں نے انھیں ضعیف کہا اور جنھوں نے انکو ثقہ کہا ہے کو راجح بتایا اور امام واقدی کے بارے میں جو کچھ کہا گیا سب کے جوابات دیئے۔

### تشریحات (۴۹-۵۰) باب سے مطابقت

امام بخاری نے ان تعلیقوں پر یہ باب باندھا ہے۔

اذا القى على ظهر المصلى قذر او جيفة لم تفسد عليه صلوته۔ نمازی کی پیٹھ پر گندگی یا مردار ڈالا جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

یہاں ایک اشکال یہ ہے کہ ابواب طہارت میں سلسلہ وضو کا چل رہا تھا یہ بیچ میں کتاب الصلوۃ کا مسئلہ کیوں ذکر کر دیا۔ اس باب کا ابواب وضو سے کوئی تعلق نہیں۔ مناسبت پیدا کرنے کی لوگوں نے بہت کوشش کی ہے مگر سب بے سود۔

بات اصل یہ ہے کہ امام بخاری ترتیب کے ساتھ مسائل بیان کرنے کے بہت زیادہ پابند نہیں جو ان کی اس کتاب میں نظر کریگا اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی۔ کتاب الوضو کے ابواب پر نظر ڈالئے کتنے ابواب وضو کے علاوہ دوسروں کے آگئے ہیں

[1] فصل آثار۔ نول کشور ص ۴۵

وَمَضٰی فِی صَلٰوتِہٖ

اور نماز پوری کر لیتے

ت (۵۰) وَقَالَ اِبْنُ الْمُسَیَّبِ وَالشَّعْبِیُّ اِذَا صَلّٰی وَفِی ثَوْبِہٖ دَمٌ

ابن مسیب اور شعبی نے کہا جب نماز پڑھ لی اور اس کے کپڑے پر

اَوْجَنَابَۃٌ اَوْلِغَیْرِ الْقِبْلَۃِ اَوْتَیَمَّمَ فَصَلّٰی ثُمَّ اَدْرَکَ الْمَاءَ فِی وَقْتِہٖ

خون یا منی لگی تھی یا غیر قبلہ کو منہ تھا یا تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور وقت کے اندر اندر پانی مل گیا

لَایُعِیْدُ

تو نماز لوٹائے نہیں

مثلاً استنجا وغیرہ کے مسائل اسی طرح یہ بھی ایک باب ہے۔

ذکر یہ چل رہا تھا کہ پانی میں نجاست پڑنے سے کبھی پانی پر ناپاک ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے کبھی نہیں۔ یہ باب بھی کچھ اسی قسم کا ہے کہ بدن اور کپڑے پر نجاست لگی مگر بدن اور کپڑے کو ناپاک ہونے کا حکم نہیں دیا گیا۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نماز شروع کرتے وقت اگر کپڑے یا بدن پر نجاست لگی ہو اور اس کا علم ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی لیکن اگر درمیان نماز نجاست لگی یا مصلی کے علم میں آئی تو پھر دو صورت ہے، اگر نجاست اثنار نماز میں لگی تو نجاست لگنے سے پہلے جو پڑھی وہ ہوگئی۔ جب نجاست لگی فوراً فرض ہے کہ مصلی اسے دور کرے اور سابقہ نماز پر بنا کرے اگر مانع بنا کا ارتکاب نہ ہوا ہو تو۔ اور اگر نماز شروع کرنے سے پہلے نجاست لگی ہے اور اثنار نماز میں معلوم ہوا کہ کپڑے میں نجاست لگی ہے تو فرض ہے نماز کو نئے سرے سے پڑھے۔ اور اثر ابن عمر اسی پر محمول ہے کہ وہ نجاست اثنار نماز میں لگی تھی، اس لئے کہ ایسے جلیل القدر صحابی سے مستبعد ہے کہ اتنے بے پرواہ ہوں کہ کپڑے میں نجاست لگ جائے اور انھیں خبر نہ ہو، حتی کہ نماز شروع کر دیں۔

## باب کی غایت

اس باب سے امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر اثنار نماز میں نمازی کے بدن پر یا کپڑے پر نجاست پڑ جائے تو نماز نہ توڑے بدستور پڑھتا رہے نماز صحیح ہوگی۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اس پر امام بخاری نے پہلی دلیل اثر ابن عمر پیش کی ہے۔ کہ وہ نماز کی حالت میں کپڑے پر نجاست دیکھتے تو اسے اتار کر رکھ دیتے اور نماز پوری کر لیتے۔

اس اثر سے باب ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ امام بخاری نجاست سے آلودہ ہونے کے باوجود نماز جاری رکھنے کو کہتے ہیں، اور حضرت ابن عمر کا یہ عمل تھا کہ وہ نجاست لگتے ہی کپڑے کو اتار دیتے یا فوراً دھو کر نماز پڑھتے۔ جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں مفصل ہے۔

انہ کان اذا کان فی الصلوۃ فرای فی ثوبہ دما حضرت ابن عمر اگر نماز کی حالت میں کپڑے پر خون دیکھتے اور

## (۱۷۵) حدیث طرح الاشقیاء الجیفۃ علی ظھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اِنَّ عَبْدَ اللّٰہِ حَدَّثَہٗ قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فاستطاع ان یضعہ وضعہ وان لم یستطع خرج فغسلہ ثم جاء یبنی علی ماکان صلی [1]

اسے اتار سکتے تو فوراً اتار دیتے اور اگر اسے اتارنے پر قادر نہ ہوتے تو دھوتے پھر آکر پہلے پڑھی ہوئی نماز پر بنا کرتے۔

باب کا مقصد تو یہ تھا کہ جیسے ابتداء نماز میں کپڑے اور بدن کا نجاست سے پاک رہنا ضروری ہے اسی طرح اثناء نماز میں ضروری نہیں۔ اثناء نماز میں اگر نمازی کے بدن یا کپڑے کو نجاست لگ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ بدن اور کپڑے کو ابھی پاک کرنے کی ضرورت نہیں۔

اور اثر ابن عمر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر اثناء نماز میں کپڑے کو نجاست لگ جائے تو فوراً پاک کرے یا کپڑا اتار دے ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز نہ پڑھے۔ امام بخاری نے باب پر دوسری دلیل حضرت سعید بن مسیب اور حضرت شعبی کا یہ فتوی نقل فرمایا:۔

جب کوئی ایسی حالت میں نماز پڑھے کہ اس کے کپڑے پر خون یا منی ہو یا اس کا رُخ قبلے کے علاوہ اور کسی طرف ہو یا تیمم سے نماز پڑھی پھر وقت کے اندر اندر پانی مل گیا تو نماز نہ لوٹائے۔

امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ابتداء نماز میں اگر کوئی نجاست لگی یا غیر قبلہ کی طرف منہ ہو تو نماز نہیں ہوگی۔ اگر مصلی کے علم میں یہ بات ہے جب اس پر اتفاق ہے۔ اس لئے ان دونوں حضرات کے فرمانے کا مطلب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ابتدائی میں یہ صورت تھی اور مصلی جانتا تھا، لامحالہ ان حضرات کے فتوی کا مطلب یہی ہوگا کہ اثناء نماز میں کوئی نجاست لگی اور نمازی کے علم میں آئی یا ابتداء میں لگی تھی نمازی اس پر مطلع نہ تھا، اثناء نماز میں مطلع ہوا۔ تو نماز ہوگئی لیکن یہاں دو معروضے ہیں، ایک یہ کہ ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ خون اور منی کو پاک مانتے ہوں دوسرا یہ کہ ہوسکتا ہے خون اور منی قدر درہم سے کم اتنی ہو جو معاف ہے۔ تو ابتداء ہی سے اگر کپڑے میں خون اور منی لگی ہو تو کیا حرج ہے۔ رہ گیا غیر قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز کا مسئلہ تو اس سے کسے انکار ہے۔ تحری کے بعد جس رُخ نماز پڑھے گا ہو جائے گی، اگرچہ وہ واقع میں جہت قبلہ نہ ہو اسلئے کہ تحری کے بعد جہت تحری ہی جہت قبلہ ہے۔ اس مسئلے کا باب سے کیا علاقہ، اسی طرح تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر پانی ملا تو نماز کے اعادہ کی حاجت نہیں۔ اسے بھی باب سے کوئی تعلق نہیں مگر چونکہ یہ سب ایک ارشاد تھے اسلئے ان سب کو ذکر فرمادیا۔

### تشریحات (۱۷۵)

### حضرت سیدہ فاطمہؓ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ چہیتی اور پیاری صاحبزادی ہیں جنھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بضعۃ منی فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا:

فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ [2] فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

---

[1] عینی جلد ثالث ص ۱۷۰، [2] بخاری جلد اول المناقب باب ذکر فاطمۃ ص ۵۳۱ مسند امام احمد

كَانَ يُصَلِّي عِنْدَ الْبَيْتِ وَاَبُوْجَهْلٍ وَّاَصْحَابٌ لَّهٗ جُلُوْسٌ اِذْ قَالَ

بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے ابوجہل اور اس کے کچھ ساتھی بھی بیٹھے

بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اَيُّكُمْ يَجِيْئُ بِسَلَا جَزُوْرِ بَنِيْ فُلَانٍ فَيَضَعُهٗ

ہوئے تھے کہ انھوں نے آپس میں یہ کہا کہ تم میں کون ہے کہ جو فلاں قبیلے میں اونٹنی ذبح ہوئی ہے

علمائے اہلسنت میں ایک گروہ اس کا قائل ہے کہ یہ مطلقاً دنیا کی تمام عورتوں سے افضل ہیں، انکی دلیل یہی حدیث ہے۔ اس پر بقدر ضرورت پہلے حصے میں بحث گذر چکی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں یہ سب سے چھوٹی تھیں۔ بعثت کے پانچ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ ایک قول یہ ہے کہ سن بعثت میں بعثت کے بعد پیدا ہوئیں مگر یہ صحیح نہیں۔ صحیح وہی قول اول ہے۔

۲ھ میں غزوہ بدر کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکا عقد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیا۔ ماہ رمضان میں عقد ہوا اور ماہ ذوالحجہ میں رخصتی ہوئی چار سو مثقال چاندی مہر مقرر ہوا[1]۔ ان ایام کی عادت کے مطابق مہر معجل یعنی پیشگی مہر کی ادائیگی میں حضرت علی نے وہ زرہ پیش کی جو غزوہ بدر میں ان کو ملی تھی[2] چار سو مثقال چاندی انگریزوں کے زمانے میں جو چاندی کا روپیہ چلتا تھا اس سے ایک سو ساٹھ روپے[3] بھر ہوتی ہے۔

حضرت سیدہ کے بطن سے تین صاحبزادے امام حسن، امام حسین، محسن ہوئے۔ محسن صغر سن میں وصال کر گئے تھے۔ صاحبزادیاں حضرت زینب، ام کلثوم، رقیہ ہیں[4]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد ۳ رمضان شریف سہ شنبہ کی رات میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں رات ہی میں حسب وصیت دفن ہوئیں۔ حضرت علی ہی نے غسل بھی دیا اور نماز جنازہ بھی پڑھائی۔ صحیح یہی ہے[5] کہ مزار پاک قبہ عباس میں ہے جہاں دیگر اہل بیت کرام کے مزارات ہیں۔

ان سے اٹھارہ حدیثیں مروی ہیں، صحیحین میں ایک ہے۔ ان سے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی ایک حدیث روایت کی ہے[6] وصال کے وقت عمر مبارک کیا تھی اس میں مختلف اقوال ہیں۔ صاحب اکمال نے اٹھائیس لکھا ہے، علامہ عینی نے لکھا ہے کہ واقعہ احد کے بعد شادی ہوئی اور شادی کے وقت عمر مبارک پندرہ سال پانچ ماہ کی تھی۔ غزوہ احد ۳ سنہ کے شوال میں ہوا، اس حساب سے وصال کے وقت عمر مبارک زیادہ سے زیادہ تیئیس سال کی تھی۔

ولادت مبارکہ کے سلسلے میں سب سے مشہور روایت وہ ہے جو ابن جوزی نے لکھا ہے یعنی بعثت سے پانچ سال پہلے، اسطرح نکاح کے وقت عمر مبارک اٹھارہ سال تھی۔ یہی اصابہ وغیرہ میں ہے۔ اس تقدیر پر اکمال کی یہ بات درست ہے کہ وصال کیوقت عمر مبارک اٹھائیس سال تھی۔

---

[1] فتاوی رضویہ جلد پنجم ص ۸ - ۳۱۳ [2] مدارج النبوۃ نولکشور جلد دوم ص ۱۰۵ [3] فتاوی رضویہ ص ۸ - ۳۱۳ [4] اکمال
[5] مدارج جلد دوم ص ۵۹۱ - [6] عینی جلد ثالث ص ۱۷۴

عَلٰى ظَهْرِ مُحَمَّدٍ اِذَا سَجَدَ، فَانْبَعَثَ اَشْقَى الْقَوْمِ فَجَاءَ بِهٖ فَنَظَرَ حَتّٰى اِذَا سَجَدَ

اس کی بچہ دانی اٹھا لائے اور محمد جب سجدہ کریں تو ان کی پیٹھ پر رکھ دے۔ یہ سنکر ان میں جو سب سے زیادہ بدبخت

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَهٗ عَلٰى ظَهْرِهٖ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَاَنَا

تھا اٹھا اور اسے لایا۔ لاکر انتظار کرتا رہا جب حضور نے سجدہ کیا تو اسے حضور کی پیٹھ پر دونوں شانوں کے

**تکمیل** کتاب الجہاد میں یہ زائد ہے کہ حضور کعبے کے سائے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ صلوۃ میں یہ زائد ہے کہ ان میں سے جس نے یہ گندگی لانے کی بات کہی تھی اس نے یہ کہا تھا کہ "اس ریاکار کو دیکھو" مسلم میں ہے کہ یہ کہنے والا ابوجہل ہے۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ کل فلاں قبیلے میں اونٹ ذبح ہوا ہے، صلوۃ میں ہے کوئی جائے اور اس کی لید اور خون اور بچہ دانی لائے۔

اشقی قوم سے مراد عقبہ بن ابی معیط ہے۔ یہاں یمیل بعضھم علی بعض ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ ایک دوسرے پر حوالہ کرنے لگے۔ مگر یہ معنی غیر مناسب ہے۔ موزوں معنی یہ ہے کہ اس بدتمیزی سے ہنس رہے تھے، کہ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ جیسا کہ کتاب الصلوۃ میں ہے حتی مال بعضھم علی بعض۔ اسی میں ہے کہ کسی نے جاکر حضرت سیدہ کو خبر دی یہ بہت چھوٹی بچی تھیں دوڑتی ہوئی آئیں۔ اور ان اشرار کو گالی دینے لگیں، عام روایتوں میں ہے اللھم علیك بابی جھل یا بابی جھل بن ھشام مگر صلوقیں اس کے نام کے ساتھ عمرو بن ہشام ہے خادم کے نزدیک یہی روایت راجح ہے اس لئے کہ اس وقت ابوجہل کے نام کی شہرت اتنی نہ تھی بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک اس کی یہ کنیت نہ رکھی گئی ہو۔

یہ ساتواں جس کا نام راوی یاد نہ رکھ سکے عمارہ بن ولید بن مغیرہ ہے۔ یہ بدر میں نہیں مارا گیا بلکہ یہ حبشہ گیا وہاں ایک عورت سے چھیڑ خانی کی اس کی سزا میں نجاشی نے ایک سامر کو حکم دیا کہ اس کے اجلیل میں نشتر چبھو نکدے۔ اس نے ایسا ہی کیا جس کے اثر سے وحشی ہو گیا اور چوپایوں کے ساتھ رہنے لگا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں مرا۔ اسی طرح عقبہ بن ابی معیط بھی میدان جنگ میں نہیں مارا گیا اور نہ قلیب بدر میں ڈالا گیا۔ یہ بدر میں گرفتار ہوا اور مدینہ طیبہ واپس لاتے ہوئے روحا کے قریب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دنیا کے سب سے بڑے بدبخت انسان کا۔ قتل کیا۔ عرق الظبیہ میں قتل کیا گیا مدینہ طیبہ سے تین میل پہلے بقیہ پانچ میدان بدر میں مارے گئے ان میں سے چار کی لاشیں قلیب بدر میں ڈالی گئیں۔ امیہ بن خلف مارا تو یہیں گیا مگر جب اسکو گھسیٹنے لگے کہ قلیب بدر میں ڈالیں تو اس کے اعضا جوڑ سے اکھڑ گئے اس لئے اس کو وہیں مٹی میں دبا دیا گیا۔ حضرت ابن مسعود کا ارشاد میں نے ان کو بدر کے کنوئیں میں پڑا ہوا پایا باعتبار اغلب واکثر کے ہے۔

فلم یحفظه کے قائل ابو اسحق ہیں جیسا کہ بخاری کتاب الجہاد میں اور مسلم میں بطریق سفیان ثوری تصریح ہے۔

**باب سے مطابقت** امام بخاری کا استدلال یہ ہے۔ نماز کی حالت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر نجاست ڈالی گئی اس سے جسم نہیں تو کپڑے ضرور آلودہ ہوئے ہوں گے یا نہیں تو کم از کم جسم پر نماز کی حالت میں نجاست رکھی رہی مگر حضور نماز پڑھتے رہے۔ نماز کی حالت میں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ بیٹھ پر کیا رکھا ہے مگر فراغت کے بعد تو معلوم ہوا پھر اعادہ

www.sirat-e-mustaqeem.net

اَنْظُرُ لَا اُغْنِیْ شَیْئًا لَوْ کَانَتْ لِیْ مَنَعَۃٌ قَالَ فَجَعَلُوْا یَضْحَکُوْنَ وَیُحِیْلُ

درمیان رکھدیا عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں میں دیکھ رہا تھا مگر کچھ کر نہیں سکتا تھا کاشکہ مجھے قوت ہوتی

بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اس پر وہ خبیث ہنسنے لگے اس طرح کہ ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے اور رسول اللہ

کیوں نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کی حالت میں اگر بدن یا کپڑے پر نجاست لگ جائے تو نماز میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔

احناف و شوافع کی طرف سے اس کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں جن میں سے لائق ذکر تین ہیں۔

(۱) علامہ ابن حجر نے فتح الباری[1] تفسیر سورہ مدثر میں ابن المنذر سے نقل کیا ہے کہ یہ واقعہ آیت کریمہ وثیابک فطھر اور اپنے کپڑے کو پاک کرو کے نزول سے پہلے کا ہے۔ اس واقعہ کے وقت نماز کے لئے کپڑوں کو پاک رکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اب امام بخاری کے استدلال کی ساری عمارت ڈھ گئی۔ اس کے بعد کسی جواب کی حاجت نہیں مگر ہم ناظرین کی دلچسپی کے لئے دو مزید نقل کئے دیتے ہیں۔

(۲) ہوسکتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کا اعادہ فرمایا ہو اگرچہ فوراً نہیں فرمایا، عدم نقل، نقل عدم نہیں۔ اس لئے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور نے اعادہ نہ فرمایا ہو۔

(۳) ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ اس وقت تک مشرکین کے ذبیحے کے احکام نہیں نازل ہوئے تھے اس لئے اس سلا (بچہ دانی) پر نجاست کا حکم درست نہیں مگر اس جواب میں یہ سقم ہے کہ ابھی گذرا کہ کتاب الصلوۃ کی روایت میں یہ ہے۔

فلیعمد الی فرثھا ودمھا وسلاھا اس کی لید اور اس کے خون اور اس کی بچہ دانی اٹھا لائے۔

خون اور لید تو بہر حال ناپاک ہیں اس لئے یہ جواب لائق توجہ نہیں۔

سلا کا ترجمہ کچھ لوگوں نے اوجھڑی کیا ہے، یہ غلط ہے، علامہ عینی نے لکھا ہے کہ سلا اس کھال یا جھلی کو کہتے ہیں جسمیں بچہ رہتا ہے اصمعی نے کہا یہ جانوروں کی بچہ دانی کے ساتھ خاص ہے۔ ہاں ہوسکتا ہے کتاب الصلوۃ والی روایت کی بنا پر کسی نے لازم معنی کا لحاظ کرکے اوجھڑی کر دیا ہو جسمیں لید اور بچہ دانی بھی ہوتی ہے۔

ایضاح البخاری میں ۔ علی ظھرہ کا ترجمہ ان کی کمر کیا ہے یہ غلط ہے، ظھر کے معنی پیٹھ کے ہیں۔ ان بزرگ کو آگے کتفیہ بین بھی نظر نہ آیا، کیا دونوں شانوں کے بیچ میں کمر ہوتی ہے؟

**مسائل** (۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ معظمہ کی عظمت مشرکین کے دلوں میں بھی اتنی تھی کہ ان کا اعتقاد تھا کہ یہاں دعا ضرور قبول ہوتی ہے (۲) تین بار دعا کی تکرار دعا کے مقبول ہونے میں موثر ہے اور یہ مستحب بھی ہے (۳) ظالم کے لئے بد عا کرنا جائز ہے بعض علماء نے لکھا کہ اگر مسلمان ہے تو اس کی ہدایت و توفیق توبہ کی دعا کرنی چاہئے اور اس کے لئے استغفار کرنا چاہئے (۴) کسی برائی

[1] جلد ثامن ص ۴۸۰

سَاجِدٌ لَّا يَرْفَعُ رَاسَهٗ حَتّٰى جَاءَتْهُ فَاطِمَةُ فَطَرَحَتْ عَنْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدے ہی کی حالت میں رہے اپنا سر نہیں اٹھایا یہاں تک کہ حضرت سیدہ فاطمہ آئیں

ظَهْرِهٖ فَرَفَعَ رَاسَهٗ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثَلَاثَ

اور اس گندگی کو حضور کی پشت مبارک سے ہٹایا تو حضور نے اپنا سر اٹھایا پھر بددعا کی۔ اے اللہ قریش کو اپنی گرفت

مَرَّاتٍ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ اِذْ دَعَا عَلَيْهِمْ قَالَ وَكَانُوْا يَرَوْنَ

میں لے۔ تین بار۔ جب حضور نے ان پر بددعا کی تو یہ ان پر شاق ہوا، ان کا اعتقاد یہ تھا کہ اس شہر میں دعا ضرور

اِنَّ الدَّعْوَةَ فِيْ ذٰلِكَ الْبَلَدِ مُسْتَجَابَةٌ ثُمَّ سَمّٰى اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِاَبِيْ

قبول ہوتی ہے۔ پھر نام لے لے کر ہلاکت کی دعا فرمائی اے اللہ ابوجہل کو اور عتبہ بن

جَهْلٍ وَعَلَيْكَ بِعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ

ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ کو اور ولید بن

عُتْبَةَ وَاُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَعُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ وَعَدَّ السَّابِعَ فَلَمْ

عتبہ کو اور امیہ بن خلف کو اور عقبہ بن ابی معیط کو ہلاک کر اور ساتویں کو بھی گنا مگر

کا ارتکاب کرنے والا برائی کی ترغیب دینے والے سے زیادہ بدتر ہے، ان سب میں کفر، سرکشی اور تمرد میں ابوجہل سب سے زیادہ بڑھا ہوا تھا اور اسی نے اس پر اکسایا تھا مگر پھر بھی اشقی عقبہ بن ابی معیط کو کہا گیا۔ (۵) اس حدیث میں ہے ورسول اللہ ساجد لا یرفع راسہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدے میں رہے سر اقدس نہیں اٹھایا اس پر عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ بوجھ اتنا زیادہ تھا کہ حضور سر اقدس اٹھا نہیں سکتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ واقعہ یہی ہو مگر امیر ذوق یہ کہتا ہے کہ یہ بوجھ جب اتنا تھا کہ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صغیر السن بچی ہوتے ہوئے اسے گرا دیا جبکہ حضرت سیدہ کی عمر مبارک اس وقت مشکل سے آٹھ سال رہی ہوگی، تو یہ بوجھ اتنا نہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر سر اٹھانا چاہتے تو اٹھا سکتے تھے۔ سر اقدس سجدے سے نہ اٹھانا اس لئے نہ تھا کہ بوجھ زیادہ تھا بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ چاہا کہ اسی خاص حالت عبودیت میں جو ظلم ہوا ہے اسے دیر تک اس بے نیاز کے حضور پیش کئے رہوں تاکہ اسکی رحمت کی توجہ بیش از بیش ہو۔ جیسا کہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش مبارک کے بارے میں فرمایا۔ صفیہ کے دکھ کا خیال نہ ہوتا تو حمزہ کی لاش بغیر دفن چھوڑ دیتا کہ درندے کھاتے اور قیامت کے دن ان کا حشر درندوں کے پیٹوں سے ہوتا، یا جیسا کہ بیر معونہ کے واقعے میں حرام بن ملحان بہتے ہوئے خون کو اپنے چہرے پر ملتے جاتے اور کہتے جاتے فُزْتُ وَرَبِّ الکعبۃ کامیاب ہو گیا رب کعبہ کی قسم۔ بات وہی ہے ع

"تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیست"

يَحْفَظْهُ قَالَ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَقَدْ رَأَيْتُ الَّذِيْنَ عَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ

مجھے یاد نہ رہا عبداللہ بن مسعود نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَرْعٰى فِي الْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ ۔ع

جنھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گنا تھا سب کو بدر کے کنوئیں میں پڑا ہوا پایا

(۵۱) ت ۔ كَرِهَهُ الْحَسَنُ ۔ع وَ اَبُو الْعَالِيَةِ ۔ للعہ

نبیذ سے وضو کرنے کو حضرت حسن بصری اور ابو العالیہ نے مکروہ جانا

حدیث میں فرمایا گیا۔ بندہ سب سے زیادہ اپنے رب کے قریب اسوقت ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہوتا ہے گویا کہ زبان حال سے یہ استدعا کر رہے ہیں۔ حضور قدس میں قرب خاص کے وقت دشمنوں کی یہ حرکت صرف میری ہی نہیں تیری بارگاہ قدس کی بھی اہانت ہے، اختیار تجھے ہے۔ اپنے بارگاہ قدس کی تحقیر کرنے والوں کو ڈھیل دے یا سزا دے۔ کیا اس جبار و قہار غیور۔ کے جلال کو جوش میں لانے کا اس سے بھی عمدہ کوئی طریقہ ہوسکتا ہے۔

**تشریحات (۵۱) امام حسن بصری** تابعین کرام کے صف اول میں سے ہیں۔ نام گرامی حسن ہے اور کنیت ابو سعید، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخیر دور خلافت میں پیدا ہوئے جبکہ دو سال رہ گئے تھے۔ پیدائش کے بعد انھیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لایا گیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکی تحنیک کی یعنی کھجور چبا کر اپنا تبرک ان کے تالو میں لگایا۔ ان کے لئے دعا بھی کی اللھم فقھہ فی الدین ووجھہ فی الناس (اے اللہ انھیں فقیہہ بنا اور لوگوں میں انھیں وجاہت عطا فرما۔) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ اور بھی صحابہ کرام کی خدمت میں ان کی والدہ لے جاتیں اور سب دعا سے نوازتے۔ انھوں نے ایک سو تیس صحابہ کی زیارت کی۔ خود فرماتے ہیں، میں نے خراسان کا جہاد کیا تو ہمارے ساتھ ایکسو تیس صحابہ کرام تھے۔

ان کے والد کا نام یسار اور کنیت ابو الحسن تھی یہ حضرت زید بن ثابت کے غلام تھے۔ حضرت حسن کی والدہ ماجدہ حضرت ام سلمہ کی باندی تھیں۔ ان کی والدہ انھیں چھوڑ کر کہیں کسی کام کے لئے چلی جاتیں اور یہ رونے لگتے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی چھاتی ان کے منہ میں دیدیتیں۔ حضرت ام المومنین کی کرامت کہ دودھ اتر آتا اور یہ خوب پیتے۔ ان کو جو علوم

---

ع۔ ایضا جلد اول الصلوۃ۔ باب المرأۃ تطرح عن المصلی شیئا من الاذی ص ۷۴، ایضا جلد اول جہاد باب طرح جیف المشرکین فی البیر ص ۴۵۲، ایضا جلد اول جہاد باب الدعاء علی المشرکین بالھزیمۃ والزلزلۃ ص ۴۱۱ ایضا جلد اول مناقب باب ذکر ما لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ من المشرکین ص ۵۴۳ ایضا جلد ثانی مغازی باب دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی کفار قریش ص ۵۶۴۔ مسلم جلد ثانی جہاد ما لقی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اذی المشرکین ص ۱۰۸ نسائی جلد اول۔ طہارت باب فرث ما یوکل لحمہ یصیب الثوب ص ۵۸ مسند امام احمد۔

ع۔ مصنف عبدالرزاق، وابو عبید، للعہ دارقطنی، ابن ابی شیبہ و ابو عبید

اور معارف ملے یہ سب اسی متبرک دودھ کا اثر ہے۔

حضرت حسن کی جلالت شان کا عالم یہ ہے۔ ایک بار کسی نے حضرت انس سے کچھ پوچھا تو فرمایا مولانا حسن سے پوچھو انھوں نے بھی سُنا اور ہم نے بھی سُنا۔ انھوں نے یاد رکھا، ہم بھول گئے، ایک بار فرمایا، مجھے بصرے والوں میں ان دو شخصوں پر رشک آتا ہے، حسن اور ابن سیرین پر، قتادہ نے کہا، میں جس فقیہہ سے ملا حسن اس سے افضل ہے۔

باہیبت، خوبصورت، وجیہہ بزرگ تھے، علم و عمل کے جامع، زبردست عابد و زاہد، مقبول خاص و عام، سلاسل اولیاء کرام کے امام، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد بصرہ جاکر آباد ہو گئے، مدۃ العمر وہیں رہے۔ وہیں واصل بحق ہوئے۔ مدینہ طیبہ کے ایام قیام میں صحابہ کرام خصوصاً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علوم ظاہری و باطنی حاصل فرمائے۔ مدینہ سے جانے کے بعد پھر حضرت علی کی زیارت نہ کر سکے۔ بماہ رجب ۱۱۰ھ میں وصال فرمایا[1]

**ابو العالیہ** رفیع بن مہران ریاحی، اجلہ تابعین میں سے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی زیارت کی ہے۔ تین بار قرآن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنایا تھا، جاہلیت کا بھی کچھ زمانہ پایا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے دو سال بعد ایمان سے مشرف ہوئے ۹۰ھ میں وصال ہوا۔

امام بخاری نے یہاں باب یہ باندھا ہے۔

**لایجوز الوضوء بالنبیذ وبالمسکر** نبیذ اور مسکر (نشہ آور) چیز سے وضو جائز نہیں۔

عرب کا پانی عموماً شور ہوتا تھا، اس کی شوریت ختم کرنے کے لئے پانی میں چھوہارے ڈال دیتے تھے کہ پانی میں کچھ مٹھاس آجائے۔ کبھی کبھی چھوہارے کئی دن رہ جاتے تو پانی میں جوش پیدا ہو جاتا نشہ آجاتا، کبھی چھوہارے زیادہ ڈال دیتے تو پانی گاڑھا بھی ہو جاتا۔ مختلف فیہ نبیذ کی پہلی قسم ہے، چھوہاروں کی وجہ سے جس کا نہ پتلاپن ختم ہو نہ اس میں جوش آئے نہ نشہ پیدا ہو۔ رہ گئی نشہ آور چیز خواہ وہ نبیذ ہو خواہ کچھ اور، اس سے وضو دیگر علماء کی طرح ہمارے یہاں بھی درست نہیں۔ امام بخاری کا غالباً مسلک یہ ہے کہ اس نبیذ سے بھی وضو جائز نہیں جسکی نہ رقت گئی ہو نہ نشہ آیا ہو۔ امام بخاری نے اپنے مدعا پر پہلے حضرت امام حسن بصری اور ابو العالیہ کا یہ فتویٰ پیش کیا کہ ان دونوں بزرگوں نے نبیذ سے وضو کو مکروہ جانا۔ اس پر تین معروضے ہیں:

(۱) اس کراہت سے کراہت تحریم مراد ہے یا کراہیت تنزیہہ۔ اگر تنزیہہ ہے تو یہ جواز کے معارض نہیں۔ اسے لایجوز کی دلیل بنانا درست نہیں، اور اگر کراہت تحریم مراد ہے تو یہ حضرت امام حسن بصری کے اس ارشاد سے باطل ہے جو ابو عبید نے نقل کیا ہے کہ حضرت حسن بصری نے فرمایا۔ نبیذ سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

رہ گئے حضرت ابو العالیہ تو ان سے وضو کے بارے میں کوئی روایت ہمیں نہیں ملی۔ ان سے جو روایت ہے وہ غسل کے بارے میں ہے۔ جیسا کہ دار قطنی اور ابن ابی شیبہ نے ان سے نقل کیا ہے۔ ایسی نبیذ سے غسل جائز ہے کہ نہیں، یہ خود احناف کے یہاں مختلف فیہ ہے۔ راجح یہی ہے کہ غسل درست نہیں اس لئے کہ وضو کا جواز خلاف قیاس حدیث کیوجہ سے ہے، جب یہ

[1] یہ ساری تفصیلات اکمال اور بدایہ نہایہ جلد تاسع سے لی گئی ہیں۔

ت (۵۲) قَالَ عَطَاءٌ اَلتَّیَمُّمُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الْوُضُوْءِ بِالنَّبِیْذِ

حضرت عطار نے کہا کہ نبیذ اور دودھ سے وضو کرنے کے

وَاللَّبَنِ

بہ نسبت تیمم مجھے زیادہ پسند ہے۔

وضو کے بارے میں نہیں، تو اسے وضو کے عدم جواز کی دلیل میں پیش کرنا لاحاصل۔

(۲) اور پھر یہاں بھی یہ احتمال باقی کہ کراہت سے مراد کراہت تنزیہہ ہو۔

(۳) حدیث کے مقابلے میں تابعی کا قول لائق ترجیح نہیں۔ امام بخاری خود احادیث کے خلاف اقوال رجال پر فتویٰ دیتے ہیں اور ان کے مقلدین یہ الزام ہم کو دیتے ہیں۔ تابعین کے بارے میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد مشہور ہے اور مقدمہ میں گذر چکا۔ ھم رجال ونحن رجال۔

**تشریحات (۵۲)** **عطاء بن ابی رباح** کبار تابعین میں سے ایک ہیں، ان کی جلالت شان مسلم عند الکل ہے، دو سو صحابہ کا زمانہ پایا، اتنے جلیل القدر امام کہ سیدنا امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اب مسائل حج کا جاننے والا ان سے زیادہ کوئی نہ رہا۔ نیز فرمایا، ان سے زیادہ فقیہہ کوئی نہیں، ایام حج میں اموی شہنشاہوں کی طرف سے یہ اعلان عام ہو جاتا کہ سوائے عطار کے کوئی مسائل حج نہ بتائے، ان سب کے علاوہ اتنے بڑے عابد تھے کہ بیس سال تک مسجد میں معتکف رہے۔ ستر حج اور ستو عمرے کئے۔ جلالت شان یہ اور خدا کی شان بے نیازی کہ چونکہ حبشی النسل تھے اس لئے رنگ سیاہ اور بال الجھے ہوئے تھے، ناک چپٹی تھی، ایک آنکھ کی بینائی نہیں تھی، اخیر عمر میں دوسری آنکھ کی بھی بینائی جاتی رہی، ہاتھ شل تھا لنگڑے بھی تھے، مگر علم وفضل کا عالم یہ تھا کہ بڑے بڑے ائمہ زانوئے ادب تہ کرنا باعث فخر جانتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جہاں مسجد حرام میں درس دیتے تھے، ان کے بعد ان کی جگہ یہ بیٹھے۔

**مطابقت** احب الی۔ زیادہ پسند ہے۔ کا لفظ بتا رہا ہے۔ حضرت عطار نبیذ اور دودھ سے وضو کرنے کو پسند کرتے ہیں مگر کم۔ اور ابو داؤد میں ہے کہ امام عطار نے فرمایا میں نبیذ اور دودھ سے وضو ناپسند کرتا ہوں اس سے زیادہ مجھے تیمم پسند ہے۔ دونوں کا مفاد یہ نکلا کہ حضرت عطار نبیذ اور دودھ سے وضو کو جائز جانتے ہیں۔ البتہ کم پسند ہے یا زیادہ سے زیادہ ناپسند کرتے تھے۔ امام بخاری نے یہاں باب کا جو عنوان رکھا ہے وہ یہ ہے:

**لایجوز الوضوء بالنبیذ ولا بالمسکر** نبیذ اور نشہ آور چیز سے وضو جائز نہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ تعلیق امام بخاری کے اس باب کا رد ہے۔

اس سلسلے میں احناف کا مسلک یہ ہے۔ دودھ سے وضو قطعاً جائز نہیں، اس پر اجماع ہے۔ احناف ہی نہیں پوری امت کا یہی مسلک ہے۔ رہ گئی نبیذ تو احناف کے یہاں تفصیل ہے۔

عرب کا پانی عموماً کھاری ہوتا ہے پانی میں چند کھجوریں ڈال دیتے کہ پانی میں کچھ مٹھاس آجائے، یہی نبیذ ہے ــــ

نبیذ جب تک میٹھی اور اتنی پتلی ہو کہ اعضاء پر پانی کی طرح بہے تو اس سے وضو جائز ہے۔ اور اگر گاڑھی ہو گئی یا جوش آگیا یا اس میں نشہ آگیا تو ایسی نبیذ سے ہرگز ہرگز وضو جائز نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر پانی نہ ہو تو ایسی نبیذ کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں۔ ہماری دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے انھوں نے فرمایا:۔

قال له النبی صلی الله تعالی علیه وسلم لیلة الجن ما فی اداوتك قال نبیذ قال تمرة طیبة وماء طهور[1] قال فتوضا منه۔

ان سے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لیلۃ الجن میں فرمایا، تیرے برتن میں کیا ہے، انھوں نے عرض کیا نبیذ ہے۔ فرمایا کھجور بھی پاک ہے اور پانی بھی پاک ہے، ابن مسعود نے کہا کہ پھر حضور نے اس سے وضو فرمایا۔

ترمذی میں فتوضا منه اور مصنف ابن ابی شیبہ[2] میں واقام الصلوٰۃ زائد ہے۔

اس حدیث کی ایک طرف سے احناف کے مہربانوں نے تضعیف کی۔ اس کے بالمقابل علماء احناف نے اس حدیث کی تصحیح کو دلائل سے ثابت کر دیا ہے تفصیل کے لئے عینی کا یہ مقام اور طحاوی کی شرح معانی الآثار کا مطالعہ کریں۔ مثلاً امام ترمذی نے کہا کہ اس حدیث کا ایک راوی ابو زید ہے جو مجہول ہے۔ سوائے اس حدیث کے اسکی کوئی روایت نہیں۔

علامہ عینی نے اس کا جواب دیا، ابن العربی نے شرح ترمذی میں کہا کہ ابو زید مولی عمرو بن حریث سے راشد بن کیسان اور ابو رواق نے روایت کیا ہے۔ اتنے ہی سے اس کا مجہول ہونا ختم ہو جاتا ہے۔ ہاں اس کا نام نہیں معلوم ممکن ہے امام ترمذی کی مجہول کہنے سے یہی مراد ہو اور یہ مضر نہیں۔ علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو ابو زید کے مثل چودہ حضرات نے روایت کی ہے۔ اس حدیث پر ایک اعتراض یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود، لیلۃ الجن میں حضور کے ساتھ نہیں تھے۔ ان سے کسی نے پوچھا۔ تو فرمایا ما شهد هامنا احد[3]۔ ہم میں سے کوئی لیلۃ الجن میں حاضر نہ تھا۔

اس کے دو جواب علامہ عینی نے دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ اس قول سے ان کی مراد یہ ہے کہ پوری رات حضور کے ساتھ نہیں رہا۔ ساتھ میں گیا پھر جدا ہو گیا، پھر صبح کو ساتھ ہو گیا۔ ایک جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب حضور جنوں کو تلقین فرما رہے تھے خاص اس وقت حضور کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ اور غالباً علامہ عینی کی بھی یہی مراد ہے۔

دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ لیلۃ الجن دو ہیں ایک بار نینوی کے جنوں نے ملاقات کی تھی ایک بار نصیبین کے جنوں نے۔ نخلہ میں نینوی کے جن تھے اور مکہ میں نصیبین کے جن۔ نخلہ والے واقعے میں حضور کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ اور مکہ والے واقعے میں حضرت ابن مسعود ساتھ تھے۔

---

[1] ابو داؤد جلد اول طہارت باب الوضوء بالنبیذ ص ۱۲، ترمذی جلد اول طہارت باب الوضوء بالنبیذ ص ۱۳، ابن ماجہ طہارت باب الوضوء بالنبیذ [2] فتح القدیر جلد اول ص ۷۴ نولکشور [3] ایضاً

علامہ ابن حجر عسقلانی نے بعض لوگوں سے یہ نقل فرمایا کہ ابتداء میں نبیذ سے وضو کی اجازت تھی۔ پھر آیت کریمہ فلم تجدوا ماء سے منسوخ ہوگئی۔ اس لئے کہ لیلۃ الجن مکے کا واقعہ ہے اور یہ آیت مدنی ہے۔

علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا کہ (نزول اقراء کے بعد غار حرا سے اتر کر) حضرت جبریل نے اپنی ایڑی زمین پر ماری جس سے پانی کا چشمہ اُبل پڑا۔ اس سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وضو کرنے کی تعلیم دی۔ مطلب یہ ہے کہ ابتداء بعثت ہی سے پانی سے وضو کرنے کا حکم تھا۔ اس کے باوجود حضور نے لیلۃ الجن میں نبیذ سے وضو فرمایا۔ یہ دلیل ہے کہ پانی سے وضو کے حکم اور نبیذ سے وضو کرنے میں کوئی تنافی نہیں۔

لیکن اس خادم کی اس پر یہ گذارش ہے کہ نبیذ تمر مطلق ہے یا نہیں۔ اگر تمر مطلق ہے تو علامہ عینی کا جواب درست اور علامہ ابن حجر کا اعتراض سرے سے ساقط۔ اس خصوص میں بہت زیادہ لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں ــــ خود اسی حدیث میں تمر فرمایا، ارشاد ہوا تمرۃ طیبۃ وماء طھور۔ پھر اس کے تمر مطلق ہونے میں کلام کی کیا گنجائش ــــ اور اگر یہ تمر مطلق نہیں اور آیت کریمہ فلم تجدوا ماءً میں ماء سے مراد تمر مطلق ہے۔ تو نبیذ کے ہوتے ہوئے یہ صادق ہے کہ پانی نہیں ملا۔ اب علامہ ابن حجر کا اعتراض اپنی جگہ باقی رہ جائے گا۔ اسی پر ہماری گذارش ہے کہ اس کے دفع کی طرف صاحب ہدایہ نے اشارہ فرمایا ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے اور حدیث مشہور سے کتاب اللہ کی تخصیص جائز درست۔ رہ گئی یہ بات کہ یہ حدیث مشہور ہے وہ گذر چکا کہ علامہ عینی نے تحقیق فرمائی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابو زید کے علاوہ چودہ حضرات نے روایت کیا ہے۔ یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پندرہ حضرات نے روایت کیا ہے۔ اسی طرح لیلۃ الجن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہ ہونے کی جو توجیہات ہمارے علماء نے کی ہیں۔ ترمذی کی اس حدیث میں جاری نہیں ہوسکتیں ص۱۵۸ پر ہے۔

علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن مسعود سے پوچھا، لیلۃ الجن میں نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ آپ لوگوں میں سے کوئی تھا یا نہیں۔ فرمایا ہم میں سے کوئی حضور کے ساتھ نہیں تھا۔ ہوا یہ کہ قیام مکہ کے ایام میں ایک رات حضور غائب ہوگئے۔ ہم نے کہا کہ حضور کو اچک لیا گیا۔ ہم نے انتہائی اذیت میں یہ رات گذاری، جب صبح ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ حضور حراء کی طرف سے آرہے ہیں۔ لوگوں نے اپنا حال بیان کیا، اس پر حضور نے پورا واقعہ سنایا اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ یہ جزیرے نصیبین کے جن تھے۔

امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

لیکن حیرت اس پر ہے کہ خود ترمذی میں دو جگہ اس کی تصریح کی ہے کہ حضرت ابن مسعود لیلۃ الجن میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ایک ــــ باب کراھۃ مایستنجی بہ میں حضرت ابن مسعود کا یہ قول مذکور ہے:

کہ وہ لیلۃ الجن میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

دوسرے، ابواب" الامثال میں انھیں سے یوں روایت ہے کہ۔

ایک رات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشاء سے فارغ ہوئے تو تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑا اور

بطحاء مکہ میں لے گئے اور بٹھادیا۔ پھر میرے اردگرد خط کھینچ دیا اور فرمایا اس کے باہر نہ نکلنا، کچھ لوگ تمہارے قریب آئیں گے۔ ان سے بات مت کرنا۔ وہ بھی تم سے نہیں بولیں گے۔ پھر حضور کو جہاں جانا تھا چلے گئے۔ میں خط کے اندر ہی بیٹھا تھا کہ میرے قریب کچھ کالے کالے سوڈانی قسم کے لوگ آئے جن کے بال اور جسم سوڈانیوں جیسے تھے۔ انکے جسم پر لباس نہیں تھا مگر پھر بھی ان کے چھپانے کی جگہیں نظر نہیں آتی تھیں۔ میری طرف آتے مگر خط کو پار نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف چلے جاتے، اخیر رات میں حضور تشریف لائے اور خط کے اندر داخل ہوئے فرمایا، آج رات سو نہیں سکا۔ پھر میری ران پر سر رکھکر سو گئے۔ الحدیث بطولہ [1]

امام ترمذی نے ان دونوں حدیثوں کی تصحیح کی ہے ـــ ان کے علاوہ کفایہ میں ہے امام بخاری نے بارہ طریقوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود، لیلۃ الجن میں حضور کے ساتھ تھے۔ تین طریقے سے تاریخ صغیر میں مذکور ہے۔ بقیہ نو طریقے کسی اور کتاب میں مذکور ہوں گے،

جب بوجوہ متعددہ صحیحہ یہ ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود لیلۃ الجن میں حضور کے ساتھ تھے تو لامحالہ وہ روایت جسمیں یہ ہے کہ لیلۃ الجن میں حضور کے ساتھ کوئی نہیں تھا؛ مرجوح ہوگی۔

**اس نبیذ کی حقیقت** | جس نبیذ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تھا اس کی حقیقت صرف یہ تھی کہ پانی میں چند کھجوریں ڈال لی تھیں تاکہ پانی کا کھارا پن دور ہو جائے۔ پانی اپنی طبعی رقت اور سیلان پر باقی تھا نہ گاڑھا ہوا تھا نہ جوش کھایا تھا۔ نشہ آنا تو دور کی بات ہے۔ بدائع صـ۱۷ پر ہے کہ خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس نبیذ کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو فرمایا، چند کھجوریں پانی میں ڈال لی جاتی تھیں بس نبیذ ہو گئی۔

ایسی ہی نبیذ سے وضو کو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جائز بتایا ہے، رہ گئی وہ نبیذ جسمیں جوش پیدا ہو جائے یا نشہ آ جائے تو اس سے بالاتفاق وضو جائز نہیں۔ ہدایہ میں ہے۔

والنبیذ المختلف فیہ ان یکون حلوا رقیقا یسیل علی الاعضاء کالماء وما اشتد منھا صار حراما لا یجوز التوضی بہ۔ [2]

جس نبیذ سے وضو کے بارے میں اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ میٹھی پتلی ہو جو اعضاء پر پانی کی طرح بہے اور اگر جوش کھا گئی حرام ہو گئی تو اس سے وضو جائز نہیں۔

لوگوں کو استعجاب و حیرت اس لئے ہو رہی ہے کہ لوگ اپنے زمانے کی نبیذ پر قیاس کرنے لگے۔ حالانکہ اس نبیذ سے وضو کے جواز کا کسی نے قول نہیں کیا ہے۔

**ایک خاص نکتہ** | حضرت امام کا یہ بنیادی اصول تھا کہ جب تک حدیث صحیح نہ ہوتی اس کے مطابق فتویٰ نہ دیتے اذا صح الحدیث فھو مذھبی مشہور ارشاد ہے اور حضرت امام کا ثقہ متدین ہونا بلکہ امام ہونا متفق علیہ ہے۔ تو جب امام کسی حدیث سے استدلال فرمالیں تو یہ اس حدیث کے صحت کی دلیل ہے۔ اگرچہ محدثین اسے اپنی سندوں کے لحاظ سے ضعیف کہیں اسکی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ انصاف پسند اصحاب کو اس پر غور کرنا لازم ہے۔ اسی ایک نکتے سے احناف کے مخالفین خصوصاً غیر مقلد

[1] جلد ثانی ص ۱۰۹۔ [2] ہدایہ اولین ص ۳۲۔

## (۱۷۶) حدیث کل شراب اسکر فھو حرام

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

معاندین کے سارے ہذیانات کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ حوا حناف کے خلاف کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً اسی حدیث میں دیکھ لیجئے کہ امام ترمذی نے اپنی سند کے لحاظ سے ابو زید پر کلام فرمایا۔ یہ کیا ضروری ہے کہ حضرت امام کو یہ حدیث ابو زید ہی کے واسطے سے ملی ہو۔ ہو سکتا ہے کسی دوسری سند کے ساتھ پہنچی ہو جس میں امام ترمذی والی جرح کی بھی گنجائش نہ ہو۔ ابو زید کے علاوہ چودہ اور حضرات سے یہ حدیث مروی ہے۔ اس کا بھی امکان ہے کہ ان چودہ طریقوں میں سے کسی ایک طریقے سے حضرت امام تک پہنچی ہو۔ اس لئے ہمارے سامنے جو سند ہے اس کو سامنے رکھکر کسی حدیث کو مطلقاً ضعیف کہنا دیانت و انصاف کے خلاف ہے۔

اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی حدیث سے استدلال کی بالکل وہی حیثیت ہے جو امام بخاری اور امام مسلم کے کسی حدیث کو صحیح کہنے کی ہے۔ حضرت امام کا استدلال حقیقت میں یہ اعلان ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

**تائید صحابہ** حضرت عبداللہ بن مسعود کے علاوہ حضرت علی، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس بھی نبیذ تمر سے وضو کو جائز جانتے تھے۔ اس طرح اس حدیث کو اور احناف کے مذہب کو عمل صحابہ سے بھی قوت مل گئی۔

**تائید ائمہ** علاوہ صحابہ کرام کے حضرت حسن بصری، حضرت عکرمہ، حضرت ابو العالیہ، امام اوزاعی، سفیان ثوری اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔ لیکن ہمارے خاص کرم فرما صاحب تحفۃ الاحوذی اور مرعاۃ اپنے غیظ و غضب کا نشانہ صرف ہم احناف کو بناتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ ایسی نبیذ تمر جو اپنی رقت و سیلان پر باقی ہو جس میں نہ جوش پیدا ہوا ہو اور نہ وہ گاڑھی ہوئی ہو اور نہ اس میں نشہ آیا ہو اس سے وضو جائز ہے۔ اس معنی کر کھجور کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں۔ یہ حضرت امام اعظم کا مذہب ہے اور یہ حدیث صحیح بلکہ حدیث مشہور سے ثابت ہے۔ مخالفین نے اس حدیث پر جتنی جرحیں کی ہیں علمائے احناف نے سب کے گن گن کر تفصیلی جوابات دیئے ہیں خصوصیت سے امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں علامہ زیلعی نے نصب الرایہ میں وغیرہ وغیرہ۔

**تشریح (۱۷۶)**

**باب سے مطابقت** اس حدیث کو باب کے دوسرے جز سے مطابقت ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ ہر مسکر ناپاک ہے اور ناپاک سے وضو جائز نہیں۔ یا یہ کہ کوئی مسکر پانی نہیں اور پانی کے علاوہ کسی اور چیز سے وضو جائز نہیں۔ اس لئے مسکر سے وضو جائز نہیں۔

**ہر مسکر ناپاک ہے** رہ گئی یہ بات کہ مطابقت کی وجہ اول کا صغری درست بھی ہے یا نہیں۔ یہ محل نظر ہے۔ حضرت امام

كُلُّ شَرَابٍ اَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ ؏

پینے کی ہر وہ چیز جو نشہ لائے حرام ہے

ت (۵۳) وَقَالَ اَبُوالْعَالِيَةِ اِمْسَحُوْا عَلٰى رِجْلِيْ فَاِنَّهَا مَرِيْضَةٌ ؏

اور ابوالعالیہ نے کہا۔ میرے پاؤں پر مسح کردو۔ اس لئے کہ وہ بیمار ہے

حدیث (۱۷۷) بای شی دوی جرح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اعظم اور حضرت امام یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک خمر کے علاوہ بقیہ نشہ آور چیزوں کا بقدر نشہ پینا کھانا حرام ہے مگر وہ ناپاک نہیں

**خمر کیا ہے** انگور کے کچے پانی کو جب وہ خوب جوش کھانے لگے اور اس میں جھاگ پیدا ہو جائے خمر کہتے ہیں۔ اس سے کشید کیا ہوا عرق بھی خمر ہے۔ خمر کی بوند بوند حرام و نجس ہے وہ بھی نجاست غلیظہ۔ اس کے علاوہ بقیہ چیزوں سے بنائی ہوئی شرابیں، خمر نہیں اور نہ شیخین کے نزدیک ان کا وہ حکم ہے۔

البتہ امام محمد فرماتے ہیں کہ خمر کی طرح ہر نشہ آور رقیق کی بوند بوند حرام و ناپاک ہے۔ احناف کے یہاں یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ مگر قول اول بھی ساقط و باطل نہیں۔ بہت قوی ہے۔ یہی جمہور صحابہ کرام حتی کہ حضرات اصحاب بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔ یہی قول امام اعظم کا ہے، یہی اصل مذہب ہے۔ عامہ متون مذہب جیسے مختصر قدوری، ہدایہ، وقایہ، نقایہ، کنز، غرر اصلاح وغیرھا میں اسی پر جزم و اقتصار کیا۔ اکابر ائمہ ترجیح و تصحیح جیسے امام ابو جعفر طحاوی، امام ابوالحسن کرخی، امام ابوبکر خواہر زادہ امام قاضی خاں امام صاحب ہدایہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی کو راجح و مختار رکھا بلکہ خود امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب الآثار میں اسی پر فتویٰ دیا۔ اسی کو بہ ناخذ فرمایا۔ علماء مذہب نے بہت سی کتب معتمدہ میں اسی کی تصحیح فرمائی ہے۔ یہانتک کہ آکد الفاظ ترجیح علیہ الفتویٰ بھی فرمایا۔ اس تقدیر پر نبیذ کی نجاست کا سوال ہی نہیں اسلئے اس سے نجس ہونے کی بنا پر وضو کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دینا ساقط۔ رہ گئی یہ وجہ کہ یہ ماء مطلق نہیں اس پر علامہ عینی نے یہ تعقب فرمایا کہ احناف جس نبیذ سے وضو کو جائز کہتے ہیں یعنی پانی میں چند کھجوریں اسلئے ڈال دی جاتی ہیں تاکہ اسکی مٹھاس پانی میں آجائے اور بس نہ اسمیں جوش آئے اور نہ نشہ نہ وہ گاڑھی ہوئی ہو اس پر بھی پانی کا اطلاق درست نہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ خود حدیث میں اسے پانی کہا گیا۔ ارشاد ہے تمرۃ طیبۃ وماء طھور۔ اس لئے اس حدیث کو مطلقاً ہر نبیذ سے وضو کے عدم جواز کی دلیل بنانا درست نہیں۔ رہ گئی یہ بات کہ خمر کے علاوہ دوسری نشہ آور رقیق چیزیں حضرات شیخین کے یہاں کیوں ناپاک نہیں اور قدر اسکار سے کم انکا پینا کیوں حرام نہیں، اسپر مفصل بحث انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کتاب الاشربہ میں آئے گی۔ اور اگر کسی صاحب کو عجلت ہو تو فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم کا رسالہ مبارکہ الفقہ التسعیلی فی عجین النار جیلی کا مطالعہ کریں۔

---

ع۵ ایضا جلد ثانی اشربہ باب الخمر من الغسل وھو التبع ص ۸۳۷ ایضا جلد ثانی اشربہ باب الباذق ومن نھی عن کل مسکر ص ۸۳۸ مسلم جلد ثانی اشربہ باب بیان کل مسکر شراب وکل خمر حرام ص ۱۶۷ ابوداؤد جلد ثانی اشربہ باب ما جاء فی السکر ص ۱۶۳ ترمذی جلد ثانی اشربہ باب ماجاء کل مسکر حرام ص ۸۰ ابن ماجہ اشربہ باب کل مسکر حرام ص ۲۵۱ موطا امام مالک اشربہ ۹ دارمی اشربہ ۸ مسند امام احمد ع۵ مصنف عبدالرزاق ومصنف ابن ابی شیبہ۔

عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدِ بْنِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی

ابوحازم نے کہا کہ انھوں نے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا۔ اس طرح کہ میرے

عَنْهُ وَسَأَلَهُ النَّاسُ وَمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ اَحَدٌ بِاَیِّ شَیْءٍ دُوِیَ جُرْحُ

اور ان کے درمیان کوئی نہیں تھا۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَقِیَ اَحَدٌ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ

علیہ وسلم کے زخم کا علاج کس چیز سے کیا گیا تھا تو انھوں نے کہا اس کا

كَانَ عَلِیٌّ یَجِیْئُ بِتُرْسِهٖ فِیْهِ مَاءٌ وَفَاطِمَةُ تَغْسِلُ عَنْ وَجْهِهٖ

مجھ سے زیادہ جاننے والا اب کوئی بھی نہیں رہا۔ علی ڈھال میں پانی لاتے تھے اور فاطمہ حضور کے چہرے سے خون

## تشریحات (۵۳) (۱۷۷) حضرت سہل بن سعد ساعدی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مدینہ طیبہ میں وصال فرمانے والے صحابۂ کرام میں سب سے آخر یہ ہیں[1] ان کی کنیت ابوالعباس ہے۔ ان کا نام حَزْنٌ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدل کر سہل رکھا۔ حَزْن کے معنی سخت زمین کے ہیں اور سَهْل کے معنی نرم زمین کے ہیں۔ سو سال کی عمر پاکر ۹۱ھ میں وصال فرمایا، اس حساب سے ہجرت کے وقت نو سال کے تھے۔ یہ بھی ان صحابہ کرام میں سے ہیں جن کی زیارت سے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف ہوئے۔

یہ تعلیق پوری یوں ہے۔ عاصم بن علجان نے کہا کہ ہم ابوالعالیہ کے پاس گئے وہ بیمار تھے۔ لوگوں نے ان کو وضو کرایا جب ایک پاؤں رہ گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس پر مسح کر دو، اس میں تکلیف ہے۔

## باب سے مناسبت

یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے ــ غسل المرأة اباها الدم عن وجهه ــ بیٹی کا باپ کے چہرے سے خون دھونا۔ حدیث تو باب کے بالکل مطابق ہے مگر تعلیق کا باب سے کیا تعلق ہے، یہ ابتک لاینحل ہے۔ کتاب الوضوء میں اس باب کا مقصد کیا ہے۔ یہ بھی پردۂ خفا میں ہے۔ تعلیق کو تو وضوء سے تعلق ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی عضو پر پانی بہانا مضر ہو تو وہاں مسح کافی ہے۔ مگر حدیث کا وضو سے کیا تعلق ہے، وہ سمجھ سے بالاتر ہے۔ کیونکہ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باوضو ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ زخم کی بھی حالت میں اگر پانی مضر نہ ہو تو دھونا ہی فرض ہے مسح کافی نہیں۔

رہ گیا بعض لوگوں کا اس سے یہ سمجھنا کہ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ "عورت کے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، بہت ہی بے تکی بات ہے۔

## یہ حادثہ کب کا ہے

یہ غزوۂ احد کا واقعہ ہے۔ ابن قمیہ کی تلوار سے خود سر اقدس میں چبھ گیا تھا۔ اس سے سر اقدس لہولہان ہو گیا تھا[2]۔ خون رکتا ہی نہ تھا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈھال میں پانی بھر بھر کر لاتے تھے اور حضرت سیدہ اسے

[1] بخاری کتاب النکاح ص ۷۸۹، [2] بخاری، طب ص ۸۵۲،

الدَّمَ فَاُخِذَ حَصِيْرٌ فَاُحْرِقَ فَحُشِيَ بِهٖ جُرْحُهٗ ع۵

دھوتی تھیں۔ چٹائی جلاکر زخم میں بھری گئی۔

(۱۷۸) حدیث، اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوجدتہ یستن

عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوموسی اشعری نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور

فَوَجَدْتُهٗ یَسْتَنُّ بِالسِّوَاكِ بِیَدِهٖ یَقُوْلُ اُعْ اُعْ وَالسِّوَاكُ فِیْ

کو اپنے ہاتھ سے مسواک کرتے پایا۔ اع اع کی آواز نکال رہے تھے اور مسواک

دھوتی تھیں۔ مگر جب اس سے بھی خون نہ تھما تو حضرت سیدہ نے چٹائی جلاکر اس کی راکھ زخم میں بھر دی جس سے خون بند ہوگیا۔

**مسائل** اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل اخذ ہوئے (۱) عورت اپنے محارم مردوں کی تیمارداری کرسکتی ہے اور تیمارداری میں انھیں ہاتھ بھی لگا سکتی ہے (۲) علاج مسنون ہے۔ یہ توکل کے منافی نہیں (۳) انبیاء کرام پر ہر قسم کی ابتلاء، آزمائش، دکھ، درد و بیماری آسکتی ہے تاکہ ان کی شان عبودیت و بشریت ظاہر ہو اور کوئی ان کے معجزات کو دیکھ کر فتنے میں نہ پڑ جائے کہ معاذ اللہ یہ خدا تو نہیں۔ اور اُمت پر جب کوئی افتاد پڑے تو اسے صبر و سکون ملے کہ یہ انبیاء کرام کی سنت ہے (۴) جو بات معلوم نہ ہو وہ جاننے والوں سے پوچھنی چاہئے (۵) بوقت ضرورت عالم یہ کہہ سکتا ہے کہ اس معاملہ کو میں سب سے زیادہ جانتا ہوں۔

**تشریحات (۱۷۸، ۱۷۹) حضرت حذیفہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے والد کا اصل نام عَسَل یا عُسَیل تھا مگر یمان کے ساتھ مشہور ہیں۔ جنگ احد میں جب لڑائی کا رخ مسلمانوں کے خلاف ہوگیا اور اگلی صفیں پچھلی سے بھڑ گئیں اس افراتفری میں حضرت یمان خود مسلمانوں کی تلواروں سے شہید ہوگئے۔ حضرت حذیفہ لاکھ چلاتے رہے مسلمانو کیا کر رہے ہو؟ مگر کسی نے کچھ سنا نہیں۔ حضرت حذیفہ کا یہ ایثار ہے کہ انھوں نے اپنے باپ کے خون کو معاف کر دیا۔ حضرت حذیفہ کا لقب صاحب السر تھا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص راز دار تھے۔ منافقین کے سارے بھید جانتے تھے اور سب سے واقف تھے۔ یہ بات اتنی مشہور تھی کہ جب کوئی مرتا اور اس کی نماز جنازہ حضرت حذیفہ پڑھتے تو حضرت فاروق اعظم بھی پڑھتے اور اگر وہ نہیں پڑھتے تو یہ بھی نہیں پڑھتے۔

---

ع۵ ایضاً۔ جلد اول۔ جہاد۔ باب دواء الجرح باحراق الحصیر ص ۴۲۶۔ ایضاً۔ جلد ثانی۔ نکاح۔ باب ولا یبدین زینتھن الالبعولتھن ص ۷۸۹۔ ایضاً۔ جلد ثانی۔ طب۔ باب حرق الحصیر لیسد بہ الدم ص ۸۵۲۔ مسلم۔ جلد ثانی۔ جہاد۔ باب غزوۂ احد۔ ص ۱۰۷، ترمذی۔ جلد ثانی۔ طب۔ باب التداوی بالرماد ص ۳۰۔ مسند امام احمد۔

فِيهِ كَأَنَّهُ يَتَهَوَّعُ ؏ه

حضور کے منہ میں تھی ایسا لگتا ہے گویا قے کر رہے ہیں۔

## (۱۷۹) حدیث یشوص فاہ بالسواک

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ ؏ه

رات میں اٹھتے تو اپنا منہ مسواک سے صاف کرتے

ایک بار پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ میرے عمال میں کوئی منافق ہے۔ حضرت حذیفہ نے کہا۔ ہاں ایک ہے، فرمایا نام بتاؤ بہت پوچھا مگر حضرت حذیفہ نے نام نہیں بتایا۔

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عموماً فتنوں کو پوچھا کرتے تاکہ اس سے بچے رہیں۔ ان کے فضائل بہت ہیں جنگ خندق میں ایک رات سخت سردی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا، کوئی ہے، جو دشمن کے کیمپ میں جاکر ان کا حال معلوم کرکے آئے۔ موسم اتنا سخت تھا کہ کوئی نہ بولا۔ حضور نے ان کا نام لے کر پکارا، یہ حاضر ہوئے۔ حکم ہوا کہ دشمن کے کیمپ میں جاکر ان کا حال معلوم کرکے آؤ، مگر ان کو بھڑکانا مت۔ یہ گئے فرماتے ہیں معلوم ہوتا تھا کہ گرم حمام میں ہوں۔ ابوسفیان کو دیکھا، آگ تاپ رہے ہیں تیر کمان میں رکھی چاہا کہ چلاؤں مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم یاد آگیا تیر ترکش میں کرلی۔ وہاں حال یہ تھا کہ سخت آندھی کی وجہ سے خیموں کی میخیں اکھڑ گئی تھیں، چولھے سے دیگیں الٹ گئی تھیں۔ گھوڑے میدان میں آوارہ دوڑ رہے تھے۔ ابوسفیان نے اعلان کردیا۔ قریظہ اور غطفان نے ساتھ چھوڑ دیا موسم کا یہ حال ہے، رسد ختم ہے۔ اب واپس چلنا ہے۔ حضرت حذیفہ نے آکر خوشخبری سنائی۔ سرکار نے انھیں ایک عبا اڑھا کر سلادیا صبح تک مزے سے سوتے رہے۔ ہمدان، رے، دینور کو انھوں نے فتح کیا۔ حضرت فاروق اعظم نے کچھ دن ان کو مدائن کا حاکم بھی بنایا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بیس دن بعد مدائن ہی میں وصال ہوا ۳۶ھ سنہ وصال ہے۔

---

ع۵ مسلم جلد اول طہارت باب السواک ص ۱۲۸، ابوداود جلد اول طہارت باب کیف یستاک ص ۷، نسائی جلد اول طہارت باب کیف یستاک ص ۵،

ع۵ ایضاً جلد اول جمعہ باب السواک یوم الجمعۃ ص ۱۲۲، ایضاً جلد اول تہجد باب طول الصلوٰۃ فی قیام اللیل ص ۱۵۳، مسلم جلد اول طہارت باب السواک ص ۱۲۸، ابوداؤد جلد اول طہارت باب السواک لمن قام باللیل ص، نسائی جلد اول طہارت باب السواک اذا قام من اللیل ص ۵، نسائی جلد اول قیام اللیل باب مایفعل اذا قام من اللیل من السواک ص ۲۴۱، ابن ماجہ طہارت باب السواک ص ۲۵، دارمی وضو ۴۰، مسند امام احمد۔

ت (۵۴) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرَانِیْ اَتَسَوَّکُ بِسِوَاکٍ فَجَاءَنِیْ رَجُلَانِ

فرمایا میں نے (خواب) دیکھا کہ مسواک کر رہا ہوں کہ میرے پاس دو شخص آئے

شیخ قطب الدین کی تصریح کے مطابق ان سے سینتیس حدیثیں مروی ہیں۔ بارہ متفق علیہ ہیں، آٹھ افراد بخاری سے اور سترہ افراد مسلم سے ہیں۔

**مسواک کا حکم** ہر وضو میں مسواک سنت ہے وضو کے علاوہ ان اوقات میں مستحب ہے۔ (۱) ہر نماز کے وقت، (۲) تلاوت قرآن مجید کے لئے (۳) سو کر اٹھنے کے بعد (۴) منہ میں جب بھی کسی وجہ سے بدبو پیدا ہو جائے اس وقت (۵) جمعہ کے دن (۶) سونے سے پہلے (۷) کھانے کے بعد (۸) سحر کے وقت۔ [۱]

**مسواک کا طریقہ** مسواک زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی اور چھوٹی انگلی کے برابر موٹی ہو ایک بالشت سے زائد لمبی مسواک ہرگز ہرگز نہ رکھیں حدیث میں ہے کہ اس پر شیطان بیٹھتا ہے۔ پیلو، زیتون وغیرہ کی ہو کسی خوشبودار یا پھلدار درخت کی نہ ہو استعمال سے پہلے مسواک دھولے۔ داہنے ہاتھ میں لے اس طرح کہ چھوٹی انگلی مسواک کے نیچے ہو اور بیچ کی تین انگلیاں مسواک کے اوپر اور انگوٹھا مسواک کے سرے پر رکھے دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرے لمبائی میں نہ کرے، پہلے داہنے طرف کے اوپر کے دانتوں میں کرے پھر بائیں طرف کے اوپر کے دانتوں میں پھر داہنے طرف کے نیچے کے دانتوں میں پھر بائیں طرف کے نیچے کے دانتوں میں۔ فارغ ہونے کے بعد بھی دھولے اور کسی محفوظ جگہ کھڑی کر کے رکھے، ریشہ اوپر کی جانب ہو۔ [۲]

**تشریحات (۵۴)** یہ واقعہ خواب کا بھی ہے اور بیداری کا بھی جیسا کہ بیہقی اور مسند امام احمد میں ہے، علامہ نووی نے یہ تطبیق دی کہ جب بیداری کا واقعہ پیش آیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے خواب کا واقعہ بھی بیان فرمایا۔ یہ افادہ فرمانے کے لئے کہ میں نے جو کیا ہے وہ اس لئے کہ خواب میں مجھے اس کا حکم ہو چکا ہے۔ میرا خواب بھی وحی ہے راویوں میں جس کو جتنا یاد رہا اس نے اتنا بیان کیا۔ اس کی تائید ابو داؤد کی اس روایت سے ہوتی ہے جو ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے۔ خدمت اقدس میں دو شخص حاضر تھے ایک بڑا دوسرا چھوٹا حضور کی طرف وحی ہوئی کہ مسواک بڑے کو دیں۔ [۳]

**مسائل** (۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ عمر میں بڑے ہوں ان کا لحاظ اور پاس رکھنا تعظیم و توقیر کرنی لازم ہے۔ خصوصاً بوڑھوں کی۔ حدیث میں ہے۔

---

[۱] عینی [۲] بہار شریعت حصہ دوم [۳] ابو داؤد جلد اول طہارت باب فی الرجل یستاک بسواک غیرہ ص ۷

اَحَدُھُمَا اَکْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ فَنَاوَلْتُ السِّوَاکَ الْاَصْغَرَ مِنْھُمَا

ایک دوسرے سے بڑا تھا۔ میں نے چھوٹے کو مسواک دی تو مجھ سے کہا گیا

فَقِیْلَ لِیْ کَبِّرْ فَدَفَعْتُہٗ اِلَی الْاَکْبَرِ مِنْھُمَا۔ ع۵

کہ بڑے کو دے پھر میں نے بڑے کو دی

من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبۃ المسلم[1] اللہ کے اجلال میں بوڑھے مسلمان کی تعظیم ہے۔

(۲) جو بھٹی مسواک دوسروں کو دینی اور دوسرے کو استعمال کرنی جائز ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ دوسرا اسے دھولے (۳) بڑے کو حق تقدیم اس وقت ہے کہ بیٹھے نہ ہوں اور اگر لوگ بیٹھے ہوں تو حق تقدیم داہنے والوں کو ہے۔

قال ابوعبداللہ اختصرہ نعیم

ابوعبداللہ سے امام بخاری مراد ہیں نعیم وہی مشہور جعل ساز ہے۔ جس نے ذاتی عداوت کی بنا پر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب جھوٹی حکایات گڑھ گڑھ کر پھیلائی ہیں جس کا ذکر مقدمہ میں ہو چکا ہے۔ میزان میں ہے۔

ان نعیما ھذا کان یزور حکایات فی ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ یہ نعیم وہی ہے جو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جھوٹی حکایات گڑھتا تھا۔

اس کا سبب یہ ہوا کہ یہ قاضی ابو مطیع بلخی تلمیذ حضرت امام کا میر منشی تھا کسی جرم میں اسے قید کر دیا۔ اس رنجش کی وجہ سے وہ حضرت امام کے پیچھے پڑ گیا۔ اس قسم کے لوگوں کی یہی عادت ہوتی ہے کہ دوسروں کو اذیت دینے میں زیادہ لذت پاتے ہیں پھر سوچتے ہیں ان سے انتقام لیا تو کیا بنے گا ان کے بڑے کی خبر لو۔ یہ کذاب حضرت امام کو جہمی کہتا تھا۔ حالانکہ مسایرے میں ہے کہ حضرت امام نے "جہم" سے مناظرہ کیا اور اخیر میں یہ کہکر دھتکار دیا "اے کافر میرے یہاں سے نکل جا" اسی سے سن سن کر امام بخاری نے بھی ایسی ہی باتیں کی ہیں۔ تعجب ہے کہ حضرت امام بخاری جیسے ناقد متیقظ ثقہ محتاط کیسے اس کی روایت اپنی اس کتاب میں لائے، یہ بھی تاویل نہیں کر سکتے کہ نعیم کی روایت صرف استشہاد میں لائے اس لئے کہ اصول میں بھی اس سے روایت موجود ہے۔ دیکھو فضل استقبال القبلۃ ص ۵۲ لکل جواد کبوۃ "حق ہے۔

قال عفان۔ اسے تعلیقات میں شمار کیا گیا ہے حالانکہ عفان امام بخاری کے شیخ ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری نے عفان سے مناولۃً سنی ہو مذاکرۃً نہ سنی ہو۔ شیخ جب تحدیث کے لئے نہ بیٹھا ہو اور سلسلہ کلام میں کوئی حدیث بیان کرے تو مناولت ہے اور جب حدیث بیان کرنے کے لئے بیٹھے اور حدیث بیان کرے وہ مذاکرہ کہلاتا ہے، اس تقدیر پر یہ حدیث متصل ہوگی، اسکا بھی امکان ہے کہ امام بخاری نے اسے کسی اور واسطے سے سنا ہو اور کسی وجہ سے امام بخاری اس کا ذکر پسند نہ کرتے ہوں اس لئے عفان کہدیا۔ اس تقدیر پر یہ تعلیق ہوگی۔

---

ع۵ مسلم جلد اول زھد باب النھی عن المدح اذا کان فیہ افراط ص ۴۱۴

[1] ابوداؤد جلد ثانی ادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم ص ۳۰۹

## (۱۸۰) حدیث فضل من نام علی الوضوء

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، قَالَ، قَالَ النَّبِیُّ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَیْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ

وسلم نے فرمایا جب تم اپنے بستر پر آنا چاہو تو پہلے نماز جیسا وضو کرلو پھر

وُضُوْءَكَ لِلصَّلٰوۃِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّكَ الْاَیْمَنِ۔ ثُمَّ قُلْ

داہنی کروٹ پر لیٹ جاؤ اور یہ پڑھو اے اللہ

اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْھِیْ اِلَیْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ وَاَلْجَاْتُ

میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا اور اپنا معاملہ تجھے سونپ دیا تجھی کو

### تشریحات ۱۸۰ حضرت براء بن عازب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوسی انصاری صحابی ہیں، غزوۂ احد میں شریک ہونا چاہا، عمر کم ہونے کی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ واپس کر دئے گئے سب سے پہلے غزوۂ خندق میں شریک ہوئے پھر اس کے بعد تمام مشاہد میں ہمرکاب اقدس رہے۔ انھوں نے ۲۴ھ میں رے فتح کیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تستر کے جہاد میں شریک ہوئے۔ حضرت علی کے حامیوں میں تھے۔ تمام معرکے میں ان کے ساتھ رہے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایام خلافت میں وصال فرمایا کوفے میں ان کے والد ماجد حضرت براء بھی صحابی ہیں ان سے پانچ سو پانچ حدیثیں مروی ہیں ان میں سے بائیس متفق علیہ ہیں اور پندرہ صرف امام بخاری نے چھ تنہا امام مسلم نے روایت کی ہے۔

**تکمیل** شیخین نے یہ حدیث مختلف طرق سے روایت کی ہے مگر وضوء کا ذکر سوائے اس روایت کے اور کسی میں نہیں کتاب الدعوات باب مایقول اذا نام میں ہے۔ ایک شخص کو وصیت فرمائی جب تو اپنے بچھونے کا ارادہ کرے۔ وہاں اذا اردت مضجعك ہے۔

اور باب النوم علی الشق الایمن میں ہے کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر جاتے تو داہنی کروٹ پر سوتے۔

وجہ کے معنی ذات کے بھی ہیں۔ اس لئے میں نے اسلمت وجھی کے معنی یہ کئے۔

میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا ایسے وجہ کے معنی چہرے کے بھی ہوں گے۔ اب معنی یہ ہوں گے، میں نے اپنا چہرہ تیری طرف جھکا دیا۔ مقصود وہی ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

ظَهْرِیْ اِلَیْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَیْكَ لَا مَلْجَا وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا

پشت پناہ بنایا تیرے ثواب کے شوق اور تیرے عذاب کے ڈر سے تیرے سوا

اِلَیْكَ اَللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَبِنَبِیِّكَ الَّذِیْ

کہیں پناہ نہیں کہیں ٹھکانا نہیں اے اللہ میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اتاری ہے

اَرْسَلْتَ فَاِنْ مُّتَّ مِنْ لَّیْلَتِكَ فَاَنْتَ عَلَی الْفِطْرَةِ وَاجْعَلْهُنَّ

اور تیرے نبی پر ایمان لایا جسے تو نے بھیجا ہے اس کے بعد اگر تو اس رات مریگا تو فطرت پر مریگا اور

اٰخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهٖ ،، قَالَ ،، فَرَدَدْتُّهَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

ان کلمات کو آخری کلام کرو۔ براء نے کہا۔ میں نے اس دعا کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لوٹایا

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغْتُ ، اَللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ

جب میں نے اللھم آمنت بکتابک الذی انزلت کے بعد یہ کہا

اخیر میں جو تلقین ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن واحادیث میں جو دعائیں وارد ہیں ان کو بعینہ ویسے ہی بلفظہ پڑھا جائے جیسی وارد ہے، دعاؤں میں کسی لفظ کا بدلنا یا ترتیب الٹنا ہرگز نہیں چاہئے ورنہ اس دعا کا جو فائدہ ہے وہ حاصل نہ ہوگا۔ اسی طرح تعداد کی بھی پابندی لازم ہے۔ اس کی مثال تالے کی چابھی کی ہے۔ ہر تالے کی مخصوص چابھی ہوتی ہے جسمیں مخصوص دندانے ہوتے ہیں اس سے وہ تالا کھلیگا اگر چابھی کے دندانے چھوٹے بڑے ہوگئے یا کم وبیش ہوگئے تو اس چابی سے وہ تالا ہرگز نہیں کھلے گا۔

**فطرت سے کیا مراد ہے** فطرت سے یہاں مراد دین اسلام ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ۔ (روم) تو اپنا منہ سیدھا کرو اللہ کی اطاعت کے لئے ایک اکیلے اسی کے ہوکر۔ اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔

فطرت کے معنی خلقت کے بھی ہیں جیسا کہ اسی آیت میں فطر الناس آیا۔ اور سنت بھی ہے۔ حدیث میں ہے خمس من الفطرۃ پانچ باتیں سنت ہیں۔

**مسائل** اس حدیث سے یہ مسائل مستنبط ہوئے (۱) سوتے وقت وضو کرنا مستحب ہے ہمارے یہاں یہ بھی شرط ہے اگر باوضو نہ ہو تو (۲) سوتے وقت اللہ تعالیٰ کی یاد مستحب ہے (۳) یہ یا اس کے علاوہ جو مخصوص دعائیں احادیث میں آئی ہیں ان کو بالخصوص پڑھنا مستحب ہے (۴) داہنی کروٹ پر سونا سنت ہے اس طرح سونے میں نیند زیادہ غفلت کی نہیں آتی جاگنا آسان ہوتا ہے، اطباء نے لکھا ہے کہ بائیں کروٹ سونا صحت کے لئے مفید ہے اس میں کھانا خوب ہضم ہوتا ہے نیند گہری آتی ہے مگر مسلمان کو سنت ہی پر عمل کرنا لازم ہے۔ انشاء اللہ اسی میں دین ودنیا

اَنزَلتَ، قُلتُ وَرَسُولِكَ قَالَ لَا وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي اَرسَلتَ ؏

ورسولک تو حضور نے فرمایا نہیں و بنبیک الذی ارسلت ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب الغسل

## (۱۸۱) حدیث الوضوء قبل الغسل

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّ النَّبِيَّ

ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

کی فلاح ہے۔ احادیث میں وارد ہے کہ بعض دفعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چت لیٹا کرتے تھے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ دونوں جمع کرلے پہلے تھوڑی دیر چت لیٹ لے پھر داہنی کروٹ پر لیٹے۔

**براعۃ اختتام** امام بخاری ہر کتاب کے اختتام پر ایسی حدیث لاتے ہیں جس سے آخر حیات کی طرف اشارہ ہوتا ہے یہاں حدیث مذکور میں ہے۔ فان مت مت علی الفطرت

اللھم ارزقنا حسنہ

اس حدیث پر کتاب الوضو ختم ہوئی اور پہلا پارہ بھی پورا ہوا۔

**تشریحات (۱۸۱) پہلے سے مناسبت** طہارت بمنزلہ جنس کے ہے۔ اس کی دو نوعیں ہیں۔ طہارت حقیقیہ، طہارت حکمیہ پھر طہارت حکمیہ کی دو قسمیں ہیں طہارت صغریٰ، طہارت کبریٰ۔ وضو طہارت صغریٰ ہے اس کے بیان سے فارغ ہوئے اب طہارت کبریٰ یعنی غسل کو بیان فرمارہے ہیں۔

**مسائل** (۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ غسل سے پہلے دونوں ہاتھوں کو دھونا سنت ہے (۲) وضو کرنا مستحب ہے (۳) غسل کی حقیقت یہ ہے کہ پورے جسم پر پانی بہادیا جائے حتیٰ کہ بالوں کی جڑوں میں بھی بلکہ بال کی جڑوں کا خصوصیت سے خیال رکھنا لازم ہے۔ اس حدیث میں یہ ہے۔

پھر پورے جسم پر پانی بہاتے

اس سے معلوم ہوا کہ غسل صحیح ہونے کے لئے پورے جسم پر پانی کا بہہ جانا کافی ہے۔ بدن کا ملنا فرض نہیں جیسا کہ مالکیہ فرماتے ہیں

---

ع بخاری جلد ثانی دعوات باب اذا بات طاھرا ص ۹۳۳ ایضا جلد ثانی دعوات باب مایقول اذا نام ص ۹۳۴ ایضا جلد ثانی دعوات باب النوم علی الشق الایمن ص ۹۳۴ مسلم جلد ثانی ذکر باب الدعا عند النوم ص ۳۴۸، ابوداؤد جلد ثانی الادب۔ باب مایقوم عند النوم ص ۳۳۲ ترمذی جلد ثانی الدعوات باب فی الدعا اذا اوی الی فراشہ ص ۱۷۵،

لہ بخاری

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ فَغَسَلَ

علیہ وسلم جب جنابت سے غسل فرماتے تو سب سے پہلے اپنے ہاتھوں کو دھوتے

يَدَيْهِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ يُدْخِلُ اَصَابِعَهٗ فِي الْمَاءِ فَيُخَلِّلُ

پھر نماز جیسا وضو کرتے پھر اپنی انگلیاں پانی میں ڈالتے اور ان کے ذریعہ بالوں کی جڑوں

بِهَا اُصُوْلَ الشَّعْرِ، ثُمَّ يَصُبُّ عَلٰى رَاْسِهٖ ثَلٰثَ غُرَفٍ بِيَدَيْهِ ثُمَّ

میں پانی پہنچاتے۔ پھر تین چلو پانی اپنے سر پر بہاتے پھر

يُفِيْضُ الْمَاءَ عَلٰى جِلْدِهٖ كُلِّهٖ ؏

پورے جسم پر پانی بہاتے

## (۱۸۲) حدیث، کیفیۃ غسل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الجنابۃ

عَنْ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ تَوَضَّأَ

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ غَيْرَ

نماز جیسا وضو کیا سوائے اس کے کہ

### تشریحات (۱۸۲) تکمیل

یہ حدیث مختلف طرق سے مروی ہے ان سب کو اکٹھا کرنے کے بعد پوری حدیث یہ ہوتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے حضرت میمونہ نے پانی رکھا اور پردہ کرکے کھڑی ہوگئیں۔ سب سے پہلے حضور نے دونوں ہاتھ دھوئے پھر اپنا عضو تناسل اور جہاں نجاست لگی تھی دھویا پھر ہاتھ کو دیوار پر ملا اور دھویا پھر وضو فرمایا مگر پاؤں نہیں دھویا پھر چلو بھر کر تین چلو سر پر پانی ڈال کر پورے جسم پر پانی بہایا پھر وہاں سے ہٹ کر پاؤں دھوئے، میں نے رومال پیش کیا تو نہیں لیا ہاتھ جھٹکنے لگے۔

اگر غسل ایسی جگہ کر رہا ہو جہاں پانی جمع رہتا ہے تو ابتدا میں جب وضو کرے تو پاؤں نہ دھوئے غسل سے فارغ ہونے

---

ع۵ ایضا باب ھل یدخل الجنب یدہ فی الاناء الخ ص ۴۰ ۔ باب تخلیل الشعر حتی ظن انہ قد روی بشرتہ افاض علیہ ص ۴۱ ۔ مسلم جلد اول طہارت باب صفۃ الغسل من الجنابۃ ص ۱۴۷ ۔ ابوداؤد جلد اول طہارت باب الغسل من الجنابۃ ص ۳۲ ۔ نسائی جلد اول طہارت باب ذکر وضوء الجنب قبل الغسل ص ۴۹ ۔ ترمذی جلد اول طہارت باب ماجاء فی الغسل من الجنابۃ ص ۱۵ ۔ ابن ماجہ جلد اول طہارت باب ماجاء فی غسل الجنابۃ ص ۴۳ ۔

رِجْلَيْهِ وَغَسَلَ فَرْجَهٗ وَمَا اَصَابَهٗ مِنَ الْاَذٰى ثُمَّ اَفَاضَ

پاؤں نہیں دھویا۔ اور اپنی شرمگاہ اور جہاں نجاست لگی تھی دھوئی۔ پھر پورے

عَلَيْهِ الْمَاءَ ثُمَّ نَحّٰى رِجْلَيْهِ فَغَسَلَهُمَا هٰذِهٖ غُسْلُهٗ مِنَ

بدن پر پانی بہایا اس کے بعد دونوں پاؤں کو ہٹایا اور دونوں کو دھویا۔ یہ

## الْجَنَابَةِ ع۵

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جنابت سے غسل ہے

## (۱۸۳) حدیث الغسل من فرق

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا

ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہیں اور

کے بعد دھوئے اور اگر وہاں پانی جمع نہ رہتا ہو تو وضو ہی کے ساتھ پاؤں بھی دھوئے پہلی صورت میں پاؤں اسلئے نہیں دھوئے جائیں گے کہ دھونا بیکار ہوگا جب پانی جمع ہے تو پھر پاؤں آلودہ ہو جائے گا۔

**مسائل** اس حدیث سے یہ مسائل ثابت ہوئے (۱) غسل کرنے میں سب سے پہلے دونوں ہاتھ دھوئے (۲) شرمگاہ اور جہاں جہاں نجاست لگی ہو دھوئے (۳) ہاتھ میں جب بھی نجاست لگے تو اسے مٹی سے ملکر دھوئے۔ یہاں تین روایات ہیں ایک یہ کہ دیوار پر ہاتھ ملا، ایک یہ ہے کہ زمین پر ملا ایک یہ ہے کہ مٹی سے ملا۔ سبکا حاصل ایک ہے (۴) غسل میں وضو سنت ہی پردے کے اندر ننگے نہاتے ہیں کوئی حرج نہیں (۵) حضور نے رومال قبول نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ نہانے کے بعد رومال یا تولیہ سے بدن پوچھنا ممنوع ہے مگر حقیقت میں ممانعت نہیں۔ کبھی گرمی کیوجہ سے جی یہ چاہتا ہے کہ سر بھیگا رہے بدن کا پانی بدن ہی میں جذب ہو جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رومال نہ لینا اسی خیال سے ہے۔ اسلئے کہ ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ ام المومنین حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے ایک کپڑے کا ٹکڑا تھا جس سے بدن پوچھا کرتے تھے (۶) سر اور داڑھی کے بالوں کا خلال کرنا جیسا کہ تصریح ہے کان یخلل اصول شعرہ۔ (۷) پورے جسم پر تین بار پانی بہانا۔

**تشریحات (۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵) حضرت امام زین العابدین** رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکابر سادات اہلبیت اور اجلہ تابعین میں ہیں امام زہری نے فرمایا کہ کسی قرشی کو ان سے افضل نہیں دیکھا۔ حضرت علی

---

ع۵ بخاری جلد اول غسل، باب الغسل مرۃ واحدۃ ص ۳۹ ایضا جلد اول غسل باب المضمضۃ والاستنشاق فی الجنابۃ ص ۴۰ ایضا جلد اول غسل باب مسح الید بالتراب لیکون انقی ص ۴۰ ایضا جلد اول غسل باب من افرغ بیمینہ علی شمالہ ص ۴۰ ایضا تفریق الغسل والوضو ص ۴۰ ایضا من توضا فی الجنابۃ ثم غسل سائر جسدہ ص ۴۱ ایضا نفض الید بین من غسل الجنابۃ ص ۴۱ ایضا من اغتسل عریانا وحدہ فی الخلوۃ ص ۴۲ مسلم جلد اول غسل، باب صفۃ الغسل ص ۱۴۷ ابواداؤد جلد اول غسل باب غسل الجنابۃ ص ۳۲ نسائی جلد اول طہارت باب غسل الرجلین فی غیر المکان الذی یغتسل فیہ ص ۴۹ ترمذی جلد اول طہارت باب ماجاء فی غسل الجنابۃ ص ۱۵، ابن ماجہ جلد اول طہارت باب ماجاء فی غسل الجنابۃ ص ۴۳

وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنْ قَدَحٍ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک برتن سے جس کو فرق

یُقَالُ لَہُ الْفَرَقُ ؏ہ

کہتے ہیں نہایا کرتے تھے۔

## (۱۸۴) حدیث الغسل من صاع

سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَۃَ یَقُوْلُ دَخَلْتُ اَنَا وَاَخُوْ عَائِشَۃَ عَلٰی عَائِشَۃَ

ابوسلمہ کہتے ہیں کہ میں اور حضرت ام المومنین کے ایک (رضائی) بھائی ان کی خدمت میں

فَسَاَلَھَا اَخُوْھَا عَنْ غُسْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حاضر ہوئے۔ اُس نے اُن سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل کیسے

وَسَلَّمَ فَدَعَتْ بِاِنَاءٍ نَحْوٍ مِّنْ صَاعٍ فَاغْتَسَلَتْ وَاَفَاضَتْ

فرماتے تھے۔ تو ام المومنین نے ایک صاع کے قریب ایک برتن منگایا اور غسل فرمایا

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایام خلافت ۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۴ھ میں ۵۸ سال کی عمر پاکر مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں اپنے عم مکرم حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں مدفون ہیں۔ سلاطین عثمانیہ نے اہل بیت کے تمام مزارات پر ایک عالیشان قبہ بنوادیا تھا جو قبہ عباس کے نام سے مشہور تھا، ابن سعود نجدی نے اپنے تغلب کے بعد قبے کو ڈھادیا اور تمام مزارات کو توڑ کر کھنڈر کردیا۔

واقعہ کربلا کے وقت تقریباً چوبیس سال کے تھے بیماری کیوجہ سے بچ گئے بعض ظالموں نے شہید کرنا چاہا تو ابن سعد نے سختی سے روکدیا۔ ان کے بڑے بھائی حضرت علی اکبر شہید وہیں شہید ہوئے۔ ۱۲

مشہور یہ ہے کہ ایران کے اخیر تاجدار یزدجرد کی بیٹی شہربانو کے بطن سے ہیں۔ بعض مورخین نے اس کا سختی سے انکار کیا ہے والعلم عند اللہ تعالیٰ۔

حدیث ۱۸۵ میں سائل حضرت محمد بن حنفیہ کے صاحبزادے حضرت حسن ہیں جیسا کہ بخاری میں اس کے بعد والی روایت میں تصریح ہے۔ حضرت جابر نے امامت اس لئے کی کہ یہی ان سب میں زیادہ علم والے اور سب سے

ع۵ مسلم جلد اول حیض باب قدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ ص ۱۴۸ ابوداؤد جلد اول طہارت باب مقدار الماء الذی یجزی بہ الغسل ص ۳۱ نسائی جلد اول غسل، باب ذکر القدر الذی یکتفی بہ الرجل من الماء للغسل ص ۴۶ دارمی وضوء ۶۸ موطاء امام مالک طہارت ۶۸ مسند امام احمد ۱۲ البدایہ والنہایہ والکمال۔

عَلٰی رَاسِهَا وَبَيْنَنَا وَبَيْنَهَا حِجَابٌ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ قَالَ يَزِيْدُ بْنُ

اور اپنے سر پر پانی بہایا ہمارے اور ان کے درمیان پردہ تھا۔ امام بخاری نے کہا کہ یزید بن

هَارُوْنَ وَبَهْزٌ وَالْجُدِّيُّ عَنْ شُعْبَةَ قَدْرَ صَاعٍ ؏ه

ہارون اور بہز اور جُدّی نے شعبہ سے نحو من صاع کے بجائے قدر صاع روایت کیا۔

(۱۸۵) حديث ايضًا۔ حَدَّثَنَا اَبُوْجَعْفَرٍ اَنَّهٗ كَانَ عِنْدَ جَابِرٍ

ہم سے ابو جعفر حضرت امام باقر نے حدیث بیان کی یہ اور ان کے والد

بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ هُوَ وَاَبُوْهُ وَعِنْدَهٗ قَوْمٌ فَسَاَلُوْهُ عَنِ الْغُسْلِ

(امام زین العابدین) حضرت جابر کے گھر تھے اور وہاں اور لوگ بھی تھے لوگوں نے

فَقَالَ يَكْفِيْكَ صَاعٌ فَقَالَ رَجُلٌ مَا يَكْفِيْنِيْ، فَقَالَ جَابِرٌ كَانَ

ان سے غسل کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا غسل کیلئے ایک صاع پانی کافی ہے اس پر کسی نے کہا مجھے کافی نہ

يَكْفِيْ مَنْ هُوَ اَوْفٰى مِنْكَ شَعْرًا وَخَيْرًا مِنْكَ ثُمَّ اَمَّنَا فِيْ ثَوْبٍ ؏ه

ہوگا تو حضرت جابر نے فرمایا اتنا پانی اس ذات کیلئے کافی ہوتا تھا جنکے بال تمسے زیادہ تھے اور جو تمسے بہتر تھے اور حضرت جابر نے

صرف ایک کپڑا پہنے ہوئے ہماری امامت کی۔

افضل بھی تھے کہ یہ صحابی تھے۔ یا اس بنا پر کہ یہ ان کا گھر تھا۔ ایک کپڑے میں نماز پڑھا کر یہ بتایا کہ نماز کے لئے دو یا اس سے زائد کپڑوں کی شرط نہیں، صرف بدن کے ان حصوں کا چھپانا ضروری ہے جنھیں نماز میں چھپانے کا حکم ہے۔

صاع اور فرق کی پوری تحقیق و تفصیل حدیث ۱۴۶ میں گذر چکی۔ وہیں یہ بھی بیان کیا گیا کہ حدیث ۱۸۳ میں حضرت ام المومنین کی مراد یہ ہے کہ باری باری کے بعد دیگرے میں بھی اسی برتن سے نہا لیتی اور حضور بھی۔ اس حدیث میں اخوھا سے مراد رضائی بھائی ہیں جیسا کہ مسلم شریف اور نسائی شریف کی حدیث میں تصریح ہے انکا نام غالبًا عبداللہ بن یزید ہے [۱]

حضرت ام المومنین، ابوسلمہ کی رضاعی خالہ تھیں۔ ابوسلمہ نے ام المومنین کی بہن، ام کلثوم بنت ابی بکر الصدیق کا دودھ پیا تھا۔ یہ دونوں محرم تھے اس لئے حضرت ام المومنین اتنا پردہ کرکے کہ صرف سر نظر آرہا تھا۔ بقیہ جسم پردے میں تھا، غسل کرکے بتایا۔ عملی تعلیم بہ نسبت قول کے زیادہ دلنشین ہوتی ہے، صحابہ کرام کا اکثر یہ دستور تھا کہ جب کوئی پوچھتا تو عمل کرکے بتادیتے۔

---

ع۵ مسلم جلد اول حیض۔ باب قدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ ص ۱۴۸ نسائی جلد اول غسل، باب ذکر القدر الذی یکتفی بہ الرجل من الماء للغسل ص ۴۶۔ مسند امام احمد۔

ع۶ بخاری جلد اول غسل، اسی باب میں دو اور طریقے سے۔ نسائی جلد اول غسل، باب ذکر القدر الذی یکتفی بہ الرجل من الماء للغسل ص ۴۶

[۱] تیسیر القاری الجزء الثانی ص ۱۰۶،

(۱۸۶) حدیث غسل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وميمونة من اناء واحد

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُوْنَةَ كَانَا يَغْتَسِلَانِ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ

اور میمونہ ایک ہی برتن سے غسل کرتی تھیں امام بخاری نے کہا

كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَقُوْلُ اَخِيْرًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ وَالصَّحِيْحُ

کہ سفیان بن عیینہ اخیر عمر میں عن ابن عباس عن میمونۃ کہنے لگے تھے

مَا رَوٰى اَبُوْ نُعَيْمٍ ع۵

صحیح وہی ہے جو ابونعیم نے روایت کیا۔

(۱۸۷) حدیث افاضة الماء على الراس ثلثا

حَدَّثَنِيْ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

**تشریحات (۱۸۶)** امام بخاری نے یہاں باب یہ باندھا تھا الغسل من صاع ونحوہ۔ ایک صاع یا اس کے قریب قریب کسی برتن سے غسل کرنا۔ اس حدیث کو باب سے کیا مطابقت ہے؟ وہ سب پر ظاہر ہے، علامہ کرمانی اور علامہ عسقلانی نے مطابقت پیدا کرنے کی بہت کوشش کی اور حق علامہ عینی کے ساتھ ہے کہ اس حدیث کو باب سے کوئی مطابقت نہیں۔ یہ حدیث سفیان بن عیینہ سے دو طرح مروی ہے۔ عن ابن عباس عن میمونۃ۔ اور عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وميمونة۔ پہلی صورت میں یہ حدیث مسانید میمونہ میں ہوگی اور دوسری صورت میں مسانید ابن عباس میں سے ہوگی۔ اسلئے ضرورت پڑی کہ امام بخاری یہ فیصلہ دیں کہ ان دونوں میں صحیح کون ہے۔ فرمایا صحیح وہی ہے جو ابونعیم نے روایت کیا جسے ہم نے متن میں درج کیا ہے۔ یعنی دوسری صورت کہ یہ مسانید ابن عباس سے ہے۔

**تشریحات (۱۸۷) سلیمان بن صرد** رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ بنی خزاعۃ کے فرد ہیں۔ ان کا نام جاہلیت میں یسار تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدل کر سلیمان رکھدیا۔ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ

---

ع۵ مسلم جلد اول حیض۔ باب قدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ ص ۱۴۸، نسائی جلد اول غسل باب ذکر اغتسال الرجل والمرأۃ من نسائہ من اناء واحد ص ۴۷، ابن ماجہ طہارت، باب الرجل والمرأۃ یغتسلان من اناء واحد ص ۳۱۔

تعالیٰ علیہ وسلم اَمَّا اَنَا فَاُفِیْضُ عَلٰی رَاْسِیْ ثَلٰثًا وَاَشَارَ بِیَدَیْہِ

| | | |
|---|---|---|
| فرمایا | میں اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہاتا ہوں | اور اپنے |
| کُلْتَیْھِمَا ع۵ | | |
| دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا | | |

تعالیٰ عنہ کے حکم سے کوفہ بسایا جانے لگا تو پہلے پہل جو لوگ کوفے میں جاکر آباد ہوئے ان میں یہ بھی تھے۔ بنی خزاعہ کے محلے میں گھر بنایا۔ اپنی قوم میں بہت ہر دلعزیز اور مقبول تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص محبین میں تھے صفین کے خونی معرکے میں یہ حضرت علی کے ساتھ تھے۔ جوشن کو انھوں نے مارا تھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھکر کوفہ بلانے والوں میں یہ بھی تھے، مگر عین موقع پر گھر بیٹھے رہے۔ شہادت کے بعد احساس ہوا اب پچھتائے مگر اب کیا ہوتا ہے، پھر یہ اور مسیب بن نجیبہ نے انتقام حسین کی تحریک چلائی اور اپنا نام توابین رکھا اور حضرت سلیمان بن صرد کو امیر بنا کر چار ہزار لشکر اکٹھا کر کے ابن زیاد کے مقابلے کیلئے نکلے۔ یہ قصہ پہلی ربیع الآخر ۶۵ھ کا ہے۔ ادھر سے ابن زیاد نے اپنا لشکر بھیجا مقام عین التمر پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ سلیمان بن صرد اور مسیب دونوں مارے گئے۔ ان کے سر مروان کے پاس بھیجے گئے۔ شہادت کے وقت انکی عمر ترانوے سال تھی۔ انھیں یزید بن حصین بن نمیر نے تیر سے شہید کیا تھا۔

**حضرت جبیر بن مطعم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی نوفل کے چشم وچراغ تھے ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ ان کے والد مطعم بن عدی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہت مہربان تھے، حضرت جبیر بن مطعم صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے مابین ایمان لائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بدر کے بعد قیدیوں کی رہائی کے سلسلے میں آئے تھے۔ نماز مغرب یا عشار میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دہان اقدس سے سورہ طور سنی تو دل لرز اٹھا اور ایمان کی پہلی کرن پھوٹی ــــ قیدیوں کی شفارش پر فرمایا۔ اگر تمھارے باپ زندہ ہوتے اور ان کے بارے میں سفارش کرتے تو ضرور انکو چھوڑ دیتا۔

قریش کے بہت ماہر النساب تھے، زمانہ معاویہ میں مدینہ طیبہ ہی میں وصال ہوا ۹۷ھ تا ۹۹ھ سن وصال ہے۔

**تکمیل** مسلم اور نسائی اور ابن ماجہ میں ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور غسل کے بارے میں کچھ لوگ لڑ پڑے یہ کہنے لگے میں تو اپنے سر کے ساتھ ایسا ایسا کرتا ہوں اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔

---

ع۵ مسلم جلد اول طہارت، باب استحباب افاضۃ الماء علی الراس ثلثا ص ۱۴۹ - ابوداود جلد اول طہارت باب فی الغسل من الجنابۃ ص ۳۲ - نسائی جلد اول غسل باب ذکر ما یکفی الجنب من افاضۃ الماء علی راسہ ص ۴۹ ابن ماجہ طہارت باب فی الغسل من الجنابۃ ص ۴۴

## (۱۸۸) حدیث۔ افاضۃ الماء علی سائر الجسد ثلثا

حَدَّثَنِیْ اَبُوْجَعْفَرٍ قَالَ لِیْ جَابِرٌ اَتَانِیْ اِبْنُ عَمِّكَ یُعَرِّضُ بِالْحَسَنِ

حضرت ابوجعفر یعنی امام باقر نے فرمایا کہ مجھسے جابر نے بیان کیا کہ میرے پاس آپکے چچا کے لڑکے آئے

بْنِ مُحَمَّدِنِ الْحَنَفِیَّةِ قَالَ كَیْفَ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقُلْتُ كَانَ

ان کی مراد حسن بن محمد بن حنفیہ سے تھی۔ اور پوچھا جنابت سے غسل کیسے کیا جائے؟ تو میں نے کہا کہ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْخُذُ ثَلٰثَ اَكُفٍّ فَیُفِیْضُهَا

نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین چلو پانی لیتے اور اسے اپنے سر پر ڈالتے پھر

عَلٰی رَاْسِهٖ ثُمَّ یُفِیْضُ عَلٰی سَائِرِ جَسَدِهٖ فَقَالَ لِیْ الْحَسَنُ اِنِّیْ رَجُلٌ

اپنے پورے جسم پر اس پر حسن نے مجھ سے کہا میں بہت زیادہ

كَثِیْرُ الشَّعْرِ فَقُلْتُ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرَ مِنْكَ شَعْرًا

بال والا انسان ہوں۔ میں نے کہا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سے زیادہ بال والے تھے

## (۱۸۹) حدیث افاضۃ الماء علی الراس

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ

### مسائل

اس حدیث سے یہ مسائل اخذ کئے گئے۔ غسل میں تین بار پورے جسم پر پانی بہانا سنت ہے حدیث میں اگرچہ صرف سر پر تین بار پانی بہانے کا ذکر ہے۔ مگر اسی پر قیاس کرکے پورے جسم پر تین بار پانی بہانے کو مسنون کہا گیا ہے۔

### تشریح (۱۸۸)

یہ حدیث ۱۸۵ ہی ہے تھوڑے تغیر اور الفاظ کے اختلاف کیساتھ یہ حدیث احناف کے مسلک پر نص ہے کہ سر کی طرح پورے جسم پر تین بار پانی بہانا مسنون ہے۔

### تشریحات (۱۸۹)

حلاب اس برتن کو کہتے ہیں جسمیں اونٹنی کا ایک وقت کا دودھ آجائے اور مطلقاً ہر دودھ کے برتن کو بھی کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ برتن ایک بالشت کچھ کم لمبا چوڑا ہوتا ہے۔ امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے من بدء بالحلاب او الطیب عند الغسل۔ جس نے حلاب یا خوشبو سے غسل شروع کیا۔ طیب کا استعمال باب میں ذکر کی ہوئی کسی حدیث سے نہیں ثابت ہوتا۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْءٍ نَحْوَ الْحِلَابِ فَاَخَذَ

علیہ وسلم جب جنابت سے غسل کرتے تو حلاب کے مثل کوئی برتن منگاتے پھر اُسے اپنے

بِكَفِّهِ فَبَدَأَ بِشِقِّ رَاْسِهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ الْاَيْسَرِ فَقَالَ بِهِمَا عَلٰى وَسْطِ رَاْسِهِ

ہاتھ میں لیتے اور سر کی داہنی جانب سے شروع فرماتے پھر بائیں جانب ڈالتے پھر دونوں ہاتھ سے بیچ سر کو ملتے عہ

اس پر شراح نے موافقت و مخالفت میں بہت نکتہ آفرینیاں کی ہیں جو اس کی سیر کرنا چاہے وہ بخاری کی شرحیں مطالعہ کرے۔

لیکن شارحین کی ان سب ابحاث کی بنیاد اس پر ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "حلاب" منگاتے اور اسی سے نہاتے ــــ اس وقت درست ہوتا جب حدیث میں ــــ دعا بالحلاب ــــ ہوتا ــــ مگر جبکہ حدیث میں یہ ہے ــــ دعا بشیء نحو الحلاب ــــ یعنی حلاب جیسا کوئی برتن منگاتے تو اب ان ابحاث کی گنجائش نہ رہی ــــ اس لئے کہ نکتہ آفرینی کی بنیاد اس پر قائم تھی کہ "حلاب" دودھ کے برتن میں بو ہوتی ہے، اور جب اس میں پانی رکھا جائے گا تو بُو پانی میں آجائے گی ــــ مگر جب حدیث میں یہ ہے ــــ کہ حلاب جیسا برتن منگاتے تو اس کی گنجائش نہ رہی ــــ اب دو مطلب ظاہر ہے ــــ ایک یہ کہ ــــ اخذ کا مفعول محذوف شی ــــ کو مانا جائے تو معنی یہ ہوں گے ــــ کہ اس چیز کو اپنے ہاتھ میں لیتے اور مشک وغیرہ یا کسی اور بڑے برتن میں سے اس چیز سے پانی لیتے ــــ جیسے آجکل بالٹی میں پانی بھر لیا جاتا ہے ــــ اور مگھ وغیرہ سے نکال نکال کر نہایا جاتا ہے ــــ دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ اخذ کا مفعول "ماء" کو محذوف مانا جائے جس پر قرینہ حالیہ دلالت کرتا ہے ــــ تو معنی یہ ہوں گے کہ اپنے ہاتھ سے پانی اس چیز میں سے لے کر نہاتے ــــ پہلا احتمال ظاہر ہے ــــ بعض شارحین نے یہ لکھا ہے کہ "حلاب" گلاب کا معرب جُلاب تھا اور بدل کر "حلاب" ہوگیا ــــ یہ احتمال اس قابل بھی نہیں کہ اس کو لکھا جاتا مگر ناظرین کی معلومات کے لئے ہم نے لکھدیا۔

قال کے معنی یہاں ملنے کے ہیں۔ قال تقریباً افعال عامہ سے ہے۔ اپنے مفعول کے اعتبار سے اس کے معانی بدلتے رہتے ہیں۔ مثلاً قال بیدہ ــــ ہاتھ سے پکڑا ــــ قال برجلہ ــــ پیدل چلا ــــ وغیرہ وغیرہ۔

---

عہ مسلم جلد اول۔ حیض ــ باب صفۃ غسل الجنابۃ ص ۱۴۷

ابوداؤد ــ طہارت باب فی الغسل من الجنابۃ ص ۳۲

ت (۵۵) وَاَدْخَلَ اِبْنُ عُمَرَ وَبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ يَدَهٗ فِي الطَّهُوْرِ

حضرت ابن عمر اور براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بغیر دھلا ہاتھ پانی میں ڈالا پھر

وَلَمْ يَغْسِلْهَا ثُمَّ تَوَضَّاءَ عه

اس سے وضو کیا

ت (۵۶) وَلَمْ يَرَ اِبْنُ عُمَرَ وَاِبْنُ عَبَّاسٍ بَاسًا بِمَا يَنْتَضِحُ مِنْ

حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم، جنابت کی حالت میں نہانے سے جو چھینٹیں پڑتیں

غُسْلِ الْجَنَابَةِ عه

اس سے کچھ حرج نہیں جانتے

**تشریحات (۵۵) (۵۶)** یہاں امام بخاری یدہ میں واحد کی ضمیر لائے ہیں اور بعد میں "توضأ" واحد کا صیغہ لائے ہیں۔ حالانکہ مراد ان کی یہ ہے کہ حضرت ابن عمر اور براء بن عازب دونوں اپنا اپنا ہاتھ بغیر دھوئے پانی میں ڈالتے اور دونوں وضو کرتے۔ امام بخاری کو یدھما تثنیہ کی ضمیر لانی ضرور تھی۔ اور توضأ تثنیہ کا صیغہ لانا لازم تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بتاویل کل واحد، واحد کی ضمیر اور واحد کا صیغہ لائے ہیں۔

**باب کا فائدہ** امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ محدث یا جنبی اگر دھوئے بغیر برتن میں ہاتھ ڈالدے تو پانی طاہر بھی رہتا ہے اور مطہر بھی۔ یہ احناف کے مسلک کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ احناف کا مسلک مفتی بہ یہ ہے کہ محدث یا جنبی اگر بغیر دھوئے ہاتھ پانی میں ڈالدے گا تو پانی مستعمل ہوجائے گا، جو طاہر ہے مگر مطہر نہیں۔ احناف کا جواب یہ ہے کہ خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول۔ ابن ابی شیبہ میں یہ ہے کہ اگر کوئی جنابت کیحالت میں چلو سے پانی لے گا تو پانی نجس ہوجائیگا[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول وفعل کو تعارض سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ "بخاری" کے اس اثر میں حالت جنابت مستثنیٰ ہو۔ رہ گیا حدث کی حالت میں ہاتھ ڈالنے کا معاملہ تو اس اثر میں اس پر کوئی دلیل نہیں کہ حالت حدث میں ایسا کرتے ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ ایسی حالت کا ہو جب یہ حضرات وضو پر وضو کرتے ہوں۔ اس کا بھی امکان ہے کہ یہ ایسے وقت کا قصہ ہو جب پانی بڑے برتن میں ہو جسے اوندھا کرنا ممکن نہ ہو اور کوئی چھوٹا برتن نہ رہا ہو جس سے پانی لیتے۔ ایسی صورت میں ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ پہلے بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے پانی لے کر داہنے ہاتھ کو دھوئے، پھر داہنے ہاتھ سے پانی لے کر بائیں ہاتھ کو دھوئے۔ اس اثر میں "یدہ" واحد کا صیغہ اسی کی طرف مشعر ہے۔ پھر یہ صحابی کا فعل ہے اور حدیث ۱۱۹ میں ہے کہ فرمایا

---

عه عبد الرزاق بمعناہ عه ابن ابی شیبہ بمعناہ منقطعًا [1] شرح شیخ الاسلام الجزء الثانی ص ۲۹۰

حدیث (۱۹۰) اغتسل انا والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اناء واحد

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں اور نبی صلے اللہ تعالیٰ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ تَخْتَلِفُ اَيْدِيْنَا فِيْهِ ؏

علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے۔ ہم اپنے ہاتھ یکے بعد دیگر اس برتن میں ڈالتے

حدیث (۱۹۱) غسل الیدین فی الغسل

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا

قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب جنابت سے

الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَهٗ ؏

غسل فرمانا چاہتے تو اپنے ہاتھ کو دھو لیتے

"جب تم سو کر اٹھو تو برتن میں ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھ کو دھو لو"

فلیغسل یدہ میں امر ہے اور امر میں اصل وجوب ہے۔ وجوب اس کی دلیل ہے کہ سو کر اٹھنے کے بعد برتن میں ہاتھ ڈالنا ممنوع ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ممانعت اس وجہ سے نہیں کہ اسوقت برتن میں ہاتھ ڈالنا گناہ ہے لامحالہ اس کا محمل یہی ہے کہ لائق وضو وغسل نہیں۔ نجس کہہ نہیں سکتے اسلئے کہ پانی پاک تھا اور ہاتھ کا نجس ہونا یقینی نہیں۔ شک سے نجاست ثابت نہیں ہوگی تو لامحالہ یہ کہنا پڑے گا کہ پانی تو پاک ہے مگر وضو وغسل کے لائق نہیں یہی معنی ہیں "طاہر غیر مطہر" کے ۔ حدیث صحیح کے معارض، صحابی کا عمل نہیں ہوسکتا اس لئے اس اثر کو مذکورہ دونوں محملوں میں سے ایک پر حمل کرنا لازم ہوگا۔ رہ گئی دوسری تعلیق یہ ہمارے مذہب کے قطعاً معارض نہیں۔ غسل جنابت کے وقت جو چھینٹیں اڑتی ہیں وہ زیادہ سے زیادہ ماء مستعمل ہوں گی اور ہم ماء مستعمل کو پاک مانتے ہیں ناپاک نہیں مانتے کہ اگر وہ پانی میں پڑ جائے تو پانی ناپاک ہوجائے۔

**تشریحات (۱۹۰)** بخاری، باب تخلیل الشعر حتی اذا ظن انہ قد روی بشرتہ افاض علیہ میں ص ۴۱ پر بھی یہ حدیث تھوڑے سے تغیر اور کچھ زیادتی کے ساتھ مذکور ہے، اس کے علاوہ ابوداؤد میں بھی

---

عہ مسلم جلد اول، حیض، باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ ص ۱۴۸، ابوداؤد جلد اول، طہارت باب الوضوء بفضل المرأۃ ص ۱۱، ابن ماجہ ۔ طہارت، باب الرجل والمرأۃ یغتسلان من اناء واحد ص ۳۱ مسند امام احمد۔ عہ ایضاً غسل۔ باب تخلیل الشعر حتی اذا ظن انہ قد روی بشرتہ افاض علیہ ص ۴۱، ایضاً غسل الوضوء قبل الغسل ص ۳۹، ابوداؤد جلد اول طہارت، باب الغسل من الجنابۃ ص ۳۲۔

(۱۹۲) حدیث اغتسال المرأۃ مع زوجہا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ مِّنْ جَنَابَةٍ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهٗ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں اور نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل جنابت کرتے تھے۔

(۱۹۳) حدیث ایضاً

سَمِعْتُ اَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَرْاَةُ مِنْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی عورتوں میں

کچھ تغیر کے ساتھ ہے۔ بخاری میں دونوں جگہ یہ ہے کہ، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل جنابت فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے۔ یہاں پر تصریح نہیں کہ غسل کی ابتدا میں کہ وسط میں کہ انتہا میں، مگر ابوداؤد میں صاف صاف تصریح ہے کہ غسل کی ابتدا ہاتھ دھونے سے فرماتے بلکہ خود بخاری باب الوضوء قبل الغسل میں ص۲۷ پر تصریح ہے کہ غسل سے پہلے دونوں ہاتھ دھوتے پھر وضو فرماتے۔

## تشریحات (۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳) باب کی توضیح

امام بخاری نے ان احادیث پر یہ باب باندھا ہے
"جنبی کے ہاتھ پر اگر کوئی نجاست، جنابت کے علاوہ نہ ہو تو کیا وہ دھوئے بغیر برتن میں اپنا ہاتھ ڈال سکتا ہے؟"

باب تو امام بخاری نے سوال کے انداز میں قائم کیا ہے۔ مگر جو آثار و احادیث لائے ہیں، ان سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ جنبی بغیر دھوئے برتن میں ہاتھ ڈال دے، اس سے نہ پانی ناپاک ہوگا نہ اسمیں کوئی ایسا فساد پیدا ہوگا کہ اس سے وضو یا غسل نہ ہو سکے۔ اس لئے کہ جنابت نجاست حسی اور حقیقی نہیں بلکہ معنوی اور حکمی ہے۔ ابھی گزرا کہ یہ احناف کے مذہب کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر محدث یا جنبی دھوئے بغیر اپنا ہاتھ پانی میں ڈالے گا تو "پانی" مستعمل ہو جائیگا جو طاہر تو ہے مگر مطہر نہیں۔

یہاں بھی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان احادیث سے "امام بخاری کا مقصد" ثابت نہیں ہوتا۔

| |
|---|
| نِسَائِهٖ يَغْتَسِلَانِ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ زَادَ مُسْلِمٌ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ |
| سے ایک عورت ایک ہی برتن سے غسل کرتیں مسلم اور وہب ابن جریر نے بروایت |
| عَنْ شُعْبَةَ مِنَ الْجَنَابَةِ" |
| شعبہ یہ زیادہ کیا کہ جنابت سے۔ |

باب کے ثبوت کی صورت صرف یہ ہے کہ چونکہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ ہمارے ہاتھ برتن میں یکے بعد دیگرے پڑتے، اور چونکہ غسل جبتک پورا نہ ہو جنابت دور نہ ہوگی تو معلوم ہوا کہ حالت جنابت میں، پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ہماری عرض یہ ہے کہ اگر یہ ثابت نہ ہوتا کہ نہانے سے پہلے ہاتھ دھو لیتے تھے تو ضرور باب ثابت ہو جاتا مگر ابھی حدیث ۱۹۰ میں گذرا۔

اذا اغتسل من الجنابة غسل یدہ۔ جب غسل جنابت کرنا چاہتے تو اپنا ہاتھ دھو لیتے۔

اس مختصر حدیث کی جو تفصیل خود بخاری اور ابوداؤد کے حوالے سے ہم نے لکھی اس میں تصریح ہے کہ ابتداءً ہاتھ دھوتے جب یہ ثابت ہے کہ غسل کرنے سے پہلے ہاتھ دھو لیتے تو ہاتھ پر جو جنابت ہوتی وہ دور ہو جاتی۔ اس کے بعد برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پانی پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔

اس پر صاحب ایضاح البخاری کا یہ کہنا کہ غسل کے پہلے ہاتھ دھونے سے بھی ہاتھ کی جنابت نہیں دور ہوتی اسلئے کہ نجاست غیر متجزی ہے۔ طفل تسلی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ جنابت میں تجزی نہیں، اس معنی کر کہ جب طاری ہوگی تو پورے جسم پر طاری ہوگی، ایسا نہیں کہ بعض اجزاء پر طاری ہو بعض پر نہ طاری ہو لیکن ازالے میں ضرور متجزی ہے۔ جنابت کے بعد جن جن اعضاء پر پانی بہہ جائے گا ان سب کی جنابت دور ہوتی جائے گی۔ اگر اس کو تسلیم نہ کریں تو لازم کہ جنابت دور ہونے کی سوائے اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ جنبی پانی میں غوطہ لگائے۔ اس لئے کہ غوطہ لگانا ہی ایک ایسی صورت ہے کہ جس سے پورے جسم پر بیک وقت پانی پہنچے، اور کسی برتن میں رکھے ہوئے پانی سے جب غسل کریں گے تو پھر کوئی صورت نہیں کہ بیک وقت پورے جسم پر پانی پہنچ سکے۔ یقیناً بعض اعضاء پر پہلے اور بعض پر بعد میں پانی پہنچے گا۔ مثلاً آپ نے سر پر پانی ڈالا۔ آپ کتنا ہی پانی ڈالیں کسی طرح پورے جسم پر بیک وقت نہیں پہنچے گا۔ تو اگر یہ قول کیا جائے کہ ازالے کے اعتبار سے بھی جنابت میں تجزی نہیں تو اس صورت میں غسل ہی نہ ہوگا۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ دور ہونے کے اعتبار سے جنابت میں تجزی ہے۔ یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ کچھ اعضاء کی جنابت پہلے دور ہو اور کچھ کی بعد میں۔ بناءً علیہ جب ہاتھ دھو لیا تو ہاتھ کی جنابت دور ہو گئی، اب اسے برتن میں ڈالنے سے پانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

حدیث (۱۹۲) کی متابعت میں امام بخاری نے فرمایا:۔ وعن عبد الرحمٰن بن القاسم عن ابیہ عن عائشة مثلہ۔ یہ حدیث مذکور کی سند "عن ابی بکر بن حفص عن عروۃ" پر معطوف ہے۔ مراد یہ ہے کہ شعبہ نے اس حدیث کو حضرت ام المومنین سے دو سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ایک عن ابی بکر بن حفص عن عروۃ" اور

(۵۷) وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، اَنَّهٗ غَسَلَ

ت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ عمل مذکور ہے کہ انھوں نے دوسرے اعضاء وضوء

قَدَمَيْهِ بَعْدَ مَا جَفَّ وَضُوْءَهٗ

کے سوکھ جانے کے بعد پاؤں دھویا۔

دوسری عن عبدالرحمٰن بن القاسم عن ابیہ کے ساتھ۔

حدیث (۱۹۳) کے بعد ہے زاد مسلم ووھب عن شعبۃ من الجنابۃ۔ یہ مسلم بن ابراہیم الازدی ہیں، امام مسلم صحیح مسلم کے مصنف نہیں۔ اور یہ وہب وہب بن جریر ہیں۔ وہب بن منبہ نہیں مطلب یہ ہے کہ شعبہ سے جو روایت بطریق ابوالولید ہے اس میں من الجنابۃ نہیں۔ مگر شعبہ ہی سے یہی حدیث بطریق مسلم اور وہب مروی ہے، اس میں "من الجنابۃ" مذکور ہے۔

پہلی حدیث میں صرف غسل کا ذکر ہے، یہ مذکور نہیں کہ یہ غسل جنابت تھا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ غسل تبرید یا تنظیف کے لئے رہا ہو۔ اس لئے اس سے باب کا ثبوت نہیں ہوتا۔ تو امام بخاری نے تیسری حدیث ذکر کی جس میں "من الجنابۃ" کی تصریح ہے جس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا غسل جنابت بھی ایک ہی برتن سے فرماتے،

تشریح (۵۷) علامہ عینی نے یہاں فرمایا کہ اس تعلیق کو صیغۂ تمریض یعنی مجہول کے ساتھ ذکر کیا جو ضعف کی جانب مشعر ہے۔ حالانکہ یہ تعلیق بسند متصل وصحیح بیہقی نے ذکر کی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ اکثر جگہ صیغۂ تمریض سے ضعف کی طرف اشارہ ہے مگر اس پر کلیۃً التزام نہیں کہیں کہیں صحیح و متصل احادیث کو "تعلیقًا" صیغۂ مجہول سے ذکر فرمایا۔ جس کی تفصیل مقدمہ میں گزر چکی۔ علاوہ ازیں امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ جو ذکر کیا ہے اس میں پاؤں دھونے کا ذکر نہیں بلکہ موزوں پر مسح کا ذکر ہے۔

اس تعلیق کے ذکر سے امام بخاری قدس سرہ کا مقصود یہ ہے کہ وضوء میں اور اسی کے مثل غسل میں موالاۃ فرض نہیں کہ یکے بعد دیگرے بلا تاخیر اور بلا فصل اعضاء کو دھویا جائے۔ اعضاء کے دھونے میں اگر تاخیر ہو جائے تو خواہ کتنی ہی تاخیر ہو جائے وضوء اور غسل میں کوئی خلل نہیں پڑے گا، البتہ امام مالک موالاۃ فرض مانتے ہیں۔

بیہقی نے معرفت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ عمل نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمر نے بازار میں وضوء کیا اپنے ہاتھوں اور چہرے کو دھویا اور اپنے سر پر مسح کیا اس کے بعد نماز جنازہ کے لئے بلائے گئے تو مسجد میں گئے اسوقت اپنے موزوں پر مسح کیا اس کے بعد نماز پڑھی [۱]

مگر اصل مقصد پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ امام بخاری نے یہاں باب یہ باندھا ہے:۔

[۱] عینی جلد ثالث ص ۲۱۱

حدیث (۱۹۴) عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ

محمد بن منتشر سے روایت ہے، انھوں نے کہا میں نے یہ بات

ذَکَرْتُهٗ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ یَرْحَمُ اللّٰهُ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، کُنْتُ

حضرت عائشہ سے کہی تو انھوں نے فرمایا اللہ ابو عبدالرحمٰن پر رحم فرمائے

"تفریق الوضوء والغسل:۔ وضو اور غسل کرنے میں اعضاء دھونے میں فصل کرنا"

یعنی یہ ضروری نہیں کہ وضو کرنے میں یا غسل کرنے میں اعضاء کو یکے بعد دیگرے بلا تاخیر دھویا جائے۔ اگر کچھ دیر کے بعد دھویا جائے تو بھی حرج نہیں، یہ تاخیر کتنی ہی زیادہ ہو بشرطیکہ حدث نہ ہو۔ یہ اب بھی ثابت اسلئے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بازار میں منہ ہاتھ دھوئے اور سر کا مسح کیا اور موزوں پر مسح مسجد میں آکر کیا تو وضو میں فصل ثابت ہوگیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ یہ اثر وہ نہ رہا جو امام بخاری نے ذکر فرمایا۔ اس لئے کہ امام بخاری نے تصریح کی ہے کہ انھوں نے بقیہ اعضاء وضو کے سوکھنے کے بعد پاؤں دھویا۔ اور بیہقی کی روایت میں پاؤں دھونے کا ذکر نہیں موزوں پر مسح کا ہے۔

اس باب کی تائید میں امام بخاری نے وہی حضرت میمونہ والی حدیث ۱۸۲ ذکر فرمائی جس میں یہ ہے

ثم تنحی من مقامه فغسل قدمیه:۔ پھر اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ پاؤں دھویا۔

حضور نے وضو "شروع غسل" میں کیا تھا مگر پاؤں نہیں دھویا تھا۔ غسل مکمل کرنے کے بعد پاؤں دھویا۔ وضو کی تکمیل میں اتنا فصل ہوگیا۔

یہی ہمارا بھی مسلک ہے کہ وضو میں موالاۃ فرض نہیں۔ اس حدیث میں ایک لفظ، مذاکیرہ آیا ہے، یہ "ذکر" کی خلاف قیاس جمع ہے۔ ذکر کے دو معنی ہیں۔ نر اور عضو تناسل۔ معنی اول کی جمع "ذکور" ہے اور معنی ثانی کی جمع، مذاکیر۔ جمع لانا تعمیم کے لئے ہے تاکہ انثین کو بھی شامل ہوجائے۔

**تشریحات (۱۹۴)**

**ایضاح البخاری کی تغلیط:** سند میں یہ ہے کہ ابراہیم بن محمد بن منتشر سے روایت ہے۔ وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، اس کا نہایت واضح مطلب یہ ہے کہ ابراہیم اپنے باپ محمد بن منتشر سے روایت کرتے ہیں لیکن تعجب ہے کہ ایضاح البخاری میں یہ ترجمہ کیا۔ محمد بن منتشر اپنے باپ، منتشر سے روایت کرتے ہیں۔

**تکمیل** پوری حدیث اسی بخاری میں ایک باب کے بعد یوں ہے۔

میں نے حضرت عائشہ سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول ذکر کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ میں احرام کی حالت میں رہوں اور میرے جسم یا کپڑے سے خوشبو اٹھتی ہو۔ اس پر ام المومنین نے یہ فرمایا۔ مسلم میں یہ ہے کہ انھوں نے یہاں تک کہدیا کہ احرام کی حالت میں میرے جسم پر قطران پوتا ہوا ہو یہ مجھے پسند ہے بہ نسبت

48

اُطَیِّبُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَطُوْفُ عَلٰی

میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوشبو لگاتی اس کے بعد حضور اپنی ازواج کے پاس

نِسَائِہٖ ثُمَّ یُصْبِحُ مُحْرِمًا یَنْضَخُ طِیْبًا ؎

تشریف لے جاتے اور صبح کو احرام باندھتے حضور کے جسم سے خوشبو اٹھتی رہتی۔

اس کے کہ میرے جسم سے خوشبو اٹھ رہی ہو۔

**اختلاف روایت** یہاں ینضخ، خا معجمہ کے ساتھ بھی روایت ہے اور ینضح حا حطی کے ساتھ بھی۔ دونوں معنی کے اعتبار سے متقارب ہیں، مشہور روایت ینضخ، خا معجمہ ہی کے ساتھ ہے۔ اسی سے قرآن مجید میں ہے:۔ فیھما عینان نضاختان۔ ان دونوں میں دو اچھلتے ہوئے چشمے ہیں۔

**یہ کیا خوشبو تھی** بخاری کتاب الحج میں ہے کہ یہ خوشبو "ذریرہ" تھی ۱؎ اس زمانے میں ہندوستان سے ایک گرہ دار خوشبودار لکڑی جاتی تھی۔ اسے بہت باریک پیس چھان کر ایک خوشبو تیار کرتے تھے اسے ذریرہ کہتے ہیں۔ یہ "ذَرَّ" سے بنا ہے جس کے معنی چھوٹی چیونٹی کے ہیں۔ ہوسکتا ہے اس میں مشک بھی ملاتے ہوں اس لئے کہ نسائی کی حدیث میں یہ ہے۔ ام المومنین فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو احرام سے پہلے اور یوم نحر طواف سے پہلے ایسی خوشبو لگاتی جس میں مشک ہوتا ۲؎

یہ واقعہ حجۃ الوداع کے موقع پر پیش آیا۔ چونکہ احرام کی حالت میں عورتوں سے قربت جائز نہیں، اس لئے احرام سے قبل حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب ازواج پر کرم فرمایا۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تمام ازواج کے مابین عدل واجب تھا یا نہیں۔ صحیح یہی ہے کہ واجب نہ تھا۔ مگر یہ کرم تھا کہ پھر بھی عدل فرماتے تھے۔ اب یہاں ایک سوال یہ ہے کہ پھر ایک ہی وقت میں تمام ازواج کے پاس کب تشریف لے جاتے تھے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ "یہ موقع عمر میں صرف ایک بار حجۃ الوداع کے موقعہ پر پیش آیا۔ مگر حدیث کے یہ دو جملے۔ کان یدور اور من اللیل والنھار۔ اس حصر کو باطل کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ ــ کان یدور ــ استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ اور من اللیل والنھار۔ یہ بتا رہا ہے کہ دن میں بھی ایسا ہوتا تھا اور رات میں بھی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر اگر دن میں یہ واقعہ پیش آیا تو رات میں کب پیش آیا۔ اور اگر رات میں پیش آیا تو دن میں کب پیش آیا۔

---

؎ ایضا جلد اول۔ باب الغسل۔ وباب من تطیب وبقی اثر الطیب ص ۱۴، مسلم جلد اول۔ حج باب استحباب الطیب قبیل الاحرام ص ۳۷۸، نسائی۔ جلد اول۔ غسل، باب اذا تطیب واغتسل وبقی اثر الطیب ص ۱۷، ۱؎ بخاری جلد ثانی کتاب اللباس، باب الذریرہ ص ۸۷۸،

۲؎ نسائی جلد ثانی۔ حج۔ باب اباحۃ الطیب ص ۹۔

**حدیث** (۱۹۵) کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدور علی نسائہ فی الساعۃ الواحدۃ

**حدثنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان النبی صلی**

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی صلے اللہ

**اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدور علی نسائہ فی الساعۃ الواحدۃ**

تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہی وقت تمام ازواج کے پاس تشریف لے جاتے

**ومن اللیل والنھار وھن احدی عشرۃ، قال قلت لانس**

خواہ رات کا وقت ہو خواہ دن کا یہ گیارہ تھیں قتادہ نے کہا میں نے حضرت انس

**اوکان یطیقہ قال کنا نتحدث انہ اعطی قوۃ ثلثین وقال**

سے پوچھا کیا حضور اس کی طاقت رکھتے تھے تو حضرت انس نے بتایا ہم یہ بات کیا کرتے تھے کہ حضور کو تیس

علامہ عینی نے یہ توجیہہ کی۔ کہ سفر سے واپسی پر ایسا موقع ملتا تھا۔ اسلئے کہ سفر سے قبل سفر کی باری ختم ہو جاتی اور حضور کی مرضی تھی۔ جس سے چاہتے باری شروع فرماتے۔ نئی باری شروع فرمانے سے پہلے یہ موقع ملجاتا۔ دوسری توجیہہ یہ کہ جس کی باری ہوتی اس کی اجازت سے ایسا کرتے۔ تیسری توجیہہ ابن مہلب کی نقل کی۔ کہ دو باریوں کے بیچ میں اس کا موقعہ تھا چوتھی توجیہہ ابن عربی کی یہ بیان کی کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک ایسا وقت عطا فرمایا تھا کہ اس وقت کسی زوجہ کا حق نہیں تھا۔ اسی وقت تمام ازواج کے پاس تشریف لے جاتے۔ کتاب مسلم میں حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ یہ وقت عصر و مغرب کے مابین تھا۔

**مسائل** (۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا سنت ہے (۲) ایک جماع کے بعد غسل کئے بغیر دوبارہ جماع کرنا جائز ہے اگرچہ دوسری عورت سے کرے (۳) ثابت ہوا کہ غسل کا سبب صرف جنابت نہیں جنابت کے ساتھ ارادۂ صلوٰۃ، دونوں ملکر سبب ہیں (۴) ثابت ہوا کہ غسل جنابت میں بدن ملنا ضروری نہیں صرف پانی بہانا کافی ہے۔ اس لئے کہ اگر ملنا ضروری ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضرور ملتے پھر خوشبو کا اثر باقی نہ رہتا۔

**تشریحات** (۱۹۵) امام بخاری نے یہاں باب یہ باندھا۔ جماع کے بعد جماع کرے اور جو تمام عورتوں کے پاس ایک ہی غسل میں گیا۔ باب سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ "فی الساعۃ الواحدۃ" ایک ہی وقت میں۔ ظاہر ہے کہ نو بیویوں کے پاس ایک ہی وقت میں جانا اور پھر جماع کے بعد غسل کرنا بہت دشوار ہے تو ثابت ہوا کہ ایک بیوی سے فارغ ہو کر دوسری کے پاس غسل کئے بغیر تشریف لے جاتے۔ پہلی حدیث میں اگرچہ "فی الساعۃ الواحدۃ" کا لفظ

**باب سے مطابقت**

سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ اِنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ بِتِسْعِ نِسْوَةٍ ؏

مَردوں کی قوت دی گئی ہے۔ سعید نے بروایت قتادہ کہا کہ حضرت انس نے یہ بیان کیا تھا کہ "نو ازواج تھیں"

نہیں مگر وہاں بھی یہی مراد ہے۔

**شبہہ اور ازالہ** معاذ بن ھشام کی روایت میں ہے کہ گیارہ عورتیں تھیں۔ اس پر یہ شبہہ ہے کہ ایک وقت میں نو ازواج سے زیادہ کبھی اکٹھی نہ ہوئیں۔ اگرچہ کل تعداد گیارہ ہے۔ ان میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حیات مبارکہ ہی میں انتقال ہو چکا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ ازواج بیکوقت صرف نو تھیں مگر دو باندیاں بھی تھیں، ایک ماریہ قبطیہ، دوسری ریحانہ، اس طرح گیارہ ہو گئیں۔ اور سعید کی روایت میں نو کی تعداد صرف ازواج کی ہے۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ "تیس مردوں کی قوت دی گئی تھی اور حلیۃ الاولیاء میں ہے کہ چالیس جنتی مَردوں کی قوت دی گئی تھی اور ترمذی میں ہے کہ جنت کے ایک مرد کو دنیا کے سو مردوں کے برابر قوت ہوگی [1] اس حساب سے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا کے چار ہزار مردوں کے برابر قوت دی گئی۔ اس قوت سے مراد قوت جماع ہے اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابتداء میں صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر اکتفا فرمایا، ان کے وصال کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ اور ہجرت کے دوسرے سال تک صرف یہی کاشانۂ اقدس میں رہیں۔ ۲ھ میں حضرت عائشہ رخصت ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں پھر ہجرت کے تیسرے یا چوتھے سال حضرت ام سلمہ، حضرت حفصہ حضرت زینب بنت خزیمہ خدمت مبارکہ میں آئیں۔ پھر پانچویں سال حضرت زینب بنت جحش، چھٹے سال حضرت جویریہ ساتویں سال حضرت صفیہ و حضرت میمونہ اور حضرت ام حبیبہ سے عقد فرمایا۔ ساتویں سال نو ازواج اکٹھی ہوئیں۔ اس عظیم قوت کے باوجود زیادہ سے زیادہ نو عورتوں پر اکتفا فرمانا اعجاز سے کم نہیں۔

**مسائل** (۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جسے قوت ہو وہ جماع کی کثرت کر سکتا ہے۔ (۲) جسے قوت ہو اور یہ اعتماد ہو کہ وہ عورتوں کے ساتھ عدل کر سکے گا تو وہ ایک سے زیادہ چار تک شادیاں کر سکتا ہے (۳) کثرت جماع عیب نہیں بشرطیکہ قوت فضل و کمال ہے۔ (۴) عورتوں کی طرف میلان اگر دینی اور دنیوی فرائض کی انجام دہی میں حارج نہ ہو تو سنت ہے۔

---

ع۵ ایضاً۔ جلد اول، غسل۔ باب الجنب یخرج ویمشی فی الاسواق وغیرہ ص ۴۲
" جلد ثانی نکاح باب کثرۃ النساء ص ۷۵۸
" " " باب من طافت علی نسائہ فی غسل واحد ص ۷۸۵
ترمذی " طھارت باب ماجاء فی الرجل یطوف علی نسائہ بغسل واحد ص ۲۰
مسلم جلد اول حیض باب جواز النوم ص ۱۴۴
نسائی اول نکاح باب اول ص ۶۷
ابن ماجہ طھارت باب فی من یغتسل من جمیع نسائہ غسلا واحدًا ص ۴۴
[1] جلد ثانی۔ صفۃ الجنۃ۔ باب ماجاء فی صفۃ جماع اہل الجنۃ ص ۷۶

## حدیث (۱۹۶) بقاء اثر الطیب بعد الاحرام

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا، قَالَتْ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی وَبِیْصِ الطِّیْبِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ گویا میں خوشبو کی چمک نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فِیْ مَفْرِقِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ ؏۵

کی مانگ میں دیکھ رہی ہوں۔ حالانکہ حضور احرام باندھے ہوئے ہیں

## حدیث (۱۹۷) اذا ذکر فی المسجد انه جنب فلیخرج

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، قَالَ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ وَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نماز کے لئے اقامت کہی جا چکی اور لوگ کھڑے

**تشریحات (۱۹۶) باب سے مطابقت**

یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ جس نے خوشبو لگا کر غسل کیا اور خوشبو کا اثر باقی رہا اس کے پہلے حدیث ۱۹۴ ذکر کی، جس میں یہ ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں: کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوشبو لگاتی اور حضور تمام ازواج کے پاس تشریف لے جاتے۔ پھر صبح کو احرام باندھتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خوشبو ازواج مطہرات کے پاس جانے سے پہلے لگائی جاتی تھی۔ ازواج مطہرات سے فارغ ہونے کے بعد غسل فرماتے پھر احرام باندھتے احرام کے بعد بھی خوشبو کا اثر باقی رہتا تو ثابت ہو گیا کہ غسل سے پہلے جو خوشبو لگائی گئی اس کا اثر غسل کے بعد باقی رہے تو بھی غسل ہو گیا۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ احرام سے پہلے جو خوشبو لگائی گئی اگر اسکا اثر احرام کے بعد باقی رہے تو کوئی حرج نہیں بشرطیکہ یہ اثر رنگ نہ ہو۔

**تشریحات (۱۹۷) تکمیل**

بخاری کتاب الصلوٰۃ میں یہ تشریح ہے کہ تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے ہی حضور کو یہ یاد آیا اور غسل کرنے تشریف لے گئے۔ مگر ابن ماجہ میں یہ ہے:۔

"کہ حضور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے تھے اور تکبیر (تحریمہ) بھی کہہ چکے تھے، اس کے بعد یہ اشارہ فرمایا (کہ تم لوگ اپنی جگہ رہو) لوگ ٹھہرے رہے پھر تشریف لے گئے اور غسل فرمایا الخ"

اور ابوداؤد میں مرسلاً یہ ہے:۔

پھر تکبیر پڑھی اور قوم کو اشارہ فرمایا کہ تم لوگ بیٹھو۔

---

؏۵ بخاری، جلد اول، مناسك، باب الطیب عند الاحرام ص ۲۰۸
مسلم، جلد اول، حج، باب استحباب الطیب قبیل الاحرام ص ۳۷۸
نسائی، جلد ثانی، مناسك، باب اباحة الطیب عند الاحرام ص ۱۰
مسند امام احمد بن حنبل۔

عُدِّلَتِ الصُّفُوفُ قِيَامًا فَخَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

ہو چکے تھے صفیں سیدھی کی جا چکی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری طرف

وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ ذَكَرَ أَنَّهُ جُنُبٌ، فَقَالَ لَنَا مَكَانَكُمْ، ثُمَّ

تشریف لائے۔ جب اپنے مصلے پر کھڑے ہو گئے تو یاد فرمایا کہ انھیں غسل کی ضرورت ہے۔ تو ہم سے فرمایا، تم لوگ اپنی

رَجَعَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فَكَبَّرَ فَصَلَّيْنَا مَعَهُ ۵۵

جگہ رہو پھر تشریف لیگئے اور غسل فرمایا پھر ہمارے پاس اس حالت میں تشریف لائے کہ حضور کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا اسکے بعد ہمیں نماز پڑھائی

**اشکال** یہاں دو اشکال ہیں۔ ایک یہ کہ بخاری کی روایت میں یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ سے پہلے یاد آیا اور غسل کے لئے تشریف لے گئے۔ ابن ماجہ اور ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد یاد آیا۔ دوسرا یہ کہ بخاری میں ہے کہ قال النبی زبان سے فرمایا۔ ابو داؤد اور ابن ماجہ میں یہ ہے کہ اشارہ فرمایا۔

پہلے اشکال کا جواب علامہ عینی نے دیا۔ ابو داؤد اور ابن ماجہ کی روایت میں "کبر" معنی میں ارادۂ تکبیر کے ہے اور دوسرے کا جواب یہ دیا کہ دونوں کو جمع فرمایا۔ یعنی زبان سے فرمایا بھی اور اشارہ بھی فرمایا۔ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ یہ دونوں دو واقعے ہیں۔

**توجیہہ** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مسجد میں تشریف لاکر کھڑے ہو جانے کے بعد حجرہ مبارکہ میں غسل کے لئے جانے سے صحابۂ کرام نے قیاس فرمایا کہ حضور پر غسل تھا۔ علاوہ ازیں ابن ماجہ کی حدیث میں یہ ہے کہ "نماز سے فارغ ہو کر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حالت جنابت میں آگیا تھا مجھے بھلا دیا گیا۔

**مسائل** اس حدیث سے یہ مسائل مستنبط ہوئے۔ انبیاء کرام پر نسیان طاری ہونا جائز ہے۔ اگر جنبی بھول کر مسجد میں آجائے تو فوراً واپس ہو جائے، ایک سکنڈ بھی مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں۔ کوئی مسجد میں سو رہا تھا اور اسے غسل کی ضرورت پیش آگئی تو اٹھتے ہی تیمم کرے اور فوراً مسجد سے نکل جائے۔ ہمارے ائمہ نے تیمم کا حکم اس لئے دیا کہ جنبی کو مسجد میں گزرنا جائز نہیں۔ اور اسوقت مسجد میں وہ غسل کرنے پر قادر نہیں۔ اور ہر جنبی جو غسل پر قادر نہ ہو اس پر بجائے غسل کے تیمم ہے۔ اس وقت یہ تیمم بمنزلہ غسل کے ہو گیا۔ اب وہ مسجد سے گزرے گا تو یہ گزرنا حالت جنابت میں نہ ہوا۔ مسجد سے باہر ہوتے ہی وہ غسل پر قادر ہو گیا اس لئے وہ تیمم ختم ہو گیا۔

---

۵۵ ایضا۔ جلد اول، صلوۃ، باب هل يخرج من المسجد لعلة ص ۸۹

" " " " ، باب اذا قال الامام مكانكم ص ۸۹

مسلم " " ، باب متى يقوم الناس للصلوة ص ۲۲۰

ابو داؤد " طهارت، باب فى الجنب يدخل المسجد ص ۳۱

نسائی " صلوۃ، باب الامام تعرض له الحاجة بعد الاقامة ص ۱۲۸

حدیث (۱۹۸) اذا اصاب احدانا جنابۃ اخذت بیدیھا ثلثا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، قَالَتْ كُنَّا اِذَا اَصَابَ اِحْدَانَا

حضرت عائشہ نے فرمایا ہم عورتوں میں سے کسی کو جنابت لاحق ہوتی تو وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے

جَنَابَةٌ اَخَذَتْ بِيَدَيْهَا ثَلٰثًا فَوْقَ رَاْسِهَا ثُمَّ تَاْخُذُ بِيَدِهَا عَلٰى

اپنے سر پر تین بار پانی ڈالتی اس کے بعد ایک ہاتھ سے داہنی طرف

شِقِّهَا الْاَيْمَنِ وَبِيَدِهَا الْاُخْرٰى عَلٰى شِقِّهَا الْاَيْسَرِ

اور ایک ہاتھ سے بائیں طرف

(۵۸) ت قَالَ بَهْزٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

بھز نے اپنے باپ حکیم سے انھوں نے بھز کے دادا معاویہ بن حیدہ سے

**تشریحات (۱۹۸) اشکال** حلاب والی حدیث ۱۸۹ میں گزرا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل میں پہلے سر کی داہنی طرف پانی ڈالتے۔ اور اس حدیث میں یہ ہے کہ ازواج مطہرات سب سے پہلے اپنے سر پر پانی ڈالتیں۔ اس کے بعد داہنی طرف۔ اس سے ثابت کہ ازواج مطہرات غسل کی ابتداء سر پر پانی ڈالنے سے کرتیں۔

**جواب** کسی انسان کے داہنے حصے میں، سر کا بھی داہنا داخل ہے۔ اس لئے داہنی طرف سے مراد سر کا بھی داہنا حصہ ہے۔ تو اب مطلب یہ ہوا کہ پہلے سر پر پانی اس لئے ڈالتیں کہ بال کی جڑوں میں اچھی طرح پانی پہنچ جائے۔ یہ بطور تمہید غسل کے ہوتا اصل غسل اس کے بعد شروع ہوتا جسمیں پہلے داہنی طرف پانی ڈالتیں۔ اسی کی طرف اشارہ کرنے کیلئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے، جو سر کی داہنی طرف سے غسل کرے۔

**تشریحات ت (۵۸) تکمیل** یہ تعلیق ایک حدیث کا جزء ہے۔ پوری حدیث یہ ہے۔ معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم اپنی عورات یعنی جسم کے چھپانے والے اعضاء میں سے کس کس کو چھپائیں اور کس کس کو کھولیں۔ ارشاد فرمایا۔ اپنی بیوی اور باندی کے سوا سب سے سب کو چھپاؤ۔ میں نے عرض کیا۔ اگر اپنوں میں ہوں تو؟ فرمایا۔ اس کی کوشش کرو کہ تمہاری عورت کوئی نہ دیکھے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اگر ہم تنہا ہوں تو؟ فرمایا لوگوں کی بہ نسبت اللہ عزوجل سے زیادہ حیا کرنا لائق ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تنہائی میں اگرچہ کوئی نہیں جس سے شرم کرو مگر اللہ عزوجل تو دیکھ رہا ہے۔ آدمیوں کی بہ نسبت اس سے زیادہ شرم کرنی لازم ہے۔ حدیث میں اصل لفظ "عورات یا عورت" ہے۔ عورت کے معنی، جسم کا ہر وہ عضو جس کے کھلنے پر شرم آئے۔ ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنوں تک مرد کا، اور چہرے اور ہتھیلیوں اور پاؤں کو چھوڑ کر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ يُّسْتَحْيٰى مِنْهُ مِنَ النَّاسِ ؏۵

انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا لوگوں کی بہ نسبت اللہ عزوجل زیادہ لائق ہے کہ اس سے حیا کیجائے

پورا جسم، عورت کا عورت ہے تنہائی میں بھی ان کا کھولنا جائز نہیں۔ البتہ اگر عورتیں گھر کے اندر اپنے محارم میں ہوں تو کچھ اعضاء کا استثناء ہے۔ مثلاً کان، گردن، شانہ، چہرہ وغیرہ۔ بعض علماء نے فرمایا کہ عورت کا پورا ہاتھ، ہتھیلی اور اوپر کے حصے کے ساتھ عورت نہیں۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ اس حدیث کو سنن اربعہ، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے ذکر کیا ہے۔ مگر بخاری نے اصل میں اسے نہیں لیا۔ تعلیقاً ذکر کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بہز اگرچہ ثقہ ہیں مگر ان کی جو روایت عن ابیہ عن جدہ ہو وہ شاذ ہے اور اس کے لئے کوئی متابع نہیں۔ خطیب نے کہا کہ بہز سے زہری اور محمد بن عبداللہ انصاری نے روایت کی حالانکہ انکی وفات کے مابین اکانوے[91] سال کی مدت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب النکاح میں اس سند کے ساتھ جو تعلیق ذکر کی اس میں "یذکر" فرمایا جو ضعف پر دلالت کرتا ہے۔ مگر یہاں قال کہا جس کی دلالت ضعف پر نہیں اسکی توجیہ یہ ہے کہ بہز تک سند متصل اور قوی ہے۔ جو ضعف ہے وہ اس کے بعد ہے۔ اس سند کے شذوذ کا علامہ ابن حجر نے اصابہ میں یہ جواب دیا کہ، معاویہ بن حیدہ سے صرف ان کے بیٹے حکیم ہی نے نہیں روایت کی ہے بلکہ ان سے میں نے عروہ بن رویم لخمی کی روایت پائی ہے۔ اور مزی نے کہا کہ حمید مزنی نے بھی معاویہ سے روایت کی ہے۔ یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔

جو تنہائی میں برہنہ نہائے اور جو پردہ کرکے نہائے اور پردے کے ساتھ نہانا افضل ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جہاں کوئی نہ ہو جیسے میدان۔ وہاں برہنہ نہانا جائز ہے یا نہیں؟ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ جمہور فقہاء فرماتے ہیں:۔ جائز تو ہے مگر پردے کے ساتھ نہانا افضل ہے۔ ابن ابی لیلیٰ نے فرمایا جائز نہیں۔ ان کی دلیل یہ حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو میدان میں (ننگے) نہاتے دیکھا تو منبر پر تشریف لائے اور خطبہ دیا۔ پہلے اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا۔ اللہ عزوجل حیا فرمانے والا ہے حیاء اور پردے کو پسند فرماتا ہے۔ جب کوئی غسل کرے تو پردہ کرلے۔[1]

مراسیل ابوداؤد میں ہے۔ کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

جو رات کو میدان میں نہائے تو اپنی شرمگاہ کو بچائے۔ اور جس نے ایسا نہیں کیا اور اسے کوئی تکلیف پہنچی تو اپنے علاوہ

---

ع۵ ابوداؤد، جلد ثانی، حمام، باب فی التعری ص ۲۰۱
ترمذی، ؍ استیذان باب فی حفظ العورۃ ص ۱۰۱
ابن ماجہ نکاح باب التستر عند الجماع ص ۱۳۹
[1] ابوداؤد جلد ثانی حمام باب النھی عن التوی ص ۲۰۱
نسائی جلد اول غسل باب الاستتار عند الغسل ص ۷۰

کسی کو ملامت نہ کرے۔

اسی طرح دریا، تالاب وغیرہ میں بغیر تہبند ننگے نہانے میں بھی تفصیل ہے۔ اگر ایسی جگہ ہو جہاں کوئی نہ ہو تو کپڑے باہر اتار کر بغیر تہبند کے نہا سکتا ہے۔ مگر افضل یہی ہے کہ تہبند کے ساتھ نہائے۔ اور اگر وہاں اور لوگ بھی ہوں یا جگہ ایسی ہے جہاں لوگ آتے جاتے رہتے ہیں تو جائز نہیں۔ اس لئے کہ آخر پانی میں ننگے جائے گا اور ننگے نکلے گا ایک دوسری حدیث میں ہے کہ فرمایا

پانی میں تہبند کے بغیر مت جاؤ اس لئے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنکا مسکن پانی ہے۔

یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر احتیاطاً اس پر عمل افضل ہے پھر اس کی تائید صحابۂ کرام کے فعل سے بھی موجود ہے۔ حضرت ابن عباس دریاؤں میں بھی بغیر تہبند نہیں نہاتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا تو فرمایا کہ اس میں بھی کچھ بسنے والے ہیں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما چادر باندھ کر پانی میں گئے۔ پوچھا گیا تو فرمایا۔ پانی میں بھی کچھ بسنے والے ہیں۔ اگرچہ ظاہر ہے کہ ان دونوں حضرات کا یہ واقعہ ایسی جگہ پیش آیا ہے جہاں اور لوگ بھی تھے۔ مگر وجہ جو بتائی ہے اس سے تنہائی میں بھی برہنہ نہانے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

مگر امام بخاری نے اس تعلیق کے بعد حضرت موسیٰ و حضرت ایوب علیہما الصلوٰۃ والسلام کے جو واقعے تحریر کئے ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تنہائی میں جہاں کوئی نہ ہو برہنہ پانی میں بھی نہانا جائز ہے۔ اس لئے کہ اصول فقہ کا یہ قاعدہ مشہور ہے شرائع من قبلنا شرائع لنا اذ قص اللہ ورسولہ من غیر انکار۔ پہلی شریعت ہماری بھی شریعت ہے جب اللہ اور رسول اسے بیان فرمائیں اور اس پر انکار نہ فرمائیں۔

یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں حضرات کے واقعے کو بیان فرمایا۔ اور اس پر کچھ نہیں فرمایا۔ تو ثابت کہ یہ ہماری شریعت میں بھی جائز ہے۔ اب تمام احادیث میں تطبیق کی یہی صورت ہے کہ یہ کہا جائے۔ تنہائی میں برہنہ نہانا جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ برہنہ نہ نہائے۔

تہبند باندھ کر نہانے میں خصوصیت سے دو باتوں کا خیال رکھے۔ اول جو تہبند باندھ کر نہائے وہ پاک ہو، اس میں نجاست نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ ران وغیرہ جسم کے کسی حصے پر نجاست لگی ہو تو اسے پہلے دھولے ورنہ جنابت تو دور ہو جائے گی مگر بدن یا تہبند کی نجاست کیا دور ہوگی۔ پھیل کر دوسری جگہوں پر بھی لگ جائیگی اس سے عوام تو عوام، خواص تک غافل ہیں۔

خلوت میں برہنہ نہانے کی مذکورہ بالا بحث میدان یا وسیع کشادہ جگہ کے بارے میں ہے لیکن اگر کوئی مکان کے اندر یا غسل خانے میں نہا رہا ہے تو برہنہ نہانے میں کوئی حرج نہیں۔

معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات نہ مل سکے۔ صرف یہ ملا کہ بصرے میں سکونت اختیار کر لی تھی اور خراسان جہاد کرنے گئے وہیں واصل بحق ہوئے۔

## حدیث (۱۹۹) فرار الحجر بثوب موسیٰ علیہ السلام

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

وَسَلَّمَ قَالَ، کَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ یَغْتَسِلُوْنَ عُرَاةً یَنْظُرُ بَعْضُهُمْ

بنی اسرائیل ننگے نہاتے، ایک دوسرے کو دیکھتے

اِلٰی بَعْضٍ وَکَانَ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ یَغْتَسِلُ وَحْدَهٗ، فَقَالُوْا وَاللّٰهِ

اور موسیٰ علیہ السلام تنہا غسل فرماتے، اس پر بنی اسرائیل نے کہا

مَا یَمْنَعُ مُوْسٰی اَنْ یَّغْتَسِلَ مَعَنَا اِلَّا اَنَّهٗ اٰدُرُ فَذَهَبَ مَرَّةً

بخدا موسیٰ کو ہمارے ساتھ نہانے سے صرف یہ بات روکتی ہے کہ انکے خصیے بڑے ہیں۔ حضرت موسیٰ ایک مرتبہ

**تشریحات (۱۹۹)**

**لغات** اٰدُرُ۔ ادرۃ سے صفت مشبہ ہے۔ اس کے معنی بڑے خصیے کے ہیں یا آنت اُترنے کے۔ آدر کے معنی ہوئے، بڑے خصیے والا یا جس کی آنت اُترتی ہو۔ جمح تیزی سے دوڑا، ندب، مار کا وہ نشان جو گال پر باقی رہے، سانٹھ۔ ثوبی یا حجر میں ثوبی فعل محذوف، اعطنی کا مفعول بہ ہے۔

**تکمیل** کتاب الانبیاء میں پوری حدیث یوں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حیا فرمانے والے تھے۔ اپنے جسم کو چھپائے رکھتے۔ جس جگہ کے کھلنے سے شرم آئے اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس پر بنی اسرائیل کے موذیوں نے انھیں ایذا دی اور یہ کہا، اتنا پردہ اس لئے کرتے ہیں کہ ان میں کوئی عیب ہے۔ یا تو برص ہے یا خصیے بڑے ہیں یا اور کوئی بیماری ہے۔ اللہ عزوجل نے چاہا کہ ان کی برأت ظاہر فرمادے تو یہ ہوا۔ ایک بار تنہائی میں اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھا پھر غسل فرمایا جب فارغ ہو کر کپڑے کی طرف چلے کہ اسے لے کر پہنیں تو پتھر کپڑا لے کر تیزی سے بھاگا۔ حضرت موسیٰ اپنا عصا لے کر پتھر کے پیچھے اسے پکڑنے کے لئے یہ کہتے ہوئے چلے میرا کپڑا اے پتھر! میرا کپڑا اے پتھر! یہاں تک کہ بنی سرائیل کے ایک اجتماع تک پہونچ گئے۔ اب انھوں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ کو اللہ عزوجل نے اعلیٰ درجے کا حسن عطا فرمایا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لگائے ہوئے عیب سے ان کی برأت ظاہر فرمادی۔ اب پتھر ٹھہر گیا حضرت موسیٰ نے اپنے کپڑے لے کر پہن لئے اور پتھر کو اپنے عصا سے مارنے لگے ان کی ضرب سے اس پتھر پر تین یا چار یا پانچ نشانات ہیں۔ یہی واقعہ ہے جس کی طرف اللہ عزوجل نے اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ

اے ایمان والو! ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنھوں نے حضرت موسیٰ کو ستایا تو اللہ نے انھیں اس سے بری فرمادیا جو

يَغْتَسِلُ فَوَضَعَ ثَوْبَهٗ عَلٰى حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهٖ فَجَمَحَ مُوْسٰى

غسل کرنے گئے تو اپنا کپڑا ایک پتھر پر رکھ دیا پتھر ان کا کپڑا لے کر بھاگا حضرت موسیٰ پتھر

فِىْ اَثَرِهٖ يَقُوْلُ ثَوْبِىْ يَا حَجَرُ ثَوْبِىْ يَا حَجَرُ حَتّٰى نَظَرَتْ بَنُوْ

کے پیچھے تیزی سے یہ کہتے ہوئے دوڑے اے پتھر میرا کپڑا دے! اے پتھر میرا کپڑا دے!

اِسْرَائِيْلَ اِلٰى مُوْسٰى وَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا بِمُوْسٰى مِنْ بَأْسٍ وَاَخَذَ

یہانتک کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور کہا بخدا موسیٰ کو کوئی عارضہ نہیں حضرت

وَجِيْهًا۔ (سورہ احزاب آیت ۶۹) انھوں نے کہی تھی اور موسیٰ اللہ کے ہاں عزت والے ہیں۔

مسلم شریف میں یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حیا فرمانے والے تھے۔ کسی نے ان کو ننگا نہیں دیکھا تھا، اس پر بنی اسرائیل نے وہ کہا۔ ایک بار تھوڑے سے پانی میں غسل فرمانے لگے کہ وہ پتھر کپڑا لے کر تیزی سے بھاگنے لگا۔ حضرت موسیٰ اپنا عصا لے کر اس کے پیچھے دوڑے کہ اسے ماریں۔ اخیر قصہ تک۔

امام نووی نے فرمایا کہ ہمارے بلاد کے تمام نسخوں میں مُوَيَّہ ہے جو مار کی تصغیر ہے۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ دوسری جگہ کے اکثر نسخوں میں مَشْرُبَۃ ہے۔ یہ اس گڑھے کو کہتے ہیں جو کھجور کی جڑ میں ہوتا ہے تاکہ اس سے باغ کو سینچا جائے مُوَیہ غلط ہے۔

**توجیہات** بنی اسرائیل کی شریعت میں نہانے کے وقت ستر عورت فرض نہ تھا۔ ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام انھیں ضرور منع فرماتے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام خود اپنی فطری حیا کی وجہ سے، مجمع عام میں اس طرح غسل نہ فرماتے چونکہ ان بے وقوفوں نے اللہ عزوجل کے ایک اولوالعزم نبی کے ساتھ بدگمانی کی بنا پر عیب لگایا تھا جو اُن کے ایمان کے برباد ہونے کا سبب بن سکتا تھا۔ اللہ عزوجل نے ان پر کرم فرماتے ہوئے اس معجزے کو ظاہر فرما کر ان کی بدگمانی دور کردی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کے اجتماع تک جانا اضطراراً تھا۔ جب پتھر کپڑے لے کر بھاگا تو خیال فرمایا کہ میں غسل سے فارغ ہو کر کیا پہنوں گا اس لئے پتھر سے کپڑے چھیننے کے لئے بے اختیار اس کے پیچھے دوڑے۔ ایسے عالم میں انسان کو کچھ یاد نہیں رہتا یہی حال حضرت موسیٰ کا بھی ہوا۔ پتھر سے کپڑا چھیننے کی دھن میں خیال نہ رہا کہ میں کس حال میں ہوں، کہاں ہوں۔ اس لئے ان پر یہ الزام نہیں کہ وہ برہنہ اسرائیلی اجتماع میں کیسے گئے۔

**مسائل** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرات انبیاء کرام ہر قسم کے عیوب سے پاک ہوتے ہیں خواہ وہ خُلقی ہوں خواہ خِلقی۔ نیز ایسی بیماریوں اور عوارض سے بھی منزہ ہوتے ہیں جو تنفر کا سبب بن سکیں۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تین معجزے ظاہر ہوئے۔ ایک پتھر کا کپڑے کو لے کر بھاگنا، دوسرے بنی اسرائیل کے اجتماع میں جا کر پتھر کا رک جانا۔ تیسرے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضرب کے نشانات قبول کرنا۔ اس پتھر سے یہ تین معجزے ظاہر ہوئے

ثَوْبَهٗ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

موسیٰ نے اپنا کپڑا لے لیا اور پتھر کو مارنے لگے۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا

وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَنَدَبٌ بِالْحَجَرِ سِتَّةٌ اَوْ سَبْعَةٌ ضَرْبًا بِالْحَجَرِ ؏

بخدا اس پتھر پر چھ یا سات مار کے نشانات ہیں۔

## حدیث (۲۰۰) حدیث ایوب علیہ السلام ونزول الجراد من الذھب

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اپنے ساتھ رکھ لیا۔ میدان تیہ میں جب پانی کی ضرورت ہوئی تو اسی پتھر پر عصا مبارک مارتے جس سے بارہ چشمے جاری ہو جاتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ عند الضرورت شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے۔

**تشریحات (۲۰۰) یہ تعلیق نہیں، مسند ہے**

علامہ کرمانی نے کہا کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیق ہے وہ بھی صیغۂ تمریض کیساتھ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مسند ہے، یہ پہلے والی حدیث موسیٰ کی اسناد پر معطوف ہے یعنی اسی ایک سند سے یہ دونوں حدیثیں مروی ہیں۔

بخاری کتاب الانبیاء اور کتاب التوحید میں رِجْلٌ جَرَادٍ ہے۔ رجل ایسا جمع ہے جس کا واحد نہیں۔ معنی میں جماعت اور دل کے ہے۔ اب ترجمہ یہ ہوگا کہ

"ان پر ٹڈیوں کا دل گرا"

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ یہ سات سو ٹڈیاں تھیں۔

**حضرت ایوب علیہ السلام** یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں، پانچویں یا چھٹی پیڑھی میں تھے، ان کی ماں حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں اپنے زمانے میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے، ترانوے ۹۳ سال کی عمر پائی۔ یہ جہاں قیام پذیر تھے وہ جگہ اب ویرایوب کے نام سے مشہور ہے وہیں مزار پاک بھی ہے۔ یہاں ایک پتھر ہے جس پر قدم کا نشان ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت ایوب ہی کے قدم پاک کا نشان ہے۔ وہاں ایک چشمہ ہے جس کا پانی متبرک سمجھا جاتا ہے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ "ایوب" عجمی لفظ ہے۔ چونکہ یہ حضرت اسحٰق کی اولاد سے ہیں

---

عہ ایضاً، جلد اول، انبیاء، باب (بلا عنوان) ص ۴۸۳

مسلم، " اول، حیض، " جواز الغسل عریانا وحدہ ص ۱۵۴

" " ثانی، انبیاء، " فضائل موسیٰ علیہ السلام ص ۶۶۶

ترمذی " " تفسیر، سورۂ احزاب ص ۱۵۴۔ مسند امام احمد بن حنبل۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا اَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِّنْ ذَهَبٍ

کہ ایوب علیہ السلام برہنہ نہا رہے تھے کہ ان پر سونے کی ٹڈیاں گریں ایوب انھیں دونوں

فَجَعَلَ اَيُّوْبُ يَحْتَثِي فِيْ ثَوْبِهٖ فَنَادَاهُ رَبُّهٗ يَا اَيُّوْبُ اَلَمْ اَكُنْ اَغْنَيْتُكَ

ہاتھوں سے اٹھا اٹھا کر اپنے کپڑے میں جمع کرنے لگے اس پر انکے پروردگار نے انھیں پکارا اے ایوب

عَمَّا تَرٰى، قَالَ بَلٰى وَعِزَّتِكَ وَلٰكِنْ لَا غِنٰى بِيْ عَنْ بَرَكَتِكَ عه

کیا میں نے تمکو جو دیکھ رہے ہو اس سے بے نیاز نہیں کر دیا، ایوب نے عرض کیا ضرور تو نے بے نیاز کر دیا تیری عزت کی قسم لیکن مجھے تیری برکت سے بے نیازی نہیں۔

## حدیث (۲۰۱) صلوٰۃ الضحیٰ

اِنَّ اَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى اُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ اَبِيْ طَالِبٍ

حضرت ام ہانی کے غلام ابو مرہ نے خبر دیا کہ انھوں نے ام ہانی سے

اور ان کا قیام بھی شام میں تھا۔ اس سے یہی ظاہر ہے کہ یہ عجمی لفظ ہے۔ اس تقدیر پر یہ غیر منصرف ہوگا۔ قرآن مجید میں غیر منصرف ہی استعمال ہوا ہے۔

**مسائل** اس حدیث سے یہ مسائل مستخرج ہوئے (۱) تنہائی میں برہنہ غسل کرنا جائز ہے اس لئے کہ اللہ عزوجل نے سونے کی ٹڈیاں جمع کرنے پر باز پرس کی مگر برہنہ نہانے پر نہیں کی (۲) اللہ عزوجل کی صفات کی قسم کھانا جائز ہے (۳) مال حلال کی حرص محمود ہے۔ مالداری محمود ہے اس کو حضرت ایوب علیہ السلام نے برکت کہا ہے۔

**تشریحات (۲۰۱) حضرت ام ہانی** رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ مشہور یہ ہے کہ ان کا نام "فاختہ" تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ فاطمہ تھا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ھند تھا۔ یہ حضرت علی کی حقیقی بہن تھیں۔ قبل اسلام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کا پیغام "ابو طالب" کو دیا اور دوسری طرف سے ھبیرہ بن عمرو بن عائذ مخزومی نے بھی پیغام بھیجا۔ ابو طالب نے ھبیرہ سے ان کی شادی کر دی اس پر حضور نے ناگواری کا اظہار فرمایا۔ تو ابو طالب نے یہ معذرت کی۔ ہم نے ان سے یہ رشتہ کر لیا ہے۔ شریف انسان، شریف انسان سے اچھا سلوک کرتا ہے یوم فتح یہ ایمان لائیں۔ ھبیرہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ نجران بھاگ گیا وہیں کفر پر مرا۔ جس کی وجہ سے دونوں میں تفریق کر دی گئی اسکے بعد حضور نے ام ھانی کو پھر نکاح کا پیغام دیا تو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں مصیبت زدہ ہوں آپ سے جاہلیت اور اسلام دونوں میں محبت کرتی رہی ہوں۔ آپ مجھے میری آنکھ اور کان سے زیادہ محبوب ہیں۔ مگر دیکھ لیجئے یہ ایک بچہ ابھی کتنا چھوٹا ہے اور یہ ایک دودھ پیتا ہے۔ اس کا اندیشہ ہے کہ میں حق زوجیت ادا نہ کر پاؤں۔

---

عه ایضاً، جلد اول، انبیاء، باب قول اللہ عزوجل وایوب اذ نادا ربہ ص ۴۸۰

" " ثانی، توحید، باب قول اللہ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ۔ ص ۱۱۱۶

نسائی " اول غسل، باب الاستتار عند الغسل ص ۷۰

مسند امام احمد بن حنبل۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ اُمَّ ھَانِیْ بِنْتَ اَبِیْ طَالِبٍ تَقُوْلُ

سُنا کہہ رہی تھیں کہ میں فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

ذَھَبْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ

میں حاضر ہوئی میں نے حضور کو اس حال میں پایا کہ غسل فرما رہے تھے

فَوَجَدْتُّہٗ یَغْتَسِلُ وَ فَاطِمَۃُ اِبْنَتُہٗ تَسْتُرُہٗ فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ فَقَالَ

اور انکی صاحبزادی حضرت فاطمہ پردہ کئے ہوئے تھیں میں نے حضور کو سلام کیا تو پوچھا

جب ان کے دونوں بچے بڑے ہوگئے تو خود ام ہانی نے اپنے آپ کو پیش کیا تو حضور نے فرمایا، اب نہیں، اس لئے کہ اللہ عزوجل نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی ہے:۔

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَھُنَّ وَمَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلَیْکَ وَبَنٰتِ عَمِّکَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِکَ وَبَنٰتِ خَالِکَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِکَ الّٰتِیْ ھَاجَرْنَ مَعَکَ (احزاب ۔ ۵۰)

اے نبی ہم نے تمہارے لئے حلال فرمائیں۔ تمہاری وہ بیبیاں جنکو تم مہر دے چکے ہو اور تمہاری کنیزیں جنھیں اللہ نے غنیمت میں تم کو دیں، اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنھوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی۔

چونکہ ام ہانی نے ہجرت نہیں کی تھی اس لئے وہ ان میں داخل نہ ہوسکیں۔ اکمال میں ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد بھی زندہ رہیں۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں فوت ہوئیں۔

**تکمیل** ہم نے یہاں کتاب الغسل والی روایت کے بجائے کتاب الجہاد کی روایت لی۔ اس لئے کہ وہ زیادہ مفصل ہے۔ بخاری میں ہر جگہ یہ ہے کہ ام ہانی نے یہی عرض کیا کہ میں نے فلاں بن ھبیرہ کو پناہ دی مگر ترمذی میں ہے کہ انھوں نے یہ کہا کہ میں نے اپنے دیوروں کو پناہ دی [1] تمہید اور طبرانی معجم کبیر میں بھی یہی ہے، اسکی توجیہ یہ ہے کہ راوی نے اختصار کیا، اصل میں انھوں نے دو شخصوں کو پناہ دی تھی۔ قصہ یہ ہوا کہ اس کے باوجود کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان عام فرمادیا تھا کہ جو اپنا دروازہ بند کرلے اسے امان۔ جو ہتھیار ڈال دے اسے امان۔ پھر بھی کچھ لوگوں نے نہ دروازہ بند کیا اور نہ ہتھیار ڈالا۔ بلکہ حضرت سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑے۔ ان میں یہ دونوں بھی تھے۔ جب مکہ پر مکمل قبضہ ہوگیا تو یہ دونوں بھاگ کر ام ہانی کے گھر آئے۔ حضرت علی ام ہانی کے گھر گئے اور فرمایا کہ میں ان دونوں کو قتل کروں گا۔ ام ہانی نے ان کو گھر کے اندر بند کردیا اور خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔

**یہ دونوں کون تھے** علامہ ابن حجر کا رجحان یہ ہے کہ ان دونوں میں ایک تو حارث بن ہشام تھے اور دوسرے یا تو عبداللہ بن ربیعہ تھے یا زہیر بن امیہ۔ بخاری میں اصل میں، ابن، کے بجائے "عم" یا قریب تھا جو ابن سے بدل گیا۔

[1] سیر ص ۱۹۱

مَنْ هٰذِهٖ فَقُلْتُ اَنَا اُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ مَرْحَبًا بِاُمِّ هَانِئٍ

کون ہے یہ۔ میں نے عرض کیا میں ابو طالب کی بیٹی ام ہانی ہوں۔ یہ سنکر حضور نے فرمایا ام ہانی کو مرحبا ہو

فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهٖ قَامَ فَصَلّٰی ثَمَانَ رَكْعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِیْ ثَوْبٍ

جب غسل سے فارغ ہوئے تو کھڑے ہوئے اور ایک ہی کپڑے میں لپٹ کر آٹھ رکعت نماز پڑھی (جب نماز

وَاحِدٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَعَمَ ابْنُ اُمِّیْ عَلِیٌّ اَنَّهٗ قَاتِلٌ رَجُلًا قَدْ

پڑھ چکے) تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے حقیقی بھائی علی نے کہا ہے کہ وہ اسے قتل کریں گے جسے میں نے

اَجَرْتُهٗ فُلَانَ بْنَ هُبَیْرَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

پناہ دی ہے، یعنی فلاں بن ھبیرہ کو یہ سنکر رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ

علامہ عینی کی تحقیق یہ ہے کہ ان میں ایک "ھبیرہ" کا بیٹا تھا خواہ وہ ام ہانی کے بطن سے ہو خواہ دوسرے کے بطن سے، اس پر بخاری کی روایت، فلاں بن ھبیرہ، نص ہے اور تبدیل کا قول بلا ضرورت ہے۔ رہ گئے دوسرے اور کون تھے اس کو انھوں نے بیان نہیں فرمایا۔

**اقول**:۔ میری رائے یہ ہے کہ یہ دو واقعے ہیں۔ ایک تو یہ جو بخاری میں مذکور ہے۔ جسمیں یہ تشریح ہے کہ ام ہانی نے یہ عرض کیا کہ میں نے فلاں بن ھبیرہ کو پناہ دی۔ اور دوبارہ حارث بن ہشام اور عبداللہ بن ربیعہ کے لئے حاضر ہوئی ہوں گی۔ اس طرح فلاں بن ھبیرہ کی روایت بھی درست ہو جاتی ہے اور حموی یا رجلین من احمائی کی بھی روایت درست ہو جاتی ہے۔ یہ واقعہ مکرر ہوا۔ اس کی علامہ عبدالباقی زرقانی نے نشاندہی کی ہے، لکھتے ہیں:۔

وجمع بان ذلك مما تكرر منه بدليل ان فی روایة ابن خزیمة عنها ان اباذر ستره لما اغتسل [1]

دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ یہ مکرر ہوا۔ دلیل یہ ہے کہ ابن خزیمہ کی روایت ام ہانی ہی سے یہ ہے کہ جب حضور نے غسل فرمایا تو ابوذر نے پردہ کیا تھا۔

یوم فتح مکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قیام، خیف بنی کنانہ یعنی وادی المحصب میں تھا۔ یہاں بھیڑ بھاڑ زیادہ تھی اس لئے غسل فرمانے، ام ہانی کے گھر تشریف لے گئے جو کہ معظمہ کے اس محلے میں تھا جو "اعلیٰ مکہ" کہلاتا ہے۔

صحیح یہی ہے کہ یہ نماز، نماز چاشت تھی۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں تصریح ہے کہ فرمایا:۔

ثم صلی ثمانی رکعات سبحة الضحیٰ

اس کے بعد حضور نے آٹھ رکعت نماز چاشت پڑھی۔

بعض علماء نے فرمایا کہ یہ شکرانۂ فتح تھا، اسی لئے فاتحین کا یہ طریقہ ہے کہ وہ کسی بھی جگہ کے فتح کے بعد نماز شکر پڑھتے ہیں۔

---

[1] زرقانی علی المواھب، جلد ثانی، باب غزوۃ الفتح الاعظم ص ۳۲۶

وَسَلَّمَ قَدْ اَجَرْنَا مَنْ اَجَرْتِ يَا اُمَّ هَانِئٍ قَالَتْ اُمُّ هَانِئٍ وَذٰلِكَ ضُحًى عه

وسلم نے فرمایا۔ اے ام ہانی جسے تم نے پناہ دی اسے میں نے بھی پناہ دی، ام ہانی فرماتی ہیں کہ واقعہ چاشت کے وقت ہوا تھا۔

کتاب التہجد وغیرہ کی روایت میں ہے کہ حضور نے یہ نماز بہت مختصر پڑھی تھی۔ البتہ رکوع اور سجدہ پورا پورا ادا فرمایا تھا۔

**مسائل** اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ (۱) نماز چاشت سنت ہے۔ (۲) جہاں لوگ ہوں وہاں پردہ کرکے برہنہ نہانے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی پر قیاس کرکے یہ کہا گیا کہ غسل خانے میں برہنہ نہانے میں کوئی حرج نہیں۔ (۳) عورت کی امان جائز ہے یا نہیں، یہ مختلف فیہ ہے۔ اس حدیث کی بنا پر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آزاد عورت کی امان درست ہے۔ (۴) اگر کوئی گھر کے اندر ہو تو اسے سلام کرنا جائز ہے (۵) زائر جب آئے تو اسے مرحبا خوش آمدید کہنا سنت ہے۔

---

عه ایضًا، جلد اوّل، جہاد، باب امان النساء وجوارھن ص ۴۴۹
〃 〃 〃، الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ملتحفا بہ ص ۵۲
〃 〃 〃، غسل، باب التستر فی الغسل عند الناس ص ۴۲
〃 〃 〃، صلوٰۃ التہجد، باب صلوٰۃ الضحیٰ فی السفر ص ۱۵۷
〃 ثانی، مغازی، باب منزل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الفتح ص ۶۱۴
〃 〃 〃، ادب، باب ماجاء فی زعموا ص ۹۰۹
مسلم اول، حیض، باب تستر المغتسل بثوب ونحوہ ص ۱۵۳
〃 〃 〃، مسافرین، باب استحباب صلوٰۃ الضحیٰ ص ۲۴۹
ترمذی 〃 〃، سیر، باب ماجاء فی امان المرأۃ والعبد ص ۱۹۱
〃 ثانی، استیذان، باب ماجاء فی مرحبا ص ۹۸
نسائی اول، طہارت، باب ذکر الاستتار عند الاغتسال ص ۴۶
ابن ماجہ، 〃، باب ماجاء فی الاستتار عند الغسل ص ۴۵
موطا امام مالک، سفر، باب صلوٰۃ الضحیٰ ص ۵۱
دارمی صلوٰۃ ۱۵۱

www.sirat-e-mustaqeem.net

(۵۹) ت وَقَالَ عَطَاءٌ يَحْتَجِمُ الْجُنُبُ وَيُقَلِّمُ اَظْفَارَهٗ وَيَحْلِقُ رَاْسَهٗ

اور امام عطار نے کہا جنبی نے اگر وضو نہیں بھی کیا ہے جب بھی سینگی لگوا سکتا ہے

وَاِنْ لَّمْ يَتَوَضَّاْ ؏ه

ناخن ترشوا سکتا ہے سر منڈوا سکتا ہے

(۲۰۲) حدیث ان المومن لاینجس عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا

قَالَ لَقِيَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا جُنُبٌ

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے ملے اور میں جنبی تھا

فَاَخَذَ بِيَدِیْ فَمَشَيْتُ مَعَهٗ حَتّٰی قَعَدَ فَانْسَلَلْتُ فَاَتَيْتُ الرَّحْلَ

حضور نے میرا ہاتھ پکڑ لیا میں حضور کے ساتھ چلا یہانتک کہ حضور بیٹھ گئے میں چپکے سے سرک آیا

## تشریحات (۵۹)(۲۰۲) تکمیل

اس کے پہلے باب عرق الجنب میں ہے کہ یہ ملاقات مدینہ طیبہ میں سرِ راہ ہوئی تھی اس میں فانسللت کے بجائے فانجست منہ فذھبت ہے اسکے معنی یہ ہیں۔ میں نے اپنے آپ کو نجس جانا اس لئے میں وہاں سے چلا گیا۔ یہ خرجت کے معنی کو متضمن ہے۔

سبحان فعل محذوف سبحت کا مفعول مطلق ہے۔

لفظ سبحان کے بارے میں علماء لغت کے تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ ثلاثی مجرد کا مصدر ہے۔ دوسرے یہ کہ تسبیح کے معنی میں اسم مصدر ہے۔ تیسرا یہ کہ علم مصدر ہے۔ تفصیل استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیرآبادی مجاہد اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حاشیہ "قاضی مبارک" میں مذکور ہے۔

مسائل (۱) یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ مومن اگرچہ محدث ہو، اگرچہ جنبی ہو نجس نہیں۔ اسی طرح اس کا پسینہ اس کا لعاب اس کا آنسو سب پاک ہے۔ خواہ زندہ ہو خواہ مردہ۔

امام[۱] بخاری نے تعلیقاً حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول ذکر فرمایا ہے:

المسلم لاینجس حیا ولا میتا ۔ مسلمان زندہ ہو یا مردہ ناپاک نہیں ہوتا ہے۔

اسے امام حاکم نے مستدرک میں سند متصل کیساتھ مرفوعاً حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ذکر فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

---

عه مصنف عبدالرزاق [۱] جلد اول جنائز باب غسل المیت ووضوءہ ص ۱۶۷

www.sirat-e-mustaqeem.net

فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ، فَقَالَ اَيْنَ كُنْتَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ

اور اپنے ٹھکانے آیا اور غسل کیا پھر حاضر ہوا اور حضور ابھی بیٹھے ہی تھے مجھسے پوچھا اے ابو ہریرہ

فَقُلْتُ لَهٗ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ ؏

کہاں تھے میں نے حضور کو بتادیا فرمایا سبحان اللہ۔ مومن ناپاک نہیں ہوتا۔

## حدیث (۲۰۳) نوم الجنب قبل الغسل

عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَكَانَ

ابو سلمہ نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا

لَانَا جسوا موتاکم فان المسلم لم ینجس حیا ولا میتا

اپنے مردوں کو نجس نہ جانو مسلمان زندہ ہو یا مردہ نجس نہیں ہوتا۔

علامہ عینی نے تحریر فرمایا حتی کہ وہ نومولود بچہ جو ابھی پیدا ہوا جس کے جسم پر ابھی اندرونی رطوبت ہو۔ یہ حکم صرف مسلمان ہی کے ساتھ خاص نہیں کافر کا بھی یہی حکم ہے۔ اور آیہ کریمہ انما المشرکون نجس، مشرکین نجس ہیں۔ اس سے مراد اعتقاد اور عمل کی نجاست ہے جو باطنی ہے اس لئے کہ کتابیہ سے نکاح جائز ہے۔ اگر وہ ناپاک ہوتی تو اس سے اختلاط کا مطلب ہوتا نجاست سے اختلاط۔ اور نجاست سے اختلاط کی شریعت کبھی اجازت نہیں دیتی۔ یہ ساری بحث نجاست حقیقی میں ہے، رہ گیا غسل اور وضو کا واجب ہونا یہ بربنائے نجاست حکمیہ ہے۔ (۲) اس سے ثابت ہوا کہ جسوقت غسل واجب ہوا اسی وقت فوراً بلا تاخیر غسل کرنا واجب نہیں البتہ اتنی تاخیر حرام ہے کہ نماز کا وقت نکل جائے۔ (۳) جنبی ضروریات کیلئے باہر جاسکتا ہے (۴) اگر استاد یا پیر کو یہ اندازہ ہو کہ کوئی کسی غلط بات کا معتقد ہے تو اس سے پوچھکر اسکو صحیح بتادے (۵) مومنین کی تالیف قلوب فقراء کیساتھ عنایت و مہربانی سنت ہے۔

**تشریحات (۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵)** حدیث (۲۰۳، ۲۰۴) ایک ہی ہے دوسری میں وغسل فوجه زائد ہے اس لئے اس کو بھی لکھدیا۔

جنبی ہونے کے بعد اگر سونا چاہے تو مستحب ہے کہ وضو کرے، فوراً غسل کرنا واجب نہیں البتہ اتنی تاخیر نہ کرے کہ نماز کا وقت

---

ع ایضا جلد اول غسل۔ باب عرق الجنب ص ۴۲
مسلم ″ حیض۔ باب الدلیل علی ان المسلم لا ینجس ص ۱۶۲
ابوداود ″ طہارت۔ باب فی الجنب یصافح ص ۳۰
ترمذی ″ ″ باب ماجاء فی مصافحۃ الجنب ص ۱۷
نسائی ″ ″ باب مماسۃ الجنب ومجالسته ص ۵۲
ابن ماجه ″ ″ باب مصافحۃ الجنب ص ۴۰

www.sirat-e-mustaqeem.net

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرْقُدُ وَھُوَ جُنُبٌ قَالَتْ نَعَمْ وَیَتَوَضَّأُ

کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں سوتے تھے انھوں نے بتایا ہاں اور وضو فرما لیتے تھے

ایضاً (۲۰۴) حدیث

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّنَامَ وَھُوَ جُنُبٌ غَسَلَ

جب جنبی ہوتے اور سونا چاہتے تو

فَرْجَہٗ وَتَوَضَّأَ لِلصَّلٰوۃِ

اپنی شرمگاہ دھوتے اور نماز کے لئے جیسا وضو ہے ویسا وضو فرماتے۔

ایضاً (۲۰۵) حدیث

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّہٗ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے

قَالَ ذَکَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

بیان کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا

اَنَّہٗ تُصِیْبُہُ الْجَنَابَۃُ مِنَ اللَّیْلِ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

رات میں کبھی جنابت ہو جاتی ہے (تو کیا کیا جائے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

نکل جائے۔ یہی اس حدیث کا محل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابوداؤد نسائی وغیرہ میں مروی ہے کہ فرمایا:۔ لاتدخل الملئکۃ بیتا فیہ صورۃ ولا کلب ولا جنب[1] اس گھر میں فرشتے نہیں جاتے جسمیں تصویر یا کتا یا جنبی ہو۔ اس حدیث سے مراد یہی ہے کہ اتنی دیر تک غسل نہ کرے کہ نماز کا وقت نکل جائے اور وہ جنبی رہنے کا عادی ہو اور یہی مطلب بزرگوں کے اس ارشاد کا ہے کہ حالت جنابت میں کھانے پینے سے رزق میں تنگی ہوتی ہے۔

---

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| عہ مسلم | جلد اول | حیض | باب جواز النوم واستحباب الوضوء | ص ۱۴۴ |
| ابوداود | 〃 | طہارت | باب الجنب یاکل | ص ۲۹ |
| ترمذی | 〃 | 〃 | باب ماجاء فی الجنب ینام قبل ان یغتسل | ص ۱۷ |
| نسائی | 〃 | 〃 | باب وضوء الجنب اذا اراد ان ینام | ص ۵۰ |
| ابن ماجہ | 〃 | 〃 | باب من قال لاینام الجنب حتی یتوضأ وضوءہ للصلوٰۃ | ص ۴۳ |
| [1] ابوداؤد | جلد اول | 〃 | باب الجنب یوخر الغسل | ص ۳۰ |

www.sirat-e-mustaqeem.net

تعالیٰ علیہ وسلم توضأ واغسل ذکرک ثم نم ع

علیہ وسلم نے فرمایا وضو کرلے اور اپنا عضو تناسل دھولے پھر سوئے۔

## حدیث (۲۰۶) اذا جلس بین شعبھا الاربع الخ

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

### تشریحات (۲۰۶) (۲۰۷)

اذا جلس بین شعبھا الاربع الخ مرد عورت کے چاروں اعضاء کے درمیان بیٹھ گیا میں چاروں اعضاء سے یا تو عورت کے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں مراد ہیں یا دونوں پنڈلیاں اور دونوں رانیں مراد ہیں۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ اس سے عورت کی شرمگاہ کے دونوں بالائی اور دونوں زیریں لب مراد ہیں۔ کچھ حضرات نے اول کو اور کچھ حضرات نے اخیر کو ترجیح دی ہے۔

خادم کے نزدیک اغلب احوال کے لحاظ سے ثانی کو اور عموم کے لحاظ سے ثالث کو ترجیح ہے۔

جھدھا سے مراد یہ ہے کہ بقدر التقار ختانین دخول ہوگیا ہو۔ اگرچہ انزال نہ ہوا ہو۔ اس پر دلیل ابوداؤد کی یہ روایت ہے جسمیں جھدھا کے بجائے

والزق الختان الختان فقد وجب الغسل جب ختنہ سے ختنہ مل گیا تو غسل واجب ہوگیا۔

اور ابن ماجہ میں بطریق ابوموسیٰ اشعری یہ ہے۔

اذا مس الختان الختان جب ختنہ ختنہ سے مل جائے

اور ترمذی میں اذا جاوز الختان الختان۔ اور مسلم میں وان لم ینزل، اگرچہ انزال نہ ہو۔

ہمارے دیار میں عورتوں کا ختنہ نہیں ہوتا اس لئے فقہاء نے اس کی مقدار یہ رکھی ہے کہ حشفہ غائب ہو جائے۔

عہد صحابہ میں یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا۔ صحابہ کرام میں سے حضرت عثمان حضرت علی حضرت زبیر بن عوام حضرت طلحہ بن عبید اللہ حضرت سعد بن وقاص حضرت ابن مسعود حضرت رافع بن خدیج حضرت ابوسعید خدری حضرت ابی بن کعب حضرت ابن عباس حضرت ابوایوب انصاری حضرت نعمان بن بشیر حضرت زید بن ثابت حضرت جھرہ ع اس کے پہلے دو طریقوں سے

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| مسلم | جلد اول | حیض | باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء | ص ۴۴ |
| ابوداؤد | 〃 | طھارت | باب فی الجنب ینام | ص ۲۹ |
| ترمذی | 〃 | 〃 | باب فی الوضوء للجنب اذا اراد ان ینام | ص ۷۷ |
| نسائی | 〃 | 〃 | باب وضوء الجنب وغسل ذکرہ اذا اراد ان ینام | ص ۵۰ |
| ابن ماجہ | | 〃 | باب من قال لاینام الجنب حتی یتوضا وضوءہ للصلوۃ | ص ۴۴ |

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ

علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا جب مرد عورت کے چاروں اعضا کے درمیان بیٹھ گیا اور کوشش

وَجَبَ الْغُسْلُ ۵۶

کرلی تو ضرور غسل واجب ہوگیا۔

حدیث (۲۰۷) إذا جامع الرجل ولم ينزل الخ

أَخْبَرَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ

إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ فَلَمْ يُنْزِلْ قَالَ يَغْسِلُ مَا مَسَّ الْمَرْأَةَ

جب مرد عورت سے جماع کرے اور انزال نہ ہو (تو کیا کرے) فرمایا اس مقام کو دھوئے جس سے عورت کو

انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اور حضرت عطار ابوسلمہ ہشام بن عروہ امام اعمش کا مذہب یہ تھا کہ جبتک انزال نہ ہو جائے غسل واجب نہیں اگرچہ پورا دخول ہو چکا ہو اگرچہ بار بار ہوا ہو۔

ان حضرات کی دلیل یہاں مذکور بعد والی حدیث نمبر ۲۰۷ اور گذشتہ حدیث نمبر ۱۳۶ ہے اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں اور اکثر حضرات کا یہی مذہب تھا کہ صرف التقار ختانین یا غیبوبت حشفہ سے غسل واجب ہو جاتا ہے اگرچہ انزال نہ ہوا ہو۔ ان کی دلیل یہاں مذکور حدیث نمبر ۲۰۶ ہے۔

یہ صدر اول کا حال تھا اب اس پر اتفاق ہے کہ صرف غیبوبت حشفہ سے غسل واجب ہے اگرچہ انزال نہ ہوا ہو۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں جب اس مسئلے پر اختلاف شدید ہوگیا تو انھوں نے تمام صحابہ کرام کو جمع فرمایا اور ان سے ارشاد فرمایا۔ تم لوگ اصحاب بدر ہو اور اختلاف کر بیٹھے تو تمھارے بعد والے اور زیادہ اختلاف کریں گے۔ اسپر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس چیز کو ازواج مطہرات سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں، ان سے پوچھ لیجئے جب ازواج مطہرات سے دریافت کیا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جب ختنہ ختنہ سے آگے بڑھ جائے تو غسل واجب ہوگیا۔ اس کے بعد حضرت عمر نے فرمایا جو اس کے بعد اس سے اختلاف کریگا اسے سزا دونگا۔ دونوں قسم کی احادیث میں تعارض کے مختلف جوابات دئے گئے ہیں۔ ایک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انھوں نے فرمایا

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۵۶ مسلم جلد اول | حیض | باب ان الجماع کان فی اول الاسلام لا یوجب الغسل الخ | ص ۱۵۶ |
| ابوداؤد | طہارت | باب فی الاکسال | ص ۲۸ |
| نسائی | 〃 | باب وجوب الغسل اذا التقی الختان الختان | ص ۴۱ |
| ابن ماجہ | 〃 | باب ماجاء فی وجوب الغسل اذا التقی الختان الختان | ص ۴۵ |

مِنْهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ۔ اَلْغُسْلُ اَحْوَطُ وَذٰلِكَ الْاٰخِرُ

مس کیا ہے پھر وضو کرے۔ اور نماز پڑھے۔ ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا زیادہ احتیاط اسمیں ہے کہ غسل

اِنَّمَا بَيَّنَّاهُ لِاخْتِلَافِهِمْ وَالْمَاءُ اَنْقٰى۔

کرلے۔ اخیر حدیث اسلئے ذکر کی کہ اسمیں انکا اختلاف ہے۔ اور پانی صاف ستھرا کرنے والا ہے۔

پہلا حکم احتلام کے ساتھ خاص ہے مگر احادیث میں جو تفصیل مذکور ہے وہ احتلام پر چسپاں نہیں ہوتی۔ دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ وجوب غسل کے لئے انزال کی شرط ابتداء اسلام میں تھی بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا جیساکہ ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ الماء من الماء کا حکم ابتداء اسلام میں بطور رخصت تھا بعد میں ہمیں (بغیر انزال) کے بھی غسل کا حکم دیا گیا۔

اخیر میں امام بخاری نے فرمایا کہ چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اس لئے ہم نے دوسری حضرت عثمان والی حدیث بھی ذکر کردی مگر احوط غسل ہے۔ یہ جملہ دو معنوں کا احتمال رکھتا ہے ایک تو یہ کہ انکا مذہب یہی ہے کہ انزال کے بغیر غسل واجب نہیں مگر غسل کرنے میں زیادہ احتیاط ہے۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ انکا مذہب یہ ہو کہ بربنائے احتیاط غسل واجب ہونے کا حکم ہے والعلم عند ربی وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

**مناسبت** غسل کے اسباب تین ہیں۔ جنابت، انقطاع حیض، انقطاع نفاس، پہلا سبب۔ اس میں مرد اور عورت دونوں شریک ہیں۔ حیض ونفاس عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔ سبب عام بیان کرنے کے بعد سبب خاص بیان فرمانا شروع کیا۔

حیض چونکہ بہ نسبت نفاس کے عام ہے اس لئے حیض کا بیان مقدم رکھا۔ عورت کے جسم میں قدرت نے فطری طور پر یہ قوت رکھی ہے کہ اس کے خون کا کچھ حصہ اس کے رحم میں جائے یہی زائد خون ایام حمل میں جنین کی غذا ہوتا ہے۔ اور ایام رضاعت میں دودھ بنتا ہے مگر جب عورت حمل ورضاعت کی حالت میں نہ ہو تو یہ خون ہر ماہ مقررہ تاریخوں میں اندام نہانی سے خارج ہوتا ہے۔ یہی حیض ہے۔

بچے کی پیدائش کے بعد رحم میں جمع شدہ خون جو زائد آتا ہے یہ نفاس ہے بیماری سے جو خون یا رطوبت نکلتی ہے وہ استحاضہ ہے ــــ حیض ونفاس کی حالت میں عورت نہ نماز پڑھ سکتی ہے، نہ روزہ رکھ سکتی ہے، نہ قرآن مجید چھو سکتی ہے نہ پڑھ سکتی ہے، نہ مسجد میں جاسکتی ہے۔ نمازیں معاف ہیں البتہ روزوں کی قضاء ہے۔

استحاضے کی حالت میں یہ باتیں بھی ممنوع نہیں۔

حیض کے لغوی معنی سیلان کے ہیں۔ عرب والے بولتے ہیں۔ "حاضت السمرۃ" ببول کے درخت سے سرخ رنگ گا پانی نکلا۔ عرف عام میں اندام نہانی سے نکلنے والے خون کو کہتے ہیں۔ عرب والے بولتے ہیں "حاضت الارنب" خرگوش کی اندام نہانی سے خون نکلا، شریعت میں اس خون کو کہتے ہیں جو بالغہ عورت کے آگے کے مقام سے عادۃً نکلے اور وہ بیماری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب الحیض

(۶۰) قَالَ بَعْضُهُمْ كَانَ اَوَّلُ مَا اُرْسِلَ الْحَيْضُ عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ

ت | بعض حضرات نے فرمایا سب سے پہلے بنی اسرائیل پر حیض بھیجا گیا

## حدیث ۲۰۸ اِنَّ هٰذَا اَمْرٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ اٰدَمَ

سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ

قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا وہ فرما رہی تھیں

یا بچہ پیدا ہونے کیوجہ سے نہ ہو۔

**تشریح (۶۰)** یہ ام المومنین حضرت صدیقہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد ہے اسے عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں ذکر کیا ہے کہ ان دونوں نے فرمایا۔ بنی اسرائیل کے مرد و عورت اکٹھے نماز پڑھتے تھے۔ عورتیں مردوں کو جھانکتی تھیں تو اللہ عزوجل نے انھیں حیض میں مبتلا کر دیا اور مسجدوں میں جانے سے روک دیا۔

**تشریحات (۲۰۸)**

**قاسم بن محمد** یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے صاحبزادے ہیں۔ اجلہ تابعین کی صف اول کے بھی سرخیل ہیں۔ یحییٰ بن سعید نے کہا اس عہد میں مدینہ میں ان سے افضل کسی کو نہیں پایا مدینے کے فقہائے سبعہ میں ہیں ۳۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۱ھ میں وصال فرمایا۔

**سرف** مکہ معظمہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے اس میں اور مکہ کے مابین چھ سے لے کر دس میل کا فاصلہ ہے یہ علمیت اور تانیث معنوی کیوجہ سے غیر منصرف ہے۔

**اَنَفِسْتِ** امام نووی نے فرمایا کہ نون کے فتحے اور ضمے کے ساتھ دونوں کے معنی حیض کے بھی ہیں اور نفاس کے بھی مگر اکثر یہ ہے کہ ضمے کے ساتھ ولادت کے معنی میں ہے۔ اور فتح کے ساتھ حیض کے معنی میں۔ اسی سے نفساء حائضہ کے معنی میں آتا ہے، نفساء کی جمع نفاس ہے۔ نفاس مصدر بھی ہے، جس کے معنی خون کے ہیں۔ مغرب میں ہے نفاس نفست المرأۃ کا مصدر ہے اس کے معنی ہیں بچہ جننا قضا کے معنی ادا کرنے کے بھی آتے ہیں ارشاد ہے فاذا قضیت الصلوٰۃ۔

**تکمیل** ۱۰ھ میں جب پورا عرب اسلام قبول کر چکا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی تمام ازواج مطہرات کے ساتھ حج کے لئے نکلے، مدینہ طیبہ سے نکلتے وقت سب کا مقصود بالذات حج ہی تھا مگر میقات پر پہنچکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا، جس کا جی چاہے حج کا احرام باندھے اور جس کا جی چاہے عمرہ کا حضرت

خَرَجْنَا لَا نَرٰی اِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا کُنَّا بِسَرِفَ حِضْتُ فَدَخَلَ

کہ ہم صرف حج کے ارادے سے نکلے جب "سرف" میں پہنچے تو مجھے حیض آگیا اسوقت

عَلٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْکِیْ فَقَالَ

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور میں رو رہی تھی

ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عمرے کا احرام باندھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنیچر کے دن بعد نماز ظہر ۲۶ ذوالقعدہ کو مدینے سے نکلے مدینہ طیبہ سے چھ میل دور ذوالحلیفہ ہے جو مدینے کی میقات ہے۔ یہاں رات بھر قیام فرمایا صبح کو احرام باندھا۔ آٹھویں دن سنیچر کو سرف آپہنچے یہاں رات بسر فرمائی۔ صبح ۴ ذوالحجہ کو نویں دن مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔

سرف پہنچکر ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حیض آگیا ان کو خیال ہوا کہ جسطرح حیض کی حالت میں نہ نماز کی اجازت ہے نہ روزے کی، شاید حج کی بھی نہ ہو، اور میں حج سے محروم رہ جاؤں، اس بنا پر رونے لگیں۔ حضور نے انھیں تسلی دی نہیں تم حج کے تمام ارکان ادا کر سکتی ہو۔ صرف طواف نہیں کر سکتی ہو۔ اس لئے کہ طواف مسجد حرام میں ہوتا ہے اور حائضہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی

**تطبیق** حضرت ام المومنین اور حضرت ابن مسعود کا جو قول تعلیقاً مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیض بطور وبا سزا پہلے پہل بنی اسرائیل کی عورتوں کو آیا۔ اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حیض بنات آدم کے لئے مقرر ہے۔ بنات آدم اپنے عموم کے لحاظ سے بنی اسرائیل سے پہلے کی عورتوں پر بھی صادق ہے۔ اس سے ثابت کہ روز اول ہی سے تمام عورتوں کو حیض آتا تھا۔

علاوہ ازیں قرآن مجید میں حضرت سارہ کے بارے میں ہے

وَامْرَاَتُہٗ قَائِمَۃٌ فَضَحِکَتْ (ھود آیت ۷۱) ان کی بیوی کھڑی تھی ہنسنے لگی۔

طبری وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ سے فضحکت کی تفسیر حاضت کیساتھ نقل کی ہے یعنی انھیں حیض آگیا[1]

نیز حاکم اور ابن منذر نے سند صحیح کیساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت حوا جب جنت سے اتریں تو انھیں حیض آنے لگا[2]

اس پر امام بخاری نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اکثر ہے یعنی باعتبار روایت اسلئے اسے ترجیح حاصل ہے۔ ایک نسخے میں بجائے اکثر کے اکبر ہے۔ یعنی بہ نسبت صحابی کے قول کے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد بڑا یعنی اجل واکبر ہے اس لئے اسے ترجیح ہے۔

علامہ عینی نے یہ تطبیق کی صورت نکالی کہ بنی اسرائیل پر ان کی سرکشی کیوجہ سے یہ عذاب آیا کہ ان کی عورتوں کا حیض بند کر دیا گیا یہ عذاب اس طرح ہے کہ توالد و تناسل کے اسباب عادیہ میں حیض بھی ہے۔ جس عورت کو حیض نہیں آتا وہ لاولد رہتی ہے

[1] فتح الباری جلد اول ص ۳۴۱ [2] ایضا

مَالَكِ اَنُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اِنَّ هٰذَا اَمْرٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ

حضور نے مجھ سے پوچھا کیا بات ہے کیا تجھے حیض آگیا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں، حضور نے فرمایا

اٰدَمَ فَاقْضِيْ مَا يَقْضِي الْحَاجُّ غَيْرَ اَنْ لَا تَطُوْفِيْ بِالْبَيْتِ قَالَتْ

یہ ایسی چیز ہے جو آدم کی بیٹیوں کے لئے خدا نے مقرر فرمادی ہے جو کچھ حج کرنیوالا کرے تم بھی کرو، البتہ بیت اللہ کا

ایک مدت تک یہی رہا پھر اللہ عزوجل نے جاری کر دیا۔

مگر تعلیق کا یہ لفظ اول ما ارسل اللہ الحیض اس توجیہ کے مطابق نہیں اس لئے راستہ یہی رہ گیا کہ امام بخاری نے جو فرمایا ہے اسی کو اختیار کیا جائے۔

**ایک اشکال** بقر بغیر تار کے جنس ہے جو واحد اور کثیر سب پر بولا جاتا ہے۔ البتہ بقرۃ تار مدورہ کیساتھ واحد ہے اس کے معنی ایک گائے کے ہیں جیسے تمر اور تمرۃ کلم اور کلمۃ وغیرہ۔ اب اشکال یہ ہے کہ حجۃ الوداع میں تمام ازواج مطہرات تھیں اور ان کی تعداد اس وقت نو تھی اس پر اجماع ہے کہ ایک گائے میں صرف سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں پھر نو ازواج مطہرات کی طرف سے ایک ہی گائے کی قربانی کیسے درست ہوئی۔

اگر تمام روایات میں بالبقر یا بقر بغیر تار کے ہوتا تو تاویل ممکن تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کی طرف سے ایک سے زائد قربانی کی تھی۔ مگر بعض روایات میں بالبقرۃ تار کیساتھ ہے یہ تار تانیث نہیں اسلئے کہ حیوانات کیلئے تار تانیث نہیں آتی اور اگر آتی بھی ہو تو ابوداؤد[1] اور ابن ماجہ کی حدیث میں بقرۃ واحدۃ آیا ہے جو وحدت پر نص ہے۔

**جواب** اولاً ہمیں یہ تسلیم نہیں کہ حیوانات میں تار تانیث نہیں آتی۔

امام لغت ابن السکیت نے اس کی تصریح کی ہے کہ حیوانات کے اسمار پر بھی تار تانیث آتی ہے۔ اس لغت پر بالبقرۃ اور بالبقر کا مفاد ایک ہوا رہ گئی وہ روایت جسمیں بالبقرۃ الواحدۃ وارد ہے۔ وہ غالباً راوی کی اپنی زیادتی ہے۔ کسی راوی نے بالبقرۃ کی تار کو تار وحدت سمجھ لیا اور اپنی سمجھ کے مطابق الواحدۃ بڑھا دیا۔

اس جواب کی تائید مسلم شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں۔

ذبح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن عائشہ بقرۃ یوم النحر[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کیطرف سے یوم النحر میں ایک گائے کی قربانی کی۔

مگر اس پر یہ شبہ رہ جاتا ہے کہ حضرت صدیقہ کی طرف سے ایک گائے ہوئی تو پھر بھی بقیہ آٹھ ازواج کیطرف سے ایک ہی گائے کی قربانی ہوئی۔

---

[1] ابوداود جلد اول مناسك باب فی ھدی البقر ص ۳۴۴
ابن ماجہ اضاحی باب کم تجزی البدنۃ والبقر ۲۳۳

[2] مسلم جلد اول حج باب جواز الاشتراك فی الھدی ص ۴۲۴

وَضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِہٖ بِالْبَقَرِ

طواف مت کرنا حضور نے اپنی عورتوں کی طرف سے گائے قربان کی

صحیح جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ قربانی صرف انھیں ازواج کی طرف سے کی تھی جنھوں نے میقات سے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

ذبح عمن اعتمر من نسائہ بقرۃ بینھن[1] حضور نے ان عورتوں کی طرف سے مشترکہ طور پر ایک گائے کی قربانی کی جنھوں نے عمرہ کیا۔

ہوسکتا ہے کچھ ازواج مطہرات نے عمرے کا احرام نہ باندھا ہو صرف حج کا احرام باندھا ہو۔

**ایضاح البخاری** ایضاح البخاری میں بالبقرۃ الواحدۃ کی روایت نسائی کی طرف منسوب ہے حالانکہ یہ مجھے نسائی میں نہیں ملی البتہ ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے، حیوانات کے اسماء پر تاء تانیث داخل ہوتی ہے اس پر استدلال کرتے ہوئے انھوں نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

مشہور محدث حضرت قتادہ جب کوفہ پہونچے تو ان کے گرد بھیڑ لگ گئی تشنگان علم ٹوٹ پڑے، یہ زمانہ حضرت امام کی نوعمری کا تھا حضرت قتادہ کی شہرت سن کر حاضر ہوئے اور یہ سوال کیا: جس چیونٹی نے حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر کو دیکھکر یہ کہا تھا: اے چیونٹیو اپنے گھروں میں چلی جاؤ کہیں بے خبری میں سلیمان اور ان کے لشکری تمھیں کچل نہ ڈالیں، یہ نر تھی کہ مادہ؟ حضرت قتادہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ تو حضرت امام نے فرمایا کہ یہ چیونٹی مادہ تھی، اس لئے کہ قرآن کریم میں ہے قَالَتْ نَمْلَۃٌ۔

اس سے صاحب ایضاح البخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت امام کا بھی مذہب یہی تھا کہ تاء تانیث، حیوانات کے اسماء پر داخل ہوتی ہے اسلئے کہ حضرت امام نے "نملۃ" کی تاء سے اس کے مادہ ہونے پر استدلال فرمایا

**اقول**:- یہ زبردستی حضرت امام کے سر تھوپنا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ حضرت امام کا استدلال بجائے تاء کے قالت صیغۃ تانیث اور من قولھا" کی ضمیر مونث سے ہو۔

---

[1] بخاری جلد ثانی الاضاحی باب الاضحیۃ للمسافر والنساء ص ۸۳۲
مسلم " اول حج باب بیان وجوہ الاحرام الخ ص ۳۸۸
نسائی " " طہارت باب بدء الحیض ص ۶۴
ابن ماجہ حج باب الحائض تقضی المناسک الا الطواف ص ۲۱۹
ابوداؤد اول مناسک باب فی ھدی البقر ص ۳۴۴
ابن ماجہ اضاحی باب کم تجزی البدنۃ والبقرۃ ص ۲۳۳

## حدیث ۲۰۹ ترجیل الحائض راس زوجھا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا حَائِضٌ ؏ہ

کے سر میں کنگھی کرتی اس حالت میں کہ میں حائضہ ہوتی۔

## حدیث ۲۱۰ ایضا

اَخْبَرَنِیْ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّهٗ سُئِلَ

ہشام بن عروہ نے خبر دی کہ حضرت عروہ سے پوچھا گیا

### تشریحات (۲۰۹) (۲۱۰) ہشام

ہشام بن عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ کے مشہور تابعین میں ہیں۔ ان سے بکثرت احادیث مروی ہیں اکابر جلۂ تابعین میں ہیں۔ اہل مدینہ کے طبقہ رابعہ سے ہیں۔ انھوں نے حدیث اپنے چچا حضرت عبداللہ بن زبیر اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سنی ہے ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کی زیارت کی مگر ان سے حدیث نہیں سُنی، حضرت جابرؓ عبداللہ حضرت انس بن مالک اور حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت سے مشرف ہیں شہنشاہ منصور کے عہد میں کوفے تشریف لائے تو ان سے اہل کوفہ نے احادیث سُنیں۔

یہ اور خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز، امام زہری، قتادہ اور اعمش عاشورہ ۶۱ھ کو ٹھیک اس دن پیدا ہوئے جس دن سید الشہداء حضرت امام حسین کربلا میں شہید ہوئے۔ اخیر عمر مبارک میں بغداد منصور کے پاس آگئے تھے وہیں ۱۴۵ھ یا ۱۴۶ھ یا ۱۴۷ھ وصال ہوا منصور نے انکی نماز جنازہ پڑھائی، مقبرہ خیزران کے جانب غربی بازار سے باہر خندق کے پیچھے باب قطربل کی جانب، باب حرب کے مقابر میں مزار ہے، مزار پر تختی لگی ہوئی ہے جس پر کندہ ہے "ہذا قبر ہشام بن عروۃ"۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ خیزران کے جانب شرقی میں دفن ہیں اور جانب غربی جو مزار ہے وہ ہشام بن عروہ مروزی کا ہے جو حضرت عبداللہ بن مبارک کے اصحاب میں سے ہیں۔

**ابو عبداللہ** عروہ بن زبیر بن عوام حواری رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کے مشہور فقہاء سبعہ میں ہیں بہت زبردست عابد زاہد شب زندہ دار بزرگ تھے روزانہ بلاناغہ چوتھائی قرآن مصحف شریف دیکھکر تلاوت فرماتے، چوتھائی قرآن شریف رات کو تہجد میں پڑھتے۔

---

ع ہ ایضاً جلد اول اعتکاف باب المعتکف یدخل راسہ البیت للغسل ص ۲۷۴

ایضاً ثانی لباس باب ترجل الحائض زوجھا ص ۸۷۹

ترمذی شمائل باب ترجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۴

نسائی جلد اول طہارت باب غسل الحائض راس زوجھا ص ۴۸

اَتَخْدِمُنِی الْحَائِضُ اَوْ تَدْنُوْا مِنِّی الْمَرْاَۃُ وَھِیَ جُنُبٌ ۔ فَقَالَ عُرْوَۃُ کُلُّ

کیا حائضہ میری خدمت کر سکتی ہے، جنبی عورت میرے قریب آسکتی ہے اس پر عروہ نے

ذَالِکَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ وَکُلُّ ذَالِکَ یَخْدِمُنِی وَلَیْسَ عَلٰی اَحَدٍ فِیْ ذَالِکَ بَاْسٌ

فرمایا یہ سب مجھ پر آسان ہے اور یہ سب میری خدمت کرتی ہیں اسمیں کسی پر کوئی حرج نہیں

امام زہری نے ان کے بارے میں فرمایا یہ وہ دریا ہیں جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔

یہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے حقیقی بھائی تھے دونوں حضرات اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بطن سے ہیں ۲۲ھ یا ۲۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۳ھ یا ۹۴ھ سنۃ الفقہاء میں وصال فرمایا مدینہ طیبہ سے چار رات کے فاصلہ پر رَبَذَہ کے نواحی میں ایک بہت سرسبز و شاداب مقام فُرُع ہے یہی جائے وفات ہے یہیں دفن بھی ہوئے۔

ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایام حکومت میں عبدالملک بن مروان اور یہ اور ان کے دونوں بھائی حضرت عبداللہ اور مصعب مسجد حرام میں اکٹھا ہوئے تو ان لوگوں نے آپس میں کہا آؤ ہم لوگ اپنی اپنی تمنا ظاہر کریں ۔۔۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے کہا میری تمنا یہ ہے کہ حرمین طیبین کا مالک بنوں اور خلافت پاؤں۔ مصعب نے کہا میری تمنا یہ ہے کہ میں عراقین یعنی کوفہ اور بصرہ کا حاکم بنوں اور قریش کی دو عاقل ترین خواتین کو اپنے نکاح میں جمع کروں، سکینہ بنت حسین اور عائشہ بنت طلحہ کو۔ عبدالملک نے کہا میری آرزو یہ ہے کہ میں پوری زمین کا مالک بنوں اور معاویہ کا جانشین۔ عروہ نے کہا میری آرزو تم لوگوں جیسی نہیں میری تمنا یہ ہے کہ دنیا سے الگ رہوں آخرت میں جنت پاؤں اور مجھ سے یہ علم (حدیث) روایت کیا جائے، خدا کی شان کہ ہر ایک کی تمنا پوری ہوئی اسی بنا پر ولید بن عبدالملک کہا کرتا تھا جسے یہ پسند ہو کہ کسی جنتی کو دیکھے وہ عروہ کو دیکھے۔

بہت ہی متحمل بردبار صابر و شاکر تھے ایک دفعہ ولید کے یہاں گئے تو پاؤں میں آبلہ ہو گیا ولید نے کہا پاؤں کٹوالو پہلے انکار کیا مگر جب اس کا اثر پنڈلی تک پہونچ گیا تو ولید نے کہا اگر کٹوائیں گے نہیں تو یہ پورے جسم میں سرایت کر جائیگا۔ پاؤں کاٹنے والا آیا اس نے عرض کی شراب پی لیں تاکہ احساس نہ ہو، فرمایا میں اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کے ذریعہ عافیت نہیں چاہتا، اس نے عرض کیا کوئی خواب آور دوا دیدوں تو فرمایا میں نہیں چاہتا کہ میرا کوئی عضو کاٹا جائے اور مجھے اس کی تکلیف کا احساس نہ ہو اور اس کے ثواب سے محروم رہوں پھر کچھ لوگ آئے کہ پکڑے رہیں فرمایا کوئی ضرورت نہیں۔

بالآخر پاؤں کا گوشت پہلے چھری سے پھر ہڈی آری سے کاٹی گئی اور آہ تک نہیں کی تکبیر و تہلیل میں مصروف رہے یہانتک کہ جب روغن زیتون لوہے کے چمچوں میں کھولا کر داغا گیا تو بیہوش ہو گئے، افاقے کے بعد چہرے سے پسینہ پونچھنے لگے، کٹا ہوا پاؤں ہاتھ میں لے کر الٹنے پلٹنے لگے اور فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے تجھ پر سوار فرمایا۔ تیرے ذریعہ سے کسی گناہ کیطرف نہیں گیا ہوں یہ سب اسطرح ہوا کہ وہیں ولید باتیں کرتا رہا اسے خبر بھی نہیں ہوئی جب داغنے کی بو پھیلی تو معلوم ہوا۔

اسی سفر میں ان کے صاحبزادے محمد، ولید کے اصطبل میں گئے تو کسی چوپائے نے انھیں مار دیا اور وہ شہید ہو گئے۔ جب مدینہ طیبہ

اَخْبَرَتْنِیْ عَائِشَۃُ اَنَّھَا کَانَتْ تُرَجِّلُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

مجھے حضرت عائشہ نے خبر دی کہ وہ حالت حیض میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کنگھا کرتی تھیں۔

وَھِیَ حَائِضٌ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَئِذٍ مُجَاوِرٌ فِی الْمَسْجِدِ

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں (حالت اعتکاف) میں ہوتے ان کی طرف اپنا سر بڑھا

یُدْنِیْ لَھَا رَاْسَہٗ وَھِیَ فِیْ حُجْرَتِھَا فَتُرَجِّلُہٗ وَھِیَ حَائِضٌ ؏ہ

دیتے وہ اپنے حجرے میں ہوتیں وہ حضور کے سر میں کنگھا کرتیں حالانکہ وہ حائضہ ہوتیں

آئے تو یہ آیت کریمہ تلاوت فرمایا۔

لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا ھٰذَا نَصَبًا (کھف ۶۲) اپنے اس سفر سے ہم کو بہت تکلیف پہونچی۔

اتنے سخی اور جواد تھے کہ باغ میں جب پھل تیار ہو جاتے تو احاطے کی دیوار میں سوراخ کر دیتے لوگ باغ میں آکر کھاتے بھی اور باندھ کر لے بھی جاتے، جب باغ میں جاتے تو یہ آیت کریمہ تلاوت فرمانے لگتے۔

وَلَوْلَا اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَکَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔ (کھف ۳۸) اور جب تو اپنے باغ میں گیا تو ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ کیوں نہیں کہا؟

انھوں نے اپنے والدین اور اپنی خالہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ اور کبار صحابہ سے احادیث روایت کی ہیں۔

**باب کا فائدہ** یہاں امام بخاری نے باب کا عنوان یہ قائم فرمایا ہے غسل الحائض راس زوجھا و ترجیلہ حائضہ کا اپنے شوہر کے سر کو دھونا اور اسمیں کنگھا کرنا۔

چونکہ قرآن کریم میں ہے۔ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِی الْمَحِیْضِ (بقرہ) حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو؛ اس سے یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ حائضہ عورت سے کوئی خدمت نہیں لی جا سکتی۔ یہ باب باندھ کر امام بخاری نے اس شبہے کا ازالہ فرمادیا کہ اس آیت میں اعتزال سے مراد جماع نہ کرنا ہے مطلقاً علیحدہ رہنا اس طرح کی شوہر کو ہاتھ بھی نہ لگا سکے مراد نہیں البتہ ایک خدشہ رہ جاتا ہے کہ اس باب کے ضمن میں جو حدیث لائے اس سے کنگھا کرنا تو ثابت ہو گیا مگر سر دھونا ثابت نہیں ہوا۔

---

ع۵ ایضاً جلد اول اعتکاف باب الحائض ترجل المعتکف ص ۳۷۱

مسلم " حیض باب جواز غسل الحائض راس زوجھا و ترجیلہ ص ۴۲

ابوداؤد " صیام باب المعتکف یدخل البیت لحاجتہ ص ۳۳۴

نسائی " طھارت بات ترجیل الحائض راس زوجھا وھو معتکف ص ۴۸

ابن ماجہ " باب الحائض تناول الشئ من المسجد ص ۴۶

" اعتکاف باب فی المعتکف یغسل راسہ ویرجلہ ص ۱۲۸

دارمی وضوء ۱۰۸، موطاء امام مالک طھارت ۱۰۲، مسند امام احمد

(۶۱) وَكَانَ اَبُوْ وَائِلٍ يُرْسِلُ خَادِمَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ اِلٰى اَبِيْ رَزِيْنٍ

ت | ابو وائل | اپنی خادمہ کو ابو رزین کے پاس بھیجتے

**اقول** بحث کنگھا کرنے اور دھونے کی نہیں بلکہ شوہر کو ہاتھ لگانے اور نہ لگانے کی ہے، حدیث سے جب ثابت کہ حائضہ شوہر کو کنگھا کر سکتی ہے جسمیں ہاتھ لگنا لازم ہے تو اسی پر قیاس کر کے سر دھونا بھی ثابت اس لئے کہ اسمیں بھی ہاتھ لگانے سے زائد اور کوئی بات نہیں۔

ہماری اس تقریر سے صاحب ایضاح البخاری کی کم فہمی ظاہر ہوئی انھوں نے لکھا ہے کہ باب کا پہلا جز حدیث سے ثابت نہیں ہم مقدمہ میں بتا آئے کہ باب کے ثبوت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ حدیث کی باب پر دلالت التزامی ہو جو یہاں موجود ہے ان بزرگ نے حضرت عروہ کے استدلال کو بھی نہیں دیکھا کہ وہ ترجیل سے مطلقاً خدمت کے جواز پر دلیل لائے۔ حضرت عروہ سے دو سوال ہوا تھا ایک یہ کہ حائضہ مرد کی خدمت کر سکتی ہے کہ نہیں اور دوسرے یہ کہ جنبی عورت خدمت کر سکتی ہے کہ نہیں۔ حضرت عروہ نے فرمایا دونوں خدمت کر سکتی ہیں نیز یہ بھی کہا کسی کے نزدیک اسمیں کوئی حرج نہیں عروہ نے دلیل میں یہ حدیث پیش کی جس سے یہ ثابت ہوا کہ حائضہ اپنے شوہر کی خدمت کر سکتی ہے حدیث میں جنبی کا ذکر نہیں۔

مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ حائضہ کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اس حالت میں اس کی نجاست جاری رہتی ہے پھر بھی اپنے شوہر کی خدمت کر سکتی ہے اور جنبی عورت جسکی یہ حالت نہیں۔ اس کے جسم سے جو نجاست نکلنی تھی نکل چکی اب کوئی نجاست نہیں نکلتی تو یہ بدرجۂ اولیٰ شوہر کی خدمت کر سکتی ہے لم یہ ہے کہ حیض کی حالت میں گھن آنا زائد ہے برخلاف جنابت کے کہ اسمیں کوئی گھن نہیں اہل انصاف و دیانت غور کریں یہاں امام بخاری نے قیاس فرمایا حضرت عروہ نے قیاس فرمایا مگر یہ قیاس نہیں۔ اہل حدیث ہیں اور احناف قیاس کریں تو وہ غیر مقلدین کی بارگاہ سے "قیاس" کا خطاب پائیں۔

**مسائل** (۱) معتکف اگر اپنا سر یا کوئی عضو مسجد سے باہر نکالدے تو اعتکاف باطل نہوگا (۲) کسی نے قسم کھائی کہ فلاں گھر میں نہ جائیگا اگر سر یا ہاتھ گھر میں داخل کر دیا تو حانث نہ ہوگا (۳) بیوی کی رضامندی سے شوہر خدمت لے سکتا ہے مگر جبر نہیں کر سکتا (۴) حائضہ اور جنبی کا ظاہر جسم پاک ہے (۵) فاعتزلوا النساء فی المحیض اور ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد سے مراد جماع ہے اور آیت ثانیہ سے مراد جماع کے ساتھ دواعی بوس وکنار بھی ہے۔ مطلقاً چھونے ہاتھ لگانے کی ممانعت مراد نہیں (۶) حائضہ کو مسجد میں جانا جائز نہیں (۷) مرد اپنے بالوں کو کنگھا کر سکتا ہے اسی طرح زینت کر سکتا ہے

**تشریحات** (۶۱) (۲۱۱) رزین کا نام مسعود بن مالک اسدی ہے۔ یہ ابو وائل کے غلام تھے۔ تابعی ہیں یہاں باب یہ ہے۔ مرد کا حائضہ کی گود میں سر رکھے قرآن پڑھنا۔ تعلیق کا باب سے کوئی علاقہ نہیں البتہ حدیث سے ہے اور یہی ہمارا بھی مذہب ہے۔

فَتَاتِيهِ بِالْمُصْحَفِ فَتُمْسِكُهُ بِعِلَاقَتِهِ عه

وہ مصحف لاتی اور غلاف کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لئے رہتی حالانکہ وہ حائضہ ہوتی۔

## حدیث (۲۱۱) قرأۃ القرآن متکئا فی حجر الحائضۃ

عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ اَنَّ اُمَّهُ حَدَّثَتْهُ اَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَّكِئُ فِي حَجْرِي وَاَنَا حَائِضٌ ثُمَّ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ

منصور بن صفیہ سے روایت ہے کہ ان کی ماں نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ نے ان سے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں ٹیک لگائے ہوئے قرآن پڑھتے حالانکہ میں حیض کی حالت میں رہتی۔

## حدیث (۲۱۲) مضاجعۃ الزوج مع الحائض فی لحاف واحد

عَنْ اَبِي سَلَمَةَ اَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ اُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

ابوسلمہ نے روایت کی کہ زینب بنت ام سلمہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا

## تشریحات (۲۱۲)

بظاہر ایسا شبہہ ہوتا ہے کہ ابوسلمہ اور ام سلمہ میں جو اضافت ہے وہ ایک ہی شخص کی طرف ہے مگر حقیقت میں ایسا نہیں۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت ام سلمہ ان کے صاحبزادے کیطرف نسبت کرکے ہے جو ان کے پہلے شوہر حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھے۔ اور اس حدیث کے راوی ابوسلمہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔

حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابوسلمہ سے تھیں پہلے ان کا نام برّہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدل کر زینب رکھا۔ قبل ہجرت حبشہ یا مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں تھیں ان کا نکاح عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا یہ اپنے زمانے میں صف اول کی عابدہ فقیہہ تھیں ان سے ایک مخلوق نے حدیث روایت کی واقعہ حرہ کے بعد انتقال فرمایا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حائضہ کیساتھ ایک چادر میں سونا ناجائز نہیں بلکہ اس میں ادنیٰ کراہت بھی نہیں البتہ ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں تک اتنا موٹا کپڑا حائل ہو کہ حائضہ کے بدن کی گرمی شوہر محسوس نہ کرے۔

---

عه ابن ابی شیبہ

| | | | |
|---|---|---|---|
| عه ایضا جلد ثانی | توحید | باب الماھر بالقران مع السفرۃ الکرام البررۃ | ص ۱۱۲۶ |
| مسلم ، اول | حیض | باب جواز غسل الحائض راس زوجھا | ص ۱۴۳ |
| ابوداود ، ، | طھارت | باب مواکلۃ الحائض ومجامعتھا | ص ۳۴ |
| نسائی ، ، | ، | باب الرجل یقرأ القرآن وراسہ فی حجر امراتہ وھی حائض | ص ۶۷ |
| ابن ماجہ | ، | باب الحائض تتناول الشئ من المسجد | ص ۴۶ |

حَدَّثَتْهَا قَالَتْ بَيْنَا اَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعَةً

کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر میں سوئی تھی کہ مجھے حیض آ گیا

فِيْ خَمِيْصَةٍ اِذْ حِضْتُ فَانْسَلَلْتُ فَاَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِيْ قَالَ اَنُفِسْتِ

تو میں چپکے سے کھسک گئی اور میں نے حیض کے کپڑے لئے حضور نے

قُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِيْ فَاضْطَجَعْتُ مَعَهٗ فِي الْخَمِيْلَةِ ؏

فرمایا کیا تجھے حیض آ گیا، میں نے عرض کی، جی، پھر بھی حضور نے مجھے بلایا اور میں حضور کیساتھ اسی چادر میں لیٹ گئی۔

## حدیث (۲۱۳) عن عائشة قالت يباشرني وانا حائض

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں اور نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہی

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ وَكِلَانَا جُنُبٌ وَكَانَ يَاْمُرُنِيْ فَاتَّزِرُ فَيُبَاشِرُنِيْ وَاَنَا

برتن سے غسل کرتے حالانکہ ہم دونوں جنبی ہوتے۔ جب مجھے حیض آتا تو مجھے حکم دیتے میں تہبند باندھ لیتی

حَائِضٌ وَكَانَ يُخْرِجُ اِلَيَّ رَاْسَهٗ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَاَغْسِلُهٗ وَاَنَا حَائِضٌ ؏

اسکے بعد مجھسے مباشرت فرماتے اور اعتکاف کی حالت میں اپنے سر اقدس کو میری طرف مسجد سے باہر کر دیتے میں اسے دھوتی حالانکہ میں حائضہ ہوتی

## تشریحات (۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵) باب کا مقصد

ان احادیث پر باب کا عنوان یہ ہے "مباشرۃ الحائض" حائضہ کے ساتھ مباشرۃ کا بیان۔ مباشرت کے معنی ہیں ظاہر جسم کو دوسرے کے ظاہر جسم سے ملانا۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| ؏ ایضاً جلد اول | الصیام | باب القبلة لصائم | ص ۲۵۸ |
| مسلم | حیض | باب الاضطجاع مع الحائض فی لحاف واحد | ص ۱۴۲ |
| نسائی | طہارت | باب مضاجعة الحائض | ص ۵۴ |
| دارمی | وضو | | ۱۰۷ |
| ؏ مسلم | حیض | باب مباشرة الحائض فوق الازار | ص ۱۴۱ |
| ابوداؤد | طہارت | باب فی الرجل یصیب من المراۃ ما دون الجماع | ص ۳۶ |
| ترمذی | | باب ماجاء فی مباشرة الحائض | ص ۱۹ |
| نسائی | | باب مباشرة الحائض | ص ۵۴ |
| ابن ماجه | | باب ما للرجل من امراته اذا کانت حائضا | ص ۴۶ |

(۲۱۴) حدیث ایضا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ اِحْدَانَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ ہم میں سے جب کوئی حائضہ

اِذَا كَانَتْ حَائِضًا فَاَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہوتی اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے مباشرت کرنے کا ارادہ فرماتے تو حیض کے

اَنْ يُبَاشِرَهَا اَمَرَهَا اَنْ تَتَّزِرَ فِيْ فَوْرِ حَيْضَتِهَا ثُمَّ يُبَاشِرُهَا قَالَتْ

جوش کی حالت میں اسے حکم دیتے کہ تہبند باندھ لے پھر اس سے مباشرت فرماتے

چونکہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ، حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو۔ اس کا ظاہر مفہوم یہ ہوتا ہے کہ تم ان کو ہاتھ لگاؤ نہ وہ تم کو ہاتھ لگائیں جسم کو جسم سے ملانا تو دور رہے۔ امام بخاری اس باب سے یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ آیت کریمہ میں "اعتزال" الگ رہنے سے مراد یہ ہے کہ جماع نہ کرو اس پر کثیر احادیث کی نص صریح شاہد ہے جو معناً مشہور ہیں۔

**مسائل** ان احادیث سے ثابت ہوگیا کہ جماع چھوڑ کر حیض کی حالت میں بھی عورت سے دوسرے قسم کے انتفاع جائز ہیں چنانچہ اس پر اتفاق ہے کہ ناف کے نیچے سے گھٹنے تک کو چھوڑ کر پورے جسم سے انتفاع جائز ہے اگرچہ عنیدہ اسلمانی وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ اس حالت میں عورت سے مطلقاً استمتاع جائز نہیں مگر وہ لوگ لایعبا بہ کے درجے میں اقل قلیل ہیں۔

البتہ ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنے کے اوپر تک سے استمتاع میں اختلاف ہے امام اعظم امام شافعی امام ابو یوسف امام مالک اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ مطلقاً حرام ہے البتہ امام محمد اور امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ سبیلین کے علاوہ اور جگہوں سے استمتاع جائز ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے صحابہ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، یہودی جب ان کی عورتوں کو حیض آتا ہے تو نہ ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں نہ ان کے ساتھ گھر میں رہتے ہیں یہ کیسا ہے تو آیت کریمہ نازل ہوئی۔ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ۔ "حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو ان کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ پاک ہوجائیں" اور فرمایا:۔

اِصْنَعُوْا كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا النِّكَاحَ [1] ہمبستری کے علاوہ سب کچھ کرو۔

احناف اور جمہور کی دلیل یہ ہے جسے علامہ عینی نے ابوداؤد کے حوالے سے لکھی ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا مایحل للرجل من امراته وهی حائض۔ جب عورت حائضہ ہو تو مرد کو کہاں تک حلال ہے فرمایا مافوق الازار (وفی حدیث معاذ) والتعفف عن ذالك اجمل۔ ازار کے اوپر تک اور اس سے بھی بچنا بہتر ہے۔

---

[1] مسلم جلد اول حیض باب مباشرۃ الحائض فوق الازار ص ۱۴۳
ابوداود " طهارت باب مواكلة الحائض ومماسها ص ۳۴
ایضا ایضا نکاح باب اتیان الحائض ومباشرتها ص ۲۹۴

وَاَیُّکُمْ یَمْلِكُ اَرَبَهٗ كَمَا كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمْلِكُ اَرَبَهٗ عه

حضرت عائشہ نے فرمایا جتنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حاجت پر قابو رکھتے تھے تم میں کون قابو رکھتا ہے۔

(۲۱۵) حدیث ایضا

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ مَیْمُوْنَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یُّبَاشِرَ اِمْرَاَةً مِّنْ نِّسَائِهٖ اَمَرَهَا فَاتَّزَرَتْ وَهِیَ حَائِضٌ عه

عبداللہ بن شداد نے کہا میں نے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اپنی ازواج میں سے کسی سے مباشرت کرنا چاہتے اور وہ حیض کی حالت میں ہوتیں تو انھیں حکم دیتے وہ تہبند باندھ لیتیں۔

نز ابویعلی موصلی کی روایت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ ہے فرمایا۔

له ما فوق الازار ولیس ما تحته۔ ازار کے اوپر تک جائز ہے نیچے نہیں۔

مسلم میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے۔

یباشر هن فوق الازار وهن حیض۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عورتوں سے ازار کے اوپر اوپر تک مباشرت فرماتے جب وہ حائضہ ہوتیں۔

مگر اس پر یہ ایراد ہے کہ ابوداؤد میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں یہ ہے

اذا کان علیها ازار الی انصاف الفخذین او الرکبتین جب ان پر آدھی رانوں یا آدھی پنڈلیوں تک ازار ہوتا۔

نیز علامہ عینی نے بحوالہ ابوداؤد وابن ماجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ حدیث ذکر کی ہے وہ فرماتی ہیں

کانت احدانا فی فورها اول ما تحیض تشد علیها ازارا الی انصاف الفخذین ثم تضطجع معه علیه السلام۔ حیض کے شروع میں جب تیزی ہوتی ہم آدھی آدھی رانوں تک تہبند باندھ لیتیں اور حضور کے ساتھ سوتیں۔

---

عه مسلم جلد اول حیض باب مباشرة الحائض فوق الازار ص ۱۴۱

ابوداود ۔ طهارت باب فی الرجل یصیب المراة ما دون الجماع ص ۳۵

ترمذی ۔ ۔ ۔ باب مباشرة الحائض ص ۵۴

نسائی ۔ ۔ باب مباشرة الحائض ص ۵۴

ابن ماجه ۔ باب ما للرجل من امراته اذا کان حائضا ص ۴۶

عه مسلم ۔ حیض باب مباشرة الحائض فوق الازار ص ۱۴۱

ابوداؤد ۔ نکاح باب فی اتیان الحائض ومباشرتها ص ۲۹۴

ابو داؤد کی پہلی روایت میں تردید تھی مگر ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں صرف انصاف الفخذین ہے تو جب ازواج مطہرات نے خود اس ازار کی تحدید فرمادی کہ وہ آدھی رانوں تک ہوتا تھا تو محض احتمال سے مدعی ثابت نہیں ہوگا نیز فرمایا۔ اجتنب شعار الدم۔ خون کی جگہ سے پرہیز کر۔ نیز ابو داؤد میں عکرمہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:۔

کان اذا اراد من الحائض شیئا القی علی فرجها شیئا[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم حائضہ کیساتھ کچھ کرنا چاہتے تو اسکی شرمگاہ پر کپڑا ڈال لیتے

ان سب سے یہ ثابت ہوا کہ شرمگاہ کے علاوہ بقیہ پورے جسم سے انتفاع جائز ہے اس کے عموم میں ما دون السرۃ الی الرکبۃ بھی داخل ہے اسی بنا پر امام ابو جعفر طحاوی اور علامہ عینی نے حضرت امام محمد کے مذہب کو ترجیح دی۔

ان سب مباحث کے باوجود ایک خاص بات یہ ہے ما دون السرۃ الی الرکبۃ سے استمتاع میں احادیث سے دونوں باتیں ثابت ہوئی ہیں۔ حرمت اور حلت۔ ایسے موقع پر ترجیح حرمت کو ہی ہوتی ہے۔ اس لئے فقہاء کے اصول کے مطابق ترجیح قول امام ہی کو ہے ان مباحث سے ہٹ کر جب ہم ارشاد ربانی میں غور کرتے ہیں تو بھی قول امام ہی کی ترجیح ثابت ہوتی ہے۔ وہ اس طرح اعتزال اور عدم قربت کا حکم اپنے اطلاق کے اعتبار سے یہ چاہتا ہے کہ حائضہ سے بالکل اجتناب کیا جائے مگر فوق السرۃ وتحت الرکبۃ سے انتفاع ایسی احادیث سے ثابت جنکا کوئی معارض نہیں، اسلئے ان کی تخصیص ہوگئی رہ گیا ما دون السرۃ الی الرکبۃ سے انتفاع اس بارے میں احادیث متعارض ہیں اس لئے ان سے انتفاع کی حرمت اصل حکم قرآنی کے مطابق باقی رہی مگر پھر بات لوٹ کر وہیں جاتی ہے کہ فوق الازار سے کیا مراد ہے ناف کے نیچے سے گھٹنے تک یا صرف شعار دم یا زیادہ سے زیادہ انصاف الفخذین تک یہ محل نظر ہے۔ مگر یہ بحث صرف بحث کی حد تک ہے مفتی بہ قول امام اعظم وجمہور ہے اور بناء وہی ہے کہ معاملہ حلت وحرمت میں دائر ہے تو ترجیح حرمت کو ہوگی۔

(۲) حالت حیض میں جماع کرنے پر احادیث میں تصدق کا حکم آیا ہے۔ کسی حدیث میں ایک دینار ہے کسی میں نصف دینار کسی میں دینار کا دو خمس ـــــ مگر اس حدیث پر کئی طرح سے کلام کیا گیا ہے اس لئے اس سے وجوب ثابت نہیں ہوسکتا، فیصلہ یہ ہے کہ یہ مستحب ہے اگر ابتداء حیض میں جماع کرے تو پورا دینار اور ختم کے قریب کے ایام میں کرے تو آدھا دینار صدقہ کرے۔ ایک دینار ساڑھے چار ماشہ سونا ہوتا ہے۔

(۳) حائضہ کو چاہئے کہ ایام حیض کے لئے علحدہ لباس رکھے۔

(۴) عورت کے قریب سونے پر جسے اندیشہ ہو کہ اپنے اوپر قابو نہیں رکھ پائے گا وہ عورت سے دور رہے۔

(۵) حدیث (۲۱۴) عن فور حیضتها اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ما فوق الازار مباشرت بہر حال جائز ہے ابتداء حیض ہو کہ انتہاء حیض۔ مگر اس کے بالمقابل ابن ماجہ میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کان یتقی سورۃ الدم ثلثا ثم یباشرها بعد ذالك، تین دن خون کی تیزی کے وقت بچتے تھے اس کے بعد مباشرت فرماتے تھے۔

اس حدیث میمونہ کا محمل حکم عام ہے اور ام المومنین حضرت صدیقہ کی حدیث کا محل یہ ہے کہ وہ حضور کے ساتھ خاص ہے۔

---

[1] فتح الباری جلد اول ص ۳۴۳

۲۱۶ حدیث خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی اضحی او فطر فمر علی النساء

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الاضحیٰ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَضْحٰی اَوْ فِطْرٍ اِلَی الْمُصَلّٰی فَمَرَّ عَلَی النِّسَاءِ فَقَالَ

یا عید الفطر میں عیدگاہ تشریف لے گئے (نماز سے فارغ ہوکر) آپ کا عورتوں پر گذر ہوا تو فرمایا

اخیر کا یہ جملہ "تم میں کون اپنی حالت پر اتنا قابو رکھتا ہے جتنا حضور رکھتے تھے اس کی طرف مشیر ہے اس حدیث میں، اُرب، کا لفظ ہے یہ ہمزہ کے کسرہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ ہے۔ اس کا معنی "عضو تناسل" بھی ہے اور حاجت بھی۔ یہاں دونوں بن سکتے ہیں۔

حدیث ۲۱۳ میں تصریح ہے کہ ام المومنین حضرت صدیقہ فرماتی ہیں۔ حضور اپنا سر میری جانب بڑھا دیتے اور میں اسے دھوتی تعجب انگیز بات یہ ہے کہ اس کے پہلے حدیث ۲۱۰ پر امام بخاری نے جو باب قائم کیا تھا وہ یہ تھا "غسل الحائض راس زوجہا" زیادہ مناسب یہ تھا کہ یہ حدیث اسی باب میں ذکر فرماتے مگر وہاں صرف ترجیل والی حدیث ذکر فرمائی جس سے یہ بحث اٹھ کھڑی ہوئی کہ یہ حدیث باب کے مطابق ہے یا نہیں۔ غالباً امام بخاری کا مقصود اس فقہی نکتہ کی طرف اشارہ کرنا تھا۔ جو ہم نے حدیث ترجیل میں ذکر کیا ہے۔

**تشریحات ۲۱۶ باب کا فائدہ**

اس حدیث پر باب کا عنوان یہ ہے ترک الحائض الصوم۔ حائضہ کا روزہ چھوڑنا۔ حالانکہ حدیث میں نماز چھوڑنے کا بھی ذکر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ روزے کے لئے طہارت شرط نہیں اگر کوئی مرد یا عورت جنابت کی حالت میں روزہ رکھے بلکہ دن بھر جنبی رہے جب بھی روزہ ہو جائیگا اگرچہ وقت پر غسل نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا پھر بھی حائضہ کو روزہ رکھنے کی اجازت نہیں۔ تو نماز پڑھنے کی بدرجۂ اولیٰ اجازت نہ ہوگی اس لئے کہ نماز کے لئے طہارت شرط ہے۔ جس کو یوں کہہ لیجئے کہ اگر حالت حیض میں نماز چھوڑنے کا کوئی خصوصی حکم نہ ہوتا تو بھی حائضہ کے لئے نماز کی اجازت نہ ہوتی۔ اس لئے کہ نماز کی ایک شرط یعنی طہارت مفقود تھی، لیکن روزے کیلئے اگر کوئی خصوصی حکم نہ ہوتا تو اس کی ممانعت معلوم نہ ہوتی اس لئے امام بخاری نے ضروری جانا کہ اس کے لئے ایک مستقل باب قائم کرکے بتادیں کہ حائضہ روزے بھی نہ رکھے گی اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ رکھنے سے جسم میں خشکی پیدا ہو جاتی ہے خشکی کی وجہ سے کما حقہ خونِ حیض خارج نہ ہوگا جو مضر ہے۔ اسی لئے ان ایام میں عورتوں کو ایسی چیزیں استعمال کرائی جاتی ہیں جن سے اچھی طرح اِدْرَار ہو جائے، روزہ اس میں حارج ہوگا لہٰذا روزہ رکھنا منع کر دیا گیا اس مانع خفی سے قطع نظر روزے کی صحت کے دوسرے شرائط موجود تھے اس لئے اس پر روزے کی قضا ہے مگر نماز کی نہیں کیونکہ نماز کی اہم شرط طہارت ان دنوں معدوم تھی اس کو یوں کہہ لیجئے کہ نماز کی اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے نماز کا خطاب ان دنوں عورتوں سے نہ ہوا اس لئے نمازوں کی قضا واجب نہ ہوئی اور روزے کی اہلیت کی وجہ سے ان دنوں بھی روزے کا خطاب ان سے رہا اس لئے ان دنوں کا روزہ ان کے ذمہ واجب ہوا اگر اندیشہ ضرر کی وجہ سے ادائیگی موخر کرنے کی اجازت دیدی گئی۔

يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي أُرِيتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمَ

اے عورتو! صدقہ کرو اسلئے کہ میں نے تم میں سے اکثر کو جہنمی دیکھا ہے۔ اس پر عورتوں نے

يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ

کہا ایسا کیوں ہے یارسول اللہ فرمایا تم بہت لعن طعن کرتی ہو اور شوہر کی نافرمانی کرتی ہو عقل

عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ قُلْنَ

اور دین میں ناقص ہوتے ہوئے ہوش مند مرد کی عقل کو لیجانے والا تم سے زیادہ کسی کو میں نے نہیں

وَمَا نُقْصَانُ دِينِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ

دیکھا عورتوں نے عرض کیا ہمارے دین اور ہماری عقل کی کمی کیا ہے یارسول اللہ فرمایا کیا ایک عورت

**لغات** اضحیٰ کے معنی آفتاب کے بلند ہونے کے ہیں چونکہ قربانی کا وقت اسی سے شروع ہوتا ہے اس ادنی مناسبت سے قربانی کو "اضحیٰ" کہتے ہیں اضحیہ اس بکری کو کہتے ہیں جس کی قربانی کی جائے "معشر" اس جماعت کو کہتے ہیں جو کسی ایک بات پر متفق ہو خواہ وہ سب مرد ہوں خواہ عورت یا مخلوط۔ "لعن" کے معنی ہیں دھتکارنا، دور کرنا یہاں یہ معنی ہیں لعنت کرتی ہیں۔ کفر کے معنی چھپانے کے ہیں۔ یہاں ناشکری مراد ہے۔ اس لئے کہ یہ احسان کے چھپانے کو مستلزم ہے۔ عقل اس جوہر لطیف کو کہتے ہیں جسے اللہ عزوجل نے دماغ میں پیدا فرمایا۔ جس سے بذریعہ اسباب غائب چیزوں کا اور بذریعہ حس محسوسات کو جانا جاتا ہے۔ وَرِبَحَ میں واؤ عاطفہ ہے یہاں معطوف مقدر ہے تقدیر عبارت یہ ہے وماذنبنا وبما رحرف جر ہے یہ بھی محذوف کے متعلق ہے یعنی اِسْتَحْقَقْنَا لِذَا بِهٖ ما استفہامیہ ہے جب ما استفہامیہ پر حرف جر داخل ہو تو اسکے الف کا حذف واجب ہے جیسے الام، علام، فیم وغیرہ۔

**نقصان دین** یہاں دین کے نقصان سے فی نفسہٖ دین کا نقصان مراد نہیں بلکہ اضافی مراد ہے یعنی بنسبت مردوں کے کم ہے جیسے ہر کامل میں بہ نسبت اکمل کے کچھ کمی رہتی ہے۔

**مسائل** (۱) عیدین کی نماز عیدگاہ میں جاکر پڑھنا مستحب ہے (۲) صدقہ ہمیشہ محمود ہے اگرچہ نافلہ ہو خصوصاً عیدین کو جبکہ مجمع عام میں یتیم، نادار، مالداروں کے عمدہ عمدہ لباس اور تنعم کو دیکھکر حسرت زدہ ہوں صدقہ دینے سے ان کا احساس کم ہوگا۔ (۳) اس عہد میں عورتوں کو عیدین کے لئے نکلنا جائز تھا اب فتنہ وفساد کے اندیشہ سے منع ہے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا

لو ادرك رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد

اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ لیتے جو عورتوں نے نکال لیا تو انھیں مسجدوں میں جانے سے منع فرمادیتے۔ جیسے بنی اسرائیل

مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلٰى ۔ قَالَ فَذَالِكَ مِنْ نُقْصَانِ

کی گواہی مرد کی نصف گواہی کے برابر نہیں ؟ عورتوں نے عرض کیا، ہاں ہے ۔ فرمایا یہ عورت کے عقل کی کمی ہے

عَقْلِهَا اَلَيْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ قُلْنَ بَلٰى قَالَ

کیا جب اسے حیض آتا ہے تو نہ نماز پڑھ سکتی ہے نہ روزہ رکھ سکتی ہے انھوں نے عرض کیا

فَذَالِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِيْنِهَا ۔ ؎

ہاں ایسا ہے فرمایا یہ عورت کے دین کی کمی ہے ۔

كَمَا مَنَعَتْ نِسَاءُ بَنِي اِسْرَائِيْلَ [1] کی عورتوں کو منع کر دیا گیا ۔

یہ عہد رسالت کے بالکل قریب کی بات ہے اور آج کیا حال ہے کسے معلوم نہیں۔ اس لئے عورتوں کو عیدگاہ تو بہت دور ہے محلے کی مسجدوں میں جانے کی اجازت نہیں (۴) وعظ میں اتنی سختی ہونی چاہئے کہ اصلاح ہو جائے (۵) بہتر یہ ہے کہ وعظ میں کسی شخص معین سے خطاب نہ کیا جائے خطاب عام ہو (۶) گالی گلوچ لعن طعن حرام ہے (۷) کسی دینی ضرورت یا کسی محتاج فقیر کے لئے سوال کرنا بلا کراہت درست ہے (۸) ایسے گناہوں پر جو کفر نہیں کفر کا تغلیظاً اطلاق درست ہے (۹) اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو سامع اور متعلم واعظ اور استاذ سے پوچھ سکتا ہے۔ (۱۰) حیض کی حالت میں نہ نماز درست ہے نہ روزہ ۔

**فائدہ** جو عورتیں نماز اور روزے کی پابند ہیں اللہ عزوجل کے فضل سے یہی امید ہے کہ ایام حیض میں چھوٹی ہوئی نمازوں اور روزے کے ثواب سے انھیں محروم نہیں فرمائے گا۔

---

؎ بخاری جلد اول الحیض باب لاتقضی الحائض الصلوۃ قطعۃ منہ ص ۴۶
" " زکوۃ باب الزکوۃ علی الاقارب ص ۱۹۷
" " صوم باب الحائض تترک الصوم والصلوۃ ص ۳۶۱
مسلم " ایمان باب بیان نقصان الایمان بنقص الطاعات ص ۶۱
ابن ماجہ

[1] بخاری جلد اول اذان باب خروج النساء الی المسجد باللیل والغلس ص ۲۰
مسلم " صلوۃ باب خروج النساء الی المساجد اذا لم یترتب علیہ فتنۃ ص ۱۸۳
ترمذی " عیدین باب خروج النساء فی العیدین ص ۷۱
موطا امام مالک قبلہ باب ماجاء فی خروج النساء الی المساجد ص ۷۵

www.sirat-e-mustaqeem.net

۶۲، ۶۳، ۶۴ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا بَاْسَ اَنْ تَقْرَءَ الْاٰيَةَ ؏

ت حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ اسمیں کوئی حرج نہیں کہ حائضہ ایک آیت پڑھے۔

وَلَمْ يَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِالْقِرَاءَةِ لِلْجُنُبِ بَاْسًا ؏

اور حضرت ابن عباس جنبی کے قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔

وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ ؏

نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ عزوجل کا ذکر فرماتے تھے۔

**تشریحات ۶۲، ۶۳، ۶۴ باب سے مناسبت**

یہاں باب کا عنوان ہے

تقضی الحائض المناسك كلها الا الطواف

حائضہ طواف کے سوا حج کے تمام مناسک ادا کرے گی۔

اس کے تحت چھ تعلیقات ذکر کی ہیں۔ ان میں سے صرف ایک تعلیق باب کے مطابق ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ کو حیض آگیا پھر بھی انھوں نے طواف بیت اللہ کے علاوہ تمام مناسک ادا کئے البتہ نماز نہیں پڑھتی تھیں۔ بقیہ تعلیقات کی باب سے جو مناسبت ہوسکتی ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتی ہے کہ حیض اور جنابت کی حالت میں ذکر تسبیح حتی کہ ایک آیت تک کی تلاوت کی اجازت ان تعلیقات سے نکلتی ہے تو مناسک حج بھی درست اس لئے کہ ان میں بھی یہی ذکر تسبیح وتہلیل اور دعا ہوتی ہے اس لئے مناسک حج کی بھی ادائیگی جائز۔ البتہ طواف نہیں کرسکتی اسلئے کہ طواف مسجد حرام میں ہوتا ہے اور مسجد حرام بلکہ کسی بھی مسجد میں حائضہ کو جانا جائز نہیں۔ مگر اس قیاس میں یہ خلل ہے کہ یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے جن اذکار یا ایک آیت تک کہ تلاوت کا ذکر ان تعلیقات میں ہے وہ سب نوافل ہیں اور حج فرض ہے اسلئے اسے نوافل پر قیاس کرنا درست نہیں۔ مگر امام بخاری جو افادہ فرمانا چاہتے ہیں اس کے لئے یہی مناسبت کافی ہے ——

ہمارا گمان تو یہ ہے کہ امام بخاری کا مقصود ان آثار کے ذکر سے یہ ہے کہ حائضہ اور جنبی کو قرآن مجید کی تلاوت کرنی جائز ہے۔

**تلاوت قرآن کا مسئلہ**

اس سلسلے میں مذاہب تین ہیں ایک یہ کہ حائضہ اور جنبی کو قرآن مجید کی تلاوت مطلقا جائز ہے یہ امام بخاری اور ایک قول کی بنا پر حضرت امام مالک کا مذہب ہے امام مالک کا دوسرا قول یہ ہے کہ حائضہ کو قرآن مجید کے تلاوت کی اجازت ہے، جنبی کو نہیں۔ امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے مگر احناف اور حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ نہ حائضہ کو قرآن مجید کے تلاوت کی اجازت ہے نہ جنبی کو۔ شوافع کا مختار یہی قول ہے۔

امام بخاری کو چونکہ اس سلسلے میں کوئی حدیث اپنے معیار کے مطابق نہیں ملی۔ اس لئے انھوں نے جواز کا قول کیا۔ مگر اس سلسلے میں ایک نہیں متعدد احادیث وارد ہیں جن میں ہر ایک کی سند پر کچھ نہ کچھ کلام کیا گیا ہے۔ مگر وہ ایک دوسرے سے قوت پاکر درجۂ

؏ دارقطنی ؏ ابن منذر ابن ابی شیبہ

؏ مسلم جلد اول طہارت باب ذکر اللہ تعالیٰ فی حال الجنابۃ وغیرھا ص ۱۶۲

حسن تک پہونچ چکی ہیں اور حدیث حسن احکام میں بھی بالاتفاق حجت ہے۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار بیت الخلاء سے باہر آئے اور وضو کئے بغیر تلاوت کرنے لگے یہ لوگوں کو ناگوار ہوا کہ بلا وضو قرآن مجید پڑھ رہے ہیں اس پر حضرت علی نے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجیئ من الخلاء فیقرء بنا القران ویاکل معنا اللحم ولا یحجزہ عن القران شیی لیس الجنابۃ [1] | رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے اور ہمارے ساتھ قرآن پڑھتے، گوشت کھاتے۔ جنابت کے سوا حضور کو قرآن پڑھنے سے کوئی چیز نہیں روکتی تھی۔ |

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا۔ ابن حبان نے اس کی تصحیح کی۔ اس کے ایک راوی عبداللہ بن سلمہ پر کلام کیا گیا ہے مگر اس کی توثیق بھی کی گئی ہے۔ امام حاکم نے کہا یہ غیر مطعون ہے۔ عجلی نے کہا تابعی ثقہ ہے۔ ابن عدی نے کہا میں کرتا ہوں کہ لا باس بہ ہے۔

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

| | |
|---|---|
| لا یقرء الحائض ولا الجنب شیئا من القران [2] | جنب اور حائضہ کچھ قرآن نہ پڑھے۔ |

اس کے ایک راوی اسمعیل بن عیاش ضعیف ہیں

(۳) اس حدیث کے ہم معنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی دار قطنی نے اور ابن عدی نے کامل میں روایت کی ہے اسکے بھی ایک راوی محمد بن فضل ضعیف ہیں مگر دو طریقوں سے مروی ہے اس لئے حسن ہوگئی۔ مجوزین کا اصل تمسک اباحت اصلیہ ہے ویسے کچھ حضرات نے تعلیق (۶۵) سے استدلال کیا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے تھے اور ہر حالت کا عموم حالت جنابت کو بھی شامل ہے۔ اور قرآن مجید کی تلاوت بلاشبہہ ذکر ہے۔ قرآن مجید میں ہے نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ حدیث میں ہے ھو الذکر الحکیم وھو الصراط المستقیم بلکہ ایک جگہ فرمایا خیر الاذکار القران۔ تو ثابت حالت جنابت میں تلاوت بھی کرتے ہوں گے۔

یہ استدلال جیسا ہے ظاہر ہے۔ ظاہر ہے علی کل احیانہ اپنے عموم کلی پر نہیں۔ کھانے، پینے، سونے، حوائج ضروریہ اس سے مستثنیٰ ہیں

---

[1] ابوداود جلد اول طہارت باب ما فی الجنب یقرء القرآن ص ۳۰
نسائی " باب حجب الجنب من قراۃ القران ص ۵۲
ابن ماجہ " باب ما جاء فی قراۃ القران علی غیر طہارۃ ص ۴۴
طحاوی " باب ذکر الجنب والحائض والذی لیس علی وضوء قراتھم القران ص ۴۴
مسند امام احمد

[2] ترمذی جلد اول طہارت باب ما جاء ان الجنب والحائض لا یقران القرآن ص ۱۹
ابن ماجہ " باب ما جاء فی قراۃ القران علی غیر طہارۃ ص ۴۴

اور جب یہ عموم کلی پر نہیں۔ تو اس میں حالت جنابت کا شمول یقینی نہیں۔ اسی طرح ذکر کا جب حصر تلاوت ہی میں نہیں تو اس کا ثبوت محتمل اور جب دوسرے احتمالات موجود تو استدلال فاسد۔ خصوصا جبکہ اس کے بالمقابل احادیث حسنہ موجود ہیں جن سے حالت جنابت اور حیض میں تلاوت کی تخصیص کی گئی ہے۔

اس حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حالت میں اس حالت کے مناسب ذکر فرماتے رہتے تھے مثلاً کھانے سے پہلے اس کے مناسب، سونے سے پہلے اس کے مناسب، کپڑا پہننے سے پہلے اس کے مناسب، سفر میں جاتے وقت اس کے مناسب، سفر سے واپسی کے وقت اس کے مناسب، سواری پر بیٹھنے کے وقت اس کے مناسب، وغیرہ وغیرہ۔ ہو سکتا ہے ان اذکار میں کہیں کہیں قرآن مجید کی کوئی آیت یا آیت کا جز آجاتا رہا ہو تو اس سے ہمیں بھی انکار نہیں کہ کسی آیت کا جز یا پوری آیت بہ نیت دعا حائضہ اور جنبی بھی پڑھ سکتا ہے۔ حضرت ابراہیم نخعی سے پانچ قول منقول ہیں۔ اول چار شخص قرآن نہ پڑھیں، جنب، حائض، بیت الخلاء اور حمام میں۔ دوسرا قول ان کا یہ ہے کہ آیت کا ابتدائی حصہ پڑھ سکتے ہیں۔ پوری آیت نہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ جنب کو قرآن پڑھنا مکروہ ہے چوتھا قول یہ ہے کہ ایک سے کم پڑھ سکتے ہیں پوری آیت نہیں۔ پانچواں قول یہ ہے کہ جنب قرآن نہ پڑھے حائضہ پڑھ سکتی ہے۔

ت (۶۲) حضرت ابن عباس سے دو طرح مروی ہے ابن منذر کے الفاظ یہ ہیں

| | |
|---|---|
| ان ابن عباس یقرء وردہ وھو جنب | ابن عباس اپنا وظیفہ حالت جنابت میں بھی پڑھتے تھے۔ |

ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ میں روایت کیا

| | |
|---|---|
| عن ابن عباس انہ کان لا یری باسا ان یقرء الجنب آیۃ او ایتین۔ | ابن عباس اس میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے کہ جنب ایک یا دو آیتیں پڑھے۔ |

ابن منذر کے الفاظ سے ثبوت مدعا یوں ہوگا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سید المفسرین ہیں تو ان کے وظیفے میں تلاوت ضرور شامل رہی ہوگی۔ اور جب جنابت کی حالت میں "وظیفہ" پڑھتے تھے۔ تو ثابت کہ قرآن مجید بھی ضرور پڑھتے ہونگے۔ لیکن اس پر عرض یہ ہے کہ عرف میں ورد کا اطلاق تلاوت پر نہیں ہوتا، ورد سے تلاوت کے علاوہ دوسرے اذکار و ادعیہ مراد ہوتے ہیں اور اس قسم کے کلام میں معنی عرفی ہی مراد لینا ضروری ہے رہ گیا ابن ابی شیبہ والا اثر، تو ٹھیک ہے اس سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہی تھا کہ ایک دو آیت کی تلاوت جائز ہے مگر اس کا بھی امکان ہے کہ مراد یہ ہو کہ بطور دعا ایک یا دو آیت پڑھنے میں حرج نہ ہو، اس میں ہمارے مذہب سے کوئی تخالف نہیں۔

اور اگر کسی کو ضد ہو کہ مطلقا جواز ثابت ہوتا ہے تو پھر یہ گزارش کرونگا کہ ایک صحابی کے فعل کے مقابلے میں احادیث حسنہ بہر حال ہر طرح لائق ترجیح ہیں

اس کے بعد امام بخاری نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث سے استدلال فرمایا، وہ فرماتی ہیں۔ ہم حیض والیوں کو بھی حکم ہوتا کہ عیدگاہ میں چلیں، مسلمانوں کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہیں اور دعا مانگیں [1]

---

[1] بخاری جلد اول صلوۃ العیدین باب فضل العمل فی ایام التشریق ص ۱۳۲

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے تو صرف یہ کہ حائضہ تکبیر پڑھ سکتی ہے، دعا مانگ سکتی ہے، اگرچہ وہ دعا کلمات قرآن سے ہو مثلاً ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ الآیت وغیرہ

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز عید کے بعد بھی دعا مسنون ہے جس کی پوری بحث "کتاب العیدین" میں آرہی ہے اس سے ثابت ہوا کہ عیدگاہ میں حائضہ جاسکتی ہے۔ اور جو بعض روایتوں میں یعتزلن المصلی آیا ہے اس سے مراد خاص وہ جگہ ہے جہاں نماز ہوتی ہے یعنی نمازیوں کے قریب نہ رہیں۔

پھر امام بخاری نے حدیث ہرقل کو پیش کیا۔ اگر جنبی اور محدث کو قرآن مجید چھونا اور پڑھنا جائز نہ ہوتا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو جو والا نامہ بھیجا تھا اس میں آیت کریمہ یا اھل الکتاب تعالوا تحریر نہ فرماتے اس لئے کہ والا نامہ اسی لئے بھیجا تھا کہ ہرقل اسے ہاتھ میں لے اور پڑھے ظاہر ہے کہ ہرقل کافر تھا، نہ وضو جانتا تھا نہ غسل۔ اس کا جواب یہ ہے۔ اولا۔ ہرقل اہل کتاب میں سے تھا دعوت اسلام پہنچے سے پہلے اسے کافر کہنا درست نہیں۔ اور اہل کتاب اپنے مذہب کے مطابق وضو اور غسل بھی کرتے تھے۔ وہی ان کے حدث اور جنابت دور ہونے کے لئے کافی تھا۔

ثانیاً جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے والا نامے میں وہ دو آیتیں اپنے مضمون کے درمیان لکھیں تو وہ سب خط کا مضمون ہوگئیں۔ انھیں پڑھنا خط پڑھنا ہے قرآن مجید کی تلاوت کرنا نہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے قرآنی دعاؤں کو بہ نیت دعا پڑھنا تلاوت نہیں۔ جنبی کو بھی پڑھنا پڑھانا جائز ویسے ہی یہاں بھی ہے، پھر حضرت عطا کا یہ قول پیش فرمایا کہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عمرے کے احرام میں حیض آگیا تو انھوں نے طواف کے علاوہ تمام مناسک حج ادا فرمایا۔ دعائیں بھی پڑھیں اس استدلال پر کلام گذر چکا۔

سب سے اخیر میں امام بخاری نے حضرت حکم کا یہ قول نقل فرمایا۔

ت (۶۵) انی لاذبح وانا جنب وقال اللہ عزوجل ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ عہ

میں حالت جنابت میں ذبح کرتا ہوں اللہ عزوجل نے فرمایا جس پر اللہ کا نام نہ ذکر کیا جائے مت کھاؤ۔

مقصد یہ ہے کہ جب یہ ارشاد خداوندی ہے تو میں اللہ کے نام سے ذبح کرتا ہوں یعنی بسم اللہ اللہ اکبر پڑھتا ہوں اور یہ دونوں قرآن مجید کے اجزاء ہیں۔

لیکن بتایا جاچکا ہے کہ قرآن مجید بہ نیت دعا پڑھنا جائز اور ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر بہ نیت دعا ہی پڑھا جاتا ہے۔ ثانیاً یہاں بحث اس میں ہے کہ قرآن کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ یہ بحث نہیں کہ قرآن مجید میں جتنے الفاظ آئے ہیں انھیں کوئی ادا ہی نہیں کرسکتا۔ مثلاً قال، جار، ذھب وغیرہ اور ظاہر ہے کہ جیسے صرف قال، جار، ذھب کو ہم اپنے روزمرہ کے کلام میں بولیں تو یہ قرآن نہیں۔ اسیطرح اگر کوئی صرف اللہ اکبر، بسم اللہ، عادت کے مطابق یا دعا کی نیت سے پڑھے تو اسے تلاوت قرآن نہیں کہتے۔ ویسے ہی ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنا بھی ہے۔

---

عہ بغوی فی الھدایات۔

(۲۱۷) غسل الدم حدیث

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ اِحْدَانَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہم میں سے

تَحِيْضُ ثُمَّ تَقْتَرِصُ الدَّمَ مِنْ ثَوْبِهَا عِنْدَ طُهْرِهَا فَتَغْسِلُهٗ وَتَنْضَحُ

کسی کو جب حیض آتا تو پاکی کے وقت خون کو چٹکیوں سے کھرچ ڈالتی اس کے بعد اسے دھوتی

عَلٰى سَائِرِهٖ ثُمَّ تُصَلِّيْ فِيْهِ ۵

اور اس کے پورے پر پانی بہاتی اس کے بعد اس کپڑے میں نماز پڑھتی۔

(۲۱۸) المستحاضة تعتكف حدیث

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْتَكَفَ مَعَهٗ بَعْضُ نِسَاءِهٖ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ

نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی بعض عورتوں نے اعتکاف کیا اس حالت میں کہ اسے استحاضہ

تَرَى الدَّمَ فَرُبَّمَا وَضَعَتِ الطِّسْتَ تَحْتَهَا مِنَ الدَّمِ وَزَعَمَ

تھا۔ خون دیکھتی تھی۔ کبھی خون کی وجہ سے اپنے نیچے طشت رکھتی تھی۔ اور اس (عکرمہ)

**تشریحات (۲۱۷)** مراد یہ ہے کہ کپڑے پر جہاں خون لگا ہوتا اس جگہ کو چٹکی سے کھرچ کر خون دور کرتیں پھر اتنی جگہ خوب اچھی طرح دھوتیں اور بقیہ کپڑے کو بھی دھوتیں مگر اس مبالغے کے ساتھ نہیں جس مبالغے سے خون آلود جگہ کو دھوتیں۔ نضح غسل کے معنی میں آتا ہے وہ گزر چکا۔

**تشریحات (۲۱۸) تکمیل**

اس حدیث کے بعد ہی ہے کہ یہ خون اور زرد رنگ کا پانی دیکھتیں نماز پڑھتیں تو طشت ان کے نیچے رکھا رہتا۔

**عصفر**، کسُم کے پھول کو کہتے ہیں جو پیلے رنگ کا ہوتا ہے۔ یہ کون صاحبہ تھیں اس میں تین قول ہیں۔ حضرت سودہ حضرت ام حبیبہ حضرت زینب بنت جحش۔ صحیح یہ ہے کہ ان تینوں میں کوئی نہیں تھیں۔ بلکہ حضرت ام سلمہ تھیں، جیسا کہ علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ عکرمہ ہی سے مروی ہے کہ ام سلمہ اعتکاف میں تھیں اور انھیں استحاضہ تھا۔ کبھی اپنے نیچے طشت رکھ لیتی تھیں۔

وزعم کی ضمیر فاعل مستتر ہُوَ، کا مرجع عکرمہ ہیں اور اس کا عطف معنی عنعنہ پر ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ حدثنی عکرمہ ہکذا وزعم۔ اب یہ سند متصل ہوگئی۔ مراد یہ ہے کہ ام المومنین نے اس پانی کو دیکھا جس میں کسم کا پھول بھگویا ہوا تھا تو یہ فرمایا۔ کہ مراد یہ ہے کہ انھیں پیلے رنگ کی رطوبت آتی تھی جیسا کہ دوسرے طرق میں تصریح ہے۔

---

۵ ابن ماجہ طہارت باب ماجاء فی دم الحیض یصیب الثوب ص ۴۶

اَنَّ عَائِشَةَ رَاَتْ مَاءَ الْعُصْفُرِ فَقَالَتْ كَاَنَّ هٰذَا شَيْءٌ كَانَتْ فُلَانَةُ تَجِدُهُ ؏۵

نے گمان کیا کہ حضرت عائشہ نے کسُم کے پھول کا پانی دیکھا تو کہا یہ ایسا ہے جیسا فلاں پاتی تھی۔

## حدیث (۲۱۹) ازالۃ الدم من الریق

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا مَا كَانَ لِاِحْدَانَا اِلَّا ثَوْبٌ وَّاحِدٌ تَحِيْضُ فِيْهِ فَاِذَا اَصَابَهُ شَيْءٌ

مجاہد نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہم ازواج مطہرات میں سے کسی کے پاس ایک کپڑے سے زائد نہیں تھا جب کپڑے کو

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مستحاضہ مسجد میں بھی جا سکتی ہے اور اعتکاف بھی کر سکتی ہے اور نماز بھی پڑھے گی اگرچہ خون اتنا زیادہ آتا ہو کہ رکتا نہ ہو جس کی تفصیل گزر چکی۔

### تشریحات (۲۱۹) امام مجاہد

امام مجاہد بن جبر۔ عبداللہ بن سائب مخزومی کے غلام تھے۔ مکہ معظمہ کے مشہور و معروف ائمہ تابعین و اجلہ فقہاء و قراء میں سے ہیں انکی کنیت ابو حجاج ہے۔ یہ اس پائے کے بزرگ تھے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کی رکاب پکڑ کر یہ فرمایا، کاشکہ میرا بیٹا سالم اور میرا غلام نافع تمھاری طرح یاد رکھتے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اخص تلامذہ میں سے ہیں۔ تیس مرتبہ ان کو قرآن مجید سنایا اور دو بار ہر ہر آیت کو سبقاً سبقاً مع تفسیر پڑھا ہے۔ اسّی سال کی عمر میں اس حالت میں واصل بحق ہوئے کہ انکا سر سجدے میں تھا[۱]

### باب کا فائدہ

اس باب سے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ حائضہ کا پسینہ پاک ہے۔ حیض سے ظاہر جسم ناپاک نہیں ہوتا۔ یہ نجاست حکمی ہے۔ نیز یہ کہ زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا اور اب بھی ہے کہ عورتیں ایام حیض میں جو کپڑا پہنے ہوتی ہیں پاک ہونے کے بعد اسے اتار دیتی ہیں۔ دھوئے بغیر نہیں پہنتیں۔ اسے دوبارہ پہننا بہت معیوب سمجھتی ہیں۔

### تطبیق

ابھی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث گذری۔ انھوں نے فرمایا کہ جب مجھے حیض آیا تو میں نے حیض کے کپڑے لئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض ازواج مطہرات کے پاس ایک سے زائد کپڑے تھے۔ عام دنوں میں پہننے کے لئے الگ اور ایام حیض کے لئے الگ،،

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ام المومنین جو فرما رہی ہیں یہ ابتداء کی بات ہے اور حضرت ام سلمہ جو فرما رہی ہیں وہ بعد کی بات ہے

---

؏۵ بخاری جلد اول حیض باب اعتکاف المستحاضة ص ۴۵
" " صوم باب اعتکاف المستحاضة ص ۲۷۳
ابوداؤد " " باب المستحاضة تعتکف ص ۳۳۵
ابن ماجه صیام " " " ص ۱۲۸

[۱] بدایة نهایة جلد ۹ ص ۲۲۴

مِنْ دَمٍ قَالَتْ بِرِيقِهَا فَمَصَعَتْهُ بِظُفْرِهَا عه

کچھ خون لگ جاتا تو اس کو اپنے تھوک سے تر کر دیتی اس کے بعد ناخن سے کھرچ دیتی۔

## حدیث (۲۲۰) استعمال الطیب للحائضۃ اذا اغتسلت

عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنَّا نُنْهٰى اَنْ نُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے ہمیں منع

جب فتوحات ہوئیں اور وسعت ہوئی اس وقت کا قصہ ہے۔ نیز ان کے الفاظ میں اخذت ثیاب حیضتی ہے اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد لباس نہو۔ وہ مخصوص کپڑا جو ایام حیض میں خاص کر عورتیں استعمال کرتی ہیں، مثلاً کرسف وغیرہ۔

**مسائل** اس حدیث کے اس طریقے میں خون کی مقدار نہیں مگر ابوداؤد میں بطریق عطاء جو روایت ہے اسمیں تصریح ہے خون کا ایک قطرہ دیکھیں تو ایسا کریں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں ثم تری فیہ قطرۃ من دم اور اگر بالفرض یہ روایت نہ بھی ہوتی تو بھی ظاہر ہے کہ مراد یہی ہے کہ۔ اگر تھوڑا خون ہوتا تو ایسا کرتی تھیں اس لئے کہ اوپر گذر چکا کہ اگر کپڑے میں حیض کا خون لگا ہو تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا۔ اسے کسی چیز سے رگڑ کر دور کرو پھر پانی ڈالکر چٹکی سے ملو پھر پانی سے دھوؤ۔ ظاہر ہے کہ اس حکم کے بعد صرف تھوک سے بھگونا ناخن سے کھرچنا کافی نہ ہوگا۔ اس لئے ضروری ہے کہ اسے "دم قلیل" پر محمول کریں۔ اب اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ قلیل نجاست معاف ہے۔ اور اگر کسی صاحب کو یہ اصرار ہو کہ نہیں یہ خون قلیل نہیں ہوتا تھا یا قلیل معاف نہیں۔ تو پھر انھیں ماننا ہوگا کہ تھوک مزیل نجاست ہے اس تقدیر پر یہ ثابت ہو جائیگا کہ پانی کے علاوہ ہر بہنے والی رقیق چیز سے نجاست دور کی جاسکتی ہے۔ نجاست حقیقیہ کا ازالہ پانی کے ساتھ خاص نہیں۔ یہ باعتبار ظاہر کے کلام تھا۔

بنظر دقیق یہ نجاست قلیل تھی جو معاف ہے مگر تھوڑی نجاست کا بھی ازالہ مستحب ہے اس لئے حضرات امہات المومنین اسے دور کرتی تھیں۔ قلیل ہونے کی وجہ سے تھوک سے بھی بالکلیہ ازالہ ہو جاتا تھا۔ اور یہ اپنی جگہ محقق ہے کہ ہر رقیق سائل سے نجاست حقیقیہ کا ازالہ صحیح ہے۔ مختصر ہونے کی وجہ سے اس خون کا تھوک ہی سے ازالہ ہو جاتا تھا اسی لئے اس پر اکتفا کرتی تھیں۔

**تشریحات (۲۲۰)** ثوب عصب۔ عَصْب۔ یمنی دھاری دار چادروں کی ایک مخصوص قسم ہے جس کے سوت کو پہلے رنگتے ہیں۔ پھر بنتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ سوت کو جگہ جگہ باندھ کر رنگتے تھے پھر بنتے تھے اس سے چادر میں کہیں کہیں رنگین پٹیاں پڑ جاتی تھیں۔ بعض نے کہا کہ ہلکے کالے رنگ کی یمنی چادر ہوتی تھی۔ یہاں یہی تیسرا معنی مناسب ہے۔ اسلئے کہ دھاری دار یمنی چادریں اعلیٰ لباس میں شمار ہوتی تھیں اسے رؤسا اور سلاطین استعمال کرتے تھے لہ

کست اظفار۔ کتاب الطلاق میں کست ظفار ہے مسلم اور ابوداؤد وغیرہ کی روایت میں قسط واظفار ہے۔ کست کو بڑے قاف کے ساتھ قسط بھی کہتے ہیں۔ امام بخاری نے کتاب الطلاق میں لکھا۔ یقال الکست والقسط والکافور والقافور۔

---

عه ابوداؤد جلد اول طہارت باب المراۃ تغتسل ثوبها الذی تلبسه فی حیضها ص ۵۲ ۔ لہ عینی

فَوْقَ ثَلٰثٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا وَلَا نَكْتَحِلُ وَلَا نَتَطَيَّبُ وَلَا

کیا جاتا تھا۔ البتہ شوہر پر چار مہینے دس دن سوگ کی اجازت تھی۔ اور ہم نہ سرمہ لگا سکتی تھیں اور نہ

نَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ وَقَدْ رُخِّصَ لَنَا عِنْدَ الطُّهْرِ اِذَا

کوئی خوشبو اور نہ عصب کے علاوہ کوئی رنگین کپڑا پہن سکتی تھیں اور حیض سے پاکی کے بعد غسل کے وقت

اِغْتَسَلَتْ اِحْدَانَا مِنْ مَّحِيْضِهَا فِيْ نُبْذَةٍ مِنْ كُسْتِ اَظْفَارٍ وَكُنَّا

ہمیں کست اظفار کے استعمال کی اجازت تھی

نُنْهٰى عَنْ اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ ۔ رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ

اور ہمیں (عورتوں کو) جنازے سے روکا جاتا تھا۔ اس حدیث کو ہشام بن حسان نے حفصہ سے

کست یا قسط کو ہندی میں کُٹ کہتے ہیں۔ غالباً یہ کٹ ہی کا معرب ہے۔

یہاں اظفار ہے۔ کتاب الطلاق میں ظفار ہے۔ ابن تین نے کہا یہی صحیح ہے۔ ظفار یمن کا ایک ساحلی شہر ہے جہاں ہندستان سے قسط جاتی تھی اور وہیں سے حجاز وغیرہ میں سپلائی ہوتی تھی ظفار قطام کی طرح مبنی علی الکسر ہے۔ مسلم وغیرہ میں قسط یا ظفار واو کے ساتھ ہے یہ روایت احسن ہے اسلئے کہ قسط ایک الگ چیز ہے اور اظفار ایک الگ چیز۔ اظفار ایک خوشبودار لکڑی ہے جو غلاف دار ناخن کے مشابہ ہوتی ہے اور جس کی دھونی سے کپڑے بساتے تھے اس کو اظفار الطیب بھی کہتے ہیں۔

احسن ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قسط میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی۔ اور امام بخاری نے یہاں باب یہ باندھا ہے۔ حیض سے غسل کے وقت عورت کا خوشبو استعمال کرنا۔

حدیث کی باب سے مطابقت اسی وقت ہوگی جبکہ "اظفار" کو خوشبو مانیں۔

**مسائل** (۱) اس سے ثابت ہوا کہ عورت پر شوہر کا سوگ واجب ہے خواہ وہ مدخولہ ہو خواہ نہ ہو خواہ چھوٹی ہو خواہ بڑی، آزاد ہو یا باندی۔ البتہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک چھوٹی بچی پر سوگ نہیں۔ پوری تفصیل کتاب الطلاق میں آئے گی (۲) زیب وزینت کی ہر چیز سے سوگوار عورت بچے (۳) حیض سے پاکی کے بعد مستحب ہے کہ عورتیں اندام نہانی میں کوئی مناسب خوشبو استعمال کرلیں حتی کہ سوگوار عورت کو بھی اجازت ہے (۴) عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانا منع ہے۔

اخیر میں امام بخاری نے فرمایا۔ ورواہ ہشام بن حسان۔ اس کے دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ اس دوسری سند سے جو روایت ہے اس میں عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح ہے۔ اب اس کا مرفوع ہونا قطعی ہوگیا۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ بعض نسخوں میں پہلی سند میں تشکیک ہے۔ یعنی عن ایوب عن حفصۃ وقال ابو عبداللہ او ہشام بن حسان عن حفصۃ یہاں بلا تشکیک کے ہشام بن حسان عن حفصۃ ہے۔ اور یہی صحیح ہے بقیہ تمام محدثین نے بغیر تشکیک کے روایت کی ہے بلکہ خود امام بخاری نے، کتاب الطلاق میں سند ثانی کو بلا تشکیک ذکر کی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اتنا ٹکڑا تعلیق ہے۔ حماد کا قول نہیں۔

اُمِّ عَطِیَّۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؏ہ

وہ ام عطیہ سے انھوں نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

## حدیث (۲۲۱) استعمال المسلمۃ للحائض اذا اغتسلت

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّ اِمْرَاَۃً سَالَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِہَا مِنَ الْمَحِیْضِ فَاَمَرَھَا کَیْفَ تَغْتَسِلُ قَالَ خُذِیْ

سے حیض سے غسل کے بارے میں پوچھا حضور نے اسے بتایا کہ کیسے غسل کرے۔ فرمایا

### تشریحات (۲۲۱) تکمیل

ایک انصاری خاتون جنکا نام "اسماء" بنت شکل تھا۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور یہ سوال کیا کہ حیض سے غسل کا کیا طریقہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پانی اور بیری کی پتی لے کر خوب اچھی طرح پاکی حاصل کرو پھر اپنے سر پر ڈالو اور سر خوب اچھی طرح ملو تاکہ پانی سر کی جڑ میں پہنچ جائے۔ پھر سر پر پانی ڈالو۔ اس کے بعد مشک آلود پھایا لے کر اس سے پاکی حاصل کرو۔ اسماء نے کہا کیسے پاکی حاصل کروں۔ تین بار یہی تکرار ہوئی تیسری بار فرمایا سبحان اللہ پاکی حاصل کر۔ حضور نے منہ پھیر لیا اور چھپا لیا۔ سفیان بن عیینہ نے ہاتھ سے اشارہ کرکے بتایا اس طرح۔ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں میں حضور کے مقصد کو سمجھ گئی میں نے اسے اپنی طرف کھینچکے اسے بتایا اس کے بعد بخاری میں جو روایت ہے اسمیں یہ ہے توضی بھا یہاں توضای لغوی معنی میں ہے یعنی اسے پھاہے سے دھو۔ مسلم میں ان بیوی کا نام "اسماء بنت شکل" آیا ہے۔ مگر خطیب نے اسماء بنت یزید بن السکن روایت کیا ہے یہ وہی بیوی ہیں جو خطیبۃ النساء کے ساتھ مشہور ہیں۔ بعض متاخرین نے اسی کو صحیح کہا، اس لئے کہ شکل نام کے کوئی انصاری صحابی نہیں مگر زیادہ مستند روایات یہی آئی ہیں کہ یہ اسماء بنت شکل ہیں۔

### باب سے مطابقت

یہاں باب یہ ہے۔ دلک المراۃ نفسھا اذا تطھرت من المحیض عورت کا اپنے جسم کو ملنا جب وہ حیض سے پاکی حاصل کرے۔ امام بخاری نے حدیث کا جو ٹکڑا نقل فرمایا ہے اس سے باب کی مطابقت نہیں ہوتی۔ یہ بالکل ظاہر ہے۔ ہاں مسلم کی روایت سے ثابت ہوتی ہے۔ جس پر ہم بار بار کلام کر آئے ہیں۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| ؏ہ بخاری جلد ثانی | طلاق | باب القسط للحادۃ ۔ باب تلبس الحادۃ ثیاب العصب | ص ۸۰۴ |
| مسلم ۔ اول | ۔۔ | باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفاۃ | ص ۴۸۸ |
| ابوداؤد ۔۔ | ۔ | باب فیما تجتنب المعتدۃ فی عدتھا | ص ۳۱۵ |
| نسائی ۔ ثانی | ۔ | باب ما تجتنب الحادۃ من الثیاب المصبغۃ | ص ۱۱۷ |
| ابن ماجہ | ۔۔ | باب ھل تحد المراۃ علی غیر زوجھا | ص ۱۵۲ |

فَرْصَةً مِّنْ مِسْكٍ فَتَطَهَّرِيْ بِهَا ۔ قَالَتْ كَيْفَ اَتَطَهَّرُ بِهَا قَالَ تَطَهَّرِيْ

مشک لگے ہوئے پھائے کو لے اور اس سے پاکی حاصل کر۔ اسنے عرض کیا اس سے کیسے پاکی حاصل کروں فرمایا

بِهَا قَالَتْ كَيْفَ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ تَطَهَّرِيْ ۔ فَاجْتَذَبْتُهَا اِلَيَّ فَقُلْتُ

اس سے پاکی حاصل کر۔ اسنے عرض کی کیسے فرمایا سبحان اللہ پاکی حاصل کر۔ اس پر میں نے اس کو اپنی طرف کھینچا اور

تَبْتَغِيْ بِهَا اَثَرَ الدَّمِ عہ

بتایا اسے خون کی جگہ لگا دے۔

صحیح یہ ہے کہ مشک یا کوئی بھی خوشبو استعمال کرنے کی حکمت خون کیوجہ سے جو بدبو اور گھناونا پن پیدا ہوگیا تھا اس کا ازالہ مقصود ہے خون کے آنے سے جلد میں سکڑن پیدا ہو جاتی ہے۔ مشک یا اس قسم کی چیزوں سے استعمال سے یہ سکڑن ختم ہو جاتی ہے۔ بعض علماء نے فرمایا مشک یا کسی بھی خوشبو کا استعمال غسل سے پہلے کرے گی۔ مگر یہ حدیث کے سیاق کے خلاف ہے۔ مسلم میں "ثم" موجود ہے جو تعقیب بلکہ تراخی پر دلالت کرتا ہے، بعض شارحین نے مشک کے استعمال کی حکمت یہ لکھی کہ یہ استقرار نطفہ میں معین ہوتا ہے مگر ان کے ذہن میں یہ بات نہیں رہی کہ مشک کا استعمال ہر عورت کو مستحب ہے خواہ وہ شوہر والی ہو خواہ نہ ہو۔

بعد والی روایت میں ہے۔ توضی ثلاثا۔ او قال توضی بھا اس کی توضیح میں شراح نے مختلف قول کئے ہیں۔ اس سلسلے کی روایات کو ذہن میں رکھنے کے بعد یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ثلاثا کا مطلب یہ ہے کہ حضور نے تین بار فرمایا۔ شک راوی اسمیں ہے کہ بھا بھی فرمایا تھا یا نہیں۔

اثر الدم سے عام علماء نے شرمگاہ مراد لی ہے۔ البتہ محاملی نے ہر وہ جگہ مراد لی ہے جہاں خون لگا ہو۔ سوائے محاملی کے کسی اور نے یہ قول نہیں کیا ہے مگر اسمٰعیلی کی روایت اس کی مؤید ہے جسمیں مواضع الدم آیا ہے۔

**مسائل** (۱) تعجب کے وقت سبحان اللہ پڑھنا سنت ہے (۲) پوشیدہ عوارض کو کنایے سے ادا کیا جائے (۳) یہ بھی

---

عہ اس کے بعد متصلا ۔ باب غسل المحیض ص ۴۵

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ایضا | جلد ثانی | اعتصام | باب الاحکام التی تعرف بالدلائل | ص ۱۰۹۳ |
| مسلم | " اول | طھارت | باب استحباب المغتسلۃ من الحیض فرصۃ من مسک موضع الدم ص ۱۵۰ | |
| ابوداؤد | " " | " | باب الاغتسال من الحیض | ص ۴۴ |
| نسائی | " | " | باب ذکر العمل فی الغسل من الحیض | ص ۴۹ |
| " | " | غسل | باب العمل فی الغسل من الحیض | ص ۷۲ |
| ابن ماجہ | | طھارت | باب فی الحائض کیف تغتسل | ص ۴۷ |
| دارمی | | وضوء ۸۴ | مسند امام احمد | |

## حدیث (۲۲۲) ان عائشہ رضی اللہ عنہا اھلت بعمرۃ فی حجۃ الوداع

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مُوَافِيْنَ لِهِلَالِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہم ذی الحجہ کے چاند ہونے کے قریب (مدینے سے حج کیلئے)

ذِي الْحِجَّةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ

نکلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صرف

درست ہے کہ عالم کے کلام کی تشریح اس کی موجودگی میں کوئی اور کردے اور عالم سنے (۴) عالم کے کلام کی تفسیر جب اسکے سامنے دوسرے نے کی اور عالم نے سن لی تو یہ عالم ہی کی تفسیر ہوگئی (۵) ثابت ہوگیا کہ شیخ کو تلمیذ پڑھ کر سنا سکتا ہے۔

**تشریحات ۲۲۲ مطابقت باب** یہاں امام بخاری نے اس حدیث پر دو عنوان قائم کیا ہے۔

امتشاط المراۃ عند غسلھا من المحیض حیض سے غسل کے وقت عورت کا کنگھا کرنا۔

نقض المراۃ شعرھا اسھا عند المحیض حیض سے غسل کیوقت عورت کا اپنے سر کے بال کا کھولنا

حدیث میں کہیں غسل کا ذکر نہیں۔ یہ امام بخاری کی اسی عادت مستمرہ کے مطابق ہے اگرچہ ان کی ذکر کردہ روایت میں غسل کا لفظ نہیں مگر ابوداؤد اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا۔ فاغتسلی۔ پھر غسل کر۔ موافین کا مادہ وفاء آتا ہے جس کے معنی "پورا" کرنا۔ اس کے باب افعال کا صلہ جب علی آتا ہے تو اس کے معنی "اشرف" کے ہیں بولتے ہیں۔ اوفا علی کذا ای اشرف یعنی جھانکا، یہاں مراد یہ ہے کہ ہم ذی الحجہ کے ہلال کو جھانک رہے تھے۔ یعنی اس کی رویت قریب تھی۔

ہم پہلے بتا آئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۲۶ ذوالقعدہ سنیچر کے دن بعد نماز ظہر مدینہ طیبہ سے نکلے تھے اور رات ذوالحلیفہ میں گزاری ۲۷ ذوالقعدہ اتوار کو وہاں سے چلے تھے اور چار ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچ گئے تھے۔ مسلم شریف میں مدینہ طیبہ سے نکلنے کی تاریخ لخمس بقین من ذی القعدۃ[1] ہے اور مکہ مکرمہ پہونچنے کی تاریخ تردید کے ساتھ لاربع خلون من ذی الحجۃ او خمس[2] ہے اسی اختلاف کیوجہ سے یہ بھی اختلاف پیدا ہوگیا کہ راستے میں کتنے دن صرف ہوئے۔ ۹ دن یا۔ دس دن۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ یکشنبہ کو پہنچے تھے، بخاری کتاب التمنی میں لاربع خلون من ذی الحجۃ بلا تردید ہے[3]۔ لیلۃ الحصبہ سے مراد تیرہ ذوالحجہ کے بعد آنے والی چودہویں رات۔ یہ منی اور مکہ کے مابین ایک میدان ہے جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے "حجۃ الوداع" کے موقع پر قیام فرمایا تھا۔ حج کے واپسی کے بعد رات کو پھر یہیں قیام فرمایا۔ مدینہ طیبہ والے حجاج جبتک اونٹوں کا سفر تھا یہیں اکٹھے ہوکر واپس ہوتے تھے۔ اس کو وادی محصب اور خیف بنی کنانہ بھی کہتے ہیں۔

---

[1] جلد اول حج باب وجوہ الاحرام ص ۳۹۰

[2] ایضا

[3] جلد ثانی تمنی باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لو استقبلت من امری ما استدبرت ص ۱۰۷۳

يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ فَإِنِّي لَوْلَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ. فَأَهَلَّ

عمرے کا احرام باندھنا چاہے وہ صرف عمرے کا باندھے۔ اگر میں اپنے ساتھ ہدی نہ لاتا تو عمرے ہی کا احرام باندھتا

بَعْضُهُمْ بِعُمْرَةٍ وَأَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِحَجٍّ وَكُنْتُ أَنَا مِمَّنْ أَهَلَّ

اسپر بعضوں نے عمرے کا احرام باندھا اور بعضوں نے حج کا۔ اور میں نے عمرے کا احرام

بِعُمْرَةٍ فَأَدْرَكَنِي يَوْمُ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ فَشَكَوْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

باندھا تھا جب عرفہ کا دن آیا تو میں حائضہ تھی میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے

## حضرت عائشہ کے حج کی تفصیل

اس حدیث کی ابحاث سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ناظرین حج کے اقسام ذہن نشین کرلیں۔ حج تین قسم کا ہوتا ہے۔ افراد یعنی میقات سے صرف حج کا احرام باندھیں۔ تمتع یعنی میقات سے صرف عمرے کا احرام باندھیں، اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو اپنے ساتھ "ھدی" یعنی قربانی کا جانور نہ لے جائے۔ ایسے لوگ عمرہ کرکے احرام سے باہر ہوجائیں گے۔ دوسرے وہ جو اپنے ساتھ "ہدی" لے جائیں۔ یہ لوگ مکہ پہونچکر عمرہ کرنے کے بعد بھی احرام سے باہر نہ ہوں گے جبتک قربانی کرنہ لیں۔ متمتع آٹھ ذوالحجہ کو حرم سے حج کا احرام باندھ کر حج کریگا۔ قران یعنی میقات سے حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھیں۔

ہمارے اور شوافع کے درمیان یہاں ایک اختلاف ہے۔ ہمارے یہاں قارن پر دو طواف دو سعی واجب ہے ایک طواف اور سعی عمرے کی۔ اور ایک حج کی۔ امام شافعی کے یہاں قارن کے لئے صرف ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے۔

اس حدیث میں صرف یہ ہے کہ، لیلۃ الحصبہ چودہویں ذوالحجہ کی رات میں ام المومنین حضرت عبدالرحمن کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے گئیں۔ اور ظاہر ہے کہ عمرہ طواف اور سعی کا نام ہے تو حضرت ام المومنین نے طواف بھی کیا اور سعی بھی۔ اس طرح اس حدیث سے صرف ایک طواف اور ایک سعی کا ثبوت ہوتا ہے۔ اب اگر یہ مان لیا جائے کہ ام المومنین قارنہ تھیں اور انھوں نے صرف ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کی۔ تو شوافع کا مسلک ثابت کہ قارن کے لئے صرف ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کافی ہے۔ اس پر ہماری گزارش یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کہ عام طرق میں لیلۃ الحصبہ کے پہلے کسی طواف کا ذکر نہیں۔ مگر مسلم میں بطریق محمد بن عبداللہ بن نمیر حضرت قاسم سے جو روایت ہے اسمیں یہ تصریح ہے حتی نزلنا منی فتطهرت ثم طفنا بالبیت۔ جب ہم منیٰ میں اترے تو میں پاک ہوگئی پھر ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اس کے بعد محصب سے عمرہ کرنے کا ذکر ہے۔ اس کے پہلے والی روایت میں ہے کہ فرماتی ہیں۔ میں یوم نحر کو پاک ہوگئی تھی تو ثابت ہوگیا کہ لیلۃ الحصبہ سے پہلے ہی ام المومنین نے طواف زیارت کرلیا تھا۔ اگر بالفرض یہ روایت نہ بھی ہوتی تو بھی واقعات کی روشنی میں یہی ثابت ہوتا ہے کہ ام المومنین نے طواف زیارت اپنے وقت پر یا کم از کم لیلۃ الحصبہ سے پہلے کرلیا تھا۔ لیلۃ الحصبہ میں ام المومنین نے یہ عرض کیا تھا۔ یرجع الناس بحجة وعمرة وارجع بحجة۔ لوگ حج اور عمرہ دونوں کے ساتھ لوٹ رہے ہیں اور میں صرف حج کے ساتھ لوٹ رہی ہوں۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت ام المومنین نے حج کے لئے طواف اور سعی اس وقت تک نہیں کی تھی۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعِیْ عُمْرَتَكِ وَانْقُضِیْ رَاْسَكِ وَامْتَشِطِیْ | | | |
| اپنا حال بیان کیا | تو فرمایا عمرہ چھوڑ دے، | اور اپنے سر کو کھول ڈال | کنگھا کر |
| وَاَهِلِّیْ بِحَجٍّ فَفَعَلْتُ حَتّٰی اِذَا كَانَ لَیْلَةُ الْحَصْبَةِ اَرْسَلَ مَعِیَ اَخِیْ | | | |
| اور حج کا احرام باندھ | میں نے یہی کیا | جب لیلۃ الحصبۃ آئی | تو مجھے میرے |
| عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فَخَرَجْتُ اِلَی التَّنْعِیْمِ | | | |
| بھائی عبد الرحمن بن ابی بکر | رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہمراہ | | تنعیم بھیجا |

تو ان کا حج ہوا کہاں ــــ کہ وہ فرما رہی ہے میں صرف حج کے ساتھ واپس ہو رہی ہوں۔ ام المومنین کی یہ عرض اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت تک انھوں نے طواف زیارت بھی کر لیا تھا۔ اور حج کے لئے سعی بھی کر چکی تھیں، اس طرح ان کا حج مکمل ہو چکا تیرہ ذوالحجہ تک ایام حج ہیں ان ایام میں عمرہ ہو نہیں سکتا، اس لئے عمرہ نہیں کر سکتی تھیں اب واپسی کا وقت آیا تو مذکورہ بالا عرضداشت پیش کی جس پر انھیں عمرہ کرنے کے لئے تنعیم بھجوا دیا گیا۔ اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ انھوں نے حج کا طواف اور اسکی سعی نہیں کی تھی تو ضروری تھا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں حج کے طواف اور سعی کا حکم فرماتے۔ علاوہ ازیں حج کے طواف کا وقت بارہ ذوالحجہ تک ہے۔ یوم نحر یعنی دس ذوالحجہ کو وہ پاک ہو گئی تھیں۔ کس کے قیاس میں یہ بات آسکتی ہے؟ کہ بلا وجہ شرعی ان کے طواف کو قضا کرایا ہو۔ اور واپسی ہونے لگی پھر بھی طواف کے لئے نہیں فرمایا۔ بلکہ جب عمرے کی خواہش ظاہر کی تو عمرے کے بہانے طواف کے لئے بھیجا۔ اس لئے سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ حقائق کی روشنی میں یہ مان لیا جائے کہ حضرت ام المومنین لیلۃ الحصبہ سے پہلے حج کا طواف اور اس کی سعی کر چکی تھیں۔ لیلۃ الحصبہ صرف عمرہ کرنے گئی تھیں۔

اس تقریر کے بعد اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ام المومنین نے قران کیا تھا تو بھی یہ حدیث شوافع کے لئے مفید نہیں۔ ہمارے ہی مسلک کی مؤید ہے۔

**حضرت ام المومنین نے تمتع کیا تھا**

ویسے اس حدیث کے تمام طرق پر جب نظر دقیق ڈالی جاتی ہے تو ثابت یہی ہوتا ہے کہ حضرت ام المومنین نے قران نہیں کیا تھا بلکہ تمتع کیا تھا، اس کے مندرجہ ذیل وجوہ ہیں۔

(۱) ان کو حکم ہوا۔ اپنے سر کو کھولڈالو کنگھا کرو۔ حج کا احرام باندھو۔ اگر انھوں نے قران کیا ہوتا تو میقات ہی پر حج کا بھی احرام باندھ لیا ہوتا۔ اب اس وقت یوم عرفہ احرام باندھنے کا کیا مطلب۔ پھر حالت احرام میں کنگھا کرنا منع ہے کنگھا کرنے میں ضرور بال ٹوٹتے ہیں (۲) اور فرمایا دعی عمرتك، کسی میں ہے وارفضی عمرتك اور کسی میں واترکی عمرتك ہے۔ اپنا عمرہ چھوڑ دے۔ یہ دلیل ہے کہ میقات سے جس عمرے کا احرام باندھا تھا۔ اس کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے۔ اسے چھوڑ دے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ حضرت ام المومنین کو حکم دیا جا رہا ہے کہ عمرے کا جو احرام باندھا تھا اسے ختم کرو اور اب حج کا احرام باندھ کر حج کرو۔ (۳) حضرت ام المومنین اس وقت حالت حیض میں تھیں۔ اس حالت میں غسل کا حکم طہارت حاصل کرنے کیلئے تو ہو نہیں سکتا۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ یہ احرام کے لئے غسل کا حکم تھا۔ (۴) صاف صاف حکم ہے واهلی بحج حج کے لئے تلبیہ کہو یعنی حج کا احرام

فَاَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِيْ قَالَ هِشَامٌ وَلَمْ يَكُنْ فِيْ شَيْءٍ

پس میں نے وہاں عمرے کا احرام باندھا ہشام نے کہا کہ اس میں

باندھو۔ اگر حج کا احرام پہلے باندھ چکی تھیں تو اب حج کا احرام باندھنے کا حکم دینے کا کیا مطلب ۔ خصوصاً مسلم اور ابوداؤد میں حضرت جابرؓ کی حدیث کے یہ الفاظ فاغتسلی ثم اهلی بالحج غسل کرلو پھر حج کا احرام باندھو (۵) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد هذه مكان عمرتك وغیرہ کا سوائے اس کے اور کیا مطلب ہے کہ جو عمرہ احرام باندھنے کے بعد نہ کرسکی تھیں اور توڑنا پڑا تھا اس کی قضا میں یہ عمرہ کرلو۔ (۶) بخاری میں حدیث مذکور کے پہلے والی حدیث میں صاف تصریح ہے فكنت ممن تمتع میں تمتع کرنے والوں میں تھی۔ اور لیل عرفہ میں عرض کیا انما كنت قضيت بعمرتي میں نے عمرہ کا احرام باندھ کر تمتع کیا تھا۔

**منشأ اختلاف** اختلاف کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ زمانہ جاہلیت میں حج کے مہینوں یعنی شوال ذوالقعدہ اور ذوالحجہ میں عمرے کو برا جانتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینے سے نکلے تو لوگوں کا خیال یہی تھا کہ صرف حج کرنے جارہے ہیں مگر ذوالحلیفہ پہنچکر حضور نے اعلان فرمادیا۔ جس کا جی چاہے صرف عمرے کا احرام باندھے جس کا جی چاہے صرف حج کا، یا دونوں کا۔ میں ھدی لے کر چل رہا ہوں اگر میں ھدی لے کر نہیں چلتا تو عمرے کا احرام باندھتا اس پر لوگوں نے اپنی اپنی صواب دید اور توفیق کے مطابق احرام باندھا۔ کسی نے صرف عمرے کا، کسی نے صرف حج کا، کسی نے دونوں کا۔ حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ میں نے عمرے کا احرام باندھا۔ چنانچہ عام طرق میں بالفاظ مختلفہ یہی ہے مگر بعض رواۃ نے اس اعتبار سے کہ ابتداء میں صرف حج کا ارادہ تھا۔ یہ الفاظ فرمادیئے کہ ام المومنین حج کے لئے نکلیں، حج کا احرام باندھا وغیرہ وغیرہ۔

یا یہ کہ حج فرض ہونے کی وجہ سے معظم مقصود ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے ایسا کہدیا۔ جیسے ہمارے دیار کے حجاج تقریباً کل کے کل تمتع کرتے ہیں یعنی میقات سے صرف عمرے کا احرام باندھتے ہیں۔ اور مکہ معظمہ حاضر ہوکر عمرے سے فراغت کے بعد احرام کھول دیتے ہیں مگر کہا یہی جاتا ہے کہ حج کرنے جارہے ہیں، کوئی نہیں کہتا کہ عمرہ کرنے جارہے ہیں۔ اسی عرف کے مطابق اس روایت کے بعض طرق میں یہ مذکور ہوگیا کہ ام المومنین نے حج کا احرام باندھا حج کے لئے نکلیں وغیرہ وغیرہ۔

قارن پر ایک طواف اور سعی ہے یاد رہے اس کی پوری بحث کتاب الحج میں آئے گی۔

**غایت باب** غسل کرتے وقت عورتوں کی چوٹی اگر گندھی ہوئی ہو تو بالوں کو کھول کر ان کے درمیان بھی پانی کا پہنچانا ضروری ہے یا صرف بال کی جڑوں میں پانی بہہ جانا کافی ہے؟ ہمارا مذہب یہی اخیر ہے، عورت خواہ حیض ونفاس سے فراغت کے بعد غسل کرے خواہ جنابت کی حالت میں یہی حکم ہے۔ جیسا کہ مسلم شریف[1] میں ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا۔ یارسول اللہ

[1] جلد اول طہارت ص ۱۵۰

## مِنْ ذَالِكَ هَدْيٌ وَّلَا صَوْمٌ وَلَا صَدَقَةٌ ؏ہ

نہ قربانی کرنی پڑی نہ روزہ رکھنا پڑا نہ صدقہ دینا پڑا

افانقضه للحيضة و الجنابة فقال لا کیا میں حیض اور جنابت کے غسل کیلئے چوٹی کھولدوں؟ فرمایا نہیں۔

ان دونوں بابوں سے شبہہ ہوتا ہے کہ شاید امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ حائضہ پر ضروری ہے کہ وہ بال کھولکران کے درمیانی حصے میں بھی پانی پہنچائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب مطلقاً یہ تھا کہ ہر غسل فرض میں عورت جوڑا کھولکر بالوں میں پانی پہنچائے ام المومنین حضرت عائشہ کو جب یہ خبر پہونچی تو فرمایا۔

تعجب ہے ابن عمر عورتوں کو غسل کے وقت سروں کو کھولنے کا حکم دیتے ہیں وہ یہ حکم کیوں نہیں دیتے کہ عورتیں اپنے سر مونڈ ڈالیں[1] رہ گیا اس حدیث میں بالوں کے کھولنے کا جو امر ہے وہ یا تو استحباب کے لئے ہے۔ یا اس بنا پر ہے کہ حضرت ام المومنین کے بال اتنے گھنے رہے ہوں یا چوٹی اتنی سخت گندھی رہی ہو یا سر پر کوئی لیپ لگالیا تھا جس کی وجہ سے پانی بالوں کی جڑوں میں نہیں پہنچ سکتا تھا، اس لئے کھولنے اور کنگھا کرنے کا حکم دیا۔

قال هشام حضرت ہشام کا یہ کہنا کہ حضرت ام المومنین کے اس فعل پر نہ دم دینا پڑا نہ روزہ رکھنا پڑا اور نہ صدقہ دینا پڑا اپنے علم و دانست کے اعتبار سے ہے ورنہ حضرت ام المومنین پر بہرصورت دم واجب تھا۔ خواہ انھوں نے تمتع کیا ہو خواہ قران۔ اسلئے کہ ان دونوں صورتوں میں ان پر واجب تھا کہ وقوف عرفہ سے پہلے عمرہ کرلیتیں یا کم از کم عمرے کا چار پھیرے طواف کرلیتیں مگر عذر لاحق ہو جانیکی وجہ سے عمرہ نہ کرسکیں حتی کہ شب عرفہ میں احرام کھولنا پڑا تو دم جنایت لازم ہوگیا۔ ص ۲۱۱ میں حضرت جابر کی حدیث گذری۔ کہ حضرت عائشہ کی طرف سے حضور نے یوم نحر ایک گائے قربانی کی تھی۔ اس کا امکان قوی ہے کہ یہی دم جنایت رہا ہو۔

حضرت ہشام کو اسکی خبر نہ ہوئی اسلئے انھوں نے یہ کہدیا، کہ اسمیں ھدی وغیرہ کچھ واجب نہ ہوا۔

---

ع ایضا جلد اول حیض باب امتشاط المراۃ عند غسلها من الحیض ص ۴۵
ایضا " " باب کیف تهلی الحائض بالحج والعمرة ص ۴۶
ایضا " مناسك باب کیف تهلی الحائض والنفساء ص ۲۱۱
ایضا " عمرة باب العمرة لیلة الحصبة وغیرها ص ۲۳۹
ایضا " ثانی مغازی باب حجة الوداع ص ۶۳۱
مسلم " اول حج باب وجوه الاحرام وانه یجوز افراد الحج والتمتع والقران ص ۶، ۷، ۸، ۳۸۹
ابوداؤد " مناسك باب فی افراد الحج ص ۲۴۷
نسائی " طهارت باب ذکر الامر بذالك للحائض عند الاغتسال للاحرام ص ۴۸
ایضا " مناسك باب فی المهلة بالعمرة تحیض وتخاف فوت الحج ص ۱۹
ابن ماجه مناسك باب العمرة من التنعیم ص ۲۲۱
موطا امام مالك حج باب دخول الحائض مكة ص ۱۶۸
مسند امام احمد [1] مسلم جلد اول طهارت ص ۱۵۰

## حدیث (۲۲۳) ان اللہ وکل بالرحم ملکا

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ تعالیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا

علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے

يَقُوْلُ يَارَبِّ نُطْفَةٌ يَارَبِّ عَلَقَةٌ يَارَبِّ مُضْغَةٌ فَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ

جو کہتا ہے اے پروردگار رحم میں نطفہ آگیا اے پروردگار یہ منجمد خون ہوگیا اے پروردگار گوشت کا لوتھڑا بن گیا جب

### تشریحات (۲۲۳)

اس حدیث پر مکمل کلام کتاب الانبیاء میں آئیگا۔ یہاں صرف یہ دیکھنا ہے کہ اس حدیث کا حیض سے کیا تعلق۔ جس کا باب چل رہا ہے اس سے اس حدیث کا دو تعلق ہے (۱) ایک یہ کہ خون حیض ہی ایام حمل میں جنین کی غذا بنتا ہے جیسا کہ احادیث سے بھی ثابت ہے اور اطبار کا بھی قول ہے، اس باب سے مقصود یہ ہے کہ حیض کے احوال میں ایک حالت یہ بھی ہے (۲) جمہور اور احناف کا مسلک یہ ہے کہ ایام حمل میں جو خون آئے وہ حیض نہیں استحاضہ ہے۔ امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے البتہ قول جدید یہ ہے کہ وہ حیض ہے۔ امام مالک کا اصل مذہب وہی ہے جو جمہور کا ہے البتہ ان کا ایک قول یہ ہے کہ ابتدار حمل میں جو خون دکھائی دے وہ حیض ہے اور اخیر ایام میں جو دکھائی دے وہ استحاضہ ہے امام بخاری یہ باب قول اللہ عزوجل مخلقۃ وغیر مخلقۃ باندھکر اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ انکا مذہب بھی یہی ہے کہ ایام حمل میں جو خون عورت کو دکھائی دے وہ حیض نہیں۔ وہ جنین کی غذا کے کام آتا ہے باہر نہیں آتا یہ مذہب بکثرت احادیث سے ثابت ہے۔

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی زوجہ کو حیض کی حالت میں طلاق دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا، ابن عمر سے کہو رجعت کرے اسے اپنے نکاح میں رکھے یہانتک کہ پاک ہو جائے، پھر حیض آئے۔ اس حیض سے پاک ہونے کے بعد اسے اختیار ہے چاہے رکھے چاہے تو اسے ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدے [۱]

(۲) اوطاس کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا۔ کسی حاملہ سے اسوقت تک وطی نہ کیجائے جبتک کہ وضع حمل نہو جائے اور نہ کسی غیر حاملہ سے وطی کیجائے جبتک کہ ایک حیض آکر یہ نہ ظاہر ہو جائے کہ اس کا رحم خالی ہے [۲]

(۳) حضرت رُوَیفع بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا۔ کسی کو یہ جائز نہیں کہ اپنے پانی سے دوسرے کی کھیتی سینچے یا کسی باندی سے وطی کرے جبتک کہ اسے حیض نہ آجائے یا اس کا حمل نہ ظاہر ہو جائے [۳]

---

[۱] بخاری جلد اول طلاق ص ۷۹۰ مسلم جلد اول طلاق باب تحریم الطلاق الحائض ص ۴۷۶
[۲] ابوداؤد جلد اول نکاح ص ۲۹۳
[۳] مسند امام احمد۔ ابوداود جلد اول نکاح باب وطی السبایا ص ۲۹۳

اَنْ یَّقْضِیَ خَلْقَهٗ قَالَ اَذَکَرٌ اَمْ اُنْثٰی، شَقِیٌّ اَمْ سَعِیْدٌ فَمَا الرِّزْقُ

اللہ عزوجل یہ ارادہ فرمالیتا ہے کہ اس کی تخلیق مکمل فرمادے تو وہ فرشتہ عرض کرتا ہے مرد کہ عورت، بدبخت

وَمَا الْاَجَلُ قَالَ فَیُکْتَبُ فِیْ بَطْنِ اُمِّهٖ عه

کہ نیک بخت، کتنی روزی ہو، کتنی عمر ہو، فرمایا سب کچھ اس کی ماں کے پیٹ میں لکھ دیا جاتا ہے۔

ان احادیث میں، حیض کو اس کی علامت بتایا گیا ہے کہ حمل نہیں۔ اگر حمل کے ساتھ حیض بھی آنا ممکن ہوتا تو حیض اسکی علامت نہیں ہوسکتا تھا تو ثابت کہ ایام حمل میں حیض نہیں آسکتا۔ اس بارے میں آثار بھی بکثرت وارد ہیں (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ عزوجل نے حاملہ سے حیض اٹھالیا۔ اس خون کو بچے کی غذا کردیا، جو رحم پھینک[1] دیتا تھا۔ (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ اللہ عزوجل نے حاملہ سے حیض اٹھالیا اور اس کو بچے کا رزق بنادیا[2]

(۳) ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس حاملہ کے بارے میں فرمایا جو خون دیکھے۔ حاملہ کو حیض نہیں آتا۔ یہ غسل کرے اور نماز پڑھے[3] یہ غسل کا حکم بطور استحباب ہے۔

مخلقہ غیر مخلقہ کی تفسیر یہ ہے کہ استقرار کے بعد چالیس دن تک نطفہ رہتا ہے پھر منجمد خون بن جاتا ہے پھر چالیس دن کے بعد وہ گوشت بنتا ہے جسمیں ابتداءً اعضاء نہیں ہوتے پھر اعضاء کی کلیاں پھوٹتی ہیں پھر اعضاء بنتے۔ پھر چالیس دن یعنی استقرار کے ایکسو بیس دن کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔

ہر نطفہ بچہ نہیں ہوتا، کچھ ساقط بھی ہوجاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب نطفہ رحم میں مستقر ہوجاتا ہے تو اللہ عزوجل ایک فرشتہ اس پر مقرر فرمادیتا ہے۔ یہ فرشتہ پوچھتا ہے۔ اے پروردگار یہ مخلقہ ہے یا غیر مخلقہ۔ اب اگر ارشاد یہ ہوتا ہے کہ غیر مخلقہ تو رحم اس کو باہر پھینک دیتا ہے اور اگر جواب یہ ملتا ہے کہ مخلقہ ہے، تو یہ فرشتہ پھر عرض کرتا ہے یہ مرد ہے یا عورت۔

دوسری حدیث میں انھیں سے یہ ہے کہ نطفہ جب رحم میں مستقر ہوجاتا ہے تو فرشتہ اسے ہتھیلی میں لے کر عرض کرتا ہے یہ مرد ہے کہ عورت اس کا معاملہ کیا ہے کہاں مرے گا تو حکم ہوتا ہے۔ ام الکتاب یعنی لوح محفوظ میں دیکھ لو۔ اس کا قصہ تم کو اس میں ملیگا۔ فرشتہ لوح محفوظ میں جاکر دیکھ لیتا ہے[4] (اسی کے مطابق اس کی تخلیق کرتا ہے) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مخلقہ کا مطلب یہ ہوا کہ یہ نطفہ پیکر انسانی قبول کریگا اور غیر مخلقہ کا مطلب یہ ہوا کہ یہ پیکر انسانی میں تبدیل نہ ہوگا، ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نطفے کے رحم میں جو مختلف احوال ہیں ان کو بیان فرمایا ہے۔ کہ نطفہ علقہ ہوا پھر مضغہ ہوا۔ ابتداءً اس کے اعضاء نہیں تھے تو غیر مخلقہ رہا یعنی جس کے نقشے نہیں بنے۔ جب اعضاء بن گئے تو مخلقہ ہوگیا یعنی تمام الخلقت ہوگیا۔ قرآن کریم کے سیاق سے اسی دوسری تفسیر

---

عه ایضا جلد اول انبیاء باب خلق آدم وذریته ص ۶۴۹
ایضا جلد ثانی ایمان بالقدر دوسری حدیث ص ۹۷۶
مسلم ۰ قدر باب کیفیة خلق الادمی فی بطن امه ص ۳۳

[1] عینی جلد ثالث ص ۲۹۲ بحواله ابوحفص بن شاهین [2] ایضا [3] عینی جلد ثالث ص ۲۹۲ بحواله اثر دار قطنی

حدیث (۲۲۴) حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا فی حجۃ الوداع

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا۔ نبی صلے اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھ ہم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَّمِنَّا مَنْ

حجۃ الوداع میں نکلے ہم میں سے کچھ لوگوں نے عمرے کا احرام باندھا تھا اور

اَهَلَّ بِحَجٍّ فَقَدِمْنَا مَكَّةَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

کچھ لوگوں نے حج کا ہم مکہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ مَنْ اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ يُهْدِ فَلْيَحْلِلْ، وَمَنْ اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ

جس نے عمرے کا احرام باندھا ہو اور ھدی نہ لایا ہو وہ احرام کھول دے اور جس نے عمرے کا احرام باندھا

وَاَهْدٰى فَلَا يَحِلُّ حَتّٰى يَحِلَّ بِنَحْرِ هَدْيِهٖ۔ وَمَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ فَلْيُتِمَّ حَجَّهٗ

ہو اور ھدی لایا ہو وہ احرام نہ کھولے جبتک اپنی ھدی کی قربانی نہ کرلے۔ اور جس نے حج کا احرام باندھا ہو وہ اپنا حج

قَالَ فَحِضْتُ فَلَمْ اَزَلْ حَائِضًا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ وَلَمْ اُهْلِلْ اِلَّا

پورا کرے۔ حضرت عائشہ نے کہا مجھے حیض آگیا۔ اور میں حائضہ ہی رہی یہانتک کہ عرفہ کا دن آگیا اور میں نے عمرے

بِعُمْرَةٍ فَاَمَرَنِيْ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَنْقُضَ رَاْسِيْ

کا احرام باندھا تھا۔ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں اپنا سر کھول ڈالوں

کی تائید ہوتی ہے فرمایا :۔

فانا خلقنا کم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم من مضغة مخلقة أو غیر مخلقة۔ (حج ۔ ۸)

ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر پانی کی بوند سے، پھر منجمد خون سے پھر ایک بوٹی گوشت سے جسمیں نقشہ بنا ہوا ہے یا نہیں بنا ہوا ہے۔

## تشریحات ۲۲۴ توضیح باب

یہاں باب کا عنوان یہ ہے۔ کیف تھل الحائض بالحج والعمرۃ حائضہ حج اور عمرے کا احرام کیسے باندھے گی۔

علامہ ابن حجر علامہ عینی وغیرہ نے باب کی توضیح یہ کی کہ حائضہ کو حج اور عمرے کا احرام باندھنا درست ہے۔ خواہ پہلے احرام باندھے ہو پھر حیض آیا خواہ حالت حیض میں احرام باندھے۔ یعنی حیض نہ انعقاد احرام کے منافی ہے نہ بقائے احرام کے۔ مگر کیف یہ بتا رہا ہے کہ مقصود یہ ہے کہ احرام کیسے باندھے۔ مثلاً غسل کرے گی کہ نہیں اس لئے کہ حائضہ حالت حیض میں غسل کرنے سے پاک تو ہوگی نہیں۔ حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ غسل کرے گی۔ ان انقض راسی وامتشط

وَامْتَشِطَ وَاُهِلَّ بِالْحَجِّ وَاتْرُكِ الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ ذَالِكَ حَتّٰى قَضَيْتُ

اور کنگھا کروں اور حج کا احرام باندھوں اور عمرہ چھوڑ دوں میں نے یہی کیا یہانتک کہ میں نے

حَجَّتِي فَبَعَثَ مَعِيَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِي بَكْرٍ فَاَمَرَنِي اَنْ اَعْتَمِرَ

حج پورا کرلیا اس کے بعد عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو میرے ساتھ کر دیا اور مجھے حکم دیا کہ

مَكَانَ عُمْرَتِي مِنَ التَّنْعِيْمِ

اپنے عمرے کی جگہ تنعیم سے عمرہ کروں

(۶۶) ت وَكُنَّ نِسَاءٌ يَبْعَثْنَ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں عورتیں

غسل سے کنایہ ہے بلکہ بعض طرق میں فاغتسلی کا لفظ صراحۃ مذکور ہے۔ احرام کے وقت جو غسل سنت ہے وہ ادا ہو جائیگا اس وقت غسل کرنا لغو نہ ہوگا۔ اسی روایت میں حتی قضیت حجتی کا جملہ اس کی دلیل ہے کہ لیلۃ الحصبہ سے پہلے پہلے حضرت ام المومنین نے حج پورا ادا کرلیا تھا۔ جس کا لازم نتیجہ یہ ہے کہ انھوں نے حج کا طواف بھی کرلیا تھا اس لئے ثابت کہ انھوں نے دو طواف کئے ایک حج کا دوسرا عمرے کا۔ یہ حدیث اس پر نص ہے کہ حضرت ام المومنین نے میقات پر صرف عمرے کا احرام باندھا تھا جیسا کہ وہ فرماتی ہیں ولم اُهِلَّ الا بعمرۃ۔ میں نے عمرے ہی کا احرام باندھا تھا اور آگے ہے کہ مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ واترك العمرۃ۔ میں عمرہ چھوڑ دوں۔

**تشریحات لغات ۶۶، ۶۷**

بالدِّرجة ۔ دِرجَہ ۔ دال کے کسرے اور راء کے فتحہ کے ساتھ۔ اور دُرْجَہ۔ دال کے ضمے اور راء کے سکون کے ساتھ۔ اس کپڑے کو بھی کہتے ہیں جس میں دوالت کرکے بیماری میں اونٹنی کی شرمگاہ میں رکھتے ہیں۔ اور چھوٹی ٹوکری کو بھی کہتے ہیں جسمیں عورتیں خوشبو وغیرہ رکھتی ہیں۔

یعنی ڈبیا، اگرچہ وہ دھات وغیرہ کی نہ ہو۔ کُرْسُفٌ کے اصل معنی روئی کے ہیں۔ یہاں خاص وہ روئی مراد ہے جو ایام حیض میں عورتیں خاص طریقے سے استعمال کرتی ہیں۔ القصہ ۔ کے معنی چونے کے بھی ہیں اور روئی کے بھی۔ پہلی تقدیر پر معنی وہ ہوئے جو ہمنے لکھے ہیں یعنی چونے کے مثل سپیدی دیکھے، دوسری تقدیر پر معنی یہ ہوئے کہ روئی کو سفید دیکھے۔ اس کا دو مطلب ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ روئی پر کوئی رنگ نہ دیکھے، دوسرے یہ کہ روئی سوکھی پائے۔ اس لئے کہ سفید رطوبت سے بھی بھیگنے کے بعد روئی پر دھبے پڑ جاتے ہیں۔ یہ حدیث احناف کی مستدل ہے۔ کہ ایام حیض میں جس رنگ کا بھی خون آئے وہ حیض ہے۔ سرخ، کالا، زرد، مٹیلا گدلا سبز۔ کسی بھی رنگ کا خون دس دن کے اندر اندر آئے تو حیض ہے۔ دس دن کے بعد بھی اگر رطوبت کا میلاپن باقی ہے تو جو عادت کے دن ہیں حیض ہے۔ اس کے بعد والے استحاضہ۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ ارشاد حکماً مرفوع ہے اس لئے کہ یہ معاملہ ایسا ہے کہ عقل سے نہیں معلوم کیا جا سکتا، صحابہ کرام کے ایسے سارے ارشادات مرفوع کے حکم میں ہیں، اس کے برخلاف حضرات شوافع کہتے ہیں کہ حیض کا خون صرف کالا ہے، ان کے علاوہ دوسرے رنگ کی

بِالدِّرْجَةِ فِيهَا الكُرْسُفُ فِيهِ الصُّفْرَةُ ۔ فَتَقُولُ لَا تَعْجَلْنَ حَتَّى تَرَيْنَ

ڈبیہ میں کرسف رکھکر کے بھیجتیں جسمیں زردی ہوتی ۔ اس پر ام المومنین فرماتیں جلدی نہ کرو

الْقَصَّةَ الْبَيْضَاءَ تُرِيدُ بِذَالِكَ الطُّهْرَ مِنَ الْحَيْضَةِ عه

جبتک چونے کی طرح سفیدی نہ دیکھ لو ۔ اس سے ان کی مراد حیض سے پاکی ہے ۔

۶۷ ت وَبَلَغَ بِنْتَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ نِسَاءً

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی کو یہ خبر ملی کہ عورتیں

يَدْعُونَ بِالْمَصَابِيحِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ يَنْظُرْنَ اِلَى الطُّهْرِ فَقَالَتْ

رات میں چراغ منگا کر پاکی کو دیکھتی ہیں اس پر انھوں نے فرمایا

مَا كَانَ النِّسَاءُ يَصْنَعْنَ هٰذَا وَعَابَتْ عَلَيْهِنَّ عه

عورتیں ایسا نہیں کرتی تھیں ۔ اس کو انھوں نے معیوب جانا ۔

رطوبت حیض نہیں ان کی دلیل ابوداؤد کی[1] یہ حدیث ہے۔

فانه دم اسود يعرف ۔ حیض کا خون کالا ہے جو پہچانا جاتا ہے۔ حیض کا خون ہر عورت کا ہمیشہ کالا ہی ہو یہ واقعہ کے مطابق نہیں۔ جو عورت تندرست، معتدل مزاج کی ہو اور معتدل غذا استعمال کرے اس کے حیض کا خون سرخ ہوگا، جس کے مزاج میں حدت ہوگی گرم غذائیں کھائے گی یا موسم یا جگہ گرم ہوگی تو کالا ہو سکتا ہے۔ اسی طرح غذا، عوارض، موسم کے لحاظ سے اور رنگ بھی ہو سکتا ہے۔ یہ ارشاد خاص حضرت فاطمہ بنت جیش کے لئے تھا، یا زیادہ سے زیادہ وہاں کی عورتوں کے بارے میں، ورنہ اس کے معارض حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ہم طہر کے بعد گدلی اور پیلی رطوبت کو کچھ نہیں جانتی تھیں[2] اس سے ظاہر کہ طہر کے قبل یعنی عادت کے دنوں میں اسے وہ حیض جانتی تھیں۔

**بنت زید بن ثابت** رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان کی کونسی صاحبزادی مراد ہیں اس میں شراح کا اختلاف ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے آٹھ صاحبزادیاں تھیں۔ ام اسحٰق، ام کلثوم، ام حسن، ام محمد، ام سعد حسنہ، قریبہ، عمرہ۔ صاحب توضیح نے کہا قرین قیاس یہ ہے کہ یہ ام سعد ہیں۔ اسی طرح بعض شارحین کا یہ گمان ہے کہ یہ ام سعد ہی ہیں انھیں بھی علامہ ابن عبدالبر نے صحابیات میں شمار کیا ہے۔ بعض دوسرے شارحین نے کہا یہ ام کلثوم ہیں۔ اس لئے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادیوں میں ام کلثوم کے علاوہ کسی اور کی روایت ثابت نہیں۔ علامہ عینی کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں

عه موطا امام مالك ۔ باب طهر الحائض ص ۲۲ ۔ عه ايضا

[1] جلد اول طهارت باب من قال توضا لكل صلوة ص ۴۳

[2] ابوداؤد جلد اول طهارت باب فی المراة ترى الكدرة والصفرة بعد الطهر ص ۳۳

۶۸ وَقَالَ جَابِرٌ وَّ اَبُوْسَعِيْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

ت حضرت جابر اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - تَدَعُ الصَّلٰوةَ -

روایت کرتے ہوئے کہا کہ حضور نے فرمایا حائضہ نماز چھوڑ دے گی۔

پلے برابر ہیں۔ ام کلثوم کی روایت ثابت ہے اگرچہ اس مخصوص روایت کا ان سے ثبوت نہیں۔ مگر جب یہ صحابیہ ہیں تو اس کا امکان ہے کہ یہ انھیں کا واقعہ ہو۔ اسی طرح ام سعد جب صحابیہ ہیں تو اس کا امکان ہے کہ انھیں کا قصہ ہو۔

رات میں اٹھکر روشنی میں کرسف دیکھنے کا مقصد یہ تھا کہ اگر حیض بند ہوگیا ہے تو غسل کرکے عشار پڑھ لیں۔ اور یہ ایک مستحسن اقدام تھا۔ پھر ان کے اس فعل کو معیوب جاننے کی وجہ کیا ہوسکتی ہے؟ بات یہ ہے کہ دین میں تعمق پسندیدہ نہیں۔ جیسا کہ گزر چکا۔ لن یشاد الدین احد الا غلبہ۔ عورتیں اس کی مکلف ہیں کہ صبح کو اٹھنے کے بعد اگر یہ دیکھیں کہ حیض بند ہوگیا ہے تو عشار کی قضا پڑھ لیں ان پر کوئی گناہ نہیں۔ رات کو سوتے سے اٹھ اٹھ کر چراغ منگا کر دیکھنے میں حرج ہے اس لئے اس کو انھوں نے معیوب جانا۔ علاوہ اس کے ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ چراغ کی روشنی میں دیکھکر یہ فیصلہ کرنا کہ کرسف پر خالص سپیدی ہے یا کچھ گدلاپن ہے دشوار ہے۔ اس کا خطرہ تھا کہ کہیں وہ یہ سمجھ لیں کہ ہم پاک ہوگئیں اور نماز پڑھ لیں، اور حقیقت میں پاک نہ ہوئی ہوں تو یہ نماز حیض کی حالت میں ہوگی جو یقیناً قابل اعتراض بات ہے۔

**باب سے مطابقت** اس طرح ہے کہ یہ عورتیں یہی نہ دیکھتیں تھیں کہ اگر کرسف بالکل سپید ہے تو حیض ختم اور اگر اسمیں کچھ گدلاپن ہے تو حیض باقی تو معلوم ہوا کہ عہد صحابہ میں یہ بات عام عورتوں کو معلوم تھی کہ نکلنے والی رطوبت جبتک خالص سفید نہ ہو حیض ختم نہ ہوا۔

**تشریحات ۶۸** بلفظہ اس اثر کی کوئی سند نہیں ملی۔ مگر اس کا امکان ہے کہ امام بخاری کے علم میں کوئی سند رہی ہو۔ عدم وجدان۔ وجدان عدم نہیں البتہ معناً یہ دونوں اثر و حدیث مسند کے حصے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے خود امام بخاری نے "کتاب التمنی" میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجۃ الوداع کا واقعہ ذکر فرمایا، اسمیں یہ ہے کہ جب انھیں حیض آگیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ غیر انھا لا تطوف ولا تصلی[۱] حج کے تمام مناسک ادا کرے البتہ نہ طواف کرے نہ نماز پڑھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر اسی بخاری باب ترک الحائض الصوم میں ان الفاظ کے ساتھ گزر چکا کہ فرمایا۔ الیس اذا حاضت لم تصل ولم تصم[۲] کہ جب اسے حیض آتا ہے تو نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے۔

---

[۱] بخاری جلد ثانی تمنی باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو استقبلت من امری ما استدبرت ص ۱۰۷۴

[۲] ایضا " اول باب ترک الحائض الصوم ص ۴۴

## ۲۲۵ حدیث

كنا نحيض فلا يامرنا بقضاء الصلوة حدثني معاذة ان امراة قالت لعائشة رضي الله تعالى عنها اتجزي

معاذہ نے حدیث بیان کی کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ سے پوچھا کیا ہم

**باب سے مطابقت** اس جگہ باب یہ ہے۔ لا تقضي الحائض الصلوٰۃ۔ حائضہ نماز کی قضا نہیں کریگی۔ ان دونوں اثر سے یہ تو ثابت ہوا کہ اس حالت میں نماز پڑھے گی نہیں۔ مگر قضا بھی نہیں کرے گی۔ یہ ثابت نہیں ہو رہا ہے اس لئے کہ ان دونوں اثر کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ نماز نہ پڑھے، نماز نہیں پڑھتی۔ نماز نہ پڑھے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بعد میں قضا بھی نہ کرے، اور اگر کسی طرح لازم آتا ہے تو حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ روزہ نہیں رکھتی تو لازم آئیگا کہ روزہ کی بھی قضا نہیں۔ اب اس سے تفصی کی دو صورت ہے ایک یہ کہ حائضہ نماز قضا نہیں پڑھیگی ــ کا دو جزء ہے۔ ایک یہ کہ اس حالت میں نماز نہ پڑھے دوسرا یہ کہ بعد میں اس کی قضا بھی نہیں۔ ان دونوں اثر سے صرف پہلا جزء ثابت ہوا۔ دوسرا جزء اس باب میں مذکور حدیث سے ثابت ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ شارحین کا قیاس ہے کہ امام بخاری کے ان دونوں اثر سے مراد مذکورہ بالا احادیث ہیں۔ ورنہ امام بخاری نے جو یہاں لفظ ذکر فرمائے ہیں وہ یہ ہے۔ تدع الصلوٰۃ۔ حائضہ نماز چھوڑ دے گی۔ چھوڑنا اسی صورت میں صادق آئے گا کہ نہ اس وقت پڑھیگی نہ بعد میں قضا پڑھے گی۔

**تشریحات (۲۲۵)**

**معاذہ بنت عبداللہ** عَدَوِیہ بڑی عابدہ زاہدہ شب زندہ دار، عالمہ، فاضلہ، حجت ثقہ تابعیہ خاتون تھیں۔ حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتی ہیں ان سے ایک جماعت نے روایت کیا ہے ۸۳ھ میں وصال ہوا۔

**حروریہ** حروراء کوفے کے قریب ایک بستی تھی۔ خوارج کا پہلا اجتماع یہیں ہوا تھا۔ اس لئے اس بستی کیطرف نسبت کرکے خارجیوں کو، حروری، کہا جاتا ہے۔ خوارج یہ ایک باطل فرقہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں پیدا ہوا ان کے حدوث کا سبب یہ ہوا۔ کہ جب واقعہ صفین کے موقع پر حضرت علی نے اپنی مرضی کے خلاف اپنے ہی شیعوں کے دباؤ سے خلافت کے معاملے میں حکم بنانا قبول فرمالیا۔ تو یہ کہکر حضرت علی سے باغی ہوگئے کہ قرآن مجید میں ہے اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اور تم نے غیر اللہ کو حکم مان لیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفین سے کوفہ واپس ہوئے تو بارہ ہزار خوارج ان سے الگ ہوکر "حروراء" میں جمع ہوئے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی افہام تفہیم کے لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھیجا انھوں نے ان کے شبہات کے تسلی بخش جوابات دئے جس پر بروایتے دو ہزار بروایتے چار ہزار کے سمجھ میں بات آگئی اور وہ حضرت علی کی اطاعت میں آگئے ــــ دومۃ الجندل کے واقعے کے بعد یہ بدبخت نہروان میں اکٹھے ہوئے، اور طرح طرح کے مظالم کرنے لگے۔ حتی کہ حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی اہلیہ کو انتہائی بے دردی کے ساتھ ذبح کر ڈالا۔

| | |
|---|---|
| اِحْدَانَا صَلَاتَهَا اِذَا طَهُرَتْ ۔ فَقَالَتْ اَحَرُوْرِيَّةٌ اَنْتِ قَدْ كُنَّا | |
| جب حیض سے پاک ہوں تو نماز کی قضا کریں ۔ | فرمایا کیا تو حروریہ ہے ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم |
| نَحِيْضُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَاْمُرُنَا بِهٖ اَوْقَالَتْ | |
| کے زمانے میں ہمیں حیض آتا تو | حضور ہمیں اس (قضا پڑھنے) کا حکم نہیں دیتے یا یہ فرمایا |

انکی اہلیہ حاملہ تھیں مگر اُن پر بھی ان ستمگروں کو ترس نہیں آیا، انھیں ذبح کرنے کے بعد ان کے شکم کو چاک کر دیا۔ تو حضرت علی ان سے فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے نھروان تشریف لے گئے۔ پہلے افہام وتفہیم کی کوشش فرمائی۔ اجلہ صحابہ کرام مثلاً قیس بن سعد بن عبادہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہما نے اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں پوری طرح سمجھانے کی کوشش کی انکی غلط فہمیاں دور کیں جس پر سب تقریباً راہ راست پر آگئے، تھوڑے سے اپنی ضد پر اڑے رہے۔ ان سے قتال فرمایا یہاں تک کہ سب مارے گئے۔ قتال سے فارغ ہوکر فرمایا ذوالثدیہ کو تلاش کرو، اگر وہ مل گیا تو تم نے بدترین خلق کو قتل کیا ہے۔ لوگوں نے بہت تلاش کیا مگر وہ نہیں ملا تو خود چند اصحاب کو لے کر تلاش میں نکلے تو ملا۔ اس کا ایک ہاتھ عورت کے پستان کے مثل تھا۔ اسے دیکھتے ہی حضرت علی نے فرمایا صدق اللہ وبلغ رسول اللہ اور بہت دیر تک سجدہ شکر ادا کرتے رہے اسی موقع پر حرقوص بن زہیر تمیمی جو ذوالخویصرہ کے ساتھ مشہور تھا مارا گیا تھا۔ جس نے مقام جعرانہ میں تقسیم غنائم کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی تھی اور بہت بے باکی کے ساتھ کہا تھا۔ اعدل یا محمد اے محمد انصاف کر۔

مگر بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج علماء دیوبند اس ذوالخویصرہ کو صحابی کہتے ہیں۔

خوارج حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تبرا کرتے ہیں۔ دین کے معاملہ میں بہت متشدد تھے۔ حتی کہ یہ کہتے تھے کہ حالت حیض میں جو نمازیں چھوٹ گئی ہیں عورتوں پر اس کی قضا واجب ہے [1]

حروراء کی نسبت میں قاعدے کے اعتبار سے حروراوی ہونا چاہیے لیکن زوائد کو حذف کرکے حروری مستعمل ہے۔

**سائلہ کون تھیں** بخاری کی اس روایت میں سائلہ کا نام نہیں۔ مگر حقیقت میں سوال کرنے والی "معاذہ" ہی تھیں جیسا کہ مسلم میں دوسرے طرق کی روایات میں اس کی تصریح ہے۔ مسلم میں یہ بھی ہے کہ جواب میں معاذہ نے عرض کیا میں حروریہ نہیں ہوں لیکن میں پوچھتی ہوں۔

**شک راوی** فلا یامرنا به اوقالت فلا نفعله ۔ کرمانی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ شک معاذہ کی طرف سے ہے علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ "فلا یامرنا به" اس بات میں قطعی نہیں کہ ان نمازوں کی قضا نہیں اس لئے کہ یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قضا کا حکم نہیں دیتے تھے۔ اس بنا پر کہ چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا پڑھنے کا حکم عام ہے۔ جو ان نمازوں کو بھی شامل ہے۔ اسی پر اکتفا کرتے ہوئے حکم نہیں فرماتے تھے۔ اقول یہ احتمال سیاق کے منافی ہونے کیوجہ سے ساقط ہے۔ اس لئے دونوں جملوں سے یکساں طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حالت حیض میں چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا نہیں

[1] عینی جلد ثالث ص ۱۰۰۳

فَلَا نَفْعَلُهٗ ع۵

ہم یہ (قضا) نہیں کرتی تھیں۔

حدیث (۲۲۶) حضت وانا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الخمیلۃ

عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِیْ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا

قَالَتْ حِضْتُ وَاَنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْخَمِيْلَةِ

مجھے حیض آگیا اور میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چادر میں (سوئی ہوئی تھی)

فَانْسَلَلْتُ فَخَرَجْتُ مِنْهَا فَاَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِیْ فَلَبِسْتُهَا فَقَالَ

میں چپکے سے سرکی اور چادر سے نکلی اور میں نے حیض کا کپڑا لے کر پہن لیا تو رسول اللہ صلی اللہ

غالباً علامہ نے بھی "اوضح" سے اسی کی طرف اشارہ فرمایا۔

**مسائل** (۱) کسی فرقے کو اس جگہ کی طرف منسوب کرنا درست ہے جہاں سے وہ پیدا ہوا ہو (۲) اس پر امت کا اجماع ہے کہ حائضہ پر حیض کے ایام کی نمازوں کی قضا نہیں۔ سوائے خوارج کے اس کا کسی نے خلاف نہیں کیا ہے۔ البتہ ان ایام کے روزوں کی قضا ہے۔ اصل دلیل احادیث ہیں مگر اس میں لم یہ ہے کہ نماز روزانہ پانچ وقت کی فرض ہے۔ ان ایام کی نمازوں کی قضا کے حکم میں عورت پر حرج عظیم ہے، بخلاف روزے کے کہ وہ سال میں ایک مہینے کا فرض ہے پورے سال میں زیادہ سے زیادہ دس روزے رکھنے پڑیں گے اس میں کوئی دقت نہیں (۳) التزاماً ثابت ہوا کہ گمراہ فرقوں کا اختلاف اجماع میں حارج نہیں (۴) حائضہ کے لئے مستحب ہے کہ ہر نماز کے وقت وضو کرکے اتنی دیر جتنی دیر وہ نماز پڑھتی تھی مصلے پر بیٹھکر تسبیح وتہلیل کرلیا کرے تاکہ عادت نہ چھوٹے[۱] امید ہے کہ اسے سب سے اچھی نماز کا ثواب ملے گا[۲]

**تشریح (۲۲۶)** یہ ایک حدیث تین باتوں پر مشتمل ہے۔ پہلے اور تیسرے حصہ پر کلام ہو چکا ہے صرف بیچ کے حصہ پر کلام باقی ہے وہ کتاب الصوم میں مفصل آئیگا۔

---

ع۵ مسلم جلد اول حیض باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض دون الصلوٰۃ ص ۱۵۳
ابوداؤد ″ طہارت باب فی الحائض لا تقضی الصلوٰۃ ص ۳۵
ترمذی ″ ″ باب ماجاء فی الحائض انہا لا تقضی الصلوٰۃ ص ۱۹
نسائی ″ حیض باب سقوط الصلوٰۃ عن الحائض ص ۶۸
ابن ماجہ طہارت باب الحائض لا تقضی الصلوٰۃ ص ۴۶

[۱] عینی جلد ثالث ص ۳۰۱ بحوالہ منیۃ المفتی [۲] ایضاً بحوالہ درایہ

لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ

علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے حیض آگیا ہے میں نے عرض کیا ۔ جی ہاں

فَدَعَانِیْ وَاَدْخَلَنِیْ مَعَہٗ فِی الْخَمِیْلَۃِ قَالَتْ وَحَدَّثَتْنِیْ اَنَّ النَّبِیَّ

پھر مجھے بلایا اور اپنے ساتھ چادر میں کر لیا۔ زینب نے کہا اور انھوں (ام سلمہ) نے یہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُقَبِّلُھَا وَھُوَ صَائِمٌ وَکُنْتُ اَغْتَسِلُ

حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روزے سے ہوتے اور ان کا بوسہ لیتے اور میں اور

اَنَا وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ مِّنَ الْجَنَابَۃِ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل جنابت کرتے ۔

## حدیث (۲۲۷) ولیشھدن الخیر ودعوۃ المسلمین

عَنْ حَفْصَۃَ قَالَتْ کُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا اَنْ یَّخْرُجْنَ فِی الْعِیْدَیْنِ

حفصہ (بنت سیرین) نے کہا ہم نوجوان غیر شادی شدہ عورتوں کو عیدگاہ جانے سے منع کرتی تھیں

فَقَدِمَتْ اِمْرَاَۃٌ۔ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِیْ خَلَفٍ فَحَدَّثَتْ عَنْ اُخْتِھَا

اتفاقاً ایک عورت آئی اور قصر بنی خلف میں اتری اس نے اپنی بہن سے روایت کرتے ہوئے

وَکَانَ زَوْجُ اُخْتِھَا غَزَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثِنْتَیْ

یہ حدیث بیان کی کہ میرے بہنوئی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ

عَشْرَۃَ غَزْوَۃً وَکَانَتْ اُخْتِیْ مَعَہٗ فِیْ سِتٍّ، قَالَتْ فَکُنَّا نُدَاوِیْ

غزوہ کئے اور میری بہن اُن کے ساتھ چھ میں شریک رہی میری بہن نے کہا ہم زخمیوں کا علاج

الْکَلْمٰی وَنَقُوْمُ عَلَی الْمَرْضٰی، فَسَاَلَتْ اُخْتِیْ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

کرتی تھیں اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھیں میری بہن نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا

## تشریحات (۲۲۷)

### لغات

عواتق، عاتق کی جمع ہے۔ عاتق اس نوعمر لڑکی کو کہتے ہیں جو بالغ ہو چکی ہو مگر ابھی اس کی شادی نہ ہوئی ہو کلمی، یہ کلیم کی جمع ہے جیسے مریض کی مرضی، زخمی کے معنی میں ہے۔ جلباب وہ چادر جو کپڑوں کے اوپر سے عورتیں اوڑھتی ہیں جس سے سر اور سینہ ڈھکا رہے۔ نقاب کرتا، یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ الخدور، یہ خدر کی جمع ہے، خِدر اس پردے کو کہتے ہیں جو گھر اور خیمے میں ایک کنارے تان دیا جاتا تھا تاکہ کنواری لڑکیاں اسمیں رہیں۔ یہاں مراد کنواری پردہ نشین عورتیں ہیں۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعَلٰى اِحْدَانَا بَاسٌ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ اَنْ لَا تَخْرُجَ قَالَ

ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو (اور عیدین) میں نہ نکلے تو کوئی حرج ہے فرمایا

لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ ، فَلَمَّا

اس کی ساتھی اپنی چادر میں سے اسے اڑھا دے۔ اور خیر اور مومنوں کی دعا میں حاضر ہوں۔ جب

قَدِمَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ سَاَلْتُهَا اَسَمِعْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ

ام عطیہؓ آئیں تو میں نے ان سے پوچھا کیا آپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ سُنا ہے انھوں نے

بِاَبِيْ نَعَمْ وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُهُ اِلَّا قَالَتْ بِاَبِيْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ تَخْرُجُ الْعَوَاتِقُ

فرمایا اپر میرے ماں باپ قربان ہاں! یہ جب بھی حضور کا ذکر کرتیں تو کہتیں اپر میرے ماں باپ قربان میں نے سُنا ہے وہ

وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ وَالْحُيَّضُ وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَتَعْتَزِلُ

فرماتے تھے نوجوان غیر شادی شدہ اور پردہ نشین اور حیض والی بھی نکلیں۔ خیر اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں ——

یہ حفصہ، حضرت ابن سیرین کی بہن ہیں، ان کی کنیت ام الھذیل ہے۔ قصر بنی خلف۔ یہ بصرہ میں ہے جو طلحۃ الطلحات طلحہ بن عبداللہ بن خلف خزائی کے دادا، خلف کی طرف منسوب ہے یہ بیوی جنھوں نے قصر بنی خلف میں اپنی بہن کی روایت سے یہ حدیث بیان کی حضرت ام عطیہ کی بہن تھیں۔

**مسائل** اس حدیث سے یہ مسائل مستخرج ہوئے (۱) حائضہ، نفساء اور انھیں کی طرح جنب ذکر و اذکار، اوراد و وظائف نہیں چھوڑے گا (۲) عیدین کی نماز کے بعد پنجگانہ نمازوں کی طرح دعا مانگنا مسنون ہے۔ فرمایا ولیشھدن الخیر ودعوۃ المسلمین۔ خیر اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں۔ عطف میں اصل تغایر ہے۔ خیر سے یہاں مراد نماز عیدین ہے، اور دعوۃ المسلمین سے دعا، اب اگر یہ مان لیا جائے کہ عیدین میں دعا نہیں تھی تو دعوۃ المسلمین کا کیا مفاد ہوگا۔ علامہ عینی لکھتے ہیں :۔

ولیکن ممن یدعو او یومن رجاء برکۃ المشھد الکریم [1] یہ عورتیں بھی دعا کریں یا دعا پر آمین کہیں۔ اس مبارک مجمع کی برکت کے حصول کی امید پر۔

(۳) عورتیں مردوں کا علاج کر سکتی ہیں اگرچہ وہ غیر محرم ہوں اگرچہ انھیں ہاتھ لگانا پڑے حتی کہ مرہم پٹی بھی کر سکتی ہیں۔ مگر یہ شرط ضرور ہے کہ کوئی مرد یا محرم عورت معالج نہ مل سکے تو (۴) حائضہ وغیرہ کسی مسجد میں نہیں جا سکتیں (۵) انھیں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں (۶) منیٰ، عرفات، مزدلفہ جا سکتی ہیں۔

---

[1] عینی جلد ثالث ص ۳۰۵

الْحَيَّضُ الْمُصَلّٰى، قَالَتْ حَفْصَةُ فَقُلْتُ الْحُيَّضُ فَقَالَتْ اَلَيْسَتْ تَشْهَدُ

حیض والیاں مصلے سے الگ رہیں، حفصہ نے کہا، اس پر میں نے کہا کیا حیض والیاں بھی۔ فرمایا

عَرَفَةَ وَكَذَا وَكَذَا ؕ

کیا وہ عرفہ اور فلاں فلاں جگہ نہیں حاضر ہوتیں۔

ت (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳)

وَيُذْكَرُ عَنْ عَلِيٍّ وَّشُرَيْحٍ، اِنْ جَاءَتْ بِبَيِّنَةٍ مِنْ بَطَانَةِ اَهْلِهَا مِمَّنْ

حضرت علی اور قاضی شریح سے منقول ہے کہ اگر عورت اپنے گھر کے مخصوص افراد میں سے کسی کو گواہ لائے

تُرْضٰى دِيْنُهٗ اَنَّهَا حَاضَتْ ثَلٰثًا فِيْ شَهْرٍ صُدِّقَتْ ؕ وَقَالَ عَطَاءٌ اِقْرَاهَا

جس کے دین کو پسند کیا جاتا ہو (یعنی دیندار) کہ اسے ایک مہینے میں تین حیض آگیا تو اسکی بات مان لیجائیگی اور امام

مَاكَانَتْ ؕ وَبِهٖ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ ؕ وَقَالَ عَطَاءٌ، اَلْحَيْضُ يَوْمٌ اِلٰى خَمْسَةَ

عطا نے کہا (عدت کے ایام میں) اسکے حیض کے دن وہی ہیں جو (عدت) سے پہلے تھے۔ یہی ابراہیم نے بھی کہا۔

## تشریحات (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳)

**قاضی شریح** یمن میں جو فارسی النسل آباد ہوگئے تھے انھیں کی نسل سے تھے عہد نبوت انکو ملا مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل نہیں۔ ایمان کب لائے معلوم نہیں۔ ائمہ تابعین کے صف اوّل میں سے ہیں۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| ؕ بخاری جلد اول | عیدین | باب خروج النساء والحیض المصلی | ص ۱۳۳ |
| ایضا ایضا | ایضا | باب اذا لم یکن لها جلباب فی العید | ص ۱۳۴ |
| ایضا | 〃 | باب اعتزال الحیض المصلی | ص ۱۳۴ |
| 〃 〃 | المناسك | باب تقضی الحائض المناسك کلها الا الطواف | ص ۱۲۴ |
| مسلم 〃 | عیدین | فصل فی اخراج العواتق وذوات الخدور والحیض المصلی | ص ۱—۲۹۰ |
| ابوداؤد 〃 | صلوٰۃ | باب خروج النساء فی العید | ص ۱۶۱ |
| ترمذی 〃 | عیدین | باب فی خروج النساء فی العیدین | ص ۷۰ |
| نسائی 〃 | 〃 | باب خروج العواتق وذوات الخدور فی العیدین | ص ۲۳۱ |
| 〃 〃 | 〃 | باب اعتزال الحیض مصلی الناس | ص ۲۳۲ |
| ابن ماجه | عیدین | باب ماجاء فی خروج النساء فی العیدین | ص ۹۳ |

عہ دارمی ابن حزم عہ عبدالرزاق سہ عبدالرزاق

www.sirat-e-mustaqeem.net

عَشَرَ ؎ وَقَالَ مُعْتَمِرٌ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ سِیْرِیْنَ عَنِ الْمَرْاَةِ

اور عطاء نے کہا حیض ایک دن سے پندرہ دن تک ہے معتمر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انکے باپ نے ابن سیرین سے اس عورت کے بارے میں

تَرَی الدَّمَ بَعْدَ قُرْءِهَا بِخَمْسَةِ اَیَّامٍ قَالَ النِّسَاءُ اَعْلَمُ بِذَالِكَ ؎

پوچھا جو حیض آنے کے پانچ دن بعد پھر خون دیکھے تو انھوں نے فرمایا عورتیں اسے اچھی طرح جانتی ہیں۔

عابد، زاہد، عالم، فاضل، شاعر سبھی خوبیاں ان میں جمع تھیں۔ عرب ہی نہیں دنیا کے عظیم قاضیوں میں سے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم نے انھیں کوفے کا قاضی بنایا تھا۔ اس زمانے سے لے کر حجاج کے عہد تک مسلسل کوفے کے قاضی رہے درمیان میں صرف تین سال حضرت عبداللہ بن زبیر کے عہد خلافت میں اس عہدے سے الگ رہے۔

بدایہ نہایہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں معزول کر دیا تھا پھر حضرت معاویہ نے انھیں اپنے عہد حکومت میں کوفے ہی کا قاضی بنایا۔ حجاج کے زمانے میں استعفا دے کر علیحدہ ہو گئے درمیانی تین سال چھوڑ کر پچھتر سال اس عہدے پر رہے ۹۵ھ میں یا اس سے کچھ پہلے ایک سو بیس سال کی عمر پاکر وصال فرمایا۔ ان کا وصال کب ہوا اس میں کثیر اختلاف ہے علامہ عینی نے وہی لکھا ہے جو ابھی ہم نے ذکر کیا۔

تفویض قضا کا قصہ یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم نے ایک شخص سے ایک گھوڑا خریدا اس سے پوچھکر اس کو جانچنے کے لئے اس پر سوار ہوئے۔ کچھ دور جاکر گھوڑا مر گیا، حضرت فاروق اعظم نے گھوڑے کے مالک سے کہا اپنا گھوڑا لے اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا، چلو ہم دونوں کسی کو حکم مان لیں۔ اس نے انھیں قاضی شریح کا نام لیا حضرت فاروق اعظم نے تسلیم کر لیا۔ قاضی شریح نے طرفین کا بیان سُنکر حضرت فاروق اعظم سے فرمایا، امیر المومنین یا تو جیسا اس کا گھوڑا تھا یعنی زندہ ویسے ہی واپس کیجئے یا پھر اس کی قیمت دیجئے۔ فاروق اعظم نے یہ فیصلہ سُنکر فرمایا۔ فیصلہ یہ ہے کوفے جاؤ میں نے تم کو وہاں کا قاضی بنایا۔ قدرت نے ایسا ملکہ دیا تھا کہ چہرہ دیکھکر پہچان لیتے کہ حق کس کے ساتھ ہے۔

ایک بار ایک عورت روتی ہوئی آئی، اس حال میں اپنا دعویٰ پیش کیا کہ آنسوؤں کے تار بندھے ہوئے تھے۔ دیکھنے والے نے کہا یہ مظلوم معلوم ہوتی ہے۔ قاضی صاحب نے فرمایا یہ ضروری نہیں۔ حضرت یوسف کے بھائیوں کے بارے میں قرآن مجید میں ہے وَجَآءُوْٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً یَّبْكُوْنَ اپنے باپ کے پاس عشار کے وقت روتے ہوئے آئے۔ آخر کار فیصلہ اس عورت کے خلاف ہوا۔

بہت دلچسپ باتیں کرتے تھے۔ زیاد بن ابیہ نے حضرت معاویہ کو لکھا کہ میں نے آپ کے لئے عراق بائیں ہاتھ سے قابو میں کر لیا ہے۔ داہنا ہاتھ آپ کی اطاعت کے لئے خالی ہے۔ مجھے حجاز کا بھی والی بنا دیں۔ یہ خبر جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ملی، یہ اس وقت مکہ میں تھے، تو یہ دعا کی اے اللہ زیاد کے داہنے ہاتھ کو ہم سے دور رکھ۔ یہ دعا تیر قضا بن گئی۔ زیاد کے داہنے ہاتھ میں طاعون کی گلٹی نکل آئی معالجین نے کہا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے۔ زیاد نے قاضی شریح سے مشورہ کیا فرمایا

؎ دارمی۔ دارقطنی ؎ دارمی

رزق مقسوم ہے موت کا وقت مقرر ہے۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ تم دنیا میں رہو اور تمہارا ہاتھ کٹا ہوا ہو۔ یا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں جاؤ اور پوچھے کہ یہ ہاتھ کیوں کٹوایا تو تم یہ کہو تیری ملاقات سے بچنے کے لئے۔ زیاد نے ان کا مشورہ قبول کر لیا اسی دن مر گیا۔ عوام کو زیاد سے جو عداوت تھی وہ یہی چاہتے تھے کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ لوگوں نے قاضی صاحب کو ملامت کی تو فرمایا۔ زیاد نے مجھ سے مشورہ کیا تھا، اور جس سے مشورہ کیا جائے وہ امانت دار ہوتا ہے ورنہ میں بھی یہی پسند کرتا تھا کہ روز اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں۔

اس عہد کے آپسی جھگڑوں میں ہمیشہ الگ تھلگ رہے حتی کہ لڑائی جھگڑے کے واقعات بھی نہیں سنتے تھے۔ نہ کسی سے پوچھتے تھے اس پر ایک صاحب نے کہا اگر میں نہ پوچھوں تو مر جاؤں [1]

**اثر اوّل:** ۔ پورا یہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک عورت اور مرد آئے۔ مرد نے اس عورت کو طلاق دیدی تھی۔ عورت کا یہ کہنا تھا کہ میری عدت ختم ہو گئی، حالانکہ ابھی طلاق دئے ایک ہی مہینے ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاضی شریح سے کہا تم فیصلہ کر دو، انھوں نے عرض کیا حضور موجود ہیں اور میں فیصلہ کروں۔ فرمایا فیصلہ کرو۔ قاضی شریح نے یہ فیصلہ کیا۔ اگر اپنے گھر کی عادل دیندار عورتوں میں سے کسی کو لائے جو یہ گواہی دے کہ اس مدت میں اسے تین حیض آچکے ہیں ہر حیض پر پاک ہو کر اس نے نماز پڑھی ہے تو عدت پوری ہو گئی ورنہ نہیں، حضرت علی نے فرمایا۔ قالون یعنی تم نے اچھا فیصلہ کیا یہ رومی لفظ ہے۔ دوسرا اور تیسرا اثر یعنی حضرت عطاء اور حضرت ابراہیم نخعی کا قول بھی عدت ہی کے بارے میں ہے ـــ مراد یہی ہے کہ عدت کے پہلے اس کی جتنے دنوں حیض آنے کی عادت تھی عدت میں بھی اسی کا اعتبار ہوگا۔

حضرت عطار کے دوسرے قول یعنی چوتھے اثر کا مفاد یہ ہے کہ حیض کی مدت کم از کم ایک دن اور زیادہ سے زیادہ پندرہ دن ہے۔ پانچویں اثر یعنی حضرت ابن سیرین کے قول کا مطلب یہی ہے کہ عورت کو جیسی عادت ہو اس کے مطابق اس کے حیض کے ایام ہوں گے۔

**باب کی توضیح** یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔

اذا حاضت فی شھر ثلث حیض وما یصدق النساء فی الحیض والحمل فیما یمکن ۔

جب عورت کو ایک مہینے میں تین حیض آئے۔ حیض وحمل کے معاملے میں عورتوں کی بات مانی جائیگی اگر وہ جو کہیں ممکن ہو تو۔

باب کا دوسرا حصہ اجماعی ہے۔ البتہ پہلا حصہ اختلافی ہے۔ امام بخاری نے باب کی تائید میں جو آیت ذکر کی ہے۔ اس سے صرف دوسرا حصہ ثابت ہوتا ہے۔ پہلا حصہ یعنی یہ کہ ایک مہینے میں تین آسکتے ہیں ثابت نہیں ہوتا۔ لامحالہ امام بخاری کو اقوال رجال کا سہارا لینا پڑا اور افسوس یہ ہے کہ احادیث مرفوعہ کے مقابلے میں ـــ وہ بھی بعض ایسے اقوال رجال سے جو امام بخاری کے طریقے پر ضعیف ہیں۔ مثلاً حضرت علی اور قاضی شریح کے اثر کے راوی شعبی ہیں، شعبی کا حضرت علی سے سماع ثابت نہیں اگرچہ زمانہ ایک ہے

**حیض وطہر کی اقل مدت** اس کی تفصیل یہ ہے ـــ حیض وطہر کی اقل مدت اور اکثر مدت کے سلسلے میں چاروں ائمہ کے چار مذہب ہیں ـــ حضرت امام مالک کا مذہب یہ ہے۔ عدت کے معاملے میں حیض کی اقل مدت

[1] عینی بدایہ نہایہ ۔ ابن خلکان

تین دن ہے اور نماز روزے اور وطی کے معاملے میں ایک قطرہ تک ہے۔ یعنی ایک قطرہ خون آکر رک جائے تو حیض ختم۔ اقل طہر کی کوئی مدت نہیں۔ حنبلی حضرات کا مذہب مختار یہ ہے کہ اقل حیض کی کوئی مدت نہیں۔ البتہ اقل طہر کی مدت تیرہ دن ہے۔ امام شافعی کے یہاں اقل حیض کی مدت ایک دن اور اقل طہر کی مدت پندرہ دن۔ ہمارے یہاں اقل مدت حیض تین دن اور تین راتیں ہیں اور اقل مدت طہر پندرہ دن ہے۔ قاضی شریح کا فیصلہ امام مالک اور امام احمد کے مذہب کے مطابق ہو سکتا ہے۔ امام مالک کے مذہب پر بالکل ظاہر ہے۔ جب ان کے یہاں عدت کے معاملے میں اقل حیض کی مدت تین دن ہے۔ اور اقل طہر کی کوئی مدت نہیں۔ تو نو دن چند ساعت میں عدت پوری ہو سکتی ہے۔ اسی طرح امام احمد کے یہاں جب اقل حیض کی کوئی مدت نہیں۔ اور اقل طہر کی تیرہ دن ہے۔ تو ۲۶ دن اور چند ساعت میں عدت پوری ہو سکتی ہے۔ مثلاً شوہر نے طلاق دیا۔ فوراً خون کا ایک قطرہ آیا پھر تیرہ دن بند رہا۔ پھر ایک قطرہ آیا۔ پھر تیرہ دن بند رہا پھر ایک قطرہ آیا۔ اور بند ہو گیا۔ عدت پوری ہو گئی۔

البتہ ہمارے اور شوافع کے یہاں ایک مہینے میں عدت پوری نہیں ہو سکتی۔ امام شافعی کے یہاں تو اس لئے کہ ان کے یہاں عدت تین طہر ہے اور جس طہر میں طلاق دیا وہ بھی عدت میں شمار ہوگا۔ فرض کیجئے کسی نے طہر میں طلاق دی۔ طلاق دینے کے بعد فوراً حیض جاری ہو گیا۔ اب اس کے بعد ایک دن حیض کا پندرہ دن طہر کا پھر ایک دن حیض پندرہ دن طہر کے، اب تین طہر ہو گئے۔ یہ کل بتیس ۳۲ دن ہو گئے، اس سے کم میں امام شافعی کے مذہب کی رو سے عدت پوری ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ اس سے ظاہر کہ ان کے مذہب میں بتیس دن سے کم میں عدت پوری نہیں ہو سکتی۔ ہمارے یہاں عدت کے لئے کم از کم انتالیس دن ضروری ہیں۔ تین حیض کے لئے نو دن دو طہر کے لئے تیس دن۔

اب لامحالہ احناف اور شوافع کو، قاضی شریح کے اس فیصلے کی تاویل کرنی پڑے گی۔ مگر میرے خیال میں تاویل کی ضرورت نہیں۔ اولاً اس کے الفاظ میں خود اضطراب ہے جو روایت دارمی میں، یعلی بن عبید کے طریقے سے ہے۔ اس میں "حاضت فی شھرٍ" ہے اور ابن حزم نے جو بطریق ہشیم روایت کی ہے۔ اس میں "فی شھر او خمس وثلثین لیلۃ" ہے۔

ثانیاً جب احادیث مرفوعہ سے ثابت کہ اقل مدت حیض تین دن اور اکثر مدۃ حیض دس دن ہے۔ اور اقل طہر کی مدت پندرہ دن تو بہر حال احادیث مرفوعہ کو "قاضی شریح کے فیصلے کے مقابلے میں ترجیح ہوگی۔ ان احادیث پر اگرچہ باعتبار سند کلام کیا گیا ہے مگر تعدد طرق سے قوت پاکر درجہ حسن تک پہنچ چکی ہیں۔ جیسا کہ علامہ عینی نے شرح ہدایہ اور شرح بخاری میں ثابت فرمایا ہے۔ حدیث حسن احکام میں بھی حجت ہیں۔

رہ گئے بقیہ آثار، ان سب کے جواب میں یہی گذارش ہے کہ ارشادات رسول کے مقابلے میں کسی کو ترجیح نہیں نیز ان کے بالمقابل انھیں حضرات کے درجے کے دوسرے حضرات کے اقوال ہمارے موافق ہیں، جن کی فہرست عینی شرح ہدایہ میں موجود ہے علاوہ ازیں استحاضے کے بارے میں جو احادیث مروی ہیں اور خود امام بخاری نے یہاں جو حدیث ذکر فرمائی ہے اس میں، قدر الایام اللتی"، ہے۔ حضرت امام رازی اگرچہ شافعی ہیں۔ مگر انھوں نے اس سے استدلال فرمایا کہ اقل حیض کی مدت تین ہی دن ہوگی اس سے کم نہیں اور اکثر مدت دس دن اس سے زیادہ نہیں۔ وہ اس طرح کہ "ایام" جمع ہے۔ اقل جمع تین ہے۔ اور اعداد کی تمیز میں عشرۃ (دس) تک جمع لاتے ہیں۔ بولتے ہیں تسعۃ ایام۔ عشرۃ ایام۔ اسکے بعد

واحد لاتے ہیں کہتے ہیں۔ احد عشر یوما۔ لفظ ایام سے جہانتک اقل مدت پر استدلال ہے وہ سو فیصدی صحیح ہے۔ البتہ اکثر مدت پر استدلال میں خلجان ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں ہے:

کلوا واشربوا هنيا بما اسلفتم فی الایام الخالیه (الحاقۃ ۲۴) گذشتہ دنوں جو کچھ آگے بھیج چکے ہو اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ پیو

اس آیت میں ایام سے تقریبًا پوری زندگی مراد ہے۔ ایضاح البخاری کے حاشیے میں خود مصنف کی جو تاویل نقل کی ہے کہ اس سے مراد وہ ایام ہیں جو آیہ کریمہ اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ میں مذکور ہے۔ یعنی ہمارے دنوں سے ایک ہزار دن کا ایک دن ــــ اس کی تشریح مرتب صاحب نے یہ کی ہے، کہ حضرت آدم سے ابتک تقریبًا آٹھ ہزار سال گذر چکے ہیں۔ اگر ایام خالیہ سے دس دن مراد لئے جائیں تو وہ الف سنۃ کے حساب سے دس ہزار سال ہوتے ہیں اسطرح دنیا کی زندگی تین ہزار سال اور ہو سکتی ہے اور معلوم ہے کہ دنیا اب قیامت کے دہانے پر ہے۔ ج ۱۲، ص ۱۴۵

یہ تاویل بچند وجوہ باطل محض ہے۔ بلکہ قرآن کی تحریف معنوی ہے۔ اولًا یہاں جمع کا مقابلہ جمع سے ہے اسلئے آحاد کی آحاد پر تقسیم ہوگی مطلب یہ ہوا کہ یہ ہر جنتی سے کہا جائیگا۔ تو کیا ہر جنتی دس ہزار سال تو بڑی بات ہے ایک ہزار سال بھی دنیا میں رہا ہے؟

ثانیًا آپنے کیسے جان لیا کہ دنیا قیامت کے دہانے پر آگئی ہے کہ تین ہزار سال کے بعد قیامت آجائے گی جبکہ آپلوگوں کے عقیدے کی رو سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قیامت کا علم نہ تھا۔ ثالثًا آٹھ میں تین ملانے سے گیارہ ہوتے ہیں، دس نہیں ہوتے رابعًا گیارہ ہوگئے تو امام رازی کا استدلال رخصت۔ خامسًا آیت کا صریح منطوق یہ ہے کہ اس آیت میں "ایام خالیہ" سے مراد اس دنیا کے ایام ہیں۔ عند ربک والے ایام نہیں۔ سادسًا فرمایا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ (بقرہ)

اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا کہ تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم اللہ سے ڈرو گنتی کے چند دن

اسمیں کیا کہینگے۔ سابقًا آپ مستدل ہیں اور مستدل کیلئے احتمال کافی نہیں۔ مجھے کہنے دیجئے کوئی عجوبہ روزگار بات کہکر طلبہ سے داد وتحسین حاصل کرلینا اور بات ہے، اس کا فی الواقع صحیح ہونا اور بات ہے۔

بات اصل یہ ہے کہ عدد کیساتھ جب تمیز آتی ہے تو دس کے بعد واحد اور اس سے پہلے جمع آتی ہے۔ اور جب عدد کیساتھ نہ ہو تو جمع بولکر ہزارہا ہزار مراد ہو سکتے ہیں۔ حضرت ابن سیرین کے ارشاد میں آیا ہے۔ بعد قروئها۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ اس میں قرء سے مراد طہر ہے اسلئے کہ پہلے تری الدم اسی پر قرینہ ہے۔ خون کے بعد خون دیکھنے کا کیا معنی۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ نہیں "قرء" سے مراد حیض ہی ہے۔ یہاں سوال کا مقصد یہ ہے کہ عورت کو مخصوص دن خون آنے کی عادت تھی۔ اتنے دن خون آچکا پھر پانچ دن مزید آیا تو یہ پانچ دن حیض ہی میں شمار ہونگے یا نہیں۔ ابن سیرین نے جواب دیا، عورتیں اسے جانتی ہیں کہ عادت کے دنوں میں حیض ہے اور اس کے بعد استحاضہ۔ صاحب توضیح نے بھی یہی فرمایا کہ "قرء" سے مراد حیض ہے۔ خود ابن سیرین قرء سے مراد حیض لیتے تھے۔ اور ہر متکلم کے کلام کے وہی معنی متعین ہیں جو خود اس کا محاورہ ہو۔

## حدیث کنا لا نعد الکدرۃ والصفرۃ شیأ (۲۲۸)

عَنْ اُمِّ عَطِیَّۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا، قَالَتْ، کُنَّا لَا نَعُدُّ الْکُدْرَۃَ وَالصُّفْرَۃَ شَیْئًا

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہم لوگ گدلی اور زرد رطوبت کو کچھ نہیں شمار کرتے تھے

## حدیث المستحاضۃ تغتسل لکل صلوٰۃ (۲۲۹)

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت

وَسَلَّمَ اَنَّ اُمَّ حَبِیْبَۃَ اُسْتُحِیْضَتْ سَبْعَ سِنِیْنَ فَسَاَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ

ام حبیبہ کو سات سال استحاضہ رہا۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَالِکَ فَاَمَرَھَا اَنْ تَغْتَسِلَ فَقَالَ

تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا۔ تو حضور نے انھیں غسل کا حکم دیا اور فرمایا

## تشریحات (۲۲۸)

حیض کتنے رنگوں کا ہوتا ہے گذر چکا اور اس پر بقدر ضرورت کلام بھی ہو چکا۔ یہاں حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مراد یہ ہے کہ ایام حیض کے بعد ہم گدلے اور پیلے رنگ کی رطوبت کو حیض نہیں جانتے تھے۔ جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں اس کی تصریح ہے اسی وجہ سے امام بخاری نے باب میں یہ قید لگائی ہے ــــ فی غیر ایام الحیض ایام حیض میں اگر ان دونوں رنگ کی رطوبت دکھائی دے تو وہ حیض ہی ہے۔

## تشریحات (۲۲۹)

**حضرت ام حبیبہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ حضرت ام المومنین نہیں بلکہ جحش بن مطلب کی صاحبزادی اور ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کی بہن تھیں۔ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ ہیں۔ مسلم کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نام زینب تھا۔ عینی میں ہے کہ ام المومنین حضرت زینب کا نام پہلے برّہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر "زینب" رکھا۔ اس لئے کہ ان کی بہن اپنی کنیت ام حبیبہ کے ساتھ مشہور ہو گئی تھیں۔

**مستحاضہ کا حکم** یہ ہے کہ اس عارضہ سے پہلے جتنے دن حیض آتا تھا اتنے دن حیض شمار کرے نہ نماز پڑھے نہ روزہ رکھے۔ جب یہ دن پورے ہو جائیں تو غسل کر کے نماز پڑھے۔ ہر نماز کے لئے غسل واجب نہیں۔ البتہ ہر نماز کے لئے وقت نکلنے کے بعد وضو

---

عہ ابوداؤد جلد اوّل، طہارت، باب فی المراۃ تری الکدرۃ والصفرۃ بعد الطہر ص۳۳۔ نسائی جلد اول حیض باب الصفرۃ والکدرۃ ص۶۱۔ ابن ماجہ طہارت باب ملجاء فی المحائض تری بعد الطہر الصفرۃ والکدرۃ ص۴۷۔

| |
|---|
| هٰذَا عِرْقٌ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلٰوةٍ عه |
| یہ رگ ہے۔ اس کے بعد وہ ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھیں۔ |

## حدیث ان صفیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قد حاضت (۲۳۰)

| |
|---|
| عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ |
| نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہلیہ مبارکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے |
| اَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ صَفِيَّةَ |
| رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صفیہ |

واجب ہے۔

**تکمیل** بخاری میں صرف یہ ہے۔ فامرھا تغتسل۔ مگر مسلم وغیرہ میں لکل صلوٰۃ زائد ہے۔ یعنی یہ حیض کے معتاد دن گذار کر ہر نماز کے لئے غسل کرے۔ یہ حکم استحبابی ہے یعنی ہر نماز کے لئے غسل کرنا اسے مستحب ہے۔ استحاضے کا خون، جوف رحم سے نہیں آتا۔ بلکہ رحم کے منہ کے قریب ایک رگ ہے جس کا نام "عاذل" ہے اس سے آتا ہے [1]

## تشریحات (۲۳۰)

**اُمّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا** یہ مدینے کے باشندے یہودیوں کے مشہور قبیلہ بنی نضیر کے سردار حُیَیّ بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ جب ۴ھ میں باوجود باہمی معاہدے کے انھوں نے بدعہدی کی حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہید کرنے کی سازش کی۔ تو انھیں جلا وطن کر دیا گیا۔ یہ جاکر خیبر میں آباد ہو گئے۔

یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں۔ انکا باپ بنو قریظہ کے ساتھ قتل ہوا۔ انکا نکاح پہلے سلام بن مشکم سے ہوا تھا۔ پھر کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوا۔ کنانہ خیبر میں جب مارڈالا گیا اور یہ قید ہو گئیں تو کرم فرماتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے حرم میں داخل فرمالیا۔ اور صہبا پر زفاف فرمایا۔ کھجور اور ستو سے دعوت ولیمہ فرمائی۔ اس سے پہلے یہ خواب دیکھا تھا کہ ایک چاند ان کی گود میں آگیا ہے۔ اس خواب کا تذکرہ اپنی ماں سے کیا۔ اس خبیثہ نے انھیں اس زور سے تھپڑ مارا کہ اس کا نشان رہ گیا۔ اور کہا تو اپنی گردن اٹھاتی ہے کہ شہنشاہ عرب کی ملکہ ہو۔ خدمت اقدس میں حاضری کے وقت اس کا نشان باقی تھا انھوں نے حضور کو دکھایا بھی۔ یہ حسن و جمال میں یکتا، علم و فضل میں یگانہ، تحمل و بردباری میں بے مثل تھیں۔ یہ جب مدینہ طیبہ آئیں تو انکا شہرہ سن کر عورتیں زیارت کے لئے گئیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ بھی گئیں۔ حضور نے انھیں دیکھ لیا۔ جب واپس آئیں

---

عه بخاری جلد اول حیض باب عرق الاستحاضة ص۴۵ مسلم جلد اول حیض باب المستحاضة وغسلها وصلوتها ص۱۶۰ ابو داؤد جلد اول طہارت باب ماروی ان الستحاضة تغتسل لکل صلوة ص۴۵ ترمذی جلد اول طہارت باب ماجاء فی الستحاضة انها تغتسل عند کل صلوة ص۱۹ نسائی جلد اول حیض باب ذکر الاستحاضة واقبال الدم وادباره ص۵۰ مزید بعد کے دو باب میں۔ ابن ماجه طہارت باب ماجاء فی المستحاضة اذا اختلط علیها الدم فلم تقف علی ایام حیضها ص۴۷

[1] نووی شرح مسلم جلد اول کتاب الحیض باب المستحاضة ص۱۵۱

بِنْتَ حُيَيٍّ قَدْ حَاضَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهَا

بنت حیی کو حیض آگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شاید وہ ہمیں

تو پوچھا کیسی ہے۔ انھوں نے کہا یہودیہ ہے۔ فرمایا۔ یہودیہ مت کہو۔ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ کہا کرتی تھیں کہ ہم دونوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں زیادہ معزز ہیں۔ ہم ان کی بیبیاں ہیں اور ان کے چچا کی بیٹیاں ہیں۔ اس کی خبر ان کو ملی تو رونے لگیں اسی حال میں حضور تشریف لائے۔ دریافت فرمایا۔ کیا بات ہے انھوں نے حضور سے شکایت کی۔ حضور نے فرمایا۔ تم نے ان دونوں سے یہ کیوں نہ کہہ دیا۔ تم دونوں مجھ سے بہتر کیسے ہو سکتی ہو حالانکہ میرے شوہر محمد ہیں اور میرے باپ ہارون اور میرے چچا موسیٰ علیہم السلام۔ مرض وصال میں تمام ازواج حاضر تھیں۔ حضور کا حال دیکھ کر حضرت صفیہ نے کہا۔ یا نبی اللہ کاش حضور کی بیماری مجھے ہوتی۔ اس پر تمام ازواج نے آنکھ مارا۔ حضور نے فرمایا۔ تم سب کلی کرو۔ ازواج نے عرض کیا کاہے سے۔ فرمایا۔ صفیہ کو آنکھ مارنے سے۔ بخدا وہ سچی ہے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بلوائیوں نے محاصرہ کر لیا تو یہ اپنے غلام کنانہ کے ساتھ خچر پر سوار ہو کر چلیں کہ بلوائیوں کو واپس کریں۔ اُشتر نے ان کے خچر کے منہ پر مارا تو لوٹ پڑیں۔ پھر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ کھانا پانی بھیجتی رہیں سنہ ۵۰ھ کے رمضان المبارک میں وصال ہوا جنت البقیع میں آسودہ ہیں ان سے دس حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے ایک بخاری نے لی ہے۔ [1]

**لغات** یہاں لعل، ترجی کے لئے نہیں۔ استفہام کے لئے ہے۔ مقصد یہ ہوا کیا وہ ہمیں روک دے گی؟ اس حدیث کی بعض روایتوں میں، عقریٰ، حلقیٰ، آیا ہے۔ عقری کا مادہ عقرٌ۔ اس کے معنی ہیں زخمی کرنا ذبح کرنا۔ کونچیں کاٹنا۔ بانجھ ہونا۔ ہلاک کرنا۔ عقری کے معنی یہ ہیں۔ اللہ اسے زخمی کرے مار ڈالے۔ بانجھ کردے۔ یہ اپنی قوم کو ہلاک کردے۔ حلقی۔ کا مادہ حلق ہے اس کے معنی، سر مونڈنا۔ حلق میں بیماری ہونا ہے۔ حلقی کے معنی ہوئے اس کا سر مونڈ دیا جائے۔ اس کی حلق میں بیماری ہو۔ اس کی قوم مونڈی جائے یعنی برباد ہو۔ علامہ قرطبی نے نقل کیا کہ عورتوں کو جب حیض آتا تو یہود ان کو عقری حلقی، کہا کرتے تھے۔ یہ تو ان دونوں الفاظ کی اصل ہوئی۔ عرف میں اس کے حقیقی معنی مراد نہیں ہوتے۔ یہ بھی اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔ جیسے قاتلہ اللہ، تربت یمینک وغیرہ استعمال ہوتے ہیں۔ یعنی، زجر و خفگی کے اظہار کے لئے بولتے ہیں۔ کبھی کبھی پیار کے لئے بھی۔ ترجمہ یہ ہوگا۔ کہ اللہ اسے مار ڈالے۔ بانجھ بنا دے، اس کا سر مونڈ دے۔

---

[1] عینی، اصابہ، استیعاب الاکمال بدایہ، نہایہ جلد ثامن۔ [2] بخاری جلد اول حیض باب المراۃ تحیض بعد الافاضۃ ص۴۷۔ بخاری جلد اول مناسک باب اذا حاضت بعد الافاضۃ ص۲۳۷۔ بخاری جلد اول مناسک باب الادماج من الحصب دو طریقے سے ص۲۳۸۔ بخاری جلد ثانی طلاق باب قول اللہ لایحل لھن ان یکتمن ماخلق اللہ فی ارحامھن ص۸۰۳۔ بخاری جلد ثانی مغازی باب حجۃ الوداع ص۶۳۰ مسلم جلد اول حج باب وجوب طواف الوداع ص۴۲۱۔ ابوداؤد جلد اول مناسک باب الحائض بعد الافاضۃ ص۲۷۳۔ نسائی جلد اول حیض باب المرأۃ تحیض بعد الافاضۃ ص۶۹ ترمذی جلد اول حج باب المرأۃ تحیض بعد الافاضۃ ص۱۱۳۔ ابن ماجہ مناسک باب الحائض تنفر قبل ان تنفر ص۲۲۷۔ دارمی مناسک ۷۴۔ موطا حج باب افاضۃ الحائض ص۱۲۹۔ مسند امام احمد۔

تَحْبِسُنَا۔ اَلَمْ تَكُنْ طَافَتْ مَعَكُنَّ فَقَالُوْا بَلٰى قَالَ فَاخْرُجِيْ ؕ

روک دے ۔ کیا تم لوگوں کے ساتھ اس نے طواف نہیں کیا تھا۔ تو لوگوں نے کہا۔ ہاں کرلیا تھا۔ فرمایا تو چلو ۔

## حدیث رخص للحائض ان تنفر اذا حاضت۔ (۲۳۱)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رُخِّصَ لِلْحَائِضِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حائضہ کو اجازت ہے کہ (طواف وداع) کئے بغیر

اَنْ تَنْفِرَ اِذَا حَاضَتْ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ فِيْ اَوَّلِ اَمْرِهٖ اَنَّهَا لَا تَنْفِرُ

کے سے واپس ہوسکتی ہے اور ابن عمر پہلے یہ کہتے تھے کہ (طواف وداع کئے بغیر) واپس نہ ہو

**مسائل** ① طواف افاضہ جسے طواف زیارت بھی کہتے ہیں۔ فرض ہے اس کا وقت دس ذوالحجہ کی صبح صادق سے لیکر مدت العمر ہے۔ اس کے بغیر کوئی احرام سے پورے طور پر باہر نہیں ہوتا۔ دسویں کو قربانی کرکے سر مونڈانے کے بعد عورت سے قربت کے علاوہ تمام ممنوعات احرام کی اجازت ہوجاتی ہے مگر جب تک طواف زیارت نہ کرلیں۔ قربت جائز نہیں۔ اگر بالفرض کوئی مرد وعورت طواف زیارت کے بغیر گھر واپس آجائے تو بھی قربت جائز نہ ہوگی جبتک کہ طواف زیارت نہ کرلے۔ ② حائضہ کو حیض کی حالت میں طواف کی اجازت نہیں۔ حیض کی حالت میں طواف صدر یا طواف وداع کرے گی تو ایک بکری کی قربانی واجب ہے اور اگر طواف زیارت کرے گی تو ایک اونٹ کی۔ ③ آج کل واپسی کے ٹکٹ کیوجہ سے بعض عورتوں کو یہ دشواری ہوتی ہے کہ وہ اپنے اس عارضہ کیوجہ سے ایام نحر میں بھی طواف زیارت نہیں کرپاتیں اور کبھی بعد میں بھی موقع نہیں ملتا۔ ایسی صورت میں درخواست دیکر اگر واپسی کی تاریخ بدلی جاسکے تو بدلوالینا ضروری اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اس کا حیلہ یہ ہے۔ کہ کوئی شخص عورت کے سامنے یہ مسئلہ بیان کردے کہ جو عورت حیض کی حالت میں طواف زیارت کرے گی وہ گنہگار ہوگی۔ اس پر ایک اونٹ کی قربانی واجب ہے۔ [1] ⑤ حائضہ ونفساء سے طواف وداع ساقط ہے۔

## تشریحات (۲۳۱)

وکان ابن عمر الخ۔ یہ امام طاؤس کا کلام ہے۔ عینی میں ہے ھو کلام طاوس قولہ ثم سمعتہ ای قال طاؤس سمعت ابن عمر الخ۔ مگر ایضاح البخاری میں اسے ابن عباس کا قول بتایا ہے۔ ترجمے میں ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ پھر میں نے انھیں فرماتے سنا۔ اللہ عزوجل اس قوم کو ہدایت دے۔ یہ بھی توفیق نہیں ہوتی کہ تصنیف کے وقت شروح دیکھ لیں۔ اپنے جی سے جو آتا ہے۔ ہانک دیتے ہیں۔ ابتداءً اس مسئلہ میں اختلاف تھا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پہلے

[1] بخاری جلد اول حیض باب المرأۃ تحیض بعد الافاضۃ ص۴۷ [2] ردالمحتار جلد ثانی ص۱۹۳۔

ثُمَّ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ تَنَفَّرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لَهُنَّ

مگر بعد میں میں نے خود سنا کہ وہ فسنہ ماتے تھے جا سکتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اس کی اجازت دی ہے

## حدیث الحائض تغتسل وتصلی ولو ساعة من نهار (۲۳۲)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّيْ وَلَوْ سَاعَةً

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ مستحاضہ غسل کرے اور نماز پڑھے اگرچہ تھوڑی دیر

اپنے اجتہاد سے یہ فتویٰ دیتے تھے کہ فرائض حج سے فراغت کے بعد اگر کسی عورت کو حیض آجائے تو وہ پاک ہونے تک مکہ معظمہ ٹھہری رہے پاکی کے بعد طواف وداع کر کے اپنے گھر جائے۔ مگر جب انھیں حدیث مل گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حائضہ کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ طواف وداع کئے بغیر واپس ہو سکتی ہے تو وہ بھی اس کے مطابق فتویٰ دینے لگے۔

## تشریحات (۲۳۲)

یہاں باب یہ ہے۔ اذا رأت المستحاضة الطهر۔ جب مستحاضہ طہر دیکھے۔ اس کا دو مطلب ہے ایک یہ کہ واقعی حیض بند ہو جائے دوسرے یہ کہ حکماً طہر دیکھے مثلاً اس کی عادت کے دن پورے ہو گئے یا یہ کہ خالص سفید رطوبت آنے لگی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس فتویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اقل طہر کی کوئی مدت نہیں۔ ایک ساعت بھی ہو سکتی ہے۔ یہ جمہور کے مسلک کے خلاف ہے۔ جمہور اور ہمارا اور شوافع کا مسلک یہ ہے کہ اقل طہر کی مدت پندرہ دن ہے۔

مستحاضہ سے وطی جائز ہے یا نہیں اس سلسلے میں خود صحابہ کرام میں اختلاف تھا۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مسلک یہ تھا کہ جائز نہیں۔ اور یہی زہری ابراہیم نخعی ابن سیرین اور حکم کا قول ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ہمیں ایسی ہی احادیث ملی ہیں جن میں صرف نماز کی اجازت ہے ہمبستری کے بارے میں کوئی اجازت وارد نہیں۔

جمہور فرماتے ہیں جماع سے ممانعت صرف حیض کی حالت میں تھی اس لئے کہ وہ اذی ہے۔ جب حیض ختم۔ تو اباحت لوٹ آتی ہے۔ علاوہ ازیں۔ ابوداؤد[1] میں ہے کہ۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے استحاضے کی حالت میں ان کے شوہر ہمبستری کرتے تھے۔ نیز دار قطنی اور ابوداؤد[2] میں ہے۔ کہ حمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر بھی اس حالت میں ان سے ہمبستری کرتے تھے۔ الصلوٰۃ اعظم کے بارے میں علامہ عینی نے فرمایا ظاہر یہ ہے کہ یہ امام بخاری کا قول ہے۔ یہ ان کا استخراج ہے یعنی حضرت ابن عباس کا قول نہیں۔

اس باب پر امام بخاری نے۔ حضرت فاطمہ بنت حُبَیش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے استدلال فرمایا جسمیں یہ ہے کہ حضور

---

[1] ابوداؤد جلد اول طہارت۔ باب المستحاضة یغشاہا زوجہا ص۳۲ [2] ایضاً [3] بخاری جلد اول حیض باب المرأة تحیض بعد الافاضة ص۴۷

مِّنْ نَّهَارٍ وَّ يَاتِيْهَا زَوْجُهَا اِذَا صَلَّتْ ، اَلصَّلٰوةُ اَعْظَمُ

کے لئے طہر دیکھے ۔ اگر یہ نماز پڑھ لے تو اس کے پاس اس کا شوہر آسکتا ہے۔ نماز بہت عظمت والی ہے۔

## حدیث اِنَّ امراۃ ماتت فی بطن فصلی علیھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۲۳۲)

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ، اَنَّ امْرَأَةً مَّاتَتْ فِيْ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت پیٹ کی

نے یہ فرمایا۔ جب حیض آنے لگے تو نماز چھوڑ دے جب ختم ہو جائے تو خون دھو کر نماز پڑھ۔ مراد یہ ہے کہ غسل بھی کرے۔ اس کا ذکر اس لئے نہیں فرمایا کہ یہ سب کو معلوم تھا کہ انقطاع حیض کے بعد غسل فرض ہے۔

## تشریحات (۲۳۳)

**حضرت سمرہ بن جندب** رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ بنی فزارہ کے چشم و چراغ تھے۔ یہ ابھی بچے ہی تھے کہ ان کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ انھیں لیکر ان کی والدہ مدینہ آئیں۔ بہت خوبصورت خاتون تھیں۔ بہت سے لوگوں نے پیغام دیا۔ ان کی ماں نے یہ شرط کی کہ میں اسی سے شادی کروں گی جو اس بچے کی بھی پرورش کا وعدہ کرے ایک انصاری نے اسے قبول کیا ان کے ساتھ انکا عقد ہو گیا۔ یہ اپنی ماں کے ساتھ انصار میں رہنے لگے۔ انصار کرام کی عادت تھی کہ ہر سال اپنے بچوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پیش کرتے۔ جو جہاد کے لائق ہوتا اسے قبول فرمالیتے۔ ایک بار ایک صاحبزادے کو حضور نے لشکر میں شامل ہونے کی اجازت دیدی۔ اس کے بعد حضرت سمرہ پیش ہوئے تو انھیں مسترد فرمادیا انھوں نے کہا یا رسول اللہ حضور نے اسے اجازت دیدی اور مجھے واپس فرمادیا۔ اگر ہم دونوں کشتی لڑیں تو اسے میں پچھاڑ دونگا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر لڑکے دکھاؤ۔ دونوں میں کشتی ہوئی حضرت سمرہ نے انھیں پچھاڑ دیا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں بھی لشکر میں شامل ہونے کی اجازت دیدی۔

زیاد بن ابیہ انھیں چھ مہینہ بصرہ کا والی بناتا اور چھ مہینے کوفے کا۔ جب زیاد مرا تو بصرہ کے والی تھے۔ حضرت معاویہ نے انھیں سال بھر اس عہدے پر باقی رکھا پھر معزول کر دیا۔ یہ خوارج کے معاملے میں بہت سخت تھے اسی لئے خوارج ان کو برا کہتے تھے ایک مرتبہ یہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک صاحب اور موجود تھے۔ حضور نے ان تینوں سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ تم تینوں میں جو سب کے بعد مریگا وہ آگ میں مریگا۔ اسی کے مطابق ہوا۔ انھیں بہت سخت گزاز (پیچش) ہو گئی اس کے لئے وہ بھپارا لیتے ایک بار بھپارا لیتے ہوئے کھولتے ہوئے پانی میں گر پڑے اور یہی پیام اجل ثابت ہوا۔ بصرہ ہی میں وصال ہوا ۵۹ھ سنہ وصال ہے۔ ان سے ایک سو تیئس احادیث مروی ہیں۔ جن میں سے چار بخاری نے روایت کی ہے۔ ایک حدیث انھیں سے

---

ع بخاری جلد اول حیض اذا مرأت المستحاضة الطهر ص۴۲ ابن ابی شیبہ

بَطْنٍ فَصَلّٰی عَلَیْهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ وَسْطَهَا ؏

کی تکلیف کیوجہ سے (زچگی کے دنوں میں) فوت ہوگئیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکی نماز جنازہ پڑھی نماز کیلئے انکے بیچ کھڑے ہوئے

یہ مروی ہے۔ حضرت امام حسن بصری نے فرمایا۔ کہ حضرت سمرہ اور عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما علمی مذاکرہ کر رہے تھے۔ حضرت سمرہ نے کہا میں نے نماز میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دو بار "سکتہ" یعنی "وقفہ" یاد رکھا ہے۔ ایک سکتہ، تکبیر تحریمہ کے بعد دوسرا "وَلَا الضَّآلِّیْنَ" کے بعد۔ حضرت عمران نے اسے نہیں مانا۔ لوگوں نے مدینہ طیبہ، حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا۔ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ جواب دیا۔ سمرہ نے سچ کہا اور یاد رکھا۔ لہ ان بیوی کا نام ام کعبؓ تھا۔ یہ انصاری خاتون تھیں۔ فی بطن میں۔ فی تعلیلیہ ہے۔ جیسے اس حدیث میں ہے۔ دخلت امرأۃ فی ھرۃ جلست۔ اور جیسا کہ آیت کریمہ۔ فَذٰلِكَ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ۔ میں ہے۔ فی بطن سے مراد بچے کی پیدائش کیوجہ سے موت واقع ہوئی جیسا خود بخاری کتاب الجنائز اور دوسری کتابوں میں ماتت فی نفاسھا۔ ہے۔ وسط میں دو روایت ہے۔ سین کو فتحہ اور سین کو سکون۔ جو سین کو فتحہ پڑھتے ہیں وہ اس کو اسم مانتے ہیں اور جو سکون پڑھتے ہیں وہ ظرف۔ منتشر اجزاء کے لیئے، سین کے سکون کے ساتھ ہے جیسے ناس دواب وغیرہ اور مجتمع الاجزاء کے لئے۔ سین کے فتحے کے ساتھ جیسے گھر وغیرہ۔ مگر یہ قاعدہ قرآن مجید کے خلاف ہے۔ ارشاد ہے۔ وَجَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا۔ اور ظاہر ہے کہ امت متفرق الاجزاء ہے۔

**مسائل** اس حدیث سے یہ مسائل مستنبط ہوئے ① جو جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت میں مرجائے تو اس کی بھی نماز جنازہ جائز ہے ② اس حدیث سے امام شافعی نے یہ استدلال کیا کہ میت اگر عورت ہے تو امام اس کی کمر کے پاس کھڑا ہوگا مگر ہمارا مذہب مختار ومفتی بہ یہ ہے کہ میت مرد ہو یا عورت سینے کے برابر کھڑا ہوگا۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ حدیث میں یہ نہیں ہے کہ کمر کے پاس کھڑے ہوئے۔ بلکہ۔ "وسطھا" ہے اسے اگر "وَسَطٌ" سین کے فتحے کیساتھ پڑھا جائے تو اس کے معنی بیچ کے ہوں گے۔ اب اگر ہاتھ پاؤں کو الگ مان کر دیکھیں تو بیچ سینہ ہی ہوگا اور اگر ہاتھ پاؤں کو ملا کر دیکھیں تو سینے سے اوپر دو عضو سر اور ہاتھ ہیں۔ اور سینے سے نیچے دو عضو یعنی پیٹ اور پاؤں ہیں بیچ کا عضو سینہ ہوگا۔ اور اگر "وَسْطٌ" سین کے سکون کے ساتھ پڑھیں تو اس کے معنی ہوئے درمیان کے۔ اور ظاہر ہے کہ درمیان سینے کو بھی شامل جسم کے درمیانی اعضاء میں یہ بھی ہے۔ وسط کی دلالت کمر پر قطعی نہیں۔ اس مسئلہ پر بقیہ گفتگو کتاب الجنائز میں ہوگی۔

---

ع۔ بخاری جلد اول حیض باب الصلوۃ عن النفساء وسنتھا ص۴۵ بخاری جلد اول جنائز باب الصلوۃ علی النفساء ماتت فی نفاسھا ص۱۷۴ بخاری جلد اول جنائز باب این یقوم من المرأۃ والرجل ص۱۷۴ مسلم جلد اول جنائز باب فی القیام وسط المرأۃ للصلوۃ علیھا ص۳۱۱ ابوداؤد جلد ثانی جنائز باب این یقوم الامام من المیت اذا صلے علیہ ص۱۰۱ ترمذی جلد اول جنائز باب ما جاء این یقوم الامام من الرجل والمرأۃ ص۱۲۳ نسائی جلد اول جنائز باب اجتماع جنائز الرجال والنساء ص۲۷۰ ابن ماجہ جنائز باب ما جاء این یقوم الامام اذا صلے علی جنازۃ ص۱۱۱ الاستیعاب اصابہ حنفی، لکل مسلم ص۳۱۱

## حدیث اصابۃ ثوب المصلی علی الحائض (۲۲۴)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالَتِي مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے اپنی خالہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ رضی اللہ

عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا كَانَتْ تَكُوْنُ حَائِضًا

تعالیٰ عنہا سے سنا کہ وہ حالتِ حیض میں ہوتیں۔ نماز نہیں پڑھتیں اور رسول اللہ صلی اللہ

لَا تُصَلِّيْ وَهِيَ مُفْتَرِشَةٌ بِحِذَاءِ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

تعالیٰ علیہ وسلم اپنی چھوٹی چٹائی پر نماز پڑھتے رہتے۔

## تشریحات (۲۲۴)

**عبداللہ بن شداد** رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عہد رسالت میں پیدا ہوئے ان کی والدہ سلمیٰ بنت عمیس تھیں۔ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس کی حقیقی بہن تھیں اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اخیافی بہن۔ ان دونوں کی ماں کا نام ہند بنت عوف ہے۔ ام المومنین حضرت میمونہ، حارث کی صاحبزادی ہیں اور سلمیٰ، عمیس بن معد کی۔ اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن شداد نے حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی خالہ کہا۔ مسجد۔ سے مراد نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ خود بخاری کتاب الصلوۃ میں بجائے مسجد کے یہ ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی وانا حذاءہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوتے اور میں حضور کے برابر ہوتی۔ مگر تعجب، صاحب ایضاح البخاری پر کہ اتنے بڑے شیخ الحدیث ہوتے ہوئے۔ یہاں۔ مسجد۔ کا ترجمہ سجدہ گاہ کر دیا ہے۔ کانت تکون۔ میں تین وجہ ہو سکتی ہے ایک تو یہ کہ دونوں میں سے ایک کو زائد مانیں۔ جیسے کسی نے کہا ہے۔ وجیران لنا کانوا کرام، میں کانوا، زائد ہے۔ کرام جیران کی صفت ہونے کیوجہ سے مجرور ہے۔ دوسرے یہ کہ " کانت " میں ضمیر قصہ اس کا اسم ہے اور۔ تکون حائضاً۔ اس کی خبر ہے۔ تیسرے یہ کہ " تکون " تصیر۔ کے معنی میں ہیں اور یہ کانت کی خبر ہو جائے اور۔ کانت۔ کی ضمیر مستتر اس کا اسم۔ یہاں امام بخاری نے باب کا کوئی عنوان نہیں قائم کیا ہے۔ اس کی توجیہات مقدمہ میں گذر گئی۔ یہاں ایضاح البخاری میں ایک لایعنی تقریر ہے جس کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ طلبہ پر دھونس جمائیں۔ ان کو یہ نہیں سمجھ میں آیا کہ نفساء یا حائضہ کو جب موت کے بعد غسل دیدیا گیا۔ تو جس طرح ان کی نجاست حقیقی دور ہو گئی۔ اسی طرح حکمی بھی دور ہو گئی۔ اب اس سوال کی گنجائش ہی نہیں کہ ان کی وفات پاکی میں ہوئی یا ناپاکی میں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ موت سے ایک اور نجاست طاری ہو گئی۔ تو اور نجاستین ہو گیا۔ مگر کیا آپ کو معلوم نہیں کہ دو نہیں اگر دس نجاستوں کا تواردہو تو بھی ایک ہی غسل کافی ہے ایک عورت حیض

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي عَلَى خُمْرَتِهِ إِذَا سَجَدَ أَصَابَنِي بَعْضُ ثَوْبِهِ۔ ع

میں اس کے برابر لیٹی رہتی جب سجدہ کرتے تو حضور کے کپڑے کا کچھ حصہ مجھ سے چھو جاتا۔

سے باہر ہوئی ابھی غسل نہیں کیا تھا کہ جنبی بھی ہوگئی۔ اسے ایک ہی غسل کافی نہیں۔ ۲۔ ابوذر اور اصیلی وغیرہ کی روایت میں "باب" نہیں۔ اس سے پہلی والی اور اس حدیث میں مناسبت کے لئے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ پہلی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ نفاس سے ظاہر بدن ناپاک نہیں ہوتا اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حیض سے بھی ظاہر بدن ناپاک نہیں ہوتا۔ اس خصوص میں حیض و نفاس ایک حکم میں ہیں۔

**مسائل** ① اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حیض سے عورت کا ظاہری جسم ناپاک نہیں ہوتا۔ یہ باطنی حکمی نجاست ہے ــــ ② نمازی کے برابر سونے میں کوئی حرج نہیں جبکہ نمازی ایسا ہو کہ اس کے دل بٹنے کا اندیشہ نہ ہو۔ ورنہ سونے والے کے نزدیک نماز پڑھنا منع ہے۔ ③ کھجور وغیرہ کے پتوں سے بنی ہوئی چٹائی پر نماز پڑھنا جائز ہے افضل یہ ہے کہ زمین پر پڑھے اسلئے کہ اس میں تذلل زیادہ ہے۔ چٹائی ہی کے حکم میں کپڑے وغیرہ کے مصلے بھی ہیں البتہ ایسی ریشمی جانماز پر نماز مکروہ تحریمی ہے جو خالص ریشم کی ہو یا جس کا بانا ریشم کا ہو اگرچہ تانا کسی اور چیز کا ہو۔

---

ع بخاری جلد اول حیض باب ۲۴۔ بخاری جلد اول صلوۃ باب اذا اصاب ثوب المصلی امرأته اذا سجد ۵۵۔ بخاری جلد اول صلوۃ باب الصلوۃ علی الخمرۃ ۵۵۔ مسلم جلد اول مساجد باب جواز الجماعة فی النافلة والصلوۃ علی الحصیر والخمرۃ ۲۳۴
ابو داؤد جلد اول صلوۃ باب الصلوۃ علی الخمرۃ۔ نسائی اول مساجد باب الصلوۃ علی الخمرۃ ۱۲۔ ابن ماجہ اقامة الصلوۃ باب من صلی وبینه وبین القبلة شی ۹۔ دارمی صلوۃ ۱۰۔ مسند امام احمد۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# کِتَابُ التَّیَمُّمُ

## حدیث انقطع عقدلی (۲۳۵)

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ

## کتاب التیمم

**مناسبت** اس کے پہلے وضو اور غسل کا بیان تھا جو پانی سے حدث اصغر اور اکبر کے دور کرنے کا نام ہے۔ اب تیمم کا بیان شروع فرمایا۔ جو بحالت مجبوری وضو اور غسل کا بدل ہے۔ جو مٹی وغیرہ سے دونوں حدثوں کے دور کرنے کا نام ہے۔ ازالہ حدث کے طریقوں میں ایک طریقہ یہ بھی ہے۔ چونکہ وضو اور غسل اصل ہیں اور یہ بدل۔ اس لئے پہلے ان کو بیان کیا پھر تیمم کا بیان شروع فرمایا۔

یہاں کتاب کو رفع بھی پڑھنا جائز ہے اس تقدیر پر کہ مبتدا ہے محذوف ھٰذا کی خبر ہے۔ اور نصب بھی درست ہے اس طرح کہ اسے خُذْ یا اس کے ہم معنی کسی لفظ کا مفعول بہ بنائیں۔ تیمم کے لغوی معنی قصد و ارادے کے ہیں۔ اس کا مادہ اَمٌّ ہے جس کے معنی قصد کے ہیں۔ شرع میں تیمم کے معنی یہ ہیں زمین یا زمین کی جنس کو چہرے اور ہاتھوں پر ملنا، حقیقۃً یا حکماً۔ پاکی حاصل کرنے، نماز مباح ہونے کی نیت سے۔ اور زمین یا زمین کی جنس کا پاک کرنے والا ہونا شرط ہے۔ [1]

تیمم اس امت کی خصوصیات سے ہے۔ جعلت لی الارض مسجداً وَّ طھوراً۔ میرے لئے پوری زمین کو نماز کی جگہ اور پاک کرنے والی کردی گئی۔

## تشریحات (۲۳۵)

**بیداء**۔ مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کے راستے میں، مزدلفہ کے قریب ایک بستی کا نام ہے۔ ذات الجیش مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کے مابین مدینہ طیبہ سے نصف منزل دوری پر وادی عقیق سے سات میل کے فاصلے پر ایک بستی ہے۔ یطعنني۔ یہ جب نصر ینصر سے آتا ہے تو اس کے معنی کو نچا دینے کے آتے ہیں یعنی محسوس طعن۔ اور جب فتح یفتح سے آتا ہے تو اس کے معنی معنوی طعن یا ملامت کرنے کے آتے ہیں۔

---

[1] البحر الرائق جلد اول باب التیمم و رد المحتار جلد اول باب التیمم۔

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِہٖ حَتّٰی اِذَا کُنَّا

تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں نکلے۔ جب ہم بیداء یا ذات الجیش میں پہونچے

بِالْبَیْدَاءِ اَوْ بِذَاتِ الْجَیْشِ اِنْقَطَعَ عِقْدٌ لِّیْ فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

تو میرا ایک ہار ٹوٹ کر (گر پڑا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْتِمَاسِہٖ وَاَقَامَ النَّاسُ مَعَہٗ، وَلَیْسُوْا عَلٰی مَاءٍ

تلاش کرنے کے لئے ٹھہر گئے اور لوگ بھی رک گئے۔ نہ تو لوگ پانی پر تھے

## آیت تیمم کس سفر میں نازل ہوئی

علامہ ابن عبدالبر نے تمہید میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بنی مصطلق میں پیش آیا تھا جس کا دوسرا نام غزوہ مریسع بھی ہے۔ یہ غزوہ ۵ھ یا ۶ھ میں ہوا تھا اسی میں واقعہ افک بھی پیش آیا تھا۔ ان کی دلیل حدیث افک کا یہ حصہ ہے۔ فانقطع عقدٌ لها من جزع ظفار فحبس الناس ابتغاءه۔ ظفار کے مہروں کا ان کا ہار ٹوٹ کر گر پڑا اس کی تلاش کے لئے لوگ رک گئے۔

علامہ ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ غزوہ ذات الرقاع کا ہے جو ۴ھ میں ہوا ہے۔

علامہ عینی نے فرمایا۔ ان دونوں کے معارض طبرانی کی یہ روایت ہے۔ کہ ام المومنین فرماتی ہیں۔

لما کان من امر عقدی ما کان وقال اهل الافك ما قالوا۔ خرجت مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی غزوة اخری فسقط ایضا عقدی حتی حبس الناس علی التماسه وطلع الفجر فلقیت من ابی بکر ما شاء الله وقال یا بنیة فی کل سفر تکونین عناءً وبلاءً لیس مع الناس ماء فانزل الله الرخصة فی التیمم فقالوا ابوبکر انك ما علمت لمبارکة۔

جب میرے ہار کا جو قصہ ہونا تھا وہ ہو چکا اور اہل افک کو جو کہنا تھا کہہ چکے تو اس کے بعد میں ایک دوسرے غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلی تو پھر میرا ہار گر گیا اور لوگوں کو اس کے تلاش کے لئے رکنا پڑا اور فجر طلوع کر آئی۔ تو اللہ نے جو چاہا مجھے ابوبکر سے تکلیف پہنچی اور انھوں نے یہ بھی کہا اے بیٹی تم ہر سفر میں مصیبت اور بلا ہو جاتی ہو۔ لوگوں کے ساتھ پانی نہیں۔ اب اللہ عزوجل نے تیمم کی اجازت نازل فرمائی تو ابوبکر نے کہا تم نے جو کچھ کیا تم برکت والی ہو۔

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ ،، واقعہ افک ،، اس قصے سے پہلے کا ہے اور دونوں میں ہار ٹوٹ کر گرا تھا۔

اس خادم کی بھی یہی رائے ہے کہ جس سفر میں تیمم کی آیت نازل ہوئی یہ واقعہ افک کے علاوہ دوسرا واقعہ ہے۔ اس لئے کہ واقعہ افک میں یہ ہے۔ کہ ہار اس وقت گرا تھا جب حضرت ام المومنین قضاء حاجت کے لئے گئی تھیں۔ واپس آکر سینہ پر ہاتھ گیا تو ہار نہیں تھا۔ تو اسے تلاش کرنے کے لئے جہاں قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئی تھیں پھر گئیں۔ اتنے میں لشکر

(وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ) فَاَتَى النَّاسُ اِلٰى اَبِىْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ فَقَالُوْا اَلَا تَرٰى

اور نہ لوگوں کے ساتھ پانی تھا۔ لوگ ابو بکر صدیق کے پاس آئے اور یہ شکایت کی کہ آپ دیکھتے نہیں

مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ، اَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسِ

عائشہ نے کیا، کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روک لیا اور لوگوں کو بھی۔

وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ۔ فَجَاءَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حالت یہ ہے کہ نہ تو لوگ پانی پر ہیں اور نہ لوگوں کیساتھ پانی ہے۔ یہ سنکر ابو بکر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ

روانہ ہوگیا۔ یہ اکیلی رہ گئیں اور ہار مل گیا۔ نہ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہار کے گم ہونے کی اطلاع دی گئی اور نہ ہار کی تلاش کے لئے لشکر رکا اور نہ ہار تلاش کرنے کے لئے کسی کو مقرر کیا گیا تھا۔ مگر آیت تیمم کے شان نزول کے واقعے میں۔ یہ تفصیلات مذکور ہیں کہ ہار کے گم ہونے کی اطلاع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دی گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہار تلاش کرنے کے لئے خود بھی قیام فرمایا اور پورا لشکر رکا۔ حتیٰ کہ نماز فجر کے وقت تک رکا رہا۔ آیت تیمم نازل ہوئی۔ سب نے تیمم کر کے نماز پڑھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کو تلاش کرنے کے لئے مقرر فرمایا۔ مگر جب حضرت ام المومنین کا اونٹ اٹھایا گیا تو اونٹ کے نیچے ہار ملا۔ حضرت ام المومنین اکیلی نہیں قافلے کے ساتھ ساتھ رہیں۔ قافلہ رات کے پچھلے پہر نہیں، نماز فجر کے بعد چلا۔ اس لئے اتنا تو طے ہے کہ واقعہ افک جس سفر میں پیش آیا تھا اس میں آیت تیمم نہیں نازل ہوئی تھی بلکہ کسی اور سفر میں نازل ہوئی تھی۔

اب بحث طلب بات یہ رہ جاتی ہے۔ کہ یہ غزوہ ذات الرقاع کا واقعہ ہے یا کسی اور غزوے کا۔ علامہ ابن جوزی کی رائے ہے کہ یہ غزوہ ذات الرقاع کا واقعہ ہے جو ۴ھ میں ہوا۔ اور طبرانی کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ واقعہ افک کے بعد کا قصہ ہے۔ واقعہ افک کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ ابن سعد نے کہا کہ ۵ھ ۲ شعبان دوشنبہ کو حضور غزوہ مریسیع کے لئے نکلے تھے۔ امام بخاریؒ نے ابن اسحاق سے نقل کیا یہ غزوہ ۶ھ میں ہوا اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا ۴ھ میں۔ اگر غزوہ مریسیع اور ذات الرقاع دونوں کو ۴ھ میں مان لیا جائے جب تو معاملہ آسان ہے۔ لیکن اگر غزوہ ذات الرقاع کو ۶ھ میں اور غزوۂ بنی المصطلق کو ۵ھ یا ۴ھ میں مانیں تو معاملہ پھر مشکل ہوجاتا ہے۔ صحیح یہی ہے کہ غزوہ بنی المصطلق ۵ھ میں ہوا ہے۔ علامہ عسقلانی نے تحریر فرمایا کہ شاید یہ سبقت قلم ہے۔ اس لئے کہ مغازی ابن عقبہ میں متعدد طریقوں سے یہی ہے کہ یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا۔ علامہ سیوطی نے توشیح میں بھی یہی فرمایا کہ یہاں امام بخاری سے سبقت قلم ہوگیا ہے۔ ابن عقبہ کا قول ابن اسحٰق سے زیادہ صحیح ہے۔ یہ غزوہ ۶ھ میں نہیں ہوا۔ علامہ ابن حجر نے اس پر یہ دلیل قائم فرمائی۔ کہ واقعہ افک کے وقت حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیات تھے۔ اہل افک کے معاملے میں انھوں نے یہی عرض کیا تھا۔ حضور فرمائیں اگر وہ ہمارے قبیلے اوس کا ہے تو ہم اس کی

لہ بخاری جلد ثانی مغازی باب غزوہ بنی المصطلق ص۵۹۳

www.sirat-e-mustaqeem.net

53

عَلَيْهِ وَسَلَّمُوا اضِعٌ رَّاسَهٗ عَلٰى فَخِذِىْ قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُوْلَ

تعالیٰ علیہ وسلم اپنا سر میری ران پر رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ ابوبکر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ

علیہ وسلم اور لوگوں کو تونے روک لیا ؟ اور حال یہ ہے لوگ پانی پر نہیں اور نہ ان کے ساتھ پانی ہے

فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَعَاتَبَنِىْ اَبُوْبَكْرٍ وَّقَالَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ وَجَعَلَ يَطْعَنُنِىْ

عائشہ نے بتایا۔ اس پر ابوبکر مجھے سرزنش کرنے لگے اللہ نے جو چاہا کہا۔ اور میری کوکھ میں اپنے ہاتھ

گردن اڑا دیں۔ اور اگر ہمارے بھائی خزرج کا ہے تو حکم دیں ہم تعمیل کریں۔ ان کی شہادت غزوہ خندق میں تیر لگنے سے بنی قریظہ کے معاملے میں فیصلہ کے بعد ہوئی تھی۔ اور یہ طے ہے کہ غزوہ خندق شوال ۵ھ میں ہوا ہے۔ غزوہ بنی مصطلق کے لئے طے ہے کہ یہ شعبان میں ہوا تو لازم کہ زیادہ سے زیادہ ۵ھ میں ہوا غزوہ لحیان کے ۶ھ میں ہونے کا کوئی سوال نہیں۔ اتنا تو یقینی ہے کہ غزوہ ذات الرقاع غزوہ خندق کے بعد ہوا ہے اس لئے کہ خندق کے موقع پر تین نمازیں قضا ہو گئیں۔ صلوٰۃ خوف نہیں پڑھی گئی تو معلوم ہوا کہ خندق کے وقت تک صلوٰۃ خوف مشروع نہیں تھی۔ اور یہ بھی طے ہے کہ غزوہ ذات الرقاع میں صلوٰۃ خوف پڑھی گئی۔ نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے غزوہ نجد میں (یہ ذات الرقاع کا دوسرا نام ہے) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صلوٰۃ خوف پڑھی اور حضرت ابن عمر جس پہلے غزوہ میں شریک ہوئے تھے وہ خندق ہے۔ اور آگے بڑھئے۔ مسند امام احمد اور ابوداؤد و نسائی میں ہے۔ کہ حدیبیہ کے موقع پر "عسفان" میں عصر و ظہر کے درمیان صلوٰۃ خوف نازل ہوئی تھی[۱] پہلی صلوٰۃ خوف عسفان میں پڑھی گئی۔ تو معلوم ہوا کہ غزوہ ذات الرقاع حدیبیہ کے بعد ہوا۔ کتنے دن بعد ہوا۔ اس کا سراغ یہاں تک لگتا ہے کہ غزوہ خیبر کے بعد ہوا۔

اس لئے کہ اس میں حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جب آیت تیمم نازل ہوئی تو مجھے یہ نہیں سمجھ میں آیا کہ تیمم کیسے کروں۔ اور یہ لوگ خیبر کے فتح کے بعد خدمت اقدس میں خیبر ہی میں حاضر ہوئے نیز بخاری مغازی میں ہے۔ کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے غزوہ سابعہ کہا ہے اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ سن سات کا غزوہ۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ یہ ۷ھ میں ہوا۔ اس کا بھی لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یہ خیبر کے بعد ہوا۔ اس لئے کہ خیبر ۷ھ کے اوائل میں اور ۶ھ کے اخیر میں ہوا تھا۔

**دوسرا اشکال اور حل** اس حدیث میں۔ آیت تیمم۔ سے مراد کیا ہے۔ اس لئے کہ تیمم کا حکم دو آیتوں میں ہے ایک سورہ

---

[۱] بخاری جلد اول صلوٰۃ الخوف ص۱۳۷ ایضاً جلد ثانی مغازی غزوہ ذات الرقاع ص۵۹۲ نسائی جلد اول صلوٰۃ الخوف ص۲۲۹ [۲] ابوداؤد جلد اول صلوٰۃ باب صلوٰۃ الخوف ص۱۷۳۔ نسائی جلد اول صلوٰۃ الخوف ص۲۳۰ ایضاً ص۲۳۱۔ [۳] بخاری جلد ثانی مغازی غزوہ ذات الرقاع ص۵۹۲ [۴] بخاری جلد ثانی مغازی ذات الرقاع ص۵۹۳ ابوداؤد صلوٰۃ الخوف ص۱۷۵ ایضاً ص۱۷۶ نسائی جلد اول صلوٰۃ الخوف ص۲۲۹۔

بِيَدِهٖ فِيْ خَاصِرَتِيْ فَلَا يَمْنَعُنِيْ مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ

سے کوچنے مارنے لگے۔ مجھے ہلنے سے صرف یہ چیز مانع تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَخِذِيْ۔ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

کا سر اقدس میرے زانو پر تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کو

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ أَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَاءٍ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ

اٹھے تو پانی نہیں تھا۔ اس پر اللہ عزوجل نے تیمم کی آیت

نساء میں ہے۔ دوسری سورہ مائدہ میں ہے۔ دونوں آیتوں کے الفاظ ایک ہی ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ سورہ مائدہ کی آیت میں۔ وَاَيْدِيَكُمْ۔ کے بعد مِنْهُ بھی ہے۔ سورہ نساء کی آیت یہ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ﴿۴۳﴾

اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ جب تک جو کہو اسے سمجھنے لگو اور نہ ناپاکی کی حالت میں جب تک غسل (نہ) کرلو۔ مگر یہ کہ راستہ چل رہے ہو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا قضاء حاجت کرکے آئے ہو یا عورتوں سے ہمبستری کی ہو اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو اور اپنے چہرہ اور ہاتھوں کو ملو۔

سورہ مائدہ کی آیت کا ابتدائی حصہ یہ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ۔ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا۔ ﴿۶﴾

اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونا چاہو تو اپنے اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھوؤ اور اپنے اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے اپنے پاؤں ٹخنے تک دھوؤ اور اگر جنبی ہو تو خوب اچھی طرح پاک ہو لو۔

اس کے بعد بعینہٖ وہی الفاظ کریمہ ہیں جو سورہ نساء کے ہیں صرف بعد میں منہ کا اضافہ ہے۔ امام بخاری نے سورہ نساء کی آیت کے ضمن میں بھی بالاختصار یہی حدیث ذکر کی ہے اور سورہ مائدہ والی آیت کی بھی تفسیر میں یہی حدیث ذکر کی ہے۔ جس سے بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید امام بخاری اس کے قائل ہیں کہ ان دونوں آیتوں کا شان نزول ایک ہی واقعہ ہے۔ مگر ہر ذی علم پر واضح ہے کہ دونوں آیتوں کا شان نزول ایک ماننا بہت سطحی بات ہے۔ اگر دونوں جگہ کی روایتوں پر نظر دقیق ڈالیں گے تو واضح ہو جائے گا کہ امام بخاری نے قریب قریب یہ تصریح فرمادی ہے کہ اس موقع پر سورہ مائدہ کی آیت نازل ہوئی ہے۔ اس لئے کہ

عَزَّوَجَلَّ اٰیَۃَ التَّیَمُّمِ۔ فَتَیَمَّمُوْا فَقَالَ اُسَیْدُ بْنُ الْحُضَیْرِ،

اتاری۔ اس کے بعد لوگوں نے تیمم کیا۔ اسید بن حضیر نے کہا اے آل

سورہ نساء میں صرف یہ ہے فلم تجدوا ماء فتیمموا۔ اور سورہ مائدہ میں ہے فنزلت یا ایھا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا۔ الایۃ۔ یہ اس پر نص ہے کہ اس موقع پر، سورہ مائدہ کی آیت نازل ہوئی۔

اس روایت کے مطابق خود حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ ارشاد ہوا کہ اس واقعہ میں سورہ مائدہ کی آیت نازل ہوئی۔ نیز مسند حمیدی میں بھی یہ تصریح ہے۔ اس لئے راجح یہی ہے کہ اس حدیث میں آیت تیمم سے مراد سورہ مائدہ کی آیت ہے۔

علاوہ ازیں یہاں باب میں امام بخاری نے جو آیت نقل فرمائی ہے اس میں۔ منہ۔ ہے۔ اس سے بھی یہ اشارہ ملتا ہے کہ امام بخاری اس کے قائل ہیں کہ اس حدیث میں۔ آیت تیمم سے مراد، سورہ مائدہ کی آیت ہے۔

**تیسرا اشکال اور حل** ابن عربی نے کہا کہ اس وقت کون سی آیت نازل ہوئی یہ ایسا اشکال ہے جس کا کوئی حل نہیں۔ اللہ عزوجل نے ان اساطین ملت کو اسلام اور مسلمین کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ انکا کفش بردار عرض کرتا ہے۔ ہم بتا آئے کہ اس موقع پر سورہ مائدہ والی آیت نازل ہوئی اس سے ظاہر ہو گیا کہ صحیح یہ ہے کہ سورہ نساء والی آیت بعد میں نازل ہوئی۔ اس لئے کہ سورہ نساء کی آیت اگر پہلے نازل ہو چکی ہوتی تو اس وقت لوگوں کے پریشان ہونے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ تیمم کر کے نماز پڑھ لیتے پریشان کیوں ہوتے؟ رہ گیا یہ شبہ کہ پھر سورہ نساء میں تیمم کے دوبارہ ذکر کی ضرورت کیا تھی؟۔ یہ شبہ اس وقت لائق لحاظ ہوتا جبکہ قرآن مجید میں کچھ احکام مکرر مذکور نہ ہوتے۔ کتنے احکام مکرر مذکور ہیں۔ اسی طرح تیمم بھی دوبارہ مذکور ہوا تو کیا اعتراض۔ اس سے قطع نظر کرتے ہوئے یہاں ایک خاص فائدہ بھی موجود ہے۔ سورہ نساء کی آیت پر ایک بار پھر نظر بغور ڈالیں ارشاد ہے۔

اے ایمان والو نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک جو کہو اسے سمجھنے نہ لگو اور نہ ناپاکی کی حالت میں جب تک غسل نہ کر لو مگر یہ کہ راستہ طے کر رہے ہو۔ اگر آیت یہیں تک ہوتی اور اس کے بعد تیمم کا ذکر نہ ہوتا تو دو شبہ ہو سکتا تھا۔ ایک یہ کہ شاید اس نے آیت تیمم منسوخ کر دیا۔ دوسرا یہ کہ مسافر پر غسل جنابت نہیں۔ ان دونوں شبہوں کے دفعیہ کے لئے پھر تیمم کا ذکر فرمایا کہ یہ افادہ ہو جائے کہ تیمم کا حکم اب بھی ان لوگوں کے لئے باقی ہے جو پانی پر قدرت نہ رکھتے ہوں۔ خواہ انھیں غسل کی حاجت ہو خواہ وضو کی۔ خواہ مسافر ہوں خواہ مقیم۔

**ایضاح البخاری کی لایعنی تقریر** یہاں پھر وہی کہنا پڑتا ہے کہ صاحب ایضاح البخاری نے اپنے جی حضور کہنے والے طلبہ کو دھونس دینے کے لئے اس شق پر بھی نکتہ آفرینی کی ہے۔ کہ اگر یہ مان لیا جائے۔ سورہ نساء کی آیت پہلے نازل ہوئی۔ اور سورہ مائدہ کی بعد میں تو حضرات صحابہ کی پریشانی کا باعث یہ بات ہو سکتی ہے۔

کہ سورہ نساء کی آیت میں جنابت کا مسئلہ صراحت کے ساتھ نہیں ہے۔ اس آیت کریمہ میں یہ تصریح نہیں۔ کہ جنابت کی صورت میں بھی تیمم کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ ایک درجہ میں وہم یہی پیدا ہوتا ہے کہ جنبی کو بہر صورت غسل ہی کی ضرورت ہے ولا

مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبَعِيرَ الَّذِي كُنْتُ

ابوبکر یہ تمہاری پہلی برکت نہیں۔ عائشہ نے بتایا جب ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر

جُنُباً إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا۔ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ مسافر کے علاوہ جنابت کی صورت میں غسل کے بغیر نماز کے قریب جانے کی اجازت نہیں۔ حَتَّى تَغْتَسِلُوا سے معلوم ہوتا ہے کہ اغتسال ضروری ہے صرف مسافر مستثنیٰ ہے۔ جلد ۱۲ صـ ۱۶۳۔ اس پر گذارش یہ ہے۔ کہ جس طرح وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى، سے پہلے سورہ نساء میں وَلَا جُنُباً إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا ہے جس سے بقول آپ کے یہ توہم ہوتا ہے کہ مسافر کے علاوہ کسی جنبی کو غسل کے بغیر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ اسی طرح سورہ مائدہ میں۔ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُوا۔ ہے۔ اس سے آپ کی منطق سے یہ شبہ ہی نہیں یقین حاصل ہوتا ہے کہ کسی بھی جنبی کو غسل کئے بغیر نماز کی اجازت نہیں حتی کہ مسافر ہو جب بھی۔ پھر کوئی مجھے بتائے کہ سورہ مائدہ کی آیت کے نزول سے کیا فائدہ؟ بلکہ الٹے نقصان اس لئے کہ بقول آپ کے "سورہ نساء کی آیت میں مسافر مستثنیٰ تھا۔ اور سورہ مائدہ نے اسے بھی صاف کر دیا۔ یہ ذہن میں رہے کہ سورہ نساء میں حَتَّى تَغْتَسِلُوا اور سورہ مائدہ میں فَاطَّهَّرُوا کے بعد دونوں جگہ الفاظ ایک ہیں۔ ثانیاً۔ جب آپ کو یہ تسلیم ہے کہ سورہ نساء کی آیت سے وضو کے عوض تیمم اور مسافر کے لئے غسل کے عوض تیمم ثابت ہے۔ تو صحابہ کرام کی پریشانی کا باعث کیا تھا۔ وہ سب حضرات سفری میں تھے۔ اگر بالفرض کسی پر غسل واجب تھا تو وہ بھی تیمم کر لیتا۔ ثالثاً۔ آپ کو آپ کے اساتذہ نے بتایا ہی نہیں کہ۔ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى سے لیکر وَلَمْ تَجِدُوا مَاءً تک جو کچھ مذکور ہے اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ وضو کے عوض بھی تیمم کافی اور غسل کے عوض بھی۔ مسافر کے لئے بھی اور مقیم کے لئے بھی۔ یہ تو گستاخی ہوگی اگر میں یہ کہدوں کہ آپ کے اساتذہ یہ جانتے نہ تھے مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ اگر وہ جانتے تھے اور نہیں بتایا تو آپ کے ساتھ بخل سے کام لیا۔ اب آپ ہم سے سنئے۔ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ میں مُلَامَسَة سے مراد جماع ہے جس کی مفصل تقریر گذر چکی اور مخاطب مسافر تھا مقیم بھی ہے علاوہ ازیں مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ۔ جنبی اور محدث دونوں کو عام ہے خواہ وہ مسافر ہو یا مقیم۔ اس لئے اس افادے میں دونوں آیتیں مشترک ہیں۔ کہ محدث کی طرح جنبی کو بھی پانی پر قدرت نہ ہونے کے وقت تیمم کافی ہے مسافر ہو یا مقیم۔ مگر شیخ الحدیثی کا بھرم قائم رکھنے کے لئے بلاضرورت شق نکال کر لایعنی تقریر سے دھونس جمانا ضروری ہے؟

**چوتھا اشکال اور اس کا حل** علم غیب کے منکرین اس واقعے سے یہ دلیل لاتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا۔ اگر علم غیب ہوتا۔ تو ہار کے تلاش کے لئے ایسی جگہ قیام کر کے خود بھی پریشان نہ ہوتے اور صحابہ کرام کو بھی پریشان نہ کرتے۔

جواب یہ ہے۔ کہ ہم حدیث جبریل میں بتا آئے ہیں کہ نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے پہلے، جمیع ما کان و ما یکون کا علم نہیں تھا۔ جمیع ما کان و ما یکون کا علم نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ حاصل ہوا ہے۔ نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے "قدر معتد بہ" علم غیب تھا۔ دو چار باتوں کا نہ جاننا قدر معتد بہ جاننے کے منافی نہیں۔ جیسے ائمہ مجتہدین نے

عَلَيْهِ فَاَصَبْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهٗ۔ عہ

میں تھی تو ہار اس کے نیچے ملا۔

بعض مسائل کے بارے میں فرمایا کہ ہم نہیں جانتے۔ ان چند مسائل کا نہ جاننا ان کے امام بلکہ امام الائمہ ہونے کے منافی نہیں۔ اس طرح اگر بغرض غلط یہ مان لیا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ پتہ نہیں تھا کہ ہار کہاں ہے۔ تو یہ اس کے منافی نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، علم غیب جانتے تھے۔ ویسے یہ کہنا ہی غلط ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم نہیں تھا کہ ہار کہاں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوب اچھی طرح معلوم تھا کہ ہار کہاں ہے؟ مگر بتایا کیوں نہیں وہاں قیام کیوں فرمایا۔ اس لئے کہ حضور کو یہ معلوم تھا کہ تیمم کا حکم یہیں نازل ہوگا جس میں میری امت کے لئے آسانی ہے۔

ناظرین غور کریں۔ یہ ہار حضرت ام المومنین کا اپنا نہیں تھا ان کی بہن حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا ان سے مانگ کر لائی تھیں۔ جیسا کہ اسی بخاری ہی میں ایک حدیث کے بعد ہے۔ انھا استعارت من اسماء قلادۃ حضرت ام المومنین نے حضرت اسماء سے ہار منگنی لیا تھا۔ عرب کے ریگستانی علاقے میں یہ ہار ٹوٹ کر گر پڑا ہے وہ بھی رات کے وقت وہ بھی ایک لشکر کے ہمراہ گرنے کے بعد اس پر اونٹوں کے پاؤں پڑنے کا اندیشہ ہے۔ جس سے زمین میں دھنس کر غائب ہو سکتا ہے۔ اپنی چیز کے گم ہونے کا اتنا غم نہیں ہوتا۔ جتنا منگنی کی چیز کے غائب ہونے کا ہوتا ہے جس کی چیز ہے وہ کچھ بھی سوچ سکتا ہے۔ ان سب کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر خاص اثر ہونا ضروری تھا۔ مگر روایت کے الفاظ دیکھئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اطمینان سے میٹھی نیند سو رہے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر حضرت ام المومنین کو کیا کیا کہتے ہیں مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند میں کوئی خلل نہیں ہوتا۔ یہ دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہار کی طرف سے مطمئن تھے۔ معلوم تھا کہ ہار خود حضرت عائشہ کے اونٹ کے نیچے بحفاظت تمام رکھا ہوا ہے۔ کہیں غائب نہیں ہے۔ اس لئے پورے سکون کے ساتھ گہری نیند سوتے رہے اور چونکہ یہ معلوم تھا کہ "آیت تیمم یہیں نازل ہوگی اس لئے قیام فرمایا۔ غور کریں اس واقعے سے علم غیب کا ثبوت ہوتا ہے مگر کیا کیجئے گا ع ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است

**مسائل** ① شادی شدہ لڑکی کی شکایت اس کے باپ سے کرنی جائز ہے اگرچہ وہ اپنے شوہر کے گھر رہتی ہو ② ایسی لڑکی کو بھی باپ تنبیہ و تادیب کر سکتا ہے۔ اسی طرح بیٹے کو بھی ③ لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ جس گھر میں ہو۔ باپ اس میں جا سکتا ہے بشرطیکہ میاں بیوی دونوں راضی ہوں ④ مذہب صحیح یہ ہے کہ تہجد کی نماز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض تھی۔ یہی جمہور کا بھی مذہب ہے۔ ان کی دلیل یہ ارشاد ربانی ہے۔

---

عہ بخاری جلد اول تیمم۔ اول حدیث ص۴۸ ایضاً مناقب باب فضل ابی بکر ص۵۱۰ ایضاً جلد ثانی تفسیر سورہ مائدہ باب قولہ فلم تجدوا ماء فتیمموا۔ دوطریقے ص۶۳۳ ایضاً جلد ثانی محاربین باب من ادب اھلہ او غیرہ دون السلطان ص۱۰۱۲ مسلم جلد اول طہارت باب التیمم ص۱۶۰ نسائی جلد اول طہارت باب بدء التیمم ص۵۹ موطا طہارت باب التیمم ص۲۰

## حدیث اعطیت خمسا (۲۳۶)

اَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ہمیں خبر دی۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۔ بنی اسرائیل ۷۹

رات میں، سونے کے بعد اٹھ کر نماز پڑھو خاص تمہارے لئے یہ زیادہ ہے۔

تَهَجَّدْ۔ امر کا صیغہ ہے جو وجوب کے لئے ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ حالت سفر میں حضور پر تہجد فرض نہ تھا۔ ⑤ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کتنا احترام تھا، کتنی محبت تھی۔ کہ کوئے کھانے کے بعد بھی ذرا سی حرکت نہ کی مبادا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند میں خلل پڑے۔ ⑥ بارگاہ الوہیت میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وجاہت معلوم ہوئی کہ اللہ عزوجل نے اتنی بڑی نعمت ان کے ذریعہ سے عطا فرمائی۔ اور بقول حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ایسی برکتیں ان سے بار بار ظاہر ہوئیں۔ ⑦ اس ہار کی قیمت بارہ درہم تھی۔ مگر اس کی تلاش کے لئے پورا لشکر روکا گیا تو معلوم ہوا۔ معمولی قیمت کی بھی کوئی چیز ضائع نہیں ہونے دینی چاہیئے ⑧ سفر میں اگر ساتھیوں کا کوئی سامان غائب ہو جائے تو اس کی تلاش دوسرے رفقاء کو بھی کرنی چاہیئے کوئی تکلیف پہنچے تو اسے دور کرنے کے لئے جدوجہد کرنی چاہیئے اگرچہ اس کے لئے رکنا پڑے۔ ⑨ عورتوں کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے اگر امن وامان ہو اور اطمینان ہو ⑩ عورتوں کو زیب وزینت کے لیئے زیور پہننا جائز ہے ⑪ عورت منگنی کا زیور پہن سکتی ہے اور مالک کی اجازت کے بعد سفر بھی کر سکتی ہے۔

## تشریحات (۲۳۶)

**تعداد خصائص** یہاں پانچ کا عدد مذکور ہے۔ مسلم میں چھ کا اور تفصیل میں "اعطیت الشفاعۃ" نہیں ہے۔ دو مزید یہ ہیں۔ اعطیت بجوامع الکلم۔ وختم بی النبیون۔ مسلم ہی میں حضرت حذیفہ کی حدیث میں یہ ہے۔ فضلنا علی الناس بثلث۔ جعلت صفوفنا کصفوف الملائکہ۔ وجعلت لنا الارض الی آخرہ نسائی میں یہ زائد ہے۔ واوتیت ھولاء الآیات الاخر سورۃ البقرہ من کنز تحت العرش اور ابوداؤد میں ہے واوتیت الکوثر۔ بخاری، مسلم، نسائی میں ہے۔ واوتیت بمفاتیح خزائن الارض اور مسند امام احمد میں یہ اضافہ ہے واعطیت بمفاتیح الارض وسمیت احمد وجعل لی التراب طھورا وجعلت امتی خیر الامم۔ یہ بارہ خصائص ہوئے۔ مگر ان میں بھی حصر نہیں۔ ابوسعید نیشاپوری نے اپنی کتاب۔ شرف المصطفیٰ۔ میں ساٹھ شمار کرائے۔ مگر ساٹھ میں بھی انحصار نہیں۔ جو اس کی قدرے تفصیل دیکھنا

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ، اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَمْ یُعْطَھُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ، نُصِرْتُ

نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ ایک مہینے کی مسافت تک میرے مخالفوں

بِالرُّعْبِ مَسِیْرَۃَ شَھْرٍ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَھُوْرًا فَاَیُّمَا

کے دل میں میرا رعب ڈال کر میری مدد کی گئی میرے لئے پوری زمین نماز کی جگہ اور پاک کرنے والی بنائی گئی۔

چاہے وہ خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ کی کتاب۔ خصائص کبریٰ۔ کا مطالعہ کرے۔ مذہب صحیح و محقق یہ ہے کہ مفہوم عدد حجت نہیں۔ اس لئے تین یا پانچ یا چھ کے عدد کے مذکور ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے زائد نہیں۔ بلکہ موقع و محل کے اعتبار سے جتنے کی ضرورت سمجھی ان کو بیان فرمایا۔ مسند امام احمد میں، عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی حدیث میں ہے کہ حضور نے غزوہ تبوک کے سال یہ فرمایا تھا۔

**لم یعطھن احد** داؤدی اور بعض دوسرے لوگوں نے اس کا مطلب یہ بتایا کہ مراد یہ ہے کہ یہ پانچوں مجموعی طور پر کسی کو نہیں ملیں۔ ان میں سے بعض، بعض انبیاء کو عطا کی گئیں مثلاً نوح علیہ السلام تمام اہل ارض کے لئے رسول تھے۔ قبل طوفان بھی بعد طوفان بھی۔ قبل طوفان اس طرح کہ طوفان پوری دنیا کے کافروں پر آیا حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ہم کسی پر عذاب نہیں کرتے جب تک رسول نہ بھیج لیں۔ بنی اسرائیل ⑮

اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں کہیں اور کسی نبی کی بعثت نہیں ہوئی۔ تو ثابت ہے کہ پوری زمین کے انسانوں کی طرف مبعوث تھے۔ بعد طوفان تو سارے کافر ہلاک ہوگئے صرف اتنی افراد جو مومن تھے جو سب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے تھے۔ اس کے علاوہ حدیث شفاعت میں ہے۔ کہ اہل محشر حضرت نوح علیہ السلام سے عرض کریں گے۔ اَنْتَ اَوَّلُ رَسُوْلٍ اِلٰی اَھْلِ الْاَرْضِ۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ وہ سیاحت فرماتے رہتے۔ جہاں نماز کا وقت ہوجاتا نماز پڑھ لیتے۔

مگر صحیح یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک فضیلت کسی کو نہیں عطا ہوئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت کے بارے میں قرآن کی نص ہے کہ فرمایا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ۔ ھود ㉕ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔

رہ گیا پوری دنیا پر عذاب آنا ہوسکتا ہے یہ اس وجہ سے ہو کہ دوسری قوموں کی طرف دوسرے انبیاء بھیجے گئے ہوں اور ان قوموں نے انبیاء کو جھٹلایا ہو۔ عدم علم، علم عدم نہیں۔ اور اہل محشر کی عرض کا حاصل یہ ہے کہ آپ پہلے وہ رسول ہیں جو زمین والوں کی جانب بھیجے گئے ہیں یہ نہیں کہ تمام اہل زمین کی طرف بھیجے گئے ان کی قوم بھی تو اہل ارض

رَجُلٍ مِنْ اُمَّتِیْ اَدْرَکَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْیُصَلِّ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْمَغَانِمُ

میری امت کے جس شخص پر جہاں نماز کا وقت آجائے وہیں نماز پڑھ لے میرے لئے

وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ وَاُعْطِیْتُ الشَّفَاعَةَ۔ وَکَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی

اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے۔ اور مجھے شفاعت کبریٰ عطا کی گئی۔ اور پہلے نبی کو خاص انکی

ہی ہے۔ رہ گیا بعد طوفان کا معاملہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی اصل بعثت تو ان کی قوم ہی کی طرف تھی۔ یہ اتفاق ہے کہ طوفان میں بقیہ قومیں ہلاک ہوگئیں اور صرف ان کی قوم کے اتنی افراد بچے۔

ایک جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں صرف انھیں کی قوم موجود رہی ہو۔ دوسری قومیں نہ رہی ہوں تو اصل بعثت ان کی قوم کی طرف ہوئی۔ یہ اتفاق ہے کہ انسان انکی قوم ہی میں منحصر تھے۔ رہ گئی یہ بات کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اجازت تھی کہ وہ جہاں چاہیں نماز پڑھ لیں۔ یہ بھی معارض نہیں۔ اس لئے کہ اس سلسلے میں خصوصیت دو چیزوں کا مجموعہ ہے ایک پوری زمین کا مسجد ہونا دوسرے زمین کا پاک کرنے والا ہونا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے زمین کے ہر حصے میں نماز پڑھنے کی اجازت تھی۔ مگر ان کے لئے زمین، طاہر کرنے والی نہیں بنائی گئی تھی۔

**نصرت بالرعب** سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث میں یہ تفصیل ہے۔ نصرت بالرعب شهراً امامی و شهراً خلفی۔ ایک مہینہ کی مسافت پر میرے آگے اور ایک ماہ کی مسافت پر میرے پیچھے۔ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔

یقذف فی قلوب اعدائی۔ یہ رعب میرے دشمنوں کے دلوں میں ڈالا جاتا ہے شارحین نے فرمایا۔ کہ ایک مہینے کی تخصیص اس بنا پر ہے کہ مدینہ طیبہ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس زمانے کے دشمنوں میں سے کوئی ایک مہینے کی دوری پر نہیں تھا۔ اس کا مفاد یہ ہوا کہ شهراً کی قید احترازی نہیں واقعی ہے۔ اس لئے ایک مہینے کی دوری کی تخصیص نہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ میرا رعب میرے ہر دشمن کے دل میں ہے خواہ وہ کتنی ہی دوری پر کیوں نہ ہو۔

**احلت لی الغنائم** غنائم غنیمت کی جمع ہے۔ کشمیہنی کی روایت میں مغانم ہے۔ یہ مغنم کی جمع ہے۔ دونوں کے معنی ایک ہیں۔ یعنی کوئی چیز مفت حاصل کرنا۔ شریعت میں غنیمت اس مال کو کہتے ہیں۔ جو لڑائی میں کافروں سے بطور قہر و غلبہ لیا جائے۔ گذشتہ انبیاء کرام میں کچھ وہ تھے جنھیں لڑائی کی اجازت نہ تھی۔ کچھ وہ تھے جنھیں لڑائی کی اجازت تھی مگر ان کے لئے مال غنیمت حلال نہ تھا۔ آسمان سے آگ آتی اور اسے جلا دیتی۔

**اعطیت الشفاعة** شفاعت کے لغوی معنی دعا کے ہیں۔ اور عرف میں کسی غیر سے کسی غیر کی حاجت کا

قَوْمِہٖ خَاصَّۃً وَّبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّۃً۔ ؏

قوم کی جانب بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

سوال کرنا۔ الشفاعۃ پر الف لام عہد کا ہے۔ اس سے مراد۔ شفاعتِ عظمٰی ہے۔ مراد یہ ہیکہ میدان محشر میں جب کوئی کسی کا نہ ہوگا اور نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ اس دن کی سختی سے ہر شخص جان سے عاجز ہوگا اس وقت سختیوں میں کمی کرانا اور حساب و کتاب شروع کرانا مراد ہے۔ یہ وہ شفاعت ہے جو ہر شخص کے لئے ہوگی خواہ وہ مومن ہو یا کافر نبی ہو یا ولی۔ اس شفاعت کبریٰ کے علاوہ اور بھی مخصوص شفاعت کی قسمیں ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں۔ جو جلد اول میں مذکور ہو چکی ہیں۔ قیامت کے دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کی خصوصیت یہ ہے کہ جس کے بارے میں بھی شفاعت فرمائیں گے وہ ضرور قبول ہوگی۔ جیسا کہ حدیث شفاعت میں ہے کہ اللہ عزوجل فرمائے گا۔ قل تسمع سل تعطہ۔ اشفع تشفع۔ کہو تمہاری بات سنی جائے گی۔ سوال کرو دیا جائے گا شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کیجائے گی۔

**بعثت الی الناس عامۃ** بعثت عامۃ کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اگلے انبیاء کرام کی طرح قوم بستی، ملک یا زمانے کیساتھ خاص نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت سارے جہان کے لئے ہے جو حیات ظاہری کے وقت دنیا میں موجود تھے۔ ان کے لئے بھی اور پہلے والوں کے لئے بھی اور قیامت تک جتنے پیدا ہوں گے سب کے لئے۔ خواہ وہ انسان ہوں خواہ جن، خواہ نبی و رسول ہوں خواہ ملائکہ۔ بلکہ اللہ عزوجل کے ماسوا تمام موجودات کے لئے ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۝۱

برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے (محبوب) بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ سارے جہاں کو ڈرائیں۔

**فایما رجل ادرکتہ الصلوٰۃ** جس کو جہاں نماز کا وقت ملے پڑھ لے۔ اس سے ثابت ہوا کہ زمین اور زمین کی جنس سے جو چیز ہو اس سے تیمم جائز ہے۔ اس لئے کہ حدیث کا یہ جز۔ سابق پر تفریع ہے۔ یعنی جب پوری زمین نماز کی جگہ بنا دی گئی۔ اور پوری زمین پاک کرنے والی کر دی گئی۔ تو تم جہاں ہو وہیں نماز پڑھو پانی نہ ملے تو زمین تو ہے تیمم کر کے نماز پڑھو۔ زمین کا بہت سا حصہ ایسا ہے جہاں مٹی نہیں صرف پتھر ہے اگر تیمم کو مٹی کے ساتھ خاص کر دیں گے۔ تو یہ تفریع درست نہ ہوگی۔ اس کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ یہ مانیں کہ اگر تم کسی ایسی جگہ ہو جہاں مٹی نہ ہو پتھری پتھر ہو تو پتھری سے تیمم کر لو۔ اس لئے کہ یہ بھی زمین ہی کی جنس سے ہے۔ جب پتھر پر تیمم اس لئے جائز کہ زمین کی جنس سے

---

ع۔ بخاری جلد اول۔ تیمم ص۴۸، بخاری جلد اول صلوٰۃ باب جعلت لی الارض مسجدا وطھورا ص۶۲، مسلم جلد اول مساجد باب اول بعض زیادۃ ونقصان ص۱۹۹۔ ترمذی جلد اول سیر باب ماجاء فی الغنیمۃ ص۱۰۰، نسائی جلد اول غسل باب التیمم بالصعید ص۴۷۔

## حدیث۔ انها استعارت من اسماء قلادة فهلكت (۲۳۷)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ اَسْمَاءَ قِلَادَةً

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنی بہن حضرت اسماء سے ایک ہار منگنی لیا تھا

فَهَلَكَتْ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَوَجَدَهَا

وہ غائب ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو تلاش کرنے کے لئے بھیجا ہار تو انھیں

ہے تو ان تمام چیزوں سے جائز جو زمین کی جنس سے ہوں۔ ہر وہ چیز جو آگ سے جل کر راکھ ہوتی ہو نہ اس کے اثر سے پگھلتی ہو نہ نرم ہوتی ہو وہ جنس ارض ہے جیسے ریت، چونا، سرمہ، ہڑتال، مردار سنگ، گیرو ہر قسم کے پتھر جیسے زبرجد، فیروزہ، عقیق، زمرد وغیرہ۔

## تشریحات (۲۳۷)

**اسید بن حضیر** رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اَوس کی مشہور شاخ بنی عبدالاشہل کے چشم وچراغ تھے۔ خاندانی رئیس تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے سے کچھ دن پہلے، انصار کے دونوں قبیلے، اوس، خزرج میں ایک اخیر بہت خطرناک لڑائی ہوئی تھی جو، بُغاث کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں ان کے والد، حضیر فارسِ اوس اور اس کے رئیس تھے۔ عقبہ اولیٰ کے بعد حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ تبلیغ اسلام کیلئے جب تشریف لائے تو ان کے ہاتھ پر مشرف با سلام ہوئے۔ انھیں کے ساتھ عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن بارہ نقباء کو منتخب فرمایا تھا ان میں ایک یہ بھی تھے۔ یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ یہ بہت عاقل وفہیم صائب الرای بزرگ تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے جاں نثار فنا کے سانحے پر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین کی پاکدامنی بیان کرنے کے بعد یہ فرمایا۔ اس سلسلے میں میری کون مدد کرتا ہے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ میں حضور کی مدد کرونگا۔ یہ مفتری اگر میرے قبیلے اَوس کا ہے تو اس کی گردن میں اڑا دونگا اور اگر ہمارے بھائی خزرج کا ہے تو آپ حکم دیں تعمیل ارشاد کرونگا۔ اس پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہہ دیا۔ اے اللہ کے دشمن تم نے جھوٹ کہا نہ تم اسے قتل کروگے اور نہ قتل کرسکتے ہو۔ یہ سن کر حضرت اُسید بن حضیر کو یارائے ضبط نہ رہا انھوں نے کہا۔ تم نے جھوٹ کہا خدا کی قسم ہم اسے ضرور قتل کریں گے تم منافق ہو اور منافقین کی حمایت میں لڑتے ہو۔ بدر میں شریک رہے یا نہیں۔ اس میں اختلاف ہے مگر اس کے بعد سارے "مشاہد" میں شریک رہے۔ غزوہ احد کی اس قیامت خیز گھڑی میں جبکہ انتشار عام کیوجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صرف چودہ جاں نثار

فَاَدْرَكَتْهُمُ الصَّلٰوةُ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَصَلَّوْا فَشَكَوْا ذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ

مل گیا مگر اسی اثناء میں نماز کا وقت آگیا۔ لوگوں کے ساتھ پانی نہیں تھا بغیر وضو کے نماز پڑھ لی لوگوں نے رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ فَقَالَ اُسَيْدُ بْنُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی اس کے بعد آیت تیمم نازل ہوئی اس پر اسید بن حضیر نے

رہ گئے تھے۔ یہ بھی موجود تھے۔ اس غزوے میں انھیں سات زخم لگے تھے۔ انھیں خوبیوں کیوجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسید اچھا آدمی ہے۔ ام المومنین حضرت صدیقہ نے فرمایا۔ انصار میں تین ایسے بزرگ ہیں جن کے فضل وکمال تک کوئی انصاری نہیں پہنچا۔ اور یہ تینوں بنی عبد الاشہل کے فرد ہیں۔ سعد بن معاذ، اسید بن حضیر اور عباد بن بشیر۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکا کافی لحاظ رکھتے تھے۔ اور یہی حال حضرت فاروق اعظم کا بھی تھا۔ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح بیت المقدس کے لئے گئے تو انھیں بھی ساتھ لیا تھا۔

سنہ ۲۰ھ کے شعبان میں وصال ہوا۔ حضرت فاروق اعظم نے جنازے کو کاندھا دیا۔ ان پر چار ہزار دینار قرض تھا جس کی ادائیگی کے لئے حضرت فاروق اعظم کو وصیت کر گئے تھے۔ حضرت فاروق اعظم نے ان کے باغ کے پھلوں کو بیچ بیچ کر چار سال میں سب قرض ادا کر دیا۔ یہ ابھی مفصل گذری ہوئی حدیث (۲۳۵) کی تلخیص ہے مگر اس میں دو باتیں زائد ہیں ایک یہ کہ جو ہار غائب ہوا تھا وہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا۔ دوسرے یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہار تلاش کرنے کے لئے کچھ لوگوں کو مقرر فرمایا تھا۔ اس لئے ہم نے اس کو علیحدہ ذکر کیا۔

**باب کی توضیح** اس حدیث پر امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ جب کوئی پانی اور مٹی نہ پائے۔ ایسے شخص کو فاقد الطہورین کہتے ہیں۔ یہ شخص کیا کرے۔ وضو اور تیمم کے بغیر نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔ امام بخاری نے اپنا کوئی فیصلہ نہیں تحریر کیا ہے جیسا کہ عام طور پر ان کی عادت ہے۔ اس سلسلے میں علماء کے مذاہب معتبرہ چار ہیں اول یہ کہ نہ اس حالت میں نماز پڑھے اور نہ اس نماز کی اس پر قضا ہے۔ یہ امام مالک کا مذہب ہے۔ دوم یہ کہ اس حالت میں بھی اس پر نماز پڑھنی واجب ہے۔ نماز پڑھے اور بعد قدرت اعادہ کرے یہ امام شافعی کا مذہب ہے۔ سوم یہ شخص بغیر تیمم اور وضو نماز پڑھے اس کی نماز صحیح ہوگئی۔ چہارم یہ کہ اس وقت بلا نیت نماز کے ارکان ادا کرے اور جب پانی یا مٹی ملے تو وضو یا تیمم کر کے نماز کی قضا پڑھے[1] یہ احناف کا مذہب ہے۔ ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ فرمایا۔ لاصلوٰۃ الا بطھور[2]۔ پاکی کے بغیر نماز ہی نہیں۔ اس لئے فاقد الطہورین کا نماز پڑھنا اور نہ پڑھنا یکساں ہے۔ رہ گئی بلا نیت ارکان نماز کی ادائیگی یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے رمضان میں مسافر، دن میں گھر آیا یا نابالغ، بالغ ہوا یا کافر، مسلمان ہوا یا مجنوں کو افاقہ ہوا یا حائضہ پاک ہوئی تو رمضان

---

[1] تنویر الابصار و درمختار۔ [2] رد المحتار جلد اول طہارت باب التیمم صفحہ ۱۳۰۔

حُضَيْرٍ لِعَائِشَةَ جَزَاكِ اللّٰهُ خَيْرًا فَوَاللّٰهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ تَكْرَهِينَهُ

حضرت عائشہ سے کہا۔ آپ کو اللہ عزوجل بہترین جزاء دے۔ خدا کی قسم جب بھی آپ کے ساتھ کوئی ناخوشگوار حادثہ

إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكِ لَكِ وَلِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ خَيْرًا ع

پیش آتا ہے تو اللہ عزوجل اس میں آپ کے لئے اور مسلمانوں کے لئے بھلائی کر دیتا ہے

کے احترام میں بقیہ دن روزہ دار کی طرح رہیں گے اور نہ کچھ کھائیں گے اور نہ کچھ پئیں گے۔ یا جیسے حج کسی وجہ سے فاسد ہو گیا تو بھی تمام ارکان حاجیوں کی طرح ادا کرنا واجب ہے۔ اگرچہ اس کو دوبارہ حج کرنا فرض ہے۔ ان نظائر سے معلوم ہوا کہ جہاں مامور بہ پر حقیقۃً عمل ناممکن ہو وہاں ایسی صورت بنانا شرعاً مطلوب ہے گویا مامور بہ ادا کر رہا ہے۔

**باب سے مطابقت** باب یہ تھا۔ کہ پانی اور مٹی نہ پائے اور حدیث میں ہے کہ وہاں پانی نہیں تھا۔ مٹی موجود تھی۔ اس لئے شبہ ہو سکتا ہے کہ حدیث باب کے مطابق نہیں۔ مگر نظر دقیق سے مطابقت یوں ہے۔ کہ جب تیمم کا حکم نازل ہی نہیں ہوا تھا تو مٹی کا وجود کالعدم تھا۔ بظاہر مٹی تو تھی مگر حقیقت میں یوں کہئے کہ نہیں تھی۔ جب اس وقت اس سے طہارت کا حکم ہی نہیں تھا تو ہونا بیکار تھا۔ اس کو دوسری عبارت میں یوں کہہ لیجئے کہ باب کا مقصود یہ ہے کہ جب کوئی مُطہّر نہ ہو تو کیا کرے اور حدیث میں ہے کہ مُطہّر نہیں تھا لوگوں نے بلا وضو نماز پڑھی۔ یہ حدیث ہمارے معارض نہیں۔ اس لئے کہ صحابہ کرام نے بغیر حضور کے حکم کے یہ نماز پڑھی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو آرام فرما رہے تھے۔ اس لئے صریح ارشاد "لا صلوۃ الا بطھور" کے خلاف صحابہ کا یہ فعل جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اذن سے نہیں تھا، معارض نہیں ہو سکتا۔

**تطبیق** حدیث (۲۲۵) میں یہ ہے کہ ـــــ میں جس اونٹ پر تھی اس کو اٹھایا گیا تو اس کے نیچے ہار ہم نے پایا ـــــ اور اس حدیث میں ہے ـــــ کہ جن صاحب کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تلاش کے لئے بھیجا تھا انھوں نے پایا۔ بخاری فضل عائشہ اور مسلم میں ہے ـــ صحابہ میں سے کچھ لوگوں کو اسے تلاش کرنے کیلئے بھیجا ـــ ان سب میں تطبیق یہ ہے واقعہ یہی ہے ـــ کہ ہار تلاش کرنے کیلئے چند حضرات کو حضرت اسید بن حضیر کے ساتھ بھیجا تھا۔ جیسا کہ ابوداؤد میں ہے۔ ان سب کے سردار یہی تھے اس لئے اس روایت میں صرف رجلاً مذکور ہے ـــ جیسے کہا جاتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے حضرت خالد بن ولید کو شام جہاد کیلئے بھیجا۔ حضرت خالد بن ولید نے شام فتح کیا۔ اور اس حدیث میں ـــــ جمع متکلم ہے۔ ہم نے پایا۔ اس میں حضرت اسید بن حضیر بھی داخل ہیں۔ ان لوگوں کو ہار کہاں ملا یہ اس حدیث میں مذکور نہیں یہ حدیث (۲۲۵) میں ہے کہ اونٹ کے نیچے ملا۔

---

ع۔ بخاری جلد اول تیمم باب ادا لم یجد ماءً ولا تراباً ص۴۸۔ ایضاً جلد ثانی تفسیر باب قولہ وان کنتم مرضیٰ او علیٰ سفر ص۶۵۵۔ ایضاً باب استعارۃ القلائد ص۸۷۴۔ ایضاً نکاح باب استعارۃ الثیاب للعروس وغیرہا ص۷۷۱۔ ایضاً جلد اول فضائل اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باب فضل عائشہ ص۵۳۲۔ مسلم جلد اول حیض باب التیمم ص۱۶۰۔ ابوداؤد جلد اول تیمم باب التیمم ص۴۵۔ نسائی جلد اول طہارت باب فیمن لم یجد الماء ولا الصعید ص۴۔ ابن ماجہ ابواب الجہاد باب الجہاد فی التیمم ص۲۳۔ دارمی وغیرہ۔ مسند احمد۔

## ت (۷۴) بَابُ التَّيَمُّمِ فِي الْحَضَرِ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ وَخَافَ فَوْتَ الْوَقْتِ

جب کوئی آبادی میں پانی نہ پائے اور نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کے تیمم کا بیان ۔ اور

وَبِهٖ قَالَ عَطَاءٌ

یہی عطا نے کہا ۔

## ت (۷۵) قَالَ الْحَسَنُ فِي الْمَرِيضِ عِنْدَهُ الْمَاءُ وَلَا يَجِدُ مَنْ يُنَاوِلُهُ يَتَيَمَّمُ

امام حسن بصری نے اس مریض کے بارے میں فرمایا جس کے قریب پانی ہو اور کوئی ایسا نہ ہو جو مریض کو دے سکے تو تیمم کرے

## ت (۷۶) وَأَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنْ أَرْضِهِ بِالْجُرُفِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی زمین سے واپس ہو رہے تھے جو جُرف میں تھی کہ

# تشریحات ت (۷۴) (۷۵)

مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ الفاظ ہیں ۔

اذا كنت في الحضر وحضرت الصلوة وليس عندك ماء فانتظر الماء ۔ فان خشيت فوت الصلوة فتيمم وصل ۔

جب تم آبادی میں ہو اور نماز کا وقت آجائے اور تمہارے پاس پانی نہ ہو تو پانی کا انتظار کرو جب نماز فوت ہونیکا اندیشہ ہو تو تیمم کرکے نماز پڑھ لو ۔

دوسری تعلیق کے الفاظ اسی مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ ہیں ۔

ولا يتيمم ما رجى ان يقدر على الماء في الوقت

نماز کے وقت میں پانی ملنے کی جب تک امید ہو تیمم نہ کرے ۔

یہی احناف کا بھی مسلک ہے کہ جس کے پاس پانی نہ ہو یا اسے پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو وہ تیمم کرکے نماز پڑھ لے اگرچہ وہ مسافر نہ ہو مقیم ہو اگرچہ وہ آبادی میں ہو ۔

# تشریحات ت (۷۶)

یہ اثر موطا امام مالک میں یوں ہے ۔

عن نافع انه اقبل هو وعبد الله بن عمر من الجرف حتى اذا كانا بالمربد نزل

نافع نے کہا کہ یہ اور ابن عمر، جُرف سے چلے جب مربد پہنچے ۔ تو وہ اترے اور پاک زمین سے تیمم کیا اور اپنے چہرے اور کہنیوں

---

عہ مصنف ابن ابی شیبہ، موطا امام مالک ۔ طہارت باب العمل فی التیمم صلا

فَحَضَرَتِ الْعَصْرُ بِمَرْبَدِ النَّعَمِ فَصَلّٰی ثُمَّ دَخَلَ الْمَدِیْنَةَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ فَلَمْ یُعِدْ

مربد النعم میں عصر کا وقت آگیا انھوں نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی اس کے بعد مدینہ گئے اور ایسے وقت مدینہ پہنچ گئے تھے کہ آفتاب بلند تھا پھر بھی نماز لوٹائی نہیں

## حدیث فمسح بوجھہ ویدیہ ثم رد السلام (۲۳۸)

قَالَ سَمِعْتُ عُمَیْرًا مَوْلَی ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا، قَالَ اَقْبَلْتُ

عبدالرحمٰن اعرج نے کہا میں نے حضرت ابن عباس کے غلام عمیر سے سنا۔ انھوں نے کہا۔ میں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ

اَنَا وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یَسَارٍ مَوْلٰی مَیْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام عبداللہ بن یسار ابو جہیم بن حارث بن صمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فَتَیَمَّمَ صَعِیْدًا طَیِّبًا فَمَسَحَ وَجْهَهٗ وَیَدَیْهِ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ ثُمَّ صَلّٰی سمیت ہاتھوں کو ملا۔ پھر نماز پڑھی۔

جرف۔ مدینہ سے تین میل کی دوری پر شام کی طرف ایک گاؤں ہے۔ کہیں جہاد کے لئے جاتے وقت لشکر یہیں جمع ہوتا تھا۔ یہیں حضرت عمر اور دوسرے لوگوں کی آراضی تھی اس کا نام بیر جشم اور بیر جمل بھی ہے۔ مربد النعم کا فاصلہ مدینے سے ایک میل کا ہے[1]

۔ یہی ہمارا مذہب ہے کہ اگر اس میں اور پانی میں ایک میل کا فاصلہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور اگر وقت میں پانی مل جائے تو اعادہ کی حاجت نہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اعادہ واجب ہے۔

**غایت باب** تیمم کی آیت حالت سفر میں نازل ہوئی تھی اور سفر میں ایسے مواقع اکثر پیش آتے رہتے ہیں کہ پانی نہ ملے۔ آبادی میں شاید بایدایسا حادثہ پیش آتا ہے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اس کو واضح کر دیا جائے۔ اس باب سے امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا کہ ـــــ فلم تجدوا ماءً ـــــ عام ہے۔ خواہ کوئی سفر میں ہو یا حضر میں یا میدان اور جنگل میں جہاں بھی پانی نہ ملے تیمم کر سکتا ہے۔ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے۔ خصوص مورد کا نہیں۔

## تشریحات (۲۳۸)

**ابو جہیم بن حارث بن صمہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہما قبیلہ خزرج کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد، حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صحابی ہیں اور کبار صحابہ میں سے ہیں۔ انصار کرام میں سابقین اولین میں سے ہیں۔ ان میں اور حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مابین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مواخات کا رشتہ قائم فرمایا تھا۔

---

[1] فتح الباری جلد اول ص ۴۴۳

حَتّٰی دَخَلْنَا عَلٰی اَبِی جُهَیْمٍ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْاَنْصَارِیِّ فَقَالَ

کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ابو جہیم نے بتایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیر جمل کی طرف سے آرہے تھے۔ کہ ایک

اَبُوْ جُهَیْمٍ اَقْبَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَحْوِ بِئْرِ جَمَلٍ

شخص حضور سے ملے اور حضور کو سلام کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا۔

فَلَقِیَهٗ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَیْهِ فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

یہاں تک کہ دیوار کے پاس تشریف لے گئے اور اپنے چہرے اور

غزوہ بدر میں شرکت کیلئے جارہے تھے مگر روحاء پہنچ کر بیمار ہوگئے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں واپس کردیا۔ مگر مال غنیمت سے حصہ دیا۔ غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ کو انھوں نے ہی قتل کیا تھا اور یہ ان چودہ جاں نثاروں میں سے ہیں جو اس قیامت خیز گھڑی میں بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گرد حصار بنے رہے جب اور لوگ بدحواسی میں ادھر ادھر منتشر ہوگئے تھے۔ بیر معونہ میں شہید ہوئے۔ صحابہ میں ابو جہیم ایک اور بزرگ ہیں۔ انبجانیہ والے۔ یہ قریشی ہیں انکا نام عامر یا عبیداللہ ہے اور باپ کا حذیفہ۔ ان انصاری کا نام عبداللہ ہے اور باپ کا نام حارث۔ بعض محدثین کو دونوں میں اشتباہ ہوگیا۔ حتی کہ امام مسلم کو بھی۔ اسی لئے اس حدیث کی سند میں انھوں نے الی جہیم کے بجائے الی جھم ذکر کردیا ہے۔

بیر جمل۔ گزرچکا کہ جرف کا دوسرا نام بیر جمل بھی ہے۔ راستے میں جو صاحب ملے تھے اور سلام کیا تھا۔ یہ خود راوی حدیث ابو جہیم ہی تھے۔ جیسا کہ امام شافعی نے جو تخریج کی ہے اس میں تصریح ہے۔ مررت علی النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

**مسائل** اس حدیث سے یہ مسائل مستنبط ہوئے ① آبادی میں تیمم جائز ہے ② اذکار مستحبہ کیلئے پانی پر قدرت ہوتے ہوئے بھی تیمم کرلینا بہتر ہے ③ دوسرے کی دیوار پر تیمم جائز ہے جبکہ اس کی اجازت ہو یا معلوم ہو کہ اسے ناگوار نہ ہوگا۔ ④ پتھر پر تیمم جائز ہے۔ اس لئے کہ مدینہ طیبہ کے مکانات کالے پتھر کے تھے۔ ⑤ نماز جنازہ و نماز عیدین کیلئے تیمم جائز ہے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیمم کرکے جواب اس لئے دیا کہ اگر پانی کا انتظار کرتے یا کسی سے منگاتے اور وضو کرتے تو سلام کا جواب رہ جاتا جس کا کوئی بدل نہیں تھا۔ اس لئے کہ ابو جہیم سلام کرکے آگے بڑھ گئے تھے۔ جب گلی کے موڑ پر پہنچے اور یہ اندیشہ ہوا کہ وہ چلے جائیں گے اور سلام کا جواب رہ جائے گا۔ تو تیمم کرکے جواب دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر وضو میں مشغولیت کی وجہ سے ایسے فرض اور واجب چھوٹنے کا اندیشہ ہو جس کا کوئی خلف نہ ہو تو تیمم کی اجازت ہے نماز جنازہ اور عیدین کا کوئی بدل نہیں اس لئے اگر وضو میں مشغولیت کیوجہ سے ان کے فوت ہونیکا اندیشہ ہو تو تیمم کی اجازت

حتی اَقْبَلَ عَلَی الْجِدَارِ فَمَسَحَ بِوَجْهِهٖ وَيَدَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔

ہاتھوں پر مسح فرمایا (تیمم کیا) پھر سلام کا جواب دیا۔

## حدیث:۔ عمارٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتمعکت (۲۳۹)

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ ایک شخص، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ثابت ــــ یہ استدلال اس وقت تام ہوگا جبکہ یہ واقعہ ہو کہ سلام کا جواب یا کوئی بھی ذکر بلا وضو جائز نہ ہو مگر واقع میں ایسا نہیں۔ بعض محققین کی یہ رائے ہے کہ شروع میں یہی تھا مگر آیت وضو سے منسوخ ہوگیا۔ یا ام المومنین کی اس حدیث سے کہ فرماتی ہیں۔ کان یذکر اللہ علی کل احیانہ ــــ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔ یا حضرت ابن عباس کی اس حدیث سے جسمیں یہ فرمایا کہ میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سویا تھا اور حضور وضو کرنے سے پہلے سورہ آل عمران کی دس آیتیں اور دعائیں پڑھیں۔ اس خادم کی بھی رائے یہی ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اگر حالت حدث میں سلام کا جواب دینا ممنوع نہ ہوتا تو تاخیر نہ فرماتے۔ اس وقت یہی حکم تھا اب منسوخ ہے۔ مگر افضلیت اب بھی باقی ہے۔ ہماری اس تقریر سے باب اور حدیث میں مطابقت بھی ظاہر ہوگئی۔ کہ آبادی اور حضر میں بھی اگر پانی نہ ملے حقیقۃً یا حکماً کی صورت یہ ہے کہ پانی موجود ہے مگر وضو کرنے میں وظیفہ الٰہیہ فوت ہوجائے گا تو تیمم کرلے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب سلام فوت ہوجانے کے اندیشے سے تیمم کرکے جواب دیا۔ واضح ہو کہ سلام کرنا سنت ہے مگر جواب دینا واجب ہے۔

## تشریحات (۲۳۹)

**حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی خزاعہ کے حلیف اور ان کے آزاد کردہ غلام تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے اور نمازکی اقتدار کا بھی۔ ان کو ان کے آقا نافع بن حارث نے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں، مکہ معظمہ پر والی بنا دیا تھا۔ اسے جب حضرت عمر نے سنا تو غضبناک ہوکر کچھ دے میں کھڑے ہوگئے۔ اور فرمایا۔ تو نے اللہ کی آل پر عبدالرحمٰن بن ابزی کو حاکم بنا دیا۔ نافع نے عرض کیا۔ یہ ان سب میں کتابوں کے سب سے زیادہ عالم اور فقیہ ہیں۔ تو حضرت عمر کا جلال ختم ہوگیا۔ اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے ــــ کہ اللہ عزوجل اس قرآن کی بدولت ایک قوم کو بلند رتبہ فرمائے گا اور دوسری قوم کو پست ــــ ایک روایت کی بنا پر

---

عہ بخاری جلد اول تیمم باب التیمم فی الحضر اذا لم یجد ماءً و خاف فوت الوقت ص۴۸۔ مسلم جلد اول طہارت۔ باب التیمم ص۱۶۱۔ نسائی جلد اول طہارت باب التیمم فی الحضر ص۴۸۔ نسائی جلد اول طہارت باب فی من لم یجد الماء ولا الصعید ص۶۱۔

إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ إِنِّيْ أَجْنَبْتُ فَلَمْ أُصِبِ

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا۔ میں جنبی ہوگیا اور مجھے پانی نہیں ملا۔ اس پر حضرت عمار بن یاسر

الْمَاءَ، فَقَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب سے کہا۔ کیا آپ کو یاد نہیں۔

بیعت رضوان میں بھی شریک ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں کوفے کا گورنر بنایا تھا۔ اخیر عمر میں کوفے آپ ہی تھے اور یہیں وصال ہوا[1]۔ ان کے والد ماجد حضرت ابزی بھی صحابی ہیں۔ امام بخاری نے انھیں کتاب الوحدان میں ذکر فرمایا[2] فتمعّکت۔ اس کا مصدر تَمَعُّكٌ ہے تَقَبُّل کے وزن پر اور مادہ معك ہے اس کے معنی ذلیل کرنا اور بیوقوف بنانا ہے باب تفعل میں جانے کے بعد اس کے معنی آتے ہیں، زمین پر لوٹنے کے اور باب تفعیل میں "لٹانے" کے دوسری روایت میں ہے فتمرغت فی الصعید کما تمرغ الدابۃ "میں زمین پر ایسے لوٹا جیسے چوپایہ لوٹتا ہے۔ تمرّغ کا مادہ روغ ہے۔ اس کے صلہ اور متعلق کے اعتبار سے مختلف معانی آتے ہیں۔ راغ الصید شکار کا ادھر ادھر کترانا۔ الیہ کسی طرف کترا کر نکل جانا۔ عن الطریق کسی کو دھوکہ دینے کیلئے کترا کر چلنا۔ باب تفعل میں جانے کے بعد اس کا معنی لوٹنے کے ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ فَرَاغَ إِلٰى آلِهَتِهِمْ۔ نظر بچا کر ان کے معبودوں کے پاس گیا۔ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ۔ لوگوں کی نظر بچا کر اپنے ہاتھ سے مارنے لگا۔

**تکمیل** بخاری میں یہ حدیث مختصر ہے بقیہ صحاح میں مفصل یوں ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شخص آیا اور کہا ہم کبھی ایسی جگہ مہینے دو مہینے رہتے ہیں جہاں پانی (نہانے کیلئے) نہیں ملتا۔ تو حضرت عمر نے فرمایا میں (اگر ایسی جگہ جنبی ہو جاؤں) تو جب تک پانی نہیں ملے گا نماز نہیں پڑھونگا اس پر حضرت عمار نے کہا اے امیر المومنین کیا آپ کو یاد نہیں۔ ہم اور آپ اونٹوں میں تھے اور ہم دونوں کو جنابت لاحق ہوگئی۔ میں زمین پر لوٹا (اور نماز پڑھ لی) پھر ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے یہ واقعہ ذکر کیا۔ تو فرمایا۔ تمہیں یہی کافی تھا کہ اس طرح کر لیتے اور حضور نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا پھر ان دونوں کو پھونکا پھر ان دونوں کو اپنے چہرے اور آدھی کلائی تک ہاتھوں پر ملا۔ یہ سن کر حضرت عمر نے فرمایا۔ اے عمار اللہ سے ڈر۔ اس پر حضرت عمار نے کہا۔ اے امیر المومنین اگر آپ کی منشاء ہو تو بخدا میں کبھی اس کو ذکر نہ کروں۔ حضرت عمر نے فرمایا ہرگز نہیں۔ تم جس حال پر ہو تم کو اس پر ہم چھوڑتے ہیں۔

---

[1] الاستیعاب، الاصابہ، اسد الغابہ۔ [2] اصابہ۔

تَعَالٰی عَنْہُ اَمَا تَذْکُرُ اِنَّا کُنَّا فِیْ سَفَرٍ اَنَا وَاَنْتَ فَاَجْنَبْنَا، فَاَمَّا اَنْتَ فَلَمْ

میں اور آپ ایک سفر میں تھے اور ہم دونوں جنبی ہوگئے آپ نے تو نماز نہیں پڑھی لیکن میں

تُصَلِّ وَاَمَّا اَنَا فَتَمَعَّکْتُ فَصَلَّیْتُ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

مٹی میں لوٹا اور اس کے بعد نماز پڑھی پھر ہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کو ذکر کیا۔

**اختلاف علماء** تیمم کے سلسلے میں تین اہم اختلافات ہیں۔ جنبی کو تیمم جائز ہے یا نہیں۔ تیمم کیلئے ایک ہی بار مٹی پر ہاتھ مارنا کافی ہے یا دو بار یا تین بار یا چار بار۔ ہاتھ پر مسح کہاں تک کیا جائے گا۔ پہلے مسئلہ پر آئندہ گفتگو ہوگی۔ بقیہ دو مسائل کے متعلق یہ گذارش ہے۔ پہلا مسئلہ ہمارا مسلک یہ ہے کہ تیمم کیلئے مٹی پر دو بار ہاتھ مارنا ضروری ہے۔ اگر ایک بار ہاتھ مار کر چہرے پر مل لیا تو اس سے ہاتھوں پر مسح درست نہیں۔ اس بارے میں حضرت عمار کی حدیث میں کافی اضطراب ہے۔ کسی میں ایک بار مذکور ہے کسی میں دو بار۔ اس لئے ہمارے ائمہ نے فرمایا کہ ہم کو قرآن حکیم میں نظر دقیق ڈالنی چاہیئے۔ اور دیکھنا چاہیئے کہ اس سے کیا مستفاد ہوتا ہے۔

اللہ عزوجل نے پہلے وضو کا ذکر فرمایا۔ پھر فرمایا اگر پانی نہ ملے تو پاک مٹی پر تیمم کرو اور چہروں اور ہاتھوں پر ملو۔ جیسے وضو میں چہرہ دھونے کیلئے الگ اور ہاتھ دھونے کیلئے دوسرا پانی لینا ضروری ہے اسی طرح تیمم میں بھی۔ چہرے کیلئے الگ ہاتھ مارا جائے گا اور ہاتھوں کیلئے الگ۔ علاوہ ازیں اس بارے میں دوسری احادیث مروی ہیں جنہیں دو مرتبہ ہاتھ مارنے کا ذکر صراحتاً ہے۔

① حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسلع بن شریک تمیمی سے فرمایا۔

قم فتیمم صعیدا طیبا ضربتین ضربۃ لوجھک وضربۃ لذراعیک۔ [1] — اٹھ پاک مٹی پر تیمم کر دو مرتبہ مار کر ایک مرتبہ اپنے چہرے کے لئے اور ایک مرتبہ اپنی کلائی کے لئے۔

② حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین — تیمم دو مرتبہ مٹی پر ہاتھ مارنا ہے ایک بار چہرے کیلئے ایک بار ہاتھوں کیلئے دار قطنی نے کہا۔ علی بن طہمان نے اسے مرفوعاً روایت کیا۔ یحییٰ قطان اور ہشیم وغیرہ نے موقوفاً اور یہی صحیح ہے امام طحاوی نے اسے موقوفاً ہی روایت کیا ہے۔ [2]

③ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا۔

---

[1] شرح معانی الآثار جلد اول باب التیمم ص۔ [2] طبرانی دار قطنی بیہقی۔ [3] طحاوی جلد اول باب التیمم ص۔

وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هٰكَذَا

تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے یہ کافی تھا۔ یہ فرما کر

التیمم ضربة للوجه، ضربة للذراعين الى المرفقين [1]

تیمم یہ ہے کہ (مٹی پر) ایک بار ہاتھ چہرے کیلئے اور ایک بار کہنیوں تک کلائیوں کے لئے مارنا ہے۔

امام حاکم اور امام ذہبی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ امام طحاوی اور ابن ابی شیبہ نے اسے موقوفاً روایت کیا ہے اور حسب اصول حدیث یہ موقوف بھی مرفوع ہی کے حکم میں ہے۔

**دوسرا مسئلہ** ہاتھ پر مسح کہاں تک کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں بھی احادیث مختلف آئی ہیں اور حدیث عمار میں اضطراب ہے بہت سی احادیث میں مونڈھوں اور بغل تک مسح کا ذکر ہے۔ اس لئے احناف نے تیمم کی اصل وضو پر قیاس کرکے کہنیوں تک مسح کا حکم دیا۔ امام طحاوی نے فرمایا۔ کہ تیمم سے پہلے اللہ عزوجل نے وضو ذکر فرمایا جس میں تین اعضاء کے دھونے اور سر کے مسح کا حکم دیا تیمم میں جن اعضاء کو ساقط کرنا تھا ساقط فرما دیا۔ اگر کہنیوں تک مسح مطلوب نہ ہوتا تو اسے بھی ساقط فرما دیتا۔ اسے ساقط نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے اصل پر باقی ہے۔ اسی سے ان احادیث کو بھی ترجیح حاصل ہوگئی جن میں کہنیوں تک مسح کرنے کا صراحۃً ذکر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ اگر مٹی پر ہاتھ مارنے کے بعد ہاتھوں پر گرد ہو تو اسے جھاڑ لینا چاہیئے۔ تاکہ چہرے پر گرد نہ لگے۔ اس لئے کہ یہ صورت بگاڑنے کے مرادف ہوگا جو منع ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تیمم صحیح ہونے میں غبار کو دخل نہیں۔ کیونکہ اگر غبار کو دخل ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھونک کر غبار کو اڑاتے نہیں۔ اس لئے ایسے پتھر پر بھی تیمم جائز ہے جس پر غبار نہ ہو۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ جب کسی حادثے میں قرآن وحدیث کا حکم معلوم نہ ہو تو اجتہاد کی اجازت ہے اور اس پر عمل بھی درست ہے حضرت عمر نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا اور حضرت عمار نے اپنے اجتہاد پر۔

تیمم میں کہنیوں تک مسح ہے۔ یہی مسلک احناف کا بھی ہے اور امام مالک کا بھی۔ امام شافعی کا قول مشہور بھی یہی ہے۔ اصحاب ظواہر اور امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ کہنیوں تک مسح کی حاجت نہیں صرف ہتھیلیوں کا مسح کافی ہے۔ امام بخاری کا بھی بظاہر یہی مسلک معلوم ہوتا ہے۔ ان لوگوں کی مستدل یہی حضرت عمار والی حدیث ہے۔ مگر اس میں اضطراب شدید ہے۔ اُسی لئے امام بخاری نے یہ ثابت کرنے کیلئے کہ۔ مسح بهما وجهه وكفيه۔ زیادہ قوی ہے۔ یہ عنوان قائم کرکے۔ باب التيمم للوجه والكفين اس حدیث کی مزید چھ طریقوں سے تخریج کی۔

مگر ماہرین پر ظاہر ہے کہ اس سے اضطراب تو دور ہوا نہیں۔ اس لئے کہ اس کے برخلاف جو لوگ روایت کرتے ہیں

---

[1] بیہقی حاکم فی المستدرک۔

فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفَّيْهِ الْاَرْضَ وَنَفَخَ فِيْهِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ وَكَفَّيْهِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر ماریں اور ان پر پھونکا اس کے بعد اپنے چہرے اور ہاتھوں پر ملا۔

ت (۷۷) وَقَالَ الْحَسَنُ يُجْزِيْهِ التَّيَمُّمُ مَالَمْ يُحْدِثْ ۔عہ

وہ بھی ثقہ ہیں۔ جب اضطراب باقی رہا۔ تو لا محالہ ترجیح کیلئے قرآن مجید کی طرف اور دوسری احادیث کی طرف رجوع لازم ہوا۔ اور ہم اوپر بتا آئے ہیں کہ اس لحاظ سے ترجیح احناف ہی کے مسلک کو حاصل ہے۔ ان روایات میں کچھ کچھ زیادتی ہے۔ بطریق حجاج میں یہ بھی زائد ہے۔ "ثم اد ناهما من فيه" پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے منہ سے قریب کیا۔ بطریق سلیمان بن حرب یہ زائد ہے۔ كنا في سرية۔ ہم ایک چھوٹے لشکر میں تھے۔ اور بجائے "نفخ" کے "تفل فيهما" ہے۔ ان دونوں میں تھوکا۔ یہاں حقیقۃ تھوکنا مراد نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اتنے زور سے پھونکا کہ کچھ لعاب مبارک نکل پڑا محمد بن کثیر کے طریقہ میں بجائے كفيه کے والكفين ہے یہ روایت ابوذر۔ اور کریمہ کی ہے اصیلی کی روایت میں۔ يكفيك الوجه والكفان ہے۔ جو بالکل ظاہر ہے۔ اس لئے کہ یہ فاعل پر معطوف ہے۔ رہ گئی والكفين۔ کی روایت، نصب کے ساتھ۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ واؤ مع کے معنی میں ہے اور۔ والكفين۔ مفعول معہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

تشریح (۷۷) ہمارا اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد کا تیمم کے سلسلے میں یہ اختلاف ہے کہ ایک تیمم سے ایک سے زائد فرض پڑھنا صحیح ہے یا نہیں اور وقت سے پہلے تیمم کر لیا تو نماز کا وقت ہونے کے بعد اس تیمم سے کوئی بھی نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں۔ ہمارے یہاں درست ہے اور امام شافعی وغیرہ کے یہاں درست نہیں۔ یہ اختلاف اس پر مبنی ہے۔ کہ تیمم وضو کا خلف مطلق ہے یا خلف ضروری۔ امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں۔ کہ خلف ضروری ہے۔ اسلئے نماز کے وقت سے پہلے جو تیمم کیا، اس سے وقت ہونے کے بعد کوئی بھی نماز پڑھنی صحیح نہیں اور جس فرض کے لئے تیمم کیا ہے اس کے علاوہ دوسرا فرض پڑھنا درست نہیں۔ اور ہمارے یہاں۔ تیمم، وضو کا خلف مطلق ہے۔ اس لئے جیسے وقت سے پہلے کئے ہوئے وضو سے وقت ہونے کے بعد وقتیہ فرض اور دیگر فرائض بلکہ ہر نماز پڑھنی صحیح ہے اور ایک وضو سے متعدد فرائض پڑھنا صحیح ہے۔ اسی طرح وقت کے پہلے کئے ہوئے تیمم سے بھی وقت آنے کے بعد وقتیہ اور دیگر متعدد فرائض پڑھنا درست ہے نیز ایک تیمم سے چند فرائض بھی درست ہیں۔ یہاں امام بخاری نے جو باب باندھا ہے۔ وہ یہ ہے۔ باب الصعيد الطيب وضوء المسلم يكفيه من الماء۔ پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے۔ پانی کے بجائے اسے کافی ہے۔

---

عہ بخاری جلد اول طہارت باب التيمم هل ينفخ فيهما ص۴۸۔ ایضاً طہارت باب التيمم للوجه والكفين ص۴۹،۴۸۔ مسلم جلد اول طہارت باب التيمم ص۱۶۱۔ ابوداؤد جلد اول طہارت باب التيمم ص۴۵۔ ترمذی جلد اول طہارت باب ماجاء في التيمم ص۲۱۔ نسائی جلد اول طہارت باب التيمم في الحضر ص۵۹۔ ایضاً جلد اول طہارت باب نوع آخر من التيمم النفخ فيه ص۔ ابن ماجہ طہارت باب ماجاء في التيمم ضربة واحدة ص۴۳۔ عہ مصنف ابن ابی شیبہ وعبدالرزاق، وابو منصور باختلاف الالفاظ۔

ت (۷۸) وَاَمَّ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّهُوَ مُتَيَمِّمٌ ؏ه

ابن عباس نے تیمم کی حالت میں امامت کی

ت (۷۹) وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ لَا بَاْسَ بِالصَّلٰوةِ عَلَى السَّبْخَةِ وَالتَّيَمُّمِ بِهَا

اور یحییٰ بن سعید نے کہا، زمین شور (کھاری زمین) پر نماز پڑھنے اور اس سے تیمم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اس سے یہ افادہ فرمایا کہ اس خصوص میں وہ بھی احناف کے مسلک پر ہیں اور اسی کی تائید میں حضرت حسن بصری کا یہ ارشاد ذکر فرمایا۔ اور یہی ابراہیم، عطاءؒ، ابن مسیب، زہری، لیث، حسن بن حی اور داؤد بن علی کا مذہب ہے۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی منقول ہے۔ اس کی پوری بحث اصول فقہ اور ہدایہ کی شروح میں مذکور ہے۔

**تشریح (۷۸)** اس اثر سے امام بخاری اس کی تائید فرمانا چاہتے ہیں کہ تیمم وضو کا خلف مطلق ہے اس لئے کہ اگر خلف مطلق نہ ہوتا۔ خلف ضروری ہوتا۔ تو ضعیف ہوتا۔ پھر ابن عباس وضو کرنے والوں کی امامت نہ فرماتے۔ اس لئے کہ اگر امام مقتدیوں سے ضعیف حالت میں ہو تو امامت درست نہیں۔ جیسے نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والوں کی امامت نہیں کر سکتا۔ تو معلوم ہوا کہ تیمم کرنے والے کی امامت متوضی کے مثل ہے۔ اب ثابت کہ تیمم وضو کا خلف مطلق ہے۔ حضرت ابن عباس نے یہ تیمم جنابت کیوجہ سے کیا تھا اور مقتدیوں میں حضرت عمار بن یاسر بھی تھے۔ اسی طرح حضرت عمرو بن عاص نے بھی جنابت سے تیمم کر کے امامت کی تھی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اسے بیان کیا تو حضور مسکرائے۔ یہی ہمارا اور امام شافعی امام احمد کا بھی مسلک ہے۔ کہ متیمم متوضی کی امامت کر سکتا ہے۔

**تشریح (۷۹)** امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ تیمم صرف ایسی مٹی سے درست ہے جو مُنبت ہو۔ یعنی اس میں سبزہ اگانے کی قوت ہو۔ شور زمین میں یہ قوت نہیں اس لئے اس سے ان کے نزدیک تیمم درست نہیں ہمارے یہاں اس سے بھی درست ہے۔ ہمارا استدلال یہ ہے کہ قرآن مجید میں۔ صعیدِ طیب۔ سے تیمم کا حکم ہوا۔ صعید کے معنی "روئے زمین کے ہیں اور کھاری زمین بھی اس میں داخل ہے۔ امام شافعی کا استدلال یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ الطیب الصعید الحرث" سب سے عمدہ صعید کھیت ہے۔ مگر علامہ نووی نے فرمایا کہ تیمم کیلئے ارض مُنبت شرط نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس ارشاد سے امام شافعی کا یہ مسلک نہیں ثابت ہوتا کہ کھاری مٹی سے تیمم درست نہیں اسلئے کہ "الطیب الصعید الحرث" کہنا خود بتا رہا ہے کہ "کھیت کے علاوہ بقیہ زمین بھی صعید ہے البتہ کھیت سب سے عمدہ ہے۔ نیز اگر بفرض غلط اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ کھیت کے علاوہ بقیہ زمین صعید نہیں تو لازم آئے گا کہ "کھیت کے علاوہ اور کہیں تیمم جائز نہ ہو۔

امام بخاری اس مسئلے میں بھی احناف کے ساتھ ہیں اس لئے یحییٰ بن سعید انصاری کا یہ ارشاد اپنی تائید میں نقل فرمایا۔ کہ کھاری زمین پر تیمم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

---

؏ ابن ابی شیبہ و بیہقی۔

**حدیث:۔** اشتکی الناس الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من العطش (۲۴۰)

عَنْ عِمْرَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، قَالَ کُنَّا فِیْ سَفَرٍ مَّعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر (تبوک) میں تھے۔ اور

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنَّا اَسْرَیْنَا، حَتّٰی کُنَّا فِیْ آخِرِ اللَّیْلِ وَقَعْنَا وَقْعَۃً وَّلَا وَقْعَۃَ

ہم لوگ رات بھر چلے یہاں تک کہ رات کا آخر ہوگیا تو ہم نے قیام کیا ہم پر ایسی نیند طاری ہوئی کہ اس سے زیادہ میٹھی

اَحْلٰی عِنْدَ الْمُسَافِرِ مِنْھَا فَمَا اَیْقَظَنَا اِلَّا حَرُّ الشَّمْسِ فَکَانَ اَوَّلُ مَنِ اسْتَیْقَظَ

مسافر کے نزدیک کوئی اور نیند نہیں ہوتی (ہم سوتے رہے) ہمیں سورج کی گرمی ہی نے جگایا

# تشریحات (۲۴۰)

**عمران بن حصین** رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی خزاعہ کے فرد ہیں۔ فقہاء صحابہ میں سے ہیں۔ خیبر کے سال ایمان لائے۔ اور متعدد غزوات میں شریک ہوئے۔ فتح مکہ کے دن بنی خزاعہ کا علم انھیں کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں بصرہ اس مقصد سے بھیجا تھا کہ وہاں لوگوں کو فقہ کی تعلیم دیں۔ یہ وہاں کے قاضی بھی تھے۔ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ ملئکہ حفظ کی زیارت کرتے تھے۔ فرشتے انھیں سلام کرتے تھے ۵۲ھ میں وصال ہوا۔ بصرہ جائے وصال ہے ان سے ایک سو اسی احادیث مروی ہیں۔ بخاری نے بارہ احادیث لی ہیں[1]

**لغات** اسرینا۔ بعض روایتوں میں سرینا ہے اس کا مادہ سریٌ ہے۔ جس کے معنی رات میں چلنے کے ہیں۔ جلیداً۔ کرم یکرم سے ہے اس کا مصدر جَلْد اجَلادۃ اور جُلُودۃ آتا ہے۔ اس کے معنی قوی ہونا ہے۔ مسلم میں اجوف جلیداً ہے۔ اجوف کے معنی ہیں جو پیٹ سے آواز نکالے۔ مراد یہ ہیکہ قوی اور بلند آواز تھے۔ مزادتین او سطیحتین مزادۃ۔ اس بڑے مشکیزے کو کہتے ہیں جو دو کھالوں کو سی کر بنایا گیا ہو جسے پکھال کہتے ہیں اور یہی معنی سطیحۃ، کے بھی ہیں۔ مشک صرف ایک کھال کی ہوتی ہے جس میں گردن کی طرف جوں کا توں رکھتے ہیں۔ اور دوسری طرف سی دیتے ہیں۔ مشک چھوٹی ہوتی ہے اور پکھال بڑی اس کیلئے عربی میں دوسرا لفظ راویہ بھی ہے۔ مزادتین اور سطیحتین شک راوی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ شیخ نے، مزادتین کہا تھا یا سطیحتین۔ کیا لفظ تھا اس میں راوی کو شک تھا معنی ایک ہی ہیں میں نے

---

[1] عینی جلد رابع قسم۔ اصابہ ج ۳۔

فُلَانٌ ثُمَّ فُلَانٌ ثُمَّ فُلَانٌ يُسَمِّيهِمْ أَبُو رَجَاءٍ فَنَسِيَ عَوْفٌ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ

سب سے پہلے فلاں جاگا پھر فلاں پھر فلاں ابو رجاء انکا نام لیتے تھے، عوف بھول گئے۔ اس کے بعد چوتھے عمر بن

الْخَطَّابِ الرَّابِعُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَامَ لَمْ

خطاب اٹھے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب آرام فرما ہوتے تو ہم بیدار نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضور خود ہی

نُوقِظْهُ حَتّٰى يَكُونَ هُوَ يَسْتَيْقِظُ۔ لِأَنَّا لَا نَدْرِي مَا يُحْدَثُ لَهُ فِي نَوْمِهِ

بیدار ہوتے۔ اس لئے کہ ہم نہیں جانتے تھے کہ سونے کی حالت میں حضور پر کیا حالت درپیش ہے۔

فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ عُمَرُ وَرَأَى مَا أَصَابَ النَّاسَ وَكَانَ رَجُلًا جَلِيدًا فَكَبَّرَ

جب عمر جاگے اور لوگوں پر جو حالت طاری تھی دیکھا اور یہ نڈر اور جری انسان تھے تو انھوں نے

وَرَفَعَ صَوْتَهُ بِالتَّكْبِيرِ فَمَا زَالَ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالتَّكْبِيرِ حَتّٰى

تکبیر کہنی شروع کی اور تکبیر کے ساتھ اپنی آواز بلند کرنے لگے وہ مسلسل تکبیر کہنے لگے اور تکبیر کے ساتھ آواز بلند

صرف تفنن کیلئے مرادتین کا ترجمہ پچھالیں اور سطیحتین کا بڑے مشکیزے، کیا ہے۔ اَمْسِ۔ کل گذشتہ یہ حجازیوں کے یہاں مبنی علی الکسر ہے اور تمیمیوں کے نزدیک معرب غیر منصرف ہے۔ عدل اور علمیت کیوجہ سے۔ نفر۔ تین سے لیکر دس سے کم مردوں کی جماعت پر بولا جاتا ہے۔ خُلُوف۔ خالف بمعنی مسافر کی جمع ہے جیسے شاہد کی جمع شہود۔ اوکأ۔ بندھن سے مضبوط باندھا۔ عزالی۔ عن لاء کی جمع ہے۔ پچھال اور مشک میں دو منہ ہوتے ہیں ایک اوپر بڑا جس سے پانی بھرتے ہیں ایک نیچے چھوٹا جس سے ضرورت کے مطابق پانی لیتے ہیں۔ عن لاء اسی نیچے والے منہ کو کہتے ہیں۔ وایم اللہ یہ اصل میں اَیْمُنُ اللہ تھا۔ یہ ان الفاظ میں سے ہے جو قسم کیلئے وضع کئے گئے ہیں۔ کبھی نون حذف کرکے ایم اللہ کہتے ہیں۔ شروع کا ہمزہ ہمزۂ وصل ہے۔ ایک یہی ہمزہ وصل ایسا ہے جو مفتوح آتا ہے۔ ایمُ اللہ، مبتدا۔ اس کی خبر قسمی محذوف ہے۔ اور ہمیشہ محذوف رہتی ہے جیسے لعمرك میں۔ عجوۃ۔ کھجور کی ایک قسم کا نام ہے جو مدینہ طیبہ کی کھجوروں میں سب سے عمدہ ہوتی ہے۔ اس کا دوسرا نام لینہ بھی ہے۔ اس کے، احادیث میں فضائل بھی آئے ہیں۔

مادنرنا۔ سَمِعَ یَسْمَعُ سے ہے ہم نے کم نہیں کیا۔ بعض روایتوں میں "نراء" کو فتحہ بھی آیا ہے۔ العجب فعل محذوف، حَبَسَنِیْ کا فاعل ہے۔ الصِرْمُ۔ وہ چند گھر جو عام آبادی سے الگ اکٹھے بنے ہوں۔

اِسْتَیْقَظَ بِصَوْتِہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَیْقَظَ شَکَوْا

کرتے رہے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوگئے حضور جب بیدار ہوگئے تو لوگوں نے

اِلَیْہِ الَّذِیْ اَصَابَھُمْ، فَقَالَ لَاضَیْرَ اَوْ لَایَضِیْرُ اِرْتَحِلُوْا فَارْتَحَلَ فَسَارَ

حضور سے جو افتاد پڑی تھی اس کی شکایت کی۔ اس پر فرمایا۔ کوئی نقصان نہیں یا فرمایا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ یہاں

غَیْرَ بَعِیْدٍ، ثُمَّ نَزَلَ فَدَعَا بِالْوَضُوْءِ فَتَوَضَّأَ وَنُوْدِیَ بِالصَّلٰوۃِ فَصَلّٰی بِالنَّاسِ،

سے چلو۔ وہاں سے چلے تھوڑی دور چل کر اترے اور وضو کا پانی طلب فرمایا۔ پھر نماز کے لئے اذان دی گئی۔ حضور نے

فَلَمَّا انْفَتَلَ مِنْ صَلٰوتِہٖ اِذَا ھُوَ بِرَجُلٍ مُعْتَزِلٍ لَمْ یُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ

لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے (تو دیکھا) ایک شخص الگ ہے سب کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ اس سے فرمایا

مَامَنَعَکَ یَا فُلَانُ اَنْ تُصَلِّیَ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ اَصَابَتْنِیْ جَنَابَۃٌ وَلَا مَاءَ،

اے فلاں سب کے ساتھ نماز پڑھنے سے تجھے کس بات نے روک دیا انھوں نے عرض کیا مجھے جنابت لاحق

قَالَ عَلَیْکَ بِالصَّعِیْدِ فَاِنَّہٗ یَکْفِیْکَ، ثُمَّ سَارَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

ہوگئی ہے۔ اور غسل کے لئے پانی نہیں۔ فرمایا مٹی سے تیمم کر یہ تمہارے لئے کافی ہے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھوڑی

**فی سفر** یہ واقعہ کس سفر میں پیش آیا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ خیبر سے واپسی میں بعض حضرات نے کہا حدیبیہ سے واپسی میں۔ بعض ارباب تحقیق نے فرمایا کہ تبوک کے راستے میں یہ واقعہ پیش آیا۔ جیسا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے جسے امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے۔ اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ اس واقعے میں تیمم کرنے کا حکم ارشاد فرمایا اور ہم پہلے حدیث (۳۳۵) میں تحقیق کر آئے کہ آیت تیمم غزوہ ذات الرقاع سے واپسی میں نازل ہوئی۔ جو خیبر کے بعد ہوا تھا۔ صحیح اور محقق یہ ہے کہ سفر میں نماز فجر قضا ہونے کا واقعہ متعدد بار ہوا ہے۔ ایک دفعہ خیبر سے واپسی میں ہے یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جاگتے رہنے کا ذمہ لیا تھا مگر وہ بھی سو گئے۔ اور سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوئے مسلم اور ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے[1]

---

[1] مسلم جلد اول مساجد باب قضاء الصلوۃ الفائتۃ ص۲۳۲، ابوداؤد جلد اول صلوۃ۔ باب فی من نام عن صلوۃ او نسیھا ص۶۲۔

وَسَلَّمَ، فَاشْتَكَى إِلَيْهِ النَّاسُ مِنَ الْعَطَشِ فَنَزَلَ فَدَعَا فُلَانًا كَانَ يُسَمِّيهِ

دور چلے۔ تو لوگوں نے حضور سے پیاس کی شکایت کی۔ اس پر اتر پڑے اور فلاں کو بلایا۔ ابو رجاء اس کا نام

أَبُو رَجَاءٍ، نَسِيَهُ عَوْفٌ وَدَعَا عَلِيًّا، فَقَالَ اذْهَبَا فَابْتَغِيَا الْمَاءَ فَانْطَلَقَا

لیتے تھے۔ عوف بھول گئے اور علی کو بلایا اور فرمایا تم دونوں جاؤ اور پانی تلاش کرو۔ یہ دونوں چلے تو

فَتَلَقَّيَا امْرَأَةً بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ أَوْ سَطِيحَتَيْنِ مِنْ مَاءٍ عَلَى بَعِيرٍ لَهَا فَقَالَا لَهَا

انھیں ایک عورت ملی جو پانی سے بھری ہوئی۔ دو پکھالوں یا دو بڑے مشکیزوں کے درمیان اپنے اونٹ پر بیٹھی تھی۔ ان

أَيْنَ الْمَاءُ قَالَتْ عَهْدِي بِالْمَاءِ أَمْسِ هَذِهِ السَّاعَةَ وَنَفَرُنَا خُلُوفًا

حضرات نے اس عورت سے پوچھا پانی کہاں ہے؟ اس نے بتایا کہ میں پانی کے پاس کل اسی وقت تھی اور ہمارے مرد پیچھے رہ گئے

قَالَا لَهَا انْطَلِقِي إِذًا قَالَتْ إِلَى أَيْنَ قَالَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

ان دونوں نے اس سے کہا ایسا ہے تو چل۔ اس نے پوچھا۔ کہاں دونوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الَّذِي يُقَالُ لَهُ الصَّابِئُ قَالَا هُوَ الَّذِي تَعْنِينَ فَانْطَلِقِي

کی خدمت میں۔ اس نے کہا وہی جنھیں صابی کہا جاتا ہے ان دونوں نے کہا ہاں وہی جنھیں تو سمجھتی ہے

دوسرا حدیبیہ سے واپسی میں اس میں بھی حضرت بلال ہی نے سب کے جگانے کا ذمہ لیا تھا اور خود بھی سو گئے۔ اور فلاں فلاں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاگے اسے ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے[1] تیسری بار کسی اور سفر میں جیسیں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راستے سے ہٹ کر سوئے تھے۔ یہ مسلم اور ابو داؤد[2] میں حضرت ابو قتادہ سے مروی ہے۔

**کان اول من استیقظ** بخاری علامات نبوت اور مسلم باب قضاء الصلوۃ الفائتہ" میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر اٹھے۔ دوسرا اور تیسرا کون تھا۔ ان کا نام یقینی طور پر معلوم نہ ہو سکا۔ علامہ ابن حجر کا قیاس یہ ہے کہ دوسرے راوی حدیث عمران بن حصین تھے۔ اس لئے کہ وہ حدیث جس طرح بیان کر رہے ہیں وہ بتا رہا ہے کہ انھوں نے سب کچھ دیکھ کر

---

[1] ابوداؤد ص۶۳ [2] ایضاً مسلم ص۲۳۹ ابوداؤد ص۶۳۔

فَجَاءَ اِبِهَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَاہُ الْحَدِیْثَ۔ قَالَ

وہیں چل یہ دونوں حضرات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اسے لائے اور واقعہ بیان کیا۔ راوی نے

فَاسْتَنْزَلُوْھَا عَنْ بَعِیْرِھَا وَدَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاِنَاءٍ فَفَرَّغَ

کہا۔ اور اسے اس کے اونٹ سے اتارا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برتن منگایا اور اس میں دونوں

فِیْہِ مِنْ اَفْوَاہِ الْمَزَادَتَیْنِ اَوِ السَّطِیْحَتَیْنِ وَاَوْکَأَ اَفْوَاھَھُمَا وَاَطْلَقَ

مشکیزوں کے منھوں سے کچھ پانی اونڈیلا اور ان کے منہ باندھ دیئے۔ اور اس کے نیچے کا

الْعَزَالِیَ وَنُوْدِیَ فِی النَّاسِ، اُسْقُوْا وَاسْتَقُوْا، فَسَقٰی مَنْ سَقٰی وَاسْتَقٰی مَنْ

تنگ منہ کھول دیا اور لوگوں میں اعلان کر دیا گیا۔ کہ پانی خود بھی پیو اور جانوروں کو بھی پلاؤ جس کو پینا تھا پیا اور جس نے

شَاءَ وَکَانَ اٰخِرُ ذٰلِکَ اَنْ اَعْطَی الَّذِیْ اَصَابَتْہُ الْجَنَابَۃُ اِنَاءً مِّنْ مَّاءٍ

چاہا جانوروں کو پلایا۔ اور سب کے آخر میں ایک برتن پانی اسے دیا جسے جنابت لاحق ہو گئی تھی اور فرمایا جاؤ اسے اپنے

قَالَ اذْھَبْ فَاَفْرِغْہُ عَلَیْکَ۔ وَھِیَ قَائِمَۃٌ تَنْظُرُ اِلٰی مَا یُفْعَلُ بِمَائِھَا

اوپر ڈال لو (نہالو)۔ اور وہ عورت کھڑی وہ سب دیکھتی رہی جو اس کے پانی کے ساتھ کیا جا رہا تھا

بیان کیا ہے۔ اور تیسرے صاحب ذو مخبر ہیں جو اس سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کر رہے تھے۔ علامہ عینی نے اس پر یہ تعقب فرمایا۔ کہ یہ قیاس اور اندازے سے حدیث میں تصرف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**تطبیق** یہاں یہ ہے کہ حضرت عمر نے اٹھکر تکبیر کہنی شروع کی اور علامات نبوت میں ہیکہ سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر اٹھے اور تکبیر کہنے لگے۔ مگر دونوں میں منافات نہیں۔ واقعہ یہی ہے کہ صدیق اکبر نے بھی تکبیر کہی مگر ان کی آواز بلند نہ تھی اس سے حضور بیدار نہ ہوئے اور حضرت فاروق اعظم کی آواز بہت بلند تھی۔ اس سے بیدار ہو گئے۔ اس کا لحاظ کر کے یہاں اختصار کر دیا۔ اور علامات نبوت میں پوری بات ذکر کر دی۔

**وکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا نام لم نوقظہ** اس پر ایک شدید اشکال یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان عینی تنامان ولا ینام قلبی[1] میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع کیوں نہ ہوئی کہ نماز فجر کا وقت ہو گیا۔ سورج نکلنے والا ہے۔

---

[1] عینی جلد رابع ص۲۵

وَايْمُ اللّٰهِ لَقَدْ اُقْلِعَ عَنْهَا وَاِنَّهٗ لَيُخَيَّلُ اِلَيْنَا اَنَّهَا اَشَدُّ مِلْئَةً مِّنْهَا حِيْنَ

اور خدا کی قسم جب ان مشکیزوں سے پانی لینا بند کیا گیا تو ہمیں ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اس وقت زیادہ بھرے

ابْتُدِئَ فِيْهَا۔ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْمَعُوْا لَهَا، فَجَمَعُوْا

ہیں بہ نسبت اُس وقت کے جب ان سے پانی لینا شروع کیا گیا تھا۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

لَهَا مِنْ بَيْنِ عَجْوَةٍ وَّدَقِيْقَةٍ وَّسَوِيْقَةٍ حَتّٰى جَمَعُوْا لَهَا طَعَامًا فَجَعَلُوْهُ فِيْ

اس عورت کے لئے کچھ جمع کرو تو لوگوں نے اس کے لئے عجوہ آٹا ستو کھانے کے سامان اکٹھا کر دیا اور ایک کپڑے

ثَوْبٍ وَّحَمَلُوْهَا عَلٰى بَعِيْرِهَا وَوَضَعُوا الثَّوْبَ بَيْنَ يَدَيْهَا فَقَالَ لَهَا

میں باندھ دیا اور اس عورت کو اس کے اونٹ پر سوار کرا دیا اور کھانے کا کپڑا اس کے آگے رکھ دیا اب حضور نے اس سے فرمایا

اس کا سب سے عمدہ اور ٹھوس جواب وہ ہے جو استاذی جلالۃ العلم حافظ ملت، حضرت علامہ حافظ ابو الفیض عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور نے دیا۔ ارشاد فرمایا۔ اگرچہ قلب محسوسات اور معقولات دونوں کا ادراک کرتا ہے۔ مگر محسوسات کے ادراک کے لئے حواس کا واسطہ ضروری ہے طلوع فجر محسوس مبصر ہے اس کے جاننے کیلئے آنکھ کا واسطہ ضروری ہے۔ چونکہ چشمان مبارک سو رہی تھیں۔ اس لئے قلب مبارک طلوع فجر کا ادراک نہ کر سکا۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ جیسے حالت بیداری میں کبھی کبھار سہو ہو گیا ہے اس مصلحت سے تاکہ سہو کی تلافی اور قضاء کے احکام کا بیان اور اس کی تشریع فعل رسول سے ہو جائے۔ اسی طرح سونے کی وجہ سے نماز کی قضا بھی اسی حکمت کی بنا پر ہے کہ احکام قضاء کا بیان اور اس کی تشریع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل مبارک سے ہو جائے۔

**فارتحلوا** وہاں سے کوچ کرنے کی وجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ۔

هٰذا منزل حضر فيه الشيطان اس جگہ شیطان آگیا۔

**فدعا فلانا** یہ خود راوی حدیث حضرت عمران تھے۔ جیسا کہ ابن زریر کی روایت ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جو چند سوار تھے ان کے ساتھ مجھے پانی تلاش کرنے کے لئے بعجلت تمام بھیجا۔[2]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صرف حضرت عمران اور حضرت علی ہی نہیں گئے تھے بلکہ ایک جماعت گئی تھی۔ جن کے امیر

---

[1] مسلم ص ۱۳۸ [2] عینی جلد رابع ص ۲۹

تَعْلَمِيْنَ مَا رَزِئْنَا مِنْ مَّائِكِ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ هُوَ الَّذِيْ اَسْقَانَا۔ فَاَتَتْ اَهْلَهَا

ہم نے تیرے پانی سے کچھ کم نہیں کیا ہاں اللہ ہی وہ ہے جس نے ہمیں پانی پلا دیا۔ اس کے بعد عورت اپنے گھر

وَقَدِ احْتُبِسَتْ عَنْهُمْ۔ قَالُوْا مَا حَبَسَكِ يَا فُلَانَةُ۔ قَالَتِ الْعَجَبُ لَقِيَنِيْ

والوں کے پاس گئی چونکہ اس کے پہنچنے میں تاخیر ہوگئی تھی۔ تو گھر والوں نے پوچھا اے فلانہ تجھے کس چیز نے روکا۔ اس نے کہا

رَجُلَانِ فَذَهَبَا بِيْ اِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يُقَالُ لَهُ الصَّابِئُ فَفَعَلَ بِيْ

تعجب انگیز بات ہے مجھے دو شخص ملے اور مجھے ان کی خدمت میں لے گئے جنھیں صابی کہا جاتا ہے۔ تو انھوں نے ایسا

كَذَا وَكَذَا فَوَاللّٰهِ اِنَّهُ لَاَسْحَرُ النَّاسِ مِنْ بَيْنِ هٰذِهٖ وَهٰذِهٖ وَقَالَتْ

ایسا کیا خدا کی قسم وہ شخص اِس کے اور اُس کے درمیان سب سے بڑا جادوگر ہے اور اُس نے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہے ہوں گے اور ممتاز افراد میں حضرت عمران۔ اس لئے بخاری کی اس روایت میں خصوصیت سے ان دونوں کا تذکرہ ہے۔

**فَفَرَّغَ** مسلم میں ہے۔ فَبَخَّ فِی الْعَزَالَیَیْنِ الْعُلْیَاوَیْنِ۔ بیہقی اور طبرانی میں ہے فَمَضْمَضَ فِی الْمَاءِ وَاَعَادَهٗ فِیْ اَفْوَاهِ الْمَزَادَتَیْنِ۔ پانی میں کلی کرکے مشکیزوں کے منہ میں ڈال دیا۔ اس کی برکت سے پانی سب نے پیا۔ جانوروں کو پلایا مگر کم نہ ہوا۔

**مَسَائِل** اس حدیث سے یہ مسائل اخذ ہوئے ① بزرگوں کا ادب بہر حال لازم ہے۔ وہ سو رہے ہوں تو ان کو مخاطب کرکے پکارنا بھی نہیں چاہئے ② کسی طاعت کے فوت پر افسوس محمود ہے ③ اپنی تقصیر کے بغیر نماز قضا ہو جائے تو کوئی گناہ نہیں ④ سفر میں ساتھیوں کا خیال رکھنا لازم ہے ⑤ پانی پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں جنبی کو بھی تیمم کافی ہے ⑥ پوری جماعت کی نماز قضا ہو جائے تو اذان بھی سنت ہے اور جماعت بھی ⑦ شدید پیاس دفع کرنے کیلئے دوسرے کا پانی بالجبر عوض سے لینا جائز ہے۔ ⑧ وضو اور غسل پر پیاس مقدم ہے ⑨ ہبہ وغیرہ اور اس کا عوض زبان سے کہے بغیر لینا دینا جائز ہے ⑩ کفار کے برتن اور پانی اور کھانے کا استعمال جائز ہے جب تک نجاست اور حرمت کا یقین نہ ہو ⑪ فوت شدہ نماز کی ادائیگی میں بضرورت تاخیر درست ہے ⑫ حضرت فاروق اعظم دنیی معاملے میں سب سے زیادہ قوی اور سخت تھے ⑬ استیلاء تام سے حربیوں کا مال مسلمانوں کیلئے حلال ہے۔ استیلاء تام سے مراد یہ ہیکہ وہ مال پورے طور سے قبضے میں آجائے۔ لشکرِ اسلام یا دارالاسلام میں پہنچ جائے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بِاِصْبَعَيْهَا الْوُسْطٰى وَالسَّبَّابَةِ فَرَفَعَتْهُمَا اِلَى السَّمَاءِ تَعْنِىْ السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ،

اپنی بچلی اور کلمے کی انگلیوں سے اشارہ کیا ان دونوں کو آسمان کی طرف اٹھایا اس کی مراد زمین اور آسمان تھی۔

اَوَاِنَّهٗ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا فَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدُ يُغِيْرُوْنَ عَلٰى مَنْ حَوْلَهَا

یا وہ یقینا اللہ کے برحق رسول ہیں۔ اس کے بعد مسلمان اس عورت کے ارد گرد کے مشرکین پر چھاپے مارتے رہے

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَلَا يُصِيْبُوْنَ الصِّرْمَ الَّذِىْ هِىَ مِنْهُ۔ فَقَالَتْ يَوْمًا

اور یہ عورت جس محلے میں تھی اسے چھوڑ دیتے۔ اس پر اس عورت نے ایک دن اپنی قوم سے کہا

لِّقَوْمِهَا مَا اَرٰى اَنَّ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ قَدْ يَدَعُوْنَكُمْ عَمَدًا فَهَلْ لَّكُمْ

میں سمجھتی ہوں کہ یہ لوگ تم کو بالقصد چھوڑ دیتے ہیں تو کیا اب تمہیں اسلام قبول کرنے کی رغبت ہے

فِى الْاِسْلَامِ فَاَطَاعُوْهَا فَدَخَلُوْا فِى الْاِسْلَامِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ،

قوم نے اس کی بات مان لی اور سب اسلام میں داخل ہوگئے۔ ابو عبداللہ نے کہا

**قال ابو عبد اللہ** صابی کا لفظ دو مادوں سے بنا ہے ایک ،،صَبَأَ یَصْبُؤُا،، سے ناقص واوی ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں۔ مائل ہوا۔ قلبی رجحان ہوا۔ اور ایک صَبَأَ یَصْبَأُ[1] یہ مہموز لام ہے اس کے معنی لغت میں ہے۔ ایک دین سے نکلا دوسرے دین میں داخل ہوا۔

اس حدیث میں صابی کا لفظ آیا ہے۔ اس کے بارے میں امام بخاری بتا رہے ہیں کہ اس کے معنی۔ ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہونے والے کے ہیں۔ عرب کے جاہل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ،،صابی،، اس بنا پر کہتے تھے۔ کہ حضور نے قریش کے مذہب کے بجائے دین ابراہیمی اختیار فرمایا تھا۔ قرآن مجید میں ،،صائبین،، کا لفظ آیا ہے۔ لفظی مناسبت سے امام بخاری، ابو العالیہ کا قول نقل کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے جو زبور پڑھتا تھا۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ ،، صائبین،، اہل کتاب میں سے ہیں۔ اس کی پوری تحقیق اپنے موقع پر آئے گی۔

---

ع۔ بخاری جلد اول تیمم باب الصعید الطیب وضوء المسلم ص۴۹۔ بخاری جلد اول تیمم ص۵۔ بخاری جلد اول مناقب باب علامات النبوۃ ص۵۰۔ مسلم جلد اول مساجد باب قضاء الصلوۃ الفائتۃ ص۲۳۔ نسائی جلد اول طہارت باب التیمم بالصعید ص۴۱۔ دارمی وضوء ص۷۵۔ مسند امام

صَبَأَ خَرَجَ مِنْ دِيْنٍ اِلٰى غَيْرِهٖ وَقَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ الصَّابِئِيْنَ فِرْقَةٌ

امام بخاری نے کہا۔ صَبَا۔ کے معنی ہیں ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہوا اور ابو العالیہ نے کہا۔

مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ يَقْرَءُوْنَ الزَّبُوْرَ۔ اَصْبُ اَمِلُ۔

صائبین اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے جو زبور پڑھتے ہیں۔ اَصْبُ کے معنی ہیں میں مائل ہوں۔

ت ⑧⓪ وَيُذْكَرُ اَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ، اَجْنَبَ فِيْ لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص کو ایک سرد رات میں جنابت لاحق ہوگئی

سورہ یوسف میں۔ اَصْبُ۔ کا لفظ آیا ہے۔ جو ناقص واوی ہے۔ اس کے معنی اَمِلُ کے ہیں یعنی میں مائل ہو جاؤنگا۔ علامہ عینی کی تحقیق یہ ہے کہ اس حدیث میں صابی کا جو لفظ ہے۔ یہ ناقص واوی ہے۔ اس لئے کہ اہلِ عرب جو شخص مسلمان ہو جاتا۔ اسے مصبُوٌّ۔ اور عام مسلمان کو صُبَاۃٌ کہتے تھے۔ جو صابی ناقص کی جمع ہے۔ جیسے غازی کی غزاۃ قاضی کی قضاۃ اگر یہ مہموز لام ہوتا تو اس کا اسم مفعول مصبوء ہمزے کیساتھ آتا جیسے مقروءٌ اور جمع صُبَّاءٌ آتی جیسے قاری کی جمع قرّاء۔ حدیث میں صابی کی روایت دونوں طرح ہے ہمزے کیساتھ بھی اور بغیر ہمزے کے بھی۔

اس حدیث میں ایک خاص نکتہ یہ ہے کہ ان صحابیہ بی بی نے حالت کفر میں بھی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کوئی گستاخی نہیں کی۔ بلکہ ادب کا لحاظ رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا تو یہ کہا۔ وہ جنھیں صابی کہا جاتا ہے۔ خود انھوں نے صابی نہیں کہا۔ اس کا فائدہ ان کو یہ ملا کہ ایمان نصیب ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافر بھی اگر مجبوبان بارگاہ کا ادب کرتا ہے تو اسے فائدہ پہنچتا ہے۔

## تشریحات ت ⑧⓪

**حضرت عمرو بن عاص** رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابہ کرام میں سے ہیں۔ سیاست، حکمرانی، شجاعت، جنگی مہارت اور مشکل سے مشکل معاملے کے حل میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے مشہور ہے۔ دُہاۃ عرب چار ہیں۔ معاویہ، مغیرہ، عمرو بن عاص زیاد بن ابیہ۔ ان کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ مشکل اور لاینحل معاملات کو چٹکی بجاتے حل کر دیتے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سات سال پہلے پیدا ہوئے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد بیس سال باحیات رہے نوے سال کی عمر پائی۔ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان ۸ھ صفر کو سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حاضر خدمت

www.sirat-e-mustaqeem.net

فَتَيَمَّمَ وَتَلَا وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا فَذُكِرَ ذٰلِكَ

تو انھوں نے تیمم کیا اور یہ آیت تلاوت کی اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو بلاشبہ اللہ عزوجل تم پر مہربان ہے

ہو کر ایمان سے مشرف ہوئے ان کے ساتھ عثمان بن طلحہ بھی تھے۔ یہ لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تمہاری طرف پھینک دیے ہیں۔ انکا بیان ہے کہ میرے دل میں اسلام اسی وقت گھر کر گیا تھا جب میں نجاشی کے یہاں مسلمانوں کو واپس لانے گیا تھا۔ اسلام لانے کے بعد بارگاہ اقدس کے مقربان خاص میں داخل ہو گئے۔ ان کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتنا احترام اور اجلال تھا کہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔ بارگاہ میں ہمیشہ نگاہ نیچی رکھتے تھے۔ ان کی سرکردگی میں ۸ھ میں ذات السلاسل کی مہم گئی جسمیں حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے ماتحت تھے۔ اسی غزوے میں وہ واقعہ رونما ہوا جو اس "تعلیق" میں مذکور ہے۔ اخیر عمر مبارک میں انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمان کا والی بنا دیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک اس عہدے پر باقی رہے۔ جب شام کی مہم شروع ہوئی، تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں فلسطین کی مہم پر مقرر فرمایا۔ پھر فلسطین کی فتح کے بعد، ان کو اردن اور فلسطین کا والی بنا دیا اس کے بعد مصر کی فتح پر مامور فرمایا انھوں نے جب مصر فتح کر لیا تو وہاں کا والی بنایا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی عہدے پر باقی رکھا۔ پھر چار سال کے بعد معزول کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات تک یہ فلسطین رہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد یہ حضرت معاویہ کے پاس آگئے اور ان کے مشیر خاص اور قوت بازو رہے۔ یہاں تک کہ واقعہ صفین کے بعد جب تحکیم پر اتفاق ہوا تو حضرت معاویہ نے ان کو اپنی طرف سے حکم بنایا۔ دومۃ الجندل کے افسوسناک واقعے کے بعد حضرت معاویہ نے مصر پر ان کو والی بنا دیا۔ اسی حالت میں خاص عید الفطر کے دن ۴۳ھ کو مصر ہی میں وصال فرمایا۔ ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر نماز عید پڑھائی۔ فسطاط کے علاقہ مقطم میں دفن کئے گئے۔ یہ وصیت فرما گئے تھے کہ جب مجھے دفن کر چکو تو میری قبر پر اتنی دیر بیٹھے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ مجھے انسیت حاصل ہو۔ ان سے سینتیس احادیث مروی ہیں جن میں سے تین بخاری میں ہیں[1]

## سریہ ذات السلاسل

یہ واقعہ سریہ ذات السلاسل میں پیش آیا تھا یہ سریہ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں ہوا تھا۔ اس کا نام ذات السلاسل اس لئے پڑا کہ یہ قبیلہ جذام کی سرزمین میں ہوا تھا جس کا نام

---

[1] عینی جلد رابع باب التیمم ص۳۴ الاستیعاب، اصابہ۔

لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یُعَنِّفْ۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اسے ذکر کیا گیا تو حضور نے انکی سرزنش نہیں کی۔

## حدیث ۔ مناظرۃ ابن مسعود و ابی موسیٰ الاشعری فی تیمم الجنب (۲۴۱)

عَنْ شَقِیْقٍ قَالَ کُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللّٰہِ وَ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ

شقیق بن سلمہ نے کہا میں، حضرت عبداللہ (بن مسعود) اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کیساتھ

سلسل ہے یہ مدینہ طیبہ سے دس دن کی دوری پر وادی القریٰ کے آگے ہے۔

**تکمیل** پوری تفصیل یہ ہے جو خود حضرت عمرو بن عاص نے بیان کیا۔ کہ مجھے سریہ ذات السلاسل میں جنابت لاحق ہوگئی۔ سردی کی رات تھی۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر نہاؤں تو کہیں مر نہ جاؤں تو تیمم کر کے میں نے صبح کی نماز پڑھائی واپسی پر لوگوں نے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا۔ میں نے وجہ عرض کردی اور یہ آیت تلاوت کی۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا (نساء) (۲۹) اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو بلاشبہ اللہ تم پر مہربان ہے۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کچھ نہیں کہا[1]

اس حدیث سے یہ مسائل اخذ ہوئے ① محدث ہو یا جنب اگر اسے یہ ظن غالب ہو کہ پانی کے استعمال سے جان چلی جائیگی یا مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہوگا تو وہ تیمم کرلے ② جنبی بوجہ عذر شرعی اگر تیمم کر کے نماز پڑھ لے تو اس کا اعادہ نہیں جیسا کہ امام بخاری کے ذکر کردہ لفظ "لم یعنفہ اور ابوداؤد کے۔ ولم یقل شیئا۔ سے ظاہر ہے ③ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی اجتہاد کی اجازت تھی۔

## تشریحات (۲۴۱)

تکمیل۔ اس روایت میں قلب ہے۔ یعنی مکالمے کے نقل میں تقدیم و تاخیر ہوگئی ہے۔ صحیح صورت یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔ اے ابو عبدالرحمٰن بتایئے اگر کوئی جنبی ہوجائے اور پانی نہ پائے تو کیا کرے یعنی تیمم کر کے نماز پڑھے۔ یا بلا تیمم کے یا نماز ہی نہ پڑھے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ، یہ

---

[1] ابوداؤد جلد اول طہارت باب اذا خاف الجنب البرد تیمم ص۴۵

تَعَالٰی عَنْهُمَا فَقَالَ لَهٗ اَبُوْمُوْسٰی لَوْ اَنَّ رَجُلًا اُجْنَبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا

بیٹھا تھا کہ ابو موسیٰ نے عبداللہ سے کہا اگر کوئی جنبی ہو جائے اور ایک مہینے تک پانی نہ پائے تو کیا وہ تیمم

اَمَا كَانَ يَتَيَمَّمُ وَيُصَلِّيْ، قَالَ، فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ لَا يَتَيَمَّمُ وَاِنْ كَانَ لَمْ يَجِدْ

کرے اور نماز پڑھے۔ راوی نے کہا۔ اس پر عبداللہ نے کہا تیمم نہ کرے اگرچہ ایک ماہ تک پانی نہ پائے۔

شَهْرًا فَقَالَ لَهٗ اَبُوْمُوْسٰی فَكَيْفَ تَصْنَعُوْنَ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ فِيْ سُوْرَةِ الْمَائِدَةِ

ابو موسیٰ نے کہا۔ سورہ مائدہ کی اس آیت کو کیا کرو گے (کہ فرمایا) اگر پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے

نماز نہ پڑھے۔ تو حضرت ابو موسیٰ نے کہا۔ عمار کی اس روایت کو کیا کرو گے جو وہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمار سے فرمایا تمہیں یہ کافی ہے۔ (تیمم کی طرف اشارہ فرمایا)۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا کیا آپ کو نہیں معلوم کہ حضرت عمر نے عمار کے قول پر اطمینان نہیں فرمایا۔ اب حضرت ابو موسیٰ نے کہا۔ چلو ہم عمار کے قول کو چھوڑتے ہیں اس آیت کو کیا کرو گے۔ اس کا جواب حضرت عبداللہ نہ دے پائے۔ اور یہ کہا۔ اگر ہم جنبی کو تیمم کی اجازت دیدیں تو جب کسی کو پانی ٹھنڈا لگے گا تو غسل نہ کریگا تیمم کرنے لگے گا۔ اعمش نے کہا میں نے شقیق سے کہا۔ حضرت عبداللہ نے اس وجہ سے اسے ناپسند کیا تو شقیق نے کہا۔ ہاں۔ اس میں تھوڑا اختصار بھی ہے پوری تفصیل وہ ہے جو حدیث (۲۳۹) میں گذر چکی ہے کہ حضرت عمار نے حضرت عمر سے یہ کہا مجھے اور آپ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سریہ میں یا اونٹوں کی دیکھ بھال کیلئے بھیجا تھا۔ اور مجھے بھی جنابت لاحق ہو گئی اور آپ کو بھی۔ میں نے تو چوپائے کی طرح زمین پر لوٹ کر نماز پڑھ لی۔ آپ نے نہیں پڑھی۔ جب واپس آکر خدمتِ اقدس میں واقعہ عرض کیا تو یہ فرمایا تمہیں یہ کافی ہے۔ اھ

**توضیح باب** اس حدیث پر امام بخاری نے۔ دو باب قائم فرمایا ہے۔ پہلا یہ ہے۔

اذا خاف الجنب علی نفسه المرض او الموت او خاف العطش تیمم۔

غسل کرنے سے اگر جنبی کو مریض ہو جانے یا موت کا یا پیاس کا اندیشہ ہو تو تیمم کرے۔ اس کی تائید میں امام بخاری نے "پہلے عمرو بن عاص کا" اثر" ذکر فرمایا۔ جسمیں یہ ہے کہ "حضرت عمرو بن عاص نے اپنے اجتہاد سے ضرر کے اندیشے سے بجائے غسل کے تیمم کرکے نماز پڑھی۔ پھر خدمتِ اقدس میں عرض کیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر سکوت فرمایا۔ نہ تو انھیں ملامت کی نہ اس پر انکار فرمایا یہ ان کے فعل کی تائید ہے۔ جسے اصطلاح میں تقریر کہتے ہیں۔ اس طرح اس خصوص میں حضور کی بھی اجازت ثابت ہے۔ اس سے معلوم ہوا جب جنبی غسل پر قادر نہ ہو تو تیمم کرکے نماز پڑھے یہی جمہور صحابہ اور امام اعظم امام

فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ رُخِّصَ

تیمم کرو۔ اس پر عبداللہ نے کہا اگر اس صورت میں تیمم کی اجازت

فِيْ هٰذَا لَهُمْ لَاَوْشَكُوْا اِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ اَنْ يَّتَيَمَّمُوْا الصَّعِيْدَ

دیدی جائے تو لوگوں کو جب بھی پانی ٹھنڈا لگے گا مٹی سے تیمم کرنے لگیں گے

مالک اور شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مسلک ہے۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے۔ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا۔ اور تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔ پانی نہ پانے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک حقیقی کہ واقعی حقیقت میں وہاں پانی نہ ہو۔ دوسرے حکمی کہ پانی ہے مگر پانی کے استعمال پر قدرت نہیں۔ مثلاً دشمن یا درندے کا خوف ہے یا پانی کنوئیں میں ہے اس کے پاس ڈول یا رسی یا کوئی ایسی چیز نہیں جس سے پانی کھینچ سکے۔ یا پانی تھوڑا ہے اگر اسے غسل میں صرف کر دیگا تو اس کی یا ساتھیوں یا جانوروں کی پیاس کا اندیشہ ہے۔ یا پانی کے استعمال پر بظاہر قدرت ہے مگر چونکہ پانی کے استعمال کرنے سے جان جانے کا اندیشہ ہے یا بیمار پڑ جانے کا یا بیماری بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو یہ حقیقت میں پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہوئی۔ ان صورتوں میں پانی موجود تو ہے مگر اس کا وجود و عدم برابر ہے اس لئے حکماً گویا پانی موجود نہیں۔ اس لئے ان تمام صورتوں میں تیمم کی اجازت ہے۔ ان تمام صورتوں میں جنب کی تخصیص نہیں۔ بلکہ محدث کا بھی یہی حکم ہے۔

اس باب کی تائید میں امام بخاری نے دوسری دلیل، حضرت عمار کی وہ حدیث پیش کی جو زیر بحث ہے اس حدیث میں جو استدلال ہے وہ اصل میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ انھوں نے اس پر دو دلیلیں قائم کیں۔ ایک حضرت عمار کی حدیث میں یہ ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس صورت میں حضرت عمار کو تیمم کی اجازت دی۔ دوسری دلیل سورہ مائدہ کی آیت تیمم ہے۔ آیت سے استدلال کا حضرت عبداللہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ حضرت عمار کی حدیث پر یہ فرمایا۔ کہ حضرت عمار کے قول پر حضرت عمر کو اطمینان نہ ہوا۔ حضرت عمر کے اطمینان نہ ہونے کا سبب یہ نہیں کہ وہ حضرت عمار کو جھوٹا سمجھتے تھے۔ بلکہ چونکہ حضرت عمار نے یہ بیان کیا تھا کہ آپ بھی ساتھ تھے۔ کیا آپ کو یاد نہیں۔ اس سے حضرت عمار، حضرت فاروق اعظم کی تائید حاصل کرنا چاہتے تھے۔ مگر چونکہ حضرت فاروق اعظم کو یاد نہ تھا اس لئے فرمایا۔ اے عمار اللہ سے ڈرو۔ حضرت عمر عمار کو جھوٹا نہیں جانتے تھے۔ اس پر قرینہ یہ ہے جب حضرت عمار نے کہا کہ اگر آپ کہیں تو میں آئندہ اسے نہ بیان کروں تو فاروق اعظم نے فرمایا میرا مقصد یہ ہرگز نہیں تمھیں یاد ہے تو تم بیان کرو۔ اگر انھیں جھوٹا جانتے تو ضرور انھیں یہ حدیث بیان کرنے سے روک دیتے۔

قُلْتُ وَاِنَّمَا کَرِھْتُمْ ھٰذَا اِذَا قَالَ نَعَمْ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰی اَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ

میں نے کہا تم نے اس وجہ سے ناپسند کیا ہے انھوں نے کہا ہاں۔ اس پر ابو موسیٰ نے کہا کیا تم نے وہ نہیں سنا

عَمَّارٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ

جو عمار نے عمر بن خطاب سے کہا تھا۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک کام کیلئے بھیجا

حضرت عمار نے ایکبار اس حدیث کو بیان فرمادیا۔ اس سے فرض تبلیغ ادا ہو گیا تھا۔ اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انھوں نے کتمان علم کی اجازت مانگی تھی۔

حضرت عمر کس بنا پر جنبی کیلئے غسل کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ یہ کہیں منقول نہیں۔ مگر غور کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ غالباً۔ اس آیت میں۔ اَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَآءَ۔ سے مراد لمس بالید، صرف ہاتھ سے چھونا مراد لیتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر وہ ملامست سے جماع مراد لیتے تو نص قرآنی کے خلاف کبھی فتویٰ نہ دیتے۔ اب حضرت عمر کا استدلال یہ ہو سکتا ہے۔ کہ فرمایا گیا۔ وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّھَّرُوْا۔ اگر تم جنبی ہو تو خوب پاک ہو لو۔ فَاطَّھَّرُوْا۔ سے بالاجماع غسل مراد ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا عورتوں کو چھوؤ اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی پر تیمم کرو۔

تو سیاق سے ظاہر ہو گیا کہ تیمم صرف محدث کیلئے ہے۔ اور جنب کیلئے صرف غسل ہے۔

رہ گئے حضرت ابن مسعود تو انھوں نے اپنے فتویٰ کی وجہ خود ہی ظاہر کر دی۔ کہ۔ اگر جنبی کو بجائے غسل کے تیمم کی اجازت دیدی جائے۔ تو جسے بھی پانی ٹھنڈا لگے گا وہ تیمم کرنے لگے گا۔

یعنی یہ اندیشہ ہے کہ اگر جنبی کو پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کی اجازت دیدی گئی تو لوگ ذرا سی باتوں کی وجہ سے بجائے غسل کے تیمم کرنے لگیں گے۔ اور ایسی باتوں کا سد باب ضروری ہے۔ اس لئے جنب کو تیمم کی اجازت نہ ملنی چاہئے۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام میں حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنب کو غسل کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ مگر امام نووی[1] نے ایک قول نقل فرمایا ہے کہ حضرت عمر نے اس فتوے سے رجوع فرمالیا تھا۔ حضرت شیخ الاسلام نبیرہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہما نے اپنی شرح[2] میں فرمایا۔ کہ ابن ابی شیبہ میں بسند منقطع یہ مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود نے بھی اپنے فتویٰ سے رجوع فرمالیا تھا۔ اس طرح اب اس پر اجماع ہو گیا کہ جنب کو اگر پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھے۔

---

[1] نووی شرح مسلم جلد اول باب تیمم ص۱۶۰ [2] جلد ثانی باب التیمم ص۳۵۴۔

حَاجَةٍ فَاَجْنَبْتُ فَلَمْ اَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيْدِ كَمَا تَمَرَّغُ الدَّابَّةُ

تھا تو میں جنبی ہوگیا اور پانی نہ پاسکا تو مٹی میں اس طرح لوٹا تھا جیسے چوپایا لوٹتا ہے۔ میں نے

فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا۔ تمہیں صرف یہ کافی تھا کہ ایسے کر لیتے

اَنْ تَصْنَعَ هٰكَذَا وَضَرَبَ بِكَفِّهٖ ضَرْبَةً عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ نَفَضَهَا ثُمَّ مَسَحَ

اور حضور نے اپنی ہتھیلی ایک بار زمین پر ماری پھر اسے جھاڑا پھر اس مٹی کو

اس حدیث پر امام بخاری نے دوسرا باب یہ قائم فرمایا ہے۔ التیمم ضربۃ۔ تیمم صرف ایکبار ہاتھ مارنا ہے اس پر پوری بحث گذر چکی۔ اس باب کی تائید حدیث کے اس جملے سے ہوتی ہے۔ کہ حضرت عمار نے فرمایا۔ ضرب بکفہ ضربۃ علی الارض۔ حضور نے اپنی ہتھلی ایکبار زمین پر ماری۔ لیکن اسلوب کلام سمجھنے کی جو لوگ مہارت رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیمم کا طریقہ نہیں بتا رہے تھے۔ بلکہ مقصود یہ تھا۔ کہ اے عمار جنابت کے لئے تیمم میں پورے جسم پر مٹی ملنا ضروری نہیں۔ کہ تم لوٹے۔ بلکہ صرف معہود تیمم کر لینا کافی تھا۔ اس کی طرف اشارہ فرمادیا کہ مٹی پر ہاتھ مار کر یوں کر لیتے یعنی جیسے تیمم کیا جاتا ہے ویسے کر لیتے۔ ورنہ اس میں یہ ہے پہلے ہاتھوں کی پشت کو ملا پھر چہرے کو ملا۔ یہ کسی کے یہاں نہیں کہ پہلے ہاتھ پر مٹی ملے پھر اس کے بعد چہرے پر ملے۔ جو جواب اور لوگ اس کا دیں گے وہی جواب ہم، ضربۃ کا دیں گے۔

**مسائل** اس حدیث سے یہ مسائل مستنبط ہوئے ① محدث کی طرح جنب بھی اگر پانی پر قادر نہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھے ② حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب اللہ کے مقابلے میں حضرت عمار کی حدیث جو خبر واحد تھی، قبول نہیں فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کے مقابلے میں خبر واحد مرجوح ہے۔ خطابی نے کہا۔ کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت کریمہ، میں، ملامست، سے جماع مراد لیتے تھے۔ اور اگر وہ ملامست سے مس بالید، مراد لیتے۔ تو انہیں بہت آسان تھا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے جواب میں کہہ دیتے۔ کہ اس آیت سے استدلال درست نہیں۔ یہ جنب کے بارے میں وارد ہی نہیں۔ یہ صرف محدث کیلئے ہے۔ لیکن علامہ عینی نے اسے یہ فرما کر مسترد کر دیا۔ کہ اگر حضرت ابن مسعود۔ ملامست۔ سے جماع مراد لیتے۔ تو لازم آئے گا کہ وہ نص قرآنی کے خلاف فتویٰ دیتے تھے۔ یہ ان سے مستبعد ہے۔ ہو سکتا ہے وہ۔ ملامست۔ سے مس بالید ہی مراد لیتے ہوں۔ مگر بحث کو طول دینا نہیں چاہتے۔ یا وہ مجمع اس لائق نہ تھا۔ اس لئے وہ جواب نہ دیا۔ دوسرا

بِهَا ظَهْرَ كَفِّهِ بِشِمَالِهِ اَوْ ظَهْرَ شِمَالِهِ بِكَفِّهِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ ، فَقَالَ

بائیں ہتھیلی سے داہنے ہاتھ کی پشت پر ملا یا بائیں ہاتھ کی پشت کو اپنی دائیں ہتھیلی سے ملا پھر دونوں کو

عَبْدُ اللّٰهِ اَفَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ ؓ۔

اپنے چہرے پر ملا ۔ یہ سن کر عبداللہ نے کہا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ عمر کو عمار کے قول پر اطمینان نہیں ہوا۔

سبب بیان کر دیا۔ ④ دوران مناظرہ ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف منتقل ہونا جائز ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ دوسری دلیل ۔ بہ نسبت پہلے کے مقابل کو جلد ساکت کرنے والی ہو۔ جیسے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نمرود کے مقابلے میں کیا تھا۔ پہلے فرمایا۔ میرا خدا وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ اس پر اس نے جب دو قیدیوں کو بلا کر ایک کو قتل کر دیا اور ایک کو چھوڑ دیا اور کہا کہ میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں۔ تو حضرت خلیل اللہ نے بحث کو طول نہیں دیا۔ دوسری دلیل ایسی مسکت پیش فرمائی۔ کہ وہ مبہوت ہو کر رہ گیا۔ فرمایا اللہ وہ ہے جو سورج کو پورب سے نکالتا ہے تو اگر خدا ہے تو پچھم سے نکال دے۔

---

عہ بخاری جلد اول تیمم باب التیمم ضربۃ ۔ صہ بخاری جلد اول تیمم باب اذا خاف الجنب علی نفسہ المرض او الموت او خاف العطش تیمم ۔ صہ مسلم جلد اول طہارت باب التیمم صہ ابوداؤد جلد اول طہارت باب التیمم صہ نسائی جلد اول طہارت باب تیمم الجنب صہ۔

# نزهة القاري

شرح

# صحيح البخاري

الجزء الثاني

www.sirat-e-mustaqeem.net

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگار ہو تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔ (القرآن) (۲۴/۵۲)

# نزھۃ القاری

شرح

# صحیح البخاری


فقیہ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ

سابق صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور (انڈیا)



فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)

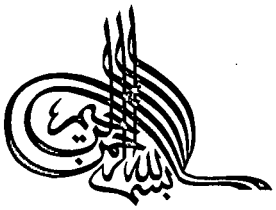
۳۸۔ اردو بازار لاہور

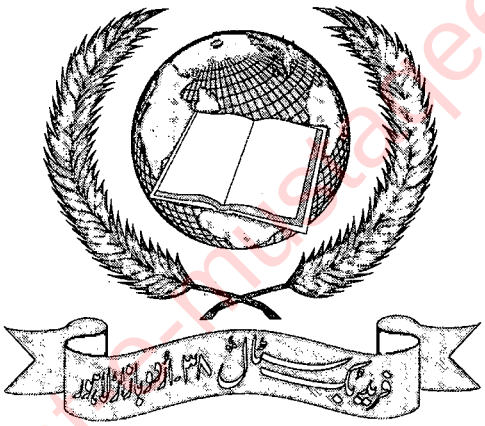


www.sirat-e-mustaqeem.net

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔





www.sirat-e-mustaqeem.net

الطبع الاوّل : ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ/جولائی ۲۰۰۰ء
الطبع الثانی : رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ/دسمبر ۲۰۰۷ء
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت : =/۰۰ روپے (مکمل سیٹ)

Farid Book Stall®
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

# فہرست مضامین

# نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری (جلد دوئم)


| مضامین | صفحات | مضامین | صفحات |
|---|---|---|---|
| کتاب الصلوٰۃ | ۲۷ | ت : وصلی علی فی ثوب غیر مقصور | ۵۶ |
| صلوٰۃ کے لغوی و شرعی معانی | ۲۷ | مولانا انور شاہ کشمیری کا اجتہاد اور ان کا رد | ۵۶ |
| حدیث : الاسراء | ۲۸ | حدیث : فما رای بعد ذلك عریانا | ۵۷ |
| سدرۃ المنتہیٰ | ۲۸ | حدیث : او کلکم یجد ثوبین | ۵۹ |
| قبل معراج، نماز | ۲۹ | امام بخاری پر تطفل | ۵۹ |
| اس امت میں سب سے پہلے کس نے نماز پڑھی؟ | ۳۰ | پائجامہ انبیاء کرام کا لباس ہے | ۶۰ |
| رکوع اس امت کے خصائص سے نہیں | ۳۱ | حضور نے پائجامہ پہنایا نہیں | ۶۱ |
| قال ابن شہاب اخبرنی ابن حزم | ۳۳ | حدیث : نهی عن اشتمال الصماء | ۶۲ |
| لا ادری ماهی | ۳۴ | حدیث : ایضاً | ۶۳ |
| ایضاح البخاری کا رد | ۳۷ | حدیث : بعثني ابوبکر فی موذنین یوم النحر | ۶۴ |
| ایک نکتہ | ۴۰ | پہلا حج اسلام | ۶۴ |
| حدیث : فرض الله الصلوة حین فرضها | | عرب میں دو دین نہیں رہ سکتے | ۶۶ |
| رکعتین رکعتین | ۴۳ | الفخذ عورة | ۶۷ |
| ت : ویذکر عن سلمه بن الاکوع | ۴۵ | ت : غطی النبی ﷺ رکبتیه | ۶۹ |
| ت : وامر ان لا یطوف عریان | ۴۷ | ت : وفخذه علی فخذی | ۷۰ |
| حدیث : صلی جابر فی ازار قد عقده | ۴۸ | حضرت جرھد رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۷۰ |
| حدیث : ایضاً | ۴۹ | حضرت محمد بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۷۰ |
| ت : الملتحف المتوشح | ۵۰ | حدیث : حسر الازار عن فخذه | ۷۱ |
| حدیث : رایت رسول الله صلی الله علیه | | حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۷۱ |
| وسلم فی ثوب واحد | ۵۱ | ت : لو وارت جسدها فی ثوب جاز | ۷۵ |
| حدیث : لا یصلی احدکم فی الثوب الواحد | ۵۲ | حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ | ۷۵ |
| حدیث : من صلی فی ثوب الخ | ۵۲ | حدیث : کان یصلی الفجر | ۷۶ |
| حدیث : ان کان واسعا فالتحف به | ۵۳ | غایت باب | ۷۶ |
| حدیث : یصلون عاقدی ازارهم | ۵۴ | فجر کا وقت مستحب | ۷۶ |
| ت : فی الثیاب ینسجها المجوس | ۵۴ | حدیث : صلی فی خمیصة لها اعلام | ۷۷ |
| ت : یلبس ما صبغ بالبول | ۵۴ | حدیث : کان قرام لعائشه سترت به | ۷۹ |
| | | جانب بیتها | ۷۹ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| تصویر کا حکم | ۷۹ |
| مناسبت باب | ۸۰ |
| حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۸۰ |
| حدیث : رایت بلالا اخذ وضوء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | ۸۲ |
| تصحیح | ۸۲ |
| باب کا فائدہ | ۸۳ |
| بزرگان دین کے تبرکات سے برکت حاصل کرنا | ۸۴ |
| ت : ان یصلی علی الحمد | ۸۵ |
| ت : وصلی علی ظهر المسجد | ۸۵ |
| تشریحات | ۸۵ |
| حدیث : منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | ۸۶ |
| تشریحات | ۸۷ |
| حدیث : فجلس فی مشربۃ | ۸۸ |
| ایلاء کا واقعہ کب ہوا؟ | ۸۹ |
| ان صلی قائما فصلوا قیاما | ۹۰ |
| مرض وصال میں کتنی نمازیں مسجد میں پڑھیں ؟ | ۹۱ |
| ت : صلی فی السفینه قائما | ۹۲ |
| ت : تصلی قائما مالم یشق | ۹۳ |
| ریل وغیرہ میں نماز کا حکم | ۹۶ |
| ہوائی جہاز پر نماز کا حکم | ۹۷ |
| حدیث : قوموا فلا صلی لکم | ۹۸ |
| مرد و عورت کی محاذات کا حکم | ۹۸ |
| ت : وصلی علی الفراش | ۱۰۰ |
| حدیث : کنت انام بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | ۱۰۰ |
| تشریحات | ۱۰۰ |
| ت : کان القوم یسجدون علی العمامة والقلنسوة | ۱۰۱ |
| حدیث : یصلی فی نعلیه . | ۱۰۲ |
| حدیث : بال وتوضا ومسح علی خفیه | ۱۰۳ |
| حدیث : لایتم رکوعه ولا سجوده | ۱۰۴ |

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حدیث : اذا صلی فرج بین یدیه | ۱۰۴ |
| ت : یستقبل باطراف رجلیه | ۱۰۵ |
| حدیث : من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا | ۱۰۵ |
| حدیث : ایضاً | ۱۰۶ |
| حدیث : ایضاً | ۱۰۷ |
| حدیث : رجل طاف بالبیت بالعمرة | ۱۰۷ |
| مقام ابراہیم | ۱۰۷ |
| حدیث : الصلوة فی داخل البیت | ۱۰۸ |
| حدیث : ایضاً | ۱۱۰ |
| حضور نے کعبے میں نماز پڑھی | ۱۱۰ |
| حدیث : تحویل قبلہ | ۱۱۱ |
| حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ | ۱۱۲ |
| قبل ہجرت قبلہ | ۱۱۲ |
| ستة عشر شهرا او سبعة عشر شهرا | ۱۱۴ |
| حدیث : کان یصلی علی راحلته | ۱۱۴ |
| تحویل قبلہ کس نماز اور کس مسجد میں ہوئی؟ | ۱۱۵ |
| حدیث : انسی کما تنسون | ۱۱۵ |
| ت : سلم النبی ﷺ فی الظهر | ۱۱۷ |
| حضور ﷺ سے نماز میں کتنی بار سہو ہوا؟ | ۱۱۸ |
| حدیث : وافقت ربی ثلاثا | ۱۱۹ |
| حضرت عمر کے مس موافقات | ۱۱۹ |
| حدیث : وقد امران یستقبل الکعبه | ۱۲۴ |
| حدیث : رای تحامه فی القبة | ۱۲۶ |
| حدیث : ایضاً | ۱۲۸ |
| حدیث : ایضاً | ۱۲۸ |
| حدیث : ایضاً | ۱۲۸ |
| حدیث : البزاق فی المسجد خطیئة | ۱۲۹ |
| حدیث : فلا یبصق امامه | ۱۲۹ |
| حدیث : انی لاراکم من وراء ظهری | ۱۳۰ |
| حدیث : انی لاراکم من ورائکم | ۱۳۰ |
| حدیث : سابق بین الخیل | ۱۳۱ |
| حدیث : اتی بمال من البحرین | ۱۳۲ |
| حدیث : ارسلك ابو طلحة | ۱۳۵ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حضرت عباس بن عبد المطلب | ۱۳۵ |
| حدیث : فتلا عنا فی المسجد | ۱۳۶ |
| حدیث : حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ | ۱۳۷ |
| لعان | ۱۳۸ |
| مسجد میں قضا | ۱۳۹ |
| ت : یبدا برجله الیمنی | ۱۴۰ |
| ت : رای یصلی عند قبر الخ | ۱۴۰ |
| حدیث : بنواعلی قبره مسجدا | ۱۴۰ |
| حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ | ۱۴۰ |
| حضرت مالک بن ابو خیشن او الدخشن | ۱۴۱ |
| حدیث : فقدم النبی صلی الله تعالی علیه وسلم المدینه | ۱۴۳ |
| قبا میں قیام کی مدت | ۱۴۳ |
| دیہات میں جمعہ | ۱۴۴ |
| مسجد نبوی کی زمین کی قیمت | ۱۴۵ |
| مسجد اقدس کی تعمیر | ۱۴۶ |
| حدیث : الصلوة الی البعیر | ۱۴۸ |
| حدیث : فلا تسئلونی عن شئی الا اخبرتکم | ۱۴۹ |
| حدیث : اجعلوا فی بیوتکم من صلوتکم | ۱۵۱ |
| ت : کره الصلوة فی خسف بابل | ۱۵۱ |
| حدیث : لا تدخلوا علی هؤلاء المعذبین الا ان یکونوا باکین | ۱۵۲/ب |
| ت : انا لاندخل کنائسکم | ۱۵۲ |
| ت : یصلی فی بیعه الخ | ۱۵۳ |
| حدیث : لعنه الله علی الیهود الخ | ۱۵۳ |
| حدیث : یوم الوشاح من تعاجیب ربنا | ۱۵۴ |
| ت : کانوا فی الصفه | ۱۵۵ |
| ت : کان اصحاب الصفه الفقراء | ۱۵۵ |
| حدیث : قم یا اباتراب | ۱۵۶ |
| حدیث : حدیث اصحاب الصفه | ۱۵۷ |
| ت : بدا بالمسجد فصلی فیه | ۱۵۸ |
| حدیث : صلی رکعتین | ۱۵۸ |
| حدیث : فلیرکع رکعتین | ۱۵۹ |
| ت : امر بناء المسجد | ۱۵۹ |

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۱۵۹ |
| حدیث : بناء مسجد النبوی | ۱۶۰ |
| حدیث : ویح عمار تقتله الخ | ۱۶۱ |
| حدیث : من بنی لله مسجدا | ۱۶۳ |
| حدیث : امسك بنصالها | ۱۶۳ |
| حدیث : فلیاخذ بنصالها | ۱۶۴ |
| حدیث : اللهم ایده بروح القدس | ۱۶۴ |
| حدیث : والحبشه یلعبون | ۱۶۵ |
| حدیث : انما الولاء لمن اعتق | ۱۶۶ |
| حدیث : انه تقاضی ابن حدود | ۱۶۸ |
| حدیث : ان رجلا اسود کان یقم المسجد | ۱۶۸ |
| حدیث : تم حرم تجارة الخمر | ۱۶۹ |
| ت : محررا للمسجد یخدمه | ۱۶۹ |
| حدیث : ان عفریتا من الجن | ۱۷۰ |
| ت : یامر الغریم ان یحبس فی المسجد | ۱۷۱ |
| حدیث : ثمامہ بن آثال | ۱۷۱ |
| حدیث : طوفی من وراء الناس | ۱۷۲ |
| حدیث : معهما مثل المصباحین یضیئان | ۱۷۳ |
| حدیث : ان الله خیر عبدا | ۱۷۳ |
| حدیث : سدوا عنی کل خوخه الا خوخه ابی بکر | ۱۷۵ |
| حدیث : لو رایت مساجد ابن عباس | ۱۷۵ |
| حدیث : ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم | ۱۷۶ |
| حدیث : صلوة اللیل مثنی مثنی | ۱۷۶ |
| حدیث : رای رسول الله صلی الله علیه وسلم ستلقیا فی المسجد | ۱۷۷ |
| ت : کان عمر و عثمان یفعلان | ۱۷۷ |
| ت : صلی فی دار یغلق علیهم الباب | ۱۷۷ |
| حدیث : صلوة الجمع تزید الخ | ۱۷۸ |
| حدیث : شبك اصابعه | ۱۷۹ |
| ت : اذا بقیت فی حثاله من الناس | ۱۷۹ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حدیث : ان المومن للمومن کالبنیان | ۱۷۹ |
| حدیث : حدیث ذی الیدین | ۱۷۹ |
| حدیث : یصلی فی تلك الا مکنه | ۱۸۱ |
| حدیث : ایضاً | ۱۸۲ |
| حدیث : یصلی الی غیر جدار | ۱۸۸ |
| حدیث : امر بالحربه فتوضع | ۱۸۹ |
| حدیث : بین المصلی والجدار الخ | ۱۹۰ |
| حدیث : کان جدار المسجد الخ | ۱۹۰ |
| ت : المصلون احق بالسواری | ۱۹۰ |
| ت : یصلی بین الاسطوانة | ۱۹۰ |
| حدیث : یصلی عند الاسطوانة الخ | ۱۹۰ |
| حدیث : یبتدرون السواری | ۱۹۱ |
| حدیث : کان اذا دخل الکعبه | ۱۹۲ |
| حدیث : اعتدلتمونا بالکلب | ۱۹۳ |
| ت : رد الماربین یدیه | ۱۹۴ |
| حدیث : اذا اراد ان یجتاز | ۱۹۵ |
| حدیث : لو یعلم الماربین یدی الخ | ۱۹۶ |
| ت : کره عثمان ان یستقبل الرجل | ۱۹۷ |
| ت : ان الرجل لا یقطع صلوة الرجل | ۱۹۷ |
| حدیث : اذا اراد ان یوترا یقظنی | ۱۹۷ |
| حدیث : کان یصلی وهو حامل امامه بنت زینب رضی الله تعالی عنها | ۱۹۸ |
| **کتاب مواقیت الصلوة** | ۲۰۰ |
| حدیث : ان جبرئیل علیه السلام نزل فصلی | ۲۰۰ |
| حدیث : کان یصلی العصر والشمس فی حجرتها | ۲۰۱ |
| ان عمر بن عبدالعزیز اخر الصلوة | ۲۰۲ |
| نزل فصلی | ۲۰۲ |
| اعلم ما تحدث | ۲۰۳ |
| اس حدیث کے راوی اس نماز میں شریک | |

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| نہیں تھے | ۲۰۴ |
| عصر کا وقت | ۲۰۴ |
| اشکال وجواب | ۲۰۴ |
| دوسرا اشکال اور جواب | ۲۰۵ |
| حدیث : حدیث الحذیفه فی الفتنه | ۲۰۵ |
| حدیث : ان رجلا اصاب من امراة | ۲۰۶ |
| قبله تکفرها الصلوة | ۲۰۶ |
| حسنات صرف صغائر کیلئے کفارہ ہیں | ۲۰۷ |
| حدیث : حسب الاعمال الصلوة علی وقتها | ۲۰۷ |
| الوقت الاول من الصلوة رضوان | |
| الله موضوع ہے | ۲۰۸ |
| حدیث : لو ان نهرا بباب احدکم | ۲۰۸ |
| حدیث : اعتدلوا فی السجود | ۲۰۹ |
| حدیث : وهذه الصلوة قد ضیعت | ۲۰۹ |
| حدیث : اذا اشتد الحر فابردوا | ۲۱۰ |
| حدیث : فان شدة الحر من فیح جهنم | ۲۱۰ |
| حدیث : حتی راینا فی التلول | ۲۱۱ |
| ظہر کا وقت کب تک ہے اور مستحب کیا ہے؟ | ۲۱۱ |
| نانوتوی صاحب پر تعقب | ۲۱۲ |
| حرمین طیبین میں کبھی کبھی سایہ اصلی دو انگل سے زائد نہیں ہوتا بلکہ مدینہ طیبہ میں کبھی بالکل نہیں ہوتا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تحقیق | ۲۱۲ |
| مولوی محمود الحسن اور کشمیری صاحبان پر تعقب | ۲۱۳ |
| کشمیری صاحب پر تعقب | ۲۱۴ |
| فصول کی تقسیم | ۲۱۴ |
| کشمیری صاحب پر دوسرا تعقب | ۲۱۵ |
| فاذن لها بنفسین | ۲۱۵ |
| ایک مشہور اعتراض کا تحقیقی جواب | ۲۱۵ |
| حدیث : فلا تسئلونی عن شئی الا اخبرتکم | ۲۱۶ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حدیث : یصلی الصبح واحدنا یعرف جلیسه | ۲۱۸ |
| رجع والشمس حیه کا صحیح ترجمہ | ۲۱۹ |
| حدیث : صلی سبعا و ثمانیا | ۲۲۰ |
| حدیث : یصلی العصر والشمس فی حجرتها | ۲۲۱ |
| شوافع کا استدلال اور جواب | ۲۲۱ |
| حجرۂ مبارکہ میں دھوپ کدھر سے آتی تھی | ۲۲۲ |
| حدیث : کنا نصلی العصر ثم یخرج الانسان | ۲۲۴ |
| ثم دخلنا علی انس فوجدناه یصلی العصر | ۲۲۴ |
| حدیث : کنا نصلی العصر ثم یذهب الذاهب | |
| الی قباء والشمس مرتفعه | ۲۲۴ |
| حدیث : کان رسول الله ﷺ یصلی العصر | |
| والشمس مرتفعه | ۲۲۴ |
| احادیث ولغایت کی توجیہ | ۲۲۵ |
| عوالی کا مسجد اقدس سے فاصلہ | ۲۲۶ |
| کشمیری صاحب پر تعقب | ۲۲۶ |
| احناف کے یہاں عصر میں تاخیر مستحب ہے | ۲۲۷ |
| حدیث : الذی تفوته العصر فکانما وتر اهله | ۲۲۸ |
| حدیث : فی یوم غیم بکروا بالعصر | ۲۲۸ |
| حدیث : انکم سترون ربکم | ۲۲۹ |
| رویت باری عزوجل کی بحث | ۲۲۹ |
| حدیث : یتعاقبون فیکم ملائکه | ۲۳۲ |
| سوال لاعلمی کی دلیل نہیں | ۲۳۴ |
| کشمیری صاحب پر تعقب | ۲۳۴ |
| حدیث : اذا ادرك احدکم سجدة | ۲۳۵ |
| اذا ادرك سجدة من صلوة الصبح | |
| کی بحث | ۲۳۵ |
| حدیث : انما بقاوکم فیما سلف | ۲۳۷ |
| حدیث : مثل المسلمین والیهود والنصاری | ۲۳۸ |
| توریت اور انجیل مجمی کلمے ہیں | ۲۳۹ |
| قیراط کی تحقیق | ۲۳۹ |
| اس امت کا زمانہ ایک ہزار سال سے زائد ہے | ۲۴۰ |

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| باب سے مطابقت | ۲۴۱ |
| ت : یجمع المریض بین المغرب والعشاء | ۲۴۲ |
| کشمیری صاحب پر تعقب | ۲۴۲ |
| حدیث : کنا نصلی المغرب فینصرف | ۲۴۳ |
| حدیث : یصلی الظهر بالهاجرة | ۲۴۳ |
| نماز فجر میں اسفار مستحب ہے | ۲۴۴ |
| حدیث : کنا نصلی المغرب اذا توارت | ۲۴۵ |
| حدیث : لا یغلبنکم الاعراب | ۲۴۵ |
| کشمیری صاحب کا خبط | ۲۴۶ |
| حدیث : صلی لنا صلوه العشاء وهی التی | |
| یدعوالناس العتمه لیس احد من | |
| الناس یصلی هذه الساعه غیرکم | ۲۴۸ |
| حدیث : اعتم بالعشاء حتی ناداه عمر | ۲۴۹ |
| حدیث : شغل عنها فاخرها حتی رقدنا | ۲۵۰ |
| شفق کی تحقیق | ۲۵۲ |
| وآخروقت المغرب اذااسود الافق | ۲۵۳ |
| کشمیری صاحب کا خبط | ۲۵۳ |
| نماز مغرب کے وقت پر قیاس سے استدلال | ۲۵۳ |
| حضور اقدس ﷺ شارع ہیں | ۲۵۵ |
| عشاء کا آخری وقت | ۲۵۵ |
| ت : کان یستحب تاخیرها | ۲۵۶ |
| حدیث : اخر صلوة العشاء والی نصف اللیل | ۲۵۶ |
| حدیث : من صلی ابردین دخل الجنه | ۲۵۷ |
| حدیث : بین السحروالصلوة قدرخمسین آیه | ۲۵۷ |
| حدیث : کنت اتسحرتم تکون سرعه بی | ۲۵۹ |
| اسفار کے استحباب پر ایک استدلال | ۲۵۹ |
| حدیث : من ادرك رکعه من الصلوه | ۲۶۰ |
| حدیث : نهی عن الصلوه بعد الصبح حتی | |
| ترتفع الشمس | ۲۶۰ |
| حدیث : لا تحروا بصلاتکم طلوع الشمس | ۲۶۱ |
| حدیث : لا صلوة بعد الصبح حتی ترتفع | |
| الشمس | ۲۶۲ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حدیث : لقد نهی عن الرکعتین بعد العصر | ۲۶۲ |
| حدیث : لا تحروا طلوع الشمس ولا غروبها | ۲۶۲ |
| زوال کے وقت نماز مکروہ ہے اس کی دلیل | ۲۶۳ |
| زوال سے کیا مراد ہے؟ | ۲۶۴ |
| یوم جمعہ وقت زوال نماز کا استثناء | ۲۶۴ |
| ت : اصلی بعد العصر رکعتین | ۲۶۵ |
| مکہ معظمہ میں استثناء کا جواب | ۲۶۵ |
| باب سے مطابقت | ۲۶۶ |
| حدیث : ما ترکهما حتی لقی الله | ۲۶۷ |
| حدیث : ما ترك سجدتین بعدالعصر | ۲۶۷ |
| حدیث : رکعتان لم یکن یدعهما | ۲۶۷ |
| حدیث : ماکان یاتینی بعدالعصر الاصلی | ۲۶۸ |
| عصر کے بعد نماز نفل خصائص میں سے ہے | ۲۶۸ |
| نوافل کی قضا بھی خصائص میں سے ہے | ۲۶۹ |
| علامہ عسقلانی پر تطفل | ۲۶۹ |
| کشمیری صاحب کا رد | ۲۷۰ |
| کشمیری صاحب کا تہور | ۲۷۰ |
| تین کے علاوہ بقیہ اوقات مکروہہ میں فرائض واجبات کی تخصیص کی وجہ | ۲۷۱ |
| حدیث : عن ابی قتادة واسند بلال ظهره فغلبته عیناه | ۲۷۲ |
| کشمیری صاحب پر تعقب | ۲۷۲ |
| حدیث : ما کدت اصلی العصر | ۲۷۴ |
| کاد کی نفی اثبات کے لیے ہے یا نفی کیلئے | ۲۷۴ |
| غزوۂ خندق میں کتنی نمازیں قضا ہوئیں | ۲۷۵ |
| ت : من ترك صلوة واحدة عشرین سنه | ۲۷۷ |
| حدیث : من نسی صلوة فلیصل | ۲۷۷ |
| انوار الباری کا رد | ۲۷۸ |
| ت : سمعته یقول بعد | ۲۷۹ |
| حدیث : ان اصحاب الصفه | ۲۸۰ |
| مولانا عبدالحئ لکھنوی پر تعقب | ۲۸۰ |
| اصحاب صفہ | ۲۸۲ |

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا | ۲۸۳ |
| **کتاب الاذان** | ۲۸۶ |
| حدیث : ذکروا النار والناقوس | ۲۸۶ |
| حدیث : فیتحینون الصلوة لیس ینادی لها | ۲۸۶ |
| اذان کیسے مشروع ہوئی؟ | ۲۸۷ |
| تنقیحات | ۲۸۸ |
| کشمیری صاحب کی نکتہ آفرینی | ۲۸۹ |
| ان یوتر الاقامه | ۲۸۹ |
| ترجیع کی بحث | ۲۹۱ |
| حضور اقدس ﷺ نے اذان کہی ہے؟ | ۲۹۲ |
| حدیث : اذا نودی للصلوة ادبر الشیطان | ۲۹۳ |
| حتی اذا ثوب | ۲۹۴ |
| حضرت امام اعظم کی ایک نفیس حکایت | ۲۹۴ |
| اذان نماز کے ساتھ خاص نہیں | ۲۹۴ |
| دیوبندی اکابر کی شہادت | ۲۹۵ |
| اذان قبر کا اثبات | ۲۹۶ |
| ت : اذن اذا ناسمحا | ۲۹۶ |
| حدیث : اذا کنت فی غنمك فاذنت | ۲۹۷ |
| حدیث : لم یکن یغیر بنا حتی یصبح | ۲۹۸ |
| حدیث : اذ سمعتم النداء فقولوا | ۲۹۹ |
| حدیث : سمع معاویه فقال لمثله | ۲۹۹ |
| حدیث : لما قال حی علی الصلوة | ۲۹۹ |
| حدیث : من قال حین یسمع النداء | ۳۰۰ |
| کشمیری صاحب پر تعقب | ۳۰۰ |
| کشمیری صاحب کا رد | ۳۰۲ |
| دعا بعد اذان میں ہاتھ اٹھانا مشروع ہے | ۳۰۲ |
| ت : اختلفوا فی الاذان فاقرع سعد | ۳۰۳ |
| قادسیہ کب فتح ہوا؟ | ۳۰۳ |
| حدیث : لو یعلم الناس ما فی النداء والصف الاول | ۳۰۴ |
| **فضائل صف اول** | ۳۰۵ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| ت : وتكلم سليمان فى اذانه | ۳۰۶ |
| ت : لا باس ان يضحك | ۳۰۶ |
| حدیث : الصلوة فى الرحال | ۳۰۶ |
| اثناء اذان میں کلام | ۳۰۷ |
| حدیث : ان بلا لا يوذن بليل | ۳۰۸ |
| حدیث : كان اذا اعتكف الموذن صلى ركعتين | ۳۰۹ |
| حدیث : يصلى ركعتين بين النداء والاقامه | ۳۰۹ |
| حدیث : لا يمنعن احدكم اذان بلال | ۳۱۰ |
| حدیث : بين كل اذانين صلوة | ۳۱۱ |
| حدیث : اذا سكت الموذن بالاول من صلوة الفجر قام فركع | ۳۱۲ |
| حدیث : وليومكم اكبركم | ۳۱۲ |
| حدیث : اذا خرجتما فاذنا | ۳۱۴ |
| حدیث : صلوا فى رحالكم | ۳۱۴ |
| ت : جعل اصبعيه فى اذنيه | ۳۱۵ |
| ت : لا يجعل اصبعيه فى اذنيه | ۳۱۵ |
| ت : لا باس ان يوذن على غير وضوء | ۳۱۵ |
| ت : الوضوء حق وسنة | ۳۱۶ |
| ت : يذكر الله على كل احيانه | ۳۱۶ |
| حدیث : انه راى بلا لا يوذن | ۳۱۶ |
| ت : كره ان يقول فاتتنا الصلوة | ۳۱۶ |
| حدیث : اذا اتيتم الصلوة فعليكم السكينه والوقاء | ۳۱۷ |
| حدیث : فامشوا الى الصلوة وعليكم السكينه والوقاء | ۳۱۷ |
| حدیث : امام کے سلام کے بعد مسبوق کی نماز ابتدائی ہے یا انتہائی | ۳۱۷ |
| حدیث : فلا تقوموا حتى ترونى | ۳۱۸ |
| حدیث : اقيمت الصلوة فما قام الى الصلوة حتى نام القوم | ۳۱۹ |
| ت : ان منعته امه عن العشاء لم يطعها | ۳۲۰ |

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حدیث : ان آمر بحطب ليحطب | ۳۲۰ |
| ت : اذا فاتته الجماعة ذهب الى مسجد آخر | ۳۲۱ |
| ت : صلى انس بالجماعة فى مسجد صلى فيه | ۳۲۱ |
| حدیث : صلوة الجماعه تفضل صلوة الفذ بسبع وعشرين درجه | ۳۲۱ |
| جماعت ثانیہ کا حکم | ۳۲۱ |
| حدیث : صلوة الجماعه تفضل صلوة الفذ بخمس وعشرين درجه | ۳۲۲ |
| حدیث : الا انهم يصلون جميعا | ۳۲۲ |
| حدیث : اعظم الناس اجرا ابعدهم فابعدهم ممشى | ۳۲۳ |
| حدیث : الشهداء خمسه | ۳۲۳ |
| حدیث : ان بنى سلمه ارادوا ان يتحولوا عن منازلهم | ۳۲۵ |
| حدیث : اثقل الصلوة على المنافقين | ۳۲۷ |
| حدیث : سبعة يظلهم الله | ۳۲۷ |
| حدیث : من غدا اوراح | ۳۲۹ |
| حدیث : آالصبح اربعا | ۳۲۹ |
| فجر کی اقامت کے بعد سنت | ۳۳۰ |
| سند میں تسامح اور ضروری تصحیح | ۳۳۲ |
| حدیث : لما مرض النبى ﷺ | ۳۳۴ |
| مرض وصال کی ابتداء | ۳۳۵ |
| انکن صواحب يوسف | ۳۳۶ |
| حدیث : انى لا استطيع الصلوة معك | ۳۳۷ |
| ت : من فقه المرء اقباله على حاجته | ۳۳۷ |
| حدیث : اذا وضعت العشاء | ۳۳۸ |
| حدیث : اذا قدم العشاء فابدء وا | ۳۳۸ |
| حدیث : اذا وضع عشاء احدكم | ۳۳۸ |
| ت : اذا كان احدكم على الطعام | ۳۳۹ |
| حدیث : يكون فى مهنة اهله | ۳۳۹ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حدیث : مرض النبی صلی الله علیه وسلم فاشتد مرضه | ۳۳۹ |
| حدیث : مروا ابابکر یصلی بالناس | ۳۴۰ |
| حضرت صدیق اکبر کی امامت اور خلافت | ۳۴۰ |
| حدیث : فکشف النبی ﷺ ستر الحجرة | ۳۴۳ |
| حدیث : فلما وضح وجه النبی ﷺ ما نظرنا منظرا کان اعجب الینا | ۳۴۳ |
| حدیث : ان ابابکر رجل رقیق اذا قرء غلبه البکا | ۳۴۵ |
| حدیث : فخرج فاذا ابوبکر یوم الناس فلما راه | ۳۴۶ |
| حدیث : ذهب الی بنی عمروبن عوف لیصلح انما التصفیق للنساء | ۳۴۷ |
| ت : اذا رفع قبل الامام یعود | ۳۴۸ |
| ت : من یرکع مع الامام ولا یقدر علی السجود | ۳۴۹ |
| حدیث : واذا صلی جالسا فصلوا جلوسا | ۳۵۰ |
| حدیث : اذا قال سمع الله لم یحن منا احد | ۳۵۱ |
| حدیث : امایخشی احدکم اذارفع راسه قبل الامام ان یجعل الله راسه راس حمار | ۳۵۲ |
| ت : یومها عبدها ذکوان من المصحف | ۳۵۳ |
| ت : یوم القوم اقرء هم | ۳۵۴ |
| حدیث : یومهم سالم وکان اکثرهم قرآنا | ۳۵۵ |
| حدیث : اسمعوا واطیعوا وان استعمل حبشی | ۳۵۶ |
| حدیث : یصلون لکم فان اصابوا فلکم | ۳۵۷ |
| ت : وصل وعلیه بدعة | ۳۵۷ |
| بد مذہب کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم | ۳۵۸ |
| حدیث : انك امام عامه وقدنزل بك ماتری | ۳۵۸ |
| امام فتنہ | ۳۵۹ |
| فاسق معلن کی امامت | ۳۶۰ |
| ت : لا نری ان یصلی خلف المخنث | ۳۶۰ |
| حدیث : فتان فتان فتان | ۳۶۱ |

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز | ۳۶۳ |
| کشمیری صاحب پر تعقب | ۳۶۳ |
| حدیث : انی لاتاخرعن صلوة الغداة من اجل فلان | ۳۶۴ |
| حدیث : اذا صلی احدکم للناس فلیخفف | ۳۶۵ |
| ت : طولت بنا یابنی | ۳۶۵ |
| حدیث : یوجز الصلوة ویکملها | ۳۶۶ |
| حدیث : فاتجوز فی صلواتی کراهیه ان اشق | ۳۶۶ |
| حدیث : ما صلیت وراء امام قط اخف صلوة من النبی صلی الله علیه وسلم | ۳۶۷ |
| ت : اتموا بی ولیاتم بکم | ۳۶۸ |
| فائدہ باب | ۳۶۸ |
| ت : سمعت نشیج عمرو انا فی آخر الصفوف | ۳۶۹ |
| حدیث : قال فی مرضه مروا ابابکر یصلی بالناس | ۳۷۰ |
| حدیث : لتسون صفوفکم | ۳۷۱ |
| حدیث : اقیموا صفوفکم وتراصوا | ۳۷۱ |
| حدیث : انما جعل الامام لیوتم به | ۳۷۲ |
| حدیث : سووا صفوفکم | ۳۷۳ |
| حدیث : ما انکرت شیئا الا انکم لا یقیمون الصفوف | ۳۷۳ |
| ایک تطبیق | ۳۷۴ |
| ت : یلزق کعبه بکعب صاحبه | ۳۷۵ |
| حدیث : یلزق منکبه بمنکب صاحبه کعبه بکعب صاحبه | ۳۷۵ |
| ت : ان تصلی وبینك وبینه نهر | ۳۷۶ |
| ت : یاتم وان کان بینهما طریق | ۳۷۷ |
| حدیث : انی خشیت علیکم صلوة اللیل | ۳۷۷ |
| حدیث : کان له حصیر یحتجره باللیل | ۳۷۸ |
| حدیث : اتخذ حجرة من حصیر فی رمضان | ۳۷۸ |
| یہ نماز کون سی تھی ؟ | ۳۷۹ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حدیث : اذا قام فی الصلوۃ رفع یدیہ۔ | |
| حذومنکبیہ | ۳۸۱ |
| کشمیری صاحب پر تعقب | ۳۸۱ |
| تحریمہ کے وقت کہاں تک ہاتھ اٹھائے | ۳۸۱ |
| حدیث : اذا صلی کبرو رفع یدیہ | ۳۸۲ |
| حدیث : اذا دخل فی الصلوۃ کبر ورفع یدیہ | ۳۸۲ |
| احناف کے دلائل | ۳۸۲ |
| تطبیق | ۳۸۳ |
| رفع یدین | ۳۸۳ |
| ہمارے دلائل | ۳۸۴ |
| تنقیح و تمحیص | ۳۸۵ |
| شبہات وجوابات | ۳۸۶ |
| حدیث براء | ۳۸۸ |
| حدیث ابن عباس | ۳۸۹ |
| حدیث جابر بن سمرہ | ۳۹۰ |
| دعویٰ نسخ پر شبہہ وجواب | ۳۹۱ |
| خلاصہ احاث | ۳۹۲ |
| خاص نکتہ | ۳۹۲ |
| لطیفہ | ۳۹۲ |
| رفع یدین نہ کرنے والے صحابہ | ۳۹۳ |
| حدیث : ان یضع الرجل الید الیمنی علی | |
| ذراعہ الیسری | ۳۹۴ |
| ہاتھ کہاں باندھے ؟ | ۳۹۴ |
| ہماری دلیل | ۳۹۵ |
| حدیث : اقیموا الرکوع والسجود | ۳۹۶ |
| حدیث : کانوا یفتحون الصلوۃ بالحمدللہ | |
| رب العالمین | ۳۹۶ |
| حدیث : یسکت بین التکبیر وبین القراءۃ | ۳۹۸ |
| حدیث : صلی صلوۃ الکسوف | ۳۹۹ |
| حدیث : یقرء فی الظھر والعصر | ۴۰۰ |
| حدیث : وقد رایت الان الجنہ والنار | ۴۰۱ |
| حدیث : ما بال اقوام یرفعون ابصارھم الی | |
| السماء | ۴۰۲ |
| حدیث : الالتفات فی الصلوۃ اختلاف | |
| الشیطان | ۴۰۲ |
| حدیث : اشتکی اھل الکوفہ سعد الی عمر | ۴۰۳ |
| کوفہ | ۴۰۴ |
| حضرت سعد ابی بن وقاص رضی اللہ عنہ | ۴۰۴ |
| کشمیری صاحب پر تعقب | ۴۰۵ |
| حدیث : لاصلوۃ لمن لم یقرء بفاتحہ الکتاب | ۴۰۷ |
| قراءت خلف امام | ۴۰۸ |
| ہمارے دلائل | ۴۰۹ |
| حدیث : قراءۃ الامام لہ قراءۃ کی تصحیح | ۴۱۰ |
| تطبیق | ۴۱۱ |
| شبہات وجوابات | ۴۱۱ |
| جمہور صحابہ کا مسلک | ۴۱۳ |
| کشمیری صاحب پر تعقب | ۴۱۴ |
| گنگوہی صاحب پر تعقب | ۴۱۵ |
| حدیث : ارجع فصل فانک لم تصل | ۴۱۶ |
| حدیث : یقرء فی الرکعتین الاولیین من | |
| صلوۃ الظھر | ۴۱۸ |
| حدیث : سمعتہ وھو یقرء والمرسلت عرفا | ۴۱۹ |
| حدیث : یقرء فی المغرب بطولی الطولیین | ۴۲۰ |
| حدیث : قرء فی المغرب بالطور | ۴۲۱ |
| حدیث : فقرء اذا السماء انشقت فسجد | ۴۲۲ |
| حدیث : فقرء فی العشاء بالتین والزیتون | ۴۲۳ |
| حدیث : فی کل صلوۃ یقرء | ۴۲۴ |
| حدیث : حدیث الجن | ۴۲۵ |
| شیاطین | ۴۲۶ |
| ازالۂ شبہات | ۴۲۷ |
| حدیث : قرء فی ما امر وسکت فی ما امر | ۴۲۹ |
| ت : قرء النبی صلی اللہ علیہ وسلم | |
| المومنون فی الصبح | ۴۲۹ |
| ت : وقرء عمر فی الرکعہ الاولی بماۃ | |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| وعشرین آیه | ۴۳۰ |
| ت : وقرء الاحنف بالکهف فی الاولی | |
| اذا جاء ذکر موسی | ۴۳۰ |
| ت : وقرء ابن مسعود باربعین آیة | ۴۳۱ |
| ت : فی من یقرء سورة واحدة فی رکعتین | ۴۳۱ |
| ت : قراء ة قل هوالله احد فی کل رکعه | ۴۳۳ |
| حدیث : فقال هذا کهذاالشعر | ۴۳۴ |
| ت : آمین دعاء | ۴۳۵ |
| ت : لا تفتینی بآمین | ۴۳۶ |
| ت : کان ابن عمر لا یدعه | ۴۳۶ |
| حدیث : اذا امن الامام فامنوا | ۴۳۶ |
| حدیث : اذا قال احدکم آمین | ۴۳۷ |
| آمین بالجہر کی بحث | ۴۳۷ |
| آمین بالسر کے دلائل | ۴۳۸ |
| حدیث : اذا قال الامام غیر المغضوب | |
| علیهم ولا الضالین فقولوا آمین | ۴۳۹ |
| شبہات وجوابات | ۴۳۹ |
| تنقیح | ۴۴۱ |
| حدیث : فرکع قبل ان یصلی الی الصف | ۴۴۲ |
| حدیث : ذکرنا هذا الرجل صلوة رسول | |
| الله صلی الله علیه وسلم | ۴۴۳ |
| حدیث : فیکبر کلما خفض ورفع | ۴۴۴ |
| حدیث : یکبر فی کل خفض ورفع | ۴۴۵ |
| حدیث : یکبرحین یقوم ثم یکبرحین یرکع | ۴۴۵ |
| حدیث : فطبقت بین کفی | ۴۴۶ |
| حدیث : کان رکوع النبی صلی الله علیه | |
| وسلم وسجوده، الخ | ۴۴۷ |
| حدیث : یقول فی رکوعه وسجوده | |
| سبحانك اللهم، الخ | ۴۴۸ |
| حدیث : اذاقال سمع الله لمن حمده قال، الخ | ۴۴۹ |
| حدیث : اذا قال الامام سمع الله لمن | |
| حمده فقولوا، الخ | ۴۴۹ |

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حدیث : یقنت فی الرکعه الآخرة من | |
| صلاة الظهر، الخ | ۴۵۰ |
| حدیث : کان القنوت فی الفجر والمغرب | ۴۵۱ |
| حدیث : فلما رفع راسه من الرکعه قال | |
| سمع الله لمن حمده، الخ | ۴۵۲ |
| ت : کان ابن عمریصنع یدیه قبل رکبتیه | ۴۵۳ |
| حدیث : کان یکبر فی کل صلوة | ۴۵۳ |
| ولید بن ولید | ۴۵۴ |
| سلمہ بن ہشام | ۴۵۴ |
| عیاش بن ربیعه | ۴۵۵ |
| اہل المشرق | ۴۵۵ |
| ایک تنقیح | ۴۵۶ |
| حدیث : فیقول من کان یعبد شیئا فلیتبعه | ۴۵۷ |
| منافقوها | ۴۶۰ |
| فیاتیهم | ۴۶۱ |
| اشکال اور جواب | ۴۶۲ |
| حدیث : ان یسجد علی سبعه اعضاء | ۴۶۳ |
| حدیث : حدثنی ما سمعت فی لیله القدر | ۴۶۴ |
| حدیث : الا انبئکم صلوة رسول الله ﷺ | ۴۶۶ |
| حدیث : لو الوان اصلی بکم کما رایت | |
| النبی صلی الله علیه وسلم | ۴۶۸ |
| حدیث : اعتدلوا فی السجود | ۴۶۹ |
| ت : یکبر فی نهضته | ۴۶۹ |
| حدیث : فجهر بالتکبیر حین رفع راسه من | |
| السجود | ۴۷۰ |
| ت : تجلس فی صلوتها جلسة الرجل | ۴۷۱ |
| ام الدرداء دو ہیں | ۴۷۱ |
| حدیث : یتربع فی الصلوة اذا جلس ففعلته | ۴۷۲ |
| حدیث : رایته اذا کبر جعل یدیه حذو منکبیه | ۴۷۳ |
| کل فقار مکانه کی توجیه | ۴۷۵ |
| حدیث : فقام فی الرکعتین الاولیین لم یجلس | ۴۷۵ |
| حدیث : ان الله هو السلام | ۴۷۶ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| ایک نکتہ | ۴۷۸ |
| حضور اقدس ﷺ حاضر ناظر ہیں | ۴۷۹ |
| الفاظ تشہد | ۴۸۱ |
| حدیث : کان یدعوا فی الصلوۃ | ۴۸۲ |
| ایک شبہ اور ازالہ | ۴۸۳ |
| ایک شبہ کا ازالہ | ۴۸۴ |
| حدیث : علمنی دعاء ادعوبه فی صلوتی | ۴۸۵ |
| مسیح اور مسیح | ۴۸۵ |
| حدیث : اذا سلم قام النساء | ۴۸۶ |
| فراسیہ یا قرشیہ | ۴۸۷ |
| ت : یستحب اذا سلم الامام ان یسلم من خلفه | ۴۸۸ |
| سلام فرض نہیں واجب ہے | ۴۸۸ |
| تحلیها التسلیم | ۴۸۸ |
| حدیث : ان رفع الصوت بالذکر | ۴۸۹ |
| حین ینصرف الناس من المکتوبه | ۴۸۹ |
| حدیث : کنت اعرف انقضاء ـــــ | |
| ـــــ صلی الله علیه وسلم بالتکبیر | ۴۸۹ |
| علم و معرفت کا فرق | ۴۸۹ |
| ت : کان ابو معبد اصدق موالی بن عباس | ۴۹۰ |
| حدیث : ذهب اهل الدثور | ۴۹۰ |
| فقیر صابر افضل ہے یا غنی شاکر | ۴۹۱ |
| حدیث : کان یقول فی دبر کل صلوۃ مکتوبه لا اله الا الله وحده ولا لینفع ذالجد منك الجد | ۴۹۲ |
| حدیث : اذا صلی اقبل علینا بوجهه | ۴۹۳ |
| حدیث : کافر بی و مومن بالکوکب | ۴۹۴ |
| کفر ثابت و کفر زائل | ۴۹۴ |
| حدیث : یصلی فی مکانه الذی صلی فیه الفریضه | ۴۹۶ |
| ت : وفعله القاسم | ۴۹۷ |

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| ت : لا یتطوع الامام فی مکانه | ۴۹۷ |
| جہاں فرائض پڑھے وہاں نفل نہ پڑھے | ۴۹۷ |
| حدیث : فقام مسرعا الی بعض حجر نساء ہ | ۴۹۸ |
| ت : ینفتل عن یمینه و عن یساره | ۴۹۹ |
| حدیث : لا یجعل احدکم الشیطان شیئا من صلواته | ۴۹۹ |
| ہر فرض نماز کے بعد رخ موڑے | ۴۹۹ |
| حدیث : من اکل الثوم فلا یغشانا | ۵۰۱ |
| حدیث : من اکل من الثوم فلایقربن مسجدنا | ۵۰۱ |
| حدیث : من اکل ثوما او بصلا فلیعتزلنا | ۵۰۲ |
| حدیث : من اکل من هذه الشجرة فلا یقربنا | ۵۰۴ |
| حدیث : مر علی قبر منبوذ فامهم | ۵۰۴ |
| مطابقت و توضیح | ۵۰۵ |
| حدیث : الغسل یوم الجمعه واجب | ۵۰۶ |
| حدیث : اتی العلم الذی عند دار کثیر بن الصلت | ۵۰۶ |
| حدیث : اذا استاذنکم نساء کم باللیل الی المساجد | ۵۰۸ |
| حدیث : ما احدث النساء لمنعهن المسجد | ۵۰۸ |
| حدیث : اذا استاذنت امراة فلا یمنعها | ۵۰۸ |
| عورتوں کے لیے مسجد کی حاضری | ۵۰۹ |
| کتاب الجمعہ | ۵۱۰ |
| حدیث : نحن الاخرون السابقون | ۵۱۰ |
| جمعہ فرض ہے | ۵۱۰ |
| حدیث : اذاجاء کم احدکم الجمعه فلیغتسل | ۵۱۲ |
| حدیث : قال والوضوء ایضا | ۵۱۳ |
| حدیث : الغسل یوم الجمعه واجب علی کل محتلم | ۵۱۵ |
| جمعہ کے دن مسواک کرنے، خوشبو لگانے کا حکم | ۵۱۵ |
| حدیث : من اغتسل یوم الجمعه غسل الجنابه ثم راح | ۵۱۶ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازوں پر کھڑے رہتے ہیں | ۵۱۶ |
| غسل الجنابة | ۵۱۷ |
| ثم راح | ۵۱۷ |
| حدیث : ان عمر بینما هو یخطب یوم الجمعه' الخ | ۵۱۸ |
| حدیث : لا یغتسل یوم الجمعه ویتطهر ما استطاع' الخ | ۵۱۹ |
| حدیث : اما الغسل فنعم واما الطیب فلا ادری | ۵۲۰ |
| حدیث : ایضاً | ۵۲۰ |
| حدیث : ان عمر رای حله سیراء' الخ | ۵۲۱ |
| حدیث : لو لا ان اشق علی امتی لامرتهم بالسواك' الخ | ۵۲۲ |
| حدیث : اکثرت علیکم فی السواك | ۵۲۳ |
| حدیث : دخل عبدالرحمن ومعه سواك' الخ | ۵۲۴ |
| حدیث : یقرء فی الفجر یوم الجمعه الم تنزیل | ۵۲۵ |
| حدیث : اول جمعه بجواثی من البحرین | ۵۲۶ |
| جہاز میں جمعہ صحیح ہے یا نہیں | ۵۲۶ |
| ہماری دلیل | ۵۲۷ |
| مصر جامع | ۵۲۷ |
| مصر کی جو تعریف علماء نے کی ہے حد نہیں | ۵۲۸ |
| حدیث : کتب رزیق الی ابن شهاب' الخ | ۵۲۹ |
| ت : انما الغسل علی من یجب علیه الجمعه | ۵۳۱ |
| فائدہ باب | ۵۳۱ |
| حدیث : حق علی کل مسلم ان یغتسل' الخ | ۵۳۲ |
| حدیث : ائذنوا النساء باللیل الی المساجد | ۵۳۲ |
| حدیث : لا تمنعوا اماء الله مساجد الله | ۵۳۲ |
| ت : اذا کنت فی قریه جامعه فنودی' الخ | ۵۳۳ |
| ت : وکان انس فی قصره احیانا یجمع' الخ | ۵۳۴ |
| حدیث : کان الناس ینتابون الجمعه | ۵۳۵ |
| حدیث : کان الناس مهنته انفسهم | ۵۳۶ |

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حدیث : کان یصلی الجمعه حین تمیل الشمس | ۵۳۶ |
| حدیث : کنانبکر بالجمعه ونقیل بعدالجمعه | ۵۳۶ |
| حدیث : اذا اشتد البرد بکر بالصلوة' الخ | ۵۳۷ |
| ت : یحرم البیع حینئذ | ۵۳۸ |
| ت : تحرم الصناعات کلها | ۵۳۸ |
| ت : اذا اذن یوم الجمعه وهو مسافر | ۵۳۹ |
| حدیث : من اغبرت قدماه فی سبیل الله الخ | ۵۴۰ |
| حدیث : ان یقیم الرجل اخاه' الخ | ۵۴۰ |
| حدیث : کان النداء یوم الجمعه اوله' الخ | ۵۴۱ |
| اذان خطبہ مسجد کے باہر ہونا مسنون ہے | ۵۴۱ |
| انبیٹھی صاحب کا رد | ۵۴۲ |
| کشمیری صاحب پر تعقب | ۵۴۳ |
| ہدایہ کی عبارت کی توجیہ | ۵۴۴ |
| ابن اسحاق کی توثیق | ۵۴۴ |
| فتنہ کس نے برپا کیا؟ | ۵۴۵ |
| خلفاء راشدین اور تشریع | ۵۴۶ |
| علامہ ابن حجر پر تطفل | ۵۴۶ |
| حدیث : اذن الموذن فقال الله اکبر' الخ | ۵۴۷ |
| حدیث : کان جذع یقوم علیه النبی صلی الله علیه وسلم | ۵۴۸ |
| حدیث : کان یخطب قائما ثم یقعد ثم یقوم | ۵۴۹ |
| ت : واستقبل الامام | ۵۴۹ |
| حدیث : جلس علی المنبر وجلسنا حوله | ۵۵۰ |
| حدیث : اتی بمال فقسمه' الخ | ۵۵۰ |
| ۶۰۰ عتبوا | ۵۵۲ |
| حدیث : صعد المنبر وکان آخر مجلس' الخ | ۵۵۳ |
| حدیث : یخطب خطبتین یقعد بینهما | ۵۵۳ |
| حدیث : جاء رجل والنبی صلی الله علیه وسلم یخطب' الخ | ۵۵۳ |
| خطبے کی حالت میں نماز ممنوع ہے | ۵۵۳ |
| شوافع کے استدلال کا جواب | ۵۵۵ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حدیث : اصابت الناس سنه' الخ | ۵۵۶ |
| رفع یدیه | ۵۵۷ |
| حدیث : اذا قلت انصت والامام یخطب فقد لغوت | ۵۵۸ |
| حدیث : فیه ساعه | ۵۵۹ |
| فیض الباری پر تعقب | ۵۶۰ |
| وهو قائم یصلی | ۵۶۰ |
| حدیث : نحن نصلی اذا قبلت عیر ساعه | ۵۶۱ |
| | ۵۶۱ |
| حدیث : کان یصلی قبل الظهر رکعتین | ۵۶۳ |
| حدیث : کانت فینا امراة تجعل علی اربعاء | ۵۶۴ |
| حدیث : ماکنا نقیل ولانتغدی الابعد الجمعه | ۵۶۴ |
| ـــــ ابواب صلوٰة الخوف | ۵۶۶ |
| حدیث : غزوت قبل نجد' الخ | ۵۶۶ |
| حدیث : اذا اختلطوا قیاما' الخ | ۵۶۷ |
| حدیث : وقام الناس معه فکبروا | ۵۶۸ |
| ت : ان کان تهیا الفتح ولم یقدروا' الخ | ۵۷۰ |
| ت : حضرت مناہضتہ حصن تستر | ۵۷۰ |
| ت : ذکرت للاوزاعی صلوة شرجیل' الخ | ۵۷۲ |
| حدیث : لایصلین احدالعصرالافی بنی قریظه | ۵۷۳ |
| ـــــ کتاب العیدین | |
| حدیث : عندی جاریتان تغنیان' الخ | ۵۷۵ |
| حدیث : لایغدوایوم الفطرحتی یاکل تمرات | ۵۷۷ |
| حدیث : من ذبح قبل الصلوة فلیعد | ۵۷۸ |
| حدیث : من نسك قبل الصلوة فلا نسك له | ۵۷۸ |
| حدیث : یخرج یوم الفطر والاضحی الی المصلی | ۵۸۰ |
| حدیث : کان یصلی فی الاضحی والفطر ثم یخطب | ۵۸۲ |
| عیدین کیلئے الصلوة جامعہ کہنے کی اجازت ہے | ۵۸۳ |
| یزید نے کعبے میں آگ لگوائی | ۵۸۴ |

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| نماز عید کہاں پڑھیں؟ | ۵۸۴ |
| حدیث : فکلهم کانوا یصلون قبل الخطبه | ۵۸۵ |
| حدیث : ایضاً | ۵۸۵ |
| حدیث : صلی یوم الفطر رکعتین لم یصل قبلها ولا بعدها | ۵۸۵ |
| ت : ان تحمل السلاح یوم العید | ۵۸۶ |
| حدیث : کنت مع ابن عمر حین اصابه سنان الرمح | ۵۸۶ |
| حدیث : دخل الحجاج علی ابن عمر | ۵۸۷ |
| ت : ان کنا فرغنا فی هذه الساعه | ۵۸۸ |
| ت : واذکروا الله فی ایام معلومات ایام العشر | ۵۸۸ |
| ت : یخرجان فی السوق فی الایام العشر یکبران | ۵۸۸ |
| ت : وکبر خلف النافله | ۵۸۹ |
| حدیث : ما العمل فی ایام افضل منها فی هذه | ۵۸۹ |
| ت : یکبر فی قبه بمنی | ۵۹۰ |
| ت : یکبر بمنی تلك الایام | ۵۹۰ |
| ت : تکبر یوم النحر | ۵۹۰ |
| ت : وکان النساء یکبرن | ۵۹۰ |
| حدیث : کان یلبی الملبی لا ینکر علیه | ۵۹۰ |
| حدیث : خرج النبی صلی الله علیه وسلم کانی انظر الیه' الخ | ۵۹۲ |
| نماز عیدین کے بعد دعا ہے | ۵۹۲ |
| حدیث : صلی النبی صلی الله علیه وسلم یوم النحر ثم خطب ثم ذبح | ۵۹۳ |
| حدیث : اذا کان یوم عید خالف الطریق | ۵۹۴ |
| ت : هذا عیدنا اهل الاسلام | ۵۹۴ |
| ت : وامرانس مولاه بالزاویه مجمع اهله و بینه | ۵۹۵ |
| ت : اهل السواد یجتمعون فی العید | ۵۹۵ |
| ت : اذا فاته العید صلی رکعتین | ۵۹۶ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| ت : کرہ الصلوۃ قبل العید | ۵۹۶ |
| ابواب الوتر | |
| ت : کان یسلم بین الرکعہ والرکعتین فی الوتر | ۵۹۷ |
| وتر ایک رکعت ہے یا تین اور ہمارے دلائل | ۵۹۷ |
| ت : یوترون بثلاث | ۵۹۸ |
| حدیث : کان یصلی احد عشر رکعہ | ۵۹۹ |
| حدیث : یصلی من اللیل مثنی مثنی | ۶۰۰ |
| وترکا وقت | ۶۰۰ |
| حدیث : کل اللیل اوتر | ۶۰۱ |
| حدیث : اجعلوا آخر صلواتکم باللیل وترا | ۶۰۱ |
| حدیث : کان یوتر علی البعیر | ۶۰۲ |
| حدیث : یصلی فی السفر علی راحلتہ | ۶۰۳ |
| حدیث : قنت فی الصبح بعد الرکوع | ۶۰۳ |
| حدیث : کان القنوت قبل الرکوع | ۶۰۳ |
| سریہ بیر معونہ | ۶۰۳ |
| حدیث : قنت شھرا | ۶۰۵ |
| ابواب الاستسقاء | ۶۰۵ |
| حدیث : غفار غفر اللہ لھا | ۶۰۵ |
| حدیث : اللھم سبعا کسبع یوسف | ۶۰۶ |
| آیت الروم | ۶۰۸ |
| حدیث : یتمثل بشعر ابی طالب | ۶۰۹ |
| ت : ربما ذکرت قول الشاعر | ۶۰۹ |
| قصیدہ ابو طالب | ۶۱۰ |
| حضرت عبدالمطلب نے حضور کے توسل سے قحط دور ہونے کی دعا کی | ۶۱۱ |
| حدیث : استسقی بالعباس | ۶۱۲ |
| منکرین توسل کا رد | ۶۱۳ |
| بعد وصال حضور سے توسل | ۶۱۴ |
| ت : فدعا رسول اللہ ﷺ | ۶۱۴ |
| حدیث : فاستسقی ثم صلی رکعتین | ۶۱۵ |

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حدیث : خرج یستسقی فحول الی الناس ظھرہ | ۶۱۷ |
| تحویل رداء | ۶۱۷ |
| یہ نماز کس سن میں ہوئی ؟ | ۶۱۷ |
| حدیث : لا یرفع یدیہ فی شیئ من دعائہ | ۶۱۸ |
| ت : کصیب المطر | ۶۱۹ |
| حدیث : کان اذا رای المطر قال الخ | ۶۱۹ |
| حدیث : کانت الریح الشدیدۃ اذا ھبت | ۶۱۹ |
| حدیث : نصرت بالصبا | ۶۲۰ |
| وھلکت عاد | ۶۲۱ |
| حدیث : مفتاح الغیب خمس | ۶۲۲ |
| افادۂ جلیلہ | ۶۲۲ |
| ابواب الکسوف | ۶۲۳ |
| حدیث : فانکسفت الشمس الخ | ۶۲۴ |
| ایک شبہ اور ازالہ | ۶۲۵ |
| نماز کسوف | ۶۲۵ |
| حدیث : ان الشمس والقمر لا یخسفان لموت احد | ۶۲۶ |
| حدیث : ایضاً | ۶۲۶ |
| حدیث : کسفت الشمس یوم مات ابراھیم رضی اللہ عنہ | ۶۲۶ |
| حدیث : خسفت الشمس فصلی بالناس فاطال القیام | ۶۲۷ |
| حدیث : ان عبداللہ بن عباس کان یحدث یوم خسفت الشمس | ۶۲۹ |
| اخطاء السنہ | ۶۲۹ |
| حدیث : ان یھودیہ جاءت تسئلھا | ۶۳۰ |
| حدیث : لما کسفت الشمس نوی ان الصلوۃ جامعہ | ۶۳۱ |
| ت : وصلی لھم فی صفہ زمزم | ۶۳۲ |
| ت : وصلی ابن عمر | ۶۳۲ |
| حدیث : انخسفت الشمس فصلی فقام قیاما الخ | ۶۳۳ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| وکفرهن | ۶۳۴ |
| حدیث : امر بالعتاقه فی کسوف الشمس | ۶۳۵ |
| حدیث : خسفت الشمس فقام فزعا | ۶۳۵ |
| ابواب سجود القرآن | ۶۳۶ |
| حدیث : قرء النجم بمکه فسجد فیها غیر شیخ | ۶۳۶ |
| حدیث : لیس من غرائم السجود آیات سجده | ۶۳۷ |
| ت : یسجد علی غیر وضوء ایک اغلاق | ۶۳۸ |
| حدیث : سجد بالنجم وسجد معه المسلمون والمشرکون | ۶۳۹ |
| حدیث : تلك الغرانیق العلی | ۶۳۹ |
| حدیث : قرء علی النبی ﷺ والنجم | ۶۴۱ |
| حدیث : قرء اذاالسماء انشقت فسجد بها | ۶۴۱ |
| ت : اسجد فانك امامنا فیها کشمیری صاحب کا خبط | ۶۴۳ |
| حدیث : یقرء السجدة فیسجد ونسجد | ۶۴۳ |
| ت : یسمع السجدة ولم یجلس لها | ۶۴۳ |
| ت : ما لهذا غدونا | ۶۴۴ |
| ت : انما السجدة علی من استمعها | ۶۴۴ |
| ت : لا تسجد الا ان تکون طاهرا | ۶۴۴ |
| ت : لا یسجد لسجود القاص | ۶۴۴ |
| حدیث : قرء یوم الجمعه علی المنبر بسورة النحل | ۶۴۵ |
| ت : ان الله لم یفرض السجود الا ان نشاء | ۶۴۵ |
| ابواب تقصیر الصلوٰة | ۶۴۶ |
| حدیث : اقام النبی صلی الله علیه وسلم تسعه عشر یقصر | ۶۴۶ |
| تسعه عشر | ۶۴۶ |

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| وطن اقامت | ۶۴۷ |
| حدیث : خرجنا من المدینه الی مکه وکان یصلی رکعتین | ۶۴۸ |
| چار رکعتیں کب فرض ہوئیں ؟ | ۶۴۸ |
| حدیث : صلیت مع النبی ﷺ بمنی رکعتین | ۶۴۹ |
| حدیث : صلی بنا النبی ﷺ آمن ماکان الخ | ۶۴۹ |
| حدیث : صلی بنا عثمان بمنی اربع رکعه | ۶۴۹ |
| منیٰ وغیرہ میں قصر ہے یا اتمام | ۶۴۹ |
| حجاج کے لیے ضروری تنبیہ | ۶۵۰ |
| حدیث : قدم النبی ﷺ لصبح رابعه | ۶۵۰ |
| سفر حجۃ الوداع | ۶۵۱ |
| عمرہ سے حج کی تبدیلی | ۶۵۱ |
| ت : سمی السفر یوما ولیله | ۶۵۲ |
| ت : یقصر ان فی اربعه برد | ۶۵۲ |
| حدیث : لا تسافر المراة ثلثه ایام | ۶۵۳ |
| مطابقت باب | ۶۵۳ |
| مقدار سفر میلوں سے | ۶۵۳ |
| کشمیری صاحب پر تعقب | ۶۵۴ |
| غیر محرم کے ساتھ حج | ۶۵۵ |
| حدیث : لا یحل لامراة ان تسافر مسیرة یوم ولیله | ۶۵۶ |
| کشمیری صاحب پر تعقب | ۶۵۶ |
| ت : خرج فقصر وهو یری البیوت | ۶۵۷ |
| حدیث : صلیت الظهر بالمدینه اربعا الخ | ۶۵۷ |
| حدیث : اول ما فرضت رکعتان | ۶۵۸ |
| حدیث : اذا اعجله السیر فی السفر یوخر المغرب | ۶۵۹ |
| جمع صوری کی بحث | ۶۵۹ |
| حدیث : یصلی علی راحلته | ۶۶۱ |
| صفیه بنت ابی عبید | ۶۶۱ |
| حدیث : یصلی فی السفر علی راحلته | ۶۶۲ |
| حدیث : رایت وهو علی الراحله یسبح | ۶۶۲ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حدیث : کان یصلی علی راحله نحو المشرق | ۶۶۳ |
| حدیث : استقبلنا انساحین قدم من الشام' الخ | ۶۶۳و۸ |
| حدیث : فلم اره یسبح فی السفر | ۶۶۴ |
| حدیث : کان لا یزید فی السفر علی رکعتین | ۶۶۴ |
| ت : ورکع فی السفر رکعتی الفجر | ۶۶۴ |
| ت : یجمع بین صلوة الظهر والعصر' الخ | ۶۶۵ |
| حدیث : کان یجمع بین هاتین الصلواتین فی السفر | ۶۶۵ |
| ت : فیه ابن عباس عن النبی ﷺ | ۶۶۶ |
| حدیث : اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس' الخ | ۶۶۶ |
| شوافع کے استدلال کا جواب | ۶۶۷ |
| مسک الختام | ۶۶۷ |
| حدیث : ان صلی قائما فهو افضل | ۶۶۸ |
| ت : اذالم یقدر علی التحول الی القبله' الخ | ۶۶۹ |
| حدیث : کان بی بواسیر الخ | ۶۶۹ |
| ت : ان شاء المریض صلی رکعتین قاعدا' الخ | ۶۷۰ |
| حدیث : یصلی صلوة اللیل قاعدا | ۶۷۰ |
| حدیث : کان یصلی جالسا فیقرا وهو جالس | ۶۷۰ |
| کتاب التہجد | ۶۷۱ |
| حدیث : اذا قام من اللیل یتهجد قال اللهم لك الحمد' الخ | ۶۷۱ |
| کسی مخلوق کو قیوم کہنا جائز نہیں | ۶۷۱ |
| فاغفرلی کی توجیہ | ۶۷۲ |
| حدیث : اذ رای رویا قصها علی رسول الله صلی الله علیه وسلم | ۶۷۳ |
| مسجد میں سونے کا حکم | ۶۷۳ |
| حدیث : اشتکی النبی صلی الله علیه وسلم لیله او لیلتین | ۶۷۴ |
| حدیث : طرق علیا وفاطمه لیله فقال الا تصلیان | ۶۷۶ |
| حدیث : لیدع العمل وهو یحب ان یعمل به | |

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| خشیه' الخ | ۶۷۶ |
| حدیث : لیقوم حتی ترم قد ماه | ۶۷۶ |
| حدیث : احب الصلوة الی الله صلاة داود | ۶۷۷ |
| حدیث : احب العمل الدائم | ۶۷۸ |
| حدیث : ما الفاه السحر عندی الا نائما | ۶۷۹ |
| حدیث : صلیت مع النبی صلی الله علیه وسلم لیله فلم یزل قائما | ۶۸۰ |
| حدیث : صلوة رسول الله ﷺ باللیل سبع وتسع واحدی عشرة' الخ | ۶۸۰ |
| حدیث : کان یصلی من اللیل ثلاث عشرة رکعه | ۶۸۱ |
| ت : نشا قام بالحبشیه | ۶۸۱ |
| نماز تہجد کی فرضیت اور نسخ | ۶۸۲ |
| خلاصہ کلام | ۶۸۳ |
| حدیث : کان یفطر من الشهر حتی نظن ان لا یصوم' الخ | ۶۸۴ |
| حدیث : یعقد الشیطان علی قافیه راس احدکم' الخ | ۶۸۴ |
| حدیث : ذکر رجل فقیل ما زال نائما حتی اصبح' الخ | ۶۸۵ |
| حدیث : ینزل ربنا تبارك وتعالی کل لیله' الخ | ۶۸۶ |
| حدیث : کیف کان صلوة النبی صلی الله علیه وسلم باللیل' الخ | ۶۸۷ |
| حدیث : ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احدی عشرة رکعه | ۶۸۷ |
| حدیث : یابلال حدثنی بارجی عمل عملته فی الاسلام | ۶۸۹ |
| حدیث : دخل رسول الله صلی الله علیه وسلم فاذا حبل ممدود | ۶۹۰ |
| حدیث : لا تکن مثل فلان کان یقوم من اللیل فترك | ۶۹۱ |
| حدیث : الم اخبر انك تقوم اللیل وتصوم | |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| النهار | ۶۹۱ |
| حدیث : من تعار من اللیل فقال لا اله الا الله | ۶۹۱ |
| حدیث : ان اخالکم لا یقول الرفث' الخ | ۶۹۲ |
| حدیث : صلی ثمانی رکعات ورکعتین جالسا | ۶۹۳ |
| حدیث : اذا صلی رکعتی الفجر اضطجع | ۶۹۳ |
| حدیث : کان اذا صلی فان کنت مستیقظه حدثنی | ۶۹۳ |
| ت : ویذکر ذالك عن عمار وابی ذر وانس | ۶۹۴ |
| ت : الا یسلمون فی کل اثنتین من النهار | ۶۹۴ |
| حدیث : یعلمنا الاستخارة فی الامور کلها | ۶۹۵ |
| حدیث : لم یکن علی شیئی من النوافل اشد تعاهدا | ۶۹۶ |
| حدیث : یصلی باللیل ثلث عشر رکعه ثم یصلی | ۶۹۶ |
| حدیث : یخفف الرکعتین اللتین قبل صلاة الصبح | ۶۹۷ |
| حدیث : کان یصلی رکعتین خفیفتین بعد ما یطلع الفجر | ۶۹۷ |
| ت : بعد العشاء فی اهله | ۶۹۷ |
| حدیث : اتصلی الضحی قال لا | ۶۹۸ |
| حدیث : او صانی خلیلی بثلاث | ۶۹۸ |
| حدیث : لا یدع اربعا قبل الظهر | ۶۹۹ |
| حدیث : یرکع رکعتین قبل صلوٰة المغرب' الخ | ۷۰۰ |
| حدیث : ویزید بن معاویه علیهم بارض الروم | ۷۰۲ |
| قسطنطنیہ پر پہلا حملہ | ۷۰۲ |
| ایک شبہے کا جواب | ۷۰۵ |
| اس موضوع کا ایک نیا رخ | ۷۰۵ |
| حدیث : لا تشد الرحال الا الی ثلثه مساجد | ۷۰۷ |
| ابن تیمیہ کا رد | ۷۰۸ |
| حدیث : صلاة فی مسجدی هذا خیر من الف صلوة' الخ | ۷۰۹ |

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| مسجدی هذا کی توضیح | ۷۰۹ |
| مکہ افضل ہے یا مدینہ | ۷۱۰ |
| افادۂ جلیلہ | ۷۱۳ |
| زمین افضل ہے یا آسمان | ۷۱۳ |
| حدیث : لا یصلی من الضحی الا فی یومین | ۷۱۴ |
| مسجد قباء | ۷۱۴ |
| حدیث : کان یاتی مسجد قباء کل سبت | ۷۱۵ |
| فضائل | ۷۱۵ |
| حدیث : ما بین بیتی ومنبری روضه من ریاض الجنه | ۷۱۶ |
| حدیث : ومنبری علی حوضی | ۷۱۷ |
| حدیث : یحدث باربع اعجبنی والقنی | ۷۱۷ |
| ت : یستعین الرجل فی صلوته | ۷۱۸ |
| ت : وضع قلنسوته فی الصلوه ورفعها | ۷۱۹ |
| ت : ووضع علی کفه علی رصفه الا یسر الا' الخ | ۷۱۹ |
| حدیث : کنا نسلم علی النبی صلی الله علیه وسلم وهو فی الصلوة | ۷۲۰ |
| حدیث : ان کنا لنتکلم فی الصلوة | ۷۲۰ |
| حضرت زید بن ارقم | ۷۲۰ |
| حبشہ کی طرف ہجرت | ۷۲۱ |
| حدیث : التصفیق للنساء والتسبیح للرجال | ۷۲۲ |
| حدیث : نادت امراة ابنها وهو فی صومعته' الخ | ۷۲۳ |
| طفولیت میں کلام کرنے والے | ۷۲۵ |
| کشمیری صاحب پر تعقب | ۷۲۵ |
| حدیث : قال فی الرجل یسوی التراب حیث یسجد | ۷۲۶ |
| ت : ان اخذ ثوبه' الخ | ۷۲۷ |
| ت : نفخ فی سجوده فی کسوف | ۷۲۷ |
| حدیث : نهی عن الخصر فی الصلوة | ۷۲۹ |
| کشمیری صاحب پر تعقب | ۷۲۹ |
| ت : انی لا جهز جیشی وانا فی الصلوة | ۷۳۰ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حدیث : یقول الناس اکثر ابوھریرۃ | ۷۳۰ |
| حدیث : صلی من المغرب رکعتین فسلم' الخ | ۷۳۰ |
| ذوالیدین وذوالشمالین کی تحقیق | ۷۳۱ |
| ت : وسلم انس والحسن ولم یتشھد | ۷۳۲ |
| حدیث : فی سجدتی السھو تشھد' الخ | ۷۳۲ |
| حدیث : ارسلوہ الی عائشہ' الخ | ۷۳۳ |
| کتاب الجنائز | ۷۳۶ |
| ت : لا الہ الا اللہ مفتاح الجنہ | ۷۳۶ |
| حدیث : من مات لا یشرک باللہ دخل الجنہ | ۷۳۷ |
| حدیث : من مات یشرک باللہ دخل النار | ۷۳۸ |
| حدیث : امرنا بسبع ونھانا بسبع | ۷۴۰ |
| انگوٹھی کے احکام | ۷۴۱ |
| حدیث : حق المسلم علی المسلم خمس | ۷۴۲ |
| حدیث : اقبل ابوبکر من مسکنہ فتیمم النبی | |
| صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فقبلہ | ۷۴۳ |
| لا یجمع اللہ علیک موتتین | ۷۴۴ |
| حیات نبوی اتفاقی اجماعی ہے | ۷۴۵ |
| حدیث : وفات عثمان بن مظعون | ۷۴۶ |
| ما یفعل بہ کی توجیہ | ۷۴۷ |
| تقویت الایمان کی ایک عبارت کا رد | ۷۵۰ |
| مولانا انور صاحب پر تعقب | ۷۵۱ |
| حدیث : لماقتل ابی جعلت اکشف عن وجھہ | ۷۵۲ |
| حدیث : نعی النجاشی | ۷۵۳ |
| مسجد میں نماز جنازہ ممنوع ہے | ۷۵۳ |
| غائبانہ نماز جنازہ | ۷۵۴ |
| بھوپالی صاحب پر تعقب | ۷۵۵ |
| شوکانی صاحب پر رد | ۷۵۷ |
| نماز جنازہ کی تکبیرات | ۷۵۷ |
| حدیث : اخذ الرایہ زید فاصیب | ۷۵۸ |
| غزوۂ موتہ | ۷۵۸ |
| حدیث : فاتی قبرہ فصلی علیہ | ۷۵۹ |
| حدیث : ما من مسلم یتوفی لہ ثلثہ | ۷۶۱ |

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حدیث : لا یموت لمسلم ثلثہ | ۷۶۲ |
| حدیث : الصبر عند اول صدمہ | ۷۶۳ |
| عورتوں کو زیارت قبور ممنوع ہے | ۷۶۴ |
| ت : صلی ولم یتوضا | ۷۶۶ |
| ت : المسلم لا ینجس | ۷۶۶ |
| ت : لو کان نجسا ما مسستہ | ۷۶۶ |
| میت پاک ہے یا ناپاک | ۷۶۶ |
| ت : ینقض شعر المراۃ | ۷۶۷ |
| حدیث : غسل بنت النبی ﷺ | ۷۶۸ |
| ت : الحزقہ الخامسہ | ۷۷۰ |
| ت : ناصیتھا قرنیھا | ۷۷۱ |
| حدیث : کفن ﷺ فی ثلثہ اثواب | ۷۷۱ |
| حدیث : رجل وقع عن راحلتہ | ۷۷۲ |
| حدیث : ابن ابی لما توفی جاء ابنہ | ۷۷۲ |
| اشکال | ۷۷۳ |
| سلے اور بغیر سلے ہوئے کپڑے میں کفن دینا | ۷۷۴ |
| ت : الکفن من جمیع المال | ۷۷۵ |
| ت : الحنوط من جمیع المال | ۷۷۵ |
| ت : یبدء بالکفن | ۷۷۵ |
| ت : اجر القبر والغسل من الکفن | ۷۷۵ |
| حدیث : قتل مصعب وکفن فی بردہ | ۷۷۶ |
| حدیث : فمنا من مات ولم یاکل من اجرہ | ۷۷۷ |
| حضرت عبدالرحمٰن بن عوف | ۷۷۷ |
| حضرت مصعب بن عمیر | ۷۷۸ |
| حضرت خباب بن ارت | ۷۷۹ |
| حدیث : جاء ت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ | |
| وسلم ببردۃ منسوجہ فیھا حاشیتھا | ۷۸۰ |
| کفن کے لیے صلحا کا لباس | ۷۸۱ |
| حدیث : قالت نھینا عن اتباع الجنازۃ | ۷۸۲ |
| حدیث : قالت نھینا ان نحد اکثر من ثلث | ۷۸۳ |
| حضرت سفیان کا وصال کہاں ہوا؟ | ۷۸۳ |
| حدیث : لما جاء نعی ابی سفیان من الشام | ۷۸۳ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حدیث : لایحل لامراۃ ان تحد علی میت،الخ | ۷۸۴ |
| ام المومنین حضرت ام حبیبہ | ۷۸۶ |
| یعذب المیت ببکاء اھلہ | ۷۸۷ |
| حدیث : ارسلت بنت النبی صلی اللہ تعالی وسلم الیہ ان ابنالھا قبض | ۷۸۸ |
| حدیث : شھدنا بنت الرسول اللہ ﷺ | ۷۹۱ |
| حدیث : الا تنھی عن البکاء الحدیث | ۷۹۲ |
| حضرت صہیب بن سنان | ۷۹۳ |
| توجیہ حدیث | ۷۹۶ |
| حدیث : لما اصیب عمر جعل صھیب،الخ | ۷۹۶ |
| حدیث : مرعلی جنازۃ یھودیہ یبکی،الخ | ۷۹۷ |
| ت : دعھن یبکین | ۷۹۷ |
| ما یکرہ من النیاحہ کی توضیح | ۷۹۷ |
| حدیث : من ینح یعذب بما نیح علیہ | ۷۹۹ |
| حدیث : یعذب فی قبرہ بما نیح علیہ | ۷۹۹ |
| ت : المیت یعذب ببکاء الحی | ۷۹۹ |
| حدیث : لیس منا من لطم الخدود | ۷۹۹ |
| حدیث : ان تذرو رثتك اغنیاء | ۸۰۰ |
| ت : بری من الصالقہ والحالقہ | ۸۰۲ |
| حدیث : لما جاء قتل ابن حارثہ | ۸۰۳ |
| حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۸۰۳ |
| حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ | ۸۰۴ |
| حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ | ۸۰۴ |
| ت : الجزع القول السئی | ۸۰۶ |
| حدیث : اشتکی ابن لابی طلحہ فمات | ۸۰۶ |
| حدیث : دخلنا علی ابی سیف القین | ۸۰۸ |
| حدیث : اشتکی سعد بن عبادۃ فاتاہ | ۸۰۹ |
| حدیث : اخذ البیعہ ان لا تنوح | ۸۱۰ |
| حدیث : اذا رای احدکم الجنازۃ فلیقم | ۸۱۱ |
| حدیث : اذا رایتم الجنازۃ فقوموا | ۸۱۲ |
| حدیث : کنا فی جنازۃ فاخذ ابوھریرۃ،الخ | ۸۱۲ |
| سھل بن حنیف و قیس بن سعد | ۸۱۳ |

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حدیث : فاذا رایتم الجنازۃ فقوموا | ۸۱۳ |
| حدیث : الیست نفسا | ۸۱۴ |
| ت : یقومان للجنازۃ | ۸۱۴ |
| حدیث : اذا وضعت الجنازۃ | ۸۱۶ |
| باب سے مطابقت | ۸۱۶ |
| ت : فامشوا بین یدیھا وخلفھا | ۸۱۷ |
| حدیث : اسرعوا بالجنازۃ | ۸۱۷ |
| حدیث : صلی علی النجاشی | ۸۱۸ |
| حدیث : قد توفی رجل صالح من الحبش | ۸۱۸ |
| ت : لا یصلی الا طاھرا | ۸۱۹ |
| ت : احقھم علی جنائزھم من رضوا لفرائضھم | ۸۲۰ |
| ت : یکبر اربعا | ۸۲۱ |
| ت : التکبیرۃ افتتاح الصلوۃ | ۸۲۱ |
| ت : اذا صلیت فقد قضیت الذی علیك | ۸۲۱ |
| ت : ما علمنا علی الجنازۃ اذنا | ۸۲۱ |
| حدیث : من تبع جنازۃ فلہ قیراط | ۸۲۲ |
| حدیث : من شھد الجنازۃ حتی یصلی علیہ | ۸۲۲ |
| حدیث : جاء وا برجل وامراۃ زنیا | ۸۲۳ |
| ت : ضربت امراتہ القبہ علی قبرہ | ۸۲۵ |
| حدیث : لعن اللہ علی الیھود والنصاری | ۸۲۷ |
| ت : صلی بنا فکبر ثلثا ثم کبر رابعا | ۸۲۸ |
| ت : صلی علی اصمحہ النجاشی فکبر اربعا | ۸۲۸ |
| ت : یقرء علی طفل بفاتحہ الکتاب | ۸۲۸ |
| حدیث : فقرء بفاتحہ الکتاب | ۸۲۹ |
| حدیث : العبد اذا وضع فی قبرہ،الخ | ۸۲۹ |
| حیات موتی | ۸۳۰ |
| دیوبندی بزرگوں کی حیات بعد ممات | ۸۳۰ |
| نکیرین کے سوالات کس زبان میں ہونگے؟ | ۸۳۱ |
| حدیث : ارسل ملك الموت الی موسی فقفا عینہ | ۸۳۱ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار کہاں ہے؟ | ۸۳۲ |
| دفن کے بعد میت کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا | ۸۳۳ |
| حدیث : یجمع بین الرجلین من قتلی احد | ۸۳۴ |
| حدیث : فصلی علی اهل احد | ۸۳۴ |
| شہداء احد کی نماز جنازہ | ۸۳۵ |
| ت : فکفن ابی و عمی فی نمرة واحدة | ۸۳۶ |
| حدیث : حرم الله مکه فلم تحل لاحد قبلی | ۸۳۶ |
| شبلی صاحب پر تعقب | ۸۳۶ |
| حدیث : اتی عبدالله بن ابی بعد ما ادخل | ۸۳۷ |
| حدیث : ما ارانی الا مقتولا فی اول من یقتل | ۸۳۸ |
| ت : اذا اسلم احدهما فالولدمع المسلم | ۸۳۹ |
| ت : الاسلام یعلو ولا یعلی | ۸۳۹ |
| حدیث : قصه ابن صیاد | ۸۴۰ |
| قال سالم ثم انطلق النبی ﷺ | ۸۴۲ |
| حدیث : کان غلام یهودی یخدم النبی ﷺ | ۸۴۵ |
| حضرت عباس غزوۂ بدر سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے | ۸۴۵ |
| حدیث : کنت انا وامی من المستضعفین | ۸۴۵ |
| حدیث : یصلی علی کل مولود متوفی الحدیث | ۸۴۶ |
| علی الفطرۃ کی تشریح | ۸۴۷ |
| حدیث : لما حضرت ابا طالب الحدیث | ۸۴۹ |
| اترغب عن ملة عبدالمطلب کی توجیہ | ۸۴۹ |
| ابو طالب کا حکم | ۸۵۱ |
| ت : ان یجعل فی قبره جریدتان | ۸۵۲ |
| ت : رای فسطاطا علی قبر عبدالرحمن | ۸۵۲ |
| ت : ان اشدنا وثبته الذی یثب قبر عثمان | |
| بن مظعون رضی الله تعالی عنه | ۸۵۳ |
| ت : فاجلسنی علی قبر | ۸۵۳ |
| ت : یجلس علی القبر | ۸۵۴ |
| قبر پر بیٹھنا ناجائز ہے | ۸۵۴ |

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حدیث : اما اهل السعادة | ۸۵۵ |
| فیسیرون لعمل اهل السعادة | ۸۵۵ |
| کشمیری صاحب پر تعقب | ۸۵۵ |
| حدیث : من حلف علی ملة' الخ | ۸۵۶ |
| حدیث : الذی یخنق نفسه' الحدیث | ۸۵۷ |
| حدیث : لما مات عبدالله بن ابی' الخ | ۸۵۸ |
| حتی نزلت الآیتان | ۸۵۹ |
| حدیث : مروا بجنازة فاثنوا علیه | ۸۶۰ |
| حدیث : فمرت بهم جنازة فاثنی | ۸۶۰ |
| حدیث : اذا اقعد المومن فی قبره | ۸۶۱ |
| عذاب قبر پر استدلال | ۸۶۲ |
| حدیث : اطلع علی القلیب | ۸۶۳ |
| حدیث : انهم لیعلمون الان' الحدیث | ۸۶۴ |
| تعارض اور تطبیق | ۸۶۴ |
| سماع موتی | ۸۶۵ |
| حضرت ام المومنین کا مذہب | ۸۶۷ |
| حدیث : یهود تعذب فی قبورها | ۸۶۸ |
| حدیث : یتعوذ من عذاب القبر | ۸۶۹ |
| حدیث : اللهم انی اعوذبك من عذاب القبر | ۸۶۹ |
| حدیث : سئل عن اولاد المشرکین | ۸۷۰ |
| حدیث : اذا مات عرض علیه مقعده | ۸۷۱ |
| حدیث : ان له مرضعا فی الجنه | ۸۷۱ |
| حدیث : رایت اللیله رجلین اتیانی | ۸۷۲ |
| مذہب احناف اولاد مشرکین کے بارے میں | ۸۷۶ |
| حدیث : وفات ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۸۷۷ |
| حدیث : ان امی افتلت نفسها | ۸۷۸ |
| حدیث : این انا الیوم این انا غدا | ۸۷۹ |
| حدیث : قبر النبی صلی الله علیه وسلم | ۸۷۹ |
| حدیث : فبدت لهم قدم ففزعوا | ۸۸۰ |
| حدیث : وادفنی مع صواحبی | ۸۸۱ |
| حدیث : وفات عمر رضی الله تعالیٰ عنه | ۸۸۱ |
| واقعہ شہادت | ۸۸۳ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| بالمهاجرین الاولین | ۸۸۵ |
| حدیث : لا تسبوا الاموات | ۸۸۶ |
| کتاب الزکوٰۃ | |
| فرضیت کے دلائل | ۸۸۷ |
| حدیث : بعث معاذاً الی الیمن | ۸۸۸ |
| مسائل | ۸۸۹ |
| حدیث : اخبرنی عن عمل یدخلنی الجنه | ۸۹۰ |
| حدیث : دلنی علی عمل دخلت الجنه | ۸۹۱ |
| حدیث : کفر من کفر من العرب | ۸۹۱ |
| مانعین زکوٰۃ سے جہاد | ۸۹۳ |
| حدیث : تاتی الابل علی صاحبها علی خیر | ۸۹۴ |
| حدیث : مثل له ماله شجاعا اقرع | ۸۹۵ |
| حدیث : معنی والذین یکنزون الذهب | ۸۹۶ |
| حدیث : لیس فیما دون خمس اواق صدقه | ۸۹۷ |
| حدیث : مررت بالربذة فاذا انا بابی ذر | ۸۹۸ |
| حدیث : فجاء رجل خشن الشعر والثیاب | ۹۰۰ |
| حدیث : ولا یقبل الله الا الطیب | ۹۰۱ |
| حدیث : یمشی الرجل بصدقه فلا یجد | ۹۰۲ |
| حدیث : لا تقوم الساعه حتی یکثر فیکم المال | ۹۰۳ |
| حدیث : فجاء رجلان احدهما یشکوا لعیله | ۹۰۳ |
| حدیث : لیاتین زمان یطوف الرجل بالصدقه | ۹۰۴ |
| حدیث : فجاء رجل فتصدق بشیئی کثیر | ۹۰۵ ۱۱۴ ۹۰۵ |
| حدیث : انطلق احدنا الی السوق فیحامل | ۹۰۵ |
| حدیث : دخلت امراة معها بنتان | ۹۰۶ |
| حدیث : ان تصدق وانت صحیح شحیح | ۹۰۷ |
| حدیث : اطولکن یدا | ۹۰۸ |
| حضرت ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال کب ہوا؟ | ۹۰۹ |
| حدیث : تصدق علی سارق الحدیث | ۹۱۰ |
| حدیث : لك ما نویت ولك ما اخذت | ۹۱۲ |
| مسائل | ۹۱۲ |

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حدیث : اذا انفقت المراة کان لها اجرها | ۹۱۳ |
| حدیث : خیر الصدقه ما کان عن ظهر غنی | ۹۱۴ |
| حدیث : الید العلیا خیر من یدالسفلی | ۹۱۴ |
| حدیث : ذکر الصدقه والتعفف والمساله | ۹۱۵ |
| حدیث : اشفعوا توجروا | ۹۱۵ |
| حدیث : لاتوکی فیوکی الله | ۹۱۶ |
| حدیث : اشیاء کنت اتحنث بها فی الجاهلیه | ۹۱۷ |
| حدیث : الخازن احد المتصدقین | ۹۱۸ |
| حدیث : اللهم اعط منفقا خلفا | ۹۱۸ |
| حدیث : مثل البخیل والمتصدق | ۹۱۹ |
| حدیث : علی کل مسلم صدقه | ۹۲۰ |
| حدیث : هات فقد بلغت محلها | ۹۲۱ |
| حیلہ شرعیہ | ۹۲۱ |
| ت : ائتونی بعرض ثیاب خمیص | ۹۲۲ |
| حدیث : ان ابابکر کتب له البنی صلی الله تعالی علیه وسلم | ۹۲۲ |
| بنت مخاض بنت لبون وغیرہ کی تفصیل | ۹۲۳ |
| ت : لا یجمع بین متفرق ولا یفرق بین مجتمع | ۹۲۴ |
| حدیث : ان ابابکر کتب له اللتی فرض | ۹۲۵ |
| ت : اذاعلم الخلیطان اموالهما فلایجمع | ۹۲۶ |
| ت : لا یجب حتی یتم لهذا اربعون شاة | ۹۲۶ |
| حدیث : ما کان من خلیطین فانهما | ۹۲۷ |
| حدیث : فاعمل من وراء البحار | ۹۲۷ |
| حدیث : کتب له فریضه الصدقه | ۹۲۸ |
| حدیث : کتب له هذا الکتاب | ۹۳۰ |
| حدیث : کتب له اللتی امر الله رسوله | ۹۳۶ |
| حدیث : تطوه باخفافها الحدیث | ۹۳۷ |
| حدیث : کان ابو طلحه اکثر الانصار مالا | ۹۳۸ |
| حدیث : لیس علی المسلم فی فرسه وغلامه صدقه | ۹۴۰ |
| حدیث : انا مما اخاف علیکم من بعدی، الخ | ۹۴۱ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حدیث : تصدقن ولو من حليكن | ۹۴۳ |
| حدیث : انفقی علیهم فلك الاجر | ۹۴۷ |
| ت : یعتق من زکوة ماله | ۹۴۸ |
| ت : اشتری اباه من الزکوة جاز | ۹۴۹ |
| ت : حملنا علی ابل الصدقه | ۹۴۹ |
| حدیث : منع ابن جمیل الحدیث | ۹۵۰ |
| اما عباس | ۹۵۱ |
| ت : هی علیه ومثلها معها | ۹۵۲ |
| امام محمد بن اسحٰق | ۹۵۲ |
| حدیث : من یستغن یغنیه الله | ۹۵۳ |
| حدیث : لان یاخذ احدکم حبله | ۹۵۳ |
| حدیث : لان یاخذ احدکم حبله | ۹۵۴ |
| حدیث : لا ارزا احدا بعدك | ۹۵۵ |
| حدیث : اذا جاءك من هذا المال شیئی | ۹۵۶ |
| حدیث : ما یزال الرجل یسال الناس | ۹۵۷ |
| حدیث : لیس المسکین الذی الحدیث | ۹۵۸ |
| حدیث : ان الله کره لکم ثلثا الحدیث | ۹۵۹ |
| حدیث : ضرب بیده فجمع بین عنقی وکتفی | ۹۶۰ |
| حدیث : لیس المسکین الذی یطوف الخ | ۹۶۲ |
| حدیث : لان یاخذ حبله ثم یغدو | ۹۶۳ |
| حدیث : غزونا غزوة تبوك | ۹۶۳ |
| ملک ایله | ۹۶۶ |
| هذا جبل یحبنا | ۹۶۶ |
| ت : ولم یرعمرو بن عبدالعزیز فی العسل شیئ | ۹۶۷ |
| حدیث : فیما سقت السماء العشر | ۹۶۸ |
| حدیث : یوتی بالتمر فیجی هذا الحدیث | ۹۶۹ |
| حدیث : نهی عن بیع التمر حتی یبدو صلاحها | ۹۷۰ |
| حدیث : نهی عن بیع الثمار حتی یبدو صلاحها | ۹۷۰ |
| حدیث : نهی عن بیع الثمار حتی تزهی | ۹۷۰ |
| حدیث : تصدق بفرس فوجده یباع | ۹۷۱ |

| مضامین | صفحات |
|---|---|
| حدیث : حملت علی فرس فاضاعه | ۹۷۲ |
| حدیث : هلا انتفعتم بجلدها | ۹۷۳ |
| حدیث : هولها صدقه ولنا هدیه | ۹۷۵ |
| حدیث : هو علیها صدقه وهولنا هدیه | ۹۷۶ |
| حدیث : اللهم صل علی آل ابی اوفی | ۹۷۷ |
| ت : لیس العنبر برکاز | ۹۷۷ |
| ت : فی العنبر واللولوء الخمس | ۹۷۸ |
| حدیث : ان رجلا من بنی اسرائیل سال رجلا | ۹۷۸ |
| ت : الرکاز دفن الجاهلیه | ۹۸۰ |
| ت : واخذ عمر بن عبدالعزیز من المعادن الحدیث | ۹۸۰ |
| ت : ما کان من رکاز ارض الحرب ففیه الخمس | ۹۸۱ |
| قال بعض الناس | ۹۸۱ |
| پہلی تعریض | ۹۸۳ |
| دوسری تعریض | ۹۸۳ |
| حدیث : العجماء جبار والبیر جبار | ۹۸۴ |
| حدیث : فلما جاء حاسبه | ۹۸۵ |
| حدیث : یسم ابل الصدقه | ۹۸۵ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# کِتَابُ الصَّلٰوۃ

## کِتَابُ الصَّلٰوۃ

صلوۃ۔ سے یہاں اس کے خاص شرعی معنی مراد ہیں۔ یعنی اسلام کا دوسرا رکن جو مخصوص ہیئت کے ساتھ مخصوص افعال کی ادائیگی ہے۔ زمانۂ جاہلیت قبل از اسلام میں بھی یہ لفظ مستعمل تھا جس کے متعدد معانی تھے۔ انگاروں پر سینک سینک کر لکڑی کو سیدھا کرنا۔ بولتے ہیں۔ صلیت العود علی النار۔ صلوۃ۔ صلا۔ سے ماخوذ ہے صلا۔ سرین کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ اسی سے مُصَلّی اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو گھڑ دوڑ میں سب سے آگے نکل جانے والے کے پیچھے ہو۔ اس مناسبت سے کہ اس گھوڑے کا منہ اگلے گھوڑے کی سرین کے پاس ہوتا ہے۔ ان معانی میں اور معنی شرعی میں مناسبت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر میرے خیال میں اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ عہد رسالت میں صلوۃ بمعنی دعا شائع وذائع تھا۔ قرآن مجید میں ہے۔ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ۔ ان کیلئے دعا کیجئے۔ حدیث میں ہے۔ من صام فلیصل۔ جو روزہ رکھے وہ دعا کرے۔ دعا اور نماز کی مناسبت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اس سے بھی ہٹ کر آپ غور کریں۔ خود قریش کی زبان میں ایسے ارکان کی ادائیگی کو کہتے ہیں جو تقرب الی اللہ، کیلئے کیا جاتا تھا۔ قرآن مجید میں ہے۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً۔ (انفال) ۞ بیت اللہ کے پاس ان کی نماز صرف سیٹی اور تالی تھی۔

اس کے علاوہ نماز بمعنی رحمت، اظہار عظمت، استغفار یعنی طلب رحمت بھی مستعمل تھا۔ صلوۃ کی اسناد اگر اللہ عزوجل کی جانب ہو۔ تو اس کے معنی انزال رحمت کے آتے ہیں۔ اور اگر فرشتوں کی طرف ہو اور متعلق نبی ہو تو دعاء رحمت، اور اگر متعلق غیر نبی ہو تو استغفار کے معنی میں اور اگر اس کی نسبت اللہ عزوجل اور فرشتوں کے علاوہ امتی کی جانب ہو تو، صلوۃ کے معنی طلب رحمت کے آتے ہیں۔ اور نماز پڑھنے کے معنی میں اس وقت آتا ہے جب اس کا متعلق اللہ عزوجل ہو۔

## حدیث الاسراء (۲۴۲)

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ اَبُوْذَرٍّ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ابوذر حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِيْ وَاَنَا بِمَكَّةَ، فَنَزَلَ

نے فرمایا۔ میرے گھر کی چھت کھولی گئی اور میں مکے میں تھا۔ (اس سے) جبریل علیہ السلام اترے

جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَفَرَجَ صَدْرِيْ ثُمَّ غَسَلَهٗ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ

اور میرے سینے کو شق کیا پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا۔ پھر حکمت و ایمان سے لبریز

## تشریحات (۲۴۲)

**لغات** اسودۃ۔ یہ سواد کی جمع ہے۔ جیسے نرمان کی جمع ازمنہ۔ سواد کے معنی شخص کے ہیں۔ متعدد اور عوام کے معنی میں بھی آتا ہے۔ صالح۔ وہ شخص ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو کماحقہ ادا کرتا ہو۔ یہ اپنے معنی کی جامعیت کے لحاظ سے تمام پسندیدہ قابل ستائش صفات کو شامل ہے۔ اسی لئے۔ ہر نبی نے "نبی صالح" کے ساتھ خوش آمدید کہا۔ امین اور صادق نہیں کہا اس لیے کہ صالح ان دونوں کو بھی شامل ہے۔ نسمہ۔ کے معنی روح کے ہیں۔ ظھرت کے معنی ہیں۔ میں چڑھا۔ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے۔ وَالشمس فی حجرتھا لم تظھر۔ دھوپ ان کے حجرے میں ہوتی اور دیوار پر ابھی چڑھی نہ ہوتی۔ مُسْتَوٰى۔ استواء کا اسم ظرف ہے۔ صریف فعیل کے وزن پر مصدر ہے۔ اس کے معنی آواز کرنا ہے یہاں یہ مراد ہے۔ کہ فرشتے حکم الٰہی کو لکھتے ہیں۔ اس لکھنے سے قلم میں جو آواز پیدا ہوتی ہے میں وہاں پہنچ کر ان کو سننے لگا تھا۔ ارجع الیٰ ربك۔ اللہ عزوجل شہید و بصیر ہے۔ مکان سے منزہ ہے۔ اس لئے اس سے مراد یہ ہے کہ لوٹ کر وہاں جائیے جہاں آپ کلام الٰہی سے مشرف ہوئے۔ شَطْرٌ کے معنی۔ آدھے کے ہیں۔ اور مطلق بعض کے بھی۔ یہاں مطلق بعض ہی مراد ہے۔ اَلسِّدْرَةُ الْمُنْتَهٰى۔ بیری کے درخت کو سدرہ کہتے ہیں۔ المنتھی۔ انتھاء کا ظرف ہے۔ یعنی انتہائی حد۔ ساتویں آسمان پر بیر کا ایک درخت ہے جس کی جڑیں چھٹے آسمان میں ہیں۔ جس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح چوڑے اور بڑے ہیں اور جس کے پھل ہجر کے بڑے مٹکوں کے برابر ہیں۔ جس کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ وہ تمام آسمانوں اور جنت تک کو گھیرے ہوئے ہے۔

بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُّمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَّإِيْمَانًا فَأَفْرَغَهُ فِي صَدْرِيْ ثُمَّ أَطْبَقَهُ

سونے کا طشت لائے اور اسے میرے سینے میں اونڈیل دیا اس کے بعد سینے کو درست کر دیا

ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِيْ فَعَرَجَ بِيْ إِلَى السَّمَاءِ، فَلَمَّا جِئْتُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ

پھر میرے ہاتھ کو پکڑا اور مجھے آسمان کی طرف لے چلے جب میں آسمان دنیا تک پہنچا تو جبریل نے

جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ اِفْتَحْ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا

آسمان کے خازن سے کہا۔ کھولو۔ اس نے پوچھا کون ہے؟ جبریل نے کہا میں جبریل ہوں اس نے

جِبْرَئِيْلُ قَالَ هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ، قَالَ نَعَمْ مَعِيَ مُحَمَّدٌ فَقَالَ أَأُرْسِلَ

پوچھا تمہارے ساتھ کوئی اور ہے جبریل نے کہا ہاں میرے ساتھ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں اس نے

اس کے آگے نہ کوئی فرشتہ جاسکتا ہے نہ کوئی نبی۔ یہ عام انبیاء کرام کیلئے ہے۔ رہ گئے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو حضور سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے تشریف لیگئے۔ انشاء اللہ کتاب المناقب میں اسے مفصل بیان کیا جائے گا۔ اس کی شاخیں ساتویں آسمان کو گھیرے ہوئے ہیں بلندی ساتویں آسمان سے بھی اوپر ہے۔ جو کچھ اوپر جاتا ہے سب کی آخری حد یہی ہے۔ حَبَائِلُ اللُّؤْلُؤ۔ حبائل۔ یہ یا، حبل۔ کی جمع ہے جس کے معنی لمبائی میں پھیلی ہوئی ریت کے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ جنت میں موتی اتنے کثیر و وافر ہیں جیسے ریگستان میں ریت ہوتی ہے۔ یا یہ۔ حبلۃ۔ کی جمع ہے۔ جس کے معنی گلے کے ہار۔ کے ہیں۔ مگر اکثر محدثین کی رائے یہ ہے کہ یہ لکھنے والوں کی غلطی ہے۔ صحیح۔ جنابذ۔ ہے۔ جیسا کہ کتاب الانبیاء وغیرہ میں ہے بلکہ یہاں بھی ابوذر کی روایت یہی ہے۔ جنابذ۔ جُنْبُذٌ۔ کی جمع ہے جس کے معنی۔ قبے کے ہیں۔ مگر تصحیف (لکھنے میں غلطی) کے قول کی کوئی حاجت نہیں۔ مراد یہ ہے کہ جیسے زینت و آرائش کیلئے کھڑکیوں اور مسہریوں کے ارد گرد موتی کی لڑیاں لٹکا دیتے ہیں۔ اسی طرح جنت میں بھی کھڑکیوں پر اور تخت کے ارد گرد موتی کی لڑیاں ہیں۔ اس حدیث پر تفصیلی گفتگو کتاب الانبیاء میں آئے گی۔ یہاں نماز سے متعلق چند ضروری باتیں معروض ہیں۔

## قبل معراج نماز

اس حدیث سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ نماز پنجگانہ معراج میں فرض ہوئی۔ اور یہ بھی تواتر سے ثابت ہے کہ معراج سے پہلے بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نماز پڑھتے تھے۔ حدیث ابوذر کے بعض طرق میں یہ ہے۔ کہ نزول، اقرأ کے بعد جبریل امین نے پاؤں زمین پر مارا جس سے چشمہ جاری ہوگیا اور اس سے

اِلَیْہِ قَالَ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا فُتِحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْیَا فَاِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلٰی

پھر پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے جبریل بولے ہاں جب دروازہ کھولا گیا تو ہم آسمان دنیا پر چڑھے تو کیا

یَمِیْنِہٖ اَسْوِدَۃٌ وَّعَلٰی یَسَارِہٖ اَسْوِدَۃٌ اِذَا نَظَرَ قِبَلَ یَمِیْنِہٖ ضَحِکَ وَاِذَا

دیکھتے ہیں ایک صاحب بیٹھے ہیں ان کی داہنی طرف بہت سے لوگ ہیں اور بائیں طرف بھی جب داہنی طرف دیکھتے تو

نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِہٖ بَکٰی فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ

ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں انھوں نے مجھے دیکھکر فرمایا صالح نبی صالح فرزند کو خوش آمدید ہو۔ میں نے

لِجِبْرِئِیْلَ مَنْ ھٰذَا قَالَ ھٰذَا اٰدَمُ وَھٰذِہِ الْاَسْوِدَۃُ عَنْ یَّمِیْنِہٖ وَشِمَالِہٖ

جبریل سے پوچھا یہ کون صاحب ہیں انھوں نے بتایا یہ آدم ہیں اور ان کے دائیں بائیں جو لوگ ہیں یہ انکی اولاد کی روحیں ہیں

وضو کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھتے رہے۔ پھر جبریل علیہ السلام نے فرمایا۔ آپ بھی وضو کرلیں۔ حضور نے بھی وضو فرمایا۔ پھر جبریل امین نے دو رکعت کعبے کی جانب منہ کرکے نماز پڑھی۔ ان کے ساتھ حضور نے بھی پڑھی۔ پھر دولت کدہ پر تشریف لائے۔ اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم دیا۔ انھوں نے بھی وضو کیا اور حضور کے ساتھ نماز پڑھی۔ امتیوں میں نماز پڑھنے کا شرف سب سے پہلے حضرت خدیجہ کو حاصل ہوا اور ان کے بعد اسد اللہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوشنبے کو اول روز میں نماز پڑھی۔ اور حضرت خدیجہ نے اسی روز آخری حصے میں۔ اور حضرت شیر خدا نے سہ شنبہ کو[1]

اب یہاں چند سوالات ہیں۔ ① معراج سے پہلے کتنے وقت کی نماز پڑھتے تھے۔ ② اور یہ سب فرض تھیں یا ان میں کچھ فرض اور کچھ نفل یا سب نفل ③ ان نمازوں کے شرائط اور ارکان علیحدہ تھے یا یہی تھے۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنے رسالے "جمان التاج فی بیان الصلوۃ قبل المعراج" میں ان سب پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ بعض علماء نے فرمایا کہ معراج سے پہلے دو وقت کی نماز فرض تھی طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب سے قبل[2] یا نماز چاشت اور نماز عصر۔ اصابہ میں ہے کہ نماز پنجگانہ کے فرض ہونے سے پہلے مسلمان نماز چاشت اور عصر پڑھا کرتے تھے۔ عصر کے

---

[1] المواہب اللدنیہ وشرحہا للزرقانی جلد اول باب مبعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۴۳ ۲۴۵ جمان التاج بحوالہ طبرانی [2] الدر المختار جلد اول کتاب الصلاۃ۔

نَسَمُ بَنِيْهِ فَاَهْلُ الْيَمِيْنِ مِنْهُمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْاَسْوِدَةُ الَّتِيْ عَنْ شِمَالِهٖ

ان میں داہنی طرف والے جنتی ہیں۔ بائیں طرف کی پرچھائیاں جہنمی ہیں۔ اس لئے جب داہنے دیکھتے ہیں

اَهْلُ النَّارِ، فَاِذَا نَظَرَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ ضَحِكَ وَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَكٰى۔ حَتّٰى

تو ہنس پڑتے ہیں۔ اور جب بائیں دیکھتے ہیں تو رو پڑتے ہیں اس کے بعد مجھے دوسرے آسمان پر لے گئے۔

عَرَجَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَقَالَ لِخَازِنِهَا افْتَحْ فَقَالَ لَهٗ خَازِنُهَا مِثْلَ

اس کے خازن سے فرمایا کھولو۔ اس کے خازن نے بھی ویسی ہی گفتگو کی جیسی پہلے والے نے

مَا قَالَ الْاَوَّلُ، فَفُتِحَ، قَالَ اَنَسٌ، فَذَكَرَ اَنَّهٗ وَجَدَ فِي السَّمَاوَاتِ اٰدَمَ

کی تھی پھر کھولا گیا۔ انس نے کہا۔ حضرت ابوذر نے یہ بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وقت پہاڑ کی گھاٹیوں میں جا جا کر الگ الگ پڑھتے تھے[1] ان اقوال میں تطبیق یہ ہے کہ چاشت بھی پڑھتے تھے۔ اور فجر بھی اور عصر بھی۔ صحیحین میں ہے کہ ابتدار بعثت میں جب جبرئیل حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے[2] مگر اصح یہ ہے کہ قبل معراج صرف تہجد فرض تھا۔ وہ بھی بعد میں امت کے حق میں منسوخ ہو گیا[3]۔ بربنائے تحقیق قبل معراج کی نمازیں بھی ایسی تھیں جیسی اب پنجگانہ نمازیں ہیں۔ یعنی اس کے لئے وضو اور بدن اور کپڑے کی طہارت بھی تھی اور استقبال قبلہ اور تکبیر تحریمہ بھی تھی۔ قیام رکوع سجود، بلند آواز سے قرأت بھی تھی اور جماعت بھی۔ علامہ احمد خطیب قسطلانی اور علامہ عبدالباقی زرقانی لکھتے ہیں۔

ثم ان الله تعالىٰ اقرها اى شرعها على هيئة ماكان يصلى قبل فى السفر كذلك ركعتين واتمها فى الحضر اربعاً۔[4]

معراج سے پہلے جس ہیئت پر نماز پڑھتے تھے اسی ہیئت کے ساتھ سفر میں دو رکعت اور حضر میں چار رکعت۔ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا۔

## رکوع اس امت کے خصائص سے نہیں

عام طور پر علماء لکھتے ہیں کہ اگلی امتوں میں، رکوع نہیں تھا مگر

---

[1] جلد رابع تذکرہ عزیزہ بنت نجراۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ص۳۶۳۔ [2] بخاری جلد ثانی تفسیر باب قل اوحی الی نفر من الجن ص۷۳۲، مسلم جلد اول صلوٰۃ باب الجہر بالقرآن ص۱۸۲۔ [3] المواہب اللدنیہ جلد اول باب مبعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۷۲۔ [4] المواہب اللدنیہ وشرحہا للزرقانی جلد اول باب مبعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۲۲۵۔

وَاِدْرِیْسَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰی وَاِبْرَاهِیْمَ وَلَمْ یَثْبُتْ کَیْفَ مَنَازِلُهُمْ غَیْرَ

نے آسمانوں میں آدم ، ادریس ، موسیٰ ، عیسیٰ ، اور ابراہیم کو پایا ۔ انھوں نے ان حضرات کے مقامات نہیں بتلائے ۔

اَنَّهٗ ذَکَرَ اَنَّهٗ وَجَدَ آدَمَ فِی السَّمَاءِ الدُّنْیَا وَاِبْرَاهِیْمَ فِی السَّمَاءِ

ہاں یہ بتایا کہ آدم کو آسمان دنیا میں اور ابراہیم کو چھٹے آسمان میں پایا ۔

السَّادِسَةِ قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا مَرَّ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ

انس نے کہا ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لیکر جبریل علیہ السلام جب اُدریس کے پاس گذرے تو

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاِدْرِیْسَ قَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ

انھوں نے کہا نبی صالح برادر صالح کو خوش آمدید ہو ۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں

یہ بظاہر متعدد نصوص قرآنیہ کے معارض ہے ۔ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا گیا ۔

طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّائِفِیْنَ وَالْعَاکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ ۔ بقرہ (۱۲۵)

طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں سجدہ کرنے والوں کے لئے میرا گھر پاک رکھنا ۔

حضرت سیدنا ابراہیم سے خطاب ہے ۔ وَطَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّائِفِیْنَ وَالْقَائِمِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ ۔ ج (۲۶) میرا گھر پاک رکھو طواف کرنے والوں ، اعتکاف کرنے والوں ، رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لیئے ۔ حضرت داؤد کے احوال میں ہے ۔ خَرَّ رَاکِعًا وَّاَنَابَ ۔ ص (۲۴) ۔ رکوع کرتے ہوئے جھک گیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا ۔ حضرت مریم سے فرمایا ۔ یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّکِ وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ آل عمران (۴۲) ۔ اے مریم اپنے رب کے حضور ادب سے کھڑی ہو اور سجدہ کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر ۔ ان آیات میں رکوع سے اس کا لغوی معنی مراد لینا قاعدے کے خلاف اور عدول عن الظاہر ہے ۔ یہی علماء تصریح فرماتے ہیں ۔ ان النص یحمل علی حقیقۃ الشرعیۃ مھما امکن ۔ جہاں تک ممکن ہوگا قرآن وحدیث سے ، شرعی معنی مراد لیا جائے گا ۔ پھر دو پہلی والی اور چوتھی آیتوں میں رکوع اور سجود دونوں مذکور ہیں ۔ سجدے سے شرعی معنی مراد لینا اور رکوع سے لغوی یقیناً خروج عن الظاہر ہے ۔ علاوہ ازیں حدیث معراج میں یہ بھی ہے ۔ ثم دخلت المسجد فعرفت النبیین مابین قائم وراکع وساجد[1]

[1] جمان التاج ۔ بحوالہ حسن بن عرفہ وابونعیم ۔

الصَّالِحِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اِدْرِيْسُ ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوْسٰى

جبریل نے بتایا یہ ادریس علیہ السلام ہیں اس کے بعد میں موسیٰ علیہ السلام کے قریب سے

فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا

گذرا تو انھوں نے فرمایا نبی صالح برادر صالح کو مرحبا ہو۔ میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟

مُوْسٰى ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيْسٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ

تو جبریل نے بتایا کہ یہ موسیٰ ہیں اسکے بعد عیسیٰ کے قریب سے گذرا تو انھوں نے فرمایا نبی صالح اور برادر صالح کو مرحبا ہو

قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا عِيْسٰى ثُمَّ مَرَرْتُ بِاِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ مَرْحَبًا

میں نے پوچھا کون ہیں یہ بزرگ تو جبریل نے بتایا یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں اس کے بعد میں حضرت ابراہیم

اس کے بعد میں مسجد اقصیٰ گیا میں نے انبیاء کو پہچانا کچھ قیام میں کچھ رکوع میں کچھ سجدے میں تھے۔

اس حدیث پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ بات انبیاء کرام کی ہے۔ اور دعویٰ یہ ہے کہ رکوع اگلی امتوں میں نہ تھا۔

**مزید افادہ** طبرانی اور بزار میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث ہے۔ سب سے پہلے ہم نے جس نماز میں رکوع کیا وہ عصر تھی۔ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ، یہ کیا ہے فرمایا مجھے اس کا حکم دیا گیا۔ خاتم الحفاظ علامہ سیوطی نے فرمایا۔ کہ عصر سے پہلے، ظہر پڑھی تھی۔ اور نماز پنجگانہ کے فرض ہونے سے پہلے، تہجد وغیرہ پڑھتے تھے۔ ان نمازوں کا رکوع سے خالی ہونا اس پر قرینہ ہے کہ امم ماضیہ کی نماز میں رکوع نہ تھا۔ مگر اس کے معارض، حضرت عفیف کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں، میں بغرض تجارت مکہ آیا اور حضرت عباس کے یہاں ٹھہرا۔ ایک دن کعبے کے سامنے بیٹھا تھا دن خوب روشن ہو چکا اور سورج بلند ہو چکا تھا۔ ایک جوان آئے اور آسمان کو دیکھکر کعبے کی طرف منہ کرکے کھڑے ہو گئے اس کے بعد ایک لڑکے تشریف لائے یہ انکی داہنی طرف کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک خاتون آئیں وہ پیچھے کھڑی ہوئیں۔ پھر جوان نے رکوع کیا تو یہ دونوں رکوع میں چلے گئے۔ پھر جوان نے سر اٹھایا تو ان دونوں نے اٹھایا۔ جوان سجدے میں گئے تو یہ دونوں بھی گئے۔ پھر میں نے حضرت عباس سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو انھوں نے بتایا۔ یہ جوان اور یہ لڑکے میرے بھتیجے ہیں۔ اور یہ خاتون خدیجہ بنت خویلد ان جوان کی زوجہ ہیں میرے بھتیجے فرماتے ہیں کہ آسمان وزمین کے مالک نے انھیں اس دین کا حکم دیا ہے۔ ان کے ساتھ ابھی یہی دونوں مسلمان ہیں[1]

[1] جمان التاج۔ بحوالہ کامل ابن عدی وابن عساکر۔

بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اِبْرَاهِيْمُ

کے قریب سے گذرا تو انھوں نے بھی فرمایا نبی صالح اور فرزند صالح کو مرحبا ہو میں نے دریافت کیا یہ کون بزرگ ہیں

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ اِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَاَبَا حَبَّةَ

فرمایا یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ابن شہاب نے کہا مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ ابن عباس اور ابو حبہ انصاری کہتے تھے کہ نبی

الْاَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُوْلَانِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر مجھے اور اوپر لے گئے یہاں تک کہ میں مقام

اس حدیث کے ایک راوی معبد بن خثیم ازدی، قدرے متکلم فیہ، ہیں اور پہلی والی بزار و طبرانی کا حال معلوم نہیں۔ اگر وہ حدیث صحیح یا حسن ہے۔ تو اس سے استدلال درست ورنہ نہیں۔ اس تقدیر پر نصوص قرآنیہ کے معارض کوئی لائق استدلال حدیث نہ رہے گی۔ تو رکوع کا اس امت کے خصائص سے ہونا ثابت نہ ہو سکے گا۔

**قال ابن شهاب اخبرني ابن حزم** ابوبکر بن محمد بن عمرو بن ابی حزم کو بھی ابن حزم کہتے تھے۔ اور ان کے والد محمد بن عمرو کو بھی۔ یہاں ابوبکر بن محمد، مراد ہیں۔ اس لئے کہ ان کے باپ محمد بن عمرو سے امام زہری کا سماع ثابت نہیں۔ کیونکہ امام زہری ۵۸ھ میں پیدا ہوئے یہ ۶۳ھ واقعہ حرۃ میں شہید ہو چکے تھے۔ مگر ابوبکر بن حزم کی ملاقات ابو حبۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہیں۔ حضرت ابو حبۃ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ اس وقت ابوبکر بن حزم بلکہ ان کے والد محمد بن حزم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اس لئے کہ ان ولادت ۵۱ھ ہے۔ اس لئے یہ حدیث منقطع ہوئی[1]

**قال ابن حزم وانس بن مالك** قال ابن حزم میں یہ طے ہے کہ مراد یہ ہے کہ ابن حزم نے اپنے شیخ سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ یہ شیخ حضرت ابن عباس بھی ہو سکتے ہیں اور حضرت ابو حبہ بھی۔ جیسا کہ اس کے قبل والی سند میں ہے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ ان دونوں کے علاوہ کوئی اور ہو۔ بہر تقدیر یہ مرسل ہوئی۔ اسی طرح حضرت انس کے بارے میں دو احتمال ہے کہ ہو سکتا ہے یہ روایت بواسطہ ابوذر ہو یا کسی اور صاحب کے واسطے سے ہو اب بھی مرسل ہوئی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انھوں نے براہ راست حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہو اس تقدیر پر متصل ہوئی۔

**فوضع شطرها** یہاں روایتیں تین طرح آئی ہیں۔ ایک یہ جس میں تین بار مراجعت کا تذکرہ ہے اور پہلی مراجعت

---

[1] فتح الباری جلد اول کتاب الصلوٰۃ ص۳۹۱ عینی جلد رابع کتاب الصلوٰۃ ص۴۲ بدایہ نہایہ جلد تاسع ص۳۴۱۔

| | |
|---|---|
| عُرِجَ بِیْ حَتّٰی ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًی اَسْمَعُ فِیْهِ صَرِیْفَ الْاَقْلَامِ - قَالَ | |
| "مستوی" تک پہنچ گیا | اور قلموں کی آواز سننے لگا۔ ابن حزم اور انس بن |
| ابْنُ حَزْمٍ وَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ | |
| مالک نے کہا | نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کے بعد اللہ عزوجل نے میری امت پر |

میں جو بھی تخفیف ہوئی اس کو شطرھا سے تعبیر کی گئی۔ دوسری روایت جو مالک بن صعصعہ سے ہے۔ اور تیسری روایت جو بطریق شریک خود حضرت انس سے بلا واسطہ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانچ بار مراجعت ہوئی۔ چار بار دس دس کی تخفیف ہوئی اور آخر میں پانچ کی۔ اس میں۔ فجعلها اربعین ہے۔ اس سے قبل شریک کی بھی روایت میں ہے۔ اور ثابت کی روایت میں بھی فحط عنی خمسا[1] ہے۔

حضرت علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ بقیہ تمام روایتوں کو، ثابت والی روایت پر حمل کرنا متعین ہے یہ ثقہ کی زیادتی ہے۔ جو مقبول ہے۔ تو راجح اور محقق یہ ہوا۔ کہ نماز میں تخفیف کیلئے مراجعت نو بار ہوئی اور ہر بار، پانچ پانچ نمازوں کی تخفیف ہوئی۔

**اِستَحیَیتُ من ربی** ابن منیر نے کہا۔ یہ حیا فرمانا اس وجہ سے تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمالیا تھا کہ ہر دفعہ پانچ پانچ کی تخفیف ہو رہی ہے۔ اس اسلوب کے مطابق اب مراجعت کا مطلب یہ ہوگا کہ گویا یہ سوال ہوگا کہ نماز بالکلیہ معاف کر دی جائے اس لئے حیا فرمایا۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی یہی تھی کہ معراج کا تحفہ امت کیلئے کچھ نہ کچھ ضرور پہونچے۔ نیز اخیر دفعہ فرمایا۔ یہ پانچ عمل میں ہیں مگر ثواب میں پچاس ہیں۔ وَمَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ میرے یہاں بات بدلی نہیں جاتی۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ یہ تعداد قطعی ہے۔ اس لئے اب تخفیف کی درخواست کیلئے واپس جانے سے حیا فرمایا۔

**لا ادری ما هی** فرمایا۔ سدرۃ المنتہیٰ پر نامعلوم طرح طرح کے رنگ چھائے ہوئے تھے۔ مسلم میں ہے فراش من ذهب۔ سونے کے پتنگے تھے[2] مسلم ہی میں ہے فلما غشیها من امر الله ما غشی تغیرت فما احد من خلق الله یستطیع ان ینعتها من حسنها۔

---

[1] مسلم ج اول۔ ایمان ص۹۱ [2] مسلم ج اول ایمان باب الاسراء ص۹۷۔

فَفَرَضَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى اُمَّتِيْ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً فَرَجَعْتُ بِذَالِكَ

پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔ میں یہ لیکر لوٹا۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انھوں نے دریافت

حَتّٰى مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مَا فَرَضَ اللّٰهُ لَكَ عَلٰى اُمَّتِكَ قُلْتُ

فرمایا آپ کیلئے آپ کی امت پر اللہ عزوجل نے کیا فرض فرمایا۔ میں نے بتایا

جب سدرہ پر اللہ کے امر سے چھا گیا جو چھا گیا تو وہ اتنا حسین ہو گیا کہ اللہ کی مخلوق میں سے کوئی اسے بیان نہیں کر سکتا۔ تفسیر درمنثور میں ہے۔ کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ ملائکہ تھے[1] اسی میں ہے کہ سلمہ بن وہرام نے کہا۔ فرشتوں نے اللہ عزوجل سے عرض کیا ہمیں اجازت مرحمت فرما کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھیں۔ انھیں اجازت ملی تو یہ پروانہ وار ٹوٹ پڑے۔ اور سدرہ پر چھا گئے[2] تفسیر قرطبی میں ہے کہ امام حسن نے فرمایا۔ کہ سدرہ پر رب العلمین کا نور چھایا تھا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ سدرہ پر اللہ عزوجل کا نور چھایا ہوا تھا۔ کسی میں استطاعت نہیں کہ اسے دیکھ سکے۔ جس پر فرشتے نثار ہو رہے تھے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے سدرے کے ہر پتے پر فرشتوں کو دیکھا کہ وہ کھڑے تسبیح میں مصروف تھے۔[3] درمنثور میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ آپ نے سدرے کے صحن میں کیا دیکھا۔ تو فرمایا۔ سونے کے پتنگے[4] تفسیر کبیر[5] اس قول کو کہ سدرے پر انوار الٰہی محیط تھے، ظاہر فرمایا۔ اس قول کی بھی تائید کی کہ یہ فرشتے تھے[6] ان سب میں کوئی تخالف نہیں۔ یہ بظاہر مختلف اجزاء ایک سلسلے کی منظم کڑیاں ہیں۔ ہوا یہ کہ سدرۃ المنتہیٰ پر اس خاص الخاص انوار ربانی کی تجلی ہوئی۔ حضور کی آمد آمد کی خبر سن کر فرشتوں نے زیارت کی درخواست پیش کی جو منظور ہوئی۔ فرشتے پروانوں کی طرح زیارت کے لئے امنڈ آئے۔ سونے کے پتنگوں کی طرح نظر آئے۔ سدرے پر اس وقت ایسے خاص الخاص انوار کی تجلیات محیط تھیں کہ انھیں حضور بھی نہ پہچان سکے۔ تو وہ فرمایا جو اس حدیث میں ہے۔ کہ میں نہیں جانتا کہ اللہ عزوجل کی صفات غیر متناہیہ میں سے کن صفات کے ہیں یا اس کی ذات کے۔ اس کو کبھی من امر اللہ۔ سے تعبیر فرمایا۔ اسی کو قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا۔

اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى جب سدرے پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔

---

[1] جلد سادس صـ۱۱۶ [2] ایضاً۔ [3] جلد سابع عشر صـ۹۶۔ [4] جلد سادس صـ۱۱۶۔ [5] تفسیر سورہ النجم جلد ثالث وعشرین صـ۲۹۲۔

فَرَضَ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً قَالَ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ

پچاس نمازیں۔ انھوں نے فرمایا اپنے رب کی بارگاہ میں جائیے اس لئے کہ آپ کی امت اس کی طاقت

فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى قُلْتُ وَضَعَ شَطْرَهَا

نہیں رکھتی۔ یہ سن کر میں لوٹ کر حاضر بارگاہ ہوا تو اللہ عزوجل نے اس کا ایک حصہ کم کر دیا میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا

## ایضاح البخاری کا رد

ایضاح البخاری کے مصنف وہابی دیوبندی ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں[1] اپنے خاتمے کا بھی حال معلوم نہیں[2] یہاں حدیث میں ان کو لا ادری مل گیا۔ بس کیا تھا طلبہ پر دھونس جمانے کی پرانی عادت رنگ لائی اور یہ فرما دیا۔

آپ طرح طرح کے رنگوں کا مشاہدہ فرما رہے ہیں لیکن یہ فرماتے ہیں۔ کہ ان رنگوں کی حقیقت معلوم نہ ہو کسی حیرت ہے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا دعویٰ کرنے والے ترمذی کی روایت۔ فتجلی لی کل شی۔ سے استدلال کرتے ہیں کہ خواب میں خداوند قدوس نے آپ کے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھا اور آپ کے سامنے ہر چیز روشن ہو گئی۔ یہ تو خواب کا معاملہ تھا۔ آپ بیداری میں مشاہدہ کے بعد بھی حقیقت کے ادراک سے انکار فرما رہے ہیں۔ اسی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ فتجلی لی کل شی سے علم غیب پر استدلال کی کیا حقیقت ہے جبکہ چیزوں کے سامنے آنے اور مشاہدہ ہو جانے کے بھی ان چیزوں کی حقیقت کا علم ضروری نہیں۔ جلد ۱۳ ص ۲۶

ان شیخ الحدیث صاحب کے ارشاد پر پورا کلام کرنے کے لئے تو دفتر چاہیے۔ ہم ناظرین کے اطمینان کیلئے چند باتیں عرض کئے دیتے ہیں۔

اولاً۔ کسی مقابل پر اعتراض کرنے سے پہلے اس کے عقیدے کو اچھی طرح سمجھ لینا ضروری ہے۔ جلد اول میں حدیث جبریل کے ضمن میں ہم نے واضح کر دیا ہے،، کہ علم غیب کے عقیدے میں ہمارے عقیدے کے دو جز ہیں۔ ایک نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے۔ اس درجے میں ہم جمیع ما کان ومایکون کا اعتقاد نہیں رکھتے بلکہ اتنے کثیر اور وافر کا جو عالم کہنے کیلئے کافی ہو۔ یعنی قدر معتدبہ۔ اس درجے میں دو چار چیزوں کا علم نہ ہونا غیب دانی کے منافی نہیں۔ جیسے آپ

---

[1] براہین قاطعہ ص۱۵ مصنفہ خلیل احمد صاحب انبیٹھی مصدقہ رشید احمد گنگوہی [2] تقویۃ الایمان ص۔ مصنفہ اسمٰعیل دہلوی۔

فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ ، فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ

اور انھیں بتایا کہ ایک حصہ کم کر دیا گیا انھوں نے پھر کہا اپنے رب کی طرف جائیے۔ آپ کی امت اس کی بھی قوت نہیں

شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ إِرْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ

رکھتی میں نے پھر رجوع کیا تو کچھ اور کم کر دیں اب میں پھر حضرت موسیٰ کے پاس آیا تو پھر فرمایا پھر اپنے پروردگار کی

خوضیح الحدیث: کیا آپ تمام احادیث اس طرح جانتے ہیں کہ کوئی ایک حدیث آپ سے کسی وقت مخفی نہ ہو؟ یقیناً آپ تو آپ، آپ کے اساتذہ بھی اس کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ بلکہ آپ کے کفش بردار تلامذہ بھی یہ نہیں کہہ سکتے پھر آپ شیخ الحدیث کیسے ہیں؟ صرف اس ادعا کی وجہ سے نہ کہ آپ قدر معتد بہ احادیث کو جانتے ہیں۔ ہزاروں احادیث کی آپ کو ہوا بھی نہیں لگی۔ ہزاروں افراد سے جاہل رہتے ہوئے بھی آپ حدیث دانی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تو دو ایک باتوں کا اگر بالفرض کسی وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم نہ تھا تو یہ ان کی غیب دانی کے منافی نہیں۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ واقعہ معراج مکہ معظمہ میں ہجرت سے ایک سال قبل ہوا۔ اس وقت تک آدھا قرآن مجید بھی نازل نہ ہوا تھا۔ اس لئے اس وقت اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان الوان کے بارے میں فرما دیا۔ لا ادری۔ تو یہ بھی حضور کے غیب دان ہونے کے منافی نہیں۔

ثانیاً۔ جمیع ما کان ومایکون کی تفصیل اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ اپنی تصنیفات میں فرما چکے ہیں کہ اس سے مراد صرف وہ ممکنات ہیں جو پہلے موجود ہو چکے یا اس وقت موجود ہیں یا آئندہ قیامت تک موجود ہوں گے۔ وہ ممکنات جو ابھی موجود نہیں ہوئے اور نہ آئندہ ہوں گے ازلاً ابداً معدوم ہیں وہ اس میں داخل نہیں۔ اور نہ ممتنعات داخل ہیں۔ اور نہ باری تعالیٰ کی ذات وصفات داخل ہیں۔ یہ ہمارا عقیدہ نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل کی ذات اور اس کی صفات بتمامہا جانتے ہیں۔ یا اللہ عزوجل کی حقیقت کما حقہ جانتے ہیں۔ اللہ عزوجل کی ذات وصفات کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کی ذات وصفات کا جتنا علم ہے۔ اس کے مقابلے میں تمام مخلوقات حتی کہ انبیاء کرام کے مجموعی علم کو بھی وہ نسبت نہیں جو قطرے کو سمندر سے اور ذرے کو پوری دنیا کے ریگستان سے ہے۔ مگر اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اللہ عزوجل کی ذات وصفات کو محیط نہیں۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم کثیر درکثیر وسیع در وسیع ہونے کے باوجود متناہی ہے۔ اور اللہ عزوجل کی ذات اور صفات غیر متناہی۔ جس کا جی چاہے الدولۃ المکیہ اور خالص الاعتقاد وغیرہ دیکھ لے۔

سنیئے! ترمذی میں یہ حدیث دو صحابہ کرام سے مروی ہے۔ ایک حضرت ابن عباس سے دوسرے حضرت معاذ بن جبل سے۔

ہم عوفات سے زیادہ جانتے ہیں اور اتنا زیادہ جانتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ذٰلِكَ ۔ فَرَاجَعْتُهٗ فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ وَّهِيَ خَمْسُوْنَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ

جانب رجوع کیجئے آپ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی ۔ چنانچہ میں نے رجوع کیا تو اب اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا یہ پانچ

لَدَيَّ ۔ فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ ، فَقُلْتُ اِسْتَحْيَيْتُ

ہیں اور حقیقت میں پچاس ہیں ہماری بارگاہ میں بات بدلی نہیں جاتی ۔ اب پھر جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو فرمایا پھر اپنے

حضرت ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فعلمت مافی السمٰوٰت وما فی الارض آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ سب میں نے جان لیا۔

مشکوٰۃ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عائش کی حدیث میں بھی یہی ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔

فعلمت مابین المشرق والمغرب مشرق و مغرب کے درمیان جو کچھ ہے وہ سب میں نے جان لیا۔

مشکوٰۃ[1] میں بحوالہ امام احمد اور ترمذی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔

فتجلی لی کل شی و عرفت مجھ پر ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لیا۔

اب جبکہ اس حدیث میں فعلمت مافی السمٰوٰت ومافی الارض بھی ہے اور فعلمت مابین المشرق والمغرب اور فتجلی لی کل شی ۔ بھی اور عرفت بھی ہے۔ اور فعلمت بھی۔ یعنی فرمایا مجھ پر ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے جو کچھ مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔ ان سب کو میں نے جان لیا پہچان لیا۔ تو آپ تو دنیا سے چلے گئے۔ مگر آپ کے تلامذہ سے سوال ہے کہ بولیں وہ کیا بولتے ہیں۔ کیا آپ لوگوں کے شیخ صاحب کے ارشاد کی اس حدیث میں کوئی گنجائش رہی۔ جو فرمایا۔

فتجلی لی کل شی سے استدلال کی کیا حقیقت ہے

حریف کی پوری بات اور پورا استدلال سنکر سمجھ کر الجھنا چاہیئے۔ اپنے حریف کے اصل استدلال میں کتر بیونت کر کے اپنے جی سے نیا استدلال گڑھ کر حریف کے منہ لگنے والے کا یہی حال ہوتا ہے۔ ناظرین کے اطمینان مزید کے لئے اس حدیث کے جو معنی علمائے اہل سنت نے بیان فرمائے اس کو بھی ملاحظہ کریں۔ حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں۔

قال ابن حجر ای جمیع الکائنات سند الحفاظ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ مراد یہ ہے کہ میں نے

---

[1] باب المساجد و مواضع السجود ص۷۴۔

مِنْ رَّبِّیْ ثُمَّ اُنْطُلِقَ بِیْ حَتّٰی اُنْتُھِیَ بِیْ اِلَی السِّدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی وَغَشِیَھَا

رب کی طرف رجوع کیجئے میں نے کہا (اب) اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے اس کے بعد جبریل مجھے لیکر چلے یہاں تک کہ

اعنی فی السمٰوٰت بل وما فوقھا وجمیع ما فی الاراضی السبع بل وما تحتھا کما افادہ اخبارہ علیہ السلام عن الثور والحوت الذین علیھما الارضون کلھا اھ۔

تمام کائنات کو جو کچھ آسمانوں میں بلکہ ان کو بھی جو اس کے اوپر ہیں اور ان تمام کائنات کو جو ساتوں زمین میں ہیں بلکہ ان کو بھی جو زمین کے اندر ہیں میں نے جان لیا اس بیل اور مچھلی سے حضور نے خبر دی جن کے اوپر ساتوں زمینیں ہیں اس سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

اس کے بعد ملا علی قاری اپنی ایک توجیہ پیش کرتے ہیں۔

ویمکن ان یراد بالسمٰوٰت الجھۃ العلیا وبالارض الجھۃ السفلی فیشمل الجمیع [1]

یہ ہو سکتا ہے کہ، سمٰوٰت سے اوپر کی جہت اور ارض سے نیچے کی جہت مراد لی جائے۔ تو سب کو شامل ہوگا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔

پس دانستم ہرچہ در آسمان و ہرچہ در زمین بود عبارت ست از حصول تمامی علوم جزئی و کلی و احاطۂ آں ۔ جلد اول ۲۳۳

جو کچھ آسمان میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو میں نے جان لیا۔ یہ تمام علوم کلی اور جزئی کے حاصل ہونے اور انھیں محیط ہونے کی تعبیر ہے

رابعاً ۔ یہ سب گفتگو اس تقدیر پر تھی کہ ۔ لاادری ۔ کے ظاہر معنی مراد ہوں۔ ورنہ علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ یہ لاادری ماہی۔ اللہ عزوجل کے اس ارشاد ۔ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی (جب سدرہ پر چھا رہا تھا وہ جو چھا رہا تھا) کے مثل ایہام کے لئے ہے۔ اس سے مقصود اس کی عظمت کا بیان۔ اسے لازم نہیں کہ وہ معلوم نہ ہوں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

ھٰذا کقولہ اذ یغشی السدرۃ ما یغشی فی ان الایھام للتفخیم والتھویل وان کان معلوما

یہ لاادری فرمانا ایسے ہی ہے جیسے، اذ یغشی السدرۃ ما یغشی، ہے یہ ایہام تفخیم و تہویل کے لئے ہے۔ اگرچہ معلوم ہو۔

**ایک نکتہ** مراجعت کا مشورہ دینے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتخاب میں یہ حکمت تھی۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کی درخواست پیش کی تھی۔ تو ابتداءً منع فرمادیا گیا اور چالیس دن روزہ رکھنے کے بعد جو دیدار کرایا گیا اس کا حال معلوم ہے۔ آج موسیٰ علیہ السلام سے بار بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات

---

[1] مرقاۃ جلد اول ص ۴۶۳

اَلْوَانٌ لَّا اَدْرِیْ مَاھِیَ ، ثُمَّ اُدْخِلْتُ الْجَنَّۃَ فَاِذَا فِیْھَا حَبَائِلُ

سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا دیا اس پر نا معلوم طرح طرح کے رنگ چھائے ہوئے تھے پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا کیا دیکھتا ہوں کہ

کرائی جاتی ہے کہ وہ دیکھ لیں۔ کہ ایک یہ ہیں انھوں نے جی بھر کر بقدر ظرف جلوہ دیکھا ہے آپ اس تجلی کی تاب نہ لاسکے۔ تو اس جلوے سے سرفراز ہونے والے کو دیکھیں اور ایک بار نہیں بار بار دیکھیں۔

لعلی اراھم اواری من رأھم — میں دیکھنے والوں کی نظر دیکھ رہا ہوں۔

**مسائل** امام بخاری نے اس حدیث پر باب کا عنوان یہ قائم فرمایا۔

کیف فرضت الصلوۃ فی الاسراء — اسراء میں نماز کیسے فرض کی گئی۔

اور پھر یہ حدیث ذکر کی جسمیں۔ فعرج بی الی السماء۔ مذکور ہے یعنی۔ پھر مجھے آسمان کی طرف لے گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک۔ اسراء اور معراج ایک ہی ہے۔ اس پر پوری بحث مناقب میں آئے گی اور وہیں یہ ثابت کروں گا کہ یہ معراج جسمانی تھی اور بیداری کی حالت میں تھی۔ اور معراج متعدد بار ہوئی ہے۔ ② شوافع وغیرہ کہتے ہیں کہ وتر اور عیدین واجب نہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ اس میں تصریح ہے کہ نمازیں صرف پانچ ہی فرض ہوئیں۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ اس وقت وتر اور عیدین کی نماز تھی ہی نہیں۔ یہ بعد میں واجب کی گئی۔ حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ امدکم بصلوۃ ھی خیر لکم من حمر النعم الوتر[1] — اللہ عزوجل نے ایک نماز زائد کرکے تمہاری مدد فرمائی یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بڑھکر ہے یہ وتر ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ فرمایا۔

الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا ثلثا[2] — وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ تین بار یہی فرمایا۔

ایک حدیث میں[3] ہے۔ زادکم صلوۃ۔ اللہ عزوجل نے ایک نماز زیادہ فرمائی ہے۔ مگر چونکہ وتر کا وجوب خبر واحد سے ثابت ہے جو مفید قطعیت نہیں اس لئے ہم نے اسے واجب کہا فرض نہیں کہا۔ ③ ثابت ہوا کہ آسمان میں دروازے ہیں اور ان پر فرشتے مقرر ہیں جو اس کے محافظ ہیں ④ اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت

---

[1] ابوداؤد۔ جلد اول۔ صلوۃ، باب استحباب الوتر ص۲۰۱۔ ترمذی۔ جلد اول۔ صلوۃ، باب فی فضل الوتر۔ ص۶۔ [2] ابوداؤد۔ جلد اول۔ صلوۃ۔ باب استحباب الوتر ص۲۰۱۔ [3] یعنی جلد رابع۔ صلوۃ۔ باب کیف فرضت الصلوۃ فی الاسراء ص۴۶۔

# اللُّؤلُؤ وَاِذَا تُرَابُهَا المِسْكُ ؏

اس میں موتی کے ہار ہیں اور اس کی مٹی مشک ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ اس لئے کہ انھوں نے، ابن صالح، کہہ کے خوش آمدید کہا۔ ⑤ اپنی اولاد اور متعلقین کی اچھی حالت پر خوش ہونا انبیاء کرام کی سنت ہے ⑥ اگر اس کا اندیشہ نہ ہو کہ آدمی گھمنڈ میں مبتلا ہو جائے گا تو اس کے منہ پر اس کی تعریف جائز ہے ⑦ جنت اور دوزخ پیدا ہو چکے ہیں اور موجود ہیں ⑧ پہلے پچاس وقت کی نماز فرض کی گئیں۔ پھر تخفیف کے بعد پانچ وقت کی رہ گئیں۔ اس سے یہ استدلال کیا گیا کہ عبادت کا اس پر عمل سے پہلے بلکہ مامورین کے علم میں آنے سے پہلے منسوخ ہونا جائز ہے۔ مگر حقیقت میں یہ نسخ ہے ہی نہیں بلکہ اپنے مقصود کو تھوڑا تھوڑا رفتہ رفتہ بیان کرنا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم لوگ جنتیوں کے چوتھائی ہو۔ اس پر، خوشی میں، ہم نے تکبیر کہی پھر فرمایا۔ کیا تم لوگ یہ پسند کرتے کی جنتیوں کی تہائی ہو۔ اس پر ہم نے تکبیر کہی۔ پھر فرمایا۔ کیا تم لوگ پسند کرتے کہ تم لوگ جنتیوں کے آدھے ہو۔ اس پر ہم نے تکبیر کہی[۴]۔ اظہار محبت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے۔ کہ کسی سے مقصود ہوتا ہے ہلکا کام لینا مگر پہلے بڑے کام کو کہتے ہیں جب دیکھتے ہیں کہ یہ کچھ عذر کر رہا ہے تو اور ہلکا کر دیتے ہیں پھر اور ہلکا کر دیتے ہیں یہاں تک کہ مقصود پر معاملہ رک جاتا ہے۔ اسی قبیل سے یہ بھی ہے۔ ⑨ ملاقات کرنے والے کا استقبال اس کے شایانِ شان کرنا چاہئے۔ اور اس کے اوصاف، کمال کا تذکرہ کر کے اس کا استقبال کرنا چاہئے ⑩ اللہ عزوجل کے احکام لکھے جاتے ہیں اس سنت پر عمل کرتے ہوئے ہمیں بھی چاہئے کہ علمی باتوں کو قلمبند کر لیا کریں۔

---

ع۔ بخاری جلد اول صلوۃ باب کیف فرضت الصلوۃ فی الاسراء ص۵۰۔ بخاری جلد اول بدء الخلق باب ذکر الملائکۃ ص۴۵۵۔ بخاری جلد اول الانبیاء ذکر ادریس ص۴۷۱۔ بخاری جلد اول الانبیاء قول اللہ عزوجل ہل اتاک حدیث موسیٰ ص۴۸۱۔ بخاری جلد اول مناقب باب کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تنام عینہ ولا ینام قلبہ ص۵۰۔ بخاری جلد اول الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ واذکر فی الکتاب مریم اذ انتبذت ص۴۸۶ جلد ثانی توحید باب قول اللہ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما ص۱۱۲۔ مسلم جلد اول ایمان باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۹۱ تا ص۹۲ ترمذی جلد ثانی تفسیر باب سورہ بنی اسرائیل ص۱۳۱۔ نسائی جلد اول صلوۃ باب فرض الصلوۃ ص۶۳ تا ص۶۸۔ ۴ مسلم جلد اول۔ ایمان باب کون ھذہ الامۃ شطر اھل الجنۃ ص۱۱۷۔ ترمذی۔ جلد ثانی۔ صفۃ الجنۃ، باب کم صف الجنۃ ص۷۵۔ ترمذی تفسیر سورہ حج ص۱۴۶۔ ابن ماجہ۔ باب صفۃ امۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۳۲۶ مسند امام احمد۔

## حدیث ۔ فرض اللہ الصلوٰۃ حین فرضھا رکعتین رکعتین (۲۴۳)

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ فَرَضَ اللّٰهُ

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اللہ عزوجل نے جب نماز فرض کی

## تشریحات (۲۴۳)

**مناسبت** ــــ حدیث اسراء سے یہ بات ثابت ہوگئی، کہ نماز پانچ وقت فرض ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اب جو رکعتوں کی تعداد ہے وہی تعداد اسراء میں بھی تھی یا کم وبیش تھی۔ امام بخاری نے یہ حدیث ذکر کر کے بتادیا کہ۔ اسراء۔ میں تمام نمازیں صرف دو، رکعت تھیں، جو اضافہ ہے وہ بعد کا ہے۔ البتہ بروایت مشہور مغرب پہلے بھی تین رکعت تھی اب بھی ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ مغرب بھی پہلے دو ہی رکعت تھی۔ بعد میں ایک رکعت کا اضافہ ہوا۔ مگر راجح وہی ہے کہ مغرب ابتداء ہی سے تین رکعت ہے۔ سنن بیہقی میں ہے۔ کہ حضرت ام المومنین نے فرمایا۔ ابتداء میں نماز دو دو رکعت تھی جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور اطمینان ہوگیا تو مغرب کے علاوہ اور نمازوں میں دو رکعت کا اضافہ فرمایا مغرب میں اس لئے نہیں اضافہ فرمایا کہ یہ دن کی نماز کا وتر ہے۔ اسی طرح مسند امام احمد میں بھی ہے۔ ام المومنین نے فرمایا مغرب کے علاوہ بقیہ نمازوں میں اضافہ ہوا یہ شروع ہی سے تین ہے۔ یہ اضافہ ہجرت کے کم وبیش ایک سال کے بعد ہوا۔

احناف اور ائمہ ثلثہ کے مابین اس سلسلے میں یہ اختلاف ہے کہ سفر میں دو رکعت پڑھنی عزیمت ہے یا رخصت۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ مسافر کو دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اگر کوئی چار پڑھے تو چاروں فرض ہونگی یا دو رکعت فرض اور دو رکعت نفل۔ احناف یہ کہتے ہیں کہ یہ عزیمت ہے۔ اس لئے مسافر کو چار رکعت فرض پڑھنا جائز نہیں۔ اگر پڑھے گا تو فرض دو ہی رکعت ہوں گی اور بقیہ دو نفل۔ احناف کی دلیل یہ حدیث زیر بحث ہے۔ اس طرح کہ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ فرض دو دو رکعتیں ہوئی تھیں۔ سفر میں یہی باقی رکھی گئیں۔ حضر میں دو کا اضافہ ہوا۔ تو ثابت کہ سفر میں فرض دو ہی رکعت ہے۔ اس کے علاوہ اور احادیث بھی ہماری مستدل ہیں مسلم، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس

---

لے جلد اول۔ صلوۃ المسافرین باب فرضت الصلوۃ رکعتین رکعتین ص۲۴۱ نسائی جلد اول صلوۃ باب کیف فرضت الصلوۃ ص۷۹ نسائی جلد اول صلوۃ کتاب تقصیر الصلوۃ فی السفر ص۲۱۱ ابن ماجہ اقامۃ الصلوۃ باب تقصیر الصلوۃ ص۷۶۔

الصَّلٰوۃَ حِیْنَ فَرَضَھَا رَکْعَتَیْنِ رَکْعَتَیْنِ فِی الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَاُقِرَّتْ

تو دو دو رکعتیں سفر اور حضر دونوں میں فرض کیں سفر کی نماز (دو رکعت) باقی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا۔

فرض اللہ الصلوۃ علی لسان نبیکم فی الحضر اربع رکعات و فی السفر رکعتین

اللہ عزوجل نے تمہارے نبی کی زبان پر، حضر میں چار رکعتیں اور سفر میں دو رکعتیں فرض فرمائی ہیں۔

یہی حدیث طبرانی نے ان الفاظ میں روایت کی ہے۔

افترض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رکعتین فی السفر کما افترض فی الحضر اربعًا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر میں دو رکعتیں فرض فرمائیں جیسے حضر میں چار فرض فرمائیں۔

نیز نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ انھوں نے فرمایا۔

صلوٰۃ السفر رکعتان وصلوٰۃ الاضحیٰ رکعتان وصلوٰۃ الفطر رکعتان وصلوٰۃ الجمعۃ رکعتان تمام غیر قصر علی لسان نبیکم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سفر میں نماز دو رکعت ہے بقر عید کی نماز دو رکعت ہے عید الفطر کی نماز دو رکعت ہے جمعہ کی نماز دو رکعت ہے کامل ناقص نہیں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر۔

ائمہ ثلثہ امام مالک امام شافعی امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس حدیث سے دلیل لاتے ہیں جو یعلی بن مرہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔ مجھے تعجب ہے کہ لوگ آج بھی نماز میں قصر کرتے ہیں حالانکہ اللہ عزوجل نے یہ فرمایا ہے۔

"تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ کافر کہیں ایذا نہ دیں"

یہ اندیشہ آج نہیں رہا۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ مجھے بھی اس پر تعجب ہوا تھا۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا۔

صدقۃ تصدق اللہ بھا علیکم فاقبلوا صدقتہ

اللہ عزوجل کا عطیہ ہے جو اس نے تم کو دیا اسے قبول کرو۔

---

لہ عینی جلد رابع ص۵۲ ۲ جلد اول عیدین باب عدد صلاۃ العیدین ص۱۳۲ ۳ اقامۃ الصلوۃ باب تقصیر الصلوۃ فی السفر ص۷۶ ۴ مسلم جلد اول صلوۃ المسافرین باب فرضت الصلوۃ رکعتین ص۲۴۱ ابو داؤد جلد اول صلوٰۃ باب صلوٰۃ السفر ص۱۷۰ ابن ماجہ اقامۃ الصلوۃ باب تقصیر الصلوٰۃ فی السفر ص۷۶ ترمذی جلد ثانی تفسیر باب سورۃ النساء ص۱۲۸ نسائی جلد اول کتاب تقصیر الصلوۃ فی السفر ص۲۱۱۔

## صَلٰوۃُ السَّفَرِ وَزِیْدَ فِیْ صَلٰوۃِ الْحَضَرِ

رکھی گئی اور حضر کی نماز میں زیادتی کردی گئی۔

## ت (۸۱) وَیُذْکَرُ عَنْ سَلَمَۃَ بْنِ الْاَکْوَعِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

نیز حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا۔

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقصر فی الصلوۃ ویتم ویفطر ویصوم۔ لہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں قصر بھی کرتے تھے اور پوری بھی پڑھتے تھے اور روزہ چھوڑتے بھی تھے اور رکھتے بھی تھے۔ (یعنی سفر میں)

**ہمارا جواب** پہلی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اقبلوا صدقتہ ،، فرمایا۔ اللہ کا عطیہ قبول کرو۔ یہ صیغہ امر ہے۔ اور امر وجوب کیلئے ہے۔ اب بندے کو یہ اختیار نہ رہا کہ اسے قبول کرے یا نہ کرے بلکہ بندے پر واجب ہے کہ اسے ضرور قبول کرے۔ اس لئے اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ سفر میں قصر واجب ہے یہ حدیث ہماری دلیل ہے نہ کہ ان حضرات کی۔

حضرت عائشہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس کے معارض بخاری اور مسلم وغیرہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ ارشاد ہے۔ انھوں نے فرمایا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں رہا۔ اور حضرت ابوبکر کے ساتھ حضرت عمر کے ساتھ حضرت عثمان کے ساتھ بھی رہا مگر کسی نے دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھائے

## تشریحات ت (۸۱)

**توضیح باب** یہاں باب کے پانچ عنوان ہیں۔ پہلا اور دوسرا عنوان یہ ہے۔ وجوب الصلوۃ فی الثیاب

---

عہ۔ بخاری جلد اول صلوٰۃ باب کیف فرضت الصلوۃ ص۵۱ بخاری ایضاً تقصیر الصلوٰۃ باب یقصر اذا خرج من موضعہ ص۱۳۸ بخاری ایضاً بنیان الکعبۃ باب بلا عنوان ص۵۶۰ مسلم جلد اول صلوۃ المسافرین باب فرضت الصلوۃ رکعتین ص۲۳۱ ابوداؤد جلد اول صلوۃ باب صلوۃ المسافر ص۱۶۹ نسائی جلد اول صلوۃ باب کیف فرضت الصلوۃ ص۴۸ موطا امام مالک صلوٰۃ باب قصر الصلوۃ فی السفر ص۵۵ دارمی صلوۃ۔ ۱۷۹۔ لہ عینی جلد رابع ص۵۲۷ بحوالہ دار قطنی۔ لہ بخاری جلد اول تقصیر الصلوۃ باب ماجاء فی التقصیر ص۱۴۷ مسلم جلد اول صلوۃ المسافرین باب فرضت الصلوۃ رکعتین ص۲۳۱۔ ترمذی جلد اول سفر باب التقصیر فی السفر ص۔ نسائی جلد اول کتاب تقصیر الصلوۃ ص۲۱۲ ابن ماجہ اقامۃ الصلوۃ باب تقصیر الصلوۃ فی السفر ص۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَزُرُّهُ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ ؏ وَفِي

کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وقول اللہ عز وجل، خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔ کپڑوں میں نماز کے واجب ہونے اور اللہ عزوجل کے اس قول کا بیان۔ اے بنی آدم جب مسجد میں جاؤ تو اپنی زینت لو۔ یعنی کپڑے پہن لیا کرو یہ دونوں عنوان ایک ہی ہیں۔ یہ اس آیت کریمہ کے شان نزول کی جانب اشارہ ہے جیسا کہ مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔

(زمانہ جاہلیت میں) عورت ننگی ہو کر طواف کرتی اور کہتی مجھے کوئی طواف کا کپڑا دے۔ اگر کوئی دیدیتا تو اسے اپنی شرمگاہ پر ڈال لیتی۔ (اور کہتی) آج کچھ یا کل کھلا ہے اور جو کھلا ہے۔ اسے کسی کے لیے حلال نہیں کرتی تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی لے

اس سے ظاہر ہو گیا کہ اس آیت میں زینت سے مراد، ستر عورت ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں زینت سے مراد، ستر عورت ہے۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ ستر عورت مطلقاً فرض ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ نماز میں فرض ہے یا سنت۔ ہمارا اور امام شافعی اور عام علماء کا مذہب یہ ہے کہ ستر عورت نماز میں بھی فرض ہے۔ البتہ امام مالک کے نزدیک نماز میں سنت ہے۔ اختلاف کا اثر یہ ہوگا کہ اگر کوئی گھر کے اندر تنہائی میں بغیر ستر عورت نماز پڑھے گا تو ہمارے اور جمہور کے نزدیک نماز نہ ہوگی۔ اور امام مالک کے یہاں ہو جائے گی اگرچہ کراہت کے ساتھ۔

**تکمیل** تعلیق (۸۱) پوری یہ ہے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں شکار کرتا ہوں تو کیا صرف کرتا پہنے نماز پڑھ لوں۔ فرمایا پڑھ لے۔ اور اس میں گھنڈی لگالے اگرچہ ایک کانٹے ہی سے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے تعلیقاً صیغہ تمریض یعنی یذکر سے ذکر کرنے کی وجہ خود ہی ظاہر فرمادی کہ اس کی اسناد میں نظر ہے۔ نظر یہ ہے کہ اس حدیث کی ایک سند تو یہ ہے۔ عن موسیٰ بن ابراھیم عن سلمۃ بن الاکوع۔ دوسری سند خود امام بخاری نے بطریق[۲] عطاف یہ ذکر کی۔ حدثنا موسیٰ بن ابراھیم قال حدثنا سلمۃ۔ اس میں یہ تصریح ہے کہ موسیٰ بن ابراہیم نے حضرت سلمہ سے خود براہ راست سنا ہے۔ اب یہاں یا تو اسماعیل بن ابی ادریس کی سند میں ایک راوی کا اضافہ، وہم ہے۔ یا عطاف کی سند میں تحدیث کی تصریح

---

ع ابوداؤد جلد اول صلوۃ باب الرجل یصلی فی قمیص واحد ص ۹۱ نسائی جلد اول صلوۃ باب الصلوۃ فی قمیص واحد ص ۱۱۲ جلد ثانی تفسیر ص ۴۲۲

۲ اسمٰعیل بن ابی ادریس یہ ذکر کی عن موسیٰ بن ابراہیم عن ابیہ عن سلمۃ اس میں ایک راوی ابراہیم کا اضافہ ہے۔ تیسری سند خود امام بخاری نے بطریق۔

## اِسْنَادِہٖ نَظَرٌ

اس میں گھنڈی لگائے اگرچہ ایک ہی کانٹے سے۔

ت (۸۲) وَاَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا یَطُوْفَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا۔ کوئی برہنہ ہو کر،

وہم ہے۔ ایک الجھن یہ بھی ہے کہ امام طحاوی نے بطریق دراوردی ہی جو سند ذکر کی اس میں۔ موسیٰ بن محمد بن ابراہیم۔ ہیں اس نام سے دو راوی مشہور ہیں۔ ایک تیمی۔ دوسرے مخزومی۔ تیمی کا، سلسلۂ نسب یہ ہے۔ موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن الحارث۔ اور مخزومی کا ہے۔ موسیٰ بن ابراہیم ابن عبدالرحمٰن ابن ابی ربیعہ۔ شہرت دونوں کی ہے موسیٰ بن ابراہیم۔ ہی سے ہے۔ تیمی اپنے دادا کی طرف اور مخزومی اپنے باپ کی طرف منسوب ہیں موسیٰ بن محمد بن ابراہیم یقیناً تیمی ہیں۔ امام بخاری اور ابن حبان نے بطریق دراوردی ہی۔ موسیٰ بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن ابی ربیعہ کہا جس سے متعین ہو رہا ہے کہ یہ مخزومی ہیں اور امام طحاوی کی سند سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ تیمی ہیں۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ موسیٰ بن ابراہیم تیمی اور مخزومی دونوں نے حضرت سلمہ سے یہ حدیث اخذ کی ہے اور دراوردی نے دونوں سے روایت کیا۔ امام طحاوی کی روایت کو شاذ کہنا غلط ہے۔ اس لئے کہ امام طحاوی ثقہ ہیں اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔

چوتھا عنوان یہ ہے۔ ومن صلی فی الثوب الذی یجامع فیہ مالم یر فیہ اذی۔ اور جو اس کپڑے میں نماز پڑھے جس میں جماع کیا گیا اگر اس میں نجاست نہ دیکھے۔ یہ عنوان بھی ایک حدیث کا ماخوذ ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

انھوں نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کپڑے میں نماز پڑھتے تھے جس میں جماع کرتے انھوں نے کہا اگر اس میں ناپاکی نہ دیکھتے تو اس میں نماز پڑھتے[1]

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ منی ناپاک ہے اور دوسرے یہ جب معلوم ہو کہ یہ کپڑا پاک ہے تو جب تک یہ ظن غالب نہ ہو جائے کہ اس میں نجاست لگ گئی ہے وہ پاک ہے۔ باب کے اس عنوان سے ظاہر ہوا کہ امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے۔ اس زمانے کے غیر مقلدین اور حقیقت میں امام بخاری کے مقلدین ذرا اس جگہ دیکھ لیں۔

---

[1] ابوداؤد جلد اول طہارت باب الصلوٰۃ فی الثوب الذی یصیب اھلہ فیہ ص۳۲۔ نسائی جلد اول طہارت باب التی یصیب الثوب ص۴۶۔ ابن ماجہ طہارت باب الصلوٰۃ فی الثوب الذی یجامع فیہ ص۴۱۔

| | | |
|---|---|---|
| | بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ | |
| | بیت اللہ کا طواف نہ کرے | |

حدیث :۔ صلی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی ازار قد عقدہ من قبل قفاہ (۲۴۴)

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ صَلَّى جَابِرٌ فِي إِزَارٍ قَدْ عَقَدَهُ مِنْ

محمد بن منکدر نے کہا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے ایک تہبند میں اس طرح نماز پڑھی کہ اسے گدی پر باندھ

قِبَلِ قَفَاهُ وَثِيَابُهُ مَوْضُوعَةٌ عَلَى الْمِشْجَبِ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ تُصَلِّي

لیا تھا۔ حالانکہ ان کے کپڑے مشجب پر رکھے ہوتے۔ اس پر کسی نے ان سے کہا آپ صرف ایک تہبند میں نماز پڑھتے

فِي إِزَارٍ وَاحِدٍ فَقَالَ إِنَّمَا صَنَعْتُ ذَالِكَ لِيَرَانِي أَحْمَقُ مِثْلُكَ۔

ہیں۔ تو فرمایا۔ میں نے یہ اس لیے کیا ہے کہ تمہارے جیسا احمق دیکھے۔

تشریح :۔ یہ عنوان بھی ایک حدیث کا جز ہے جسے خود امام بخاری نے اس کے بعد والے آٹھویں باب میں سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حج میں اعلان کرنے والوں کے ساتھ مجھے منیٰ میں بھیجا کہ یہ اعلان کردیں اس سال کے بعد، کوئی مشرک حج نہیں کرسکتا اور نہ کوئی ننگا طواف کرسکتا ہے[1]

اس حج سے مراد اسلام کا پہلا حج ہے۔ جو ۹ھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت میں ہوا تھا

## تشریحات (۲۴۴) (۲۴۵)

مستجب کا ترجمہ کسی نے کھونٹی کیا ہے۔ کسی نے تپائی۔ کسی نے اسٹینڈ۔ مگر یہ سب غلط۔ اردو میں اس کے لئے کوئی لفظ نہیں۔ فتح الباری اور عینی میں اس کے معنیٰ یہ لکھے ہیں۔ تین لکڑیوں کے سرے ملاکر کھڑی کردیتے تھے

[1] بخاری جلد اول صلوۃ باب مایستر من العورۃ ص۵۳

وَاَیُّنَا کَانَ لَهٗ ثَوْبَانِ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم میں سے کس کے پاس دو کپڑے تھے

## حدیث (۲۴۵) ایضاً

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ قَالَ رَاَیْتُ جَابِرًا یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَ

محمد بن منکدر نے کہا میں نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھ

قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ عه

رہے ہیں۔ اور کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

اور نیچے چھیلائے رکھتے۔ اسے مشجب کہتے یہ کپڑا رکھنے کے کام میں آتا تھا۔

**وثیابہ موضوعۃ** کپڑا ہوتے ہوئے صرف ایک کپڑے میں نماز مکروہ تنزیہی ہے۔ اور حضرت جابر کا یہ عمل بیان جواز کے لئے ہے۔ حدیث سے ظاہر ہے کہ عہد رسالت میں لوگوں کے پاس کپڑے بہت کم تھے اس لئے صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھتے تھے۔

**فقال قائل** یہ کہنے والے، عبادہ بن الولید بن عبادہ بن صامت تھے۔ جیسا کہ مسلم میں حضرت جابر کی حدیث طویل میں تصریح ہے۔

**مطابقت** یہاں باب یہ ہے۔ عقد الازار علی القفا فی الصلوۃ۔ نماز کی حالت میں تہبند کو، گدی، پر باندھنا۔

دوسری حدیث کو باب سے تعلق نہیں۔ امام بخاری اس حدیث کو اثبات باب کے لئے لائے ہی نہیں کہ مطابقت تلاش کی جائے اس کو لانے کا مقصد یہ ہے کہ پہلی والی حدیث کا مرفوع ہونا صریح نہیں۔ اور یہ صراحۃً مرفوع ہے۔ یہ حدیث لاکر پہلی والی حدیث کے رفع کو موکد کر دیا۔ مگر ایک سوال یہ رہ جاتا ہے کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے لئے یہ لازم نہیں کہ اسے گدی پر باندھ کر پڑھیں۔ ہو سکتا ہے کہ اسے گدی پر باندھے بغیر لپیٹ کر نماز پڑھیں۔ مگر سائل کو حیرت اس

---

عه بخاری جلد اول صلوۃ باب عقد الازار علی القفا فی الصلوۃ ص۔ عه ایضاً۔

ت (۸۳) قَالَ الزُّهْرِيُّ فِي حَدِيثِهِ اَلْمُلْتَحِفُ الْمُتَوَشِّحُ ۔ وَهُوَ

امام زہری نے اپنی حدیث میں کہا ۔ ملتحف ۔ متوشح ، ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو کپڑے کے دونوں

الْمُخَالِفُ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ وَهُوَ الْاِشْتِمَالُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ۔

کنارے ان کے مخالف کندھوں پر ڈالے اور یہی کندھوں پر لپیٹنا بھی ہے۔

پر نہیں تھی کہ گدی پر کیوں باندھا ایک کپڑے میں نماز پڑھنے پر تھی ۔ اس کا جواب ہو گیا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے۔

## تشریحات ت (۸۳)

مُلْتَحِفٌ ۔ مِلْحَفٌ ۔ مِلْحَفَةٌ سے اسم فاعل ہے ۔ ملحف اور ملحفہ چادر یا اوپر کے لباس کو کہتے ہیں۔ التحاف کے لغوی معنی چادر کو پورے جسم پر لپیٹنے کے ہیں ۔ المتوشح ۔ توشح کا اسم فاعل ہے ۔ اس کے معنی ہیں کپڑے کو بغل کے نیچے سے نکال کر کاندھے پر ڈالنا اشتمال کے معنی لپیٹنے کے ہیں ۔ یہاں مراد یہ ہے کہ چادر کے داہنے کنارے کو بائیں بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال کر اور بائیں کنارے کو داہنی بغل سے نکال کر داہنے کندھے پر ڈال کر سینے پر لا کر باندھنا ۔ اور اگر کپڑا بڑا ہو تو اسے بغیر باندھے چھوڑ دینا۔

**تکمیل** یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ اور طحاوی[2] میں پوری یوں ہے ۔ محمد بن مسلم بن شہاب زہری نے اپنی اس حدیث میں جسے التحاف کے بارے میں عن سالم عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کیا ہے یہ کہا ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ چادر میں لپٹ کر نماز پڑھ رہا ہے تو اس سے کہا۔ تم لوگ چادر لپیٹ کر نماز نہ پڑھو ۔ اور یہودیوں سے مشابہت نہ کرو ۔ اگر کسی کے پاس ایک سے زائد کپڑا نہ ہو تو اس کا تہبند بنالے ۔ اسی کے مثل مسند امام احمد میں بھی امام زہری سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔

---

[1] تیسیر القاری جلد ثانی ، ص۱۳۰ شیخ الاسلام جلد ثانی ص۳۶۳ ۔

[2] طحاوی جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ص۱۹۳۔

**حدیث:۔** رایت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یصلّی فی ثوب واحد (۲۴۶)

عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ

عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُشْتَمِلًا

ام سلمہ کے گھر میں ایک کپڑے میں لپٹ کر نماز پڑھتے دیکھا۔ اس کے

## تشریحات (۲۴۶)

ابھی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث بطریق ابن شہاب گذری ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ایک چادر میں لپٹ کر، نماز پڑھنی ممنوع ہے۔ اس کا ایک محمل تو وہی ہے کہ جب دو کپڑے ہوں۔ اور دوسرا محمل یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس دو کپڑے نہ ہوں تو صرف ایک کپڑے کو اس طرح لپیٹ کر نماز مکروہ ہے جیسے یہود لپیٹتے تھے۔ بلکہ چاہیئے کہ اسے ٹانک لے۔ اس کی تائید ابن عمرؓ کی دوسری حدیث سے ہوتی ہے۔ انھوں نے نافع کو دو کپڑے عطا فرمائے پھر دیکھا کہ وہ ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے ہیں اور اسے لپیٹے ہوئے ہیں۔ ان سے ابن عمر نے فرمایا۔ اگر تم گھر کے باہر کسی کام سے جاؤ گے تو دونوں کو پہنو گے یا نہیں۔ نافع نے عرض کیا دونوں کو پہنوں گا۔ تو فرمایا اللہ کے حضور زیب و زینت زیادہ ضروری ہے۔ یا لوگوں کے سامنے۔ نافع نے عرض کیا۔ اللہ کی بارگاہ میں زیب و زینت زیادہ لائق ہے اب حضرت ابن عمر نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ یہودیوں کیطرح کپڑا لپیٹ کر نماز نہ پڑھو جس کے پاس دو کپڑے

---

| | | | |
|---|---|---|---|
| عہ بخاری جلد اول | صلوٰۃ | باب الصلوۃ فی الثوب الواحد ملتحفا بہ | ص۵۳ |
| مسلم جلد اول | ؍ | باب الصلوٰۃ فی ثوب واحد | ص۱۹۸ |
| ترمذی | ؍ | باب فی الصلوۃ فی الثوب الواحد | ص۴۵ |
| ابن ماجہ | ؍ | باب الصلوۃ فی الثوب الواحد | ص۷۴ مسند امام احمد |

بِهٖ فِيْ بَيْتِ اُمِّ سَلَمَةَ وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ ؕ

کناروں کو اپنے کندھوں پر ڈالے ہوئے تھے۔

## حدیث ۔ لا یصلی احدکم فی الثوب الواحد الخ (۲۴۷)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّيْ اَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلٰى عَاتِقِهٖ شَيْءٌ ؕ

تم لوگ ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھو کہ کاندھے پر کپڑے کا کچھ حصہ نہ ہو۔

## حدیث (۲۴۸)

عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ سَمِعْتُهٗ اَوْ كُنْتُ سَاَلْتُهٗ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ

عکرمہ نے کہا میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرما رہے تھے۔

ہوں تو ایک کا تہبند بنالے اور ایک کو اوڑھ لے اور اگر ایک ہی کپڑا ہو تو اس کا تہبند بنا کر نماز پڑھ لے

## تشریحات (۲۴۷) (۲۴۸)

یہاں باب کا عنوان یہ ہے۔ جب ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس کا کچھ حصہ اپنے کاندھے پر ڈال لے۔ پہلی حدیث کو باب سے صراحۃً مطابقت ہے اور دوسری کو لزوماً۔ اس طرح کہ کپڑے کے دونوں

---

لے طحاوی جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ص۱۳۲۔ ۲ بخاری جلد اول صلوٰۃ باب اذا صلی فی الثوب الواحد فلیجعل علی عاتقیہ ۳ مسلم جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ص۱۹۰۔ ۴ ابوداؤد جلد اول صلوٰۃ باب جماع الثوب ما یصلی فیہ ص۹۔ ۵ نسائی جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ص۱۲۔ ۶ ابن ماجہ اقامۃ الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ص۷۳۔ ۷ مسند امام احمد۔

۸ ترمذی اول صلوٰۃ باب فی الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ص۴۵۔

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَلْیُخَالِفْ بَیْنَ طَرَفَیْہِ

جو بھی ایک کپڑے میں نماز پڑھے وہ اس کا کنارہ مخالف سمت ڈال لے۔

**حدیث** ۔ فان کان واسعا فالتحف به وان کان ضیقا فاتزر به (۲۴۹)

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ الصَّلٰوۃِ

سعید بن حارث نے کہا۔ ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک

فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ

کپڑے میں نماز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے بتایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

بَعْضِ أَسْفَارِہٖ فَجِئْتُ لَیْلَۃً لِّبَعْضِ أَمْرِیْ فَوَجَدْتُّہٗ یُصَلِّیْ وَعَلَیَّ ثَوْبٌ

بعض سفر میں گیا تھا۔ ایک رات اپنی ضرورت کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور کو نماز

وَّاحِدٌ فَاشْتَمَلْتُ بِہٖ وَصَلَّیْتُ اِلٰی جَانِبِہٖ فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ مَا السُّرٰی

پڑھتے پایا اور میرے بدن پر ایک ہی کپڑا تھا۔ میں نے اسے لپیٹ لیا اور حضور کے پہلو میں نماز پڑھی

کناروں میں مخالفت اسی وقت ہوگی جبکہ اس کا ایک کنارہ کاندھے پر ضرور ہو۔

**قال سمعته او کنت سالته** یہ یحییٰ بن ابی کثیر کا قول ہے۔ یہ شک انھیں کو ہوا کہ حضرت عکرمہ نے یہ حدیث بغیر پوچھے بیان کی تھی اور میں نے سنی یا میں نے پوچھا تو انھوں نے بیان کیا اور میں نے سنا ابو داؤد کی روایت میں بغیر شک بطریق عنعنہ مذکور ہے۔

## تشریحات (۲۴۹)

یہ سفر غزوہ بُواط کا تھا۔ جیسا کہ مسلم میں ہے۔ بواط جُہینہ کے پہاڑوں کو کہتے ہیں یہ ذی خشب کے اطراف

---

عہ بخاری جلد اول صلوۃ باب اذا صلی فی الثوب الواحد فلیجعل علی عاتقه۔ ابو داؤد جلد اول صلوۃ باب جماع الثوب ما یصلی فیه ص۹۲

يَا جَابِرُ فَاَخْبَرْتُهٗ بِحَاجَتِيْ فَلَمَّا فَرَغْتُ قَالَ مَا هٰذَا الْاِشْتِمَالُ الَّذِيْ رَاَيْتُ

جب حضور نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا اے جابر رات میں آنے کی وجہ کیا ہے میں نے اپنی ضرورت عرض کی جب میں ضرورت

قُلْتُ كَانَ ثَوْبًا قَالَ فَاِنْ كَانَ وَاسِعًا فَالْتَحِفْ بِهٖ وَاِنْ كَانَ ضَيِّقًا فَاتَّزِرْ بِهٖ ؕ

عرض کر چکا تو فرمایا یہ جو میں نے دیکھا کپڑے میں لپٹنا کیوں ہے میں نے عرض کیا کپڑا ایک ہی تھا۔ تو فرمایا اگر کپڑا چوڑا ہو تو اسے لپیٹا کرو اور تنگ ہو تو تہبند بنالو

## حدیث ۔ یصلون عاقدی ازرھم علی اعناقھم (۲۵۰)

عَنْ سَهْلٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رِجَالٌ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ لوگ بچوں کی طرح

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقِدِيْ اُزُرِهِمْ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ كَهَيْئَةِ الصِّبْيَانِ

اپنے تہبند گردنوں پر باندھ کر نماز پڑھتے تھے۔ عورتوں سے کہا جاتا اپنے

میں مدینہ طیبہ سے چار منزل کے فاصلے پر ہے۔ یہ غزوہ ۲ھ میں ہوا تھا۔ ہجرت کے تیرہ مہینہ بعد ربیع الاول یا ربیع الآخر میں ہے

**ماھذا الاشتمال** اس سے مراد اشتمال الصماء ہے یعنی کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ ہاتھ باہر نہ ہو اس طرح نماز مکروہ ہوتی ہے۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کسی کے پاس صرف ایک ہی کپڑا چادر تہبند کی قسم سے ہو تو اگر وہ اتنا لمبا چوڑا ہے کہ اسے اس طرح اوڑھا جا سکتا ہے کہ پورا بدن مع "عورت" کے چھپ جائے تو اسے اوڑھ لے اور اگر چھوٹا ہے تو تہبند باندھ لے تاکہ ستر عورت ہو جائے

## مسئلہ (۲۵۰)

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ جہاں تک ممکن ہو، عورت کے علاوہ اور جسم کو بھی چھپائے۔ دوسرا یہ کہ اگر

---

عہ۔ بخاری جلد اول صلوٰۃ باب اذا کان الثوب ضیقا ص۵۲۔ مسلم جلد ثانی زیر حدیث جابر الطویل ص۴۱۷۔ ابوداؤد جلد اول صلوٰۃ باب اذا کان الثوب ضیقا ص۹۳۔ مسند امام احمد۔ ۱۲ زرقانی علی المواہب جلد اول ص۳۹۳

وَيُقَالُ لِلنِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُؤُسَكُنَّ حَتّٰى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوْسًا

سروں کو اس وقت تک نہ اٹھاؤ جب تک مرد سیدھے بیٹھ نہ جائیں۔

ت (۸۴) وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الثِّيَابِ يَنْسُجُهَا الْمَجُوْسُ لَمْ يُرَ بِهَا بَاسًا

امام حسن بصری نے فرمایا مجوس جو کپڑے بنتے ہیں ان کے پہننے میں کوئی حرج نہیں۔

ت (۸۵) وَقَالَ مَعْمَرٌ رَأَيْتُ الزُّهْرِيَّ يَلْبَسُ مِنْ ثِيَابِ الْيَمَنِ مَا صُبِغَ بِالْبَوْلِ عه

اور معمر نے کہا میں نے امام زہری کو دیکھا کہ وہ یمن کے وہ کپڑے پہنتے تھے جو پیشاب سے رنگے جاتے تھے

مصلی نے عورت، چھپالی ہے۔ مگر پھر بھی اس پر کسی دوسرے کی نظر پڑ جائے تو نماز میں کوئی خلل نہیں پڑیگا۔

**یقال للنساء** فتح الباری میں جو نسخہ ہے اس میں یقال کے بجائے قال ہے اس سے ظاہر ہو گیا کہ بعد والا جملہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ وکیع کی روایت میں ہے۔ فقال قائل یا معشر النساء کسی کہنے والے نے کہا۔ اے عورتوں کی گروہ۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے۔ کہ ہو سکتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا ہو۔ اس نے یہ اعلان کیا ہو۔ علامہ ابن حجر کا اندازہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے۔ یہ حضرت بلال ہوں

**تشریح** (۸۴) نعیم بن حماد نے سند متصل کے ساتھ ان الفاظ میں روایت کیا

لا باس بالصلوۃ فی الثوب الذی ینسجہ المجوس قبل ان یغسل۔

جس کپڑے کو مجوسی بنیں انھیں دھونے سے پہلے ان میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

**لم یرہ** میں دونوں روایت ہے۔ معروف بھی اور مجہول بھی۔ معروف کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت امام حسن اس میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے اور مجہول کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے زمانے میں کوئی حرج نہیں جانا جاتا تھا یعنی اس عہد کے فقہاء اس میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔

**تشریح** (۸۵) امام زہری کا یہ فعل اس پر محمول ہے کہ اسے دھو کر پہنتے تھے یا یہ کہ یہ پیشاب حلال جانوروں کا ہوتا تھا۔ حلال جانوروں کا پیشاب انکے نزدیک پاک ہے۔

---

عه بخاری جلد اول صلوۃ باب اذا کان الثوب ضیقا ص۵۲ بخاری جلد اول۔ اذان۔ باب عقد الثیاب وشدھا ص۱۱۳ مسلم جلد اول صلوۃ باب امر النساء ان لا یرفعن رؤسھن حتی یرفع الرجال ص۱۸۱ ابوداؤد جلد اول صلوۃ باب الرجل یعقد الثوب فی قفاہ ص۹۱ نسائی جلد اول صلوۃ۔ باب الصلوۃ فی قمیص واحد ص۱۲۴ مسند امام احمد عه مصنف عبدالرزاق

ت (۸۶) وَصَلّٰی عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فِیْ ثَوْبٍ غَیْرِ مَقْصُوْرٍ للعـ

اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غیر دُھلے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھی۔

**تشریح** (۸۶) مراد یہ ہے کہ نیا کپڑا بغیر دھوئے پہنتے تھے۔

**مطابقت** امام بخاری نے یہاں باب یہ باندھا ہے۔ جبہ شامیہ میں نماز کا بیان۔ اس سے مراد یہ ہے کہ غیر مسلموں کے تیار کئے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھنی جائز ہے۔ جبہ شامیہ اگرچہ مذکور ہے مگر نہ جبے کی تخصیص ہے نہ شامی کی۔ شام اس عہد میں دارالحرب تھا۔ اس لئے بطور لزوم ثابت کہ ہر کافر کے تیار کئے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھنی جائز ہے۔ اب امام حسن بصری کا ارشاد باب کے مطابق ہو گیا۔ رہ گئے حضرت زہری اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر ان کو باب سے مطابقت نہیں۔ یہ دونوں اثر ضمناً استطراداً ذکر فرما دیئے۔ وہ بھی اس بنا پر کہ ان دونوں کو اس سے یک گونہ مناسبت ہے۔ وہ یہ کہ حضرت حسن کے اثر سے ثابت ہوا کہ کپڑوں میں اصل طہارت ہے۔ اور یہی ان دونوں اثر کا بھی مفاد ہے۔

**مسائل** ان تعلیقات سے یہ ثابت ہوا کہ اصل اشیاء میں طہارت ہے۔ جب تک دلیل سے نجس ہونا ثابت نہ ہو اسے پاک ہی مانا جائے گا۔ دلیل دو ہے۔ ایک اپنا مشاہدہ۔ دوسرے عادل ثقہ کی خبر۔ بغیر اس کے کسی چیز کو ناپاک کہنا شریعت پر زیادتی ہے۔

کفار کے تیار کئے ہوئے اور استعمال کردہ کپڑوں کے بارے میں ائمہ کے مابین اختلاف ہے ہمارا اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب تک نجاست کا ثبوت شرعی نہ ملے ان کا پہننا بھی جائز اور ان میں نماز بھی بلا کراہت درست۔ امام مالک نے فرمایا کہ انھیں پہن کر نماز پڑھنی مکروہ، واجب الاعادہ ہے۔

**مولانا انور شاہ کا اجتہاد** امام بخاری نے جو باب یہاں منعقد کیا ہے۔ اس پر فیض الباری میں ہے اس باب سے یہ ظاہر ہے کہ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ غیر عرب کے وضع کے کپڑے میں نماز جائز ہے۔ افسوس ہے کہ ان کی نظر اس طرف نہیں گئی کہ اس عہد میں غیر عرب کفار تھے۔ اور کفار کی وضع کے کپڑے پہننا بحکم حدیث ممنوع۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایاکم وزی العاجم۔ عجمیوں کی وضع سے بچو! اور فرمایا۔ من تشبہ بقوم فھو منھم۔ جو کسی قوم سے مشابہت کرے وہ انھیں میں سے ہے۔ اس لئے امام بخاری سے یہ مستبعد ہے کہ وہ کفار

---

للعـ ابن سعد

## حدیث:۔ فَمَا رُؤِیَ بَعْدَ ذَالِكَ عُرْیَانًا (۲۵۱)

سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَنْقُلُ مَعَهُمُ الْحِجَارَةَ لِلْكَعْبَةِ وَعَلَیْهِ

علیہ وسلم، مکہ والوں کے ساتھ کعبے کے لئے پتھر ڈھوتے تھے اور حضور صرف تہبند پہنے تھے۔

کی وضع کے کپڑوں کو جائز کہدیں گے اور ان میں نماز کی اجازت دیدیں گے۔ یہاں کشمیری صاحب کو دھوکا لگا۔ جبہ شامیہ شام میں بنتا تھا مگر اہل عرب میں بکثرت رائج تھا۔ اس لئے وہ کفار کی وضع نہ تھا۔

## تشریحات (۲۵۱)

اس میں علمائے سیر کا اختلاف ہے کہ یہ کب کا واقعہ ہے۔ ابن اسحاق وغیرہ نے کہا کہ اس وقت عمر مبارک پینتیس سال کی تھی محمد بن جبیر اور مجاہد کا قول ہے کہ پچیس سال تھی موسیٰ بن عقبہ نے اپنے مغازی میں اسی کو اختیار کیا۔ ایک قول ہے کہ پندرہ سال تھی۔ زیادہ مشہور قول اول ہے[1]

ہوا یہ کہ کعبے میں ایک عورت دھونی دے رہی تھی۔ چنگاری اڑکر کعبے کے کپڑوں پر جا پڑی جس سے کعبہ جل گیا۔ جلنے سے دیواریں کمزور ہوگئیں پھر سیلاب سے اور زیادہ خستہ ہوگئیں۔ اسی اثنا میں چوری ہوگئی۔ کعبے کی غزال زریں اور نذرانے کی کعبہ میں جمع شدہ رقوم کوئی چرالے گیا۔ تو قریش نے نئی عمارت بنائی۔

راجح اور مختار یہی ہے کہ انبیاء کرام خصوصاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل بعثت بھی ہر قسم کے گناہ سے معصوم ہیں خواہ وہ صغائر ہوں خواہ کبائر۔ جیسا کہ شفا اور اس کی شروح وغیرہ میں مفصل مذکور ہے۔

اب یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے۔ ستر عورت معصیت ہے۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے تہبند کاندھے پر رکھ لیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت وحی نہیں آتی تھی اس لئے اس وقت نہ اصول کی تشریع تھی نہ فروع کی نہ حلال کی نہ حرام کی۔ اس لئے اسے معصیت نہیں کہہ سکتے۔ شفا اور اس کی حضرت ملا علی کی شرح میں ہے۔

والصحیح ان شاء اللہ تنزیھھم من کل صحیح یہ ہے کہ انبیاء کرام ہر عیب سابق اور لاحق سے منزہ ہیں

[1] زرقانی جلد اول ص ۲۰۳

اِزَارُہٗ ، فَقَالَ لَہُ الْعَبَّاسُ عَمُّہٗ یَا ابْنَ اَخِیْ لَوْ حَلَلْتَ اِزَارَکَ فَجَعَلْتَ

حضور سے حضرت عباس حضور کے چچا نے کہا اے بھتیجے کاش کہ تم تہبند کھول کر پتھر کے نیچے کاندھے

عَلٰی مَنْکِبَیْکَ دُوْنَ الْحِجَارَۃِ قَالَ فَحَلَّہٗ فَجَعَلَہٗ عَلٰی مَنْکِبَیْہِ فَسَقَطَ مَغْشِیًّا

پر رکھ لیتے۔ راوی نے کہا حضور نے تہبند کھول کر اپنے کاندھے پر رکھ لیا۔ حضور فوراً بیہوش ہو کر

عَلَیْہِ فَمَا رُئِیَ بَعْدَ ذٰلِکَ عُرْیَانًا ؎

گر پڑے۔ اس کے بعد کبھی ننگے نہیں دیکھے گئے۔

عیب ای سابق ولاحق وعصمتہم من کل مایوجب الریب فکیف والمسئلۃ تصورہا کالممتنع فان المعاصی کالکبائر والنواھی کالصغائر انما یکون بعد تقریر الشرع ؎

اور ہر اس چیز سے جس میں اللہ عزوجل کی نافرمانی کا شبہ ہو معصوم ہیں کیسے نہیں ہوں گے حالانکہ اس کا تصور محال کے مثل ہے اس لئے کہ گناہ کا حکم تقریر شریعت کے بعد ہی ہوگا خواہ وہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ۔

یہ ضرور ہے کہ یہ حضور کی شان ارفع واعلیٰ کے منافی ہے۔ اسی لئے من جانب اللہ فوراً بلا تاخیر غشی طاری ہوگئی جس سے تنبہ ہوگیا۔ علامہ عینی لکھتے ہیں۔ کہ اللہ عزوجل نے حضور کی شب ہی میں اعلیٰ اخلاق کامل حیا رکھی تھی۔ کنواری پردہ نشین سے زیادہ حیا فرماتے تھے۔ اسی لئے ستر کھلتے ہی بے ہوش ہوگئے۔ پھر اس کے بعد کبھی بے پردہ نہیں دیکھے گئے۔ ایک حدیث میں ہے کہ فرمایا کوئی صورت ہوتی تو میں اپنے اندرونی کپڑوں سے بھی اپنی شرمگاہ چھپاتا ؎

**مطابقت** یہاں باب یہ ہے۔ برہنہ رہنے کی کراہت کا بیان نماز میں ہو یا نماز کے علاوہ یہاں شبہ یہ ہے کہ یہ واقعہ ہے قبل نزول وحی کا۔ اور ابھی گذرا کہ اس وقت تقریر شریعت نہیں تھی پھر اس سے کسی حکم پر استدلال کیسے درست ہے۔ پھر اس حدیث کو باب سے کیا مطابقت ہے۔ جواب یہ ہے کہ۔ مطابقت اس جملے سے ہے۔ مَا رُئِیَ بَعْدَ ذٰلِکَ عُرْیَانًا اس کے بعد کبھی برہنہ نہیں دیکھے گئے۔ یہ نزول وحی کے بعد کو بھی عام ہے اور حالت نماز وغیر حالت نماز دونوں کو

---

عہ بخاری جلد اول صلوۃ باب کراھۃ التعری ص۵۲ بخاری جلد اول مناسک باب قولہ تعالیٰ واذ جعلنا البیت ص۲۱۵ بخاری جلد اول باب بنیان الکعبہ ص۵۴۱ مسلم جلد اول طہارت باب الاعتناء بحفظ العورۃ ص۱۵۴ مسند امام احمد بشرح شفاء للملا علی قاری جلد ثانی ص۲۶۳۔ ۲ عینی جلد ۱۷ کتاب الصلوٰۃ ص۳

## حدیث ۔ اوکلکم یجد ثوبین (۲۵۲)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، قَالَ قَامَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ایک صاحب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ عَنِ الصَّلٰوةِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ

میں کھڑے ہوئے اور ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا۔ تو فرمایا کیا تم میں

عام ہے۔

**امام بخاری پر تطفل** البتہ باب کے عنوان پر یہ شبہ رہ جاتا ہے کہ انھوں نے باب میں صرف کراہت فرمایا ہے۔ حالانکہ برہنہ ہونا۔ حرام ہے صرف مکروہ نہیں اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے صرف مکروہ ہی نہیں ہوتی جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام بخاری کی مراد کراہیت سے، لغوی معنی ہے۔ یعنی ناپسند ہونا اور ناپسند ہونا حرام و معصیت کو بھی عام ہے۔

## تشریحات (۲۵۲)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کس نے سوال کیا تھا اس کے بارے میں علامہ ابن حجر نے لکھا۔ میں ان کے نام سے واقف نہ ہو سکا۔ مگر قسطلانی میں ہے کہ امام سرخسی نے مبسوط میں فرمایا۔ یہ حضرت ثوبان تھے۔ البتہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کرنے والے کے بارے میں علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ ہو سکتا ہے یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں۔ اس پر قرینہ یہ ہے۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے۔ حضرت ابن مسعود اور حضرت اُبَیّ بن کعب میں اختلاف ہوا۔ حضرت اُبَیّ نے کہا ایک کپڑے میں نماز بلا کراہت درست ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا یہ اس وقت کی بات ہے جب کپڑوں کی کمی تھی۔ حضرت عمر نے سنا تو فرمایا بات وہی ہے جو اُبَیّ نے کہا و ابن مسعود لم یقصر۔ ابن مسعود نے پوری بات کہی۔ اس پر علامہ عینی نے فرمایا اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ سائل حضرت ابن مسعود ہی ہوں ہو سکتا ہے کہ حضرت اُبَیّ ہوں

**اقول** ۔ حدیث کا سباق اس کی دلیل ہے کہ یہ دونوں دو واقعے ہیں۔ اس حدیث میں ہے کہ، ثم سَئَلَ۔ پھر ان صاحب نے حضرت عمر سے پوچھا۔ تو معلوم ہوا جن صاحب نے حضور سے پوچھا تھا انھوں نے ہی حضرت عمر سے بھی

فَقَالَ اَوَكُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ ثُمَّ سَأَلَ رَجُلٌ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں۔ اس کے بعد اس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

عَنْهُ فَقَالَ اِذَا وَسَّعَ اللّٰهُ فَاَوْسِعُوْا جَمَعَ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابَهٗ صَلّٰى رَجُلٌ

پوچھا۔ تو انھوں نے فرمایا۔ جب اللہ وسعت دے تو تم بھی وسعت کرو۔ آدمی اپنے جسم پر چند کپڑے جمع کرے

پوچھا تھا۔ حدیث میں سوال کرنے کا ذکر ہے جس پر حضرت عمر نے وہ جواب دیا۔ اور مصنف عبدالرزاق میں سوال کا تذکرہ نہیں پھر دونوں حدیثوں میں حضرت عمر کے ارشادات علیحدہ علیحدہ ہیں اس حدیث میں مذکور ارشاد سے حضرت ابن مسعود کی تائید ہوتی ہے اور مصنف عبدالرزاق کی روایت میں تصریح ہے کہ حضرت اُبَیّ کا قول صحیح ہے۔ اس لئے مصنف عبدالرزاق کی حدیث کو سامنے رکھ کر ان دونوں بزرگوں میں سے کسی کو سائل متعین کرنا بلا دلیل ہے۔ حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ بدرجہ مجبوری ایک کپڑے میں نماز بلا کراہت درست ہے اور اگر کسی کے پاس چند کپڑے ہوں تو کم از کم دو کپڑے نماز کیلئے ضرور استعمال کرے۔ بہتر تین ہیں۔ ایک عمامہ یا ٹوپی۔ دوسرے کرتا یا چادر ایسا لباس جس سے کمر کے اوپر کا حصہ چھپ جائے۔ تیسرے تہبند پائجامہ وغیرہ جس سے شرمگاہ اور کمر کے نیچے کا حصہ ڈھک جائے ابو داؤد میں ہے۔

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یصلی فی لحاف ولا یتوشح بہ والاخران یصلی فی سراویل ولیس علیہ رداء[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چادر میں لپٹے بغیر نماز پڑھنے سے اور صرف پائجامے میں بغیر چادر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

## پائجامہ انبیاء کا لباس ہے

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عہد مبارک میں پائجامے پہنے جاتے تھے۔ پائجامہ بہت قدیمی لباس ہے جو حضرات انبیاء کرام پہنتے آئے ہیں۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ہمارے شیخ علامہ زین الدین بلقینی نے مرفوعاً حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ سب سے پہلے پائجامہ ابراہیم علیہ السلام نے پہنا اسے ابونعیم اصبحانی نے بھی روایت کی ہے یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے انھیں لباس پہنایا جائے گا جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں ہے چونکہ انھوں نے اس لباس کو جو سب سے زیادہ عورت چھپانے والا ہے سب سے پہلے پہنا تو انھیں یہ انعام ملا[2]

---

[1] جلد اول صلوٰۃ باب من قال یتزر بہ اذا کان ضیقا ص۳۔ [2] عینی جلد ۱۱ کتاب اللباس باب السراویل ص۳۰۶

فِیْ اِزَارٍ وَّرِدَاءٍ ، فِیْ اِزَارٍ وَّقَمِیْصٍ ، فِیْ اِزَارٍ وَّقَبَاءٍ فِیْ سَرَاوِیْلَ وَرِدَاءٍ

تہبند اور چادر ، تہبند اور کرتے تہبند اور قباء ، پائجامے اور چادر پائجامے اور کرتے پائجامے اور

فِیْ سَرَاوِیْلَ وَقَمِیْصٍ فِیْ سَرَاوِیْلَ وَقَبَاءٍ فِیْ تُبَّانٍ وَّقَبَاءٍ فِیْ تُبَّانٍ

قباء جانگیہ اور قباء جانگیہ اور کرتے میں نماز پڑھے راوی نے کہا میں گمان کرتا

وَّقَمِیْصٍ قَالَ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ فِیْ تُبَّانٍ وَّرِدَاءٍ ؏

ہوں کہ یہ بھی فرمایا جانگیے اور چادر میں۔

ترمذی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ عزوجل سے کلام فرمایا تھا تو وہ اون کا کمبل اون کی چھوٹی ٹوپی اون کا جبہ اون کا پائجامہ اور مرے ہوئے گدھے کی کھال کی نعلین پہنے ہوئے تھے۔

## حضور نے پائجامہ پہنا یا نہیں

ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پائجامہ پہنا یا نہیں۔ اس بارے میں کوئی حدیث صریح نہیں۔ ابو یعلی نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث لائے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بازار گیا۔ حضور بزازوں کے پاس بیٹھے چار درم میں ایک پائجامہ خریدا یہ کہتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ پائجامہ پہنیں گے۔ فرمایا ضرور سفر میں بھی پہنونگا اور حضر میں بھی رات میں بھی اور دن میں بھی۔ اس لئے کہ مجھے، عورت چھپانے کا حکم دیا گیا اور اس سے زیادہ ستر پوش کوئی لباس میں نے نہیں پایا۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے حتی کہ بعض لوگوں نے اسے موضوع بھی کہا ہے۔ لیکن پائجامے کا خریدنا بروایت صحیح دو صحابہ کی حدیث سے ثابت ہے۔ ایک حضرت سوید بن قیس کی حدیث سے دوسرے حضرت ابوصفوان بن عمیر کی حدیث سے۔ حضرت سوید بن قیس کہتے ہیں کہ "ہجر" سے میں اور مخرفہ کے میں کپڑا لائے۔ مِنیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو حضور نے ایک پائجامہ خریدا[۲] حضرت ابوصفوان نے کہا کہ ہجرت سے پہلے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پائجامہ بیچا تو مجھے قیمت

---

ع۔ بخاری جلد اول۔ صلوٰۃ۔ باب الصلوٰۃ فی القمیص والسراویل والتبان والقباء ص۵۲ ۲۶ ۔ ترمذی جلد اول۔ لباس ماجاء فی لبس الصوف ص۲۰۱

۲ سندی علی النسائی بحوالہ حاشیہ ابوداؤد للسیوطی ص۲۳۳۔ ۳ ابوداؤد۔ ثانی۔ ص۲۰۔ باب الرجحان فی الوزن ص۱۵۰۔ ترمذی۔ اول۔ ص۱۵۰۔ باب ماجاء فی الرجحان فی الوزن ص۱۵۶ نسائی۔ ثانی ص۱۷۔ باب الرجحان فی الوزن۔ ص۲۲۳۔

**حدیث:۔ نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن اشتمال الصماء (۲۵۳)**

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ،، اشتمال صماء

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اِشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَاَنْ یَّحْتَبِیَ الرَّجُلُ

سے منع فرمایا اور ایک کپڑے میں احتباء سے منع فرمایا۔ اس صورت میں کہ

فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ لَیْسَ عَلٰی فَرْجِہٖ مِنْہُ شَیْءٌ۔ عہ

شرمگاہ پر کچھ کپڑا نہ ہو۔

کچھ زیادہ دبتی۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ پہننے ہی کے لئے خریدا تھا۔ علماء فرماتے ہیں کہ تہبند کی بہ نسبت پائجامہ پہننا بہتر ہے اس لئے کہ اس میں ستر پوشی زیادہ ہے۔

## تشریحات (۲۵۳) (۲۵۴)

اشتمال الصماء۔ اشتمال کے معنی ہیں پورے جسم پر کپڑا لپیٹنا۔ صمّاء اس چٹان کو کہتے ہیں جسمیں کوئی سوراخ نہ ہو یہاں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے۔ یعنی ایسے ،، اشتمال سے منع فرمایا جو صماء ہو۔ امام بخاری نے کتاب اللباس میں اس کے یہ معنی بتائے ہیں۔ صرف ایک کاندھے پر کپڑا ڈالے دوسرا کھلا رہے۔ صحاح میں جوہری نے اس کے معنی یہ بتائے۔ چادر یا کمبل پورے جسم پر اس طرح لپیٹنا کہ داہنی طرف سے بائیں ہاتھ اور کاندھے پر لے جا کر داہنے ہاتھ اور کاندھے پر لا کر پورے جسم کو چھپا لینا ابن عبید نے کہا۔ فقہاء کہتے ہیں کہ ،، جسم پر صرف ایک کپڑا لپیٹنا پھر اس کے کسی کنارے کو شانے پر رکھ لینا جس سے شرمگاہ کھل جائے۔ مگر کتب فقہ کے مطالعے سے ظاہر ہے کہ فقہاء نے پہلے معنی بھی مراد لئے ہیں۔ اور دوسرا معنی یہ بتایا ہے۔ کہ بغیر تہبند کے صرف ایک چادر لپیٹ لے[۲] یہ نماز میں بھی مکروہ ہے اور نماز کے باہر بھی۔ پہلی صورت میں ہاتھ اندر رہیگا

---

[۱] ایضاً ابوداؤد۔ ثانی۔ بیوع۔ باب الرجحان فی الوزن ص۱۱۱ [۲] ردالمحتار جلد اول۔ مکروہات ص۴۳۵۔ عہ بخاری جلد اول صلوٰۃ باب ما یستر من العورۃ ص۴۸ بخاری اول صوم باب صوم یوم الفطر ص۲۶۰ ایضاً بیوع باب بیع الملامسۃ ص۲۷۰ جلد ثانی باب اشتمال الصماء ص۷۱۵ ایضاً باب الاحتباء فی ثوب واحد ص۷۱۶ ایضاً استیذان باب الجلوس کیفما تیسر ص۹۳۳ مسلم بیوع باب بطلان بیع الملامسۃ والمنابذۃ ص۲ ابوداؤد جلد اول صیام باب فی صوم العیدین ص۳۲۰ ابوداؤد جلد ثانی۔ بیوع باب فی بیع الغرر ص۱۲۳ نسائی جلد ثانی بیوع باب بیع المنابذۃ ص۲۱۰ نسائی جلد ثانی زینت باب النھی عن اشتمال الصماء ص۲۹۹۔

# حدیث (۲۵۴) ایضاً

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ ، قَالَ نَهٰی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو بیع لباس اور

توکسی خطرے کے وقت نکالنے میں دشواری ہوگی اور بے ستری کا بھی اندیشہ ہے۔ دوسری صورت میں ذراسی غفلت میں بے ستری کا خطرہ ہے۔

احتبار ۔ یہ ہے کہ سرین پر بیٹھکر گھٹنے کھڑے کرکے ہاتھ یا کپڑے کو پنڈلی میں حمائل کردے ۔ اس طرح بیٹھنے کو "حبوۃ" کہتے ہیں ۔ جب شرمگاہ پر کوئی کپڑا نہ ہوگا تو شرمگاہ کے کھلنے کا اندیشہ ہوگا۔ اور یہ حرام ہے ۔ اس لئے یہ بھی اس صورت میں منع ہے جب شرمگاہ پر کوئی کپڑا نہ ہو۔ ورنہ نہیں ۔

**باب کی توضیح** اس جگہ باب کا عنوان ہے ۔ مایستر من العورۃ ۔ عورت کا چھپانا جسم کا وہ حصہ جسے کھولنے سے شرم محسوس ہو "عورت" ہے ۔ یہاں "من" تبعیضیہ ہے یا بیانیہ ۔ رضی نے تشریح کی ہے کہ من بیانیہ کے مدخول کے تمام افراد پر حکم عام ہوتا ہے ۔ اور من تبعیضیہ کے صرف بعض افراد کو شامل ہوتا ہے اس لئے یہ متعین ہے کہ یہ من بیانیہ ہے ۔ کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ پوری عورت کا چھپانا واجب ہے ۔ یہ دوسری بات ہے کہ عورت کی تعیین میں کچھ اختلاف ہے ۔ مگر جو صاحب جن جن اعضاء کو عورت مانتے ہیں وہ ان سب کے چھپانے کو واجب کہتے ہیں ۔ اب باب سے مطابقت اس طرح ہے کہ اشتمال صماء سے ممانعت کی خاص وجہ یہی ہے کہ کسی ناگہانی ضرورت کے وقت ہاتھ نکالنے میں اعضاء عورت کے کھلنے کا قوی امکان ہے ۔ جب ایسا لباس منع ہے جس میں ستر عورت کے کھلنے کا امکان ہے تو ثابت کہ کشف عورت ممنوع ہے اور عورت کا چھپانا ضروری ۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ شرمگاہ ضرور ہی کھلے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صرف ران یا سرین ہی کھلے ۔ تو ثابت ہوا کہ پوری عورت کا چھپانا واجب ہے ۔ رہ گیا احتبار کا ذکر یہ یا تو اس لئے ہے کہ یہ بھی حدیث کا جزء ہے ۔ اس لئے اسے ذکر کردیا ۔ اس سے اثبات باب مقصود نہیں ۔ یا اس لئے ہے کہ احتبار صرف اس صورت میں ممنوع ہے جب شرمگاہ پر کپڑا نہ ہو جس سے شرمگاہ کے کھلنے کا اندیشہ ہے ۔ تو تقریر سابق کے مطابق ثابت کہ شرمگاہ کا چھپانا فرض ۔ اور یہ صرف اس لئے ہے کہ شرمگاہ "عورت" ہے ۔ تو جب عورت ہونے کی وجہ سے شرمگاہ کا چھپانا فرض ہوا تو ثابت کہ جو اعضاء بھی عورت ہیں سب کا چھپانا فرض ہے ۔ اس لئے کہ حکم علت کے ساتھ دائر ہوتا ہے ۔ رہ گیا یہ کہنا کہ اس سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ وہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ عَنِ اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ وَاَنْ يَشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ

نباذ سے اور دو طرح کے لباس پہننے سے منع فرمایا ہے اشتمال صماء سے

وَاَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ ۔

اور ایک کپڑے میں احتباء کرنے سے۔

یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ عورت صرف سبیلین ہیں۔ میرے خیال میں درست نہیں۔ اگر بالفرض امام بخاری کا مذہب یہی مان لیا جائے کہ وہ صرف سبیلین ہی کو عورت مانتے ہیں پھر بھی۔ یہاں کی ذکر کردہ احادیث سے اس کا اثبات متعذر ہے۔ حدیث سے تو یہ صراحۃً ثابت ہے کہ سبیلین عورت ہیں۔ مگر ان کے علاوہ اور کوئی عضو عورت نہیں اس کا کہیں اشارہ تک نہیں۔

**باب سے مطابقت** ظاہر ہے کہ "اشتمال صماء اور احتباء کی ممانعت نماز کے ساتھ خاص نہیں بلکہ نماز میں احتباء ہوتا بھی نہیں اور ان کی ممانعت کشف عورت کے مظنہ کی بناء پر ہے۔ تو ثابت ہو گیا کہ نماز کے باہر بھی کشف عورت ممنوع اور ستر عورت فرض۔

**بیع ملامسہ و منابذہ** ملامسہ اور لماس کا مادہ لمس ہے جس کے معنی چھونے کے ہیں۔ ملامست اور لماس دونوں باب مفاعلت کے مصدر ہیں۔ اسی طرح "منابذہ اور نباذ کا مادہ "نبذ" ہے اس کے معنی پھینکنے کے ہیں اور یہ دونوں باب مفاعلت کے مصدر ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں خرید و فروخت کے یہ دو طریقے رائج تھے۔ ایک ملامست یا لماس کہ اندھیرے میں یا آنکھ بند کر کے یا لپیٹا ہوا یا تہ کیا ہوا کپڑا چھو دیتے اور بیع کو لازم مانتے۔ قبول و رد کا اختیار ختم ہو جاتا۔ دوسرے منابذت یا نباذ۔ اس کی صورت یہ تھی کہ بائع اور مشتری کپڑا اچھی طرح دیکھے بغیر ایک دوسرے کی طرف پھینک دیتے اور بیع لازم مانتے، قبول و رد کا اختیار نہ ہوتا[1] ان دونوں قسم کی خرید و فروخت سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمادیا اس لئے کہ ان دونوں میں طرفین کی رضامندی کے بغیر بیع کو لازم قرار دینا تھا۔ حالانکہ بیع میں طرفین کی رضامندی جزء لاینفک ہے۔

---

[1] بخاری جلد اول صلوٰۃ باب ما یستر من العورۃ ص۵۳ ایضا مواقیت الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بعد الفجر ص۸۲۔ بخاری جلد اول صوم باب صوم یوم الفطر ص۲۶۷۔ بخاری جلد اول بیوع باب بیع الملامسۃ ص۲۷۸ ایضا باب بیع المنابذہ ص۲۷۸۔ بخاری جلد ثانی لباس باب اشتمال الصماء ص۸۶۵ ایضا باب الاحتباء فی ثوب واحد ص۸۶۶۔ ابوداؤد ثانی لباس باب فی لبسۃ الصماء ص۲۰۰ موطا امام مالک لباس ما جاء فی لبس الثیاب ص۳۶۶۔ مسلم شریف جلد ثانی کتاب البیوع ص۱۰ رد المحتار جلد رابع باب البیع الفاسد ص۱۰۹۔

## حدیث ۔ بعثنی ابوبکر فی موذنین یوم النحر (۲۵۵)

اَنَّ اَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ فِيْ تِلْكَ الْحَجَّةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ابوبکر نے مجھے اس حج میں اعلان کرنیوالوں میں یوم النحر

فِيْ مُؤَذِّنِيْنَ يَوْمَ النَّحْرِ نُؤَذِّنُ بِمِنًى اَنْ لَّا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ

کو بھیجا کہ ہم منیٰ میں یہ اعلان کردیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا

## تشریحات (۲۵۵)

**تکمیل** ۔ بربنائے قول مختار، حج ۹ھ میں فرض ہوا۔ اس وقت تک مکہ معظمہ فتح ہوچکا تھا۔ پورا عرب اس انتظار میں تھا کہ قریش کیا کرتے ہیں۔ جب قریش بھی دامن اسلام میں آگئے تو اب پورا عرب شمع رسالت پر، پروانہ وار نثار ہونے کیلئے ٹوٹ پڑا۔ پورے عرب سے فوج در فوج قبائل کے وفود خدمت اقدس میں آآکر حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ اس مصروفیت کیوجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنفس نفیس حج کے لئے نہ جاسکے۔ اواخر ذوقعدہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر الحج بناکر تین ہزار افراد کے ساتھ بھیجا قربانی کے بیس اونٹ ساتھ کردیے۔ پانچ اونٹ حضرت صدیق اکبر نے اپنا لیا۔ اکابر صحابہ مثلاً حضرت سعد بن وقاص، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہمراہ تھے۔ بعد میں سورہ برأت نازل ہوئی۔ اس میں خصوصی اعلانات تھے اور بعض معاہدوں کو اٹھانا تھا اور بعض کی تجدید تھی اور عرب کا دستور تھا کہ کوئی معاہدہ کرنا ہو یا اسے توڑنا ہو۔ یہ کام قوم کا سردار کرتا یا اس کا قریبی عزیز۔ حضور خود جانہیں سکتے تھے۔ اس لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ناقہ مبارکہ عضباء پر سوار کرکے سورہ برأت کی چالیس یا اسّی آیتیں دے کر بعد میں بھیجا کہ اسے ایام حج میں پڑھ کرسنادیں اور ساتھ ہی ساتھ مزید ان باتوں کا بھی اعلان کردیں۔ جنت میں سوائے مومن کے اور کوئی نہیں جائیگا۔ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرپائے گا کوئی ننگا طواف نہیں کرسکے گا۔ کافروں میں سے جس کے ساتھ کوئی معاہدہ ہے وہ مدت معاہدہ تک باقی رہے گا اس کے بعد ختم۔ اسے مسلمان ہونا لازم ہے۔ اور جن سے معاہدہ نہیں انھیں چار مہینے کی مہلت ہے۔ اس کے بعد انھیں اسلام قبول کرنا لازم ہوگا۔ یہ اس لئے کیا کہ مشرکین کو سرکشی اور حکم عدولی کا موقع نہ ملے۔ کہ یہ اعلان نہ خود حضور نے کیا اور نہ ان کے قریبی عزیز نے اس لئے اس کی پابندی ہم پر ضروری نہیں۔

حضرت صدیق اکبر عرج یا ضجنان مکہ معظمہ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ صبح کی نماز کے لئے صدیق اکبر کھڑے ہوچکے تھے ابھی نماز نہیں شروع کی تھی کہ ناقہ مبارکہ کی آواز سنی۔ دیکھا تو حضرت شیر خدا تھے۔ دریافت فرمایا۔ امیر ہو یا مامور۔ شیر خدا نے

59

وَلَا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ ۔ قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، ثُمَّ اَرْدَفَ

ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے ۔ راوی حدیث حمید بن عبدالرحمٰن نے کہا اس کے بعد رسول اللہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا فَاَمَرَهٗ اَنْ يُّؤَذِّنَ بِبَرَاءَةٍ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کو ان (ابوبکر) کے پیچھے بھیجا ۔ اور انھیں حکم دیا کہ سورہ برات کی

قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ فَاَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِيْ اَهْلِ مِنًى يَوْمَ النَّحْرِ ، لَا يَحُجُّ

منادی کردیں ۔ ابوہریرہ نے کہا ۔ ہمارے ساتھ حضرت علی نے بھی منیٰ والوں میں ۔ یوم النحر کو اعلان فرمایا

فرمایا مامور ہوں مگر حکم یہ ہوا ہے کہ سورہ برات میں خود پڑھ کر سناؤں ۔ اسی کے مطابق عمل درآمد ہوا ۔ دسویں ذوالحجہ یوم النحر کو حضرت علی نے سورہ برات پڑھ کر سنائی ۔ اور دو چار احکام بھی ، مزید براں کچھ حضرات کو مقرر کیا گیا کہ وہ گھوم گھوم کر پورے مجمع میں یہ احکام پہنچادیں ۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں ۔ اعلان کرتے کرتے میری آواز پڑ گئی تھی ۔ ۶ھ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش سے جو معاہدہ ہوا تھا ۔ اس کے دفعات میں یہ بھی تھا فریقین میں سے جو معاہدہ کی خلاف ورزی کرے اس سے امان اٹھ جائے گا ۔ قبائل عرب کو اختیار ہوگا وہ فریقین میں سے جن کے ساتھ چاہیں رہیں ۔ اس کے مطابق بنوخزاعہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کیا اور بنوبکر نے قریش کے ساتھ ۔ سال بھر کے بعد بنوبکر نے بنوخزاعہ پر شبخون مارا جسمیں قریش نے ہر طرح ان کی مدد کی ان کو اسلحہ دیئے ۔ بعض رؤساء بنوخزاعہ سے لڑے بھی ۔ جب قریش نے خود اس معاہدے کی خلاف ورزی کی تھی تو مکہ پر حملہ ہوا اور مکہ فتح ہوا ۔ اس اعلان کے وقت قبائل عرب کے تین گروہ تھے ۔ ایک وہ جنھوں نے کسی مدت تک کیلئے معاہدہ کیا تھا اور وہ اس معاہدے پر قائم تھے ۔ اس اعلان کی رو سے اس مدت تک ان سے کوئی تعرض نہ ہوگا ۔ البتہ مدت پوری ہونے کے بعد ضروری ہوگا کہ وہ اسلام قبول کریں ورنہ ان کی جان بخشی نہ ہوگی ۔ دوسرے وہ جو معاہدہ کرکے توڑ چکے تھے ۔ مثلاً قریش ۔ تیسرے وہ جن سے کوئی معاہدہ نہ تھا ۔ ان دونوں کو چار مہینے کی مہلت دی گئی ۔ اگر اس اثناء میں وہ مسلمان ہوجائیں تو بہتر ورنہ پھر ان کی جان انکے مال محفوظ نہ رہیں گے ۔ مشرکین عرب سے جزیہ نہیں قبول کیا جائے گا ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

لا يجتمع دينان في جزيرة العرب[1] جزیرہ عرب میں دو دین نہیں رہ سکتے ۔

**حج اکبر** علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یوم الحج الاکبر سے کیا مراد ہے ۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ، یوم النحر یعنی دسویں ذوالحجہ ہے ۔ جیسا کہ خود بخاری میں حمید بن عبدالرحمٰن کا قول کتاب الجہاد میں اور تفسیر میں اور ابوداؤد

---

[1] موطا امام مالک باب ماجاء فی اجلاء الیھود من المدینۃ ص ۳۶۰

بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ ؎

کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی شخص ننگا ہو کر طواف کرے۔

ت (۸۸) قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ وَيُرْوٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَرْهَدَ وَمُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَلْفَخِذُ عَوْرَةٌ۔

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ حضرت ابن عباس اور حضرت جرہد اور محمد بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ ران عورت ہے۔ اور حضرت انس

میں مذکور ہے بلکہ ابوداؤد میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد بھی یہی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد یوم عرفہ ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حج اکبر سے حج مراد ہے۔ اس لئے کہ اہل عرب عمرے کو حج اصغر کہتے تھے اس کے بالمقابل حج کو حج اکبر کہتے۔ پہلے قول اور اسی تطبیق کی یہ صورت ہے کہ حج کو حج اکبر کہتے تھے۔ اور دسویں ذوالحجہ یوم النحر، حج کے ایام میں سے سب سے زیادہ اہم ہے۔ اس لئے اس کو یوم الحج الاکبر کہا گیا۔

**باب سے مطابقت** لا یطوف بالبیت عریان سے ہے کہ طواف نماز نہیں تو ثابت کہ نماز کے باہر بھی ستر عورت فرض ہے۔

## تشریحات ت (۸۷) (۸۸)

**اعضاءِ عورت** مرد کے کتنے اعضاء عورت ہیں اس بارے میں مذہب معتمدین ہیں۔ اول داؤد ظاہری اور ابن حزم ظاہری کا۔ کہ صرف سبیلین عورت ہیں۔ بقیہ اعضاء میں کوئی عورت نہیں۔ ثانی۔ ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنے تک سب اعضاء عورت ہیں مگر ناف اور گھٹنے نہیں۔ یہ امام مالک، امام زفر، امام شافعی کا مذہب ہے۔ اور یہی حضرت امام احمد بن حنبل کا مذہب صحیح ہے۔ ثالث ناف چھوڑ کر ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنے تک تمام اعضاء عورت ہیں اور گھٹنہ بھی عورت ہے۔ یہ احناف کا مذہب صحیح ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ناف بھی عورت ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہوگیا کہ ظاہریہ کو چھوڑ کر ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں کہ ران عورت ہے۔ امام بخاری کا بھی یہی مذہب معلوم ہوتا ہے۔ ان لوگوں کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام بخاری

---

؎ بخاری جلد اول صلوۃ باب مایستر من العورۃ ص۵۳ ایضا مناسک باب لا یطوف بالبیت عریان ولا یحج مشرک ص۲۳ ایضا جہاد باب کیف ینبذ الی اھل العھد ص۴۵۱ ایضا جلد ثانی مغازی باب حج ابی بکر بالناس سنۃ تسع ص۶۲۶ ایضا تفسیر سورہ برأت باب قولہ الا الذین عاھدتم من المشرکین ص۷۶۵ مسلم جلد اول باب لا یحج البیت مشرک ص۴۳۵ ابوداؤد جلد اول مناسک باب یوم الحج الاکبر ص۲۶۸ نسائی جلد ثانی مناسک باب آخذ ازینکم عند کل سجدۃ ص۲۸۶

وَقَالَ اَنَسٌ حَسَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ فَخِذِہٖ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ران کھولی ۔ ابو عبداللہ ۔ امام بخاری)

وَحَدِیْثُ اَنَسٍ اَسْنَدُ وَحَدِیْثُ جَرْھَدَ اَحْوَطُ حَتّٰی نَخْرُجَ مِنْ اِخْتِلَافِھِمْ ۔

نے کہا حضرت انس کی حدیث سند کے اعتبار سے قوی ہے اور جرہد کی حدیث میں زیادہ احتیاط ہے تاکہ صحابہ کے اختلاف سے بچ جائیں

نے تعلیقاتین صحابہ سے ذکر فرمائی ۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ الفخذ عورۃ ۔ ران عورت ہے ۔ یہ حدیث ان تینوں حضرات سے مختلف کتابوں میں مذکور ہے ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ترمذی[1] میں یہ حدیث مذکور ہے ۔ اس کے بارے میں امام ترمذی نے یہ فرمایا ۔ یہ حدیث حسن غریب ہے ۔ اس کے ایک راوی ابو یحییٰ قتات ضعیف ہیں حضرت جرہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام مالک نے موطا میں اسے ذکر فرمایا ۔ نیز امام ترمذی[2] نے اسے تین طریقوں سے بیان فرمایا ۔ ان میں سے ایک طریقے کے بارے میں فرمایا ۔ یہ حدیث حسن ہے میں اس کی اسناد کو متصل نہیں جانتا ۔ دوسرے طریقے کو فرمایا یہ حسن ہے ۔ تیسرے طریقے کو فرمایا یہ حدیث اس طریقے سے حسن غریب ہے ۔ اس کے علاوہ ابن عساکر ابن حبان اور امام شافعی نے بھی اس کی تخریج کی ہے ۔ ابن قطان نے اسے مضطرب بتایا اور جرہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرنیوالے کی حالت نامعلوم ہونے کی وجہ سے اس پر طعن کیا ۔ امام بخاری نے تاریخ میں کہا یہ صحیح نہیں[3] اور حضرت محمد بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث ان کتابوں میں موجود ہے ۔ مسند امام احمد، طبرانی، مستدرک للحاکم، اس حدیث کے ایک راوی ابن کثیر، کو ابن حزم ظاہری نے مجہول کہا ۔ امام بخاری نے تاریخ میں اس پر کلام فرمایا ۔

**فیصلہ** اخیر میں امام بخاری یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ حضرت انس کی حدیث باعتبار سند کے قوی ہے ۔ مگر حضرت جرہد کی روایت پر عمل کرنے میں زیادہ احتیاط ہے ۔ تاکہ اختلاف سے بچیں اس کی توضیح یہ ہے کہ محدثین کا طریقہ یہ ہے کہ دو متعارض احادیث میں ترجیح اس کو دیتے ہیں ۔ جو سند کے اعتبار سے زیادہ قوی ہو ۔ یہ قاعدہ اس کا مقتضی ہے کہ حضرت انس کی حدیث کو ترجیح دی جائے اور یہ کہا جائے کہ ،، ران عورت نہیں ۔ مگر اختلاف کے وقت اس صورت پر عمل کرنا جو متفق علیہ ہو زیادہ بہتر ہے ۔ اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ ران کو عورت کہا جائے ۔ اس لئے کہ اگر ران کو چھپائے رہیں تو فریقین میں کسی کے نزدیک گناہ نہیں اور نماز بالاتفاق ہو جائے گی ۔ لیکن اگر ران کھلی رکھیں تو جو لوگ ران کو عورت مانتے ہیں ان کے نزدیک یہ گناہ بھی ہے اور ران کھول کر نماز پڑھنے سے نماز بھی نہ ہوگی تو احتیاط اسی میں ہے کہ ران چھپائے رکھیں ۔

---

[1] جلد ثانی ادب ۔ باب الفخذ عورۃ ص ۱۰۳ [2] ایضا [3] عینی جلد رابع باب ماذکر فی الفخذ ص

**ت ۸۹** قَالَ اَبُوْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ غَطّٰی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُکْبَتَیْہِ حِیْنَ دَخَلَ عُثْمَانُ۔

نے اپنے گھٹنے چھپالیا جب حضرت عثمان داخل ہوئے۔

**حدیث جرہد صحیح ہے** امام بخاری نے فرمایا۔ کہ انس کی حدیث اسند ہے یعنی باعتبار سند زیادہ قوی ہے۔ اس سے اشارہ فرمایا کہ جرہد کی بھی حدیث صحیح ہے۔ زیادہ قوی ہونے کی نفی سے مطلقاً قوی ہونے کی نفی لازم نہیں رہ گیا اس کی سند پر جو تھوڑا بہت کلام ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ متعدد طرق سے مروی ہے۔ تعدد طرق کی وجہ سے اس کا ضعف دور ہو گیا پھر اسے تلقی بالقبول حاصل ہے جمہور امت بلکہ اب پوری امت کا اس پر عمل ہے۔ اس لئے وہ کم از کم حسن ضرور ہو گئی۔ جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا۔ کہ یہ حسن ہے یا حسن غریب ہے۔ علاوہ ازیں ابن حبان نے حضرت جرہد کی حدیث کو صحیح کہا نیز امام حاکم نے بھی[1]۔

**ایک قاعدہ کلیہ** امام بخاری کے اس فیصلے سے سمجھ میں آیا کہ اختلاف علماء کے موقع پر اختلاف علماء سے بچنے ہی میں احتیاط ہے۔ مگر اس میں یہ قید لگانی ضروری ہے جبکہ کوئی شرعی خرابی نہ لازم آئے اور یہاں علماء سے مراد فقہاء مجتہدین ہیں۔ ہر کس و ناکس خصوصاً اس زمانے کے بد مذہب گمراہ فرقوں کے علماء مراد نہیں۔

## تشریحات ت ۸۹ ۹۰

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث امام بخاری نے کتاب المناقب باب فضائل عثمان صـ۵۲۲ میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کی ہے۔ کہ حضور ایک باغ میں ایسی جگہ بیٹھے تھے جہاں پانی تھا۔ حضور کے دونوں گھٹنے یا ایک گھٹنہ کھلا تھا۔ حضرت ابوبکر حضرت عمر آئے اور حضور یوں ہی رہے۔ جب حضرت عثمان آئے تو حضور نے گھٹنہ ڈھانک لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ۔ گھٹنہ عورت نہیں۔ گھٹنے کا ایک حصہ ران کی ہڈی بھی ہے۔ جب گھٹنہ عورت نہیں تو ران کا وہ حصہ جو گھٹنے کا جز ہے وہ بھی عورت نہیں۔ جب جز عورت نہیں تو کل بھی عورت نہیں۔

**تکمیل** حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بخاری[2] میں دو جگہ ہے۔ ایک کتاب الجہاد صـ۳۹۷ اور تفسیر سورہ نساء صـ۶۶۰ دونوں جگہ باب قولہ تعالیٰ لایستوی القاعدون من المومنین، میں مفصل یوں ہے۔ زید بن ثابت

---

[1] اصابہ جلد اول [2] اس کے علاوہ یہ ان دو کتابوں میں بھی ہے ترمذی جلد ثانی تفسیر سورہ نساء صـ۱۲۸ نسائی جلد ثانی جہاد باب فضل المجاھدین علی القاعدین صـ۵۳

ت (۹۰) وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى

اور زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اللہ عزوجل نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ فَثَقُلَتْ

پر وحی نازل فرمائی اس وقت حضور کی ران میری ران پر تھی۔ اس کا اتنا بوجھ مجھے محسوس ہوا

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے یہ آیت کریمہ لکھوا رہے تھے۔ لایستوی القاعدون من المومنین والمجاھدون فی سبیل اللہ۔ جہاد چھوڑ کر بیٹھنے والے مومن اور راہ خدا میں جہاد کرنے والے برابر نہیں۔ اتنے میں ابن ام مکتوم آگئے انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ بخدا اگر مجھے استطاعت ہوتی تو میں ضرور جہاد کرتا۔ وہ نابینا تھے۔ اس پر پھر اللہ نے وحی نازل فرمائی اور حضور کی ران میری ران پر تھی۔ میں نے اس کا بوجھ اتنا محسوس کیا کہ میں ڈرا کہیں میری ران ٹوٹ نہ جائے پھر یہ کیفیت دور ہوگئی اور اللہ عزوجل نے غیر اولی الضرر نازل فرمایا۔

**مطابقت** اس حدیث میں استدلال اس جملے سے ہے۔ فخذہ علی فخذی۔ حضور کی ران میری ران پر تھی۔ مگر حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو اس پر دلالت کرتا ہو کہ دونوں حضرات یا ان میں سے کسی کی ران کھلی تھی۔ ہوسکتا ہے اور یہی ظاہر ہے کہ رانیں چھپی ہوئی ہوں۔ ہاں اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ کپڑا حائل ہوتے ہوئے بھی اعضاء عورت کا چھونا جائز نہیں۔ تو استدلال درست ہوسکتا ہے۔ مگر یہ مفروضہ ہی غلط ہے۔ اس عہد میں سواری پر لوگ آگے پیچھے ساتھ ساتھ بیٹھتے تھے اور آج ٹرین بس وغیرہ پر اس سے احتراز تقریباً ناممکن ہے۔

**حضرت جرہد** رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جرہد بن زراح بن عدی۔ یہ مدنی صحابی ہیں۔ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ ان کے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھے بھی ہیں۔ ان کا ایک واقعہ یہ ہے کہ۔ یہ بائیں ہاتھ سے کھا رہے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا۔ داہنے ہاتھ سے کھا۔ انھوں نے عرض کیا اس میں تکلیف ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ پر دم فرمایا پھر اس ہاتھ میں زندگی بھر کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ یزید کے تسلط کے زمانے میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔[1]

**محمد بن جحش** رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ یہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے اور ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے بھتیجے تھے مگر منسوب اپنے دادا کی طرف ہیں۔ ان کے والد اور والدہ دونوں صحابی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت ابی حبیش تھا۔ ان کے والد ماجد، احد میں شہید ہوئے۔ شہادت کے

---

[1] اصابہ جلد اول۔

عَلَیَّ حَتّٰی خِفْتُ اَنْ تَرُضَّ فَخِذِیْ۔

کہ میں ڈرا کہیں ٹوٹ نہ جائے۔

**حدیث:** ثم حسر الازار عن فخذہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۲۵۶)

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وقت، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں وصیت کر گئے تھے۔ حضور نے ان کے لئے خیبر میں زمین خرید دی اور مدینہ طیبہ سوق الرقیق میں ایک گھر عطا فرمایا۔ بدر میں جو مہاجرین شریک تھے۔ ان کے صاحبزادگان کیلئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار ہزار وظیفہ مقرر فرمایا تھا۔ یہ بھی ان میں تھے۔ ہجرت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے[1] جب انکے والد ماجد ہجرت کر کے حبشہ گئے تو یہ بھی ساتھ تھے۔ پھر والد کے ساتھ مدینہ طیبہ آئے[2]

## حضرت زید بن ثابت

رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری خزرجی ہیں بنی النجار کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد جنگ بغاث میں کام آگئے تھے جو ہجرت سے قبل اوس اور خزرج کے مابین ہوئی تھی۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ آئے تو یہ گیارہ سال کے تھے۔ ان کو خدمت اقدس میں پیش کیا گیا اور بتایا گیا کہ ان کو سترہ سورتیں یاد ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سن کر سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔ سولہ سترہ دن میں سیکھ لی۔ اسے لکھنے اور پڑھنے لگے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو کتابت وحی کی خدمت سپرد فرمائی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں بھی اس جماعت میں شامل فرمایا جو قرآن جمع کرنے کیلئے مقرر فرمائی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں جب قرآن مجید کے نقل کی ضرورت ہوئی تو انھیں اس پر مامور کیا گیا۔ فقہاء صحابہ میں تھے۔ علم فرائض کے ماہر تھے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں فرائض کے سب سے زیادہ ماہر زید بن ثابت ہیں۔ فرائض کے علاوہ فتوی قرأت قضا میں بھی ید طولی رکھتے تھے۔ حضرت فاروق اعظم جب کبھی باہر تشریف لے جاتے تو انھیں اپنا نائب بناتے اور واپسی پر انھیں کھجور کا ایک باغ عطا فرماتے۔ اس درجے کے عالم تھے کہ جب سوار ہونے لگتے تو حضرت ابن عباس ان کی رکاب تھامتے۔ یہ فرماتے اے رسول اللہ کے چچا کے صاحبزادے کیا کر رہے ہیں۔ تو ابن عباس کہتے ہم علماء اور بزرگوں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ وصال پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ حبر امت چل بسا۔ امید ہے کہ ابن عباس ان کے جانشین ہوں گے۔ چھپن سال کی عمر پا کر مدینہ طیبہ میں وفات پائی ۴۵ھ سن وفات ہے[3]

---

[1] اصابہ جلد ثالث ص۳۴۸۔ [2] الاستیعاب جلد ثالث۔ [3] اصابہ جلد اول ص۵۶۴ اکمال۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَزَا خَیْبَرَ فَصَلَّیْنَا عِنْدَھَا صَلٰوۃَ الْغَدَاۃِ بِغَلَسٍ

نے خیبر پر چڑھائی کی۔ ہم لوگوں نے خیبر کے قریب صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھ لی۔

فَرَکِبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَکِبَ اَبُوْطَلْحَۃَ وَاَنَا رَدِیْفُ

نماز کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوار ہوئے اور ابوطلحہ بھی سوار ہوئے میں ابوطلحہ

اَبِیْ طَلْحَۃَ فَاَجْرٰی نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ زُقَاقِ خَیْبَرَ

ہی کی سواری پر پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کی گلیوں میں سواری کو دوڑایا۔ اس

وَاِنَّ رُکْبَتِیْ لَتَمَسُّ فَخِذَ نَبِیِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ حَسَرَ الْاِزَارَ

وقت میرا گھٹنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ران سے چھو جاتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد تہبند حضور کی

عَنْ فَخِذِہٖ حَتّٰی اِنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی بَیَاضِ فَخِذِ نَبِیِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

ران سے ہٹ گیا اور ران کھل گئی۔ اتنا کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ران کی سفیدی دیکھ رہا ہوں

وَسَلَّمَ فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْیَۃَ قَالَ اللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَۃِ

اور جب آبادی میں داخل ہو گئے تو تین بار فرمایا اللہ اکبر۔ خیبر تباہ ہو گیا۔ ہم جب کسی قوم کے صحن میں

قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ قَالَھَا ثَلٰثًا، قَالَ وَخَرَجَ الْقَوْمُ اِلٰی اَعْمَالِھِمْ

اتر پڑیں تو ان ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح اچھی نہیں ہوتی۔ راوی نے کہا خیبر والے اپنے کاموں

## تشریحات (۲۵۶)

**ثم حسر الازار** اس کا ترجمہ عام طور پر یہ کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ران پر سے تہبند ہٹایا۔ لیکن یہ ترجمہ اس حدیث کے دوسرے طرق کے خلاف ہے۔ مسلم میں ہے فانحسر۔ یعنی تہبند سرک گیا۔ اور یہی امام احمد نے مسند میں بھی ذکر کیا ہے۔ علاوہ ازیں طبرانی نے امام بخاری کے شیخ یعقوب بن ابراہیم ہی سے اور اسماعیلی نے بواسطہ قاسم بن زکریا انھیں یعقوب سے اس حدیث کی ان الفاظ میں تخریج کی ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کی گلیوں میں سواری دوڑائی تو ران سے تہبند گر گیا۔ اس لئے صحیح ترجمہ وہی ہے جو ہم نے کیا۔ تہبند ران سے سرک گیا۔ ان لوگوں کی غلطی کی بنیاد اس پر ہے کہ حسر۔ صرف

فَقَالُوْا مُحَمَّدٌ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَقَالَ بَعْضُ اَصْحَابِنَا وَالْخَمِيْسُ يَعْنِيْ

کے لئے نکلے تو چیخے۔ محمد اور لشکر۔ حضرت انس نے کہا۔

الْجَيْشَ قَالَ فَاَصَبْنَاهَا عَنْوَةً فَجُمِعَ السَّبْيُ فَجَاءَ دِحْيَةُ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ،

ہم نے خیبر طاقت سے فتح کیا۔ فتح کے بعد قیدی جمع کئے گئے تو دحیہ آئے اور عرض کیا یا

اَعْطِنِيْ جَارِيَةً مِّنَ السَّبْيِ فَقَالَ اِذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً فَاَخَذَ صَفِيَّةَ

نبی اللہ ان قیدیوں میں سے مجھے ایک کنیز عطا فرمائیں۔ فرمایا جاؤ اور ایک کنیز لے لو۔ انھوں نے صفیہ

بِنْتَ حُيَيٍّ فَجَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ

بنت حیی کو لیا۔ اس کے بعد ایک صاحب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا

اللّٰهِ اَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرِ لَا تَصْلُحُ

یا نبی اللہ صفیہ بنت حیی بنی قریظہ و نضیر کی سیدہ دحیہ کو دیدی۔ وہ صرف حضور ہی کے لائق ہے

اِلَّا لَكَ قَالَ اُدْعُوْهُ بِهَا فَجَاءَ بِهَا فَلَمَّا نَظَرَ اِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

فرمایا دحیہ کو اس کے ساتھ بلا لاؤ وہ انھیں لیکر آئے جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وَسَلَّمَ قَالَ خُذْ جَارِيَةً مِّنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا قَالَ فَاَعْتَقَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

صفیہ کو دیکھا۔ تو دحیہ سے کہا۔ قیدیوں میں سے اس کے علاوہ اور کوئی کنیز لیلو۔ حضرت انس نے کہا

متعدی آتا ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں قاموس میں ہے یہ لازم اور متعدی دونوں آتا ہے۔ البتہ اس پر شبہ وارد ہوگا کہ پھر باب کے مطابق یہ حدیث نہ رہے گی۔ یہ کہنا قلت تدبر کی بنا پر ہوگا۔ اس لئے کہ امام بخاری نے باب کا عنوان یہ قائم کیا ہے۔ ران کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا جاتا ہے۔ اور یہ قصہ ران ہی سے متعلق ہے اگر امام بخاری نے باب کا عنوان یہ قائم کیا ہوتا کہ ران عورت ہے یا عورت نہیں تو اس شبہے کی گنجائش تھی۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ اس سے ران کا عورت نہ ہونا۔ اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ پھر حضور نے فوراً اسے ڈھانک کیوں نہ لیا۔ یا بعد میں اس پر تنبیہ کیوں نہ فرمادی اس پر عرض ہے کہ ذہن میں موقع کی اہمیت اور نزاکت کو رکھنا ضروری ہوتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دشمن کی آبادی کے اندر گلیوں میں چل رہے ہیں جہاد سر پر ہے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَتَزَوَّجَھَا فَقَالَ لَہٗ ثَابِتٌ یَا اَبَا حَمْزَۃَ مَا اَصْدَقَھَا قَالَ

انھیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آزاد کیا۔ اوران سے شادی کرلی اس پر ثابت نے پوچھا اے ابو حمزہ

نَفْسَھَا اَعْتَقَھَا وَتَزَوَّجَھَا حَتّٰی اِذَا کَانَ بِالطَّرِیْقِ ، جَھَّزَتْھَا لَہٗ اُمُّ سُلَیْمٍ

حضور نے مہر کیا عطا فرمایا تو کہا خود ان کی ذات کو ، ان کو آزاد کیا اوران سے شادی کرلی۔ راستے

فَاَھْدَتْھَا لَہٗ مِنَ اللَّیْلِ فَاَصْبَحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَرُوْسًا

ہی میں ام سلیم نے انھیں دلہن بنایا۔ اور رات میں حضور کی خدمت میں بھیج دیا۔ صبح کے وقت

فَقَالَ مَنْ کَانَ عِنْدَہٗ شَیْءٌ فَلْیَجِیْءْ بِہٖ وَبَسَطَ نِطَعًا فَجَعَلَ الرَّجُلُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دولھا تھے۔ فرمایا جس کے پاس کچھ بھی ہو تو لے آئے۔ چمڑے کا دسترخوان

یَجِیْءُ بِالتَّمْرِ وَجَعَلَ الرَّجُلُ یَجِیْءُ بِالسَّمْنِ ، قَالَ وَاَحْسِبُہٗ

بچھادیا۔ کوئی کھجور لایا۔ اور کوئی گھی لایا۔ راوی نے کہا میرا گمان ہے کہ تو

قَدْ ذَکَرَ السَّوِیْقَ قَالَ فَحَاسُوْا حَیْسًا فَکَانَتْ وَلِیْمَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی

بھی ذکر فرمایا تھا۔ حضرت انس نے کہا اس کے بعد سب کو ملاکر لوگوں نے مالیدہ بنایا یہی رسول

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ولیمہ ہوا۔

دل ودماغ کی پوری توجہ اس طرف ہے۔ اس وقت اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی خبر نہ ہوئی ہو تو کیا استبعاد ہے۔

**ہمارا جواب**:۔ اگر بالفرض اس سے کسی طرح یہ ثابت بھی ہوجائے کہ ،، ران عورت نہیں ،، تو عرض ہے کہ یہ ایک مخصوص ہنگامی حالت کا فعل خاص ہے اور ارشاد ،، الفخذ عورۃ ،، قول ہے اور یہ طے ہے کہ ارشاد رسول اور فعل رسول میں

---

عہ بخاری جلد اول صلوۃ باب ما یذکر فی الفخذ ص۵۳ ۔ ایضا صلوۃ الخوف باب التکبیر والغلس بالصبح والصلوۃ عند الاغارۃ ص۱۲۹ ۔ ایضا جہاد باب التکبیر عند الحرب ص۴۲۰ ایضا مغازی باب غزوۃ خیبر ص۶۰۳ ۔ ایضا جلد ثانی نکاح باب من جعل عتق امۃ صداقھا ص۷۶۱ ۔ مسلم جلد اول نکاح باب فضیلۃ اعتاق امۃ ثم تزوجھا ص۴۵۸ ایضا جلد ثانی باب غزوۃ خیبر ص۱۱۱ ۔ ابوداؤد جلد ثانی خراج باب جاء فی سھم الصفی ص۶۵ ۔ ایضا خراج باب ما جاء فی حکم ارض خیبر ص۷۹ ۔ نسائی جلد ثانی نکاح باب التزویج علی العتق ص۸۶ ایضا باب البناء فی السفر ص۹۱

ت (۹۱) وَقَالَ عِكْرِمَةُ لَوْ وَارَتْ جَسَدَهَا فِي ثَوْبٍ جَازَ ؏

اور عکرمہ نے کہا اگر عورت کا جسم ایک کپڑے میں چھپ جائے تو جائز ہے۔

تعارض ہو تو ترجیح قول کو ہوگی۔ علاوہ ازیں۔ یہ واقعہ حال ہے اور واقعہ حال کے لئے عموم نہیں۔ اور وہ ارشاد ایک حکم کلی ہے۔ اس لئے ترجیح اسی کو ہوگی۔ اس حدیث سے متعلق بقیہ ابحاث کتاب النکاح اور مغازی میں آئیں گی۔

## تشریحات ت (۹۱)

**عکرمہ** ان کی کنیت ،، ابو عبداللہ ہے تابعین کرام کے اجلہ فقہاء مفسرین میں سے ہیں۔ ان سے بکثرت احادیث بھی مروی ہیں۔ خود فرمایا میں نے اس مسجد میں دو سو صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے ام المومنین حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری سے احادیث روایت کیں۔ یہ افریقہ کے بربر قوم میں سے تھے۔ حضرت ابن عباس کے غلام اور ان کے تلمیذ خاص تھے۔ حضرت ابن عباس نے اپنی حیات ہی میں ان کو فتویٰ دینے کی اجازت مرحمت فرمادی تھی۔ جس کے بعد یہ ان کی حیات ہی میں فتویٰ دینے لگے تھے۔ انھیں ہدایت تھی۔ جو شخص تم سے ایسا سوال کرے جو اسے مفید ہو تو جواب دینا ورنہ مت دینا۔ کچھ سائلین دماغی عیاشی یا امتحان کے لئے سوالات کرتے ہیں انھیں جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ جو حلال وحرام وغیرہ کے بارے میں سوال کرے جس کا وہ ضرورت مند ہو اسے جواب دینا۔ ایک دفعہ فرمایا۔ تم نے میرا دو تہائی کام اپنے سر لے لیا ہے۔ حضرت ابن عباس کے تلامذہ میں، عطاء، طاؤس، سعید بن جبیر شہید اور عکرمہ سب سے ممتاز ہیں۔ ایک مرتبہ، حضرت سعید اور مجاہد ان سے ایک ایک آیت کی تفسیر پوچھتے جاتے جتنی آیتوں کی تفسیر ان دونوں کو معلوم تھی پوچھ چکے تو پھر عکرمہ نے بتانا شروع کیا اس آیت کا شان نزول یہ ہے اور اس آیت کا شان نزول یہ۔ جابر بن زید نے کہا۔ اعلم الناس عکرمہ ہیں۔ امام شعبی نے کہا۔ کتاب اللہ کا ان سے زیادہ علم رکھنے والا اب کوئی نہیں۔ امام احمد نے فرمایا کہ قتادہ نے کہا۔ تفسیر کے سب سے بڑے عالم عکرمہ ہیں۔ ان پر کچھ بزرگوں نے بہت سخت طعن بھی کیا ہے۔ یہاں تک کہ قاسم نے کہا۔ عکرمہ کذاب ہیں۔ مگر یہ طعن صحیح نہیں۔ امام بخاری نے فرمایا۔ ہمارے تمام اساتذہ عکرمہ سے احتجاج کرتے ہیں۔ چالیس سال مسلسل علم حاصل کرتے رہے تمام بلاد اسلامیہ مثلاً افریقہ، مصر، شام، عراق، خراسان میں گشت کرکے علم دین پھیلایا۔ اسّی سال کی عمر پائی ۱۰۵ھ میں وصال فرمایا۔

مصنف عبدالرزاق میں یہ الفاظ وارد ہیں۔ اگر عورت کوئی کپڑا لیکر اس طرح اپنے جسم پر ڈال لے کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آئے تو اسے کافی ہے۔

---

ع مصنف عبدالرزاق لے بدایہ نہایہ جلد ششم ص ۲۴۳-۲۴۵ اکمال حاشیہ اکمال۔

**حدیث:** لقد کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی الفجر (۲۵۷)

اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا، قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر کی نماز

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الْفَجْرَ فَیَشْهَدُ مَعَهٗ نِسَاءٌ مِّنَ الْمُؤْمِنَاتِ

پڑھتے اور مومن عورتیں بھی حضور کے ساتھ حاضر ہوتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوتیں۔ نماز سے

**غایت باب** امام بخاری کا یہاں مقصود یہ ہے کہ چونکہ چہرہ اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلوؤں کے ماسوا عورت کا پورا جسم عورت ہے۔ تو کیا عورت کے لئے نماز صحیح ہونے کے واسطے کچھ کپڑوں کی تعداد ضروری ہے یا صرف پورے جسم کا چھپ جانا ہی کافی ہے۔ اگرچہ ایک ہی کپڑا ہو۔ حضرت عکرمہ کا قول ذکر کرکے امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا۔ کہ کپڑوں کی گنتی ضروری نہیں جسم کا چھپ جانا کافی ہے۔ ایک کپڑے سے عورت کا پورا جسم ڈھک جائے تو نماز ہو جائے گی۔ اس لئے کہ مطلوب ستر عورت تھا اور وہ حاصل ہو گیا۔

اس بارے میں علماء کے مذاہب مختلف ہیں۔ امام اعظم، امام مالک، امام شافعی نے فرمایا۔ کہ کم از کم دو کپڑا ضروری ہے۔ کرتا اور اوڑھنی۔ امام عطاء نے فرمایا تین ضروری ہیں۔ دو یہ اور ایک تہبند۔ امام ابن سیرین نے فرمایا چار چاہئے تین یہ اور ایک بڑی چادر۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ دو یا تین یا چار کی تحدید استحباب کے لئے ہے۔ یہ خادم تھوڑی تفصیل ضروری جانتا ہے۔ اگر وسعت ہے تو عورت عادۃً جتنے کپڑے پہنتی ہے اتنے پہن کر نماز پڑھے۔ اور اگر وسعت نہیں تو ایک میں بھی نماز ہو جائے گی۔ جبکہ اس سے بدن چھپ جائے بلکہ بدرجہ مجبوری اس قید کی بھی حاجت نہیں۔ جیسا کہ مردوں کا حکم ہے۔

## تشریحات (۲۵۷)

**مطابقت** یہاں باب ہے۔ کتنے کپڑوں میں عورت نماز پڑھے۔ اس حدیث سے باب کا اثبات ظاہر حال اور اس زمانے کی عادت کے اعتبار سے ہے کہ اگر یہ عورتیں پورے کپڑے پہنے ہوتیں تو اس طرح چادروں میں لپٹی نہ رہتیں۔ مایعرفن احد، مراد یہ ہے کہ چادر میں لپٹے رہنے کی وجہ سے کوئی یہ نہیں پہچان سکتا تھا۔ کہ یہ کون عورت ہے۔

**فجر کا وقت مستحب** اس روایت کے علاوہ خود بخاری میں بھی اور دوسری کتابوں میں۔ من الغلس۔ یا بالغلس۔ کا اضافہ ہے۔ غلس۔ اخیر رات کی تاریکی کو کہتے ہیں۔ اس سے امام مالک امام شافعی امام احمد نے یہ استدلال کیا کہ فجر کی نماز اول وقت میں پڑھنی مستحب ہے۔ ہمارے یہاں اسفار یعنی جب اجالا ہو جائے اس وقت

مُتَلَفِّعَاتٍ فِیْ مُرُوْطِهِنَّ ثُمَّ یَرْجِعْنَ اِلٰی بُیُوْتِهِنَّ مَا یُعْرَفُهُنَّ اَحَدٌ ؕ

فارغ ہوکر اپنے گھروں کو لوٹتیں انھیں کوئی پہچان نہیں پاتا۔

**حدیث** ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی فی خمیصۃ لھا اعلام (۲۵۸)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی چادر میں

فِیْ خَمِیْصَةٍ لَّهَا اَعْلَامٌ فَنَظَرَ اِلٰی اَعْلَامِهَا نَظْرَةً فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِذْهَبُوْا

نماز پڑھی جس میں نقش تھے۔ آپ کی ایک نظر اس کے نقوش پر پڑی۔ جب نماز سے

بِخَمِیْصَتِیْ هٰذِهٖ اِلٰی اَبِیْ جَهْمٍ وَاْتُوْنِیْ بِاَنْبِجَانِیَّةِ اَبِیْ جَهْمٍ فَاِنَّهَا اَلْهَتْنِیْ

فارغ ہوئے تو فرمایا میری یہ چادر ابوجہم کے پاس لیجاؤ اور ابوجہم کی انبجانیہ لاؤ۔

پڑھنا مستحب ہے۔ یعنی اتنی تاخیر کہ بقدر مسنون قرأت کی جائے بطریق مسنون نماز ادا کی جائے۔ اور فراغت کے بعد اتنا وقت باقی رہے کہ اگر نماز میں کوئی نقص ظاہر ہو تو دوبارہ قرأت مسنونہ کے ساتھ بطریق مسنون پڑھی جاسکے۔

## تشریحات (۲۵۸)

**تکمیل** یہ شامی چادر تھی۔ جسے حضرت ابوجہم نے نذر کی تھی۔ اسی لئے اسے واپس کردیا اور اس لئے کہ ان کی دلشکنی نہ ہو۔ انبجانیہ منگالیا۔ جیساکہ موطا امام مالک میں ہے۔ خمیصۃ۔ کا مادہ خمص ہے جس کے معنی پیٹ کا دبلا ہونا ہے۔ پتلی ریشمی یا اونی کالی منقش چادر کو کہتے ہیں۔ انبجانیہ۔ غیر منقش سادے موٹے اون کے کمبل کو کہتے ہیں۔ انبجان ایک بستی ہے۔ جس کی طرف یہ منسوب ہے۔

---

عہ بخاری جلد اول صلوۃ باب فی کم تصلی المرأۃ فی الثیاب ص۵۴۔ ایضا مواقیت باب وقت الفجر ص۸۲۔ ایضا جلد اول اذان باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس ص۱۲۰ ایضا باب سرعۃ انصراف النساء من الصبح ص۱۲۰۔ مسلم جلد اول مساجد باب استحباب التبکیر بالصبح باول وقتہا ص۲۳۔ ابوداؤد جلد اول صلوۃ باب وقت الصبح ص۷۱۔ ترمذی جلد اول صلوۃ باب ماجاء فی التغلیس بالفجر ص۲۲۔ نسائی جلد اول صلوۃ باب وقت التغلیس فی الفجر ص۹۳۔ نسائی جلد اول صلوۃ باب الوقت الذی ینصرف فیہ النساء ص۳۰۔ ابن ماجہ صلوۃ باب وقت صلوۃ الفجر ص۴۹۔ موطا امام مالک وقوت الصلوۃ ص۳۔ مسند امام احمد۔

آنِفًا عَنْ صَلٰوتِیْ۔ وَقَالَ هِشَامٌ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ

اس نے ابھی مجھے اپنی نماز سے غافل کردیا تھا۔ ہشام بن عروہ نے اپنے والد کے توسط سے حضرت

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا، قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُنْتُ

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت کیا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نماز

اَنْظُرُ اِلٰی عَلَمِهَا وَاَنَا فِی الصَّلٰوةِ فَاَخَافُ اَنْ یَّفْتِنَنِیْ ؏

کی حالت میں اس کے نقوش دیکھنے لگا۔ تو مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ مجھے فتنے میں نہ ڈال دے۔

**مسائل** (۱) منقش پھولدار کپڑے پہن کر نماز پڑھنی جائز ہے۔ (۲) تھوڑی بے توجہی سے نماز میں کوئی خلل نہیں ہوتا۔ (۳) جو چیز بھی حضور قلب میں حارج ہو اس سے نماز میں بچنا افضل ہے۔ قال هشام اعلامہ کرمانی نے فرمایا۔ ہو سکتا ہے کہ سند میں مذکور، ابن شہاب پر عطف ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابراہیم بن سعد نے یہ حدیث دو صاحبوں سے سنی ہے۔ ایک ابن شہاب سے دوسرے ہشام بن عروہ سے اس تقدیر پر یہ حدیث مسند ہوگی۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ تعلیق ہو۔

**فانها الهتنی آنفا عن الصلوة** اس سے مراد یہ ہے کہ قریب تھا کہ یہ مجھے غافل کردیتی۔ اسی کے افادے کیلئے امام بخاری، ہشام، والی روایت لائے ہیں۔ جس میں یہ تصریح ہے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ کہیں مجھے فتنے میں نہ ڈال دے۔ مطلب یہ ہوا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ اس کے نقش و نگار مجھے اس استغراق اور شہود سے جو نماز میں میری شان کے لائق ہے۔ ہٹا نہ دیں۔ یعنی حضور اس عالم سے نیچے نہیں آئے۔ اس کا صرف اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ خوبصورت نقش و نگار کی جانب انسانی رجحان فطری ہے۔ حضرت شیخ نور الحق بن حضرت شیخ عبد الحق دہلوی قدس سرہٗ تیسیر القاری میں فرماتے ہیں۔ کہ حضور کے درجات غیر متناہی ہیں۔ وہ مرتبہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ اگر بالفرض اس سے کچھ تنزل بھی ہو جائے پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مقام پر رہیں گے کہ دوسرے مقربین ہزار کوشش و فنا کے بعد بھی وہاں تک رسائی نہیں کر سکتے مگر حضور نے یہ بھی پسند نہ فرمایا۔ کہ اس اپنے مخصوص درجے سے بھی تنزل فرمائیں۔

---

عہ بخاری جلد اول صلوٰۃ باب اذا صلی فی ثوب له اعلام فنظر الی اعلامها ص۵۳۔ بخاری جلد اول اذان باب رفع البصر الی السماء فی الصلوۃ ص۱۴۳۔ جلد ثانی لباس باب الاکیسۃ والحمائص ص۸۷۰۔ مسلم جلد اول صلوٰۃ باب کراهیته فی ثوب له اعلام ص۲۰۵۔

ابو داؤد جلد اول صلوٰۃ باب النظر فی الصلوٰۃ ص۳۲۔ ابو داؤد جلد ثانی لباس باب الرخصۃ فی العلم و خط الحریر ص۲۰۵

نسائی جلد اول قبلہ باب الرخصۃ فی الصلوۃ فی قمیص لها اعلام ص۱۲۵۔ ابن ماجہ لباس باب لباس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۲۶۲

موطا امام مالک صلوۃ باب النظر فی الصلوۃ الی ما یشغلک ص۳۶۔ مسند امام احمد

## حدیث ۔ کان قرام لعائشۃ سترت بہ جانب بیتھا (۲۵۹)

عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ، قَالَ کَانَ قِرَامٌ لِّعَائِشَۃَ ، سَتَرَتْ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت عائشہ کے پاس ایک (تصویر دار) پردہ تھا۔ جسے

بِہٖ جَانِبَ بَیْتِھَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمِیْطِیْ

انھوں نے گھر کے ایک گوشے میں لگایا تھا۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (ان سے)

اس لئے یہ چادر واپس کردی ۔۔۔ شیخ الاسلام نبیرہ حضرت شیخ عبدالحق قدس سرہٗ نے فرمایا۔ یہ امت کی تعلیم کیلئے تھا اور یہی اس خادم کے نزدیک بھی ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیثیت شارع کی بھی تھی۔ رہ گئی یہ بات کہ جب اپنے لئے نہیں پسند فرمایا تو حضرت ابوجہم کو کیوں دیا۔ گزر چکا کہ یہ انھیں کی نذر تھی اس لئے انھیں عطا فرمائی یہ کیا ضروری ہے کہ حضرت ابوجہم اسے استعمال ہی کریں۔ ہوسکتا ہے کہ اسے فروخت کرکے اس کی قیمت اپنے صرف میں لائے ہوں۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ ان کی چشمان مبارک سفید ہوگئی تھیں اس لئے انھیں اندیشہ مذکور نہ تھا۔

## تشریحات (۲۵۹)

قرام باریک رنگین اونی پردے کو کہتے ہیں۔ نسائی میں[1] ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں میں نے اس پردے کو روشندان پر لٹکا دیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس روشندان کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے۔ اس لئے کہ وہ دیوار قبلہ میں تھا، مجھ سے فرمایا اے عائشہ اسے ہٹادے میں نے اسے اتار دیا اور اس کے تکیے بنادے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اس پر میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹیک لگایا کرتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ تصویر اگر اہانت کی جگہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اتنی چھوٹی ہو کہ اگر زمین پر رکھی ہو تو کھڑے ہوکر دیکھنے سے اعضاء کی تفصیل نہ دکھائی دیتی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اس تصویر کا رکھنا حرام ہے۔ جو اتنی بڑی ہو کہ کھڑے ہوکر دیکھنے سے اعضاء کی تفصیل دکھائی دیتی ہو اور اہانت کی جگہ نہ ہو۔ مثلاً دیوار میں ٹنگی ہو ۔۔۔ اہانت کی جگہ سے مراد یہ ہے کہ مثلاً فرش پر ہے کہ پاؤں سے روندی جائیگی اس پر بیٹھا جائے گا یا تکیے میں ہے کہ اس پر ٹیک لگایا جائے گا ۔۔۔ اس کی دلیل نسائی کی یہ حدیث ہے۔ رہ گیا تصویر کا بنانا وہ بلاشبہ حرام ہے خواہ ہاتھ سے بنائیں یا کیمرہ وغیرہ مشینوں سے۔ تفصیل اپنی جگہ آئے گی۔

---

[1] نسائی جلد ثانی تصاویر ص ۲۹۸

عَنَّا قِرَامَكِ هٰذَا فَاِنَّهٗ لَا تَزَالُ تَصَاوِيْرُهٗ تَعْرِضُ فِيْ صَلٰوتِيْ عه

فرمایا۔ ہمارے سامنے سے اپنا پردہ ہٹالو۔ اس لئے کہ اس کی تصویریں نماز میں میرے سامنے آتی رہیں۔

حدیث ۲۶۰ صلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی فروج حریر فنزعہ

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ۔ قَالَ اُهْدِيَ اِلَى النَّبِيِّ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایسا ریشمی

**مناسبت باب** یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے ــــ ان صلی فی ثوب مصلب او تصاویر هل تفسد صلاته وما ینهی عن ذلك ــــ اگر ایسے کپڑے میں نماز پڑھی جس میں صلیب یا تصویر ہو تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی اور اس سے ممانعت کا بیان ــــ اس حدیث میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا کپڑا نہیں پہنے تھے جس میں تصویریں تھیں بلکہ حضور کے سامنے جو پردہ تھا اس میں تصویریں تھیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نمازی کے آگے اگر تصویر ہو وہاں نماز پڑھنا منع ہے۔ مناسبت یہ ہے کہ جب ایسے پردے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا منع ہے تو اگر کپڑے پر تصویریں ہوں تو بدرجہ اولیٰ ممانعت ہوگی۔ صلیب اور تصویر میں وجہ اشتراک یہ ہے ــــ صلیب کی بھی پوجا ہوتی ہے اور تصویر کی بھی۔ اس لئے جیسے وہ کپڑا پہن کر نماز ممنوع ہے جس پر تصویریں بنی ہوں اوسیطرح وہ کپڑا بھی پہن کر نماز ممنوع ہے جس پر صلیب بنی ہو۔ نیز جب اس کے ہٹائے جانے کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ ایسے کپڑوں کا استعمال مطلقاً منع ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر نمازی کے آگے ایسی چیز ہو جس سے حضور قلب میں خلل کا اندیشہ ہو تو وہاں نماز ممنوع ہے۔ اسی لئے فقہاء نے فرمایا کہ قبلے کی دیوار میں نقش ونگار بنانا ممنوع اور اسی کے حکم میں مقامات مقدسہ کے نقشے بھی ہیں۔ اسی لئے ہمارے علماء نے فرمایا کہ قیام کی حالت میں نظر موضع سجود پر رکھنی چاہئے۔

## تشریحات ۲۶۰

**حضرت عقبہ بن عامر جہنی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مشہور صحابی ہیں۔ عالم قاری اور فرائض کے ماہر نہایت ہی فصیح و بلیغ شاعر کاتب بزرگ تھے۔ اپنے ہاتھ سے ایک مصحف انھوں نے بھی لکھا تھا۔ یہ

---

عه بخاری جلد اول صلوۃ باب ان صلی فی ثوب مصلب او تصاویر هل تفسد صلاته وما ینهی عنه ص۵۳۔

بخاری جلد ثانی لباس باب کراهیة الصلوة فی التصاویر ص۸۸۰

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُّوْجُ حَرِيْرٍ فَلَبِسَهٗ فَصَلّٰى فِيْهِ ثُمَّ انْصَرَفَ

قبا نذر کیا گیا جس کا چاک پشت پر تھا حضور نے اسے پہنا اور اس میں نماز پڑھی پھر جب نماز سے فارغ

خود اپنے اسلام لانے کا واقعہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو میں اپنی بکریاں چرا رہا تھا۔ اسے چھوڑ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور بیعت کرلی۔ شام کے معرکوں میں شریک رہے۔ دمشق کے فتح کی خوشخبری حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں یہی لائے تھے۔ واقعہ صفین میں حضرت امیر معاویہ کے ساتھ تھے۔ بعد میں حضرت معاویہ نے انھیں مصر کی ولایت مطلقہ تفویض کی۔ یہاں تک کہ امور مذہبی اور وصولی خراج دونوں انکے سپرد کردئے پھر ۴۴ھ میں انھیں معزول کردیا۔ ۵۸ھ میں وصال، مصر ہی میں ہوا۔ ان سے پچپن احادیث مروی ہیں۔ امام بخاری نے آٹھ لی ہیں۔

**فَرُّوْجُ حَرِيْرٍ** یہاں روایت دو طرح ہے اضافت کیساتھ فَرُّوْجُ حَرِيْرٍ۔ اور صفت کے ساتھ فَرُّوْجٌ حَرِيْرٌ فروج کا مادہ فرج ہے یہ مصدر بھی ہے۔ کھولنے اور کشادہ کرنے کے معنی میں اور حاصل مصدر بھی، شگاف کے معنی میں۔ فروج۔ ایسی قبا کو کہتے ہیں جس کا چاک بیٹھ کی جانب ہو۔ ایسی قبا سب سے پہلے فرعون نے پہنی تھی[1] یہ قبا دومۃ الجندل کے رئیس، اُکیدر بن مالک نے پیش کی تھی۔ جب غزوہ تبوک کے بعد حضرت سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے گرفتار کرکے خدمت اقدس میں پیش کیا تھا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس نے صلح کرلی تھی[2]۔ دومۃ الجندل۔ شام اور عراق کا سرحدی مقام ہے۔ دمشق سے چھ منزل اور مدینہ طیبہ سے تیرہ منزل ہے۔

**تطبیق** ریشمی کپڑا پہننا مردوں کو حرام ہے اور عورتوں کو جائز ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے داہنے ہاتھ میں ریشم لیا اور بائیں ہاتھ میں سونا، پھر فرمایا۔

ان هذين حرام على ذكور امتي وحل لاناثهم[3] یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور عورتوں کیلئے حلال۔

اور یہی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

دوسری حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ہے۔

حرم لباس الحرير والذهب على ذكور ریشم اور سونے کا پہننا میری امت کے مردوں پر حرام

---

[1] شرح تراجم للشاہ ولی اللہ دھلوی۔ [2] نسائی جلد ثانی لباس باب لبس الدیباج المنسوج بالذهب ص۲۹۶۔ [3] ابوداؤد جلد ثانی لباس باب فی الحریر للنساء ص۲۰۵ نسائی جلد ثانی لباس باب تحریم الذهب للرجال ص۲۸۳ ابن ماجہ لباس باب لبس الحریر والذهب للنساء ص۲۶۵

فَنَزَعَهٗ نَزْعًا شَدِيْدًا كَالْكَارِهِ لَهٗ وَقَالَ لَا يَنْبَغِيْ هٰذَا لِلْمُتَّقِيْنَ ؏

ہوئے تو اسے جلدی سے اتار دیا جیسے اسے ناپسند فرماتے ہوں اور فرمایا یہ متقیوں کے لائق نہیں۔

## حدیث (۲۶۱)

عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے بطحاء مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

امتی واحل لاناثهم ؎ کیا گیا اور عورتوں کے لئے حلال کیا گیا۔

رہ گیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پہنا۔ اور ناپسند فرما کر اتارا تو یہ ارشاد فرمایا کہ یہ متقیوں کے لائق نہیں۔ یہ اس پر محمول ہے۔ کہ اس وقت تک حرام نہیں کیا گیا تھا جیسا کہ مسلم، میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، دیباکی قبا میں نماز پڑھی۔ پھر اسے اتار دیا اور فرمایا ابھی جبریل نے مجھے اس سے منع کیا ہے۔

**تصحیح** مولانا کشمیری صاحب نے، فروج، کا ترجمہ "کوٹ" کیا ہے جبکہ تمام شارحین اور اہل لغت اس پر متفق ہیں کہ فروج۔ اس قبا کو کہتے ہیں جس میں چاک پشت پر ہوتا ہے۔ حتی کہ المنجد کے ترجمے مصباح اللغات میں بھی یہی ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ کوٹ آگے کی طرف کھلا رہتا ہے۔

**اشکال وجواب** اس حدیث میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فروج کو ناپسند فرما کر اتار دیا۔ اور فرمایا یہ متقیوں کے لائق نہیں۔ ابھی جو حضرت جابر کی حدیث بحوالہ مسلم گذری۔ اس میں یہ ہے کہ مجھے جبریل نے ابھی اس سے منع کیا ہے اب سوال یہ ہے کہ یہ دونوں دو واقعے ہیں یا ایک۔ اگر دو ہیں تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے یہ پہلے کا ہے۔ جیسا کہ کشمیری صاحب کا خیال ہے۔ اب اشکال یہ ہے کہ جب ایکبار ریشمی کپڑا ناپسند فرما کر اتار دیا اور یہ فرمایا کہ یہ متقیوں یعنی ان مسلمانوں کے لائق نہیں جو گناہ سے بچتے ہیں تو دوبارہ کیوں پہنا۔ اس لئے کہ یہ ارشاد اس کی حرمت پر دلالت کر رہا ہے۔ اس طرح کہ گناہ سے بچنے والوں کے لائق کیوں نہیں۔ اس کا جواب صرف یہ ہے کہ یہ گناہ ہے اس لئے اس خادم کی رائے یہ ہے کہ اس حدیث ام المومنین اور مسلم کی حدیث جابر دونوں میں مذکور ایک ہی واقعہ ہے۔ مضامین میں اجمال وتفصیل ہے۔

## تشریحات (۲۶۱)

**تکمیل** اسی بخاری باب سترۃ الامام سترۃ من خلفہ، میں ہے۔ یہ مکہ کے بیرونی حصہ بطحاء میں پیش آیا

؏ بخاری جلد اول صلوۃ باب من صلی فی فروج حریر ثم نزعہ ؎ بخاری جلد ثانی لباس باب القباء وفروج حریر ؎ مسلم جلد ثانی لباس باب تحریم اناء الذہب والفضۃ الخ ؎ نسائی جلد اول قبلہ باب الصلوۃ فی الحریر ؎ مسند امام احمد ؎ ترمذی جلد اول لباس باب ؎ نسائی جلد ثانی لباس باب تحریم الذہب للرجال ؎ ابن ماجہ جلد ۲

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ

علیہ وسلم کو سرخ گول خیمے میں دیکھا۔ اور یہ دیکھا کہ بلال نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کا

وَضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُوْنَ

پانی لیا اور میں نے دیکھا کہ لوگ اس پانی کو ہاتھوں ہاتھ لے رہے ہیں۔ اس پانی سے اگر

ذٰلِكَ الْوَضُوْءَ فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهٖ وَمَنْ لَّمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا

کسی کو کچھ مل جاتا تو اسے اپنے منہ پر ملتا اور جسے کچھ نہ ملتا تو وہ اپنے ساتھ والے

تھا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر دو رکعت پڑھی۔ یعنی ظہر کے اخیر وقت میں ظہر اور عصر کے اول وقت میں عصر۔ اور ۔ باب الصلوۃ الی العنزۃ ۔ میں ہے کہ یہ واقعہ ہاجرہ یعنی دوپہر بعد ہوا تھا۔ ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت بلال نے اذان کہی تو اذان میں (دائیں بائیں حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے وقت) گھومے تھے اور اپنے کانوں میں انگلیاں کرلی تھیں۔

**باب کا فائدہ** بعض احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سرخ رنگ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا۔ مثلاً ابو داؤد[1] اور ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے ایک شخص سرخ کپڑے پہنے ہوئے گذرے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کیا مگر حضور نے جواب نہ دیا۔ ابو داؤد[2] میں ہے کہ رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ہماری سواریوں اور اونٹوں پر ایسی چادریں ہیں جن کے دھاگے سرخ اون کے ہیں۔ اس پر فرمایا۔ کیا میں یہ نہیں دیکھتا کہ سرخ رنگ تم پر چھا گیا ہے۔ ہم نے حضور کے اس ارشاد کی وجہ سے اتنی تیزی سے ان چادروں کو اتارا کہ کچھ اونٹ بھڑک گئے۔ ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ سرخ رنگ کے کپڑے ممنوع ہیں امام بخاری کا مذہب غالباً یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔ اس لئے کہ جن کپڑوں کا استعمال جائز نہیں۔ انھیں پہن کر نماز مکروہ ہوتی ہے۔ یہی بتانے کیلئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ الصلوۃ فی الثوب الاحمر۔ سرخ کپڑے میں نماز کا بیان۔ اس کے ثبوت کیلئے جو حدیث لائے ہیں اس میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سرخ پوشاک پہنے ہوئے نماز پڑھی۔ اس سے جواز ثابت ہوگیا۔ ہمارے یہاں اس مسئلے میں تفصیل ہے۔ کُسُم اور زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے پہننا مکروہ تحریمی اور ناجائز ہے۔ جیسا کہ متعدد احادیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسم سے رنگے ہوئے کپڑے سے منع فرمایا۔ بخاری میں ہے کہ حضرت

---

[1] جلد ثانی۔ لباس باب فی الحمرۃ ص۲۰۳ [2] جلد ثانی ادب باب ماجاء فی لبس العصفر ص۱۰۳ [3] لباس باب فی الحمرۃ ص۲۰۳۔

أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهٖ ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ عَنَزَةً لَّهٗ فَرَكَزَهَا

کے ہاتھ کی تری لے لینا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ بلال چھوٹا نیزہ لائے اور اسے گاڑا اور رسول اللہ

وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مُشَمِّرًا صَلَّى إِلَى

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرخ جوڑا پہنے تہبند اٹھائے برآمد ہوئے اس نیزے کی طرف

الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ يَمُرُّوْنَ مِنْ بَيْنِ يَدَيِ الْعَنَزَةِ

منہ کرکے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ اور میں نے انسانوں اور چوپایوں کو دیکھا کہ اس نیزے کے آگے سے گذرتے تھے

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ مرد زعفران سے رنگے۔ دوسری کسی چیز سے اگر کپڑا سرخ رنگا گیا ہے اور شوخ ہے تو مکروہ تنزیہی ہے ورنہ نہیں۔ ناپسند ہونا ان احادیث سے ثابت ہوا جو ہم نے ابوداؤد اور ترمذی کی نقل کیں۔ اور اس باب میں امام بخاری جو حدیث لائے اس سے بلا کراہت جواز ثابت ہوتا ہے دونوں میں تطبیق کی ایک صورت یہی ہے کہ ناپسندیدگی شوخ سرخ رنگ سے تھی اور جو حلہ زیب تن فرمایا یہ ہلکے سرخ رنگ کا رہا ہوگا۔ بیان جواز کے لئے زیب تن فرما لیا۔ ویسے علامہ عینی وغیرہ احناف نے فرمایا۔ کہ یہ حلہ سرخ دھاری دار تھا اس کی زمین سفید تھی۔ جیسا کہ ابن عربی کی احکام القرآن میں تفصیل مذکور ہے۔

**أَخَذَ وَضُوْءٌ** اس سے مراد یہ ہے کہ وضو کے لئے پانی لائے۔ اس کی دلیل مسلم کی یہ روایت ہے جسمیں اس کے بعد مذکور ہے۔ فتوضا۔ پھر حضور نے وضو فرمایا۔

**ذٰلِكَ الْوَضُوْءُ** اس سے مراد وہ پانی ہے جو وضو فرماتے وقت گرتا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام اولیائے عظام کے تبرکات سے برکت حاصل کرنا سنت صحابہ ہے۔ نیز اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحراء میں نماز پڑھتے وقت سترہ گاڑ لینا چاہئے۔ امام کا سترہ تمام مقتدیوں کا سترہ ہے۔ مقتدیوں کو اپنے آگے سترہ قائم کرنے کی حاجت نہیں۔ سترہ کے آگے سے گذرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اس حدیث کا کچھ حصہ کتاب الطہارۃ میں گذر چکا ہے۔ سرخ کپڑے کی بحث کے لیئے اس کو میں نے دوبارہ ذکر کیا۔

---

عہ بخاری جلد اول صلوٰۃ باب فی الثوب الاحمر ص۵۲ ایضا وضوء باب استعمال فضل وضوء الناس ص۳۱۔ ایضا باب سترۃ الامام سترۃ من خلفہ ص۷۱ ایضا باب الصلوٰۃ الی العنزۃ ص۷۱۔ ایضا جلد ثانی لباس القسر فی الثیاب ص۸۷۱۔ ایضا باب القبۃ الحمراء ص۸۷۱۔ مسلم جلد اول صلوٰۃ باب سترۃ المصلی ص۱۹۵۔ ابوداؤد جلد اول باب مایستر المصلی ص۱۰۔ ترمذی جلد اول باب ماجاء فی ادخال الاصبع اذن عند الاذان ص۲۷۔ نسائی جلد اول قبلہ باب الصلوٰۃ فی الثیاب الحمر ص۱۲۵ ایضا جلد ثانی زینت۔ باب اتخاذ القباب الاحمر ص۲۰۳۔ ابن ماجہ اذان۔ باب السنۃ فی الاذان ص۵۲۔

ت ۹۲ :- وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَأْسًا اَنْ يُّصَلِّيَ عَلَى الْجَمْدِ وَالْقَنَاطِيْرِ وَاِنْ جَرٰى

امام حسن بصری نے اس میں کوئی حرج نہیں جانا کہ جم کر برف ہوجانے والے پانی یا پلوں پر نماز پڑھی

تَحْتَهَا بَوْلٌ اَوْ فَوْقَهَا اَوْ اَمَامَهَا اِذَا كَانَ بَيْنَهُمَا سُتْرَةٌ ۵

اگر ان کے نیچے یا اوپر یا آگے پیشاب (یا اور کوئی نجاست) بہ رہی ہو۔

ت ۹۳ :- وَصَلّٰى اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلٰى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مسجد کی چھت پر امام

بِصَلٰوةِ الْاِمَامِ ۵

کی اقتدا میں نماز پڑھی۔

ت ۹۴ :- وَصَلّٰى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلَى الثَّلْجِ ۵

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے برف پر نماز پڑھی۔

تشریح ۹۲-۹۳-۹۴ :- ثلج۔ اس برف کو کہتے ہیں جو فضا سے گرتی ہے۔ اگر یہ جم کر اتنی سخت ہوگئی ہے کہ سجدہ کرنے میں پیشانی اس پر ٹک جائے تو اس پر نماز صحیح ہے۔ اور اگر اتنی سخت نہیں ہے، تو جائز نہیں۔ یہی حکم گدّے قالین وغیرہ کا بھی ہے۔

## تشریحات ۲۶۲ :-

اِلٰى فُلَانَةَ۔ یہ علم سے کنایہ ہے اس وجہ سے کہ یہ علمیت اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ ان کا نام کیا تھا۔ اس کی یقینی طور پر تعیین نہیں ہوسکی۔ علامہ عینیؒ کا رجحان یہ ہے کہ ان کا نام عائشہ تھا۔ جیسا کہ طبرانی کی معجم اوسط میں ہے۔ جس بڑھئی نے بنایا تھا ان کا نام کسی نے قبیصہ مخزومی، کسی نے میمون، کسی نے صلاح کسی نے مینا، کسی نے یاقوم بتایا۔

مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ | کتاب الصلوٰۃ میں ہے من اثل الغابۃ۔ طرفاء اور اثل۔ دونوں، جھاؤ کے درخت کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ خطابی نے کہا۔ ابن سیدہ نے کہا کہ اثل، طرفاء کے مشابہ ہوتا ہے مگر اس سے بڑا ہوتا ہے۔

---

۵ بخاری جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی السطوح والمنبر والخشب ص۵۴ ۵ ایضا ابن ابی شیبہ وسعید بن منصور۔
۵ بخاری جلد اول باب الصلوٰۃ فی السطوح ص۵۵۔

## حدیث ۲۶۲ صفۃ منبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حَدَّثَنَا اَبُوْحَازِمِ بْنِ دِيْنَارٍ اَنَّ رِجَالًا اَتَوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ

ابو حازم بن دینار نے یہ حدیث بیان کی - کچھ لوگ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں

وَقَدِ امْتَرَوْا فِي الْمِنْبَرِ مِمَّ عُوْدُهُ ، فَسَأَلُوْهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ

حاضر ہوئے ان لوگوں کو یہ یقین سے معلوم نہیں تھا کہ منبر اقدس کس لکڑی کا تھا - ان لوگوں نے حضرت سہل

لَاَعْرِفُ مِمَّا هُوَ وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ اَوَّلَ يَوْمٍ وُضِعَ وَاَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ

سے اس کے بارے میں دریافت کیا - اس پر انھوں نے فرمایا - بخدا میں جانتا ہوں کہ وہ کس لکڑی کا تھا - اور

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ

میں نے اسے اسی دن دیکھا تھا جس دن رکھا گیا تھا - اور جس دن رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پہلے

سَلَّمَ اِلٰى فُلَانَةَ اِمْرَأَةٍ مِنَ الْاَنْصَارِ قَدْ سَمَّاهَا ، سَهْلٌ ، مُرِيْ

اس پر بیٹھے تھے - رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے انصار کی ایک عورت فلانہ کے پاس کہلا یا - حضرت سہل

غابہ ، مدینہ طیبہ سے نو میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے - جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اونٹ چرتے تھے - حمل و عرینہ نے ڈاکہ ڈالا تھا - یاقوت نے کہا یہ مدینہ سے چار میل دوری پر ہے - زمخشری نے ایک برید کا فاصلہ بتایا - ان سب میں تنافی نہیں - مدینے سے اس کا ابتدائی حصہ کہیں چار میل کہیں ایک برید اور انتہائی حصہ نو میل ہے - غابہ کے معنی جھاڑ کے بھی ہیں - اس منبر کی تین سیڑھیاں تھیں[1] اور ایک استراح بیٹھنے کے لئے تھا[2] حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے اونچے والے درجے پر قیام فرماتے - حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے درجے اور حضرت فاروق اعظم سب سے نیچے والے تیسرے پر - حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لئے اب کوئی درجہ ہی نہ رہا تو اوپر والے درجہ پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا - جب لوگوں نے دریافت کیا ، ایسا کیوں کیا ؟ تو فرمایا - اگر دوسرے پر کھڑا ہوتا تو لوگ گمان کرتے کہ میں صدیق کا ہمسر ہوں - تیسرے پر کھڑا ہوتا تو حضرت فاروق کے ساتھ برابری کا وہم ہوتا ، اس لئے وہاں کھڑا ہوا جہاں برابری کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہو سکتا -

**فَائِدَہ بَاب :-** یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے "چھتوں اور منبر پر نماز کا بیان" اس کی ضرورت یہ پڑی کہ حدیث گذر چکی - کہ فرمایا - زمین میرے لئے مسجد یعنی نماز پڑھنے کی جگہ بنائی گئی ہے - اور چھت ، منبر ، تخت وغیرہ زمین نہیں -

---

[1] مسلم ، ابن ماجہ ، مسند امام احمد [2] رد المحتار جلد اول صفحہ ۵۵۲ - فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ

غُلَامَكِ النَّجَّارَ اَنْ يَعْمَلَ لِيْ اَعْوَادًا اَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ اِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ

نے ان کا نام لیا تھا۔ کہ اپنے غلام کو جو بڑھئی ہے یہ حکم دے کہ میرے لئے ایسی لکڑیاں بنادے کہ جب مجھے لوگوں سے

فَاَمَرَتْهُ فَعَمِلَهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ ثُمَّ جَاءَ بِهَا فَاَرْسَلَتْ اِلَى رَسُوْلِ

کچھ کہنا ہو تو اس پر بیٹھوں۔ ان عورت نے اپنے غلام کو حکم دیا۔ اس نے "غابہ کے جھاؤ" سے بنایا اور اسے لایا۔ ان

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ هٰهُنَا

عورت نے منبر رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کیخدمت میں بھیجدیا حضور نے حکم دیا اور منبر یہاں رکھا گیا۔ اسکے بعد

ثُمَّ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، صَلّٰى

میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دیکھا۔ کہ اس پر نماز پڑھی۔ اسی پر

توشبہ ہوتا ہے کہ شاید ان پر نماز درست نہ ہو۔ اس کے ازالے کے لئے یہ باب قائم فرمایا ہے۔

**مسائل** تعلیم کی مقصود تھی۔ ۱۔ امام مقتدیوں سے اونچی جگہ کھڑا ہو، یہ جائز ہے۔ اگر کوئی ضرورت ہو تو کراہت بھی نہیں۔ مثلاً یہاں امت میں سے تھا۔ حضرات خلفائے راشدین کو بار بار تعلیم کی ضرورت پیش آئی مگر کبھی یہ منقول نہیں کہ ان حضرات نے منبر یا کسی اونچی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھی ہو اور نہ کسی صحابی سے منقول ہے۔ ۲۔ نماز میں ایک دو قدم چلنے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ ۳۔ عمل قلیل مفسد نماز نہیں۔ ۴۔ علماء، مشائخ کا اونچی جگہ بیٹھنا جائز ہے۔

**قَالَ اَبُوْعَبْدُ اللّٰهِ** اس کا مطلب یہ ہے کہ امام احمد نے علی بن مدینی سے فرمایا آپ کی روایت کردہ اس حدیث سے میں نے یہ سمجھا ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، بلندی یعنی منبر پر تھے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ امام مقتدیوں سے اونچی جگہ ہو۔ علی بن مدینی نے فرمایا۔ کیا آپنے، سفیان بن عیینہ سے یہ حدیث نہیں سُنی۔ ان سے اکثر اس بارے میں سوالات ہوتے اور وہ یہی حدیث بیان کرتے۔ امام احمد نے فرمایا۔ نہیں۔ یعنی یہ حدیث پوری نہیں سُنی ہے۔ میں نے پوری کی قید اس لئے لگائی کہ سند امام احمد میں اس حدیث کا جز سفیان بن عیینہ ہی سے اسی سند کے ساتھ مذکور ہے۔ بس اتنا۔ قال سھل کان المنبر من اثل الغابۃ۔

## تشریحات ۲۶۳ :-

**فجحشت** :- علامہ خطابی نے فرمایا۔ کہ جحش کے معنی کھال چھل جانے کے ہیں۔ لیکن اندازہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ کچھ چوٹ بھی آئی تھی۔ اور تکلیف بھی تھی۔ جسکی وجہ سے حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکے امام احمد نے حضرت انس ہی سے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت کی۔ انفکت قدمہ۔ قدم پاک اکھڑ گیا۔ اور یہی اسماعیلی کے یہاں، البشر بن المفضل

عَلَيْهَا وَكَبَّرَ وَهُوَ عَلَيْهَا ثُمَّ رَكَعَ وَهُوَ عَلَيْهَا ثُمَّ نَزَلَ الْقَهْقَرٰى فَسَجَدَ فِيْ اَصْلِ الْمِنْبَرِ

تشریف رکھتے ہوئے تکبیر پڑھی پھر اسی پر رہتے ہوئے رکوع فرمایا پھر الٹے قدم پھر کر منبر کی جڑ میں سجدہ کیا۔ پھر

ثُمَّ عَادَ فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ. فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا صَنَعْتُ

منبر پر تشریف لے گئے جب نماز سے فارغ ہو چکے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اے لوگو! یہ میں نے

هٰذَا لِتَأْتَمُّوْا بِيْ وَلِتَعَلَّمُوْا صَلٰوتِيْ ۔

اس لئے کیا ہے تاکہ تم لوگ میری اتباع کرو اور میری نماز سیکھ لو۔

## حدیث ۱۲۶۳۔ فجلس فی مشربۃ لہٗ ۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنے گھوڑے سے

عن حمید بھی ہے۔ بلکہ بخاری باب اذا رأیتم الھلال فصوموا۔ میں بھی ہے۔ دونوں روایتوں کو جمع کرنے سے حاصل یہ نکلا کہ شدید خراش بھی آئی تھی۔ اور پاؤں بھی اکھڑ گیا تھا۔ یہاں شک راوی ہے کہ یہ خراش پنڈلی میں تھی یا شانے میں۔ مگر دوسری روایتوں میں شقہ الایمن ہے، یعنی داہنی کروٹ میں۔ یہ پنڈلی اور شانہ دونوں کو شامل ہے۔ اسی لئے علامہ ابن حجر نے فرمایا یہ اشمل ہے۔

**یہ واقعہ کب ہوا تھا** گھوڑے سے گر کر چوٹ لگنے کا واقعہ ۵ھ میں واقع ہوا۔ جیسا کہ عینی میں ہے۔ اور ابن حبان نے بھی لکھا ہے[1] حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کسی ضرورت سے "غابہ" تشریف لے جا رہے تھے۔ کسی ناگہانی افتاد کی وجہ سے ایک کھجور کے درخت کی جڑ میں گر پڑے[2]۔ اور داہنا پاؤں اکھڑ گیا۔ اور داہنی جانب شدید خراش آئی۔ پنڈلی میں بھی اور شانے میں بھی۔

**وآلی من نسائہ** ایلاء کا مادہ "الیۃ" ہے۔ اس کے معنی قسم کے ہیں۔ شریعت میں ایلاء اسے کہتے ہیں کہ کوئی یہ قسم کھائے کہ میں چار مہینے

---

ع بخاری جلد اول۔ جمعہ باب الخطبۃ علی المنبر ص۱۲۵ ایضاً صلوٰۃ۔ باب الصلوٰۃ علی السطوح والمنبر ص۵۵ ایضاً باب الاستعانۃ بالنجار والصناع فی اعواد المنبر ص۶۴ جلد ثانی ص۱۰۸ باب من استوھب من اصحابہ شیئاً ص۹۱۴ مسلم جلد اول مساجد باب جواز الخطوۃ والخطوتین فی الصلوٰۃ ص۲۰۶ ابوداؤد جلد اول جمعہ باب اتخاذ المنبر ص۱۵۴ نسائی جلد اول مساجد باب الصلوٰۃ علی المنبر ص۱۲۰ ابن ماجہ صلوٰۃ باب بدء شان المنبر ص۱۰۳ ۔ دارمی صلوٰۃ ص۴۵۔

[1] فتح الباری جلد ثانی باب انما جعل الامام لیؤتم بہ ص۱۴۹ [2] ابن خزیمہ و ابوداؤد۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَقَطَ عَنْ فَرَسِہٖ فَجُحِشَتْ سَاقُہٗ اَوْ کَتِفُہٗ وَاٰلٰی مِنْ نِسَائِہٖ

زمین پر آرہے۔ جس سے آپ کی پنڈلی یا کاندھا چھل گیا اور حضور نے قسم کھائی کہ ایک مہینے

یا اس سے زائد مدت تک اپنی بیوی کے قریب نہیں جاؤں گا۔ یہاں حدیث میں اِیلاء سے فقہی معنی مراد نہیں۔ لغوی معنی مراد ہے۔ یعنی صرف قسم کھانا۔ مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہ قسم کھائی کہ ایک مہینے تک اپنی ازواج کے قریب نہیں جاؤں گا۔ یہ قسم کس وجہ سے کھائی تھی اس کے مختلف اسباب، احادیث و کتب سیر میں مذکور ہیں۔ اس کی تفصیل کتاب النکاح میں آئے گی۔

**یہ اِیلاء کا واقعہ کب ہوا**

اس حدیث کے ظاہر سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ اس چوٹ لگنے اور ایلاء کا واقعہ ایک ہی ساتھ پیش آیا تھا۔ یہ دھوکہ شبلی صاحب کو بھی ہو گیا[1]۔ چونکہ دونوں واقعے میں یہ دو باتیں مشترک ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ایام میں بالاخانے پر تشریف رکھتے تھے۔ اور یہ قیام ۲۹ دن رہا۔ اس لئے بعض رُواۃ نے یہ سمجھ لیا کہ یہ دونوں ایک ہی واقعے ہیں۔ مگر درحقیقت یہ دو الگ الگ واقعے ہیں اور الگ الگ سن میں رونما ہوئے۔ اس پر سب سے پہلے علامہ زرقانی کی نظر گئی۔ اس پر مندرجۂ ذیل دلائل ہیں۔ اس چوٹ کا واقعہ ۵ھ میں پیش آیا۔ اور واقعہ ایلاء ۹ھ میں۔ اس چوٹ والے واقعے میں حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بالاخانہ سے نیچے تشریف نہیں لاتے تھے۔ نیچے تشریف لانا تو بہت دور ہے، ابتداء میں کھڑے بھی نہیں ہو سکتے تھے۔ بالاخانہ ہی پر نمازیں ادا فرماتے وہ بھی بیٹھ کر۔ صحابۂ کرام عیادت کے لئے حاضر ہوتے رہتے۔ صحابہ کرامؓ ازواج مطہرات میں کسی بچینی کا کوئی ذکر نہیں۔ برخلاف واقعۂ ایلاء کے۔ اس میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالاخانہ سے نیچے اترتے، مسجد میں آکر نمازیں پڑھتے۔ دن میں ایک کنوئیں میں تشریف لیجاتے جسمیں ایک پیلو کا درخت تھا، اس کے سایے میں آرام فرماتے۔ صحابۂ کرام میں شدید اضطراب تھا۔ ازواج مطہرات کا سکون رخصت تھا۔ آگے حدیث ایلاء کتاب النکاح میں مفصل آئیگی۔ جسمیں یہ ہے کہ حضرت عمر کے دوست نے ان سے کہا۔ ایک بہت بڑا حادثہ ہو گیا ہے غسان کے حملے سے بھی بڑھ کر۔ حضرت عمر نے فجر کی نماز حضور کے پیچھے پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر حضور بالاخانے پر تشریف لیگئے۔ صحابۂ کرام مسجد میں بیٹھے رو رہے تھے۔ ازواج مطہرات الگ رو رہی تھیں۔ دروازے پر دربان تھا، کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ حضرت عمر کو بھی بمشکل اجازت ملی۔

فتح الباری میں ہے۔ کہ واقعۂ ایلاء میں رات کے وقت بالاخانہ پر تشریف رکھتے اور دن میں قریب ہی کے ایک کنوئیں میں پیلو کے درخت کے نیچے تنہا قیلولہ فرماتے۔ اور یہی وفاء الوفاء میں بھی ہے۔ ان سب سے ظاہر ہو گیا کہ یہ دونوں دو واقعے ہیں۔

اس چوٹ کے وقت جب کہ حضور بالاخانے سے نیچے اترتے نہ تھے تو مسجد نبوی میں ان دنوں نماز کس نے پڑھائی، یہ اب تک کہیں میری نظر سے نہیں گذرا۔

---

[1] سیرۃ النبی جلد اول صـ ۵۵۱۔

شَهْرًا فَجَلَسَ فِي مَشْرُبَةٍ لَّهُ دَرَجَتُهَا مِنْ جُذُوعِ النَّخْلِ ، فَأَتَاهُ

تک اپنی ازواج کے پاس نہیں جائیں گے اسکے بعد اپنے ایک بالاخانے میں قیام فرمایا جسکے زینے کھجور کی لکڑی کے تھے

أَصْحَابُهُ يَعُودُونَهُ فَصَلَّى بِهِمْ جَالِسًا وَهُمْ قِيَامٌ فَلَمَّا سَلَّمَ

خدمت اقدس میں صحابۂ کرام عیادت کے لئے حاضر ہوئے تو حضورؐ نے انہیں بیٹھے بیٹھے نماز پڑھائی اور صحابہ کھڑے تھے

**ان صلی قائما فصلوا قیاما** بعض حدیثوں میں یہ بھی ہے۔ واذا صلی جالسا فصلوا جلوسا[1] اور جب امام بیٹھ کر پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر پڑھیں۔ حالانکہ ہمارا اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے۔ کہ اگر کسی عذر کیوجہ سے امام بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے۔ تو مقتدی بیٹھیں گے نہیں کھڑے ہو کر پڑھیں گے۔ اس کا جواب خود امام بخاری نے یہ دیا ہے۔ کہ حمیدی نے کہا، کہ یہ ارشاد پہلے کا ہے۔ یعنی اس واقعے کے وقت ۵ھ کا اور مرض وصال میں حضورؐ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اور تمام صحابۂ کرام کھڑے تھے۔ اس وقت حضورؐ نے صحابہ کو کھڑے ہونے کا حکم نہیں دیا۔ اور اعتبار آخر فالآخر کا ہوتا ہے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ مرض وصال والی حدیث میں اضطراب ہے۔ بعض میں یہ ہے کہ امام حضرت صدیق اکبرؓ تھے۔ اور حضورؐ مقتدی۔ جیسا کہ ترمذی اور نسائی میں حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے۔ نیز نسائی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی مروی ہے۔ اس لئے اس حدیث سے نسخ نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواب علامہ عینی نے امام بیہقی سے یہ نقل کیا، کہ مرض وصال میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام بنانے کے بعد دو بار مسجد میں نماز کے لئے تشریف لائے۔ پہلی بار ہفتہ یا اتوار کو نماز ظہر میں۔ اس میں حضورؐ امام تھے اور حضرت صدیق سمیت تمام صحابہ مقتدی۔ دوسری بار ٹھیک وصال کے روز دوشنبہ کے دن نماز فجر میں جبکہ ایک رکعت ہو چکی تھی دوسری رکعت میں شامل ہوئے۔ اس میں حضرت صدیق امام تھے اور حضورؐ مقتدی۔ رہگئی وہ روایت کہ یوم وصال پردہ اٹھا کر لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھا اور پردہ چھوڑ دیا۔ یہ پہلی رکعت میں ہوا۔ بعد میں افاقہ اور کچھ طاقت محسوس ہوئی تو مسجد میں تشریف لائے اور دوسری رکعت میں شریک ہو گئے[2] علاوہ ازیں سقوط عن الفرس والی حدیث بھی اضطراب سے خالی نہیں۔ بخاری[3] اور مسلم[4] دونوں میں ایک روایت ہے فصلی بنا قاعدا فصلینا وراءہ قعودا۔ حضورؐ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی ہم لوگوں نے حضورؐ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔

اقول باللہ التوفیق۔ یہ نماز فرض تھی جب تو ان ابحاث کی گنجائش ہے جو شارحین نے یہاں شرح وبسط کے ساتھ تحریر کی ہیں۔ اور اگر نفل تھی تو پھر بحث ہی ختم ہے۔ علامہ قرطبی کی رائے ہے کہ یہ نماز فرض تھی۔ علامہ ابن حجر[5] کا بھی یہی رجحان معلوم ہوتا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے۔ کہ ایک روایت میں یہ ہے فحضرت الصلوٰۃ۔ اس کا صریح مفہوم یہ ہے

---

[1] بخاری جلد اول اذان باب انما جعل الامام لیؤتم بہ ص ۹۶،۹۵ [2] جلد رابع باب الصلوٰۃ علی السطوح ص ۱۰۶ موسیٰ بن عقبہ فی المغازی
[3] اول اذان باب انما جعل الامام لیؤتم بہ ص ۹۶ [4] جلد اول صلوٰۃ باب ایتمام المأموم الامام ص ۱۷۶ [5] فتح الباری
جلد ثانی اذان باب انما جعل الامام لیؤتم بہ ص ۱۵۱

قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا

سلام پھیرنے کے بعد حضورؐ نے فرمایا امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اسکی اقتداء کرو۔ جب تکبیر کہے تو تم لوگ بھی تکبیر کہو اور جب رکوع

رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَاِنْ صَلّٰی قَائِمًا فَصَلُّوْا قِیَامًا وَنَزَلَ لِتِسْعٍ

کرے تو رکوع کرو اور جب سجدہ کرے تو سجدہ کرو۔ اور اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو کھڑے ہو کر پڑھو اور حضورؐ انتیس

وَعِشْرِیْنَ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ اٰلَیْتَ شَهْرًا، فَقَالَ اِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ

دن پر نیچے اترے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپنے ایک مہینے کیلئے قسم کھائی تھی۔ فرمایا یہ مہینہ انتیس دن کا ہے۔

کہ لوگ نماز کے لئے اکٹھے ہو گئے اور جماعت کا وقت ہو گیا۔ جسکی تعبیر ہمارے عرف میں یہ ہوتی ہے کہ جماعت تیار ہے۔ صحابہ کرام صرف فرض ہی کے لئے اکٹھے ہوتے تھے۔ اس لئے ثابت کہ یہ نماز فرض تھی۔ علاوہ ازیں ابوداؤد[1] میں تصریح ہے کہ صحابہ کرام نے ان ایام میں دو بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ ایک مرتبہ نفل اور دوبارہ فرض میں اقتدا کی۔ لیکن اس خادم کی نظر میں امام قاضی عیاض کا قول راجح ہے کہ یہ نماز نفل تھی۔ کیونکہ ان ایام میں مسجد میں نماز ضرور ہوتی تھی۔ مسجد میں نماز پڑھنا صحابہ نے چھوڑ نہیں دیا تھا۔ اس لئے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام مسجد میں جماعت سے نماز فرض پڑھ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہونگے۔ اور جب دیکھا کہ حضور نماز پڑھ رہے ہیں تو حصول برکت کے لئے بہ نیت نفل شریک ہو گئے۔ تو اگرچہ حضور فرض پڑھ رہے تھے مگر صحابہ کرام کی نماز نفل تھی۔ اور نفل قیام پر قدرت ہوتے ہوئے بیٹھ کر پڑھنا بالاتفاق جائز ہے۔ اب حدیث کا مفاد یہ ہوا کہ جب امام کے پیچھے نفل پڑھو اور امام بیٹھا ہو تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔ اور ہمارا دوسرے ائمہ سے جو اختلاف ہے وہ فرض کے بارے میں ہے۔ اسطرح دونوں حدیثوں میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔ نسخ کے قول کی حاجت نہیں رہی۔

**یہ نماز کون تھی** فیض الباری میں ادعا ہے کہ یہ نماز ظہر تھی۔ مگر اس پر کوئی سند نہیں پیش کی۔ اس لئے یہ محض ادعا ہی ادعا ہے۔ حضرت انس ہی کی ایک روایت میں فصلی بنا یومئذ، ہے۔ اس دن ہمیں نماز پڑھائی۔ علامہ ابن حجر[2] نے اس سے استدلال فرمایا کہ یہ دن کی نماز تھی۔ خواہ ظہر ہو خواہ عصر۔ لیکن اگر نماز نفل تھی جیسا کہ اس خادم کا رجحان ہے تو یہ استدلال تام نہیں۔

**مرض وصال میں کتنی نمازیں مسجد میں پڑھیں** مرض وصال میں کتنی بار مسجد میں تشریف لاکر نمازیں پڑھیں؟ اس سلسلے میں علامہ عینی کی تحقیق گذری کہ دو بار۔ ایک مرتبہ ہفتہ یا اتوار کو نماز ظہر کے لئے۔ دوبارہ دوشنبہ کو نماز فجر میں۔ لیکن حدیث کے تمام طرق پر جب نظر دقیق ڈالی جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ چار بار مسجد میں تشریف لائے۔ ایک تو جمعہ کے بعد ہفتہ کی رات میں عشاء کی نماز کے وقت جبکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام بنایا تھا۔ مسلم شریف[3] میں ہے ــــ فلما دخل فی الصلوٰۃ وجد من نفسہ خفۃ فقام یہادی بہا الخ جب ابوبکر نے نماز شروع کر لی تو حضورؐ نے اپنی طبیعت ہلکی پائی اور کھڑے ہو کر دو آدمیوں کے مابین، دوسری

---

[1] جلد اول صلوٰۃ باب الامام یصلی من قعود صـ ۸۹ [2] فتح الباری جلد ثانی اذان باب انما جعل الامام لیوتم بہ صـ ۱۵۱
[3] جلد اول صلوٰۃ باب استخلاف الامام صـ ۱۹۰ ۔ [4] .... اس کا حاشیہ اگلے صفحہ پر آرہا ہے۔

## ت ۹۵ :- وَصَلّٰی جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ وَاَبُوْسَعِیْدٍ فِی السَّفِیْنَۃِ قَائِمًا ؎

حضرت جابر بن عبد اللہ اور ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

بار سنیچر یا اتوار کو نماز ظہر میں۔ جیسا کہ گذر چکا۔ تیسری بار دوشنبے کو نماز فجر میں۔ جیسا کہ پہلے بھی اور ابھی عینی کے حوالے سے گذرا۔ ان تینوں بار نماز میں شرکت فرمانے کی تصریح ہے۔ چوتھی بار پٹی باندھ کر مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھے۔ خطبہ دیا جیسا کہ بخاری[1] ہی میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ اس روایت میں صراحت کے ساتھ نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز بھی پڑھی۔ مگر قیاس یہی کہتا ہے کہ ایسے ہی وقت مسجد میں تشریف لائے ہوں گے کہ نماز کے لئے صحابہ کرام جمع ہو چکے ہوں گے۔ اس لئے اغلب یہ ہے کہ نماز بھی پڑھی ہوگی۔ اس سے ان تمام روایتوں میں تطبیق ہو جائے گی جن میں سہارا دینے والوں کے نام مختلف آئے ہیں۔ جیسا کہ گذر چکا۔

**انما جعل الامام لیؤتم بہ** ہمارے یہاں اقتدا صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ امام کی نماز مقتدی کے مساوی ہو یا اعلیٰ، ادنیٰ نہ ہو۔ اس لئے فرض پڑھنے والے کے پیچھے نفل پڑھنے والا اقتدا کر سکتا ہے جیسا کہ ابھی ابو داؤد کی حدیث گذری کہ حضور فرض پڑھ رہے تھے اور صحابہ کرام نے حضور کے پیچھے نفل پڑھی۔ مگر نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والا اقتدا نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ ادون پر اعلیٰ کی بنا درست نہیں

## تشریحات ۹۵-۹۶ :-

یہاں امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے۔ باب الصلوٰۃ علی الحصیر۔ چٹائی پر نماز پڑھنے کا بیان ـــــ یہ باب قائم کرنے کی ضرورت یہ پیش آئی، کہ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا عفر وجهك فی التراب۔ اپنے چہرے کو دھول سے لتھیڑ۔ اس سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ اگر زمین اور نمازی کے مابین جنس ارض کے علاوہ کوئی چیز حائل ہو تو نماز درست نہ ہوگی۔ باب قائم کر کے امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا۔ نماز صحیح ہونے کے لئے استقرار

---

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) ؎ بخاری جلد اول اذان باب انما جعل الامام لیؤتم بہ ص۹۲ ایضاً صلوٰۃ باب الصلوٰۃ علی السطوح والمنبر ص۵۵ ایضاً باب اذا کان بین الامام والقوم حائط ص۱۰۱ ایضاً باب یہوی بالتکبیر حین یسجد ص۱۱۱ ایضاً باب تقصیر الصلوٰت باب صلوٰۃ القاعد ص۱۵۱ ایضاً صوم باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا رایتم الہلال فصوموا ص۲۹۴ ایضاً مظالم باب الغرفۃ والعلیۃ المشرفۃ وغیر المشرفۃ ص۳۳۵ ۴ ایضاً طلاق باب قولہ تعالیٰ للذین یؤلون من نسائہم تربص اربعۃ اشہر ص۷۹۰ ایضاً ایمان ونذور۔ باب من حلف لایدخل علی اہلہ شہرا ص۹۸۹ مسلم جلد اول باب ائتمام الماموم بالامام ص۱۷۶ ابو داؤد جلد اول صلوٰۃ باب الامام یصلی من قعود ص۸۸ ترمذی جلد اول صلوٰۃ۔ باب اذا صلی الامام قعودا فصلوا قعودا ص۴۷ نسائی جلد اول امامۃ۔ باب الائتمام بالامام یصلی قاعدا ص۱۳۳ ابن ماجہ باب انما جعل الامام لیؤتم بہ ص۸۸ موطا باب صلوٰۃ الامام وہو جالس ص۵۱ دارمی صلوٰۃ ۴۴۔ مسند امام احمد۔

---

[1] جلد اول علامات النبوۃ ص۵۱۲۔ ؎ جلد اول باب الصلوٰۃ علی الحصیر ص۵۵ ابن ابی شیبہ۔

[2] ایضاً جلد ثانی بکاء باب قول اللہ تعالیٰ الرجال قوامون علی النساء ص۷۸۳

## ت ۹۶ :- وَقَالَ الْحَسَنُ تُصَلِّیْ۔

اور امام حسن بصری نے فرمایا (کشتی) میں کھڑے ہو کر۔

عَلَی الارض شرط ہے اگرچہ نمازی اور زمین کے مابین کوئی چیز حائل ہو۔ جیسے چٹائی۔

**مُطَابَقَت** دونوں اثر اور باب میں مطابقت یہ ہے۔ چٹائی کھجور کے پتیوں یا کسی اور نباتات سے بنائی جاتی ہے۔ اور کشتی بھی لکڑی سے بنتی ہے۔ جب لکڑی کی کشتی پر نماز درست ہے، حالانکہ کشتی اور زمین کے مابین پانی حائل ہے تو چٹائی پر بدرجہ اولیٰ صحیح ہوگی۔ کیونکہ یہ بھی لکڑی ہی کی جنس سے بنی ہے۔ اور اس کے اور زمین کے مابین کچھ حائل نہیں۔ اَقُوْلُ۔ کشتی پر نماز اس وقت جائز ہے کہ وہ بیچ دریا میں ہو، اگر اتریں تو بھی پانی ہی ملے گا۔ یا کنارے اور زمین پر ٹکی نہیں ہے اور کنارے بآسانی اترنا ممکن ہے تو نماز نہ ہوگی۔ اس لئے کشتی پر چٹائی کا قیاس، قیاس مع الفارق ہے۔ ان حضرات نے جو کشتی میں نماز پڑھی اس کا محمل یہی ہے کہ وہ کشتی بیچ دریا میں تھی۔ فرض و واجب اور ملحق بواجب سنت فجر کے لئے دو شرطیں ہیں۔ ایک استقرار عَلَی الارض، یعنی زمین پر ٹکا ہونا۔ دوسرے اتحاد مکان، یعنی تمام ارکان ایک ہی جگہ ادا کئے جائیں۔ اگر ان شرطوں میں سے ایک بھی فوت ہو گئی نماز صحیح نہ ہوگی۔ مثلاً استقرار علی الارض نہیں تو اگرچہ مکان متحد ہو نماز نہ ہوگی۔ استقرار علی الارض ہے مگر مکان بدلتا رہتا ہے۔ تو بھی نماز نہ ہوگی۔ یہ اس وقت ہے جبکہ کوئی عذر نہ ہو۔ مثلاً درندے یا دشمن کا خوف۔ یا یہ کہ اگر سواری سے اترے تو بھی زمین نہ ملے۔ اور اگر موقع ایسا ہے کہ اترے اور آسانی سے زمین پر نماز پڑھ سکتا ہے تب بھی عذر نہیں۔ مثلاً کوئی ایسی گاڑی پر سوار ہے۔ اسکے چار پہیے ہیں دو آگے دو پیچھے یا تین ہیں دو آگے ایک پیچھے یا بالعکس۔ اب اگر یہ گاڑی کھڑی ہے، چل نہیں رہی ہے تو اس پر نماز صحیح ہے۔ اس لئے کہ دونوں شرطیں یہاں پائی جارہی ہیں۔ استقرار علی الارض بھی، اتحاد مکان بھی۔ اور اگر چل رہی ہے تو صحیح نہیں۔ اس لئے کہ گاڑی مستقر علی الارض نہیں۔ یا گاڑی ایسی ہے کہ اگر اس کا جوا جانور کی گردن سے اتار دیا جائے تو گاڑی ٹکی نہ رہے تو ایسی گاڑی پر نماز درست نہیں۔ خواہ وہ کھڑی ہو خواہ چل رہی ہو۔ کھڑی ہونے کی صورت میں اس لئے کہ بالکلیہ استقرار علی الارض نہیں اسکا جوا جانور کی گردن پر ہے جانور زمین کے تابع نہیں۔ دوسری صورت میں اس لئے کہ استقرار علی الارض قطعاً نہیں۔

کوئی شخص کشتی پر سوار ہے یا بحری جہاز پر تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ کشتی چل نہیں رہی ہے اور زمین پر ٹکی ہے، تو اس پر نماز بلاشبہ درست۔ استقرار علی الارض بھی ہے اور اتحاد مکان بھی۔ کشتی چل رہی ہے اگرچہ زمین پر ٹکی ہے گھسٹتی ہوئی چلتی ہے۔ کشتی سے اتر کر زمین پر نماز پڑھنا آسان ہے تو کشتی پر نماز نہ ہوگی۔ اس لئے کہ استقرار علی الارض نہیں رہا۔ کشتی زمین پر ٹکی نہیں ہے اور کھڑی ہے اور زمین پر اتر کر نماز پڑھنا آسان بھی ہے تو بھی کشتی پر نماز صحیح نہیں۔ اس لئے کہ استقرار علی الارض نہیں۔ کشتی زمین سے ٹکی نہیں ہے اور چل رہی ہے اور زمین پر اتر کر نماز پڑھنا آسان ہے یعنی کشتی اگر روک دیجائے تو بآسانی زمین پر اتر کر نماز پڑھ سکتا ہے تو بھی نماز درست نہیں، اس لئے کہ استقرار علی الارض نہیں۔ کشتی بیچ دریا میں ہے کہ اگر روکی جائے تو بھی اترنے کے بعد زمین نہ ملے گی پانی ہی پانی ہے۔ اور پانی ڈوباؤ ہے اور یہ تیرنا نہیں جانتا تو کشتی پر نماز پڑھے اگرچہ کشتی زمین پر ٹکی نہ ہو اگرچہ چل رہی ہو[۲] ہو۔ فتح القدیر[۵] اور شرح منیہ[۵۲] میں ہے۔

[۱] جلد اول قبیل بحدۃ التلاوۃ ص ۱۲۸ نول کشور [۵۲] قبیل واما الثالثۃ من الفرائض ص ۲۷۵

# قَائِمًا مَالَمْ يَشُقَّ عَلَيْهِ

نماز پڑھو اگر تمہارے ساتھیوں پر شاق

فی الایضاح فان کانت موقوفۃ فی الشط وھی علی قرار الارض فصلی قائما یجوز لانھا اذا استقرت علی الارض فحکمھا حکم الارض فان کانت مربوطۃ ویمکنہ الخروج لم یجز الصلوٰۃ فیھا لانھا اذا لم یستقر فھی کالدابۃ انتھی بخلاف ما اذا استقرت فانھا حینئذ کالسریر (زاد فی الغنیۃ) وعلی ھذا ینبغی ألّا تجوز الصلوٰۃ فیھا اذا کانت سائرۃ مع امکان الخروج الی البر وھذہ المسئلۃ الناس عنھا غافلون۔

ردالمحتار میں ہے ظاھر ما فی الھدایۃ وغیرھا الجواز قائما مطلقا ای استقرت علی الارض اولا ۔ وصرح فی الایضاح بمنعہ فی الثانی حیث امکنہ الخروج الحاقا لھا بالدابۃ (نھر) واختارہ فی المحیط والبدائع (بحر) وعزاہ فی الامداد ایضا الی مجمع الروایات عن المصفی وجزم بہ فی نور الایضاح وعلی ھذا ینبغی ان لا تجوز الصلوٰۃ فیھا سائرۃ مع امکان الخروج الی البر، وھذہ المسئلۃ الناس عنھا غافلون [1]،

تنویر الابصار میں اور الدر المختار میں ہے۔

ولو صلی علی دابۃ فی شق محمل وھو یقدر علی النزول بنفسہ لا تجوز الصلوٰۃ علیھا اذا کانت واقفۃ الا ان تکون عیدان المحمل علی الارض بان رکز تحتہ خشبۃ واما الصلوٰۃ علی العجلۃ ان کان طرف العجلۃ علی الدابۃ فتجوز فی حالۃ العذر لا فی غیرھا ومن العذر المطر وطین یغیب فیہ الوجہ

ایضاح میں ہے کشتی اگر کنارے کھڑی ہو اور وہ زمین پر ٹکی ہو اس پر نماز درست ہے اس لئے کہ وہ زمین پر ٹکی ہے تو اس کا حکم زمین کا ہے۔ اور اگر بندھی ہوئی ہے اور کشتی سے نکلنا ممکن ہے تو اس میں نماز جائز نہیں اس لئے کہ جب وہ زمین پر ٹکی نہیں ہے تو وہ چوپائے کے مثل ہے۔ اور جبکہ وہ زمین پر ٹکی ہو تو تخت کے مثل ہے ——— غنیہ میں زائد ہے۔ اس بنیاد پر کشتی اگر چل رہی ہو اور اس سے نکل کر خشکی پر آنا ممکن ہو تو کشتی میں نماز صحیح نہ ہوگی۔ اس مسئلہ سے لوگ غافل ہیں۔

ہدایہ وغیرہ کے ظاہر سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ کشتی اگر کھڑی ہو تو نماز مطلقاً جائز ہے۔ یعنی زمین پر ٹکی ہو یا نہ ٹکی ہو۔ اور ایضاح میں یہ تصریح کی، کہ اگر زمین پر ٹکی نہ ہو تو جائز نہیں جبکہ خشکی پر نکلنا ممکن ہو۔ کشتی کو چوپائے کے حکم میں مانتے ہوئے (نہر) اسے بدائع اور محیط میں اختیار فرمایا (بحر) اسے امداد میں مجمع الروایات کی طرف منسوب کیا اس میں مصفی سے ہے۔ اس پر نور الایضاح میں جزم فرمایا۔ اس بنیاد پر کشتی اگر چل رہی ہو تو نماز جائز نہیں جبکہ خشکی پر نکلنا ممکن ہو۔ اس مسئلے سے لوگ غافل ہیں۔

اگر چوپائے پر کجاوہ کے ایک طرف نماز پڑھا اور وہ خود اتر سکتا ہے تو نماز نہ ہوگی جبکہ چوپایہ کھڑا ہو۔ مگر یہ کہ محمل کی لکڑیاں زمین پر ہوں۔ اس

[1] جلد اول صلوٰۃ المریض ص۱۲۵ ۔ نعمانیہ ۔

# اَصْحَابِكَ تَدُوْرُ

نہ ہو ۔ گھومتے رہو اس کے

وذهاب الرفقاء وان لم يكن طرف العجلة على الدابة جاز لو واقفة لتعليمهم بانها كالسير هذا كله في الفرض والواجب بالنواعه وسنة الفجر بشرط ايقافها للقبلة ان امكنه والا فبقدر الامكان لئلا يختلف بسير المكان واما في النفل فيجوز على المحمل والعجلة مطلقاً ۔

ردالمحتار میں ہے ۔ والحاصل ان كلا من اتحاد المكان واستقبال القبلة شرط في صلاة غير النافلة عند الامكان لا يسقط الا بعذر فلو امكنه ايقافها مستقبلا فعل ۲

اسی میں غنیہ سے ہے ۔

هذا بناء على ان اختلاف المكان مبطل ما لم يكن لاصلاحها ۳

شامی میں بحر الرائق اور فتاوی ظہیریہ سے ہے ۔

ان جذبته الدابة حتى اذالته عن موضع سجوده تفسد ۴

طرح کہ اس کے نیچے گاڑی گئی ہو گاڑی پر نماز کا حکم یہ ہے کہ اگر گاڑی — کا جوا چوپائے پر ہو تو عذر کی حالت میں صحیح ہے ورنہ نہیں ۔ اور رہا رش اور ایسا کیچڑ جس میں چہرہ دھنس جائے ۔ اور ساتھیوں کا چلا جانا عذر ہے ۔ اور اگر گاڑی کا جوا چوپائے پر نہیں تو نماز صحیح ہے ۔ اگر گاڑی کھڑی ہو ، اس لئے کہ یہ اب تخت کے مثل ہے ۔ یہ حکم فرض اور واجب اور فجر کی سنت کا ہے ۔ اگر قبلہ رخ کھڑی ہو جب ۔ اگر ممکن ہو تو ۔ ورنہ قبلہ رخ ہونا بقدر امکان ہے تاکہ جگہ نہ بدلے ۔ نفل محمل اور گاڑی دونوں پر جائز ہے ۔

حاصل یہ ہے کہ نفل کے علاوہ اور نمازوں میں جگہ کا ایک ہونا اور قبلہ رو ہونا شرط ہے جبکہ ممکن ہو ۔ عذر کیوجہ سے ساقط ہو سکتا ہے ۔ اگر قبلہ رخ کھڑا کرنا ممکن ہو تو ایسا ہی کرے ۔

یہ حکم اس بنیاد پر ہے کہ جگہ بدلنا نماز کو باطل کرنے والا ہے ۔ جبکہ نماز کی اصلاح کے لئے نہ ہو ۔

—

اگر چوپائے نے کھینچ کر سجدہ کی جگہ سے ہٹا دیا تو نماز فاسد ہو گی ۔

ان تمام ارشادات سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ سواری پر نماز صحیح ہونے کے لئے دو شرطیں ضروری ہیں ۔ اتحاد مکان اور استقرار ارض ۔ یعنی جہاں نماز شروع کی ہے وہیں پوری کرے ۔ اور سواری پوری کی پوری زمین پر ٹکی ہو ۔ ایسا نہ ہو کہ چل رہی ہو ۔ ایسا نہ ہو کہ کل کی کل یا اس کا کچھ حصہ زمین کے علاوہ کسی ایسی چیز پر ہو جو زمین کے تابع نہ ہو ، ہاں اگر یہ سواری ایسی جگہ ہو کہ اگر سواری سے باہر آئے تو بھی زمین نہ ملے یا ایسی زمین ملے کہ اس پر نماز پڑھنا ممکن نہ ہو جیسے دلدل یا اتنی کیچڑ کہ سجدہ کرنے میں منہ کیچڑ میں دھنس جائے تو ایسی صورت میں سواری پر نماز ہو جائے گی ۔ ساتھ ہی ساتھ ایک اور قاعدہ کلیہ ذہن نشین کر لیں ۔ نماز کی شرائط و ارکان کی ادائیگی سے مانع اگر کوئی سماوی سبب ہو تو جس حال میں ہو نماز پڑھ لے اعادہ نہیں جیسے وہ بیمار جسے پانی نقصان کرتا ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھے گا ۔

---

۱ علی ہامش رد المحتار آخر باب النوافل ص۔ ۲ غنیہ ۳ آخر باب النوافل ص ۴۷۲ ۴ جلد اول منیۃ المصلی ص ۴۲۱ ۵ منیۃ المصلی ص ۴۲۲ ۔

# مَعَہَا وَاِلَّا

## ساتھ ورنہ

نماز ہوجائے گی۔ صحت کے بعد اعادہ نہیں۔ اور اگر یہ مانع بندوں کی طرف سے ہے تو بدرجہ مجبوری جتنی قدرت ہے اس کے مطابق نماز پڑھے۔ اور عذر دور ہونے کے بعد اس کا اعادہ واجب ہے۔ مثلاً کسی کو قید کر دیا گیا۔ اس کے پاس پانی نہیں وہ تیمم کر کے نماز پڑھے۔ اور جب پانی ملے اعادہ کرے۔ درمختار میں ہے۔

صلی المحبوس بالتیمم ان فی المصر اعاد والا لا

قیدی نے تیمم کر کے نماز پڑھی اگر شہر میں ہے تو لوٹائے ورنہ نہیں۔

اسی کے تحت شامی میں ہے

وعلله بان الغالب فی السفر عدم الماء فی الحلیة وهذا یشیر الی انه لو کان بحضرته یقرب منه ماء تجب الاعادة لتمحض کون المنع من العبد۔ اسی میں ہے۔ قوله ولا یعید فی سقوط الشرائط والارکان لعذر سماوی بخلاف ما لو کان من قبل العبد [1]

فقہاء نے اس میں تفریق کی علت یہ بیان فرمائی کہ سفر میں غالب یہی ہے کہ پانی نہ ہو۔ حلیہ میں کہا کہ اگر سامنے یا قریب میں پانی ہو تو اعادہ واجب ہے اس لئے اب پانی پر قدرت نہ ہونا صرف بندے کی طرف سے ہے۔ اور اگر شرائط اور ارکان عذر سماوی کی وجہ سے ساقط ہوں تو نماز نہیں لوٹائے گا۔ بخلاف اس کے کہ جب بندے کی طرف سے ہو۔

تنویر الابصار و درمختار میں ہے۔

لزمه القضاء وان طالت لانه بصنع العباد کالنوم۔

اس پر قضاء لازم ہے کتنا ہی زمانہ گزر جائے۔ اس لئے کہ یہ بندوں کے فعل کی وجہ سے ہے۔

اسی کے تحت شامی میں ہے۔

وسقوط القضاء عرف بالاثر اذا وصل بآفة سماویة فلا یقاس علیه ما حصل بفعله [2]

حدیث سے قضاء کا ساقط ہونا اسوقت ثابت ہے کہ آفت سماوی سے ہو، اس پر خود اس کے فعل سے جو آفت آئے، اسے قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔

**ریل وغیرہ میں نماز کا حکم** ۱۔ ریل گاڑی، بس، اگر پلیٹ فارم پر یا کہیں کھڑی ہے تو اس میں نماز صحیح ہے۔ اور اگر چل رہی ہے تو اس میں نماز درست نہیں۔ اس لئے کہ استقرار علی الارض نہیں پایا گیا۔ اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ نماز قضاء ہوجائے گی تو چلتی ٹرین میں نماز پڑھ لے۔ پھر اعادہ کرے۔ اس لئے کہ ٹرین سے اترنا بآسانی، ممکن ہے اور اترے گا تو نماز پڑھنے کے لائق زمین ملے گی۔ مگر چلتی ٹرین سے اترنا ناممکن ہے۔ مگر یہ دشواری، سماوی نہیں۔ خود بندوں کی طرف سے ہے۔ اس لئے چلتی ٹرین میں جو نمازیں پڑھیں اُن کا اعادہ واجب ہے۔

---

[1] جلد اول صلوٰۃ المریض ص۵۱۱ [2] ایضاً ص۵۱۲۔

# قَاعِداً

## بیٹھ کر

**ہوائی جہاز پر نماز کا حکم**

ہوائی جہاز اگر اڈے پر کھڑا ہے تو ہوائی جہاز میں نماز صحیح ہے اور اگر فضا میں پرواز کر رہا ہے تو بھی اس میں نماز درست ہے۔ اس لئے کہ اگر ہوائی جہاز سے باہر آئے گا تو زمین نہیں، ہوا میں آئے گا۔ جہاں نماز پڑھنی ممکن نہیں۔ جیسے کشتی اور پانی کے جہاز کا حکم ہے کہ اگر بیچ دریا میں ہو تو، اگرچہ چل رہا ہے تو اس میں نماز درست ہے۔ اس لئے اگر کشتی اور بحری جہاز سے باہر آئے گا تو زمین نہیں ملے گی بلکہ پانی جس پر نماز پڑھنی ممکن نہیں ویسے ہی ہوائی جہاز ہے۔

**مسائل**

کشتی، ہوائی جہاز، ریل، بس، کسی بھی چلتی ہوئی سواری میں نماز پڑھے تو بھی استقبال قبلہ شرط ہے۔ افتتاح کے وقت بھی، اور درمیان میں بھی۔ جیسے قبلہ بدلتا جائے یہ اپنی نماز میں گھومتا جائے جبکہ کوئی عذر نہ ہو۔

نماز خواہ فرض ہو خواہ نفل اور اگر کوئی عذر ہو تو جدھر قدرت ہو اُدھر منہ کر کے نماز پڑھے۔ (درمختار، ردالمحتار)

اسی طرح قیام، رکوع، سجدہ بھی فرض ہے بشرطیکہ عاجز نہ ہو، ورنہ جیسے قدرت ہو پڑھے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

## حدیث ۲۶۴ :- قُوْمُوْا فَلِاُصَلِّیَ لَکُمْ :-

61

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ جَدَّتَهٗ مُلَیْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انکی دادی مُلَیکہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ لَهٗ فَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَلِاُصَلِّیَ لَكُمْ

کو کھانے کیلئے بلایا جو خاص حضور ہی کیلئے انھوں نے بنایا تھا حضورؐ نے اسمیں سے کچھ تناول فرمایا پھر فرمایا۔ اٹھو تمھارے لئے نماز

قَالَ اَنَسٌ فَقُمْتُ اِلٰی حَصِیْرٍ لَّنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِسَ فَنَضَحْتُهٗ بِمَاءٍ فَقَامَ

پڑھدوں حضرت انس نے کہا میں اٹھا اور ایک چٹائی لی جو زمانہ دراز تک استعمال کرنیکی وجہ سے کالی ہوگئی تھی میں نے اسے پانی سے دھویا

## تشریحات ۲۶۴ :-

مَا لُبِسَ ۔ لبسٌ کے معنی پہننے کے بھی ہیں اور مطلق استعمال کرنے کے بھی ۔ اس کا مفعول ثوب (کپڑا) ہو تو پہننے کے معنی میں آتا ہے ۔ اور اگر اس کا مفعول ثوب کے علاوہ کچھ اور ہو تو اس کے معنی مطلق استعمال اور نفع اٹھانے کے آتے ہیں ۔ بولتے ہیں لَبِسْتُ اِمْرَأَةً تَمَتَّعْتُ بِهَا زَمَانًا، اس سے زمانہ تک نفع حاصل کیا ۔

**اَنَّ جَدَّتَهٗ** بخاری کی مختلف روایتوں سے یہی ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دعوت دینے والی اُم سُلیم ہی تھیں ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے حضرت اُم سُلیم کا نام مُلیکہ تھا ۔ اس تقدیر پر جَدَّتُهٗ کی ضمیر، سند میں مذکور اسحٰق بن عبداللہ بن طلحہ کی طرف لوٹے گی ۔ اسی پر علامہ ابن عبد البر، عبدالحق قاضی عیاض نے جزم فرمایا ۔ اور اسی کو نووی نے صحیح کہا ۔ بخاری کی جملہ مرویات کو سامنے رکھ کر یہی زیادہ مناسب ہے تاکہ کم از کم بخاری کی مرویات میں تطابق رہے ۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ مُلیکہ حضرت ام سلیم کی والدہ کا نام ہو ۔ اس تقدیر پر، جدتہ کی ضمیر حضرت انس کی طرف راجع ہے ۔ اس پر ابن سعد، ابن مندہ، اور ابن الحصار نے جزم کیا ۔ امام الحرمین کے کلام کا بھی یہی مقتضی ہے ۔ یہاں متن کے سیاق سے یہی ظاہر ہے ۔ وہ یتیم جنھوں نے اس وقت حضور کے پیچھے نماز پڑھی تھی ان کا نام ضمیرہ تھا ۔ ان کے والد حضرت ابوضمیرہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے ۔

**مَرد اور عورت کی محاذات کا حکم** احناف کے یہاں اگر مرد عورت کے محاذات میں ہو تو مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے ۔ جبکہ ان میں سے ایک امام ہو یا دونوں ایک امام کے مقتدی ہوں ۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے ۔ وہ اس طرح کہ کسی کے اکیلے صف میں کھڑے ہونے کی ممانعت احادیث میں وارد ہے ۔ حتیٰ کہ حضرت امام احمد فرماتے ہیں، اس سے نماز فاسد ہو جائے گی پھر بھی کیا وجہ تھی کہ حضرت ام سلیم اگلی صف میں حضرت انس وغیرہ کے ساتھ نہیں کھڑی ہوئیں، پیچھے اکیلے کھڑی ہوئیں ۔ حضور نے بھی انھیں اگلی صف میں نہیں کھڑا کیا ۔ بچوں کے بارے میں تو ثابت ہے کہ جب کوئی نہ ہو تو مردوں کے ساتھ صف میں کھڑا فرمایا مگر عورتوں کو کبھی ایک بار بھی مردوں کے ساتھ کھڑا نہیں فرمایا جیسے اسی واقعہ میں حضرت ام سلیم اکیلی تھیں پھر بھی انھیں اکیلے کھڑا کیا اور بچے کو الگ نہیں کھڑا کیا ۔ حضرت انس کے ساتھ کھڑا کیا ۔ آخر ایسا کیوں ہوا ۔ یہ اسی وجہ سے کہ عورت کی محاذات مرد کی نماز کو فاسد کر دیتی ہے ۔ اس کے مزید دلائل اپنی جگہ پر آئیں گے ۔ نماز سے فارغ ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھر بھر کے لئے دنیا اور آخرت کی دعا

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ وَالْیَتِیْمُ وَرَاءَہٗ وَالْعَجُوْزُ

اب حضور کھڑے ہوئے ۔ میں نے اور یتیم نے حضور کے پیچھے اور بوڑھی ماں نے ہمارے

مِنْ وَّرَائِنَا فَصَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ ؎

پیچھے صف لگائی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ہماری (برکت) کیلئے دو رکعت نماز پڑھی اسکے بعد تشریف لیگئے ۔

کی ۔ حضرت ام سلیم نے عرض کیا ، حضور آپ کا چھوٹا خادم (انس) تو حضور نے حضرت انس کے لئے ہر خیر کی دعا کی خصوصیت سے یہ دعا کی اللّٰھم کثر مالہٗ وولدہٗ وبارک لہ فیہ ۔ اے اللہ اس کے مال و اولاد کو زیادہ کر اور اس کی ذات میں برکت عطا فرما[1] ۔ اس کی برکت یہ تھی ، ان کا باغ سال میں دو بار پھلتا تھا ۔ اولاد میں اتنی برکت ہوئی کہ خود ان کے صلب سے اسّی یا اس سے بھی زائد اولاد ہوئی جن میں صرف دو بیٹیاں بقیہ سب بیٹے تھے ۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں ۱۹۸ اپنی نسل کو دفن کر چکا ہوں ۔ سو سال سے زائد کی عمر پائی ۔

**جماعت سے نماز نفل** بعض لوگ اس کے قائل ہیں کہ نفل نماز جماعت سے پڑھنا جائز ہے ان کا مستدل یہی حدیث ہے ۔ احناف کے یہاں تداعی کے ساتھ نفل نماز مکروہ ہے ۔ احناف اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ تداعی کے ساتھ نہ تھی ۔ اور حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کے طریقے کی تعلیم کے لئے یہ نماز پڑھائی تھی ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دن کی نوافل دو رکعت پڑھ سکتے ہیں ۔ اگرچہ ہمارے یہاں افضل یہ ہے ، کم از کم چار رکعت پڑھی جائے ۔ اگر مقتدی دو ہوں تو امام آگے کھڑا ہو ۔ عورتوں کی امامت مجھ نہیں اس لئے کہ امام کی جگہ سب سے آگے ہے ۔ اور عورتوں کی جگہ سب سے پیچھے ہے ۔

---

؎ جلد اول صلوٰۃ ۔ باب الصلوٰۃ علی الحصیر ص۵۵ ایضاً باب المرأۃ وحدہا تصف ص۱۰۱ ایضاً باب صلوٰۃ النساء خلف الرجال ص۱۲۰ تہجد باب التطوع مثنیٰ مثنیٰ ص۱۵۶ مسلم جلد اول صلوٰۃ باب جواز الجماعۃ فی النافلۃ ص۲۳۴ ابو داؤد جلد اول صلوٰۃ باب اذا کانوا ثلٰثۃ کیف یقومون ص۹۰ ترمذی جلد اول مواقیت باب فی الرجل یصلی ومعہ رجال ونساء ص۳۲ نسائی جلد اول امامت باب اذا کانوا ثلٰثۃ وامرأۃ ص۲۹ ۔

[1] مسلم اول مسافرین باب جواز الجماعۃ فی النافلۃ ص۲۳۴ ۔

ت ۹۷ - وَصَلّٰی اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَلَی الْفِرَاشِ ؏ ۵

حضرت انس بن مالک نے بچھونے پر نماز پڑھی۔

حدیث ۲۶۵ :- کنت انام بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم -

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ اَنَامُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا - میں رسول اللہ

بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِيْ قِبْلَتِهٖ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے سوئی رہتی - اور میرے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف ہوتے

## تشریحات ۹۷ - ۲۶۵ :-

**مطابقت** :- امام بخاری نے یہاں باب کا عنوان یہ قائم کیا - باب الصلوٰۃ علی الفراش - بچھونے پر نماز کا بیان۔ ظاہر ہے کہ ام المؤمنین کا پاؤں اتنے قریب ہوتا کہ سجدے کے وقت اسے ہٹانا پڑتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بچھونے ہی پر نماز پڑھتے، جیسا کہ یہیں اس حدیث کے دوسرے طریقے میں ہے علی فراش اھلہ۔ سونے والے کے پیچھے نماز ممنوع ہے - جیسا کہ ایک حدیث میں ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا تصلوا خلف النائم والمتحدث[1] - سونے والے اور بات کرنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھو - یہ ممانعت کراہۃ تنزیہہ کی حد تک ہے - اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل بیان جواز کے لئے ہے۔

حدیث مذکور کے بارے میں خود امام ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث کئی طریقوں سے مروی ہے مگر سب واہی ہیں[2]، مگر جب متعدد طرق سے مروی ہے تو کم از کم حسن ضرور ہے - اس لئے احکام میں لائق احتجاج ہے - کم از کم کراہت تنزیہہ کے ثبوت کے لئے کافی ہے - بچھونے پر نماز پڑھنا بلاشبہ جائز ہے جبکہ وہ اتنا دبیز اور نرم نہ ہو کہ اس پر پیشانی ٹک نہ سکے - ورنہ نماز نہ ہوگی - گدا، قالین وغیرہ سب میں یہی تفصیل ہے۔

**تشریح** ۹۸ ، پورا اثر یہ ہے - ان اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانوا یسجدون وایدیھم فی ثیابھم ویسجد الرجل منھم علی قلنسوتہ وعمامتہ ، صحابۂ کرام اس حالت میں سجدہ کرتے کہ ان کے ہاتھ کپڑوں میں ہوتے اور ان میں کچھ لوگ اپنی ٹوپی اور عمامہ پر سجدہ کرتے - سخت سردی اور سخت گرمی میں اس کی اجازت ہے - اس اثر سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

## تشریحات ۲۶۶ :-

یہی احناف کا مذہب ہے - امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ جائز نہیں - ان کی دلیل یہ دو حدیثیں ہیں - اول ، ایک حدیث میں

---

ع۵ ابن ابی شیبہ وسعید بن منصور -

ل۵ ابوداؤد اول صلوٰۃ - باب الصلوٰۃ الی المتحدثین والنیام ص۱۰۱ ۲ عینی جلد رابع ص۱۱۲

فَاِذَا سَجَدَ غَمَزَنِیْ فَقَبَضْتُ رِجْلَیَّ وَاِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا ، قَالَتْ وَالْبُیُوْتُ یَوْمَئِذٍ

جب سجدہ فرمانا چاہتے تو مجھے دبا دیتے اور میں اپنے پاؤں سکوڑ لیتی پھر جب کھڑے ہوتے پھیلا لیتی ۔ گھروں میں اسوقت

لَیْسَ فِیْهَا مَصَابِیْحُ ؏

چراغ نہیں تھے ۔

ت ۹۸ :- قَالَ الْحَسَنُ کَانَ الْقَوْمُ یَسْجُدُوْنَ عَلَی الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ وَیَدَاهُ فِیْ کُمِّهٖ ؏

امام حسن بصری نے فرمایا ۔ لوگ عمامہ اور ٹوپی پر سجدہ کرتے اور انکا ہاتھ آستین میں ہوتا ( اور نماز پڑھتے )

حدیث ۲۶۶ :- فَیَضَعُ اَحَدُنَا طَرَفَ ثَوْبِهٖ الخ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ ، قَالَ کُنَّا نُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا ۔ ہم نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے ساتھ نماز

آیا ہے کہ ہم میں کوئی کنکریوں کو ہاتھ میں لے کر ٹھنڈا کرتا پھر سجدہ کرتا ۔ اور اگر اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا جائز ہوتا تو صحابہ یہ طول عمل کیوں کرتے ۔ ہمارا جواب یہ ہے ۔ ہوسکتا ہے ان صحابہ کے پاس اتنا کپڑا نہ رہا ہو کہ اگر اس پر سجدہ کرتے تو ستر عورت باقی رہتا ۔ یا ایسا کپڑا نہ رہا ہو جسے بچھا کر سجدہ کرسکیں ۔ ثانی ، حضرت خباب رضی اللہ تعالے عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے خدمت اقدس میں کنکریوں کی گرمی کی شکایت کی تو حضور نے ہماری شکایت نہیں سنی ۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ ان دیار میں کیا خود ہمارے دیار میں بھی گرمیوں میں عصر کے وقت تک زمین تپتی رہتی ہے ۔ اگر زمین کے ٹھنڈی ہونے تک ظہر مؤخر کر دیا جاتا ۔ تو پھر ظہر کا وقت ہی نہ رہتا ۔

## تشریحات ۲۶۷ :-

ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا ۔

خالفوا الیهود فانهم لا یصلون فی نعالهم ولا فی خفافهم[1] یہود کی مخالفت کرو وہ اپنے نعل اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر حاضر ہوئے تو انہیں حکم ہوا

فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی ۔[2] اپنے نعلین اتار دو تم طوی کی مقدس وادی میں ہو ۔

اس سے یہود نے سمجھا کہ چپل جوتے پہن کر نماز جائز نہیں ۔ یہود کا یہ گمان غلط تھا ۔ اس کے ازالہ کیلئے فرمایا کہ یہود کے اس گمان فاسد کے علی الرغم تم لوگ جوتوں میں نماز پڑھو ۔ یہ صرف جواز کی حد تک ہے ۔ وہ بھی ان جوتوں میں جو اتنے نرم ہوں کہ سجدے میں بآسانی مڑ سکیں تاکہ انگلیوں کے پیٹ بچھ سکیں ۔ ورنہ نماز نہ ہوگی ، اس لئے کہ سجدے میں دونوں پاؤں کی کم از کم ایک انگلی کا پیٹ

---

ف جلد اول باب الصلوۃ علی الفراش تین طریقے سے ص۵۶ ایضاً باب الصلوۃ خلف النائم و باب التطوع خلف المرأۃ ص۷۳ باب ہل یغمز امرأتہ عند السجود ص۷۴ تنبیہ باب مایجوز من العمل فی الصلوۃ ص۱۶۱ ۔ مسلم جلد اول صلوۃ باب سترۃ المصلی ص۱۹۶ ابوداؤد جلد اول صلوۃ باب المرأۃ لاتقطع الصلوۃ ص۱۰۳ نسائی جلد اول طہارت باب ترک الوضوء من مس الرجل امرأتہ ص۳۰ موطا امام مالک صلوۃ اللیل ۔ ۲ مسند امام احمد ۔

ش ابن ابی شیبہ و عبد الرزاق ۔ ل جلد اول صلوۃ باب الصلوۃ فی النعال ص۹۵ ۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَضَعُ اَحَدُنَا طَرَفَ الثَّوْبِ مِنْ شِدَّۃِ الْحَرِّ فِیْ مَکَانِ السُّجُوْدِ ؎

پڑھتے تو ہم میں کوئی گرمی کی شدت کی وجہ سے اپنے کپڑے کے کنارے کو سجدے کی جگہ رکھ دیتا

## حدیث ۲۶۷ :- کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ نَعْلَیْہِ

سَأَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ

ابوسلمہ سعید بن یزید ازدی نے کہا میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔ کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی

زمین پر لگنا فرض ہے۔ اور ہر پاؤں کی کم از کم تین انگلیوں کے پیٹ لگنے واجب اور سب کے لگنے سنت۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۴۴۰ لغایت ص۴۴۳ میں انتہائی محققانہ طور پر اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ثابت فرمایا ہے۔ اس عہد میں عرب کے نعل یا چپل بہت نرم پتلے چمڑے کے ہوتے تھے۔ وہ بھی اکہرے پرت کے زیادہ پسند کرتے تھے۔ رؤسا و ملوک اسی کو پہنتے تھے۔ ایک حدیث میں ہے۔ ان رجلا شکا الیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجلا من الانصار فقال یا خیر من یمشی بنعل ضرد فنعلا قدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک صاحب نے ایک انصاری کی شکایت کی تو یوں عرض کیا اے وہ ذات جو اکہری چپل پہن کر چلنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔ اسی کے تحت مجمع بحار الانوار میں ہے۔

الفرد وھی التی تخفف ولم تطارق واما ھی طارق واحد والعرب یمداح برقۃ النعال ویجعلھا من لباس الملوک۔

فرد سے مراد وہ نعل ہے جو ہلکی ہو اور اس کے تلوے میں کئی پرت نہ ہو صرف ایک پرت ہو، عرب پتلی چپلوں کو پسند کرتے ہیں اور اسے بادشاہوں کا لباس جانتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعلین مبارک چپل کی طرح تھیں۔ نیچے صرف تلا اور اوپر صرف دو تسمے لگے تھے۔ ایسے نرم ملائم جوتے اور چپل پہن کر نماز درست ہے جو بآسانی مڑ جاتے ہوں جس کی وجہ سے انگلیاں بچ جاتی ہیں۔ جبکہ ان میں کوئی نجاست نہ لگی ہو۔ اور اگر نجاست لگی ہو تو نماز قطعاً نہ ہوگی۔ اس لئے کہ مصلی کے بدن اور کپڑے کا نجاست قدر مانع سے پاک ہونا شرط ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی عادت یہی تھی کہ نماز کے لئے نعل اتار لیا کرتے تھے۔ ابو داؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اذا صلی احدکم فلا یضع نعلیہ عن یمینہ ولا عن یسارہ فتکون عن یمین غیرہ الا ان لا یکون عن یسارہ احد ولیضعھما بین رجلیہ[1]

جب تم لوگ نماز پڑھو تو اپنی چپلیں نہ اپنے داہنے رکھو نہ اپنے بائیں کہ کسی کے داہنے ہوں گی۔ ہاں اس کے بائیں کوئی نہ ہو تو بائیں طرف رکھو۔ اپنی چپلیں اپنے پاؤں کے درمیان رکھو۔

مسجد میں جوتا چپل پہن کر جانا ممنوع ہے۔ اس لئے کہ یہ خلافِ ادب ہے۔ کیا چیز ادب ہے، کیا نہیں ہے۔ اس کا مدار عُرف ہے۔ اس زمانے میں کا عُرف یہی ہے کہ لوگ جس فرش پر بیٹھتے ہوں اس پر جوتا چپل پہن کر جانے کو بے ادبی جانتے ہیں۔

---

[1] اول صلوٰۃ باب الجود علی الثیاب فی شدۃ الحر ص۵۲ مواقیت باب وقت الظہر عند الزوال ص۷۰ مسلم اول۔ مساجد۔ باب استحباب تقدیم الظہر فی اول الوقت ص۲۲۷ ابوداؤد۔ اول صلوٰۃ باب الرجل یسجد علی ثوبہ ص۹۶ ترمذی اول سفر باب الرخصۃ علی الثوب فی الحر والبرد ص۷۰ نسائی اول۔ افتتاح باب السجود علی الثیاب ص۱۶۲ ابن ماجہ اقامۃ الصلوٰت باب السجود علی الثیاب فی الحر والبرد ص۷۳۔

[2] جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی النعال ص۹۶

سَلَّمَ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ قَالَ نَعَمْ - عه ،

نعلین پہنے نماز پڑھتے تھے ، تو انھوں نے بتایا - ہاں -

## حدیث ۲۶۸ - بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ

عَنْ هَمَّامِ بْنِ حَارِثٍ قَالَ رَأَيْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ - بَالَ ثُمَّ

ہمام بن حارث نے کہا - میں نے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو دیکھا

تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى فَسُئِلَ فَقَالَ رَأَيْتُ

انھوں نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا اسکے بعد کھڑے ہوکر نماز پڑھی تو ان سے سوال کیا گیا

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ هٰذَا - قَالَ

تو فرمایا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے ایسا ہی کیا حضرت ابراہیم نخعی

إِبْرَاهِيمُ فَكَانَ يُعْجِبُهُمْ لِأَنَّ جَرِيرًا كَانَ مِنْ آخِرِ مَنْ أَسْلَمَ - عه

نے کہا یہ حدیث لوگوں کو بہت پسند تھی اس لئے کہ جریر آخر میں مسلمان ہونے والوں میں ہیں -

## تشریحات ۲۶۸ :-

اس حدیث اور اس موضوع پر کلام ہو چکا ہے -

کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ موزوں پر مسح ، سورۂ مائدہ سے منسوخ ہوگیا ہے - اس شبہے کے ازالے کے لئے یہ حدیث بہت محکم ہے - اس لئے کہ سورۂ مائدہ کا نزول ، غزوۂ بنی مصطلق کے موقع پر ہوا ہے جو سنہ ۶ ھ میں پیش آیا تھا -

اور حضرت جریر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ، ایک قول کی بنا پر ، حضور اقدس صلی اللہ

---

عه جلد اول صلوٰۃ - باب الصلوٰۃ فی الخفاف ص۵۶ مسلم اول طہارت باب المسح علی الخفین ص۱۳۲ ترمذی جلد اول طہارت - باب المسح علی الخفین ص۱۴ نسائی اول طہارت باب المسح علی الخفین ص۳۱ ابن ماجہ طہارت - باب المسح علی الخفین ص۴۱ عه اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی النعال ص۵۵ ثانی لباس باب النعال السبتیہ وغیرہا ص۸۴ مسلم اول مساجد باب الصلوٰۃ فی النعلین ص۲۰۰ ترمذی اول صلوٰۃ باب فی الصلوٰۃ فی النعال ص۵۳ نسائی اول باب الصلوٰۃ فی النعلین ص۱۲۵ -

ه ابوداؤد اول طہارت باب المسح علی الخفین ص۲۱

## حدیث ۲۶۹ :- رَأَیٰ رَجُلًا لَا یُتِمُّ رُکُوْعَهٗ وَلَا سُجُوْدَهٗ

عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ رَأٰی رَجُلًا لَا یُتِمُّ رُکُوْعَهٗ وَلَا سُجُوْدَهٗ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع اور سجدہ پورا نہیں کرتا تھا - جب

فَلَمَّا قَضٰی صَلَاتَهٗ قَالَ لَهٗ حُذَیْفَةُ مَا صَلَّیْتَ قَالَ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ لَوْ مُتَّ

وہ نماز پوری کر چکا تو اس سے حضرت حذیفہ نے فرمایا تو نے نماز نہیں پڑھی اور راوی ابو وائل نے کہا میرا گمان ہے

مُتَّ عَلٰی غَیْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عه -

کہ حضرت حذیفہ نے یہ فرمایا کہ اگر اسی حال میں مریگا تو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقے کے علاوہ کسی اور طریقے پر مرے گا

## حدیث ۲۷۰ :- کَانَ اِذَا صَلّٰی فَرَّجَ بَیْنَ یَدَیْهِ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ ابْنِ بُحَیْنَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

حضرت عبداللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے

وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا صَلّٰی فَرَّجَ بَیْنَ یَدَیْهِ حَتّٰی یَبْدُوَ بَیَاضُ اِبْطَیْهِ عه -

تو (سجدوں میں) اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا کشادہ رکھتے کہ بغل کی سپیدی ظاہر ہو جاتی -

علیہ وسلم کے وصال سے چالیس دن پہلے اور بربنائے تحقیق رمضان ۱۰ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے - اور وہ فرمارہے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا - تو ثابت ہوا کہ موزوں پر مسح منسوخ نہیں - ابو داؤد میں ہے - میں نے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے تو موزوں پر مسح کرنے سے مجھے کون چیز روک سکتی ہے - کچھ لوگوں نے کہا حضور کا مسح کرنا مائدہ کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے - حضرت جریر نے فرمایا میں مائدہ کے نازل ہونیکے بعد مسلمان ہوا ہوں - حضرت جریر نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے حجۃ الوداع میں دیکھا ہے[1]

**تشریح ۲۶۹** کتاب الاذان باب ، اذا لم یتم الرکوع کے تحت زید بن وہب سے جو روایت ہے اس میں واحسبہ ، نہیں ہے ، اور اخیر میں یہ ہے لو مت مت علیٰ غیر الفطرۃ فطر اللہ محمد اصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر اسی پر مرے گا تو اس دین فطرت کے غیر پر مرے گا جس پر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ نے پیدا فرمایا ہے -

---

[1] فتح الباری بحوالہ طبرانی جلد اول صـ۴۱۶

---

عه اول صلوٰۃ باب اذا لم یتم السجود صـ۵۶ ایضاً اذان باب اذا لم یتم الرکوع صـ۱۰۵ ایضاً باب اذا لم یتم السجود صـ۱۱۰ -

عه اول صلوٰۃ باب یبدی ضبعیہ صـ۵۶ اذان باب یبدی ضبعیہ صـ۱۱۲ صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صـ۵۰۳ - مسلم اول صلوٰۃ باب الاعتدال فی السجود صـ۱۹۰ - نسائی اول صلوٰۃ باب صفۃ السجود صـ۱۶۶ -

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ت ۹۹ :- یَسْتَقْبِلُ بِاَطْرَافِ رِجْلَیْہِ الْقِبْلَۃَ قَالَہٗ اَبُوْحُمَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

اپنے پاؤں کی انگلیاں قبلہ رُو رکھے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے یہ ابوحمیدی

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؎

نے کہا -

حدیث ۲۷۱ :- مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہماری طرح

**لایتم رکوعہ** | اگر اس سے یہ مراد ہے کہ فرض ادا نہ کرتا تھا، تو "ما صلیت" سے حقیقی معنی مراد ہیں۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ فرض تو ادا کرتا تھا واجب یا سنت کو چھوڑ دیتا تھا تو اس سے مراد یہ ہے کہ تو نے کامل نماز نہیں پڑھی۔

**علیٰ غیر سنۃ** | میں سنت سے فقہی اصطلاحی معنی مراد نہیں بلکہ لغوی ہے۔ یعنی طریقہ جو فرض واجب اور سنت تینوں کو شامل ہے۔

**تشریح ۲۷۰ :-** | عبداللہ بن مالک ابن بحینہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہاں مالک حضرت عبداللہ کے باپ ہیں اور بحینہ عبداللہ کی ماں۔ عام دستور سے ہٹ کر یہ اپنے ماں اور باپ دونوں کی طرف منسوب ہیں۔ علامہ نووی نے فرمایا کہ قرأت میں مالکِ کو تنوین پڑھنی چاہیے۔ اور، ابن بحینہ، میں ابن کے الف کو لکھنا بھی چاہیے۔ حضرت عبداللہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ عالم فاضل تھے۔ ہمیشہ روزہ سے رہتے۔ حضرت معاویہ کے زمانے میں وصال فرمایا۔

**فرج بین یدیہ** | سے مراد یہ ہے کہ بازوؤں کو کروٹ سے دور رکھتے۔ اتنا کہ بغل کی سپیدی نظر آتی۔ امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں تحریر کیا، کہ بغل کی سپیدی حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔

**تشریح ت ۹۹ :-** | یہ ابوحمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صحابی ہیں۔ ان کا نام عبدالرحمٰن یا منذر ہے۔ ان کے باپ کا نام سعد ہے۔ بنی ساعدہ کے فرد صحابی انصاری ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عہد تک باحیات رہے۔ انھیں کے عہد میں وصال ہوا۔

یہ ایک طویل حدیث کا جزو ہے، جو باب سنۃ الجلوس میں مفصل مذکور ہے۔ ہم اوپر بتا آئے کہ سجدے میں دونوں پاؤں کی دسوں انگلیوں میں سے کم از کم ایک کا پیٹ زمین پر لگنا فرض ہے، اور ہر پاؤں کی کم از کم تین انگلیوں کے پیٹ کا زمین پر لگنا

؎ اول صلوٰۃ فضل استقبال القبلۃ ص۵۶ -

مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ

نماز پڑھے (نماز میں) ہمارے قبلہ کو منہ کرے، ہمارا ذبیحہ کھائے تو یہ وہ مسلمان ہے۔

الَّذِیْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِیْ ذِمَّتِهٖ عه

جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے، اللہ کے ذمہ میں رخنہ اندازی مت کرو۔

## حدیث ۲۷۲ :- ایضاً

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْهَا وَصَلَّوْا صَلَاتَنَا وَ

کہ لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہیں۔ جب یہ لوگ کہدیں اور ہماری طرح نماز پڑھیں

اسْتَقْبَلُوْا قِبْلَتَنَا وَاَكَلُوْا ذَبِيْحَتَنَا فَقَدْ حَرُمَتْ دِمَاؤُهُمْ وَاَمْوَالُهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا

ہمارے قبلہ کی جانب (نماز) میں منہ کریں اور ہمارا ذبیحہ کھائیں تو ہم پر ان کے خون اور ان کے مال حرام ہوگئے مگر اسکے حق کی

وَحِسَابُهُمْ عَلَی اللّٰهِ عه۔

بنا پر اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

واجب ہے اور دسوں کا سنت۔ حضرت امام بخاری کا مقصود یہاں یہ ہے کہ سجدے کی حالت میں جن جن اعضاء کا قبلہ رو کرنا ممکن ہو سب کو قبلہ رو رکھنا ضروری ہے۔

## تشریحات ۲۷۱ - ۲۷۲ - ۲۷۳ :-

فلا تخفروا کا مادہ خفر ہے، جس کے معنی امان دینے، پناہ دینے، امان کا معاہدہ کرنے کے ہیں۔ باب افعال میں جاکر اسکے معنی نقض امان کے ہوگئے۔ پہلی روایت میں کلمۂ طیبہ کے اقرار یا شہادت کا تذکرہ نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ بغیر ایمان لائے ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرکے کوئی نماز پڑھنے لگے، ہمارا ذبیحہ کھانے لگے تو وہ مسلمان ہے۔ ایک روایت دوسری روایت کی ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر ہوتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ جو ایمان لانے کے بعد ہماری طرح اور ہمارے قبلہ کو منہ کرکے نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے، وہ مسلمان ہے۔ چونکہ ہماری طرح ہمارے قبلہ کی جانب منہ کرکے نماز وہی پڑھتا تھا جو مسلمان ہوتا تھا۔ اور ہمارا ذبیحہ وہی کھاتا تھا جو مسلمان ہوتا تھا۔ اس لئے صرف اعمال ظاہرہ پر مسلمان ہونے کا حکم لگایا گیا۔ اہل کتاب کا قبلہ بیت المقدس ہے۔ اور

(عه) اول صلوٰۃ فضل استقبال القبلۃ ص۵۶ عه ایضاً ص۵۷۔

## حدیث ایضاً :- قَالَ سَأَلَ مَيْمُوْنُ بْنُ سِيَاهٍ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَقَالَ يَا اَبَا حَمْزَةَ وَمَا يُحَرِّمُ

دَمَ الْعَبْدِ وَمَالَهٗ :- میمون بن سیاہ نے حضرت انس سے پوچھا اور کہا اے ابوحمزہ! بندے کے خون اور مال کو کیا چیز حرام

فَقَالَ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَصَلّٰى صَلٰوتَنَا وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا

کر دیتی ہے تو فرمایا جو اس بات کی گواہی دے کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور (نماز میں) ہمارے قبلے کی جانب منہ کرے

فَهُوَ الْمُسْلِمُ لَهٗ مَا لِلْمُسْلِمِ وَعَلَيْهِ مَا عَلَى الْمُسْلِمِ - قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا

اور ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ مسلمان ہے اسکے وہی حقوق ہیں جو اور مسلمان کے ہیں

اَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عه -

- اس پر وہی ذمہ داریاں ہیں جو دوسرے بر ہیں۔ حمید نے کہا ہم سے حضرت انس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔

## حدیث ۲۷۴ :- سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ بِالْعُمْرَةِ

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ

عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی کہ ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے دریافت کیا ایسے شخص کے بارے میں جس نے

یہود کی نماز میں رکوع نہیں۔ یہ ہمارا ذبیحہ نہیں کھاتے۔ مشرکین اور مجوس نماز ہی نہیں پڑھتے تھے۔ اس لئے یہ چیزیں مسلمانوں کی خاص علامت قرار دی گئیں۔ اسی سے اہل قبلہ کی اصطلاح استخراج ہوئی، اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان تمام باتوں کو حق کہتے اور مانتے ہوں جو حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، اللہ عزوجل کی طرف سے لائے ہیں۔ اور ضروریات دین میں سے کسی کا بھی انکار نہ کرتے ہوں۔ جو شخص اپنے کو مسلمان کہلاتا ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے مگر ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرتا ہے، وہ اہل قبلہ میں سے نہیں۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں لا نکفر اھل القبلۃ۔ ہم اہل سنت اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے۔ اس سے مراد اہل قبلہ بمعنی مذکور ہیں۔ اس لئے قادیانی، رافضی، انجیری، وہابی وغیرہ جو ضروریات دین کا انکار کرتے ہیں، ان کو ضرور کافر کہا جائے گا۔ اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مذکور انہیں قطعاً نفع نہ دے گا۔ کتاب الایمان گذر چکا ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کلمہ طیبہ کا علم ہے، اس سے مراد پورا کلمہ طیبہ ہے۔ وہیں اس حدیث پر مکمل گفتگو بھی ہو چکی ہے۔ اعادہ کی حاجت نہیں۔

**قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ** اس متابعت کے ذکر کے دو فائدے ہیں۔ پہلی سند میں صرف یہ ہے کہ حمید نے یہ کہا کہ میمون بن سیاہ نے حضرت انس سے پوچھا۔ اس میں یہ تصریح نہیں کہ حمید اس مجلس میں موجود تھے۔ اور انھوں نے خود اسکو سنا ہے۔ مگر دوسری سند میں اسکی تصریح ہے کہ حمید نے یہ کہا۔ ہم سے حضرت انس نے حدیث بیان کی۔ پہلی روایت حضرت انس پر موقوف ہے۔ اس میں یہ ہے کہ حضرت انس نے فرمایا۔ دوسری روایت میں یہ ہے عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو اس کے مرفوع ہونے پر نص ہے۔

## تشریحات ۲۷۴ :-

مقام سے مراد مقام ابراہیم ہے۔ یعنی وہ پتھر جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم پاک کے نشان ہیں۔ آیت کریمہ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ

عه جلد اول صلوٰۃ باب فضل استقبال القبلۃ صفحہ ۵۸

لِلْعُمْرَةِ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

عمرے کا طواف بیت اللہ کر لیا اور صفا مروہ کے درمیان سعی نہیں کی۔ کیا وہ اپنی عورت کے پاس آئے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا

نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقام کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور صفا اور مروہ کے درمیان

وَالْمَرْوَةِ وَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ

سعی کی اور بیشک تمھارے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات میں بہتری ہے اور ہم نے جابر بن

اللّٰهِ فَقَالَ لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتّٰى يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ۔

عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا، ہرگز قریب نہ جائے جبتک صفا اور مروہ کی سعی نہ کرلے۔

اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى، میں مقام سے کیا مراد ہے! اس میں ائمہ مفسرین کے چند قول ہیں۔ حضرت ابن عباس امام مجاہد اور امام عطاء کا قول یہ ہے کہ پورا حرم، مقام ابراہیم ہے۔ امام مجاہد کا دوسرا قول یہ ہے کہ عرفہ مزدلفہ منیٰ مراد ہے۔ امام عطا سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ مقام ابراہیم سے عرفات مزدلفہ منیٰ کے ساتھ ساتھ جمرات بھی لیتے ہیں۔ ان اقوال کی بنا پر مُصَلًّى سے مراد، دعا کی جگہ ہوگی سدی نے کہا اس سے مراد وہ پتھر ہے جسے حضرت اسمٰعیل کی اہلیہ حضرت ابراہیم کے قدم کے نیچے رکھکر اس کو سر دھویا تھا۔ امام رازی نے اپنی تفسیر میں یہی امام حسن اور قتادہ سے روایت کیا۔ مگر صحیح اور راجح یہ ہے کہ مقام ابراہیم سے مراد وہ مقدس پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبے کی تعمیر کی تھی جس پر نشان قدم پڑ گئے تھے۔ اور آج بھی باقی ہیں۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام ابراہیم سے گذرے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ اسے نماز کی جگہ بنالیں؟ اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی [1] اس قول کی بنا پر مُصَلًّى سے مراد نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ یعنی مقام ابراہیم پر نماز پڑھو رہ گئی اس حدیث کی بات تو اس میں متعین ہے کہ اس سے مراد وہی مشہور و معروف پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشان قدم ہیں۔ ازرقی نے اخبار مکہ میں صحیح سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ جہاں اسوقت مقام ابراہیم ہے وہیں حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی رکھا ہوا تھا۔ اور یہیں حضرات صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد میں بھی اسی طرح تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ایک مرتبہ سیلاب آیا اور اس پتھر کو بہالے گیا۔ تلاش کے بعد مکہ معظمہ کے نیچے ملا۔ لوگ اسے وہاں سے اٹھا لائے اور کعبے کے پردے میں باندھ دیا۔ جب حضرت عمر مکہ معظمہ آئے تو پہلے یہ تفتیش کی کہ یہ کہاں تھا۔ جب یقینی طور پر متعین ہو گیا کہ وہ جگہ یہ ہے تو پھر وہیں رکھا اور اس کے ارد گرد عمارت بنوادی وہیں آج تک ہے [2]۔

---

عہ اول صلوٰۃ باب قبلۃ اہل المدینہ ص۵۸ مناسک باب طاف النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصلی لاسبوعہ رکعتین ص۲۲ باب من صلی رکعتی الطواف خلف المقام ص۲۲ باب ماجاء فی السعی بین الصفا والمروۃ ص۲۲۱ عمرہ باب متی یحل المعتمر ص۲۴۱ مسلم اول حج باب بیان ان الحرم لایحل بالطواف جمل السعی ص۴۰۵ نسائی مناسک باب این یصلی رکعتی الطواف ص۲۱۱ باب طواف من اہل بالعمرۃ ص۲۳۶ باب اذکر خروج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی الصفا ص۲۴۳ ابن ماجہ مناسک باب الرکعتین بعد الطواف ص۲۱۸ ۔

[1] اول صلوٰۃ باب التوجہ الی القبلۃ حیث کان ص۵۵ بخاری ثانی تفسیر باب قولہ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ص۷۱۹ فتح الباری جلد اول باب قولہ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی ص۴۷۶ ۔

[2] ص۴۷۶ ۔

## حدیث ۲۷۵: صلوٰۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی داخل البیت

سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قَالَ أَتَى ابْنَ عُمَرَ فَقِيلَ لَهُ هٰذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مجاہد نے کہا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے پاس کوئی آیا اور اس نے بتایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

دَخَلَ الْكَعْبَةَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فَأَقْبَلْتُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجِدٌ بِلَالًا قَائِمًا

کعبے کے اندر تشریف لیگئے ابن عمر نے کہا یہ سنتے ہی میں جب آگے بڑھا، تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لاچکے تھے اور

بَيْنَ الْبَابَيْنِ فَسَأَلْتُ بِلَالًا فَقُلْتُ أَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ

میں نے بلال کو دونوں دروازوں کے درمیان کھڑا پایا۔ میں نے بلال سے پوچھا کیا نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کعبے میں نماز

قَالَ نَعَمْ رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ اللَّتَيْنِ عَلٰى يَسَارِهٖ إِذَا دَخَلْتَ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلّٰى

پڑھی ہے انھوں نے کہا ہاں دو رکعت ان دونوں ستونوں کے درمیان۔ جب تم کعبے کے اندر جاؤ تو بائیں

فِي وَجْهِ الْكَعْبَةِ رَكْعَتَيْنِ ؏ ۔

جانب ہیں۔ اس کے بعد باہر نکلے اور دو رکعت کعبے کے سامنے پڑھیں۔

**مسائل:۔** اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ عمرے میں سعی واجب ہے۔ عمرہ کرنے والا صفا اور مروہ کی سعی سے پہلے ممنوعات احرام کا ارتکاب نہیں کرسکتا۔ ہر طواف کے بعد دو رکعت پڑھنی چاہئے۔ ہمارے یہاں مستحب ہے۔ آیت میں امر استحباب کے لئے ہے۔ بعض علماء کے نزدیک واجب ہے۔ بعض کے نزدیک سُنّت۔ بعض نے کہا کہ طواف اگر واجب ہے تو یہ بھی واجب وہ سنت تو یہ بھی سنت۔

## تشریحات ۲۷۵-۲۷۶:۔

**تکمیل:۔** کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع، میں اسکی تفصیل یہ ہے۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنی اونٹنی، قصواء پر سوار ہوکر مسجد حرام تشریف لائے۔ اسامہ کو اپنے پیچھے بٹھائے ہوئے تھے۔ حضور کے ساتھ بلال، عثمان بن طلحہ حجبی تھے۔ اونٹنی بیت اللہ کے قریب بٹھائی اور عثمان سے کہا کنجی لاؤ۔ وہ کنجی لائے اور کعبے کا دروازہ کھولا۔ حضور، اسامہ، بلال اور عثمان اندر گئے۔ پھر دروازہ بند کرلیا گیا۔ بہت دیر تک یہ لوگ اندر رہے پھر باہر نکلے۔ اس کے بعد لوگ بہت تیزی کے ساتھ کعبہ کے اندر جانے کی کوشش کرنے لگے۔ میں سب سے پہلے اندر گیا۔ دروازے کے پیچھے بلال کھڑے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہاں نماز پڑھی ہے۔ انھوں نے بتایا، ان دونوں اگلے ستونوں کے درمیان پڑھی ہے۔ کعبے کی چھت چھ ستون پر قائم تھی جنکی دو قطاریں تھیں۔ حضور نے اگلی قطار کے دونوں ستونوں کے درمیان نماز

ع۔ اول صلوٰۃ باب قول اللہ عزوجل واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی ص۵۶ باب الابواب والغلق للکعبۃ والمساجد ص۶۷ باب الصلوٰۃ بین السواری ص۷۲ ج۱ باب اغلاق البیت ص۲۱۷ ثانی مغازی باب حجۃ الوداع ص۱۳۳ مسلم۔ اول حج باب استحباب دخول الکعبۃ ص۴۱۱ ابوداؤد اول مناسک باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ ص۲۷۲ نسائی اول مساجد باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ ص۱۱۲ قبل باب مقدار ذراع ص۱۲۲ ثانی مناسک باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ ص۳۲ موطا امام مالک حج باب الصلوٰۃ فی البیت ص۱۳۸ مسند امام احمد

## حدیث ۲۷۶ :- ایضاً -

عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ

عطاء نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے سنا انھوں نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ دَعَا فِي نَوَاحِيهِ كُلِّهَا وَلَمْ يُصَلِّ حَتّٰى خَرَجَ

جب کعبے میں داخل ہوئے تو اس کے ہر طرف دعا مانگی اور نماز نہیں پڑھی - جب باہر تشریف

مِنْهُ فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِي قُبُلِ الْكَعْبَةِ وَقَالَ هٰذِهِ الْقِبْلَةُ عه

لائے تو کعبے کے سامنے دو رکعتیں پڑھیں - اور فرمایا یہ قبلہ ہے -

پڑھی تھی - کعبے کے دروازے کو اپنے پیچھے کر لیا تھا - اور روئے انور اس سمت کیا تھا کہ جب تم کعبے میں داخل ہو تو وہ تمہارے سامنے ہوگی - دیوار اور حضور کے مابین تین ہاتھ کا فاصلہ تھا - ابن عمر نے کہا میں بلال سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ حضور نے کے رکعت نماز پڑھی تھی - جہاں حضور نے نماز پڑھی تھی وہاں سرخ سنگ مرمر کا فرش ہے -

قریش کی تعمیر سے پہلے کعبے کی کوئی چھت نہیں تھی - دیواریں بھی بہت نیچی صرف قد آدم تھیں - حطیم کعبے کے اندر تھا - اس میں صرف دو رکن ، یعنی کونے تھے - حطیم کی طرف گول دائرہ نما تھا - اس کی لمبائی ستائیس ہاتھ تھی - قریش نے اس کی دیواریں اونچی کر دیں اور اس پر چھت ڈال دی - اخراجات کی کمی کی وجہ سے حطیم کو باہر کر دیا - اور صرف اٹھارہ ہاتھ لمبائی رکھی ، اور چوکور بنا دیا - چھت چھ ستونوں پر تھی جن کی دو قطاریں تھیں - حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اگلی قطار کے ستونوں کے مابین نماز پڑھی تھی - دو ستون داہنی طرف اور ایک ستون بائیں طرف تھا - بین الساریتین علی یسارہ اذا دخلت - جب تم کعبے میں داخل ہو تو بائیں ہاتھ والے دونوں ستونوں کے درمیان" کا یہی مطلب متعین ہے - نیز ابو داؤد اور مؤطا میں بھی تفصیل مذکور ہے کہ حضور نے ایک ستون بائیں طرف اور دو ستون داہنی طرف کر لیا تھا - بخاری باب الحج میں بین العمودین الیمانیین مذکور ہے ، وہ بھی اسی کی نشان دہی کرتا ہے

**حضور نے کعبے میں دو رکعت پڑھی** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر کعبے میں ، دو رکعت نماز پڑھی - اور یہی راجح ہے - رہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی حدیث جس میں تصریح ہے ، کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کعبے میں نماز نہیں پڑھی - صرف دعائیں کیں - یہ یا تو اس بنا پر ہے کہ حضرت ابن عباس کو نماز پڑھنے کی روایت نہیں ملی - یا یہ کسی اور موقع کا ذکر ہے - ایک احتمال یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی حدیث اصل میں حضرت اسامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے - یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کعبے میں گئے تھے - ہو سکتا ہے کہ حضرت اسامہ حضور سے دور رہے ہوں - دروازہ بند تھا - اندر اندھیرا تھا - حضور نے نماز بہت مختصر پڑھی تھی - انھوں نے نہیں دیکھا - حضرت بلال چونکہ قریب تھے اس لئے انھوں نے دیکھا - علاوہ ازیں علم حدیث کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ نفی پر اثبات مقدم ہوتا ہے - حضرت ابن عباس کی حدیث میں نفی ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیث میں اثبات ہے - اس لئے اسے ترجیح ہوگی - علاوہ ازیں خود حضرت عثمان بن طلحہ اور حضرت ابو ہریرہ ، حضرت شیبہ بن عثمان ، اور حضرت عبد الرحمٰن بن صفوان سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعبے میں دو رکعت نماز پڑھی -

---

عه اول صلوٰۃ باب قول اللہ عزوجل واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی ص۵۷ مسلم اول حج باب استحباب دخول البیت ص۴۲۹ نسائی ثانی مناسک باب موضع الصلوٰۃ فی البیت ص۳۴

## حدیث ۲۷۷ :- تحویل قبلہ -

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا قَدِمَ

حضرت براء رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ، کہ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جب پہلے پہل مدینہ

الْمَدِیْنَۃَ نَزَلَ عَلٰی اَجْدَادِہٖ اَوْ قَالَ اَخْوَالِہٖ مِنَ الْاَنْصَارِ

تشریف لائے - تو اپنی ننہال انصار میں اُترے اور بیت المقدس

وَاَنَّہٗ صَلّٰی قِبَلَ بَیْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّۃَ عَشَرَ شَھْرًا اَوْ سَبْعَۃَ

کی جانب منہ کرکے سولہ یا سترہ مہینے نماز پڑھی - اور حضور کی خواہش

عَشَرَ شَھْرًا وَّکَانَ یُعْجِبُہٗ اَنْ تَکُوْنَ قِبْلَتُہٗ قِبَلَ الْبَیْتِ وَاَنَّہٗ صَلّٰی اَوَّلَ

یہ تھی کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ (کعبہ) ہوتا - حضور نے کعبے کی

صَلٰوۃٍ صَلَّاھَا صَلٰوۃَ الْعَصْرِ وَصَلّٰی مَعَہٗ قَوْمٌ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِّمَّنْ صَلّٰی

طرف سب سے پہلی جو نماز پڑھی تھی وہ عصر تھی - حضورؐ کے ساتھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی تھی - ان میں سے

**اشکال اور جواب** البتہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی حدیث پر یہ اشکال ہے کہ خود انھیں سے یہ روایت ہے کہ فرمایا ، میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ حضور نے کے رکعت پڑھی - جیسا کہ خود بخاری ہی میں ص۶۰ اور ص۶۳ پر ہے - اس کا جواب یہ ہے کہ عمرو بن ابی شیبہ نے کتاب مکہ میں بطریق عبد العزیز بن ابو داؤد خود ابن عمر ہی سے یہ روایت کی ہے - وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال سے پوچھا کہ حضورؐ نے کیا کیا - تو انھوں نے سلے اور پچھلی انگلیوں سے اشارہ فرمایا کہ دو رکعتیں پڑھیں[1] - اب ان روایتوں کا محمل" کہ میں پوچھنا بھول گیا کہ کتنی رکعتیں پڑھیں " یہ ہوا کہ میں یہ بھول گیا کہ ان سے زبانی کہلوا لیتا کہ دو رکعتیں پڑھیں - اشارہ کرکے تو انھوں نے بتایا کہ دو رکعتیں پڑھیں -

**مطابقت باب :-** یہ تینوں حدیثیں امام بخاری اس باب کے ضمن میں لائے ہیں - بَاب قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی — یعنی اللہ عزّ وجلّ کے اس ارشاد ، مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ - کا بیان - بالکل سامنے کی بات ہے ، اس باب کا مقصد یہ ہے کہ مقام ابراہیم کے قریب نماز پڑھنا مامور ہے -

پہلی حدیث تو باب کے صریح مطابق ہے ، کہ اس میں بالتصریح مذکور ہے کہ حضور نے طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی - بقیہ دو حدیثوں میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو باب کے مطابق ہوتا - اس لئے شراح نے بڑی عرق ریزی سے مناسبت نکالی ہے - لیکن ہماری ناقص رائے یہ ہے کہ بادی النظر میں آیت مذکورہ سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید حرم پاک میں صرف مقام ابراہیم کے پیچھے ہی نماز درست ہوگی اور کہیں نہیں ہوگی - اس شبہے کے ازالہ کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے اور یہ تین حدیث لاکر یہ افادہ فرمایا کہ مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنی مستحب مرغوب ہے مگر حرم پاک میں کہیں بھی نماز پڑھو ، درست ہے - حتیٰ کہ کعبے کے اندر بھی جائز ہے -

---

[1] عینی جلد ۱ ص۱۳۳ -

مَعَهٗ فَمَرَّ عَلٰى اَهْلِ مَسْجِدٍ وَّهُمْ رَاكِعُوْنَ فَقَالَ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ

ایک صاحب ایک مسجد کے قریب سے گذرے وہ لوگ رکوع میں تھے۔ انھوں نے کہا میں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ مَكَّةَ فَدَارُوْا كَمَا هُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ

وَكَانَتِ الْيَهُوْدُ قَدْ اَعْجَبَهُمْ اِذْ كَانَ يُصَلِّيْ قِبَلَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَاَهْلُ

الْكِتَابِ فَلَمَّا وَلّٰى وَجْهَهٗ قِبَلَ الْبَيْتِ اَنْكَرُوْا ذٰلِكَ قَالَ زُهَيْرٌ

نے مکہ کیطرف منہ کرکے نماز پڑھی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ لوگ جس حال میں تھے اسی حال میں بیت اللہ کی طرف پھر گئے اور یہودیوں اور

حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ حَدِيْثِهٖ هٰذَا اَنَّهٗ مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ

اہل کتاب کو یہ بات پسند تھی کہ حضور بیت اللہ کیطرف منہ کرکے نماز پڑھتے، تو جب حضور نے بیت اللہ کیطرف منہ پھیر لیا تو یہ انھیں برا لگا۔ تحویل قبلہ سے پہلے کچھ لوگ

## تشریحات ۲۷۷ :-

**حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما** مشہور انصاری صحابی ہیں۔ غزوۂ اُحد کے موقع پر کم سنی کیوجہ سے یہ بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ شرکت سے روک دیئے گئے تھے۔ سب سے پہلے غزوۂ خندق میں شریک ہوئے، اس کے بعد تمام مشاہد میں شریک رہے۔ ۲۴ھ میں ری، موجودہ طہران، انھوں نے کچھ صلح سے اور کچھ لڑکر فتح کیا۔ جنگ تستر میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔ مشاجرات میں یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامی تھے، ان کے ساتھ تمام لڑائیوں میں رہے۔ حضرت مصعب بن زبیر کے عہد ولایت میں کوفے میں جاں بحق ہوئے سن وصال ۷۲ھ ہے۔ ان کے والد ماجد حضرت عازب بھی صحابی ہیں۔ صحابہ میں عازب نام کا سوائے ان کے اور کوئی نہیں اور نہ براء بن عازب نام کا ان کھا جزادے کے علاوہ کوئی اور ہے۔ ان سے تین سو پانچ احادیث مروی ہیں جن میں بائیس متفق علیہ ہیں اور پندرہ افراد بخاری سے اور چھ افراد مسلم سے۔

**نزل علی اجدادہ واخوالہ :-** حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردادا حضرت ہاشم نے انصار کے مشہور قبیلے بنی عدی بن نجار میں، سلمیٰ سے نکاح کیا تھا۔ جن سے حضرت عبد المطلب ہیں۔ اس قبیلے کے جو افراد تھے ان کو اس قرابت کیوجہ سے نانا یا ماموں کہدیا۔ اسی وجہ سے میں نے ان دونوں کا ترجمہ ننہال کیا ہے۔

**اشکال :-** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلے قبا میں بنی عمرو بن عوف کے سردار کلثوم بن الہدم کے یہاں اُترے تھے۔ چوبیس دن یہاں قیام فرما کر جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر قیام فرمایا۔ یہ مالک بن نجار کے قبیلے سے تھے۔ اور حضور کے جد امجد کی ننہال بنی عدی میں تھی۔ نہ بنی عمرو بن عوف میں تھی، نہ حضرت ابو ایوب کے قبیلے میں تھی۔ جواب ظاہر ہے کہ عدی اور مالک دونوں بھائی تھے۔ ایک بھائی کے رشتے کو دوسرے بھائی کی طرف منسوب کرنا پوری دنیا کا عرف ہے

**قبل ہجرت قبلہ :-** ہجرت سے قبل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے، اس بارے میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے۔ مگر یہ مرجوح ہے۔ اس

قَبْلَ اَنْ تَحُوْلَ رِجَالٌ وَّقُتِلُوْا فَلَمْ نَدْرِ مَا نَقُوْلُ فِيْهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ

فوت ہو چکے تھے - اور کچھ شہید ہو گئے تھے - ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ان کے بارے میں کیا کہیں اس پر اللہ عزوجل 62

اِيْمَانَكُمْ ؕ

نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ، اور اللہ عزوجل تمہارے ایمان (نماز) کو اکارت نہیں فرمائے گا -

لئے کہ اس قول کی بنا پر تکرار لازم آئے گا - دوسرے یہ کہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے - یہ خلاف ظاہر ہے - تیسرا قول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما وغیرہ کا ہے ، کہ اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ کعبہ اور بیت المقدس ، دونوں کی طرف منہ ہو - یعنی کعبے کے جنوب میں کھڑے ہو کر شمال کی طرف منہ کر کے اور یہی صحیح ہے - امام حاکم وغیرہ نے اس کی تصحیح کی - نیز اس میں اور قول ثانی میں منافات نہیں - یہ شارحین کی ترجمانی تھی اس خادم کو اس میں کلام ہے - اس لئے کہ اولاً امامت جبرئیل والی حدیث کے بعض طرق میں وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ بَابِ الْبَيْتِ[1] ہے حضور نے جبرئیل کے ساتھ بیت اللہ کے دروازے کے پاس نماز پڑھی اور دروازہ پورب جانب ہے - ثانیاً یہ خود ابن عباس کی اس روایت کے معارض ہے جو طبری نے بواسطہ علی بن طلحہ ذکر کی ہے - وہ فرماتے ہیں ، جب حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ آئے تو اللہ نے انھیں حکم دیا کہ بیت المقدس کی جانب منہ کریں[2] - فاء تعقیب کیلئے آتی ہے - اس سے معلوم ہوا کہ بیت المقدس کی جانب منہ کرنے کا حکم مدینہ منورہ آنے کے بعد ہوا ہے - ثالثاً ، سیرت ابن اسحٰق ، سیرت ابن ہشام ، مواہب لدنیہ ، افضل القریٰ لقراء ام القریٰ ، حاشیہ کنز علامہ سید ابو السعود ازہری اور حاشیہ درمختار سید احمد طحطاوی میں ہے ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ مکہ یعنی جبل حرا پر تھے کہ جبرئیل ، حضور کے سامنے عمدہ ترین خوشبو کے ساتھ بہترین شکل میں ظاہر ہوئے اور عرض کیا ، اے محمد ! اللہ عزوجل آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ سے فرماتا ہے کہ آپ تمام جن وانس کی جانب رسول ہیں - ان کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی طرف بلائیے - اس کے بعد اپنا پاؤں زمین پر مارا جس سے پانی کا چشمہ ابل پڑا - اس سے جبرئیل نے وضو کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے ، اس کے بعد حضور کو حکم دیا کہ وضو کر لیں - جبرئیل نماز کے لئے کھڑے ہو گئے - اور حضور سے کہا کہ میرے ساتھ نماز پڑھیں - ابو نعیم کی روایت میں حضرت اُمّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے یہ زائد ہے - کہ کعبے کی طرف منہ کر کے دو رکعت نماز پڑھی - جبرئیل نے حضور کو وضو اور نماز کا طریقہ سکھایا اور آسمان پر چلے گئے - حضور جب گھر واپس ہونے لگے تو شجر و حجر ، دیوار و در عرض کرنے لگے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! پھر حضرت خدیجہ کو حضور نے حکم دیا تو انھوں نے بھی وضو کر کے نماز پڑھی - یہ واقعہ متعدد طرق سے مروی ہے - سب کچھ نہ کچھ کلام کیا گیا ہے ، مگر تعدد طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے قوی ہو گیا ہے[3]

گذر چکا ہے کہ حرا ، مکہ معظمہ سے شمال مشرق میں ہے ، وہاں کعبے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں بیت المقدس کی طرف کسی طرح منہ نہیں ہو سکتا - ایک حدیث میں ہے - نماز نچگانہ فرض ہونے سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر پڑھا کرتے تھے ، اخیر دن (عصر) کی نماز کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور صحابہ پہاڑ کی گھاٹیوں میں متفرق ہو جاتے - ان پہاڑی گھاٹیوں میں پابندی کسی طرح ممکن نہ تھی - حضرت عفیف کندی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث گذر چکی ہے کہ انھوں نے ایک بار منیٰ میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ و حضرت ثیر خدا رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی - اور ظاہر ہے کہ منیٰ میں بھی یہ ممکن نہیں کہ کعبے کے ساتھ بیت المقدس کی طرف بھی منہ ہو سکے - اس لیے سب سے قوی اور راجح یہی قول ہے کہ ہجرت سے قبل قبلہ ، کعبہ تھا - اس سلسلے میں علامہ طبری نے ، ابن جریج سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ابتدا میں حضور کعبے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے پھر مکے ہی میں بیت المقدس کی

---

عه اول ایمان - باب الصلوٰۃ من الایمان ص۱۱ ایضاً صلوٰۃ باب التوجہ الی القبلۃ حیث کان ص۵۶ ثانی تفسیر باب قولہ سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ ص۶۴۲ ایضاً باب قولہ تعالیٰ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا ص۶۴۵ اخبار الآحاد باب ماجاء فی خبر الواحد الصدوق ص۱۰۵۶ مسلم اول صلوٰۃ تحویل القبلۃ من القدس الی الکعبۃ ص۳۰۰ ترمذی - اول صلوٰۃ باب ماجاء فی ابتداء القبلۃ ص۴۵ ثانی تفسیر سورۃ بقرۃ ص۱۲۰ نسائی اول صلوٰۃ باب فرض القبلۃ ص۸۵ ایضاً باب استقبال القبلۃ ص۱۲۱ ابن ماجہ صلوٰۃ باب القبلۃ ص۷۲ ص۷۵ فتح الباری کتاب الصلوٰۃ ج۱ ص۱۹۰

[1] فتح الباری جلد اول صلوٰۃ ص۴۲۱ - [2] جمان التاج فی الصلوٰۃ قبل المعراج فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص۱۵-۲۱۴ -

## حدیث ۲۷۸ :- کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ، قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰے عنہما نے فرمایا ۔ نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم اپنی سواری ہی پر

وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ حَیْثُ تَوَجَّھَتْ بِہٖ فَاِذَا اَرَادَ الْفَرِیْضَۃَ نَزَلَ

نماز (نفل) پڑھتے تھے ۔ جدھر بھی وہ حضور کا منہ کئے ہو ۔ جب فرض کا ارادہ فرماتے تو اُترتے

فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ ۔ عہ ۔

اور قبلہ کو منہ کرکے نماز پڑھتے ۔

طرف منہ کرنے کا حکم ہوگیا ۔ مکے میں تین سال تک بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے رہے [1]

تکرار نسخ کا یہ جواب ہے کہ ابتداءً اس بنا پر کہ اہل عرب کا مرکز عقدت ہے ، اپنے اجتہاد سے کعبے کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے پھر مکے ہی میں یا مدینہ طیبہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز کا حکم ہوا ۔ یہ اس موقع پر منسوخ ہوگیا ۔ علاوہ ازیں ابن عربی نے [2] تین چیزوں میں نسخ دو بار ہوا ۔ تعیین قبلہ ، متعہ ، دیسی گدھوں کی حرمت ۔ ابو العباس عزنی نے کہا ، اس سلسلے کی چوتھی کڑی ، آگ پر پکی ہوئی چیزوں کے کھانے سے وضو بھی ہے ۔ یعنی عام قاعدے سے یہ تین یا چار چیزیں مستثنیٰ ہیں [3]

سِتَّۃَ عَشَرَ شَھْرًا اَوْ عَشَرَ شَھْرًا | تحویل قبلہ ، ہجرت کے کتنے دنوں کے بعد ہوئی ، اس بارے میں چھ اقوال ہیں ۔ دو سال سترہ مہینے ، سولہ مہینے ، دس مہینے ، نو مہینے ڈھائی مہینے کے بعد ۔ مہینہ کون تھا ، اس بارے میں چار اقوال ہیں ۔ جمادی الآخرہ ، رجب ، شعبان ، ذوقعدہ ۔ صحیح اور راجح یہ ہے کہ ہجرت کے سولہ مہینے تین دن پر نودِ رجب دوشنبے کو تحویل ہوئی ۔ یہی امام احمد نے ابن عباس سے روایت کیا ۔ امام واقدی نے فرمایا ، یہی اثبت ہے ۔ علامہ عینی اور علامہ ابن حجر نے اسے صحیح کہا ۔ اسی پر جمہور کا جزم ہے ۔ بر بنائے قول صحیح حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اٹھائیس صفر کو مکہ سے نکلے ۔ تین دن غار ثور میں رہے ۔ پندرہویں دن دوشنبے کے روز ۱۲ ربیع الاول کو دوپہر کے قریب مدینہ منورہ پہنچے ۔ چوبیس دن قبا میں قیام فرمایا ۔ پچیسویں دن کے بعد جمعہ کو مدینہ طیبہ تشریف لائے ۔ راستے میں بنی سالم کے محلے میں جمعہ کا وقت ہوگیا ، وہیں نماز جمعہ ادا فرمائی اور سال بھر کے بعد پندرہ رجب کو نماز ظہر میں عین حالت نماز میں جبکہ دو رکعت نماز ہوچکی تھی تحویل قبلہ کی آیت نازل ہوئی ۔ سولہ اور سترہ مہینے کی تردید حضرت براء رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بعض روایتوں میں ہے ۔ یہ تردید انھیں کی طرف سے ہے جیسا کہ عینی میں ہے ۔ مگر نسائی میں ہے کہ یہ شک سفیان کو ہوا ۔ شک سفیان ص۵۵ ، انھیں سے صحیح ابو عوانہ میں ، مسلم میں ابو الاحوص کی روایت میں اور نسائی میں ابو زکریا بن زائدہ اور شریک کی روایت میں بغیر تردید کے " ستۃ عشر شھرا " ہے ۔ بنظر دقیق ان دونوں میں تعارض بھی نہیں ۔ ربیع الاول اور رجب دونوں کو جوڑیں تو سترہ مہینے ہوتے ہیں ۔ اور ایک کو چھوڑ دیں جیسا کہ چاہئے تو سولہ ہوتے ہیں ۔ عام طور پر یہ دونوں طریقے رائج ہیں ۔ مؤطا میں ہے ، بدر سے دو مہینے قبل تحویل قبلہ ہوئی تھی ۔ غزوۂ بدر اٹھارہ رمضان کو ہوا تھا ۔ اس حساب سے بھی تحویل قبلہ رجب ہی میں ہوئی ۔ صرف دو دن کا فرق ہے ۔ یہ فرق کوئی قابل لحاظ فرق نہیں ۔ مدینہ طیبہ میں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم بحکم ربانی ، بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے ۔ جیسا کہ طبری [4] وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے روایت کی

---

[1] زرقانی علی المواہب جلد اول ص۴۰۰ [2] ایضاً
[3] فتح الباری اول صلوٰۃ ص۴۲۱ ۔

عہ اول صلوٰۃ باب التوجہ نحو القبلۃ حیث کان ص۵۵ تقصیر الصلوٰۃ ، باب التطوع علی الدابۃ باب ینزل للمکتوبۃ ص۱۴۸ ثانی مغازی باب عزوۃ بنی المصطلق ص۵۹۳

## حدیث ۲۷۹ :- اُنْسٰی کَمَا تَنْسَوْنَ -

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ صَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی

اِبْرَاھِیْمُ لَا اَدْرِیْ زَادَ اَوْ نَقَصَ، فَلَمَّا سَلَّمَ قِیْلَ لَہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اَحَدَثَ

ابراہیم نخعی نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ زیادہ کیا تھا یا کم کیا تھا، جب سلام پھیر چکے تو عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ

فِی الصَّلٰوۃِ شَیْءٌ قَالَ وَمَا ذَاکَ، قَالُوْا صَلَّیْتَ کَذَا وَکَذَا، فَثَنٰی رِجْلَیْہِ وَ

کیا نماز میں کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے۔ فرمایا کیا بات ہے؟ لوگوں نے عرض کیا حضور نے ایسے ایسے نماز پڑھی ہے تو حضور نے

ہے۔ امرہ اللہ ان یستقبل بیت المقدس۔ اللہ عزوجل نے یہ حکم دیا کہ بیت المقدس کی طرف منہ کریں۔ اس میں یہود کی تالیف قلب بھی تھی۔ مگر چونکہ اسلام ملت ابراہیمی ہے اس لئے دلی آرزو یہ تھی کہ قبلہ کعبہ ہوتا۔ اس میں اہل عرب کے لئے ایک کشش بھی تھی۔ اکثر نماز کی حالت میں آسمان کی طرف ملتجیانہ نظر سے دیکھا کرتے۔ اللہ عزوجل کو خوب معلوم تھا کہ محبوب کی دلی خواہش کیا ہے۔ ایک بار جبرئیل آسمان کی طرف جاتے ہوئے برادائے محبوبانہ دیکھ لی۔ اس پر یہ آیت کریمہ عین حالت نماز میں نازل ہوئی [1]

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْھِکَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً — تمہارے آسمان کی طرف بار بار دیکھنے کو ہم دیکھ رہے ہیں ہم ضرور تم کو

تَرْضٰھَا فَوَلِّ وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (بقرہ) — اسی قبلے کی طرف پھیر دینگے جو تمہیں پسند ہے۔ تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرلو۔

**صَلٰوۃُ الْعَصْرِ** | یہ تحویل قبلہ کس نماز اور کس مسجد میں ہوئی۔ بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز عصر میں ہوئی۔ المواہب اللدنیہ اور اسکی شرح زرقانی میں ہے [2] کہ ابوسعید بن المعلی کی حدیث ہے کہ نماز ظہر میں ہوئی۔ اور یہی طبرانی اور بزار کی حدیث میں بھی ہے۔ جو حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے۔ لیکن خود بخاری، مسلم، نسائی میں حضرت ابن عمر سے جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ لوگ قبا میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک آنے والے نے بتایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن اُتارا گیا ہے۔ اور کعبے کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لوگ شام کی طرف منہ کرکے نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ سنتے ہی کعبے کی طرف پھر گئے۔ نیز مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت بھی یہی ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے یہ تطبیق دی کہ صحیح یہی ہے کہ تحویل قبلہ کی آیت بنی سلمہ کی مسجد میں نماز ظہر کی حالت میں اُتری تھی اسی لئے اس مسجد کا نام مسجد قبلتین ہے۔ اور سب سے پہلے پوری پوری نماز کعبے کی طرف مسجد نبوی میں عصر کی پڑھی گئی۔ اور اندرون شہر کی مساجد میں یہ خبر عصر ہی کے وقت پہنچ گئی۔ قبا چونکہ مدینے سے تین میل کے فاصلے پر ہے وہاں دوسرے دن نماز فجر میں پہنچی۔

**فَخَرَجَ رَجُلٌ** :- یہ صاحب کون تھے، اس بارے میں تین نام آتے ہیں۔ عباد بن نہیک عباد بن بشر، عباد بن وہب۔

**وَاَھْلُ الْکِتَابِ** | اہل کتاب میں نصاریٰ بھی داخل ہیں۔ مگر مراد یہود ہیں۔ اس لئے کہ نصاریٰ کا قبلہ بیت المقدس نہیں [3]

**قتلوا** :- شارحین کا اس پر اتفاق ہے کہ ہجرت اور تحویل قبلہ کے مابین کوئی مسلمان قتل نہیں ہوا ہے۔ یہ صرف زہیر کی روایت

---

[1] ابن ماجہ اقامۃ الصلوات باب القبلۃ ص۷۲ [2] جلد اول تحویل قبلہ ص۲۰۰ [3] فتح الباری جلد اول ص۱۹۰ [4] ایضاً -

اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ، فَلَمَّا اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ

اپنے دونوں پاؤں موڑے اور قبلے کو منہ کیا اور دو سجدے کیا اسکے بعد سلام پھیرا - اس کے بعد جب ہماری طرف منہ کیا

میں ہے بقیہ طرق میں صرف مات مذکور ہے -

**مسائل** :- ۱ - قرآن مجید سے حدیث کا منسوخ ہونا درست ہے - ۲ - نماز میں قبلہ رو ہونا فرض ہے - ۳ - قبلہ، کعبہ ہی ہے - ۴ - خبر واحد کا قبول کرنا واجب ہے جب مخبر عادل ہو - ۵ - ایک نماز چاروں سمت میں پڑھنی درست مثلاً تحری کر کے ایک سمت نماز پڑھ رہا تھا، نماز ہی میں دوسری سمت پر دل جما تو فرض ہے کہ بلا تاخیر اس سمت پھر جائے - اسی طرح چاروں طرف پھرا، پھر بھی نماز ہوگئی - ۶ - تحری کر کے کسی سمت نماز پڑھ رہا تھا پھر دل کسی اور سمت پر جما اور اُدھر پھر گیا تو نماز کے اعادہ کی حاجت نہیں - ۷ - کہیں جائے تو بہتر یہ ہے کہ اگر وہاں اپنا کوئی عزیز ہو تو اس کے وہاں قیام کرے - ۸ - اس سے حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بارگاہ رب العلمین میں عظمت ظاہر ہوئی کہ اگلے حکم کے خلاف جب حضور کی مرضی ہوئی تو بغیر سوال کے اسی کے مطابق اجازت دے دی -

## تشریحات ۲۷۸ :-

۱ - اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نفل نماز سواری پر جائز ہے، اگرچہ قیام اور رکوع و سجدہ نہ ہو سکے - اور قبلے کو منہ نہ ہو - البتہ فرض اور اس کے مثل وتر اور فجر کی سنت درست نہیں - ان کے علاوہ تمام نمازیں درست ہیں -

۲ - یہ بھی ضروری نہیں کہ تحریمہ باندھتے وقت قبلہ کو منہ ہو -

۳ - یہ شرط ہے کہ مدت قصر پر سفر کے لئے نکلا ہو -

۴ - اس حالت میں جدھر سواری کا منہ ہے، اگر اُدھر رُخ نہیں ہوگا تو نماز نہ ہوگی

## تشریحات ۲۷۹ :-

یہ واقعہ نماز ظہر میں ہوا تھا[1] اور بجائے چار کے پانچ پڑھ لی تھی - ہمارا مذہب یہ ہے کہ نماز میں کلام مطلقاً مفسد نماز ہے - خواہ وہ کلام دُنیوی ہو یا دینی - نماز کی اصلاح کے لئے ہو یا کچھ اور - جیسا کہ خود حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے -

ان هذه الصلوٰة لا يصلح فيها شيء من كلام الناس انما هو التسبيح والتكبير وقراءة القرآن[2]

نماز میں کسی قسم کا کلام درست نہیں - نماز صرف تسبیح، تکبیر اور قرآن کی تلاوت ہے -

اگر نماز میں سہو ہو جائے تو اس بارے میں فرمایا -

ايها الناس مالكم حين نابكم شيء في الصلوٰة اخذتم في التصفيق انما التصفيق للنساء من نابه شيء في صلوته فليقل سبحان الله فانه لا يسمعه احد حين تقول سبحان الله الا التفت[3]

اے لوگو! جب نماز میں کچھ ہو جاتا ہے تو تم لوگ تالی کیوں بجانے لگتے ہو - تالی صرف عورتوں کے لئے ہے - جب نماز میں کچھ ہو جائے تو سبحان اللہ کہو - جو بھی سبحان اللہ کہتے سنے گا، متوجہ ہوگا -

امام طحاوی نے فرمایا، ابتداءً نماز میں کلام کی اجازت تھی - بعد میں منسوخ ہوگئی - اقول، یہاں خاص بات یہ ہے

---

[1] بخاری جلد اول صلوٰۃ ، باب ماجاء فی القبلۃ ص ۵۸ [2] مسلم اول مساجد باب جواز الاقتصاء علی العقبین ص ۲۰۱ ابوداؤد - اول صلوٰۃ باب تشمیت العاطس فی الصلوٰۃ ص ۱۲۱ نسائی اول صلوٰۃ - الکلام فی الصلوٰۃ ص ۱۶۸ -

[3] مسلم اول صلوٰۃ باب تقدیم الجماعۃ من یصلی بہم ص ۱۹۱ ابوداؤد اول باب تصفیق فی الصلوٰۃ ص ۱۳۱ نسائی اول امامت باب اذا تقدم الرجل فی الرکعۃ ثم جاء الامام ص ۱۲۷ -

قَالَ اِنَّهٗ لَوْ حَدَثَ فِی الصَّلٰوۃِ شَیْءٌ لَنَبَّأْتُکُمْ بِهٖ وَلٰکِنْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ

تو فرمایا ۔ اگر نماز میں کوئی نئی بات پیدا ہوتی تو تمھیں ضرور بتاتا ۔ میں بھی بشر ہوں جیسے تم لوگ بشر ہو

اَنْسٰی کَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِیْتُ فَذَکِّرُوْنِیْ وَاِذَا شَکَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوتِهٖ

مجھے بھلا دیا جاتا جیسے تم لوگ بھولتے ہو ۔ جب مجھے بھول جائے تو مجھے یاد دلا دیا کرو اور جب تمھیں نماز میں شک ہو جائے

فَلْیَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْیُتِمَّ عَلَیْهِ ثُمَّ لِیُسَلِّمْ ثُمَّ یَسْجُدُ سَجْدَتَیْنِ ۔

تو جس پر دل جمے اسی کے مطابق پوری کرو پھر سلام پھیرو پھر دو سجدے کر لو ۔

ت ۱۰۰ :- وَقَدْ سَلَّمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ رَکْعَتَیِ الظُّهْرِ

اور نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نماز ظہر میں دو رکعت پر سلام پھیر دیا ۔

کہ کلام خود حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ہوا تھا ۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ، سے کلام مفسدِ نماز نہیں ۔ جیسے سلام کسی اور کو نماز میں سلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے ، مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے سلام کہنا مُکَمِّلِ نماز ہے ۔ اسی طرح عامۂ مؤمنین کا آپس میں کلام نماز کو فاسد کر دیتا ہے ۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ۔

**اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ** میں بھی بشر ہوں جیسے تم لوگ بشر ہو ۔ علامہ عینی نے فرمایا ، اِنَّمَا حصر کے لئے آتا ہے ، کبھی مطلق حصر کے لئے ۔ کبھی خاص حصر کے لئے ۔ قرائن اور سیاق سے اس کو معلوم کیا جاتا ہے ۔ یہاں حصر مطلق بداہتہً باطل ہے ۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ایسے اوصاف کثیرہ ہیں جن میں کوئی بشر آپ کا شریک نہیں ۔ مراد صرف بھولنے کے اعتبار سے ہے ۔ یعنی بھولنا عوارض بشری میں سے ہے ۔ جیسے تم کبھی بھول جاتے ہو ۔ اسی طرح ، بتقاضائے بشری میں بھی بھول جاتا ہوں

**اَنْسٰی کَمَا تَنْسَوْنَ** اس پر اَدِلّ دلیل ہے کہ یہاں تشبیہ صرف بھولنے میں ہے ۔ صحیح ، راجح ، محقق یہ ہے کہ اقوال اور اخبار میں انبیاء کرام سے نسیان اور سہو محال ہے ۔ افعال میں کسی وقت ، وہ بھی کسی دینی مصلحت کی بنا پر ممکن بلکہ واقع ہے ۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے ۔ اس میں مصلحت ، سجدۂ سہو کی تشریع و تعلیم ہے ۔

**وَاِذَا شَکَّ** اگر کسی کو نماز میں یہ شبہ ہو جائے کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں ، تو وہ سوچے ۔ جتنے پر دل جمے اس کے مطابق نماز پوری کرے اور سجدۂ سہو کرے ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سجدہ سہو سے پہلے سلام پھیرے پھر سجدۂ سہو کرے ۔

یہ بھی ثابت ہوا کہ سلام کے بعد اگر ایسے سہو پر اطلاع ہوئی جس سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے اور سلام کے بعد کوئی ایسی بات نہیں پائی گئی جو منافی نماز ہو تو سجدۂ سہو کرے ۔ اور اگر نماز کے منافی کوئی فعل پایا جائے تو اعادہ واجب ہے

---

ع۱ اول صلوٰۃ باب التوجہ الی القبلۃ ص۵۵ باب ما جاء فی امر القبلۃ ص۵۵ ثانی الایمان والنذور باب اذا حنث ناسیا فی الایمان ص۹۸۶ مسلم اول باب من شک فی صلوٰتہ فلم یدر کم صلی ص۲۱۱ ابوداؤد اول صلوٰۃ ۔ باب اذا صلی خمسا ص۱۴۶ نسائی صلوٰۃ باب ما یفعل من صلی خمسا ص۱۸۵ ابن ماجہ ۔ باب السہو فی الصلوٰۃ ص۸۵ ۔

وَاَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهٖ ثُمَّ اَتَمَّ مَا بَقِيَ ۔

اور لوگوں کی جانب اپنا چہرۂ اقدس کرلیا تھا اسکے بعد مابقیہ پوری فرمائی ۔

## تشریحات ۱۰۰ :-

یہ تعلیق مشہور و معروف حدیث ذُوالیَدَین کا جز رہے ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی ابھی گذری ہوئی حدیث میں جو واقعہ مذکور رہے ۔ وہ اور ہے اور اس حدیث میں جو مذکور رہے یہ اور ہے ۔ اُس میں یہ ہے کہ پانچ رکعت پڑھ لی تھی ۔ اور اِس میں یہ ہے کہ دو رکعت پر سلام پھیرا تھا ۔

**توضیح باب** یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے، باب ما جاء فی القبلۃ و من لم یر الاعادۃ علی من سھی فصلی الی غیر القبلۃ ، اس کا بیان کہ قبلے کے بارے میں کیا کیا وارد ہے ۔ اور جس نے بھول کر قبلے کے علاوہ کسی اور طرف منہ کرکے نماز پڑھ لی ۔ اس نماز کے اعادے کو جو واجب نہ جانے ——— یعنی اگر کوئی شخص بھول کر قبلے کے علاوہ کسی اور طرف منہ کرکے نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی ۔ اس نماز کے اعادے کی حاجت نہیں ۔ امام بخاری نے اسے مطلق رکھا ۔ احناف کے یہاں یہ حکم اس قید کے ساتھ ہے کہ قبلے کی صحیح سمت اسے معلوم نہ ہو اور کوئی بتانے والا بھی نہ ہو اور یہ تحرّی کرکے نماز پڑھے یعنی خوب سوچے غور کرے جس طرف دل جمے اس طرف منہ کرکے نماز پڑھ لے ۔

**مطابقت** علّامہ عینی نے فرمایا ۔ باب سے اس تعلیق کی مطابقت اس حصے سے ہے کہ سلام پھیر کر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم قبلے سے منہ پھیر کر مصلیوں کی جانب کرلیا تھا پھر اسی پر بنا کرکے بقیہ نماز پوری کرلی ، جس سے معلوم ہوا کہ اس وقت بھی نماز ہی میں تھے ۔ اور ظاہر ہے کہ یہ فعل سہواً ہوا تھا ۔ تو معلوم ہوا کہ نماز میں سہواً قبلے کے علاوہ کسی اور طرف منہ ہو جائے تو نماز ہو گئی اعادے کی حاجت نہیں ۔

اَقُوْلُ ——— اس واقعے میں قبلے سے انحراف ، سہواً نہیں تھا قصداً تھا ۔ اس بنیاد پر کہ نماز پوری ہو گئی ۔ اس لئے باب سے مطابقت کی یہ تقریر درست نہیں ۔ حقیقت میں اس تعلیق کو باب کے پہلے جز سے مطابقت ہے ۔

یعنی قبلے کے بارے میں کیا کیا منقول ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ قبلے کے متعلقات کی ایک کڑی یہ بھی ہے ۔ اس تعلیق سے ثابت ہوا کہ جن نمازوں کے بعد سُنّتیں ہیں ان میں امام سلام کے بعد قبلہ سے انحراف کرے ۔

## کَمْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

پوری حیاتِ طیبہ میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے نماز میں پانچ بار سہو ہوا ۔ اوّل ، نماز ظہر یا بروایت بعض عصر کی نماز پانچ رکعتیں پڑھیں ۔

## حدیث ۲۸۰ :- وافقت ربی ثلاثا -

قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَافَقْتُ رَبِّیْ فِیْ ثَلَاثٍ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے تین باتوں میں

جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ابھی گذری۔ دوم نماز ظہر میں دو رکعت پر سلام پھیر دیا۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ سے مروی ذوالیدین والی حدیث میں مذکور ہے۔ اور زیر بحث حدیث میں ہے۔ سوم، قعدۂ اولیٰ ترک ہوگیا۔ جیسا کہ ابوداؤد میں حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت عبداللہ بن بحینہ سے مروی ہے۔ چہارم، اثنائے قرأت آیت چھوٹ گئی۔ نماز کے بعد حضرت ابن مسعود سے فرمایا۔ کیا تم نماز میں نہیں تھے۔ عرض کیا۔ تھا۔ فرمایا پھر یاد کیوں نہیں دلایا۔ یہ علامہ تقی الدین بن دقیق العید نے جمع فرمایا۔ ایک بار مغرب میں دو ہی رکعت پر سلام پھیر دیا تھا

## تشریحات ۲۸۰ :-

**مطابقت** یہاں باب ہے ماجاء فی القبلۃ۔ جو قبلے کے بارے میں منقول ہے۔ یہاں مطابقت حدیث کے پہلے جزو سے ہے۔ اب یہاں تین احتمال ہیں۔ اگر مقام ابراہیم سے کعبہ مراد ہو تو مطابقت پوری اور صریح ہے۔ اور اگر مقام سے مراد حرم ہو تو مطابقت کی تقریر کے لئے باب کی توضیح یہ ہوگی کہ قبلہ اور قبلے کے متعلقات کے بارے میں جو کچھ آیا ہے اس کا بیان اور ظاہر ہے کہ حرم کعبے کے متعلقات میں سے ہے۔ اور یہی تقریر اس تقدیر پر ہوگی جب مقام ابراہیم سے مراد وہ مخصوص پتھر لیا جائے جس پر حضرت خلیل اللہ کے نشان قدم ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام بخاری کا مختار یہ ہو کہ مقام ابراہیم سے کعبہ مراد ہے۔ اسکی طرف اشارہ کرنے کے لئے اس باب میں یہ حدیث لائے۔

**وافقت ربی** یہاں بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ پہلے حضرت عمر نے اپنی رائے ظاہر فرمائی۔ اس کے بعد اس کے مطابق آیت نازل ہوئی۔ اب واقعے کے پیش نظر یہ کہنا زیادہ مناسب تھا کہ میرے پروردگار نے میری موافقت کی۔ علامہ عینی وغیرہ نے فرمایا کہ از راہ ادب حضرت عمر نے یہ فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے موافقت کی۔ مگر بنظر دقیق دیکھیں تو واقعہ یہی ہے۔ کہ حضرت عمر نے قرآن مجید کی موافقت کی۔ وہ اس طرح کہ قرآن مجید اللہ عزوجل کا کلام ہے اور اس کی صفت ہے جو قدیم ہے۔ جو نازل ہوا وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ نہ اس کی ابتدا ہے نہ اس کی انتہا۔ حضرت عمر نے جو کچھ اپنی رائے دی یہ حقیقت میں واقعے کے اعتبار سے قرآن سے انھوں نے موافقت کی۔

**ثلاث** اس حدیث میں تین ہے، مگر کتب حدیث و تفسیر کے ادنیٰ تتبع سے ان کی تعداد بیس تک ہے۔ تین موافقت یہ ہوئی۔ چوتھی بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضرت عمر کی رائے یہ تھی، ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ مگر حضرت صدیق اکبر کی رائے تھی کہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ رحمت عالم نے اسی کو پسند فرمایا۔ قیدیوں سے چار چار ہزار درہم فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔ جو لوگ ناداری کی وجہ سے فدیہ نہیں دے سکتے تھے وہ یوں ہی چھوڑ دیے گئے۔ ان میں جو لکھنا جانتے تھے ان کو حکم ہوا کہ دس دس بچوں کو لکھنا سکھا دیں[1] حضرت زید بن ثابت نے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا[2]۔ اس پر حضرت عمر کی تائید میں یہ آیت کریمہ اتری[3]۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ — نبی کے لئے مناسب نہ تھا کہ وہ کافروں کو قیدی بنائے جب تک
تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ — زمین میں خوب خون نہ بہالے۔ (اے مومنو) تم دنیا کا مال چاہتے

[1] مسند امام ابن حنبل جلد اول ص ۲۴۷۔ [2] طبقات ابن سعد ص ۱۲۔ [3] مسلم ثانی، جہاد سیر باب امداد الملئکۃ فی غزوۃ بدر ص ۹۳۔ ترمذی ثانی تفسیر سورۃ الانفال ص ۱۳۲۔

لَوِ اتَّخَذْنَا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى " فَنَزَلَتْ " وَاتَّخِذُوْا

موافقت کی ۔ میں نے کہا اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالیتے ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ، اور مقام

مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى " وَاٰيَةُ الْحِجَابِ ،

ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالو ۔ اور آیت حجاب میں ، میں نے عرض کیا

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمَرْتَ نِسَاءَكَ اَنْ يَّحْتَجِبْنَ فَاِنَّهٗ ،

یارسول اللہ ! آپ اپنی بیویوں کو پردے کا حکم دیدیتے

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔ لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ انفال ۔

ہو ۔ اور اللہ آخرت چاہتا ہے ۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے ۔ اگر اللہ کی طرف سے یہ نوشتہ نہ ہو چکا ہوتا تو تم قیدیوں سے جو مال لیا اس پر تمہاری عذاب آتا ۔

پانچویں ، شراب کی حرمت کے بارے میں ، حضرت عمر نے یہ عرض کی اللھم بین لنا فی الخمر بیانا شافیا اے اللہ شراب کے بارے میں شافی بیان فرمادے ۔ اس پر اسکی حرمت نازل ہوئی[1] چھٹی ، جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۔ تک ۔ ہم نے انسان کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا ۔ اس کے بعد اس کو نئی صورت میں بنادیا ۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر نے بے ساختہ کہا فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۝ (مومنون) اس کے بعد یہ حصہ[2] نازل ہوا ۔ تو اللہ بہت برکت والا ہے سب سے بہتر بنانے والا ہے ۔ ساتویں ، ایک یہودی نے حضرت عمر سے کہا جبریل جو تمہارے صاحب کو سکھاتے ہیں ہمارے دشمن ہیں ۔ حضرت عمر نے فرمایا مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۔ جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا دشمن ہو اللہ ان کافروں کا دشمن ہے ۔ انھیں الفاظ میں قرآن مجید نازل ہوا[3] آٹھویں ، پہلی شریعتوں میں روزے کے دنوں میں عشاء رات میں بھی کھانا پینا ، جماع ممنوع تھا ۔ ابتداءً اسلام میں بھی یہ حکم باقی تھا ۔ ایک بار حضرت عمر نے عشاء کے بعد جماع کیا ، اس پر یہ آیت نازل ہوئی[4]

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ

روزے کی راتوں میں عورتوں کے پاس جانا تمہارے لئے حلال کردیا گیا وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو ۔ اللہ کو معلوم ہے کہ اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے ۔ اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف کردیا اب ان سے صحبت کرو ۔ اور تمہارے نصیب میں جو لکھا ہے اسے طلب کرو ۔

نویں ، ایک منافق کا ایک یہودی سے جھگڑا ہوا ۔ یہودی نے کہا ، میں محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو حکم مانتا ہوں ۔ منافق نے کہا میں کعب بن اشرف کو مانتا ہوں ۔ پھر دونوں خدمت میں حاضر ہوئے ۔ قصہ سنایا ۔ اس معاملے میں حق یہودی کے ساتھ تھا ۔ اس لئے حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہودی کے حق میں فیصلہ دیدیا ۔ منافق نے کہا یہ فیصلہ تسلیم نہیں ۔ ہم عمر سے فیصلہ کرائیں گے ۔ دونوں حضرت فاروق اعظم کی خدمت میں آئے ۔ یہودی نے سب ماجرا سنایا ۔ حضرت عمر نے اس منافق سے دریافت فرمایا ، کیا یہ سچ ہے ؟ منافق

---

[1] ابو داؤد ثانی اشربہ باب تحریم الخمر ص۱۷۱ نسائی ثانی اشربہ باب تحریم الخمر ص۳۲۲ ترمذی ثانی تفسیر سورۂ مائدہ ص۱۳۰ ۔

[2] عینی رابع ص۱۴۲ ابن ابی حاتم فی تفسیرہ ۔ تاریخ الخلفاء ص۸۷ ۔

[3] تاریخ الخلفاء بحوالہ تفسیر ابن ابی حاتم و ابن جریر وغیرہ ص۸۸ [4] تاریخ الخلفاء بحوالہ مسند امام احمد ص۸۸ ۔

يُكَلِّمُهُنَّ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ الْحِجَابِ وَاجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

کیونکہ ان سے اچھے اور بُرے کلام کرتے ہیں - اس پر آیت حجاب اُتری اور نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بیویاں رشک کے جوش میں

نے کہا۔ ہاں - فرمایا تم دونوں اپنی جگہ رہو - اندر سے تلوار لائے اور منافق کی گردن اُڑادی اور فرمایا جو رسول اللہ کا فیصلہ نہ مانے اس کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے - حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے سُنا تو فرمایا - میں یہ خیال نہیں کرسکتا کہ عمر ایک مسلمان کے قتل کی جرأت کریں گے۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی[1]

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۝ نساء -

کیا تم نے انھیں نہیں دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو اتارا گیا تم اور جو تم سے پہلے اتارا گیا - پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو پنچ بنائیں حالانکہ شیطان کے ساتھ کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انھیں دور بہکا دے -

خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ نے تاریخ الخلفاء میں اسی قسم کے ایک واقعے پر اس آیت کریمہ کے نزول کی روایت کی ہے[2]

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ نساء -

اے محبوب! تمہارے رب کی قسم یہ لوگ اسوقت تک مومن نہ ہونگے جبتک کہ اپنے آپس کے جھگڑے میں تمھیں حکم نہ بنائیں اور تم جو کچھ حکم دو اپنے دلوں میں اس سے کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے مان لیں -

---

مرقات کی روایت میں ایک فریق کو یہودی بتایا، اور تاریخ الخلفاء میں اس میں سے کسی کے یہودی ہونے کی تصریح نہیں - اگر یہ دونوں دو واقعے ہیں جیسا کہ ظاہر ہے تو موافقات کی تعداد بجائے بیس کے اکیس ہو جائے گی -

دسویں، راس المنافقین ابن ابی جب مرا - اس کے فرزند مومن مخلص تھے - خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور التجا کی، حضور! اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں - حضور نے قبول فرمائی - جب نماز جنازہ کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ! کے دشمن ابن اُبی کی نماز جنازہ پڑھیں گے! اس نے ایسا ایسا کہا ہے!! یہ منافق ہے - حضور نے پھر بھی اس کی نماز جنازہ پڑھائی - تھوڑی ہی دیر کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی[3]

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖٓ - سورہ توبہ - آیت ۸۴ -

ان میں سے کوئی مرجائے تو اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں -

گیارہویں، حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بعض منافقین کے لئے استغفار کرتے تھے - اس پر حضرت عمر نے عرض کیا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ - سب برابر ہے - اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی[4]

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ - منافقون - آیت ۶ -

تم ان کے لئے مغفرت چاہو یا نہ چاہو، یکساں ہے - اللہ انھیں ہرگز نہیں بخشے گا -

بارہویں، غزوۂ بدر کے موقع جب ابوسفیان اپنا کاروان تجارت بچا کر نکل گئے - اور ابوجہل کی لشکر کے ساتھ آمد کی خبر ملی تو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوجہل کے مقابلے کے سلسلہ میں مشورہ فرمایا - کچھ صحابہ نے

---

[1] مرقاۃ جلد پنجم ص ۳۸۰ - [2] ص ۸۳ بحوالہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ - [3] بخاری اول جنائز باب ما یکرہ من الصلوٰۃ علی المنافقین ص ۱۸۲
[4] تاریخ الخلفاء بحوالہ طبرانی ص ۸۸ -

وَسَلَّمَ فِي الْغَيْرَةِ عَلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُنَّ عَسٰى رَبُّهٗ اِنْ طَلَّقَكُنَّ

اگر حضور کے خلاف ایکا کر لیا، میں نے ان سے (ازواج مطہرات سے) کہا۔ اگر حضور تم کو طلاق دیدیں

یہ رائے دی کہ مقابلہ نہیں کرنا چاہئے۔ ہم قلعے کے لئے آئے تھے۔ تیاری بھی نہیں ہے۔ تعداد بھی تھوڑی ہے۔ مگر حضرت ابوبکر و حضرت عمر نے مقابلے کے لئے آگے بڑھنے کا مشورہ دیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی [1]

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۵ الانفال

جیسے تمہارے رب نے تم کو تمہارے گھر سے نکالا اور مومنوں کا ایک گروہ اسے پسند نہیں کرتا تھا۔

تیرہویں، واقعۂ افک کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت عمر نے یہ عرض کیا۔ یا رسول اللہ، عائشہ کے ساتھ کس نے آپ کی شادی کی ہے۔ فرمایا۔ اللہ نے۔ عرض کیا، کیا حضور کا گمان یہ ہے کہ اللہ ان کے عیب کو پوشیدہ رکھے گا۔ سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ الٰہی تیرے لئے پاکی ہے، یہ بھاری بہتان ہے۔ اس کے بعد یہی کلمات نازل ہوئے [2]

چودھویں، حضرت عمر اپنے مکان پر سو رہے تھے کہ ان کا غلام اندر آگیا۔ اس پر حضرت عمر نے عرض کیا اے اللہ، بلا اجازت اندر آنے کو حرام فرما دے۔ اس پر آیت استیذان نازل ہوئی [3]

پندرہویں، ایک شخص نے ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ اے قاریو! تمہارا کیا حال ہے، جب تم سے سوال کیا جاتا ہے تو تم بزدلی اور بخل کرتے ہو اور جب کھانے بیٹھتے ہو تو بڑے بڑے لقمے اڑاتے ہو۔ حضرت ابو الدرداء تو خاموش رہے، مگر جب حضرت عمر کو اس کی خبر ہوئی تو اس کی گردن دبوچ کر خدمت اقدس میں لائے۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا میں نے یونہی مذاق میں کہدیا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی [4]

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۔ توبہ

تم اگر ان سے باز پرس کرو گے تو کہدیں گے، ہم تو ہنسی دل لگی کرتے تھے۔

سولہویں، مسلم شریف میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واقعۂ ایلاء میں جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ جب حضرت عمر بالاخانے پر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالکل خاموش بیٹھے ہیں۔ اور ازواج مطہرات حضور کے ارد گرد بیٹھی ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری بیوی بنت خارجہ اگر مجھ سے نفقہ مانگے تو میں اس کی گردن پر ہاتھ ماروں۔ اس پر حضور ہنس پڑے اور فرمایا یہ سب میرے ارد گرد اسی لئے جمع ہیں، مجھ سے نفقہ مانگ رہی ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر (جو پہلے سے حاضر تھے) اٹھے اور عائشہ کی گردن پر ہاتھ مارا۔ اور عمر اٹھے اور حفصہ کی گردن پر ہاتھ مارا۔ دونوں یہ کہتے جاتے تھے تم لوگ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہ مانگتی ہو جو حضور کے پاس نہیں۔ اس پر ازواج مطہرات نے عرض کیا۔ بخدا ہم رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کبھی بھی ایسی چیز نہیں مانگیں گی جو حضور کے پاس نہ ہو۔ اس کے بعد حضور انتیس دن ازواج مطہرات سے الگ رہے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

---

[1] تاریخ الخلفاء، ص۸۸
[2] عینی ربانی ص۱۴۲
[3] تاریخ الخلفاء ص۸۸
[4] ایضاً ص۸۹ ازالۃ الخفاء جلد اول ص۴۰۵
[5] اول طلاق باب تخییرۃ امرأتہ لا یکون طلاقاً الا بالنیۃ ص۸۰۴

اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عه -

تو ان کا رب انھیں تمھارے بدلے تم سے اچھی بیبیاں عطا فرمائے گا جو فرمانبردار ہونگی - تو یہ آیت نازل ہوئی -

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ـــ احزاب - ۲۸ - ۲۹ -

اے نبی! اپنی بیویوں سے فرمادو اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو میں تمھیں مال دوں اور تم کو اچھی طرح چھوڑ دوں - اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں نیکی والوں کے لئے بہت ثواب مہیا فرمایا ہے -

تیرہویں، مسلم ہی میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے یہ روایت ہے کہ حضرت عمر فرماتے ہیں، میں جب خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے روئے انور پر جلال دیکھا - میں نے عرض کیا - یارسول اللہ عورتوں کے معاملہ کیوجہ سے حضور پریشان نہ ہوں - اگر حضور نے انھیں طلاق دیدیا تو کیا ہوا، اللہ آپ کے ساتھ ہے اور اس کے فرشتے جبرئیل، میکائیل میں اور ابوبکر اور تمام ایمان والے حضور کے ساتھ ہیں - میں اس پر اللہ کا شکر کرتا ہوں کہ میں نے کوئی بات کہی تو اللہ سے یہی امید رہتی ہے کہ اللہ عزوجل میری تصدیق نازل فرمائے گا - اس پر یہ آیت تخییر یعنی عسیٰ ربہ ان طلقکن اور یہ آیت[1] نازل ہوئی -

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ـــ تحریم - ۴ -

اور اگر ان پر زور باندھو تو یقیناً اللہ اس کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان بھی اور اس کے بعد فرشتے ان کے حامی ہیں -

اٹھارہویں، اسی حدیث کے اخیر میں ہے - حضرت عمر فرماتے ہیں - کہ میں نے حضور سے دریافت کیا - کیا حضور نے انھیں (ازواج) کو طلاق دیدیا ہے - فرمایا - نہیں تو - میں نے عرض کیا - میں جب مسجد میں آیا تو دیکھا لوگ غم زدہ بیٹھے کنکریوں سے کھیل رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دیدیا ہے - اگر اجازت ہو تو انھیں بتادوں - فرمایا اگر تم چاہو تو بتادو - میں اتر کر مسجد میں آیا اور حضور بھی نیچے اترے - میں نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوکر بلند آواز میں کہا - حضور نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی ہے - اور یہ آیت نازل ہوئی -

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ـــ نساء - ۸۳ -

جب انھیں اطمینان یا ڈر کی کوئی خبر ملتی ہے تو اسے پھیلا دیتے ہیں اگر اسے رسول کے پاس یا اپنے سرداروں کے پاس لے جائیں تو معاملہ فہمی کی صلاحیت رکھنے والے اس کی تحقیق کرلیتے -

اُنیسویں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک موقع پر ایک شخص خدمت اقدس میں آیا اور دیر تک بیٹھا رہا - حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کئی مرتبہ اٹھے، تاکہ وہ حضور کا اکتاہٹ کو سمجھ جائے

---

عه اول صلوٰۃ باب ما جاء فی القبلۃ ص۵۸ ثانی تفسیر سورہ بقرہ باب قولہ وَاتخذ اللہ ولدا ص۷۴۴ ثانی تفسیر سورہ احزاب باب قولہ لاتدخلوا بیوت النبی ص۷۱۰ ثانی تفسیر سورہ تحریم باب قولہ عسیٰ ربہ ان طلقکن ص۷۳۱ ترمذی ثانی تفسیر سورہ بقرہ ص۱۲۱ ابن ماجہ صلوٰۃ باب القبلۃ ص۷۲

[1] مسلم اول طلاق باب تخییر امراتہ لایکون طلاقا الا بالنیۃ ص۴۸۰ [2] ایضاً ص۴۸۱

## حدیث ۲۸۱ - بینا الناس بقباء اذ جاءھم اٰت فقال قد امر ان یستقبل الکعبۃ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ بَیْنَا النَّاسُ بِقُبَاءَ فِی صَلٰوۃِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، لوگ مسجد قباء میں صبح کی نماز میں تھے کہ ایک

اور واپس ہو جائے، مگر وہ بیٹھا رہا۔ اتنے میں حضرت عمرؓ آئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کبیدگی کو محسوس کیا اور اس سے کہا۔ تم نے رسول اللہ کو تکلیف دی۔ اس پر وہ بھاگا اور اللہ کر چلا گیا۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پردے کا حکم دیدیتے تو بہت اچھا ہوتا۔ اس پر یہ آیت[1] نازل ہوئی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ وَ اللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ ـــــ احزاب - ۵۳

اے ایمان والو نبی کے گھروں میں نہ جاؤ جبتک تم کو اجازت نہ دی جائے۔ مثلاً کھانے کے لئے بلائے جاؤ۔ نہ یہ کہ پکنے کا انتظار کرو۔ پس جب کھا چکو تو چل دو نہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ۔ بیشک یہ نبی کو ایذا پہنچاتی ہے۔ وہ تمہارا لحاظ فرماتے ہیں اور اللہ حق بات بیان فرمانے سے حیا نہیں فرماتا۔

بیسویں، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جب سورۂ واقعہ کی یہ آیت نازل ہوئی ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَ قَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ (۱۴) اگلوں میں سے ایک گروہ اور پچھلوں میں تھوڑے یعنی جنت میں اگلی امت کے افراد زیادہ ہوں گے اور اس امت کے کم اور تھوڑے۔ یہ صحابہ کرام کو بہت شاق ہوا۔ حضرت عمر نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ، اگلے زیادہ اور ہم کم۔ یہ سن کر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاموش رہے سال بھر کے بعد سورۂ واقعہ کے آخری اجزاء نازل ہوئے تو اس میں یہ آیت بھی اتری۔ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ (۴۰) اگلے سے ایک گروہ اور پچھلے سے ایک گروہ۔ جب یہ آیت اتری تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو بلایا اور فرمایا یہ بشارت سن لو۔ حضرت آدم سے لیکر مجھ تک ایک گروہ ہے اور میری امت ایک گروہ۔ ہمارا گروہ، پہلوں کے برابر اس وقت تک نہ ہوگا جب تک سوڈان کے حبشی اونٹ چرانے والوں کو بھی ہم اپنے گروہ میں شامل نہ کرلیں، کہ وہ بھی توحید کی شہادت دیں[2]

یہ بیس موافقتیں ہوئیں۔ مزید تتبع و تلاش کیا جائے تو یہ تعداد اور بھی بڑھ سکتی ہے۔ میں نے ایک بار اس کی کوشش کی تو پچیس موافقتیں ملیں۔ مجھے وہ سب یاد نہ رہیں اور جو لکھا تھا وہ کہیں غائب ہے۔ یہ موافقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت عظیم فضیلت ہے اس سے ایک طرف ان کی فراست صادقہ اور جبلت سلیمہ کا پتہ چلتا ہے کہ وہ جو کچھ سوچتے حق ہوتا دوسری طرف ان کے اعلیٰ درجہ کا فہیم و بلیغ ہونے کا ثبوت ملتا ہے کہ جو کلمات انھوں نے عرض کئے بعینہٖ وہی قرآن مجید میں نازل ہوئے۔

یہ بیس یا اکیس موافقتیں تو وہ ہیں جو قرآن مجید کے ساتھ ہیں۔ اس کے علاوہ توراۃ کے ساتھ الگ ہیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ الگ۔ ان سب کو تلاش کیا جائے تو ایک طویل فہرست تیار کیجا سکتی ہے۔ حضرت فاروق اعظم

---

[1] ازالۃ الخفاء جلد اول ص ۴۵۵ [2] تاریخ الخلفاء بحوالہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ ص ۸۸ (حاشیہ اگلے ورق صفحہ کا)

[3] بخاری اول مناقب، مناقب عمر ص ۵۲۱ عن ابی ھریرۃ مسلم ثانی فضائل باب فضائل عمر ص ۲۷۶ ترمذی ثانی مناقب مناقب عمر ص ۲۱۰ عن عائشۃ مسند امام احمد عن کلیھما۔

الصُّبْحِ إِذْ جَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آنے والے آئے اور یہ کہا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر رات قرآن

قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوهَا وَ

نازل کیا گیا ہے اور حضور کو حکم دیا گیا ہے کہ (نماز میں) کعبے کی جانب منہ کریں اس لئے تم

رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ وہ خصوصی فضل وکمال ہے جسے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ان کلمات طیبات میں بیان فرمایا ہے

لقد کان فیما کان قبلکم من الامم ناس محدثون فان یک فی امتی احد فانہ عمر[1]۔ پہلی امتوں میں کچھ لوگ ہوتے تھے جنھیں الہام ہوتا تھا۔ اگر میری امت میں کوئی ایسا ہے تو عمر ہیں۔

بطریق ذکر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہی سے یہ روایت ہے۔

قد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یک فی امتی منھم احد فعمر[2]۔ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں انبیائے کرام کے علاوہ ایسے بزرگ ہوتے تھے جن سے فرشتے کلام کرتے تھے۔ اگر میری امت میں کوئی ایسا بزرگ ہے تو وہ عمر ہیں۔

محدثون کی تفسیر خود مسلم شریف میں مُلْهَمُوْنَ ہے۔ یعنی جنھیں من جانب اللہ الہام کیا جائے۔ یُکَلَّمُوْنَ مجہول کا صیغہ ہے۔ اس کے معنی جن سے کلام کیا جاتا ہے، یعنی جن سے فرشتے کلام کرتے ہیں۔ ورنہ کوئی خصوصیت نہ رہے گی۔ ان دونوں حدیثوں میں حرف شرط شک کے لئے نہیں بلکہ تاکید وتقریر کے لئے ہے۔ جیسے اپنے بہت گہرے اور سچے دوست کے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر میرا کوئی دوست ہے تو فلاں ہے، یا کسی بڑے عالم کی عظمت بیان کرنا مقصود ہو تو کہتے ہیں اگر کوئی عالم ہے تو فلاں ہے۔

اسی من جانب اللہ الہام اور فرشتوں سے ہمکلامی کا یہ اثر تھا کہ حضرت شیر خدا نے فرمایا۔ قرآن مجید میں حضرت عمر کی بہت سی رائے کے ساتھ تطابق ہے[3]۔ امام مجاہد نے فرمایا۔ حضرت عمر ایک رائے دیتے تھے قرآن اس کے مطابق اترتا۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ عزوجل نے حق عمر کی زبان اور دل پر کر دیا ہے اور جب کبھی اور لوگ ایک رائے دیں اور حضرت عمر دوسری رائے دیں تو قرآن حضرت عمر کی رائے کے مطابق نازل ہوتا[4]۔

تشریحات ۱۸۲ فی صلوٰۃ الصبح۔ حدیث ۲۷۷ میں تفصیلی بحث گذر چکی کہ تحویل قبلہ کا حکم نماز ظہر میں نازل ہوا تھا۔ اور یہ خبر قبا میں دوسرے دن نماز فجر میں پہنچی۔ اور علامہ عینی کی رائے یہ ہے کہ آنے والے عباد بن بشر تھے۔ اور یہی ابن طاہر وغیرہ نے بھی نقل کیا۔ مگر علامہ ابن حجر کو اس میں کلام ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ عباد بن بشر نے بنی حارثہ کو نماز عصر میں اس کی خبر دی تھی۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ عباد بن بشر نے پہلے بنی حارثہ کو اس کی خبر دی پھر صبح کو اہل قبا کو نماز فجر کے وقت خبر دی۔ مگر مسلم کی جو حضرت انس سے روایت ہے وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ خبر دینے والے دونوں جگہ دو ہیں۔ اس روایت میں ہے۔ بنی سلمہ میں سے ایک صاحب گذرے اور وہ لوگ نماز فجر کے رکوع میں تھے۔ بنو حارثہ اور بنو سلمہ دو الگ الگ قبیلے ہیں۔ اصابہ میں ہے کہ عباد بن بشر بنی حارثہ کے فرد ہیں۔ واللہ اعلم۔

اللیلۃ۔ گذر چکا کہ تحویل قبلہ کی آیت دن ہی میں ظہر کی نماز میں نازل ہوئی تھی۔ اس لئے علماء نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ اللیلۃ سے مراد مجازاً کل گذشتہ ہے۔ بعلاقۂ مجاورت۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دینیات میں ایک عادل ثقہ کی

---

[1] بخاری اول مناقب، مناقب عمر ص۵۲۱۔ [2] تاریخ الخلفاء ص۸۵ بحوالہ ابن مردویہ [3] ایضاً بحوالہ ابن عساکر [4] ترمذی ثانی مناقب مناقب عمر ص۲۰۹۔ (اس کا حوالہ پچھلے صفحہ پر ہے)

كَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوا إِلَى الْكَعْبَةِ ع

لوگ کعبے کی جانب منہ کرلو اور ان کے رخ شام کی طرف تھے وہ لوگ کعبے کی طرف پھر گئے۔

## حدیث ۲۸۲ :- رأى نخامة في القبلة فشق عليه

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے قبلے میں رینٹ

نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ حَتّٰى رُئِيَ فِي وَجْهِهِ فَقَامَ فَحَكَّهُ بِيَدِهٖ فَقَالَ إِنَّ

دیکھی۔ یہ حضور کو شاق ہوا اتنا کہ اس کا اثر روئے انور پر دیکھا گیا۔ حضور کھڑے ہوئے اور اسے اپنے ہاتھ سے کھرچ دیا پھر

أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلٰوتِهٖ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَلَا يَبْزُقَنَّ أَحَدُكُمْ قِبَلَ

فرمایا جب تم نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہو تو اپنے رب سے مناجات کرتے ہو یا یہ فرمایا کہ بیشک اسکا رب اسکے اور قبلے کے مابین ہے اس لئے

خبر معتبر ہے۔ مثلاً نماز کا وقت ہوگیا، نماز کا وقت ختم ہوگیا۔ پانی پاک ہے یا ناپاک ہے قبلہ کدھر ہے۔

## تشریحات

۲۸۲- ۲۸۳- ۲۸۴- ۲۸۵- ۲۸۶- ۲۸۷-

نخامة، وہ بلغم جو ناک یا حلق کے ذریعہ باہر آئے۔ بصاق۔ تھوک۔ مخاط۔ ناک سے جو رطوبت نکلے۔ مُناجاۃ، اس کا مادہ نجویٰ ہے جس کے معنی کان میں بات کہنے کے ہیں۔ یعنی کسی سے رازدارانہ بات چیت کرنی۔ امام نووی نے فرمایا، یہاں مناجات سے اخلاص اور حضور قلب کے ساتھ ذکر الٰہی میں ہمہ تن مشغول ہونا مراد ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ یہ باب تشبیہ سے ہے۔ نماز میں بندے کا خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ عزوجل کی طرف قرأت وذکر کرتے ہوئے متوجہ ہونے کو اس غلام کے ساتھ تشبیہ دیگئی جو اپنے آقا سے سرگوشی کرتا ہے، کہ اس حالت میں غلام پورے طور سے حسن ادب کا لحاظ کرتا ہے۔ اسی طرح نمازی کو لازم ہے کہ نماز میں حسن ادب کو ملحوظ رکھے۔

**إِنَّ اللهَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ** اس سے مراد خصوصی تجلّی ہے، ورنہ اللہ عزوجل اس سے منزہ ہے کہ وہ دو چیزوں کے درمیان محصور ہو۔ یا کسی جگہ متمکن ہو۔ اس لئے کہ اس کے لئے متناہی ہونا لازم ہے، اور اللہ عزوجل کی ذات تناہی سے منزہ اور غیر متناہی بالفعل ہے۔ خود ارشاد فرماتا ہے وکان اللہ بکل شئ محیطا۔ اور فرمایا الا انہ بکل شئ محیط۔ اللہ عزوجل ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ یہ اس کے منافی کہ اسے کوئی چیز گھیرے۔ مُحِیط، مُحَاط نہیں ہو سکتا۔

بعض معتزلہ نے یہ کہکر اس حدیث کا انکار کیا۔ کہ اللہ عزوجل ہر جگہ ہے۔ پھر تخصیص کی کیا وجہ۔ ان جہلا نے یہ نہیں جانا کہ یہ متشابہات میں سے ہے۔ جیسے ارشاد ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى اور فرمایا يَدُ اللهِ فَوْقَ اَيْدِيهِمْ۔ اور ارشاد ہوا وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ۔ جیسے یہ آیات اپنے ظاہری معنی پر نہیں اسی طرح اس حدیث کا ارشاد بھی ظاہر معنی سے مأوّل ہے۔ جو تاویل ان آیات کی ہے وہی اس حدیث کی بھی ہوگی۔ اسطرح ان کا یہ کہنا کہ اللہ

ع اول صلوٰۃ باب ماجاء فی القبلۃ ص۵۸ ثانی تفسیر سورۃ البقرہ باب قولہ وما جعلنا القبلۃ التی ص۶۴۵ اخبار الاحاد باب ماجاء فی اجازۃ الخبر الواحد الصدوق ص۱۰۲ مسلم اول مساجد باب تحویل القبلۃ ص۲ نسائی اول صلوٰۃ باب الحالۃ التی یجوز علیہا استقبال القبلۃ۔

قِبْلَتِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ يَّسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ ، ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهٖ فَبَصَقَ

کوئی قبلے کی جانب ہرگز نہ تھوکے اپنے بائیں جانب تھوکے یا اپنے پاؤں کے نیچے ۔ اسکے بعد حضور نے اپنی چادر کا کنارہ

فِيْهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَقَالَ اَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا ع ۔

لیا اور اسمیں تھوکا پھر بعض کو بعض پر مَل دیا پھر فرمایا ، یا اس طرح کرلے ۔

عزوجل ہر جگہ ہے ۔ غلط ہے ۔ کسی جگہ جو چیز ہوتی ہے جگہ اس چیز کو ہر طرف سے گھیرے رہتی ہے ۔ ابھی گذرا کہ اللہ عزوجل کو کوئی چیز گھیر نہیں سکتی ۔ اسی لئے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرمایا ، کہ جو یہ کہے " نہ تو در ہیچ مکانے و نہ زتو خالی ست مکان " کافر ہے ۔ اس لئے کہ اس نے اللہ عزوجل کے لئے مکان ثابت کیا ۔ مگر اس کے حاشیے میں اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فرمایا ۔ صحیح یہ ہے کہ اس قائل کی تکفیر نہیں کی جائے گی ۔ مگر خاطی ضرور ہے ۔

**فلا يبزق** احناف کے نزدیک قبلے کی جانب تھوکنا مطلقاً منع ہے ، خواہ مسجد میں ہو خواہ نماز کے باہر ۔ نماز میں کراہت زیادہ سخت ہے ۔ اسی طرح مسجد میں تھوکنا منع ہے خواہ نماز میں ہو خواہ نماز کے باہر ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں اس کی تصریح ہے ۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا البزاق فی المسجد خطیئۃ وکفارتھا دفنھا ۔ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کر دینا ۔ اور نماز میں کراہت زیادہ ہے ۔ امام نووی نے فرمایا کہ آگے جو ارشاد ہے کہ اپنے بائیں طرف تھوکے یہ نماز کے علاوہ اور مسجد سے باہر کا حکم ہے ۔ علامہ عینی نے اس پر یہ تعقب فرمایا کہ یہ حدیث کے سیاق کے منافی ہے ۔ **اقول** ۔ نماز میں اگر بلغم آجائے یا ناک صاف کرنیکی حاجت پیش آجائے ۔ تو اسے اپنے رومال یا کسی کپڑے میں لیکر مَل ڈالے ۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا ۔ لیکن اگر کوئی کپڑا نہ ہو تو نماز کو فساد سے بچانے کیلئے تھوکنے کی اجازت ہے اگر بائیں طرف کوئی نہ ہو تو بائیں طرف ، ورنہ اپنے قدم کے نیچے ۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر اسے یا تو یہیں دفن کر دیں یا صاف کر دیں ۔ یہ محض جواز کی حد سے بہتر یہ ہے کہ نگل لے ۔

**فحكّه بيده** اس سے مراد یہ ہے کہ ہاتھ میں کنکری یا لکڑی لے کر اسے کھرچ دیا ۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے ، کہ حضور نے کنکری لی اور اس سے دور فرمایا ۔ یا جیسا کہ ابوداؤد میں حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث میں ہے ، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری مسجد میں تشریف لائے اور حضور کے دست اقدس میں " ابن طاب " کے کھجور کی شاخ تھی ۔ حضور نے مسجد میں نظر ڈالی تو مسجد کے قبلے میں ، بلغم دیکھا تو اسے اس کھجور کی شاخ سے کھرچ دیا ۔

**ولا عن يمينه** داہنی طرف تھوکنے کی ممانعت کی علت ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث میں بیان فرمایا کہ اس کی داہنی جانب فرشتہ ہے ۔ اس پر اشکال یہ ہے کہ بائیں طرف بھی فرشتہ ہے ۔ اس کا ایک جواب علامہ عینی نے یہ دیا ۔ بائیں طرف جو فرشتہ ہے وہ گناہ لکھتا ہے اور نماز کی حالت میں وہ علٰحدہ ہو جاتا ہے ۔ اس پر یہ شبہ وارد ہوا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قضائے حاجت اور جماع کے علاوہ کبھی بھی کراماً کاتبین بندے سے علٰحدہ نہیں ہوتے ۔ اس کا جواب علامہ عینی نے یہ دیا کہ یہ حدیث ضعیف ہے لائق حجت نہیں ۔ **اقول** ۔ تطبیق بھی ممکن ہے ۔ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ دونوں کبھی علٰحدہ نہیں ہوتے یہ ممکن ہے کہ ایک رہے دوسرا علٰحدہ ہو جائے ۔

مگر اس پر بھی یہ ایراد ہے کہ نماز کے باہر بھی تھوکنے کا یہی ادب ہے کہ بائیں طرف تھوکے ۔ پھر یہی علامہ عینی نے اپنے جواب مذکور کو ناپسند فرمایا ۔ اور حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث کے تحت جو دفن النخامۃ فی المسجد کے تحت لائے

---

ع اول صلوٰۃ باب حک البزاق بالحصیٰ من المسجد ص ۵۸ ایضاً باب لا یبصق عن یمینہ فی الصلوٰۃ ص ۵۹ مسلم اول مساجد باب النہی عن البصاق فی المسجد ص ۲۰۷ ابوداؤد اول صلوٰۃ باب فی کراہیۃ البزاق فی المسجد ص ۶۸

حدیث ۲۸۳ ایضاً عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے قبلے کی دیوار میں تھوک

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی بُصَاقًا فِیْ جِدَارِ الْقِبْلَۃِ فَحَکَّہٗ ثُمَّ اَقْبَلَ

دیکھا تو اسے کھرچ دیا پھر لوگوں کی طرف رخ انور کرکے فرمایا جب تم نماز پڑھتے رہو تو اپنے سامنے

عَلَی النَّاسِ فَقَالَ اِذَا کَانَ اَحَدُکُمْ یُصَلِّیْ فَلَا یَبْصُقْ قِبَلَ وَجْھِہٖ

مت تھوکو اس لئے کہ جب تم نماز پڑھتے ہو . . . . . تو اللہ سبحانہ

فَاِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ قِبَلَ وَجْھِہٖ اِذَا صَلّٰی ؏ہ

تمہارے سامنے . . ہوتا ہے ۔

حدیث ۲۸۴ ایضاً عَنْ عَائِشَۃَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت عائشہ ام المؤمنین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم

عَنْھَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی فِیْ جِدَارِ

نے قبلے . . کی دیوار میں رینٹ ( ناک کی رطوبت ) یا تھوک

الْقِبْلَۃِ مُخَاطًا اَوْ بُصَاقًا اَوْ نُخَامَۃً فَحَکَّہٗ ؏ہ

یا بلغم دیکھا تو اسے کھرچ دیا ۔

ف ۱ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اِنْ وَطِئْتَ عَلٰی قَذَرٍ رَطْبٍ فَاغْسِلْہُ وَاِنْ کَانَ یَابِسًا فَلَا

حدیث ۲۸۵ : رَاٰی نُخَامَۃً فِیْ جِدَارِ الْمَسْجِدِ ۔

اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ وَاَبَا سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا حَدَّثَاہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالے عنہما نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم

وَسَلَّمَ رَاٰی نُخَامَۃً فِیْ جِدَارِ الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَ حَصَاۃً فَحَتَّھَا فَقَالَ اِذَا نَخَمَ اَحَدُکُمْ فَلَا

نے مسجد کی دیوار میں کھنکھار دیکھا تو کنکری لی اور اسے کھرچ دیا اس کے بعد فرمایا

یَتَنَخَّمَنَّ قِبَلَ وَجْھِہٖ وَلَا عَنْ یَّمِیْنِہٖ وَلْیَبْصُقْ عَنْ یَّسَارِہٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِہِ الْیُسْرٰی ؏ہ

جب تم کھنکھارو یا تھوکو تو اپنے سامنے یا اپنے داہنے طرف نہ تھوکو بلکہ بائیں طرف یا بائیں قدم کے نیچے تھوکو

ع اول صلوٰۃ باب حک البزاق بالید من المسجد ص۵۸ ایضاً اذان باب ہل یلتفت لامر ینزل بہ ص۱۰۴ ایضاً تہجد باب مایجوز من البصاق والنفخ فی الصلوٰۃ ص۱۶۲
مسلم مساجد باب النہی عن البصاق فی المسجد ص۲۰۶ نسائی اول باب البصاق فی المسجد ص۱۱۶ ع اول صلوٰۃ باب حک البزاق بالید من المسجد ص۵۸ مسلم اول مساجد
باب النہی عن البصاق فی المسجد ص۲۰۶ ع اول صلوٰۃ باب حک المخاط بالخمی من المسجد ص۵۸ ایضاً باب لایبصق عن یمینہ فی الصلوٰۃ ص۵۸ مسلم باب النہی عن البصاق فی المسجد ص۲۰۶ ۔

ف ۱ ترجمہ :- اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اگر کسی نجاست تیرے پاؤں کے نیچے آجائے تو اسے دھو ڈال اور اگر سوکھا ہو تو ۔ ۔ ۔ نہیں ۔

## حدیث ۲۸۶ :- البزاق فی المسجد خطیئۃ

قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ، مسجد

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا ؏

میں تھوکنا گناہ ہے ۔ اور اس کا کفارہ اسے دفن کر دینا ہے ۔

## حدیث ۲۸۷ :- اذا قام احدکم الی الصلوٰۃ فلا یبصق امامہ

عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

قَالَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَلَا يَبْصُقْ اَمَامَهٗ فَاِنَّمَا يُنَاجِي اللّٰهَ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ

جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو ، تو اپنے آگے مت تھوکو اسلئے کہ وہ جبتک نماز پڑھنے کی جگہ ہے اپنے پروردگار

وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ فَاِنَّ عَنْ يَمِيْنِهٖ مَلَكًا وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ فَيَدْفِنُهَا ؏

سے مناجات کر رہا ہے اور نہ داہنی طرف تھوکے اسلئے کہ اسکے داہنی طرف بھی فرشتہ ہے ۔ اپنے بائیں تھوکے یا قدم کے نیچے تھوکے ۔ پھر دفن کر دے ۔

ہیں ۔ فرمایا ۔ کہ بہترین جواب یہ ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان رہتا ہے جسے قرین کہتے ہیں ۔ اسکی جگہ بائیں طرف ہے ۔ جیسا کہ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں وارد ہے ۔ جسے طبرانی نے روایت کیا ہے ۔ ہوسکتا ہے کہ بائیں طرف ، تھوکنے میں تھوک اسی قرین پر پڑتا ہو ۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں بائیں طرف تھوک کر خنزب (شیطان) کو دفع کرنے کا حکم ہے ۔

قبلے کی طرف تھوکنے کی ممانعت کی علت کیا ہے ؟ اس سلسلے میں وارد احادیث پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مختلف اسباب ہیں ۔ ایک یہ کہ اللہ عزوجل سے مناجاۃ ۔ دوسرے احترام قبلہ ۔ تیسرے احترام مسجد ۔ چوتھے احترام فرشتہ ۔ پانچویں ایذاء حدیث ۲۸۸ کے بعد یہ تعلیق مذکور ہے ۔ ابن عباس نے کہا اگر گیلی نخامت کو روندے تو اسے دھو اور سوکھی ہو تو نہیں ۔

تعلیق مذکور کو ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے ۔ اخیر میں ہے ، وان کان یابسا فلم یضرہ ۔ اگر سوکھی ہے تو یہ کچھ مضر نہیں دے گی ۔ اس تعلیق کے لانے سے امام بخاری کا مقصد ان بعض ائمہ کرام کا رد ہے جو رینٹھ کو ناپاک کہتے ہیں ۔ وہ اس طرح کہ حضرت ابن عباس کی تعلیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر نجاست گیلی کسی چیز کو لگ جائے تو اس کا دھونا ضروری ہے ۔ دھوئے بغیر پاک نہ ہوگی ۔ رینٹھ اگر ناپاک ہوتی تو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف کھرچنے پر اکتفا نہ کرتے ، اسے دھونے بھی ضرور ۔ تو معلوم ہوا یہ پاک ہے ۔

## تشریحات ۲۸۸ - ۲۸۹ :-

علامہ عینی اور علامہ قسطلانی ، دونوں نے فرمایا ۔ اس حدیث سے یہاں یہ باتیں ثابت ہوئیں کہ آگے کی طرح پیچھے بھی دیکھنا

ع اول صلوٰۃ باب دفن النخامۃ فی المسجد ص ۵۹ ع ایضاً

## حدیث ۲۸۸ :- انی لاراکم من وراء ظہری

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا

قَالَ ھَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ ھٰھُنَا فَوَاللّٰہِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ خُشُوْعُکُمْ وَلَا رُکُوْعُکُمْ

کیا تم دیکھتے ہو کہ میرا منہ ادھر ہے۔ قسم خدا کی مجھ پر تمہارا خشوع، تمہارا رکوع پوشیدہ نہیں

اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ ؏

میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھ رہا ہوں۔

## حدیث ۲۸۹ :- انی لاراکم من وراء کم

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ صَلّٰی لَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ہمیں ایک

صَلٰوۃً ثُمَّ رَقِیَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ فِی الصَّلٰوۃِ وَفِی الرُّکُوْعِ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ

نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف لے گئے اور نماز اور رکوع کے بارے میں فرمایا میں تم لوگوں کو پیچھے سے بھی

وَّرَاءِ کَمَا اَرَاکُمْ ؏

ویسے ہی دیکھتا ہوں جیسے آگے سے۔

حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے جو بطور اعجاز حاصل ہے۔ یہاں حقیقی دیکھنا مراد ہے۔ صرف علم نہیں۔ یہ حدیث ہم اہل سنت کی دلیل ہے کہ دیکھنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ شئی مرئی، دیکھی جانے والی چیز مقابلے میں ہو۔ نہ یہ ضروری ہے کہ شئی مرئی کا عکس آنکھ میں چھپے۔ نہ اس کے لئے کسی، عضو، آنکھ وغیرہ کی احتیاج ہے۔ چونکہ دنیا میں ہم اسی طرح دیکھتے ہیں اس لئے دیکھنے کے لئے ان چیزوں کو لازم جانتے ہیں۔ ورنہ حقیقت میں ان میں کوئی چیز ضروری نہیں۔ اس لئے حضرات انبیاء کرام نے دنیا میں اگر دیدار الٰہی کیا یا قیامت کے دن ہر مسلمان کرے گا، اس پر کوئی استحالہ نہیں۔

یہ حدیث روافض اور مجسمہ، دونوں کی رد ہے۔ روافض رؤیت باری تعالےٰ کے منکر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ دیکھنے کے لئے شئی مرئی کا دیکھنے والے کے سامنے اور قریب ہونا لازم ہے۔ اور مجسمہ یہ کہتے ہیں کہ دیدار الٰہی ہوگا مگر اس طرح کہ اللہ عزوجل ہمارے سامنے کسی جگہ ہوگا۔ انھیں میں ابن تیمیہ بھی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جیسے سورج ہمارے سروں پر ہے اور ہم دیکھتے ہیں۔ اسی طرح قیامت کے دن اللہ عزوجل ہمارے اوپر ہوگا اور ہم دیکھیں گے۔ ابن تیمیہ نے یہ بھی لکھا ہے، کہ اللہ عزوجل کے لئے جسم ہے، اگرچہ

ع اول صلوٰۃ باب عظۃ الامام الناس ص ۵۹ اذان باب الخشوع فی الصلوٰۃ ص ۱۰۲ مسلم صلوٰۃ باب الامر بتحسین الصلوٰۃ ص ۱۸۰

ع اول صلوٰۃ باب عظۃ الامام الناس ص ۵۹ اذان باب الخشوع فی الصلوٰۃ ص ۱۰۲

## حدیث ۲۹۰ :- سابق بین الخیل

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَابَقَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان گھوڑوں کے درمیان جو

بَیْنَ الْخَیْلِ الَّتِیْ اُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْیَاءِ وَاَمَدُہَا ثَنِیَّۃُ الْوَدَاعِ وَسَابَقَ بَیْنَ الْخَیْلِ الَّتِیْ لَمْ تُضْمَرْ مِنَ

تیار کئے گئے تھے حفیاء سے ثنیۃ الوداع تک، دوڑ کرائی۔ اور جو تیار نہیں کرائے گئے ان کی ثنیۃ الوداع سے بنی زُریق کی

الثَّنِیَّۃِ اِلٰی مَسْجِدِ بَنِیْ زُرَیْقٍ وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ کَانَ فِیْمَنْ سَابَقَ بِہَا ؏

مسجد تک دوڑ کرائی اور عبداللہ بن عمر نے بھی حصہ لیا تھا۔

نوعِ بشر جیسا نہیں۔ اس کے عقائد باطلہ وخیالات فاسدہ معلوم کرنے کے لئے اس کی فتاویٰ وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ آج کل غیر مقلدین ابن تیمیہ کو سر پر لئے گھوم رہے ہیں۔ ان پر تو زیادہ تعجب نہیں۔ تعجب ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم اعلیٰ پر ہے کہ انھوں نے بھی اپنی کتاب "دعوت وعزیمت" میں ابن تیمیہ کو آسمان پر اٹھایا ہے۔ افسوس، حنفیت کا دعویٰ اور غیر مقلدوں کے امام کی حمایت ..

دوسرے یہ کہ دیکھنا صرف نماز کے ساتھ خاص تھا کہ ہیئت تھا۔ حق یہ ہے کہ یہ نماز میں بھی تھا اور نماز کے باہر ہمیشہ تھا۔ جیسا کہ امام مجاہد سے منقول ہے۔ اور امام تقی بن مخلد نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اندھیرے میں بھی ایسے ہی دیکھتے تھے جیسے روشنی میں۔ تیسرے یہ کہ دیکھنا صرف پیچھے کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ شش جہت یکساں دیکھتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے فرمایا "صواب آنست کہ چنانچہ قلب شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احاطہ و سعتی در درک وعلم معقولات دادند حواس لطیف او را نیز احاطہ در درک محسوسات بخشیدہ اند وجہات ستہ را در حکم یک جہت گردانیدند"[1]

"صحیح یہ ہے کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب شریف کو معقولات پر احاطہ فرمایا ہے اسی طرح آپ کے حواس لطیف کو علم محسوسات پر احاطہ بخشا ہے اور شش جہت کو ایک جہت کے حکم میں کر دیا ہے"۔

چوتھے یہ کہ اس ارشاد سے کہ فرمایا "تمہارا رکوع تمہارا خشوع مجھ پر پوشیدہ نہیں۔ یہ افادہ فرمایا، کہ یہ شش جہت میں دیکھنا صرف ظاہر چیزوں کے ساتھ خاص نہیں۔ باطنی چیزیں، حتیٰ کہ دلوں کے احوال بھی ملاحظہ فرماتے تھے ـــــ پانچویں یہ کہ جو بعض حضرات نے کہا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گردن میں سوئی کے ناکے کے برابر سوراخ تھا جس سے دیکھتے تھے۔ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے کہیں کوئی ایسی روایت نہیں۔

چھٹے یہ کہ امام پر لازم ہے کہ اگر مقتدیوں کی نماز میں کوئی خامی دیکھے تو انہیں خبردار کر دے۔ مسلم شریف میں پوری حدیث یہ ہے ـــــ کہ ہمیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن نماز پڑھائی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف چہرۂ اقدس کیا اور فرمایا صفیں سیدھی رکھو خوب مل کر گنجان ہو کر کھڑے ہو۔ میں تمہارا امام ہوں مجھ سے پہلے نہ رکوع کرو نہ سجدہ نہ سلام۔ میں تم کو آگے سے بھی دیکھتا ہوں اور پیچھے سے بھی

---

ع اول صلوٰۃ باب ہل یقال مسجد بنی فلاں ص۵۹ جہاد۔ باب الفرس الفلوف باب انتظار الفرس للسبق باب غایۃ السبق للفرس المضمر ص۴۰۲ ثانی اعتصام باب ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۱۰۹۰ مسلم امارۃ باب المسابقۃ بین الخیل ص۱۳۸ ابو داؤد جہاد باب فی السبق ص۳۴۸ ترمذی اول جہاد باب فی الدہان ص۲۰۳ نسائی۔ خیل باب غایۃ السبق التی لم تضمر باب اضمار الخیل للسبق ص۱۲۴ ابن ماجہ باب السبق والدہان ص۲۰۳ مؤطا مالک باب ماجاء فی الخیل والمسابقۃ ص۱۸۴ دارمی جہاد ۳۵ مسند امام احمد۔

[1] مدارج سائز خورد اول ص۹۔

## حدیث ۲۹۱ :- اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمال من البحرین۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بحرین سے مال آیا

مِنَ الْبَحْرَیْنِ فَقَالَ اُنْثُرُوْہُ فِی الْمَسْجِدِ وَکَانَ اَکْثَرَ مَالٍ اُتِیَ بِہٖ

فرمایا اسے مسجد میں پھیلا دو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اس سے زیادہ مال کبھی نہیں آیا تھا

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

رسول اللہ نماز کے لئے باہر تشریف لائے تو اس کی

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَلَمْ یَلْتَفِتْ اِلَیْہِ فَلَمَّا قَضَی الصَّلٰوۃَ جَاءَ

طرف دیکھا بھی نہیں۔ جب نماز ادا فرما چکے تو تشریف لائے تو

فَجَلَسَ اِلَیْہِ فَمَا رَاَی اَحَدًا اِلَّا اَعْطَاہُ اِذْ جَاءَہُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ

مال کے پاس بیٹھے۔ جس کسی کو دیکھتے تو اسے دیتے، اتنے میں حضرت عباس حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

اس کے بعد فرمایا۔ اس کی قسم جسکے قبضے میں میری جان ہے جو کچھ میں نے دیکھا اگر تم لوگ دیکھ لیتے تو ہنستے کم اور روتے زیادہ۔ لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ حضور نے کیا دیکھا۔ فرمایا۔ جنت اور دوزخ۔

## تشریحات ۲۹۰ :-

مُسَابَقَتْ، کا مادہ سَبَقٌ ہے۔ اس کے معنیٰ آگے بڑھنے کی کوشش کرنا۔ مسابقت کے لغوی معنیٰ "ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا، یہاں گھڑ دوڑ کا مقابلہ مراد ہے۔ اُضمرت کا مادہ ضَمْرٌ ہے، اس کے معنیٰ دُبلا ہوا۔ چھریرے بدن کا ہوا۔ اِضمار اور تضمیر ایک عمل ہے۔ گھوڑوں کو پہلے خوب کھلاتے ہیں۔ جب خوب موٹا ہو جاتا ہے تو رفتہ رفتہ اس کی خوراک گھٹاتے جاتے ہیں یہاں تک کہ پہلی مقدار دینے لگتے ہیں۔ اور گھر میں باندھ کر جُل پہنا کر رکھتے ہیں جس سے پسینہ کافی نکلتا ہے۔ اسکے نتیجے میں گھوڑا تیز رَو ہو جاتا ہے۔ اور سینے کی قوت بڑھ جاتی ہے۔ جس سے اس کا بدن چھریرا ہو جاتا ہے۔ یہ عمل چالیس دن میں پورا کرتے ہیں۔ اس سے گھوڑا چاق چوبند اور تیز رفتار ہو جاتا ہے۔ حفیاء والی مدینہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔ ثنیۃ الوداع، مدینہ طیبہ سے جانب شمال ایک گھاٹی کا نام ہے۔ اہل مدینہ کا طریقہ یہ تھا کہیں جانے والے کو یہاں تک پہنچا کر رخصت ہوتے تھے۔ حفیاء اور ثنیۃ الوداع کا فاصلہ پانچ یا چھ یا سات میل کا ہے۔ بنی زریق انصار کا ایک قبیلہ، ابن عامر حارثہ بن قضیب بن جشم بن الخزرج ہے۔ ثنیۃ الوداع اور بنی زریق کی مسجد کا فاصلہ ایک میل ہے۔

ابن تین نے کہا کہ اس مسابقت میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یمن سے آئے ہوئے انعام عطا فرمائے پہلے نمبر پہ تین، دوسرے نمبر پر دو، اور تیسرے نمبر پر ایک حلے۔ چوتھے نمبر پر ایک دینار۔ پانچویں نمبر پر درہم۔ اور

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْطِنِيْ فَاِنِّيْ فَادَيْتُ نَفْسِيْ وَ فَادَيْتُ عَقِيْلًا فَقَالَ لَهٗ

یارسول اللہ! مجھے بھی دیجئے۔ اس لئے کہ میں نے اپنا بھی اور عقیل کا بھی فدیہ (جنگ بدر کے موقع پر) دیا ہے۔ رسول اللہ صلی

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ فَحَثَا فِيْ ثَوْبِهٖ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهٗ

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آپ خود لے لیں۔ انھوں نے دونوں ہاتھوں سے کپڑے میں لے لیا

فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ اِلَيَّ قَالَ لَا

پھر اسے اٹھانے لگے تو اٹھا نہ سکے تو عرض کیا یارسول اللہ! کسی کو حکم دیں یہ اٹھا دے۔ فرمایا۔ نہیں

قَالَ فَارْفَعْهُ اَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَنَثَرَ مِنْهُ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهٗ ، فَقَالَ

عرض کیا آپ ہی اٹھا دیں۔ فرمایا نہیں۔ تو اس میں سے کچھ گرا یا پھر اٹھانے لگے تو نہ اٹھا سکے۔ پھر عرض کیا۔

چھٹے نمبر پر کچھ چاندی عطا فرمایا تھا۔ علامہ عینی نے تحریر فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اس مسابقت میں شریک ہوئے۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس گھوڑے پر سوار تھے یہ سب سے آگے نکل گیا تھا اس گھوڑے کا نام "سکب" تھا اسے بنی فزارہ کے ایک آدمی سے دس اوقیہ میں خریدا تھا۔ اس نے اس کا نام ضرس رکھا تھا۔ حضور نے بدل کر "سکب" رکھا۔ سکبٌ کے معنی لگاتار دوڑنے اور تیز دوڑنے والے گھوڑے کے ہیں اور ضرس کے معنی سخت مزاج، تجربہ کار جنگجو ہے۔ یہ سب سے پہلا گھوڑا ہے جس پر حضور سوار ہوئے اور جسے خریدا اور جس پر مسابقت کی۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے آگے بڑھنے پر مسلمان بھی خوش ہوئے اور آپ بھی خوش ہوئے۔

**مسائل** (۱) اس پر اجماع ہے کہ گھوڑوں کی تضمیر اور مشق کے لئے اسے دوڑانا اور گھوڑ دوڑ کا مقابلہ کرنا جائز ہے۔ بلکہ امام شافعی نے فرمایا کہ سنت ہے (۲) صحیح یہ ہے کہ ضرورت کے لئے اور جانوروں کی بھی تضمیر یا ان کے مناسب ان میں چستی اور قوت لانے کے لئے کوئی عمل کرنا، جائز ہے (۳) گھوڑ دوڑ یا کوئی بھی مقابلہ کسی اچھے مقصد کے لئے کرانا جائز ہے (۴) اس پر انعام بھی دینا جائز ہے۔ البتہ مقابلہ کرنے والوں کا آپس میں جیتنے والوں کو کچھ دینے کی شرط کے ساتھ ناجائز ہے۔ (۵) کسی مسجد کو مخلوق کی طرف منسوب کرنا، جائز ہے۔ مثلاً بانی کی طرف یا اہل محلہ کی طرف وغیرہ وغیرہ۔

## تشریحات ۲۹۱ :-

**مطابقت** :- یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ تعلیق القنو والقسمۃ فی المسجد۔ مسجد میں کھجور کے گچھے لٹکانا اور تقسیم کرنا۔" اور جو حدیث ذکر کی ہے اس سے صرف تقسیم کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اس میں گچھے لٹکانے کا کوئی ذکر نہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ ابو محمد بن قتیبہ نے غریب الحدیث میں اس حدیث کے ابتدار میں یہ اضافہ کیا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب (حجرے) سے نکلے تو دیکھا کہ مسجد میں کھجور کے گچھے لٹکائے ہوئے ہیں۔ حضور نے یہ حکم دیا تھا کہ ہر دو ڈوڑ کے درمیان کھجور کا گچھا لٹکا دیا جائے تاکہ جس کے پاس کچھ نہ ہو وہ کھائے۔ حضور کے عہد میں اس پر حضرت معاذ مقرر تھے۔ یہ امام بخاری کی عادت ہے کہ بھی حدیث میں کوئی بات ہوتی ہے تو کبھی کبھی اس کے بعض حصے کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں اور جو جزء باب کے مناسب ہوتا ہے اسے ترک کر دیتے ہیں، خواہ باب کو کسی جزء سے مطابقت ہو رہی ہو، وہ ان کی شرط پر ہو یا نہ ہو۔ اس پر ہماری گذارش بار بار ہو چکی کہ یہ ایراد اپنی جگہ رہا ہے۔ کہ جزء باب کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔ وہ باب کے مناسب نہیں۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ إِلَيَّ قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ ۔ قَالَ

یارسول اللہ کسی کو حکم دیں اٹھا دے ۔ فرمایا نہیں ۔ عرض کیا تو آپ ہی اٹھا دیں ۔ فرمایا

لَا فَنَثَرَ مِنْهُ ثُمَّ احْتَمَلَهُ فَأَلْقَاهُ عَلَى كَاهِلِهِ ثُمَّ انْطَلَقَ فَمَا زَالَ

نہیں پھر کچھ نکال دیا پھر اسکے بعد اٹھایا اور اپنے کاندھے پر رکھا پھر تشریف لے گئے ۔ جب تک

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُتْبِعُهُ بَصَرَهُ حَتّٰى خَفِيَ عَلَيْنَا عَجَبًا

وہ نظر آتے رہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ان کی حرص پر تعجب کرتے ہوئے دیکھتے رہے

مِنْ حِرْصِهِ فَمَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَمَّةَ مِنْهَا دِرْهَمٌ ؏

رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وہاں سے اسوقت تک نہیں اٹھے جبتک کہ اسمیں کا ایک درہم بھی رہا ۔

ہم مقدمے میں بتا آئے کہ، حدیث سے اثبات باب کبھی التزاماً ہوتا ہے ۔ یہی یہاں بھی ہے ۔ اس حدیث سے صراحۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسجد میں عارضی طور پر اس لئے مال جمع کرنا کہ اسے تقسیم کر دیا جائے ، جائز ہے ۔ اور کھجوروں کے گچھے اسی لئے رکھے تھے ۔ کہ اسے حاجتمند کھائیں ۔ یہ رکھنا بھی عارضی ہوا اور حقیقت میں ایک طرح تقسیم کرنے کے لئے ہوا ۔ اسلئے یہ بھی جائز ۔

بَحْرَيْنِ :۔ بصرہ اور عمان کے مابین مشہور آبادی تھی ۔ بصرہ سے اس کا فاصلہ چوراسی فرسخ یعنی دو سو پچیس میل ہے ۔ اس کا دوسرا نام ہجر بھی ہے ۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ جعرانہ میں حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کے بعد، حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ، علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بحرین منذر بن ساوی عبدی کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجا اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا ۔

بخاری[1] مغازی میں ہے کہ حضرت مالک بن عوف رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بیان کیا ، کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جب اہل بحرین کے ساتھ صلح کر لی تو ان پر علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو والی بنا کر بھیجا ۔ پھر حضرت ابو عبیدہ بن جراح امین الامۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو جزیہ وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا ۔ یہ جب مال لے کر واپس ہوئے اور انصار نے سُنا تو صبح کی نماز حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی حضور جب نماز سے فارغ ہوئے ، تو انصار سامنے حاضر ہوئے ۔ یہ دیکھکر حضور نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا ۔ شاید تم نے سُنا ہے کہ ابو عبیدہ کچھ مال لائے ہیں ۔ انصار نے عرض کیا ۔ ایسا ہی ہے یارسول اللہ ! تو ارشاد فرمایا تمھیں بشارت ہو ۔ اور جو شی ہی کی امید رکھو ۔ میں اس کا اندیشہ نہیں کرتا کہ تم محتاج ہو جاؤگے ، اندیشہ یہ ہے کہ دنیا تمھارے لئے پھیلا دیجائے گی اور تم آپس میں منافست کروگے جیسے تم سے پہلے والوں نے کیا اور ہلاک ہو جاؤگے جیسے وہ ہلاک ہوئے ۔

یہ صلح ۹ھ میں ہوئی تھی ۔ اور یہ پہلا جزیہ خدمت اقدس میں آیا تھا ( اور میرا خیال ہے کہ اخیر بھی ) یہ ایک لاکھ کی رقم تھی[2]

---

[1] اول صلوٰۃ باب القسمۃ و تعلیق القنو فی المسجد ص جہاد باب فداء المشرکین ص۴۲۸ باب ما اقطع النبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم من البحرین ص۴۲۸

[2] ثانی باب بلا عنوان ص۵۷۲ ۔ [2] عینی جلد رابع ص۱۶۲-۳

## حدیث ۲۹۲ :- اَرْسَلَكَ اَبُوْطَلْحَةَ

تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟

اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسًا قَالَ وَجَدْتُّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو مسجد میں پایا

وَمَعَهٗ نَاسٌ فَقُمْتُ فَقَالَ لِیْ اَرْسَلَكَ اَبُوْطَلْحَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ لِطَعَامٍ قُلْتُ

اور حضور کے ساتھ بہت سے لوگ تھے میں کھڑا ہوا تو مجھ سے فرمایا تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ جی۔ فرمایا کھانے کیلئے میں نے عرض

نَعَمْ فَقَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗ قُوْمُوْا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ ؏

کیا۔ جی۔ تو حضور نے تمام موجود ین سے فرمایا چلو۔ اس کے بعد حضور بھی چلے اور میں بھی لوگوں کے آگے چلا۔

**حضرت عباسؓ** بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ یہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ حضور سے دو سال پہلے پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ کا نام نثلہ یا نتیلہ تھا۔ یہ بنی نمر کی چشم و چراغ تھیں۔ بڑے صاحبزادے فضل کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان کی کنیت اَبُوالفضل ہے۔ یہ صغرسن میں ایک بار غائب ہوگئے تھے ان کی ماں نے منت مانی۔ اگر میرا بچہ مل جائے گا تو کعبے پر پردہ چڑھاؤں گی۔ جب مل گئے تو ریشمی پردہ چڑھایا۔ یہ پہلی عربی خاتون ہیں جنھوں نے کعبے پر ریشمی غلاف چڑھایا۔ یہ فتح مکہ سے بہت پہلے مسلمان ہوچکے تھے۔ مدینہ طیبہ حاضر ہونیکی اجازت چاہی تو حضور نے مکے ہی میں قیام کا حکم دیا۔ اہل مکہ کی خبریں حضوؐ کو پہنچاتے رہتے تھے۔ نیز ان کی وجہ سے ان کمزور مسلمانوں کو جو ہجرت کی استطاعت نہ ہونیکی وجہ سے مکہ میں رہتے تھے، تقویت تھی۔ اسلام کا اظہار فتح مکہ کے موقع پر کیا۔ بدر میں مشرکین کے ساتھ شریک تھے۔ اور گرفتار ہوئے۔ حضوؐ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ کوئی عباس کو قتل نہ کرے وہ مجبور کرکے شریک کئے گئے ہیں۔ گرفتاری کے بعد ان مشکیں حسب عادت دوسرے قیدیوں کی طرح سخت باندھی گئی تھیں جس سے کراہتے تھے۔ ان کی کراہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نیند اچاٹ ہوگئی۔ ایک صاحب نے دریافت کیا یارسول اللہ! نیند کیوں اچاٹ ہوگئی ہے؟ فرمایا۔ عباس کی کراہ سے! ایک صاحب نے حضرت عباس کی بندش ڈھیلی کردی جس سے انھوں نے کراہ بند کردی۔ حضوؐ کو جب معلوم ہوا تو فرمایا سارے قیدیوں کی مشکیں ڈھیلی کردیجائیں۔ چنانچہ سب کی مشکیں ڈھیلی کردی گئیں۔

بہت قد آور بزرگ تھے۔ اس موقع پر ننگے تھے۔ کسی کا کرتا بدن پر نہ آیا۔ عبداللہ بن ابی لمبا تھا۔ اس کا کرتا درست آیا۔ اس نے اپنا کرتا پہنایا۔ اسی کے مکافات میں اسکے مرنے کے بعد حضوؐ اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنا مبارک پیرہن اسکے کفن میں شامل کرنے کے لئے دیا تھا۔ فتح مکہ سے کچھ پہلے ہجرت کی کو کعبۂ نبوی مکہ کی تسخیر کے لئے جارہا تھا راستے میں ملے۔ حضوؐ نے انھیں ہمراہ لے لیا۔ اور فرمایا تم سب سے آخیر مہاجر ہو۔ اس کے بعد تمام غزوات فتح مکہ، حنین، طائف، تبوک میں ہمرکاب تھے۔ غزوۂ حنین کے ابتدائی مرحلے میں جب طلقاء بھاگے تو جو جاں نثار حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے ان میں یہ بھی تھے۔ جاہلیت اور اسلام دونوں میں بہت معزز اور محترم تھے۔ حجاج کو پانی پلانا۔ اور مسجد حرام کی خدمت انھیں کے ذمے تھی۔ جمعہ کے دن ۱۲ رجب ۳۲ھ میں وصال فرمایا۔ وصال کے وقت عمر مبارک ستاسی سال تھی۔ بقیع میں مزار پرانوار مشہور و معروف ہے۔

---

ع۵ جلد اول صلوٰہ باب من دعی للطعام فی المجد ص۶۰ مناقب، علامات النبوۃ ص۵۰۵ جلد ثانی نذور باب اذا حلف یا ندم ص۹۸۹ مسلم ثانی الاشربۃ باب استیناء خیرۃ الی دارمن یثق بہ ص۱۷۸ موطا امام مالک جامع ماجاء فی الطعام والشراب ص۳۷۰

## حدیث ۲۹۳ :- فتلاعنا فی المسجد وانا شاھد

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے

رَجُلًا وَّجَدَ مَعَ امْرَأَتِهٖ رَجُلًا أَيَقْتُلُهٗ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَا شَاهِدٌ عه

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو پائے تو کیا اسے قتل کردے۔ اسکے بعد دونوں نے مسجد میں لعان کیا اور میں حاضر تھا۔

ت ۱۰۱ :- وَصَلَّى الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فِي مَسْجِدِ دَارِهٖ جَمَاعَةً عه

اور براء بن عازب نے اپنے گھر کی مسجد میں جماعت سے نماز پڑھی۔

## تشریحات ۲۹۲ :-

**تکمیل** باب علامات النبوۃ میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت انس فرماتے ہیں۔ حضرت ابو طلحہ نے ام سلیم سے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز میں ایسی کمزوری محسوس کی جس سے اندازہ ہوا کہ حضور بھوکے ہیں۔ تمہارے پاس کچھ ہے؟ ام سلیم نے کہا۔ ہے۔ انھوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں اور اوڑھنی لیا۔ اور اوڑھنی کے بعض حصے سے روٹیاں لپیٹ دیں۔ اور روٹیاں میرے ہاتھ میں چھپا دیں۔ اور اوڑھنی کا جو حصہ روٹیوں کے لپیٹ سے بچ گیا تھا، اسے میرے جسم پر لپیٹ دیا اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مجھے بھیجا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں جب خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور مسجد میں تھے۔ اور حضور کے ہمراہ کچھ لوگ تھے۔ میں حاضر ہو کر کھڑا ہو گیا۔ تو حضور نے دریافت فرمایا، تم کو ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ جی۔ پھر دریافت فرمایا۔ کھانا دیکر!؟ میں نے عرض کیا۔ جی۔ یہ سن کر رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا چلو۔ سب لوگ چلے۔ سب کے آگے آگے میں چلا۔ ابو ابو طلحہ کے پاس جا کر انھیں قصہ سنایا۔ ابو طلحہ نے کہا۔ اے ام سلیم! رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم لوگوں کو لیکر آگئے اور ہمارے پاس اتنا نہیں کہ سب لوگوں کو کھلا سکیں۔ ام سلیم نے کہا۔ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ ابو طلحہ نے آگے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ملاقات کی رسول اللہ اور ابو طلحہ ساتھ ساتھ آئے۔ تشریف لاکر رسول اللہ نے فرمایا۔ اے ام سلیم جو کچھ تیرے پاس ہے۔ لا۔ ام سلیم نے وہ روٹیاں حاضر کیں۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان روٹیوں کے بارے میں حکم دیا۔ تو ان کو توڑ دیا گیا اور ام سلیم نے گھی کا کپہ نچوڑا۔ جو کچھ نکلا اسے ان روٹیوں میں ملا لیا گیا۔ اسکے بعد جو اللہ نے چاہا رسول نے پڑھ کر دم فرمایا۔ پھر فرمایا۔ دس آدمیوں کو کھانے کی اجازت دو۔ دس آدمیوں کو اجازت ملی وہ آئے پیٹ بھر کھایا اور چلے گئے۔ اسی طرح دس دس آدمیوں کو اجازت ملتی رہی اور باری باری دس دس آدمی آکر شکم سیر ہو کر کھا کر جاتے رہے۔ یہاں تک کہ سب لوگوں نے کھایا اور شکم سیر ہو گئے اور یہ لوگ اسی آدمی تھے۔

**مسائل** (۱) حاجب بنانا جائز ہے یعنی یہ جائز ہے کہ علماء مشائخ حکام کے آگے آگے کوئی خادم چلا کرے (۲) مسجد میں بیٹھنے والوں کو دنیا کی بات جائز نہیں۔ مگر انھیں کھانے کے لئے بلانا جائز ہے اور جو مسجد میں ہو اسے مسجد کے حاضرین سے یہ کہنا جائز کہ چلو کھانا کھا کر آئیں (۳) اگر مہمان معزز ہو اور دعوت ایسی جگہ ہو جہاں اعتماد ہو کہ اگر مہمان اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو مزید لے لیگا

عه صلوٰۃ باب التقضا وا للعان فی المسجد ص۶۰ جلد ثانی تفسیر باب قولہ والذین یرمون ازواجہم ص۷۹۱ طلاق۔ باب اللعان ومن طلق بعد اللعان ص۷۹۱ ایضا باب الملاعنۃ ص۸۰۰ ایضا اقتصام باب مایکرہ من التعمق والغلو فی الدین ص۱۰۸۵ ایضا محاربین باب کم التعزیر والادب ص۱۰۱۳ ایضا احکام باب من قضی ولا عن فی المسجد ص۱۰۶۲

عه رواہ ابن ابی شیبہ بمعناہ۔

## حدیث ۲۹۴ حدیث عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اَخْبَرَنِیْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِیْعِ الْاَنْصَارِیُّ اَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت محمود بن ربیع انصاری نے مجھے خبر دی کہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ رسول اللہ صلے

وَهُوَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان انصاری اصحاب میں سے تھے جو بدر میں شریک

مِنَ الْاَنْصَارِ اَنَّهٗ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ

ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ!

اَنْكَرَتْ بَصَرِیْ وَاَنَا اُصَلِّیْ لِقَوْمِیْ فَاِذَا كَانَتِ الْاَمْطَارُ سَالَ الْوَادِی الَّذِیْ بَیْنِیْ

میری نظر کمزور ہو گئی ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں۔ جب بارش ہوتی ہے تو وہ نالہ جو میرے اور انکے درمیان ہے

وَبَیْنَهُمْ لَمْ اَسْتَطِعْ اَنْ اٰتِیَ مَسْجِدَهُمْ فَاُصَلِّیَ بِهِمْ وَوَدِدْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

بہنے لگتا ہے۔ تو میں ان کی مسجد تک نہیں جا سکتا کہ انھیں نماز پڑھاؤں۔ میں چاہتا ہوں یا رسول اللہ کہ آپ میرے

اَنَّكَ تَاْتِیْنِیْ فَتُصَلِّیْ فِیْ بَیْتِیْ فَاَتَّخِذُهٗ مُصَلًّی قَالَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

گھر چلیں اور میرے گھر میں نماز پڑھ دیں کہ میں اسے نماز پڑھنے کی جگہ بنالوں۔ اس پر رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَاَفْعَلُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی قَالَ عِتْبَانُ فَغَدَا عَلَیَّ رَسُوْلُ

ان شاء اللہ میں ایسا کروں گا۔ حضرت عتبان نے بتایا کہ دوسرے دن صبح کو رسول اللہ

تو میزبان بُرا نہ مانے گا نیز یہ بھی معلوم ہو کہ کھانا بافراط ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ مہمان کچھ ایسے لوگوں کو بھی لیلے جو مدعو نہ ہوں۔ ورنہ عام حالات میں فرمایا کہ بغیر دعوت کے کھانے کے لئے جانے والا چور ہے اور کھا کر واپس ہونے والا لٹیرا۔

## تشریحات ۲۹۳

**تکمیل** :- پورا واقعہ یہ ہے کہ عویمر بن حارث عاصم بن عدی کے پاس آئے جو بنی عجلان کے سردار تھے۔ اور کہا۔ کیا فرماتے ہو اس مسئلے میں کہ اگر کوئی اپنی بیوی کے پاس کسی کو پائے تو کیا قتل کر دے پھر تم لوگ اسے قتل کر دو۔ وہ کیا کرے۔ اس کے بارے میں رسول اللہ سے میرے لئے دریافت کرو۔ حضرت عاصم خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا، مگر حضور کو ناگوار ہوا۔ عویمر نے حضرت عاصم سے پوچھا انھوں نے بتایا کہ حضور کو یہ سوال ناگوار ہوا۔ اب عویمر نے کہا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ضرور پوچھوں گا۔ اب عویمر حاضر ہوئے اور انھوں نے خود دریافت کیا۔ حضور نے جواب دیا۔ تیرے اور تیری بیوی کے بارے میں قرآن نازل ہوا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن مجید نے جو طریقہ بتایا ہے اس طرح ان دونوں کو لعان کا حکم دیا۔ حکم کے مطابق دونوں نے لعان کیا۔ اس کے بعد عویمر نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں اسے نکاح میں روکے رکھوں تو اس پر ظلم کروں گا۔ انھوں نے اسے طلاق دیدیا۔

اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَکْرٍ حِیْنَ اِرْتَفَعَ النَّھَارُ فَاسْتَاْذَنَ رَسُوْلُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر دن چڑھنے کے بعد تشریف لائے ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَذِنْتُ لَہٗ فَلَمْ یَجْلِسْ حِیْنَ دَخَلَ الْبَیْتَ

علیہ وسلم نے اجازت طلب فرمائی میں نے حضورؐ کو اجازت دی گھر میں تشریف لانے کے بعد حضور بیٹھے نہیں

ثُمَّ قَالَ اَیْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّیَ مِنْ بَیْتِکَ قَالَ فَاَشَرْتُ لَہٗ اِلٰی نَاحِیَۃٍ مِّنَ

فرمایا تم کہاں پسند کرتے ہو کہ میں تمہارے گھر میں نماز پڑھوں تو میں نے گھر کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا

الْبَیْتِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَبَّرَ فَقُمْنَا فَصَفَفْنَا فَصَلّٰی

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی ہم بھی کھڑے ہو گئے اور صف لگائی ۔ حضور

رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ سَلَّمَ قَالَ وَحَبَسْنَاہُ عَلٰی خَزِیْرَۃٍ صَنَعْنَاھَا لَہٗ قَالَ فَثَابَ فِی الْبَیْتِ

نے دو رکعت نماز پڑھی پھر سلام پھیر دیا ہم نے حضورؐ کے لئے خزیرہ تیار کیا تھا اسکے لئے روک لیا ۔ اب گھر میں محلے والوں

رِجَالٌ مِّنْ اَھْلِ الدَّارِ ذَوُوْ عَدَدٍ فَاجْتَمَعُوْا فَقَالَ قَائِلٌ مِّنْھُمْ اَیْنَ مَالِکُ بْنُ

میں سے کثیر تعداد جمع ہو گئے ۔ ان میں سے کسی نے کہا مالک بن دخیشن یا دخشن

الدُّخَیْشِنِ اَوِ ابْنُ الدُّخْشُنِ فَقَالَ بَعْضُھُمْ ذٰلِکَ مُنَافِقٌ لَّا یُحِبُّ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ

کہاں ہے ؟ کسی نے کہا وہ منافق ہے اللہ اور اسکے رسول سے محبت نہیں رکھتا ۔

ان دونوں کے بعد لعان کرنے والوں کا یہی طریقہ ہو گیا ۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر یہ عورت کالا ، آنکھوں کے سیاہ ڈھیلے والا بڑی سُرین والا بڑی پنڈلیوں والا بچہ جنے تو میرا گمان یہ ہے کہ عویمر نے اس پر صحیح الزام لگایا اور اگر سرخ بچہ جنے گویا وہ "وجرہ" ہے تو میں گمان کروں گا کہ عویمر نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے ۔ اس عورت نے ویسا ہی بچہ جنا جیسا حضورؐ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عویمر کی تصدیق کے لئے فرمایا تھا ۔ یہ بچہ ماں کی طرف نسبت کیا جاتا تھا ۔ وجرہ چھپکلی کی قسم کا زہریلا جانور ہے ۔

**ان رجلا** اس سے مراد یا تو عویمر بن حارث عجلانی ہیں یا ہلال بن امیہ ۔ علامہ عینی نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ ہلال بن امیہ کا واقعہ حضرت عویمر کے پہلے کا ہے ۔ اور آیت لاعنت ہلال بن امیہ کے واقعے میں نازل ہوئی ہے ۔ جیسا کہ خود بخاری کی اس روایت سے ظاہر ہے جو شہادات اور تفسیر میں مذکور ہے ۔

**لعان** باب تفعیل کا مصدر ہے ۔ اس کے لغوی معنی آپس میں ایک دوسرے پر لعنت کرنا ، یہاں مخصوص شرعی معنی مراد ہیں یعنی شوہر جب اپنی زوجہ پر زنا کا الزام لگائے ۔ اور زوجہ اس سے انکار کرے اور معاملہ قاضی کے یہاں جائے تو قاضی بشرائط مرد اور عورت دونوں کو حکم کرے کہ کہیں پہلے شوہر قسم کے ساتھ چار مرتبہ شہادت دے یعنی کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے جو اس عورت کو زنا کی تہمت لگائی ۔ اس میں خدا کی قسم میں سچا ہوں ، پھر پانچویں مرتبہ کہے کہ اس پر خدا کی لعنت

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذٰلِكَ أَلَا تَرَاهُ يَقُوْلُ لَا إِلٰهَ

تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ مت کہو کیا تم نہیں جانتے کہ اس نے اللہ عزوجل کی

إِلَّا اللّٰهُ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ قَالَ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّا نَرٰى وَجْهَهٗ

رضا کے لئے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے۔ اس شخص نے عرض کیا اللہ اور اسکے رسول خوب جانتے ہیں ہم اس کی توجہ اور اس کی

وَنَصِيْحَتَهٗ إِلَى الْمُنَافِقِيْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ

خیرخواہی منافقین کی جانب دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے اللہ کی رضا کی

قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ ؏

طلب کے لئے لا الٰہ الا اللہ کہا۔ اللہ نے اسے جہنم پر حرام فرما دیا ہے۔

اگر اس امر میں کہ اس کو زنا کی تہمت لگائی جھوٹ بولنے والوں سے ہوا اور ہر بار لفظ "اس" سے عورت کی طرف اشارہ کرے پھر عورت چار مرتبہ یہ کہے کہ میں شہادت دیتی ہوں کہ خدا کی قسم اس نے جو مجھے زنا کی تہمت لگائی ہے اس بات میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اس پر خدا کا غضب ہو اگر یہ اس بات میں سچا ہو جو مجھے زنا کی تہمت لگائی۔ لعان میں شہادت شرط ہے۔ اگر یہ کہا کہ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ سچا ہوں، لعان نہ ہوا۔ لعان کے بعد قاضی زوجین میں تفریق کردیگا اور جو اولاد پیدا ہوگی اس کا نسب اس شوہر سے ثابت نہ ہوگا۔ لعان کرنے والوں کے مابین تفریق کے لئے طلاق کی حاجت نہیں۔ لعان ہی تفریق کے لئے کافی ہے۔ بشرطیکہ قاضی تفریق کا حکم کرے۔ اور حضرت عویمر کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ انھوں نے طلاق دیا۔ یہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے حکم سے نہیں تھا۔ جیسا کہ بخاری ہی کی دوسری روایتوں میں تصریح ہے کہ خود اپنی طبیعت سے دیا تھا۔ لعان کے بقیہ احکام اس کے باب میں آئیں گے۔

**مسجد میں قضا** مسجد میں مقدمات دیکھنا اور فیصلے کرنا سلف میں مختلف فیہ رہا ہے۔ قاضی شریح قاضی ابن ابی لیلیٰ مسجد ہی میں مقدمات دیکھتے تھے۔ امام مالک نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ امام شافعی نے فرمایا اگر مسجد میں قضا کے لئے کوئی جگہ مقرر کردیجائے تو مکروہ ہے۔ اور اتفاقیہ کبھی ہوجائے تو حرج نہیں۔ حضرت سعید بن مسیب نے فرمایا، یہ مکروہ ہے، اگر مجھے کوئی اختیار ہوتا لوگوں کو مسجد میں جھگڑنے نہ دیتا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا۔ قاضی مسجد میں نہ بیٹھے، کافر مشرک بھی مسجد میں آئیں گے۔ حالانکہ ارشاد خداوندی ہے إِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ۔ مشرکین نجس ہیں۔ فی زمانہ مسجد میں مقدمات دیکھنے سے احتراز ہی چاہئے۔

---

ع جلد اول صلوٰۃ باب المساجد فی البیوت ص۶۰ ایضا باب اذا دخل جیتاً یصلی حیث شاء ص۶۰ ایضا اذان باب من زار قوماً فاَمّہم ص۹۵ ایضا اذان باب الرخصۃ فی المطر والعلۃ ان یصلی فی رحلہ ص۹۲ ایضاً باب من لم یرد السلام علی الامام ص۱۱۶ تہجد باب صلوٰۃ النوافل جماعۃ ص۱۵۶ جلد ثانی اطعمہ۔ باب الجزیرۃ ص۸۱۳ رقاق باب العمل الذی یبتغی بہ وجہ اللہ ص۹۵۰ استتابۃ المرتدین باب ما جاء فی المتأولین ص۱۰۲۵۔

ت ۱۰۲ وکان ابن عمر یبدأ برجلہ الیمنیٰ فاذا خرج بدأ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما جب مسجد میں جاتے تو پہلے داہنا قدم مسجد میں رکھتے

برجلہ الیسریٰ۔

اور جب نکلتے تو بایاں پاؤں نکالتے۔

ت ۱۰۳:- ورأی عمر ابن الخطاب، انس بن مالک یصلی عند قبر

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ایک قبر

فقال القبر القبر ولم یامرہ بالاعادۃ عہ

کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا قبر، قبر۔ انھیں نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔

## حدیث ۲۹۵:- بنوا علی قبرہ مسجدا وصوروا فیہ

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان ام حبیبۃ وام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ اور ام المؤمنین

ذکرتا کنیسۃ رأینہا بالحبشۃ فیہا تصاویر فذکرتا ذلک للنبی صلی اللہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے ایک گرجا کا تذکرہ کیا جو انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا جسمیں تصویریں تھیں اسکا تذکرہ ان دونوں

تعالیٰ علیہ وسلم فقال ان اولئک اذا کان فیہم الرجل الصالح فمات بنوا

نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا۔ تو حضور نے فرمایا ان میں جب کوئی نیک آدمی ہوتا اور مر جاتا تو اسکی قبر پر مسجد بنانے

علی قبرہ مسجدا وصوروا فیہ تلک الصور واولئک شرار الخلق عند اللہ یوم القیمۃ عہ

اور اس میں یہ تصویریں بناتے۔ قیامت کے دن اللہ عزوجل کی بارگاہ میں یہ لوگ بدترین خلق ہوں گے۔

## تشریحات ۲۹۴:-

حضرت عثمان بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ یہ انصاری سالمی مدنی بدری صحابی ہیں۔ ان سے دس احادیث مروی ہیں۔ بخاری میں صرف ایک ہے۔ یہ عہد رسالت ہی سے اپنی قوم کے امام تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانے میں مدینہ طیبہ ہی میں وصال

عہ وکیع بن جراح فی مصنفہ فیما حکاہ ابن حزم وابو نعیم۔ عینی۔

عہ جلد اول صلوٰۃ باب ہل تنبش قبور مشرکی الجاہلیۃ ص۶۱ باب الصلوٰۃ فی البیعۃ ص۶۳ جنائز باب بناء المسجد علی القبر ص۱۷۹ باب ہجرۃ الحبشۃ ص۵۴۲۔

فرمایا۔ ان کی بینائی کمزور ہو گئی تھی۔ بلکہ بعض روایتوں سے ہے کہ بینائی بالکل جاتی رہی تھی۔

**خَزِیْرَۃٌ:۔** اس کا ترجمہ بعض لوگوں نے حلیم (کھچڑا) کیا ہے مگر صحیح نہیں۔ گوشت کی چھوٹی چھوٹی بوٹیاں کاٹ کر پانی میں پکاتے تھے پھر اس پر آٹا چھڑک دیتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ حریرہ ہے۔ حائے حطی کے بعد زائے معجمہ کے بجائے رائے مہملہ۔ آٹے کو دودھ میں ڈال کر پکاتے تھے۔ اسے حریرہ کہتے تھے۔

**اتی** عام روایات یہی ہیں کہ وہ خود خدمت اقدس میں حاضر ہوئے مگر مسلم[1] شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے خدمت اقدس میں کوئی قاصد بھیجا تھا۔ شارحین نے یہ تطبیق دی۔ ہوسکتا ہے کہ پہلے قاصد بھیجا ہو پھر خود بھی حاضر ہو کر عرض کی ہو۔ طبرانی میں ہے کہ حضرت عتبان نے جمعہ کو درخواست پیش کی تھی اور ہفتے کے دن حضور ان کے گھر گئے تھے۔

**قد انکرت بصری** عام روایات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اسوقت حضرت عتبان کی نظر کمزور ہو گئی تھی۔ بالکلیہ ختم نہیں ہوئی تھی۔ البتہ بخاری کی باب الرخصۃ فی المطر والعلۃ کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت محمود بن ربیع کہتے ہیں۔ یَؤُمُّ قَوْمَہٗ وَھُوَ اَعْمٰی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب حضرت محمود بن ربیع نے ان سے ملاقات کی تھی اس وقت ان کی یہ حالت تھی۔ ہاں مسلم[2] کی روایت میں تصریح ہے کہ وہ اسی وقت نابینا تھے۔ لامحالہ یہ کہنا پڑے گا کہ قَدْ عَمِیَ (وہ نابینا ہو گئے تھے) سے مراد کہ قریب قریب نابینائی کو پہنچ گئے تھے۔

**وابوبکر معہ** حضرت ابن شہاب نے صرف ابوبکر کا ذکر کیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ حضرت عمر بھی ہمراہ تھے اور دوسرے صحابہ بھی۔ جیسا کہ دوسری روایات میں تصریح ہے۔ ابو اوحسن کی روایت میں حضرت عمر کا اضافہ ہے۔ مسلم[3] میں ہے کہ حضرت عتبان نے کہا حضور بھی تشریف لائے اور صحابہ میں سے جن جن کو اللہ نے چاہا وہ بھی آئے۔ طبرانی میں۔ فی نفر من اصحابہ۔ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ابتداءً صرف حضرت ابوبکر رہے ہوں پھر حضرت عمر بھی آگئے ہوں پھر مزید صحابہ شریک ہو گئے ہوں۔

**مالک بن الدخیشن او ابن الدخشن** یہ بدری صحابی ہیں۔ بدر کے موقع پر سہیل بن عمرو کو انھوں نے ہی گرفتار کیا تھا۔ مسجد ضرار کو جلانے کی خدمت ان کے سپرد ہوئی تھی۔ جسے انھوں نے انجام دیا۔ جن صاحب نے ان کے بارے میں شک پیش کیا، ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی مصلحت یا دینی ضرورت کے تحت منافقین سے خلط ملط رکھتے ہوں۔ اور یہ منافقین سے قطع تعلق و بیزاری کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا قصہ ہے۔

**قد حرم علی النار** اس سے مراد یہ ہے کہ جو سچے دل سے ایمان لایا اور کوئی عمل ایسا نہ کیا جو استحقاق جہنم کا موجب ہو۔

**مسائل** ۱۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عہد رسالت ہی میں مدینہ طیبہ میں متعدد ایسی مساجد تھیں جن میں جماعت کے ساتھ نماز ہوتی تھی۔ ۲۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جن متبرک مقامات پر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے ان سے برکت حاصل کرنا بالقصد وہاں نماز پڑھنی صحابۂ کرام کی سنت ہے۔ ظالم گمراہ نجدی دیکھے اس نے کتنا بڑا ظلم کیا ہے کہ مدینہ طیبہ کی بے شمار مسجدوں کو ویران کر ڈالا ہے۔ اور وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِھَا کا مصداق ہے: اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا ذکر کرنے سے روک دیا اور اسے ویران کرنے کی کوشش کی۔

---

[1] جلد اول ایمان باب الدلیل علی من مات علی التوحید دخل الجنۃ ص۲۶۔
[2] ایضاً۔
[3] ایضاً ص۲۷۔

۳ - اگر کسی عالم یا شیخ سے کوئی التماس کرے کہ برکت کے لئے ہمارے گھر چلیں تو قبول کرنا سنت ہے۔ ۴ - بارش کیچڑ راستے میں ہو، تیز دھوپ جس سے ضرر کا اندیشہ ہو، اسی طرح سخت سردی، برف باری جس سے نقصان کا اندیشہ ہو، جماعت چھوڑنے کے اعذار میں سے ہیں۔ ۵ - بہتر یہ ہے کہ گھر میں نماز کے لئے کوئی خاص جگہ بنالی جائے۔ ۶ - جو ضروریات دین کا مُقِر ہو اسکی تکفیر جائز نہیں جب تک کہ اس سے کوئی کفر سرزد نہ ہو۔ ۷ - اور محلے یا شہر میں کوئی عالم یا بزرگ تشریف لائے تو مسلمانوں کو چاہئے کہ اسکی زیارت کریں۔ اس سے برکت حاصل کریں۔

## تشریح ۱۰۲ :-

اس کی تائید حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اس ارشاد سے بھی ہو رہی ہے جسے امام حاکمؒ مستدرک میں ذکر کیا ہے۔

سنت یہ ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو داہنا پاؤں پہلے رکھے اور جب باہر ہو تو بایاں پاؤں نکالے۔ عملی طور پر اس سنت پر عمل کرنے میں ایک دشواری ہے۔ جوتا پہننے میں سنت یہ ہے کہ پہلے داہنے پاؤں میں پہنا جائے اور اتارنے میں سنت یہ ہے کہ پہلے بائیں پاؤں سے نکالا جائے۔ ظاہر ہے کہ مسجد میں قدم رکھنے سے پہلے جب بائیں پاؤں سے جوتا اتاریں گے تو دو صورت ہے، یا تو اسے مسجد میں رکھیں تو داخلہ مسجد کی سنت چھوٹتی ہے اور اگر زمین پر رکھیں تو پاؤں گندا ہو جاتا ہے اور یہی دشواری مسجد سے نکلتے وقت بھی ہوگی۔ اگر بایاں پاؤں نکال کر جوتا پہن لیتے ہیں تو سنت ترک ہوتی ہے۔ زمین پر رکھتے ہیں تو پاؤں گندا ہوتا ہے۔

اس کا حل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے یہ نکالا، کہ مسجد میں داخلے کے وقت بائیں جوتے سے پاؤں نکال کر اسی جوتے پر رکھ لے۔ پھر داہنے جوتے سے داہنا پاؤں نکال کر مسجد میں رکھے۔ اور نکلتے وقت مسجد سے بایاں پاؤں نکال کر بائیں جوتے پر رکھ لے۔ پھر داہنا پاؤں نکال کر جوتے میں ڈالے۔ اس طرح دونوں سنتوں پر عمل ہو گیا۔

## تشریح ۱۰۳

فتح الباری میں ابونعیم شیخ بخاری کے حوالے سے یہ تصریح ہے کہ حضرت انس کے سامنے قبر تھی حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تنبیہ پر قبر سے آگے بڑھ کر نماز پوری کی۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر نماز کی حالت میں کوئی قبر سامنے ہو تو نماز اس معنی کر ہو جاتی ہے کہ فرض ذمے سے ساقط ہو جاتا ہے۔ مگر نماز مکروہ ہوتی ہے

## تشریح ۲۹۵ :-

اس گرجا کا نام مادیہ، تھا۔ جیسا کہ باب الصلوٰۃ فی البیعۃ میں تصریح ہے۔ اُمہات المومنین نے یہ تذکرہ مرض وصال میں کیا تھا۔ جیسا کہ کتاب الجنائز کی روایتوں میں بصراحت ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خاص قبر کو

www.sirat-e-mustaqeem.net

## حدیث (۲۹۶) فقدم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المدینۃ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ، قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ فَنَزَلَ اَعْلَی الْمَدِیْنَۃِ فِیْ حَیٍّ یُّقَالُ

جب مدینہ آئے تو مدینے کے بالائی حصہ میں ایک قبیلے کے پاس اترے

بنا جائے اس طرح کہ قبر ہی پر سجدہ ہو یا قبر کی طرف منہ ہو اور کوئی چیز سترہ نہ ہو اور اگر قبر داہنے بائیں یا پیچھے ہو یا سامنے ہو مگر کوئی چیز سترہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح کسی نبی ولی یا دینی پیشوا کے مزار کے قریب مسجد بنانا بلاشبہہ جائز و مستحسن ہے۔ علامہ عینی اور علامہ عسقلانی قاضی بیضاوی سے ناقل، لکھتے ہیں۔

لما کانت الیھود والنصاری یسجدون لقبور الانبیاء تعظیما لشانھم ویجعلونھا قبلۃ یتوجھون فی الصلوۃ نحوھا واتخذوھا اوثانا لعنھم ومنع المسلمین عن مثل ذلک ـــ فاما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح وقصد التبرک بالقرب منھم لا التعظیم لھم ولا التوجہ نحوہ فلا یدخل فی ذلک الوعید

چونکہ یہود و نصاری انبیاء کرام کے مزارات پر اُن کی تعظیم کے لئے سجدہ کرتے تھے اسے قبلہ بناتے تھے نماز میں اس کی جانب منہ کرتے تھے اور انکے مزارات کو بُت بنالیا تھا اس لئے ان پر لعنت ہوئی اور مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع کر دیا گیا کہ کسی بزرگ کے مزار کے قریب برکت حاصل کرنے کی نیت سے مسجد بنائے اس قبر کیطرف منہ کرکے نماز نہ پڑھے تو اس وعید میں داخل نہیں

**مسائل** (۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبر پر مسجد بنانا یا قبر پر نماز پڑھنا منع ہے۔ (۲) جاندار کی تصویر بنانا خصوصاً بزرگان دین کی حرام ہے۔

**تشریحات (۲۹۶) قدم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم**

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے مدارج[1] میں تحریر فرمایا ہے ـــ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ سے صفر کی ستائیسویں شب کو بہ نیت ہجرت نکلے تھے۔ تین دن غار میں رہے۔ پہلی ربیع الاول کو غار سے نکلے اور یوم دوشنبہ بارہ ربیع الاول کو قبا پہنچے۔ قبا میں کتنے دن رہے یہ مختلف فیہ ہے، چار دن، چودہ دن، بیس دن، چوبیس دن، یہی قرین قیاس ہے۔ کہ چوبیس دن قبا میں قیام فرمایا، اس لئے کہ اس پر اتفاق ہے کہ قبا سے روانگی جمعہ کے دن ہوئی تھی۔ اور بنی سالم کے محلے میں پہنچتے پہنچتے جمعہ کا وقت ہوگیا وہیں نماز جمعہ ادا فرمائی۔ قبا میں پہنچنے کا دن اور وہاں سے روانگی کا دن نکالیں تو چونکہ پہنچنے کا دن دوشنبہ اور روانگی کا دن جمعہ متعین ہے۔ اب درمیان کے چوبیس دن ہوئے۔ چار دن قیام کی بھی توجیہہ ہوسکتی ہے مگر اسی اثنار میں مسجد قبا کی تعمیر بھی ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ تین چار دن میں مسجد کی تعمیر مکمل نہیں ہو

[1] مدارج جلد دوم ص ۸۹

لَهُمْ بَنُوْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَاَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جسے بنی عمرو بن عوف کہا جاتا تھا ان میں چوبیس دن قیام فرمایا پھر

فِيْهِمْ اَرْبَعًا وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰى بَنِي النَّجَّارِ فَجَاءُوْا

بنی نجار کو بلوایا تو وہ لوگ

مُتَقَلِّدِيْنَ السُّيُوْفَ فَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

تلواریں لگائے ہوئے آئے گویا میں بنی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

وَسَلَّمَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَاَبُوْ بَكْرٍ رِدْفُهٗ وَمَلَاُ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهٗ حَتّٰى اَلْقٰى

اپنی سواری پر اور ابوبکر کو آپ کے ساتھ پیچھے اور بنی نجار کے لوگوں کو ارد گرد

سکتی۔ علاوہ ازیں ابن جریر نے لکھا ہے کہ حضور کے قبا پہنچنے کے بعد حضرت اسمار مکہ سے چلیں اور حضور ابھی قبا ہی میں قیام پذیر تھے کہ وہ آگئیں۔ اور ظاہر ہے کہ صرف دو تین دن میں اتنی لمبی مسافت طے نہیں ہو سکتی۔ پھر قیاس یہ چاہتا ہے کہ حضرت زبیر قبا کے قریب حضور سے ملے تھے اور کپڑے نذر کئے تھے۔ یہ مکہ معظمہ پہنچے ہوں گے پھر حضرت اسمار مکہ سے چلی ہوں گی اس لئے قبا میں چار دن قیام کی روایت بہت ہی ضعیف ہے۔ ہاں خوارزمی[1] نے کہا ہے کہ قبا میں داخلہ پنجشنبہ کو ہوا تھا اب چودہ دن والی روایت کو ترجیح ہوگی۔

**دیہات میں جمعہ** قبا میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چودہ دن یا چوبیس دن رہے۔ دو یا تین جمعہ قبا میں پڑا مگر حضور نے قبا میں نماز جمعہ نہ پڑھی۔ روانگی کے اثناء جب شہر میں داخل ہو گئے، تو پڑھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ دیہات میں جمعہ صحیح نہیں ورنہ لازم آئیگا کہ حضور نے جمعہ بالقصد چھوڑا۔

**بنی النجار** یہ انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ ہے۔ اسی قبیلے میں حضرت عبد المطلب کی ننہال تھی۔ زمانہ طفولیت میں والدہ ماجدہ کے ہمراہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے۔ تو اسی قبیلے میں اسی رشتے کی بنا پر قیام فرمایا۔ انھیں خصوصیت سے بلوانے کا سبب بھی یہی رشتہ تھا۔ عرب کا دستور تھا کہ شرفاء کے استقبال میں ہتھیار مسلح کر جاتے۔ اسی کے مطابق بنی النجار تلواریں حمائل کر کے آئے تھے۔

**حتی القی بفناء** شہر میں داخلہ ہوتے ہی انصار کرام کے قبائل خدمت اقدس میں اپنے اپنے گھر قیام کی درخواست پیش کرنے لگے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب کو دعائے خیر دیتے اور فرماتے۔ میری اونٹنی مامور ہے۔ جہاں حکم خداوندی ہوگا وہیں بیٹھے گی۔ بالآخر اونٹنی حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے صحن میں جہاں اب مسجد ہے خود بخود بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد اٹھی اور کچھ دور جا کر پھر لوٹی اور وہیں آکر بیٹھ گئی۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ

[1] عینی جلد چہارم صلوٰۃ باب ھل ینبش قبور مشرکی الجاھلیۃ ص ۱۷۵

بِفِنَاءِ اَبِیْ اَیُّوْبَ وَکَانَ یُحِبُّ اَنْ یُّصَلِّیَ حَیْثُ اَدْرَکَتْهُ الصَّلٰوۃُ وَیُصَلِّیْ

دیکھ رہا ہوں ابوایوب کے صحن میں اپنا سامان اتارا حضور کو یہ بات پسند تھی کہ جہاں

فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَاَنَّهٗ اَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَاَرْسَلَ اِلٰی مَلَاءِ بَنِیْ

نماز کا وقت ہو جائے وہیں نماز پڑھیں اور بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ حضور نے مسجد بنانے کا

النَّجَّارِ فَقَالَ یَا بَنِیْ النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِیْ بِحَائِطِکُمْ هٰذَا قَالُوْا لَا وَاللّٰهِ

حکم دیا اور بنی نجار کے لوگوں کو بلوایا اور فرمایا اس باغ کو میرے ہاتھ بیچ دو انھوں نے عرض کیا جی نہیں

لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهٗ اِلَّا اِلَی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ اَنَسٌ فَکَانَ فِیْهِ مَا

بخدا ہم اس کی قیمت صرف اللہ عزوجل سے لیں گے انس نے کہا اس باغ میں یہ سب تھا

تعالیٰ عنہ اجازت لے کر سامان اپنے گھر لے گئے۔

شرف المصطفےٰ میں ہے کہ جب ناقہ مبارکہ حضرت ابوایوب کے مکان کے صحن میں بیٹھ گئی تو جبار بن صخر نے اپنے پاؤں سے اونٹنی کو ٹھوکا دیا تاکہ ناقہ مبارکہ وہاں سے اٹھ جائے۔ حضرت ابوایوب نے ان سے فرمایا میرے دروازے سے اونٹنی کو اٹھا رہا ہے اگر اسلام کا رشتہ نہ ہوتا تو تلوار سے تیری خبر لیتا۔

امام مغازی محمد بن اسحاق نے کتاب المبتدا و قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ تبع اول تبع بن حسان ولادت اقدس سے ہزار سال پہلے مکہ معظمہ حاضر ہوا تھا تو وہاں سے مدینہ طیبہ بھی آیا۔ اس کے ساتھ چار سو علماء تھے انھوں نے طے کر لیا تھا کہ اب ہم کو یہیں رہنا ہے یہاں سے جانا نہیں ہے۔ تبع نے وجہ دریافت کی تو ان لوگوں نے بتایا کہ ایک نبی تشریف لانے والے ہیں جن کا نام نامی محمد ہے، یہ ان کے ہجرت کی جگہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمیں ان کی زیارت نصیب ہو جائے۔ ہمیں نہیں تو ہماری نسل کو حاصل ہو گی۔ تبع نے ان سب علماء کے لئے مکان بنوا دیا۔ ان کی شادیاں کر دیں۔ انھیں گزارے کے لئے کثیر مال دیا، اور ایک خط لکھکر ان علماء کے سردار کو دیدیا۔ کہ یہ ان نبی منتظر کو دیدیا جائے۔ جسمیں اس نے اسلام لانے کا ذکر کیا ہے، اس کا ایک شعر یہ ہے۔

شھدت علی احمد انه ـــ رسول من اللہ باری النسم ؛ میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد اللہ کے رسول ہیں ـــ اور ایک مکان اس مقصد سے بنوا دیا کہ وہ نبی جب یہاں تشریف لائیں تو اسی میں قیام کریں۔ وہی حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان تھا۔[1]

**ثامنونی بحائطکم** ایک روایت میں ہے کہ وہ کھجوروں کا کھلیان لگانے کی جگہ تھی۔ جہاں کھجوریں سکھائی جاتیں مطلب یہ ہے کہ اس باغ میں یہ سب تھا۔ کچھ قبریں بھی تھیں۔ کچھ کھنڈر تھا کچھ درخت تھے کچھ میدان تھا جہاں کھلیان لگتا تھا۔ یہ باغ سہل اور سہیل نام کے دو یتیموں کا تھا جو حضرت اسعد بن زرارہ یا حضرت معاذ بن عفراء کی پرورش میں تھے۔ ان کی پیشکش کے باوجود حضور نے حضرت صدیق اکبر سے اس کی قیمت دس دینار دلوائی۔

[1] عینی جلد چہارم صلوۃ باب ھل ینبش قبور مشرکی الجاھلیہ ص ۱۷۶،

64

اَقُوْلُ لَكُمْ قُبُوْرُ الْمُشْرِكِيْنَ وَفِيْهِ خَرِبٌ وَّفِيْهِ نَخْلٌ فَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

جو بتاتا ہوں کچھ مشرکین کی قبریں تھیں کچھ حصہ کھنڈر تھا کچھ میں کھجور کے درخت تھے نبی صلے اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ فَنُبِشَتْ ثُمَّ بِالْخَرِبِ فَسُوِّيَتْ

تعالیٰ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبروں کے بارے میں حکم دیا تو وہ ادھیڑ دی گئیں اور کھنڈر برابر کر دیا گیا

وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ وَجَعَلُوْا عِضَادَتَيْهِ

اور کھجور کے درخت کاٹ ڈالے گئے درختوں کو مسجد کے قبلے میں گاڑ دیا گیا اور اس کے دونوں طرف

**فنبشت :-** یعنی ان قبروں کو کھود کر اس کی ہڈیاں تک اسمیں سے نکال کر پھینکوا دیں۔ اب وہ جگہ قبر ہی نہ رہی، اسلئے اس جگہ اور اس کی طرف منھ کر کے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ ورنہ قبر پر یا قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی مطلقاً ممنوع ہے۔ خواہ وہ قبر مومن کی ہو یا کافر کی۔ نبی کی یا امتی کی صالح کی یا فاسق کی۔

**فصفوا النخل الخ :-** اس کی توجیہ یہ ہے کہ کھجور کے درختوں کو دیوار قبلہ میں بطور ستون کھڑا کیا گیا اور بنیاد تک اسکی درمیانی جگہوں کو پتھروں سے بھرا گیا۔ اس لئے کہ صحیح روایات سے جو ثابت ہے وہ یہ ہے کہ مسجد اقدس کی بنیاد تین ہاتھ گہری تھی اسے پتھروں سے بھرا گیا تھا۔ کھجور کے ستون تھے اور کچی اینٹوں کی دیواریں اور چھت کھجور کے پتوں کی تھی۔ تین دروازے تھے۔ ایک قبلہ کے مقابل جانب جنوب اور دو اور، ایک باب رحمت جسے باب عاتکہ کہتے تھے اور ایک وہ جس سے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آتے اور لے جاتے۔ دیوار قد آدم اونچی تھی، اس کا قبلہ جانب شمال بیت المقدس تھا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر نہ کچھ اضافہ کیا اور نہ ترمیم کی۔ سب سے پہلے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ زیادہ فرمایا مگر طرز تعمیر وہی رہی۔ لکڑی کے ستون کچی اینٹوں کی دیواریں، کھجور کے پتوں کی چھت پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت زیادہ توسیع فرمائی اور عمارت بھی بدل دی منقش پتھروں کی دیواریں بنوائیں۔ منقش پتھر کے ستون لگائے، ساکھو کی چھت ڈالی۔

پھر ولید بن عبد الملک کے زمانۂ تسلط میں مسجد مبارک کی کافی توسیع بھی ہوئی اور عمارت بھی بہت شاندار بنی اسی دور میں ازواج مطہرات کے حجرات برابر کر کے مسجد میں داخل کر لئے گئے۔ حجرات مبارکہ برابر کرنے میں ایک پاؤں ظاہر ہو گیا جو بالکل تر و تازہ تھا۔ کہرام مچ گیا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پائے اقدس ہے۔ مگر حضرت عروہ بن زبیر تابعی نے پہچانا کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں ہے تو لوگوں کے جان میں جان آئی۔ ولید کے بعد مہدی نے عمارت کی تجدید کی پھر مامون نے کچھ اضافہ کیا۔ ابتداءً مسجد اقدس چون ہاتھ اتر دکھن چوڑی اور پورب پچھم ساٹھ ہاتھ لمبی تھی پھر بعد میں خیبر کے بعد اس کی توسیع ہوئی اور سو ہاتھ لمبی اور سو ہاتھ چوڑی ہو گئی[1] اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ حضور نے مسجد کے ایک پڑوسی انصاری سے فرمایا اپنی یہ زمین مسجد پر وقف کر دے انھوں نے عرض کیا میں عیالدار ہوں، پھر حضرت عثمان نے دس ہزار درہم میں اسے خرید کر

[1] مدارج جلد دوم ص ۹۷

الحجارة وجعلوا ينقلون الصخر وهم يرتجزون والنبي صلى الله تعالى

پتھر لگا دیئے۔ اور سب لوگ پتھر ڈھوتے تھے اور رجز پڑھتے جاتے تھے۔ خود نبی صلی اللہ تعالیٰ

عليه وسلم معهم وهو يقول اللهم لا خير إلا خير الآخرة

علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ تھے۔ حضور فرماتے اے اللہ بھلائی صرف آخرت کی بھلائی ہے

فاغفر الأنصار والمهاجرة ۵

انصار اور مہاجر سب کو بخش دے۔

مسجد پر وقف کر دیا[1] اور یہ طے ہے کہ وصال اقدس کے وقت مسجد اقدس سو ہاتھ لمبی سو ہاتھ چوڑی تھی تو ثابت کہ اس اضافے سے پہلے چھوٹی تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**وهو يقول:** تحقیق یہ ہے کہ رجز بھی شعر کی ایک قسم ہے۔ ایک دو شعر کبھی کبھار کہہ دینے سے کوئی شاعر نہیں ہو جاتا، اس لئے یہ آیت کریمہ وما علمنٰه الشعر وما ينبغي له اور ہم نے انھیں شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ ان کی شان کے لائق ہے ــــ کے منافی نہیں۔ اس لئے کہ آیت کریمہ میں مراد شعر گوئی کا ملکہ ہے علم کی نسبت جب کسی فن کی طرف ہوتی ہے تو اس سے مراد ملکہ ہوتا ہے، نفس علم نہیں۔

**توضیح باب** یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ هل ينبش قبور مشرکي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد زمانہ جاہلیت کے مشرکین کی قبروں کو ادھیڑ کر وہاں مسجد بنالی جائے۔ اس عبارت میں هل تحقیق کیلئے بمعنی قد ہے۔ جیسے آیت کریمہ هل اتى على الانسان حين من الدهر میں۔ اس کے بعد فرمایا لقول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لعن الله اليهود اتخذوا قبور انبياءهم مساجد۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ یہود پر لعنت فرمائے جنھوں نے انبیاء کرام کی قبروں کو مسجدیں بنالیں۔ اب سوال یہ ہے کہ دعوی اور دلیل میں مناسبت کیا ہے، اس کی توجیہہ یہ کی گئی ہے۔ انبیاء کرام اور جو ان کے ساتھ لاحق ہیں صلحاء امت کی قبروں کو مسجد بنانا موجب لعنت ہے، خواہ ان کی نعش قبر میں رہنے دیں یا نکال کر پھینک دیں مگر کفار کی قبروں پر مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں جبکہ ان کی ہڈیاں نکال کر پھینک دی گئی ہوں۔ یہ دونوں احکام تو اپنی جگہ درست ہیں مگر ایک مدعی دوسری دلیل نہیں بنا لقول ــ میں لام تعلیلیہ بتاتا ہے کہ یہ علت ہے اور اس کا ماقبل اس کا مدعی ہے۔ اقول۔ اس عاجز کی سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں۔ اگر کہیں مشرکین کافرین کی قبریں ہوں اور ضرورت اس بات کی ہو کہ وہاں مسجد بنائی جائے

---

۵ جلد اول ــ صلوٰۃ باب هل ينبش قبور مشرکي الجاهلية ص ۶۱ فضائل مدينه ـ باب حرم المدينة ـ ص ۲۵۱ بنيان الكعبة باب مقدم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ص ۵۵۸ ـ بيوع ـ باب صاحب السلعة احق بالسوم ص ۲۸۳ ـ وصايا ـ باب وقف الارض للمسجد ص ۳۸۹ ـ ايضا باب اذا قال الواقف لا نطلب ثمنه الا الى الله ص ۳۸۹ ـ [1] مدارج جلد ۲ ص ۹۶

## حدیث ۲۹۷ الصلوٰۃ الی البعیر

عَنْ نَافِعٍ قَالَ رَأَیْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یُصَلِّی اِلٰی بَعِیْرِہٖ وَقَالَ

نافع نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اونٹ کی طرف منہ کئے نماز پڑھتے دیکھا

رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُہٗ ؎

اور انھوں نے بتایا کہ میں نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔

تو ضروری ہے کہ قبروں کو اوھیڑ کر ہڈیاں نکال کر کہیں پھینک دی جائیں تاکہ وہ جگہ قبر ہی نہ رہے۔ ایسا اس لئے کرنا ضروری ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیں۔ تو جب انبیاء کے مزارات کو مسجد بنانا موجب لعنت ہے تو مشرکین کی قبروں کو مسجد بنانا بدرجۂ اولیٰ موجب لعنت ہوگا۔ اس لئے ان کی قبروں کو ادھیڑ کر ہڈیاں باہر نکال کر پھینک دو کہ وہ قبر ہی نہ رہے کہ وہاں نماز پڑھنا قبر پر نماز پڑھنا کہلائے۔ جب قبر ادھیڑ کر ہڈیاں پھینک دیں تو وہ عام زمین کی طرح ہوگئی وہاں نماز پڑھنا عام زمین پر نماز پڑھنے کے مثل ہوگیا۔

### تشریحات ۲۹۷

بعض احادیث میں آیا ہے کہ اونٹوں کے باڑے میں نماز نہ پڑھو۔ اس سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یہ حکم عام ہے اور قطعی ہے۔ امام بخاری یہ باب باندھ کر "اونٹوں کے رہنے کی جگہ نماز کا بیان" یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ ممانعت مطلقاً نہیں۔ بلکہ اس وقت ہے۔ جبکہ معلوم ہو کہ اونٹ شریر خطرناک ہے یا کچھ معلوم نہ ہو تو یہ کھٹکا رہے گا کہیں شریر نہ ہو کوئی خطرہ کر بیٹھے۔ لیکن اگر معلوم ہو کہ اونٹ سیدھا سادھا شریف ہے تو اسکے قریب نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں خواہ وہ اکیلا ہو یا کہیں باڑے میں ہو جیسا کہ حضور نے پڑھا اور حضور کی دیکھا دیکھی حضرت ابن عمر نے بھی پڑھا۔ ایک شبہہ یہ رہ جاتا ہے کہ باب ہے۔ اونٹوں کے رہنے کی جگہ نماز کا بیان۔ اور حدیث میں ایک اونٹ کیطرف منہ کرکے نماز کا ذکر ہے۔ اس سے اثبات باب نہیں ہوا۔ اقول:۔ مواضع ابل، اونٹوں کے رہنے کی جگہ نماز سے ممانعت۔ صرف اونٹوں کے قرب کیوجہ سے ہے۔ جگہ یا زمین کی خصوصیت کی وجہ سے نہیں۔ اور اس باب کی حدیث سے ثابت کہ ایک اونٹ کا قرب نماز میں مخل نہیں تو اسی پر قیاس کرکے یہ بھی ثابت کہ دس بیس اونٹوں کا بھی قرب مخل نہیں۔

یہ حدیث باب الصلوۃ الی الراحلۃ والبعیر۔ میں تھوڑے تغیر کے ساتھ ہے۔ وہاں یہ ہے۔ کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی سواری کو عرض میں آڑے بیٹھاتے اور اس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے۔ عبید اللہ بن عمر نے نافع سے پوچھا۔ بتائیے سواریاں حرکت کرنے لگتیں تو کیا کرتے۔ نافع نے بتایا کہ پھر کجاوہ لے لیتے اور اسے سیدھا کرکے اس کی اس لکڑی کی جانب منہ کرکے نماز پڑھتے جس پر سوار ٹیک لگاتا ہے۔ اور ابن عمر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

---

؎ جلد اول صلوۃ باب الصلوۃ فی مواضع الابل ص ۶۱۔ ایضا باب الصلوۃ الی الراحلۃ والبعیر ص ۷۲۔

## حدیث ۲۹۸ فلا تسلونی عن شی الا اخبرتکم

اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِیْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّی الظُّهْرَ فَقَامَ

سورج ڈھل گیا تو باہر تشریف لائے اور ظہر کی نماز پڑھی اس کے بعد

عَلَی الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ اَنَّ فِیْهَا اُمُوْرًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَنْ

منبر پر تشریف لے گئے اور قیامت کا تذکرہ فرمایا کہ قیامت کے دن بڑے بڑے حوادث ہونگے اسکے بعد فرمایا

### تشریحات ۲۹۸

اس پر امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں یہ باب باندھا ہے۔ من صلی وقدامہ تنور او نار او شی یعبد فاراد بہ وجہ اللہ عزوجل۔ جس نے اس حالت میں نماز پڑھی کہ اس کے آگے تنور یا آگ یا کچھ اور ہو جس کی پوجا کی جاتی ہو مگر نمازی نے اللہ عزوجل کی عبادت کی نیت کی ــ حسب عادت باب میں سوال کر کے چھوڑ دیا ہے۔ مراد ان کی یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں۔ اس کے تحت جو حدیثیں لائے ہیں ان سے بھی وہ یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ پہلی حدیث تو یہی اختصار کے ساتھ ہے جو ہم نے ذکر کی ہے۔ صرف اتنا حصہ کہ ارشاد فرمایا۔ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میرے سامنے جہنم لائی گئی۔ دوسری حدیث صلوۃ کسوف کی ہے۔ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ جس کا ایک حصہ کتاب الایمان میں گذر چکا ہے اور پوری حدیث صلوۃ الکسوف میں آئے گی۔ یہاں صرف بقدر ضرورت یہ حصہ ذکر فرمایا۔ سورج میں گہن لگا تو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور مجھے جہنم دکھائی گئی اتنا خوفناک منظر کبھی نہیں دیکھا۔ ان دونوں حدیثوں سے ثابت کہ نماز کی حالت میں سامنے آگ تھی اور آگ کو مجوسی پوجتے ہیں۔ تو ثابت ہوگیا کہ نمازی کے آگے کوئی ایسی چیز ہو جس کی پرستش ہوتی ہو مگر نمازی کی نیت خالص اللہ کی عبادت کی ہو تو کوئی حرج نہیں ــ احناف فرماتے ہیں کہ اگر نمازی کے آگے معبودان باطلہ میں سے کچھ ہوں تو نماز مکروہ ہے۔ اگرچہ نیت خالص اللہ عزوجل کی ہو۔ بلکہ اگر معاذ اللہ صد بار معاذ اللہ معبود باطل کی نیت ہو تو نماز کی صحت تو الگ رہی سرے سے ایمان ہی رخصت۔ اور اس کراہت کی وجہ مشرکین کے ساتھ مشابہت اور عوام کو غلط فہمی میں ڈالنا ہے۔

اس حدیث سے امام بخاری کا استدلال تام نہیں۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو جہنم کا پیش کیا جانا خرق عادت کے طور پر عالم غیب کی بات تھی۔ صحابہ کرام نے کہاں دیکھا عالم غیب کے جو احوال بطور خرق عادت ظاہر ہوں ان پر عالم شہادت کے معتاد احوال کا قیاس صحیح نہیں۔ مثلاً اسی واقعے میں لے لیجئے، نمازی کے آگے ایسی چیز ہونے سے نماز مکروہ ہوتی ہے جس سے دل بٹے۔ یہ خود امام بخاری کو تسلیم[1] ہے۔ اور یہاں جنت اور دوزخ کے سامنے آنے سے

[1] بخاری صلوۃ باب استقبال الرجل الرجل ص ۷۳

اَحَبَّ اَنْ یَّسْئَلَ عَنْ شَیْءٍ فَلْیَسْئَلْ فَلَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُکُمْ

کوئی کچھ پوچھنا چاہے تو پوچھے۔ میں جبتک یہاں ہوں تملوگ جو بھی پوچھوگے بتاؤں گا

مَادُمْتُ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا فَاَکْثَرَ النَّاسُ فِی الْبُکَاءِ وَاَکْثَرَ اَنْ یَّقُوْلَ سَلُوْنِیْ

یہ سن کر لوگ زاروقطار رونے لگے اور حضور بار بار فرماتے رہے مجھسے پوچھو

فَقَامَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ حُذَافَۃَ السَّھْمِیُّ فَقَالَ مَنْ اَبِیْ قَالَ اَبُوْکَ حُذَافَۃُ

تو عبداللہ بن حذافہ سہمی کھڑے ہوئے اور دریافت کیا میرا باپ کون ہے ارشاد فرمایا حذافہ ہے

ثُمَّ اَکْثَرَ اَنْ یَّقُوْلَ سَلُوْنِیْ فَبَرَکَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَلٰی رُکْبَتَیْہِ

اسکے بعد بھی بار بار فرماتے رہے مجھسے پوچھو اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھٹنے کے بل کھڑے

فَقَالَ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا فَسَکَتَ ثُمَّ

ہوئے اور عرض کیا ہم اللہ کے پروردگار ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد کے نبی ہونے پر (دل وجان

قَالَ عُرِضَتْ عَلَیَّ الْجَنَّۃُ وَالنَّارُ آنِفًا فِیْ عُرْضِ ھٰذَا الْحَائِطِ فَلَمْ اَرَ

سے) راضی ہیں اب حضور نے خاموشی اختیار فرمائی اس کے بعد فرمایا ابھی اس دیوار کے

کَالْخَیْرِ وَالشَّرِّ ۵ھ

گوشے میں میرے سامنے جنت اور دوزخ پیش کی گئی میں نے (کبھی اتنا) اچھا اور برا منظر نہیں دیکھا

حضور کا دل بٹا، ایک[1] روایت میں ہے کہ حضور آگے بڑھے کہ جنت سے ایک خوشہ لے لوں۔ پھر پیچھے ہٹے نیز جنت میں جنتیوں کو اور جہنم میں جہنمیوں کو دیکھا جہنم کی خوفناکی سے متاثر بھی ہوئے۔ اس کا بھی امکان قوی ہے کہ جنتیوں میں سے اور جہنمیوں میں سے کسی کا منہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف رہا ہو۔ حالانکہ نمازی کا کسی مرد یا عورت کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے۔ تو کیا۔ ان عالم غیب کے احوال پر قیاس کرکے یہ حکم دینا درست ہوگا کہ نمازی کے آگے کچھ بھی ہو اس اس کا کتنا ہی دل بٹے۔ لوگ نمازی کی طرف منہ کئے ہوں نماز میں کوئی کراہت نہیں آئے گی۔

ثانیاً حضرت انس والی حدیث میں یہ تصریح ہے فی عُرض ھذا الحائط۔ جنت اور دوزخ اس دیوار کے گوشے میں دکھائی گئی، اس دیوار سے مراد دیوار قبلہ ہے۔ تو جب جہنم دیوار قبلہ کے ایک گوشے میں تھی اور حضور بیچ مسجد میں تو جہنم حضور کے سامنے کہاں ہوئی؟ رہ گئی حضرت ابن عباس کی حدیث۔ اس میں صرف یہ ہے۔ واریت النار

---

۵ھ جلد اول مواقیت باب وقت الظهر عند الزوال ص ۷۷ ایضاً صلوٰۃ باب من صلی وقد

امه تنور اونار ص ۶۲ جلد ثانی اعتصام۔ باب مایکرہ من کثرۃ السوال ص ۱۰۸۳

[1] کتاب الکسوف باب صلوٰۃ الکسوف جماعۃ ص ۱۴۴

| حدیث ۲۹۹ | اجعلوا فی بیوتکم من صلوتکم |
|---|---|

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے

وَسَلَّمَ قَالَ اِجْعَلُوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ مِّنْ صَلٰوتِکُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْھَا قُبُوْرًا ؎

فرمایا اپنے گھروں میں بھی کچھ نماز پڑھا کرو گھروں کو قبر نہ بنالو۔

| ۱۰۴ ت | وَیُذْکَرُ اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کَرِہَ الصَّلٰوۃَ بِخَسْفِ بَابِلَ |
|---|---|

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بابل کے کھنڈر میں نماز پڑھنی مکروہ جانا۔

مجھے جہنم دکھائی گئی۔ یہ نہیں کہ میرے سامنے لائی گئی تھی۔ ہوسکتا ہے یہاں بھی کسی گوشے ہی میں دکھائی گئی ہو۔ ثالثاً جہنم کی آگ کسی کی معبود نہیں۔ آتش پرست اپنی بھڑکائی ہوئی آگ کو پوجتے ہیں جہنم کی آگ کو نہیں۔ جہنم مما یعبد میں داخل ہی نہیں۔ اسلئے جو بعض روایات میں آیا ہے فی قبلۃ ھذا الجدار۔ اس سے بھی استدلال تام نہیں کہ اس سے استدلال میں بھی پہلا اور تیسرا اسقم بہر حال باقی رہے گا۔

**تشریحات ۲۹۹** اس پر امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے کراھیۃ الصلوۃ فی المقابر۔ قبرستان میں نماز کے مکروہ ہونے کا بیان۔ ظاہر ہے کہ حدیث سے باب کا اثبات نہیں ہو رہا ہے۔ علامہ سفاقسی نے یہ توجیہ کی۔ یہی حدیث مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے، لاتجعلوا بیوتکم مقابر ہے۔ اس سے باب کی مطابقت ظاہر ہے۔ اس پر علامہ عینی نے بہت عمدہ بات کہی۔ کتنی عجیب بات ہے باب کا عنوان قائم کریں۔ امام بخاری اور مطابق ہو ان کے اس باب سے وہ حدیث جو کوئی اور صاحب روایت کریں۔ اقول۔ معمولی غور کے بعد مطابقت ظاہر ہے۔ اس حدیث کے اخیر کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ قبر نماز پڑھنے کی جگہ نہیں۔ اور مقبرہ اسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں قبریں ہوتی ہیں، اس لئے مقبرے میں نماز مکروہ ہوئی۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ ثابت یہ ہوا کہ قبرستان میں جہاں قبریں ہوں وہاں ممنوع ہے۔ اور جہاں قبریں نہیں وہاں ممنوع نہیں۔ یہ مطابقت میں حارج نہیں۔

**تشریح ۱۰۴ ت** اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ عبداللہ بن ابی المحلی العامری نے کہا ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔ اور بابل کے کھنڈرات پر گذرے تو انھوں نے وہاں نماز نہیں پڑھی، اس سے گذرنے کے بعد پڑھی۔ اسی کے ہم معنی ابو داؤد میں بھی ہے کہ حضرت علی سیر کرتے ہوئے بابل پر گذرے تو مؤذن نے آکر عصر کی اذان کہی۔ جب اس سے گذر گئے تو مؤذن کو حکم دیا اس نے اقامت کہی۔ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا مجھے میرے حبیب نے مقبرے میں نماز پڑھنے سے اور سرزمین بابل پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ اس لئے کہ یہ زمین ملعون لعنت زدہ ہے۔

؎ جلد اول صلوۃ باب کراھیۃ الصلوۃ فی المقابر ص ۶۲

| حدیث ۳۰۰ | لاتدخلوا علی ھولاء المعذبین الا ان تکونوا باکین |
|---|---|

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتَدْخُلُوْا عَلٰی ھٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِیْنَ اِلَّا اَنْ تَکُوْنُوْا

نے فرمایا ان لوگوں پر جن پر عذاب ہوا ہے مت داخل ہو مگر یہ کہ

بَاکِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَکُوْنُوْا بَاکِیْنَ فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَیْھِمْ لَایُصِیْبُکُمْ مَا اَصَابَھُمْ۔

روتے ہوئے اور اگر رو نہ سکو تو مت داخل ہو کہیں تمھیں بھی وہی مصیبت نہ آئے جو ان پر آئی۔

| ۱۰۵ ت | قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِنَّا لَانَدْخُلُ کَنَائِسَکُمْ مِنْ |
|---|---|

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم تمھارے گرجاؤں میں نہیں جاتے ان مجسموں

اَجْلِ التَّمَاثِیْلِ الَّتِیْ فِیْھَا الصُّوَرُ۔

کی وجہ سے جو ان میں ہیں۔

اس حدیث کی سند پر محدثین نے کئی طرح کلام کیا ہے، اور یہ حدیث صحیح کے معارض ہے کہ فرمایا جعلت لی الارض مسجداً۔ اسی لئے خطابی نے کہا کہ علماء میں سے کسی کو نہیں جانتا جس نے بابل میں نماز کو حرام بتایا ہو۔ اقول ابھی حدیث آرہی ہے کہ جس جگہ عذاب ہوا ہے وہاں جانے سے منع فرمایا۔ جب جانا منع ہے تو نماز بدرجہ اولیٰ منع ہونی چاہئے۔

**بابل** بابل عراق میں ایک بستی کا نام ہے جہاں کا جادو اور شراب مشہور ہے۔ کبھی پورے عراق کو بابل کہدیتے ہیں۔ اسے نمرود نے بسایا تھا۔ اس نے یہاں ایک محل بنایا تھا جو پانچ ہزار ہاتھ اونچا تھا۔ اس نے یہ محل اسلئے بنوایا تھا کہ آسمان پر جاکر آسمان والوں سے لڑکر آسمان کی بھی حکومت حاصل کرلے۔ اللہ عزوجل نے یہ محل ڈھا دیا۔ اسی کا تذکرہ اس آیت کریمہ میں ہے فَاَتَی اللّٰہُ بُنْیَانَھُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ ــ سورۂ نحل (۲۶) تو اللہ نے انکی عمارت کو بنیاد سے ڈھا دیا۔ یہاں کے باشندوں کی زبان سریانی تھی مگر ایک رات سوئے تو قدرت خداوندی سے یہ لوگ بہتر قسم کی زبانیں بولنے لگے۔ ہر شخص اپنی زبان میں بل بل کرتا۔ اسلئے اس کا نام بابل پڑگیا۔ بلبلانے والے[1]

**تشریحات ۳۰۰** ھولاء المعذبین سے قوم ثمود کی بستی حجر کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ مغازی اور تفسیر کی روایت میں تصریح ہے اس حدیث میں اگرچہ ایسی جگہ نماز پڑھنے سے بصراحت ممانعت نہیں مگر سیاق حدیث بتا رہا ہے کہ ایسی جگہ جانا ممنوع ہے۔ گریہ طاری ہونا شاذ و نادر ہی ہے۔ شاذ و نادر پر احکام کی بنیاد نہیں ہوتی اور جب جانا ممنوع اور نماز

---

[1] اول صلوۃ باب الصلوۃ فی مواضع الخسف والعذاب ص ۶۲ جلد ثانی مغازی باب نزول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الحجر ص ۶۳۷ تفسیر سورہ حجر باب قولہ ولقد کذب اصحاب الحجر المرسلین ص ۶۸۲ [1] عینی جلد رابع صلوۃ باب الصلوۃ فی مواضع الخسف والعذاب ص ۱۸۹

| | |
|---|---|
| ۱۰۶ | كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُصَلِّي فِي الْبِيعَةِ إِلَّا بِيعَةً فِيهَا تَمَاثِيلُ۔ |
| ت | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرجاؤں میں نماز پڑھتے تھے مگر اس گرجاؤں میں نہیں پڑھتے تھے جنہیں مجسمے ہوتے |

| | |
|---|---|
| حدیث ۳۰۱ | لعنة الله على اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد |

اَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَا لَمَّا نُزِلَ بِرَسُولِ اللّٰهِ

ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَهُ عَلٰى وَجْهِهِ فَإِذَا اغْتَمَّ

پر مرض (وصال) کی شدت ہوئی تو بار بار اپنی چادر اپنے چہرے پر ڈالتے جب دم گھٹنے لگتا تو

بِهَا كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى

چہرے سے ہٹا دیتے اسی حالت میں فرمایا یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو انھوں نے

اِتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوا۔ عہ

اپنے انبیا کی قبروں کو مسجدیں بنالیں۔ یہود و نصاریٰ نے جو کیا تھا اس سے لوگوں کو ڈرا رہے تھے۔

| | |
|---|---|
| ۳۰۲ حدیث | عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ |
| | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |

جانے کی فرع ہے تو یہ بھی ممنوع ہے۔

**تشریحات (۱۰۵) (۱۰۶)** اثر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام عبدالرزاق نے موصولاً روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابن عباس کے اثر کو بغوی نے جعدیات میں اور ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں کفار کے معابد میں مطلقاً جانا ممنوع ہے اولاً ان کے معابد بتوں مجسموں تصویروں سے خالی نہیں ہوتے۔ ثانیاً وہ محل لعنت ہیں۔ ثالثاً عوام الناس کو بدگمانی میں مبتلا کرنا ہے۔ ہاں سلطان اسلام بضرورت جا سکتا ہے، جیسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المقدس فتح کرنے کے بعد اسکے گرجاؤں گئے مگر نماز باہر آکر پڑھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو منقول ہے اسمیں بیعۃ سے مراد پادریوں کی رہائشگاہ ہے عبادت خانہ نہیں اسلئے کہ ہر گرجا میں حضرت عیسیٰ و حضرت مریم کی فرضی تصویر ہوتی ہے۔

**تشریحات (۳۰۱) (۳۰۲)** یہود و نصاریٰ کو اپنے انبیاء کرام کے ساتھ جو محبت و عقیدت تھی۔ صحابہ کرام اور اس امت کو، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اس لئے یہ خطرہ تھا کہ میری امت بھی مزار پاک کو مسجد بنا کر اس کی پرستش کرنے لگے۔ اسی لئے دنیا سے جاتے جاتے اس اذیت ناک

عہ اول صلوۃ باب ص ۶۲ الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل ص ۴۹۱ جلد دوم مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۶۳۹ دو طریقے سے لباس۔ باب الاکسیۃ والخمائص ص ۸۶۵

تعالیٰ علیہ وسلم قال قاتل اللہ الیھود اتخذوا قبور انبیائھم مساجد ع۵

نے فرمایا یہود کو اللہ مار ڈالے انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیں۔

## حدیث ۳۰۳ یوم الوشاح من تعاجیب ربنا

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا ان ولیدۃ کانت سوداء لحی من

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک حبشیہ لونڈی عرب کے ایک قبیلے

العرب فاعتقوھا فکانت معھم قالت فخرجت صبیۃ لھم علیھا وشاح

کی تھی ان لوگوں نے اسے آزاد کر دیا پھر بھی وہ انھیں کے ساتھ رہی ان کی ایک لڑکی نکلی

احمر من سیور قالت فوضعتہ او وقع منھا فمرت بہ حدیاۃ وھو

سرخ رنگ کا جرڑاؤ حمائل پہنے ہوئے تھی اب یا تو لڑکی نے کہیں رکھدیا یا گر پڑا کہ ایک چیل گذری وہ

ملقی فحسبتہ لحما فخطفتہ قالت فالتمسوہ فلم یجدوہ، قالت، فاتھمونی

ہار پڑا ہوا تھا چیل نے اسے گوشت جانا اور اسے اچک لیا قبیلے والوں نے ہار تلاش کیا مگر انھیں نہیں ملا۔ اس لونڈی

بہ قالت فطفقوا یفتشونی حتی فتشوا قبلھا قالت، واللہ انی لقائمۃ معھم

نے بتایا پھر اسکے چرانے کا مجھ پر الزام لگایا اور میری تلاشی لینے لگے حتی کہ اس کی شرمگاہ کی بھی تلاشی لی لونڈی

اذ مرت الحدیاۃ فالقتہ قالت فوقع بینھم قالت فقلت ھذا الذی اتھمتمونی

نے بتایا بخدا میں انکے ساتھ کھڑی تھی کہ وہ چیل گذری اور ہار کو پھینک دیا۔ انکے درمیان وہ ہار گرا۔ میں نے کہا یہی ہے وہ جسکے

حال میں بھی اس فعل شنیع سے روکا۔ اس کا نتیجہ بھی خاطر خواہ نکلا، آج چودہ سو برس ہو رہے ہیں مگر مزار اقدس مزار اقدس ہی ہے مسجد نہ ہوا

**تشریحات ۳۰۳** ولیدہ۔ ولید، اس بچے اور بچی کو کہتے ہیں جو ابھی پیدا ہوئے ہیں۔ عرف میں چھوٹے بچے کو بھی کہتے ہیں نیز لونڈی اور غلام کو بھی اگرچہ معمر ہوں۔ وشاح۔ اس حمائل کو کہتے ہیں جو مرصع اور جڑاؤ ہو۔ اگر مرصع نہ ہو تو وشاح نہیں کہلائیگا۔ کمربند کے بھی معنی میں آتا ہے۔ ثابت نے دلائل میں یہ اضافہ کیا، کہ یہ لڑکی دلہن تھی۔ غسلخانے میں نہانے گئی اور اسے اتار کر رکھدیا۔ اس تقدیر پر اب وشاح کے دونوں معانی درست ہو سکتے ہیں۔ حمائل اور کمربند۔ جب ان بیوی کا مسجد ہی میں خیمہ یا حجرہ تھا تو یہ مسجد ہی میں سوتی بھی تھیں۔ تو حدیث سے ثابت ہو گیا کہ عورت کا مسجد میں سونا جائز ہے مگر یہ قید ضروری ہے جبکہ وہ بے ٹھکانہ مسافر ہو اور حیض و نفاس کی حالت میں نہ ہو۔

---

ع۵ اذل صلوۃ ص ۶۲

بِهٖ زَعَمْتُمْ وَاَنَا مِنْهُ بَرِیْئَةٌ وَّهُوَ ذَا هُوَ قَالَتْ فَجَاءَتْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

چرانے کا تم لوگوں نے مجھ پر الزام لگایا تھا حالانکہ میں اس سے بری ہوں وہ یہ ہے۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ لَهَا خِبَاءٌ فِی الْمَسْجِدِ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور مشرف باسلام ہوگئیں۔ حضرت عائشہ نے کہا اس لونڈی

اَوْ حِفْشٌ قَالَتْ فَكَانَتْ تَاْتِیْنِیْ فَتَحَدَّثُ عِنْدِیْ قَالَتْ فَلَا تَجْلِسُ عِنْدِیْ

کا مسجد میں ایک خیمہ یا چھوٹا سا حجرہ تھا۔ وہ میرے پاس آیا کرتی تھی اور میرے پاس باتیں کرتی

مَجْلِسًا اِلَّا قَالَتْ ـــ وَیَوْمُ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَاجِیْبِ رَبِّنَا اَلَا اِنَّهٗ مِنْ

جب کبھی آکر بیٹھتی تو یہ ضرور کہتی۔ اور حمائل کا دن میرے پروردگار کے عجائب میں سے ہے سنو

بَلْدَةِ الْكُفْرِ اَنْجَانِیْ۔ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لَهَا مَا شَاْنُكِ لَا تَقْعُدِیْنَ

اسی دن نے کفر کی بستی سے مجھے نجات دی۔ حضرت ام المومنین نے اس سے پوچھا کیا بات ہے تم

مَعِیْ مَقْعَدًا اِلَّا قُلْتِ هٰذَا قَالَتْ فَحَدَّثَتْنِیْ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ ؏

جب بھی آکر بیٹھتی ہو تو یہ ضرور پڑھتی ہو اس پر اس نے یہ واقعہ بیان کیا۔

۱۰۷ ت | عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَدِمَ رَهْطٌ مِّنْ عُكْلٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ "عکل" کے کچھ لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ

عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكَانُوْا فِی الصُّفَّةِ۔

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ صفہ میں رہتے تھے۔

۱۰۸ ت | وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ كَانَ اَصْحَابُ الصُّفَّةِ اُلْفُقَرَاءَ

اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر نے کہا۔ اصحاب صفہ محتاج تھے۔

## تشریحات (۱۰۷) (۱۰۸)

یہاں باب کا عنوان ہے۔ مرد کا مسجد میں سونا۔ ان دونوں تعلیقوں سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کوئی مرد یا چند مرد محتاج ہوں جن کے گھر بار نہ ہوں وہ مسجد میں سو سکتے ہیں پہلا اثر حدیث طویل کا حصہ ہے جو کتاب الطہارت میں گذر چکی ہے۔ یہاں جتنا مذکور ہے وہ محاربین کی روایت کا جز ہے، دوسرا اثر بھی ایک حدیث کا جز ہے جو آگے آئے گی۔ مسجد نبوی میں ایک طرف ایک چبوترہ تھا اس پر چھپر پڑی تھی اس کو صفہ کہتے تھے وہ مہاجرین جن کا کوئی ٹھکانہ نہ ہوتا یہیں رہتے تھے۔

---

عہ اول صلوۃ باب نوم المراۃ فی المسجد ص ۶۳۔

## حدیث ۳۰۴ ان ابن عمر ینام فی المسجد

اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّہٗ کَانَ یَنَامُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ وہ جوان غیر شادی شدہ تھے۔

وَھُوَ شَابٌّ اَعْزَبُ لَا اَھْلَ لَہٗ فِیْ مَسْجِدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اور نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد میں سوتے تھے۔

## حدیث ۳۰۵ قم یا اباتراب

عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْتَ فَاطِمَۃَ فَلَمْ یَجِدْ عَلِیًّا

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے اور حضرت علی

فِی الْبَیْتِ فَقَالَ اَیْنَ ابْنُ عَمِّکِ قَالَتْ کَانَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ شَیْءٌ فَغَاضَبَنِیْ

کو گھر موجود نہیں پایا تو حضرت فاطمہ سے پوچھا تمہارے چچا کا فرزند کہاں ہے، انھوں نے عرض کیا

فَخَرَجَ فَلَمْ یَقِلْ عِنْدِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

میرے اور ان کے درمیان کچھ بات ہوگئی جسپر وہ خفا ہوکر باہر چلے گئے اور میرے پاس قیلولہ نہیں کیا

لِاِنْسَانٍ اُنْظُرْ اَیْنَ ھُوَ فَجَاءَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھُوَ فِی الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ فَجَاءَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا دیکھو وہ کہاں ہیں وہ صاحب آئے اور بتایا کہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُضْطَجِعٌ قَدْ سَقَطَ رِدَاءُہٗ

یارسول اللہ وہ مسجد میں سورہے ہیں۔ اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انکے پاس تشریف لائے وہ

### تشریحات ۳۰۴ تکمیل ۳۰۶

مناقب علی میں یہ زائد ہے ایک صاحب حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ شکایت کی کہ مدینے کا موجودہ حاکم حضرت علی کو برسر منبر برا کہتا ہے حضرت سہل نے پوچھا کیا کہتا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ ان کو ابوتراب کہتا ہے۔ اس پر حضرت سہل ہنسے اور فرمایا۔ یہ نام تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رکھا ہوا ہے اور حضرت علی کو اس سے زیادہ کوئی نام پسند نہ تھا میں نے حضرت سہل سے اس سلسلے کی حدیث سننے کی خواہش کی تو انھوں نے مذکورہ بالا حدیث بیان فرمائی۔

---

ع۵ اول۔ صلوۃ نوم الرجل فی المسجد ص ۶۳۔

عَنْ شِقِّهٖ وَاَصَابَهٗ تُرَابٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُهٗ

لیٹے ہوئے تھے، انکی چادر ان کے پہلو سے گر پڑی تھی اور انھیں دھول لگ گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے

عَنْهُ وَيَقُوْلُ قُمْ اَبَا تُرَابٍ قُمْ اَبَا تُرَابٍ عه

جسم سے دھول پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے اٹھو اے ابو تراب اٹھو اے ابو تراب (مٹی والے)

## ۳۰۶ حدیث اصحاب الصفة

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَقَدْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا میں نے ستر اصحاب صفہ

رَاَيْتُ سَبْعِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ اِمَّا اِزَارٌ

کو دیکھا۔ ان میں ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جس کے پاس چادر ہو۔ یا صرف تہبند تھا یا صرف کمبل جسے وہ

وَاِمَّا كِسَاءٌ۔ قَدْ رَبَطُوْا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ وَمِنْهَا مَا

اپنی گردنوں میں باندھے رہتے کسی کے آدھی پنڈلی تک پہنچتا کسی کے ٹخنوں تک اسے

يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ فَيَجْمَعُهٗ بِيَدِهٖ كَرَاهِيَةَ اَنْ تُرٰى عَوْرَتُهٗ عه

اپنے ہاتھ سے جمع رکھتا اس ڈر سے کہ اس کی شرمگاہ نہ دکھائی دے۔

ان تینوں حدیثوں سے ثابت کہ مردوں کو بھی مسجد میں سونا مطلقاً جائز ہے۔ عام اس سے کہ وہ معتکف ہوں یا نہ ہوں مسافر ہوں یا نہ ہوں محتاج ہوں یا نہ ہوں۔ مگر بنظر دقیق ایسا نہیں۔ اصحاب صفہ کی تنگدستی ظاہر ہے۔ رہ گئے حضرت ابن عمر تو یہ ابتداء کی بات ہے اور اس کا بھی امکان ہے کہ وہ اعتکاف کر لیتے ہوں۔ اور یہی توجیہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی ہے کہ انھوں نے اعتکاف کی نیت کر لی ہوگی۔ حکم یہی ہے کہ معتکف اور مسافر کے علاوہ کسی کو مسجد میں سونا جائز نہیں۔

**ابن ابن عمك:** - یہ عرب کے عرف کے لحاظ سے فرمایا کہ دو ہمعمر میں سے ہر ایک کو ابن عم کہتے ہیں، ورنہ رشتے کے لحاظ سے یہ صحیح نہیں۔ حضور نے حضرت علی کے غائب ہونے سے اندازہ کر لیا تھا کہ کچھ شکر رنجی ہوگئی ہے اسلئے پیار دلانے کیلئے ابن عمک فرمایا

**قم یا ابا تراب:** - اس سے معلوم ہوا کہ کنیت کیلئے اولاد کیطرف نسبت ضروری نہیں۔ غیر اولاد کیطرف بھی نسبت کر کے کنیت رکھی جا سکتی ہے جیسے ابو جہل ابو لہب وغیرہ۔ اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت علی کیساتھ کتنی محبت تھی۔ اس سے ان کا فضل و کمال ظاہر ہوا۔

---

عه اول صلوة باب نوم الرجال فی المسجد ص ۶۳ مناقب علی ص ۵۲۵ جلد ثانی الاستیذان باب القائلة فی المسجد ص ۹۲۹

عه جلد اول صلوة باب نوم الرجل فی المسجد ص ۶۳

۱۰۹ ت | وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيْهِ

جب کسی سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں جاتے اس میں نماز پڑھتے۔

## حدیث ۳۰۷ صلی رکعتین قبل ان یجلس

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، قَالَ مِسْعَرٌ اُرَاهُ قَالَ ضُحًى فَقَالَ صَلِّ

حاضر ہوا حضور مسجد میں تھے مسعر نے کہا میں گمان کرتا ہوں کہ چاشت کے وقت تو

رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لِيْ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَضَانِيْ وَزَادَنِيْ ؏ه

حضور نے فرمایا بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لے اور حضور کے ذمہ میرے کچھ پیسے تھے انکو ادا فرمایا اور کچھ زیادہ دیا۔

**سبعین :-** یہ ستران ستر حضرات کے علاوہ ہیں جنھیں سریہ "بیر معونہ" کے موقع پر تبلیغ کیلئے بھیجا تھا جو سب کے سب شہید ہوگئے۔ یہ حضرت ابو ہریرہ کے مشرف باسلام ہونے سے پہلے کا قصہ ہے

**تشریح ۱۰۹** یہ اثر ایک طویل حدیث کا جز ہے جو مغازی غزوہ تبوک اور کتاب التفسیر وغیرہ میں مذکور ہے۔

**تشریحات ۳۰۷ تکمیل** پورا واقعہ یہ ہے کہ ایک غزوہ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کیساتھ گئے تھے۔ انکا اونٹ کمزور اور سست رفتار تھا۔ حضور نے اسے ایک گھونسہ مارا جس سے تیز رو ہوگیا۔ پھر حضور نے فرمایا، اے جابر اسے اس شرط پر بیچو گے کہ مدینہ تک سوار ہو کر جاؤ۔ میں نے فروخت کر دیا۔ جب مدینہ طیبہ واپس ہوئے تو اونٹ لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضور نے اونٹ کی قیمت بھی دی اور اونٹ بھی دیدیا اور مال غنیمت کا حصہ بھی دیا۔ قیمت بھی زیادہ دی۔ اس میں سے کچھ نقد میرے پاس تھا۔ یہاں تک کہ یوم حرہ کے موقع اہل شام اسے لوٹ لے گئے۔ یہ واقعہ غزوۂ تبوک میں پیش آیا تھا۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضور نے حضرت جابر سے دریافت فرمایا، گھر لوٹنے کی جلدی کیا ہے تو انھوں نے بتایا کہ میں نے شادی کرلی ہے۔ دریافت فرمایا، کنواری سے کہ شادی شدہ سے۔ عرض کیا شادی شدہ سے۔ فرمایا کنواری سے کیوں نہیں کیا، تم اسکے

---

ع۵ جلد اول صلوۃ باب الصلوۃ اذا قدم من سفر ص ۶۳ کتاب الاستقراض - باب من اشتری بالدین ص ۳۲۱ - ایضا باب حسن القضاء ص ۳۵۵ باب الشفاعۃ فی وضع الدین ص ۲۴۴ ھبہ باب الھبۃ المقبوضۃ وغیر المقبوضۃ ص ۳۵۵ دو طریقے سے - الشروط - باب اذا اشترط البائع ظھر الدابۃ الی مکان ص ۳۷۵ - الجھاد باب من ضرب دابۃ غیرہ ص ۴۱۱ باب استیذان الرجل الامام ص ۴۱۶ باب من غزا وھو حدیث عھد بعرس ص ۴۱۶ باب الصلوۃ اذا قدم من سفر ص ۴۳۴ جلد ثانی باب الثبات ص ۷۶۰ دو طریقے سے باب طلب الولد ص ۷۸۹ تین طریقے سے نفقات باب عون المرأۃ زوجھا فی ولدہ ص ۸۰۸ دعوات باب الدعاء للمعز وج ص ۹۴۵۔

| | |
|---|---|
| ۳۰۸ حدیث | عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ السَّلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ |
| | حضرت ابو قتادہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ |
| | تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یَّجْلِسَ [عہ] |
| | علیہ وسلم نے فرمایا جب مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لیا کرو۔ |
| ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ت ت ت | وَاَمَرَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ اَکِنَّ |
| | اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد مبارک کی تعمیر کا حکم دیا اور فرمایا |

ساتھ کھیلتے وہ تمہارے ساتھ کھیلتی۔ تم اس سے ہنسی مذاق کرتے وہ تم سے ہنسی مذاق کرتی۔ عرض کیا۔ میرے باپ نے سات یا نو لڑکیاں چھوڑی ہیں، مجھے یہ پسند نہ ہوا کہ انھیں جیسی کوئی لڑکی لاؤں اس لئے میں نے ایسی عورت سے شادی کی ہے جو ان کی دیکھ بھال اور تربیت کرے۔ فرمایا اللہ عزوجل تمہیں برکت دے۔ جب سفر سے آؤ تو اچانک گھر نہ جاؤ اتنا موقع دو کہ جس کا شوہر غائب ہے وہ استرہ استعمال کرے اور بال کو کنگھا کرلے۔

**مسائل** اس حدیث سے یہ مسائل مستخرج ہوئے (۱) سفر سے آنے کے بعد دو رکعت نفل نماز پڑھے (۲) مسجد میں جاؤ تو پہلے نماز پڑھو پھر بیٹھو (۳) بہتر ہے کہ کنواری عورت سے شادی کی جائے مگر کسی ضرورت اور مصلحت کی بنا پر ثیب سے بھی نکاح بہتر ہے۔ (۴) شادی کرنے والوں کو دعا دینا سنت ہے۔ کم از کم اتنا ضرور کہدے بارک اللہ علیک (۵) سفر سے گھر آئے تو پہلے اطلاع دیدے تاکہ گھر والی اپنے آپ کو درست کرلے۔

**تشریحات ۳۰۸ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ** انکا نام حارث بن ربعی ہے۔ یہ فارس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مشہور ہیں۔ عبدالرحمٰن فزاری کے قاتل یہی ہیں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکے بارے میں فرمایا۔ خیر فرساننا ابو قتادۃ مدینہ طیبہ ہی میں وصال فرمایا۔ سنہ وصال ۵۴ھ ہے انسے ایک سو ستر حدیثیں مروی ہیں۔ بخاری میں تیرہ ہیں اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص مسجد میں جائے وہ کم از کم دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے، اور یہ مستحب ہے اسلئے کہ کبار صحابہ مسجد میں جاتے مگر یہ نماز نہیں پڑھتے تھے اگر واجب ہوتی تو صحابہ ترک نہ فرماتے۔ علاوہ ازیں ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ لوگوں کی گردنیں فلانگ کر آگے بڑھ رہا ہے تو فرمایا بیٹھ جا تو نے ایذا پہنچائی۔ اسے تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ قبل ان یجلس سے کچھ لوگوں نے استدلال کیا کہ بیٹھنے کے بعد تحیۃ المسجد کا وقت جاتا رہا، مگر ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضور نے ان سے فرمایا، دو رکعتیں پڑھ لی ہے، عرض کیا نہیں۔ فرمایا اٹھ اور انھیں پڑھ۔ اس سے معلوم ہوا کہ تھوڑی دیر بیٹھنا مخل نہیں جبکہ کوئی فعل منافی صلوٰۃ نہ کرے۔

**تشریحات ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور ابو یعلی نے اپنی مسند میں مرفوعاً روایت کیا ہے۔ مسجد کے آباد رکھنے سے مراد یہ ہے کہ انمیں نمازیں پڑھی جائیں اللہ عزوجل کا ذکر کیا جائے

عہ جلد اول صلوٰۃ۔ باب اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین ص ۶۳ تہجد باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی ص ۱۵۶

النَّاسَ مِنَ الْمَطَرِ وَاِيَّاكَ اَنْ تُحَمِّرَ اَوْ تُصَفِّرَ فَتُفْتَنَ النَّاسُ ۔ قَالَ اَنَسٌ

میں بارش سے لوگوں کو بچانا چاہتا ہوں اور سرخ اور زرد رنگنے سے بچو! اس سے لوگ فتنے میں پڑ جائیں گے

يَتَبَاهُوْنَ بِهَا ثُمَّ لَا يَعْمُرُوْنَهَا اِلَّا قَلِيْلًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَتُزَخْرِفُنَّهَا

حضرت انس نے فرمایا۔ مسجد کی عمدہ عمارت پر فخر کریں گے اور اسے آباد نہیں رکھیں گے مگر تھوڑے لوگ۔ حضرت ابن

كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى ۔

عباس نے تشیید المساجد کی تفسیر میں فرمایا اسے سنوارو۔ جیسے یہود و نصاریٰ نے سنوارا۔

## ۳۰۹ حدیث بناء المسجد النبوی

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد اقدس

مراد یہ ہے کہ مسجدوں کی عمارتیں بہت عالیشان ہوں گی خوبصورت ہوں گی مگر نمازی اور ذاکر تھوڑے ہوں گے۔ اسی کو ایک حدیث میں فرمایا مساجدھم عامرۃ ظاھرھا و باطنھا خراب۔ ان کا ظاہر بہت شاندار اور اندر ویران ہوگا۔

حضرت ابن عباس کا اثر ابوداؤد میں یوں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ما امرت بتشیید المساجد قال ابن عباس لتزخرفنھا کما زخرفت الیھود والنصاری۔ مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا ہے کہ مسجدوں کو اونچی بناؤں اور انھیں پختہ کراؤں۔ ابن عباس نے اس کی شرح میں فرمایا یعنی مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا کہ جیسے گرجاؤں کو یہود و نصاریٰ نے سنوار لیا ہے ویسے میں مسجدوں کو سنواروں حتی کہ ایک حدیث میں فرمایا کہ مسجدیں منڈی بناؤ یعنی مینار اور کنگرے بناؤ یہ حکم اس عہد مبارک کیلئے تھا جبکہ محض کسی جگہ کا مسجد ہونا اس کی تعظیم و تکریم کے لئے کافی تھا مگر اب مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ جبکہ عوام اپنے گھروں کو بہت عالیشان بناتے ہیں اگر مسجدیں عالیشان نہ بنائی جائیں تو انکی عظمت دلوں میں نہ ہوگی نیز غیر مسلم ہنسیں گے۔ اسلئے اب وسعت کے مطابق مساجد بھی جتنی عظیم الشان ہو سکیں بنوائی جائیں۔ فقہاء نے فرمایا کہ کم من احکام تختلف باختلاف الزمان والمکان۔ بہت سے احکام وقت اور جگہ کے بدلنے سے بدل جاتے ہیں، انھیں میں ایک یہ مسئلہ بھی ہے۔

**تشریحات ۳۰۹** حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک مسجد اقدس اسی حالت میں رہی جو عہد نبوی میں تھی جب عہد فاروق میں تنگی ہوگئی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لمبائی اور چوڑائی میں بھی اضافہ کیا، ستون کھوکھلے ہوگئے تھے تو انھیں بدل دیے۔ مگر طرز تعمیر وہی رہی۔ وہی کچی اینٹوں کی دیواریں کھجور کی ٹہنیوں کی چھت، مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اضافہ بھی کافی فرمایا اور طرز تعمیر بھی بدل دیا۔ دیواریں منقش پتھر اور چونے سے بنوائیں، منقش پتھر کے ستون لگوائے، ساگھون کی لکڑی کی چھت ڈلوائی، مگر اس سے زائد زیب و زینت آرائش

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ وَسَقْفُهُ الْجَرِيْدُ وَعُمُدُهُ خَشَبُ النَّخْلِ فَلَمْ

پکی اینٹ کی بنی تھی اور اس کی چھت کھجور کی شاخ کی تھی اور اس کے ستون کھجور کی لکڑیوں کے تھے

يَزِدْ فِيْهِ اَبُوْ بَكْرٍ شَيْئًا وَزَادَ فِيْهِ عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلٰى بُنْيَانِهٖ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ

اس میں ابو بکر نے کچھ اضافہ نہیں کیا اور عمر نے زیادہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں جیسے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيْدِ وَاَعَادَ عُمُدَهُ خَشَبًا

بنی تھی ویسے ہی پکی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے بنائی اور اس کے کھمبوں کو بدل دیا

ثُمَّ غَيَّرَهُ عُثْمَانُ فَزَادَ فِيْهِ زِيَادَةً كَثِيْرَةً وَّبَنٰى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوْشَةِ

پھر عثمان نے اس میں بہت زیادہ بدلا، اور بہت زیادہ بڑھایا اس کی دیواریں منقش پتھر اور گچ سے

وَالْقَصَّةِ وَجَعَلَ عُمُدَهُ مِنْ حِجَارَةٍ مَّنْقُوْشَةٍ وَّسَقَفَهُ بِالسَّاجِ ؏ه

بنوائیں اور منقش پتھر کے ستون لگائے اور ساکھو کی چھت ڈالی۔

## حدیث ۳۱۰ ویح عمار تقتله الفئة الباغية

عَنْ عِكْرِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ لِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلِابْنِهٖ عَلِيٍّ

عکرمہ نے کہا کہ مجھ سے حضرت ابن عباس نے فرمایا اور اپنے بیٹے علی سے

نہیں کی۔ سب سے پہلے ولید بن عبد الملک نے مسجد اقدس کافی بڑھائی بھی اور زمانے کے لحاظ سے بہت خوبصورت اور عالیشان بنوایا چار مینارے بھی بنوائے۔ مگر پوری امت خاموش رہی۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ ناپسند سب نے کیا مگر فتنے کے اندیشے سے خاموش رہے۔ لیکن یہ بات نہیں۔ ناپسند فرماتے تو یہ لوگ چوکنے والے نہیں تھے۔ پھر یہ تعمیر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زیر اہتمام ہوئی تھی۔ بات وہی ہے جو ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ صحابہ کرام کا اخیر دور تھا تابعین کا دور شروع ہو چکا تھا۔ لوگوں نے اپنے رہائشی مکانات بہت شاندار بنوالئے تھے۔ تو اب ضروری ہوا کہ مسجدیں بھی عالیشان بنوائی جائیں تاکہ عوام کی نظر میں ان کی تحقیر نہ ہو۔

**تشریحات (۳۱۰) عکرمہ** مشہور ائمہ تابعین میں سے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص تلامذہ میں ہیں۔ یہ ان کے غلام تھے جنھیں بعد میں آزاد کر دیا تھا۔ ان کی اصل بربر سے تھی۔ مکہ کے فقہا میں سے ہیں۔ یہ اس درجے کے عالم تھے کہ کسی نے حضرت سعید بن جبیر سے پوچھا کہ آپ سے بھی بڑا کوئی عالم ہے۔ فرمایا، ہاں عکرمہ۔ اسّی سال کی عمر پاکر ۱۰۵ھ میں واصل بحق ہوئے۔

**علی بن عبد اللہ بن عباس** ابو السلاطین، یہ مشہور زمانہ خونخوار درندے، سفاح کے دادا ہیں۔ جس دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے، اسی دن پیدا ہوئے۔ اسی تقریب سے ان کا نام علی رکھا گیا۔ بڑے عابد زاہد شب زندہ دار تھے۔

ه جلد اول صلوۃ باب بنیان المسجد ص ۶۴

اِنْطَلَقَا اِلٰی اَبِیْ سَعِیْدٍ فَاَسْمَعَا مِنْ حَدِیْثِہٖ فَانْطَلَقْنَا فَاِذَا ھُوَ فِیْ حَائِطٍ

کہ ابو سعید خدری کے یہاں چلو ان کی حدیث سنو تو دونوں چلے وہ اپنے باغ میں ملے

یُّصْلِحُہٗ فَاَخَذَ رِدَاءَہٗ فَاحْتَبٰی ثُمَّ اَنْشَاَ یُحَدِّثُنَا حَتّٰی اَتٰی عَلٰی ذِکْرِ بِنَاءِ

جس میں کام کر رہے تھے انھوں نے اپنی چادر لی اور جھوہ مار کر بیٹھ گئے پھر حدیث بیان کرنے لگے جب

الْمَسْجِدِ فَقَالَ کُنَّا نَحْمِلُ لَبِنَۃً لَبِنَۃً وَعَمَّارٌ لَبِنَتَیْنِ لَبِنَتَیْنِ فَرَاٰہُ النَّبِیُّ

مسجد اقدس بنانے کی بات آئی تو فرمایا ہم لوگ ایک ایک اینٹ ڈھوتے تھے اور عمار دو دو انھیں نبی

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ یَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْہُ وَیَقُوْلُ وَیْحَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھ لیا تو ان کے جسم سے غبار صاف کرنے لگے اور فرمانے لگے عمار پر افسوس ہے

عَمَّارٍ تَقْتُلُہُ الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃُ یَدْعُوْھُمْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَیَدْعُوْنَہٗ اِلَی النَّارِ

اسے باغی جماعت شہید کرے گی یہ انھیں جنت کی طرف بلاتا ہوگا اور وہ لوگ اسے جہنم کی طرف

قَالَ یَقُوْلُ عَمَّارٌ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْفِتَنِ ۵

بلاتے ہوں گے۔ عمار یہ دعا مانگا کرتے میں فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

ان کا ایک باغ تھا جسمیں زیتون کے پانچسو درخت تھے۔ ہر درخت کے پاس دو رکعت نماز روزانہ پڑھتے تھے۔ اس طرح ایک ہزار رکعت روز پڑھتے تھے، اسی لئے ان کو سجاد بھی کہا جاتا تھا۔ اٹھہتر یا اوناسی سال کی عمر میں ۳۷ھ میں دار فانی سے کوچ فرمایا

**تقتلہ الفئۃ الباغیہ** اسی ارشاد کی وجہ سے حضرت عمار کی ذات مصیب و مخطی کے مابین معیار جلی بن گئی۔ جنگ صفین میں حضرت شیر خدا کی فوج میں تھے۔ انھیں شامیوں نے شہید کیا۔ حضرت علی نے ان کے شہید ہوتے ہی اعلان فرمادیا، صواب و خطا کا من جانب اللہ فیصلہ ہو چکا مگر شامی افواج کے کمانڈر انچیف نے تلوار نیام میں نہیں کی۔ حضرت عمار کی شہادت کے بعد حضرت علی کے مخالفین کا شک دور ہو گیا حتی کہ حضرت عمرو بن عاص نے حضرت معاویہ سے کہا کہ معاویہ اب فیصلہ ہو گیا۔ تمھارے آدمیوں نے عمار کو شہید کیا ہے، یہ دلیل ہے کہ تم باغی ہو۔ مگر حضرت معاویہ نے یہ کہکر بات بدل دی کہ ان کا قاتل وہ ہے جو انھیں میدان جنگ میں لایا تھا۔ سبحان الملک الصمد الذی غنی عن العلمین۔

**مسائل** (۱) مسجد کی تعمیر میں خود کام کرنا یا کسی قسم کا تعاون کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔ (۲) ہر صاحب علم سے علم طلب کرنا چاہیے اگرچہ طالب علم ہو (۳) اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنا سنت ہے اور اس میں تکبر اور نخوت کا ازالہ بھی ہے (۴) جب کوئی علم طلب کرنے آئے تو شیخ کو چاہیے کہ پوری توجہ وانہماک سے پڑھائے اسے بتائے (۵) اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا یہ بھی معلوم تھا کہ کون کب اور کہاں اور کیسے مریگا۔

---

۵ اول صلوۃ باب التعاون فی بناء المسجد ص ۶۷ جھاد باب مسح الغبار عن الراس فی سبیل اللہ ص ۳۹۴

## حدیث ۳۱۱ من بنی للہ مسجدا

اَنَّهٗ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِیْهِ

انھوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا اسوقت جبکہ مسجد نبوی کی تعمیر کے

حِیْنَ بَنٰی مَسْجِدَ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْتُمْ اَكْثَرْتُمْ وَاِنِّیْ

وقت لوگ انھیں جو جی میں آتا تھا کہہ رہے تھے۔ تم لوگ بہت کچھ کہہ چکے اور میں نے

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے جو شخص مسجد بنوائے اور اس سے صرف

قَالَ بُكَیْرٌ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ یَبْتَغِیْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ بَنَی اللّٰهُ لَهٗ مِثْلَهٗ فِی الْجَنَّةِ ؎

اللہ کی رضا مقصود ہو تو اللہ عزوجل اس کے لئے اس کے مثل جنت میں گھر بنائے گا۔

## حدیث ۳۱۲ امسك بنصالها

حَدَّثَنَا سُفْیَانُ قَالَ قُلْتُ لِعَمْرٍو اَسَمِعْتَ

سفیان بن عیینہ نے حدیث بیان کی کہ میں نے عمرو بن دینار

جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ یَقُوْلُ مَرَّ رَجُلٌ فِی الْمَسْجِدِ وَمَعَهٗ سِهَامٌ فَقَالَ لَهٗ

سے کہا کیا آپنے حضرت جابر بن عبداللہ سے یہ نہیں سُنا ہے؟ وہ کہتے تھے کہ ایک شخص مسجد

### تشریحات ۳۱۱

یہ حدیث تھوڑے سے الفاظ کے ردوبدل کے ساتھ تئیس صحابۂ کرام سے مروی ہے جنمیں چاروں خلفاء راشدین بھی ہیں۔ بعض میں یہ زائد ہے اگرچہ قطا کے گھونسلے کے برابر بنائے۔ کسی میں یہ زائد ہے، جنت میں اس سے زیادہ وسیع مکان بنائے گا۔ مراد یہ ہے کہ اگر کوئی چھوٹی سی بھی مسجد بنائے یا کسی مسجد میں تھوڑا سا بھی اضافہ کردے، اللہ عزوجل جنت میں اس کے لئے وسیع وکشادہ مکان بنائے گا۔

**عند قول الناس فیه** جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد اقدس کی توسیع کے ساتھ ساتھ اس کو از سر نو منقش پتھروں اور چونے سے بنانا چاہا تو کچھ لوگوں نے اسے ناپسند کیا اور چاہا کہ جیسے ہے ویسے ہی رہنے دیا جائے [1] اس موقع پر لوگوں نے چہ میگوئیاں کی تھیں تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذکورہ بالا جواب دیا۔

### تشریحات (۳۱۲) (۳۱۳)

حضرت عمرو بن دینار کا جواب مذکور نہیں مگر کتاب الفتن میں ہے کہ یہ سُنکر انھوں نے فرمایا۔ ہاں۔ ان دو حدیثوں سے استخراج کر کے فقہاء یہ حکم دیتے ہیں کہ ہر ایسی چیز مسجد میں لے جانا منع ہے جس سے ضرر کا اندیشہ ہو۔

---

؎ جلد اول صلوۃ باب من بنی مسجدا ص ۶۴ [1] مسلم ثانی زھد باب فضل بناء المساجد ص ۴۱۱

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ بِنِصَالِهَا۔ عہ

میں گذرا اور اس کے ساتھ تیر تھے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا پھل پکڑے رہ۔

## حدیث ۳۱۳ فلیاخذ بنصالها

سَمِعْتُ اَبَا بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

ابو بردہ اپنے باپ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

مَنْ مَرَّ فِیْ شَیْءٍ مِنْ مَّسَاجِدِنَا اَوْ اَسْوَاقِنَا بِنَبْلٍ فَلْیَاْخُذْ عَلٰی نِصَالِهَا

وسلم نے فرمایا جو ہماری مسجدوں ہمارے بازاروں کے کسی حصہ سے تیر لے کر گذرے تو ان کے

لَا یَعْقِرْ بِكَفِّهٖ مُسْلِمًا عہ پھلوں کو پکڑے رہے، اپنے ہاتھ سے کسی مسلمان کو زخمی نہ کر دے۔

## حدیث ۳۱۴ اللهم ایده بروح القدس

اَنَّهٗ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِیَّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ یَسْتَشْهِدُ

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گواہی طلب کر

اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنْشُدُكَ اللّٰہَ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِیَّ صَلَّی

رہے تھے۔ کہہ رہے تھے کہیں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں تم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَا حَسَّانُ اَجِبْ عَنِّیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

یہ فرماتے نہیں سنا ہے اے حسان! رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے

### تشریحات ۳۱۴ تکمیل

اس حدیث کا ابتدائی حصہ یہ ہے کہ حضرت حسان حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں مسجد نبوی میں اشعار پڑھ رہے تھے کہ حضرت فاروق اعظم گذرے اور اس پر انکار فرمایا تو حضرت حسان نے حضرت ابو ہریرہ سے گواہی دلوائی۔ یہاں بھی امام بخاری نے حسب عادت حدیث کا اتنا حصہ لائے جو باب کے مناسب نہیں۔ باب کا عنوان یہ ہے۔ باب الشعر فی المسجد، مسجد میں شعر پڑھنا۔ حدیث کا جتنا حصہ یہاں ذکر کیا ہے اس میں نہ شعر کا ذکر ہے نہ مسجد کا۔ مگر اسی حدیث کی تکمیل جو ہم نے ذکر کی اسمیں شعر کا بھی ذکر ہے اور مسجد میں پڑھنے کا بھی۔ اس لئے امام بخاری پر یہ اعتراض بہر حال قائم ہے کہ باب کے تحت جتنی حدیثیں لائے ہیں وہ باب کے مطابق نہیں۔ ایک حدیث میں فرمایا لان یمتلی جوف احدکم قیحا خیر من ان یمتلی شعرا کسی کا پیٹ

---

عہ جلد اول صلوٰۃ باب یاخذ بنصول النبل ص ۶۴ ثانی۔ فتن باب من حمل علینا السلاح ص ۱۰۴۷

عہ جلد اول صلوٰۃ باب المرور فی المسجد ص ۶۴ جلد ثانی فتن باب من حمل علینا السلاح ص ۱۰۴۷

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ نَعَمْ ؎

جواب دے اے اللہ حسان کی روح القدس سے مدد فرما۔ ابو ہریرہ نے فرمایا۔ ہاں میں نے سُنا ہے

## حدیث ۳۱۵ والحبشة یلعبون فی المسجد

اَنَّ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ لَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا عَلٰی بَابِ حُجْرَتِیْ وَالْحَبَشَۃُ یَلْعَبُوْنَ فِی الْمَسْجِدِ

ایک دن اپنے حجرے کے دروازے پر دیکھا کہ مجھے اپنی چادر کا پردہ بنا کر آڑ کئے ہوئے ہیں اور حبشی

وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتُرُنِیْ بِرِدَائِہٖ اَنْظُرُ اِلٰی لَعِبِھِمْ ؎

مسجد میں نیزہ بازی کر رہے ہیں میں اسے دیکھ رہی تھی۔

پیپ سے بھر جائے یہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ شعر سے بھرے۔ اور پھر حضرت حسان کو اجازت بھی دی اہتمام بھی کیا کہ ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور دعائے خیر بھی دی۔ یہ سب شعر پڑھنے کی وجہ سے ہوا۔ اس کا جواب انتہائی واضح ہے کہ شعر اچھا بھی ہوتا ہے بُرا بھی ہوتا ہے۔ اچھے اشعار کا مسجد میں پڑھنا جائز مستحسن بلکہ سنت اور برے اشعار کا مسجد میں پڑھنا ممنوع بُرے اشعار کے لئے وہ وارد ہوا۔ ورنہ خود فرمایا اِنَّ من الشعر لحکمة بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔ جو اشعار حمد، نعت منقبت، دین کی تائید، دینی باتوں پر مشتمل ہوں وہ اچھے ہیں۔ اور جھوٹ، فریب، لغو بیہودہ فرضی معشوقوں کے لب و رخسار وغیرہ خرافات پر مشتمل ہوں وہ بُرے ہیں۔ انھیں کہیں بھی پڑھنا جائز نہیں۔ مسجد میں خصوصیت سے منع ہے۔

**تشریحات ۳۱۵ تکمیل**

کتاب العیدین میں ہے کہ یہ عید کا دن تھا اور حبشی ڈھالوں اور برچھیوں سے کھیل رہے تھے ام المومنین فرماتی ہیں اب یا تو میں نے خواہش ظاہر کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں تو مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا۔ میرا رخسار حضور کے رخسار پر تھا۔ حضور حبشیوں کو للکارتے جاتے تھے۔ جب میرا جی بھر گیا تو مجھے فرمایا بس۔ میں نے عرض کیا بس۔ فرمایا جا۔ مناقب قریش میں ہے کہ یہ ایام منیٰ تھے۔ حضرت عمر تشریف لائے اور حبشیوں کو ڈانٹا تو حضور نے فرمایا۔ رہنے دو۔

**مسائل** (۱) مشق و تمرین کے لئے آپس میں ہتھیاروں سے مقابلہ جائز ہے بلکہ باعث اجر ہے اگرچہ مسجد میں ہو (۲) ایسے مقابلہ کو دیکھنا بھی جائز ہے (۳) جس طرح مردوں کو جائز ہے ویسے ہی عورتوں کو بھی دیکھنا جائز ہے (۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ پر خصوصی کرم اور بارگاہ نبوت میں انکی عظمت اس حدیث سے ظاہر ہے۔

---

؎ جلد اول صلوۃ باب الشعر فی المسجد ص ۶۴ بدء الخلق باب ذکر الملٰئکۃ ص ۴۵۶ جلد ثانی ادب باب ھجو المشرکین ص ۹۰۹

؎ جلد اول۔ صلوۃ باب اصحاب الحراب فی المسجد ص ۶۵ عیدین باب الحراب والدرق یوم العید ص ۱۳۰ مناقب قریش باب قصۃ الحبشۃ ص ۵۰۰۔

## حدیث ۳۱۶ انما الولاء لمن اعتق

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَتَتْهَا بَرِيْرَةُ تَسْاَلُهَا فِيْ كِتَابَتِهَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ان کے پاس بریرہ آئیں بدل کتابت ادا کرنے

فَقَالَتْ اِنْ شِئْتِ اَعْطَيْتُ اَهْلَكِ وَيَكُوْنُ الْوَلَاءُ لِيْ وَقَالَ اَهْلُهَا اِنْ شَاءَتْ

کے سلسلے میں کچھ رقم کا سوال کیا اس پر ام المومنین نے فرمایا اگر تو چاہے تو تیری پوری قیمت تیرے مالک

اَعْطَيْتِهَا مَا بَقِيَ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً اِنْ شِئْتِ اَعْتَقْتِهَا وَيَكُوْنُ الْوَلَاءُ

کو دے دوں اور حق ولاء میرے لئے رہے گا اور بریرہ کے مالک نے کہا (اے) ام المومنین بریرہ کو ما بقیہ

لَنَا۔ فَلَمَّا جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْ ذٰلِكَ فَقَالَ

قیمت دیجئے اور سفیان کبھی یہ کہتے کہ بریرہ کے مالک نے کہا اگر آپ چاہیں تو اسے آزاد کر دیں اور حق ولاء ہمارے لئے رہیگا

### تشریحات ۳۱۶ تکمیل

حضرت بریرہ، ام المومنین حضرت صدیقہ کی بارگاہ میں امداد حاصل کرنے حاضر ہوئیں۔ اس سلسلے میں کہ وہ کسی کی کنیز تھیں۔ اس نے ان سے نو اوقیہ چاندی کے عوض عقد کتابت کر لیا تھا کہ ایک ایک اوقیہ سال بسال نو سال میں ادا کر دو تو تم آزاد ہو۔ بریرہ حضرت ام المومنین کو پسند آگئیں فرمایا اگر میں ایک مشت پوری رقم ادا کر دوں تو تمہارا مالک میرے ہاتھ تم کو بیچے گا؟ خرید کر پھر تمہیں آزاد کر دوں گی۔ اس پر بریرہ کے مالک نے کہا۔ منظور ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ رشتہ ولاء ہم سے رہے گا۔ یہ سُنکر حضرت ام المومنین خاموش ہو گئیں۔ جب حضور تشریف لائے تو سارا قصہ سنایا۔ اس پر حضور آخر دن میں منبر پر تشریف لے گئے اور وہ فرمایا۔ بریرہ شادی شدہ تھیں جب حضرت ام المومنین نے خرید کر انھیں آزاد کر دیا تو اپنے شوہر کے نکاح میں رہنے نہ رہنے کا اختیار انھیں مل گیا۔ انھوں نے کچھ مطالبہ کیا جو ان کے شوہر پورا نہ کر سکے اس لئے بریرہ نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا اور یہ ان کے نکاح سے باہر ہو گئیں۔ ان کے شوہر کا حال یہ تھا کہ وہ بریرہ کے پیچھے پیچھے گلیوں میں روتے ہوئے چلتے، اتنا روتے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت عباس سے کہا دیکھو بریرہ کے شوہر کو بریرہ سے کتنی محبت ہے اور بریرہ کو کتنی نفرت ہے۔ حدیث ہے کہ رحمت عالم نے حضرت عباس کی فہمائش پر حضرت بریرہ سے فرمایا، رجعت کر لے۔ حضرت بریرہ نے عرض کیا، کیا حضور حکم دیتے ہیں فرمایا نہیں سفارش کرتا ہوں۔ عرض کیا تو نہیں۔ ان کے شوہر کا نام مغیث تھا۔ یہ بھی حبشی غلام تھے۔ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ام المومنین کے گھر تشریف لائے۔ سوکھی روٹی پیش کی گئی۔ فرمایا کہ ہانڈی کو گوشت سے ابل رہی ہے۔ عرض کیا گیا یہ صدقے کا گوشت ہے جو بریرہ کو دیا گیا ہے۔ فرمایا یہ اس کے لئے صدقہ ہے میرے لئے ہدیہ ہے۔ حضرت ام المومنین نے فرمایا۔ بریرہ کی ذات سے تین احکام معلوم ہوئے وہ آزاد ہوئی تو اسے اختیار دیا گیا۔ حضور نے فرمایا ولاء صرف اس کے لئے ہے جو آزاد کرے۔ اور بریرہ کو جو صدقہ کا گوشت دیا گیا تھا اس پر فرمایا، اس کے لئے صدقہ ہے میرے لئے ہدیہ ہے۔ ایک اوقیہ میں دس دینار کہنا یا چالیس درم چاندی ہوتی ہے۔ انگریزی چہ دار

اِبْتَاعِيهَا فَاَعْتِقِيهَا فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ام المومنین فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے حضور سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً فَصَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

اسے خرید لے پھر اسے آزاد کر دے اسلئے کہ ولاء صرف اسکے لئے ہے جس نے آزاد کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ

تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے سفیان نے کبھی کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور ارشاد فرمایا

فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ۔ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهٗ وَاِنِ

کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں۔ جو ایسی شرط لگائے جو کتاب اللہ میں نہیں

اشْتَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ ؏۵

تو اس شرط کا اسے حق نہیں اگرچہ سو مرتبہ شرطیں لگائے۔

روپے سے ایک اوقیہ گیارہ روپے سے کچھ زائد ہوتا ہے۔

**مسائل** اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط ہوئے۔ (۱) مکاتبت جائز ہے (۲) لونڈی کا نکاح درست ہے (۳) ولاء کا حق آزاد کرنے والے کے لئے ہے مطلقاً۔ ولاء مثل ایک رشتے کے ہوتا ہے جو آقا اور آزاد شدہ غلام کے مابین قائم ہوتا ہے حتیٰ کہ آقا، غلام میں سے کوئی مرجائے اور کوئی دوسرا وارث نہ ہو تو آقا غلام کا غلام آقا کا وارث بھی ہوگا۔ مطلقاً شرط سے بیع فاسد نہیں ہوتی۔ بیع ایسی شرط سے فاسد ہوتی ہے جو مقتضائے عقد کے خلاف بھی ہو، اس کے مناسب بھی نہ ہو اور اس پر عرف بھی جاری نہ ہو۔ جیسے یہ غلام اس شرط پر بیچتا ہوں کہ نہ اسے ہبہ کر سکتا ہے نہ فروخت کر سکتا ہے۔ (۵) اپنی زوجہ کو جو باندی ہو بدل کتابت جمع کرنے سے نہیں روک سکتا (۶) لونڈی جب آزاد ہو جائے تو اس پر طلاق نہیں پڑتی۔ البتہ اسے خیار عتق حاصل ہو جاتا ہے وہ چاہے تو اسی شوہر کے نکاح میں رہے۔ چاہے اپنے نفس کو اختیار کر کے اسکے نکاح سے باہر ہو جائے (۷) بوقت ضرورت حیلہ کر کے صدقات واجبہ زکوٰۃ فطرہ وغیرہ غیر مستحق پر صرف کیا جا سکتا ہے مگر

---

۵ جلد اول صلوٰۃ باب ذکر البیع والشراء علی المنبر فی المسجد ص ۶۵ زکوٰۃ باب الصدقۃ علی موالی ازواج النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۰۲ العتق باب بیع الولاء وھبۃ ص ۳۴۲ المکاتب۔ چھ طریقے سے ص ۳۴۸ ص ۳۴۹ ھبہ باب قبول الھدیۃ ص ۳۵۰ بیوع باب الشراء والبیع مع النساء دو طریقے سے ص ۲۸۹ باب اذا اشترط فی البیع شروطا ص ۲۹۰ کتاب الشروط تین طریقے سے ص ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷ جلد ثانی طلاق باب لایکون بیع الامۃ طلاقا ص ۷۹۵ باب ص ۷۹۵ فرائض باب الولاء لمن اعتق ص ۹۹۹ اطعمہ باب الادم ص ۸۱۶ الایمان والنذور باب اذا عتق عبدا ص ۹۹۴۔

۳۱۷ حدیث کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ تقاضی ابن ابی حدرد دینا کان علیہ فی المسجد

عَنْ كَعْبٍ اَنَّهٗ تَقَاضٰى اِبْنَ اَبِيْ حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ابو حدرد سے اس قرض کا تقاضہ کیا جو حضرت

فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا حَتّٰى سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کعب کا ان پر تھا۔ تو ان کی آوازیں بلند ہو گئیں یہاں تک کہ رسول اللہ نے سن لیا اور حضور اپنے گھر

وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ فَخَرَجَ اِلَيْهِمَا حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ فَنَادٰى يَا كَعْبُ

کے اندر تھے۔ حضور باہر تشریف لائے یہاں تک کہ اپنے حجرے کا پردہ ہٹایا اور پکارا اے کعب، انھوں نے

قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هٰذَا وَاَوْمَا اِلَيْهِ اَيِ الشَّطْرَ

عرض کیا حاضر ہوں یارسول اللہ! تو فرمایا اپنے قرض سے اتنا معاف کر دے، اشارہ فرمایا آدھے کی طرف۔ کعب نے کہا

قَالَ لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ قُمْ فَاقْضِهٖ۔ عہ

یارسول اللہ! میں نے کر دیا۔ اب حضور نے ابو حدرد سے فرمایا جاؤ ادا کر دو۔

## حدیث ۳۱۸ ان رجلا اسود کان یقم المسجد

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَسْوَدَ اَوِ امْرَاَةً سَوْدَاءَ كَانَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک حبشی مرد یا ایک حبشی عورت مسجد میں جھاڑو دیتی تھی

دو شرط ضروری ہے ایک ضرورت، ضرورت شرعیہ تک پہنچی ہو۔ دوسرے غیر مستحق پر صرف بھی کار خیر ہو اسلئے کہ حیلے کی اجازت بوجہ ضرورت دی گئی اور جو چیز ضرورۃً ثابت ہوتی ہے وہ بقدر ضرورت رہے گی۔

**تشریحات ۳۱۷** مسجد میں آواز بلند کرنا منع ہے ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ فرمایا جنبوا مساجدکم صبیانکم وخصوماتکم اور ایک روایت میں ہے ولا ترفع فیھا الاصوات، اپنی مسجدوں کو بچوں اور جھگڑوں سے بچاؤ۔ ان میں آواز بلند نہ کرو۔ پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کیسے مسجد میں خصومت بھی کی اور آواز بھی اونچی کی۔ جواب یہ ہے کہ ممنوع وخصومت ہے جسمیں جھگڑے، فحش کلامی کی نوبت آجائے ایسے ہی بلند آواز کرنا وہ منع ہے کہ بہت زیادہ چیخ و پکار ہو۔ یہاں رفع صوت سے مراد صرف یہ ہے کہ صحابہ کرام عام طور پر ضبط آواز سے بات چیت کرتے تھے آواز اس سے کچھ اونچی ہو گئی تھی۔ یہاں صرف اتنا ہی ہے اور باب میں والملازمۃ بھی ہے۔ یہاں حدیث میں فلزمہ نہیں مگر باب الصلح میں یوں ہے فلقیہ فلزمہ کہ ابو حدرد سے ملے اور اسکے ساتھ چپک گئے اس سے باب کے ساتھ مناسبت ظاہر ہے۔

**تشریحات ۳۱۸** علامہ جلال الدین سیوطی نے انموذج اللبیب میں لکھا ہے۔ بعض احناف نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ

عہ صلوٰۃ باب التقاضی والملازمۃ فی المسجد ص ۶۵ باب رفع الصوت فی المسجد ص ۶۷ الخصومات باب کلام الخصوم بعضھم بعضا ص ۳۲۶ باب الملازمۃ ص ۳۲۷ الصلح باب ھل یشیر الامام بالصلح ص ۳۷۳ باب الصلح بالدین والعین ص ۳۷۴۔

يَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَمَاتَ فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ فَقَالُوْا مَاتَ

پھر وہ مر گیا (یا وہ عورت مر گئی) تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ مر گئے

فَقَالَ اَفَلَا كُنْتُمْ اٰذَنْتُمُوْنِيْ بِهٖ دُلُّوْنِيْ عَلٰى قَبْرِهٖ اَوْ قَالَ قَبْرِهَا فَاَتٰى قَبْرَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهَا[۵]

فرمایا مجھے تم لوگوں نے اس کی خبر کیوں نہیں کی مجھے اسکی قبر بتاؤ تو حضور اسکی قبر پر تشریف لے گئے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی۔

۳۱۹ حدیث

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اُنْزِلَتِ الْاٰيَاتُ مِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ

ام المومنین حضرت عائشہ نے فرمایا جب سود کے بارے میں سورہ بقرہ کی آیتیں نازل ہوئیں تو

فِي الرِّبٰوا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَقَرَءَهُنَّ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور اسے پڑھ کر لوگوں کو سنایا

عَلَى النَّاسِ ثُمَّ حَرَّمَ تِجَارَةَ الْخَمْرِ ۵ھ

اس کے بعد شراب کی تجارت حرام فرمادی۔

۱۱۳ ت

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَذَرَتْ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا اَيْ لِلْمَسْجِدِ يَخْدِمُهٗ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا (کہ آیہ کریمہ) میں نے تیرے لئے منت مانی ہے کہ★

علیہ وسلم پر ہر اس امتی کی نماز جنازہ پڑھنا فرض عین ہے جو ظاہری حیات میں فوت ہوا اور اسکی نماز جنازہ پڑھنی بے دشواری کے میسر ہو سکے یہ بات محل نظر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ مگر اتنی بات ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی حدیث کے اختتام میں یہ فرمایا ہے۔ ان هذه القبور مملوءة ظلمة على اهلها وان الله ينورها لهم بصلوتي عليهم[۵] قبریں تاریک رہتی ہیں میرے نماز پڑھنے سے اللہ عزوجل اسے روشن کر دیتا ہے۔

**تشریحات ۳۱۹** سورہ بقرہ کی آیات ربوا سے مراد یہ آیات ہیں اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ سے لیکر لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ تک پانچ آیتیں ہیں علامہ عینی کی تحقیق یہ ہے کہ شراب کی حرمت سود کی حرمت سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔ البتہ شراب کی تجارت کے حرام ہونے کا اعلان مسجد میں ان آیات کے نزول کے بعد ہوا۔

**تشریحات ۱۱۳** یہ منت عمران کی اہلیہ حنہ کی ہے۔ یہ ساٹھ سال کی معمر ہو گئی تھیں اور کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ ایکدن انھوں نے ایک چڑیا کو دیکھا جو اپنے بچے کو دانہ بھرا رہی تھی۔ اس سے بچے کا شوق ہوا دعا کی جو قبول ہوئی اور حنہ حاملہ ہوئیں تو یہ منت مانی، اس تعلیق اور آیت کے لانے سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ مسجد کی خدمت کرنا امم سابقہ میں بھی عبادت تھا۔

---

۵ھ جلد اول صلوۃ۔ باب کنس المسجد ص ۶۵ باب الخدم للمسجد ص ۷۵ جنائز باب الصلوۃ علی القبر بعد مایدفن ص ۱۸۸

۵ھ جلد اول صلوۃ باب تحریم تجارۃ الخمر فی المسجد ص ۶۵۔ بیوع باب اکل الربا و موکلہ ص ۲۷۹۔ باب تحریم تجارۃ الخمر ص ۲۹۷۔ جلد ثانی تفسیر سورہ بقرہ چار طریقے سے ص ۶۵۱ ۵ھ مسلم اول جنائز باب الصلوۃ علی القبر ص ۳۱۰

★ میرے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ محرر ہے یعنی مسجد کے لئے آزاد ہے کہ صرف مسجد کی خدمت کریگا۔

۳۲۰ حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عِفْرِیْتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَیَّ الْبَارِحَةَ اَوْ كَلِمَةً

کہ گذشتہ رات ایک سرکش جن اچانک میرے پاس آگیا یا اس کے ہم معنی کوئی کلمہ فرمایا تاکہ

نَحْوَهَا لِیَقْطَعَ عَلَیَّ الصَّلٰوةَ فَاَمْكَنَنِیَ اللّٰهُ مِنْهُ وَاَرَدْتُّ اَنْ اَرْبِطَهٗ اِلٰی سَارِیَةٍ

میری نماز میں خلل ڈال دے تو اللہ نے مجھے اس پر قابو دیدیا اور میں نے چاہا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں

مِّنْ سَوَارِی الْمَسْجِدِ حَتّٰی تُصْبِحُوْا وَتَنْظُرُوْا اِلَیْهِ كُلُّكُمْ فَذَكَرْتُ قَوْلَ اَخِیْ

سے کسی ستون میں باندھ دوں یہاں تک کہ صبح ہو اور تم سب لوگ اسے دیکھو پھر مجھے میرے بھائی سلیمان کی یہ دعا

سُلَیْمٰنَ رَبِّ هَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ قَالَ رَوْحٌ فَرَدَّهٗ خَاسِئًا

یاد آئی جو انھوں نے کی تھی "اے پروردگار مجھے ایسی سلطنت عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو حاصل نہ ہو" روح نے کہا کہ حضور نے اس شیطان کو نامراد واپس فرمادیا۔

## تشریحات ۳۲۰

عفریت کے معنی سرکش کے ہیں۔ جن ابلیس کی اولاد کو کہتے ہیں جو اپنی فطرت میں ناری لطیف جسم رکھتے ہیں۔ انھیں یہ قدرت ہے کہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔

## مسائل

(۱) اس حدیث پر امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ قیدی اور مقروض کو مسجد میں باندھنا۔ قیدی کے باندھنے کا ثبوت ظاہر ہے رہ گیا غریم کے باندھنے کا ثبوت تو اس سلسلے میں یہ عرض ہے کہ یہ جائز ہے کہ مقروض قرض نہ ادا کرے تو اسے قید کر لیا جائے، اس منزل پر وہ بھی قیدی ہو جائے گا۔ (۲) جنات پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قبضہ و اختیار حاصل ہے۔ حضور تو حضور صحابہ کرام کو بھی حاصل ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صدقہ والی حدیث سے ظاہر ہے (۳) جنات خواہ اپنی فطری شکل میں ہوں خواہ کسی اور شکل میں خواص ان کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں۔ آیہ کریمہ اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (اعراف ۲۷) وہ اور اس کا کنبہ تم کو وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انھیں نہیں دیکھتے۔ میں مراد عوام ہیں۔ (۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے وہ بلی کی شکل میں آیا تھا جیسا کہ عبدالرزاق کی روایت میں ہے مگر مسلم میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آگ کا شعلہ لے کر آیا تھا کہ روئے انور پر ڈالدے، یہی راجح ہے (۵) یہ حدیث اس کے منافی نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہنشاہ کونین و مالک السموات والارض ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ عیاناً کھلے بندظاہری طور پر کسی کو ایسی سلطنت نہ عطا فرمانا۔ تنبیہ ۔ قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کے الفاظ یہ مذکور ہیں۔ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا۔

---

عہ جلد اول۔ صلوٰۃ۔ باب الاسیر والغریم یربط فی المسجد ص ۶۶ الانبیاء باب قول اللہ عزوجل ووهبنا لداؤد سلیمٰن ص ۴۸۷ بدء الخلق۔ باب صفة ابلیس وجنودہ ص ۴۶۴۔ جلد ثانی تفسیر سورۃ ص ۔ باب قولہ وہب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی ص ۷۱۰ ۔ تہجد۔ باب ما یجوز من العمل فی الصلوٰۃ ص ۱۶۱

۱۱۴ ت

وَكَانَ شُرَيْحٌ يَأْمُرُ الْغَرِيمَ أَنْ يُحْبَسَ إِلَى سَارِيَةِ الْمَسْجِدِ

اور قاضی شریح اس کا حکم دیتے کہ مقروض کو مسجد کے ستون کے پاس قید کیا جائے۔

## ۳۲۱ حدیث ثمامہ بن اثال

أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِي

نے نجد کی جانب کچھ سوار بھیجے تھے۔ یہ لوگ بنی حنیفہ کے ایک شخص ثمامہ بن اثال کو پکڑ کر لائے اور انھیں مسجد کے

حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ

ایک ستون میں باندھ دیا۔ ان کے پاس رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا ثمامہ کو

فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ

کھول دو۔ کھلتے ہی

مگر بخاری شریف کے عام نسخوں میں ہے۔ رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا کہ امام بخاری نے یہ آیت نہیں نقل کی ہے بلکہ یہ اقتباس ہے۔ صرف ابوذر ــ کی روایت میں ــ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا ہے۔

**تشریح ت ۱۱۴** قاضی شریح جب کسی پر ثبوت حق کا حکم دیدیتے تو اسے مسجد میں (جنہیں وہ فیصلہ کرتے تھے) قید رکھتے جب تک وہ ادا نہ کردے۔ اگر ادا نہ کر پاتا تو جیل خانے بھیج دیتے۔

**تشریحات ۳۲۱ تکمیل** ۵ھ یا ۶ھ میں دس محرم کو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں تیس آدمیوں کی ٹولی، قرطا بھیجی تھی جو نجد کی طرف ہے۔ مقصد ثمامہ بن اثال کو گرفتار کرنا تھا۔ یہ اپنے علاقے کے بڑے ذی اثر سردار تھے۔ انیس دن میں یہ سریہ ثمامہ کو گرفتار کرکے کامیاب و کامراں مدینہ طیبہ واپس آگیا۔ ثمامہ کو مسجد کے ایک ستون میں باندھ دیا گیا۔ صبح کے وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثمامہ کے پاس تشریف لائے۔ اور پوچھا اے ثمامہ تیرے جی میں کیا ہے۔ ثمامہ نے عرض کیا۔ بھلائی ہے۔ اے محمد! اگر تم مجھے قتل کروگے تو قاتل کو قتل کروگے۔ اگر احسان کروگے تو شکرگزار پر احسان کروگے اور اگر مال چاہتے ہو تو بتاؤ جتنا کہو گے پیش کیا جائے گا۔ صحابہ کرام کی یہی رائے تھی کہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے، اس کو قتل کرنے سے کیا ملے گا۔ حضور نے انھیں نہیں چھوڑا۔ دوسرے دن پھر صبح کو وہی گفتگو ہوئی۔ تیسرے دن بھی ہوئی۔ اب حکم دیا ثمامہ کو کھول دو۔ لوگوں نے کھول دیا۔ وہ قریب ہی حضرت ابوطلحہ کا باغ تھا وہاں گئے غسل کیا پھر مسجد میں آئے اور کلمہ پڑھ کر مشرف باسلام ہوگئے اور عرض کیا۔ اے محمد آپ کی ذات سے زیادہ کوئی ذات مجھے مبغوض نہ تھی اور اب آپ کی ذات سب سے زیادہ محبوب ہوگئی۔ آپ کے دین سے زیادہ کوئی دین مجھے ناپسند نہ تھا مگر اب تمام دینوں سے زیادہ پیارا ہوگیا۔ کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض نہ تھا مگر اب سارے شہروں سے زیادہ محبوب ہوگیا ہے

اِلٰی نَخْلٍ قَرِیْبٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ اَشْهَدُ

وہ قریب کے ایک کھجور کے باغ میں گئے غسل کیا پھر مسجد میں آئے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں

اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؏ھ

کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

## حدیث ۳۲۲ طوفی من وراء الناس

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا

قَالَتْ شَكَوْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَشْتَكِیْ

(حجۃ الوداع کے موقع پر) اپنی بیماری کا حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا۔ فرمایا

قَالَ طُوْفِیْ مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَاَنْتِ رَاكِبَةٌ فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

تم سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے سے طواف کر لو۔ فرماتی ہیں میں نے اسی طرح طواف کیا اور رسول اللہ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ اِلٰی جَنْبِ الْبَیْتِ یَقْرَاُ بِالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ ؏ھ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے۔ سورہ والطور وکتاب مسطور پڑھ رہے تھے۔

یا رسول اللہ! آپ کے سواروں نے بکڑ لیا میں عمرہ کرنے جارہا تھا تو اب کیا حکم دیتے ہیں؟ انھیں عمرہ کرنے کی اجازت دیدی۔ جب مکہ آئے تو کسی کہنے والے نے کہا۔ صابی ہو گئے ہو۔ تو ثمامہ نے فرمایا نہیں میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ سن لو، یمامہ سے ایک دانہ گندم نہیں آسکتا جبتک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجازت نہ دیں گے۔

**قبل نجد** جزیرہ عرب کے پانچ حصے یا صوبے ہیں۔ یمن، حجاز، تہامہ، عروض، نجد، جنوبی ساحلی علاقے کو یمن۔ اسکے بعد جانب شمال حجاز۔ حجاز کے پورب عراق تک نجد، عروض، یمامہ و بحرین کا علاقہ ہے۔ اسلام لانے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔

**تشریحات ۳۲۲** حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بوجہ علالت طواف نہ کر سکی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس ہونے لگے۔ حضور نے ان کو یہ ترکیب بتائی کہ جب لوگ نماز فجر پڑھ رہے ہوں تو تم اونٹ پر بیٹھ کر طواف کر لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ بوجہ علالت یا نقاہت طواف نہ کر سکے تو سواری پر طواف کر سکتا ہے۔ رہ گیا امام بخاری کا اس حدیث سے استدلال کہ مسجد میں ضرورۃ اونٹ داخل کرنا جائز ہے۔ اسلئے ساقط ہے کہ عہد مبارک میں مسجد صرف مطاف تک تھی اور مسجد حرام کی کوئی چہار دیواری نہیں تھی، ہو سکتا ہے حضرت ام المومنین نے یہ طواف مسجد کے باہر کیا ہو۔

---

ع۵ جلد اول صلوۃ باب الاغتسال ص ۶۶ باب دخول المشرك فی المسجد ص ۶۷ خصومات باب التوثق ممن تخشی معرته ص ۳۲۶، باب الربط والحبس فی الحرم ص ۳۲۷ - ع۵ جلد اول صلوۃ باب ادخال البعیر فی المسجد ص ۶۶۔ مناسك باب طواف النساء مع الرجال ص ۲۱۹۔ المریض یطوف راکبا ص ۲۲۱۔ من صلی رکعتی الطواف خارجا من المسجد ص ۲۲۰ جلد ثانی تفسیر سورہ والطور ص ۷۲۰

۳۲۳ حدیث

حَدَّثَنَا اَنَسٌ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلَیْنِ مِنْ اَصْحَابِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

اصحاب میں سے دو صاحب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے اندھیری رات میں چلے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَدُھُمَا عَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ وَّاَحْسِبُ الثَّانِیَ اُسَیْدُ بْنُ

ایک عباد بن بشر اور گمان کرتا ہوں کہ دوسرے صاحب اُسید بن

حُضَیْرٍ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّظْلِمَۃٍ وَّمَعَھُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَیْنِ یُضِیْئَانِ بَیْنَ

حضیر تھے اور ان دونوں کے ساتھ دو چراغوں کے مثل تھا جو

اَیْدِیْھِمَا فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا وَاحِدٌ حَتّٰی اَتٰی اَھْلَہٗ عہ

انکے آگے روشنی کئے ہوئے تھے جب یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک ہو گیا یہاں تک کہ وہ اپنے گھر پہنچ گئے۔

۳۲۴ حدیث

ان اللہ سبحانہ خیر عبدا بین الدنیا وبین ما عندہ فاختار ما عند اللہ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ خَطَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ خَیَّرَ عَبْدًا بَیْنَ الدُّنْیَا وَبَیْنَ

اللہ سبحانہ نے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا۔ اس بندے نے آخرت اختیار کر لی۔

**تشریحات ۳۲۳** مشکوٰۃ باب الکرامات میں بخاری کے حوالہ سے یہ تشریح ہے کہ ان دو حضرات میں سے ایک کا عصا روشن ہو گیا تھا اور جب ایک دوسرے سے جدا ہونے لگے تو دوسرے صاحب کا عصا بھی روشن ہو گیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کرامات اولیاء حق ہیں۔

**تشریحات ۳۲۴** اس حدیث سے حضرت صدیق اکبر کے مندرجہ ذیل فضائل و مناقب ثابت ہوئے:۔ (۱) یہ تمام صحابہ کرام سے زیادہ ذہین و فطین ذکی اور سب سے زیادہ علم والے خاص رازدان نبوت تھے۔ (۲) حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات خاص اور اسلام کی جان و مال سے جتنی مدد انھوں نے کی کسی نے نہیں کی۔ (۳) پوری امت میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ سب سے زیادہ محبوب تھے (۴) حضور اقدس

عہ ۵ جلد اول صلوٰۃ باب ص ۶۶ علامات النبوۃ باب ص ۵۱۴ مناقب اسید بن حضیر و عباد بن بشر ص ۵۳۷

مَاعِنْدَہٗ فَاخْتَارَ مَاعِنْدَ اللّٰہِ فَبَکَی اَبُوْبَکْرٍ فَقُلْتُ فِیْ نَفْسِیْ مَا یُبْکِی ھٰذَا

اس پر ابو بکر روئے میں نے اپنے جی میں کہا ان شیخ کو کس چیز نے رُلایا

الشَّیْخَ اِنْ یَّکُنِ اللّٰہُ خَیَّرَ عَبْدًا بَیْنَ الدُّنْیَا وَبَیْنَ مَاعِنْدَہٗ فَاخْتَارَ مَا

اگر اللہ نے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے مابین اختیار دے دیا اور اس بندے نے آخرت اختیار کر لی

عِنْدَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھُوَالْعَبْدُ

(تو اس میں رونے کی کیا بات ہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی وہ بندے تھے اور ابو بکر ہم سب سے زیادہ

وَکَانَ اَبُوْبَکْرٍ اَعْلَمَنَا فَقَالَ یَااَبَا بَکْرٍ لَاتَبْکِ اِنَّ اَمَنَّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِہٖ

علم والے تھے۔ ابو بکر کے رونے پر حضور نے ان سے فرمایا مت رو۔ رفاقت اور مال کے اعتبار سے سب سے زیادہ

وَمَالِہٖ اَبُوْبَکْرٍ وَلَوْکُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ اُمَّتِیْ خَلِیْلًا لَّاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ وَّلٰکِنْ اَخُوَّۃُ

مجھ پر احسان ابو بکر کا ہے۔ اگر اپنی امت میں میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔ مگر اسلام کا رشتہ

الْاِسْلَامِ وَمَوَدَّتُہٗ لَایُبْقِیَنَّ فِی الْمَسْجِدِ بَابٌ اِلَّا سُدَّ اِلَّا بَابَ اَبِیْ بَکْرٍ ؏

اور محبت (کافی) مسجد میں جتنے دروازے نکلتے ہیں سب بند کر دئے جائیں مگر ابو بکر کا باقی رکھا جائے۔

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بلا فصل خلافت کی طرف اشارہ فرمایا۔ دروازہ باقی رہنا اسی مقصد کے لئے تھا کہ نمازوں کے لئے اور کاروبار خلافت کو سرانجام دینے کے لئے بار بار مسجد میں آنے کی ضرورت پڑے گی۔ مسجد میں دروازہ رہے گا تو آسانی ہوگی۔ حدیث سد وا الابواب الا باب علی۔ سوائے علی کے سب کے دروازے بند کر دو۔ بھی علمائے محققین کی تصریح کے بموجب "حسن" ہے۔ موضوع نہیں جیسا کہ ابن جوزی نے تہوّرا و جزافاً کہا ہے۔ اس کی توجیہہ علماء نے دو کی ہے ایک یہ کہ ابتداً پڑوسیوں کے بہت سے دروازے مسجد میں کھلتے تھے۔ تو حضور نے فرمایا علی کے علاوہ سب کے دروازے بند کر دیئے جائیں۔ اس حکم میں حضرت صدیق اکبر کا دروازہ بھی آگیا وہ بھی بند کر دیا گیا، صرف ایک کھڑکی باقی رہ گئی پھر جب یہ فرمایا کہ سوائے ابو بکر کے سب کے دروازے بند کر دئے جائیں، تو حضرت علی کا دروازہ بھی بند ہو گیا۔ اس توجیہہ میں کئی وجہ سے سقم ہے۔ دوسری توجیہہ یہ کی گئی کہ چونکہ حضرت علی کے گھر میں سوائے اس دروازے کے جو مسجد میں کھلتا تھا کوئی اور دروازہ نہیں تھا۔ اس لئے بدرجہ مجبوری ان کا دروازہ آمد و رفت کی آسائش کے لئے مسجد میں رہنے دیا گیا اور حضرت صدیق اکبر کا دروازہ امور خلافت کی انجام دہی کے لئے رکھا گیا۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر کے مکان کا دروازہ مسجد کے باہر بھی تھا۔ خاص مسجد میں کھڑکی کی اجازت صرف کاروبار خلافت میں آسانی کے لئے دی گئی تھی۔

---

ع۵ جلد اول صلوۃ باب الخوخۃ والممر فی المسجد ص ۶۶ مناقب باب سدوا الابواب الا باب ابی بکر ص ۵۱۶

**حدیث ۳۲۵** سدوا عنی کل خوخة فی هذا المسجد الا خوخة ابی بکر

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَرْضِهِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْهِ عَاصِبًا رَأْسَهٗ بِخِرْقَةٍ

مرض وصال میں سر پر پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے۔ اور منبر پر بیٹھے

فَقَعَدَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنَ النَّاسِ

اللہ کی حمد وثنا کی۔ اس کے بعد فرمایا کوئی بھی ابوبکر سے زیادہ مجھ پر اپنی جان و

اَحَدٌ اَمَنَّ عَلَیَّ فِیْ نَفْسِهٖ وَمَالِهٖ مِنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ اَبِیْ قُحَافَةَ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا

مال کے اعتبار سے زیادہ احسان کرنے والا نہیں۔ اور اگر میں لوگوں میں کسی کو

مِّنَ النَّاسِ خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا وَلٰکِنْ خُلَّةُ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ

خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اسلام کا تعلق کافی ہے۔

سُدُّوْا عَنِّیْ کُلَّ خَوْخَةٍ فِیْ هٰذَا الْمَسْجِدِ غَیْرَ خَوْخَةِ اَبِیْ بَکْرٍ ؏ہ

مسجد میں جتنی بھی کھڑکیاں ہیں سب بند کر دو سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے۔

**حدیث ۳۲۶** قَالَ لِیْ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَةَ یَا عَبْدَ الْمَلِکِ لَوْ رَاَیْتَ مَسَاجِدَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبْوَابَهَا ؏ہ

ابن ابی ملیکہ نے کہا اے عبدالملک اگر تم ابن عباس کی مسجدوں اور ان کے دروازوں کو دیکھتے۔

**تشریح ۳۲۵** پہلے میں "باب" وارد ہے۔ اور اس میں "خوخہ" ہے۔ خوخہ اس چھوٹے دروازے کو کہتے ہیں جو ایک گھر سے دوسرے گھر میں جانے کے لئے بنایا جائے۔ یہ حدیث پہلے والے کی تفسیر ہے یعنی اس حدیث میں باب سے مراد کھڑکی ہے۔

**تشریح ۳۲۶** یہ حدیث اس پر نص ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا جائز نہیں۔ خصوصاً مسجد نبوی میں کہ وہاں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ جس طرح حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں حضور کے سامنے آواز بلند کرنا حرام تھا۔ ارشاد ہے، یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ اے ایمان والو نبی کی آواز پر اپنی آواز اونچی نہ کرو۔ اسی طرح بعد وصال بھی مواجہ اقدس میں آواز اونچی کرنی حرام ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد میں فی مسجد رسول اللہ کی قید احترازی نہیں۔ واقعی ہے۔ ان کے فعل کی شناعت کو مزید واضح کرنے کے لئے فرمایا ہے۔

---

؏ہ جلد اول باب الخوخة والممر فی المسجد ص ۶۷ ؏ہ باب الابواب والغلق للکعبة ص ۶۷

۳۲۷ حدیث

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ فَنَظَرْتُ

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں مسجد اقدس میں کھڑا تھا کہ مجھے

اِلَيْهِ فَاِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ اِذْهَبْ فَاْتِنِيْ بِهٰذَيْنِ

کسی صاحب نے کنکری ماری میں نے مڑ کر انھیں دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب تھے۔ مجھ سے فرمایا جاؤ اور ان دونوں

فَجِئْتُهٗ بِهِمَا فَقَالَ مِمَّنْ اَنْتُمَا اَوْ مِنْ اَيْنَ اَنْتُمَا قَالَا مِنْ اَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا

کو بلا لاؤ۔ میں ان کو لایا ان سے فرمایا کس قبیلے کے ہو یا یہ فرمایا کہاں رہتے ہو۔ ان دونوں نے بتایا کہ ہم لوگ طائف

مِنْ اَهْلِ الْبَلَدِ لَاَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

کے ہیں۔ فرمایا اگر تم لوگ اس شہر کے باشندے ہوتے تو میں تم لوگوں کو ضرور مارتا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۝۵

علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو۔

## حدیث ۳۲۸ صلوۃ اللیل مثنی مثنی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ایک صاحب نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ مَا تَرٰى فِيْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ قَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا خَشِيَ

دریافت کیا اور حضور منبر پر تھے۔ کہ رات کی نماز نفل (تہجد) کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا دو دو رکعت

## مسائل

اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل ثابت ہوئے

(۱) تعلیم و تعلم اور ذکر کے لئے مسجد میں حلقہ باندھ کر بیٹھنا سنت ہے۔ (۲) خطیب خطبہ پڑھتے وقت مسائل شرعیہ بتا سکتا ہے۔ (۳) جو تہجد کا عادی ہو یا اسے اعتماد ہو کہ پچھلے پہر جاگ جائیگا اسے بہتر یہی ہے کہ وتر بعد میں رات کے پچھلے پہر پڑھے (۴) وتر کی تین رکعتیں ہیں اس پر تھوڑی سی بحث گذر چکی اور بقیہ آئندہ آئے گی۔

## تشریحات ۳۲۹

ایک حدیث میں آیا ہے کہ چت لیٹ کر ایک پاؤں دوسرے پر رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے۔ حدیث باب اور اس حدیث کے مابین تطبیق میں علماء کے دو گروہ ہیں۔ ایک یہ کہتا ہے کہ ممانعت اس صورت میں ہے جبکہ اس طرح لیٹے جس سے ستر عورت کھلنے کا اندیشہ ہو۔ اور اگر اس کا اندیشہ نہیں تو کوئی حرج نہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ نہی منسوخ ہے۔ علاوہ وسطین یعنی حضرت عمر اور حضرت عثمان کے اور

---

۵ باب رفع الصوت فی المسجد ص ۶۷

اَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى وَاحِدَةً فَاَوْتَرَتْ لَهٗ مَا صَلّٰى وَاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اِجْعَلُوْا

جب تم کو صبح ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت اور پڑھ لو۔ جو کچھ پڑھ چکے ہو اسے وتر بنا دے نیز ابن عمر

اٰخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِهٖ ؎۵

فرماتے تھے کہ رات کی نمازوں میں سب سے آخر میں وتر پڑھو۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے۔

## حدیث ۳۲۹ رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستلقیا فی المسجد

عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهٖ اَنَّهٗ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا اِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى ؎۵

وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے اور ایک قدم کو دوسرے کے اوپر رکھے ہوئے دیکھا۔

۱۱۵ ت عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ كَانَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ يَفْعَلَانِ ذٰلِكَ

سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان بھی ایسا کرتے تھے۔

۱۱۶ ت صَلّٰى ابْنُ عَوْنٍ فِيْ مَسْجِدٍ فِيْ دَارٍ يُغْلَقُ عَلَيْهِمُ الْبَابُ

ابن عون نے ایسے گھر کی مسجد میں نماز پڑھی جسمیں دروازہ تھا جو بند ہوتا تھا۔

دیگر صحابہ کرام سے بھی منقول ہے کہ وہ چت لیٹے لیٹے ایک پاؤں دوسرے پر رکھتے تھے۔ مثلاً حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم ؎۱

## تشریحات ۱۱۶

علامہ کرمانی نے کہا، چونکہ احناف گھر کے اندر مسجد بنانے کو ناجائز کہتے ہیں۔ یہ اثر ان پر تعریض کے لئے امام بخاری لائے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کرمانی نے صحیح سمجھا ہو اور کرمانی کی طرح امام بخاری کو بھی غلط فہمی ہوئی ہو جیسے کہ انھیں بہت سے مسائل میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ بات یہ ہے کہ، ایک ہے نماز کا صحیح ہونا کسی جگہ بھی آدمی نماز پڑھے اگر وہاں نماز پڑھنے سے شرعاً ممانعت نہیں تو نماز ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی گھر کے اندر کوئی جگہ مخصوص بنام مسجد نامزد کردے تو وہاں بھی نماز پڑھنے سے نماز صحیح ہو جائے گی نیز اسے مسجد بیت کہنا بھی صحیح ہے ہے۔ وہ فقہی اصطلاح کے مطابق مسجد نہ ہوگی اور نہ اس میں نماز پڑھنے کا وہ ثواب ہے جو مسجد میں پڑھنے کا ہے۔ جب تک اسے برائے مسجد وقف کرکے اس کا راستہ گھر کے راستے سے الگ کرکے ایسا نہ کردے کہ مسلمان جب چاہیں نماز پڑھیں۔ ہمارے اس مسلک کے خلاف یہ اثر نہیں۔ اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ ابن عون مسجد دار مسجد بیت میں نماز پڑھتے تھے۔ وہ نماز بلاشبہہ ہمارے نزدیک بھی صحیح ہے۔

---

؎۵ جلد اول صلوٰۃ باب الحلق والجلوس فی المسجد ص ۶۸ الوتر باب ماجاء فی الوتر ص ۱۳۵ دو طریقے سے۔ تہجد باب کیف صلوٰۃ اللیل ص ۱۵۳۔
؎۵ جلد اول صلوٰۃ باب الاستلقاء فی المسجد ص ۶۸ جلد ثانی لباس باب الاستلقاء ووضع الرجل علی الاخریٰ ص ۸۸۲ الاستیذان باب الاستلقاء ص ۹۳۰

؎۱ عینی جلد رابع کتاب الصلوٰۃ ص ۲۵۵

## حدیث ۳۳۰ : صلوٰۃ الجمع تزید علی صلوٰتہ فی بیتہ خمساً وعشرین درجۃ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا۔ اپنے

قَالَ صَلٰوۃُ الْجَمِیْعِ تَزِیْدُ عَلٰی صَلٰوتِہٖ فِیْ بَیْتِہٖ وَصَلٰوتِہٖ فِیْ سُوْقِہٖ خَمْساً وَّعِشْرِیْنَ

گھر میں یا اپنے بازار میں تنہا نماز پڑھنے کے بہ نسبت جماعت سے نماز پڑھنے پر پچیس گنا

دَرَجَۃً فَاِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَاَتَی الْمَسْجِدَ لَا یُرِیْدُ

زیادہ ثواب ملتا ہے۔ جب تم وضو کرو اور اچھی طرح وضو کرو اور مسجد آؤ۔ اور صرف نماز ہی

اِلَّا الصَّلٰوۃَ لَمْ یَخْطُ خَطْوَۃً اِلَّا رَفَعَہُ اللّٰہُ بِھَا دَرَجَۃً اَوْ حَطَّ عَنْہُ بِھَا

کے ارادے سے آؤ تو ہر قدم پر اللہ تعالےٰ ایک درجہ بلند فرمائے گا یا اس کا ایک گناہ مٹائے گا

خَطِیْئَۃً حَتّٰی یَدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَاِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ کَانَ فِیْ صَلٰوۃٍ مَّا کَانَتْ

یہاں تک کہ وہ مسجد میں آجائے اور جب مسجد آگیا تو جب تک مسجد میں رہے گا نماز میں رہے گا

تَحْبِسُہٗ وَتُصَلِّی الْمَلٰٓئِکَۃُ عَلَیْہِ مَا دَامَ فِیْ مَجْلِسِہِ الَّذِیْ یُصَلِّیْ فِیْہِ

فرشتے اس کے لئے دعائے خیر کرتے رہیں گے جب تک وہاں بیٹھا رہے گا

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ مَا لَمْ یُحْدِثْ فِیْہِ ؏ ۔

اے اللہ اسے بخش دے اے اللہ اس پر رحم فرما جب تک ایذاء نہ دے حدث نہ کرے۔

## تشریحات ۳۳۰ ؎

عام روایات میں یہی ہے کہ نماز باجماعت بہ نسبت تنہا کے پچیس درجے زائد ہے۔ مگر بعض روایتوں میں ستائیس درجے بھی آیا ہے۔ بلکہ ایک روایت میں چھتیس درجے بھی وارد ہے۔ بعض میں پچاس بھی۔ علماء نے اسکی مختلف توجیہات کی ہیں۔ سب میں عمدہ توجیہ یہ ہے کہ، یہ نمازی اور وقت اور حالت کے اعتبار سے مختلف ہے۔

---

؏ جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی مسجد السوق ص ۶۹ باب الحدث فی الصلوٰۃ ص ۶۳ اذان باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ ص ۸۹ بیوع باب ماذکر فی الاسواق ص ۲۸۴

## حدیث ۳۳۱ :- شبک النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصابعہ

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَوِ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ شَبَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَابِعَهٗ

حضرت عبداللہ بن عمر یا ابن عمر نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو آپس میں گتھ لیا۔

ت ۱۱۷ :- قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَيْفَ بِكَ اِذَا بَقِيْتَ فِيْ حُثَالَةٍ

عبداللہ بن عمر! تیرا کیا حال ہوگا - جب تم خراب لوگوں میں رہ جاؤ گے

مِّنَ النَّاسِ بِهٰذَا

## حدیث ۳۳۲ :- اِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ -

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

اَنَّهٗ قَالَ اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ - يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا

کہ حضور نے فرمایا مومن کے لئے مومن مثل عمارت کے ہے، بعض بعض کو تقویت پہنچاتا

وَشَبَّكَ اَصَابِعَهٗ عه

ہے - اور انگلیاں آپس میں گتھ لیں۔

## حدیث ۳۳۳ :- حدیث ذی الیدین -

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْدٰى صَلٰوتَيِ الْعَشِيِّ قَالَ اِبْنُ سِيْرِيْنَ قَدْ

نے دن کے پچھلے پہر کی دو نمازوں میں ایک پڑھائی - ابن سیرین نے فرمایا - حضرت

عه صلوٰۃ باب تشبک الاصابع ص ۶۹ المظالم باب نصر المظلوم ص ۳۳۱ جلد ثانی ادب، باب تعاون المؤمنین ص ۸۹۰

سَمَّاهَا اَبُوْهُرَيْرَةَ وَلٰكِنْ نَسِيْتُ اَنَا قَالَ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ

ابوہریرہ نے اس کا نام لیا تھا لیکن میں بھول گیا اور حضور نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا

فَقَامَ اِلٰى خَشَبَةٍ مَعْرُوْضَةٍ فِى الْمَسْجِدِ فَاتَّكَأَ عَلَيْهَا كَاَنَّهٗ غَضْبَانُ وَ

مسجد میں ایک لکڑی آڑی رکھی ہوئی تھی - اس کے پاس تشریف لیگئے اور اس پر ٹیک لگا لیا - ایسا معلوم ہوتا

وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ وَوَضَعَ خَدَّهُ الْاَيْمَنَ

تھا کہ حضور غضبناک ہیں اپنا داہنا ہاتھ بائیں پر رکھا اور انگلیوں کو گتھ لیا - اور اپنا رخسار بائیں ہتھیلی

عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَخَرَجَتِ السَّرْعَانُ مِنْ اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوْا

کی پیٹھ پر رکھا - جلد باز لوگ مسجد کے دروازے سے نکل گئے - لوگوں نے آپس میں کہا

اَقْصُرَتِ الصَّلٰوةُ وَفِى الْقَوْمِ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ فَهَابَاهُ اَنْ يُّكَلِّمَاهُ وَفِى الْقَوْمِ

نماز میں کمی کر دی گئی ہے اور قوم میں ابوبکر و عمر بھی تھے - ان پر ہیبت تھی - حضور سے بات نہ کر سکے

رَجُلٌ فِىْ يَدَيْهِ طُوْلٌ يُقَالُ لَهٗ ذُو الْيَدَيْنِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَسِيْتَ اَمْ

قوم میں ایک صاحب تھے جنکے ہاتھ لمبے تھے انکو ذوالیدین کہا جاتا تھا - انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضور بھول گئے

قُصِرَتِ الصَّلٰوةُ قَالَ لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ فَقَالَ اَكَمَا يَقُوْلُ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالُوْا

یا نماز میں قصر کا حکم ہو گیا ہے - فرمایا نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز میں قصر کا حکم آیا ہے - پھر حاضرین سے دریافت فرمایا کہ ذوالیدین نے جو کچھ کہا

نَعَمْ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى مَا تَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ

صحیح ہے - سب نے کہا - جی ہاں - اب حضور آگے بڑھے اور جتنا چھوڑا تھا اسے پڑھا اس کے بعد سلام پھیرا پھر تکبیر کہی پہلے سجدے کے برابر

اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ وَكَبَّرَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ

یا اس سے بھی زیادہ لمبا اسکے بعد سر اٹھایا اور تکبیر کہی پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا - پہلے سجدے کے برابر یا اس سے لمبا پھر سر اٹھایا

رَفَعَ رَاْسَهٗ وَكَبَّرَ فَرُبَّمَا سَاَلُوْهُ ثُمَّ سَلَّمَ فَيَقُوْلُ نُبِّئْتُ اِنَّ عِمْرَانَ بْنَ

اور تکبیر کہی - کبھی کبھی ابن سیرین سے لوگ پوچھتے - اس کے بعد سلام پھیرا تو وہ جواب دیتے مجھے خبر دی گئی ہے کہ عمران

حُصَيْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ ع -

بن حصین نے کہا اس کے بعد سلام پھیرا -

ع جلد اول صلوٰۃ باب تشبیک الاصابع فی المسجد وغیرہ ص ۷۹ اذان باب ۱۱ یا خذ الامام بقول الناس اذا شک ص ۹۹ تہجد، باب اذا سلم فی رکعتین ص ۱۶۳ باب من لم یتشہد فی سجدتی السہو ص ۱۶۴ باب تکبیر فی سجدتی السہو ص ۱۶۴ جلد ثانی ادب ایجوز من ذکر الناس نحو قولہم الطویل والقصیر ص ۹۰۳ کتاب الاحکام باب ۱۰

حدیث ۳۳۴ انہ رای النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی فی تلک الامکنۃ

رَأَيْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَتَحَرّٰى أَمَاكِنَ مِنَ الطَّرِيقِ فَيُصَلِّي فِيهَا -

موسیٰ بن عقبہ نے کہا میں نے سالم بن عبداللہ کو دیکھا کہ وہ (حرمین) کے راستے میں کچھ جگہوں کو ڈھونڈھتے تھے اور وہاں

وَيُحَدِّثُ أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يُصَلِّي فِيهَا وَأَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

نماز پڑھا کرتے تھے - اور یہ بیان کرتے تھے کہ ان کے والد بھی ان جگہوں میں نمازیں پڑھا کرتے تھے اور یہ بھی بیان کرتے

وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي تِلْكَ الْأَمْكِنَةِ قَالَ وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ

کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ان جگہوں میں نماز پڑھتے دیکھا ہے - موسیٰ بن عقبہ نے مجھ سے نافع نے حضرت

يُصَلِّي فِي تِلْكَ الْأَمْكِنَةِ وَسَأَلْتُ سَالِمًا فَلَا أَعْلَمُهُ

ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے بارے میں بیان کیا کہ وہ ان جگہوں میں نماز پڑھتے تھے اور سالم سے پوچھا تو شرف روحاء

إِلَّا وَافَقَ نَافِعًا فِي -

## تشریحات ۳۳۴ :-

صحیح یہ ہے کہ ذوالیدین ذوالشمالین اور خرباق ایک ہی صاحب کے القاب ہیں - ان کا نام عمیر تھا ان کے ہاتھ بہت لمبے لمبے تھے - اس لئے، یا اس وجہ سے کہ دونوں ہاتھوں سے یکساں کام کر لیا کرتے تھے - ان کو ذوالشمالین کہا جاتا تھا - حضور نے بدل کر ذوالیدین نام رکھا - یہ غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے بنی خزاعہ کی ایک شاخ سلیم بن ملکان ہے اسی قبیلے سے تھے - اس طرح یہ سلمی بھی ہیں اور خزاعی بھی -

**ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ** "نماز پوری کر کے سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا" اس سے شوافع یہ دلیل لاتے ہیں کہ سجدۂ سہو میں تشہد نہیں - ہم کہتے ہیں ثُمَّ ، ترانی کے لئے ہے - فَصَلّٰى مَا تَرَكَ ، کے بعد اور سلام کے درمیان کیا حضور خاموش رہے ؟ اس حصے سے احناف یہ دلیل لاتے ہیں کہ سجدۂ سہو میں سلام سجدے سے پہلے ہے - حضور نے پہلے سلام پھیرا پھر سجدہ سہو کیا -

**نبذ** یہاں جو حدیث مروی ہے وہ بواسطہ حضرت ابوہریرہ ہے - اس روایت میں بعد والا جملہ ثُمَّ سَلَّمَ - نہیں مگر حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت میں ہے - کچھ لوگوں نے بلا وجہ کی یہ بحث کھڑی کر دی کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت عمران والی دونوں حدیثیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں یا دو واقعے سے - حالانکہ اس اختلاف کے تحت کوئی خاص فائدہ نہیں - سجدۂ سہو میں بعد سلام کے بھی قائل ہیں - ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے - ثقہ کی زیادتی مقبول ہے

**تشریحات ۳۳۴ :-** شرف روحا، شرف کے معنی بلندی - میلہ، روحا مدینہ طیبہ سے دو دن کی دوری پر ایک بہت بڑی بستی کا نام ہے - مشہور ہے مضر بن نزار کی قبر یہیں ہے -

اَلْاَمْكِنَةِ كُلِّهَا اِلَّا اِنَّهُمَا اخْتَلَفَ فِيْ مَسْجِدِ بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ [1]

کی مسجد چھوڑ بقیہ تمام جگہوں میں انھوں نے نافع کی موافقت کی

۳۳۴ حدیث

(۱) اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے خبر دی کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب عمرے کیلئے

كَانَ يَنْزِلُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حِيْنَ يَعْتَمِرُ وَفِيْ حَجَّتِهٖ حِيْنَ حَجَّ تَحْتَ سَمُرَةٍ

جاتے اور جب حج کیا تھا تو حج کے لئے جاتے ہوئے اس ببول کے درخت کے نیچے قیام فرمایا تھا،

فِيْ مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بِذِي الْحُلَيْفَةِ وَكَانَ اِذَا رَجَعَ مِنْ غَزْوَةٍ وَكَانَ

جو مسجد ذی الحلیفہ کی جگہ ہے۔ اور جب کسی غزوہ سے لوٹتے اور راستہ یہی ہوتا یا حج یا عمرے سے

فِيْ تِلْكَ الطَّرِيْقِ اَوْ حَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ هَبَطَ بَطْنَ وَادٍ فَاِذَا ظَهَرَ مِنْ بَطْنِ وَادٍ اَنَاخَ

واپس ہوتے تو وادی (عقیق) کے اندر اترتے، اور جب وادی کے نشیب سے اوپر آجاتے تو

بِالْبَطْحَاءِ الَّتِيْ عَلٰى شَفِيْرِ الْوَادِي الشَّرْقِيَّةِ فَعَرَّسَ ثُمَّ حَتّٰى يُصْبِحَ

وادی کے مشرقی کنارے بطحا میں اونٹنی بٹھاتے اور پچھلی رات کو اتر کر وہیں صبح کرتے۔ اس

لَيْسَ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بِحِجَارَةٍ وَلَا عَلَى الْاَكَمَةِ الَّتِيْ عَلَيْهَا الْمَسْجِدُ

مسجد کے پاس نہیں جو پتھر کی بنی ہے اور نہ ٹیلے والی مسجد کے پاس۔

كَانَ ثَمَّ خَلِيْجٌ يُصَلِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ عِنْدَهٗ فِيْ بَطْنِهٖ كُثُبٌ كَانَ رَسُوْلُ

وہاں ایک گہرا نالہ تھا عبداللہ وہاں نماز پڑھتے تھے اس کے نشیب میں بہت سے ٹیلے تھے۔ رسول اللہ صلی

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يُصَلِّيْ فَدَحَافَيْهِ السَّيْلُ بِالْبَطْحَاءِ حَتّٰى

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں نماز پڑھا کرتے تھے۔ سیلاب کنکریاں وہاں بہا کر لایا اور وہ جگہ پٹ

دُفِنَ ذٰلِكَ الْمَكَانُ الَّذِيْ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُصَلِّيْ فِيْهِ۔

گئی جہاں عبداللہ نماز پڑھتے تھے۔

(۲) وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عبداللہ بن عمر نے نافع سے یہ بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روحا کے ٹیلے

صَلّٰى حَيْثُ الْمَسْجِدُ الصَّغِيْرُ الَّذِيْ دُوْنَ الْمَسْجِدِ

والی مسجد کے قریب چھوٹی مسجد میں نماز پڑھی

[1] جلد اول صلوٰۃ باب المساجد التی علی طریق المدینۃ ص

اَلَّذِیْ بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ وَقَدْ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُعْلِمُ الْمَكَانَ الَّذِیْ
اور عبداللہ اس جگہ کے نشانات بتاتے تھے جہاں حضور نے نماز پڑھی تھی
كَانَ صَلّٰى فِيْهِ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ثُمَّ عَنْ
فرماتے تھے یہاں تیری داہنی
يَمِيْنِكَ حِيْنَ تَقُوْمُ فِی الْمَسْجِدِ تُصَلِّیْ وَذٰلِكَ الْمَسْجِدُ عَلٰى حَافَّةِ الطَّرِيْقِ
جانب جب تو مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو اور یہ مسجد راستے کے داہنے کنارے ہے جب تو مکہ جائے
الْيُمْنٰى وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى مَكَّةَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْمَسْجِدِ الْاَكْبَرِ رَمْيَةٌ بِحَجَرٍ
اس میں اور بڑی مسجد میں پتھر پھینکنے کا یا اس سے قریب قریب فاصلہ ہے۔
اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ۔

(۳) وَاَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُصَلِّیْ اِلَى الْعِرْقِ الَّذِیْ عِنْدَ مُنْصَرَفِ الرَّوْحَاءِ
اور ابن عمر اس چھوٹی پہاڑی پر نماز پڑھتے تھے جو روحا کے اخیر کنارے پر ہے
وَذٰلِكَ الْعِرْقُ اِنْتَهٰى طَرَفُهٗ عَلٰى حَافَّةِ الطَّرِيْقِ دُوْنَ الْمَسْجِدِ الَّذِیْ
اور اس پہاڑی کا سرا راستے کے کنارے پر ختم ہوتا ہے۔ اس مسجد کے قریب جو روحاء
بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْمُنْصَرَفِ وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى مَكَّةَ وَقَدِ ابْتُنِیَ ثَمَّ مَسْجِدٌ فَلَمْ
کے آخری حصے کے درمیان ہے جبکہ تو مکہ جا رہا ہو وہاں مسجد بنا دی گئی ہے۔ عبداللہ
يَكُنْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يُصَلِّیْ فِیْ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ كَانَ يَتْرُكُهٗ عَنْ يَّسَارِهٖ
ابن عمر اس میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اور اسے بائیں ہاتھ اور اپنے پیچھے چھوڑ
وَوَرَاءَهٗ وَيُصَلِّیْ اَمَامَهٗ اِلَى الْعِرْقِ نَفْسِهٖ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَرُوْحُ مِنَ
دیتے تھے۔ اس کے آگے پہاڑی کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ عبداللہ سورج ڈھلنے کے بعد
الرَّوْحَاءِ فَلَا يُصَلِّی الظُّهْرَ حَتّٰى يَاْتِیَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ فَيُصَلِّیْ فِيْهِ الظُّهْرَ
روحا سے کوچ کرتے مگر ظہر اس وقت تک نہیں پڑھتے جب تک اس جگہ نہ پہنچ جاتے۔ یہاں
وَاِذَا اَقْبَلَ مِنْ مَّكَّةَ فَاِنْ مَرَّ بِهٖ قَبْلَ الصُّبْحِ بِسَاعَةٍ اَوْ مِنْ اٰخِرِ السَّحَرِ
پہنچ کر ظہر پڑھتے۔ اور جب مکہ سے واپس ہوتے تو اگر صبح سے کچھ پہلے یا آخر سحر میں پہنچتے تو اتر

عَرَّسَ حَتّٰی یُصَلِّیَ بِهَا الصُّبْحَ۔

پڑتے یہاں تک کہ وہاں صبح کی نماز پڑھتے۔

(۴) وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

اور عبد اللہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بڑے موٹے درخت کے نیچے

یَنْزِلُ تَحْتَ سَرْحَةٍ ضَخْمَةٍ دُوْنَ الرُّوَیْثَةِ عَنْ یَمِیْنِ الطَّرِیْقِ وَ

اترتے جو رویثہ کے قریب ہے راستہ کے داہنے اور راستے کے سامنے

وِجَاهَ الطَّرِیْقِ فِیْ مَكَانٍ بَطْحٍ سَهْلٍ حَتّٰی یُفْضِیَ مِنْ اَكَمَةٍ دُوَیْنَ بَرِیْدٍ

نرم کشادہ ہموار جگہ میں یہاں تک کہ رویثہ سے دو میل کے قریب جو

الرُّوَیْثَةِ بِمِیْلَیْنِ وَقَدِ انْكَسَرَ اَعْلَاهَا فَانْثَنٰی فِیْ جَوْفِهَا وَهِیَ

ٹیلہ ہے اس سے گذر جاتے اس درخت کے اوپر کا حصہ ٹوٹ گیا ہے بیچ میں دوہرا ہو گیا

قَائِمَةٌ عَلٰی سَاقٍ وَفِیْ سَاقِهَا كُثُبٌ كَثِیْرَةٌ۔

ہے اور وہ ایک جڑ پر کھڑا ہے اور اس کی جڑ میں بہت سے ٹیلے ہیں۔

## تشریحات ۳۳۴

**لغات:** ذوالحلیفہ، مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی جانب چار میل کے فاصلے پر ایک قدیم مشہور بستی ہے، جو اہل مدینہ کی میقات ہے۔ اس کو اب بیر علی کہا جاتا ہے۔ میقاتوں میں سب سے دور یہی میقات ہے۔ سَمُرَہ، ببول کا درخت جو عرب میں بہت بڑا ہوتا ہے۔ بطحاء، وہ کشادہ نالہ جس میں ریت اور کنکریاں ہوں۔ شفیر، کنارہ۔ تعریس، مسافر کا آرام کرنے کے لئے پڑاؤ کرنا۔ خَلِیْجٌ، بڑے دریا یا سمندر سے جو پانی کی چھوٹی سی چھیر نیز کسی بڑے نالے سے جو چھوٹا ہو نالہ نکلے اسے خلیج کہتے ہیں۔ اَكَمَةٌ، پہاڑی، ٹیلہ۔ کثب کثیبۃ کی جمع ہے، ریت کا ٹیلہ

فَدَحَا، دِحْوٌ کا فعل ماضی۔ دَحَا پر فاء داخل ہے۔ بہالے گیا، برابر کر دیا۔ حَافَّةٌ، کنارہ۔ عِرْقٌ، چھوٹا پہاڑ۔ سَرْحَةٌ، بڑا گنجان درخت۔ ضَخْمَةٌ، موٹا بڑا۔ رُوَیْثَةٌ، مدینہ سے سترہ فرسنگ کے فاصلہ پر ایک بستی کا نام۔ وِجَاهٌ سامنے۔ بَطْحٌ، کشادہ ریت کنکریلی زمین۔ سَهْلٌ، نرم ہموار زمین۔ یُفْضِی کا مصدر اِفْضَاءٌ ہے۔ اِفْضَاء کے معنیٰ واپس ہونا، پلٹنا ہے۔ چلے جانے کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ ثَنِیَّة، تلعۃ، اونچی زمین۔ عرج، حرمین کے راستے میں ایک بستی ہے۔ رویثہ سے چودہ میل کے فاصلے پر۔ هَضْبَةٌ زمین کے برابر ایک پہاڑی ہے۔ رَضْمٌ، بڑا پتھر یا اس کا کچھ حصہ۔ سَلَمَاتٌ، سَلَمَةٌ کی جمع ہے۔ اس کے معنیٰ بڑے پتھر کے ہیں۔ رَوْحَاء۔ مدینہ سے ۳۶ میل کے فاصلے پر ایک بڑی آبادی ہے۔ هَرْشَیٰ، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۵) وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اور عبد اللہ بن عمر نے نافع سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس ٹیلے

صَلّٰی فِیْ طَرَفِ قَلْعَةٍ مِّنْ وَّرَاءِ الْعَرْجِ وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰی هَضْبَةٍ عِنْدَ

کے کنارے نماز پڑھی جو عرج کے پیچھے ہے جب تم ہضبہ کو جا رہے ہو۔ اس مسجد کے

ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ قَبْرَانِ اَوْ ثَلٰثَةٌ عَلَی الْقُبُوْرِ رَضْمٌ مِّنْ حِجَارَةٍ عَنْ

پاس دو یا تین قبریں ہیں۔ ان قبروں پر پتھر کے ٹکڑے پڑے ہیں۔

یَّمِیْنِ الطَّرِیْقِ عِنْدَ سَلَمَاتِ الطَّرِیْقِ بَیْنَ اُولٰئِكَ السَّلَمَاتِ كَانَ

راستے کے داہنی جانب، راستے کے پتھروں کے قریب۔ عبد اللہ بعد زوال

عَبْدُ اللّٰهِ یَرُوْحُ مِنَ الْعَرْجِ بَعْدَ اَنْ تَمِیْلَ الشَّمْسُ بِالْهَاجِرَةِ

دوپہر میں "عرج" سے چلتے تو اسی مسجد میں ظہر پڑھتے۔

فَیُصَلِّی الظُّهْرَ فِیْ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ۔

(۶) وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اور عبد اللہ بن عمر نے نافع سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نَزَلَ عِنْدَ سَرَحَاتٍ عَنْ یَسَارِ الطَّرِیْقِ فِیْ مَسِیْلٍ دُوْنَ هَرْشٰی ذٰلِكَ

ان درختوں کے پاس اترے جو راستے کے بائیں ہرشیٰ کے قریب والے نالے میں ہیں جو نالہ

الْمَسِیْلُ لَاصِقٌ بِكُرَاعِ هَرْشٰی بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الطَّرِیْقِ قَرِیْبٌ مِّنْ غَلْوَةٍ وَّكَانَ

ہرشیٰ کے کنارے سے مل گیا ہے۔ راستے اور اس کے درمیان ایک تیر پھینکنے کے قریب کا فاصلہ ہے

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ یُصَلِّیْ اِلٰی سَرْحَةٍ هِیَ اَقْرَبُ السَّرَحَاتِ اِلَی الطَّرِیْقِ وَهِیَ

اور عبد اللہ اس درخت کے پاس نماز پڑھتے تھے جو راستے میں سب سے قریب ہے اور سب سے

---

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) مدینہ طیبہ اور شام کے راستے میں ایک پہاڑ ہے جو جحفہ کے قریب ہے۔ کراع، اطراف، غلوۃ، درمیانی قوت سے کمان سے تیر چلایا جائے تو جہاں جاکر گرے۔ صفراوات، مرالظہران کے بعد کچھ پہاڑیوں یا وادیوں کا نام ہے

اَطْوَلُهُنَّ۔

زیادہ لمبا ہے۔

(۷) وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

اور عبداللہ بن عمر نے نافع سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس نالے میں

یَنْزِلُ فِی الْمَسِیْلِ الَّذِیْ فِیْ اَدْنٰی مَرِّ الظَّهْرَانِ قَبْلَ الْمَدِیْنَةِ حِیْنَ تَهْبِطُ

اترتے تھے جو مدینہ کی جانب سے مرالظہران کے قریب ہے۔ جب تو صفراوات سے نیچے آئے

مِنَ الصَّفْرَاوَاتِ یَنْزِلُ فِیْ بَطْنِ ذٰلِكَ الْمَسِیْلِ عَنْ یَّسَارِ الطَّرِیْقِ وَاَنْتَ

تو اس وادی کے نشیب میں اترے گا راستے کے بائیں جانب۔ جب تو مکہ جائے

ذَاهِبٌ اِلٰی مَكَّةَ لَیْسَ بَیْنَ مَنْزِلِ رَسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی منزل اور راستے کے درمیان

وَبَیْنَ الطَّرِیْقِ اِلَّا رَمْیَةٌ بِحَجَرٍ۔

ایک پتھر پھینکنے کا فاصلہ ہے۔

(۸) وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اور عبداللہ بن عمر نے نافع سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

كَانَ یَنْزِلُ بِذِیْ طُوًی وَیَبِیْتُ حَتّٰی یُصْبِحَ یُصَلِّی الصُّبْحَ حِیْنَ

ذی طویٰ میں اترے تھے وہیں صبح تک قیام فرماتے اور صبح کی نماز یہیں پڑھتے

یَقْدِمُ مَكَّةَ وَمُصَلّٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ عَلٰی

مکہ جاتے ہوئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ

اَكَمَةٍ غَلِیْظَةٍ لَیْسَ فِی الْمَسْجِدِ الَّذِیْ بُنِیَ ثَمَّةَ وَلٰكِنَّ اَسْفَلَ مِنْ

ذی طویٰ میں ایک بڑے ٹیلے پر ہے۔ وہ مسجد نہیں جو وہاں بنائی گئی ہے

ذٰلِكَ عَلٰی اَكَمَةٍ غَلِیْظَةٍ۔

اس سے نیچے بڑے ٹیلے پر۔

(۹) وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ

اور عبداللہ بن عمر نے نافع کو بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم

سَلَّمَ اِسْتَقْبَلَ فُرْضَتَی الْجَبَلِ الَّذِیْ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجَبَلِ الطَّوِیْلِ نَحْوَ

نے اس پہاڑ کے دونوں کونوں کی طرف رُخ کیا جو آپ کے اور کعبے کی طرف والے لمبے

الْکَعْبَةِ فَجَعَلَ الْمَسْجِدَ الَّذِیْ بُنِیَ ثَمَّ الْیَسَارَ الْمَسْجِدِ بِطَرَفِ الْاَکَمَةِ

پہاڑ کے درمیان ہے۔ جو مسجد وہاں بنی ہوئی ہے۔ اسے اس مسجد کے بائیں جانب کیا جو ٹیلے

وَمُصَلَّی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْفَلَ مِنْهُ عَلَی الْاَکَمَةِ

کے کنارے پر بنی ہے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ اس کے نیچے کالے

السَّوْدَاءِ تَدَعُ مِنَ الْاَکَمَةِ عَشَرَةَ اَذْرُعٍ اَوْ نَحْوَ هَا ثُمَّ تُصَلِّیْ

ٹیلے پر ہے۔ ٹیلے سے دس ہاتھ کے قریب چھوڑ کر اس پہاڑ کے دونوں

مُسْتَقْبِلَ الْفُرْضَتَیْنِ مِنَ الْجَبَلِ الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَ الْکَعْبَةِ عه

کونوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو جو تیرے اور کعبہ کے درمیان ہے۔

♦ ۔ امام بخاری نے تناسب کیوجہ سے نو احادیث کو اکٹھا ذکر کر دیا ہے۔ ناظرین غور کریں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان مقامات پر نماز پڑھنے کا کتنا اہتمام فرمایا کرتے تھے، جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نمازیں پڑھی تھیں یہ سوائے حصول برکت کے اور کسی مقصد سے ہو سکتا ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام، صحابۂ عظام و اولیائے امت و صالحین امت نے جہاں نماز پڑھی ہو، عبادت کی ہو، قیام کیا ہو، وہاں سے برکت حاصل کرنا صحابۂ کرام کی سنت اور کم از کم مستحب ضرور ہے۔ یہی تمام علماء سلف و خلف کا مذہب ہے۔ علامہ عینی و علامہ عسقلانی و علامہ قسطلانی نے یہی لکھا ہے۔ امام قاضی عیاض فرماتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و اجلال شان ہی میں سے یہ بھی ہے کہ حضور کے تمام متعلقات کی تعظیم کرے۔ حضور کی طرف منسوب ان تمام جگہوں کی اور مشاہد و معابد کی جو حرمین طیبین کے راستے میں ہیں احترام کرے۔ بلکہ کہیں بھی ہوں سب کی تعظیم و تکریم کرے۔ بلکہ ان چیزوں کی بھی جن کو دست مبارک نے مس کیا ہو۔ حضرت صفیہ بنت نجدہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے سر مبارک کے اگلے حصے کے بال نہیں مونڈا تے تھے، دریافت کیا گیا تو فرمایا، ان کو کس دل سے الگ کراؤں، ان کو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک نے مس کیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما منبر اقدس کے اس حصے پر ہاتھ رکھکر جو ہم لینے جہاں سرکار بیٹھتے تھے۔ تفصیل کے لئے شفاء قاضی عیاض کا مطالعہ کریں۔ ہم نے بخاری کی ان تمام احادیث پر تنبیہ کر دی ہے اور کرتے جائیں گے جن میں آثار صالحین سے تبرک کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

---

عه جلد اوّل صلوٰۃ باب المساجد التی علی طریق المدینۃ ص۔

## حدیث ۳۳۵

رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی بمنیً الیٰ غیر جدار

اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّہٗ قَالَ اَقْبَلْتُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں گدھی پر سوار ہو کر آیا۔ اور

رَاکِبًا عَلٰی حِمَارٍ اَتَانٍ وَّاَنَا یَوْمَئِذٍ قَدْ نَاھَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ

میں اس دن بلوغ کے قریب تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ بِمِنًی اِلٰی غَیْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ

منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے دیوار کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف

بَیْنَ یَدَیْ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ وَاَرْسَلْتُ اَتَانِیْ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ

منہ کر کے۔ میں صف کے کچھ حصے سے گذرا اور اترا اور گدھی چھوڑ دیا وہ

فِی الصَّفِّ فَلَمْ یُنْکِرْ ذٰلِکَ عَلَیَّ اَحَدٌ ؕ

چرنے لگی اور میں صف میں داخل ہو گیا۔ اس معاملہ کی وجہ سے کسی نے مجھے کچھ نہیں کہا۔

○ — علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ان نو احادیث میں جن جن مساجد کا تذکرہ ہے ان میں سے اکثر کے جاننے والے نہیں رہے۔ صرف مسجد ذوالحلیفہ اور روحا کے جاننے والے ہیں، پوچھنے پر نشان بتا دیتے ہیں۔ یہ نویں ہجری کی بات ہے۔ اب کیا حال ہے خدا جانے۔ موٹر کا سفر اب کسے موقع دیتا ہے کہ تلاش کرے۔ کوئی تلاش بھی کرنا چاہے تو ظالم نجدی کیوں تلاش کرنے دیں گے۔ جن کے نشانات تھے بھی انھیں بھی ان درندوں نے مٹا دیا ہے۔ مساجد ڈھا دی ہیں یا ان کو بند کر کے پہرہ بٹھا دیا ہے۔ کہ کوئی ان میں نماز نہ پڑھنے پائے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِھَا۔ ان سے بڑھ کر کون ظالم جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کی یاد کرنے سے روکے اور اسے ویران کرنے کی کوشش کرے۔

○ — علامہ عینی مراسیل ابوداؤد کے حوالے سے مدینہ طیبہ میں ایسی نو مساجد کا ذکر کیا ہے جن میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔ مسجد قبا، مسجد بنی قریظہ، مسجد فضیح۔ یہ قبا کے مشرق میں واقع ہے۔ مسجد مشربہ ام ابراہیم، مسجد بنی ظفر یہ، بقیع کے مشرق میں واقع ہے۔ مسجد بنی معاویہ، جسے مسجد اجابت بھی کہتے ہیں۔ مسجد فتح، جو سلع پہاڑ کے نزدیک ہے۔ مسجد قبلتین، جو بنی سلمہ کے محلے میں ہے۔ مسجد غمامہ، جو مسجد نبوی کے شمال مغرب میں واقع ہے۔

○○ جلد اول صلوٰۃ باب سترۃ الامام سترۃ من خلفہ ص۷۱ العلم باب متی یصح السماع الصغیر ص۱۷،

## حدیث ۳۳۶ :- اِذَا خَرَجَ یَوْمَ الْعِیْدِ اُمِرَ بِالْحَرْبَۃِ فَتُوْضَعُ بَیْنَ یَدَیْہِ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا خَرَجَ یَوْمَ الْعِیْدِ اُمِرَ بِالْحَرْبَۃِ فَتُوْضَعُ بَیْنَ یَدَیْہِ

وسلم جب عید کے دن نمازِ عید کے لئے (عیدگاہ) تشریف لیجاتے تو حکم دیتے چھوٹا نیزہ حضور کے

فَیُصَلِّیْ اِلَیْہَا وَالنَّاسُ وَرَاءَہٗ وَکَانَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ فِی السَّفَرِ

سامنے کھڑا کیا جاتا اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے بقیہ لوگ حضور کے پیچھے ہوتے

فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَھَا الْاُمَرَاءُ ؕ

سفر میں بھی حضور ایسا ہی کرتے تھے اسی وجہ سے حکام نے نیزہ رکھنا شعار بنا لیا ہے۔

## تشریحات ۳۳۵

**مطابقت باب** یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے، سُتْرَۃُ الْاِمَامِ سُتْرَۃُ مَنْ خَلْفَہٗ، امام کا سُترہ مقتدیوں کا سُترہ ہے۔ بظاہر حدیث میں نہ سُترے کا صراحۃً بیان ہے نہ کوئی ایسا لفظ ہے جس سے سُترے پر استدلال کیا جا سکے۔ اس لئے علامہ ابن حجر نے لکھا کہ حدیث سے باب کے اثبات میں نظر ہے۔ اسی وجہ سے امام بیہقی نے اس حدیث پر جو باب قائم کیا ہے وہ یہ ہے، من صلّی الی غیر سترۃ۔ مگر علامہ عینی کی دقیق نظر نے سراغ لگا لیا جہاں سے امام بخاری نے استدلال کیا ہے۔ وہ فرماتے، کہ حدیث میں "الی غیر جدار" ہے۔ غیر ہمیشہ صفت ہوتا ہے تو اب تقدیر عبارت یہ ہوئی، الی شئ غیر الجدار، دیوار کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے۔ یہی چیز سُترہ تھی۔ یہ لاٹھی ہو، نیزہ ہو، کچھ بھی ہو۔

**مسائل** اس حدیث سے یہ مسائل مستنبط ہوئے ۱۔ نابالغ بچہ اگر کامل سمجھ رکھتا ہو تو اس کا سماع درست ہے۔ خصوصاً جو قریب بلوغ ہو۔ ۲۔ امام کا سُترہ مقتدیوں کے لئے کافی ہے ہر مقتدی کو سُترہ کی حاجت نہیں۔ ۳۔ گدھی یا کسی بھی چیز کے آگے گذرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

**تشریحات ۳۳۶** فتوضع :- اس کا ترجمہ ہم نے یہ کیا کہ "کھڑا کیا جاتا" اس لئے کہ ——

---

عہ جلد اول صلوٰۃ باب سترۃ الامام سترۃ من خلفہ ص۱۷۷ باب الصلوٰۃ الی الحربۃ ص۱۷۷۔ عیدین باب الصلوٰۃ الی الحربۃ یوم العید ص۱۳۳۔ باب حمل العنزۃ او الحربۃ بین یدی الامام ص۱۳۳۔

## حدیث ۳۳۷ - کان بین یدی المصلی و الجدار ممر الشاۃ

حدیث (۳۳۷) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ بَيْنَ يَدَيْ مُصَلّٰى

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَمَرُّ الشَّاةِ ؎

مصلی اور دیوار کے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ بکری گذر جاتی۔

## حدیث ۳۳۸ - کان جدار المسجد عند المنبر

عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ جِدَارُ الْمَسْجِدِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ مَا كَادَتِ الشَّاةُ تَجُوْزُهَا ؎

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مسجد کی دیوار منبر کے بالکل قریب تھی دونوں کے درمیان بکری کا گذر مشکل تھا۔

ت ۱۱۸ - وَقَالَ عُمَرُ الْمُصَلُّوْنَ اَحَقُّ بِالسَّوَارِيْ مِنَ الْمُتَحَدِّثِيْنَ اِلَيْهَا

ت :- اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، نماز پڑھنے والے بات کرنیوالوں کے بہ نسبت ستونوں کے زیادہ مستحق ہیں۔

ت ۱۱۹ - وَرَاٰى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَجُلًا يُصَلِّيْ بَيْنَ الْاُسْطُوَانَتَيْنِ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک شخص کو دو ستونوں کے بیچ میں نماز پڑھتے دیکھا

فَاَدْنَاهُ اِلٰى سَارِيَةٍ فَقَالَ صَلِّ اِلَيْهَا -

تو اسے ایک ستون کی طرف کر دیا اور فرمایا اسکی طرف منہ کرکے نماز پڑھ۔

"حیدین میں" حضرت ابن عمر کی جو روایت ہے اس میں یوکز و ینصب کا لفظ آیا ہے، بلکہ ابھی حدیث آرہی ہے اسکین بھی یرکز ہے ○ گھر سب کے اپنی حفاظت کا سامان رہتا ہی ہے، مگر گھر سے باہر نکلے تو بھی ضرور اپنے ساتھ رکھ لے۔ ○ میدان میں نماز پڑھے تو سُترہ کھڑا کر لینا چاہئے۔ سُترے کی موٹائی ایک انگل اور لمبائی کم از کم ایک ہاتھ ہونی ضروری ہے۔ سُترے کا کھڑا ہونا ضروری ہے۔ آڑھے ترچھے رکھنا غیر مفید ہے۔

تشریح :- (۳۳۷) اس حدیث میں "مصلی" سے مراد شارحین نے موضع قدم بھی لیا ہے اور موضع سجود بھی۔ میری رائے یہ ہے کہ موضع سجود مراد لینا ضروری ہے۔ اس لئے کہ موضع قدم سے ممر الشاۃ

؎ جلد اول صلوٰۃ باب قدر کم ینبغی ان یکون بین المصلی و السترۃ ص ؎ ایضا

## حدیث ۳۳۹ :- یصلی عند الاسطوانۃ التی عند المصحف

قَالَ كُنْتُ آتِي مَعَ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ فَيُصَلِّي عِنْدَ الْأُسْطُوَانَةِ الَّتِي عِنْدَ

یزید بن عبید نے کہا میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ مسجد نبوی میں حاضر ہوتا تھا وہ اس

الْمُصْحَفِ فَقُلْتُ يَا أَبَا مُسْلِمٍ أَرَاكَ تَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ عِنْدَ هٰذِهِ الْأُسْطُوَانَةِ قَالَ

ستون کے پاس جہاں مصحف رکھا تھا نماز پڑھا کرتے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اے ابو مسلم میں دیکھتا ہوں کہ آپ

فَإِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ عِنْدَهَا[1]

کوشش کرکے بالقصد اس ستون کے پاس نماز پڑھتے ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بالقصد اس ستون کے پاس نماز پڑھتے دیکھا ہے

## حدیث ۳۴۰ :- یبتدرون السواری عند المغرب

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ كِبَارَ أَصْحَابِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے بڑے بڑے صحابہ کرام کو دیکھا

کے فاصلے میں رکوع اور سجدہ نہ ہو سکے گا۔ بکری کے گذرنے کے لئے ایک ہاتھ کی چوڑائی کافی ہے۔ موضع قدم سے دیوار تک ایک ہاتھ کے فاصلے میں نہ رکوع ہو پائے گا نہ سجدہ۔

**تشریحات ۳۳۸ :-** یہ حدیث امام بخاری کی ثلاثیات میں سے دوسری ہے۔ پہلی کی طرح یہ بھی حضرت مکی بن ابراہیم، حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمیذ کے ذریعہ ملی ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ حدیث سلمہ پر موقوف ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ مرفوع ہے۔ اسماعیلی نے بطریق ابو عاصم عن یزید بن عبید جو روایت کی ہے اس میں یہ لفظ ہے۔ کان المنبر علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

**مطابقت باب :-** اس طرح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر کے پہلو میں کھڑے ہوتے، تو لازم آتا کہ فاصلہ منبر اور دیوار قبلہ میں تھا وہی فاصلہ مصلائے نبوی اور دیوار قبلہ میں ہو۔ معلے اور دیوار قبلہ میں جو فاصلہ ہوتا تھا وہی سترہ اور معلے میں ہونا چاہئے۔ گذر چکا کہ منبر اقدس کی تین سیڑھیاں اور ایک مترا تھا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ منبر اقدس کی لمبائی ایک ہاتھ سے زیادہ تھی اس لئے اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ابتدائے منبر سے دیوار قبلہ تک کا فاصلہ اتنا تھا کہ بکری بمشکل گذر سکتی تھی، لامحالہ یہ مراد متعین ہے کہ منبر اقدس دیوار قبلہ سے بالکل متصل نہیں تھا بلکہ اتنے فاصلہ پر تھا کہ بکری بمشکل گذر لیتی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ حدیث اول میں معلے سے موضع سجود مراد لینا متعین ہے۔

**تشریحات ۱۱۸ و ۱۱۹ :-** دونوں تعلیقوں کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ پہلی تعلیق کا مفاد یہ ہے، مسجد کی تعمیر کی غرض و غایت ذکر الٰہی اور نماز ہے۔ اس لئے جو نماز ذکر الٰہی کرنا چاہتے وہ لوگ

[1] جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ الی الاسطوانۃ۔ ص ۷۲

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ وَزَادَ

کہ مغرب کے وقت ستونوں کی طرف تیزی سے (نماز پڑھنے کیلئے) لپکنے ۔ یہاں تک کہ

شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اَنَسٍ حَتّٰى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے

## حدیث ۳۴۱ :- ان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کان اذا دخل الکعبۃ

اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ كَانَ اِذَا دَخَلَ مَشٰى قِبَلَ وَجْهِهٖ حِيْنَ يَدْخُلُ وَجَعَلَ الْبَابَ

نافع نے کہا کہ عبد اللہ (ابن عمر) جب کعبے کے اندر جاتے تو سامنے سیدھے چلتے اور دروازہ اپنی پیٹھ پر

قِبَلَ ظَهْرِهٖ فَمَشٰى حَتّٰى يَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِيْ قِبَلَ وَجْهِهٖ

کر لیتے اسی طرح اور آگے بڑھتے رہتے یہاں تک کہ جب سامنے والی دیوار اور ان میں

مسجد کے بات کرنے والوں کے بہ نسبت زیادہ مستحق ہیں ۔ نیز بات کرنے والے کہیں بھی بات کر سکتے ہیں ۔ لیکن اگر نمازی ستونوں کا آڑ لیکر نماز نہ پڑھیں تو مسجد میں رہنے والوں کو دشواری ہوگی ۔ دوسری تعلیق کا حاصل یہی ہے کہ دو ستونوں کے مابین نماز پڑھنا مکروہ ہے ۔ اس لئے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے اسے ستون کے پیچھے کھڑا کر دیا ۔

## تشریحات ۳۳۹

**عِنْدَ الْمُصْحَفِ** علامہ عینی اور علامہ عسقلانی ، دونوں نے اس ستون سے ، اسطوانۂ مہاجرین مراد لیا ہے ۔ مگر علامہ عسقلانی کے تلمیذ علامہ سمہودی نے وفاء الوفاء میں دلائل قویہ سے ثابت کیا ہے ، کہ اسطوانہ مصلی الشریف ہے ۔ ابتداءً مصلائے نبوی شمال کی جانب تھا جبکہ قبلہ بیت المقدس تھا ۔ ۱۶ یا ۱۷ مہینے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہیں نمازیں پڑھائیں تحویل قبلہ کے بعد ، چند روز اسطوانۂ عائشہ کے پاس کھڑے ہو کر نمازیں پڑھیں پھر اسی کے متصل جانب غرب اسطوانہ علم مصلے الشریف کے قریب کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے رہے ۔ اور اخیر تک یہی مصلے مبارک رہا ۔ اسکے داہنی طرف صندوق میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مصحف کبیر رکھدیا تھا ۔

**تتحری الصلوٰۃ** اس سے معلوم ہوا کہ جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی اس جگہ کو تلاش کر کے صحابۂ کرام نمازیں پڑھتے تھے ۔ آخر اس میں کوئی خاص بات تھی جبھی تو ایسا کرتے تھے ۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ انبیاء کرام و صلحائے امت جہاں عبادت و ذکر الٰہی کریں وہاں تبرکاً نمازیں پڑھنی عبادت کرنی کم از کم مستحب ضرور ہے ۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد میں نماز پڑھے تو ستون وغیرہ کی آڑ میں پڑھے ۔

## تشریحات ۳۴۰

اس حدیث کا سیاق یہ بتا رہا ہے کہ جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف نہ رکھتے تو صحابہ کرام

ف جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ الی الاسطوانۃ ص ۷۲ ۔

قَرِيْباً مِنْ ثَلٰثَةِ اَذْرُعٍ صَلّٰى يَتَوَخّٰى الْمَكَانَ الَّذِىْ اَخْبَرَهٗ بِهٖ بِلَالٌ

تین ہاتھ کا فاصلہ رہجاتا تو نماز پڑھتے، بالقصد وہیں نماز پڑھتے جہاں کے بارے میں حضرت

اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْهِ قَالَ وَلَيْسَ عَلٰى اَحَدِنَا

بلال نے انھیں بتایا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں نماز پڑھی ہے اور فرمایا اس میں

بَاْسٌ اَنْ صَلّٰى فِىْ اَىِّ نَوَاحِى الْبَيْتِ شَاءَ ۵

بھی کوئی حرج نہیں کہ بیت اللہ کے جس گوشے میں چاہے نماز پڑھے۔

## حدیث ۳۴۲:- اِعْتَدَلْتُمُوْنَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِعْتَدَلْتُمُوْنَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا، تم لوگوں نے ہم عورتوں کو کتے اور گدھے کے

لَقَدْ رَاَيْتُنِىْ مُضْطَجِعَةً عَلَى السَّرِيْرِ فَيَجِيْئُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

برابر کردیا ہے میں چارپائی پر لیٹی رہتی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لاتے۔ چارپائی

ستونوں کی آڑ میں جلدی سے دو رکعت نماز پڑھ لیتے۔ اور اگر حضور مسجد میں تشریف رکھتے تو بظاہر یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اس وقت نہیں پڑھتے تھے۔ احناف کے یہاں اذان مغرب اور فرض کے مابین نفلِ مکروہ ہے۔ البتہ امام ابن ہمام نے دو رکعتِ خفیف کی اجازت دی ہے۔ (دلائل مواقیت الصلوٰۃ میں آئیں گے)

## تشریحات ۳۴۱

ان ذکی الحس موحدین سے پوچھئے جنھیں ہر چیز میں شرک کا جھٹکا لگتا ہے کہ جب بیت اللہ میں ہر جگہ نماز کی اجازت ہے اور ہر جگہ نماز پڑھنا یکساں ہے، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو کیا ہوگیا تھا کہ تلاش کرکے قصداً وہیں نماز پڑھتے جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی تھی۔ ماننا پڑے گا کہ کم از کم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو اس خاص جگہ کوئی خاص کشش محسوس ہوتی تھی، اسی خاص کشش کی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ جہاں جہاں انبیائے کرام، صلحائے امت نے عبادت کی ہے، قیام کیا ہے، وہاں سے برکت حاصل کرنی مستحب ہے

**مطابقتِ باب** اکثر کی روایت باب بلا عنوان ہے۔ البتہ اُصیلی کی روایت میں باب بھی نہیں۔ اب یہ حدیث بھی پہلے باب کی ہوئی۔ اس تقدیر پر مطابقت کی تقریر یہ ہوگی، کہ جب حضرت ابن عمر اپنے سامنے دیوار سے تین ہاتھ کی دوری پر دروازے کے بالمقابل کھڑے ہوکر نماز پڑھتے تھے تو ما بین الدو ستون کے درمیان نماز پڑھی۔

۵ جلد اوّل صلوٰۃ باب ۷۲۔

فَيَتَوَسَّطُ السَّرِيْرَ فَيُصَلِّيْ فَأَكْرَهُ أَنْ أَسْنَحَهُ فَأَنْسَلُّ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْ

کنج میں کھڑے نماز پڑھتے۔ مجھے برا معلوم ہوتا کہ حضور کے سامنے لیٹی ہوں اس لئے چارپائی کی

67

السَّرِيْرِ حَتّٰى أَنْسَلَّ مِنْ لِحَافِيْ۔ عہ

پائنتی کی طرف سے کھسک کر لحاف سے باہر آجاتی۔

ت ۱۲۰ :- وَرَدَّ ابْنُ عُمَرَ الْمَارَّ بَيْنَ يَدَيْهِ فِي التَّشَهُّدِ وَفِي الْكَعْبَةِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے آگے گذرنے والے کو تشہد میں اور کعبہ میں

وَقَالَ إِنْ أَبٰى إِلَّا أَنْ يُقَاتِلَهُ قَاتَلَهُ۔

لوٹایا اور فرمایا اگر وہ نہ مانے اور لڑنے پر آمادہ ہوجائے تو اس سے لڑے۔

اور یہاں باب تھا۔ بغیر جماعت کے دو ستونوں کے بیچ میں نماز پڑھنی۔ جماعت کے ساتھ ستونوں کے درمیان یا دروازہ میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ اس سے قطع صف لازم آتا ہے۔ منفرد کو کوئی حرج نہیں۔

## تشریحات ۳۴۲ :-

**تکمیل** پوری حدیث یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت سیدہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں کسی نے یہ کہا کہ کتے گدھے عورت اگر نمازی کے آگے سے گذر جائیں تو نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ اس پر حضرت ام المؤمنین نے یہ محققانہ جواب ارشاد فرمایا۔ تم لوگوں نے ہم عورتوں کو کتے اور گدھے کے مشابہ کردیا۔ بعض روایات میں ہے کہ فرمایا۔ ہم کو کتا اور گدھا بنادیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوتے اور میں اسی چارپائی پر، حضور اور قبلے کے مابین لیٹی رہتی۔ جب مجھے کوئی ضرورت درپیش ہوتی تو یہ نہیں پسند کرتی کہ حضور کے سامنے بیٹھوں اور حضور کو ایذا پہنچاؤں، میں پائنتی سے سرک لیتی۔ بعض میں یہ بھی ہے کہ جب سجدہ کرنا چاہتے میرے پاؤں کو ہاتھ لگادیتے، میں سمیٹ لیتی۔ ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں تھے۔

**پس منظر** :- اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے اصحاب سنن الاربعہ نے روایت کیا۔

اذا لم يكن بين يديه أخرة الرحل فانه يقطع صلوته الحمار والمرأة والكلب الاسود

مثل جب نمازی کے آگے کجاوے کے پچھلے حصے کے مثل نہ ہو تو اس کی نماز گدھا عورت کالا کتا توڑ دے گا۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ مروی ہے، جیسا کہ ابن ماجہ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ الكلبُ الاسود والمرأةُ الحائض

کالا کتا اور حائض عورت نماز کو توڑ دیتی ہے۔

---

عہ جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ الی السریر ص۲، باب من لا یقطع الصلوٰۃ شیٔ ص۲، باب استقبال الرجل الرجل وھو یصلی ص۳، باب یغمز الرجل امرأتہ عند السجود ص۴، جلد ثانی۔ الاستیذان باب السریر ص۹۲۸۔

## حدیث ۳۴۳ :- اذا اراد احدان یجتاز بین یدیہ فلید فعہ

قَالَ رَأَیْتُ اَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فِیْ یَوْمِ جُمُعَۃٍ

ابو صالح السمان نے کہا میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جمعہ کے دن سُترہ کی طرف

یُصَلِّیْ اِلٰی شَیْءٍ یَسْتُرُہٗ مِنَ النَّاسِ فَاَرَادَ شَابٌّ مِّنْ بَنِیْ اَبِیْ مُعَیْطٍ اَنْ

نماز پڑھتے دیکھا - اتنے میں بنی ابی معیط کے ایک جوان نے چاہا کہ سُترے اور حضرت ابو سعید کے

یَّجْتَازَ بَیْنَ یَدَیْہِ فَدَفَعَ اَبُوْ سَعِیْدٍ فِیْ صَدْرِہٖ فَنَظَرَ الشَّابُّ

درمیان میں گذر جائے تو حضرت ابو سعید نے اس کے سینے میں دھکا دیا - اس جوان نے اِدھر اُدھر

فَلَمْ یَجِدْ مَسَاغًا اِلَّا بَیْنَ یَدَیْہِ فَعَادَ لِیَجْتَازَ فَدَفَعَہٗ اَبُوْ سَعِیْدٍ

نگاہ دوڑائی مگر سوائے ان کے سامنے کے اور کہیں راستہ نہیں پایا - اس لئے پھر آیا کہ گذر جائے - اب کی بار

اَشَدَّ مِنَ الْاُوْلٰی فَنَالَ مِنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ ثُمَّ دَخَلَ عَلٰی مَرْوَانَ فَشَکَا اِلَیْہِ

حضرت ابو سعید نے پہلے سے سخت دھکا دیا - اس (بدتمیز) نے حضرت ابو سعید کو گالی دی - اسکے بعد مروان کے پاس

اسی بنا پر یہ شہرت تھی کہ ان تین چیزوں کے آگے گذرنے سے، اگر سُترہ نہ ہو، نماز فاسد ہو جاتی ہے - دونوں میں تطابق کی کوئی صورت نہیں - لامحالہ ان احادیث کو منسوخ ماننا جائے گا - حضرت ام المؤمنین کو یہ حدیثیں نہیں پہنچی ہوں گی - اس لئے برہمی کا اظہار فرمایا -

## تشریحات ۳۴۳ :-

امام نووی نے فرمایا کہ فلید فعہ میں امر ندب کے لئے ہے - دفع بھی تسبیح اور اشارے سے کرے اس کو دفع کرنے کے لئے چلے نہیں بلکہ اگر نماز جہری ہے تو قرأت اور زیادہ بلند آواز سے کرے - سِرّی ہے تو ایک آیت بلند آواز سے پڑھے - اور اگر قرأت کے علاوہ اور کوئی موقع ہے تو بلند آواز سے تسبیح پڑھے - نماز میں لڑائی ہرگز نہ کرے، اس میں نماز کے فاسد ہو جانے اندیشہ ہے اور حدیث میں جو فرمایا فلیقاتلہ، یہ مبالغے کے لئے ہے - اور اسے شیطان کہنا یا تو لغوی معنی کے اعتبار سے ہے یعنی وہ متمرد و سرکش ہے - یا جو قرآن میں فرمایا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ - اس لحاظ سے شیطان فرمایا گیا - یا یہ کہ چونکہ اسے شیطان نے بہکایا تھا اس لئے اسے شیطان کہدیا گیا - یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ، واقعی وہ شیطان ہے جو انسان کی شکل اختیار کر کے نمازی کے آگے گذر رہا ہے - واللہ تعالیٰ اعلم -

www.sirat-e-mustaqeem.net

مَا لَقِيَ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ وَدَخَلَ أَبُو سَعِيدٍ خَلْفَهُ عَلَى مَرْوَانَ فَقَالَ مَالَكَ

آیا اور حضرت ابو سعید سے اسے جو تکلیف پہنچی تھی اس کی شکایت کی۔ اور حضرت ابو سعید بھی اس کے پیچھے ہی

وَلِابْنِ أَخِيكَ يَا أَبَا سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وہاں پہنچے۔ مروان نے کہا اے ابو سعید تمہارا اور تمہارے بھتیجے کا کیا قصہ ہے۔ حضرت ابو سعید نے فرمایا کہ میں نے نبی

يَقُولُ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے، جب تم سترے کی طرف نماز پڑھو اور کوئی اس کے سامنے سے گذرنا

يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ ۴

چاہے تو اسے ہٹا دے، اگر نہ مانے تو اس سے لڑے، اس لئے کہ وہ شیطان ہے۔

## حدیث ۳۴۴ :- لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ

عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ أَرْسَلَهُ إِلَى أَبِي جُهَيْمٍ يَسْأَلُهُ

بُسر بن سعید نے کہا کہ زید بن خالد نے انھیں ابو جہیم کے پاس یہ پوچھنے کے لئے بھیجا کہ

مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَارِّ

انھوں نے نمازی کے آگے گذرنے والے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے

بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي فَقَالَ أَبُو جُهَيْمٍ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

تو ابو جہیم نے بتایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر نمازی کے آگے

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ

گذرنے والا جانتا کہ اس پر کیا وبال ہے، تو چالیس تک کھڑے رہنے کو

## تشریحات ۳۴۴ :-

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے گذرنا گناہ ہے۔ گذرنے والا ضرور گنہگار ہوتا ہے۔ آگے سے کیا مراد ہے اس میں تفصیل ہے۔ اگر سامنے سترہ ہے تو سترے کے اندر اندر گزرنا، سترہ نہیں۔ میدان یا مسجد کبیر میں نماز پڑھ رہا ہے تو موضع سجود کے اندر اندر، اور مسجد صغیر ہے جیسے عام مساجد تو دیوار قبلہ تک کہیں سے گزرنا ناجائز و گناہ ہے۔

**تشریح (۱۲۱)** - مصنف عبد الرزاق و ابن ابی شیبہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے کہ انھوں نے اس پر ایک شخص کو زجر کیا تھا۔ احناف کا خلفاء راشدین کے مطابق یہی مذہب ہے کہ نمازی کو کسی کے

ع جلد اول صلوٰۃ باب لیرد المصلی من مر بین یدیہ ۔ ع بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص ۴۶۳ ۔

لَكَانَ اَنْ يَّقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ ۔ قَالَ

گزرنے سے بہتر جانتا۔

اَبُو النَّضْرِ لَا اَدْرِیْ قَالَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَوْ شَهْرًا اَوْ سَنَةً ۔

ابو النضر نے کہا میں نہیں جانتا کہ چالیس دن ، کہا کہ مہینہ کہ سال ۔ ؟

ت ۱۲۱ :- وَكَرِهَ عُثْمَانُ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الرَّجُلَ وَهُوَ يُصَلِّیْ ۔

اور حضرت عثمان نے اسے مکروہ جانا کہ نماز پڑھنے کی حالت میں کسی کی طرف منہ کیا جائے۔

ت ۱۲۲ :- قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا بَالَيْتُ اِنَّ الرَّجُلَ لَا يَقْطَعُ صَلٰوةَ الرَّجُلِ ۔

مجھے کوئی پرواہ نہیں مرد ، مرد کی نماز کو قطع نہیں کرتا۔

## حدیث ۳۴۵ :- اِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوْتِرَ اَيْقَظَنِیْ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نماز پڑھتے رہتے

يُصَلِّیْ وَاَنَا رَاقِدَةٌ مُّعْتَرِضَةٌ عَلٰی فِرَاشِهٖ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوْتِرَ اَيْقَظَنِیْ فَاَوْتَرْتُ

اور میں حضور کے سامنے آڑے حضور کے بچھونے پر سوتی رہتی جب وتر پڑھنا چاہتے تو مجھے جگاتے تو میں وتر پڑھتی۔

منہ کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے۔ البتہ امام بخاری کا مذہب ، اس میں تفصیل ہے۔ وہ فرماتے ہیں ، اگر کسی کے چہرے کی طرف منہ کرنے سے دل بٹے تو مکروہ ہے ورنہ نہیں۔ ان کی دلیل حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد ہے۔

تشریح ۱۲۲ :- گویا امام بخاری دونوں اثر میں تطبیق دے رہے ہیں مگر حقیقت میں یہ تطبیق کچھ نہیں اس لئے کہ دل کا بٹنا یہ مصلی کا فعل ہے وہ بھی خفی ہے۔ دل چیرکے نہ حضرت عثمان نے دیکھا نہ حضرت عمر نے۔ اس لئے ان حضرات کا حکم عام ہر حال میں ماننا لازم ہے۔ اور یہ دونوں حضرات بہرحال حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بدرجہا لائق ترجیح ہیں۔ ارشاد ہے۔

عليكم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين — تم پر میری اور خلفاء راشدین کی سنت کی اتباع لازم ہے۔

## تشریح احادیث ۳۴۵ :-

اس مضمون کی امام بخاری نے گیارہ احادیث ذکر کی ہیں کہ حضرت ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

---

عہ جلد اوّل صلوٰت ۔ باب الصلوٰۃ خلف النائم ص۱۵۴ و تر باب ایقاظ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اھلہ بالوتر ص۱۳۲ ۔
عہ جلد اول صلوٰۃ باب اثم المارّ بین یدی المصلی ص۷۴

بیت

## حدیث ۳۴۶ کان یصلی وھو حامل امامۃ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ وَھُوَ حَامِلٌ اُمَامَۃَ بِنْتِ زَیْنَبَ بِنْتِ رَسُوْلِ

نماز پڑھتے ہوئے اور اُمامہ بنت زینب، بنت رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے آگے لیٹی رہتی، سوئی رہتی اور حضور نماز پڑھتے رہتے۔ کہیں یہ ہے کہ اس بچھونے پر ہوتی۔ کہیں ہے کہ اس چارپائی پر ہوتی۔ کہیں ہے کہ چارپائی کے نیچے حضور نماز پڑھتے۔ مگر اس کے برخلاف دوسری احادیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بات کرنے والے اور سونے والے کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ علامہ عینی نے تحقیق فرمائی کہ اس باب میں جتنی احادیث وارد ہیں وہ سب ضعیف، احکام میں ناقابل اعتماد ہیں۔ مگر بایں ہمہ سونے والے کے قریب نماز پڑھنے سے بچنا ہی بہتر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ سونے کی حالت میں کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے کہ یہ مجبوراً نماز توڑ بیٹھے۔ اسی طرح جب آگے کوئی بات کر رہا ہو تو بھی نماز نہ پڑھے۔ خشوع وخضوع نہ ہوگا۔ رہ گئے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو حضور اس سے مامون تھے، کہ اپنی نماز توڑ بیٹھیں۔ نیز ام المؤمنین سے ایسی کوئی بات صادر ہو جو نماز توڑنے کی طرف مفضی ہو، مستبعد ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ ایک بار کا نہیں۔ تقریباً دس سال خدمت اقدس میں حاضر رہیں۔ ہمیشہ حضور کا یہی معمول تھا مگر کبھی کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جو نماز توڑنے کا سبب بنے۔ یا خشوع وخضوع میں مخل ہو۔ حدیث گذر چکی کہ کسی ضرورت کے لئے اٹھنا ہوتا تو حضور کے سامنے تخت پر بیٹھتیں۔ پائنتیں سے سرک لیتیں کہ حضور کو کسی قسم کا خلل نہ ہو۔ اِس خادم کی رائے یہ ہے کہ اسے بھی خصائص میں شمار کیا جائے۔

## تشریحات ۳۴۶:-

چھوٹے بچے کو گود میں لے کر نماز پڑھنے کے بارے میں یہی خیال ہے کہ نماز نہیں ہوگی۔ اس واہمہ کو ختم کرنے کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا اور یہ حدیث ذکر فرمائی۔ اگر چھوٹے بچے کا جسم اور کپڑے پاک ہوں اور اتارنے اور گود لینے میں عمل کثیر نہ ہوتا ہو تو چھوٹے بچے کو گود میں لیکر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت اُمامہ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہی رشتہ ہے جو حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے۔

روافض کو جانے دیں۔ انھیں اہل بیت سے کوئی غرض ہے نہ مطلب، ان کو تو اپنی ہزار سالہ مجوسی سلطنت کی پائمالی کا انتقام لینے کے لئے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا ہے۔

افسوس اہل سنت کے واعظین پر ہے کہ یہ لوگ واقعۂ کربلا میں گرمی پیدا کرنے کے لئے یہ روایتیں آب و تاب سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین سجدے میں پشت اقدس پر بیٹھے مگر حضرت اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلِاَبِی الْعَاصِ بْنِ رَبِیْعَۃَ بْنِ

وبنت ابو العاص بن ربیعہ بن عبد شمس کو گود میں اٹھائے رہتے ۔ جب

عَبْدِ شَمْسٍ فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَھَا وَاِذَا قَامَ حَمَلَھَا ؎ ۔

سجدہ کرتے رکھدیتے ، جب کھڑے ہوتے اٹھا لیتے ۔

کے بارے میں یہ صحیح روایت کبھی کوئی سُنّی مُقرر نہیں بیان کرتا ۔ اس لئے کہ اس کا واقعۂ کربلا سے کوئی جوڑ نہیں ۔

حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو بے پناہ محبت تھی اس کا ایک اندازہ اس حدیث کے علاوہ اور بھی احادیث سے ہوتا ہے ۔ ایک مرتبہ کسی نے خدمت اقدس میں ہار پیش کیا ۔ تو فرمایا ۔ اپنے اہل میں جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اسے یہ ہار دونگا ۔ عورتوں نے کہا اب یہ ہار ابن ابی قحافہ کی بیٹی (عائشہ) لیجائیگی ۔ حضور نے حضرت امامہ کو بلایا اور انھیں پہنا دیا ۔ ایک بار نجاشی نے کچھ زیور بھیجے جس میں سونے کی انگوٹھی تھی یہ بھی حضرت امامہ کو عطا کی ۔ حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد یہ حضرت شیر خدا کے حبالۂ عقد میں آئیں ۔ اور حضرت کی شہادت کے بعد حضرت معاویہ نے پیغام اور ایک لاکھ دینار کی پیشکش کی ۔ حضرت شیر خدا کی وصیت کے مطابق رد کر دیا اور مغیرہ بن نوفل بن حارث سے نکاح فرمایا اور انھیں کی زوجیت میں واصل بحق ہوئیں ۔

قَدْ تَمَّ الْجُزْءُ الثَّانِیْ بِحَوْلِ اللہِ وَقُوَّتِہٖ یَوْمَ الْاَحَدِ

وَقَدْ خَلَتْ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ تِسْعَۃَ

عَشَرَ یَوْمًا ، سنہ ۱۴۰۲ھ

۱۹ ر رمضان المبارک

سنہ ۱۴۰۲ھ

۹ ر جون

سنہ ۱۹۸۲ء

؎ جلد اول صلوٰۃ باب اذا اصعل جاریۃ صغیرۃ علی عنقہ ص ۷۲ ۔ جلد ثانی ادب رحمۃ الولد و تقبیلہ معانقتہ ص ۸۸۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب مواقیت الصلوٰۃ

حدیث ۳۴۷ ۳۴۸ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِیْزِ اَخَّرَ الصَّلٰوۃَ یَوْمًا فَدَخَلَ

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک دن نماز میں تاخیر کردی ۔ تو ان کے پاس

عَلَیْہِ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَخْبَرَہٗ اَنَّ الْمُغِیْرَۃَ بْنَ شُعْبَۃَ اَخَّرَ الصَّلٰوۃَ

عروہ بن زبیر آئے اور انھیں بتایا کہ مغیرہ بن شعبہ نے ایک دن نماز

یَوْمًا وَھُوَ بِالْعِرَاقِ فَدَخَلَ عَلَیْہِ اَبُوْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیُّ رَضِیَ اللّٰہُ

میں تاخیر کردی جب کہ وہ عراق میں تھے تو اُن کے پاس حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَنْہُ فَقَالَ مَا ھٰذَا یَا مُغِیْرَۃُ اَلَیْسَ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ جِبْرَئِیْلَ عَلَیْہِ

عنہ تشریف لائے اور فرمایا یہ کیا ہے ؟ اے مغیرہ ! کیا تم نہیں جانتے ؟ کہ جبرئیل

السَّلَامُ نَزَلَ فَصَلّٰی، فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

علیہ السلام اترے ۔ اور نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

ثُمَّ صَلّٰی ۔ فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰی فَصَلّٰی

بھی نماز پڑھی ۔ اس کے بعد پھر جبریل نے نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی نماز

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَلّٰی فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ

پڑھی ۔ اس کے بعد پھر جبریل نے نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی نماز پڑھی ۔ اسکے بعد پھر جبریل نے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰی فَصَلّٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی نماز پڑھی ۔ اس کے بعد فرمایا مجھے اس کا

وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بِھٰذَا اُمِرْتُ ۔ فَقَالَ عُمَرُ لِعُرْوَۃَ اِعْلَمْ مَا تُحَدِّثُ بِہٖ

حکم دیا گیا ہے ۔ اس پر عمر بن عبدالعزیز نے عروہ سے کہا تم جانو کیا بیان کرتے ہو کیا جبرئیل علیہ السلام نے

أَوَ اَنَّ جِبْرَئِيْلَ هُوَ اَقَامَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے نماز کے اوقات مقرر فرمائے تھے

الصَّلٰوةِ قَالَ عُرْوَةُ كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيْرُ بْنُ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ

تو عروہ نے کہا کہ بشیر بن ابی مسعود اپنے والد سے اسی طرح حدیث بیان کرتے تھے

قَالَ عُرْوَةُ وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

عروہ نے کہا مجھ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حدیث بیان کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِيْ حُجْرَتِهَا قَبْلَ

علیہ وسلم عصر کی نماز اس وقت پڑھتے جب دھوپ ان کے حجرے میں رہتی

اَنْ تَظْهَرَ ؎

ابھی اوپر نہ چڑھی ہوتی

## تشریحات ۳۴۷-۳۴۸

اس حدیث میں یہاں اختصار ہے۔ ابوداؤد، نسائی وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور نسائی میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کی تفصیل یہ ہے ــــ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں نماز کے اوقات بتانے کے لئے حاضر ہوئے ــــ حضرت جبرئیل آگے کھڑے ہوئے ــــ ان کے پیچھے حضور اقدس کھڑے ہوئے ــــ حضور کے پیچھے صحابہ کرام صف بستہ کھڑے ہوئے ــــ ظہر کی نماز سورج ڈھلنے کے بعد پڑھی۔ اور جب سایہ ایک مثل ہو گیا تو آئے اور ویسے ہی کیا جیسے (پہلے) کیا تھا جبرئیل علیہ السلام آگے کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پیچھے اور صحابہ حضور کے پیچھے ــــ اس وقت عصر پڑھی پھر جب سورج چھپ گیا تو جبرئیل آئے وہ آگے کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پیچھے اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے ــــ اب مغرب پڑھی ــــ پھر شفق ڈوبنے کے بعد آئے وہ آگے کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پیچھے اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے۔ اب انھوں نے عشاء کی نماز پڑھی۔ فجر طلوع ہوتے وقت جبرئیل پھر آئے اور وہ آگے کھڑے

؎ جلد اول مواقیت الصلوٰۃ ص۷۵ بدء الخلق باب ذکر الملائکۃ ص۴۵۷ جلد ثانی مغازی باب ص۵۷۱ مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ

ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پیچھے اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے ــــ اب انھوں نے صبح کی نماز پڑھی ــــ پھر دوسرے دن اس وقت آئے جب ہر شخص کا سایہ اس کے برابر ہوگیا ــــ کل کی طرح آج بھی کیا ــــ اور ظہر پڑھی۔ پھر اس وقت آئے جب مرد کا سایہ دو مثل ہوگیا اور ویسے ہی کیا اور عصر پڑھی اس کے بعد پھر اس وقت آئے جب سورج ڈوب گیا اور کل کی طرح کیا اور مغرب پڑھی ــــ اس کے بعد ہم سو گئے پھر اٹھے پھر سوئے پھر اٹھے اس کے بعد جبرئیل آئے۔ اور کل کی طرح کیا اور عشا پڑھی اس کے بعد جب فجر پھیل گئی اور اجالا ہوگیا مگر ستارے ابھی گتھے ہوئے موجود تھے۔ کہ پھر آئے اور کل کی طرح کیا اور صبح کی نماز پڑھی پھر عرض کیا ان وقتوں کے درمیان نمازوں کے اوقات ہیں۔[1]

**ان عمر بن عبد العزیز** یہ نماز عصر تھی جیسا کہ بخاری بدء الخلق میں ہے۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ وہ ولید بن عبد الملک کی جانب سے مدینہ منورہ کے والی تھے۔ اور یہ تاخیر بہت تھوڑی تھی جیسا کہ وہیں ہے اخر العصر شیئا عصر تھوڑی سی مؤخر کردی۔ مراد یہ ہے کہ جس وقت مستحب پر نماز پڑھنے کی ان کی عادت تھی کسی اہم مصروفیت کی وجہ سے اس وقت نہ پڑھی کچھ دیر کے بعد پڑھی ــــ اور طبرانی میں جو یہ ہے کہ نماز پڑھنے سے پہلے شام ہوگئی تھی اس سے مراد یہ ہے کہ شام قریب ہوگئی تھی۔

**یوما** اس سے معلوم ہوا کہ اہم مصروفیت کی وجہ سے ایک دن یہ تاخیر ہوگئی تھی ــــ بنی امیہ کے دیگر افراد کی طرح ان کی یہ عادت نہ تھی ــــ حضرت عروہ کی تنبیہ اس بنا پر تھی، کہ بنی امیہ نمازوں کو عموماً قضا کرکے پڑھتے تھے۔ جیسا کہ ولید نے ایک بار شام کے وقت جمعہ پڑھایا۔ اور حجاج کی بھی یہی عادت تھی جس پر حضرت ابن عمر نے اسے ایک بار ٹوکا بھی کہ سورج تیرا انتظار نہ کرے گا ــــ ولید بن عقبہ عصر ہمیشہ دیر کرکے پڑھتا تھا۔ جس پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے ٹوکا کرتے ــــ اس ماحول میں حضرت عمر بن عبد العزیز سے ایک بار ایسا ہوگیا جو ان کی شان کے مناسب نہ تھا (اس لئے حضرت عروہ نے تنبیہ فرمائی۔

**اٰخر الصلوٰۃ یوما** یہ بھی نماز عصر ہی تھی جیسا کہ بخاری کی مغازی والی روایت میں ہے ــــ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے کوفے کے گورنر تھے ان سے اتفاقیہ ایک بار تھوڑی سی تاخیر ہوگئی تھی ــــ

**نزل فصلی** امام بن اسحاق نے مغازی میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ شب معراج کی صبح کو پیش آیا یعنی معراج کی شب گزرنے کے بعد جو دن تھا اس دن ــــ صبح سے مراد، بعد میں آنے والا دن ہے ــــ اس لئے کہ واقعہ صبح کو نہیں پیش آیا تھا بلکہ سورج ڈھلنے کے بعد ــــ ترمذی میں حضرت ابن عباس کی حدیث

---

[1] نسائی جلد اول صلوٰۃ آخر وقت العصر ص۸۹

میں ہے کہ جبرئیل امین نے بیت اللہ شریف کے پاس امامت کی تھی ـــــ صحیح یہی ہے کہ ان نمازوں میں جبرئیل علیہ السلام امام تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے مقتدی ـــــ جیسا کہ بخاری ہی کی بدء الخلق والی حدیث میں ہے ـــــ فامّنی جبرئیل ـــــ جبرئیل نے میری امامت کی ـــــ نیز ترمذی میں حضرت ابن عباس کی حدیث میں بھی یہی ہے۔ نیز نسائی کی جو تفصیلی حدیث ہم نے ذکر کی اس سے بھی یہی ظاہر ہے۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ مفضول اپنے سے افضل کی امامت کرے۔ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اقتدار میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ـــــ اور غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم امامت فرماتے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی اقتدار میں نماز پڑھتے۔ اخیر زمانے میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکٹھے ہوں گے تو امام حضرت امام مہدی ہوں گے ـــــ میں نے ـــــ فصلی ـــــ کا ترجمہ، اور نماز پڑھی، کیا ہے اس لئے کہ فاء واؤ کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ امرأ القیس کے پہلے شعر بین الدخول فحومل میں ہے اس لئے کہ تعقیب مراد لینا خلاف واقعہ ہے اور سببیت میں بُعد ہے ـــــ

**بھذا اُمِرْتُ** اس میں دونوں روایتیں ہیں ـــــ تار کو ضمہ واحد متکلم کا صیغہ ـــــ مجھے اس کا حکم دیا گیا اور تار کو فتحہ واحد مخاطب کا صیغہ آپ کو اس کا حکم دیا گیا ہے ـــــ یعنی نمازوں کے اوقات کی یہ تحدید من جانب اللہ ہے ـــــ

**اعلم ما تحدث به** حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ ارشاد اس وجہ سے تھا کہ حضرت عروہ نے حدیث کی سند نہیں بیان کی تھی ـــــ اس لئے بعد میں حضرت عروہ نے سند بیان کر دی ـــــ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز تک اس سے پہلے یہ حدیث نہ پہنچی ہو اور یہ کہنا کہ یہ ان کی جلالت شان کے مناسب نہیں۔ ایسی مشہور و معروف حدیث اور انھیں نہ پہنچی ہو صحیح نہیں ـــــ ہر ذی علم جانتا ہے کہ ایک دو حدیث سے ناواقف ہونا ان کی یا کسی کی عظمت کے منافی نہیں ـــــ

**اقول** ـــــ پہلا جواب بھی خلل سے خالی نہیں ہے ـــــ اس لئے کہ حضرت عروہ نے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا تھا کہ وہ حضرت مغیرہ کے پاس گئے۔ حضرت عروہ ۲۲ھ میں پیدا ہوئے اور یہ واقعہ حضرت معاویہ کے زمانے کا ہے۔ ان کی حکومت ۴۱ھ میں قائم ہوئی۔ اس وقت حضرت عروہ کم از کم بیس سال کے تھے ـــــ وہ اس واقعے کے چشم دید گواہ ہو سکتے ہیں اور اس حدیث کو براہ راست حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سن سکتے ہیں۔ پھر یہ کہنا کیسے درست ہوگا کہ انہوں نے یہ حدیث بلا سند بیان کی تھی ـــــ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عروہ مدینہ طیبہ رہتے تھے اور حضرت ابو مسعود انصاری کوفے میں بس گئے تھے ـــــ اس وجہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو یہ شبہ ہوا ـــــ کہ تم کس طرح یہ بیان کرتے ہو ـــــ جب کہ تم اس وقت موجود بھی نہ تھے ـــــ اور تمہاری ان سے ملاقات بھی

نہیں تو انھوں نے بیچ کا واسطہ بیان کر دیا کہ میں نے ان کے صاحبزادے بشیر سے سنا ہے وہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں

**کان بشیر بن ابی مسعود** امامت جبرئیل والی حدیث جتنے بھی صحابہ کرام سے مروی ہے ان میں کسی کا بھی اس نماز میں شریک ہونا تو بڑی بات ہے اس وقت ان میں سے کوئی صاحب وہاں موجود بھی نہ تھے۔ حضرت ابوہریرہ حضرت انس حضرت جابر حضرت ابومسعود انصاری حضرت ابوموسیٰ اشعری حضرت ابوسعید خدری حضرت براء حضرت عمرو بن حزم، ان میں سے کوئی بھی اس وقت تک مشرف باسلام نہ ہوا تھا اور حضرت ابن عباس ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے ـــــ اس لئے یہ حدیث مرسل ہے ـــــ مگر صحابی کی مرسل حدیث بالاتفاق متصل کے حکم میں ہے۔ اس لئے کہ ان صحابی نے یا تو اسے خود حضور سے سنا ہے یا کسی صحابی سے سنا ہے جو شریک واقعہ تھے اس سے جناب شبلی صاحب نعمانی اور ان کے تلمیذ رشید سلیمان ندوی صاحب کی اس تحقیق کی حقیقت معلوم ہو گئی جو انھوں نے کثیر احادیث کو صرف اس بنا پر رد کر دیا ہے کہ اس کا راوی شریک واقعہ نہ تھا ـــــ

**عصر کا وقت** ہم نے نسائی کی جو مفصل روایت ذکر کی ہے اس میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پہلے دن مثل اول میں پڑھی۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ مثل اول میں عصر کا وقت ہو جاتا ہے۔ اور ظہر کا وقت نکل جاتا ہے جب کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مفتی بہ جو ظاہر روایت ہے یہ ہے کہ ظہر کا وقت مثلین تک ہے اور عصر کا وقت مثلین کے بعد شروع ہوتا ہے ـــــ ہمارا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث تین احادیث صحیحہ کے معارض ہے ـــــ ایک حدیث ابردوا کے دوسرے حتی اذا ساوی ظل التلول کے تیسرے وہ حدیث جس میں اس امت کی اگلی امتوں سے تفضیل بیان کی گئی جو مفصلا بہت جلد مذکور ہوگی ـــــ اس تعارض کے دفع کی کوئی صورت نہیں ـــــ لامحالہ امامت جبرئیل والی حدیث ان احادیث سے منسوخ ہے۔ اس لئے کہ امامت جبرئیل کی حدیث ان سب پر مقدم ہے

**اشکال وجواب** اس حدیث پر ایک اشکال یہ ہے کہ اس میں یہ تصریح ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دوسرے دن ظہر کی نماز مثل اول ہونے پر پڑھی یعنی مثل ثانی میں تو ثابت ہو گیا کہ ظہر کا وقت مثل ثانی تک ہے اور پہلے دن عصر کی نماز مثل اول ختم ہونے کے بعد مثل ثانی میں پڑھی۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ مثل ثانی کے شروع ہوتے ہی عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے ـــــ اسی لئے بہت سے ائمہ نے یہ قول کیا ہے کہ مثل ثانی ظہر اور عصر کا مشترک وقت ہے مگر ان کا یہ قول مسلم شریف کی اس حدیث کی بنا پر ناقابل قبول ہے کہ فرمایا وقت الظہر مالم تحضر العصر[1] جب تک عصر کا وقت نہ آجائے ظہر کا وقت ہے اسی حدیث سے

[1] جلد اول باب اوقات الصلوات الخمس ص ۲۲۲

**حدیث ۳۴۹** حَدَّثَنِیْ شَقِیْقٌ قَالَ سَمِعْتُ حُذَیْفَۃَ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ

شقیق نے کہا میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا انھوں نے بتایا

عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَقَالَ اَیُّکُمْ یَحْفَظُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

کہ ہم لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ انھوں نے فرمایا کہ فتنے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْفِتْنَۃِ قُلْتُ اَنَا کَمَا قَالَہٗ ۔ قَالَ اِنَّکَ عَلَیْہِ اَوْ عَلَیْہَا

کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد سب سے زیادہ تم میں سے کس نے یاد رکھا

لَجَرِیٌّ ۔ قُلْتُ فِتْنَۃُ الرَّجُلِ فِیْ اَھْلِہٖ وَمَالِہٖ وَوَلَدِہٖ وَجَارِہٖ تُکَفِّرُھَا الصَّلٰوۃُ

ہے۔ میں نے عرض کیا۔ میں نے اسی طرح یاد رکھا ہے جیسے حضور نے ارشاد فرمایا ہے۔ فرمایا تم اس پر جری ہو

وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَۃُ وَالْاَمْرُ وَالنَّھْیُ ۔ قَالَ لَیْسَ ھٰذَا اُرِیْدُ وَلٰکِنِ الْفِتْنَۃُ

میں نے عرض کیا مرد کا فتنہ جو اس کے اہل اور اس کے مال اور اس کی اولاد میں ہوتا ہے، نماز روزہ صدقہ امر بالمعروف

الَّتِیْ تَمُوْجُ کَمَا یَمُوْجُ الْبَحْرُ قَالَ لَیْسَ عَلَیْکَ مِنْھَا بَاْسٌ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ

نہی عن المنکر اس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ فرمایا میری مراد ایسا فتنہ نہیں ہیں اس فتنے کو پوچھنا چاہتا ہوں جو سمندر کی موج کی طرح اٹھے گا حذیفہ

اِنَّ بَیْنَکَ وَبَیْنَھَا لَبَابًا مُغْلَقًا قَالَ یُکْسَرُ اَمْ یُفْتَحُ ۔ قَالَ یُکْسَرُ ۔ قَالَ

نے کہا اے امیر المومنین اس سے آپ کو کوئی ضرر نہ ہوگا اس کے اور آپ کے درمیان بند دروازہ ہے فرمایا دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائیگا عرض کیا توڑا جائے گا

بعض شوافع اور داؤد ظاہری کا یہ قول بھی باطل ہو گیا۔ کہ ظہر اور عصر کے مابین کچھ وقفہ ہے جس میں کسی نماز کا وقت نہیں ہے۔ حضرات شوافع اس کی تاویل کرتے ہیں ۔ کہ ۔ حین کان ظل الرجل مثل شخصہ، سے مراد یہ ہے کہ قریب تھا کہ سایہ ایک مثل ہو جاتا۔

**دوسرا اشکال اور جواب** فرشتوں پر نماز پنجگانہ فرض نہیں ۔ اس لئے حضرت جبرئیل کی نماز نفل تھی ۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ نمازیں فرض تھیں ۔ تو لازم آیا کہ فرض پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے صحیح ہو ۔ اس کا جواب یہ ہے ۔ کہ ان دو دن کی نماز پنجگانہ حضرت جبرئیل پر فرض تھیں ۔ جیسا کہ ان کے ارشاد ۔ بِھٰذَا اُمِرْتُ ۔ مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے، سے ظاہر ہے ۔ اگرچہ فرضیت صرف اس لئے تھی کہ وہ حکم الٰہی کی تبلیغ کر دیں اور نماز پڑھ کے نماز کے اول و آخر اوقات کی تعیین کر دیں۔

والشمس فی حجرتھا کی تقریر حدیث ۳۶۱ میں آرہی ہے۔

**تشریحات ۳۴۹۔۳۵۰**

**الفتنۃ** اس کے اصل معنی آزمائش اور امتحان کے ہیں۔ مگر اس کا استعمال کفر و شرک معاصی جنگ و جدال اور کبھی مطلق شر و فساد کے معنی میں ہوتا ہے ۔ اور اب اردو

إِذًا لَا يُغْلَقُ أَبَدًا قُلْنَا أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ الْبَابَ قَالَ نَعَمْ كَمَا أَنَّ دُونَ

فرمایا تو کبھی بند نہ کیا جا سکے گا ۔ ہم نے حضرت حذیفہ سے عرض کیا۔ کیا حضرت عمر دروازے کو جانتے تھے فرمایا ہاں ایسے جانتے

الْغَدِ اللَّيْلَةَ إِنِّي حَدَّثْتُهُ بِحَدِيثٍ لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَ

تھے جیسے کل سے پہلے رات ہے ۔ میں نے ان سے وہ حدیث بیان کی جو غلط نہیں (دروازہ کون تھا) یہ دریافت کرنے

حُذَيْفَةَ فَأَمَرْنَا مَسْرُوقًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ الْبَابُ عُمَرُ ؏

میں ہم حضرت حذیفہ سے مرعوب ہو گئے تو ہم نے مسروق سے کہا انھوں نے پوچھا: تو فرمایا دروازہ حضرت عمر تھے ۔

**حدیث ۳۵۰**

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَصَابَ مِنِ امْرَأَةٍ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا

قُبْلَةً فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

اس کے بعد خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بتایا۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی

أَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ

دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کرو۔ بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں

فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلِيَ هٰذَا قَالَ لِجَمِيعِ أُمَّتِي كُلِّهِمْ ؏

اس پر ان صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ صرف خاص میرے لئے ہے؟ فرمایا میری تمام امت کے لئے ۔

میں شر و فساد ہی کے معنی میں مستعمل ہے۔

**تکفرھا الصلوٰۃ** مرجیہ نے اس قسم کی احادیث سے استدلال کیا ہے کہ طاعات و عبادات صغیرہ و کبیرہ ہر گناہ کا کفارہ ہیں۔ اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ طاعات و عبادات صرف صغائر کے لئے کفارہ ہیں کبائر بغیر توبہ و ادائے حقوق کے معاف نہیں ہوں گے ـــــ ارشاد ہے

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ ـــ نساء ۲۱

اگر ایسی منہیات سے بچو گے جو کبیرہ ہوں تو ہم تمہارے گناہ کا کفارہ (نیکیوں) کو بنا دیں گے ۔

ع جلد اول مواقیت باب الصلوٰۃ کفارۃ ص۷۵ جلد اول صیام باب الصوم کفارۃ ص۲۵۴ جلد اول زکوٰۃ باب الصدقۃ تکفر الخطیئۃ ص۱۹۳ جلد ثانی فتن باب الفتنۃ التی تموج کموج البحر ص۱۰۵ مسلم ، ترمذی ابن ماجہ ۔

ع جلد اول مواقیت باب الصلوٰۃ کفارۃ ص۷۵ جلد ثانی تفسیر سورہ ھود باب قولہ ان الحسنات یذھبن السیئات ص۶۷۵ ـــ مسلم توبہ ترمذی ، تفسیر ، نسائی ، ابن ماجہ صلوٰۃ ـــ

**حدیث ۳۵۱** سَمِعْتُ اَبَا عَمْرٍو الشَّیْبَانِیَّ یَقُوْلُ حَدَّثَنَا صَاحِبُ هٰذِهِ الدَّارِ

ابو عمرو شیبانی کہتے ہیں کہ اس گھر کے مالک نے مجھ سے حدیث بیان کی اور اشارہ

وَاَشَارَ اِلٰی دَارِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ

کیا حضرت عبد اللہ کے گھر کی طرف انہوں نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اللہ کو

مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ارشاد فرمایا۔

الصلوٰۃ الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ ورمضان الی رمضان مکفرات لما بینھن اذا اجتنب الکبائر[1]

نماز پنجگانہ اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک درمیانی گناہوں کا کفارہ ہے جب تک کبائر سے بچے۔

**یکسر** اس سے مراد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہے اس کی تصدیق تاریخ کی ایک ایک سطر کر رہی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اسلام کا کلمہ متحد تھا، مسلمان شیر وشکر تھے نہ کوئی مذہبی اختلاف تھا نہ کوئی سیاسی، ان کی شہادت کے بعد ہی سے جو فتنے پیدا ہونے شروع ہوئے تو آج چودہ سو برس ہوگئے ختم نہیں ہوئے، ختم کیا ہوں گے ایک کچھ ٹھنڈا پڑتا ہے تو دوسرا سر اٹھاتا ہے جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے۔

**کما یموج البحر** اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کسی کے قابو کا نہ ہوگا اور جیسے سمندر کی موجیں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں یہ بھی ایک دوسرے سے ٹکراتے رہیں گے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام بھی علم غیب رکھتے تھے حتیٰ کہ یہ بھی تفصیل جانتے تھے کہ مستقبل میں کیا ہونے والا ہے۔

حدیث ۳۵۰ میں جو آیت کریمہ ہے اس میں طَرَفَیِ النَّهَارِ سے بربنا قول راجح نماز فجر اور نماز عصر مراد ہے۔ یہی امام مجاہد اور امام ضحاک کا قول ہے۔ علامہ عینی نے اس سے استدلال فرمایا۔ کہ فجر میں اسفار اور عصر میں تاخیر مستحب ہے وہ اس طرح کہ دن کے دو کنارے طلوع اور غروب ہیں۔ طلوع آفتاب کے وقت یا اس کے بعد فوراً کوئی نماز نہیں۔ اس لئے مجازاً اس سے مراد قریب طلوع ہوگا۔ جب کہیں معنی حقیقی متعذر ہو تو معنی مجازی متعین ہوتا ہے تو ثابت ہوا کہ نماز فجر طلوع آفتاب کے قریب پڑھی جائے یعنی اسفار میں۔ اسی طرح وقت غروب سے مراد قریب غروب ہے غروب سے قبل آفتاب میں زردی پیدا ہونے کے بعد وقت مکروہ ہے تو مراد یہ ہوگی کہ وقت مکروہ سے پہلے اس کے قریب پڑھو اسی طرح زلفا من اللیل سے نماز وتر کا بھی اثبات ہوتا ہے اس طرح کہ زلفا جمع ہے اور اقل جمع تین ہے۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ رات کے تین حصوں میں نماز پڑھو مغرب اور عشا سب کو معلوم ہے۔ تیسری نماز وتر ہے۔

**تشریحات ۳۵۱** **الی دار عبد اللہ** یہاں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہیں جیسا کہ جہاد اور توحید میں تصریح ہے۔

---

[1] جلد اول طہارت ص ۱۲۲

اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ۔ قَالَ اَلصَّلٰوۃُ عَلٰی وَقْتِھَا۔ قَالَ ثُمَّ اَیٌّ۔ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ۔ قَالَ

سب سے زیادہ کون سا عمل محبوب ہے فرمایا اپنے وقت پر نماز۔ انھوں نے پوچھا پھر کون سا؟ فرمایا پھر ماں باپ کے ساتھ

ثُمَّ اَیٌّ قَالَ اَلْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ قَالَ حَدَّثَنِیْ بِھِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُّہٗ لَزَادَنِیْ عہ

بھلائی انھوں نے پوچھا پھر کون سا فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد۔ انھوں نے کہا انہیں حضور نے بیان فرمایا اگر میں مزید پوچھتا تو اور بھی بتاتے۔

**حدیث ۳۵۲** عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ بتاؤ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَرَاَیْتُمْ لَوْ اَنَّ نَھَرًا بِبَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ فِیْہِ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسًا

اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر دریا ہو جس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے تو اس کے بارے میں کیا کہتے ہو اس کے میل میں

مَا تَقُوْلُ ذَالِکَ یُبْقِیْ مِنْ دَرَنِہٖ قَالُوْا لَا یُبْقِیْ مِنْ دَرَنِہٖ شَیْئًا۔ قَالَ فَذَالِکَ

سے کچھ رہ جائے گا؟ لوگوں نے عرض کیا اس کے میل میں سے کچھ نہیں باقی رہے گا۔ فرمایا یہی پانچوں نمازوں

مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ یَمْحُو اللّٰہُ بِھَا الْخَطَایَا عہ

کی مثال ہے ان کی وجہ سے اللہ عزوجل گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

**احب الی اللہ** اکثر روایتوں میں افضل ہے۔ مراد ایک ہی ہے۔ اس لئے کہ دونوں میں تلازم ہے۔ جو عمل اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ پیارا ہوگا وہ فی نفسہٖ سب سے افضل ہوگا اور جو افضل ہوگا وہ سب سے زیادہ پیارا ہوگا احادیث میں مختلف اعمال کو افضل الاعمال فرمایا گیا ہے اس کی توجیہ جلد اول حدیث ۱۲ میں دیکھیں۔

**الصلوٰۃ علی وقتھا** مراد یہ ہے کہ نماز وقت کے اندر اندر ادا کرے قضا نہ کرے۔ بعض شارحین نے یہ کہا کہ وقت مستحب میں ادا کرنا مراد ہے۔ اور دلیل میں ترمذی کی یہ حدیث لائے۔

اَلْوَقْتُ الْاَوَّلُ مِنَ الصَّلٰوۃِ رِضْوَانُ اللّٰہِ وَالْوَقْتُ الْاٰخِرُ عَفْوُ اللّٰہِ۔ | نماز کا اول وقت اللہ کی رضامندی ہے اور آخر وقت معافی ہے۔

ابن حبان نے کہا کہ اس کی روایت تنہا یعقوب بن ولید نے کی ہے اور یہ حدیثیں گڑھا کرتا تھا۔ ابوحاتم رازی نے کہا یہ حدیث موضوع ہے۔ میمونی نے کہا اس مضمون کی کوئی حدیث ثابت نہیں۔

---

عہ جلد اول، صلوٰۃ، باب مواقیت الصلوٰۃ ص۷۶۔ جلد اول، جہاد، باب فضل الجہاد ص۳۹۔ جلد ثانی، ادب، باب قولہ تعالیٰ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ ص۸۸۲ جلد ثانی، توحید باب وسمی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصلوٰۃ عملا ص۱۱۲۴ مسلم، ایمان، ترمذی، صلوٰۃ، البر والصلۃ، نسائی، صلوٰۃ۔ ۱ جلد اول ص۲۴ ۲ عینی جلد خامس ص۱۴۔

عہ جلد اول، مواقیت الصلوٰۃ۔ باب الصلوٰۃ الخمس کفارۃ للخطایا ص۷۶ مسلم، صلوٰۃ، ترمذی امثال، نسائی، صلوٰۃ۔

**حدیث ۳۵۳** سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُوْلُ دَخَلْتُ عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِدِمَشْقَ وَهُوَ

امام زہری کہتے ہیں کہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا جب وہ دمشق تشریف

يَبْكِيْ فَقُلْتُ مَا يُبْكِيْكَ فَقَالَ لَا اَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا اَدْرَكْتُ اِلَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةَ

لائے تھے (تو دیکھا) وہ رو رہے ہیں میں نے عرض کیا آپ کے رونے کا سبب کیا ہے فرمایا میں نے (حضور اقدس صلی اللہ

وَهٰذِهِ الصَّلٰوةُ قَدْ ضُيِّعَتْ عه

علیہ وسلم کے عہد مبارک میں) جو کچھ دیکھا تھا ان میں نماز کے سوا کچھ نہیں پاتا اور یہ نماز بھی ضائع کر دی گئی ہے۔

**حدیث ۳۵۴** عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اَنَّهٗ قَالَ اِعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ وَلَا يَبْسُطْ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ كَالْكَلْبِ وَاِذَا

سجدوں میں اعتدال رکھو اور اپنی کلائیاں کتے کی طرح نہ بچھاؤ اور جب تھوکو تو سامنے اور داہنی

بَزَقَ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ فَاِنَّهٗ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ۔

طرف نہ تھوکو اس لئے کہ وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے۔

**تشریحات ۳۵۳** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دمشق شہنشاہِ وقت ولید بن عبدالملک کے پاس ظالم حجاج کی زیادتیوں سے تنگ آکر فریاد لے کر گئے تھے خصوصاً نماز کے بارے میں، مگر ولید نے بھی کچھ تدارک نہیں کیا۔ غالباً اسی وجہ سے حضرت انس رو رہے تھے۔ ویسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ رہتے تھے وہیں مدفون بھی ہیں۔ دمشق حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخیر ایام خلافت میں فتح ہوا۔ جب سے آج تک وہ مسلمانوں ہی کے قبضے میں ہے اور شام کا صدر مقام رہا۔ حضرت معاویہ نے جب اپنی سلطنت قائم کی تو اسی کو دارالسلطنت بنایا۔ بنی امیہ کی جب تک حکومت رہی یہی ان کا دارالسلطنت رہا۔ آج کل بھی دمشق ہی دارالسلطنت ہے۔

**تشریحات ۳۵۴** سجدے میں اعتدال سے مراد یہ ہے کہ زمین پر صرف ہتھیلیاں رکھے کلائیاں اٹھائے رکھے۔ انھیں بازوؤں سے اور بازوؤں کو پہلوؤں سے جدا رکھے۔ اسی طرح پنڈلیاں زمین سے اٹھائے رکھے اور انھیں زانوؤں سے اور رانوں کو پیٹ سے علٰحدہ کئے رہے۔ یہ حکم مردوں کے لئے ہے۔ عورتوں کو ضروری ہے کہ سمٹ کر سجدہ کریں یعنی بازو کروٹوں سے اور پیٹ ران سے اور ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں زمین سے ملائے ہوئے سجدہ کریں ؎ اسی سے ظاہر ہو گیا کہ عورتوں کے لئے پاؤں کی انگلیوں

عه جلد اول۔ مواقیت الصلوٰۃ باب فی تضییع الصلوٰۃ عن وقتھا ص۷۶ لہ بہارِ شریعت جلد سوم ص۸۲،۳

حدیث ۳۵۵ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ

حضور نے فرمایا جب گرمی سخت ہو تو نماز ٹھنڈی کرکے پڑھو اس لئے کہ سخت گرمی جہنم کے جوش کی وجہ سے ہے

فَیْحِ جَهَنَّمَ وَاشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰی رَبِّهَا فَقَالَتْ یَا رَبِّ اَكَلَ بَعْضِیْ بَعْضًا فَاَذِنَ

جہنم نے اپنے رب سے یہ شکایت کی کہ میرے بعض نے بعض کو کھا لیا تو اسے دو سانسوں کی

لَهَا بِنَفَسَیْنِ نَفَسٍ فِی الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِی الصَّیْفِ وَهُوَ اَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ

اجازت دے دی ایک سانس کی جاڑے میں اور ایک سانس کی گرمی میں اور یہی وہ سخت گرمی ہے جسے

الْحَرِّ وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِیْرِ ؕ

تم محسوس کرتے ہو اور وہ سخت سردی ہے جسے تم محسوس کرتے ہو۔

حدیث ۳۵۶ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ ؕ

وقت ٹھنڈا کرکے ظہر پڑھو اس لئے کہ سخت گرمی جہنم کے جوش کی وجہ سے ہے۔

---

کے پیٹ زمین پر لگانا ضروری نہیں ورنہ پنڈلیاں مل نہ پائیں گی۔

**فلا یبزقن** اس پر جلد ثانی میں تفصیلی کلام ہو چکا ہے۔ یہاں اس نکتے پر روشنی ڈالنی ہے کہ فَاِنَّهٗ یُنَاجِیْ رَبَّهٗ۔ آگے نہ تھوکنے کی علت بن سکتا ہے مگر داہنی طرف تھوکنے سے ممانعت کی علت نہیں ہو سکتا اس لئے کہ جلد ثانی میں حدیث گزر چکی کہ فرمایا وَاِنَّ رَبَّهٗ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْقِبْلَةِ۔ نیز حدیث گزری کہ داہنی طرف اس لئے نہ تھوکو کہ اس جانب فرشتہ ہے، اقول حل کے لئے سوائے اس کے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ روایت بالمعنی کی وجہ سے جملوں میں تقدیم و تاخیر ہو گئی۔ یُنَاجِیْ رَبَّهٗ پہلے تھا جیسے کہ حدیث ۳۸۲ میں ہے۔ یہاں راوی نے بعد میں ذکر کر دیا۔ اگر حدیث ۳۸۲ میں فَاِنَّ رَبَّهٗ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْقِبْلَةِ نہ ہوتا تو یہ کہہ سکتے تھے کہ حکم واحد کی دو علتیں ہو سکتی ہیں۔ داہنی جانب تھوکنے کی ممانعت مناجاۃ بھی ہے اور فرشتے کا ہونا بھی۔

---

عہ اول۔ مواقیت۔ باب الابراد بالظہر ص۷۶ عہ جلد اول مواقیت۔ باب الابراد بالظہر فی شدۃ الحر ص۷۷

اذان للمسافر ص۸۸ بدر الخلق باب صفۃ النار ص۴۶۲۔ جلد اول مواقیت باب الابراد بالظہر فی السفر ص۷۷ ایضاً۔

**حدیث ۳۵۷**

عَنْ اَبِیْ ذَرِّ نِ الْغِفَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَاَرَادَ الْمُؤَذِّنُ اَنْ یُّؤَذِّنَ لِلظُّھْرِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ یُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَہٗ اَبْرِدْ حَتّٰی رَاَیْنَا فَیْءَ التُّلُوْلِ فَقَالَ

ٹھنڈا کر پھر کچھ دیر کے بعد اذان کا ارادہ کیا تو پھر اس سے فرمایا ٹھنڈا کر یہاں تک کہ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ شِدَّۃَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَھَنَّمَ فَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ

ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک سخت گرمی جہنم کے جوش سے ہے جب گرمی سخت ہو

فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوۃِ ع۱ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ یَتَفَیَّؤُا یَتَمَیَّلُ ع۲

تو وقت ٹھنڈا کر کے نماز پڑھو حضرت ابن عباس نے فرمایا یَتَفَیَّؤُا کے معنی یَتَمَیَّلُ کے ہیں یعنی جھکتی ہیں۔

## تشریحات ۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷

**اذا اشتد الحر** یہاں رَاَیْنَا فَیْءَ التُّلُوْل ہے اور باب اذان المسافر میں حتی ساوی ظِلُّ التُّلُوْلِ ہے، یہ حدیث اس پر نص ہے کہ ظہر کا وقت مستحب مثل ثانی ہے، نیز اس پر نص ہے کہ مثل ثانی تک ظہر کا وقت رہتا ہے وہ اس طرح کہ اس میں صریح حکم موجود ہے کہ ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو۔ کتنا ٹھنڈا کرنا چاہیئے وہ حدیث ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مذکور ہے کہ حضرت بلال نے اذان کہنی چاہی تو فرمایا ٹھنڈا کر۔ تین بار یہی فرمایا جیسا کہ اذان المسافر میں ہے بلکہ حتّٰی سَاوٰی ظِلُّ التُّلُوْلِ کا ظاہر یہ بتا رہا ہے کہ یہ تین ہی بار میں منحصر نہیں اس سے زیادہ بھی ارادۂ اذان اور حکم ابراد ہوا ہوگا۔ اور یہی یہاں کی روایت اور اذان المسافر کی روایت میں وجہ تطبیق ہے۔ یہاں دو بار مذکور ہے بلکہ اس سے پہلی روایت میں ایک ہی بار مذکور ہے اور اذان المسافر میں تین بار ہے۔ وجہ تطبیق یہ ہے کہ ایک یا دو یا تین تحدید کے لئے نہیں۔ حضرت بلال اذان کا ارادہ بار بار فرماتے اور حضور بار بار اِبْرَادْ کا حکم دیتے جب ٹیلوں کے سائے نظر آنے لگے اور ٹیلوں کے برابر ہو گئے تو اذان ہوئی اور اگر سیاق حدیث سے صرف نظر کر کے تین ہی بار مانیں تو بھی کیا کم ہے اسی سے تاخیر کے مبالغہ کا اندازہ کرنا چاہیئے۔ ہر دو ارادوں میں اس قدر فاصلہ یقینا تھا جس کو ابراد کہہ سکیں اور دوسرا وقت بہ نسبت پہلے وقت کے ٹھنڈا ہو ورنہ لازم آئے گا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے تعمیل حکم نہ کی۔ جب اذان میں یہ تاخیر ہوئی تو نماز تو اور بعد میں ہوئی۔ علماء فرماتے ہیں کہ ٹیلے

---

ع۱ ابن ابی حاتم فی تفسیرہ۔ ع۲ جلد اول اذان ص۸۵

عموماً پھیلے ہوئے ہوتے ہیں ان کے سائے دوپہر کے بہت بعد ظاہر ہوتے ہیں۔ امام احمد خطیب قسطلانی شافعی ارشاد الساری[1] شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔ ٹیلوں کا سایہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب ظہر کا اکثر وقت نکل جاتا ہے یعنی اکثر مثل اول۔ اس لئے کہ امام شافعی کے یہاں ظہر کا وقت صرف مثل اول تک ہے۔ ظاہر ہے جب ٹیلوں کے سائے اکثر مثل اول گزرنے کے بعد شروع ہوں گے تو ٹیلوں کے برابر مثل ثانی کے اخیر حصے میں ہوں گے۔ اس وقت تک حضور نے اذان نہ ہونے دی۔ نماز تو یقیناً اس کے بھی بعد ہی ہوئی۔ اب اس میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ مثل ثانی بھی وقت ظہر ہے۔ اس حدیث کو جمع بین الصلوٰتین پر محمول کرنا خود اسی حدیث سے باطل۔ اولاً حضور یہاں ابراد کا حکم ارشاد فرما رہے ہیں یعنی یہ کہ نماز اپنے وقت کے ٹھنڈے حصے میں پڑھی جائے نہ یہ کہ وقت نکال کر دوسری نماز کے وقت میں پڑھی جائے۔ ثانیاً یہاں ایک حکم عام ارشاد فرما رہے ہیں کہ جب گرمی سخت ہو تو یونہیں ٹھنڈے وقت میں پڑھو یہ نہیں فرماتے کہ جب مسافر ہو تو ظہر کو عصر سے ملا کر پڑھو۔

**نانوتوی صاحب پر تعقب** مطبوعہ ہند بخاری کے حاشیے پر (خ) کا رمز دیکر ہمارے استدلال مذکور پر یہ ریمارک ہے لیکن قد قیل مقدار الفیٔ کان باقیا بعد۔ غالباً اس کا مطلب یہ ہے کہ سایہ اصلی نکالنے کے بعد یہ وقت دو مثل نہ رہے گا اقول افسوس اس کا ہے کہ محشی صاحب اپنے کو حنفی کہتے ہیں۔ بلکہ دیوبندیوں کا دعویٰ ہے کہ یہ حاشیہ نانوتوی صاحب کا لکھا ہے جو اپنے استاذ کے نام سے انھوں نے از راہِ انکساری چھپایا ہے اور مذہب حنفی کو مجروح کرنے کے لئے یہ رکیک بات ــــ محشی صاحب نے اسے سہارنپور پر قیاس کیا ہے۔ وہ بھی اپنے گھر کی دیوار پر۔ حرمین طیبین اور ان کے بلاد میں گرمیوں میں سایۂ اصلی کبھی کبھی دو انگل سے زائد نہیں ہوتا اور مکہ مکرمہ میں کبھی کبھی بالکل نہیں ہوتا۔ بجائے شمال کے جانب جنوب ہو جاتا ہے ابوداؤد[2] اور ترمذی[3] میں امامت جبریل کی حدیث میں ہے فصلی بی الظھر حین زالت الشمس وکان قدر الشراک سورج ڈھلنے کے بعد مجھے ظہر پڑھائی اور سایہ تسمہ کی مقدار تھا۔ البحر الرائق[4] میں مبسوط سے ہے۔

| | |
|---|---|
| واعلم ان لکل شیٔ ظلا وقت الزوال الا بمکۃ والمدینۃ فی اطول ایام السنۃ۔ | زوال کے وقت ہر چیز کا سایہ ہے مگر سال کے سب سے لمبے دنوں میں حرمین میں نہیں۔ |

اس کے حاشیے پر اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس نے فرمایا۔

| | |
|---|---|
| کانہ رحمہ اللہ تعالیٰ اطلق العدم واراد القلۃ والا فالمدینۃ الطیبۃ عرضھا اللہ علیٰ لمیل | حضرت امام رحمہ اللہ بولے عدم ہیں اور مراد لیا ہے قلت (کالعدم) ورنہ مدینہ طیبہ کا عرض اللہ ہے میل کلی پر ایک |

---

[1] جلد اول مواقیت باب الابراد بالصلوٰۃ فی شدۃ الحر ص ۳۹۷ [2] ابوداؤد۔ اول۔ صلوٰۃ۔ باب المواقیت ص ۵۶۔
[3] اول۔ صلوٰۃ۔ باب مواقیت الصلوٰۃ ص ۲۱ جلد اول صلوٰۃ ص ۲۰۸۔

الکلی بدرجۃ وثلث وثلثین دقیقۃ فکیف ینعدم فیھا الظل ومکۃ عرضھا۔ کام۔ اقل من المیل الاعظم بدرجۃ وسبع واربعین دقیقۃ فلا ینعدم فیھا الظل فی اطول الایام بل یکون جنوبیاً وانما ینعدم حیث ماذکرنا واللہ تعالیٰ اعلم۔

درجہ تینتیس ۳۳ دقیقہ زائد ہے تو وہاں سایۂ اصلی کیسے معدوم ہوگا۔ اور مکہ مکرمہ کا عرض۔ کام ہے میل اعظم سے ایک درجہ سینتالیس ۴۷ دقیقے کم ہے۔ اس لئے یہاں سایہ اصلی سب سے بڑے دنوں میں بھی معدوم نہ ہوگا بلکہ جنوبی ہوگا معدوم اس وقت ہوگا جس وقت ہم نے ذکر کیا۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا یہ ارشاد اس پر ہے کہ فرمایا۔ اطول ایام میں سایہ نہیں ہوتا۔ ورنہ اس سے اتفاق ہے کہ بعض ایام میں مکہ معظمہ میں سایہ اصلی بالکل نہیں ہوتا۔ فتاویٰ رضویہ جلد دوم[1] میں فرمایا۔

مکہ معظمہ میں تو بعض اوقات یعنی جب آفتاب سمت الراس سے گزرے ..... مطلقاً (سایۂ اصلی) نہیں ہوتا۔ یہ بات وہاں اس وقت ہوتی ہے جب آفتاب ہشتم جوزا سے بیست و دوم سرطان پر ہو یعنی ۳۰ مئی اور ۲۴ جولائی کو۔

## مولوی محمود الحسن اور کشمیری صاحبان پر تعقب

دیوبند کے شیخ الہند صاحب نے تقریر ترمذی میں کہا۔ بعض راسخ فی الحنفیت نے کہا۔ ساوی فیٔ الظلول کے معنی یہ ہیں کہ سائے ٹیلوں کے طول و عرض میں برابر ہو گئے۔ مثلاً ٹیلہ اگر دس ہاتھ لمبا ہے تو سایہ بھی زمین پر دس ہاتھ لمبا ہو جائے۔ یہ درست نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز غروب کے قریب پڑھی۔ غالباً اپنے استاذ محترم کی تحقیق انیق کی بنا پر انور شاہ کشمیری نے فرمایا اگرچہ میرے نزدیک مساواۃ فیٔ الظلول سے حنفیہ کو بھی استدلال نہ کرنا چاہیئے کیونکہ بظاہر راوی کا ارادہ حقیقی مساواۃ کا نہ ہوگا اور نہ مثل و مثلین ثابت کرنا تھا[2]

اس ترقی پسندانہ منطق کی بنیاد غالباً اس پر ہے کہ علماء نے فرمایا کہ سایہ زمین پر مثل اول کے اکثر حصہ کے گزرنے کے بعد نظر آئے گا۔ تو لازم کہ برابر ہوگا مثل ثانی کے بعد اس لئے کہ زمین پر نظر آنے کے لئے ایک دو انگل سائے کا زمین پر پڑنا کافی ہے۔ تو جب ایک دو انگل سایہ مثل اول کے اکثر حصے کے گزرنے کے بعد زمین پر پڑا تو ٹیلوں کے برابر ہوتے ہوتے ضرور آفتاب غروب ہونے کے قریب ہو جائے گا۔ بلکہ اس حساب سے غروب ہو جانا چاہیئے۔ اقول۔ سایہ کے زمین پر آتے آتے مثل اول کے اکثر حصے گزر جانے کی وجہ یہ ہے کہ ٹیلوں کی ساخت ترچھی ہوتی ہے۔ مثلاً زمین پر اس کی چوڑائی دس ہاتھ ہے تو اس کی چوٹی پانچ ہاتھ یا اس سے بھی کم ہوگی۔ اب ایک ٹیلہ پانچ ہاتھ اونچا ہی مان لیجئے تو لامحالہ چوٹی کا سایہ پہلے ٹیلے کی ڈھال پر پڑے گا اسے طے کر کے زمین پر آئے گا ڈھال پر سایہ کے سرکنے کا وہ تناسب نہ ہوگا جو مسطح زمین پر ہوتا ہے بلکہ اس سے کم ہوگا۔ اس لئے زمین پر آتے آتے مثل اول کا اکثر حصہ گزر جائے گا مگر زمین پر آجانے کے

---

[1] ص ۴۴۳ [2] انوار الباری جلد دوازدہم ص ۱۷۱۔

بعد اس کا تناسب وہی ہوگا جو عمودی اشیاء کا ہوتا ہے۔ اس لئے مثل ثانی گزرنے سے پہلے پہلے ٹیلے کے برابر ہو جائے گا۔ اور جب حدیث میں صراحۃ ساوی ظل التلول۔ ہے۔ تو یہ کہنا کہ راوی کا ارادہ حقیقی مساواۃ کا نہ ہوگا۔ بلا وجہ نص صریح میں تشکیک پیدا کرنا ہے۔

**دوسری دلیل** ساوی ظل التلول۔ سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف ابرد۔ یا ابردوا۔ پر انصاف کے ساتھ غور کریں تو اسی سے ثابت کہ مثل ثانی تک ظہر کا وقت ہے۔ گرمیوں میں تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ زوال کے وقت گرمی میں جو شدت ہوتی ہے۔ مثل اول تک اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اگرچہ زوال کے بعد سورج کی کرنیں زمین پر آڑی ترچھی پڑنے لگتی ہیں۔ مگر چوں کہ زمین، پہاڑ، دیواریں تپتی رہتی ہیں اس لئے گرمی کا احساس دوپہر کے برابر ہوتا ہے۔ گرمی کی شدت مثل ثانی ہی میں کم ہونا شروع ہوتی ہے۔ اس لئے۔ اگر ساوی ظل التلول۔ نہ بھی ہوتا اور وقفہ وقفہ کے بعد تین بار۔ ابرد۔ ابرد۔ نہ ہوتا تو بھی ثابت تھا کہ ظہر کا وقت مثل ثانی تک ہے۔ مگر اس میں معاند مجادل کے لئے گنجائش ہے لیکن حضرت ابوذر کی حدیث نے اس گنجائش کو بالکلیہ ختم کر دیا۔ فالحمد علی ذالک۔

**کشمیری صاحب پر تعقب** ظاہر الروایہ یہی ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یہ ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل تک ہے اور عصر کا وقت اس کے بعد شروع ہوتا ہے جیسا کہ تمام متون میں ہے اور اور متون ہی نقل مذہب کے لئے موضوع ہیں۔ امام محمد نے کتاب الاصل یعنی مبسوط میں یہی قول امام لکھا۔ نہایہ میں ہے۔ امام سے یہی۔ ظاہر الروایہ ہے۔ غایۃ البیان میں ہے۔ یہی امام کا مذہب مشہور ماخوذ ہے۔ محیط میں ہے مذہب امام یہی ہے۔ ینابیع میں ہے صحیح یہ ہے کہ یہی امام کا قول ہے[1] اس کے برخلاف کشمیری صاحب فرماتے ہیں کہاں سے لوگوں نے اسے ظاہر الروایت کر دیا حالانکہ آخر وقت ظہر کو نہ جامع کبیر میں ذکر کیا اور نہ صغیر میں اور نہ زیادات میں اور نہ مبسوط میں۔ سرخسی نے تصریح کی ہے کہ محمد نے آخر وقت ظہر کا ذکر ہی نہیں کیا۔ اس طرح سیر کبیر میں بھی اس کا ذکر نہیں اور میں نے سیر صغیر دیکھی نہیں ہے[2]

اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فتاویٰ رضویہ جلد دوم میں تحقیق فرمائی کہ ہمارے بلاد میں فصول کی تقسیم یہ ہے۔ جب آفتاب بروج، حوت، حمل، ثور میں ہو تو موسم بہار ہوگا۔ اور جب جوزا، سرطان، اسد میں ہو تو گرمی اور جب سنبلہ، میزان، عقرب میں ہو تو خریف اور جب قوس، جدی، دلو میں ہو تو جاڑا۔ انگریزی مہینوں سے شدت گرمی کا وقت ۲۲ مئی سے ۲۴ اگست تک ہے[3]

---

[1] البحر الرائق جلد اول۔ صلوٰۃ ص ۲۵۷، ۲۵۸

[2] فیض الباری جلد ثانی ص ۹۴

[3] ص ۲۷۶

**دوسرا تعقب** کشمیری صاحب نے اس پر بھی بہت زور دیا ہے کہ مثل ثانی ظہر اور عصر کا مشترک وقت ہے یہ اس حدیث صحیح سے باطل ہے جسے امام مسلم[1] اور ابوداؤد[2] و نسائی[3] نے اپنی اپنی سنن اور امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ کہ فرمایا۔ وقت الظھر مالم تحضر العصر۔ جب تک عصر کا وقت نہ آئے ظہر کا وقت ہے۔ اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ ظہر اور عصر کے مابین کوئی وقت مشترک نہیں۔

دوسرے یہ کہ ظہر اور عصر کے مابین کوئی ایسا وقت نہیں جس میں نماز فرض کا وقت نہ ہو۔ رہ گئیں تاویلات بارد ہ تو اس سے کون سی نص محفوظ رہ سکتی ہے اس لئے وہ مسموع نہیں۔

**فاذن لھا بنفسین** اس حدیث پر آج کل یہ بہت اشکال پیش کیا جاتا ہے کہ اگر یہ صحیح ہے کہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش کی وجہ سے ہے۔ تو یہ ضروری ہونا چاہیئے تھا کہ گرمیوں میں دن رات چوبیس[4] گھنٹے یکساں گرمی ہوتی اسی طرح جاڑوں میں جاڑا بھی۔ نیز پوری دنیا میں ایک ہی ساتھ گرمی اور ایک ہی ساتھ جاڑا رہتا۔ حالاں کہ خط استوار کے جانب شمال جب گرمی پڑتی ہے تو جانب جنوب جاڑا رہتا ہے اور جب اُدھر جاڑا رہتا ہے تو اِدھر گرمی۔ نیز خط استوار پر ہمیشہ موسم معتدل رہتا ہے۔ حالاں کہ وہاں بھی گرمی اور جاڑا دیگر بلاد کی طرح رہنا چاہیئے۔ اقول وباللہ التوفیق۔ اگر جہنم ایک ہی سانس لیتا تو خطِ استوار کے شمالی اور جنوبی بلاد میں موسم کے تضاد سے استحالہ درست تھا۔ حدیث میں ہے۔ دو[5] سانس لیتا ہے۔ یعنی پوری دو سانس ایسا نہیں کہ سانس ایک ہی لیتا ہے۔ اندر باہر کرنے کو دو سے تعبیر کر دیا۔ پوری سانس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ باہر سے اندر کھینچے اور اندر سے باہر پھینکے۔ جو بلاد اندر کھینچتے وقت اس کی زد میں آتے ہیں وہاں جاڑا پڑتا ہے۔ جو باہر پھینکنے کی زد میں آتے ہیں وہاں گرمی۔ کبھی شمالی بلاد کی طرف باہر پھینکنے کا رخ ہوتا ہے تو ادھر گرمی ہوتی ہے اور کبھی جنوبی بلاد کی طرف باہر پھینکنے کا رخ ہوتا ہے تو ادھر گرمی اسی طرح جاڑا بھی۔

**نفس فی الشتاء** یہاں "الشتاء" اور "الصیف" سے مدینہ طیبہ اور اس کے نواح کا جاڑا اور گرمی مراد ہے یعنی وہ بلاد جو خط استواء کے شمال میں واقع ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اس نواح کے جاڑے میں ایک سانس لیتا ہے اس کی پوزیشن یہ ہوتی ہے۔ کہ اس نواح کے بلاد کے رخ سے سانس اندر کھینچتا ہے اور بلاد جنوبی

---

[1] جلد اول مساجد۔ اوقات الصلوات الخمس ص۲۲۳

[2] ابوداؤد۔ اول۔ صلوٰۃ باب المواقیت ص۵۸

[3] جلد اول۔ صلوٰۃ۔ تعجیل المغرب ص۹۱۔

**حدیث ۳۵۸** اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

امام زہری نے فرمایا کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِیْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّی الظُّھْرَ فَقَامَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورج ڈھلتے ہی باہر تشریف لائے اور ظہر پڑھی۔ اس کے بعد

عَلَی الْمِنْبَرِ فَذَکَرَ السَّاعَۃَ وَذَکَرَ اَنَّ فِیْھَا اُمُوْرًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ

منبر پر کھڑے ہوئے اور قیامت کا ذکر فرمایا۔ اور یہ بیان فرمایا کہ اس میں بڑے بڑے حوادث ہونگے اس کے

یَسْاَلَ عَنْ شَیْءٍ فَلْیَسْاَلْ فَلَا تَسْاَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُکُمْ مَا دُمْتُ فِیْ

بعد فرمایا۔ جو شخص بھی مجھ سے کچھ پوچھنا چاہے تو پوچھ لے جب تک میں یہاں ہوں اس وقت تک جو چیز بھی پوچھو گے

مُقَامِیْ ھٰذَا فَاَکْثَرَ النَّاسُ فِی الْبُکَاءِ۔ وَاَکْثَرَ اَنْ یَّقُوْلَ سَلُوْنِیْ فَقَامَ

میں اُسے بتاؤں گا۔ اس پر لوگ بہت زیادہ رونے لگے اور حضور اقدس بار بار فرماتے مجھ سے پوچھو تو

کی جانب پھینکتا ہے۔ اس کے نتیجے میں بلاد شمالی میں جاڑا رہتا ہے۔ اور بلاد جنوبی میں گرمی۔ اسی طرح نواح مدینہ طیبہ یعنی بلاد شمالی کے گرمیوں کے دنوں میں بلاد جنوبی سے سانس اندر کھینچتا ہے اور بلاد شمالی کی طرف نکالتا ہے۔ اس کے نتیجے میں بلاد جنوبی میں جاڑا اور بلاد شمالی میں گرمی رہتی ہے۔ ھٰذا غایۃ ما قیل فی ھذا الباب والعلم بالحق جل مجدہ وعند رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

**یتفیؤا ایتمیل** قرآن مجید میں ہے۔ یَتَفَیَّؤُا ظِلٰلُہٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰہِ وَھُمْ دٰخِرُوْنَ (النحل ۴۸) اس کی پرچھائیاں دائیں بائیں جھکتی ہیں اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے یَتَفَیَّؤُا کا مادہ فیئ ہے۔ فیئ کا لفظ اس حدیث میں آیا ہے اس لئے حسب عادت امام بخاری نے اس سے مشتق یتفیؤا کی جو قرآن مجید میں آیا ہے۔ تفسیر فرمائی۔ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ فیئ کے معنی جھکنے کے ہیں پرچھائیں کو فیئ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ایک طرف سے دوسری طرف جھکتی رہتی ہے یعنی معنی عرفی اور لغوی میں مناسبت بتائی۔

**تشریحات ۳۵۸** تکمیل یہاں صرف اتنا ہی ہے کہ حضرت عبداللہ نے سوال کیا۔ لیکن کتاب العلم اور

عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ حُذَافَۃَ السَّھْمِیُّ فَقَالَ مَنْ اَبِیْ۔ قَالَ اَبُوْکَ حُذَافَۃُ۔

عبداللہ بن حذافہ سہمی کھڑے ہوئے اور دریافت کیا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے۔

ثُمَّ اَکْثَرَ اَنْ یَّقُوْلَ سَلُوْنِیْ فَبَرَکَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَلٰی رُکْبَتَیْہِ

اس کے بعد بار بار فرماتے رہے مجھ سے پوچھو تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھٹنوں پر کھڑے ہو کر

فَقَالَ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا فَسَکَتَ ثُمَّ

عرض کیا اللہ کے پروردگار ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور حضرت محمد کے نبی ہونے پر ہم راضی ہیں

قَالَ عُرِضَتْ عَلَیَّ الْجَنَّۃُ وَالنَّارُ اٰنِفًا فِیْ عُرْضِ ھٰذَا الْحَائِطِ

اب حضور نے سکوت فرمایا۔ پھر فرمایا۔ جنت اور دوزخ ابھی اس دیوار کے گوشے میں پیش کی گئی۔ ایسی

فَلَمْ اَرَ کَالْخَیْرِ وَالشَّرِّ کَہ

عمدہ اور بری چیز میں نے کبھی نہیں دیکھی۔

کتاب الاعتصام میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ کہ ایک اور صاحب بھی جن کا نام "سعد بن سالم" تھا، کھڑے ہوئے اور یہی سوال کیا تو فرمایا۔ تمھارے باپ کا نام سالم مولی شیبہ ہے نیز کتاب الاعتصام میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ بھی زائد ہے۔ کہ کسی نے پوچھا۔ میں کہاں جاؤں گا (جنت یا دوزخ میں) تو فرمایا جہنم میں۔ دوسری روایت میں یہ بھی زائد ہے۔ کہ اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

| | |
|---|---|
| یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ (مائدہ ۱۰۱) | اے ایمان والو ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو بری لگیں۔ |

**حِیْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ** اس سے ہمیں انکار نہیں۔ کہ سورج ڈھلتے ہی ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہ کہ اول وقت میں نماز بلا کراہت درست ہے۔ نیز یہ کہ جاڑوں میں یہی مستحب ہے کہ ظہر کی نماز اول وقت پڑھی جائے۔ اختلاف اس میں ہے کہ گرمیوں کے موسم میں ظہر کا مستحب وقت کیا ہے ہمارے نزدیک۔ ابراد۔ مستحب ہے۔ اس کی پوری بحث ابھی گزر چکی۔ ابن بطال نے کرخی سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ اول وقت میں نماز نفل ہو گی۔ علامہ عینی نے

---

عہ اول۔ مواقیت باب وقت الظہر عند الزوال صہ ۷۷ ۔ العلم۔ باب من برک علی رکبتیہ عند الامام او المحدث صہ ۲ الصلوٰۃ۔ باب من صلی وقدامہ تنور او نار صہ ۶۲ جلد ثانی اعتصام باب ما یکرہ من کثرۃ السوال صہ ۱۰۸۳ ۲ دو طریقے سے۔

حدیث ۳۵۹ عَنْ اَبِیْ بَرْزَۃَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الصُّبْحَ

حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کی نماز ایسے وقت

وَاَحَدُنَا یَعْرِفُ جَلِیْسَہٗ وَیَقْرَأُ فِیْھَا مَا بَیْنَ السِّتِّیْنَ اِلَی الْمِائَۃِ وَیُصَلِّی

پڑھتے کہ ہم اپنے برابر بیٹھنے والے کو پہچان لیتے اور اس میں ساٹھ سے لے کر سو آیت تک پڑھتے

الظُّھْرَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ وَاَحَدُنَا یَذْھَبُ اِلٰی اَقْصَی الْمَدِیْنَۃِ

اور جب سورج ڈھل جاتا تو ظہر پڑھتے اور عصر اس وقت پڑھتے کہ ہم سے کوئی لوٹ کر مدینے کے کنارے

رَاجِعٌ۔ وَالشَّمْسُ حَیَّۃٌ۔ وَنَسِیْتُ مَا قَالَ فِی الْمَغْرِبِ وَلَا یُبَالِیْ بِتَاْخِیْرِ الْعِشَاءِ

تک چلا جاتا۔ اور سورج متغیر نہیں ہوتا۔ (ابو المنہال نے کہا) میں بھول گیا کہ حضرت ابو برزہ نے مغرب کے بارے میں کیا کہا تھا اور تہائی

اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ ثُمَّ قَالَ اِلٰی شَطْرِ اللَّیْلِ وَقَالَ مُعَاذٌ قَالَ شُعْبَۃُ ثُمَّ

رات تک عشار کی تاخیر کی پرواہ نہیں کرتے تھے پھر فرمایا کہ آدھی رات تک کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ شعبہ نے کہا میں نے ایک بار

فرمایا امام اعظم کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں۔ امام سرخسی نے مبسوط میں فرمایا۔ کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ کہ سورج ڈھلتے ہی ظہر کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ ہاں کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ظہر کا وقت اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ سایہ تسمے کی مقدار نہ ہوجائے اقول غالباً اس قول کی بنیاد اس حدیث پر ہے جو ابو داؤد[1] وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جبرئیل امین نے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سایہ تسمے کے برابر ہوگیا۔ مگر ظاہر ہے یہ کچھ مخصوص ایام کی بات ہے پورے سال کی بات نہیں۔ اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث میں ہے کہ گرمی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز ظہر پڑھنے کے وقت سایہ کی مقدار تین قدم سے پانچ قدم تھی اور جاڑے میں پانچ قدم سے سات قدم تک[2] اس لئے حدیث ابن عباس سے یہ استدلال کہ جب تک سایہ تسمے کے برابر نہ ہوجائے ظہر کا وقت نہیں ہوتا ساقط ہے۔

**تشریحات ۳۵۹** تکمیل اس کے بعد وقت صلوٰۃ العصر اور اذان میں یہ رائد ہے کہ عشار سے پہلے سونے کو اور عشار کے بعد بات کو ناپسند فرماتے تھے۔ اسی روایت میں یہ ہے کہ ایسے وقت نماز فجر پڑھتے کہ ہم اپنے برابر والے کو پہچان لیتے اور ان دونوں جگہوں میں یہ ہے۔ کہ۔ نماز سے فارغ

---

[1] اول۔ صلوٰۃ۔ باب مواقیت الصلوٰۃ ص۵۸ ترمذی۔ اول صلوٰۃ باب مواقیت الصلوٰۃ ص۲۱

[2] ابوداؤد باب وقت صلوٰۃ الظہر ص۵۸ نسائی اول صلوٰۃ باب آخر وقت الظہر ص۸۸

لَقِيْتُهُ مَرَّةً فَقَالَ اَوْ ثُلُثِ اللَّيْلِ ؏

ان سے ملاقات کی تو انہوں نے کہا یا تہائی رات تک۔

ہوتے تو ہم اپنے برابر بیٹھنے والے کو پہچان لیتے۔ احناف کے یہاں نماز فجر میں اسفار مستحب ہے۔ اس کی بحث آگے آئے گی یہاں قابل بحث حدیث کا یہ حصہ ہے والعصر واحدنا یذھب الی اقصی المدینۃ رجع والشمس حیۃ۔ ہم عصر پڑھ کر مدینے کے کنارے لوٹ کر جاتے اور سورج متغیر نہیں ہوتا۔ بعض مترجمین نے یہ ترجمہ کیا ہے۔ ہم سے کوئی مدینے کے کنارے تک جاکر لوٹ آئے۔ مگر یہ ترجمہ اس حدیث کے دوسرے طرق کے معارض ہے۔ ثم یرجع احدنا الی رحلہ فی اقصی المدینۃ والشمس حیۃ کتاب الاذان میں بھی اسی طرح ہے البتہ رحلہ۔ نہیں۔ یعنی ہم مدینے کے کنارے اپنے گھر لوٹتے تو بھی سورج متغیر نہ ہوتا۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ رجع کا متعلق محذوف، الی رحلہ، ہے نہ کہ مسجد نبوی، اس لئے صحیح ترجمہ وہی ہوا جو ہم نے کیا۔ لوٹ کر مدینے کے کنارے تک جاتے اور سورج متغیر نہ ہوتا۔

اس حدیث سے یہ استدلال باطل کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثل ثانی کے شروع ہوتے ہی عصر کی نماز پڑھتے۔ اس لئے کہ ہمارے دیار میں مثل ثانی ختم ہونے کے بعد گرمی کے دنوں میں دو۲ گھنٹے کبھی اس سے زائد بھی وقت رہتا ہے۔ اس لئے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث ابوداؤد[ع] میں ہے اس میں اقصی المدینۃ کے بجائے العوالی۔ ہے اس میں وہیں امام زہری کا قول منقول ہے کہ عوالی مدینہ کا فاصلہ دو۲ یا تین۳ میل تھا۔ یا زیادہ سے زیادہ چار میل۔ اوسط درجے کی رفتار سے ایک گھنٹے میں چار میل طے کیا جا سکتا ہے اس صورت میں مسجد نبوی میں نماز عصر پڑھ کر عوالیٔ مدینہ پہنچنے کے بعد بھی سورج متغیر نہ ہوگا۔ اس لئے کہ سورج میں تغیر بیس۲۰ منٹ غروب سے پہلے ہوتا ہے فرض کیجئے پندرہ۱۵ منٹ میں نماز ہوئی ایک گھنٹے میں عوالی پہونچ گئے۔ تو ابھی سورج ڈوبنے میں پینتالیس۴۵ منٹ باقی رہتا ہے۔ ہمارے یہاں عصر میں تاخیر مستحب ہے ایسے وقت پڑھے کہ وقت مکروہ آنے سے پہلے سنن و مستحبات کے ساتھ نماز ادا کرنے کے بعد اگر نماز میں کسی وجہ سے فساد پیدا ہو جائے تو دوبارہ سنن و مستحبات کی رعایت کے ساتھ پڑھی جا سکے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عشار کو تہائی رات تک مؤخر کرنا مستحب ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا

---

ع اول۔ مواقیت الصلوٰۃ۔ باب وقت الظہر الی الزوال ص۷۰ ایضا باب وقت العصر ص۷۱ ایضا۔ باب مایکرہ من النوم قبل العشاء ص۸۰ ایضا باب مایکرہ من السمر بعد العشار ص۸۴ ایضا۔ اذان باب القرأۃ فی الفجر ص۱۰۶ مسلم۔ صلوٰۃ ابوداؤد۔ صلوٰۃ۔ نسائی۔ صلوٰۃ۔ ابن ماجہ۔ صلوٰۃ

ل اول صلوٰۃ۔ باب وقت العصر ص۵۹۔

**حدیث ۳۶۰** عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی بِالْمَدِیْنَۃِ سَبْعًا وَّثَمَانِیًا اَلظُّھْرَ وَالْعَصْرَ

نے سات رکعت اور آٹھ رکعت مدینے میں نماز پڑھی۔ ظہر اور عصر

وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ فَقَالَ اَیُّوْبُ لَعَلَّہٗ فِیْ لَیْلَۃٍ مَطِیْرَۃٍ قَالَ

اور مغرب اور عشار کی۔ ایوب نے جابر سے پوچھا شاید بارش والی رات میں ہوا ہو

عَسٰی ۱؎

انہوں نے کہا ہو سکتا ہے

**حدیث ۳۶۱** عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ

کہ عشار سے پہلے سونا اور عشار کے بعد دنیوی باتیں کرنی ممنوع ہے۔ میزبان کا مہمان سے، زوجین کا آپس میں بات کرنا مستثنیٰ ہے۔ اسی طرح دینی باتیں بھی۔ بلکہ بربنائے تحقیق مسلمانوں کے مفاد کے لئے دنیوی باتوں کی بھی اجازت ہے۔

**تشریح ۳۶۰** مطلب یہ ہے ظہر اور عصر ایک ساتھ ملا کر آٹھ رکعت اور مغرب وعشار ملا کر سات رکعت پڑھی۔ اس کے معارض حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جسے بخاری[1] اور مسلم[2] نے روایت کیا کہ مزدلفہ کے علاوہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نماز کو اس کے وقت کے علاوہ کسی اور وقت میں پڑھی ہو۔ اس لئے اس سے مراد جمع صوری ہے۔ یعنی ظہر کو مؤخر فرمایا اور اخیر وقت میں ادا فرمایا اور عصر اول وقت میں پڑھی۔ ظہر اپنے وقت میں۔ عصر اپنے وقت میں۔ اسی طرح مغرب کی نماز اخیر وقت میں اور عشار اول وقت میں ادا فرمائی۔

**تشریح ۳۶۱** ابوذر، اور اصیلی اور کریمہ کی روایت میں باب کے عنوان میں یہ تعلیق بھی ہے۔ وَقَالَ اَبُوْ اُسَامَۃَ عَنْ ھِشَامٍ۔ عَنْ قَعْرِ حُجْرَتِھَا یعنی ابو اسامہ نے ہشام سے

---

ع۱ اول۔ مواقیت الصلوٰۃ۔ باب تاخیر الظہر الی العصر ص۷۷ مسلم۔ صلوٰۃ۔ ابوداؤد۔ صلوٰۃ۔ نسائی۔ صلوٰۃ۔

[1] اول مناسک باب متی یصلی الصبح بجمع ص۲۲۸

[2] اول حج باب الافاضۃ من عرفات الی المزدلفۃ ص۴۱۷

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِھَا

تعالیٰ علیہ وسلم عصر کی نماز اس وقت پڑھتے کہ دھوپ (ابھی) ان کے حجرے

(وَفِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی) وَالشَّمْسُ فِیْ حُجْرَتِھَا لَمْ یَظْھَرِ الْفَیْءُ مِنْ

سے باہر نہیں ہوتی۔ دھوپ ان کے حجرے میں رہتی اس کا سایہ حجرے (کی زمین سے)

حُجْرَتِھَا (وَفِیْ اُخْرٰی) وَالشَّمْسُ طَالِعَۃٌ فِیْ حُجْرَتِیْ وَلَمْ یَظْھَرِ

اوپر نہ چڑھا ہوتا اور دھوپ ان کے حجرے میں چمکتی رہتی اور سایہ

الْفَیْءُ بَعْدُ (وَفِیْ اُخْرٰی) وَالشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ تَظْھَرَ۔

اس وقت تک اوپر نہ چڑھا ہوتا۔ دھوپ اوپر ہونے سے پہلے۔

جو روایت کی اس میں حُجْرَتِھَا سے پہلے قعر کا لفظ زائد ہے۔ اس پر شارحین کا اتفاق ہے کہ ان احادیث میں بھی شمس سے مراد دھوپ ہے۔ اور ان سب سے مراد یہ ہے کہ دھوپ حجرے کی زمین پر ہوتی دیوار پر چڑھی نہ ہوتی اور دھوپ کے بعد جو سایہ ہوتا وہ بھی زمین ہی پر ہوتا۔ اس لئے کہ دھوپ کے ساتھ ساتھ سایہ بھی آگے پیچھے ہوتا رہتا ہے۔ جب دھوپ دیوار پر نہیں چڑھی تھی تو اس سے متصل جو سایہ ہوگا وہ بھی نہیں چڑھے گا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لم یظھر الفیء بعد سے مراد مسجد اقدس کی دیوار کا سایہ ہو یا اگر حجرہ مبارکہ کے آگے کوئی آنگن رہا ہو۔ اس کی غربی دیوار کا سایہ مراد ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ فرماتی ہیں دھوپ میرے حجرے میں رہتی۔ بیرونی دیوار کا سایہ حجرے کی شرقی دیوار پر ابھی چڑھا نہ ہوتا۔ ہو سکتا ہے بیرونی دیوار اور دروازے کا تناسب یہ رہا ہو کہ جب بیرونی دیوار کا سایہ حجرے کی شرقی دیوار پر چڑھتا تو حجرہ مبارکہ سے دھوپ غائب ہو جاتی۔ میرے خیال میں یہ دوسرا معنی زیادہ ظاہر ہے۔

## شوافع کا استدلال

اس حدیث سے شوافع نے یہ استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز مثل اول میں پڑھتے تھے۔ اس لئے کہ حجرۂ مبارکہ بہت چھوٹا تھا مثل ثانی کے بعد دھوپ ضرور دیوار پر چڑھ جاتی۔

## جواب

حضرات شوافع کے استدلال کے جواب سے پہلے چند تنقیح طلب امور کی تحقیق ضروری ہے

① حجرہ مبارکہ مسجد اقدس سے بالکل متصل تھا۔ حدیث گزر چکی ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ اعتکاف کی حالت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر اقدس میری طرف بڑھا دیتے۔ میں اس میں کنگھا کر دیتی اور میں حالت حیض میں ہوتی۔ علاوہ ازیں مسجد اقدس کا نقشہ دیکھنے سے بھی یہی ظاہر ہے کہ مسجد مبارک حظیرہ اقدس کی مغربی دیوار تک ہے اور جانب مغرب جالیاں مسجد میں لگائی گئیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسطوانہ سریر اور اسطوانہ محرس تک جالیاں ہیں ② مسجد اقدس پر چھت تھی۔

③ حظیرۂ اقدس اور حجرہ مبارکہ کی غربی دیواریں بالکل متصل ہیں۔ درمیان میں کوئی خلا نہیں۔ جیسا کہ علامہ سہمودی نے وفاء الوفاء میں اپنا مشاہدہ تحریر کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حظیرہ مقدسہ کے بنائے جانے سے پہلے مسجد مبارک حجرۂ اقدس کی غربی دیوار تک تھی۔ ④ اس سے ظاہر ہو گیا کہ حجرہ مبارک کے جانب غرب کوئی صحن نہیں تھا نہ اندرونی جسے آنگن کہتے ہیں نہ بیرونی۔ ⑤ حضرت عائشہ کے حجرہ مبارکہ کی جانب جنوب قبلے کی طرف دیگر ازواج مطہرات کے حجرے تھے۔ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ اسی طرف تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حجرہ مبارکہ میں دھوپ کدھر سے آتی تھی۔ اقول وباللہ التوفیق مسجد اقدس ابتداءً پورب پچھم ساٹھ ہاتھ چوڑی تھی۔ غزوۂ خیبر کے بعد اس میں اضافہ ہوا اور سو ہاتھ چوڑی اور سو ہاتھ لمبی کی گئی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پورب پچھم چالیس[1] ہاتھ کا اضافہ ہوا۔ یہ اضافہ پورب بھی ہوا اور پچھم بھی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ غزوۂ خیبر سے پہلے مسجد اقدس اور حجرہ مبارکہ میں فصل تھا۔ ہو سکتا ہے یہ فصل بیس ہاتھ کے قریب ہو۔ ہو سکتا ہے اس سے کم ہو۔ ہو سکتا ہے ان ایام میں پچھم جانب کچھ آنگن بھی رہا ہو۔ اس سے حجرہ مبارکہ میں دھوپ آتی تھی۔ ہو سکتا ہے کوئی آنگن نہ رہا ہو۔ درمیانی فاصلے سے دھوپ آتی ہو۔ جو لوگ اسلوب کلام سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ان پر ظاہر ہے کہ حضرت ام المومنین کے ارشاد والشمس فی حجرتھا۔ لم یظھر اور لم یظھر الفیٔ بعد۔ سے یہ ظاہر ہے کہ دھوپ شرقی دیوار کے بہت قریب پہنچی ہوتی البتہ دیوار پر چڑھی نہ ہوتی۔ اگر حضرت ام المومنین کی مراد یہ نہ ہوتی تو یوں فرماتیں۔ دھوپ حجرے کے بیچ میں ہوتی۔ چوتھائی میں ہوتی۔ اس وقت سایہ دو مثل کے اندر اندر رہتا یا دو مثل سے زائد ہوتا۔ اس کا فیصلہ اس پر موقوف ہے کہ حجرہ مبارکہ کتنا چوڑا تھا دروازہ کتنا اونچا تھا اور اگر آنگن تھا تو اس کی دیوار کتنی اونچی تھی، آنگن کتنا چوڑا تھا۔ حجرہ مبارکہ کی پورب پچھم چوڑائی کا اندازہ حظیرہ مقدسہ سے لگانا مشکل ہے اس لئے کہ حظیرہ مقدسہ کے دیواروں کی چوڑائی حجرہ مبارکہ کی دیواروں کی چوڑائی اور ان کے درمیان کتنی دوری ہے اس میں مورخین کا اتنا اختلاف ہے کہ کسی ایک بات کا اب فیصلہ بہت مشکل ہے۔ پھر اسے مدار حکم ٹھہرانا کسی طرح صحیح نہیں اور قیاسات سے جو اندازہ ہوتا ہے وہ شواہد کے خلاف اور ہمارا مؤید ہے۔ ① حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرقد مبارک میں پائنتی کی جانب سے اتارا گیا تھا[1] اس سے معلوم ہو گیا کہ مزار مبارک کے پورب جانب قد آدم جگہ تھی ② مرقد اقدس قد آدم سے کچھ زیادہ ضرور ہوگی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مرقد اطہر کے سرہانے سے شرقی دیوار تک لگ بھگ دس فٹ کا فاصلہ ضرور تھا ③ ذوق سلیم بتاتا ہے کہ مرقد اطہر غربی دیوار کے بالکل متصل ہی سے نہیں کھود دی گئی ہوگی بلکہ حجرہ

---

[1] مدارج النبوۃ جلد دوم صـ ۵۶۸۔

مبارکہ کے بیچوں بیچ میں کھودی گئی ہوگی۔ مواجہہ اقدس کا نشان بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ جانب مغرب بھی قد آدم جگہ چھوٹی تھی۔ اس تقدیر پر حجرہ مبارکہ چودہ پندرہ فٹ شرقاً غرباً چوڑا تھا۔ (۴) حجرہ مبارکہ کی چھت قد آدم سے ایک ہاتھ زائد تھی۔ لمبے قد کا آدمی پانچ فٹ ہوتا ہے تو چھت کی بلندی زیادہ سے زیادہ ساڑھے چھ ہاتھ تھی (۵) اس عہد میں دروازے بہت نیچے ہوتے تھے حجرہ مبارکہ کی دیوار بھی اسی کی مقتضی ہے۔ ہوسکتا ہے چار فٹ رہا ہو۔ ہوسکتا ہے پانچ فٹ رہا ہو (۶) اگر جانب غرب کوئی آنگن تھا تو اس کی بھی مغربی دیوار حجرے کی چھت سے اونچی نہ رہی ہوگی کچھ کم ہی رہی ہوگی یا زیادہ سے زیادہ سے برابر رہی ہوگی۔

اب جب کہ حجرہ مبارکہ چودہ پندرہ فٹ چوڑا تھا اور دروازہ پانچ فٹ مان لیجئے تو مثل ثانی ہو جانے کے بعد بھی دھوپ شرقی دیوار سے دور رہے گی۔ شرقی دیوار پر مثل ثالث کے اختتام کے قریب پہنچے گی اسی طرح اگر کوئی آنگن تھا اور اس کی بلندی چھت کے برابر ساڑھے چھ فٹ مانیں تو اس کی دیوار کا سایہ مثل ثانی تک شرقی دیوار کے قریب نہیں پہنچے گا بلکہ بیچ حجرے کے قریب رہے گا۔ اس لئے کہ آخر آنگن بھی کچھ چوڑا رہا ہوگا۔ مدینہ طیبہ میں گرمیوں کے دنوں میں کبھی کبھی سایہ اصلی انگل دو انگل رہتا ہے۔

غرض کہ کسی تقدیر پر شوافع کا استدلال اس حدیث سے۔ دونوں مدعا میں سے کسی پر صحیح نہیں۔ نہ اس پر کہ مثل ثانی میں نماز پڑھی اور نہ اس پر کہ اول وقت پڑھی۔ اس لئے کہ ان کے یہاں اول وقت مثل ثانی کے شروع میں ہے۔ اور تقدیر مذکور پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مثل ثالث میں نماز پڑھی۔ ہمارے مذہب کے مطابق بھی یہ نماز اول وقت میں نہ ہوئی اس لئے کہ حجرہ مبارکہ کے آگے آنگن نہ ہونے کی صورت میں مثل ثانی کے اختتام تک دھوپ تہائی حجرے سے کچھ آگے ہوگی۔ شرقی دیوار تک پہنچنے کے لئے ایک تہائی کے قریب حجرہ طے کرنا باقی ہے اور آگے آنگن مانئے تو آنگن جتنا چوڑا مانیں گے مثل ثانی کے بعد شرقی دیوار تک پہنچنے کے لئے اتنی اور مسافت طے کرنا باقی رہے گی۔ ہم اوپر بتا آئے کہ حضرت ام المومنین کے ارشاد کا اسلوب بتا رہا ہے کہ دھوپ شرقی دیوار تک پہنچی ہوتی البتہ ابھی دیوار پر چڑھی نہیں ہوتی۔ اس سے ثابت کہ یہ نماز مثل ثالث کا معتد بہ حصہ گزرنے کے بعد پڑھی جاتی تھی نہ کہ اول وقت میں۔ اگرچہ ہمارے اس معروض میں کلام کی بہت گنجائش ہے مگر ہم مستدل نہیں مانع ہیں۔ مستدل امام شافعی ہیں۔ ایک مخالف احتمال بھی استدلال کی پوری عمارت ڈھا دیتا ہے۔

حدیث ۳۶۲ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم عصر کی نماز پڑھ لیتے

الْعَصْرَ ثُمَّ یَخْرُجُ الْاِنْسَانُ اِلٰی بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَیَجِدُوْنَهُمْ یُصَلُّوْنَ الْعَصْرَ ؎

پھر کوئی انسان بنی عمرو بن عوف میں جاتا تو انھیں نماز عصر پڑھتے ہوئے پاتا۔

حدیث ۳۶۳ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ یَقُوْلُ صَلَّیْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ الظُّهْرَ ثُمَّ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عمر بن عبد العزیز کے ساتھ ظہر

خَرَجْنَا حَتّٰی دَخَلْنَا عَلٰی اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَوَجَدْنَاهُ یُصَلِّی الْعَصْرَ فَقُلْتُ یَا

کی نماز پڑھی اس کے بعد حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہیں

عَمِّ مَا هٰذِهِ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ صَلَّیْتَ قَالَ الْعَصْرُ وَهٰذِهٖ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ

نماز عصر پڑھتے پایا۔ میں نے عرض کیا اے چچا آپ نے یہ کون سی نماز پڑھی ہے فرمایا عصر۔ یہی وقت رسول اللہ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الَّتِیْ كُنَّا نُصَلِّیْ مَعَهٗ ؎

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس نماز کے پڑھنے کا ہے ہم اسی وقت حضور کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔

حدیث ۳۶۴ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّی الْعَصْرَ ثُمَّ یَذْهَبُ الذَّاهِبُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم عصر کی نماز پڑھ لیتے پھر جانے والا

مِنَّا اِلٰی قُبَاءَ فَیَاْتِیْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ۔

قبا تک جاتا اور وہاں پہنچ جاتا اور سورج بلند رہتا۔

حدیث ۳۶۵ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصر کی

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَیَّةٌ فَیَذْهَبُ الذَّاهِبُ اِلَی

نماز پڑھ لیتے تو بھی سورج بلند روشن رہتا اس کے بعد جانے والا

ؔ اول مواقیت باب وقت صلوٰۃ العصر ص۸۰ مسلم صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ

ؔ اول مواقیت الصلوٰۃ وقت العصر ص۸۰ مسلم صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ

الْعَوَالِيَ فَيَاتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ۔ وَبَعْضُ الْعَوَالِي مِنَ الْمَدِينَةِ

عوالی تک جاتا وہاں پہنچ جاتا اور سورج بلند رہتا (امام زہری نے) کہا کہ مدینے سے بعض عوالی

عَلَى أَرْبَعَةِ أَمْيَالٍ أَوْ نَحْوِهِ ۔ع

کا فاصلہ چار میل یا اس کے مثل ہے۔

## تشریحات ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵

**کنا نصلی** یہ حدیث موقوف یا مرسل ہے۔ اس بارے میں اختلاف ہے۔ اس پر علامہ عینی نے لکھا ہے۔ کہ صحابی کا یہ قول ہم ایسا کرتے تھے مرفوع کے حکم میں ہے ..... بعض لوگوں نے کہا یہ حکماً مرفوع ہے یہی امام حاکم کا مختار ہے۔ امام بخاری نے اسے جس طرح ذکر کیا ہے۔ وہ اس کی جانب مشعر ہے کہ یہ مسند ہے۔ اگرچہ صراحۃً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اضافت نہیں۔ دار قطنی خطیب اور دوسرے لوگوں نے کہا کہ یہ موقوف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ لفظاً موقوف ہے مگر حکماً مرفوع ہے۔ اس لئے کہ یہاں حضرت انس اسے استدلال کے لئے لائے ہیں۔ اس لئے اس پر محمول کرنا ضروری ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسا کرتے تھے۔ اس مخصوص حدیث کے مرفوع ہونے پر یہ بھی دلیل ہے۔ کہ نسائی میں حضرت عبداللہ بن مبارک تلمیذ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ حدیث یوں مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصر کی نماز ایسے وقت پڑھ لیتے۔ الخ

**الیٰ بنی عمرو بن عوف** یہ قبیلہ قبا میں رہتا تھا۔ اس طرح اس حدیث اور حدیث ع۳۶۴ کا حاصل ایک ہوا۔ فرق اس کے بعد ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ وہاں پہنچنے کے بعد دیکھتے کہ وہ لوگ عصر کی نماز پڑھ رہے ہیں اور حدیث ع۳۶۴ میں ہے کہ سورج بلند رہتا۔ نسائی میں حضرت انس سے دو صاحبان نے روایت کی ہے۔ امام زہری نے اور امام اسحٰق بن عبداللہ نے دونوں "الی قباء" تک متفق ہیں آگے یہ ہے کہ ان میں سے ایک نے کہا کہ انھیں نماز پڑھتے ہوئے پاتا۔ دوسرے نے کہا۔ اور سورج بلند رہتا۔ ان دونوں میں تعارض نہیں۔ دونوں باتیں صحیح ہو سکتی ہیں۔ وہاں پہنچنے کے بعد انہیں نماز پڑھتے بھی پایا اور سورج بھی بلند تھا۔ قبا شریف مسجد نبوی سے تین میل ہے۔ ہم پہلے بتا آئے کہ متوسط رفتار سے تین میل پینتالیس منٹ میں طے کیا جا سکتا ہے۔ تو اگر فرض کریں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

---

ع۵ اول مواقیت الصلوٰۃ باب وقت العصر ص۷۸ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

ل۱ جلد اول صلوٰۃ باب تعجیل العصر ص۸۸۔

مثل ثانی ختم ہونے کے بعد نماز پڑھی پھر کوئی قبا گیا تو بھی سورج بلند اور روشن ہوگا اور وہ وقت بھی عصر کا وقت غیر مکروہ ہے۔ اس وقت اگر اہل قبا عصر کی نماز پڑھتے ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ پھر یہ بھی تصریح نہیں کہ جانے والا پیدل ہی جاتا تھا۔ ہو سکتا ہے سواری سے جاتا ہو اور سواری کو دوڑا کر لے جاتا ہو۔ تو اور بھی کوئی الجھن نہیں رہتی۔

**والشمس حیۃ** اس کی تفسیر حضرت امام زہری سے ابو داؤد میں یہ مروی ہے کہ اس کی گرمی محسوس ہو۔ مراد یہی ہے کہ اس میں زردی پیدا نہ ہوئی ہوتی۔

**والعوالی** عوالی، عالیہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی بلند کے ہیں۔ اس سے مراد مدینہ طیبہ کے نواحی کا وہ حصہ ہے جو اپنے مقابل کے اعتبار سے بلند ہے۔ مدینہ طیبہ سے "نجد" کی جانب یعنی مشرقی حصے کو عالیہ کہتے ہیں اور اس کے مقابل تہامہ کی جانب جو مغربی حصے ہیں اسے "سافلہ" کہتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ یہ امام زہری کا ارشاد ہے کہ "عوالی مدینہ طیبہ سے چار میل یا اس کے مثل ہے۔ یعنی کم و بیش چار میل ہے ــــ ابو داؤد میں ہے کہ انھوں نے دو یا تین بتایا۔ راوی نے یہ بھی کہا کہ میں گمان کرتا ہوں کہ انھوں نے یہ بھی کہا۔ یا چار میل ہے۔ یہ اختلاف اس پر مبنی ہے کہ عوالی مدینہ طیبہ سے دو میل سے لے کر آٹھ میل تک ہے۔ قبا شریف بھی عوالی میں ہے۔ ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے اس لئے یہاں بولے تو العوالی ہیں مگر غالباً مراد قبا شریف ہی ہے اس لئے ان روایات میں کوئی تعارض نہیں۔ اور نہ ہمارے مذہب کے معارض۔

**کشمیری صاحب پر تعقب** انوار الباری میں کشمیری صاحب کا یہ قول نقل کیا۔ مؤطا امام مالک میں سیر راکب کا ذکر آتا ہے اور بعض روایات میں سیر عنق بھی وارد ہے یعنی نماز عصر پڑھ کر سوار تیز رفتاری کے ساتھ دو تین فرسخ تک غروب سے قبل پہنچ سکتا تھا[1] اتنی اونچی دوکان سے اتنا پھیکا پکوان۔

گفتگو ہو رہی ہے بخاری کی اس حدیث پر ــــ کہ عصر پڑھ کر جانے والا عوالی تک جاتا اور سورج بلند رہتا۔ آپ ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ جانے والا پیدل نہ جاتا سوار ہو کر جاتا وہ بھی تیز رفتاری سے جاتا اور پیش کر رہے ہیں مؤطائی وہ حدیث جس میں یہ ہے کہ ایک سوار دو فرسنگ یا تین فرسنگ تک جاتا سورج ڈوبنے سے پہلے۔ کہاں عوالی کی بات اور کہاں فرسنگ دو فرسنگ چلنے کی بات کہاں یہ کہ سورج بلند چمکتا رہتا اور کہاں سورج ڈوبنے سے پہلے کی بات۔ اور سیر عنق والی حدیث میں نہ فرسنگ کا تذکرہ ہے اور نہ عوالی کا اور نہ سورج کے بلند اور روشن رہنے کا اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ عصر

---

[1] حصہ دوازدہم ص ۱۷۹

پڑھ کر سوار تیز رفتاری سے چلتا اور سورج ڈوبنے سے پہلے ذوالحلیفہ پہنچ جاتا[1] مگر تحقیق شی دیگر ہے اور خام کار طلبہ پر دھونس جما لینا اور بات ہے۔

## احناف کا مذہب

احناف کا مذہب یہ ہے کہ عصر میں تاخیر مستحب ہے اتنی کہ تمام سنن و مستحبات کے ساتھ ادا کی جا سکے پھر بھی وقت مکروہ کے علاوہ اتنا وقت بچے کہ اگر نماز میں کوئی فساد پیدا ہو جائے تو دوبارہ سنن و مستحبات کی رعایت کے ساتھ ادا کی جا سکے ہماری مستدل یہ احادیث ہیں۔ (۱) حضرت علی بن شیبان کہتے ہیں ہم مدینہ طیبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو (یہ دیکھا) کہ حضور عصر کی نماز دیر کر کے پڑھتے جب تک سورج سفید ستھرا رہتا[2]

(۲) بیہقی نے رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں عصر کے موخر کرنے کا حکم دیتے (۳) ترمذی[3] میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر میں تم سے زیادہ جلدی کرتے تھے۔ اور تم عصر میں جلدی کرتے ہو۔

امام حاکم زیاد بن عبداللہ نخعی سے راوی ہیں کہ ہم کوفے کی مسجد اعظم میں حضرت علی کے ساتھ بیٹھے تھے مؤذن آیا اور عرض کیا اے امیر المومنین نماز عصر۔ فرمایا بیٹھ جا تو وہ بیٹھ گیا پھر آیا اور وہی کہا۔ اس پر فرمایا یہ کتا ہم کو سنت سکھاتا ہے اس کے بعد ہمیں عصر کی نماز پڑھائی۔ عصر سے فارغ ہو کر ہم اسی جگہ آئے جہاں پہلے بیٹھے تھے تو ہم گھٹنوں کے بل کھڑے ہوئے کہ شاید سورج ڈوب گیا ہے۔

موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ عصر اس وقت پڑھ کہ سورج میں زردی نہ آئے وہ سفید چمکتا ہوا ہو[4]

رہ گئیں وہ احادیث جن سے تعجیل مستفاد ہوتی ہے وہ عصر کا اول وقت بتانے کے لئے ہیں اور پھر ہمارے معارض بھی نہیں ہم نے کب یہ کہا ہے کہ اول وقت میں عصر کی نماز پڑھنا مکروہ ہے اس کا بھی احتمال ہے کہ یہی بتانے کے لئے کہ اول وقت میں عصر کی نماز مکروہ نہیں کبھی کبھی اول وقت میں عصر کی نماز پڑھ لی ہے۔

---

[1] نسائی اول مواقیت الصلوٰۃ باب آخر وقت المغرب ص۹۱

[2] ابوداؤد جلد اول صلوٰۃ باب صلوٰۃ العصر ص۵۹

[3] ترمذی جلد اول صلوٰۃ باب ماجاء فی تاخیر صلوٰۃ العصر ص۲۳

[4] ووقت الصلوٰۃ ص۳

حدیث ۳۶۶

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَّذِیْ تَفُوْتُهٗ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی نماز عصر فوت ہو گئی۔ گویا اس کے اہل، مال

وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ ؏ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ یَتِرَكُمْ وَتَرْتُ الرَّجُلَ

برباد ہو گئے۔ ابو عبداللہ یعنی امام بخاری نے فرمایا۔ قرآن مجید میں آیا ہے لن یترکم اعمالکم سورہ محمد ﷺ اور اللہ تمہارے

اِذَا قَتَلْتَ لَهٗ قَتِیْلًا اَوْ اَخَذْتَ مَالَهٗ۔

اعمال ہرگز ہرگز برباد نہ کرے گا۔ وترت الرجل اس وقت بولتے ہیں جب تو اس کے کسی آدمی کو قتل کر دے یا اس کے مال کو لیلے۔

حدیث ۳۶۷

عَنْ اَبِی الْمَلِیْحِ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَیْدَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

ابو الملیح نے کہا کہ ہم حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک جنگ میں بدلی والے دن

فِیْ غَزْوَةٍ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ غَیْمٍ فَقَالَ بَكِّرُوْا بِصَلٰوةِ الْعَصْرِ فَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

میں تھے تو انھوں نے فرمایا۔ عصر کی نماز جلد پڑھ لو اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عصر کی

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ؏

نماز چھوڑی اس کا عمل اکارت ہو گیا۔

## تشریح ۳۶۶

امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حدیث میں جو لفظ (وُتِرَ) آیا ہے اس کے معنی ہیں کسی کو نقصان پہنچانا بے دست و پا کرنا۔

**تشریح ۳۶۷** ہمارا مذہب بھی یہی ہے کہ اگر بدلی ہو تو عصر کی نماز جلد پڑھنی مستحب ہے۔ بلکہ عشاء میں بھی تعجیل مستحب ہے۔

ع اول مواقیت الصلوٰۃ باب اثم من فاتتہ العصر ص۷۸ مسلم صلوٰۃ ابو داؤد صلوٰۃ ۔ ترمذی مواقیت، نسائی مواقیت ابن ماجہ صلوٰۃ۔

ع اول صلوٰۃ مواقیت باب اثم من فاتتہ صلوٰۃ العصر ص۷۸ ایضا باب التکبیر بالصلوٰۃ فی یوم غیم ص۸۳ نسائی صلوٰۃ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

**حدیث ۳۶۸** عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ

حضرت جریر بن عبداللہ (بجلی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم ایک دن نبی

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَی الْقَمَرِ لَیْلَۃً فَقَالَ اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے حضور نے چاند کی طرف نظر فرمائی اور ارشاد فرمایا تم اپنے

رَبَّکُمْ کَمَا تَرَوْنَ ھٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِیْ رُؤْیَتِہٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ

پروردگار کو یقیناً اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو اس کے دیکھنے میں ذرا بھی شک نہ کروگے

لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰی صَلٰوۃٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ

پس اگر تم سے ہوسکے کہ آفتاب نکلنے سے پہلے کی اور آفتاب ڈوبنے سے پہلے کی نماز پر مغلوب نہ ہو تو ضرور انھیں ادا کرلو

قَرَأَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ قَالَ

پھر حضور نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی آفتاب نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے اپنے پروردگار کی تسبیح کرو اسکی حمد کے

اِسْمَاعِیْلُ افْعَلُوْا لَا تَفُوْتَنَّکُمْ ؏

ساتھ۔ اسماعیل یعنی امام بخاری نے کہا افعلوا کا مطلب یہ ہے کہ تم سے یہ نمازیں فوت نہ ہوں۔

**تشریحات ۳۶۸** تُضَامُّوْنَ اس میں دو روایتیں ہیں۔ ایک تار کا ضمہ اور میم ساکن (اس کا مادہ ضیم ہے) جس کے معنی تعب زحمت، دقت، مشقت ہے۔ دوسرے تاء کے فتحہ کے ساتھ اور میم مشدد اس کا مادہ ضمّ ہے۔ ملنا۔ معنی یہ ہوئے کہ ایک دوسرے پر گرو پڑو گے نہیں۔

**لَیْلَۃً** بخاری[1] ہی کی دوسری روایت میں یہ زائد ہے لیلۃ البدر، اور تفسیر میں لیلۃ اربع عشرۃ، زائد ہے۔ یعنی چودہویں رات کو۔ نیز مسلم[2] میں بھی اسی کے مثل ہے۔ باب فضل صلوٰۃ الفجر میں ابن شہاب زہری سے اور کتاب التوحید میں ہے سترون ربکم عیانا۔ تم لوگ اپنے پروردگار کو کھلے بندوں دیکھو گے۔

**سترون ربکم** اہل سنت وجماعت کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ قیامت کے دن مومنین کو اللہ عزوجل

ع جلد اول صلوۃ مواقیت باب فضل صلوۃ العصر ص۷۷ ایضا باب فضل صلوۃ الفجر ص۸۱ جلد ثانی تفسیر باب قولہ فسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب ص۷۱۹ توحید باب قولہ عزوجل وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ ص۱۱۰۵ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد سنۃ نسائی ابن ماجہ سنۃ۔

[1] بخاری جلد اول مواقیت الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ الفجر ص۸۱۔

[2] مسلم جلد اول باب بیان ان اول وقت المغرب عند غروب الشمس ص۲۲۸۔

کا دیدار ہوگا۔ اور چشم سر سے ہوگا۔ روافض معتزلہ بعض مرجیہ اس کے منکر ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ رویت باری تعالیٰ کی احادیث بیس صحابہ کرام سے مروی ہے۔ جو لفظاً نہیں تو معنیً ضرور مشہور ہیں۔ علاوہ ازیں اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ نیز قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔ ارشاد ہے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ — بہت سے منہ اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھنے والے ہوں گے۔

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ — ہاں یہ لوگ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے۔ جب کفار دیدار خداوندی سے محروم ہوں گے تو ثابت کہ مومن سرفراز ہونگے۔

## روافض کے مستدلات

۱: قرآن مجید میں ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد احاطہ بالبصر ہے۔ یعنی آنکھیں اللہ عزوجل کو اپنی شعاعوں سے مکمل طور پر گھیر نہیں سکتیں۔

۲: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھنے کی تمنا پیش کی تو ارشاد ہوا۔ لَنْ تَرَانِيْ۔ اور لَنْ دوامی نفی کے لئے ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہی غلط ہے کہ لَنْ دوامی نفی کے لئے آتا ہے۔ ارشاد ہے ولن یتمنوہ۔ بقرہ ۝ یہود موت کی ہرگز تمنا نہیں کریں گے۔ حالانکہ قیامت کے دن دیگر کفار کی طرح یہ بھی تمنا کریں گے۔ عرض کریں گے۔ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرَابًا۔ اے کاش کہ میں مٹی ہو جاتا۔

۳: ارشاد ہے۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا۔ شوریٰ ۵۱

کسی بشر کی طاقت نہیں کہ اللہ عزوجل سے کلام کرے سوائے اس کے کہ بطور وحی ہو یا یہ کہ یہ بشر پردہ جلال کے ادھر ہو یا یہ کہ کوئی فرشتہ بھیجے۔ جب کلام کرنے کے وقت کوئی انسان اللہ عزوجل کو نہیں دیکھ سکتا تو دوسرے اوقات میں بدرجہ اولیٰ نہیں دیکھ سکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دنیا کے ساتھ خاص ہے۔

۴: بنی اسرائیل نے جب یہ خواہش کی۔ اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً۔ النساء ۝ اللہ عزوجل کو ہمیں کھلے بند دکھائیے ان پر عذاب آیا۔ اگر یہ ممکن تھا تو عذاب کیوں آیا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ ان کا یہ سوال سرکشی اور عناد کی بنیاد پر تھا اس لئے مبتلائے عذاب ہوئے۔ ان کا یہ سوال بالکل اسی طرح ہے جیسے ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال ہوا تھا۔ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيْرًا۔ فرقان ۝ کیوں نہیں ہم پر فرشتے اتارے گئے یا ہم اپنے رب کو دیکھتے۔ یہ اپنے جی میں بہت اونچی اڑان اڑے۔ حد درجہ سرکشی کی۔

کیا فرشتوں کا اترنا بھی ناممکن ہے۔

روافض وغیرہ اپنے اس عقیدے پر نقلی دلیلوں سے عاجز آکر یہ کہتے ہیں کہ عقلاً دیکھنے کے لئے آٹھ باتیں ضروری

**حدیث ۳۶۹** عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ

ہیں۔ نظر کا درست رہنا۔ دیکھی جانے والی چیز ایسی ہو کہ اس کا دیکھنا صحیح ہو سکے۔ رائی مرئی آمنے سامنے ہوں یا آمنے سامنے کے حکم میں ہوں۔ جیسے اعراض کہ یہ جسم کے مقابل نہیں۔ اس لئے کہ عرض جسم کے مقابل نہیں ہو سکتا مگر چونکہ اعراض جسم میں حلول کئے ہوئے ہیں اور جسم رائی کے مقابل ہے تو اعراض پر یہ حکم کرنا کہ وہ بھی رائی کے مقابل میں ہیں صحیح ہے۔ مرئی چیز رائی کے بہت قریب نہ ہو۔ اور غایت دوری پر بھی نہ ہو۔ اور نہ بہت زیادہ چھوٹی ہو اور نہ بہت زیادہ باریک اور یہ کہ رائی اور مرئی کے مابین حجاب نہ ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اخیر کی چھ شرطیں جسم اور جو چیزیں جسم کے حکم میں ہوں۔ انھیں دیکھنے کے لئے شرط ہیں اور اللہ عزوجل نہ جسم ہے اور نہ جسم کے حکم میں ہے۔ لہٰذا اس کے دیدار کے لئے ان شرائط کی حاجت نہیں ہے۔ البتہ دو پہلی والی شرط ضروری ہے یعنی آنکھ کا صحیح وسالم ہونا اور مرئی کا ایسا ہونا کہ اس کا دیکھنا صحیح ہو۔ رویت باری تعالیٰ میں یہ دونوں شرطیں حاصل ہیں اس لئے باری عز اسمہٗ کی رویت کے امکان پر کوئی استحالہ نہیں۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے۔ کہ اس کا دیدار بلا کیف ہوگا۔ دیکھیں گے مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیسے دیکھیں گے جس چیز کو دیکھتے ہیں وہ دیکھنے والے سے کچھ فاصلے پر ہوتی ہے۔ وہاں یہ نہیں۔ نیز اس کا دیدار بلا جہت ہوگا۔ جس چیز کو دیکھتے ہیں وہ دیکھنے والے کے آگے اوپر نیچے دائیں بائیں ہوتی ہے۔ رویت باری اس سے منزہ اور پاک ہے۔ رہا یہ کہ پھر کیسے دیکھیں گے۔ یہی تو کہا جا رہا ہے کہ اس کے دکھائی دینے میں کیسے کیوں کر کو کوئی دخل نہیں۔ انشاء اللہ جب دیکھیں گے تو بتا دیں گے۔ حاصل یہ کہ جیسے اللہ عزوجل تک عقل کی رسائی نہیں اسی طرح اس کے صفات تک رسائی نہیں۔

دنیا میں اللہ عزوجل کا دیدار بیداری میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے اور آخرت میں ہر سنی مسلمان کے لئے ممکن بلکہ واقع ہوگا۔ قلبی دیدار یا خواب میں دیگر انبیاء کرام علیہم السلام بلکہ اولیاء کے لئے بھی حاصل ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں سو بار زیارت ہوئی[1] کافروں کو اللہ عزوجل کا دیدار نصیب نہ ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ منافقین کو بھی نصیب نہ ہوگا اگرچہ اس امت کے منافق ہوں۔

**ثم قرأ** اس کے فاعل حضرت جریر ہیں جیسا کہ مسلم شریف میں ہے، ثم قرأ جریر[2]

**تشریحات ۳۶۹** **یتعاقبون** جمہور کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بندوں کی حفاظت اور ان کے نامۂ اعمال لکھنے کے لئے مقرر ہیں لیکن قاضی عیاض نے فرمایا

---

[1] بہار شریعت حصہ اول صـ۸ [2] مسلم جلد اول صـ۲۲۸

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَتَعَاقَبُوْنَ فِیْکُمْ مَلَائِکَۃٌ بِاللَّیْلِ وَمَلَائِکَۃٌ بِالنَّھَارِ

علیہ وسلم نے فرمایا کچھ فرشتے رات میں اور کچھ فرشتے دن میں یکے بعد دیگرے

وَیَجْتَمِعُوْنَ فِیْ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَصَلٰوۃِ الْعَصْرِ ثُمَّ یَعْرُجُ الَّذِیْنَ بَاتُوْا

آتے رہتے ہیں۔ اور نماز فجر اور نماز عصر میں اکٹھے ہوتے ہیں پھر وہ فرشتے جو تم میں رات

فِیْکُمْ فَیَسْئَلُھُمْ رَبُّھُمْ وَھُوَ اَعْلَمُ بِھِمْ کَیْفَ تَرَکْتُمْ عِبَادِیْ فَیَقُوْلُوْنَ

بھر رہے اوپر جاتے ہیں تو ان سے ان کا رب پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان کے حال کو خوب جانتا ہے تم نے میرے بندوں

تَرَکْنٰھُمْ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ وَاَتَیْنٰھُمْ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ [عہ]

کو کس حال میں چھوڑا تو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ہم نے ان کو چھوڑا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ان کے پاس جب گئے تو بھی وہ نماز میں مشغول تھے

کہ اس کا بھی احتمال ہے کہ محافظین اور کاتبین کے علاوہ اور فرشتے ہوں ان کا قیاس اس پر قائم ہے کہ حضرت آدم کی تخلیق کے وقت فرشتوں نے بنی آدم پر تعریض کرتے ہوئے یہ کہا تھا۔ اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ۔ بقرہ ۳۰ کیا زمین میں ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد مچائیں گے اور خوں ریزیاں کریں گے۔ اسی پر توبیخ کے لئے اللہ عزوجل ان سے پوچھے گا کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں پایا۔ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کا غایت کرم اور اس کی انتہائی مہربانی ہے کہ ان فرشتوں پر ہمارے معاصی کی اطلاع نہیں ہوتی اب یہ بات کراماً کاتبین پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ کراماً کاتبین میں سے ایک برائیاں لکھتا ہے تو کم از کم ان میں سے ایک انسان کے معاصی پر ضرور مطلع ہوتا ہے رہ گئے محافظین تو کسی وقت انسان سے جدا نہیں ہوتے لامحالہ وہ بھی برائیوں پر مطلع ہوتے ہوں گے۔ اس لئے اس حدیث سے نہ تو مراد محافظین ہیں اور نہ کراماً کاتبین ــــ

اقول وباللہ التوفیق ــ اس حدیث کی اس پر قطعاً کوئی دلالت نہیں۔ کہ یہ فرشتے معاصی پر مطلع نہیں ہوتے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ ہم پر شفقت کی وجہ سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض نہیں کرتے۔ حدیث میں اللہ عزوجل کا جو سوال مذکور ہے وہ یہ ہے "تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا۔ چوں کہ نمازیوں کو انھوں نے نماز پڑھتے چھوڑا تھا وہی عرض کردیں گے اگر اللہ عزوجل کا سوال یہ ہوتا کہ میرے بندوں نے دن بھر کیا کیا؟ یا رات بھر کیا کیا؟ پھر وہ اتنا ہی عرض کرتے تو امام قاضی عیاض اور علامہ قرطبی کے استدلال کی گنجائش تھی ــ پھر غور طلب بات یہ ہے کہ فرض

---

عہ اول صلوٰۃ مواقیت الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ العصر ص۷۹ ذکر الملائکہ ص۴۵۷ ثانی توحید باب قول اللہ عزوجل تعرج الملائکۃ والروح الیہ ص۱۱۰۵ ایضا باب کلام الرب مع جبرئیل ص۱۱۱۵ مسلم صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔

کیجئے کوئی بندہ اس وقت گناہ کر رہا ہو تو وہ فرشتے اس کے بارے میں کیا عرض کریں گے اور بے نمازیوں یا جس نے عصر کی نماز قضا کی اس کے بارے میں کیا عرض کریں گے اس لئے خادم کے نزدیک جمہور کی رائے صحیح ہے۔ اس کی تائید اس آیت کریمہ سے بھی ہوتی ہے۔

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (رعد ۱۱) — آدمی کے آگے اور پیچھے کچھ فرشتے ہیں جو بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

ان کی تعداد کتنی ہے۔ اس میں مختلف اقوال ہیں دو، چار، پانچ، دس، ایک سو ساٹھ، وغیرہ۔ حدیث میں ملائکہ جمع ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں معقبات بھی جمع وارد ہے۔ اقل جمع تین ہے اس لئے دو کا قول ساقط اگرچہ کبھی کبھی جمع کا اطلاق مافوق الواحد پر بھی ہوتا ہے مگر یہ خلاف اصل ہے [1]

مشہور یہ ہے کہ کاتب سیئات، جماع اور قضائے حاجت اور نماز کے وقت علیحدہ ہو جاتے ہیں بلکہ شرح جوہر کبیر میں علامہ لقانی نے لکھا ہے کہ اس حالت میں دونوں فرشتے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ انھوں نے یہ بھی لکھا کہ اس حالت میں بندہ جو کچھ کرتا ہے اسے خاص علامتوں کے ذریعے لکھ لیتے ہیں۔ اس پر علامہ شامی نے فرمایا کہ اس پر انھوں نے کوئی دلیل نہیں پیش کی اور یہی حلیہ میں علامہ حلبی نے بھی لکھا ہے۔ اس پر کچھ لوگوں نے اس حدیث سے دلیل پیش کی تھی کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے اپنی چادر بچھا دیتے اور فرماتے اے مجھ پر مقرر کئے ہوئے فرشتو! یہاں بیٹھو میں نے اللہ سے عہد کر لیا ہے کہ بیت الخلاء میں کوئی بات نہیں کروں گا اس کے جواب میں صاحب حلیہ نے فرمایا کہ ہمارے شیخ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

**بَاقُوْا** اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر صرف وہی فرشتے جاتے ہیں جو رات کو بندوں کے ساتھ رہتے ہیں لیکن واقع میں ایسا نہیں کلام کا ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ دو متقابل باتوں میں سے ایک کو ذکر کر دیتے ہیں۔ اور دوسرے کو چھوڑ دیتے ہیں جب کہ ایک کے ذکر سے دوسرا مستفاد ہو جیسا کہ قرآن مجید میں ہے سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ (النحل آیت ۱۸) اور تمہارے لئے لباس بنائے جو تم کو گرمی سے بچائے۔ حالاں کہ لباس جاڑے سے بھی بچاتا ہے مگر صرف گرمی سے بچانے کو ذکر فرمایا جس سے بطور التزام جاڑے سے بچانا ثابت ہو گیا۔ اسی طرح یہاں صرف رات کے فرشتوں کے جانے کا ذکر فرمایا مگر جب کہ پہلے یہ مذکور ہو چکا ہے کہ دن کے فرشتے اور رات کے فرشتے باری باری آتے جاتے ہیں تو اس سے بھی بطور التزام یہ ثابت ہو گیا کہ دن کے فرشتے بھی عصر کے وقت بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو جاتے ہیں۔

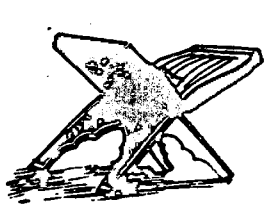
---

[1] شامی جلد اول باب صفۃ الصلوٰۃ صفحہ ۳۷۰

اس حدیث سے نماز فجر اور عصر کی یہ عظیم فضیلت ثابت ہوئی کہ ان دونوں نمازوں کے وقت رات اور دن کے فرشتے جمع ہو جاتے ہیں۔ نیز اس سے بھی عظیم یہ فضیلت ثابت ہوئی کہ ان نمازوں کے وقت اللہ عزوجل کی بارگاہ میں نمازیوں کا ذکر خیر ہوتا ہے۔

**وھو اعلم بھم** اس سے معلوم ہوا کہ سوال اس کی دلیل نہیں ہے کہ سائل مسئول عنہ سے ناواقف ہے۔ واقف ہوتے ہوئے بھی کبھی کبھی کچھ مصلحتوں کی بنا پر سوال کیا جاتا ہے۔ اسی سے وہابیوں کی جہالت ظاہر ہوئی کہ احادیث میں اگر کہیں مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی سوال کیا تو کہہ دیتے ہیں کہ اگر حضور کو علم ہوتا تو کیوں پوچھتے۔ اس سوال میں حکمت یہ ہے کہ فرشتے خیر کی شہادت دیں اور فرشتوں کو یہ تلقین بھی کرنا ہے کہ ان بندوں پر مہربانی کریں نیز یہ کہ جو انھوں نے کہا تھا۔ کیا تو زمین میں ایسے لوگوں کو اپنا نائب بنائے گا جو زمین میں فساد مچائیں گے اور خوں ریزیاں کریں گے حالاں کہ ہم تیری تسبیح و تقدیس اور حمد کرتے ہیں اس کا فرشتوں کو جواب دینا مقصود ہے کہ تم علائق دنیوی سے منزہ ہو کر تسبیح و تقدیس کرتے ہو اور میرے یہ بندے علائق دنیوی کے باوجود میری تسبیح و تقدیس اور حمد کرتے ہیں۔

**کشمیری صاحب پر تعقب** کشمیری صاحب نے فرمایا۔ جب فجر کی فضیلت کا باب قائم کیا تو وہاں بھی اس حدیث کو نہیں لائے اور صرف آیت کریمہ "اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا" ذکر کیا[1] آپ حضرات بخاری شریف مطالعہ کریں انگشت بدنداں رہ جائیں گے۔ اس باب میں اس آیت کا بھی ذکر نہیں۔ اور اگر کشمیری صاحب کی مراد، کتاب الاذان میں جو باب "فضل صلوٰۃ الفجر بالجماعۃ" ہے وہ ہے ــــ تو وہاں یہ حدیث بھی ہے اگرچہ بالاختصار ہے ــــ اور آیت امام بخاری نے نہیں ذکر کی ہے بلکہ حضرت ابو ہریرہ نے خود حدیث بیان کر کے فرمایا کہ ــــ اگر تم چاہو تو یہ آیت کریمہ پڑھو ــــ دیکھئے ص ۹۱ کشمیری صاحب کی دونوں باتیں غلط ہوئیں ــــ انھوں نے کہا کہ امام بخاری یہ حدیث نہیں لائے حالانکہ لائے ــــ انھوں نے کہا کہ صرف آیت مذکورہ ذکر کی ــــ حالانکہ امام بخاری نے یہ آیت نہیں ذکر کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ــــ نے بیان فرمایا ہے ــــ



[1] انوار الباری دواز دہم ص ۱۸۵

**حدیث ۳۷۰**

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَدْرَکَ اَحَدُکُمْ سَجْدَۃً مِّنْ صَلٰوۃِ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے عصر کا ایک سجدہ پالو تو اپنی نماز

تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْیُتِمَّ صَلٰوتَہٗ وَاِذَا اَدْرَکَ سَجْدَۃً مِّنْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ

پوری کرلو۔ اور جب تم سورج نکلنے سے پہلے پہلے صبح کی نماز کا ایک سجدہ پالو تو اپنی نماز

قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْیُتِمَّ صَلٰوتَہٗ ؏

پوری کرلو۔

**تشریحات ۳۷۰**

**سجدۃ** اس سے مراد رکعت ہے جیسا کہ بخاری[1] ہی میں خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے بجائے "سَجْدَۃً" کے "رَکْعَۃً" بھی مروی ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کا کچھ بھی حصہ ملا تو اس کے لئے یہ حکم ہے۔ نماز عصر کے بارے میں اجماع ہے کہ اگر کسی نے سورج ڈوبنے سے پہلے شروع کی اور نماز پوری ہونے سے پہلے پہلے سورج ڈوب گیا تو وہ اپنی نماز پوری کرلے نماز فاسد نہ ہوگی۔ اس میں سر یہ ہے کہ اس نے نماز وقت مکروہ میں شروع کی تھی اور وقت مکروہ ہی میں پوری کی۔ ناقص شروع کی تھی ناقص ادا ہوئی۔ نماز صبح کے بارے میں بھی امام مالک، امام شافعی، امام احمد وغیرہ کا یہی مذہب ہے مگر ہمارے یہاں حکم یہ ہے کہ نماز فاسد ہوجائے گی۔ ان لوگوں کی دلیل یہ حدیث ہے۔

اس مسئلے کو لے کر آج کل کے غیر مقلدین احناف کے متعلق بہت کچھ زہر اگلتے ہیں۔ اس لئے ہم اس کی تھوڑی سی تفصیل عرض کررہے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان اوقات میں نماز سے ممانعت اتنی کثرت سے مروی ہے کہ اتنی کثرت ان اوقات میں نماز کے مباح ہونے کی روایات کی نہیں ہے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ان اوقات میں نماز کا مباح ہونا ان احادیث سے منسوخ ہے جن میں ممانعت وارد ہے وہ اس طرح کہ یہاں محرّم اور مبیح دونوں اکٹھے ہیں اور جب محرّم اور مبیح اکٹھے ہوں گے تو ترجیح محرّم کو ہوگی وہ اس طرح کہ ناسخ کا متاخر ہونا ضروری ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حرمت اباحت سے متاخر ہے۔ اس لئے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور تحریم عارض ہے اس لئے تحریم متاخر ہوگی اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ مبیح اور محرّم میں اجتماع کے وقت مبیح محرّم سے متاخر ہو ورنہ دو مرتبہ نسخ لازم آئے گا

---

ع۔ اول مواقیت باب من ادرک رکعۃ من العصر ص۷۹ من ادرک رکعۃ من الفجر ص۸۲ نسائی صلوٰۃ۔

[1] اول مواقیت باب من ادرک رکعۃ من الفجر ص۸۲

یہ اس طور پر کہ جب اصل اشیاء میں اباحت ہے تو وہ چیز پہلے مباح رہی ہوگی پھر تحریم کے حکم کے بعد اباحت منسوخ ہوگئی اب اس کے بعد پھر اگر کوئی اباحت کا حکم آئے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حرمت منسوخ ہوگئی اب ہوا یہ کہ ایک مرتبہ مُحرّم نے اباحت اصلیہ کو منسوخ کیا پھر مُحرّم کو بعد والے مُبیح نے منسوخ کیا اس طرح نسخ دو دفعہ لازم آیا۔

اقول و باللہ التوفیق ــــ یہی تقریر امام ابوجعفر طحاوی نے بھی شرح معانی الآثار میں کی ہے۔ مگر مجھے اس میں کلام ہے اوّلاً اباحت اصلیہ کا ارتفاع نسخ نہیں ــ کہ مُبیح کے بعد مُحرّم ہو تو نسخ مرتین لازم آئے گا جیسا کہ قبلہ کے بارے میں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ آنے سے پہلے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے جیسا کہ اہل عرب کا دستور تھا۔ پھر جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حکم ہوا کہ بیت المقدس کو قبلہ بنائیں پھر یہ منسوخ ہوگیا۔ یہاں نسخ مرتین نہیں۔ صرف اس لئے کہ مکہ معظمہ میں کعبے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا بغیر حکم خداوندی کے تھا اس کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ مدینہ طیبہ میں جب بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا حکم ہوا تو اس نے پہلے حکم کو منسوخ کر دیا بلکہ یہ کہا جائے گا کہ پہلے من جانب اللہ کوئی قبلہ متعین نہیں تھا مدینہ طیبہ میں اس کا تصریحی حکم نازل ہوا پھر یہ حکم بعد میں منسوخ ہوگیا اس کو یوں سمجھئے کہ نسخ کے لئے کوئی سابق حکم ضروری ہے اور یہاں پہلے سے کوئی حکم تھا ہی نہیں کہ منسوخ ہو۔ ثانیاً جب یہ حدیث اوقات ثلثہ میں نماز سے ممانعت والی حدیث سے منسوخ ہوگئی اور منسوخ پر عمل جائز نہیں تو چاہیئے کہ اس صورت میں عصر کی بھی نماز صحیح نہ ہو فاسد ہو جائے حالانکہ ہمارے ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ نماز عصر اس صورت میں بھی صحیح ہے۔

صحیح توجیہ یہ ہے کہ یہ احادیث اوقات ثلثہ میں نماز سے ممانعت والی حدیث کے معارض ہیں اور دونوں کی تطبیق کی کوئی صورت نہیں تو ہم نے قیاس پر عمل کیا جیسا کہ ہم احناف کا اصول ہے اور جس کی صحت دلائل سے ثابت ہے جیسا کہ اصول فقہ میں مبرہن ہے قیاس اس کا مقتضی ہے کہ فجر کی نماز اس صورت میں فاسد ہو جائے اور عصر کی نماز صحیح ہو جائے وہ اس طرح کہ فجر کی نماز میں کوئی وقت مکروہ نہیں یعنی اس کا کوئی وقت ناقص نہیں ــ پورا کا پورا کامل ہے بخلاف عصر کے کہ اس کا اخیر وقت جبکہ سورج میں زردی پیدا ہو جائے مکروہ اور ناقص ہے اور نماز کا سبب وجوب وقت کا وہ جزء ہے جو ادا کے مقارن ہو وہ اس طرح کہ اوقات نماز کے لئے معیار نہیں بلکہ ظرف ہیں یعنی جیسے روزہ دن بھر رکھنا فرض ہے اس طرح نماز پورے اوقات میں پڑھنا فرض نہیں۔ بلکہ وقت کے کسی بھی جزء میں پڑھیں نماز صحیح ہو جائے گی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اگر نماز کو اوقات کے لئے معیار مانیں تو ادا کی وقت سے تاخیر لازم آئے گی۔ اس لئے یہ متعین ہے کہ وقت کا کچھ جزء سبب وجوب ہے اور یہ ابتداءً وقت کا پہلا جزء ہے اب اگر ادا اسی جزء سے متصل رہی تو سببیت جزء اول کی باقی رہی ورنہ یہ سببیت جزء اول سے

**حدیث ۳۷۱** عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا بَقَاءُکُمْ فِیْمَا سَلَفَ قَبْلَکُمْ مِّنَ الْاُمَمِ

تعالیٰ علیہ وسلم سے انھوں نے سُنا فرماتے تھے۔ تمہارا دنیا میں رہنا اگلی امتوں کی بہ نسبت ایسے ہی ہے

کَمَا بَیْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰی غُرُوْبِ الشَّمْسِ اُوْتِیَ اَهْلُ التَّوْرَاةِ

جیسے عصر سے سورج ڈوبنے تک کا وقت توراۃ والوں کو توراۃ دی گئی

التَّوْرَاةَ فَعَمِلُوْا حَتّٰی اِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوْا فَاُعْطُوْا قِیْرَاطًا

انھوں نے عمل کیا یہاں تک کہ دوپہر کا وقت ہوا تو تھک گئے ان کو ایک ایک قیراط

جزء ثانی پھر جزء ثانی سے جزء ثالث حتی کہ درجہ بدرجہ وقت آخر تک منتقل ہوتی رہے گی یہاں تک کہ وقت کا اتنا جزء باقی رہ جائے جسمیں تحریمہ باندھی جاسکے اب اگر یہ جزء اخیر کامل ہے ناقص اور مکروہ نہیں جیسا کہ فجر میں ہے تو مصلی پر نماز کا کامل طور پر ادا کرنا واجب ہے۔ اب اگر سورج نکل آیا اور نماز پوری نہیں ہوئی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ نماز واجب ہوئی تھی کامل۔ اور سورج نکلنے کے بعد وقت آگیا ناقص مکروہ۔ تو اب بقیہ نماز ادا ہوگی ناقص۔ جو چیز کامل واجب ہوتی ہے تو ناقص ادا کرنے سے ادا نہیں ہوتی جیسے کسی نے روزے کی مطلق منت مانی یا اس کے ذمہ قضا کا روزہ تھا یہ روزہ عید کے دن یا ایام نحر و تشریق میں کوئی رکھے تو روزہ ادا نہ ہوگا۔ اور عصر میں چونکہ نماز وقت ناقص اور مکروہ میں شروع کی اور یہی اس کا سبب بنا تو ناقص واجب ہوئی اس لئے کہ نقصان سبب نقصان مسبب میں مؤثر ہے جب سورج ڈوب گیا تو وقت ناقص ختم ہوگیا وقت کامل آگیا تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ واجب ہوئی تھی ناقص اور اس کا کچھ جزء وقت کامل میں ادا کیا گیا یہ فساد کا موجب نہیں جیسے کسی نے صوم نحر کی منت مانی اور اسے علاوہ ایام ممنوعہ کے کسی دن ادا کر لیا۔ یہ قیاس پر عمل نہیں بلکہ قیاس سے عصر کے بارے میں زیر بحث حدیث کو ترجیح دی گئی اور فجر کے بارے میں اُس حدیث کو جن میں اوقات ثلثہ میں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے یہ ترک حدیث نہیں ہوا بلکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہوگیا اپنے اپنے موقع کے اعتبار سے بخلاف غیر مقلدین کے کہ وہ اس حدیث پر تو عمل کرتے ہیں اور اوقات ثلثہ میں نماز سے ممانعت والی احادیث کو ترک کرتے ہیں۔

**تشریحات ۳۷۱-۳۷۲** اِنَّمَا بَقَاءُکُمْ فی ظرفیت کے لئے آتا ہے اس سے شبہ ہوتا ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس امت کی بقاء امم سابقہ کے زمانہ میں واقع ہوئی حالانکہ ایسا نہیں۔ علامہ ابن حجر نے یہ توجیہ فرمائی کہ فی معنی میں الی کے ہے اور

قِيْرَاطًا ثُمَّ اُوْتِيَ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ الْاِنْجِيْلَ فَعَمِلُوْا اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوْا

دیا گیا پھر انجیل والوں کو انجیل دی گئی۔ انھوں نے عصر کی نماز تک کام کیا پھر تھک گئے

فَاُعْطُوْا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا ثُمَّ اُوْتِيْنَا الْقُرْاٰنَ فَعَمِلْنَا اِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ

تو ان کو بھی ایک ایک قیراط دیا گیا پھر ہم کو قرآن دیا گیا اور ہم نے سورج ڈوبنے تک

فَاُعْطِيْنَا قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ فَقَالَ اَهْلُ الْكِتَابَيْنِ اَيْ رَبَّنَا اَعْطَيْتَ هٰؤُلَاءِ

کام کیا۔ تو ہمیں دو دو قیراط دیا گیا۔ اس پر اہلِ توریت و انجیل کہنے لگے اے ہمارے رب تو نے ان لوگوں کو دو دو

قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ وَاَعْطَيْتَنَا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا وَّنَحْنُ كُنَّا اَكْثَرَ

قیراط عطا فرمائے اور ہم لوگوں کو (صرف) ایک ایک قیراط عطا فرمایا حالانکہ ہم نے ان لوگوں سے زیادہ

عَمَلًا۔ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِّنْ اَجْرِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ قَالُوْا

کام کیا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا کیا میں نے تمہاری مزدوری میں کچھ کمی کی ہے انھوں نے عرض کیا نہیں۔ اللہ تعالیٰ

لَا قَالَ وَهُوَ فَضْلِيْ اُوْتِيْهِ مَنْ اَشَاءُ ؏ھ

نے فرمایا یہ میرا فضل ہے جسے چاہتا ہوں عطا فرماتا ہوں۔

حدیث ۳۷۲ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

الْمُسْلِمِيْنَ وَالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَاْجَرَ قَوْمًا يَّعْمَلُوْنَ لَهٗ

کہ مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے کچھ لوگوں کو مزدوری پر رکھا کہ اس کے

عَمَلًا اِلَى اللَّيْلِ فَعَمِلُوْا اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ فَقَالُوْا لَا حَاجَةَ لَنَا اِلٰى اَجْرِكَ

لئے رات تک کام کریں انھوں نے دوپہر تک کام کیا پھر کہا ہمیں تیری مزدوری کی ضرورت نہیں۔ اب اس شخص نے

بقار اور کما سے پہلے نسبت محذوف ہے مطلب یہ ہوا کہ تمہاری بقار کی نسبت امم ماضیہ کے اعتبار سے وہی ہے جو عصر کے وقت کو پورے دن سے حاصل ہے یہ حدیث احناف کی مؤید ہے کہ عصر کا وقت

ھ جلد اول مواقیت باب من ادرک رکعۃ من العصر قبل الغروب ص۷۹ اجارہ باب الاجارۃ الی صلوۃ العصر ص۳۰۲ الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل ص۴۹۱ ثانی۔ فضائل القرآن باب فضل القرآن علی سائر الکلام ص۷۱۵ توحید باب قولہ عزوجل قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صادقین۔ مسلم ترمذی۔

فَاسْتَاجَرَ اٰخَرِیْنَ فَقَالَ اَکْمِلُوْا بَقِیَّۃَ یَوْمِکُمْ وَلَکُمُ الَّذِیْ شَرَطْتُّ فَعَمِلُوْا

دوسرے لوگوں کو مزدوری پر رکھا اور کہا جتنا دن باقی ہے تم اس میں کام کرو اور تمہارے لئے وہی مزدوری ہے جو میں نے

حَتّٰی اِذَا کَانَ حِیْنُ صَلٰوۃِ الْعَصْرِ قَالُوْا لَکَ مَا عَمِلْنَا فَاسْتَاجَرَ قَوْمًا فَعَمِلُوْا

مقرر کی ہے۔ انھوں نے بھی کام کیا یہاں تک کہ جب عصر کا وقت ہوا تو انھوں نے کہا۔ جو کچھ ہم نے کیا وہ تمہارا (ہمیں چھٹی دو)

بَقِیَّۃَ یَوْمِھِمْ حَتّٰی غَابَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَکْمَلُوْا اَجْرَ الْفَرِیْقَیْنِ ؏

پھر اس شخص نے دوسروں کو مزدوری پر رکھا انھوں نے باقی دن کام کیا یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا انھوں نے دونوں فریقوں کے برابر مزدوری حاصل کی۔

دو مثل گزرنے کے بعد ہے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دن کی تین تقسیم فرمائی۔ ایک صبح سے دوپہر تک دوسرے دوپہر سے عصر تک اور تیسرے عصر سے لے کر مغرب تک۔ یہود نے دوپہر تک کام کیا اور نصاریٰ نے دوپہر سے عصر کے وقت تک اور ان دونوں نے یہ شکایت کی کہ ہم نے اس امت کی بہ نسبت زیادہ کام کیا۔ یہ اسی وقت درست ہوگا جب ظہر کا وقت عصر سے زیادہ مانا جائے اس کی صورت کی سبیل صرف یہی ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل تک اور عصر کا وقت دو مثل کے بعد ہو ورنہ اگر ظہر کا وقت صرف مثل اول تک مانا جائے اور عصر کا وقت مثل ثانی سے غروب آفتاب تک تو بعض موسموں میں عصر کا وقت ظہر سے زیادہ ہو جائے گا یا کم از کم برابر ہوگا اور یہ تاویل کرنی کہ نحن اکثر عملا اپنے مشترکہ وقت کے لحاظ سے کہا ہے یا یہ کہنا کہ اکثر عملاً سے مراد تھوڑے وقت میں زیادہ کام کرنا ہے۔ سیاق حدیث کے خلاف ہے۔

**التوراۃ** بعض لوگوں نے کہا یہ الوراء سے مشتق ہے تفعلۃ کے وزن پر اور انجیل نجل سے مشتق ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ یہ دونوں عجمی کلمے ہیں۔ عربی نہیں۔ امام حسن بصری کی قرارت اَنْجِیْلُ ہے ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ یہ اس کے عجمی ہونے کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ اَفْعِیْلُ کا وزن عرب کی زبان میں نہیں۔

**عجزوا** اس سے مراد یہ ہے کہ ان سے طے یہ تھا کہ دن بھر کام کریں گے اور ان لوگوں نے دن بھر کام نہیں کیا۔ ایک فریق نے دوپہر تک کام کیا پھر انکار کر دیا دوسرے نے عصر کے وقت تک کام کیا اور انکار کر دیا۔

**قیراط** قیراط اصل میں قِرَّاط تھا اس لئے کہ اس کی جمع قراریط آتی ہے جیسے دینار اصل میں دِنّار تھا اس کی جمع دنانیر آتی ہے۔ قیراط میں را اول کو، دینار میں نون اول کو خلاف قیاس یاء سے بدل دیا۔ قاموس میں ہے کہ قیراط کا وزن مختلف بلاد میں مختلف ہے۔ مکہ معظمہ میں دینار کا چوبیسواں حصہ ہوتا ہے اور ایک دینار ساڑھے چار ماشے کا تو قیراط ڈیڑھ رتی کا ہوا اور عراق میں قیراط دینار کا

ع اول مواقیت باب من ادرک رکعۃ من العصر قبل الغروب ص۷۹ اجارہ باب لاجارۃ الی صلوۃ العصر ص۳۰۲۔

بیسواں حصہ ہے اب قیراط پونے دو رتی سے کچھ زیادہ ہوگا۔ غیاث اللغات میں ہے کہ اکثر کا مختار یہ قول ہے کہ قیراط آدھے دانگ کا ہے اور ایک دانگ آٹھ جو کا، اس حساب سے قیراط چار جو کا ہوا۔ علامہ عینی نے بھی یہی لکھا ہے کہ قیراط نصف دانگ ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر ایک کام کرنے والے کو ایک ایک قیراط چاندی دی گئی۔

**ایک شبہے کا ازالہ** بعض محدثین نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس امت کا زمانہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت سے لے کر ہزار سال ہے وہ اس طرح کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دن کے دو حصے کئے۔ نصف اول یہود کے لئے ان کی مدت ایک ہزار چھ سو سال اور کچھ زیادہ تھی جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ نصف آخر کو نصاریٰ اور مسلمانوں کیلئے کیا۔ نصاریٰ کی مدت چھ سو سال ہے اب مسلمانوں کیلئے ہزار سال بچا۔ علامہ عینی نے اس پر اعتراض فرمایا کہ مدت فترت میں اختلاف ہے امام حاکم نے اکلیل میں فرمایا کہ ایک سو پچیس سال ہے اور کچھ لوگوں نے ذکر کیا کہ چار سو سال۔ ایک قول یہ ہے کہ پانچ سو چالیس سال۔ امام ضحاک سے مروی ہے کہ چار سو تیس سے کچھ اوپر۔ جب فترت کا زمانہ ہی متعین نہیں تو نصاریٰ کے مدت کی تعیین مشکل ہے۔

**اقول۔** اگر حدیث کا مذکورہ بالا مطلب لیا جائے تو قول مذکور اس حدیث کے معارض ہوگا اسلئے کہ یہ حدیث صراحۃً دلالت کر رہی ہے کہ اس امت کا زمانہ نصاریٰ سے کم ہے اور اس استدلال کی بنا پر لازم آئے گا کہ اس امت کا زمانہ نصاریٰ سے زیادہ ہو۔ نصاریٰ کا زمانہ صرف چھ سو سال اور مسلمانوں کا ایک ہزار سال۔ ویسے علامہ سہیلی نے حضرت ابن عباس سے ایک حدیث موقوف ذکر کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ دنیا سات دن ہے اور ہر دن ایک ہزار سال کا۔ ایک دوسری حدیث میں بھی ایسے ہی آیا ہے کہ دنیا سات ہزار سال کی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے آخر میں مبعوث ہوئے۔ اسی بنا پر ایک ہزار سال پورے ہونے سے پہلے کچھ لوگوں نے یہ کہا تھا کہ ۱۰۰۰ھ ہجری کے اختتام پر قیامت آجائے گی جس کے رد میں علامہ جلال الدین سیوطی نے ایک رسالہ لکھا تھا "الکشف بتجاوز الامۃ عن الالف" اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے امید ہے کہ اللہ عزوجل اپنے کرم سے میری امت کو نصف یوم اور عطا فرمائے گا۔ اس حساب سے پندرہویں صدی کے اختتام پر قیامت آنی چاہیئے۔ پندرہویں صدی شروع ہو بھی گئی لیکن اشراط کبریٰ میں سے کسی ایک کا بھی ظہور نہیں ہوا۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اس کا جواب یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ کے کرم سے بعید نہیں کہ وہ اس امت کو اور بھی مدت عطا فرمائے۔

**عن ابی موسیٰ** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ اہل توراۃ نے دوپہر تک کام کیا اور عاجز ہو گئے اور اہل انجیل نے دوپہر سے عصر کے وقت تک کام کیا

اور عاجز آگئے اس پر ہر ایک کو ایک ایک قیراط دیا گیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ یہود نے یہ کہا کہ تمہاری مزدوری کی ہمیں حاجت نہیں اور نصاریٰ نے کہا جو ہم نے کیا وہ تیرے لئے ہے یعنی ہمیں مزدوری نہیں چاہیئے یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ دونوں دو حدیثیں الگ الگ ہیں یہی علامہ ابن حجر عسقلانی کی رائے ہے اور یہی ظاہر بھی ہے ابن رشد نے کہا کہ حضرت ابن عمر کی حدیث کا مفاد یہ ہے کہ وہ کام کرنے سے عاجز آگئے تھے اس لئے ان کو کچھ اجرت ملی اس سے یہ ظاہر ہوا کہ اگر عذر کی وجہ سے مامور بہ ادا نہ ہو سکے تو کوئی مواخذہ نہیں بلکہ تھوڑے بہت اجر کا بھی مستحق ہوگا۔

اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا مفاد یہ ہے کہ وہ کام کرنے سے عاجز نہیں ہوئے تھے کاہلی یا سستی کی وجہ سے کام سے انکار کر دیا تھا۔ اس لئے ان کو مزدوری نہیں ملی۔ اس سے ثابت ہوا کہ شرارت یا کاہلی کی وجہ سے جو مامور بہ ادا نہیں کرے گا وہ ثواب کا مستحق نہیں ــــ اقول وباللہ التوفیق۔ علامہ ابن حجر قدس سرہٗ کے اس ارشاد سے کہ یہ دونوں دو حدیثیں ہیں۔ اصل اشکال دفع نہ ہوا کہ دونوں میں تعارض ہے۔ اس لئے اصل جواب یہ ہے کہ دونوں میں کچھ اختصار۔ اور کچھ تفصیل ہے۔ حضرت ابن عمر کی حدیث میں یہ تو مذکور ہے کہ ان دونوں کو کتنی مزدوری ملی مگر یہ مذکور نہیں کہ عاجز آنے کے بعد کیا کہہ کے کام چھوڑا۔ اور حضرت ابو موسیٰ کی حدیث میں مزدوری کا ذکر نہیں مگر یہ مذکور ہے کہ انھوں نے کام کیا کہہ کے چھوڑا تھا۔ دونوں کو ملائیے تو پوری حدیث یہ ہوئی۔ کہ یہود صبح سے دوپہر تک اور نصاریٰ دوپہر سے عصر کے وقت تک کام کر کے تھک گئے اور یہ کہا کہ تمہاری مزدوری کی ہم کو حاجت نہیں۔ ہم نے جو کچھ کیا وہ تمہارا ہے۔ مستاجر نے از راہِ کرم ان لوگوں کو ایک ایک قیراط دیا۔

**باب سے مطابقت** امام بخاری نے یہاں یہ باب باندھا ہے من ادرک رکعۃ من العصر قبل المغرب۔ جس نے مغرب سے پہلے پہلے عصر کی ایک رکعت پائی (اس کا حکم کیا ہے) اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث کو باب سے کیا مناسبت ہے؟ علامہ ابن حجر نے یہ مناسبت بیان فرمائی کہ مہلب نے کہا۔ امام بخاری اس حدیث کو اس ترجمے میں اس لئے لائے ہیں کہ یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ کبھی تھوڑا کام کرنے پر پورا اجر ملتا ہے جیسے اس امت نے عصر سے غروب آفتاب تک کام کیا اور مزدوری دن بھر کے کام کی ملی۔ اسی کی مثل یہ بھی ہے کہ کسی نے عصر کی ایک رکعت پائی اور سورج ڈوب گیا۔ تو بقیہ تین رکعتیں قضا ہو گئیں مگر اس کو ثواب پوری نماز کا ملا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس میں یہ بھی اضافہ کر لیا جائے کہ اللہ عزوجل کے جس فضل نے عصر کے وقت سے غروب آفتاب تک کے کام کو پورے دن کے کام کے قائم مقام کیا وہی اس کا مقتضی ہے کہ عصر کی ایک رکعت پوری نماز کے قائم مقام کر دے۔ دونوں میں قدرے مشترک یہ ہے کہ بعض عمل پورے کے قائم مقام ہے۔

۱۲۲ ت وَقَالَ عَطَاءٌ يَجْمَعُ الْمَرِيضُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ عه

امام عطاء نے فرمایا۔ بیمار مغرب اور عشاء کے مابین جمع کرے۔

**کشمیری صاحب پر تعقب**

فیض الباری[1] میں ہے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ میری امت کے لئے نصف یوم ہے۔ میں نے ابن ماجہ کا ایک ایک ورق دیکھ ڈالا مگر ابن ماجہ میں اس مضمون کی کوئی حدیث نہیں۔ ہاں ابوداؤد[2] میں ہے صرف اتنا۔ کہ اللہ عزوجل اس امت کو نصف یوم سے عاجز نہیں فرمائے گا نیز یہ بھی ہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ میری امت اپنے رب کے حضور اس سے عاجز نہیں ہوگی کہ اسے نصف یوم تک موخر فرمائے۔ راوی حدیث حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ نصف یوم کتنا ہے؟ فرمایا۔ پانچ سو برس۔

اس کی معذرت کرتے ہوئے انوار الباری میں لکھا کہ میری یادداشت میں ابوداؤد کا حوالہ ہے اور یہی صحیح ہے۔ ہوسکتا ہے فیض الباری کے کاتب سے یہ غلطی ہوئی ہو۔ مگر آپ نے ابوداؤد کا حوالہ دیا۔ وہ بھی تو صحیح نہیں۔ آپ کے حضرت نے تو حدیث یہ بتائی ہے ــــ میری امت کے لئے نصف یوم ہے۔ یہ کہاں ابوداؤد میں ہے۔ ابوداؤد کی حدیث کا جو ترجمہ آپ نے کیا ہے وہ یہ ہے ــــ حق تعالیٰ اس امت کو آدھے دن کی مزدوری سے عاجز یا محروم نہ کرے گا۔ دوسری حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے توقع ہے کہ میری امت حق تعالیٰ کی جناب میں اتنی وجاہت پانے سے عاجز نہیں ہے کہ آدھے دن تک سربلندی کا موقع میسر کرے اس میں اور فیض الباری میں بنام حدیث منقول عبارت میں کتنا فرق ہے۔

**تشریح ۱۲۲**

اس سے مراد یہ ہے کہ مغرب کو مغرب کے اخیر وقت میں اتنی دیر میں پڑھے کہ نماز سے فارغ ہوتے ہی مغرب کا وقت ختم ہوجائے اور عشار کا شروع ہوجائے اب فوراً عشار کو اول وقت میں پڑھ لے۔ اسے جمع صوری کہتے ہیں۔ یہ بظاہر جمع ہے حقیقت میں جمع نہیں۔ مغرب اپنے وقت میں پڑھنی ہے اور عشار کو اس کے وقت میں ــــ یہاں امام بخاری نے باب کا عنوان یہ رکھا ہے ــــ وقت المغرب ــــ اس تعلیق میں اگر جمع سے حقیقی مراد لیا جائے تو نہ مغرب کے اول وقت کا پتہ چلتا ہے نہ آخر وقت کا۔ اس طرح تعلیق کو باب سے کوئی مناسبت نہ رہے گی ــــ لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ امام بخاری نے بھی یہاں جمع سے جمع صوری ہی سمجھا ہے۔ اسطرح اس تعلیق کو باب سے یہ مناسبت ہوجائے گی۔ کہ اس سے ثابت ہوگا کہ مغرب کا وقت عشا تک ہے۔ اس سے مغرب کے آخر وقت کا اثبات ہوگیا۔

---

[1] ثانی ص۱۲۵ [2] جلد ثانی فتن باب قیام الساعۃ ص۲۴۲ عه مصنف عبدالرزاق

**حدیث ۳۷۳** قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْصَرِفُ اَحَدُنَا وَاِنَّهٗ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهٖ ؏

ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے پھر لوٹتے تو اپنے تیر کے گرنے کی جگہ دیکھ لیتے۔

**حدیث ۳۷۴** عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَدِمَ الْحَجَّاجُ

محمد بن عمرو بن حسن بن علی نے فرمایا۔ کہ حجاج (مدینہ طیبہ میں) آیا تو ہم نے

فَسَاَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ نبی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَقِيَّةٌ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی نماز دوپہر کو پڑھتے تھے اور عصر کی ایسے وقت کہ

وَالْمَغْرِبَ اِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَاءَ اَحْيَانًا وَاَحْيَانًا اِذَا رَاٰهُمْ اجْتَمَعُوْا

سورج چمکتا ہوتا اور مغرب جب سورج ڈوب جاتا اور عشاء کی کبھی کسی وقت کبھی کسی وقت جب حضور دیکھتے کہ لوگ جمع

**تشریحات ۳۷۳** فینصرف اس حدیث میں یہ مذکور نہیں کہ کہاں پلٹتے مگر دوسری احادیث میں ہے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ہم اپنے اہل میں، بنی سلمہ کے محلے میں جاتے۔ اور یہی حضرت جابر کی حدیث میں بھی ہے۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز مغرب میں تعجیل فرماتے تھے یعنی وقت ہوتے ہی بلا تاخیر پڑھ لیا کرتے تھے۔

**تشریحات ۳۷۴** قَدِمَ الحجاج حجاج مشہور ظالم سفاک ہے جس کے بارے میں کسی نے کہا ہے کہ اگر قیامت کے دن حجاج کی مغفرت ہوگئی تو پھر کوئی مسلمان جہنم میں نہ جائے گا حجاج کی عادت تھی کہ وہ نماز بہت دیر میں پڑھا کرتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شہید کرنے کے بعد جب عبدالملک نے حرمین طیبین بھی اس کی ولایت میں دے دیا تو یہ مدینہ طیبہ آیا اور حسب عادت دیر میں نماز پڑھا کرتا اس بنا پر لوگوں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ کیا تھی اس پر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ

---

؏ اول مواقیت باب وقت المغرب ص۷۹ مسلم صلوٰۃ ابن ماجہ صلوٰۃ

عَجَّلَ وَاِذَا رَآهُمْ اَبْطَأُوْا اَخَّرَ وَالصُّبْحَ كَانُوْا اَوْ كَانَ النَّبِيُّ

ہو گئے ہیں تو جلد پڑھ لیتے اور جب دیکھتے کہ لوگوں نے دیر کر دی تو دیر میں پڑھتے اور صبح کی نماز لوگ "یا یہ کہا" کہ حضور

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهَا بِغَلَسٍ ؏

اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اندھیرے میں پڑھتے تھے۔

عنہ نے یہ ارشاد فرمایا۔

**ھاجرہ** یہ ہجرت سے مشتق ہے جس کے معنی چھوڑنے کے ہیں مراد زوال کے بعد کا وقت ہے۔ اس کو ہاجرہ اس لئے کہتے ہیں کہ گرمی کی شدت کیوجہ سے لوگ اپنے کاروبار چھوڑ کر آرام کرتے تھے۔ یہ حدیث ابراد کے معارض نہیں۔ اس لئے کہ وہ مخصوص وقت کے لئے ہے یعنی گرمی کے دنوں کے لئے ہے اور یہاں عام دنوں کی عادت کریمہ کا بیان مقصود ہے۔ علاوہ ازیں ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ ہاجرہ کے معنی یہ نہیں کہ زوال کے بعد فوراً بلکہ جب تک گرمی میں شدت ہو وہ سب وقت اس کے مفہوم میں داخل ہے۔

**واذا راھم ابطأوا** ہم پہلے بھی بتا آئے کہ عشاء یا کسی بھی نماز کو اس کے اول وقت میں پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔ اس کے افادے کے لئے کبھی کبھی عشاء بھی اول وقت میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ عشاء کا مستحب وقت تہائی رات ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ظاہر حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھ لیا کرتے تھے نمازیوں کے اکٹھا ہونے کا انتظار نہیں فرماتے تھے۔ احناف کے یہاں مستحب یہ ہے کہ فجر کی نماز اجالا ہونے پر پڑھی جائے جیسا کہ ہم پہلے بتا آئے۔ ترمذی[1]، نسائی[2] میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

**اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر** فجر کی نماز اجالے میں پڑھو اس میں زیادہ ثواب ہے

حضرات شوافع نے اس کی تاویل یہ کی کہ مراد یہ ہے کہ جب فجر کے طلوع ہونے کا یقین ہو جائے اس وقت فجر پڑھو لیکن یہ تاویل صحیح نہیں۔ اس لئے کہ "اعظم" اسم تفضیل ہے جو مفضل منہ چاہتا ہے تو بالمقابل کوئی ایسا وقت ہونا چاہئے جس میں اگر نماز پڑھی جائے تو وہ صحیح بھی ہو اور باعث اجر بھی ہو اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جب نماز کے وقت ہونے میں شک ہو تو نماز صحیح نہیں اگر شوافع کی تاویل درست مان لی جائے تو لازم آئے گا کہ فجر کے طلوع میں اگر شک ہو تو بھی نماز فجر صحیح بھی ہو اور باعث اجر بھی ہو۔ اس لئے یہ حدیث اپنے ظاہر معنی پر محمول ہے یعنی اگر تم نماز فجر کے طلوع ہوتے ہی پڑھو گے تو بھی نماز صحیح ہوگی اور اس پر بھی اجر ملے گا۔

---

ع۔ اول مواقیت باب وقت المغرب ص۷۹ ایضا باب وقت العشاء ص۸۰ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ۔

[1] ترمذی جلد اول باب ماجاء فی الاسفار بالفجر ص۲۲ [2] نسائی اول مواقیت باب الاسفار ص۹۴

**حدیث ۳۷۵** عَنْ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنَّا نُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگ نبی صلے اللہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ اِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۔

تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز جب سورج پردے میں چھپ جاتا تو پڑھتے۔

**حدیث ۳۷۶** قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ الْمُزَنِیُّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت عبداللہ المزنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَغْلِبَنَّکُمُ الْاَعْرَابُ عَلٰی اِسْمِ صَلٰوتِکُمُ الْمَغْرِبِ

علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری نماز مغرب کے نام پر دیہاتی غالب نہ ہوجائیں راوی

قَالَ وَیَقُوْلُ الْاَعْرَابُ ھِیَ الْعِشَاءُ ۔

نے کہا دیہاتی لوگ اسے عشاء کہتے تھے۔

لیکن اگر خوب اجالا ہونے پر پڑھو تو اس میں زیادہ ثواب ہے۔

**تشریح ۳۷۵** یہ چوتھی ثلاثی حدیث ہے یہ بھی حضرت مکی بن ابراہیم سے امام بخاری کو ملی جو سیدنا امام الائمہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ ہیں۔

**تشریحات ۳۷۶** عشار کے لغوی معنی رات کی ابتدائی تاریکی کے ہیں۔ دیہاتی لوگ مغرب کو عشار کہنے لگے تھے اس پر تنبیہ فرمانے کے لئے حضور نے یہ ارشاد فرمایا کہ مغرب کو مغرب ہی کہا کرو۔ دیہاتیوں سے متاثر ہوکر اسے عشار نہ کہنے لگنا۔

**ھی العشاء** اس حدیث کے متن میں اختلاف ہے۔ امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابونعیم نے اپنے مستخرج میں اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ایسے ہی روایت کیا ہے۔ لیکن ابومسعود رازی نے عبدالصمد سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے "دیہاتی تمہاری نماز کے نام پر غالب نہ ہوں دیہاتی اس کو عتمہ کہتے ہیں"۔ ایسے ہی علی بن عبدالعزیز بغوی نے امام بخاری کے استاد ابومعمر سے اور طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ اسماعیلی نے ابومسعود رازی کی روایت کو ترجیح دی ہے اس لئے کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی اس حدیث کے موافق ہے۔ جسے امام مسلم نے بطریق ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف ان الفاظ میں روایت کیا ہے "دیہاتی تمہارے نماز کے نام پر تم پر غالب نہ ہوجائیں۔ یہ اللہ کی کتاب میں عشار ہے وہ اندھیرے میں پڑھی جاتی ہے اونٹوں کے دودھ دوہنے تک۔ نیز

عہ جلد اول مواقیت باب وقت المغرب ص۷۹ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ۔

عہ اول مواقیت باب من کرہ ان یقال للمغرب العشاء ص۸۰ لہ مسلم اول مساجد باب وقت العشاء ص۲۳۹

ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث بھی اسی کے مثل ہے۔ اور ابو یعلیٰ اور بیہقی میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں بھی یوں ہی ہے۔ یعنی بخاری کی اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیہاتی مغرب کو عشار کہتے تھے۔ اس پر صحابہ کرام کو متنبہ کیا گیا۔ لیکن دوسری حدیثوں سے نیز اسی حدیث کا جو متن دوسری کتابوں میں ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیہاتی عشار کو عتمہ کہتے تھے۔ اس لئے صحابہ کرام کو اس کی تاکید کی گئی کہ تم لوگ دیہاتیوں سے سن کر عشا کو "عتمہ" مت کہنے لگنا۔ عشار کو عشار ہی کہنا۔ عتمہ کے معنی سخت اندھیرے کے ہیں چونکہ دیہاتیوں کی عادت تھی کہ سورج ڈوبنے کے بعد جب اندھیرا پھیل جاتا تو وہ اونٹوں کو دوہتے تھے اس کے بعد عشار پڑھتے تھے۔ اس لئے عشار کو عتمہ کہتے تھے۔ حالانکہ قرآن مجید میں اس کو عشار فرمایا گیا "وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ"۔

بعض احادیث میں عتمہ کا اطلاق عشار پر آیا ہے۔ اس کی توجیہ امام نووی نے یہ فرمائی کہ اس حدیث میں نہی تحریم کے لئے نہیں۔ تنزیہہ کے لئے ہے یا اس بنا پر ہے کہ اس وقت لوگ عشار کو عتمہ ہی زیادہ تر کہتے تھے۔ ان کے بولنے کا لحاظ کرتے ہوئے عتمہ ارشاد فرمایا تاکہ وہ لوگ صحیح طور پر سمجھ لیں۔

## کشمیری صاحب کا خبط

فیض الباری جلد ثانی صـ ۱۲۹ پر اس باب کے تحت ہے ـــ والعرب یعکسون فی التسمیۃ فکانوا یسمون العشاء العتمۃ ـــ اور اہل عرب الٹا نام رکھتے تھے۔ عشار کو عتمہ کہتے تھے یہاں باب تو یہ ہے ـــ جو مغرب کو عشار کہنے کو مکروہ جانے ـــ پھر توضیح میں اس کے ذکر سے کیا فائدہ کہ۔ عشار کو عتمہ کہتے تھے۔ ایک اور تک بندی ملاحظہ ہو لکھتے ہیں ـــ ولذا یوجد اطلاق العتمۃ فی الاحادیث۔ الخ ـــ اسی وجہ سے ـــ عتمہ ـــ کا اطلاق احادیث میں وارد ہے۔ اس سے اس باب کا کیا تعلق؟ عتمہ کا اطلاق عشار پر آیا ہے۔ نہ کہ مغرب پر ـــ اس حدیث میں تنبیہ اس پر ہے کہ دیہاتی مغرب کو عشار کہتے تھے۔ نہ اس پر ہے کہ عشار کو عتمہ کہتے تھے ـــ اس قسم کے لطائف و ظرائف سے فیض الباری بھری ہوئی ہے۔ اگر ہم تمام کو قلم بند کریں تو کتاب بہت طویل ہو جائے گی اس لئے صرف کہیں کہیں ذکر کر دیتے ہیں۔ یہ اپنی جماعت کے وہ بزرگ ہیں جن کی تعریف میں زمین و آسمان ہی نہیں، تحت الثریٰ اور عرش کے قلابے ملائے جاتے ہیں۔ اور حال یہ ہے کہ ایسی بے تکی بلکہ ان ملی بے جوڑ باتیں کرتے ہیں کہ معمولی طالب علم بھی متحیر ہو جاتا ہے۔ بات وہی ہے کہ ہنگام درس جو جی میں آئے زیادہ سے زیادہ بول کر دھونس جمانے کی ان بزرگوں کی عادت تھی ـــ جو بات سمجھ کی ہو تو ٹھیک اور بے تکی ہو تو یہ پروپیگنڈا کر دیا جاتا تھا۔ کہ اتنی دقیق بات کرتے تھے کہ طلبہ کے فہم سے بالاتر تھی۔

**حدیث ۳۷۷**

اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃً صَلٰوۃَ الْعِشَاءِ وَھِیَ الَّتِیْ یَدْعُوْ النَّاسُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک رات عشار کی نماز پڑھائی وہی جسے لوگ عتمہ کہتے ہیں

الْعَتَمَۃَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَاَقْبَلَ عَلَیْنَا فَقَالَ اَرَاَیْتُکُمْ لَیْلَتَکُمْ ھٰذِہٖ فَاِنَّ

پھر حضور نے رخ انور ہماری طرف کیا اور فرمایا کیا تم نے اس رات کو دیکھا اس رات

رَاْسَ مِائَۃِ سَنَۃٍ مِنْھَا لَا یَبْقٰی مِمَّنْ ھُوَ الْیَوْمَ عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ ؎

سے سو برس گزرنے پر جتنے لوگ آج زمین پر ہیں ان میں کوئی باقی نہ رہے گا۔

**تشریحات ۳۷۷**

یہ حدیث کتاب العلم باب السمر بالعلم میں گزر چکی ہے وہاں اس پر مفصل کلام ہو چکا ہے۔ یہاں چونکہ یہ زائد تھا کہ عشار کی نماز پڑھی جس کو لوگ عتمہ کہتے ہیں اس لئے اس کو ذکر کیا گیا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ عہد رسالت میں بہت سے لوگ عشار کو عتمہ کہتے تھے۔ اسی لئے حضور نے ارشاد فرمایا کہ اعراب تمہاری نماز کے نام پر تم پر غالب نہ ہو جائیں۔ دیہاتی اس کو عتمہ کہتے ہیں۔ غالباً ممانعت سے قبل اس کو لوگ عتمہ کہتے ہوں گے۔ بلکہ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشار کو عتمہ کہا۔ عتمہ کے معنی ہم نے پہلے ذکر کیا، رات کی سخت تاریکی کے ہیں۔ یہ امام نووی نے ارشاد فرمایا خلیل نے کہا کہ شفق ڈوبنے کے بعد کا وقت ہے نیز عتمہ کے معنی دیر کرنے کے ہیں نیز اس دودھ کو بھی کہتے ہیں، جو اونٹنی کے تھن میں چھوڑ دیا جاتا تھا کہ رات میں دوہا جائے، رات کی پہلی تہائی۔ ان سب کا حاصل ایک ہی ہوا چونکہ اونٹنی کا دودھ اسی وقت دوہا جاتا تھا اس لئے اس وقت کا نام عتمہ پڑ گیا اور اسی مناسبت سے اس وقت پڑھی جانے والی نماز کو دیہاتی عتمہ کہنے لگے اس وقت اندھیرا بھی خوب پھیل جاتا تھا اور رات کا ثلث اول بھی ہو جاتا تھا۔

؎ باب ذکر العشاء والعتمۃ ومن رآہ واسعا۔ صـ۸۰

حدیث ۳۷۸

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنْتُ اَنَا وَاَصْحَابِیْ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں اور میرے وہ ساتھی جو کشتی

الَّذِیْنَ قَدِمُوْا مَعِیَ فِی السَّفِیْنَۃِ نُزُوْلًا فِیْ بَقِیْعِ بُطْحَانَ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

میں میرے ساتھ تھے، بقیع بطحان میں اترے تھے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے میں تھے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ فَکَانَ یَتَنَاوَبُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں نماز عشاء کے وقت ان میں کچھ لوگ باری باری حاضر ہوتے تھے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ کُلَّ لَیْلَۃٍ نَفَرٌ مِّنْھُمْ فَوَافَقْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

ایک بار میں اور میرے ساتھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور اپنے کسی کام میں

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَصْحَابِیْ وَلَہٗ بَعْضُ الشُّغْلِ فِیْ بَعْضِ اَمْرِہٖ فَاَعْتَمَ

مصروف تھے اس لئے نماز میں دیر کر دی یہاں تک کہ رات نصف کے قریب ہو گئی

بِالصَّلٰوۃِ حَتّٰی اِبْھَارَّ اللَّیْلُ ثُمَّ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو لوگوں کو نماز

فَصَلّٰی بِھِمْ فَلَمَّا قَضٰی صَلٰوتَہٗ قَالَ لِمَنْ حَضَرَہٗ عَلٰی رِسْلِکُمْ اَبْشِرُوْا اِنَّ

پڑھائی جب نماز پڑھ چکے تو حاضرین سے فرمایا اپنی جگہ بیٹھے رہو تمہیں بشارت ہو تم پر

مِنْ نِّعْمَۃِ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اَنَّہٗ لَیْسَ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ یُصَلِّیْ ھٰذِہِ

اللہ کی نعمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمہارے سوا کوئی بھی نہیں جو اس وقت نماز پڑھتا ہو

السَّاعَۃَ غَیْرُکُمْ اَوْ قَالَ مَا صَلّٰی ھٰذِہِ السَّاعَۃَ اَحَدٌ غَیْرُکُمْ لَا یَدْرِیْ

یا یہ فرمایا کہ تمہارے سوا کسی نے بھی اس وقت نماز نہ پڑھی معلوم نہیں

اَیُّ الْکَلِمَتَیْنِ قَالَ، قَالَ اَبُوْ مُوْسٰی فَرَجَعْنَا فَرِحِیْنَ بِمَا سَمِعْنَا مِنْ

ان دونوں جملوں میں کیا فرمایا تھا۔ حضرت ابو موسیٰ نے کہا ہم نے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؎

سنا اس پر خوش خوش لوٹے۔

؎ اول مواقیت باب فضل العشاء ص۸ مسلم صلوٰۃ

**حدیث ۳۷۹**

عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعِشَاءِ حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ الصَّلٰوةَ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ

علیہ وسلم نے ایک بار عشاء کی نماز میں تاخیر فرمائی یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کو آواز دی نماز۔

فَخَرَجَ فَقَالَ مَا يَنْتَظِرُهَا مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اَحَدٌ غَيْرُكُمْ قَالَ وَلَا يُصَلّٰى يَوْمَئِذٍ

عورتیں اور بچے سو گئے اب حضور باہر تشریف لائے فرمایا تمہارے سوا کوئی بھی روئے زمین پر اس کا انتظار

اِلَّا بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ وَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ اِلٰى ثُلُثِ

نہیں کر رہا ہے۔ راوی نے کہا۔ اس وقت سوائے مدینہ کے کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی راوی نے کہا لوگ شفق

اللَّيْلِ الْاَوَّلِ [ع]

ڈوبنے اور رات کی پہلی تہائی تک نماز پڑھتے تھے۔

**تشریحات ۳۷۸**

**لغات** نزولا، یہ مصدر نہیں، نازل کی جمع ہے جیسے شاھد کی جمع شہود ہے۔ بقیع۔ لمبی چوڑی وسیع زمین کے معنی میں ہے۔ بُطحان مدینہ طیبہ کے متصل جنوب کی جانب ایک جگہ کا نام ہے جو اس وقت میدان تھا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ستر ساتھیوں کے ساتھ حبشہ سے چل کر بحری راستے سے خیبر کے موقع پر خیبر ہی میں حاضر خدمت ہوئے تھے۔ حضرت جعفر بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما ذوالجناحین بھی ہمراہ تھے۔ حضرت ابو موسیٰ یمن کے باشندے تھے مکہ معظمہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے جب یہ اطلاع ملی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی ہے تو یہ یمن سے بذریعہ کشتی مدینہ طیبہ کے ارادے سے چلے مگر آندھی اور طوفان کی وجہ سے کشتی حبشہ پہنچ گئی، سات سال وہاں قیام فرمایا۔ پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور یہیں سکونت اختیار کر لی[۱] حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تاخیر کرنے کا سبب یہ تھا کہ ایک لشکر کی تیاری فرما رہے تھے جیسا کہ معجم طبرانی میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی[۲] ہے۔

---

ع جلد اول مواقیت باب النوم قبل العشاء لمن غلب ص۸۱ ایضا باب فضل العشاء ص۸۰ ایضا اذان باب وضوء الصبیان ص۱۱۹ مسلم۔

۱ الاستیعاب وغیرہ ۲ عینی جلد خامس ص۶۵

حدیث ۳۸۰

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ہم سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً فَاَخَّرَهَا حَتّٰى رَقَدْنَا فِي

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک رات عشاء کے وقت کسی کام میں مصروف ہو گئے اور اسے مؤخر کر

الْمَسْجِدِ ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ رَقَدْنَا ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ

دیا یہاں تک کہ ہم مسجد میں سو گئے پھر ہم جاگے پھر سو گئے پھر جاگے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ يَنْتَظِرُ

علیہ وسلم باہر تشریف لائے پھر فرمایا اہل زمین میں سوائے تمہارے کوئی بھی (اس وقت)

الصَّلٰوةَ غَيْرُكُمْ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُبَالِيْ اَقَدَّمَهَا اَمْ اَخَّرَهَا اِذَا كَانَ لَا

نماز کا انتظار نہیں کر رہا ہے اور ابن عمر اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ اسے اول وقت میں پڑھ لیا یا دیر

يَخْشٰى اَنْ يَّغْلِبَهُ النَّوْمُ عَنْ وَّقْتِهَا وَقَدْ كَانَ يَرْقُدُ قَبْلَهَا قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ

کر کے پڑھی جب اس کا اندیشہ نہیں ہوتا کہ نیند کی وجہ سے قضا ہو جائے اور عشاء کے پہلے سوتے تھے۔ ابن جریج

قُلْتُ لِعَطَاءٍ فَقَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اَعْتَمَ

نے کہا میں نے عطاء سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ حَتّٰى رَقَدَ النَّاسُ

سنا وہ کہتے تھے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں اتنی تاخیر کر دی کہ لوگ سو

وَاسْتَيْقَظُوْا وَرَقَدُوْا وَاسْتَيْقَظُوْا فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

گئے اور پھر جاگے اور پھر سو گئے پھر جاگے۔ تو عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے (اور جا کر

عَنْهُ فَقَالَ اَلصَّلٰوةَ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَخَرَجَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضور سے عرض کیا) نماز۔ عطاء نے کہا۔ ابن عباس نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ الْاٰنَ يَقْطُرُ رَاْسُهٗ مَاءً وَّاضِعًا يَدَهٗ عَلٰى

تشریف لائے گویا میں آپ کو اس وقت دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے اور آپ اپنا ہاتھ سر پر

رَاسِہٖ فَقَالَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ اَنْ یُّصَلُّوْھَا ھٰکَذَا

رکھے ہوئے ہیں پھر فرمایا اگر میں یہ نہ سمجھتا کہ اپنی اُمت کو مشقت میں ڈالوں گا تو انھیں حکم دیتا کہ عشاء کی نماز

فَاسْتَثْبَتُّ عَطَاءً کَیْفَ وَضَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی

اس طرح (یعنی اس وقت) پڑھا کریں (ابن جریج نے کہا) پھر میں نے عطاء سے تحقیق حال کے لئے پوچھا کہ نبی

رَاسِہٖ یَدَہٗ کَمَا اَنْبَأَہُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَبَدَّدَ لِیْ عَطَاءٌ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ شَیْئًا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے سر پر ہاتھ کس طرح رکھا تھا جیسے ان کو ابن عباس نے بتایا تھا تو عطاء نے (مجھے

مِنْ تَبْدِیْدٍ ثُمَّ وَضَعَ اَطْرَافَ اَصَابِعِہٖ عَلٰی قَرْنِ الرَّاْسِ ثُمَّ ضَمَّھَا

دکھانے کیلئے) اپنی انگلیوں کے درمیان کچھ فاصلہ رکھا اس کے بعد انگلیوں کے سرے سر کے ایک جانب رکھ دیا

یَمُرُّھَا کَذٰلِکَ عَلَی الرَّاْسِ حَتّٰی مَسَّتْ اِبْھَامُہٗ طَرْفَ الْاُذُنِ مِمَّا

پھر ان کو ملا کر اس طرح سر پر کھینچا کہ حضور کا انگوٹھا حضور کے کان کی لو سے اور چہرہ کے قریب ڈاڑھی کا جو

یَلِی الْوَجْہَ عَلَی الصُّدْغِ وَنَاحِیَۃِ اللِّحْیَۃِ لَا یَعْصِرُ وَلَا یَبْطِشُ اِلَّا کَذٰلِکَ

کنارا ہے اس سے مل گیا حضور جب بھی بالوں سے پانی نچوڑتے اور انھیں پکڑتے تو ایسے ہی کیا کرتے اور فرمایا اگر میری

وَقَالَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ اَنْ یُّصَلُّوْا ھٰکَذَا [عہ]

امت پر شاق نہ ہوتا تو انھیں حکم دیدیتا کہ عشاء کی نماز اسی طرح (یعنی اسی وقت) پڑھا کریں۔

## تشریحات ۳۷۹/۳۸۰

یہاں امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا ہے۔ النوم قبل العشاء لمن غُلِبَ۔ جو نیند سے مغلوب ہوجائے اسے عشا سے پہلے سونا۔ چونکہ عشاء کے پہلے سونے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے۔ جن سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی حالت میں سونے کی اجازت نہیں۔ اس لئے ضروری ہوا کہ اس کی توضیح کر دی جائے۔ اس مقصد کے لئے یہ باب قائم کیا اور یہ بتایا کہ جو شخص نیند سے مغلوب ہو جائے اسے سونے کی اجازت ہے۔

**حتی ناداہ عمر** مسلم[1] میں یہ زائد ہے۔ کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نماز کے لئے اصرار کرنا تمہیں مناسب نہیں۔

---

عہ جلد اول مواقیت باب النوم قبل العشاء لمن غلب ص۸۱ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد طہارت نسائی۔

[1] جلد اول مساجد باب وقت العشاء وتاخیرھا ص۲۲۸۔

**ماینتظرھا** اس کی توجیہ خود اس حدیث کے راوی نے کردی۔ کہ اس وقت سوائے مدینے کے اور کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی۔ یعنی علانیہ جماعت کے ساتھ۔ اس لئے کہ مکہ مکرمہ میں جو کمزور مسلمان تھے وہ تنہا تنہا چھپ چھپا کر نماز پڑھتے تھے۔ **اقول** ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری ۶ھ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اس وقت مدینہ طیبہ میں کئی مسجدیں تھیں۔ دارقطنی نے فرمایا کہ نو مساجد تھیں جن میں باجماعت نماز ہوتی تھی اور مسجد قبا تو اول روز سے موجود تھی۔ مگر ان مساجد کے لوگ اس وقت تک نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ اَب اس توجیہ کی توضیح یہ ہے کہ ان دنوں مدینہ طیبہ کے علاوہ اور کہیں علانیہ جماعت کے ساتھ نماز نہیں ہوتی تھی اور مدینہ طیبہ کی دوسری مساجد میں اس وقت سے پہلے نماز ہو چکی تھی۔ اس لئے یہ ارشاد اپنے ظاہر معنی کے اعتبار سے بھی درست ہے۔

**ان یغیب الشفق** امام مالک امام شافعی امام احمد امام محمد امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ شفق اس سرخی کا نام ہے جو غروب کے بعد افق پر رہتی ہے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یہ ہے کہ شفق اس سفیدی کو کہتے ہیں جو سرخی کے بعد افق پر اثر دکھن پھیلی رہتی ہے۔ اور یہی حضرت سیدنا صدیق اکبر معاذ بن جبل ابو ہریرہ اُبی بن کعب، ام المومنین حضرت عائشہ اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ایک روایت کی بنا پر ابن عباس کا بھی مذہب ہے۔ نیز عمر بن عبد العزیز، عبد اللہ بن مبارک امام زفر امام اوزاعی (فی روایۃ) مزنی بن منذر، ابو ثور اور مبرد، فرّاء اور ثعلب کا بھی قول ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسے امام ابن ہمام نے فتح القدیر[1] میں بحوالہ ترمذی بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ذکر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

| | |
|---|---|
| وان آخر وقت المغرب حین یغیب الافق وان اول وقت العشاء حین یغیب الافق۔ | بے شک مغرب کا آخر وقت وہ ہے جب افق غائب ہو جائے اور عشار کا اول وقت وہ ہے جب افق غائب ہو جائے۔ |

اور یہ سب کو معلوم ہے کہ جب تک سفیدی رہے گی افق غائب نہ ہوگا۔ تو ثابت کہ سپیدی کے غروب ہونے تک مغرب کا وقت ہے۔ ترمذی کے ہندوستانی مطبوعہ نسخے میں حدیث کے اول جز میں بجائے "افق" کے "شفق" ہے مگر اخیر کا حصہ بعینہٖ موجود ہے۔ اس لئے مدعا پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس لئے کہ اس پر اتفاق ہے کہ مغرب اور عشار کے مابین نہ کسی اور نماز کا وقت ہے اور نہ کوئی وقت نماز سے خالی ہے۔ تو جب یہ موجود ہے کہ عشار کا اول وقت "افق" غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ مغرب کا وقت افق غائب ہونے تک ہے۔ بلکہ اس نسخے نے واضح

---

[1] جلد اول باب الاوقات ص۸۷ نول کشور۔

کردیا کہ جن احادیث میں "شفق" آیا ہے۔ اس سے مراد سپیدی ہے سرخی نہیں۔

امام برہان الدین مرغینانی قدس سرہٗ نے ہدایہ[1] میں اس پر اس حدیث سے استدلال فرمایا۔ وآخر وقت المغرب اذا اسود الافق مغرب کا وقت وہ ہے جب افق تاریک ہو جائے۔ اس پر درایہ میں فرمایا میں نے اس کو نہیں پایا۔ اقول۔ امام ابن ہمام نے ترمذی کے حوالے سے جو روایت مذکورہ ذکر فرمائی ہے وہ اسی کے ہم معنی ہے۔ اس لئے کہ افق کے غائب اور تاریک ہونے کا مطلب ایک ہی ہے اور روایت بالمعنی شائع ذائع ہے۔ ہو سکتا ہے امام مرغینانی کی مراد یہی حدیث ہو علاوہ ازیں ہم مقدمہ میں بتا آئے ہیں۔ کہ اس کا قوی امکان ہے کہ ہزارہا ہزار احادیث تدوین سے رہ گئی ہوں۔ صاحب درایہ کا مطلب واضح ہے کہ انھوں نے اپنے عہد کی کتابوں میں اسے نہیں پایا۔ ان کے عہد میں کتنی کتب حدیث ناپید ہو گئی تھیں۔ اس لئے ان کے اس فرمانے سے "کہ میں نے نہیں پایا" یہ لازم نہیں کہ یہ حدیث بے اصل ہے۔ پھر ہم مقدمہ ہی میں بتا آئے کہ فقیہ جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ یہ حدیث اس کے نزدیک صحیح اور ثابت لائق استدلال ہے۔ اس کی مثال بخاری کی تعلیقات ہیں۔ کتنی تعلیقوں کا حدیث کی کتابوں میں کہیں پتہ نہیں۔ مگر سب کا اتفاق ہے کہ جب امام بخاری نے اسے اپنی جامع صحیح میں ذکر فرمایا ہے تو ضرور اس کی اصل ہے۔ ہمارے نزدیک فقہاء کا کسی حدیث سے استدلال اس کی دلیل ہے کہ وہ ضرور ضرور لائق استدلال ہے۔ یعنی صحیح ورنہ حسن ضرور ہے۔

## کشمیری صاحب کا خبط

فیض الباری[2] میں ہے۔ کہ ہماری دلیل ترمذی کی یہ حدیث ہے ــــ حتی یسود الافق ــ آج کل ایسے حوالے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بعینہ یہ لفظ موجود ہے۔ گزر چکا کہ ترمذی میں یہ لفظ نہیں۔ ترمذی کیا کسی حدیث کی کتاب میں یہ لفظ نہیں۔

## قیاس سے استدلال

احادیث میں تصریح ہے کہ مغرب کا آخری وقت غروب شفق ہے۔ اور شفق کا اطلاق، سرخی اور سپیدی دونوں پر ہوتا۔ سورج ڈوبتے ہی مغرب کا وقت یقینی طور پر شروع ہو گیا تھا۔ سرخی کے غروب سے وقت نکلا یا نہیں۔ یہ مشکوک ہے۔ اور شک یقین کو زائل نہیں کرتا۔

نماز مغرب، نماز فجر کے مماثل ہے اس معنی کر کہ وہ طلوع آفتاب سے پہلے کی نماز ہے اور یہ غروب کے بعد کی۔ فجر کا وقت سپیدی و سرخی دونوں کا مجموعہ ہے تو مغرب کا بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ شفق کے اصلی معنی رقت کے ہیں اسی لئے شفقت قلب بمعنی رقت قلب کے ہے۔ معنی منقول اور منقول عنہ میں مناسبت ضروری ہے۔ سرخی میں رقت نہیں غلظت ہوتی ہے۔ رقت سپیدی میں ہوتی ہے۔ اس لئے شفق سفیدی

---

[1] جلد اول صـ۶۶ [2] جلد ثانی صـ۱۳۱

کا نام ہے نہ کہ سرخی کا۔ امام شافعی وغیرہ کا استدلال اس حدیث سے ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شفق سرخی ہے۔ اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا۔ مگر بیہقی اور نووی نے فرمایا۔ صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے۔ جو حدیث مرفوع اور نہ اکابر صحابۂ عظام کے ارشاد کے معارض بھی ہے[1]۔

**فاخرھا** اس سے مراد یہ ہے کہ جس وقت عموماً عشاء پڑھتے تھے اس سے موخر فرمایا۔

**حتی رقدنا** اس سے وہ لوگ استدلال کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ نیند ناقض وضوء نہیں۔ اس لئے کہ حدیث میں یہ نہیں کہ ان حضرات نے جاگنے کے بعد وضو فرمایا ہو۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ وہ اس طرح بیٹھے بیٹھے سوتے تھے کہ ٹیک لگائی تھی۔ نہ ان کی بیٹھک ایک یا دونوں زمین سے جدا ہوئی تھی۔ کہ وضو ٹوٹتا۔ اس کی پوری تفصیل گزر چکی ہے۔

**کان ابن عمر** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عشاء کی نماز کبھی ابتداء ہی میں پڑھ لیتے تھے کبھی تاخیر سے پڑھتے۔ اس لئے کہ آدھی رات تک عشاء کا وقت کراہت سے خالی ہے۔ کبھی عشاء سے پہلے سو بھی رہتے جب انھیں قضا ہو جانے کا خطرہ نہیں رہتا۔ اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ اس لئے کہ عشاء سے پہلے سونا کروہ تنزیہی ہے وہ بھی اس کے لئے جسے عشاء قضا ہو جانے کا اندیشہ ہو اور کوئی جگانے والا نہ ہو۔

**قال ابن جریج** چونکہ یہ بات مشہور تھی۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشاء سے پہلے سونے کو ناپسندیدہ فرمایا ہے۔ اور حضرت ابن عمر کی اس حدیث اور ان کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ عشاء کے پہلے سونے میں کوئی حرج نہیں۔ اس لئے ابن جریج نے حضرت عطاء سے اسے بیان کر کے اس کی تصدیق چاہی۔ تو امام عطاء نے حضرت ابن عباس کی حدیث بیان کر کے اس کی تائید کر دی۔

**اعلم** ۔ صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ متعدد بار ہوا ہے۔ اس لئے کہ ہر راوی واقعے کو اس طرح بیان کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چشم دید بیان کر رہا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں اپنی حاضری کے ابتدائی دنوں کا واقعہ بیان کر رہے ہیں۔ یہ ۷ھ میں مدینہ حاضر ہوئے تھے حضرت ابن عباس ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہیں۔ البتہ ام المومنین حضرت صدیقہ اور حضرت ابن عمر ابتداء ہجرت ہی سے مدینہ طیبہ میں تھے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں کافی مماثلت ہے۔ دونوں میں تاخیر کی علت کسی اہم معاملے میں مشغولیت مذکور ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عرض کا ذکر نہیں۔ ہو سکتا ہے یہ دونوں ایک ہی واقعہ ہو۔ مگر ام المومنین اور ابن عباس کی احادیث یقیناً دو واقعے ہیں۔ اس کا بھی

---

[1] فتح القدیر جلد اول باب الاوقات ص ۸۷ نول کشور

امکان ہے کہ ابو موسیٰ اشعری ام المومنین اور ابن عمر کی احادیث ایک واقعے سے متعلق ہوں۔ روایت میں تفصیل و اجمال ہو گیا۔ مگر ابن عباس کی حدیث یقیناً الگ واقعہ ہے۔

**لولا ان اشق** اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو انھیں حکم دیتا کہ اسی طرح یعنی اس وقت عشا پڑھیں مراد یہ ہے کہ یہی عشا کا وقت مقرر کر دیتا یہی ہماری دلیل ہے کہ عشا میں تاخیر مستحب ہے۔ اگر تقلیل جماعت کا اندیشہ نہ ہو۔

**حضور شارع ہیں** اس حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار حاصل تھا کہ نمازوں کے اوقات جو چاہیں مقرر فرمائیں۔ یہ دلیل ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو احکام شرعیہ میں ترمیم و تبدیل کا حق عطا فرمایا۔ جسے اس کی پوری تفصیل دیکھنی ہو وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ "منیۃ اللبیب بان التشریع بید الحبیب" کا مطالعہ کرے۔ یہ رسالہ "الامن والعلیٰ" کے ساتھ اور علیحدہ بھی چھپ چکا ہے۔

**عشار کا آخری وقت** عشار کا وقت کب تک ہے۔ اس سلسلے کی تمام احادیث پر جب نظر کرتے ہیں تو اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ غروب شفق سے لے کر پوری رات عشار کا وقت ہے۔ حضرت ابن عباس حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ روایت کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے تہائی رات تک موخر فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ حضرت انس رضی تعالیٰ عنہما نے یہ روایت کی کہ آدھی رات تک موخر فرمایا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ روایت کیا کہ رات کی دو تہائی تک مؤخر فرمایا۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ روایت کی کہ اتنی تاخیر فرمائی کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا۔ ان سب کے مجموعے سے ظاہر ہو گیا کہ پوری رات عشار کا وقت ہے۔ اسی لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا۔ رات میں جس وقت چاہو عشار پڑھو البتہ اس سے غافل ہو کر قضا مت کر بیٹھنا۔ اوقات صلوٰۃ مالا یدرک الا بالسماع ہیں یہ مرفوع کے حکم میں ہے۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا اسی وقت فرمایا۔ کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے۔ کہ پوری رات عشار کا وقت ہے۔ حدیث ہی سے ثابت ہے کہ فجر و ظہر کے علاوہ بقیہ نمازوں کے اوقات میں ایسا تسلسل ہے کہ جب تک دوسری نماز کا وقت نہیں آجاتا۔ سابقہ نماز کا وقت باقی رہتا ہے۔ مسلم میں ہے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ لیلۃ التعریس کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیند میں تفریط نہیں۔ تفریط اس پر ہے جو نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت

---

لہ جلد اول مساجد باب قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ صـ ۲۳۹۔

ت ۱۲۳ وَقَالَ اَبُوْ بَرْزَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

اور حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَحِبُّ تَاْخِیْرَھَا۔

عشار کی تاخیر کو پسند فرماتے تھے۔

حدیث ۳۸۱ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَخَّرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃَ الْعِشَاءِ اِلٰی نِصْفِ اللَّیْلِ ثُمَّ صَلّٰی ثُمَّ قَالَ قَدْ صَلَّی۔

عشار کی نماز میں آدھی رات تک تاخیر فرمائی۔ اس کے بعد پڑھی پھر فرمایا لوگ نماز پڑھ کر

آجائے۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ جب تک دوسری نماز کا وقت نہ آجائے پہلی نماز کا وقت باقی ہے صاحب ہدایہ اس پر اس حدیث سے دلیل لائے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا طلوع فجر تک عشار کا وقت ہے۔ یہ حدیث موجودہ کتب حدیث میں نہیں۔ مگر ہم بتا آئے ہیں کہ فقیہ جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو یہ اس کے لائق استدلال ہونے کے لئے کافی ہے جیسے امام بخاری کی تعلیقات ہیں۔ عشار کے وقت میں یہ تفصیل ہے کہ تہائی رات تک افضل ہے اور اس کے بعد آدھی رات تک بلا کراہت صحیح، آدھی رات کے بعد مکروہ۔

**تشریح ۱۲۳** یہ حدیث ۳۵۹ کے اخیر حصے کی ایک روایت ہے۔ گذشتہ روایت کے الفاظ یہ تھے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشار کی نماز تہائی یا آدھی رات تک اگر موخر ہو جائے تو کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ان دونوں روایتوں کو ذہن میں رکھنے کے بعد اس تعلیق کی باب سے مطابقت واضح ہو جاتی ہے۔ یہاں باب کا عنوان ہے عشار کا وقت آدھی رات تک ہے۔"

**تشریحات ۳۸۱** الی نصف اللیل اس کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس روز عشار کی نماز آدھی رات کے بعد پڑھی۔ مگر مسلم کی روایت اس پر نص ہے کہ اس سے مراد آدھی رات کا قرب ہے۔ اس میں بطریق قتادہ یہ الفاظ ہیں۔ حتی کان قریباً من نصف اللیل۔

النَّاسُ وَنَامُوْا اَمَا اَنَّكُمْ فِيْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرْتُمُوْهَا وَزَادَ ابْنُ

سو گئے۔ سنو تم لوگ جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے نماز ہی میں تھے۔ ابن ابی مریم نے یہ روایت کیا (کہ حضرت

اَبِيْ مَرْيَمَ — كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى وَبِيْصِ خَاتَمِهٖ لَيْلَتَئِذٍ عه

انس نے یہ بھی فرمایا تھا) گویا میں اس رات حضور کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا ہوں

**حدیث ۳۸۲**

عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَبِيْ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ عه

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو دونوں ٹھنڈی نمازیں پڑھے گا جنت میں داخل ہوگا۔

**حدیث ۳۸۳**

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَدَّثَهٗ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے

اَنَّهُمْ تَسَحَّرُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامُوْا

حدیث بیان فرمائی کہ ان لوگوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی پھر نماز کے لئے کھڑے

**تشریحات ۳۸۲**

بردین سے مراد نماز عصر و فجر ہے اور مراد پابندی کے ساتھ پڑھنا ہے۔ ان دونوں نمازوں کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ فجر کا وقت سونے کا ہے اور عصر کے بعد لوگ بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول ہوتے ہیں یا دوسرے کاموں میں۔ نیز گزر چکا کہ ملائکہ ان دونوں اوقات میں بدلتے ہیں جو ان نمازوں کا پابند ہوگا اس کا آخری عمل جو خدا کی بارگاہ میں پیش ہوگا وہ نماز ہوگی۔ علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر موقوف ایک حدیث میں ہے۔ نماز صبح کے وقت منادی ندا دیتا ہے۔ اے بنی آدم! اٹھو اور اپنے اوپر جو جلا رہے ہو بجھاؤ۔ اسی طرح نماز عصر کے بعد بھی یہ ندا دیتا ہے اس پر جو لوگ طہارت کرکے نماز پڑھ لیتے ہیں تو جب سوتے ہیں ان پر کوئی گناہ نہیں رہتا۔[1]

**تشریحات ۳۸۳**

تسحروا کا مادہ سحر ہے۔ جس کے معنی وہ کھانا اور مشروب ہے جو سحری کے وقت کھایا جائے۔ سُحْر سین کے ضمہ کے ساتھ بھی آتا ہے۔ یہ مصدر بھی

عه جلد اول مواقیت باب وقت العشاء الی نصف اللیل ص۸۱ اذان باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ ص۹ جلد ثانی لباس باب ص۸۷ مسلم صلوٰۃ۔ ابوداؤد صلوٰۃ ابن ماجہ صلوٰۃ مسند امام احمد عه جلد اول مواقیت باب فضل صلوٰۃ الفجر ص۸۱ مسلم صلوٰۃ دارمی مسند احمد بن حنبل [1] عینی جلد خامس ص۷۲ بحوالہ طبرانی و ابوالقاسم جزری۔

إِلَى الصَّلٰوةِ قُلْتُ كَمْ بَيْنَهُمَا قَالَ قَدْرُ خَمْسِيْنَ اَوْ سِتِّيْنَ يَعْنِيْ اٰيَةً ؏

ہوئے۔ حضرت انس نے فرمایا میں نے پوچھا دونوں کے مابین کتنا فصل تھا۔ فرمایا۔ پچاس یا ساٹھ آیت پڑھنے کا۔

ہے اور حاصل مصدر بھی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سحری دیر کرکے طلوع فجر کے وقت کھانی مستحب ہے احناف کے یہاں فجر میں اسفار اگرچہ رمضان میں بھی مستحب ہے۔ مگر یہ حدیث اس کے معارض نہیں۔ اس لئے کہ اول وقت بھی فجر کی نماز بلا کراہت درست ہے۔ سحری کھانے کے بعد سونے سے غفلت کی نیند آجاتی ہے۔ جس سے جماعت بلکہ بعض اوقات نماز کے چھوٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ اور آج مسلمانوں کا جو حال ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ اس لئے اس خادم نے اپنے یہاں اسی حدیث کے مطابق اول وقت میں نماز فجر پڑھنی رائج کی ہے۔ اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ اسے ہر طبقے نے پسند کیا اور اب اس پر عمل بہت دور تک ہو رہا ہے۔

اسی حدیث کو اس کے بعد امام بخاری نے حضرت انس ہی سے ان الفاظ میں روایت کی ہے کہ اللہ عزوجل کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور زید بن ثابت نے سحری کھائی۔ سحری سے فارغ ہو کر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اخیر میں یہ ہے۔ کہ سحری اور نماز میں اتنا وقفہ تھا کہ کوئی پچاس آیت پڑھ لیتا۔ دونوں روایتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی روایت کی بنا پر یہ حدیث مسانید زید بن ثابت سے ہے اور دوسری کی بنا پر مسانید انس سے۔ نیز پہلی میں تردید ہے کہ پچاس یا ساٹھ آیتیں پڑھنے کی مقدار کا وقفہ تھا۔ دوسری میں تعیین ہے کہ پچاس آیتوں کا وقفہ تھا۔ امام مسلم[1] نے صرف پہلی روایت ذکر کی ہے اس سے ظاہر ہے کہ پہلی روایت راجح ہے۔ طحاوی[2] میں بطریق ہشام دستوائی حضرت انس اور حضرت زید بن ثابت دونوں سے یوں روایت ہے کہ ہم نے سحری کھائی۔



ع جلد اول مواقیت باب وقت الفجر ص۸۱ صوم باب قدر کم بین السحور وصلوٰۃ الفجر ص۲۵۷ مسلم۔ صوم ترمذی صوم نسائی صوم ابن ماجہ۔ دارمی۔ مسند امام احمد۔

۱ جلد اول صیام باب فضل السحور ص۲۵۰۔

۲ جلد اول الصلوٰۃ باب الوقت الذی یصلی فیہ الفجر ص۱۰۴۔

**حدیث ۳۸۴**

عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ اَنَّہٗ سَمِعَ سَھْلَ بْنَ سَعْدٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

ابو حازم سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عَنْہُ یَقُوْلُ کُنْتُ اَتَسَحَّرُ فِیْ اَھْلِیْ ثُمَّ تَکُوْنُ سُرْعَتِیْ اَنْ اُدْرِکَ

کو یہ فرماتے ہوئے سنا میں اپنے اہل کے ساتھ سحری کھاتا پھر مجھ کو جلدی ہوتی کہ رسول اللہ

صَلٰوۃَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؎

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پالوں۔

## تشریح ۳۸۴

یہاں امام بخاری نے باب کا عنوان یہ قائم کیا ہے۔ وقت الفجر۔ اس حدیث سے فجر کا اول وقت اس طرح سمجھ میں آتا ہے۔ کہ حضرت سہل کی جلدی اسی بنا پر تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر طلوع ہوتے ہی نماز فجر شروع فرمادیتے تھے تو معلوم ہوا کہ فجر کا اول وقت طلوع فجر ہے۔ ان احادیث سے امام بخاری یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ فجر کی نماز اول وقت میں پڑھنی افضل ہے۔ اگرچہ باب سے یہ ظاہر نہیں اس کی توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ رمضان المبارک میں یہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی۔

## اسفار کے استحباب پر ایک نیا استدلال

مگر ان سب کے معارض حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے جسے امام بخاری نے مناسک[1] میں ذکر فرمایا ہے۔ کہ جب فجر طلوع ہوگئی تو فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت (طلوع فجر کے وقت) کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے مگر صرف یہ نماز اس جگہ اس دن یہ نمازیں اپنے وقت سے ہٹادی گئی ہیں۔ مغرب مزدلفہ میں آنے کے بعد اور فجر، فجر طلوع ہوتے ہی ــــ عن وقتھا سے مراد جس وقت عادۃً پڑھی جاتی تھیں ورنہ ظاہر ہے کہ طلوع فجر کے بعد فجر کا وقت ہوگیا تو وقت سے کہاں ہٹائی گئیں۔ نفی کا استغراق یہ چاہتا ہے۔ رمضان میں بھی فجر کی نماز اول وقت نہیں پڑھتے تھے۔ اس لئے دونوں میں تطبیق کی یہی صورت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں نفی سے مراد عادت ہے یعنی اس وقت نماز پڑھنے کی عادت مستمرہ نہیں تھی نہ رمضان میں نہ غیر رمضان میں۔ اور ان احادیث کا محل یہ ہے کہ کبھی کبھار رمضان میں اول وقت پڑھ لیا کرتے تھے یہ بالکل ظاہر ہے۔ اس لئے کہ حضرت انس کی حدیث میں صرف ایک بار کا واقعہ

---

؎ جلد اول مواقیت باب وقت الفجر ص۸۲ صوم باب تعجیل السحور ص۲۵۷

[1] اول۔ باب من اذن واقام لکل واحدۃ منہما ص۲۵۷۔

حدیث ۳۸۵ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً مِّنَ الصَّلٰوۃِ فَقَدْ اَدْرَکَ الصَّلٰوۃَ[1]

علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز کی ایک رکعت پالی اس نے نماز پالی۔

حدیث ۳۸۶ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ شَھِدَ عِنْدِیْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ مجھے پسندیدہ لوگوں نے یہ بتایا اور

رِجَالٌ مَّرْضِیُّوْنَ وَاَرْضَاھُمْ عِنْدِیْ عُمَرُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

ان سب میں سب سے زیادہ میرے نزدیک پسندیدہ عمر ہیں۔ کہ نبی صلے اللہ

مذکور ہے۔ البتہ حضرت سہل کی حدیث میں استمرار کا پہلو ظاہر ہے مگر وہ اس پر نص نہیں کہ نماز فجر اول وقت ہوتی تھی۔ ہوسکتا ہے ان کا گھر میل دو میل کی دوری پر رہا ہو۔ اس لئے وہ جلدی کرتے تھے امام نووی نے اس حدیث پر یہ اعتراض کر دیا کہ عرفہ میں عصر وقت سے پہلے پڑھی جاتی ہے پھر یہ حصر درست نہیں۔ اس وجہ سے یہ حدیث معنًا معلول ہے لائق اعتبار نہیں ۔ اقول۔ موقع کے اعتبار سے روایت میں اختصار پسندی راویوں کی عام عادت ہے اسی کے مطابق یہاں بھی اختصار ہے ورنہ نسائی[2] میں یہی حدیث حضرت ابن مسعود ہی سے یوں ہے۔

کَانَ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی الصلوٰۃ لوقتھا الا بجمع وعرفات[3]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام نمازیں اپنے اپنے وقت میں ادا فرماتے تھے مگر جمع (مزدلفہ) اور عرفات میں۔

**تشریح ۳۸۵** یعنی اس نے جماعت پالی۔ اسے جماعت کا ثواب ملے گا۔ رکعت سے پوری رکعت مراد نہیں۔ بلکہ مطلقًا نماز کا جزء مراد ہے۔ اس لئے اگر کوئی قعدہ اخیرہ میں سلام سے قبل شامل ہوا اور ایک تسبیح کی مقدار نماز مل گئی تو وہ بھی شامل جماعت ہوگیا اسے بھی جماعت کا ثواب ملے گا۔ اسی طرح اگر کوئی رکوع میں شامل ہوا تو اسے وہ رکعت مل گئی۔

**تشریح ۳۸۶** نماز فجر کے بعد سورج نکلنے تک صرف نوافل مکروہ ہیں۔ فرائض مثلاً قضا بلا کراہت درست ہے۔ عصر کے بعد غروب آفتاب تک بھی پورا وقت مکروہ ہے۔ مگر اس میں تفصیل ہے۔ غروب سے بیس منٹ پہلے تک صرف نوافل مکروہ ہیں فرائض نہیں اور

---

[1] ثانی۔ مناسک باب الجمع بین الظہر والعصر بعرفۃ صـ۴۴

[2] باب من ادرک من الصلوٰۃ رکعۃ صـ۸۲

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تُشْرِقَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ سورج چمکے اور عصر

الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ ؏

کے بعد یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔

**حدیث ۳۸۷** حَدَّثَنِیْ اِبْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَحَرَّوْا بِصَلَاتِکُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ

فرمایا بالقصد آفتاب نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نماز نہ پڑھو۔

وَلَا غُرُوْبَھَا قَالَ وَحَدَّثَنِیْ اِبْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ

(عمر وہ نے کہا) اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب سورج کا کنارہ نکل جائے تو اس وقت

فَاَخِّرُوا الصَّلٰوۃَ حَتّٰی تَرْتَفِعَ وَاِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَاَخِّرُوا الصَّلٰوۃَ

نماز نہ پڑھو جب تک کہ بلند نہ ہو جائے اور جب ڈوبنے لگے تو بھی نہ پڑھو یہاں

حَتّٰی تَغِیْبَ ؏

تک کہ پورا غروب ہو جائے۔

بیس منٹ سے لے کر غروب تک نوافل، فرائض سبھی مکروہ ہیں۔ اور وہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ بعد عصر دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں ہے ممانعت کی احادیث تیئیس[۲۳] صحابۂ کرام سے مروی ہیں جن کے مشہور ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اس حدیث میں شَھِدَ کے معنی اخبر کے ہیں جیسے آیۂ کریمہ شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ میں ہے جلالین میں ہے بین لخلقہ۔ اللہ نے اپنی مخلوق پر واضح کر دیا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

**تشریح ۳۸۷:۔** تکمیل۔ صفۃ جنود ابلیس میں بجائے تحرّوا تحیّنوا ہے یعنی وقت بنا لو یعنی

عہ اول۔ مواقیت باب الصلوٰۃ بعد الفجر ص۸۲ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔

عہ اول۔ مواقیت۔ باب الصلوٰۃ بعد الفجر حتی ترتفع ص۸۲۔ بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص۴۶۳ مسلم صلوٰۃ۔ نسائی۔ صلوٰۃ۔

حدیث ۳۸۸

اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ سَمِعْتُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا صَلٰوۃَ بَعْدَ الصُّبْحِ

ہوئے میں نے سُنا کہ صبح کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے اور عصر

حَتّٰی تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوۃَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغِیْبَ الشَّمْسُ ؏

کے بعد (بھی) کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔

حدیث ۳۸۹

عَنْ مُعَاوِیَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنَّکُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوۃً

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تم لوگ ایک ایسی نماز پڑھتے ہو کہ ہم رسول اللہ

لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا رَاَیْنَاہُ یُصَلِّیْہِمَا

صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، ہم نے حضور کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور اس سے

وَلَقَدْ نَھٰی عَنْھُمَا یَعْنِی الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ ؏

منع بھی فرمایا ہے یعنی عصر کے بعد دو رکعتیں۔

حدیث ۳۹۰

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ اُصَلِّیْ کَمَا رَاَیْتُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ جیسے میں نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھتے

بلا عذر بالقصد نماز کو موخر نہ کرو۔ اور طلوع وغروب کے وقت پڑھو۔ اتنا زائد ہے اس لئے کہ سورج شیطان کی دونوں سینگوں کے مابین نکلتا ہے۔ حاجب کے تین معنی ہیں۔ کنارہ۔ وہ کرنیں جو طلوع سے پہلے افق پر نظر آتی ہیں۔ اردگرد۔ یہاں مراد کنارہ ہے۔ طلوع سے مراد سورج کے بالائی کنارے کے چمکنے سے لے کر بیس منٹ تک ہے۔ اسی طرح غروب سے مراد سورج کے بالائی کنارے کے ڈوبنے کے وقت سے بیس منٹ پہلے تک ہے۔ ان دونوں اوقات میں نہ نفل کی اجازت ہے نہ فرض کی۔ بعض لوگوں نے یہ وقت پندرہ منٹ رکھا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ بیس منٹ ہے۔ اس کی مکمل تحقیق فتاویٰ رضویہ جلد دوم میں اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فرمائی ہے۔

**تشریحات ۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰** تکمیل۔ اسماعیلی نے اس حدیث کی ابتدا میں یہ زیادہ کیا۔

ع اول مواقیت۔ باب لا تتحری الصلوٰۃ قبل غروب الشمس ص۸۲ مسلم صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔

ع اول مواقیت۔ باب لا تتحری الصلوٰۃ قبل غروب الشمس ص۸۳۔

اَصْحَابِیْ یُصَلُّوْنَ لَا اَنْهٰی اَحَدًا یُّصَلِّیْ بِلَیْلٍ اَوْ نَهَارٍ مَّا شَاءَ غَیْرَ اَنْ لَّا تَحَرَّوْا طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا ؏

ہوئے دیکھا ہے میں بھی پڑھوں گا میں کسی کو رات یا دن میں جب چاہے کسی وقت بھی نماز سے منع نہیں کرتا۔ ہاں سورج کے طلوع اور غروب کے وقت بالقصد نماز نہ پڑھو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دن کے ابتدائی حصے میں زوال کے وقت تک کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے مطلب یہ ہوا کہ وہ زوال کے وقت نماز پڑھتے تھے۔ حضرت امام مالک کے یہاں زوال کے وقت نماز مکروہ نہیں۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔

## احناف کی دلیل

احناف کے نزدیک زوال کے وقت بھی نماز مکروہ ہے۔ ان کی دلیل حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے۔

ثلث ساعات کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینهانا ان نصلی فیهن او ان نقبر فیهن موتانا، حین یطلع الشمس بازغة حتی ترتفع وحین یقوم قائم الظهیرة حتی تمیل الشمس وحین تضیف الشمس للغروب حتی تغرب۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں تین وقتوں میں نماز پڑھنے اور مُردوں کو دفن کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جب سورج چمکتا ہوا نکلے یہاں تک کہ بلند ہو جائے۔ اور ٹھیک دوپہر کو یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے۔ اور جب سورج ڈوبنے کے لئے جھکے یہاں تک کہ ڈوب جائے۔

حین یقوم قائم الظهیرة کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ جب دوپہر کو کھڑے ہونے والے کا سایہ سیدھا قائم ہو جائے نہ پورب جھکا ہو نہ پچھم۔ اس کا حاصل ٹھیک دوپہر ہے۔ ان نقبر فیهن موتانا سے مراد نماز جنازہ ہے۔ جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں یہ تفصیل ہے۔ ان نصلی فیهن او ان نقبر فیهن موتانا۔ یعنی ان اوقات میں مردے پر نماز پڑھنے اور انھیں دفن کرنے سے منع فرمایا۔ یہ کراہت اس وقت ہے جب کہ جنازہ پہلے سے تیار ہو اور کسی وجہ سے دیر ہو گئی مثلاً کسی کے انتظار میں، اور زوال کا وقت آ گیا۔ اور اگر جنازہ اسی وقت تیار ہوا۔ تو کراہت نہیں۔ اب زوال کے وقت کے نکلنے کے وقت تک انتظار ممنوع ہے۔ اس لئے کہ جنازے کے تیار ہو جانے کے بعد دفن میں جلدی

---

ع اول مواقیت۔ من لم یکرہ الصلوٰۃ الا بعد العصر والفجر ص ۸۳

[1] مسلم اول باب الاوقات التی نهی عن الصلوٰۃ فیها ص ۲۷۶ ابوداؤد ثانی جنائز باب الدفن عند طلوع الشمس وغروبها ص ۹۸ ترمذی اول جنائز باب فی کراهیة الصلوٰۃ علی الجنازۃ عند طلوع الشمس وعند غروبها ص ۱۲۴ نسائی اول صلوٰۃ باب النهی عن الصلوٰۃ نصف النهار ص ۹۶ ابن ماجہ دارمی صلوٰۃ ۱۴۲ مسند امام احمد۔

کرنے کا تاکیدی حکم احادیث میں آیا ہے اس لئے تاخیر ان احادیث کے معارض ہے۔

## زوال سے مراد

عوام اس وقت کو زوال کہتے ہیں حالانکہ اس کا صحیح نام نصف النہار ہے ہم نے عرف کا لحاظ کرتے ہوئے اسے زوال سے تعبیر کیا۔ ورنہ حقیقت میں زوال کے معنی ڈھلنا ہے۔ اس وقت ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور مکروہ وقت ختم ہو جاتا ہے ــــ اس سے مراد ضحوہ کبریٰ ہے یعنی نصف النہار شرعی اور نصف النہار حقیقی کے درمیان کا وقت۔ شرعی دن صبح صادق سے لے کر سورج ڈوبنے تک ہے اور عرفی دن سورج نکلنے سے لے کر سورج ڈوبنے تک۔ صبح صادق سے لے کر سورج ڈوبنے تک کا جو وقت ہے اس کے نصف سے ضحوۂ کبریٰ شروع ہوتا ہے اور خط استوا سے سورج کے ڈھلنے تک رہتا ہے۔ یہ پورا وقت نصف النہار ہے۔ اس وقت نماز مکروہ ہے ضحوۂ کبریٰ ہمارے بلاد میں کم از کم ۳۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ۴۷ منٹ ہوتا ہے[1] نصف النہار سے ضحوہ کبریٰ مراد ہے۔ یہ قول ائمہ خوارزم کی جانب منسوب ہے۔ امام رکن الدین صباغی نے اسی پر فتویٰ دیا۔ اس لئے کہ نصف النہار عرفی کے بعد بلا کسی فصل کے زوال ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی بھی نماز ممکن نہیں۔ اور اس وقت نماز کی ممانعت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت نماز پڑھی جا سکتی ہے نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا ظاہر منطوق بھی یہی ہے۔ کہ فرمایا۔

نھی عن الصلوٰۃ نصف النھار حتی تزول الشمس[2]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نصف النہار کے وقت نماز سے منع فرمایا یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کے علاوہ اور بھی احادیث احناف کی موید ہیں۔ مثلاً حضرت عمرو بن عنبسہ اور حضرت عبداللہ بن الصنابحی حضرت ابو ہریرہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی احادیث۔

## یوم جمعہ وقت زوال نماز کا استثنار

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو قتادہ کی حدیث میں وقت استوار نماز کی ممانعت سے جمعہ کا دن مستثنیٰ ہے۔ اسی کے مطابق امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ حاوی میں ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ در مختار میں اشباہ سے نقل فرمایا کہ یہی صحیح اور معتمد ہے۔ مگر علامہ شامی نے اس پر یہ اعتراض نقل فرمایا کہ متون اور شروح اس کے خلاف ہیں۔ یعنی حکم ممانعت جمعہ کے دن کو بھی شامل ہے اور ان احادیث کا جواب علمار احناف سے یہ نقل فرمایا۔ کہ یہاں مبیح و محرم میں تعارض ہے اس لئے ترجیح محرم کو ہوگی۔

---

[1] فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۴۱۶ [2] مشکوٰۃ ص ۹۵

| | |
|---|---|
| ت | وَقَالَ كُرَيْبٌ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا صَلَّى النَّبِيُّ |
| ۱۲۴ | کریب نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی۔ نبی صلے اللہ |
| صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ شَغَلَنِيْ نَاسٌ | |
| تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعت پڑھی۔ اور فرمایا عبدالقیس کے کچھ لوگوں نے | |
| مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ ؏ | |
| مجھے مشغول رکھا اور میں ظہر کے بعد کی دو رکعت نہیں پڑھ سکا تھا۔ | |

## مکہ معظمہ میں استثنار کا جواب

اسی طرح ابوداؤد ترمذی اور نسائی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بنی عبد مناف! کوئی کسی وقت بھی کعبے کا طواف کرے یا نماز پڑھے تو اسے منع نہ کرو[1] اس سے ثابت ہوا کہ مکہ معظمہ میں کوئی نماز کسی وقت پڑھنی ممنوع نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سابقہ احادیث پر نظر کرتے ہوئے اس سے مراد یہ ہے کہ غیر اوقات مکروہہ میں جس وقت جس کا جی چاہے طواف کرے نماز پڑھے اسے نہ روکو۔ تاکہ احادیث میں تطبیق ہو جائے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے جدالممتار میں فرمایا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ اس قبیل سے ہو جو فرمایا گیا۔ کہ عوام اگر اوقات مکروہہ میں نماز پڑھیں تو منع نہ کیا جائے۔ عدم جواز اور ہے اور منع اور چیز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ واقف کار خود ان اوقات میں مکہ معظمہ میں بھی نماز نہ پڑھیں لیکن اگر کوئی پڑھتا ہے تو اسے منع نہ کیا جائے۔ نماز ایسا فعل حسن ہے جس سے روکا نہ جائے[2]

## تشریحات ۱۲۴

تکمیل۔ ابواب السہو اور مغازی میں یہ تعلیق امام بخاری نے پوری سند کے ساتھ مفصل تحریر فرمائی ہے۔ کریب کہتے ہیں کہ مجھے ابن عباس اور مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن ازہر نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بھیجا کہ حاضر ہو کر ان کی خدمت میں ہم سب کا سلام عرض کرو پھر عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے بارے میں ان سے سوال کرو اور عرض کرو کہ ہم لوگوں کو یہ خبر ملی ہے کہ آپ عصر کے بعد دو رکعت پڑھتی ہیں۔ حالانکہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اور ابن عباس نے بتایا کہ حضرت عمر کے ساتھ

---

ع اول مواقیت باب مایصلی بعد العصر من الفوائت ونحوھا ص۸۳ تہجد باب اذا کلم وھو یصلی فاشار بیدہ واستمع ص۱۶۴ ثانی مغازی باب وفد عبدالقیس ص۶۲۷ مسلم۔ ابوداؤد۔

[1] مشکوٰۃ ص۹۵ [2] جدالممتار ص۲۴۹

میں لوگوں کو یہ نماز پڑھنے پر مارا کرتا تھا۔ کریب نے کہا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ان لوگوں کا پیغام پہنچا دیا۔ انھوں نے فرمایا۔ ام سلمہ سے پوچھو! میں وہاں سے ان حضرات کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور حضرت عائشہ کا ارشاد بتایا اب ان حضرات نے مجھے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان دو رکعتوں سے منع کرتے ہوئے سن چکی تھی۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ عصر پڑھنے کے بعد جب میرے گھر میں تشریف لائے تو انھیں پڑھ رہے ہیں۔ میرے پاس بنی حرام کی کچھ انصار کی عورتیں تھیں اس لئے میں نے اپنی خادمہ کو حضور کے نزدیک بھیجا اور سکھایا کہ پہلو میں کھڑی ہو جا اور عرض کر، ام سلمہ خدمت اقدس میں عرض کرتی ہیں۔ یا رسول اللہ! آپ کو ان رکعتوں سے منع کرتے ہوئے میں نے سنا ہے اور دیکھ رہی ہوں کہ حضور انھیں پڑھ رہے ہیں اگر ہاتھ سے اشارہ فرمائیں تو پیچھے ہٹ جانا خادمہ نے ایسا ہی کیا۔ تو حضور نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا تو وہ ہٹ آئی۔ جب حضور نماز سے فارغ ہو چکے تو فرمایا۔ اے ابو امیہ کی بیٹی! عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے بارے میں تو نے پوچھا ہے۔ بات یہ ہوئی کہ۔ عبد القیس کے کچھ لوگ میری خدمت میں حاضر ہوئے اور مجھے مشغول رکھا جس کی وجہ سے ظہر کے بعد والی دو رکعتیں نہیں پڑھ سکا یہ وہی دونوں ہیں۔

**شبہ اور جواب:۔** اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نوافل کی قضا ہے مگر آگے مفصل آرہا ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

**مطابقت:۔** یہاں امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا ہے۔ عصر کے بعد فوت شدہ نمازوں اور اس کے مثل کو پڑھنا۔ مگر جب یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے تو اس سے باب ثابت نہ ہوگا۔ اس مسئلہ میں ہمارے یہاں تفصیل ہے۔ غروب سے بیس منٹ پہلے تک صرف نوافل مکروہ ہیں۔ فرائض واجبات بلا کراہت درست ہیں۔ پھر غروب آفتاب تک کوئی نماز جائز نہیں۔ سوائے اس دن کی عصر کے اور اس نماز جنازہ کے جو اسی وقت تیار ہوا ہو اور اس سجدۂ تلاوت کے جو اس وقت تلاوت سے واجب ہوا ہو۔

**نحوھا:۔** باب میں نحوھا، تھا۔ ابن منیر نے فرمایا۔ اس میں نوافل راتبہ یعنی سنن موکدہ داخل ہیں۔ اور حدیث میں ممانعت ان نوافل سے ہے جن کے لئے کوئی سبب نہ ہو۔ یعنی جو اپنی مرضی سے پڑھی جائیں۔ اس پر علامہ عینی نے یہ تعقب فرمایا ہمیں یہ تسلیم نہیں کہ نحوھا۔ نوافل راتبہ کو داخل کرنے کے لئے بڑھایا۔ بلکہ اس سے مراد وہ نماز جنازہ ہے جو اس وقت تیار ہوا ہو اور سجدۂ تلاوت ہے جو اسی وقت واجب ہوا ہو۔ یعنی واجبات و فرائض۔ اور حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اور دیگر احادیث سے اس وقت مطلقاً ہر نفل کی ممانعت ثابت ہے خواہ ان کا کوئی سبب ہو خواہ نہ ہو۔ وہ احادیث اپنے

**حدیث ۳۹۱**

اَنَّہٗ سَمِعَ عَائِشَۃَ قَالَتْ وَالَّذِیْ ذَھَبَ بِہٖ مَا تَرَکَھُمَا حَتّٰی لَقِیَ اللّٰہَ وَمَا لَقِیَ اللّٰہَ حَتّٰی ثَقُلَ عَنِ الصَّلٰوۃِ وَکَانَ یُصَلِّیْ کَثِیْرًا مِّنْ صَلَاتِہٖ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جو حضور کو دنیا سے لے گئی عصر کے بعد کی دو رکعتیں حضور نے کبھی نہیں چھوڑی یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے ملاقات کی اور اللہ عزوجل سے ملاقات اس وقت کی جب آپ نمازیں پڑھنے سے

قَاعِدًا تَعْنِیْ الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْھِمَا وَلَا

تکان محسوس فرمانے لگے تھے اور حضور اکثر نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ یعنی عصر کے بعد کی دونوں رکعتیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں پڑھتے تھے

یُصَلِّیْھِمَا فِی الْمَسْجِدِ مَخَافَۃَ اَنْ یَّثْقُلَ عَلٰی اُمَّتِہٖ وَکَانَ یُحِبُّ مَا یُخَفِّفُ عَنْھُمْ ؏

اور مسجد میں نہیں پڑھتے تھے اس اندیشے کی وجہ سے کہ امت پر گراں نہ ہو جائے اور یہ پسند فرماتے تھے کہ امت پر تخفیف رہے۔

**حدیث ۳۹۲**

قَالَ قَالَتْ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اِبْنَ اُخْتِیْ اِمَا تَرَکَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَجْدَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِیْ قَطُّ۔

عروہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ اے بھانجے! نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعتیں میرے پاس کبھی نہیں چھوڑیں۔

**حدیث ۳۹۳**

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ رَکْعَتَانِ لَمْ یَکُنْ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَعُھُمَا سِرًّا وَّلَا عَلَانِیَۃً رَّکْعَتَانِ قَبْلَ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ وَرَکْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا دو رکعتیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی نہیں چھوڑتے تھے نہ خفیہ نہ علانیہ۔ نماز صبح سے پہلے دو رکعت اور نماز عصر کے بعد دو رکعت۔

عموم کے لحاظ سے تمام نوافل کو شامل ہیں۔ اقول۔ علامہ عینی کے اس ارشاد کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ اس کو ابن منیر نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ فوائت سے مراد فوت شدہ فرائض ہیں تو ان کے مثل وہی نمازیں ہوں گی جو فرض یا کم از کم واجب ہوں جیسے نماز جنازہ جو فرض ہے اور سجدہ تلاوت جو واجب ہے اور نوافل کی قضا بالاتفاق نہ فرض نہ واجب۔ اس لئے وہ نحوھا میں داخل نہیں ہو سکتیں۔

**تشریحات ۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴** صحیح یہی ہے کہ عصر بعد نفل مطلقاً مکروہ ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پڑھنا

عہ اول مواقیت باب ما یصلی بعد العصر من الفوائت ص۸۳ مسلم۔

حدیث ۳۹۴ قَالَ رَأَيْتُ الْاَسْوَدَ وَمَسْرُوْقًا شَهِدَ اَعْلٰى عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ

اسود اور مسروق نے حضرت عائشہ پر گواہی دی کہ انہوں نے فرمایا

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْنِيْ فِيْ يَوْمٍ بَعْدَ الْعَصْرِ اِلَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ؎

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بھی عصر بعد میرے پاس تشریف لاتے تو دو رکعتیں پڑھتے۔

حضور کے خصائص میں سے ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) ابھی گزری ہوئی بخاری کی حدیث ۳۹۱ میں یہ تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں ان دو رکعتوں کو اس لئے نہیں پڑھتے تھے کہ امت پر بوجھ نہ پڑے اور یہ پسند فرماتے تھے کہ امت پر تخفیف رہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ پسند نہ تھا کہ امت اس نماز کو پڑھے۔ یہی دلیل تخصیص ہے۔

(۲) حضرت ذکوان مولیٰ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصر کے بعد نماز پڑھتے تھے اور اس سے منع فرماتے تھے۔ صوم وصال رکھتے تھے اور اس سے منع فرماتے تھے[۱]

(۳) ابھی حدیث گزری کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ لوگوں کو عصر کے بعد نماز پڑھنے پر مارا کرتا تھا۔ علاوہ ازیں امام طحاوی[۲] نے شرح معانی الآثار میں متعدد سندوں کے ساتھ یہ ذکر فرمایا اور یہ تمام صحابہ کی موجودگی میں ہوا اور کسی نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

(۴) نیز حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بعض روایتیں اس کے خلاف بھی آئی ہیں مثلاً ت ۱۲۴ کہ جب کریب نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا۔ ام سلمہ سے پوچھو۔ اگر ام المومنین حضرت عائشہ کو اس بارے میں کچھ معلوم تھا تو خود کیوں نہیں بتایا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ کے پاس کیلئے بھیجا۔ بلکہ امام طحاوی[۳] نے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے ایک حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت معاویہ نے انھیں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس اس کے بارے میں پوچھنے کے لئے بھیجا تو فرمایا "لا ادری" میں نہیں جانتی۔ نیز حضرت معاویہ کی دوسری حدیث میں ہے۔ کہ فرمایا۔ لیس

---

ع اول مواقیت باب مایصلی من الفوائت ص ۸۲ ابوداؤد نسائی۔

۱ ابوداؤد اول صلوٰۃ باب من رخص فیھا ص ۱۸۱۔

۲ شرح معانی الآثار اول باب الرکعتین بعد العصر ص ۱۸۰

۳ شرح معانی الآثار اول باب الرکعتین بعد العصر ص ۱۴۷-۸

عندی صلاھما۔ میرے پاس ان دونوں رکعتوں کو نہیں پڑھا۔ غالباً اسی معنوی سقم کی بنا پر امام ترمذی[1] نے پہلے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث ذکر کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعت صرف اس وجہ سے پڑھی تھی۔ کہ خدمت اقدس میں کچھ مال آگیا تھا اس میں مشغولیت کی وجہ سے ظہر کے بعد کی دو رکعت نہیں پڑھی تھیں انھیں کو عصر کے بعد پڑھ لیں۔ ثم لم یعد ھما۔ پھر کبھی نہیں پڑھی۔ اس کے بعد فرمایا۔

وقد روی غیر واحد عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ صلی بعد العصر رکعتین وھذا خلاف ما روی عنہ انہ نھی عن الصلوٰۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس وحدیث ابن عباس اصح حیث قال لم یعد ھما۔

متعدد حضرات نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں یہ روایت کیا ہے کہ عصر کے بعد دو رکعت پڑھی ہے۔ یہ اس حدیث کے خلاف ہے جو مروی ہے کہ حضور نے عصر کے بعد سورج ڈوبنے تک نماز منع فرمایا ہے اور ابن عباس کی حدیث زیادہ صحیح ہے کہ انھوں نے فرمایا پھر کبھی نہیں پڑھی۔

## ایک اشکال کا حل

متعدد احادیث میں آیا ہے کہ عصر کے بعد جو دو رکعت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی وہ ظہر کے بعد کی سنت کی قضا تھی۔ نیز دار قطنی کی ایک روایت میں ہے کہ عصر کے وقت بلال نے اقامت جلدی کہہ دی اور میں عصر کے پہلے کی سنت نہ پڑھ سکا تھا۔ یہ عصر کے بعد جو پڑھ رہا ہوں یہ اسی کی قضا ہے۔ حالانکہ سنتوں کی قضا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ اس کی دلیل دار قطنی کی یہ روایت ہے کہ حضرت ام المومنین نے جب دریافت فرمایا۔ کیا ہم لوگ بھی قضا کریں۔ تو فرمایا نہیں[2]

## علامہ عسقلانی پر تطفل

حضرت علامہ ابن حجر نے بعد والی روایت کو ضعیف کہا ہے مگر تلخیص میں امام احمد سے روایت کرکے سکوت اختیار فرمایا۔ علاوہ ازیں ابن حبان نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ الزوائد جلد ثانی ص ۳۲۴ میں ہے۔ کہ امام احمد کی اس حدیث کے رجال رجال صحیح ہیں۔ اس لئے علامہ ابن حجر کی تضعیف ساقط۔ پھر یہ کہ علامہ کی جرح مبہم ہے۔ اور جرح مبہم عند التحقیق لائق استناد ہونے میں حارج نہیں۔ غالباً علامہ ابن حجر کا ضعیف کہنا یزید بن ہارون عن حماد بن سلمہ۔ کی وجہ سے ہے اگر یہی بات ہے۔ تو ان کا اس حدیث کو ضعیف کہنا غلط ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں ثقہ رجال مسلم سے ہیں۔ امام بخاری پر ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ انھوں نے حماد بن سلمہ سے کم درجے کے لوگوں کی روایت لی اور ان کی نہیں لی۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

---

[1] اول صلوٰۃ باب ماجاء فی الصلوٰۃ بعد العصر ص ۲۶ [2] عمدۃ القاری جلد خامس ص ۸۴

**کشمیری صاحب کا رد**

علامہ ابن حجر نے حضرت ابن عباس کی مذکورہ بالا حدیث پر یہ تنقید کی ــــ وفیہ جریر عن عطاء وسماعہ منہ بعد الاختلاط ــ مگر فیض الباری جلد ثانی صـ۱۴۱ میں کشمیری صاحب نے اسے، حضرت عائشہ کی حدیث پر فٹ کر دیا ہے۔

**کشمیری صاحب کا تہور**

انوار الباری جلد سیزدہم صـ۳۴ پر حدیث ۳۹۱ کے بارے میں ہے ــ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا۔ اصل مضمون حدیث کا اس طرح تھا۔ ما ترکھما حتی لقی اللہ، تعنی الرکعتین بعد العصر۔ وما لقی اللہ تعالیٰ حتی ثقل عن الصلوٰۃ وکان یصلی کثیرا من صلوتہ قاعدًا وکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ۔ راوی نے، قاعدًا کے ساتھ 'تعنی' والے جملے کو جوڑ کر ترتیب و معنی بگاڑ دیا۔ اس پر بجنوری صاحب نے یہ عنوان قائم کیا۔ امام بخاری کا تسامح۔ اقول۔ اولاً راوی نے ترتیب بگاڑی۔ تو یہ امام بخاری کا تسامح کیسے ہو گیا۔ یہ ان کی اعلیٰ درجے کی دیانت ہے کہ جیسے سنا ویسے ہی یاد رکھا ویسے ہی تحریر فرمایا۔ ثانیاً راوی نے ترتیب بدل دی اس پر کیا دلیل ہے۔ صحیح ترتیب کا آپ کو علم کیسے ہوا۔ ثالثاً معنی بگاڑنے کا الزام بھی غلط ہے۔ آپ یہی نہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخیر عمر مبارک میں اکثر نوافل بیٹھ کر پڑھتے تھے خواہ وہ بعد عصر کی ہوں خواہ کوئی اور۔ اور بخاری میں مذکورہ ترتیب سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ صرف عصر کے بعد والی نفل اکثر بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایسا بہت ہوتا ہے کہ کسی خاص موقع پر کسی خاص چیز کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے حکم عام کو ایسے بیان کیا جاتا ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ حکم اس خاص چیز کے ساتھ خاص ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے۔ لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً۔ دونا دون سود نہ کھاؤ۔ اور فرمایا۔ لَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا اپنی باندیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو اگر وہ پاک دامنی چاہیں حالانکہ سود مطلقاً حرام ہے اگرچہ دونا دون نہ ہو۔ زنا پر کسی کو مجبور کرنا بہر حال حرام ہے۔ اسی طرح حضرت ام المومنین عصر کے بعد کی نفل کی اہمیت بتانے کے لئے فرماتی ہیں کہ حضور کا جسم اقدس جب بھاری ہو گیا اور نوافل بیٹھ کر پڑھنے لگے تھے۔ اس وقت بھی انھیں نہیں چھوڑا۔ پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ اثناء کلام میں کوئی مبہم بات کہہ دی جاتی ہے۔ اور توجہ نہ ہونے کی وجہ سے سلسلہ کلام آگے بڑھ جاتا ہے۔ پھر خیال آتا ہے کہ فلاں بات مبہم تھی۔ اب تفسیر کر دی جاتی ہے۔

**تتمہ**

امام لیث بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے طبقات میں لکھا ہے۔ کہ وہ ایام حج میں مکہ معظمہ حاضر ہوئے۔ عصر بعد سورج میں گہن لگا مگر کسی نے بھی "نماز کسوف" نہیں پڑھی۔ دریافت کرنے پر لوگوں نے بتایا کہ چونکہ اس وقت نماز مکروہ ہے۔ اس لئے نماز کسوف نہیں پڑھی گئی یہ صحابہ کا اخیر دور تھا تابعین کا اول، ہزاروں تابعین موجود تھے۔ مگر کسی نے بھی نہیں پڑھی۔ اس سے

ثابت ہوگیا کہ جمہور تابعین کا بھی یہی مذہب ہے کہ عصر کے بعد نماز نفل مطلقاً مکروہ ہے اسی سے حضرات شوافع کا یہ کہنا بھی ساقط ہوگیا۔ کہ عصر بعد صرف وہ نمازیں مکروہ ہیں جو ذوات الاسباب نہ ہوں۔ اور ذوات الاسباب مکروہ نہیں اس لئے نماز کسوف ذوات الاسباب میں سے ہے۔ یہ امام لیث بن سعد اس درجے کے مقتدا ہیں کہ امام شافعی نے فرمایا۔ یہ امام مالک سے کم نہیں مگر ان کے تلامذہ نے انھیں ضائع کر دیا۔

**تکملہ:** احناف کے یہاں طلوع۔ استوار، غروب کے وقت کوئی بھی نماز جائز نہیں۔ نہ فرائض نہ واجبات نہ نوافل۔ بقیہ اوقات مکروہ ہیں صرف نوافل مکروہ ہیں۔ فرائض اور واجبات مثلاً نماز جنازہ و سجدہ تلاوت مکروہ نہیں۔ اس پر امام ابن ہمام نے فرمایا۔ ہٰذا تمام ہے۔ پھر ان تین کے علاوہ بقیہ اوقات میں فرائض اور واجبات کی تخصیص کس وجہ سے ہے۔ اقول۔ ان تینوں اوقات میں نماز کی ممانعت کی علت خود شارع علیہ السلام نے بیان فرمادی کہ طلوع و غروب کے وقت آفتاب شیطان کی سینگوں کے درمیان رہتا ہے۔ اور استوار کے وقت جہنم بھڑکایا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان تینوں اوقات میں ممانعت ایسی وجہ سے ہے جو وقت میں پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ اوقات نماز کے اوقات ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ اس لئے ان اوقات میں کسی نماز کی اجازت نہیں۔ بخلاف دیگر اوقات کے کہ ان میں ممانعت کی علت شارع نے نہیں بتائی۔ مگر احادیث ہی سے ثابت کہ دیگر اوقات نماز کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نماز پڑھی۔ اس لئے ان اوقات میں ہم نے تفصیل کی کہ فرائض و واجبات جائز اور نوافل ممنوع۔ اس میں ایک خاص لم ہے۔ فرائض و واجبات اللہ عزوجل کے فرض و واجب کرنے سے ہیں۔ اگر ادا نہ ہوئے تو ذمے رہ جائیں گے اور بندہ ماخوذ ہوگا۔ ان سے جلد از جلد بری الذمہ ہونا ضروری ہے۔ پہلے توفیق نہ ہوئی انھیں اوقات میں توفیق ہوئی تو دیر کیوں کرے بخلاف نوافل کے کہ وہ اختیاری ہیں۔ اور ان اوقات میں نماز سے جب ممانعت ہے تو اس کا مورد کوئی نہ کوئی نماز ضرور ہونی چاہیئے۔ ہم نے نوافل کو اس کا مورد بنانا زیادہ مناسب جانا۔ ثانیاً علاوہ ازیں طلوع و غروب اور استوار کے وقت ممانعت کی احادیث اتنی کثیر ہیں کہ معنیً متواتر ہیں۔ اور ان کے معارض کوئی حدیث نہیں یہ اپنی قوت کے اعتبار سے فرائض و واجبات کو بھی عام ہوتیں۔ بخلاف دوسرے اوقات میں ممانعت کی احادیث کے کہ وہ اتنی کثیر نہیں اور ان کے مزاحم دوسری احادیث بھی ہیں۔ اور فرائض و واجبات قوی اس لئے ان احادیث کو نوافل کے ساتھ ہی خاص رکھا گیا۔ ثالثاً دوسرے اوقات میں ممانعت کی احادیث میں تعارض ہے۔ ان میں تطبیق کی احناف نے یہ صورت پیدا کی کہ احادیث اجازت کو فرائض و واجبات کے ساتھ خاص کیا اور احادیث ممانعت کو نوافل کے ساتھ۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی

حدیث ۳۹۵

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سِرْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت قتادہ نے فرمایا ہم ایک رات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ چلے۔ یہاں تک کہ کچھ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةً فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْ عَرَّسْتَ بِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَخَافُ

لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگر رات کے اخیر میں ہم سب کے ساتھ قیام فرما لیتے (تو اچھا تھا)

اَنْ تَنَامُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ قَالَ بِلَالٌ اَنَا اُوْقِظُکُمْ فَاضْطَجَعُوْا وَاَسْنَدَ بِلَالٌ

فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تم لوگ نماز سے غافل ہو کر سو نہ جاؤ۔ بلال نے عرض کیا میں آپ سب کو جگا دونگا

ظَهْرَهٗ اِلٰی رَاحِلَتِهٖ فَغَلَبَتْهُ عَیْنَاهُ فَنَامَ فَاسْتَیْقَظَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اب سب لوگ لیٹ گئے اور بلال نے اپنے اونٹ پر پیٹھ لگا لیا ان کی آنکھیں ان پر غالب آگئیں اور سو گئے۔ سب سے

وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَالَ یَا بِلَالُ اَیْنَ مَا قُلْتَ قَالَ مَا اُلْقِیَتْ عَلَیَّ

پہلے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوئے اس وقت کہ سورج کا کنارہ نکل چکا تھا حضور نے فرمایا اے بلال! کہاں ہے

نَوْمَةٌ مِثْلُهَا قَطُّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ اَرْوَاحَکُمْ حِیْنَ شَاءَ وَرَدَّهَا عَلَیْکُمْ

وہ جو تو نے کہا تھا۔ عرض کیا ایسی نیند مجھ پر کبھی نہیں ڈالی گئی۔ فرمایا۔ بے شک جب اللہ نے چاہا تمہاری روحوں کو

حِیْنَ شَاءَ یَا بِلَالُ قُمْ فَاَذِّنْ بِالنَّاسِ بِالصَّلٰوةِ فَتَوَضَّاَ فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ

قبض کر لیا اور جب چاہا واپس کر دیا۔ اے بلال اٹھو اور نماز کے لئے اذان دو۔ اب حضور نے

الشَّمْسُ وَابْیَاضَّتْ قَامَ فَصَلّٰی[1]

وضو فرمایا اور جب سورج بلند ہوا اور سفید ہو گیا تو حضور اٹھے اور نماز پڑھی۔

وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ ان اوقات میں طواف کے بعد کی نماز بھی صحیح نہیں حالانکہ وہ واجب ہے وجہ فرق یہ ہے کہ ان اوقات میں فرائض اور ان واجبات کی اجازت ہے جو فرائض کے مثل واجب لعینہ ہوں۔ اور طواف کے بعد کی نماز واجب لعینہ نہیں بلکہ طواف کی وجہ سے واجب ہوئیں۔

## تشریحات ۳۹۵

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث ۲۴۲ کی شرح میں ہم بتا آئے کہ اخیر رات میں قیام کر کے سو جانے کی وجہ سے نماز مختارین باقتضاء ہوئی ہے اگرچہ کشمیری صاحب اس کا انکار کرتے ہیں۔ صرف ایک بار مانتے ہیں۔ فیض الباری جلد ثانی ص ۱۴۳۔

[1] اول مواقیت الصلوٰۃ باب الاذان بعد ذھاب الوقت ص ۸۲ ثانی توحید باب فی المشیئۃ والارادۃ ص ۱۱۱۲ ابوداؤد، نسائی۔

مگر یہ ان کا خیال خام ہے۔ واقعات میں اتنا تفاوت ہے کہ یہ سب واقعات ایک نہیں ہو سکتے۔ مثلاً حضرت عمران والی حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر جاگے اور پھر فلاں اور فلاں پھر حضرت عمر جاگے۔ ان کی بلند آواز سے تکبیر سن کر حضور بیدار ہوئے اُس حدیث میں یہ ہے کہ بیدار ہونے کے بعد وہاں سے کچھ دور جاکر نماز فجر پڑھی۔ اس حدیث کا سیاق یہ بتا رہا ہے کہ وہیں نماز پڑھی اُس حدیث میں ہے کہ ہمیں دھوپ کی گرمی نے جگایا۔ اس میں یہ ہے۔ جب حضور بیدار ہوئے تو سورج کا کنارہ نکلا تھا۔ اور نماز کا مکروہ وقت تھا۔ اس لئے حضور نے توقف فرمایا۔ جب سورج اتنا بلند ہو گیا کہ زردی ختم ہو گئی اور سورج سفید ہو گیا تو نماز پڑھی۔

مؤطا امام مالک میں حضرت زید بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ مکہ معظمہ کے راستے میں فجر قضا ہوئی تھی۔ اور حضرت عمران والی حدیث کا قصہ خیبر سے واپسی پر ہوا تھا۔ حضرت قتادہ والی حدیث میں مذکور اور حضرت زید بن مسلم والی حدیث میں مذکور واقعہ بھی ایک نہیں۔ اس لئے کہ اُس میں یہ ہے کہ ارشاد فرمایا۔ یہاں سے چلو اس وادی میں شیطان ہے[1]

**مسائل** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر پوری جماعت کی نماز قضا ہو جائے تو اس کے لئے اذان بھی کہہ سکتے ہیں اور اسے باجماعت پڑھ بھی سکتے ہیں۔ اگر انسان نماز کا پابند ہے اور سو جانے کی وجہ سے نماز قضا ہو گئی تو کوئی گناہ نہیں۔ ایسے وقت سونے سے بچنا چاہیئے کہ نماز قضا ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ ہاں اگر کوئی جگانے کا ذمہ لے تو کوئی حرج نہیں۔ ان احادیث میں فجر کی سنت پڑھنے کا ذکر نہیں مگر دوسری احادیث میں ہے۔ مثلاً مسلم شریف[2] اور طحاوی[3] میں حضرت ابو قتادہ ہی کی حدیث میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے دو رکعتیں پڑھی۔ پھر فجر کی نماز پڑھی۔ حضرت ابو مریم[4] اور حضرت ابو ہریرہ[5] رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے۔ پہلے حضور نے فجر کے پہلے والی دو رکعتیں پڑھیں۔ نیز طحاوی[6] ہی میں حضرت عمران والی حدیث میں ہے۔ اذان کے بعد ہم نے دو رکعتیں پڑھیں پھر اقامت کہی گئی۔

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ ہمارے یہاں صحیح و مختار یہ ہے کہ اگر زوال سے پہلے قضا پڑھے تو فجر کی سنت بھی پڑھ لے۔ آفتاب نکلنے کے بعد جب تک اسمیں زردی باقی رہے قضا نماز جائز نہیں جب تک کہ سفید نہ ہو جائے۔ گزر چکا اس کی مقدار بیس منٹ ہے۔

---

[1] باب اللوم عن الصلوٰۃ ص۶۔
[2] اول باب قضاء الفائتۃ ص۲۳۹۔
[3] اول باب الرجل یدخل فی صلوٰۃ الغداۃ الخ ص۲۳۳۔
[4] اول باب کیف یقضی الفائت ص۱۰۲۔
[5] مسلم اول باب مذکور۔ نسائی اول باب مذکور۔
[6] طحاوی اول باب مذکور ص۲۳۳۔

حدیث ۳۹۶

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ جَاءَ یَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَجَعَلَ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورج ڈوبنے کے بعد غزوۂ خندق کے دن آئے۔ اور کفار قریش کو برا

یَسُبُّ كُفَّارَ قُرَیْشٍ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كِدْتُّ اُصَلِّی الْعَصْرَ حَتّٰی

کہنے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں عصر نہیں پڑھ سکا تھا کہ سورج ڈوبنے لگا (یعنی عصر نہیں پڑھ

كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ

سکا)۔ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا میں نے بھی عصر نہیں

مَا صَلَّیْتُهَا فَقُمْنَا اِلٰی بُطْحَانَ فَتَوَضَّاَ لِلصَّلٰوةِ وَتَوَضَّاْنَا لَهَا فَصَلَّی الْعَصْرَ

پڑھی ہے اس کے ہم سب بطحان پر گئے حضور نے بھی نماز کے لئے وضو کیا اور ہم نے

بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّی بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ ؏

بھی سورج ڈوبنے کے بعد ہم نے عصر پڑھی اس کے بعد مغرب پڑھی۔

## تشریحات ۳۹۶

اس حدیث میں دو اشکال ہیں۔ اول یہ کہ ما کدت ان اصلی العصر الخ کے کیا معنی ہیں۔ یعنی حضرت عمر نے عصر کی نماز پڑھی تھی یا نہیں۔ علامہ عینی کی تحقیق یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عصر کی نماز نہیں پڑھی۔ علامہ ابن حجر کی رائے یہ ہے کہ پڑھ لی تھی۔ اس اختلاف کی بنیاد اس پر ہے کہ کاد اثبات و نفی میں دوسرے افعال کی طرح ہے یا اس کی نفی اثبات اور اثبات نفی ہے۔ علامہ عینی کا مختار یہ مذہب ہے کہ یہ اثبات و نفی میں دوسرے افعال کی طرح ہے اسی کو علامہ ابن حاجب نے کافیہ میں اصح کہا ہے۔ اور یہی راجح ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

اِذَا اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا۔ نور ۵ جب اپنا ہاتھ نکالے تو اسے نہ دیکھ سکے۔

علامہ ابن حجر کا مختار یہ مذہب ہے کہ کاد کی نفی اثبات کے لئے اور اثبات نفی کے لئے ہوتا ہے۔ تو

ع اول مواقیت الصلوٰۃ باب من صلی بالناس جماعۃ بعد ذھاب الوقت ص۸۳ ایضا باب قضاء الصلوات الاولیٰ فالاولیٰ ص۸۴ اذان باب قول الرجل ما صلینا ص۸۹ صلوٰۃ الخوف باب الصلوٰۃ عند مناھضۃ الحصون ص۱۲۹ مغازی باب غزوۃ الخندق ص۵۹۰ مسلم۔ ترمذی، نسائی، صلوٰۃ۔

حضرت عمر کے ارشاد کا حاصل یہ نکلا کہ میں نے نماز اس وقت پڑھی کہ سورج ڈوبنے کے قریب تھا مگر ابھی ڈوبا نہیں تھا۔ مگر چونکہ یہ مذہب قرآنی محاورے کے خلاف ہے اس لئے مرجوح ہے۔ اور صحیح مطلب وہی ہے کہ حضرت عمر کی مراد یہ ہے کہ میں نماز عصر نہ پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج ڈوبنے کے قریب ہوگیا یعنی ڈوبنے لگا اور اس وقت چونکہ نماز ممنوع ہے اس لئے میں نے نہیں پڑھی اس کی دلیل اس کے بعد والی روایت ہے جس میں ہے حتی غربت الشمس۔ یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔ اس لئے کہ حضرت عمر سے یہ بعید تھا کہ حضور نماز نہ پڑھیں اور تنہا حضرت عمر پڑھ لیں۔ جب کہ قرآن مجید میں اس کی ممانعت وارد ہے۔ ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ۔ حجرات ①

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

اس پر قرینہ یہ ہے کہ وہ کفار قریش کو برا کہہ رہے تھے۔ اگر نماز پڑھ لی تھی تو برا کہنے کی کوئی خاص وجہ نہ تھی۔

## دوسرا اشکال

یہ ہے کہ غزوۂ خندق میں کتنی نمازیں قضا ہوئی تھیں۔ اور قضا ہونے کا سبب کیا تھا۔ اس سلسلے میں روایتیں مختلف آئی ہیں۔

① ترمذی[1] اور نسائی[2] میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ چار وقت کی نمازیں قضا ہوئی تھیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء۔

② حضرت ابوسعید[3] خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث میں ہے۔ ظہر، عصر، مغرب نہیں پڑھ سکے تھے یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا۔

③ صرف عصر قضا ہوئی تھی جیسا کہ حدیث زیر بحث سے بظاہر متبادر ہوتا ہے۔ نیز بخاری[4] مسلم[5] نسائی[6] ابن ماجہ[7] ترمذی[8] مسند امام احمد[9] میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ ان (کفار قریش) کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے انھوں نے ہمیں صلوۃ وسطیٰ (عصر) نہیں پڑھنے دیا یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔

**توجیہ:۔** حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں عشاء کا بھی ذکر ہے۔ مگر عشاء کے قضا

---

[1] اول صلوٰۃ باب فی النوم عن الصلوٰۃ ص۲۵ ۔ [2] اول اذان الاجتزاء لذلک کلھا باذان واحد ص۱۰۶، ۱۰۸ ۔ [3] مسند امام احمد ثالث ص۴۹ نسائی ص۱۰۶ ۔ [4] اول جہاد، الاحزاب ص۵۹۰ ۔ [5] اول مساجد باب الدلیل لمن قال الصلوٰۃ الوسطیٰ ھی صلوٰۃ العصر ص۲۲۶، ۲۲۷ ۔ [6] اول صلوٰۃ باب المحافظۃ علی صلوٰۃ العصر ص۸۳ ۔ [7] باب المحافظۃ علی الصلوٰۃ الوسطیٰ ص۵۰ ۔ [8] ثانی تفسیر سورۂ بقرہ ص۱۲۳ [9] اول ص۷۹

ہونے کا سوال ہی نہیں۔ اس لئے کہ وہ رات میں کسی وقت بھی پڑھی جائے قضا نہ ہوگی۔ مراد یہ ہے کہ وقت معہود پر نہیں پڑھ سکے۔ اس لئے اس حدیث کا بھی مفاد یہی ہوا کہ تین نمازیں قضا ہوئی تھیں۔ ظہر، عصر، مغرب جن روایتوں میں صرف عصر کا ذکر ہے جس میں دعاء ہلاکت مذکور ہے۔ اس کی توجیہ بعض حضرات نے یہ کی کہ اس کی اہمیت کی وجہ سے اس کو ذکر فرمایا۔ اور دعاء ہلاکت کی وجہ اسے قرار دیا۔ مگر ہم بتا آئے کہ حدیث زیر بحث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف عصر قضا ہوئی تھی۔ اس لئے صحیح توجیہ یہی ہے۔ کہ حادثہ دو بار ہوا ایک دفعہ صرف عصر قضا ہوئی اور ایک بار۔ ظہر، عصر، مغرب تینوں۔

## نماز قضا ہونے کا سبب

مسند امام احمد میں ابن لُھَیعہ کی حدیث میں ہے۔ کہ۔ ابو جمعہ حبیب بن سباع نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احزاب کے دن مغرب پڑھی۔ پھر دریافت فرمایا کہ کسی کو معلوم ہے کہ میں نے عصر پڑھی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور نے نہیں پڑھی ہے۔ تو حضور نے پھر اقامت کہلائی اور عصر پڑھی پھر دوبارہ مغرب پڑھی۔ اس سے بعض حضرات نے یہ استدلال کیا ہے کہ نسیان کی وجہ سے نماز قضا ہوئی تھی۔ اقول۔ مگر اس نسیان کا سبب دشمنوں کا سخت ہجوم اور خطرناک یورش کی مدافعت میں مصروفیت تھی۔ اس لئے اصل سبب کفار کا ہجوم عام اور سخت حملہ تھا۔

## مطابقت باب

یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ وقت گزر جانے کے بعد جو لوگوں کو نماز پڑھائے۔ امام بخاری جو حدیث لائے ہیں اس میں جماعت کا دور تک کہیں پتہ نہیں۔ علامہ کرمانی نے فرمایا۔ کہ یہاں حدیث کے سیاق میں اختصار ہے۔ مفصل حدیث سے امام بخاری نے باب کا مضمون اخذ کیا ہے۔ علامہ ابن حجر نے اس کی تائید میں فرمایا کہ اسماعیلی کی روایت میں، فصلی بنا العصر۔ موجود ہے۔ اقول۔ صحیح یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز قضا جماعت سے پڑھی تھی جیسا کہ مسند[1] امام احمد اور نسائی[2] میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مفصل یہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا تو انھوں نے ظہر کے لئے اقامت کہی تو حضور نے ظہر ویسے ہی پڑھا جیسے وقت پر پڑھتے تھے۔ الخ۔ نیز نسائی[3] ہی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جو حدیث ہے۔ اس میں اس طرح ہے فاقام لصلوٰۃ الظھر فصلینا۔ ظہر کی اقامت کہی تو ہم نے ظہر پڑھی۔ الخ اور حضرت ابو عبیدہ کی حدیث میں بھی قریب قریب یہی ہے۔ اور اقامت جماعت کے ساتھ خاص ہے۔ اس لئے اس سے بھی ثابت کہ قضا با جماعت ہوئی تھی۔ بلکہ مسند امام احمد[4] میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ تصریح ہے۔

---

[1] ثالث ص۴۹۔ [2] اول صلوٰۃ۔ الاذان للفائتۃ من الصلوٰۃ ص۱۰۷-۱۰۸
[3] ایضاً بعدہ ص۱۰۷۔ [4] اول ص۴۲۳۔

**ت ۱۲۵** قَالَ اِبْرَاهِيْمُ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً وَاحِدَةً عِشْرِيْنَ سَنَةً

ابراہیم نے فرمایا جو ایک نماز بیس سال چھوڑے تو صرف اسی نماز کو

لَمْ يُعِدْ اِلَّا تِلْكَ الصَّلٰوةَ۔

لوٹائے۔

**حدیث ۳۹۷** عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَسِيَ صَلٰوةً فَلْيُصَلِّ اِذَا ذَكَرَ لَا كَفَّارَةَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی نماز بھول جائے تو جب یاد آجائے اس وقت پڑھے۔ اس کا کفارہ

فصلی بنا الظھر۔ حضور نے ہم کو ظہر کی نماز پڑھائی۔

**مسائل** ۱:۔ اگر جان و مال کی حفاظت میں نماز قضا ہو جائے تو گناہ نہیں۔ ۲:۔ اگر دشمن کا ہجوم اتنا زبردست ہو کہ نماز خوف پڑھنے میں بھی ان کے غالب آنے کا اندیشہ صحیح ہو تو نماز موخر کی جا سکتی ہے۔ ویسے غزوہ خندق کے وقت تک نماز خوف مشروع نہیں ہوئی تھی۔ گرچکا کہ یہ سنہ میں نازل ہوئی۔ ۳:۔ اگر پوری جماعت کی نماز قضا ہو جائے تو اذان و اقامت اور جماعت کے ساتھ قضا کی جا سکتی ہے۔ ۴:۔ اگرچہ نمازیں اکٹھی پوری جماعت کے ساتھ فوت ہو جائیں تو پہلی کے لئے اذان کہے اور بقیہ کے لئے اقامت۔ یہ اختیار ہے کہ سب کے لئے الگ الگ اذان بھی کہے اور اقامت بھی۔ ۵:۔ اگر کسی کی چند نمازیں قضا ہو جائیں اور وہ صاحب ترتیب ہو تو ترتیب سے ادا کرنا فرض ہے۔ اگر قضا شدہ ادا کئے بغیر وقتیہ پڑھے تو وہ نہ ہوگی۔ مگر یہ کہ وقت میں تنگی ہو۔ اور اگر صاحب ترتیب نہیں تو قضا میں ترتیب ضروری نہیں۔ صاحب ترتیب وہ ہے جس کے ذمے پانچ سے زائد نمازیں نہ ہوں۔

**تشریح ۱۲۵** یہ اثر جامع ثوری میں منصور وغیرہ سے سند متصل کے ساتھ مذکور ہے اس اثر کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی کے نزدیک فوت شدہ نمازوں میں ترتیب فرض نہیں۔ اس لئے کہ اگر ترتیب فرض ہوتی۔ تو مسلسل پانچ نمازیں صحیح نہ ہوتیں۔ تو کم از کم اس فوت شدہ کے علاوہ پانچ مزید نمازوں کی قضا فرض ہوتی صرف اسی ایک ہی کی فرض نہ ہوتی۔

**تشریحات ۳۹۷** مسلم[1] میں یہ زائد ہے۔ اونام عنھا۔ یعنی بھول گیا یا سو گیا اور نہیں پڑھی تو یہی حکم ہے۔

[1] اول مساجد۔ باب قضاء الفائتۃ صـ۲۴۱

لَهَا إِلَّا ذَالِكَ أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ ؏

سوائے اس کے کچھ نہیں (اللہ عزوجل نے فرمایا) میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔

**انوار الباری کا رد :۔** یہاں امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے۔ جو کوئی نماز بھول جائے۔ جب یاد آئے تو اسے پڑھ لے۔ اور صرف اس کے علاوہ کسی کا اعادہ نہ کرے یہ احناف پر کھلی ہوئی تعریض ہے اس پر شاہ ولی اللہ صاحب نے شرح تراجم بخاری میں لکھا ہے۔ کہ۔ اس باب کا مقصود یہ ہے کہ وقتیہ اور فوت شدہ نمازوں کے درمیان ترتیب نہیں۔ اس کے خلاف جو امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔ اس پر انوار الباری[1] میں ہے۔ حضرت شاہ صاحب کا یہ ارشاد اس لئے صحیح نہیں کہ حنفیوں کے نزدیک ترتیب کا وجوب تین وجہوں سے ساقط ہے۔ بھولنے سے۔ تنگی وقت سے۔ اور پانچ سے زیادہ نمازوں کے قضا ہو جانے سے۔ جب ایسی بات ہے تو یہاں امام بخاری نسیان والی صورت ذکر کر کے امام صاحب کا رد کیسے کر سکتے تھے۔ ان بزرگ نے امام بخاری کے ارشاد کا مطلب یہ سمجھا ہے۔ کہ کوئی نماز پڑھنا بھول گیا اور یاد آنے سے پہلے اس نے دوسرے وقت کی نماز پڑھ لی۔ پھر فوت شدہ یاد آئی۔ تو اب اس پر صرف اسی فوت شدہ نماز کی قضا ہے۔ اس وقتیہ کی نہیں۔ امام بخاری کے ظاہر کلام سے یہی مستفاد ہوتا ہے مگر امام بخاری کی مراد تعمیم ہے۔ اور۔ من نسی کا تعلق صرف فائتہ سے ہے۔ وہ یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ اگر کوئی نماز پڑھنا بھول گیا اور اس کے بعد وقتیہ پڑھی تو وقتیہ ہو گئی۔ خواہ اسے فوت شدہ یاد ہو خواہ نہ یاد ہو۔ اس پر قرینہ حضرت ابراہیم نخعی کا اثر ہے۔ کہ فرمایا۔ جس نے ایک نماز بیس سال تک چھوڑ دی تو صرف اسی ایک کی قضا کرے۔ اور ظاہر ہے بھولی ہوئی نماز بیس سال کے بعد یاد آئے بیس سال تک یاد نہ آئے۔ عادۃً قریب قریب محال ہے۔ پھر۔ ترک۔ کا مدلول یہ ہے کہ بالقصد چھوڑے اب اگر امام بخاری کے ارشاد کا وہ مطلب لیا جائے جو آپ نے سمجھا تو پھر اس اثر کو باب سے مناسبت نہیں رہے گی۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ۔ نسی۔ کی قید صرف تبعا للحدیث ہے۔ احترازی نہیں امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ اگر کوئی قصداً بھی نماز چھوڑے اور اس کے بعد وقتیہ پڑھ لے تو بھی صرف اسی ایک فوت کردہ کی قضا واجب ہے۔ اور اگر یہ امام بخاری کی مراد کوئی نہ مانے تو سوال یہ ہوگا کہ جس کی سونے کی وجہ سے نماز قضا ہوئی یا بالقصد چھوڑی اور یاد آتے ہوئے وقتیہ پڑھ لی تو امام بخاری کا کیا فتویٰ ہے۔

---

ع اول مواقیت باب من نسی صلوٰۃ فلیصل اذا ذکرھا ص۸۴ مسلم، ابوداؤد کلاھما فی الصلوٰۃ۔

[1] سیزدہم ص۴۲۔

ت ۱۲۶ قَالَ مُوْسٰی قَالَ هَمَّامٌ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ بَعْدُ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ۔

موسیٰ بن اسمٰعیل نے کہا کہ ہمام نے کہا اس کے بعد میں نے سنا کہ حضرت قتادہ کہتے تھے اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ۔

**مسائل** ۱۔ اس ارشاد سے۔ اس کا کفارہ سوائے اس کے کچھ نہیں۔ یہ مستنبط ہوتا ہے کہ نماز میں نیابت نہیں کہ کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھ دے۔ ۲۔ قضا نماز کے عوض فدیہ نہیں کہ کچھ مال دے کر بری الذمہ ہو جائے۔ ہمارے فقہاء نے یہ فرمایا ہے کہ اگر کسی کے ذمہ نمازیں رہ گئیں ہیں اور وہ مرض الموت میں وصیت کر گیا کہ میری نمازوں کے عوض فدیہ دیدینا اور وارثین نے فدیہ دیدیا تو امید ہے کہ وہ بری الذمہ ہو جائے گا۔ بلکہ اگر بلا وصیت بھی وارث فدیہ دیدے تو امید قبول ہے۔

**ہدایت خاص** جو لوگ فاتحے میں خرچ کرتے ہیں ان کو چاہیئے کہ میت کی فوت شدہ نمازوں روزوں کے فدیے کی نیت سے مساکین کو کھلائیں تو یہ ایصال ثواب سے زیادہ ان کے لئے مفید ہو گا۔ ایک نماز اور ایک روزے کا فدیہ صدقہ فطر کی مقدار ہے۔

**تشریح ۱۲۶** پہلی روایت میں آیت کریمہ کا اخیر حصہ للذکری تھا۔ الف لام کے ساتھ یہ ابن شہاب زہری کی قرأت ہے۔ قرأت متواترہ 'لذکری' بغیر الف لام کے ہے۔ موسیٰ بن اسمٰعیل جو پہلی روایت کے بھی دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ کہتے ہیں۔ ایک دفعہ قتادہ نے جو حضرت انس کے تلمیذ ہیں للذکری' روایت کیا۔ جیسا کہ ابن شہاب کی قرأت ہے۔ پھر کچھ دن کے بعد میں نے قتادہ ہی سے قرأت متواترہ کے مطابق لذکری سنا۔ اس کے بعد امام بخاری نے باب کا یہ عنوان قائم فرمایا۔ قضا نمازوں کو ترتیب سے پڑھنے کا بیان۔ اس کے ثبوت میں وہی حضرت جابر والی حدیث ۳۹۶ ذکر فرمائی ہے کہ حضور نے غزوہ خندق کے موقع پر پہلے فوت شدہ عصر پڑھی پھر مغرب پڑھی۔ اقول۔ اس حدیث سے مختلف قضا شدہ نمازوں کے مابین ترتیب نہیں ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث میں صرف عصر کے فوت ہونے کا ذکر ہے بلکہ اس کے پہلے والے باب کے خلاف ثابت یہ ہوتا ہے کہ فائتہ اور وقتیہ میں ترتیب ضروری ہے۔

نیز فائتہ اور وقتیہ میں اور متعدد فوت شدہ نمازوں کے مابین ترتیب کا ضروری ہونا ان احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے جو حدیث ۳۹۶ کے ضمن میں حضرت عبد اللہ بن مسعود حضرت ابو سعید خدری حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے گزر چکی ہیں جن میں تصریح ہے کہ پہلے ظہر پڑھی پھر عصر پڑھی پھر مغرب پڑھی پھر عشاء پڑھی۔ نیز مسند[1] امام احمد میں ابو جمعہ حبیب بن سباع کی حدیث بھی اس کی دلیل ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مغرب پڑھنے کے بعد دریافت فرمایا۔

---

[1] جلد رابع ص ۱۰۶

حدیث ۳۹۸

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ اَصْحَابَ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اصحاب صفہ غریب لوگ تھے

الصُّفَّۃِ کَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَاءَ وَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ

(ایکبار) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے

کَانَ عِنْدَہٗ طَعَامُ الْاِثْنَیْنِ فَلْیَذْھَبْ بِثَالِثٍ وَ اِنْ اَرْبَعٌ فَخَامِسٌ اَوْ سَادِسٌ

کو لے جائے۔ اور اگر چار کا کھانا ہو تو پانچویں کو یا چھٹے کو۔ اور ابوبکر تین شخص

وَّاَنَّ اَبَا بَکْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَۃٍ وَّانْطَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَۃٍ

کو لے گئے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دس کو ــــــ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا

قَالَ فَھُوَ اَنَا وَاَبِیْ وَاُمِّیْ وَلَا اَدْرِیْ ھَلْ قَالَ وَامْرَاَتِیْ وَخَادِمٌ بَیْنَ

(گھر میں) میں اور میرے باپ اور میری ماں تھیں (راوی حدیث ابوعثمان نھدی نے کہا) میں

بَیْتِنَا وَبَیْتِ اَبِیْ بَکْرٍ وَّاَنَّ اَبَا بَکْرٍ تَعَشّٰی عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

نہیں جانتا کہ یہ بھی کہا تھا۔ یا نہیں۔ اور میری بیوی اور ایک خادم جو میرے اور ابوبکر کے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَیْثُ صُلِّیَتِ الْعِشَاءُ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتّٰی تَعَشَّی

گھر میں مشترک تھا۔ اور ابوبکر نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر شام کا کھانا کھایا پھر وہیں رہے یہاں تک

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضٰی مِنَ اللَّیْلِ مَا شَاءَ اللّٰہُ

کہ عشاء کی نماز بھی پڑھ لی گئی۔ اس کے بعد لوٹ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور وہیں رہے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رات کا

تم میں سے کوئی جانتا ہے کہ میں نے عصر پڑھ لی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ حضور نے عصر نہیں پڑھی ہے۔ تو مؤذن کو اقامت کا حکم دیا۔ عصر پڑھی پھر مغرب لوٹائی۔

**مولانا عبدالحی لکھنوی پر تعقب** مولانا موصوف نے التعلیق الممجد میں ترتیب کے مسئلے میں مذہب شوافع کو ترجیح دی ہے۔ شاید انھیں یہ احادیث نہیں ملیں۔

**تشریحات ۳۹۸** **تکمیل**۔ اس حدیث کی دوسری روایتوں میں نظر ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس میں اختصار بھی ہے اور الٹ پھیر اور ادل بدل بھی ہے۔ مثلاً کتاب الادب میں ہے ــــ کہ ابوبکر صدیق نے کچھ لوگوں کو مہمان بنایا۔ اور عبدالرحمٰن سے کہا اپنے

قَالَتْ لَهٗ اِمْرَاَتُهٗ مَا حَبَسَكَ عَنْ اَضْيَافِكَ اَوْ قَالَتْ ضَيْفِكَ قَالَ اَوْ

کھانا بھی تناول فرما لیا۔ اس کے بعد جب اتنی رات گزر گئی جتنی اللہ نے چاہا۔ تو گھر آئے اور اپنی بیوی سے کہا۔ اپنے مہمانوں کی خبر گیری

مَا عَشَّيْتِهِمْ قَالَتْ اَبَوْا حَتّٰى تَجِيْءَ قَدْ عُرِضُوْا فَاَبَوْا قَالَ فَذَهَبْتُ اَنَا

سے کس چیز نے تم کو روک لیا۔ ابو بکر نے کہا کیا ان کو شام کا کھانا نہیں کھلایا ہے۔ ان کی بیوی نے کہا۔ آپ کے آئے بغیر کھانے

فَاخْتَبَاْتُ فَقَالَ يَا غُنْثَرُ فَجَدَّعَ وَسَبَّ وَقَالَ كُلُوْا لَا هَنِيْئًا لَّكُمْ فَقَالَ وَاللّٰهِ

سے انھوں نے انکار کر دیا۔ ان کے سامنے کھانا پیش کیا گیا مگر انھوں نے منع کر دیا۔ عبد الرحمٰن نے کہا میں وہاں سے ٹل گیا

لَا اَطْعَمُهٗ اَبَدًا وَّ اَيْمُ اللّٰهِ مَا كُنَّا نَاْخُذُ مِنْ لُّقْمَةٍ اِلَّا رَبَا مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرُ

اور چھپ گیا تو ابو بکر نے کہا او پاجی! جدعک اللہ انفک اللہ تیری ناک کاٹے اور سخت سست کہا اور کہا کھاؤ تمہیں گوارا نہ

مِنْهَا قَالَ شَبِعُوْا وَصَارَتْ اَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذَالِكَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا اَبُوْ بَكْرٍ

ہو اور کہا بخدا میں یہ کھانا کبھی نہیں کھاؤں گا اور بخدا ہم جو بھی لقمہ لیتے اس کے نیچے سے اس سے زیادہ بڑھ جاتا۔

فَاِذَا هِيَ كَمَا هِيَ اَوْ اَكْثَرَ فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ يَا اُخْتَ بَنِيْ فِرَاسٍ مَا هٰذَا قَالَتْ

عبد الرحمٰن نے کہا مہمانوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور کھانا جتنا پہلے تھا اس سے زیادہ ہو گیا۔ اب ابو بکر نے اسے دیکھا تو جوں کا

لَا وَقُرَّةِ عَيْنِيْ لَهِيَ الْاٰنَ اَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِثَلٰثِ مِرَارٍ فَاَكَلَ مِنْهَا

توں یا زیادہ نظر آیا اب اپنی زوجہ سے کہا اے بنی فراس کی بہن! یہ کیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا میری آنکھ کی ٹھنڈک کی قسم یہ

اَبُوْ بَكْرٍ وَّقَالَ اِنَّمَا كَانَ ذَالِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ يَعْنِيْ يَمِيْنَهٗ ثُمَّ اَكَلَ مِنْهَا

اب پہلے سے تین گنا زیادہ ہے اب ابو بکر نے اس میں سے کھایا۔ اور کہا وہ شیطان کے وسوسے سے تھی۔ یعنی ان کی

لُقْمَةً ثُمَّ حَمَلَهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصْبَحَتْ عِنْدَهٗ

قسم۔ اس کے بعد ایک لقمہ اس سے کھایا پھر اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ وہاں صبح تک رہا۔

وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَقْدٌ فَمَضَى الْاَجَلُ فَفَرَّقْنَا اِثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا

اور ہمارے اور ایک قوم کے درمیان معاہدہ تھا اس کی میعاد ختم ہو گئی تھی ہم نے بارہ آدمی الگ کر لئے اور ہر آدمی کے

مہمانوں کو دیکھنا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ میرے آنے سے پہلے ان کی مہمانداری سے فارغ ہو لینا۔ عبد الرحمٰن گئے اور جو کچھ ان کے پاس تھا مہمانوں کے سامنے لائے۔ اور کہا۔ آپ لوگ

مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ أُنَاسٌ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ فَأَكَلُوا مِنْهَا

ساتھ بہت سے لوگ تھے اللہ ہی کو معلوم ہے ایک آدمی کے ساتھ کتنے آدمی تھے۔ ان سب نے اس کھانے

أَجْمَعُونَ أَوْ كَمَا قَالَ ؏

میں سے کھایا (ابو عثمان نے کہا) حضرت عبدالرحمٰن نے ایسے ہی فرمایا تھا یا پھر اس کے مثل کچھ اور فرمایا تھا۔

کھائیے۔ مہمانوں نے کہا۔ گھر کے مالک کہاں ہیں۔ عبدالرحمٰن نے کہا آپ لوگ کھالو۔ انھوں نے کہا جب تک گھر کے مالک نہیں آجائیں گے ہم لوگ نہیں کھائیں گے۔ عبدالرحمٰن نے کہا۔ ہماری مہمانداری قبول کرلو۔ کیوں کہ اگر تم نے نہیں کھایا اور وہ آئے تو ہمیں بہت کچھ بھگتنا پڑے گا پھر بھی مہمان نہیں ملنے۔ اب میں جان گیا کہ والد صاحب مجھ پر خفا ہوں گے۔ جب ابوبکر گھر آئے تو میں وہاں سے ہٹ گیا۔ انھوں نے پوچھا تم نے کیا کیا تو ان کو لوگوں نے بتایا۔ اب فرمایا اے عبدالرحمٰن! میں چپ رہا۔ پھر پکارا اے عبدالرحمٰن! میں اب بھی چپ رہا تو فرمایا اے پاجی! میں تم کو قسم دیتا ہوں اگر تم میری آواز سن رہے ہو تو کیوں نہیں آتے۔ اب میں نکلا اور عرض کیا۔ اپنے مہمانوں سے دریافت فرمالیں۔ اس پر مہمانوں نے کہا انھوں نے سچ کہا وہ کھانا لائے تھے فرمایا تو تم لوگوں نے میرا انتظار کیا۔ قسم خدا کی آج رات میں نہیں کھاؤں گا۔ دوسروں نے بھی کہا۔ قسم خدا کی ہم بھی نہیں کھائیں گے جب تک آپ نہیں کھائیں گے۔ فرمایا۔ اس رات جیسی برائی کبھی نہیں دیکھی۔ تم لوگوں کے لئے خرابی ہو۔ کیا ہوا کہ تم لوگ ہماری مہمانداری نہیں قبول کرتے۔ (مجھ سے فرمایا) اپنا کھانا لا۔ تو میں کھانا لایا۔ اب اس میں ہاتھ رکھا اور پڑھا بسم اللہ۔ پہلی بات (قسم) شیطان کی وجہ سے تھی اب انھوں نے بھی کھایا اور مہمانوں نے بھی کھایا۔

اس روایت سے جہاں یہ معلوم ہوگیا کہ زیر بحث روایت میں بہت اختصار ہے وہیں بہت سی الجھنیں بھی دور ہوگئیں۔ اب حدیث کا ابتدائی حصہ یہ ہوا۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق مہمانوں کو لاکر حضرت عبدالرحمٰن کے حوالے کرکے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس چلے گئے تھے۔ اور ان سے کہہ گئے تھے کہ مہمانوں کو کھانا کھلا دینا۔ میرا انتظار نہ کرنا۔ خفگی کا سبب یہی تھا اور اسی لئے حضرت عبدالرحمٰن چھپ گئے تھے۔ اور سخت سست انھیں کو کہا تھا۔ نہ مہمانوں کو کہا تھا نہ اپنی زوجہ کو۔

**اصحاب الصفہ:۔** مسجد نبوی کے شمال مشرق کے گوشے میں ایک چبوترہ تھا اور اب بھی ہے

ع اول مواقیت باب السمر مع الاھل والضیف ص۸۴ علامات النبوۃ ص۵۰۶ ثانی ادب باب ما یکرہ من الغضب والجزع عند الضیف ص۹۰۶ باب قول الضیف لصاحبہ لا آکل حتی تاکل ص۹۰۷ مسلم۔ اطعمہ۔ ابوداؤد الایمان والنذور۔ مسند امام احمد اول ص۱۹۷۔

جس پر چھپر پڑی ہوئی تھی۔ اس میں وہ لوگ رہتے تھے جن کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ اور نہ ذریعہ معاش ان کی کفالت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کرتے تھے۔ بخاری۔ رقاق، میں ہے واھل الصفۃ اضیاف الاسلام[1]۔ عموماً ان کی تعداد ستر رہتی۔ بخاری کتاب الصلوٰۃ[2] میں ہے۔ رایت سبعین من اصحاب الصفۃ۔ مگر یہ تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی۔ ابونعیم استاذ امام بخاری نے حلیہ میں سو سے زائد نام گنائے ہیں[3]۔

**تعشی مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:۔** عرب کی عادت تھی کہ سورج ڈوبنے سے پہلے کھالیتے اسے عشار کہتے تھے۔ حضرت صدیق اکبر مہمانوں کو اپنے گھر پہنچا کر پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور یہیں شام کا کھانا کھالیا۔ کسی اہم معاملے میں تبادلہ خیال کرنا تھا اس لئے رُک گئے۔ اور جب نماز عشار کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرمانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تو گھر واپس آئے۔

**حتی تعشی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:۔** مسلم شریف میں یہاں تعشی کے بجائے نعس ہے امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ یہ اصوب ہے۔ یعنی زیادہ درست ہے۔ علامہ عسقلانی نے اسے اوجہ۔ فرمایا اس لئے کہ جب پہلے آچکا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شام کا کھانا کھالیا تھا تو اس سے ظاہر ہے کہ اس وقت حضور نے بھی تناول فرمالیا تھا۔ پھر اس کا کیا مطلب کہ نماز عشار کے بعد رکے رہے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شام کا کھانا کھالیا اگرچہ علامہ ابن حجر وغیرہ نے اس کی تاویل کی ہے۔ کہ مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر خدمت اقدس میں اتنی دیر رُکے کہ وہیں شام کا کھانا کھایا۔ اور عشار کی نماز پڑھی۔ اور گھر رات گزرنے کے بعد واپس ہوئے مگر کلام کی سلاست ختم ہو جاتی ہے۔ اس لئے حتی نعس النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روایت کو اصوب کہنے کے بجائے صواب کہنا ہی صواب ہے۔

**ماکنا ناخذ لقمۃ:** یہاں تقدیم و تاخیر ہے۔ نیز حذف بھی۔ جیسا کہ کتاب الادب کی روایت سے ظاہر ہے۔ کہ جب حضرت صدیق اکبر نے اس رات کو کھانا نہ کھانے کی قسم کھالی تو ان کی اہلیہ اور ان کے مہمانوں نے بھی قسم کھالی۔ تو حضرت صدیق اکبر نے کھانا منگایا۔ اور سب نے کھایا۔ اس کے بعد ہے کہ لوگ جو لقمہ بھی اٹھاتے اس کے نیچے سے اس سے زیادہ بڑھ جاتا۔

**یا اخت بنی فراس:۔** اس سے مراد حضرت عبدالرحمٰن اور ام المومنین حضرت صدیقہ کی ماں ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ بنی کنانہ کی چشم و چراغ تھیں۔ ان کا نام زینت تھا یا دعد۔

---

[1] باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ ص۹۵۵۔
[2] باب نوم الرجال فی المسجد ص۶۳۔ [3] عینی جلد خامس ص۹۹۔

یہ پہلے عبدالرحمٰن بن حارث ازدی کی زوجیت میں تھیں۔ اس کے انتقال کے بعد حضرت صدیق اکبر نے نکاح کر لیا۔ انھیں کے بطن سے ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت عبدالرحمٰن ہیں۔ قدیم الاسلام خاتون ہیں۔

جب مدینہ طیبہ پہنچ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابو رافع کو بھیجا کہ وہ حضور کے اہل وعیال کو لے آئیں تو حضرت صدیق اکبر نے بھی عبداللہ بن اریقط کو بھیجا کہ وہ ان کے اہل وعیال کو لے آئے۔ چنانچہ دونوں حضرات کے اہل وعیال حضرت طلحہ بن عبیداللہ کے ساتھ مدینہ طیبہ آئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا جو حور عین کو دیکھنا چاہے وہ ام رومان کو دیکھے ان کے تاریخ وسن وصال کے بارے میں کثیر اختلافات ہیں۔ ابو عمود نے کہا کہ ذوالحجہ ۴ھ یا ۵ھ خندق کے سال ہوا۔ امام واقدی نے کہا ذوالحجہ ۶ھ میں ہوا۔ لیکن یہ صحیح نہیں اس لئے کہ حدیث زیر بحث سے ثابت کہ حضرت عبدالرحمٰن کے مدینہ طیبہ آنے کے بعد تک یہ زندہ تھیں۔ اور حضرت عبدالرحمٰن صلح حدیبیہ کے بعد قبل فتح مشرف باسلام ہو کر مدینہ طیبہ آئے ہیں۔ صلح حدیبیہ اول ذوقعدہ ۶ھ میں ہوئی تھی اور فتح مکہ رمضان المبارک ۸ھ میں۔ بلکہ یہاں تک تصریح ملتی ہے کہ واقعہ تخییر کے وقت تک باحیات تھیں۔ اس لئے کہ مسند امام احمد[1] میں ہے ــــ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت صدیقہ سے فرمایا تھا۔ یہ معاملہ والدین ابو بکر اور ام رومان کے سامنے پیش کرو۔ جب حضور نے آیت تخییر سنائی تو ام المومنین نے عرض کیا میں اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کو اختیار کرتی ہوں۔ حضور کے معاملے میں ابو بکر اور ام رومان سے مشورہ نہیں کروں گی۔ اور واقعہ تخییر ۹ھ میں ہوا تھا۔ امام بخاری نے تاریخ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بھی زمانے تک زندہ رہیں۔ اس لئے کہ امام مسروق نے ان سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ــ حدثتنی ام رومان ــ مجھ سے ام رومان نے حدیث بیان کی۔ ابراہیم حربی نے کہا۔ کہ جب امام مسروق نے ام رومان سے یہ حدیث سنی تو ان کی عمر پندرہ سال کی تھی۔ اس کا مطلب ہوا کہ یہ حضرت عمر کے عہد تک زندہ رہیں۔ بہرحال اس سے یہ تو ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تک زندہ رہیں۔ اس لئے کہ امام مسروق وصال اقدس کے بعد مدینہ آئے ہیں خطیب وغیرہ نے اس پر اعتراضات کئے ہیں۔ مگر علامہ ابن حجر کی رائے یہی ہے۔ جو امام بخاری نے فرمایا وہی صحیح ہے[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**لا وقرۃ عینی:** ۔ یہ لا، زائدہ ہے۔ جو قسم کی تاکید کے لئے آتا ہے۔ جیسے آیت کریمہ فلا وربک

---

[1] جلد سادس ص ۲۱۲ ۔ [2] الاستیعاب۔ الاصابہ جلد رابع ص ۴۵۰ تا ۴۵۲ ۔

میں ہے۔ لا نافیہ بھی ہو سکتا ہے۔ جس کا اسم محذوف ہے۔ یعنی لاشی غیر ما اقول ۔ علامہ داؤدی نے فرمایا۔ کہ ام رومان کی قرۃ عینی سے مراد، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں۔ یہ فقہی قسم نہیں۔ اظہار محبت کے لئے ہے۔

**کان بیننا وبین قوم عقد** :۔ یعنی ہمارا مشرکین کی ایک قوم سے مدت معین تک کے لئے معاہدہ تھا وہ میعاد پوری ہو گئی تھی۔ اس قوم کے لوگ حاضر ہوئے تھے۔ ہم نے ان میں سے بارہ آدمی چن لئے تھے۔ علامات النبوۃ کی روایت میں تعرّفنا ہے۔ یعنی بارہ آدمی عریف بنا دئے یعنی نگراں۔ جو ان کے احوال وضروریات کی خبر رکھے۔ مطلب یہ ہوا کہ ان بارہ آدمیوں کو ان لوگوں کے حصے کا کھانا دے دیا گیا۔ جو ان کے ماتحت تھے جیسا کہ علامات النبوۃ و بعث معلم سے مستفاد ہوتا ہے۔

**مسائل**

① عشاء کے بعد مہمان اور اپنے گھر والوں سے بات کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

② مہمانوں کی خدمت بہت بڑی سعادت ہے۔

③ گھر کا مالک نہ موجود ہو تو جو لوگ گھر میں ہیں انھیں لازم ہے کہ مہمانوں کی خدمت کریں۔

④ جس قسم کا توڑنا بہ نسبت قسم پوری کرنے کے زیادہ اچھا ہو تو قسم توڑ دے اور قسم کا کفارہ ادا کرے۔

⑤ اس حدیث سے حضرت صدیق اکبر کی کرامت معلوم ہوئی کہ کھانے سے وہ کم نہ ہوا زیادہ ہو گیا۔ اور اسے کثیر آدمیوں نے کھایا۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

# كِتَابُ الْاَذَانِ

**حدیث ۳۹۹**

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ ذَکَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ فَذَکَرُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ یَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ یُّوْتِرَ الْاِقَامَۃَ ؎

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ لوگوں نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا تو لوگوں نے یہود و نصاریٰ کا ذکر کیا اس کے بعد بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو بار کہیں اور اقامت کے ایک ایک بار۔

**حدیث ۴۰۰**

اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کَانَ یَقُوْلُ کَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِیْنَ قَدِمُوا الْمَدِیْنَۃَ یَجْتَمِعُوْنَ فَیَتَحَیَّنُوْنَ الصَّلٰوۃَ لَیْسَ یُنَادِیْ لَھَا اَحَدٌ فَتَکَلَّمُوْا یَوْمًا فِیْ ذٰلِکَ فَقَالَ بَعْضُھُمْ اتَّخِذُوْا نَاقُوْسًا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارٰی وَقَالَ بَعْضُھُمْ بَلْ بُوْقًا مِثْلَ قَرْنِ الْیَھُوْدِ فَقَالَ عُمَرُ اَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے کہ مسلمان جب مدینہ آئے تو اندازہ کر کے نماز کے لئے اکٹھا ہو جاتے تھے۔ نماز کے لئے ندا نہیں ہوتی تھی۔ تو لوگوں نے آپس میں اس بارے میں ایک دن گفتگو کی۔ بعض نے کہا۔ نصاریٰ کے ناقوس کی طرح ایک ناقوس بنا لو۔ اور بعض نے کہا۔ یہودیوں کے سنکھ کی طرح ایک سنکھ بنا لو۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا کیوں نہیں کسی آدمی کو بھیج دیتے

**اذان کے معنی:۔** اذان۔ باب تفعیل کا مصدر قیاسی ہے کلام وسلام کے وزن پر اس کا مادہ اَذَنٌ ہے۔ سننے کے معنی میں۔ اس کے لغوی معنی۔ اِعلام۔ یعنی خبر دینے کے ہیں۔ اور شریعت میں اعلام مخصوص کا نام ہے جو خاص الفاظ اور خاص ہیئت کے ساتھ کیا جائے۔ جو سب کو معلوم ہیں۔ اذان ۱ھ میں مشروع ہوئی

**تشریحات ۳۹۹۔۴۰۰** تکمیل۔ حدیث ۳۹۹ مختصر ہے پوری حدیث یوں ہے۔ لوگوں نے کہا اگر ہم ناقوس بنا لیں۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نصاریٰ

؎ اول اذان باب بدء الاذان ص۸۵ ذکر بنی اسرائیل ص۴۹۱ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد صلوٰۃ ترمذی صلوٰۃ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

یُنَادِیْ بِالصَّلٰوۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلٰوۃِ ؏

جو نماز کے لئے ندا کرے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال! اٹھ اور نماز کے لئے ندا دے۔

کے لئے ہے۔ تو لوگوں نے کہا اگر ہم سنکھ بنالیں تو فرمایا یہ یہودیوں کے لئے ہے۔ اب لوگوں نے کہا اگر ہم کسی اونچی جگہ آگ جلائیں تو فرمایا یہ مجوس کے لئے ہے[1] دوسرا اختصار یہ ہے کہ اس میں یہود کے سنکھ کا ذکر نہیں۔ تیسرا یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے کا تذکرہ نہیں۔ اسی طرح حدیث ۷۰۰ ؏ میں۔ نادِ بالصلوٰۃ۔ میں ابہام ہے یہ نہیں ہے۔ کن الفاظ میں ندا کریں۔ علامہ ابن حجر کی رائے یہ ہے کہ ابتدا میں حضرت بلال گلیوں میں پکارتے تھے۔ الصلوٰۃ جامعۃ۔ جیسا کہ طبقات ابن سعد میں مراسیل سعید بن مسیب سے ہے۔ اس کے بعد اذان مشروع ہوئی۔ مگر اسماعیلی نے اس حدیث کی جو تخریج کی ہے۔ اس میں فناد بالصلوٰۃ۔ کی جگہ۔ فاذن۔ ہے۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ فنادبالصلوٰۃ سے اذان مشروع مراد ہے اگرچہ یہ احتمال ہے کہ یہاں اذان کے لغوی معنی مراد ہوں۔ اور یہی ظاہر ہے۔ احادیث میں باحسن وجوہ تطبیق کے لئے یہ ضروری ہے۔

## اذان کیسے مشروع ہوئی

اس بارے میں احادیث اتنی مختلف اور بظاہر متعارض ہیں کہ سب کو ذکر کرنا اور سب کی تنقیح اور سب میں تطبیق کے لئے دفتر چاہیئے۔ اس لئے میرے خیال میں جو راجح اور صحیح ہے اس کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔ اس خصوص میں سب سے صحیح وہ روایت ہے جسے ابوداؤد[2] اور ترمذی و ابن ماجہ نے ذکر کیا۔ کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناقوس بنائے جانے کا حکم دیا۔ تاکہ لوگوں کو نماز کے لئے اکٹھا کرنے کے لئے بجایا جائے۔ تو میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص اپنے ہاتھ میں ناقوس لئے ہوئے میرے پاس گھوم رہا ہے۔ انھوں نے اس سے کہا اے اللہ کے بندے! اسے بیچو گے؟ اس نے پوچھا تم اسے کیا کرو گے انھوں نے کہا ہم اس سے لوگوں کو نماز کے لئے بلائیں گے۔ اس نے کہا۔ کیا میں اس سے عمدہ بات نہ بتادوں۔ انھوں نے کہا ضرور بتاؤ۔ تو اس نے کہا یوں کہو۔ (اور اس نے پوری اذان بتائی)۔ حضرت زید کہتے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور میں نے جو خواب دیکھا تھا۔ عرض کیا۔ ارشاد فرمایا۔ یہ خواب حق ہے۔ بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ

---

؏ اول اذان۔ باب بدء الاذان ص۸۵ مسلم صلوٰۃ۔ ترمذی صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔

[1] عینی جلد خامس ص۱۰۳ بحوالہ ابوالشیخ۔ مسلم اول صلوٰۃ باب بدء الاذان ص۱۶۴ باختصار۔

[2] اول صلوٰۃ باب بدء الاذان ص۷۱ ترمذی اول باب بدء الاذان ص۲۶ ابن ماجہ ایضاً ص۵۱۔

اور جو خواب میں دیکھا ہے انھیں بتاؤ۔ وہ اذان دیں اس لئے کہ ان کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے۔ اب میں بلال کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ میں انھیں بتاتا وہ اذان دیتے۔ اسے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھر سنا تو اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے یہ کہتے ہوئے نکلے یا رسول اللہ! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے بھی وہی دیکھا ہے جو اس نے دیکھا ہے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فللہ الحمد۔

دوسری حدیث ابوداؤد[1] میں یہ ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس معاملے میں بہت متردد تھے کہ نماز کے لئے لوگوں کو کیسے اکٹھا کیا جائے۔ عرض کیا گیا۔ نماز کا وقت ہو جانے کے بعد ایک جھنڈا نصب کیا جائے۔ کہ لوگ جب اُسے دیکھیں تو ایک دوسرے کو بتا دیں۔ یہ حضور کو پسند نہیں آیا۔ لوگوں نے یہود کے سنکھ کا ذکر کیا۔ تو یہ بھی پسند نہ آیا۔ اور فرمایا۔ یہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔ اور لوگوں نے ناقوس کا تذکرہ کیا تو فرمایا یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے۔ عبداللہ بن زید وہاں سے لوٹے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُلجھن کی وجہ سے خود بھی پریشان تھے۔ تو خواب میں اذان دیکھی اور صبح کو خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ میں سونے اور جاگنے کی درمیانی حالت میں تھا۔ کہ ایک آنے والا آیا اور مجھے اذان بتائی۔ اور حضرت عمر بن خطاب نے بھی اس کے پہلے اسے دیکھا تھا۔ اور بیس دن چھپائے رہے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی۔ ارشاد فرمایا۔ مجھے بتانے سے کس چیز نے روکا۔ تو انھوں نے عرض کیا۔ بتانے میں عبداللہ بن زید مجھ سے سبقت کر گئے تو مجھے حیا آئی۔ ان دونوں حدیثوں کا مضمون ایک ہی ہے۔

**تنقیحات** (۱) ابوداؤد کی پہلی حدیث کے ابتدائی حصے پر یہ اشکال ہے۔ کہ جب نصاریٰ کی وجہ سے ناقوس کو ناپسند فرمایا تھا۔ تو اس کے بنانے کا حکم کیسے دیا۔ **اقول** ہو سکتا ہے۔ کہ پھر یہ خیال فرما کر کہ کفار میں ہم سے سب سے زیادہ قریب نصاریٰ ہیں۔ اس کا حکم دے دیا ہو۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے۔ کہ جب تک ممانعت نہ ہو اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے۔ (۲) پہلی حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ اذان سن کر حضرت عمر تیزی سے حاضر ہوئے اور بتایا کہ میں نے بھی یہی خواب میں دیکھا۔ اس سے بظاہر یہی متبادر ہوتا ہے۔ کہ اسی رات خواب دیکھا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ بیس دن پہلے دیکھا تھا۔ اور حیا کی وجہ سے نہیں بتایا۔ کہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں۔ عمر اتنے بڑے ہو گئے کہ خواب میں انھیں احکام کا القاء ہوتا ہے اور واقعہ بالکل ابتدا کا ہے لوگ حضرت عمر کی جلالت شان سے واقف نہ تھے۔ **اقول** کوئی تعارض نہیں۔ خواب بیس دن پہلے دیکھا تھا۔ مگر حیاء کی وجہ سے نہیں بتایا۔ جب اذان سنی تو تیزی سے حاضر ہوئے اور بتایا

---

[1] اول باب کیف الاذان ص۷۱۔

فاستحییت میں تاخیر ہے۔ اس کا تعلق پہلے سے ہے یعنی جب حضور نے دریافت فرمایا کہ تجھے بتانے سے کیا چیز مانع ہوئی۔ تو عرض کیا۔ مجھے حیا آئی جب عبداللہ بن زید نے بتایا تو اب میں بھی بتاتا ہوں۔ راویوں میں حذف، اختصار، تقدیم و تاخیر کی کثیر مثالیں ہیں۔ (۳) طبقات ابن سعد سے گزر چکا کہ ابتدا میں حضرت بلال۔ الصلوٰۃ جامعۃ۔ گلیوں میں پکارتے تھے۔ پھر ناقوس بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ اقول۔ اس میں بہت زحمت تھی۔ پورے شہر میں پانچوں وقت ہر ہر محلے میں جا جا کر آواز لگانا بہت مشکل کام ہے۔ اس دشواری کو دور کرنے کے لئے یہ مشورہ ہوا تھا۔ اس پر زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا۔ کہ مشورہ دو بار ہوا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ (۴) غیر نبی کا خواب حجت شرعی نہیں۔ پھر حضرت عبداللہ بن زید کے خواب پر کیوں عمل ہوا۔ اقول۔ صرف ان کے خواب پر بنا نہیں۔ بنا اس پر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انہ لرویا حق۔ یہ خواب حق ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شارع ہیں حضور کا قول حجت ہے۔ اس کے علاوہ مصنف عبدالرزاق و مراسیل ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ حضور نے حضرت عمر سے فرمایا سبقك بذالك الوحی تمہارے کہنے سے پہلے وحی آچکی ہے[1] اس کا حاصل یہ ہوا کہ حضور کا یہ ارشاد۔ یہ خواب حق ہے۔ وحی تھا۔ اور وحی حجت ہے۔

**فامر بلال**:۔ صیغہ مجہول کے ساتھ یعنی بلال کو حکم دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم دینے والے وہی ہو سکتے ہیں۔ جنہیں یہ حق تھا۔ اور وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہیں۔ جیسا کہ نسائی[2] میں تصریح ہے۔ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر بلالا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا۔

**کشمیری صاحب کی نکتہ آفرینی** اسی سے کشمیری صاحب کا وہ نکتہ ہوا ہو گیا۔ جو برسہا برس کی عرق ریزی کے بعد ان کو ہاتھ آیا تھا۔ جسے فیض الباری جلد ثانی ص ۱۵۹ پر درج کیا گیا ہے جس پر ان کے تلمیذ بدر عالم صاحب نے بہت فخریہ انداز میں تعلی کی ہے۔ اس لئے کہ اس کی بنیاد امر بلال۔ صیغہ مجہول پر تھی اور جب بروایت صحیحہ صیغہ معروف موجود ہے وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف صریح اسناد کے ساتھ تو اس کی کوئی گنجائش ہی نہ رہی۔ ویسے بھی وہ نکتہ صرف بے پڑھے لکھے لوگوں پر دھونس کے سوا اور کچھ نہیں۔

**ان یوتر الاقامۃ**:۔ حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو بار کہیں اور اقامت کے ایک ایک بار۔ احناف کے یہاں اقامت بھی اذان کی طرح ہے۔ اس کے کلمات بھی دو بار کہے جائیں گے

---

[1] عمدۃ القاری خامس ص ۱۰۰

[2] اول باب بدء الاذان ص ۱۰۳۔

احناف کی مستدل یہ احادیث ہیں۔

(۱) امام ترمذیؒ[۱] طریق عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ روایت کی۔ کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اذان اور اقامت دو دو بار ہوتی تھی۔ اس پر امام ترمذی نے یہ جرح کی کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے حضرت عبداللہ بن زید سے حدیث نہیں سُنی۔ اس جرح کا حاصل ہوا کہ یہ حدیث منقطع ہے۔ مگر ثقہ کا انقطاع ہمارے اور جمہور کے یہاں قادح نہیں جیسا کہ مقدمہ میں گزر چکا۔

(۲) یہی امام ترمذیؒ[۲] اور ابو داؤدؒ[۳] نسائیؒ[۴] ابن ماجہؒ[۵] حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان کے انیس کلمے اور اقامت کے سترہ کلمے سکھائے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن صحیح کہا۔

(۳) بیہقی نے سنن کبریٰ میں ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن زید سے روایت کیا۔ کہ انھوں نے اذان کے کلمات بھی دو بار کہے اور اقامت کے بھی[۶]

(۴) امام طحاویؒ[۷] نے روایت کیا کہ حضرت سلمہ بن اکوع اذان کے کلمات بھی دو دو بار کہتے اور اقامت کے بھی۔

(۵) نیز اسی میں ہے امام اسود روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال اذان کے بھی کلمات دو دو بار کہتے اور اقامت کے بھی۔

(۶) اسی میں ہے کہ حضرت محذورہ نے فرمایا۔ کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اقامت کے کلمات دو دو بار سکھائے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اقامت کے سترہ کلمات سکھائے۔

(۷) اسی میں ہے کہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کے کلمات دو دو بار کہتے اقامت کے بھی۔

(۸) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر ایک مؤذن پر ہوا تو اسے حکم دیا کہ اقامت کے کلمات بھی دو دو بار کہہ۔ تیری ماں نہ رہے[۸]

(۹) طحاوی میں ہے۔ امام مجاہد نے اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہنے کے بارے میں فرمایا۔ کہ اسے بعض بادشاہوں نے گڑھ لیا ہے اصلی یہی ہے کہ دو دو بار کہی جائے۔

---

[۱] اول صلوٰۃ باب فی افراد الاقامۃ ص۲۶

[۲] اول صلوٰۃ باب فی الترجیع ص۲۶۔

[۳] باب کیف الاذان ص۷۔

[۴] نسائی باب کم للاذان کلمۃ ص۱۰۲۔

[۵] ابن ماجہ باب الترجیع فی الاذان ص۵۲۔

[۶] عینی جلد خامس ص۱۰۳۔

[۷] شرح معانی الآثار باب الاقامۃ کیف ھو ص۶۶۔

[۸] عینی جلد خامس ص۱۰۴۔

ان سب سے ظاہر ہوگیا کہ اذان کی طرح اقامت کے بھی کلمات دو دو بار کہے جائیں علامہ عینی نے فرمایا۔ اسی پر اہل مکہ کا عمل ہے۔ حالانکہ وہاں پوری دنیا کے مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں۔ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ حنین کے موقع پر ہوا تھا۔ اس لئے یہی ارجح ہے۔ یہاں تک کہ بعض احناف نے فرمایا کہ حضرت انس کی یہ حدیث حضرت ابو محذورہ کی حدیث سے منسوخ ہے۔ اس پر امام احمد نے فرمایا اگر منسوخ ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے واپس ہوکر حضرت بلال کو یہ حکم دیتے کہ اقامت کے کلمات دو دو بار کہو۔ علامہ عینی نے اس پر فرمایا کہ عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ نے فرمایا۔ کہ حضرت عبداللہ بن زید نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اذان اور اقامت دونوں شفعہ تھی یعنی ان کے کلمات دو دو بار تھے اس لئے نسخ کے دعوی میں کوئی قباحت نہیں۔

## ترجیع کی بحث

امام شافعی کے یہاں اذان میں ترجیع ہے یعنی پہلے شہادتین پست آواز سے کہی جائے پھر دوبارہ بلند آواز سے۔ ہمارے یہاں ترجیع نہیں۔ ہماری دلیل حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث ہے۔ اس میں فرشتے نے جو اذان سکھائی اس میں ترجیع نہیں۔ اسی کے مطابق حضور نے حضرت بلال کو اذان کہنے کا حکم دیا۔ امام شافعی کی دلیل حضرت محذورہ کی حدیث ہے۔ جو پوری تفصیل سے نسائی اور ابن ماجہ میں یوں مذکور ہے۔ حضرت ابو محذورہ کہتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حنین سے واپس ہو رہے تھے تو میں دس[1] نفر کے ساتھ نکلا۔ راستے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موذن کی آواز سنی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس اذان دے رہا تھا۔ اور ہم اس سے بیزار تھے۔ اس لئے اس کی نقل اتارنے کے لئے چیخے۔ ہم اس کا مذاق اڑا رہے تھے۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سن لیا۔ اور ہمارے پاس کچھ لوگوں کو بھیجا ان لوگوں نے ہمیں پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بٹھا دیا حضور نے ارشاد فرمایا۔ تم میں کس کی آواز بلند ہے۔ سب نے میری طرف اشارہ کیا۔ اور انھوں نے صحیح اشارہ کیا تھا۔ حضور نے سبھوں کو چھوڑ دیا اور مجھے روک لیا۔ اور فرمایا کھڑا ہو اور اذان کہہ۔ میں کھڑا ہو گیا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ جس کا مجھے حکم دے رہے تھے۔ اس سے زیادہ مجھے کوئی چیز ناپسند نہ تھی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو کھڑا ہو گیا۔ حضور نے بنفس نفیس مجھے اذان سکھائی۔ فرمایا کہ اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر۔ شہادتین تک کہلانے کے بعد فرمایا۔ اپنی آواز بلند کر اور پھر شہادتین دو دو بار کہلائی آخر اذان تک۔ اذان پوری ہونے

---

[1] الاستیعاب جلد رابع ص ۱۷۹۔

کے بعد مجھے بلایا اور مجھے ایک تھیلی دی جس میں کچھ چاندی تھی پھر اپنا دست مبارک ابو محذورہ کے اگلے سر کے بالوں پر رکھا اور اسے چہرے اور سینے پر پھیرتے ہوئے ناف تک لے گئے۔ پھر فرمایا۔ اللہ تیرے لئے اور تیرے اوپر برکت دے۔ اب میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! مکے میں اذان کہنے پر مجھے مقرر فرما دیں۔ فرمایا۔ ٹھیک ہے میں نے تم کو وہاں اذان دینے پر مقرر فرمایا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی بالکلیہ ختم ہوگئی اور اسکی جگہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت آگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مکے کے عامل عتاب بن اُسید کے پاس آیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے وہاں اذان دی۔ ابوداؤد[1] میں ہے کہ ابو محذورہ سر کے اگلے حصے کے اس بال کو نہ کاٹتے تھے نہ اپنی جگہ سے کھسکاتے تھے جب تک یہ باحیات رہے اذان دیتے رہے ان کے بعد یہ منصب ان کے صاحبزادے عبداللہ کو ملا۔ ان کی آواز بہت ہی دل کش تھی اور اتنی بلند کہ ایک بار حضرت فاروق اعظم نے سُنی تو ان سے فرمایا۔ ایسا لگتا ہے کہ تمہارا حلق پھٹ جائے گا[2]۔ اس کا جواب علمائے احناف نے یہ دیا۔ کہ شہادتین کی تکرار ان کی تعلیم کے لئے تھی۔ ظاہر ہے کہ انھوں نے اذان کی نقل اتاری تھی۔ یقیناً ڈرتے رہے ہوں گے پھر وہ اس وقت حالت کفر میں تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اور اذان کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ تو اس کا قوی امکان ہے۔ کہ شہادتین کے وقت جھجکے ہوں گے جس کی وجہ سے آواز پست کردی ہوگی تو حضور نے انہیں تنبیہ فرمائی آواز بلند کرکے شہادتین ادا کرے۔ اگر واقعی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصود ترجیع کی تعلیم تھی تو بعد میں حضرت بلال کو کیوں حکم نہیں دیا کہ اب ترجیع کیا کرو۔ اس پر قرینہ واضحہ ہے کہ وہ صرف ان کی تعلیم کے لئے تھا۔ حضرت بلال نے برسہا برس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور اذان دی اور اس میں ترجیع نہ تھی۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ اصل اذان میں ترجیع نہیں۔ بلکہ طبرانی[3] نے معجم اوسط میں خود حضرت ابو محذورہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اذان کا ایک ایک حرف سکھایا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اس میں ترجیع نہیں۔

**حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی اذان دی یا نہیں:۔** سہیلی نے لکھا ہے کہ۔ ایک مرتبہ سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان دی۔ اس حالت میں صحابہ کو نماز پڑھائی کہ وہ اپنی سواریوں ہی پر تھے۔ اوپر سے بارش ہو رہی تھی۔ اور نیچے کیچڑ تھا۔ اسے امام ترمذی[4] نے ایسے طریقے

---

[1] اول باب کیف الاذان ص۷۳۔ [2] الاستیعاب جلد رابع ص۱۷۸۔ [3] عینی جلد خامس ص۱۰۵۔
[4] اول صلوۃ باب فی الصلوٰۃ علی الدابۃ فی الطین والمطر ص۵۵۔

**حدیث ۴۰۱** عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّیْطَانُ لَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰی

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے یہاں

لَا یَسْمَعَ التَّاذِیْنَ فَاِذَا قُضِیَ النِّدَاءُ اَقْبَلَ حَتّٰی اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ

تک کہ اذان نہیں سنتا جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو آجاتا ہے یہاں تک کہ جب اقامت کہی جاتی ہے تو بھاگتا

اَدْبَرَ حَتّٰی اِذَا قُضِیَ التَّثْوِیْبُ اَقْبَلَ حَتّٰی یَخْطِرَ بَیْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ یَقُوْلُ

ہے یہاں تک کہ جب اقامت پوری ہو جاتی ہے تو پھر آجاتا ہے اور آدمی کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ کہتا

اُذْکُرْ کَذَا اُذْکُرْ کَذَا لِمَا لَمْ یَکُنْ یَذْکُرُ حَتّٰی یَظَلَّ الرَّجُلُ لَا یَدْرِیْ کَمْ صَلّٰی ؏

ہے یہ یاد کر یہ یاد کر جو باتیں اسے یاد نہیں تھیں یہاں تک کہ آدمی بھول جاتا ہے کہ کتنی پڑھیں۔

سے تخریج کی ہے جو عمر بن رماح کے گرد گھومتا ہے۔ یہ اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچاتے ہیں۔ امام نووی نے بھی لکھا ہے کہ حضور نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی۔ اسے امام ترمذی کی طرف منسوب کیا۔ اور اس کی تقویت کی۔ علامہ ابن حجر نے اس پر یہ تعقب فرمایا۔ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ سے نہیں بلکہ حضرت یعلیٰ بن مرہ سے مروی ہے۔ ہم نے اسے مسند احمد میں اسی طریقے سے جس سے امام ترمذی نے تخریج کی ہے یوں پایا۔ فامر بلالا فاذن۔ اس سے معلوم ہوا کہ ترمذی کی روایت میں اختصار ہے اور حکم کرنے کی وجہ سے حضور کی طرف مجازاً اسناد ہے۔ جیسے اعطی الملک فلانا میں ہے مسند امام احمد میں ہے۔ فامر الموذن۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**تشریحات ۴۰۱**

**تکمیل۔** سہو اور بدء الخلق میں یہ زائد ہے فاذا لم یدر کم صلی ثلثا او اربعا فلیسجد سجدتین پس یہ نہ یاد رہے تین پڑھی کہ چار تو دو سجدے کرلے۔

**حتی لا یسمع التاذین:** مسلم میں حضرت جابر کی حدیث میں ہے کہ روحاء تک بھاگتا ہے

---

عہ اول اذان باب فضل التاذین ص۸۵ العمل فی الصلوٰۃ باب یفکر الشی فی الصلوٰۃ ص۱۶۳ السہو باب اذا لم یدر کم صلی ص۱۶۴ بدء الخلق۔ باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص۴۶۴ مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ دارمی۔ موطا۔ مسند امام احمد۔

لہ مسند امام احمد جلد رابع ص۱۲۲۔ ۲ہ اول صلوٰۃ باب فضل الاذان ص۱۶۷۔

حضرت جابر ہی نے بتایا کہ روحا مدینے سے چھتیس میل دور ہے۔ یہاں ایک اشکال ہے کہ اذان اور اقامت سنکر شیطان بھاگتا ہے۔ اور قرآن مجید و اذکار نماز کے وقت آجاتا ہے۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ بات یہ ہے کہ۔ اذان کے بارے میں ایک حدیث[1] میں آیا ہے کہ۔ جہاں تک اذان کی آواز جاتی جن و انس اور جو چیز بھی اذان سنتی ہے وہ قیامت کے دن موذن کے لئے گواہی دے گی۔ شیطان اس ڈر سے بھاگتا ہے کہ مجھے بھی گواہی نہ دینی پڑے۔ وہ اگرچہ شہادت کا اہل نہیں۔ مگر اپنے آپ کو شاید اہل سمجھتا ہے۔ پھر یہ شہادت بمنزلہ خبر متواتر ہوگی اور خبر متواتر میں مخبرین کا عادل ہونا بلکہ مسلمان ہونا بھی شرط نہیں۔

**حتی اذا ثوب:** تثویب کے اصل معنی کسی چیز کے بتانے اور اس کے وقوع سے ڈرانے کے ہیں پھر اکثر اس کا استعمال بلند آواز سے بتانے کے معنی میں ہوگیا۔ نیز کسی چیز کو ایک بار بتانے کے بعد دوبارہ بتانے کے معنی میں بھی ہے۔ یہاں اقامت مراد ہے جیسا کہ مسلم میں ہے۔ کیوں کہ اذان بھی نماز کے بتانے کے لئے ہے اور یہ بھی۔ تو اعلام بعد اعلام ہوگیا۔ ویسے اُس عہد میں تثویب الصلوٰۃ خیر من النوم کو کہتے تھے۔ اور اب اذان و اقامت کے مابین متعارف الفاظ کے ساتھ نماز کے وقت کے اعلان کو کہتے ہیں۔ جیسے بہت سی جگہ صلوٰۃ وسلام اس کے لئے مقرر ہے حتی کہ اس کو بہت سی جگہ صلوٰۃ کہتے بھی ہیں۔ یہ باتفاق متاخرین فقہاء احناف مستحسن ہے جیسا کہ ہدایہ سے لے کر شامی تک میں تصریح ہے۔

**اذکر کذا وکذا:** فتح الباری[2] میں ہے۔ کہ ایک شخص گھر میں مال دفن کرکے بھول گیا ہر چند سوچا مگر یاد نہیں آیا کہ کہاں ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت امام نے فرمایا۔ گھر جاکر رات بھر نفل نماز پڑھ۔ اس کی پوری کوشش کرنا کہ حضور قلب رہے۔ ادھر ادھر دل نہ بٹے۔ اس نے گھر جاکر نفلیں پڑھنی شروع کیں۔ شیطان نے سوچا کہ یہ اس خشوع و خضوع کے ساتھ نفلیں پڑھ کر ایک رات میں اللہ کا مقرب بندہ بن جائے گا۔ اس لئے اس کو جلدی سے اس کے دفینے کی جگہ یاد دلادی۔ اس نے نماز ختم کرکے اس جگہ کھودا اور دفینہ نکل آیا۔

**مسائل** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ شیطان کو بھگانے کے لئے اذان بہت ہی موثر ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ اثر صرف اسی اذان کے لئے ہے جو نماز کے لئے کہی جاتی ہے یا جب بھی کہی جائے یہی اثر ہوگا۔ نیز یہ کہ اذان نماز ہی کے ساتھ خاص ہے یا نماز کے علاوہ دوسرے وقت بھی مشروع ہے۔ ہم جب احادیث اور اقوال صحابہ و اسلاف پر نظر ڈالتے

---

[1] بخاری اول اذان باب رفع الصوت بالنداء ص ۸۶۔
[2] جلد ثانی ص ۶۰۔

ہیں تو ثابت یہ ہوتا ہے کہ اذان صرف نماز کے ساتھ خاص نہیں۔ دوسرے مواقع پر بھی مشروع ہے۔ مثلاً بچے کی پیدائش کے بعد۔ حدیث میں ہے۔ حضرت ابورافع کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حسن بن علی جب پیدا ہوئے تو ان کے کان میں نماز والی اذان کہی[1]۔ امام ترمذی نے فرمایا۔ یہ حدیث صحیح ہے اور اس پر عمل ہے۔ اسد الغابہ[2] میں ہے۔ کہ جب حضرت حسین پیدا ہوئے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکے کان میں اذان کہی۔ مرقاۃ[3] میں شرح السنۃ سے ہے۔ کہ عمر بن عبدالعزیز جب بچہ پیدا ہوتا تو داہنے کان میں اذان دیتے اور بائیں میں اقامت کہتے۔ مسند ابویعلیٰ موصلی میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ جس کے بچہ پیدا ہو اور اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہے تو ام الصبیان اسے ضرر نہیں پہنچائے گی۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ فرمایا۔ جب بھوت پریشان کریں تو اذان دو[4]۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غمگین دیکھا تو فرمایا۔ اے ابن ابی طالب کیا بات ہے۔ کہ میں تم کو غمگین دیکھ رہا ہوں۔ اپنے کسی اہل سے کہو تمہارے کان میں اذان دے یہ غم کو دور کرنے والی ہے۔ حضرت علی نے فرمایا۔ میں نے اس کا تجربہ کیا۔ تو ایسا ہی پایا۔ اس حدیث کے تمام راویوں نے کہا میں نے اس کا تجربہ کیا تو ویسا ہی پایا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی انسان یا جانور بدخلقی کرے تو اس کے کان میں اذان کہو۔

## دیوبندی اکابر کی شہادت

اوجز المسالک جلد اول ص۱۸۳ میں ہے۔ حدیث نبوی سے بعض سلف نے اذان غیر وقت صلوٰۃ بھی دفع اثرات شیاطین وجنات کے لئے ثابت کی ہے۔ مسلم شریف[5] میں سہیل بن ابی صالح کی روایت ہے۔ جس میں یہ ہے انھوں نے کسی نظر نہ آنے والے کی آواز سننے کا ذکر اپنے والد ماجد سے کیا تو فرمایا۔ جب کوئی ایسی آواز سنو تو اذان کہو۔ علامہ ابن عبدالبر نے امام مالک سے نقل کیا۔ کہ زید بن اسلم[6]، معدن بنی سلیم پر عامل بنا کر بھیجے گئے جہاں لوگوں کو جن ستاتے تھے۔ جب ان لوگوں نے شکایت کی۔ تو حضرت زید نے انھیں بلند آواز سے اذان دینے کا مشورہ دیا۔ انھوں نے ایسا کیا۔ تو پھر جنوں نے نہیں ستایا۔ حضرت عمر کی خدمت میں بھوت پریت کا ذکر کیا گیا۔ تو آپ نے بھی اذان کا حکم دیا۔ سعایہ میں ہے کہ اذان کی اصل وضع تو نماز ہی

---

[1] ابوداؤد ثانی۔ ادب باب فی المولود یوذن فی اذنہ ص۳۴۷ ترمذی اول ابواب الاذان فی اذن المولود ص۱۸۳
[2] جلد ثانی ص۱۸۔ [3] جلد رابع الفصل الثالث ص۳۶۔ [4] مسند امام احمد جلد اول ص۱۵-۱۴۔
[5] اول باب الاذان وھرب الشیطان ص۶۵۔ [6] فتح الباری ثانی ص۷۲۔

ت ۱۲۷ | قَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ اَذِّنْ اَذَانًا سَمْحًا وَ اِلَّا فَاعْتَزِلْنَا ۔ع

حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا۔ سیدھی سادھی اذان کہہ ورنہ ہم سے دور ہو۔

کے لئے تھی پھر دوسرے مواضع میں مستعمل ہوئی۔ مثلاً ولادت مولود پر دائیں کان میں اذان بائیں میں اقامت مسنون ہوئی۔ جن بھوت پریت کا جہاں اثر ہو وہاں بھی اذان دی جاتی ہے۔ جب سواری کا جانور سرکشی کرے یا کسی بدکردار بداخلاق آدمی سے واسطہ پڑے تو اس کے کان میں اذان دی جائے غمزدہ، مرگی کے مریض، اور غضبناک آدمی کیلئے بھی اذان اس کے کان میں دینا مفید ہے۔ لڑائی کے میدان میں۔ جنگ کے وقت آگ لگ جانے پر اور جنگل میں راستہ گم ہوجانے پر بھی اذان دینی چاہیئے علامہ ابن عابدین شامی نے دس مواقع شمار کرائے ہے[1]

## اذان قبر کا اثبات

ان سب کا حاصل یہ ہے کہ اذان نماز ہی کے ساتھ خاص نہیں۔ نماز کے علاوہ بہت سے ایسے مواقع ہیں۔ جہاں اذان مشروع ہے۔ خصوصاً جہاں شیاطین کا دخل ہو۔ سہیل بن ابی صالح کی جو روایت مسلم شریف کے حوالے سے مذکور ہوئی۔ اس کے اخیر میں ہے۔ میں نے اس وقت اذان کا حکم اس لئے دیا۔ کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ شیطان جب اذان سنتا ہے۔ تو منہ پھیر کر بھاگتا ہے اور اس کا گوز نکلتا رہتا ہے۔ یہ اس پر نص جلی ہے کہ جہاں شیطان کا دخل ہو اسے بھگانے کے لئے اذان تیر بہدف ہے۔ اب آیئے اذان قبر کے متعلق غور کیجئے۔ امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔ کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس سے سوال ہوتا ہے۔ تیرا پروردگار کون ہے؟ تو شیطان وہاں پہنچ کر اپنی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یعنی مجھے بتا مجھے بتا۔ جب قبر میں بھی شیطان کی مداخلت ہے تو اس کو بھگانے کے لئے اگر قبر پر اذان کہی جاتی ہے تو یہ جرم کیسے ہے؟ عقل میں آنے والی بات نہیں۔

## تشریح ۱۲۷

مصنف ابن ابی شیبہ میں، پورا اثر یوں ہے۔ کہ ایک موذن نے اذان دی اور اس نے اپنی اذان میں لے نکالی۔ تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا۔ سیدھی سادھی اذان دے ورنہ ہم سے علیحدہ ہوجا اس سے ظاہر ہوگیا کہ ممانعت کی وجہ لے نکالنا ہے۔ یعنی وہ آواز لمبی کرتے اور بلند کرتے وقت گانے والوں کی طرح سے لے اور نغمہ پیدا کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے کلمات کی فصاحت ختم ہوجاتی تھی۔ مدکی جگہ قصر اور قصر کی جگہ مد کرتا تھا۔

---

ع مواقیت باب رفع الصوت بالنداء ص ۸۵۔ [1] انوار الباری جلد ۱۳ ص ۵۸۔

**حدیث ۴۰۲**

اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن صعصعہ نے خبر دی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان

لَهٗ اِنِّيْ اَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ فَاِذَا كُنْتَ فِيْ غَنَمِكَ اَوْ بَادِيَتِكَ

سے کہا میں دیکھتا ہوں کہ تم بکری اور جنگل پسند کرتے ہو۔ جب تم اپنی بکریوں یا جنگل میں رہو۔

فَاَذَّنْتَ لِلصَّلٰوةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ فَاِنَّهٗ لَا يَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ

اور اذان دو تو اپنی اذان کے ساتھ اپنی آواز بلند کرو۔ اس لئے کہ جہاں تک موذن کی آواز پہنچتی

الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ اِلَّا شَهِدَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ اَبُوْ

ہے وہاں تک جو بھی جن اور انسان یا کوئی چیز بھی اذان سنے گی وہ قیامت کے دن موذن کے لئے

سَعِيْدٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؎

گواہی دے گی۔ ابو سعید نے کہا میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

## تشریحات ۴۰۲

مسائل (۱) اذان بلند آواز سے دی جائے (۲) اکیلا آدمی اگرچہ جنگل میں ہو اسے اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب ہے (۳) جنگل میں بھی اذان پوری آواز سے دینی چاہیئے (۴) جن ایک مخلوق ہے جو انسان کی آواز سنتے ہیں۔ (۵) ہر چیز میں ایک قسم کی زندگی ہے جس کی وجہ سے وہ انسان کی آواز سنتے ہیں۔ ابو داؤد[1] میں یہ حدیث ہے کہ جنگل میں ایک نماز پر پچاس نماز کا ثواب ملتا ہے۔ بلکہ دوسری روایت میں ہے کہ نماز باجماعت کا پچاس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص نماز باجماعت کا پابند ہو اور کسی ضرورت سے جنگل میں چلا گیا۔ یا وہ اپنی کسی دینی یا دنیاوی ضرورت سے جنگل میں رہتا ہو۔

؎ اول اذان باب رفع الصوت بالنداء ص۸۴ باب ذکر الجن وثوابھم وعقابھم ص۴۶۵ ثانی توحید باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۱۱۲۶ نسائی اذان۔ ابن ماجہ اذان۔ موطاء امام مالک نداء مسند امام احمد۔

[1] باب فضل المشی الی الصلوٰۃ ص۸۳۔

**حدیث ۴۰۳** عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں بتایا کہ حضور ہمیں

اِذَا غَزَا بِنَا قَوْمًا لَمْ یَکُنْ یُغِیْرُ بِنَا حَتّٰی یُصْبِحَ وَیَنْظُرَ فَاِنْ سَمِعَ اَذَانًا کَفَّ

لیکر جب کسی قوم پر چڑھائی کرتے تو جب تک صبح نہ ہوجاتی حملہ نہ کرتے اور انتظار فرماتے۔ اگر اذان سنتے تو رک جاتے

عَنْھُمْ وَاِنْ لَّمْ یَسْمَعْ اَذَانًا اَغَارَ عَلَیْھِمْ قَالَ فَخَرَجْنَا خَیْبَرَ فَاَتَیْنَا

اور اگر اذان نہ سنتے تو ان پر حملہ کرتے۔ حضرت انس نے کہا ہم خیبر کے لئے نکلے اہل خیبر تک رات میں پہنچ گئے

اِلَیْھِمْ لَیْلًا فَلَمَّا اَصْبَحَ وَلَمْ یَسْمَعْ اَذَانًا رَکِبَ ؏ الحدیث

جب حضور نے صبح کی اذان نہیں سنی تو سوار ہوئے۔ اس کے بعد حدیث ۲۵۶ کا مضمون اختصار کے ساتھ ہے

**تشریحات ۴۰۳** یغیر۔ قاعدے کے اعتبار سے یُغِیْرُ۔ حذف یا اور رائے ساکن کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ اور ایک نسخہ یہ بھی ہے۔ اور مذکورہ بالا نسخہ اصیلی کا ہے۔ یہاں مزید تین اور نسخے ہیں۔ لَمْ یُغِرْ وَلَمْ یَغِرْ۔ لم یغدو۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے۔ خرجوا الینا بمکاتلھم و مساحیھم۔ خیبر کے باشندے ہمارے سامنے اپنی ٹوکریاں اور بھاوڑے لے کر نکلے۔ خمیس کی طرح جیش بھی اس لشکر کو کہتے ہیں۔ جس کے یہ حصے ہوں۔ میمنہ۔ میسرہ۔ قلب۔ مقدمہ۔ ساقہ۔

**مسائل** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اذان شعائر اسلام سے ہے جو قوم باوجود قدرت کے اذان چھوڑے اس سے قتال واجب ہے۔ اور جو قوم اذان کہنے اس کو مسلمان سمجھا جائے گا۔ بشرط کہ اس سے کوئی کفر سرزد نہ ہوا ہو اور اگر معلوم ہے کہ یہ قوم اذان کہنے کے باوجود کفر کا ارتکاب کرتی ہے تو اذان کے بعد بھی اس سے قتال کیا جائے گا۔ جیسا کہ فتح الباری میں عیسویہ فرقہ کے بارے میں تصریح ہے۔ یہ یہودیوں کا ایک ایسا فرقہ ہے۔ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رسول مانتا ہے مگر صرف عرب کے لئے۔ اس کا بانی ابو عیسیٰ ہے جو بنی امیہ کے اخیر دور میں پیدا ہوا تھا۔ اس طرح باغیوں سے بھی قتال کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ اذان کہیں۔ جیسا کہ شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا۔ دشمن سے مڈبھیڑ کے وقت تکبیر مستحب ہے۔

؏ اول اذان باب ما یحقن بالاذان من الدماء ص۸۴ جہاد باب دعوۃ الیھود والنصاریٰ علی ما یقاتلون ص۴۱۱ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد جہاد۔ ترمذی سیر دارمی سیر۔

حدیث ۴۰۴ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ ؎

علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم اذان سنو تو جو مؤذن کہے وہی کہو۔

حدیث ۴۰۵ حَدَّثَنِیْ عِیْسَی بْنُ طَلْحَۃَ اَنَّہٗ سَمِعَ مُعَاوِیَۃَ یَوْمًا فَقَالَ

عیسیٰ بن طلحہ نے حدیث بیان کی۔ انھوں نے ایک دن معاویہ کو سنا کہ جو

لِمِثْلِہٖ اِلٰی قَوْلِہٖ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؎

موذن کہتا تھا وہی یہ بھی کہتے تھے۔ اشہد ان محمداً رسول اللہ تک۔

حدیث ۴۰۶ قَالَ یَحْیٰی وَحَدَّثَنِیْ بَعْضُ اِخْوَانِنَا اَنَّہٗ قَالَ لَمَّا قَالَ حَیَّ

یحییٰ نے کہا میرے بعض بھائیوں نے مجھ سے بیان کیا کہ جب موذن نے حی علی الصلوٰۃ

عَلَی الصَّلٰوۃِ قَالَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَقَالَ ھٰکَذَا سَمِعْتُ نَبِیَّکُمْ

کہا تو معاویہ نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کہا۔ اور کہا میں نے تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ؎

یہ پڑھتے ہوئے سنا۔

**تشریحات ۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶**

فقولوا :۔ یہ امر کا صیغہ ہے۔ جس میں اصل وجوب ہے۔ اس لئے اس سے ثابت ہوا کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے۔ حتی کہ اگر تلاوت یا وظیفے میں ہو تو اسے بند کر کے اذان سنے اور اسکا جواب دے۔

**مثل مایقول :۔** یہ باعتبار اغلب واکثر کے ہے۔ ورنہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کہے۔ اور صبح کو۔ الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت

؎ اول اذان باب مایقول اذا سمع الموذن ص۸۶ مسلم صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔ الیوم واللیلۃ۔ ترمذی صلوٰۃ۔ ابوداؤد صلوٰۃ۔ ابن ماجہ۔ ؎ اول باب مایقول اذا سمع المنادی ص۸۶ نسائی۔ الیوم واللیلۃ۔ ؎ اول اذان باب مایقول اذا سمع المنادی ص۸۶۔

حدیث ۴۰۷

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا۔ اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِیْنَ یَسْمَعُ النِّدَاءَ اَللّٰھُمَّ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی اذان سنے اور یہ کہے۔ اے اس دعوت تام اور نماز قائم

رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ

کے مالک (حضرت) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما۔ اور اس مقام محمود پر انہیں

وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عہ

قائم فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ تو وہ قیامت کے دن میری شفاعت کا مستحق ہوگا۔

دَبَرِیَّات۔ کہے۔

**قَالَ یَحْیٰی:۔** یہ تعلیق نہیں مسند ہے۔ اور اس کے قبل جو سند یحییٰ تک مذکور ہے۔ اسی سند کے ساتھ یہ بھی امام بخاری کو پہنچی ہے۔ یعنی حدثنا اسحق بن راھویہ۔ الخ اس میں بعض اخواننا سے مراد یا تو علقمہ بن وقاص لیثی ہیں۔ یا ان کے صاحبزادوں، عبد اللہ اور عمر میں سے کوئی ایک مراد ہے اس لئے کہ یہ حدیث طحاوی، نسائی، ابن خزیمہ، دارمی، طبرانی وغیرہ میں حضرت علقمہ سے ان کے دونوں صاحبزادوں کے ذریعہ مروی۔ اب اگر یحییٰ بن کثیر کی علقمہ سے ملاقات ہے۔ تو وہ مراد ہیں۔ ورنہ ان کے دونوں لڑکوں میں سے کوئی ایک۔

**کشمیری صاحب پر تعقب** فیض الباری صـ۱۶۴ ج۲ میں ہے کہ مسلم صـ۱۶۷ پر ہے کہ اذان میں شہادتین کے وقت حضور فرماتے۔ انا انا۔ حالانکہ یہ حدیث مسلم میں اس صفحے پر کیا کہیں نہیں ہے۔ البتہ ابو داؤد جلد اول صـ۷۷ پر ہے۔ بجنوری صاحب نے اس سے کشمیری صاحب کو بری بتایا ہے اور اسے بدر عالم صاحب کے پلے باندھا ہے بجنوری صاحب کا یہ کہنا ہے کہ حضرت نے یہ فرمایا تھا۔ ایک حدیث میں آیا ہے جامع یعنی بدر عالم صاحب نے اپنی طرف سے یہ حوالہ حضرت کے سر تھوپ دیا ہے اگر یہ صحیح ہے تو بدر عالم صاحب نے دو غلطی کی ایک حوالہ غلط دیا۔ دوسرے اسے اپنے شیخ کی طرف منسوب کر دیا۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ اپنے شیخ کی دھونس باقی رکھنے کیلئے بلکہ جمانے کیلئے اپنی وضع کردہ باتیں بھی اپنے مشائخ نامہ اعمال میں درج کر دیتے ہیں۔ ثابت ہو گیا کہ فیض الباری تنہا کشمیری صاحب کی املا نہیں انکے تلامذہ کی بھی تحقیقات کا مجموعہ ہے جو انکی طرف منسوب ہے۔

**تشریحات ۴۰۷:۔** وسیلۃ۔ کے معنی یہ ہیں۔ ہر وہ چیز جس کے ذریعہ کسی کی قربت حاصل کی جائے

عہ اول اذان باب الدعاء عند النداء صـ۸۶ ثانی تفسیر سورہ بنی اسرائیل صـ۶۸۶ ابو داؤد صلوٰۃ۔ ترمذی صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔ الیوم واللیلۃ۔ ابن ماجہ۔

بادشاہ کے حضور بلند منصب ۔ یہاں جنت کا خاص الخاص درجہ مراد ہے۔ جیسا کہ مسلم[1] میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ کہ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو جو وہ کہتا ہے تم بھی کہو۔ پھر مجھ پر درود پڑھو۔ اس لئے کہ جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا اللہ عزوجل اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔ پھر میرے لئے وسیلے کا سوال کرو۔ یہ جنت میں ایک درجہ ہے۔ اللہ کے بندوں میں سے کسی ایک کے لئے ہے مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا جو میرے لئے وسیلے کا سوال کرے گا وہ میری شفاعت کا مستحق ہوگا۔

**الفضیلۃ**:۔ یعنی ایسا رتبہ جو سارے خلائق سے بڑھ کر ہو۔

**مقام محمود**:۔ یعنی ایسا مقام جس پر فائز ہونے والے کی ہر شخص حمد کرے۔ اسے ایسے ایسے فضائل و مناقب سے نوازا جائے جو موجب ستائش ہوں۔ علامہ ابن جوزی نے کہا اکثر علماء کا قول ہے کہ اس سے مراد۔ شفاعت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث سے بھی یہی ثابت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ عرش پر جلوس مراد ہے۔ ایک قول ہے کہ کرسی پر جلوس مراد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ وہ مقام ہے جہاں اولین و آخرین سب حضور کی حمد کریں گے جس کی وجہ سے تمام مخلوقات پر حضور کی برتری ظاہر ہوگی۔ جو مانگیں گے دیا جائے گا۔ جس کی شفاعت کریں گے قبول کی جائے گی سب ان کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے[2] صحیح ابن حبان میں حضرت کعب بن مالک کی حدیث مرفوع ہے کہ فرمایا۔ اللہ عزوجل مجھے سبز حلہ پہنائے گا تو اللہ جو چاہے گا میں کہوں گا۔ یہی مقام محمود ہے[3]

ان اقوال میں تنافی نہیں ۔ ہو سکتا ہے۔ عرش پر کرسی رکھی جائے جس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف رکھیں اسی وقت اللہ عزوجل سبز حلہ پہنائے۔ اور حضور اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کریں۔ پھر اذن شفاعت ملے۔ وہیں رونق افروز ہو کر شفاعت فرمائیں۔ اور اسی موقع پر اولین و آخرین حضور کی حمد و ثنا کریں۔ اسی سے ظاہر ہو جائے گا کہ خدائی میں سب سے برتر و افضل یہی ہیں۔

**وعدتہ**:۔ یہ آیت کریمہ ۔ عسیٰ اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۔ کی طرف اشارہ ہے ۔ یعنی تمہارا پروردگار جلد ہی تم کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ عزوجل نے وعدہ فرما لیا۔ تو دعا سے کیا فائدہ ۔ اس دعا کا فائدہ دعا کرنے والے کو ملے گا کہ وہ شفاعت کا حقدار ہو جائے گا۔

**حلت لہ**:۔ اس کا ترجمہ امام نووی نے فرمایا ۔ وجبت ۔ طحاوی میں حضرت ابن مسعود

---

[1] اول صلوۃ باب استحباب القول مثل قول المؤذن ص۱۶۶ نیز ابوداؤد ۔ نسائی ۔ طحاوی۔

[2] عمدۃ القاری جلد خامس ص۱۲۳ ۔ [3] فتح الباری جلد ثانی ص۷۵ ۔

کی حدیث میں یہی ہے۔ اس کی شفاعت میرے ذمے واجب ہوگئی۔ اور علامہ عینی نے فرمایا۔ استحقت اس سے خاص شفاعت مراد ہے۔ مثلاً جنت میں بلا حساب وکتاب داخل کرانا۔ درجے بلند کرانا۔ ورنہ مطلق شفاعت کے لئے تو خود ارشاد فرمادیا ہے۔ شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔ میری امت کے گناہ کبیرہ کے مرتکبین کے لئے میری شفاعت ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اذان کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ اس خصوص میں صریح احادیث بھی وارد ہیں۔ فرمایا۔ ساعتان لایرد فیھما الدعاء حضرۃ النداء بالصلوۃ وحضرۃ الصف فی سبیل اللہ۔ دو وقت دعا رد نہیں ہوتی نماز کے لئے اذان کے وقت اور راہِ خدا میں جہاد کے لئے صف بندی کے وقت[1] اور فرمایا۔ لایرد الدعاء بین الاذان والاقامۃ۔ اذان واقامت کے مابین دعا رد نہیں کی جاتی[2]

نیز اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ انسان کتنا ہی بلند مرتبہ ہو اسے چاہئیے کہ مسلمانوں سے دعا کے لئے کہے خصوصاً صالحین سے خصوصاً اوقات اجابت میں۔

**کشمیری صاحب کا رد** فیض الباری میں ہے کہ اذان کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا بدعت ہے۔ اس لئے کہ اس دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں۔ اور عمومات کا سہارا لینا لغو ہے۔ اس کے بعد ہے کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاص فعل وارد ہے۔ ہاں اگر اس میں حضور کا خاص فعل وارد نہ ہوتا تو عمومات کا سہارا مفید ہوتا۔ مگر جبکہ حضور کا خاص فعل منقول ہے تو وہی اسوۂ حسنہ ہے۔ جلد ثانی ص۱۶۷۔

مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ ارشاد کشمیری صاحب ہی کا ہے۔ مگر جب ان کے تلامذہ نے ان کی طرف منسوب کیا ہے تو یقین ہی کرنا پڑتا ہے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ شاید کشمیری صاحب کے نزدیک ایسی کوئی روایت ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذان کے بعد والی دعا میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ اس لئے عمومات سے استدلال صحیح نہیں۔ اقول۔ شاید کشمیری صاحب کے خزانہ عامرہ میں بند کسی صندوق میں ایسی کوئی حدیث ہو۔ جو اب دست بُرد زمانے سے برباد ہوگئی ہو۔ ورنہ احادیث کی کسی کتاب میں ایسی کوئی روایت نہیں جس میں یہ تصریح ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان کے بعد کی دعا میں ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اور جب ایسی کوئی روایت نہیں تو بقول کشمیری صاحب عمومات سے استدلال حق۔ احادیث میں مطلقاً دعا کا طریقہ یہ ارشاد ہوا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگو۔ ابوداؤد میں ہے کہ فرمایا

---

[1] عمدۃ القاری جلد خامس ص۱۲۳۔ [2] ابوداؤد اول اذان باب الدعاء بین الاذان والاقامۃ۔ ترمذی اول باب لایرد الدعاء بین الاذان والاقامۃ ص۲۹ ثانی الدعوات باب ص۱۹۹۔

[3] جلد اول باب الدعاء ص۲۰۹۔

ت ۱۲۸ وَيُذْكَرُ اَنَّ قَوْمًا اِخْتَلَفُوْا فِي الْاَذَانِ فَاَقْرَعَ بَيْنَهُمْ سَعْدٌ ؓ عه

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک قوم نے اذان دینے کے لئے اختلاف کیا تو ان میں حضرت سعد نے قرعہ ڈالا۔

اِذَا سَئَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوْا بِبُطُوْنِ اَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْئَلُوْا بِظُهُوْرِهَا۔

اللہ سے جب سوال کرو تو ہتھیلیوں سے مانگو پشت دست سے مت مانگو۔

اسی میں وہیں چند احادیث کے بعد ہے کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا دَعَا رَفَعَ يَدَيْهِ مَسَحَ وَجْهَهٗ بِيَدَيْهِ۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے ان کو چہرے پر ملتے۔

مشکوٰۃ[1] میں بیہقی کی دعوات کبیر کے حوالے سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا میں اپنے ہاتھ اٹھاتے اتنا کہ بغل کی سفیدی دکھائی دیتی۔

ابوداؤد میں وہیں ایک حدیث کے پہلے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد منقول ہے۔

اَلْمَسْئَلَةُ اَنْ تَرْفَعَ يَدَيْكَ حَذْوَ مَنْكِبَيْكَ اَوْ نَحْوَهُمَا۔

سوال یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں کو اپنے مونڈھوں تک اٹھاؤ یا اس کے قریب قریب۔

حدیث فعلی اور قولی دونوں سے ثابت ہو گیا کہ مطلقاً دعا کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں اوپر کر کے مونڈھوں تک اٹھائی جائیں اور بعد دعا منہ پر مل لی جائیں۔ اس میں نہ کسی دعا کی تخصیص ہے نہ دعا بعد اذان کا استثناء۔ اس لئے کشمیری صاحب کے علی الرغم یہ ثابت کہ بعد اذان والی دعا میں بھی سنت یہی ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے۔ کوئی صاحب اس دعا کا استثناء کہیں دکھا دیں تو ہم ان کے مشکور ہوں گے۔

**کلمات دعا:۔** اذان کے بعد کی دعا میں دوسرے بہت سے کلمات وارد ہیں۔ مگر امت کا معمول مذکورہ بالا دعا کا پڑھنا ہے۔ الدرجۃ الرفیعۃ[2] کا بھی علماء نے اضافہ فرمایا ہے۔ بیہقی[3] کی روایت میں انک لا تخلف المیعاد۔ زائد ہے۔ اس کا بھی اضافہ کرے دعا سے پہلے درود شریف پڑھے جیسا کہ مسلم وغیرہ کی حدیث گزری۔ شامی[4] میں ہے۔

قولہ یدعو ای بعد ما یصلی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما رواہ مسلم وغیرہ۔

دعا کرے اس کے بعد کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔ کیوں کہ مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

**تشریح ۱۲۸:۔** یہ واقعہ ۱۵ھ ہجری میں فتح قادسیہ کے دن پیش آیا تھا۔ مؤذن اس جنگ میں

عه باب الاستہام فی الاذان ص۸۶۔ [1] کتاب الدعوات فصل ثالث ص۱۹۶۔ [2] عمدۃ القاری جلد خامس ص۱۲۳
[3] جلد اول ص۲۷۸۔

حدیث ۴۰۸

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ یَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِی النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ

نے فرمایا۔ اگر لوگ جانتے کہ اذان کہنے اور صف اول میں کتنا ثواب ہے

لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّسْتَهِمُوْا عَلَیْهِ لَاسْتَهَمُوْا وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِی

اور قرعہ اندازی کے بغیر نہ پاتے تو ضرور قرعہ ڈالتے۔ اگر لوگ جانتے کہ دوپہر کی نماز میں کتنا

التَّهْجِیْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَیْهِ وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِی الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا۔

ثواب ہے تو اس کی طرف دوڑ کے آتے اور اگر لوگ جانتے کہ عشاء اور صبح کی نماز میں کتنا ثواب ہے تو گھسٹتے ہوئے آتے۔

شہید ہوگئے تھے۔ دوپہر سے پہلے پہلے قادسیہ فتح ہوگیا۔ ظہر کے وقت چند حضرات اس منصب کے اُمیدوار ہوئے اور بات بڑھ گئی تو معاملہ حضرت سعد کی خدمت میں پیش ہوا تو انھوں نے قرعہ اندازی کر کے فیصلہ کیا۔ قادسیہ حاجیوں کے راستے پر کوفے سے ایک منزل کے فاصلے پر ہے۔ یہیں ۱۵ھ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ایرانیوں سے مجاہدین اسلام کا سب سے بڑا اور فیصلہ کن معرکہ پیش آیا تھا۔ جو تین دن تک مسلسل جاری رہا۔ چوتھے دن اللہ عزوجل نے مجاہدین اسلام کو زبردست فتح عطا فرمائی۔ ایرانیوں کا سپہ سالار رستم مارا گیا۔ اس اثر کو سعید بن منصور بیہقی اور سیف بن عمر نے الفتوح میں اور ابن جریر طبری نے روایت کیا۔

تشریحات ۴۰۸

ابوالشیخ کی روایت میں ــ من الخیر والبرکۃ ــ زائد ہے۔ یہ ما کی تفسیر ہے ــ لایستھموا علیہ ــ استھام کا مادہ سہم ہے۔ اس کا ترجمہ ہوگا۔ حصہ طلب کرنا۔ عرف میں اس کے معنی قرعہ ڈالنے کے ہیں۔ علیہ کا مرجع بتاویل مذکور ندا اور صف اول دونوں ہیں۔ جیسے آیت کریمہ ــ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ فرقان ــ اوپر شرک قتل ناحق، زنا، تین جرائم کا ذکر تھا۔ ان تینوں کی طرف ــ ذٰلِكَ ــ واحد کے صیغے سے اشارہ کیا گیا جو ان میں سے کسی ایک کا ارتکاب کرے وہ سزا پائے گا۔ تھجیر ــ کے معنی اول وقت آنا ــ اور ہاجرہ ــ میں آنا ــ پہلی تقدیر پر مراد یہ ہے کہ وقت مستحب کے اول میں آنا یا یہ کہ مسجد میں حاضر ہوکر

عہ اول اذان باب الاستھام فی الاذان ص۸۶ باب فضل التھجیر بالظہر ص۹ باب الصف الاول ص۱۰ شہادات باب القرعۃ فی المشکلات ص۳۷۶ مسلم صلوٰۃ ترمذی صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔

نماز کا انتظار کرنا۔ ورنہ یہ حدیث ان احادیث کے معارض ہوگی جن میں فجر میں اسفار۔ ظہر میں ابراد۔ عشار میں تاخیر کا حکم ہے۔ دوسری تقدیر پر چونکہ ہاجرہ کا اطلاق دوپہر سے لے کر قبل عصر تک ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر آئے۔ تو یہ حدیث ابراد کے معارض نہیں۔ لاستبقوا سے واقعی دوڑنا مراد نہیں۔ اس لئے کہ نماز کے لئے دوڑ کر چلنا ممنوع ہے۔ تیزی سے لپکنا مراد ہے۔ حبوًا۔ کے معنی ہیں بچے کا گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل چلنا یا سرین پر گھسٹنا۔

## فضائل صف اول

مسلم[1] میں ہے کہ فرمایا۔ مردوں کی سب سے بہتر صف پہلی ہے۔ طبرانی[2] کی معجم اوسط میں ہے کہ فرمایا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صف اول کے لئے تین بار دعاء مغفرت فرمائی۔ اور صف ثانی کے لئے دو بار ثالث کے لئے ایک بار۔ مسلم[3] میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کچھ لوگ صف اول سے پیچھے ہوتے جائیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ ان کو پیچھے کر دے گا۔ ابن ماجہ[4] میں حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت نازل کرتے ہیں۔ ابن حبان[5] نے بھی حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ مسلم[6] میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضور نے فرمایا۔ تم لوگ اس طرح کیوں نہیں صف لگاتے جیسے فرشتے اللہ عزوجل کے حضور صف لگاتے ہیں۔ وہ پہلی صف پوری کرتے ہیں۔ اور خوب مل کے کھڑے ہوتے ہیں۔

---

[1] اول صلوٰۃ باب امر الناس بالصلیات ص۱۸۲۔
[2] عمدۃ القاری جلد خامس ص۱۲۵۔
[3] اول صلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف واقامتہا ص۱۸۲۔
[4] باب اقامۃ الصفوف ص۷۱۔
[5] عمدۃ القاری جلد خامس ص۱۲۵
[6] اول صلوٰۃ باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ ص۱۸۱۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

74

| | |
|---|---|
| ت ۱۲۹ | وَتَكَلَّمَ سُلَيْمَانُ بن صُرَدٍ فِي أَذَانِهِمَا۔ |
| | اور سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اذان میں کلام کیا۔ |
| ت ۱۳۰ | وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ يَضْحَكَ وَهُوَ يُؤَذِّنُ أَوْ يُقِيمُ۔ |
| | اور حضرت حسن بصری نے کہا اذان دیتے اور اقامت کہتے وقت ہنسنے میں حرج نہیں۔ |
| حدیث ۴۰۹ | عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ رَزِغٍ |
| | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک |
| | فَلَمَّا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ فَأَمَرَهُ أَنْ يُنَادِيَ، الصَّلٰوةُ فِي الرِّحَالِ |
| | کیچڑ والے دن ہم کو خطبہ دیا۔ جب موذن حی علی الصلوٰۃ پر پہنچا تو اسے حکم دیا۔ یہ اعلان کر دے۔ اپنے اپنے عہ |
| | فَنَظَرَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَقَالَ فَعَلَ هٰذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ وَإِنَّهَا عَزْمَةٌ |
| | ٹھکانوں پر لوگ نماز پڑھ لیں۔ اس پر حاضرین نے ایک دوسرے کو دیکھا تو فرمایا یہ اس ہستی نے کیا ہے جو اس سے بہتر تھی۔ اور یہ یعنی جمعہ فرض ہے۔ |

## تشریحات ۱۲۹-۱۳۰-۴۰۹

اثر ۱۲۹ کو امام بخاری نے تاریخ میں، ان کے استاد ابونعیم نے کتاب الصلوٰۃ میں اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان بن صرد لشکر میں تھے اور اذان کہتے تھے۔ اور اپنی ضروریات کے لئے اذان ہی کی حالت میں خادم کو حکم دیا کرتے تھے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ اثر ۱۳۰ کو باب سے کوئی مطابقت نہیں۔ اس لئے کہ باب یہ ہے اذان میں کلام کا بیان۔ اور ضحک کلام نہیں۔ اس لئے کہ ضحک اس طرح ہنسنے کو کہتے ہیں کہ خود سنے اور بغل والا نہ سنے۔ اگر بجائے اس کے اس اثر کو ذکر کرتے تو باب کے زیادہ مطابق ہوتا کہ ابن علیہ نے اذان و اقامت میں کلام کے بارے میں، یونس، سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ محمد سے عبیداللہ بن غلاب نے حضرت حسن بصری کے بارے میں بتایا۔ کہ وہ اس میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔ اقول ــ لیکن فقہاء نے ضحک کو مفسد صلوٰۃ اسی بنا پر ٹھہرایا۔ کہ یہ ملحق بالکلام ہے اس لئے اس اثر کی بھی باب سے مطابقت ظاہر ہے۔

**تکمیل:۔** باب ھل یصلی الامام لمن حضر۔ میں اتنا زائد ہے میں نے یہ پسند نہیں کیا۔ کہ تم کو حرج میں ڈالوں۔ وہیں دوسری روایت میں ہے۔ میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ تم کو گنہگار

عہ اول اذان باب الکلام فی الاذان ص۸۶ باب ھل یصلی الامام لمن حضر ص۹۲۔ جمعہ۔ باب الرخصۃ ان لم یحضر الجمعۃ فی المطر ص۱۳۳ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد صلوٰۃ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

کروں۔ تم لوگ گھٹنوں تک کیچڑ میں دھنستے ہوئے آؤ۔ کتاب الجمعہ میں یوں ہے کہ حضرت ابن عباس نے اپنے موذن سے بارش والے دن میں کہا۔ جب تو، اشھد ان محمد رسول اللہ، کہہ چکے تو حی علی الصلوٰۃ مت کہنا۔ یہ کہنا۔ اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو۔ اخیر میں ہے۔ میں نے یہ پسند نہیں کیا۔ کہ تم کو حرج میں ڈالوں اور تم لوگ کیچڑ اور پھسلن میں آؤ۔

رزغ کے معنی۔ الغیم البارد۔ ٹھنڈک پیدا کرنے والے بادل کے بھی ہیں۔ اور کیچڑ کے بھی۔ عام طور پر اس کا ترجمہ، جاڑے اور بادل۔ کیا جاتا ہے۔ مگر..... دوسرے طریق میں جب یہ تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ میں نے یہ نہیں پسند کیا کہ تم لوگ کیچڑ میں گھٹنوں تک دھنستے ہوئے آؤ۔ یہ اس پر نص ہے۔ کہ رزغ سے مراد کیچڑ ہی ہے۔ اس دن بارش ہوگئی تھی جس کی وجہ سے کیچڑ پیدا ہوگئی تھی۔ ایک روایت میں۔ اُو شُمُکم بھی آیا ہے۔ یعنی میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ تم کو گنہگار کروں۔ اس کی توجیہ یہ ہے۔ کہ کیچڑ میں چلنے سے تکلیف ہوگی۔ تو ناگواری کے ساتھ نماز کے لئے آؤ گے۔ یہ گناہ ہے۔ دوسرے یہ کہ کیچڑ سے سنے ہوئے پیروں کے ساتھ مسجد میں آؤ گے جس سے مسجد آلودہ ہوگی۔

**الصلوٰۃ فی الرحال:۔** کتاب الجمعہ میں ہے۔ فی البیوت۔ اس سے ظاہر ہوا کہ یہ قصہ کسی شہر میں پیش ہوا۔ وہیں یہ بھی ہے۔ کہ موذن کو حکم دیا حی علی الصلوٰۃ مت کہنا۔ صلوا فی بیوتکم۔ کہنا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ نظم اذان میں تبدیلی کا حکم دیا۔ اور اثنار اذان میں یہ کہلایا آگے ——— باب الاذان للمسافر۔ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان کے بعد یہ اعلان کرایا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل بلاشبہ لائق ترجیح ہے علاوہ ازیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں اضطراب بھی ہے۔ کتاب الصلوٰۃ کی دونوں روایتوں میں ہے کہ جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ پر پہنچا تو فرمایا کہ الصلوٰۃ فی الرحال۔ پکار دو۔! اور کتاب الجمعہ کی جو روایت ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اذان شروع کرنے سے پہلے ہی مؤذن کو ہدایت کردی تھی۔ کہ حی علی الصلوٰۃ، مت کہنا۔ صلوا فی بیوتکم۔ کہنا۔ اگرچہ یہ اضطراب دور ہوسکتا ہے تو ترجیح کی اصل وجہ وہی ہوئی کہ ارشاد رسول فعل صحابی پر مقدم ہوگا۔

**اثنار اذان میں کلام** باب سے مطابقت ظاہر ہے۔ کہ موذن نے حضرت ابن عباس کے حکم کے مطابق۔ الصلوٰۃ فی الرحال۔ یا صلوا فی بیوتکم۔ ضرور پکارا ہوگا۔ یہ کلمات اذان سے نہیں۔ عوام سے خطاب ہے۔ تو ثابت کہ اثنار اذان میں کلام جائز ہے۔ ہمارے یہاں مکروہ تنزیہی ہے۔ اس لئے کہ عہد نبوی میں کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ موذنوں نے اثنار اذان میں کلام کیا ہو۔ رہ گیا حضرت ابن عباس اور حضرت سلیمان بن صرد کا ارشاد و

**حدیث ۴۱۰**

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ بِلَالًا یُّؤَذِّنُ بِلَیْلٍ فَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یُنَادِیَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلال رات میں اذان دیتا ہے اس کی اذان کے بعد کھاؤ پیو۔ یہاں تک کہ ابن

ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ قَالَ وَکَانَ رَجُلًا اَعْمٰی لَا یُنَادِیْ حَتّٰی یُقَالَ لَهٗ اَصْبَحْتَ اَصْبَحْتَ [ع]

ام مکتوم اذان دینے لگے حضرت عبداللہ نے کہا اور وہ نابینا تھے وہ اس وقت تک اذان نہیں دیتے جب تک ان سے یہ کہا جاتا تم نے صبح کرلی

عمل یہ مکروہ تنزیہی کے منافی نہیں۔ کتاب الصلوٰۃ کی دونوں روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ موذن اذان کے درمیان بات کرسکتا ہے اور ہمارے یہاں ممنوع ہے۔ اس کا جواب کتاب الجمعہ کی روایت ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ اذان سے پہلے یہ ہدایت دی تھی۔ جب اس حدیث کی روایات متعارض تو اس سے استدلال ساقط۔

**وانھا عزمۃ** :۔ ضمیر منصوب کا مرجع جمعہ ہے۔ جو خطبنا سے مفہوم ہوتا ہے یہ دلیل ہے کہ جمعہ فرض ہے۔

**تشریحات ۴۱۰**

اذان قبل فجر۔ ائمہ ثلثہ وغیرہ اور امام ابو یوسف اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ فجر کی اذان قبل فجر درست ہے ہمارے یہاں درست نہیں۔ اگر کوئی وقت سے پہلے اذان کہے تو وقت ہونے کے بعد اس کا اعادہ ضروری ہے ہماری دلیل یہ حدیث ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا۔ ایک بار بلال نے طلوع فجر سے پہلے اذان دے دی۔ تو انھیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جاؤ اور یہ پکار دو۔ بندہ سو گیا تھا[1] اس حدیث پر امام ترمذی کی تنقید کا محققانہ جواب عمدۃ القاری میں ملاحظہ کریں۔ بعینہٖ یہی مضمون حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے[2] ابوداؤد[3] میں ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موذن نے ایک بار طلوع فجر سے پہلے اذان دیدی تو اسے وہی حکم دیا۔ ابوداؤد[4] ہی میں حضرت بلال رضی اللہ

---

ع اول اذان باب اذان الاعمیٰ ص۸۶ باب الاذان بعد الفجر ص۶۷ باب الاذان قبل الفجر ص۸۷ الصوم۔ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یمنعکم من سحورکم اذان بلال ص۲۵۷ جلد ثانی۔ آحاد باب اول ص۱۰۷۶ مسلم الصیام۔ ترمذی صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔

[1] ابوداؤد باب فی الاذان قبل دخول الوقت ص۷۹ طحاوی اول باب التاذین ای وقت ھو ص۶۷

[2] عمدۃ القاری جلد خامس ص۱۳۱ [3] اول باب الاذان قبل دخول الوقت ص۷۹ [4] ایضاً

حدیث ۴۱۱

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ اَخْبَرَتْنِیْ حَفْصَۃُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اعْتَکَفَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ تُقَامَ الصَّلٰوۃُ۔ عہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مجھے حفصہ نے خبر دی جب موذن صبح کی اذان کے لئے کھڑا ہوجاتا اور صبح ظاہر ہو جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہلکی دو رکعت اقامت سے پہلے پڑھتے تھے۔

حدیث ۴۱۲

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ بَیْنَ النِّدَاءِ وَالْاِقَامَۃِ مِنْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ عہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کی اذان اور اقامت کے درمیان ہلکی دو رکعت پڑھتے تھے۔

تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک اس طرح فجر ظاہر نہ ہو جائے اذان نہ دے اور حضور نے ہاتھ کو چوڑائی میں پھیلایا۔ رہ گئی زیر بحث حدیث تو آگے حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث آرہی ہے۔ جس میں یہ فرمایا۔ کہ بلال اس لئے اذان دیتے ہیں تاکہ تمہارا تہجد پڑھنے والا لوٹے اور سونے والا جاگ جائے۔ اس سے ظاہر کہ حضرت بلال کی اذان نماز کے لئے نہ تھی بلکہ تہجد اور سحری کے لئے تھی۔ اس کی مکمل بحث شرح معانی الآثار اور عمدۃ القاری و فتح القدیر میں مطالعہ کریں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نابینا کی اذان بلا کراہت درست ہے۔ اگر کوئی اسے وقت بتانے والا ہو۔ ہاں اگر کوئی وقت بتانے والا نہ ہو تو مکروہ ہے۔

## تشریحات ۴۱۱-۴۱۲

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ فجر میں فرض سے پہلے دو رکعت سنت ہے اور یہ کہ اسے بہت مختصر پڑھنی چاہئیے۔

عہ باب الاذان بعد الفجر ص۸۷ تہجد۔ باب التطوع بعد المکتوبۃ ص۱۵۷ مسلم صلوٰۃ ترمذی صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ ابن ماجہ۔

عہ باب الاذان بعد الفجر ص۸۷ مسلم صلوٰۃ۔

حدیث ۴۱۳ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَمْنَعَنَّ اَحَدَکُمْ اَوْ اَحَدًا مِّنْکُمْ اَذَانُ بِلَالٍ مِّنْ سُحُوْرِہٖ فَاِنَّہٗ

نے فرمایا۔ تم میں سے کسی کو سحری سے بلال کی اذان نہ روکے۔ اس لئے کہ وہ رات میں

یُؤَذِّنُ اَوْ یُنَادِیْ بِلَیْلٍ لِیَرْجِعَ قَائِمُکُمْ وَلِیُنْتَبِہَ نَائِمُکُمْ وَلَیْسَ اَنْ یَّقُوْلَ الْفَجْرُ

اذان دیتا ہے تاکہ تہجد پڑھنے والا لوٹے اور سونے والا جاگ جائے۔ یہ نہیں کہ کوئی کہے فجر یا صبح ہوگئی اور

اَوِ الصُّبْحُ وَقَالَ بِاَصَابِعِہٖ وَرَفَعَھُمَا اِلٰی فَوْقُ وَطَأْطَأَ اِلٰی اَسْفَلُ حَتّٰی یَقُوْلَ ھٰکَذَا

حضور نے اپنی انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔ اور انھیں اوپر اٹھایا اور نیچے جھکایا۔ یہاں تک کہ ایسے ہوجاتے

وَقَالَ زُھَیْرٌ بِسَبَّابَتَیْہِ اِحْدٰھُمَا فَوْقَ الْاُخْرٰی ثُمَّ مَدَّھُمَا عَنْ یَّمِیْنِہٖ وَشِمَالِہٖ ؏

اور زہیر نے اپنی کلمے کی دونوں انگلیوں کو ایک دوسرے کے اوپر رکھا۔ پھر ان کو دائیں بائیں کھینچا۔

حدیث ۴۱۴ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اِنَّ بِلَالًا کَانَ

حضرت ابن عمر اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ بلال رات

**تشریحات ۴۱۳-۴۱۴ :-** پہلی حدیث اس پر نص ہے کہ حضرت بلال طلوع فجر سے پہلے جو اذان کہتے تھے وہ نماز کے لئے نہ تھی بلکہ یہ بتانے کے لئے تھی کہ فجر کا وقت قریب آرہا ہے۔ جو لوگ تہجد پڑھ رہے ہوں وہ اب کچھ دیر آرام کرلیں۔ تاکہ فجر کی نماز نشاط کے ساتھ ادا کریں۔ وتر نہیں پڑھی ہے تو پڑھ لیں۔ سحری نہیں کھائی ہے تو کھالیں۔ سونے والے جاگ جائیں ضروریات سے فارغ ہولیں۔ نماز فجر کے لئے تیار ہوجائیں۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ صبح کاذب رات کا جز ہے۔ مقابلتہً یہ ثابت ہوا کہ صبح صادق دن کا جز ہے۔ نیز یہ ثابت ہوا کہ صبح کاذب کی سفیدی لمبائی میں ہوتی ہے۔ یعنی افق سے اوپر کی جانب اور صبح صادق جنوباً و شمالاً پھیلی ہوتی ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ صبح کاذب کے نیچے افق تاریک ہوتا ہے۔ اور صبح صادق افق کی جڑ سے ابھرتی ہے۔ اور بلند ہونے کے ساتھ ساتھ کنارہ افق پر پھیلتی ہے۔ دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال اور حضرت

ع باب الاذان قبل الفجر ص۸۷ ثانی۔ طلاق باب الاشارۃ فی الطلاق والامور ص۷۹۸ الآحاد باب اول ص۱۰۷۶ مسلم صوم نسائی صلوٰۃ۔ صوم۔ ابوداؤد صوم۔ ابن ماجہ۔

يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا

میں اذان دیتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کھاؤ پیو۔ یہاں تک کہ

حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَاِنَّهٗ لَا يُؤَذِّنُ حَتّٰى يَطْلَعَ الْفَجْرُ ــ قَالَ

ابن ام مکتوم اذان دیں ــ اس لئے کہ جب تک فجر طلوع نہیں ہو جاتی ــ یہ اذان نہیں دیتے۔

الْقَاسِمُ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ اَذَانِهِمَا اِلَّا اَنْ يَرْقٰى ذَا وَيَنْزِلَ ذَا ؏ھ

امام قاسم نے فرمایا۔ ان دونوں کی اذان میں فرق اتنا ہی تھا کہ یہ چڑھتے اور وہ اترتے۔

**حدیث ۴۱۵**

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ ثَلٰثًا لِمَنْ شَاءَ ؏ھ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا۔ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ جو چاہے۔

ابن ام مکتوم کی اذانوں کے مابین بہت زیادہ فصل نہیں ہوتا تھا۔

**قال القاسم:** ۔ حضرت قاسم عہد رسالت کے بعد ۲۹ھ میں پیدا ہوئے۔ اس لئے یہ روایت مرسل ہوئی۔ اقول ــ جمہور اور ہمارے یہاں ثقہ کی مرسل حدیث حجت ہے۔ علاوہ ازیں نسائی کی جو روایت ہے اس میں یہ ہے قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ اَذَانَيْهِمَا اِلَّا اَنْ يَنْزِلَ هٰذَا وَيَصْعَدَ هٰذَا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ یہاں بخاری میں ــ قال القاسم کا مطلب یہ ہے ــ عن عائشۃ۔

**تشریحات ۴۱۵**

اس عموم سے نماز مغرب مستثنیٰ ہے۔ اس لئے کہ صحابۂ کرام خصوصاً خلفاء راشدین مغرب میں فرض سے پہلے نفل نہیں پڑھتے تھے۔ مگر صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ مغرب کی اذان کے بعد صحابہ تیزی سے مسجد کے ستونوں کی طرف بڑھتے۔ اور جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لاتے تو وہ اسی طرح نماز پڑھتے رہتے۔ دو رکعت مغرب کے فرض سے پہلے پڑھتے۔ اذان اور اقامت کے درمیان بہت مختصر فصل رہتا۔

---

ع۵ الصوم باب لا یمنعکم من سحورکم اذان بلال ص۲۵۷ اذان باب الاذان قبل الفجر ص۶۰۔

ع۵ باب کم بین الاذان والاقامۃ ص۸۷ باب بین کل اذانین صلوۃ ص۸۷ مسلم صلوۃ۔ ابو داؤد تطوع۔ ترمذی صلوۃ۔ نسائی اذان۔ ابن ماجہ اقامت۔

حدیث ۴۱۶ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جب فجر کی پہلی اذان کہہ کے

تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْاُوْلٰى مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ قَامَ فَرَكَعَ

موذن چپ ہو جاتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوتے۔ اور نماز فجر سے پہلے

رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ بَعْدَ اَنْ يَّسْتَبِيْنَ الْفَجْرُ ثُمَّ اضْطَجَعَ

فجر کے ظاہر ہو جانے کے بعد دو رکعت مختصر پڑھتے۔ اس کے بعد داہنی کروٹ پر لیٹتے یہاں

عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ ؏

تک کہ اقامت کی اجازت لینے کے لئے مؤذن حاضر ہوتا۔

حدیث ۴۱۷ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِیَّ

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ نَفَرٍ مِّنْ قَوْمِیْ فَاَقَمْنَا عِنْدَهٗ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَّكَانَ

کی خدمت میں اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ حاضر ہوا بیس رات وہاں حاضر رہا

**تشریح ۴۱۶:۔** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سنتیں گھر میں پڑھنی بہتر ہیں۔ اور یہ کہ گھر میں رہ کر بھی نماز کا انتظار درست ہے خواہ وہ امام ہو خواہ مقتدی۔ لیکن گھر پر انتظار کرنے میں اگر صف اول میں جگہ ملنا مشتبہ ہو تو مسجد میں آکر انتظار کرے۔ جو شخص تہجد کا عادی ہو وہ فجر کی سنت پڑھ کر کچھ دیر لیٹ لے تو بہتر ہے مگر گھر میں۔ مسجد میں غیر مقلدین کی طرح نہ لیٹے کہ نمازی بیٹھے اوراد میں مشغول ہوتے ہیں سنتیں پڑھتے ہیں اور یہ ٹانگ پھیلا کر لیٹ جاتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ قرآن مجید ہاتھ میں لئے تلاوت کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ قرآن مجید کی طرف پاؤں کر کے پھیل جاتے ہیں۔

**تشریحات ۴۱۷** مالک بن الحویرث لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ میں سکونت پذیر تھے۔ وہیں ۹۴ھ میں وصال فرمایا۔ یہ بھی ان صحابہ کرام میں سے ہیں۔ جن کا زمانہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پایا ہے۔ اغلب یہ ہے کہ زیارت بھی کی ہے۔

**تکمیل:۔** بخاری شریف کے متعدد ابواب میں اس حدیث کے اندر جو زیادتیاں ہیں

ع باب من انتظر الاقامۃ ص۸۷ نسائی صلوٰۃ۔

رَحِيمًا رَّفِيقًا فَلَمَّا رَأَى شَوْقَنَا إِلَى أَهْلِينَا قَالَ ارْجِعُوا فَكُونُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ

اور حضور بہت مہربان مشفق تھے چنانچہ جب اپنے اہل کی جانب ہمارے اشتیاق کو محسوس فرمایا تو ارشاد فرمایا۔ اب

وَصَلُّوا فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ ؏ھ

جاؤ اور ان میں رہو اور انھیں تعلیم دو اور نماز پڑھتے رہنا جب نماز کا وقت آجائے تو کوئی اذان کہے اور تم لوگوں میں جو سب سے بڑا ہو امامت کرے

سب کو ملانے کے بعد یہ حدیث یوں ہے۔ حضرت مالک بن الحویرث کہتے ہیں۔ میں اپنی قوم کے چند افراد کے ساتھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ہم سب جوان ہم عمر تھے ہم وہاں بیس دن اور بیس رات رہے۔ اور حضور بہت مہربان مشفق تھے۔ ہمیں اپنے اہل کا اشتیاق ہوا جب حضور نے یہ محسوس فرمالیا تو ہم سے پوچھا۔ اپنے گھر کس کو چھوڑا ہے۔ ہم نے بتایا۔ تو فرمایا۔ اپنے اہل میں جاؤ۔ اور انھیں میں رہو اور انھیں حکم دو۔ حضور نے کچھ باتیں بیان فرمائی تھیں۔ جنہیں بھول گیا۔ جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے ویسے ہی نماز پڑھنا اور انھیں تعلیم دو اور فلاں وقت فلاں نماز پڑھو۔ اور فلاں وقت فلاں نماز۔ جب نماز کا وقت آجائے تو کوئی اذان کہے اور جو تم میں زیادہ عمر کا ہو وہ امامت کرے۔ یہ سب لوگ علم میں مساوی تھے۔ اس لئے کہ ساتھ ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور ساتھ ہی ساتھ واپس ہوئے۔ اس لئے امامت کے لئے زیادہ عمر والے کو ترجیح کا حکم ارشاد فرمایا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امامت اذان سے افضل ہے۔

**مطابقت** یہاں باب تھا۔ جس نے یہ کہا سفر میں ایک مؤذن اذان دے۔ اس سے مطابقت یوں ہوئی کہ انھیں رخصت فرماتے ہوئے فرمایا۔ جب نماز کا وقت آجائے تو کوئی اذان کہے۔ رخصتی کے بعد یہ حکم نافذ ہو گیا۔ اس لئے راستے کے لئے بھی حکم ہو گیا۔ اور جب تک گھر نہیں پہنچیں گے مسافر رہیں گے تو ثابت کہ مسافر بھی اذان کہے۔

---

ھ باب من قال ليوذن فى السفر موذن واحد ص۸۷ باب الاذان للمسافر ص۸۸ باب اثنان فما فوقهما جماعة ص۹۰ باب اذا استووا فى القرأة فليومهم اكبرهم ص۹۴ الجهاد باب سفر الاثنين ص۳۹۹ ثانى الأدب باب رحمة الناس والبهائم ص۸۸۸ الآحاد باب اول ص۱۰۷۶ مسلم صلوٰة ابوداؤد صلوٰة۔ ترمذى صلوٰة۔ نسائى صلوٰة۔ ابن ماجه صلوٰة۔

حدیث ۴۱۸ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَتٰى رَجُلَانِ

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ دو شخص نبی صلی اللہ

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدَانِ السَّفَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ سفر کا ارادہ رکھتے تھے۔ تو ان سے نبی صلی اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْتُمَا خَرَجْتُمَا فَاَذِّنَا ثُمَّ اَقِيْمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا ع

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم دونوں نکلو تو اذان دو پھر اقامت کہو اور تم میں جو زیادہ عمر کا ہو وہ امامت کرے۔

حدیث ۴۱۹ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ قَالَ اَذَّنَ ابْنُ عُمَرَ فِيْ لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ بِضَجْنَانَ

نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ضجنان میں جاڑے کی حالت میں

ثُمَّ قَالَ صَلُّوْا فِيْ رِحَالِكُمْ وَاَخْبَرَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اذان دی پھر کہا تم لوگ اپنے پڑاؤ میں نماز پڑھ لو۔ اور ہمیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُ مُؤَذِّنًا يُّؤَذِّنُ ثُمَّ يَقُوْلُ عَلٰى اَثَرِهٖ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ

وسلم کسی موذن کو اذان کا حکم دیتے پھر فرماتے۔ پڑاؤ میں نماز پڑھو۔ جاڑے یا بارش کی

فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ اَوِ الْمَطِيْرَةِ فِي السَّفَرِ ع

رات میں سفر کی حالت میں۔

تشریح ۴۱۸ یہ حدیث حقیقت میں پہلی والی ہی ہے ان دو شخصوں سے مراد مالک بن حویرث اور ان کے ساتھی ہیں۔ جیسا کہ کتاب الجہاد میں ہے۔ مگر بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو شخص ان کے علاوہ تھے۔ اس لئے ہم نے اسے مع متن کے لکھا۔ اذنا۔ اقیما۔ تثنیہ کا صیغہ ہے۔ مگر مراد یہ ہے کہ تم دونوں میں سے ایک اذان کہے اور اقامت کہے۔ یہ مراد نہیں کہ تم دونوں ساتھ ساتھ یا باری باری اذان و اقامت کہو۔ اس لئے کہ ایک اذان و اقامت پوری جماعت کے لئے کافی ہے۔

تشریح ۴۱۹ ضجنان۔ مکہ معظمہ سے پچیس میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ طیبہ جاتے ہوئے پڑتا ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سنت یہی ہے کلمات اذان

ع باب الاذان للمسافر ص۸۸۔ ع باب الاذان للمسافر ص۸۸ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

| | |
|---|---|
| ت ۱۳۱ | وَيُذْكَرُ عَنْ بِلَالٍ اَنَّهٗ جَعَلَ اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ۔ |
| | حضرت بلال کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی انگلیاں کانوں میں کر لیتے تھے۔ |
| ت ۱۳۲ | وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَجْعَلُ اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ۔ |
| | اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں نہیں کرتے تھے۔ |
| ت ۱۳۳ | قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا بَاْسَ اَنْ يُّؤَذِّنَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ۔ |
| | ابراہیم نخعی نے فرمایا۔ بغیر وضو اذان دینے میں کوئی حرج نہیں۔ |

میں کچھ داخل نہ کیا جائے۔ بعد میں۔ صلوا فی الرحال۔ پکارا جائے۔ فی السفر کی قید واقعی ہے احترازی نہیں۔ سخت جاڑا۔ بارش کیچڑ ہو تو آبادی میں اور مقیم ہوتے ہوئے بھی مسجد میں حاضری اور جماعت معاف ہے۔

**اثبات باب:۔** یہاں باب ہے۔ مسافر کے لئے اذان و اقامت جب جماعت ہو۔ ایسے ہی عرفہ اور جمع یعنی مزدلفہ میں بھی۔ اور بارش اور سردی کی رات میں موذن کا یہ کہنا کہ اپنے ٹھکانوں پر نماز پڑھ لو۔ جتنی حدیثیں اس باب میں مذکور ہیں۔ ان میں عرفہ اور مزدلفہ کا ذکر نہیں۔ یعنی کسی حدیث میں یہ مذکور نہیں۔ کہ عرفہ اور مزدلفہ میں بھی اذان و اقامت سے نماز پڑھو۔ مگر چونکہ عرفات اور مزدلفہ میں حجاج حالت سفر ہی میں رہتے ہیں۔ اور مطلق سفر میں اذان و اقامت ثابت تو ان دونوں جگہوں میں بھی ثابت۔

**تشریح ۱۳۱** اس تعلیق کو ابن ماجہ اور طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

**تشریح ۱۳۲** اس تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے نُسَیر کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ اپنے اونٹ پر بیٹھے اذان دے رہے تھے۔ سفیان نے پوچھا وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالے تھے یا نہیں؟ تو نسیر نے کہا نہیں مگر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور حضرت بلال نے کانوں میں انگلیاں ڈال کر اذان کہی تو یہی سنت ہوئی۔ ہو سکتا ہے حضرت ابن عمر نے اس لئے کانوں میں انگلیاں نہیں ڈالیں کہ ان کے ہاتھ میں اونٹ کی نکیل رہی ہو۔

**تشریح ۱۳۳** اس اثر کو بھی امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ ہمارے یہاں بغیر وضو اذان دینا مکروہ ہے لیکن اگر کوئی بغیر وضو اذان دیدے تو اذان ہو جائے گی۔

ف ۱۳۴ وَقَالَ عَطَاءٌ اَلْوُضُوْءُ حَقٌّ وَسُنَّةٌ۔

اور امام عطاء نے کہا کہ وضو ثابت ہے اور سنت ہے۔

ف ۱۳۵ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَسَلَّمَ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِہٖ ؎

وسلم ہر وقت اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔

حدیث ۴۲۰ عَنْ عَوْنِ ابْنِ اَبِیْ جُحَیْفَةَ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّہٗ رَاٰی بِلَالًا یُؤَذِّنُ

حضرت ابو جحیفہ نے کہا کہ انھوں نے بلال کو اذان کہتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ پھر

فَجَعَلْتُ اَتَتَبَّعُ فَاہُ ھٰھُنَا وَھٰھُنَا بِالْاَذَانِ ؎

میں بھی ان کے ساتھ ساتھ اِدھر اُدھر منہ کرنے لگا۔

ف ۱۳۶ وَکَرِہَ ابْنُ سِیْرِیْنَ اَنْ یَّقُوْلَ فَاتَتْنَا الصَّلٰوۃُ وَلْیَقُلْ لَمْ نُدْرِکْ

ابن سیرین اس کو مکروہ جانتے تھے کہ کوئی یہ کہے ہماری نماز فوت ہو گئی یہ کہے ہم نے نہیں

وَقَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصَحُّ۔

پائی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح ہے۔

**تشریح ۱۳۴:۔** اس تعلیق کو عبدالرزاق نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ عطاء نے کہا یہ ثابت اور سنت ہے کہ مؤذن باوضو ہی اذان دے۔ یہ نماز سے ہے یہ نماز کا فاتح ہے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں حضرت عطاء ہی کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ بغیر وضو اذان دینے کو مکروہ جانتے تھے۔ اور یہ حدیث سے بھی ثابت ہے۔ ابو الشیخ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا باوضو شخص ہی اذان دے۔

**تشریح ۱۳۵** مناسبت باب: یہاں باب یہ ہے۔ کیا مؤذن اپنا منہ ادھر ادھر پھیرے کیا ادھر ادھر دیکھ سکتا ہے؟ اور ظاہر ہے کہ ان چاروں تعلیقات کو باب سے

؎ باب ھل یتتبع المؤذن فاہ ھٰھنا وھٰھنا ص۸۸ مسلم۔ اول طہارت باب ذکر اللہ فی حال الجنابۃ وغیرھا ص۱۶۲۔ ؎ باب ھل یتتبع المؤذن فاہ ھٰھنا وھٰھنا ص۸۸۔ ؎ باب قول الرجل فاتتنا الصلوۃ ص ۸۸۔

حدیث ۴۲۱ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّیْ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعَ جَلَبَةَ رِجَالٍ فَلَمَّا

ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ حضور نے کچھ لوگوں کے دوڑنے کی آواز سنی جب

صَلّٰی قَالَ مَا شَاْنُکُمْ قَالُوْا اِسْتَعْجَلْنَا اِلَی الصَّلٰوةِ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا اِذَا

نماز پڑھ چکے تو دریافت فرمایا۔ تمہارا کیا حال ہے لوگوں نے عرض کیا۔ نماز کے لئے ہم نے جلدی کی فرمایا ایسا مت

اَتَیْتُمُ الصَّلٰوةَ فَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَةُ فَمَا اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا ۔عہ

کرو۔ جب نماز کے لئے آؤ تو اطمینان وسکون کے ساتھ آؤ امام کے ساتھ جتنی پاؤ پڑھو اور جو فوت ہو جائے اسے بعد میں پوری کرو۔

حدیث ۴۲۲ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْاِقَامَةَ فَامْشُوْا اِلَی الصَّلٰوةِ وَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَةَ

فرمایا جب اقامت سنو تو نماز کے لئے سکون ووقار کے ساتھ چلو۔ دوڑو مت۔ جو امام کے ساتھ

وَالْوَقَارَ وَلَا تُسْرِعُوْا فَمَا اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا ۔عہ

پاؤ اسے امام کے ساتھ پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اسے بعد میں پوری کرو۔

کوئی تعلق نہیں قصہ صرف یہ ہے کہ اذان کے سلسلے میں چار باتوں میں اختلاف ہے (۱) موذن اپنی انگلیاں کانوں میں کرے گا یا نہیں (۲) حیعلتین کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرے گا یا نہیں (۳) اذان میں ادھر ادھر دیکھ سکتا ہے یا نہیں (۴) بلا وضو اذان دینا جائز ہے یا نہیں۔ ان چار باتوں میں سے صرف ایک کا عنوان قائم کیا۔ اور بیان چاروں کو کر دیا۔ امام بخاری کا مسلک کیا ہے وہ معلوم نہیں ہو سکا ہمارا مذہب یہ ہے کہ صرف حیعلتین کے وقت دائیں بائیں منہ کرے۔ بقیہ اوقات میں نہیں۔ کانوں میں انگلیاں دے کر اذان کہے اور باوضو کہے۔

**تشریحات ۴۲۱ ـ ۴۲۲ :۔** یہاں ایک اختلاف یہ ہے کہ مسبوق نے امام کے ساتھ جو نماز

عہ باب قول الرجل فاتتنا الصلوٰۃ ص۸۸ مسلم صلوٰۃ۔ عہ باب ما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا ص۸۸ الجمعۃ باب المشی الی الجمعۃ ص۱۲۴ مسلم۔ ترمذی نسائی جمعہ۔ ابن ماجہ مساجد۔

**حدیث ۴۲۳** عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب اقامت

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ وَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَۃُ ؏

کہی جائے تو تم لوگ کھڑے نہ ہو جاؤ جب تک مجھے دیکھ نہ لو کہ (میں حجرے سے باہر آ گیا) اور سکون کے ساتھ رہو۔

پڑھی ہے۔ یہ مسبوق کی ابتدائی نماز ہے یا انتہائی۔ امام شافعی وغیرہ کا قول ہے کہ یہ اس کی ابتدائی نماز ہے۔ احناف اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ انتہائی ہے۔ امام شافعی وغیرہ کا استدلال اس حدیث کے ارشاد۔ فاتموا۔ سے ہے۔ اس لئے کہ اتمام کو لازم ہے کسی چیز کی سابقیت جو ناقص رہ گئی ہو۔ جسے پورا کرنا چاہتا ہے۔ ہمارا استدلال اسی حدیث کے دوسرے طرق میں وارد۔ لفظ۔ فاقضوا ہے۔ جسے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے۔ نیز مسلم[1] میں بھی یہ ہے۔ واقض ما سبقک۔ نیز ابوداؤد[2] میں بھی ہے۔ نیز بیہقی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کیا۔ اور قضا چاہتا ہے فوت کو تو اس ارشاد کی صحت کے لئے لازم ہے کہ مسبوق کو جتنی نماز امام کے ساتھ نہیں ملی۔ وہ فوت ہو گئی۔ اس کی نماز اس وقت سے شروع ہو رہی ہے جس وقت وہ امام کے ساتھ شریک ہوا ہے۔ اس لئے مسبوق کی ابتدائی نماز وہ ہوئی جو اس نے امام کے ساتھ پائی۔ اور امام کے سلام کے بعد جو پڑھے گا وہ اخیر اور انتہائی نماز ہوگی۔ ما فاتکم نے بتا دیا ہے۔ کہ اسے جو نماز نہیں ملی ہے۔ وہ فوت ہو گئی تو امام کی فراغت کے بعد اسے جو پڑھنی ہے وہ بھی فوت شدہ پڑھنی ہے۔ اور وہ ابتدائی نماز ہے اور فاتموا کا جواب یہ ہے۔ اسی روایت کے لفظ ما فاتکم سے ثابت کہ اس کی نماز کا وہ حصہ جو اسے نہیں ملا۔ فوت ہو گیا ہے۔ اس لئے نماز ناقص ہے۔ اسے قضا پڑھ کر نماز پوری کر لو۔

**تشریحات ۴۲۳** جب صحابہ کرام نماز کے لئے جمع ہو جاتے اور جماعت کا وقت ہو جاتا تو حضرت بلال اجازت لے کر اقامت شروع کر دیتے۔ ابتدا میں صحابہ کرام شروع اقامت ہی سے کھڑے ہو جاتے اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ

---

ع۔ لاتقوموا الی الصلوٰۃ مستعجلا ص۸۹ جمعہ باب المشی الی الجمعۃ ص۱۲۴ مسلم مساجد ابوداؤد صلوٰۃ ترمذی صلوٰۃ۔ نسائی اذان۔ امامت۔ دارمی صلوٰۃ۔ مسند امام احمد جلد خامس۔

[1] اول باب استحباب ایتان الصلوٰۃ بوقار وسکینۃ ص۲۲۰

[2] اول باب السعی الی الصلوٰۃ ص۵۔۸۴۔

حدیث ۴۲۴ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ وَالنَّبِیُّ صَلَّی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اقامت کہی جاچکی تھی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنَاجِیْ رَجُلًا فِیْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ فَمَا قَامَ اِلَی

علیہ وسلم ایک شخص سے مسجد کے کنارے سرگوشی کرتے رہے۔ نماز کے لئے اس وقت کھڑے

الصَّلٰوۃِ حَتّٰی نَامَ الْقَوْمُ ؏

ہوئے جب لوگ سو گئے۔

جب تک یہ دیکھ نہ لو کہ میں حجرے مبارکہ سے باہر آگیا کھڑے نہ ہو اگرچہ اقامت ختم ہو جائے۔ اسی بنا پر علماء نے فرمایا۔ کہ اگر اقامت کے وقت امام مسجد میں نہ ہو تو جب تک امام کو دیکھ نہ لیں کھڑے نہ ہوں اگرچہ اقامت پوری ہو جائے۔ اور جب امام و مقتدی مسجد ہی میں ہوں تو اقامت کے وقت سب بیٹھے رہیں۔ جب موذن حی علی الصلوٰۃ تک پہنچے تو کھڑے ہونا شروع کریں۔ حی علی الفلاح پر سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ کھڑے ہو کر اقامت سننا مکروہ ہے جیسا کہ مضمرات، عالمگیری، شامی میں ہے۔

**دیوبندیوں کا عناد** دیوبندی عوام و خواص علماء جہلاء سبھی اہل سنت و جماعت کے ساتھ عناد کی وجہ سے کھڑے ہو کر اقامت سنتے ہیں جب کہ حنفی ہونے کے مدعی بھی ہیں یہاں تک کہ قریب قریب یہ مسئلہ اہل سنت کے شعار کی حد تک پہنچ گیا ہے۔

ع باب الامام تعرض لہ الحاجۃ بعد الاقامۃ وباب الکلام اذا اقیمت الصلوٰۃ ص۸۹ ثانی الاستیذان باب طول النجوی ص۹۳۱۔ مسلم حیض۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص۱۲۰ ابوداؤد صلوٰۃ۔ نسائی۔ امامت۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

ت ۱۳۷ وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ مَنَعَتْهُ اُمُّهٗ عَنِ الْعِشَاءِ فِی الْجَمَاعَةِ

اور حضرت حسن بصری نے فرمایا۔ اگر عشار کی جماعت سے شفقت کی وجہ سے اس کی ماں

شَفَقَةً لَمْ یُطِعْهَا۔

روکے تو ماں کی یہ بات نہ مانے۔

حدیث ۴۲۵ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ لِیُحْطَبَ

ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں نے ارادہ کیا کہ کچھ لوگوں کو لکڑیاں جمع

ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَیُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَیَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ

کرنے کا حکم دوں پھر نماز کے لئے اذان کہنے کا حکم دوں پھر کسی کو حکم دوں کہ وہ امامت کرے اس کے بعد انہیں چھوڑ کر

اِلٰی رِجَالٍ فَاُحَرِّقَ عَلَیْهِمْ بُیُوْتَهُمْ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ یَعْلَمُ اَحَدُهُمْ

ان لوگوں کی طرف جاؤں جو جماعت میں حاضر نہیں اور ان کے گھروں کو جلا ڈالوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں

اَنَّهٗ یَجِدُ عَرْقًا سَمِیْنًا اَوْ مِرْمَاتَیْنِ حَسَنَتَیْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ ؏

میری جان ہے یہ لوگ اگر یہ جانتے کہ فربہ ہڈی اور عمدہ گوشت بھری ہڈیاں پائینگے تو ضرور عشار میں شریک ہوتے۔

**تشریح ۴۲۴** علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ اس کا نام نہیں معلوم ہو سکا۔ ہو سکتا ہے یہ شخص اپنی قوم کا رئیس رہا ہو۔ حضور نے اس کی تالیف قلب کے لئے دیر تک سرگوشی فرمائی علامہ عینی نے فرمایا ہو سکتا ہے فرشتہ رہا ہو۔ اقول۔ ہو سکتا ہے وہ شخص کوئی اہم بات بتا رہا ہو جس کی تحقیق و تفتیش کیلئے سوالات و جوابات نیز آئندہ کے لئے ہدایات دینے میں تاخیر ہو گئی ہو۔ اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ کسی اہم دینی و قومی کام میں مجمع عام میں بھی کسی خاص آدمی سے سرگوشی کی جا سکتی ہے۔

**تشریحات ۴۲۵:۔** الی رجال۔ دوسری روایتوں میں ہے۔ پھر میں ان کو جو بلا کسی سبب کے

ع باب وجوب الجماعة ص۸۹ خصومات باب اخراج اهل المعاصی والخصوم من البیوت ص۳۲۶ ثانی الاحکام باب اخراج الخصوم واهل الریب من البیوت ص۱۰۴۲ نسائی صلوة۔

ت ۱۳۸ وَكَانَ الْاَسْوَدُ اِذَا فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ ذَهَبَ اِلٰى مَسْجِدٍ آخَرَ ؏

اور اسود رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت جب چھوٹ جاتی تو دوسری مسجد میں جاتے۔

ت ۱۳۹ وَجَاءَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلٰى مَسْجِدٍ قَدْ

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مسجد میں آئے جس میں نماز

صُلِّيَ فِيْهِ فَاَذَّنَ وَاَقَامَ وَصَلّٰى جَمَاعَةً ؏

ہو چکی تھی تو اذان اور اقامت کہی اور جماعت سے نماز پڑھی۔

حدیث ۴۲۶ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً ؏

فرمایا۔ نماز باجماعت اکیلے نماز پڑھنے پر ستائیس درجے فضیلت رکھتی ہے۔

گھروں میں نماز پڑھتے ہیں جلا دوں[1]۔ اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں عشار کی اقامت کہلاتا اور اپنے جوانوں کو حکم دیتا کہ گھروں کو جلا دیں[2]۔ اس سے ثابت ہوا کہ جماعت سے نماز واجب ہے۔ اور بلا عذر جماعت چھوڑنا گناہ ہے۔ اور جو جماعت چھوڑنے کا عادی ہو وہ فاسق معلن ہے۔

**تشریحات ۱۳۸-۱۳۹** اپنی مسجد میں جماعت چھوٹ جائے تو دوسری مسجد میں جماعت کے لئے جانا ضروری نہیں۔ چاہے تو جائے یہ بہتر ہے مگر مسجد حرام مسجد نبوی سے نہ جائے۔ اسی طرح بیت المقدس سے۔ اس لئے کہ ان مساجد میں جو ثواب ہے وہ دوسری مساجد میں نہیں۔ جس مسجد میں جماعت ہو چکی ہو تو اس میں اذان و اقامت کے ساتھ نماز باجماعت اس وقت جائز ہے جبکہ وہ بازار یا عام گزرگاہ کی مسجد ہو۔ جس میں کوئی امام اور موذن مقرر نہ ہو۔ جس مسجد میں امام اور مؤذن مقرر ہوں اس میں ہیئت اولیٰ پر جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔ ہیئت اولیٰ بدل کر بلا کراہت درست ہے۔ محراب سے ہٹنے کے بعد ہیئت اولیٰ بدل جاتی ہے۔ ردالمحتار۔ عالمگیری وغیرہ۔

**تشریحات ۴۲۶-۴۲۷**:۔ حدیث ۳۳۰ کے ضمن میں ہم بتا آئے کہ یہ پچیس، ستائیس، یا پچاس

---

ع باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ ص۸۹ ابن ابی شیبہ۔ ع ایضاً۔

س باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ ص۸۹ مسلم، نسائی صلوٰۃ۔

[1] ابوداؤد اول صلوٰۃ باب التشدید فی ترک الجماعۃ ص۸۱ [2] مسند امام احمد

**حدیث ۴۲۷** عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ تَفْضُلُ صَلٰوۃَ الْفَذِّ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً عہ

فرماتے ہوئے سنا کہ نماز باجماعت تنہا کی نماز پر پچیس درجے فضیلت رکھتی ہے۔

**حدیث ۴۲۸** سَمِعْتُ سَالِمًا قَالَ سَمِعْتُ اُمَّ الدَّرْدَاءِ تَقُوْلُ دَخَلَ عَلَیَّ اَبُو الدَّرْدَاءِ

سالم نے کہا میں نے ام الدرداء سے سنا وہ کہہ رہی تھیں کہ میرے پاس ابو الدرداء آئے اور

وَھُوَ مُغْضَبٌ فَقُلْتُ مَا اَغْضَبَکَ قَالَ وَاللّٰہِ مَا اَعْرِفُ مِنْ اَمْرِ مُحَمَّدٍ

وہ غضبناک تھے میں نے پوچھا غصے کا کیا سبب ہے۔ تو فرمایا خدا کی قسم میں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنَّھُمْ یُصَلُّوْنَ جَمِیْعًا عہ

کی کوئی بات اب نہیں دیکھتا سوائے اس کے کہ لوگ جماعت سے نماز پڑھ لیتے ہیں۔

درجے کا فرق نمازی کے اخلاص حضور قلب خشوع وخضوع کی بنا پر ہے۔

**تشریحات ۴۲۸** ام الدرداء سے مراد ام الدرداء صغریٰ ہیں۔ جن کا نام جُہَیمہ ہے۔ یہ تابعیہ ہیں۔ ام الدرداء کبریٰ جن کا نام خیرہ ہے وہ مراد نہیں۔ اس لئے کہ سالم بن ابی الجعد راوی کی ان سے ملاقات نہیں۔ ام الدرداء کبریٰ حضرت ابوالدرداء کی حیات ہی میں وفات پاچکی تھیں۔

**من امر** اکثر نسخوں میں امر کی جگہ، امۃ ہے۔ اسماعیلی اور ابونعیم کی روایت میں ما اعرف کے بعد فیھم کا اضافہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس شہر کے لوگوں میں اس سے مراد، دمشق ہے، جہاں حضرت ابوالدرداء رہتے تھے۔ مراد یہ ہے کہ دین کی جو پابندی اور لحاظ عہد نبوی میں اور شیخین کے زمانے میں تھا وہ اب اس درجہ باقی نہ رہا۔

حضرت ابوالدرداء کا وصال حضرت عثمان غنی کے عہد میں ۳۲ھ میں ہوا ہے۔

عہ باب فضل صلوۃ الجماعۃ ص۸۹۔

عہ باب فضل صلوۃ الفجر فی جماعۃ ص۹۰۔

**حدیث ۴۲۹** عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْظَمُ النَّاسِ اَجْرًا فِی الصَّلٰوۃِ اَبْعَدُھُمْ فَاَبْعَدُھُمْ

ارشاد فرمایا نماز کا سب سے زیادہ ثواب اسے ہے جو مسجد سے سب سے زیادہ دور ہو

مَمْشًی وَّالَّذِیْ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوۃَ حَتّٰی یُصَلِّیَھَا مَعَ الْاِمَامِ اَعْظَمُ

پھر اس کا جو اس سے بھی زیادہ دور ہو۔ اور جو شخص نماز کا انتظار کرتا ہے تاکہ امام کے ساتھ نماز پڑھے اس کا

اَجْرًا مِّنَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ ثُمَّ یَنَامُ ؏

ثواب اس سے زیادہ ہے جو نماز پڑھ کر سو جاتا ہے۔

**حدیث ۴۳۰** عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ یَّمْشِیْ بِطَرِیْقٍ وَّجَدَ غُصْنَ شَوْکٍ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص راستے پر چل رہا تھا کہ کانٹے کی شاخ راستے پر

عَلَی الطَّرِیْقِ فَاَخَّرَہٗ فَشَکَرَ اللّٰہُ لَہٗ فَغَفَرَ لَہٗ۔ ثُمَّ قَالَ الشُّھَدَاءُ خَمْسَۃٌ

پائی تو اسے ہٹا دیا۔ اللہ نے اسے قبول فرما لیا اور اسے بخش دیا۔ پھر فرمایا شہید پانچ ہیں

اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِیْقُ وَصَاحِبُ الْھَدْمِ وَالشَّھِیْدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؏

طاعون میں مرنے والا اور پیٹ کی بیماری میں مرنے والا۔ اور ڈوب کر مرنے والا۔ اور کہیں دب کر مرنے والا۔ اور راہ خدا میں شہید

**تشریحات ۴۲۹:۔** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز یا کسی کار خیر کے لئے چلنا بھی باعث ثواب ہے۔ اسی وجہ سے مسجد جتنی زیادہ دور ہوگی اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا۔ امام کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے بہ نسبت تنہا پڑھنے کے۔

**مطابقت باب:۔** یہاں باب ہے فجر کی نماز باجماعت پڑھنے کی فضیلت۔ اس حدیث کی باب سے مطابقت حدیث کے عموم سے ہے۔

**تشریحات ۴۳۰** بینما یہ اصل میں بَیْنَ تھا اشباع کے لئے الف کا اضافہ کیا۔ پھر میم زائد

ع باب فضل صلوٰۃ الفجر فی جماعۃ ص۹ مسلم صلوٰۃ۔ ع باب فضل التھجیر الی الظھر ص۹ اول جہاد۔ باب الشہادۃ سبع ص۳۹۷، مسلم۔ امارۃ۔ البر۔ ابو داؤد۔ ادب۔ ترمذی البر۔ مؤطا امام مالک جماعت۔ مسند امام احمد۔

کی گئی اس طرح بینما ہوگیا۔ کبھی بغیر میم کے بینا بھی آتا ہے۔ یہ ظرف زمان ہے جو مفاجاۃ کے لئے آتا ہے۔

**والشھداء** :۔ یہ شہید کی جمع ہے۔ اس کا مصدر شہادۃ ہے۔ جس کے معنیٰ حاضر ہونے کے ہیں۔ یہ یا تو مشہود کے معنیٰ میں ہے۔ اس بنا پر کہ اس کی موت کے وقت مخصوص ملائکہ رحمت حاضر ہوتے ہیں۔ یا اس وجہ سے کہ اس کے لئے جنت کی گواہی دی جاتی ہے۔ یا شاہد کے معنی میں ہے اس لئے کہ یہ زندہ ہے اور بارگاہ قدس میں حاضر ہے۔ یا اس بنا پر کہ اس کے لئے اللہ عزوجل نے جو مدارج مہیا فرمائے تھے وہاں پہنچ گیا۔

**خمس** :۔ اس روایت میں پانچ کی تعداد ہے مؤطا امام مالک[1] اور ابوداؤد، نسائی طبرانی ابن حبان کی حدیث میں شہید فی سبیل اللہ کے علاوہ سات کی تعداد ہے۔ چار یہ۔

۔ نمونیے میں فوت ہونے والا، جل کر فوت ہونے والا، جو عورت بچے کی پیدائش میں فوت ہو۔ ابن ماجہ[2] میں مسافرت میں فوت ہونے والے کا اضافہ ہے۔ حضرت ابن عباس[3] رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک حدیث میں ہے وہ عاشق جو پاک دامن رہا اور چھپائے رکھا اور اسی میں مرگیا۔ وہ بھی شہید ہے مسند امام احمد[4] میں چوپائے سے گر کر مرنے والے کو بھی شہید فرمایا۔ علاوہ ازیں ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا شرق[5] اور جسے درندے نے پھاڑ ڈالا ہو وہ بھی شہید ہے۔ یہ کل چودہ ہوئے۔ مگر اس میں بھی حصر نہیں۔ بہار شریعت میں حضرت صدر الشریعۃ قدس سرہٗ نے چھتیس[6] گنایا مگر یہ بھی حصر کے لئے نہیں مشہور حدیث ہے۔

من قتل دون ماله فهو شهيد[7] من قتل دون اهله او دون دمه فهو شهيد من قتل دون دينه فهو شهيد[8]

جو مال بچانے میں مارا جائے وہ شہید ہے جو اپنے اہل کو بچانے کے لئے مارا جائے وہ شہید ہے جو اپنا دین بچانے کے لئے مارا جائے وہ شہید ہے۔

---

[1] جنائز باب النھی عن البکاء علی المیت ص۸۸ ۔ ابوداؤد۔ ثانی جنائز باب فی فضل من مات فی الطاعون ص۸۴ ۔ نسائی اول ۔ جنائز باب النھی عن البکاء علی المیت ص۲۶۱ ۔ [2] جنائز باب فیمن مات غریبا۔ ص۱۱۷ ۔ [3] عمدۃ القاری جلد خامس ص۱۷۱ [4] جلد ثانی ص۴۴۱ ۔

[5] بخاری اول ۔ مظالم باب من قتل دون مالہ ص۳۳۷ مسلم ۔ ایمان ۔ ابوداؤد سنت ترمذی دیات، نسائی تحریم، ابن ماجہ، حدود، مسند امام احمد ۔

[6] ابوداؤد۔ ثانی ۔ سنت باب فی قتال اللصوص ص۳۰۲ ترمذی اول ۔ دیات باب من قتل دون مالہ فھو شھید ص۱۷۔ [7] پانی وغیرہ پیتے وقت گلے میں پھنس جانے سے جو مرجائے

**حدیث ۴۳۱** حَدَّثَنِیْ اَنَسٌ اَنَّ بَنِیْ سَلِمَۃَ اَرَادُوْا اَنْ یَّتَحَوَّلُوْا عَنْ

حمید نے کہا۔ مجھ سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ بنی سلمہ نے

علامہ جلال الدین سیوطی نے اس پر مستقل رسالہ لکھا ہے۔ علامہ اجہوری مالکی نے ساٹھ تک پہونچایا ہے۔

شہدا کے سلسلے میں جو احادیث وارد ہیں ان پر نظر کرنے سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جو کسی وبائی بیماری سے مرے جو کسی حادثے کی وجہ سے مرے جو سخت اذیت ناک بیماری سے مرے جو اپنی یا کسی مسلمان کی جان، مال، آبرو بچانے میں مرے وہ شہید ہے۔

**المبطون:۔** صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد پیٹ کی ہر بیماری ہے خواہ وہ استسقا ہو، اسہال ہو یا قبض شدید یا درد شدید ہو۔

**شہید کا حکم** باعتبار احکام شہید کی دو قسمیں ہیں۔ اول شہید فقہی، یہ وہ شہید ہے جسے جنگ کے موقع پر کافروں نے مار ڈالا ہو، یا میدانِ جنگ میں مردہ ملا اور اس کے جسم پر زخم ہو۔ یا اسے مسلمانوں نے ظلماً قتل کیا ہو اور اس کے قتل سے قصاص یا دیت واجب نہ ہو۔ اسے بغیر غسل دیئے ہوئے نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا جائے گا۔ دوسرے شہید غیر فقہی۔ مذکورہ بالا شہدا کے علاوہ بقیہ تمام شہدا کو غسل دینا فرض ہے۔ ان کے شہید ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انھیں شہدا کے مثل ثواب ملے گا۔

**مطابقت باب** یہاں باب ہے۔ ظہر کی نماز کے لئے جلد جانے کی فضیلت کا بیان۔ مذکورہ متن کے آگے وہ حصہ ہے جو حدیث ۴۳۸ ہے جس کے اخیر میں ہے اگر لوگ جانتے کہ اول وقت نماز کے لئے جانے میں کیا ثواب ہے تو لوگ سبقت کرتے۔

غالباً امام بخاری نے تہجیر کے معنی زوال کے فوراً بعد جانے کے سمجھ رکھا تھا اس لئے اسے اس باب میں بھی لائے۔ اس کی بنیاد اس پر ہے کہ یہ ہاجرہ سے مشتق ہے جس کے معنی زوال کے بعد کا وقت ہے یہ دو وجہ سے صحیح نہیں اولاً ہروی نے کہا کہ تہجیر کے معنی تبکیر ہے۔ یعنی اول وقت جانا۔ یا آنا۔ دوپہر کے وقت کی تخصیص نہیں۔ دوسرے ہم پہلے بتا آئے کہ ہاجرہ کے معنی تیز گرمی کے ہیں اس لحاظ سے یہ دوپہر سے لے کر عصر تک پر صادق۔ امام بخاری نے تہجیر کے جو معنی سمجھے ہیں اس سے مطابقت ظاہر ہے۔ اور معنی صحیح کے لحاظ سے مطابقت اس کی دلالت عام سے ہے۔ مگر اس حکم عام سے گرمیوں کی ظہر اور عصر عشا فجر دوسری احادیث سے خاص ہے۔

**تشریحات ۴۳۱:۔ تکمیل۔** مسلم[1] میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ ہے کہ مسجد نبوی

[1] مساجد باب فضل الصلوٰۃ المکتوبۃ فی الجماعۃ ص ۲۳۵۔

مَنَازِلِهِمْ فَيَنْزِلُوا قَرِيبًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَكَرِهَ

ارادہ کیا کہ اپنے محلہ سے منتقل ہو جائیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہیں حضرت انس نے کہا نبی

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّعْرُوَ الْمَدِيْنَةَ فَقَالَ اَلَا تَحْتَسِبُوْنَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ پسند نہیں فرمایا۔ کہ مدینے کو کھلا ہوا چھوڑ دیں۔ اس لئے فرمایا۔ کیا

آثَارَكُمْ قَالَ مُجَاهِدٌ خُطَاهُمْ اٰثَارُ الْمَشْيِ فِي الْاَرْضِ بِاَرْجُلِهِمْ ؏

چل کر آنے کو ثواب نہیں سمجھتے۔ امام مجاہد نے فرمایا 'خطاھم' کے معنیٰ وہ نشانات ہیں جو زمین پر پیدل چلنے سے پڑتے ہیں۔

کے ارد گرد کچھ زمینیں خالی ہوئیں تو بنو سلمہ نے چاہا کہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں۔ اس کی اطلاع جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوئی تو ان سے دریافت فرمایا۔ انھوں نے عرض کیا ہمارے گھر مسجد سے دور ہیں ہم نے یہ چاہا کہ انھیں بیچ کر مسجد کے قریب آجائیں تو حضور نے فرمایا تمہارے لئے ہر قدم پر ایک درجہ ہے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ آثَارَهُمْ یٰس ⑫ جو پہلے کر چکے اور ان کے نشان قدم ہم لکھ رہے ہیں۔ مسند السراج میں ہے کہ ان کے گھر "سلع" کے پاس تھے۔ سلع مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلے پر ہے۔

**مسائل:۔** صراحۃً یہ ثابت ہوا کہ نماز کے لئے چلنے پر ہر قدم پر نیکی ہے۔ اور لزوماً یہ ثابت ہوا کہ کسی بھی کار خیر کے لئے چلنے میں بھی یہی فضیلت ہے۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دور کی مسجد میں بہ نسبت قریب کے زیادہ ثواب ہے۔ مگر پڑوسی کا حق مقدم ہے۔ اس لحاظ سے قریب کی مسجد میں نماز افضل ہے۔ خصوصاً جب کہ مسجد کے ویران ہونے کا اندیشہ ہو مسجد کو ویران کرنا ممنوع ہے۔

**قال مجاھد:۔** آیہ کریمہ۔ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ آثَارَهُمْ۔ میں آثارہم کی تفسیر میں امام مجاہد نے فرمایا خُطَاهُمْ۔ یعنی ان کے قدم کے نشانات۔

---

ع باب احتساب الآثار ص۹۰ اول۔ فضائل المدینہ باب کراھیۃ ان یعری المدینۃ ص۲۵۳ مسلم مساجد۔ ابن ماجہ۔ مساجد۔ مسند امام احمد ثالث۔

۱ مساجد باب الابعد فالابعد من المسجد ص۵۷۔

۲ عمدۃ القاری۔ خامس ص۱۷۳۔

**حدیث ۴۳۲** عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ صَلٰوةٌ اَثْقَلَ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ

منافقین پر فجر اور عشاء سے زیادہ اور کوئی نماز بھاری نہیں۔ اگر وہ یہ جانتے

مَا فِیْهِمَا لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَیُقِیْمَ ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا یَّؤُمُّ

کہ ان دونوں میں کیا ثواب ہے تو ان دونوں میں ضرور آتے۔ اگرچہ گھسٹتے ہوئے۔ میں نے ارادہ فرمالیا ہے کہ مؤذن کو اقامت کہنے کا حکم

النَّاسَ ثُمَّ اٰخُذُ شُعَلًا مِّنْ نَّارٍ فَاُحَرِّقُ عَلٰی مَنْ لَّا یَخْرُجُ اِلَی الصَّلٰوةِ بَعْدُ[1]

دوں پھر کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کرے پھر آگ کے انگارے لیکر ان لوگوں کو جلا ڈالوں جو اسوقت تک نماز کیلئے گھر سے نہیں نکلے۔

**حدیث ۴۳۳** عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ یُّظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اَلْاِمَامُ

فرمایا سات آدمیوں کو اللہ عزوجل اس دن اپنے سائے میں رکھے گا۔ جس دن اس کے سائے کے

**تشریح ۴۳۲** حدیث ۱۲۵ھ میں یہ تہدید عام ہے۔ اور یہاں خاص منافقین کے لئے ہے ہو سکتا ہے یہ ارشاد کسی ایسے موقع کا ہو جس میں منافقین غیر حاضر رہے ہوں۔ واقعہ یہی تھا کہ یہ دونوں نمازیں منافقین پر شاق تھیں اس وجہ سے وہ غائب رہتے۔ ہو سکتا ہے انھیں دیکھ کر بعض مخلصین مومنین میں بھی کچھ سستی ملاحظہ فرمائی ہو تو زجر و توبیخ کے لئے یہ فرمایا ہو۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ حدیث ۱۲۵ھ میں بھی روئے سخن منافقین ہی کے لئے ہو جیسا کہ لو یعلم احدھم انہ یجد عرقا سمینا الخ سے اس طرف خیال جاتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

**تشریحات ۴۳۳** "سبعۃ" سات ہی کی تخصیص نہیں، مفہوم عدد معتبر نہیں اس لئے کہیں بھی عدد کا ذکر حصر کا افادہ نہیں کرتا۔ جب تک حصر پر قرینہ نہ ہو۔ مسلم میں حضرت ابوالیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من انظر معسرا او وضع لہ اظلہ اللہ فی ظلہ۔

جو کسی تنگدست مقروض کو مہلت دے یا اسے معاف کر دے اسے اللہ اپنے سایہ میں رکھے گا جب اسکے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا

[1] باب فضل صلوٰۃ العشاء فی الجماعۃ ص۹۰ ۔ [2] ثانی الزھد باب حدیث جابر الطویل ص۵۱۶ ۔

الْعَادِلُ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ

علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ انصاف کرنے والا سلطان۔ اور وہ جوان جو اپنے پروردگار کی عبادت میں بچپن سے جوان ہوا۔

وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ ذَاتُ

اور وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے۔ اور وہ دو شخص جنہوں نے آپس میں اللہ کے لئے محبت کی۔ اسی پر اکٹھے ہوئے اور اسی

مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ إِخْفَاءً حَتّٰى لَا تَعْلَمَ

پر جدا ہوئے۔ اور وہ شخص جسے کسی معزز خوبصورت عورت نے بلایا تو اسنے کہدیا میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ شخص جس نے پوشیدہ صدقہ

شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ [عه]

کیا یہاں تک کہ اسکے بائیں ہاتھ کو پتہ نہیں کہ اس کا داہنا ہاتھ کیا خرچ کرتا ہے اور وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کی یاد کی تو اس کی آنکھیں بہ گئیں۔

**یوم لا ظل:۔** اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے نیز کتاب الحدود میں حضرت عبداللہ بن مبارک تلمیذ حضرت امام اعظم و استاذ الاستاذ امام بخاری سے جو روایت ہے اس میں اس کی تصریح ہے۔ سایہ صرف جسم کثیف کا پڑتا ہے اللہ عزوجل کثافت اور جسم سے منزہ ہے اس لئے علماء نے اس کی تاویلیں کی ہیں یہ اضافت اظہار عظمت و شرافت کے لئے ہے جیسے بیت اللہ۔ مراد عرش کا سایہ ہے جیسا کہ سعید بن منصور نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

سبعة يظلهم الله في ظل عرشه۔ | سات اشخاص کو اللہ عزوجل اپنے عرش کے سایہ میں رکھے گا۔

یا جیسا کہ دعاء طواف میں ہے۔

اللهم اظلني تحت ظل عرشك يوم لا ظل الا ظلك۔ | اے اللہ مجھے اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے جس دن تیرے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہیں۔

یا مراد پناہ اور رحمت ہے جیسے کہتے ہیں انا فی ظل فلان۔ میں فلاں کی پناہ میں ہوں۔ یا جنت کا سایہ مراد ہے یا طوبیٰ کا۔

**مطابقت باب:۔** یہاں باب یہ ہے۔ جو مسجد میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرے اور مسجدوں کی

---

عه باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰة ص۹۱ اول۔ زکوٰة۔ باب الصدقة بالیمین ص۱۹۱۔ ثانی۔ رقاق۔ باب البکاء من خشیة الله ص۹۵۹ محاربین باب فضل من ترك الفواحش ص۱۰۰۵۔ مسلم زکوٰة۔ ترمذی۔ زهد۔ نسائی۔ قضا۔ رقاق۔

له عمدة القاری جلد خامس ص۱۷۷۔

**حدیث ۴۳۴** عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو صبح کو یا شام کو مسجد

قَالَ مَنْ غَدَا اِلَی الْمَسْجِدِ اَوْ رَاحَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهٗ نُزُلَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ ؏

جائے۔ تو اللہ عزوجل جنت میں اس کی مہمانی کا سامان مہیا فرماتا ہے جب جب جائے۔

**حدیث ۴۳۵** عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ ابْنِ بُحَیْنَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ

حضرت عبداللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فضیلت۔ اس حدیث کے اس جز۔ وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے۔ کو باب کے دوسرے جز سے مطابقت ہے۔ اگر مسجد میں کوئی فضیلت نہ ہوتی تو مسجد سے دل لگائے رکھنے والا اتنی بڑی عزت کا مستحق کیوں ہوتا۔

**افادہ:۔** اس کے بعد حدیث ۴۳۸ مذکور ہے۔ یہاں یہ زائد ہے۔ ثم اقبل علینا بوجهه بعد ما صلّٰی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور نے ہماری جانب رخ انور کیا۔ یہ نماز عشار تھی جس کے بعد سنت ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جن نمازوں کے بعد سنن و نوافل ہیں ان کے بعد بھی امام سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف پیٹھ کئے نہ بیٹھا رہے۔ یہی سنت ہے۔

**تشریح ۴۳۴** علامہ کرمانی نے فرمایا کہ بعض روایتوں میں غدا اور راح۔ کے بجائے غدا و راح ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہوا کہ۔ او۔ والی روایت میں اعداد ان دونوں میں سے ایک پر بھی ہوگا اور۔ واو۔ کی روایت کی بنا پر دونوں کے مجموعے پر۔ بعض حضرات نے فرمایا۔ کہ غدا اور راح۔ صبح و شام گیا۔ کنایہ ہے بلا ناغہ پابندی کے ساتھ جانے سے۔ جیسا کہ آیت کریمہ۔ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا۔ ان کے لئے جنت میں صبح و شام کھانا ہے۔ میں دوام و ہمیشگی مراد ہے۔

**تشریح کلمات ۴۳۵** لغات۔ ازد۔ زائے معجمہ ساکن۔ ایک مشہور قبیلے کا نام ہے۔ ان کو اسد بھی کہا جاتا ہے۔ ان کو ازد شنوءۃ بھی کہتے ہیں۔ لاث۔ کے معنی دار احاطہ کے ہیں۔ یعنی انھیں گھیر لیا۔ بہ۔ کی ضمیر کا مرجع۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ یعنی صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ مگر علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ یہاں کی روایت کا سیاق یہ بتا رہا ہے۔ کہ اس ضمیر کا مرجع رجل ہے۔ یعنی ان صاحب کو لوگوں نے گھیر لیا

؏ باب فضل من خرج الی المسجد ومن راح ص۹۱ مسلم۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا مِّنَ الْاَزْدِ یُقَالُ لَہٗ مَالِکُ ابْنُ

ایک صاحب کے قریب سے گزرے۔ بطریق حفص بن عاصم یوں روایت ہے کہ میں نے ازد کے ایک صاحب مالک ابن

بُحَیْنَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلًا وَقَدْ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ

بحینہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو دیکھا کہ وہ دو رکعتیں پڑھ رہے ہیں حالانکہ اقامت

یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاثَ بِہِ النَّاسُ فَقَالَ

ہو چکی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو لوگوں نے انھیں گھیر لیا۔ ان سے رسول اللہ

لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلصُّبْحَ اَرْبَعًا اَلصُّبْحَ اَرْبَعًا [عہ]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا صبح چار ہے؟ کیا صبح چار ہے؟

علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ صاحب خود مالک ابن بحینہ تھے۔ جیسا کہ مسند امام احمد میں انھیں کی روایت کردہ حدیث سے ظاہر ہے۔ **اقول**۔ مسند امام احمد کی جس روایت کا علامہ عینی نے حوالہ دیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے قریب سے گزرے یہ نماز فجر سے پہلے والی سنت پڑھ رہے تھے جسے لمبی پڑھا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ اس نماز کو ظہر سے پہلے اور بعد والی کے مثل نہ بنالو۔ ان دونوں کے مابین فصل رکھو۔ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ وہ نہیں جو زیر بحث حدیث میں ہے اس لئے اس سے یہ استدلال کہ اس حدیث میں رجل سے مراد خود راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مالک ابن بحینہ ہی ہیں صحیح نہیں۔ خود مسند امام احمد میں یہ حدیث متعدد طریقوں سے مروی ہے۔ سب سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اور کوئی صاحب تھے۔

[عہ] **الصبح اربعا**:۔ یہ الصبح۔ تصلی فعل محذوف کا مفعول بہ ہے۔ علامہ کرمانی نے فرمایا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ الصبح مرفوع ہو اور تصلی محذوف بعد میں ہو۔ یعنی الصبح مبتدا اور تصلی اربعا اس کی خبر۔ دونوں تقدیر پر معنی یہ ہوں گے۔ کیا صبح چار رکعت پڑھتا ہے؟ یہ استفہام توبیخ کے لئے ہے۔

**اقامت کے بعد سنت**:۔ اس پر اتفاق ہے کہ فجر کے علاوہ بقیہ نمازوں میں اقامت کے بعد سنتیں پڑھنی جائز نہیں۔ البتہ فجر میں اختلاف ہے۔ امام شافعی، امام احمد کا مذہب یہ ہے۔ سنت فجر بھی اقامت کے بعد جائز نہیں۔ ان کی دلیل حدیث مذکور ہے۔ حضرت امام اعظم نے فرمایا۔

---

عہ باب اذا قیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ ص۹۱ مسلم صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ مسند امام احمد جلد خامس ص۲۴۵ ۱ھ جلد خامس ص۲۴۵

کہ اگر اسے یقین ہو کہ دوسری رکعت مل جائے گی تو مسجد کے باہر پڑھ لے جامع صغیر اور بدائع میں امام صاحب کا یہی مذہب مذکور ہے۔ ہدایہ میں اسی کو اختیار فرمایا۔ البتہ اتنی توسیع کی۔ کہ مسجد کے دروازے پر پڑھ لے۔ امام محمد نے فرمایا۔ کہ اسے یہ یقین ہو کہ قعدہ اخیرہ میں امام کو پالے گا تو سنت پڑھ لے اور یہی قول مفتیٰ بہ ہے۔ امام طحاوی نے اسی کو اختیار فرمایا۔ البتہ یہ وسعت دی کہ جس حصے میں جماعت ہو رہی ہو اس میں نہ پڑھے۔ اگر جماعت اندر ہو رہی ہو تو باہر پڑھے۔ باہر ہو رہی ہو تو اندر پڑھے۔ مزید یہ کہ اسے تینوں ائمہ امام اعظم امام ابو یوسف امام محمد کا مذہب بتایا[1]۔ ذخیرہ میں اسی کو اختیار فرمایا[2]۔ ہمارے دلائل یہ ہیں۔ اول وہ حدیث جسے امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ الا رکعتی الفجر۔ جب اقامت کہی جائے تو فرض کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں سوائے فجر کی دو رکعتوں کے۔

اس پہ امام بیہقی نے یہ فرمایا۔ اس زیادتی یعنی سنت فجر کے استثناء کی کوئی اصل نہیں۔ اور حجاج اور عباد ضعیف ہیں۔ علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا۔ کہ امام ابن معین نے فرمایا کہ حجاج بن نصیر صدوق ہیں۔ امام ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا۔ اور عباد صالحین میں سے ہے[3]

**دوم**۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں آئے اقامت ہو چکی تھی۔ انھوں نے ایک ستون کے آڑ میں سنت پڑھی۔ حضرت ابو حذیفہ اور حضرت ابو موسیٰ موجود تھے[4]

**سوم**۔ ابو مجاز کہتے ہیں کہ میں ابن عمر اور ابن عباس کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا۔ امام نماز پڑھا رہا تھا۔ ابن عمر تو نماز میں شامل ہو گئے مگر ابن عباس نے دو رکعتیں (سنت فجر) مسجد کے اندر پڑھیں پھر جماعت میں شامل ہوئے۔

**چہارم**۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ آیا ہے کہ مسجد میں جاتے اور لوگ نماز فجر پڑھتے ہوتے۔ یہ مسجد کے کسی گوشے میں فجر کی سنت پڑھ کر جماعت میں شامل ہوتے۔

**پنجم**۔ ابو عثمان نھدی کہتے ہیں۔ ہم حضرت عمر کے پاس اگر فجر کی سنت پڑھے بغیر آتے وہ نماز میں ہوتے تو ہم لوگ مسجد کے آخری حصے میں سنت پڑھ کر نماز میں شریک ہوتے۔

**ششم**۔ حضرت ابن عمر ایک بار مسجد میں آئے جماعت ہو رہی تھی وہ حضرت حفصہ کے گھر میں

---

[1] شرح معانی الآثار اول باب الرجل یدخل المسجد والامام فی صلوٰۃ الفجر ص ۱۸۴۔
[2] عمدۃ القاری جلد خامس ص ۱۸۴۔ [3] عمدۃ القاری جلد خامس ص ۱۸۴۔
[4] شرح معانی الآثار باب مذکور ص ۱۸۳۔

میں گئے اور سنت پڑھنے کے بعد جماعت میں شریک ہوئے[1]

**سنت فجر کی خصوصیت** دیگر سنتوں کے برخلاف سنت فجر کی یہ خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ اس کے بارے میں بہت تاکید آئی ہے۔ ابو داؤد[2] میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا تدعوھما وان طردتکم الخیل۔ | ان دونوں کو مت چھوڑنا اگرچہ تم کو دشمن کے گھوڑے روند ڈالیں۔

اسی میں[3] ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ انھوں نے فرمایا۔

لم تکن علی شیٔ من النوافل اشد معاھدۃ منہ علی الرکعتین قبل الفجر۔ | کسی نفل کے حضور اتنے پابند نہ تھے جتنے زیادہ فجر کی سنت کے پابند تھے۔

نوافل کی قضا نہیں اور اگر ہے بھی تو جو بات ادا میں ہے وہ قضا میں کہاں۔ اب اگر فرض سے پہلے نہ پڑھے گا تو یہ قضا ہو جائیں گی۔ اس لئے ہمارے علماء نے اس کے پڑھنے کا حکم دیا تاکہ اس کی فضیلت بھی پالے۔ اور جماعت کی بھی۔

اور اگر کسی کی فجر کی سنت قضا ہو جائے تو آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال سے پہلے پہلے پڑھ لے جیسا کہ ابو داؤد[4] ہی میں ہے کہ ایک صاحب کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طلوع آفتاب کے بعد اس کی قضا پڑھتے ہوئے دیکھا تو سکوت فرمایا۔

**حدیث باب کی توجیہ** رہ گئی حدیث باب تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ وہ صف کے متصل پڑھ رہے تھے بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صف میں داخل ہو کر پڑھ رہے ہوں۔ اس لئے انھیں منع فرمایا۔ اس سلسلے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث ہے — کہ جب اقامت ہو جائے تو سوائے فرض کے اور کوئی نماز نہیں۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہ پر موقوف ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ابھی بیہقی کی حدیث گزری کہ اس سے سنت فجر مستثنیٰ ہے۔

**سند میں تسامح** مقدمے میں بتا آئے ہیں۔ کہ اس حدیث کی سند میں تین تسامح ہیں۔ ایک یہ کہ اس حدیث کا راوی مالک کو بتایا۔ حالانکہ مالک ایمان سے محروم رہا۔ راوی بتانے سے گمان کیا یقین ہوتا ہے کہ صحابی تھا۔ دوسرے یہ راوی نہیں راوی اس کے

---

[1] شرح معانی الآثار اول ص۱۸۳ [2] اول باب رکعتی الفجر ص۱۷۹
[3] اول باب رکعتی الفجر [4] اول باب من فاتتہ متی یقضیھا ص۱۸۰

صاحبزادے عبداللہ ہیں جو صحابی تھے۔ تیسرے یہ کہ مالک بن بحینہ کہنے سے شبہ ہوتا ہے کہ مالک بحینہ کا بیٹا ہے حالانکہ وہ شوہر ہے۔ ابن بحینہ عبداللہ کی صفت ہے۔ بحینہ ان کی ماں ہیں۔ اسی لئے ابن بحینہ ہیں ابن کے ہمزے کو لکھا جاتا ہے جیسے محمد بن علی ابن حنفیہ۔

**جواب** اقول وباللہ التوفیق۔ اگر امام بخاری نے صرف ایک ہی سند ذکر کی ہوتی جس میں مالک بن بحینہ ہے تو قطعی تھا کہ ضرور امام بخاری سے لغزش ہوئی۔ مگر یہاں متابعات کو لے کر اس کی پانچ سندیں بیان فرمائی ہیں۔ دو صحیح ہیں جن میں عبداللہ بن مالک ابن بحینہ راوی ہیں۔ اور تین میں عبداللہ نہیں مالک بن بحینہ ہے۔ یہ دلیل ہے کہ یہ تسامح امام بخاری سے نہیں ہوا۔ اوپر کے راویوں سے ہوا ہے۔ امام بخاری نے جیسا اپنے اساتذہ سے سنا نقل کر دیا۔ اب امام بخاری پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ پھر ایسی غلط سند اپنی صحیح میں ذکر کیوں کی ــ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اس تسامح کی طرف ان کا ذہن نہ گیا ہو۔ یا اس بارے میں تحقیق نہ ہو کہ اصل راوی کون ہے عبداللہ یا مالک اور مالک مسلمان ہوا یا نہیں۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ بحینہ عبداللہ کی ماں ہیں یا مالک کی۔ ابونعیم اصبحانی نے کہا کہ یہ مالک کی ماں ہیں۔ علامہ ابن عبدالبر نے بھی اس میں اختلاف بتایا ہے۔ صحیح یہی ہے کہ بحینہ مالک کی زوجہ اور عبداللہ کی ماں ہیں۔ حضرت بحینہ، حارث بن عبدالمطلب کی صاحبزادی ہیں اور قدیم الاسلام صحابیہ ہیں۔

**تصحیح** مقدمے کے صـ۹۲ کی سترہویں اٹھارہویں سطروں میں کاتب صاحب سے یہ غلطی ہوگئی ہے کہ ــ اٹھارہویں سطر میں یہ لکھا ــ دوسرے یہ کہ تخویل سند کے بعد ہے۔ سمعت رجلا من الازد یقال لہ مالك بن بحینہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رای رجلا ــ الحدیث ــ دوسرے یہ کہ ــ کو چھوڑ کر پوری عبارت سترہویں سطر کے ابتدا کی ہے کاتب صاحب نے اصلاح کر کے اسے اٹھارہویں سطر میں لکھ دیا۔ ایسی مہربانی کاتب صاحب نے کئی جگہ کی ہے ناظرین اس کی تصحیح کر لیں۔ صحیح عبارت یہ ہے۔

تحویل سند کے بعد ہے سمعت رجلا من الازد یقال لہ مالك بن بحینة ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رای رجلا الحدیث۔ اس میں امام بخاری سے دو تسامح ہوا۔ ایک تو یہ کہ مالک بن بحینہ نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بحینہ مالک کی ماں ہیں ــ حالانکہ یہ مالک کی زوجہ ہیں اور عبداللہ کی ماں۔ دوسرے یہ کہ اس سند میں حدیث کا راوی مالک کو بتایا حالانکہ اس کے راوی مالک کے بیٹے عبداللہ ہیں ــ مالک کو تو ایمان بھی نصیب نہیں ہوا۔

حدیث ۴۳۶

قَالَ الْاَسْوَدُ كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَذَكَرْنَا

اسود نے کہا ہم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر تھے۔ ہم نے نماز

الْمُوَاظَبَةَ عَلَى الصَّلٰوةِ وَالتَّعْظِيْمَ لَهَا قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

کی پابندی اور عظمت کا تذکرہ کیا تو حضرت ام المومنین نے فرمایا۔ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مرض

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَاُذِّنَ فَقَالَ

میں مبتلا ہوئے جس میں وصال فرمایا۔ (ایک دن ایسا ہوا) کہ نماز کا وقت ہوگیا اور اذان کہی جا چکی تو فرمایا

مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ اَسِيْفٌ اِذَا قَامَ

ابو بکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس پر عرض کیا گیا کہ ابو بکر نرم دل انسان ہیں جب آپ کی جگہ کھڑے

مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ وَاَعَادَ فَاَعَادُوْا لَهٗ فَاَعَادَ الثَّالِثَةَ

ہوں گے تو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ حضور نے پھر وہی فرمایا تو حاضرین نے پھر اپنی بات دہرائی

فَقَالَ اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَخَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍ

تیسری بار حضور نے پھر اسی کا اعادہ فرمایا اور یہ بھی فرمایا تم یوسف کو گھیرے میں لینے والیوں کی مثل ہو۔ ابو بکر

يُصَلِّيْ فَوَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ

کو حکم دو وہ نماز پڑھائیں اب ابو بکر نکلے اور نماز پڑھانی شروع کی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرض میں

يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رِجْلَيْهِ تَخُطَّانِ الْاَرْضَ مِنَ الْوَجَعِ

کچھ افاقہ محسوس کیا۔ تو دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے گویا میں دیکھ رہی ہوں کہ حضور کے پاؤں بیماری کی

فَاَرَادَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنْ يَّتَاَخَّرَ فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

وجہ سے زمین پر لکیر بناتے ہیں۔ ابو بکر نے چاہا کہ پیچھے ہو جائیں تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا۔ اپنی جگہ

وَسَلَّمَ اَنْ مَكَانَكَ ثُمَّ اُتِيَ بِهٖ حَتّٰى جَلَسَ اِلٰى جَنْبِهٖ فَقِيْلَ لِلْاَعْمَشِ

رہو۔ پھر حضور کو ان کے قریب لایا گیا یہاں تک کہ حضور ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اعمش سے پوچھا گیا کہ

فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَاَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِصَلٰوتِهٖ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور ابو بکر حضور کی اقتدار کر رہے تھے اور لوگ ابو بکر کی

وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِیْ بَكْرٍ فَقَالَ بِرَاْسِهٖ نَعَمْ۔ زَادَ مُعَاوِيَةُ

اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔ تو انھوں نے سر سے اشارہ کیا۔ ہاں۔ معاویہ نے یہ زیادہ روایت

جَلَسَ عَنْ يَّسَارِ اَبِیْ بَكْرٍ فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يُّصَلِّیْ قَائِمًا ؏

کیا کہ حضور ابو بکر کے بائیں بیٹھے اور ابو بکر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

## تشریحات ۴۳۶

تکمیل۔ مرض وصال کی ابتداء یوں ہوئی۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیع کسی جنازے میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سر اقدس میں درد تھا۔ جب حضور جنازے سے واپس ہوئے تو ام المومنین کو دیکھا کہ وہ تکلیف کی شدت کی وجہ سے۔ وارأساہ۔ ہائے میرا سر۔ کہہ رہی ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ بل انا وارأساہ ..... اور فرمایا تمہارا کیا نقصان ہے۔ اگر تم مجھ سے پہلے مرو اور میں تم کو غسل دوں اور کفن پہناؤں تمہارا جنازہ پڑھوں تم کو دفن کروں۔ ام المومنین نے ناز محبوبانہ کے ساتھ عرض کیا۔ پھر اس کے بعد حضور میرے گھر میں اپنی کسی زوجہ کے ساتھ رہیں۔ اس پر حضور مسکرا دیئے۔ اسی کے بعد وہ مرض شروع ہوا جس میں وصال فرمایا[1] یہ بالکل ابتدائی بات ہے۔ ورنہ مرض مبارک کی شدت چہار شنبہ[2] کے دن حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری میں ہوئی[3] حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آدھی رات میں بقیع تشریف لے گئے۔ واپس ہوئے تو شدید بخار اور درد سر شروع ہو گیا۔ بعض جہلاء نے یہ لکھ دیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نمونیہ ہو گیا تھا۔ یہ غلط ہے۔ ام المومنین حضرت سلمہ و حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی یہی شبہ ہو گیا تھا۔ انھوں نے اسی پر قسط ہندی دی تھی۔ اس پر حضور نے ارشاد فرمایا۔ نمونیہ شیطان کی جانب سے ہے اور اللہ تعالیٰ شیطان کو مجھ پر قابو نہ دے گا[4] پانچ دن دیگر ازواج مطہرات کے گھر رہے۔ دوشنبہ کو ام المومنین حضرت صدیقہ کی باری تھی۔ دوسری ازواج کی اجازت سے آٹھ دن انھیں کے

---

ع۔ باب حد المریض ان یشھد الجماعۃ ص۹۱ باب من اسمع الناس تکبیر الامام ص۹۸ باب الرجل یاتم بالامام ویاتم الناس بالماموم ص۹۹ مسلم، نسائی، ابن ماجہ۔ کلھم فی الصلوٰۃ۔

۱ مسند امام احمد جلد سادس ص۲۲۸ ابن ماجہ جنائز باب فی غسل الرجل امرأتہ ص۱۰۵۔

۲ زرقانی علی المواھب اول ص۱۰۸۔

۳ مسلم اول باب استخلف الامام اذا عرض لہ عذر ص۱۰۷۸۔

۴ مدارج اول خورد ص۵۴۱۔

گھر رہے۔ کل ایام علالت تیرہ دن ہوئے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ ایام علالت کل پانچ دن ہوں۔ چہار شنبہ کو ابتدا ہوئی، پنجشنبہ کو حضرت صدیقہ کے گھر تشریف لائے اور دوشنبہ کو وصال ہوگیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ واقعہ پنجشنبہ کو رات میں عشار کے وقت ہوا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں تین دن سترہ وقتوں کی نمازیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائیں جن میں ایک جمعہ بھی تھا۔

**فقیل** :۔ حدیث ۶۴۳ میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ کہ ام المومنین حضرت صدیقہ کو یہ خیال ہوا۔ انھوں نے ام المومنین حضرت حفصہ سے کہا۔ حضرت حفصہ نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا۔

**ان کن صواحب یوسف** ۔ صواحب، صاحبۃ کی خلاف قیاس جمع ہے۔ اس سے مراد تنہا زلیخا ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی مصلحت کی بنا پر جمع بولتے ہیں اور مراد واحد ہوتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ فلان یمیل الی النساء ۔ حالانکہ اس کا میلان کسی ایک ہی کی طرف ہوتا ہے۔ خطاب بظاہر حضرت حفصہ سے ہے۔ مگر مراد حضرت صدیقہ ہیں۔ کیوں کہ انھوں نے ہی حضرت حفصہ سے کہلایا تھا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ حضرت صدیقہ اور حضرت حفصہ دونوں مراد ہوں۔ حضرت زلیخا کے قصے اور اس قصے میں قدر مشترک یہ ہے کہ زلیخا نے مصری عورتوں کو ضیافت کے بہانے بلایا تھا۔ اور مقصود حضرت یوسف علیہ السلام کا جلوہ دکھانا اور اپنا عذر ظاہر کرنا تھا۔ ظاہر میں ضیافت کیا اور دل میں کچھ اور تھا۔ اسی طرح حضرت صدیقہ نے کہلایا تھا تو یہ کہ ابوبکر رقیق القلب ہیں حضور کو مصلیٰ پر نہ دیکھیں گے تو ضبط نہ کر سکیں گے رونے لگیں گے اور نماز نہ پڑھا سکیں گے اور دل میں یہ تھا کہ لوگ کہیں حضرت ابوبکر کی امامت کی وجہ سے بد فالی نہ لیں۔ جیسا کہ بخاری[1] ہی میں ہے کہ مجھے بار بار عرض پر اس خیال نے ابھارا کہ جو شخص حضور کی جگہ نماز پڑھائے گا اسے لوگ پسند نہیں کریں گے۔ اس سے لوگ فال بد لیں گے یعنی یہ کہ یہ کھڑا ہوا اور حضور کا وصال ہوگیا۔ اس لئے میں چاہتی تھی کہ نماز کوئی اور پڑھائے۔ ظاہر کچھ کیا اور دل میں کچھ اور تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ جیسے مصر کی عورتیں حضرت یوسف کو ان کی مرضی کے خلاف عمل کرنے کو کہتی تھیں ویسے تم مجھ سے میری مرضی کے خلاف حکم صادر کرانا چاہتی ہو۔ یا یہ کہ مصر کی ان عورتوں کی طرح تم بھی اپنی بات منوانا چاہتی ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مریض مسجد نہ جا سکے تو اس پر جماعت واجب نہیں۔

---

[1] ثانی مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۶۳۹۔

حدیث ۴۳۷ سَمِعْتُ اَنَسًا یَقُوْلُ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ اِنِّیْ لَا اَسْتَطِیْعُ الصَّلٰوۃَ

حضرت انس کہتے ہیں کہ ایک انصاری نے عرض کیا یارسول اللہ! میں حضور کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا

مَعَكَ وَكَانَ رَجُلًا ضَخْمًا فَصَنَعَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَدَعَاہُ

کیوں کہ وہ موٹے تھے۔ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا اور حضور کو گھر بلایا۔ اور

اِلٰی مَنْزِلِہٖ فَبَسَطَ لَہٗ حَصِیْرًا وَنَضَحَ طَرَفَ الْحَصِیْرِ فَصَلّٰی عَلَیْہِ رَکْعَتَیْنِ فَقَالَ رَجُلٌ

حضور کے لئے چٹائی بچھائی اور چٹائی کے کنارے کو دھویا۔ حضور نے اس پر دو رکعت نماز پڑھی۔ آل جارود کے

مِّنْ اٰلِ الْجَارُوْدِ لِاَنَسٍ اَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی

ایک شخص نے حضرت انس سے پوچھا۔ کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز چاشت پڑھتے تھے؟ تو حضرت انس نے

قَالَ مَا رَاَیْتُہٗ صَلَّاھَا اِلَّا یَوْمَئِذٍ ؏

بتایا اس روز کے علاوہ کبھی اسے پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

ت ۱۴۰ وَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ مِنْ فِقْہِ الْمَرْءِ اِقْبَالُہٗ عَلٰی حَاجَتِہٖ حَتّٰی

اور حضرت ابو الدرداء نے فرمایا۔ انسان کی عقلمندی یہ ہے کہ اپنی حاجت پوری کرلے تاکہ جب نماز کی

یُقْبِلَ عَلٰی صَلٰوتِہٖ وَقَلْبُہٗ فَارِغٌ ؏

جانب متوجہ ہو تو اس کا دل مطمئن رہے۔

**تشریحات ۴۳۷:** نماز چاشت۔ صحیح یہی ہے کہ نماز چاشت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارہا پڑھی ہے۔ البتہ پابندی کے ساتھ نہیں پڑھی ہے۔ اور یہ مستحب ہے۔ ام المومنین حضرت صدیقہ اور حضرت ابن عمر سے جو انکار مروی ہے وہ اس بنا پر کہ انھوں نے حضور کو پڑھتے ہوئے دیکھا نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ موٹاپا بھی جماعت چھوڑنے کے اعذار میں سے ہے۔ جبکہ اتنا ہو کہ مسجد میں جانا دشوار ہو۔

**تشریح ۱۴۰** ایسے وقت نماز مکروہ ہے۔ کہ انسان کو ایسی کوئی حاجت درپیش ہو جس کے ساتھ دل کا شدید تعلق ہو جس سے نماز میں حضور نہ ہو سکے دل بٹے۔

ع باب ھل یصلی الامام بمن حضر ص۹۲ باب صلوۃ الضحی فی الحضر ص۱۵۷ ثانی الادب باب لزیارۃ ص۸۹۸ ابوداؤد۔ ع باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلوۃ ص۹۲۔

حدیث ۴۳۸ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت عروہ نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَاءِ ؏

فرمایا۔ جب رات کا کھانا رکھا جائے اور اقامت کہی جائے۔ تو پہلے کھانا کھالو۔

حدیث ۴۳۹ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قُدِّمَ الْعَشَاءُ فَابْدَءُوْا بِهٖ قَبْلَ اَنْ تُصَلُّوْا صَلٰوةَ

نے فرمایا جب رات کا کھانا سامنے رکھ دیا جائے تو مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے کھانا کھالو۔ کھانا

الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوْا عَنْ عَشَائِكُمْ ؏

چھوڑ کر نماز کے لئے جلدی مت کرو۔

حدیث ۴۴۰ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ عَشَاءُ اَحَدِكُمْ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَاءِ

سامنے تمہارے شام کا کھانا رکھ دیا جائے اور اقامت کہی جائے۔ تو پہلے کھانا کھالو۔ نماز کے لئے جلدی نہ

وَلَا يَعْجَلْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ۔ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوْضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلٰوةُ

کی جائے جب تک کھانے سے فارغ نہ ہولے۔ اور ابن عمر کے آگے کھانا رکھا جاتا اور اقامت کہی جاتی پھر بھی

فَلَا يَاْتِيْهَا حَتّٰى يَفْرُغَ وَاِنَّهٗ لَيَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ ؏

وہ نماز کے لئے نہ آتے جب تک کھانے سے فارغ نہ ہو جاتے حالاں کہ وہ امام کی قرارت سنتے رہتے۔

تشریحات ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۱۴۱: ان تینوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر کھانا سامنے

ع باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلوٰۃ ص۹۲ ثانی الاطعمۃ باب اذا حضر العشاء فلا تعجل عن عشاءہ ص۸۲۱ مسلم مساجد ابوداؤد اطعمہ ترمذی صلوٰۃ نسائی امامت ابن ماجہ اقامت۔ مسند امام احمد ثالث۔

ع باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلوٰۃ ص۹۲ ثانی۔ الاطعمۃ باب اذا حضر العشاء فلا یعجل عن عشائہ ص۸۲۱۔ ع باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلوٰۃ ص۹۲ مسلم۔

ت ۱۴۱ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم کھانے پر

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ اَحَدُکُمْ عَلَی الطَّعَامِ فَلَا یَعْجَلْ حَتّٰی یَقْضِیَ حَاجَتَہٗ مِنْہُ وَاِنْ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ عہ

ہو تو جلدی نہ کرو۔ یہاں تک کہ اپنی حاجت پوری کر لو اگرچہ اقامت ہو گئی ہو۔

حدیث ۴۴۱ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا مَا کَانَ النَّبِیُّ

امام اسود نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصْنَعُ فِیْ بَیْتِہَا قَالَتْ کَانَ یَکُوْنُ فِیْ مِہْنَۃِ اَہْلِہٖ تَعْنِیْ

گھر میں کیا کرتے تھے۔ انھوں نے بتایا اپنے اہل کے کام میں رہتے۔ اور جب نماز کا وقت

خِدْمَۃَ اَہْلِہٖ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوۃِ عہ

ہو جاتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔

رکھدیا گیا ہو یا وہ کھا رہا ہو کہ جماعت شروع ہو گئی۔ تو کھانا چھوڑ کر جماعت کے لئے جانا واجب نہیں۔ اور اسی کے حکم میں وہ صورت بھی ہے کہ بھوک شدت کی لگی ہو اور کھانا تیار ہو۔ سیدنا امام اعظم نے فرمایا۔ نماز کو کھانا بنا دوں کہ نماز کے وقت دل کھانے میں لگا رہے اس سے بہتر کہ کھانے کو نماز بنا دوں کہ کھاتے وقت دل نماز میں لگا رہے۔ یہ اس وقت ہے جب نماز کے وقت میں گنجائش ہو۔ اور اگر اس کا اندیشہ ہو کہ کھاتے کھاتے نماز کا وقت نکل جائے گا یا وقت مکروہ آجائے گا تو بہر حال نماز پہلے پڑھ لے

**صلوۃ المغرب:۔** حدیث ۴۳۹ میں مغرب کے وقت کی قید ہے۔ مگر یہ حکم تمام نمازوں کے لئے عام ہے۔ مغرب کے وقت کی قید کی وجہ صرف یہ ہے کہ مغرب کا وقت غیر مکروہ بہت کم ہے۔ اس میں اسکا شدید خطرہ ہے کہ کھاتے کھاتے مکروہ وقت آجائے۔ یا اس وجہ سے کہ اس عہد میں اہل عرب سورج ڈوبتے ہی کھاتے تھے۔ اس لئے اس میں کھانے اور نماز کا تصادم اکثر ہوتا تھا۔

**تشریح ۴۴۱ : مہنۃ** ۔ کے معنی کام کاج کے ہیں۔ اس کی تفصیل شمائل ترمذی وغیرہ میں یہ ہے۔ بکری دوہ لینا۔ کپڑے سی لینا۔ نعلین درست کر لینا۔ ڈول میں پیوند لگانا۔ وغیرہ وغیرہ ۔

عہ باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلوٰۃ ص۹۲ مسلم۔

عہ باب من کان فی حاجۃ اھلہ فاقیمت الصلوٰۃ ص۹۳ ثانی النفقات باب خدمۃ الرجل فی اھلہ ص۸۰۳ الادب باب کیف یکون الرجل فی اھلہ۔ ترمذی زھد۔

حدیث ۴۴۲ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ قَالَ مَرِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیمار ہوئے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ مَرَضُہٗ فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ

اور حضور کی بیماری سخت ہوگئی۔ تو فرمایا۔ ابو بکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ عائشہ نے

قَالَتْ عَائِشَۃُ اِنَّہٗ رَجُلٌ رَقِیْقٌ اِذَا قَامَ مَقَامَکَ لَمْ یَسْتَطِعْ اَنْ یُّصَلِّیَ

کہا۔ یہ نرم دل انسان ہیں۔ جب حضور کی جگہ کھڑے ہوں گے تو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ فرمایا

بِالنَّاسِ قَالَ مُرِیْ اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ فَعَادَتْ فَقَالَ مُرِیْ اَبَا بَکْرٍ

ابو بکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ نے پھر وہی لوٹایا تو فرمایا ابو بکر سے کہو کہ وہ

فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ فَاِنَّکُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ فَاَتَاہُ الرَّسُوْلُ فَصَلّٰی بِالنَّاسِ

لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تم یوسف پر گھیرا ڈالنے والیوں کی طرح ہو اب حضرت ابو بکر کے پاس قاصد

فِیْ حَیٰوۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عہ

آیا اور انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات میں نماز پڑھائی۔

حدیث ۴۴۳ عَنْ عَائِشَۃَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّہَا قَالَتْ اِنَّ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ مَرَضِہٖ مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ یُّصَلِّیْ

نے اپنی بیماری میں فرمایا۔ ابو بکر سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَۃُ قُلْتُ اِنَّ اَبَا بَکْرٍ اِذَا قَامَ مَقَامَکَ لَمْ یُسْمِعِ النَّاسَ

عائشہ نے کہا میں نے کہا ابو بکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو

**تشریحات ۴۴۲، ۴۴۳:۔** مروا ابا بکر۔ اس سلسلے میں دو باتیں قابل توجہ ہیں۔ پہلی یہ کہ اگر اس

عہ باب اھل العلم والفضل احق بالامامۃ ص۹۳ الانبیاء باب قول اللہ عزوجل لقد کان فی یوسف واخوتہ ص۴۷۹ مسلم صلوٰۃ۔

مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِيْ لَهٗ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ

سنا نہیں پائیں گے۔ آپ عمر کو حکم دیں وہ نماز پڑھائیں عائشہ نے کہا میں نے حفصہ سے کہا تم عرض کرو۔ ابو بکر جب

اِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ

آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو سُنا نہیں پائیں گے حضور عمر کو حکم دیں وہ نماز پڑھائیں

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ اِنَّكُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا

حفصہ نے ایسا کیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا چھوڑو تم یوسف پر گھیرا ڈالنے والیوں کی طرح ہو۔ ابو بکر کو

اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لِاُصِيْبَ مِنْكِ خَيْرًا ؏ھ

کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اب حفصہ نے عائشہ سے کہا تمہاری جانب سے مجھے کوئی بھلائی نہیں پہنچی۔

وقت امامت کا حکم بغیر کسی خاص مقصد کے صرف اس لئے ہوتا کہ جماعت ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں تھا کہ حضرت عمر یا اور کوئی صاحب نماز پڑھا دیتے۔ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے بار بار عرض و معروض کے بعد بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی فرمانا کہ ابو بکر سے کہو نماز پڑھائیں۔ پھر اپنی سب سے زیادہ چہیتی رفیقہ حیات کو جھڑک دینا وہ بھی اتنی سختی سے، یہ بتا رہا ہے کہ اس وقت امامت کی تقرری اور اس کے لئے حضرت ابو بکر کا تعین کسی بہت اہم مقصد کے پیش نظر تھا۔ اور یہ مقصد اپنی مستقل اور مکمل جانشینی تھی۔ مصلیٰ پر کھڑا کرنا حقیقت میں اپنی جگہ قائم کرنا۔ اور یہ حکم اصل میں من جانب اللہ تھا۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں فرمایا۔

ادعی لی ابابکر اباك واخاك حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمنٍ ویقول قائل انا اولی ویابی اللہ والمومنون الا ابابکر لہ

میرے پاس اپنے باپ ابو بکر اور بھائی کو بلاؤ تاکہ میں لکھ دوں مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے اور کوئی کہنے والا کہے میں زیادہ مستحق ہوں حالانکہ اللہ اور مومنین سوائے ابو بکر کے کسی کو پسند نہیں کریں گے۔

بخاری کا مضمون یہ ہے۔ میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ ابو بکر اور ان کے بیٹے (عبد الرحمٰن) کو بلاؤں اور ابو بکر کو ولی عہد کر دوں۔ کہ کہیں کوئی کہنے والا کہے یا آرزو کرنے والا آرزو کرے۔ پھر میں نے کہا۔

ھ باب اھل العلم والفضل احق بالامامۃ ص۹۳ ثانی الاعتصام باب ما یکرہ من التعمق والتنازع والغلو فی الدین والبدع ص۱۰۸۵ ترمذی مناقب۔ موطأ۔

لہ مسلم ثانی فضائل صحابۃ باب من فضل ابی بکر ص۲۷۳۔ مسند امام احمد۔

اللہ اور مومنین سوائے ابو بکر کے کسی اور کو نہیں پسند کریں گے۔ ان کے سوا کوئی بھی ہو دفع کر دیں گے۔[1] باب مدینۃ العلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نکتے کو خوب سمجھا۔ ارشاد فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو بکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ حالانکہ میں موجود تھا کہیں گیا نہیں تھا۔ اور نہ مریض تھا۔ اس لئے اپنی دنیا کے لئے ہم نے اسے پسند کیا جسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند کیا۔[2]

یہ حدیث اس مسئلے میں مُستَدَل ہے کہ امامت کا حق اسے ہے جو سب سے زیادہ علم والا ہو اور یہی امام بخاری کا بھی مذہب ہے۔ انھوں نے اس پر باب کا عنوان یہ قائم کیا۔ اھل العلم والفضل احق بالامامۃ، صحابہ کرام میں سب سے زیادہ اعلم حضرت صدیق اکبر تھے۔ اس لئے حضور نے انھیں امام بنایا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ما صب اللہ فی صدری الا صببت فی صدر ابی بکر۔ اللہ نے جو کچھ میرے سینے میں انڈیلا میں نے وہ سب ابو بکر کے سینے میں انڈیل دیا۔ مسلم شریف وغیرہ کی حدیث میں جو اقرأ کی تقدیم آئی ہے اس سے مراد اعلم ہی ہے۔ اس لئے کہ اس عہد میں جو اقرأ ہوتا تھا وہ اعلم ہوتا تھا۔

اس سلسلے میں ایک خاص بات یہ بھی نوٹ کر لیجئے۔ جب غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت علی کو مدینے میں چھوڑا اور انتظامی امور ان کے سپرد فرمایا۔ مگر امامت نہیں سپرد فرمائی امامت حضرت ابن ام مکتوم کو عطا فرمائی۔ کیوں اس لئے کہ یہ اخیر سفر تھا اس وقت امام بنانے سے ہو سکتا تھا کوئی ان کی خلافت بلا فصل پر دلیل لائے۔

دوسرے یہ کہ پہلے حج اسلام کے لئے اپنا نائب حضرت ابو بکر کو بنایا۔ بعد میں سورۂ برأت کے اعلان کے لئے حضرت علی کو بھیجا مگر ان کو حضرت ابو بکر کے ماتحت رکھا۔ اس میں بھی اشارہ ہے۔ کہ ان دونوں میں سے منصب امامت و امارت کا حق حضرت ابو بکر ہی کو ہے۔

---

[1] بخاری ثانی احکام باب الاستخلاف ص ۱۰۷۲۔

[2] تاریخ الخلفاء بحوالہ ابن عساکر ص ۴۷۔

حدیث ۴۴۴ اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكِ الْاَنْصَارِیُّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَكَانَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی اور یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

تَبِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَخَدَمَهٗ وَصَحِبَهٗ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ كَانَ یُصَلِّیْ

تابعدار اور خادم اور صحابی تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس بیماری میں

لَهُمْ فِیْ وَجَعِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْهِ حَتّٰی اِذَا

جس میں حضور کا وصال ہوا۔ حضرت ابو بکر نمازیں پڑھایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب دوشنبہ

كَانَ یَوْمُ الْاِثْنَیْنِ وَهُمْ صُفُوْفٌ فِی الصَّلٰوةِ فَكَشَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

کا دن ہوا اور صحابہ صف باندھے نماز میں تھے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجرے کا پردہ ہٹایا

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سِتْرَ الْحُجْرَةِ یَنْظُرُ اِلَیْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَاَنَّ وَجْهَهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ

اور ہماری طرف دیکھنے لگے اور حضور کھڑے تھے۔ حضور کا چہرہ انور ایسا لگتا تھا گویا وہ مصحف

ثُمَّ تَبَسَّمَ یَضْحَكُ فَهَمَمْنَا اَنْ نَفْتَتِنَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤْیَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

کا ورق ہے پھر حضور مسکراتے ہوئے ہنسے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیکھنے کی خوشی کی وجہ سے ہم قریب

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَنَكَصَ اَبُوْ بَكْرٍ عَلٰی عَقِبَیْهِ لِیَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

تھے کہ نماز چھوڑ بیٹھتے ابو بکر اپنی ایڑیوں پر پیچھے پلٹے تاکہ صف میں آجائیں اور انھوں نے یہ سمجھا کہ نبی صلی اللہ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَارِجٌ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاَشَارَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَتِمُّوْا

تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے لئے باہر تشریف لا رہے ہیں اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا۔ اپنی نماز

صَلٰوتَكُمْ وَاَرْخَی السِّتْرَ فَتُوُفِّیَ مِنْ یَوْمِهٖ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عه

پوری کرو، اور پردہ چھوڑ دیا۔ اسی دن وصال فرمایا۔

حدیث ۴۴۵ عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمْ یَخْرُجِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین دن حجرے سے باہر

عه باب اهل العلم والفضل احق بالامامة ص۹۳ ثانی مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ووفاته ص۶۴۲ مسلم صلوٰة۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثًا فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَذَهَبَ اَبُوْبَكْرٍ يَّتَقَدَّمُ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ

تشریف نہیں لائے۔ اقامت کہی گئی اور ابو بکر آگے بڑھ رہے تھے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهٗ فَلَمَّا وَضَحَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

پردہ اُٹھایا جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ انور ظاہر ہوا۔ تو اسے دیکھا اور کوئی بھی

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَظَرْنَا مَنْظَرًا كَانَ اَعْجَبَ اِلَيْنَا مِنْ وَّجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

منظر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روئے انور سے اچھا ہم نے نہیں دیکھا

وَسَلَّمَ حِيْنَ وَضَحَ لَنَا فَاَوْمَاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ اَنْ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو بکر کی جانب اپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا

يَّتَقَدَّمَ وَاَرْخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجَابَ فَلَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ حَتّٰى مَاتَ [عه]

کہ وہ آگے بڑھیں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پردہ لٹکا دیا۔ اس کے بعد حضور کھڑے نہ ہو سکے یہاں تک کہ وصال فرمایا

**تشریحات ۴۴۴، ۴۴۵:** ۔ یہ قصہ دوشنبہ کو نماز فجر میں ہوا جیسا کہ یہاں بھی اور مغازی کی روایت میں یوم الاثنین ہے۔ بخاری میں۔ فهمنا ہے۔ اور مسلم میں فبهتنا ہے۔ فهمنا کے معنی ہیں۔ ہم نے ارادہ کر لیا۔ اور فَبُهِتْنَا کے معنی ہیں ہم مبہوت ہو گئے۔ اَنْ نَفْتَتِنَ ۔ فتنے کے معنی آزمائش کے ہیں۔ یہاں آزمائش یہ تھی کہ اقامت ہو چکی تھی امام مصلی پر کھڑا ہو چکا تھا۔ نماز شروع ہو رہی تھی اس وقت صحابۂ کرام کو نماز میں مشغول ہونا لازم تھا۔ ادھر صحابہ کرام کو تین دن ہو گیا تھا اس جمال جہاں آرا کی زیارت سے محروم تھے۔ جب پردہ ہٹا کر جان جانان عالم کھڑے ہو گئے تو دیدار کی پیاسی نظریں بے اختیار اس جانب اُٹھ گئیں۔ دل کیا کہہ رہا تھا یہ تو صحابہ کرام ہی جانیں۔ وقت کا تقاضا تھا کہ نماز میں مشغول ہو جائیں کسی طرف نہ دیکھیں۔ اور جذبات کا تلاطم اس پر مجبور کر رہا تھا کہ جی بھر کر نظارہ کر لو۔ حضرت جامی فرماتے ہیں ؎

صبح دم چوں رخ نمودی شد نماز من قضا ❊ سجدہ کے گردد روا چوں آفتاب آید بروں

**فاومأ** :۔ اس سے رافضیوں کا رد ہو گیا جو یہ کہتے ہیں۔ کہ جب ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام بنانے کے بعد خود حضور نے تشریف لا کر نماز پڑھا دی تو استخلاف ختم ہو گیا۔ جواب ظاہر ہے کہ یہ اشارہ

---

عه باب اهل العلم والفضل احق بالامامة ص۹۴ ا التهجد۔ باب من رجع القهقرى فى صلوته ص۱۶ مسلم صلوٰة۔

حدیث ۴۴۶

عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ

حمزہ بن عبداللہ (ابن عمر) نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهٗ قِيْلَ لَهٗ فِى الصَّلٰوةِ فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ

تعالیٰ علیہ وسلم کی علالت سخت ہو گئی تو حضور سے نماز کے بارے میں عرض کیا گیا۔ فرمایا ابو بکر سے کہو نماز پڑھائیں

قَالَتْ عَائِشَةُ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيْقٌ اِذَا قَرَاَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ قَالَ مُرُوْهُ فَلْيُصَلِّ

عائشہ نے کہا ابو بکر نرم دل انسان ہیں جب قرأت کریں گے تو ان پر رونے کا غلبہ ہو جائے گا۔ فرمایا ان سے کہو نماز

فَعَاوَدْتُهٗ فَقَالَ مُرُوْهُ فَلْيُصَلِّ اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ عه

پڑھائیں اب پھر حضرت صدیقہ نے وہی بات لوٹائی تو پھر فرمایا ان سے کہو نماز پڑھائیں۔ تم سب یوسف پر گھیرا ڈالنے والیاں ہو۔

وَقَالَ عُقَيْلٌ وَّمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَمْزَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اور عقیل اور معمر نے زہری سے وہ حمزہ سے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

بمنزلہ حکم کے ہے اور استخلاف ہے۔

**فنکص:۔** اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہو گئے تھے۔ دوسری روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی امام کی جگہ پہنچے نہیں تھے۔ تطبیق یہ ہے کہ "ذھب یتقدم" کے معنی یہاں یہ ہیں۔ کہ حضرت ابو بکر کچھ آگے بڑھ چکے تھے۔ اور "فنکص علی عقبیہ" کے معنی ہیں کہ جہاں تک پہنچے تھے وہاں سے پلٹے یہ مراد نہیں کہ امام کی جگہ سے پلٹے۔ مغازی موسیٰ بن عقبہ میں ہے۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر کے پیچھے نماز بھی پڑھی۔ ایک رکعت اخیر کی ملی۔ پہلی رکعت میں مسبوق ہو گئے تھے لیکن صحاح کی روایتوں میں مسجد میں آنے کا ذکر نہیں۔ پردہ ہٹا کر دروازے پر کھڑے دیکھنے کا تذکرہ ہے تو دونوں روایتوں میں تطبیق کے لئے یہی کہا جائے گا کہ حجرہ مبارکہ میں اقتدار فرمائی۔

**تشریحات ۴۴۶:۔** یہ حدیث بعض طرق میں متصل ہے بعض میں مرسل۔ اسی کو بتانے کے لئے امام بخاری نے یہ متابعت ذکر کی بتانا یہ چاہتے ہیں کہ ان دونوں طریقوں سے یہ مرسل ہے۔ اس لئے کہ حمزہ کی ملاقات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں ہوئی۔ ذھلی نے زہریات میں عقیل کے طریقے کو موصول ذکر کیا ہے اور معمر والے طریقے کو حضرت عبداللہ بن مبارک بن سعد اور ابو یعلیٰ نے مرسل ہی ذکر کیا ہے البتہ عبدالرزاق نے موصولاً ذکر کیا ہے مگر بجائے ابن عمر کے حضرت عائشہ کے واسطے سے۔ اور مسلم میں بھی اسی طرح ہے۔

عه باب اھل العلم والفضل احق بالامامۃ ص۹۴ نسائی عشرۃ النساء۔

حدیث ۴۴۷

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا بَكْرٍ

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی

اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِيْ مَرَضِهٖ فَكَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ قَالَ عُرْوَةُ فَوَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

علالت میں ابو بکر کو حکم دیا کہ نماز پڑھائیں۔ تو وہ نماز پڑھانے لگے۔ عروہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ فَاِذَا اَبُوْ بَكْرٍ يَّؤُمُّ

علیہ وسلم نے کچھ افاقہ محسوس فرمایا۔ اور مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا۔ ابو بکر امامت کر رہے ہیں جب

النَّاسَ فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْ بَكْرٍ اِسْتَاْخَرَ فَاَشَارَ اِلَيْهِ اَنْ كَمَا اَنْتَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ

ابو بکر نے حضور کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے اس پر حضور نے اشارہ فرمایا جیسے ہو ویسے ہی رہو اور رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِذَاءَ اَبِيْ بَكْرٍ اِلٰى جَنْبِهٖ فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يُّصَلِّيْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابو بکر کے برابر ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ تو ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ

بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ ؏

تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء کر رہے تھے۔ اور لوگ ابو بکر کی۔

## تشریحات ۴۴۷

ان کما انت۔ اس میں ما اسم موصول اور انت مبتدا ہے جس کی خبر علیہ یا فیہ وغیرہ ہے۔ یعنی جس حال میں ہو اسی حال میں رہو جبکہ کاف کو زائدہ مانیں اور اگر تشبیہ کے لئے مانیں تو لفظی ترجمہ یہ ہوگا جس حال پر پہلے تھے اسی کے مثل یا اسی طرح اب بھی رہو۔ تشبیہ زیادہ انسب ہے اس لئے کہ اب کچھ تغیر ہوا بعینہٖ وہی حال نہیں رہا۔ پہلے امام مستقل تھے اور اب حضور کے مقتدی ہو گئے صرف قوم کے امام رہے۔

قال عروۃ :۔ اس سے علامہ کرمانی کو شبہ ہو گیا کہ یہ حصہ تعلیق ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ ابن ماجہ میں پورا متن اسی سند کے ساتھ مذکور ہے۔ اس لئے پورا متن موصول ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ عذر کی وجہ سے امام کے پہلو میں اس کے برابر کھڑا ہونا درست ہے۔ انھیں عذروں میں جگہ کی تنگی بھی ہے۔

مناسبت باب :۔ یہاں عنوان ہے۔ جو کسی وجہ سے امام کے پہلو میں کھڑا ہو۔ اور حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت کھڑے نہیں تھے بیٹھے تھے۔ علامہ عینی نے یہ توجیہ فرمائی کہ حضور ابتداء میں

عہ من قام الی جنب الامام لعلۃ۔ صہ۔ مسلم صلوٰۃ، ابن ماجہ صلوٰۃ۔

حدیث ۴۴۸ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ نِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ اِلٰى بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ فَحَانَتِ

علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف کے مابین صلح کرانے کے لئے (قبا) تشریف لے گئے تھے کہ نماز کا وقت

الصَّلٰوةُ فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ اَتُصَلِّيْ لِلنَّاسِ فَاُقِيْمَ قَالَ نَعَمْ فَصَلّٰى

ہو گیا تو موذن ابو بکر کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپ نماز پڑھائیں گے تو میں اقامت کہوں۔ ابو بکر

اَبُوْ بَكْرٍ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِي الصَّلٰوةِ

نے فرمایا پڑھا دوں گا نماز ہو ہی رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس تشریف لائے۔ اور صفوں میں

فَتَخَلَّصَ حَتّٰى وَقَفَ فِي الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ

ہو کر آگے بڑھے یہاں تک کہ پہلی صف میں کھڑے ہو گئے یہ دیکھ کر لوگوں نے تالی بجائی اور ابو بکر نماز کی حالت میں کسی

صَلٰوتِهٖ فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ اِلْتَفَتَ فَرَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

طرف نہیں دیکھتے تھے جب لوگوں نے کثرت سے تالی بجائی تو نظر گھمائی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِ امْكُثْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ رہو۔ اس پر ابو بکر

مَكَانَكَ فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا اَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

نے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَالِكَ ثُمَّ اسْتَاْخَرَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى اسْتَوٰى فِي الصَّفِّ

ارشاد پر اللہ کی حمد کی۔ اس کے بعد ابو بکر پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہو گئے اور

کھڑے ہوئے پھر بیٹھے۔ یا یہ کہا جائے کہ حضور اور ابو بکر میں امام حضور ہی تھے اور ابو بکر حضور کے مقتدی اور یہ کھڑے تھے۔ اقول۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قیام سے مراد لیا جائے "کونے" یعنی ہمنا۔ یہ کھڑے ہونے اور بیٹھنے دونوں کو عام ہے۔ یا یہ کہ قیام کو عام کر دیا جائے حقیقی ہو یا حکمی اور ظاہر ہے۔ بیماری کی وجہ سے قیام کے وقت بیٹھنا قیام کے حکم میں ہے۔

وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے بڑھے اور نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہو گئے تو

یَا اَبَا بَکْرٍ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَثْبُتَ اِذْ اَمَرْتُکَ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ مَا کَانَ لِابْنِ

فرمایا اے ابوبکر جب میں نے حکم دیدیا تھا تو اپنی جگہ کیوں نہ رہے۔ اس پر ابوبکر نے عرض کیا ابو قحافہ کے

اَبِیْ قُحَافَۃَ اَنْ یُّصَلِّیَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

بیٹے کی مجال نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں نماز پڑھائے۔ اس

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَالِیْ رَاَیْتُکُمْ اَکْثَرْتُمُ التَّصْفِیْقَ

کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں نے اتنی زیادہ تالیاں کیوں بجائیں۔ جب نماز میں کوئی

مَنْ نَابَہٗ شَیْءٌ فِیْ صَلٰوتِہٖ فَلْیُسَبِّحْ فَاِنَّہٗ اِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ اِلَیْہِ اِنَّمَا التَّصْفِیْقُ لِلنِّسَاءِ عہ

حادثہ ہو جائے تو سبحان اللہ پڑھو کیوں کہ جب سبحان اللہ پڑھے گا تو امام اس کی طرف متوجہ ہوگا تالی عورتوں کے لئے ہے

**تشریحات ۳۴۸:۔ تکمیل۔** بنی عمرو بن عوف، اوس کی شاخ تھی جو قبا میں آباد تھی۔ ان کے مابین جھگڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے ایک دوسرے پر پتھر پھینکے۔ اس کی خبر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ظہر کے بعد ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی نماز پڑھ کر لوگوں کو ساتھ لے کر ان کے محلے میں تشریف لے گئے تاکہ ان کے مابین صلح کرا دیں۔ جاتے وقت حضرت بلال سے کہہ گئے تھے اگر میں عصر کے وقت تک واپس نہ ہوں تو ابوبکر سے کہنا وہ نماز پڑھا دیں گے لہ

**فتخلص:۔** دوسرے ابواب میں یہ ہے یمشی فی الصفوف یشقھا شقا۔ صفوں کو چیرتے ہوئے چلے۔

**لایلتفت:۔** اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خشوع میں مخل بھی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع بھی فرمایا ہے۔ یہاں تک فرمایا۔ یہ شیطان کا حصہ ہے جو نماز سے اچک لیتا ہے۔

**انما التصفیق للنساء:۔** عورتوں کو تالی کا حکم اس وجہ سے ہے کہ ان کی آواز بھی عورت ہے

---

عہ باب من دخل لیؤم الناس فجاء الامام الاول ص۹۲ التہجد باب ما یجوز من التسبیح والحمد فی الصلوٰۃ للرجال ص۱۶ باب رفع الایدی فی الصلوٰۃ لامر ینزل ص۱۶۲ التہجد باب الاشارۃ فی الصلوٰۃ ص۱۶۵ الصلح باب ماجاء فی الاصلاح بین الناس ص۳۷۰ الاحکام باب الامام یاتی قوما فیصلح بینھم ص۱۰۶۶ مسلم صلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ ابوداؤد۔

لہ بخاری ثانی الاحکام ص۱۰۶۶۔

ت ۱۴۲ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اِذَا رَفَعَ قَبْلَ الْاِمَامِ یَعُوْدُ فَیَمْکُثُ بِقَدْرِ

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب امام کے پہلے سر اٹھائے تو لوٹ جائے اور جتنی دیر

مَا رَفَعَ ثُمَّ یَتْبَعُ الْاِمَامَ ؏

تک سر اٹھائے رہے رکا رہے پھر امام کی اتباع کرے۔

عورتوں کو یہ جائز نہیں کہ اتنی آواز نکالیں کہ غیر محرم سن سکے اس وجہ سے وہ بلند آواز سے تسبیح نہیں پڑھ سکتیں تالی بھی اس طرح بجائیں گی کہ داہنے ہاتھ کی دو انگلی بائیں ہاتھ کی پشت پر ماریں گی۔

**رفع اشتباہ:۔** اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقررہ امام کے علاوہ کوئی اور نماز پڑھا رہا ہو اور اثنار نماز میں امام مقرر آجائے تو یہ جائز ہے کہ یہ شخص پیچھے ہٹ آئے اور امام مقرر آگے بڑھ کر نماز پڑھائے مگر اس پر اجماع امت ہے کہ بلا عذر یہ جائز نہیں۔ اس حدیث میں جو مذکور ہے یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا[1] اب کسی کو یہ جائز نہیں۔

**مسائل:۔** نماز میں ماثورہ اذکار کے علاوہ دوسرے اذکار بھی جائز ہیں ان سے نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ذکر سے مقصود کچھ اور ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ جیسے چھینک کا جواب دینا۔ اچھی خبر سن کر الحمد للہ کہنا۔ بری خبر سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون، پڑھنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ البتہ اگر کوئی نابینا ہے اور آگے کنواں ہے یا سانپ ہے یا درندہ ہے تو اس کو آگاہ کرنے کے لئے تسبیح پڑھ سکتا ہے۔

نماز میں دائیں بائیں دیکھنا مکروہ ہے۔ مگر یہ کہ کوئی ضرورت ہو جیسے ابو داؤد[2] میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہرہ دینے کے لئے گھاٹی کی جانب سوار بھیجا تھا۔ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو گھاٹی کی جانب دیکھتے تھے۔ عمل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ جیسے کہ حضرت صدیق اکبر مصلیٰ سے ہٹ کر اگلی صف میں آگئے۔ امام کو لقمہ دینا جائز ہے۔ بلکہ اگر غلطی ایسی ہے جس سے فساد نماز کا اندیشہ ہو تو واجب ہے۔ دینی منصب ملنے پر اللہ عزوجل کا شکر کرنا چاہیئے۔

**تشریح ۱۴۲** اس تعلیق کو ابو بکر بن شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اگرچہ اس سند میں ارسال ہے۔ مراد یہ ہے کہ امام رکوع یا سجدے میں تھا اور مقتدی نے سر اٹھا لیا تو اسے واجب ہے کہ پھر رکوع یا سجدے میں چلا جائے اور جتنی دیر تک رکوع یا سجدے سے سر اٹھائے رہا اتنی دیر تک رکوع یا سجدے میں رہے۔ ورنہ نماز مکروہ تحریمی

---

؏ باب اتما جعل الامام لیوتم بہ ص۹۵۔

[1] عمدۃ القاری خامس ص۲۱۰ [2] اول صلوٰۃ باب الرخصۃ فی ذالک ص۱۳۲

ت ۱۴۳ وَقَالَ الْحَسَنُ فِيمَنْ يَتْرُكُ مَعَ الْإِمَامِ رَكْعَتَيْنِ وَلَا يَقْدِرُ عَلَى

اور امام حسن بصری نے کہا اگر کوئی شخص امام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے اور سجدہ نہ کر سکے تو اخیر

السُّجُودِ يَسْجُدُ لِلرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَقْضِي الرَّكْعَةَ الْأُولَى بِسُجُودِهَا

رکعت کے دونوں سجدے کرنے کے بعد پہلی رکعت مع سجدے کے قضا پڑھے اور جو سجدہ بھول کر کھڑا ہو گیا

وَفِيمَنْ نَسِيَ سَجْدَةً حَتَّى قَامَ يَسْجُدُ ؏

اس کے بارے میں فرمایا کہ فوراً سجدہ کرے۔

ہوگی۔ یہ حکم اس تقدیر پر ہے کہ بقدر فرض یعنی ایک تسبیح کی مقدار امام کے ساتھ رکوع یا سجدہ پا چکا تھا جب سر اٹھایا۔ ورنہ لوٹنا فرض ہوگا اگر نہیں لوٹے گا نماز نہیں ہوگی۔

**تشریح ۱۴۳** اس اثر کے پہلے جز کو سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ بھیڑ کی وجہ سے جمعہ کے دن اگر کوئی پہلی رکعت کا سجدہ نہ کر سکا تو امام کی نماز پوری ہونے کے بعد پہلی رکعت مع سجدے کے پڑھے پھر دوسری بھی پڑھے۔

دوسرے جز کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ اگر کوئی پہلی رکعت کا ایک سجدہ بھول گیا۔ اور اخیر رکعت میں یاد آیا تو وہ تین سجدے کرے اور اگر سجدہ کرنے کے بعد سلام سے پہلے یاد آیا تو فوراً ایک اور سجدہ کرلے اور اگر سلام کے بعد یاد آیا تو نماز پھر سے پڑھے۔

**مطابقت باب:۔** یہاں باب یہ ہے ــــ امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے ــــ اور امام حسن بصری کا ارشاد اس صورت میں ہے کہ مقتدی نے امام کی مخالفت کی ــــ مناسبت یہ ہے کہ اس اثر سے یہ ثابت ہوا کہ تھوڑی سی اس قسم کی مخالفت سے اقتدار باطل نہیں ہوتی۔



ع باب انما جعل الامام لیوتم بہ ص۹۵۔

حدیث ۴۴۹

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے گھر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهٖ وَهُوَ شَاكٌّ فَصَلّٰى جَالِسًا وَصَلّٰى وَرَاءَهٗ قَوْمٌ قِيَامًا فَاَشَارَ

میں علالت کی حالت میں نماز بیٹھ کر پڑھی اور حضور کے پیچھے لوگوں نے کھڑے ہو کر تو حضور نے ان کی

اِلَيْهِمْ اَنِ اجْلِسُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا

جانب اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے جب وہ رکوع کرے

وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا

تم بھی رکوع کرو۔ جب وہ سر اٹھائے تم بھی اٹھاؤ جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو۔ اور جب وہ

صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ ؏

بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔

## تشریحات ۴۴۹

**فی بیتہ:۔** اس سے مراد وہ بالاخانہ ہے جو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارکہ کے اوپر تھا۔

**وھو شاک:۔** حضرت ام المومنین نے اس علالت کی تشریح نہیں فرمائی۔ کہ کیا تھی۔ لیکن آگے ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پاؤں میں چوٹ لگنے کے وقت کا واقعہ ہے۔ جو حدیث ۲۶۳ میں مفصل مذکور ہو چکا ہے۔ کہ گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے پاؤں اکھڑ گیا تھا اور داہنی طرف چوٹ بھی آئی تھی۔

**اذا صلی جالسا الحدیث:۔** حدیث ۲۶۳ میں بتا آئے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس لئے کہ مرض وصال میں حضور نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اور حضرت ابوبکر اور تمام صحابہ نے کھڑے ہو کر پڑھی۔

**افادہ:۔** حدیث ۲۶۳ میں ہم نے بحث اٹھائی تھی کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف نہیں لائے تھے۔ تو نماز کون پڑھاتا۔ علامہ عینی نے اس حدیث کے تحت فرمایا کہ قاضی عیاض نے کہا ہو سکتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجرے ہی میں رہتے ہوئے امامت فرماتے ہوں۔ اور کچھ صحابہ حجرے میں ساتھ رہتے ہوں اور بقیہ مسجد میں رہتے ہوئے اقتدار کرتے ہوں

---

ع باب انما جعل الامام لیوتم بہ ص۹۵ السھو باب الاشارۃ فی الصلوٰۃ ص۱۶۵ ثانی المرض باب اذا عاد مریضا فحضرت الصلوٰۃ ص۸۴۵ ابوداؤد صلوٰۃ۔

**حدیث ۴۵۰** حَدَّثَنِی الْبَرَاءُ وَهُوَ غَیْرُ کَذُوْبٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ لَمْ یَحْنِ مِنَّا اَحَدٌ ظَھْرَہٗ حَتّٰی یَقَعَ النَّبِیُّ

جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ہم لوگ فوراً سجدے کے لئے اپنی پیٹھ نہیں موڑتے جب تک حضور سجدہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا ثُمَّ نَقَعُ سُجُوْدًا بَعْدَہٗ ؏

نہ کر لیتے اس کے بعد ہم لوگ سجدہ کرتے۔

**تشریحات ۴۵۰** تکمیلے۔ عبداللہ بن یزید، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جانب سے کوفے کے والی تھے۔ اس زمانے کے دستور کے مطابق وہی نماز بھی پڑھاتے تھے۔ ان کے مقتدی ان سے پہلے سجدہ کر لیتے اور ان سے پہلے سجدے سے سر اٹھا لیتے۔ اس پر انھوں نے خطبہ دیا۔ اور حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث ذکر کی۔

غیر کذوب:۔ صحیح یہ ہے کہ غیر کذوب عبداللہ بن یزید کا قول ہے اور حضرت براء کی صفت ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی ابو اسحاق سے بعض طرق میں یہ الفاظ آئے ہیں۔ کہ عبداللہ بن یزید خطبہ دے رہے تھے۔ میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجھ سے براء نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹے نہیں اور یہی صحیح ابن خزیمہ میں بھی ہے۔ عبداللہ بن یزید نے یہ اس لئے نہیں کہا ہے کہ کوئی حضرت براء کو متہم بالکذب مانتا تھا۔ بلکہ اپنی بات کی توثیق کے لئے کہا ہے تاکہ لوگ ان کی بات پر یقین کامل کر لیں جیسے ہمارے عرف میں بولتے ہیں کہ فلاں نے مجھ سے یہ بات کہی ہے اور وہ جھوٹے نہیں ہیں۔

ابو داؤد میں یہی حدیث یوں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رکوع کرتے ہم بھی رکوع کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہٗ کہتے تو جب تک حضور اپنی پیشانی زمین پر نہیں رکھتے ہم کھڑے رہتے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رکوع ساتھ ساتھ کرتے اسی طرح دوسرے افعال بھی۔ صرف سجدے کے لئے انتظار کرتے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر اقدس سجدے میں رکھتے تو یہ لوگ جھکنا شروع کرتے غالباً یہ اخیر عمر مبارک کا حال ہوگا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جسمانی ضعف طاری ہو گیا تھا۔ اور سجدے کے لئے جانے میں کچھ تکلف ہوتا تھا۔ جس کی وجہ سے تاخیر ہوتی تھی۔ اس کا اندیشہ تھا کہ اگر ساتھ ہی ساتھ سجدے میں جائیں گے تو حضور سے قبل سجدہ ہوگا جو ممنوع ہے۔

---

ع باب متی یسجد من خلف الامام ص۹۶ باب رفع البصر الی الامام فی الصلوٰۃ ص۱۸۳ مسلم صلوٰۃ۔ ابو داؤد صلوٰۃ ترمذی مسند امام احمد جلد رابع۔

حدیث ۴۵۱ قَالَ سَمِعْتُ اَبَاھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَا یَخْشٰی اَحَدُکُمْ اَوْ اَلَا یَخْشٰی اَحَدُکُمْ اِذَا رَفَعَ

جو شخص اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا ہے۔ کیا وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ

رَأْسَہٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ یَّجْعَلَ اللّٰہُ رَأْسَہٗ رَأْسَ حِمَارٍ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰہُ

اللہ عزوجل اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے یا یہ فرمایا کہ اللہ اس کی صورت گدھے

صُوْرَتَہٗ صُوْرَۃَ حِمَارٍ ؎

کی صورت بنا دے۔

جیسا کہ مسند امام احمد[1] اور ابوداؤد[2] اور ابن ماجہ[3] میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ظاہر ہے کہ فرمایا۔ مجھ سے پہلے رکوع اور سجدہ نہ کرو اگر بالفرض کبھی میں رکوع تم سے پہلے کرلوں گا تو میرے سر اُٹھانے کے بعد تم اسے ادا کرلوگے۔ اس لئے کہ اب میرا جسم بھاری ہوگیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ چونکہ اب میرا جسم بھاری ہوگیا ہے۔ جتنی تیزی سے تم لوگ ایک رکن سے دوسرے رکن کی جانب منتقل ہوتے ہو میں اتنی تیزی سے منتقل نہیں ہو سکتا اگر میرے ساتھ ساتھ منتقل ہونا شروع کروگے تو مجھ سے پہلے رکوع اور سجدے میں چلے جاؤ گے اور مجھ پر سبقت ہو جائے گی۔ اس لئے تم لوگ میرے بعد انتقالات شروع کرو تاکہ مجھ پر سبقت نہ ہو۔ اس کی وضاحت حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ فرمایا۔ میرا بدن بھاری ہوگیا ہے جب میں رکوع کرلوں تو رکوع کرو اور جب سر اٹھا لوں تو اٹھاؤ اور جب سجدہ کرلوں تو سجدہ کرو۔ کسی کو ایسا نہ پاؤں کہ مجھ سے پہلے رکوع سجدہ میں چلا جاتا ہو۔[4]

**کشمیری صاحب کا وہم:۔** اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے فیض الباری میں ہے کہ مسلم میں ہے کہ حضور نے یہ حکم اس وقت دیا تھا جب جسم بھاری ہوگیا تھا۔ مسلم شریف میں اس مضمون کی کوئی حدیث نہیں جو صاحب مسلم میں اس مضمون کی کوئی حدیث دکھا دیں گے ہم ان کے مشکور ہوں گے اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن یزید باپ بیٹے دونوں صحابی ہیں۔ اسی طرح حضرت براء بن عازب بھی صحابی کے صاحبزادے نے صحابی کے صاحبزادے سے روایت کی۔

**تشریحات ۴۵۱:۔** اَمَا۔ اَلَا۔ حرف نفی پر ہمزہ استفہام داخل ہے یہ استفہام زجر و توبیخ کے لئے ہے

ع باب اثم من رفع راسہ قبل الامام ص۹۶ مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ کلھم فی الصلوٰۃ۔
۱ جلد رابع ص۹۸،۹۲ ۲ اول ص۹۱ ۳ اقامۃ الصلوٰۃ باب النھی ان یسبق الامام بالرکوع والسجود ص۶۵ ۴ ابن ماجہ ص۶۱

ت ۱۴۴ وَكَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ ؏

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام ذکوان ان کی امامت کرتے مصحف سے دیکھ کر پڑھتے۔

**اذا رفع** :۔ یہ عام ہے خواہ رکوع سے سر اٹھائے یا سجدے سے۔ مراد مطلق امام پر سبقت ہے۔ خواہ سر جھکانے میں ہو یا سر اٹھانے میں یہ باب اکتفاء سے ہے۔ یعنی متقابلین میں سے ایک کے ذکر پر اکتفا کر دیا کہ اسی سے اس کے مقابل کو معلوم کر لیا جائے جیسے 'سرابیل تقیکم الحر' حالانکہ لباس گرمی سے بھی محفوظ رکھتا ہے اور جاڑے سے بھی۔

**راس حمار** کر دینے سے یا تو اس کا حقیقی معنی مراد ہے۔ کہ واقعی اس کا سر گدھے جیسا بنا دے یا معنی مجازی مراد ہے۔ یعنی بے وقوفی و کم عقلی۔ یہی علامہ کرمانی اور قاضی ابوبکر کی رائے ہے۔ علامہ عینی کی رائے یہ ہے کہ معنی حقیقی مراد ہے۔ قاضی ابوبکر بن العربی نے معنی مجازی مراد ہونے پر یہ دلیل دی تھی کہ یہ امت مسخ کے عذاب سے مامون ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ بکثرت صحابہ مثلاً حضرت علی، حضرت عائشہ حضرت ابن عباس حضرت انس حضرت ابوہریرہ وغیرہ سے مروی ہے کہ اس امت کے آخر میں مسخ خسف اور قذف ہوگا۔ **اقول** :۔ قاضی ابوبکر کا یہ ارشاد بھی حق ہے کہ یہ امت مسخ سے مامون ہے۔ اس سے مراد پوری امت کا مسخ ہے۔ یعنی یہ امت پوری کی پوری مسخ نہ ہوگی جیسے بنی اسرائیل میں اصحاب ایلہ کا مسخ ہوا۔ اور اخیر زمانے میں جو ہوگا جزئی طور پر ہوگا۔ رہ گیا یہ سوال کہ بہت لوگ امام سے پہلے انتقالات کرتے ہیں اور ان کی صورت نہیں بگڑتی اس کا جواب یہ ہے اس کی سزا یہ ہے۔ یہ اللہ عزوجل کی شان کریمی ہے کہ اسے معاف فرما دیتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قبر یا آخرت میں یہ سزا دی جائے۔

**تشریحات ۱۴۴** مصنف ابن ابی شیبہ اور بیہقی وغیرہ میں ہے کہ حضرت ام المومنین وغیرہ کو ذکوان رمضان شریف میں تراویح مصحف سے دیکھ کر پڑھاتے تھے۔ اور یہ اس وقت آزاد نہیں ہوئے تھے[عہ] غلام اس بچے کو کہتے ہیں جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو۔ اب اس تعلیق کی وجہ سے دو بحث اٹھ کھڑی ہوئی۔ ایک یہ کہ مصحف میں دیکھ کر پڑھنے سے نماز صحیح ہوتی ہے یا نہیں۔ اس سلسلے میں احناف کا مذہب یہ ہے۔ کہ اگر یہ حافظ ہے اور صرف احتیاط کے لئے مصحف سامنے رکھے ہوئے ہے تو نماز ہو جائے گی اور یہی اس تعلیق کا محل ہے کہ ذکوان حافظ رہے ہوں گے۔ اس لئے کہ اس نماز میں اور لوگ بھی شریک ہوئے تھے۔ جیسا کہ امام شافعی نے روایت کیا ہے۔ کہ عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ، عبید بن عمر، مسور بن مخرمہ، اور بہت سے لوگ اس جماعت میں شریک ہوتے تھے۔ پھر ذکوان میں کیا خصوصیت تھی جس کی بنا پر انھیں امام بنایا جاتا۔ جبکہ حضرت مسور بن مخرمہ صحابی بھی تھے۔ غالباً یہ خصوصیت حافظ قرآن ہونے کی تھی۔ دوسرے یہ کہ نابالغ کے پیچھے بالغین کی تراویح

عہ باب امامۃ العبد والمولیٰ ص۹۶ لہ عینی جلد خامس ص۲۲۵۔

ت ۱۴۵ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَاُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ عه

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے کہ جو شخص سب سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا ہو وہ قوم کی امامت کرے۔

صحیح ہے اور اسی پر قیاس کرکے دوسری نوافل بھی جبکہ احناف کے یہاں مختار یہ ہے کہ نابالغ کی اقتدا میں بالغ کی نماز صحیح نہیں۔ ہماری دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد ہے کہ فرمایا لا یوم الغلام حتی تجب علیہ الحدود[1]۔ جب تک بچہ اس عمر کو نہ پہنچ جائے کہ اس پر حد جاری ہو سکے امامت نہ کرے۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ لا یوم الغلام حتی یحتلم[2]۔ جب تک بچہ بالغ نہ ہو جائے امامت نہ کرے۔ تعلیق مذکور کا جواب یہ ہے کہ اکثر استعمال یہی ہے کہ غلام نابالغ بچے کو کہتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی نوعمر ایسے بچے کو بھی غلام کہتے ہیں جو بالغ ہو گیا ہو۔ جیسا کہ ابھی حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس کے ارشادات سے بھی ظاہر ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے جب کنوئیں میں ڈالا تھا۔ تو ان کی عمر مبارک ایک روایت کے مطابق سترہ سال کی تھی۔ پھر بھی ان کو غلام کہا گیا۔

رہ گیا غلام کی امامت تو اس سلسلے میں ہمارا مسلک بہت واضح ہے کہ اگر غلام ہی اعلم اقرأ ہو تو ادنیٰ کراہت بھی نہیں۔

**تشریحات ۱۴۵:۔** امام بخاری نے یہاں باب یہ قائم کیا ہے۔ غلام اور آزاد شدہ غلام اور مجہول النسب اور دیہاتی اور اس بچے کی امامت جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو۔ دو پہلے والوں کے لئے حضرت ام المومنین کا وہ عمل نقل فرمایا۔ اور ان دونوں کے لئے بھی اور بقیہ کے لئے بھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مذکور پیش فرمایا کہ جو سب سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا ہو وہ قوم کی امامت کرے۔ اس میں آزاد شہری صحیح النسب کی تخصیص نہیں اس لئے یہ اپنے عموم کے لحاظ سے سب کو شامل ہے۔ ہمارے یہاں اس میں تفصیل ہے۔ اگر قوم میں اور کوئی دوسرا اعلم ہو تو وہی امامت کے لئے قابل ترجیح ہے۔ اور ان کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اس لئے کہ ان کی امامت میں تقلیل جماعت ہے۔ اور اگر یہی اعلم القوم ہوں تو ان کی امامت مکروہ تنزیہی بھی نہیں۔ اس تعلیق کو امام مسلم[3] نے اور اصحاب سنن نے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

**امامت کا مستحق کون ہے:۔** یہ بحث حدیث ۶۴۲ میں گزر چکی۔ کہ ہمارے یہاں حق تقدیم اعلم اور افقہ کو ہے۔ چونکہ اس مبارک عہد میں جو اقرأ ہوتا تھا وہ اعلم بھی ضرور ہوتا تھا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ

---

عه باب امامۃ العبد والمولی ص۹۶ [1] عینی جلد خامس ص۲۲۶ [2] ایضا

[3] مساجد باب من احق بالامامۃ ص۲۳۶ ابوداؤد اول صلوٰۃ باب من احق بالامامۃ ص۸۶ نسائی اول الامامۃ باب من احق بالامامۃ ص۱۲۶ ابن ماجہ۔ اقامۃ الصلوٰۃ باب من احق بالامامۃ ص۷۰۔

حدیث ۴۵۲

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ تشریف لانے

الْاَوَّلُوْنَ الْعُصْبَةَ مَوْضِعًا بِقُبَاءٍ قَبْلَ مَقْدَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سے پہلے جب مہاجرین اولین عصبہ میں آئے جو قباء میں ایک جگہ تھی تو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم ان کی

كَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ مَوْلٰى اَبِیْ حُذَيْفَةَ وَكَانَ اَكْثَرُهُمْ قُرْاٰنًا ؏

امامت کرتے تھے ان میں سب سے زیادہ یہی قرآن پڑھے ہوئے تھے۔

خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اخیر حیات مبارکہ میں باصرار تمام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کے لئے مقرر فرمایا۔ اور یہی ضروری بھی ہے اس لئے کہ قرأت کی احتیاج صرف ایک رکن قیام میں ہے۔ اور علم کی احتیاج اس رکن میں بھی ہے اور بقیہ ہر رکن میں ہر وقت ہے۔ فقیہ ہوگا تو نماز میں ایسا خلل نہ ہو پائے گا کہ نماز فاسد ہو جائے یا مکروہ ہو جائے۔ اور اگر سہواً کوئی ایسی بات ہو گئی جس کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہو تو وہ سجدہ سہو کرلے گا۔ نماز کے اعادے کی حاجت نہ ہوگی۔

**علامہ نووی کی لغزش:۔** شرح مسلم میں علامہ نووی نے یہ تحریر فرمادیا کہ امامت کے لئے اقرأ کی افقہ پر تقدیم حضرت امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ افقہ اقرأ پر مقدم ہے۔ البتہ حضرت امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ اقرأ افقہ پر مقدم ہے ظاہر حدیث پر نظر کرتے ہوئے۔

**تشریحات ۴۵۲** حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ یہ فارسی النسل اصطخر یا کرمان کے تھے۔ یہ ایک انصاری خاتون کے غلام تھے۔ اس نے جب آزاد کر دیا تو یہ حضرت ابوحذیفہ کے ساتھ رہنے لگے۔ انھوں نے ان کو متبنیٰ کرلیا جس کی وجہ سے ان کو سالم بن ابی حذیفہ کہنے لگے۔ جب آیت کریمہ۔ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ۔ نازل ہوئی۔ متبنیٰ کو اس کے باپ کی طرف نسبت کرکے پکارو۔ تو ان کو مولیٰ ابی حذیفہ کہا جانے لگا یہ دونوں بزرگ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ ان کی لاش اس شان سے ملی کہ حضرت سالم کا سر حضرت ابوحذیفہ کے پاؤں کے پاس اور حضرت ابوحذیفہ کا سر حضرت سالم کے پاؤں کے پاس ملا۔ یہ دونوں سابقین اولین میں ہونے کے ساتھ ساتھ کبار مہاجرین و اصحاب بدر میں سے ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آزاد شدہ غلام اگر قوم سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا ہو تو اس کی امامت بلا کراہت درست ہے۔

؏ باب امامۃ العبد والمولیٰ ص۹۶ ابوداؤد صلوٰۃ۔

**حدیث ۴۵۳** عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

وَسَلَّمَ قَالَ اِسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَاِنِ اسْتُعْمِلَ حَبَشِیٌّ كَاَنَّ رَاْسَہٗ زَبِیْبَۃٌ ؏

کہ فرمایا۔ اگر تم پر ایسا کوئی حبشی حاکم بنا دیا جائے گویا اس کا سر منقی ہے پھر بھی اس کی بات سنو اور مانو۔

**حدیث ۴۵۴** عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (عنقریب کچھ حاکم

قَالَ یُصَلُّوْنَ لَكُمْ فَاِنْ اَصَابُوْا فَلَكُمْ وَاِنْ اَخْطَاُوْا فَلَكُمْ وَعَلَیْھِمْ ؏

ہوں گے) جو تمہیں نماز پڑھائیں گے اگر صحیح نماز پڑھائیں گے تو بھی تم کو ثواب ملے گا اور اگر غلط طریقہ سے تو بھی تم کو ثواب ملے گا اور غلطی کا وبال ان پر رہے گا۔

## تشریحات ۴۵۳:۔ ان استعمل:۔

اس کے بعد والے باب میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حضرت ابوذر سے فرمایا تھا۔ کتاب الاحکام میں علیکم۔ زائد ہے۔ مراد یہ ہے کہ اگر تم پر عامل حاکم کسی بدصورت یا بے وقوف حبشی کو بنا دیا جائے تو اس کی بھی اطاعت کرو۔ اس لئے کہ مخالفت میں فتنے اٹھیں گے قتل و غارت ہوگا اور بالکل وہی مثال ہوگی کہ ایک گھر بنانے کے لئے پورا شہر برباد کیا جائے۔ خلیفہ اسلام مراد نہیں اس لئے کہ اس کے لئے قریشی ہونا بالاجماع شرط ہے۔ اس لئے کسی حبشی کے خلیفہ بنائے جانے کا سوال ہی نہیں۔ ہاں اگر اپنی قوت سے غلبہ حاصل کرلے تو یہ دوسری بات ہے نیز مراد یہ ہے کہ اگر وہ کسی گناہ کا حکم نہ دے۔ اطاعت صرف جائز امور کے ساتھ مشروط ہے۔ فرمایا۔ لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی طاعت نہیں۔

كان راسہ:۔ زبیب سوکھے انگور یعنی منقیٰ کو کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ بدوضع ہو۔ اس کے بال الجھے ہوں یا اس کا سر چھوٹا ہو جو کنایہ ہے بے وقوفی سے۔ یہ جملہ کنایہ ہے تحقیر سے یعنی کتنا ہی حقیر ہو۔ عامل کے محض حقیر ہونے کی وجہ سے اس کی اطاعت سے انکار نہ کرو۔

## تشریحات ۴۵۴ امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ اس لئے کہ ان کے

ع باب امامۃ العبد والمولی ص۹۶ باب امامۃ المفتون والمبتدع ص۹۷ ثانی الاحکام۔ باب السمع والطاعۃ للامام ص۱۰۵ ابن ماجہ جہاد۔

ع باب اذا لم یتم الامام واتم من خلفہ ص۹۶۔

ت ۱۴۶ وَقَالَ الْحَسَنُ وَصَلِّ وَعَلَيْهِ بِدْعَتُهٗ

امام حسن بصری نے فرمایا اور نماز پڑھ اور اس کی بدعت کا وبال اس پر ہے۔

نزدیک اقتدار صرف متابعت کا نام ہے۔ اور ہمارے یہاں فاسد ہو جاتی ہے۔ ہمارے یہاں امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہے۔

**ہمارا استدلال:۔** جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الامام ضامن[1]۔ اس حدیث کو امام حاکم نے بشرطِ مسلم حضرت سہل بن سعد سے روایت کیا اور اسے صحیح کہا۔ ابھی حدیث گزری کہ فرمایا۔ انما جعل الامام لیوتم بہ۔ امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے۔ اور اقتدار متفرع ہے صحت صلوٰۃ پر۔ جب نماز ہی فاسد ہو جائے گی تو اقتدار کاہے میں ہوگی۔

**اس حدیث کی توجیہ:۔** اس حدیث میں فان اخطأوا سے مراد وقت مسنون گزار کر وقت مکروہ میں نماز پڑھنا ہے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے یوں روایت ہے۔

یکون علیکم امراء من بعدی یوخرون الصلوٰۃ فھی لکم وھی علیھم فصلوا معھم ما صلوا القبلۃ[2]

میرے بعد کچھ حکام ہوں گے جو نماز کو وقت سے ہٹا کر پڑھیں گے۔ یہ تمہارے لئے باعث ثواب اور ان کیلئے وبال ہے۔ انکے پیچھے نماز پڑھ جب تک قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔

علاوہ ازیں مسلم وغیرہ میں حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کیف بک اذا کانت علیک امراء یوخرون الصلوٰۃ عن وقتھا او یمیتون الصلوٰۃ عن وقتھا قال قلت فما تامرنی قال صل الصلوٰۃ لوقتھا فان ادرکتھا معھم فصل فانھا لک نافلۃ[3]

تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے حکام ہوں گے جو نماز کو موخر کر کے پڑھیں گے یا وقت گذار کر پڑھیں گے۔ انھوں نے عرض کیا پھر مجھے کیا ارشاد ہوتا ہے۔ فرمایا۔ نماز اپنے وقت پر پڑھ لے ان کے ساتھ نماز ملے تو ان کے ساتھ بھی پڑھ لے۔ یہ تیرے لئے نفل ہوگی۔

ایک حدیث دوسری کی تفسیر ہوتی ہے۔ اس لئے اخطأوا سے یہی مراد ہے کہ وقت مسنون کے بعد پڑھیں۔

**تشریح ۱۴۶** **بدمذہب کے پیچھے نماز کا حکم** اس تعلیق کو سعید بن منصور نے یوں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت حسن بصری سے بدمذہب کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا۔ نماز پڑھ لو اس کی بدعت اس پر ہے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ اس کی بدمذہبی حد کفر تک نہ پہنچی ہو۔ ورنہ ان کے پیچھے نماز قطعاً نہ ہوگی۔ اس لئے کہ نماز کی صحت ایمان پر متفرع ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری جلد خامس ص۲۲۹ بحوالہ حاکم۔ [2] عمدۃ القاری خامس ص۲۲۹۔ [3] مسلم اول مساجد باب کراھیۃ تاخیر الصلوٰۃ عن وقتھا ص۲۳۰۔ [4] باب امامۃ المفتون والمبتدع ص۹۶۔

حدیث ۴۵۵

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ

عبیداللہ بن عدی بن الخیار سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان جب محصور تھے تو یہ ان کی

وَهُوَ مَحْصُوْرٌ فَقَالَ اِنَّكَ اِمَامُ عَامَّةٍ وَّقَدْ نَزَلَ بِكَ مَا تَرٰى وَيُصَلِّيْ لَنَا اِمَامُ

خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا کہ آپ امام کل برحق ہیں اور آپ پر جو افتاد ہے وہ ملاحظہ فرما رہے ہیں اور

فِتْنَةٍ وَّنَتَحَرَّجُ فَقَالَ الصَّلٰوةُ اَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فَاِذَا اَحْسَنَ النَّاسُ فَاَحْسِنْ

ہمیں فسادیوں کا امام نماز پڑھا رہا ہے اس سے ہمیں انقباض ہوتا ہے ارشاد فرمایا یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں ان میں سب

مَعَهُمْ وَاِذَا اَسَاءُوْا فَاجْتَنِبْ اِسَاءَتَهُمْ عه

سے بہتر نماز ہے جب یہ لوگ اچھا کام کریں تو تو بھی ان کے ساتھ کر اور برا کام کریں تو اس سے دور رہ۔

جب ایمان ہی نہیں تو نماز کیسی؟ اور جب امام کی نماز نہیں ہوئی تو مقتدیوں کی کیسے ہوگی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت امام بصری کے عہد میں جو بدمذہب تھے ان کی بدمذہبی حد کفر تک نہیں پہنچی تھی۔ میرا ظن غالب یہ ہے کہ ان کا یہ ارشاد خوارج کے بارے میں ہے جن کا تسلط کچھ دنوں کے لئے بصرے پر ہو گیا تھا۔ حالت امن و اختیار میں ایسے بدعتی کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے مگر جب ان کا تسلط ہو اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں عزت آبرو جان و مال کا خطرہ ہو تو کراہت نہیں نیز یہ حکم اس وقت ہے۔ کہ حکام ہی امامت کرتے ہوں یا اپنے مقررہ امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر مجبور کرتے ہوں۔ ورنہ حالت اختیار میں بدمذہب کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز و گناہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ اگرچہ اس کی بدمذہبی حد کفر تک نہ پہنچی ہو جیسا کہ کتب فقہ میں مصرح ہو۔

**تشریحات ۴۵۵**

**قال لنا:** عام دستور کے برخلاف یہاں بجائے حدثنا وغیرہ کے قال لنا۔ فرمایا صاحب تلویح نے فرمایا۔ کہ ہو سکتا ہے یہ حدیث امام بخاری نے بطور مذاکرہ اخذ کی ہو۔ اس لئے حدثنا نہیں فرمایا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ یہ صیغہ یعنی قال لنا اسی وقت کہتے ہیں جبکہ حدیث موقوف ہو۔ یا اس کا کوئی راوی ان کی شرط پر نہ ہو علامہ عینی نے فرمایا۔ اگر کوئی راوی ان کی شرط پر نہ ہوگا تو اس کو اپنی صحیح میں کیسے ذکر فرمائیں گے۔

**وھو محصور:** یہ حادثہ ۳۵ھ میں پیش آیا۔ شوال میں بلوائی مدینہ طیبہ پہنچ گئے تھے۔ ذوقعدہ میں انھوں نے محاصرہ سخت کر دیا۔ غذا اور پانی اندر جانا بند کر دیا۔ چالیس دن محاصرہ رہا۔ اٹھارہ ذوالحجہ کو جمعہ کے دن چاشت کے وقت شہید کر دئے گئے۔ ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ ایام تشریق یا المیہ پیش آیا۔

عه باب امامة المفتون والمبتدع ص۹۶۔

مگر یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ شہادت سے ایک دن پہلے اور یوم شہادت میں بھی روزے سے تھے۔ اور ایام تشریق میں روزہ ممنوع ہے۔ اور اس روزے سے مراد محض فاقہ نہیں بلکہ بالقصد روزہ رکھنا ہے اس لئے کہ حضرت نائلہ کہتی ہیں کہ افطار کے وقت کوئی غذا اور پانی نہ مل سکا۔ صبح صادق کے قریب ایک پڑوسی نے ایک کوزہ پانی دیا۔ میں نے پیش کیا۔ مطلع کی طرف نظر کی دیکھا کہ صبح صادق چمک چکی ہے تو فرمایا میں روزے سے ہوں[1] نزہۃ القاری جلد اول ص۴۹۰ پر وقت شہادت بعد عصر لکھا ہے۔ مگر یہ سطور لکھتے وقت البدایہ والنہایہ جلد سادس ص۱۹۰ پر دیکھا کہ دونوں قول نقل کئے ہیں۔ اور چاشت کے وقت کو ذلک اشبہ لکھا ہے۔ اس لئے یہاں اسے اختیار کیا۔

**امام فتنہ:** اس سے مراد عبدالرحمٰن بن عدیس بلوائی اور کنانہ بن بشر رئیس الخوارج ہے۔ اول الذکر وہ فتنہ گر ہے جو مصریوں کو بھڑکا کر لایا تھا۔ ابتداءً جب شورش میں کمی تھی۔ حضرت ذوالنورین مسجد میں تشریف لاکر خود نمازیں پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دن جمعہ کے بعد منبر اقدس پر تشریف لے گئے اور شورش برپا کرنے والوں کو افہام وتفہیم کر رہے تھے کہ ان ظالموں نے پتھر مارنا شروع کر دیا سر اقدس زخمی ہو گیا۔ عصار رسول جو حضرت ذوالنورین کے دست مبارک میں تھا۔ چھین کر جبلہ غفاری نے گھٹنے پر مارا عصا مبارک ٹوٹ گیا اور حضرت ذوالنورین غش کھا کر گر پڑے۔ لوگ اٹھا کر گھر لائے اس کے بعد پھر ظالموں نے مسجد میں نہیں آنے دیا۔ پہلے حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف نے نماز پڑھائی مگر ان شورش پسندوں نے انھیں روک دیا۔ تو کبھی عبدالرحمٰن بن عدیس بلوائی اور کبھی کنانہ بن بشر نماز پڑھاتا دس دن تک یہی حال رہا۔ ایام محاصرہ میں کبھی کبھی حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت ایوب انصاری، حضرت ابوہریرہ، حضرت سہل بن حنیف رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی نماز پڑھائی ہے۔ مگر یہ لوگ کسی طرح مراد نہیں ہو سکتے اس لئے کہ یہ لوگ حضرت عثمان کی اجازت سے نماز پڑھاتے تھے۔ پھر ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں انقباض کا سوال ہی نہیں۔ اور نہ یہ حضرات فتنے میں شریک تھے[2]

**تحرج:** حرج کے معنی۔ دل میں تنگی کھٹک محسوس کرنا۔ اور گناہ کے بھی معنی میں آتا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ بلوائی امام برحق پر خروج ناحق کر کے بدترین گناہ کے مرتکب فاسق معلن ہیں۔ ہمیں یہ گمان ہوتا ہے کہ انکے پیچھے نماز پڑھنی گناہ ہے

**فاسق معلن کی امامت:** اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فاسق معلن کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر یہ صرف حضرت عثمان کا ارشاد ہے۔ عامہ صحابہ وتابعین مکروہ ہی جانتے تھے۔ عمدۃ القاری میں ہے کہ یوسف انصاری نے فرمایا۔ کہ اور لوگ محاصرہ کرنے والوں کے پیچھے نماز کو مکروہ جانتے تھے سوائے حضرت عثمان کے۔ اقول۔ فاسق معلن کے پیچھے نماز حالت امن میں مکروہ ہے۔ فتنے اور شورش کے وقت اجازت ہے اور یہی محمل ہے۔ حدیث صلوا خلف کل بر وفاجر، کا۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ص۱۸۳ ج۶ [2] عمدۃ القاری خامس ص۲۳۱ البدایہ والنہایہ سادس ص۱۷۶ لغایت ص۱۹۰۔

ت ۱۴۷ قَالَ الزُّهْرِيُّ لَا نَرَى أَنْ يُصَلِّيَ خَلْفَ الْمُخَنَّثِ إِلَّا مِنْ ضَرُورَةٍ لَا بُدَّ مِنْهَا عه

امام زہری نے فرمایا۔ ہجڑے کے پیچھے نماز ہم جائز نہیں جانتے مگر جبکہ مجبوری ہو۔

حدیث ۴۵۶ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ معاذ بن جبل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ فَصَلَّى الْعِشَاءَ

کے ساتھ نماز پڑھ کر جاتے اور اپنی قوم کو نماز پڑھاتے۔ ایک دن عشاء پڑھی اور اس میں

فَقَرَأَ بِالْبَقَرَةِ فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ فَكَأَنَّ مُعَاذًا نَالَ مِنْهُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

سورہ بقرہ پڑھی اس پر ایک شخص چلا گیا اس کی وجہ سے معاذ اس پر نکتہ چینی کرتے۔ یہ خبر

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَتَّانٌ فَتَّانٌ فَتَّانٌ ثَلٰثَ مِرَارٍ أَوْ قَالَ فَاتِنًا فَاتِنًا

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا فتان ہے فتان ہے فتان ہے یا فرمایا فاتن ہے فاتن ہے

فَاتِنًا وَأَمَرَهُ بِسُوَرَتَيْنِ مِنْ أَوْسَاطِ الْمُفَصَّلِ قَالَ عَمْرٌو وَلَا أَحْفَظُهُمَا عه

فاتن ہے اور انھیں اوساط مفصل کی دو سورتیں پڑھنے کا حکم دیا۔ عمرو راوی نے کہا میں انھیں بھول گیا۔

**تشریح ۱۴۷ :۔** مخنث تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جس میں عورتوں کی علامت غالب ہو۔ یہ عورت کے حکم میں ہے۔ دوسرے وہ جس میں مردانہ علامتیں غالب ہوں یہ بہت سے احکام میں مردوں کے مثل ہے تیسرے وہ جس میں مردانہ اور زنانہ علامتوں میں سے کوئی غالب نہ ہو۔ یہ خنثیٰ مشکل کہلاتا ہے۔ ان میں کسی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ پہلی قسم عورتوں کے حکم میں ہے اور عورتوں کی امامت درست نہیں۔ دوسرے تیسرے قسم کے ہجڑوں میں اغلب واکثر بدکرداری کی خو ہوتی ہے۔ نیز انھیں امام بنانے میں تقلیل جماعت بھی ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ ایک مخنث خلقی ہوتا ہے جس کے اعضاء میں نسوانی لچک ہوتی ہے اسے بھی امام بنانا مکروہ ہے۔ دوسرے وہ جو بہ تکلف وتصنع زنانہ پن اختیار کرتا ہے۔ اس کے پیچھے بھی نماز مکروہ ہے۔ ابوعبدالملک نے کہا کہ امام زہری کی مراد مفعول بہ ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہونے میں کیا شبہ۔

---

عه باب امامة المفتون والمبتدع ص۹۷۔

عه باب اذا طول الامام ص۹۷ باب من شکا امامه اذا طول ص۹۸ باب اذا صلی ثم ام قوما ص۹۸ ثانی الادب باب من لم یرا کفارا من قال متاولا ص۹۰۲ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد نسائی صلوٰۃ ابن ماجہ —

باب سے مطابقت یوں ہے کہ ہجڑا پن فتنہ ہے اور ہجڑا مفتون ہے۔ اس لئے امام بخاری نے اس باب میں ذکر فرمایا۔ اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے ان الفاظ میں روایت کیا۔ قلت فالمخنث قال لا کرامۃ لاتقربہ۔ میں نے عرض کیا ہجڑے کا کیا حکم ہے تو انھوں نے فرمایا۔ کوئی عزت نہیں اس کی اقتداء مت کرو۔

**تشریحات ۴۵۶:۔ تکمیل۔** اس کے بعد والے صفحے پر یوں ہے کہ ایک صاحب پانی کھینچنے والے دو اونٹوں کے ساتھ آئے اور رات اتنی گزر چکی تھی کہ اندھیرا چھا چکا تھا۔ حضرت معاذ کو نماز پڑھتے پایا۔ انھوں نے اپنے اونٹ بٹھا دیئے اور حضرت معاذ کی طرف بڑھے حضرت معاذ نے سورہ بقرہ یا سورہ نساء شروع کر دی اور وہ صاحب چلے گئے اور تنہا مختصر نماز پڑھ لی۔ اس پر حضرت معاذ نے انہیں منافق کہہ دیا۔ انھیں خبر ملی کہ معاذ نے انھیں منافق کہا ہے تو وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور سے حضرت معاذ کی شکایت کی۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ کیا فتان ہے تو۔ یا فرمایا کیا فاتن ہے تو۔ تین بار۔ کیوں نہیں تو سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی اور والشمس وضحٰھا اور واللیل اذا یغشٰی پڑھتا۔ اس لئے کہ تیرے پیچھے بوڑھے کمزور، ضرورتمند (کبھی) نماز پڑھتے ہیں۔ مسلم میں یہ بھی ہے۔ کہ ایک صاحب الگ ہو گئے اور سلام پھیر دیا اور اکیلے نماز پڑھی۔

**یصلی مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:۔** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے حضرت معاذ نفل پڑھتے تھے تاکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء اور مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت حاصل کرلیں۔

**فانصرف الرجل:۔** مسند امام احمد میں ہے کہ ان کا نام، سلیم، تھا اور بنی سلمہ کے فرد تھے۔ انھوں نے یہ عرض کیا تھا یا رسول اللہ! ہم دن بھر کام کرتے ہیں شام کو گھر آتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ معاذ آپ کے یہاں سے آکر اذان کہلاتے ہیں اور نماز پڑھاتے ہیں تو لمبی کر دیتے ہیں۔ اسی میں ہے کہ۔ ایک بار حضور نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی معاذ حضور کے ساتھ نماز پڑھ کر اپنی قوم میں آئے اور بقرہ پڑھی۔

مسند ابوداؤد طیالسی اور بزار میں ہے کہ ان کا نام حزم بن کعب تھا۔ مسند امام احمد میں حضرت انس کی روایت میں ہے کہ ان کا نام حرام بن ملحان تھا۔ یہ حضرت انس کے ماموں تھے۔ مسلم میں یہ ہے کہ۔ ایک صاحب تھے۔

**فتان۔ فاتن:۔** فتان مبالغے کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی ہوئے زیادہ فتنہ برپا کرنے والا۔ فاتن اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ فتنہ برپا کرنے والے۔ مطلب یہ ہوا کہ تمہاری وجہ سے لوگ جماعت چھوڑ بیٹھیں اور پھر آپس میں درشت کلامی ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ جلال صرف نماز دراز کرنے پر نہیں تھا بلکہ ان صاحب کو منافق کہنے پر بھی تھا۔

**اوساط مفصل**:۔ سورہ حجرات سے لے کر آخر قرآن کو مفصل کہتے ہیں۔ اس کے تین حصے ہیں سورہ حجرات سے سورہ بروج تک طوال مفصل۔ سورہ طارق سے لے کر سورہ لم یکن تک اوساط مفصل سورہ زلزال سے لے کر اخیر تک قصار مفصل۔

**متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز**:۔ امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز درست ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ خصوصیت سے وہ زیادتی جو بطریق ابن جریج میں ہے۔ ھی لہ تطوع ولھم فریضۃ اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً یہ زیادتی صحیح نہیں۔ جیسا کہ امام طحاوی اور علامہ عینی نے بدلائل ثابت فرمایا ہے۔ ثانیاً یہ راوی کا اپنا گمان ہے۔ حضرت معاذ سے کہیں منقول نہیں۔ کہ انہوں نے یہ بتایا ہو کہ میں اپنی قوم کو جو نماز پڑھاتا تھا نفل کی نیت سے پڑھتا تھا جب تک فاعل خود نہ بتائے نیت کا حال معلوم نہیں ہوسکتا۔ ثالثاً یہ صلوۃ خوف سے منسوخ ہے۔ یہ واقعہ غزوہ احد[1] سے پہلے کا ہے اور صلوۃ خوف ۶ سنہ میں نازل ہوئی۔ اگر یہ جائز ہوتا کہ امام کچھ لوگوں کو فرض کی نیت سے پڑھادے اور کچھ لوگوں کو نفل کی نیت سے تو صلوۃ خوف کی کوئی حاجت نہ تھی۔ خصوصاً اس ہیئت کے ساتھ کہ دوسری صورتوں میں اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔

نیز امام احمد[2] اور امام طحاوی[3] نے سلیم بن حارث کی حدیث میں یہ زیادتی نقل فرمائی ہے۔

لاتکن فتانا امامان تصلی معی وامامان تخفف عن قومک۔ فتان مت بن یا تو میرے ساتھ نماز پڑھ یا اپنی قوم کو مختصر نماز پڑھا

اس لئے کہ اس کا واضح مطلب یہ ہے۔ کہ یا تو میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم کے ساتھ پڑھو تو مختصر پڑھو۔ دونوں کو جمع مت کرو۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے اور قوم کو مختصر نماز پڑھانے میں کوئی منافات نہیں پھر تردید لغو ہوگی۔ ابن جریج کی زیادتی سے قطع نظر کرتے ہوئے اصل حدیث سے یوں استدلال تام نہیں کہ ہوسکتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نفل پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کے ساتھ فرض۔ جیسا کہ ہم پہلے بتا آئے۔

**کشمیری صاحب پر تعقب**:۔ فیض الباری میں کشمیری صاحب نے ص ۲۲۹-۳۰ پر یہ زور باندھا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت یہ نہ تھی کہ وہ عشا حضور کے پیچھے پڑھ کر پھر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے۔ صرف ایک بار ایسا ہوا۔ عادت یہ تھی کہ مغرب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھتے اور عشاء اپنے محلے بنی سلمہ میں آکر پڑھتے تھے۔ اس پر وہ ترمذی[4] کی اس حدیث سے دلیل لائے ہیں۔ کہ حضرت جابر نے فرمایا۔ کہ معاذ مغرب حضور کے پیچھے پڑھتے پھر اپنی قوم میں آکر ان کی امامت کرتے۔ اقول۔ یہ تطویل لاطائل کے ساتھ اس سلسلے کی تمام احادیث پر نظر نہ رکھنے کا ثمرہ ہے۔ ترمذی کی اس حدیث کے خلاف مسند امام احمد[5] میں انہیں حضرت جابر سے بجائے مغرب کے عشاء ہے۔ کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

---

[1] مسند امام احمد خامس ص ۴۲۷ [2] مسند امام احمد خامس ص ۴۲۷ [3] شرح معانی الآثار اول ص ۹۹ [4] اول جمعہ ص ۷۵
[5] ثالث ص ۳۰۲

حدیث ۵۷۰

اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰہِ یَا

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ ایک صاحب نے عرض کیا بخدا یا رسول اللہ! میں

رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ لَاَتَاَخَّرُ عَنْ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا یُطِیْلُ بِنَا فَمَا رَاَیْتُ

فلاں کی وجہ سے فجر کی نماز میں شریک نہیں ہوتا کیوں کہ وہ لمبی نماز پڑھاتے ہیں اس دن سے زیادہ کسی وعظ میں رسول اللہ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَوْعِظَۃٍ اَشَدَّ غَضَبًا مِّنْہُ یَوْمَئِذٍ ثُمَّ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غضبناک میں نے نہیں دیکھا۔ فرمایا۔ تم میں کچھ لوگ نفرت دلانے والے

قَالَ اِنَّ مِنْکُمْ مُنَفِّرِیْنَ فَاَیُّکُمْ مَا صَلّٰی بِالنَّاسِ فَلْیَتَجَوَّزْ فَاِنَّ فِیْھِمُ الضَّعِیْفَ

ہیں۔ تم میں جو کوئی بھی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اختصار کرے اس لئے کہ ان میں کمزور بوڑھے ضرورتمند

وَالْکَبِیْرَ وَذَا الْحَاجَۃِ ؏

سبھی ہوتے ہیں۔

علیہ وسلم کے ساتھ عشاء پڑھ کر اپنی قوم میں آکر امامت فرماتے۔ پھر جب آپ ایک بار مانتے ہیں کہ ایسا ہوا تو امام شافعی کا استدلال اپنی جگہ رہا اور ہمیں جواب کے لئے وہی کہنا پڑیگا جو ہم لکھ چکے تو کوکن کاہ بیار سے کیا حاصل سوائے اس کے کہ کمی سمجھ کے طالب علم یہ ہانکیں کہ شاہ صاحب نے اس حدیث پر اتنے گھنٹے تقریر کی۔

**ہمارا استدلال:۔** ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الامام ضامن والمؤذن مؤتمن[1] امام ضامن ہے اور موذن امین ہے۔

یعنی امام سب مقتدیوں کی نماز کو اپنی نماز کے ضمن میں لئے ہوئے ہے۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ اعلیٰ کے ضمن میں ادنیٰ آسکتا ہے۔ مگر ادنیٰ کے ضمن میں اعلیٰ نہیں آسکتا۔ فرض اعلیٰ ہے اس لئے کہ وہ دو باتوں پر مشتمل

---

ع۵ باب تخفیف الامام فی القیام ص۹۷ باب من شکا امامہ اذا طول ص۹۸ العلم باب الغضب فی الموعظۃ ص۱۹ ثانی ادب مایجوز من الغضب والشدۃ لامر اللہ ص۹۰۲ الاحکام باب ھل یقضی الحاکم اویفتی وھو غضبان ص۸۱ مسلم صلوۃ نسائی العلم۔

ع۱ ابوداؤد اول باب مایجب علی المؤذن تبعا لھذا لوقت ص۲۶ ترمذی اول باب الامام ضامن والمؤذن مؤتمن ص۲۹

حدیث ۴۵۸ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِلنَّاسِ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْهِمُ الضَّعِیْفَ وَالسَّقِیْمَ وَالْکَبِیْرَ وَاِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْیُطَوِّلْ مَا شَاءَ عه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو مختصر پڑھاؤ اس لئے کہ ان میں کمزور بیمار اور بوڑھے بھی ہیں۔ اور جب تنہا پڑھو تو جتنی چاہو لمبی پڑھو۔

ت ۱۴۷ وَقَالَ اَبُوْ اُسَیْدٍ طَوَّلْتَ بِنَا یَا بُنَیَّ عه

حضرت ابو اسید نے فرمایا اے بیٹے تو نے نماز لمبی کر دی۔

ہے۔ فرضیت اور تعبد۔ اور نفل اس سے ادنیٰ کیونکہ اس میں صرف تعبد ہے اس لئے فرض کے ضمن میں نفل آسکتی ہے مگر نفل کے ضمن میں فرض نہیں آسکتا۔ اسی طرح ضمن میں آنے کے لئے مماثلت ضروری ہے۔ مغایرت کے بعد تضمن صحیح نہ ہوگا اس لئے ایک فرض پڑھنے والے کے پیچھے دوسرا فرض پڑھنے والا اقتدار نہیں کرسکتا۔ مثلاً عصر پڑھنے والے کے پیچھے ظہر کی قضا پڑھنے والا یا کل کی عصر ہی کی قضا پڑھنے والا اقتدا نہیں کرسکتا۔

**تشریحات ۴۵۷، ۴۵۸**

**فلاں** ۔ اس سے مراد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ وہ قبا میں امام تھے اختصار سے مراد یہ ہے۔ کہ قیام میں اتنی لمبی قرأت نہ کرے کہ مقتدیوں پر شاق ہو۔ رہ گیا رکوع وسجدہ انھیں بطریق مستحب ادا کرے البتہ انھیں بھی بہت لمبا نہ کرے۔ اور یہ مخالفت بھی کراہت تنزیہہ کی حد تک ہے۔ کیونکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ نمازوں میں بہت لمبی لمبی قرأت فرمایا کرتے۔ حتی کہ بخاری ہی میں ہے کہ مغرب میں حضور نے سورہ، والمرسلت پڑھی اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ غصے کی حالت میں وعظ کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ غصے کی حالت میں قاضی کو فیصلہ کرنا یا مفتی کو فتویٰ دینا ممنوع ہے۔ کسی خاص آدمی کو بھی تنبیہ کرنی ہو تو بہتر یہ ہے کہ خطاب عام کرے۔ ہر وہ کام جو اجتماعی طور پر ہو اس میں اس کا لحاظ ضروری ہے کہ لوگوں پر شاق نہ ہو اگرچہ وہ کتنا ہی اہم اور دینی کام ہو۔

**تشریحات ۱۴۸**

اس تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حضرت اسید کے صاحبزادے منذر کہتے ہیں کہ میرے والد میرے پیچھے نماز پڑھتے تھے کبھی کبھی یہ فرماتے اے

عه باب اذا صلی لنفسه فلیطول ماشاء ص۹۷ ابوداؤد ابن ماجہ۔

عه باب من شکا امامه اذا طول ص۹۸۔

حدیث ۴۵۹ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْجِزُ الصَّلٰوةَ وَیُكْمِلُهَا ؎

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نماز مختصر اور مکمل پڑھتے تھے۔

حدیث ۴۶۰ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ لَاَقُوْمُ فِی الصَّلٰوةِ اُرِیْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِیْهَا فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلٰوتِیْ كَرَاهِیَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمِّهٖ ؎

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالٰے عنہ نے نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا۔ میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں چاہتا ہوں کہ اس میں (قرأت) لمبی کروں کہ بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو مختصر کر دیتا ہوں یہ پسند نہیں کہ اس کی ماں کو مشقت میں ڈالوں۔

## تشریحات ۴۵۹

بیٹے آج تو نے سورہ والصافات پڑھ کر نماز لمبی کر دی۔

حضرت اسید بن حضیر ساعدی انصاری بہت مشہور و معروف صحابی ہیں۔ بیعت عقبہ سے لے کر تمام مشاہد میں شریک ہوئے۔ اصحاب بدر میں سب کے بعد وصال فرمایا۔ غالباً ۲۰ھ میں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مقصد یہ ہے کہ اب جو، کچھ لوگ لمبی لمبی قرأت کرتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم اتنی لمبی قرأت نہیں کرتے تھے۔ البتہ ارکان بہت سکون و اطمینان کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ بعض روایتوں کے الفاظ یہ ہیں۔ سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد کھڑے ہوتے تو اتنی دیر کھڑے رہتے کہ ہمیں اندیشہ ہوتا کہ نسیان طاری ہو گیا اور جب دونوں سجدوں کے مابین بیٹھتے تو اتنی دیر بیٹھتے کہ شبہ ہوتا کہ نسیان طاری ہو گیا ہے۔[1]

---

؎ باب الایجاز فی الصلوٰۃ واکمالھا ص۹۸ مسلم صلوٰۃ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

[1] مسلم اعتدال ارکان الصلوٰۃ وتخفیفھا فی تمام ص۱۸۹۔

؎ باب من اخف الصلوٰۃ عند بکاء الصبی ص۹۸ باب خروج النساء الی المساجد ص۱۲۰ مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ کلھم فی الصلوٰۃ مسند امام احمد ثالث۔

حدیث ۴۶۱

سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ مَا صَلَّيْتُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَرَاءَ اِمَامٍ قَطُّ اَخَفَّ صَلٰوةً وَّلَا اَتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

سے زیادہ مختصر اور مکمل نماز میں نے کبھی کسی امام کے پیچھے نہیں پڑھی بچے کے رونے

وَسَلَّمَ اِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ اَنْ تُفْتَنَ اُمُّهٗ ؏

کی آواز سنتے تو مختصر کر دیتے اس اندیشے سے کہ کہیں اس کی ماں فتنے میں نہ پڑ جائے۔

## تشریحات ۴۶۰، ۴۶۱

بخاری ہی میں مزید دو طریقوں سے حضرت انس والی حدیث تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ مروی ہے۔ ان کی ابتدا میں یہ ہے۔ میں نماز میں داخل ہوتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ اسے لمبی کروں کہ بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں الخ۔ اخیر میں یوں ہے۔ کیونکہ بچے کے رونے سے اس کی ماں کی سخت بے چینی کو میں جانتا ہوں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز میں مقتدی یا غیر مقتدی کی تکلیف یا ضرورت کے خیال سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ مگر ہمارے فقہاء لکھتے ہیں۔ کہ کسی آنے والے کے لئے رکوع کو لمبا کرنا ممنوع ہے جبکہ اس کی ریاست کی وجہ سے ہو۔ اور اگر اس میں اس کی ریاست کا خیال نہ ہو بلکہ نیت یہ ہو کہ وہ رکعت پالے تو کوئی حرج نہیں دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں آنے والے کی عظمت کا لحاظ کیا گیا۔ اور دوسری صورت میں اعانت علی الطاعۃ ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔ اسی طرح اگر وہ شریر ہے کہ اگر رکوع کو دراز نہ کریگا تو وہ ایذاء پہنچائے گا۔ تو بھی اپنے آپ کو ضرر سے بچانے کے لئے لمبا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اس حدیث میں بھی اعانت علی الطاعۃ ہی ہے اور مصلی سے دفع ضرر بھی۔ اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اختصار فرمایا۔

## کشمیری صاحب کا بخاری میں اضافہ

فیض الباری ص۲۳۲ ج۲ پر ہے۔ قولہ عن محمد اخشی علیہ عظیما۔ میں نے اس جملے کو بخاری میں اسی جگہ نہیں پوری بخاری میں تلاش کیا۔ کہیں نہیں ہے اور نہ شارحین نے کسی نسخے میں اس کا پتہ بتایا۔ ہوسکتا ہے کہ کشمیری صاحب کے مخصوص صندوق میں بخاری کا کوئی خاص نسخہ محفوظ ہو اس میں یہ جملہ ہو۔

عہ باب من اخف الصلوٰۃ عند بکاء الصبی ص۹۸ تین طریقے سے۔ مسلم صلوٰۃ۔ ترمذی صلوٰۃ۔

ت ۱۴۹ وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ذکر کیا جاتا ہے کہ فرمایا تم لوگ میری اقتدا کرو اور تمہارے بعد

اِئْتَمُّوْا بِيْ وَلْيَاْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ ؏

والے تمہاری اقتدا کریں۔

**تشریحات ۱۴۹** اس تعلیق کو امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ پوری حدیث یہ ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ صحابہ نماز میں پیچھے کھڑے ہوتے ہیں تو فرمایا آگے آؤ میری اقتدا کرو اور تمہارے بعد والے تمہاری اقتدا کریں۔ کچھ لوگ پیچھے ہوتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ ان کو پیچھے کر دیگا۔

**فائدہ باب** امام شعبی کا مذہب ہے کہ اگلی صف والے امام کے مقتدی ہیں اور دوسری صف والے اگلی صف والے کے۔ اسی طرح سلسلہ بسلسلہ۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ بخاری کا بھی یہی مذہب تھا اس لئے یہ باب باندھا کہ مرد امام کی اقتدا کرے اور لوگ مقتدی کی۔

اس مذہب کی بنا پر اگر امام رکوع سے سر اٹھالے اور اگلی صف کے مقتدی رکوع میں ہوں اور ان کے پیچھے کوئی انھیں رکوع میں پالے تو اسے رکعت مل گئی۔ مگر ظاہر ہے کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ یہاں دین میں پیروی کرنا مراد ہے۔ اور من بعدکم۔ سے بعد میں آنے والی نسل مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگلی صف میں کھڑے ہوکر میری نماز کو اچھی طرح ذہن نشین کرلو اور اسی کے مطابق ادا کرو تاکہ تمہیں دیکھکر بعد والی نسلیں بھی ویسے ہی نماز پڑھیں۔

امام بخاری نے جزء القرأت میں یہ لکھا ہے۔ کہ اگر کوئی امام کو رکوع میں پالے تو اسے وہ رکعت نہیں ملی صرف اقتدا صحیح ہوئی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ امام بخاری کا مسلک وہ نہیں جو امام شعبی کا ہے۔ ہوسکتا ہے امام بخاری نے حدیث کے لفظ کی رعایت سے یہ باب قائم کیا ہو۔

اس کے بعد باب کی تائید میں امام بخاری نے مرض وصال والی حدیث نقل فرمائی ہے۔ جس کے اخیر میں ہے یقتدی ابوبکر بصلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم والناس مقتدون بصلوٰۃ ابی بکر۔ ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے تھے اور لوگ ابوبکر کی اقتدا کرتے تھے۔ اسی سے باب کو مناسبت ہے۔ جمہور اس کا مطلب یہ بتاتے ہیں حضرت ابوبکر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے رکوع و سجدہ کرنے پر رکوع و سجدہ وغیرہ کرتے تھے۔ اور بقیہ حضرات حضرت ابوبکر کی تکبیر سن کر انتقالات کرتے تھے۔ جیسا کہ اسی حدیث کے دوسرے طریق میں ہے۔ وابوبکر یسمع الناس التکبیر اور ابوبکر لوگوں کو تکبیر سناتے تھے۔

ع باب الرجل یاتم بالامام ویاتم الناس بالماموم ص۹۹

ت ۱۵۰ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ سَمِعْتُ نَشِيْجَ عُمَرَ وَاَنَا فِيْ

اور عبداللہ بن شداد نے کہا میں نے حضرت عمر کے رونے کو سنا اور میں آخر صف میں تھا

اٰخِرِ الصُّفُوْفِ يَقْرَأُ اِنَّمَا اَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْ اِلَى اللّٰهِ ؏

یہ آیت کریمہ پڑھ رہے تھے۔ میں اپنے غم اور پریشانی کا شکوہ اللہ ہی سے کرتا ہوں۔

## تشریحات ۱۵۰

غایت باب۔ یہاں باب یہ ہے جب امام نماز میں روئے۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی خشیت خداوندی میں یا جنت دوزخ کے ذکر کے وقت نماز میں روئے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور اگر کسی اور وجہ سے روئے مثلاً کسی تکلیف یا مصیبت کی وجہ سے روئے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ یہ رونا ملحق بالکلام ہوگا۔ ہو سکتا ہے امام بخاری احناف کے مسلک سے کما حقہٗ واقف نہ ہوں۔ اور تعریضاً یہ باب باندھا ہو۔ لیکن ظاہر ہے کہ اگر امام بخاری کا مقصد احناف پر تعریض ہے۔ تو ان کا نشانہ خطا کر گیا۔ اس لئے کہ حضرت عمر کا رونا نہ کسی تکلیف کی وجہ سے تھا نہ کسی مصیبت کی وجہ سے۔ بلکہ خشیتِ خداوندی کی وجہ سے تھا۔ پھر ہمیں کیا مضر۔ اسی طرح اس ضمن میں جو حدیث ذکر کی ہے اس سے بھی باب کو کوئی علاقہ نہیں۔ نماز میں حضرت صدیق اکبر کے رونے کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ صرف ام المومنین نے یہ اندیشہ ظاہر کیا تھا۔ کہ وہ جب حضور کو نہیں دیکھیں گے۔ تو اپنے اوپر قابو نہ پا سکیں گے۔ رقیق القلب ہیں۔ شدت گریہ کی وجہ سے لوگوں کو سُنا نہ سکیں گے۔ جب نماز میں رونے کا ذکر نہیں تو اس سے ثبوت باب کو کیا علاقہ؟۔ پھر حضرت صدیق اکبر کا رونا کسی جسمانی یا دنیوی تکلیف کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فراق کی وجہ سے جو دینی وجہ سے ہوتا۔



ع باب اذا بکی الامام فی الصلوٰۃ ص۹۹۔

78

حدیث ۴۶۲

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ مَرَضِهٖ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ يُّصَلِّيْ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ

وسلم نے اپنی علالت میں فرمایا ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ نے کہا۔ میں نے

لَهٗ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ اِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ يُصَلِّيْ

عرض کیا کہ ابو بکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو سنا نہیں پائیں گے حضور عمر کو حکم دیں کہ نماز پڑھائیں

بِالنَّاسِ فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ

تو حضور نے فرمایا ابو بکر سے کہو وہ نماز پڑھائیں حضرت عائشہ نے کہا اب میں نے حفصہ سے کہا تم عرض کرو کہ ابو بکر

قُوْلِيْ لَهٗ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ اِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ

جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو سنا نہیں پائیں گے حضور عمر کو حکم دیں کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں

فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ اِنَّكُنَّ

حفصہ نے ایسا ہی کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بس۔ تم سب یوسف پر گھیرا ڈالنے والی ہو

لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ مَا كُنْتُ لِاُصِيْبَ مِنْكِ خَيْرًا [عه]

ابو بکر سے کہو وہ نماز پڑھائیں۔ اس پر حفصہ نے کہا تم سے کوئی بھلائی مجھے نصیب نہیں ہوئی۔

تشریح ۴۶۲

مرض وصال کی تفصیل حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مختلف طرق سے مروی ہے اور حضرت ابو بکر کی امامت پر باصرار تقرری کی تفصیل تین طریقے سے ہے۔ بطریق اسود، بطریق ہشام بن عروہ، بطریق عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ ہم نے اپنی عادت کے خلاف اس حدیث کو تینوں طریقے سے درج کیا ہے۔ اس لئے کہ جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر آئے کہ یہ حدیث حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے کی ایک بہت ہی مستحکم دستاویز ہے۔ جس طرح چند صحابی کی روایت سے حدیث کی قوت بہت بڑھ جاتی ہے اسی طرح ایک ہی صحابی سے چند تابعی کی روایت سے بھی حدیث کی قوت بہت بڑھ جاتی ہے۔ اس حدیث پر تفصیلی کلام گزر چکا ہے۔ اب مزید توضیح کی ضرورت نہیں۔

عه باب اذا بکی الامام فی الصلوٰۃ ص۱-۹۹۔

حدیث ۴۶۳ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰے عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا۔

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ ؏

تم لوگ اپنی صفوں کو سیدھی کرو ورنہ اللہ تمہارے اندر اختلاف پیدا فرمادے گا۔

حدیث ۴۶۴ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰے عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ نماز کے لئے اقامت

فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ

کہی جاچکی تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنا چہرہ انور ہماری طرف کیا اور فرمایا۔ صفیں ٹھیک کرو

وَتَرَاصُّوْا فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ ؏

اور خوب ملکر کھڑے ہو میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

## تشریحات ۴۶۳ ۴۶۴

صفوں کے بارے میں تین چیزوں کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ اول اگلی صف پوری کرلی جائے۔ دوسرے خوب مل کر کھڑے ہوں۔ تیسرے صفیں بالکل سیدھی رہیں۔ اس سلسلے میں دو باتوں کا ثبوت اس حدیث سے ہے۔ بقیہ پہلی بات پر حدیث گزر چکی کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ صف اول میں کیا ہے پھر بغیر قرعہ کے صف اول میں جگہ نہ پاتے تو لوگ قرعہ اندازی کرتے۔ ایک حدیث[1] میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم پہلی صف پر تین بار دعا فرماتے اور دوسری پر ایک بار۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل رحمت پہلے اگلی صفوں پر نازل فرماتا ہے[2] خوب مل کر کھڑے ہونے کے بارے میں فرمایا۔ مَنْ وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله۔ جو صف ملائے گا اللہ عزوجل اسے ملائے اور جو صف قطع کرے اللہ اس کا رشتہ قطع کردے[3]۔

صفوں کی درستگی کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو جتنا اہتمام تھا وہ ظاہر ہے۔ بعد میں خلفاء راشدین،

---

عہ باب تسویۃ الصفوف ص۱۰۰ مسلم صلوٰۃ۔ ابوداؤد۔ صلوٰۃ۔ ترمذی صلوٰۃ نسائی امامت مسند امام احمد رابع۔ عہ باب اقبال الامام علی الناس عند تسویۃ الصفوف ص۱۰۰ مسلم صلوٰۃ نسائی امامت۔

[1] نسائی امامت باب فضل الصف الاول علی الثانی ص۱۳۱ [2] نسائی امامت باب کیف یقوم الامام الصفوف ص۱۳۰۔

[3] نسائی امامت۔ باب من وصل صفا ص۱۳۱ ابوداؤد صلوٰۃ۔ باب تسویۃ الصفوف ص۹۷ مسند امام احمد ثانی ص۹۵۔

**حدیث ۴۶۵** عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَلَا تَخْتَلِفُوْا عَلَیْهِ فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا

حضور نے فرمایا امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ امام کے خلاف مت کرو جب وہ رکوع کرے

وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا

تو تم لوگ رکوع کرو اور سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو ربنا لک الحمد کہو ۔ اور جب سجدہ کرے تو سجدہ کرو۔

بھی اس کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کچھ لوگوں کو مقرر فرما دیا تھا۔ جب تک وہ لوگ یہ اطلاع نہیں دیدیتے کہ صفیں درست ہوگئیں۔ نماز نہیں شروع فرماتے۔ حضرت علی حضرت عثمان غنی بھی اس کا خصوصی اہتمام کرتے حضرت علی کی عادت یہ تھی کہ نام لے لے کر فرماتے اے فلاں آگے بڑھ اے فلاں پیچھے ہٹ[1]۔ مسلم شریف میں حضرت نعمان بن بشیر کی حدیث میں یہ تفصیل مذکور ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اس طرح صفوں کو سیدھا فرماتے معلوم ہوتا تھا۔ گویا ان سے تیر سیدھے فرمائیں گے۔ یہاں تک کہ حضور نے یقین فرمالیا۔ کہ ہم یہ خوب سمجھ گئے ایک دن ایسا ہوا کہ حضور باہر تشریف لائے۔ قریب تھا کہ تکبیر تحریمہ کہدیں کہ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنا سینہ آگے کئے ہوئے ہے۔ فرمایا اللہ کے بندو! صفیں سیدھی کرلو ورنہ اللہ تمہارے اندر اختلاف پیدا فرمادے گا۔

**فائدہ اراکم** بعض لوگوں نے کہا تھا کہ اس سے مراد جاننا ہے حقیقۃً دیکھنا نہیں۔ حضرت علامہ عینی نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ تاویل ہے اس کی کوئی حاجت نہیں۔ یہ اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ اور یہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل میں سے ہے۔ اسے علامہ قرطبی نے فرمایا۔ اور امام احمد اور جمہور علماء نے فرمایا۔ کہ مراد آنکھ کے دیکھنے کی طرح حقیقۃً دیکھنا ہے[2]۔

**ضروری تنبیہ** ان سب احادیث سے معلوم ہوا کہ اقامت کے بعد بھی اگر صفیں درست نہ ہوں تو جب تک صفیں درست نہ ہوں تکبیر تحریمہ میں تاخیر کی جاسکتی ہے۔ اور یہی حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کا معمول تھا۔ یہ جو جاہل عوام میں مشہور ہے کہ جب تک امام مصلے پر نہ آجائے اور صفیں درست نہ ہو جائیں تکبیر کہنے کو جائز نہیں جانتے۔ شریعت پر افتراء ہے۔

[1] عمدۃ القاری خامس ص۲۵۴۔ [2] عمدۃ القاری ص۲۵۴ خامس۔

وَاِذَا صَلّٰی جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ وَاَقِیْمُوا الصَّفَّ فِی الصَّلٰوۃِ

اور جب بیٹھ کر پڑھے تو تم سب بیٹھ کر پڑھو۔ اور صفوں کو سیدھی کرو۔ صفوں کا سیدھی کرنا

فَاِنَّ اِقَامَۃَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلٰوۃِ عہ

نماز کے حسن میں سے ہے۔

**حدیث ۴۶۶** عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صفیں

قَالَ سَوُّوْا صُفُوْفَکُمْ فَاِنَّ تَسْوِیَۃَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَۃِ الصَّلٰوۃِ عہ

سیدھی کرو اس لئے کہ صفوں کا سیدھی کرنا کما حقہ نماز کے قیام کا جز ہے۔

**حدیث ۴۶۷** عَنْ بُشَیْرِ بْنِ یَسَارِ نِ الْاَنْصَارِیِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

بشیر بن یسار انصاری سے روایت ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ

**تشریحات ۴۶۵، ۴۶۶**

حدیث اول کے مثل حضرت ام المومنین عائشہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے حدیث گزر چکی ہے۔ اجمعون۔ تک اور اس پر بقدر ضرورت کلام بھی ہو چکا ہے صرف۔ اجمعون۔ کے بعد کا حصہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اس حدیث میں زائد ہے،

**مطابقت باب**

امام بخاری نے یہاں یہ عنوان قائم کیا ہے۔ صف سیدھی کرنی نماز کے اتمام میں سے ہے۔ دو حدیثیں لائے ہیں دونوں میں تمامیت کا کوئی ذکر نہیں۔ امام بخاری کے ابواب کے دقائق کو سمجھنا کارے دارد حضرت انس کی حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تسویت صف، اقامت صلوۃ کا جز ہے۔ اس لئے کہ من تبعیضیہ کا یہی مدلول ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر صف سیدھی نہ ہو تو نماز ہی نہ ہوگی۔ اس شبہ کے ازالے کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ افادہ یہ فرمایا کہ مراد کمال نماز سے ہونا ہے۔ اس کی دلیل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث پہلے پیش کیا جس میں من حسن الصلوۃ ہے حسن شی کا جز نہیں ہوتا کمال ہوتا ہے۔ ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔ اس لئے معلوم ہو گیا کہ حضرت انس والی حدیث میں، من اقامۃ الصلوۃ۔ سے مراد کمال اقامت ہے یعنی کما حقہ اقامت صلوۃ کا ایک جز تسویت صفوف بھی ہے۔

**تشریحات ۴۶۷**

تسویت صفوف کا حکم یہاں باب یہ ہے۔ جس نے صف پوری نہیں کی اسکا گناہ۔ مطابقت یوں ہے کہ حضرت انس نے اسے منکر جانا۔ اس لئے یہ گناہ ہے۔ ابن حزم ظاہری

عہ باب اقامۃ الصف من تمام الصلوٰۃ صنہ باب ایجاب التکبیر وافتتاح الصلوٰۃ صنہ مسلم صلوٰۃ۔

عہ باب اقامۃ الصف من تمام الصلوٰۃ صنہ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد صلوٰۃ۔ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

اَنَّہٗ قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ فَقِیْلَ لَہٗ مَا اَنْکَرْتَ مِنَّا مُنْذُ یَوْمٍ عَہِدْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ

تشریف لائے تو ان سے پوچھا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے خلاف ہم میں کون کون سی بات

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَنْکَرْتُ شَیْئًا اِلَّا اَنَّکُمْ لَا تُقِیْمُوْنَ الصُّفُوْفَ

آپ نے دیکھی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ میں نے سوائے اس کے کہ تم لوگ صفیں سیدھی نہیں رکھتے اور

قَالَ عُقْبَۃُ بْنُ عُبَیْدٍ عَنْ بُشَیْرِ بْنِ یَسَارٍ قَدِمَ عَلَیْنَا اَنَسٌ الْمَدِیْنَۃَ ؏

کوئی بات خلاف نہیں دیکھی۔ اور عقبہ بن عبید نے بشیر بن یسار سے یوں روایت کیا کہ حضرت انس مدینے ہمارے یہاں آئے۔

نے کہا کہ صفوں کو سیدھی کرنا نماز کا جز ہے۔ اس لئے اگر صف سیدھی نہ ہو تو نماز باطل ہوگی۔ غیر مقلدین کے یہ امام بھی عجیب وغریب بزرگ ہیں۔ اسکا ظاہر مطلب یہ ہوا کہ اگر پوری صف میں ایک شخص آگے یا پیچھے ہوگیا تو اس صف کے تمام مقتدیوں کی نماز فاسد ہوگی۔ حالانکہ جرم صرف ایک کا ہے۔

یہ قول جمہور کے مذہب ہی کے نہیں احادیث کے بھی خلاف ہے۔ اسی حدیث سے ثابت کہ لوگ اس وقت صفیں ٹیڑھی رکھتے مگر حضرت انس یا کسی صاحب نے نماز کے اعادے کا حکم نہیں دیا۔ نیز اس کے پہلے والی حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں۔ من حسن الصلوٰۃ۔ آیا ہے یعنی جن چیزوں سے نماز میں حسن آتا ہے ان میں ایک یہ بھی ہے۔ اسباب حسن میں سے ایک ہی نہیں سرے سے حسن ہی مفقود ہو تو کیا شی معدوم ہو جاتی ہے۔ کیا بدصورت انسان، انسان نہیں۔ جمہور اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک صف سیدھی رکھنی سنت موکدہ ہے۔ اور ترک سنت موکدہ بھی منکر اور موجب اثم ہوتا ہے۔

**ایک تطبیق** بخاری ہی میں حضرت انس ہی سے دو اور باتیں منقول ہیں۔ پہلی صـ۷۸ پر باب وقت العصر میں ہے۔ کہ حضرت امامہ کہتے ہیں کہ ہم ظہر کی نماز پڑھکر حضرت انس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون سی نماز ہے۔ فرمایا۔ عصر کی۔ ہم لوگ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے زمانے میں اسی وقت عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس وقت مدینہ طیبہ کے حاکم حضرت عمر بن عبدالعزیز تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو یہ ناگوار ہوا کہ ظہر کی نماز اتنی تاخیر سے پڑھی جائے کہ عصر کے وقت سے متصل ہو جائے۔

دوسری صـ۷۶ پر باب تضییع الصلوٰۃ عن وقتہا۔ میں ہے کہ امام زہری کہتے ہیں۔ کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دمشق میں تشریف لائے۔ میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا رو رہے ہیں۔ میں نے سبب پوچھا تو فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک کی چیزوں میں صرف نماز رہ گئی تھی۔ اب وہ بھی ضائع کر دی گئی۔ یعنی وقت نکلنے کے بعد پڑھی جانے لگی۔

ع باب اثم من لم یتم الصفوف صـ۱۰۰۔

ت ۱۵۱ وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيْرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنَّا

اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰے عنہما نے فرمایا میں نے دیکھا کہ ہم میں سے ہر شخص اپنا

يُلْزِقُ كَعْبَهٗ بِكَعْبِ صَاحِبِهٖ ع

ٹخنہ اپنے برابر والے کے ٹخنے سے ملا دیتا تھا۔

حدیث ۴۶۸ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ

حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ نے نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا۔ اپنی صفیں

فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ وَرَاءَ ظَهْرِيْ وَكَانَ اَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَ

سیدھی کرو میں تم کو اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں اور ہم میں سے ہر ایک اپنے مونڈھے کو اپنے برابر والے کے مونڈھے

قَدَمَهٗ بِقَدَمِهٖ ع

سے اور اپنے قدم اس کے قدم سے ملائے رکھتا۔

اور ایک اس حدیث میں ہے۔ بظاہر ان تینوں میں تعارض ہے۔ مگر حقیقت میں نہیں۔ بصرہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بسایا تھا۔ حضرت انس بصرہ میں آکر بس گئے تھے۔ یہ مختلف اوقات میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ ایک بار حاضر ہوئے۔ تو صرف یہ خرابی دیکھی کہ صفیں ٹیڑھی رہتی ہیں۔ پھر کبھی آئے تو دیکھا کہ نماز دیر کر کے پڑھی جاتی ہے۔ اگرچہ وقت ہی میں پڑھی جاتی ہے۔ یہ دونوں باتیں خاص مدینہ طیبہ کی ہیں۔

اور ص۱۰۶ پر جو مذکور ہے۔ وہ بصرہ اور دمشق کی بات ہے جبکہ بصرے میں حجاج حاکم تھا۔ اور پورے ملک کا فرما نروا ولید بن عبد الملک تھا۔ اس میں یہ ہے۔ وھذہ الصلوۃ قد ضیعت۔ اور اسی باب کی پہلی حدیث یہ ہے کہ فرمایا حضور کے عہد مبارک کی کوئی بات نہیں دیکھتا لوگوں نے عرض کیا نماز تو ہے فرمایا الیس صنعتم فیھا ما صنعتم۔ اس میں تم نے کیا کیا کر لیا ہے۔ مہلب نے کہا کہ اس سے مراد وقت مستحب گزار کر پڑھنا ہے۔ مگر علامہ عینی کی تحقیق یہ ہے کہ وقت گزار کر پڑھنا مراد ہے۔ اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔ اس لئے کہ حضرت انس نے مطلقاً فرمایا کہ عہد مبارک کی کوئی بات میں نہیں دیکھتا۔ یہ ارشاد خاص بصرے اور دمشق کے لئے ہے اور حجاج اور ولید کے لئے۔ یا ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی امارت سے پہلے مدینے کا بھی یہی حال رہا ہو۔ بہر صورت یہ مختلف ارشادات مختلف اوقات کے اعتبار سے ہیں۔ یا تیسرا خاص دمشق اور بصرے کے لئے ہے۔ اس مسئلے پر غور کرتے وقت یہ ذہن میں رہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز ۸۳ھ سے نہایت ۹۳ھ مدینہ طیبہ کے والی رہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ کا وصال بر بنائے مشہور ۹۳ھ میں ہو گیا تھا۔ نیز یہ بھی ملحوظ رکھیں

ع ع باب الزاق المنكب بالمنكب والقدم بالقدم فى الصف ص۱

کہ حجاج ۷۳ھ اور ۷۴ھ میں حرمین اور طائف کا والی بنایا گیا۔ اور ۷۵ھ میں کوفے اور بصرے کا۔

**تشریحات ۱۵۱، ۴۶۸**

تعلیق مذکور کو امام ابو داؤد[1] نے اپنی سنن میں یوں روایت کیا ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے لوگوں کی جانب روئے انور فرمایا۔ اور تین بار ارشاد فرمایا۔ اپنی صفیں سیدھی کرو۔ اپنی صفیں سیدھی کرو۔ ورنہ بخدا اللہ عزوجل تمہارے درمیان اختلاف پیدا فرمادے گا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ہر شخص اپنا مونڈھا اپنے برابر والے کے مونڈھے سے اور اپنا قدم اس کے قدم سے ملائے رکھتا۔

**کعبہ بکعب صاحبہ** غیر مقلدین اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ ہر نمازی اپنے پاؤں کے ٹخنے اپنے برابر والے کے ٹخنوں سے چپکا کر کھڑا ہو۔ اسی وجہ سے یہ نماز میں ٹانگوں کو اس طرح پھیلا کر کھڑے ہوتے ہیں۔ کہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے کے لئے نہیں بلکہ کشتی لڑنے کے لئے کھڑے ہیں۔ اسی لئے جیسے پہلوان کشتی سے پہلے سینہ پر دونوں ہاتھ باندھتے ہیں یہ بھی سینے پر ہی باندھتے ہیں۔ حالانکہ ان کا یہ عمل پوری امت کے تعامل کے خلاف ہے۔ پوری امت نے، الزاق منکب بمنکب وکعب بکعب کے معنی یہ مراد لئے ہیں کہ خوب مل کر کھڑے ہوں اور یہ اتصال صفوف میں مبالغہ پر محمول ہے انسان کے جسم کی ساخت ایسی ہے کہ مونڈھوں سے مونڈھے اچھی طرح ملانے کے بعد بھی ٹخنوں سے ٹخنے ملانے میں کافی تکلف ومشقت اٹھانی پڑے گی۔ اور کھڑے ہونے کی ہیئت بھی انتہائی بھونڈی ہو جائے گی۔ تکلف اور مشقت کیوجہ سے خشوع وخضوع میں بھی خلل واقع ہوگا۔ کسی حدیث میں یہ نہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے قدم کو قدم سے ملانے کا حکم دیا ہو۔ اور اس حدیث میں جو ہے یہ اصل میں راوی نے اتصال کا جو منظر دیکھا تھا اس کو مبالغے کے ساتھ بیان کیا۔ اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنا دونوں قدم ملائے ہوئے نماز پڑھ رہا ہے۔ تو فرمایا اس نے سنت چھوڑ دیا ہے۔ اگر یہ مراوحہ کرتا تو مجھے اچھا لگتا۔ یعنی دونوں پاؤں کے درمیان کچھ فاصلہ رکھتا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ نماز میں ایسی ہیئت رکھنی چاہئے۔ جس میں تکلف اور مشقت نہ ہو۔ ہمارے فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ دونوں قدموں کے مابین تین یا چار انگل کا فاصلہ رکھے۔

علاوہ ازیں بار کبھی اتصال مجازی بمعنی قرب مکانی کے بھی آتا ہے۔ جیسے مرت بزید۔ میں ہے اس تقدیر پر اتصال کا مطلب یہ ہوتا ہے اتنا قریب ہوا جسے عرف میں اتصال کہہ سکیں۔ بالکل چپکنا مراد نہیں ہوتا ہے۔ تو اب الزاق کعب بکعب کا مطلب ہوا کہ ایک ٹخنے دوسرے سے اتنے قریب ہوتے جو نمازی کے حال کے مناسب ہے۔ جسے عرف میں اتصال کہہ سکیں۔

یہاں یہ خاص بات قابل لحاظ ہے کہ تعامل سلف ایسی اہم چیز ہے کہ اس سے قطع نظر نہیں کیا جا سکتا۔ امام ترمذی بقول غیر مقلدین کے اہل حدیث ہیں۔ ان کی کتاب اٹھا کے دیکھو کتنی جگہ فرمایا۔ حدیث صحیح حسن ہے مگر عمل اس پر نہیں۔

---

[1] صلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف ص۹۷

ت ۱۵۲ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَاْسَ اَنْ تُصَلِّیَ وَبَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ نَهْرٌ ؏

اور امام حسن بصری نے فرمایا اس طرح نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں کہ امام اور مقتدی یا دو صفوں کے درمیان (چھوٹی) نہر ہو۔

ت ۱۵۳ وَقَالَ اَبُوْ مِجْلَزٍ یَاْتَمُّ بِالْاِمَامِ وَاِنْ كَانَ بَیْنَهُمَا طَرِیْقٌ اَوْ جِدَارٌ

ابو مجلز نے کہا امام اور قوم کے درمیان راستہ یا دیوار ہو جب بھی اقتدار کرے۔ جب کہ امام

اِذَا سَمِعَ تَكْبِیْرَ الْاِمَامِ ؏

کی تکبیر سنے۔

کتنی جگہ فرمایا۔ یہ حدیث ضعیف ہے مگر اس پر عمل ہے۔

اسی طرح یہاں تعامل امت اس پر ہے کہ وہ مونڈھوں کو مونڈھوں سے خوب ملا کر کھڑے ہوتے ہیں مگر قدم کو قدم سے بالکل چپکاتے نہیں۔ بلا تکلف فطری ہیئتوں پر قدموں میں جتنا فاصلہ ہونا چاہئے اتنا رکھتے ہیں۔

**تشریح ۱۵۲، ۱۵۳** ابو مجلز کے اثر کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ امام حسن بصری سے بعض روایتوں میں نہر صغیر بھی مروی ہے۔ ان دونوں اثر کا مطلب یہ ہوا کہ اگر امام اور مصلی یا دو صفوں کے مابین دریا دیوار یا راستہ حائل ہو تو اقتدار صحیح ہے۔ ہمارے یہاں یہ ضروری ہے کہ راستہ بہت مختصر ہو۔ جس میں بیل گاڑی بھی نہ جا سکے۔ اسی طرح نہر اتنی چھوٹی ہو کہ اس میں کشتی نہ چل سکے تو درست ہے۔ ورنہ اگر صفیں متصل نہیں اور بیچ میں اتنا چوڑا راستہ ہے جس میں بیل گاڑی چل سکتی ہے۔ تین صفیں قائم ہو سکتی ہیں۔ تو اقتدار درست نہیں۔ اسی طرح اگر دیوار حائل ہو اور صفیں متصل ہیں اور امام کا حال مشتبہ نہیں ہوتا تو صحیح ہے ورنہ نہیں ان دونوں تعلیق کا محمل یہی ہے یہ حکم میدان یا مسجد کبیر کا ہے۔ رہ گئی مسجد صغیر تو اس میں امام اور مقتدی کے درمیان کتنا ہی فاصلہ ہو اقتدار درست ہے جبکہ امام کا حال معلوم ہوتا ہو۔

؏ باب اذا کان بین الامام والقوم حائط او سترۃ صلا۔

حدیث ۴۶۹

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ تعالےٰ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فِيْ حُجْرَتِهٖ وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيْرٌ

علیہ وسلم رات میں اپنے حجرے میں نماز پڑھا کرتے تھے اور حجرے کی دیوار چھوٹی تھی۔

فَرَأَى النَّاسُ شَخْصَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ أُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ

لوگوں نے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دیکھا۔ تو کھڑے ہو گئے اور حضور کی اقتدار میں

بِصَلٰوتِهٖ فَأَصْبَحُوْا فَتَحَدَّثُوْا بِذٰلِكَ فَقَامَ اللَّيْلَةَ الثَّانِيَةَ فَقَامَ مَعَهٗ

نماز پڑھنے لگے جب صبح ہوئی تو اس کو خوب بیان کیا۔ دوسری رات بھی حضور نے قیام کیا۔ تو کچھ لوگ

أُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوتِهٖ صَنَعُوْا ذٰلِكَ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلٰثًا حَتّٰى إِذَا كَانَ بَعْدَ

کھڑے ہو گئے اور حضور کی اقتدار میں نماز پڑھنے لگے۔ دو تین رات لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد رسول

ذٰلِكَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَخْرُجْ فَلَمَّا

اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بیٹھے رہے اور باہر نہیں نکلے۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں نے

أَصْبَحَ ذَكَرَ ذٰلِكَ النَّاسُ فَقَالَ إِنِّيْ خَشِيْتُ أَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلٰوةُ اللَّيْلِ ؏

حضور سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا۔ میں نے اندیشہ کیا کہیں رات کی نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے۔

حدیث ۴۷۰

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ایک

وَسَلَّمَ كَانَ لَهٗ حَصِيْرٌ يَبْسُطُهٗ بِالنَّهَارِ وَيَحْتَجِرُهٗ بِاللَّيْلِ فَثَابَ إِلَيْهِ نَاسٌ فَصَفُّوْا وَرَاءَهٗ ؏

چٹائی تھی۔ جسے دن میں بچھاتے اور رات میں اسی کا حجرہ بنا لیتے تو حضور کے پاس لوگ جمع ہو گئے اور حضور کے پیچھے صف لگائی

ع باب إِذَا كَانَ بَيْنَ الْإِمَامِ وَالْقَوْمِ حَائِطٌ أَوْ سُتْرَةٌ ص۱۰۱ التهجد۔ باب تحريض النبي صلى الله تعالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ على قيام الليل ص۱۵۲ ثانی اللباس باب الجلوس على الحصير ونحوه ص۸۷ ابوداؤد صلوٰة

ع باب صلوة الليل ص۱۰۱ ثانی اللباس باب الجلوس على الحصير ونحوه ص۸۷ مسلم صلوٰة ترمذی صلوٰة۔ نسائی صلوٰة۔ ابن ماجه صلوٰة۔

حدیث ۴۷۱

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالے عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّخَذَ حُجْرَةً قَالَ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ مِنْ حَصِيْرٍ فِيْ رَمَضَانَ

علیہ وسلم نے ایک حجرہ بنایا۔ میں نے گمان کیا۔ کہ چٹائی کا۔ رمضان میں اس حجرے میں

فَصَلّٰى فِيْهَا لَيَالِيَ فَصَلّٰى بِصَلٰوتِهٖ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا عَلِمَ بِهِمْ جَعَلَ يَقْعُدُ

چند راتیں نمازیں پڑھیں پھر حضور کی اقتداء میں کچھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی جب حضور کو علم ہوا تو حضور بیٹھے رہنے لگے

فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ قَدْ عَرَفْتُ الَّذِيْ رَاَيْتُ مِنْ صَنِيْعِكُمْ فَصَلُّوْا اَيُّهَا النَّاسُ

پھر ایک دن ان لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ تم لوگوں نے جو کچھ کیا میں نے جانا۔ اے لوگو! اپنے گھروں

فِيْ بُيُوْتِكُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلٰوةِ صَلٰوةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ ؏

میں نماز پڑھو۔ گھر میں نماز افضل ہے۔ سوائے فرض کے۔

## تشریحات ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱

پہلی حدیث میں یہاں یہ مذکور نہیں۔ کہ یہ واقعہ کب ہوا۔ مگر تہجد، میں تصریح ہے کہ یہ رمضان میں ہوا تھا۔ دوسری حدیث جو کتاب اللباس میں ہے۔ اس میں یہ زائد ہے۔ جب لوگ زیادہ ہو گئے تو لوگوں کی طرف روئے انور کر کے فرمایا۔ اے لوگو! اتنا ہی عمل اختیار کرو جس کی طاقت رکھو۔ اللہ عزوجل ہرگز نہیں تھکے گا تم البتہ تھک جاؤ گے۔ اور اللہ عزوجل کو وہ عمل زیادہ پسند ہے جو ہمیشہ ہو۔ اگرچہ تھوڑا ہو۔ تیسری حدیث کے الفاظ کتاب الاعتصام میں یہ ہیں۔ ایک رات لوگ جمع ہو گئے اور آواز نہیں سنی تو کچھ لوگوں نے گمان کیا کہ حضور سو گئے ہیں۔ کھنکھارنے لگے تاکہ حضور باہر تشریف لائیں۔ کتاب الادب میں یہ ہے کہ ایک رات لوگ حاضر ہوئے دیر ہو گئی۔ اور حضور باہر نہیں تشریف لائے تو کچھ لوگوں نے اپنی آوازیں بلند کیں اور دروازے پر کنکریاں ماریں تو حضور غضبناک حالت میں باہر تشریف لائے اور فرمایا مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں تم پر فرض نہ کر دی جائے اگر فرض کر دی جاتی تو اسے ادا نہ کر پاتے۔

## یہ نماز کون تھی

یہ نماز، نماز تراویح تھی۔ جسے حضور نے زیادہ سے زیادہ تین دن باجماعت پڑھا۔ کتنی، رکعتیں پڑھیں یہ کسی حدیث میں مذکور نہیں۔ مگر بیہقی میں حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں بیس رکعت پڑھی جاتی تھی اور یہی حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہما کے بھی عہد مبارک میں ہوتا تھا۔[1]

ع باب صلوۃ اللیل ص۱۵۴ ثانی الادب باب مایجوز من الغضب والشدۃ لامر اللہ ص۹۰۳ الاعتصام باب مایکرہ من کثرۃ السوال ص۱۰۸۲ مسلم ابوداؤد ترمذی۔ [1] عمدۃ القاری خامس ص

**فی حجرتہ** بعد کی روایتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مسجد اقدس میں چٹائی سے گھیر کر حجرہ بنا لیا تھا۔ اور یہی صحیح ہے۔ جیسا کہ کتاب اللباس میں ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے یہ تفصیل مذکور ہے۔ کہ رات میں چٹائی سے حجرہ بنا لیتے تھے۔ اور باب التہجد میں حضرت عروہ کی روایت میں فی المسجد، کی تصریح ہے۔ اس لئے کہ اسی حدیث میں ہے۔ کہ حضور نظر آرہے تھے۔ حجرہ مبارکہ سے نظر آنے کا سوال ہی نہیں۔ اس لئے کہ اگر حجرے سے مراد وہ حصہ ہے جس پر چھت تھی تو بالکل قطعی ہے کہ نظر نہیں آسکتے اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ حجرہ مبارکہ میں جانب غرب آنگن تھا۔ وہاں یہ نماز پڑھی۔ وہاں سے نظر آئے تو یہ بعید ہے کہ آنگن کی دیوار اتنی چھوٹی رہی ہو کہ کھڑے ہونے پر باہر سے دکھائی دے کیونکہ پھر دیوار کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ قطعی ہے کہ صحابہ کرام مسجد میں تھے۔ اب اگر یہ مان لیا جائے کہ حضور حجرہ عائشہ میں تھے۔ تو اقتدار کیسے درست ہوئی۔ حضور کے پیچھے صحابہ کرام نہ ہوئے بلکہ داہنی طرف۔ رہ گئی ابو نعیم کی وہ روایت جس میں یہ ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ازواج کے حجروں میں سے کسی حجرے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ غالباً روایت بالمعنی کا ثمرہ ہے۔ ترجیح صحاح کی روایت کو ہوگی۔ ابو داؤد[1] میں ہے کہ ام المومنین نے فرمایا۔ میں نے یہ حجرہ اپنے گھر کے دروازے پر بنایا تھا تعد دواقعہ پر محمول کرنا بُعد سے خالی نہیں اس لئے کہ جب حضور نے ایک بار منع فرمادیا۔ تو پھر صحابہ کرام نے کیسے اس کی جرأت کی۔ یہ قول کہ دوبارہ پہلی جماعت کے علاوہ دوسرے لوگ رہے ہوں گے۔ البعد ہے۔ فتحدثوا۔ ہوسکتا ہے کہ حضور نے خود بیان فرمایا ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دوسرے حضرات نے بیان کیا ہو جیسا کہ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بیان کیا تھا۔

**افضل الصلوٰۃ** یعنی نفل نماز گھر میں پڑھنا بہ نسبت مسجد کے افضل ہے۔ حتی کہ ابو داؤد[2] میں حضرت زید والی حدیث میں بطریق احمد بن صالح یہ ہے کہ فرائض چھوڑ کر میری اس مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل گھر میں نماز پڑھنا ہے۔ اس لئے کہ نوافل میں اخفاء اور ستر زیادہ اچھا ہے تاکہ ریا و نمود کو دخل نہ ہو۔ نیز یہ کہ اس سے گھروں میں نزول رحمت و برکت ہوگی۔ شیطان کا اثر دور ہوگا۔ لیکن آج کل مساجد ہی میں نوافل کا عام رواج ہوگیا ہے اگر کوئی مسجد میں نفل نہ پڑھے تو عوام اسے متہم کردیں گے اس لئے عوام کو بدگمانی سے بچانے کے لئے مسجد ہی میں پڑھنا ایک حد تک ضروری ہے۔

**کچھ نوافل کا استثناء** اس حکم عام سے کچھ نوافل مستثنیٰ ہیں۔ تحیۃ المسجد۔ نماز قبل احرام۔ جبکہ میقات کے قریب مسجد ہو۔ استسقاء۔ کسوف۔ اسی طرح تراویح بھی۔

**ایک شبہے کا ازالہ** احناف کے یہاں تداعی کے ساتھ نفل مکروہ ہے۔ تداعی کا مطلب یہ ہے کہ امام کے علاوہ تین مقتدی ہوں۔ اور حضور نے پڑھا۔ جواب یہ ہے کہ یہ نماز تراویح تھی۔ اور تراویح اسی

---

[1] اول باب قیام شہر رمضان ص۱۹۵ فتح الباری ثانی ص۱۷۸ [2] ابوداؤد باب الرجل یتطوع فی بیتہ ص۱۷۹۔

**حدیث ۴۷۲** عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہما نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ فِی الصَّلٰوةِ رَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی تَکُوْنَا حَذْوَ

تعالے علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں

مَنْکِبَیْهِ وَکَانَ یَفْعَلُ ذٰلِكَ حِیْنَ یُکَبِّرُ لِلرُّکُوْعِ وَیَفْعَلُ ذٰلِكَ اِذَا رَفَعَ

کے مقابلے تک اٹھاتے۔ اور جب رکوع سے اٹھتے تو بھی ایسا ہی کرتے۔ اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے اور

رَاْسَهٗ مِنَ الرُّکُوْعِ وَیَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ وَلَا یَفْعَلُ ذٰلِكَ فِی السُّجُوْدِ[عه]

سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو بھی ایسا ہی کرتے تھے اور سجدے میں ایسا نہیں کرتے تھے۔

حدیث کی وجہ سے باجماعت مسنون ہے۔

**کشمیری صاحب پر تعقب** کشمیری صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ دونوں دو واقعے ہیں اسلئے کہ جدار الحجرہ سے چٹائی کی دیوار مراد لینا انکے نزدیک بہت بڑا مجاز ہے شاید حضرت کے نزدیک دیوار کیلئے مٹی پتھر اینٹ کا ہونا ضروری ہے ہم ثابت کرآئے کہ یہ سب ایک ہی واقعے کا بیان ہے۔

**انوار الباری پر تعقب** اس سلسلے میں انوار الباری میں ہے ــ ان کے پاس بھی روایتیں ہیں۔ اگلے باب میں ۲ــ۳ حدیث بعد بخاری میں بھی ہے ــ اب جس کا جی چاہے بخاری اٹھا کر دیکھلے اس مضمون کی حدیث اگلے باب میں ۲ــ۳ حدیث کے بعد کون سی حدیث ہے؟۔ دو حدیثیں ہیں۔ مگر دونوں ام المومنین سے متصل ہیں۔ ایک اسی باب میں دوسری حضرت زید بن ثابتؓ والی حدیث باب صلوٰۃ اللیل۔ دوتین حدیث کے بعد حضرت انسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث انما جعل الامام لیوتم بہ ہے کہ مذکورہ بالا حدیث۔

**تنبیہ** باب صلوٰۃ اللیل ــ یہاں صرف مستملی کی روایت میں ہے۔ بقیہ روایتوں میں نہیں۔ یہاں اس باب کا کوئی موقعہ بھی نہیں۔ اس لئے کہ بیان چل رہا تھا صفوں سے متعلق اور اس کے بعد صفۃ الصلوٰۃ ہے ــ نیز کتاب الصلوٰۃ کے اخیر میں یہ باب ہے بھی تو اس کی توجیہ وہی صحیح ہے جو علامہ ابن حجر نے فرمائی ہے کہ اس کے پہلے والی حضرت ام المومنین کی حدیث کا اخیر حصہ ــ صلوٰۃ اللیل تھا۔ غالباً لکھنے میں سہواً یہ جملہ مکرر ہو گیا تو راوی نے سمجھا کہ یہ عنوان باب ہے ــ لفظ باب لکھنے سے رہ گیا ہے۔ تو اس نے اسے باب صلوٰۃ اللیل کر دیا۔

**تشریحات ۴۷۳ ــ ۴۷۴** تحریمہ کے وقت کہاں تک ہاتھ اٹھائے ــ ہمارے اور شوافع کے مابین نماز کے سلسلے میں کثیر اختلافات ہیں، ان میں سے دو اختلاف کی بنیاد مذکورہ بالا احادیث ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کانوں کی لو تک

---

عه رفع الیدین اذا کبر واذا رکع واذا رفع ص۱۰۲ باب رفع الیدین فی التکبیرۃ الاولی ص۱۰۲ باب الی این یرفع یدیہ ص۱۰۲ مسلم صلوۃ ابوداؤد صلوۃ، ترمذی صلوۃ، نسائی صلوۃ، ابن ماجہ صلوۃ۔

حدیث ۴۷۳ عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ اَنَّہٗ رَاٰی مَالِکَ بْنَ الْحُوَیْرِثِ اِذَا صَلّٰی کَبَّرَ وَ

ابو قلابہ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ

رَفَعَ یَدَیْہِ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّرْکَعَ رَفَعَ یَدَیْہِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ

جب وہ تکبیر تحریمہ کہتے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب رکوع کرنا چاہتے تو اٹھاتے اور جب رکوع

رَفَعَ یَدَیْہِ وَحَدَّثَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَنَعَ ھٰکَذَا ۱؎

سے سر اٹھاتے تو اٹھاتے، اور بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔

حدیث ۴۷۴ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ کَانَ اِذَا دَخَلَ فِی الصَّلٰوۃِ کَبَّرَ وَرَفَعَ یَدَیْہِ وَاِذَا

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب نماز میں داخل ہونا چاہتے تو تکبیر پڑھتے

رَکَعَ رَفَعَ یَدَیْہِ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَفَعَ یَدَیْہِ وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّکْعَتَیْنِ

اور ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب رکوع کرتے تو اٹھاتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ پڑھتے تو اٹھاتے اور جب

رَفَعَ یَدَیْہِ وَرَفَعَ ذٰلِکَ ابْنُ عُمَرَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَوَاہُ حَمَّادٌ

دو رکعتوں سے اٹھتے تو اٹھاتے، ابن عمر نے اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچایا۔ اسے حماد

بْنُ سَلَمَۃَ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۲؎

بن سلمہ نے عن ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت کیا۔

اٹھایا جائے یا صرف مونڈھوں تک۔ امام شافعی، امام احمد کا قول یہ ہے کہ مونڈھوں تک اٹھائے، امام مالک کا اصح قول یہی ہے[1] حضرات شوافع وغیرہ کی دلیل حدیث ۴۷۲ ہے۔

ہمارا مذہب یہ ہے کہ کانوں تک اٹھائے اس طرح کہ انگوٹھے کانوں کی لو تک پہنچ جائیں ہماری دلیل یہ احادیث ہیں۔

اول امام مسلم[2] نے حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ــــــ

[1] عمدۃ القاری خامس ص۲۷۳۔ [2] باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین ص۱۶۸۔

۱؎ الاذان باب رفع الیدین اذا کبر ص۱۰۲ مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ۔

۲؎ الاذان باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین ص۱۰۲ ابوداؤد۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے کہ کانوں کے برابر ہو جاتے۔ ایک روایت یہ ہے کہ کانوں کی فروع کے برابر ہو جاتے۔

ثانی: اسی کے مثل دار قطنیؒ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

ثالث: امام طحاویؒ نے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے کہ حضور کے انگوٹھے کانوں کی لو کے قریب ہو جاتے۔

**تطبیق**: امام ابو جعفر طحاوی نے ان دو متضاد احادیث میں تطبیق یہ دی کہ جب سردی کی وجہ سے گرم لباس اور چادر اوڑھے رہتے تو کاندھوں تک اٹھاتے ورنہ کانوں تک اس لئے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ تکبیر کے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھاتے تھے۔ اور جب دوبارہ حاضر ہوا تو دیکھا کہ لوگ اپنے سینوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں اور وہ گرم کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور کمبل اوڑھے ہوئے ہیں[1]

تحقیق یہ ہے کہ اس سلسلے میں روایتیں تین طرح آئی ہیں، مونڈھوں تک، کانوں کی لو تک کانوں کے اوپر تک، ہاتھ ہتھیلی سے لے کر انگلیوں کے سرے تک ہے۔ آپ جب ہاتھوں کو اتنا اٹھائیں کہ انگوٹھے کے سرے کانوں کی لو تک پہنچ جائیں۔ تو ہتھیلیوں کی جڑیں مونڈھوں تک رہیں گی۔ اور بقیہ انگلیاں کانوں کے اوپر تک۔ اس لئے ان تمام احادیث کا ماحصل ایک ہوا۔ اس کی دلیل حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث ہے جسے ابوداؤدؒ نے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ وہ مونڈھوں کی سیدھ میں ہو گئے۔ اور انگوٹھے کانوں کے، پھر تکبیر کہی۔

**رفع یدین** دوسرا اختلاف یہ ہے کہ رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ ہی کے وقت مشروع ہے یا دوسرے مواقع پر بھی۔ امام شافعی، امام احمد وغیرہ یہ فرماتے ہیں کہ رکوع میں جاتے ہوئے رکوع سے اٹھتے ہوئے اور سجدے میں جاتے وقت بھی رفع یدین مسنون ہے۔ ان کی دلیل یہ مذکورہ بالا احادیث اور اس کے مثل اور دوسری احادیث ہیں۔

---

[1] عمدۃ القاری خامس ص۲۷۴۔ [2] شرح معانی الآثار باب رفع الیدین فی افتتاح الصلوٰۃ ص۹۶۔ [3] اول صلوٰۃ باب رفع الیدین ص۱۰۵۔ [4] اول، صلوٰۃ باب رفع الیدین ص۱۰۵۔

ہمارا مذہب یہ ہے کہ رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہے اس کے بعد نہیں، امام مالک کا مذہب معتمد یہی ہے۔ ہماری دلیل یہ احادیث ہیں۔

اول۔ امام ابوداؤد[1]، امام ترمذی[2]، امام نسائی[3] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا۔ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھا دوں؟ انھوں نے نماز پڑھی اور ہاتھ صرف ایک بار اٹھایا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا اور فرمایا۔ صحابہ اور تابعین میں سے متعدد حضرات کا یہی قول ہے۔

ثانی:۔ امام ابو جعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار[4] میں تین طریقوں سے اور ابوداؤد[5] نے اپنی سنن میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز شروع کرنے کے لئے تکبیر کہتے تو ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے قریب ہو جاتے پھر دوبارہ ایسا نہیں کرتے۔

ثالث:۔ طبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاتھ صرف سات جگہ اٹھائے جائیں۔ نماز شروع کرتے وقت، اور قبلہ کے سامنے ہونے کے وقت اور صفا و مروہ پر، عرفات اور جمع (مزدلفہ) میں، مقامین میں اور جمرتین کے قریب۔ اسے امام بخاری نے رسالہ رفع یدین میں حضرت ابن عمر سے بھی مرفوعاً روایت کیا۔

رابع:۔ امام بیہقی نے خلافیات[6] میں حضرت عبادہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اول نماز میں ہاتھوں کو اٹھاتے پھر کہیں نہیں اٹھاتے۔ یہاں تک کہ فارغ ہو جاتے۔

خامس:۔ امام مسلم[7] اپنی صحیح میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے۔ اور فرمایا کیا بات ہے کہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنے ہاتھوں کو یوں اٹھاتے ہو گویا وہ چنچل گھوڑوں کی دم ہیں۔ نماز میں سکون کے ساتھ رہو۔

اور بار بار ہاتھ اٹھانا بداہتہً سکون کے منافی ہے اور چنچل گھوڑوں کے دم اٹھانے اور گرانے کے مثل ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں سکون کا حکم دیا۔ تو اس حدیث سے قطعی طور پر ثابت کہ بار بار رفع یدین ممنوع ہے۔

---

[1] اول صلوٰۃ باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع ص۱۰۹۔ [2] اول صلوٰۃ باب رفع الیدین عند الرکوع ص۳۵۔ [3] اول صلوٰۃ باب ترک ذلک ص۱۵۸۔ [4] اول باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود ص۱۱۔ [5] اول باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع ص۱۰۹ [6] کشف الرین للشیخ محمد ہاشم السندی۔ [7] اول صلوٰۃ باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ ص۱۸۱۔

## تنقیح و تحقیص

اس سلسلے میں قول محقق وہ ہے جو امام ابو جعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں فرمایا کہ ابتدا اسلام میں رفع یدین کا حکم تھا۔ بعد میں منسوخ ہوگیا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جن بزرگوں سے رفع یدین مروی ہے خود انھیں کا فعل یہ مروی ہے کہ وہ رفع یدین تکبیر تحریمہ کے علاوہ کہیں نہیں کرتے تھے۔ مثلاً اس سلسلے کی سب سے قوی حدیث جس پر مخالفین کو بہت غرّہ ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث زیر بحث ہے مگر خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ فعل مروی ہے کہ وہ رفع یدین تکبیر تحریمہ کے علاوہ دیگر مواقع پر نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ امام ابو جعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار[1] میں روایت کیا کہ امام مجاہد کہتے ہیں — کہ میں نے ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی۔ تکبیر اوّل کے علاوہ وہ کہیں ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے۔

اسی طرح حضرت علی سے بھی رفع یدین کی روایت آئی ہے — مگر ان کا عمل اس کے برخلاف تھا اُسی میں بطریق عاصم بن کلیب عن ابیہ مروی ہے — کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صرف نماز کی پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے پھر کہیں نہیں اٹھاتے تھے — امام طحاوی کے علاوہ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ[2] اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی رفع یدین کی حدیث مروی ہے۔ مگر ان کا عمل ترک رفع یدین تھا — امام طحاوی اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے امام اسود سے روایت کیا کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے پھر کہیں نہیں اُٹھاتے —

یہ بات بہت اہم ہے کہ ایک صحابی خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فعل روایت کریں اور خود اُس کے برخلاف عمل کریں۔ کیا صحابہ کے بارے میں ایسا سوچا جا سکتا ہے؟ — کہ سنت رسول کی مخالفت کریں گے جب کہ صحابہ کرام کا طریقہ معلوم ہے کہ وہ عبادات تو عبادات ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات میں بھی مکمل طور پر پیروی کرتے تھے۔ خصوصاً حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حال سب کو معلوم ہے — حدیث گذر چکی کہ مکہ معظمہ کے راستے میں جن جن مقامات پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں پڑھی تھیں۔ یہ انھیں تلاش کر کرکے بالقصد ان مقامات پر نمازیں پڑھتے تھے۔ ان کے بارے میں یہ تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ عبادت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل کی مخالفت کریں — اس لیے یہ کہنا پڑے گا کہ انھوں نے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ اس کا منسوخ ہونا ان کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے اسی لیے انھوں نے اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل کیا۔ اس طرح تمام احادیث میں تعارض دور ہو جاتا ہے اور بات منقح ہو جاتی ہے۔

---

[1] اول باب التکبیر فی الرکوع والتکبیر فی السجود ص۱۱۱ [2] عمدۃ القاری خامس ص۳۷۴

## شبہات وجوابات

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث پر مندرجہ ذیل شبہات مختلف حضرات نے کیئے ہیں۔ جن کے علماء احناف نے تحقیقی جوابات دیئے ہیں۔ ان شبہات وجوابات کو یہاں نقل کئے دیتے ہیں۔

۱ امام عبداللہ بن مبارک نے فرمایا۔ رفع یدین کی حدیث بطریق زہری عن سالم عن ابیہ ثابت ہے۔ مگر حضرت ابن مسعود کی حدیث ثابت نہیں۔ اس کا جواب ابن دقیق العید مالکی شافعی نے اپنی کتاب الامام میں یہ دیا۔ حضرت ابن مبارک کے نزدیک ثابت نہ ہونے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ وہ حقیقت میں ثابت نہ ہو۔ اور اگر اس پر کسی نے کچھ کہا ہے تو اس کا جواب ممکن نہ ہو۔ اس حدیث کے ایک راوی عاصم بن کلیب ہیں۔ ان پر کچھ کلام کیا گیا مگر وہ حقیقت میں ثقہ ہیں۔ جیسا کہ ابھی مفصل آتا ہے۔

۲ ابن القطان نے کتاب الوہم والایہام میں یہ شبہ وارد کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ البتہ وکیع نے جو یہ کہا۔ ثم لا یعود۔ یہ منکر ہے۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کبھی اسے اپنی طرف سے کہتے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود کے فعل کی حکایت کر رہے ہیں اور کبھی حدیث کے تابع بیان کرتے گویا وہ حضرت ابن مسعود کا قول ہے۔ اب یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہو جاتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں۔ اس لیے کہ یہ حدیث امام وکیع ہی سے متعدد کتب میں متعدد طرق سے مروی ہے سب میں ثم لا یعود کا ہم معنی حضرت ابن مسعود کا ارشاد منقول ہے۔ نیز نسائی[1] میں بطریق عبداللہ بن مبارک ہے۔ ثم لم یعد۔ ابوداؤد[2] میں بطریق معاویہ وخالد بن عمرو وابو خلیفہ ہے، فرفع یدیہ اول مرۃ وقال بعضھم مرۃ واحدۃ۔ یہ کہنا دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔ اور یہ کہنا کہ پہلی بار ہاتھ اٹھایا یا ایک بار اٹھایا سب کے معنی ایک ہی ہیں تو ثابت ہو گیا کہ یہ تنہا امام وکیع ہی کی روایت نہیں بلکہ سفیان ثوری کے دیگر تلامذہ حضرت ابن مبارک وغیرہ بھی روایت کرتے ہیں۔

۳ دار قطنی نے کہا کہ امام احمد بن حنبل اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے لم یعد نہیں روایت کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسند امام احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ اس کی تکذیب کر رہے ہیں۔ مسند امام احمد نیز مصنف ابن ابی شیبہ اٹھا کر دیکھ لو اس میں صاف ہے۔

فلم یرفع یدیہ الا مرۃ واحدۃ — حضور نے صرف ایک ہی بار ہاتھ اٹھایا

یہ یعنی مرۃ واحدۃ ثم لم یعد کے ہم معنی اور ہمارے دعوے پر زیادہ قطعی ہے۔ اس میں اس تاویل کی بھی گنجائش نہیں جو مخالفین کرتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ دوسری رکعت میں اٹھتے ہوئے تکبیر کے وقت رفع یدین نہیں کیا۔ حالاں کہ یہ تاویل بھی جیسی ہے ظاہر ہے۔

۴ دار قطنی نے یہ شبہ کیا کہ وکیع کے تلامذہ نے یہ حدیث روایت کیا اور اس میں لم یعد نہیں۔ اس کا

---

[1] اول صلوۃ باب ترک ذلک ص ۱۵۸ [2] اول صلوۃ باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع ص ۱۰۹ [3] اول، ص ۳۸۸

جواب یہ ہے کہ امام وکیع کے متعدد اصحاب نے اس کے ہم معنی روایت کیا۔ ابھی گذرا کہ امام احمد بن حنبل امام ابن ابی شیبہ نے فلم یرفع یدیہ الا مرۃ روایت کیا۔ نیز طحاوی میں، نعیم بن حماد اور یحیی بن یحیی نے ابو داؤد میں عثمان بن شیبہ نے ترمذی میں ہناد نے نسائی میں محمود بن غیلان نے امام وکیع ہی سے اس کے ہم معنی روایت کی ہے۔ پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ امام وکیع کے تلامذہ نے یہ روایت نہیں کیا ہے۔

۵ امام بخاری اور ابو حاتم نے کہا کہ اس میں سفیان سے وہم ہو گیا ہے۔ اس لیے کہ عاصم سے ایک جماعت نے یہ حدیث روایت کی کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز شروع فرمائی۔ اور ہاتھوں کو اٹھایا دونوں ہتھیلیاں ملائیں اور دونوں گھٹنوں کے درمیان کرلیا۔ کسی نے بھی وہ نہیں کہا جو سفیان ثوری نے کہا۔

امام احمد نے فرمایا کہ مجھ سے یحیی بن آدم نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن ادریس عن عاصم والی کتاب دیکھی۔ اس میں۔ ثم لم یعد۔ نہیں۔ اور جو کتاب میں ہو وہ زیادہ صحیح ہوتا ہے۔ اس کے تین جوابات ہیں۔ اول یہ دونوں دو حدیثیں ہیں۔ جس پر دونوں حدیثوں کا سیاق دلالت کر رہا ہے۔ ثانی یہ کہ اگر ہم مان بھی لیں کہ یہ دونوں دو حدیثیں نہیں تو ابن ادریس کے بالمقابل ترجیح سفیان کی حدیث کو ہوگی، سفیان بہ نسبت ابن ادریس کے زیادہ ثقہ زیادہ معتمد ہیں۔ علامہ ابن حجر نے سفیان کو ثقہ حافظ امام حجت کہا ہے۔ ثالث۔ یہ ثقہ کی زیادتی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ علامہ زیلعی نے نصب الرایہ میں اس کا یہ جواب دیا کہ بخاری اور ابو حاتم نے کہا۔ سفیان سے وہم ہوا اور ابن قطان وغیرہ نے کہا۔ وکیع سے وہم ہوا۔ تعارض کی وجہ سے دونوں قول ساقط اور حدیث چونکہ ثقات سے مروی ہے اس لیے حجت۔

۶ امام بیہقی نے اپنی سنن میں پھر ابن عبدالہادی نے تنقیح میں ابو بکر بن اسحاق کا یہ قول نقل کیا۔ ہو سکتا ہے حضرت ابن مسعود دیگر مواقع پر رفع یدین بھول گئے ہوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر احادیث کے صریح مضامین یہ کہہ کر رد کرنے کی راہ کھول دی جائے۔ تو دین کا خدا حافظ۔ کوئی گستاخ دریدہ دہن رفع یدین کے بارے میں کہہ سکتا ہے کہ مکھی اڑانے کے لیے کیا تھا۔

۷ اس حدیث کے راوی عاصم بن کلیب غیر مقبول ہیں۔ جواب یہ ہے کہ ان کو ابن معین، نسائی اور ابو صالح نے ثقہ کہا۔ البتہ ابن مدینی نے کہا اگر یہ تنہا کوئی حدیث بیان کریں تو وہ لائق حجت نہیں۔ مگر وہ یہاں منفرد نہیں۔ اس کی متابع روایت موجود ہے۔ دار قطنی اور ابن عدی نے محمد بن جابر عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراہیم عن علقمہ عن عبداللہ ان الفاظ میں روایت کیا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی۔ یہ حضرات نماز شروع کرنے کے علاوہ اور کہیں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ اس حدیث کے راوی محمد بن جابر کے بارے میں بھی کلام کیا گیا ہے۔ مگر راجح یہ ہے کہ ان کی حدیث معتبر ہے۔ پھر متابعت کے لیے ضعاف بھی کافی ہیں۔ علاوہ ازیں اس کی متابع سیدنا امام اعظم کی یہ حدیث ہے۔ جو امام طحاوی نے بطریق حماد عن ابراہیم

---

۱؎ فتح القدیر، بر حلد اوّل ص ۱۳۵

عن علقمہ والاسود عن عبداللہ، روایت کیا۔ جس میں یہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اُٹھاتے پھر کہیں نہیں اُٹھاتے۔

۸ عبدالرحمٰن نے علقمہ سے نہیں سنا ہے۔ امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اس کا یہ جواب دیا۔ یہ قول باطل ہے کسی نامعلوم شخص کا قول ہے۔ ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا اور کہا کہ یہ ۹۹ھ میں فوت ہوئے۔ بروایتے اسی سال حضرت ابراہیم نخعی کا بھی وصال ہوا۔ اور امام نخعی کا علقمہ سے سماع بالاتفاق ثابت تو علقمہ سے عبدالرحمٰن کے سماع سے کیا چیز مانع ہے۔ خطیب نے کتاب المتفق و المفترق میں عبدالرحمٰن کے حالات میں لکھا۔ انھوں نے اپنے باپ اور علقمہ سے سُنا۔

**حدیث براء** پر یہ اعتراض کیا گیا ہے۔ اس میں۔ ثم لم یعد۔ حضرت ابن مسعود کا قول نہیں۔ یہ یزید ابن ابی زیاد نے اپنی طرف سے بڑھا دیا جسے ادراج کہتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انھیں سے امام شعبہ، امام ثوری وغیرہ حفاظ نے اس حدیث کو روایت کیا۔ مگر کسی نے۔ ثم لم یعد۔ ذکر نہیں کیا۔ حمیدی نے کہا۔ یہ زیادتی صرف یزید روایت کرتے ہیں۔ امام احمد نے فرمایا۔ یہ صحیح نہیں۔ یوں ہی امام بخاری، یحییٰ، دارمی، حمیدی وغیرہ نے اسے ضعیف کہا۔ امام احمد نے فرمایا۔ یہ حدیث واہی ہے۔ یزید زمانے تک یہ حدیث روایت کرتے رہے۔ مگر ثم لم یعد روایت نہیں کرتے تھے۔ جب اہل کوفہ نے انھیں تلقین کی تو اُسے ذکر کرنے لگے۔ الجوہر النقی فی الرد علی البیہقی، میں ہے کہ امام بیہقی نے سفیان بن عیینہ کی یہ حدیث ذکر کی۔ کہ حضرت براء نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا جب نماز شروع فرماتے تو ہاتھوں کو اُٹھاتے۔ سفیان بن عیینہ نے کہا۔ جب میں کوفے آیا تو یزید کو یہ حدیث بیان کرتے سُنا اور یہ زیادہ کیا ثم لا یعود میں نے گمان کیا کہ کوفے والوں نے انھیں سکھا دیا ہے۔ اُس کا جواب یہ ہے کہ اللہ ان بزرگوں پر رحم فرمائے۔ محض گمان سے اتنی بڑی بات کہنی جائز نہیں۔ من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ اگر یہ بات صحیح تھی تو طعن کے لیے ادراج کے قول کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ یزید کے غیر معتبر ہونے کے لیے یہی کافی تھا کہ ایک غلط بات محض کوفے والوں کے کہنے سے حضور کی طرف منسوب کر دی۔ اب ان کی روایات کا کیا اعتبار؟۔ پھر یہ کہ یہی حدیث یزید بن ابن زیاد کے علاوہ دوسرے حضرات نے اس زیادتی کے ساتھ روایت کیا۔ مثلاً امام طحاوی، امام ابو داؤد، امام بیہقی نے عیسیٰ بن ابی لیلیٰ اور حکم بن عتیبہ سے اور ان دونوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے یہی حدیث۔ ثم لا یعود کی زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے۔

نیز یہ کہ خود یزید بن ابی زیاد سے سفیان بن عیینہ کے دوسرے بہت سے تلامذہ نے ثم لا یعود کی زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے۔ مثلاً۔ اسمٰعیل بن زکریا محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، شریک، ہشیم اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق وغیرہ ایک جماعت نے۔ اب اس حدیث کی صحیح پوزیشن یہ ہوئی

کہ یزید بن ابی زیاد کی روایت کو عیسیٰ اور حکم کی روایت سے قوت ملی اور محمد بن عبدالرحمٰن کی روایت کو محدثین کی ایک جماعت کی روایت سے تقویت ملی۔

امام احمد اور ابن عیینہ کا یہ فرمانا کہ یہ پہلے ثم لا یعود کے بغیر روایت کرتے تھے۔ کوفہ آنے کے بعد اس اضافے کے ساتھ روایت کرنے لگے۔ یہ کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں۔ کبھی صرف حدیث کا اتنا حصہ بیان کیا جتنے کی اس وقت ضرورت تھی۔ اور کبھی پوری مکمل حدیث روایت کی۔ اس قسم کے اختصار کی بے شمار مثالیں خود بخاری میں موجود ہیں۔

## حدیث ابن عباس

اس پر پانچ شبہے وارد کئے گئے ہیں ۱ کہ اسے تنہا ابن ابی لیلیٰ نے روایت کیا ہے اور وہ قابلِ احتجاج نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ عجلی نے کہا کہ ابن ابی لیلیٰ فقیہ صاحب سنت بہت سچے اور جائز الحدیث تھے۔ یعنی ان کی حدیث مقبول ہے۔ یعقوب بن ابی سفیان نے کہا یہ ثقہ عادل ہیں ان کی حدیث میں کچھ کلام ہے اور ذرا نرم تھے۔ ابو حاتم نے احمد بن یونس سے روایت کیا کہ انھوں نے کہا یہ یعنی ابن ابی لیلیٰ پوری دنیا والوں سے زیادہ فقیہ تھے۔

۲ امام شعبہ نے فرمایا کہ حکم نے مقسم سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں ان میں یہ حدیث نہیں۔ اس کا یہ جواب ہے کہ امام شعبہ نے اپنی دانست کے مطابق کہا۔ ورنہ ترمذی نے۔ حکم عن مقسم کثیر احادیث روایت کی ہیں اور ان کے اکثر میں تحدیث اور سماع کی تصریح ہے۔ جیسا کہ مقدمہ تنسیق النظام میں ہے۔

۳ امام وکیع نے اسے موقوفا روایت کیا ہے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ کبھی موقوفا روایت کیا اور کبھی مرفوعا جیسے خود حضرت ابن عمر کی حدیث بھی دونوں طرح مروی ہے۔ اس سے مرفوع ہونے کی نفی کیسے ثابت ہوئی ــــ دوسرے یہ کہ یہ معاملہ عبادت کا ہے۔ اس میں قیاس کو دخل نہیں اس لئے یہ موقوف بھی مرفوع کے حکم میں ہے۔

۴ اس حدیث کے ظاہر سے جو حصر متبادر ہے۔ وہ قطعی مراد نہیں اس لئے کہ ان سات جگہوں کے علاوہ اور دوسرے مواقع پر بھی رفع یدین ثابت ہے۔ مثلاً تکبیرات عیدین اور قنوت میں دعا کے وقت ــــ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس حدیث کو موقوف مانیں تو یہ حضرت ابن عباس کے اپنے علم کی بات ہوئی۔ ہوسکتا ہے کہ دوسرے مواقع پر رفع یدین کا انھیں اس وقت تک علم نہ ہوا ہو مگر منسوخ وقتہ نمازوں میں رفع یدین کا علم ان صحابہ کو نہ ہونا جو دائم حاضر باش تھے بمنزلہ عدم ضرور ہے۔ اس لئے کہ روزانہ پانچ پانچ بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھیں اور رفع یدین نہ دیکھیں قریب قریب محال ہے۔

اور اگر یہ حدیث مرفوع ہے جیسا کہ حقیقت میں ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ نصوص میں ایسا بہت ہے کہ کچھ احکام صیغۂ حصر سے بیان ہوتے ہیں مگر دوسری نصوص سے وہ حکم انھیں میں منحصر نہیں رہتا۔ مثلاً قرآن کریم میں ہے۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (۱۷۳) بقرہ

اللہ نے تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو اللہ کے غیر کے نام پر ذبح کیا گیا ہو حرام فرمایا ہے۔

کیا اس آیت کے حصر کو سامنے رکھ کر کوئی یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ ان چار چیزوں کے علاوہ اور کچھ حرام نہیں سب حلال ہیں۔

۵ ۔ خود حضرت ابن عباس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد رکوع میں رفع یدین کیا اور احناف کا یہ قاعدہ ہے کہ راوی جب اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل کرے تو وہ حدیث قابل استدلال نہیں رہتی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس قاعدہ کا اجراء اسوقت ہے جب یہ معلوم ہو کہ راوی نے یہ عمل روایت کے بعد کیا ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کب کیا ہے یا یہ معلوم ہو کہ روایت سے پہلے کیا ہے تو حدیث مجروح نہیں ہوتی لائق استدلال رہتی ہے۔ اور یہاں تاریخ معلوم نہیں اس لئے حدیث لائق احتجاج ہے۔

**حدیث جابر بن سمرہ :۔** اس پر امام بخاری نے اپنی شان جلال کے ساتھ بہت ہی سخت لہجے میں یہ اعتراض کیا ہے۔ اس حدیث سے بے علم نے استدلال کیا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث قیام و رکوع کے بارے میں سرے سے ہے ہی نہیں۔ یہ تو اس بارے میں ہے کہ صحابہ کرام کی عادت تھی کہ قعدہ اخیرہ میں سلام کے وقت ایک دوسرے کو سلام کرتے اور ہاتھوں سے اشارہ کرتے۔ چنانچہ خود مسلم ہی میں حضرت جابر بن سمرہ ہی سے بطریق عبید اللہ بن القبطیہ یہ تفصیل مذکور ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ جب ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تو کہتے ــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اور اپنے ہاتھوں سے دونوں جانب اشارہ کرتے تو حضور نے یہ فرمایا۔ اس کا جواب امام جمال الدین زیلعی نے نصب الرایہ میں دیا۔ ہم نے جو حدیث ذکر کی وہ بطریق تمیم بن طرفہ الطائی ہے۔ وہ اور ہے۔ اور یہ جو بطریق عبید اللہ بن القبطیہ مروی ہے یہ دوسری حدیث ہے۔ دونوں میں دو الگ الگ مواقع کے الگ الگ واقع مذکور ہیں۔ اس کی دلیل دونوں کے سیاق ہیں۔ ہماری مستدل تمیم بن طرفہ والی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

دخل علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونحن رافعوا ایدینا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم پر داخل ہوئے اور ہم اپنے ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے تھے۔

جیسا کہ ابوداؤد اور مسند امام احمد میں ہے ــــ اور نسائی اور مسلم میں یوں ہے۔

خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الحدیث۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم پر نکل کر آئے۔

اور عبید اللہ بن القبطیہ کی حدیث بخاری میں یوں ہے۔

کنا اذا صلینا خلف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلنا السلام علیکم۔

ہم جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو السلام علیکم کہتے۔ (الحدیث)

ابوداؤد میں یوں ہے۔

کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلم احدنا اشار بیدہ عن یمینہ وعن یسارہ۔ الحدیث

ہم جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے اور سلام پھیرتے تو اپنے ہاتھ سے دائیں بائیں اشارہ کرتے تو حضور نے وہ فرمایا۔

غور کیجیے تمیم کی روایت میں ہے کہ حضور ہمارے پاس تشریف لائے ہم نماز پڑھ رہے تھے اور ہاتھوں کو اٹھاتے تھے تو فرمایا اس کا صریح مفاد یہ ہے کہ صحابہ تنہا تنہا نماز پڑھ رہے تھے اور اثناء نماز میں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔ اور یہ اٹھانا صرف رکوع میں جاتے اور اٹھتے اور سجدے میں جاتے ہوئے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ تمہارا کیا حال ہے تم ہاتھوں کو یوں اٹھاتے ہو جیسے چنچل گھوڑوں کی دم، نماز میں سکون کے ساتھ رہو۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ ارشاد خاص متنازع رفع یدین کے بارے میں ہے اس لیے یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ متنازع رفع یدین منسوخ ہو گیا۔ اور عبید اللہ کی روایت میں صاف صاف ہے۔ کہ ہم حضور کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ اور نماز سے باہر ہونے کے لیے سلام کے وقت ہم نے اشارہ کیا تو حضور نے وہ فرمایا۔ دونوں کے مضمون میں کتنا فرق ہے پھر یہ ایک حدیث دوسرے کی تفسیر کیسے ہو سکتی ہے۔ اب ظاہر ہو گیا کہ علم والا کون ہے۔؟

دوسرا جواب یہ ہے کہ سلام کے وقت اشارہ کرنے والے کو اسکنوا فی الصلوٰۃ (نماز میں سکون کے ساتھ رہو) کہنا لغو ہے وہ اب نماز میں کہاں ہے وہ نماز سے باہر ہو گیا۔ اسکنوا فی الصلوٰۃ" دلیل ہے کہ نماز کے اندر سکون کے خلاف کوئی بات ہوتی تھی جس پر یہ فرمایا تو دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ دونوں حدیثوں میں دو الگ الگ واقعے مذکور ہیں۔ دوسرے یہ کہ طرفہ کی حدیث اور ہے اور عبید اللہ کی حدیث اور ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث پر جو یہ فرمایا۔ کہ اگر یہ نماز میں رفع یدین کے بارے میں ہو تو لازم آئے گا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت اور قنوت میں اور تکبیرات عیدین میں بھی رفع یدین ممنوع ہو۔ اس کا جواب یہ ہے۔ یقیناً اگر دوسری حدیثوں سے ان مواقع پر رفع یدین ثابت نہ ہوتا تو مشروع نہ ہوتا۔ مگر دوسری احادیث کی وجہ سے مذکورہ بالا مواقع پر رفع یدین اس حکم عام سے مستثنیٰ ہو گیا۔ اور تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین نماز میں ہے کہاں؟ تکبیر تحریمہ ہمارے یہاں نماز کی شرط ہے رکن نہیں۔ نیز عیدین کی تکبیرات زوائد میں رفع یدین احناف میں مختلف فیہ بھی ہے۔ امام ابو یوسف اس کے قائل نہیں۔

## حدیث عباد بن زبیر

اس پر امام ابن دقیق العید نے یہ فرمایا کہ عباد تابعی ہیں۔ اس لیے یہ حدیث مرسل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ احناف اور امام مالک، امام احمد اور جمہور فقہاء کے نزدیک حدیث مرسل حجت ہے۔ اس لیے یہ شبہ ساقط ہو گیا۔

## دعوی نسخ پر شبہ اور جواب

امام طحاوی نے رفع یدین والی حدیث کو فرمایا کہ منسوخ ہے امام زیلعی نے اس پر نصب الرایہ میں فرمایا۔ شیخ نے "الامام" میں فرمایا۔ رفع یدین کی حدیث منسوخ ہونے کا دعویٰ اس لیے صحیح نہیں کہ بطریق موسیٰ بن عقبہ عن نافع، حضرت ابن

عمر ہی سے یہ بھی مروی ہے۔ فما زالت تلک صلوتہ حتی لقی اللہ تعالیٰ۔ رسول اللہ ہمیشہ اسی طرح نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے ملے۔ (اس زیادتی کو بیہقی نے ذکر کیا ہے) بیہقی نے یہ حدیث ذکر کر کے فرمایا اس سے ثابت ہو گیا کہ امام مجاہد کی وہ روایت خطا ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت ابن عمر تکبیر افتتاح کے علاوہ اور کہیں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے اس کے ایک نہیں دو دو راوی متہم بوضع الحدیث ہیں۔ ایک عبدالرحمٰن بن قریش بن خزیمہ ہروی، میزان میں امام ذہبی نے لکھا کہ سلیمان نے انھیں متہم بوضع الحدیث کہا۔ دوسرے عصمہ بن محمد انصاری کے بارے میں کہا۔ ابو حاتم نے کہا یہ قوی نہیں۔ یحییٰ نے کہا۔ کذاب ہے حدیث گڑھا کرتا تھا۔ عقیلی نے کہا۔ ثقات سے باطل احادیث بیان کرتا تھا۔ دارقطنی وغیرہ نے کہا یہ متروک ہے۔

**خلاصۂ ابحاث** ان سب کا خلاصہ یہ نکلا کہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابتداءً رفع یدین کیا کرتے تھے۔ مگر بعد میں منع فرمایا۔ اس لیے وہ منسوخ ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عمر حضرت علی، حضرت ابن عمر حضور کے وصال کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا صحیح و محقق یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور مواقع پر رفع یدین ممنوع ہے۔

**خاص نکتہ** یہاں خاص امر یہ غور طلب ہے کہ رفع یدین کے سلسلے میں ہمارے مخالفین کو تسلیم ہے کہ سب سے صحیح حضرت ابن عمر کی حدیث ہے۔ بقیہ احادیث پر بوجوہ کلام کیا گیا ہے۔ جسے طول مُخل ہونے کی وجہ سے میں نے بیان نہیں کیا ہے۔ اور حال یہ ہے کہ خود حضرت ابن عمر سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دو رکعت کے بعد اٹھتے تو بھی تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے جیسا کہ خود بخاری میں ہے۔ زیر بحث احادیث میں تیسرے نمبر کی حدیث ہے۔ نیز ابو داؤد میں حضرت ابو حمید ساعدی اور حضرت علی کی حدیث میں بھی ہے۔ نیز ابو وائل کی حدیث میں بھی ہے۔ کہ جب دوسری رکعت کیلئے سجدے سے سر اٹھاتے تو بھی رفع یدین کرتے بلکہ بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ ہر جھکنے اور اٹھنے کیوقت رفع یدین کرتے تھے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رفع یدین کے شاکقین سجدوں سے اٹھتے وقت پہلی رکعت کے سجدہ اخیرہ سے اٹھتے ہوئے اور دو رکعت کے قعدہ سے اٹھتے ہوئے کیوں رفع یدین نہیں کرتے اگر آپ کہیں کہ یہ حصہ متکلم فیہ ہے تو گذارش ہے کہ آپلوگوں کی پسندیدہ جگہوں کے بارے میں جتنی بھی احادیث آئی ہیں وہ سب متکلم فیہ ہیں۔ پھر آپلوگ اسے بھی کیوں نہیں چھوڑتے۔ رفع یدین ان مسائل میں سے ہے جسے آج کل غیر مقلدین نے اپنے وقار کا مسئلہ بنا رکھا ہے اس لیے ہم نے اس پر کسی قدر تفصیل سے کلام کیا۔ اگرچہ ابھی اس کے بہت سے گوشے رہ گئے ہیں مگر انصاف پسند کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ اور معاند و مجادل کے لیے دفتر کا دفتر بیکار ہے جو حضرات چاہیں وہ فتح القدیر عینی، شرح ہدایہ، عمدۃ القاری، شرح بخاری، انتصار الحق وغیرہ مطالعہ کریں۔ اخیر کتاب اردو میں ہے۔

**لطیفہ** رفع یدین کے سلسلے میں علامہ ابن حجر نے یہاں تک لکھا ہے کہ میرے شیخ حافظ ابو الفضل نے تلاش و جستجو کی تو اس کے راوی صحابہ کی تعداد بچاس تک پہنچ گئی ہے علامہ مجدالدین فیروز آبادی نے سفر السعادۃ میں لکھا کہ اس سلسلے کے اخبار و آثار چار سو تک ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ یہ سب روایات

واخبار ان بزرگوں نے تحریر نہیں فرمائے ورنہ ہم بھی دیکھتے کہ ان کی حیثیت کیا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ رفع یدین کی احادیث صحیح و سقیم کل ملا کر پندرہ صحابہ سے مروی ہیں۔ مگر چونکہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ رفع یدین ابتدا میں تھا بعد میں منسوخ ہو گیا۔ تو کثرتِ رواۃ و قلت رواۃ سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اگر صراحۃً ترک رفع یدین کی احادیث میں ان صحابہ کرام کی احادیث شامل کر دی جائیں جنھوں نے نماز کے ارکان بتلائے اور رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ذکر کیا۔ حالانکہ ضرورت اس کی داعی تھی کہ اگر تکبیر تحریمہ کے علاوہ دوسرے مواقع پر رفع یدین ان کے نزدیک ثابت تھا تو اسے ضرور بیان کرتے۔ اور ضرورت کے وقت سکوت بیان ہے تو ترکِ رفع یدین کی احادیث روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد رفع یدین کی روایت کرنے والوں سے بہت زیادہ ہو جائے گی۔

## رفع یدین نہ کرنیوالے صحابہ

بدائع میں ہے کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرات عشرہ مبشرہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ ان دس حضرات کے علاوہ حضرت ابن مسعود حضرت ابن عمر حضرت براء بن عازب، جابر بن سمرہ ابو سعید خدری[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ پندرہ صحابہ ہیں جن کے بارے میں روایت موجود ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور کسی موقع پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ بقیہ صحابہ سے روایت نہیں آئی مگر سب کو معلوم ہے۔ عدم روایت، روایات عدم نہیں۔

## رفع ذلك الى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حدیث ۷۲۷ میں یہ زائد ہے کہ حضرت ابن عمر جب دو رکعت کے بعد اٹھتے تو بھی رفع یدین کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچاتے تھے۔ یعنی یہ فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عمل تھا۔ یہ حدیث موقوف ہے یا مرفوع اس بارے میں محدثین کے مابین اختلاف ہے۔ امام ابو داؤد نے فرمایا۔ صحیح یہ ہے حضرت ابن عمر کا قول ہے مرفوع نہیں۔ بیہقی نے۔ العلل۔ میں اختلاف ذکر کر کے کہا، اشبہ بالصواب، عبد الاعلیٰ کا قول ہے جو بخاری میں ہے۔ یعنی یہ حدیث مرفوع ہے بعض روایات میں۔ الرکعتین۔ کے بجائے۔ السجدتین آیا ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ ہر سجدہ کے بعد اٹھتے ہوئے رفع یدین کرتے تھے، مگر سجدہ کے معنی رکعت بھی آتا ہے اسلئے حین یرفع راسہ من السجود اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے، کیساتھ تطبیق کیلئے "والسجدتین" سے الرکعتین مراد لیا جا سکتا ہے۔ ہمارے یہاں یہ بھی حدیث جابر بن سمرہ سے منسوخ ہے جس کی بحث ابھی گذری۔

## ایک فریب کا ازالہ

آج کل غیر مقلدین رفع یدین کے سلسلے میں صرف احناف کو نشانہ بناتے ہیں جس سے شبہ ہوتا ہے کہ صرف احناف ہی تکبیر تحریمہ کے علاوہ دوسرے مواقع پر رفع یدین نہیں کرتے حالانکہ یہی امام مالک کا بھی مذہب ہے انکے علاوہ ابو بکر بن عیاش نے فرمایا میں نے کسی فقیہ کو تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور کسی موقع پر رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔ یہ امام ثوری امام عبد اللہ بن مبارک امام احمد کے استاد اور امام بخاری کے استاذ الاستاذ ہیں۔ نیز قیس، شعبی، ابن ابی لیلیٰ اسود، علقمہ، ابو اسحٰق وغیرہ کا بھی یہی مذہب تھا بلکہ امام مالک کے زمانے میں اہل مدینہ کا اس پر تعامل تھا۔

---

[1] عمدۃ القاری جلد خامس ص ۲۷۲

حدیث ۴۷۵ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ مرد نماز میں اپنا

الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهَا الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ وَقَالَ اَبُوْ حَازِمٍ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا يَنْمِيْ ذٰلِكَ

داہنا ہاتھ اپنی بائیں کلائی پر رکھے۔ ابو حازم نے کہا۔ میں یہی جانتا ہوں کہ اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک

اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِسْمٰعِيْلُ يُنْمٰى ذٰلِكَ وَلَمْ يَقُلْ يَنْمِيْ [عه]

پہنچاتے تھے۔ اسماعیل نے کہا۔ اس کو پہنچایا جاتا تھا یہ نہیں کہا کہ پہنچاتے تھے۔

**تشریحات ۴۷۵:۔** اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھے مگر ابوداؤد[1] اور نسائی[2] میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور بایاں ہاتھ داہنے پر رکھے ہوئے تھے کہ اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا تو ان کے داہنے ہاتھ کو بائیں پر رکھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہاتھ کو ہاتھ پر رکھا جائے گا کلائی پر نہیں۔ بعض روایتوں میں اس کی تصریح بھی ہے کہ بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھا۔ نسائی میں حضرت وائل سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز میں داہنے ہاتھ سے بائیں کو پکڑے ہوئے تھے۔ احناف نے ان تمام احادیث کے مابین یوں جمع فرمایا ہے۔ کہ داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کے گٹے کو پکڑے، بیچ کی تین انگلیاں بائیں کلائی پر رکھے۔ اور داہنی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے۔

**ہاتھ کہاں باندھے:۔** امام مالک کا مذہب معروف اور مالکیہ کا مختار یہ ہے کہ قیام میں ہاتھ باندھا نہ جائے۔ امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ سینے کے نیچے ناف کے اوپر باندھا جائے۔ اور یہی امام شافعی کا بھی مذہب ہے۔ امام احمد سے دونوں روایتیں ہیں۔ ایک مذہب یہ ہے کہ باندھنے اور چھوڑنے میں اختیار ہے۔ یہ امام اوزاعی اور ابن منذر کا مذہب ہے۔ اسلاف کا اس کے علاوہ اور کوئی مذہب نہیں۔ اس لئے غیر مقلدین کا یہ قول کہ ہاتھ سینے پہ باندھا جائے۔ اسلاف کے مذہب سے خارج اور ان کے اجماع مرکب کے خلاف ہے۔ اس پہ غیر مقلدین حضرت وائل بن حجر

---

عه اول اذان باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوٰۃ ص۱۰۲۔

[1] اول صلوٰۃ باب وضع الیمنی علی الیسریٰ فی الصلوٰۃ ص۱۱۰۔

[2] اول صلوٰۃ باب فی الامام اذا رأی الرجل قد وضع شمالہ علی یمینہ ۱۴۱۔

کی حدیث سے سند لاتے ہیں جس میں یہ ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ داہنا ہاتھ بائیں پر رکھا پھر انھیں سینے پر رکھا۔ اسے امام بیہقی نے اپنی سنن میں دو طریقے سے ذکر کیا۔ دونوں مجروح ہیں۔ اسی طرح یہ صحیح ابن خزیمہ میں بھی ہے مگر وہ بھی مطعون ہے۔ امام شافعی کا استدلال حضرت جریر کی حدیث[1] سے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا کہ وہ بائیں ہاتھ کے گٹے کو داہنے ہاتھ سے پکڑے ہوئے تھے۔ ناف کے اوپر۔ حضرت سعید بن جبیر شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا[2] کہ ہاتھ ناف کے اوپر باندھے۔ مگر یہ دونوں حدیثیں لائق احتجاج نہیں۔ پہلی حدیث ابو بدر شجاع بن الولید عن ابی طالوت عبدالسلام بن ابی حازم تنہا روایت کرتا ہے۔ اس کے بارے میں علامہ ابن حجر نے مقدمہ میں اور امام ذہبی نے میزان میں فرمایا۔ لین الحدیث ہے، متقن نہیں اس سے احتجاج نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح حضرت سعید بن جبیر کے اثر پر بھی کلام کیا گیا ہے۔ اس لئے وہ لائق احتجاج نہیں۔ پھر وہ تابعی ہیں۔ اور حضرت امام اعظم بھی تابعی اس لئے دونوں قول مساوی ہو گئے۔ گزر چکا کہ حضرت امام اعظم نے فرمایا تابعین سے ہم نزاع کرتے ہیں اور وہ ہم سے۔

**ہماری دلیل** ابو داؤد بروایت ابن الاعرابی اور مسند امام احمد[3] میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا۔ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے اور اسی میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نماز میں ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر ناف کے نیچے پکڑنا۔ ان دونوں حدیثوں کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق کوفی ضعیف ہیں۔

ابن حزم نے محلی میں تعلیقاً حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا۔ اخلاق نبوت میں سے تین چیزیں ہیں۔ افطار میں جلدی کرنا۔ سحری میں دیر کرنا۔ نماز میں ناف کے نیچے داہنے ہاتھ کو بائیں پر رکھنا۔ اس پر کوئی کلام نہیں کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ صحیح ہے۔ اسی پر احناف کا عمل ہے۔

---

[1] ابو داؤد اول باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوٰۃ بروایت ابن الاعرابی

[2] ابوداؤد بروایت ابن الاعرابی ایضاً۔

[3] اول صـ۱۱۰۔

حدیث ۴۷۶ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِیْمُوا الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرَاكُمْ مِّنْ بَعْدِیْ وَ

حضور نے فرمایا۔ رکوع اور سجدہ اچھی طرح کرو! بخدا میں اپنے پیچھے اور کبھی وہ کہتے۔ پیٹھ کے پیچھے

رُبَّمَا قَالَ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِیْ اِذَا رَكَعْتُمْ وَسَجَدْتُّمْ۔ ع۱

سے دیکھتا ہوں جب تم رکوع اور سجدہ کرتے ہو۔

حدیث ۴۷۷ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر، الحمد

وَاَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ كَانُوْا یَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ع۲

للہ رب العالمین سے نماز شروع فرماتے تھے۔

**تشریحات ۴۷۶:۔ مطابقت۔** یہاں باب یہ ہے۔ نماز میں خشوع کا بیان۔ خشوع کے مختلف معانی بیان کئے گئے ہیں۔ فروتنی و عاجزی کرنا۔ ڈرنا۔ حضرت علی نے فرمایا۔ خشوع دل میں ہوتا ہے اور یہ کہ مومن کے ساتھ نرم برتاؤ کرے اور ادھر اُدھر نہ دیکھے۔ امام مجاہد نے فرمایا۔ نظر نیچی رکھنا اور بازو جھکائے رکھنا۔ حضرت عمرو بن دینار نے فرمایا۔ رکوع اور سجدے کا نام خشوع نہیں۔ سکون اور عمدہ ہیئت کا نام ہے۔ ابن سیرین نے فرمایا۔ موضع سجود سے نظر نہ ہٹانا۔ ایک قول یہ ہے کہ نماز میں ہمہ تن متوجہ ہونا اور ماسوا سے اعراض کرنا۔ ابوبکر واسطی نے کہا۔ سچے دل سے اللہ کے لئے نماز پڑھنا بغیر کسی عوض کے۔ خشوع کے ان مختلف معانی میں سے ایک یہ بھی ہے جو حضرت عمرو بن دینار نے بتایا کہ سکون اور عمدہ حالت کا نام ہے۔ جب نمازی صحیح طریقے سے رکوع اور سجدہ کرے گا تو اچھی ہیئت ہوگی اسی کا اس حدیث میں حکم دیا گیا ہے۔ اس حدیث کا اخیر حصہ گزر چکا ہے۔

**تشریحات ۴۷۷** احناف کا اسی حدیث پر عمل ہے کہ جہری نمازوں میں بلند آواز سے قرأت الحمد للہ سے شروع کرتے ہیں، بسم اللہ آہستہ پڑھتے ہیں۔ بخلاف شوافع کے کہ وہ بسم اللہ ہی سے بلند آواز سے جہری نمازوں میں قرأت کرتے ہیں۔ شوافع کی دلیل دوسری

---

ع۱ اول اذان باب الخشوع فی الصلوٰۃ ص۱۰۲ مسلم۔ صلوٰۃ۔

ع۲ اول اذان باب مایقرار بعد التکبیر ص۱۰۳ مسلم۔ نسائی۔ صلوٰۃ۔

احادیث ہیں۔ جن میں یہ مذکور ہے کہ نماز شروع کی تو بسم اللہ پڑھا۔ یہ سب احادیث مجروح ہیں اور صحیح ہونے کی تقدیر پر ان کی تاویل یہ ہے کہ ہم بسم اللہ پڑھنے کا کب انکار کرتے ہیں ہمیں بلند آواز سے پڑھنے سے انکار ہے۔ رہ گیا یہ کہ اگر بسم اللہ آہستہ پڑھی تو راوی کو کیسے معلوم ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دوسری دعائیں جو بالاتفاق آہستہ پڑھی جاتی ہیں اور راویان حدیث روایت کرتے ہیں ان کا کیسے علم ہوا۔ ہو سکتا ہے تعلیم سے معلوم ہوا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ بہت قریب رہے ہوں اور سن لیا ہو۔

بعض روایتوں میں یہ بھی ہے۔ کہ بسم اللہ بلند آواز سے پڑھی۔ یہ روایتیں صحیح نہیں ــــ یہ اختلاف اس کی فرع ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جز ہے یا نہیں۔ امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ یہ سورۂ فاتحہ کا جز ہے۔ اس لئے وہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ اسے بھی بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ ہمارے یہاں سورۂ فاتحہ کا جز نہیں اس لئے ہم اسے آہستہ پڑھتے ہیں۔ یہی حضرت سفیان ثوری امام احمد اور اسحاق کا بھی مذہب ہے ــــ اس پر ہماری دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی دوسری حدیث ہے۔ جسے امام مسلم[1] نے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں نے نماز (سورۂ فاتحہ) کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان آدھے آدھے تقسیم کردی ہے۔ اور میرا بندہ جو مانگے وہ اسے ملے گا۔ جب بندہ نے کہا۔ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام عالم کا پالنے والا ہے۔ تو اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ میرے بندے نے میری حمد کی ــ نیز مسلم[2] اور طحاوی[3] میں حضرت ابوہریرہ ہی سے مروی ہے انہوں نے کہا۔ مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت سے اٹھتے تو الحمد للہ سے شروع فرماتے سکوت نہ فرماتے۔ نیز مسلم[4] ہی میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو تکبیر سے اور قرارت کو الحمد للہ سے شروع فرماتے۔ بسم اللہ جس طرح سورۂ فاتحہ کا جز نہیں اسی طرح کسی سورہ کا بھی جز نہیں۔ البتہ قرآن کا جز ہے جو سورتوں میں امتیاز کے لئے نازل ہوا ہے۔ امام مالک کا بھی یہی مسلک ہے کہ یہ سورہ فاتحہ کا جز نہیں۔ فریقین کے دلائل اور جوابات کتب تفاسیر نیز شروح بخاری خصوصاً عمدۃ القاری میں مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

---

[1] اول صلوٰۃ باب وجوب قرأۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ ص ۱۷۰۔

[2] مساجد باب مایقال بین تکبیرۃ للاحرام والقرأۃ ص ۲۱۹۔

[3] اول باب قرأۃ بسم اللہ فی الصلوٰۃ ص ۹۸۔

[4] اول صلوٰۃ باب ما یجمع صفۃ الصلوٰۃ ص ۱۹۴۔

حدیث ۴۷۸

حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَاْءَةِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکبیر اور قرأت کے درمیان کچھ سکوت فرماتے۔ ابوزرعہ نے کہا

اِسْكَاتَةً قَالَ اَحْسِبُهٗ قَالَ هُنَيَّةً فَقُلْتُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ

کہ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا۔ بہت مختصر۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ تکبیر اور

اللّٰهِ اِسْكَاتَتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَاْءَةِ مَا تَقُوْلُ قَالَ اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ

قرأت کے درمیان سکوت کے وقت کیا پڑھتے ہیں۔ فرمایا۔ یہ پڑھتا ہوں۔ اے اللہ میرے

بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

اور گناہوں کے درمیان اتنی دوری کردے جتنی مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔

اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ

اے اللہ مجھے خطاؤں سے یوں پاک کردے جیسے سفید کپڑا میل سے صاف ہوتا ہے۔ اے اللہ

اِغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ ؕ

میری خطاؤں کو پانی برف اور اولے سے دھو دے۔

**تشریحات ۴۷۸:** ھُنَيَّةً ــ یہ ھُنَوَّۃٌ کی تصغیر ھُنَيْوَۃ۔ واؤ یا اکٹھا ہوئے ان میں پہلا ساکن تھا واؤ کو یا سے بدل کر ادغام کردیا۔ ھُنَيَّۃ ہوگیا ــ بابی انت وامی ــ باء کا متعلق محذوف ہے یا تو اسم یعنی مَفْدِيٌّ۔ یا فعل۔ اب تقدیر یہ ہوئی۔ فَدَيْتُكَ بابی وامی ــ احناف کے یہاں یہ جملہ ہر مومن کے لئے بولا جاسکتا ہے۔ اس میں کوئی کراہت بھی نہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ دعا پڑھنا یا تو امت کی تعلیم کے لئے تھا۔ یا تواضعًا یا مراد وہ زلّات ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ارفع و اعلیٰ کے مناسب نہ تھیں۔ جیسے کہا گیا ہے۔ حسنات الابرار سیئات المقربین ــ

ع اول اذان باب مایقرار بعد التکبیر ص۱۰۳ مسلم، ابوداؤد، نسائی، کلھم فی الصلوٰۃ والاخیر فی الطھارۃ ایضا۔ ابن ماجہ۔ صلوٰۃ۔

حدیث ۴۷۹

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی صَلٰوۃَ الْکُسُوْفِ فَقَامَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ

سورج گہن کی نماز پڑھی، حضور نے قیام فرمایا تو قیام کو طویل کیا پھر رکوع کیا تو رکوع کو

ثُمَّ قَامَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ

طویل کیا۔ پھر کھڑے ہوئے تو قیام کو طویل فرمایا پھر رکوع کیا تو رکوع کو طویل فرمایا پھر سر اٹھایا

فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ قَامَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ

پھر سجدہ کیا تو سجدے کو طویل فرمایا پھر سر اٹھایا پھر سجدہ کیا تو سجدے کو طویل فرمایا پھر قیام فرمایا تو

ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ

طویل قیام فرمایا پھر رکوع کیا تو طویل رکوع کیا پھر سر اٹھایا تو طویل قیام فرمایا پھر رکوع کیا تو رکوع کو

ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ

طویل کیا پھر سر اٹھایا پھر سجدہ کیا تو سجدے کو طویل فرمایا پھر سر اٹھایا پھر سجدہ کیا تو سجدے کو طویل فرمایا پھر

انْصَرَفَ فَقَالَ قَدْ دَنَتْ مِنِّیَ الْجَنَّۃُ حَتّٰی لَوِ اجْتَرَأْتُ عَلَیْھَا لَجِئْتُکُمْ بِقِطَافٍ

فارغ ہوئے اور فرمایا جنت مجھ سے قریب ہوئی اتنی کہ اگر میں چاہتا تو اس کے خوشوں میں سے کوئی خوشہ

ہمارے یہاں افضل یہ ہے کہ اس دعا کے بجائے سبحانک اللّٰھم، پڑھے۔ جیسا کہ امام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ابوداؤد و ترمذی اور ابن ماجہ میں مروی ہے۔ امام حاکم نے بھی ابوداؤد اور ترمذی کی سند کے ساتھ اس کو روایت کرکے فرمایا۔ اس کے بارے میں اس سے زیادہ صحیح اور کوئی حدیث مجھے یاد نہیں۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے کہ وہ اس کو پڑھتے تھے۔ نیز ترمذی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کے بعد سُبحانکَ اللّٰھم پڑھتے۔ امام ترمذی نے فرمایا۔ اس باب میں حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور ام المومنین حضرت عائشہ، حضرت جابر، حضرت جبیر بن مطعم اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی حدیث آئی ہے۔ فرائض میں صرف اسی پر اکتفا کرے۔ اس لئے کہ فرائض کا مدار تخفیف پر ہے۔ نوافل میں اختیار ہے۔ چاہے تو سب دعائیں پڑھے۔

تشریحات ۴۷۹

کسوف ۔ سورج گہن۔ خسوف ۔ چاند گہن۔ کبھی ایک کا دوسرے پر اطلاق ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اگر گہن چاند و سورج کے کچھ حصے میں ہو تو کسوف ہے

مِنْ قَطَافِهَا وَدَنَتْ مِنِّي النَّارُ حَتّٰى قُلْتُ اِيْ رَبِّ اَوَ اَنَا مَعَهُمْ فَاِذَا امْرَأَةٌ

تمہارے پاس لاتا اور جہنم مجھ سے قریب ہوئی اتنی کہ میں کہہ اٹھا اے پروردگار! کیا میں ان کے ساتھ ہوں؟

حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ قُلْتُ مَا شَاْنُ هٰذِهٖ قَالُوْا حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ

اچانک ایک عورت پر نظر پڑی نافع نے کہا مجھے اس کا ظن ہے کہ (ابن ابی ملیکہ) نے یہ کہا کہ ایک بلی اس عورت کو پنجوں سے نوچ

جُوْعًا لَا اَطْعَمَتْهَا وَلَا اَرْسَلَتْهَا تَاْكُلُ قَالَ نَافِعٌ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ

رہی ہے (حضور نے فرمایا) میں نے دریافت کیا اس عورت کا کیا حال ہے۔ تو لوگوں نے بتایا کہ اس نے اس بلی کو باندھ لیا تھا

مِنْ خَشٰيٰشِ الْاَرْضِ اَوْ خِشَاشِ ؏

یہاں تک کہ وہ بھوک سے مرگئی نہ اسے کھلاتی نہ اسے چھوڑتی کہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھالیتی۔

**حدیث ۴۸۰** عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ قَالَ قُلْنَا لِخَبَّابٍ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

ابو معمر سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا ہم نے حضرت خباب سے پوچھا کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

اور پورا ہو تو خسوف ہے۔ لو اجترأت ۔ اجتراء ۔ کا مادہ جرءت ہے۔ جس کے معنی جسارت کے ہیں۔ یہاں صرف ارادہ مراد ہے۔

**مسائل** گہن لگتے وقت استغفار ذکر و دعا مسنون ہے۔ اور نماز بھی۔ سورج گہن کی نماز باجماعت سری قرارت کے ساتھ دو رکعت ہے۔ اس کے شرائط وہی ہیں جو جمعہ اور عیدین کے ہیں چاند گہن کی نماز دو رکعت تنہا تنہا جہری قرارت کے ساتھ ہے۔ یہ نماز بھی دوسری نمازوں کی طرح ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ پڑھی جائے گی۔ اس حدیث کی تاویل اور اپنے مذہب کی دلیل کتاب الکسوف میں بیان کی جائے گی۔

**تشریحات ۴۸۰** حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ عہد جاہلیت میں قید ہو گئے۔ انھیں ایک خزاعی عورت نے خرید لیا۔ یہ اسلام لانے والوں میں سابقین اولین میں سے ہیں۔ ان کا اسلام قبول کرنے میں چھٹا نمبر ہے۔ غلام اور بے سہارا ہونے کی وجہ سے انھیں مکہ کے ظالموں نے سخت سے سخت اذیتیں دیں۔ دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا جس سے ان کی پشت مبارک پر داغ پڑ گئے تھے۔ جو مدۃ العمر استقامت و عزیمت کے نشان رہے۔ عام غزوات میں شریک ہوئے ۳۷ھ میں کوفہ میں وصال فرمایا۔ جنگ صفین سے واپسی کے بعد یہ پہلے شخص ہیں جنکی

ع اول اذان باب ص۱۰۳ اول مساقاۃ باب فضل سقی الماء ص۳۱۸ نسائی ابن ماجۃ صلوٰۃ۔

وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ فَقُلْنَا بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُونَ

وسلم ظہر اور عصر میں قرأت کرتے تھے تو انھوں نے کہا ہاں پھر ہم نے پوچھا آپ لوگ یہ کیسے

ذَاكَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ ۔

معلوم کرتے تھے تو فرمایا حضور کی داڑھی کے ہلنے سے۔

حدیث ۴۸۱ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَأَشَارَ بِيَدَيْهِ قِبَلَ قِبْلَةِ

نے ہمیں نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر تشریف لے گئے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے

الْمَسْجِدِ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ الْآنَ مُنْذُ صَلَّيْتُ لَكُمُ الصَّلٰوةَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ

مسجد کے قبلے کی جانب اشارہ فرمایا اور فرمایا ابھی جب میں تمہیں نماز پڑھا رہا تھا، جنت اور دوزخ کو ان

مُمَثَّلَتَيْنِ فِي قِبْلَةِ هٰذَا الْجِدَارِ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ ثَلٰثًا ۔

کی شکل مثالی کے ساتھ اس قبلے کی دیوار میں دیکھا میں نے جیسا خیر و شر آج دیکھا کبھی نہیں دیکھا۔ تین بار فرمایا۔

نماز جنازہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھی۔ ان سے تیس احادیث مروی ہیں۔ پانچ بخاری نے روایت کی ہیں۔

**مسائل** :۔ فرائض کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ ساتھ مزید قرارت بھی واجب ہے کچھ لوگوں نے اسی حدیث سے اس پر استدلال کیا۔ انھیں میں امام بخاری بھی ہیں۔ جیسا کہ آگے وہ اس پر یہ باب قائم کریں گے۔ ظہر میں قرأت، عصر میں قرارت، مگر ریش مبارک کی حرکت سے قرارت پر استدلال تام نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ قرارت کے بجائے تسبیح ذکر و دعا پڑھتے رہے ہوں۔ اس کا اثبات دوسری احادیث سے ہے جو آگے آ رہی ہیں۔

**مطابقت** :۔ باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث سے ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کی حالت میں جنت و دوزخ کو دیکھا۔ تو جب جنت و دوزخ کا دیکھنا جائز تو امام کو دیکھنا بدرجہ اولیٰ جائز۔ منذ صلیت سے .....

۴۸۱ تشریحات

عہ اذان باب رفع البصر الی الامام ص۱۰۳ باب القرأۃ فی الظھر ص۱۰۵ باب القرأۃ فی العصر ص۱۰۵ باب من خافت القرأۃ فی الظھر والعصر ص۱۰۷۔ ابوداؤد، ابن ماجہ صلوٰۃ۔

عہ اذان باب رفع البصر الی الامام ص۱۰۳ ثانی الرقاق باب القصد والمداومۃ علی العمل ص۹۵۷

حدیث ۴۸۲ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگوں

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ یَرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَی السَّمَآءِ فِیْ صَلٰوتِهِمْ

کا کیا حال ہے کہ اپنی نمازوں میں اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ تو یہ ارشاد شاق ہوا۔ یہاں تک

فَاشْتَدَّ قَوْلُهٗ فِیْ ذٰلِكَ حَتّٰی قَالَ لَیَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ ؏

کہ فرمایا لوگ اس سے باز رہیں ورنہ ان کی نظریں اچک لی جائیں گی۔

حدیث ۴۸۳ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِی الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ یَخْتَلِسُهُ الشَّیْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ ؏

نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔ یہ شیطان کا حصہ ہے جو بندے کی نماز اچک لیتا ہے۔

مراد یہ ہے کہ جب میں نماز پڑھ رہا تھا۔ یعنی جنت دوزخ کا دیکھنا نماز کی حالت میں تھا۔ مثلثین اس سے مراد یہ ہے کہ جنت دوزخ اپنے مثالی وجود کے ساتھ میرے سامنے پیش کی گئیں۔ جیسے حضرت جبرئیل کبھی حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں کبھی اعرابی کی شکل میں حاضر ہوتے۔ تو جیسے اس شکل میں بھی حضرت جبرئیل، حضرت جبرئیل ہی ہوتے۔ اسی طرح یہاں واقعی جنت و دوزخ ہی تھیں نہ کہ محض ان کی تصویر۔ اس پر دلیل، حضرت اسماء و حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے کہ ۔ اگر میں چاہتا تو جنت کا ایک خوشہ لے لیتا۔ اور اگر لے لیتا تو تم قیامت تک اس سے کھاتے۔ تصویر سے یہ بات کہاں حاصل ہوتی۔

تشریحات ۴۸۲ { احکام۔ نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا اس حدیث کی وجہ سے مکروہ ہے۔ رہ گیا نماز کے باہر دعاؤں میں۔ تو قاضی شریح وغیرہ نے اسے بھی مکروہ فرمایا۔ مگر اکثر اسے بلا کراہت جائز لکھتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ جیسے نماز کا قبلہ کعبہ ہے اسی طرح دعا کا قبلہ آسمان ہے نماز میں آنکھیں میچ لینا ہمارے نزدیک مکروہ ہے۔ اس لئے کہ یہ خلاف سنت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز شروع کرنے کے بعد صرف موضع سجود پر نظر مبارک رکھتے تھے۔

تشریحات ۴۸۳ { اختلاس۔ زبردستی کسی چیز کو اچک لینا۔ یہ مصدر اسم مفعول کے معنی میں ہے نماز میں ادھر ادھر دیکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ جبکہ صرف چہرہ ادھر ادھر مڑے۔ اور اگر پورا بدن مڑ گیا تو نماز فاسد ہو گئی۔

---

عہ اذان باب رفع البصر الی السماء ص۱۰۳ ابوداؤد نسائی ابن ماجہ فی الصلوٰۃ۔

عہ اذان باب الالتفات فی الصلوٰۃ ص۱۰۴ بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص۴۶۵ ابوداؤد نسائی صلوٰۃ

حدیث ۴۸۴

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ شَكَى اَهْلُ الْكُوْفَةِ سَعْدًا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کوفے والوں نے حضرت سعد بن وقاص کی حضرت

اِلٰى عُمَرَ فَعَزَلَهٗ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا فَشَكَوْا حَتّٰى ذَكَرُوْا اَنَّهٗ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّيْ فَاَرْسَلَ

عمر سے شکایت کی تو حضرت عمر نے انھیں معزول کر دیا پھر حضرت عمار کو والی بنایا اہل کوفہ نے شکایت کی یہاں تک کہ

اِلَيْهِ فَقَالَ يَا اَبَا اِسْحَاقَ اِنَّ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّيْ قَالَ اَمَّا

یہ بھی ذکر کیا کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے حضرت عمر نے انہیں اپنے پاس بلایا اور پوچھا اے ابو اسحٰق یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ

اَنَا وَاللّٰهِ فَاِنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے انہوں نے جواب دیا۔ بخدا میں انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز پڑھاتا تھا۔ اس میں کچھ بھی

مَا اَخْرِمُ عَنْهَا اُصَلِّيْ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ فَاَرْكُدُ فِي الْاُوْلَيَيْنِ وَاُخِفُّ فِي الْاُخْرَيَيْنِ

کمی نہیں کرتا تھا میں نماز عشاء پڑھاتا تھا تو پہلی دو رکعتوں کو لمبی کرتا تھا اور اخیر کی دو رکعتوں کو مختصر پڑھتا تھا۔ حضرت

قَالَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ يَا اَبَا اِسْحَاقَ فَاَرْسَلَ مَعَهٗ رَجُلًا اَوْ رِجَالًا اِلَى الْكُوْفَةِ يَسْاَلُ

عمر نے فرمایا تمہارے بارے میں یہی گمان تھا اے ابو اسحٰق۔ اب ان کے ساتھ ایک شخص یا چند آدمی کو کوفے بھیجا۔ کہ حضرت سعد

عَنْهُ اَهْلَ الْكُوْفَةِ وَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا اِلَّا سَاَلَ عَنْهُ وَيُثْنُوْنَ عَلَيْهِ مَعْرُوْفًا حَتّٰى دَخَلَ

کے بارے میں کوفے والوں سے پوچھیں۔ جانے والے نے کوئی مسجد نہیں چھوڑی جہاں ان کے بارے میں نہ پوچھا ہو اور لوگ

مَسْجِدًا لِبَنِيْ عَبْسٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ يُقَالُ لَهٗ اُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ يُكْنٰى اَبَا سُعْدَةَ

ان کی خوبی ہی بیان کرتے۔ یہاں تک کہ بنی عبس کی مسجد میں گیا تو ان میں ایک شخص کھڑا ہوا جس کا نام اسامہ بن قتادہ تھا اسکی کنیت

فَقَالَ اَمَّا اِذْ نَشَدْتَنَا فَاِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيْرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ وَلَا يَعْدِلُ

ابو سعدۃ تھی اس نے کہا سنو! جب تم نے قسم دلادی ہے تو سنو سعد لشکر کے ساتھ نہیں جاتے تھے مال برابر تقسیم نہیں کرتے تھے اور فیصلے میں

فِي الْقَضِيَّةِ قَالَ سَعْدٌ اَمَا وَاللّٰهِ لَاَدْعُوَنَّ بِثَلٰثٍ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا

انصاف نہیں کرتے تھے۔ حضرت سعد نے کہا سنو! بخدا میں تین دعائیں کروں گا اے اللہ اگر یہ تیرا بندہ جھوٹا ہے اور

كَاذِبًا قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً فَاَطِلْ عُمْرَهٗ وَاَطِلْ فَقْرَهٗ وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ وَكَانَ بَعْدُ اِذَا

نام و نمود دکھاوے کے لئے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی کر اور اس کی تنگدستی کو دراز کر اور اسے فتنوں میں مبتلا فرما۔ اس

سُئِلَ یَقُوْلُ شَیْخٌ کَبِیْرٌ مَفْتُوْنٌ اَصَابَتْنِیْ دَعْوَۃُ سَعْدٍ قَالَ عَبْدُ الْمَلِکِ فَاَنَا رَاَیْتُہٗ بَعْدُ

کے بعد جب اس سے پوچھا جاتا تو کہتا فتنہ زدہ بڈھا ہوں مجھے سعد کی بد دعا لگ گئی ہے۔ عبدالملک نے کہا میں نے اسے اس کے بعد

قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاہُ عَلٰی عَیْنَیْہِ مِنَ الْکِبَرِ وَاَنَّہٗ لَیَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِیْ فِی الطُّرُقِ یَغْمِزُھُنَّ ؏

دیکھا ہے بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بھویں گر پڑی تھیں اور وہ راستے میں لونڈیوں کو چھیڑتا ان پر دست درازی کرتا۔

**تشریحات ۴۸۴ :۔ کوفہ۔** کے معنی ریت کے گول ٹیلے کے ہیں۔ یہ جہاں آباد ہے وہاں پہلے ایک گول ٹیلہ تھا۔ اس لئے اس کا نام کوفہ پڑا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ "کوہ سانید" اس کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس لئے اس کو کوفہ کہا جانے لگا۔ اسے قادسیہ کی فتح کے بعد ۱۷ھ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسایا تھا۔ یہاں ایک ہزار پچاس صحابہ کرام آکر آباد ہوئے جن میں تین سو اصحاب بیعت رضوان اور ستر بدری صحابہ تھے۔ محمد بن سعد نے کہا۔ یہیں حضرت نوح علیہ السلام کی سکونت تھی اور اس کی مسجد انھیں کی تعمیر کردہ ہے۔ یعقوبی نے کہا۔ یہ عراق کا سب سے بڑا شہر ہے۔ جو قبۃ الاسلام ہے۔ بغداد سے اس کا فاصلہ نوّے میل ہے۔ یہی وہ اہم مقام ہے۔ جسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا دارالخلافت بنایا۔ اور یہیں واصل بحق ہوئے۔ یہ شکایت کوفے کے چند گنواروں نے کی تھی۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت سعد نے فرمایا۔ گنوار مجھے نماز سکھائیں گے؟

**سعدؓ :۔** قادسیہ کی فتح کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں کوفے کا والی بنایا جیسے مدینہ طیبہ میں ہمیشہ کچھ منافقین رہے اسی طرح کوفے میں بھی ہمیشہ کچھ شرپسند عناصر تھے۔ انھوں نے حضرت سعد کی دربار خلافت میں شکایت کی۔ جن کی تعداد چار پانچ اشرار سے زیادہ نہ تھی۔ اس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں معزول کر دیا اور مدینہ طیبہ طلب فرمایا۔ اور باز پرس کی کہ تمہاری ہر بات میں لوگوں نے شکایت کی حتیٰ کہ نماز میں بھی۔ مگر تحقیقات کے بعد تمام شکایات غلط ثابت ہوئیں تو حضرت فاروق اعظم نے ان سے فرمایا۔ میرا گمان تمہارے بارے میں یہی تھا اور اپنی وصیت میں فرمایا میں نے سعد کو نااہلی یا خیانت کی وجہ سے نہیں معزول کیا ہے۔ حضرت سعد کوفے کے گورنر ۱۷ھ میں بنائے گئے اور ۲۱ھ میں معزول کئے گئے۔

**صلوٰۃ العشاء :۔** یہاں سوائے جرجانی کے سب کی روایتیں، صلوٰۃ، صیغہ واحد کے ساتھ اور العشاء کے ساتھ ہے۔ البتہ جرجانی کی روایت یہاں بھی العشاء کے بجائے۔ العَشی۔ ہے البتہ اس کے بعد باب القرأۃ فی الظہر والعصر، میں صلوٰتِ العشی، ہے یعنی صلوٰۃ، صیغہ تثنیہ کے ساتھ

---

عہ اذان باب وجوب القرأۃ للامام والماموم ص۱۰۲ باب القرأۃ فی الظہر ص۱۰۵ باب یطول فی الاولیین ویحذف فی الاُخریین ص۱۰۶ مسلم، ابوداؤد، نسائی۔ کلھم فی الصلوٰۃ ل اول صلوٰۃ باب القرأۃ فی الظہر والعصر ص۱۸۶

اور بجائے العشاء کے العشی، ہے۔ اس کے معنی اخیر دن کی نمازیں، ہیں۔ یعنی ظہر اور عصر، اور یہی روایت ارجح ہے۔ البتہ کشمیہنی کی روایت یہاں بھی العشاء ہے۔ سب روایتوں کا حاصل یہ ہوا کہ حضرت سعد نے ظہر اور عصر یا عشاء کی نماز کے بارے میں بتایا کہ میں اس طرح پڑھتا ہوں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے خصوصیت سے ان نمازوں کے بارے میں اس لئے بتایا کہ ان جہلاء کا اعتراض انھیں نمازوں کے بارے میں رہا ہوگا۔ بعض لوگوں نے صلوٰتی العشاء، کی روایت کی توجیہ یہ کی کہ اس سے مراد مغرب اور عشاء ہے۔ مگر ان حضرات نے بعد کے الفاظ پر غور نہیں کیا۔ کہ وارد ہے۔ اخف فی الاخریین۔ مغرب میں اخریین کہاں ہے صرف ایک رکعت ہے صلاتی العشی والی روایت احناف کی اس بارے میں مؤید ہے۔ کہ ظہر کا وقت مثل ثانی تک ہے ورنہ ظہر دوپہر کی نماز ہوگی۔ اخیر دن کی نہ ہوگی۔

**اخف فی الاخریین** یعنی بعد والی دو رکعتوں میں قرأت مختصر کرتا ہوں۔ اس کا ایک محمل یہ بھی ہے کہ صرف سورہ فاتحہ پڑھتا ہوں۔ جیسا کہ احناف کا مسلک ہے کہ فرائض کی اخیر کی رکعتوں میں صرف فاتحے کا پڑھنا کافی ہے یہاں کشمیہنی کی روایت۔ اَحْذِفُ۔ ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ اس حدیث کے ان تمام طرق میں، جن پر میں واقف ہوا، یہی ہے البتہ محمد بن کثیر کی روایت میں اسماعیل کے یہاں، احزم، ہے۔ احزم کے معنی اسرع ہے۔ یعنی جلدی کرتا ہوں احذف کا معنی یہ ہے کہ اخیر کی رکعتوں میں قرأت حذف کر دیتا ہوں۔ یعنی قرأت نہیں کرتا ہوں۔ جیسا کہ احناف کا مذہب ہے کہ فرائض کی اخیر رکعتوں میں قرأت فرض نہیں۔ اور یہ کہنا کہ احذف، کا مفعول محذوف الرکود ہے۔ خلاف ظاہر ہے۔

**کشمیری صاحب پر تعقب** یہاں فیض الباری جلد ثانی صـ۲۸۱ پر ہے۔ کہ انصاف یہ ہے کہ احذف سے مراد تخفیف ہے۔ سبحان اللہ، حذف کا لفظ صریح ہے اس بارے میں حذف کر دیتا تھا رکود کے حذف کے کوئی معنی نہیں۔ اس لئے قرأت کا حذف متعین ہے۔ پھر بھی آپ لفظ کے معنی صریح کیخلاف کو انصاف بتا رہے ہیں۔؟

**فارسل معہ رجالا اور جالا** یہ محمد بن مسلمہ تھے جیسا کہ سیف اور طبری نے ذکر کیا ہے۔ عمال کے بارے میں شکایات کی تحقیق انھیں کے سپرد تھی۔ ابن تین نے نقل کیا کہ یہ صاحب عبداللہ بن ارقم تھے۔ ابن سعد نے ملیح بن عوف سلمی سے روایت کی کہ حضرت عمر نے مجھے محمد بن مسلمہ کے ساتھ اس لئے بھیجا تھا کہ ان کو راستہ بتاؤں۔ ہوسکتا ہے ان تینوں کو ساتھ ساتھ بھیجا ہو۔ اس لئے روایت میں یہاں شک ہے

**بالسریۃ** اس کا مادہ، السری، ہے جس کے معنی نفیس کے ہیں۔ یہ چھوٹے لشکر کو کہتے ہیں جس میں زیادہ سے زیادہ چار سو افراد ہوں چونکہ چھوٹے لشکر میں منتخب افراد ہوتے ہیں اس لئے اس کو سریہ کہتے ہیں۔

**اصابتنی دعوۃ سعد** حضرت سعد بہت مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ کب سے مستجاب الدعوات ہوئے تو فرمایا غزوۂ بدر کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے حق میں یہ دعا فرمائی۔ اللّٰھم استجب لسعدٍ اے اللہ سعد کی دعا قبول فرما۔[1]

**للجواری** بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ بچیاں کیا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ مراد لونڈیاں ہیں۔ اس لئے کہ طبرانی اور ابو یعلیٰ کی روایت میں، للاماء ہے جو کنیزوں کے معنی میں متعین ہے۔

**یغمزھن** اس کا بھی ترجمہ بعض لوگوں نے یہ کیا ہے کہ اشارہ کرتا تھا۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ علامہ عینی نے اس کی شرح میں فرمایا۔ یعصر اعضاءھن بالاصابع ان کے اعضاء کی چٹکی لیتا تھا اس کی دلیل یہ ہے کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ وہ اندھا ہو گیا۔ اس کی دس بچیاں تھیں جب کسی عورت کو سنتا کہ وہ حسین ہے تو اسے پکڑتا۔ جب ڈانٹ پڑتی تو کہتا۔ سعد کی دعا کا نتیجہ ہے۔ یہ مختار ثقفی کذاب کے فتنے میں قتل ہوا۔

**مطابقت** یہاں باب کا عنوان چھ مسائل پر مشتمل ہے۔ ہر نماز میں۔ امام کی قرأت۔ مقتدی کی قرأت حضر میں بھی اور سفر میں بھی اور جہری نمازوں میں جہری اور سری میں سری قرأت۔ یہ حدیث صرف پہلے جز پر صراحۃً دلالت کرتی ہے۔ نیز عنوان کے پانچویں جز پر بھی۔ اس لئے کہ حضرت سعد نے اپنی جس نماز کو بیان فرمایا۔ وہ حضر کی حالت کی تھی۔ دوسرے جز کو چھوڑ کر بقیہ پر یوں استدلال کیا جا سکتا ہے کہ حضرت سعد نے فرمایا میں انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کی طرح پڑھاتا ہوں۔ اور یہ ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں ہوں یا حضر میں ہر نماز میں قرأت کرتے تھے۔ نیز جہری نمازوں میں جہر کے ساتھ اور سری نمازوں میں سر کے ساتھ قرأت کرتے تھے۔ البتہ باب کا جز ثانی، یعنی۔ مقتدی کی قرأت۔ یہ اس حدیث کے کسی جز سے ثابت نہیں

**مسائل** ① اس حدیث میں۔ اخذف فی الأخریین۔ والی روایت سے ثابت ہوا کہ فرائض کی پہلی رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔ اخیر میں اختیار ہے خواہ قرأت کرے خواہ تسبیح پڑھے۔ یہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا پہلی رکعتوں میں قرآن پڑھو اور اخیر والی میں تسبیح جیسا کہ ابن منذر نے روایت کیا اور مصنف عبد الرزاق میں ہے اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے[2] ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یہی مروی ہے[3] ② مستحب یہ ہے کہ بعد کی رکعت پہلی والی کی بہ نسبت مختصر پڑھے۔ احناف کے یہاں یہ فجر کے ساتھ خاص ہے۔ بقیہ نمازوں میں مساوی قرأت ہونی چاہئے ③ صرف شکایات پر بلا تحقیق بھی عامل کو کسی مصلحت کی بنا پر معزول کرنا درست ہے۔ حضرت سعد کے

---

[1] عمدۃ القاری سادس ص۸ [2] عمدۃ القاری سادس ص۹ [3] ایضاً ص۸

## حدیث ۴۸۵

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی

معزول کرنے میں مصلحت یہ تھی کہ فتنہ دب جائے۔ یا یہ مصلحت تھی کہ حضرت عمر انھیں مشورے کے لئے اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے۔ کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ وجہ اصل میں یہ تھی کہ حضرت عمر کسی عامل کو ایک جگہ چار سال سے زائد نہیں رکھتے تھے۔ مگر یہ صحیح نہیں حضرت معاویہ ۱۷ھ سے شام کے والی تھے اور حضرت عمر کی زندگی بھر وہاں کے والی رہے مگر انھیں معزول نہیں فرمایا۔ کاشکہ اسی قاعدے پر عمل ہوتا تو وہ ناگوار حوادث جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں پیش آئے، شاید پیش نہ آتے۔ (۴) صرف شکایت سن کر کسی کے بارے میں کوئی رائے نہیں قائم کرنی چاہیئے۔ تحقیق کرنی ضروری ہے۔ (۵) اگر اپنے کسی اقدام سے کسی مسلمان خصوصاً صاحب حشمت کو تکلیف پہنچے تو معذرت کرنی چاہیئے (۶) اگر کوئی بہتان باندھے اذیت پہنچائے تو اس کے لئے بددعا کی جاسکتی ہے (۷) اللہ عزوجل کے محبوب بندوں کی دعائیں جلد قبول ہوتی ہیں۔

## تشریحات ۴۸۵

اس حدیث سے متعلق دو اہم بحثیں ہیں ایک یہ کہ سورہ فاتحہ کا نماز میں پڑھنا فرض ہے یا واجب۔ امام شافعی وغیرہ اسے نماز کا فرض اور رکن مانتے ہیں اگر کسی نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو فرض کے ترک سے اس کی نماز قطعاً نہیں ہوئی۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ یہ لوگ لا کو نفی جواز پر محمول کرتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ لائے نفی جنس کا حقیقی معنی نفس ماہیت کا انتفاء ہے۔ اسے نفی جواز لازم ہے۔ ہمارے یہاں نماز میں مطلقاً قرآن مجید کا پڑھنا وہ کوئی بھی سورت کوئی بھی آیت ہو فرض اور نماز کا رکن ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو۔ اس میں ما کلمہ عموم ہے جو قرآن مجید کے چھوٹے سے چھوٹے اس حصے پر بھی صادق ہے جسے قرآن کہا جاسکے۔ اس کی مقدار فقہاء نے ایک چھوٹی آیت رکھی ہے۔ اب اس آیت کا مفاد یہ ہوا کہ قرآن مجید کی ایک چھوٹی آیت کا پڑھنا فرض ہے۔ خواہ وہ سورۂ فاتحہ کی آیت ہو یا کسی اور سورہ کی۔ اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ اس لئے کہ فرضیت کے ثبوت کے لئے دلیل قطعی ضروری ہے۔ اور یہ حدیث خبر واحد ہے۔ اسے خبر مشہور کہنا ادعاء محض ہے۔ اس لئے کہ خبر مشہور وہ حدیث ہے جس کے رواۃ کی تعداد عہد تابعین ہی سے اتنی زیادہ ہو کہ ان سب کے جھوٹ پر اتفاق کرنے کو عقل محال جانے۔ اس حدیث کا حال یہ ہے کہ عہد تابعین میں اس کے رواۃ کی اتنی کثرت نہیں اسی وجہ سے تابعین خود اس مسئلے میں مختلف ہیں۔ اس حدیث کی تاویل ہم یہ کرتے ہیں۔ کہ لائے نفی جنس نفی کمال میں شائع و ذائع ہے۔ حدیث میں ہے۔ لا صلوة لجار المسجد الا فی المسجد۔ مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے علاوہ اور کہیں نہیں

## بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ
### اس کی نماز نہیں

اور وارد ہے۔ لا صلوٰۃ لحضرۃ الطعام۔ کھانے کی موجودگی میں نماز نہیں۔ ان دونوں حدیثوں میں باتفاق فریقین لا نفی کمال کے لئے ہے۔ اس حدیث میں لا کو اگر نفی جواز کے لئے لیا جائے۔ تو یہ قرآن مجید اور دوسری احادیث کے معارض ہو جائے گی۔ قرآن و احادیث میں رفع تعارض اور تطبیق کے لئے ضروری ہے کہ لا کو نفی کمال پر محمول کیا جائے۔

اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ قرآن مجید میں۔ ما عموم کے لئے قطعی ہے۔ اور حدیث میں۔ لا۔ محتمل ہے۔ نفی جواز اور نفی کمال دونوں میں قطعی کو محتمل پر بہر حال ترجیح ہو گی۔

علاوہ ازیں حدیث کی تفسیر جو حدیث ہی کرتی ہو دوسری تفاسیر پر راجح ہو گی۔ مسلم[1] وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ ہے۔ جس نے کسی نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی وہ ناقص ہے نیز انھیں سے بعض روایتوں میں غیر تمام وارد ہے۔ غیر تمام ناقص، کامل کے مقابلے کا لفظ ہے۔ اس لئے جن، احادیث میں لا ہے اسے نفی کمال پر محمول کرنا ضروری ہوا۔

### قراۃ خلف الامام

دوسرا مسئلہ اس حدیث سے متعلق قرات خلف الامام کا ہے۔ امام شافعی وغیرہ کہتے ہیں۔ کہ امام کی طرح مقتدی پر بھی سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے خواہ نماز جہری ہو خواہ سری۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔ اس طرح کہ اس میں مَنْ عموم کے لئے ہے جو امام کے ساتھ ساتھ مقتدی کو بھی شامل ہے۔ اس لئے جسے امام پر قرأت فرض ہے۔ مقتدی پر بھی فرض ہے۔

ہمارا مذہب مختار یہ ہے کہ مقتدی کو قرأت کی اجازت نہیں خواہ جہری نماز ہو خواہ سری۔ بلکہ ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ فتاوی رضویہ جلد سوم میں فرماتے ہیں۔ مذہب حنفیہ در بارہ قرأت مقتدی عدم اباحت و کراہت تحریمہ ہے۔ نماز سری میں روایت استحباب کہ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کی گئی ہے ــــ محض ضعیف۔ جیسا کہ محقق علی الاطلاق فقیہ النفس مولینا کمال الملۃ والدین محمد رحمۃ اللہ علیہ نے شرح و بسط کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔ جیسا کہ در مختار میں فرمایا۔ خود تصانیف امام محمد میں جا بجا عدم جواز مصرح۔ آثار میں فرماتے ہیں یہی مذہب ہمارا مختار اور انھیں پر عامۂ حدیث واخبار وارد۔ اور فرمایا ایک جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرأت مقتدی کو مفسد نماز کہتی ہے۔ اور اقوی الدلیلین پر عمل کرنے میں احتیاط ہے۔ موطا میں بہت آثار روایت فرمائے جن سے عدم جواز ثابت اسے شیخ محقق مولینا عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ نے لمعات میں فرمایا۔ باایں ہمہ خلاف تصریحات امام

---

[1] اذان باب وجوب القرأۃ للامام والماموم فی الصلوات کلہا ص۱۶۴ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی نسائی، ابن ماجہ کلہم فی الصلوٰۃ۔ [1] اول صلوٰۃ باب قرأۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ ص۱۷۰

ایک روایت موجود ہے۔ نماز سری میں جواز خواہ استحباب قرأت ان کا مذہب ٹھہرانا اور فقہ حنفی میں اس کا وجود سمجھنا محض باطل و وہم عاطل۔ ہمارے علماء باتفاق عدم جواز کے قائل ہیں اور یہی مذہب جمہور صحابہ و تابعین کا ہے۔[۸۸]

احناف یہ کہتے ہیں۔ اولاً فرضیت خبر واحد سے ثابت نہ ہوگی اس کے لئے دلیل قطعی کی حاجت ہے اور خبر واحد ظنی الثبوت ہے۔ اس سے اگر ثابت ہوتا۔ تو وجوب ثابت ہوتا۔ مگر چونکہ اس کا عموم دوسری احادیث سے خاص ہوگیا ہے اس لئے اب مقتدی کے لئے قرأت کی اجازت نہیں نہ سورہ فاتحہ کی۔ نہ قرآن مجید کے کسی اور جز کی۔ وہ احادیث یہ ہیں۔

(۱) امام احمد[۱] اپنی مسند میں امام مسلم[۲] اپنی صحیح میں، ابن ماجہ[۳] اپنی سنن میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

| | |
|---|---|
| اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا | جب تم نماز پڑھنا چاہو تو اپنی صفوں کو درست کرو پھر کوئی تمہاری امامت کرے جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب قرأت کرے تو چپ رہو۔ |

(۲) امام احمد[۴] اپنی مسند میں امام ابو داؤد[۵] اور امام نسائی[۶]، ابن ماجہ[۷] اپنی سنن میں امام طحاوی شرح معانی الآثار[۸] میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

| | |
|---|---|
| انما الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا۔ اللفظ للنسائی۔ | امام اس لئے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب قرأت کرے تو خاموش رہو |

امام مسلم[۹] نے اپنی صحیح میں فرمایا۔ میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

(۳) امام ترمذی[۱۰] نے اپنی جامع میں اور امام مالک نے اپنی موطا[۱۱] میں موقوفاً اور امام ابو جعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار[۱۲] میں مرفوعاً حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

| | |
|---|---|
| من صلی رکعۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام۔ | جس نے کوئی رکعت بے سورہ فاتحہ کے پڑھی۔ اس نے نماز نہیں پڑھی مگر جب امام کے پیچھے ہو (تو سورہ فاتحہ نہ پڑھے) |

---

[۱] جلد ۵ ص ۴۱۵ [۲] اول صلوٰۃ باب السہو ص ۱۷۴ [۳] اقامۃ الصلوات ص ۶۱ [۴] ثانی ص ۲۷۶ [۵] اول صلوٰۃ باب الامام یصلی قعودا ص ۸۹ [۶] اول الافتتاح باب قول اللہ عزوجل واذا قرأ القرآن فاستمعوا لہ ص ۳۶ [۷] اقامۃ الصلوٰت باب القراۃ خلف الامام ص ۶۱ [۸] اول صلوٰۃ باب القراۃ خلف الامام ص ۸۶، [۹] اول صلوٰۃ باب التشہد ص ۱۷۸ [۱۰] اول صلوٰۃ باب فی ترک القراۃ خلف الامام اذا جہر ص ۴۲ [۱۱] باب فی ام القرآن ص ۳۰ [۱۲] اول صلوٰۃ باب القرأۃ خلف الامام ص ۱۰۷۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا۔

(۴) موطا امام محمدؒ میں ہے کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت فرمائی۔

حدثنا ابوالحسن موسیٰ بن ابی عائشۃ عن عبداللہ بن شداد بن الہاد عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ قال من صلی خلف الامام فان قراۃ الامام لہ قراۃ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کا پڑھنا اس شخص کا بھی پڑھنا ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کے راوی سب کے سب صحاح ستہ کے ہیں۔ یہ حدیث متعدد سندوں کے ساتھ حدیث کی متعدد کتابوں میں مروی ہے۔ خود امام محمد نے اس سند کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد دوسرے طریقے سے ذکر فرمایا۔ ابن ماجہؒ میں بطریق جابر اور ابوالزبیر مذکور ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ مَن کان لہ امام فقراۃ الامام لہ قراۃ۔ نیز امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اپنی سند کے ساتھ بطریق موسیٰ بن ابی عائشہ الخ روایت فرمایا۔ علاوہ اس کے مختلف چار سندوں کے ساتھ روایت فرمایا۔ علاوہ ازیں مسند امام احمد بن حنبل میں بھی ان کی خاص سند کے ساتھ مذکور ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے دارقطنی نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور طبرانی نے اوسط میں اور ابن عدی نے کامل میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ ادنی تغیر کے ساتھ۔ نیز حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں بھی روایت فرمایا۔ نیز دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت فرمایا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یکفیک قراۃ الامام خافت او جہر

تجھے امام کی قرات کافی ہے آہستہ پڑھے یا بلند آواز سے پڑھے۔

اس طرح یہ حدیث چھ صحابہ کرام سے معمولی الفاظ کے ردوبدل کے ساتھ مروی ہے۔ ان سب پر دارقطنی نے طعن کیا ہے۔ ہمیں بھی تسلیم ہے کہ سوائے اس طریقہ کے جو حضرت امام اعظم سے مروی ہے۔ سب میں کچھ نہ کچھ کلام ہے۔ مگر وہ ہمیں قطعاً مضر نہیں۔ اولاً حضرت امام اعظم نے جو روایت کی وہ ہر قسم کے طعن سے منزہ ہے۔ اور بلا،

---

۱ باب القراۃ خلف الامام ص ۹۸ ۲ اقامۃ الصفوف باب اذا قرأ الامام فانصتوا ص ۶۱

۳ اول باب القراۃ خلف الامام ص ۱۰۸ ۴ جلد ثالث ص ۳۳۹

شک وشبہ صحیح ہے۔ گزر چکا کہ سب رجال صحاح ستہ کے ہیں۔ اگر کوئی حدیث متعدد طرق سے مروی ہو اور ان میں ایک طریقے سے بھی صحیح ہو تو وہ فی نفسہ صحیح ہی ہے۔ دوسرے طریقوں میں ضعف کی وجہ سے اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ ثانیاً جب ایک حدیث متعدد طرق سے مروی ہو تو وہ لائق احتجاج ہے۔ اگرچہ وہ سب طریقے ضعیف ہوں جس کی بحث مقدمے میں گزر چکی۔ ثالثاً دارقطنی کے جرح کے جوابات علامہ عینی نے عمدۃ القاری وغیرہ میں بہت شرح وبسط کے ساتھ دیئے ہیں جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ اب حقیقت میں یہ نو حدیثیں ہوئیں۔ جن سے امام کے پیچھے قرأت سے ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ اور جو حدیث لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ کی مخصص ہیں۔ کہ اس سے مراد صرف امام ہے۔ مقتدی اس سے مستثنیٰ ہے وہ بھی بنظر ظاہر ورنہ بنظر دقیق دونوں مضمون کی احادیث میں تعارض ہے ہی نہیں۔ جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔

**تطبیق** رہ گئیں وہ حدیثیں جن سے مطلقاً یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ سورہ فاتحہ کے بغیر پڑھے نماز نہ ہوگی۔ ان کا سب سے عمدہ وہ جواب ہے جو سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ جلد سوم صـ۸۹ پر دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

جواب اس حدیث کا چند طور پر ہے یہاں اس قدر کافی۔ کہ یہ حدیث نہ تمہارے لئے مفید نہ ہمارے لئے مضر۔ ہم مانتے ہیں کہ کوئی نماز ذات رکوع وسجود بے فاتحہ کے تمام نہیں۔ امام کی ہو یا ماموم کی مگر مقتدی کے حق میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس کے لئے امام کی قرأت کافی ہے اور امام کا پڑھنا اسکا پڑھنا ہے۔ جیسا کہ حدیث گزر چکی۔ بس خلاف ارشاد حضور والا تم نے کہاں سے نکال لیا۔ کہ مقتدی جب تک خود نہ پڑھے گا نماز اس کی بے فاتحہ رہے گی اور فاسد ہو جائے گی۔

اب انصاف پسند ناظرین غور کریں کہ احناف کا مذہب تمام احادیث پر منطبق ہے۔ بخلاف غیر مقلدین کے کہ وہ اس سلسلے کی چند حدیثوں پر عمل کرتے ہیں۔ اور اکثر کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ اور دعویٰ عمل بالحدیث کا۔ صحیح فرمایا۔ حضرت سلیمان اعمش نے۔ الحدیث مضلۃ الا للفقہاء۔

**شبہات وجوابات** اول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے بارے میں امام ابوداؤد نے فرمایا۔ اذا قرأ فانصتوا، کی زیادتی محفوظ نہیں۔ یہ ابوخالد سے وہم ہو گیا ہے

**جواب** علامہ عینی نے اس کا یہ جواب ارشاد فرمایا۔ اولاً۔ ابوخالد، رجال صحاح ستہ سے ہیں امام وکیع استاذ امام شافعی نے فرمایا۔ ابوخالد کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ امام ابوہشام رافعی نے کہا۔ ہم نے ابوخالد احمد سے حدیث بیان کی جو ثقہ امین ہیں۔ اور ثقہ کی زیادتی مقبول۔ ثانیاً اس زیادتی میں ابوخالد منفرد نہیں۔ اس کے متابع اور بھی روایتیں ہیں۔ مثلاً نسائی میں محمد بن سعد کے طریقے سے اور طبرانی میں بطریق اسماعیل بن ابان مروی ہے۔ ثالثاً امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس زیادتی کو فرمایا کہ صحیح ہے۔ نیز ابن خزیمہ نے بھی اسے صحیح کہا۔

**ثانی** اسی طرح حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے بارے میں دارقطنی وغیرہ نے کہا کہ یہ زیادتی محفوظ نہیں۔ یہ ابن عجلان کی تخلیقات سے ہے۔

**جواب** اس کا علامہ عینی نے یہ جواب دیا۔ کہ صحیح یہ ہے کہ ابن عجلان ثقہ ہیں۔ جیسا کہ عجلی نے کہا۔ اکمال میں کہا۔ یہ ثقہ کثیر الحدیث ہیں۔ دارقطنی نے کہا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ان کی روایت لی۔ بلکہ امام بخاری کے علاوہ صحاح ستہ کے تمام اصحاب نے ان کی روایت بطور استشہاد لیا۔ غرضیکہ یہ ثقہ ہیں اور ثقہ کی زیادتی مقبول۔ ثانیاً بیہقی کی سنن کبریٰ میں خارجہ بن مصعب اور یحییٰ بن العلاء سے اس کے متابع روایت موجود ہے۔ یعنی ایسا بھی نہیں کہ ابن عجلان اس زیادتی میں منفرد ہیں۔

**ثالث** مسلم شریف وغیرہ میں خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ منقول ہے کہ جب انھوں نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ جس نے سورہ فاتحہ کے بغیر نماز پڑھی تو اس کی نماز ناقص ہے تمام نہیں۔ تو کسی نے عرض کیا ہم لوگ کبھی امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو فرمایا اے فارسی اپنے جی میں پڑھ لے۔

**جواب** اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ ہے۔ جیسے انھوں نے خود استخراج فرمایا ہے۔ ان کے اس فتویٰ کے بالمقابل ان سے بدرجہا افضل واعلم وارفع دوسرے اکابر صحابہ کا فتویٰ ہے مثلاً خلفاء راشدین حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وغیرہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذاتی فتوے کے مقابلے میں ان اکابر صحابہ کا فتویٰ بلاشبہ لائق ترجیح ہے۔ ثانیاً۔ انھوں نے اقرأ بھا فی نفسك۔ فرمایا ہے۔ اسے اپنے جی میں پڑھ لے۔ یہ نہیں فرمایا۔ اقرأ بھا مخافۃ اسے چپکے سے پڑھ لے۔ اور جی میں قرأت نہیں ہوتی۔ غور وتدبر ہوتا ہے۔ اب ان کے ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ سورہ فاتحہ کے الفاظ ومعانی کا تصور کر۔

**رابع** حدیث چہارم کے مختلف طرق میں اس طریقے کو ہم نے صحیح کہا جو سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حالانکہ دارقطنی نے خود امام کو ضعیف کہا۔

**جواب** حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضعیف کہنا دارقطنی کا اتنا بڑا تعصب اور عناد ہے کہ حضرت علامہ عینی کو یہاں جلال آگیا۔ اور انھیں لکھنا پڑا۔ کہ امام اعظم کو ضعیف کہنے کی وجہ سے دارقطنی خود تضعیف کے مستحق ہو گئے۔ اگر دارقطنی ادب کرتے تو امام اعظم کے بارے میں یہ لفظ نہ نکالتے جن کا علم شرق وغرب پر چھا گیا ہے۔ امام النقد والتعدیل ابن معین سے جب امام اعظم کے بارے سوال ہوا تو فرمایا۔ وہ ثقہ مامون ہیں میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں سنا کہ اس نے انھیں ضعیف کہا ہو شعبہ جیسے امام حدیث نے ان کو لکھا کہ وہ حدیث بیان کریں شعبہ شعبہ ہی ہیں۔ انھوں نے ہی فرمایا۔ کہ امام ابوحنیفہ ثقہ دیندار سچے تھے۔ یہ جھوٹ کے ساتھ متہم نہیں تھے۔ اللہ کے دین پر مامون اور حدیث میں اعلیٰ درجے کے سچے تھے۔ بڑے بڑے ائمہ نے ان کی تعریف کی ہے۔ جیسے عبداللہ بن مبارک یہ ان کے تلمیذ تھے۔ سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، حماد بن زید عبدالرزاق اور امام وکیع۔ حتیٰ کہ بقیہ تینوں ائمہ مذہب امام مالک، امام شافعی

امام احمد اور لاتعداد لوگوں نے۔ اس کی قدرے تفصیل مقدمے میں گزر چکی ہے۔

یہ جرح اس قابل نہ تھی کہ اسے ذکر کیا جاتا مگر میں نے صرف اس لئے ذکر کی ہے کہ ناظرین کے علم میں یہ بات آجائے کہ حضرت امام اعظم ہمیشہ محسود رہے اور آج بھی ہیں۔ اسی کا ثمرہ زمانہ ماضی میں دار قطنی اور امام بخاری کے ارشادات ہیں اور آج کل بد مذہب ہوا پرست غیر مقلدین بھی اسی آگ میں جل بھن رہے ہیں۔ کیا کریں ان کے مقدر میں دنیا و آخرت میں جلنا ہی ہے۔

## جمہور صحابہ کا مسلک

مقتدی کو قرأت جائز نہیں یہی جمہور صحابہ و تابعین کا مسلک ہے۔ صحابہ کرام کی غالب اکثریت اس کی قائل ہے کہ مقتدی کو قرأت جائز نہیں۔ حتیٰ کہ صاحب ہدایہ امام برہان الدین مرغینانی نے فرمایا کہ اس پر اجماع صحابہ ہے جن میں سے اتنی صحابہ کرام سے بروایت صحیحہ ثابت کہ وہ مقتدی کے لئے قرأت خلف امام کو جائز نہیں جانتے تھے۔ جن میں خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ میں سے حضرت سعد بن وقاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بھی ہیں۔ نیز عبادلہ ثلثہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ اس سلسلے میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کے ارشادات اتنے کثیر ہیں۔ کہ سب کو ذکر کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔ ان میں سے بعض حضرات کو اس بارے میں اتنا تشدد تھا کہ انھوں نے یہاں تک فرمادیا۔ کاشکہ جو امام کے پیچھے پڑھتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ موطا امام محمد[1] میں حضرت سعد بن وقاص اور حضرت فاروق اعظم کا ارشاد منقول ہے۔ اور یہ شدت قرآن عظیم کے احترام کی وجہ سے ہے۔ بدیہی بات ہے کہ اگر کسی بادشاہ کا فرمان کسی کے سامنے پڑھا جائے۔ تو حاضرین پر لازم ہوگا کہ وہ ہمہ تن گوش ہو کر بغور سنیں۔ اگر بالفرض کوئی نہ سنے تو یقیناً وہ بادشاہ کے عقاب کا مستحق ہوگا۔ تو جبکہ عام بادشاہوں کی یہ سطوت ہے تو اس جبار قہار مالک الملک والملکوت کے فرمان کی حیثیت کیا ہوگی۔ کیا کسی بھی عقل والے کے نزدیک یہ بات پسندیدہ ہوگی کہ وہ اسے بغور نہ سنے اور اپنے کو مشغول رکھے اور کیا اس میں سوء ادب کا پہلو نہیں؟ اس پہلو کو سامنے رکھکر اشدھم فی امر اللہ سیدنا فاروق اعظم نے فرمایا۔ کہ کاشکہ اس کے منہ میں انگارہ ہوتا۔

مخالفین کے عناد اور مکابرے کی وجہ سے یہ بحث ابھی بہت تفصیل چاہتی ہے۔ مگر میں نے بقدر ضرورت ہی لکھا۔ جو منصف دیندار کے لئے کافی ہے۔ اس موضوع پر رفع یدین کی طرح بہت رسائل فریقین نے لکھے ہیں۔ جو تفصیل چاہتا ہے ان کا مطالعہ کرے اس موضوع پر ہماری مستدل آیت کریمہ۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ بھی ہے۔ بیہقی نے حضرت امام احمد کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت نماز میں قرآن پڑھنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے نماز میں قرآن پڑھنے کو بھی شامل ہے اس لئے نماز میں مقتدی کے لئے قرأت کا ممنوع ہونا ضرور اس سے ثابت۔ چونکہ ہم نے مقدمے میں یہ بحث ذکر کر دی ہے۔ اس لئے یہاں دوبارہ نہیں لائے۔ اخیر میں حدیث جابر سے متعلق وہ تفصیل جو امام محمد نے موطا میں مرسلاً اور کتاب الآثار میں متصلاً جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ ذکر کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

---

[1] باب القرأۃ خلف الامام ص ۱۰۲/۱۰۱

حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر میں امامت فرمائی۔ تو ایک شخص نے حضور کے پیچھے قرأت کی۔ اس پر جو صاحب اُن کے متصل تھے۔ انھوں نے ان کی چٹکی لی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے پوچھا تم نے میری چٹکی کیوں لی تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرے آگے امام تھے۔ میں نے اسے مکروہ جانا کہ تو حضور کے پیچھے پڑھے۔ اسے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سن لیا تو فرمایا جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اس کے رجال صحاح ستہ کے رجال ہیں۔ اسے امام محمد کے علاوہ دارقطنی نے بھی روایت کیا۔ اور کہا اسے جریر بن سفیان، ابوالاحوص، شعبہ، زائدہ، زبیر، ابوعوانہ، ابن ابی لیلیٰ، قیس، شریک وغیرہ نے بھی روایت کیا۔ اس حدیث سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو امام کے پیچھے قرأت کا حکم نہیں دیا۔ (۲) جن بعض صحابہ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے امام کے پیچھے قرأت کی یہ ان کا اپنا فعل تھا جسے وہ اپنی صوابدید سے کرتے تھے (۳) صحابہ کرام کی غالب اکثریت مقتدی کے لئے قرأت کو ناپسند کرتی تھی۔ (۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرأت خلف الامام سے منع فرمایا۔ (۵) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ کا استثناء نہیں فرمایا۔ اور موقع ایسا تھا کہ اگر وہ حکم ممانعت سے مستثنیٰ ہوتی تو ضرور استثناء فرماتے تو ثابت کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا بھی ممنوع ہے

**کشمیری صاحب پر تعقب۔**

فیض الباری جلد ثانی صـ۲۷ پر ہے۔ کہ میرے نزدیک امام اعظم کا مسلک یہ ہے جہری نماز میں قرأت ممنوع ہے اور سری میں جائز ہے۔ جیسا کہ صاحب ہدایہ نے محمد بن حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے۔ اگرچہ امام ابن ہمام نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے اسے مؤطا اور کتاب الآثار میں نہیں پایا۔ اقول۔ کاشکہ کشمیری صاحب اس مقام پر فتح القدیر[1] دیکھ لیتے۔ تو امام ابن ہمام کے سر جھوٹ نہ باندھتے امام ابن ہمام نے کتاب الآثار اور موطا دونوں کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ امام محمد کا قول یہی ہے کہ کسی نماز میں مقتدی کو قرأت جائز نہیں نہ جہری میں نہ سری میں۔ فرماتے ہیں۔

حق یہ ہے کہ امام محمد کا قول اس مسئلہ میں بھی شیخین کے قول کے مثل ہے کیونکہ ان کی کتابوں میں ان کی عبارتیں اس بارے میں تصریح کر رہی ہیں کہ وہ شیخین سے اس مسئلہ میں الگ نہیں۔ جیسا کہ کتاب الآثار باب القرأۃ خلف الامام میں پہلے علقمہ بن قیس کا یہ فعل سند کے ساتھ بیان فرمایا کہ انھوں نے کبھی قرأت نہیں کی نہ جہری میں نہ سری میں۔ پھر فرمایا اسی کو ہم لیتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ وہ کسی نماز میں جہری ہو یا سری، قرأت کو جائز نہیں جانتے۔ پھر دوسرے آثار کو سندوں کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد فرمایا۔ کسی نماز میں امام کے پیچھے قرأت مناسب نہیں۔ اور موطا میں اس سلسلے کے آثار نقل کرنے کے بعد فرمایا۔ امام کے پیچھے قرأت نہیں نہ جہری میں نہ سری میں۔ اسی کے مطابق عامہ اخبار وارد ہیں یہی ابوحنیفہ کا قول ہے۔

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ کشمیری صاحب نے کس طرح آنکھوں میں دھول جھونکی ہے۔ امام ابن ہمام تو صاف صاف لکھ رہے ہیں۔ کہ کتاب الآثار اور موطا دونوں میں انھوں نے تصریح فرمائی ہے کہ امام کے پیچھے نہ جہری نماز میں قرأت ہے نہ سری میں۔ اور یہ امام

---

[1] اول فصل فی القرأۃ صـ۱۳۵ نول کشور۔

ابن ہمام کے سر منڈھ رہے ہیں کہ انھوں نے صرف اس بنا پر اسے امام محمد کا قول تسلیم نہیں کیا کہ انھیں کہیں نہیں ملا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ غیر مقلدین کے آگے سپر اندازی کا نتیجہ ہے یا آپ کے اعلیٰ درجے کے حافظے کی خوبی ہے۔

**گنگوہی صاحب پر تعقب۔** تذکرۃ الرشید حصہ اول صـ۹۲ پر گنگوہی صاحب کی جلالت علم کے ثبوت میں ان کے عاشق میرٹھی صاحب نے یہ قصہ بیان کیا ہے۔ کہ ان کے ایک شاگرد حج کے لئے گئے۔ تو شیخ الدلائل حضرت مولینا احمد علی محدث رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں درس ترمذی میں شریک ہوتے تھے۔ قرأت خلف امام کی بحث کے اثنا گنگوہی صاحب کے نیاز مند نے گنگوہی صاحب کی اس نکتہ سنجی کا تذکرہ کیا۔ کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث موقوفاً صحیح مسلم میں مروی ہے کہ قرأت فاتحہ ہر رکعت میں ضروری ہے۔ الا ان یکون وراء الامام۔ مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب کو میں نے سنا کہ فرماتے تھے۔ کہ یہ حدیث ہر چند کہ موقوف جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہے۔ مگر مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ احکام کے متعلق ہے کہ صحابی اپنی طرف سے یہ استثنا نہیں کر سکتا۔ مولینا عبدالحق صاحب اس تقریر کو سن کر پھڑک اٹھے اور بڑے شوق کے ساتھ باصرار فرمایا۔ کہ ہند میں پہنچ کر جناب مولینا رشید احمد صاحب سے اس حدیث کا پتہ دریافت کر کے مجھے ضرور لکھنا کہ کس جگہ اور کس صفحہ پر ہے۔ چنانچہ میں نے واپس ہو کر گنگوہ کی حاضری میں حضرت سے اس حدیث کا پتہ دریافت کیا اور بقید صفحہ و سطر لکھ کر مولینا عبدالحق صاحب کو ۱۳۰۰ھ میں اطلاع دی۔

**اقول۔** گنگوہی صاحب اور ان کے یہ شاگرد اور ان کے عاشق میرٹھی سب آنجہانی ہو گئے۔ اب ہم کس سے پوچھیں کہ یہ حدیث مسلم میں کہاں ہے۔ ناظرین کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت شیخ الدلائل اعظم علماء مکہ میں سے تھے اور نارہ ضلع الہ آباد ان کی جائے پیدائش ہے۔ ہجرت کر کے مکہ معظمہ جا بسے تھے۔ یہ قصہ صرف ان کی شان گھٹانے کے لئے گڑھا گیا۔ ان کا جرم صرف یہ ہے کہ انھوں نے حسام الحرمین کی تصدیق فرما دی تھی۔ مگر سنت الٰہی ابھی جاری ہے۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنۂ پاکاں کند

مثل مشہور ہے۔ چور بھاگتا جاتا ہے نشانِ قدم چھوڑتا جاتا ہے۔ وہی حال یہاں ہوا۔ یہ حدیث مسلم میں نہیں ترمذی جلد اول ہی میں ہے۔ حضرت شیخ الدلائل بقول اس کذاب کے ترمذی جلد اول کا درس دے رہے تھے۔ تو ان سے یہ حدیث کیسے پوشیدہ رہ سکتی تھی۔ جبکہ یہ ترمذی کے صـ۴۲ ہی پر ہے وہ بھی قرأت خلف الامام ہی کے باب میں پھر اس حدیث کا صفحہ سطر پوچھنا کیا معنی؟ اور چونکہ آفرینی گنگوہی صاحب کی طرف منسوب ہے۔ وہ اصول حدیث کا ایسا مشہور و معروف قاعدہ ہے کہ اہل سنت کے مدارس کے سب طلبہ جانتے ہیں۔ پھر کس کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ حضرت شیخ الدلائل کس بات پر پھڑکے۔ یہ صرف حضرت شیخ الدلائل کی شان ارفع اعلیٰ کو گھٹانے کے لئے گڑھا گیا ہے۔ ورنہ ان کی جلالت علم کے سامنے گنگوہی صاحب جیسے لوگوں کی کیا حقیقت؟ اس ایک واقعے میں اتنے جھوٹ ایک ساتھ ہیں (۱) یہ حدیث مسلم میں ہے (۲) اسے سن کر شیخ الدلائل پھڑک گئے (۳) اس کا پتہ پوچھا (۴) اور اس دیوبندی کو گنگوہی صاحب نے مسلم شریف کا صفحہ و سطر بتایا (۵) پھر اس دیوبندی نے شیخ الدلائل کو اس کی اطلاع دی۔

**حدیث (۴۸۶)**

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰی فَسَلَّمَ

مسجد میں تشریف لائے تو ایک شخص مسجد میں آیا اور نماز پڑھی پھر

عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ وَقَالَ اِرْجِعْ فَصَلِّ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کیا حضور نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا لوٹ اور پھر نماز پڑھ

فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰی كَمَا صَلّٰی ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ

اس لئے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی وہ لوٹا اور اس نے پھر نماز پڑھی جیسا پہلے پڑھی تھی۔ پھر آیا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ

کو سلام کیا پھر حضور نے فرمایا لوٹ اور پھر نماز پڑھ اسلئے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی

**تشریحات (۴۸۶)**

مطابقت۔ گزر چکا کہ اس باب کے چھ اجزا ہیں چھٹا جزیہ ہے کہ سِرّی نمازوں میں بھی قرأت ہے۔ اس حدیث میں جو واقعہ مشہور ہے وہ دن کی نماز کا ہے۔ جن میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ سِرّی قرأت کی ہے۔ یہ قصہ جن صاحب کا ہے ان کا نام خلاد بن رافع ہے۔ ترمذی میں ہے کہ ایک صاحب آئے جو دیہاتی کی طرح تھے۔ نماز پڑھی اور بہت ہلکی پڑھی۔

**مسائل**

(۱) سلام کا جواب دینا واجب ہے (۲) تعدیل ارکان واجب ہے۔ فرض نہیں۔ اس لئے کہ اس حدیث کے بعض طرق میں اخیر کا جملہ یہ ہے۔ اذا فعلت هذا فقد تمت صلوتك وما انتقصت من هذا انتقصت من صلوتك حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نقصان کے باوجود اسے نماز قرار دیا یہ اس بات کی دلیل ہے۔ لم تصل۔ میں نفی کمال مراد ہے علاوہ ازیں خبر واحد ہے اور خبر واحد سے فرضیت نہیں ثابت ہوتی (۳) نماز کا افتتاح تکبیر سے ہونا ضروری ہے۔ امام شافعی وغیرہ کہتے ہیں۔ کہ خاص لفظ اللہ اکبر ہونا فرض ہے۔ ہمارے یہاں ہر وہ صیغہ جو اللہ عزوجل کی عظمت و کبریائی پر دلالت کرے کافی ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں ہے۔ وذکر اسم ربه فصلی۔ اور اس نے اپنے رب کا نام لیا اور نماز پڑھی۔ اور ذکر تمام ایسے صیغوں کو عام ہے جو جلالت و کبریائی پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسے اللہ اکبر، اللہ اعظم، الرحمٰن اکبر، الرحمٰن اجل، سبحان اللہ، الحمد للہ وغیرہ۔ مگر اس حدیث کی وجہ سے لفظ اللہ اکبر ہونا واجب ہے (۴) ثم اقرأ ما تیسر من القرآن۔ پھر تمہیں جتنا قرآن یاد ہو اس میں سے جتنا تمہیں آسان ہو اتنا پڑھو۔ ہماری دلیل ہے کہ بعینہ سورہ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں۔ قرآن مجید کا جو بھی حصہ پڑھیں فرض

---

۵۱ عمدۃ القاری جلد سادس صـ۱۶

ثَلٰثًا فَقَالَ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أُحْسِنُ غَیْرَهٗ فَعَلِّمْنِیْ

تین بار ایسا ہی ہوا۔ اب اس نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا

فَقَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ

حضور مجھے سکھا دیں تو ارشاد فرمایا۔ جب نماز کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر پڑھ۔ پھر جتنا قرآن تمہیں یاد ہو اس میں سے جو ہو سکے پڑھو

ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ

اس کے بعد رکوع کرو یہاں تک کہ باطمئنان رکوع ہو جائے پھر سر اٹھا یہاں تک کہ تو سیدھا کھڑا ہو جائے پھر

اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا

سجدہ کر یہاں تک کہ باطمئنان سجدہ ہو جائے پھر سر اٹھا اور باطمئنان بیٹھ جا اور ایسے

وَافْعَلْ فِیْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا ۔

ہی اپنی ہر نماز میں کر

ادا ہو جائے گا۔ اگرچہ سورہ فاتحہ نہ ہو۔ اس لئے کہ یہ موقع تعلیم کا تھا۔ اگر بعینہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں ضرور تعلیم دیتے۔ (۵) البتہ سورہ فاتحہ اور تین چھوٹی آیتوں کا امام و منفرد کو پڑھنا واجب ہے (۶) حدیث لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کے معارض ہوگی اگر اس میں لا کو نفی جواز کے لئے لیں گے۔ دفع تعارض کے لئے ضروری ہے کہ اس حدیث میں لا کو کمال کی نفی کے لئے لیا جائے (۷) اس حدیث سے ثابت کہ نماز سے باہر آنے کے لئے لفظ۔ السلام فرض نہیں۔ اس لئے کہ اگر فرض ہوتا تو حضور انھیں ضرور تعلیم دیتے تعلیم کے موقع پر ترک اس کی دلیل ہے کہ وہ فرض نہیں۔ اس پر نص صریح حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا اخیر حصہ ہے۔ کہ فرمایا۔ اذا قلت ھذا او فعلت ھذا فقد تمت صلوتك۔ جب تو نے اتنا پڑھ لیا یا اتنا کر لیا تو تیری نماز ہو گئی۔ اس میں بھی لفظ السلام کا ذکر نہیں۔ (۸) واجب کے ترک سے اعادہ واجب ہے (۹) نفل شروع کرنے کے بعد اس کا پورا کرنا لازم ہے۔ اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ نماز نفل تھی۔

---

عہ اذان باب وجوب القراۃ للامام والماموم فی الصلوات کلھا ص۱۰۴ باب امر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الذی لا یتم رکوعہ بالاعادۃ ص۱۰۹ ثانی الاستیذان باب من رد فقال علیك السلام ص۹۲۴ الایمان والنذور باب اذا حنث ناسیا ص۴۸۷ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد صلوٰۃ ترمذی مواقیت، استیذان نسائی افتتاح تطبیق۔ سہو۔ دارمی صلوٰۃ مسند امام احمد۔ ثانی ص۱۲۷

**حدیث (۴۸۷)**

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی پہلی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلٰوةِ

دو رکعتوں میں فاتحۃ الکتاب اور دو سورتیں پڑھتے تھے۔ پہلی میں لمبی قرات کرتے تھے اور دوسری

الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ يُطَوِّلُ فِي الْاُوْلٰى وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ

میں کم۔ اور کبھی کبھی ہمیں آیت سنا دیتے اور عصر میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں

وَيُسْمِعُ الْاٰيَةَ اَحْيَانًا وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ وَكَانَ

پڑھتے تھے۔ اور پہلی میں قرأت لمبی کرتے۔ اور صبح

يُطَوِّلُ فِي الْاُوْلٰى وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَيُقَصِّرُ

کی پہلی رکعت میں قرأت لمبی کرتے اور دوسری

**تشریحات (۴۸۷)**

مسائل۔ (۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ظہر اور عصر اور فجر کی پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری کے قرأت طویل ہونی سنت ہے۔ مگر چونکہ اس کے معارض دوسری احادیث بھی ہیں، مثلاً حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسلم شریف میں یہ حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی ہر رکعت میں تیس آیت کی مقدار پڑھتے تھے۔ اس لئے ہمارا مذہب یہ ہے کہ ظہر اور عصر کی دونوں رکعتوں میں قرأت برابر رہنی سنت ہے۔ اور اس حدیث میں جو وارد ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ثنا، تعوذ، تسمیہ کی وجہ سے پہلی رکعت بہ نسبت دوسری کے طویل ہو جاتی تھی۔ یہ حدیث آگے باب یقرأ فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب۔ میں اس زیادتی کے ساتھ وارد ہے۔ اور اخیر کی رکعتوں میں فاتحۃ الکتاب پڑھتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اخیر کی رکعتوں میں سورۃ ملانا واجب نہیں ہمارے یہاں اخیر کی رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے۔ اگر چاہے تو تسبیح پر بھی اکتفا کر سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابن منذر نے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا۔ کہ پہلی رکعتوں میں قرآن مجید پڑھ اور اخیر والیوں میں تسبیح پڑھ۔ نیز مصنف عبد الرزاق میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت علی اور حضرت ابن مسعود کا عمل یہ مذکور ہے کہ یہ لوگ پہلی رکعتوں میں قرآن مجید پڑھتے اور اخیر والیوں میں تسبیح۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یہی مروی ہے۔ تابعین کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ جن روایتوں میں اخیر کی رکعتوں میں

---

۱ اول صلوۃ باب القراۃ فی الظہر والعصر ص ۱۸۶۔

## فِی الثَّانِیَۃِ ؏

میں کچھ کم کرے۔

**حدیث (۴۸۸)** عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّہٗ قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ

اِنَّ اُمَّ الْفَضْلِ سَمِعَتْہٗ وَھُوَ یَقْرَأُ وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا فَقَالَتْ

ام الفضل نے سنا اور وہ (سورہ) والمرسلٰت عرفا پڑھ رہے تھے تو انھوں نے کہا

یَا بُنَیَّ لَقَدْ ذَکَّرْتَنِیْ بِقِرَأَتِکَ ھٰذِہِ السُّوْرَۃَ اِنَّھَا لَاٰخِرُ مَا سَمِعْتُ

اے بیٹے تو نے اپنی قرأت سے یہ سورہ مجھے یاد دلادی آخری قرآن جو میں نے

میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا ذکر ہے وہ استحباب پر محمول ہیں۔ اس لئے کہ طبرانی نے اوسط میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے۔ کہ نماز میں قرأت کی سنت یہ ہے کہ پہلی رکعتوں میں ام القرآن اور سورۃ پڑھی جائے اور اخیر والی میں ام القرآن۔ رہ گیا یہ کہ حضرت ابو قتادہ کو اس کا علم کیسے ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورہ فاتحہ اور سورۃ پڑھا کرتے تھے۔ اس کو وہ خود بیان کر چکے ہیں کبھی کبھی حضور ہمیں آیت سنا دیتے تھے یہ سنناد و طرح ہو سکتا ہے ایک یوں کہ تعلیم کے لئے، کبھی کبھار یا ابتدا میں حضور نے بلند آواز سے قرأت کی ہو یا اس طرح کہ کبھی آہستہ پڑھنے میں قریب کے آدمی قرأت سن لیا کرتے ہیں اسی طرح حضرت ابو قتادہ نے سنا ہو۔

**تشریحات (۴۸۸)** تکمیل۔ کتاب المغازی میں یہ زائد ہے۔ پھر اس کے بعد حضور نے ہمیں کوئی نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ اللہ نے اٹھا لیا۔ نسائی میں یہ تصریح ہے کہ یہ مغرب کی نماز تھی اور یہ کہ حضور نے اپنے کاشانہ اقدس میں پڑھائی تھی۔ ترمذی میں ہے کہ حضور ہماری طرف اپنی بیماری میں تشریف لائے اور حضور سر پر پٹی باندھے ہوئے تھے اور مغرب پڑھی جس میں مرسلٰت پڑھا۔ اس کے بعد وصال کے وقت تک (مغرب کی) نماز نہیں پڑھائی ترمذی کی روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور مسجد اقدس میں تشریف لائے۔ اور مسجد ہی میں نماز پڑھائی۔ اور نسائی کی روایت میں ہے کہ گھر کے اندر پڑھائی۔ علامہ عینی نے یہ تطبیق دی۔ کہ ترمذی کی روایت خرج الینا۔ سے مراد یہ ہے کہ کاشانہ اقدس میں جہاں لیٹے تھے وہاں سے نکلے۔ یہ نہیں کہ حجرہ مبارکہ سے نکل کر مسجد میں تشریف لائے۔ اس حدیث کے کل طرق پر غور

---

ع ۵ اذان۔ باب القراۃ فی الظھر ص۱۰۵ باب القراۃ فی العصر ص۱۰۵ باب یقرأ فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب ص۱۰۶ باب اذا اسمع الامام الآیۃ ص۱۰۶ باب یطول فی الرکعۃ الاولیٰ ص۱۰۷

مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ بِھَا فِی الْمَغْرِبِ

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سنا ہے یہی ہے۔ حضور اسے مغرب میں پڑھ رہے تھے

**حدیث (۴۸۹)**

عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَکَمِ قَالَ

عروہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروان بن حکم سے روایت کی کہ اس نے کہا

قَالَ لِیْ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مَالَکَ تَقْرَأُ فِی الْمَغْرِبِ

مجھ سے زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو مغرب میں قصار پڑھتا ہے

بِقِصَارٍ وَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ

اور میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنا کہ وہ دو بڑی سورتوں سے بھی بڑی

کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ غالباً حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لانے کے بعد یہ قصہ انھیں کے گھر ہوا ہوگا۔ اور چند افراد جو حجرہ مبارکہ میں تھے انھیں نماز پڑھائی۔ نیز بقیہ روایتوں کے اس حصہ سے کہ پھر ہمیں نماز نہیں پڑھائی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ یوم وصال سے ایک دن قبل اتوار کی مغرب تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**تشریحات (۴۸۹)** اس حدیث کا ایک راوی مروان بن حکم مشہور زمانہ عیار کھیا دفتنہ پرور ہے۔ جس کی وجہ سے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی جس کی وجہ سے اسلام کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔ اور ہزارہا مسلمان قتل کئے گئے۔ یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے کہ امام بخاری جیسے متشدد محتاط محدث نے اپنی اصح الکتب میں اس کی روایت کیسے لی؟ اس کا باپ حکم بن العاص وہ بدطینت خبیث تھا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نقلیں اتارتا تھا۔ کاشانہ اقدس میں جھانکتا تھا۔ جس کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اس کنگھے سے تیری آنکھ پھوڑ دوں۔ انھیں خباثتوں کی وجہ سے حکم کو طائف جلاوطن کر دیا تھا۔ اسی کے ساتھ اس کا یہ فسادی بیٹا بھی طائف چلا گیا تھا۔ ارباب سیر کا اس پر اتفاق ہے کہ مروان نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی ہے۔

طولی الطولیین۔ طولی۔ طویل سے اسم تفضیل مونث فعلی کے وزن پر ہے۔ اور الطولیین، اسی کا تثنیہ ہے۔ ان دو بڑی سورتوں میں سے ایک تو اعراف ہے۔ اور دوسری بر بنا قول محفوظ[۵] انعام ہے۔ قصار سے مراد قصار مفصل ہے جیسا کہ کشمیہنی کی روایت بھی ہے۔ سورہ، لم یکن الذین کفروا۔ سے لیکر آخر تک کو قصار مفصل کہتے ہیں۔

---

ع۴ اذان باب القرأۃ فی المغرب ص۱۰۵ ثانی مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۶۳۷ مسلم ابوداؤد۔ ترمذی نسائی ابن ماجہ کلھم فی الصلوٰۃ۔ ۵ عمدۃ القاری جلد سادس ص۲۴۔

بِطُوْلَى الطُّوْلَيَيْنِ ؏ ۵

سورہ پڑھتے تھے

حدیث (۴۹۰) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

محمد بن جبیر بن مطعم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ

کہ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنا کہ مغرب میں سورہ

بِالطُّوْرِ ؏ ۵

طور پڑھی

**تشریحات** تکمیل۔ کتاب الجہاد اور المغازی میں اتنا زائد ہے۔ کہ یہ یعنی جبیر بن مطعم غزوۂ بدر کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تھے تاکہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سفارش کریں کہ حضور انھیں چھوڑ دیں۔ اسی وقت مغرب میں سورہ طور پڑھتے ہوئے سنا تھا فرماتے ہیں کہ یہ پہلا موقع تھا کہ اسلام میرے دل میں گھر کر گیا کتاب التفسیر میں یہ بھی ہے۔ کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس آیت پر پہنچے۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا يُوْمِنُوْنَ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ۔

کیا وہ کسی اصل سے نہیں بنائے گئے ہیں یا وہی بنانے والے ہیں۔ کیا آسمانوں اور زمین کو انھوں نے پیدا کیا۔ بلکہ انھیں یقین نہیں۔ کیا ان کے پاس تمھارے رب کی رحمت کے خزانے ہیں۔ یا وہ نگہبان ہیں۔

تو معلوم ہوتا تھا کہ میرا دل اڑ جائے گا۔

ان کی سفارش پر فرمایا۔ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان ناپاکوں کے بارے میں سفارش کرتا تو چھوڑ دیتا۔

**مطابقت** چونکہ جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے پھر بھی انھوں نے سنا تو ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلند آواز سے قرأت فرما رہے تھے۔

مسائل (۱) ان تینوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب میں لمبی سورتیں پڑھنی سنت ہیں یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔

---

ع۵ اذان باب القراۃ فی المغرب ص۱۰۵ ابوداؤد۔ نسائی کلاھما فی الصلوٰۃ۔ ع۵ اذان باب الجھر فی المغرب ص۱۰۵ جھاد۔ باب فداء المشرکین ص۴۲۸ ثانی مغازی باب ص۵۷۳ تفسیر سورہ والطور ص۷۲۰ مسلم ابوداؤد صلوٰۃ ترمذی۔ مواقیت۔ نسائی افتتاح۔ دارمی۔ صلوٰۃ ۶۴۔ مسند امام احمد جلد رابع ص۵۰ موطا فدار

**حدیث (۴۹۱)** عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ

ابو رافع نے کہا میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ

تَعَالٰی عَنْهُ الْعَتَمَةَ فَقَرَاَ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فَقُلْتُ لَهٗ

عشار کی نماز پڑھی اس میں انھوں نے اذا السماء انشقت، پڑھی۔ تو سجدہ کیا۔ میں نے ان سے پوچھا

ہمارے یہاں مستحب یہ ہے کہ مغرب میں قصار مفصل پڑھی جائیں۔ ہماری دلیل وہ احادیث ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ حضرت جابر، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں۔ کہ ہم مغرب پڑھ کے اپنے گھر اقصی مدینہ تیر پھینکتے ہوئے جاتے تو اتنا اجالا رہتا کہ تیر گرنے کی جگہ دیکھ لیتے۔ نیز ابن ماجہ[1] میں سند صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مغرب میں قل یا ایھا الکفرون اور قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے۔ بزار نے اپنی مسند میں سند صحیح کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مغرب اور عشاء میں۔ واللیل اذا یغشی اور والضحیٰ۔ اور ظہر اور عصر میں۔ سبح اسم ربک الاعلیٰ اور ھل اتاک۔ پڑھتے تھے ابن مردویہ نے اپنی کتاب اولاد المومنین میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شب جمعہ کی مغرب میں قل یا ایھا الکفرون اور قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے۔ نیز اجلہ صحابہ کرام کا اسی پر عمل تھا مثلاً حضرت صدیق اکبر فاروق اعظم حضرت ابن مسعود حضرت ابن عباس حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اسی لئے امام مالک فرماتے ہیں۔ کہ مغرب میں لمبی سورتیں پڑھنا مکروہ ہے۔ ان احادیث کا جواب یہ ہے کہ کبھی کبھی بیان جواز کے لئے یا صحابہ کرام کے نشاط کے وقت یہ سورتیں پڑھی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرأت میں بھی زبان کا اعجاز رہا ہو کہ تھوڑے سے وقت میں زیادہ سے زیادہ قرأت فرماتے تھے۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں مروی ہے کہ سواری پر زین کسنے کا حکم دے کر زبور کی تلاوت شروع فرماتے اور زین کسنے سے پہلے پہلے پورے زبور شریف کی تلاوت فرما لیتے۔ ورنہ جبکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لمبی قرأت کی بنا پر حضرت معاذ پر عتاب فرمایا تو خود کیسے یہ پسند فرماتے کہ سورہ اعراف و انعام جیسی لمبی سورتیں مغرب میں پڑھتے (۲) حدیث ۸۹۲ بطولی الطولیین۔ اس کی دلیل ہے کہ مغرب کا وقت شفق احمر ہی تک نہیں شفق ابیض کے غروب تک ہے۔ اس لئے کہ شفق احمر اتنی دیر نہیں رہتی کہ سورہ اعراف یا انعام پڑھی جا سکے۔

**تشریحات (۴۹۱)** مطابقت باب۔ یہاں باب یہ ہے عشار کی نماز میں بلند آواز سے قرأت۔ اس کا ثبوت اس طرح ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے اس سورۃ میں سجدہ کیا۔ مقتدی پر سجدہ اسی وقت واجب ہے جبکہ امام آیت سجدہ بلند آواز سے پڑھے۔ تو ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشار میں بلند آواز سے قرأت کی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سورہ انشقاق میں سجدہ ہے۔ بخلاف امام مالک کے

---

[1] باب القرأۃ فی المغرب ص۶۰ ۵۲ نزھۃ القاری سادس ص۲۶

قَالَ سَجَدْتُ خَلْفَ اَبِی الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَا اَزَالُ

تو بتایا کہ میں نے حضرت ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے سجدہ کیا ہے میں اس پر ہمیشہ سجدہ کرتا

اَسْجُدُ بِھَا حَتّٰی اَلْقَاہُ ع ۵

رہوں گا یہاں تک کہ ان سے ملوں ۔ ۱۲

**حدیث (۴۹۲)**

عَنْ عَدِیٍّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ سَفَرٍ فَقَرَاَ فِی الْعِشَاءِ فِیْ اِحْدَی الرَّکْعَتَیْنِ بِالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ع ۵

عدی نے کہا میں نے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر کی حالت میں عشاء کی ایک رکعت میں تین و الزیتون پڑھا۔

ان کے نزدیک اس سورہ میں سجدہ نہیں۔ پھر علماء کرام کے مابین اس بارے میں اختلاف ہے۔ کہ آیت سجدہ کیا ہے۔ ہمارے یہاں آیہ کریمہ وَاِذَا قُرِئَ عَلَیْھِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ۔ ہے۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس سورۃ کی آخیر آیت۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ سورہ پوری کرنے کے بعد سجدہ کرے۔

**تشریحات (۴۹۲)** ہمارے یہاں عشاء میں اوساط مفصل پڑھنا مستحب ہے۔ جیسا کہ ابھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گزری کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشاء میں سورہ انشقاق پڑھی۔ نیز حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عشاء میں سورہ والنجم، اور حضرت ابن عمر نے لم یکن الذین کفروا پڑھی اور اس حدیث میں جو مذکور ہے۔ وہ سفر کا واقعہ ہے اور سفر میں تخفیف ہوتی ہی ہے اور باب سے مطابقت ظاہر ہے ہو رہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلند آواز سے پڑھا تھا جبھی تو انھیں معلوم ہوا کہ یہ سورہ پڑھی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی مستفاد ہوا۔ کہ سفر میں جہاں تک ہو معمولات میں تخفیف کرنی سنت ہے۔ اس کے بعد والی روایت میں یہ زائد ہے۔ وَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ

---

ع ۵ اذان باب الجھر فی العشاء ص ۱۰۵ باب القراۃ فی العشاء بالسجدۃ ص ۱۰۶ سجود القرآن باب سجدۃ اذا السماء انشقت ص ۱۴۶ باب من قرأ السجدۃ فی الصلوٰۃ فسجد ص ۱۴۷ مسلم ابو داؤد نسائی کلھم فی الصلوٰۃ ع ۵ اذان باب الجھر فی العشاء ص ۱۰۵ باب القراۃ فی العشاء ص ۱۰۶ ثانی تفسیر سورۃ تین ص ۷۳۹ التوحید باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الماھر بالقرآن مع السفرۃ الکرام البررۃ ص ۱۱۲۶ مسلم ابو داؤد نسائی کلھم فی الصلوٰۃ۔

**حدیث (۴۹۳)** اَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَاھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

عطار نے مجھے خبر دی کہ انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے

عَنْہُ یَقُوْلُ فِیْ کُلِّ صَلٰوۃٍ یُقْرَأُ فَمَا اَسْمَعَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

ہوئے سنا کہ ہر نماز میں قرآن پڑھا جائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں جن نمازوں میں

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَسْمَعْنَاکُمْ وَمَا اَخْفٰی عَنَّا اَخْفَیْنَا عَنْکُمْ وَاِنْ

سنایا ہم نے تم کو سنایا اور جن میں آہستہ پڑھ کر ہم سے چھپایا ہم بھی ان میں آہستہ

لَّمْ تَزِدْ عَلٰی اُمِّ الْقُرْاٰنِ اَجْزَأَتْ وَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ ع ۵

پڑھ کر چھپاتے ہیں۔ اگر سورہ فاتحہ سے زائد نہ پڑھا جائے تو بھی کافی ہے اور اگر تم زیادہ کرو تو یہ بہتر ہے

صوتا منہ او قرأۃً ۔ اور میں نے حضور سے زیادہ اچھی آواز یا عمدہ قرأت کسی کی نہیں سنی ۔

**تشریحات (۴۹۳)** مسائل ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر نماز میں قرأت فرض ہے ۔ نیز یہ حدیث حضرت امام شافعی کی دلیل ہے کہ نماز میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے ۔ ضم سورہ واجب نہیں ۔ مستحب ہے ہمارا مذہب یہ ہے کہ فرائض کی دو رکعتوں میں ضم سورہ واجب ہے ۔ ہماری دلیل یہ احادیث ہیں ۔

ابن عدی کامل میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب وسورۃ معھا ۔ سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورہ ملائے بغیر نماز ہی نہیں

ترمذی اور ابن ماجہ میں انھیں سے ان الفاظ میں مروی ہے ۔

لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بالحمد وسورۃ فی فریضۃ او فی غیرھا ۔ جس نے سورہ فاتحہ اور کوئی سورہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں فرض ہو یا کوئی اور نماز ۔

امام احمد اور ابو داؤد نے انھیں سے ان الفاظ میں روایت کیا ۔

امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان نقرأ بفاتحۃ وما تیسر ۔ واللفظ للامام احمد ۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سورہ فاتحہ اور جتنا آسان ہو اتنا پڑھیں ۔

نیز ابن عدی نے حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

لا تجزئ الصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب وثلاث آیات فصاعدا ۔ فرض نماز سورہ فاتحہ اور تین یا اس سے زائد آیتیں پڑھے بغیر نہ ہوگی ۔

---

ع ۵ اذان باب القراۃ فی الفجر ص ۱۰۶ مسلم ۔ نسائی کلاھما فی الصلوٰۃ ۔ مسند امام احمد ۔

**حدیث (۴۹۴)** عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ اِنْطَلَقَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ طَائِفَۃٍ مِّنْ اَصْحَابِہٖ عَامِدِیْنَ

اپنے اصحاب کے ایک گروہ کے ساتھ بازار عکاظ کی جانب قصد

اِلٰی سُوْقِ عُکَاظٍ وَّقَدْ حِیْلَ بَیْنَ الشَّیَاطِیْنِ وَبَیْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَ

کرکے چلے اور اس وقت شیاطین اور آسمان کی خبروں کے درمیان روک لگادی

اُرْسِلَتْ عَلَیْہِمُ الشُّہُبُ فَرَجَعَتِ الشَّیَاطِیْنُ اِلٰی قَوْمِہِمْ فَقَالُوْا

گئی تھی۔ اور ان پر شعلے پھینکے جاتے تھے۔ تو شیاطین اپنی قوم کی طرف لوٹ آئے انھوں نے پوچھا

مَا لَکُمْ قَالُوْا حِیْلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَاُرْسِلَتْ عَلَیْنَا

تمھارا کیا حال ہے انھوں نے بتایا کہ ہمارے اور آسمان کی خبر کے درمیان روک لگادی گئی ہے اور ہم پر

ابو نعیم نے تاریخ اصبہان میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا تجزئ صلوٰۃ لا یقرأ فیہا بفاتحۃ الکتاب وشیٔ معہا جس نماز میں سورہ فاتحہ اور اس کے علاوہ کچھ اور نہ پڑھا جائے وہ نہ ہوگی۔

اور اس حدیث میں جو مذکور ہے۔ وان لم تزد علی ام القرآن الخ۔ ظاہر ہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا فتویٰ ہے۔

**تشریحات (۴۹۴)** عکاظ۔ اہل عرب اشہر حرم میں تین بازاروں میں اکٹھے ہوتے تھے جس میں سامانوں کے لین دین کے علاوہ آپس میں مفاخرت بھی کرتے۔ عکاظ۔ مجنہ۔ ذوالمجاز۔ پہلی دو قعدہ کو عکاظ میں جمع ہوتے۔ بیس دن یہاں رہتے۔ پھر مجنہ آتے دس دن یہاں۔ اس کے بعد ذوالمجاز میں آتے اور پھر یہیں سے منی جاتے۔ عکاظ کا بازار عام الفیل کے پندرہ سال بعد قائم ہوا اور ۱۲۹ھ تک رہا۔ عکاظ کا جائے وقوع کیا ہے یہ متعین نہ ہوسکا۔ صحاح میں ہے کہ مکے کے آس پاس تھا۔ کسی نے کہا عرفات کے قریب نجد جاتے ہوئے۔ کسی نے کہا کہ یہ طائف کے مضافات میں قرن المنازل کے پیچھے ایک منزل صنعاء کے راستے میں تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ طائف سے دس میل پہلے طائف اور نخلہ کے درمیان تھا۔ اس حدیث سے اس قول کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس میں یہ ہے۔ کہ عکاظ جاتے ہوئے نخلہ میں تھے۔

**طائفۃ من اصحابہ** جلد ثانی ص ۱۶۲، ۳ میں جو حدیثیں گزری ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لیلۃ الجن میں حضور اقدس

الشُّهُبُ قَالُوْا مَا حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ اِلَّا شَيْءٌ حَدَثَ فَاضْرِبُوْا

انگارے پھینکے جارہے ہیں تو انھوں نے کہا تمھارے اور آسمان کی خبر کے درمیان کسی نئی چیز نے رکاوٹ پیدا کی ہے۔ لہٰذا زمین

مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَانْظُرُوْا مَا هٰذَا الَّذِيْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَ

کے شرق و غرب میں گھومو اور دیکھو وہ کون سی چیز ہے جو تمھارے اور آسمان

بَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ فَانْصَرَفَ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ اِلَى

کی خبر کے درمیان حائل ہے ان میں جو تہامہ کی جانب گئے تھے وہ نبی صلی اللہ

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِنَخْلَةَ عَامِدِيْنَ اِلٰى سُوْقِ

تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب آئے اور حضور نخلہ میں تھے بازار عکاظ جارہے تھے

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ صرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ بلکہ بعض روایات میں ہے کہ کوئی نہ تھا۔ اور یہ اس حدیث کا صریح مدلول یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ تھے اور انھیں نماز فجر پڑھا رہے تھے نیز ابن اسحاق نے کہا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طائف سے واپس آرہے تھے۔ تو یہ واقعہ پیش آیا۔ اور یہ متفق ہے کہ طائف حضور کے ساتھ صرف حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے

**اقول وباللہ التوفیق** ۔ علامہ عینی نے ارشاد فرمایا کہ متعدد بار جنوں کا وفد مکے میں بھی اور مدینے بھی حاضر ہوا ہے۔ اس سے مذکورہ بالا اسرار سے خدشات دور ہو گئے۔ نیز اس حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے۔ اس میں ملاقات کا ذکر نہیں۔ اور جلد ثانی میں جو مذکور ہے۔ اس میں ملاقات، گفتگو کا بھی ذکر ہے۔ امام واقدی نے ذکر کیا کہ طائف سے واپسی کے بعد تین ماہ پر جن خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے۔ اب بات بالکل صاف ہو گئی کہ طائف سے واپسی کے بعد صحابہ کرام کے ساتھ عکاظ جارہے تھے۔ اسی وقت یہ قصہ پیش آیا اس تقدیر پر۔ ابن اسحاق کی روایت مرجوح ہو گی۔ اور ظاہر ہے صحیح بخاری کے مقابلے میں ابن اسحٰق کی اس روایت کیا کا وزن۔

**شیاطین** شیطان کی جمع ہے۔ اس کا مادہ یا تو شطن ہے جس کے معنی ہیں۔ دور ہوا۔ چونکہ شیطان اللہ کی رحمت سے دور ہیں۔ اس لئے شیطان کو شیطان کہتے ہیں۔ اس قول پر اس میں یا، اور الف زائد ہوں گے۔ اب یہ فیعال کے وزن پر ہوا۔ یا اس کا مادہ شیط ہے۔ اس کے معنی ہیں، غصے میں جل بھن گیا اب اس میں الف نون زائد تان ہے اور یہ فعلان کے وزن پر سکران کے مثل ہے۔ چونکہ راندہ درگاہ ہونے کی وجہ سے یہ ہمیشہ غصے میں جلا بھنا رہتا ہے اس لئے اس کو شیطان کہتے ہیں۔ عرف میں شیطان کے معنی خبیث بدطینت سرکش کے ہیں خواہ وہ جن ہو خواہ انسان خواہ چوپایہ۔ یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ شیطان اور جن ایک ہی نوع ہیں ان میں سرکش بدطینت کو شیطان کہتے ہیں۔ اور جن عام ہے۔ نیک طینت و بدطینت دونوں کو۔ صحیح یہ ہے کہ جن ابلیس کی اولاد ہیں۔

عُكَاظٍ وَّهُوَ يُصَلِّيْ بِاَصْحَابِهٖ صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْاٰنَ اسْتَمَعُوْا

اور اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انھوں نے قرآن سنا تو اسے بغور سنا

لَهٗ فَقَالُوْا هٰذَا وَاللّٰهِ الَّذِيْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ فَهُنَالِكَ

اور کہا بخدا یہی ہے وہ جو تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان حائل ہے۔ وہیں سے

حِيْنَ رَجَعُوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ قَالُوْا يَا قَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْ

اپنی قوم کے پاس لوٹ گئے اور ان میں جاکر کہا اے ہماری قوم ہم نے عجیب قرآن سنا جو ہدایت کا

**الشہب** یہ شہاب کی جمع ہے۔ اس کے معنی شعلہ انگارہ کے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے بھی شہاب گرتے تھے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت تک ان سے شیاطین کے بھگانے کا کام نہیں لیا جاتا تھا۔ بعثت کے بعد انھیں شیاطین کو آسمان پر جانے سے روکنے کے کام میں لگا دیا گیا۔

**صلوٰۃ الفجر** یہ واقعہ ہجرت کے تین سال پہلے کا ہے۔ اور معراج سے قبل کا ہے۔ معراج سے پہلے نماز پنجگانہ فرض نہ تھیں۔ تو یہ نماز فجر کیسی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہی حدیث اس کی دلیل ہے کہ قبل معراج نماز فجر بھی فرض تھی۔ جیسا کہ جلد ثانی میں جمان التاج کے حوالے سے گزر چکا ہے۔

**فانزل اللہ** یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جنوں کی حاضری اور قرأت کی سماعت کی خبر نہ ہوئی۔ جب وحی نازل ہوئی تو معلوم ہوا۔ اس سے ثابت کہ جنوں کی ملاقات اور ہم کلامی سے مشرف ہونے کے واقعات اس کے علاوہ ہیں۔

**مسائل** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جنوں کا وجود ہے۔ جن مومن اور کافر بھی ہوتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انسانوں کی طرح جنوں کی جانب بھی مبعوث ہیں۔ قبل معراج بھی نماز باجماعت مشروع تھی۔ نماز فجر میں قرأت بلند آواز سے ہونی چاہئے

**ازالۂ شبہات** ہم بتا آئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بھی ستارے ٹوٹتے تھے۔ یعنی شہاب ثاقب گرتے تھے اس پر نص صریح، مسند امام احمد[۱]، مسلم[۲]، ترمذی[۳] کی یہ حدیث ہے۔ جو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے وہ ایک انصاری صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ۔ یہ لوگ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک ستارہ پھینکا گیا جس نے روشنی پھیلا دی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تم لوگ زمانہ جاہلیت میں جب ستارہ پھینکا جاتا تو کیا کہتے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں ہم یہ کہتے تھے کہ آج کی رات کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے یا مرا ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ کسی کے مرنے اور پیدا ہونے پر یہ نہیں پھینکا جاتا۔ الحدیث بطولہا۔

---

[۱] اول ص۲۱۸۔ [۲] مسلم ثانی۔ السلام۔ باب تحریم الکہانۃ واتیان الکاہن ص۲۳۳ [۳] ترمذی ثانی۔ تفسیر سورہ الملک ص۱۵۲

اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا ۔ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی نَبِیِّهٖ

راستہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور اپنے پروردگار کا ہرگز کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَاِنَّمَا اُوْحِیَ اِلَیْهِ قَوْلُ الْجِنِّ ۔ ع۵

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہ نازل فرمایا ۔ تم فرمادو کہ میری طرف وحی کی گئی ہے ۔ حالانکہ حضور کی طرف جن کے قول کی وحی کی گئی تھی ۔

اس پر شبہہ یہ ہے کہ حدیث زیر بحث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور کی بعثت کے بعد شیاطین کو آسمان تک جانے سے روکنے کے لئے ان پر شہاب پھینکا جانے لگا ۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضور کی بعثت سے پہلے ان کا وجود نہ تھا ۔

اقول وباللہ التوفیق ۔ یہ مخصوص شہاب جو شیاطین پر مارے جاتے ہیں ۔ یہ یقیناً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے نہ تھے ۔ اور جو شہاب کے پہلے نظر آتے تھے وہ حقیقت میں زمین و آسمان کے درمیان اسی طرح پیدا ہوتے تھے جیسے اہل طبعیات کہتے ہیں ۔ اس کے انکار پر کوئی دلیل شرعی قائم نہیں اور نہ اس کے تسلیم کر لینے سے کوئی خرابی لازم آتی ہے ۔

دوسرا شبہہ یہ کیا جاتا ہے کہ چودہ سو برس سے زائد ہو گئے ستاروں کو توڑ توڑ کے فرشتے شیاطین کو مارتے ہیں اگر یہ صحیح ہوتا تو ستارے ختم ہو گئے ہوتے ۔ اقول وباللہ التوفیق ۔ اولاً ان گنت ستاروں میں سے ہزار دو ہزار ختم بھی ہو گئے ہوں تو کیا پتہ ۔ ثانیاً آپ ستاروں کو اتنا ہی بڑا سمجھتے ہیں جتنا بڑا دیکھتے ہیں ۔ حقیقت میں ایسا نہیں ان میں سب سے باریک تارہ صیدق ہے جس کو سہا بھی کہتے ہیں جو دب اکبر میں بنت وسطی کے پہلو پر ہے ۔ جس سے آنکھ کی روشنی کا امتحان کرتے ہیں ۔ یہ ہماری زمین سے تیئس گنا بڑا ہے ۔ اب بتائیے اگر یہی مان لیا جائے کہ ستاروں کو توڑ توڑ کر شیاطین کو مارتے ہیں تو بھی ان میں کہاں کمی ہوگی ۔ آپ جلیپور وغیرہ جاکر دیکھ لیں پہاڑ کاٹ کاٹ کر پورا شہر آباد ہو گیا مگر پہاڑ اپنی جگہ سے صرف چھوٹا سا ٹکڑا کٹا ہوا معلوم ہوتا ہے ۔ پوری زمین کے مقابلے میں اس کٹاؤ کی کیا حیثیت ۔ پھر زمین سے تیئس گنا بڑے کرہ میں سے چنگاریاں لیکر شیاطین کو مارا جائے تو اس میں کیا فرق پڑے گا ۔ اس کے حسی کر دی ہونے پر بھی کوئی اثر نہ ہوگا ۔ پھر یہ تو ایک ننھا تارہ تھا ۔ جدید تحقیقات کی رو سے بعض بعض تارے سورج سے بھی سیکڑوں گنا بڑے ہیں جبکہ سورج زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑا ہے نئی سائنسی تحقیقات کے مطابق سورج سے روزانہ کروڑوں ٹن گیس باہر آتی ہے ۔ جس سے پوری دنیا کو گرمی اور روشنی ملتی ہے ۔ نئی تحقیقات کے مطابق سورج کی عمر کا حساب لگا کر بتائیے کہ کتنے ان گنت مہاسنکھ ٹن سورج گیس پھینک چکا مگر سورج میں کیا کمی آئی ۔ ثالثاً یہی بنیادی غلطی ہے کہ آپ نے اس حدیث کا مطلب یہ سمجھ رکھا ہے ۔ ستاروں کو توڑ توڑ کر اس کے ٹکڑوں سے شیاطین کو مارا جاتا ہے ؟ ۔ پوری تحقیق کتاب التفسیر میں آئے گی ۔

---

ع۵ ۔ اذان باب الجہر بقرأۃ صلوٰۃ الفجر ص۱۰۶ ثانی تفسیر سورۃ جن ص۷۳۲ مسلم صلوٰۃ ۔ ترمذی تفسیر ۔

**حدیث (۴۹۵)** عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَرَأَ النَّبِیُّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جن نمازوں میں

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا اُمِرَ وَسَکَتَ فِیْمَا اُمِرَ وَمَا کَانَ

نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پڑھنے کا حکم ہوا ان میں پڑھا اور جن میں سکوت کا حکم ہوا سکوت فرمایا

رَبُّکَ نَسِیًّا۔ وَلَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ عـہ

اور تمہارا پروردگار بھولتا نہیں اور بیشک رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

**ت (۱۵۴)** وَیُذْکَرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ السَّائِبِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَرَأَ النَّبِیُّ

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُوْنَ فِی الصُّبْحِ حَتّٰی اِذَا جَاءَ ذِکْرُ مُوْسٰی

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں سورہ مومنون پڑھی۔ جب موسیٰ اور ہارون یا عیسیٰ

وَھٰرُوْنَ اَوْ ذِکْرُ عِیْسٰی اَخَذَتْہُ سَعْلَۃٌ فَرَکَعَ۔ عـہ

کا ذکر آیا تو حضور کو کھانسی آگئی اور رکوع فرمایا۔

**تشریح (۴۹۵)** اس حدیث میں قرأت سے مراد بلند آواز سے پڑھنا ہے۔ اور سکوت سے آہستہ پڑھنا سکوت سے بالکل نہ پڑھنا مراد نہیں۔ چونکہ یہ روایتیں حد شہرت تک پہونچی ہوئی ہیں۔ کہ عشاء اور مغرب کی دو پہلی رکعتوں میں اور صبح کی نماز میں بلند آواز سے قرأت فرماتے تھے اور یہ سب بحکم الٰہی تھا۔ اس لئے ہم پر اس کے مطابق عمل لازم تو ثابت کہ ہم پر لازم ہے کہ فجر میں بلند آواز سے قرأت کریں۔

**تشریحات (۱۵۴)** یہاں باب کا عنوان ہے۔ ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرنا اور اخیر کی آیتیں پڑھنا اور جو سورت پڑھ چکا ہے اس سے پہلے کی پڑھنا اور ابتداء کی سورہ پڑھنا۔ یہ چار عنوانات ہیں۔ ان سب پر مختلف آثار سے استدلال فرمایا ہے۔ مگر اس میں کامیاب ہوئے کہ نہیں۔ یہ آرہا ہے۔

اثر مذکور سے اخیر کا جز ثابت ہے۔ اس لئے کہ اس میں مذکور ہے کہ سورہ مومنون پڑھی۔ اس کا ظاہر مفاد یہی ہے۔ کہ شروع سے پڑھی اور موسیٰ و ہارون یا عیسیٰ کے ذکر پر کھانسی اٹھی اور رکوع کر دیا تو ثابت ہو گیا کہ کسی نماز میں پوری سورہ پڑھنا

---

عـہ اذان باب الجہر بالقراۃ فی صلوٰۃ الفجر ص۱۰۶ عـہ اذان باب الجمع بین السورتین ص۱۰۶ مسلم اول۔ صلوٰۃ باب القراۃ فی الصبح ص۱۸۶۔

ت (۱۵۵) وَقَرَأَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى بِمِائَةٍ وَّعِشْرِيْنَ

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلی رکعت میں ایک سو بیس آیت سورہ

آيَةً مِّنَ الْبَقَرَةِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُوْرَةٍ مِّنَ الْمَثَانِيْ ع

بقرہ کی پڑھی اور دوسری میں مثانی کی ایک سورہ پڑھی

ت (۱۵۶) وَقَرَأَ الْأَحْنَفُ بِالْكَهْفِ فِي الْأُوْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِيُوْسُفَ أَوْ

اور حضرت احنف نے پہلی رکعت میں سورہ کہف اور دوسری میں یوسف یا

ضروری نہیں ہے۔ کچھ حصہ پڑھنا کافی ہے جو نماز کے لئے کافی ہو۔ اگرچہ وہ ابتدائی حصہ ہو۔

**اذ اجاء ذکر موسیٰ** اس سے مراد اس سورہ کی پینتالیسویں یہ آیت ہے۔ ثم ارسلنا موسیٰ و اخاہ ھٰرون اور ذکر عیسیٰ سے مراد پچاسویں یہ آیت، وجعلنا ابن مریم و امہ آیۃ۔ اس سورہ میں حضرت عیسیٰ کا ذکر نام کے ساتھ نہیں۔ یہ شک محمد بن عباد سے ہوا۔ امام بخاری نے اس اثر کو صیغہ تمریض۔ یذکر سے اس لئے ذکر کیا۔ کہ اس کی سند میں اختلاف ہے۔ ابن عیینہ نے یہ ذکر کی۔ عن ابن جریج عن بن ابی ملیکۃ عن عبد اللہ بن السائب۔ اور ابو عاصم نے کہا۔ عن محمد بن عباد عن ابی سلمۃ بن ثعبان او ثعبان بن ابی سلمۃ۔ اب غیر مقلدین سے ہمارا سوال ہے کہ یہ حدیث جبکہ امام بخاری کے نزدیک ضعیف ہے۔ تو اس سے دلیل کیوں لائے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان کے نزدیک حدیث ضعیف بھی لائق عمل ہے۔

**تشریحات (۱۵۵)** مثانی سے مراد وہ سورتیں ہیں جو سو آیت سے کم ہوں۔ ویسے مثانی سورہ فاتحہ کو بھی اور قرآن عظیم کو بھی کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ سورہ بقرہ سے لیکر سورہ برأۃ تک کو مثانی کہتے ہیں۔

**مطابقت** اس اثر کو بھی پہلے جز سے یوں مطابقت ہوسکتی ہے کہ سورہ بقرہ کی ان آیتوں کو ابتدائی آیات پر محمول کیا جائے ورنہ باب کے کسی جز سے اس اثر کو کوئی مطابقت نہیں۔ اس کے قریب قریب ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ایک اثر ذکر کیا ہے کہ ابو رافع کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح کی نماز میں سورہ بقرہ کی سو آیتیں پڑھتے اور اس کے بعد مثانی یا ابتدائی مفصل کی کوئی سورہ پڑھتے اور سورہ آل عمران کی سو آیتیں پڑھتے اور اس کے بعد مثانی یا ابتدائی مفصل کی کوئی سورہ پڑھتے۔ اس کا دو مطلب ہوسکتا ہے۔ کہ پہلی رکعت میں سورہ بقرہ کی سو آیتوں کے ساتھ مثانی یا مفصل کی کوئی سورت پڑھتے اور دوسری رکعت میں سورہ آل عمران اور مثانی کی کوئی سورہ یا مفصل کی ابتدائی سورت پڑھتے۔ اس تقدیر پر یہ اثر باب کے دو جز کے مطابق ہوگیا پہلے کے بھی اور تیسرے سے بھی۔ ایک احتمال یہ ہے کہ ہر رکعت میں یہ سب پڑھتے۔ اب بھی دونوں مذکورہ بالا اجزاء سے مطابقت ہوگئی۔

**تشریح (۱۵۶)** اس اثر کو موصولا ابو نعیم نے المستخرج میں ذکر کیا ہے۔ ہمارے یہاں یہ مکروہ ہے۔ کہ سورتوں کو معکوس پڑھا جائے

---

ع اذان باب الجمع بین السورتین صـ۱۰۷

یونس وذکر انہ صلی مع عمر الصبح بہما ع ۵ ۔

یونس پڑھا اور ذکر کیا انھوں نے اسی طرح حضرت عمر کے پیچھے، صبح کی نماز پڑھی ۔

ت (۱۵۷) وقرأ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بأربعین آیۃ من

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انفال کی چالیس آیت

الانفال وفی الثانیۃ بسورۃ من المفصل ۔ ع ۵

پڑھی اور دوسری میں مفصل کی ایک سورہ ۔

ت (۱۵۸) وقال قتادۃ فیمن یقرأ سورۃ واحدۃ فی رکعتین او

اور قتادہ نے اس شخص کے بارے میں کہا جو ایک ہی سورہ دونوں رکعتوں میں پڑھے

یردد سورۃ واحدۃ فی رکعتین کل کتاب اللہ عزوجل ۔ للع ۵

یا ایک سورت کو دوسری رکعت میں دہرائے ۔ سب کتاب اللہ ہے ۔

اس لئے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو قرآن کو الٹ کر پڑھتا ہے وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ اس کا دل الٹ جائے ۔ اس پر اتفاق ہے کہ آیتوں کی ترتیب من جانب اللہ ہے سورتوں کے بارے اختلاف ہے کہ یہ من جانب اللہ ہے یا صحابہ کرام کی صوابدید سے رکھا ہے ۔ باقلانی نے کہا ۔ صحیح یہی ہے اگرچہ وہ بھی احتمال ہے کہ من جانب اللہ ہو ۔

**تشریح (۱۵۷)** اس اثر کو سعید بن منصور نے روایت کیا ہے ۔ نیز عبدالرزاق نے بھی اس کے ایک طریقے میں یہ لفظ ہے فافتتح الانفال ۔ اور بخاری میں جو مذکور ہے ۔ اس سے بظاہر یہی متبادر ہے ۔ اس طرح اسے باب کے پہلے جز سے مطابقت ہو گئی ۔

**تشریح (۱۵۸)** اس اثر کو باب کے چاروں اجزاء میں سے کسی سے تعلق نہیں ۔ غالباً کثیر فائدہ کے لئے امام بخاری نے اس اثر کو ذکر فرمایا ہے ۔ پہلی صورت یہ ہے کہ ایک سورت کا کچھ حصہ پہلی میں اور کچھ دوسری میں یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم وغیرہ سے مروی ہے ۔ دوسری صورت کہ ایک ہی سورہ پوری کی پوری دونوں رکعتوں میں پڑھے یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے ۔ معاذ بن عبید جہنی کہتے ہیں کہ جہینہ میں سے ایک صاحب نے بتایا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز صبح کی دونوں رکعتوں میں سورہ اذا زلزلت الارض کو پڑھتے ہوئے سنا ۔ میں نہیں جانتا کہ حضور کو نسیان لاحق ہوا کہ حضور نے بالقصد ایسا کیا

---

ع ۵ ایضاً ت ع ۵ اذان باب الجمع بین السورتین ص ۱۰۲ للع ۵ اذان باب الجمع بین السورتین ص ۱۰۲

۵۵ (۱۵۹) عَنْ اَنَسٍ کَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ یَؤُمُّهُمْ فِیْ مَسْجِدِ قُبَاءَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک صاحب مسجد قبا میں انصار کی

وَکَانَ کُلَّمَا افْتَتَحَ سُوْرَةً یَقْرَأُ بِهَا لَهُمْ فِی الصَّلٰوةِ مِمَّا یَقْرَأُ بِهٖ

امامت کرتے تھے۔ اور جن نمازوں میں قرات کی جاتی ہے ان میں وہ سورہ فاتحہ کے بعد جب کبھی کوئی سورہ شروع کرتے

اِفْتَتَحَ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْهَا ثُمَّ یَقْرَأُ بِسُوْرَةٍ اُخْرٰی مَعَهَا

جسے نماز میں پڑھنی چاہتے تو قل ہو اللہ احد سے شروع کرتے یہاں تک کہ اسے پوری پڑھتے پھر اس کے ساتھ دوسری

وَکَانَ یَصْنَعُ ذٰلِكَ فِیْ کُلِّ رَکْعَةٍ فَکَلَّمَهٗ اَصْحَابُهٗ وَقَالُوْا اِنَّكَ تَفْتَتِحُ

سورہ پڑھتے اور وہ ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے تھے۔ اس پر ان کے ساتھیوں نے ان سے بات کی اور کہا آپ اس

بِهٰذِهِ السُّوْرَةِ ثُمَّ لَا تَرٰی اَنَّهَا تُجْزِئُكَ حَتّٰی تَقْرَأَ بِاُخْرٰی فَاِمَّا تَقْرَأُ

سورہ سے شروع کرتے ہیں پھر ہم یہ نہیں دیکھتے کہ وہ آپ کو کافی ہے کہ دوسری پڑھتے ہیں۔ یا تو آپ صرف اسے پڑھیں

بِهَا وَاِمَّا اَنْ تَدَعَهَا وَتَقْرَأَ بِاُخْرٰی فَقَالَ مَا اَنَا بِتَارِکِهَا اِنْ اَحْبَبْتُمْ

یا اسے چھوڑ دیں اور صرف دوسری پڑھیں تو اس نے کہا میں اسے چھوڑوں گا نہیں، اگر تم لوگ اس طرح

اَنْ اَؤُمَّکُمْ بِذٰلِكَ فَعَلْتُ وَاِنْ کَرِهْتُمْ تَرَکْتُکُمْ وَکَانُوْا یَرَوْنَ

امامت کو پسند کرتے ہو تو امامت کروں گا۔ اور اگر ناپسند کرتے ہو تو چھوڑ دوں گا۔ اور لوگوں کا اعتقاد یہ تھا کہ

**تشریحات (۱۵۹)** اس تعلیق کو امام ترمذی[1] نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ صاحب کلثوم بن عدم تھے۔ جو بنی عمرو بن عوف ساکنان قبار کے سردار تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس عہد میں صرف یہی ایسا کرتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر اماموں کی یہ عادت نہیں تھی اس سے ظاہر ہو گیا۔ کہ اصل طریقہ یہی تھا کہ ایک رکعت میں ایک سورہ پڑھی جائے اور ایک ہی سورہ ہر رکعت میں دہرائی نہ جائے۔ ورنہ صحابہ کرام اس پر اعتراض کیوں کرتے۔ ویسے اس سے بھی نماز ہو جائے گی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ ہر رکعت میں قل ھو اللہ پڑھنے پر کس چیز نے آمادہ کیا۔ انھوں نے عرض کیا۔ میں اسے پسند کرتا ہوں۔ مگر سوال یہ ہے کہ ہر رکعت میں پڑھنے کی وجہ تو درست ہے۔ مگر یہی نماز مکمل ہونے کے لئے

---

[1] ثانی فضائل القرآن باب سورۃ الاخلاص ص ۱۱۳۔

أَنَّهُ مِنْ أَفْضَلِهِمْ وَكَرِهُوا أَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ فَلَمَّا أَتَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى

یہ ان میں افضل ہیں اور انھوں نے یہ پسند نہیں کیا کہ اس کے علاوہ کوئی اور ان کی امامت کرے۔ اس کے بعد جب نبی صلے

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرُوهُ الْخَبَرَ فَقَالَ يَا فُلَانُ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے۔ تو حضور کو لوگوں نے یہ واقعہ سنایا اس پر ارشاد فرمایا اے فلاں! تیرے ساتھی جو کہتے

تَفْعَلَ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ أَصْحَابُكَ وَمَا يَحْمِلُكَ عَلٰى لُزُومِ هٰذِهِ

ہیں اس کے ماننے سے تجھے کیا مانع ہے اور کس چیز نے تمہیں ہر رکعت میں اس سورہ کے بالالتزام پڑھنے پر آمادہ کیا

السُّورَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَقَالَ إِنِّي أُحِبُّهَا قَالَ حُبُّكَ إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ ع۵

تو انھوں نے عرض کیا میں اسے پسند کرتا ہوں تو ارشاد فرمایا۔ اس کی پسند پر کی تجھے جنت میں داخل کرے گی۔

**حدیث (۴۹۶)** سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ مَسْعُودٍ

ابو وائل نے کہا ایک شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہا

کافی ہے۔ مزید اور کوئی سورہ پڑھنے کی کیا حاجت تھی۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ دوسری سورت سنت کی اتباع میں پڑھتے تھے چونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازوں میں لمبی لمبی قرأت فرماتے ہیں اور یہ سورہ مبارکہ بہت مختصر ہے۔ تو اتباع سنت میں دوسری سورہ بھی ملا دیتے تھے۔ چونکہ دوسری سورتوں کا پڑھنا معہود ومعتاد تھا۔ اس پر اعتراض نہیں تھا کہ اس کے بارے میں صفائی کی ضرورت تھی اعتراض تو صرف ہر رکعت میں بار بار ایک ہی سورہ پڑھنے پر تھا جو ایک نئی بات تھی اس لئے صفائی میں صرف اسی پہلو کو اختیار کیا۔ اس حدیث کو باب کے پہلے اور ایک تقدیر پر تیسرے جز سے مطابقت ہے۔ سورۂ اخلاص کے ساتھ جو سورہ ملاتے تھے۔ وہ اس کے پہلے کی ہوتی یا بعد کی۔ دونوں امکان ہے۔ اگر بعد کی ہوتی تو ثابت کہ نماز میں سورتوں کی ترتیب بدلنے سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امر مستحسن کا التزام دخول جنت کا سبب ہے۔

**تشریحات (۴۹۶)** یہ صاحب نھیک بن سنان تھے۔ جیسا کہ مسلم میں ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ ابو وائل کہتے ہیں کہ نھیک بن سنان حضرت ابن مسعود کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا اے ابو عبد الرحمٰن آپ یہ آیت۔ مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ الف کے ساتھ پڑھتے ہیں یا غیر یاسن۔ یا کے ساتھ۔ تو حضرت عبد اللہ نے فرمایا۔ اس کے علاوہ بقیہ پورے قرآن کی بھی سب قرأتیں یاد کر لی ہیں۔ تو اس نے بتایا کہ میں مفصل ایک رکعت میں پڑھتا ہوں۔ الخ

**فقال هذا** عام مترجمین نے اسے نھیک بن سنان ہی کا قول قرار دے کر ترجمہ کیا ہے۔ یہ غلط ہے۔ مسلم میں تصریح ہے۔

---

ع۵ اذان باب الجمع بين السورتين ص۱۰۷

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَقَالَ قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ اللَّیْلَۃَ فِیْ رَکْعَۃٍ فَقَالَ

آج کی رات مفصل ایک رکعت میں میں نے پڑھی ہے تو انھوں نے

ھَذًّا کَھَذِّ الشِّعْرِ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِیْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

فرمایا اس قدر جلدی جیسے شعر پڑھا جاتا ہے میں ان مماثل سورتوں کو جانتا ہوں جنھیں نماز میں ملا کر

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرِنُ بَیْنَھُنَّ فَذَکَرَ عِشْرِیْنَ سُوْرَۃً مِّنَ

حضور پڑھا کرتے تھے انھوں نے مفصل کی بیس سورتیں ذکر کیں

الْمُفَصَّلِ سُوْرَتَیْنِ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ ع۱

اور بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف دو سورتوں کو ہر رکعت میں پڑھا کرتے تھے

فقال عبد اللہ ھذ کھذ الشعر ان اقواما یقرأون القرآن لا یجاوز تراقیھم۔ الحدیث۔ شعر کی طرح جلدی سے پڑھتا ہے کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے اور وہ ان کے حلق سے آگے نہیں بڑھے گا۔ ہاں قرآن جب دل میں اتر جاتا ہے تو نفع دیتا ہے۔ نماز کا افضل رکن رکوع اور سجود ہے۔ الخ۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کو باطمینان ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہیئے۔ اور اس کے معانی پر غور و فکر کرنا چاہیئے۔ تو قرآن مجید سے پورا نفع ہوتا ہے۔

**عشرین سورۃ** فضائل القرآن میں ہے۔ مفصل کی اٹھارہ سورتیں اور حٰمٓ والی دو سورتیں۔ گزر چکا۔ کہ سورہ حجرات سے آخر قرآن تک کو مفصل کہتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سورہ محمد سے ایک قول کی بنا پر سورہ فتح سے ایک قول پر سورہ ق سے مفصل شروع ہوتی ہے۔ ان میں حٰمٓ والی سورتیں داخل نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود کی تالیف پر یہ دو حٰمٓ والی مفصل میں داخل ہیں۔ جیسا کہ باب تالیف القرآن ص۷۴ میں ہے۔ عشرون سورۃ من اول المفصل علی تالیف ابن مسعود آخرھن حٰمٓ الدخان۔ اول مفصل کی بیس سورتیں جن کی اخیر حٰمٓ الدخان ہے حضرت ابن مسعود کی تالیف کے مطابق۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس ترتیب سے قرآن جمع فرمایا تھا وہ حضرت عثمان کی ترتیب کے علاوہ ہے۔ اس میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ بقرہ پھر نساء پھر آل عمران ہے۔ اور فضائل القرآن میں راوی نے ترتیب عثمانی کے مطابق ذکر کیا ہے قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب میں صحابہ کرام کے مابین اختلاف اس کی دلیل ہے کہ سورتوں کی ترتیب صحابہ کرام نے اپنی صوابدید پر رکھا ہے۔ یہ منزل من اللہ نہیں۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ مصحف عثمان میں سورتوں کی جو ترتیب ہے وہ صحابہ کرام کے اجماع سے ہے اور متواتر ہے۔ اس

---

ع۱ اذان باب الجمع بین السورتین ص۱۰۷ ثانی فضائل القرآن باب تالیف القرآن ص۷۴ باب الترتیل فی القرآن ص۷۵ مسلم مسافرین۔ ابو داؤد رمضان۔ نسائی صلوۃ۔ مسند امام احمد اول ص۳۸۵

ت (۱۶۰) وَقَالَ عَطَاءٌ آمِيْنَ دُعَاءٌ أَمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَّرَاءَهٗ

امام عطار نے فرمایا آمین دعا ہے۔ ابن زبیر اور ان کے پیچھے والوں نے آمین اتنی آواز

حَتّٰى إِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً ع

سے کہ مسجد میں گونج پیدا ہو گئی۔

ت (۱۶۱) وَكَانَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُنَادِي الْإِمَامَ

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام سے بلند آواز میں کہتے۔

لئے اس کی رعایت واجب ہے نماز میں اس کے خلاف پڑھنا مکروہ ہے۔

ابو داؤد میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مندرجہ ذیل تفصیل کے ساتھ سورتوں کو ملاتے تھے۔ سورۂ رحمٰن اور سورۂ النجم ایک رکعت میں۔ سورۂ اقتربت اور الحاقہ ایک رکعت میں۔ سورہ والذاریات اور الطور ایک رکعت میں اور الواقعہ اور نون ایک رکعت میں۔ سأل سائل اور النازعات ایک رکعت میں اور ویل للمطففین اور عبس ایک رکعت میں۔ المدثر اور المزمل ایک رکعت میں اور ھل اتی اور لا اقسم ایک رکعت میں، عم یتسائلون اور مرسلت ایک رکعت میں، اذا الشمس کورت اور الدخان ایک رکعت میں۔

**تشریحات (۱۶۰)** آمین، اسم فعل۔ استجب کے معنی میں ہے۔ یعنی میری دعا قبول فرما۔ اسے آمین بغیر مد کے بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اور مد کے ساتھ بھی۔ مصنف عبدالرزاق میں ایک ضعیف روایت آئی ہے کہ اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ہے۔ اور اسی کے مثل ہلال بن یساف تابعی سے بھی منقول ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اس کا معنی اللہ ہی جانتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو دعا آمین پر ختم کی جائے وہ ضرور قبول ہوگی۔ تامین باب تفعیل کا مصدر ہے۔ اس کے معنی آمین کہنا۔ نماز میں امام مقتدی منفرد اور نماز کے باہر قاری کو سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنا سنت ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ آمین قرآن مجید کا جز نہیں۔

امام عطار کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ آمین دعا ہے اس لئے اسے امام اور مقتدی سبھی کہیں گے۔ قرآن مجید نہیں کہ صرف امام پڑھے مقتدی نہ پڑھیں۔ اپنے اس قول کی تائید میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عمل ذکر فرمایا۔ اس اثر کو عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے۔

**تشریحات (۱۶۱)** تکمیل:۔ مصنف ابن ابی شیبہ محلی لابن حزم میں ہے بحرین میں علاء بن حضرمی امام تھے اور حضرت ابو ہریرہ موذن۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے یہ شرط کی تھی کہ مجھ سے پہلے آمین مت کہنا۔ بیہقی میں

---

ع اذان باب الجهر بالتامين ص ۱۰۷

لَا تَفْتِنِّیْ بِاٰمِیْنَ ع۵

میری آمین مت فوت کرنا۔

ت (۱۶۲) وَقَالَ نَافِعٌ کَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا لَا یَدَعُہٗ ع۵

اور نافع نے کہا حضرت ابن عمر اسے چھوڑتے نہیں تھے۔ اور لوگوں کو اس پر ابھارتے تھے

وَیَحُضُّھُمْ وَسَمِعْتُ مِنْہُ فِیْ ذٰلِکَ خَیْرًا ع۵

اور میں نے ان سے اس بارے میں بہت اچھی بات سنی ہے

حدیث (۷۹۷) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّہٗ

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام آمین کہے تو تم لوگ بھی آمین کہو

مَنْ وَّافَقَ تَاْمِیْنُہٗ تَاْمِیْنَ الْمَلَائِکَۃِ غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ ع۵

اس لئے کہ جس کا آمین کہنا ملائکہ کے آمین پڑھنے کے موافق ہوگا اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروان کے موذن تھے۔ مروان سے یہ شرط کر رکھی تھی کہ جب تک اسے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ یعنی ابوہریرہ صف میں داخل ہو گئے ولا الضالین نہ کہنا۔ ہوتا یہ کہ جب مروان آمین کہتا تو حضرت ابوہریرہ آمین کہتے اس پر اپنی آواز کھینچتے اور فرماتے جب زمین والوں کا آمین کہنا آسمان والوں کے آمین کہنے کے موافق ہوگا تو انھیں یعنی زمین والوں کو بخش دیا جائے گا۔ ان دونوں میں تعارض نہیں ہو سکتا ہے کہ بحرین میں حضرت علاء کے بھی موذن رہے ہوں اور کبھی مدینے میں مروان کے بھی۔

ان آثار کے لانے سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ آمین امام اور مقتدی دونوں کو کہنا ہے اور یہ کہ بلند آواز سے کہنا ہے

**تشریحات (۱۶۲)** امام عبدالرزاق نے اس کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب ام القرآن (سورہ فاتحہ) ختم کرتے تو آمین کہتے جب بھی اسے ختم کرتے تو اسے نہیں چھوڑتے اور لوگوں کو اس پر ابھارتے۔ یہ امام مقتدی منفرد سب کو عام ہے نماز دبیرون نماز سب کو شامل ہے۔

---

ع۵ ایضاً ص۱۰۵ ع۵ اذان باب الجهر بالتامین ص۱۰۵ للع۵ اذان باب الجهر بالتامین ص۱۰۵ ثانی الدعوات باب التامین ص۹۴۷ مسلم صلوٰۃ ترمذی صلوٰۃ، ملائکۃ۔ ابن ماجه ابوداؤد صلوٰۃ۔

## حدیث (۴۹۸)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ اَحَدُکُمْ آمِیْنَ وَقَالَتِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی آمین کہے۔ اور آسمان

**تشریحات** ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، آمین بالجہر۔ امام بخاری نے آمین بالجہر پر دو باب باندھے۔ ایک مطلق اس میں نہ امام کی تخصیص اور نہ مقتدی کی۔ دوسرا باب خاص مقتدی کے لئے۔ حیرت اس پر ہے کہ امام بخاری جیسے امیر المومنین فی الحدیث اور امام ائمۃ المحدثین کو ایک بھی حدیث ایسی نہیں ملی جس سے امام اور مقتدی یا ان میں سے کسی ایک کے لئے بلند آواز سے آمین کہنے کا اثبات ہوتا۔ اس کا صاف مطلب ہے کہ امام بخاری کی شرط پر کوئی ایسی صحیح حدیث نہیں جس سے بلند آواز سے آمین کہنے کا ثبوت مل سکے۔ اس مسئلہ پر دو باب باندھ کر کوئی حدیث نہ لانا کیا معنی رکھتا ہے۔ اور جو حدیث لائے ہیں ان سے کسی طرح بلند آواز سے آمین کا ثبوت نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ہر ذی عقل پر ظاہر ہے۔

آج کل غیر مقلدین مسلمانوں میں فساد اور شورش مچانے کے لئے بلند آواز سے آمین کہنے پر چھیڑ خانیاں کرتے رہتے ہیں آمین بالجہر زبردستی کہلاتے ہیں۔ اس میں اتنا تشدد برتتے ہیں کہ جہاں ان کی اکثریت ہے وہاں احناف اگر رفع یدین نہیں کرتے یا آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تو انھیں مسجدوں میں نماز نہیں پڑھنے دیتے۔ ایک غیر مقلد مجتہد نے اس حدیث سے آمین بالجہر یوں ثابت کیا ہے۔ کہ حدیث میں جب یہ ہے کہ امام جب آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، اگر امام بلند آواز سے آمین نہیں کہے گا تو مقتدیوں کو پتہ کیسے چلے گا کہ امام نے آمین کہا۔ اولاً اس شان اجتہاد کی داد نہیں دی جاسکتی۔ جب ایک ہی حدیث کے بعد یہ حدیث موجود ہے۔ کہ امام جب ولا الضالین کہے تو آمین کہو۔ اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ امام کب آمین کہے گا۔ اس حدیث سے سب کو معلوم ہو گیا کہ امام ولا الضالین کے بعد آمین کہے گا۔ اب پہلی حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ امام ولا الضالین کے بعد آمین کہتا ہے اسی وقت تم بھی آمین کہو۔ آپ کی اس مجتہدانہ آپچ سے بقول آپ کے یہ تو ثابت ہو گیا۔ کہ امام بلند آواز سے آمین کہے مگر مقتدی کے لئے بلند آواز سے آمین کا اثبات اب بھی نہ ہوا۔

**تطفل بر ابن حجر** اس پر علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ مقتدی کو کسی وجہ سے یہ حکم نہ معلوم ہو تو ــــ کیا عرض کروں بہت بڑے بزرگ کی بات ہے مگر ادب کے ساتھ گزارش ہے کہ مقتدی دور ہو امام کی آواز نہ سنتا ہو تو۔ نیز یہی حکم نہ معلوم ہو کہ امام کے ساتھ آمین ہمیں بھی کہنا ہے تو۔ نیز سِرّی نمازوں میں مقتدی آمین کب پڑھے گا آپ تو سِرّی نمازوں میں بھی آمین پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔

**لطیفہ** یہی حال ان تمام احادیث کا ہے جن سے بقول غیر مقلدین آمین بالجہر کا اثبات ہوتا ہے کہ اس سے اگر ثابت ہوتا ہے تو صرف امام کیلئے مقتدیوں کو بھی بلند آواز کہنا چاہئے اس کا ثبوت کسی حدیث سے کسی طرح نہیں۔

**لطیفہ ثانیہ** بلکہ ان احادیث میں نظر دقیق ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آمین کہیں گے۔ اس لئے کہ فرشتے

| | | |
|---|---|---|
| السلائکۃ فی السماء آمین فوافقت احدٰھما الاخرٰی غفر لہ ما | | |
| میں فرشتے بھی آمین کہیں اور ایک جماعت کا قول دوسرے کے موافق ہو جائے تو اس کے تمام پچھلے | | |
| | تقدم من ذنبہ ع ۵ | |
| | گناہ بخش دیئے جائیں گے | |

آہستہ آمین کہتے ہیں اگر وہ بلند آواز سے کہتے تو ضرور سنائی دیتا۔ اور موافقت میں اصل کمال موافقت ہے۔ یعنی جہاں تک ہو سکے ہر طرح موافقت ہو یعنی وقت میں بھی موافقت ہو اور وصف میں بھی ہو۔ وصف میں موافقت یہ ہے کہ جیسے فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں ویسے ہی نمازی بھی آمین کہیں۔ تو بخاری کی اس حدیث سے ثابت کہ آہستہ آمین کہنا سنت ہے۔

اس پر یہ شبہ کیا جاسکتا ہے کہ بخاری ہی کی دوسری حدیث میں ہے کہ اور فرشتے آسمان میں آمین کہیں اور ظاہر ہے کہ آسمان کی آواز ہم کیسے سنیں گے۔ اقول وباللہ التوفیق۔ یہ صحیح ہے کہ بعض روایتوں میں۔ فی السماء۔ ہے مگر بخاری کی یہاں مذکور تیسری حدیث میں۔ فی السماء نہیں۔ اس لئے ملائکہ سے صرف آسمان کے فرشتے مراد نہیں بلکہ وہ فرشتے ہیں جو اس نماز میں شریک ہیں خواہ وہ آسمان کے ہوں خواہ زمین کے جیسا کہ سند الحفاظ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا۔ اب اگر آسمان کے فرشتوں کی آواز نہیں سن سکتے تو اگر زمین والے بلند آواز سے آمین کہتے تو یہ ضرور سنائی دینا چاہئے تھا۔

**فائدہ** یہاں اس سلسلے کی مذکور تیسری حدیث میں جو جہر الماموم بالتامین کے تحت ہے، یہ ہے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ اس سے بظاہر امام کے آمین کہنے کا ثبوت نہیں ہوتا۔ بلکہ تقسیم سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام آمین نہیں کہے گا لیکن جب دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ امام بھی کہے گا تو وہ احادیث اس کی مبین ہوئیں۔

اس حدیث سے آمین بالجہر پر استدلال کرتے ہوئے ابن منیر نے کہا ہے۔ کہ جب قول کا حکم ہوتا ہے تو اصل یہ ہے کہ وہ جہری ہو اور اگر اس سے مراد سری ہوتا ہے تو سری کی قید ضروری ہوتی ہے۔ اس لئے اصل کے لحاظ سے جہری قول مراد ہوگا۔ اقول وباللہ التوفیق یہ قاعدہ صحیح نہیں۔ بہت سی جگہ قول مطلق ہے اور مراد سری یا نفسی ہے۔ مثلاً حدیث ۷۹۵ میں گزر چکا کہ حضرت ابو ہریرہ نے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اور جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو، ربنا ولک الحمد بالاتفاق آہستہ کہا جاتا ہے

**آمین بالسر کے دلائل** ہمارا مذہب یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آمین آہستہ کہیں گے۔ اور یہی امام مالک کا بھی ایک قول ہے۔ اور امام شافعی کا قول جدید بھی یہی ہے۔ غالباً احناف کے دلائل پر مطلع ہو کر رجوع فرمایا۔ ورنہ قول قدیم ان کا یہ ہے کہ بلند آواز سے کہنی چاہئے۔ یہ اختلاف صرف افضلیت میں ہے ورنہ بالاتفاق دونوں جائز ہیں مگر ہمارے یہاں آہستہ افضل ہے اور امام شافعی کے قول قدیم میں بلند آواز سے ہمارے دلائل یہ ہیں۔

---

ع ۵۔ باب فضل التامین ص ۱۰۸ نسائی صلوٰۃ ملائکۃ۔ ۱۲ جلد ثانی ص ۲۲۰

## حدیث (۴۹۹)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے

اول ۔ امام احمد ابوداؤد طیالسی اور ابویعلیٰ اپنی اپنی مسانید میں اور طبرانی اپنی معجم میں دارقطنی اپنی سنن میں اور امام حاکم اپنے مستدرک میں شعبہ کی یہ حدیث روایت کی ۔

عن سلمۃ بن کھیل عن حجر بن العنبس عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ انہ صلی مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلما بلغ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال امین واخفی بھا صوتہ ۔ ولفظ الحاکم فی القراءات وخفض بھا صوتہ ۔

علقمہ اپنے والد حضرت وائل سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی جب حضور غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پر پہنچے تو آمین کہا اور اپنی آواز پست فرمائی

امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے شیخین نے اسے روایت نہیں کیا ۔

**شبہات** امام ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت سفیان کے طریق سے اپنی سند کے ساتھ باسقاط علقمہ اس حدیث کو روایت کیا اس میں فجہر بآمین ہے ۔ یعنی آمین بلند آواز سے کہا ۔ نیز نسائی نے اپنی سند کے ساتھ عبدالجبار بن وائل عن ابیہ روایت کیا اس میں ہے رفع بھا صوتہ ۔

علامہ بدرالدین محمود عینی اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ابوداؤد اور ترمذی نے جو روایت کیا اس کے معارض خود امام ترمذی کی وہ حدیث ہے جو امام شعبہ سے اسی سند کے ساتھ تھوڑے تغیر کے ساتھ مروی ہے بجائے حجر بن عنبس کے حجر ابی العنبس ہے ۔ اس میں ہے ۔ وخفض بھا صوتہ ۔ اس حدیث پر جرح کرتے ہوئے امام ترمذی نے کہا ۔

میں نے محمد بن اسماعیل یعنی امام بخاری سے سنا وہ کہتے تھے ۔ سفیان کی حدیث شعبہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے ۔ شعبہ نے کئی جگہ خطا کی انھوں نے حجر ابی العنبس کہا حالانکہ حجر بن العنبس ہے ان کی کنیت ابوالسکن ہے ۔ اور اس میں علقمہ کو بڑھا دیا حالانکہ علقمہ کے واسطے کے بغیر حجر ابووائل راوی ہیں ، خفض بھا صوتہ ۔ کہا حالانکہ مدبھا صوتہ ہے ۔

اس کا جواب علامہ عینی نے یہ دیا ۔ امام شعبہ جیسے جلیل القدر مسلم الثبوت محدث کے لئے یہ کہنا کہ انھوں نے خطا کی ، خطا ہے ۔ کیسے ان کی طرف خطا کی نسبت درست ہو سکتی ہے جبکہ وہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں ۔ اور یہ کہنا کہ حجر ابی العنبس نہیں ، غلط ہے ۔ یہ ابوالعنبس بھی ہیں اور حجر بن عنبس بھی ۔ اس پر ابن حبان نے الثقات میں جزم کیا اور کہا ۔ ان کی کنیت ان کے باپ کے نام پر ہے یہ ہو سکتا ہے کہ ان کی کنیت ابوالسکن بھی ہو اور ابوالعنبس بھی ہو ۔ ایک شخص کی دو کنیت ہو سکتی ہے ۔ نیز ابوداؤد[1] میں حجر ابی العنبس ہے ۔ اور علقمہ کا

---

[1] صلوٰۃ باب التامین ورا الامام ص ۱۳۴

عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ فَإِنَّ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ

تو تم لوگ آمین کہو اس لئے کہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہوگا

الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ع۵

اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

زائد ہونا مضر نہیں ثقہ کی زیادتی مقبول ہے خصوصاً شعبہ جیسے امام کی۔ رہ گیا۔ خفض بہا صوتہ اور مدبہا صوتہ۔ کا معاملہ تو خفض بہا صوتہ۔ کی مؤید دار قطنی کی روایت ہے۔ جو انھیں حضرت وائل بن حجر سے مروی ہے اس میں اخفی بہا صوتہ ہے اس روایت پر دار قطنی نے یہ طعن کیا کہ اس میں شعبہ سے وہم ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ سفیان ثوری اور محمد بن سلمہ بن کہیل وغیرہ نے انھیں سلمہ بن کہیل سے جو روایت کی ہے اس میں۔ رفع بہا صوتہ ہے۔ اسی طرح صاحب تنقیح نے اس پر یہ طعن کیا کہ بیہقی نے بطریق ابوالولید طیالسی خود شعبہ سے جو روایت کیا ہے۔ اس میں رافعا صوتہ ہے۔ یہ خود شعبہ کی روایت سفیان کی روایت کے موافق ہے۔ بیہقی نے معرفت میں کہا۔ اس روایت کی اسناد صحیح ہے۔ شعبہ نے خود کہا کہ سفیان احفظ ہیں۔ یحیٰ قطان اور یحیٰ بن معین نے کہا جب شعبہ اور سفیان میں مخالفت ہو تو سفیان کی بات قبول کی جائے گی۔ یہ بھی کہا کہ امام بخاری وغیرہ نے اجماع کیا کہ اس روایت میں شعبہ سے خطا ہوئی۔ ان سب کے جواب میں علامہ عینی فرماتے ہیں۔

شعبہ اور سفیان دونوں امام عظیم ہیں اور دونوں ایک پائے کے ہیں۔ پھر یہ کیسے مان لیا جائے کہ شعبہ ہی سے وہم ہوا ہو سکتا ہے سفیان سے وہم ہوا ہو۔ اگر شعبہ معصوم نہیں تو سفیان بھی معصوم نہیں۔ پھر اس پر اصرار کہ شعبہ ہی سے وہم ہوا، مکابرہ ہے۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں اسناد صحیح ہوں۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے فرمایا کہ جہر کے ساتھ آمین کہنا بھی ثابت ہے اور پست آواز سے بھی کہنا ثابت ہے۔ اور ہر ایک پر ایک ایک جماعت نے عمل کیا ہے۔

**اقول**۔ امام شعبہ نے جو یہ کہا کہ سفیان مجھ سے احفظ ہیں۔ مگر خود سفیان ثوری نے کہا کہ شعبہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں ابوطالب نے امام احمد سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ شعبہ حدیث میں سفیان سے احسن ہیں شعبہ کے زمانے میں شعبہ کے مثل یا ان سے اچھا حدیث میں کوئی نہیں تھا ان کو اس کا پورا پورا حصہ ملا تھا۔ امام نسائی نے کہا میں نے ابوعبداللہ بخاری سے پوچھا شعبہ اثبت ہیں یا سفیان، تو انھوں نے فرمایا کہ سفیان حافظ اور صالح شخص تھے۔ شعبہ ان سے زیادہ اثبت اور اتقی تھے۔ یہ سب تہذیب التہذیب میں ہے۔

ایسی صورت میں جبکہ حدیث میں تعارض ہے تو ان میں کسی ایک کو کسی اور دلیل سے ترجیح دیں گے۔ حدیث کے بعد دلیل شرعی صرف قیاس ہے۔ اس لئے اس سے ترجیح دی جائے گی اور قیاس اس کا مقتضی ہے۔ کہ ترجیح سراً آمین کہنے کو ہے۔ اس لئے کہ اس پر فریقین کا اتفاق ہے کہ آمین دعا ہے اور دعا میں اصل سر ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

---

ع۵۔ اذان باب الجهر المامون بالتامين ص۱۰۸ ثانی تفسیر سورہ فاتحہ ص۶۴۲ مسلم صلوٰۃ۔ ابوداؤد صلوٰۃ

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔ اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے ہوئے آہستہ بیشک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔

الاعراف ۵۵

ابن قطان نے مذکورہ بالا جرحوں کے علاوہ ایک اور جرح کی تھی۔ کہ حجر کا حال معلوم نہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ حجر کا حال اگر آپ کو نہیں معلوم تو نہ معلوم ہو مگر صرف آپ کے نہ جاننے سے وہ مجہول نہ ہو جائیں گے۔ ان کا حال کیسے نہیں معلوم۔ حالانکہ وہ صحابی ہیں۔ بغوی ابوالفرج ابن اثیر وغیرہ نے انھیں صحابہ میں شمار کیا ہے۔ اگر کوئی صحابی نہ مانے تو تابعی یقیناً ہیں۔ ایک جماعت نے ان کی تعریف کی انھیں ثقہ کہا۔ انھیں میں خطیب بغدادی بھی ہیں۔ انھوں نے لکھا۔ کہ یہ نہروان میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ گئے اور مدائن میں ان کے ساتھ رہے۔ یہ ثقہ ہیں ان کی حدیث سے متعدد ائمہ دلیل لائے ہیں۔ ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا۔ ابن معین نے کہا کوفے کے رہنے والے ثقہ مشہور ہیں۔ رہ گیا حجر اور حضرت وائل کے بیچ میں علقمہ کا توسط ہو سکتا ہے یہ حدیث علقمہ سے بھی سنی ہو اور وائل سے بھی۔ کبھی علو سند کے لئے علقمہ کو ساقط کر کے براہ راست حضرت وائل سے روایت کیا۔ کبھی علقمہ کے واسطے سے یہ کیا اعتراض کی بات ہے

**دوم** امام محمد نے کتاب الآثار میں یہ حدیث روایت کی۔

حدثنا ابوحنیفۃ حدثنا حماد بن ابی سلیمان عن ابراھیم النخعی قال اربع یخفیھن الامام التعوذ و بسم اللہ الرحمن الرحیم و سبحانک اللھم و آمین

حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا چار چیزوں کو امام آہستہ کہے گا، اعوذ باللہ اور بسم اللہ اور سبحانک اللھم اور آمین۔

اس اثر کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں تھوڑے تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس میں سبحانک اللھم کے بجائے اللھم ربنا ولک الحمد ہے۔ پھر دوسری سند کے ساتھ اس کی تخریج کی۔ اس میں یہ ہے پانچ چیزوں کو امام آہستہ ادا کرے۔ اس میں سبحانک اللھم بھی ہے

**سوم** طبرانی نے تہذیب الآثار میں روایت کیا کہ حضرت عمر اور حضرت علی بسم اللہ اور آمین کو بلند آواز سے نہیں ادا کرتے تھے۔ نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے کہ وہ آمین پست آواز سے کہتے تھے۔

**چہارم** حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو سکتہ یاد رکھا ہے۔ ایک سکتہ تکبیر کے بعد اور ایک سکتہ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کے بعد۔ عمران بن حصین نے اس سے انکار کیا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا گیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ سمرہ نے سچ کہا[1]۔

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ولا الضالین کے بعد جو سکتہ تھا وہ سانس درست کرنے کے لئے تھا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ مقتدی پہلے آمین کہتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد میں۔ یہ حدیث صحیح کے معارض ہے۔ ابھی حدیث گزری کہ فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ اور فا تعقیب کے لئے اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہ سکتہ آمین کہنے کے لئے تھا۔

**تنقیح** ابوداؤد میں بطریق ابومسعود جو روایت ہے وہ یہی ہے جو مذکور ہوئی اس کے بعد خود ابوداؤد میں اور ترمذی میں بطریق محمد بن مثنی جو روایت ہے اس میں یہ ہے۔ سعید نے قتادہ سے پوچھا یہ دونوں سکتے کیا ہیں تو انھوں نے بتایا۔ نماز شروع کرنے کے بعد

---

[1] ابوداؤد اول صلوٰۃ باب مایستفتح بہ الصلوٰۃ ص ۱۱۳ ترمذی اول صلوٰۃ باب ماجاء فی السکتتین ص ۳۴۔

## حدیث (۵۰۰)

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ اِنْتَھٰی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

اور قرأت سے فارغ ہونے کے بعد۔ پھر اس کے بعد کہا جب ولا الضالین پڑھ لیتے۔

اقول وباللہ التوفیق۔ بظاہر اس حدیث میں اضطراب ہے۔ دوسرے سکتے کے بارے میں بعض روایتوں میں یہ ہے کہ پوری قرأت سے فارغ ہونے کے بعد یا سورہ فاتحہ اور دوسری سورہ پڑھنے کے بعد۔ اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ ولا الضالین پڑھنے کے بعد۔ اس اضطراب کو یوں دور کیا جاسکتا ہے کہ اصل میں تین سکتے ہیں۔ ایک تکبیر تحریمہ کے بعد دوسرا ولا الضالین کے بعد تیسرا سورہ کی قرأت کے بعد رکوع سے پہلے۔ روایتوں میں اختصار ہو گیا ہے۔ سب کو جمع کیا جائے تو حاصل یہی نکلتا ہے۔ اس پر قرینہ۔ ترمذی کی روایت کی یہ زیادتی ہے۔ کہ حضور کو یہ پسند تھا کہ قرأت سے فارغ ہونے کے بعد کچھ سکوت فرمائیں تاکہ سانس درست ہو جائے۔ حالانکہ ترمذی میں یہ بھی ہے کہ ایک سکتہ ولا الضالین کے بعد تھا اگر اس وقت سانس درست کرنے کے لئے سکتہ مانا جائے تو احادیث صحیحہ پر کما حقہ عمل نہیں ہو پائے گا۔ اس لئے کہ ابھی حدیث گزری کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو فارتعقیب بلا تراخی کے لئے ہے۔ تو اس حدیث کے مطابق امام کے ولا الضالین کہتے ہی مقتدی بلا تاخیر آمین کہیں۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ امام جب آمین کہے تو آمین کہو۔ یہاں بھی فا ہے۔ اس حدیث کا مفاد یہ ہے۔ کہ امام کے آمین کہنے کے بعد مقتدی آمین کہیں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ اگر ترمذی کی اس زیادتی کو ولا الضالین کے بعد کیلئے مانیں تو امام پہلے سانس درست کرے گا پھر آمین کہے گا۔ اب مقتدی آمین کہیں گے۔ تو امام کے ولا الضالین کہنے اور مقتدی کے آمین کہنے کے مابین فصل ہو گیا اور ابھی گزرا کہ امام کے ولا الضالین کہتے ہی فوراً بلا تاخیر مقتدی آمین کہیں اس لئے جمعا بین الاحادیث۔ ترمذی کی اس زیادتی۔ حتیٰ یترادنفسہ، کو رکوع سے پہلے مانیں۔ اب ترمذی کی اس روایت سے تین سکتوں کا ثبوت ہو گیا اس طرح اس حدیث کا اضطراب دور ہو گیا۔ فللہ الحجۃ السامیہ

**تشریحات ۵۰۰** ولا الضالین۔ کی تین توجیہ ہے۔ ایک یہ کہ آئندہ ایسا مت کرنا کہ صف میں داخل ہونے سے پہلے ہی رکوع کر لینا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب نماز کے لئے آؤ تو صف میں داخل ہونے سے پہلے ہی رکوع مت کیا کرو۔ جب تک صف میں اپنی جگہ نہ لے لو۔ دوسرے یہ کہ نماز کے لئے دوڑ کر مت آنا کہ سانس پھول جائے۔ جیسا کہ انھیں سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز قائم ہو جائے تو دوڑ کر مت آؤ۔ اطمینان کے ساتھ آؤ جو پاؤ پڑھ لو جو رہ جائے بعد میں پوری کر لو۔ تیسرے یہ بھی معنی بن سکتا ہے کہ آئندہ اتنی دیر مت کرنا۔

**ایک شبہ اور جواب** اس حدیث کی سند میں ہے عن الحسن عن ابی بکرۃ۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت حسن کا حضرت ابو بکرہ سے سماع ثابت نہیں۔ یہ بذریعہ احنف حضرت ابو بکرہ سے روایت کرتے ہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت حسن نے حضرت ابو بکرہ سے سنا ہے۔ اس پر اسی حدیث کی نسائی میں جو سند مذکور ہے وہ دلیل ہے۔ اس میں یہ ہے۔ اخبرنا الحسن ان ابا بکرۃ حدثہ۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ رَاکِعٌ فَرَکَعَ قَبْلَ اَنْ یَّصِلَ اِلَی الصَّفِّ فَذَکَرَ

جانب آئے اور حضور رکوع میں تھے تو انھوں نے صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کر لیا۔ نبی صلے اللہ

ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ زَادَکَ اللّٰہُ حِرْصًا وَّ

تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو فرمایا اللہ تیرے شوق کو اور زیادہ کرے۔ دوبارہ

لَا تَعُدْ۔ عہ

ایسا مت کرنا۔

**حدیث ۵۰۱** عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ انھوں نے

صَلّٰی مَعَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بِالْبَصْرَۃِ فَقَالَ ذَکَّرَنَا ھٰذَا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بصرہ میں نماز پڑھی تو کہا ان صاحب نے وہ نماز یاد

**مسائل** صف میں داخل ہونے سے پہلے ہی رکوع کر کے صف تک جانا مفسد صلوٰۃ نہیں۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرہ کو نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ البتہ یہ مکروہ ہے۔ البتہ یہ فاصلہ اگر زائد ہو کہ چلنا عمل کثیر میں داخل ہو جائے۔ تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر کوئی صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی البتہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ مقتدی امام کو جس حال میں پائے شریک ہو جائے اس بارے میں حدیث میں صریح حکم بھی مذکور ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص مجھے حالت قیام یا حالت رکوع یا حالت سجود میں پائے تو اسی حالت میں میرے ساتھ ہو جائے۔ رواہ سعید بن منصور۔ لہ

**تشریحات (۵۰۱)** بصرہ۔ اس میں چھ لغات ہیں۔ با کو فتحہ، کسرہ، ضمہ، اور صاد کو سکون اور فتحہ اور کسرہ۔ اس کی طرف نسبت میں بھی دو لغت ہے بَصری با کو فتحہ اور کسرہ دونوں۔ بصرہ بھی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آباد کردہ ہے۔ جس کی بنیاد ان کے حکم سے عقبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۴ھ میں رکھی تھی۔ یہ اس وقت دو فرسنگ چوڑا اور تین فرسنگ لمبا تھا ایک فرسنگ تین میل کا ہوتا ہے۔ بصرہ کے لغوی معنی وہ نرم پتھر ہے جس میں سفیدی جھلکتی ہو چونکہ یہ

---

عہ اذان۔ باب اذا رکع دون الصف ص۱۰۸ ابو داؤد صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ۔ لہ عمدۃ القاری جلد سادس ص۵۶۔

الرَّجُلُ صَلٰوۃً کُنَّا نُصَلِّیْھَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

دلادی — جو ہم رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ — پڑھتے تھے

فَذَکَرَ اَنَّہٗ کَانَ یُکَبِّرُ کُلَّمَا رَفَعَ وَکُلَّمَا وَضَعَ۔ عہ

حضرت عمران نے ذکر کیا کہ وہ جب کبھی سر اٹھاتے اور جھکاتے تو تکبیر کہتے تھے۔

## حدیث ۵۰۲

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ کَانَ یُصَلِّیْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تو جب جھکتے اور اٹھتے تو

بِھِمْ فَیُکَبِّرُ کُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَاِذَا انْصَرَفَ قَالَ اِنِّیْ لَاَشْبَھُکُمْ

تکبیر کہتے — اور جب فارغ ہوتے تو فرماتے میں تم سب سے زیادہ

ایسے ہی سنگستان پر آباد ہے اس لئے اس کا نام بصرہ پڑ گیا۔ بصرہ میں کبھی بت کی پرستش نہیں ہوئی۔ یہ بھی قبۃ الاسلام اور خزانۃ العرب کہا جاتا ہے۔ یہ واقعہ جنگ جمل کے بعد کا ہے۔

**تکمیل** اس کے بعد والے باب میں تھوڑی تفصیل ہے کہ حضرت علی جب سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے جب اپنا سر اٹھاتے تو کہتے اور جب دوسری رکعت سے اٹھتے تو کہتے۔

**فائدہ باب** اس حدیث سے سمجھ میں آتا ہے کہ اس وقت تکبیرات انتقالات کو لوگوں نے چھوڑ دیا تھا جیسا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی نے ہمیں وہ نماز یاد دلادی جو ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتے تھے یا تو ہم بھول گئے تھے۔ یا ہم نے قصداً چھوڑ دیا تھا۔ جیسا کہ امام احمد اور امام طحاوی نے روایت کیا ہے۔ علاوہ ازیں بعض صحابہ اور تابعین کے بارے میں مذکور ہے کہ رکوع سے سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر نہیں کہتے تھے۔ بعض دوسرے سجدے میں جاتے ہوئے تکبیر نہیں کہتے تھے۔ بنی امیہ کے بہت سے افراد مثلاً زیاد، ولید بن عقبہ، حتیٰ کہ عمر بن عبدالعزیز بلکہ حضرت معاویہ کے بارے میں بھی ایسا ہی کچھ منقول ہے۔ اس لئے امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا۔ رکوع میں تکبیر پوری کرنے کا بیان اور بعد میں سجدے کے بارے میں بھی یہی باب قائم فرمایا۔ ظاہریہ اور امام احمد ان تکبیرات کو واجب کہتے ہیں۔ جمہور خصوصاً امام اعظم امام مالک امام شافعی وغیرہ سنت کہتے ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رکوع میں جانا شروع کرے تو تکبیر بھی ساتھ ہی کہنی شروع کرے اور جب مکمل رکوع کرنے تو بند کرے۔ اور اسی طرح سارے انتقالات میں کرے اور تکبیر میں مد کرے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ مد اسم جلالت پر کرے اور کہیں نہ کرے ورنہ معنی فاسد ہونے کی وجہ سے نماز بھی جائے گی۔ مثلاً اسم جلالت کے الف پر مد کرے گا تو جملہ سوالیہ ہو جائے گا یعنی کیا اللہ سب سے بڑا ہے۔ اور اگر اکبر کی بار پر مد کرے گا تو اکبار ہو جائے گا جس کے معنی

---

عہ اذان باب اتمام التکبیر فی الرکوع ص۱۰۸ باب اتمام التکبیر فی السجود ص۱۰۸ باب یکبر وھو ینھض من السجدتین ص۱۱۴۔

صَلٰوۃً بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہ ہوں

**حدیث ۵۰۳**

عَنْ عِکْرِمَۃَ قَالَ رَاَیْتُ رَجُلًا عِنْدَ الْمَقَامِ یُکَبِّرُ

عکرمہ نے کہا میں نے مقام ابراہیم کے پاس ایک صاحب کو دیکھا کہ وہ

فِیْ کُلِّ خَفْضٍ وَّرَفْعٍ وَاِذَا قَامَ وَاِذَا وَضَعَ فَاَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ

(نماز میں) ہر جھکنے اور اٹھنے کے وقت تکبیر کہتے اور جب کھڑے ہوتے اور جب بیٹھتے تو تکبیر کہتے تھے۔ میں نے

فَقَالَ اَوَلَیْسَ تِلْکَ صَلٰوۃُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا اُمَّ لَکَ عہ

حضرت ابن عباس کو یہ بتایا تو فرمایا کیا یہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز نہیں۔ تیری ماں نہ رہے۔

**حدیث ۵۰۴**

اَخْبَرَنِیْ اَبُوْبَکْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّہٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب

سَمِعَ اَبَاھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے پھر رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر کہتے۔

**تشریحات ۵۰۲، ۵۰۳**

تکمیل اس کے بعد والے باب میں یہی حدیث یوں ہے۔ میں نے ایک بوڑھے شخص کے پیچھے کے میں نماز پڑھی تو انھوں نے پانچ تکبیریں کہیں، میں نے ابن عباس سے کہا کہ وہ احمق ہے۔ اس پر ابن عباس نے کہا تیری ماں تجھے کھوئے۔ یہ حضرت ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ امام طحاوی اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے اوسط میں یہ روایت کیا کہ یہ بزرگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اسی وجہ سے حضرت ابن عباس کو جلال آیا کہ ایک عظیم المرتبت صحابی کو جو سنت کی پابندی کرتے تھے، عکرمہ نے احمق کہہ دیا تھا۔ اور یہ نماز ظہر تھی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تکبیرات انتقالیہ سنت ہیں۔

**تشریحات ۵۰۴**

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ امام بھی ربنا ولک الحمد کہے گا یہی امام شافعی کا مذہب ہے اور احناف کا بھی مختار ہے۔ تحمید میں کئی صیغے آئے ہیں۔ بہتر یہ کہ سب کو جمع کرے یوں کہے اللھم ربنا ولک الحمد

---

عہ اذان باب اتمام التکبیر فی الرکوع ص۱۰۸ عہ اذان باب اتمام التکبیر فی السجود ص۱۰۸ باب التکبیر اذا قام من السجود ص۱۰۸

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَقُوْمُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ

جب رکوع سے اپنی پیٹھ اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ

یَرْکَعُ ثُمَّ یَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ حِیْنَ یَرْفَعُ صُلْبَہٗ مِنَ

کہتے۔ پھر کھڑے کھڑے ربنا لک الحمد

الرَّکْعَۃِ ثُمَّ یَقُوْلُ وَھُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَھْوِیْ

پھر جھکتے ہوئے تکبیر کہتے اور جب اپنا سر

ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَرْفَعُ رَاْسَہٗ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَسْجُدُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَرْفَعُ رَاْسَہٗ

اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے پھر جب سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے پھر

ثُمَّ یَفْعَلُ ذٰلِکَ فِی الصَّلٰوۃِ کُلِّھَا حَتّٰی یَقْضِیَھَا وَیُکَبِّرُ حِیْنَ یَقُوْمُ مِنَ

ایسے ہی اپنی پوری نماز میں کرتے یہاں تک کہ پوری فرما لیتے اور جب دو رکعت کے بعد بیٹھ کر اٹھتے تو

الثِّنْتَیْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ صَالِحٍ عَنِ اللَّیْثِ وَلَکَ الْحَمْدُ

تکبیر کہتے۔ اور عبداللہ بن صالح نے لیث سے روایت کرتے ہوئے ولک الحمد کہا

## حدیث ۵۰۵

سَمِعْتُ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ یَقُوْلُ صَلَّیْتُ اِلٰی

مصعب بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت سعد بن وقاص کے

راجح یہ ہے کہ اس میں واؤ زائد ہے۔ جیسے بولتے ہیں۔ یعنی ھذا الثوب اس کے جواب میں مخاطب کہتا ہے نعم وھولک بدرھم۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ واؤ عاطفہ ہو اور معطوف علیہ محذوف اب عبارت یہ ہوگی ربنا حمدناک ولک الحمد وہ حدیثیں جن میں یہ مذکور ہے کہ ہر جھکنے اور اٹھنے کے وقت تکبیر کہتے تھے۔ ان کی مخصص یہ حدیث ہے۔ اب ان احادیث کا حاصل یہ ہوا کہ رکوع سے اٹھنے کو مستثنیٰ کر کے ہر جھکنے اور اٹھنے میں تکبیر کہتے تھے۔ اسی لئے اس سے پہلے والی حدیث میں تکبیروں کے عدد بائیس ہی ہیں۔ وہ اسی تقدیر پر ہے کہ تسمیع کو ان میں شمار نہیں کیا گیا ہے۔

**تشریحات ۵۰۵** کنا نفعلہ۔ فنھینا۔ وامرنا۔ جب کوئی صحابی فرمائیں تو اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے

---

ع۹ اذان باب التکبیر اذا قام من السجود ص۱۰۹ مسلم ابوداؤد نسائی کلھم فی الصلوٰۃ۔

جَنْبِ اَبِیْ فَطَبَّقْتُ بَیْنَ کَفَّیَّ ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَیْنَ فَخِذَیَّ فَنَهَانِیْ اَبِیْ وَ

پہلو میں نماز پڑھی تو میں نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملایا پھران کو اپنی دونوں رانوں کے درمیان رکھا تو

قَالَ کُنَّا نَفْعَلُهٗ فَنُهِیْنَا عَنْهُ وَاُمِرْنَا اَنْ نَضَعَ اَیْدِیَنَا عَلَی الرُّکَبِ عه

میرے والد نے مجھے اس سے منع کیا اور فرمایا ہمیں اس سے منع کر دیا گیا اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھیں۔

## حدیث ۵۰۶

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ کَانَ رُکُوْعُ النَّبِیِّ

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رکوع اور

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَسُجُوْدُهٗ وَبَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ وَاِذَا رَفَعَ

سجدہ اور دونوں سجدوں کا درمیانی وقفہ اور رکوع سے سر اٹھانے (اور سجدے میں جانے کا وقفہ)

مِنَ الرُّکُوْعِ مَا خَلَا الْقِیَامَ وَالْقُعُوْدَ قَرِیْبًا مِّنَ السَّوَاءِ ۔ للعه

علاوہ قیام وقعود کے قریب برابر تھا۔

کہ حکم اور ممانعت اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے ہے۔ کیونکہ صحابی کا مقصود اس سے شریعت کے حکم پر دلیل لانا ہوتا ہے۔ اسی لئے راجح یہ ہے کہ اس قسم کے صیغے مرفوع کے حکم میں ہیں۔ اب اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے کرتے تھے اور ہمیں حضور ہی نے منع فرمادیا۔ اور حضور ہی نے یہ حکم دیا کہ ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھیں۔ اس کی تائید حضرت ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث سے ہوتی ہے جسے سیف[1] نے الفتوح میں ذکر کیا۔ کہ اس کے بارے میں مسروق نے حضرت ام المومنین سے پوچھا تو انھوں نے بیان فرمایا۔ کہ تطبیق یہود کا طریقہ تھا۔ پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمادیا (ابتدا میں) اہل کتاب کی موافقت ان چیزوں میں پسند تھی جن میں کوئی حکم نازل نہ ہوا ہو۔ پھر اخیر میں ان کی مخالفت کا حکم دے دیا گیا۔

## تشریح (۵۰۶)

قریبا من السواء سے متبادر ہوتا ہے کہ قیام وقعود کے علاوہ مذکورہ افعال میں بھی تفاوت ہوتا تھا مگر کم نیز یہ بھی کہ ان میں وقفہ تھا جو ان افعال کے معنی حقیقی کے مصداق سے کچھ زائد تھا۔ اسی وقفہ کو ہم طمانیت اور اعتدال کہتے ہیں۔

---

عه اذان باب وضع الاکف علی الرکب فی الرکوع ص۱۰۹۔ مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجه کلهم فی الصلوٰة۔ للعه اذان حد اتمام الرکوع ص۱۰۹ باب الطمانینة حین یرفع راسه من الرکوع ص۱۱۱ باب السکت بین السجدتین ص۱۱۳

[1] عمدة القاری جلد ثالث ص۶۲

**حدیث ۵۰۷** عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّی تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ رُکُوْعِہٖ وَسُجُوْدِہٖ سُبْحَانَکَ

اپنے رکوع اور سجدے میں یہ پڑھتے تھے اے اللہ ہمارے پروردگار

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ۔ ع۵

ہم تیری تسبیح تیری حمد کے ساتھ کرتے ہیں اے اللہ ہمیں بخش دے۔

**تشریحات ۵۰۷** کتاب التفسیر میں یہ زائد ہے کہ سورہ اذا جاء کے نزول کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو بھی نماز پڑھی اس میں دعا مذکور پڑھی۔ وہیں دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجدے میں بکثرت یہ دعا پڑھتے تھے۔ قرآن پر عمل فرماتے تھے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رکوع اور سجدے میں ذکر سنت ہے۔ مخصوص اس دعا کا پڑھنا ضروری نہیں۔ اور بھی متعدد دعائیں آئی ہیں۔ ہمارے یہاں مختار یہ ہے کہ رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھا جائے۔ جیسا کہ طحاوی[۱] میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جب یہ آیت فسبح بحمد ربک العظیم نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اپنے رکوع میں کرلو اور جب سبح اسم ربک الاعلیٰ نازل ہوئی تو فرمایا اسے سجدے میں کرلو۔ اسے ابوداؤد[۲] اور ابن حبان[۳] نے اپنی صحیح اور حاکم نے مستدرک[۴] میں بھی روایت کیا ہے ہمارے یہاں افضل یہ ہے کہ فرائض جب باجماعت پڑھے تو اسی پر اکتفا کرے کیونکہ جماعت میں تخفیف کا حکم ہوا ہے۔ کیونکہ اس میں ضرورتمند، بوڑھے، بیمار سبھی رہتے ہیں۔ بقیہ دعائیں جب تنہا پڑھے تو پڑھا کرے خواہ فرائض ہوں خواہ نوافل سنت یہ ہے کہ ان تسبیحات کو تین بار پڑھے جیسا کہ ابوداؤد[۵] ہی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب رکوع کرو تو تین بار سبحان ربی العظیم اور جب سجدہ کرو تو تین بار سبحان ربی الاعلیٰ پڑھو

**اللّٰھم اغفرلی** علامہ عینی نے فرمایا کہ دعائے مغفرت اللہ عزوجل کی طرف احتیاج اور اللہ پر یقین اور عبودیت کے اظہار اور بطور شکر ہے یا یہ ترک اولیٰ سے ہے۔ یا یہ کہ اللہ عزوجل کی شان ارفع واعلیٰ کے اعتبار سے عبادت میں جو تقصیر ہوئی اس سے ہے۔ علاوہ ازیں دعا کوئی بھی ہو وہ عبادت ہے۔

---

ع۵ اذان باب الدعاء فی الرکوع ص۱۰۹ ثانی مغازی باب منزل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۶۱۵ تفسیر سورہ والفتح ص۷۴۲ باب التسبیح والدعاء فی السجود ص۱۱۳ مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ کلھم فی الصلوٰۃ۔ ۱ شرح معانی الآثار صلوٰۃ باب مایقال فی الرکوع والسجود ص۱۱۵ ۲ اول صلوٰۃ باب مایقول الرجل فی الرکوع والسجود ص۱۲۶ ۳ عمدۃ القاری جلد سادس ص۶۹ ۴ ایضاً ۵ اول صلوٰۃ باب مقدار الرکوع والسجود ص۱۲۹

**حدیث ۵۰۸** عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلے اللہ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قَالَ

تعالیٰ علیہ وسلم جب سمع اللہ لمن حمدہ کہہ لیتے تو

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا

اللھم ربنا ولک الحمد کہتے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب

رَكَعَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ یُكَبِّرُ وَاِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَیْنِ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ[ع]

رکوع کرنے لگتے اور جب رکوع سے سر اٹھانے لگتے تو تکبیر کہتے اور جب دونوں سجدوں سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے۔

**حدیث ۵۰۹** عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ

علیہ وسلم نے فرمایا جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے۔

**تشریحات ۵۰۸** یہاں باب ہے۔ امام اور مقتدی جب رکوع سے سر اٹھائے تو کیا کہے۔ اس حدیث سے صرف امام کا تسمیع و تحمید کہنا ثابت ہوتا ہے۔ مقتدی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ یہ لزوماً اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ صلوا کما رأیتمونی اصلی۔ جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اسی طرح نماز پڑھو

**اذا رفع راسہ** اس میں حذف ہے۔ مراد یہ ہے کہ سجدہ سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہتے۔ جیسا کہ طیالسی کی روایت میں ہے۔ دونوں سجدوں کے درمیان تکبیر کہتے ورنہ رکوع سے اٹھتے ہوئے تکبیر نہیں سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے۔ جیسا کہ اسی حدیث میں ہے۔ تحمید کے لئے افضل یہی ہے کہ اللھم ربنا ولک الحمد کہے جیسا کہ اس روایت میں ہے۔ مختلف روایتوں میں جو مختلف الفاظ آئے ہیں۔ یہ ان سب کا جامع ہے۔ معنوی حیثیت سے یہ افضل اس وجہ سے ہے کہ اس میں ندا دوبار ہے۔

**تشریحات ۵۰۹** گزر چکا ہے کہ ہمارے یہاں مختار یہ ہے کہ امام اور منفرد تسمیع و تحمید دونوں کہیں گے اور مقتدی صرف تحمید۔ اس پر یہ حدیث دلیل صریح ہے۔ رہ گیا امام اور منفرد کا تحمید کہنا وہ پہلے والی حدیث سے ثابت ہے۔

---

ع اذان باب مایقول الامام ومن خلفہ اذا رفع راسہ من الرکوع ص ۱۰۹۔

فَقُولُوا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا

تو تم لوگ ربنا لک الحمد کہو۔ اس لئے کہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہوگا اسے

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ع۱

بخش دیا جائے گا۔

حدیث ۵۱۰

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَأُقَرِّبَنَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نبی

صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقْنُتُ فِي

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز قریب کردوں تو ابو ہریرہ ظہر

**معارضہ** جو لوگ حدیث ۹۹ سے یعنی اذا قال الامام آمین فقولوا آمین سے آمین بالجہر پر اس منطق سے استدلال کرتے ہیں کہ قول میں اصل بلند آواز ہے جبتک کہ اس کے خلاف قرینہ نہ ہو۔ وہ لوگ اس حدیث کے بارے میں کیا کہیں گے یہاں بھی ہے فقولوا ربنا ولک الحمد۔ اور پست ہونے پر کوئی قرینہ نہیں۔ پھر وہ لوگ تحمید بھی آمین کی طرح بلند آواز سے کیوں نہیں کہتے۔

**تشریحات ۵۱۰، ۵۱۱** یہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین نمازوں میں قنوت پڑھتے تھے۔ ظہر۔ عشاء۔ فجر۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف دو نمازوں میں فجر اور مغرب میں۔

لیکن خود اسی بخاری کتاب التفسیر[۱] میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی قوم پر بددعا یا کسی قوم کے لئے دعا خیر کرنا چاہتے تو رکوع کے بعد قنوت پڑھتے۔ یہاں کسی نماز کی تخصیص نہیں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ صرف کسی ایک نماز میں پڑھتے تھے اور اس کا بھی ہے کہ سبھی نمازوں میں پڑھتے تھے۔ یا صرف انھیں تین مذکورہ نمازوں میں۔ البتہ مسلم شریف میں ان کی جو حدیث ہے اس میں صلوٰۃ الفجر مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف صبح کی نماز میں قنوت پڑھا۔ بخاری تفسیر[۲] سورہ نساء اور کتاب الدعوات[۳] میں ہے کہ عشاء کی نماز میں سمع اللہ لمن حمدہ کہنے اور سجدے سے پہلے قنوت پڑھی جس میں یہ دعا کی۔ اے اللہ! عیاش بن ربیعہ اور ولید

---

ع۱ اذان باب فضل اللھم ربنا ولک الحمد۔ ص۱۰۹ بدأ الخلق باب اذا قال احدکم آمین ص۴۵۸۔

۱ باب لیس لک من الامر شی ص۶۵۵ ۲ باب استجباب القنوت ص۲۳۷ ۳ باب قولہ فعسی اللہ ان یتوب علیھم ص۹۴۶ ۴ باب الدعا علی المشرکین ص۹۴۶

الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَصَلٰوةِ الْعِشَاءِ وَصَلٰوةِ الصُّبْحِ بَعْدَ

عشاء اور صبح کی نماز کی اخیر رکعت میں قنوت پڑھتے

مَا يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَيَدْعُوْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَلْعَنُ الْكُفَّارَ ۵

سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد مسلمانوں کے لئے دعا کرتے۔ اور کفار پر لعنت کرتے۔

**حدیث ۵۱۱** عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ الْقُنُوْتُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فجر اور

فِي الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبِ ۵

مغرب میں قنوت تھا۔

بن ولید اور سلمہ بن ھشام کو نجات دے۔ اے اللہ تمام کمزور مسلمانوں کو نجات دے اے اللہ مضر پر اپنی پکڑ سخت کرا اے اللہ ان پر یوسف علیہ السلام کی طرح قحط سالی کر۔ اس کے ایک باب کے بعد جو حدیث آرہی ہے۔ اس کے سیاق سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ تمام نمازوں میں قنوت پڑھتے تھے۔ ابو داؤد میں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلسل ایک مہینے تک ہر نماز کے بعد قنوت پڑھتے تھے جب اخیر رکعتیں سمع اللہ لمن حمدہ پڑھتے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ دعائے قنوت کے دو مواقع ہیں۔ ایک جبکہ مکہ معظمہ میں مجبور و بیکس مسلمان پھنسے ہوئے تھے۔ تو ان کی رہائی کے لئے اور مضر کی ہلاکت کے لئے دعا فرمائی۔ اس کا امکان ہے کہ یہ دعا رتمام نمازوں میں کی ہو جس کی مدت ان کی رہائی ہے۔ اور ایک ماہ تک نماز فجر میں جو قنوت پڑھا وہ بیر معونہ اور سریہ رجیع کے واقعے کے بعد پڑھا جس میں رعل، ذکوان، عصیہ وغیرہ کی بربادی کی دعا کی۔ اس لئے ان روایات میں تعارض نہیں۔

**یلعن الکفار** کسی شخص معین پر لعنت کرنا اس وقت جائز ہے جب یہ یقینی طور پر معلوم ہو کہ یہ کفر پر مرا ہے جیسے فرعون، ابولہب وغیرہ۔ رہ گئے وہ لوگ جن کے بارے میں یقینی طور پر معلوم نہ ہو کہ یہ کفر پر مرے ہیں ان پر لعنت جائز نہیں اگرچہ وہ زندگی بھر حالت کفر میں رہے ہوں۔ البتہ کسی جماعت پر لعنت جائز ہے جیسے کافروں پر لعنت جیسا کہ امام غزالی وغیرہ نے لکھا ہے۔

---

ع۵ اذان باب ص۱۱۱ مسلم ابو داؤد نسائی کلھم فی الصلوٰۃ۔ ع۵ اذان باب ص۱۱۱ و ترباب القنوت قبل الرکوع بعد ص۱۳۶ ۵۵ اول۔ صلوٰۃ۔ باب القنوت فی الصلوٰت ص۲۰۴

## حدیث ۵۱۲

عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

كُنَّا يَوْمًا نُصَلِّي وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ

ہم لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب حضور نے

رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ رَجُلٌ وَرَاءَهُ

رکوع سے اپنا سر اٹھایا اور سمع اللہ لمن حمدہ کہا۔ تو ایک صاحب نے حضور

رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ

کے پیچھے کہا ربنا ولك الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ جب حضور نماز سے فارغ

قَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ قَالَ أَنَا قَالَ رَأَيْتُ بِضْعَةً وَثَلَاثِينَ مَلَكًا يَبْتَدِرُونَهَا

ہو گئے تو پوچھا ان کلمات کا کہنے والا کون ہے۔ انھوں نے عرض کیا۔ میں تو فرمایا میں نے تیس سے اوپر کچھ فرشتوں کو دیکھا کہ

أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلُ ع

ان کی طرف تیزی سے بڑھے کہ ان کو پہلے لکھ لیں۔

## تشریحات ۵۱۲

یہ صاحب خود حضرت رفاعہ ہی تھے۔ جیسا کہ نسائی میں یوں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو مجھے چھینک آئی اور میں نے یہ کہا۔ الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ مبارکا علیہ کما یحب ربنا ویرضی۔ نماز کے بعد حضور نے پوچھا۔ تو کوئی نہیں بولا۔ دوبارہ دریافت فرمایا تو میں نے بتایا۔ اخیر میں لکھنے کے بجائے یہ ہے کہ اسے اوپر لے جائے۔ اور یہ نماز مغرب کی تھی۔ جیسا کہ بشر بن عمر زہرانی کی روایت میں ہے۔ یہ فرشتے، مقررہ کراماً کاتبین کے علاوہ تھے۔

ان تینوں حدیثوں پر امام بخاری نے صرف «باب» بلا عنوان لکھا ہے۔ اصیلی کی روایت میں یہ بھی نہیں ہے۔ اس کے پہلے ربنا ولك الحمد کا باب باندھا تھا۔ اس باب میں خاص ربنا ولك الحمد کی فضیلت مذکور نہیں۔ مگر اس کے متصل اذکار و ادعیہ کا ذکر ہے جن میں سے بعض کے فضائل بھی مذکور ہیں۔ تو اسے اگلے باب سے یک گونہ مناسبت ہو گئی۔ اور چونکہ یہاں نماز کی ترکیب کا تذکرہ چل رہا ہے اور ان احادیث میں جو دعائیں مذکور ہیں وہ عام نمازوں کی نہیں۔ بلکہ مخصوص نمازوں کی ہیں اس لئے ان احادیث

---

ع ۵ اذان باب ص ۱۱۱ ابوداؤد نسائی۔

ت ۱۶۳ وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَضَعُ

اور نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (سجدے میں جاتے تو)

يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ ۔[۵]

گھٹنوں سے پہلے اپنے ہاتھ رکھتے۔

حدیث ۵۱۳ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُكَبِّرُ فِيْ كُلِّ صَلٰوةٍ مِّنَ الْمَكْتُوْبَةِ

عبدالرحمن بن الحارث بن ھشام اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ

وَغَيْرِهَا فِيْ رَمَضَانَ وَغَيْرِهٖ فَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ

تعالیٰ عنہ ہر نماز میں فرض یا کچھ اور، رمضان میں ہو یا اور دنوں میں تکبیر کہتے تھے۔ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے پھر

يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ

جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے پھر کہتے سمع اللہ لمن حمدہ پھر سجدہ کرنے سے پہلے ربنا ولک الحمد کہتے۔

کو باب بلا عنوان قائم کرکے علیٰحدہ ذکر فرمایا۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ بلند آواز سے ذکر جائز ہے۔ اگرچہ وہاں لوگ نماز و اذکار میں مصروف ہوں مگر یہ ضروری ہے کہ اس سے ان لوگوں کو خلل نہ ہو۔

**مطابقت ۱۶۳** یہاں باب یہ ہے۔ سجدہ کرتے وقت تکبیر کہتے ہوئے جھکے۔ اس اثر میں سجدے کے لئے جھکنے کی ایک کیفیت مذکور ہے۔ اتنی مناسبت بھی کافی ہے۔ اس اثر کو حاکم ابن خزیمہ دارقطنی بیہقی طحاوی نے روایت کیا ہے۔ حضرت امام مالک کا اور بروایتے امام احمد کا یہی مذہب ہے کہ سجدے میں جاتے وقت پہلے ہاتھ زمین پر رکھے پھر گھٹنے۔ ہمارا اور امام شافعی اور امام احمد کا یہ مذہب ہے کہ پہلے گھٹنے رکھے پھر ہاتھ پھر سر۔ یعنی جو عضو زمین سے زیادہ قریب ہے اسے پہلے زمین پر رکھے اور جو جتنا دور ہو اسی ترتیب سے بعد میں۔ اور سجدے سے اٹھتے وقت اس کے برعکس سب سے پہلے سر پھر ہاتھ پھر گھٹنے اٹھائے۔ حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ اگر موزے پہنے ہو تو پہلے ہاتھ رکھے۔[۵]

**تشریحات ۵۱۳** ان کانت۔ میں ان، اِنَّ مشددہ کا مخفف ہے اصل میں انّہٗ تھا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب مروان نے انھیں مدینہ طیبہ پر اپنا نائب بنایا تھا۔ قالا۔ اس سے مراد۔ عبدالرحمن بن حارث اور سلمہ بن ہشام ہیں۔ اس حدیث کا سیاق یہ بتا رہا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز میں یہ دعا کرتے تھے۔

---

۵ باب یہوی بالتکبیر حین یسجد ص ۱۱۰۔ ۵ عمدۃ القاری سادس ص ۷۸

قَبْلَ اَنْ یَّسْجُدَ ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ حِیْنَ یَھْوِیْ سَاجِدًا ثُمَّ یُکَبِّرُ

پھر جب سجدے کے لیے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے پھر جب اپنا

حِیْنَ یَرْفَعُ رَاْسَہٗ مِنَ السُّجُوْدِ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَسْجُدُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ

سر سجدے سے اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب سجدے سے

یَرْفَعُ رَاْسَہٗ مِنَ السُّجُوْدِ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَقُوْمُ مِنَ الْجُلُوْسِ فِی الْاِثْنَتَیْنِ

سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے پھر دو رکعت کے بعد بیٹھ کر کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔ اور

وَیَفْعَلُ ذٰلِکَ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنَ الصَّلٰوۃِ ثُمَّ یَقُوْلُ حِیْنَ

یہ ہر رکعت میں کرتے۔ یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جانے کے بعد کہتے۔ قسم ہے اس

یَنْصَرِفُ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَقْرَبُکُمْ شَبَھًا بِصَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ

ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْ کَانَتْ ھٰذِہٖ لَصَلٰوتُہٗ حَتّٰی فَارَقَ

مشابہت میں تم سب سے زیادہ قریب ہوں۔ جب تک دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہی حضور کی

**ولید بن ولید** حضرت خالد بن ولید کے بھائی تھے۔ غزوہ بدر میں قریش کے ساتھ آئے تھے۔ اور گرفتار ہو گئے۔ انھیں عبداللہ بن جحش نے گرفتار کیا تھا ان کے بھائی حضرت خالد اور سلمہ نے فدیہ دے کر انھیں چھڑایا۔ قید سے آزاد ہونے کے بعد ذوالحلیفہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ فدیہ ادا کرنے سے پہلے ہی کیوں نہ اسلام قبول کر لیا۔ فرمایا۔ اس لئے کہ کسی کو بدگمانی نہ ہو کہ قید کی مشقت سے گھبرا کر مسلمان ہو گیا ہوں۔ اس جرم میں ان کے بھائیوں نے مکہ معظمہ میں قید کر دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے کسی طرح چھٹکارا حاصل کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں کو مکہ معظمہ بھیجا کہ عیاش بن ربیعہ اور سلمہ بن ہشام کو بھی رہا کریں۔ مکے میں ایک لوہار مسلمان ہو گئے تھے۔ ارشاد ہوا ان کے یہاں ٹھہرنا اور کسی تدبیر سے ان دونوں کو نکال لانا یہ گئے اور ان دونوں کو مدینہ لائے۔ خالد بن ولید نے کچھ آدمیوں کے ساتھ تعاقب بھی کیا مگر یہ بچ گئے۔ عمرۃ القضاء میں ہمرکاب تھے۔ انھیں کے ذریعہ خالد بن ولید کے پاس پیغام بھجوایا۔ کہ اگر خالد آجائے تو میں اس کا شایان شان اکرام کروں گا۔ حیرت ہے خالد جیسا انسان اب تک کیسے اسلام سے دور رہے۔ حضرت خالد کو پیغام ملا وہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے۔ ان کا حیات مبارکہ میں وصال ہو گیا۔

**سلمہ بن ہشام** اس امت کے فرعون ابوجہل کے بھائی تھے۔ قدیم الاسلام ہیں پہلے حبشہ ہجرت کی پھر مکہ آئے اور چاہا کہ مدینہ ہجرت

الدُّنیا۔ قالا وقال ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکان رسول اللہ

نماز تھی۔ ان دونوں نے کہا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین یرفع راسہ یقول سمع اللہ لمن

علیہ وسلم جب اپنا سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا ولک الحمد

حمدہ ربنا ولک الحمد۔ یدعو لرجال فیسمیھم باسماءھم

کہہ لیتے۔ تو کچھ لوگوں کے لئے نام لے کر دعا خیر فرماتے۔

فیقول اللھم انج الولید بن الولید وسلمۃ بن ھشام وعیاش

اور کہتے۔ اے اللہ! ولید بن ولید اور سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ

کریں تو انھیں قید کر دیا گیا۔ اور طرح طرح عذاب دیا گیا۔ غزوۂ خندق کے بعد مدینہ طیبہ آگئے۔ غزوہ موتہ میں شریک ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں شامیوں سے لڑی جانے والی مشہور جنگ مرج الصفر یا اجنادین میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔

**عیاش بن ابی ربیعہ** یہ حضرت خالد کے چچازاد بھائی ابو ربیعہ عمرو بن مغیرہ کے فرزند تھے اور ابوجہل کے اخیافی بھائی تھے۔ یہ بھی قدیم الاسلام ہیں۔ ابوجہل نے انھیں مکے میں باندھ کر رکھا تھا۔ یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں شامیوں سے فیصلہ کن معرکہ یرموک میں شہید ہوئے۔ اصابہ میں حضرت عبدالرزاق کے حوالے سے مذکور ہے کہ یہ تینوں صاحبان جب مکہ سے کسی طرح باہر نکل آئے اور ابھی راستے ہی میں تھے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو ان کے لئے دعا فرمائی۔

**واشدد وطأتک** وطأ کے معنی پاؤں سے روندنے کے ہیں۔ مراد معنی مجازی ہے۔ یعنی انھیں تباہ و برباد کر دے۔ انھیں اپنی سخت گرفت میں لے۔

**مضر** عدنان کے پڑپوتے کا نام ہے۔ یہ شجرہ نبویہ میں اٹھارھویں پیڑھی میں ہیں۔ مضر کے معنی کھٹے دودھ کے ہیں۔ ان کی نسل سے جو شاخیں نکلیں ان سب کو بنی مضر کہتے ہیں مثلاً قریش ہذیل۔ اسد۔ تمیم۔ ضبہ۔ مزینہ اور ضباب وغیرہ۔

**اھل المشرق** اس سے مراد مضر کی یہ شاخیں ہیں۔ بنو لحیان۔ رعل۔ ذکوان۔ عصیہ۔ عضل۔ قارہ۔ ان کا جرم یہ تھا کہ ان میں سے بنی لحیان نے مقام رجیع پر غزوہ احد کے بعد ۳ھ میں حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ہمراہیوں میں سے سات حضرات کو شہید کر ڈالا تھا۔ اور حضرت خبیب اور زید بن دثنہ اور ایک اور صاحب کو گرفتار کر لیا اور مکہ لے جاکر بیچ دیا۔ اور رعل ذکوان عصیہ عضل قارہ نے بیر معونہ پر اوائل ۴ھ میں ستر قراء کو شہید کر ڈالا تھا۔ جن میں صرف حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برار بن عامر نے یہ کہہ کر چھوڑ دیا تھا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی اس لئے

بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اللّٰهُمَّ اشْدُدْ

کو اور کمزور مومنوں کو نجات دے۔ اے اللہ مضر پر اپنی پکڑ سخت

وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ وَ

کر اور انھیں یوسف علیہ السلام کی قحط سالی کی طرح قحط سالی میں مبتلا فرما۔ اور اس

أَهْلُ الْمَشْرِقِ يَوْمَئِذٍ مِمَّنْ مُضَرُ مُخَالِفُونَ لَهُ ع۵

وقت اہل مشرق میں سے مضر حضور کے مخالف تھے۔

تم کو آزاد کرتا ہوں اور ان کے سر کے اگلے حصے کے بال کاٹ دیئے۔ انھوں نے آکر اطلاع دی۔ امام واقدی نے لکھا ہے کہ ان دونوں واقعوں کی اطلاع ایک ہی وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملی۔ جس سے عظیم صدمہ ہوا اور حضور نے قنوت پڑھی۔

**ایک تنقیح** یہاں اور کتاب التفسیر کی روایت جو حضرت ابوہریرہ سے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اسیران جفا کی رہائی اور قبائل مضر پر بربادی کی دعا ایک ساتھ کی۔ حضرت انس کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان قبائل کی بربادی کی دعا صرف ایک مہینے تھی۔ اور مسلم میں جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک یہ مظلوم آ نہیں گئے دعا جاری رہی۔ مسلم کے الفاظ یہ ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا ترک کر دی۔ پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ دیکھتے نہیں وہ لوگ آ گئے۔ اور کتب سیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مظلوم غزوۂ خندق کے بعد آ گئے تھے۔ اس لئے کہ ان میں سب سے پہلے حضرت ولید بن ولید کسی طرح رہا ہو کر آ گئے پھر انھیں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھیجا تو ان دونوں کو پھڑ لائے۔ غزوۂ خندق ۵ھ میں ہوا۔ تو اب دو اشکال پیدا ہو گئے۔ ایک یہ کہ جب سریہ رجیع ۳ھ اور بیر معونہ ۴ھ کے اوائل میں ہوا۔ اور حضور نے ایک ماہ تک دعائے قنوت پڑھ کر بند کر دیا۔ اور یہ مظلوم اس کے بہت بعد کم از کم ایک سال بعد آئے تو یہ دعا ان کے آنے تک کیسے جاری رہی اس کا جواب ظاہر ہے کہ حضرت انس کی اکثر روایات میں صرف فجر میں قنوت پڑھنے کا تذکرہ ہے اور صرف ان قبائل کی بربادی کی دعا کا۔ یہ مخصوص قنوت نماز فجر میں ایک مہینے تک رہا پھر بند کر دیا گیا۔ اور ان مظلوموں کی رہائی کی دعا اس وقت شروع فرمائی جب یہ اطلاع ملی کہ قید سے رہا ہو کر مکے سے نکل چکے ہیں اور اس وقت تک ہوتی رہی جب تک وہ آ نہیں گئے انھیں کی رہائی کی دعا کے ساتھ تبعاً ان ظالموں پر بددعا بھی فرمائی۔ یا ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں مضر سے مراد خاص قریش ہوں۔ اور اخیر کا جملہ اھل المشرق من مضر مخالفون لہ۔ کسی راوی کا اضافہ ہو۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ خیبر میں حاضر ہوئے جو ۷ھ میں ہوا اور یہ مظلوم اس سے بہت پہلے آ چکے تھے۔ اور حضرت ابوہریرہ واقعہ یوں بیان کر رہے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت موجود تھے۔ اس کا حل سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ یہ واقعہ حضرت ابوہریرہ نے کسی سے سن کر بیان

---

ع۵ اذان باب یہوی بالتکبیر حین یسجد ص۱۱۰ ابوداؤد نسائی کلاھما فی الصلوٰۃ ۱ اول باب استجاب ۲ القنوت ص۲۳۷

## حدیث ۵۱۴

أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ

سعید بن مسیب اور عطاء بن یزید لیثی نے خبر دی

اللَّيْثِيُّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَخْبَرَهُمَا أَنَّ النَّاسَ

کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ان دونوں کو خبر دی کہ کچھ لوگوں نے

قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ هَلْ تُمَارُونَ فِي

عرض کیا یا رسول اللہ۔ کیا قیامت کے دن ہم لوگ اپنے رب کو دیکھیں گے۔ تو فرمایا کیا چودھویں رات کے

الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ دُونَهُ سَحَابٌ قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ

چاند میں شک کرتے ہو جبکہ اس پر بادل نہ ہو لوگوں نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ۔ فرمایا

هَلْ تُمَارُونَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ قَالُوا لَا قَالَ فَإِنَّكُمْ

کیا سورج کے دیکھنے میں شبہ کرتے ہو جب اس کے اوپر بادل نہ ہو لوگوں نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ

تَرَوْنَهُ كَذَلِكَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ

تو فرمایا تم لوگ اللہ عزوجل کو اسی طرح ضرور دیکھو گے۔ قیامت کے دن لوگ اکٹھے کئے جائیں گے اللہ عزوجل فرمائے گا جو جس کو

شَيْئًا فَلْيَتْبَعْهُ فَمِنْهُمْ مَنْ يَتْبَعُ الشَّمْسَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَتْبَعُ

پوجتا ہو اس کے پیچھے ہو جائے۔ تو کچھ لوگ سورج کے پیچھے ہو جائیں گے اور کچھ لوگ

کیا ہے۔ اور اخیر کا حصہ روایت بالمعنی کی وجہ سے بدل گیا ہے۔ اصل مضمون یہ رہا ہوگا کہ پھر حضور نے دعا ترک کردی دریافت کیا گیا تو فرمایا وہ آگئے۔ مگر تبدیل ہو کر وہ ہو گیا کہ حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ حضور نے یہ دعا ترک کردی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**تشریحات ۵۱۴** یہاں باب ہے سجدے کی فضیلت کا بیان۔ باب کو حدیث کے اس جز سے مناسبت ہے کہ فرمایا فرشتے سجدے کے نشانوں سے انھیں پہچانیں گے اور سجدے کے نشان کو آگ نہیں کھائے گی

**لغات** هَل نَرَى۔ یہاں نری، نبصر کے معنیٰ میں متعین ہے کیونکہ اگر علم کے معنی میں ہوتا تو ایک اور مفعول ضروری ہوتا نیز یوم القیامۃ کے ذکر کا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ هل تمارون۔ تاء کے فتح کے ساتھ جیسا کہ ،، اصیلی کی روایت ہے۔ باب تفاعل سے اس کا مصدر تماری تھا۔ ایک تا تخفیفاً حذف کردی گئی۔ جیسے فاء اتلظیٰ۔ میں۔ اس کا مادہ مریٌ بمعنی شک

الْقَمَرِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَتْبَعُ الطَّوَاغِيتَ وَتَبْقَى هٰذِهِ الْأُمَّةُ فِيهَا مُنَافِقُوهَا

چاند کے اور کچھ لوگ بتوں کے اور یہ امت رہ جائے گی جس میں اس امت کے

فَيَأْتِيهِمُ اللّٰهُ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا

منافقین بھی ہوں گے تو اللہ عزوجل اس تجلی کے ساتھ جسے وہ پہچانتے نہ ہوں گے جلوہ فرمائے گا اور ارشاد فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں

فَإِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ فَيَأْتِيهِمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ

اس پر لوگ کہیں گے ہم یہیں ٹھہرے رہیں یہاں تک کہ ہمارا رب ہم پر جلوہ فرمائے پس جب ہمارا رب ہم پر جلوہ فرمائے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے

فَيَقُولُونَ أَنْتَ رَبُّنَا فَيَدْعُوهُمْ وَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ

اب اللہ عزوجل ان پر جلوہ فرمائے گا اس تجلی کے ساتھ جسے وہ پہچانتے ہوں گے اور فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں اب لوگ کہیں گے ہاں تو ہمارا رب ہے

جَهَنَّمَ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يَجُوزُ مِنَ الرُّسُلِ بِأُمَّتِهِ وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ

اب اللہ عزوجل انھیں بلائے گا اور جہنم کی پشت پر صراط قائم کیا جائے گا۔ رسولوں میں سب سے پہلے میں اپنی امت کے ساتھ اسے پار کروں گا اور

أَحَدٌ إِلَّا الرُّسُلُ وَكَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِي جَهَنَّمَ

اس دن رسولوں کے سوا کوئی کلام نہ کرے گا اور رسولوں کلام اس دن یہ ہوگا۔ اے اللہ سلامت رکھ سلامت رکھ۔ اور جہنم میں

كَلَالِيبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ هَلْ رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ قَالُوا

سعدان کے کانٹے کے مثل آنکڑے ہوں گے۔ کیا تم نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا

نَعَمْ قَالَ فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا

ہاں فرمایا وہ آنکڑے سعدان کے کانٹوں کے مثل ہیں۔ مگر وہ کتنا بڑا ہے۔ اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ہے۔ جمہور کی روایت تُسَارُّوْنَ تا کے ضمے کے ساتھ ہے باب مفاعلت سے۔ اس باب سے اس کے معنی ہوتے ہیں مشکوک بات پر بحث کرنا۔ الطواغیت۔ یہ طاغوت کی جمع ہے اس کا مادہ طغوٌ ہے۔ طاغوت کے معنی ہر وہ چیز جس کی اللہ عزوجل کے علاوہ عبادت کی جائے۔ کبھی صرف بت کے معنی میں آتا ہے۔ علاوہ اس کے یہ معانی آتے ہیں۔ شیطان۔ کاہن۔ ہر گمراہ کا سربراہ۔ یہاں بت مراد ہے۔ کلالیب۔ کَلُّوْبٌ کی جمع ہے آنکڑے۔ سعدان۔ اونٹ کی بہت مرغوب غذا ہے۔ یہ ایک کانٹے دار گھاس ہے جو نجد کے علاقہ میں بہت ہوتی ہے۔ امتحشوا۔ اس کا مادہ حَشٌّ ہے۔ اس کا معنی یہ ہے آگ سے کھال کا اس طرح جل جانا کہ ہڈی،

إِلَّا اللّٰهُ تَخْطَفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ يُوبَقُ بِعَمَلِهِ وَمِنْهُمْ

وہ آنکڑے اعمال (بد) کی وجہ سے لوگوں کو جھپٹ لیں گے کچھ اپنے عمل بد کی سزا میں ہلاک ہوں گے اور کچھ ریزہ ریزہ

مَنْ يُخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُو حَتّٰى إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ رَحْمَةَ مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ

ہو جائیں گے پھر نجات پا جائیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل جہنمیوں میں جس کے ساتھ مہربانی کا ارادہ فرمائے گا۔

أَمَرَ اللّٰهُ الْمَلَائِكَةَ أَنْ يُخْرِجُوا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَيُخْرِجُونَهُمْ وَيَعْرِفُونَهُمْ

تو فرشتوں کو حکم دے گا کہ جو اللہ کی عبادت کرتے تھے ان کو نکالو۔ اب فرشتے انھیں نکالیں گے اور انھیں سجدے کے

بِآثَارِ السُّجُودِ وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُودِ فَيُخْرَجُونَ مِنَ

نشانات سے فرشتے پہچانیں گے اور اللہ نے جہنم پر حرام فرمایا ہے کہ وہ سجدے کے نشان کو کھائے یہ لوگ جہنم سے نکالے

النَّارِ فَكُلُّ ابْنِ آدَمَ تَأْكُلُهُ النَّارُ إِلَّا أَثَرَ السُّجُودِ فَيُخْرَجُونَ مِنَ النَّارِ

جائیں گے۔ ابن آدم کے پورے جسم کو آگ کھائے گی سوائے سجدے کے نشان کے۔ یہ لوگ جہنم سے نکالے جائیں گے

قَدِ امْتَحَشُوا فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيَاةِ فَيَنْبُتُونَ كَمَا

تو سیاہ کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔ اب ان پر آب حیات ڈالا جائے گا تو ان کے اعضاء ایسا اگیں گے جیسے دانہ سیلاب

تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ ثُمَّ يَفْرُغُ اللّٰهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ

کے بہاؤ میں پھوٹتا ہے اس کے بعد اللہ بندوں کے مابین فیصلے سے فارغ ہو جائے گا اور

الْعِبَادِ وَيَبْقَى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَهُوَ آخِرُ أَهْلِ النَّارِ دُخُولًا

ایک شخص جنت و دوزخ کے درمیان رہ جائے گا اور جہنمیوں میں سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا۔

دکھائی دینے لگے۔ جل کر کالا ہو جانا۔ مطلق جلنا۔ الحبۃ۔ جنگلی پودوں کا بیج حمیل السیل۔ سیلاب سے جو مٹی بہہ کر آئے اور کہیں جم جائے جس کو ہماری زبان میں بھاٹھ کہتے ہیں۔ قشبنی۔ ضرب یضرب سے آتا ہے۔ اس کے معنی زہر دینے کے ہیں۔ قشب کے معنی زہر کے ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ قشب صرف اس زہر کا نام ہے جو جانوروں کا قاتل ہو۔ ایک زہریلی گھاس جس کے کھانے سے جانور مر جاتا ہے۔ دھوئیں سے دم گھٹنا۔ مطلقاً دم گھٹنا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھے۔ کہ انھیں عطر کی خوشبو محسوس ہوئی تو فرمایا۔ کسی نے ہمارا دم گھونٹ دیا۔ معاویہ موجود تھے۔ عرض کیا۔ ام حبیبہ

الْجَنَّةَ مُقْبِلًا بِوَجْهِهٖ قِبَلَ النَّارِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِيْ عَنِ

اس کا چہرہ جہنم کی طرف ہوگا اب وہ عرض کرے گا اے رب میرا چہرہ جہنم سے پھیر دے

النَّارِ فَقَدْ قَشَبَنِيْ رِيْحُهَا وَاَحْرَقَنِيْ ذَكَاؤُهَا فَيَقُوْلُ هَلْ عَسَيْتَ

اس کی بدبو نے میرا دم گھونٹ دیا ہے اور اس کی گرمی نے مجھے جھلس دیا ہے۔ اس پر اللہ عزوجل فرمائے گا

اِنْ فُعِلَ ذَالِكَ بِكَ اَنْ تَسْئَلَ غَيْرَ ذَالِكَ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ فَيُعْطِيْ

اگر تیرے ساتھ یہ کر دیا جائے تو کیا تو اس کے علاوہ اور کچھ مانگے گا؟ تو بندہ کہے گا تیری عزت کی قسم نہیں۔ اب

اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ مَا يَشَاءُ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ فَيَصْرِفُ اللّٰهُ وَجْهَهٗ

اللہ عزوجل جتنا چاہے گا اس سے عہد و پیمان لے گا پھر اللہ اس کے چہرے کو جہنم کی طرف سے پھیر دے گا۔

عَنِ النَّارِ فَاِذَا اَقْبَلَ بِهٖ عَلَى الْجَنَّةِ رَاٰى بَهْجَتَهَا سَكَتَ مَا شَاءَ

اب وہ جنت کی طرف منہ کرے گا اس کی تر و تازگی دیکھے گا جب تک اللہ چاہے گا چپ رہے

اللّٰهُ اَنْ يَّسْكُتَ ثُمَّ قَالَ يَا رَبِّ قَدِّمْنِيْ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ

گا پھر کہے گا اے رب مجھے جنت کے دروازے کے پاس کر دے تو اللہ عزوجل اس سے فرمائے

اللّٰهُ لَهٗ اَلَيْسَ قَدْ اَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَالْمِيْثَاقَ اَنْ لَّا تَسْئَلَ غَيْرَ

گا کیا تم نے عہد و پیمان نہیں کیا تھا کہ جو مانگ چکا ہوں اس کے علاوہ

کے پاس گیا تھا تو اس نے عطر مل دیا۔[1]

**منافقوں کا** جب یہ اعلان ہو جائے گا کہ جو جس کی پرستش کرتا تھا۔ اس کے ساتھ ہو جائے۔ منافقین نے غیر اللہ کی پرستش نہیں کی اور نہ اللہ ہی کی حقیقت میں کی ہے تو حیران کھڑے رہیں گے۔ چونکہ معبودان باطلہ کے پرستار چھٹ جائیں گے تو اب جو مجمع بچے گا وہ اس امت کا اور ان کے منافقین کا ہوگا۔ یا یہ کہ منافقین قصد مومنین میں گھس آئیں گے اس گمان پر جیسے دنیا میں ہم نے اپنے کفر کو چھپا کر نفع حاصل کیے ہیں آج بھی اسی طرح نفع حاصل کرلیں۔ مسلم شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل ہر مومن اور منافق کو ایک روشنی عطا فرمائے گا پھر بعد میں منافقین کی روشنی

---

[1] عمدۃ القاری جلد سادس ص ۸۶ ۲ ایمان باب اثبات الشفاعۃ ص ۱۰۷

الَّذِیْ کُنْتَ سَئَلْتَ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ لَا اَکُوْنُ اَشْقٰی خَلْقِکَ فَیَقُوْلُ فَمَا

اور کچھ نہیں مانگوں گا تو وہ عرض کرے گا اے رب تیری مخلوق میں سب سے زیادہ میں بد نصیب نہ رہوں۔

عَسَیْتَ اِنْ اُعْطِیْتَ ذَالِکَ اَنْ لَّا تَسْئَلَ غَیْرَہٗ فَیَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِکَ

اب اللہ عزوجل فرمائے گا اگر تجھے یہ دے دیا جائے تو اس کے علاوہ اور کچھ تو نہیں مانگے گا۔ اس پر عرض کرے گا تیری

لَا اَسْئَلُکَ غَیْرَ ذَالِکَ فَیُعْطِیْ رَبَّہٗ مَا شَاءَ مِنْ عَھْدٍ وَّ مِیْثَاقٍ

عزت کی قسم اس کے علاوہ اب اور کچھ نہیں مانگوں گا اب اس کا رب اس سے قول و قرار جتنا چاہے گا لے گا۔ پھر

فَیُقَدِّمُہٗ اِلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ فَاِذَا بَلَغَ بَابَھَا فَرَاٰی زَھْرَتَھَا وَ مَا فِیْھَا مِنَ

اسے جنت کے دروازے پر پہنچا دے گا۔ پھر جب وہ جنت کے دروازے پر پہنچے گا اور اس کی شادابی اور اس میں

النَّضْرَۃِ وَالسُّرُوْرِ فَیَسْکُتُ مَا شَاءَ اللّٰہُ اَنْ یَّسْکُتَ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ

جو تر و تازگی اور خوشی ہے دیکھے گا تو جب تک اللہ چاہے گا چپ رہے گا۔ پھر عرض کرے گا۔ اے رب

اَدْخِلْنِی الْجَنَّۃَ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ وَیْحَکَ یَا ابْنَ اٰدَمَ مَا اَغْدَرَکَ

مجھے جنت میں داخل فرما دے اس پر اللہ عزوجل فرمائے گا اے آدم کے بیٹے تیرے لئے خرابی ہو کس چیز نے تجھ کو

اَلَیْسَ قَدْ اَعْطَیْتَ الْعَھْدَ وَالْمِیْثَاقَ اَنْ لَّا تَسْئَلَ غَیْرَ الَّذِیْ اُعْطِیْتَ

عہد شکن بنا دیا۔ کیا تو نے قول و قرار نہیں کیا تھا۔ کہ جو کچھ مجھے دیا گیا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں مانگوں

فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ لَا تَجْعَلْنِیْ اَشْقٰی خَلْقِکَ فَیَضْحَکُ اللّٰہُ مِنْہُ ثُمَّ یَاْذَنُ

گا تو وہ عرض کرے گا اے رب مجھے اپنی مخلوق کا سب سے زیادہ بد نصیب نہ بنا اس پر اللہ عزوجل ہنسے گا جیسا ہنسا اس کی

بجھ جائے گی۔

**فیاتیھم** بدر الخلق میں یہ ہے۔ فی غیر الصورۃ التی یعرفون فیقول انا ربکم فیقولون نعوذ باللہ منک۔ جس تجلی سے لوگ اللہ عزوجل کو پہچانتے ہوں گے اس کے علاوہ دوسری تجلی کے ساتھ جلوہ فرمائے گا اور ارشاد فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں تو لوگ کہیں گے ہم اللہ کی تجھ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس کے بعد بدر الخلق اور توحید دونوں میں یہ ہے۔ فیاتیھم اللہ فی الصورۃ التی یعرفون۔ اس کے بعد اللہ عزوجل اپنی اس تجلی میں جلوہ دکھائے گا جسے وہ لوگ پہچانتے ہوں گے۔ پھر تینوں جگہ یہ ہے۔ کہ اللہ عزوجل فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں تو لوگ عرض کریں گے ہاں

لَهٗ فِیْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ فَیَقُوْلُ تَسَنَّ فَیَتَمَنّٰی حَتّٰی اِذَا انْقَطَعَ اُمْنِیَّتُهٗ قَالَ اللّٰهُ

شان کے لائق ہے پھر اس کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے گا اور فرمائے گا آرزو کر۔ یہاں تک کہ اس کی آرزو ختم ہو جائے گی

عَزَّوَجَلَّ زِدْ مِنْ کَذَا وَکَذَا اَقْبَلَ یُذَکِّرُهٗ رَبُّهٗ حَتّٰی اِذَا انْتَهَتْ بِهِ الْاَمَانِیُّ

تو اللہ عزوجل فرمائے گا یہ بھی زیادہ کر دے یہ بھی زیادہ کر دے اسے یاد دلاتا جائے گا یہاں تک کہ سب آرزوئیں ختم ہو جائیں گی

قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَکَ ذٰلِکَ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ وَقَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیُّ

تو اللہ عزوجل فرمائے گا۔ تیرے لئے یہ ہے اور اس کے برابر اور۔ اور حضرت ابو سعید خدری نے حضرت ابو ہریرہ سے کہا کہ

لِاَبِیْ هُرَیْرَةَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔

عَزَّوَجَلَّ لَکَ ذٰلِکَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ لَمْ اَحْفَظْهُ مِنْ

تیرے لئے یہ ہے اور اس کا دس گنا۔ تو ابو ہریرہ نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَوْلَهٗ لَکَ ذٰلِکَ وَمِثْلُهٗ

یہ بھی ارشاد ہے۔ مجھے یاد نہیں۔ صرف یہ یاد ہے کہ تیرے لئے یہ ہے اور اس کے برابر اور۔

مَعَهٗ قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ اِنِّیْ سَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ ذٰلِکَ لَکَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ ۵

ابو سعید نے کہا میں نے حضور سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ یہ تیرے لئے ہے اور اس کا دس گنا اور۔

تو ہمارا رب ہے۔ یہاں اس کے بعد فیدعوھم ہے۔ پھر اللہ عزوجل انھیں پکارے گا۔ اور ان دونوں جگہ۔ فَیَتَّبِعُوْنَهٗ ہے۔ یعنی وہ اللہ عزوجل کی اس تجلی کے ساتھ ہو جائیں گے۔

**اشکال اور جواب** اللہ عزوجل آنے جانے اور صورت سے منزہ ہے۔ یہ سب متناہی اور اجسام کی صفات ہیں۔ اللہ عزوجل جسم و جسمانیات سے پاک ہے۔ لامحالہ علماء نے اس کی تاویل کی کہ آنے سے مراد، اس حجاب کو اٹھا دینا ہے جو ہماری نظروں اور اللہ عزوجل کی رویت میں حائل تھا۔ اور صورت سے تجلی مراد ہے چونکہ جو غائب ہو اس کا دیکھنا بغیر آئے

---

ع۵ اذان باب فضل السجود ص۱۱۲-۱۱۱ ثانی رقاق۔ باب الصراط جسر جھنم ص۹۷۲ التوحید۔ باب قول اللہ عزوجل وجوہ یومئذ ناضرۃ ص۱۱۰۶۔ مسلم ایمان۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص۲۷۵

## حدیث ۵۱۵

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ اُمِرَ النَّبِیُّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّسْجُدَ عَلٰی سَبْعَۃِ اَعْضَاءٍ وَّلَا یَکُفَّ

علیہ وسلم کو سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا بال اور کپڑا

شَعْرًا وَّلَا ثَوْبًا اَلْجَبْہَۃِ وَالْیَدَیْنِ وَالرُّکْبَتَیْنِ وَالرِّجْلَیْنِ ع۵

نہ سمیٹنے کا حکم دیا گیا۔ پیشانی۔ دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے دونوں پاؤں۔

ممکن نہیں۔ اس لئے رویت کو آنے سے تعبیر فرمایا۔ امام قرطبی نے فرمایا کہ یہ متشابہات میں سے ہے۔ اس لئے اسلم یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے اور معنی کو اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد کیا جائے۔ خطابی نے کہا کہ یہ رویت اس کے علاوہ ہے جو جنت میں نصیب ہوگی۔

**فیضرب الصراط** صراط جہنم کے اوپر ایک پل ہوگا جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہوگا جس سے سب کو گزرنا ہے۔ اس پر فرشتے مقرر ہیں جو سات جگہ بندوں کو روکیں گے اور سات چیزوں کے بارے میں سوال کریں گے۔ ایمان۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ رمضان کا روزہ۔ حج وعمرہ۔ وضو۔ جنابت سے غسل۔

**ولا یتکلم** مراد یہ ہے کہ اس وقت یعنی صراط سے گزرتے وقت۔ یا مراد یہ ہے کہ بلا اذن ورنہ قرآن واحادیث اس سے مملو ہیں کہ انسان وہاں بھی مجادلہ ومکابرہ کرے گا۔

**آثار السجود** ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ سات اعضاء ہیں جو سجدے کے وقت زمین پر لگتے ہیں۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا اس سے صرف پیشانی مراد ہے۔ اس کی تائید بعد کے لفظ۔ الا اثر السجود۔ سے ہوتی ہے۔ نیز مسلم کی اس روایت سے بھی تائید ہوتی ہے جس میں فرمایا لوگ جہنم سے نکالے جائیں گے جو جلے ہوں گے مگر چہرہ کی گولائی۔ مگر امام نووی نے پہلے کو اختیار کیا اور اس کی توجیہ یہ کی کہ اس سے مراد مخصوص قوم ہے۔ رویت باری عزوجل کی مکمل بحث گزر چکی۔

## تشریحات ۵۱۵

اس کے چند سطر بعد باب السجود علی الانف میں ہے۔ کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کروں۔ پیشانی پر اور ہاتھ سے ناک پر اشارہ فرمایا۔ الحدیث۔ یعنی ناک پر بھی سجدے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سجدے میں پیشانی کے ساتھ ناک بھی زمین پر لگانی ضروری ہے۔ اگر صرف پیشانی لگی ناک نہ لگی

---

ع۵ باب السجود علی سبعۃ اعظم ص۱۱۲ باب یکف شعرا باب لا یکف ثوبہ فی الصلوٰۃ ص۱۱۳ باب السجود علی الانف ص۱۱۲ ۱۲ ول ایمان باب اخراج الموحدین من النار ص۱۰۷

**حدیث ۵۱۶** عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنْطَلَقْتُ

ابوسلمہ نے کہا میں حضرت ابوسعید خدری

اِلٰی اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَقُلْتُ اَلَا تَخْرُجُ بِنَا اِلَی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں گیا۔ اور ان سے عرض کیا۔ کیا آپ کھجور کے باغ میں

النَّخْلِ نَتَحَدَّثْ فَخَرَجَ قَالَ قُلْتُ حَدِّثْنِیْ مَا سَمِعْتَ النَّبِیَّ صَلَّی

نہیں چلیں گے تاکہ ہم بات کریں تو وہ تشریف لے گئے میں نے ان سے عرض کیا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ قَالَ اِعْتَکَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

سے شب قدر کے بارے میں جو کچھ سنا ہے بیان کیجئے تو انھوں نے فرمایا۔ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ وَاعْتَکَفْنَا

نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا اور ہم نے بھی حضور کے ساتھ اعتکاف کیا۔ تو حضور

مَعَہٗ فَاَتَاہُ جِبْرَئِیْلُ فَقَالَ اِنَّ الَّذِیْ تَطْلُبُ اَمَامَکَ فَاعْتَکَفَ الْعَشْرَ

کی خدمت میں جبرئیل آئے اور بتایا کہ جسے آپ طلب کر رہے ہیں وہ آپ کے آگے ہے۔ تو حضور نے پچھلے عشرہ

الْاَوْسَطَ وَاعْتَکَفْنَا مَعَہٗ فَاَتَاہُ جِبْرَئِیْلُ فَقَالَ اِنَّ الَّذِیْ تَطْلُبُ اَمَامَکَ

میں اعتکاف کیا تو ہم نے بھی حضور کے ساتھ اعتکاف کیا پھر خدمت اقدس میں جبریل حاضر ہوئے اور عرض کیا جسے آپ

یا صرف ناک لگی پیشانی نہ لگی تو سجدہ صحیح نہ ہوگا۔ جیسا کہ ہمارا مذہب مختار و مفتی بہ ہے۔

**ولایکف** یعنی بال یا کپڑے کو غیر معتاد طریقے سے سمیٹنا۔ مثلاً بالوں کا جوڑا باندھنا یا ان کو سمیٹ کر عمامے کے اندر کر لینا یا آستین چڑھا لینا یا تہبند اور پائجامے کو گھڑس لینا۔ اس سے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔

**تشریحات ۵۱۶** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ رمضان مبارک کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے۔ اور اکیسویں کی صبح کو ختم کر دیتے تھے۔ اس سال یہ ہوا کہ عشرہ اول میں بھی اعتکاف فرمایا اور اوسط میں بھی۔ اور اکیسویں کو حضور نے بھی اور اعتکاف کرنے والے صحابہ نے بھی اپنا اپنا سامان منتقل فرما دیا تو حضور نے وہ خطبہ دیا جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ اور حکم دیا کہ جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ سب لوٹ آئیں اور اعتکاف کریں۔ اس لئے کہ شب قدر انھیں دس راتوں میں کسی طاق رات میں ہے۔ اس کے بعد سے رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں اعتکاف فرمانے لگے شب قدر

فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطِیْبًا صَبِیْحَۃَ عِشْرِیْنَ

طلب کر رہے ہیں وہ حضور کے آگے ہے اس کے بعد حضور کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا۔ فرمایا۔ جس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

مِنْ رَّمَضَانَ فَقَالَ مَنْ کَانَ اعْتَکَفَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ لوٹے یعنی پھر اعتکاف کرے۔

وَسَلَّمَ فَلْیَرْجِعْ فَاِنِّیْ اُرِیْتُ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ وَاِنِّیْ نُسِّیْتُھَا وَاِنَّھَا فِی

کیونکہ مجھے شب قدر دکھائی گئی تھی اور میں بھول گیا ہوں وہ اخیر کے دس

الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فِیْ وِتْرٍ وَّاِنِّیْ رَاَیْتُ کَاَنِّیْ اَسْجُدُ فِیْ طِیْنٍ وَّمَاءٍ

دنوں کے وتر میں ہے اور میں نے دیکھا گویا کیچڑ اور پانی میں سجدہ کر رہا ہوں اور

وَکَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ جَرِیْدَ النَّخْلِ وَمَا نَرٰی فِی السَّمَاءِ شَیْئًا

مسجد کی چھت کھجور کے شاخ کی تھی۔ اور ہم آسمان میں کچھ نہیں دیکھ رہے تھے

فَجَاءَتْ قَزْعَۃٌ فَاُمْطِرْنَا فَصَلّٰی بِنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

کہ اچانک بادل کا ایک ٹکڑا آیا تو ہم پر بارش برسائی گئی اور ہمیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی

وَسَلَّمَ حَتّٰی رَاَیْتُ اَثَرَ الطِّیْنِ وَالْمَاءِ عَلٰی جَبْھَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ

یہاں تک کہ میں نے کیچڑ اور پانی کا اثر رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَرْنَبَتِہٖ تَصْدِیْقُ رُؤْیَاہُ ؏

پیشانی اور ناک کے بانسے پر دیکھا۔ یہ حضور کے خواب کی تصدیق تھی۔

کی جو نشانی اس میں مذکور ہے وہ خاص اس رات کے لئے ہے۔ ویسے بعض عرفاء نے لکھا ہے کہ اگر رمضان شریف کی طاق راتوں میں سے کسی رات میں بارش ہو تو امید ہے کہ وہ شب قدر ہوگی۔

---

؏ اذان باب السجود علی الانف فی الطین ص۱۱۲ الصوم باب تحری لیلۃ القدر ص۲۷۰ باب الاعتکاف فی العشر الاواخر ص۲۷۱ باب من خرج من اعتکافہ عند الصبح ص۲۷۳ مسلم۔ صیام۔ ابوداؤد صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ موطا امام مالک ص۱۵۶ مسند امام احمد ثالث ص۳۷ ابن ماجۃ اعتکاف

## حدیث ۵۱۷

عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ اَنَّ مَالِكَ بْنَ الْحُوَیْرِثِ رَضِیَ

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے

اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی

ساتھیوں سے فرمایا۔ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَذَاكَ فِیْ غَیْرِ حِیْنِ صَلٰوةٍ فَقَامَ

کی نماز نہ بتادوں۔ ابو قلابہ نے کہا وہ کسی نماز کے وقت میں نہ تھا۔ تو وہ کھڑے ہوئے

ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَامَ هُنَیَّةً ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ

پھر رکوع کیا پھر تکبیر کہی۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا اور تھوڑی دیر کھڑے رہے پھر سجدہ کیا پھر سجدے سے سر

رَاْسَهٗ هُنَیَّةً ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ هُنَیَّةً فَصَلّٰی صَلٰوةَ عَمْرٍو

اٹھایا تھوڑی دیر بیٹھے رہے پھر سجدہ کیا پھر اپنا سر سجدے سے اٹھا کر تھوڑی دیر رکے رہے۔ ہمارے

اعتکاف سنت موکدہ کفایہ ہے۔ اعتکاف اور شب قدر کے بارے میں تفصیلی گفتگو اس کے باب میں آئے گی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ناک پر سجدہ کرنا ضروری ہے وہ بھی اس طرح کہ ناک کا نرم حصہ دبائے تاکہ ہڈی زمین پر ٹک جائے کیچڑ میں بھی سجدہ درست ہے بشرطیکہ اتنا زیادہ نہ ہو کہ پیشانی اور ناک ٹک نہ سکے۔

## تشریحات ۵۱۷

**فی الثالثة او الرابعة۔** یہ شک راوی ہے مراد یہ ہے کہ شک کرنے والے راوی کے شیخ نے فی الثالثہ کہا تھا۔ یا فی الرابعہ۔ مراد یہ ہے کہ تیسری رکعت سے فارغ ہونے کے بعد کہا تھا یا یہ کہا تھا کہ چوتھی رکعت کی ابتدا میں۔ اس سے مراد جلسہ استراحت ہے۔ یہاں تیسری اور چوتھی کے مابین مذکور ہے۔ اور باب۔ **من صلی بالناس فھو لا یرید الا ان یعلم۔** الخ میں ہے۔ کہ پہلی رکعت میں سجدے کے بعد کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھتے تھے۔ دونوں سے ثابت ہوا کہ پہلی اور دوسری نیز تیسری اور چوتھی کے درمیان دوسرے سجدے سے فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھتے تھے۔ اس کی تائید انھیں کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو اس کے بعد باب **من استوی قاعدا فی وتر من صلوٰته۔** میں مذکور ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کی طاق رکعت میں جب تک سیدھے بیٹھ نہ لیتے کھڑے نہیں ہوتے۔ اسے جلسہ استراحت کہتے ہیں۔ وہیں ابتدا میں یہ زائد ہے۔ کہ مالک بن حویرث ہماری اسی مسجد میں آئے اس سے مراد بصرے کی مسجد ہے۔

**جلسہ استراحت** امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جلسہ استراحت سنت ہے۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔ ہمارے یہاں

بْنِ سَلِمَةَ شَيْخِنَا هٰذَا قَالَ اَيُّوْبُ كَانَ يَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ اَرَهُمْ يَفْعَلُوْنَهٗ

شیخ عمرو بن سلمہ کی طرح نماز پڑھی ایوب نے کہا۔ وہ ایک ایسا کام کرتے تھے کہ میں نے اور لوگوں کو وہ

كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ فَاَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

کرتے نہیں دیکھا۔ وہ تیسری یا چوتھی رکعت میں بیٹھتے تھے مالک بن حویرث نے بتایا کہ ہم نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقَمْنَا عِنْدَهٗ فَقَالَ لَوْ رَجَعْتُمْ اِلٰى اَهَالِيْكُمْ صَلُّوْا

کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم نے وہاں قیام کیا تو فرمایا جب تم اپنے اہل وعیال میں جاؤ تو اس وقت یوں نماز پڑھنا اور اس

صَلٰوةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا صَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا فَاِذَا حَضَرَتِ

وقت میں یوں نماز پڑھنا۔ جب نماز کا وقت

الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ ع

آجائے تو تم میں سے کوئی اذان کہے اور جو تم میں بڑا ہو وہ امامت کرے۔

اور امام مالک اور امام احمد کے یہاں جلسہ استراحت مشروع نہیں۔ اور یہی حضرت ابن مسعود اور ابن عمر بن عباس حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔ نعمان بن ابو عیاش نے کہا میں نے ایک نہیں کئی صحابہ کو پایا کہ وہ جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔ امام ترمذی نے فرمایا۔ اسی پر اہل علم کا عمل ہے۔ عبد الملک نے کہا۔ جلسہ استراحت اہل مدینہ سے کیسے چھوٹ گیا حالانکہ انھیں دس سال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ اور حضرت ابو بکر و عمر و عثمان اور دوسرے صحابہ نے پڑھائی اور یہ ان سے رہ گیا۔ خود اسی حدیث میں تصریح ہے کہ یہ ایک کام ایسا کرتے تھے جو لوگوں کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جلسہ استراحت وہاں یعنی بصرے میں اس وقت ان کے سوا کوئی نہیں کرتا تھا۔ حالانکہ وہ صحابہ کرام کا عہد تھا۔ انھیں کی یہی حدیث باب کیف یعتمد علی الارض۔ میں بھی مذکور ہے جس کے اخیر میں ہے کہ زمین پر ٹیک لگاتے پھر کھڑے ہوتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی عادت تھی کہ دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے وقت ہاتھوں کو زمین پہ ٹیک کر اٹھتے۔ مگر ہمارے یہاں سنت یہ ہے کہ ہاتھوں کو زمین پر ٹیکے بغیر کھڑا ہو۔ اور اس مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث

---

ع اذان باب السکت بین السجدتین ص۱۱۳ اذان باب من صلی بالناس وھو لا یرید الا ان یعلمھم ص۹۳ باب من استوی قاعدا فی وتر ص۱۱۳ باب کیف یعتمد علی الارض اذا قام من الرکعۃ ص۱۱۰ باب الطمانینۃ حین یرفع راسہ من الرکوع ص۱۱۰ ابو داؤد۔ نسائی۔ کلاھما فی الصلوٰۃ۔ ۱۲ عمدۃ القاری جلد خامس ص۲۱۲

**حدیث ۵۱۸** عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِنِّیْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں اس میں کمی

لَاٰلُوْ اَنْ اُصَلِّیَ بِكُمْ كَمَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

نہیں کروں گا کہ تمہیں ویسی نماز پڑھاؤں جیسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں پڑھائی۔

یُصَلِّیْ بِنَا۔ قَالَ ثَابِتٌ كَانَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

ثابت نے کہا۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ ایسا کام کرتے تھے

یَصْنَعُ شَیْئًا لَمْ اَرَكُمْ تَصْنَعُوْنَهٗ كَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ

جو تم کو کرتے ہوئے نہیں دیکھتا۔ وہ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر کھڑے

قَامَ حَتّٰی یَقُوْلَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِیَ وَبَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ حَتّٰی یَقُوْلَ

رہتے کہ کہنے والا کہتا وہ بھول گئے۔ اور دونوں سجدوں کے مابین بھی یہاں تک کہ کہنے والا

الْقَائِلُ قَدْ نَسِیَ [۵]

کہتا وہ بھول گئے۔

کا جواب یہ دیا جاتا ہے۔ کہ ہو سکتا ہے کہ جب حضرت مالک بن حویرث نے دیکھا ہو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی عذر کی بنا پر جلسہ استراحت کیا ہو۔ یہ خدمت اقدس میں بیس دن رہے۔

اقول۔ اس مضمون کی متعدد احادیث وارد ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر خفض اور ہر رفع کے وقت تکبیر کہتے۔ یعنی ہر جھکتے اور ہر اٹھتے وقت تکبیر کہتے تھے۔ جلسہ استراحت کے کرنے والوں کا بہر حال اس حدیث پر عمل نہ ہوگا اگر جلسہ استراحت سے پہلے تکبیر کہیں گے تو جلسہ استراحت سے اٹھتے وقت رہ جائے گی اور اگر جلسہ استراحت کے بعد کہیں گے تو سجدے سے اٹھاتے وقت رہ جائے گی تو ثابت ہو گیا۔ اس حدیث کے معارض ہونے کی وجہ سے جلسہ استراحت مسنون نہیں۔ اور حضرت مالک بن حویرث کی حدیث حالت عذر پر محمول ہے۔

**تشریحات ۵۱۸** رکوع اور سجدے اور دونوں سجدوں کے مابین حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دیر تک ٹھہرنا

---

[۵] اذان۔ باب المکث بین السجدتین ص ۱۱۳ باب الطمانینۃ حین یرفع راسہ من الرکوع ص ۱۱۲

## حدیث ۵۱۹

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِعْتَدِلُوْا فِی السُّجُوْدِ وَ

وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا سجدے میں اعتدال کرو۔

لَا یَبْسُطُ اَحَدُکُمْ ذِرَاعَیْهِ اِنْبِسَاطَ الْکَلْبِ ۵ع

تم میں کوئی کتے کی طرح اپنی کلائیاں نہ بچھائے

## ت ۱۶۴

وَکَانَ ابْنُ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یُکَبِّرُ فِیْ

اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کھڑے ہونے کی حالت میں

نَهْضَتِهٖ ۵ع

تکبیر کہتے تھے۔

ان دعاؤں کے پڑھنے کے لئے تھا جو بعض احادیث میں وارد ہیں۔ اسی بنا پر امام احمد فرماتے ہیں کہ دونوں سجدوں کے درمیان اللھم اغفرلی، بار بار پڑھے۔ گزر چکا کہ ہمارے یہاں یہ نوافل میں ہیں۔ یا منفرد کے لئے فرائض میں نہیں۔ جبکہ باجماعت ہوں اس لئے کہ فرائض میں تخفیف پسندیدہ ہے۔ جیسا کہ حدیث گزر چکی۔ جو لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے۔ تنہا پڑھے تو جتنی چاہے لمبی کرے۔

## تشریحات ۵۱۹

سجدے میں اعتدال کا مطلب یہ ہے کہ نہ بہت پھیلو اور نہ بہت سکڑو۔ دونوں کی درمیانی حالت میں رہو۔ حضرت عبداللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گزر چکی۔ کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدے میں ہاتھوں کو اتنا پھیلاتے کہ بغل مبارک کی سفیدی ظاہر ہو جاتی۔ مسلم شریف میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔ کہ ہاتھوں کے درمیان اتنی کشادگی رکھتے کہ اگر بکری کا چھوٹا بچہ درمیان سے گزرنا چاہتا تو گزر جاتا کتے کی طرح بچھانے کا مطلب یہ ہے کہ پوری کلائی زمین پر بچھا دی جائے یہ مکروہ ہے۔

---

ع۵ اذان باب لایفترش ذراعیه فی السجود ص۱۱۳ مسلم ابوداؤد ترمذی۔ نسائی کلهم فی الصلوٰة

ع۵ اذان یکبر وهو ینهض من السجدتین ص۱۱۴ له اول صلوٰة باب اعتدال فی السجود ص۱۹۴

## حدیث ۵۲۰

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلّٰى لَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ

حضرت سعید بن حارث نے کہا ہمیں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ

فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ وَحِيْنَ سَجَدَ

عنہ نے نماز پڑھائی تو بلند آواز سے تکبیر کہی جب سجدے سے سر اٹھایا اور جب سجدہ کیا

وَحِيْنَ رَفَعَ وَحِيْنَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ

اور جب اٹھایا اور جب دو رکعت سے کھڑے ہوئے۔ اور بتایا کہ میں نے ایسے ہی نبی

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ع۵

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔

**تشریحات ۵۲۰-۱۶۴** اثر ابن زبیر کو ابن ابی شیبہ نے موصولا بیان کیا ہے۔ یہاں مراد حضرت عبداللہ بن زبیر ہیں ابن زبیر جب مطلق بولتے ہیں تو یہی مراد ہوتے ہیں۔

**غایت باب** امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تشہد کے بعد جب تیسری رکعت کے لئے سیدھا کھڑا ہو جائے۔ تو تکبیر کہے جمہور کہتے ہیں کھڑے ہونے کی ابتدا کرے تو تکبیر کہنا شروع کرے۔ امام بخاری کا بھی یہی مسلک ہے۔ اس کے لئے یہ عنوان قائم فرمایا۔ کہ جب دونوں سجدوں یعنی رکعتوں سے کھڑا ہونے لگے تو تکبیر کہے۔ اس باب میں سجدتین سے مراد رکعتین ہے۔ اب اثر ابن زبیر اور حدیث کی باب سے مطابقت واضح ہے۔ یہ علامہ عینی کی تقریر ہے۔ ویسے یہ بھی ممکن ہے کہ سجدتین سے اس کا معنی حقیقی مراد لیا جائے۔ اور ابن رشید کا یہ شبہ کہ پھر ایک مضمون کے دو باب ہو جائیں گے اس لئے کہ پہلے یہ باب قائم کر چکے ہیں۔ جب سجدے سے کھڑا ہو تو تکبیر کہے۔ لائق التفات نہیں اس لئے کہ اگر صرف یہی ایک باب مکرر ہو تو تکرار باب سے ایراد درست تھی۔ بخاری میں متعدد ابواب مکرر ہیں مثلاً یبدی ضبعیہ ویجافی جنبہ فی السجود۔ کتاب الصلوٰۃ ص۵۶ پر بھی ہے اور کتاب الاذان ص۱۱۲ پر بھی۔ اسی طرح اذا لم یتم السجود بھی۔ انھیں دونوں صفحات پر مکرر ہیں یہاں تو الفاظ بدلے ہیں۔ اور ان دونوں ابواب میں الفاظ بھی بعینہ وہی ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری نے یہ نماز مدینہ طیبہ میں مروان خبیث کی امارت کے ایام میں پڑھائی۔ گزر چکا کہ مروان نے امام حضرت ابو ہریرہ کو بنایا تھا۔ اتفاق سے وہ ایک نماز میں نہیں آئے تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی۔ اور دیگر مواقع کی طرح دوسری رکعت سے اٹھتے وقت بھی بلند آواز سے تکبیر پڑھی۔ نماز کے بعد لوگوں نے عرض کیا

---

ع۵ اذان باب یکبر وھو ینھض من السجدتین ص۱۰۴

**ت ۱۶۵** وَكَانَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَجْلِسُ فِي

حضرت ام الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نماز میں

صَلَاتِهَا جِلْسَةَ الرَّجُلِ وَكَانَتْ فَقِيْهَةً ع۱

مرد کی طرح بیٹھتی تھیں۔ اور وہ فقیہ تھیں۔

**حدیث ۵۲۱** عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ يَرَى

حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے صاحبزادے عبداللہ نے خبر دی کہ

آپ کی نماز مختلف ہوئی تو فرمایا۔ مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میری یہ نماز تمہاری نماز سے مختلف ہوئی۔ یا نہیں۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ مروان اور دوسرے بنی امیہ اس وقت تکبیر آہستہ کہتے تھے۔ اس پر کسی نے وہ کہا تھا۔ ع۲

**تشریحات ۱۶۵** ام الدرداء۔ دو ہیں ایک کبریٰ جن کا نام خیرہ تھا دوسری صغریٰ جن کا نام جہیمہ تھا۔ کبریٰ صحابیہ ہیں اور صغریٰ تابعیہ۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہاں مراد صغریٰ ہیں۔ کیونکہ کبریٰ کی مکحول سے ملاقات نہیں۔ اور یہ اثر حضرت مکحول ہی سے مروی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ وکانت فقیھۃ۔ دلیل ہے کہ مراد کبریٰ ہیں۔ مگر اس خادم کا خیال یہ ہے۔ کہ علامہ ابن حجر کی رائے زیادہ دقیع ہے۔ تابعیہ بھی فقیہ ہو سکتی ہیں۔ وکانت فقیھۃ امام مکحول کا قول ہے۔ اس لئے کہ مسند فریابی میں بھی وکانت فقیھۃ تک مروی ہے۔ اگر یہ امام بخاری کا قول ہوتا تو مسند فریابی میں نہ ہوتا۔ اس اثر کو امام بخاری نے تاریخ صغیر میں اور ابن ابی شیبہ نے موصولا روایت کیا ہے۔ **اقول۔** ہمارے یہاں عورتوں کو مردوں کی طرح بیٹھنا مسنون نہیں۔ وہ اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف کر کے سرین پر بیٹھیں گی۔ اس اثر کا اخیر حصہ "جلسۃ الرجل" سے ظاہر ہے کہ اس عہد میں بھی مردوں کی نشست الگ تھی اور عورتوں کی الگ۔

**تنبیہ** مردوں کو سجدے میں پیر کی دس انگلیوں میں سے ایک کا پیٹ زمین پر لگنا فرض ہے اور ہر پیر کی تین تین انگلیوں کے پیٹ کا لگنا واجب اور رسرہ کے سنت۔ مگر عورتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ اس لئے کہ انھیں پنڈلیاں زمین پر لگانا ضروری ہے۔ اور پاؤں کی انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگانے میں پاؤں کا کھڑا رکھنا ضروری ہوگا۔ جس کی وجہ سے پنڈلیاں زمین سے چپک نہ پائیں گی

**تشریحات ۵۲۱** انما سنۃ الصلوۃ۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔ وتثنی الیسریٰ اس روایت میں یہ تصریح نہیں کہ پاؤں پر بیٹھے گا یا سرین پر مگر موطا امام مالک میں جو روایت ہے اس میں ہے کہ

---

ع۱ اذان باب سنۃ الجلوس فی التشھد۔ ۱ فتح الباری ثانی ص۲۵۱ ۲ فتح الباری ثانی ص۲۵۲ ۳ باب العمل فی الجلوس فی التشھد ص۳۳

عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَتَرَبَّعُ فِي الصَّلٰوةِ إِذَا

انھوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر کو دیکھا کہ نماز میں بیٹھتے وقت پالتی مار کر بیٹھتے ہیں وہ

جَلَسَ فَفَعَلْتُهُ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ فَنَهَانِي عَبْدُ اللّٰهِ

(کہتے ہیں) تو میں نے بھی ایسا ہی کیا اور میں اس وقت نو عمر تھا تو عبداللہ بن عمر نے مجھے اس

بْنُ عُمَرَ وَقَالَ إِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلٰوةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنٰى

سے منع فرمایا اور بتایا کہ نماز کی سنت یہ ہے کہ داہنا پاؤں کھڑا رکھ اور بایاں

وَتَثْنِيَ الْيُسْرٰى فَقُلْتُ إِنَّكَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فَقَالَ إِنَّ رِجْلَايَ لَا تَحْمِلَانِي

موڑ دے میں نے عرض کیا آپ پالتی مار کر بیٹھتے ہیں تو فرمایا میرے پاؤں میرا بار برداشت نہیں کر پاتے۔

وہ اپنے بائیں سرین پر بیٹھے مگر نسائی میں بطریق عمرو بن حارث جو روایت ہے۔ اس میں یہ ہے کہ نماز کی سنت داہنے پاؤں کو کھڑا رکھنا اور بائیں پر بیٹھنا ہے۔

**ان رجلای** اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے۔ اور رجلای اس کا اسم۔ تو چاہئے تھا رِجْلَيَّ۔ اور یہی اکثر روایت ہے۔ مگر ایک روایت میں جسے ابن تین نے بیان کیا۔ رجلای الف کے ساتھ ہے۔ اس کی دو توجیہ ہے۔ ایک یہ کہ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل نہیں ہے بلکہ حرف ایجاب ہے۔ معنی میں نعم کے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس ارشاد میں ہے۔ جب کہ ایک شاعر نے کہا۔ لعن اللہ ناقۃ حملتنی الیک۔ اللہ اس اونٹنی پر لعنت کرے جو مجھے تیرے پاس لائی۔ تو فرمایا۔ انّ وراکبہا۔ ہاں اور اس کے سوار پر بھی۔ دوسرے یہ کہ یہ بنی الحارث کی لغت پر ہے۔ یہ اِنَّ کے اسم کو نصب نہیں دیتے۔ انھیں کی لغت پر اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ کی قرأت ہے۔

**مسائل** ہمارے یہاں دونوں قعدوں میں سنت یہ ہے کہ بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے اور داہنا کھڑا رکھے۔ جیسا کہ ابھی حدیث زیر بحث میں نسائی کی روایت گزری۔ نیز ہماری دلیل ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بایاں پاؤں بچھاتے تھے اور داہنا کھڑا رکھتے تھے۔[۲]

---

عہ اذان باب سنۃ الجلوس فی التشہد ص۱۱۴ ابوداؤد۔ نسائی کلاھما فی الصلوٰۃ ۵ اول صلوٰۃ باب الاستقبال باطراف اصابع القدم ص۱۷۳ ۵۲ مسلم اول صلوٰۃ باب ما یجمع صفۃ الصلوٰۃ ص۱۹۵

**حدیث ۵۲۲** عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ اَنَّهٗ كَانَ

محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت ہے کہ وہ صحابہ کرام

جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی

فَذَكَرْنَا صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ

نماز کا تذکرہ کیا تو ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا میں آپ

السَّاعِدِيُّ اَنَا كُنْتُ اَحْفَظَكُمْ لِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کو یاد رکھنے والا ہوں۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُهٗ اِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَاِذَا رَكَعَ

میں نے حضور کو دیکھا کہ جب تکبیر کہی تو اپنے ہاتھوں کو مونڈھوں کے مقابل لے گئے اور جب رکوع

اَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهٗ فَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ اِسْتَوٰى

کیا تو اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر جما دیا پھر اپنی پیٹھ جھکایا اور جب اپنا سر اٹھایا تو اتنے سیدھے

**تشریحات ۵۲۲** مع نفر۔ ابو داؤد میں ہے کہ میں نے ابو حمید کو دس صحابہ میں بیٹھے دیکھا۔ اور سعید بن منصور کی روایت میں ہے کہ دس صحابہ کے ساتھ دیکھا۔ یعنی حضرت ابو حمید ساعدی کے علاوہ دس صحابہ تھے ان میں مندرجہ ذیل حضرات کا نام معلوم ہو سکا[۱]۔ حضرت ابو قتادہ۔ حضرت ابو ہریرہ۔ حضرت محمد بن مسلمہ۔ ابو العباس سہل بن سعد۔ ابو اسید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اس پر لوگوں کو تعجب ہوا اور فرمایا۔ کیسے بخدا تم نہ ہم سے زیادہ خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تھے۔ اور نہ ہم سے پہلے تمہیں صحبت نصیب ہے[۲]۔ لوگوں نے کہا بیان کرو تو انھوں نے بتایا میں نے اس کا تتبع کیا اور یاد رکھا ابو داؤد[۳] میں ہے کہ امام احمد نے یہ زائد کیا کہ بعد میں سب نے ان کی تصدیق کی اور کہا کہ تم نے سچ کہا حضور اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔

**مسائل** (۱) امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے دلیل لاتے ہیں۔ کہ قعدہ اولیٰ میں داہنا پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں کو بچھا کر اس پر بیٹھے۔ مگر قعدہ اخیرہ میں سرین پر بیٹھے۔ اور بائیں پاؤں کو موڑ کر دائیں طرف کر دے۔ مگر ہمارے

---

[۱] فتح الباری ثانی ص ۲۵۳ [۲] ابو داؤد باب افتتاح الصلوٰۃ ص ۱۰۶۔ ترمذی اول صلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ ص ۵۳ فتح الباری ثانی ص ۲۵۴ [۳] باب من ذکر التورک ص ۱۳۸

حَتّٰی یَعُوْدَ کُلُّ فَقَارٍ مَکَانَہٗ وَاِذَا سَجَدَ وَضَعَ یَدَیْہِ غَیْرَ مُفْتَرِشٍ وَ

ہو گئے کہ بیٹھ کا ہر مہرہ اپنی جگہ لوٹ گیا اور جب سجدہ کیا تو اپنے ہاتھوں کو اس طرح رکھا کہ نہ وہ بچھے تھے

لَا قَابِضِھِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِاَطْرَافِ اَصَابِعِ رِجْلَیْہِ الْقِبْلَۃَ فَاِذَا جَلَسَ فِی

اور نہ سمٹے ہوئے تھے۔ اور اپنے پاؤں کی انگلیوں کے سرے کو قبلہ رخ کر لیا۔ پھر جب دو رکعت پر

الرَّکْعَتَیْنِ جَلَسَ عَلٰی رِجْلِہِ الْیُسْرٰی وَنَصَبَ الْیُمْنٰی فَاِذَا

بیٹھے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھے اور داہنے کو کھڑا کیا۔ اور جب

جَلَسَ فِی الرَّکْعَۃِ الْاٰخِرَۃِ قَدَّمَ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی وَنَصَبَ الْاُخْرٰی

اخیر رکعت میں بیٹھے تو بایاں پاؤں آگے کر لیا۔ اور دوسرے کو کھڑا کر لیا

وَقَعَدَ عَلٰی مَقْعَدَتِہٖ وَسَمِعَ اللَّیْثُ یَزِیْدَ بْنَ اَبِیْ حَبِیْبٍ وَّیَزِیْدُ

اور اپنی بیٹھک پر بیٹھے۔ اور لیث نے یزید بن ابی حبیب سے اور یزید نے محمد بن حلحلہ

مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَلْحَلَۃَ وَابْنُ حَلْحَلَۃَ مِنِ ابْنِ عَطَاءٍ وَقَالَ

سے سنا ہے۔ اور ابن حلحلہ نے ابن عطاء سے اور ابو صالح

یہاں دونوں قعدوں میں ایک ہی طرح بیٹھے یعنی داہنا پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھے۔ ہمارے دلائل اس سے پہلے والی حدیث میں گزر چکے۔ امام ابو جعفر طحاوی[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر اس حدیث سے دلیل لائے۔ کہ حضرت وائل بن حجر حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں نے اپنے جی میں کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کو ضرور ضرور یاد رکھوں گا۔ جب حضور تشہد کے لئے بیٹھے تو بایاں پاؤں بچھایا اور اس پر بیٹھے۔ اسے طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ اور امام طحاوی نے حضرت ابو حمید ساعدی کی اس حدیث کا یہ جواب دیا کہ محمد بن عمرو بن عطاء نے یہ حدیث نہ تو حضرت ابو حمید ساعدی سے سنی ہے اور نہ اس مجمع میں موجود حضرات میں سے کسی سے۔ ان کے درمیان ایک مجہول شخص ہے۔ نیز محمد بن عمرو نے اپنی حدیث میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ اس مجمع میں تھے حالانکہ حضرت ابو قتادہ کی ملاقات محمد بن عمرو سے ممکن نہیں کیونکہ حضرت قتادہ شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی نماز جنازہ حضرت شیر خدا نے پڑھائی تھی یہی ہیثم بن عدی نے کہا اور علامہ ابن عبد البر نے فرمایا یہی صحیح ہے۔ (۲) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت مونڈھوں

---

[1] باب صفۃ الجلوس فی الصلوٰۃ کیف ھو ص ۱۲۶

أَبُو صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى

نے لیث سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ ہر مہرہ اپنی جگہ لوٹ گیا اور ابن مبارک نے کہا۔ یحیٰ بن سعید

بْنِ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو

سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے حدیث بیان کی کہ محمد بن عمرو بن حلحلہ نے

بْنِ حَلْحَلَةَ حَدَّثَهُ كُلُّ فَقَارٍ ع۱

حدیث بیان کی۔ ہر مہرہ۔

## حدیث ۵۲۳

أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ

حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ اس کی بحث گزر چکی۔ ایک جواب یہ بھی ہے کہ جب یہ حدیث ضعیف ہے تو صحاح کو اس پر ترجیح ہو گی جن میں یہ مذکور ہے کہ کانوں تک ہاتھ اٹھایا (۳) یہ بھی ثابت ہوا کہ سجدے میں پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلے کی جانب ہونا چاہئے۔ یہ اسی وقت ہو گا کہ انگلیوں کے پیٹ زمین پر رہیں۔

**وسمع اللیث** یہ حدیث معنعن تھی۔ لیث سے لے کر محمد بن عمرو تک ہر جگہ عن عن تھا۔ اس کے لئے سماع لازم نہیں تو امام بخاری نے مناسب جانا کہ یہ واضح فرما دیں کہ لیث نے یزید بن ابی حبیب سے اور یزید نے محمد بن حلحلہ سے اور ابن حلحلہ نے ابن عطار سے سنا ہے۔

**وقال ابوصالح** یعنی بطریق ابوصالح بھی وہی لفظ ہے جو بطریق یحیٰی بن بکیر ابھی مذکور ہوا یعنی کل فقار مکانہ وقال ابن المبارک اس کا مطلب یہ ہے کہ بطریق عبداللہ بن مبارک جو روایت ہے اس میں صرف فقار ہے مکانہ نہیں۔ حتی یعود کل فقار مکانہ پر یہ اشکال ہے کہ۔ مکانہ کی ضمیر کا مرجع فقار ہے اور یہ جمع ہے اور جمع مونث کے حکم میں ہے اس کی طرف واحد مذکر کی ضمیر کا لوٹانا درست نہیں۔ اس کا جواب علامہ ابن حجر نے یہ دیا۔ کہ اس میں لفظ فقار کی رعایت کی گئی ہے یا مجموعہ فقار کو مجازاً واحد مان لیا گیا۔ فقار فقارۃ کی جمع ہے۔ ریڑھ کے مہرے کے معنی میں ہے۔ اور قفار قفر کی جمع ہے جس کے معنی جنگلی میدان کے ہیں۔ یہ یہاں درست نہیں ہے۔

**تشریحات ۵۲۳** یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ جو پہلے تشہد کو واجب نہ جانے۔ امام بخاری کے علاوہ امام شافعی امام مالک وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ پہلا قعدہ اور اس میں تشہد پڑھنا واجب نہیں۔ ان کی دلیل

---

ع۱ اذان باب سنة الجلوس فی التشهد ص۱۱۴ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجه کلهم فی الصلوٰة۔ ۳ عمدة القاری سادس ص۱۰۴

وَكَانَ مِنْ اَزْدِ شَنُوْءَةَ وَهُوَ حَلِيْفٌ لِّبَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ وَّكَانَ مِنْ

اور یہ قبیلۂ ازد شنوءہ سے تھے جو بنی عبد مناف کے حلیف تھے ۔ اور نبی صلے اللہ

اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے ۔ کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمُ الظُّهْرَ فَقَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ لَمْ يَجْلِسْ

نے انھیں ظہر پڑھائی تو دو پہلی رکعتوں میں بیٹھے نہیں کھڑے ہو گئے

فَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ حَتّٰى اِذَا قَضَى الصَّلٰوةَ وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيْمَهٗ

اور حضور کے ساتھ سب لوگ کھڑے ہو گئے جب نماز پوری ہو گئی اور لوگ حضور کے سلام پھیرنے کا انتظار

كَبَّرَ وَهُوَ جَالِسٌ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ ثُمَّ سَلَّمَ ۔

کر رہے تھے کہ حضور نے بیٹھے بیٹھے تکبیر کہی اور دو سجدے کئے سلام پھیرنے سے پہلے اس کے بعد سلام پھیرا ۔

## حدیث ۵۲۴

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔ ہم جب نبی صلے اللہ

یہ ہے کہ اگر واجب ہوتا تو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہونے کے بعد یاد آتے ہی لوٹتے اور قعدہ کرتے اور تشہد پڑھتے ۔ مگر ہمارا مذہب مختار اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ قعدہ اولیٰ بھی واجب ہے اور اس میں تشہد بھی واجب ۔ ہماری دلیل یہ حدیث بھی ہے وہ اس طرح کہ اگر قعدہ اولیٰ اور تشہد واجب نہ ہوتا تو اس کے چھوٹ جانے پر سجدہ سہو کیوں کرتے ۔ علاوہ ازیں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر مداومت اور ایسی پابندی فرمائی ہے کہ ایک بار بھی ترک نہیں فرمایا ۔ بالفرض اگر کبھی بھول گئے تو تلافی کے لئے سجدہ سہو کیا ۔ یہ وجوب کی دلیل ہے ۔ علاوہ ازیں متعدد احادیث بھی ہیں ۔ حضرت ابن عباس کی تشہد والی حدیث میں قولوا ۔ اور حضرت ابن مسعود کی حدیث میں فقولوا ہے ۔ یہ صیغہ امر ہے جو وجوب کی دلیل ہے ۔

## تشریحات ۵۲۴

تکمیل ۔ اس کے بعد باب مایتخیر من الدعاء بعد السلام میں یہ ہے ۔ کہ ہم لوگ یہ کہتے تھے اللہ پر سلام ہو اس کے بندوں کی طرف سے ۔ اور الاستیذان باب الاخذ بالیدین میں ہے ۔ کہ مجھے

---

ع۵ اذان باب من لم یر التشہد الاول واجبا ص۱۱۲ باب التشہد فی الاول ص۱۱۵ التہجد باب ماجاء فی السہو اذا قام من رکعتی الفریضۃ ص۱۶۳ ثانی الایمان والنذور باب اذا حنث ناسیا فی الایمان ص۹۸۶ مسلم ابو داؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ کلہم فی الصلوٰۃ ۔

خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلٰى جِبْرَئِيْلَ

تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو کہتے جبرئیل اور میکائیل پر

وَمِيْكَائِيْلَ اَلسَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَفُلَانٍ فَالْتَفَتَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

سلام ہو فلاں اور فلاں پر سلام ہو تو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ فَاِذَا صَلّٰى

علیہ وسلم نے ہماری طرف رخ انور فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ بیشک اللہ سلام ہے جب تم نماز پڑھو

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح تشہد سکھایا کہ میرا ہاتھ حضور کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا جیسے قرآن کی سورہ کی تعلیم دیتے۔ ابو داؤد میں امام بخاری کے شیخ مسدد کی روایت سے یہ اضافہ ہے۔ جب ہم بیٹھتے۔ نیز دوسرے طرق میں ہے کہ اس (تشہد) کے پڑھنے کے بعد جو دعا اسے سب سے زیادہ پسند ہو پڑھے۔

**اَلسَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ** ابن ماجہ میں ہے کہ فلاں اور فلاں سے مراد فرشتے لیتے۔ بخاری ہی میں التہجد باب من سمی قوما فی الصلوٰۃ میں یہ بھی ہے۔ کہ ہم میں سے بعض بعض کو سلام کرتے۔

**فَالْتَفَتَ** التہجد باب من سمی قوما فی الصلوٰۃ میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سن لیا۔ تو فرمایا یہ کہو۔

**فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ** اس روایت میں اختصار ہے جیسا کہ ہم پہلے بتا آئے کہ وہ یہ بھی کہتے تھے۔ السلام علی اللہ من عبادہ۔ یہ ارشاد اسی سے ممانعت کے لئے ہے۔ ممانعت کی وجہ ظاہر ہے۔ کہ ہر نعمت ہر خیر کا عطا فرمانے والا اللہ عزوجل ہی ہے اگر بندے عیوب و نقائص سے پاک ہیں یا آفات و حوادث سے محفوظ رہتے ہیں تو اسی کے فضل سے رہتے ہیں۔ اب بندوں کا مذکورہ بالا باتوں کا کہنا الٹا ہے

**فَلْيَقُلْ** کب کہتے یہ اس روایت میں نہیں ہے۔ مگر الاستیذان باب السلام اسم من اسماء اللہ میں اور الدعوات باب الدعاء فی الصلوٰۃ میں ہے۔ کہ جب تم نماز میں بیٹھو تو کہو۔ نسائی میں ہے۔ جب تم دو رکعت پر بیٹھو تو کہو۔ اسی میں بطریق اسود ہے۔ ہر جلسہ میں کہو۔ ہمارے یہاں ہر قعدہ میں تشہد واجب ہے۔ دلیل یہی امر ہے۔ علاوہ ازیں دار قطنی وغیرہ نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا۔ کہ تشہد کے فرض ہونے سے پہلے ہم نہیں جانتے تھے کہ کیا کہیں۔ مگر چونکہ یہ خبر واحد ہے۔ خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی وجوب ثابت ہوتا ہے۔

**اَلتَّحِيَّاتُ** یہ تحیۃ کی جمع ہے۔ اس کے یہ معانی ہیں۔ سلام۔ بقاء عظمت۔ آفات و نقائص سے سالم رہنا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے معنی ملک بادشاہ بھی ہیں۔ ابو سعید ضریر نے کہا اس سے خود بادشاہ مراد نہیں۔ بلکہ وہ کلمات مراد ہیں جن سے بادشاہ کو سلام کیا جاتا تھا۔ یہاں تعظیم مراد ہے۔

أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ

تو کہو تمام قولی عبادتیں اور تمام بدنی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔

عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ

اے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہم پر اور اللہ کے تمام نیک

اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمُوْهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ

بندوں پر سلام ہو۔ جب تم یہ کہو گے تو آسمان و زمین میں جتنے اللہ کے نیک بندے ہیں

**والصلوات** یہاں نور محمد اور رشیدیہ کے مطبوعہ نسخے میں بغیر واؤ کے ہے مگر مطبع ہاشمی کے مطبوعہ میں واؤ ہے نیز فتح الباری اور عمدۃ القاری اور ارشاد الساری اور تیسیر القاری میں یہاں بھی واؤ ہے۔ نیز مصری مطبوعہ جو حاشیہ سندی کے ساتھ چھپی ہے۔ اس میں بھی واؤ ہے۔ اس کے علاوہ بخاری میں یہ روایت جتنی جگہ ہے ہر جگہ واؤ ہے۔ یعنی والصلوات۔ اس سے یا تو تمام نمازیں مراد ہیں خواہ وہ فرائض ہوں خواہ نوافل خواہ واجبات۔ یا تمام عبادات مراد ہیں یا تمام دعائیں یا رحمت۔

**والطیبات** اس سے اچھے اقوال مراد ہیں یا اقوال و اعمال دونوں۔ شیخ حافظ الدین نسفی نے فرمایا۔ کہ تحیات سے عبادات قولیہ اور الصلوات سے عبادات بدنیہ اور الطیبات سے عبادات مالیہ مراد ہیں۔

**السلام علیک** ہم یہ پہلے ذوالیدین والی حدیث میں بتا آئے ہیں۔ کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں ہے کہ نماز میں حضور سے کلام کرنا مفسد نماز نہیں۔ اسی طرح یہ بھی خصائص سے ہے کہ مخاطب کر کے سلام کرنا بھی نماز کو فاسد نہیں کرتا بلکہ مکمل کرتا ہے۔

**نکتہ** تشہد کا سیاق یہ چاہتا تھا کہ بجائے خطاب کے یوں ہوتا السلام علی النبی۔ کیونکہ ابتدا میں ہے التحیات للہ۔ اور اخیر میں ہے۔ السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین۔ تو مناسب یہی تھا کہ یوں ہوتا۔ السلام علی النبی علامہ طیبی نے اس کا جواب یہ دیا کہ ہم بعینہ ارشاد رسول کی اتباع کرتے ہیں جو حضور نے صحابہ کو تعلیم دی وہی پڑھنا لازم ہے اہل عرفان کے طریقے پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ نمازی نے تحیات پیش کر کے جب باب ملکوت کھولنے کی درخواست پیش کی۔ تو انھیں حی الذی لایموت کے حریم قدس میں حاضری کی اجازت ملی۔ مناجات سے مشرف ہو کر باغ باغ ہوئے تو انھیں خبردار کیا گیا کہ یہ شرف نبی رحمت کے واسطے اور ان کی متابعت کی برکت سے حاصل ہوا ہے۔ اب انھوں نے دیکھا کہ حبیب، حبیب کی حریم میں جلوہ فرما ہے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف یہ عرض کرتے ہوئے حاضر ہو گئے۔ آپ پر سلام ہو اے اللہ کے نبی۔ امام غزالی نے احیاء العلوم[1] میں فرمایا۔

---

[1] جلد اول ص۱۵۱

فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا

سب کو سلام پہونچ جائے گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ

عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ع

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں

واحضر فی قلبك النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وشخصه الکریم وقل سلام علیك ایها النبی ورحمة اللہ وبرکاته لیصدق املك فی انه یبلغه ویرد علیك ما هو اوفی منه اقول وباللہ التوفیق۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیبوبت باعتبار ظاہر کے ہے ورنہ اہل سنت وجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام عالم میں حاضر وناظر ہیں۔ شفاء شریف میں حضرت عمرو بن دینار کا یہ ارشاد منقول ہے۔ جب تم گھر میں داخل ہو اور کوئی نہ ہو تو کہو السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس کی شرح میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

حضور کی ذات مکرم کو اپنے دل میں حاضر کر اور کہہ اے نبی آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں تاکہ تیری یہ امید پوری ہو کہ تیرا سلام ان کی بارگاہ تک پہنچتا ہے اور وہ تیرے اس سلام کا جواب عمدہ دیں۔

لان روحه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر فی بیوت اهل الاسلام[1]

اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح ہر مسلمان کے گھر میں حاضر ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ "سلوک اقرب السبل فی التوجہ الی الرسل" میں فرماتے ہیں۔ یہ رسالہ اخبار الاخیار کے حاشیے میں چھپا ہے۔ ص۱۵۵ سے ص۱۶۲ تک ہے۔

باچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علماء امت است یک کس را دریں مسئلہ خلاف نیست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحقیقت حیات بلاشائبہ مجاز دتوہم تاویل دائم وباقی اند در احوال امت

علماء امت کے درمیان اتنے کثیر اختلافات اور مذاہب کے باوجود اس مسئلہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ آنحضرت حقیقی زندگی کے ساتھ جس میں نہ مجاز کا شائبہ ہے نہ تاویل کا وہم

---

ع باب التشهد فی الآخرة ص۱۱۵ باب مایتخیر من الدعا بعد التشهد ص۱۱۵ التهجد باب من سمی قوماً او سلم فی الصلوٰة۔ ص۱۶۰ ثانی الاستیذان باب السلام اسم من اسماء اللہ ص۹۲۰ باب الاخذ بالیدین ص۹۲۶ الدعوات باب الدعاء فی الصلوٰة ص۹۳۶ التوحید باب قول اللہ السلام المومن ص۱۰۹۸ مسلم صلوٰة ابوداؤد صلوٰة ترمذی صلوٰة ونکاح ونسائی تطبیق وسهو۔ ابن ماجه اقامت۔ نکاح دارمی صلوٰة۔ موطا امام مالک۔ مسند امام احمد اول ص۲۹۲ وغیرہ۔ [1] ثانی فصل فی المواطن التی یستحب فیها الصلوٰة والسلام ص۱۱۷

حاضر وناظر[1]

دائم اور باقی ہیں اور امت کے احوال پر حاضر وناظر ہیں۔

یہ مضمون خود قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ارشاد ہے

اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا۔

ہم نے تم کو حاضر اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔

اور بعینہٖ یہی کلمات طیبات سورہ فتح آٹھویں آیت میں بھی ہیں۔

شاہد کے حقیقی معنی حاضر ہی کے ہیں۔ حدیث میں نماز جنازہ کی دعا میں ہے۔

اللھم اغفر لحینا و میتنا و شاھدنا و غائبنا۔

اے اللہ ہمارے زندہ ہمارے مردہ ہمارے حاضر ہمارے غائب کو بخشدے

مشہور حدیث ہے۔

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ

حاضر غائب کو میرا پیغام پہنچادے۔

ان دونوں حدیثوں میں غائب سے تقابل نے متعین کر دیا ہے کہ شاہد بمعنی حاضر ہے۔ اور وہ حاضر جو بینا ہو ناظر ضرور ہوگا تو حاضر کے لئے ناظر ہونا لازم۔ اسی لئے اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ان دونوں آیتوں کا ترجمہ فرمایا۔ اے محبوب ہم نے تم کو حاضر وناظر بنا کر بھیجا۔

اور ارشاد ہے۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔

نبی مومنوں کی جانوں سے زیادہ ان سے قریب ہیں۔

بانی مدرسہ دیوبند مولینا قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس[2] میں لکھا ہے۔ النبی اولی بالمومنین من انفسھم۔ بعد لحاظ صلہ من انفسھم کے دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولیٰ بمعنی اقرب ہوا اور اگر بمعنی احب یا اولی بالتصرف ہو جب بھی یہی بات لازم آئے گی کیونکہ احبیت اور اولویت بالتصرف کے لئے اقربیت تو وجہ ہو سکتی ہے پر بالعکس نہیں ہو سکتا۔ قرب کے لئے حاضر ناظر ہونا لازم ہے۔ تو اس آیت سے بھی ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر وناظر ہیں۔

جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر وناظر ہیں تو حضور کی غیبوبت باعتبار ظاہر ہوئی۔ ورنہ حقیقت میں حضوری ہے۔ اس لئے صیغہ خطاب کے ساتھ ندا اور سلام بلا کسی دغدغے کے درست۔ حضرت شیخ اپنے دوسرے رسالے میں فرماتے ہیں۔

بعضے عرفا از ارباب تحقیق گفتہ اند کہ آنحضرت۔ باعتبار سریان حقیقت دے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بعض عرفا اہل تحقیق نے کہا ہے کہ اس اعتبار سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت موجودات کے

---

[1] ص ۱۶۱ ج ۲ ص ۱۰

www.sirat-e-mustaqeem.net

در ذرائر موجودات واحاطہ ذات۔ با برکات دے بسائر ممکنات در ذات مصلی حاضر و شاہد است درود بصیغہ خطاب در حقیقت ملاحظہ آں حضور و شہود است صلے اللہ علیک یارسول اللہ وسلم۔ ص۳۲۳

تمام ذروں میں سرایت کئے ہوئے ہے اور حضور کی ذات تمام ممکنات کو محیط ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصلی کی ذات میں حاضر و شاہد موجود ہیں اور درود بصیغہ خطاب حقیقت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے لحاظ سے ہے۔

الفاظ تشہد | حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ مزید گیارہ صحابہ کرام سے تشہد مروی ہے جن میں کچھ الفاظ کی کمی زیادتی ردوبدل ہے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت عمر۔ حضرت ابن عباس۔ حضرت ابن عمر۔ حضرت عائشہ۔ حضرت ابن زبیر۔ حضرت جابر۔ حضرت ابوسعید خدری حضرت ابوموسیٰ اشعری۔ حضرت معاویہ حضرت سلمان۔ حضرت سمرہ۔ حضرت ابوحمید رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ احناف کا مختار حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تشہد ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ اس کی ترجیح کے وجوہ مندرجہ ذیل ہیں (۱) ترمذی[1] نے فرمایا۔ تشہد کے بارے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی احادیث میں سب سے زیادہ صحیح حضرت ابن مسعود کی حدیث ہے۔ اور صحابہ تابعین میں سے اکثر اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے۔ حصیف سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ تشہد کے بارے میں اختلاف ہو گیا ہے تو فرمایا تم ابن مسعود کے تشہد کو اختیار کرو۔ طبرانی میں یہ ہے کہ ابو بردہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا۔ تشہد کے بارے میں ابن مسعود کی حدیث سے زیادہ اچھی کوئی حدیث میں نے نہیں سنی۔ کیونکہ انھوں نے اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچایا ہے۔ ابن منذر اور ابوعلی طوسی نے کہا کہ حضرت ابن مسعود کی حدیث متعدد طریقوں سے مروی ہے۔ اور یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تشہد کے بارے میں مروی احادیث میں سب سے زیادہ صحیح ہے۔ خطابی نے کہا کہ اس سلسلے کی تمام روایتوں سے صحیح ترین اور مشہور ترین حدیث ابن مسعود کے تشہد کی ہے۔ ابوعمرو نے کہا کہ حضرت ابن مسعود کے تشہد کو اکثر اہل علم نے اختیار کیا۔ اس لئے یہ ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے پڑھا۔ امام نووی نے فرمایا۔ باتفاق محدثین سب سے زیادہ صحیح ابن مسعود کی حدیث ہے پھر ابن عباس کی۔ بزار نے کہا تشہد میں سب سے زیادہ صحیح ابن مسعود کی حدیث ہے یہ بیس سے زائد طریقوں سے ابن مسعود سے مروی ہے۔ میں تشہد میں اس سے زیادہ ثابت اور باعتبار سند کے زیادہ صحیح جس کے رواۃ سب سے زیادہ مشہور ہوں، کوئی حدیث نہیں جانتا ہوں۔ امام ابوجعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اسے بارہ طریقے سے روایت فرمایا۔ پھر فرمایا کہ اس پر اجماع ہے کہ دیگر دعاؤں کی طرح تشہد نہیں کہ جن الفاظ سے چاہیں پڑھ لیں۔ اس کے لئے ماثور الفاظ ضروری ہیں۔ اور تشہد کے دوسرے صیغے دوسرے صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ ان کے الفاظ میں اختلافات ہیں۔ اور حضرت ابن مسعود کے تشہد میں کسی روایت میں اختلاف نہیں۔ سب طرق ان الفاظ پر متفق ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مختلف کے بجائے متفق لینا زیادہ بہتر ہے۔ علاوہ ازیں

---

[1] اول صلوٰۃ باب التشہد ص۳۸ ۵۲ عمدۃ القاری جلد سادس ص۱۱۴۔

## حدیث ۵۲۵

### عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دیا کہ

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں۔ میں نے اسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے اخذ کیا ہے حضور نے ایک ایک کلمہ مجھے سکھایا۔ بخاری کی روایتیں گزریں کہ اس طرح سکھایا کہ جیسے قرآن کی سورہ کی تعلیم دیتے تھے۔ اور میرا ہاتھ حضور کے دونوں دست مبارک میں تھا۔ امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ نے اس تشہد کی ترجیح میں فرمایا۔ کہ اس میں امر ہے۔ جو اصل میں وجوب کے لئے اور لا اقل استحباب کے لئے۔ اس میں الف لام استغراق کیلئے اس میں واؤ ہے جو تجدید کلام و تاکید تعلیم پر دلالت کرتا ہے۔ ان الفاظ کی پابندی حضرت ابن مسعود کے نزدیک اتنی تھی کہ اگر کوئی کچھ زیادہ کر دیتا تو منع فرماتے۔ طبرانی کی معجم اوسط میں ہے کہ حضرت ابن مسعود ایک شخص کو تشہد سکھا رہے تھے اس نے پہلی شہادت پر وحدہٗ لا شریک لہ۔ کہہ دیا تو فرمایا کہ اللہ عزوجل ایسا ہی ہے مگر میں نے جو بتایا ہے اسی پر اکتفا کر۔ بزار میں ہے کہ ایک شخص کو بتا رہے تھے۔ اس نے اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ کہتے وقت، اشہد، چھوڑ دیا۔ تو اسے ٹوکا۔ بار بار یہی ہوا تو فرمایا ہم کو ایسے ہی سکھایا گیا ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ ایک شخص کو سنا کہ وہ تشہد میں بسم اللہ پڑھتا ہے تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا۔ بسم اللہ کھانے پر ہے۔

**ایک شبہ اور ازالہ** بخاری کتاب الاستیذان باب الاخذ بالیدین میں ہے۔ جب تک حضور ہماری نظروں کے سامنے تھے ہم یوں ہی تشہد پڑھتے رہے۔ جب ہم سے اٹھا لئے گئے تو ہم السلام علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنے لگے۔ علاوہ بخاری کے متعدد محدثین نے اپنی اپنی کتب میں اسے ذکر کیا ہے۔ مثلاً ابو عوانہ، سراج، جوزنی۔ ابو نعیم، بیہقی بلکہ مصنف عبدالرزاق میں تو یہاں تک ہے کہ صحابہ نے بعد وصال السلام علیک کہنا چھوڑ دیا تھا۔ اقول۔ ان روایات کے باوجود پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ تشہد میں صیغہ خطاب ہی کے ساتھ سلام عرض کیا جائے گا۔

**تشہد میں اخفار** ابوداؤد[1] میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے کہ فرمایا۔ تشہد کو آہستہ پڑھنا سنت ہے۔

**تشہد دونوں قعدوں میں ہے** نسائی میں ہے کہ فرمایا۔ جب تم کسی بھی دو رکعت پر بیٹھو تو تشہد پڑھو۔ ابن خزیمہ کی روایت میں ہے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا۔ کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وسط نماز میں اور آخر نماز میں تشہد پڑھنے کی تعلیم دی[2]۔

**تشریحات ۲۲۵** یہ دعا قعدہ اخیرہ میں درود کے بعد مانگی جائے گی۔ اس کے محل بتانے کے لئے امام بخاری نے اس پر یہ عنوان قائم فرمایا ہے۔ سلام سے قبل دعا۔ اس پر قرینہ عقلیہ یہ قائم ہے کہ نماز کے بقیہ ارکان

---

[1] ابوداؤد صلوۃ باب اخفاء التشہد ص ۱۴۲ [2] عمدۃ القاری سادس ص ۱۱۱۔

| |
|---|
| اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْا |
| رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں یہ دعا کرتے تھے |
| فِي الصَّلٰوةِ. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ |
| اے اللہ، میں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور مسیح دجال کے |
| مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ |
| فتنے سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور زندگی اور موت کے فتنے سے تیری |
| فِتْنَةِ الْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ فَقَالَ |
| پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اس پر ایک |
| لَهٗ قَائِلٌ مَا اَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيْذُ مِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا |
| کہنے والے نے کہا۔ حضور اکثر قرض سے پناہ کیوں مانگتے رہتے ہیں۔ تو فرمایا انسان قرض لیتا ہے |

کے لئے اذکار مخصوص ہیں مثلاً قیام میں قرأت رکوع وسجود میں تسبیح۔ قعدہ اولیٰ میں صرف تشہد اور ثانیہ میں تشہد اور درود۔ تو دعا کے لئے اس کے بعد ہی گنجائش ہے۔ اور قرینہ منقولہ یہ ہے ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے ابن ماجہ[1] میں ہے۔ جب تشہد سے فارغ ہو تو چار چیزوں سے پناہ مانگو۔ جہنم کے عذاب سے قبر کے عذاب سے زندگی اور موت کے فتنے مسیح دجال کے فتنے سے۔ نیز اسی میں[2] حضرت ابو موسیٰ اشعری کی حدیث میں ہے۔ جب قعدہ کا وقت آئے تو تمہارا پہلا ذکر تشہد ہونا چاہئے علاوہ ازیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشہد والی احادیث کی بعض روایتوں میں ہے۔ اس کے بعد جو چاہے دعا اختیار کرلے۔

**فتنة** فتنہ کے معنی امتحان، آزمائش کے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب العالمین کو مخاطب کرکے عرض کیا۔ ان ھی الا فتنتك۔ الاعراف (۱۵۵) یہ تیری ہی آزمائش ہے۔ مگر مطلقاً آزمائش کے معنی میں اس کا استعمال عرف میں کم ہے۔ اب اس کا اکثر استعمال ناگوار بات سے آزمانے میں ہوتا ہے۔ اور اب گناہ۔ کفر۔ قتال جلانے اور کسی چیز سے پھیرنے کے معنی میں ہوتا ہے۔

**المحیا والممات** یہ دونوں مصدر میمی ہیں بمعنی حیات وموت۔ ثلاثی معتل العین سے مصدر میمی اور ظرف ایک ہی

---

[1] اقامۃ الصلوات باب مایقال بعد التشہد والصلوٰۃ صـ۶۶ ۲ اقامۃ الصلوات باب اذا قرأ الامام فانصتوا۔ صـ۶۱۔

غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ ۔ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ

تو بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو پورا نہیں کرتا ہے۔ اور محمد بن یوسف نے کہا

سَمِعْتُ خَلَفَ ابْنَ عَامِرٍ يَقُوْلُ فِي الْمَسِيْحِ وَالْمُسَيَّحِ لَيْسَ

میں نے خلف بن عامر سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ مسیح اور مسیح میں فرق نہیں۔

بَيْنَهُمَا فَرْقٌ وَهُمَا وَاحِدٌ أَحَدُهُمَا عِيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْآخَرُ

ایک ہیں۔ ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور دوسرا

الدَّجَّالُ ۔ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ

دجال ہے۔ زہری عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت

عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَعِيْذُ فِي صَلَاتِهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ ۔

سنا کہ اپنی نماز میں دجال کے فتنے سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ ظرف مکان یا ظرف زمان ہو۔ مطلب یہ ہوگا کہ زندگی اور موت کی جگہ یا مدت کے فتنے سے پناہ چاہتا ہوں۔ زندگی کا فتنہ دنیا پر فریفتہ ہو کر اس میں پھنس جانا اور شہوات و جہالتوں میں گرفتار ہونا ہے ان میں سب سے سخت سوء خاتمہ ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ موت کے فتنے سے مراد یا تو جانکنی کی سختی ہے۔ یا قبر میں نکیرین کی آمد اور ان کے سوالات اور شیطان کی دخل اندازی ہے۔

**المغرم** غرم کا مصدر میمی ہے۔ بمعنی قرض۔ اس کا فتنہ یہ ہے کہ انسان بلا ضرورت شرعیہ قرض لے۔ یا مراد یہ ہے کہ قرض لے کر ہڑپ کرنے کی نیت ہو یا ادائیگی کی استطاعت ہوتے ہوئے ادا میں تاخیر کرے ورنہ عند الضرورت قرض خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے لیا ہے۔

**ایک شبہے کا ازالہ** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد ہے۔ واللہ یعصمک من الناس۔

---

عہ اذان باب الدعاء قبل السلام ص۱۱۵ الاستقراض باب من استعاذ من الدین ص۳۲۲ مسلم ابوداؤد نسائی کلهم فی الصلوٰۃ عہ باب الدعاء قبل السلام ص۱۱۵ عہ ایضاً۔

## حدیث ۵۲۶

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت ابو بکر صدیق

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا

وَسَلَّمَ عَلِّمْنِیْ دُعَاءً اَدْعُوْبِهٖ فِیْ صَلَاتِیْ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ

مجھے کوئی ایسی دعا سکھا دیں جسے میں نماز میں مانگا کروں تو فرمایا یہ دعا مانگو۔ اے اللہ میں نے

نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً

اپنے اوپر بہت ظلم کیا۔ گناہ صرف تو ہی بخشتا ہے۔ مجھے بخش دے ایسی بخشش جو

مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ؏۵

تیری بارگاہ قدس سے ہو اور مجھ پر رحم فرما یقینا تو بخشش والا مہربان ہے۔

مائدہ آیت ۶۸۔ اللہ آپ کی لوگوں سے حفاظت فرمائے گا۔ پھر اس تعوذ کے کیا معنی۔ دجال کے بارے میں خود فرمایا کہ اخیر زمانے میں آئے گا۔ پھر اس سے تعوذ کی کیا حاجت؟ شراح حدیث نے فرمایا۔ کہ یہ امت کی تعلیم کے لئے ہے۔ اور اس کے شر کے بہت زیادہ خطرناک ہونے کو بتانے کے لئے ہے۔ نیز اظہار عبودیت اور تواضع کے لئے بھی۔

**مسیح اور مسیح** لفظ مسیح کی تحقیق جلد اول میں گزر چکی۔ ابو الہیثم نے کہا تھا کہ دجال مسیح سین کے تشدید کے ساتھ۔ سکیت کے وزن پر ہے اس کے معنی وہ ہیں جس کی خلقت بگاڑ دی گئی ہو۔ اس کے ازالے کے لئے امام بخاری نے خلف بن عامر ہمدانی مشہور محدث کا قول نقل فرمایا۔ کہ لفظ مسیح اور مسیح میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ہوتا ہے اور دجال پر بھی۔ لیکن مطلق بول کر حضرت عیسیٰ ہی کو مراد لیتے ہیں۔ اور دجال کو صرف مسیح نہیں کہتے مسیح دجال کہتے ہیں۔ مسیح کا مادہ مسح ہے جس کے معنی پونچھنے کے ہیں۔ دجال کو مسیح کہتے ہیں بمعنی مفعول پونچھا ہوا چونکہ وہ کانا ہے اس کی ایک آنکھ غائب ہے۔ گویا پونچھی ہوئی ہے یا اس لئے کہ خیر سے وہ خالی ہے۔ گویا خیر پونچھ لیا گیا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح بمعنی فاعل بولتے ہیں۔ کیونکہ وہ بیمار پر ہاتھ پھیر دیتے تھے تو وہ اچھا ہو جاتا تھا۔ یا اس کا مادہ مساحت ہے۔ اب مسیح بمعنی فاعل کے معنی

---

ع۵ اذان باب الدعاء قبل السلام ص۱۱۵ ثانی دعوات باب الدعاء فی الصلوٰۃ ص۹۳۶ مسلم دعوات۔ ترمذی دعوات نسائی صلوٰۃ قنوت ابن ماجۃ دعاء۔

## حدیث ۵۲۷

عَنْ هِنْدِ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ رَضِیَ

ہند بنت الحارث سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام پھیر کر فارغ

اِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِيْنَ يَقْضِیْ تَسْلِيْمَهٗ وَمَكَثَ يَسِيْرًا قَبْلَ

ہو جاتے تو عورتیں اٹھ کھڑی ہوتیں اور حضور کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر ٹھہرتے

ہوئے سیاحت کرنیوالا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تبلیغ کے لئے ہمیشہ چلتے رہے۔ اور کہیں مکان نہیں بنوایا۔ اس لئے ان کو مسیح کہا جاتا ہے اور دجال چالیس دن میں پوری دنیا میں گشت کرے گا۔ اس لئے اس کو بھی مسیح کہا جاتا ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ مسیح کو عربی مانیں۔ مگر یہ طے ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مسیح کا اطلاق انجیل میں بھی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عبرانی لفظ ہے البتہ انجیل میں بجائے چھوٹی سین کے بڑی شین ہے۔ معرب کر کے چھوٹی سین بولتے ہیں۔ عبرانی میں مشیح بمعنیٰ صدیق ہے۔ البتہ یہ طے ہے کہ دجال کے ساتھ جو مسیح ہے وہ عربی ہے۔

**وعن الزھری** مراد یہ ہے کہ سند مذکور کے ساتھ یہ حدیث امام زہری سے مطول اور مختصر دونوں طرح مروی ہے مطول پہلے ذکر کی اور اب مختصر بیان فرمایا۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں ام المومنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کی تصریح فرما رہی ہیں۔

**مسائل** نماز میں تشہد کے بعد درود شریف اور دعا سنت ہے۔ احناف کے یہاں دعا ماثورہ کے علاوہ ایسی دعا بھی کر سکتا ہے جو ماثورہ دعاؤں اور قرآن مجید کے کلمات کے مشابہ ہو۔ ایسی دنیوی باتوں کی دعا جو انسان بھی پوری کر سکتا ہو نماز میں جائز نہیں۔ اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ یہ ملتی بالکلام ہے۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہماری اس نماز میں کلام ناس کی قطعاً گنجائش نہیں۔ یہ صرف تسبیح تکبیر اور قرآن کی تلاوت ہے امام شافعی اور امام مالک ہر قسم کی دعا کی اجازت دیتے ہیں۔

## تشریحات ۵۲۷

تکمیل۔ باب مکث الامام فی مصلاہ بعد السلام۔ میں ہند بنت الحارث کا یہ تعارف مذکور ہے کہ یہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تلامذہ میں سے تھیں۔ نیز یہ بھی ہے کہ یہ ازواج مطہرات کی خدمت میں آتی جاتی تھیں۔ اور معبد بن مقداد کی زوجہ تھیں۔ جو بنی زہرہ کے حلیف تھے۔ ایک طریقے میں اخیر میں یہ ہے۔ کہ حضور سلام پھیرتے اور حضور کے لوٹنے سے پہلے عورتیں واپس ہو جاتیں اور اپنے گھر پہنچ جاتیں۔

---

۵۱ اول مساجد باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ ص ۲۰۳۔

اَنْ يَّقُوْمَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأُرٰى وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اَنَّ مَكْثَهٗ لِكَيْ

ابن شہاب نے کہا میرا گمان ہے واللہ اعلم کہ حضور کا ٹھہرنا اس لئے

يَنْفُذَ النِّسَاءُ قَبْلَ اَنْ يُّدْرِكَهُنَّ مَنِ انْصَرَفَ مِنَ الْقَوْمِ ۔[1]

تھا کہ عورتیں چلی جائیں اس سے پہلے کہ نمازیوں میں سے واپس ہونے والے ان سے مل سکیں ۔

**فِرَاسِيَّة یا قُرَشِيَّة** اس باب میں تین طریقوں سے ان کی صفت الفراسیۃ آئی ہے اور دو طریقوں سے القرشیۃ اور ایک طریقے میں امراۃ من قریش آیا ہے ۔ فراسیۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ بنی فراس سے تھیں شجرہ نسب یہ ہے ۔ فراس بن غنم بن ثعلبہ بن مالک بن کنانہ ۔ اس پر اشکال یہ ہے کہ اب ان کو قرشیۃ کہنا درست نہیں ۔ اس لئے کہ قریش بر بنائے قول صحیح ، یا تو نضر بن کنانہ کا لقب ہے یا فہر بن مالک بن نضر کا ہم جلد اول[2] میں بتا آئے ہیں کہ دونوں کا حاصل ایک ہی ہے ۔ اس لئے کہ نضر کی نسل صرف مالک سے اور مالک کی صرف فہر سے چلی ۔ تو جو بھی نضر کی نسل سے ہوگا وہ فہر کی بھی نسل سے ضرور ہوگا ۔ اور فراس کے شجرہ مذکورہ سے ظاہر ہے کہ فراس نضر کی اولاد نہیں ۔ پھر ہند بنت الحارث ، قرشیہ کیسے ہوئیں ؟ اس کا ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے ۔ کہ ایک قول یہ ہے کہ قریش کنانہ کا لقب ہے ۔ مگر یہ صحیح نہیں ۔ اس کے معارض صحیح حدیث موجود ہے ۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ اللہ عزوجل نے اولاد اسمٰعیل میں سے کنانہ کو ، اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا[3] ۔ علامہ عینی نے ابن تین سے نقل فرمایا ۔ کہ ان کو قرشیہ اس لئے کہا گیا ۔ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ۔ کہ ان کے شوہر معبد بن مقداد ، قریش کے حلیف ہو گئے تھے ۔ اس کی تائید امام بخاری کی اس تصریح سے بھی ہوتی ہے ۔ کہ ان کے شوہر بنی زہرہ کے حلیف تھے ۔ یہ تابعیہ خاتون ہیں ۔

---

[1] ۲ اذان باب التسلیم ص ۱۱۶ باب مکث الامام فی مصلاہ بعد السلام ص ۱۱۷ ابوداؤد نسائی کلاھما فی الصلوٰۃ ۔ [2] ص ۲۲۲ ۔ [3] مسلم ۔ ثانی فضائل ۔ باب فضل نسب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۴۵ ترمذی ۔ ثانی ۔ باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۰۱ مسند امام احمد ۔ جلد ۴ ۔ ۱۰۷

## ب ۱۶۵ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَسْتَحِبُّ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسے پسند کرتے تھے کہ

## اِذَا سَلَّمَ الْاِمَامُ اَنْ يُّسَلِّمَ مَنْ خَلْفَهٗ

جب امام سلام پھیرے تو امام کے پیچھے والے بھی سلام پھیریں۔

**تشریحات ۱۶۵** یہاں امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا ہے۔ امام کے ساتھ مقتدی سلام پھیرے مگر اثر میں "اذا" ہے جو بظاہر شرط کے لئے ہے اور مشروط کا تحقق شرط کے بعد ہوتا ہے۔ جس سے متبادر ہوتا ہے کہ مقتدی امام کے بعد پھیرے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ یہاں اذا شرط کے لئے نہیں بلکہ اپنے اصلی معنیٰ ظرف کے لئے ہے۔ تو اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ جس وقت امام سلام پھیرے مقتدی بھی اسی وقت اس کے ساتھ سلام پھیریں۔ مقارنت مستحب ہے۔ اور نفس سلام یہاں واجب ہے۔ اور امام شافعی امام مالک امام احمد وغیرہ کے یہاں فرض ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مفتاح الصلوٰۃ الطھور — نماز کی کنجی پاکی ہے اور اس کا تحریمہ تکبیر

وتحریمھا التکبیر وتحلیلھا التسلیم — اور اس کی تحلیل تسلیم ہے[1]

ان کا استدلال یہ ہے کہ یہاں مصدر مضاف مبتدا ہے اور مصدر معرف باللام خبر یہ ترکیب مفید حصر ہے۔ اس سے ثابت کہ نماز سے باہر آنا منحصر ہے سلام کہنے میں۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ اولاً اس حدیث کے ایک راوی ابن عقیل ضعیف ہیں۔ ثانیاً یہ خبر واحد ہے۔ یہ ثبوت فرضیت کے لئے کافی نہیں۔ ثالثاً ان اعرابی کو جنہوں نے نماز صحیح نہیں پڑھی تھی انہیں صحیح نماز کی تعلیم دی مگر سلام کو ذکر نہیں فرمایا اگر سلام فرض ہوتا تو اسے بھی ضرور ذکر فرماتے۔ رابعاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تو نے یہ کہہ لیا یا کر لیا تو تمہاری نماز پوری ہو گئی۔ اس میں بھی سلام کا ذکر نہیں۔ خامساً جلد ثانی میں حدیث ۲۷۹ گزری کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھائی اور سلام پھیر دیا پھر جب عرض کیا گیا تو اپنے پائے اقدس کو موڑا اور قبلہ کو منہ کیا اور سجدہ سہو فرمایا۔ اگر سلام فرض ہوتا تو جبکہ چار رکعت پر سلام نہیں پھیرا تھا تو نماز فاسد ہو جانی چاہیئے تھی۔ سجدۂ سہو سے کام نہ چلتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سلام فرض نہیں۔ واجب ہے جس کے ترک سے سجدہ سہو لازم ہے نیز امام شافعی وغیرہ کی مستدل حضرت علی رضی اللہ عنہ والی حدیث مذکور تحلیلھا التسلیم بھی ہے وجوب ہی کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ خبر واحد مفید وجوب ہے۔ نہ کہ مفید فرضیت۔

---

عہ اذان باب یسلم حین یسلم الامام ص۱۱۶

[1] ابوداؤد اول۔ طہارت باب فرض الوضوء ص۹ ایضاً صلوٰۃ باب تحریم الصلوٰۃ وتحلیلھا ص۹۱ ترمذی اول طہارت باب مفتاح الصلوٰۃ الطھور ص۳ ایضاً باب مفتاح الصلوٰۃ الطھور ص۲۴ — ابن ماجہ طہارت باب مفتاح الصلوٰۃ الطھور ص۲۴ دارمی وضوء ۲۲ مسند امام احمد اول ص۱۲۹

**حدیث ۵۲۸** اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو اَنَّ اَبَا مَعْبَدٍ مَوْلٰی ابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ فرض نماز سے

اَخْبَرَہٗ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَخْبَرَہٗ

فارغ ہونے کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

اَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّکْرِ حِیْنَ یَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ

عہد مبارک میں تھا۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

الْمَکْتُوْبَۃِ کَانَ عَلٰی عَہْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

میں لوگوں کے نماز سے فارغ ہونے کو ذکر

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ کُنْتُ اَعْلَمُ اِذَا انْصَرَفُوْا بِذٰلِکَ اِذَا سَمِعْتُہٗ

سے جانتا تھا جب اس کو سنتا۔

**حدیث ۵۲۹** اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کُنْتُ اَعْرِفُ انْقِضَاءَ

میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز سے فارغ

صَلٰوۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالتَّکْبِیْرِ ؏

ہونے کو تکبیر سے پہچانتا تھا۔

**تشریحات ۵۲۸ ۵۲۹** پہلی حدیث میں "اَعْلَمُ" ہے اور دوسری حدیث میں "اَعْرِفُ" ہے۔ حالانکہ علم و معرفت میں فرق ہے۔ معرفت کا استعمال جزئیات میں ہے اور علم کا کلیات میں۔ یہاں واقعہ جزئیہ ہے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ پہلی حدیث میں علم بمعنی معرفت ہے۔ پہلی حدیث میں ذکر اور دوسری میں تکبیر ہے۔ تکبیر ذکر ہی کا فرد ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مقصود تکبیر میں انحصار نہیں مطلقاً ذکر مسنون ہے۔ مثلاً کلمہ طیبہ پڑھنا، درود شریف پڑھنا سب ذکر کے افراد ہیں۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس جماعت میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ ورنہ سلام سے نماز کے اختتام کو جان لیتے۔ اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ اس لئے کہ وہ عہد نبوی میں بالغ نہ تھے مگر اس کا بھی احتمال ہے کہ بچے ہونے کی وجہ سے پچھلی صفوں میں ہوتے ہوں اور سلام نہ سنتے ہوں مگر ذکر اور تکبیر بلند آواز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سبھی مقتدی کرتے تھے اس لئے اس کو سن لیتے تھے۔

---

عہ اذان۔ باب الذکر بعد الصلوٰۃ ص۱۱۶ مسلم البوداؤد کلاھما فی الصلوٰۃ عہ ایضاً

ت ۱۶۶ قَالَ عَلِیٌّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَمْرٍو

علی بن مدینی نے عمرو بن دینار سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ

قَالَ کَانَ اَبُوْ مَعْبَدٍ اَصْدَقَ مَوَالِی ابْنِ عَبَّاسٍ

انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس کے غلاموں میں سب سے سچے معبد ہیں اور

قَالَ عَلِیٌّ وَاِسْمُہٗ نَافِذٌ ؎۱

علی بن مدینی نے کہا ان کا نام نافذ ہے۔

حدیث ۵۳۰ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تنگ دست

قَالَ جَاءَ الْفُقَرَاءُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

افراد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور

فَقَالَ ذَھَبَ اَھْلُ الدُّثُوْرِ مِنَ الْاَمْوَالِ بِالدَّرَجَاتِ

عرض کیا کہ دولت مند حضرات نے بڑے بڑے درجے

**تشریحات ۱۶۶** اس کے ذکر کی ضرورت یہ آن پڑی کہ مسند[۱] امام احمد اور مسلم[۲] میں ہے کہ حضرت عمرو بن دینار نے بعد میں حضرت ابو معبد سے اس حدیث کو ذکر کیا تو انہوں نے اس سے انکار کیا۔ اس پر حضرت عمرو بن دینار نے کہا آپ نے اسے مجھ سے ذکر کیا ہے۔ اس وجہ سے اس حدیث کی صحت میں شبہ ہو گیا۔ امام بخاری نے حضرت ابن مدینی سے مذکورہ بالا روایت ذکر کر کے یہ بتانا چاہا ہے کہ اس سے اس حدیث کی صحت میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے۔ یعنی یہ حدیث امام بخاری کے نزدیک اس درجے کی اعلیٰ صحیح ہے کہ اس صحیح میں درج کے قابل ہے۔ اور یہی امام مسلم نے بھی افادہ فرمایا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ راوی حدیث ذکر کرنے کے بعد بھول جائے اور روایت کرنے والا عادل ہو تو اس کی روایت امام شافعی کی طرح ان دونوں بزرگوں کے نزدیک مقبول ہے۔ مگر ہمارا مذہب مختار تفصیل ہے جو عمدۃ القاری میں مذکور ہے۔

**تشریحات ۵۳۰** دثور۔ دثر کی جمع ہے۔ اس کے معنیٰ مال کثیر کے ہیں۔ یعنی زیادہ مال والے۔ ابو داؤد[۳] میں ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان میں تھے۔ اور سوال کرنے والے بھی یہی تھے۔ ترمذی[۴] میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث

---

عہ اذان۔ باب الذکر بعد الصلوٰۃ ص۱۱۶ مسلم ابوداؤد کلاھما فی الصلوٰۃ۔ نسائی صلوٰۃ۔

۱ مسند امام احمد جلد اول ص۲۲۳ ۲ مسلم مساجد باب الذکر بعد الصلوٰۃ ص۲۱۷ ۳ اول صلوٰۃ باب التسبیح بالحصا ص۲۱ ۴ اول صلوٰۃ باب التسبیح فی ادبار الصلوٰۃ ص۵۵

اَلْعُلٰی وَالنَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ یُصَلُّوْنَ کَمَا نُصَلِّیْ وَیَصُوْمُوْنَ

اور دوامی نعمت حاصل کرلی۔ جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں

کَمَا نَصُوْمُ وَلَھُمْ فَضْلٌ مِّنْ اَمْوَالٍ یَحُجُّوْنَ

اور جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں وہ لوگ بھی رکھتے ہیں اور انہیں مال کی وجہ سے برتری حاصل ہے

بِھَا وَیَعْتَمِرُوْنَ وَیُجَاھِدُوْنَ وَیَتَصَدَّقُوْنَ

وہ حج کرتے ہیں عمرہ کرتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں

فَقَالَ اَلَا اُحَدِّثُکُمْ بِمَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِہٖ

(جن سے ہم محروم ہیں) یہ سن کر حضور نے ارشاد فرمایا کیا میں تم لوگوں کو ایسا عمل نہ

اَدْرَکْتُمْ مَنْ سَبَقَکُمْ وَلَمْ یُدْرِکْکُمْ

بتادوں کہ اگر اسے کرو تو جو لوگ تم سے آگے بڑھے ہیں انہیں پالو۔

میں ہے کہ اللہ اکبر چونتیس بار پڑھنے کو فرمایا[1] اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، دس مرتبہ۔ مسلم میں اس حدیث کا اخیر حصہ یہ ہے کہ اس کے بعد فقراء پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، کہ ہمارے مالدار بھائیوں نے سن لیا اور انہوں نے بھی پڑھنا شروع کردیا تو ارشاد فرمایا۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ بزار[2] میں حضرت ابن عمر کی حدیث میں یہ زائد ہے۔ اے محتاجو! کیا تمہیں یہ بات خوش نہیں کرتی کہ تم لوگ مالداروں سے پانسو برس پہلے جنت میں جاؤ گے۔ ابوداؤد[3] میں ہے کہ اسے اس دعا پر ختم کرے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ — سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔

لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی — اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لئے ملک ہے۔

کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ — اور اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

**خلف کل صلوٰۃ** یعنی فرائض کے بعد جیسا کہ مسلم[4] میں حضرت کعب بن عجرہ کی حدیث میں بکتوبہ کی قید ہے۔ جن فرائض کے بعد نوافل ہیں ان میں نوافل کے بعد پڑھے۔

**مسائل** اس میں اختلاف ہے کہ فقیر صابر افضل ہے کہ غنی شاکر۔ حضرات صوفیہ کا مختار یہ ہے کہ فقیر صابر افضل ہے۔ اس لئے کہ وصول الی اللہ کا مدار تہذیب نفس اور ریاضت اور دل جمعی پر ہے اور یہ دولت فقراء کے حصے میں ہے۔ مگر یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ غنی شاکر اگر عبادات میں فقیر صابر کے برابر ہے اور

---

[1] اول مساجد باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ ص۲۱۹

[2] عمدۃ القاری سادس ص۱۲۸ [3] اول صلوٰۃ باب التسبیح بالحصی ص۲۱۱

[4] اول مساجد باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ ص۲۱۹

أَحَدٌ بَعْدَكُمْ وَكُنْتُمْ خَيْرَ مَنْ أَنْتُمْ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ إِلَّا
اور تمہارے بعد والے تمہیں نہ پاسکیں اور موجودین میں سب سے بہتر ہو جاؤ؟ مگر وہ
مَنْ عَمِلَ مِثْلَهُ تُسَبِّحُونَ وَتَحْمَدُونَ وَتُكَبِّرُونَ خَلْفَ
جو اس کے مثل عمل کرے، سبحان اللہ اور الحمد للہ، اور اللہ اکبر ہر نماز
كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ فَاخْتَلَفْنَا بَيْنَنَا فَقَالَ بَعْضُنَا نُسَبِّحُ
کے بعد تینتیس ۳۳ تینتیس ۳۳ بار پڑھا کرو۔ اس کے بعد ہم نے اختلاف کیا۔ بعض نے کہا کہ سبحان اللہ
ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَنَحْمَدُ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَنُكَبِّرُ أَرْبَعًا وَّثَلٰثِيْنَ فَرَجَعْتُ
تینتیس ۳۳ بار اور الحمد للہ تینتیس ۳۳ بار اور اللہ اکبر چونتیس ۳۴ بار۔ تو میں نے حضور سے پھر پوچھا
إِلَيْهِ فَقَالَ تَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ
تو فرمایا سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر کہو۔
حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُنَّ كُلِّهِنَّ ثَلٰثٌ وَّثَلٰثُوْنَ ۔عہ
یہاں تک کہ ان میں سے ہر ایک تینتیس ۳۳ بار ہو جائے۔

## حدیث ۵۳۱

عَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ
حضرت مغیرہ بن شعبہ کے کاتب وراد نے کہا کہ

صدقات و دیگر عبادات مالیہ کرتا ہے تو وہ افضل ہے۔ غبطہ، رشک اچھی باتوں میں مذموم نہیں۔ البتہ حسد مذموم ہے۔ رشک یہ ہے کہ کسی کے فضل و کمال، نعمت و عزت کو دیکھ کر یہ آرزو کرے کاش کہ مجھے بھی یہ نعمت ملی ہوتی بغیر اس کے کہ اس کے زوال کی خواہش کرے۔ اور حسد یہ ہے کہ یہ تمنا ہو کہ وہ نعمت اس سے زائل ہو جائے اور مجھے مل جائے۔ اعمال حسنہ میں مسابقت مستحسن ہے۔

## تشریحات ۵۳۱

الجد۔ امام نووی نے فرمایا۔ مشہور روایت جس پر جمہور ہیں۔ جیم کا فتح ہے۔ اس کے معنیٰ یہ ہیں: غنیٰ۔ حظ۔ بخت۔ عظمت۔ یہاں سب معنیٰ درست ہیں۔ ظاہر ہے کہ مِنْ بدل کے لئے ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:

أَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ — آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے

عہ اذان باب الذکر بعد الصلوٰۃ ص۱۱۶ ثانی دعوات باب الدعا بعد الصلوٰۃ ص۹۳۷ الرقاق باب مایکرہ من قیل وقال ص۹۵۸ القدر باب لا مانع لما اعطی ص۹۷۹ الاعتصام باب ما یکرہ من کثرۃ السوال ص۱۰۲۸ مسلم صلوٰۃ مساجد۔ ابوداؤد صلوٰۃ۔ وتر، ترمذی مواقیت نسائی۔ سہو۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوات۔ دارمی صلوٰۃ۔ مسند امام احمد جلد ۴ ص۹۳

اَمْلٰی عَلَی الْمُغِیْرَۃُ بْنُ شُعْبَۃَ فِیْ کِتَابٍ اِلٰی مُعَاوِیَۃَ

مغیرہ بن شعبہ نے معاویہ کے نام ایک خط میں مجھ سے لکھوایا — کہ

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ فِیْ دُبُرِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد پڑھتے تھے — سوائے

کُلِّ صَلٰوۃٍ مَّکْتُوْبَۃٍ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ،

اللہ کے کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ لَا

اسی کے لئے ملک ہے اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اے اللہ

مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ

جو تو عطا فرمائے اس سے روکنے والا کوئی نہیں اور جسے تو منع فرمادے کوئی دینے والا نہیں —

ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ ۔ع وَقَالَ الْحَسَنُ جَدٌّ غِنًی۔

تیرے مقابلے میں کسی دولت مند کو اس کی دولت نفع نہ دے گی۔ اور حسن نے کہا کہ جد کے معنی غنی ہے۔

اور فرمایا: وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْکُمْ مَّلٰٓئِکَۃً فِی الْاَرْضِ یَخْلُفُوْنَ — اگر ہم چاہیں تو تمہارے بدلے زمین میں فرشتے کردیں جو تمہاری جگہ لے لیں۔

اور مضاف محذوف ہے یعنی طاعت۔ اب یہ معنی ہوئے۔ کسی دولت مند کو اس کی دولت تیری طاعت کے عوض نفع نہیں دے گی۔ جوہری نے کہا کہ، من، معنی میں عند کے ہے۔ اب معنی یہ ہوئے کہ کسی دولتمند کو اس کی دولت تیرے حضور نفع نہ دے گی۔ یعنی اگر اسے طاعت میں صرف نہیں کیا ہے۔ ابن تین نے کہا یہاں من نہ تو عند کے معنی میں ہے اور نہ بدل ہے۔ بلکہ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے — لا ینفعک منی شی ان انا اردت بک بسوء — اگر میں تیرے ساتھ برائی کا ارادہ کروں تو تجھے کوئی چیز نفع نہ دے گی — اب یہاں معنی یہ ہوئے کہ اگر اللہ عزوجل کسی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو کسی کو اس کی دولت و عظمت وغیرہ نفع نہ دے گی۔ ترجمہ یہ ہوگا۔ تیرے مقابلے میں کسی دولت مند کو اس کی دولت نفع نہ دے گی۔

مسند عبد بن حمید میں بروایت معمر بن عبد الملک بن عمر — ولا راد لما قضیت — ہے۔ اور ولا معطی لما منعت — نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ دونوں کو پڑھ لیا جائے۔

**قال الحسن** اس اثر کو ابن ابی حاتم اور عبد بن حمید نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

---

عہ اذان باب الذکر بعد الصلوٰۃ ص۱۱۷

**حدیث ۵۳۲** عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى صَلٰوةً اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی بھی نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا روئے انور ہماری طرف فرماتے

**حدیث ۵۳۳** عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

اَنَّهٗ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھی

بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى اَثَرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ

بارش کے بعد جو رات میں ہو چکی تھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی جانب

اللہ عزوجل کے ارشاد: وَاَنَّهٗ تَعَالٰى جَدُّ رَبِّنَا — کی تفسیر میں امام حسن بصری نے فرمایا کہ جد بمعنی غنیٰ ہے۔ ترجمہ یہ ہوا۔ اور بیشک ہمارے رب کی غنی بلند ہے۔ اس نے نہ بیوی بنائی نہ اولاد یعنی قطعاً اسے کسی کی کوئی حاجت نہیں۔ وہ ہر مستغنی سے بڑھ کر مستغنی ہے۔ اثر میں، جد بلا تنوین ضمے کے ساتھ ہے بر سبیل حکایت۔

**تشریح ۵۳۲** یہ ایک طویل حدیث کا جز ہے جو کتاب الجنائز میں مفصل مذکور ہے مفصل حدیث وہیں مذکور ہوگی۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس حدیث کا سیاق یہ بتا رہا ہے کہ عادت کریمہ یہی تھی کہ ہر نماز کے بعد سلام پھیر کر رُخ انور صحابہ کرام کی طرف کر لیا کرتے تھے۔ اذا صلی صلوٰۃ میں صلوٰۃ کی تنکیر بھی اسی پر دلالت کرتی ہے۔ مگر یہ عموم کلی طور پر صحیح نہیں اس لئے کہ متعدد احادیث میں مذکور ہے کہ کبھی رخ انور داہنی طرف کرتے کبھی بائیں طرف۔

**تشریح ۵۳۳** حدیبیہ، مکہ معظمہ کے قریب ایک منزل کے فاصلے پر ایک کنوئیں کا نام ہے۔ اسی کے نام پر وہاں کی بستی کو بھی حدیبیہ کہتے ہیں۔ یہ حرم کے حدود میں سب سے زیادہ دور ہے۔ اس کا بعض حصہ حِل میں ہے۔ بعض حَرَم میں ہے۔ ۶ھ کے ذوقعدہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرے کی نیت سے تشریف لے جا رہے تھے۔ حدیبیہ پہنچے کہ مشرکین مکہ نے روک دیا۔ اور صلح کا معاہدہ کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس ہو گئے۔ حسب قرارداد سال آئندہ ۷ھ

---

عہ اذان۔ باب یستقبل الامام الناس اذا سلم ص۱۱۷ جنائز باب ص۱۵۸ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی کلھم فی الرویا۔

عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ قَالُوْا
رُخ انور فرمایا اور دریافت فرمایا۔ کیا تم لوگ جانتے ہو تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا
اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ
لوگوں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں (فرمایا) اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا
فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ
میرے بندوں میں کچھ مومن ہوئے کچھ کافر۔ جن لوگوں نے یہ کہا اللہ کے فضل اور اس
بِيْ كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا
کی رحمت سے بارش ہوئی یہ مجھ پر ایمان لانے والے ہیں، ستاروں کے انکار کرنے والے ہیں۔ اور جن لوگوں
وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ ۔ ۵
نے یہ کہا کہ ہم پر بارش فلاں فلاں نچھتر سے ہوئی یہ میرے منکر ستاروں کے ماننے والے ہوئے۔

میں عمرہ فرمایا۔ یہیں بیعت رضوان ہوئی تھی۔ حدیبیہ۔ حُدبا کی تصغیر ہے۔ جو ایک درخت کا نام ہے۔ اہل حجاز اسے بلاتشدید حُدَیْبِیَہ پڑھتے ہیں اور عراقی اخیر یا کی تشدید کے ساتھ۔ اور اکثر محدثین بھی مشدد ہی پڑھتے ہیں۔

**مطرنا بنوء کذا** نوء۔ ناءَ یَنُوْءُ، نصر ینصر سے آتا ہے۔ اس کے معنی مشقت کے ساتھ اٹھنا ہے۔ نوء کی جمع انواء ہے۔ یہ اٹھائیس ستارے ہیں۔ تیرہ دن پران میں سے ایک مغرب میں ڈوبتا ہے اور اس کے مقابل مشرق میں ایک طلوع ہوتا ہے۔ جب ان میں سے کوئی ڈوبتا اور اس کا مقابل طلوع ہوتا تو زمانہ جاہلیت میں عرب کہتے کہ اب بارش ہوگی یا نفع ہوگا۔ جیسے ہمارے ہندوستان میں نچھتروں کے بارے میں بارش کے سلسلے میں اعتقاد ہے۔ اگر یہ اعتقاد ہو کہ ستارے ہی بارش برساتے ہیں تو یہ اعتقاد کفر ہے اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ بارش باذن الٰہی برستی ہے مختلف ستاروں کا طلوع وغروب اس کی علامت ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ فلاں نچھتر کی وجہ سے بارش ہوئی ممنوع ہے۔ اور یہ کہنا کہ فلاں نچھتر میں بارش ہوئی جائز ہے۔

**کذا** تین طرح آتا ہے۔ اول کاف تشبیہ ذا اسم اشارہ۔ جیسے زید فاضل وعمرو کذا۔ دوسرے یہ کہ دو کلموں سے مرکب ہو کر ایک کلمہ ہو گیا۔ اور یہ عدد کنایہ سے نہ ہو۔ جیسے حدیث میں ہے۔ کہ بندے سے قیامت کے دن کہا جائے گا اتذکر یوم کذا وکذا فعلت کذا وکذا۔ تیسرے

---

ع اذان باب یستقبل الامام الناس اذا سلم ص۱۱۷ الاستسقاء باب قول اللہ عز وجل اتجعلون رزقکم انکم تکذبون ص۱۴۱ ثانی مغازی باب غزوۃ حدیبیہ ص۵۹۷ مسلم ایمان۔ ابوداؤد طب۔ ترمذی تفسیر۔ نسائی استسقاء۔

دو کلمہ سے مرکب ہو کر کلمہ واحدہ ہے اور کنایہ عدد سے ہو۔ جیسے یہاں ہے۔ نسائی میں ہے مطرنا بنوء المجدح۔ مجدح کا دوسرا نام دبران ہے۔ یہ ایک سُرخ تارہ ہے جو ثریا کے پیچھے رہتا ہے۔

**کافر بی ومومن بالکوکب** یہاں کفر اور ایمان کے معنیٰ لغوی ہیں۔ یعنی میرا منکر اور نچھتر کا ماننے والا ہے۔ سودا کا ایک شعر ہے ؎

ہوا جب کفر ثابت ہے یہ تمغائے مسلمانی ۔۔۔ نہ چھوٹے شیخ سے تسبیح زنار سلیمانی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ سے اس کا مطلب دریافت کیا گیا تو تحریر فرمایا:

"شعر کا ظاہر مطلب جہاں تک شاعر نے مراد لیا ہوگا یہ ہے کہ دانہ سلیمانی میں جس کی تسبیح عباد زہاد رکھتے ہیں شکل زنار موجود ہے۔ اس پر حمائل لکیر ہوتی ہے اس کا رکھنا تمغائے فقر ہے شاعر نے اس سے زائد غالباً کچھ نہ سمجھا ہوگا یہ ایک بے ہودہ معنیٰ ہے مگر اتفاقاً اس کے قلم سے ایک لفظ ایسا نکل گیا جس نے اس شعر کو بامعنیٰ و پرمغز کر دیا ـــ وہ لفظ ثابت ہے ـــ زنار کہ کفار باندھتے ہیں۔ زنار زائل ہے کہ ایک جھٹکے میں ٹوٹ سکتا ہے اور دانہ سلیمانی میں جو اس کی تصویر ہے وہ ثابت ہے کہ جب تک دانہ رہے گا قائم رہے گی ـــ یوں کفر دو قسم ہے ایک کفر زائل جو کفار کا کفر ہے ہر کافر موت کے بعد اس سے بیزار ہو جاتا ہے۔ قال تعالیٰ:

| | |
|---|---|
| وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۝ كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝ (سورۂ مریم آیت ۸۲-۸۱) | "انہوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بنایا تاکہ ان کی عزت ہو ـــ ہرگز نہیں عنقریب ان کی عبادت سے کفر کریں گے اور ان کے مخالف ہوں گے۔" |

دوسرا کفر ثابت ہے جسے علمائے دین نے جزو ایمان فرمایا ہے یہ وہ ہے جسے قرآن عظیم فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (سورۂ بقرہ ۲۵۶) | "جو شیطان کے ساتھ کفر کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے بلاشبہ مضبوط گرہ تھام لی جو کبھی نہ کھلے گی اور اللہ سُننے والا اور جاننے والا ہے۔" |

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی قوم سے فرمایا:

| | |
|---|---|
| اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ۔ (سورہ ممتحنہ ۴) | "ہم بیزار ہیں تم سے اور اللہ کے سوا تمہارے معبودوں سے ہم نے تم سے کفر و انکار کیا۔" |

اس کی پوری تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ فرمایا۔ مُؤْمِنٌ بی کافر بالکوکب ۔ پھر فرمایا کافر بی مومن بالکوکب۔

**نماز کے بعد انحراف** یہاں باب یہ باندھا ہے۔ سلام پھیرنے کے بعد امام لوگوں کی طرف رخ کرے

**حدیث ۵۳۴**

عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ

عَنْهُمَا يُصَلِّيْ فِيْ مَكَانِهِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ الْفَرِيْضَةَ عه

عنہما جہاں فرض پڑھتے وہیں نفل پڑھتے۔

**ت ۱۶۷**

وَفَعَلَهُ الْقَاسِمُ عه

اور یہی قاسم بن محمد نے بھی کیا

**ت ۱۶۸**

وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

رَفَعَهُ لَا يَتَطَوَّعُ الْاِمَامُ فِيْ مَكَانِهِ وَلَمْ يَصِحَّ عه

کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ امام اپنی جگہ نفل نہ پڑھے انہوں نے اسے مرفوع کیا۔ اور صحیح نہیں۔

یہی ہمارا مذہب ہے اور اس میں کوئی تخصیص نہیں کہ فرض کے بعد نفل نہ ہو تو مڑے اور نفل ہو تو نہ مڑے جیسا کہ دیوبندی کہتے ہیں اولاً احادیث مطلق ہیں ان میں تخصیص نہیں۔ ثانیاً اس باب میں تیسری حدیث انس جو مذکور ہے اس میں نماز عشاء کا واقعہ ہے۔ کہ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک رات نماز آدھی رات تک مؤخر فرمائی۔ پھر ہم میں تشریف لائے جب نماز پڑھ چکے تو ہماری جانب روئے انور فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں بھی سلام کے بعد مصلیوں کی طرف رُخ کرنا سُنّت ہے۔ اور تخصیص اس حدیث کے خلاف ہے۔ یہ حدیث جلد ثانی میں گزر چکی ہے۔

**تشریح ۱۶۷ / ۵۳۴**

اس تعلیق کو ابو بکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ ان الفاظ میں روایت کیا کہ قاسم اور سالم فرض پڑھ کر اسی جگہ نفل پڑھتے تھے۔

**تشریحات ۱۶۸**

احناف اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جہاں فرائض پڑھے جائیں وہیں نوافل نہ پڑھیں وہاں سے دائیں بائیں ہٹ کر پڑھیں۔ ابن ابی شیبہ[1] نے سند حسن کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا۔ سُنّت یہ ہے کہ امام جب تک اپنی جگہ سے ہٹ نہ لے نفل نہ پڑھے۔ ابو داؤد[2]۔ ابن ماجہ[3]، مسند امام احمد میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

---

عه اذان باب مکث الامام فی مصلاہ بعد السلام ص۱۱۷۔ عه ایضا۔ عه اذان باب مکث الامام فی مصلاہ بعد السلام ص۱۱۷

[1] فتح الباری ثانی ص۲۹۸۔ [2] اول صلوٰۃ باب الامام یتطوع فی مکانہ ص۹۱ [3] باب ماجاء فی صلوٰۃ النافلۃ حیث یصلی المکتوبۃ ص۱۰۴

**حدیث ۵۳۵**

عَنْ عُقْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے

وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مدینے میں عصر پڑھی، حضور

فَقَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ اِلٰى بَعْضِ حُجَرِ نِسَاءِهٖ

سلام پھیر کر تیزی سے کھڑے ہو گئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر اپنی بیبیوں کے بعض حجروں کی

کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ امام نے جہاں نماز (فرض) پڑھی وہیں نفل نہ پڑھے یہانتک کہ ہٹ جائے اس حدیث میں انقطاع ہے مگر انقطاع جمہور محدثین اور ہمارے یہاں مضر نہیں۔

**ویذکر** اسے ابوداؤد[1] اور ابن ماجہ[2] نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ کیا تم نماز میں آگے پیچھے دائیں بائیں ہونے سے عاجز ہو۔ یعنی نفل پڑھتے وقت۔

**ولم یصح** اس لئے کہ اس میں ابراہیم بن اسماعیل ہیں۔ جسے ابوحاتم نے مجہول کہا۔ نیز یہ حدیث تنہا لیث بن ابی سلیم نے روایت کیا ہے۔ اور وہ ضعیف ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ اس حدیث کو باختلاف الفاظ ابوداؤد نے روایت کیا اور اس پر سکوت کیا ان کا سکوت اس کی دلیل ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ہے۔ نیز مسلم میں اس کی مؤید دوسری حدیث موجود ہے۔ سائب بن یزید بن اخت نمر نے حضرت امیر معاویہ کے مقصورہ میں نماز پڑھی اور وہیں نفل بھی پڑھی تو حضرت معاویہ نے ان کے پاس کہلا بھیجا کہ آئندہ ایسا مت کرنا۔ جمعہ پڑھنے کے بعد وہیں نماز مت پڑھنا جب تک بات نہ کرلو یا وہاں سے نکل نہ جاؤ۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔

**تشریحات ۵۳۵** کتاب الزکوٰۃ میں تبرا من الصدقۃ ہے۔ اخیر میں یہ ہے۔ کہ میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ اسے رات بھر رکھوں۔ یہاں کی روایت میں یہ ہے۔ میں نے اسے پسند نہیں کیا کہ وہ مجھے روکے۔ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ زکوٰۃ، فطرہ، صدقہ کا مال روکنا اچھا نہیں۔ جس قدر جلد ہو سکے مستحق کو دیدیا جائے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بضرورت گردن پھلانگنا جائز ہے۔ اگرچہ وہ ضرورت واجب اور فرض نہ ہو۔ جمعہ کی اذان خطبہ مسجد کے باہر دینی سنت ہے۔ اس پر مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ لازم آئے گا کہ مؤذن اقامت کہنے کے لئے گردنیں پھلانگ کر آئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بضرورت ہے اور ضرورۃً گردن پھلانگنا جائز ہے۔

---

[1] اول صلوٰۃ باب فی الرجل یتطوع فی مکانہ الذی صلی فیہ صـ۱۴۲۔

[2] باب فی صلوٰۃ النافلۃ حیث یصلی المکتوبۃ

فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهٖ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَاٰى اَنَّهُمْ

جانب تشریف لے گئے حضور کے تیزی کے ساتھ جانے پر لوگ گھبرا گئے پھر حضور لوگوں کے پاس تشریف لائے

قَدْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِهٖ فَقَالَ ذَكَرْتُ شَيْئًا مِّنْ تِبْرٍ

تو دیکھا کہ لوگ اس پر تعجب میں ہیں پھر ارشاد فرمایا میں نے یاد کیا کہ کچھ سونا ہمارے پاس ہے میں

عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ اَنْ تَحْبِسَنِيْ فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِهٖ عه

نے اسے پسند نہیں کیا کہ وہ مجھے (قیامت کے دن) روکے اس لئے میں نے اس کے تقسیم کرنے کا حکم دیدیا۔

**ت ۱۶۹** وَكَانَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (نماز کے بعد)

يَنْفَتِلُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ يَّسَارِهٖ وَيَعِيْبُ عَلٰى مَنْ

اپنی داہنی اور بائیں دونوں طرف مڑتے تھے اور اس پر عیب لگاتے تھے

يَّتَوَخّٰى اَوْ تَعَمَّدَ الْاِنْفِتَالَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ عه

جو بالقصد صرف داہنی طرف مڑتا تھا۔

**حدیث ۵۳۶** قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَا يَجْعَلُ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

اَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ شَيْئًا مِّنْ صَلٰوتِهٖ يَرٰى اَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ

تم اپنی نماز میں سے کچھ شیطان کا حصہ مت کرو۔ یہ سمجھ کر کہ صرف داہنی طرف

**تشریحات ۱۶۹ ۵۳۶** مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے اکثر یہی دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داہنی طرف روئے انور

عه اذان باب من صلی بالناس فذکر حاجته فتخطاهم ص۱۱۱ باب تفکر الرجل الشی فی الصلوٰة ص۱۶۳ الزکاة - باب من احب تعجیل الصدقة من یومها ص۱۹۲ ثانی الاستیذان باب من اسرع فی مشیه لحاجة او قصد ص۹۲۸ - نسائی - فتح الباری ثانی ص۲۷۸ - اول صلوٰة باب الامام یتطوع فی مکانه ص۹۱ باب ما جاء فی صلوٰة النافلة حیث یصلی المکتوبة ص۱۰۳ اول صلوٰة باب فی الرجل یتطوع فی مکانه الذی صلی فیه ص۱۴۳ - باب فی صلوٰة النافلة حیث یصلی المکتوبة -

عه اذان باب الانفتال والانصراف عن الیمین والشمال ص۱۱۹

له اول - صلوٰة المسافرین باب جواز الانصراف من الصلوٰة عن الیمین والشمال

اَنْ لَّا یَنْصَرِفَ اِلَّا عَنْ یَّمِیْنِہٖ لَقَدْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی
پھر ناواجب ہے۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت
اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَثِیْرًا یَّنْصَرِفُ عَنْ یَّسَارِہٖ ۔
دیکھا ہے کہ بائیں جانب بھی رُوئے انور کرتے تھے۔

کرتے تھے اسی میں اسی کے متصل نیز ابوداؤد[1] میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے وہ فرماتے ہیں ہم جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو یہ پسند کرتے تھے کہ داہنی طرف رہیں کہ حضور اپنا روئے انور ہماری طرف کریں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سے فارغ ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیادہ تر داہنی طرف رُخ انور پھیرا کرتے تھے۔ حضرت انس کی حدیث میں اکثر، اور حضرت ابن مسعود کی حدیث میں کثیرا۔ دونوں میں تطبیق ظاہر ہے کہ مراد یہ ہے کہ ہمیشہ داہنی ہی طرف نہیں مڑتے تھے، زیادہ تر داہنی طرف مڑتے تھے۔ اور بہت ایسا بھی ہوتا تھا کہ بائیں طرف مڑتے ــــ ان احادیث میں اس کی تخصیص نہیں کہ صرف انہیں نمازوں کے بعد مڑتے تھے جن کے بعد نوافل نہیں مطلق ہیں جس سے ظاہر کہ ہر نماز کے بعد مڑتے تھے خواہ اس کے بعد نوافل ہوں خواہ نہ ہوں۔ ابھی حدیث گزری کہ نمازِ عشاء کے بعد رُخ انور صحابہ کی طرف پھیرا۔ ابوداؤد[2] میں ہے کہ حضرت ابورمثہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہی نماز یا اس جیسی کوئی اور نماز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی۔ ابوبکر اور عمر پہلی صف میں حضور کے داہنے کھڑے ہوتے تھے۔ اور ایک صاحب تھے جو تکبیر اولیٰ کے وقت حاضر تھے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو دائیں بائیں سلام پھیرا یہاں تک کہ ہم نے حضور کے رُخسار مبارک کی سفیدی دیکھی ــــ پھر ایسے ہی مڑے جیسے ابورمثہ یعنی خود وہ مڑے تھے۔ اس کے بعد وہ صاحب جو تکبیر اولیٰ کے وقت حاضر تھے نفل پڑھنے لگے تو عمر ان کی طرف تیزی سے جھپٹے اور ان کے مونڈھے کو پکڑ کر ہلایا۔ اور فرمایا بیٹھ جا۔ اس لئے کہ اہل کتاب اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ ان کی نمازوں کے درمیان فصل نہیں ہوتا تھا۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چشم مبارک اُٹھائی اور فرمایا۔ اللہ نے تجھے حق کی طرف رہنمائی کی۔ یہ حدیث بھی اس پر نص ہے کہ جن نمازوں کے بعد نوافل ہیں ان کے بعد بھی انحراف مسنون ہے۔ اس میں لم یہ ہے کہ مسلمانوں کی طرف بلاضرورت پیٹھ کرنا۔ مسلمانوں کو ایذا پہنچانا اور ان کی بے ادبی ہے۔ یہ بات ہر نماز کے بعد پائی جاتی ہے۔ نماز میں تو بحکم شریعت اجازت ہے مگر نماز کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کی طرف پیٹھ کی جائے۔

---

عہ اذان باب الانفتال والانصراف عن الیمین والشمال ص۱۱۸ مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ

[1] اول ــ صلوٰۃ باب الامام ینحرف بعد التسلیم ص۹۰

[2] اول ــ صلوٰۃ باب فی الرجل یتطوع فی مکانہ الذی صلی فیہ المکتوبۃ ص۱۴۴۔

**حدیث ۵۳۷** سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَکَلَ مِنْ ھٰذِہٖ

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو اس درخت یعنی لہسن سے

الشَّجَرَۃِ یُرِیْدُ الثُّوْمَ فَلَا یَغْشَانَا فِیْ مَسْجِدِنَا قُلْتُ مَا یَعْنِیْ بِہٖ

کھائے تو وہ ہماری مسجد میں ہم سے نہ ملے عطاء نے کہا میں نے پوچھا اس

قَالَ مَا اُرَاہُ یَعْنِیْ اِلَّا نِیْئَہٗ وَقَالَ مَخْلَدُ بْنُ یَزِیْدَ عَنِ

سے کیا مراد تھی تو حضرت جابر نے بتایا کہ میرا گمان یہ ہے کچا لہسن مراد ہے۔ مخلد بن یزید نے ابن

ابْنِ جُرَیْجٍ اِلَّا نَتْنَہٗ عہ

جریج سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ کہ اس کی بدبو مراد ہے ——

**حدیث ۵۳۸** عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کیا کہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ غَزْوَۃِ خَیْبَرَ مَنْ اَکَلَ مِنْ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں فرمایا۔ جو اس درخت یعنی

ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ یَعْنِی الثُّوْمَ فَلَا یَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا عہ

لہسن میں سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے ——

**تشریحات ۵۳۷ ۵۳۸** یہاں باب میں یہ بھی ہے۔ وقول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد جو لہسن یا پیاز کھائے خواہ بھوک کی وجہ سے خواہ بغیر بھوک کے وہ ہماری مسجد کے قریب ہرگز نہ ہو۔ ان الفاظ کے ساتھ کوئی حدیث مروی نہیں —— یہ امام بخاری کے تصرفات میں سے ہے انہوں نے روایت بالمعنیٰ کیا ہے۔ حضرت جابر کی اس حدیث کے بعض طرق میں، البصل، پیاز، الکرّاث، گندنا کا بھی اضافہ ہے۔ اس لئے امام بخاری نے، عنوان باب میں البصل کا اضافہ فرمایا کچے لہسن پیاز میں ایک تیز اور ناگوار بو ہوتی ہے۔ کھانے کے بعد دیر تک منہ سے آتی رہتی ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچی پیاز کچا لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمادیا اسی پر قیاس کر کے فقہاء نے فرمایا۔ کہ لہسن و پیاز کی تخصیص نہیں ہر ایسی چیز کھا کر مسجد میں آنا منع ہے جس سے

---

عہ اذان باب ماجاء فی الثوم النی ص۱۱۵ مسلم صلوٰۃ ترمذی اطعم نسائی صلوٰۃ ولیمہ

عہ اذان باب ماجاء فی الثوم النی ص۱۱۵ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد اطعم

**حدیث ۵۳۹**

زَعَمَ عَطَاءٌ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ

عطاء نے گمان کیا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَنْھُمَا زَعَمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ

عنہما نے گمان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو لہسن یا پیاز کھائے

اَکَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا فَلْیَعْتَزِلْنَا اَوْ فَلْیَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْیَقْعُدْ

تو ہم سے علیحدہ رہے۔ یا یہ فرمایا ہماری مسجد سے الگ رہے اور اپنے گھر بیٹھے اور

فِیْ بَیْتِہٖ وَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِقِدْرٍ فِیْہِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ہانڈی پیش کی گئی جس میں

خَضِرَاتٌ مِّنْ بُقُوْلٍ فَوَجَدَ لَھَا رِیْحًا فَسَاَلَ فَاُخْبِرَ بِمَا فِیْھَا

کچھ سبز ترکاریاں تھیں۔ حضور نے اس میں بو محسوس فرمائی تو دریافت فرمایا۔ اس میں

مِنَ الْبُقُوْلِ فَقَالَ قَرِّبُوْھَا اِلٰی بَعْضِ اَصْحَابِہٖ کَانَ مَعَہٗ

جو ترکاری تھی بتائی گئی۔ اس پر فرمایا ان کے قریب کرو۔ اپنے بعض اصحاب کی طرف اشارہ فرمایا

فَلَمَّا رَاٰہُ کَرِہَ اَکْلَھَا فَقَالَ کُلْ فَاِنِّیْ اُنَاجِیْ مَنْ لَّا تُنَاجِیْ قَالَ

جو حضور کے ساتھ تھے۔ جب انہوں نے اسے دیکھا تو اس کے کھانے کو ناپسند کیا۔ اس پر حضور نے

منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے جیسے کراث، گندنا۔ یا بیڑی سگریٹ، حقہ وغیرہ پی کر بو دور ہونے سے پہلے پہلے مسجد میں آنا۔ بلکہ مطلقاً کوئی بھی بدبودار چیز مسجد میں لانا منع ہے۔ جیسے مٹی کا تیل وغیرہ۔ اسی کے حکم میں وہ لوگ بھی ہیں جن کے منہ میں بیماری کی وجہ سے بدبو ہو یا جس سے لوگوں کو گھن آتی ہو۔ جیسے مجذوم وغیرہ اور یہ حکم مسجد کے ساتھ خاص نہیں مسلمانوں کے ہر مجمع کا یہی حکم ہے۔ اس کی علت مسلمانوں کی ایذا رسانی بھی ہے اور فرشتوں کی بھی۔

**تشریحات ۵۳۹**

اِلٰی بَعْضِ اَصْحَابِہٖ۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ بعض اصحاب سے مراد، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اس لئے کہ مسلم[1] میں ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت کے بعد سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں مقیم تھے۔ اس وقت حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت یہ تھی کہ کھانا تیار کر کے کل کا کل خدمت اقدس میں بھیج دیتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تناول فرما لینے کے بعد جو بچ رہتا خود وہ اور ان کے گھر والے کھاتے

---

[1] ثانی اشربہ۔ اباحۃ اکل الثوم ص۱۸۳ ترمذی ثانی اطعمہ باب فی الرخصۃ فی اکل الثوم مطبوعہ خاص۳ مسند امام احمد ج ۵ ص۹۳

اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ اُتِيَ بِبِدْرٍ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ

فرمایا تم کھاؤ میں اس سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم نہیں کرتے۔ احمد بن صالح نے ابن وہب سے روایت کرتے ہوئے

يَعْنِي طَبَقًا فِيهِ خَضِرَاتٌ — وَلَمْ يَذْكُرِ اللَّيْثُ وَأَبُو

"قدر" کی جگہ "بدر" روایت کیا۔ ابن وہب نے کہا یعنی سینی جس میں سبزیاں تھیں — لیث اور

صَفْوَانَ عَنْ يُونُسَ قِصَّةَ الْقِدْرِ فَلَا أَدْرِي هُوَ

ابو صفوان نے یونس سے جو روایت کی ہے اس میں ہانڈی کا قصہ نہیں —

مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ أَوْ فِي الْحَدِيثِ ؏

اب میں نہیں جانتا یہ زہری کا قول ہے یا حدیث میں ہے —

کھانا جب واپس آتا تو پوچھتے حضور کی انگلیاں کہاں پڑی تھیں۔ وہیں سے کھاتے۔ ایک دن کھانے میں لہسن ڈال دیا۔ حضور نے تناول فرمائے بغیر واپس فرما دیا۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا۔ کیا لہسن حرام ہے؟ ارشاد فرمایا: حرام تو نہیں مگر مجھے پسند نہیں۔

**مسائل** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کچا لہسن کھانا جائز ہے اور پکا ہوا تو بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ البتہ اگر بو ہو تو جب تک اس کی بُو دُور نہ ہو جائے تو مسجد یا مسلمانوں کے مجمع میں جانا منع ہے۔

**قال احمد بن صالح** یعنی ابن وہب ہی نے امام زہری کے دونوں لفظ قِدر اور بِدر روایت کئے ہیں۔ کتاب الاعتصام میں امام بخاری نے بدر والی روایت کو اختیار فرمایا۔ اختلاف لفظ بتانے کے لئے امام بخاری نے یہ ذکر فرمایا ہے۔

**لا ادری** یعنی یہ حدیث جابر بطریق یونس، لیث اور ابو صفوان دونوں نے روایت کی ہے — اس میں ہانڈی کا قصہ نہیں — لا ادری — ہو سکتا ہے ابن وہب کا قول ہو۔ ہو سکتا ہے امام بخاری کا ہو۔ ہو سکتا ہے سعید بن عُفیر امام بخاری کے شیخ کا ہو — مطلب یہ ہوا کہ جب بطریق یونس میں "اتی بقدر" نہیں تو ہو سکتا ہے کہ یہ امام زہری کے بلاغات میں سے ہو۔

---

ع اذان باب ماجاء فی الثوم والبصل ص۱۱۸ ثانی الاطعمہ باب مایکرہ من اکل الثوم والبقول ص۸۲۰ ثانی الاعتصام باب الاحکام التی تعرف بالدلائل ص۱۰۹۲ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد۔ اطعمہ نسائی ولیمہ۔

**حدیث ۵۴۰** عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ اَنَسَ بْنَ

عبد العزیز نے کہا ایک شخص نے حضرت انس بن مالک

مَالِكٍ مَا سَمِعْتَ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔ آپ نے اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

فِی الثُّوْمِ فَقَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَکَلَ

لہسن کے بارے میں کیا سنا ہے تو انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اس

مِنْ ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ فَلَا یَقْرَبَنَّا وَلَا یُصَلِّیَنَّ مَعَنَا [عہ]

درخت سے کھائے وہ ہمارے قریب نہ آئے اور ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے۔

**تشریح ۵۴۰** یہ حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی کچا لہسن وغیرہ کھا کر مجمع میں آنا منع ہے۔

**حدیث ۵۴۱** سَمِعْتُ الشَّعْبِیَّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مَنْ مَرَّ مَعَ

امام شعبی نے فرمایا مجھے ان بزرگ نے خبر دی جو اس وقت

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی قَبْرٍ مَنْبُوْذٍ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ حضور ایک الگ تھلگ قبر پر

فَاَمَّھُمْ وَصَفُّوْا عَلَیْہِ فَقُلْتُ یَا اَبَا عَمْرٍو مَنْ حَدَّثَكَ

گزرے تو ان لوگوں کی امامت کی لوگوں نے صف باندھی۔ میں نے پوچھا اے ابو عمرو کس نے یہ آپ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ [عہ]

سے بیان کیا تو بتایا کہ ابن عباس نے۔

**تشریح ۵۴۱** تکمیل۔ کتاب الجنائز باب صفوف الصبیان مع الرجال، میں یہ تفصیل ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ایسی قبر پر گزرے جسے رات میں دفن کیا گیا تھا۔ حضور نے دریافت فرمایا اسے کب دفن کیا گیا ہے؟

---

عہ اذان باب من اکل الثوم ص۱۱۵ ثانی الاطعمۃ باب مایکرہ من الثوم والبقول ص۸۲۰ مسلم صلوٰۃ

عہ اذان باب وضوء الصبیان ومتی یجب الخ ص۱۱۵ الجنائز۔ الصفوف علی الجنائز باب صفوف الصبیان مع الرجال۔ باب سنۃ الصلوٰۃ علی الجنازۃ ص۱۷۶ باب صلوٰۃ الصبیان مع الناس علی الجنائز ص۱۷۷ مسلم ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ کلھم فی الجنائز۔

عرض کیا آج رات میں۔ فرمایا: مجھے کیوں نہیں بتایا۔ لوگوں نے بتایا کہ ہم نے انہیں رات کی تاریکی میں دفن کیا ہے۔ ہم نے یہ پسند نہیں کیا کہ حضور کو بیدار کریں۔ تو حضور کھڑے ہوئے ہم نے حضور کے پیچھے صف بندی کی۔ ابن عباس نے کہا۔ میں نے بھی۔ اس کے بعد حضور نے نماز پڑھائی — اور باب الصفوف علی الجنائز میں یہ زائد ہے کہ حضور نے چار تکبیریں پڑھیں۔

**مطابقت و توضیح** یہاں باب یہ ہے۔ بچوں کو وضو کرنا۔ اور ان پر کب غسل اور طہارت واجب ہوتی ہے اور بچوں کی جماعت عیدین اور جنازوں میں شرکت اور ان کی صف کا حکم۔ اس باب میں چھ جزء ہیں بچوں کے وضو کا حکم۔ ان پر غسل اور طہارت کب واجب ہوتی ہے۔ عیدین میں شرکت، جنازے میں شرکت انکا صف میں شامل ہونا اس حدیث سے طرحۃً دو جزء ثابت ہوئے ہیں جنازے میں شرکت اور صف میں شامل ہونا۔ اور بطور لزوم وضو اور طہارت ثابت ہوتا ہے اور بطور قیاس عیدین میں شرکت کا حکم نکلتا ہے۔ یہ البتہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا ہے کہ ان پر غسل اور طہارت کب واجب ہوتی ہے۔ یہ دوسری حدیث سے ثابت کریں گے۔ امام بخاری نے یہ واضح نہیں فرمایا۔ کہ بچوں پر وضو واجب ہے یا نہیں۔ اس لئے کہ اگر واجب کہتے تو لازم آتا کہ وضو چھوڑنے سے گنہگار ہوں گے اور بچے مکلف نہیں۔ اور اگر یہ کہتے کہ مستحب ہے تو لازم آتا کہ اگر بغیر وضو بھی نماز پڑھیں تو ان کی نماز درست ہو۔ اس لئے اس کو مبہم چھوڑ دیا۔ صحیح یہی ہے کہ نابالغ بچوں پر وضو یا غسل واجب نہیں مگر جیسے فرمایا گیا —

مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین واضربوا ھم علیھا وھم ابناء عشر سنین[1]

"بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو۔ اور جب دس سال کے ہو جائیں اور نہ پڑھیں تو انہیں مارو"

یہ حکم تعلیم و عادت ڈالنے کے لئے ہے۔ اسی طرح انہیں وضو، غسل اور طہارت کا بھی حکم دیں گے۔ اور اگر کوتاہی کریں گے تو ان کی تادیب بھی کی جائے گی۔ تاکہ وضو اور غسل کا طریقہ بھی سیکھ لیں اور عادت پڑ جائے — بر بنائے مذہب صحیح بعد دفن قبر پر اس وقت تک نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ جب تک کہ میت کا جسم پھٹے نہیں۔ یہ چونکہ رات ہی میں دفن ہوئے تھے اس لئے بہر حال ان کا جسم محفوظ ہی رہا ہوگا۔ اغلب یہ ہے کہ ان کی نماز جنازہ ہو چکی تھی۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر پر نماز جنازہ انہیں خیر و برکت پہنچانے کیلئے پڑھی۔ جیسا کہ خود ارشاد فرمایا کہ یہ قبریں تاریک رہتی ہیں میری نماز سے اللہ عزوجل انہیں روشن فرماتا ہے۔ اس کی نظیر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ کا آٹھ سال کے بعد، شہداء اُحد پر نماز پڑھنا بھی ہے۔ حالانکہ دفن سے پہلے بھی ان کی نماز جنازہ ہو چکی تھی۔ یہ آٹھ سال کے بعد نماز صرف ان پر اظہار شفقت و ترحم اور ایصال خیر و برکت کے لئے تھی۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شارع بھی ہیں تو اپنے اختیار خصوصی سے اس قسم کے اقدامات فرما سکتے ہیں

---

[1] ابوداؤد۔ اول صلوٰۃ۔ باب متی یومر الغلام بالصلوٰۃ ص۷۱

**حدیث ۵۴۲**

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْغُسْلُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَاجِبٌ

علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا۔ جمعہ کے دن

عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ ۱؎

ہر بالغ پر غسل واجب ہے۔

**حدیث ۵۴۳**

سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا وَقَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی نے پوچھا

لَہٗ رَجُلٌ شَہِدْتَ الْخُرُوْجَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(عید کی نماز کے لئے) جب حضور تشریف لے گئے تو آپ حضور کے ہمراہ تھے۔ انہوں

**تشریحات ۵۴۲**

اس حدیث میں واجب کا لغوی معنیٰ مراد ہے۔ اس پر قرینہ واضحہ یہ ہے کہ عہد مبارک میں وجوب کے وہ فقہی معنیٰ جو فقہاء نے بعد میں وضع کئے، رائج نہ تھے۔ نیز اس کے معارض وہ حدیث ہے۔ جسے امام احمد[۱] نے اپنی مسند میں، ابن ابی شیبہ[۲] نے اپنے مصنف میں، ابوداؤد[۳] ترمذی[۴] نسائی[۵] ابن ماجہ[۶] نے اپنی سنن میں روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے وضو کیا تو وہ کافی ہے، اور اچھا ہے۔ اور جس نے غسل کر لیا تو اچھا ہے۔ یہ حدیث مختلف کتابوں میں سات صحابہ کرام سے مروی ہے۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی میں حضرت سمرہ بن جندب سے، ابن ماجہ، طحاوی، بزار، طبرانی میں حضرت انس سے۔ بیہقی اور بزار میں حضرت ابوسعید خدری سے۔ مسند عبد بن حمید۔ مصنف عبدالرزاق اور مسند اسحٰق بن راہویہ کامل ابن عدی میں حضرت جابر سے۔ حضرت ابوہریرہ سے بزار میں۔ اوسط طبرانی میں عبدالرحمٰن بن سمرہ سے اور سنن بیہقی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم[۷] اس حدیث کو باب کے اس حصے سے تعلق ہے کہ بچوں پر غسل کب واجب ہوتا ہے۔ مگر یہ اثبات اس پر موقوف ہے کہ یہ مان لیا جائے کہ امام بخاری کے نزدیک جمعہ کا غسل واجب ہے

**تشریحات ۵۴۳**

کتاب الاعتصام میں یہ زائد ہے۔ کہ حضرت ابن عباس نے نہ اذان کا تذکرہ کیا اور نہ اقامت کا۔ حضور نے صدقہ کا حکم دیا تو عورتیں کانوں اور ہاتھوں کے چھلے اتارنے

---

۱؎ اذان باب وضوء الصبیان ص۱۱۵ الجمعہ باب فضل الجمعۃ ص۱۲۱ باب ھل علی من لایشھد الجمعۃ غسل ص۱۲۳ الشھادات باب بلوغ الصبیان ص۹۶۶ مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ کلھم فی الصلوٰۃ۔

۱؎ عمدۃ القاری جلد سادس ص۱۵۳ ۲؎ ایضاً ۳؎ اول طہارت باب الرخصۃ فی ترک الغسل ص۵ ۴؎ اول جمعہ باب فی الوضوء یوم الجمعۃ ص۶۵ ۵؎ اول جمعہ۔ باب الرخصۃ فی ترک الغسل ص۲۰۵ ۶؎ الجمعۃ باب فی الرخصۃ فی ذلک ص۷۰ ۷؎ عمدۃ القاری سادس ص۱۵۳-۱۶۵

قَالَ نَعَمْ وَلَوْلَا مَكَانِيْ مِنْهُ مَا شَهِدْتُهُ يَعْنِيْ مِنْ صِغَرِهٖ

نے فرمایا۔ہاں تھا۔ اور اگر میرا یہ قریبی رشتہ نہ ہوتا تو میں ہمراہ نہ رہ پاتا کیونکہ میں بچہ

اَتَى الْعَلَمَ الَّذِيْ عِنْدَ دَارِ كَثِيْرِ بْنِ الصَّلْتِ ثُمَّ خَطَبَ

تھا۔ حضور اس نشانی کے پاس تشریف لائے جو کثیر بن صلت کے مکان کے پاس ہے۔ نماز کے

ثُمَّ اَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ

بعد خطبہ دیا پھر عورتوں کے پاس تشریف لائے انہیں وعظ فرمایا اور انہیں حکم دیا

اَنْ يَّتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْاَةُ تُهْوِيْ بِيَدِهَا اِلٰى

کہ صدقہ کریں۔ تو ہوا یہ کہ عورت اپنے چھلوں کی طرف ہاتھ لے جاتی اور

حَلَقِهَا تُلْقِيْ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ ثُمَّ اَتَى هُوَ وَبِلَالٌ اِلَى الْبَيْتِ

بلال کے کپڑے میں پھینک دیتی۔ اس کے بعد حضور اور بلال گھر واپس آئے۔

لگیں تو حضور نے حضرت بلال کو حکم دیا وہ ان کے پاس گئے۔ الحدیث۔

**اتی العلم** علم کے معنی مینارہ۔ پہاڑ، جھنڈا، نشان علامت کے ہیں۔ یہاں مراد مطلق علامت ہے۔ جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز عیدین پڑھتے تھے وہاں کچھ نشانات بنا لئے گئے تھے۔ یہ جگہ مسجد نبوی سے ہزار ہاتھ کے فاصلے پر جانب مغرب کچھ شمال کو ہٹی ہوئی ہے۔ وہاں اب مسجد بنی ہوئی ہے اس جگہ عہد مبارک میں کثیر بن صلت کندی کا مکان نہیں تھا۔ بعد میں اس جگہ کے جنوب میں بنا ہے۔ کثیر بن صلت تابعی ہیں۔ عہد نبوی میں پیدا ہوئے۔ پھر مدینہ آئے اور بنی جموح کے حلیف بن گئے۔ ان کا اصلی نام قلیل تھا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "کثیر" رکھا۔ وہاں ان کا بہت بڑا گھر تھا۔ عہد اقدس میں وہاں کوئی عمارت نہیں تھی۔ بلکہ بعد میں بھی میدان ہی رہا۔ اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ عیدین صحرا میں پڑھنی مستحب ہے۔

اس حدیث سے امام بخاری یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سمجھدار بچہ مردوں کی صف میں شامل ہو سکتا ہے۔ اور اگر امام بخاری کی مراد یہ ہو کہ بچوں کی مستقل صف لگانا اس سے ثابت ہے تو مشکل ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابن عباس نابالغ ہوتے ہوئے جماعت میں شریک ہوئے۔ اور نابالغ بچوں کی مردوں کے پیچھے مستقل صف ہوتی تھی۔ تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ اس وقت بھی اسی ترتیب سے صف بندی ہوئی ہوگی۔ تو ثابت کہ نابالغ بچوں کو مستقل صف باندھنا جائز۔

---

عہ اذان باب وضوء الصبیان ص۱۱۹ العیدین باب العلم بالمصلی ص۱۳۳ ثانی الاعتصام باب ماذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۱۰۸۹ ابوداؤد نسائی فی الصلوٰۃ

**حدیث ۵۴۴** عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَاْذَنَکُمْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب عورتیں تم سے رات میں

نِسَاءُکُمْ بِاللَّیْلِ اِلَی الْمَسَاجِدِ فَاْذَنُوْا لَھُنَّ ؎

مسجدوں میں جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دے دو۔

**حدیث ۵۴۵** عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا

لَوْ اَدْرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَ

عورتوں نے جو نیا ڈھنگ بنا رکھا ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے دیکھ

النِّسَاءُ لَمَنَعَھُنَّ الْمَسْجِدَ کَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ

لیتے تو انہیں مسجد سے روک دیتے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا

فَقُلْتُ لِعَمْرَۃَ اَوَ مُنِعْنَ قَالَتْ نَعَمْ ؎

(یحییٰ بن سعید) نے عمرہ سے کہا انہیں روک دیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔

**حدیث ۵۴۶** عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ

سالم بن عبد اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَاْذَنَتِ

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کسی کی بیوی

امْرَاَۃُ اَحَدِکُمْ فَلَا یَمْنَعُھَا ؎

تم سے اجازت چاہے تو اسے منع نہ کرے۔

**تشریحات ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پہلی حدیث میں دو قید ہے۔ رات میں اجازت اور مسجد جانے کی اجازت۔ اور دوسری حدیث مطلق ہے۔ نہ مسجد کی قید ہے نہ رات کی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ کہیں بھی جانے کی اور کسی بھی وقت اجازت چاہیں تو اجازت دینی چاہیئے مگر احادیث ایک دوسرے کی تفسیر ہوتی ہیں۔ مطلق کو مقید پر محمول کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ عینی نے پہلی حدیث کی

---

؎ اذان باب خروج النساء الی المساجد باللیل ص۱۱۹ مسلم صلوٰۃ ؎ اذان باب خروج النساء الی المساجد ص۱۲۰ مسلم ابوداؤد صلوٰۃ ؎ اذان۔ استیذان المرأۃ زوجھا بالخروج الی المسجد ص۱۲۰

شرح میں فرمایا مگر میرے خیال میں دوسری حدیث کو پہلی حدیث کے ساتھ مقید کرنا مناسب نہیں۔ اس لئے کہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر ماں باپ سے ملنے کی اجازت مانگیں تو نہ دی جائے۔ اس لئے ضروری ہے کہ دوسری حدیث پہلی حدیث سے مقید نہ کی جائے دوسری حدیث کا مفاد یہ ہے کہ کسی فرض یا واجب یا مستحب کی ادائیگی کی اجازت مانگیں تو دیدی جائے۔ اس کے عموم سے مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے بھی اجازت داخل ہے۔ اگرچہ دن میں اجازت چاہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلی حدیث سے دن میں مسجد میں نماز کے لئے جانے کی اجازت ممنوع ہو ـــــ بقیہ امور کے لئے اجازت بدستور ہو ـــــ

**مسجد کی حاضری** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دونوں حدیثوں سے اس کی اجازت نکلتی ہے کہ عورتیں مسجد میں نماز باجماعت کے لئے جا سکتی ہیں۔ خواہ وہ پنجگانہ ہوں خواہ جمعہ وعیدین ہوں۔

اور یہی اصل حکم ہے مگر یہ عہد رسالت کی بات ہے جو عہد سراپا خیر وبرکت کا تھا۔ نور نبوت سے عورتوں کے بھی اور مردوں کے بھی سینے معمور تھے۔ اللہ عزّ وجل کا شہود دلوں میں جاگزیں تھا خشیت خداوندی غالب تھی۔ مگر آج جب کہ فتنہ وفساد، ہوا وہوس کا تسلط ہے اس کی اجازت دینی ایسے فتنوں کا دروازہ کھولنا ہے جس کے نتیجے میں مسلم معاشرہ تباہ وبرباد ہو سکتا ہے۔ ایک خوش مزاج صاحب نے ایک بار کہا تھا کہ اگر عورتوں کو مسجدوں میں حاضری کی اجازت دے دی جائے تو پھر سارے مرد بچے نمازی ہو جائیں گے۔ آج کی بات تو بہت دور پہنچ چکی ہے۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے عہد کی بات بتائی ہے جو عہد صحابہ تھا کہ عورتوں نے جو ڈھنگ بنا لئے ہیں اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں دیکھ لیتے تو مسجدوں میں انہیں آنے سے روک دیتے۔ یہ صرف اُمّ المومنین ہی سے نہیں متعدد صحابۂ کرام سے مروی ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: عورت چھپانے کی چیز ہے اللہ عزّ وجلّ سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ گھر کے اندر ہوتی ہے۔ جب باہر نکلتی ہے تو اسے شیطان جھانکتا ہے۔ نیز انہوں نے بڑے مبالغے کے ساتھ قسم کھا کر فرمایا۔ عورت کی گھر کے اندر کی نماز سے زیادہ پیاری اور کوئی چیز نہیں۔ ہاں حج وعمرہ کی بات اور ہے۔ ایک عورت نے ان سے مسجد میں جمعہ کی نماز کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔ گھر کے اندرونی حصے میں تیری نماز گھر والی سے بہتر ہے اور گھر کے اندر تیری نماز بیرونی کمرے سے بہتر ہے۔ اور بیرونی کمرے میں نماز تیری قوم کی مسجد میں نماز سے بہتر ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعہ کے دن جو عورتیں مسجد میں آتیں انہیں کنکری مارتے تھے۔ آج کے حالات کی وجہ سے عورتوں کو مسجد میں آنے سے مطلقاً ممانعت ہے۔ دفع فتنہ اہم واجبات میں سے ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# کتاب الجمعۃ

**حدیث ۵۴۷**

اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَاھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ

عبدالرحمن بن ہرمز اعرج نے یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ

سے سنا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا — ہم سب سے پیچھے قیامت

السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بَیْدَ اَنَّھُمْ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا

کے دن سب سے آگے رہنے والے ہیں۔ ہاں ان کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی۔ پھر یہ وہ دن ہے جس میں

ثُمَّ ھٰذَا یَوْمُھُمُ الَّذِیْ فُرِضَ عَلَیْھِمْ فَاخْتَلَفُوْا فِیْہِ

ان پر نماز فرض کی گئی۔ تو وہ آپس میں اس کے بارے میں لڑ پڑے۔ اللہ نے اس کی طرف

فَھَدَانَا اللّٰہُ لَہٗ فَالنَّاسُ لَنَا فِیْہِ تَبَعٌ اَلْیَھُوْدُ غَدًا وَالنَّصَارٰی بَعْدَ غَدٍ

ہماری رہنمائی فرمائی۔ تو یہ لوگ ہم سے پیچھے ہیں — یہود ایک دن اور نصاریٰ دو دن —

**تشریحات ۵۴۷**

اس پر اُمّت کا اجماع ہے کہ جمعہ فرض ہے۔ اس کی فرضیت قرآن مجید اور احادیث اور قیاس سے ثابت ہے۔ (۱) اللہ عزّوجلّ ارشاد فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ (جمعہ ۹)

"اے ایمان والو! جب جمعے کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی جانب تیزی سے بڑھو اور خریداری چھوڑ دو"

---

عہ الجمعۃ باب فرض الجمعۃ ص۱۲۰ باب ھل من لا یشھد الجمعۃ غسل ص۱۲۳ مسلم۔ نسائی۔ جمعۃ

امر وجوب کے لئے آتا ہے۔ ذکر اللہ سے مراد خطبہ ہے۔ تو اس آیت سے ثابت کہ خطبہ سننا فرض ہے۔ اور خطبہ شرائط میں سے ہے جب شرط کے لئے حضور فرض تو مشروط کے لئے بدرجہ اولیٰ فرض ہوگا۔ پھر ترکِ بیع کا حکم اس کو اور مؤکد کرتا ہے۔ اس لئے کہ بقاء حیات کے لئے خرید و فروخت فرض اور ترکِ فرض، فرض کی ادائیگی ہی کے لئے ہو سکتا ہے۔ کسی مستحب کے لئے نہیں۔

احادیث اس بارے میں کثیر وارد ہیں (۱) بیہقی نے حضرت جابر اور حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ فَرَضَ عَلَیْکُمُ الْجُمُعَۃَ جان لو! کہ اللہ عزوجل نے تم پر جمعہ فرض فرمایا ہے

ابوداؤد[۲] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْجُمُعَۃُ عَلٰی مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ جو اذان سنے اس پر جمعہ واجب ہے۔

نسائی[۳] نے سند صحیح علیٰ شرط مسلم کے ساتھ اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَوَاحُ الْجُمُعَۃِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ جمعہ کے لئے جانا ہر بالغ پر واجب ہے "

قیاس سے اس طرح ثابت کہ ظہر کا بدل ہے۔ اور ظہر فرض ہے۔ فرض کا بدل فرض ہی ہوگا۔ مستحب سنت نہیں ہو سکتا۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ فرض عین ہے۔ فرض کفایہ نہیں۔ جمعہ کی فرضیت قطعی ہے۔ جو اس کا انکار کرے کافر ہے۔

**بَیْدَ** بَیْدَ، غَیْرَ کا ہم وزن ہم معنیٰ اور ہم اعراب ہے۔ داؤدی نے کہا کہ یہ عَلٰی اور مَعَ کے معنیٰ میں ہے۔ اس صورت میں ظرفیت کی بنا پر منصوب ہوگا۔ اور غیر کے معنیٰ میں ہوگا تو استثناء کی بنا پر۔

**الذی فرض** اس سے یہ مراد نہیں کہ اللہ عزّوجلّ نے ان پر جمعہ کی تعیین فرمادی تھی۔ اگر ہوتا تو مومن ہوتے ہوئے اسے ترک نہ کیے کرتے۔ ابن بطال نے کہا کہ اللہ عزّوجل نے ان کے لئے جمعہ کا دن مقرر فرمایا مگر ساتھ ہی ساتھ انہیں یہ اختیار دے دیا تھا کہ چاہیں تو بدل لیں تو انہوں نے آپس میں اختلاف کیا اور جمعہ کا دن اختیار کرنے کی انہیں توفیق نہ ہوئی۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ ان کے لئے جمعہ کا دن بعینہٖ اللہ عزّوجل نے متعین فرمایا۔ مگر وہ نہ مانے اور دوسرے دن کو اختیار کیا۔ تو اللہ عزّوجل نے ان کے پسندیدہ دن کو مقرر فرمادیا۔ اس کی تائید امام سدی کے اس قول سے ہوتی ہے جسے ابن ابی حاتم نے روایت کیا۔ اللہ عزوجل نے یہود کے لئے جمعہ کا دن مقرر فرمایا مگر وہ نہ مانے اور عرض کیا۔ اے موسیٰ! اللہ عزوجل نے ہفتہ کے دن کچھ نہیں پیدا فرمایا۔ اسی کو ہمارے لئے مقرر فرمادیں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ہفتے کے دن کو مقرر فرمادیا۔ اور یہ ان سے مستبعد نہیں۔

---

[۱] اول صلوٰۃ باب من تجب علیہ الجمعۃ ص۱۵۱ [۲] اول جمعۃ باب التشدید فی التخلف عن الجمعۃ ص۲۰۲

**حدیث ۵۴۸** عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَاءَ اَحَدُکُمُ الْجُمُعَۃَ فَلْیَغْتَسِلْ ؏

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جمعہ کے لئے آؤ تو غسل کرو۔

**فھذا انا اللہ** اس میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ عزوجل نے بالتصریح جمعے کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ دوسرے یہ کہ اس بارے میں من جانب اللہ کوئی نص نہیں۔ مگر اللہ عزوجل نے مسلمانوں کے دل میں القاء فرمایا۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ابن سیرین نے فرمایا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ تشریف آوری سے پہلے ہی اہل مدینہ جمعہ پڑھنے لگے تھے۔ ابوداؤد[۱] اور ابن ماجہ[۲] میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ وسلم کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے اسعد بن زرارہ نے پہلا جمعہ پڑھایا۔ اس سے مراد خاص نماز جمعہ پڑھنا ہے۔ ورنہ جمعے کا دن عرب میں پہلے ہی سے مکرم تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اجداد کرام میں، مُرّہ بن کعب کو یہ شرف حاصل ہوا کہ عروبہ کے دن لوگوں کو جمع کرتے اور انہیں خطبہ دیتے نصیحت فرماتے۔ خاص کر انہیں اس کی تاکید کرتے کہ میری اولاد سے پیغمبر آخر الزماں پیدا ہوں گے تم سب ان پر ایمان لانا۔ جمعہ ہی کو پہلے عروبہ کہتے تھے[۳]

**الیھود غدا** عبارت کی تقدیر یوں ہے۔ یعظم الیھود غدا۔ یعظم النصاریٰ بعد غدٍ۔ یہود نے ہفتے کا دن اس لئے اختیار کیا کہ اللہ عزوجل نے دنیا کی تخلیق جمعہ کو مکمل کرلی۔ ہفتے کو کچھ بنانا باقی نہ تھا۔ تو انہوں نے کہا کہ اس دن ہم بھی کاروبار بند کریں گے۔ اور اللہ عزوجل کا شکر کریں گے۔ نصاریٰ نے کہا کہ چونکہ اتوار سے عالم کی تخلیق شروع فرمائی تھی اس لئے اس دن ہم اس کی عبادت کریں گے۔

**تشریحات ۵۴۸** یہاں باب کے تین جز ہیں۔ جمعہ کے دن غسل کی فضیلت۔ بچوں کا جمعہ میں حاضر ہونا۔ عورتوں کا حاضر ہونا۔ حدیث کو پہلے جز کے ساتھ مناسبت ہے مگر دوسرے اجزاء کے ساتھ نہیں۔ اگرچہ احدکم کے عموم میں بچے اور عورتیں داخل ہیں۔ مگر چونکہ ابھی حدیث گزری کہ فرمایا۔ جمعے کا غسل ہر بالغ پر ہے۔ تو بچے نکل گئے۔ اور ابھی حدیث گزری کہ عورتوں کو مسجد میں نماز کے لئے جانے کی اجازت صرف رات کے ساتھ خاص ہے۔ اس لئے وہ بھی نکل گئیں۔ اس لئے امام بخاری نے کوئی حکم نہیں بیان فرمایا اور سوال کر کے چھوڑ دیا۔ احدکم کے عموم کو سامنے رکھ کر سوال بہرحال قائم ہی ہے۔ اگر عورتیں اور بچے اس عموم میں داخل ہیں تو انہیں حاضری ضروری ہے اور اگر داخل نہیں تو انہیں جمعہ کی حاضری ضروری نہیں

---

ع جمعہ باب فضل الغسل یوم الجمعۃ ص۱۲۰ مسلم ترمذی ابن ماجۃ کلھم فی الجمعۃ۔

۱ صلوٰۃ باب الجمعۃ فی القریٰ ص۱۵۳ ۲ الجمعۃ باب فرض الجمعۃ ص۷۷ ۳ مدارج النبوۃ دوم ص۱۱

**حدیث ۵۴۹** عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ عُمَرَ بْنَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ عمر بن

الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بَیْنَا ھُوَ قَائِمٌ فِی الْخُطْبَۃِ

خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ میں جمعہ کے دن کھڑے تھے — کہ

یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُھَاجِرِیْنَ الْاَوَّلِیْنَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب مہاجرین اوّلین میں سے ایک

مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَادَاہُ

صاحب آئے — عمر نے ان سے بلند آواز سے کہا یہ کون سا وقت

عُمَرُ اَیَّۃُ سَاعَۃٍ ھٰذِہٖ قَالَ اِنِّیْ شُغِلْتُ فَلَمْ اَنْقَلِبْ

ہے — انہوں نے فرمایا میں کام میں مشغول تھا اپنے اھل تک لوٹا

آگے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ذکر فرمائی کہ جمعے کا غسل ہر بالغ پر ہے۔ اس سے جواب ہو گیا کہ بچوں پر جمعہ کی حاضری ضروری نہیں۔ رہ گئیں عورتیں تو وہ اس حدیث سے مستثنیٰ ہیں جو گزر چکی کہ رات میں مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو دیدو۔ رات کے ساتھ تخصیص دلیل ہے کہ دن میں اجازت نہ دی جائے تو ثابت کہ ان پر جمعہ نہیں۔

**افادہ** حدیث میں اِذَا، اسم شرط ہے۔ اور قضیہ شرطیہ کے صدق کے لئے مقدم و تالی کا صدق یا وجود ضروری نہیں۔ تو اس حدیث کی دلالت وقوع پر نہ ہوئی۔ اس سے ترشح ہوتا ہے کہ جمعہ فرض نہیں — اس کا جواب علامہ عینی نے یہ دیا کہ اذا، اسی پر داخل ہوتا ہے جس کا وقوع یقینی ہو۔

یہ غسل، جمعہ کے دن کی تعظیم کے لئے ہے یا نماز جمعہ کے لئے — امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ یہ نماز جمعہ کے لئے ہے۔ اور یہی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ غسل کرنے کے بعد اگر اسی غسل سے نماز پڑھے گا تو غسل کا ثواب پائے گا۔ اور اگر غسل کے بعد کوئی ناقض وضو پایا گیا پھر وضو کیا اور نماز پڑھی تو غسل کا ثواب نہیں ملے گا۔ امام حسن بن زیاد نے فرمایا کہ یہ غسل جمعہ کے دن کی اظہار فضیلت کے لئے ہے۔ اس لئے صبح سے لے کر نماز سے پہلے پہلے جب بھی غسل کرے گا غسل کا ثواب پائے گا اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔ مگر اس پر بہت بڑا نقض یہ ہے کہ اگر نماز جمعہ کے بعد کوئی غسل کرے تو اسے غسل کا ثواب ملنا چاہیئے حالانکہ اس کا قائل کوئی نہیں۔

**تشریحات ۵۴۹** رجل — یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جیسا کہ موطا امام مالک میں ہے

المھاجرین الاولین — مہاجرین اولین سے کیا مراد ہے۔ اس میں تین قول ہیں۔ امام شعبی نے فرمایا یہ وہ حضرات ہیں جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے اور سعید بن مسیب نے فرمایا۔ وہ

87

إِلَى أَهْلِي حَتَّى سَمِعْتُ التَّأْذِينَ فَلَمْ أَرِدْ أَنْ تَوَضَّأْتُ

بھی نہ تھا کہ میں نے اذان سنی اور صرف وضو کیا، عمر نے کہا۔ صرف

قَالَ وَالْوُضُوءَ أَيْضًا وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى

وضو ہی پر اکتفا — حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ بِالْغُسْلِ ؏

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل کا حکم دیتے تھے۔

مہاجرین ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی جانب نماز پڑھی۔ کشاف میں ہے۔ یہ شرکاء بدر ہیں۔

**ایۃ ساعۃ** مطلب یہ تھا کہ آپ کو اول وقت آنا چاہیئے تھا۔ اتنی دیر کیوں کردی۔ اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ آپ نماز سے کیوں رُکے رہے والوضوء ایضا۔ واؤ عاطفہ ہے جس کا معطوف وہ جملہ ہے جو "ایۃ ساعۃ" کا مدلول ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا کہ یہ واؤ ہمزۂ استفہام کا عوض ہے جیسے اس آیت میں قَالَ فِرْعَوْنُ ءَآمَنتُمْ بِهِ میں ایک قرأت وَآمَنتُمْ بِهِ بھی ہے۔ اس میں واؤ ہمزۂ استفہام کا عوض ہے۔

**کان یامر بالغسل** اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو جمعہ کے لئے جائے اسے چاہیئے کہ غسل کرے۔ جو لوگ جمعہ کے دن غسل واجب جانتے ہیں ان کی ایک دلیل اس حدیث کا یہ جملہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل کا حکم دیتے تھے۔ اور امر وجوب کے لئے ہے۔ مگر یہی حدیث ہماری بھی مستدل ہے۔ کہ اگر جمعہ کے دن غسل واجب ہوتا تو حضرت عثمان بغیر غسل کے جمعہ کے لئے نہ آتے۔ اور اگر آگئے تھے تو حضرت عمر انہیں غسل کے لئے واپس کرتے یہ سب جمعہ کے دن صحابۂ کرام کی موجودگی میں ہوا تو ثابت ہو گیا کہ غسل واجب نہیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جن احادیث میں فلیغتسل آیا ہے۔ ان میں امر وجوب کے لئے نہیں۔ نیز یہ بھی کہ واجب علی کل محتلم میں واجب کے لغوی معنیٰ مراد ہیں۔

ہمارا مذہب مختار یہ ہے کہ اذان اول ہی سے خرید و فروخت ممنوع ہے۔ کیونکہ اگر اذان ثانی تک خرید و فروخت کی اجازت دیجائے۔ تو بسا اوقات جمعہ فوت ہو جائے گا۔ چونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ابھی اذان اول شروع ہی نہ ہوئی تھی۔ اسے تو حضرت عثمان نے اپنے عہد خلافت میں شروع فرمایا ہے۔ اس لئے اس عہد میں خرید و فروخت کی ممانعت میں اسی کا اعتبار تھا۔ ہمارے یہاں خرید و فروخت کی ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت خرید و فروخت کرنے والے گنہگار ہوں گے مگر عقد بیع درست ہو جائے گا۔ امام شافعی وغیرہ کے یہاں بیع ہی منعقد نہ ہوگی۔

---

؏ جمعۃ باب فضل الغسل یوم الجمعۃ ص۱۲۰ مسلم ترمذی

## حدیث ۵۵۰

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ قَالَ حَدَّثَنِیْ

عمرو بن سلیم انصاری نے کہا کہ میں

عَمْرُو بْنُ سُلَیْمِ الْاَنْصَارِیُّ قَالَ اَشْهَدُ عَلٰی اَبِیْ سَعِیْدٍ

ابو سعید خدری کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے فرمایا کہ

قَالَ اَشْهَدُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں گواہی دیتا ہوں

قَالَ اَلْغُسْلُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ

کہ انہوں نے فرمایا۔ جمعے کے دن ہر بالغ پر غسل واجب ہے۔

وَّاَنْ یَّسْتَنَّ وَاَنْ یَّمَسَّ طِیْبًا اِنْ وَّجَدَ قَالَ عَمْرٌو

اور مسواک کرنا اور خوشبو لگانا اگر پائے۔ راوی حدیث عمرو نے کہا

اَمَّا الْغُسْلُ فَاَشْهَدُ اَنَّهٗ وَاجِبٌ وَاَمَّا الْاِسْتِنَانُ

غسل کے بارے میں تو گواہی دیتا ہوں کہ وہ واجب ہے لیکن

وَالطِّیْبُ فَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَاجِبٌ هُوَ

مسواک اور خوشبو تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ واجب

اَمْ لَا وَلٰکِنْ هٰکَذَا فِی الْحَدِیْثِ [عہ]

ہے یا نہیں لیکن حدیث میں یوں ہی ہے

## تشریحات

قال عمرو اس سے مراد راوی حدیث عمرو بن سلیم ہیں۔ یہ تشریک فی الذکر کے لئے تشریک فی الحکم ضروری نہیں جانتے تھے۔ اس لئے غسل کے واجب ہونے پر یقین کیا اور مسواک اور خوشبو کے بارے میں شک کیا۔ ہمارے یہاں اگرچہ یہ مسلم ہے کہ ذکر میں شرکت سے حکم میں شرکت لازم نہیں۔ مگر دوسرے دلائل سے غسل بھی مسواک اور خوشبو کی طرح واجب نہیں جیسا کہ گزر چکا۔ صحابہ کرام کو جمعہ کے دن خوشبو کا بڑا اہتمام تھا۔ حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر جمعے کو کپڑوں کو خوشبو میں بساتے تھے۔ حضرت معاویہ بن قرہ نے کہا کہ میں نے اہل مدینہ میں تیس افراد کو دیکھا کہ وہ بھی یہی کرتے تھے۔

---

عہ جمعۃ باب فضل غسل یوم الجمعۃ ص۱۲۱ مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ طہارت

## حدیث ۵۵۱

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کو جنابت

یَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ

کے غسل کی طرح غسل کرے پھر (جمعہ کے لئے) جائے تو گویا اس نے اونٹ صدقہ

بَدَنَةً وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَةِ الثَّانِیَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ

کیا اور دوسری ساعت میں گیا تو اس نے گائے صدقہ کی اور

بَقَرَةً وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ

جو تیسری ساعت میں گیا تو گویا اس نے مینڈھا صدقہ کیا اور

كَبْشًا اَقْرَنَ وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ

جو چوتھی ساعت میں گیا تو گویا اس نے مرغی صدقہ کی اور جو

دَجَاجَةً وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ

پانچویں ساعت میں گیا تو گویا اس نے انڈا صدقہ کیا — پس جبکہ

بَیْضَةً فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ[1]

امام (خطبے کے لئے) نکل آیا تو فرشتے (خطبہ سننے کے لئے) حاضر ہو جاتے ہیں اور ذکر سنتے ہیں

## تشریحات ۵۵۱

تکمیل — یہ حدیث تھوڑے سے تغیر کے ساتھ، باب الاستماع للخطبۃ اور بدء الخلق، میں بھی ہے۔ ان میں یہ زائد ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اوّل فالاوّل کی ترتیب سے آنے والوں کا نام لکھتے ہیں — اخیر میں ہے کہ جب امام خطبہ کے لئے نکل آتا ہے تو صحیفے لپیٹ دیتے ہیں اور ذکر سنتے ہیں۔

ابوالفضل[1] جوزی کی کتاب الترغیب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث مرفوع مروی ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتوں کو جھنڈے دے کر ہر اس مسجد میں بھیجا جاتا ہے جس میں جمعہ ہوتا ہے — اور جبرئیل مسجد حرام میں تشریف لے جاتے ہیں ہر فرشتے کے ساتھ لکھنے والے بھی رہتے ہیں جن کے چہرے

---

عہ جمعۃ - باب فضل الجمعۃ ص۱۲۱ باب الاستماع للخطبۃ ص۱۲۵ بدء الخلق باب ذکر الملائکۃ ص۴۵۶ مسلم جمعۃ - ابوداؤد - طہارت - ترمذی جمعۃ - نسائی جمعۃ - مرطا امام جمعۃ - مسند امام احمد جلد رابع ص۴۶۰

[1] عمدۃ القاری جلد سادس ص۷۰

چودھویں کے چاند کی طرح ہوتے ہیں ان کے ساتھ چاندی کے قلم اور چاندی کے کاغذ ہوتے ہیں۔ جو آنے والوں کو ترتیب وار لکھتے ہیں۔ جو امام سے پہلے آیا اسے سابقین میں لکھتے ہیں۔ اور جو امام کے آنے کے بعد آیا تو لکھتے ہیں یہ خطبے میں شریک ہوا۔ اور جو نماز کے وقت آتے ہیں ان کے بارے میں لکھتے ہیں، جمعے میں حاضر ہوا۔ اور جب امام سلام پھیر لیتا ہے تو فرشتے نمازیوں کے چہرے پر تجسس کی نگاہ ڈالتے ہیں اگر کسی ایسے شخص کو نہیں پاتے ہیں جو پہلے سابقین میں سے تھا تو عرض کرتے ہیں اے رب ہم نے فلاں کو نہیں پایا۔ ہم نہیں جانتے آج کیوں نہیں آیا۔ اگر تو نے اسے اٹھا لیا ہے تو اس پر رحم فرمانا۔ اگر بیمار رہے تو اسے شفا دے اور اگر سفر میں گیا ہے تو اس کو اچھا ساتھی نصیب فرمانا اور لکھنے والے فرشتے آمین کہتے ہیں۔

**غسل الجنابۃ** اس سے مراد یہ ہے کہ جیسے جنابت کا غسل اچھی طرح کیا جاتا ہے۔ اسی کے مطابق، اچھی طرح غسل کرے اور حقیقی معنیٰ کا بھی احتمال ہے یعنی وہ غسل جنابت ہی کرے۔ اس کی مؤید ابو داؤد[1] وغیرہ کی یہ حدیث ہے جو حضرت اوس ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو جمعے کے دن غسل کرے اور کرائے اور سویرے لیجائے اور جائے خطبے کا اول حصہ پائے اور پیدل چلے سوار ہو کر نہ جائے اور امام کے قریب رہے۔ بغور خطبہ سنے اور کوئی لغو کام نہ کرے تو اسے ہر قدم پر سال بھر کے روزے اور قیام کا ثواب ملے گا۔

**ثم راح** رواح کے معنیٰ زوال کے بعد چلنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے فرش کے بارے میں ہے۔ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ــــــ صبح کو ایک ماہ کی مسافت طے کرتا اور شام کو ایک مہینے کی۔ اب اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جو بعد زوال فوراً جمعے کے لئے سب سے پہلے حاضر ہوا۔ اسے اونٹ صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ اور جو اس کے بعد آیا تو اسے گائے صدقہ کرنے کا ثواب۔ تو جن روایتوں میں الساعۃ الاولیٰ والثانیہ، آیا ہے۔ اس سے مراد مطلق وقت ہے۔ یعنی جو سب سے پہلے آیا پھر جو اس کے بعد آیا۔ یہی امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ کہ ساعات سے مراد لحظات خفیفہ ہیں۔ مگر امام شافعی اور جمہور ساعت سے مراد اس کا عرفی معنیٰ لیتے ہیں یعنی دن کے بارہ حصوں میں سے ایک حصہ۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جو دن کی پہلی ساعت میں پھر جو دن کی دوسری ساعت میں۔ عام روایتوں میں پانچ ہی کا ذکر ہے مگر ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جو پانچویں ساعت میں آیا گویا اس نے ایک چڑیا صدقہ کی اور جو چھٹی ساعت میں آیا اس نے انڈا صدقہ کیا۔ چھٹی ساعت کے بعد زوال ہو جاتا ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بعد زوال فوراً جمعہ کے لئے تشریف لاتے تھے۔ اگر ان ساعات سے بعد زوال کی ساعتیں مراد لی جائیں تو پھر تفصیل مذکور کی گنجائش نہ

---

[1] اول طہارت باب غسل یوم الجمعۃ ص۵ نسائی اول جمعۃ باب فضل غسل یوم الجمعۃ ص۲۰۵ ابن ماجۃ اقامۃ الصلوٰت باب فی الغسل یوم الجمعۃ ص۷۷ دارمی صلوٰۃ۔ مسند امام احمد ج ۲ ص۲۰۹ ج ۴ ص۱۰

**حدیث ۵۵۲** عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ عُمَرَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر

بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بَیْنَمَا ھُوَ یَخْطُبُ یَوْمَ

بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعے کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ

الْجُمُعَۃِ اِذْ دَخَلَ عُثْمَانُ رَجُلٌ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ

ایک صاحب (حضرت عثمان) داخل ہوئے تو حضرت عمر بن

الْخَطَّابِ لِمَ تَحْتَبِسُوْنَ عَنِ الصَّلٰوۃِ فَقَالَ الرَّجُلُ

خطاب نے فرمایا آپ اول وقت نماز کے لئے آنے سے کیوں رُکے رہے تو انہوں

مَا ھُوَ اِلَّا اَنْ سَمِعْتُ النِّدَاءَ تَوَضَّاْتُ فَقَالَ اَلَمْ تَسْمَعُوا النَّبِیَّ صَلَّی

نے بتایا ہوا یہ کہ میں نے اذان سنی اور وضو کیا — تو حضرت عمر نے فرمایا۔ کیا آپ

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاحَ اَحَدُکُمْ اِلَی الْجُمُعَۃِ فَلْیَغْتَسِلْ[عہ]

نے نہیں سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جمعے کے لئے آؤ تو غسل کر لیا کرو۔

رہے گی۔ صحابہ کرام کی عادت تھی کہ نماز فجر کے بعد ہی مسجد اقدس میں حاضر رہتے اور جمعہ پڑھ کر گھر جاتے۔ اقول وباللہ التوفیق — اسی بخاری میں حدیث ۵۶۸ آرہی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا — کہ جب سخت جاڑا ہوتا تو جمعہ کی نماز اول وقت میں پڑھتے اور جب گرمی سخت ہوتی تو جمعہ ٹھنڈا کر کے پڑھتے۔ پھر مطلقاً یہ حکم لگانا کہ ہمیشہ بعد زوال فوراً پڑھتے، صحیح نہیں اور رَوَاح کے معنی مطلق جانے کے بھی آتے ہیں —— نیز زوال سے لے کر سورج ڈوبنے سے پہلے چلنے پر رَوَاح صادق ہے۔ اس لئے اس حدیث کی توجیہ وہی راجح ہے جو حضرت امام مالک نے فرمایا۔ گرمیوں میں جمعے میں بھی تاخیر مستحب ہے۔ اس کی مکمل بحث اس کے باب میں مذکور ہوگی۔

**حضرات الملائکۃ** صحیح یہی ہے کہ یہ فرشتے انسان پر مقرر فرمودہ فرشتوں کے علاوہ ہیں جو خاص اسی خدمت کے لئے آسمان سے آتے ہیں۔ جیسا کہ ابوالفضل کی کتاب الترغیب سے حدیث گزری کہ جبریل امین علیہ السلام مسجد حرام میں آتے ہیں۔ پھر اس کی یہ تشریح کہ ہر فرشتے کے کاتب ہوتے ہیں، یہ بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ علاوہ ازیں دوسری روایتوں میں ہے کہ فرشتے مسجدوں کے دروازوں پر رہتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں اور کراماً کاتبین اور حافظین علیحدہ نہیں ہوتے ہیں — جس پر مقرر ہیں اسی کے ساتھ رہتے ہیں۔ اخیر میں یہ ہے کہ جب امام آجاتا ہے تو صحیفے لپیٹ دیتے ہیں۔ اور کراماً کاتبین کے صحیفے اس وقت بھی کھلے رہتے ہیں۔

---

عہ جمعۃ باب ص۱۲۱ مسلم صلوٰۃ۔ ابوداؤد طہارت

## حدیث ۵۵۳

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَغْتَسِلُ رَجُلٌ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص بھی جمعے کو غسل کرے اور

وَیَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَیَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهٖ اَوْ

جتنا ہو سکے خوب پاک ہو لے اور تیل لگا لے یا خوشبو مل لے، پھر

یَمَسُّ مِنْ طِیْبِ بَیْتِهٖ ثُمَّ یَخْرُجُ فَلَا یُفَرِّقُ بَیْنَ اثْنَیْنِ

(جمعے کے لئے) نکلے اور دو کے درمیان تفریق نہ کرے پھر اس کے

ثُمَّ یُصَلِّیْ مَا کُتِبَ لَهٗ ثُمَّ یُنْصِتُ اِذَا تَکَلَّمَ الْاِمَامُ

مقدر میں جتنا لکھا ہو نماز پڑھے، پھر جب امام خطبہ دے تو چپ رہے۔

اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا بَیْنَهٗ وَمَا بَیْنَ الْجُمُعَۃِ الْاُخْرٰی عہ

تو اس دوسرے جمعہ کے مابین جو کچھ کرے سب بخش دیا جائے گا۔

## تشریحات ۵۵۳

ہفتہ بھر کے گناہوں سے مغفرت حاصل کرنے کی سات شرطیں اس حدیث میں مذکور ہیں اول غسل۔ دوم استطاعت بھر طہارت۔ اس سے یا تو صفائی ستھرائی میں مبالغہ مراد ہے یا سر کو اچھی طرح دھونا مراد ہے۔ یا اچھے سے اچھا جو کپڑا میسر ہو اس کا پہننا مراد ہے۔ سوم سر اور داڑھی میں تیل لگا کر اس کی پراگندگی دور کرنا۔ یعنی تیل لگا کر کنگھا بھی کرے۔ چہارم۔ میسر ہو تو خوشبو ملنا۔ پنجم۔ مسجد میں حاضر ہو کر دو بیٹھے ہوئے آدمیوں کے درمیان گھس کر نہ بیٹھے۔ جس سے انہیں تنگی ہو جائے۔ ششم۔ جتنی ہو سکے نماز پڑھے۔ ہفتم۔ خطبہ کے وقت خاموش رہے — ان سات کے علاوہ سات اور دوسری احادیث میں مذکور ہیں — ہشتم۔ پیدل چل کر مسجد میں حاضر ہونا۔ لیکن اگر گھر دور ہے۔ کہ پیدل چل کر جانے میں جمعہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو سواری سے جانا ضروری ہے۔ نہم۔ راستے میں یا مسجد میں کسی کو ایذاء نہ دے۔ دہم۔ کسی کی گردن پھلانگ کر نہ جائے۔ جب کہ معلوم ہے کہ آگے جگہ نہیں ہے۔ اور اگر معلوم ہے کہ جگہ ہے تو ضرور آگے جائے۔ اگرچہ گردنیں پھلانگنی پڑے کہ اس نے آگے جگہ چھوڑ کر پیچھے بیٹھ کر خود ہی اپنی حرمت کھو دی۔ یازدہم۔ وقار و اطمینان کے ساتھ چلے۔ دوازدہم۔ امام سے قریب رہے۔ سیزدہم۔ کوئی لغو کام نہ کرے۔ مثلاً کنکریوں سے کھیلنا۔ کپڑے سے کھیلنا۔ چہاردہم۔ بغور خطبہ کو سننا — الجمعۃ الاخریٰ سے مراد، اگلا آنے والا جمعہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور پچھلا گذشتہ بھی۔

**مسائل** احناف کے یہاں امام جب اپنی جگہ سے خطبہ کے لئے اُٹھے یا حجرے میں ہو اور حجرے سے نکلے تو نماز، سلام، کلام، ذکر، تلاوت، سب ممنوع ہیں۔ یہاں تک کہ خطبہ پورا ہو جائے۔ پوری بحث آگے آتی ہے۔

---

عہ جمعۃ باب الدھن للجمعۃ ص۱۲۱ دارمی صلوٰۃ

**حدیث ۵۵۴**

قَالَ طَاؤُسٌ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ ذَكَرُوا اَنَّ

طاؤس نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِغْتَسِلُوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ

سے پوچھا۔ لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے

وَاغْسِلُوْا رُءُوْسَكُمْ وَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا جُنُبًا وَّاَصِيْبُوْا

دن غسل کرو اور اپنے سروں کو دھوؤ اگرچہ جنب نہ ہو، اور خوشبو لگاؤ

مِنَ الطِّيْبِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَمَّا الْغُسْلُ فَنَعَمْ وَاَمَّا الطِّيْبُ فَلَا اَدْرِيْ

تو حضرت ابن عباس نے فرمایا غسل تو ٹھیک ہے لیکن خوشبو تو میں نہیں جانتا۔

**حدیث ۵۵۵**

عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ ذَكَرَ

طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغُسْلِ

روایت کیا کہ ان کے سامنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد جمعے

يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَيَمَسُّ طِيْبًا

کے دن غسل کے بارے میں ذکر کیا گیا۔ تو میں نے ابن عباس سے پوچھا کیا خوشبو

اَوْ دُهْنًا اِنْ كَانَ عِنْدَ اَهْلِهٖ فَقَالَ لَا اَعْلَمُهٗ

یا تیل اگر اس کے اہل کے پاس ہو تو استعمال کرے گا۔ تو فرمایا — میں نہیں جانتا۔

**تشریحات ۵۵۵ ۵۵۴**

یہاں باب ہے۔ جمعے کے دن تیل لگانا۔ دوسری روایت کو تو صریح مطابقت ہے البتہ پہلی حدیث میں تیل کا ذکر نہیں۔ اس کو باب سے مطابقت یوں ہے کہ نہانے کے بعد لوگ تیل ضرور لگاتے ہیں تو گویا نہانے کو تیل لگانا عادۃً لازم ہے۔

**ذکروا** صیغہ جمع ذکر کیا۔ مگر اس سے مراد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جیسا کہ شرح معانی الآثار اور ابن خزیمہ اور ابن حبان[۲] میں بطریق عمرو بن دینار جو روایت ہے اس میں ان کے نام کی تصریح ہے۔

**لا ادری، لا اعلمہ** یعنی مجھے یہ نہیں معلوم کہ خوشبو یا تیل لگا لو۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یا نہیں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ مراد ہو کہ جمعے کے دن خوشبو لگانا سنت ہے یا نہیں یہ مجھے معلوم نہیں۔

---

عہ جمعۃ باب الدھن للجمعۃ ص۱۲۱ نسائی صلوٰۃ عہ جمعہ باب الدھن للجمعۃ ص۱۲۱ مسلم صلوٰۃ

[۱] اول طہارت باب الغسل یوم الجمعۃ ص۵۹ [۲] عمدۃ القاری۔ سادس ص۱۷۷

## حدیث ۵۵۶

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت

عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ رَاٰی حُلَّۃً سِیَرَاءَ

ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کے دروازے پر ریشمی جوڑا دیکھا

عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوِ اشْتَرَیْتَ

تو عرض کیا۔ یارسول اللہ! اگر حضور اسے خرید لیتے اور جمعے کے دن اور

ھٰذِہٖ فَلَبِسْتَھَا یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَ لِلْوَفْدِ اِذَا قَدِمُوْا عَلَیْکَ

جب وفد حاضر ہوتے اس وقت پہنتے — اس پر رسول اللہ

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا یَلْبَسُ ھٰذِہٖ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے وہی پہنتا ہے جس کا

مَنْ لَّا خَلَاقَ لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ ثُمَّ جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی

آخرت میں کوئی حصہ نہیں — اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْھَا حُلَلٌ فَاَعْطٰی عُمَرَ بْنَ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ویسے ہی جوڑے آئے تو اس میں

الْخَطَّابِ مِنْھَا حُلَّۃً فَقَالَ عُمَرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَسَوْتَنِیْھَا

سے ایک جوڑا عمر بن خطاب کو دیا۔ تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ یہ مجھے پہننے کے لئے عطا

وَقَدْ قُلْتَ فِیْ حُلَّۃِ عُطَارِدَ مَا قُلْتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

فرمارہے ہیں حالانکہ حلہ عطارد کے بارے میں وہ فرما چکے ہیں — تو رسول اللہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَمْ اَکْسُکَھَا لِتَلْبَسَھَا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تم کو پہننے کے لئے نہیں دیا ہے۔ تو حضرت

فَکَسَاھَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَخًا لَّہٗ بِمَکَّۃَ مُشْرِکًا ۔

عمر بن خطاب نے یہ جوڑا مکے کے باشندے اپنے ایک مشرک بھائی کو پہننے کے لئے دے دیا۔

## تشریحات ۵۵۶

لغات — حُلَّۃ چادر۔ تہبند۔ سِیَرَاء۔ خالص ریشمی عُطَارِد ایک صاحب کا نام ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حُلّہ اپنے جس بھائی کو

عہ جمعۃ باب مایلبس احسن مایجدہ ص۱۲۱ ہبۃ باب ھدیۃ ما یکرہ لبسھا ص۳۵۶ باب الھدیۃ للمشرکین ص۳۵۴ ثانی لباس باب مایرخص للرجال من الحریر للحکۃ ص۸۶۸ لباس باب صلۃ الاخ المشرک ص۸۸۵ مسلم لباس۔ ابوداؤد۔ لباس۔ نسائی زینت۔ ابن ماجۃ لباس۔ موطا امام مالک لبس۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص۱۳

**حدیث ۵۵۷** عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری اُمت پر شاق نہ ہوتا

عَلٰی اُمَّتِیْ، اَوْ، لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلَی النَّاسِ لَاَمَرْتُهُمْ

یا یہ فرمایا۔ اگر لوگوں پر شاق نہ ہوتا تو انہیں ہر نماز کے

بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلٰوةٍ عه

ساتھ مسواک کا حکم دیتا۔

دیا تھا ان کا نام عثمان بن حکیم تھا۔ یہ ان کے اخیافی بھائی تھے یا رضاعی۔ صحیح یہ ہے کہ یہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ جیسا کہ بخاری ہی کی کتاب البیوع اور کتاب الادب کی روایتوں سے ظاہر ہے کہ فرمایا۔ اسلام لانے سے پہلے یہ ہدیہ دیا تھا۔

**مطابقت باب** یہاں باب کا عنوان یہ ہے ۔ جمعے کے دن سب سے عمدہ لباس پہننے۔ داؤدی نے کہا کہ اس حدیث کی باب سے مطابقت نہیں۔ اس لئے کہ حضرت عمر کی عرضداشت کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رد فرما دیا تھا۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ مطابقت اس طرح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت عمر نے جو گزارش کی اس کو اس بنیاد پر نہیں رد فرمایا کہ جمعہ کے دن عمدہ لباس کو ناپسند فرمایا۔ بلکہ خاص اس ریشمی حلے کے سلسلے میں انکار فرمایا۔ کہ وہ مردوں کو پہننا جائز نہ تھا۔ بقیہ حضرت عمر کی گزارش سے التزاماً یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جمعے کے دن عمدہ لباس زیب تن فرمائیں۔ اسے رد نہیں فرمایا۔ اس پر سکوت فرمایا۔ جس سے اس کی تائید مفہوم ہوتی ہے۔ نیز اسی التماس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہی تھی کہ جمعے کے دن عمدہ سے عمدہ لباس زیب تن فرماتے تھے۔

**تشریحات ۵۵۷** اس حدیث پر باب کا عنوان ہے۔ جمعے کے دن مسواک۔ اس کا اثبات "کُلِّ صَلٰوةٍ" کے عموم سے ہوتا ہے۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار حاصل ہے۔ کہ وہ جو چیز چاہیں واجب کر دیں اور جسے چاہیں موقوف کر دیں۔ ظاہر حدیث سے متبادر ہوتا ہے کہ ہر نماز کے وقت مسواک مستحب ہے مگر بعض روایات میں "مع کل وضوء"

---

عه الجمعة باب السواك يوم الجمعة ص۱۲۲ الصوم۔ باب السواك الرطب واليابس ص۲۵۹ ثانی التمنی باب مایجوز من اللوص۱۰۷۵ مسلم ابوداؤد۔ ترمذی، طہارت نسائی طہارت۔ موافیت ابن ماجۃ دارمی صلوٰۃ۔ موطا طہارت۔ مسند امام احمد ثانی ص۲۴۵۔

## حدیث ۵۵۸

حَدَّثَنَا اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْثَرْتُ عَلَیْکُمْ فِی السِّوَاکِ[1]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے حدیث بیان کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے مسواک کے بارے میں تم سے بہت کچھ فرمایا ہے۔

بھی آیا ہے۔ چونکہ عام طور پر ہر نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے تو باعتبار اغلب و اکثر دونوں کا حاصل ایک ہی ہوا ہمارے اکثر اصحاب نے فرمایا کہ اس کا وقت وضو میں کلی کرنے کا وقت ہے۔ محیط میں ہے کہ عورت کے لئے منجن وغیرہ مسواک کے قائم مقام ہے کیونکہ ان کے مسوڑھے نازک ہوتے ہیں مسواک سے اس کا اندیشہ ہے کہ ان کے دانت جلد گر جائیں، مسواک کرتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ فَمِیْ وَنَوِّرْ قَلْبِیْ وَطَھِّرْ بَدَنِیْ وَحَرِّمْ جَسَدِیْ عَلَی النَّارِ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ۔

"اے اللہ میرے منہ کو پاک فرما اور میرے دل کو روشن فرما اور میرے بدن کو پاک فرما اور میرے جسم کو جہنم پر حرام فرما اور اپنی مہربانی سے اپنے نیک بندوں میں مجھے شامل فرما۔"

سب سے عمدہ پیلو کی مسواک ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے استعمال فرمایا۔ اسی طرح زیتون کی بھی۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ بہترین مسواک زیتون ہے۔ برکت والے درخت کی، منہ کو صاف کرنے والی، بولے جانے والی۔ یہ میری اور مجھ سے پہلے کے انبیاء کی مسواک ہے[1]۔ خوشبودار پھولوں والے درخت کی مسواک ممنوع ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ریحان کی مسواک سے منع فرمایا۔ اس سے جذام کی تحریک ہوتی ہے[2]۔

## تشریحات ۵۵۸

یہاں بھی باب سے مطابقت عموم ہی سے ہے۔ جب عام طور پر مسواک کے بارے میں بکثرت ارشاد ہے تو اس میں جمعہ بدرجہ اولیٰ شامل ہے۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے مجمع میں رہنا ہے تو منہ صاف رہنا ضروری ہے تاکہ مسلمانوں کو ایذا نہ پہنچے۔

---

[1] الجمعۃ باب السواک یوم الجمعۃ ص۱۲۲ نسائی طہارت دارمی وضوء مسند امام احمد جلد ثالث ص۴۳۳ [1] عمدۃ القاری سادس ص۱۸۱ [2] ایضا

**حدیث ۵۵۹** قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا

تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ

کہ عبد الرحمٰن بن ابو بکر اندر آئے اور ان کے پاس مسواک تھی

تَعَالٰی عَنْهُمَا وَمَعَهٗ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهٖ فَنَظَرَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ

جسے وہ استعمال کر رہے تھے — اس کی جانب رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهٗ اَعْطِنِیْ هٰذَا

تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا۔ تو میں نے ان سے کہا کہ اے عبد الرحمن

السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَاَعْطَانِيْهِ فَقَصَمْتُهٗ ثُمَّ

یہ مسواک مجھے دیدو انھوں نے مسواک مجھے دیدی تو میں نے اس کو توڑا اور چبا کر رسول اللہ

مَضَغْتُهٗ فَاَعْطَيْتُهٗ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیا — تو حضور نے اسے استعمال

فَاسْتَنَّ بِهٖ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ اِلٰی صَدْرِیْ ؏

فرمایا اس حال میں کہ میرے سینے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

**تشریحات ۵۵۹** تکمیل — کتاب المغازی میں ہے۔ کہ جب عبد الرحمٰن اندر آئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے سینے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی — دوسری روایت میں ہے کہ کھجور کی تازہ ٹہنی تھی۔ حضور مسواک کی طرف دیکھنے لگے تو میں نے سمجھا مسواک چاہتے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کے لئے اسے لے لوں۔ سر اقدس سے اشارہ فرمایا۔ ہاں۔ میں نے مسواک پیش کر دی مگر حضور اسے چبا نہ سکے تو میں نے عرض کیا اسے نرم کر دوں تو اشارہ فرمایا۔ ہاں۔ میں نے اسے کوچ کر نرم کر دیا۔ مسواک کر کے مجھے دیا کہ دست اقدس ڈھلک گیا — اخیر میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت مسواک کیا۔ میں نے اس سے زیادہ اچھی طرح مسواک کرتے کبھی نہیں دیکھا۔ مسواک سے فارغ ہوتے ہی وصال ہو گیا۔ بس اتنا ہی ہوا کہ مسواک سے فارغ ہونے کے بعد اپنا دست مبارک یا انگشت مبارک آسمان کی طرف

---

ع۵ الجمعۃ باب من تسوک بسواک غیرہ ص۱۲۲ الجہاد باب بیوت ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۴۳۷ ثانی مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۶۳۸-۶۴۰ مسلم فضل عائشۃ مسند امام احمد۔

## حدیث ۵۶۰

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الْفَجْرِ

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر میں

یَوْمَ الْجُمُعَۃِ الٓمّٓ تَنْزِیْلُ وَھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ ؏

سورہ الٓمّٓ تنزیل اور ھل اتی علی الانسان پڑھا کرتے تھے۔

اُٹھائی اور تین بار فرمایا۔ اے اللہ۔ رفیق اعلیٰ میں اور رُوح پرواز ہوگئی۔ وہ یہ بھی فرماتی تھیں کہ حضور کا وصال اس حال میں ہوا کہ حضور میرے سینے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

**تطبیق** کتاب المغازی ہی میں خود حضرت ام المومنین ہی سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال اس حال میں ہوا کہ سر اقدس میرے زانو پر تھا۔[۱] مگر یہ حقیقت میں تعارض نہیں۔ ابتداء نزع اس حال میں ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ام المومنین کے سینے کے سہارے بیٹھے تھے۔ اور سر اقدس ان کی ٹھوڑی اور پیٹ کے درمیان تھا یعنی سینے پر۔ جب حالت غیر ہوئی تو لٹا دیا اور فرط محبت میں سر اقدس اپنے زانو پر رکھ لیا۔ اور اسی حالت میں واصل بحق ہوئے۔ جانکنی کے وقت مریض کا بیٹھا رہنا موجب تکلیف ہوتا ہے اور لیٹنے میں سہولت ہوتی ہے۔ اس کا لحاظ کرتے ہوئے جب آثار نزع ام المومنین نے ملاحظہ فرمایا تو لٹا دیا۔

## تشریحات ۵۶۰

کرمانی نے کہا کہ کَانَ جب مضارع پر داخل ہو تو اس سے استمرار و دوام سمجھا جاتا ہے مگر احادیث میں یہ کلیہ نہیں۔ اس لئے کہ احادیث پر نظر کرنے سے یہ کلیہ ٹوٹ جاتا ہے مثلاً مسلم[۲] میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی اور ھَلْ اَتَاکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ، پڑھا کرتے تھے۔ اسی میں انہیں نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ جمعے میں، سورہ جمعہ اور ھل اتاک حدیث الغاشیہ، پڑھتے تھے[۳] نیز اسی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جمعے میں سورۂ جمعہ اور سورہ منافقین پڑھتے تھے[۴] الٓمّٓ تنزیل ــــ سے مراد سورہ سجدہ ہے ــــ اور ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ ــــ سے سورہ دہر ہے ــــ اتباعِ سُنّت کے خیال سے اس پر عمل بہتر ہے۔

---

؏ الجمعۃ باب مایقرأ فی صلوٰۃ الفجر یوم الجمعۃ ص۱۲۳ مسلم۔ نسائی۔ ابن ماجہ کلھم فی الصلوٰۃ

[۱] ثانی مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۶۳۸ [۲] اول۔ الجمعۃ فضل فی قرأۃ الٓمّٓ تنزیل وھل اتی ص۲۸۸ [۳] ایضاً [۴] ایضاً۔ فضل فی قرأۃ سورۃ الجمعۃ والمنافقین۔

**حدیث ۵۶۱**

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

اَوَّلُ جُمُعَۃٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَۃٍ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد پہلا جمعہ بحرین

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَیْسِ بِجُوَاثٰی مِنَ الْبَحْرَیْنِ

کے علاقہ جواثیٰ میں عبد القیس کی مسجد میں قائم کیا گیا

**تشریحات ۵۶۱**

تکمیل — ابوداؤد[1] میں یہ حدیث یوں ہے — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد اسلام میں، سب سے پہلا جمعہ جواثیٰ میں قائم ہوا جو بحرین کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے، امام شافعی، امام احمد وغیرہ اسی حدیث سے دلیل لاتے ہیں — کہ دیہات میں جمعہ صحیح ہے۔ اس لئے کہ قریہ، کے معنیٰ دیہات کے ہیں۔ امام شافعی جمعہ صحیح ہونے کے لئے یہ شرط کرتے ہیں کہ کم از کم اس بستی میں چالیس آدمی ایسے ہوں جن پر جمعہ فرض ہو۔ چالیس کی قید وہ اس حدیث سے لگاتے ہیں — کہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ تشریف لانے سے پہلے "ہزم النبیت" مدینہ طیبہ کے ایک محلے کا نام ہے — میں جمعہ قائم کیا تھا — اس وقت کل چالیس مسلمان تھے[2]

**ہمارا جواب** احناف یہ کہتے ہیں کہ قریہ، کے معنیٰ دیہات متعین نہیں۔ اس کا اطلاق مکہ معظمہ، طائف شریف اور انطاکیہ پر خود قرآن عظیم میں ہے۔ ارشاد ہے:

رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ الظَّالِمِ اَھْلُھَا۔

"مظلوم مسلمان یہ عرض کرتے اے ہمارے رب ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں"

اس سے مراد مکہ معظمہ ہے — اور فرمایا:

لَوْلَا نُزِّلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ۔

"کافروں نے کہا۔ دونوں بستیوں کے کسی عظیم شخص پر قرآن کیوں نہیں اتارا گیا"

ان سے مراد مکہ معظمہ اور طائف شریف ہے — اور ارشاد ہے:

وَاضْرِبْ لَھُمْ اَصْحٰبَ الْقَرْیَۃِ —

"ان کے سامنے اس بستی والوں کا حال بیان کرو"

---

عہ الجمعۃ باب الجمعۃ فی القری والمدن ص۱۲۲ ثانی المغازی باب وفد عبد القیس ص۶۲۷

[1] اول الجمعۃ۔ باب الجمعۃ فی القری ص۱۵۳

[2] ابوداؤد اول۔ الجمعۃ باب الجمعۃ فی القری ص۱۵۳ ابن ماجۃ الجمعۃ باب فرض الجمعۃ ص۷۷

اس سے مراد انطاکیہ ہے —

اس لئے قریہ، سے دلیل لانا کہ، جواثیٰ، دیہات تھا درست نہیں۔ جواثی حقیقت میں شہر تھا جس کی آبادی چار ہزار تھی۔ محدث ابن تین نے، شیخ ابوالحسن سے نقل کیا کہ جواثی شہر تھا۔ ابوعبید بکری نے کہا۔ یہ بحرین میں ایک شہر ہے۔ جوہری نے صحاح میں، زمخشری نے البلدان، میں کہا کہ جواثی، بحرین میں ایک قلعہ ہے۔ نیز یہ ثابت نہیں کہ یہ جمعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اذن سے قائم کیا گیا اور نہ یہ ثابت ہے کہ حضور کو اس کی خبر بھی ملی۔ لہٰذا جواثی میں جمعہ کے قائم ہونے سے دیہات میں جمعہ کے صحیح ہونے پر استدلال تام نہیں۔

رہ گیا مدینہ طیبہ میں حضور کی تشریف آوری سے پہلے چالیس آدمیوں کا جمعہ قائم کرلینا بھی اس کی دلیل نہیں۔ مدینہ طیبہ بلاشبہ اس وقت شہر تھا۔ اور شہر میں چالیس تو بہت ہیں، صرف چار مسلمان ہوں تو قائم ہوسکتا ہے۔ پھر یہ ثابت نہیں کہ وہ حضور کے حکم سے تھا۔

**ہماری دلیل** شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد ہے: لاجمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع (وفی روایۃ اخریٰ) لاجمعۃ ولا تشریق ولا صلوٰۃ فطر ولا اضحیٰ الا فی مصر جامع او مدینۃ عظیمۃ (جمعہ۔ تکبیر تشریق، نماز عید الفطر و اضحیٰ صرف مصر جامع اور بڑے شہر میں ہے۔) اسے امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ نے اپنے اپنے مصنف میں بطریق حجاج عن ابی یوسف روایت کیا۔ نیز بطریق جریر عن منصور بھی مروی ہے[1]

**اشکال و جواب** امام نووی نے فرمایا کہ یہ حدیث ایسی ضعیف ہے کہ اس کا ضعف متفق علیہ ہے۔ اور حضرت علی پر موقوف ہے۔ اس کی سند منقطع ہے۔ علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا کہ حجاج بن ارطاۃ ضرور ضعیف ہیں۔ مگر جو روایت بطریق جریر عن منصور ہے۔ اس میں کوئی ضعف نہیں۔ امام نووی صرف اسی طریقے پر مطلع ہوئے جو بطریق حجاج بن ارطاۃ مروی ہے۔ جریر عن منصور والے طریقے پر مطلع نہ ہوئے۔ امام نووی سے پہلے کسی نے اس کو ضعیف نہیں کہا۔ اس لئے یہ کہنا کہ اس کا ضعف متفق علیہ ہے، صحیح نہیں۔ موقوف ہونا یوں مضر نہیں کہ یہ حکم عقل سے معلوم نہیں ہوسکتا۔ اس لئے مرفوع کے حکم میں ہے۔

**مصر جامع** مصر جامع وہ آبادی ہے جہاں متعدد کوچے گلیاں ہوں جہاں ایسا دائمی بازار ہو جس میں روزمرہ کی ضروریات بآسانی ملتی ہوں اس سے متعلق دیہات ہوں۔ اور وہاں کوئی ایسا حاکم ہو جو مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے۔ لینے کا اختیار رکھتا ہے۔ اگرچہ بوجہ بدطینتی نہ لیتا ہو۔ یہی تعریف صحیح اور مختار ہے یہی ظاہر الروایت ہے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت نادرہ یہ بھی آئی ہے کہ وہ آبادی مصر ہے جس کی سب سے بڑی مسجد

---

[1] عمدۃ القاری سادس ص ۱۸۵

میں اگر وہ سب لوگ اکٹھے ہوں جن پر جمعہ فرض ہے تو سما نہ سکیں۔ یہ تعریف بوجوہ صحیح نہیں۔ اس میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ حرمین طیبین پر صادق نہیں۔ مگر یہ تعریف بھی بہت سے فقہائے احناف کی مختار[1] ہے۔ درمختار میں ہے۔ اسی پر اکثر فقہاء کا فتویٰ ہے۔ شامی[2] میں ہے۔ ابوشجاع[3] نے کہا۔ اس بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے سب سے اچھی بات یہی ہے۔ ولوالجیہ میں ہے یہی صحیح ہے۔ وقایہ اور مختار اور اس کی شرح میں اسی پر اقتصار کیا دُرَر کے متن میں اسی کو مقدم کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک اسی کو ترجیح ہے۔ صدر الشریعہ نے شرح میں اس کو یہ کہہ کر مؤید کیا کہ احکام شرع میں سُستی ظاہر ہے۔ خصوصاً حدود قائم کرنے کے سلسلے میں۔

اور آج حال یہ ہے کہ پہلی مذکورہ بالا تعریف ہندوستان کی بہت سی بڑی آبادیوں پر صادق نہیں مثلاً ہمارے ضلع میں مبارک پور، مئوناتھ بھنجن وغیرہ — تو اگر مدار کار پہلے قول پر رکھتے ہیں۔ فتنہ عظیمہ کا اندیشہ ہے۔ اس لئے اگر دفع حرج و فتنے کے لئے اس روایت نادرہ پر فتویٰ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں

اقول — اس خادم کا گمان یہ ہے — کہ مصر جامع کی جو بھی تعریف علماء نے کی ہے۔ وہ حد نہیں بلکہ اس زمانے کے لحاظ سے شہر کی جو خصوصیات تھیں ان کو سامنے رکھ کر فقہاء نے علامتیں بتائی ہیں۔ اُس عہد میں آمد و رفت و اطلاع و اخبار کے ذرائع بہت ہی محدود تھے۔ اس لئے دستور یہ تھا کہ ہر بڑی آبادی میں ایک ایسا حاکم رہتا تھا جسے مقدمات کے فیصلہ کرنے اور مجرموں کو سزا دینے کا اختیار رہتا تھا تاکہ امن عامہ برقرار رہے اور آج موٹر، ریل گاڑی وغیرہ سے آمد و رفت اور تیز ہو گئی ہے۔ تار ٹیلیفون سے اخبار و اطلاع بہت آسان ہو گئی ہے۔ اس لئے یہ ضروری نہیں رہا کہ ہر بڑی آبادی میں ضرور کوئی نہ کوئی حاکم رہے۔ کسی بھی فتنہ و فساد کے وقت آناً فاناً صدر مقام پر اطلاع ہو جاتی ہے اور حکام پہنچ جاتے ہیں — اس لئے کسی مناسب جگہ کو ضلع کا صدر مقام قرار دے کر وہیں پورے ضلع کے حکام رہتے ہیں — حتیٰ کہ حاکم پرگنہ، پرگنہ کے بجائے ضلع کے صدر مقام ہی پر رہتا ہے۔ اور یہی حال منصف کا بھی ہے۔ اب صحت جمعہ کے لئے حاکم کا وجود ضروری قرار دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ بہت سی بڑی بڑی آبادیوں میں جمعہ صحیح نہ ہو۔ خود ہمارے ضلع اعظم گڈھ کا حال یہ ہے کہ ضلع کی سب سے بڑی آبادی مئوناتھ بھنجن ہے۔ اس کے بعد مبارکپور، مگر ان دونوں جگہوں میں سے کسی میں کوئی حاکم نہیں رہتا حتیٰ کہ تحصیلدار بھی نہیں۔ ایسے دلچسپ حال جین پور کا ہے۔ جین پور میں کوئی حاکم نہیں اور اس کے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں سگڑی تحصیل ہے وہاں تحصیلدار رہتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اب حاکم کے وجود کی شرط ختم کر کے بقیہ باتوں پر مدار حکم رکھا جائے۔ یا پھر امام ابو یوسف کے اس قول پر جو روایت نادرہ ہے۔ فتویٰ دیا جائے۔ ھذا ما سنح لی. لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا —

---

[1] اول باب الجمعۃ ص۵۳۶ [2] ایضاً [3] ابوشجاع کے بجائے ابن شجاع زیادہ ظاہر ہے جیسا کہ عنایہ وغیرہ میں ہے۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ یہ محمد نامی ہیں جلد المختار اول ص۲۶۰

88

**حدیث ۵۶۲** قَالَ يُونُسُ كَتَبَ رُزَيْقُ بْنُ حَكِيمٍ إِلَى

یونس نے کہا۔ رزیق بن حکیم نے ابن شہاب کو لکھا

ابْنِ شِهَابٍ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ بِوَادِ الْقُرَى هَلْ تَرَى أَنْ

اور میں اس وقت وادی القریٰ میں تھا کیا آپ یہ جائز جانتے ہیں

أَجْمِّعَ، وَرُزَيْقٌ عَامِلٌ عَلَى أَرْضٍ يَعْمَلُهَا وَفِيهَا

کہ میں یہاں جمعہ قائم کروں۔ اور رزیق ایک زمین میں تھے جہاں کاشت

جَمَاعَةٌ مِنَ السُّودَانِ وَغَيْرِهِمْ وَرُزَيْقٌ يَوْمَئِذٍ عَلَى أَيْلَةَ

کرتے تھے اور وہاں حبشیوں اور کچھ اور لوگوں کی ایک جماعت تھی اور رزیق ایلہ پر عامل تھے

فَكَتَبَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَنَا أَسْمَعُ يَأْمُرُهُ أَنْ يُجَمِّعَ

تو ان کو ابن شہاب نے لکھا اور میں سن رہا تھا کہ انہیں حکم دے رہے ہیں

يُخْبِرُهُ أَنَّ سَالِمًا حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ

کہ وہاں جمعہ قائم کر لیں اور یہ خبر دے رہے ہیں کہ سالم نے ان سے یہ حدیث بیان کی ہے

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ

تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے۔ تم سب نگہبان ہو، اور سب سے اس

مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ إِلَّا مَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ

کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا امام (یعنی بادشاہ یا خلیفہ) نگہبان ہے اس

وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ

سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ مرد اپنے اہل کا نگہبان ہے اس سے اس کی رعیت

**تشریحات ۵۶۲** یہ حدیث یہاں بخاری میں امام زہری کے تلمیذ یونس بن یزید ایلی سے ان کے دو تلامذہ کے ذریعہ مروی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک اور لیث بن سعد۔ البتہ جو قصہ مذکور ہے وہ صرف تعلیقاً لیث سے مروی ہے۔ اس تعلیق کو ذہلی نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے

**رزیق** یہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی جانب سے ایلہ کے حاکم تھے۔ فتح الباری میں ہے کہ ایلہ، بحر قلزم کے کنارے مدینہ طیبہ اور مصر کے درمیان ایک شہر ہے۔ جہاں مصر، شام، غزہ کے حجاج اکٹھا ہوتے ہیں۔ اب یہ ویران ہے۔ کھنڈرات موجود ہیں۔ مگر عمدۃ القاری میں یعقوبی کے حوالے سے ہے کہ سمندر کے کنارے یہ ایک بہت بڑا شہر ہے۔ جو مغرب مصر شام کے حجاج کا راستہ ہے۔ قلزم سے سات منزل ہے۔ عہد رسالت میں یہاں

وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا

کے بارے میں باز پرس ہوگی اور عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگہبان ہے اس سے اس کی رعایا کے

وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ قَالَ

بارے میں سوال کیا جائے گا۔ نوکر اپنے آقا کے مال کا نگہبان ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں

وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَمَسْئُولٌ

باز پرس ہوگی۔ اور میں نے یہ گمان کیا کہ انہوں نے یہ بھی ضرور کہا ہے اور مرد اپنے باپ کے مال کا نگہبان ہے اس سے

عَنْ رَعِيَّتِهِ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ؏

اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اپنی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی

کے حاکم نے خود ہی حاضر ہو کر اطاعت قبول کر لی اور جزیہ دینا منظور کر لیا تھا۔ رزیق نے جہاں کے لئے اجازت طلب کی تھی۔ وہ ایلہ کے نواحی کی کوئی بستی تھی جہاں وہ کاشت کرتے تھے۔

**فکتب وانا اسمع** علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ ظاہر یہی ہے کہ انہوں نے یہ حکم بھی لکھا اور حدیث بھی اور یونس نے دونوں کو سنا۔

**مطابقت باب** یہاں باب یہ ہے۔ دیہاتوں اور شہروں میں، جمعہ — شہروں میں جمعہ کا صحیح ہونا متفق علیہ ہے۔ اس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں — تاہم پہلی حدیث کے اس لفظ — بعد جمعۃ فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم — سے اس کا ثبوت بھی ہو رہا ہے۔ رہ گیا دیہاتوں میں تو امام بخاری جو فی میں جمعہ کے قیام سے اس پر دلیل دیتے۔ مگر آپ نے دیکھا کہ وہ تام نہیں۔ اس لئے کہ جواثی، دیہات نہیں شہر تھا۔ اس حدیث سے اس پر کسی طرح دلیل نہیں قائم ہوتی۔ البتہ یہ جگہ اگر دیہات تھی تو ابن شہاب کے حکم سے یہ ثابت ہوتا کہ دیہات میں جمعہ درست ہے۔ مگر ابن شہاب تابعی ہیں۔ اور تابعی کا قول ہم پر حجت نہیں خصوصاً جبکہ حدیث کے معارض ہو۔ علاوہ ازیں اس کا بھی احتمال ہے کہ وہ جگہ فنار شہر میں رہی ہو۔ اور رزیق کو فنار شہر کا حکم معلوم نہیں تھا تو ابن شہاب سے پوچھا۔

**استدلال** اس حدیث سے ثبوت اس طرح ہوتا ہے کہ جب حاکم پر بلکہ ہر شخص پر اپنی رعایا کی نگہبانی فرض ہے۔ نگہبانی میں یہ بھی داخل ہے کہ رعایا گناہ میں مبتلا نہ ہو۔ جمعہ فرض ہے اور ترک فرض گناہ۔ اس لئے نگہبانی کی فرع یہ بھی ہے کہ جہاں جمعہ فرض ہو اور قائم نہ ہو وہاں قائم کیا جائے تاکہ لوگ گناہ سے محفوظ رہیں۔

**رعیۃ** یہ مصدر بمعنی اسم مفعول ہے۔ مراد یہ ہے کہ جو کسی کی نگہبانی میں ہو۔ اس طرح عوام سلطان اور حاکم

---

عہ باب الجمعۃ فی القریٰ والمدن ص۱۲۲ الوصایا باب تاویل قولہ من بعد وصیۃ یوصیٰ بھا اودین ص۳۸۴ ثانی النکاح باب المرأۃ راعیۃ فی بیت زوجھا ص۷۸۳۔ مسلم مغازی۔ ترمذی۔

**ت ۱۷۰** وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے

اِنَّمَا الْغُسْلُ عَلٰی مَنْ یَّجِبُ عَلَیْہِ الْجُمُعَۃُ ؎

فرمایا غسل اس پر واجب ہے جس پر جمعہ واجب ہے۔

کے اولاد ماں باپ کے، تلامذہ اساتذہ کے، مریدین پیر کے رعایا ہوئے۔ یونہی جو مال زوجہ یا اولاد یا نوکر کی سپردگی میں ہو۔ اس کی نگہداشت ان پر واجب ہے۔

**کلکم راع** جس کے ماتحت کوئی نہ ہو وہ اپنے اعضاء وجوارح، افعال واقوال، اپنے اوقات اپنے امور کا راعی ہے۔ ان سب کے بارے میں وہ جواب دہ ہوگا۔ یہ ارشاد بھی جوامع الکلم میں سے ہے۔

**تشریحات** اس اثر کو بیہقی نے موصولا روایت کیا ہے۔ یہاں باب یہ ہے۔ کیا جن پر جمعہ کے لئے حاضر ہونا نہیں، ان پر غسل ہے۔ مثلاً عورتیں، بچے۔ مسافر۔ یعنی جن لوگوں پر جمعہ فرض نہیں ان پر بھی غسل ہے یا صرف ان لوگوں پر ہے جن پر جمعہ فرض ہے۔ باب میں صرف سوال کرکے چھوڑ دیا۔ مگر اس کے ضمن میں جو اثر اور حدیث لائے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ غسل صرف انہیں لوگوں پر ہے جن پر جمعہ فرض ہے۔ اس سے بظاہر یہی متبادر ہوتا ہے کہ یہی امام بخاری کا مسلک ہے۔ اثر سے اس کا اثبات صراحۃً لفظ انما سے ہے جو کلمۂ حصر ہے۔ اور حدیث سے بطریق مفہوم مخالف۔ کہ جب حضور نے یہ فرمایا کہ جو جمعہ کے لئے آئے وہ غسل کرے تو مفہوم مخالف یہ نکلا کہ جو جمعہ کے لئے نہ آئے اس پر غسل نہیں۔ مگر ہمارے یہاں مفہوم مخالف معتبر نہیں۔ ہمارے طور پر تقریر یہ ہوگی کہ اصل یہی ہے کہ غسل واجب نہ ہو۔ وجوب کے لئے دلیل درکار ہے — اور اس حدیث میں صرف انہیں لوگوں کے غسل کا حکم ہے جو جمعہ کے لئے آئیں — تو ثابت کہ جو نہ آئیں ان پر غسل نہیں — اصل کے اعتبار سے —

**فائدہ باب** چونکہ اس سلسلے کی احادیث مختلف مضمون کی تھیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے۔ کہ ہر مسلمان پر جمعے کا غسل ثابت واجب ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بچوں، عورتوں، اندھوں قیدیوں، مسافروں، سب پر واجب ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ہر بالغ پر ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بچوں کے علاوہ سب پر ہے۔ تو اس کی تنقیح ضروری ہوئی۔ اس کے لئے امام بخاری نے باب قائم فرمایا ہے۔

---

؎ الجمعۃ باب ھل علی من لا یشھد الجمعۃ غسل ص ۱۳۲

**حدیث ۵۶۲**

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَقٌّ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر مسلمان پر

اَنْ یَّغْتَسِلَ فِیْ کُلِّ سَبْعَۃِ اَیَّامٍ یَوْمًا یَغْتَسِلُ فِیْہِ رَاْسَہٗ وَجَسَدَہٗ ؏

ضروری ہے کہ ہر ہفتے میں ایک دن غسل کرے جس میں اپنا سر اور جسم دھوئے۔

**حدیث ۵۶۴**

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِئْذَنُوْا لِلنِّسَاءِ بِاللَّیْلِ اِلَی الْمَسَاجِدِ ؏

تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا رات میں مسجد جانے کی عورتوں کو اجازت دیدیں۔

**حدیث ۵۶۵**

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ کَانَتْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضرت

**تشریحات ۵۶۲**

کتاب الجمعہ کی پہلی حدیث کا یہ بھی جز ہے۔ اس حدیث میں۔ کل مسلم۔ دوسری احادیث سے خاص ہے۔ بالغ کے ساتھ۔ اور قرائن عقلیہ سے صرف ان لوگوں کے ساتھ جن پر جمعہ ہے۔ اور یوماً سے مراد، یوم جمعہ ہے۔ حدیث کا اول حصہ اس پر قرینہ ہے۔ اور حق بمعنی ثابت ہے۔ مراد استحباب ہے۔

**تشریحات ۵۶۴**

یہ حدیث سند اور لفظ کے تغیر کے ساتھ گزر چکی ہے۔ وہیں اس سے متعلق ابحاث بھی مذکور ہیں۔ یہاں حدیث کے ذکر کرنے سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ عورتوں پر جمعہ اور جمعہ کا غسل نہیں۔ اس لئے کہ عورتوں کو مسجد جانے کی اجازت صرف رات میں ہے۔ اور جمعہ دن میں پڑھا جاتا ہے۔ تو ثابت کہ انہیں جمعہ کی اجازت نہیں۔

**تشریحات ۵۶۵**

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان زوجہ مبارکہ کا نام، عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل تھا۔ جیسا کہ مسند امام احمد اور مصنف عبدالرزاق میں ہے۔ یہ حضرت سعید بن زید کی بہن تھیں جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان کے خاندان کے

---

عہ الجمعۃ باب ھل علی من لا یشھد الجمعۃ غسل ص۱۲۲ باب ما ذکر عن بنی اسرائیل ص۴۹۵-۶ مسلم جمعہ۔ نسائی جمعہ۔

عہ الجمعۃ باب ھل علی من لا یشھد الجمعۃ غسل ص۱۲۳

اِمْرَاَۃُ لِعُمَرَ تَشْهَدُ صَلٰوةَ الصُّبْحِ وَالْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ

عمر کی ایک بیوی، صبح اور عشاء کی جماعت کے لئے مسجد میں حاضر ہوتی تھیں۔

فِي الْمَسْجِدِ فَقِيْلَ لَهَا لِمَ تَخْرُجِيْنَ وَقَدْ تَعْلَمِيْنَ اَنَّ عُمَرَ

ان سے کہا گیا کہ آپ کیوں جاتی ہیں حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ عمر اسے ناپسند

يَكْرَهُ ذٰلِكَ وَيُغَارُ قَالَتْ فَمَا يَمْنَعُهُ اَنْ يَنْهَانِيْ

کرتے ہیں اور اس پر ان کو غیرت آتی ہے۔ تو انہوں نے کہا پھر انہیں مجھے مسجد میں جانے سے

قَالَ يَمْنَعُهُ قَوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

روکنے پر کونسی چیز مانع ہے؟ اس نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

لَا تَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ [عه]

یہ ارشاد۔ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے مت روکو۔

**ت ۱۷۱** وَقَالَ عَطَاءٌ اِذَا كُنْتَ فِيْ قَرْيَةٍ جَامِعَةٍ فَنُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ

اور امام عطاء نے کہا کہ جب تو قریہ جامعہ میں ہو اور جمعہ

مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَحَقٌّ عَلَيْكَ اَنْ تَشْهَدَهَا سَمِعْتَ النِّدَاءَ اَوْ لَمْ تَسْمَعْهُ [عه]

کے دن اذان دی جائے تو تجھ پر واجب ہے کہ جمعہ میں حاضر ہو، اذان سنے یا نہ سنے۔

دو افراد عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور حضرت عائشہ سے کہنے والے حضرت عمر ہی[1] تھے۔ باب سے مناسبت یوں ہے کہ وہ جب جماعت کی اتنی شوقین تھیں تو اگر جمعہ کی حاضری کی اجازت ہوتی تو جمعہ کے لئے بھی ضرور حاضر ہوتیں۔ اس سے ثابت کہ عورتوں کو جمعہ کی حاضری کی اجازت نہیں — اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمال اطاعت ثابت ہو رہی ہے — کہ اس کے باوجود کہ عورتوں پر جماعت واجب نہیں — اور وہ اپنی زوجہ مبارکہ کے مسجد جانے کو ناپسند کرتے تھے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے منع نہیں فرمایا۔

## تشریحات

اس اثر کو عبدالرزاق نے روایت کیا۔ اور اخیر میں یہ زیادہ کیا۔ ابن جریج نے کہا۔ میں نے، عطاء سے پوچھا۔ قریہ جامعہ کیا ہے۔ تو انہوں نے بتایا۔ جو بستی جماعت والی ہو جہاں امیر قاضی ہو، جس کے گھر ایک دوسرے سے ملے ہوئے اکٹھے ہوں جیسے جدہ مصر جامع کی قریب قریب یہی تعریف حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ گزر چکا، قریہ کا اطلاق

---

عه الجمعة باب هل على من لا يشهد الجمعة ص۱۲۳

عه الجمعة من اين توتى الجمعة ص۱۲۳ [1] عمدة القاری سادس ص۱۹۵

ت ۱۷۲ وَكَانَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ قَصْرِهٖ

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی اپنے محل میں جمعہ پڑھتے اور کبھی

اَحْيَانًا يُجَمِّعُ وَاَحْيَانًا لَا يُجَمِّعُ وَهُوَ بِالزَّاوِيَةِ عَلٰى فَرْسَخَيْنِ ؏

محل میں نہ پڑھتے، بصرہ آتے وہ زاویہ میں رہتے تھے۔ جو بصرہ سے دو فرسنگ (چھ میل) کے فاصلے پر تھا۔

مکہ معظمہ، طائف، انطاکیہ پر قرآن کریم میں آیا ہے۔

**سمعت النداء** چونکہ ایک حدیث میں وارد ہے — کہ جمعہ ہر اس شخص پر ہے جو اذان سنے[1]۔ اس سے بظاہر شبہ ہوتا ہے کہ شہر میں رہتے ہوئے جو اذان نہ سنے تو اس پر جمعہ فرض نہیں۔ اس کے ازالے کے لئے امام بخاری نے، امام عطاء کا یہ فتویٰ نقل فرمایا۔ کہ شہر کے باشندوں پر جمعہ فرض ہے اذان سنیں یا نہ سنیں۔ جمعہ کی فرضیت وعدم فرضیت میں اذان کو، کوئی دخل نہیں۔ حدیث مذکور صحیح نہیں۔ اس پر کئی طرح سے کلام کیا گیا ہے۔

**تشریحات** ۱۷۲ اس تعلیق کے دو جز ہیں۔ ایک یہ کہ زاویہ میں جمعہ پڑھتے۔ دوسرا یہ کہ وہاں نہیں پڑھتے، بصرہ آکر پڑھتے۔ جز اخیر کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے۔ زاویہ بصرہ سے ملحق ایک بستی کا نام ہے۔ امام بخاری کا مقصود غالباً یہ ہے۔ کہ دیہاتیوں پر شہر میں آکر جمعہ پڑھنا فرض نہیں۔ لیکن اگر آکر پڑھ لیں تو بہتر ہے۔

**اشکال** زاویہ دیہات تھا۔ وہاں حضرت انس کے جمعہ پڑھنے پر دو اشکال ہے۔ ایک یہ کہ وہ دیہات میں جمعہ کیسے پڑھتے تھے۔ دوسرے وہاں کوئی حاکم نہیں تھا۔ یہ از خود کیسے جمعہ قائم کر لیتے تھے۔

**جواب** یہ ہے کہ یہ کیسے معلوم کہ زاویہ دیہات تھا۔ ہو سکتا ہے قصبہ اور شہر رہا ہو۔ نیز یہ کیسے معلوم کہ وہ بلا اذن حاکم جمعہ پڑھتے تھے۔ ہو سکتا ہے انہیں اس کا من جانب حاکم اذن رہا ہو — اگر نہ بھی ہو تو جہاں حاکم نہیں وہاں کے باشندوں کو جمعہ قائم کرنے کا حق ہے — نیز جہاں حاکم نہ ہو وہاں اعلم علماء بلد کو اقامت جمعہ کا حق ہے جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم میں متعدد جگہ اس کی تصریح ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت انس اس بستی میں اعلم علماء بلد تھے۔

---

ع الجمعۃ باب من این توتی الجمعہ ص ۱۲۳

[1] ابوداؤد۔ اول۔ صلوٰۃ۔ باب من تجب علیہ الجمعۃ ص ۱۵۱

## حدیث ۵۶۶

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

ام المومنین حضرت عائشہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ

رفیقہ حیات نے فرمایا۔ لوگ باری باری اپنے محلوں اور عوالی سے جمعہ کے لئے

وَالْعَوَالِي فَيَاْتُوْنَ فِي الْغُبَارِ يُصِيْبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ فَيَخْرُجُ

غبار میں آتے۔ ان پر غبار پڑجاتا اور انہیں پسینہ نکلتا۔ ان میں ایک صاحب (ایک دن)

مِنْهُمُ الْعَرَقُ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور میرے

اِنْسَانٌ مِّنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

پاس تشریف فرما تھے۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هٰذَا [1]

فرمایا — آج کے دن کے لئے اگر تم غسل کر لیتے تو اچھا ہوتا —

## تشریحات ۵۶۶

گزر چکا کہ عوالی مدینہ طیبہ کے مشرقی بالائی حصے کا نام ہے۔ جس کا فاصلہ مسجد نبوی سے دو میل سے لے کر آٹھ میل تک ہے۔ ایک حدیث میں[1] وارد ہے۔ اس شخص پر جمعہ ہے جو رات کو گھر واپس ہو سکے۔ نیز یہ بھی مروی ہے کہ اہل قبا کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کا حکم دیا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیہات کے باشندوں پر بھی جمعہ ہے۔ اس کے ازالے کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا۔ کہ کتنی دور سے جمعہ کے لئے آیا جائے۔ حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ دیہات والوں پر جمعہ فرض نہیں۔ لیکن اگر وہ شہر میں آکر پڑھ لیں تو بہتر ہے۔ اس لئے کہ اگر دیہات والوں پر جمعہ فرض ہوتا تو ہر مکلف حاضر ہوتا لوگ باری باری کیوں حاضر ہوتے۔ حدیث، الجمعة علی من آواہ اللیل الی اھلہ صحیح نہیں۔ خود امام ترمذی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ امام احمد نے فرمایا کہ یہ کچھ نہیں اور بھی اس میں سقم ہے۔ اور اہل قبا کو حکم دینا حصول افضلیت کے لئے تھا۔ یہی ہمارا مذہب ہے۔ کہ جمعہ صرف شہر اور قصبے کے لوگوں پر فرض ہے دیہات والوں پر نہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دیہات میں جمعہ صحیح نہیں ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبا شریف میں جمعہ قائم فرما دیتے۔ جبکہ وہاں مسجد بھی تھی جس میں پنجوقتہ جماعت ہوتی تھی۔

---

[1] الجمعة باب من این توتی الجمعة ص۱۲۳۔ مسلم۔ ابوداؤد فی الصلوٰۃ

[1] ترمذی۔ اول باب من کم توتی الجمعة ص۶۶ [2] ایضاً

حدیث ۵۶۷ اَخْبَرَنَا یَحْیٰی بْنُ سَعِیْدٍ اَنَّہٗ سَاَلَ عَمْرَۃَ عَنِ الْغُسْلِ

یحییٰ بن سعید نے خبر دی کہ انہوں نے "عمرہ" سے جمعہ کے

یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَقَالَتْ، قَالَتْ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کَانَ

دن غسل کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

النَّاسُ مَھْنَۃَ اَنْفُسِھِمْ وَکَانُوْا اِذَا رَاحُوْا اِلَی الْجُمُعَۃِ

نے فرمایا کہ لوگ اپنے کام خود کر لیا کرتے تھے اور جب جمعہ کے لئے آتے تو اسی

رَاحُوْا فِیْ ھَیْأَتِھِمْ فَقِیْلَ لَھُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ ؎

حالت میں چلے آتے تو ان سے کہا گیا اگر تم غسل کر لیتے تو اچھا ہوتا۔

حدیث ۵۶۸ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّی الْجُمُعَۃَ حِیْنَ تَمِیْلُ الشَّمْسُ ؎

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سورج ڈھل جاتا تو جمعہ پڑھتے تھے۔

حدیث ۵۶۹ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

کُنَّا نُبَکِّرُ بِالْجُمُعَۃِ وَنَقِیْلُ بَعْدَ الْجُمُعَۃِ ؎

ہم اوّل وقت جمعہ کے لئے جاتے اور جمعہ بعد قیلولہ کرتے۔

تشریح ۵۶۷ عَمْرَہ بنت عبدالرحمٰن بن سعید مدینہ طیبہ کی باشندہ انصاری خاتون تھیں۔ جو ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی احادیث کی سب سے زیادہ روایت کرنے والی ہیں۔ یہاں باب ہے جمعے کا وقت سورج ڈھلنے پر ہے۔ اس حدیث کو باب سے یوں مناسبت ہے کہ — رواح، زوال کے بعد چلنے کو کہتے ہیں۔

تشریح ۵۶۸ لو اغتسلتم میں لو تمنی کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ اب ترجمہ ہوگا کاشکہ تم لوگ غسل کر لیتے۔ اور حرف شرط بھی ہو سکتا ہے۔ اس تقدیر پر جزاء محذوف ہوگی یعنی لکان حسنا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جمعہ کا غسل واجب نہیں بہتر ہے۔

تشریح ۵۶۹ نبکر۔ کا مادہ بُکْرَۃ ہے۔ جس کے معنیٰ صبح کے ہیں۔ اب نبکر کے معنیٰ ہوئے۔ ہم صبح کو جاتے تھے۔ اس معنیٰ کے لحاظ سے اس حدیث کو باب سے

---

ع الجمعۃ باب وقت الجمعۃ اذا زالت الشمس ص۱۲۳ مسلم صلوٰۃ ابوداؤد طہارت۔ ع الجمعۃ باب وقت الجمعۃ ص۱۲۳ ابوداؤد۔ صلوٰۃ۔ ترمذی صلوٰۃ ؎ الجمعۃ باب وقت الجمعۃ ص۱۲۳-۱۲۴ ایضاً باب قول اللہ عز وجل فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض ص۱۲۸۔ ترمذی نسائی جمعۃ ابن ماجۃ اقامت الصلوٰۃ

**حدیث ۵۷۰**

حَدَّثَنَا اَبُوْ خَلْدَةَ هُوَ خَالِدُ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ

ابو خلدہ نے کہا میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ

کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ

سخت ٹھنڈک ہوتی تو نماز اول وقت میں پڑھتے ۔ اور جب

بِالصَّلٰوةِ وَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ اَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ

گرمی کی شدت ہوتی تو ٹھنڈا کرتے یعنی جمعہ کو ۔ اور یونس بن بکیر نے کہا

وَقَالَ يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ خَلْدَةَ وَقَالَ بِالصَّلٰوةِ

کہ ہمیں ابو خلدہ نے خبر دی اور بالصلوٰۃ کہا اور

وَلَمْ يَذْكُرِ الْجُمُعَةَ وَقَالَ بِشْرُ بْنُ ثَابِتٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَلْدَةَ

جمعے کا ذکر نہیں کیا ۔ اور بشر بن ثابت نے کہا کہ ہم سے ابو خلدہ

صَلّٰى بِنَا اَمِيْرُ الْجُمُعَةِ ثُمَّ قَالَ لِاَنَسٍ كَيْفَ كَانَ

نے حدیث بیان کی کہ ہمیں حاکم نے جمعہ پڑھایا پھر حضرت انس

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ [ع]

نے پوچھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے ظہر پڑھتے تھے ۔

کوئی مناسبت نہ ہوگی ۔ جوہری نے کہا ۔ کہ بکّر کے معنیٰ سبقت کرنے کے بھی ہیں ۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم جمعہ کے لئے سبقت کرتے تھے یعنی اول وقت جاتے تھے ۔ اب باب سے یک گونہ مناسبت ہو جائے گی باب یہ ہے ۔ جمعے کا وقت سورج ڈھلنے کے وقت ہے ۔ پہلی حدیث ع ۵۶۸ سے ثابت کہ زوال ہوتے ہی جمعہ کا وقت ہو جاتا ہے ۔ اس سے ابتداء وقت معلوم ہو گیا ۔ رہ گیا کب تک ہے ۔ یہ دوسری حدیث سے معلوم ہوگا ۔

**تشریحات ۵۷۰**

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جمعے کا اول وقت زوال کا وقت ہے ۔ البتہ امام مجاہد کہتے ہیں کہ زوال کے پہلے بھی جمعہ صحیح ہے ۔ اور امام احمد بن حنبل سے بھی مروی ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ جمعہ یوم عید ہے ۔ اس کی نماز کا وقت بھی وہی ہے جو عیدین کی نمازوں کا ہے ۔ اس لئے امام بخاری نے وقت جمعہ کا باب باندھ کر یہ ثابت کیا کہ جمعہ کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے ۔ اور

---

ع الجمعۃ باب اذا اشتد الحر یوم الجمعۃ ص ۱۲۳ نسائی

| | |
|---|---|
| ت ۱۷۳ | قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یَحْرُمُ الْبَیْعُ حِیْنَئِذٍ |
| | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ اس وقت (یعنی اذان جمعہ کے وقت) خرید و فروخت حرام ہے |
| ت ۱۷۴ | وَقَالَ عَطَاءٌ تَحْرُمُ الصَّنَاعَاتُ کُلُّھَا عہ |
| | امام عطاء نے کہا کہ اس وقت تمام کام حرام ہیں۔ |

حضرت انس کی حدیث ع۵۶۹ لاکر بتادیا کہ، اس حدیث میں ابکر سے مراد اول وقت میں نماز پڑھنا ہے، جمعہ کا وقت بعینہٖ وہی ہے جو ظہر کا ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے یعنی زوال سے لے کر مثل ثانی تک ہمارے یہاں اور مثل اول تک امام شافعیؒ کے یہاں۔ اور اس میں بھی وہی تفصیل ہے کہ جاڑوں میں جلد پڑھنی مستحب ہے۔ اور گرمیوں میں جب گرمی میں تخفیف ہو جائے اسوقت ۔ اس پر یہ حدیث صراحۃً دلالت کر رہی ہے۔

**یعنی الجمعۃ** یہ متعین نہیں ہو سکا کہ پہلی روایت میں، یعنی الجمعۃ ابو خلدہ کا قول ہے جو تابعی ہیں یا کسی اور کا ۔ اس لئے کہ بطریق یونس انہیں ابو خلدہ سے جو روایت ہے اس میں یعنی الجمعۃ کا لفظ نہیں۔ الصلوٰۃ کو اگر عام رکھا جائے تو یہ ظہر اور جمعہ دونوں کو شامل ہے۔ اور اگر اس سے مراد جمعہ لیا جائے۔ تو بھی کوئی حرج نہیں۔ بلکہ بعد کی تعلیقات اسی پر قرینہ ہیں کہ الصلوٰۃ سے مراد جمعہ ہی ہے۔

**قال یونس** اس تعلیق کو امام بخاری نے، الادب المفرد، میں سند متصل کے ساتھ بیان فرمایا ہے مکمل یوں ہے۔ (ابو خلدہ) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا۔ وہ حاکم بصرہ حکم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور یہ فرما رہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب جاڑا سخت ہوتا تو نماز جلد پڑھتے اور جب گرمی سخت ہوتی تو ٹھنڈا کر کے پڑھتے۔

**وقال بشر** امیر الجمعۃ سے مراد، حجاج بن یوسف کا چچازاد بھائی، حکم بن ابی عقیل ہے۔ یہ بھی حجاج کی طرح خطبہ طویل دیتا تھا۔

جمعہ پڑھا کر، حکم کا حضرت انس سے یہ سوال کرنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے ظہر پڑھتے تھے ۔ ظاہر کر رہا ہے کہ یہ بات اس عہد میں بھی سب کو مسلم تھی کہ ظہر اور جمعہ کا ایک ہی وقت ہے۔

**تشریحات ۱۷۳ ۱۷۴** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما والی تعلیق کو ابن حزم نے تھوڑے تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور امام عطاء والی تعلیق کو عبد بن حمید نے اپنی تفسیر کبیر میں ذکر کیا ہے۔ ـــ جب جمعہ کی اذان ہو تو جمعہ کے لئے حاضر ہونا فرض ہے۔ اور اپنے

---

عہ الجمعۃ باب المشی الی الجمعۃ ص۲۲۳ عہ ایضاً

**ت ۱۷۵** وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَوْمَ الْجُمْعَةِ وَهُوَ مُسَافِرٌ فَعَلَيْهِ اَنْ يَّشْهَدَ ؕ عـه

امام زہری سے مروی ہے کہ جب موذن جمعہ کے دن اذان دے اور مسافر ہو تو اس پر بھی جمعہ کے لئے حاضر ہونا لازم ہے۔

سارے کام کاج چھوڑ دینا واجب ہے۔ اس پر نص جلی، اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

وَاِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ "جب جمعہ کے دن اذان دیجائے تو خرید و فروخت چھوڑ دو اور اللہ عزوجل کے ذکر کی طرف تیزی سے بڑھو"

آیت میں اگرچہ صرف خرید و فروخت کا ذکر ہے مگر فاسعوا الی ذکر اللہ سے ظاہر ہے کہ ہر وہ کام حرام ہے جو جمعہ کے لئے حاضری میں مخل ہو۔ اسی بنا پر امام عطا نے فرمایا کہ سارے کاروبار حرام ہیں، امام بخاری کو اس مضمون کی کوئی صحیح حدیث نہ مل سکی، اس لئے انہوں نے پہلے آیت سے استدلال فرمایا پھر اقوال رجال سے۔

امام شافعی، امام احمد اور اکثر فقہاء حتیٰ کہ احناف میں سے امام ابوجعفر طحاوی نے فرمایا۔ کہ اس سے مراد خطبے کی اذان ہے۔ اس لئے کہ عہد رسالت میں یہی اذان تھی۔ اذان اول حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد ہے۔ مگر احناف کے یہاں صحیح و مختار یہ ہے کہ اذان اول ہوتے ہی خرید و فروخت ممنوع ہے۔ یہ اگرچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد سے ہے مگر اس پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا سب نے اسے پسند کیا۔ تو اس پر صحابہ کا اجماع سکوتی ہو گیا۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء الراشدین[1] تم پر میری اور خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی لازم ہے جب یہ اذان مشروع ہے تو، اذا نودی للصلوٰۃ، کے اطلاق میں داخل ہوئی۔ اس لئے وجوب سعی میں اور دیگر مشاغل میں مصروفیت کی حرمت میں اسی کا اعتبار لازم — نیز اذان خطبہ کے وقت گھر سے چلنے میں پہلے کی سنت مؤکدہ بھی چھوٹے گی اور شروع سے خطبہ بھی نہ سن سکے گا — اور گھر دور ہو گا تو نماز بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔

**تشریحات ۱۷۵** مسافر پر جمعہ ہے یا نہیں۔ اس بارے میں تقریباً اجماع ہے کہ واجب نہیں۔ البتہ امام زہری سے دونوں روایتیں منقول ہیں۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ مسافر پر جمعہ واجب نہیں۔ مگر اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ حاضر ہو جائے۔

---

عـه الجمعۃ باب المشی الی الجمعۃ ص۱۲۴ [1] ابوداؤد ثانی۔ السنۃ باب فی لزوم السنۃ ص۲۷۹ ابن ماجہ مقدمۃ باب اتباع الخلفاء الراشدین ص۵ مسند امام احمد جلد رابع ص۱۲۶

**حدیث ۵۷۱** حَدَّثَنَا عَيَّابَةُ بْنُ رِفَاعَةَ قَالَ اَدْرَكَنِيْ اَبُوْ

عیابہ بن رفاعہ نے کہا۔ میں جمعہ کے لئے جا رہا تھا کہ

عَبْسٍ وَّاَنَا اَذْهَبُ اِلَى الْجُمُعَةِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

ابو عبس مجھے ملے اور کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ اغْبَرَّتْ

کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جس کے قدم اللہ کے راستے میں گرد آلود

قَدَمَاهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ ؏

ہوں اللہ اسے جہنم پر حرام فرما دے گا

**حدیث ۵۷۲** سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ

نافع نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّقِيْمَ الرَّجُلُ

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی اپنے بھائی کو

اَخَاهُ مِنْ مَّقْعَدِهٖ وَيَجْلِسَ فِيْهِ قُلْتُ لِنَافِعٍ الْجُمُعَةُ

اس کی جگہ سے اٹھا کر خود بیٹھے (ابن جریج نے کہا) میں نے نافع سے پوچھا جمعہ کو؟ تو

قَالَ الْجُمُعَةُ وَغَيْرُهَا ؏

نافع نے کہا جمعہ ہو یا کوئی اور مجمع ۔

**تشریحات ۵۷۱** نسائی میں تھوڑے تغیر اور زیادتی کے ساتھ یوں ہے۔ کہ ابو مریم نے کہا۔ کہ میں جمعہ کے لئے جا رہا تھا تو عیابہ بن رفاعہ ملے اور انہوں نے کہا۔ تمہیں بشارت ہو تمہارا یہ قدم اللہ کے راستے میں ہے۔ میں نے ابو عبس سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الحدیث علامہ عینی نے یہ تطبیق دی کہ ہو سکتا ہے کہ ابو مریم سے عیابہ نے وہ کہا ہو اور عیابہ سے حضرت ابو عبس نے یہ کہا ہو ۔ فی سبیل اللہ ۔ عام ہے ہر کار خیر کے لئے چلنے کو اور اس میں مشغولیت کو ۔

**تشریحات ۵۷۲** جمعہ میں یا کسی مجمع میں جس نے جو جگہ لے لی وہ اس کا حق ہو گئی۔ اسے اٹھا کر خود بیٹھنا یا کسی کو بٹھانا منع ہے۔ اس لئے کہ اس میں اٹھانے والے کا تکبر ہے اور جسے اٹھایا اس کی تحقیر بھی ہے اور اسے ایذاء دینا بھی ہے۔ ہاں اگر کوئی خود اپنی جگہ کسی کو دیدے تو کوئی حرج نہیں۔

---

عہ الجمعۃ باب المشی الی الجمعۃ ص۱۲۴ الجہاد باب من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ ص۳۹۴ ترمذی ۔ نسائی۔ دارمی کلھم فی الجہاد مسند امام احمد جلد ثالث ص۴۷۹ ۔ عہ الجمعۃ۔ باب لا یفرق بین اثنین ص۱۲۴ ۔ مسلم الاستیذان۔

## حدیث ۵۷۳

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

قَالَ كَانَ النِّدَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوَّلُهٗ اِذَا جَلَسَ الْاِمَامُ عَلَى

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے زمانے

الْمِنْبَرِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ

میں جمعے کے دن صرف پہلی اذان تھی اور یہ اس وقت ہوتی جب امام منبر پر تشریف رکھتے۔

وَعُمَرَ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ وَكَثُرَ النَّاسُ زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِثَ

جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے اور لوگوں کی کثرت ہوگئی تو انہوں نے تیسری ندا (اذان اول) زائد کی جو زوراء پر

عَلَى الزَّوْرَاءِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الزَّوْرَاءُ مَوْضِعٌ بِالسُّوْقِ بِالْمَدِيْنَةِ ؎

دی جاتی تھی۔ ابو عبد اللہ یعنی امام بخاری نے کہا۔ زوراء مدینہ طیبہ کے بازار میں ایک جگہ کا نام ہے

## تشریحات ۵۷۳

تکمیل — ابو داؤد[۱] نیز طبرانی[۲] وغیرہ میں یہ زائد ہے۔ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ یعنی یہ اذان مسجد کے دروازے پر ہوتی — پہلی اذان کے اضافے کے بعد بھی اذان خطبہ وہیں دی جاتی رہی جہاں عہد نبوی سے ہوتی آرہی تھی۔ منبر کے متصل خطیب کے سر پر نہیں ہوتی تھی جیسا کہ بالکل عامۂ مساجد میں مروّج ہے۔ اس کے باوجود کہ شہنشاہ ہشام بن عبد الملک نے اذان اوّل زوراء سے منتقل کرکے مسجد اقدس کے مینارے پر کر دیا۔ مگر خطبے کی اذان وہیں ہوتی رہی جہاں عہد نبوی سے ہوتی آئی تھی۔ زرقانی[۳] علی المواہب میں علامہ محمد بن عبد الباقی لکھتے ہیں:

لما كان عثمان امر بالاذان الاول يفعله على الزوراء ثم نقله هشام الى المسجد اى امر بفعله فيه وجعل الآخر الذى بعد جلوس الخطيب على المنبر بين يديه يعنى انه ابقاه بالمكان الذى يفعله فيه فلم يغيره بخلاف ما كان بالزوراء فحولها الى المسجد على المنار۔

"جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے۔ اذان خطبہ سے پہلے ایک اذان بازار میں زوراء میں دلوائی۔ پھر اس پہلی اذان کو ہشام نے مسجد کی طرف منتقل کر دیا یعنی مسجد میں ہونے کا حکم دیا۔ اور دوسری جو خطیب کے سامنے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی تھی اسے خطیب کے مواجہہ میں رہنے دی۔ یعنی جہاں ہوتی تھی وہیں باقی رکھی۔"

---

؎ الجمعۃ باب الاذان یوم الجمعۃ ص۱۲۳ باب المؤذن الواحد یوم الجمعۃ ص۱۲۴ باب الجلوس علی المنبر عند التاذین ص۱۲۵ باب التاذین عند الخطبۃ ص۱۲۵ ابوداؤد۔ الجمعۃ۔ ترمذی الجمعۃ۔ ابن ماجۃ جمعۃ

[۱] اول باب النداء یوم الجمعۃ ص۱۵۵ [۲] فتح الباری جلد ثانی ص۳۲۷ [۳] جلد سابع ص۴۳۵

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خطبے کی اذان میں بھی سنت یہ ہے کہ مسجد کے باہر ہو۔ مسجد کے اندر کہیں بھی دینا خصوصاً منبر کے متصل خطیب کے سر پر بدعت ہے۔ فقہاء احناف نے مسجد کے اندر اذان دینے کو مطلقاً ممنوع اور مکروہ لکھا ہے۔ اس میں نہ اذان پنجگانہ کی تخصیص کی اور نہ اذان خطبہ کو مستثنیٰ فرمایا۔ اس لئے یہ بھی اسی حکم میں داخل ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی، عمدۃ الرعایہ[1] حاشیہ شرح وقایہ میں لکھتے ہیں:

قولہ مستقبل الامام ای بین یدیہ داخل المسجد او خارجہ والمسنون ھو الثانی۔

"مستقبل الامام کے معنی ہیں، سامنے کے اور سامنے ہونا داخل مسجد پر بھی صادق ہے اور خارج مسجد پر بھی۔ اذان میں سنت یہ ہے کہ مسجد کے باہر ہو"

ہاں اگر قبل تمام مسجدیت اذان کے لئے کوئی جگہ متعین کر دی جائے یا کوئی جگہ متعین تھی پھر مسجد میں توسیع ہو گئی جس کی وجہ سے وہ جگہ اندرون مسجد آ گئی تو وہاں اذان دینے میں حرج نہیں۔ جیسا کہ زمانہ اقدس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اذان خطبہ مسجد حرام میں مطاف کے کنارے ہوتی تھی۔ اس عہد میں مسجد حرام مطاف ہی تک تھی[2] بعد میں جب مسجد حرام کی توسیع ہوئی تو وہ جگہ اندرون مسجد آ گئی اب وہاں اذان دینے میں حرج نہیں چنانچہ مسجد حرام میں اذان خطبہ اب بھی وہیں ہوتی ہے۔ اگرچہ مسجد کی توسیع ہو گئی یا جیسے دہلی کی جامع مسجد میں یہ اذان صحن میں بنے ہوئے مکبرہ پر ہوتی ہے۔ یہ مکبرہ قبل تمام مسجدیت اس کے لئے خاص کر دیا گیا تھا۔

**انبیٹھی صاحب پر رد** خلیل احمد انبیٹھی خلیفہ گنگوہی صاحب نے بذل المجہود[3] میں اپنے دل کے پھپھولے یوں پھوڑے ہیں۔

وتمسک بہ رئیس اھل البدعۃ فی زماننا احمد رضا البریلوی واذاع الفتن والشرور فی ھذہ المسئلۃ وکتب فیھا الکتب والرسائل ــــ

"اسی ابوداؤد کی حدیث سے ہمارے زمانے میں بدعتیوں کے رئیس احمد رضا بریلوی اس مسئلے پر دلیل لایا ہے اور فتنے اور شر پھیلایا ہے اور اس مسئلے میں کتابیں اور رسالے لکھے ہیں"

ناظرین کرام! دیوبندیوں کا تیر و نشتر اور تہذیب ملاحظہ کریں۔ حدیث کی شرح لکھنے بیٹھے ہیں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ پر تبرا کر رہے ہیں۔ دل کی دبی کہاں چین لینے دیتی ہے ــ حدیث میں نص صریح ہے کہ ــ اذان عہد رسالت اور خلفاء راشدین میں مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی۔ جس کا نہایت واضح مفہوم یہ ہے کہ مسجد کے باہر ہوتی تھی۔ جس سے ثابت کہ اس اذان میں بھی سنت یہ ہے کہ مسجد کے باہر ہو ــ اب لامحالہ ثابت کہ مسجد کے اندر یہ اذان دلوانا بدعت وہ بھی بدعت سیئہ اس لئے کہ سنت کے

---

[1] اول باب الجمعۃ ص۲۰۲ [2] مسلک مقسط ص۲۸۰ [3] جلد ثانی ص۱۸۰

معارض ومزاحم ہے۔ آپ کو خود تسلیم ہے کہ فقہاء مسجد کے اندر اذان دینے کی کراہت پر اسی حدیث سے دلیل لائے ہیں۔ چنانچہ اسی تیرونشتر سے پہلے ہے:

هٰذَا الْحَدِيْثُ اسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰى كَرَاهَةِ الْاَذَانِ فِى الْمَسْجِدِ وَقَالُوْا اِنَّ بَابَ الْمَسْجِدِ كَانَ خَارِجًا مِّنْهُ فَاُذِّنَ عَلَيْهِ فَيُكْرَهُ الْاَذَانُ فِى الدَّاخِلِ وَقَدْ صَرَّحَ صَاحِبُ الْعَوْنِ نَاقِلًا عَنْ شَيْخِهٖ صَاحِبِ غَايَةِ الْمَقْصُوْدِ

"مسجد کے اندر اذان کے مکروہ ہونے پر اسی حدیث سے استدلال کیا گیا ہے لوگوں نے کہا کہ مسجد کا دروازہ خارج مسجد تھا اس لئے وہاں دی گئی مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے، ..... صاحب عون نے اپنے استاذ صاحب غایۃ المقصود سے نقل کرتے ہوئے اس کی تصریح کی ہے"

آپ کو جب اس کا اقرار ہے کہ مسجد میں اذان کے مکروہ ہونے پر یہ حدیث دلیل ہے۔ اور یہ حدیث خاص اذان جمعہ میں وارد ہے تو اذان جمعہ اندرون مسجد بدرجہ اولیٰ مکروہ — اور کراہت سے عند الاطلاق کراہت تحریمی مراد ہوتی ہے اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب ناجائز وگناہ ہے۔

اب کوئی منصف بتائے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ایک مردہ سُنّت کو زندہ کیا اور ایک بدعت کو ختم کیا تو یہ فعل عند الشرع بلاشبہ مستحسن اور باعث ستائش ہے یا باعث لعن وطعن؟ احیاء سنت پر لعن وطعن کس مسلمان کا کام ہے؟ مگر جو گروہ اہانت رسول کا خوگر ہو اس سے کیا شکایت —

**کشمیری صاحب پر تعقب** اس خصوص میں ناظرین ایک اور دلچسپ تحقیق اسی گروہ کے بہت بڑے بزرگ کی سُن لیں۔ کشمیری صاحب فیض الباری[1] میں لکھتے ہیں:

وَلَمْ اَجِدْ عَلٰى كَوْنِ هٰذَا الْاَذَانِ فِى دَاخِلِ الْمَسْجِدِ دَلِيْلًا عِنْدَ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ اِلَّا مَا قَالَ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ اَنَّهٗ جَرٰى بِهِ التَّوَارُثُ ثُمَّ نَقَلَهُ الْاٰخَرُوْنَ اَيْضًا فَفَهِمْتُ مِنْهُ اَنَّهُمْ لَيْسَ عِنْدَهُمْ دَلِيْلٌ غَيْرُ مَا قَالَهٗ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ لِذَا يَلْجَئُوْنَ اِلَى التَّوَارُثِ

"اذان جمعہ مسجد کے اندر ہونے پر چاروں مذہب کے نزدیک میں نے کوئی دلیل نہیں پائی۔ سوائے اس کے جسے صاحب ہدایہ نے کہا ہے۔ کہ اسی پر توارث ہے پھر اسی کو دوسروں نے بھی نقل کیا۔ اس سے سمجھ میں آیا کہ اذان کے مسجد کے اندر ہونے پر ان کے پاس دلیل نہیں سوائے اس کے جو صاحب ہدایہ نے کہا ہے اسی لئے یہ لوگ توارث کی آڑ لیتے ہیں"

یہ کشمیری صاحب کون ہیں آپ کی جماعت کے وہ نادر روزگار شخصیت ہیں کہ ان جیسا وسیع المطالعہ، ذہین فطین، قوی الحافظہ جمیع علوم وفنون کا ماہر کوئی بقول آپ لوگوں کے پیدا ہی نہیں ہوا — وہ فرمارہے ہیں کہ مسجد کے اندر اذان خطبہ دیئے جانے پر میں نے کوئی دلیل نہیں پائی — اور جب اس پر کوئی دلیل نہیں تو اس

---

[1] ثانی ص۳۳۵

پر عمل بلاشبہ حرام و گناہ ہوا۔ ایک فعل حرام کے بند کرنے کی کوشش انبیٹھی صاحب کو اتنی بُری لگی۔ کہ وہ آپے سے باہر ہیں۔ مگر ہونا بھی یہی چاہیئے اس لئے کہ گستاخ رسول سے سوائے اس کے اور کیا توقع کی جاسکتی ہے؟

رہ گیا صاحب ہدایہ کے اس ارشاد — بذلك جرى التوارث — سے یہ استدلال کہ اذان خطبہ کے اندرون مسجد پر توارث ہے۔ بہت بڑی جہالت ہے۔ یہاں کی پوری عبارت ملاحظہ کریں:

اذا صعد الامام المنبر واذن المؤذنون بين يدى المنبر بذلك جرى التوارث [1]

"جب امام منبر پر آجائے تو مؤذن منبر کے سامنے اذان کہیں۔"

ظاہر ہے کہ ذلك کا مشار الیہ، اذان بین یدی المنبر ہے۔ اور بین یدی المنبر کے لئے مسجد کے اندر ہونا لازم نہیں۔ ابوداؤد کی حدیث میں، بین یدی بھی ہے۔ اور علی باب المسجد بھی ہے۔ تو یہ حدیث اس پر نص ہے۔ کہ بین یدی خارج مسجد پر بھی صادق۔ یہ خود کشمیری صاحب کو تسلیم ہے۔ العرف الشذی[2] میں ہے۔

ولكن فى سنن ابى داؤد ص ۱۵۵، مايدل على انه يكون فى خارج المسجد على الباب

"لیکن سنن ابوداؤد ص ۱۵۵ پر جو مذکور ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اذان مسجد کے باہر دروازے پر ہونی چاہیئے۔"

اور انبیٹھی صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ولا منافاة بين قوله بين يدى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وبين على باب المسجد

"سائب بن یزید کے اس قول بَيْنَ يَدَيْ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور علی باب المسجد میں منافات نہیں۔"

عہد نبوی میں مسجد اقدس سو ہاتھ لمبی سو ہاتھ چوڑی تھی۔ منبر اقدس زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ رہا ہوگا۔ منبر اور دیوار کا فاصلہ ایک ہاتھ مان لیجئے۔ سو میں سے چار ہاتھ نکال دیجئے تو چھیانوے ہاتھ کا فاصلہ ہوا — چھیانوے ہاتھ کے فاصلے کے باوجود بین یدی صادق۔ تو صاحب ہدایہ کے بین یدی المنبر کا یہ مطلب لینا کہ مسجد کے اندر خطیب کے سر پر اذان کہی جائے۔ دیوبندی مجتہدین کا کام ہوسکتا ہے۔ کسی علم والے کا ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا۔

صاحب ہدایہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اور اذانوں کے بارے میں کوئی پابندی نہیں مسجد کے باہر کہیں بھی دی جاسکتی ہے مگر اذان خطبہ کے لئے ضروری ہے کہ مسجد کے باہر خطیب کے سامنے ہو۔ اس اذان کے خطیب کے سامنے ہونے پر توارث ہے۔

**ابن اسحٰق کی توثیق** محمد بن اسحٰق کی وجہ سے کچھ لوگوں نے ابوداؤد کی اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ محمد بن اسحاق اس پائے کے راوی ہیں کہ امام بخاری نے تعلیقاً اپنی صحیح میں ان کی روایت لی۔ کتاب المغازی کے شروع میں ہے:

قال ابن اسحق اول ماغزا النبى

"ابن اسحٰق نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] اول جمعۃ ص ۱۵۱ [2] اول جمعۃ ص ۱۱۶

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الابواء ثم بواط ثم العشیرۃ۔

نے سب سے پہلے جو غزوہ فرمایا وہ ابواء تھا پھر بواط پھر عشیرہ"

متابعات میں امام مسلم نے ان کی روایتیں بکثرت لی ہیں۔ اگر یہ ساقط الاعتبار ہوتے تو امام بخاری اور امام مسلم ان کی روایت کبھی نہ لیتے۔ تہذیب التہذیب میں علامہ ابن حجر نے ان کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل نے جو کچھ کہا ہے سب کچھ جمع فرمادیا ہے۔ ان کی اعلیٰ درجے کی تعریف اور توثیق بھی ذکر کی ہے اور کچھ جرحیں بھی اور کچھ جرحوں کے جواب بھی نقل فرمائے ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم کا ان کی روایت کو کسی بھی درجے میں لینا اس کی دلیل ہے کہ وہ ثقہ ہیں — اسی میں امام بخاری کے ان کے بارے میں یہ ارشادات منقول ہیں — کہ میں نے علی بن عبداللہ کو دیکھا کہ وہ ابن اسحٰق کی حدیث سے دلیل لاتے ہیں اور علی نے کہا۔ میں نے ابن اسحٰق کو متہم کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔ میں نے ان کی کتابوں سے بہت زیادہ منتخب کیا ہے۔ امام مالک نے ان کے بارے میں جو کہا ہے اگر وہ صحیح ہے تو کبھی ایک شخص کسی پر ایک طعن کرتا ہے تمام معاملات میں متہم نہیں جانتا بہت سے لوگ بعض لوگوں کے نشانہ بنتے ہیں۔ جیسے ابراہیم نے شعبی کے بارے میں جو کہا اور جو شعبی نے عکرمہ کے بارے میں کہا مگر اہل علم نے اس کی طرف التفات نہیں کیا۔ شعبہ نے انہیں ان کے حافظے کی بنا پر امیر المومنین کہا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ امام بخاری کے نزدیک وہ ثقہ ہیں۔

رہ گیا انبیٹھی صاحب نے جو فرمایا۔ کہ شر اور فتنے پھیلائے۔ اگر احیاء سنت کا نام شر وفتنہ پھیلانا ہے تو کیا آپ کے مذہب میں احیاء سنت، شر وفتنہ پھیلانا ہے؟ — پھر آپ بتائیے اس حدیث کا کیا مطلب ہے۔

من احی سنۃ من سنتی قد امیتت بعدی فلہ مثل اجور من عمل بھا من غیر ان ینقص من اجورھم شیئا

"جس نے میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جو مردہ ہو چکی تھی تو جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے سب کے برابر اسے ثواب ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے"

کبھی آپ نے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھا کہ آپ نے براہین قاطعہ میں یہ لکھ کر کتنا بڑا فتنہ پیدا کیا ہے:

"شیطان وملک الموت وبیہ (علم کی وسعت) نص سے ثابت ہے۔ فخر عالم کے وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔" ص۵۱

جس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے وسعت علم ماننا شرک ہے اور شیطان کے وسعت علم پر ایمان لانا واجب ہے۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ شیطان لعین کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زائد ہے۔ اس طرح صریح کفری عبارت کو جب مسلمانوں نے برداشت نہیں کیا تو کتنا شر وفساد پھیلا اور دن بدن پھیلتا جا رہا ہے۔ وہ لوگوں پر مخفی نہیں۔

**زاد النداء الثالث** اس سے مراد جمعے کی پہلی اذان ہے۔ اس کو ثالث باعتبار مشروع ہونے کے کہا گیا ہے۔ پہلی اذان خطبہ، اور دوسری اقامت۔ ان دونوں کے بعد اس کا احداث ہوا اس لئے یہ ثالث ہوئی۔

اقامت پر اذان کا اطلاق خود حدیث میں ہے۔ فرمایا۔ بین کل اذانین صلوٰۃ۔ ہر دو اذان کے درمیان نماز ہے۔ حضرت ابن عمر اور امام حسن بصری نے اسے بدعت کہا۔ مگر ان کی بدعت سے مراد لغوی معنیٰ ہے۔ یعنی یہ عہد نبوی میں نہ تھی۔ حضرت عثمان نے ایجاد فرمایا۔ جیسے حضرت فاروق اعظم نے خود جماعت کے ساتھ تراویح کا حکم دیا تو فرمایا نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ — یہ اچھی بدعت ہے۔ ورنہ اگر یہ بدعت سیئہ مذمومہ ہوتی تو صحابہ کرام اس پر سکوت نہ فرماتے جب مکہ معظمہ میں تَاَهُّل کے بعد منیٰ میں حضرت عثمان نے قصر ترک کر کے پوری نمازیں پڑھیں تو لوگوں نے اس پر انکار کیا۔ اس اذان پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اور اسی پر عمل درآمد آج تک ہوتا آیا۔

**خلفائے راشدین اور تشریع** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خلفائے راشدین بھی مقام تشریع پر فائز تھے حضرت صدیق اکبر نے قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع فرمایا۔ حضرت فاروق اعظم نے تراویح کو باجماعت کیا۔ اور حضرت عثمان نے پہلی اذان کا اضافہ فرمایا۔ یہ سب اس کی دلیل ہیں اور یہی ارشاد کریم علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین، سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کشمیری صاحب[1] کو بھی اتنا تسلیم ہے کہ خلفاء راشدین کا منصب، تشریع اور اجتہاد کے مابین ہے۔ اگرچہ تشریع اور اجتہاد کے مابین کا مطلب ہماری سمجھ سے بالاتر ہے

**علامہ ابن حجر پر تطفل** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام پہلے منبر پر بیٹھے گا پھر اذان دی جائے گی۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے۔ علامہ ابن حجر سے یہاں لغزش ہو گئی ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے۔ کہ حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اذان پہلے ہوگی امام منبر پر بعد میں بیٹھے گا۔

یہ حدیث اسی باب میں دوسرے طریقے سے بھی مروی ہے۔ اس میں یہ زائد ہے۔

لم یکن للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موذن غیر واحد۔ "نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک سے زائد موذن نہیں تھے"

اس سے مراد مسجد نبوی میں مستقل مؤذن صرف ایک تھے یعنی حضرت بلال بقیہ حضرات یا تو دوسری مساجد کے مؤذن تھے یا عارضی مثلاً، عبداللہ بن ام مکتوم۔ ان کا اذان دینا صرف صبح کے لئے وہ بھی صرف رمضان میں ثابت ہے۔ حضرت ابو محذورہ مکہ معظمہ میں مسجد حرام کے مؤذن تھے۔ حضرت سعد القرظ قبا کے۔ اور حضرت ابن حارث صدائی کی اذان کا ثبوت صرف ایک بار ملتا ہے۔ جیسا کہ انہیں سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے فجر کی اذان کا حکم دیا تو میں نے اذان کہی۔ بلال نے اقامت کہنی چاہی تو فرمایا —

---

[1] فیض الباری ثانی ص۳۳۶

## حدیث ۵۷۴

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ بْنِ سَھْلِ بْنِ حُنَیْفٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِیَۃَ

امامہ بن سہل بن حنیف نے کہا میں نے معاویہ بن ابو سفیان سے سنا

بْنَ اَبِیْ سُفْیَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَھُوَ جَالِسٌ عَلَی الْمِنْبَرِ اَذَّنَ

وہ منبر پر بیٹھے تھے مؤذن اذان دے رہا تھا۔ مؤذن نے کہا

الْمُؤَذِّنُ فَقَالَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ فَقَالَ مُعَاوِیَۃُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اللہ اکبر اللہ اکبر۔ تو معاویہ نے بھی کہا، اللہ اکبر

اَللّٰہُ اَکْبَرُ فَقَالَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَقَالَ مُعَاوِیَۃُ وَاَنَا

اللہ اکبر۔ پھر مؤذن نے کہا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ تو معاویہ نے کہا میں بھی

قَالَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ مُعَاوِیَۃُ وَاَنَا فَلَمَّا

یہی کہتا ہوں۔ مؤذن نے کہا اشہد ان محمد رسول اللہ تو معاویہ نے کہا میں بھی

اَنْ قَضَی التَّاذِیْنَ قَالَ یَاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ

یہی کہتا ہوں۔ جب اس نے اذان پوری کر لی تو معاویہ نے کہا اے لوگو! میں نے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی ھٰذَا الْمَجْلِسِ حِیْنَ اَذَّنَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس جگہ سنا ہے کہ جب مؤذن اذان کہتا

الْمُؤَذِّنُ یَقُوْلُ مَا سَمِعْتُمْ مِنِّیْ مِنْ مَّقَالَتِیْ ؏

تو حضور بھی وہی کہتے جو تم نے مجھ سے میری بات سنی ہے

صدائی بھائی نے اذان دی ہے اور جو اذان دے وہی اقامت کہے[1] ابن ماجہ میں یہ زائد ہے کہ ایک سفر میں یہ حکم دیا تھا۔ اس لئے یہ بھی مستقل نہ تھے۔ اور حدیث کے سیاق سے یہ ظاہر ہے کہ مراد یہ ہے کہ جمعے کے لئے صرف ایک مؤذن تھے۔

## تشریحات ۵۷۴

خطیب اذان خطبہ کا جواب دے گا۔ اس لئے کہ اس کے لئے چپ رہنے کا حکم نہیں البتہ حاضرین کو اذان خطبہ کا جواب دینا ممنوع ہے۔ جیسا کہ فرمایا اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام۔ جب امام (اپنے حجرے سے) نکلے تو نہ نماز ہے نہ کلام ہے۔ جب نماز کی اجازت نہیں تو اذان کے جواب کی کیسے اجازت ہوگی۔ تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔

---

؏ الجمعۃ باب یجیب الامام علی المنبر اذا سمع النداء ص۱۲۵ نسائی صلوٰۃ

[1] ابوداؤد صلوٰۃ باب من اذن فھو یقیم ص۷۶ ترمذی اول صلوٰۃ باب من اذن فھو یقیم ص۲۸ ابن ماجۃ باب السنۃ فی الاذان ص۵۳

## حدیث ۵۷۵

اَخْبَرَنِیْ ابْنُ اَنَسٍ اَنَّہٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے سے روایت

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ کَانَ جِذْعٌ یَقُوْمُ عَلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

ہے کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا کہ انہوں نے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا وُضِعَ لَہُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ

فرمایا۔ ایک کھجور کا تنہ تھا جس پر خطبے کے وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تھے۔ جب

اَصْوَاتِ الْعِشَارِ حَتّٰی نَزَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

منبر رکھا گیا تو ہم نے اس سے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کی آواز کی طرح آواز سنی۔ یہاں تک کہ حضور منبر سے اُترے

فَوَضَعَ یَدَہٗ عَلَیْہِ ؏

اور اس پر ہاتھ رکھا۔

## تشریحات

تکمیل۔ بخاری علامات النبوۃ میں ہے۔ مسجد کی چھت کھجور کے تنوں پر تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو ان میں سے ایک پر ٹیک لگاتے۔ انصار کی ایک خاتون یا ایک صاحب نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ کے لئے منبر نہ بنا دوں۔ ارشاد فرمایا اگر تم چاہو تو بنا دو۔ انہوں نے منبر بنایا۔ جب جمعہ کا دن آیا اور حضور منبر پر تشریف لے گئے تو وہ کھجور کا درخت بچے کی طرح چیخا۔ تو حضور اُترے اور اسے چمٹا لیا۔ تو وہ اس بچے کی طرح سسکنے لگا جسے بہلایا جاتا ہے۔ وہ اس لئے روتا تھا کہ ذکر سنتا تھا۔ ابن ماجہ[1] میں ہے کہ وہ چیخا یہاں تک کہ پھٹ گیا اس کے بعد حضور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔ وہ وہیں رہا یہاں تک کہ مسجد شہید کی گئی۔ تو اسے کعب بن مالک اپنے گھر لے گئے وہ انہیں کے پاس رہا یہاں تک کہ اسے دیمک کھا گیا۔ ابن ماجہ ہی میں ہے کہ اس کے رونے کو تمام مسجد والوں نے سنا۔ اگر حضور اسے سینے سے نہ لگاتے تو قیامت تک روتا۔

ام المومنین[2] حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک روایت یہ آئی ہے کہ حضور نے اس پر ہاتھ رکھا۔ تو رونا بند کر دیا اور زمین میں دھنس گیا۔ مشہور یہ ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا۔ اگر تو چاہے تو ہرا بھرا رہے لوگ قیامت تک تیرا پھل کھاتے رہیں اگر تو چاہے تو جنت میں جائے اور جنتی تیرا پھل کھائیں۔ اس نے دوسری صورت پسند کی۔ اور اسے وہیں حضور نے دفن فرما دیا۔

**ابن انس** ان کا نام حفص بن غیاث تھا۔ ابن سعد نے کہا کہ منبر ۷ھ میں رکھا گیا تھا۔ مگر

---

ع الجمعۃ باب الخطبۃ علی المنبر ص۱۲۵ علامات النبوۃ ص۵۰۶ نسائی۔ ابن ماجۃ

[1] باب بدء شان المنبر ص۱۰۳ [2] عمدۃ القاری سادس ص۲۱۵

**حدیث ۵۷۶**

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کَانَ النَّبِیُّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ یَقْعُدُ ثُمَّ یَقُوْمُ کَمَا تَفْعَلُوْنَ الْاٰنَ ع۵

علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر بیٹھتے پھر کھڑے ہوتے جیسے تم اس وقت کرتے ہو

**ت ۱۷۶**

وَاسْتَقْبَلَ بْنُ عُمَرَ وَاَنَسٌ الْاِمَامَ ع۶

حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خطبہ کے وقت امام کی طرف منہ کیا۔

یہ صحیح نہیں۔ واقعہ افک میں حضرت اُمّ المومنین کا قول مذکور ہے کہ اوس اور خزرج دونوں قبیلے بکھر گئے۔ قریب تھا کہ لڑ پڑتے اور رسول اللہ منبر پر تشریف رکھتے تھے۔ منبر سے اُترے اور انہیں ٹھنڈا فرمایا ــــ گزر چکا کہ واقعہ افک غزوۂ بنی مصطلق کے موقع پر رونما ہوا تھا اور یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا ہے۔ جیسا کہ ہم جلد دوم ص ۲۶۷،۸ میں ثابت کر آئے ہیں۔ اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ ۵ھ میں منبر بن چکا تھا۔

**تشریحات ۵۷۶**

خطبہ کے لئے قیام امام شافعی اور امام احمد کے یہاں شرط ہے۔ یعنی اگر بیٹھ کر خطبہ دیں گے تو صحیح نہ ہوگا۔ ان کی دلیل یہ حدیث اور آیت کریمہ وَتَرَکُوْکَ قَائِمًا۔ اور تمہیں خطبہ میں کھڑا چھوڑ گئے۔ احناف کے یہاں کھڑے ہو کر خطبہ دینا سُنّت ہے۔ اگر کوئی بیماری یا کمزوری کی وجہ سے کھڑا نہ ہو سکے۔ بیٹھ کر خطبہ دے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اور صحابۂ کرام کا بنی اُمیہ پر اعتراض اس لئے تھا کہ انہوں نے سُنّت، قدرت کے باوجود ترک کر دی تھی۔ مصنف عبد الرزاق میں ہے کہ حضرت معاویہ پہلا خطبہ بیٹھ کر دیتے اور دوسرا خطبہ کھڑے ہو کر۔ یہ انہوں نے اس وقت کیا جب ان کا جسم بھاری ہو گیا۔ جس سے ظاہر ہے کہ وہ عذر کی وجہ سے ایک خطبہ بیٹھ کر دیتے۔ اور مروان بلا عذر پہلا خطبہ بیٹھ کر دیتا اسی وجہ سے حضرت ابن عمر نے فرمایا۔

**تشریحات ۱۷۶**

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر، کو بیہقی نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر امام کے خطبے کے لئے نکلنے سے پہلے نفل سے فارغ ہو جاتے اور جب امام آجاتا تو وہ بیٹھنے بھی نہ پاتا کہ یہ اپنا رُخ اس کی طرف کر لیتے۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ میں ــــ مستمر بن ریان نے کہا۔ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ جب امام خطبہ شروع کرتا تو یہ اپنا رخ اس کی طرف کر لیتے۔ جب تک خطبے سے وہ فارغ نہیں ہوتا۔ اسی کی طرف رُخ کئے رہتے۔

---

ع۵ الجمعۃ باب الخطبۃ قائما ص۱۲۵ مسلم صلوٰۃ۔ ترمذی جمعۃ۔

ع۶ الجمعۃ باب استقبال الناس الامام ص۱۲۵

**حدیث ۵۷۷**

حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدٍ

عطاء بن یسار نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابو سعید خدری

الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهٗ ؎

ایک دن منبر پر بیٹھے اور ہم لوگ حضور کے ارد گرد بیٹھے۔

**حدیث ۵۷۸**

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث بیان کی

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِمَالٍ اَوْ بِشَيْءٍ فَقَسَمَهٗ فَاَعْطٰى

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ مال یا کچھ آیا۔ تو حضور نے کچھ لوگوں

رِجَالًا وَتَرَكَ رِجَالًا فَبَلَغَهٗ اَنَّ الَّذِيْنَ تَرَكَ عُتِبُوْا

کو دیا اور کچھ لوگوں کو نہیں دیا۔ اس کے بعد حضور کو یہ خبر ملی (کہ یہ کہا جا رہا ہے) جن

**تشریحات ۵۷۷**

یہ حدیث ایک طویل حدیث کا جز ہے جو کتاب الزکوٰۃ میں ہے۔ وہیں پوری حدیث کی توضیح ہوگی۔ یہاں جو حصہ مذکور ہے۔ اس کے متعلق ضروری باتیں معروض ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ کر بھی خطبہ دیتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خطبے کے وقت کھڑا رہنا واجب یا فرض نہیں۔

**مطابقت باب** یہاں باب کا عنوان ہے۔ جب امام خطبہ دے تو لوگوں کا امام کی طرف منہ کرنا لازم ہے اس پر اُمت کا اجماع ہے کہ خطبے کے وقت خطیب کی طرف رُخ کرنا مسنون ہے۔

آج تمام مسلمانوں نے یہ سنت چھوڑ رکھی ہے۔ خطبے کے وقت سبھی قبلہ رُخ بیٹھے رہتے ہیں۔ لوگوں کو چاہئے کہ اس وقت امام کی طرف رُخ کر لیا کریں۔

**تشریحات ۵۷۸**

یہ حدیث افراد بخاری سے ہے۔ یہاں یہ باب ہے۔ جس نے خطبے میں ثنا کے بعد "امّا بعد" کہا۔ اس کے ضمن میں ایک تعلیق ذکر کی۔ جو ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جو تین حدیث کے بعد مذکور ہے۔ اور حدیث ۶۵ جو جلد اوّل کے صفحات ص۳۷۹ لغایت ص۳۸۳ پر ہے وہاں جو الفاظ ہیں ان میں امّا بعد نہیں۔ مگر یہاں ہے کہ سورج گہن کی نماز کے بعد حضور اقدس صلی اللہ

---

؎ الجمعۃ۔ باب استقبال الناس الامام ص۱۲۵

فَحَمِدَ اللّٰہَ ثُمَّ اَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَوَاللّٰہِ اِنِّیْ

لوگوں کو کچھ نہیں دیا وہ معتوب ہیں۔ یہ سن کر حضور نے اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا۔ حمد و ثنا

اُعْطِی الرَّجُلَ وَ اَدَعُ الرَّجُلَ وَالَّذِیْ اَدَعُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ

کے بعد کہنا یہ ہے کہ میں کسی کو دیتا ہوں اور کسی کو نہیں دیتا۔ حالانکہ جسے نہیں دیتا

الَّذِیْ اُعْطِیْ وَلٰکِنْ اُعْطِیْ اَقْوَامًا لِّمَا اَرٰی فِیْ قُلُوْبِھِمْ مِنَ

وہ مجھے ان لوگوں سے زیادہ پیارے ہیں جنہیں دیتا ہوں۔ لیکن میں ایسے لوگوں کو دیتا ہوں جن کے

الْجَزَعِ وَالْھَلَعِ وَ اَکِلُ اَقْوَامًا اِلٰی مَا جَعَلَ اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِھِمْ

دلوں میں بے صبری اور حرص دیکھتا ہوں۔ اور کچھ لوگوں کو اس کے حوالے کر دیتا ہوں جو اللہ نے ان

مِنَ الْغِنٰی وَالْخَیْرِ فِیْھِمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ فَوَاللّٰہِ مَا اُحِبُّ

کے دلوں میں سیر چشمی اور بھلائی پیدا فرما دی ہے۔ انہیں میں عمرو بن تغلب بھی ہیں۔ حضرت عمرو بن تغلب کہتے

اَنَّ لِیْ بِکَلِمَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُمْرَ النَّعَمِ ؏

ہیں۔ رسول اللہ کے اس ارشاد کے مقابلے میں مجھے سرخ اونٹ بھی پسند نہیں۔

تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کی ان الفاظ کے ساتھ حمد کی جو اس کے لائق ہے۔ پھر فرمایا۔ امابعد اس سے ثابت ہوا کہ خطبے میں حمد و ثنا، تشہد و درود کے بعد امابعد کہنا سنت ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ امابعد سب سے پہلے کس نے کہا۔ کسی نے کہا کہ سب سے پہلے امّا بعد یعرب بن قحطان نے کہا۔ کسی نے کہا کہ سب سے پہلے، کعب بن لوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جدّ امجد نے کہا۔ کسی نے کہا کہ سحبان بن وائل نے۔ کسی نے کہا کہ۔ قس بن ساعدہ نے کہا مگر طبرانی کی ایک ضعیف حدیث مرفوع میں ہے کہ سب سے پہلے داؤد علیہ السلام نے کہا۔ دار قطنی کی غرائب مالک میں سند ضعیف کے ساتھ یہ روایت ہے کہ جب ملک الموت حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے تو ان سے حضرت یعقوب نے جو گفتگو کی اسمیں امابعد کہا تھا۔ خطبے میں امابعد کے استعمال کو تیس صحابہ نے روایت کیا ہے۔

**اتی بمال او بشی** بعض روایتوں میں بجائے بشیٍٔ کے، بسبیٍ ہے۔ اور بعض میں بغیر بار کے صرف سبیٍ ہے۔ اسماعیلی کی روایت میں بمال من البحرین ہے۔

**عتبوا** یہ خیال اس بنا پر پیدا ہوا۔ کہ داد و دہش دلیل محبت ہے۔ اس لئے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ جنہیں دیا ہے وہ لوگ محبوب ہیں اور جنہیں نہیں دیا وہ مبغوض ہیں۔ مگر واقعہ یہ نہیں تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسکا ازالہ فرمایا کہ داد و دہش دلیل محبت ہے مگر ہمیشہ نہیں کبھی معاملہ اسکے برعکس بھی ہوتا ہے کبھی کسی مصلحت کی وجہ سے کبھی احتیاط کی وجہ سے دوسروں کو۔

ع۵ الجمعۃ باب من قال فی الخطبۃ بعد الثنا امابعد ص۱۲۶ الجہاد۔ باب من لم یخمس الاسلاب ص۴۴۵ ثانی التوحید۔ باب قولہ ان الانسان خلق ھلوعا ص۱۱۲۴

**حدیث ۵۷۹**

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ نبی

صَعِدَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ وَکَانَ آخِرَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور یہ حضور کی مسجد میں آخری

مَجْلِسٍ جَلَسَہٗ مُتَعَطِّفًا مُلْتَحِفًا عَلٰی مَنْکِبَیْہِ قَدْ عَصَبَ رَأْسَہٗ

مجلس تھی۔ اپنے کاندھے پر چادر لپیٹے ہوئے اور سر اقدس پر روغن آلود

بِعِصَابَۃٍ دَسِمَۃٍ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اَیُّھَا النَّاسُ

پٹی باندھے ہوئے تھے۔ پہلے اللہ کی حمد و ثنا کی اس کے بعد فرمایا اے لوگو! میرے

اِلَیَّ فَثَابُوْا اِلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ ھٰذَا الْحَیَّ مِنَ الْاَنْصَارِ

قریب آؤ لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے پھر فرمایا، امابعد یہ انصار کا قبیلہ کم ہو جائے گا اور لوگ

یَقِلُّوْنَ وَیَکْثُرُ النَّاسُ فَمَنْ وَلِیَ شَیْئًا مِّنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ فَاسْتَطَاعَ

زیادہ ہوں گے۔ تو جو بھی اُمت محمد کا والی ہو اور یہ استطاعت رکھے کہ جسے چاہے نقصان

اَنْ یَّضُرَّ فِیْہِ اَحَدًا اَوْ یَنْفَعَ فِیْہِ اَحَدًا فَلْیَقْبَلْ مِنْ مُّحْسِنِھِمْ

پہنچائے اور جسے چاہے نفع۔ تو اسے لازم ہے کہ ان کے احسان کرنے والوں کے احسان کو قبول کرے اور

وَیَتَجَاوَزْ عَنْ مُّسِیْئِھِمْ ؏

ناپسندیدہ اقدام کرنے والوں کو معاف کرے۔

**تشریحات ۵۷۹**

علامات النبوۃ میں ہے کہ انصار کم ہوتے جائیں گے جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے اس عہد میں انصار کی تعداد مدینہ طیبہ میں کافی تھی۔ مگر ارشاد رسول کی صداقت دیکھئے کہ سوائے معدودے چند ایوبی حضرات کے اور انصار کرام کی اولاد کا پتہ نہیں ــــ یہ تھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیب دانی ــــ اس موقع پر نماز پڑھانے کا ذکر نہیں مگر اغلب یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے وقت مسجد اقدس میں تشریف لائے ہوں گے کہ نماز کے لئے صحابہ کرام مسجد اقدس میں جمع ہوئے ہوں۔ اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ نماز بھی پڑھائی ہوگی۔ اگر یہ صحیح ہے تو مرض وصال میں چار بار صحابہ کرام کے ساتھ باجماعت نماز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی۔ جیسا کہ جلد ثانی ص ۳۶۹-۷۰ پر ہم نے تفصیل سے لکھا ہے۔

---

؏ الجمعۃ باب من قال فی خطبتہ بعد الثنا امابعد ص ۱۲۵ علامات النبوۃ ص ۵۱۲ ــــ باب مناقب الانصار ص ۵۳۶۔ ترمذی

**حدیث ۵۸۰**

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ خُطْبَتَیْنِ یَقْعُدُ بَیْنَہُمَا عہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو خطبہ پڑھتے اور دونوں کے درمیان بیٹھتے۔

**حدیث ۵۸۱**

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی

قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعے کے دن لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے۔ کہ ایک صاحب حاضر ہوئے

النَّاسَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَقَالَ اَصَلَّیْتَ یَا فُلَانُ فَقَالَ لَا قَالَ قُمْ فَارْکَعْ عہ

تو ان سے پوچھا اے فلاں نماز پڑھی؟ تو انہوں نے عرض کیا۔ نہیں۔ تو فرمایا اٹھ اور نماز پڑھ۔

**تشریحات ۵۸۰**

جمعہ صحیح ہونے کے لئے خطبہ شرط ہے۔ خطبہ مطلق ذکر الٰہی کا نام ہے۔ اگرچہ طویل نہ ہو اس لئے ایک بار الحمد للہ یا سبحان اللہ یا اللہ اکبر کہنے سے بھی فرض ادا ہو جائے گا البتہ اتنا طویل ہونا جسے عرف عام میں خطبہ کہیں سنت ہے۔ اور دو خطبوں کا ہونا مسنون۔ اور دونوں کے درمیان تین آیت کی مقدار میں بیٹھنا بھی سنت ہے۔

**تشریحات ۵۸۱**

اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ — اٹھ اور دو رکعت نماز پڑھ۔ یہ آنے والے بزرگ سلیک غطفانی تھے۔ جیسا کہ مسلم[1] کی روایت میں تصریح ہے۔ اخیر میں یہ اضافہ ہے۔ اور مختصر پڑھ

**امام شافعی وغیرہ کا مسلک**

امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کہتے ہیں۔ خطبے کی حالت میں نماز کی اجازت ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

**ہمارا مسلک اور دلائل**

ہمارا اور امام مالک وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ اثنار خطبہ نہ کسی کلام کی اجازت ہے نہ کسی نماز کی۔ ہمارے دلائل یہ ہیں — خواہر زادہ نے اپنے مبسوط میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

---

عہ الجمعۃ باب القعدۃ بین الخطبتین یوم الجمعۃ ص ۱۲۷ مسلم۔ ابو داؤد نسائی۔ ابن ماجہ۔ عہ الجمعۃ۔ باب اذا رأی الامام رجلا جاء وھو یخطب امر ان یصلی رکعتین ص ۱۲۷۔ باب من جاء والامام یخطب صلی رکعتین خفیفتین ص ۱۲۷۔ مسلم۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔

[1] اول جمعۃ باب من دخل المسجد والامام یخطب او خرج للخطبۃ فلیصل رکعتین ص ۲۸۷۔

سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام — امام جب خطبہ کے لئے نکلے تو نہ نماز ہے نہ کلام

(۱) عمدۃ القاری[1] میں اسی حدیث کی کتاب الاسرار کے حوالے سے ان الفاظ میں تخریج کی۔

اذا جاء احدکم والامام علی المنبر فلا صلوٰۃ ولا کلام — "جب تم میں سے کوئی آئے اور امام منبر پر ہو تو نہ نماز کی اجازت ہے نہ کلام کی"

دار قطنی نے اس حدیث پر یہ طعن کیا کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا کھلا ہوا وہم ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ امام زہری پر موقوف ہے۔ جیسا کہ موطا امام[2] مالک میں ہے۔

اقول — ہم نے مقدمے میں بدلائل ثابت کیا ہے کہ فقہا جس حدیث سے استدلال فرمالیں وہ صحیح یا کم از کم حسن ضرور ہوتی ہے۔ پھر سند دیکھنے کی حاجت نہیں۔ اس کی حیثیت امام بخاری کی تعلیقات کی ہے۔ جنہیں صیغۂ تمریض سے ذکر نہ فرمایا ہو

(۲) صحاح ستہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا قلت لصاحبك یوم الجمعۃ والامام یخطب انصت فقد لغوت — "جمعے کے دن خطبے کی حالت میں اپنے ساتھی سے اگر تو نے یہ کہا۔ چپ رہ، تو تو نے لغو کام کیا"

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض ہے۔ اور اس وقت کی نماز سنت یا نفل۔ خطبے کی حالت میں جب فرض ادا کرنے کی اجازت نہیں تو سنت اور نفل کی بدرجہ اولیٰ نہ ہوگی۔

(۳) ثعلبہ بن ابی مالک نے کہا کہ حضرت عمر جب خطبے کے لئے نکلتے تو ہمیں چپ کرا دیتے۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، خطبے کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے[3] ابن ابی شیبہ[4] نے روایت کیا کہ حضرت علی، ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم خطبے کے لئے امام کے نکلنے کے بعد نماز اور کلام سے منع فرماتے تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی صحابۂ کرام کا یہی مذہب تھا جیسے عقبہ بن عامر جہنی، ثعلبہ بن ابی مالک قرظی، عبداللہ بن صفوان بن امیہ۔

(۴) حدیث ۵۴۹ گزر چکی کہ حضرت عثمان جمعے کے لئے اس وقت آئے جب حضرت عمر خطبہ دے رہے تھے۔ دیر سے آنے، غسل نہ کرنے پر مواخذہ فرمایا۔ مگر نفل پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔

(۵) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] سادس ص۱۳۲ [2] باب الانصات یوم الجمعۃ والامام یخطب ص۳۸
[3] عمدۃ القاری سادس ص۲۳۲ [4] فتح القدیر اول ص۲۵۵ لکھنؤ

نے فرمایا:

لا تصلوا والامام یخطب [1] "امام خطبہ دے رہا ہو تو نماز نہ پڑھو۔"

**شوافع کے استدلال کا جواب** (۱) حضرت سلیک کو نماز پڑھنے کا حکم دینے کے بعد حضور نے خطبہ بند کر دیا۔ جب نماز پوری کر چکے تو پھر خطبہ دیا۔ جیسا کہ دار قطنی نے حضرت انس سے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت محمد بن قیس سے روایت کیا ہے [2]

(۲) حضرت سلیک خطبہ شروع فرمانے سے پہلے حاضر ہوئے تھے۔ جب یہ نماز سے فارغ ہوئے تو خطبہ شروع فرمایا [3]

(۳) یہ واقعہ نماز میں کلام کی ممانعت سے پہلے کا ہے۔ جب نماز میں کلام منع فرما دیا گیا تو خطبہ میں بھی منع ہوا اس لئے کہ خطبہ نماز جمعہ کا جزیا شرط ہے۔

(۴) چونکہ حضرت سلیک پھٹے پرانے کپڑوں میں بہت خستہ حالت میں آئے تھے۔ تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ کہ لوگ ان کی حالت دیکھ لیں اس کے بعد لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دی۔ جس پر بہت سے کپڑے آئے جن میں سے دو کپڑے انہیں عطا فرمائے [4]

(۵) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شارع ہیں۔ حضور کو اختیار ہے کہ جسے چاہیں جس وقت چاہیں جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ فرما دیں۔

(۶) علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں اُس حدیث سے استدلال فرمایا۔ جس میں ہے کہ جب امام خطبے کے لئے نکلتا ہے تو فرشتے اپنے صحیفے لپیٹ دیتے ہیں اور ذکر سنتے ہیں۔ اگر اس وقت نماز یا کسی اور عمل کی اجازت ہوتی تو فرشتے اپنے صحیفے نہ لپیٹتے۔ اس لئے کہ ارشاد ہے:

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ۔ (ق - ۱۸) "وہ جو لفظ بھی اپنی زبان سے نکالتا ہے اس کا محافظ تیار رہے۔"

**اقول:** ۔ یہ استدلال اس وقت تام ہوتا جبکہ جمعہ کے دن آنے والے فرشتوں سے کراماً کاتبین مراد ہوتے۔ ہم اس حدیث کے ضمن میں بتا آئے ہیں کہ یہ مخصوص فرشتے کراماً کاتبین کے علاوہ ہیں۔ اس پر واضح دلیل یہ ہے کہ اگر بالفرض کوئی خطبے کے وقت نماز پڑھے یا کلام کرے یا کوئی ناجائز حرکت کرے تو وہ لکھا جائے گا۔ ہمارے یہاں صحیح و راجح مفتیٰ بہ، حضرت امام اعظم کا قول ہے کہ جب امام خطبے کے لئے اپنے

---

[1] عمدۃ القاری سادس ص۲۳۲ [2] ایضاً ص۲۳۳ [3] مسلم اول۔ جمعۃ۔ باب من دخل المسجد والامام یخطب ص۲۸۷ عمدۃ القاری سادس بحوالہ سنن کبری للنسائی ص۲۳۲ [4] نسائی اول۔ الجمعۃ باب حث الامام علی الصدقۃ یوم الجمعۃ فی خطبتہ ص۲۰۸

## حدیث ۵۸۲

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ

اَصَابَتِ النَّاسَ سَنَۃٌ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں قحط ہو گیا۔ ایک بار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعے کے دن خطبہ

فَبَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ فِیْ یَوْمِ جُمُعَۃٍ قَامَ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلَكَ

دے رہے تھے۔ کہ ایک دیہاتی کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مال تباہ ہو گیا

الْمَالُ وَجَاعَ الْعِیَالُ فَادْعُ اللّٰہَ لَنَا فَرَفَعَ یَدَیْہِ وَمَا نَرٰی فِیْ

اہل وعیال بھوکے ہیں۔ آپ اللہ سے ہمارے لئے دعا فرمائیں تو حضور نے اپنے دونوں دست مبارک

السَّمَاءِ قَزَعَۃً فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا وَضَعَھَا حَتّٰی ثَارَ

اٹھائے۔ اور حالت یہ تھی کہ ہم آسمان میں بادل کا چھوٹا سا ٹکڑا بھی نہیں دیکھتے۔ قسم ہے اس

السَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ یَنْزِلْ عَنْ مِّنْبَرِہٖ حَتّٰی

ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ حضور نے ابھی اپنے دست مبارک نیچے نہیں کئے تھے کہ پہاڑوں

رَاَیْتُ الْمَطَرَ یَتَحَادَرُ عَلٰی لِحْیَتِہٖ فَمُطِرْنَا یَوْمَنَا ذٰلِكَ

کی طرح بادل اُٹھا حضور منبر پر ہی تھے کہ میں نے دیکھا کہ بارش حضور کی ریش مبارک پر گر رہی ہے۔

وَمِنَ الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِیْ یَلِیْہِ حَتّٰی الْجُمُعَۃِ الْاُخْرٰی

اس دن دن بھر بارش ہوئی اور اس کے بعد والے دن بھی اور اس کے بعد والے دن بھی دوسرے جمعہ تک مسلسل ہوتی رہی۔

حجرے سے نکلے یا اپنی جگہ سے اٹھے۔ اس وقت سے لے کر خطبہ ختم ہونے کے وقت تک نماز ذکر ہر قسم کا کلام ممنوع ہے۔ بلکہ ہر وہ فعل ممنوع ہے جو خطبے کے سننے میں خلل انداز ہو۔ مثلاً پنکھا جھلنا۔ کچھ لکھنا۔

حدیث[1] میں ہے۔ من مس الحصی فقد لغا۔ (امام جب خطبہ دے رہا ہو) کوئی کنکری چھوئے تو اس نے لغو کیا۔ یہ حکم دور و نزدیک والے سبھی کے لئے ہے۔ خواہ وہ خطبہ سنتا ہو خواہ نہ سنتا ہو اگر کوئی جمعے کی سنت یا اور کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور خطبے کی اذان ہونے لگے تو وہ دو رکعت پر سلام پھیر دے۔

## تشریحات ۵۸۲

تکمیل — الاستسقاء میں ہے۔ کہ ایک صاحب اس دروازے سے حاضر ہوئے جو منبر کے سامنے تھا۔ یعنی مسجد کے شمالی دروازے سے۔ اس نے عرض یہ

[1] مسلم اول جمعۃ ص ۲۸۳

فَقَامَ ذٰلِكَ الْاَعْرَابِيُّ اَوْ قَالَ غَيْرُهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

دوسرے جمعہ کو وہی دیہاتی یا کوئی اور کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! گھر گر گئے،

تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ

مال ڈوب گئے۔ اللہ سے ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ اب حضور نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور عرض

حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَمَا يُشِيْرُ بِيَدِهٖ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ السَّحَابِ

کیا۔ اے اللہ ہمارے اردگرد برسا ہم پر مت برسا۔ حضور اپنے ہاتھ سے جس طرف اشارہ فرماتے بادل

اِلَّا انْفَرَجَتْ وَصَارَتِ الْمَدِيْنَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَالَ الْوَادِيْ

پھٹ جاتا۔ اور مدینہ گول حوض کے مثل ہوگیا اور وادی قناۃ ایک مہینہ

قَنَاةُ شَهْرًا وَلَمْ يَجِئْ اَحَدٌ مِّنْ نَاحِيَةٍ اِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ ع

تک بہتی رہی۔ جس طرف سے جو آیا اس نے بارش کی کثرت کی خبر دی۔

کیا — کہ مال ہلاک ہوگئے۔ اور راستے بند ہوگئے۔ یعنی چارہ نہ ملنے کی وجہ سے سواریاں کمزور ہوگئیں۔ اس لائق نہیں کہ ان پر سفر کیا جاسکے۔ اتنا پانی نہیں کہ ساتھ لے جایا جائے۔ اور راستے میں ملنے کی امید نہیں — چراگاہیں سوکھ گئیں۔ اتنا چارہ نہیں کہ ہمراہ لے لیا جائے۔ اور راستے میں چارہ ملنے کی امید نہیں۔ اس لئے لوگ کہیں سفر نہیں کرتے۔ آگے ہے۔ ہم آسمان میں نہ بادل دیکھ رہے تھے اور نہ بادل کا ٹکڑا اور نہ کچھ اور ہمارے اور کوہ سلع کے درمیان کوئی گھر نہیں تھا۔ کہ اچانک کوہ سلع کے پیچھے سے ڈھال کے برابر بادل کا ٹکڑا اٹھا اور آسمان کے بیچ میں آکر پھیل گیا۔ پھر برسا۔ اتنا کہ ہم نے ایک ہفتہ تک سورج نہیں دیکھا۔ آئندہ جمعہ کو جو عرض تھی وہ یہ تھی۔ کہ مال ہلاک ہوگئے اور راستے بند ہوگئے۔ دوسرے جمعہ کو بارش بند ہونے کی دعا میں یہ اضافہ ہے۔ اے اللہ ٹیلوں پر پہاڑوں پر نالیوں پر اور درخت اُگنے کی جگہوں پر برسا۔ یہ بھی ہے کہ بارش بند ہوگئی اور ہم مسجد سے نکلے تو دھوپ میں چلے۔

**رفع یدیں** عام روایتوں میں یہی ہے کہ ہاتھ اُٹھایا۔ مگر یہیں اس سے پہلے والی مختصر روایت

---

ع الجمعۃ باب الاستسقاء فی الخطبۃ یوم الجمعۃ ص۱۲۷ باب رفع الیدین فی الخطبۃ ص۱۲۷ الاستسقاء باب الاستسقاء فی المسجد ص۱۳۷ ایضا باب الاستسقاء فی الخطبۃ ص۱۳۸ باب الاستسقاء علی المنبر ص۱۳۸ ایضا باب من اکتفی بصلوٰۃ الجمعۃ فی الاستسقاء ص۱۳۸ ایضا باب الدعاء اذا انقطعت السبل ص۱۳۸ ایضا ما قیل ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما حول رداءہٗ ص۱۳۹ ایضا باب اذا استشفعوا الی الامام ص۱۳۹ باب الدعاء اذا کثر المطر ص۱۳۹ باب رفع الناس ایدیھم فی الاستسقاء ص۱۴۰ ایضا باب من تمطر فی المطر حتی یتحادر علی لحیتہ ص۱۴۰ علامات النبوۃ ص۵۰۶ ثانی۔ الدعوات۔ باب الدعا غیر مستقبل القبلۃ ص۹۳۹ مسلم صلوٰۃ نسائی صلوٰۃ

**حدیث ۵۸۳** اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ اَنَّ اَبَاھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ

تَعَالٰی عَنْہُ اَخْبَرَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قُلْتَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جمعے کے دن امام خطبہ دے رہا ہو۔ اور

لِصَاحِبِکَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اَنْصِتْ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ ؏

تم نے اپنے ساتھی سے کہا۔ چپ رہ — تو تم نے لغو کیا —

میں ہے۔ فمد یدہ — یعنی حضور نے اپنے ہاتھ کو بڑھایا۔ دونوں کا حاصل ایک ہے۔ یعنی جیسے عام دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تھے ویسے اٹھایا۔ جیسے نماز استسقاء میں وارد ہے۔ کہ ہاتھوں کو خوب بلند کرتے یہاں تک کہ بغل کی سفیدی نظر آتی۔ یہ مراد نہیں — اور یہی ظاہر ہے۔

**فما یشیر بیدیہ** اپنے دست مبارک سے جس طرف اشارہ فرماتے بادل پھٹ جاتا — اس سے ظاہر ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم میں تصرف کی قوت عطا کی گئی ہے۔ اور آپ کا تصرف عالم میں نافذ ہے۔

**مثل الجوبۃ** جوبۃ۔ کے معنی گول حوض کے ہیں۔ دوسری روایتوں میں ہے کہ مدینہ طیبہ تاج کے مثل ہو گیا۔ دونوں کا حاصل ایک ہے۔ یعنی مدینہ طیبہ کے اوپر بادل اس طرح پھٹ گیا۔ کہ تاج کے مثل گول دائرہ بن گیا۔

**بالجود** جود کے معنی بہت زیادہ بارش کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ بارش بہت زور کی ہوئی اور صرف مدینہ طیبہ ہی میں نہیں ہوئی بلکہ دور دور تک ہوئی۔

**تطبیق** عام روایتوں میں ہے کہ ایک صاحب دیہات کے رہنے والے حاضر ہوئے اور قحط کی شکایت مذکورہ بالا الفاظ میں کی۔ مگر استسقاء میں بطریق ثابت یہ ہے کہ لوگ کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے یہ عرض کیا۔ بارش رک گئی درخت سوکھ کر سرخ ہو گئے۔ چوپائے ہلاک ہو گئے —— یا تو یہ دونوں دو واقعے ہیں یا یہ کہ چونکہ صحابہ کرام رعب کی وجہ سے عرض نہیں کرتے تھے مگر جب ان دیہاتی نے عرض کر دیا تو ہمت بندھی اور دوسرے لوگوں نے بھی عرض کیا۔

**توجیہ** اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خطبہ جمعہ کے درمیان حاضرین اپنی ضرورت امام کے سامنے پیش کر سکتے ہیں حالانکہ صحیح یہ ہے کہ سامعین خاموشی کے ساتھ بغور خطبہ سنیں گے۔ امام سے بھی کلام کی اجازت نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس واقعے کو اس پر حمل کیا جائے۔ کہ ممانعت سے پہلے ہوا — یا یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کلام کی اجازت ہے۔ جیسے نماز میں ہے کہ حضور کے ساتھ کلام کرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔

**تشریحات ۵۸۳** لغو کے معنی وہ کام اور بات جس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ بیہودہ بات۔ بیہودہ کام۔ چونکہ

ع ۱ الجمعۃ۔ باب الانصات یوم الجمعۃ والامام یخطب ص ۱۲۷ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔

## حدیث ۵۸۲

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَکَرَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِیْهِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعے کے دن کا تذکرہ فرمایا اور ارشاد فرمایا

سَاعَةٌ لَا یُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ یَسْاَلُ اللّٰهَ

جمعے کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت جو بھی بندۂ مومن جو کچھ بھی نماز پڑھتے ہوئے اللہ سے

شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِیَّاهُ وَاَشَارَ بِیَدِهٖ یُقَلِّلُهَا ؏۵

مانگے گا اللہ اسے عطا فرمائے گا اور ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ یہ ساعت بہت کم ہے۔

جمعے کے دن خطبہ کے وقت تمام حاضرین پر خاموش رہنا اور خطبے کو بغور سننا واجب ہے۔ اور یہ کہنا کہ چپ رہ۔ اس میں مخل ہونے کی وجہ سے گناہ ہے۔ اور ہر گناہ بیہودہ۔ اس لئے خطبے کی حالت میں کسی سے اچھی بات بھی کہنی جائز نہیں۔ اور وہ بیہودہ بات میں داخل ہے۔ یہاں لغو، لاحاصل کلام کے معنیٰ میں نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اس وقت بھی اس کلام میں فائدہ ہے۔ کہ جو بات کر رہے ہوں گے انہیں حکم شرعی بتایا — یہ حدیث احناف کی متدل ہے۔ کہ خطبے کی حالت میں نہ دنیوی باتوں کی اجازت ہے نہ دینی۔

## تشریحات ۵۸۲

یہ ساعت کون سی ہے؟ اس کی تعیین میں علامہ عینی نے چالیس اقوال ذکر فرمائے ہیں — مگر جس کو انہوں نے اصح الاحادیث سے ثابت مانا ہے۔ وہ دو ہیں:

اول جب امام خطبے کے لئے منبر پر بیٹھے اس وقت سے لے کر نماز پوری ہونے تک — ثانی۔ نماز عصر سے لے کر غروب آفتاب تک — پہلے قول کی تائید مسلم[۱] شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔ کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ یہ ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے اور نماز پوری ہونے کے درمیان ہے۔

دوسرے قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ جسے امام مالک نے موطا[۲] میں، امام احمد نے اپنی مسند میں۔ امام ابو داؤد[۳] اور امام نسائی[۴] اپنی سنن میں اور امام ترمذی[۵] نے اپنی جامع میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی۔ انہوں نے مجھ سے کہا۔ میں جانتا ہوں وہ ساعت کون سی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا۔ مجھے بتایئے بخل مت کیجئے

---

؏۵ الجمعة باب الساعة التی یوم الجمعة ص۱۳۵ مسلم جمعة نسائی العمل فی الیوم واللیلة۔

[۱] الجمعة ص۲۸۱ [۲] ص۴۰ [۳] اول صلوٰة باب تفریع ابواب الجمعة ص۱۵۰ [۴] اول الجمعة باب ذکر الساعة التی یستجاب ص۲۱۰ [۵] اول جمعة باب فی الساعة التی ترجی یوم الجمعة ص۶۵

تو انہوں نے کہا۔ یہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے۔ اس پر حضرت ابو ہریرہ نے یہ اشکال پیش کیا۔ کہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت کیسے ہو سکتی ہے۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے — کہ جو مسلمان بندہ اسے پائے اس حالت میں کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو اور اس وقت نماز پڑھی نہیں جاتی۔ تو حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے۔ جو نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو وہ نماز ہی میں ہے جب تک نماز نہ پڑھ لے۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا ہاں یہ فرمایا ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا۔ اس حدیث میں نماز سے یہی مراد ہے۔ نیز اس کی تائید حضرت جابر کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام ابو داؤد[1] نے روایت کیا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے عصر کے بعد آخری ساعت میں تلاش کرو۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان جب امام بیٹھے۔ وہ یہ ساعت[2] ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس ساعت کا وقت معین نہیں پورے دن میں کسی وقت ہے۔ جیسے شب قدر عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں میں سے کسی میں ہے۔

**فیض الباری پر تعقب** فیض[3] الباری میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مکالمہ مذکورہ کے حوالے میں، ابن ماجہ بھی تحریر ہے۔ حالانکہ ابن ماجہ میں مکالمہ مذکورہ کہیں نہیں۔ البتہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مضمون مذکور اس طرح مذکور ہے۔ کہ انہوں نے پوری تفصیل خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی[4] ہے۔ چند سطر بعد یہ لکھنا کہ ابن ماجہ کی حدیث میں اسے مرفوع بتایا یہ مدرج ہے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ ابن ماجہ میں جو مذکور ہے وہ حضرت عبداللہ بن سلام کا قول ہے۔ حضرت ابو ہریرہ اور ان کا مذاکرہ تو پھر بھی مذکور نہ ہوا — اور اگر آپ کی بات صحیح ہے تو یہ حدیث مدرج کیسے ہوئی۔ موقوف ہوئی۔

**وھو قائم یصلی** حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن سلام کے مکالمے سے ظاہر ہو گیا۔ بلکہ ابن ماجہ کی حدیث کے بموجب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے یہ ظاہر ہو گیا کہ یہاں یصلی کے معنیٰ مجازی مراد ہیں یعنی نماز کا انتظار کر رہا ہو۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ قائما معنیٰ میں دائما کے ہو جیسے آیت کریمہ "مادمت علیہ قائما" میں، مواظبا کے معنیٰ میں ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوئے کہ اس مخصوص ساعت میں بھی دعا کا قبول ہونا اس شرط پر ہے کہ وہ نماز پابندی کے ساتھ ادا کرتا ہو۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ مجازا، فاعلا کے معنیٰ میں ہو۔ اور یصلی بمعنیٰ دعا و ذکر ہو۔

---

[1] اول صلوٰۃ باب الاجابۃ ایۃ ساعۃ ھی ص۱۵

[2] عمدۃ القاری جلد سادس ص۲۴۳ [3] جلد ثانی ص۳۴۶

[4] باب فی الساعۃ ترجی یوم الجمعۃ ص۱۵

## حدیث ۵۸۵

حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ ہم لوگ

قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ غلے سے لدا ہوا

اَقْبَلَتْ عِیْرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا فَالْتَفَتُوْا اِلَیْهَا حَتّٰی مَا بَقِیَ مَعَ النَّبِیِّ

ایک قافلہ آیا۔ سب لوگ قافلے کی طرف چلے گئے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فَنَزَلَتْ

وسلم کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی — اور جب ان لوگوں

هٰذِهِ الْاٰیَةُ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا نْفَضُّوْا اِلَیْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا [ع]

نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا تو اس کی طرف چل دیئے اور تمہیں (خطبے میں) کھڑا چھوڑ دیا۔

صحیح یہ ہے کہ ساعت اجابت اب بھی باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی اور یہ ہر جمعے کو ہوتی ہے۔

**ساعۃ** ساعت کے چھ معنی آتے ہیں۔ اوّل ایک گھنٹے کی۔ اس طرح دن رات میں برابر چوبیس ساعات ہوتیں۔ دوم۔ غروب آفتاب سے طلوع آفتاب کا پورا وقت بارہ پر تقسیم کرنے کے بعد اس کا ایک حصہ اسی طرح طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب کے وقت کا بارھواں حصہ۔ اب بھی ساعات چوبیس ہوتیں مگر برابر نہ ہوتیں کم و بیش ہوتی رہیں گی۔ یہ نجومیوں اور اہل ہندسہ کی اصطلاح ہے۔ سوم زمانے کا وہ جز جو ذو مقدار نہ ہو۔ چہارم مطلق وقت۔ پنجم وقت حاضر۔ ششم قیامت۔ یہاں مطلق وقت مراد ہے۔

## تشریحات ۵۸۵

**ونحن نصلی** مسلم[1] کی ایک روایت میں ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ اور یہی ابو عوانہ، ترمذی[2] اور دار قطنی کی بھی روایت میں ہے۔ دونوں روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ نصلی سے مراد یہ ہے کہ ہم نماز کا انتظار کر رہے تھے۔ البتہ اس توجیہ پر یہ لازم آئے گا کہ اس حدیث کو باب سے مطابقت نہ رہے۔ اس لئے کہ یہاں یہ باب ہے۔ جب لوگ جمعے کی نماز میں امام کو چھوڑ کر چلے گئے تو امام اور باقی ماندہ لوگوں کی نماز درست ہے۔

**اذا اقبلت عیر** عیر۔ ان اونٹوں کو کہتے ہیں جن پر سامان لدا ہو۔ کبھی مطلق قافلے کے معنی میں بھی

---

ع الجمعۃ باب اذا نفر الناس عن الامام ص۱۳۱ البیوع باب قول اللہ واذا رأوا تجارۃ او لھوا نفضوا الیھا ص۲۷۶ باب قول اللہ واذا رأوا تجارۃ او لھوا نفضوا الیھا ص۲۷۶ ثانی التفسیر سورۃ الجمعۃ باب قولہ واذا رأوا ص۷۲۶ مسلم صلوٰۃ۔ ترمذی تفسیر نسائی صلوٰۃ۔

[1] مسلم اول جمعۃ ص۲۸۴ [2] ترمذی ثانی تفسیر سورۃ الجمعۃ ص۱۶۴

**حدیث ۵۸۶**

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ قَبْلَ الظُّھْرِ رَکْعَتَیْنِ وَبَعْدَھَا رَکْعَتَیْنِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَکْعَتَیْنِ فِیْ بَیْتِہٖ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے۔ اور ظہر کے بعد دو رکعت اور مغرب کے بعد دو رکعت گھر میں پڑھتے تھے۔ اور

آتا ہے۔ یہ قافلہ شام سے دحیہ بن خلیفہ کلبی لے کر آئے تھے۔ جو غلہ لایا تھا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا قافلہ تھا۔ ہو سکتا ہے کہ قافلہ عبدالرحمٰن بن عوف کی ملک ہو اور حضرت دحیہ اس کے کاپرداز رہے ہوں۔ ہو سکتا ہے دونوں کا مشترک رہا ہو۔

**فالتفتو ا** التفات۔ کے اصلی معنیٰ کنکھی سے کسی کو دیکھنا ہے۔ مگر یہاں مراد چھوڑ کر چلا جانا ہے جیسا کہ کتاب البیوع کی روایت میں فانفض الناس، ہے۔ نیز اس معنیٰ پر قرینہ بعد کے الفاظ کریمہ ہیں۔ کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے تھے۔

تفسیر طبری اور ابن ابی حاتم میں قتادہ سے اسناد صحیح کے ساتھ یہ ہے کہ حاضرین سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم لوگ کتنے رہ گئے۔ لوگوں نے گنا تو بارہ مرد اور ایک عورت تھی۔ حضرت جابر[1] اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر[2] باقی ماندہ حضرات میں یقیناً تھے۔ بقیہ ناموں میں اختلاف ہے۔ اسمٰعیل بن ابی زیاد شامی کی تفسیر میں ہے کہ حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ بھی تھے۔ سہیلی نے کہا کہ اسد بن عمرو نے سند منقطع کے ساتھ یہ روایت کیا کہ دس عشرہ مبشرہ تھے اور بلال اور ابن مسعود یا عمار تھے۔ عقیلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ چاروں خلفاء اور انصار کے لوگ تھے۔ یہ واقعہ ابتداء کا ہے۔ اس وقت تک جمعہ کے خطبے کی اہمیت صحابۂ کرام کو معلوم نہ تھی۔ اور شاید غلّے کی حاجت شدید تھی۔ اس لئے لوگ چلے گئے۔ مراسیل ابوداؤد میں ہے کہ ابتداءً جمعے کا خطبہ بھی عیدین کی طرح نماز کے بعد تھا۔ اور عیدین کے خطبے میں حاضری واجب نہ تھی۔ نسائی میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدین کے بعد اعلان فرما دیتے تھے۔ جو ٹھہرنا چاہے ٹھہرے اور جو جانا چاہے چلا جائے۔ اس پر صحابہ کرام نے جمعے کے خطبے کو قیاس کیا۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو کانصلی سے مراد متعلقات صلوٰۃ میں مشغولیت ہوگی۔

**تشریحات ۵۸۶** یہاں باب یہ ہے۔ جمعے کے بعد اور اس سے پہلے نماز کا بیان ـــ حدیث میں صرف جمعے کے بعد کی نماز کا ذکر ہے پہلے کی نماز کا کوئی ذکر نہیں۔ علامہ عینی نے اس

---

[1] مسلم اول جمعۃ ص ۲۸۴ [2] ترمذی ثانی تفسیر سورۃ الجمعۃ ص ۱۹۴

وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لَا يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ

عشاء کے بعد دو رکعت اور جمعہ کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ گھر واپس ہو کر دو رکعت پڑھتے تھے

کا دو جواب دیا۔ ایک یہ کہ یہی حدیث ابوداؤد اور ابن حبان میں اس زیادتی کے ساتھ مروی ہے ـــــ کہ حضرت ابن عمر جمعہ سے پہلے لمبی نماز پڑھتے اور جمعے کے بعد دو رکعت پڑھتے۔ اور بیان کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اور اسی پر عمل کی عادت ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا۔ کہ چونکہ جمعہ ظہر کا بدل ہے تو ظہر کی سنتوں کے مثل جمعہ کی بھی سنتیں ہوں گی۔ مگر یہ توجیہ اس لئے درست نہیں کہ بدل ہونے کے ساتھ ساتھ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ جمعہ صحیح ہونے کے لئے کچھ شرطیں ہیں اور ظہر کے لئے یہ شرائط نہیں۔ ظہر کی چار رکعتیں ہیں جمعے کی دو۔ ظہر میں قرأت سری ہے اور جمعے میں جہری پھر ظہر کا بدل ہونے کی وجہ سے جمعہ میں بھی انہیں سنتوں کا ہونا کیسے مستفاد ہوگا جو ظہر کی ہیں۔ بات وہی ہے کہ امام بخاری کو اپنے شرائط پر کوئی حدیث ایسی نہیں ملی جو جمعے کے قبل سنت کی دلیل ہو۔

## جمعہ کے سنن

طبرانی معجم اوسط میں عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعے سے قبل بھی اور بعد بھی چار چار رکعت پڑھتے تھے۔ نیز ابن حبان نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر فرض نماز سے پہلے (کم از کم) دو رکعتیں ہیں۔ ابن ماجہ[1] میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سند ضعیف کے ساتھ مروی ہے۔ کہ نبی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعے سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے۔ ان کے درمیان فصل نہ فرماتے۔ طبرانی نے معجم کبیر میں یہی حدیث اس زیادتی کے ساتھ ابن ماجہ ہی کے رواۃ سے روایت کی۔ اور جمعے کے بعد چار پڑھتے تھے۔

رہ گئی جمعہ کے بعد کتنی رکعتیں ہیں ـــ تو اس سلسلے میں اس حدیث میں دو کا ذکر ہے۔ مگر ترمذی[2] اور ابن ماجہ[3] میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے جو شخص جمعے کے بعد نماز پڑھے تو چاہیئے کہ چار پڑھے۔ سنن سعید بن منصور میں ابوعبدالرحمٰن سلمی سے مروی ہے کہ ہمیں حضرت ابن مسعود نے جمعے کے بعد چار رکعت کی تعلیم دی تھی۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو انہوں نے ہمیں چھ رکعت کی تعلیم دی۔ اور اسی میں احتیاط ہے کہ چھ پڑھی جائیں۔ تاکہ تمام احادیث پر عمل ہو جائے یہی ہمارا مختار ہے۔

---

عہ الجمعۃ باب الصلوٰۃ بعد الجمعۃ وقبلہا ص۱۲۸ مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی۔ ابن ماجۃ

[1] الجمعۃ باب فی الصلوٰۃ قبل الجمعۃ ص۷۹ [2] اول الجمعۃ باب الصلوٰۃ قبل الجمعۃ وبعدہا ص۶۹ [3] باب الصلوٰۃ بعد الجمعۃ ص۷۹

**حدیث ۵۸۷** عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَتْ فِيْنَا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم میں

اِمْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلٰى اَرْبِعَاءَ فِيْ مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا فَكَانَتْ اِذَا

ایک (سن رسیدہ) خاتون تھیں۔ جو اپنے کھیت کی نالیوں میں چقندر بوتی تھیں۔ جب

كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ تَنْزِعُ اُصُوْلَ السِّلْقِ فَتَجْعَلُهُ فِيْ قِدْرٍ ثُمَّ

جمعہ کا دن آتا تو چقندر کی جڑیں اکھاڑتیں اور اسے ایک ہانڈی میں پکاتیں پھر

تَجْعَلُ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِّنْ شَعِيْرٍ تَطْحَنُهَا فَتَكُوْنُ اُصُوْلُ السِّلْقِ

ایک مٹھی جَو پیس کر اس میں ڈالتیں تو چقندر اس کی بوٹیاں ہو جاتیں۔ اور ہم لوگ

عَرْقَهُ وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ فَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَتُقَرِّبُ

جمعہ پڑھ کے لوٹتے تو (ان کے پاس جاتے) انہیں سلام کرتے۔ وہ ہمارے قریب کھانا

ذٰلِكَ الطَّعَامَ اِلَيْنَا فَنَلْعَقُهُ وَكُنَّا نَتَمَنّٰى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذٰلِكَ

لاتیں تو ہم اسے کھاتے۔ اس کھانے کی وجہ سے ہمیں جمعہ کا انتظار رہتا۔

**حدیث ۵۸۸** عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم

قَالَ مَا كُنَّا نَقِيْلُ وَلَا نَتَغَدّٰى اِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ [عه]

جمعہ کے بعد ہی کھانا کھاتے اور قیلولہ کرتے۔

**تشریحات ۵۸۸** آیۂ کریمہ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ

جب نماز ہو چکی تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

میں، فَضْلِ اللّٰهِ سے کیا مراد ہے۔ اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ فضل اللہ، سے مراد دنیا کی طلب نہیں بلکہ بیمار پرسی، جنازے میں شرکت، دینی بھائی کی ملاقات مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے نماز نفل مراد ہے۔ امام حسن بصری، سعید بن جبیر شہید، مکحول نے فرمایا کہ طلب علم مراد ہے۔ امام بخاری نے یہ حدیث اور بعد والی حدیث ذکر کر کے یہ افادہ فرمایا کہ یہ اپنے عموم پر ہے۔ جو چیز بھی اللہ کے فضل کی مصداق

---

عه الجمعة باب قول اللہ عز وجل فاذا قضیت الصلوٰۃ ص۱۲۵ الحرث باب ماجاء فی الغرس ص۳۱۶ ثانی الاطعمۃ باب السلق والشعیر ص۸۱۳ الاستیذان باب تسلیم الرجال علی النساء ص۹۲۳ عه الجمعة باب قول اللہ عز وجل فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا ص۱۲۵

ہو سکتی ہے وہ سب مراد ہیں۔ مثلاً رزق کی تلاش کسی سے ملاقات وغیرہ بھی اس میں داخل ہے۔ آیت کا سباق بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ اس کے پہلے مذکور ہے۔ کہ جمعے کی اذان کے وقت خرید و فروخت چھوڑ دو۔ اور جب کچھ لوگ خطبہ کے وقت خرید و فروخت میں مشغول ہوئے تو ان پر عتاب ہوا۔ اب فرمایا گیا جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو جہاں چاہو جاؤ۔ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ یعنی اذان جمعہ سے لے کر نماز کے اختتام تک جو چیز ممنوع تھی۔ اب اس کی اجازت ہے۔ اور ممنوع خصوصیت سے خرید و فروخت تھی — تو اس کا مراد ہونا یقینی ہے۔ اسی سے ظاہر ہو گیا۔ فانتشروا اور وابتغوا کا امر وجوب کے لئے نہیں۔ اباحت کے لئے ہے۔ جیسے واذا حللتم فاصطادوا جب احرام کھول چکے تو شکار کرو۔ میں ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# اَبْوَابُ صَلٰوۃِ الْخَوْفِ

**حدیث ۵۸۹**

اَخْبَرَنَا سَالِمٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا
تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ میں نے نجد کی جانب ایک غزوہ
قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَیْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَھُمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
میں شرکت کی۔ دشمن سے ہمارا آمنا سامنا ہوا تو ہم نے ان کے مقابل صف بندی کی۔
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ لَنَا فَقَامَتْ طَائِفَۃٌ مَّعَہٗ وَاَقْبَلَتْ طَائِفَۃٌ
(جب نماز کا وقت آگیا) تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں (اس طرح) نماز پڑھائی کہ ایک گروہ حضور کے ساتھ
عَلَی الْعَدُوِّ فَرَکَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَنْ
کھڑا ہوا اور ایک گروہ دشمن کے مقابل رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے
مَّعَہٗ وَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ ثُمَّ انْصَرَفُوْا مَکَانَ الطَّائِفَۃِ الَّتِیْ
ساتھ والوں کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کئے۔ پھر یہ گروہ وہاں چلا گیا جہاں وہ گروہ تھا
لَمْ تُصَلِّ فَجَاءُوْا فَرَکَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.
جس نے نماز نہیں پڑھی تھی۔ اب وہ لوگ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

**تشریحات ۵۸۹**

جلد ثانی ص۲۶۸ پر ہم بتا آئے ہیں کہ صلوٰۃِ خوف، حدیبیہ کے موقع پر عسفان میں ظہر اور عصر کے مابین نازل ہوئی تھی۔ اور یہ بھی کہ غزوہ ذات الرقاع ۴ھ میں ہوا ہے۔ یہ نماز جو غزوہ

رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ

نے ایک رکوع کیا اور دو سجدے کئے۔ پھر سلام پھیرا۔ اس کے بعد ان میں

فَرَكَعَ لِنَفْسِهٖ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ؏

سے ہر ایک نے تنہا تنہا ایک رکوع اور دو سجدے کئے

## حدیث ۵۹۰

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نَحْوًا مِّنْ قَوْلِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے امام مجاہد کے قول کے مثل مروی ہے کہ جب دو فریق

مُجَاهِدٍ اِذَا اخْتَلَطُوْا قِيَامًا وَّزَادَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

گتھم گتھا ہو جائیں تو کھڑے کھڑے (اشارے سے) نماز پڑھیں۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَلْيُصَلُّوْا قِيَامًا وَّرُكْبَانًا ؏

ہوئے یہ اضافہ کیا کہ اگر دشمن زیادہ ہوں تو کھڑے کھڑے اور سوار ہونیکی حالت میں اشارے سے پڑھیں۔

ذات الرقاع میں پڑھی گئی، عصر تھی۔ جیسا کہ ابو داؤد[1] اور نسائی[2] میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ صلوۃ خوف کے مختلف طریقے احادیث میں مروی ہیں۔ مذکورہ بالا طریقہ احناف کا مختار ہے۔ یہ طریقہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی[3] ہے۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد پہلے گروہ والے جب اپنی پڑھیں گے تو اس میں قرأت نہیں کریں گے اس لئے کہ یہ لاحق ہیں۔ اور حکماً امام کے پیچھے ہیں۔ البتہ دوسرے گروہ والے قرأت کریں گے اس لئے کہ یہ ایک رکعت میں مسبوق ہیں۔ اور اگر چار رکعت پڑھنا ہے تو امام ہر گروہ کو دو دو رکعت پڑھائے۔ اور مغرب کی نماز ہے تو دو رکعت پہلی گروہ کو اور ایک رکعت دوسری گروہ کو۔

نماز خوف اس وقت ہے کہ دشمن بہت قریب ہو اور اس کا ظن غالب ہو کہ اگر سب لوگ نماز میں مشغول ہوں گے تو یک بیک حملہ کر دیں گے۔

## تشریحات ۵۹۰

نسائی میں وان کانوا اکثر من ذلک کے بجائے۔ وان کان الخوف اکثر من ذلک ہے۔ اور یہی زیادہ مناسب ہے۔ یعنی جب خوف اس سے زیادہ ہو یعنی اس کا ظن غالب ہو کہ دو ٹکڑے کر کے نماز پڑھنے کی حالت میں بھی حملہ کر دیں گے۔ تو جہاں ہوں وہیں اسی حال میں

---

؏ صلوۃ الخوف ص۱۲۸ ثانی المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع ص۵۹۲ مسلم۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ نسائی

؏ صلوۃ الخوف باب صلوۃ الخوف رجالا وركبانا ص۱۲۹ مسلم۔ نسائی۔ موطا امام مالک

[1] اول صلوۃ الخوف باب من قال يكبرون جميعا ص۱۷۵ [2] اول صلوۃ الخوف ص۲۲۹

[3] ابو داؤد اول صلوۃ باب من قال يصلى لكل طائفة ثم يسلم فيقوم الذين خلفه ص۱۷۷

## حدیث ۵۹۱

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَامَ النَّاسُ مَعَہٗ فَکَبَّرَ وَکَبَّرُوْا مَعَہٗ وَرَکَعَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ۔ (خوف کے وقت) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (نماز کے لئے کھڑے ہوئے) اور کچھ لوگ حضور کے ساتھ کھڑے ہوئے حضور نے تکبیر کہی

خواہ قبلہ رُخ ہوں یا نہ ہوں اشارے سے نماز پڑھیں نسائی میں یہ زائد ہے۔ یوھی ایماء۔ اشارے سے پڑھے۔ مؤطا امام مالک میں یہ زائد ہے۔ قبلہ رُخ ہو یا نہ ہو۔

**نحو امن قول مجاھد** امام مجاہد نے یہ فرمایا ہے کہ جب فریقین گتھم گتھا ہو جائیں تو کھڑے کھڑے اشارے سے نماز پڑھیں۔ یہی حضرت ابن عمر کا بھی ارشاد ہے۔ امام مجاہد نے جو فرمایا وہ ان کا اپنا ارشاد ہے لیکن حضرت ابن عمر نے جو فرمایا بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کا اپنا فتویٰ ہے۔ مگر امام بخاری نے جو یہ کہا۔ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یہ اس پر نص ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ یہی ہمارا مسلک ہے کہ جب خوف سخت ہو تو جہاں رہے وہیں جس حالت میں ہو اشارے سے نماز پڑھ لے۔ اور اگر اس کا بھی موقع نہ ہو تو نماز مؤخر کر دے۔ جیسا کہ غزوۂ خندق میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا تھا۔

**اقول:** اس استدلال میں ایک شبہ یہ ہے کہ اس وقت نماز خوف مشروع نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے مؤخر فرمائی۔ ثم اقول وباللہ التوفیق ـــــ نماز خوف مشروع نہ ہونے کے باوجود واقعہ خندق سے یہ مستفاد ہوا کہ دشمن کے ہجوم کی وجہ سے نماز کی مہلت نہ ہو تو نماز کا مؤخر کرنا فرض ہے۔ اور یہاں جبکہ نماز خوف کا بھی موقعہ نہ ہو تو یہ صادق ہے کہ نماز کی مہلت نہیں۔ دونوں میں علت مشترکہ نماز کی مہلت نہ ہونا ہے۔ اس لئے قیاس درست ہے۔ البتہ جلد ثانی ص۲۶۸ پر ہم نے جو یہ لکھا تھا کہ غزوۂ خندق کے موقع پر نمازِ خوف نہیں پڑھی گئی تو معلوم ہوا کہ اس وقت تک نمازِ خوف مشروع نہیں ہوئی تھی۔ یعنی غزوۂ خندق میں نماز نہ پڑھنے سے یہ استدلال کہ اس وقت نماز خوف مشروع نہیں ہوئی تھی۔ درست نہیں۔ اگرچہ واقعی یہی ہے کہ اس وقت تک نمازِ خوف مشروع نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ اس کے بعد حدیبیہ کے موقع پر مشروع ہوئی ہے۔ جیسا کہ مسند امام احمد[1] ابوداؤد[2] و نسائی[3] کے حوالے سے گزر چکا۔

## تشریحات ۵۹۱

نسائی[4] کی روایت میں بطریق ابوبکر بن ابی الجہم یہ زائد ہے۔ ولم یقضوا انہوں نے ایک رکعت اور نہیں پڑھی ـ نیز یہ بھی کہ یہ نماز ذو قرد میں پڑھی

---

[1] جلد رابع ص۵۹ [2] اول۔ صلوٰۃ۔ باب صلوٰۃ الخوف من رای ان یصلی بھم ص۱۴۲
[3] اول صلوٰۃ الخوف ص۲۳۰ [4] ایضاً ص۲۲۸

وَرَكَعَ نَاسٌ مِّنْهُمْ ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدُوْا مَعَهٗ ثُمَّ قَامَ

اور ان لوگوں نے بھی حضور کے ساتھ تکبیر کہی اور حضور نے رکوع کیا تو ان لوگوں نے رکوع کیا پھر حضور نے سجدہ کیا

لِلثَّانِيَةِ فَقَامَ الَّذِيْنَ سَجَدُوْا وَحَرَسُوْا اِخْوَانَهُمْ

تو ان لوگوں نے بھی حضور کے ساتھ سجدہ کیا پھر دوسری رکعت کے لئے حضور کھڑے ہوئے۔ تو جو لوگ سجدہ کر چکے

وَاَتَتِ الطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى فَرَكَعُوْا وَسَجَدُوْا مَعَهٗ

تھے وہ چلے گئے اور اپنے بھائیوں کی حفاظت کرنے لگے اور دوسرا گروہ آیا اور انہوں نے حضور کے ساتھ

وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ فِيْ صَلٰوةٍ وَّلٰكِنْ يَّحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا

رکوع اور سجدہ کیا اور سب لوگ نماز میں رہے لیکن بعض بعض کی حفاظت کرتے رہے۔

ایک روایت میں ہے۔ کہ دشمن مسلمانوں اور قبلے کے درمیان تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب ہے۔ کہ جب دشمن ہمارے اور قبلے کے مابین ہو تو نماز خوف کا یہی طریقہ ہے۔ کہ امام کے سلام پھیرتے ہی دونوں گروہ نماز سے فارغ ہو گئے۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد مزید ایک ایک رکعت پڑھنی نہیں۔ اس کی بنیاد اس پر ہے کہ امام کے تحریمہ باندھنے کے بعد وہ گروہ جو دشمن کے مقابل ہے امام کے پیچھے نہیں۔ حکماً نماز میں شریک ہے یعنی نماز خوف حقیقت میں دو رکعت ہے اگرچہ ایک رکعت معلوم ہوتی ہے اور وہ جو بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ نماز خوف ایک رکعت ہے۔ اس سے مراد امام کے ساتھ ایک رکعت ہے۔ اور یہی امام شافعی سے بھی ابن قصار نے روایت کیا۔ حضرت امام ابو یوسف نے فرمایا۔ کہ اس صورت میں یہی حکم ہے البتہ جب دشمن قبلے کی جانب نہ ہو تو دو رکعت اس طریقے سے پڑھیں گے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔

حضرت امام اعظم اور حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ نص قرآنی کے معارض ہے۔ ارشاد ہے: وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ — اور دوسری جماعت آئے جس نے نماز نہیں پڑھی ہے وہ تمہارے ساتھ نماز پڑھے۔ اس ارشاد میں تصریح ہے۔ کہ امام نے جب پہلی رکعت پڑھی تو جو گروہ دشمن کے مقابل تھا اس نے نماز نہیں پڑھی۔ اور حضرت ابن عباس کے مذہب کا مفاد یہ ہے کہ وہ بھی ایک رکعت پڑھ چکا۔

---

عہ صلوۃ الخوف باب یحرس بعضھم بعضا فی صلوۃ الخوف ص۱۲۹ نسائی

ت ۱۷۷ وَقَالَ الْاَوْزَاعِیُّ اِنْ کَانَ تَهْیِئَةُ الْفَتْحِ وَلَمْ

امام اوزاعی نے فرمایا اگر فتح قریب ہو اور نماز پر قادر

یَقْدِرُوْا عَلَی الصَّلٰوةِ صَلَّوْا اِیْمَاءً کُلُّ امْرِیٍٔ لِنَفْسِهٖ فَاِنْ لَّمْ

نہ ہوں تو اشارے سے ہر شخص اپنی نماز پڑھے ۔ اور اگر اشارے پر

یَقْدِرُوْا عَلَی الْاِیْمَاءِ اَخَّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰی یَنْکَشِفَ الْقِتَالُ

قادر نہ ہوں تو نماز مؤخر کر دیں۔ جب جنگ ختم ہو جائے یا لوگ امن میں

اَوْ یَاْمَنُوْا فَیُصَلُّوْا رَکْعَتَیْنِ فَاِنْ لَّمْ یَقْدِرُوْا صَلَّوْا رَکْعَةً

ہوں تو دو رکعت پڑھیں ۔ اگر اس پر قادر نہ ہوں تو ایک رکعت

وَّسَجْدَتَیْنِ فَاِنْ لَّمْ یَقْدِرُوْا فَلَا یَجْزِیْهِمُ التَّکْبِیْرُ

اور دو سجدے کریں اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو صرف تکبیر کافی

وَیُؤَخِّرُوْنَهَا حَتّٰی یَاْمَنُوْا وَبِهٖ قَالَ مَکْحُوْلٌ ؏ ۸

نہیں۔ نماز مؤخر کریں یہاں تک کہ خوف جاتا رہے۔ اور یہی مکحول نے بھی کہا۔

ت ۱۷۸ وَقَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

## تشریحات ت ۱۷۷

امام ثوری امام مجاہد اور حکم کا مذہب یہ ہے کہ اگر لڑائی اس درجے پر ہے کہ اشارے سے بھی نماز پڑھنی ممکن نہیں تو تکبیر کافی ہے۔ بعد میں نماز پڑھنے کی حاجت نہیں اس کے برخلاف امام عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی اور امام ابوعبداللہ مکحول فقیہ اہل شام تابعی فرماتے ہیں کہ تکبیر کافی نہیں۔ اس وقت نماز مؤخر کرے۔ پھر جب خوف جاتا رہے تو پڑھے۔ ان لوگوں کی دلیل غزوۂ خندق کا واقعہ ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کے بجائے تکبیر نہیں کہی۔ بلکہ نماز مؤخر فرمائی اور بعد میں پڑھی۔ علامہ عینی نے اس پر یہ تعقب فرمایا۔ کہ اس وقت نماز خوف مشروع نہیں ہوئی تھی۔ ہم ابھی بتا آئے کہ اس سے استدلال پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

## تشریحات ت ۱۷۸

تُسْتَر۔ فارس کے صوبہ خوزستان میں اہواز کے علاقہ میں مشہور شہر ہے۔ اسے اُس وقت وہاں شستر کہا جاتا تھا۔ یہ دوبار فتح ہوا ہے۔ ایک مرتبہ صلح سے دوبارہ جنگ سے ۔ امام واقدی نے فرمایا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوس کی فتح سے فارغ ہو کر

---

ع ۸ صلوۃ الخوف باب الصلوۃ عند مناھضۃ الحصون ولقاء العدو ص ۱۲۹

حَضَرْتُ مُنَاهَضَةَ حِصْنِ تُسْتَرَ عِنْدَ اِضَاءَةِ الْفَجْرِ وَاشْتَدَّ

صبح چمکنے کے وقت تستر کے قلعے پر حملے کے وقت میں موجود تھا۔ اور جنگ کی

اِشْتِعَالُ الْقِتَالِ فَلَمْ يَقْدِرْ وَاعَلَى الصَّلٰوةِ فَلَمْ نُصَلِّ اِلَّا بَعْدَ

آگ سخت بھڑکی ہوئی تھی لوگ نماز پڑھنے پر قادر نہ تھے اس لئے

اِرْتِفَاعِ النَّهَارِ فَصَلَّيْنَاهَا وَنَحْنُ مَعَ اَبِيْ مُوْسٰى فَفُتِحَ لَنَا

دن بلند ہونے کے بعد لوگوں نے نماز پڑھی اور ہم ابو موسیٰ کے ساتھ تھے قلعہ فتح ہوگیا

قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَمَا يَسُرُّنِيْ بِتِلْكَ الصَّلٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ۔

حضرت انس بن مالک نے فرمایا۔ اس نماز کے عوض دنیا و مافیہا مجھے خوش نہیں کرسکتی

۲۰ھ میں تستر پر حملہ آور ہوئے۔ ان دنوں تستر کا حاکم ہرمزان تھا۔ تستر فتح ہوا۔ اور ہرمزان کو گرفتار کرکے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ جب وہ بارگاہ خلافت میں حاضر ہوا تو اس سے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا۔ تو نے بار بار غداری کی اس کا عذر تیرے پاس کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے ڈر ہے کہ آپ بتانے سے پہلے مجھے قتل نہ کردیں۔ ارشاد فرمایا۔ ڈر مت۔ اس نے پانی مانگا۔ جب پیالہ ہاتھ میں لیا۔ تو اس کا ہاتھ کانپنے لگا۔ اور اس نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ میں پانی پینے کی حالت میں قتل نہ کردیا جاؤں۔ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا۔ جب تک پانی نہیں پی لے گا۔ اس وقت تک کچھ نہ ہوگا اس نے پانی گرادیا۔ حضرت عمر نے دوسرا پانی لانے کا حکم دیا۔ اور فرمایا اس پر قتل اور پیاس جمع مت کرو۔ اس نے کہا مجھے پانی کی حاجت نہیں۔ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا۔ میں تجھے قتل کروں گا۔ اس نے کہا۔ آپ مجھے امن دے چکے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا۔ تو جھوٹا ہے۔ اس نے کہا آپ نے یہ نہیں فرمایا ہے — جب تک بتائے گا نہیں جب تک پانی نہیں پیئے گا اس وقت تک کچھ نہ ہوگا۔ اس کی تائید سب موجودین نے بھی کی حتیٰ کہ حضرت انس نے بھی۔ تو حضرت فاروق اعظم نے فرمایا۔ تو نے مجھے فریب دیدیا — اس کے بعد وہ مسلمان ہوگیا۔ حضرت فاروق اعظم نے اسے مدینہ طیبہ ہی میں رکھا۔ اور دو ہزار وظیفہ پانے والوں میں اسے داخل فرمایا یہ ہمہ وقت حضرت فاروق اعظم کے ساتھ رہتا۔ فارس کی مہمات میں اس سے مشورہ بھی فرماتے۔ حضرت فاروق اعظم کے قاتل ابو لولو مجوسی سے اس کا ملنا جلنا تھا۔ اسی لئے جب ابو لولو نے حضرت فاروق اعظم پر قاتلانہ حملہ کیا۔ تو سازش میں ملوث ہونے کے شبہ پر حضرت فاروق اعظم کے صاحبزادے عبید اللہ بن عمر نے اسے قتل کردیا حضرت فاروق اعظم کے حکم سے "عبید اللہ" قید کردیئے گئے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو پہلا معاملہ یہی ان کی خدمت میں پیش ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

ع صلوۃ الخوف باب الصلوۃ عند مناھضۃ الحصون ولقاء العدو ص۱۲۹

**ت ۱۷۹** وَقَالَ الْوَلِيْدُ ذَكَرْتُ لِلْاَوْزَاعِيِّ صَلٰوةَ شُرَحْبِيْلِ

اور ولید نے کہا میں نے اوزاعی سے حضرت شرحبیل بن السمط اور

بْنِ السَّمْطِ وَاَصْحَابِهٖ عَلٰى ظَهْرِ الدَّابَّةِ فَقَالَ كَذٰلِكَ الْاَمْرُ

ان کے ہمراہیوں کی نماز کا تذکرہ کیا کہ انہوں نے سواریوں پر پڑھی۔ تو انہوں نے کہا

عِنْدَنَا اِذَا تَخَوَّفَ الْفَوْتَ ؏

ہمارے نزدیک ایسا ہی ہے جبکہ نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہو

سے مشورہ کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ اس کو چھوڑنا انصاف نہیں۔ حضرت عثمان نے عبید اللہ کے قتل کا حکم دیا۔ اس پر بعض مہاجرین نے کہا۔ سُبحان اللہ! کل اس کے باپ قتل کئے گئے اور آج ان کا بیٹا قتل کیا جاتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عثمان نے ہرمزان کا خوں بہا اپنے پاس سے ادا کر کے معاملہ رفع دفع کیا۔[1]

اس فوج میں کثیر صحابہ کرام تھے۔ ان کے عمل سے ثابت ہوا۔ کہ جب جنگ کی وجہ سے نماز کا موقع نہ ہو یا نماز میں مشغولیت کی وجہ سے یہ اندیشہ ہو کہ فتح میں دشواری پیدا ہو جائیگی۔ اور جنگ جاری رکھنے میں امید قوی ہو کہ فتح عنقریب ہو جائے گی۔ تو نماز کو مؤخر کر دیا جائے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ اس وقت بھی محض تکبیر یا ذکر نماز کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ بعد میں نماز پڑھی جائے گی۔ اس اثر کو ابن سعد اور ابن ابی شیبہ نے موصول کیا ہے۔

**تشریحات ۱۷۹** یہ ولید بن مسلم القرشی اموی دمشقی ہیں۔ انہیں ایک جماعت نے صحابہ میں شمار کیا ہے شرحبیل بن السمط کندی کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ اکمال میں انہیں تابعین میں شمار کیا ہے۔ ابن سعد نے انہیں طبقہ رابعہ میں شمار کیا ہے۔ یہ حضور کی خدمت میں وفد کے ساتھ حاضر ہوئے۔ اور مشرف باسلام ہوئے۔ علامہ عینی نے ابن بطال کا قول نقل فرمایا۔ کہ میں نے تلاش کیا کہ کس موقع پر شرحبیل نے اس طرح نماز پڑھی تھی مگر مجھے نہیں ملا۔ اگر یہ پتہ چل جاتا کہ یہ کس موقع سے ہوا تو یہ طے ہو جاتا کہ یہ لوگ کسی کا تعاقب کر رہے تھے۔ یا ان کا کفار تعاقب کر رہے تھے۔ جس شخص کا کوئی پیچھا کر رہا ہو اسے سواری پر اشارے سے نماز جائز ہے۔ لیکن وہ لوگ جو کسی دشمن کا تعاقب کر رہے ہوں۔ ان کو ایسا جائز ہے یا نہیں۔ اس بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ طالب ہے یعنی کسی کا پیچھا کر رہا ہے تو اشارے سے نماز جائز نہیں۔ امام شافعی وغیرہ کے یہاں درست ہے۔ اگر پیدل چل رہے ہوں تو اشارے سے نماز درست نہیں۔ اگر سوار ہوں تو درست ہے۔ اور اگر مطلوب ہے کہ دشمن اس کا پیچھا کر رہا ہے تو سواری پر اشارے

---

ع صلوۃ الخوف باب صلوۃ الطالب والمطلوب راکبا وایماء ص ۱۲۹

[1] البدایۃ والنہایۃ جلد سابع ص ۹۸۸ - ۱۴۸

## حدیث ۵۹۲

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْاَحْزَابِ لَا یُصَلِّیَنَّ

جب احزاب سے لوٹے تو ہم سے فرمایا۔ جب تک بنی قریظہ نہ پہنچ جاؤ

اَحَدُ الْعَصْرَ اِلَّا فِیْ بَنِیْ قُرَیْظَۃَ فَاَدْرَکَ بَعْضُھُمُ الْعَصْرَ

کوئی عصر نہ پڑھے۔ کچھ لوگ راستے ہی میں تھے کہ عصر کا وقت ہوگیا

فِی الطَّرِیْقِ وَقَالَ بَعْضُھُمْ لَا نُصَلِّیْ حَتّٰی نَاْتِیَھَا وَقَالَ بَعْضُھُمْ بَلْ نُصَلِّیْ

ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا جب تک ہم وہاں پہنچ نہیں جائیں گے عصر نہیں پڑھیں گے اور ان میں سے

لَمْ یُرِدْ مِنَّا ذٰلِکَ فَذُکِرَ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

بعض لوگوں نے کہا ہم (یہیں) پڑھیں گے حضور کا مقصد یہ نہیں تھا۔ ان دونوں باتوں کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فَلَمْ یُعَنِّفْ اَحَدًا مِّنْھُمْ ؏ھ

سے ذکر کیا گیا تو حضور نے کسی کی سرزنش نہیں کی۔

سے ہمارے یہاں بھی نماز کی اجازت ہے۔ اس وقت شرجیل سوار تھے۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے جو امام اوزاعی ہی سے ہے کہ شرجیل نے کہا کوئی بھی اتر کر نماز نہ پڑھے سواری کی پیٹھ پر پڑھے مالک بن اشتر نخعی نے اتر کر نماز پڑھی تو شرجیل نے ان کے حق میں یہ کہا یہ مخالف ہے۔ اللہ کی مخالفت کی۔

**کشمیری صاحب پر تعقب** کشمیری صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ مطلوب تھے ـــــ علامہ عینی نے ابن بطال کا قول نقل فرمایا۔ کہ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ واقعہ کس موقع کا ہے جس سے پتہ چلتا کہ یہ لوگ طالب تھے کہ مطلوب۔ اگر کشمیری صاحب نے کہیں اس کی تفصیل دیکھی تھی تو حوالہ ضرور تھا۔ یہ صرف رجما بالغیب کہا ہے۔

## تشریحات ۵۹۲

ولید نے اسی حدیث سے امام اوزاعی کے قول کی تائید کی۔ امام بخاری بھی اس کو باب کی تائید میں لائے ہیں۔ یہاں باب یہ ہے کہ طالب اور مطلوب کی نماز سوار

---

ھ صلوۃ الخوف باب صلوۃ الطالب والمطلوب ص۱۲۹ ثانی المغازی باب مرجع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الاحزاب ص۵۹۱ ۔ مسلم مغازی۔

ہونے کی حالت میں اشارے سے ۔ ولید کا استدلال یہ ہے کہ جن لوگوں نے نماز راستے میں نہیں پڑھی۔ انہوں نے عصر کو وقت کے بعد پڑھا۔ تو جبکہ طالب کو نماز کا مؤخر کرنا جائز ہے تو اشارے سے پڑھ لینا بدرجہ اولیٰ درست ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ استدلال تام نہیں۔ اس لئے کہ وقت کے بعد پڑھنے میں صرف ایک شرط وقت فوت ہوگا۔ اور اشارے سے پڑھنے میں رکوع، سجدہ، قعدہ کئی ارکان چھوٹیں گے۔

**لم نرد منا ذلك** جن لوگوں نے راستے ہی میں نماز پڑھ لی۔ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ فرمایا جب تک بنی قریظہ نہ پہنچ لو کوئی نماز نہ پڑھے۔ یہ سمجھا کہ حضور بہت تیزی سے بنی قریظہ پہنچنے کی تاکید فرما رہے ہیں۔ اور تاکید کو مؤکد کرنے کے لئے یہ فرمایا ہے — اس حدیث سے اتنا بہرحال ثابت ہوا کہ اگر نماز پڑھیں گے تو اس کا اندیشہ ہو کہ دشمن ہاتھ سے نکل جائے گا یا اپنی قوت بڑھا لے گا تو نماز مؤخر کر سکتے ہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب العیدین

**حدیث ۵۹۳**

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ
ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ ایک
عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِيْ جَارِيَتَانِ
دفعہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے اور میرے پاس دو بچیاں
تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثٍ فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهٗ
بُعاث کے حالات پر مشتمل گانا گا رہی تھیں۔ حضور بستر پر لیٹ گئے اور اپنا چہرہ
وَدَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ فَانْتَهَرَنِيْ وَقَالَ مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ
پھیر لیا اور ابوبکر آئے تو انہوں نے مجھے ڈانٹا اور فرمایا شیطان کا راگ
عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور — اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْهُمَا فَلَمَّا غَفَلَ
وسلم نے ان کی طرف رخ انور فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ جانے دو۔ آج عید کا دن ہے۔
غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا وَكَانَ يَوْمَ عِيْدٍ يَلْعَبُ السُّوْدَانُ بِالدَّرَقِ
جب ابوبکر نے ان سے توجہ ہٹالی تو میں نے ان دونوں کو اشارہ کیا وہ چلی گئیں اور

**تشریحات ۵۹۳**

دَرَق۔ چمڑے کی ڈھال کو کہتے ہیں۔ حِرَاب حَرْبَۃ کی جمع ہے۔ چھوٹا نیزہ۔ السودان اسود کی جمع ہے۔ کالے رنگ والی کوئی چیز۔ یہاں حبشی مراد ہیں۔ مِزْمَارَۃ کا مادہ زمر۔ جس کے معنیٰ وہ آواز ہے جس میں سیٹی ہو۔ نیز زمر کے معنیٰ اچھی آواز کے ہیں۔ بانسری کو بھی مزمار کہتے

وَالْحِرَابِ فَإِمَّا سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ عید کا دن تھا حبشی مسجد میں ڈھالوں اور برچھیوں سے کھیلتے تھے — اب یا تو میں نے

وَإِمَّا قَالَ تَشْتَهِيْنَ تَنْظُرِيْنَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَأَقَامَنِيْ وَرَاءَهُ خَدِّيْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یا خود حضور ہی نے مجھ سے پوچھا دیکھنا

عَلٰى خَدِّهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ دُوْنَكُمْ يَا بَنِيْ أَرْفِدَةَ حَتّٰى إِذَا

چاہتی ہو؟ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ تو حضور نے اپنے پیچھے مجھے کھڑا کر لیا میرا رخسار حضور کے رخسار پر تھا

مَلِلْتُ قَالَ لِيْ حَسْبُكِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاذْهَبِيْ ؏

حضور یہ فرماتے۔ اے بنی ارفدہ اور یہاں تک کہ میں تھک گئی تو مجھ سے فرمایا۔ بس۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ تو فرمایا تو جاؤ۔

ہیں۔ یہاں مراد گانا ہے۔ ارفدہ یہ حبشیوں کے مورث اعلیٰ کا نام ہے۔ کتاب النکاح میں ہے۔ اور اندازہ لگاؤ کہ نو عمر بچی جو کھیل کی شوقین ہو کتنی دیر کھڑی رہی ہوگی۔ اس کے بعد والے باب میں ہے کہ انصار کی دو بچیاں گا رہی تھیں۔ طبرانی میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے۔ ان میں سے ایک حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ ابن ابی الدنیا نے کتاب العیدین میں تخریج کی ہے ان میں سے ایک کا نام حمامہ تھا۔ اس کے بعد والی روایت میں ہے۔ انصار نے یوم بعاث جو ایک دوسرے کو کہا تھا وہ گا رہی تھیں۔ باب اذا فاتته العید یصلی رکعتین، میں ہے کہ وہ دف بجا کر گا رہی تھیں۔ اور یہ ایام منیٰ میں واقع ہوا تھا۔ بعاث مدینہ طیبہ میں کسی جگہ کا نام ہے۔ یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ تشریف لانے سے پہلے انصار کرام کے دونوں قبیلے اوس و خزرج میں بہت ہی خونریز تباہ کن معرکہ آرائیوں کا سلسلہ جاری تھا جو ایک سو بیس سال تک رہا۔ اخیر معرکہ جنگ بعاث تھی۔ اس میں حضرت اسید کے والد حضیر اوس کے سردار تھے۔ جو اس معرکے میں زخمی ہوئے اور انہیں زخموں کی وجہ سے مدت کے بعد جاں بحق ہوئے — اور خزرج کا سردار عمرو بن نعمان تھا۔ پہلے خزرج کا پلہ بھاری تھا مگر بعد میں وہ کمزور پڑ گئے۔ یہاں تک کہ عمرو بن نعمان کو ایک تیر لگا اور مر گیا۔ تو خزرج میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ اس جنگ میں انصار کے بڑے بڑے نامور مارڈالے گئے — اور انصار کی قوت فنا ہو گئی اس لئے خزرج کے کچھ حضرات مکہ معظمہ آئے تھے کہ قریش سے باہمی تعاون کا معاہدہ کریں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہوں نے یہ کہہ کر کہ ہم جس کام کے لئے آئے ہیں یہ اس سے بڑھ کر ہے۔ اسلام قبول کر لیا۔ جیسا کہ جلد اول ص ۲۶۶

---

عہ العیدین باب ماجاء فی العیدین والتجمل ص ۱۳۱ الصلوٰۃ باب اصحاب الحروب فی المسجد ص ۶۵ باب سنۃ العیدین لاھل الاسلام ص ۱۳۱ باب اذا فاتته العید یصلی رکعتین ص ۱۳۵ الجهاد باب الدرق ص ۴۰۷ ثانی النکاح باب حسن المعاشرۃ ص ۷۸۰ باب نظر المرأۃ الی الحبشۃ ص ۷۸۰ مسلم صلوٰۃ نسائی العیدین

## حدیث ۵۹۴

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ كَانَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَغْدُوْا یَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰی

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الفطر کو (نماز کے لئے) اس وقت تک

یَاْكُلَ تَمَرَاتٍ وَّقَالَ مُرَجِّیُّ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ

تشریف نہ لے جاتے جب تک چند چھوہارے تناول نہ

قَالَ حَدَّثَنِیْ اَنَسٌ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَیَاْكُلُهُنَّ وِتْرًا

فرما لیتے اور انہیں طاق عدد کھاتے۔

پر گزر چکا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ کہ جنگ بعاث ہی نے انصار کو اسلام سے مشرف فرمایا۔ ہوتا ہے کہ سرداری اور بڑائی کا غرور قبول حق سے عموماً مانع ہوتا ہے۔ اس جنگ میں ایسے تمام سردار ختم ہو گئے تھے۔ اور جو بچے تھے وہ سہارے کے متلاشی تھے۔ جب رحمت عالم کا دامن کرم ملا تو اس میں پناہ لے لی باب اذا فاتتہ العید، میں یہ ہے کہ حضور نے اپنے کپڑے سے ڈھک لیا تھا۔ ہشام کی روایت میں یہ زائد ہے کہ حضور نے حضرت ابوبکر سے فرمایا۔ ہر قوم کے لئے ایک عید ہے۔ اور یہ ہماری عید ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ وسلم چونکہ کپڑا اوڑھ کر لیٹے تھے۔ حضرت ابوبکر نے یہ خیال فرمایا۔ کہ حضور کی لاعلمی میں یہ گا رہی ہیں۔ اور عام طور پر یہ معلوم تھا کہ گانا بجانا اسلام میں ممنوع ہے۔ اس لئے حضرت ابوبکر نے ان بچیوں کو ڈانٹا۔ نسائی[1] میں ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ ہم نے شور اور بچوں کی آواز سنی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھے دیکھا کہ حبشی مسجد میں کھیل رہے ہیں اور بچے انہیں گھیرے ہوئے ہیں۔ مجھ سے فرمایا۔ اے حمیرا دیکھنا چاہتی ہو۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ اسی میں یہ بھی ہے کہ حضور بار بار پوچھتے کیا تو سیر نہیں ہوئی۔ کیا تو سیر نہیں ہوئی۔ میں عرض کرتی نہیں۔ تاکہ میری جو حیثیت حضور کے نزدیک ہے اسے دیکھوں[2]۔ باب من فاتتہ العید۔ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور حبشیوں کو منع فرمایا ایک روایت میں ہے کہ کنکری مارنے لگے تو حضور نے ارشاد فرمایا۔ اے عمر انہیں امن دو۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ چھوٹی بچیوں کی آواز عورت نہیں۔ شادی عید وغیرہ کے موقع پر ایسا گانا جو فحش و خرافات نہ ہو، گانا اور سننا جائز ہے۔ دف جبکہ بغیر جھانجھ کے ہو تو کوئی حرج نہیں۔ تمرین و مشاقی کے لئے تلوار نیزہ وغیرہ آپس میں چلانا جائز ہے۔

## تشریحات ۵۹۴

عید الفطر کے دن نماز سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھا کر عید گاہ جانا مستحب ہے۔ اگر چھوہارے یا کھجوریں ہوں تو اور بہتر ہے۔ آج کل عام رواج ہے کہ عید کے دن

[1] العیدین باب الرخصۃ فی الاستماع الی الغناء ص۱۳۶ [2] عمدۃ القاری ص۲۷ ج۶
[3] العیدین باب الاکل یوم الفطر قبل الصلوٰۃ ص۱۳۰

www.sirat-e-mustaqeem.net

**حدیث ۵۹۵**

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوۃِ فَلْیُعِدْ

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی ہے

فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ ھٰذَا یَوْمٌ یُشْتَھٰی فِیْہِ اللَّحْمُ وَذَکَرَ مِنْ جِیْرَانِہٖ

وہ دوبارہ کرے۔ تو ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا یہ ایسا دن ہے کہ اس میں گوشت کی خواہش

فَکَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَدَّقَہٗ قَالَ وَعِنْدِیْ

کی جاتی ہے اور اپنے پڑوسیوں کا تذکرہ کیا گویا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے سچ جانا انہوں نے

جَذَعَۃٌ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ شَاتَیْ لَحْمٍ فَرَخَّصَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

عرض کیا میرے پاس بکری کا ایک سال سے کم کا بچہ ہے جو مجھے دو گوشت والی بکریوں سے زیادہ عزیز ہے۔ تو

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَا اَدْرِیْ اَبَلَغَتِ الرُّخْصَۃُ مَنْ سِوَاہُ اَمْ لَا ۔ھ

انہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت دے دی میں نہیں جانتا یہ اجازت ان کے علاوہ بھی کسی کو ہے یا نہیں

**حدیث ۵۹۶**

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

قَالَ خَطَبَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْاَضْحٰی بَعْدَ

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم الاضحیٰ میں خطبہ دیا۔ یہ فرمایا جس

الصَّلٰوۃِ فَقَالَ مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَنَسَکَ نُسُکَنَا فَقَدْ اَصَابَ

نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قربانی کی تو اس کی قربانی درست ہوئی

النُّسُکَ وَمَنْ نَسَکَ قَبْلَ الصَّلٰوۃِ فَاِنَّہٗ قَبْلَ الصَّلٰوۃِ وَلَا نُسُکَ لَہٗ فَقَالَ اَبُوْ بُرْدَۃَ

اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو وہ نماز سے پہلے ہے۔ اور اس کی قربانی نہیں ہوئی۔ اس پر ابو بردہ

بْنُ نِیَارٍ خَالُ الْبَرَاءِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاِنِّیْ نَسَکْتُ شَاتِیْ

بن نیار حضرت براء کے ماموں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اپنی بکری کی قربانی

سویاں لوگ کھاتے ہیں۔ اس سے بھی سنت ادا ہو جائے گی۔ شارحین نے چھوہارے کھانے کی حکمت یہ بتائی ہے کہ اس میں مٹھاس ہوتی ہے جو آنکھ کی روشنی بڑھاتی ہے۔ اور سویاں بھی میٹھی ہی پکتی ہیں۔ اسے بدعت کہنا جہالت ہے۔

**تشریحات ۵۹۵ ۵۹۶**

جذعۃ — امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ جذعۃ بھیڑ یا بکری کے تندرست فربہ بچے کو کہتے ہیں جو ایک سال سے کم کا ہو۔ قاموس میں ہے کہ جس بچے

قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَعَرَفْتُ اَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ وَّاَحْبَبْتُ

نماز سے پہلے کر ڈالی۔ اور میں نے یہ سمجھا کہ آج کا دن کھانے پینے کا دن ہے اور میں نے یہ پسند

اَنْ يَّكُوْنَ شَاتِيْ اَوَّلَ شَاةٍ تُذْبَحُ فِيْ بَيْتِيْ فَذَبَحْتُ شَاتِيْ

کیا کہ میری بکری سب سے پہلی ہو جو میرے گھر میں ذبح کی جائے۔ اس لئے میں نے

وَتَغَدَّيْتُ قَبْلَ اَنْ اٰتِيَ الصَّلٰوةَ قَالَ شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ

اپنی بکری ذبح کر دی اور نماز کے لئے آنے سے پہلے کھا بھی لیا ہے۔ ارشاد فرمایا تیری بکری

فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّ عِنْدَنَا عَنَاقًا لَّنَا جَذَعَةً اَحَبُّ

گوشت کی بکری ہے۔ تو انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ہمارے پاس بکری کا ایک بچہ ہے

اِلَيَّ مِنْ شَاتَيْنِ اَفَتَجْزِيْ عَنِّيْ قَالَ نَعَمْ وَلَنْ

جو ایک سال سے کم کا ہے وہ مجھے دو بکریوں سے زیادہ پسند ہے کیا وہ میری طرف سے کافی ہو گا

تُجْزِيَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ ۝

ارشاد فرمایا ہاں۔ اور تیرے بعد کسی کی طرف سے کافی نہ ہوگا۔

کے ابھی دانت نہ جمے ہوں اسے جذعہ کہا جاتا ہے۔ عناق بکری کے چھوٹے بچے کو کہتے ہیں۔ اس لئے اس کا یہ ترجمہ کرنا بھیڑ کا ایک سال کا بچہ۔ صحیح نہیں۔ یہاں جذعہ سے بکری کا بچہ مراد ہے۔ اس پر دوسری روایت نص ہے۔ الاضاحی میں باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لابی بردۃ۔ میں یہ تصریح ہے۔ وان لی داجنا من المعز۔ میرے لئے بکری کا ایک بچہ ہے اور بچہ ایک سال سے کم کا تھا۔ اس پر دوسری روایتیں صراحتاً دال ہیں۔ باب التکبیر للعید اور الاضاحی باب الذبح بعد العید۔ میں ہے۔ وجذعۃ خیر من مسنۃ۔ اور میرے پاس ایک بچہ ہے جو سال بھر والے سے اچھا ہے۔ علاوہ ازیں بعد کا یہ ارشاد۔ لن تجزی عن احد بعدک۔ تیرے بعد کسی کی طرف سے کافی نہ ہوگا۔ بھی اس پر قرینہ ہے کہ اس سے مراد بکری کا سال بھر سے کم کا بچہ ہے۔ اس لئے کہ بھیڑ اور دنبے کا ششماہی بچہ جو دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو، بالاتفاق اس کی قربانی درست ہے۔

---

(بقیہ ص) ثانی الاضاحی باب مایشتھی من اللحم یوم النحر ص۸۳۲ باب من ذبح قبل الصلوٰۃ اعادھا ص۸۳۴ مسلم الذبائح نسائی صلوٰۃ العیدین باب الاکل یوم النحر ص۱۳۰ باب الخطبۃ بعد العید ص۱۳۱ باب التکبیر للعید ص۱۳۲ باب کلام الامام والناس فی خطبۃ العید ص۱۳۴ باب سنۃ العید بن لاھل الاسلام ص۱۳۵ ثانی۔ الاضاحی۔ باب سنۃ الاضحیۃ ص۸۳۲ ثانی الاضاحی باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لابی بردۃ ص۸۳۳ باب الذبح بعد الصلوٰۃ ص۸۳۴ باب من ذبح قبل الصلوٰۃ اعادھا ص۸۳۴ الایمان والنذور باب اذا حلف ناسیا ص۹۸۵ ابوداؤد ضحایا نسائی ضحایا

## حدیث ۵۹۷

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ

وَالْاَضْحٰی اِلَی الْمُصَلّٰی فَاَوَّلُ شَیْءٍ یَبْدَاُ بِہِ الصَّلٰوۃُ ثُمَّ

تشریف لے جاتے سب سے پہلے نماز پڑھتے پھر رُخ بدلتے اور لوگوں

یَنْصَرِفُ فَیَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰی

کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوتے اور لوگ اپنی اپنی صفوں پر بیٹھے رہتے تو انہیں

صُفُوْفِھِمْ فَیَعِظُھُمْ وَیُوْصِیْھِمْ وَیَاْمُرُھُمْ فَاِنْ کَانَ

نصیحت فرماتے اور انہیں حکم دیتے۔ اب اگر کہیں لشکر بھیجنا

یُرِیْدُ اَنْ یَّقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَہٗ اَوْ یَاْمُرُ بِشَیْءٍ اَمَرَ بِہٖ

ہوتا تو اسے الگ کر دیتے یا اگر کسی بات کا حکم دینا چاہتے تو اس کا

ثُمَّ یَنْصَرِفُ فَقَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ فَلَمْ یَزَلِ النَّاسُ عَلٰی

حکم دیتے پھر لوٹتے۔ حضرت ابو سعید نے فرمایا۔ لوگ اسی طریقے پر رہے۔

**مسائل** ہمارے یہاں نماز عیدین واجب ہے۔ اس کی دلیل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسے پوری پابندی کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ اس طرح کہ کبھی ترک نہیں فرمایا۔ شیخ الاسلام نے اس پر اس آیت کریمہ سے استدلال فرمایا:

وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ۔ (البقرہ: ۱۸۵)

"رمضان کی گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بیان کرو اس پر کہ اُس نے تم کو ہدایت دی"

اس آیت کریمہ میں تکبیر سے مراد نماز عید الفطر ہے۔ اسی طرح عید الاضحیٰ کا وجوب اس سے ثابت ہے کہ فرمایا

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ۔

"اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو"

نماز عید کی صحت و فرضیت کے لئے وہی شرائط ہیں جو جمعے کے ہیں۔ عیدین میں نماز کے بعد خطبہ سُنّت ہے۔ بکری کے ایک سال سے کم کے بچے کی قربانی درست نہیں۔ اگرچہ بہت فربہ ہو دیکھنے میں سال بھر یا اس سے زائد کا معلوم ہوتا ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیار ہے وہ جو چاہیں جس کے لئے چاہیں خاص کر سکتے ہیں جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ کر سکتے ہیں۔

## تشریحات ۵۹۷

کثیر بن صلت بن معاویہ الکندی۔ عہد رسالت میں پیدا ہوئے۔ اور عہد فاروقی میں اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور یہیں بس گئے اور بنی جمع

ذٰلِكَ حَتّٰى خَرَجْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَهُوَ اَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ فِيْ اَضْحًى

یہاں تک کہ میں مروان کے ساتھ عید گاہ چلا اور وہ مدینے کا حاکم تھا۔ عید الاضحیٰ

اَوْ فِطْرٍ فَلَمَّا اَتَيْنَا الْمُصَلّٰى اِذَا مِنْبَرٌ بَنَاهُ كَثِيْرُ بْنُ الصَّلْتِ

یا عید الفطر میں۔ جب ہم عید گاہ پہنچے تو دیکھا کہ ایک منبر ہے جسے کثیر بن صلت نے

فَاِذَا مَرْوَانُ يُرِيْدُ اَنْ يَّرْتَقِيَهُ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ فَجَبَذْتُ

بنایا ہے اور مروان چاہتا ہے کہ منبر پر چڑھے تو میں نے اس کا کپڑا پکڑ کر اس کو کھینچا

بِثَوْبِهٖ فَجَبَذَنِيْ فَارْتَفَعَ فَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَقُلْتُ لَهٗ

اس پر اس نے مجھے کھینچا اور منبر پر نماز سے پہلے چڑھ گیا۔ میں نے اس سے

غَيَّرْتُمْ وَاللّٰهِ فَقَالَ يَا اَبَا سَعِيْدٍ قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ

کہا تم نے سنّت بدل ڈالی خدا کی قسم تو اس نے کہا اے ابو سعید جو تم جانتے ہو

فَقُلْتُ مَا اَعْلَمُ وَاللّٰهِ خَيْرٌ مِّمَّا لَا اَعْلَمُ فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ لَمْ

وہ چلا گیا تو میں نے کہا جو میں جانتا ہوں یہ اس سے بہتر ہے جو میں نہیں جانتا۔ اس

يَكُوْنُوْا يَجْلِسُوْنَ لَنَا بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلٰوةِ[ع]

پر اس نے کہا۔ لوگ نماز کے بعد ہمارے لئے بیٹھیں گے نہیں۔ اس لئے میں نے اسے نماز سے پہلے کر دیا ہے۔

کے حلیف بن گئے۔ اور ان کا نام قلیل تھا۔ حضرت عمر نے بدل کر کثیر رکھا۔ عید گاہ کے پاس قبلہ رُخ انکا بہت بڑا مکان تھا۔ اسی لئے انہوں نے منبر بنایا تھا۔ یہ منبر کچی اینٹوں سے بنایا تھا۔[1]

**مسائل** اس حدیث سے یہ مسائل مستخرج ہوئے۔ عیدین میں خطبہ نماز کے بعد ہے۔ عیدین سے قبل خطبے کی بدعت مروان نے ایجاد کی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حتی الوسع فرض ہے۔ نماز عید عید گاہ میں پڑھنا سنت ہے۔ عید گاہ میں منبر بنانے میں کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر بنانے پر کوئی اعتراض نہیں فرمایا۔

---

ع العیدین باب الخروج الی المصلی بغیر منبر ص۱۳۱۔ مسلم العیدین۔

[1] مسلم العیدین ص۲۹۰

حدیث ۵۹۸ تا ۶۰۱

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ فِی الْاَضْحٰی وَالْفِطْرِ ثُمَّ یَخْطُبُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں نماز پڑھتے پھر

بَعْدَ الصَّلٰوۃِ ـــــ اَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ

نماز کے بعد خطبہ دیتے ـــــ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یَوْمَ الْفِطْرِ فَبَدَاَ بِالصَّلٰوۃِ قَبْلَ الْخُطْبَۃِ ـ

عید الفطر کے دن نکلے تو نماز خطبے سے پہلے پڑھی۔

وَاَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَرْسَلَ اِلَی ابْنِ

اور عطاء نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے، حضرت ابن زبیر کی

الزُّبَیْرِ فِیْ اَوَّلِ مَا بُوْیِعَ لَہٗ اَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ یُؤَذَّنُ بِالصَّلٰوۃِ یَوْمَ

جب بیعت کی گئی تو اس کے شروع ہی میں یہ کہلا بھیجا کہ عید الفطر کے دن اذان نہیں ہوتی

الْفِطْرِ وَاِنَّمَا الْخُطْبَۃُ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ ـــــ وَاَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ

تھی۔ اور خطبہ نماز کے بعد ہی ہے۔ اور عطاء نے روایت کیا کہ حضرت

عَبَّاسٍ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ قَالَا لَمْ یَکُنْ یُؤَذَّنُ

ابن عباس اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ

یَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا یَوْمَ الْاَضْحٰی وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ

میں اذان نہیں ہوتی تھی ـــ اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ فَبَدَاَ بِالصَّلٰوۃِ

یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو پہلے نماز

ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ بَعْدُ فَلَمَّا فَرَغَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

پڑھی۔ اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا اور جب اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (نماز)

وَسَلَّمَ نَزَلَ فَاَتَی النِّسَاءَ فَذَکَّرَھُنَّ وَھُوَ یَتَوَکَّاُ عَلٰی یَدِ بِلَالٍ

سے فارغ ہو گئے تو اترے اور عورتوں کے پاس تشریف لائے۔ اور انہیں نصیحت فرمائی اس وقت

وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهٗ تُلْقِیْ فِیْهِ النِّسَاءُ صَدَقَةً قُلْتُ لِعَطَاءٍ اَتُرٰی حَقًّا

حضور بلال کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور بلال اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے جس میں عورتیں صدقہ ڈالتی

عَلَی الْاِمَامِ الْاٰنَ اَنْ یَّاْتِیَ النِّسَاءَ فَیُذَکِّرَهُنَّ حِیْنَ یَفْرُغُ قَالَ

تھیں۔ ابن جریج نے کہا میں نے عطاء سے پوچھا کیا آج بھی امام پر لازم ہے کہ نماز سے فارغ ہو کر عورتوں کے

اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ عَلَیْهِمْ وَمَا لَهُمْ اَنْ لَّا یَفْعَلُوْا ؕ

پاس آئے اور انہیں وعظ کرے۔ عطاء نے کہا۔ ضرور یہ ان پر حق ہے۔ اور انہیں کیسا ہو گیا کہ ایسا نہیں کرتے۔

## تشریحات ۵۹۸ تا ۶۰۱

یہاں باب کا عنوان یہ ہے — اذان و اقامت کے بغیر عید کے لئے پیدل یا سوار ہو کر جانا — اس کے چار جز ہیں۔ عید کے لئے پیدل چلنا۔ عید کے لئے سوار ہو کر چلنا۔ بغیر اذان کے جانا۔ بغیر اقامت کے نماز پڑھنا۔ ان میں تیسرے جز کا اثبات ان احادیث سے صراحۃً ہوتا ہے۔ اور چوتھے کا التزاماً کہ جہاں اذان نہیں وہاں اقامت بھی نہیں۔ اس بارے میں صریح احادیث بھی ہیں۔ مسلم[1] وغیرہ میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ میں نے بارہا حضور کے ساتھ عیدین پڑھی ان میں نہ اذان تھی نہ اقامت۔ ابو داؤد[2] میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر اور عثمان نے عیدین بغیر اذان و اقامت کے پڑھی۔ عیدین میں اذان و اقامت نہیں۔ صرف دو بار، اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃ، کہنے کی فقہاء نے اجازت دی ہے۔ اس بناء پر کہ امام زہری سے ایک حدیث مرسل میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدین کے دن مؤذن کو حکم دیتے کہ وہ یہ پکارے۔ اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃ[3] البتہ پہلے اور دوسرے جز کا اثبات ظاہر نہیں —

اقول:۔ ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں دونوں طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے گئے ہوں گے۔ روایات میں تخصیص نہیں۔ اگر پیدل جانا یا سواری پر جانا فرض یا واجب ہوتا تو صحابۂ کرام ذکر فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں طرح جانا جائز ہے۔ البتہ افضل یہ ہے کہ پیدل جائے نیز ابن ماجہ[4] حضرت سعد قرظ اور حضرت ابن عمر سے یہ روایت ہے کہ پیدل جاتے بھی اور واپس بھی ہوتے۔ ترمذی[5] میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ سنت یہ ہے کہ عید گاہ پیدل جائے اور جانے سے پہلے کچھ کھالے۔ اس لئے کہ طبرانی میں معجم کبیر میں بطریق محمد بن عبید اللہ بن رافع عَنْ اَبِیْہِ عن جدہ راوی ہیں — کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

۱ العیدین۔ باب المشی والرکوب الی العید بغیر اذان ولا اقامۃ ص۱۳ مسلم العیدین ابوداؤد الصلوٰۃ

۲ مسلم اول العیدین ص۲۹ ابوداؤد اول الصلوٰۃ باب ترک الاذان فی العید ص۱۶۳

۳ اول الصلوٰۃ باب ترک الاذان فی العید ص۱۶۳ ۴ فتح الباری۔ ثانی۔ ص۳۷۷ ۵ العیدین ص۶۹

۶ اول۔ العیدین۔ باب فی المشی یوم العید ص۶۹

عید گاہ پیدل جاتے تھے۔ پیدل اس لئے تشریف لے جاتے تھے کہ عید گاہ مسجد اقدس سے صرف ہزار ہاتھ کے فاصلے پر تھی[1] اب اگر عید گاہ کافی فاصلہ پر ہو جیسا کہ ہندوستان میں عام طور پر عید گاہیں شہر سے باہر میل دو میل بلکہ اس سے بھی زیادہ فاصلے پر ہوتی ہیں تو سواری پر جانے میں کوئی حرج نہیں۔

**وارسل الی ابن الزبیر** اواخر ربیع الاول ۶۴ھ میں یزید پلید ہلاک ہو گیا۔ اس کے ہلاک ہونے کی اطلاع اول ربیع الآخر میں ملی۔ جبکہ حصین بن نمیر مکہ معظمہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ اور منجنیق سے پتھر اور آگ برسا رہا تھا۔ اس نے ام فروہ نامی منجنیق سے آگ پھینکا جس سے کعبے کا پردہ اور کچھ کڑیاں جل گئیں۔ رکن یمانی، رکن اسود کی درمیانی دیوار تین جگہ سے پھٹ گئی اور پوری دیوار کالی ہو گئی اسی اثنا میں یزید کے مرنے کی اطلاع ملی۔ جب اہل شام کو اس کی اطلاع ہوئی تو حصین بن نمیر نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے کہا جس کے لئے ہم لڑ رہے تھے وہ مر گیا۔ دروازہ کھول دو کہ ہم طواف کر کے واپس جائیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے لڑائی بند کر کے دروازہ کھول دیا۔ طواف کرتے ہوئے حصین بن نمیر نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے کہا کہ میرے ساتھ شام چلو میں تمہارے لئے بیعت کرا دوں گا۔ انہوں نے اس کی بات پر اعتبار نہیں کیا اور اسے سخت جواب دیا۔ اس نے کہا میں تم کو عرب کے دانشوروں میں جانتا تھا۔ میں تم کو خلافت کے لئے بلا رہا ہوں اور تم مجھے قتل کی دھمکی دے رہے ہو۔ اس کے بعد حضرت ابن زبیر کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی۔ چونکہ بنی اُمیہ نے عیدین میں اذان و اقامت کی بدعت پھیلا دی تھی۔ اس لئے حضرت ابن عباس نے حضرت ابن زبیر کے پاس پیغام بھیجا تھا۔

**ثم نزل** اس حدیث اور دوسری احادیث میں تصریح ہے کہ عید گاہ میں منبر کثیر بن صلت نے بنایا تھا جو تابعی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں منبر نہ تھا۔ مگر یہاں حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ خطبے سے فارغ ہو کر حضور اُترے۔ علامہ احمد خطیب قسطلانی نے یہ توجیہ کی۔ کہ نزل - انتقل کے معنیٰ کو متضمن ہے۔ یعنی وہاں سے چل کر عورتوں کے پاس آئے۔

**اقول** - اس کا بھی احتمال ہے کہ مردوں نے جہاں نماز پڑھی ہو وہ جگہ اونچی تھی۔ عورتیں نشیب میں تھیں۔ اس تقدیر پر نزل، اپنے حقیقی معنیٰ کے اعتبار سے درست ہے۔

**نماز عید کہاں پڑھیں** آج کل غیر مقلدین کے ایک طبقہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ آبادی میں عیدین صحیح نہیں۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آبادی میں مسجد نبوی ہوتے ہوئے نماز نہیں پڑھی۔ بلکہ میدان میں پڑھی۔ **اقول**:- یہ صحیح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں عیدین نہیں پڑھی۔ مگر یہ کہنا غلط ہے۔ کہ صحرا میں پڑھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جہاں عیدین پڑھتے

---

[1] عمدۃ القاری سادس ص ۲۷۹

**حدیث ۶۰۲** عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔

شَھِدْتُ الْعِیْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ

میں عید میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر

وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَکُلُّھُمْ کَانُوْا یُصَلُّوْنَ قَبْلَ الْخُطْبَۃِ ؎

اور عثمان کے ساتھ حاضر ہوا یہ سب حضرات خطبے سے پہلے نماز پڑھتے

**حدیث ۶۰۳** عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ یُصَلُّوْنَ الْعِیْدَیْنِ قَبْلَ الْخُطْبَۃِ ؎

اور ابو بکر اور عمر عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے۔

**حدیث ۶۰۴** عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی یَوْمَ الْفِطْرِ رَکْعَتَیْنِ لَمْ یُصَلِّ قَبْلَھَا

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عید الفطر کے دن دو رکعت نماز پڑھی نہ اس سے

وَلَا بَعْدَھَا ثُمَّ اَتَی النِّسَاءَ وَمَعَہٗ بِلَالٌ فَاَمَرَھُنَّ بِالصَّدَقَۃِ

پہلے کوئی نماز پڑھی نہ اس کے بعد۔ نماز سے فارغ ہو کر عورتوں کے پاس آئے

فَجَعَلْنَ یُلْقِیْنَ تُلْقِی الْمَرْاَۃُ خُرْصَھَا وَسِخَابَھَا ؎

اور حضور کے ہمراہ بلال تھے حضور نے انہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو صدقہ دینے لگیں بالی اور ہار بلال کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔

تھے۔ وہ جگہ مدینہ طیبہ کے بیچ میں تھی۔ عمدۃ القاری[1] میں ہے کہ کثیر بن صلت کا گھر وادی بطحان کے کنارے وسط مدینہ میں تھا۔ مسجد اقدس میں اتنی گنجائش نہ تھی کہ سب لوگ آسکیں اس لئے وہاں میدان میں پڑھتے تھے۔ اسی لئے فتح مکہ کے بعد جب مسجد حرام میں عیدین کی نماز قائم ہوئی تو انہیں میدان میں پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ وہ لوگ مسجد حرام ہی میں عیدین پڑھتے رہے۔ وہاں پڑھنے سے روکا نہیں۔ یہ دلیل ہے کہ مسجد میں بھی عیدین کی نماز بلا کراہت درست ہے۔ مگر عید گاہ میں جا کر پڑھنا افضل ہے۔

**تشریحات ۶۰۲ تا ۶۰۴** یہی ہمارا مذہب ہے کہ نماز عید سے پہلے کوئی بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ خواہ گھر میں پڑھے یا عید گاہ میں۔ اس پر اجماع ہے کہ عیدین کی نماز دو رکعت ہے۔

---

[1] جلد سادس ص۲۸ ؎ العیدین باب الخطبۃ بعد العید ص۱۳۱ ثانی تفسیر سورۃ الممتحنۃ ص۲۷ مسلم۔ ابو داؤد ؎ عیدین باب الخطبۃ بعد العید ص۱۳۱ العیدین باب الخطبۃ بعد العید ص۱۳۱ (باقی اگلے صفحہ پر)

| | |
|---|---|
| بت ۱۸۰ | وَقَالَ الْحَسَنُ نُهُوْا اَنْ يَّحْمِلُوا السِّلَاحَ |
| | اور امام حسن بصری نے فرمایا۔ عید کے دن ہتھیار لے جانے |
| | يَوْمَ الْعِيْدِ اِلَّا اَنْ يَّخَافُوْا عَدُوًّا ۔ |
| | سے لوگوں کو منع کر دیا گیا۔ مگر یہ کہ کسی دشمن کا خطرہ ہو۔ |
| حدیث ۶۰۵ | عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ |
| | حضرت سعید بن جبیر شہید سے روایت ہے کہ میں |
| | حِيْنَ اَصَابَهٗ سِنَانُ الرُّمْحِ فِيْ اَخْمَصِ قَدَمِهٖ فَنَزَقَتْ |
| | اس وقت ابن عمر کے ساتھ تھا جب ان کے پاؤں کے تلے میں نیزے کا |
| | قَدَمُهٗ بِالرِّكَابِ فَنَزَلْتُ فَنَزَعْتُهَا وَذٰلِكَ بِمِنًى فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ |
| | پھل لگا تھا اتنا کہ ان کا قدم رکاب سے چپک گیا۔ میں سواری سے اترا اور اسے نکالا۔ یہ منیٰ میں |
| | فَجَاءَ يَعُوْدُهٗ فَقَالَ الْحَجَّاجُ لَوْ نَعْلَمُ مَنْ اَصَابَكَ فَقَالَ ابْنُ |
| | ہوا تھا۔ جب اس کی خبر حجاج کو ملی تو وہ عیادت کے لئے آیا اور کہا کاش ہمیں |
| | عُمَرَ اَنْتَ اَصَبْتَنِيْ قَالَ وَكَيْفَ قَالَ حَمَلْتَ السِّلَاحَ فِيْ |
| | جانتا کہ کس نے چبھایا ہے۔ تو ابن عمر نے فرمایا تو نے چبھایا ہے اس نے کہا |
| | يَوْمٍ لَمْ يَكُنْ يُحْمَلُ فِيْهِ وَاَدْخَلْتَ السِّلَاحَ الْحَرَمَ |
| | کیسے؟ تو فرمایا تو اس دن ہتھیار لایا جس دن ہتھیار نہیں لایا جاتا تھا تو نے حرم |
| | وَلَمْ يَكُنِ السِّلَاحُ يُدْخَلُ فِي الْحَرَمِ ۔ |
| | میں ہتھیار داخل کیا۔ حالانکہ حرم میں ہتھیار داخل نہیں کیا جاتا تھا۔ |

(بقیہ ص۳۹۲) باب خروج الصبیان الی المصلی ص۱۳۳ باب الصلوٰۃ قبل العید ص۱۳۵۔ الزکاۃ باب من احب تعجیل الصدقۃ من یومہا ص۱۹۲ اللباس باب خاتم للنساء باب القلائد والسخاب للنساء ص۸۷۳ مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجۃ کلہم فی الصلوٰۃ

---

عہ العیدین باب مایکرہ من حمل السلاح یوم العید ص۱۳۲

عہ العیدین باب مایکرہ من حمل السلاح فی العید ص۱۳۲

**حدیث ۶۰۶**

حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَعِیْدِ بْنِ الْعَاصِ

عمرو بن سعید اموی نے کہا۔ حجاج، ابن عمر کے پاس آیا۔

عَنْ اَبِیْہِ قَالَ دَخَلَ الْحَجَّاجُ عَلٰی ابْنِ عُمَرَ وَاَنَا عِنْدَہٗ قَالَ

اور کہا کیسے ہیں؟ فرمایا۔ اچھا ہوں۔ اس نے پوچھا کس نے نیزہ مارا ہے

کَیْفَ ھُوَ قَالَ صَالِحٌ فَقَالَ مَنْ اَصَابَكَ قَالَ اَصَابَنِیْ مَنْ

فرمایا۔ جس نے اس دن ہتھیار لانے کا حکم دیا جس دن

اَمَرَ بِحَمْلِ السِّلَاحِ فِیْ یَوْمٍ لَا یَحِلُّ فِیْہِ حَمْلُہٗ یَعْنِی الْحَجَّاجَ [عہ]

ہتھیار لانا حلال نہیں۔ ان کی مراد حجاج تھا۔

**تشریحات ۱۸۰ ۶۰۶،۶۰۵**

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حجاج کی بدعنوانیوں پر ہمیشہ تنقید کرتے رہتے۔ حجاج نے، عبدالملک بن مروان سے شکایت کی تو اس نے حجاج کو حکم دیا کہ ابن عمر کی مخالفت مت کر۔ اس نے ایک شخص کو حکم دیا۔ اس نے مزدلفہ سے واپسی پر منیٰ میں بھیڑ کر کے زہر آلود نیزہ ان کے قدم میں چبھا دیا۔ اس کے صدمے سے چند دن بیمار رہے اور وصال فرما گئے۔ حجاج نے نماز جنازہ پڑھائی۔ فخ یا ذوطوی مہاجرین کے قبرستان میں دفن کیا گیا

**عید کے دن ہتھیار** عید میں پورا شہر اکٹھا ہوتا ہے۔ دوست دشمن سب اکٹھے ہوتے ہیں۔ ہتھیار رکھنے میں خطرات ہیں۔ اس لئے عیدین کے موقعوں پر عیدگاہ میں ہتھیار لے جانا منع ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلاد اسلام میں عیدین میں ہتھیار لگا کر جانے سے منع فرمایا۔ مگر یہ کہ دشمن کے مقابل ہوں۔

**ثبوت باب** یہاں امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا ہے۔ عید اور حرم میں ہتھیار لے جانا منع ہے امام حسن بصری کے ارشاد سے عیدین اور حضرت ابن عمر کے ارشاد سے حرم میں ہتھیار لے جانے کی صراحۃً ممانعت ثابت ہے۔ حضرت ابن عمر کے اس ارشاد سے کہ تو اس دن ہتھیار لایا جس دن ہتھیار نہیں لایا جاتا تھا۔ صراحۃً یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ منیٰ میں ایام منیٰ میں ہتھیار لانا ممنوع ہے — علت، ہر قسم کے لوگوں کا اجتماع ہے۔ اور یہی بات عیدین میں بھی ہے۔ اس لئے عیدین میں ہتھیار لے جانے کی اس سے ممانعت ثابت ہوئی۔

---

عہ العیدین باب مایکرہ من حمل السلاح یوم العید ص ۱۳۲۔

لہ العیدین باب لبس السلاح فی یوم العید ص ۹۴

ت ۱۸۱ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سُبْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اور حضرت عبد اللہ بن سُبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم

اَنْ كُنَّا فَرَغْنَا فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ وَذٰلِكَ حِيْنُ التَّسْبِيْحِ ۔ع

اس وقت نماز عید سے فارغ ہو جاتے تھے — اور یہ نماز چاشت کا وقت تھا۔

ت ۱۸۲ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَاذْكُرُوا

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا — اور اللہ

اللّٰهَ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ اَيَّامُ الْعَشْرِ وَالْاَيَّامُ الْمَعْدُوْدَاتُ اَيَّامُ التَّشْرِيْقِ ۔ع

کو یاد کرو چند معلوم دنوں میں۔ اس سے ایام العشر مراد ہیں اور الایام المعدودات ایام تشریق ہیں

ت ۱۸۳ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَاَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَخْرُجَانِ

اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ذوالحجہ

فِي السُّوْقِ فِي الْاَيَّامِ الْعَشْرِ يُكَبِّرَانِ وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيْرِهِمَا ۔ع

کے دس دنوں میں بازار جاتے اور تکبیر کہتے اور لوگ ان دونوں کی تکبیر پر تکبیر کہتے —

**تشریحات ۱۸۱** یہاں باب یہ ہے۔ عید کے لئے سویرے جانا۔ اس حدیث میں تسبیح سے مُراد نماز چاشت ہے۔ جیسا کہ طبرانی کی روایت میں ہے۔ یعنی وقت کراہت گزر جانے کے بعد۔ اس تعلیق کو ابوداؤد[۱] اور ابن ماجہ[۲] نے اس تفصیل سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سُبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے لئے گئے۔ امام کا دیر کرنا ناگوار ہوا تو فرمایا۔ ہم اس وقت تک فارغ ہو جاتے تھے۔ اور یہ تسبیح کا وقت تھا۔ اس باب میں حضرت براء بن عازب والی حدیث ع ۵۹۶ لائے ہیں باب پر استدلال یوں ہوا کہ یہاں اول ما نبدأ فی یومنا ھذا ان نصلی — اس دن ہم سب سے پہلے کام یہ کرتے کہ نماز پڑھتے۔ زائد ہے۔ اس سے متبادر کہ دن نکلنے کے بعد وقت ہوتے ہی ہم لوگ نماز پڑھ لیتے۔

**تشریحات ۱۸۲** اس تعلیق کو سعید بن منصور نے اپنی تفسیر میں یوں ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے۔ اللہ کی یاد کرو ایام معلومات میں، اور اللہ کا ذکر کرو ایام معدودات میں۔ ایام معلومات سے ذوالحجہ کے دس دن مراد ہیں اور ایام معدودات سے ایام تشریق ہیں۔

---

ع العیدین باب التبکیر للعید ص ۱۳۲

ع العیدین باب فضل العمل فی ایام التشریق ص ۱۳۲ ع ایضا

۱ ابواب الصلوٰۃ باب وقت الخروج الی العید ص ۱۶۱ ۲ العیدین باب وقت صلوٰۃ العیدین ص ۹۲

| | |
|---|---|
| ت ۱۸۴ | وَكَبَّرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ خَلْفَ النَّافِلَةِ ؏ |
| | اور محمد بن علی (باقر) نفل نماز کے بعد بھی تکبیر کہتے تھے۔ |
| حدیث ۶۰۷ | عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ |
| | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| | صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامٍ |
| | سے روایت کی کہ فرمایا ان دنوں میں کسی عمل سے افضل دوسرے دنوں کا عمل نہیں |
| | أَفْضَلُ مِنْهَا فِي هٰذِهِ قَالُوا وَلَا الْجِهَادُ قَالَ وَلَا الْجِهَادُ |
| | لوگوں نے عرض کیا۔ جہاد بھی نہیں؟ فرمایا جہاد بھی نہیں مگر وہ شخص |
| | إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ ؏ |
| | جو اپنے جان و مال کو خطرے میں ڈال کر دشمن سے مقابلہ کرے اور کچھ واپس نہ لائے |

**تشریحات ۶۰۷ / ۱۸۳، ۱۸۴**

**هٰذِهِ** سے ذوالحجہ کے عشرۂ اولیٰ کی طرف اشارہ ہے۔ بلکہ ابوذر کی روایت میں فی هٰذِهِ کی جگہ فی هٰذَا العشر ہے۔ اور اسی کی تائید حدیث کے دوسرے طرق کی روایات سے بھی ہوتی ہے۔ ترمذی، مسند امام احمد وغیرہ میں یہی لفظ ہے۔ بلکہ دارمی کی روایت میں من ایام عشر ذی الحجۃ۔ وارد ہے۔ اس تقدیر پر اس حدیث کو باب سے کوئی مناسبت نہیں رہے گی اس لئے کہ باب یہ ہے۔ ایام تشریق میں عمل کی فضیلت — اور ایام تشریق دس تا تیرہ ذوالحجہ کو کہتے ہیں۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری کو ایام عشر والی روایت نہ پہنچی ہو اور انہوں نے۔ فی هٰذِهِ سے ایام تشریق سمجھ لیا ہو۔

**العمل** یہ اپنے عموم پر ہے۔ یعنی ذوالحجہ کے عشرہ اولیٰ کے اعمال حسنہ دوسرے ایام کے اعمال حسنہ سے افضل ہیں حتیٰ کہ جہاد سے بھی مگر یہ کہ دشمن کے مقابلے میں شہادت نصیب ہو اور مال بھی جاتا رہے۔ مگر باب کے مناسب یہ توجیہ ہے کہ۔ ان دونوں میں تکبیر سے افضل کوئی عمل نہیں اب لامحالہ فرائض و واجبات کی تخصیص کرنی پڑے گی۔ اسی لئے ابن بطال نے اسے نوافل کے ساتھ خاص کیا۔

**فلم یرجع بشی** اس کا ترجمہ بظاہر یہ ہے۔ کہ کچھ لوٹا کر نہیں لایا۔ با تعدیہ کے لئے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ خود لوٹا مگر مال جاتا رہا۔ مگر چونکہ شئی نکرہ تحت نفی ہے جو عموم کا افادہ کرتی ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اوپر جو مذکورہ ہے ان میں سے کچھ بھی نہیں لوٹا۔ تو یہ جان و مال دونوں کو شامل ہوا۔ اس معنیٰ پر ابوعوانہ کی روایت نص ہے۔ اس میں یہ ہے: الا من لا یرجع بنفسہ ولا مالہ — دوسرے طریقے میں ہے۔ الا ان لا یرجع۔ تیسرے میں ہے۔ الا من عقر جوادہ واھریق دمہ۔

---

عہ العیدین باب فضل العمل فی ایام التشریق ص ۱۳۲ عہ ایضا۔ ابوداؤد ترمذی۔ ابن ماجہ

ت ۱۸۵ وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُكَبِّرُ فِي قُبَّةٍ بِمِنًى

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منیٰ میں اپنے قبے میں تکبیر کہتے اسے

فَيَسْمَعُهُ أَهْلُ الْمَسْجِدِ فَيُكَبِّرُونَ وَيُكَبِّرُ أَهْلُ الْأَسْوَاقِ حَتّٰى تَرْتَجَّ مِنًى تَكْبِيرًا

مسجد والے سنتے تو وہ بھی تکبیر کہتے۔ بازار والے بھی کہتے یہاں تک کہ منیٰ تکبیر سے گونج اٹھتا۔

ت ۱۸۶ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُكَبِّرُ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما منیٰ میں ان دنوں تکبیر

بِمِنًى تِلْكَ الْأَيَّامَ وَخَلْفَ الصَّلَوَاتِ وَعَلٰى فِرَاشِهِ

کہتے اور نمازوں کے بعد اپنے بچھونے پر اور اپنے خیمے میں بیٹھے

وَفِي فُسْطَاطِهِ وَمَجْلِسِهِ وَمَمْشَاهُ وَتِلْكَ الْأَيَّامَ جَمِيعًا عه

رہنے کی حالت میں چلنے کی حالت میں اور ان سب دنوں میں۔

ت ۱۸۷ وَكَانَتْ مَيْمُونَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تُكَبِّرُ يَوْمَ النَّحْرِ سه

اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یوم النحر میں تکبیر کہتی تھیں۔

ت ۱۸۸ وَكَانَ النِّسَاءُ يُكَبِّرْنَ خَلْفَ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَعُمَرَ

ابان بن عثمان اور عمر بن عبد العزیز کے پیچھے مردوں کے

بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ لَيَالِيَ التَّشْرِيقِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ لله

ساتھ عورتیں بھی مسجد میں ایام تشریق میں تکبیر کہتی تھیں۔

حدیث ۶۰۸ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيُّ قَالَ سَأَلْتُ

محمد بن ابو بکر ثقفی نے کہا میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ

أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَنَحْنُ غَادِيَانِ مِنْ مِنًى

تعالیٰ عنہ سے منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے تلبیہ کے بارے میں پوچھا۔

**مسائل** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جہاد کے بھی مختلف درجات ہیں۔ سب سے افضل یہ ہے کہ شہادت نصیب ہو جائے۔ نیز یہ ثابت ہوا کہ ذوالحجہ کا عشرہ اولیٰ دوسرے ایام سے افضل ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ جیسے ایک جگہ کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہے ویسے ہی ایک وقت کو بھی دوسرے پر فوقیت ہے۔ ان ایام میں سب سے افضل عرفہ یعنی نویں ذوالحجہ کا دن ہے۔

---

عه العیدین باب التکبیر ایام منی ص۱۳۲ عه ایضاً

سه ایضاً للعه ایضاً

إِلَى عَرَفَاتٍ عَنِ التَّلْبِيَةِ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ مَعَ النَّبِيِّ

کہ آپ لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کیسے کرتے تھے۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ يُلَبِّي الْمُلَبِّي

تو انہوں نے فرمایا تلبیہ کہنے والا تلبیہ کہتا اس پر کوئی انکار

لَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَ يُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ ؏

نہیں کرتا۔ اور تکبیر کہنے والا تکبیر کہتا اور اس پر کوئی انکار نہیں کرتا۔

## تشریحات ۶۰۸ ۱۸۵ تا ۱۸۸

تعلیق ع۱۸۵ کو سعید بن منصور نے اپنی تفسیر میں موصولاً روایت کیا ہے۔ اور تعلیق ع۱۸۶ کو ابن منذر نے اور فاکہی نے اخبار مکہ میں اور بیہقی نے بھی ذکر کیا ہے۔ تعلیق ع۱۸۷ کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث اور آثار سے متعلق مندرجہ ذیل باتیں ہیں۔

(۱) ایام تشریق کتنے دن ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ یہ چار دن ہیں۔ ۱۰ تا ۱۳۔ مگر چونکہ دسویں ذوالحجہ کا مستقل نام یوم الاضحیٰ اور یوم النحر ہے۔ اس لئے اسے یوم تشریق نہیں کہتے۔ اس کی دلیل یہ حدیث[۱] ہے۔ جو امام شعبی سے مرسلاً مروی ہے۔ کہ فرمایا۔ جس نے تشریق سے پہلے قربانی کی وہ دوبارہ کرے۔

(۲) ان ایام میں تکبیر تشریق واجب ہے۔ یہی ہمارا مذہب ہے۔ البتہ حضرت امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ یہ صرف فرائض کے بعد اس مقیم پر واجب ہے جس نے جماعت مستحبہ کے ساتھ فرائض ادا کئے ہوں اور وہ شہر میں ہو۔ اس لئے نہ مسافر پر واجب ہے نہ منفرد پر۔ نہ نماز وتر و عیدین و نوافل کے بعد اور نہ دیہات میں نماز پڑھنے والوں پر۔ یوں ہی اگر تنہا عورتوں نے جماعت کی تو ان پر بھی نہیں۔ یہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے — امام محمد اور امام ابو یوسف نے فرمایا۔ ہر فرض کے بعد ہے خواہ تنہا پڑھے خواہ جماعت سے۔ مقیم یا مسافر، شہر میں ہو یا دیہات میں۔ احناف کا عمل اسی پر ہے۔ اور یہی امام مالک کا بھی مذہب ہے۔ امام شافعی نے فرمایا۔ کہ فرائض کے ساتھ نوافل کے بعد بھی ہے حتی کہ نماز جنازہ کے بعد بھی۔ البتہ اگر عورتوں نے ایسی جماعت سے نماز پڑھی جس میں کوئی مرد نہ ہو یا مسافروں نے پڑھی جس میں کوئی مقیم نہ ہو تو ان پر تکبیر واجب نہیں۔

(۳) تکبیر تشریق کب سے کب تک ہے۔ اس میں نو اقوال ہیں۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ نویں کی فجر سے لے کر تیرھویں کی عصر تک ہے۔

(۴) اس تکبیر کے کلمات کیا ہیں۔ ہمارے یہاں مختار یہ ہیں: اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ یہی حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ اور یہی امام احمد کا بھی مذہب ہے۔

---

ع۱۸۵ العیدین باب التکبیر ایام منی ص۱۳۲ - المناسک باب التلبیۃ والتکبیر اذا غدا من منی الی عرفۃ ص۲۲۵ مسلم الحج۔ نسائی۔ ابن ماجۃ۔ مناسک [۱] فتح الباری ثانی ص۳۸۰

**حدیث ۶۰۹**

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا (عید کے خطبے

خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْہِ

کے بعد) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید گاہ سے نکلے گویا میں دیکھ رہا ہوں — جب

حِیْنَ یُجَلِّسُ بِیَدِہٖ ثُمَّ اَقْبَلَ یَشُقُّھُمْ حَتّٰی جَاءَ النِّسَاءَ

اپنے ہاتھ کے اشارے سے لوگوں کو بٹھا رہے تھے۔ پھر لوگوں کے درمیان سے چلے

مَعَہٗ بِلَالٌ فَقَالَ — یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَاءَکَ الْمُؤْمِنَاتُ یُبَایِعْنَکَ

یہاں تک کہ عورتوں میں تشریف لائے۔ حضور کے ساتھ بلال تھے اور فرمایا اے نبی جب

عَلٰی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ

تمہارے پاس عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو حاضر ہوں کہ اللہ کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی اور چوری

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے، اثر کا مطلب یہ ہے کہ ان کا خیمہ مسجد خیف میں لگتا۔ وہ نماز کے بعد تکبیر کہتے تو مسجد کے سبھی لوگ اور بازار والے جو نماز میں شریک ہوتے، تکبیر کہتے — یا یہ کہ تکبیر سے خاص یہ تکبیر مراد نہیں۔ اور یہی حضرت ابن عمر کے اثر کا بھی محمل ہے۔

اور حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ اس میں بھی تکبیر سے خاص یہ تکبیر مراد نہیں۔ بلکہ وہ کلمات مراد ہیں جو تلبیہ میں اضافہ کرتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہاں باب کا عنوان ہے۔ ایام منیٰ میں تکبیر کا بیان۔ اس کے تحت علاوہ ان آثار اور حدیث مذکور کے حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حدیث ۲۲۷ بھی لائے ہیں جو جلد ثانی میں گزر چکی ہے۔ یہاں یہ زائد ہے، فیکن خلف الناس ویکبرن بتکبیرھم — عورتیں عید گاہ میں مردوں کے پیچھے رہتیں اور ان کے ساتھ تکبیر بھی کہتیں۔ امام بخاری نے یہاں تکبیر سے مراد تکبیر تشریق لیا ہے۔ ورنہ باب سے تعلق نہ رہے گا۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ اس سے مراد عیدین کی نماز ہے۔ اس لئے کہ دوسری روایتوں میں — ویشھدن الخیر — ہے۔ اور خیر سے بالاتفاق نماز عیدین مراد ہے۔ ایک روایت دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔ خود قرآن مجید میں نماز عید کا حکم۔ لتکبروا سے آیا ہے۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ مردوں کے ساتھ نماز پڑھیں اور ان کے ساتھ دعا مانگیں۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ نماز عیدین کے بعد دعا ہے۔

**تشریحات ۶۰۹**

یہ حدیث ابھی گزری ہوئی حدیث ۶۰۴ کا بقیہ حصہ ہے — جو کتاب التفسیر میں مکمل ہے۔ جہاں ابتدائی حصے میں یہ زائد ہے — ابن جریج نے امام عطاء سے پوچھا کہ عورتیں صدقہ فطر دیتی تھیں تو انہوں نے کہا۔ نہیں۔ یہ صدقہ تھا جو اس وقت دیتی تھیں یعنی

وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ

نہیں کریں گی اور بدکاری نہیں کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور خود گڑھ کر بہتان

اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ

نہیں باندھیں گی اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہیں کریں گی تو ان سے بیعت لے لو

وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ثُمَّ قَالَ حِيْنَ فَرَغَ مِنْهَا

اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو۔ اللہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔ اس آیت کی

اَنْتُنَّ عَلٰى ذٰلِكَ فَقَالَتْ اِمْرَاَةٌ وَّاحِدَةٌ مِّنْهُنَّ لَمْ يُجِبْهُ

تلاوت سے جب فارغ ہوئے تو فرمایا تم اسی روش پر ہو؟ تو ان میں سے ایک عورت نے کہا۔ جی حضور

غَيْرُهَا، نَعَمْ لَا يَدْرِيْ حَسَنٌ مَّنْ هِيَ قَالَ فَتَصَدَّقْنَ فَبَسَطَ

اس کے علاوہ کوئی عورت نہیں بولی۔ حسن نہیں جانتے تھے کہ یہ کون تھی۔ اس کے بعد عورتوں نے

بِلَالٌ ثَوْبَهٗ ثُمَّ قَالَ هَلُمَّ لَكُنَّ فِدَاءٌ اَبِيْ وَاُمِّيْ فَيُلْقِيْنَ

صدقہ دینا شروع کیا تو بلال نے اپنا کپڑا پھیلا دیا۔ پھر کہا۔ لاؤ۔ تم پر میرے ماں باپ قربان

الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِيْمَ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ ؏

تو عورتیں چھلے اور انگوٹھیاں بلال کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔

## حدیث ۶۱۰

عَنْ جُنْدُبٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ

حضرت جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ ذَبَحَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم نحر میں نماز پڑھی خطبہ دیا پھر قربانی کی اور

یہ صدقہ نافلہ تھا ھُلُمَّ لَكُنَّ فداء ابی و امی، حضرت بلال کا مقولہ ہے۔ اس میں فتخ کا لفظ آیا ہے۔ یہ فتخۃ کی جمع ہے۔ امام بخاری نے اخیر میں امام عبدالرزاق صاحبِ مصنف کا یہ قول نقل فرمایا کہ فتخ۔ بڑی انگوٹھیوں کو کہتے ہیں جو زمانہ جاہلیت میں ہوتی تھیں۔ مگر خلیل نے کہا کہ ایسی انگوٹھیاں ہیں جن میں نگ نہ ہوں۔ ثعلب نے کہا کہ یہ پاؤں کی انگوٹھیوں کو کہتے ہیں۔ الخواتیم پر عطف سے بھی یہی متبادر ہے۔ اس لئے خاتم سے اطلاق کے وقت وہ انگوٹھیاں مراد ہوتی ہیں جو ہاتھ کی انگلیوں میں پہنی جائیں۔

---

ع العیدین باب موعظۃ الامام النساء یوم العید ص۱۳۳ ثانی التفسیر سورہ ممتحنہ — اذا جاءک المومنات ص۷۲۶ مسلم ابوداؤد ابن ماجہ کلھم فی الصلوٰۃ۔

وَقَالَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ اُخْرٰى مَكَانَهَا وَمَنْ

فرمایا جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا ہے وہ اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرے اور

لَّمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللّٰهِ ؏

جس نے قربانی نہیں کی ہے وہ اللہ کے نام سے ذبح کرے۔

**حدیث ۶۱۱** عَنْ جَابِرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا — جب عید کا

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ ؏

دن ہوتا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راستہ بدل کر آتے جاتے۔

**ب ۱۸۹** لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا عِيْدُنَا اَهْلَ الْاِسْلَامِ

یہ ہماری عید ہے اے اہل اسلام —

**تشریحات ۶۱۱** مطلب یہ ہے کہ جس راستے سے عید گاہ جاتے اس کے علاوہ دوسرے راستے سے واپس ہوتے۔ شارحین حدیث نے اس میں یہ اسرار لکھے ہیں۔ (۱) تاکہ دونوں راستے گواہ ہوجائیں (۲) دونوں طرف کے سکان گواہ ہوجائیں (۳) تاکہ دونوں راستے حضور کے قدم سے مشرف ہوں (۴) دونوں راستے کے باشندوں کے لئے سرمایۂ افتخار ہو (۵) دونوں راستے والے حضور کی زیارت اور گزرنے سے برکت حاصل کریں (۶) اگر کوئی حاجتمند ہو تو اس کی حاجت پوری فرمائیں (۷) اگر کوئی دینی مسئلہ پوچھے تو بتادیں (۸) اسلام کی شوکت ظاہر ہوجائے (۹) اللہ عزوجل کے ذکر کا اعلان عام ہوجائے (۱۰) منافقین یہود جلیں (۱۱) ان پر رعب ہو (۱۲) بھیڑ میں کمی ہوجائے۔ اس قسم کے بہت سے اسرار نکل سکتے ہیں۔ بعض شراح نے بیس تک بیان کئے ہیں۔

**تشریحات ۱۸۹** محدثین نے فرمایا کہ یہ ارشاد ہمیں کہیں نہیں ملا۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ قیاس یہ ہے کہ یہ دو حدیثوں کے اجزاء ہیں جنہیں اکٹھا کردیا ہے۔ هٰذا عيدنا — اس حدیث کا جز ہے جو بخاری ص۱۳۱ پر بطریق ہشام عن ابیہ عن عائشہ مروی ہے۔ اور اهل الاسلام — اس حدیث کا جز ہے جسے اہل سنن نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے جس میں

---

عہ العیدین باب کلام الامام والناس فی خطبۃ العید ص۱۳۴۔ ثانی۔ الصید والذبائح۔ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلیذبح باسم اللہ ص۸۲۷۔ الاضاحی۔ باب من ذبح قبل الصلوٰۃ اعادہ ص۸۳۴ الایمان والنذور باب اذا حنث ناسیا ص۹۸۷ نسائی۔ ضحایا عہ العیدین باب من خالف الطریق اذا رجع یوم العید ص۱۳۲ عہ العیدین۔ باب اذا اتتہ العید یصلی رکعتین۔ ص۱۳۴

ت ۱۹۰ وَاَمَرَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ
اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مَوْلَاهُ ابْنَ اَبِيْ عُتْبَةَ بِالزَّاوِيَةِ فَجَمَعَ اَهْلَهٗ وَبَنِيْهِ وَصَلّٰى
نے اپنے آزاد کردہ غلام ابن ابی عتبہ کو حکم دیا تو انہوں نے ان کے اہل
كَصَلٰوةِ اَهْلِ الْمِصْرِ وَتَكْبِيْرِهِمْ ۔
اور بیٹوں کو جمع کیا اور شہر والوں کی طرح نماز پڑھی۔ اور تکبیر کہی

ت ۱۹۱ وَقَالَ عِكْرِمَةُ اَهْلُ السَّوَادِ يَجْتَمِعُوْنَ فِي الْعِيْدِ
اور عکرمہ نے کہا۔ دیہات والے عید کے دن اکٹھے
وَيُصَلُّوْنَ رَكْعَتَيْنِ كَمَا يَصْنَعُ الْاِمَامُ ۔
ہوں اور امام کی طرح دو رکعت پڑھیں۔

یہ ہے۔ ایام منیٰ عیدنا اھل الاسلام۔

**مطابقت باب** یہاں یہ باب ہے۔ جب نماز عید فوت ہو جائے تو دو رکعت پڑھے۔ اور ایسے ہی عورتیں اور جو لوگ گھروں اور دیہاتوں میں ہوں وہ بھی نماز عید پڑھیں۔ کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ ہماری عید ہے اے اہل اسلام۔ اس ارشاد سے استدلال یوں ہے کہ نماز عید شکرانہ عید ہے اور حضور نے اس کا عید ہونا تمام اہل اسلام کے لئے عام فرمایا۔ اس میں مرد، عورت، شہری، دیہاتی، امام کے ساتھ والے، نہ ساتھ والے، کسی کی تخصیص، یا کسی کا استثنا نہیں۔ جب عید سب کے لئے ہے تو اس کے شکر کی ادائیگی بھی سب پر لازم ہے۔

**تشریحات ۱۹۰ ۱۹۱** حضرت انس والے اثر کو ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت انس کبھی کبھی اپنے اہل وعیال اور خدام کو جمع فرماتے انہیں عبداللہ بن عتبہ نماز پڑھاتے۔ عکرمہ والے اثر کو بھی ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ جو عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن دیہات میں ہوں یا سفر میں ہوں وہ بھی اکٹھے ہوں اور نماز پڑھیں ان میں سے کوئی امامت کرے۔ حضرت انس کے اثر میں وتکبیرھم اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس اثر میں نماز سے مراد عیدین ہی کی نماز ہے جس میں زائد تکبیریں ہوتی ہیں مطلق نماز مراد نہیں۔ ان آثار سے امام بخاری یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نماز عید کے لئے نہ شہر شرط ہے نہ اذن امام۔ ہمارے یہاں یہ دونوں چیزیں شرط ہیں۔ دلائل کتاب الجمعہ میں گزر چکے۔ اور حضرت انس کے فعل کا جواب بھی وہیں مذکور ہے۔ رہ گیا عکرمہ کے قول کا جواب۔ تو وہ

---

عہ العیدین۔ باب اذا فاتتہ العید یصلی رکعتین۔ ص ۱۳۴ عہ ایضاً

| | |
|---|---|
| ۱۹۲ | وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ عه<br>اور امام عطاء نے فرمایا جب نماز عید فوت ہو جائے تو دو رکعت پڑھے۔ |
| ۱۹۳ | عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا<br>حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے |

## كَرِهَ الصَّلٰوةَ قَبْلَ الْعِيدِ عه

عید سے پہلے نماز مکروہ جانا۔

یہ ہے کہ یہ تابعی ہیں۔ اور تابعی کا قول احناف پر حجت نہیں خصوصا جبکہ وہ حدیث کے معارض ہو۔

## تشریحات ۱۹۲

گزر چکا کہ ہمارے یہاں عیدین کی قضا نہیں۔ اور حضرت عطاء تابعی ہیں ان کی رائے ہم پر حجت نہیں امام بخاری کے یہاں اقوالِ رجال حجت ہیں اس لئے ان کو دلیل میں پیش فرمایا امام بخاری کو اس باب کے ثبوت کے لئے کوئی حدیث صحیح نہیں ملی اس لئے اقوال رجال کی تقلید فرمائی۔ اس باب کے ضمن میں حدیث ۵۹۳ لائے جس میں دو بچیوں کے گانے کا تذکرہ ہے یہاں اخیر میں یہ اضافہ ہے۔ مسجد میں حبشی نیزے بازی کر رہے تھے تو انہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ڈانٹا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں چھوڑ دو۔ بنی ارفدہ کو امن دو مگر اس حدیث کا باب سے کوئی تعلق نہیں۔

## تشریحات ۱۹۳

ہمارا مسلک بھی یہی ہے کہ عید کے دن نماز عید سے پہلے نفل نماز مطلقا مکروہ ہے خواہ گھر پڑھے خواہ مسجد میں خواہ عید گاہ میں۔ اسی طرح نماز عید کے بعد عید گاہ میں مکروہ ہے۔ گھر یا محلہ کی مسجد میں مکروہ نہیں۔ اسی طرح جس مسجد میں نماز عیدین ہوتی ہو اس مسجد میں بھی عیدین کے بعد مکروہ ہے۔

---

عه العیدین - باب اذا فاتته العید یصلی رکعتین ص۱۳۵

عه العیدین - باب الصلوٰۃ قبل العید وبعدھا ص۱۳۵

# ابواب الوتر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

| | |
|---|---|
| ث ۱۹۴ | وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا |
| | اور نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما |
| | كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ فِي الْوِتْرِ حَتّٰى يَأْمُرَ بِبَعْضِ |
| | وتر میں ایک اور دو رکعت کے درمیان سلام پھیرتے تھے ..یہاں تک کہ اپنی بعض |

**تشریحات ۱۹۴، ۱۹۵**

وتر ایک رکعت ہے یا تین۔ اس بارے میں ہمیشہ سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ امام شافعی وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ وتر صرف ایک رکعت ہے اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ تین رکعت ہے۔ آج کل غیر مقلدین نے اسے بھی افتراق بین المسلمین کا ذریعہ بنالیا ہے، اس لئے اس پر کچھ تفصیلی کلام ضروری ہے۔ کچھ بحث ۱۳۸ کے تحت جلد ثانی ص ۴۶ پر ہو چکی ہے۔ ہمارے دلائل حسب ذیل ہیں:۔

(۱) نسائی[۱] نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی۔ انھوں نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر کی دو رکعت پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(۲) اس میں ایک سطر بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ پہلی میں انا انزلنا دوسری میں قل یا ایھا الکفرون تیسری میں قل ھو اللہ احد

(۳) اسی میں اس کے بعد والے باب میں متعدد طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین رکعت وتر پڑھا۔

(۴) امام[۲] حاکم مستدرک میں علی شرط الشیخین ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ صرف ان کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔

(۵) دار[۳] قطنی اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رات کا وتر تین رکعت ہے دن کے وتر مغرب کی طرح۔

(۶) امام ابو جعفر[۴] طحاوی نے ابو خالد سے روایت کیا کہ میں نے حضرت ابو العالیہ سے وتر کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب نے بتایا کہ وتر تین رکعت ہے۔

---

[۱] اول باب کیف الوتر ثلث ص ۲۴۸ [۲] عمدۃ القاری جلد سابع ص ۴ [۳] ایضاً [۴] ایضاً

## حاجتہ ۵ھ

حاجتوں کے لئے حکم فرماتے

۱۹۵ ت ۵۵ قَالَ الْقَاسِمُ وَرَأَيْنَا أُنَاسًا مُنْذُ أَدْرَكْنَا يُوتِرُونَ بِثَلَاثٍ وَّاِنَّ

امام قاسم نے فرمایا ۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے ۔ میں نے لوگوں کو تین رکعت وتر

كُلًّا لَوَاسِعٌ وَارْجُوا أَنْ لَا يَكُونَ بِشَيْءٍ مِنْهُ بَأْسٌ۔ ۵ھ

پڑھتے دیکھا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ یہ سب (یعنی خواہ تین پڑھے خواہ ایک رکعت) جائز ہے اور مجھے امید ہے کہ اسمیں کوئی حرج نہیں

(۷) علامہ ابن عبدالبر تمہید میں حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث لائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتیرا سے منع فرمایا۔ یعنی صرف ایک رکعت نماز پڑھنے سے۔

(۸) مسلم اور ابو داؤد نے بطریق علی بن عبداللہ بن عباس عن ابیہ روایت کیا وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہاں سویا۔ اس کے اخیر میں ہے کہ حضور نے وتر تین رکعت پڑھا۔

سر دست یہ سات حدیثیں ہیں۔ صحابہ کرام میں، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت انس، حضرت ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابی ابن کعب، حضرت ابن عباس رضوان اللہ عنہم اجمعین وغیرہ کا یہی مذہب ہے۔ حتی کہ حضرت امام حسن بصری اور امام کرخی نے فرمایا کہ مسلمانوں نے اسی پر اجماع کیا ہے کہ وتر تین رکعت ہے۔ آخر کے سوا کہیں سلام نہ پھیرے، تابعین میں حضرت عمر بن عبدالعزیز اور فقہاء سبعہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

جن روایتوں میں اوتر بواحدۃ یا یوتر بواحدۃ آیا ہے۔ ان سے مراد یہ ہے کہ پہلی والی دو رکعتوں کے ساتھ ایک رکعت ملا کر وتر پڑھتے تھے یا اس کو وتر بنا دیتے۔ باء کا اصلی معنی الصاق ہے، اور سلام سے جب فصل ہو گیا تو الصاق نہ رہا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس اثر کا جواب حضرت حسن بصری نے یہ دیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عمر سے بدرجہا افقہ اعلم، اورع ہیں۔ وہ تین پڑھتے تھے۔

تعلیق ثانی میں قاسم سے مراد قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں جو مدینہ طیبہ کے فقہاء سبعہ اور تابعین کرام کے صف اول کے بزرگوں میں ہیں۔ مدینہ طیبہ کے فقہاء سبعہ یہ ہیں۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق عروہ بن زبیر حواری رسول اللہ سعید بن مسیب، ابوبکر بن عبدالرحمن، خارجہ بن زید، سلیمان بن یسار، عبیداللہ بن عبداللہ

---

۵ھ الوتر باب ماجاء فی الوتر ص ۱۳۵، ۵ھ الوتر باب ماجاء فی الوتر ص ۱۳۵ صلی اللہ علیہ وسلم دعائہ باللیل ص ۲۶۱ ج ۱ اول صلوۃ باب قیام اللیل ص ۲۹۲۔

**۶۱۲ حدیث**

حَدَّثَنِیْ عُرْوَۃُ اَنَّ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَخْبَرَتْہُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی کہ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ اِحْدٰی عَشْرَۃَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گیارہ رکعت پڑھتے

رَکْعَۃً کَانَتْ تِلْکَ صَلٰوتُہٗ تَعْنِیْ بِاللَّیْلِ فَیَسْجُدُ السَّجْدَۃَ مِنْ ذٰلِکَ

اور یہ حضور کی رات میں نماز تھی اس میں سجدہ اتنا طویل فرماتے کہ اس میں تم میں

قَدْرَ مَا یَقْرَأُ اَحَدُکُمْ خَمْسِیْنَ اٰیَۃً قَبْلَ اَنْ یَّرْفَعَ رَاْسَہٗ وَیَرْکَعُ رَکْعَتَیْنِ

سے کوئی پچاس آیت پڑھ لیتا اور نماز فجر سے پہلے دو رکعت (نفل) پڑھتے

**۶۱۲ تشریحات**

ان گیارہ رکعات کی تفصیل یہ ہے۔ چھ نفل تین وتر دو فجر کی سنت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں کے رکعت نماز پڑھتے تھے اس میں روایات مختلف آئی ہیں۔ سات۔ نو۔ گیارہ۔ تیرہ۔ سترہ یہ مختلف اوقات کے لحاظ سے ہے۔ یعنی کبھی سات رکعت پڑھتے کبھی نو وغیرہ۔ اشکال یہ ہے کہ خود حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایتیں مختلف آئی ہیں۔ ابوداؤد[۱] میں حضرت امام مالک سے بطریق ہشام بن عروہ جو روایت ہے اس میں تیرہ رکعت مذکور ہے۔ مسلم[۲] ابوداؤد[۳] میں ابوسلمہ سے جو روایت ہے اس میں بھی تیرہ مذکور ہے۔ نیز ابوداؤد[۴] میں بطریق قاسم بن محمد بھی تیرہ کا ذکر ہے۔ نیز اسی میں[۵] اسود بن یزید کی جو حدیث ہے اس میں ہے کہ تیرہ پڑھتے تھے۔ پھر گیارہ پڑھا کرتے، دو رکعت چھوڑ دی۔ وصال کے وقت نو رکعت پڑھتے۔ رات کی اخیر نماز وتر ہوتی۔ نیز سعد بن ہشام سے ایک طویل حدیث مروی ہے کہ انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ سے عرض کیا کہ قیام لیل کے بارے میں بیان فرمائیے تو انھوں نے بیان فرمایا۔ پھر عرض کیا کہ وتر کے بارے میں بیان فرمائیے تو یہ بیان فرمایا، آٹھ رکعتوں کے ساتھ ملا کر وتر پڑھتے تھے۔ اور صرف آٹھویں اور نویں رکعت پر بیٹھتے اور صرف نویں رکعت پر سلام پھیرتے۔ اس کے بعد بیٹھے بیٹھے دو رکعت پڑھتے۔ یہ کل گیارہ رکعت ہوئیں۔ جب سن زیادہ ہو گیا اور بدن بھاری ہو گیا تو سات رکعتیں وتر پڑھتے صرف چھٹی اور ساتویں رکعت پر بیٹھتے اور صرف ساتویں پر سلام پھیرتے۔ اس کے بعد دو رکعتیں پڑھتے، یہ نو رکعتیں ہوئیں اے بیٹے۔

ان سب میں تطبیق کی کوئی صورت نہیں اسلئے علامہ عینی نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے یہ اختلاف راویوں سے ہوا ہو۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ قیام لیل کے رکعات کی تعداد معین نہیں تھی۔ ام المومنین نے کبھی اکثر احوال کو بیان فرمایا۔ کبھی دوسرے احوال کو۔ اس میں انکی کوئی خاص مصلحت ہو گی۔

---

[۱] اول صلوۃ باب فی صلوۃ اللیل ص ۱۸۹ [۲] صلوۃ المسافرین باب صلوۃ اللیل ص ۲۵۴

[۳] اول صلوۃ باب فی صلوۃ اللیل ص ۱۸۹ [۴] ایضا ص ۱۸۸ [۵] ص ۱۹۳

قَبْلَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ ثُمَّ یَضْطَجِعُ عَلٰی شِقِّہِ الْاَیْمَنِ حَتّٰی یَاْتِیَہُ الْمُؤَذِّنُ لِلصَّلٰوۃِ

پھر داہنی کروٹ پر لیٹتے یہاں تک کہ موذن نماز کے لئے حاضر ہوتا

۶۱۳ حدیث

حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ سِیْرِیْنَ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ

انس بن سیرین نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

تَعَالٰی عَنْہُمَا اَرَاَیْتَ الرَّکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ اُطِیْلُ فِیْہِمَا الْقِرَاءَۃَ

سے پوچھا کیا آپ یہ بہتر جانتے ہیں کہ فجر کی نماز سے پہلے دو رکعتوں میں قرأت لمبی کروں

قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ مَثْنٰی مَثْنٰی

تو انھوں نے فرمایا نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں دو دو رکعت پڑھتے تھے اور

وَیُوْتِرُ بِرَکْعَۃٍ وَّیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ وَکَاَنَّ الْاَذَانَ

ایک رکعت ملاکر وتر پڑھتے تھے۔ نماز فجر سے پہلے والی دو رکعت ایسے پڑھتے گویا اذان

بِاُذُنَیْہِ قَالَ حَمَّادٌ اَیْ بِسُرْعَۃٍ عہ

حضور کے کانوں میں ہے۔ حماد نے کہا، یعنی تیزی سے۔

**مطابقت باب:۔** یہاں باب ہے۔ جو کچھ وتر میں آیا ہے۔ اس حدیث میں بظاہر وتر کا ذکر نہیں مگر سب کو معلوم ہے کہ ان گیارہ رکعتوں میں تین وتر کی ہیں۔ اسلئے اس حدیث کو باب سے مطابقت ہوگئی۔

**۶۱۳ تشریحات**

کان الاذان فی اذنیہ میں اذان سے مراد اقامت ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جیسے اقامت سننے والا نماز میں ہو تو مختصر پڑھے گا۔ اسی طرح حضور بھی فجر کی سنتیں مختصر پڑھتے تھے۔

**وتر کا وقت:۔** ہمارے یہاں عشاء کے بعد صبح صادق طلوع ہونے تک ہے۔ صبح صادق طلوع ہونے کے بعد اس کا وقت نہیں البتہ ساقط بھی نہیں قضا واجب ہے۔ ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسے ابوداؤد[۱]، ترمذی[۲]، ابن ماجہ[۳] اور حاکم نے خارجہ بن حذافہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم میں تشریف لائے اور فرمایا، اللہ عزوجل نے تم کو ایک ایسی نماز کا حکم دیا ہے جو سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ اور یہ وتر ہے، اور اسے عشاء اور طلوع فجر کے درمیان رکھا۔ اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح کہا۔ یہ حدیث حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت عمرو بن عاص، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت ابوسعید خدری حضرت خارجہ بن حذافہ، ابونضرہ غفاری اور عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ، مسند ابن راہویہ، دارقطنی، طبرانی، مستدرک وغیرہ میں۔

---

عہ الوتر باب ماجاء فی الوتر ص ۱۳۵ - التہجد باب طول السجود فی قیام اللیل ص ۱۵۱ - عہ الوتر باب ساعات الوتر ص ۱۳۶ - مسلم، ترمذی، ابن ماجہ کلھم فی الصلوۃ [۱] باب استحباب الوتر ص ۲۰۱ [۲] اول وتر باب ماجاء فی فضل الوتر ص ۶۰ [۳] اقامۃ الصلوۃ باب ماجاء فی الوتر ص ۸۳

۶۱۴ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُلَّ اللَّيْلِ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

**حدیث** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْتَهٰى وِتْرُهٗ اِلَى السَّحَرِ ؏ه

علیہ وسلم نے رات کے ہر حصے میں وتر پڑھا صبح صادق ہونے تک۔

۶۱۵ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ

**حدیث** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا ؏ه

نے فرمایا رات کی نماز کے آخر کو وتر بناؤ۔

مروی ہے۔ ان کے بعض رواۃ پر کلام کیا گیا ہے اگر وہ کلام صحیح بھی ہو تو تعدد طرق سے یہ حدیث حسن ہو کر لائق استدلال[1] ہو گئی۔ امام مالک کا مذہب مشہور اور امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ جب تک فجر نہ پڑھے وتر پڑھ سکتا ہے

**تشریحات** ۶۱۴، ۶۱۵ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ وتر کا وقت صبح صادق تک ہے۔ کل اللیل سے مراد عشاء کے بعد کا حصہ ہے۔ اس پر دلیل وہ حدیث جو ہم نے ابھی ذکر کی ہے۔ کہ اللہ عزوجل نے اسے عشاء اور فجر کے درمیان رکھا ہے۔ جس شخص کو اعتماد ہو کہ اخیر رات میں جاگ جائیگا اسے بہتر یہ ہے کہ وتر اخیر رات میں پڑھے ورنہ عشاء بعد پڑھ لے ابوداؤد[2] نے حضرت ابوقتادہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے پوچھا تم کب وتر پڑھتے ہو۔ عرض کیا، سونے سے پہلے اور حضرت عمر سے پوچھا تم کب پڑھتے ہو تو انھوں نے عرض کیا، سوتا ہوں پھر اٹھ کر وتر پڑھتا ہوں تو حضور نے ابوبکر سے فرمایا تم نے احتیاط کو اختیار کیا اور حضرت عمر سے فرمایا تم نے قوت کو اختیار کیا۔ حضرت جابر[3] بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اس کا اندیشہ ہو کہ رات کے اخیر پہر میں نہیں اٹھ سکے گا وہ اول لیل میں وتر پڑھ کر سو جائے۔ اور جس کو امید ہو کہ آخر رات میں جاگ جائیگا تو اخیر رات میں وتر پڑھے۔ اس لئے کہ اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ افضل ہے۔

---

عه الوتر باب ساعات الوتر ص ۱۳۶، مسلم ابوداؤد صلوٰۃ۔

عه الوتر۔ باب ولیجعل آخر صلوته باللیل وتر ا ص ۱۳۶ مسلم ابوداؤد صلوۃ

[1] فتح القدیر اول باب صلوۃ الوتر ص ۴۷۵ لکھنو۔ [2] اول صلوۃ باب الوتر قبل النوم ص ۲۰۳

[3] ترمذی اول وتر باب فی الوتر اول اللیل وآخرہ ص ۶۰ ابن ماجہ اقامۃ الصلوات۔ باب ما جاء فی الوتر آخر اللیل ص ۸۴

۶۱۶ حدیث

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّهٗ قَالَ كُنْتُ اَسِيْرُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

سعید بن یسار نے کہا میں عبداللہ بن عمر کے ساتھ مکے کے راستے میں سفر

بِطَرِيْقِ مَكَّةَ فَقَالَ سَعِيْدٌ فَلَمَّا خَشِيْتُ الصُّبْحَ نَزَلْتُ فَاَوْتَرْتُ ثُمَّ

کر رہا تھا۔ جب مجھے صبح ہو جانے کا اندیشہ ہوا تو میں سواری سے اترا اور وتر پڑھی

لَحِقْتُهٗ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَيْنَ كُنْتَ فَقُلْتُ خَشِيْتُ الصُّبْحَ فَنَزَلْتُ

پھر ان سے جا ملا۔ تو عبداللہ بن عمر نے پوچھا کہاں تھے تم میں نے عرض کیا میں نے صبح ہو جانے

فَاَوْتَرْتُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَلَيْسَ لَكَ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فَقُلْتُ بَلٰى

کا اندیشہ کیا تو اترا اور میں نے وتر پڑھا اس پر عبداللہ نے کہا تیرے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَاللّٰهِ قَالَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ عَلَى

کی ذات اچھا نمونہ نہیں میں نے عرض کیا بیشک ہے تو انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

الْبَعِيْرِ ؏

علیہ وسلم اونٹ پر وتر پڑھا کرتے تھے۔

۶۱۷ حدیث

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِي السَّفَرِ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهٖ يُوْمِيْ

سفر میں فرائض کے علاوہ رات کی نماز اپنی سواری پر پڑھتے تھے سواری جس طرف بھی حضور

**تشریحات** ۶۱۶-۶۱۷ سواری پر وتر جائز ہے یا نہیں اس بارے میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صحیح ہے اور یہی امام شافعی، امام مالک امام احمد کا مذہب ہے۔ البتہ امام مالک اس کے لئے مسافت قصر کی قید لگاتے ہیں مگر امام شافعی مطلقاً اسے جائز جانتے ہیں۔ صحابہ کرام میں حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر کا یہی مذہب ہے کہ سفر کی حالت میں سواری پر جائز ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ بلا عذر سواری پر جائز نہیں اور یہی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی مذہب ہے۔ یہ اختلاف اس کی فرع ہے کہ وتر واجب ہے یا نفل۔ امام شافعی وغیرہ اسے نفل کہتے ہیں۔ اس لئے دیگر نوافل کی طرح اسے بھی سواری پر اشارے سے پڑھنے کو جائز کہتے ہیں۔ ہمارے یہاں چونکہ واجب ہے جیسا کہ

؏ باب الوتر علی الدابۃ ص ۱۳۶ مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ کلھم فی الصلوۃ۔

اِیْمَاءً صَلٰوۃَ اللَّیْلِ اِلَّا الْفَرَائِضَ وَیُوْتِرُ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ ؏ہ

کا رُخ انور کر دیتی اور اشارے سے پڑھتے تھے۔ اور وتر سواری پر پڑھتے تھے۔

**حدیث ۶۱۸** عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ سُئِلَ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ رَّضِیَ اللّٰہُ

محمد بن سیرین نے کہا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

تَعَالٰی عَنْہُ اَقَنَتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الصُّبْحِ قَالَ

سوال ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز صبح میں قنوت پڑھا

نَعَمْ فَقِیْلَ اَوَقَنَتَ قَبْلَ الرُّکُوْعِ قَالَ بَعْدَ الرُّکُوْعِ یَسِیْرًا ؏ہ

فرمایا ہاں تو عرض کیا گیا کہ رکوع سے پہلے یا بعد تو فرمایا رکوع کے بعد تھوڑے دنوں تک۔

**حدیث ۶۱۹** حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ رَّضِیَ اللّٰہُ

عاصم نے کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰

## تشریحات

حدیث ۶۱۶ میں ہے۔ سُئِلَ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا، سائل کا نام معلوم نہیں۔ مگر مسلم میں ہے کہ محمد بن سیرین نے کہا۔ میں نے پوچھا۔ یَسِیْرًا سے مراد تھوڑے زمانے تک ہے۔ جس کی میعاد ایک مہینہ تھی جیسا کہ حدیث ۶۱۷، ۶۱۸ میں تصریح ہے۔ حدیث ۶۱۷ دون اولئک میں اولئک کا مشار الیہ۔ اس کے قبل مذکور قوم من المشرکین ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جن مشرکین کی طرف بھیجا تھا یہ اور لوگ تھے اور جن کی بربادی کی دعا کی یہ لوگ دوسرے تھے۔

سریہ بیر معونہ اس کی تفصیل یہ ہے۔ صفر ۴ھ میں قبیلہ کلاب کا رئیس ابو براء عامر بن مالک بن جعفر کلابی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہدیہ پیش کیا جسے حضور نے قبول نہیں فرمایا۔ حضور نے اس پر اسلام پیش کیا اس نے قبول نہیں کیا اور عرض کیا کہ میرے ساتھ کچھ مبلغین کر دیں جو میری قوم کو اسلام کی دعوت دیں۔ حضور نے فرمایا مجھے اہل نجد کی طرف سے اندیشہ ہے۔ اس کی بنیاد یہ تھی کہ علاقہ نجد کے رئیس عامر بن طفیل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا تھا میرے اور تیرے درمیان تین باتیں ہیں۔ دیہاتوں کے مالک تم ہو اور شہروں کا میں یا اپنے بعد مجھے اپنا جانشین بناؤ یا میں غطفان کو لے کر حملہ کروں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان باتوں کو نامنظور کر دیا[1]۔ ابو براء نے جواب دیا کہ میں ضامن ہوں۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ستر قراء کو ساتھ کر دیا۔ یہ لوگ انتہائی مرتاض بزرگ تھے۔ ان کے اکثر اصحاب صفہ میں سے تھے۔ یہ دن بھر لکڑیاں جمع کرتے شام کو بیچ کر جو ملتا ان میں سے کچھ اصحاب صفہ کی نذر کرتے کچھ بچا لیتے

ع۵ باب الوتر فی السفر ص ۱۳۶۔ ع۵ باب القنوت قبل الرکوع وبعدہ ص ۱۳۶ [1] بخاری ثانی مغازی باب غزوۃ الرجیع ص ۵۸۶

تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ الْقُنُوْتِ فَقَالَ قَدْ كَانَ الْقُنُوْتُ قُلْتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ

قنوت کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا قنوت ہے میں نے پوچھا رکوع سے پہلے

اَوْ بَعْدَهٗ قَالَ قَبْلَهٗ قَالَ فَاِنَّ فُلَانًا اَخْبَرَنِیْ عَنْكَ اَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ

یا بعد تو فرمایا رکوع سے پہلے عاصم نے کہا فلاں نے مجھے خبر دی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ رکوع

فَقَالَ كَذَبَ اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ

کے بعد ہے تو فرمایا اس نے غلط کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد صرف ایک

الرُّكُوْعِ شَهْرًا اَرَاهُ كَانَ بَعَثَ قَوْمًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ زُهَاءُ سَبْعِيْنَ رَجُلًا

مہینہ قنوت پڑھا حضور نے کچھ لوگوں کو مشرکین کی ایک قوم کی جانب بھیجا تھا جنھیں قراء کہا جاتا تھا جو

اِلٰی قَوْمٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ دُوْنَ اُولٰٓئِكَ وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَهْدٌ

ستر تھے ان لوگوں کے علاوہ ان میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مابین عہد تھا

فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُوْا عَلَيْهِمْ ع۵

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھا انکی ہلاکت کی دعا فرماتے تھے۔

میٹھا پانی لاکر ازواج مطہرات کے دروازوں پر رکھ دیتے۔ ان لوگوں نے بیر معونہ پر پہنچکر قیام کیا۔ اور حرام بن ملحان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خط دیکر عامر بن طفیل مذکور کے پاس بھیجا اس عامر نے حضرت حرام بن ملحان کو شہید کر دیا اور آس پاس کے قبائل عصیہ رعل ذکوان کو جمع کرکے ان قراء کے مقابلے کے لئے نکلا، جب حضرت حرام بن ملحان کی واپسی میں دیر ہوئی تو یہ لوگ خود آگے بڑھے۔ راستے میں مڈبھیڑ ہوئی۔ عامر نے تمام حضرات کو شہید کر دیا۔ حضرت کعب بن زید کو مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا مگر ان میں کچھ رمق باقی تھی۔ کسی طرح مدینہ طیبہ واپس آئے غزوۂ خندق میں شہید ہوئے۔ حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو گرفتار کیا۔ پھر عامر نے ان کی چوٹی کاٹ کر یہ کہکر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی اس لئے تجھ کو آزاد کرتا ہوں۔ اس حادثہ فاجعہ کی اطلاع جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوئی تو اتنا رنج ہوا کہ زندگی میں کبھی نہ ہوا تھا اور مسلسل ایک مہینے تک نماز فجر میں ان کی ہلاکت کی دعا فرمائی۔ اس ظالم عامر بن طفیل کا انجام یہ ہوا۔ ایک سلولی عورت کے گھر اسے طاعون ہوگیا۔ کان کے نیچے گردن میں بہت بڑی گلٹی نکل آئی جیسے اونٹ کے نکلتی ہے۔ اس حال میں اس نے یہ کہا۔ گلٹی اونٹ کی گلٹی کی طرح اور سلولیہ عورت کے گھر میں موت۔ میرا گھوڑا لاؤ۔ گھوڑا آیا تو اس پر سوار ہوکر بھاگنا چاہا مگر گھوڑے کی پیٹھ پر موت نے کام تمام کر دیا۔

---

ع۵ باب القنوت قبل الركوع وبعده ص ۱۳۶ الجنائز من جلس عند المصيبة يعرف فيه الحزن ص ۱۷۳ الجهاد باب دعاء الامام على من نكث عهدا ص ۴۴۹ ثانی المغازی باب غزوة الرجيع ص ۵۸۰ الدعوات باب الدعاء على المشركين مسلم

۶۲۰ حدیث عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَنَتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا یَدْعُوْ عَلٰی رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ ؏

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مہینے قنوت پڑھا رعل اور ذکوان کی بربادی کی دعا فرماتے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# ابواب الاستسقاء

۶۲۱ حدیث عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

**قنوت قبل رکوع ہے یا بعد رکوع** حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ قنوت رکوع کے بعد ہے۔ ان کی دلیل حضرت محمد بن سیرین والی حدیث ہے۔ لیکن وہ وتر کے قنوت کے بارے میں ہے ہی نہیں۔ اس لئے اس سے استدلال درست نہیں۔ وہ ایک ہنگامی صورت حال میں صرف ایک مہینے تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھا۔ ابوداؤد[۱] میں تصریح ہے ثم ترکہ۔ اسکے بعد حضور نے اسے چھوڑ دیا۔ ہماری دلیل حضرت انس ہی کی حدیث ۶۱۷ ہے جو بطریق عاصم مروی ہے کہ قنوت رکوع سے پہلے ہے اسکے علاوہ مزید یہ احادیث ہیں۔ اول ابن ماجہ[۲] اور نسائی[۳] میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر پڑھتے تو رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے۔ ثانی ابن ابی شیبہ[۴] نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ ثالث محمد بن نصر[۵] مروزی نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر کی تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد اور قنوت پڑھتے تھے۔ اسی حدیث کی دوسری روایت میں ہے اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

ان احادیث سے تین فائدے حاصل ہوئے، ایک یہ کہ صرف وتر میں قنوت ہے وتر کے علاوہ کسی اور نماز میں نہیں۔ وتر پورے سال پڑھا جائے گا، قنوت رکوع سے پہلے ہے۔ کتاب المغازی میں یہ زائد ہے۔ اور حضور یہ فرماتے اور عصیہ نے اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کی۔ ابوداؤد[۶] میں اسکی تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھا پھر چھوڑ دیا۔ یہ قنوت خاص اس حادثے کیوجہ سے تھا اور عارضی تھا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی حادثے کے وقت قنوت پڑھنا سنت ہے۔ ہم حدیث ۱۱۳۵ کے ضمن میں اس پر تفصیلی کلام کر چکے ہیں۔ اعادے کی حاجت نہیں۔

---

ع۵ باب القنوت قبل الرکوع وبعدہ ص ۱۳۶، مغازی باب غزوۃ الرجیع ص ۵۸۷ مسلم۔ ۱ اول صلوۃ باب القنوت فی الصلوات ص ۲۰۴ ۲ اقامت الصلوات باب فی القنوت قبل الرکوع وبعدہ ص ۸۴ ۳ اول ذکر اختلاف الناقلین بخبر ابی بن کعب ص ۲۳۴ ۴ عمدۃ القاری سابع ص ۱۹ ۵ عمدۃ القاری سابع ص ۱۶ ۶ اول صلوۃ باب القنوت فی الصلوات ص ۲۰۴

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غِفَارٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَقَالَ ابْنُ اَبِي الزِّنَادِ

نے (یہ بھی فرمایا) اور غفار کی اللہ مغفرت فرمائے اور اسلم کو سلامت رکھے اور ابن ابی زناد نے کہا

عَنْ اَبِيْهِ هٰذَا كُلُّهُ فِي الصُّبْحِ عه

یہ دعا صبح کی نماز میں کرتے تھے

**حدیث ۶۲۲** عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ

مسروق نے کہا ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے

**تشریحات ۶۲۱** یہ تعلیق نہیں سند متصل کیساتھ حدیث مرفوع ہے۔ غفار کنانہ کی ایک شاخ ہے۔ جس کے فرد حضرت ابوذر غفاری تھے۔ اور قبیلہ اسلم خزاعہ کی شاخ ہے۔ اسی قبیلے کے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ قبیلہ غفار چونکہ پہلے ہی اسلام قبول کر چکے تھے۔ اور قبیلہ اسلم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صلح کرلی تھی اس لئے ان کے لئے خصوصیت کے ساتھ دعائے خیر فرمائی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی کے نام سے فعل مشتق کرکے دعا کرنا سنت ہے۔ جیسے کسی کا نام احمد ہو تو یہ دعا کی جائے احمد اللہ عاقبتك، کسی کا نام علی ہو تو یہ دعا کی جائے اعلی اللہ درجاتك۔ اسے علم البدیع میں جناس الاشتقاق کہتے ہیں۔

حضرت انس والی حدیث میں جو دعا ہے اسی کا جزء ہے۔ جیسا کہ خفاف بن ایماء غفاری سے جو حدیث مروی ہے اسمیں یوں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک نماز میں یہ دعا کی۔ اے اللہ! بنی لحیان، رعل، ذکوان، عصیہ پر لعنت فرما جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ مسلم میں اخیر میں یہ زائد ہے۔ یہ میں از خود نہیں کہتا، اللہ نے مجھ سے کہلوایا ہے

**تشریحات ۶۲۲** کتاب التفسیر میں یہ حدیث یوں ہے۔ کہ جب قریش نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو یہ دعا فرمائی۔ یوسف علیہ السلام کی طرح ان پر قحط نازل فرما تو ان پر قحط اور مشقت آن پڑی۔ یہاں تک کہ ہڈیاں تک کھا گئے۔ اگر کوئی آسمان کی طرف تاکتا تو بھوک کی وجہ سے آسمان اور اپنے مابین دھوئیں کی طرح دیکھتا، اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ تم اس دن کا انتظار کرو جب آسمان کھلا ہوا دھواں لائے گا، جو لوگوں کو ڈھانک لیگا۔ کھلا ہوا عذاب۔ اس حال کے بعد کوئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ مضر کے لئے دعا فرمائیں وہ ہلاک ہو گئے تو فرمایا مضر کے لئے؟ تم بہت بیباک ہو حضور نے بارش کی دعا فرمائی تو بارش ہوئی۔ اس پر یہ آیت اتری۔ تم پھر وہی کروگے۔ جب انھیں کشائش پہنچی تو اپنے پہلے حال پر لوٹ گئے۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ نازل فرمایا۔ جس دن ہم سب سے بڑی گرفت کریں گے ہم مجرموں سے بدلہ لیں گے اس سے مراد واقعہ بدر ہے۔ اسی میں بطریق وکیع اور بطریق شعبہ جو روایت ہے اس کے شروع میں یہ ہے۔ یہ بھی علم ہے کہ انسان جو نہ جانتا ہو تو یہ کہدے، اللہ خوب جانتا ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ تم فرمادو میں اس (تبلیغ دین) پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا میں

---

عه الاستسقاء باب دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللھم سنی کسنی یوسف ص ۱۳۷۔ مسلم

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَأٰی مِنَ النَّاسِ اِدْبَارًا فَقَالَ اَللّٰھُمَّ

کہ انھوں نے فرمایا جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں (مکے والوں کی) اسلام سے روگردانی دیکھی تو یہ دعا کی

سَبْعًا کَسَبْعِ یُوْسُفَ فَاَخَذَتْھُمْ سَنَۃٌ حَصَّتْ کُلَّ شَیْءٍ حَتّٰی اَکَلُوا الْجُلُوْدَ وَالْمَیْتَۃَ

اے اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح ان پر سات سال کا قحط مسلط فرما تو انھیں قحط نے آلیا

وَالْجِیَفَ وَیَنْظُرُ اَحَدُکُمْ اِلَی السَّمَاءِ فَیَرٰی الدُّخَانَ مِنَ الْجُوْعِ فَاَتَاہُ اَبُوْسُفْیَانَ

جس نے ہر چیز ختم کر دی یہاں تک کہ ان لوگوں نے چمڑے، مردار تک کھائے اور جب آسمان کی جانب

فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّکَ تَاْمُرُ بِطَاعَۃِ اللّٰہِ وَبِصِلَۃِ الرَّحِمِ وَاِنَّ قَوْمَکَ قَدْ

تاکے تو بھوک کی وجہ سے دھواں دکھائی دیتا، تو ابوسفیان خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد

تکلیف دینے والوں میں سے نہیں ہوں۔ قریش جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر غالب آگئے تو حضور نے یہ دعا فرمائی مسلم[1] میں یوں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا کہ مسجد میں ایک شخص تفسیر بالرائے کر رہا ہے۔ آیت کریمہ فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین۔ کے یہ معنی بیان کر رہا ہے کہ قیامت کے دن ایک دھواں اُٹھے گا اور سانس جکڑ دیگا جیسے زکام جکڑتا ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی تعالیٰ عنہ نے فرمایا! انسان جو بات جانتا ہو اُسے بیان کرے اور جو نہ جانتا ہو یہ کہے۔ اللہ خوب جانتا ہے۔ یہ سمجھداری کی بات ہے کہ جو نہ جانتا ہو اسکے بارے میں کہدے۔ اللہ خوب جانتا ہے۔ یہ یعنی دھواں کا عذاب جب قریش نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو حضور نے انکے حق میں یہ دعا کی الخ بخاری سورہ روم میں ہے کہ ایک شخص مقام کندہ پر یہ بیان کر رہا تھا کہ قیامت کے دن دھواں اُٹھے گا اور منافقین کے کانوں اور آنکھوں کو پکڑ لے گا اور مسلمانوں کو زکام کی طرح پکڑے گا۔ اس کی یہ بات سن کر ہم گھبرا گئے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی خدمت میں آئے وہ تکیہ لگائے بیٹھے تھے یہ سن کر غضبناک ہو گئے اور بیٹھ گئے اور فرمایا۔ انسان جو جانتا ہو اسے کہے۔ الخ

**قد مضت** یہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ البطشۃ الکبری سے مراد بدر میں قریش کی شکست فاش ہے جس سے قریش کا غرور ملیا میٹ ہو گیا، ان کا رعب ختم ہو گیا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہیبت پورے عرب کے ظاہر بینوں پر بھی بیٹھ گئی۔ لزام سے کیا مراد ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن مسعود و حضرت ابی بن کعب اور محمد بن کعب، امام مجاہد قتادہ ضحاک نے فرمایا کہ اس سے غزوہ بدر میں قریش کے طواغیت کا قتل مراد ہے۔ اس تقدیر پر، البطشۃ الکبری اور لزام ایک ہی ہوئے۔ اسی لئے فرمایا کہ یہ بھی گذر چکا۔ مگر امام حسن بصری نے فرمایا کہ لزام سے مراد قیامت ہے۔ انھیں سے ایک روایت ہے کہ موت مراد ہے، ایک قول یہ ہے کہ کوئی خاص عذاب مراد ہے۔ مکحم میں ہے کہ اس سے حساب مراد ہے۔ اس تقدیر پر۔ لزام ابھی نہیں ہوا۔

---

[1] ثانی۔ باب صفة المنافقین ص ۳۷۳

هَلَكُوا فَادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ۔ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ

تم اللہ کی طاعت اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہو۔ اور تمہاری قوم ہلاک ہو رہی ہے اللہ سے انکے لئے دعا کرو۔ اللہ عزوجل نے

مُّبِيْنٍ۔ اِلٰى قَوْلِهٖ اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى فَالْبَطْشَةُ يَوْمُ

فرمایا۔ تو تم اس دن کا انتظار کرو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائیگا اللہ عزوجل کے اس ارشاد تک ہم کچھ دنوں کیلئے عذاب کھولے دیتے

بَدْرٍ فَقَدْ مَضَتِ الدُّخَانُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ وَاٰيَةُ الرُّوْمِ ع

ہیں تم پھر وہی کرو گے جسدن ہم سب سے بڑی گرفت کریں گے۔ یہ گرفت واقعہ بدر ہے۔ دھواں اور یہ گرفت اور تسلط اور روم کی نشانی ظاہر ہو چکی۔

**آیۃ الروم** ابتداء بعثت میں فارس اور روم کے مابین جنگ چھڑی۔ ابتداءً فارس کو فتح حاصل ہوئی۔ اس پر مشرکین نے مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ جس طرح ہمارے بھائی مجوس نصاری پر غالب آئے ہیں اسی طرح اگر ہم تم میں جنگ ہوگی تو ہم بھی تم پر غالب آئیں گے۔ مجوس آتش پرست ہیں اور قریش بت پرست تھے۔ اس لئے ان کا رجحان مجوس کی طرف تھا۔ اور نصاری چونکہ اہل کتاب ہیں اس لئے بہ نسبت مجوس نصاری کی طرف مسلمانوں کا رجحان تھا۔ اس پر سورہ روم کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں جنمیں فرمایا گیا۔ روم قریب ترین زمین میں ہار گئے یہ مغلوب ہونے کے بعد بہت جلد غالب ہوں گے چند سال میں۔ ان آیات کو سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہنا شروع کیا کہ کہ آئندہ روم فارس پر غالب آئیں گے۔ یہ سنکر ابوجہل یا ابی بن خلف نے کہا کہ میعاد مقرر کر کے شرط کر لو۔ پانچ چھ سال کی میعاد مقرر ہوئی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو فرمایا کہ بضع کا لفظ تین سے نو تک پر بولا جاتا ہے۔ نو سال کی میعاد مقرر کر لو حضرت صدیق اکبر نے یہ میعاد نو سال کر دی۔

غزوہ بدر کے موقع پر روم کو فارس پر فتح حاصل ہوئی جس سے مسلمانوں کو دوہری خوشی حاصل ہوئی۔ ابوجہل اور ابی بن خلف دونوں جنگ بدر میں مارے گئے تھے۔ حضرت صدیق اکبر نے ان کے وارثین سے شرط کا مال اونٹ وصول کیا۔ حضور نے فرمایا اسے صدقہ کر دو انھوں نے صدقہ کر دیا۔ اس عظیم غیب کی خبر کی سچائی پر بہت سے سعادت مندوں نے اسلام قبول کر لیا۔

علامہ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں متفق ہیں کہ دخان قبل ہجرت واقع ہوا تھا۔ جبکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ تھے اس لئے کہ یہاں دو باتیں قطعی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ بدر سے پہلے واقع ہوا۔ ہجرت اور بدر کے درمیان ابوسفیان مدینہ طیبہ نہیں آئے ہیں اور حدیث میں تصریح ہے کہ ابوسفیان ہی نے دعائے خیر کی درخواست کی تھی۔ ان دونوں کا لازم نتیجہ ہے کہ دخان کا قصہ ہجرت سے پہلے پیش آیا ومیاطی نے کہا ہے کہ ان بدبختوں نے جب نماز کی حالت میں پشت مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی ڈالی تھی اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قحط کی دعا کی تھی۔ یہ واقعہ اور ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ۱۳۵ جو مذکور ہے وہ دوسرا واقعہ ہے۔ جو مدینہ طیبہ میں اس وقت کا ہے جب حضرت عیاش بن ابی ربیعہ وغیرہ کی نجات کیسا تھ اہل مکہ کے لئے قحط سالی کی دعا فرمائی تھی جو نماز میں کی تھی۔

---

ع الاستسقاء و باب دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللھم سنی کسنی یوسف ص ۱۳۷ باب اذا استشفع المشرکون بالمسلمین عند القحط ص ۱۳۹ ثانی تفسیر سورۂ یوسف باب قولہ وراودتہ التی ھو فی بیتھا ص ۲۸۰ ثانی تفسیر روم ص ۷۰۳ ثانی تفسیر سورۂ ص باب قولہ وما انا من المتکلفین ص ۷۱۰ ثانی تفسیر سورۂ دخان ص ۷۱۴-۵، چار ابواب میں مسلسل مسلم۔ توبہ۔ ترمذی تفسیر۔ نسائی۔

۶۲۳ حدیث حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ

عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے

ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ اَبِيْ طَالِبٍ وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ابوطالب کا یہ شعر پڑھتے ہوئے دیکھا اور گورے رنگت والے جن کے

الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ ؏ه

روئے انور کے صدقے میں بادل سے بارش مانگی جاتی ہے۔ یتیموں کے حامی اور بیواؤں کی پناہ ہیں۔

۱۹۶ ث وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا سَالِمٌ عَنْ اَبِيْهِ وَرُبَّمَا ذَكَرْتُ قَوْلَ

اور عمر بن حمزہ نے کہا ہم سے سالم نے اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہوئے کہا اور کبھی شاعر کے

الشَّاعِرِ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلٰى وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِيْ فَمَا

اس قول کو یاد کرتا ہوں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روئے انور کو دیکھتا جو بارش کی دعا کرتے ہوئے

مطابقت باب یہاں استسقاء کے ابواب چل رہے ہیں اس حدیث میں استسقاء کا کوئی ذکر نہیں۔ اقول یہاں اختصار ہے آگے باب اذا استشفع المشرکون بالمسلمین میں اخیر میں ہے کہ اسباط نے منصور سے روایت کرتے ہوئے یہ زائد کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو بارش ہوئی۔ نیز اور بھی جگہ ہے۔ اس سے استسقاء سے مناسبت ہوگئی اور یہ امام بخاری کی عادت ہے کہ کتنی جگہ باب کے تحت جو حدیث جتنی بیان فرماتے ہیں اس کو باب سے کوئی علاقہ نہیں ہوتا مگر وہی حدیث دوسری جگہ جس طرح بیان فرماتے ہیں اس سے باب کو مناسبت ہوتی ہے جس پر تنبیہ کئی بار ہو چکی۔

۶۲۳ ۱۹۶ تشریحات یہاں یہ باب ہے۔ لوگوں کا امام سے استسقاء کا سوال کرنا جبکہ قحط ہو۔ اس کے ضمن میں جو حدیث اور اثر مذکور ہے کسی میں کسی کے سوال کا ذکر نہیں مگر حقیقت میں یہ دونوں مختصر ہیں۔ مفصل واقعہ وہ ہے جو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور ابن ہشام نے اپنی سیرت میں ذکر کیا ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے پاس کوئی اونٹ نہ رہا جو بولے اور نہ کوئی ایسا بچہ رہا جو خراٹا لے۔

| | |
|---|---|
| اتيناك والعذراء يدمى لبانها | ہم خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہیں اور حال یہ ہے کہ کنواری |
| وقد شغلت ام الصبي عن الطفل | بچی کا سینہ کام کرتے کرتے زخمی ہوگیا ہے اور ماں نے بچے سے منہ موڑ لیا ہے۔ |
| والقى بكفيه الصبي استكانة | بھوک کی کمزوری کی وجہ سے بچے کو الگ کر دیا ہے، نہ میٹھی بات |
| من الجوع ضعفا ما يمر وما يحلى | منہ سے نکالتی ہے نہ کڑوی۔ |

ع ه الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء ص ۱۳۷

| |
|---|
| يَنْزِلُ حَتّٰى يَجِيْشَ كُلُّ مِيْزَابٍ ۔ وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ |
| اس وقت تک منبر سے نہیں اترتے جبتک تمام پرنالے زوروں سے گرنے نہیں لگتے |
| ثِمَالُ الْيَتٰمى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ ۔ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ طَالِبٍ ۔ عه |
| اور یہ ابو طالب کا شعر ہے |

ولا شی مما یاکل الناس عندنا — ہمارے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے، سوائے
سوی الحنظل العاھی والعلھز العسل — کڑوے حنظل اور روی علہز کے۔
ولیس لنا الا الیک فرارنا — سوائے حضور کے کہیں پناہ نہیں اور لوگوں کو رسولوں
واین فرار الناس الا الی الرسل — کی بارگاہ کے علاوہ کہاں پناہ مل سکتی ہے۔

یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چادر کھینچتے ہوئے کھڑے ہوئے منبر پر تشریف لے گئے۔ اللہ عزوجل کی حمد وثنا کی پھر دعا کی اے اللہ ہمیں سیراب فرما۔ آخر حدیث تک۔ اخیر میں ہے کہ نشیبی علاقے کے لوگ آکر فریاد کرنے لگے، ہم ڈوب گئے ہم ڈوب گئے، تو رسول اللہ ہنس پڑے یہانتک کہ نوکیلے دانت بھی ظاہر ہو گئے، پھر ارشاد فرمایا اگر ابو طالب حاضر ہوتے تو انکی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں۔ کون ان کے شعر کو سنائیگا، اس پر حضرت علی نے کہا یا رسول اللہ حضور کی مراد ان کا یہ قول ہے: وابیض یستسقی الغمام بوجھہ۔ اس قصیدے کے چند اشعار سنائے تو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں۔ پھر بنی کنانہ کے ایک صاحب نے یہ اشعار پڑھے:

لک الحمد والحمد ممن شکر — اے اللہ تیرے لئے حمد ہے اور شکر کرنے والے کی جانب سے حمد
سقینا بوجہ النبی المطر — ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روے انور کے صدقے ہمیں
بارش ملی۔
فلم یک الا کالف الرداء — چادر الٹتے بلکہ اس سے بھی کم وقفے میں ہم نے بادل دیکھا
واسرع حتی رأینا الدرر

اب باب سے مطابقت بالکل واضح ہے۔

**قصیدہ ابوطالب** ابوطالب کا یہ قصیدہ لامیہ ایک سو دس اشعار کا ہے جو بحر طویل میں ہے۔ ابو طالب نے یہ قصیدہ کب کہا تھا اور کہنے کا سبب کیا ہوا۔ یہ تحقیقی طور پر معلوم نہیں۔ خطابی[1] نے ایک حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت عبد المطلب کے عہد میں مسلسل کئی سال قحط پڑا تو حضرت عبد المطلب قریش کے ساتھ کوہ ابو قبیس پر گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی ہمراہ لے گئے۔ حضور کو کاندھے پر بٹھا کر بارش کے لئے دعا کی تو فوراً بارش ہوئی۔ علامہ سہیلی[2] نے فرمایا کہ اسی موقع پر ابو طالب نے یہ قصیدہ کہا تھا۔ اقول وباللہ التوفیق۔ اس قول سے قصیدے کے اشعار ہا کرتے ہیں جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔ علامہ زرقانی[3] نے

عه ایضا ابن ماجه [1] زرقانی علی المواهب اول ص ۱۹۱ [2] عمدة القاری سابع ص ۳۰ [3] علی المواهب اول ص ۹۰ - ۱۸۹

ابن عساکر کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ کہ جلہمہ بن عرفطہ نے بیان کیا کہ میں مکہ آیا۔ اس وقت قحط کی وجہ سے اہل مکہ سخت تنگی میں تھے۔ کسی نے کہا۔ لات وعزی کے پاس چلیں، کسی نے کہا نہیں تیسرے بت مناۃ کے پاس چلو۔ ایک معمر خوبصورت صائب الرائے نے کہا، کہاں بہکے جاتے ہو، تم میں بقیہ ابراہیم سلالہ اسماعیل موجود ہیں لوگوں نے کہا تمھاری مراد ابوطالب ہیں انھوں نے کہا ہاں، سب لوگ ابوطالب کے گھر آئے، دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ باہر آئے، سب ان کی طرف لپکے اور کہا اے ابوطالب اس وادی میں قحط ہے، اہل عیال تنگی میں ہیں، چلو اور بارش کی دعا کرو۔ یہ سن کر ابوطالب نکلے۔ ان کے ساتھ ایک صاحبزادے تھے جو ایسے سورج معلوم ہوتے تھے جس پر سے ابھی کالی گھٹا چھٹی ہو۔ ان کے ساتھ بہت سے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، ابوطالب نے ان صاحبزادے کو لیا اور ان کی پشت کعبے سے لگادی۔ ان صاحبزادے نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی۔ اس وقت آسمان میں بادل کا ٹکڑا نہیں تھا، اب ہر چہار طرف سے بادل اٹھا اور موسلا دھار برسنے لگا کہ وادی بہ اٹھی اور شہر، دیہات والے سب کے سب سیراب ہو گئے، اسی واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابوطالب کہتے ہیں ؎

| | |
|---|---|
| وابیض یستسقی الغمام بوجھه | اور گوری رنگت والے جن کے روے انور کے |
| ثمال الیتامی عصمة للارامل | صدقے میں بارش مانگی جاتی ہے یتیموں کے ماوی |
| | بیواؤں کے پناہ۔ |
| تلوذ به الھلاك من آل ھاشم | آل ہاشم کے تباہ حال ان سے پناہ لیتے ہیں |
| فھم عندہ فی نعمة وفواضل | یہ لوگ ان کی بارگاہ میں نعمت وفضل میں ہیں |

مگر قصیدے کے اشعار یہ بتاتے ہیں کہ یہ انھوں نے اس وقت کہا تھا جب قریش نے بنی ہاشم سے مقاطعے کا عہد کیا تھا اسکے ابتدائی اشعار یہ ہیں:

| | |
|---|---|
| لما رایت القوم لاود عندھم | جب میں نے دیکھا کہ اس قوم میں محبت نہیں |
| وقد قطعوا کل العرا والوسائل | انھوں نے ہر رشتہ وتعلق کاٹ ڈالا۔ |
| وقد جاھرونا بالعداوة والاذی | اور ہماری عداوت وایذا رسانی کا اعلان کردیا |
| وقد طاوعوا امر العدو المزایل | اور علیحدہ پسند دشمن کی بات مان لی۔ |
| وقد حالفوا قوما علینا اظنة | اور ہمارے خلاف ایسی قوم سے معاہدہ کرلیا |
| یعضون غیظا خلفنا بالانامل | جو متہم ہیں اور ہمارے پیچھے غصے سے انگلیاں چباتے ہیں |
| صبرت لھم نفسی بسمراء سمھه | میں نے گندمی نیزے اور بادشاہوں سے |
| وابیض عضب من تراث المقاول | ملی ہوئی تیغ براں کے ساتھ صبر کیا۔ |

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبدالمطلب کے بعد خود ابوطالب نے بھی بارش کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابوطالب نے دوبار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود باجود کے طفیل بارش

۶۲۴ حدیث

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ كَانَ اِذَا قَحَطُوْا اِسْتَسْقٰی بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب — جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے — تو حضرت عباس بن عبد المطلب

ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ جس سے متاثر ہو کر قصیدہ مذکورہ کہا ہے۔ مگر یہ سوال اب بھی تشنہ جواب ہے کہ — کہا کب۔ قصیدے کا یہ شعر

وقد خالفوا قوما علینا اظنۃ — ہمارے خلاف ایسی قوم سے معاہدہ کرلیا ہے جو ہماری

یعضون غیظا خلفنا بالانامل — عداوت میں متہم ہے اور ہمارے پیچھے غصے میں انگلیاں چباتے ہیں۔

یہ ظاہر کر رہا ہے — یہ قصیدہ کسی ایسے معاہدے کے بعد کہا گیا جو بنی ہاشم کے خلاف کیا گیا تھا۔ ایسا معاہدہ صرف ایک ہوا ہے جس کے نتیجے میں بنی ہاشم ،، شعب ابی طالب ،، میں محصور ہوئے تھے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ قصیدہ شعب ابی طالب میں محصوری کے ایام میں ابو طالب نے کہا ہے۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت عام دینی شروع کی جس سے مشتعل ہو کر تمام قبائل دشمن ہو گئے اس وقت ابو طالب نے یہ قصیدہ کہا تھا۔ یہ ہماری بات کے معارض نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔

۶۲۴ تشریحات

زبیر بن بکار[1] نے انساب میں ذکر کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے یہ دعا، عام الرمادہ میں کی تھی۔ ابن سعد وغیرہ نے لکھا ہے کہ عام الرمادہ کا مشہور قحط ۱۸ھ میں پڑا تھا۔ نو مہینے تک قطعاً بارش نہ ہوئی۔ بارش نہ ہونے سے پوری زمین گرد و غبار ہو گئی تھی۔ اس لئے اس کو عام الرمادہ کہتے ہیں۔ رماد کے معنی راکھ کے ہیں۔

ابو صالح کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عباس منبر پر تشریف لے گئے تو حضرت عمر نے پہلے یہ دعا کی:—

اللھم انا توجھنا الیک بعم نبیک وصنوابیہ فاسقنا الغیث ولا تجعلنا من القانطین —

اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچا اور ان کے والد کے برابر کو وسیلہ بنا کر تیری طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ تو بارش سا اور ہمیں مایوس ہونے والوں میں مت کرنا۔ پھر حضرت عباس سے فرمایا۔ آپ دعا کریں تو انھوں نے یوں دعا کی۔ اے اللہ بغیر گناہ کے کوئی بلا نہیں اترتی اور توبہ کے بغیر کوئی بلا نہیں ٹلتی۔ میرا وسیلہ لے کر قوم تیری جناب میں متوجہ ہے تیرے نبی کے ساتھ میری قربت کی وجہ سے گناہوں سے آلودہ ہمارے ہاتھ تیری طرف اٹھے ہوئے ہیں۔ اور ہماری پیشانیاں توبہ کے ساتھ۔ ہمیں بارش سے سیراب کر۔ اس دعا کے بعد آسمان میں پہاڑوں کے مثل پرنالے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ زمین سرسبز ہو گئی اور لوگ جی گئے۔

[1] قسطلانی ثانی ص

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے۔ اور یہ کہتے۔ اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَیُسْقَوْنَ ع

علیہ وسلم کا وسیلہ لے کر آتے تو ہمیں تو سیراب کرتا اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ لیکر آئے ہیں ہمپر مینہ برسا۔ تو مینہ برستا۔

علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے فرمایا کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صالح اور دین دار لوگوں سے اور اہل بیت سے خدا کی بارگاہ میں سفارش طلب کرنا مستحب ہے۔

زبیر بن بکار نے النساب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس حدیث کو یوں روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دن یہ خطبہ دیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عباس کو باپ کی جگہ جانتے تھے۔ اے لوگو! اپنے چچا عباس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو برتاؤ تھا اس کی پیروی کرو اور انھیں اللہ کی طرف وسیلہ بناؤ۔ الحدیث اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں بطریق محمد بن مثنی سند مذکور کیساتھ ذکر کیا ہے۔ نیز اسماعیلی نے بھی بطریق محمد بن مثنی سند مذکور کیساتھ تھوڑے سے تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے نیز عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے نیز امام ابوالقاسم ابن عساکر نے بھی کتاب الاستسقاء میں انھیں سے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ اہل بیت اور بزرگان دین کو خدا کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا مستحب ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے تصریح کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل تمام صحابہ کرام کے مجمع میں ہوا اور سب نے اس پر عمل کیا۔ تو توسل کا مستحب ہونا اجماع صحابہ سے ثابت ہوگیا۔

اس پر غیر مقلدین اور توسل کے منکرین یہ کہتے ہیں۔ اس حدیث میں توسل سے مراد، دعاء کی درخواست ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس سے دعا کی درخواست کی تھی۔ اقول۔ دوسری روایتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر یہ لوگ صرف بخاری ہی کی روایت پر ایمان رکھتے تو ایسی بے تکی بات نہیں کرتے ــــ بخاری کے الفاظ پر ایک نظر ڈالیں۔ حضرت عمر عرض کرتے ہیں۔ انا کنا نتوسل۔ الحدیث۔ حضرت عمر بارگاہ خداوندی میں یہ عرض کرتے ہیں۔ اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کو وسیلہ بناتے تھے اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ لاتے ہیں ہمیں سیراب فرما۔ یہ عرض اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ہے۔ حضرت عباس کی خدمت میں نہیں۔ اس میں صاف صاف تصریح ہے کہ اے اللہ ہم اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ لاتے ہیں ہم کو سیراب فرما۔ یہ عرض داشت اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ہے۔ حضرت عباس کے وسیلے سے۔ پھر یہ کہنا کہ توسل سے یہاں مراد دعا کی درخواست ہے۔ ابلہ فریبی اور حدیث کی تحریف معنوی نہیں تو کیا ہے۔ دوسرے طرق میں جو دعا کے کلمات مروی ہیں ان میں بھی تقریباً یہی مضمون ہے۔

کبھی ان میں سے کچھ کہدیتے ہیں کہ زندہ کا توسل درست ہے۔ مردے کا شرک۔ اقول۔ اولاً اہلسنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیوی جسمانی حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ تو یوں بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل درست ہوا

ع لاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء ص ۱۳۷، المناقب باب ذکر عباس بن عبد المطلب ص ۵۲۶

۱۹۷ وَزَادَ اَسْبَاطٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اسباط نے منصور سے روایت کرتے ہوئے یہ زیادہ کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اور یہ کہنا کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل اب بھی جائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ہی سے کیوں توسل نہیں کیا، حضرت عباس سے کیوں کیا۔ یہ پہلے سے بھی بڑی جہالت ہے۔ اگر کسی کام کے چند طریقے ہوں تو ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا اس کی دلیل نہیں کہ دوسرے طریقے غلط ہیں خصوصاً جبکہ اختیار کردہ طریقے میں کوئی خاص فائدہ ہو۔ یہاں بجائے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضرت عباس سے توسل میں ایک اہم افادہ مقصود تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل کا استحباب سب کو معلوم تھا۔ ہو سکتا ہے کہ کسی کو وہم ہوتا کہ غیر نبی سے توسل حرام ہے۔ تو حضرت عمر نے حضرت عباس کو وسیلہ بنا کر بتا دیا کہ غیر نبی سے توسل اسی طرح مستحب ہے جیسے انبیاء کرام سے ہے۔ ثانیاً علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری[۱] میں اور علامہ احمد خطیب قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عمر کے خازن مالک واری کہتے ہیں کہ حضرت عمر کے زمانے میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے تو ایک صاحب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا، یا رسول اللہ اپنی امت کے لئے بارش طلب فرمائیے۔ لوگ ہلاک ہو گئے۔ ایک صاحب کے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا، عمر سے جا کر کہدو کہ عنقریب بارش آئے گی۔ سیف نے الفتوح میں لکھا ہے کہ یہ صاحب حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس حدیث کو علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں اور علامہ احمد خطیب قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں صحیح کہا ہے، اسے بیہقی نے دلائل النبوۃ جلد حادی عشر میں روایت کیا ہے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب نے قرۃ العینین میں اسی حوالے سے ذکر کیا ہے۔

اس حدیث صحیح سے ثابت کہ کبھی کبھی صحابہ کرام مزار اقدس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر حضور سے بھی استعانت کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ بارگاہ قدس کے خواص کے مزارات پر طلب حاجات کے لئے حاضری صحابہ کرام کی سنت ہے اور یہ تو ثابت ہی ہے کہ بعد وصال صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔ حل مشکلات کے لئے درخواست کرتے، اس لئے یہ کہنا کہ بعد وصال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل حرام یا شرک ہے۔ اس حدیث صحیح کا رد ہے۔

۱۹۷ اس تعلیق کو بیہقی نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ داؤدی وغیرہ نے یہ اعتراض کیا کہ یہاں امام بخاری نے

**تشریحات** حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی سند کو حضرت انس کی حدیث کے متن کے ساتھ جوڑ دیا ہے دمیاطی نے بھی اس کی تائید کی حتی کہ علامہ عینی نے بھی۔ مگر علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مکے میں بھی قحط دور ہونے اور پھر بارش کی دعا فرمائی ہے۔ جیسا کہ بخاری[۲] ہی میں سورہ دخان کی تفسیر میں ہے، اور دوسری میں بھی ہے اور مسند امام احمد[۳] اور ابن ماجہ[۴] میں حضرت کعب بن مرہ یا مرہ بن کعب کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست مبارک اٹھایا اور یہ کہا۔ اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُّغِیْثًا مَرِیْعًا طَبَقًا عَاجِلًا غَیْرَ رَائِثٍ نَافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ اے اللہ ہم کو سیراب کر پوری بارش

---

[۲] ثانی تفسیر سورہ دخان ص ۵ - ۷۱۴ [۳] جلد رابع ص ۲۳۶ [۴] استسقاء باب الدعاء فی الاستسقاء ص ۹۱
[۱] ثانی ص ۷۱۲ -

فَسُقُوا الْغَيْثَ فَاطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ سَبْعًا وَشَكَا النَّاسُ كَثْرَةَ الْمَطَرِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ

نے دعا فرمائی تو بارش ہوئی اور سات دن تک مسلسل ہوتی رہی اور لوگوں نے بارش کی زیادتی کی شکایت کی تو کہا

حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَانْحَدَرَتِ السَّحَابَةُ عَنْ رَأْسِهِ فَسُقُوا النَّاسُ حَوْلَهُمْ ؏

اے اللہ ہمارے اردگرد ہم پر نہیں۔ تو حضور کے سر سے بادل چھٹ گیا اور لوگوں کے اردگرد بارش ہوتی رہی۔

**حدیث ۶۲۵** عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ خَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْاَنْصَارِيُّ وَخَرَجَ مَعَهٗ

ابو اسحاق سبیعی سے روایت ہے کہ عبداللہ بن یزید انصاری اور ان کے ساتھ

سے جو تازگی لانے والی ہو جلد ہو دیر میں نہ ہو نافع ہو نقصان دینے والی نہ ہو۔ دوسرا جمعہ نہیں آیا کہ دعا قبول ہوئی، اس کے بعد پھر لوگ آئے اور بارش کی زیادتی کی شکایت کی اور عرض کیا یا رسول اللہ گھر گر گئے اور حضور نے یہ دعا کی اے اللہ ہمارے اردگرد اور ہم پر نہیں تو بادل دائیں بائیں پھٹنے لگا۔

مسند امام احمد میں، انک جری کے بعد یہ زائد ہے۔ یا رسول اللہ آپ نے اللہ سے مدد مانگی تو اس نے آپ کی مدد کی، آپ نے دعا کی تو اللہ نے قبول کی۔ تو حضور نے دعا کے لئے دست مبارک اٹھایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ میں بھی بارش کی زیادتی کی وجہ سے بارش روکنے کے لئے درخواست کی گئی اور حضور نے دعا فرمائی۔ کعب بن مرہ یا مرہ بن کعب کی حدیث میں ہے کہ بارش کی دعا کی درخواست کرنے والے نے خاص مضر کے لئے دعا کی درخواست کی تھی جس پر حضور نے فرمایا، تم بہت جری ہو۔ مضر کیلئے؟ بارش دوسرا جمعہ آنے سے پہلے ہوئی۔ اور حضرت انس کی حدیث میں خاص مضر کے لئے دعا کی درخواست نہیں مطلق ہے۔ اور نہ یہ ہے کہ حضور نے درخواست پر کچھ فرمایا ہو۔ درخواست سنتے ہی دعا فرمائی۔ اور یہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر ہی پر تھے کہ بارش تیزی سے ہونے لگی اس لئے حضرت انس اور حضرت کعب بن مرہ یا مرہ بن کعب کی حدیثوں میں دو واقعے ہوئے اور دو جگہ ہوئے۔ ایک مدینہ طیبہ میں بعد ہجرت اور دوسرا مکہ معظمہ میں قبل ہجرت، اس لئے امام بخاری پر اعتراض مذکور درست نہیں۔

**اسباط** اسباط دو ہیں۔ ایک اسباط بن محمد قاص۔ دوسرے اسباط بن نصر ہمدانی ابو یوسف اور ان کو ابو نصر کو بھی کہتے ہیں۔ ابن معین نے انھیں ثقہ کہا امام احمد نے توقف کیا۔ امام نسائی نے فرمایا قوی نہیں۔ یہاں دوسرے اسباط مراد ہیں۔

## تشریحات ۶۲۵

عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہد نبوی میں پیدا ہوئے۔ ایک روایت کی بنا پر حدیبیہ میں شریک تھے۔ ابو عمرو نے کہا کہ اس وقت ان کی عمر سترہ سال کی تھی۔ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ صفین، جمل، نہروان میں شریک ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کی جانب سے کوفے کے امیر بھی رہے اور انھیں کے عہد میں واصل بحق ہوئے۔

**قال لنا** ابتدائی سند میں تھا قال لنا۔ اس کی توجیہ علامہ کرمانی نے یہ کی کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ حدیث بطور مذاکرہ سنی ہے اور حدثنی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اثنائے تعلیم میں یہ حدیث سنی ہے مگر بخاری کے یہاں یہ فرق نہیں کیونکہ بہت سی حدیثوں کو اپنی اس جامع میں قال لنا سے ذکر کیا اور دوسری تصنیف میں صیغہ تحدیث سے درج کیا ہے بلکہ وہ حدیث موقوف اور متابعات

ع الاستسقاء باب اذا استشفع المشرکین المسلمین عند القحط ص ۱۳۹

اَلْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَزَيْدُ بْنُ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ فَاسْتَسْقٰى فَقَامَ

حضرت براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شہر سے باہر نکلے اور بارش کیلئے

لَهُمْ عَلٰى رِجْلَيْهِ عَلٰى غَيْرِ مِنْبَرٍ فَاسْتَسْقٰى ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ وَلَمْ

دعا کی وہ اپنے دونوں پاؤں پر کھڑے ہوئے اور بارش کے لئے دعا کی پھر دو رکعت نماز پڑھی جسمیں قراءت بلند

يُؤَذِّنْ وَلَمْ يُقِمْ قَالَ اَبُوْ اِسْحَاقَ وَرَاٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آواز سے کی، نہ اذان دی نہ اقامت کہی۔ ابو اسحاق نے کہا اور عبداللہ بن یزید نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔

میں اس کو استعمال کرتے ہیں۔

**خرج** مراد یہ ہے کہ میدان میں شہر سے باہر آئے۔ یہ ۶۴ھ کا واقعہ ہے۔ مختار بن عبید ثقفی کذاب کے کوفے پر غلبہ سے پہلے کا حضرت عبداللہ بن زبیر نے انھیں استسقاء کا حکم دیا تھا۔ سنن کبریٰ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ نماز حضرت زید بن ارقم نے پڑھائی تھی۔

**فاستسقی فقام** فاستسقی، اجمال ہے۔ فقام الخ اس کی تفسیر ہے۔ یعنی بارش کی دعا کی کیسے کی۔ اسے فقام الخ سے بیان فرمایا۔ فاستسقی سے مراد خطبہ نہیں۔

**صلی رکعتین** حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ نماز استسقاء کا جز نہیں۔ استسقاء کے سلسلے میں جو عام روایات ہیں ان میں نماز کا ذکر نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ استسقاء توبہ استغفار اور دعا کا نام ہے۔ ارشاد باری ہے اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ اپنے پروردگار سے مغفرت چاہو بیشک وہ بخشنے والا ہے، تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ استسقاء صرف استغفار اور دعا ہے۔ امام ابو یوسف، امام محمد اور جمہور اس کے قائل ہیں کہ استسقاء میں نماز سنت ہے، ہمارے یہاں قول مختار و مفتی بہ یہ ہے۔ کہ نماز سنت نہیں، چاہیں تو پڑھ لیں۔ صحیح یہ ہے کہ استسقاء کی نماز بھی عام نمازوں کی طرح ہے، اس میں زائد تکبیریں نہیں۔ اور یہ نماز صرف دو رکعت ہے۔ جیسا کہ طبرانی[1] نے اوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز استسقاء دو رکعت پڑھی اور صرف ایک ہی تکبیر پڑھی۔ اور بعض روایتوں میں جو یہ آیا ہے کہ عید کے مثل پڑھی اس سے مراد یہ ہے کہ نماز عید کی طرح میدان میں بلند قراءت کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں، جیسا کہ اس حدیث میں تینوں باتیں مذکور ہیں۔ تشبیہ کے لئے تمام اوصاف میں مشارکت لازم نہیں

**خطبہ** نماز استسقاء میں خطبہ نماز کے بعد ہے۔ جیسا کہ مسند[2] امام احمد میں حضرت عبداللہ بن زبیر والی حدیث ۶۲۴ میں یہ تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے خطبے سے پہلے نماز پڑھی۔ نیز ابن ماجہ[3] میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی نہ اذان دی نہ اقامت کہی، اس کے بعد خطبہ دیا اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہوئے قبلہ کی جانب منہ کیا پھر چادر پلٹی تو داہنا سرا بائیں پر اور بایاں دائیں مونڈھے پر کر لیا۔

---

عہ الاستسقاء باب الدعاء فی الاستسقاء قائما ص ۱۳۹ مصری۔ [1] عمدۃ القاری رابع ص ۳۵

[2] جلد رابع ص ۴۱ [3] صلوۃ صلوۃ الاستسقاء ص ۹۱

**۶۲۶ حدیث**

عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

عباد بن تمیم اپنے چچا عبداللہ بن زید مازنی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا۔ میں نے نبی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَرَجَ يَسْتَسْقِيْ قَالَ فَحَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهٗ وَاسْتَقْبَلَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس دن دیکھا جس دن استسقاء کے لئے تشریف لے گئے حضور لوگوں کی طرف پشت

الْقِبْلَةَ يَدْعُوْ ثُمَّ حَوَّلَ رِدَاءَهٗ ثُمَّ صَلّٰى لَنَا رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيْهِمَا بِالْقِرَاءَةِ ؏ه

مبارک اور قبلے کیجانب رخ انور کرکے دعا کرتے رہے، پھر اپنی چادر پلٹی اسکے بعد دو رکعت نماز پڑھائی جسمیں بلند آواز سے قرأت کی۔

**۶۲۶ تشریحات**

باب تحویل الرداء میں۔ سندیوں ہے حدثنا سفیان عن عبد اللہ بن ابی بکر انہ سمع عباد بن تمیم یحدث اباہ عن عمہ عبد اللہ بن زید۔ عبداللہ بن ابوبکر سے روایت کرتے ہوئے ہم سے سفیان نے حدیث بیان کی کہ انھوں نے عباد بن تمیم کو سنا کہ وہ اپنے چچا عبداللہ بن زید سے روایت کرتے ہوئے ان کے باپ سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ اسمیں۔ اباہ۔ کی ضمیر کا مرجع، عبداللہ ہیں اور راوی عبداللہ کے باپ ابوبکر ہیں۔

اخیر میں ہے کہ ابن عیینہ نے کہا کہ یہ عبداللہ بن زید۔ اذان والے عبداللہ بن زید ہیں۔ لیکن اس معاملے میں ان سے وہم ہوگیا ہے یہ عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی انصاری ہیں۔ انصار والے مازن سے ہیں بنی تمیم والے مازن سے نہیں۔

**تحویل رداء** امام اثنائے خطبہ میں اپنی چادر کو پلٹ دے اس طرح کہ نیچے کا اوپر اور اوپر کا نیچے ہو جائے یہ حالت بدلنے سے فال ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر چار ہاتھ ایک بالشت لمبی اور دو ہاتھ ایک بالشت چوڑی تھی۔ امام واقدی نے فرمایا کہ چھ ہاتھ لمبی اور تین ہاتھ ایک بالشت چوڑی تھی۔ اور تہبند چار ہاتھ ایک بالشت لمبا اور دو ہاتھ ایک بالشت چوڑا تھا۔

**یہ نماز کس سنہ میں ہوئی** یہ نماز استسقاء حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۶ھ رمضان المبارک میں پڑھی تھی[1] اس کی تفصیل ابوداؤد[2] اور ابن حبان میں ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ لوگوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قحط کی شکایت کی تو حضور نے عیدگاہ میں منبر رکھوایا اور ایک خاص دن کے لئے لوگوں سے وعدہ فرمایا اس دن جب سورج نکل آیا تو حضور تشریف لے گئے اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور تکبیر پڑھی اور اللہ عزوجل کی حمد کی۔ پھر فرمایا۔ تم نے اپنے دیار کے قحط اور وقت سے بارش کے موخر ہونے کی شکایت کی ہے اور تمھیں تمھارے رب عزوجل نے دعا کا حکم دیا ہے اور تم سے وعدہ فرمایا ہے کہ تمھاری دعا قبول فرمائے گا۔ اس کے بعد کہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

---

ع۵ الاستسقاء باب کیف حول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ردائہ ص ۱۳۹ باب خروج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ فی الاستسقاء ص ۱۳۶ باب الجہر بالقراۃ فی الاستسقاء ص ۱۳۹ باب الدعاء فی الاستسقاء قائما ص ۱۳۹ باب صلوۃ الاستسقاء رکعتین ص ۱۴۰ باب الاستسقاء فی المصلی ص ۱۴۰ باب استقبال القبلۃ فی الاستسقاء ص ۱۴۰ باب تحویل الرداء فی الاستسقاء ص ۱۳۷، دو طریقے سے ثانی الدعوات باب الدعاء مستقبل القبلۃ ص ۹۳۹ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کلھم فی الصلوۃ۔ [1] فتح الباری ثانی ص ۴۱۵ [2] اول صلوۃ رفع الیدین فی الاستسقاء ص ۱۶۵،

۶۲۷ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی

**حدیث** حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ دُعَائِهٖ اِلَّا فِی الْاِسْتِسْقَاءِ وَاِنَّهٗ

استسقاء کے علاوہ کسی دعا میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اور اتنا اٹھاتے کہ بغل کی سپیدی

یَرْفَعُ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ اِبْطَیْهِ ؏

دکھائی دیتی۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِیُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ اَنْزِلْ عَلَیْنَا الْغَیْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَّبَلَاغًا اِلٰی حِیْنٍ۔ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو بہت مہربان رحمت والا ہے۔ قیامت کے دن کا مالک ہے۔ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اے اللہ تو ہی وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو غنی ہے اور ہم تیرے محتاج ہیں ہم پر بارش برسا۔ اور جتنی بھی برسا اسے ہمارے لئے قوت اور موت کے وقت تک عمر گذارنے کا ذریعہ بنا۔ اس کے بعد اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور اوپر کرتے رہے یہاں تک کہ حضور کے بغل کی سپیدی ظاہر ہوگئی۔ اسکے بعد لوگوں کی طرف اپنی پشت مبارک کی اور اپنی چادر پلٹی اس حالت میں کہ اپنے دست مبارک اٹھائے رہے۔ اس کے بعد لوگوں کی طرف رخ انور فرمایا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ اللہ تعالیٰ نے بادل پیدا فرمادیا، گرجا چمکا پھر اللہ کے اذن سے برسا۔ حضور اپنی مسجد میں نہیں پہنچے کہ نالے بہہ گئے، جب لوگوں کے چھپنے میں جلدی دیکھی تو اتنا ہنسے کہ نوکیلے دانت نظر آنے لگے اور فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

بزار اور طبرانی میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت ہے کہ بارش رک گئی تو ہم نے اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہمارے لئے بارش کی دعا فرمائیں تو دوسرے دن صبح کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکلے۔ اصحاب سنن نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پرانے کپڑے پہنے ہوئے عاجزی و انکساری کی حالت میں استسقاء کے لئے نکلے۔

۶۲۷ **تشریحات** اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ استسقاء کے علاوہ کسی اور موقع پر دعا میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے حالانکہ گزر چکا کہ عام دعاؤں میں بھی ہاتھ اٹھاتے تھے۔ علامہ نووی نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ اتنا اونچا نہیں اٹھاتے کہ بغل کی سپیدی نظر آنے لگے، اتنا بلند کرنا استسقاء کے ساتھ خاص ہے۔ ورنہ دعا کے آداب میں ہے کہ مونڈھوں تک ہاتھ اٹھایا جائے اور خود حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے۔

---

ع۔ الاستسقاء باب رفع الامامیدہ فی الاستسقاء ص ۱۴۰ باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۰۳ مسلم۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ الاستسقاء۔

۱۹۸ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کَصَیِّبٍ اَلْمَطَرُ وَقَالَ غَیْرُہٗ

ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ صَیِّبٌ کے معنی بارش کے ہیں

صَابَ وَاَصَابَ یَصُوْبُ عہ

اور کسی نے کہا صاب اصاب، یصوب۔

۶۲۸ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا رَاَی الْمَطَرَ قَالَ اَللّٰھُمَّ صَیِّبًا نَافِعًا عہ

علیہ وسلم جب بارش دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اے اللہ اسے نفع دینے والی بارش بنا۔

۶۲۹ اَخْبَرَنِیْ حُمَیْدٌ اَنَّہٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب سخت ہوا چلتی تو

**۱۹۸ تشریحات** قرآن مجید میں ہے۔ اَوْ کَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ۔ یا جیسے آسمان کی بارش حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ صیب کے معنی بارش کے ہیں۔ چونکہ اس باب کی حدیث میں صیّبا نافعا آیا ہے۔ تو امام بخاری نے مناسب جانا کہ اس کی وہ تفسیر ذکر فرمادیں جو سید المفسرین نے کی ہے۔ اس اثر کو ابو جعفر طبری نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ قال غیرہ سے یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ صیّب، صاب یصوب۔ باب نصر یَنصُر سے اجوف واوی ہے۔ صَیِّبٌ اصل میں صَیْوِبٌ تھا۔ سَیِّدٌ کے قاعدے سے واو کو یاء سے بدل کر اوغام کر دیا گیا۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ اصل عبارت یہ تھی۔ صاب یصوب اصاب نا سخین نے بے توجہی میں اصاب کو یصوب پر مقدم کر دیا۔ اس قول کا ایک فائدہ یہ ہے۔ صاب۔ مجرد، اصاب مزید فیہ دونوں کے معنی ایک ہیں۔

**۶۲۸ تشریحات** ابن ماجہ میں ہے کہ جب آسمان کے کسی کنارے سے بادل آتا ہوا دیکھتے تو ہر کام چھوڑ دیتے اگرچہ نماز ہی کیوں نہ ہو اور بادل کیطرف منہ کر کے یہ دعا کرتے۔ اے اللہ جو بھیجا جا رہا ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اگر بارش ہونے لگتی تو یہ دعا کرتے۔ اے اللہ اسے نفع دینے والی بارش بنا۔ دو یا تین بار۔

اسمیں خاص سر یہ تھا کہ قوم عاد پر جب عذاب کیلئے آندھی کالے بادلوں کی شکل میں اٹھی تو انھوں نے اسے بادل سمجھا اور یہ کہا یہ ہمارے پاس آرہا ہے بارش برسائے گا، دوسرے یہ کہ بارش مضر بھی ہو سکتی ہے جس سے کسی کو انکار نہیں۔

**۶۲۹ تشریحات** کتاب التفسیر[1] سورہ احقاف میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ام المومنین صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی اتنا ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ حضور کے کوّے دکھلائی دیئے ہوں۔ حضور صرف مسکراتے

عہ باب مایقال اذا مطرت ص ۱۴۰ عہ باب مایقال اذا مطرت ص ۱۴۰ نسائی الیوم واللیلۃ۔ ابن ماجہ۔ دعا۔

[1] ثانی ص ۷۱۵،

يَقُوْلُ كَانَتِ الرِّيْحُ الشَّدِيْدَةُ اِذَا هَبَّتْ عُرِفَ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

اس کا اثر نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ع۵

چہرے میں پہچانا جاتا۔

۶۳۰ حدیث عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ

تھے۔ اور جب بادل یا ہوا دیکھتے تو اس کا اثر چہرہ انور پر دکھائی دیتا۔ ام المومنین نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور لوگ جب بادل دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اس امید پر کہ بارش ہوگی۔ اور حضور کو دیکھتی ہوں کہ جب یہ دیکھتے ہیں تو چہرے پر ناگواری ظاہر ہوتی ہے۔ فرمایا اے عائشہ مجھے اس سے امن نہیں کہ اس میں عذاب ہو۔ ایک قوم کو ہوا سے عذاب دیا گیا ہے۔ ایک قوم نے عذاب دیکھا تو یہ کہا یہ آرہا ہے ہم پر برسے گا۔ بخاری[1] بدء الخلق اور مسلم[2] میں ہے کہ جب آسمان پر بادل چھا جاتا تو حضور کا رنگ بدل جاتا باہر نکلتے اندر آتے، آگے جاتے پیچھے آتے۔ جب بارش ہونے لگتی تو یہ کیفیت ختم ہو جاتی۔ ام المومنین نے وجہ دریافت کی تو مذکورہ بالا جواب عنایت فرمایا۔

**تشریحات ۶۳۰** صحیح یہ ہے کہ صبا اس ہوا کو کہتے ہیں جو پورب سے پچھم کو خط استوا پر چلتی ہے۔ اور دبور اس کے بالمقابل پچھم سے پورب چلتی ہے، یہ غزوہ خندق کے موقع پر ہوا تھا۔ دس ہزار فوجوں نے مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر رکھا تھا اور مسلسل بیس بائیس دن رہا، فاقہ، خوف، بے خوابی کیوجہ سے جو حال صحابہ کرام کا ہوا اس کی تصویر قرآن کریم نے ان الفاظ میں کھینچی ہے۔

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا۔ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اِلَّا غُرُوْرًا۔ (سورہ احزاب ۱۰، ۱۲)

جب کافر تمہارے بالائی طرف اور نشیبی طرف سے آپڑے اور آنکھیں ٹھٹک گئیں اور کلیجے منہ کو آگئے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس وقت مسلمانوں کی آزمائش ہوئی اور شدت کے ساتھ جھنجھوڑے گئے۔ جبکہ منافقین اور جن کے دلوں میں بیماری تھی کہنے لگے، ہمیں اللہ اور اس کے رسول نے فریب دیا تھا۔

حال یہ تھا کہ حضرت جابر جیسے مخلص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ کلیجے منہ کو آگئے کوئی دعا ارشاد فرمائیں۔ اس ہمت شکن صبر آزما حالت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوشنبہ سہ شنبہ چہار شنبہ تین دن تک مسلسل یہ دعا کی:۔

يَا صَرِيْخَ الْمَكْرُوْبِيْنَ يَا مُجِيْبَ الْمُضْطَرِّيْنَ اِكْشِفْ هَمِّيْ وَغَمِّيْ وَكُرْبَتِيْ تَرٰى مَا نَزَلَ بِيْ وَبِاَصْحَابِيْ۔

اے مصیبت زدہ کی فریاد سننے والے اے پریشان حالوں کی دعا قبول کرنیوالے میری پریشانی اور میرے غم کو دور فرما مجھ پر اور میرے صحابہ پر جو افتاد پڑی ہے تو اسے دیکھ رہا ہے۔

---

ع۵ باب اذا هبت الريح ص ۱۴۱ ج۱ [1] اول بدء الخلق باب ماجاء فی قوله تعالیٰ وهو الذی ارسل الریاح ص ۴۵۵ ج۲ [2]

تعالیٰ علیہ وسلم قال نصرت بالصبا واھلکت عاد بالدبور ع

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پروائی ہوا سے میری مدد کی گئی اور پچھوائی ہوا سے عاد کو ہلاک کیا گیا۔

تو اللہ عزوجل نے فرشتوں اور صبا، پروائی ہوا سے اپنے محبوب کی مدد فرمائی۔ اس زور کی ٹھنڈی ہوا چلی کہ چولہوں سے دیگیں الٹ گئیں خیمے اکھڑ گئے، طنابیں ٹوٹ گئیں، آدمی گر پڑے، گھوڑے بدک بدک کر بھاگنے لگے۔ اس لشکر الٰہی کی تاب نہ لاکر ابوسفیان نے واپسی کا طبل بجادیا۔ اور پورا لشکر راتوں رات بھاگ کھڑا ہوا۔ ادھر یہ حال تھا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لشکر میں چراغ تک جلتے رہے۔ جب قریش چلے گئے تو غطفان وغیرہ بھی واپس ہو گئے۔ بیس بائیس دن کے بعد مدینے کی فضا صاف ہو گئی۔ اسی کو اللہ عزوجل نے یوں بیان فرمایا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا

اے ایمان والو اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جب تم پر کئی لشکر آپڑے تو اس نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجا جسے تم دیکھ نہ پائے۔

ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں اور بزار وغیرہ نے رجال صحیح سے روایت کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس رات باد صبا نے باد شمال سے کہا چلو رسول اللہ کی مدد کریں تو اس نے جواب دیا کہ الحرائر لا تھب باللیل شریف عورتیں رات میں نہیں چلتیں۔ مدارج میں یہ لفظ ہے الحرۃ لا تسیر باللیل شریف عورت رات میں نہیں نکلتی تو اسپر اللہ عزوجل نے غضب فرمایا اور اسے بانجھ کر دیا[1]۔

اسی کو اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے الملفوظ حصہ چہارم میں ذکر فرمایا ہے جس پر دیوبندیوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا ہے۔ اس کا مفصل مکمل رد، تحقیقات میں ملاحظہ فرمائیں۔

**واھلکت عاد** قوم عاد پر حضرت ہود علیہ السلام بھیجے گئے تھے انھوں نے جب سرکشی کی اور تمسخر کے طور پر عذاب کا مطالبہ کیا تو ان پر انتہائی تند و تیز آندھی بھیجی گئی جو ان پر آٹھ دن اور سات رات مسلسل چلتی رہی، چہارشنبہ کی صبح کو شروع ہوئی اور دوسرے چہارشنبہ کو دن ڈوبنے پر بند ہوئی۔ اس آندھی کے دباؤ سے ان کے پھیپھڑے پھٹ گئے۔ اور یہ لوگ خون پھینک پھینک کر مر گئے۔ یہ بڑے قدآور تنومند تھے۔ ان کا قد ساٹھ ہاتھ تھا۔ یہ میدان میں یوں مرے پڑے تھے جیسے کھجور کے کھوکھلے درخت اکھڑ کر زمین پر پڑے ہوں۔ جب آندھی کے مرغولے کالے رنگ کے فضا میں اٹھے اور تیزی سے ان کی طرف بڑھے تو انھوں نے اسے بادل سمجھا اور بڑی بے پرواہی سے کہا، یہ بادل ہے جو ہم پر آکر برسے گا[2]۔

---

ع باب نصرت بالصبا ص ۱۴۱۔ بدء الخلق باب ماجاء فی قولہ تعالیٰ وھو الذی ارسل الریاح ص ۵۵۵۔ الانبیاء باب قول اللہ عزوجل والی عاد اخاھم ھودا ص ۴۷۱۔ ثانی مغازی باب غزوۃ الخندق ص ۵۸۹ مسلم۔ صلوۃ۔

[1] الزرقانی علی المواھب ثانی ص ۲ - ۱۲۱ مدارج النبوۃ ثانی ص ۲۳۰ [2] قرآن مجید وعامہ تفاسیر۔

۶۳۱ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

**حدیث** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ خَمْسٌ لَّا یَعْلَمُہَا اِلَّا اللّٰہُ لَا یَعْلَمُ

نے فرمایا غیب کی کنجیاں پانچ ہیں جنھیں صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ کوئی نہیں جانتا

اَحَدٌ مَّا یَکُوْنُ فِیْ غَدٍ وَّلَا یَعْلَمُ اَحَدٌ مَّا یَکُوْنُ فِی الْاَرْحَامِ وَلَا تَعْلَمُ

کہ کل کیا ہوگا۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور کوئی نہیں جانتا

نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ وَمَا یَدْرِیْ

کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس زمین میں مرے گا اور کوئی

۶۳۱

**تشریحات** جلد اول میں صفحہ ۲۳۰ تا ۲۳۴ پر مفصل بحث ہو چکی ہے۔ وہیں ہم نے دلائل قاہرہ سے ثابت کر دیا ہے کہ لا یعلمہا الا اللہ سے مراد علم ذاتی قدیم واجب غیر متناہی بالفعل ہے۔ یہ بلا شبہ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔ رہ گیا عطائی وہ اللہ عزوجل کی عطا سے انبیاء کرام اولیاء عظام کو بھی حاصل ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ لکھتے ہیں:۔

مراد آن است کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل کس اینہا نمی داند از امور غیب اند کہ جز خدا کسے آں را نداند مگر آنکہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بدانا ند[1] بوحی و الہام۔

مراد یہ ہے کہ ان چیزوں کو اللہ عزوجل کے بتائے بغیر عقل کے حساب سے کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ امور غیبیہ میں سے ہیں جنکو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ وحی یا الہام کے ذریعہ کسی کو بتادے۔

ہر انصاف پسند کے لئے غور کرنے کی بات یہ ہے کہ۔ لا یعلمہا الا اللہ جنھیں سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا یہاں اس بات سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں کہ یہ جملہ اثبات اور نفی دونوں پر مشتمل ہے۔ اس میں باری تعالیٰ کیلئے اثبات ہے اور غیر باری تعالیٰ کے لئے نفی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس علم کا باری تعالیٰ کے لئے اثبات ہے اسی کی غیر سے نفی ہے اور یہ طے ہے کہ باری تعالیٰ کے لئے علم ذاتی قدیم واجب غیر متناہی بالفعل کا اثبات ہے۔ تو اسی کی مخلوقات سے نفی ہوگی اور یہ اہل سنت کے عقیدے کے مضر نہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ مخلوقات کا علم عطائی حادث ممکن متناہی بالفعل ہے اس لئے یہ ارشاد ہمارے عقیدے کے مزاحم نہیں۔ اس ارشاد کا حاصل یہ ہوا کہ بغیر اللہ عزوجل کی عطا کے ان چیزوں کا علم کسی کو نہیں۔ اللہ عزوجل کی عطا سے ہے، جیسا کہ جلد اول میں ہم نے احادیث اور اقوال علماء سے ثابت کیا ہے۔

علامہ ابراہیم بیجوری شرح قصیدہ بردہ[2] میں فرماتے ہیں:

---

[1] اشعۃ اللمعات اول ص ۴۴ ۵۲ ص ۸۴

| |
|---|
| اَحَدٌ مِّمَّنْ یَّجِیْئُ الْمَطَرُ ؕ |
| نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی۔ |

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# ابواب الکسوف

**حدیث ۶۳۲** عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم لوگ نبی

ولم یخرج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الدنیا الا بعد ان اعلمہ اللہ بھذہ الامور الخمسۃ۔

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے ان پانچوں باتوں کا علم عطا فرما دیا تھا۔

علامہ صاوی سورہ لقمان کی تفسیر[1] میں لکھتے ہیں:

قال العلماء الحق انہ لم یخرج نبینا من الدنیا حتی اطلعہ اللہ علی تلک الخمس ولکنہ امر بکتمھا

علماء نے فرمایا حق یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تک دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جبتک اللہ عزوجل نے انھیں ان پانچوں باتوں پر مطلع نہیں فرما دیا البتہ ان کے مخفی رکھنے کا حکم دیا تھا۔

**تشریحات ۶۳۲** **تکمیل** ــ صفحہ ۱۴۳ پر یہ حدیث یوں ہے۔ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کے مرنے پر ان میں گہن نہیں لگتا۔ البتہ اللہ ان سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ اور صفحہ ۱۴۵ پر یہ زائد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ اس لئے فرمایا تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادے جن کا نام ابراہیم تھا وصال فرما گئے تھے تو لوگوں نے یہ کہا تھا۔ کسوف کے معنی ہیں حالت کا بدلنا۔ اور عرف میں گہن لگنے کے معنی میں فقہاء زیادہ تر سورج گہن کو کسوف اور چاند گہن کو خسوف کہتے ہیں۔ جوہری نے کہا کہ یہ زیادہ فصیح ہے مگر ایک کا دوسرے میں بھی استعمال احادیث میں وارد ہے۔ اس لئے افصح کہنا درست نہیں۔

**نماز گہن** ہمارے یہاں سورج گہن کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور جماعت سے پڑھنی مستحب ہے مگر جماعت کے لئے وہ تمام شرائط ضروری ہیں جو جمعہ کے لئے ہیں۔ خطبے کے سوا۔ اگر وہ شرائط نہ پائے جاتے ہوں تو لوگ تنہا تنہا پڑھیں

---

عہ باب لایدری متی یجیئ المطر الا اللہ عزوجل ص ۱۴۱۔ [1] جلد ثالث ص ۱-۲۹۰

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ سورج گہن لگا تو رسول اللہ صلے اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُرُّ رِدَائَهٗ حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْنَا

تعالیٰ علیہ وسلم اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے (جلدی سے) یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہوئے

فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

اور دو رکعت نماز پڑھی۔ یہاں تک کہ سورج کھل گیا اسکے بعد فرمایا۔ کہ سورج اور چاند

خواہ گھر میں خواہ مسجد میں۔ شرائط جمعہ پائے جانے کے وقت بھی اگر لوگ تنہا تنہا پڑھیں تو کوئی حرج نہیں۔ چاند گہن کی نماز مستحب ہے اسمیں جماعت مشروع نہیں لوگ تنہا تنہا نماز پڑھیں۔ دو یا تین آدمی جماعت کر سکتے ہیں۔ گہن کی نماز کم از کم دو رکعت ہے۔ اور یہ بھی اور نمازوں کی طرح صرف ایک رکوع اور دو سجدے سے پڑھی جائے۔ یہی حضرت ابن عمر حضرت ابوبکرہ۔ حضرت سمرہ بن جندب حضرت عبداللہ بن عمر حضرت قبیصۃ الہلالی اور حضرت نعمان بن بشیر حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مروی ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی یہی روایت کیا ہے۔ دو رکعت سے زائد بھی پڑھ سکتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ نماز اتنی لمبی کی جائے کہ جب تک گہن رہے نماز میں مشغول رہے اور اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد بھی گہن رہے تو دوسرے اذکار و استغفار وغیرہ کرتے رہیں تا آنکہ گہن ختم ہو جائے۔ سورج گہن میں قراءت آہستہ ہوگی۔ چاند گہن میں بلند۔ اگر اوقات مکروہا میں گہن لگے تو نماز نہ پڑھیں۔ استغفار میں مشغول رہیں۔

**یہ گہن کب لگا تھا**

جس دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تھا اس دن یہ گہن لگا تھا، ان کی ولادت کے بارے میں اصحاب سیر متفق ہیں کہ ۸ھ کے ذوالحجہ میں ہوئی تھی۔ البتہ وصال کی تاریخ کے بارے میں کثیر اختلافات ہیں۔ ارباب سیر نے یہ اقوال ذکر کئے ہیں۔ ستر دن کے بعد سولہ مہینے آٹھ دن، سترہ مہینے آٹھ دن ایک سال دس مہینے چھ دن، بخاری میں ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سترہ مہینے یا اٹھارہ مہینے پر۔ مسند امام احمد میں ام المومنین اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت ہے کہ اٹھارہ ماہ پر وصال ہوا، عام طور پر اسی کو ترجیح دیجاتی ہے[1] کس مہینے میں انتقال ہوا اس میں بھی روایات متفق نہیں ابن حزم نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال سے تین ماہ قبل۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ ذوالحجہ میں وصال ہوا۔ ایک اور قول صراحت کیساتھ یہ بھی ہے کہ رمضان میں۔ ایک قول ہے کہ ربیع الاول میں[2]۔ مدارج میں ہے[3]، محرم میں۔ تاریخ میں بھی یہی حال ہے۔ مدارج میں ہے کہ دس تاریخ تھی محرم کی یا ربیع الاول کی[4]۔

علامہ ابن حجر[5] اور علامہ عینی[6] دونوں نے یہ لکھا کہ جمہور اہل سیر نے کہا کہ ان کی وفات ۱۰ھ میں ہوئی۔ ربیع الاول یا رمضان یا ذوالحجہ میں اور اکثر کا قول یہ ہے کہ چاند کی دس تاریخ تھی اور ایک قول یہ ہے کہ چار کو اور ایک قول یہ ہے کہ چودہ کو ۔،

---

[1] زرقانی علی المواہب ثالث ص ۲۱۳ [2] ایضاً ص ۲۱۴ [3] ثانی ص ۵۸۱ [4] ایضاً [5] جلد ثانی ص ۴۳۸ [6] جلد سابع ص ۶۹

لَا یَنْکَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَاِذَا رَاَیْتُمُوْھَا فَصَلُّوْا وَادْعُوْا حَتّٰی یُنْکَشَفَ مَا بِکُمْ علہ

ہیں گہن کسی کی موت کیوجہ سے نہیں لگتا۔ اور جب اسے دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو یہانتک کہ گہن دور ہو جائے۔

زرقانی میں بھی تاریخ کے بارے میں یہی تفصیل ہے۔ ۱؎

یہ قول کہ ۱۰ھ ذوالحجہ کی ان تاریخوں میں وصال ہوا، بالکلیہ ساقط الاعتبار ہے۔ اس لئے کہ ۱۰ھ کے ذوالحجہ کی ان تاریخوں میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حج کے لئے مکے میں تھے یا راستے میں۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے وصال کے وقت ان کے پاس موجود تھے اور دفن میں شرکت فرمائی۔ اب رمضان، ربیع الاول اور محرم کا قول باقی رہ جاتا ہے۔ مگر حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارک کے بارے میں جتنے اقوال ہیں ان میں کسی کیساتھ مطابقت نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اگر محرم میں وصال مانیں تو ان کی عمر مبارک گیارہ مہینے کی ہوتی ہے۔ ربیع الاول مانیں تو پندرہ مہینے کی اور رمضان مانیں تو نو مہینے کی ہوتی ہے۔ چونکہ ترجیح حضرت ام المومنین کے قول کو ہے کہ ان کی عمر اٹھارہ مہینے تھی۔ اور گنتی میں ذوالحجہ یا رمضان میں سے کسی کو پورا مہینہ نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیں تو ان دونوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ اقول یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ام المومنین کی بخاری کی روایت میں سترہ یا اٹھارہ شک کی بنا پر نہیں بلکہ انھوں نے اندازے سے ایک تخمینہ بتایا ہے۔ تو بات اور صاف ہو جاتی ہے۔ علامہ عینی نے ایک جگہ اس پر جزم فرمایا ہے کہ ان کا وصال شنبہ کے دن دس ربیع الاول ۱۱ھ میں ہوا ہے۔

**ایک شبہہ اور ازالہ** سورج گہن کا سبب اہل ہیئت یہ بتاتے ہیں کہ چاند، سورج اور زمین کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ صرف چاند کی اٹھائیس یا انتیس تاریخ کو ہو سکتا ہے۔ دوسری تاریخوں میں محال ہے اس لئے چاند کی دس یا چار یا چودہ کو سورج گہن ہونا محال ہے۔ اقول۔ اسباب عادیہ کی بنا پر یہی صحیح ہے۔ مگر اللہ عزوجل اس پر قادر ہے کہ وہ سورج گہن بسبب عادی کے بغیر لگا دے۔ بلکہ میرا گمان یہ ہے کہ اس گہن کے لگنے پر لوگوں کا جو گمان ہوا کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کیوجہ سے لگا ہے، اسی بنا پر تھا، کہ اٹھائیس یا انتیس کے بجائے دس کو لگا تھا۔ دس کو گہن لگنے کا کوئی سبب عادی نہیں تھا تو لوگوں نے وہ گمان کیا۔

**نماز کسوف** گزر چکا کہ یہ نماز بھی دوسری نمازوں کی طرح ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ ادا کی جائے گی۔ اس پر تفصیلی بحث علامہ عینی نے اس موقع پر فرمائی ہے۔ نیز امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اسے احادیث صحاح سے ثابت فرمایا ہے جس کی طرف تھوڑا سا ہم نے اشارہ بھی کر دیا ہے کہ آٹھ صحابہ کرام سے مروی ہے۔ خود اسی حدیث زیر بحث میں نسائی میں یوں ہے۔ فصلی رکعتین کما تصلون۔ حضور نے دو رکعت نماز پڑھی جیسے تم اور نمازیں پڑھتے ہو۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سے زائد رکوع کیا ہوتا تو اس کو ضرور بیان فرماتے اور کما تصلون نہیں فرماتے۔

---

علہ باب الصلوۃ فی کسوف الشمس ص ۱۴۱ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یخوف اللہ عبادہ بالکسوف ص ۱۴۳ باب الصلوۃ فی کسوف القمر ص ۱۴۵ ثانی لباس باب من جر ازارہ من غیر خیلاء ص ۸۶ نسائی صلوۃ

۱؎ ثالث ص ۱۷۸، ۲؎ عمدۃ القاری سابع ص ۶۴ ۳؎ اول۔ باب الکسوف الامر بالدعاء فی الکسوف ص ۲۲۳

۶۳۳ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث قیس بن حازم بجلی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابو مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ وَلٰكِنَّهُمَا

یہ کہتے ہوئے سُنا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند میں لوگوں میں سے کسی کی موت

اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا ع۵

کی وجہ سے گہن نہیں لگتا لیکن یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جب اسے دیکھو تو اٹھو اور نماز پڑھو۔

۶۳۴ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ يُخْبِرُ عَنِ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ

کرتے ہوئے خبر دیتے ہیں کہ سورج اور چاند میں کسی کے مرنے یا پیدا ہونے کی وجہ سے گہن نہیں لگتا۔ لیکن

اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا ع۵

یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جب تم اسے دیکھو تو نماز پڑھو۔

۶۳۵ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَسَفَتِ

حدیث حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ولا لحیاتہ زائد ہے اور

**تشریحات ۶۳۳-۶۳۴** حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جو بدء الخلق میں ہے اس میں بھی ہے۔ چونکہ عرب کا اعتقاد یہ تھا کہ کسی عظیم بات کے ظہور کے وقت گہن لگتا ہے۔ اور عظیم بات جس طرح کسی کی موت ہو سکتی ہے اسی طرح کسی کی پیدائش بھی، اس لئے ولا لحیاتہ کا فرمانا موقع کے مناسب ہے۔

**تشریحات ۶۳۵-۶۳۶** باب الجہر بالقراءۃ فی الکسوف۔ میں اسی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خسوف کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کی۔ احناف۔ مالکیہ، شوافع سب اس کے قائل ہیں کہ سورج گہن کی نماز میں قرأت آہستہ پڑھی جائے گی۔ ہماری دلیل حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے سورج گہن میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک حرف نہیں سنا۔ نیز بیہقی نے تین طریقے سے حضرت ابن عباس

ع۵ باب الصلوۃ فی کسوف الشمس ص ۱۴۲ باب لا تنکسف الشمس لموت احد ولا لحیاتہ ص ۱۴۴ بدء الخلق باب صفۃ الشمس والقمر بحسبان ص ۴۵۵ مسلم نسائی ابن ماجہ خسوف۔ ع۵ باب الصلوۃ فی کسوف الشمس ص ۱۴۲ بدء الخلق باب صفۃ الشمس والقمر بحسبان ص ۴۵۴ مسلم۔ نسائی۔ ۱۲ ابو داؤد اول صلوۃ باب من قال اربع رکعات ص ۱۶۸ ترمذی اول صلوۃ باب کیف القراءۃ فی الکسوف ص ۷۳ نسائی کسوف باب ترک الجہر فیہا بالقراءۃ ص ۲۲۲ ابن ماجہ باب ماجاء فی صلوۃ الکسوف ص ۹۱۔

الشَّمْسُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں سورج میں گہن لگا جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَقَالَ النَّاسُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ اِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ

تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج میں گہن لگا ہے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ

اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند میں کسی کی

لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمْ فَصَلُّوْا وَادْعُوا اللّٰهَ ؏ه

موت یا پیدائش کی وجہ سے گہن نہیں لگتا ہے جب تم گہن دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ سے دعا کرو۔

**حدیث ۶۳۶** عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ

فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں سورج میں گہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو

تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ فَقَامَ فَاَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ

نماز پڑھائی۔ حضور نے اس نماز میں قیام کیا تو لمبا قیام کیا پھر رکوع کیا تو رکوع بھی لمبا کیا اسکے بعد

ثُمَّ قَامَ فَاَطَالَ الْقِيَامَ وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ

پھر قیام کیا تو لمبا قیام کیا مگر پہلے والے قیام سے کم۔ اس کے بعد رکوع کیا تو رکوع کو طویل کیا مگر

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ میں سورج گہن کی نماز میں نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑا تھا میں نے ایک حرف نہیں سنا۔

باب صلوۃ الکسوف جماعۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ابوداؤد میں[1]

**فاطال القیام** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی حدیث میں ہے۔ کہ سورہ بقرہ کی مقدار قیام طویل فرمایا ابوداؤد میں[2] حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ دونوں رکعتوں میں کوئی لمبی سورۃ پڑھی نیز اسی میں[3] ہے کہ حضرت ام المومنین نے فرمایا میں نے اندازہ لگایا تو یہ اندازہ ہوا کہ پہلی میں سورہ بقرہ اور دوسری میں سورہ آل عمران پڑھی ہوگی

ع۵ باب الصلوۃ فی کسوف الشمس ص ۱۴۲۔ باب الدعاء فی الکسوف ص ۱۴۵ ثانی الادب باب من سمی باسماء الانبیاء ص ۹۱۵ مسلم [1] عمدۃ القاری سابع ص ۹۲ [2] اول باب القراءۃ فی الکسوف ص ۱۶۸ [3] ایضا

وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ

یہ پہلے والے رکوع سے کم تھا۔ اس کے بعد پھر سجدہ کیا تو سجدہ بھی طویل کیا اس کے بعد دوسری رکعت

الْاُخْرٰى مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ

میں بھی اسی کے مثل عمل کیا جو پہلے میں کیا تھا پھر نماز سے فارغ ہوئے تو سورج کھل چکا تھا

الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الشَّمْسَ

اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا تو اللہ کی حمد کی اور ثنا کی اس کے بعد فرمایا سورج

وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ

اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کی موت اور پیدائش کی وجہ سے انہیں گہن نہیں لگتا

فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَادْعُوا اللّٰهَ وَكَبِّرُوْا وَصَلُّوْا وَتَصَدَّقُوْا ثُمَّ قَالَ

جب گہن دیکھو تو اللہ سے دعا کرو اور تکبیر پڑھو اور نماز پڑھو اور صدقہ دو اس کے بعد فرمایا

يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَّاللّٰهِ مَا مِنْ اَحَدٍ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ اَنْ يَّزْنِيَ عَبْدُهٗ اَوْ تَزْنِيَ اَمَتُهٗ

اے محمد کی امت! اللہ عزوجل سے بڑھکر کوئی غیرتمند نہیں کہ اسکا بندہ زنا کرے یا اسکی باندی زنا کرے

يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَّاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا۔ عه

اے محمد کی اُمت! جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو ہنستے کم روتے زیادہ۔

**فخطب الناس** ہمارے یہاں گہن کی نماز میں خطبہ سنت نہیں اور اس وقت لوگوں کے عقیدے کی اصلاح کے لئے وہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ آج بھی عند الضرورت وعظ کہا جا سکتا ہے۔

**فادعوا الله** نماز سے قبل جب تک نمازی نہ آجائیں۔ دعا، تکبیر، تہلیل، تسبیح، تحمید میں مصروف رہیں۔ اسی طرح نماز سے فارغ ہونے کے بعد اگر معلوم ہو کہ ابھی گہن ہے تو دعا و ذکر میں مصروف رہے۔ چاہے تو مزید نماز پڑھے۔ گہن کے وقت صدقہ کرنا بھی مسنون ہے۔ حضرت اسماء کی ایک حدیث میں ہے کہ غلام آزاد کرنے کا بھی حکم دیا۔

**ان يزني عبده** جس طرح اپنا کوئی عزیز قریب بدکاری میں مبتلا ہوتا ہے تو ہمیں غیرت آتی ہے اور سارے مرد و عورت اللہ عزوجل کے بندے ہیں جب اس کا کوئی بندہ یا بندی بدکاری میں مبتلا ہوتی ہے تو وہ بھی غیرت فرماتا ہے اور بندوں سے بہت زیادہ۔

---

عه باب الصدقة فی الکسوف ص ۱۴۲ باب خطبة الامام فی الکسوف ص ۱۴۲ باب هل کسفت او خسفت ص ۱۴۳ باب لا تنکسف الشمس لموت احد ولا لحیاته ص ۱۴۵ باب الجهر بالقراءة فی الکسوف ص ۱۴۵ بدء الخلق باب صفة الشمس والقمر بحسبان ص ۴۵۵ مسلم نسائی۔ ابوداؤد۔

۶۳۷ وَكَانَ يُحَدِّثُ كَثِيْرُ بْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ

**حدیث** اور کثیر بن عباس یہ بیان کرتے تھے کہ عبداللہ بن عباس بھی

كَانَ يُحَدِّثُ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ

عروہ عن عائشہ کے مثل حدیث بیان کرتے تھے امام زہری کہتے ہیں

فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ اِنَّ اَخَاكَ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِالْمَدِيْنَةِ لَمْ يَزِدْ عَلٰى

میں نے عروہ سے کہا جب مدینے میں سورج گہن لگا تھا تو آپ کے بھائی نے صبح کے مثل

رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ قَالَ اَجَلْ لِاَنَّهٗ اَخْطَأَ السُّنَّةَ ع۵

دو رکعت پڑھی تھی اور کچھ اضافہ نہیں کیا تھا۔ تو انھوں نے کہا ہاں انھوں نے ایسا کیا تھا انھوں نے سنت کیخلاف کیا۔

**تشریحات ۶۳۷**

وکان یحدث امام زہری کا مقولہ ہے۔ اور اس کے پہلے والی حدیث کی سند میں مذکور حدثنی عروۃ پر معطوف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے عروہ نے حضرت عائشہ سے حدیث مذکور روایت کی ہے اسی کے مثل کثیر بن عباس نے حضرت ابن عباس سے بھی حدیث روایت کی ہے۔ اس سے بظاہر یہ تبادر ہوتا ہے کہ پوری حدیث میں مماثلت ہے مثلاً جیسے اس حدیث میں قرأت بالجہر مذکور ہے ویسے ہی حضرت ابن عباس کی حدیث میں بھی قرأت بالجہر مذکور ہے۔ مگر مسلم میں یہ حدیث مفصل یوں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صرف یہ حصہ ذکر فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو رکعت میں چار رکوع اور چار سجدے کئے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مماثلت صرف اس بات میں ہے کہ ہر دو رکعت میں دو رکوع کئے۔

اخطا السنۃ کسی وقت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شام جانے کے ارادے سے مدینہ طیبہ آئے اور سورج میں گہن لگا تو انھوں نے نماز کسوف پڑھائی تھی۔ جو نماز فجر کی طرح دو رکعت ایک ایک رکوع سے تھی۔ اسی کو امام زہری نے حضرت عروہ سے کہا تو انھوں نے جواب دیا۔ یہ صحیح ہے کہ انھوں نے نماز صبح کی طرح پڑھا۔ انھوں نے سنت کے خلاف کیا۔ اقول یہاں سب سے زیادہ غور طلب بات یہ ہے کہ انھوں نے یہ نماز اہل مدینہ کے مجمع عام میں پڑھائی جس میں کثیر صحابہ کرام شریک ہوئے ہوں گے۔ کسی نے نہ ان کو ٹوکا اور نہ بعد میں اس پر تنقید کی اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ ان کا عمل سنت کے مطابق تھا۔ سنت کے خلاف نہیں تھا۔ ورنہ لوگ ضرور ٹوکتے اور تنقید کرتے نیز یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اس پر اہل مدینہ کا اجماع ہو گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ ایک مخصوص نماز تھی۔ اگر حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس اس کی کوئی سند نہ ہوتی تو وہ ایسا ہرگز نہیں کرتے۔ صحابہ کرام سے دریافت کرتے۔ اپنی صوابدید پر وہ ایسا اقدام کبھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے یہ کہنا کہ انھوں نے سنت کے خلاف کیا صحیح نہیں، خصوصاً ایسی صورت میں کہ متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کسوف میں

---

ع۵ باب خطبۃ الامام فی الکسوف ص ۱۴۲ باب الجہر بالقراءۃ فی الکسوف ص ۱۴۵ ل۱ اول کسوف باب ۱ ول ص ۲۹۶

۶۳۸ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ

حدیث عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے ام المومنین حضرت عائشہ، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً جَاءَتْ تَسْاَلُهَا فَقَالَتْ

کی رفیقۂ حیات سے روایت کیا کہ ایک یہودی عورت ان کی خدمت میں مانگنے کے لئے آئی تو کہا

اَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَاَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

اللہ آپ کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے اس پر حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُعَذَّبُ النَّاسُ فِيْ قُبُوْرِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

سے دریافت کیا کیا لوگوں پر قبر میں عذاب ہوتا ہے تو حضور نے ارشاد فرمایا اس سے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اللہ کی پناہ اس کے بعد ایک دن صبح کو سوار ہو کر کہیں تشریف لے گئے

بھی ایک رکعت میں صرف ایک رکوع کیا تھا۔ تو عبداللہ بن زبیر کے عمل کو خلاف سنت کہنا اور زیادہ ساقط ہو جاتا ہے۔

**تشریحات** ۶۳۸ فرکب۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ گہن لگنے سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے تھے۔ گہن لگنے کے بعد چاشت کے وقت تشریف لائے اور نماز پڑھی۔ یہ نہیں بتایا کہ کہاں تشریف لے گئے تھے اور حضرت مغیرہ وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ گہن اس دن لگا تھا جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تھا حضرت ابراہیم کے وصال کی تفصیل جن احادیث میں ہے ان میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی حالت کے غیر ہونے کی اطلاع ملی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر عوالی مدینہ ابوسیف کے گھر تشریف لے گئے اور تشریف لے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد ان کا وصال ہو گیا۔ اب اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ انکا وصال صبح ہی کے وقت ہوا۔ اور چاشت کے وقت تک ان کی تجہیز و تکفین سے فارغ بھی ہو گئے تو حضرت ام المومنین کے علم میں یہ بات یقیناً رہی ہو گی کہ حضور کہاں تشریف لے گئے ہیں۔ پھر روایت میں اتنی اہم بات ام المومنین نے کیوں نہیں ذکر فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد مبارک میں گہن ایک بار سے زائد لگا ہے نیز آگے حدیث آرہی ہے کہ گہن کی نماز کے لئے اعلان عام ہوا تھا مگر حضرت اسماء کی روایت میں ہے کہ وہ مسجد میں آئیں اور لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھا تو حضرت ام المومنین سے دریافت فرمایا، کیا بات ہے؟ منادی کے ذریعہ کیا جانے والا اعلان عام حضرت اسماء مدینے میں رہتے ہوئے نہ سنیں ممکن تو ہے مگر بہت مستبعد ہے۔ اس سے بھی متبادر ہوتا ہے کہ گہن کی نماز متعدد بار ہوئی۔ علاوہ ازیں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور جلدی سے چادر گھسیٹتے ہوئے اٹھے۔ مسلم[1] میں حضرت اسماء کی حدیث میں ہے۔ کہ حضور اتنا گھبرا گئے کہ بجائے

[1] اول کسوف ص ۲۹۸

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مُرَكِّبًا فَخَسَفَتِ الشَّمْسُ فَرَجَعَ

اور سورج میں گہن لگ گیا حضور چاشت کے وقت لوٹے تو ازواج مطہرات

ضُحًى فَمَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ ظَهْرَانِيِ الْحُجَرِ

کے حجروں کے درمیان سے گزرے

ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهٗ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا ثُمَّ سَاقَ مِثْلَ

پھر کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے اور لوگ حضور کے پیچھے کھڑے ہوئے حضور نے طویل

حَدِيْثِ عُرْوَةَ اِلٰى اَنْ قَالَ) وَانْصَرَفَ فَقَالَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ ثُمَّ اَمَرَهُمْ

قیام فرمایا (پھر عمرہ نے عروہ کی حدیث کے مثل بیان کیا۔ اخیر میں کہا اور فارغ ہوکر جو اللہ نے چاہا کہا پھر

اَنْ يَّتَعَوَّذُوْا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ؏ہ

لوگوں کو حکم دیا کہ عذاب قبر سے پناہ مانگا کریں۔

**۶۳۹ حدیث** عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ لَمَّا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

چادر کے اپنے اہل بیت میں سے کسی کا کرتا پہن لیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گہن لگنے کے وقت گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ نیز نسائی[1] میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نے ایک گہن میں زعفرم کے سائبان میں نماز پڑھی۔ یہ اس پر نص ہے کہ گہن کی نماز ایک بار مکہ معظمہ میں بھی پڑھی تھی۔ اور حدیث زیر بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت باہر تشریف لیگئے تھے اور مسجد میں تشریف لاکر حجروں میں گئے بغیر نماز شروع کردی اس لئے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ نماز کسوف ایک بار سے زائد ہوئی اور یہی علامہ[2] ابن عبدالبر کی بھی تحقیق ہے اور علامہ عینی نے بھی اس کی تائید فرمائی ہے۔

اس سے ان تمام روایتوں میں تطبیق ہوجائے گی جو نماز کسوف کے بارے میں وارد ہیں۔ مثلاً یہی کہ عام روایتوں میں ہے کہ دو ہی رکعت پڑھیں اور عام نمازوں کی طرح ہر رکعت میں ایک ہی رکوع کیا۔ اور بعض میں ہے کہ چھ رکعتیں پڑھیں ہر دو رکعت کے بعد دریافت فرماتے تھے کہ گہن ہے کہ ختم ہوگیا۔ یا یہ کہ ہر دو رکعت میں دو یا دو سے زائد رکوع فرمایا۔ وغیرہ وغیرہ۔

فرجع ضحیً ہمارے یہاں اس کا کوئی وقت مقرر نہیں جس وقت گہن لگے نماز پڑھیں۔ سوائے اوقات مکروہہ کے۔ اگر ان اوقات میں گہن لگے تو دعا و استغفار کریں۔

**۶۳۹ تشریحات** اس حدیث میں۔ نودی۔ ہے مگر چونکہ عہد مبارک کی بات ہے اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے ندا ہوئی تھی جیسا کہ خود بخاری ہی میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ع۵ باب التعوذ من عذاب القبر فی الکسوف ص ۱۴۳ باب صلوٰۃ الکسوف فی المسجد ص ۱۴۴ باب الرکعۃ الاولیٰ فی الکسوف اطول ص ۱۴۵ مسلم نسائی۔ [1] اول کسوف باب صلوٰۃ الکسوف ص ۲۱۰ [2] عمدۃ القاری سابع ص ۶۴

كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْدِيَ اَنَّ

تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں جب سورج میں گہن لگا تو یہ ندا دی گئی تھی

الصَّلٰوةَ جَامِعَةً فَرَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ سَجْدَةٍ

الصلوٰۃ جامعۃ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں دو رکوع

ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ سَجْدَةٍ ثُمَّ جَلَسَ ثُمَّ جُلِّيَ عَنِ الشَّمْسِ قَالَ وَقَالَتْ

کئے تھے پھر کھڑے ہوئے اور دوسری رکعت میں دو رکوع کئے اسکے بعد بیٹھے اسکے بعد گہن ختم ہوا

عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا مَا سَجَدْتُ سُجُوْدًا قَطُّ كَانَ اَطْوَلَ مِنْهَا ؎

ابو سلمہ نے کہا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ میں نے کبھی اس سے زیادہ لمبا سجدہ نہیں کیا

۱۹۹ وَصَلّٰى لَهُمُ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ صُفَّةِ زَمْزَمَ ؎

ش اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نماز کسوف زمزم کے سائبان میں پڑھائی۔

کی اس حدیث میں ہے جو صـ۱۴۵ پر مذکور ہے۔ علاوہ ازیں نسائی وغیرہ میں بھی حضرت ام المومنین سے صراحت کے ساتھ مروی ہے کہ حضور نے ایک صاحب کو حکم دیا کہ وہ پکار آئیں۔ نماز کسوف میں اذان واقامت نہیں۔ مگر۔ الصلوٰۃ جامعۃ کیساتھ ندا کی اجازت ہے بلکہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ سنت ہے۔ نودی ان الصلوٰۃ جامعۃ۔ دو روایت ہے۔ اَنِ الصلوٰۃ جامعۃ اس طرح کہ ان حرف تفسیر اور الصلوٰۃ۔ مبتدا جامعۃٌ اس کی خبر۔ دوسرے یہ کہ ان الصلوٰۃ جامعۃً۔ ان حرف مشبہ بالفعل الصلوٰۃ۔ اس کا اسم، حاضرۃٌ اس کی خبر محذوف اور جامعۃ حال۔

۱۹۹ تشریح اس اثر کو امام شافعی اور سعید بن منصور نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ کہ طاؤس نے کہا کہ سورج میں گہن لگا تو ہمیں حضرت ابن عباس نے چھ رکوع دو رکعت میں پڑھایا۔ ابن جریج نے سلیمان سے جو روایت کی ہے اس میں یہ ہے کہ دو رکعت پڑھائی ہر رکعت میں چار رکوع تھے۔ اور ابن حزم نے صفوان بن عبد اللہ بن صفوان سے یہ روایت کی کہ دو رکعت پڑھی اور ہر رکعت میں دو رکوع تھے۔

۲۰۰ وَجَمَعَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَّصَلَّى ابْنُ عُمَرَ ؎،

ش اور علی بن عبد اللہ بن عباس نے لوگوں کو جمع کیا اور حضرت ابن عمر نے پڑھا۔

۲۰۰ تشریح علی بن عبد اللہ بن عباس، سلاطین عباسیہ کے جد اعلیٰ ہیں۔ جس دن حضرت علی شہید ہوئے اسی دن یہ پیدا ہوئے اسی لئے ان کا نام علی اور کنیت ابو الحسن رکھی گئی۔ یہ ثقہ متدین عابد تالبی تھے۔ روزانہ ہزار سجدہ کرتے تھے۔ اسی وجہ

؎ باب طول السجود فی الکسوف ص ۱۴۳ باب النداء بالصلوٰۃ جامعۃ فی الکسوف ص ۱۴۲ مسلم۔ نسائی ؎ باب صلوٰۃ الکسوف جماعۃ ص ۱۴۳ ؎ ایضا۔

**حدیث ۶۴۰** عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ اِنْخَسَفَتِ الشَّمْسُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

کے زمانے میں سورج گہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اسمیں

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَامَ قِیَامًا طَوِیْلًا نَحْوًا مِّنْ قِرَاءَۃِ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ

سورہ بقرہ پڑھنے کی مقدار لمبا قیام فرمایا پھر لمبا رکوع کیا

ثُمَّ رَکَعَ رُکُوْعًا طَوِیْلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِیَامًا طَوِیْلًا وَّھُوَ دُوْنَ الْقِیَامِ الْاَوَّلِ

اس کے بعد سر اٹھایا اور طویل قیام فرمایا یہ پہلے قیام سے کم تھا

ثُمَّ رَکَعَ رُکُوْعًا طَوِیْلًا وَّھُوَ دُوْنَ الرُّکُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِیَامًا

پھر لمبا رکوع کیا اور یہ پہلے والے رکوع سے کم تھا اس کے بعد سجدہ کیا پھر لمبا قیام

طَوِیْلًا وَّھُوَ دُوْنَ الْقِیَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَکَعَ رُکُوْعًا طَوِیْلًا وَّھُوَ دُوْنَ الرُّکُوْعِ

فرمایا اور یہ پہلے والے قیام سے کم تھا اس کے بعد لمبا رکوع کیا اور یہ پہلے والے رکوع سے کم تھا

الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِیَامًا طَوِیْلًا وَّھُوَ دُوْنَ الْقِیَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَکَعَ رُکُوْعًا

پھر سر اٹھایا اور لمبا قیام کیا اور یہ پہلے والے قیام سے کم تھا پھر لمبا رکوع کیا

سے ان کا بھی لقب سجاد ہے۔ شام بلقا کے علاقے میں حمیمہ میں انتقال ہوا۔ سنہ وصال ۱۱۴ھ یا ۱۱۸ھ ہے۔ سلطنت عباسیہ کا بانی سفاح ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن علی انھیں کا پوتا تھا۔

علی بن عبداللہ کے اثر کی سند کوئی نہیں ملی۔ البتہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے یوں روایت کیا ہے۔ عاصم بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ گہن میں تیزی سے جماعت کے لئے مسجد جا رہے ہیں۔ ان کی چپل ہاتھ میں ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے۔ وصلی ابن عمر علی بن عبداللہ کے اثر کا حصہ ہو۔

**تشریحات ۶۴۰** یہ حدیث کتاب الایمان میں گزر چکی ہے۔ وہاں اس کا صرف اخیر کا حصہ مذکور تھا۔ اُرِیتُ النار سے اخیر تک، یہاں مفصل مذکور ہے۔ ابوداؤد[1] میں اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ابن عساکر اور مزی نے کہا یہ وہم ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے مروی ہے۔

**نحوا من قراءۃ سورۃ البقرۃ** گزر چکا کہ اس نماز میں حضرت ابن عباس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو میں تھے

[1] اول صلوۃ باب القراءۃ فی صلوۃ الکسوف ص ۱۶۸

طَوِيلًا وَّهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ

اور یہ پہلے والے رکوع سے کم تھا پھر سجدہ کیا پھر نماز سے فارغ ہوگئے اور گہن ختم ہو چکا تھا

فَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّ

تو ارشاد فرمایا بیشک چاند اور سورج اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کی موت یا پیدائش کیوجہ

لَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمْ عَنْهُ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْنَاكَ

سے ان میں گہن نہیں لگتا جب تم اسے دیکھو تو اللہ کی یاد کرو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے

تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِيْ مَقَامِكَ ثُمَّ رَاَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ فَقَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ الْجَنَّةَ وَ

حضور کو دیکھا کہ اپنی جگہ کھڑے کھڑے حضور نے کچھ لیا ہے پھر ہم نے دیکھا کہ حضور پیچھے ہٹ آئے تو فرمایا میں نے

تَنَاوَلْتُ عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَصَبْتُهٗ لَاَكَلْتُمْ مِّنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا وَاُرِيْتُ النَّارَ

جنت دیکھا چاہا کہ ایک گچھا لے لوں اگر میں اسے لے لیتا تو جب تک دنیا رہتی تم لوگ اسے کھاتے اور میں نے

فَلَمْ اَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ اَفْظَعَ رَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَاءَ قَالُوْا بِمَ يَا رَسُوْلَ

جہنم دیکھا اس سے زیادہ ہولناک منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا جہنمیوں میں میں نے زیادہ عورتوں کو دیکھا لوگوں

اللّٰهِ قَالَ بِكُفْرِهِنَّ قِيْلَ اَيَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ وَيَكْفُرْنَ

نے عرض کیا کیوں؟ یا رسول اللہ تو فرمایا ان کے کفر کرنے کی وجہ سے عرض کیا گیا کیا عورتیں اللہ کے ساتھ کفر کرتی

الْاِحْسَانَ لَوْ اَحْسَنْتَ اِلٰى اِحْدٰهُنَّ الدَّهْرَ كُلَّهٗ ثُمَّ رَاَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ

ہیں فرمایا شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان نہیں مانتیں اگر ان کے ساتھ زمانے بھر احسان کرو اور پھر کوئی ناگوار

اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس نماز میں قرأت بالجہر کی ہوتی تو وہ ضرور سنتے پھر وہ یہ ضرور بتلاتے۔ کہ کونسی سورۃ پڑھی اور کتنی پڑھی۔ اور وہ یہ نہ فرماتے کہ، سورہ بقرہ کے قریب قریب قرارت کی۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کسوف میں قرأت بالسر کی۔

**بکفرھن** کفر کے لغوی معنی چھپانے کے ہیں، اور برأت و بیزاری ظاہر کرنے کے ہیں۔ یہاں مراد ناشکری ہے۔ چونکہ ناشکری کو احسان چھپانا اور محسن سے بیزاری لازم ہے۔ اس علاقے سے یہ ناشکری کے معنی میں ہے۔ کفر کے شرعی معنی۔ ضروریات دین میں سے کسی کا بالکل کا انکار کرنا ہے۔ چونکہ اسمیں اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیزاری ہوتی ہے اس لئے اسے کفر کہتے ہیں عرف عام میں کفر کا یہی معنی متعین ہے۔ اسی وجہ سے صحابہ کرام کو تعجب ہوا اور انھوں نے سوال کیا۔

مَارَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ ۔ عہ

بات دیکھیں گی تو کہیں گی میں نے تم سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی ہے۔

۶۴۱ حدیث عَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ لَقَدْ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَاقَۃِ فِیْ کُسُوْفِ الشَّمْسِ ۔ عہ

نے سورج گہن میں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔

۶۴۲ حدیث عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سورج میں گہن لگا تو

فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَزِعًا یَخْشٰی اَنْ یَّکُوْنَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھبرا کر اٹھے حضور کو اندیشہ ہوا کہ قیامت

السَّاعَۃُ فَاَتَی الْمَسْجِدَ فَصَلّٰی بِاَطْوَلِ قِیَامٍ وَّرُکُوْعٍ وَّسُجُوْدٍ رَاَیْتُہٗ قَطُّ

آگئی مسجد میں تشریف لائے اور اتنے لمبے قیام اور رکوع اور سجود کیساتھ نماز پڑھی کہ

یَفْعَلُہٗ وَقَالَ ھٰذِہِ الْاٰیَاتُ الَّتِیْ یُرْسِلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ لَا تَکُوْنُ لِمَوْتِ

میں نے کبھی ایسا کرتے نہیں دیکھا تھا۔ اور ارشاد فرمایا ان نشانیوں کو اللہ عزوجل بھیجتا ہے کسی کی موت یا

اَحَدٍ وَّلَا لِحَیَاتِہٖ وَلٰکِنْ یُّخَوِّفُ اللّٰہُ بِھَا عِبَادَہٗ فَاِذَا رَاَیْتُمْ شَیْئًا مِّنْ

پیدائش کیوجہ سے ایسا نہیں ہوتا اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے جب ان میں کچھ دیکھو تو

ذٰلِکَ فَافْزَعُوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَدُعَائِہٖ وَاسْتِغْفَارِہٖ ۔ سہ

اللہ کے ذکر اور دعا اور اس سے معافی مانگنے کی طرف بڑھو۔

عہ باب الصلوۃ الکسوف جماعۃ ص ۴-۱۴۳ الایمان باب کفران العشیر ص ۹ الصلوۃ باب من صلی وقدامہ تنور او نار ص ۶۲ الاذان باب رفع البصر الی الامام ص ۱۰۳ بدء الخلق باب صفۃ الشمس والقمر بحسبان ص ۴۵۴ ثانی نکاح باب کفران العشیر ص ۳-۷۸۲، عہ باب من احب العتاقۃ فی کسوف الشمس ص ۱۴۴ العتق باب ما یستحب من العتاقۃ فی الکسوف ص ۴۴۲۔ ابو داؤد استسقاء مسند امام احمد سادس ص ۳۴۵ سہ باب الذکر فی الکسوف ص ۱۴۵ مسلم نسائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# سجود القرآن

**حدیث ۶۴۳** عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَرَأَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّجْمَ بِمَکَّۃَ فَسَجَدَ فِیْھَا وَسَجَدَ مَنْ مَّعَہٗ غَیْرُ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکے میں سورہ نجم پڑھی اور اسمیں سجدہ کیا اور حضور کیساتھ جتنے لوگ تھے سب نے سجدہ کیا

**تشریحات ۶۴۳** تفسیر میں ہے کہ پہلی سورت جسمیں سجدہ ہے، سورہ النجم نازل ہوئی حالانکہ یہ طے ہے کہ سب سے پہلے سورہ اقراء نازل ہوئی ہے اس میں بھی سجدہ ہے۔ علامہ ابن حجر نے اس کی توجیہہ یہ فرمائی۔ کہ مراد یہ ہے کہ وہ سورہ جسمیں سجدہ ہے مکمل سب سے پہلے سورہ النجم نازل ہوئی ہے۔ اور سورہ اقراء کی ابتدائی آیات تو ضرور سب سے پہلے نازل ہوئی ہیں مگر اس کے اخیر کا حصہ بعد میں نازل ہوا ہے۔ جسمیں ابوجہل کی شرارتوں کا ذکر ہے اور اس کا رد ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا کہ یہ اولیت اضافی ہے۔ اس طرح کہ ابن مردویہ نے یوں روایت کیا ہے کہ پہلی وہ سورہ جس کا اعلان عام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا وہ النجم ہے۔ نیز اسی میں یہ ہے کہ سب سے پہلی سورہ جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشرکین پر تلاوت فرمائی وہ النجم ہے

**غیر شیخ** تفسیر میں ہے کہ یہ امیہ بن خلف تھا، ایک قول یہ ہے کہ یہ عقبہ بن ربیعہ تھا۔ طبری میں ہے کہ یہ سعید بن عاص تھا۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اس وقت قریش کے دو شخصوں کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ اس سے ان کا مقصود اپنی نام آوری تھی[1]۔ نسائی[2] میں مطلب بن ابو دواعہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورہ النجم پڑھی تو سجدہ کیا اور حضور کے ساتھ سب نے سجدہ کیا۔ میں نے اپنا سر اٹھا لیا اور سجدہ کرنے پر راضی نہیں ہوا۔ ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف امیہ بن خلف کو دیکھا۔ جو دیکھا تھا اسے بیان فرمایا۔ ہو سکتا ہے کہ اور لوگوں نے بھی سجدہ نہ کیا ہو جنھیں یہ نہیں دیکھ سکے کیونکہ مجمع عام تھا اور یہ پستہ قد بزرگ تھے کہ کھڑے ہونے پر بیٹھنے والوں کے برابر ہوتے تھے۔ اس لئے ان روایات میں تنافی نہیں۔ جس نے جو دیکھا وہ بیان کیا۔

**مسائل** ہمارے یہاں قرآن مجید میں چودہ جگہ سجدہ واجب ہے۔ تالی پر بھی اور سامع پر بھی خواہ وہ واقعی سن رہا ہو یا سننے والوں کے حکم میں ہو۔ مثلاً مقتدی ہے اور امام نے آیت سجدہ تلاوت کی۔ یہ دور ہے قرأت نہیں سن رہا ہے۔ مگر اقتداء کی وجہ سے سامع کے حکم میں ہے۔ اس لئے اس پر بھی واجب ہے۔ امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ نے اس پر حدیث سے استدلال فرمایا السجدۃ علی من سمعھا السجدۃ وعلی من تلاھا۔ جو سنے اس پر بھی سجدہ ہے اور جو تلاوت کرے اس پر بھی۔ اس پر یہ نقض کیا گیا کہ یہ

---

[1] فتح الباری ثانی ص ۷۵۶ [2] اول سجود القرآن باب السجود فی النجم ص ۱۵۲

شَیْخٍ اَخَذَ کَفًّا مِّنْ حَصًی اَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهٗ اِلٰی جَبْهَتِهٖ وَقَالَ یَکْفِیْنِیْ هٰذَا

علاوہ ایک بڈھے کے جس نے ایک مٹھی کنکری یا دھول لی اور اسے اپنی پیشانی تک اٹھایا اور کہا یہ مجھے کافی ہے

فَرَاَیْتُهٗ بَعْدُ قُتِلَ کَافِرًا۔ عہ

اس کے بعد میں نے اس کو دیکھا کہ کافر رہنے کی حالت میں قتل کیا گیا۔

**حدیث ۶۴۴** عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ "ص" لَیْسَ مِنْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ص حتمی سجدوں

حدیث غریب ہے ثابت نہیں۔ اقول۔ ہم مقدمہ میں بھی اور کئی جگہ اثناء بحث میں بھی بتا آئے ہیں کہ فقیہ کا کسی حدیث سے استدلال اس کے لائق استدلال ہونے کی دلیل ہے۔ اگرچہ کتب مصنفہ میں وہ نہ ملے۔ بخاری[1] میں ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا السجود علی من استمع۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد مروی ہے۔ السجدۃ علی من سمعها جو سنے اس پر سجدہ ہے۔ رہ گیا تالی پر وجوب یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے۔

علاوہ ازیں ہماری دلیل آیات سجود ہیں۔ جنہیں فاسجدوا۔ واسجد۔ صیغہ امر کے ساتھ حکم دیا گیا ہے۔ اور بعض آیات میں سجدہ نہ کرنے والوں پر زجر و توبیخ بھی کی گئی ہے۔ امر میں اصل وجوب ہے خصوصاً جب ترک پر زجر و توبیخ ہو۔ اسکا مقتضیٰ تھا کہ سجدۂ تلاوت فرض ہوتا مگر چونکہ اسمیں اس کا بھی احتمال تھا کہ نماز کا سجدہ مراد ہو۔ اس احتمال کی وجہ سے سجدہ تلاوت کا مراد ہونا قطعی نہ رہا اس لئے فرض نہیں کیا گیا۔ اور چونکہ ان آیات پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اس سے اس کو ترجیح حاصل ہوگئی کہ مراد سجدہ تلاوت ہے۔ مگر یہ ثبوت خبر احاد سے ہے اس لئے وجوب کا حکم دیا گیا ہے۔

**آیات سجدہ** ہمارے یہاں چودہ آیتیں ایسی ہیں جنمیں سجدہ تلاوت واجب ہے۔ اس سلسلے میں علامہ عینی نے گیارہ اقوال ذکر فرمائے ہیں۔ آج جن کے قائلین موجود ہیں وہ صرف چار ہیں۔ اوّل ہمارا مذہب، دوسرا امام شافعی کا، اصح مذہب یہ ہے کہ چودہ ہیں۔ انکے یہاں سورہ حج میں دو سجدے ہیں۔ سورہ ص میں سجدہ نہیں اور یہی امام احمد کا قول ہے۔ تیسرے پندرہ ہیں۔ چودہ وہ جو ہمارے یہاں ہیں اور سورہ حج کا دوسرا سجدہ۔ مدنی حضرات نے امام مالک کا یہی مذہب روایت کیا ہے۔ امام احمد سے بھی یہی ایک روایت ہے۔ چوتھے گیارہ۔ مفصل کے تین سجدے چھوڑ کر بقیہ سب یعنی باستثنائے سورہ نجم، سورہ انشقاق، سورہ اقرا۔ امام مالک سے ظاہر روایت یہی ہے۔ اور امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے ہمارے یہاں سورہ حج میں اٹھارہویں آیت پر سجدہ ہے یعنی الم تر ان اللہ یسجد لہ۔ اور سترہویں یعنی یایها الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا۔ اسمیں رکوع کے ذکر نے یہ متعین کر دیا کہ اس سجدے سے نماز کا سجدہ مراد ہے جیسے رکوع سے بالاتفاق نماز کا رکوع مراد ہے ورنہ لازم کہ اس آیت پر رکوع بھی کریں، اور اس کے قائل نہ امام مالک ہیں نہ امام شافعی نہ کوئی اور امام۔

**تشریحات ۶۴۴** ہمارے یہاں سورہ ص میں آیہ کریمہ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاکِعًا وَّاَنَابَ ۵ اب داؤد نے سمجھا کہ ہم نے اسے آزمایا تھا تو معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا، پر سجدہ واجب ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی

عہ باب فی سجود القرآن ص ۱۴۶۔ باب سجدۃ النجم ص ۱۴۶۔ باب مبعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۴۳۔ ثانی معازی باب قتل جہل ص ۵۶

[1] التفسیر باب قولہ فاسجدوا للہ واعبدوا ص ۷۲۱۔ مسلم ابو داود لہ سجود القرآن باب ازدحام الناس ص ۱۴۶

عَزَائِمِ السُّجُوْدِ وَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِيْهَا ؏

میں سے نہیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ۲- اس میں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔

۲۰۱ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَسْجُدُ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ ؏

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بغیر وضو بھی سجدہ کر لیا کرتے تھے۔

کے یہاں واجب نہیں۔ البتہ نماز کے باہر مستحب ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ اور ہماری دلیل کتاب الانبیاء[1] کتاب التفسیر کی روایت ہے کہ امام مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت فرمایا، کیا آپ ص میں سجدہ کرتے ہیں تو انھوں نے وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ سے لیکر فبهداهم اقتده تک تلاوت کی۔ یعنی ابراہیم کی نسل سے داؤد اور سلیمان ہیں۔ تم ان کی راہ پر چلو۔ (انعام ۸۴ - ۹۰) پھر ابن عباس نے فرمایا۔ تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ ان کی راہ چلیں۔ کتاب التفسیر میں ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسمیں سجدہ کیا۔ اس سے قبل والی حدیث میں یہ زائد ہے کہ ابن عباس اسمیں سجدہ کرتے تھے۔ مطلب یہ ہوا کہ پھر ہم و شما پر بھی فرض ہے کہ انکی پیروی کریں۔ نسائی[2] میں خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ص میں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ فرمایا۔ داؤد نے توبہ کے لئے سجدہ کیا تھا، اور ہم شکر کے لئے کرتے ہیں۔ نیز ابو داؤد میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر پر سورہ ص پڑھا اور منبر سے اتر کر سجدہ فرمایا۔ طبرانی[3] نے اوسط میں اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ص میں سجدہ کیا۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ص میں سجدہ کیا۔ نیز حضرت عمر حضرت عثمان حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس میں سجدہ کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ سورہ ص میں سجدہ ہے[4]

**ایک اغلاق** اس حدیث سے پہلے امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا ہے کہ سورہ تنزیل السجدہ میں سجدہ۔ اس کے ضمن میں حضرت ابو ہریرہ والی حدیث ۵۶۰ لائے ہیں جسمیں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعے کے دن فجر میں الم تنزیل اور ھل اتی پڑھتے تھے۔ اس پر علامہ عینی نے فرمایا کہ اسے باب سے کوئی مطابقت نہیں۔ اقول۔ سورہ الم تنزیل میں آیہ کریمہ یہ انما یومن بآیاتنا الذین اذا ذکروا بھا۔ الآیہ ہے ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں جنھیں ہماری آیتیں جب یاد دلائی جاتی ہیں تو سجدے میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔ (۱۵)

غالباً امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اس سورہ میں سجدہ ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ سورہ پڑھا کرتے تھے تو سجدہ بھی کرتے تھے باب سے اتنی مناسبت کافی ہے، اگرچہ ہمارے یہاں بلکہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کے یہاں اس جگہ سجدہ نہیں۔

**۲۰۱ تشریحات** یہاں اکثر روایات یہی ہیں، البتہ اصیلی کی روایت علی وضوء ہے۔ غیر۔ کے حذف کے ساتھ مگر غیر وضوء والی روایت صحیح ہے۔ اس لئے کہ ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا کہ حضرت سعید بن جبیر شہید مظلوم کہتے ہیں

---

ع سجود القرآن باب سجدۃ ص ۱۴۶۔ الانبیاء باب واذکر عبدنا داؤد ذا الاید ص ۴۸۶ ع باب سجود المسلمین والمشرکین ص ۱۴۶

[1] باب واذکر عبدنا داؤد ذا الاید ص ۴۸۶ ثانی سورہ ص ف ۱ - ۹، [2] اول صلوۃ باب السجود فی ص ۱۵۲ [3] عمدۃ القاری سابع ص ۹۸ [4] ایضاً۔

۶۴۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَجَدَ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَہُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِکُوْنَ

نے سورہ والنجم میں سجدہ کیا تو حضور کے ساتھ مسلمانوں مشرکوں

کہ حضرت ابن عمر اپنی سواری سے اترتے اور پیشاب کرتے پھر سوار ہو کر آیت سجدہ پڑھتے، پھر سجدہ کرتے اور وضو نہیں کرتے۔

یہاں امام بخاری نے آیہ کریمہ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ۔ ذکر فرمایا ہے، اس سے کیا مقصود ہے، یہ غور طلب ہے۔ اگر امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ مشرکین نجس ہیں، اور انھوں نے سجدہ کیا تو ثابت کہ حالت نجاست میں سجدہ صحیح ہے۔ تو حالت حدث میں بدرجۂ اولیٰ صحیح ہوگا۔ اقول۔ اور یہ قریب قریب اجماع کے خلاف ہے سوائے ابن عمر اور شعبی کے پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ بلا وضو سجدہ تلاوت صحیح نہیں۔ ثانیاً مشرکین غسل جنابت نہیں جانتے تھے تو جنبی بھی تھے۔ تو کیا حالت جنابت میں سجدہ تلاوت درست ہے۔ ثالثاً سجدہ تلاوت عبادت ہے اور صحت عبادت کے لئے ایمان شرط پھر مشرکین کا یہ سجدہ کالعدم، پھر اس سے استدلال کیسے درست۔ مگر یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت جتنے مسلمان موجود تھے سب نے سجدہ کیا، اور ظاہر ہے کہ سب کے سب باوضو نہ رہے ہوں گے اسلئے کہ پہلے سے وہ سجدہ تلاوت کرنے یا نماز کے لئے جمع نہ تھے۔ تو ثابت کہ بلا وضو سجدہ درست ہے۔ لیکن یہ بالکل ابتدا کی بات ہے اسلئے اس میں کلام کی گنجائش ہے۔

**تشریحات** ۶۴۵ اس سلسلے میں تفسیر کی کتابوں میں ایک نہایت ہی لغو حکایت تحریر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں اور مشرکوں کے ملے جلے مجمع میں سورہ النجم کی تلاوت فرما رہے تھے، جب اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی پر پہنچے تو شیطان نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز کے مثل آواز بنا کر یہ پڑھ دیا تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترجی۔ حاضرین نے سمجھا کہ یہ حضور ہی کی تلاوت ہے، اس پر مشرکین بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کی تعریف کرنے لگے ہیں اس لئے جب حضور نے سجدہ کیا تو مشرکین نے بھی سجدہ کیا۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقفہ وقفہ سے تلاوت کرتے تھے تاکہ سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں اور جو یاد کرنا چاہیں یاد کر لیں۔ اس لئے شیطان کو موقع مل گیا۔ یہ سب سے محفوظ روایت ہے ورنہ اس سے بھی زیادہ خطرناک روایتیں موجود ہیں مثلاً یہ کہ شیطان نے خود حضور کو یہ القا کیا اور حضور نے بھی تلاوت کی۔ پھر جبرئیل آئے اور عرض کیا تلاوت کیجئے تو حضور نے اس کلمہ کفر کی بھی تلاوت کی تو جبرئیل نے تصحیح کی کہ میں یوں نہیں لایا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِیَّتِہٖ فَیَنْسَخُ اللّٰہُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْکِمُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ (الحج ۵۲)

تم سے پہلے والے ہر رسول اور ہر نبی کے پڑھنے میں شیطان نے اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ ملا دیا۔ اللہ شیطان کی ملاوٹ کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیتوں کو محکم کر دیتا ہے۔

امام قاضی عیاض اور علامہ عینی وغیرہ نے اس کی صحت کا شد و مد کے ساتھ انکار فرمایا اور اسے باطل محض قرار دیا۔ اس لئے کہ اس پر اجماع

# وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ ۵

## جن وانس نے سجدہ کیا

ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تبلیغ رسالت میں خطا وسہو بھی سرزد محال ہے، چہ جائیکہ شیطان کی مداخلت۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے وعدہ الٰہی ہے کہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ شیطان سے محفوظ نہ رکھے۔ وہ بھی تبلیغ احکام میں خود ارشاد فرمایا۔ ولکن اعاننی اللہ علیہ فاسلم۔ اللہ نے شیطان کے مقابلے میں میری مدد فرمائی تو میں اس سے سلامت رہتا ہوں۔ اور جب حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ شیطان خواب میں بھی حضور کی شبیہ نہیں اختیار کر سکتا، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ بیداری میں وہ تلاوت وحی کے وقت شیطان آپ کی آواز کے مثل آواز پیدا کر کے وحی میں خلط ملط کر سکے۔

**اقول**۔ اس قصے کی تغلیط خود بعد کی آیتیں کر رہی ہیں۔ ارشاد ہے:

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى۔

کیا تمہارے لئے بیٹا اور اللہ کے لئے صرف بیٹی۔ یہ بہت ہی بھونڈی تقسیم ہے۔ یہ صرف چند نام ہیں جنھیں تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری ہے۔ یہ لوگ صرف گمان اور خواہشات نفسانی کی پیروی کر رہے ہیں حالانکہ انکے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔

کیا یہ لات وعزیٰ اور مناۃ کی کھلم کھلا اس طرح دھجیاں بکھیرنے کے بعد بھی مشرکین اتنے بدھو تھے کہ وہ نہیں سمجھ پائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے معبودان باطل کو قلع قمع کرنے کے لئے تحریک چلا رہے ہیں۔ جس نے مکے کے ان مشرکین کو اتنا بڑا بدھو سمجھا اس سے بڑھکر بدھو کون؟ یہ آیات صاف صاف بتا رہی ہیں کہ لات ومناۃ کی کوئی بنیاد نہیں اور جب ان کی کوئی بنیاد ہی نہیں تو بارگاہ خداوندی میں ان کی شفاعت کا سوال ہی نہیں، انھیں معبود جاننا نفس کی پیروی ہے۔ ان کے بالمقابل ہدایت آچکی ہے۔ پھر اس کلمہ کفر کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے جس پر پھول کر مشرکین نے سجدہ کر لیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر مشرکین نے اس عداوت ومخالفت کے باوجود سجدہ کیسے کر لیا۔ **اقول**۔ اس قسم کا سوال صرف یہیں نہیں پیدا ہوتا بلکہ سیکڑوں جگہ پیدا ہوتا ہے جسکو آج تک حل نہیں کیا جا سکا۔ عہد مبارک کی ہزاروں باتیں پردۂ خفا میں ہیں۔ ایک یہی نہیں۔ کیا جہاں جہاں اس قسم کے سوالات پیدا ہوں اور حل نہ ہو سکیں تو حل کے لئے فرضی قصہ بنا کر چسپاں کرنا دیانت ہے جس کی تکذیب قرآن مجید واحادیث اور امت کے مسلمہ اصول کر رہے ہوں۔ ہوئی ہوگی کوئی بات جس سے متاثر ہو کر مشرکین نے بھی سجدہ کر لیا، وہ بھی سب نے کہاں کیا، گزر گیا کچھ ایسے تھے جنھوں نے اس وقت بھی سجدہ نہیں کیا، رہ گئی سورہ حج کی آیت مذکورہ تو اس سے مراد یہ ہے کہ کتاب اللہ کے امت میں پھیلنے کے بعد شیطان اس میں کچھ ملا دیتا ہے اور لوگ اسے کلام الٰہی جاننے لگتے ہیں تو رسول کی حیات ظاہری میں اللہ عزوجل اس پر تنبیہ فرما کر اسے مٹا دیتا ہے اور اپنے ارشادات کو محفوظ کر دیتا ہے جیسا کہ مسلم[1] میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں دوپہر میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضور نے دو آدمیوں کی آوازیں سنیں جو ایک آیت میں اختلاف

---

۵ باب سجود المسلمین والمشرکین ثانی تفسیر سورہ والنجم ص ۷۲۱۔ ترمذی۔ [1] ثانی العلم ص ۳۳۹۔

**۶۴۶ حدیث** عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

عطاء بن یسار نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے

قَرَأْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّجْمِ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا ع۵

کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس والنجم پڑھا اور حضور نے اس میں سجدہ نہیں فرمایا۔

**۶۴۷ حدیث** عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ رَاَيْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَرَاَ

ابو سلمہ نے کہا میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ

کر رہے تھے۔ تو حضور ہم میں تشریف لائے اور غضب کے آثار چہرہ اقدس میں ظاہر تھے۔ ارشاد فرمایا تم سے پہلے والے کتاب اللہ میں اختلاف ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ مسند امام احمد[1] میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سورۂ احقاف ایک شخص کو پڑھتے ہوئے سنا۔ اس نے کچھ پڑھا اور دوسرے شخص نے کچھ اور میں نے کچھ اور، ہم سب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ماجرا عرض کیا تو فرمایا۔ کتاب اللہ میں اختلاف مت کرو۔ تم سے پہلے والے کتاب اللہ میں اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ تم میں سب سے بڑا جو قاری ہو اس کی قرارت اختیار کرو۔

**۶۴۶ تشریحات** اسکے قبل والی روایت میں ہے۔ انہ سال یعنی عطاء بن یسار نے حضرت زید سے سوال کیا۔ کیا سوال کیا مسئول عنہ محذوف ہے۔ مگر مسلم میں یہی حدیث مفصل ہے اسمیں مسئول عنہ مذکور ہے کہ انھوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام کے ساتھ قرأت کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ امام کے ساتھ قرأت نہیں۔ اور انھوں نے بتایا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سورہ والنجم پڑھ کر سنایا اور اسمیں سجدہ نہیں فرمایا۔ اخیر کا ارشاد بطور مزید اضافہ تھا۔

اس حدیث سے چار فریق نے استدلال کیا ہے۔ ایک وہ جو یہ کہتا ہے کہ سورہ والنجم میں سجدہ نہیں۔ دوسرے وہ فریق جو سجدہ تلاوت کو واجب نہیں جانتے۔ تیسرے وہ جو صرف تالی پر واجب جانتے ہیں اور سامع پر نہیں۔ چوتھے وہ جو کہتے ہیں کہ اگر تالی سجدہ کرے تو سامع بھی کرے ورنہ نہیں۔ ہمارے یہاں سجدۂ تلاوت واجب ہے، سورہ والنجم میں بھی سجدہ ہے۔ تالی پر بھی اور سامع پر بھی خواہ تالی سجدہ کرے خواہ نہ کرے۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ فی الفور حضور نے سجدہ نہیں فرمایا۔ خواہ اس وجہ سے کہ وضو نہ رہا ہو خواہ اس وجہ سے کہ وہ وقت مکروہ رہا ہو، جبکہ دوسرے دلائل سے سجدۂ تلاوت کا وجوب ثابت ہے۔ اور سورہ والنجم میں سجدہ ہونا حدیث صحیح سے ثابت۔ تو ان حضرات کے استدلالات ساقط۔ اور پہلے ہم ثابت کر آئے کہ سجدۂ تلاوت سامع اور تالی دونوں پر ہے۔ اگر تالی سجدہ نہ کرے تو بھی سامع پر ہے۔

**۶۴۷ تشریحات** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سورہ اذا السماء انشقت میں سجدہ ہے۔ یہی ہمارا اور امام شافعی اور امام احمد کا مسلک ہے۔ اس کے برخلاف ابو داود[2] میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مدینہ آنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مفصل کی کسی سورہ میں سجدہ نہیں کیا۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کے وجوہ ضعف کو علامہ عینی نے مفصل بیان فرمایا ہے۔ نیز اگر روایۃً ثابت بھی ہوتی تو معنیً فاسد ہے اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

ع۵ سجود القرآن باب من قرأ السجدۃ ولم یسجد ص ۱۴۶، مسلم ابو داؤد ترمذی نسائی۔ [1] اول ص ۴۰۱ [2] اول صلوٰۃ۔ باب من لم یر السجود فی المفصل ص ۱۹۹

إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ ۔ فَسَجَدَ بِهَا فَقُلْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَلَمْ أَرَكَ تَسْجُدُ قَالَ

انھوں نے سورہ اذا السماء انشقت پڑھی تو اس میں سجدہ کیا۔ میں نے عرض کیا اے ابوہریرہ کیا میں نے آپ کو سجدہ کرتے

لَوْلَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ لَمْ أَسْجُدْ ۔ عہ

نہیں دیکھا، تو فرمایا اگر میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے نہ دیکھا ہوتا تو سجدہ نہیں کرتا۔

۲۰۲ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِتَمِيمِ بْنِ حَذْلَمٍ وَهُوَ

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمیم بن حذلم سے فرمایا یہ نو عمر تھے

غُلَامٌ فَقَرَأَ عَلَيْهِ سَجْدَةً فَقَالَ اسْجُدْ فَإِنَّكَ إِمَامُنَا فِيهَا ۔ عہ

انھوں نے ان کے سامنے آیت سجدہ پڑھی کہ سجدہ کر اس لئے کہ تم اس میں ہمارے امام ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال سے تین سال پہلے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے وہ اپنا چشمدید واقعہ بیان کر رہے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سورہ اذا السماء انشقت اور سورہ اقرأ میں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ لہ

**۲۰۲ تشریحات** اس اثر کو سعید بن منصور نے موصولا روایت کیا ہے۔ یہاں یہ باب ہے۔ جو قاری کے سجدہ کرنے کی وجہ سے سجدہ کرے علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس باب میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر قاری سجدہ نہ کرے تو سامع بھی نہ کرے۔ وہ یہ اشارہ بطور مفہوم مخالف نکال رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے امام بخاری کا یہی مقصد ہو لیکن صحیح یہ ہے کہ سجدہ تلاوت سامع اور قاری دونوں پر ہے جیسا کہ گذر چکا۔ اس لئے کہ سجدہ تلاوت کا سبب، قاری کا سجدہ کرنا نہیں۔ اس کا تعلق آیت سجدہ کی تلاوت اور اس کے سننے سے ہے۔ سامع نے سنا ہے اسلئے اس پر مستقل سجدہ ہے امام کرے یا نہ کرے۔ رہ گیا حضرت ابن مسعود کا ارشاد یہ تمیم بن حذلم کی تعلیم کیلئے تھا وہ صاحبزادے تھے یہ نہیں جانتے تھے کہ سجدہ تلاوت بھی کوئی چیز ہے، تو انھیں تعلیم دی کہ یہ آیت سجدہ ہے اس پر سجدہ کرو۔ امام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ تمھاری تلاوت کی وجہ سے ہم پر سجدہ واجب ہوا ہے تو ہم اس میں تمھارے تابع ہوئے تم متبوع۔ یہ مطلب نہیں کہ اگر تم سجدہ نہ کرو گے تو ہم پر بھی سجدہ نہیں۔ اس لئے کہ گزر چکا کہ سامع پر مستقل سجدہ واجب ہے، قاری کرے یا نہ کرے۔

امام ابن ہمام نے فرمایا، اگر کسی جماعت کے سامنے کوئی آیت سجدہ تلاوت کرے تو سنت یہ ہے کہ سبلوگ صف باندھیں اور تالی کو امام بنائیں۔ البتہ یہ امام قوم کے آگے نہیں رہے گا اسلئے کہ حقیقت میں جماعت نہیں البتہ مستحب یہ ہے کہ امام سے پہلے سر نہ اٹھائیں۔

**کشمیری صاحب کا خبط** فیض الباری میں ہے کہ اس موقع پر صف لگا کر سجدہ کرنے کو شیخ ابن ہمام نے مستحب لکھا ہے حالانکہ فتح القدیر میں یہ مسئلہ دو جگہ مذکور ہے، دونوں جگہ سنت لکھا ہے البتہ امام سے پہلے سر نہ اٹھانے کو مستحب لکھا ہے جسے کشمیری صاحب نے صف بندی کر کے سجدہ کرنے کے ساتھ فٹ کر دیا ہے۔ حضرت ابن مسعود کے اس ارشاد کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے۔

عہ سجود القرآن باب سجدۃ اذا السماء انشقت ص ۱۴۶ ۔ مسلم۔ نسائی۔ ابوداود۔ ابن ماجہ۔ عہ سجود القرآن باب من سجد لسجود القاری ص ۱۴۱۔ لہ طحاوی باب المفصل ھل فیہ سجود ام لا ص ۱۷۵ ۲ فتح القدیر اول ص ۲۳۱ لکھنؤ

۶۴۸ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

**حدیث** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ السَّجْدَۃَ وَنَحْنُ عِنْدَہٗ فَیَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَہٗ فَنَزْدَحِمُ حَتّٰی

آیت سجدہ پڑھتے اور ہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے تو حضور سجدہ کرتے اور ہم بھی حضور کے ساتھ

مَا یَجِدُ اَحَدُنَا لِجَبْہَتِہٖ مَوْضِعًا یَسْجُدُ عَلَیْہِ ؏ہ

سجدہ کرتے، اتنی بھیڑ ہو جاتی کہ ہمیں کوئی جگہ پیشانی رکھنے کے لئے نہ ملتی کہ جس پر سجدہ کریں۔

۲۰۳ قِیْلَ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ الرَّجُلُ یَسْمَعُ

**ت** حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ ایک شخص آیت سجدہ سنتا ہے اور اسکے لئے بیٹھا نہیں تو

السَّجْدَۃَ وَلَمْ یَجْلِسْ لَہَا قَالَ اَرَأَیْتَ لَوْ قَعَدَ لَہَا ؏ہ

فرمایا بتاؤ اگر وہ اسکے لئے بیٹھا ہوتا تو کیا ہوتا۔ (گویا وہ سجدہ تلاوت کو واجب نہیں جانتے تھے۔)

**تشریحات**

۶۴۸ اگر باب مذکور کا مطلب یہ لیا جائے کہ قاری سجدہ کرے تو سامع بھی کرے ورنہ نہیں، تو حدیث سے باب کی مطابقت نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ حدیث سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آیت سجدہ کی تلاوت پر حضور نے بھی سجدہ کیا اور صحابہ نے بھی۔ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اگر قاری سجدہ نہ کرے تو سامع بھی نہ کرے۔ اس لئے باب کا مطلب یہی ہے کہ اگر بھیڑ اتنی ہو کہ سجدہ کرنے کی جگہ نہ ہو تو اپنے آگے والے کی پیٹھ پر سجدہ کرلے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سجدہ تلاوت خارج صلوۃ تلاوت پر بھی ہے اسلئے کہ کہیں مروی نہیں کہ صحابہ کرام نے عہد رسالت میں اتنی بھیڑ میں نماز پڑھی ہو کہ سجدے کی جگہ نہ ملے۔ ہوا یہ ہوگا کہ صحابہ کرام بیٹھے ہوں گے اور حضور نے آیت سجدہ تلاوت فرمائی اور سجدہ کیا تو صحابہ کرام جیسے بیٹھے تھے سجدے میں جھک گئے، اور چونکہ مل جل کر بیٹھے تھے اسلئے سجدہ کی جگہ نہ ملی۔

۲۰۳ اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں سند متصل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہاں باب کا عنوان یہ ہے۔ جس کا

**تشریحات** یہ عقیدہ ہو کہ اللہ عزوجل نے سجدہ واجب نہیں فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس اثر سے باب ثابت نہیں ہوتا اسلئے کہ لو قعد لہا کی جزا محذوف ہے۔ غالباً امام بخاری نے اس کی جزا محذوف۔ لم یجب علیہ السجدۃ۔ مانا ہے اسی لئے یہ اضافہ فرمایا۔ کانہ لا یوجبہ۔ گویا وہ اسے واجب نہیں جانتے تھے۔ ہم کہتے ہیں اس کی جزا محذوف۔ ما زاد شیئا ہے یعنی چلتے چلتے آیت سجدہ سن لی اس پر سجدہ تلاوت واجب ہوگیا۔ اور بیٹھ بھی جاتا تو یہی ہوتا کہ سجدہ تلاوت واجب تھا۔ واجب رہتا۔ مزید اور سجدہ واجب نہ ہوتا۔ اور سجدہ تلاوت علی الفور واجب نہیں کہ رک کر فوراً کرتا۔ کبھی کرلیگا۔ بیٹھتا تو بھی علی الفور واجب نہ ہوتا۔ پھر چلے جانے اور بیٹھنے میں کیا فرق۔

---

ع۵ سجود القرآن باب من سجد لسجود القاری ص ۱۴۶، دو طریقے سے باب من لم یجد موضعا للسجود من الزحام ص ۱۴۷، مسلم ابوداود۔ ع۵ سجود القرآن باب ان اللہ عزوجل لم یوجب السجود ص ۱۴۶۔

۲۰۴ ت وَقَالَ سُلَيْمَانُ مَا لِهٰذَا غَدُوْنَا ۞

اور حضرت سلمان نے کہا کہ ہم اس کے لئے نہیں آئے ہیں۔

۲۰۵ ت وَقَالَ عُثْمَانُ إِنَّمَا السَّجْدَةُ عَلٰى مَنِ اسْتَمَعَهَا ۞

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سجدہ صرف اس شخص پر ہے جو بالقصد آیت سجدہ سنے۔

۲۰۶ ت وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا تَسْجُدْ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ طَاهِرًا۔ فَإِذَا سَجَدْتَ وَأَنْتَ فِيْ حَضَرٍ فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَإِنْ كُنْتَ رَاكِبًا فَلَا عَلَيْكَ حَيْثُ كَانَ وَجْهُكَ ۞

اور امام زہری نے فرمایا اگر تم پاک نہ ہو تو سجدہ مت کرنا۔ اگر مقیم ہو اور سجدہ کرو تو قبلہ کو منہ کرو اور جب سواری پر ہو تو تم پر کوئی حرج نہیں جدھر بھی تمہارا منہ ہو۔

۲۰۷ ت وَكَانَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيْدَ لَا يَسْجُدُ لِسُجُوْدِ الْقَاصِّ۔ لله ۞

اور حضرت سائب بن یزید واعظ کے سجدہ کرنے پر سجدہ نہیں کرتے تھے۔

**تشریحات**

۲۰۴ اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے سند متصل کیساتھ یوں ذکر کیا ہے کہ حضرت سلمان فارسی مسجد میں آئے اور مسجد میں کچھ لوگ قرآن مجید پڑھ رہے تھے، ان لوگوں نے آیت سجدہ پڑھا اور سجدہ کیا تو ان کے ساتھی نے کہا اے ابو عبد اللہ کیا اچھا ہوتا کہ ہم ان کے پاس چلتے تو فرمایا ہم اس کے لئے نہیں آئے ہیں۔ اور امام عبد الرزاق نے یوں روایت کیا ہے کہ حضرت سلمان کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو بیٹھے تھے تو ان لوگوں نے آیت سجدہ پڑھی اور سب نے سجدہ کیا۔ ان سے گزارش کی گئی تو فرمایا ہم اسکے لئے نہیں آئے ہیں۔

اس سے علی سبیل البدلیت دو بات ثابت ہو رہی ہے۔ یا تو حضرت سلمان سجدہ تلاوت کو واجب نہیں جانتے تھے یا یہ کہ وہ سجدہ تلاوت صرف اس شخص پر واجب جانتے تھے جو بالقصد قرآن مجید سنے اور یہی دوسرا پہلو ظاہر ہے۔ اگرچہ اس تقدیر پر باب سے مناسبت نہیں ہوگی۔

۲۰۵ اس تعلیق کو امام عبد الرزاق نے سند متصل کے ساتھ یوں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک واعظ کے قریب سے گزرے تو اس نے آیت سجدہ پڑھی تاکہ حضرت عثمان بھی اس کے ساتھ سجدہ کریں۔ تو حضرت عثمان نے فرمایا۔ سجدہ صرف اس پر ہے جو بالقصد اسے سنے۔ پھر آگے بڑھ گئے۔

**مناسبت باب** یہ تینوں آثار اس پر دلالت نہیں کرتے کہ سجدۂ تلاوت واجب نہیں جبکہ باب کا عنوان یہی ہے۔ یہ زیادہ سے زیادہ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جو بالقصد نہ سنے اس پر سجدہ نہیں بلکہ حضرت عثمان کے ارشاد سے بالقصد سننے والے پر سجدہ تلاوت کا وجوب صراحۃً ثابت ہوا اسلئے کہ علی۔ وجوب پر نص ہے۔ یہ باب کے معارض ہے۔

۲۰۶ اس تعلیق کو عبد اللہ بن وہب نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ اس تعلیق کے پہلے جز کا مطلب یہ ہے کہ سجدہ تلاوت کیلئے طہارت شرط ہے۔ یہ نہ سجدہ تلاوت کے وجوب پر دلالت کرتا ہے اور نہ عدم وجوب پر۔ باب دوسرے جز سے ثابت ہے۔ اسلئے کہ اس پر اجماع ہے کہ فرض و واجب سواری پر اور بغیر استقبال قبلہ کے صحیح نہیں اور جب امام زہری نے سواری پر سجدۂ تلاوت کی اجازت دی وہ بھی اس تعمیم کیساتھ کہ چاہے قبلہ کو نہ ہو چاہے نہ ہو تو معلوم ہوا کہ سجدۂ تلاوت

۲۰۷ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس موقع پر سجدہ نہ کرنا ہو سکتا ہے کہ اس بنا پر ہو کہ وہ آیت سجدہ سنتے ہی نہیں یا یہ کہ اسوقت نہ کرتے ہوں بعد میں کر لیتے ہوں۔

عہ سجود القرآن باب ان اللہ عزوجل لم یوجب السجود ص ۱۴۶ عہ ایضا سہ ایضا لمعہ ایضا

۶۴۹ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ التَّیْمِیِّ

**حدیث** ابوبکر بن ابی ملیکہ نے عثمان بن عبدالرحمٰن تیمی سے روایت کرتے ہوئے

عَنْ رَبِیْعَۃَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْھُدَیْرِ التَّیْمِیِّ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَّکَانَ رَبِیْعَۃُ مِنْ

وہ ربیعہ بن عبداللہ بن ہدیر تیمی سے روایت کرتے ہوئے اس واقعے کی خبر دی جو اس وقت پیش آیا جب ربیعہ

خِیَارِ النَّاسِ عِمَّا حَضَرَ رَبِیْعَۃُ مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

عمر بن خطاب کی مجلس میں حاضر تھے۔ ابوبکر نے کہا کہ ربیعہ اچھے لوگوں میں سے تھے کہ

قَرَأَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ عَلَی الْمِنْبَرِ بِسُوْرَۃِ النَّحْلِ حَتّٰی اِذَا جَاءَ السَّجْدَۃَ نَزَلَ فَسَجَدَ

حضرت عمر نے منبر پر سورہ نحل پڑھی جب آیت سجدہ آئی تو منبر سے اترے اور سجدہ کیا اور

وَسَجَدَ النَّاسُ حَتّٰی اِذَا کَانَتِ الْجُمُعَۃُ الْقَابِلَۃُ قَرَأَ بِھَا حَتّٰی اِذَا جَاءَ السَّجْدَۃَ قَالَ

سب لوگوں نے بھی سجدہ کیا یہاں تک کہ جب آئندہ والا جمعہ آیا تو اسے پھر پڑھا جب سجدہ کی آیت

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا نَمُرُّ بِالسُّجُوْدِ فَمَنْ سَجَدَ فَقَدْ اَصَابَ وَمَنْ لَمْ یَسْجُدْ فَلَا اِثْمَ عَلَیْہِ وَلَمْ یَسْجُدْ عُمَرُ ؓ

آئی تو فرمایا اے لوگو! ہم آیت سجدہ سے گزر جاتے ہیں جو سجدہ کرلے تو ٹھیک ہے نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اور حضرت عمر نے سجدہ نہیں کیا

۲۰۸ وَزَادَ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اِنَّ اللّٰہَ لَمْ

ت اور نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے یہ زیادہ کیا

## ۶۴۹ تشریحات

عما حضر ربیعۃ میں ۔ عما حضر ۔ اخبرنی سے متعلق ہے۔ اور عن عثمان بن عبدالرحمٰن میں راویا، محذوف ہے، ما مصدریہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوئی، اخبرنی ابوبکر بن ابی ملیکۃ راویا عن عثمان بن عبدالرحمن عن قصۃ حضور ربیعۃ مجلس عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یعنی ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مجلس کی خبر دی جس میں وہ حاضر تھے۔

**فقد اصاب** اصاب کا مفعول بہ، السنۃ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جس نے فوراً سجدہ کرلیا اس نے سنت پر عمل کیا اور جس نے فوراً سجدہ نہیں کیا اس پر گناہ نہیں۔ سجدۂ تلاوت فوراً واجب نہیں۔ یہی بتانے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے جمعہ کو سجدہ نہیں کیا۔

## ۲۰۸ تشریحات

علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ وزاد نافع الخ، ابن جریج کا قول ہے جو سند مذکور کے ساتھ مصنف عبدالرزاق میں مروی ہے۔ اور ان اللہ لم یفرض الخ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔ مگر علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد ہے۔ جیسا کہ کرمانی نے کہا۔ اور معلق ہے۔ جیسا کہ امام حمیدی اور امام مزی نے فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

عہ ۵ سجود القرآن باب ان اللہ عزوجل لم یوجب السجود ص ۱۴۷ عہ ۵ ایضاً

یَفْرِضِ السُّجُوْدَ اِلَّا اَنْ نَّشَاءَ ؏ہ

(حضرت عمر نے یہ بھی فرمایا) کہ اللہ نے سجدہ تلاوت فرض نہیں فرمایا ہے مگر یہ کہ ہم چاہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# اَبْوَابُ تَقْصِیْرِ الصَّلٰوۃِ

**حدیث ۶۵۰** عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ اَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تِسْعَۃَ عَشَرَ یُقَصِّرُ فَنَحْنُ اِذَا سَافَرْنَا تِسْعَۃَ عَشَرَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (مکے میں) انیس دن قیام فرمایا اور قصر کرتے رہے اسلئے ہم لوگ جب انیس دن کیلئے کہیں جاتے تو

**لم یفرض** اسکا مطلب یہ ہے کہ سجدہ تلاوت اس وقت واجب ہوتا ہے جب ہم آیت سجدہ تلاوت کریں۔ اور آیت سجدہ کی تلاوت ہمارے اختیار میں ہے ہم چاہیں تلاوت کریں چاہیں تو نہ کریں۔ ایسا نہیں کہ اللہ عزوجل نے ہم پر یہ فرض فرمایا ہے کہ ہم آیت سجدہ ضرور تلاوت کریں اور پھر سجدہ کریں۔ اگر آیت سجدہ تلاوت نہ کریں تو گنہگار ہو جائیں۔ ایسا نہیں۔

**تشریحات ۶۵۰** توضیح باب: یہاں باب کے دو عنوان ہیں۔ تقصیر الصلوٰۃ۔ اور کم یقیم حتی یقصر۔ پہلا عنوان واضح ہے دوسرا عنوان توضیح طلب ہے۔ امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اگر کہیں چند دن رہنے کا ارادہ ہو تو کتنے دنوں تک رہنے پر قصر ہے اور کتنے دنوں کے بعد پوری نماز ہے۔ بظاہر یہ جملہ اس معنی کو ادا نہیں کرتا۔ اس لئے کہ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ کتنے دن ٹھہرے یہاں تک کہ قصر کرے، بلکہ جملہ ہی مہمل ہو جاتا ہے اس لئے کہ حتی انتہائے غایت کیلئے آتا ہے اقامت قصر کا سبب نہیں اور نہ قصر اقامت کی غایت اسلئے شراح کو توجیہہ میں بڑی عرق ریزی کرنی پڑی۔ سب سے عمدہ توجیہہ علامہ عینی کی ہے۔ کہ یہاں کم استفہامیہ ہے۔ معنی ہیں۔ ای عدد کے۔ اور حتی۔ تعلیل کے لئے ہے۔ حتی تین معنی کیلئے آتا ہے۔ انتہائے غایت اور یہی اکثر ہے۔ تعلیل کے لئے اور الا کے معنی میں استثناء کیلئے یقیم، یمکث کے معنی میں ہے۔ ترجمہ یہ ہوا کہ کتنے دن کہیں ٹھہرے تو قصر کرے۔ اس کا جواب محذوف ہے۔ مثلاً انیس دن یا پندرہ دن۔

**تسعۃ عشر** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتنے دن مکے میں رہے۔ اس بارے میں چار روایتیں ہیں۔ حضرت انس کی حدیث میں ہے کہ دس دن۔ اسے اصحاب ستہ نے روایت کیا، ابوداؤد[1] میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک حدیث میں ہے کہ سترہ دن انھیں کی دوسری حدیث میں ہے کہ پندرہ دن۔ جسے ابوداؤد[2] و۔ نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ابوداؤد[3] ہی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عمران بن حصین کی ایک حدیث میں ہے کہ اٹھارہ دن۔ یہاں بخاری میں اور ابن ماجہ میں ہے کہ انیس دن۔

---

[1] اول صلوۃ باب متی یتم المسافر ص ۱۷۳ [2] ایضا نسائی صلوۃ باب المقام الذی یقصر بمثلہ الصلوۃ ص ۲۱۲
ابن ماجہ صلوۃ باب کم یقصر الصلوۃ المسافر اذا اقام ببلدۃ ص ۷۶ [3] اول صلوۃ باب متی یتم المسافر ص ۱۷۳
ہ سجود القرآن باب من رای ان اللہ عز وجل لم یوجب السجود ص ۱۴۷

## قَصَّرْنَا وَاِنْ زِدْنَا اَتْمَمْنَا ؕ

قصر کرتے۔ اور اس سے زیادہ کیلئے جاتے تو پوری پڑھتے۔

تطبیق یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو دس دن کہا ہے، ان کی مراد یہ ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر دس دن قیام فرمایا اسی میں منیٰ میں قیام بھی داخل ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار ذوالحجہ یکشنبہ کی صبح کو مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور چودہ ذوالحجہ ہی کی صبح کو چہار شنبہ کو مدینے کے لئے چلے۔ اور بقیہ اختلافات فتح مکہ کے موقع پر قیام کے بارے میں ہے۔ ان روایتوں میں بیہقی نے یہ تطبیق دی ہے۔ کہ معظمہ میں کل قیام سترہ دن تھا۔ جن لوگوں نے یوم خروج و یوم دخول کو لیا انھوں نے انیس کہا اور جن لوگوں نے ان میں سے ایک لیا انھوں نے اٹھارہ کہا اور جنھوں نے دونوں چھوڑ دیا سترہ کہا۔ اور پندرہ دن کی روایت ضعیف ہے۔ جیسا کہ امام نووی نے خلاصہ میں کہا ہے علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ روایت بھی صحیح ہے۔ اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بطریق ابن اسحاق اور نسائی نے بطریق عراک بن مالک روایت کیا اگر علامہ نووی نے، ابن اسحاق کی وجہ سے اسے ضعیف کہا ہے تو درست نہیں۔ اولاً، ابن اسحاق ثقہ ہیں جیسا کہ گزر چکا۔ ثانیاً جب دوسرے طریقے سے مروی ہے جس میں کوئی طعن نہیں تو اسے ضعیف کہنا درست نہیں۔ اب توجیہ یہ ہے کہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ اسلئے ترجیح سترہ ہی کی روایت کو ہوئی۔

**وطن اقامت** انسان کہیں جائے اور کچھ دن وہاں قیام کا ارادہ ہو تو اسے وطن اقامت کہتے ہیں۔ از روئے شرع کوئی جگہ کسی کی وطن اقامت کب ہوتی ہے۔ اس میں بائیس اقوال ہیں۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی آبادی میں پندرہ دن رہنے کا ارادہ ہو تو وہ جگہ وطن اقامت ہے۔ ابن ابی شیبہ[۱] نے اپنے مصنف میں امام مجاہد سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر جب کہیں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کر لیتے تو چار رکعت پڑھتے۔ امام طحاوی[۲] نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا کہ ان حضرات نے فرمایا۔ جب تو کسی شہر میں آئے اور مسافر ہو اور تیرے جی میں یہ ہے کہ وہاں پندرہ دن ٹھہرے گا تو نماز پوری کر۔ اور اگر یہ معلوم نہیں کہ کب واپس ہوگا تو قصر کر۔ رہ گیا فتح مکہ کے موقع پر سترہ دن قیام کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قصر کرنا، ہو سکتا ہے کہ اس بنا پر ہو کہ ارادہ یہی رہا ہو کہ پندرہ دن سے کم میں وہاں سے کوچ فرما دیں گے مگر کسی وجہ سے قیام کی مدت بڑھ گئی۔ مکہ معظمہ ابھی فتح ہوا تھا۔ لوگوں کے جسم مغلوب ہو گئے تھے مگر دل میں اسلام جاں گزیں نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت بلال نے بام کعبہ پر چڑھ کر جب پہلی اذان دی تو عتاب بن اسید نے کہا خدا نے میرے باپ پر مہربانی کی کہ اسے اٹھا لیا) تاکہ یہ (اذان نہ سُنے) سنتا تو کڑھتا[۳] ایک اور سردار نے کہا، اب جینا بیکار ہے[۴] ایسی صورت میں عین ممکن ہے کہ ایسی اطلاعات مل جاتی رہی ہوں کہ ان کے پیش نظر استحکام امن کے لئے لوٹنے کا ارادہ ہوتے ہوئے بھی مصلحتاً مدت بڑھا دی جاتی ہو۔ ایسی صورت میں جبکہ ارادہ ہو کہ پندرہ دن کے اندر اندر یہاں سے واپس ہونا ہے مگر کسی وجہ سے برسوں لگ گیا، تو قصر ہی کرے گا۔ امام شافعی کے یہاں یہ مدت چار دن ہے مگر یہ حجۃ الوداع کے واقعے سے مرجوح ہے، کہ دس دن مکہ معظمہ میں قیام رہا مگر قصر فرمایا۔ اور یہ کہنا کہ چونکہ درمیان میں منیٰ اور عرفات تشریف لے گئے۔

---

ع۱ تقصیر الصلوٰۃ باب ماجاء فی التقصیر ص ۱۴۷، ثانی المغازی باب مقام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمکۃ زمن الفتح ص ۶۱۵ ابوداود ترمذی ابن ماجہ کلھم فی الصلوٰۃ۔ ۲ عمدۃ القاری سابع ص ۱۱۶ ۳ فتح القدیر اول ص ۲۴۰ لکھنؤ۔

۳ سیرت ابن ہشام فتح مکہ ۴ اصابہ

۶۵۱ حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ اَبِیْ اِسْحٰقَ سَمِعْتُ اَنَسًا یَّقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ

حدیث یحییٰ بن اسحاق نے حدیث بیان کی کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ اِلٰی مَکَّۃَ فَکَانَ

فرماتے تھے کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مدینے سے مکے گئے

یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ رَکْعَتَیْنِ حَتّٰی رَجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَۃِ قُلْتُ اَقَمْتُمْ بِمَکَّۃَ

تو حضور دو دو رکعت نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ ہم مدینہ واپس ہوئے

شَیْئًا قَالَ اَقَمْنَا بِھَا عَشْرًا ۵

میں نے پوچھا کہ کیا آپ لوگوں نے کچھ قیام کیا تو فرمایا ہم وہاں دس دن ٹھہرے تھے

تو مکہ معظمہ میں دس دن قیام کہاں رہا۔ اقول۔ مقدار مسافت سے کم سفر وطن اقامت کو باطل نہیں کرتا۔ جیسا کہ خود امام شافعی نے کتاب الام[1] میں تصریح فرمائی ہے۔ اور منیٰ بلکہ عرفہ بالاتفاق مسافت سفر کی دوری پر نہیں۔ اسی میں ہے کہ حضرت ابن عباس سے دریافت کیا گیا کہ عرفہ تک جاتے میں قصر ہے۔ تو فرمایا نہیں[2]

**چار رکعتیں کب فرض ہوئیں** امام ضحاک نے اپنی تفسیر میں ذکر فرمایا ہے۔ تحویل قبلہ سے پہلے ظہر، عصر، عشاء بھی دو رکعتیں تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی دو رکعت پڑھ چکے تھے کہ جبرئیل امین تحویل قبلہ کی آیت لیکر اترے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رخ کعبے کی طرف پھیرا اور اشارہ کیا کہ دو رکعت اور پڑھ لیں۔ اور حکم دیا کہ عصر اور عشاء بھی چار رکعتیں پڑھیں اور عرض کیا کہ پہلی مقدار آپ کی امت کے مسافروں اور غازیوں کیلئے ہے۔ اس کی تائید ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ارشاد سے بھی ہوئی ہے کہ فرمایا۔ اللہ عزوجل نے جب نماز فرض فرمائی تھی تو سفر اور حضر دونوں میں دو دو رکعت مقرر فرمائی تھی۔ سفر کی نماز اسی مقدار پر باقی رکھی گئی اور حضر کی نماز میں زیادتی کر دی گئی[3]

**تشریحات ۶۵۱** مسلم میں شعبہ عن یحیی بن اسحٰق کی روایت میں ہے۔ الی الحج۔ اس سے متعین ہو گیا کہ حضرت انس کا یہ ارشاد حجۃ الوداع کے موقع کے لئے ہے۔ گزر چکا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار ذوالحجہ یوم یکشنبہ کو مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور چودہ ذوالحجہ چہار شنبہ کو صبح کے وقت واپس ہوئے۔ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی آبادی میں چار دن سے زیادہ قیام کا ارادہ ہو تو نماز پوری پڑھے۔ یہ حدیث ان پر حجت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکے میں دس دن قیام فرمایا اور قصر کیا۔

---

ع۵ تقصیر الصلوۃ باب ما جاء فی التقصیر ص ۱۴۷ ثانی مغازی باب مقام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمکۃ زمن الفتح ص ۶۱۵ مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ۔

[1] جلد اول ص ۱۶۶ [2] ایضاً ص ۱۶۲ [3] بخاری اول صلوۃ باب کیف فرضت الصلوۃ فی الاسراء ص ۵۱۔

۶۵۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ

**حدیث** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًی رَکْعَتَیْنِ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ وَمَعَ عُثْمَانَ صَدْرًا

ابوبکر اور عمر کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی اور عثمان کے ساتھ بھی ان کی

مِّنْ اِمَارَتِهٖ ثُمَّ اَتَمَّهَا عه

خلافت کے ابتدائی ایام میں پھر انھوں نے پوری پڑھی۔

۶۵۳ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ صَلّٰی بِنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

**حدیث** حارثہ بن وہب نے کہا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پورے طور پر

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اٰمَنَ مَا کَانَ بِمِنًی رَکْعَتَیْنِ عه

امن کی حالت میں منیٰ میں دو رکعت پڑھائی۔

۶۵۴ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ زَیْدٍ یَّقُوْلُ صَلّٰی بِنَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ

**حدیث** عبدالرحمٰن بن زید کہتے ہیں کہ ہمیں منیٰ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ بِمِنًی اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ فَقِیْلَ فِیْ ذَالِكَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

تعالیٰ عنہ نے چار رکعتیں پڑھائیں۔ اسکا تذکرہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

**تشریحات** ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴ امام المتصدقین امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یکم محرم ۲۴ھ کو مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ اور اٹھارہ ذوالحجہ ۳۵ھ کو شہید ہوئے۔ اور مدت خلافت بارہ دن کم بارہ سال ہے۔ اپنی خلافت کے ابتدائی چھ یا آٹھ سال تک منیٰ میں بھی قصر کرتے رہے پھر عرفات سے واپسی کے بعد ایام رمی میں منیٰ میں پوری پڑھنے لگے، اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر و دیگر صحابہ کرام کو اعتراض تھا۔ یہ لوگ جماعت سے پڑھتے تو چار پڑھتے اور تنہا پڑھتے تو دو۔ اس کی سب سے قوی توجیہ یہ ہے کہ حضرت عثمان حالت سفر میں قصر فرض نہیں جانتے تھے بلکہ رخصت اور اختیاری جانتے تھے۔ ابتداءً قصر کرتے رہے اس لئے کہ یہی سنت متوارثہ تھی۔ پھر یہ بتانے کے لئے کہ قصر کرنا عزیمت نہیں، رخصت ہے، پوری پڑھنی بھی جائز ہے۔ عرفات سے واپسی کے بعد پوری پڑھنے لگے، جن حضرات کو اعتراض تھا وہ اس بنا پر تھا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شیخین کی روش کے خلاف تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان بزرگوں کے نزدیک حالت سفر میں قصر عزیمت اور حتمی رہا ہو۔

منیٰ وغیرہ میں قصر ہے یا اتمام | اس کو ہم جلد ثانی صفحہ ۳۲۱ تا ۳۲۳ میں ثابت کر آئے ہیں کہ حالت سفر میں قصر عزیمت اور حتمی ہے

---

عه تقصیر الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بمنی ص ۱۴۷، المناسك باب الصلوٰۃ بمنی ص ۲۲۵ مسلم، نسائی۔ عه تقصیر الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بمنی ص ۱۴۷ المناسك باب الصلوٰۃ بمنی ص ۲۲۵ مسلم نسائی۔ ابوداؤد۔ ترمذی

مَسْعُوْدٍ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کیا گیا تو انھوں نے اِنَّا لِلّٰہ پڑھا پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ میں نے منیٰ میں

بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ اَبِيْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ

دو رکعتیں پڑھیں اور حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں اور

مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ فَلَيْتَ حَظِّيْ مِنْ اَرْبَعِ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ ع۵

عمر بن خطاب کے ساتھ منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں۔ کاش ان چار رکعتوں کے بجائے میرا حصہ قبول کی ہوئی دو رکعتیں ہوتیں۔

**۶۵۵ حدیث** عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رخصت اور اختیاری نہیں۔ اس میں نہ منیٰ و عرفہ کی تخصیص ہے نہ کسی اور جگہ کی۔ اس لئے کہ قصر کا حکم کسی جگہ کی خصوصیت کی وجہ سے نہیں سفر کی بنا پر ہے۔ تو جہاں سفر ہے وہاں قصر ہے اور جہاں سفر نہیں، وہاں قصر نہیں وہ کوئی بھی جگہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ منیٰ کے باشندے ایام حج میں پوری پڑھیں گے۔ اور جو مسافر نہیں اسے قصر جائز نہیں اسمیں بھی کوئی تخصیص نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں مسافر ہی تھے۔ اسی طرح حضرات شیخین بھی جب ادائیگی حج کے لئے حاضر ہوتے تو مسافر ہی ہوتے تھے۔ اس لئے یہ لوگ بالالتزام منیٰ وغیرہ میں قصر کرتے تھے۔ جو لوگ مکہ معظمہ میں بہ نیت حج حاضر ہوں اور مکہ معظمہ میں بشمول منیٰ و عرفات بلکہ قیام بعد حج کے بھی پندرہ دن سے کم قیام کا ارادہ رکھتے ہوں تو وہ لوگ مکہ معظمہ میں بھی قصر کریں گے اور منیٰ وغیرہ میں بھی اور جو حضرات مکہ معظمہ میں پندرہ دن یا اس سے زائد قیام کا ارادہ رکھتے ہوں اگرچہ منیٰ وغیرہ اور بعد کے قیام کے ایام شامل کرکے وہ لوگ مکہ معظمہ میں بھی پوری نماز پڑھیں گے اور منیٰ عرفات مزدلفہ ہر جگہ۔

**حجاج کے لئے ضروری تنبیہ** آجکل مسلمانوں کی بدقسمتی سے حجاز مقدس پر نجدیوں کی حکومت ہے۔ نجدی عقائد کے اعتبار سے گمراہ بددین ہیں۔ بلکہ جمہور فقہاء کے طور پر کافر۔ ان کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں صرف یہی مسلمان ہیں۔ اس کے علاوہ ساری دنیا کے مسلمان کافر مشرک ہیں۔ جیسا کہ دیوبند کے سابق شیخ الحدیث مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے۔ الشہاب الثاقب میں لکھا ہے۔ اور یہ متفق علیہ ہے کہ جو ساری دنیا کو تو بہت بڑی بات ہے کسی ایک مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہے۔ جیسا کہ متعدد احادیث اور فقہ کی کثیر عبارتیں اس پر شاہد ہیں۔ اور نماز صحیح ہونے کے لئے ایمان شرط ہے۔ جب ایمان ہی نہیں تو نماز کیسی، اس لئے مسلمانوں کو نجدی امام کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز نہیں پڑھنی چاہئے۔ علاوہ اس کے منیٰ اور عرفات میں نجدی امام مقیم ہوتے ہوئے قصر کرتا ہے۔ یوں بھی اس کی نماز صحیح نہیں۔ اسکے پیچھے نماز پڑھنی نہ پڑھنے کے برابر ہے بلکہ اس سے بدتر۔ مفضی الی الکفر ہے۔

**تشریحات ۶۵۵** یلبون بالحج۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے علم کی بات بیان فرمائی۔ یہ جائز نہیں

ع۵ تقصیر الصلوۃ باب الصلوۃ بمنی ص ۱۴۷، المناسک باب الصلوۃ بمنی ص ۲۲۵ مسلم صلوۃ ابوداود الحج۔ نسائی الحج

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُہٗ لِصُبْحِ رَابِعَۃٍ یُّلَبُّوْنَ بِالْحَجِّ فَاَمَرَھُمْ

اور صحابہ چوتھی (ذوالحجہ) کی صبح کو (مکے میں) آئے حج کی تلبیہ کہتے ہوئے۔ تو حضور نے انھیں حکم دیا

اَنْ یَّجْعَلُوْھَا عُمْرَۃً اِلَّا مَنْ کَانَ مَعَہٗ ھَدْیٌ ؏ہ

کہ اسے عمرہ کردیں مگر وہ لوگ جن کے ساتھ قربانی کے جانور ہیں۔

کہ جو لوگ میقات سے حج کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ آئیں وہ اسے عمرہ سے بدل دیں۔ اب یہ کہنا پڑے گا کہ یہ ان حضرات کیساتھ خاص تھا قربانی کا جانور ساتھ لانے والے حضرات اس لئے مستثنیٰ کردیئے گئے کہ انھیں اس کی اجازت نہیں کہ قربانی کرنے سے پہلے احرام کھولیں۔ ارشاد ہے۔ حَتّٰی یَبْلُغَ الْھَدْیُ مَحِلَّہٗ

**سفر حجۃ الوداع** ۲۶ ذوقعدہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے ظہر کی نماز پڑھ کر نکلے اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز پڑھی۔[۱] رات وہاں گزاری۔ صبح کو احرام باندھا۔ یکشنبہ چار ذوالحجہ کی صبح کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ صبح کی نماز ذوطوی میں پڑھی۔ آٹھ ذوالحجہ پنجشنبہ کو چاشت کے وقت منیٰ تشریف لے گئے۔ ۹ ذوالحجہ بروز جمعہ عرفات گئے۔ بعد مغرب مزدلفہ آئے۔ نماز فجر اور وقوف کے بعد سورج نکلنے سے کچھ پہلے مزدلفہ سے چلے اور چاشت کے وقت جمرۃ العقبہ کی رمی فرمائی پھر زوال سے پہلے مکہ معظمہ آئے طواف زیارت فرمایا اور اسی دن منیٰ واپس ہوگئے۔ تیرہ کو زوال سے قبل رمی کرکے ظہر کے وقت مکہ معظمہ تشریف لائے۔ اور محصب میں قیام فرمایا اور وہیں ظہر پڑھی اور رات بسر کی۔ اسی رات میں حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تنعیم سے عمرہ کیا۔ یہ چودھویں شب تھی۔ صبح کو نماز فجر سے پہلے طواف وداع فرمایا اور مدینہ واپس ہوئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس سال ذوالحجہ کا چاند چہارشنبہ کا دن گزار کر پنجشنبہ کو رات میں ہوا تھا۔

یہ پوری تفصیل اس طرح معلوم ہوئی کہ یہ ثابت ہے کہ حجۃ الوداع جمعہ کو تھا اور اسے لازم ہے کہ رویت ہلال چہارشنبہ کو ہوا اب چار ذوالحجہ کو لامحالہ یکشنبہ ہوگا اور چودہ کو چہارشنبہ۔

**عمرے سے حج کی تبدیل** جمہور علماء کے نزدیک یہ جائز نہیں کہ میقات سے حج کا احرام باندھیں اور پھر اسے عمرے سے بدل دیں۔ البتہ امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری اسے جائز جانتے ہیں۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔ جمہور یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ ان صحابہ کرام کے ساتھ خاص ہے جو حجۃ الوداع میں شریک تھے۔ تخصیص کی دلیل ابوداؤد اور ابن ماجہ کی یہ حدیث ہے کہ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! حج کا فسخ کرنا ہمارے ساتھ خاص ہے یا ہمارے بعد والوں کے لئے بھی ہے۔ فرمایا۔ خاص تمھارے[۲] لئے۔ نیز ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابوذر فرماتے تھے۔ حج فسخ کرکے عمرہ کرنا صرف ان حضرات کے لئے تھا جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا تھا[۳]

---

ع۵ تقصیر الصلوٰۃ کما اقام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی حجۃ ص ۱۴۷ مسلم، نسائی، حج

[۱] بخاری جلد اول۔ تقصیر الصلوٰۃ باب یقصر اذا خرج من موضعہ ص ۱۴۸ [۲] مناسک باب الرجل یھل بالحج ثم یجعلھا عمرۃ ص ۲۵۱ ابن ماجہ مناسک باب من قال کان فسخ الحج لھم خاصۃ ص ۲۲۰ [۳] ابوداؤد اول مناسک باب الرجل یھل بالحج ثم یجعلھا عمرۃ ص ۲۵۱۔

۲۰۹ سَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّفَرَ يَوْمًا وَّلَيْلَةً عه

ت اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن اور رات کو سفر کہا۔

۲۱۰ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقْصُرَانِ

ت اور ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم چار برید کے فاصلے پر جاتے تو قصر کرتے

وَيُفْطِرَانِ فِيْ اَرْبَعَةِ بُرُدٍ عه

روزہ نہ رکھتے۔

## تشریحات ۲۰۹

یعنی ایک دن کا سفر بھی سفر ہے باعتبار لغت اور عرف شرعی کا جز ہونے کی اعتبار سے۔

## تشریحات ۲۱۰

چار برید کی مقدار امام بخاری نے سولہ فرسخ بتائی ہے۔ اور فرسخ تین میل کا۔ تو سولہ فرسخ اڑتالیس میل ہوئے۔ اور ایک برید بارہ میل کا۔ یہ امام بخاری کا ارشاد ہے۔ اس میں اور اقوال بھی ہیں۔ ابن سیدہ نے کہا۔ کہ برید دو فرسخ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ دو منزلوں کی درمیانی جگہ کو برید کہتے ہیں۔ صاحب الجامع نے کہا۔ برید چند میل معروف و مشہور ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چار فرسخ ہے، اور ایک فرسخ تین میل۔ الواعی میں ہے۔ راستے کے حصوں میں سے ایک حصہ جو بارہ میل ہوتا ہے یہی صحاح وغیرہ میں بھی ہے۔ ابن سیدہ نے کہا، فرسخ تین یا چھ میل ہے۔ میل حد نظر کو کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ میل گھوڑے کے دس تجست کو کہتے ہیں، یہ دو سو ہاتھ کا ہوتا ہے۔ مطرزی کی مغرب میں ہے، تین سو سے لے کر چار سو ہاتھ تک ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جتنی دور تیر گرے وہ فاصلہ میل ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا کہ سب سے صحیح قول یہ ہے کہ میل تین ہزار یا پچسو ہاتھ کا یا چار ہزار ہاتھ ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اونٹ کے قدم سے ہزار قدم۔ ایک قول یہ ہے کہ اتنی دوری کو میل کہتے ہیں کہ جہاں اگر کوئی ہو تو معلوم ہو سکے کہ آدمی ہے یا جا رہا ہے۔ مرد ہے کہ عورت۔ عیاض نے کہا کہ بارہ ہزار قدم۔ علامہ عینی[1] نے تحریر فرمایا کہ میل چھ ہزار ہاتھ ہے اور ہر ہاتھ چوبیس انگل، اور انگل متوسط چھ جو کی چوڑائی کے برابر۔ ان سب اقوال میں کسی ایک کو ترجیح دینے کی کوئی صورت نہیں اسلئے احناف نے مقدار مسافت کے لئے دوسرا معیار مقرر فرمایا جو ابھی آرہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں متفق ہے کہ وہ چار برید پر قصر کرتے تھے مگر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ نافع کہتے ہیں کہ سب سے کم وہ مسافت جس پر حضرت ابن عمر قصر کرتے تھے، وہ خیبر میں ان کی زمین تھی، اور خیبر مدینے سے اکیانوے میل ہے۔ امام وکیع کی روایت میں ہے کہ مدینے سے سویدا جاتے تو قصر کرتے۔ سویدا مدینے سے بہتر میل ہے۔ امام عبدالرزاق ہی نے سالم سے روایت کیا کہ ریم گئے تو قصر کیا۔ اور یہ تیس میل کی دوری پر ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا، اگر ایک گھنٹے کے لئے بھی سفر کروں تو قصر کروں گا۔ امام ثوری نے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا اگر ایک میل کیلئے بھی نکلوں تو قصر کروں گا۔ یہ سارے اختلافات اس بنیاد پر ہیں کہ سفر پر قصر کا حکم ہوا۔ اور اس کی مقدار شارع سے مروی نہیں۔ اب

---

عه تقصیر الصلوٰۃ فی کم یقصر الصلوٰۃ ص ۱۴۷، عه ایضاً۔ [1] عمدۃ القاری سابع ص ۱۱۹

**حدیث ۶۵۶** عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرُ الْمَرْاَۃُ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ ؎

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت تین دن کی مسافت پر محرم کے بغیر نہ جائے۔

ہر مجتہد نے اپنی صوابدید سے اس کے بارے میں رائے قائم کی۔ ہمارا صحیح مسلک اور اس کی تائید ابھی آرہی ہے۔

**تشریحات ۶۵۶** اس حدیث کی سند میں ہے حدثنا اسحٰق۔ ابو علی جبائی نے کہا کہ جب امام بخاری حدثنا اسحٰق کہیں تو اس سے مراد یہ تین حضرات ہوتے ہیں۔ اسحٰق بن راہویہ، ابو نصر السوری، ابن منصور کوسج۔ علامہ کرمانی نے فرمایا، یہاں مراد اسحٰق بن راہویہ ہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا، یہ صحیح ہے اس لئے کہ اسحٰق بن راہویہ کی مسند میں یہ حدیث اسی سند کے ساتھ مذکور ہے۔

**مطابقت باب** یہاں باب کا عنوان ہے۔ کتنی مسافت کے سفر پر قصر ہے۔ ظاہر ہے کہ اس حدیث کو باب سے کوئی مطابقت نہیں۔ مگر مقدمے میں صفحہ پر ہم بتا آئے کہ امام بخاری ایسا بھی کرتے ہیں کہ اگر دو مختلف احکام کی علت مشترک ہو۔ اور اس علت میں ابہام ہو، اب اگر ان دو احکام میں سے کسی حکم کی علت کسی حدیث میں مصرح ہو تو امام بخاری باب میں وہ حکم ذکر کرتے ہیں جس کی علت بالتصریح کسی حدیث میں مذکور نہیں۔ اور اس کے تحت حدیث وہ لاتے ہیں جس میں دوسرا حکم اور اس کی علت صراحتہً مذکور ہو، یہاں دو حکم ہے۔ ایک نماز میں قصر دوسرے عورت کا بغیر محرم کے سفر نہ کرنا۔ دونوں کی علت سفر شرعی ہے۔ اس حدیث میں دوسرے حکم کے ساتھ تین دن کے سفر کی قید ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ سفر شرعی کم از کم تین دن کی مسافت ہے۔ اس لئے ثابت کہ تین دن یا اس سے زائد مسافت کے سفر پر گھر سے نکلے تو قصر کریگا اور اگر تین دن سے کم کی مسافت کے قصد سے نکلے تو قصر نہیں۔

**مقدار سفر میلوں سے** احناف نے اسی حدیث کو بنیاد بنا کر یہ فرمایا کہ مسافت سفر اتنی دوری کا نام ہے جہاں آدمی تین دن میں پہنچے۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ اس سے دن رات چلنا مراد نہیں بلکہ لمبی مسافت کے لئے عادۃً جتنی دیر لوگ چلتے ہوں اتنی دیر روزانہ چلنا مراد ہے وہ بھی پیدل یا اونٹ کی سواری معتدل رفتار سے۔ اس لئے کہ یہی معتاد ہے۔ ہدایہ میں ہے:

وعن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ التقدیر بالمراحل، وھو قریب من الاول ولا معتبر بالفراسخ ھو الصحیح۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی یہ ہے کہ منزلوں سے اس کی تعیین ہے فرسخ کا اعتبار نہیں۔ یہی صحیح ہے۔

اس کے تحت امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں فرمایا۔ یہ اس سے احتراز ہے جو لوگوں نے فرسخ سے اس کی مقدار مقرر کی تھی۔ کسی نے کہا اکیس فرسخ۔ کسی نے کہا اٹھارہ فرسخ۔ کسی نے کہا پندرہ فرسخ۔ جس نے جو مقدار بتائی اس بنا پر بتائی کہ اس نے اسی مقدار کو تین دن کی مسافت سمجھا۔ مراحل سے مسافت کی تعیین کو صحیح اس بنا پر کہا گیا کہ اگر راستہ دشوار گذار ہو مثلاً جنگل ہو پہاڑ ہو۔ تین دن میں فرسخ

---

؎ تقصیر الصلوٰۃ باب فی کم یقصر الصلوٰۃ ص ۱۴۷۔ مسلم۔

بھی نہ طے ہو پائے تو جتنی دوری پر تین دن چل کے مسافر ہو گیا[1]

اس سے ظاہر ہو گیا کہ احناف کا مذہب صحیح یہ ہے کہ تین منزل کی دوری پر جانے کا قصد ہو تو وہ مسافر ہے۔ مگر اب منزلیں ختم ہو گئیں۔ ہوائی جہاز پر سفر ہونے لگا اس لئے اس زمانے میں میلوں سے اس کی تعیین ضروری ہوئی۔ اعلیٰحضرت[2] امام احمد رضا قدس سرہٗ نے مختلف منازل کے فاصلوں کو سامنے رکھکر حساب لگایا تو اوسطاً تین منزل کی مسافت ساڑھے ستاون میل ہوئی جو موجودہ اعشاریہ پیمانے سے بانوے کیلو میٹر ہے۔

**کشمیری صاحب پر تعقب** کشمیری صاحب[3] نے لکھا ہے۔ مسافت قصر مذہب میں تین دن اور رات کی مسافت ہے۔ پھر لوگوں نے منازل سے اس کی مقدار معین کی۔ پھر اس میں اختلاف کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ سولہ فرسخ ہے۔ اور ہر فرسخ تین میل کا تو یہ اڑتالیس میل ہوئے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے کہ یہ اخیر کے لوگوں کا مذہب ہے۔

اس تین سطر کی عبارت میں کشمیری صاحب نے مندرجہ ذیل غلطیاں کیں ہیں۔

(۱) پہلے کہا کہ ۔ اصل مذہب تین دن اور رات کی مسافت ہے۔ اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ اعتبار دن و رات چلنے کا ہے۔ ایسا نہیں بلکہ دن میں چلنے کا ہے وہ بھی بقدر معتاد پورے دن نہیں۔

(۲) پھر کہا کہ ۔ پھر لوگوں نے منازل سے اس کی مقدار معین کی۔ یہ بھی غلط۔ یہ خود امام مذہب امام اعظم کا قول ہے۔ جیسا کہ ہدایہ کی عبارت گزری۔

(۳) پھر کہا ۔ کہ منازل کے بارے میں اختلاف کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ سولہ فرسخ ہے۔ سولہ فرسخ کا کوئی قول نہیں، اکیس اٹھارہ۔ پندرہ کا قول ہے۔

(۴) پھر کہا ۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ اوپر تین باتیں مذکور ہوئیں۔ تین منزل سولہ فرسخ ہے۔ ہر فرسخ تین میل کا۔ کل اڑتالیس میل ہوئے معلوم نہیں یہ اشارہ کس کی طرف ہے۔ کسی کی طرف ہو ان تین باتوں میں سے کوئی بھی کسی حدیث میں نہیں۔ البتہ بخاری میں چار برید کی مقدار، اڑتالیس میل بتائی۔ مگر یہ حدیث نہیں امام بخاری کا ارشاد ہے۔

(۵) پھر کہا ۔ اسی پر فتویٰ دیا گیا ۔ یہ بھی غلط ہے۔ ابھی فتح القدیر سے گزرا کہ فرسخ کا اعتبار نہیں۔ عالمگیری[4] میں ہے۔ ولا معتبر بالفراسخ هو الصحيح كذا في الهداية۔ درمختار میں[5] ہے ۔ ولا اعتبار بالفراسخ على المذهب۔ اصل مذہب کے لحاظ سے فرسخ کا اعتبار نہیں، یہی صحیح ہے۔ اور قول مرجوح پر فتویٰ دینا جہالت و خرق اجماع ہے۔ درمختار میں ہے الفتيا بالقول المرجوح جهل وخرق للاجماع۔ ہمارے فقہائے احناف ایسا بے تکا فتویٰ کیسے دے سکتے ہیں۔ ہموار اور آسان راستے میں تو میل کی بات چل جائے گی۔ مگر پہاڑی جنگل اور دشوار گذار راستوں میں میل کی تعین کا مطلب ہوگا اصل مذہب سے عدول۔ اصل مذہب یہ ہے تین دن کی مسافت۔ بعض پہاڑی راستوں میں تین دن میں بیس میل بھی آدمی نہیں چل پائے گا۔ اگر آپ یہ کہتے کہ آج جب کہ پیدل کوئی نہیں چلتا سواریاں ایک سے ایک تیز رفتار ایجاد ہو گئی ہیں۔ تو ضرورۃً میلوں سے

---

[1] اول ص ۲۳۸ مطبوعہ لکھنؤ۔ [2] جد الممتار جلد اول [3] فیض الباری ثانی ص ۳۹۷

[4] اول ص ۷۱ مجیدی [5] اول نعمانیہ ص ۵۲۷ [6]

اس کی مقدار معین کرنا ضروری ہے اور وہ اتنے میل ہیں تو کچھ لگتی بات ہوتی۔

(۶) آپ نے لکھا ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ سولہ فرسخ یعنی اڑتالیس میل ہے۔ حالانکہ شامی[۵۱] میں ہے کہ کسی نے کہا کہ میں فرسخ ہے کسی نے کہا اٹھارہ فرسخ ہے کسی نے کہا کہ پندرہ فرسخ ہے۔ اور فتویٰ ثانی قول پر ہے۔ اس لئے کہ یہ درمیانی بات ہے۔ مجتبیٰ میں ہے کہ ائمہ خوارزم کا فتویٰ تیسرے قول پر ہے۔

اقول:۔ مگر قول ثانی یا ثالث پر فتویٰ دینا درست نہیں۔ اس لئے کہ یہ طے ہے کہ فتویٰ اس پر ہے جو متون میں ہے۔ نیز صاحب ہدایہ کی تصحیح کے مقابلے میں فتویٰ دینا صحیح نہیں۔ اسی لئے عالمگیری اور درمختار میں اسی کو اختیار فرمایا۔ جیسے صاحب ہدایہ نے صحیح کہا ان حضرات کے فتوے کو ذکر بھی نہیں فرمایا۔ پھر فتویٰ ہے تو اٹھارہ یا پندرہ پر، سولہ کا کوئی قول ہی نہیں کہ اس پر کوئی فتویٰ دے۔ یہ قول آپ کے جی سے گڑھا اور خود تراشا کہ اسی پر فتویٰ دیا گیا، جس سے دھوکہ ہو کہ فقہائے احناف نے اس پر فتویٰ دیا ہے۔ اگر آپ کہتے کہ میں فتویٰ دیتا ہوں تو کم از کم فریب دہی تو نہ ہوتی۔

پھر آپ نے میل کی مقدار نہیں بتائی۔ آپ کے نیاز مند اس سے وہ میل سمجھیں گے جو انگریزوں نے مقرر کیا ہے، جو آجکل پوری دنیا میں رائج ہے یعنی سترہ سو ساٹھ گز، اور ہر گز تین فٹ کا یعنی تقریباً دو ہاتھ کا۔ اور فقہاء نے چار ہزار ہاتھ کا ایک میل مانا ہے۔ یعنی دو ہزار گز کا۔ اور ہر ہاتھ چوبیس انگل اور ہر انگل چھ جو اور ہر جو خچر کے چھ بال کے برابر۔ اب جوڑیئے۔ آپ کے یہ اڑتالیس میل ساڑھے چون میل سے بھی زائد ہوئے۔ اب کشمیری صاحب کے نیاز مندوں کو سوچنا ہے کہ کشمیری صاحب نے اپنے جی سے ایک قول گڑھا پھر اس پر فتویٰ دیکر عوام مسلمین کو دھوکے میں ڈالا یا نہیں۔ اقول وباللہ التوفیق۔ ابھی گذرا کہ علامہ شامی نے فرمایا کہ جو لوگ میلوں سے یہ مسافت متعین کرتے ہیں۔ وہ فتویٰ اس پر دیتے ہیں کہ یہ مسافت اٹھارہ فرسخ ہے۔ اور اٹھارہ فرسخ کا انگریزی میل سے اٹھاون میل سے بھی زائد ہوتا ہے۔ پھر اعلیٰحضرت قدس سرہ نے ساڑھے ستاون میل پر فتویٰ دیا۔ یہ بھی تو صحیح نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اعلیٰحضرت نے ظاہر مذہب کو اختیار فرما کر تین منزل کی یہ مسافت بیان فرمائی ہے۔ جد الممتار میں لکھتے ہیں: المشهور المتعاد فی بلادنا ان کل مرحلة ۱۲ کوس۔ وقد جربت مرارا کثیرة بمواضع شهیرة ان المیل الرابج فی بلادنا خمسة اثمان کوس المعتبر ههنا۔ فاذا ضربت الاکواس فی ۸۔ وقسم الحاصل علی ۵ کانت امیالا فاذن امیال مرحلة واحدة ۱۹/۵ - واميال مسيرة ثلاثة ايام ۵۷/۳ - اعنی ۵۷ - ۶ - ۳۶۱/۳۶۲ - ہمارے بلاد میں معتاد و معہود یہ ہے کہ ہر منزل بارہ کوس کی ہوتی ہے۔ میں نے بار بار بکثرت مشہور جگہوں میں آزمایا ہے کہ اس وقت ہمارے بلاد میں جو میل رائج ہے وہ ۵/۸ کوس ہے۔ جب کوسوں کو ۸ میں ضرب دیں اور حاصل ضرب کو ۵ پر تقسیم کریں تو حاصل قسمت میل ہوگا۔ اب ایک منزل ۱۹ ۱/۵ میل کی ہوئی۔ اور تین دن کی مسافت ۵۷ ۳/۵ میل یعنی ۵۷ - ۶ میل۔

**غیر محرم کے ساتھ حج** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عورت کو اپنے شوہر یا محرم کے بغیر تین دن یا اس سے زائد مسافت پر جانا جائز نہیں۔ یہ سفر عام ہے اس سے کہ حج کے لئے ہو یا اپنی نجی ضرورتوں کے لئے ہو۔ مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حج کیلئے شوہر اور محرم کے بغیر بھی جا سکتی ہے۔ حالانکہ اس حدیث میں حج کا استثناء نہیں۔ تو یہ اپنے عموم کے لحاظ سے سفر حج کو بھی شامل علاوہ ازیں خاص حج کے بارے میں حدیث وارد ہے۔ بخاری[۵۲] اور مسلم[۵۳] میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے

---

[۵۱] اول ص ۵۲۷ [۵۲] عمرة باب حج المرأة ص ۲۵۰ [۵۳] اول - الحج - باب سفر المرأة مع محرم الی حج وغیرہ ص ۴۳۴

۶۵۷ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے سُنا۔ کہ مرد و عورت تنہائی میں اکٹھے نہ ہوں۔ مگر یہ کہ اسکے ساتھ محرم ہو۔ اور کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ اس پر ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میری عورت حج کرنے جا رہی ہے اور میں نے فلاں فلاں غزوے میں نام لکھا دیا ہے۔ تو فرمایا۔ جا اپنی عورت کے ساتھ حج کر۔ اگر عورت کا شوہر یا محرم کے بغیر حج کرنے کے لئے جانا جائز ہوتا تو حضور یہ فرما دیتے، کوئی حرج نہیں تم غزوے میں جاؤ، اور وہ مسلمانوں کے ساتھ حج کرے۔

**کشمیری صاحب پر تعقب** کشمیری صاحب نے کہا۔ حنفیہ کی عام کتابوں میں ہے کہ عورت کا محرم کے بغیر سفر جائز نہیں اور میرے نزدیک جائز ہے۔ اعتماد اور امن کی شرط کے ساتھ۔ میں نے احادیث میں اس کی بہت سی نظیریں پائی ہیں۔ اور جو فقہ میں ہے وہ مسائل فتن سے ہے۔ اس پر ان کے تلمیذ بدر عالم صاحب میرٹھی نے لکھا۔ مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ وسلم نے، حضرت ابو العاص کو لکھا کہ سیدہ زینب کو ایک شخص کے ساتھ بھیجدیں جو ان کا محرم نہیں تھا۔ اور واقعہ افک میں حضرت عائشہ صدیقہ لشکر میں غیر محرم کے ساتھ واپس آئیں۔ اس پر یہ گذارشات ہیں:

(۱) کشمیری صاحب کے ارشاد کا سیاق بتا رہا ہے کہ وہ یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ یہ صرف احناف کا مذہب ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ علامہ نوویؒ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ یہ باتفاق علماء حرام ہے۔

(۲) حنفی ہونے کے دعویٰ کے بعد آپ کو یہ حق کہاں سے ملا۔ کہ ایک متفق علیہ مسئلے کے خلاف فتویٰ دیں۔ اعلان کر دیجئے کہ اب ہم مجتہد مطلق ہو گئے ہیں یا غیر مقلد ہو گئے۔ حنفیت کا لبادہ اوڑھ کر غیر مقلدیت کی روش اچھی نہیں۔

(۳) اگر آپ نے وہ نظائر پیش کر دیئے ہوتے تو ہم بھی دیکھتے کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ آپ کے تلمیذ نے غالباً آپ سے سن کر دو مثالیں دیں تو ان سے گذارش ہے کہ دونوں اس ارشاد سے مقدم ہیں۔ بخاری و مسلم کی حضرت ابن عباس والی حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ یا تو ۹ سنہ ھ کا ہے یا ۱۰ سنہ ھ حجۃ الوداع کا۔ کیا آپ کے نزدیک موخر مقدم کا ناسخ نہیں۔

(۴) علاوہ اس کے مواقع ضرورت ہمیشہ مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مکہ معظمہ سے آنا تھا۔ جو دار الحرب تھا۔ کیا کوئی عورت دار الحرب میں پھنسی ہو اور اسے نکلنے کا موقع نہ ملے تو دار الحرب ہی میں رہے گی اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اگر حضرت ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نہ آتیں تو اسی میدان میں اکیلی رہتیں۔ یہ جب تک لشکر میں آتے اور کوئی محرم لے کر جاتے وہ میدان میں تنہا رہتیں جسمیں خطرات تھے۔ مواقع ضرورت سے عمومی احوال پر استدلال کرنا کس مدرسہ میں آتا ہے؟ آپ کے نیاز کیش بتائیں۔

**تشریحات ۶۵۷** عورت کا محرم وہ مرد ہے جس سے اس کا نکاح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو۔ اور اگر کسی عارض کی وجہ سے حرام ہو اور عارض دور ہونے کے بعد درست ہو جائے تو وہ محرم نہیں۔ مثلاً بہنوئی۔ دیور۔ شوہر کا چچا وغیرہ۔

---

لہ اول باب سفر المرأۃ مع محرم الی حج وغیرہ ص ۴۳۴

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ لِامْرَأَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُسَافِرَ

فرمایا جو عورت اللہ پر ایمان رکھتی ہو اسے جائز نہیں کہ ایک دن اور رات

مَسِیْرَۃَ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ لَیْسَ مَعَھَا حُرْمَۃٌ ؏ہ

کی دوری پر محرم کے بغیر سفر کرے۔

۲۱۱ **ت** وَخَرَجَ عَلِیُّ بْنُ طَالِبٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَقَصَّرَ وَھُوَ یَرٰی

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کوفے سے) نکلے اور ابھی گھروں کو دیکھ رہے تھے اور

الْبُیُوْتَ فَلَمَّا رَجَعَ قِیْلَ لَہٗ ھٰذِہِ الْکُوْفَۃُ قَالَ لَا حَتّٰی نَدْخُلَھَا ؏ہ

قصر کیا۔ اور جب لوٹے (اور قصر کیا) تو ان سے عرض کیا گیا یہ کوفہ ہے تو فرمایا جبتک اسمیں داخل نہ ہولیں گے پوری نہیں پڑھیں گے۔

۶۵۸ **حدیث** عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ صَلَّیْتُ الظُّھْرَ مَعَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

اس حدیث کی بنا پر امام شعبی وغیرہ نے فرمایا کہ بغیر محرم کے عورت کو سفر کرنا مطلقاً جائز نہیں۔ مسافت تھوڑی ہو یا زیادہ۔ ہمارے یہاں ایک دن یا دو دن کی مسافت پر بغیر محرم کے بھی عورت سفر کر سکتی ہے۔ پہلی والی حدیث کہ تین دن کی مسافت پر عورت بغیر محرم سفر نہ کرے۔ حضرت ابن عمر سے مروی ہے۔ وہ تفقہ میں حضرت ابو ہریرہ سے بدرجہا بڑھ کر ہیں اسلئے ہم نے اسے ترجیح دی۔

**تشریحات ۲۱۱** اس تعلیق کو امام حاکم نے اور بیہقی نے موصولاً روایت کیا ہے۔ بیہقی میں مفصل یوں ہے کہ ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ادھر یعنی شام کی طرف چلے تو دو رکعت پڑھی اور جب واپس ہوئے اور کوفہ نظر آنے لگا اور نماز کا وقت ہو گیا تو لوگوں نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین یہ کوفہ ہے۔ کیا نماز پوری پڑھیں گے؟ تو فرمایا نہیں۔ جبتک کوفے میں داخل نہ ہو جائیں۔ ابن ابی شیبہ نے اور امام عبد الرزاق نے حضرت علی ہی کے بارے میں روایت کیا ہے کہ بصرہ سے نکلے اور ایک چھپر دیکھی تو نماز پوری پڑھی۔ اور فرمایا اگر اس چھپر سے آگے بڑھ گیا ہوتا تو قصر کرتا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان دونوں عمل سے معلوم ہوا کہ جبتک آبادی سے پورے طور پر باہر نہ ہو قصر نہ کرے۔ یونہیں جبتک آبادی میں داخل نہ ہو جائے قصر کرتا رہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ قصر کیلئے مسافت سفر پوری کرنا ضروری نہیں۔ جب سفر شروع ہو گیا قصر کرے یہی ہمارا بلکہ امام مالک امام شافعی امام احمد کا مذہب ہے۔

**تشریحات ۶۵۸** کتاب المناسک میں یہ زائد ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہیں رات بسر فرمائی اور وہیں صبح کی۔ جب اپنی سواری پر تشریف لے گئے اور وہ سیدھی ہو گئی تو تلبیہ پڑھا۔ اس حدیث سے دو باتیں ثابت کہ آبادی میں رہتے ہوئے محض سفر کی نیت ہی کے بعد قصر نہیں جبتک آبادی سے باہر نہ ہو جائے نیز آبادی سے نکلنے کے بعد قصر لازم ہے ایسا نہیں کہ مسافت سفر پوری ہونے کے بعد قصر کیا جائے۔ ذوالحلیفہ مدینہ طیبہ سے چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ جسے ابیار علی بھی کہتے ہیں

ع۵ تقصیر الصلوٰۃ باب فی کم یقصر الصلوٰۃ ص ۱۴۸ مسلم۔ ع۵ تقصیر الصلوٰۃ باب یقصر اذا خرج من موضعہ ص ۱۸۴

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ اَرْبَعًا وَّالْعَصْرَ بِذِی الْحُلَیْفَۃِ رَکْعَتَیْنِ ع۵

مدینے میں ظہر چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر دو رکعت۔

۶۵۹ حدیث عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتِ الصَّلٰوۃُ اَوَّلُ مَا فُرِضَتْ رَکْعَتَانِ وَاُقِرَّتْ صَلٰوۃُ السَّفَرِ وَاُتِمَّتْ صَلٰوۃُ الْحَضَرِ۔ قَالَ الزُّھْرِیُّ فَقُلْتُ

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا شروع میں جب نماز فرض کی گئی تو دو رکعتیں تھیں۔ سفر کی نماز برقرار رہی اور حضر کی پوری کر دی گئی امام زہری نے کہا

یہ حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب نہیں۔ کوئی اور شخص علی نام کا تھا اس کی طرف نسبت ہے۔

جو لوگ قبل حج مدینہ طیبہ حاضر ہوتے ہیں انھیں غیر اختیاری طور پر یہ سعادت حاصل ہوتی ہے کہ وہ مسجد ذوالحلیفہ سے حج یا عمرے کا احرام باندھتے ہیں اور اس طرح اس مبارک مسجد میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس خادم اور اس کے ہمراہیوں کو بھی یہ سعادت حاصل ہوئی نیز یہ بھی کہ ظہر مسجد نبوی میں ادا کی اور عصر مسجد ذوالحلیفہ میں۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ ہم جلد ثانی ص۲۱۰ اور ص۲۳۵ پر بتا آئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شنبہ کو بعد نماز ظہر مدینہ طیبہ سے حج کے لئے نکلے۔ تاریخ پچیس ذوقعدہ تھی یا چھبیس اور چار ذوالحجہ یا پانچ کو مکہ معظمہ پہنچے تھے۔ اگر چار کو پہنچے تھے تو یکشنبہ کا دن تھا اور اگر پانچ کو پہنچے تھے تو دوشنبہ کا دن تھا۔ سفر میں کل نو دن یا دس دن صرف ہوئے تھے۔ مسلم شریف میں تردید کے ساتھ ہے کہ چار کو یا پانچ کو پہنچے۔ اور بخاری میں بلا تردید یہ ہے کہ چار کو پہنچے۔ مسلم شریف میں جو تردید ہے وہ شک راوی بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے ترجیح بخاری کی روایت کو ہے۔ اب حاصل یہ نکلا کہ شنبہ کو مدینہ طیبہ سے نکلے اور یکشنبہ کی رات میں سرف پہنچے اور صبح کو نویں دن مکہ معظمہ جلوہ فرما ہو گئے۔ اگر مدینہ طیبہ سے پچیس ذوقعدہ کو چلے تھے۔ تو اس سال ذوالحجہ کا چاند بروز دوشنبہ انتیس کا تھا۔ اور اگر چھبیس کو چلے تھے تو رویت ہلال تیس ذوقعدہ ہوئی، اسلئے کہ یہ طے ہے کہ حجۃ الوداع جمعے کو تھا۔ اس حساب سے پہلی ذوالحجہ پنجشنبہ کو ہوئی

**تشریحات ۶۵۹** یہ حدیث جلد ثانی میں گزر چکی ہے، مگر قال الزھری، والا حصہ وہاں نہیں۔ یہ حدیث ہماری دلیل ہے کہ سفر میں صرف دو ہی رکعت فرض ہے۔ یہ عزیمت ہے جس پر فرضت اور اقرت بمنزلہ نص ہیں۔ حضرت امام زہری نے اس حدیث کا یہی مطلب سمجھا کہ حالت سفر میں قصر عزیمت ہے۔ اور چار رکعت پڑھنا جائز نہیں۔ ورنہ ان کو حضرت ام المومنین کے قصر نہ کرنے پر حیرت کیوں ہوتی۔ اور وہ حضرت عروہ سے دریافت کیوں کرتے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سفر میں قصر نہیں کرتی تھیں۔ پوری پڑھتی تھیں۔ اور وہ کچھ تاویل کرتی تھیں۔ وہ تاویل کیا تھی۔ نہ ام المومنین نے بتایا۔ نہ ہمیں معلوم ہوئی۔ ہمیں کیا ضرورت کہ اپنی طرف سے کوئی تاویل گڑھیں۔

کچھ لوگوں نے یہ تاویل گڑھی ہے کہ ام المومنین نے فرمایا۔ میں تمام مومنین کی ماں ہوں۔ اور بیٹے کا گھر ماں کا گھر ہے۔ تو ہر مسلمان کا گھر میرا گھر ہے۔ اس پر یہ کہا گیا کہ پھر ہر امتی کا گھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گھر ہوا۔ پھر حضور نے کیسے قصر کیا۔ پھر ام المومنین کا ماں

---

ع۵ ایضا مناسك باب من بات بذی الحلیفۃ ص ۲۰۹ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی۔ ع۵ تقصیر الصلوٰۃ باب یقصر اذا خرج من موضعہ ص ۱۴۸ صلوٰۃ باب کیف فرضت الصلوٰۃ ص ۵۱ بنیان الکعبۃ باب ص ۵۶۰ مسلم، ابوداؤد، نسائی، موطاء امام مالک۔ دارمی۔

لِعُرْوَةَ فَمَا بَالُ عَائِشَةَ تُتِمُّ قَالَ تَأَوَّلَتْ مَا تَأَوَّلَ عُثْمَانُ ؏ه

میں نے حضرت عروہ سے پوچھا پھر عائشہ کیوں پوری پڑھتی ہیں تو انھوں نے بتایا کہ تاویل کرلی جیسے حضرت عثمان نے تاویل کرلی تھی۔

۶۶۰ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

**حدیث** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَجْمَعَ

کو دیکھا کہ جب سفر میں چلنے کی جلدی ہوتی تو مغرب کو دیر میں پڑھتے اتنی کہ مغرب

بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ إِذَا أَعْجَلَهُ

اور عشار ساتھ پڑھتے۔ سالم نے کہا ابن عمر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ جب سفر میں جلدی ہوتی

السَّيْرُ وَزَادَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَالِمٌ كَانَ ابْنُ

اور لیث نے یہ زیادہ کیا کہ مجھ سے یونس نے ابن شہاب سے روایت کرتے ہوئے کہا

ہونا روحانی طور پر ہے۔ اور بیٹے کا گھر ماں کا گھر ہونا ظاہری احکام سے ہے۔ ظاہری احکام باطنی وجوہات سے ثابت نہیں ہوتے۔

**۶۶۰ تشریحات** یہاں ایک حدیث مسند ہے اور تین تعلیقات ہیں۔ پہلی تعلیق کو چھوڑ کر ان سب کا حاصل ایک ہے، کہ سفر میں یہ جائز ہے کہ مغرب کو اتنی دیر میں پڑھا جائے کہ اس کا اخیر وقت ہو جائے، اور اتنا وقت ہو کہ نماز پڑھتے پڑھتے ختم ہو جائے۔ پھر چونکہ فوراً عشار کا وقت ہو جائے گا تو عشار پڑھ لے۔ یہ بظاہر دو نمازوں کا جمع ہے مگر حقیقت میں ہر نماز کو ان کے وقت پر پڑھنا ہے۔ یہاں تیسری تعلیق میں قلما یلبث۔ اس پر قرینہ ہے۔ یہ تھوڑی دیر ٹھہرنا اس اطمینان کے لئے تھا کہ عشار کا وقت ہونے میں شبہہ نہ رہے۔ جیسا کہ خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی کا عمل اور ارشاد دوسری احادیث میں یہ مروی ہے۔ کہ شفق غروب ہونے کے قریب ہوئی تو اترے اور مغرب پڑھی اور جب شفق ڈوب گئی تو عشار پڑھی۔ ابوداؤد[1] میں ہے حتی اذا کان قبل غیوب الشفق نزل فصلی المغرب ثم انتظر حتی غاب الشفق فصلی العشاء ثم قال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا اعجل به أمر صنع مثل ما صنعت۔ یہاں تک کہ شفق ڈوبنے سے پہلے اترے اور مغرب پڑھی پھر انتظار فرمایا جب شفق ڈوب گئی تو عشار پڑھا، پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی تو جیسے میں نے کیا ہے ویسے ہی کرتے تھے۔ ابوداؤد[2] ہی میں دوسرے طریقے سے ہے۔ حتی اذا کان عند ذهاب الشفق نزل فجمع بینهما۔ جب شفق ڈوبنے کے قریب ہوئی تو اترے اور مغرب اور عشار جمع کیں۔ نسائی[3] میں ہے۔ حتی اذا کان فی آخر الشفق نزل فصلی المغرب ثم اقام العشاء وقد توارى الشفق فصلی بنا ثم اقبل علینا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

---

ع۵ بخاری اول تقصیر الصلوٰۃ باب یقصر اذا خرج من موضعه ص ۱۴۸ مسلم صلوٰۃ المسافرین ص ۲۴۱ دارمی۔

[1] اول۔ صلوٰۃ باب الجمع بین الصلوتین ص ۱۷۱، [2] ایضا۔ [3] اول باب الوقت الذی یجمع فیه المسافر بین المغرب والعشاء ص ۹۹

عُمَرَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ ۝ قَالَ سَالِمٌ وَأَخْبَرَنِي ابْنُ

کہا کہ سالم نے فرمایا کہ ابن عمر ایام حج میں مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کے مابین جمع فرماتے۔

عُمَرَ الْمَغْرِبَ وَكَانَ اسْتُصْرِخَ عَلَى امْرَأَتِهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ

سالم نے کہا ابن عمر نے مغرب میں دیر کی۔ اور انھیں یہ خبر ملی تھی کہ ان کی زوجہ صفیہ بنت ابو عبید کی حالت

فَقُلْتُ لَهُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ سِرْ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ سِرْ حَتّٰى سَارَ

نازک ہے۔ تو میں نے عرض کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے تو فرمایا چلو پھر میں نے عرض کیا نماز پڑھ لیں تو فرمایا

مِيلَيْنِ أَوْ ثَلٰثَةً ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

چلے چلو یہاں تک کہ دو یا تین میل چلے پھر اترے اور نماز پڑھی پھر فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ نبی صلی اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَأَيْتُ النَّبِيَّ

تعالیٰ علیہ وسلم کو جب چلنے میں جلدی ہوتی تو یونہی کیا کرتے تھے اور عبد اللہ نے کہا میں نے دیکھا ہے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ يُقِيمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيهَا

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب چلنے میں جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز تین رکعت پڑھتے پھر

ثَلَاثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتّٰى يُقِيمُ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ

سلام پھیرتے پھر تھوڑی دیر ٹھہرتے پھر عشاء کی اقامت کہلاتے اور اسے دو رکعت پڑھتے پھر

علیہ وسلم کان اذا اعجل به السیر صنع هکذا۔ جب شفق کا اخیر حصہ رہا تو مغرب پڑھی پھر عشاء کی تکبیر اس حال میں کہی کہ شفق ڈوب چکی تھی۔ اس وقت عشاء پڑھی پھر ہماری طرف منہ کر کے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے۔ نسائی[1] اور امام ابو جعفر[2] طحاوی نے یہ الفاظ روایت فرمائے ہیں: حتی اذا کان الشفق قرب ان یغیب نزل فصلی المغرب وغاب الشفق فصلی العشاء ثم اقبل علینا فقال هکذا کنا نصنع مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔ جب شفق ڈوبنے کے قریب ہوئی اترکر مغرب پڑھی اور شفق ڈوب گئی تو عشاء پڑھی۔ پھر ہماری طرف منہ کر کے کہا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا ہی کرتے تھے۔

یہ روایتیں اس پر حجت قاطع ہیں کہ جمع سے مراد یہ ہے کہ ایک نماز کو اس کے اخیر وقت میں پڑھا اور دوسری کو اس کے اول وقت میں۔ اور یہ جمع صوری ہے حقیقی نہیں۔ نیز ابو داؤد کی پہلی روایت جسمیں یہ ہے ثم انتظر حتی غاب الشفق۔ مغرب پڑھ کر انتظار کیا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی تو عشاء پڑھی۔ یہ بخاری میں وارد لفظ قلما یلبث۔ تھوڑی دیر ٹھہرنے کی تفسیر ہے۔ یہ صیغہ اپنے اصلی معنی کے لحاظ سے اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہمیشہ یہی عادت تھی۔

---

[1] ایضاً۔ [2] شرح معانی الآثار اول باب الجمع بین الصلوتین کیف هو ص ۸۰

يُسَلِّمُ وَلَا يُسَبِّحُ بَعْدَ الْعِشَاءِ حَتّٰى يَقُوْمَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ ۔ عہ

سلام پھیرتے اور عشاء کے بعد نفل نہیں پڑھتے۔ جب رات میں اٹھتے تو پڑھتے۔

**حدیث ۶۶۱** عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَيُوْتِرُ عَلَيْهَا وَيُخْبِرُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی سواری پر (نفل) نماز پڑھتے تھے اور وتر بھی اور

اس کی مکمل بحث اور اس میں غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی کی قدم قدم پر ٹھوکریں دیکھنا ہو تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ "حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوتین" کا مطالعہ کریں، جو فتاوی رضویہ جلد دوم صـ ۲۸۱ لغایت صـ ۳۱۴ میں مطبوع ہے۔ اس کے مطالعے سے حق پسندوں کی آنکھیں روشن ہونگی دل مطمئن ہوں گے۔ احناف کے عمل بالحدیث کا اذعان کامل ہوگا۔ اور اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی حدیث دانی کے وہ جلوے نظر آئیں گے کہ کہنا پڑے گا یہ اپنے وقت کے بخاری و مسلم تھے۔ کاش کوئی جناب علی میاں ندوی کو ہدایت دے کہ وہ کم از کم اعلیحضرت قدس سرہ کا یہی ایک رسالہ دیکھ لیں تو انھیں بھی اپنے والد کی طرح کہنا پڑے گا۔ فاق اقرانہ۔[1] اور جو انھوں نے قلیل البضاعۃ فی الحدیث۔ کی پھبتی کسی ہے اس سے توبہ کرنا پڑے گا۔ اگرچہ انھیں توبہ کی توفیق کہاں؛ ہم اس بحث کو اس سے زیادہ طول دینا نہیں چاہتے جسے مکمل بحث دیکھنی ہو تو وہ۔ حاجز البحرین کا ضرور مطالعہ کریں۔

**صفیہ بنت ابی عبید** یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زوجہ مشہور کذاب مختار بن ابی عبید ثقفی کی بہن تھیں۔ ان کے والد حضرت ابو عبید صحابی ہیں۔ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں شہید ہوئے۔ حضرت صفیہ کے صحابیہ ہونے میں اختلاف ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ انھیں زمانہ اقدس بھی ملا۔ اور انھوں نے حضور سے سنا بھی ہے۔ یہی قسطلانی میں ہے کہ صحابیہ ثقفیہ ہیں، عابدہ بیبیوں میں تھیں۔ تقریب میں ہے۔ دار قطنی نے، عہد اقدس پانے کا انکار کیا ہے مگر اصابہ میں قرائن سے یہ تحقیق فرمائی کہ انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ ملا۔ مگر کچھ سنا نہیں، یہ بیمار ہوگئیں، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خط لکھا کہ میرا دم واپسیں ہے۔ یہ خط پاکر حضرت ابن عمر تیزی سے چلے یہاں تک کہ ایکدن میں تین دن کی راہ طے فرمائی۔

**تشریحات ۶۶۱ تا ۶۶۵** ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سفر کی حالت میں نفل نماز سواری پر جائز ہے۔ بشرطیکہ سواری چل رہی ہو۔ اگر کھڑے ہونے پر قدرت نہ ہو تو بیٹھکر پڑھے رکوع سجدے پر قدرت نہ ہو تو اشارے سے پڑھے۔ قبلہ کو منہ نہ ہو تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اگر سواری جانور ہے اور کھڑی ہو تو سواری پر نہ پڑھے۔ اس میں بلا ضرورت جانور کو ایذا پہنچانا ہے۔ ہاں اگر موٹر ریل گاڑی وغیرہ غیر جاندار سواری ہو تو کھڑی رہنے کی حالت میں بھی اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ البتہ فرائض چلتی ہوئی سواری پر صحیح نہیں، اور نہ یہ جائز ہے کہ قیام پر قدرت ہوتے ہوئے اشارے سے پڑھے۔ نیز فرائض میں یہ بھی ضروری ہے کہ قبلے کی جانب رخ ہو۔ موٹر ریل گاڑی وغیرہ کھڑی ہوں تو فرائض بھی اس پر ہو جائیں گے۔ چلتی ہوئی ٹرین اور موٹر میں فرائض درست نہیں۔ اگرچہ کھڑے ہو کر رکوع اور سجدے کے ساتھ پڑھے۔ اس کی مفصل بحث گذر چکی۔

ہمارے یہاں وتر واجب ہے اس لئے یہ بھی سواری پر اور اشارے سے اور قبلے کی جانب رُخ کئے بغیر صحیح نہیں۔ اور یہی حکم فجر کی سنت

---

عہ تقصیر۔ یصلی المغرب ثلثا فی السفر ص ۱۴۸۔ [1] نزھۃ الخواطر جلد ثامن ص ۳۸

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَفْعَلُہٗ۔ عہ

بتاتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ کرتے تھے۔

۶۶۲ حدیث

کَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یُصَلِّیْ فِی السَّفَرِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سفر میں اپنی سواری پر (نفل) نماز اشارے سے

عَلٰی رَاحِلَتِہٖ اَیْنَمَا تَوَجَّھَتْ بِہٖ یُوْمِیْ وَذَکَرَ عَبْدُ اللّٰہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

پڑھتے تھے۔ سواری ان کا منہ کدھر بھی کئے ہو۔ اور عبداللہ نے ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَفْعَلُہٗ۔ عہ

ایسا کرتے تھے۔

۶۶۳ حدیث

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَۃَ اَنَّ عَامِرَ بْنَ رَبِیْعَۃَ اَخْبَرَہٗ

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ عَلَی الرَّاحِلَۃِ یُسَبِّحُ

تعالیٰ علیہ وسلم سواری پر سر کے اشارے سے نفل پڑھتے جدھر بھی

یُوْمِیْ بِرَاْسِہٖ قِبَلَ اَیِّ وَجْہٍ تَوَجَّہَ وَلَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

رُخ انور ہوتا۔ اور فرض نماز میں

وَسَلَّمَ یَصْنَعُ ذَالِکَ فِی الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ۔ سہ

ایسا نہیں کرتے تھے۔

کا بھی ہے۔ اس لئے کہ اس کا تاکُّد اور سنن کے بہ نسبت زیادہ ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ۶۵۹ میں ہے کہ وہ سواری پر وتر پڑھتے تھے۔ ہماری دلیل وہ ہے جو امام طحاوی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے۔ اور جب وتر پڑھنا ہوتا تو زمین پر پڑھتے، فرماتے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے ہی کرتے تھے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ یزید بن سفان۔ امام نسائی کے شیخ ہیں، اور ابو عاصم نبیل امام بخاری کے۔ اور حنظلہ سے پوری جماعت نے روایت کیا ہے۔ نفل سواری پر پڑھتے پڑھتے وتر اتر کر زمین پر پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ سواری پر وتر صحیح نہیں۔ ابھی حدیث ۶۵۹ مذکور سے ظاہر کہ وتر بھی سواری پر پڑھتے تھے۔ تو وتر سواری پر صحیح ہے یا نہیں۔ اس میں تردد پیدا ہو گیا اور ظاہر ہے کہ عبادات میں احتیاط

عہ تقصیر الصلوٰۃ باب صلوٰۃ التطوع علی الدواب ص ۱۴۸ باب ینزل للمکتوبۃ ص ۱۴۸ الوتر باب الوتر علی الدابۃ ص ۱۳۶

عہ تقصیر الصلوٰۃ باب الایماء علی الدابۃ ص ۱۴۸ باب من تطوع فی السفر فی غیر دبر الصلوٰۃ و قبلھا ص ۱۴۹ -

سہ تقصیر الصلوٰۃ باب ینزل للمکتوبۃ ص ۱۴۸ باب التطوع علی الدّاب ص ۱۴۸ باب من تطوع فی السفر فی غیر دبر الصلوات وقبلھا ص ۱۴۹ مسلم۔

۶۶۴ حَدَّثَنِیْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ

**حدیث** حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث بیان کی۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشرق

یُصَلِّیْ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یُّصَلِّیَ الْمَکْتُوْبَۃَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ ؏۵

کی جانب منہ ہوتے ہوئے اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے۔ اور جب فرض پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو اترتے اور قبلے کی جانب منہ کر کے نماز پڑھتے۔

۶۶۵ اَخْبَرَنَا اَنَسُ بْنُ سِیْرِیْنَ قَالَ اسْتَقْبَلْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ

**حدیث** انس بن سیرین نے خبر دی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب

تَعَالٰی عَنْہُ حِیْنَ قَدِمَ مِنَ الشَّامِ فَلَقِیْنَاہُ بِعَیْنِ التَّمْرِ فَرَاَیْتُہٗ یُصَلِّیْ عَلٰی حِمَارٍ

شام سے آرہے تھے تو ہم نے ان کا استقبال کیا۔ ہم نے عین التمر میں ان سے ملاقات کی۔ میں نے انکو دیکھا کہ گدھے پر سوار

وَّوَجْھُہٗ مِنْ ذَا الْجَانِبِ یَعْنِیْ عَنْ یَّسَارِ الْقِبْلَۃِ فَقُلْتُ رَاَیْتُکَ تُصَلِّیْ لِغَیْرِ الْقِبْلَۃِ

ہوتے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کا منہ اس طرف ہے یعنی قبلے کے بائیں تو میں نے ان سے عرض کیا

فَقَالَ لَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُہٗ لَمْ اَفْعَلْہُ۔

میں آپ کو غیر قبلہ کی طرف منہ کئے نماز پڑھتے دیکھ رہا ہوں تو فرمایا اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا کرتے

رَوَاہُ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ طَھْمَانَ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ

نہ دیکھا ہوتا تو ایسا نہ کرتا۔ ابراہیم بن طہمان نے بطریق حجاج عن انس بن سیرین عن انس بن مالک، اسے

پر عمل واجب۔ اس لئے ہم نے کہا کہ سواری پر وتر درست نہیں۔ نیز دونوں احادیث میں تعارض ہے اور عند التعارض کسی ایک کو ترجیح قیاس سے ہوتی ہے۔ چونکہ قیاس اس کا مقتضی ہے کہ سواری پر وتر درست نہ ہو اس لئے ترجیح اسی کو ہے۔ قیاس یہ ہے کہ ہم پہلے ثابت کر آئے کہ وتر واجب ہے۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ فرائض کی طرح واجبات بھی سواری پر درست نہیں۔ نیز اس کا بھی احتمال ہے کہ صحت والی حدیث مقدم ہو اور عدم صحت ثابت کرنے والی مؤخر۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ معاملہ برعکس ہو، تو پہلی صورت میں صحت والی حدیث منسوخ ہوگی اور اس پر عمل جائز نہ ہوگا۔ تو سواری پر وتر کی صحت مشتبہ ہوگئی، اس لئے اس پر عمل نامناسب۔ اور زمین پر بلاشبہہ بالاتفاق درست تو اس پر عمل ضروری ہوا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ۶۵۹ کی اس روایت میں جو باب ینزل للمکتوبۃ۔ میں ہے۔ یہ زائد ہے کہ حضرت ابن عمر رات کی نماز مسافرت کی حالت میں سواری پر پڑھتے مگر رات کی تخصیص نہیں دن کے نوافل بھی سفر کی حالت میں پڑھ سکتے ہیں۔ اسی طرح بعض طرق میں سفر مذکور نہیں۔ یوں ہی بعض میں نفل کا ذکر نہیں۔ مگر دوسری روایتیں اس کی مخصص ہیں۔ مراد یہی ہے کہ سفر کی حالت میں صرف نفل کی سواری پر اجازت ہے۔

**عین التمر** عین التمر۔ عراق کا مشہور مقام ہے جسے سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر

؏۵ تقصیر الصلوٰۃ۔ باب ینزل للمکتوبۃ ص ۱۴۸ باب التطوع علی الدواب ص ۱۴۸۔

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؏

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

۶۶۶ حدیث اَنَّ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ حَدَّثَہٗ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حفص بن عاصم نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

عَنْہُمَا فَقَالَ صَحِبْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ اَرَہٗ یُسَبِّحُ فِی السَّفَرِ

(سفر میں نفل کے بارے میں) پوچھا تو فرمایا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہا مگر میں نے حضور کو سفر میں

وَقَالَ تَعَالٰی لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ ؏

نفل پڑھتے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ عمل ہے۔

۶۶۷ حدیث عَنْ عِیْسَی بْنِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ اَنَّہٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ

عیسیٰ بن حفص نے کہا کہ میرے والد نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یَقُوْلُ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

تعالیٰ عنہما فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہا حضور

فَکَانَ لَا یَزِیْدُ فِی السَّفَرِ عَلٰی رَکْعَتَیْنِ وَاَبَا بَکْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ کَذٰلِکَ ؏

سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے اور نہ ابوبکر و عمر و عثمان پڑھتے تھے۔

۲۱۲ ت وَرَکَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی السَّفَرِ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ للہ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر میں فجر کی سنتیں پڑھیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال ایرانیوں کو شکست دیکر فتح کیا تھا۔ اسی میں حمران حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام اور محمد بن سیرین کی والدہ سیرین قید کئے گئے تھے۔ یہ انبار کے قریب کوفے سے پچھم ہے۔

**تشریحات** ۶۶۶ ۶۶۷ اس سے مراد یہ ہے کہ اکثر احوال میں سنن و نوافل نہیں پڑھتے۔ ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز چاشت فتح مکہ کے موقع پر سفر کی حالت میں پڑھی تھی۔ یا مراد یہ ہے کہ فرائض کے ساتھ زمین پر نہیں پڑھتے تھے۔ ورنہ ابھی حدیث گذری کہ سواری پر پڑھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سفر کی حالت میں سنن موکدہ، موکدہ نہیں رہتے۔

**تشریحات** ۲۱۲ اس تعلیق کو امام مسلمؒ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث میں مذکور ہے جسمیں وہ واقعہ مذکور ہے کہ سو جانے کی وجہ سے نماز فجر قضا ہوگئی تھی۔ نیز مسلم ہی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

ع تقصیر الصلوٰۃ۔ باب صلوٰۃ التطوع علی الحمار ص ۱۴۹، ع تقصیر الصلوٰۃ باب من لم یتطوع فی السفر ص ۱۴۹۔ مسلم ابوداؤد نسائی۔ ابن ماجہ۔ ع ایضا۔ للمتقصیر الصلوٰۃ۔ باب من تطوع فی السفر فی غیر دبر الصلوٰۃ و قبلھا۔ ص ۱۴۹۔

ل اول المساجد باب قضاء الفائتۃ ص ۲۳۹۔

۲۱۳ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

ت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَجْمَعُ بَیْنَ صَلٰوۃِ الظُّھْرِ وَالْعَصْرِ اِذَا کَانَ عَلٰی ظَھْرِ سَیْرٍ وَّ

تو ظہر اور عصر میں جمع فرماتے اور

یَجْمَعُ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ ۔ عہ

مغرب اور عشاء میں بھی ۔

۶۶۸ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ اَنَسٍ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَجْمَعُ بَیْنَ ھَاتَیْنِ الصَّلٰوتَیْنِ فِی السَّفَرِ یَعْنِی الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ عہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں ان دونوں نمازوں مغرب اور عشاء میں جمع فرماتے ۔

کی بھی حدیث میں ہے ۔ ابوداؤد میں ہے ۔ سب نے فجر کی سنت پڑھی پھر فجر پڑھی ۔۔۔ یہاں باب یہ ہے ۔ نمازوں کے بعد اور پہلے کے سوا سفر میں نفل پڑھنا ۔ یعنی فرض نمازوں سے پہلے اور بعد میں جو سنن رواتب ہیں ان کے علاوہ اور کوئی نماز سفر کی حالت میں پڑھنی ۔ اب اس اثر کو باب سے کوئی مناسبت نہیں ، اس لئے کہ سنت فجر سنن رواتب میں ہے اور فجر سے پہلے ہے ۔ علامہ عینی وغیرہ نے فرمایا کہ باب کے اس جزء غیر دبر الصلوٰۃ کے مناسب ہے ۔ یہ بعد میں نہیں ۔ فیہ مافیہ ۔ اسی کے ضمن میں چاشت والی حدیث ذکر فرمائی ہے ۔ اسے ضرور باب سے مناسبت ہے ۔ نیز حدیث ۶۶۴ اور ۶۶۵ بھی لائے ہیں ۔ ان دونوں سے باب ثابت ہے ۔ ہوسکتا ہے اس تعلیق کے ذکر سے امام بخاری کا منشاء یہ ہو کہ بقیہ سنن رواتب تو معاف ہیں مگر فجر کی سنت معاف نہیں ۔ اسے سفر میں بھی ضرور پڑھنا لازم ہے جیسا کہ احناف کا مسلک ہے ۔

**تشریح ۲۱۳** گزر چکا کہ اس سے مراد جمع صوری ہے ، حقیقی نہیں ۔

**تشریحات ۶۶۸** اس حدیث پر عنوان یہ ہے ۔ جب سفر میں مغرب اور عشا کو جمع کرے تو اذان اور اقامت کہے ۔ پہلے حضرت ابن عمر والی حدیث ۶۵۸ لائے جسمیں اقامت کی تصریح ہے کہ مغرب کی نماز کے لئے بھی اقامت کہی اور پھر عشاء کے لئے بھی ۔ اس طرح اس حدیث سے باب کا ایک جز ثابت ہوگیا ۔ مگر حضرت انس کی حدیث میں نہ اذان کا ذکر ہے نہ اقامت کا ۔ علامہ کرمانی نے اس کی توجیہہ یہ فرمائی کہ ۔ الصلوتین ۔ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ دونوں نمازیں اپنے تمام ارکان و شرائط وسنن کے ساتھ پڑھیں جنمیں اذان واقامت دونوں داخل ہیں ۔۔ یا یہ کہا جائے کہ حضرت انس کی حدیث کی تفسیر حضرت

عہ تقصیر الصلوۃ ۔ باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء ص ۱۴۹ عہ تقصیر الصلوۃ باب ھل یؤذن او یقیم اذا جمع بین المغرب والعشاء ص ۱۴۹ ۔ لہ اول صلوۃ باب فی من نام عن صلوۃ او نسیھا ص ۶۲

۲۱۴ فِيهِ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؎

ت اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

۶۶۹ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الظُّهْرَ اِلٰى وَقْتِ

جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ فرماتے تو ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر فرماتے

الْعَصْرِ ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا فَاِذَا زَاغَتْ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ ؎

پھر دونوں کو جمع فرماتے اور جب سورج ڈھل جاتا تو ظہر پڑھ کر سوار ہوتے۔

ابن عمر کی حدیث ہے۔

رہ گئی یہ بحث کہ جمع صوری میں اذان اور اقامت کہی جائے گی یا نہیں۔ مجھے اس کی کہیں تصریح نہیں ملی۔ مگر جب فقہا تصریح فرماتے ہیں کہ مسافر کو اذان و اقامت دونوں کو چھوڑنا مکروہ ہے حتی کہ تنہا ہو جب بھی۔ البتہ اگر تمام ساتھی موجود ہوں تو اذان نہ کہنا مکروہ نہیں مگر اقامت کا چھوڑنا اب بھی مکروہ ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ دونوں کے لئے اذان بھی کہے اور اقامت بھی، ورنہ کم از کم دونوں کے لئے اقامت ضرور کہے جیسا کہ اس حدیث میں تصریح ہے۔

**تشریحات ۲۱۴** اس تعلیق سے قبل متصل یہ باب ہے۔ ظہر کو عصر تک مؤخر کرے جبکہ سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کرے۔ اس تعلیق کو امام احمد[1] اور امام ترمذی[2] نے اپنی سند کے ساتھ جس میں حسین بن عبداللہ بن عباس ہے۔ یوں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ سفر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے نماز پڑھتے تھے۔ ہم نے عرض کیا۔ ضرور بتائیے تو فرمایا، اگر منزل پر سورج ڈھل جاتا تو ظہر اور عصر ایک ساتھ سوار ہونے سے پہلے پڑھ لیتے اور جب سورج منزل پر نہیں ڈھلتا تو روانہ ہو جاتے یہاں تک کہ جب عصر کا وقت ہو جاتا تو اترتے اور ظہر و عصر ساتھ پڑھتے۔

اس حدیث کا ایک راوی حسین بن عبداللہ بہت ہی ضعیف ہے۔ ابن مدینی نے کہا، میں نے اس کی حدیث ترک کر دی ــــ حضرت امام احمد نے فرمایا۔ اس کے لئے منکر اشیاء ہیں۔ ابن معین نے کہا ضعیف ہے۔ نسائی نے کہا۔ متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان نے کہا سندیں بدل دیتا ہے اور مسانید کو مرفوع کر دیتا ہے۔ اس لئے یہ حدیث لائق احتجاج نہیں۔

**تشریحات ۶۶۹** امام شافعی اور امام احمد سفر میں جمع حقیقی کے جواز کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ ان کے یہاں یہ تفصیل ہے۔ اگر پہلی نماز کے وقت منزل پر ہو تو افضل یہ ہے کہ پہلی ہی کے وقت میں دوسری کو بھی پڑھ لے۔ اور اگر پہلی نماز کے وقت میں سفر کر رہا ہو تو افضل یہ ہے کہ اس کو مؤخر کر دے۔ اور دوسری نماز کے وقت میں پڑھے مگر شرط یہ ہے کہ پہلی کے وقت میں یہ

---

؎ تقصیر الصلوۃ باب یوخر الظھر الی العصر اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس ص ۱۵۰ ؎ ایضاً ص ۱۵۰ دو طریقے سے

[1] مسند جلد اول ص ۳۶۷، [2] عمدۃ القاری سابع ص ۱۵۴۔

نیت کرلے کہ اسے دوسری کے وقت میں پڑھونگا، اور دونوں کے وقت میں سفر ہی کر رہا ہو تو اسے اختیار ہے۔ خواہ پہلی کو موخر کر کے دوسری کے وقت میں پڑھے خواہ دوسری کو پہلی کے وقت میں پڑھے۔ ان کے یہاں جمع صرف ظہر و عصر اور مغرب و عشاء میں ہے۔ عشاء اور فجر میں یا عصر و مغرب میں نہیں۔ جمع کے شرائط ان کے یہاں یہ ہیں۔ اگر عصر کو ظہر کے وقت میں یا عشاء کو مغرب کے وقت میں پڑھنا چاہتا ہے تو تین شرطیں ہیں۔ پہلی کو پہلے پڑھے اور پہلی سے فارغ ہونے سے پہلے پہلے جمع کی نیت کرلے دونوں کے مابین کسی منافی صلوۃ کا فصل نہ ہو ــــ اور اگر ظہر کو عصر کے وقت میں یا مغرب کو عشاء کے وقت میں پڑھنا ہے تو یہ ضروری ہے کہ ظہر کا وقت نکلنے سے پہلے۔ یونہی مغرب کا وقت نکلنے سے پہلے جمع کی نیت کر کے [1]

**جواب** اس حدیث سے شوافع کا استدلال تام نہیں۔ نہ جمع تاخیر کا نہ جمع تقدیم کا۔ جمع تاخیر کا یوں نہیں کہ ــ یہ جو فرمایا۔ کہ ظہر کو عصر تک موخر فرمایا۔ اولاً۔ اس میں اس کا بھی احتمال ہے کہ مراد یہ ہے کہ عصر کے وقت کے قریب تک موخر فرمایا ــ اور قریب وقت کو عین وقت سے تعبیر کرنا دنیا کے ہر عرف میں شائع اور ذائع ہے۔ حدیث ابن عمر ۶۵۸ کے پیش نظر دفع تعارض کے لئے یہ احتمال مراد لینا لازم۔ ثانیاً یہ فرمایا کہ ظہر کو عصر تک مؤخر فرمایا۔ یعنی ظہر کو اس وقت پڑھا کہ ظہر سے فارغ ہوتے ہی عصر کا وقت آگیا۔ اب یہ کہنا بالکل درست کہ ظہر کو عصر تک مؤخر فرمایا۔ اور جمع تقدیم کا اس میں پتہ نہیں۔ صرف یہ مذکور ہے کہ اگر بعد زوال کوچ فرماتے تو ظہر پڑھکر سوار ہوتے۔ یہ کہاں مذکور ہے کہ عصر بھی پڑھتے۔ بلکہ مقام کا اقتضاء یہ تھا کہ اگر واقعی ظہر ہی کے وقت میں عصر بھی پڑھتے تو ضرور مذکور ہوتا۔ یہاں باعتبار ظاہر عدم ذکر، ذکر عدم متبادر ہے۔

دوسری کتب حدیث میں یہ ضرور ہے کہ بعد زوال کوچ فرماتے تو ظہر و عصر پڑھتے۔ امام حاکم نے اربعین میں اپنی سند کے ساتھ ابن شہاب زہری سے روایت کیا۔ اور فریابی نے تفسیر اسحاق بن راہویہ، سے اور طبرانی نے اوسط میں اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن الفضل سے روایت کیا ہے۔ اولاً یہ روایتیں ضعیف ساقط الاعتبار ہیں، جیسا کہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے حاجز البحرین میں بدلائل ثابت فرمایا۔ نیز غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل معیار، میں امام حاکم اور طبرانی کو ضعیف مان چکے ہیں۔ ثانیاً غیر مقلدین کے اصول موضوعہ میں سے ہے کہ صحیحین کے مقابلے میں غیر صحیحین کی روایت مرجوح۔ پھر غیر مقلدین کا اس سے استدلال ان کے طور پر فاسد۔ ثالثاً۔ ان روایتوں میں یہ کہاں ہے کہ عصر کو ظہر کے وقت پڑھتے تھے۔ ظہر اور عصر پڑھ کر کوچ فرماتے تھے۔ اس کا صاف صریح مطلب یہ ہے کہ ظہر پڑھکر قیام فرماتے جب عصر کا وقت ہو جاتا تو عصر کو اس کے وقت میں پڑھ کر سوار ہوتے۔ اسی وجہ سے امام ابوداؤد نے فرمایا کہ جمع تقدیم میں کوئی حدیث قائم نہیں۔

**مسلک الختام** جمع حقیقی، نص قرآنی کے معارض ہے۔ ارشاد ہے۔

(۱) اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے جس کا وقت مقرر کیا ہوا ہے۔

جب ہر نماز کا وقت مقرر ہے تو ایک نماز بالقصد وقت گزار کر پڑھنا، یا وقت سے پہلے پڑھنا اس ارشاد کی خلاف ورزی ہے۔

(۲) حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی تمام نمازوں کی محافظت کرو بیچ والی کی۔

---

[1] رد المحتار اول باب الاوقاف ص ۲۵۶

۶۷۰ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** عبداللہ بن بریدہ نے کہا مجھ سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی

عَنْهُ وَكَانَ مَبْسُورًا قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ

اور یہ بواسیر کے مریض تھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیٹھکر نماز پڑھنے

الرَّجُلِ قَاعِدًا فَقَالَ اِنْ صَلّٰى قَائِمًا فَهُوَ اَفْضَلُ وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهٗ نِصْفُ

والے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کھڑے ہوکر نماز پڑھنی افضل ہے اور جو بیٹھکر پڑھے اسے کھڑے ہوکر پڑھنے

اَجْرِ الْقَائِمِ وَمَنْ صَلّٰى نَائِمًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَاعِدِ ؏

کا آدھا ثواب ہے اور جو سوکر پڑھے اسے بیٹھکر پڑھنے والے کا آدھا۔

محافظت کے معنی وقت پر ادا کرنا بھی ہے۔ بیضاوی میں ہے۔ ای بالاداء لوقتها ولمداومتها۔ ارشاد العقل السلیم میں ہے۔ ای داوموا علی ادائها لاوقاتها من غیر اخلال بشی۔ یعنی محافظت کے معنی یہ ہیں۔ کہ نماز کو ان کے وقتوں پر ادا کرو اور اس کی پابندی کرو۔

اس مضمون کی ایک ہی نہیں متعدد آیتیں ہیں۔

(۳) ثُمَّ خَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ پھر انکے پسماندہ وہ آئے جنھوں نے نماز ضائع کیں۔

اس کی تفسیر حضرت عبداللہ[1] بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمائی اخروها عن مواقیتها وصلوها لغیر وقتها۔ یہ لوگ نمازوں کو ان کے وقتوں سے ہٹاتے ہیں اور غیر وقت پر پڑھتے ہیں۔ حضرت سعید[2] بن مسیب نے یہ تفسیر کی۔ هو ان لا یصلی الظهر حتی اتی العصر۔ نماز ضائع کرنا یہ ہے کہ ظہر نہ پڑھی یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا۔

جب جمع حقیقی، خواہ جمع تقدیم ہو یا جمع تاخیر، نصوص قرآنیہ کے معارض ہے۔ تو اس کا اثبات احادیث آحاد وہ بھی محتمل الدلالت سے کبھی بھی نہیں ہوسکتا۔ خبر واحد سے کتاب اللہ کی تخصیص درست نہیں۔ نیز اس تقدیر پر احادیث میں تعارض لازم آئیگا۔ اور جمع صوری مراد لینے میں تعارض بھی ختم ہوتا ہے۔ اور احادیث میں مطابقت بھی ہوجاتی ہے اسلئے احناف نے جمع حقیقی کو ناجائز کہا اور اس باب میں وارد احادیث کو جمع صوری پر محمول فرمایا۔ ناظرین اس مسئلے کی تحقیق کے لئے حاجز البحرین کا ضرور مطالعہ کریں۔

۶۷۰-۲۱۵-۶۷۱ حضرت عطاء کی تعلیق کو امام عبدالرزاق نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس حدیث سے متعلق دو خاص

**تشریحات** بحث ہے:۔

**پہلی بحث:۔** یہ ہے کہ فرض نماز قیام پر قدرت ہوتے ہوئے بیٹھکر پڑھنی درست ہے یا نہیں۔ احناف کا مسلک یہ ہے کہ درست نہیں۔ اس لئے کہ قیام فرض ہے۔ اور بلا عذر فرض کے چھوڑنے سے نماز فاسد ہوتی ہے۔ اور حدیث میں بیٹھکر یا لیٹ کر پڑھنے کی اجازت اسوقت ہے کہ قیام کی یا قعود کی استطاعت نہ ہو۔ نائما سے مراد لیٹ کر ہے۔ حقیقی سونا مراد نہیں۔ اگر کوئی واقعی سو رہا ہو، نیند میں ہو تو وہ نماز کیسے پڑھ سکیگا۔

---

ع۱ تفصیر الصلوٰۃ باب صلوۃ القاعد بالایماء ص ۱۵۰، ابوداؤد ترمذی، نسائی۔ [1] عمدۃ القاری ص ۱۷ ج ۲ [2] اثرہ محی السنہ حاجز البحرین فتاوی رضویہ جلد دوم ص ۳۷۵۔

۲۱۵ ت وَقَالَ عَطَاءٌ اِذَا لَمْ یَقْدِرْ عَلٰی اَنْ یَّتَحَوَّلَ اِلَی الْقِبْلَةِ صَلّٰی حَیْثُ کَانَ وَجْهُهٗ عه

اور عطاء نے کہا۔ اگر قبلے کی جانب منہ کرنے پر قادر نہ ہو تو جدھر منہ ہو اسی طرف نماز پڑھے۔

۶۷۱ حدیث عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ کَانَ بِیْ بَوَاسِیْرُ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے بواسیر تھی اس لئے میں نے

فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نماز کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کھڑے

فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰی جَنْبٍ عه

ہو کر پڑھ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو بیٹھکر اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو کروٹ پر۔

لیٹ کر نماز پڑھنے کی تین صورتیں ہیں۔ داہنی کروٹ پر لیٹے، یا بائیں کروٹ پر لیٹے اور منہ قبلے کو ہو۔ یا چت لیٹے اور پاؤں قبلے کی جانب ہو، مریض کی جیسی حالت ہو اس کے مطابق کرے اگر تینوں میں یکساں قدرت ہو تو افضل یہ ہے کہ چت لیٹ کر نماز پڑھے مگر گھٹنے کھڑے رکھے اس لئے کہ قبلے کی جانب پاؤں پھیلانا مکروہ ہے۔ رکوع سجدے کے لئے سر سے اشارہ کرے۔ رکوع کے لئے کم سجدے کے لئے زیادہ اور سر کے نیچے تکیہ رکھ لے اس سے منہ بھی قبلہ کی جانب ہوگا اور اشارے میں آسانی بھی ہوگی۔ اور اگر سر سے اشارہ بھی نہ کر سکے تو اس وقت نماز نہ پڑھے۔ اگر چھ سے زیادہ نمازوں کا وقت اسی طرح گزر گیا تو یہ نمازیں معاف ہیں۔ چھ سے کم میں افاقہ ہوا اگرچہ اتنا ہی کہ سر کے اشارے سے پڑھ سکتا تھا تو قضا لازم۔ نفل نماز قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھکر پڑھنے کی اجازت ہے، البتہ بیٹھنے پر قدرت ہوتے ہوئے لیٹ کر پڑھنے کی اجازت نہیں۔ وجہ فرق یہ ہے کہ بیٹھنا بھی نماز کے ارکان میں ہے، مگر لیٹنا نہیں۔ اور اگر مریض نہ خود قبلے کی طرف منہ کر سکتا ہے نہ دوسرا کرا سکتا ہے۔ تو جدھر منہ ہو سکے اسی طرف منہ کر کے پڑھے۔

**دوسری بحث:** ۔ یہ ہے کہ یہ جو فرمایا کہ بیٹھکر نماز پڑھنے کا ثواب آدھا ہے۔ تو اس سے فرائض مراد ہیں یا نوافل۔ قدرت کی حالت میں مراد ہے یا عذر کی حالت۔ امام نووی وغیرہ نے فرمایا اس سے مراد صرف نوافل ہیں، اور قدرت کی حالت بھی۔ یعنی قیام پر قدرت ہوتے ہوئے جو نفل نماز بیٹھکر پڑھے گا اسے آدھا ثواب ملے گا۔ لیکن جو شخص کھڑے ہو کر نفل پڑھنے کا عادی تھا۔ بوجہ عذر، بیماری، ضعف بیٹھکر نماز پڑھے گا اسے پورا ثواب ملے گا۔ فرائض مراد نہیں۔ اس لئے کہ قیام پر قدرت ہوتے ہوئے بیٹھکر فرائض درست ہی نہیں۔ پھر اس میں آدھے ثواب کا سوال ہی نہیں۔

**مطابقت باب:** ۔ یہاں تقصیر صلوٰۃ کے ابواب چل رہے ہیں۔ تقصیر کے شرعی معنی، بجائے چار کے دو رکعت پڑھنی ہے۔ مریض کیلئے یہ تخفیف نہیں۔ مگر قصر سفر میں ہوتا ہے۔ اور سفر میں کبھی ایسا سانحہ پیش آجاتا ہے کہ آدمی سواری سے اتر نہیں سکتا جیسے نیچے کیچڑ ہے جس پر سجدہ نہیں ہو پائے گا جس کی وجہ سے وہ سجدہ پر قادر نہیں، سواری پر اشارے سے نماز پڑھے۔ اتنی مناسبت بھی کافی ہے۔ یا یہ کہ تقصیر کے لغوی

---

عه تقصیر الصلوٰۃ باب صلوٰۃ القاعد بالایماء ص ۱۵۰ ۔ عه باب اذا لم یطق قاعدا صلی علی جنب ص ۱۵۰ ابوداود ۔ ترمذی ۔ ابن ماجہ۔

۲۱۶ وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ شَاءَ الْمَرِيْضُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ قَاعِدًا اَوْ رَكْعَتَيْنِ قَائِمًا ؕ

ت اور حضرت حسن بصری نے فرمایا مریض چاہے تو دو رکعت بیٹھکر پڑھے اور دو رکعت کھڑے ہوکر۔

۶۷۲ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا لَمْ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے بتایا

تَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ صَلٰوةَ اللَّيْلِ قَاعِدًا قَطُّ حَتّٰى

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سن رسیدہ ہونے سے پہلے صلوۃ اللیل بیٹھکر پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا

اَسَنَّ فَكَانَ يَقْرَأُ قَاعِدًا حَتّٰى اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ قَامَ فَقَرَأَ نَحْوًا مِّنْ ثَلٰثِيْنَ

حضور کا جب سن مبارک زیادہ ہوگیا تو بیٹھکر پڑھتے رہتے جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہوتے اور تیس یا چالیس

اَوْ اَرْبَعِيْنَ اٰيَةً ثُمَّ رَكَعَ ۔ عہ

آیت کے قریب پڑھتے پھر رکوع کرتے۔

۶۷۳ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

معنی مراد لئے جائیں یعنی کمی کرنا چونکہ اشارے سے نماز پڑھنے میں یا بیٹھکر پڑھنے میں قیام بالکلیہ اور رکوع وسجدہ بوجہ سنون چھوٹ جاتا ہے اس اعتبار سے کمی ہوئی۔ اسی حدیث پر امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ بیٹھنے والے کی نماز اشارے سے۔ حدیث میں اشارے کا کوئی ذکر نہیں صراحۃ ذکر نہیں مگر لزوماً ہے۔ اس لئے کہ لیٹ کر جب نماز پڑھیں گے تو اشارے ہی سے پڑھیں گے۔ رکوع سجدے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اسماعیلی اور خطابی نے کہا کہ نائماً تصحیف ہے۔ یہ۔ بالایماء۔ تھا۔ مگر ایسا نہیں۔ کریمہ وغیرہ کے نسخوں میں یہ زائد ہے۔ ابوعبداللہ یعنی امام بخاری نے کہا۔ نائماً کے معنی میرے نزدیک لیٹنے والے کے ہیں۔ انلوگوں نے نائماً کے معنی حقیقی سمجھ لیا، حالانکہ اس کا مجازی معنی لیٹنا مراد ہے۔

۲۱۶ تشریح ابن ابی شیبہ نے اس تعلیق کے ہم معنی موصولاً ذکر کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ مریض کی جو حالت ہو اسکے مطابق نماز پڑھے۔ الفاظ یہ ہیں۔ یصلی المریض علی الحالۃ التی ھو علیھا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر پوری نماز میں قیام پر قادر نہیں تو پوری نماز بیٹھکر پڑھے اور اگر کچھ حصے میں خواہ اول خواہ اوسط میں یا آخر میں قیام پر قدرت ہو تو اتنی دیر کھڑے ہوکر پڑھے۔ اسی کی فرع حضرت حسن کا ارشاد بھی ہے۔

۶۷۲ ۶۷۳ تشریحات یہ دونوں احادیث ایک ہی ہیں۔ ایک مختصر ہے دوسری مفصل۔ پہلی میں یہ مضمون زائد ہے۔ کہ سن رسیدہ ہونے سے پہلے میں نے تہجد بیٹھکر پڑھتے نہیں دیکھا، بقیہ مضمون ایک ہی ہے۔ یہ حدیث اسکی دلیل ہے، کہ نماز کا کچھ حصہ بیٹھکر ادا کیا جائے اور کچھ حصہ کھڑے ہوکر یہی ہمارا مسلک ہے۔ ہمارے ائمہ نے فرمایا کہ اگر اتنی قدرت ہو کہ صرف تکبیر تحریمہ کھڑے ہوکر کہہ سکے تو فرض ہے کہ

---

عہ تقصیر الصلوۃ۔ باب اذا صلی قاعدا ثم صح او وجد خفۃ تمم مابقی ص ۱۵۰ عہ تقصیر الصلوۃ باب اذا صلی قاعدا ثم صح او وجد خفۃ تمم مابقی ص ۱۵۰۔ التہجد باب قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی رمضان وغیرہ ص ۱۵۴۔ ابوداؤد ترمذی، نسائی۔ مسلم۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ جَالِسًا فَیَقْرَأُ وَھُوَ جَالِسٌ فَاِذَا بَقِیَ مِنْ قِرَأَتِہٖ

علیہ وسلم بیٹھکر نماز پڑھتے تھے قرآن مجید پڑھتے بیٹھے بیٹھے جب مقدار قراءت میں سے تیس یا چالیس

نَحْوٌ مِّنْ ثَلٰثِیْنَ اَوْ اَرْبَعِیْنَ اٰیَۃً قَامَ فَقَرَأَھَا وَھُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَکَعَ ثُمَّ سَجَدَ یَفْعَلُ

آیتوں کے قریب باقی رہتی تو کھڑے ہو جاتے اور انھیں کھڑے کھڑے پڑھتے پھر رکوع فرماتے پھر سجدہ

فِی الرَّکْعَۃِ الثَّانِیَۃِ مِثْلَ ذَالِکَ، فَاِذَا قَضٰی صَلٰوتَہٗ نَظَرَ فَاِنْ کُنْتُ یَقْظٰی تَحَدَّثَ

دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کرتے جب نماز پوری فرما لیتے تو دیکھتے اگر میں جاگتی رہتی تو مجھ سے

مَعِیْ وَاِنْ کُنْتُ نَائِمًا اِضْطَجَعَ۔ عہ

بات کرتے اور اگر میں سو جاتی تو لیٹ جاتے۔

تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہے۔ پھر بیٹھ جائے اور اگر اتنی قدرت کے باوجود تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر نہیں کہا تو نماز نہ ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# کتاب التہجد

**۶۷۴ حدیث**

عَنْ طَاؤُسٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ کَانَ النَّبِیُّ

امام طاؤس سے روایت ہے کہ انھوں نے سنا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ یَتَھَجَّدُ قَالَ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رات میں تہجد کے لئے اٹھتے تھے تو یہ پڑھتے تھے اے اللہ تیرے لئے حمد ہے

**۶۷۴ تشریحات**

اللھم قیم السموات والارض۔ بعض نسخوں میں اللھم لک الحمد قیم الخ ابوالزبیر کی روایت مذکورہ میں انت قیّام السموات والارض ہے۔ اس روایت میں۔ قیم سے پہلے انت محذوف مبتدا ہے جس کی خبر قیم السموات ہے قیّم۔ قیّام ۔ قیّوم ہم معنی ہیں۔ البتہ لفظ قیوم۔ اللہ عزوجل کی صفت خاصہ ہے۔ کسی مخلوق کو قیوم کہنا جائز نہیں۔ حتی کہ مجمع الانہر اور شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ کسی مخلوق کو قیوم کہنا کفر ہے۔ اگرچہ صحیح یہ ہے کہ کفر اس وقت ہے جبکہ خاص اس معنی کو لے کر غیر خدا پر اس کا اطلاق کریں۔ مگر ممنوع ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ قیوم کے معنی ہیں الذی لایزول جس کے لئے زوال و فنا نہیں۔ قتادہ نے کہا القائم بنفسہ بتدبیر خلقہ المقیم لغیرہ جو اپنی مخلوق کی تدبیر کے ساتھ قائم ہو اور دوسرے کو قائم کرنے والا ہو۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس کے معنی ہیں الدائم القیام بتدبیر

عہ ایضا

اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ

تو آسمانوں اور زمین اور ان میں جتنے ہیں سب کو قائم رکھنے والا ہے اور تیرے ہی لئے حمد ہے تو آسمانوں اور زمین اور

وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ

ان میں جتنے ہیں سب کا نور ہے اور تیرے ہی لئے حمد ہے تو آسمان و زمین اور جتنے ان میں ہیں ان سب پر تیری ہی حکومت

فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَّقَوْلُكَ حَقٌّ وَّ

ہے اور تیرے ہی لئے حمد ہے تو حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تیری ملاقات حق ہے اور تیرا ارشاد حق ہے اور

اَلْجَنَّةُ حَقٌّ وَّالنَّارُ حَقٌّ وَّالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَّمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ

جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور تمام انبیاء حق ہیں اور محمد حق ہیں اور قیامت حق ہے اے اللہ تیرا ہی تابع

اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ

فرمان ہوا اور تجھی پر ایمان لایا اور تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع ہوا اور تجھی سے میں نے انصاف چاہا

حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ

اور تجھی کو حاکم مانا تو مجھے بخش دے جو لغزشیں مجھ سے پہلے ہوئیں یا جو بعد میں ہوں گی اور جو میں نے چھپ کر کیا اور جن کو

اَلْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ قَالَ سُفْيَانُ وَزَادَ عَبْدُ الْكَرِيْمِ

میں نے علانیہ کیا تو ہی آگے بڑھانے والا ہے اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے سوائے تیرے کوئی معبود نہیں اور تیرے علاوہ اور کوئی پرستش

الخلق المعطی جو مخلوق کی تدبیر پر ہمیشہ قائم ہو اور ہر چیز کا عطا کرنے والا ہو۔ قاموس میں اس کے معنی یہ بتائے۔ الذی لا ند لہ جس کا کوئی مثل نہ ہو۔ یہ قیوم کے شرعی معنی ہیں۔ جن کے لحاظ سے وہ باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ باعتبار لغت، یہ قیام سے مبالغے کا صیغہ ہے اصل میں قَيْوَمٌ تھا۔ سیّدٌ کے قاعدے سے واؤ کو یاء سے بدلا اور یاء کو یاء میں ادغام کر دیا۔ لفظ قیم۔ باری تعالیٰ کی صفت خاصہ نہیں اسکا اطلاق احادیث میں بھی مخلوق پر آیا ہے۔ ارشاد ہے۔ حتی یکون لخمسین امراۃ القیم الواحد[1] یہاں تک کہ پچاس عورت کیلئے ایک نگہبان ہوگا۔

**انت الحق** حق۔ مصدر ہے۔ معنی میں ثابت ہونے کے۔ یہاں بمعنی مفعول ہے۔ یعنی وہ ہستی جو بلاشک وشبہ موجود ہو یا جو بذاتہ موجود ہو اپنے وجود میں کسی کی محتاج نہ ہو۔ یا وہ موجود جو مسبوق بالعدم نہ ہو اور قابل زوال نہ ہو۔ پہلا معنی عام ہے۔ اور اس معنی کے اعتبار سے جنت دوزخ وغیرہ پر حق کا حمل ہوا۔ بعد والے دونوں معنی باری عزاسمہ کے ساتھ خاص ہیں۔

**فاغفرلی** مراد یہ ہے کہ وہ امور جو اگرچہ فی نفسہ گناہ نہیں مگر میری شان ارفع واعلیٰ کے مناسب نہیں تھے مجھ سے سہواً صادر ہوئے، انھیں درگزر فرما۔ جیسا کہ فرمایا گیا حسنات الابرار سیئات المقربین خود ارشاد فرمایا انہ لیغان علی قلبی فاستغفر اللہ۔

---

[1] بخاری اول۔ العلم۔ باب رفع العلم وظہور الجہل ص ۱۸۔

اَبُوْاُمَیَّۃَ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ عہ

کے لائق نہیں۔ اور تیری توفیق کے بغیر گناہوں سے کوئی بچ سکتا ہے اور نہ نیکیاں کر سکتا ہے۔

**حدیث ۶۷۵** عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ کَانَ الرَّجُلُ فِیْ حَیٰوۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاٰی رُؤْیَا قَصَّھَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات میں جب کوئی شخص کوئی خواب دیکھتا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

فَتَمَنَّیْتُ اَنْ اَرٰی رُؤْیَا فَاَقُصَّھَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ

بیان کرتا۔ مجھے بھی تمنا ہوئی کہ کوئی خواب دیکھوں اور اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کروں اور

کُنْتُ غُلَامًا شَابًّا وَّکُنْتُ اَنَامُ فِی الْمَسْجِدِ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

میں نوعمر جوان تھا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد میں سوتا تھا میں نے

اس لئے اہلسنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء کرام قبل نبوت بھی اور بعد نبوت بھی ہر قسم کے گناہوں سے خواہ صغائر ہوں خواہ کبائر معصوم ہیں۔

کتاب التوحید باب وُجُوْہٌ یَوْمَئِذٍ نَاظِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاضِرَۃٌ۔ میں۔ وما اعلنت۔ کے بعد یہ زائد ہے وانت تعلم اور تو جانتا ہے۔ کتاب الدعوات میں لا الٰہ الا انت۔ اور لا الٰہ غیرک کے درمیان الٰھی کا اضافہ ہے۔

**تشریحات ۶۷۵** **تکمیل:** باب اذا نعار اللیل میں یہ زائد ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں خواب دیکھا کہ میرے ہاتھ میں قناویز (موٹا ریشم کا کپڑا) ہے۔ میں جنت میں جس جگہ چاہتا ہوں مجھے اڑا لے جاتا ہے۔ اخیر میں ہے کہ حفصہ نے صرف ایک خواب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا۔

**کنت انام فی المسجد** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مٹی کا اپنے لئے گھر بنانا چاہا مگر کسی نے انکا تعاون نہیں کیا ان کا کوئی گھر نہیں تھا اس لئے وہ ابتداء میں مسجد میں سوتے تھے۔ ہو سکتا ہے وہ اعتکاف کی نیت کر لیتے ہوں۔ اس لئے کہ معتکف کے علاوہ کسی کو مسجد میں سونا جائز نہیں۔ بعض علماء نے اس مسافر کو بھی جس کا کوئی ٹھکانا نہ ہو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ جلد ثانی ص۴۳۵ پر اسکی تفصیل گزر چکی ہے۔

**مطویۃ** اس کا ترجمہ عام طور سے یہ کیا گیا ہے کہ دوزخ کنوئیں کی طرح پیچدار ہے۔ مگر علامہ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں نے اس کے معنی مبنیۃ کبناء البیر کئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے کنوئیں کو پتھر یا اینٹ وغیرہ جوڑ کر باندھ دیتے ہیں کہ گرنے نہ پائے اسی طرح دوزخ بھی پختہ کنوئیں کی طرح تھی۔

---

عہ التہجد باب التہجد باللیل ص ۱۵۱ ثانی الدعوات۔ باب الدعاء اذا انتبہ من اللیل ص ۹۳۵ التوحید باب قول اللہ عزوجل وھو الذی خلق السموات والارض ص ۱۰۹۸ باب قول اللہ وُجُوْہٌ یَوْمَئِذٍ نَاظِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاضِرَۃٌ ص ۱۱۰۵ باب قول اللہ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ص ۱۱۱۶ - مسلم۔ ابن ماجہ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ فِي النَّوْمِ كَأَنَّ مَلَكَيْنِ أَخَذَانِي فَذَهَبَا بِي إِلَى النَّارِ فَإِذَا

خواب دیکھا گویا دو فرشتوں نے مجھے پکڑا اور جہنم کے پاس لے گئے میں نے جہنم دیکھا وہ کنوئیں کی طرح پختہ بنی

هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ وَإِذَا لَهَا قَرْنَانِ وَإِذَا فِيهَا أُنَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ فَجَعَلْتُ

ہوئی ہے اور اس کے دو گوشے ہیں اور اس میں کچھ لوگ ہیں جنھیں میں پہچانتا ہوں

أَقُولُ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ النَّارِ قَالَ فَلَقِيَنَا مَلَكٌ آخَرُ فَقَالَ لِي لَمْ تُرَعْ فَقَصَصْتُهَا

میں کہنے لگا جہنم سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس کے بعد ایک دوسرا فرشتہ ملا اور اس نے کہا مت ڈرو میں نے

عَلَى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

اسے حفصہ سے بیان کیا اور حفصہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا تو فرمایا عبداللہ

نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللَّهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ وَكَانَ بَعْدُ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا ۔

اچھا شخص ہے اگر یہ رات میں نماز پڑھتا (سالم) نے کہا اس کے بعد رات میں بہت کم سوتے تھے۔

**حدیث ۶۷۶** عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُبًا يَقُولُ اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیل ہو گئے

**قرنان** قرن کے معنی سینگ یا سر کے گوشے کے ہیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ جیسے کنوؤں کے اوپر دو ستون گاڑ کر دونوں کے بیچ میں لکڑی یا لوہا لگا دیتے ہیں جسمیں چرخی ہوتی ہے جس پر رسی رکھکر پانی کھینچتے ہیں۔ اسی طرح دوزخ کے اردگرد بھی دو کھمبے تھے۔

خواب اور تعبیر میں مناسبت خواب کے دو جز ہیں۔ ایک یہ کہ جہنم دکھائی گئی اور پھر کہا گیا کہ ڈرمت۔ دوسرا جز ان کے صالح ہونے کی دلیل ہے۔ اور پہلا جز اس کی کہ۔ کمال صلاح تک پہنچنے میں کچھ کمی ہے۔ جس پر آمادہ کرنے کیلئے جہنم دکھائی گئی۔ اس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتادیا کہ وہ نماز تہجد نہ پڑھنا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تہجد جہنم سے بچانیوالا بھی ہے۔ اور درجات بلند کرنے والا بھی۔

**تشریحات ۶۷۶** تفسیر سورہ والضحیٰ میں ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا خیال ہے کہ آپکے ساتھی نے دیر کردی، اس حدیث کے راوی حضرت جندب بن عبداللہ بن ابوسفیان بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کو کبھی باپ کی طرف نسبت کرتے ہوئے ابن عبداللہ کہا جاتا ہے، کبھی دادا کی طرف منسوب کرکے ابن ابی سفیان۔ کتاب التفسیر میں جندب بن ابی سفیان کہا ہے۔ پہلی حدیث بطریق ابونعیم، سفیان بن عیینہ سے مروی ہے اور دوسری بطریق محمد بن کثیر۔ سفیان بن عیینہ سے آخر تک دونوں کی سند ایک ہے۔ اسی طرح فقالت امراۃ من قریش سے اخیر تک دونوں کا متن بھی ایک ہے ابتدائی حصہ مختلف ہے۔ پہلی میں یہ ہے کہ ناسازی مزاج اقدس کیوجہ سے ایک دو رات تہجد نہیں پڑھا تو اس بدبخت قریشیہ نے وہ کہا۔ دوسری میں ہے کہ جبرئیل کی حاضری میں دیر ہوئی تو اس نے وہ طعنہ دیا۔

---

ع۵ التھجد۔ باب فضل قیام اللیل ص ۱۵۱ باب فضل من تعار من اللیل فصلی ص ۱۵۵ مساجد باب نوم الرجال فی المسجد ص ۶۳ مناقب باب مناقب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ص ۵۲۹ مسلم۔ فضائل۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً اَوْ لَيْلَتَيْنِ ۔ وَعَنْهُ ۔ قَالَ اِحْتَبَسَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ

تو ایک دو رات تہجد نہیں پڑھا اور انھیں سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیل کچھ دن نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنْ قُرَيْشٍ اَبْطَاَ

کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوئے تو قریش کی ایک عورت نے کہا اسکے شیطان نے اس کے پاس آنا بند کر دیا

عَلَيْهِ شَيْطَانُهُ فَنَزَلَتْ، وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ؕ

تو سورہ والضحیٰ نازل ہوئی ۔ قسم ہے چاشت کے وقت کی قسم ہے رات کی جب تاریکی پھیلا دے تیرے رب نے نہ تجھے چھوڑا اور نہ دشمن بنایا ہے

**اشتکی** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علالت کیا تھی۔ یہ کسی حدیث میں مذکور نہیں۔ البتہ ترمذی میں ہے کہ حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں غزوہ انمار میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ حضور کی کوئی انگلی زخمی ہو گئی تو حضور نے فرمایا ھل انت الا اصبع دمیت ۔ وفی سبیل اللہ مالقیت۔ تو کیا ہے ایک انگلی جو زخمی ہوئی اور راہ خدا میں تجھے کسی بڑی افتاد سے سابقہ نہیں پڑا۔ اور جبرئیل نے حاضری میں دیر کر دی تو مشرکین نے کہا۔ محمد کو چھوڑ دیا گیا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ تمھیں تمھارے رب نے نہ چھوڑا ہے نہ تم کو دشمن بنایا ہے۔ اس پر یہ عرض ہے کہ سورہ والضحیٰ اول بعثت میں نازل ہوئی ہے۔ اور حضرت جندب بعد میں شرف صحبت سے بہرہ ور ہوئے ہیں جیسا کہ بغوی نے حضرت امام احمد سے معجم الصحابہ میں نقل کیا ہے۔ اب یا تو یہ کہا جائے کہ ترمذی کا یہ واقعہ اور ہے۔ اور اس حدیث میں جو مذکور ہے یہ اور واقعہ ہے۔ اسکی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس حدیث میں کہنے والی قریش کی کوئی عورت ہے۔ اور ترمذی میں ہے کہ مشرکین نے کہا۔ یا پھر یہ کہا جائے کہ اس آیت کا نزول مکرر ہوا ہے۔ اس کا بھی امکان ہے کہ وحی کے رکنے کی وجہ سے جو قلق اور اضطراب تھا وہی آنکی سے مراد ہو۔

**فقالت امراۃ من قریش** امام حاکم کی روایت میں ہے۔ یہ ابولہب کی جورو، حمالۃ الحطب، ام جمیل عورا بنت حرب بن امیہ حضرت ابوسفیان کی بہن ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اپنی اپنی تفسیر میں اور ابوداؤد نے اعلام نبوت میں قاضی اسماعیل نے احکام میں روایت کیا کہ یہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا تھا۔ یہ روایت اگرچہ باعتبار سند صحیح ہے مگر بالکلیہ غلط ہے۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ جیسی کامل الایمان خاتون یہ کیسے کہہ سکتی ہیں جبکہ انھوں نے ابتدا نزول وحی ہی کے وقت جبکہ ان کو ابھی ایمان کی دعوت بھی نہیں دی گئی تھی۔ یہ عرض فرمایا تھا۔ کلا لا یخزیک اللہ ابدًا۔ اور حضرت ورقہ سے سن چکی تھیں کہ غار حرا میں حاضر ہونے والے وہ ناموس اکبر ہیں جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ پر نازل ہوئے تھے۔ سنید بن داؤد نے کہا کہ یہ ام المومنین حضرت عائشہ تھیں۔ یہ دروغ کسی رافضی کا گڑھا ہوا ہے۔ حضرت صدیقہ اس وقت یا تو پیدا ہی نہ ہوئی ہوں گی اور پیدا ہوئی ہوں گی تو بہت چھوٹی شیر خوار ہی ہوں گی۔

البتہ اتنا طے ہے کہ جس نے یہ کہا تھا کہ تیرے شیطان نے تجھے چھوڑ دیا۔ یہ کوئی بدبخت اور تھی اور جس نے یہ عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ کے صاحب نے آپ کو چھوڑ دیا، کوئی مومنہ تھیں۔ پہلا قول استہزار اور ایذا رسانی کے لئے کہا گیا ہے۔ اور دوسرا قول اظہار افسوس و ہمدردی کا جملہ ہے۔ پہلی نے یا محمد کہا اور دوسری نے یا رسول اللہ کہا۔ پہلی نے شیطانک کہا، اس نے صاحبک۔ اس نے کہا تھا۔ ترکک اور اس نے عرض کیا

---

عم التھجد ترک القیام للمریض ص ۱۵۱ ثانی تفسیر سورہ والضحیٰ ص ۹۔ ۷۳۸ دو طریقے سے فضائل القرآن باب کیف نزل الوحی ص ۷۴۵ مسلم مغازی۔ ترمذی تفسیر۔ نسائی تفسیر۔

۶۷۷ حدیث

اَخْبَرَنِیْ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ اَنَّ حُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا

حضرت امام زین العابدین علی بن حسین نے خبر دی کہ حضرت امام حسین بن علی نے خبر دی کہ حضرت علی بن

اَخْبَرَہٗ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَخْبَرَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَرَقَہٗ وَفَاطِمَۃَ بِنْتَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ایک رات ان کے اور فاطمہ کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا تم دونوں

لَیْلَۃً فَقَالَ اَلَا تُصَلِّیَانِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْفُسُنَا بِیَدِ اللّٰہِ فَاِذَا شَاءَ اَنْ یَّبْعَثَنَا

نماز نہیں پڑھتے تو میں (حضرت علی) نے عرض کیا یا رسول اللہ ہماری جان اللہ کے قبضے میں ہے

بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ حِیْنَ قُلْتُ ذٰلِکَ وَلَمْ یَرْجِعْ اِلَیَّ شَیْئًا ثُمَّ سَمِعْتُہٗ وَھُوَ مُوَلٍّ یَّضْرِبُ

جب چاہتا ہے کہ ہمیں اٹھا دے تو ہم اٹھ جاتے ہیں۔ جب میں نے یہ عرض کیا تو حضور واپس ہو گئے اور مجھ سے کچھ نہیں فرمایا۔ پھر

فَخِذَہٗ وَھُوَ یَقُوْلُ وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا۔ ع

جب رخ انور موڑ لیا تو میں نے سنا کہ اپنے زانوئے اقدس پر ہاتھ مار رہے تھے۔ اور یہ فرما رہے تھے کہ انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے۔

ابطاک یعنی آنے میں دیر کی۔

**کتنے دن وحی رکی** اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ چالیس دن۔ فراء کی کتاب المعانی میں ہے کہ پندرہ دن۔ ابن جریج سے منقول ہے کہ بارہ دن ایک قول یہ ہے کہ بیس دن۔ ان اقوال اور پہلی روایت میں تعارض نہیں کہ فرمایا۔ دو ایک رات تہجد نہیں پڑھا۔ ہو سکتا ہے کہ ابتداء حسب عادت تہجد پڑھتے رہے ہوں۔ جب تاخیر بہت ہوئی۔ بیچینی اور گھبراہٹ زیادہ ہوئی، یا کوئی مرض لاحق ہو گیا تو دو ایک رات تہجد نہ پڑھا ہو۔

## ۶۷۷ تشریحات

اس حدیث سے یہ مسائل معلوم ہوئے۔ تہجد فرض نہیں نفل ہے مگر اتنا مؤکد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر تحریض کے لئے رات میں حضرت امیر المومنین شیر خدا کے دولتکدہ پر تشریف لے گئے۔ اسمیں حضرت اسد اللہ کا فضل و کمال ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا واقعہ جسمیں ان کی کچھ خلاف شان بات تھی برملا بیان فرمایا۔ آیت کریمہ۔ وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا۔ میں الانسان اپنے عموم پر ہے، اسمیں مومن کافر سبھی داخل ہیں۔

۶۷۸ حدیث

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ اِنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

## ۶۷۸ تشریحات

یہاں یہ ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ ــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز چاشت نہیں پڑھی ــــ اور

ع ۱ التھجد باب تحریض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی قیام اللیل ص ۵۲ ج ۱ تفسیر سورہ کھف ص ۷۶۸ الاعتصام باب قولہ وکان الانسان اکثر شیء جدلا ص ۹۱۰ ابواب المشیئۃ والارادۃ ص ۱۱۱۲ مسلم صلوۃ نسائی صلوۃ۔

تعالیٰ علیہ وسلم لیدع العمل وھو یحب ان یعمل بہ خشیۃ ان یعمل بہ الناس فیفرض

ایک عمل چھوڑ دیتے تھے حالانکہ اسے کرنا پسند فرماتے تھے اس اندیشے کی وجہ سے کہ لوگ وہ عمل کریں گے

علیھم وما سبح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سبحۃ الضحیٰ قط وانی لاسبحھا ۵

تو ان پر فرض کر دیا جائیگا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز چاشت کبھی نہیں پڑھی اور میں اسے پڑھتی ہوں۔

**حدیث ۶۷۹** سمعت المغیرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول ان کان النبی صلی اللہ تعالیٰ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

باب من لم یصل الضحیٰ میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز چاشت پڑھتے نہیں دیکھا۔ اسی پر یہاں کی روایت بھی محمول ہے۔ اس لئے کہ مسلم[1] میں انھیں سے مروی ہے کہ اگر سفر سے آتے تو پڑھتے۔ نیز[2] اسی میں انھیں سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز چاشت چار رکعت پڑھتے اور جو چاہتے زیادہ فرما دیتے۔ چونکہ نماز چاشت کا وقت وہ ہے کہ اس وقت حضور دولت خانے میں تشریف نہیں رکھتے تھے۔ عموماً باہر یا مسجد میں یا کسی صحابی کے گھر رہا کرتے تھے اور ام المومنین کے یہاں نو دن میں صرف ایکدن قیام رہتا اس لئے انھیں نماز چاشت پڑھتے ہوئے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ مگر دوسروں سے سن کر علم ہوا۔ کہ چار رکعت یا اس سے زائد پڑھتے تھے۔ یا مطلب یہ ہے کہ پابندی کے ساتھ اس طرح کہ کبھی قضا نہ ہو، نہیں پڑھتے تھے۔ جس پر حدیث میں اشارہ موجود ہے، فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک کام کو چھوڑ دیتے تھے۔ چھوڑنا عمل کے بعد ہی ہوگا۔

**نماز چاشت کے رکعت ہے** ابھی گزرا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار رکعت پڑھتے اور جو چاہتے زیادہ فرماتے۔ حضرت ام ہانی کی حدیث میں ہے۔ کہ آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ کم از کم دو رکعتیں بھی آئی ہیں۔ حضرت ابو ذر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں دو ہی رکعت وارد ہے[3]۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسے بدعت کہتے تھے۔ کبھی فرماتے اچھی بدعت ہے۔ کبھی فرماتے — ما ابتدع المسلمون بدعۃ افضل منھا[4]۔ مسلمانوں نے اس سے افضل کوئی بدعت نہیں ایجاد کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی مستحب کام کیلئے کوئی مخصوص طریقہ اور وقت مقرر کر لینے سے وہ بدعت سیئہ اور حرام نہیں ہوتا، مستحب ہی رہتا ہے۔

**تشریحات ۶۷۹** قدماہ او ساقاہ — یہ شک راوی ہے — دونوں میں منافات نہیں — زیادہ دیر کھڑے رہنے سے قدم میں بھی ورم آجاتا ہے اور پنڈلی میں بھی — ویسے خلاد کی روایت میں بلاشک قدماہ ہے۔

**فیقال** بزار میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تفصیل یہ ہے۔ اس پر یہ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ! آپ یہ کرتے ہیں حالانکہ اللہ عزوجل کی طرف سے حضور کے بارے میں یہ آچکا ہے۔ اللہ نے آپ کی اگلی پچھلی ہر لغزش درگزر فرما دیا۔

**افلا اکون** مطلب یہ ہے کہ مجھ پر اللہ عزوجل کے جو بیشمار احسانات اور لامحدود انعامات ہیں انکا شکر ادا کرنے کے لئے اتنی عبادت کرتا ہوں۔

---

ع۵ التہجد باب تحریض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی قیام اللیل ص ۱۵۲ باب من لم یصل صلوۃ الضحیٰ وراہ واسع ص ۱۵۶

مسلم ابو داؤد نسائی۔ [1] اول۔ صلوۃ المسافرین باب استحباب صلوۃ الضحیٰ ص ۲۴۸ [2] ایضاً ص ۲۴۹ [3] مسلم اول صلوۃ المسافرین باب استحباب صلوۃ الضحیٰ ص ۲۵۰۔ [4] عمدۃ القاری سابع ص ۲۴۱۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَقُوْمَ اَوْلِيُصَلِّ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ اَوْسَاقَاهُ فَيُقَالُ لَهٗ فَيَقُوْلُ اَفَلَا

اتنی نماز پڑھتے تھے کہ حضور کے قدم یا حضور کی پنڈلیاں ورم کر آتی تھیں خدمت

اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا ع۵

اقدس میں عرض کیا جاتا تو فرماتے کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

۶۸۰ حدیث اَنَّ عَمْرَو بْنَ اَوْسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمام نمازوں سے زیادہ اللہ عزوجل کو

لَهٗ اَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوٗدَ وَاَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوٗدَ

محبوب داؤد کی نماز ہے اور روزوں سے بڑھکر اللہ کو پسند حضرت داؤد کا روزہ ہے۔ آدھی رات تک اور تہائی رات

وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا ع۵

تک قیام کرتے اور چھٹے حصے میں سوتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔

۶۸۱ حدیث سَمِعْتُ مَسْرُوْقًا قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَيُّ الْعَمَلِ

امام مسروق نے کہا میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا

۶۸۰ تشریحات چونکہ انسان پر نماز اور روزے کے علاوہ اور بھی فرائض عائد ہیں۔ مثلاً اہل و عیال کی پرورش، جہاد، حج وغیرہ۔ اور ہمیشہ رات بھر جاگنے سے اور مسلسل روزے رکھنے سے ان چیزوں میں خلل واقع ہوگا اور کمزوری کے باعث ان کی ادائیگی نہیں ہو پائے گی۔ اس لئے صلوٰۃ داؤد اور صوم داؤد زیادہ محبوب ہوا۔ نیز ابھی حدیث آرہی ہے کہ پابندی کے ساتھ اعمال زیادہ محبوب ہیں۔ بہ نسبت شروع کر کے چھوڑ دینے یا ناغے کے ساتھ کرنے سے، اور ہمیشہ رات بھر جاگنے، مسلسل روزے رکھنے میں مداومت نہیں ہو پائیگی اس لئے صوم داؤد اور صلوٰۃ داؤد افضل ہے۔

۶۸۲،۶۸۱ تشریحات محمد بن ناصر نے کہا۔ مرغ کی عادت یہ ہے کہ وہ آدھی رات کو بولتا ہے۔ اب یہ حضرت ابن عباس کی حدیث کے معارض نہیں ہوگا جسمیں مذکور ہے کہ جب آدھی رات ہوگئی یا آدھی سے کچھ کم ہوئی یا کچھ زیادہ۔ ابن بطال نے کہا۔ جب تہائی رات رہ جاتی ہے۔ جب بولتا ہے۔ تجربہ اسی کی شہادت دیتا ہے۔ اس تقدیر پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کا محمل یہ ہوگا کہ خاص اس رات اس وقت اٹھے اور ام المومنین کا ارشاد اکثر جو عادت کریمہ تھی اس کے مطابق ہے۔ دوسری حدیث میں ناغا

---

ع۵ التہجد باب قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللیل حتی ترم قدماہ ص ۱۵۲ ثانی تفسیر سورۃ الفتح ص ۷۱۶ الرقاق باب العمل عن محارم اللہ ص ۹۵۸ مسلم نسائی ابن ماجہ ترمذی کلھم فی الصلوۃ۔ مسند امام احمد جلد رابع ص ۵-۲۵۱ ع۵ التہجد باب من نام عند السحر ص ۱۵۲، الانبیاء باب احب الصلوۃ الی اللہ صلوۃ داؤد ص ۴۸۶ مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ کلھم فی الصوم۔

كَانَ اَحَبَّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الدَّائِمُ قُلْتُ مَتٰى

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب تھا۔ فرمایا جو ہمیشہ کیا جائے

كَانَ يَقُوْمُ قَالَتْ يَقُوْمُ اِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ ۔ عہ

میں نے عرض کیا کب تہجد پڑھتے تھے فرمایا جب مرغ کی آواز سنتے۔

۶۸۲ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا اَلْفَاهُ السَّحَرَ

**حدیث** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صبح

عِنْدِيْ اِلَّا نَائِمًا تَعْنِيْ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عہ

میرے یہاں ہمیشہ سونے کی حالت میں ہوئی۔

۶۸۳ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً

**حدیث** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ایک رات میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

سے مراد لیٹے رہنا ہے۔ تاکہ دوسری احادیث کے معارض نہ ہو۔

**۶۸۳ تشریحات** اس حدیث پر باب یہ ہے کہ تہجد میں نماز کو لمبی پڑھنا۔ باب سے حدیث کو مناسبت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تندرست قوی جوان تھے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیوانے اور اتباع کے شوقین۔ پھر انھوں نے بیٹھنے کا ارادہ اسی وقت کیا ہوگا جبکہ وہ بہت تھک گئے ہوں گے، آنا کہ کھڑا رہنا دشوار ہوگیا ہوگا۔ یہ اسی وقت ہوگا جبکہ قیام بہت طویل ہو۔ احناف کے یہاں قیام کا طویل کرنا بہ نسبت رکوع وسجود کی زیادتی کے افضل ہے جیسا کہ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا، کونسی نماز افضل ہے؟ تو ارشاد فرمایا طول القنوت۔ اور ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن حبشی خثعمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ طول القیام اس حدیث نے قنوت کے معنی کی توضیح کردی کہ اس سے مراد قیام ہی ہے۔

**اعتذار** اس کے بعد امام بخاری حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث لائے ہیں جسمیں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں تہجد کے لئے اٹھتے تو اپنا منہ مسواک سے صاف فرماتے۔ یہ حدیث جلد ثانی میں گزر چکی ہے۔ اسکا باب سے کوئی تعلق نہیں۔

ابن منیر نے کہا کہ امام بخاری کا مقصود اس سے حضرت حذیفہ کی اس حدیث کی یاددہانی ہے جو امام مسلم نے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ حضور نے سورہ بقرہ شروع فرمادی، میں نے جی میں کہا کہ سو آیت پر رکوع فرمائیں گے۔ حضور آگے بڑھ گئے، میں نے کہا اس سورت کو ایک رکعت میں پڑھیں گے، حضور آگے بڑھ گئے۔ میں نے کہا اس پر رکوع فرمائینگے۔ آخر حدیث تک۔ اس پر علامہ عینی نے فرمایا۔ ایک حدیث سے کسی اجنبی حدیث کی یاددہانی عجیب تر ہے۔ پھر خود یہ فرمایا۔ تھوڑی سی

---

عہ التھجد باب من نام عند السحر ص ۱۵۲ ثانی الرقاق باب القصد والمداومۃ للعمل ص ۹۵۷ مسلم ابوداؤد نسائی کلھم فی الصلوٰۃ۔ عہ التھجد باب من نام عند السحر ص ۱۵۲ مسلم ابوداؤد ابن ماجہ کلھم فی الصلوٰۃ۔

فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِأَمْرٍ سَوْءٍ قُلْنَا مَا هَمَمْتَ قَالَ هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ

ساتھ نماز پڑھی۔ حضور اتنی دیر تک کھڑے رہے کہ میں نے ایک معیوب کام کا ارادہ کر لیا ہمنے پوچھا کیا ارادہ

وَأَذَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؏

کر لیا تھا تو فرمایا کہ میں نے قصد کر لیا کہ بیٹھ جاؤں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ دوں۔

۶۸۴ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ صَلٰوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يَعْنِي بِاللَّيْلِ ؏

تیرہ رکعت تھی یعنی رات میں

۶۸۵ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنْ صَلٰوةِ

حدیث امام مسروق نے کہا میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَتِسْعٌ وَإِحْدٰى

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا

عَشْرَةَ سِوٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ؏

سات اور نو اور گیارہ فجر کی دو رکعت کے علاوہ۔

مناسبت یوں پیدا کی جا سکتی ہے کہ اس حدیث میں تہجد کے لئے اٹھنا مذکور ہے۔ اور عادت کریمہ تھی کہ تہجد میں قیام طویل فرماتے تھے۔ اور طول قیام کے لئے طول صلوۃ لازم مگر یہ شخص پر ظاہر ہے کہ یہ تقریر بھی اثبات باب کیلئے کہاں تک کافی ہے۔

تشریحات ۶۸۴ تا ۶۸۶ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تہجد کی کتنی رکعتیں پڑھتے تھے۔ اس خصوص میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو مروی ہے۔ وہ یہ ہیں۔ تیرہ۔ ان کی عام روایتوں میں یہی ہے۔ کتاب العلم، باب السمر بالعلم اور کتاب الاذان باب من یقوم عن یمین الامام میں ہے کہ پانچ رکعتیں پڑھیں۔ کتاب التفسیر باب قولہ، ان فی خلق السموت والارض کی پہلی روایت میں ہے کہ گیارہ رکعتیں پڑھیں۔ ان میں سے تین وتر کی نکال دی جائیں تو تہجد کی دس۔ آٹھ۔ دو رکعتیں ہوتی ہیں۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ۶۸۳ میں یہاں یہ ہے۔ سات۔ نو۔ گیارہ۔ ان میں سے تین وتر کی رکعتیں نکال دی جائیں تو علی الترتیب چار۔ چھ۔ آٹھ رکعتیں تہجد کی ہوتی ہیں اور حدیث ۶۸۲ کا بھی حاصل یہی ہے کہ آٹھ ہیں لیکن اگر وتر کی ایک رکعت مانیں جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے تو اس حدیث سے بھی دس رکعت تہجد کی نماز ثابت ہو سکتی ہے۔ حضرت ابن عباس اور حضرت ام المومنین کی ان تمام احادیث کا حاصل یہ ہوا کہ کم از کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ دس رکعت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز پڑھی۔ صوفیاء کرام بارہ رکعت پڑھتے ہیں۔

ع۵ التہجد باب طول الصلوۃ فی قیام اللیل ص ۳-۱۵۲ مسلم صلوۃ ترمذی شمائل۔ ابن ماجہ صلوۃ۔ ع۶ التہجد۔ باب کیف صلوۃ اللیل ص ۵۳ مسند امام احمد اول ص ۳۳۸ ع۷ ایضا

۶۸۶ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ

**حدیث** امام قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِّنْهَا

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے انھیں میں

الْوِتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ ۵ه

وتر اور فجر کی دو رکعت سنت بھی ہوتیں۔

۲۱۷ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَشَأَ قَامَ بِالْحَبَشِيَّةِ ۵ه

**ت** حضرت ابن عباس نے فرمایا نشأ کے معنی حبشی زبان میں قام ہے۔

غالباً ان کی بنیاد اس پر ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں وتر کی صرف ایک رکعت ہے۔ ایک رکعت وتر وضع کرنے کے بعد بارہ رکعتیں تہجد کی ہوگئیں۔ تیرہ رکعتوں میں وتر بھی داخل ہے۔ اس پر حدیث ۶۸۴ اور موطا[1] کی یہ حدیث دلیل ہے کہ ام المومنین نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ پھر جب صبح کی اذان سنتے تو دو رکعتیں پڑھتے۔ نیز مسند[2] امام احمد اور ابوداؤد[3] میں حضرت ام المومنین ہی سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر کبھی چار اور تین پڑھتے کبھی چھ اور تین۔ کبھی آٹھ اور تین کبھی دس اور تین۔ تیرہ سے زیادہ اور سات سے کم نہیں پڑھتے تھے۔

نسائی[4] میں حضرت ام المومنین ہی سے مروی ہے کہ نو رکعتیں پڑھتے تھے۔ جب عمر مبارک زیادہ ہوگئی تو سات رکعتیں پڑھنے لگے تھے۔ ابھی باب قیام رمضان میں آرہا ہے کہ فرمایا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان ہو یا اور کوئی مہینہ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ ان سب کے ذکر سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ تہجد کی رکعات کے سلسلے میں روایات مختلف آئی ہیں۔ خود حضرت ام المومنین سے جو روایتیں آئی ہیں ان میں بھی اختلاف ہے۔ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ اس کی تعداد مقرر نہ تھی، مختلف احوال میں مختلف تعداد رہی۔ مرض، تکان، عمر وقت کے لحاظ سے تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہی۔ یہی بات رکعات کی تعداد میں اختلاف کی باعث بن گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی کبھی وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے[5] سنت فجر کے علاوہ۔ ہوسکتا ہے بعض راویوں نے اسے جوڑ کر تیرہ کر دیا ہو۔

**تشریح ۲۱۷** سورہ مزمل میں آیا ہے۔ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا: "بیشک رات کا اٹھنا بہت زیادہ زبان و دل میں موافقت پیدا کرتا ہے اور بات بہت صحیح نکالنے والا ہے" حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ نَاشِئَةٌ کا مادہ۔ نشأ ہے۔ جس کے معنی اٹھنے کے بھی ہیں۔ اور یہ لفظ حبشہ میں بھی اٹھنے ہی کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ حبشیوں سے عرب نے لیا ہے۔ اور جو نشأ بمعنی قام ہے وہ حبشی الاصل ہے۔ اس لئے کہ صحیح یہ ہے کہ قرآن کریم کے تمام کلمات کریمہ عربی الاصل ہیں۔ کوئی کلمہ عجمی الاصل نہیں۔ اور جو چند کلمات کے بارے میں بعض

---

ع۵ ایضا۔ ع۵ التھجد۔ باب قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باللیل ص ۱۵۳۔ [1] باب صلوۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الوتر ص ۴۵۔ [2] فتح القدیر جلد رابع ص ۱۷۔ [3] اول باب فی الصلوۃ اللیل ص ۱۹۳ [4] اول قیام اللیل باب کیف الوتر بتسع ص ۲۵۰ [5] ایضا۔

اسلاف نے فرمایا ہے کہ فلاں زبان کے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان زبانوں میں بھی مستعمل ہیں۔ یہی جمہور امت کا مذہب ہے۔

قرآن مجید میں کوئی غیر عربی کلمہ نہیں۔ اس پر برہان قاطع یہ ہے کہ قرآن مجید نے اپنے منکرین کو چیلنج فرمایا کہ اگر تم اسے کلام الٰہی نہیں مانتے اور یہ کہتے ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا کلام ہے۔ تو تم لوگ بھی انھیں کی طرح عربی ہو۔ اس کی ایک چھوٹی سی سورہ کے مثل لاؤ۔ مگر وہ عاجز رہے اور نہ لاسکے۔ اب اگر قرآن مجید کے کچھ کلمات کو غیر عربی الاصل مان لیا جائے تو وہ کہہ سکتے تھے کہ اسمیں عجمی کلمات ہیں۔ ہم عجمی زبان سے واقف نہیں، اس لئے اس کے مثل کلام پر قادر نہیں۔ اس تعلیق کو عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور وطأ کے معنی یہ بتائے مواطاۃً للقران۔ یعنی قرآن کا کان آنکھ دل کے موافق ہونا۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر مصحف سے دیکھکر پڑھے گا تو نظر بچوکے گی نہیں۔ جو لکھا ہے اس کو صحیح صحیح دیکھے گی اور زبان اس کو صحیح صحیح ادا کرے گی، اگر بے دیکھے پڑھے گا تو بھی دماغ حاضر ہوگا، صحیح پڑھے گا۔ اور قرأت کان کو بھلی معلوم ہوگی، بغور سنے گا اور اسکا مضمون دل میں جمے گا۔ اس کے معانی دل میں اتریں گے۔ یہ امام بخاری کی تفسیر ہے۔ علامہ عینی نے سمرقندی کے حوالے سے اس کے معنی ثقل نقل فرمائے ہیں یعنی نفس پر بھاری ہے۔ علامہ ابن حجر نے بھی فرمایا کہ لغت میں وطأ کے معنی ثقل کے ہیں۔ اس تعلیق کو عبد بن حمید نے امام مجاہد سے موصولا ذکر کیا ہے ــــ لیواطئوا لیوافقوا۔ یہ سورہ براءت کی آیت کریمہ یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ــ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ــ (۳۷) ایک سال اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور ایک سال اسے حرام تاکہ اللہ نے جتنے مہینوں کو حرام فرمایا ہے۔ اس کی تعداد پوری کرلیں۔ اور اللہ نے جسے حرام فرمایا اسے حلال بنالیں۔ اس آیت میں لِيُوَاطِـُٔوْا کے معنی لِيُوَافِقُوْا کے ہیں۔ یعنی برابر بنالیں۔ اس تعلیق کو طبری نے حضرت ابن عباس سے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ البتہ طبری میں لیوافقوا کے بجائے لیتنابھوا ہے

**نماز تہجد کی فرضیت اور نسخ** سورہ مزمل کے نزول کے بعد تہجد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی اور صحابہ پر بھی واجب و فرض تھی ارشاد ہے يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا۔ اپنے جسم پر کمبل لپیٹنے والے رات میں قیام کرو۔ مگر تھوڑی سی رات آدھی یا کچھ کم کردو یا زیادہ۔ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

سال بھر تک یہ حکم باقی رہا پھر اسی سورہ مبارکہ کی اخیر آیت سے فرضیت یا وجوب منسوخ ہوگیا۔ ارشاد ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ۭ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۭ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۣ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا۔ تمہارا رب جانتا ہے کہ تم کبھی دو تہائی رات کے قریب اور کبھی آدھی رات اور کبھی تہائی رات قیام کرتے ہو اور تمہارے ساتھ والے بھی۔ اور اللہ رات دن کا اندازہ فرماتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ رات کا حساب نہ لگا پاؤ گے۔ تو وہ اپنی مہربانی سے تم پر متوجہ ہوا۔ اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو پڑھو۔ اسے معلوم ہے کہ تم میں کچھ لوگ بیمار ہوں گے اور کچھ زمین پر سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لئے، اور کچھ لوگ راہ خدا میں جہاد کریں گے۔ تو قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو پڑھو، اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو۔

امام مسلمؒ[1] نے سعد بن ہشام بن عامر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قیام لیل کے بارے میں سوال کیا تو ام المومنین نے فرمایا، کیا تو یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ نہیں پڑھتا۔ میں نے عرض کیا ہاں پڑھتا ہوں۔ تو فرمایا۔ کہ اللہ عزوجل نے اس سورہ کے شروع میں قیام لیل کو فرض فرمایا۔ اللہ کے نبی اور ان کے صحابہ نے ایک سال قیام فرمایا۔ اور اس کے اخیر کا حصہ بارہ مہینے تک اللہ نے آسمان میں روک رکھا۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اس سورہ کے اخیر میں تخفیف نازل فرمائی۔ تو قیام لیل فرض کے بعد نفل ہوگیا۔ نسائیؒ[2] اور مسند امام احمدؒ[3] میں یہ زائد ہے۔ کہ اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ نے قیام کیا یہاں تک کہ ان کے قدم سوج گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفسیر میں ہے۔ قُمِ الَّیْلَ۔ رات کو قیام کر یعنی پوری رات مگر کچھ کم۔ تو یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ پر شاق ہوا۔ اور وہ پوری رات قیام کرتے اور کچھ کم کی حد نہیں متعین کر سکے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے۔ نِصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا نازل فرمایا، یہ بھی ان پر سخت تھا۔ اب بھی پوری رات قیام کرتے اور ان کے قدم سوج گئے۔ اور یہ پنجگانہ نمازوں سے پہلے تھا۔ سال بھر وہ حضرات یہی کرتے رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اسکا ناسخ نازل فرمایا۔ یعنی عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ۔ یعنی تم لوگ تہائی اور چوتھائی کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ جب نماز پنجگانہ فرض کی گئی۔ تو قیام لیل کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔ جیسے زکوٰۃ نے ہر صدقہ اور رمضان کے روزے نے ہر روزے کی فرضیت منسوخ کر دیا۔

علامہ ابن جوزی کی تفسیر میں ہے کہ اس اندیشے کی وجہ یہیں تہائی اور آدھی رات کے قیام کا حکم ہوا اور اس کا اندازہ نہیں ہو پاتا تھا، لوگ رات رات بھر قیام کرتے۔ یہ بہت شاق تھا تو اللہ عزوجل نے ایک سال کے بعد تہائی یا آدھی رات تک قیام کو اپنے اس ارشاد عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَیْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم لوگ اندازہ نہیں کر پاؤ گے، تو اس نے تم پر مہربانی فرمائی اب جتنا آسان ہو قرآن پڑھو۔ جتنی دیر ہو سکے نماز پڑھو۔ اگر اتنی دیر جتنی دیر میں بکری دوہ لی جاتی ہے۔ مگر قیام لیل اب بھی واجب رہا پھر اس کے وجوب کو سال بھر بعد نماز پنجگانہ فرض کر کے منسوخ فرما دیا۔ تو وجوب اور تخفیف میں سال بھر کا فصل رہا۔ اور وجوب بالکلیہ منسوخ ہونے میں دو سال کا۔

**خلاصہ کلام** ان سب کا حاصل یہ ہوا کہ سورہ مزمل میں تین ناسخ اور تین منسوخ ہیں۔ پہلے قُمِ الَّیْلِ سے پوری رات کا قیام فرض ہوا پھر نِصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا اَوْ زِدْ عَلَیْهِ۔ سے پوری رات کا قیام منسوخ ہوا۔ اور کم از کم تہائی رات کا فرض رہا۔ پھر فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ سے تہائی رات کا قیام منسوخ ہوا۔ اور بقدر وسعت فرض ہوا۔ پھر اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ سے قیام لیل کی فرضیت امت کے حق میں بالکلیہ منسوخ ہوگئی۔ اور یہ نفل ہوگیا۔ هٰذَا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وعلمه جل مجده اتم واحکم صحیح یہ ہے۔ نماز تہجد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نماز پنجگانہ کی فرضیت کے بعد بھی فرض رہی۔ حضرت[4] ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ قول مروی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (بنی اسرائیل ۷۹) اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھو۔ خاص آپ کیلئے زیادہ ہے۔

علامہ[5] محمد بن عبد الباقی، زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں۔

الذی علیه الجمهور واکثر اصحاب الشافعی وغیرهم جمہور اور اکثر اصحاب شافعی وغیرہ کا مذہب یہ ہے۔

---

[1] اول مسافرین باب صلوۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۵۶۔ [2] اول۔ الصلوۃ۔ باب قیام اللیل ص ۲۳۰ [3] سادس ص ۵۴ [4] عمدۃ القاری سابع ص ۱۸۹ [5] اول ص ۲۳۶۔

۶۸۷ عَنْ حُمَيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

**حدیث** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ ہیں

وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا يَصُوْمَ مِنْهُ وَيَصُوْمُ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا

روزہ نہ رکھتے تھے یہاں تک کہ ہم لوگ گمان کرتے کہ اب اس مہینے میں روزہ نہ رکھیں گے اور

يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا وَكَانَ لَا تَشَاءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا اِلَّا رَاَيْتَهٗ وَلَا نَائِمًا

روزہ رکھتے تو اتنا کہ ہم گمان کرتے کہ اب روزہ نہ چھوڑیں گے اور حضور کا یہ حال تھا کہ اگر رات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا

اِلَّا رَاَيْتَهٗ ؏

چاہتے تو نماز پڑھتے ہوئے بھی دیکھتے اور سویا ہوا دیکھنا چاہتے تو سویا ہوا دیکھتے۔

۶۸۸ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

انه لم ينسخ لقوله تعالىٰ ومن الليل فتهجد به نافلة لك کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں منسوخ نہیں ہوا۔ اللہ عزوجل کے اس ارشاد ای عبادة زائدة فی فرائضك۔ کی وجہ سے اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھو۔ خاص آپ کیلئے زیادہ ہے یعنی آپکے فرائض میں زیادہ عبادت۔

**تشریحات** ۶۸۷ کتاب الصوم میں بطریق سلیمان بن حبان احمر، شروع میں یہ زائد ہے۔ کہ حمید نے کہا میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روزے کے بارے میں پوچھا۔ تو حضرت انس نے وہ ارشاد فرمایا۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مسلسل پورے مہینے کا سوائے رمضان کے کسی مہینے روزے نہیں رکھتے اور نہ کوئی مہینہ روزے سے خالی رہتا۔ یہی قیام لیل کا حال تھا۔ نہ پوری رات قیام فرماتے اور نہ کوئی رات قیام سے خالی رہتی۔ اس کا وقت مقرر نہ تھا۔ اور وہ جو حدیث ۶۶۹ میں گزر اکرام المومنین نے فرمایا کہ جب مرغ کی آواز سنتے تو قیام لیل کے لئے اٹھتے۔ یہ اکثر احوال کے اعتبار سے ہے۔

تَابَعَهٗ سُلَيْمَانُ وَاَبُوْ خَالِدِنِ الْاَحْمَرُ عَنْ حُمَيْدٍ سلیمان اور ابو خالد احمر نے حمید سے روایت کرتے ہوئے اسکی متابعت کی۔

سلیمان سے مراد سلیمان بن بلال ابو ایوب ہیں۔ اور ابو خالد سے مراد سلیمان بن حبان احمر ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ حمید طویل سے اس حدیث کو محمد بن جعفر کے علاوہ سلیمان بن بلال ابو ایوب نے اور ابو خالد سلیمان بن حبان احمر نے بھی روایت کیا ہے۔ ان دونوں کی روایتیں کتاب الصوم باب ما یذکر من صوم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مذکور ہیں۔ ابو ایوب سلیمان بن بلال کی روایت اس کے بالکل مطابق ہے۔ مگر ابو خالد سلیمان بن حبان احمر کی روایت کے الفاظ بدلے ہیں، اور مضمون بھی زائد ہے جو کتاب الصوم میں مذکور ہوگی۔

**تشریحات** ۶۸۸ یہاں باب کا عنوان یہ ہے۔ شیطان کا سر کی گدی پر گرہ لگانا جبکہ رات میں نماز نہ پڑھے۔ اور حدیث عام ہے خواہ کوئی نماز پڑھے خواہ نہ پڑھے۔ جب سوتا ہے تو شیطان گرہ لگاتا ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ جب نماز پڑھنے سے گرہ کھل گئی تو گویا لگی ہی نہیں، اس لئے باب کو حدیث سے مطابقت ہے۔ اقول ہو سکتا ہے امام بخاری اس حدیث کو اپنے عموم پر نہ رکھتے ہوں۔ اور صرف اسکے

---

ع۵ التھجد۔ باب قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باللیل ص ۱۵۳، الصوم۔ باب ما یذکر من صوم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۶۴

قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَاْسِ اَحَدِكُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلٰثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ

تم میں کوئی سوتا رہے تو شیطان اسکی گدی پر تین گرہ لگا دیتا ہے اور ہر گرہ کے وقت تھپکی دیتا ہے

عِنْدَ كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَاِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ اِنْحَلَّتْ

کہ ابھی لمبی رات باقی ہے سو یا رہ۔ اب اگر وہ جاگ گیا اور اللہ کا ذکر کیا تو ایک گرہ کھل جاتی

عُقْدَةٌ فَاِنْ تَوَضَّاَ اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ صَلّٰى اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاَصْبَحَ نَشِيْطًا

ہے پھر اگر وضو کرے تو ایک اور گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر نماز پڑھ لے تو ایک اور گرہ کھل جاتی ہے۔ تو وہ

طَيِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ عه

ہشاش وبشاش خوش وخرم صبح کرتا ہے ورنہ وہ افسردہ سست رہتا ہے۔

۶۸۹ حدیث عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقِيْلَ مَا زَالَ نَائِمًا حَتّٰى اَصْبَحَ مَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ

ایک شخص کا تذکرہ ہوا اور یہ کہا گیا کہ صبح تک سوتا رہا نماز کیلئے نہیں اٹھا

فَقَالَ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ اُذُنِهٖ عه

تو فرمایا شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا ہے۔

ساتھ خاص مانتے ہوں جو عشاء کی نماز پڑھے بغیر سوئے۔ اسی افادے کے لئے باب میں واذا لم یصل کی قید لگائی مگر تخصیص کی کوئی دلیل نہیں۔ اس لئے بالفرض امام بخاری اسے خاص مانتے ہوں تو وہ صحیح نہیں۔

یعقد نصوص کو ظاہر معنی پر محمول کرنا ضروری ہے۔ جب تک ظاہر معنی سے پھیرنے والی کوئی دلیل نہ ہو۔ اور یہاں اس پر کوئی دلیل نہیں اس لئے ظاہر معنی مراد لینا ہی متعین۔ اگرچہ ہم اس گرہ کو محسوس نہ کریں۔ بلکہ اس کی تائید دوسری احادیث سے ہوتی ہے۔ مسند امام احمد[1] میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے۔ تمھاری گدی پر رسی ہے جسمیں تین گرہیں ہیں۔ نیز ابن ماجہ[2] میں بھی ہے کہ فرمایا۔ تمھاری گدی پر رات میں شیطان رسی سے تین گرہیں لگا دیتا ہے۔

۶۸۹ تشریح صحیح یہی ہے کہ یہ اپنے معنی حقیقی پر ہے یعنی جب شیطان دیکھ لیتا ہے کہ میرا کام کر دیا تو اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے، اس کی تذلیل وتحقیر کے لئے یا مقصد یہ ہے کہ پیشاب کر کے کان بند کر دیتا ہے کہ اذان نہیں سنتا کہ اٹھکر نماز پڑھتا۔ اور یہ نماز فرض چھوڑنے والے کے لئے ہے۔

---

عه التھجد باب عقد الشیطان علی قافیۃ الراس ص ۱۵۳ بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص ۴۶۳ مسلم صلوۃ المسافرین، ابوداؤد، تطوع۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوات، مسند امام احمد ثانی ص ۴۳۲ عه التھجد باب اذا نام ولم یصل بال الشیطان فی اذنہ ص ۱۵۳۔ بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ ۴۶۳ مسلم صلوۃ المسافرین، نسائی، ابن ماجہ صلوۃ۔ [1] ثانی ص ۲۵۳ [2] اقامۃ الصلوۃ باب فی قیام اللیل ص ۹۵۔

۶۹۰ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

**حدیث** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰی كُلَّ لَیْلَةٍ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی

ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات پہلے آسمان پر تجلی خاص فرماتا ہے

ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ یَقُوْلُ مَنْ یَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَهٗ مَنْ یَّسْاَلُنِیْ فَاُعْطِیَهٗ مَنْ

جبکہ آخری تہائی رات باقی رہتی ہے فرماتا ہے کون مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار سنونگا کون مجھ سے کچھ مانگتا ہے میں

یَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَ لَهٗ ؏۵

اسے دونگا کون مجھ سے مغفرت چاہتا ہے اسے بخش دونگا۔

۶۹۰ **تشریحات** مسند[1] امام احمد میں یہ زائد ہے۔ اسی وجہ سے آخری رات کی نماز اول رات سے افضل ہے۔ مسلم[2] میں یہ اور ہے۔ کون ایسی ذات کو قرض دیتا ہے جو نہ نادار ہے نہ ظالم۔ یہاں روایتیں تین طرح آئی ہیں۔ اول یہی جو اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رات کا اخیر تہائی حصہ باقی رہتا ہے تو اللہ عزوجل الخ امام ترمذی[3] نے اس کو اصح کہا۔ ثانی یہ کہ جب رات کا ایک تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو اللہ عزوجل الخ۔ اسے بھی امام ترمذی نے روایت فرمایا، اور دوسرے محدثین نے بھی۔ ثالث یہ ہے کہ جب آدھی رات رہ جاتی ہے یا آدھی رات گزر جاتی ہے۔ یہ اسماعیل بن جعفر حماد بن سلمہ، ابن اسحاق کی روایت ہے۔ رابع۔ تردید کیساتھ، کہ جب آدھی رات ہوجاتی ہے یا اخیر تہائی رات۔ یہ امام اوزاعی کی روایت ہے۔ خامس جب آدھی یا تہائی رات گزر جاتی ہے یہ محمد بن جعفر[4] کی روایت ہے۔ سادس۔ یہ کہ جب آدھی یا دو تہائی رات گزر جاتی ہے، اسے امام مسلم نے روایت کیا۔

**تطبیق** ان سب میں تطبیق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مختلف اوقات میں وحی ہوئی ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف روایات میں بیان فرمایا، راوی نے جو سنا بیان کردیا۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ ہوسکتا ہے ابتداءً ثلث اول گزرتے ہی یہ تجلی خاص ہوتی ہو۔ اسکی وحی ہوئی تو اسے بیان فرمادیا۔ پھر آدھی رات گزرنے پر یہ تجلی خاص ہونے لگی اور اس کی وحی ہوئی تو اسے بیان فرمایا۔ پھر تہائی رات رہ جانے پر تجلی ہونے لگی اور اس کی وحی ہوئی تو اسے بیان فرمایا۔ یا ترتیب اس کے برعکس ہو۔ ان سب کا قدر مشترک یہ ضرور نکلا کہ رات کی اخیر تہائی رات میں یہ تجلی خاص ضرور ہوتی ہے۔ اس لئے کہ مسلم[5] کی بعض روایتوں میں ہے کہ صبح صادق تک یہ تجلی رہتی ہے۔

**ینزل ربنا** اللہ عزوجل، نزول عروج جگہ۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے آنے سے منزہ ہے۔ اس لئے کہ یہ سب جسم کے لوازم سے ہیں۔ اور اللہ عزوجل جسم وجسمانیات سے پاک ہے۔ اس لئے کہ وہ قدیم واجب بالذات ہے۔ اقول یہ بھی متشابہات سے ہے جسمیں مذہب اسلم یہ ہے کہ اس کے حق ہونے پر ایمان رکھا جائے۔ اور معنی اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد کردیا جائے۔ بعض حضرات نے اسکی یہ تاویل کی ہے۔ کہ یہاں اَمْر یا ملک، محذوف ہے، یعنی حکم الٰہی نازل ہوتا ہے۔ یا اللہ عزوجل کے حکم سے فرشتہ اترتا ہے۔ اس کی تائید ان احادیث سے بھی

---

ع۵ التھجد باب الدعاء والصلوۃ آخر اللیل ص ۱۵۳ ثانی الدعوات باب الدعا نصف اللیل ص ۹۳۶ التوحید باب قول اللہ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ص ۱۱۱۶ مسلم صلوۃ المسافرین ابو داؤد، سنت ترمذی صلوۃ دعوات۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوۃ، دارمی صلوۃ۔ مسند امام احمد ثانی ص ۲۶۰

[1] جلد ثانی ص ۲۶۴ [2] اول صلوۃ المسافرین باب قیام اللیل ص ۲۵۸ [3] اول صلوۃ باب فی نزول الرب تبارک وتعالیٰ الی السماء الدنیا کل لیلۃ ص ۵۹ [4] یہ پوری تفصیل عمدۃ القاری جلد سابع ص ۱۹۷ سے ماخوذ ہے [5] اول صلوۃ المسافرین باب صلوۃ اللیل ص ۲۵۸۔

۶۹۱ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا كَیْفَ كَانَ صَلٰوةُ

**حدیث** حضرت اسود نے کہا میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا رات میں

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّیْلِ قَالَتْ كَانَ یَنَامُ اَوَّلَهٗ وَیَقُوْمُ اٰخِرَهٗ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے نماز پڑھتے تھے تو فرمایا رات کے اول میں سوتے اور آخر میں

فَیُصَلِّیْ ثُمَّ یَرْجِعُ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَاِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَثَبَ فَاِنْ كَانَتْ بِهٖ حَاجَةٌ

اٹھتے اور نماز پڑھتے پھر اپنے بچھونے پر تشریف لے جاتے جب مؤذن اذان کہتا تو تیزی سے اٹھتے

اغْتَسَلَ وَاِلَّا تَوَضَّاَ وَخَرَجَ ۸ھ

اگر غسل کی حاجت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو فرماتے اور نماز کے لئے باہر تشریف لے جاتے۔

۶۹۲ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ

**حدیث** ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف نے خبر دی کہ انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ہوتی ہے جنہیں یہ مذکور ہے۔ کہ پھر ایک فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ وہ ندا کرے، جیسا کہ دارقطنی[1] نے بطریق اہل بیت اسد اللہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیا ہے۔ وجہ تائید یہ ہے کہ عام احادیث میں یہ مذکور ہے کہ اللہ عزوجل ندا فرماتا ہے۔ اور اس میں ہے کہ فرشتے کو ندا کرنیکا حکم دیتا ہے۔ مامور کا فعل حقیقت میں آمر کا ہی ہوتا ہے، چونکہ اللہ کے حکم سے فرشتہ اترتا ہے اسلئے اس کی اسناد اللہ عزوجل کی طرف کردی گئی ہے۔ دوسری یہ ہے کہ اس سے رحم وکرم کی خاص تجلی مراد ہے۔

**تشریحات ۶۹۱** مسلم[2] میں یہ حدیث یوں ہے کہ ابن اسحاق نے کہا میں نے، اسود بن یزید سے اس حدیث کو پوچھا جو ام المومنین حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں بیان فرمایا ہے، تو انھوں نے بیان کیا کہ ام المومنین نے یہ فرمایا کہ رات کے اول میں سوتے اور اخیر میں نماز پڑھتے۔ پھر اگر اپنے اہل کی طرف حاجت ہوتی تو حاجت پوری کرتے پھر سوتے۔ جب ندا اول یعنی اذان کا وقت ہوتا تو تیزی سے اٹھتے۔ بخدا انھوں نے یہ فرمایا کہ اپنے جسم پر پانی بہاتے اور بخدا انھوں نے یہ فرمایا کہ غسل کرتے۔ میں جانتا ہوں انکی مراد کیا ہے۔ اور اگر جنب نہ ہوتے تو مرد کی طرح نماز کے لئے وضو فرماتے اور دو رکعت پڑھتے۔

اسماعیلی نے کہا۔ اس حدیث میں غلطی ہے۔ اسلئے کہ احادیث میں یہ ہے کہ حضور اگر جنب ہوتے اور سونے کا ارادہ فرماتے تو وضو فرما لیتے اور جو کوئی اس کے بارے میں پوچھتا تو اسے بھی یہ بتاتے۔

**تشریحات ۶۹۲** فی رمضان ولا فی غیرہ۔ اس پر نص ہے کہ اس سے مراد تہجد ہے۔ اس پر پوری بحث گزر چکی۔ غیر مقلدین کا یہ کہنا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان میں بھی تہجد کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے ہمارے یہاں رمضان میں بھی تہجد کے علاوہ نماز تراویح بھی سنت ہے۔ اس کی دلیل حضرت عمر[3] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد کہ فرمایا۔

---

۸ھ التھجد۔ باب من نام اول اللیل واحیی اخرہ ص ۱۵۴ ترمذی شمائل۔ نسائی۔ [1] عمدۃ القاری سابع ص ۱۹۸۔ [2] اول صلوۃ المسافرین باب صلوۃ اللیل ص ۲۵۵۔ [3] بخاری اول الصوم باب فضل قیام رمضان ص ۲۶۹۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کَیْفَ کَانَتْ صَلٰوۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

سے رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ

فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَزِیْدُ فِیْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان یا کسی اور مہینے میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں

رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِہِنَّ

کرتے تھے چار رکعت پڑھتے اسکی خوبی اور

وَطُوْلِہِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِہِنَّ وَطُوْلِہِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثَلٰثًا

درازی کو مت پوچھو پھر چار پڑھتے اس کی خوبی اور درازی کو مت پوچھو اسکے بعد تین رکعت (وتر)

قَالَتْ عَائِشَۃُ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ یَا عَائِشَۃُ اِنَّ

پڑھتے۔ عائشہ نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں تو فرمایا

عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ ؏

میری آنکھ سوتی ہے اور دل نہیں سوتا۔

واللتی تنامون عنہا افضل من اللتی تقومون یرید آخر اللیل

جس سے تم لوگ سو جاتے ہو اور نہیں پڑھتے اس سے فضل ہے جسے تم ادا کرتے ہو یعنی آخری رات میں

اللتی۔ سے وقت مراد نہیں ہو سکتا بلکہ اس سے نماز ہی مراد ہے۔ ایک نماز کو افضل اور دوسری کو مفضول کہنا اس کی دلیل ہے کہ یہ دونوں نمازیں ہیں۔ نیز اس کی دلیل یہ ہے کہ تہجد کی نماز کے لئے ضروری ہے کہ عشاء کے بعد سوئے پھر اٹھکر پڑھے۔ جیسا کہ طبرانی نے کبیر اور اوسط میں حضرت حجاج بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا۔ تم یہ گمان کرتے ہو کہ جب رات میں صبح تک نماز پڑھتے رہو تو تم نے تہجد پڑھ لیا۔ ایسا نہیں انما التھجد بعد رقدۃ۔ تہجد سونے کے بعد ہی ہے۔ یہ خود تہجد کے معنی ہی سے ظاہر ہے۔ ابو عبیدہ کی کتاب المجاز میں ہے۔ فَتَھَجَّدَ بِہٖ۔ ای اسھر بصلوۃ یقال تھجدت ای سھرت وھجدت ای نمت۔ یعنی نماز پڑھتے ہوئے جاگو۔ تھجد کے معنی ہیں۔ میں جاگا اور ھجدت کے معنی ہیں میں سویا۔ ابن نیانی کی موعب میں صاحب العین سے ہے۔ ھجد القوم ھجودا ناموا۔ وتھجدوا ای استیقظوا للصلوۃ اولہم قال تعالیٰ فتھجد بہ۔ ای انتبہ بعد النوم واقرأ القرآن۔ ھجد۔ کے معنی ہیں سویا۔ اور تھجد کے معنی ہیں، نماز یا کسی بھی کام کے لئے جاگا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ فتھجد بہ۔ یعنی سونے کے بعد اٹھو اور قرآن پڑھو۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ مجرد میں اسکا معنی سونے کے ہیں اور باب تفعل میں، سو کر جاگنے کے۔ یا یہ کہا جائے کہ یہ اضداد میں سے ہے۔ مگر مجرد میں سونے کے معنی میں شائع وذائع ہے۔ اور باب تفعل میں

---

ع۱ التھجد باب قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی رمضان وغیرہ ص ۱۵۴ باب فضل قیام رمضان ص ۲۶۹ المناقب باب کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تنام عینہ ولا ینام قلبہ ص ۵۰۴ مسلم صلوۃ المسافرین۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ل عمدۃ القاری جلد سابع ص ۲۰۳۔

۶۹۳ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

**حدیث** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ یَا بِلَالُ حَدِّثْنِیْ بِاَرْجٰی عَمَلٍ عَمِلْتَهٗ فِی الْاِسْلَامِ

حضرت بلال سے نماز فجر کے وقت فرمایا اے بلال مجھے بتاؤ تم نے اسلام میں کون سا ایسا عمل کیا ہے

فَاِنِّیْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَیْكَ بَیْنَ یَدَیَّ فِی الْجَنَّةِ قَالَ مَا عَمِلْتُ عَمَلًا اَرْجٰی عِنْدِیْ

جس پر ثواب کی امید سب سے زیادہ ہو کیونکہ جنت میں میں نے تمھاری چپلوں کی آواز اپنے آگے سنی ہے انھوں نے

اَنِّیْ لَمْ اَتَطَهَّرْ طُهُوْرًا فِیْ سَاعَةِ لَیْلٍ وَّنَهَارٍ اِلَّا صَلَّیْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُوْرِ مَا كُتِبَ لِیْ

عرض کیا میں نے اس کے علاوہ اور کوئی ایسا عمل نہیں کیا ہے جس پر مجھے سب سے زیادہ ثواب کی امید ہو

اَنْ اُصَلِّیَ عه

سوائے اس کے کہ میں دن رات میں جب بھی وضو کرتا تو اس وضو سے جتنی میرے مقدر میں ہوتی ہے نماز پڑھتا ہوں۔

سو کر اٹھنے کے معنی میں۔ اور سب کو معلوم ہے کہ تراویح عشاء کے بعد متصلا پڑھی جاتی ہے۔ تراویح سے پہلے کوئی نہیں سوتا۔ اسلئے یہ کہنا کہ تراویح اصل میں نماز تہجد ہے، سراسر غلط ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وتر تین رکعتیں ہیں۔

**تشریحات** ۶۹۳ کسی امتی کا موت سے پہلے جنت میں جانا شرعا ممکن نہیں۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے جنت میں چلے گئے اس لئے بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ خواب کا واقعہ ہے۔ بعض نے فرمایا یہ بطور تمثیل ہے۔ اقول اس عموم سے کہ جنت میں کوئی موت سے پہلے نہیں جا سکتا۔ حضرت آدم وحوا مستثنیٰ ہیں۔ اس کا بھی امکان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی سعادت کی وجہ سے حضرت بلال بھی مستثنیٰ ہوں کیا بعید ہے۔

رہ گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو شب معراج جنت میں تشریف لے گئے۔ علامہ عینی نے اس موقعہ پر بہت ہی ایمان افروز بات کہی ہے۔ لکھتے ہیں:۔

والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما جاوز السموات السبع وبلغ الی سدرۃ المنتھیٰ خرج من ان یکون من اھل ھذا العالم فلا یمتنع بعد ھذا دخولہ الجنۃ قبل الموت لہ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ساتوں آسمانوں سے آگے تشریف لے گئے اور سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ گئے تو اس عالم والوں میں سے نہ رہے تو اس میں کوئی اشکال نہیں کہ وہ جنت میں وصال سے پہلے تشریف لے جائیں۔

اقول: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خواب میں آئندہ پیش آنے والے واقعے کو اس طرح دکھایا جاتا ہے جیسے ہو گیا ہے۔ اس کی نظیر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ مبارک خواب ہے کہ فرمایا۔ میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک کنوئیں پر ہوں، اس سے پانی کھینچ رہا ہوں کہ ابوبکر

---

عہ التہجد باب فضل الطھور باللیل والنھار ص ۱۵۴۔ ثانی۔ التوحید۔ باب قول اللہ قل فادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن فادعوا فلھا ص ۱۱۲۴۔ مسلم فضائل الصحابۃ۔ نسائی۔ مسند امام احمد جلد ثانی۔ لہ عمدۃ القاری سابع ص ۲۰۷۔

۶۹۴ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ بَیْنَ السَّارِیَتَیْنِ فَقَالَ

(مسجد میں) تشریف لائے تو دیکھا کہ دو ستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہے۔ دریافت فرمایا

مَا هٰذَا الْحَبْلُ قَالُوْا هٰذَا حَبْلٌ لِّزَیْنَبَ فَاِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ فَقَالَ النَّبِیُّ

یہ کیسی رسی ہے تو لوگوں نے کہا یہ زینب کی رسی ہے جب تھک جاتی ہے تو اس سے لٹک جاتی ہے

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا حُلُّوْهُ لِیُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهٗ فَاِذَا

حکم دیا اسے کھول دو جب تک نشاط ہو نماز پڑھو جب تھک جاؤ

فَتَرَ فَلْیَقْعُدْ ۶۹۴

تو بیٹھ جاؤ۔

اور عمر آئے۔ ابوبکر نے ڈول لیا۔ ایک یا دو ڈول نکالا۔ اور ان کے ڈول کھینچنے میں کچھ سستی ہے، اللہ انھیں معاف فرمائے۔ پھر ابوبکر کے ہاتھ سے ڈول عمر نے لیا، تو وہ بڑھ کر مشک ہوگیا میں نے کسی ماہر تجربہ کار کو انکی طرح کام کرتے نہ دیکھا۔ یہاں تک کہ لوگوں کو آسودہ کر دیا۔[۱]

رہ گیا یہ سوال کہ جبکہ یہ ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے کوئی جنت میں نہیں جائے گا۔ پھر بلال کیسے پہلے چلے گئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت بلال خادم خاص تھے حیات مبارکہ میں آگے آگے چلتے تھے، اور کوئی عالیجاہ مخدوم کہیں بھی جاتا ہے تو اپنے خدم وحشم کے ساتھ جاتا ہے۔ خدم وحشم مخدوم کے تابع ہوتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب جنت میں جائیں گے تو اسی شان سے جائیں گے کہ خادم خاص آگے آگے ہو۔ تابع حکم میں متبوع کے ہوتا ہے۔ اس کا داخلہ حقیقت میں متبوع کا داخل ہونا ہے۔ اب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوال کا حاصل یہ ہوا کہ تمھارا وہ کون سا عمل ہے جس کے صلے میں تم جنت میں بھی اپنے اس خصوصی منصب پر فائز ہوگے۔ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنت اعمال حسنہ کا صلہ ہے حالانکہ یہ محض کرم ایزدی ہے جواب یہ ہے کہ اعمال حسنہ موجب کرم ہیں اور ذریعے کا ذریعہ بھی ذریعہ ہے۔

تشریح ۶۹۴ یہ زینب بنت جحش ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ جیسا کہ خطیب نے اپنے مبہمات میں ذکر کیا ہے اور علامہ کرمانی نے بھی یہی لکھا ہے۔[۲] ابوداؤد میں بطریق زیاد بن ایوب صرف زینب مذکور ہے بغیر نسبت کے۔ مگر بطریق ہارون بن عباد ازدی ہے کہ یہ ان کی بہن حمنہ بنت جحش تھیں۔ اور یہی مسند امام احمد[۳] میں بھی ہے۔ اور اسی میں ص۱۰۱ پر صرف زینب بغیر نسبت کے ہے اور ص۲۰۴ پر فلانہ بغیر نام کے ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ شوق متعدد خواتین کو ہوا ہو۔

---

عہ التھجد باب مایکرہ من التشدید فی العبادۃ ص ۱۵۴۔ مسلم المسافرین۔ ابوداؤد صلوۃ۔ نسائی۔ قیام اللیل۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوۃ۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۱۰۱۔ [۱] بخاری ثانی۔ الرویا۔ باب نزع الماء من البیر ص ۱۰۳۹۔ [۲] اول صلوۃ باب النعاس فی الصلوۃ ص ۱۸۶ [۳] جلد ثالث ص ۲۵۶، ۱۸۴۔

۶۹۵ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ

**حدیث** حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا عَبْدَ اللّٰہِ لَا تَکُنْ مِثْلَ فُلَانٍ کَانَ

اے عبداللہ فلاں کے مثل نہ ہو جانا

یَقُوْمُ مِنَ اللَّیْلِ فَتَرَکَ قِیَامَ اللَّیْلِ ؏

جو رات میں قیام کرتا تھا پھر چھوڑ دیا۔

۶۹۶ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ

**حدیث** حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّکَ تَقُوْمُ اللَّیْلَ وَتَصُوْمُ النَّھَارَ قُلْتُ

علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ تم رات بھر قیام کرتے ہو اور دن میں

اِنِّیْ اَفْعَلُ ذٰلِکَ قَالَ فَاِنَّکَ اِذَا فَعَلْتَ ذٰلِکَ ھَجَمَتْ عَیْنُکَ وَنَفِھَتْ نَفْسُکَ

روزہ رکھتے ہو کیا یہ صحیح ہے؟ میں نے عرض کیا حضور میں یہ کرتا ہوں تو فرمایا جب تم یہ کرو گے تو تمھاری آنکھ

وَاِنَّ لِنَفْسِکَ حَقًّا وَّلِاَھْلِکَ حَقًّا فَصُمْ وَاَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ ؏

کمزور ہو جائے گی اور تم خود کمزور ہو جاؤ گے، تمھاری ذات کا تم پر حق ہے، تیرے اہل کا تم پر حق ہے، تو روزہ رکھ بھی اور چھوڑ بھی اور قیام بھی کر سو بھی

۶۹۷ حَدَّثَنِیْ عُبَادَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

**حدیث** حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

**تشریحات** ۶۹۵۔۶۹۶ کتاب الصوم اور کتاب الانبیاء میں یوں ہے۔ مجھ سے یہ فرمایا۔ تم صوم دہر رکھتے ہو اور رات میں قیام کرتے ہو۔ تو میں نے عرض کیا۔ جی حضور۔ تو فرمایا۔ تم جب یہ کرو گے تو آنکھ کمزور ہو جائے گی اور جسم ناتواں ہو جائے گا۔ جس نے صوم دہر رکھا اس نے روزہ نہیں رکھا۔ (ہر مہینے) تین دن کا روزہ صوم دہر ہے۔ میں نے عرض کیا۔ میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا۔ تو صوم داؤد رکھو۔ وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے۔ اور دشمن کا مقابلہ ہوتا تو منہ نہیں پھیرتے۔

**تشریحات** ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹ ہمارے یہاں فجر کی سنت، سنت موکدہ قریب واجب کے ہے۔ یہ بہ نسبت اور سنتوں کے زیادہ موکد ہے۔ حتیٰ کہ ابوداؤد[1] میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، فجر کی سنت مت چھوڑو اگرچہ تم کو دشمن کے گھوڑے روند ڈالیں۔ اس کو ہمارے ائمہ نے واجب اس وجہ سے

ع۱ التھجد باب مایکرہ من ترک قیام اللیل لمن کان یقومہ ص ۱۵۴ مسلم الصوم۔ نسائی۔ ابن ماجہ صلوۃ۔ ع۲ التھجد باب ص ۱۵۴ الصوم باب صوم داود علیہ السلام ص ۲۲۶ الانبیاء باب قول اللہ عزوجل آتینا داؤد زبورا ص ۴۸۵۔ مسلم صوم، ترمذی صوم۔ نسائی صوم ابن ماجہ صوم۔ [1] اول صلوۃ باب رکعتی الفجر ص ۱۷۹؛

وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

کہ فرمایا جس کی رات میں آنکھ کھلی اور یہ پڑھا۔ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا

لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ

کوئی شریک نہیں اسی کے لئے ملک ہے اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے

اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اَوْ دَعَا اُسْتُجِيْبَ

اور اللہ پاک ہے اور اللہ بہت بڑا ہے گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی طاقت اللہ ہی کی عطا سے ہے۔ اسکے بعد کہے۔ اللہ بخش دے

لَهٗ فَاِنْ تَوَضَّاَ قُبِلَتْ صَلٰوتُهٗ عه

یا اور کوئی دعا کرے تو قبول ہوگی۔ پھر اگر وضو کرکے نماز پڑھے تو نماز بھی قبول ہوگی۔

۶۹۸ حدیث اَخْبَرَنِي الْهَيْثَمُ بْنُ اَبِيْ سِنَانٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

ہیثم بن ابی سنان نے خبر دی کہ انھوں نے سنا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ

عَنْهُ وَهُوَ يَقُصُّ فِيْ قَصَصِهٖ وَهُوَ يَذْكُرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عنہ اپنے وعظ میں بیان کر رہے تھے۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تذکرہ کر رہے تھے

اِنَّ اَخَاكُمْ لَا يَقُوْلُ الرَّفَثَ يَعْنِيْ بِذٰلِكَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ رَوَاحَةَ ـــ وَفِيْنَا

کہ فرمایا تمھارے بھائی (عبداللہ بن رواحہ) فحش بات (اشعار میں) نہیں کہتے۔ انھوں نے کہا ہے

رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُوْ كِتَابَهٗ ـــ اِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِّنَ الْفَجْرِ سَاطِعُ۔ اَرَانَا الْهُدٰى

اور ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔ جب مشہور و معروف فجر بلند ہوتی ہے۔ ہم کو گمراہی کے بعد

بَعْدَ الْعَمٰى فَقُلُوْبُنَا۔ بِهٖ مُوْقِنَاتٌ اَنَّ مَا قَالَ وَاقِعٌ۔ يَبِيْتُ يُجَافِيْ جَنْبَهٗ عَنْ

ہدایت دکھائی۔ ہمارے دل یہ یقین کر چکے ہیں کہ انھوں نے جو فرمایا صحیح ہے۔ رات میں اپنا پہلو اپنے بستر سے جدا

فِرَاشِهٖ۔ اِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِيْنَ الْمَضَاجِعُ عه

رکھتے ہیں جب مشرکین بستر پر بھاری رہتے ہیں۔

نہیں فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث متابرہ میں اس کو بھی ذکر فرمایا۔ اور اسمیں کوئی نماز واجب نہیں اس لئے یہ بھی واجب نہیں۔

---

عه التھجد۔ باب فضل من تعار من اللیل فصلی ص ۱۵۵۔ ابوداؤد ادب، ترمذی، دعوات، ابن ماجہ دعا۔

عه " " " " " " " " " باب ھجاء المشرکین ص ۹۰۹

۶۹۹ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

**حدیث** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ صَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ وَّرَكْعَتَيْنِ جَالِسًا وَّرَكْعَتَيْنِ بَيْنَ

عشا پڑھتے پھر آٹھ رکعت پڑھتے۔ اور دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے اور دو رکعتیں دونوں ندا کے درمیان پڑھتے

النِّدَائَيْنِ وَلَمْ يَكُنْ يَدَعُهُمَا اَبَدًا ۵۵

اور ان دونوں کو کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔

۷۰۰ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اِضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ ۵۶

فجر کی دو رکعت سنت پڑھ کر داہنی کروٹ پر لیٹ جایا کرتے تھے۔

۷۰۱ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

**حدیث** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب

كَانَ اِذَا صَلّٰى فَاِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِيْ وَاِلَّا اضْطَجَعَ حَتّٰى يُؤْذَنَ بِالصَّلٰوةِ ۵۷

نماز سے فارغ ہو جاتے تو اگر میں جاگتی رہتی تو مجھ سے بات کرتے ورنہ لیٹ جاتے یہاں تک کہ نماز کے لئے اذان ہوتی۔

۷۰۰ ۷۰۱ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ فجر کی سنت کے بعد جب تک جماعت کا وقت نہ ہوتا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

**تشریحات** لیٹا کرتے تھے۔ مگر یہ عمل دوامی نہیں تھا۔ مسند امام احمد[1] میں ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر کی سنتیں پڑھ کر کبھی کبھی لیٹ جایا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں خود بخاری[2] ہی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ کہ تہجد سے فارغ ہو کر لیٹے اور جب مؤذن آیا تو دو رکعت پڑھی پھر باہر تشریف لے گئے اور صبح کی نماز پڑھی نیز یہاں مذکور دوسری حدیث سے بھی یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ عمل پابندی کے ساتھ نہ تھا۔ بلکہ جب ام المومنین جاگتی رہتیں تو بیٹھے ان سے باتیں کرتے۔ حدیث کے ظاہر سے یہی سمجھ میں آرہا ہے۔ اور یہی امام بخاری نے بھی سمجھا ہے۔ اسی لئے یہاں باب یہ قائم فرمایا۔ جس نے گفتگو کی اور لیٹا نہیں۔ یہی ہمارا مذہب ہے کہ فجر کی سنت کے بعد لیٹنا واجب نہیں، اور نہ سنت موکدہ ہے۔ اگر کوئی تہجد کا عادی ہے تو وہ فجر کی سنت سے پہلے یا بعد میں لیٹ لے تاکہ تکان دور ہو جائے اور تازہ دم ہو کر انبساط کے ساتھ نماز فجر پڑھ سکے۔

صحابہ کرام میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسے بدعت کہتے تھے اور لوگوں کو سختی

---

۵۵ التھجد باب المداومۃ علی رکعتی الفجر ص ۱۵۵ - ابوداود - نسائی۔ ۵۶ التھجد باب الضجعۃ علی الشق الایمن بعد رکعتی الفجر ص ۱۵۵ ۵۷ التھجد باب من تحدث ولم یضجع ص ۱۵۵ باب الحدیث بعد رکعتی الفجر ص ۱۵۶ مسلم۔ مسافرین۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔

[1] جلد سادس ص ۱۲۱ [2] اول الوتر باب اول ص ۱۳۵۔

۲۱۸ وَيُذْكَرُ ذٰلِكَ عَنْ عَمَّارٍ وَّاَبِيْ ذَرٍّ وَّاَنَسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ

ت نفل دو رکعت ہے۔ یہ حضرت عمار اور حضرت ابوذر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور

وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَّعِكْرِمَةَ وَالزُّهْرِيِّ ؏ھ

جابر بن زید اور عکرمہ اور زہری سے مروی ہے۔

۲۱۹ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ نِ الْاَنْصَارِيُّ مَا اَدْرَكْتُ فُقَهَاءَ اَرْضِنَا اِلَّا يُسَلِّمُوْنَ

ت اور یحیٰی بن سعید انصاری نے کہا میں نے اپنی سرزمین کے فقہاء میں سے کسی کو ایسا نہ پایا جو

فِيْ كُلِّ اثْنَتَيْنِ مِنَ النَّهَارِ ؏ھ

دن میں ہر دو رکعت پر سلام نہ پھیر دیتے ہوں۔

## تشریحات

۲۱۸ ذالک کا اشارہ باب کی طرف ہے یعنی نفل دو دو رکعت ہے۔ باب کا اطلاق رات اور دن دونوں کی نوافل کو شامل ہے۔

چھ حضرات مذکور ہیں۔ ان میں سے تین پہلے والے صحابی ہیں اور تین بعد والے تابعی۔ حضرت عمار کی تعلیق کو طبرانی نے کبیر میں ان الفاظ میں روایت کیا۔ حضرت عمار نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سونے سے پہلے وتر پڑھ لے اور رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ مگر اس کے راویوں میں ربیع بن بدر ضعیف ہے۔ ہاں ابن ابی شیبہ نے حضرت عمار کے بارے میں روایت کیا کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے اور دو رکعت مختصر پڑھی۔ اسی طرح اسی میں حضرت ابوذر کے بارے میں بھی ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے اور ایک ستون کے پاس آئے اور دو رکعت پڑھی، اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیق مفصل ۔ باب ھل یصلی الامام بمن حضر میں گزر چکی[1] ہے۔ جس کے اخیر میں ہے ۔ پھر حضور نے دو رکعتیں پڑھیں۔ رہ گئے جابر بن زید اور عکرمہ اور زہری۔ تو علامہ عینی نے فرمایا۔ ان میں سے صرف عکرمہ کے بارے میں ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں یہ روایت کیا ہے کہ وہ مسجد میں آئے اور دو رکعت پڑھی۔ ان تعلیقات سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے۔ صرف دو رکعت نماز پڑھنا صحیح ہے۔ اگر امام بخاری کا مقصد یہی ہے تو باب ثابت۔ لیکن اگر امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ نفل نماز دو رکعت سے زائد پڑھنا درست نہیں۔ تو یہ ان تعلیقات سے ثابت نہیں۔

۲۱۹ یحیٰی بن سعید انصاری۔ تابعین میں سے ہیں۔ یہ مدینے کے قاضی تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سنی اور ان سے کبار تابعین نے جن میں سب سے اقدم ابوجعفر منصور عراقی ہیں۔ ان کو ہاشمیہ کی قضا سپرد ہوئی ایک قول یہ ہے کہ بغداد کے بھی قاضی تھے۔ ۱۴۳ھ میں وصال فرمایا۔

ہماری سرزمین سے مراد مدینہ طیبہ ہے۔ ان کے زمانے میں وہاں فقہاء یہ تھے۔ زہری، نافع، سعید بن مسیب، عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق، امام جعفر صادق، ربیعہ بن عبدالرحمٰن بن ہرمز وغیرہ، اس تعلیق میں بھی وہی تفصیل ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

---

ع۵ التہجد باب ماجاء فی التطوع مثنی مثنی ص ۱۵۵ ع۵ التہجد۔ باب ماجاء فی التطوع مثنی مثنی ص ۱۵۵

[1] بخاری اول اذان باب ھل یصلی الامام بمن حضر ص ۹۲

۷۰۲ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

**حدیث** حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ

تمام کاموں میں استخارہ کی تعلیم دیتے تھے جیسے قرآن کی سورہ کی تعلیم دیتے تھے فرماتے تھے

مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ يَقُوْلُ اِذَا هَمَّ اَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ

جب کسی کام کا پختہ ارادہ کرلو تو دو رکعت نماز پڑھو فرض نہیں نفل

ثُمَّ لِيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْاَلُكَ

پھر یہ عرض کرو اے اللہ میں تیرے علم سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے قوت چاہتا ہوں اور

مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ

تجھ سے تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں اسلئے کہ تو قدرت رکھتا ہے اور میں نہیں رکھتا تو جانتا ہے میں نہیں جانتا

اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ

اور تو غیبوں کا جاننے والا ہے اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین میرے معاش اور میرے انجام میں بہتر ہے

اَمْرِيْ اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَ

یا یہ فرمایا کہ ابھی یا آئندہ تو اسے میرے لئے مقدر فرما اور اسے میرے لئے آسان فرما پھر اس میں میرے لئے برکت عطا فرما

اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ اَوْ قَالَ

اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین میرے معاش اور میرے انجام میں برا ہے یا فرمایا

۷۰۲ **تشریحات** مسند امام احمد میں ھذا الامر کے بعد ہے۔ کہ اپنی حاجت کا نام لے۔ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ ہو تو استخارہ کی نماز مستحب ہے۔ بشرطیکہ وہ عبادات نہ ہوں یا منہیات نہ ہوں۔ اس لئے کہ عبادات کی ادائیگی اور منہیات سے اجتناب مطلقاً خیر ہے ہاں یہ جائز ہے کہ کسی عبادت غیر موقت کے وقت کے بارے میں استخارہ کیا جائے۔ مثلاً حج، جہاد کے بارے میں یہ کیا جائے کہ امسال کروں یا نہ کروں۔ یا کسی سرکش با اقتدار کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے بارے میں استخارہ کیا جائے۔ چھوٹا کام ہو یا بڑا سب کیلئے استخارہ مستحب ہے۔ کبھی کبھی چھوٹی چھوٹی باتیں بڑے حوادث و نقصانات کا سبب بن جاتی ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ استخارہ متعدد بار کرے۔ ایک حدیث ضعیف میں سات بار کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا فرماتے تو تین بار دعا فرماتے[1] اس سے تین بار پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ امام نووی نے فرمایا کہ نماز استخارہ کی پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور دوسری میں قل ہو اللہ احد پڑھے، امام غزالی نے بھی احیاء العلوم میں یہ لکھا ہے، اگرچہ یہ تعیین کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ نماز استخارہ دو رکعت سے زائد بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

[1] مسلم ثانی الجہاد باب ما لقی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اذا المشرکین ص ۱۰۸

فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ

ابھی یا آئندہ تو اسے مجھ سے پھیر دے اور مجھے اس سے پھیر دے اور بھلائی جہاں کہیں ہو میرے لئے مقدر فرما۔

حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ قَالَ وَیُسَمِّیْ حَاجَتَہٗ۔ عہ

پھر مجھے اس پر راضی کر دے۔ اور اپنی حاجت بیان کرے۔

۶۰۳ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ لَمْ یَکُنِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی شَیْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ اَشَدَّ تَعَاھُدًا مِّنْہُ عَلٰی رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ عہ

نفل پر فجر کی دو رکعتوں سے زیادہ سخت پابندی نہیں فرماتے تھے۔

۶۰۴ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ بِاللَّیْلِ ثَلٰثَ عَشْرَۃَ رَکْعَۃً ثُمَّ یُصَلِّیْ اِذَا سَمِعَ

وسلم رات میں تیرہ رکعت پڑھتے تھے پھر جب اذان سنتے تو

النِّدَاءَ بِالصُّبْحِ رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ سہ

مختصر دو رکعتیں پڑھتے۔

کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ثم صلّ ما کتب اللہ لک پھر اللہ نے جتنا مقدر میں لکھا ہے اتنی نماز پڑھ۔ استخارہ کرنے کے بعد جس پر دل جمے وہ کرے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر خواب میں سپید یا سبز رنگ دیکھے تو کرے اور اگر سرخ یا سیاہ دیکھے تو نہ کرے۔

حدیث میں جو دعا آئی ہے اس میں ایک جگہ ان ھذا الامر ہے۔ یہاں اپنی ضرورت ذکر کرے۔ آگے ہے فی عاقبۃ امری او قال عاجل امری وآجلہ۔ یہاں کسی راوی سے شک ہوگیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فی عاقبۃ امری فرمایا تھا یا اس کی جگہ عاجل امری وآجلہ فرمایا تھا۔ یہاں بہتر یہ ہے کہ دونوں پڑھے۔ یعنی فی عاقبۃ امری وعاجل امری وآجلہ۔

**تشریح ۶۰۳** حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فجر کی سنت کو نوافل میں شمار کیا۔ یہ دلیل ہے کہ یہ واجب نہیں، سنت ہے۔

**تشریحات ۶۰۴** یہاں یہ باب ہے مایقراء فی رکعتی الفجر۔ فجر کی دو رکعتوں میں کیا پڑھے؟ اس حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ ما کبھی صفت کے بارے میں سوال کے لئے آتا ہے۔ اب باب کا مطلب یہ ہوا۔

عہ التھجد۔ باب صلوۃ اللیل مثنی مثنی ص ۱۵۵۔ ثانی الدعوات۔ باب الدعاء عند الاستخارۃ ص ۹۴۴۔ التوحید باب قولہ ھو القادر ص ۱۰۹۹۔ ابوداؤد صلوۃ ترمذی وتر، نسائی نکاح۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوٰۃ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۳۴۴۔

عہ التھجد باب تعاھد رکعتی الفجر ص ۱۵۶ ابوداؤد، نسائی۔ مسلم التھجد باب مایقرأ فی رکعتی الفجر ص ۱۵۶۔

ابوداؤد صلوۃ۔ نسائی لہ بہار شریعت چہارم ص ۲۷

۷۰۵ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

**حدیث** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّفُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى إِنِّيْ

نماز صبح سے پہلی والی دو رکعتیں مختصر پڑھتے تھے اتنی کہ میں کہتی ام القرآن

لَأَقُوْلُ هَلْ قَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ عه

سورہ فاتحہ بھی پڑھی یا نہیں

۷۰۶ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَحَدَّثَتْنِيْ أُخْتِيْ حَفْصَةُ أَنَّ النَّبِيَّ

**حدیث** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ اور مجھ سے میری بہن

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ بَعْدَ مَا يَطْلُعُ الْفَجْرُ وَكَانَتْ

ام المومنین حضرت حفصہ نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر طلوع

سَاعَةً لَا أَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا عه

ہونے کے بعد دو مختصر رکعتیں پڑھتے تھے اور یہ وہ وقت تھا کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہاں جاتا نہیں تھا۔

۲۲۰ وَقَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِيْ أَهْلِهٖ ت

اور ابن ابی الزناد نے بروایت موسیٰ بن عقبہ عن نافع یہ کہا۔ عشاء کے بعد اپنے اہل میں

فجر کی رکعتوں میں قرأت کی صفت کیا ہے، طویل یا قصیر۔ ام المومنین نے فرمایا خفیف یعنی مختصر دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ مختصر قرأت کرے۔ حضرت ابن مسعود حضرت ابن عمر حضرت انس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ کہ اس کی پہلی رکعت میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھا کرتے تھے۔ بعض اور آیتوں کا پڑھنا بھی مروی ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کبھی کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز تہجد دس رکعت بھی پڑھی ہے۔

**تشریحات** ۷۰۵، ۷۰۶ یہ باب الجمعہ میں گزری ہوئی حدیث نمبر ۵۸۶ کا حصہ ہے۔ ابتدائی حصہ یہ ہے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا میں نے ظہر سے پہلے ظہر کے بعد اور مغرب کے بعد اور عشاء کے بعد اور جمعے کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ دو دو رکعتیں پڑھیں اس پر پورا کلام گزر چکا ہے ناظرین حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

۲۲۰ اس تعلیق کی توجیہ میں شارحین کے تین قول ہیں۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ اس حدیث کے ابتدائی حصے میں ایک جگہ **تشریح** ہے۔ وسجد نین بعد العشاء یہاں اخیر میں اسی روایت میں فی اھلہ زائد ہے۔ اس کا دو مطلب ہے، ایک یہ کہ

---

عه التھجد باب مایقرأ فی رکعتی الفجر ص ۱۵۶ مسلم صلوۃ المسافرین۔ ابوداؤد صلوۃ۔ ترمذی صلوۃ۔ نسائی افتتاح۔ قیام اللیل۔ موطا امام مالک صلوۃ اللیل۔ مسند امام احمد سادس ص ۵۔۱۶۴ عه التھجد باب التطوع بعد المکتوبۃ ص ۱۵۷، باب الرکعتین قبل الظھر ص ۱۵۷۔ عه باب التطوع بعد المکتوبۃ ص ۱۵۶۔

۶۰۷ حدیث عَنْ مُوَرِّقٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ اَتُصَلِّی الضُّحٰی قَالَ لَا۔ قُلْتُ

مؤرق نے کہا میں نے حضرت ابن عمر سے نماز چاشت کے بارے میں پوچھا کہ آپ پڑھتے ہیں

فَعُمَرُ قَالَ لَا قُلْتُ فَاَبُوْ بَکْرٍ قَالَ لَا قُلْتُ فَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

تو فرمایا نہیں میں نے پوچھا حضرت عمر پڑھتے تھے، فرمایا نہیں۔ میں نے پوچھا حضرت ابو بکر؟ تو فرمایا نہیں میں نے پوچھا

وَسَلَّمَ قَالَ لَا اَخَالُہٗ۔ عہ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرمایا میں نہیں گمان کرتا کہ وہ پڑھتے ہوں گے۔

۶۰۸ حدیث عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے خلیل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِثَلٰثٍ لَّا اَدَعُھُنَّ حَتّٰی اَمُوْتَ صَوْمِ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ مِّنْ کُلِّ

تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے میں ان کو مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا ہر مہینے میں تین دن کا روزہ

یہ تمام سنتیں اپنے اہل میں آکر پڑھتے تھے۔ اور یہی ظاہر۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ عشاء کے بعد والی دو رکعت اپنے اہل میں آکر پڑھتے تھے علامہ عینی نے فرمایا کہ اس حدیث کے ابتدائی جز کے اخیر میں ہے۔ فاما المغرب والعشاء ففی بیتہ۔ مغرب اور عشاء کی سنتیں گھر میں پڑھتے تھے۔ ففی بیتہ کے بعد ہے۔ بعد العشاء فی اہلہ، علامہ خطیب قسطلانی رحمۃ نے فرمایا۔ کہ ففی بیتہ کی جگہ فی اہلہ ہے۔

**تشریحات ۶۰۷** یہاں عنوان ہے۔ سفر میں نماز چاشت۔ اور حدیث میں مطلقاً نفی مذکور ہے۔ سفر یا حضر کی تقیید نہیں۔ اس کے عموم سے سفر میں نفی پر استدلال ہو سکتا تھا کہ نہ سفر میں ہے نہ حضر میں۔ علامہ قسطلانی نے کہا کہ چونکہ نماز چاشت کے بارے میں روایات متعارض ہیں۔ امام بخاری نے ان سب میں تطبیق دینے کے لئے باب باندھا ہے کہ نفی کی روایات سفر پر محمول ہیں اور اثبات کی حضر پر۔ مگر اس کے بعد ہی حضرت ام ہانی کی حدیث آرہی ہے۔ جسمیں نماز چاشت کا ذکر ہے۔ اور وہ فتح مکہ کے موقع پر حالت سفر میں حضور نے پڑھی تھی۔ تطبیق کی صورت وہی ہے جو حدیث ۶۷۸ کے ضمن میں گزر چکی۔

**تشریحات ۶۰۸** یہاں باب کا عنوان ہے۔ حضر میں نماز چاشت کا بیان۔ اس پر استدلال حدیث کے ان الفاظ سے ہو رہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں ان کو مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا۔ اس میں حضر بھی داخل ہے۔ ہر مہینے میں تین دن سے مراد، ایام بیض کے روزے ہیں۔ یعنی تیرہ چودہ پندرہ۔ یہاں بخاری کی روایت میں نماز چاشت کی رکعتیں مذکور نہیں مگر مسلم[۱] میں ورکعتی الضحی ہے۔ یعنی چاشت کی دو رکعتیں۔ نیز مسلم[۲] ہی میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار رکعت پڑھتے اور جو چاہتے زیادہ کرتے، حضرت ام ہانی[۳] کی حدیث میں آٹھ رکعتیں مذکور ہیں۔ سونے سے پہلے وتر پڑھنے کا خاص حضرت ابو ہریرہ اور حضر ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے حکم فرمایا۔ کیونکہ سونے میں اس کا اندیشہ

---

عہ التہجد باب صلوۃ الضحیٰ فی السفر ص ۱۵۷۔ [۱] اول صلوۃ المسافرین باب استحباب صلوۃ الضحیٰ ص ۲۵۰

[۲] اول صلوۃ المسافرین باب صلوۃ الضحیٰ ص ۲۴۹ [۳] نزھۃ القاری جلد دوم ص ۱۹۹ تا ۲۰۲۔

شَهْرٍ وَصَلٰوةِ الضُّحٰى وَنَوْمٍ عَلٰى وِتْرٍ۔ عہ

اور نماز چاشت اور وتر پڑھکر سونا۔

**حدیث ۷۰۹** عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ہے کہ کہیں قضا نہ ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنھیں یہ اعتماد نہ ہو کہ اخیر شب میں اُٹھ سکیں گے انھیں ضروری ہے کہ وتر سونے سے پہلے پڑھ لیں، اور جنھیں اعتماد ہو کہ اٹھ سکیں گے انھیں افضل یہ ہے کہ رات میں تہجد کے بعد پڑھیں۔

کتاب الصوم میں امام بخاری نے اس حدیث پر یہ باب قائم فرمایا ہے۔ صیام بیض۔ تیرہ، چودہ، پندرہ کو ہے۔ اس حدیث میں کسی بھی تاریخ کی تعیین نہیں۔ پھر اس سے ایام بیض کے روزے مراد لینا اور ایام بیض سے مذکورہ بالا تواریخ متعین کرنا کیسے درست ہے۔

یہ بارہا گزر چکا کہ امام بخاری کی عادت ہے کہ باب کے ضمن میں جو حدیث لاتے ہیں اس سے باب کی مطابقت نہیں ہوتی مگر وہی حدیث کسی اور طریقے سے کہیں مذکور ہوتی ہے اس میں باب کے مناسب کلمات ہوتے ہیں چنانچہ اسی حدیث کو امام ابو محمد بن عبداللہ بن عطا ابراہیمی نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ سونے سے پہلے وتر کی۔ اور دو رکعت نماز چاشت پڑھنے کی اور ہر مہینے تین دن روزہ رکھنے کی، تیرہ، چودہ، پندرہ اور یہ بیض ہیں[1]۔ یعنی روشن دن۔ اسلئے کہ دوسرے دنوں کی طرح ان کے دنوں میں روشنی ہوتی ہی ہے۔ راتوں میں بھی رات بھر چاندنی رہتی ہے اسی لحاظ سے یہ ایام کی صفت ہیں[2]۔ ایام سے مراد دن اور رات دونوں کا مجموعہ ہے۔

ان ایام کے علاوہ اور بھی تین دن ہر مہینے روزے کے فضائل آئے ہیں۔ ان سب کو سامنے رکھتے ہوئے، اس سلسلے میں دس[10] اقوال ہیں:۔

(۱) ہر مہینے میں غیر معین تین دن کے روزے۔ اور تعیین مکروہ ہے۔ یہ امام مالک کا مشہور مذہب ہے (۲) ہر مہینے تیرہ چودہ پندرہ کے روزے یہ اکثر اہل علم کا قول ہے، اور یہی حضرت فاروق اعظم اور حضرت ابن مسعود حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے۔ نیز اکثر تابعین اور امام شافعی اور امام اعظم ان کے صاحبین امام احمد امام اسحٰق کا بھی (۳) بارہ تیرہ چودہ کے روزے (۴) ہر مہینے کے ابتدائی تین دنوں کے روزے جنھیں ایام غرّ کہتے ہیں۔ یہ امام حسن بصری کا مذہب ہے۔ (۵) ہر مہینے کے پہلے شنبہ یکشنبہ دوشنبہ پھر اس کے بعد والے مہینے میں پہلے سہ شنبہ چہارشنبہ پنجشنبہ کے روزے۔ یہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مذہب ہے۔ (۶) ہر مہینے کے آخری تین دن کے روزے جنھیں ایام سود کہتے ہیں۔ یہ ابراہیم نخعی کا مختار ہے۔ (۷) پہلے دوشنبے پنجشنبے اور پھر دوسرے دوشنبے کے روزے (۸) ہر مہینے کی پہلی، دسویں، بیسویں کے روزے، یہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے (۹) ہر مہینے کی پہلی، گیارہویں، بیسویں کے روزے۔ یہ ابو اسحٰق بن شعبان مالکی کا مختار ہے۔ (۱۰) پہلے پنجشنبہ پھر اس کے بعد والے دوشنبہ پھر اس کے بعد والے دوشنبہ کے روزے[3]۔

**تشریحات ۷۰۹** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے۔ ام المومنین فرماتی ہیں کہ چار رکعت۔ ترجیح اسی کو ہے۔ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ اکثر افعل کا نافی نہیں پھر اس کا بھی احتمال ہے کہ ظہر سے

عہ التہجد باب صلوۃ الضحیٰ فی الحضر ص ۱۵۷، الصوم۔ باب صیام البیض ثلث عشرۃ واربع عشرۃ وخمس عشرۃ ص ۲۶۶ مسلم نسائی صلوۃ

[1] عمدۃ القاری۔ الحادی عشر ص ۹ [2] فتح الباری۔ رابع ص ۱۹۶، [3] ایضاً ص ۱۹۸

كَانَ لَا يَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ ؏۵

ظہر سے پہلے چار اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں نہیں چھوڑتے تھے۔

**حدیث ۷۱۰** سَمِعْتُ مَرْثَدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيَّ قَالَ اَتَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقُلْتُ اَلَا اُعَجِّبُكَ مِنْ اَبِيْ تَمِيْمٍ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ فَقَالَ عُقْبَةُ اِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهٗ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

مرثد بن عبداللہ یزنی نے کہا میں عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا آپ کو ابوتمیم کی یہ بات تعجب میں نہیں ڈالتی کہ وہ مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھتے ہیں تو حضرت عقبہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

پہلے چار رکعت گھر کے اندر پڑھتے ہوں جیسا کہ مسند امام احمد[1] اور ابوداؤد میں ہے کہ چار رکعت گھر میں پڑھتے تھے۔ جنھیں ام المومنین ملاحظہ فرماتی ہوں، اور دو رکعت مسجد میں تشریف لاکر پڑھتے ہوں جنھیں حضرت ابن عمر نے دیکھا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ دو رکعت تحیۃ المسجد ہو، پوری بحث ہوچکی ہے۔ اس حدیث پر باب ہے، ظہر سے پہلے دو رکعت اور حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ظہر سے پہلے چار رکعت مذکور ہے۔ اس کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔

**تشریحات ۷۱۰** مغرب سے قبل نفل ہے یا نہیں اس کی پوری بحث گزر چکی ہے جو لوگ اسے مشروع مانتے ہیں وہ بھی یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہی پڑھے جو طہارت وضو وغیرہ کے ساتھ ہو تاکہ مغرب کی نماز اول وقت پڑھ سکے اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مغرب کی نماز ہر موسم میں اول وقت پڑھنا مستحب ہے۔ احناف کے یہاں مغرب سے پہلے کوئی نفل نہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ امام طاؤس نے کہا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، مغرب سے پہلے دو رکعتوں کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی کو نہیں دیکھا کہ اسے پڑھتا ہو۔[2] نیز طبرانی نے مسند شامیین میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج سے دریافت کیا۔ آیا انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ تو سب نے فرمایا، ہم نے نہیں دیکھا۔ ہاں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ایک بار میرے یہاں حضور نے پڑھا۔ جب میں نے پوچھا یہ کون سی نماز ہے تو فرمایا، عصر کے پہلے کی سنت نہیں پڑھ سکا تھا انھیں پڑھا ہے۔ نیز حضرت ابراہیم نخعی[3] نے فرمایا کہ یہ نماز نہ حضور نے پڑھی ہے نہ ابوبکر نے نہ عمر نے نہ عثمان نے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ یہ بدعت ہے۔ کوفے میں خیار صحابہ حضرت علی، حضرت ابن مسعود حضرت عمار حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔ ان میں سے کوئی مغرب سے پہلے یہ نماز نہیں پڑھتا تھا۔

اور یہ کہنا کہ بخاری کی روایت کو ان روایات پر ترجیح ہے۔ درست نہیں۔ جیسا کہ ہمارے علماء نے دلائل تاہرہ سے اسے ثابت فرمایا خصوصاً امام ابن ہمام نے اس مسئلہ پر بحث فرماتے ہوئے لکھا ہے۔

---

؏۵ التھجد باب الرکعتین قبل الظھر ص ۱۵۷۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ [1] فتح الباری ثالث ص ۴۸ [2] ابوداؤد اول باب الصلوٰۃ قبل المغرب ص ۱۸۲ [3] فتح القدیر اول ص ۱۸۸ لکھنؤ [4] ایضاً عمدۃ القاری سابع ص ۲۴۶

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فَمَا یَمْنَعُکَ الْآنَ قَالَ الشُّغْلُ ؏ہ

کے زمانے میں ہم اسے پڑھتے تھے میں نے عرض کیا اب کیا چیز روکتی ہے تو فرمایا مشغولیت۔

اگر بخاری میں مروی حضرت انس کی یہ حدیث صحیح ہوتی کہ اذان ہوتے ہی لوگ تیزی سے ستونوں کی طرف بڑھتے۔ اتنی کثرت سے لوگ نماز پڑھتے کہ ایک اجنبی یہ خیال کرتا کہ جماعت ہو چکی ہے۔ تو حضرت ابن عمر اور عامہ صحابہ کرام حتی کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہاں تک کہ ازواج مطہرات سے بات پوشیدہ رہتی۔ اور حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم اس پر عمل نہ کرتے بلکہ عامہ صحابہ اسے چھوڑ بیٹھتے نیز دارقطنی[۱] اور بیہقی نے حبان بن عبیداللہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مغرب کے سوا ہر دو اذان یعنی اذان و اقامت کے مابین نماز ہے۔ ابن شاہین[۲] نے کہا کہ اس حدیث سے قبل مغرب کی نماز منسوخ ہے۔

علامہ ابن جوزی نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اس لئے کہ اس کا ایک راوی۔ حبان۔ کذاب ہے۔ مگر ان کا یہ کہنا اشتباہ کی بنا پر ہے، اس لئے کہ حبان دو ہیں۔ ایک ابن عبداللہ۔ دوسرے ابن عبیداللہ۔ کذاب ابن عبداللہ ہے۔ اور ابن عبیداللہ ثقہ ہیں۔ جیسا کہ علامہ زیلعی نے لکھا ہے۔

نیز بخاری کی حضرت انس والی حدیث سے بھی اس کا استحباب ثابت نہیں ہوتا، اس میں یہ ہے: قام ناس من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ صحابہ میں سے کچھ حضرات ستونوں کی طرف بڑھتے اور نماز پڑھتے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ تمام صحابہ نہیں پڑھتے تھے، کچھ حضرات پڑھتے تھے۔ آگے ہے۔ حتی یخرج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لاتے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ اذان کے بعد صحابہ کرام میں سے کچھ حضرات نے یہ سوچا کہ بیکار رہنے سے بہتر یہ ہے کہ جب تک حضور باہر تشریف لائیں نماز ہی پڑھیں۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ نماز منجانب شرع مقرر نہیں تھی۔ ورنہ تمام صحابہ کرام پڑھتے جبکہ اس کا موقع تھا۔ جو لوگ پڑھتے تھے وہ وقت کو اہم عبادت میں مصروف کرنے کے لئے پڑھتے تھے۔ اور یہی ہم بھی کہتے ہیں کہ اس وقت نفل مشروع نہیں۔ اگر کوئی مختصر پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں، جیسا کہ امام ابن ہمام[۳] نے فرمایا ہے۔

**قبل عصر** عصر کے قبل بھی چار رکعت نفل مشروع ہے۔ امام احمد[۴] نے اپنے مسند میں اور ترمذی[۵] نے اپنی جامع میں ابوداؤد[۶] نے اپنی سنن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل اس شخص پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھ لے۔ نیز امام ترمذی[۵] اور امام نسائی[۵] نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصر سے پہلے چار رکعت پڑھا کرتے تھے مگر چونکہ یہ دونوں حدیثیں امام بخاری کی شرط پر نہیں اس لئے انھیں ذکر نہیں فرمایا۔

---

ع۵ التہجد باب الصلوۃ قبل المغرب ص ۱۵۸ مسند امام احمد رابع ص ۱۵۵

ل۵ فتح القدیر ص ۱۸۸ لکھنؤ ۲۵ عمدۃ القاری سابع ص ۲۴۶ ۳۵ فتح القدیر ص ۱۸۸ لکھنؤ

۴۵ جلد ثانی ص ۱۱۷ ۵۵ اول الصلوۃ باب ماجاء فی الاربع قبل العصر ص ۵۸

۵۵ اول صلوۃ باب الصلوۃ قبل العصر ص ۱۸۰ ۵۵ اول۔ صلوۃ، باب ماجاء فی الاربع قبل العصر ص ۵۸

۶۵ اول۔ باب الصلوۃ قبل العصر ص ۱۴۰۔

۱۱۷۱ قَالَ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ فَحَدَّثْتُهَا قَوْمًا فِيْهِمْ اَبُوْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيُّ

**حدیث** حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے یہ حدیث ان لوگوں کے سامنے بیان کی جنمیں

صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَتِهِ الَّتِيْ تُوُفِّيَ فِيْهَا

حضرت ابوایوب انصاری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی موجود تھے اس غزوہ میں جسمیں انھوں نے

وَيَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِمْ بِاَرْضِ الرُّوْمِ فَاَنْكَرَهَا عَلَيَّ اَبُوْ اَيُّوْبَ قَالَ وَاللّٰهِ

وفات پائی تھی اور ان پر یزید بن معاویہ امیر تھا سرزمین روم میں۔ تو حضرت ابوایوب نے اس کا انکار فرمایا اور کہا خدا

**تشریحات** ۱۱۷۱ یہ جلد ثانی صفحہ ۴۱۵-۶-۷ پر گذری ہوئی حدیث ۲۹۴ کا تتمہ ہے۔ جسے یہاں بھی امام بخاری نے پوری تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شک کی بنیاد یہ ہے۔ کہ اس کے آخر میں یہ ہے۔ کہ اللہ عزوجل نے اسے جہنم پر حرام فرمایا ہے جس نے اللہ کی رضا کے لئے لا الہ الا اللہ کہا۔ اس سے بظاہر یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مومنین میں جو فساق و فجار ہیں وہ جہنم میں نہیں جائیں گے۔ یہ بہت سی آیات واحادیث کے خلاف ہے۔ اس لئے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار فرمادیا حضرت محمود بن ربیع نے یہ خیال کرکے کہ شاید مجھسے سننے میں یا یاد رکھنے میں غلطی ہوگئی ہو۔ دوبارہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر اطمینان فرما لیا کہ میں نے جو یاد رکھا تھا وہ صحیح ہے۔

**ویزید بن معاویۃ علیھم** عام طور پر مشہور ہے کہ یہ قسطنطنیہ پر پہلا حملہ تھا۔ اس کی وجہ سے ایک اشکال یہ پیدا ہوگیا کہ اس لشکر کا سپہ سالار یزید تھا یا کم از کم اس میں شریک ضرور تھا۔ اور خود بخاری کتاب الجہاد[1] میں یہ حدیث ہے۔ اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفورٌ لہ۔ میری امت کا جو پہلا لشکر قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا اسے بخشدیا جائے گا۔ اس لشکر میں یزید شریک تھا اس لئے ثابت کہ وہ بخشا بخشایا ہے۔ حتیٰ کہ مہلب جیسے عظیم محدث بھی اس رو میں بہ گئے۔ اگرچہ مہلب کی اس نکتہ آفرینی کا جملہ محدثین نے رد کیا ہے، جو فتح الباری، عمدۃ القاری، قسطلانی وغیرہ دیکھنے والوں کو معلوم ہے۔ ہم نے اپنے مضامین میں اس پر بہت کچھ لکھا ہے۔ جو پاسبان کے مخصوص نمبر "کربلا کا مسافر" میں مقالات امجدی میں چھپ چکا ہے۔

حضرت علامہ الحاج مبین الدین امروہوی دامت برکاتہم القدسیہ نے اپنے رسالہ مبارکہ شہید معظم میں اس پر بحث کا نیا رخ اختیار فرمایا ہے، اسی کی روشنی میں ہم اب ایک نئے سرے سے اس بحث کو ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں

یہاں بنیادی طور پر دو باتیں غور طلب ہیں۔ اس حدیث میں قسطنطنیہ کا نام نہیں۔ مدینہ قیصر ہے یعنی قیصر کے شہر۔ مدینہ قیصر کا ترجمہ یا مطلب کسی لغت میں قسطنطنیہ نہیں۔ پھر محدثین نے اس سے قسطنطنیہ کیسے مراد لے لیا۔ یہ لاینحل معمہ ہے۔ قیصر کے حدود سلطنت کا کوئی بھی شہر مدینہ قیصر ہو سکتا ہے۔ اب آیئے دیکھئے کہ قیصر کے شہر پر پہلا حملہ کب ہوا۔

تاریخ و سیر کا ادنیٰ واقف کار جانتا ہے کہ قیصر کے شہر پر پہلا حملہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک سنہ ۸ جمادی الاولیٰ میں ہوا جس کا نام غزوہ موتہ ہے۔ اب اس بشارت کے مستحق غزوہ موتہ کے شرکاء ہیں۔ اور اگر "مدینہ قیصر"

---

[1] باب ما قیل فی قتال الروم ص ۴۱۰

مَا اَظُنُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا قُلْتَ قَطُّ فَکَبُرَ ذٰلِکَ

میں یہ گمان نہیں کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ فرمایا ہوگا جو تم نے کہا۔ یہ بات مجھ پر بہت

عَلَیَّ فَجَعَلْتُ لِلّٰہِ عَلَیَّ اِنْ سَلَّمَنِیْ حَتّٰی اَقْفُلَ مِنْ غَزْوَتِیْ اَنْ اَسْئَلَ عَنْھَا

گراں گزری اور میں نے اللہ کے لئے عہد کرلیا کہ اگر اللہ نے مجھے سلامت رکھا یہاں تک کہ میں اس جنگ سے

عِتْبَانَ بْنَ مَالِکٍ اِنْ وَجَدْتُّہٗ حَیًّا فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِہٖ فَقَفَلْتُ فَاَھْلَلْتُ بِحَجَّۃٍ اَوْ بِعُمْرَۃٍ

لوٹوں تو حضرت عتبان سے ان کی قوم کی مسجد میں پوچھونگا اگر ان کو زندہ پاؤں گا تو۔ میں لوٹا اور حج یا عمرے کا

سے اس کا دارالسلطنت مراد لیا جائے تو جس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا اس وقت قیصر کا دارالسلطنت حمص تھا۔ جو عہد فاروقی ۱۶ھ میں فتح ہوا۔ اب اس بشارت کے مورد، فاتحین حمص ہیں۔

دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ اگر کسی کو ضد ہو کہ مدینہ قیصر سے مراد قسطنطنیہ ہی ہے تو اگرچہ ضد کا کوئی علاج نہیں مگر حضرت امام عالیمقام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت ہے کہ خاص اس ضد کا علاج موجود ہے۔ حدیث کی یہ بشارت اس لشکر کے لئے ہے جو سب سے پہلے مدینہ قیصر پر حملہ کرے گا اور جس لشکر میں یزید شریک تھا۔ وہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنیوالا پہلا لشکر نہیں تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ یزید جس لشکر کا امیر تھا وہ ۵۰ھ یا اس کے بعد ۵۲ھ میں قسطنطنیہ پر گیا تھا۔ اس کے پہلے قسطنطنیہ پر چار بار حملہ ہو چکا تھا۔ پہلی بار ۳۲ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں۔ حضرت معاویہ کی سربراہی میں حملہ ہوا تھا۔ البدایہ[1] والنہایہ میں ہے:

ثم دخلت سنة ثنتين وثلاثين وفيها غزا معاوية بلاد الروم حتى بلغ المضيق، مضيق قسطنطينية

۳۲ھ میں معاویہ نے بلاد روم میں جنگ کی یہاں تک کہ قسطنطنیہ کی گھاٹی تک پہنچ گئے۔

دوسری بار ۴۳ھ میں بسر بن ابی ارطاۃ کی سرکردگی میں اور تیسری بار ۴۴ھ میں، چوتھی بار ۴۶ھ میں عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید سیف اللہ کی سرکردگی میں، اسی میں ہے:

سنة ثلث واربعين فيها غزا بسر بن ابى ارطاة بلاد الروم فوقع فيها حتى بلغ مدينة قسطنطنيه

۴۳ھ میں بسر بن ارطاۃ نے بلاد روم میں جنگ کی بڑھتے گئے یہاں تک کہ شہر قسطنطنیہ تک پہنچ گئے۔

سنة اربع واربعين فيها غزا عبد الرحمن بن خالد بن الوليد بلاد الروم ومعه المسلمون[3]

۴۴ھ میں عبدالرحمٰن بن خالد نے بلاد روم میں جہاد کیا اور ان کے ساتھ بہت سے مسلمان تھے۔

سنة ست واربعين فيها شتى المسلمون ببلاد الروم مع اميرهم عبد الرحمن بن خالد۔ وقيل كان اميرهم غيره[4]

۴۶ھ میں مسلمانوں نے اپنے امیر عبدالرحمٰن بن خالد کے ساتھ بلاد روم میں جہاد کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ امیر کوئی اور تھا۔

۴۳ھ میں بسر بن ابی ارطاۃ نے جو جنگ کی اس کے بارے میں تصریح ہے کہ وہ قسطنطنیہ تک پہنچ گئے۔ بدایہ نہایہ میں مذکور نہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن سیف اللہ قسطنطنیہ تک پہنچے مگر بدایہ اور نہایہ سے بدرجہا راجح کتاب ابوداؤد[5] میں ہے کہ یہ قسطنطنیہ کی فصیل تک پہنچ گئے

---

[1] جلد سابع ص ۱۵۹ [2] ایضاً ثامن ص ۳۴ [3] ایضاً ص ۲۷ [4] ایضاً ص ۳۰ [5] اول الجہاد باب فی قولہ عزوجل ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ ص ۳۴۰۔

ثُمَّ سِرْتُ حَتّٰی قَدِمْتُ الْمَدِیْنَةَ فَاَتَیْتُ بَنِیْ سَالِمٍ فَاِذَا عِتْبَانُ شَیْخٌ اَعْمٰی

احرام باندھا اور مدینہ آیا پھر بنی سالم کے محلے میں آیا تو دیکھا کہ عتبان بوڑھے نابینا ہیں اور

یُصَلِّیْ لِقَوْمِهٖ فَلَمَّا سَلَّمَ مِنَ الصَّلٰوةِ سَلَّمْتُ عَلَیْهِ وَاَخْبَرْتُهٗ مَنْ اَنَا ثُمَّ سَاَلْتُهٗ

اپنی قوم کو نماز پڑھا رہے ہیں جب انھوں نے نماز سے سلام پھیرا تو میں نے انھیں سلام کیا اور بتایا کہ میں کون ہوں،

اور اس کا محاصرہ کر لیا تھا، نیز یہ کہ اس میں سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک تھے۔ ابو داؤد میں یہ تفصیل ہے۔ اسلم بن ابو عمران نے کہا، ہم مدینہ سے قسطنطنیہ پر جہاد کے لئے نکلے اور امیر لشکر عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھے۔ اور رومی اپنی پیٹھ شہر پناہ سے چپکائے ہوئے تھے۔ ایک صاحب نے دشمن پر حملہ کیا تو لوگوں نے کہا۔ ٹھہر ٹھہر لا الہ الا اللہ۔ اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ اس پر ابو ایوب انصاری نے فرمایا۔ یہ آیت ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب اللہ نے اپنے نبی کی مدد کی اور اسلام غالب ہو گیا تو ہم نے کہا کہ اپنے کاروبار میں لگ جائیں۔ انھیں درست کریں۔ تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ اپنے کام میں لگ جانا، جہاد چھوڑنا، اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ ابو عمران نے کہا ابو ایوب جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ قسطنطنیہ میں دفن ہوئے۔

ترمذی[1] میں تھوڑی زیادتی اور کچھ اختصار کے ساتھ یہ روایت موجود ہے۔ اسمیں یہ ہے کہ مصر پر عقبہ بن عامر اور ایک جماعت پر فضالہ بن عبید تھے۔ سپہ سالار کون تھا۔ یہ ترمذی میں نہیں۔ طبری میں البتہ پوری تفصیل ہے۔ ابو داؤد والی سند کے ساتھ ہے کہ۔ اہل مصر پر عقبہ بن عامر تھے۔ اور پوری جماعت پر عبدالرحمٰن بن خالد۔ طبری ہی میں دوسری روایت ہے، کہ اہل مصر پر عقبہ بن عامر اور اہل شام پر فضالہ بن عبید تھے۔ ان سب کا حاصل یہ ہوا کہ لشکر کے سپہ سالار حضرت عبدالرحمٰن بن سیف اللہ تھے۔ اور اہل مصر کے مجاہدین کے سردار حضرت عقبہ بن عامر اور اہل شام کے فضالہ بن عبید اس طرح ابو داؤد اور ترمذی کی روایتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

ابو داؤد اور ترمذی میں سن مذکور نہیں۔ مگر چونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ۴۶ھ میں زہر دے کر مار ڈالا گیا تھا[2]۔ تو ضروری ہے کہ یہ جہاد ۴۶ھ میں یا اس سے پہلے ہوا ہو۔ یزید پلید جس لشکر میں شریک ہوا۔ خواہ وہ سپہ سالار کی حیثیت سے رہا ہو خواہ کسی ٹولی کے سردار کی حیثیت سے خواہ عام فوجی کی حیثیت سے وہ قسطنطنیہ پر ۴۹ھ یا ۵۰ھ یا اس کے بعد حملہ آور تھا

بدایہ و نہایہ میں ہے۔

سنة تسع واربعين فيها غزا يزيد بن معاوية بلاد الروم حتى بلغ قسطنطينة۔[3]

۴۹ھ میں یزید بن معاویہ نے بلاد روم پر حملہ کیا یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک پہنچ گیا۔

عمدۃ القاری[4] وغیرہ میں اسی حدیث کے تحت ہے کہ یہ جنگ ۵۰ھ میں یا اس کے بعد ہوئی تھی۔ خود بدایہ نہایہ میں ۵۲ھ کے واقعات میں ہے۔ کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال اسی سال یعنی ۵۲ھ میں ہوا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے ایک سال پہلے یا اس کے ایک سال بعد۔ بہر حال یزید جس لشکر میں شریک تھا وہ ۴۹ھ سے پہلے قسطنطنیہ پر نہیں گیا۔ اور ثابت ہو گیا کہ ۴۹ھ سے پہلے قسطنطنیہ پر کم از کم تین بار اور نہ چار بار حملہ ہو چکا ہے۔ پہلے ۳۲ھ میں حضرت معاویہ نے کیا ۴۳ھ میں بسر بن ابو ارطاۃ

---

[1] ثانی تفسیر سورۃ بقرہ ص ۱۴۱ [2] بدایہ ونہایہ ثامن ص ۱۳۰ [3] ایضاً ص ۳۲ [4] سابع ص ۲۴۹۔

عَنْ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ فَحَدَّثَنِيْهِ كَمَا حَدَّثَنِيْهِ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؏ه

پھر اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو جیسے پہلے بیان کیا تھا ویسے ہی پھر بیان فرمایا۔

نے کیا۔ ۴۴ھ میں حضرت عبدالرحمن بن خالد بن ولید نے کیا۔ ۴۶ھ میں حضرت عبدالرحمن بن سیف اللہ یا کسی اور صاحب کی سرداری میں ہوا۔ اب اگر مان بھی لیا جائے کہ اس حدیث میں۔ مدینہ قیصر سے مراد قسطنطنیہ ہی ہے تو اول جیش من امتی متعین کر رہا ہے کہ اس کے مصداق۔ حضرت معاویہ یا بسر بن ابو ارطاۃ۔ یا حضرت عبدالرحمن بن سیف اللہ۔ اور ان کے ہمراہی ہیں۔ جس لشکر میں یزید تھا وہ اس حدیث کا مصداق ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا یہ پہلا لشکر نہیں تھا بلکہ پانچواں یا چوتھا۔ اور بشارت صرف اس لشکر کے لئے ہے جو پہلی بار حملہ کریگا۔

**ایک شبہے کا جواب** کوئی اگر یہ کہے کہ چونکہ اس حدیث میں پہلے، جزیرہ قبرص (کریٹ) پر جہاد کا تذکرہ ہے۔ اور مدینہ قیصر پر حملے کا ذکر بعد میں ہے۔ نیز ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب یہ عرض کیا کہ دعا فرمائیے کہ میں ان میں سے ہوں۔ تو ارشاد فرمایا۔ تو پہلے والے میں ہے۔ ان دونوں سے متبادر ہوتا ہے کہ مراد وہ حملہ ہے جو قبرص کے بعد ہو۔ اقول۔ اولا یہ وہی کہہ سکتا ہے جو حدیث تو بہت اہم ہے عوام کے بھی کلام کے سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتا ہو۔ سب کو معلوم ہے تقدم فی الذکر تقدم فی الوقوع کو مستلزم نہیں۔ اور نہ ترتیب فی الذکر، ترتیب فی الوقوع کو مستلزم یعنی یہ ضروری نہیں کہ اگر چند واقعات مذکور ہوں تو جس ترتیب سے مذکور ہوں اسی ترتیب سے واقع بھی ہوں۔ کہ جس کا ذکر پہلے ہو وہ پہلے واقع ہوا اور جس کا ذکر بعد میں ہو اس کا وقوع بعد میں ہو۔ ایسا بہت ہوتا ہے، کہ واقعات کے رونما ہونے کی ترتیب کچھ اور ہوتی ہے۔ بیان کرنے والا اس کا لحاظ کئے بغیر پہلے رونما ہونے والے کو بعد میں اور بعد میں رونما ہونے والے کو پہلے ذکر کرتا ہے۔ ثانیاً، اگر یہ صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی یزید پرستوں کو مفید نہیں۔ اس لئے کہ قبرص ۲۸ھ میں فتح ہو چکا تھا[1] یہی صحیح اور یہی جمہور کا قول ہے۔ ابو معشر نے کہا کہ، قبرص ۳۳ھ میں فتح ہوا تھا۔ اس تقدیر پر حضرت معاویہ کا ۳۲ھ والا جہاد اسمیں داخل نہ ہوگا۔ مگر اس بشارت سے یزید پلید اب بھی خارج ہی رہا، کیونکہ اس کے حملے سے پہلے ۴۳ھ میں بسر بن ابو ارطاۃ یا ۴۴ھ میں حضرت عبدالرحمن بن سیف اللہ اس شرف کو حاصل کر چکے تھے۔

ثم اقول وباللہ التوفیق۔ یہ سطور لکھ چکا تو اس حدیث کے سلسلے میں ایک نیا رخ ذہن میں آگیا۔ یہ حدیث بخاری اول، باب قتال الروم صفحہ ۴۱۰ پر بطریق عمیر بن اسود عنسی حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، یہاں جو کلمات ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے۔

عمیر بن اسود عنسی کہتے ہیں کہ وہ عُبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ حمص کے ساحل پر اپنی عمارت میں اترے ہوئے تھے، ان کے ساتھ ام حرام بھی تھیں۔ تو ام حرام نے ان سے یہ حدیث بیان کی۔ کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے، میری امت کے اس لشکر نے جو سمندر پر پہلا حملہ کرے گا۔ واجب کر لیا۔ ام حرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں ان میں ہوں، فرمایا تو ان میں ہے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کے اس لشکر کو جو سب سے پہلے۔ قیصر کے شہر۔ پر حملہ کرے گا اسے بخشدیا جائیگا۔ (ام حرام کہتی ہیں) کہ پھر میں نے عرض کیا، میں ان میں ہوں یا رسول اللہ؟ تو فرمایا نہیں۔

اس کے تحت علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری[2] میں فرماتے ہیں۔ اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ ام حرام۔ سے اس سے زیادہ تام (کامل) روایت کیا ہے۔ جو اوائل الجہاد باب الدعاء بالجہاد میں مذکور ہے۔ بخاری جلد اوّل ص ۳۹۱ پر یہ حدیث

---

ع۵ التہجد باب صلوۃ النوافل جماعۃ ص ۱۵۸، [1] بدایہ ونہایہ سابع ص ۱۵۳، [2] الجزء الرابع عشر ص ۱۹۸،

مفصل یوں مذکور ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ام حرام بنت ملحان کے یہاں تشریف لے جاتے تھے، وہ خدمت اقدس میں کھانا پیش کرتیں، اور ام حرام، عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زوجیت میں تھیں۔ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انکے یہاں تشریف لے گئے انھوں نے ماحضر پیش کیا جسے حضور نے تناول فرمایا۔ اور حضور کے سر اقدس سے جوئیں تلاش کرنے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو گئے، پھر بیدار ہوئے، اور مسکرا رہے تھے، ام حرام نے بتایا کہ میں نے دریافت کیا کیوں مسکرائے یا رسول اللہ، فرمایا میری امت کے کچھ لوگ فی سبیل اللہ غازی مجھ پر پیش کئے گئے جو اس (سبز) سمندر کے بیچ میں سوار ہیں جو تخت پر بیٹھے ہوئے بادشاہ ہیں، یا تخت پر بیٹھے ہوئے بادشاہوں کے مثل ہیں۔ اسحٰق سے شک ہوگیا۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اللہ سے دعا فرمائیں کہ مجھے ان میں کردے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی، اس کے بعد حضور نے سر اقدس رکھا اور پھر سو گئے پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے، میں نے پھر عرض کیا حضور کس بات پر مسکرا رہے ہیں؟ فرمایا میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کئے گئے جو فی سبیل اللہ اس (سبز) سمندر کے بیچ میں جہاد کرنے جارہے ہیں، وہ تخت پر بادشاہ ہیں یا تخت پر بادشاہوں کے مثل ہیں، اسحٰق نے شک کیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ سے دعا فرمائیں کہ مجھے ان میں کردے۔ فرمایا تو پہلے والوں میں ہے۔ اس کے بعد ام حرام معاویہ بن ابی سفیان کے زمانے میں سمندر میں سوار ہوئیں۔ سمندر پار کرنے کے بعد اپنی سواری سے گر پڑیں اور وفات پاگئیں۔

اس تفصیل کے ساتھ امام بخاری نے اس حدیث کو مزید تین جگہ ذکر فرمایا ہے۔ کتاب الجہاد، باب غزوۃ المرأۃ فی البحر ص ۴۰۳ ۔ کتاب الاستیذان۔ باب من زار قوما فقال عندہم ص ۹۲۹۔ کتاب تعبیر الرویا۔ باب الرویا فی النہار ص ۱۰۰۲-۳، علاوہ ازیں بقیہ صحاح ستہ کے علاوہ دارمی، موطا امام مالک، مسند امام احمد وغیرہ میں بھی مذکور ہے۔

اس حدیث کے دونوں طریقوں میں سے ہر ایک طریقے میں کچھ باتیں زائد ہیں جو دوسرے میں نہیں۔ عمیر بن اسود کے طریقے میں یہ زائد ہے اول جیش من امتی یغزون البحر اوجبوا ۔۔ میری امت کا وہ پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے۔ جنت کا مستحق ہوگیا۔ مگر حضرت انس کی روایت میں نہ تو اول جیش۔ ہے۔ اور نہ تو۔ اوجبوا۔ ہے۔ اسی طرح عمیر کی روایت میں یہ زائد ہے اول جیش امتی امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم۔ میری امت کے اس پہلے لشکر کو جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا بخشدیا گیا۔ مگر حضرت انس کی روایت میں یہ نہیں۔ اسی طرح حضرت انس کی روایت میں دونوں جگہ یہ تفصیل ہے۔ یرکبون ثبج ھذا البحر۔ اس سمندر کے بیچ میں سوار ہوں گے۔ مگر یہ عمیر کی روایت میں نہیں۔ مگر یہ راویوں کا عام طریقہ ہے کہ روایت میں کبھی پوری حدیث ذکر کرتے ہیں اور کبھی اس میں اختصار کردیتے ہیں جس کی نظیر اسی بخاری میں صدہا ہیں۔ اس اختصار کا مطلب یہ نہیں ہوتا یہ دو حدیثیں ہیں یا دو واقعے ہیں اسلئے یہاں اسکی گنجائش نہیں کہ یہ کہا جائے یہ دونوں دو حدیثیں ہیں یا دو واقعے ہیں۔ ملا علی قاری کی تصریح گذر چکی کہ یہ دونوں ایک ہی حدیث ہیں۔ حضرت انس کی روایت زیادہ تام ہے۔ اب پوری حدیث یہ ہوئی کہ۔۔ میری امت کا وہ پہلا لشکر جو بحری جہاد کرے گا وہ جنت کا مستحق ہوگا۔ اور میری امت کا وہ لشکر جو سب سے پہلے بحری سفر کرکے مدینہ قیصر پر حملہ کرے گا بخشدیا جائے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مغفرت کی بشارت کے لئے تین شرطیں ہیں۔ اول وہ بحری سفر کرکے حملہ کرے۔ دوسرے وہ مدینہ قیصر پر حملہ کرے تیسرے یہ پہلا لشکر ہو۔ جس حملہ آور لشکر میں یہ تینوں باتیں پائی جائیں گی وہ مغفرت کا مستحق ہے۔ اگر ان تینوں میں سے ایک بھی مفقود ہو تو اس بشارت کا مستحق نہیں۔ یزید میں ان باتوں میں سے دو مفقود ہیں۔ نہ تو یہ جس لشکر میں شریک تھا وہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنیوالا پہلا لشکر تھا اور نہ اس نے بحری راستے سے حملہ کیا تھا۔ وہ باپ کے جبر و دباؤ سے خشکی کے راستے قسطنطنیہ گیا تھا، اس لئے یزید اس

۷۱۲ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا

قَالَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَۃِ مَسَاجِدَ۔ اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامِ وَمَسْجِدُ الرَّسُوْلِ

تین مسجدوں کے سوا کسی مسجد کے لئے کجاوہ نہ باندھا جائے یعنی سفر نہ کیا جائے، مسجد حرام مسجد رسول

بشارت کا کسی طرح مستحق نہیں۔ البتہ عقبہ بن عامر بحری راستے سے قسطنطنیہ گئے تھے وہ اس بشارت کے مستحق ہو سکتے ہیں، یزید پلید کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

**۷۱۲ تشریحات** وہابی یہ کہتے ہیں کہ بزرگان دین کے مزارات، مشاہد مآثر کی زیارت کے لئے سفر کر کے جانا حرام ہے، اور دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ یہ استثناء مفرغ ہے۔ یعنی کلام غیر موجب میں مستثنیٰ منہ محذوف ہے، تو لازم کہ مستثنیٰ اعم الاعم ہو۔ وہ یہاں موضع یا مکان ہوگا۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ اور کہیں سفر کرنا جائز نہیں۔ اس عموم میں اولیاء عظام کے مزارات، مشاہد مآثر داخل ہیں۔ اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ محبوبان بارگاہ کے مزارات ومقابر و مآثر پر سفر کر کے جانا جائز و مستحسن ہے۔ اقول اولاً اس حدیث کا مطلب یہ بتانا ظاہر البطلان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پھر کہیں کا کوئی سفر کسی بھی مقصد کے لئے جائز نہ ہوگا۔ مثلاً جہاد، طلب علم، تبلیغ دین، تجارت، سیاحت، وغیرہ کسی کے لئے سفر جائز نہ ہو۔ اور یہ امت کے اجماع سے باطل بلکہ خود وہابیوں کے عمل سے بھی۔ ثانیاً استثناء مفرغ میں مستثنیٰ کے اعم الاعم ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی قید ہی نہیں۔ بلکہ یہ ضروری ہے کہ مستثنیٰ منہ محذوف، مستثنیٰ کی جنس بلکہ نوع بلکہ صنف سے ہو۔ اور پوری صنف کو عام ہو۔ جیسے کہتے ہیں مارأیت الا زیداً میں نے صرف زید کو دیکھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ قائل نے نہ زمین دیکھی نہ آسمان نہ در و دیوار بلکہ جانوروں کے دیکھنے کی بھی نفی نہیں ہوتی۔ بلکہ انسانوں کے دیکھنے کی بھی نہیں ہوتی۔ مثلاً آپ کو کسی مخصوص طبقے کے افراد کی تلاش ہے، آپ نے کسی سے پوچھا ان میں سے کسی کو دیکھا ہے، اس نے اس طبقے کے علماء شیوخ کروڑوں انسانوں کو دیکھا ہو مگر ان میں سے صرف زید کو دیکھا ہو بقیہ کسی کو نہ دیکھا ہو۔ تو کہے گا۔ مارأیت الا زیداً میں نے صرف زید کو دیکھا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس طبقے کے افراد میں سے صرف زید کو دیکھا ہے۔ اب یہاں مستثنیٰ منہ محذوف۔ یہ ہوا کہ اس طبقہ کے افراد۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ استثناء مفرغ میں مستثنیٰ منہ محذوف کا مستثنیٰ کی جنس بلکہ نوع صنف کا ہونا لازم ہے۔ یہاں مستثنیٰ مساجد ثلثہ مخصوصہ ہے تو مستثنیٰ منہ محذوف بھی مسجد ہوگا۔ اب حدیث کا مطلب ہوگا کہ ان تینوں مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کا نماز پڑھنے کے لئے سفر جائز نہیں۔ اس لئے کہ ان کے علاوہ بقیہ مساجد میں نماز کا ثواب برابر ہے۔ جو ثواب مقامی جامع مسجد میں نماز پڑھنے کا ہے۔ وہی ثواب دہلی کی جامع مسجد میں نماز پڑھنے کا ہے۔ پھر نماز کے لئے سفر کرنا بے سود ہے۔ ان تینوں مسجدوں میں نماز کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ اس لئے ان کی جانب سفر نفع بخش ہے۔ اس کی تائید حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔ جو مسند امام احمد[1] میں شہر بن حوشب سے مروی ہے کہ میں نے کوہ طور میں نماز پڑھنے کا ذکر کیا، تو حضرت ابو سعید نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے سواری کا کجاوہ نہیں کسنا چاہئے سوائے مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے علامہ ابن جوزی نے فرمایا۔ شہر۔ حسن الحدیث ہے۔ اگرچہ اسمیں کچھ ضعف ہے۔

---

[1] جلد ثالث ص ۶۴۔

# وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰی ع۵

اور مسجد اقصیٰ

بالفرض اگر اس حدیث میں مستثنیٰ، مکان یا موضع مان لیا جائے تو بھی اس سے بزرگان دین کے مزارات کے لئے سفر کرنے کا عدم جواز ثابت نہ ہوگا اس لئے کہ اولیاء کرام کے مزارات کی زیارت سے مقصود صاحب مزار ہوتے ہیں عمارت نہیں ہوتی ہے۔

**توضیح مزید:** مسند امام احمد کی اس حدیث کی روشنی میں ہم نے یہ قید بڑھائی کہ ۔ کسی مسجد کی جانب اس میں نماز پڑھ کر زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے سفر جائز نہیں۔ نیز اس لئے بھی کہ ان تین مساجد کا استثناء اسی وجہ سے ہے کہ ان میں نماز پڑھنے پر زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے تو مستثنیٰ منہ، مستثنیٰ کی صنف سے اسی وقت ہوگا کہ اس میں بھی یہ قید ملحوظ رہے۔ اس لئے کسی مسجد کی تعمیر کے لئے یا بنیاد رکھنے کے لئے یا کسی عالم یا شیخ کے پیچھے نماز پڑھنے کی نیت سے سفر جائز بلکہ مستحسن ہوگا۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے۔ من صلی خلف عالم تقی کانما صلی خلف نبی۔ جس نے کسی متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی تو گویا اس نے کسی نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔ بنظر غور دیکھا جائے تو واضح ہوگا کہ حضرت ابو سعید کی مذکورہ بالا حدیث نے واضح کر دیا کہ حدیث لاتشد الرحال، کا تعلق زیارت قبور وغیرہ کے سفر سے ہے ہی نہیں۔ یہ صرف مساجد کے ساتھ خاص ہے وہ بھی صرف نماز پڑھنے کی نیت سے سفر ہو تو۔ اگر کسی مسجد ہی کی جانب سفر ہو مگر نماز پڑھنے کے لئے نہ ہو اور مقاصد کے لئے تو اس کا بھی اس حدیث سے کوئی تعلق نہیں۔ جب اس حدیث میں مستثنیٰ مسجد ہے تو بقیہ سفر اپنے اصل اور مقصد کے لحاظ سے فرض یا واجب یا مستحب یا حرام ہوں گے مثلاً جب جہاد فرض ہو تو جہاد کے لئے سفر فرض، کسی واجب کی ادائیگی کے لئے واجب مستحب کیلئے مستحب، مباح کیلئے مباح، حرام کیلئے حرام، زیارت قبور سنت ہے تو بزرگان دین کے مزارات پر حاضری کیلئے سفر کرنا کم از کم مستحب ضرور ہوگا۔

ابن تیمیہ نے اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار پر انوار کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا حرام ہے۔ اس پر اس عہد کے اور بعد کے بھی علماء اہل سنت نے شدید رد فرمایا۔ اس لئے کہ مزار پر انوار کی زیارت بالاجماع مسنون بلکہ قریب بواجب ہے۔ اور یہ اعظم قربات سے ہے۔ آج کل ابن تیمیہ کے مقلدین ہندوستان کے دیوبندی اور غیر مقلدین اور نجد کے نجدیوں کا یہی مذہب ہے یہی نہیں کہ اسے حرام جانتے ہیں بلکہ شرک تک کہتے ہیں۔ اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں لکھا، کسی کی قبر پر یا چلہ پر یا کسی کے تھان پر دور دور سے قصد کرنا اور سفر کی رنج و تکلیف اٹھا کر میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا۔ اور اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا، وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا اور اس قسم کے کام کرنے اور ان سے کچھ دین و دنیا کے فائدے کی توقع رکھنی شرک ہے ص ۳۴، یہاں کسی کی قبر کہا۔ اس کے عموم میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار پر انوار بھی ضرور داخل ہے۔ مگر اس کے پہلے صفحہ پر تو صاف صاف تعمیم ہے۔ لکھا۔ پھر جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو، سچی قبر کو یا جھوٹی قبر کو، پیغمبر کہنے کے بعد اب کیا شبہ رہ جاتا ہے کہ اس عموم میں مزار پر انوار بھی داخل ہے۔ اسکا صریح مطلب یہ ہوا کہ مزار پر انوار کی نیت سے سفر کرنا شرک ہے۔ یہی سارے دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کا مذہب ہے۔

---

ع۵ التھجد باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ ص ۱۵۸، مسلم الحج ابوداؤد مناسک نسائی مساجد۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوٰۃ موطاء امام مالک، جمعہ۔ مسند امام احمد جلد ثانی و سادس۔

۷۱۳ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

۷۱۳ **تشریحات** مسند[۵۱] امام احمد اور ابن ماجہ[۵۲] میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ ہے۔ میری مسجد میں ایک نماز دوسری مسجدوں کی ہزار نماز سے افضل ہے۔ سوائے مسجد حرام کے۔ اور مسجد حرام میں ایک نماز دوسری مسجدوں کی لاکھ نماز سے افضل ہے۔

ابن ماجہ[۵۳] میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مروی ہے کہ فرمایا مسجد اقصیٰ میں ایک نماز، پچاس ہزار نماز کے برابر ہے اور میری اس مسجد میں ایک نماز، پچاس ہزار نماز کے برابر اور مسجد حرام میں ایک نماز ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔

ابن ماجہ میں حضرت میمونہ مولاۃ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیت المقدس میں نماز کے بارے میں ہے۔ اس میں نماز پڑھو۔ اسمیں ایک نماز دوسری مسجدوں کی ہزار نماز کے مثل ہے۔ بزار[۵۴] میں ہے۔ مسجد حرام میں ایک نماز کی فضیلت دوسری مسجدوں کی ایک لاکھ نماز پر ہے اور میری مسجد میں ہزار نماز پر اور بیت المقدس میں پانچ سو پر۔ اسی کے مثل طبرانی[۵۵] میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ طبرانی[۵۶] کی حدیث میں ہے کہ میری اس مسجد میں ایک نماز دس ہزار نماز کے برابر ہے۔ اور مسجد حرام میں ایک نماز اس کی دس گنا۔ ایک لاکھ کے برابر۔

**خلاصہ احادیث** ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ تمام احادیث اس پر متفق ہیں کہ مسجد حرام میں ایک نماز لاکھ نماز کے مثل یا اس سے افضل ہے۔ مسجد نبوی کے بارے میں تین روایتیں ہیں ایک ہزار کے مثل یا اس سے افضل۔ دس ہزار کے مثل۔ پچاس ہزار کے مثل۔ اور مسجد اقصیٰ کے بارے میں بھی تین قسم کی روایات ہیں۔ پانچ سو۔ ایک ہزار۔ پچاس ہزار۔

**تطبیق** یہ اختلاف اس وجہ سے ہے کہ مختلف اوقات میں مختلف وحی ہوئی۔ ابتداءً وحی یہ ہوئی کہ مسجد نبوی میں ایک نماز ہزار نماز کے مثل ہے۔ پھر وحی ہوئی کہ ہزار نماز سے افضل ہے۔ پھر وحی ہوئی کہ دس ہزار کے مثل ہے۔ پھر وحی ہوئی کہ پچاس ہزار کے برابر ہے۔ اور یہی حال مسجد اقصیٰ کے بارے میں بھی ہوا۔ ان مختلف وحی کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ منجانب اللہ، ان مساجد میں نماز کا ابتداءً وہی ثواب تھا۔ پھر اللہ عزوجل نے اس امت پر کرم کرتے ہوئے بڑھا دیا۔ پھر مزید کرم فرمایا اور زیادہ کر دیا۔ اس کی احادیث میں متعدد نظیریں ہیں جو مذکور ہو چکی ہیں۔ اور آئندہ موقع بامو قع مذکور رہوں گی۔

**مسجدی ھٰذا** صحیح یہ ہے کہ عہد مبارک کے بعد مسجد اقدس میں جو اضافہ ہوا ہے وہ بھی اس فضیلت کی حامل ہے جیسا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کریم میں اضافہ فرمایا تو ارشاد فرمایا، یہ مسجد اگر عیدگاہ تک اور ایک روایت میں ہے کہ ذوالحلیفہ تک بڑھ جائے تو سب مسجد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ بلکہ اس خصوص میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوع بھی آئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری اس مسجد میں کچھ زیادہ کیا جائے تو سب میری مسجد ہوگی۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر صنعاء تک بڑھا دی جائے تو میری مسجد ہوگی[۵۷]

---

۵۱ جلد ثالث ص ۳۴۰، ۳۹۷ ۵۲ آخر کتاب الصلوٰۃ باب فضل الصلوٰۃ فی المسجد الحرام و مسجد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۲ ۵۳ آخر کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الصلوٰۃ فی المسجد الجامع ص ۱۰۳ ۵۴ مرقاۃ اول باب المساجد فصل اول ص ۴۴۵

۵۵ ایضا ۵۶ عمدۃ القاری سابع ص ۲۵۶ ۵۷ مرقاۃ اول۔ باب المساجد فصل اول ص ۴۴۴ ۔

وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوۃٌ فِیْ مَسْجِدِیْ ھٰذَا خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلٰوۃٍ فِیْمَا سِوَاہُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

فرمایا میری اس مسجد میں ایک نماز مسجد حرام کے علاوہ دوسری مسجدوں کی ہزار نماز سے بہتر ہے۔

**مکہ افضل ہے یا مدینہ** علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مکہ افضل ہے یا مدینہ۔ مسجد نبوی افضل ہے یا مسجد حرام۔ احناف اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مکہ معظمہ افضل ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ اقول، اس حدیث سے مسجد حرام کے سوا مکہ معظمہ کے دوسرے حصوں کی افضلیت پر دلیل لانا درست نہیں۔ اس لئے کہ یہ خاص ہے مسجد حرام کے ساتھ۔ ہاں حضرت ملا علی قاری نے مرقاۃ[1] میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے۔ کہ ثواب کی یہ زیادتی پورے حرم میں ہے۔ نیز حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ یہ زیادتی صرف نماز کے ساتھ خاص نہیں۔ ہر طاعت پر یہ زیادتی ہے۔ اور فرمایا، مکہ معظمہ میں ایک روزہ لاکھ روزہ کے برابر ہے۔ اور ایک درہم کا صدقہ لاکھ کے برابر بلکہ ہر نیکی لاکھ کے برابر ہے۔ اس بارے میں ایک حدیث حسن بھی مروی ہے۔ کہ ارشاد فرمایا کہ حرم کی ایک نیکی لاکھ کے برابر ہے۔ علاوہ ازیں ابن ماجہ[2] نے حضرت ابن عباس سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ فرمایا۔ جس نے مکے میں رمضان پایا اور روزہ رکھا اور جتنا میسر آیا قیام کیا تو اس کے لئے دوسری جگہوں کے رمضان کی بہ نسبت لاکھ رمضان کا ثواب لکھا جائے گا۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ذکر فرمایا کہ حضرت ابن عباس حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور امام مجاہد امام احمد بن حنبل اور دوسرے حضرات کا مذہب یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں ایک گناہ بھی لاکھ گناہ کے برابر ہے۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ کے روبرو اس کے دربار میں اس کی حکم عدولی جتنی سنگین ہے اتنی بادشاہ کے دربار کے باہر سنگین نہیں۔

اور مکہ معظمہ کے جلال کا یہ عالم ہے کہ گناہ کے ارادے پر بھی گرفت ہے اگرچہ ارتکاب نہ کرے[3]۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے آیۂ کریمہ وَمَنْ یُّرِدْ فِیْہِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْہُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ اور جو اس میں کجروی کا ارادہ کرے گا ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے" سے اخذ فرمایا ہے۔ اس تقدیر پر مکہ معظمہ کا مدینہ طیبہ سے افضل ہونا ظاہر۔ مگر اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں۔ مکہ معظمہ میں جس طرح ایک نیکی لاکھ نیکیاں ہیں۔ یوں ہی ایک گناہ لاکھ گناہ ہے۔ اور وہاں گناہ کے ارادے پر بھی گرفت ہے جس طرح نیکی کے ارادے پر ثواب ہے۔ مدینہ طیبہ میں نیکی کے ارادے پر ثواب اور گناہ کے ارادے پر کچھ نہیں۔ اور گناہ کرے تو ایک ہی گناہ اور نیکی کرے تو پچاس ہزار نیکیاں۔ عجب نہیں کہ حدیث میں خیرکم، کا اشارہ اسی طرف ہو کہ ان کے حق میں مدینہ ہی بہتر ہے۔[4]

جمہور کے استدلال کے دو جوابات حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے جذب القلوب اور اشعۃ اللمعات میں دیئے ہیں۔

اول یہ کہ افضلیت کثرت ثواب میں نہ منحصر نہ یہ بنیاد ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کثرت ثواب کے علاوہ دوسرے اسباب ایسے ہوں جو فضیلت کے مقتضی ہوں۔ ثواب کی یہ زیادتی مکہ معظمہ کے ساتھ خاص ہے مگر اس کا امکان ہے کہ دیگر کرامات برکات اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور اسلام اور اہل اسلام کی منفعت کے لحاظ سے مدینہ افضل ہو۔ جیسے ایام منیٰ، منیٰ میں یوم عرفہ، عرفات میں، شب مزدلفہ، مزدلفہ میں نماز پڑھنی، مسجد حرام میں پڑھنے سے افضل ہے۔ حالانکہ ان مقامات پر ان دنوں میں نماز پڑھنے پر اتنے ثواب کی بھی کوئی روایت نہیں۔ جو مسجد حرام میں پڑھنے پر آئی ہے۔ اسکی وجہ اتباع رسول ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مدینہ طیبہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قرب ان برکات کا سبب بنے جو مکہ معظمہ میں حاصل نہ ہو سکیں۔ جس کی وجہ سے مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے افضل ہو۔ اس کو یوں سمجھئے

---

[1] ایضاً ص ۴۴۶ [2] مناسک باب صوم شہر رمضان بمکۃ ص ۲۳۲، [3] مرقاۃ اول باب المساجد فصل اول ص ۴۴۷ [4] الملفوظ حصہ دوم ص ۵۲ [5] التہجد باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ ص ۱۵۹ مسلم الحج۔ ترمذی صلوٰۃ۔ نسائی الحج۔ ابن ماجہ صلوٰۃ۔

کہ پچاس ہزار اشرفیاں ایک لاکھ درہم سے گنتی میں نصف ہیں مگر قیمت میں اس سے زائد۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرب کیوجہ سے عبادات میں جو حضور قلب خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہے اس کی وجہ سے مدینہ طیبہ کی عبادات قیمت میں بڑھ جائیں کیا بعید ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اندرون کعبہ مسجد حرام سے افضل ہے تو چاہئے کہ اندرون کعبہ نماز، مسجد حرام سے افضل ہو حالانکہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کعبے کے اندر نماز فرض صحیح بھی ہے یا نہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ صحیح نہیں، پھر ثواب کی زیادتی کا کیا سوال۔ اس سے معلوم ہوا کہ افضلیت کی بنیاد کثرت ثواب میں منحصر نہیں بلکہ دوسرے اسباب بھی افضلیت کے موجب ہیں۔ جن کی وجہ سے بارگاہ الٰہی میں قبول اور جود لامتناہی کا حصول زیادہ اور بارگاہ احدیت میں تقرب زیادہ ہوتا ہے۔

دوم۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار پرانوار ان تمام مقامات سے افضل ہے جہاں اللہ عزوجل کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ اس کا کرم متوجہ ہوتا ہے۔ یہ مہبط ملائکہ ہے۔ تو ہو سکتا ہے اس کی برکت سے طاعت میں وہ نورانیت اور اخلاص پیدا ہو جائے جو ثواب کی گنتی کی زیادتی پر فوقیت لے جائے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ امت کے لئے شفاعت و استغفار فرماتے رہتے ہیں۔

دلیل دوم: مکہ معظمہ کی افضلیت پر دوسری دلیل یہ دی گئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت فرمانے لگے۔ تو حزورہ[ع] پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ اے مکہ تو مجھے سارے شہروں سے زیادہ محبوب ہے اگر تیری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں نہ نکلتا۔ نیز ترمذی[۱] ابن ماجہ[۲] دارمی[۳] اور مسند امام احمد[۴] میں حضرت عبداللہ بن عدی بن الحمراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ حضور حزورہ پر کھڑے ہو کر مکہ کے بارے میں فرماتے تھے۔ بخدا تو اللہ کی ساری زمینوں سے بہتر ہے اور اللہ کو سب سے زیادہ محبوب اگر میں نہ نکالا جاتا تو نہ نکلتا۔ مسند امام احمد[۵] میں حضرت ابوہریرہ سے بھی مروی ہے۔

اس کا جواب حضرت علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح مواہب[۶] میں اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب میں یہ دیا کہ یہ ارشاد ہجرت کے وقت کا ہے، اس وقت تک مدینہ طیبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف نہیں ہوا تھا، اسوقت تک مکہ پوری سرزمین سے افضل تھا مگر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہ شرف اسے حاصل ہو گیا۔

حضرت عمر اور ابن عمر اور بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور امام مالک اور اکثر اہل مدینہ کا متاخرین میں علامہ سمہودی علامہ سیوطی علامہ احمد خطیب قسطلانی اور حضرت شیخ عبدالحق دہلوی کا مذہب یہ ہے کہ مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے افضل ہے اور مسجد نبوی مسجد حرام سے۔ موطاء امام مالک[۷] میں ہے۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عیاش مخزومی سے فرمایا، تم یہ کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے بہتر ہے۔ انھوں نے کہا کہ وہ اللہ کا حرم ہے اسمیں اللہ کا گھر ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا، میں اللہ کے حرم اور اس کے گھر کے بارے میں کچھ نہیں کہتا پھر فرمایا، تم کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے بہتر ہے۔ انھوں نے عرض کیا۔ وہ اللہ کا حرم ہے اسمیں اس کا گھر ہے حضرت عمر نے فرمایا، میں اللہ کے حرم اور اس کے گھر کے بارے میں کچھ نہیں کہتا اس کے بعد لوٹ گئے۔

---

ع مسجد حرام کے قریب یا شہر میں ایک چھوٹے سے ٹیلے کا نام تھا اب یہ حصہ مسجد حرام میں داخل کر لیا گیا ہے جس طرف یہ ٹیلہ تھا باب الحزورہ بنا ہوا ہے یہ مغربی دروازوں میں باب الہجرت کے متصل ہے۔

۱ ثانی مناقب باب فی فضل مکۃ ص ۳۳۲ ۲ مناسک باب فضل مکۃ ص ۲۳۱ ۳ سیر ۶۶ ۴ جلد رابع ص ۲۰۵
۵ ایضاً ۶ اول باب ہجرت ص ۳۲۸ ۷ ص ۲۱

دلائل مدینہ طیبہ کے کہ مکرمہ سے افضل ہونے کے دلائل حسب ذیل ہیں :۔

اول ۔ بخاری[1] اور مسلم[2] میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کیلئے یہ دعا فرمائی۔ اے اللہ مدینے میں مکہ کی دوہنی برکت عطا فرما۔

دوم :۔ بخاری[3] ہی میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ مدینے کو ہمیں مکے کے مثل محبوب بنادے یا اس سے بھی زیادہ۔ اور یہ متفق علیہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ دعا ضرور قبول ہوئی۔ تو پہلی والی حدیث سے ثابت ہوگیا کہ مدینہ طیبہ میں مکہ معظمہ کی بہ نسبت دوگنی دنیوی و دینی برکت ہے۔ اس لئے کہ تخصیص بلا مخصص جائز نہیں۔ لہٰذا۔ البرکۃ۔ اپنے عموم پر رہے گی جو دینی اور دنیوی دونوں کو عام ہے، اور دینی برکتوں کا مکہ معظمہ سے دوہنی ہونا مستلزم ہے افضلیت کو۔ یونہی دوسری حدیث سے ثابت کہ مدینہ طیبہ کی محبت محبوب خدا نے مکہ معظمہ سے زیادہ مانگی جو ضرور ملی۔ اور محبوب خدا کی محبت دلیل افضلیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ معظمہ کی فتح کے بعد بھی وہاں سکونت نہیں اختیار فرمائی۔ فتح مکہ کے بعد جب حالات قابل اطمینان ہوگئے تو فوراً مراجعت فرمائی۔ مدینہ طیبہ سے محبت کا عالم یہ تھا کہ جب سفر سے واپس ہوتے اور مدینہ طیبہ کے قریب ہوتے تو مدینے کی محبت میں سواری کو تیز کردیتے اور ہذہ طابۃ[4] فرماتے۔

سوم ۔ امام مسلم[5] نے حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مدینے کے دونوں سنگستانوں (شرقی غربی) کے درمیان درخت کاٹنے جانور مارنے کو حرام کرتا ہوں۔ مدینہ طیبہ ان کے لئے بہتر ہے اگر یہ لوگ جانتے۔

یہ حدیث مدینے کی افضلیت پر نص صریح ہے۔ اس لئے کہ خیر کا مفضل علیہ مذکور نہیں جس سے عموم مستفاد ہوتا ہے اور اس کے عموم میں مکہ معظمہ بھی داخل۔

چہارم :۔ حضرت ابوہریرہ[6] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دین مدینے کی طرف سمٹ آئے گا جیسے سانپ اپنی بل میں سمٹ آتا ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جیسے اللہ عزوجل نے مدینہ طیبہ کو یہ شرف عطا فرمایا کہ دین وہیں سے دنیا میں پھیلا ہے۔ اسی طرح اخیر زمانے میں بھی اللہ عزوجل مدینہ طیبہ ہی کو یہ شرف عطا فرمائے گا کہ دین کا مرجع و ماویٰ ہوگا۔ سارے ثواب و اکرام اور اعزاز دینی، دین ہی پر موقوف ہیں۔ جب دین نہ ہوگا تو کیسا ثواب اور کیسا اعزاز و اکرام۔ تو جو مبارک شہر دین کا منبع بھی ہو ماویٰ بھی ہو وہ ضرور دوسرے تمام شہروں سے افضل ہوگا۔

پنجم :۔ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ابدی قیام گاہ کے لئے مدینہ طیبہ کو پسند فرمایا۔ اور ہر محب اپنے محبوب کو اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ جگہ رکھنا پسند کرتا ہے، تو لازم کہ مدینہ طیبہ پورے عالم بالا و پست سے زیادہ اللہ عزوجل کو پسند ہو حتیٰ کہ مکہ معظمہ سے بھی۔ اور اللہ عزوجل کا کسی چیز کو سب سے زیادہ پسند کرنا یقیناً اس کی افضلیت کی دلیل ہے۔ تو ثابت کہ مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے بھی زیادہ افضل ہے۔

---

[1] بخاری اول فضائل مدینہ باب ص ۲۵۰ [2] الحج باب فضل المدینہ ص ۴۴۲ [3] اول فضائل مدینہ باب ص ۲۵۳
[4] بخاری اول فضائل مدینہ باب المدینہ طابۃ ص ۲۵۲ باب ص ۲۵۳ [5] اول الحج باب فضل المدینہ ص ۴۴۰
[6] بخاری اول فضائل المدینہ ۔ باب الایمان یارز الی المدینۃ ص ۲۵۲ مسلم ایمان باب بیان ان الاسلام بدء غریبا ص ۸۴ ابن ماجہ مناسک باب فضل المدینۃ ص ۲۳۱ مسند امام احمد اول ص ۱۸۳۔

علامہ احمد خطیب قسطلانی قدس سرہٗ شافعی ہیں۔ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ مکہ افضل ہے۔ مگر انھوں نے یہ اختیار فرمایا کہ مدینہ افضل ہے۔ اور اپنے امام کے اس مذہب کے ترک کا عذر یہ بیان فرمایا۔

ھوی کل نفس حیث حل حبیبھا۔ ہر جان کا میلان اسی طرف ہوتا ہے جہاں اس کا محبوب ہوتا ہے۔

اسی کو اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فرمایا:

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاھد ∴ ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

مدینہ طیبہ کی افضلیت کے اور بھی دلائل اس خادم کے ذہن میں ہیں۔ مگر ہم بھی اس مبارک شعر پر بات بڑھانے کے بجائے ختم کر دیتے ہیں۔ لاعطر بعد العروس۔

**افادہ جلیلہ** مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کی افضلیت کی جو بحث ہے۔ اس سے مزار پر انوار اور کعبہ مقدسہ مستثنیٰ ہیں۔ محدث جلیل ابن عساکر علامہ باجی اور امام قاضی عیاض قدست اسرارہم نے فرمایا۔ اس بارے میں تو اختلاف ہے کہ مکہ معظمہ افضل ہے یا مدینہ طیبہ، مگر اس پر ساری امت کا اجماع ہے کہ مزار پر انوار کا وہ حصہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے ملا ہوا ہے۔ وہ کل زمین سے افضل ہے، حتیٰ کہ کعبے سے بھی۔ اسے امام نووی نے شرح مسلم[۱] میں علامہ ابن حجر نے شرح بخاری[۲] میں علامہ بدرالدین محمود عینی نے عمدۃ القاری[۳] میں۔ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی[۴] نے شرح مواہب میں۔ علامہ سمہودی نے وفاء الوفاء[۵] میں۔ حضرت ملا علی قاری نے مرقاۃ[۶] میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب[۷] میں علامہ محمد علاء الدین حصکفی نے درمختار میں علامہ محمد امین ابن عابدین شامی نے ردالمحتار[۸] میں اور دوسرے حضرات نے اپنی اپنی تصانیف میں نقل فرمایا ہے، اور برقرار رکھا۔ بلکہ ابن عقیل حنبلی نے یہاں تک فرمایا کہ۔ عرش۔ سے بھی افضل ہے[۹]۔ حضرت شیخ لکھتے ہیں۔ اگرچہ قوم کی کتابوں میں آسمانوں اور عرش کا ذکر صریح نہیں۔ لیکن یہ بات اس قبیل سے ہے کہ جس سے بھی کہی جائے گی۔ اس پر توقف اور انکار کی مجال تنگ ہو جائے گی۔

اسی طرح یہ بھی متفق علیہ ہے کہ کعبہ مقدسہ مدینہ طیبہ حتیٰ کہ مسجد نبوی سے بھی افضل ہے۔ سوائے مزار پر انوار کے۔ اسلئے کہ مزار پر انوار کعبے سے بھی افضل ہے۔

**زمین افضل ہے یا آسمان** اسی ضمن میں یہ بحث بھی طے ہو جاتی ہے کہ زمین و آسمان میں کون افضل ہے۔ صحیح یہ ہے کہ زمین افضل ہے جیسا کہ علامہ فاکہانی[۱۰] نے تصریح کی ہے۔ اس لئے کہ زمین انبیاء کرام علیہم السلام کا مسکن اور مدفن ہے اور انبیاء کرام حیات حقیقی جسمانی دنیوی کے ساتھ زندہ ہیں۔ تو ان کے مزارات مبارکہ ان کے اجسام مبارکہ و ارواح طیبہ کے مخزن ہوئے۔ اور مکین کے شرف سے مکان مشرف ہوتا ہے خصوصاً جبکہ زمین کا ایک حصہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار پر انوار عرش سے بھی افضل ہے۔ اسی کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فرمایا:

خم ہو گئی ہے پشت فلک طعن زمیں سے سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

یہ بحث گزر چکی کہ ان تینوں مساجد میں نماز پر ثواب کی زیادتی فرائض کے ساتھ خاص ہے۔

---

[۱] اول الحج باب فضل مدینہ ص ۴۴۶ [۲] ثانی ص ۵۵ [۳] سابع ص ۲۵۷ [۴] علی المواہب اول ص ۳۲۴ [۵] جلد اول ص ۲۸ [۶] اول باب المساجد فصل اول ص ۴۴۷ [۷] جذب القلوب ص ۱۸ [۸] مرقاۃ اول ص ۴۴۷ زرقانی علی المواہب ص ۳۲۴ [۹] زرقانی علی المواہب ص ۳۲۴ - [۱۰] ثانی الحج ص ۲۵۷

۶۱۴ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کَانَ لَا یُصَلِّیْ مِنَ الضُّحٰی

**حدیث** نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما چاشت کے وقت صرف دو

اِلَّا فِیْ یَوْمَیْنِ یَوْمٍ یَقْدَمُ بِمَکَّۃَ فَاِنَّہٗ کَانَ یَقْدَمُھَا ضُحًی فَیَطُوْفُ

دن نماز پڑھتے جس دن مکہ آتے مکہ ہمیشہ چاشت ہی کے وقت آتے تھے۔ پہلے بیت اللہ کا طواف کرتے

بِالْبَیْتِ ثُمَّ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ خَلْفَ الْمَقَامِ وَیَوْمٍ یَاْتِیْ مَسْجِدَ قُبَاءَ فَاِنَّہٗ کَانَ

پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھتے اور جس دن مسجد قباء آتے وہاں ہر ہفتے

یَاْتِیْہِ کُلَّ سَبْتٍ فَاِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ کَرِہَ اَنْ یَّخْرُجَ مِنْہُ حَتّٰی یُصَلِّیَ فِیْہِ

کے دن آتے جب مسجد میں داخل ہو جاتے تو اسے ناپسند کرتے کہ بغیر نماز پڑھے مسجد سے نکلیں نافع نے

قَالَ وَکَانَ یُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَزُوْرُہٗ

کہا اور ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد قبا کی زیارت کے لئے

رَاکِبًا وَّمَاشِیًا قَالَ وَکَانَ یَقُوْلُ اِنَّمَا اَصْنَعُ کَمَا رَاَیْتُ اَصْحَابِیْ یَصْنَعُوْنَ

پیدل اور سواری پر جاتے نافع نے کہا اور ابن عمر کہتے ہیں میں وہی کرتا ہوں جو میں نے اپنے

وَلَا اَمْنَعُ اَحَدًا اَنْ یُّصَلِّیَ فِیْ اَیِّ سَاعَۃٍ شَاءَ مِنْ لَّیْلٍ اَوْ نَھَارٍ غَیْرَ اَنْ لَّا

ساتھیوں کو کرتے ہوئے دیکھا ہے رات اور دن کے کسی بھی حصے میں نماز پڑھنے سے کسی کو منع نہیں کرتا

۶۱۴/۶۱۵

**تشریحات** لفظ۔ قباء۔ میں اہل لغات نے دونوں قول اختیار کئے ہیں۔ مد کے ساتھ اور قصر کے ساتھ۔ یعنی۔ الف کے بعد ہمزہ بھی۔ اور بغیر ہمزہ کے بھی۔ جب ہمزہ کے ساتھ ہو اور یہ لفظ مذکر ہو اور الف ممدودہ الحاق کیلئے مانیں تو منصرف ہوگا اور اگر اس کو مونث مانیں تو الف تانیث کے لئے ہوگا۔ اور یہ غیر منصرف ہوگا۔ یہاں بخاری میں مذکر استعمال ہوا ہے۔ پہلی حدیث میں ہے۔ کان یاتیہ اس کے لئے مذکر کی ضمیر لائے ہیں۔ وفا الوفا میں ہے کہ اگر بقعہ کا نام مانیں تو مونث اور غیر منصرف۔ اور مکان کا نام مانیں تو مذکر اور منصرف۔ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی کی پیائش کے مطابق اس کا فاصلہ باب جبرئیل سے سات ہزار دو سو ہاتھ سے کچھ زائد۔ اور ہاتھ چوبیس انگل اور ہر انگل چھ جو کے برابر۔ اور ایک میل ان کی تصریح کے بموجب تین ہزار پانسو ہاتھ کا۔ تو باب جبرئیل سے باب قبا کا فاصلہ اس حساب سے دو میل دو سو ہاتھ سے کچھ زائد ہوا۔ مشارق عیاض میں ہے کہ قبا تین میل ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ایک فرسخ اور فرسخ تین میل کا۔ دونوں کا حاصل ایک ہوا۔ یہ اختلاف میل کی مقدار کے اختلاف کیوجہ سے ہے۔ اس کی تفصیل باب تقصیر الصلوٰۃ میں گزر چکی۔ خود علامہ سمہودی نے جلد اول ص۱۰۳ پر میل کی مقدار تین ہزار پانچسو ہاتھ بتائی اور جلد رابع ص۲۸۵ پر صرف تین ہزار ہاتھ بتائی۔ مگر صحیح اول ہے۔ اس لئے کہ خود یہ لکھا وذلک میلان و خمسا سبع میل علی المعتمد۔ یہ حساب اسی وقت درست ہوگا۔ جبکہ میل ساڑھے تین ہزار ہاتھ کا مانیں۔ اسکے بعد والی روایت

يَتَحَرَّوْا طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا ۵

البتہ سورج نکلنے اور ڈوبنے کے وقت بالقصد نہ پڑھو۔

۷۱۵ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد قبا

میں ابن نمیر کی بطریق عبید اللہ عن نافع یہ زیادتی مذکور ہے ویصلی فیہ رکعتین۔ اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے۔

**فضائل** مسجد قبا شریف کے دفتر فضائل کا زریں ورق یہ ہے کہ ہجرت کے بعد اسلام کی یہ پہلی مسجد ہے۔ اس سے بھی بدرجہا برتر واعلیٰ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تعمیر اپنے دست مبارک سے فرمائی۔ نیز جلیل القدر سابقین اولین مہاجرین وانصار نے اپنے مقدس ہاتھوں سے بنایا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر کو دیکھا کہ پیٹ پر پتھر ڈھوتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی بنیاد رکھتے تھے۔ اگر یہ مسجد کہیں دور دراز اطراف میں ہوتی تو وہاں جانے کے لئے ہم اونٹوں کے جگر کو مارتے [۱]

متعدد احادیث میں وارد ہے کہ مسجد قبا میں دو رکعت نماز عمرے کے برابر ہے۔ طبرانی[۲] کی ایک روایت میں چار رکعت وارد ہے۔ احادیث سے یہی ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر شنبے (سنیچر) کو مسجد قبا تشریف لے جاتے تھے اور یہ بالالتزام تھا۔ مگر کچھ لوگوں نے۔ سبت سے ہفتہ مراد لیا ہے۔ یعنی ہر ہفتے میں کسی دن تشریف لے جاتے تھے، مگر یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ ابن حبان[۳] کی صحیح میں۔ کل یوم سبت آیا ہے۔ دوشنبے اور ستائیسویں رمضان کی صبح کو بھی قبا جانے کی روایات آئی ہیں۔ ابن شیبہ[۴] نے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر سے مرسلا روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوشنبے کو بھی تشریف لے جاتے تھے۔ عمرو[۵] بن شیبہ نے اخبار مدینے میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ستائیسویں رمضان کی صبح کو قبا جاتے تھے۔ اہل مدینہ کا آج بھی اس پر عمل ہے۔ ابن عزیہ[۶] سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوشنبے اور پنجشنبے کو جایا کرتے تھے۔

**نکتہ** ہر سنیچر کو جانے کی حکمت شراح نے یہ بیان کی ہے کہ قبا میں جمعہ نہیں ہوتا تھا۔ وہاں سے لوگ مسجد نبوی میں جمعہ پڑھنے آتے تھے مگر کچھ لوگ نہیں آپاتے تھے۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرم فرماتے ہوئے سنیچر کو خود تشریف لے جاتے تاکہ سبھی لوگ جہاں آرا کی زیارت سے مشرف ہولیں۔ دوسری حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ جمعے کا دن جمعے کی تیاری اور نماز جمعہ میں مصروفیت کا تھا۔ اور سنیچر کا دن خالی تھا اس لئے وہاں تشریف لے جاتے۔

ایک حکمت یہ بھی بیان کی گئی ہے۔ چونکہ اہل قبا جمعہ پڑھنے مدینہ طیبہ آجاتے تھے۔ اور جمعے کو مسجد قبا خالی رہ جاتی، اسلئے سنیچر کو

---

ع۵ باب فضل الصلوۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ ص ۱۵۹ - [۱] وفاء الوفاء ثالث ص ۸۰۴ [۲] عمدۃ القاری سابع ص ۲۵۸ -

[۳] وفاء الوفاء ثالث ص ۸۰۳ [۴] ایضاً ص ۸۰۳ [۵] عمدۃ القاری سابع ص ۳۵۹ [۶] وفاء الوفاء ثالث ص ۸۰۳ -

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَّاشِيًا وَّرَاكِبًا وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ ؏۵

ہر شنبے کو پیدل اور سواری پر آتے تھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

۷۱۶ حدیث ۷ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ الْمَازِنِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ ؏۶

حضرت عبداللہ بن زید مازنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

تشریف لیجاتے کہ اس تعطل کی مکافات ہوجائے۔ مگر اس پر عرض یہ ہے کہ کبھی اہل قبا جمعے کے لئے نہیں حاضر ہوتے کچھ لوگ وہیں نماز ظہر باجماعت پڑھتے تھے۔ اس لئے مسجد قبا کے تعطل کا سوال ہی نہیں۔

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ چونکہ اہل قبا جمعے کو حاضر خدمت ہوتے تھے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی مکافات میں سنیچر کو ان کے یہاں تشریف لیجاتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد قبا کی زیارت سنت ہے۔ اور سنیچر کو ہونا بہتر، نیز معلوم ہوا کہ کسی کار خیر کے لئے دن کی تعیین اور اس پر پابندی سنت ہے۔ علامہ ابن حجرؒ نے فرمایا فی ھذا الحدیث دلالۃ علی جواز تخصیص بعض الایام ببعض الاعمال الصالحۃ والمداومۃ علی ذلک۔ اس حدیث میں اسپر دلالت ہے کہ بعض دنوں کو بعض اعمال صالحہ کے ساتھ خاص کرنا اور اس پر پابندی کرنا جائز ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء کرام اولیاء عظام کے مشاہد کی زیارت کے لئے جانا مستحسن ہے۔ مثلاً ان کے مولد و مسکن ان کی مسجد کی زیارت کیلئے۔

طبرانیؒ نے کبیر میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ کہ جب اہل قبا نے مسجد بنانے کی درخواست کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی میری اونٹنی پر سوار ہو تو حضرت ابوبکر سوار ہوئے اونٹنی کو اٹھانا چاہا مگر نہ اٹھی۔ پھر حضرت عمر سوار ہوئے تو بھی اونٹنی نہ اٹھی پھر حضرت علی سوار ہوئے، انکے سوار ہوتے ہی اونٹنی اٹھ کھڑی ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ اسکی مہار ڈھیلی کردو۔ اسکی گردش کی جگہ بنیاد رکھو۔ یہ مامور ہے۔ اسکا ایک راوی یحییٰ بن علی ضعیف ہے، صحیح یہ ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس کی داغ بیل ڈالی تھی۔

۷۱۶/۷۱۷ تشریحات اس پر اجماع ہے کہ حدیث میں بیتی سے مراد بیت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ اس لئے کہ دوسری اسی معنی کی حدیث میں بجائے بیتی کے قبری ہے۔ جمہور محدثین اس پر ہیں کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور مراد یہ ہے کہ یہ مقدس حصہ بعینہ جنت میں جائے گا۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ اتنا حصہ جنت کا ٹکڑا ہے۔ وہاں سے آیا ہے جیسے حجر اسود۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ اس حصے میں عبادت کرنی دخول جنت کا سبب ہے۔ یہ بھی بعض شراح نے فرمایا کہ یہ فی الحال جنت کا حصہ ہے۔ مگر دنیا میں رہنے کی وجہ سے اس میں وہ خواص ولوازم نہیں جو جنت کے ہیں۔ مثلاً گرمی سردی نہ ہونا بھوکا پیاسا نہ ہونا وغیرہ وغیرہ

۵ ایضا مسلم اول۔ الحج ابوداود اول۔ مناسک نسائی اول الصلوۃ باب المساجد۔ موطا امام مالک۔ سفر مسند امام احمد ثانی۔ ۶ باب فضل الصلوۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ ص ۱۵۳ مسلم۔ الحج باب فضل مابین قبرہ ومنبرہ ص ۴۴۶ نسائی مساجد۔ موطا امام مالک۔ قبلہ۔ ۱ فتح الباری ثالث ص ۵۷، ۲ عمدۃ القاری سابع ص ۲۵۹ ۳ مسند امام احمد ثالث ص ۶۴۔

۷۱۷ حدیث عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مِثْلَہٗ وَزَادَ وَمِنْبَرِیْ عَلٰی حَوْضِیْ ع۵

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث بلفظہٖ مروی ہوا انھوں نے اتنا زائد کیا کہ فرمایا میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

۷۱۸ حدیث سَمِعْتُ اَبَا سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیَّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یُحَدِّثُ بِاَرْبَعٍ عَنِ

قزعہ مولی زیاد نے کہا میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا کہ وہ چار باتیں

**منبری علی حوضی** یہ بھی اپنے ظاہر پر ہے یعنی بعینہٖ یہی مقدس منبر حوض کوثر پر نصب ہوگا۔ ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ منبر اقدس کی زیارت وہاں نماز وعبادت حوض کوثر سے سیراب ہونے کا خاص سبب ہے۔ حوض سے مراد حوض کوثر ہے۔ ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جہاں آج یہ منبر اقدس ہے یہیں قیامت کے دن حوض کوثر رہے گا۔ اسلئے کہ ایک حدیث میں ہے کہ محشر سرزمین شام پر قائم ہوگا۔ ظاہر ہے کہ شام جیسے چھوٹے سے ملک میں تمام اولین وآخرین سما نہیں سکتے۔ اسلئے اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ محشر کا مرکزی مقام شام ہوگا۔ خلائق کا پھیلاؤ جہاں تک ہو اس تقدیر پر اس کا امکان ہے کہ حوض کوثر کی جائے وقوع مدینہ طیبہ ہو۔

**مسائل** اس حدیث سے مسجد نبوی کی یہ خاص فضیلت ثابت ہوئی کہ اسکا ایک حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اگرچہ ہر مسجد کو ریاض الجنۃ بعض احادیث میں فرمایا گیا ہے۔ اسکے مطابق پوری مسجد نبوی شریف ریاض الجنت ہے۔ پھر بھی اس مخصوص حصے کو روضۃ من ریاض الجنۃ فرمانا یقیناً کسی خاص اہمیت اور خصوصیت کی بنا پر ہے۔ بعض مالکیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ مسجد نبوی، مسجد حرام سے اور مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے افضل ہے۔ اس لئے کہ ایک حدیث میں فرمایا لموضع سوط من الجنۃ خیر من الدنیا وما فیھا جنت کی ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔ اور شرف جز شرف کل کو مستلزم نیز اس حدیث سے ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عظیم فضیلت ثابت ہوئی، وہ اسطرح کہ تمام ازواج مطہرات کے حجرات مقدسہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہی گھر تھے مگر اس حدیث میں خاص حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارکہ کو بیتی فرمایا تو جسطرح کعبہ مقدسہ کو بیت اللہ کہنے میں اسکی برتری وعظمت کا اظہار ہے۔ اسیطرح حجرۂ عائشہ کو بیتی کہنے میں اسکی دیگر بیوت پر افضلیت اور برتری ظاہر کرنا مقصود ہے۔ اور یہ متلزم ہے حضرت ام المومنین کی عظمت وفضیلت کو۔ اس مضمون کی ایک حدیث میں بیتی، دوسرے میں قبری۔ دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ میں کہاں دفن ہونگا، اور یہ دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے، نیز منبری علی حوضی میں بھی غیب کی خبر ہے۔

**تشریحات** ۷۱۸ باب فضل الصلوۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ۔ کی ابتدا میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے اس حدیث کا اخیر حصہ مروی ہے۔ وہاں یہ زائد ہے کہ انھوں نے یعنی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں بارہ غزوے کئے تھے۔ یہاں یہ حدیث مفصل مذکور ہے۔ اس میں چار احکام مذکور ہیں۔ اول کوئی عورت شوہر یا محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔ دوم عید الفطر اور عید الاضحے کے دن روزے نہیں۔ سوم نماز فجر کے بعد سورج کے طلوع

---

ع۵ باب فضل الصلوۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ ص ۱۵۳ فضائل المدینۃ ص ۲۵۳ ثانی الرقاق باب الحوض ص ۹۷۵ الاعتصام باب ما ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۹۰ مسلم الحج۔ ترمذی مناقب۔ موطا امام مالک قبلہ۔ مسند امام احمد ثانی ص ۲۳۶

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْجَبَنِيْ وَاَنْقَنِيْ قَالَ لَا تُسَافِرُ الْمَرْاَةُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتے تھے۔ یہ مجھے پسند آئیں اور انھوں نے مجھے خوش کر دیا۔

يَوْمَيْنِ اِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا اَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ وَّلَا صَوْمَ فِيْ يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ

فرمایا کہ کوئی عورت دو دن کا سفر اسی وقت کرے کہ اس کے ساتھ اسکا شوہر یا کوئی محرم ہو۔ اور دو دن فطر اور قربانی کے

وَالْاَضْحٰى وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ

دن روزہ نہیں اور دو نمازوں کے بعد نماز نہیں۔ صبح کی نماز کے بعد یہاں تک کہ سورج نکل آئے

وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ

اور نہ عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔ تین مسجدوں کے علاوہ کہیں کے لئے کجاوہ نہ باندھا جائے

مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰى وَمَسْجِدِيْ ؏

مسجد حرام مسجد اقصیٰ اور میری مسجد۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

## باب استعانة اليد فى الصلوة اذا كان من امر الصلوة

۲۲۱ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَسْتَعِيْنُ الرَّجُلُ فِيْ صَلَاتِهٖ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا آدمی نماز میں اپنے جسم کے جس حصے سے

ہونے تک اور نماز عصر کے بعد سورج ڈوبنے تک کوئی نماز نہیں۔ چہارم تین مساجد۔ مسجد حرام۔ مسجد اقصیٰ۔ مسجد نبوی کے علاوہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے سفر جائز نہیں۔ ان میں تین پر مفصل کلام ہو چکا ہے۔ عیدین کے دن روزہ پر کلام کتاب الصوم میں مذکور ہوگا۔

**لا تسافر المرأة يومين** یہاں بخاری میں ہے کہ عورت دو دن کا سفر شوہر یا محرم کے بغیر نہ کرے۔ مگر مسند امام احمد جلد ثالث کے صـ۷ صـ۵۳ صـ۷۰ پر یہ ہے۔ کہ تین دن اور صـ۴۵ پر فوق ثلثة ایام۔ یعنی تین دن سے زائد کا سفر نہ کرے۔ اسکی پوری بحث گزر چکی۔

۲۲۱/۲۲۲/۲۲۳ بعض نسخوں میں یہاں یہ ہے۔ ابواب العمل فی الصلوۃ۔ یعنی نماز میں کام کا بیان۔ اس کے بعد۔

**تشریحات** باب استعانت الید الخ ہے۔ بعض میں اخیر میں یہ زائد ہے۔ کاوضع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدہ علی راس ابن عباس وفتل اذنہ و ادارہ۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا دست مبارک ابن عباس کے سر پر رکھا اور ان کا کان اینٹھا اور انھیں گھمایا۔

---

ع۵ باب مسجد بیت المقدس ص ۱۵۹ باب فضل فی مسجد مکۃ والمدینۃ ص ۱۵۸ مناسک باب جزاء الصید ص ۲۵۱ باب الصوم یوم النحر ص ۸ - ۲۶۷ ترمذی صلوۃ۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوات باب ماجاء فی الصلوۃ فی مسجد بیت المقدس۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۳۴۔

مِنْ جَسَدِہٖ بِمَا شَاءَ ؕ

چاہے مدد سے

۲۲۲ وَوَضَعَ اَبُوْ اِسْحٰقَ قَلَنْسُوَتَہٗ فِی الصَّلٰوۃِ وَرَفَعَھَا ؕ

ت اور ابو اسحٰق نے نماز میں اپنی ٹوپی رکھی اور اٹھالی

۲۲۳ وَوَضَعَ عَلِیٌّ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کَفَّہٗ عَلٰی رُصْغِہِ الْاَیْسَرِ اِلَّا

ت اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ہتھیلی اپنے بائیں گٹے پر رکھتے مگر

اَنْ یَّحُکَّ جِلْدًا اَوْ یُصْلِحَ ثَوْبًا ؕ

جبکہ جسم کھجلانا ہوتا یا کپڑا درست کرنا ہوتا۔

**مقصد باب** نماز میں خشوع وخضوع کا حکم ہے ــــ ارشاد ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خٰشِعُوْنَ (مومنون-۱)

ان ایمان والوں نے کامیابی حاصل کرلی جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔

خشوع کے ایک معنی یہ بھی ہیں ــــ وقار وسکون کے ساتھ رہنا۔ کوئی لغو وبیہودہ کام نہ کرنا۔ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز میں ڈاڑھی سے کھیل رہا ہے تو فرمایا۔ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضا ساکن رہتے۔ سورہ بقرہ کی یہ آیۃ کریمہ وَاِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخَاشِعِیْنَ کی تفسیر جلالین میں ہے۔ الساکنین الی طاعۃ اللہ۔ بیشک نماز بھاری ہے مگر سکون کے ساتھ اللہ کی طاعت کرنیوالوں پر۔ معالم میں ہے۔ اشار الی ان اصل الخشوع السکون اس طرح اشارہ کیا کہ خشوع کے اصل معنی سکون کے ہیں۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نماز میں ادائے ارکان کے علاوہ کسی قسم کی حرکت یا کوئی کام جائز ہے یا نہیں۔ یہ باب قائم کرکے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ نماز کی تحسین وتکمیل کیلئے نماز میں کوئی بھی عمل کیا جاسکتا ہے، اور اگر اس عمل کا تعلق نماز سے نہیں تو ممنوع ہے۔

اس کی تائید کے لئے تین تعلیق اور حدیث ۱۰۰ بھی جو جلد اول ص ۴۴۹ اور جلد ثانی ص ۴۵ میں مذکور ہوچکی ہے۔ لائے ہیں۔ جسمیں یہ مذکور ہے۔ کہ نماز تہجد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بائیں جانب آکر کھڑے ہوگئے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا کان پکڑ کر داہنی طرف کردیا۔

باب میں۔ ہاتھ سے کام لینے کی قید ہے۔ ابو اسحٰق سبیعی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر سے تو یہ ثابت ہے۔ اس لئے کہ ٹوپی کا رکھنا اور اٹھانا ہاتھ ہی سے ہوتا ہے۔ اسی طرح کھجلانا اور کپڑا درست کرنا۔ مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر میں ہاتھ مذکور نہیں۔ اس کا جواب ظاہر ہے کہ ہاتھ جسم ہی کا جزء ہے۔ جب جسم کے کسی حصے سے کام لیا جاسکتا ہے تو ہاتھ سے بھی لیا جاسکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے۔ ان آثار میں جو مذکور ہے اس سے مراد یہ ہے کہ بضرورت ایک یا دو بار کی اجازت ہے

ع ۲۲۲ س ۵ باب استعانۃ الید فی الصلوۃ ص ۱۵۹

۷۱۹ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنَّا نُسَلِّمُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ فِی الصَّلٰوۃِ فَیَرُدُّ عَلَیْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِیِّ

علیہ وسلم کو سلام کرتے حالانکہ حضور نماز میں ہوتے تو ہمارے سلام کا جواب دیتے۔ جب ہم نجاشی

سَلَّمْنَا عَلَیْہِ فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیْنَا وَقَالَ اِنَّ فِی الصَّلٰوۃِ شُغْلًا ؎

کے یہاں سے لوٹے اور حضور کو سلام کیا تو ہمارے سلام کا جواب نہیں دیا، اور فرمایا۔ نماز میں مشغولیت ہے۔

۷۲۰ عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو الشَّیْبَانِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ زَیْدُ بْنُ اَرْقَمَ اِنْ کُنَّا

حدیث ابو عمرو شیبانی نے کہا کہ زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے کہا کہ نبی صلی اللہ

لَنَتَکَلَّمُ فِی الصَّلٰوۃِ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُکَلِّمُ

تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم نماز کی حالت میں بات کیا کرتے تھے۔ ہم اپنے ساتھی

ایک رکن میں ایک ہی عمل، ایک ہی کام تین بار کرنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ مثلاً ایک رکن میں تین بار کہیں کھجلایا تو نماز فاسد ہو جائے گی کھجلانا نماز کے کام سے یوں ہے کہ کھجلی اٹھنے سے دل بٹتا ہے جو خشوع خضوع کے منافی ہے۔ کھجلانے سے سکون پیدا ہو جائے گا۔ تو اطمینان ہو جائے گا۔ ابو اسحٰق سبیعی کا نام عمرو بن عبداللہ ہے۔ یہ کبار تابعین اور ثقات میں سے ہیں۔ اڑتیس صحابہ کرام سے حدیثیں سنی ہیں۔ سیدنا امام اعظم کے مشائخ میں سے ہیں۔ ۹۶ سال کی عمر پائی۔ ۱۲۶ھ میں واصل بحق ہوئے۔

۷۱۹-۷۲۰ نجاشی۔ یہ حبشے کے بادشاہ کا لقب ہے۔ جیسے قیصر، روم کے۔ اور کسریٰ، ایران کے بادشاہ کا۔

**تشریحات** زید بن ارقم۔ یہ انصاری صحابی ہیں۔ قبیلہ خزرج کے فرد ہیں۔ ۶۸ھ میں وصال فرمایا[۱]۔ غزوہ احد میں کم عمر ہونے کی وجہ سے واپس کر دیئے گئے تھے۔ پہلا غزوہ جسمیں انھوں نے شرکت کی، خندق یا مریسیع ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سترہ غزوات میں شرکت کی۔ حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامیوں میں تھے۔ جنگ صفین میں ان کے ساتھ رہے۔ مختار بن عبید ثقفی کذاب کے ایام میں، کوفے میں وصال فرمایا[۲]۔

یہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے، راس المنافقین عبداللہ بن ابی کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا۔ کہ اگر ہم مدینے لوٹے تو عزت والا ذلیل کو مدینے سے نکال دے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اس سے پوچھا تو اس نے انکار کر دیا۔ اس پر سورہ منافقون نازل ہوئی جسمیں ان کی تصدیق ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے زید اللہ نے تیری تصدیق فرمائی[۳]۔ حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جن کے مکان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابتداءً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشرف بہ اسلام ہونے تک، خفیہ خفیہ اسلام کی تبلیغ فرماتے تھے۔ یہ مہاجرین اولین میں سے مخزومی صحابی ہیں۔ دس بزرگوں کے بعد

---

؎ ما ینھی من الکلام فی الصلوۃ ص ۱۶۰ باب لایرد السلام فی الصلوۃ ص ۱۶۲ باب ھجرۃ الحبشہ ص ۵۴۷ مسلم صلوۃ ابوداؤد صلوۃ نسائی صلوۃ۔ [۱] عمدۃ القاری سابع ص ۲۶۷ [۲] اصابہ اول ص ۵۶۰ [۳] بخاری ثانی تفسیر سورۃ منافقون ص ۷۲۷۔

| |
|---|
| اَحَدُنَا صَاحِبَهٗ بِحَاجَتِهٖ حَتّٰی نَزَلَتْ ۔ حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ |
| سے اپنی حاجت بیان کر دیا کرتے تھے ۔ یہاں تک یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی ۔ تمام نمازوں کی نگہداشت کرو |
| اَلْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ فَاُمِرْنَا بِالسُّکُوْتِ ۔ عہ |
| خصوصاً نماز وسطیٰ کی، اور اللہ کیلئے خاموشی کے ساتھ کھڑے رہو ۔ تو ہمیں چپ رہنے کا حکم دیا گیا۔ |

ایمان قبول فرمایا تھا۔ بلکہ امام حاکم نے روایت کیا ہے کہ ساتویں مسلمان ہیں۔ ان کا یہ مقدس مکان صفا کے قریب تھا۔ زید بن ارقم ان کے صاحبزادے نہیں۔ حضرت ارقم بن ابی ارقم یہ بدر وغیرہ تمام مشاہد میں شریک رہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت معاویہ کے عہد ۵۵ھ میں پچاسی سے زائد کی عمر میں وصال فرمایا۔ وصیت کے بموجب حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ۱

**حبشہ کی طرف ہجرت** امام واقدی نے فرمایا۔ رجب ۵ھ نبوی میں حبشہ کی طرف پہلی ہجرت ہوئی تھی۔ اس ہجرت میں گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ ابن جریر نے کہا کہ دوسرے لوگوں نے کہا کہ بیاسی مرد تھے۔ ان کی عورتیں اور بچے ان کے علاوہ تھے جنہیں حضرت عثمان اور ان کی رفیقہ حیات سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود بھی تھے۔ کچھ دنوں کے بعد یہ خبر مشہور ہوئی کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے تو واپس آئے۔ مگر یہ خبر غلط تھی۔ واپسی پر مکے کے جفاکاروں کی ستم رانیاں پہلے سے بھی زیادہ ہونے لگیں تو دوبارہ پھر بہت سے لوگ حبشہ چلے گئے۔ اس مرتبہ پہلے کے بہ نسبت دو نے مہاجر تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ بھی ہجرت فرمائی۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے تو ان میں سے بہت حضرات مدینے آگئے انھیں میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ میں جب مدینہ واپس آیا تو حضور غزوہ بدر کی تیاری کر رہے تھے۔ ۲ بقیہ حضرات کو ۷ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلوالیا۔ یہ لوگ غزوہ خیبر کے موقع پر واپس آئے۔

اب شراح حدیث میں اختلاف ہے کہ نماز میں سلام و کلام سے ممانعت مکہ معظمہ میں ہوئی جب حضرت عبداللہ بن مسعود پہلی مرتبہ حبشہ سے واپس آئے تھے یا مدینہ طیبہ میں ہوئی جب یہ دوبارہ ہجرت کے بعد واپس ہوئے۔ صحیح یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں شروع شروع نماز میں سلام و کلام کی اجازت تھی۔ اور وہیں آیہ مذکورہ کے نازل ہونے کے بعد ممانعت ہوئی اور حدیث اول میں حبشے سے واپسی سے مراد دوبارہ واپسی ہے۔ اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

**اوّل** ۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نماز میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کلام کرتے تھے۔ جب یہ آیہ مذکورہ نازل ہوئی تو ہمیں نماز میں بات کرنے سے روک دیا گیا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ انصاری ہیں، انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقع مدینے ہی میں ملا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ یہ حکم مدینے ہی میں ہوا۔ **دوم**: آیت مذکورہ سورہ بقرہ کی آیت ہے اور سورہ بقرہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ **سوم**: طبرانی نے حضرت

---

عہ باب ماینھی من الکلام فی الصلوۃ ص ۱۶۰ ، ثانی تفسیر سورہ بقرہ باب قولہ وقوموا للہ قانتین ص ۶۵۰ مسلم صلوۃ ابوداؤد صلوۃ ۔ ترمذی صلوۃ تفسیر۔ نسائی صلوۃ۔ ۱ اصابہ اول ص ۲۸ ۔

۲ عمدۃ القاری سابع ص ۲۶۸ ۳ ایضا ص ۲۶۹ ۔

100

**حدیث ۷۲۱** عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّصْفِیْقُ لِلنِّسَاءِ وَالتَّسْبِیْحُ لِلرِّجَالِ ؏

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا تالی عورتوں کے لئے ہے اور تسبیح مردوں کے لئے۔

ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ اگر کوئی نماز میں ایسے وقت شامل ہوتا کہ کچھ ہو چکی ہوتی تو جو صاحب اسکے پہلو میں ہوتے ان سے پوچھتا وہ بتا دیتے۔ یہاں تک کہ ایک دن معاذ آئے۔ الحدیث بطولہ[۱]۔ حضرت ابوامامہ اور حضرت معاذ دونوں ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں مشرف باسلام ہوئے ہیں۔ اس سے ثابت کہ مدینہ میں بھی ابتداءً نماز میں کلام ممنوع نہیں تھا وہیں بعد میں ممنوع ہوا۔

**شغلا** مطلب یہ ہے کہ نماز میں تلاوت قرآن، تسبیح تکبیر اذکار میں مشغولیت ہے۔ سلام وکلام اسمیں مزاحم ہوگا۔ یا مراد یہ ہے کہ نماز میں نمازی اللہ عزوجل کی طرف توجہ اور حضور میں مشغول ہے۔ سلام وکلام اسمیں مخل ہوگا۔

**والصلوٰۃ الوسطی** صلوٰۃ وسطی سے کیا مراد ہے۔ علامہ بدرالدین عینی قدس سرہ نے بیس اقوال ذکر فرمائے ہیں۔ اخیر میں فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ یہ نماز عصر ہے۔ احادیث صحیحہ سے یہی ثابت ہے۔ بقیہ اقوال میں کچھ ضعیف ہیں کچھ مردود ہیں۔

**امرنا بالسکوت** ہمیں سکوت کا حکم دیا گیا۔ مسلم[۲] میں ہے۔ نھینا عن الکلام۔ اور بات کرنے سے ہمیں منع کر دیا گیا۔ السکوت اور الکلام۔ پر الف لام عہد خارجی کا ہے۔ مراد اس سے چپ رہنا اور وہ کلام ہے جو پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ یعنی دنیوی کلام۔ جیسا کہ ترمذی کی روایت میں ہے کہ اپنے پہلو والے سے بات کرتے۔ طبرانی کی حدیث گزری۔ کہ وہ پوچھتا کتنی نماز ہو چکی ہے۔

ہمارے یہاں کلام خواہ عمداً ہو خواہ سہواً، اختیار سے ہو یا بلا اختیار بہر حال مفسد نماز ہے۔ تھوڑا ہو یا زیادہ۔

باب ہجرت الحبشہ میں اس حدیث کے اخیر میں ہے۔ کہ سلیمان نے حضرت ابراہیم سے پوچھا کہ اگر کوئی آپ کو نماز کی حالت میں سلام کرے تو کیا کرتے ہیں تو انھوں نے فرمایا، اپنے جی میں جواب دیدیتا ہوں۔ یہ حضرت ابراہیم کا اجتہاد تھا۔ ورنہ یہ حدیث کے ارشاد ان فی الصلوٰۃ شغلا کے منافی ہے اور بے فائدہ بھی ہے۔

**تشریحات ۷۲۱** حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ۴۸۴ کی بعض روایتوں میں یہ آیا ہے فاخذ الناس بالتصفیح قال سھل ھل تدرون ما التصفیح ھو التصفیق۔ اس پر علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ تصفیح اور تصفیق ہم معنی ہیں۔ یہی جوہری خطابی ابوعلی قالی اور بہت سے لوگوں نے کہا ہے۔ حتی کہ ابن حزم نے کہا کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں مگر قاضی عیاض نے نقل فرمایا کہ تصفیح کے معنی ہیں، ایک ہاتھ کی پشت کو دوسرے پر مارنا۔ اور تصفیق کے معنی ہیں کہ ایک ہاتھ

---

ع۵ باب التصفیق للنساء ص ۱۶۰ مسلم الصلوٰۃ نسائی الصلوٰۃ ابن ماجۃ الصلوٰۃ [۱] ابوداود الصلوٰۃ [۲] ترمذی جلد اول۔ صلوٰۃ۔ باب فی نسخ الکلام فی الصلوٰۃ ص ۵۴ [۲] اول الصلوٰۃ باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ ص ۲۰۴۔

**۷۲۲ حدیث** قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَادَتْ اِمْرَاَۃٌ اِبْنَھَا وَھُوَ فِیْ صَوْمَعَتِہٖ قَالَتْ یَا جُرَیْجُ قَالَ

فرمایا ایک عورت نے اپنے لڑکے کو پکارا اور وہ اپنے عبادت خانے میں تھا، اس کی ماں نے کہا

اَللّٰھُمَّ اُمِّیْ وَصَلَاتِیْ فَقَالَتْ یَا جُرَیْجُ قَالَ اَللّٰھُمَّ اُمِّیْ وَصَلَاتِیْ قَالَتْ

اے جریج! جریج نے کہا اے اللہ میری ماں اور میری نماز۔ پھر آواز دی اے جریج، اس نے کہا اے اللہ میری ماں اور میری

یَا جُرَیْجُ قَالَ اَللّٰھُمَّ اُمِّیْ وَصَلَاتِیْ قَالَتْ اَللّٰھُمَّ لَا یَمُوْتُ جُرَیْجٌ حَتّٰی یَنْظُرَ

نماز، اسکی ماں نے پھر پکارا، اس نے کہا اے اللہ میری ماں اور میری نماز، اب اس کی ماں نے کہا اے اللہ جریج

کی ہتھیلی کو دوسرے کی ہتھیلی پر مارنا، ایک قول یہ بھی ہے کہ ڈرانے اور تنبیہ کے لئے دو انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی پیٹھ پر مارنا تصفیح ہے۔ اور لہو ولعب کے لئے سب کو بجانا تصفیق ہے۔

عورتوں کو تسبیح کے بجائے تصفیق کا حکم اس لئے ہے کہ ان کی آواز بھی عورت ہے اور نماز میں غیر محرم بھی شریک رہتے ہیں۔ یہاں مراد یہی ہے کہ داہنے ہاتھ کی انگلیاں بائیں کی پشت پر مارے۔ تالی کا معہود طریقہ کہ دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں بجائے۔ مراد نہیں۔ اور نہ نماز میں اس کی اجازت ہے۔ یہ لہو ولعب میں داخل ہے۔

**۷۲۲ تشریحات** **تکمیل** ۔مسلم شریف میں ہے۔ جریج نام کا ایک راہب تھا اپنے عبادت خانے میں اللہ عزوجل کی عبادت کرتا تھا۔ ایک دن اس کی ماں آئی اور اس نے کہا، اے جریج میں تیری ماں ہوں مجھ سے بات کر اسوقت وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے ماں کو کوئی جواب نہیں دیا۔ اور یہ کہا۔ اے اللہ میری ماں اور میری نماز۔ اس نے نماز کو اختیار کیا۔ دو بار یہی ہوا، اب اسکی ماں نے یہ دعا کی۔ اے اللہ یہ جریج میرا بیٹا ہے میں نے اس سے بات کرنی چاہی مگر اس نے نہیں کی۔ اے اللہ یہ اسوقت تک نہ مرے جبتک زانی عورتوں کا منھ نہ دیکھ لے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر اس کی ماں یہ بددعا دیتی کہ اسے فتنے میں ڈال تو وہ فتنے میں پڑ جاتا۔ ایک بھیڑ کا چرواہا اس کے دیر میں پناہ لیا کرتا تھا۔ ایکدن ایک عورت بستی سے اپنی ضرورت کے لئے نکلی تو اس چرواہے نے اس سے ہمبستری کی، اسے حمل رہ گیا، اس نے ایک بچہ جنا۔ اس سے پوچھا گیا، یہ کیا ہے؟ اس عورت نے بتایا، کہ اس دیر والے کا ہے۔ اب بستی والے کلہاڑیاں پھاوڑے لے کر آئے اور اسے پکارا، اس وقت وہ نماز پڑھ رہا تھا، اس لئے نہیں بولا۔ اب یہ لوگ اس کے عبادت خانے کو گرانے لگے، اس نے جب یہ دیکھا تو اُترا۔[1] دوسری روایت میں ہے کہ ایک آوارہ عورت جو اتنی حسین تھی کہ اس کے حسن کی مثال دی جاتی تھی اس نے کہا اگر تم لوگ چاہو تو جریج کو فتنے میں ڈالدوں، وہ جریج کے سامنے آئی مگر انھوں نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ اس کے بعد ایک چرواہے کے پاس آئی اور اس سے بدکاری کروایا جس سے بچہ پیدا ہوا، پوچھنے پر اس نے جریج کو بدنام کیا۔ اس پر ان لوگوں نے جریج کو اتارا اور اسے مارنے لگے اور اس کے عبادت خانے کو ڈھا دیا۔ اس نے پوچھا معاملہ کیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا تو نے اس بدکار عورت سے زنا کیا ہے اور تیرے نطفے سے اسے لڑکا ہوا ہے۔ جریج نے کہا، لڑکا کہاں ہے؟ لوگ

[1] بخاری۔ المظالم۔ باب اذا ھدم حائطا ص ۳۳۰ مسلم۔ ثانی۔ بر الوالدین ص ۳۱۳۔

فِي وُجُوهِ الْمَيَامِيسِ وَكَانَتْ تَأْوِي إِلَى صَوْمَعَتِهَا رَاعِيَةٌ تَرْعَى الْغَنَمَ فَوَلَدَتْ

جب تک زانیہ کا منہ نہ دیکھ لے نہ مرے، بکریاں چرانے والی ایک عورت اسکے عبادت خانے میں پناہ لیتی تھی، اس نے ایک

فَقِيلَ لَهَا مِمَّنْ هَذَا الْوَلَدُ قَالَتْ مِنْ جُرَيْجٍ نَزَلَ مِنْ صَوْمَعَتِهِ قَالَ

لڑکا جنا۔ اس سے پوچھا گیا یہ لڑکا کس کا ہے؟ تو اس نے بتایا جریج کا ہے یہ اپنے عبادت خانے سے اترا تھا۔

جُرَيْجٌ أَيْنَ هَذِهِ الَّتِي تَزْعُمُ أَنَّ وَلَدَهَا لِي قَالَ يَا بَابُوسُ مَنْ أَبُوكَ

جریج نے کہا کہاں ہے وہ جو گمان کرتی ہے کہ اس کا لڑکا مجھ سے ہے جریج نے اس لڑکے سے پوچھا اے بابوس

قَالَ رَاعِي الْغَنَمِ ؏

تیرا باپ کون ہے؟ تو اس نے کہا بکریوں کا چرواہا۔

لڑکے کو لائے۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھوں گا۔ نماز سے فارغ ہو کر لڑکے کے پاس آیا۔ اس کے پیٹ میں کونچا دیا اور پوچھا اے بچے تیرا باپ کون ہے؟ بچے نے کہا، فلاں چرواہا۔ اب لوگ جریج پر ٹوٹ پڑے اسے بوسہ دینے لگے اس کو چھونے لگے۔ اور کہا ہم تیرے عبادت خانے کو سونے کا بنا دیں گے۔ اس نے کہا، نہیں۔ جیسا پہلے تھا ویسا ہی مٹی کا بنا دو۔ لوگوں نے بنا دیا۔

**میامیس** ۔ مُومِسَۃ کی جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں علانیہ زنا کرانے والی۔ **یا بابوس** ۔ یا حرف ندا ہے۔ بابوس کے بارے میں قزاز نے کہا۔ اس کے معنی چھوٹے بچے کے ہیں۔ یہ لفظ عربی ہے یا عجمی۔ دونوں قول ہیں۔ داؤدی نے کہا کہ یہ اس لڑکے کا نام تھا۔ ابن بطال نے کہا۔ کہ اس کے معنی دودھ پینے والے کے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگلی شریعتوں میں نماز کے اندر کلام جائز تھا۔ اسی لئے جریج کی ماں کی بددعا سے لگی۔ جیسا کہ ہماری شریعت میں بھی ابتداء جائز تھا۔ آیۂ کریمہ وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ کے نازل ہونے کے بعد ممنوع ہوا۔ یہ باعتبار ظاہر کے ہے ورنہ یہ ممکن ہے کہ نماز نفل ہی ہو اور ان کی والدہ کو اس کا علم نہ رہا ہو کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور اسکے والدین، دادا، دادی بلائیں تو وہ کیا کرے۔ ہمارے یہاں مختار یہ ہے کہ اگر کسی بڑی مصیبت پڑنے پر بلا رہے ہوں تو فوراً نماز توڑ دے اگرچہ فرض ہو۔ مثلاً آگ لگ گئی، کوئی انھیں جان سے مار ڈالنا چاہتا ہے۔ اور اگر معمولی تکلیف پر بلا رہے ہوں تو توڑنا جائز نہیں۔ اور اگر نفل نماز میں ہے اور انھیں معلوم ہو کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے تو معمولی تکلیف پر نہ توڑے۔ اور اگر یہ معلوم نہیں کہ نماز پڑھ رہا ہے تو توڑ دے اگرچہ معمولی طور پر بلائیں۔[1]

تلویح[2] میں ہے کہ ہمارے اصحاب نے تصریح فرمائی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ اگر حضور کسی کو بلائیں اور وہ نماز پڑھ رہا ہے تو اس پر واجب ہے کہ فوراً جواب دے اور اس کی نماز باطل بھی نہ ہوگی۔ اس کا مفصل بیان اپنی جگہ آئے گا۔ قدرے ذوالیدین کی حدیث میں گزر چکا ہے۔

اس حدیث سے بعض حضرات نے یہ استدلال کیا ہے کہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے۔ یعنی جس طرح وطی حلال سے

---

[1] الدر المختار و رد المحتار اول اخیر مکروهات ص ۴۰۰ ج ۲ عمدۃ القاری سابع ص ۲۸۶

[2] باب اذا دعت الام ولدها فی الصلوٰۃ ص ۱۶ ۔ المطالع۔ اذا هد مرحائطاً فلیس ضمانه ص ۳۳۷۔ مسلم بر الوالدین و دعاء الوالدۃ علی الولد

زانی پر مزنیہ کے اصول و فروع اور مزنیہ پر زانی کے اصول و فروع حرام ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح زنا سے بھی۔ وہ اس طرح کہ اس حدیث میں زانی کو باپ کہا گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جیسے حلالی وطی سے نسب ثابت ہوتا ہے ویسے ہی حرام سے بھی۔ اور نسب ہی حرمت مصاہرت کی بنیاد ہے۔ اور باپ ہونا حرمت نکاح کو مستلزم۔ وہ اس طرح کہ اگر یہ بچا بچے کے بچی ہوتی تو زانی چونکہ اس کا باپ ہے، اس پر حرام ہوتی۔ مگر یہ استدلال درست نہیں۔ اسے باپ مجازاً کہا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کس کے نطفے سے ہے۔ اسی لئے باپ کے دوسرے احکام جاری نہیں ہوتے، مثلاً ایک دوسرے کی میراث پانا۔ یا ہو سکتا ہے ان کی شریعت میں یہ حکم رہا ہو کہ زانی سے نسب مانا جاتا ہو۔ اگرچہ ہمارے یہاں زنا سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے۔ جس کی دلیل کتب فقہ و اصول فقہ میں مذکور ہے۔ مگر اس حدیث سے ثابت نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اولیاء کرام کی کرامت حق ہے۔ نیز یہ معلوم ہوا کہ ماں باپ کی دعا اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہے۔ استاذی حافظ ملت قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ماں باپ کی دعا اولاد کے حق میں ایسی ہے جیسے نبی کی دعا امتی کے حق میں۔

لیث بن سعد نے یزید بن حوسب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر جریج عالم فقیہ ہوتا تو جانتا کہ ماں کا جواب دینا اللہ کی عبادت سے افضل ہے [1]

**طفولیت میں کلام کرنیوالے** عادۃً بچے جس عمر میں کلام نہیں کرتے اس عمر میں کلام کرنے والے یہ حضرات ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یہ بچہ۔ اور اس عورت کا بچہ جس نے ایک شخص کو سج دھج کے ساتھ ایک عمدہ گھوڑے پر دیکھا۔ تو کہا اے اللہ میرے بچے کو اسکے مثل کردے تو بچے نے اس کی چھاتی چھوڑ کر کہا کہ اے اللہ مجھ جیسا مجھے مت کرنا۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم[2] میں ہے۔ اس کے علاوہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ شاہد یوسف علیہ السلام بھی بچہ تھا۔ مشہور امام تفسیر حضرت ضحاک نے بھی بچپنے میں کلام کیا تھا۔ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام اور اصحاب اُخدود نے جب عورت کو آگ کی خندق میں ڈالنا چاہا اور وہ کچھ رکی تو اس کی گود کے بچے نے کہا، اے ماں صبر کر تو حق پر ہے [3]

**کشمیری صاحب پر تعقب** فیض الباری[4] میں ہے۔ اگر نفل نماز پڑھ رہا ہے تو نماز توڑ کر ماں کو جواب دے۔ اقول۔ ابھی درمختار اور ردالمحتار کے حوالے سے گزرا کہ نفل نماز میں بھی یہ تفصیل ہے کہ ماں کے علم میں ہو کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ اور کسی بڑی مصیبت کے لئے نہیں بلا رہی ہے تو نماز توڑنا جائز نہیں۔ ہاں اگر ماں کے علم میں نہ ہو کہ نماز پڑھ رہا ہے تو نماز توڑ کر ماں کو جواب دے۔ پھر آگے ہے۔ کہ نہ کہا جائے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ماں کے بلانے پر نماز توڑ دینی واجب ہے خواہ فرض ہو خواہ نفل۔ اس لئے کہ یہ ماں کے پکارنے پر دلالت کرتی ہے۔ میں کہونگا۔ کہ باب دعا باب تشریع کا غیر ہے۔ تو ایسی دعا کا بھی قبول ہو جانا ممکن ہے۔ جیسے قبول نہ ہونا چاہئے۔ جیسا مسند میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے لئے فرمایا۔ اللہ تیرا ہاتھ کاٹ دے۔ اور باہر تشریف لے گئے۔ واپس آئے تو ان کا ہاتھ ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ دعا فرمائی تو ٹھیک ہو گیا۔

اقول۔ یہ حدیث مسند کے جلد ششم صـ۵۲ پر ہے۔ اس میں قد اعوجت یداھا نہیں۔ پوری حدیث یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] عمدۃ القاری ص ۲۸۲ [2] بخاری اول ذکر بنی اسرائیل ص ۴۹۳ مسلم ثانی بر الوالدین ص ۳۱۳ [3] مسلم قصۃ اصحاب الاخدود ص ۴۱۵ [4] جلد ثانی ص ۴۳۷

۷۲۳ حدیث حَدَّثَنِي مُعَيْقِيبٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت معیقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ فِي الرَّجُلِ يُسَوِّي التُّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ قَالَ اِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً ع۵

اس شخص کے بارے میں فرمایا جو سجدہ کرنے کی جگہ کی مٹی برابر کرتا تھا۔ اگر تجھے کرنا ہی ہے تو صرف ایک بار۔

تعالیٰ علیہ وسلم ایک قیدی کو ام المومنین کے حوالے کرکے باہر تشریف لے گئے۔ یہ غافل ہوگئیں اور قیدی بھاگ گیا۔ دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئے۔ اور پوچھا قیدی کیا ہوا۔ عرض کیا۔ میں غافل ہوگئی اور وہ بھاگ گیا۔ فرمایا تیرا کیا حال ہے۔ اللہ تیرا ہاتھ کاٹے۔ اور باہر تشریف لے گئے۔ لوگوں کو بتایا لوگ تلاش کرکے اسے لائے۔ اب پھر حضور اندر تشریف لائے تو دیکھا کہ یہ دونوں ہاتھ الٹ پلٹ رہی ہیں پوچھا پاگل ہوگئی ہو؟ عرض کیا حضور نے بد دعا کر دی تھی، اسی کا نتیجہ ہے۔ دیکھتی ہوں کون سا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اب حضور نے اللہ کی حمد کی اور ثنا کی اور ہاتھوں کو اٹھایا۔ اور عرض کیا، اے اللہ میں بشر ہوں جیسے اور انسانوں کو غصہ آتا ہے میں بھی غضب فرماتا ہوں۔ جس مسلمان مرد وعورت کے لئے بد دعا کردوں اسے اس کی ظاہری اور باطنی پاکیزگی کے لئے سبب بنا۔

شاہ صاحب قبلہ سے دو غلطیاں ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ حدیث۔ اعوجت یداھا۔ نہیں۔ وانا اقلب یدی۔ ہے دوسرے یہ کہ قیدی حوالہ فرمایا۔ اس کی نگہداشت ضروری تھی۔ اس سے ام المومنین نے غفلت برتی۔ یہ غضب کا بہر حال سبب ہے۔ پھر یہ مسئلہ عدم الاجابۃ کے قبیل سے کیسے ہوگیا۔ ہاں یہ بات ضرور ثابت ہوئی کہ کبھی کبھی حالت غضب میں بطور عتاب انبیاء کرام واولیاء عظام سے ایسے کلمات نکل جاتے ہیں جو بظاہر دعا بد کے ہوتے ہیں ان کا مقصد بد دعا نہیں ہوتا۔ مگر پھر بھی ان کلمات کا ظاہر مدلول واقع ہوجاتا ہے۔ اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصد بد دعا ہرگز نہیں تھا۔ اور جریج کی ماں کا مقصد بد دعا تھا بلکہ اظہار خفگی تھا۔ مگر جو منہ سے نکلا ویسا ہی ہوگیا۔ اس سے محبوبان بارگاہ کی بارگاہ الٰہی میں عظمت ظاہر ہوئی۔

**تشریحات ۷۲۳** امام بخاری نے اس حدیث پر باب کا عنوان یہ قائم فرمایا ہے۔ نماز میں کنکری برابر کرنا۔ اور حدیث میں کنکری کا لفظ نہیں۔ تراب دھول مذکور ہے۔ اس کی ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ مسلم میں اسی حدیث کے ایک طریقے میں ہے۔ یسوی یعنی الحصی دوسرے طریقے میں۔ یسوی التراب۔ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حصی کنکری۔ تراب، دھول۔ دونوں کا حکم ایک ہے۔ کہ صرف ایک مرتبہ برابر کرنے کی اجازت ہے۔ اس پر بار بار عرض گزر چکی کہ باب امام بخاری باندھیں اور مطابقت پیدا کی جائے مسلم کی حدیث سے۔ مطابقت کی صحیح تقریر یہ ہے کہ حدیث میں اگرچہ تراب مذکور ہے۔ امام بخاری نے باب میں حصی ذکر کرکے یہ افادہ فرمایا۔ کہ دونوں کا حکم ایک ہے۔ اس لئے کہ دونوں کا اثر نماز پر یکساں ہے۔

---

ع۵ باب مسح الحصی فی الصلوۃ ص ۱۶۱ مسلم ابوداؤد الصلوۃ، ترمذی الصلوۃ، نسائی الصلوۃ ابن ماجۃ الصلوۃ۔

۲۲۴ وَقَالَ قَتَادَةُ اِنْ اُخِذَ ثَوْبُهٗ يَتْبَعُ السَّارِقَ وَيَدَعُ الصَّلٰوةَ عه

ت اور قتادہ نے فرمایا۔ اگر نمازی کا کپڑا کوئی لے کر بھاگے تو چور کا پیچھا کرے اور نماز چھوڑ دے۔

۲۲۵ وَيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو نَفَخَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

فِيْ سُجُوْدِهٖ فِيْ كُسُوْفٍ ۔ عه

علیہ وسلم نے سورج گہن کی نماز کے سجدے میں پھونک ماری۔

## ۲۲۴ تشریحات

اس اثر کو امام عبدالرزاق نے موصولا باختلاف الفاظ روایت کیا ہے۔ اجر میں یہ زائد ہے۔ اگر لڑکے کو کنوئیں پر دیکھے اور اندیشہ ہو کہ کنوئیں میں گر پڑے گا۔ تو نماز توڑ دے۔

یہاں باب یہ ہے کہ اگر نماز کی حالت میں چوپایا بھاگے تو کیا کرے۔ اس کے تحت حدیث لائے ہیں۔ جسمیں مذکور ہے کہ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھ رہے تھے۔ ان کے گھوڑے کی لگام ان کے ہاتھ میں تھی۔ گھوڑا چھڑا کر بھاگنا چاہتا تھا اور یہ اسکے پیچھے پیچھے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر مال کے ضائع ہونے کا اندیشہ صحیح ہو تو نماز توڑنا جائز ہے۔ مال سے اہم جان ہے اگر جان جانے یا عضو کے کاٹے جانے یا ضرب شدید یا لمبی قید کا اندیشہ ہو تو بھی اجازت ہے۔ تھوڑے سے مال کے لئے نماز توڑنا جائز نہیں۔ زیادہ ہو تو اجازت ہے۔ اگر ایک درہم یا اس سے زائد قیمت کا ہو تو زیادہ ہے ورنہ تھوڑا۔

## ۲۲۵ تشریحات

اس تعلیق کو امام ابو داؤد۔ امام نسائی اور امام احمد اور امام حاکم نے، المستدرک میں موصولا روایت کیا ہے۔ ابو داؤد میں یہ ہے۔ پھر آخر سجدے میں پھونک ماری اور اُف اُف کہا۔ مسند امام احمد اور نسائی میں یوں ہے۔ آخری رکعت کے دوسرے سجدے میں رونے لگے اور پھونکنے لگے اور یہ عرض کرنے لگے۔ اے رب کیا تو نے یہ وعدہ نہیں فرمایا ہے جب تک میں ان میں ہوں ان پر عذاب نہیں فرمائے گا۔ اور کیا تو نے اس کا وعدہ نہیں فرمایا ہے کہ میں ان پر عذاب نہیں فرماؤنگا جبتک یہ استغفار کرتے رہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ کہ جنت میرے سامنے لائی گئی میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ کہ اس کے گچھوں میں سے لے لوں۔ اور جہنم میرے سامنے لائی گئی تو میں اسے پھونکنے لگا۔ اس ڈر سے کہ کہیں تم پر چھا نہ جائے۔ امام بخاری نے اسے صیغۂ تمریض سے اس لئے ذکر کیا کہ یہ عطا بن سائب عن ابیہ مروی ہے۔ ان کی حدیث کے قابل احتجاج ہونے میں اختلاف ہے۔ اور آخر عمر میں انھیں اختلاط بھی ہو گیا تھا۔ لیکن امام ابن خزیمہ نے سفیان ثوری سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ اور سفیان ثوری نے اختلاط سے پہلے عطاء سے حدیث سنی ہے۔ عطاء کے باپ سائب کی عجلی اور ابن حبان نے توثیق کی ہے۔ ابو داؤد میں پھونک مارنے کی تفسیر یہ ہے کہ اُف اُف کہا۔ اُف کلام اس وقت ہوگا جب فاء کو مشدد پڑھیں۔ اور اگر فاء کو ساکن پڑھیں تو کلام نہ ہوگا۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ جو شخص پھونک مار رہا ہو وہ اسے تشدید کیساتھ نہیں ادا کرتا۔ بلکہ شاید ہی اسے اپنے مخرج سے کما حقہ نکالتا ہو اس طرح کہ دونوں ہونٹ مل جاتے ہوں ــــ غالبًا علامہ عینی یہ افادہ فرمانا

---

عه باب اذا انفلت الدابة فی الصلوة ص ۱۶۱ ــ عه مایجوز من البصاق والنفخ فی الصلوة ص ۱۶۲ لـه الدر المختار وردا لمحتار اول مکروهات ص ۴۴۰ ۵۲ اول صلوة ۔ باب من قال یرکع رکعتین ص ۱۶۹ ۵۳ اول صلوة الکسوف ص ۲۱۷

۵۴ مسند امام احمد ثانی ص ۱۸۸ ۔

چاہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو اُف اُف فرمایا۔ یہ نماز میں کلام کرنا نہ ہوا۔ اسی لئے امام ابو یوسف نے فرمایا، کہ اگر نماز میں اُف اُح اُہ نکل جائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ مگر اس میں تفصیل ہے۔ اگر درد یا مصیبت کی وجہ سے اف تف آہ آہ نکلے تو نماز فاسد ہوگی۔ اور اگر جنت یا دوزخ کے ذکر سے یہ الفاظ نکلے تو نماز نہ گئی۔ اسی طرح اللہ عزوجل کی عظمت اس کے جلال و کبریائی کے تصور سے نکلے تو بھی فاسد نہ ہوگی۔ یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دہن اقدس سے جو اف اف نکلا یہ دوزخ دیکھکر نکلا تھا۔ اس لئے اس سے بھی نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور یہ وہ نفخ نہیں جس سے ممانعت آئی ہے۔ ترمذی[1] میں ہے۔ افلح نے نماز میں پھونک ماری، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تترب وجهك۔ تیرا چہرہ خاک آلود ہو۔

**ایک باب کی تنقیح** امام بخاری نے ایک باب قائم کیا۔ مردوں میں سے کوئی نماز میں تالی بجائے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ اگر وہ نہ جانتا ہو۔ اس کے ثبوت کے لئے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ نہ جانتا ہو، یہ مذکور نہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ یہ جانتا ہو کہ نماز میں تالی بجانا مفسد صلوۃ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ یہ جانتا ہے کہ نماز میں تالی بجانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور بجائے تو فاسد ہو جائے گی۔ علامہ عینی اور علامہ قسطلانی نے، جاھلا کی توجیہ یہ کی کہ قصداً نہ ہو اس سے متبادر ہوا کہ عمداً ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ مختار یہ ہے کہ اگر امام کو لقمہ دینے کے لئے تالی بجائے گا تو نماز فاسد نہ ہوگی خواہ قصداً ہو یا بلا قصد۔ حضرت سہل بن سعد کی حدیث میں یہی ہے کہ صحابہ کرام نے حضرت صدیق اکبر کو یہ بتانے کے لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ تالیاں بجائی تھیں۔ اور حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں کہ صحابہ کرام نے بلا قصد تالی بجایا تھا بلکہ ظاہر حدیث یہی ہے کہ انھوں نے قصداً تالی بجایا تھا۔ اس لئے اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کو لقمہ دینے کیلئے تالی بجانے سے نماز فاسد نہ ہوئی۔ اور اگر کوئی لہو و لعب کے لئے تالی بجائے تو ضرور نماز فاسد ہو جائے گی خواہ قصداً بجائے خواہ بلا قصد۔ گزر چکا کہ یہاں تالی بجانے سے مراد یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں کی پشت پر مارے۔

**ایک اور باب کی تنقیح** اس کے بعد باب ہے جب مصلی سے کہا جائے۔ آگے بڑھو یا انتظار کرو۔ اور اس نے انتظار کیا تو کوئی حرج نہیں اس میں یہ تصریح نہیں کہ نماز کی حالت میں کہا جائے یا نماز شروع کرنے سے پہلے کہا جائے۔ چونکہ اس کے پہلے جو باب ہیں ان میں یہی بحث ہے کہ نماز کی حالت میں یہ افعال جائز ہیں یا نہیں۔ اس سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہاں بھی یہی مراد ہے۔ اس کو ثابت کرنے کے لئے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ۲۵۰ لائے ہیں۔ جسمیں یہ مذکور ہے کہ لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ تہبند چھوٹا ہونے کی وجہ سے گردنوں پر باندھے رہتے۔ تو عورتوں سے کہا گیا کہ وہ اپنے سروں کو اسوقت تک نہ اٹھائیں جبتک مرد سیدھے نہ بیٹھ جائیں۔ اس حدیث میں فقیں۔ ہے فاء کے ساتھ جو تعقیب کے لئے آتا ہے۔ اس کے پہلے۔ کانوا یصلون۔ ہے۔ اس سے یہ استنباط کیا جا سکتا ہے کہ نماز کی حالت میں مردوں سے یہ کہا گیا۔ اس طرح باب کے ساتھ مطابقت ہو جاتی ہے۔ اقول۔ یہ کہنا کہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز کی حالت میں یہ کہا گیا۔ قطعی نہیں۔ ایک اور احتمال بھی ہے جو پہلے والے سے بھی زیادہ ظاہر ہے کہ کانوا یصلون صحابہ کرام کی عام عادت کا بیان ہے کہ جن کے پاس تہبند چھوٹے تھے وہ اسے گردنوں پر باندھ کر نمازیں عام طور پر پڑھا کرتے تھے۔ ان کی یہ حالت دیکھی گئی تو کسی بھی موقع پر نماز کے باہر عورتوں سے وہ کہا گیا۔

---

[1] اول الصلوۃ باب کراھیۃ النفخ فی الصلوۃ ص ۵۰

۷۲۴ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ نُهِیَ عَنِ الْخَصْرِ فِی الصَّلٰوةِ ع

**حدیث** حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں کولہے پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور ہشام

وَقَالَ هِشَامٌ وَاَبُوْ هِلَالٍ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اور ابو ہلال نے ابن سیرین اور وہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

اسی طرح امام بخاری نے اس کا التزام نہیں فرمایا ہے کہ مسلسل ایک روش کی پوری پوری پابندی کریں کہ اس کے پہلے والے ابواب سے یہ استدلال کیا جائے کہ نماز کی حالت میں یہ کرنے کا بیان ہے۔ جیسا کہ کتاب الوضو میں دیکھ لیں کہ درمیان میں استنجا کے ابواب داخل کر دیئے ہیں۔ اس تقریر پر باب اور حدیث میں مطابقت بھی ہو جاتی ہے اور کوئی خلجان نہیں رہتا۔

**کشمیری صاحب پر تعقب** فیض الباری[۱] میں ہے۔ حدیث، خارج صلوۃ مسئلہ کی تعلیم کے بارے میں ہے۔ اور ترجمہ درمیان نماز اصلاح کے بیان میں ہے۔ کہاں یہ کہاں وہ۔ مگر یہ کہا جائے کہ انھوں نے ترجمے کو حدیث سے کسی قسم کے استنباط سے لیا ہو۔ **اقول** اس کی بنیاد ایک تو وہی ہے کہ نماز میں کچھ کرنے کے بیان کا سلسلہ چل رہا ہے۔ تو یہاں بھی وہی مراد ہے۔ یا یہ کہ حضرت نے للمصلی سے یہ سمجھا ہے کہ مصلی کسی کو اسی وقت سمجھا جائیگا جب تک وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ اس کے پہلے یا بعد اس کو مصلی کہنا غلط ہے۔

**۷۲۴ تشریحات** اس حدیث کے الفاظ مختلف آئے ہیں۔ خود بخاری ہی میں بعد والی حدیث میں، مختصراً ہے۔ کشمیہنی سے ابوذر کی روایت میں نہی عن التخصر آیا ہے۔ ترمذی نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ کوئی اپنا ہاتھ اپنے کولہے پر نماز میں رکھے۔ ابوداؤد نے بھی یہی تفسیر کی ہے فی الصلوۃ کے حذف کے ساتھ امام ترمذی نے جو تفسیر کی ہے وہی حضرت محمد بن سیرین نے بھی کی ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ نیز ہشام بن حسان ابو عبداللہ قردسی نے بھی یہی تفسیر کی ہے، جیسا کہ بیہقی نے اپنے سنن میں ان سے روایت کیا ہے[۲]۔ اور یہی صحیح ہے۔ نماز میں کولہے پر ہاتھ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ کراہت کی اصل وجہ یہود کے ساتھ تشبہ ہے۔ جیسا کہ بخاری[۳] میں حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے — کہ وہ کولہے پر ہاتھ رکھنے کو مکروہ جانتی تھیں۔ فرماتی تھیں کہ یہود ایسا کرتے ہیں۔ ابن ابی شیبہ نے یہ زائد کیا۔ یعنی نماز میں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ — یہ جہنمیوں کی راحت ہے۔ یہ بھی خود ام المومنین حضرت صدیقہ ہی سے مروی ہے۔ جیسا کہ ابن ابی شیبہ ہی میں ہے۔ کہ انھوں نے ایک شخص کو کولہے پر ہاتھ رکھے دیکھا تو فرمایا۔ جہنمی جہنم میں ایسے ہی رہیں گے۔ بلکہ بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نماز میں کولہے پر ہاتھ رکھنا جہنمیوں کی راحت ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ابلیس جب اتارا گیا تو کولہے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔ جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے موقوفاً روایت کیا نیز یہ طریقہ اترانے والے اور متکبرین کا ہے۔ نیز فاحشہ عورتیں ناچتے وقت زیادہ تر اسی ہیئت پر رہتی ہیں[۴]۔

---

ع باب الخصر فی الصلوۃ ص ۱۶۳، مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی کلھم فی الصلوۃ۔

۱ جلد ثانی ص ۴۳۸، ۲ عمدۃ القاری سابع ص ۲۹۷ ۳ اول الانبیاء باب ذکر بنی اسرائیل ص ۴۹۱

۴ عمدۃ القاری سابع ص ۲۹۷۔

۲۲۶ ت وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِنِّيْ لَاُجَهِّزُ جَيْشِيْ وَاَنَا فِي الصَّلٰوةِ ع۵

اور حضرت عمر نے فرمایا میں لشکر کو نماز میں درست کرتا ہوں

۷۲۵ حدیث قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ النَّاسُ اَكْثَرَ اَبُوْهُرَيْرَةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ نے بکثرت روایت کیا ہے

فَلَقِيْتُ رَجُلًا فَقُلْتُ بِمَ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَارِحَةَ

تو میں نے ایک صاحب سے ملاقات کی اور پوچھا کل رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عتمہ یعنی عشاء میں کیا

فِي الْعَتَمَةِ فَقَالَ لَا اَدْرِيْ فَقُلْتُ اَلَمْ تَشْهَدْهَا قَالَ بَلٰى قُلْتُ لٰكِنْ اَنَا اَدْرِيْ قَرَأَ

پڑھا تھا تو انھوں نے فرمایا میں نہیں جانتا اب میں نے کہا کہ اس میں حاضر نہیں تھے انھوں نے فرمایا حاضر تو تھا

سُوْرَةَ كَذَا وَكَذَا ع۵

میں نے کہا میں جانتا ہوں یہ یہ سورۃ پڑھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۷۲۶ حدیث قَالَ سَعْدٌ وَرَاَيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ صَلّٰى مِنَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ

سعد نے کہا میں نے عروہ بن زبیر کو دیکھا کہ انھوں نے مغرب کی دو رکعت پڑھی اور

۲۲۶ تشریح ت اس تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے۔ چونکہ لشکر کی ترتیب و درستگی جہاد کے لئے ہے، جو دینی بات ہے۔ اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

**۷۲۵ تشریحات** اکثر ابوھریرۃ سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث بکثرت بیان کرنا ہے، جیسا کہ مدخل میں ہے، اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ راوی کو یقین ہو کہ مجھے صحیح یاد ہے۔ اس کی مکمل بحث گزشتہ صفحات میں ہو چکی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جتنی زیادہ احادیث مروی ہیں کسی اور صحابی سے نہیں۔ ان کی مرویات جو شمار میں آئی ہیں وہ پانچ ہزار تین سو چوہتر ہیں۔ ۵۳۷۴

**۷۲۶ تشریحات** یہ سعد بن ابراہیم اس حدیث کے راوی ہیں۔ اس کے قبل والی حدیث کے ساتھ جو سند مذکور ہے اسی سے یہ بھی مروی ہے۔ غالباً حضرت عروہ نے ھکذا فعل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذوالیدین والی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو بخاری میں ابھی اس سے پہلے مذکور ہے۔ اور نزہۃ القاری جلد ثانی ص ۴۵۷ و ص ۴۵۸ پر گذر چکی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دیا تھا۔ سلام پھیر کر ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر قبلہ کی طرف بیٹھے اور صحابہ کرام کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے۔ ذوالیدین نے جب بتایا تو دوسرے حضرات سے دریافت فرمایا اور دو رکعت پوری

ع۵ باب تفکر الرجل الشی فی الصلوۃ ص ۱۶۳ ع۵ باب تفکر الرجل الشی فی الصلوۃ ص ۱۶۳

| |
|---|
| فَسَلَّمَ وَتَكَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى مَا بَقِيَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَقَالَ هٰكَذَا فَعَلَ النَّبِيُّ |
| سلام پھیر دیا اور بات کی اس کے بعد باقیہ پڑھی اور دو سجدہ کیا اور کہا ایسے ہی نبی صلی اللہ تعالیٰ |
| صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ع ۵ |
| علیہ وسلم نے کیا ہے۔ |

فرمائی پھر سجدہ سہو کیا۔ اس سے حضرت عروہ نے یہ سمجھا کہ نماز کی اصلاح کے لئے کلام نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ اور انھوں نے اس کے مطابق عمل کیا۔ مگر ہم جلد ثانی ص۳۹۵ پر بتا آئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کلام نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ اور ابھی چند ورق پہلے تلویح سے گزرا۔ نیز علامہ نووی[۱] نے بھی لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب نہ ہمارے یہاں نماز کو باطل کرتا ہے اور نہ کسی اور کے یہاں۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ اس لئے حضرت عروہ کا اس حدیث کے مطابق عمل درست نہیں۔ عروہ کا یہ کہنا کہ هكذا فعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم۔ ارسال ہے مگر یہ ثقہ ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ ثقہ کی حدیث مرسل حجت ہے اس کا امکان ہے انھوں نے حدیث مذکور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنی ہو۔ اس لئے کہ ان کے دوسرے رفقاء جیسے سعید بن مسیب، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عقبہ۔ ابوبکر بن عبد الرحمٰن بن حارث وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

**اشکال** ہم نے جلد ثانی ص۴۵۹ پر علامہ عینی وغیرہ کی متابعت میں یہ لکھا ہے کہ ذوالیدین اور ذوالشمالین ایک ہی صاحب ہیں جو غزوہ بدر میں شہید ہوئے ہیں۔ مگر مسلم شریف[۲] میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ذوالیدین والی اس حدیث میں ابتدائی الفاظ یہ ہیں۔ بينا انا اصلي مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، الحديث۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا۔ یہ اس پر نص ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس نماز میں شریک تھے۔ اور حضرت ابوہریرہ ۷ھ میں غزوہ خیبر کے موقع پر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہیں۔ اب ثابت ہوا کہ یہ واقعہ ۷ھ کے بعد کا ہے۔ اس وقت ذوالشمالین موجود نہ تھے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ ذوالیدین اور بزرگ ہیں اور ذوالشمالین اور ہیں۔ مگر نسائی[۳] میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے دو طریقے سے ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو رکعت پر سلام پھیرا۔ تو ذوالشمالین نے عرض کیا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ ذوالیدین کیا کہہ رہا ہے۔ امام طحاوی[۴] نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ، ذوالشمالین اور ذوالیدین ایک ہی بزرگ ہیں۔ اس تقدیر پر اخاف کی طرف سے یہ بھی جواب ہو گا کہ یہ منسوخ ہے مگر اب دو شبہے وارد ہوتے ہیں۔ کہ جب ذوالیدین اور ذوالشمالین ایک ہی بزرگ ہیں اور وہ غزوہ بدر میں شہید ہو گئے۔ تو مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی یہ کیسے مروی ہے کہ بينا انا اصلي مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الحديث۔ دوسرے یہ کہ نسخ کا

---

ع۵ باب اذا سلم فی رکعتین او فی ثلث فسجد سجدتین ص ۱۶۳، [۱] شرح مسلم ص ۲۱۴ [۲] اول الصلوة باب من ترك الركعتين او نحوهما فلبث ص ۲۱۴، [۳] اول الصلوة باب ما يفعل من سلم من ثنتين ناسيا و تكلم ص ۳ - ۱۸۲، [۴] شرح معاني الآثار باب الكلام في الصلوة لما يحدث فيها من السهو ص ۲۱۵،

۴۲۶ وَسَلَّمَ اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَالْحَسَنُ وَلَمْ یَتَشَہَّدْ وَقَالَ قَتَادَۃُ لَا یَتَشَہَّدُ ؎

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسن بصری نے سلام پھیرا تشہد نہیں پڑھا اور قتادہ نے کہا تشہد نہ پڑھے۔

۴۲۷ عَنْ سَلَمَۃَ بْنِ عَلْقَمَۃَ قَالَ قُلْتُ لِمُحَمَّدٍ فِیْ سَجْدَتَیِ السَّہْوِ تَشَہُّدٌ قَالَ

حدیث سلمہ بن علقمہ نے کہا میں نے محمد بن سیرین سے پوچھا سجدہ سہو میں تشہد ہے فرمایا

دعویٰ غلط ہوگیا۔ یہ وہ اشکال ہے کہ علامہ ابن نجیم کو لکھنا پڑا لم ار عنہ جوابا شافیا ؎ میں اس کا کوئی شافی جواب نہیں جانتا، اقول وباللہ التوفیق۔ ہوسکتا ہے یہ دونوں دو بزرگ ہوں۔ ان میں سے ایک صاحب کو صرف ذوالشمالین کہا جاتا ہو ان کی شہادت غزوہ بدر میں ہوگئی۔ اس حدیث میں یہ مراد نہیں۔ دوسرے وہ صاحب جنھیں ذوالیدین بھی کہا جاتا ہو اور ذوالشمالین بھی، یہ بعد تک باحیات رہے ہوں۔ اور اس حدیث میں یہی مراد ہوں۔ رہ گئی نسخ کی بات تو ہم اسے منسوخ نہیں مانتے بلکہ اسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے مانتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک بار ایسا ہی سہو ہوا جیسا کہ ذوالیدین کی حدیث میں مذکور ہے تو انھوں نے سجدہ سہو نہیں فرمایا بلکہ دوبارہ نماز پڑھی۔ اور یہ نماز باجماعت میں صحابہ کرام کی موجودگی میں ہوا تھا مگر کسی نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ حالانکہ ذوالیدین والے قصے کے وقت حضرت عمر موجود تھے اور اس کا ظن غالب ہے کہ اور بھی ایسے حضرات اسوقت موجود رہے ہوں جو ذوالیدین والی حدیث کے واقعے میں بھی شریک تھے۔ مگر کسی نے نہیں ٹوکا۔ اسکی وجہ صرف یہی ہوسکتی ہے کہ کلام کا عمداً نہ ہونا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔

**تشریحات ۴۲۶** یہاں امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے۔ جو سجدہ سہو میں تشہد نہ پڑھے۔ اس کے ثبوت میں تین تعلیقیں اور ذوالیدین والی حدیث ذکر فرمائی ہے۔ اخیر میں امام ابن سیرین کا ارشاد پیش فرمایا۔ امام بخاری نے جن الفاظ میں تعلیقات ذکر کی ہیں، ان سے تو ضرور باب ثابت ہے مگر حضرت انس اور امام حسن بصری کا جو ارشاد امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ذکر فرمایا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں، حضرت انس کے اثر کے الفاظ یہ ہیں۔ حضرت انس دوسری رکعت میں بیٹھے رہے۔ لوگوں نے تسبیح پڑھی تو کھڑے ہوئے اور چار رکعتیں پوری فرمائیں پھر سلام پھیر کر سجدہ سہو کیا اسکے بعد قوم کی طرف منہ کرکے فرمایا، ایسے ہی کیا کرو۔ اسی میں حضرت قتادہ سے یہ روایت ہے کہ حضرت انس اور امام حسن بصری نے سلام کے بعد سجدہ سہو کیا اور سلام نہیں پھیرا۔ امام بخاری نے یہ تفصیل نہیں ذکر کی ہے۔ کہ سجدہ سہو سے پہلے تشہد نہ پڑھے یا سجدہ سہو کے بعد نہ پڑھے۔ ان تعلیقات سے اگر ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ سجدہ سہو کے بعد تشہد نہیں پڑھا اور ذوالیدین والی حدیث سے بھی زیادہ سے زیادہ یہی ثابت ہوتا ہے رہ گیا سجدہ سہو سے پہلے تشہد نہ پڑھنا تو ثابت نہیں بلکہ یہ طے ہے کہ دو رکعت کے بعد قعدہ اخیرہ جب کیا ہوگا تو ضرور تشہد پڑھا ہوگا۔ رہ گئے قتادہ تو ان سے مصنف عبدالرزاق میں یہ منقول ہے۔ کہ سجدہ سہو میں تشہد بھی پڑھا اور سلام بھی پھیرا۔

**تشریحات ۴۲۷** یعنی ذوالیدین والی جو روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں تشہد مذکور نہیں۔ لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ عدم ذکر، ذکر عدم نہیں۔ اور روایت میں حذف واختصار کی عام عادت سب کو معلوم ہے۔ اس لئے اس حدیث میں تشہد مذکور نہ ہونے سے یہ دلیل لانا کہ سجدہ سہو میں تشہد نہیں۔ درست نہیں۔ جبکہ دوسری حدیث میں صراحت کے ساتھ سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھنے

---

؎۵ باب من لم یتشہد فی سجدتی السہو ص ۱۶۳ - ؎۱ البحر الرائق ثانی ص ۳ ؎۲ شرح معانی الآثار اول باب الکلام فی الصلوۃ لما یحدث ص ۲۱۷ -

لَيْسَ فِي حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ ع

ابو ہریرہ کی حدیث میں نہیں ہے۔

**حدیث ۷۲۸** عَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَّالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ

کریب سے روایت ہے کہ ابن عباس اور مسور بن مخرمہ اور عبد الرحمن بن ازہر نے انھیں

اَزْهَرَ اَرْسَلُوْهُ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقَالُوْا اِقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بھیجا اور کہا ان کی خدمت میں ہم سب کا سلام عرض کرنا اور

جَمِيْعًا وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ وَقُلْ لَّهَا اِنَّا اُخْبِرْنَا اَنَّكِ

ان سے دریافت کرنا کہ عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ اور عرض کرنا ہمیں خبر ملی ہے کہ آپ انھیں

تُصَلِّيْهِمَا وَقَدْ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهُمَا وَقَالَ

پڑھتی ہیں اور ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے منع فرمایا ہے اور

اور سلام کا ذکر موجود ہے۔ ابو داؤد[۱] ترمذی[۲] میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں نماز پڑھائی اور سہو ہوگیا، تو دو سجدہ فرمایا پھر تشہد پڑھا پھر سلام پھیرا۔ امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔ امام حاکم نے فرمایا شیخین کی شرط پر ہے، اسے ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔ اور اس کی تصحیح کی۔ نیز ابو داؤد[۳] میں عبید اللہ بن عبد اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سجدے کے بعد تشہد پڑھ پھر سلام پھیر۔ بیہقی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی سجدہ سہو میں تشہد پڑھنے کی روایت کی ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ان دونوں احادیث کی اسناد میں ضعف ہے۔ مگر یہ تینوں احادیث درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہیں۔ علائی نے کہا یہ بعید نہیں۔ ابن ابی شیبہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن مسعود سے بھی یہ مروی ہے[۴]۔ علاوہ ازیں امام طحاوی[۵] نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھے اور سلام پھیرے۔ نیز طبرانی میں ام المومنین حضرت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یہ مروی ہے۔

**تشریحات ۷۲۸** اس حدیث پر بقدر ضرورت بحث گذر چکی ہے[۶]۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ ارشاد: كنت اضرب الناس مع عمر بن الخطاب عنها۔ اس کا ترجمہ عام طور پر یہ کیا جاتا ہے کہ میں حضرت عمر کے ساتھ اس کے پڑھنے پر لوگوں کو مارتا تھا، اس ترجمہ کو صحیح تو کیا جاسکتا ہے۔ لیکن۔ عن۔ کا صحیح مدلول۔ مجاوزت و اعراض ہے۔ اسی لئے شیخ نور الحق محدث دہلوی قدس سرہ نے۔ تیسیر القاری۔ میں یہ ترجمہ فرمایا۔ بودم من کہ دفع کردم مردم را بعمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

ع باب من لم یتشهد فی سجدتی السهو ص ۱۶۴ ۱ اول۔ الصلوۃ۔ باب سجدتی السهو فیها تشهد وتسلیم ص ۱۴۹، ۲ اول الصلوۃ باب فی التشهد فی سجدتی السهو ص ۵۲ ۳ اول الصلوۃ باب یتم علی اکبر ظنه ص ۱۴۷ ۴ فتح الباری ثالث ص ۷۹ ۵ شرح معانی الآثار باب الرجل یشك فی صلوته ص ۲۱۰۔ ۶

ابن عباس وکنت اضرب الناس مع عمر بن الخطاب عنها۔ قال کریب

ابن عباس نے کہا اور میں حضرت عمر کے ساتھ لوگوں کو اس سے روکتا تھا۔ کریب نے کہا

فدخلت علی عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فبلغتہا ما ارسلونی فقالت سل

اب میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ان لوگوں کا پیغام انھیں پہنچا دیا۔ تو انھوں نے فرمایا

ام سلمة فخرجت الیہم فاخبرتہم بقولہا فردونی الی ام سلمة بمثل

ام سلمہ سے پوچھو۔ میں ان لوگوں کے پاس واپس آیا ان کے ارشاد کو بتایا اب ان لوگوں نے مجھے حضرت ام سلمہ کی خدمت

ما ارسلونی بہ الی عائشة فقالت ام سلمة، سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

میں وہی پیغام دے کر بھیجا جو حضرت عائشہ کی خدمت میں بھیجا تھا، حضرت ام سلمہ نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وسلم ینہی عنہا۔ ثم رأیتہ یصلیہما حین صلی العصر ثم دخل علی

سے سنا تھا۔ کہ ان سے منع فرمایا تھا پھر میں نے دیکھا کہ عصر کے بعد انھیں پڑھ رہے ہیں پھر میرے یہاں تشریف لائے

وعندی نسوة من بنی حرام من الانصار فارسلت الیہ الجاریة فقلت

اور میرے پاس انصار کے قبیلے بنی حرام کی کچھ عورتیں تھیں میں نے لونڈی کو حضور کے پاس بھیجا میں نے لونڈی کو سکھایا

ازگزاردن ایں دو رکعت ۔ اس کی مؤید دوسری روایت میں[1] ہے: جیسی واصرف الناس۔ صاد اور فاء کے ساتھ ہے۔ اسی لئے میں نے یہاں یہ ترجمہ کیا ہے۔ میں حضرت عمر بن خطاب کے ساتھ لوگوں کو اس سے روکتا تھا۔ ہاں ابوالوقت[2] کے ایک نسخے میں۔ علیہا۔ ہے۔ اس نسخے کا یہ ترجمہ درست ہے۔

**فارسلت الیہ الجاریة** مغازی میں۔ الجاریۃ۔ کی جگہ۔ الخادم۔ ہے۔ اس لئے میں نے اس کا ترجمہ لونڈی کیا ہے۔ جو دونوں پر صادق ہے۔ حضرت علامہ ابن حجر نے قیاس فرمایا کہ ہو سکتا ہے۔ اس سے مراد، حضرت ام سلمہ کی صاحبزادی زینب ہوں جو ان کے سابق شوہر حضرت ابوسلمہ سے تھیں۔ اگرچہ یہ صرف قیاس ہی ہے۔ کسی روایت سے ثابت نہیں۔

**یا ابنت ابی امیة** اس سے ام المومنین حضرت ام سلمہ مراد ہیں۔ یہ ان کے والد کی کنیت ہے۔ ان کا نام حذیفہ یا سہیل بن مغیرہ مخزومی تھا۔

**اتانی آت** مغازی میں ہے۔ میری خدمت میں عبدالقیس کے کچھ لوگ مسلمان ہو کر حاضر ہوئے اور یہاں بھی۔ ابوالوقت کے نسخے میں۔ آت کے بجائے۔ ناس۔ ہے۔ اسی نسخے کو علامہ ابن حجر اور علامہ عینی علامہ قسطلانی نے لیا ہے۔ اب۔ فشغلونی۔ جمع کے ساتھ بلا تردد صحیح ہے۔

**توجیہ** اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت موکدہ کی قضا ہے۔ نیز یہ کہ نماز عصر کے بعد قضا پڑھنے کی اجازت ہے۔ ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ۔ سنن موکدہ کی قضا نہیں۔ اور یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ اس کی دلیل اسی حدیث کی دوسری روایت ہے[3]۔ کہ حضرت ام سلمہ نے دریافت کیا کیا ہم لوگ بھی اس کی قضا پڑھیں۔ ارشاد فرمایا۔ نہیں۔ رہ گیا عصر کے بعد قضا پڑھنا۔

---

[1] عمدۃ القاری سابع ص ۳۱۶ [2] ارشاد الساری ثانی ص ۳۰۵ [3] عمدۃ القاری سابع ص ۳۱۷

قُومِي بِجَنْبِهِ قُولِي لَهُ تَقُولُ لَكَ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ سَمِعْتُكَ تَنْهَى عَنْ

کہ حضور کے پہلو میں کھڑی ہو جا اور کہہ حضور سے ام سلمہ کہتی ہے یا رسول اللہ میں نے حضور ہی سے سنا ہے کہ

هَاتَيْنِ وَأَرَاكَ تُصَلِّيهِمَا فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخِرِي عَنْهُ فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ

حضور ان دونوں رکعتوں سے منع فرماتے ہیں اور میں دیکھ رہی ہوں کہ حضور انھیں پڑھ رہے ہیں اگر حضور

فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا ابْنَةَ أَبِي أُمَيَّةَ سَأَلْتِ

ہاتھ سے اشارہ فرمائیں تو پیچھے ہٹ آنا۔ انس لونڈی نے ایسے ہی کیا تو حضور نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا وہ

عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَإِنَّهُ أَتَانِي أُنَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَشَغَلُونِي عَنِ

پیچھے ہٹ آئی۔ جب حضور نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا اے ابوامیہ کی بیٹی تو نے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے بارے میں پوچھا ہے۔ ہوا یہ کہ

الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ ۵

عبدالقیس کے کچھ آزاد میری مدت میں حاضر ہوئے اور مجھے مشغول کر لیا۔ میں ظہر کے بعد والی دو رکعتوں کو نہیں پڑھ سکا تھا یہ وہی ہیں۔

احناف کے یہاں عصر کے بعد جب تک آفتاب میں زردی نہ آجائے یعنی غروب سے بیس منٹ پہلے تک قضا پڑھ سکتے ہیں۔ البتہ آفتاب میں زردی آجانے کے بعد غروب تک قضا کی بھی اجازت نہیں۔

تم تسويد الجزء الثالث من نزهة القاري باتمام شهر ربيع الاول وقد مضى من هجرة النبوية على صاحبها افضل السلام وازكى التحية اربع عشر سنة بعد الالف ومن الميلادية تسع وعشر سنة بعد الالف وكان شهر نومبر وكان مضى منه ثلثة وعشرون يوما ليلة يوم الاثنين۔

فالحمد لله على الانتهاء كماله الحمد على الابتداء والصلوة والسلام على اول خلقه وجودا و اخر انبيائه بعثا۔ وعلى آله وصحبه واوليائه۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# کتاب الجنائز

جنائز جنازۃ کی جمع ہے۔ جیم کے فتحے کے ساتھ وہ میت جو چارپائی پر لاد کر دفن کے لئے لے جائی جاتی ہو۔ جیم کے کسرے کے ساتھ۔ وہ چارپائی جس پر مردہ دفن کے لئے لے جایا جاتا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ معاملہ برعکس ہے۔ اگر چارپائی پر مردہ نہ ہو تو اسے عربی میں سریر اور نعش کہتے ہیں۔ جنازہ کے اصل معنی چھپانے کے ہیں۔ بولتے ہیں جنز یجنز اذا ستر۔

۲۲۸ قِيلَ لِوَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَلَيْسَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِفْتَاحٌ

وہب بن منبہ سے کہا گیا کیا لا الہ الا اللہ جنت کی کنجی نہیں۔ فرمایا

الْجَنَّةِ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحٌ إِلَّا لَهُ أَسْنَانٌ فَإِنْ جِئْتَ

ہے۔ لیکن ہر کنجی کے دندانے ہوتے ہیں اگر دندانے والی کنجی لائے گا تو تیرے لئے

بِمِفْتَاحٍ لَهُ أَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ وَإِلَّا لَمْ يُفْتَحْ لَكَ

کھولی جائے گی ورنہ نہیں۔

۲۲۸ تشریحات حضرت وہب بن منبہ کی اس حدیث مقطوع[1] کا مضمون، ایک حدیث مرفوع[2] میں بھی آیا ہے جسے بیہقی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب انھیں یمن بھیجا تو فرمایا۔ اہل کتاب تمہارے پاس آئیں گے اور پوچھیں گے، جنت کی کنجی کیا ہے، تو انھیں بتا دینا، لا الہ الا اللہ کی گواہی ہے۔ لیکن یہ کنجی بے دندانے کے ہے۔ اگر دندانے والی کنجی لاؤ گے تو کھلے گی ورنہ نہیں کھلے گی۔

دندانے سے مراد طاعات کی ادائیگی اور معاصی سے اجتناب ہے۔ اور مراد دخول اوّلی ہے۔ یعنی جو مومن ہوگا۔ اور کبائر کا مرتکب ہوگا وہ اپنے معاصی کی سزا بھگتے بغیر جنت میں نہیں جائے گا۔ لیکن جو مومن معاصی کا مرتکب نہ ہوگا۔ وہ جہنم میں گئے بغیر جنت میں جائے گا۔

اقول۔ اس راقم الحروف کے ذہن میں آتا ہے کہ خطاب اہل کتاب سے ہے۔ اہل کتاب موحد تھے، لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتے تھے مگر وہ جنت کے نہ دخول اوّلی کے مستحق ہیں نہ ثانوی کے۔ اس لئے کہ وہ نہ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رسول مانتے تھے نہ اسلام کو حق مانتے تھے نہ قرآن کو کتاب اللہ۔ اگر صرف اتنا ہی جواب دے کر چھوڑ دیا جاتا کہ جنت کی کنجی لا الہ الا اللہ کی گواہی ہے تو انھیں چار آنکھیں ہو جاتیں۔ کہ بقول مسلمانوں کے ہم بھی جنتی ہیں۔ ان کے وسوسے کو دور کرنے کے لئے ارشاد فرمایا کہ

---

[1] کتاب الجنائز باب ماجاء فی الجنائز ص ۱۶۵، [2] عمدۃ القاری ثامن ص ۳

۷۲۹ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

**حدیث** حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَانِیْ اٰتٍ مِّنْ رَّبِّیْ فَاَخْبَرَنِیْ اَوْ قَالَ بَشَّرَنِیْ اَنَّہٗ مَنْ مَّاتَ مِنْ

پروردگار کی بارگاہ سے میری خدمت میں ایک آنے والے آئے اور مجھے یہ خبر دی یا یہ فرمایا کہ مجھے بشارت دی

اُمَّتِیْ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ فَقُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ

کہ میری امت میں سے جو اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے وہ جنت میں جائے گا۔ میں نے

زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ ؕ

عرض کیا اگرچہ وہ زنا کرے چوری کرے۔ فرمایا اگرچہ وہ زنا کرے چوری کرے۔

۷۳۰ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

**حدیث** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ہر کنجی کے دندانے ہیں۔ بے دندانے کی کنجی بیکار ہے۔ اب ان دندانوں کی تفسیر میں کہا جا سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی اور اسلام کی حقانیت کی اور قرآن کریم کے کتاب اللہ ہونے کی تصدیق ہے۔ قابل غور یہ ہے کہ دندانے کنجی کی ماہیت میں داخل ہیں۔

۷۲۹-۷۳۰ آت من ربی۔ یہ جبرئیل امین تھے۔ جیسا کہ دوسرے ابواب کی روایتوں میں تصریح ہے۔ خواب میں حاضر

**تشریحات** ہوئے تھے۔ یا بیداری میں۔ کتاب اللباس[1] کی روایت میں تصریح ہے کہ خواب میں آئے تھے۔ دوسرے ابواب کی روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیداری میں حاضر ہوئے تھے۔ اس روایت میں وان زنی وان سرق ایک بار ہے۔ دوسری روایتوں میں تین بار۔ بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ علی رغم انف ابی ذر۔

**توجیہات** اول۔ اللہ عزوجل کی ذات یا صفات یا عبادت یا تینوں میں یا دو میں کسی کو شریک کرنے کو شرک کہتے ہیں یہ کفر کی خاص قسم اور سب سے بدتر ہے۔ اس لئے شرک نہ کرنے سے کفر کی دوسری قسموں کی نفی نہیں ہوتی۔ اور جہنم میں ابدالآباد تک رہنے کا سبب ہر کفر ہے۔ اگرچہ شرک نہ ہو۔ اس کی توجیہہ یہ ہے کہ ان احادیث میں شرک سے کفر مراد ہے۔ جیسے آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ (۴۸-۱۱۶ النساء) اللہ شرک کو ہرگز نہیں بخشے گا اس کے علاوہ جسے چاہے گا بخش دیگا۔ شرک سے تعبیر اس وجہ سے ہے کہ قرآن کے مخاطب اول مشرکین عرب تھے۔ وہ جب شرک

---

ع۵ الجنائز باب ما جاء فی الجنائز ص ۱۶۵ الاستقراض باب ادار الدیون ص ۳۲۱ بدء الخلق باب ذکر الملائکہ ص ۴۵۷ ثانی الاستیذان باب من اجاب بلبیک وسعدیک ص ۹۲۷ الرقاق باب المکثرون ھم المقلون ص ۹۵۳ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما احب ان لی مثل احد ذھبا ص ۹۵۴ التوحید باب کلام الرب مع جبرئیل ص ۱۱۱۵ مسلم الایمان نسائی فی الیوم واللیلۃ۔ ترمذی۔ [1] ثانی باب الثیاب البیض ص ۸۶۷۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ یُشْرِكُ بِاللّٰہِ دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ اَنَا مَنْ

جو مشرک ہو کر مرے گا جہنم میں جائے گا اور میں کہتا ہوں،

مَّاتَ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰہِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ ؏

جو اس حال میں مرے کہ مشرک نہ ہو وہ جنت میں جائے گا۔

چھوڑتے تو مومن مخلص ہو جاتے گویا ترک شرک کو ایمان لازم تھا۔ تو بطور عموم مجاز مراد ایمان ہے۔

**ثانی** کتاب اللباس میں لایشرك باللہ شیا کی جگہ قال لا الہ الا اللہ ہے۔ دونوں کا حاصل ایک ہی ہے ایک دوسرے کو لازم ہیں۔ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ صرف اقرار توحید نجات کے لئے کافی ہے۔ حالانکہ صرف توحید کا اقرار اور تصدیق ایمان کے لئے کافی نہیں۔ رسالت کی تصدیق اور اقرار بھی جز ایمان ہے۔ بلکہ تمام ضروریات کی تصدیق اور اقرار بھی۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ۔ لا الہ الا اللہ پورے کلمہ طیبہ کا علم اور نام ہے۔ جیسے، الحمد، سورہ فاتحہ کا۔ قل ہو اللہ، سورہ اخلاص کا۔ کلمہ طیبہ کا علم۔ صرف لا الہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے کہ یہ خالص کفر ہے۔ اس لئے کہ اس کے معنی ہیں۔ کوئی معبود نہیں، اس لئے لا الہ الا اللہ پورا نام ہوا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ جس نے پورا کلمہ طیبہ پڑھا۔ اور اسے پڑھنے کو لازم ہے جمیع ما جاء بہ الرسول کی تصدیق۔ تو اس کا حاصل یہ ہوا کہ جس نے مذہب اسلام کو حق مان لیا یا یہ کہ، لا الہ الا اللہ اس مخصوص ترکیب اور عربی کلمات کے ساتھ پڑھنا اسلام کا شعار ہے۔ توحید کے دوسرے دعویدار اگرچہ اقرار توحید کرتے ہیں مگر اس اقرار کے الفاظ دوسری زبان کے ہوتے ہیں اور ترکیب اور ہوتی ہے۔ تو اب لا الہ الا اللہ کہنا دلیل ہے اسلام قبول کرنے کی۔ تو حدیث کا معنی یہ ہوا کہ جو مسلمان ہونے کی حالت میں مرا وہ جنت میں جائے گا۔

**ثالث** گزر چکا کہ جنت میں داخل ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا اگرچہ اپنے اعمال بد کی سزا بھگتنے کے بعد یا مراد یہ ہے کہ یہ کلمہ پڑھنا جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے۔ جس نے اسے پڑھا جنت کا مستحق ہو گیا۔ اگرچہ کچھ تاخیر کے ساتھ جائے یا مراد یہ ہے کہ جس نے موت کے وقت اخلاص کے ساتھ اس کو پڑھا وہ جنت میں جائے گا۔ اس لئے کہ اخلاص کے ساتھ جب پڑھیگا تو اعمال سیئہ پر ندامت اور توبہ بھی ضرور کرے گا۔ جس کی وجہ سے وہ جنت میں جائے گا۔

**قلت** حضرت ابوذر والی حدیث میں ہے۔ قلت وان زنی وان سرق میں نے کہا اگرچہ زنا کرے اگرچہ چوری کرے۔ اس میں دو احتمال ہے۔ ایک یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہو کہ حضور نے جبرئیل امین سے ارشاد فرمایا ہو۔ دوسرے یہ کہ حضرت ابوذر کی گزارش ہو۔ اس حدیث کے یہاں جو کلمات ہیں وہ دونوں احتمال رکھتے ہیں۔ مگر دوسری روایتوں میں تصریح ہے۔ قال ابوذر یا رسول اللہ وان زنی وان سرق اور ایک روایت میں یہ زائد ہے۔ علی رغم انف ابی ذر اس سے متیقن ہے کہ یہ حضرت ابوذر ہی کا مقولہ ہے۔

**وقلت انا** کتاب التفسیر[1] میں حضرت ابن مسعود ہی سے یوں روایت ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بات کہی اور میں نے دوسری بات کہی۔ اور یہی کتاب الایمان[2] میں بھی ہے، اس کا حاصل یہ ہوا کہ صحیحین کی روایات اس پر متفق ہیں کہ مرفوع و مسند ہے۔

---

ع الجنائز باب ماجاء فی الجنائز ص ۱۶۵۔ [1] سورہ بقرہ باب قولہ تعالیٰ ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا ص ۶۴۶۔
[2] باب اذا قال واللہ لا اکلم الیوم فصلی ص ۹۸۸۔

**۱۳۷ حدیث** عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اور موقوف وعدہ ہے۔ مگر امام حمیدی نے جمع بین الصحیحین اور مغلطائی نے اس کی شرح میں اور جن لوگوں نے اس سے لیا۔ یہ کہا ہے کہ وکیع اور ابن نمیر کی روایت بالعکس ہے۔ یعنی مرفوع وعدہ ہے اور موقوف وعید ہے۔ حدیث یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا وہ جنت میں جائے گا اور میں نے کہا جو اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے وہ جہنم میں جائے گا۔ امام نووی[1] نے فرمایا کہ صحیح مسلم کے بعض اصول معتمدہ میں ایسا پایا گیا ہے۔ جمع بین الصحیحین کے علاوہ ابو عوانہ کی کتاب المخرج علی صحیح مسلم میں بھی یہی ہے۔ اس کے دونوں حصے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد ہیں۔ جیسا کہ مسلم[2] ہی میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ امام نووی نے فرمایا کہ اس کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں جملے حضور سے سنے تھے۔ ایک وقت ایک حصہ یاد آیا تو اسے حضور کی طرف نسبت کر کے بیان کیا اور دوسرا اپنے استنباط سے اضافہ کیا اور دوسرے وقت دوسرا یاد آیا اسے حضور کا ارشاد بتایا، اور ایک کو اپنا استنباط بتایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مطابقت باب** وہب بن منبہ کے اثر اور ان احادیث پر امام بخاری نے باب کے دو عنوان قائم کئے ہیں۔ ایک یہ کہ جنائز کے بارے میں جو کچھ آیا ہے۔ دوسرے یہ۔ اور جس کا آخر کلام لا الہ الا اللہ ہو۔ بظاہر اس اثر اور احادیث کو باب کے کسی جز سے تعلق نہیں معلوم ہوتا۔

**اقول۔** دونوں حدیثوں کے باب کے دوسرے جز سے مناسبت یہ ہے کہ فرمایا۔ من مات من امتی لا یشرک باللہ شیئا اسمیں لا یشرک الخ حال ہے۔ حال اور ذوالحال کے عامل میں اقتران بالزمان لازم ہے۔ کسی نے کہا۔ میرے پاس زید ہنستا ہوا آیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آنے کے وقت ہنس رہا تھا۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص مرتے وقت شرک سے ملوث نہ ہو۔ لا الہ الا اللہ کہتا ہوا مرے وہ جنت میں جائیگا۔ پوری عبارت یوں ہوئی جس کا آخر کلام لا الہ الا اللہ ہوگا وہ شرک سے ملوث نہ ہوگا اس لئے وہ جنت میں جائے گا۔

**۱۳۷ تشریحات** ابر لا القسم۔ اور ایک روایت میں ہے وابر المقسم یعنی قسم کھانے والے کی بات پوری کرنا۔ ابرار، حنث کی ضد ہے۔ اس کے معنی سچا کرنا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر تم سے کوئی یہ کہے۔ خدا کی قسم تم کو یہ کرنا ہوگا۔ اور وہ کام جائز اور تمہاری وسعت میں ہو تو ضرور کر دو۔

تشمیت کے معنی دعائے خیر کرنا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ چھینکنے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہے۔ حریر، نرم ریشم کے کپڑے کو کہتے ہیں خواہ وہ کسی قسم کا ہو۔ دیباج کے معنی۔ دیبا باریک ریشم کا مخصوص قسم کا کپڑا۔ قسی۔ سوت اور ریشم سے مخلوط ایک خاص کپڑا جو مصر سے آتا تھا۔ سمندر کے کنارے تنیس کے قریب ایک شہر قس تھا وہاں تیار ہوتا تھا۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ بحر دمیاط کے ساحل پر قس، تنیس اور فرما شہر تھے، جہاں سے عمدہ قسم کے کپڑے پوری دنیا میں جاتے تھے۔ استبرق۔ ریشم کا دبیز کپڑا۔

**توجیہہ** حدیث میں مذکور ہے کہ سات چیزوں سے منع فرمایا، اور مذکور یہاں چھ ہیں۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ بخاری سے سہو ہوا یا ان کے کسی شیخ سے ہوا۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ امام بخاری کے شیخ ابوالولید سے سہو ہوا۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ بخاری کے ناقلین سے چھوٹ گیا ہو۔ علامہ عینی نے فرمایا، امام بخاری یا ان کے شیخ کی طرف سہو کی نسبت سے بہتر یہ ہے کہ ناسخین کی غلطی مانی جائے اس لئے کہ

---

[1] شرح مسلم اول ص ۶۷ [2] الایمان باب الدلیل من یشرک باللہ دخل الجنۃ ص ۶۶

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَّنَھَانَا عَنْ سَبْعٍ۔ اَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَعِیَادَۃِ

ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا ہے۔ جنازوں کے پیچھے چلنے

الْمَرِیْضِ وَاِجَابَۃِ الدَّاعِیْ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَاِبْرَارِ الْقَسَمِ وَرَدِّ السَّلَامِ وَ

اور بیمار پرسی اور دعوت قبول کرنے اور مظلوم کی مدد کرنے اور قسم پوری کرنے اور سلام اور

کتاب اللباس میں ساتویں کا ذکر ہے یعنی میثرۃ الحمراء۔ سرخ رنگ کے زین پوش سے۔

**مسائل** اس حدیث سے یہ مسائل معلوم ہوئے۔ جنازے کے ساتھ جانا اور نماز و دفن میں شریک ہونا۔ جنازے کے ساتھ جا کر نماز پڑھ کر واپس آنے پر ایک قیراط ثواب ہے۔ اور دفن تک شریک رہنے پر دو قیراط اور تلقین تک رہنے پر تین قیراط[1]۔ جو شخص نماز جنازہ پڑھ لے اسے اولیاء میت کی اجازت کے بغیر واپس نہیں ہونا چاہئے[2]۔ ہمارے یہاں جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے۔ یہ اسی حدیث سے ثابت۔ اس لئے کہ۔ اتباع۔ کے معنی پیچھے چلنے کے ہیں۔ امام شافعی اور امام احمد کے یہاں آگے چلنا افضل ہے۔ بیمار کی عیادت مزاج پرسی سنت ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ واجب ہے۔ وجوب کی دلیل اس کے بعد والی حدیث ہے۔ بیمار پرسی کا طریقہ یہ ہے کہ اپنا ہاتھ بیمار کی پیشانی یا ہاتھ پر رکھے اور پوچھے وہ کیسا ہے[3]۔ اس کے سر کے پاس بیٹھے اور ہو سکے تو دعاء صحت کرے تسلی و تشفی دے۔ دعوت قبول کرنا سنت ہے۔ یہاں تک کہ فرمایا جس نے دعوت قبول نہ کی اس نے ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ یہ اس وقت ہے جبکہ وہاں کوئی حرام کام نہ ہو۔ اگر کوئی ناجائز کام ہو۔ اور اس کو اطمینان ہو کہ میں جاؤنگا تو وہ کام بند ہو جائے گا۔ یا میں منع کروں گا تو وہ لوگ اس حرام سے باز آجائیں گے تو ضرور جائے ورنہ جانا جائز نہیں۔ جیسے قدرت ہو اس پر مظلوم کی مدد واجب ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ مظلوم کی مدد تو کرونگا یہ ارشاد فرمائیں ظالم کی کیسے مدد کروں؟ فرمایا، اسے ظلم سے روک دے یہ اس کی مدد ہے[4]۔ کسی کی قسم پوری کرنا بھی مکارم اخلاق سے ہے جبکہ وہ جائز ہو اور اسے پوری کرنے پر قادر ہو۔ نیز اس کا پوری کرنا مصلحت کے خلاف نہ ہو۔ جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تھے۔ کہ ایک صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ایک خواب بیان کیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ اجازت دیجئے کہ میں اسکی تعبیر بیان کروں۔ فرمایا۔ بیان کرو۔ حضرت ابوبکر نے تعبیر عرض کی اور پوچھا۔ یا رسول اللہ فرمایئے۔ میں نے صحیح تعبیر دی ہے یا غلط۔ فرمایا، کچھ صحیح ہے کچھ غلط عرض کیا۔ آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ میں قسم دیتا ہوں کہ بتایئے میں نے کیا غلطی کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قسم نہ دو[5]۔

**ردالسلام** سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ اگر کسی جماعت کو سلام کیا جائے تو اس میں سے ایک کا جواب دینا کافی ہے۔ اگرچہ وہ بچہ ہو اگر وہ سمجھدار ہے تو۔ سلام کرنا سنت ہے۔ مگر سلام کہنے میں زیادہ ثواب ہے۔ اگر مرد کسی عورت کو سلام کرے تو عورت پر بھی سلام کا جواب دینا واجب ہے مگر وہ آہستہ جواب دے اور اگر عورت مرد کو سلام کرے تو مرد بھی آہستہ جواب دے۔ اسی طرح چھینک کا بھی جواب دینا واجب ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری ثامن ص ۷ بحوالہ داؤدی [2] عالمگیری اول ص ۸۵ [3] مسند امام احمد جلد خامس ص ۲۶۰۔
[4] بخاری اول مظالم باب اعن اخاک ظالما او مظلوما ص ۳۳۱۔ [5] ترمذی۔ ثانی۔ الرویاء۔ باب رویاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۳۔

تَشْمِيتِ الْعَاطِسِ وَنَهَانَا عَنْ آنِيَةِ الْفِضَّةِ وَخَاتَمِ الذَّهَبِ وَالْحَرِيرِ

چھینک کا جواب دینے کا حکم دیا اور چاندی کے برتن استعمال کرنے سونے کی انگوٹھی اور حریر

وَالدِّيبَاجِ وَالْقَسِّيِّ وَالْإِسْتَبْرَقِ ؏

اور دیبا قسی اور استبرق پہننے سے منع فرمایا ہے۔

**تشمیت العاطس** جب کسی کو چھینک آئے تو اسے چاہئے کہ الحمد للہ کہے۔ بہتر یہ ہے کہ، الحمد للہ رب العالمین کہے۔ اب سننے والے پر جواب دینا واجب۔ اس کے جواب میں سننے والا کہے یرحمک اللہ۔ اس پر چھینکنے والا کہے یغفر اللہ لنا ولکم۔ یا یہ کہے یہدیکم اللہ ویصلح بالکم۔ ایک مجلس میں اگر بار بار چھینک آئے تو پہلی بار جواب دینا واجب ہے اور دوبارہ مستحب۔ اس کے بعد نہیں۔

**جن سے منع فرمایا** وہ سات چیزیں جن سے منع فرمایا، یہ ہیں۔ چاندی کا برتن، مرد کو بھی ناجائز ہے اور عورت کو بھی۔ حتی کہ چاندی کا آئینہ عورت کو بھی استعمال کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح سونے کے برتن بھی، زیب وزینت کے لئے رکھ سکتے ہیں۔ سونے چاندی کے صرف زیور عورتوں کو استعمال کرنا جائز ہے۔

**سونے کی انگوٹھی** مردوں کو حرام عورتوں کو جائز۔ بعض لوگوں نے سونے کی انگوٹھی مردوں کے لئے جائز کہی ہے۔ ان کی دلیل حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے۔ لوگوں نے ان کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی اور پوچھا تو فرمایا کہ ایک موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم فرمایا اور مجھے یہ انگوٹھی عنایت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا۔ البس ما کساك اللہ ورسولہ پہن جسے اللہ اور اس کے رسول نے تجھے پہنایا۔ تم لوگ کیسے مجھے حکم دیتے ہو کہ میں اسے اتار دوں جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہن جسے اللہ اور اس کے رسول نے تجھے پہنایا[1]

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جائز فرمادی تھی۔ اور یہ طے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار ہے کہ جو چیز چاہیں جسے چاہیں جائز فرمادیں۔ اس کے دلائل قاہرہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی کتاب مستطاب، الامن والعلی، میں اور اس خادم کے مجموعہ مضامین، مقالات امجدی، میں ملاحظہ کرلیں۔

چاندی کی ایک انگوٹھی وہ بھی ایک نگ کی وہ بھی جو ساڑھے چار ماشے سے کم کی ہو تو مردوں کے لئے جائز ہے۔ پورے ساڑھے چار ماشے کی یا اس سے زائد کی یا دو نگوں کی یا کئی انگوٹھیاں پہننا مردوں کو حرام ہیں۔ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں پیتل کی انگوٹھی دیکھی تو فرمایا۔ کیا بات ہے کہ میں تجھ سے بتوں کی بو پا رہا ہوں انھوں نے اسے پھینک دیا۔ دوبارہ آئے تو لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے تو فرمایا۔ کیا بات ہے کہ میں تجھ پر جہنمیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں۔

---

ع الجنائز باب الامر باتباع الجنائز ص ۱۶۶ مظالم باب نصر المظلوم ص ۳۳۱ ثانی النکاح باب حق اجابۃ الولیمۃ ص ۷۶۹ الاشربۃ باب آنیۃ الفضۃ ص ۸۴۲ الطب باب وجوب عیادۃ المریض ص ۸۴۳ اللباس۔ باب لبس القسی ص ۸۶۸ باب خواتیم الذھب ص ۸۷۱ الادب۔ باب تشمیت العاطس ص ۹۱۹۔ الاستیذان۔ باب افشاء السلام ص ۹۴۱۔ الایمان والنذور۔ باب قول اللہ تعالیٰ واقسموا باللہ جھد ایمانھم ص ۹۸۴۔ مسلم اطعمہ۔ ترمذی الاستیذان، نسائی جنائز الایمان والنذور۔ الزینۃ۔ ابن ماجہ الکفارات۔ [1] مسند امام احمد جلد رابع ص ۲۹۴ شرح معانی الآثار ثانی الکراھیۃ باب التختم بالذھب ص ۳۵۰۔

۷۳۲ اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حدیث — حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَی

میں نے — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا — فرماتے تھے — مسلمان کا مسلمان پر پانچ حق ہے

انھوں نے اسے بھی پھینک دیا۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ تو ارشاد فرمایا۔ چاندی کی۔ اور ایک مثقال پوری مت کر[1] ایک مثقال ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے جو موجودہ اختیاریہ اوزان سے ۵ رہم گرام ہوا۔

حضرت[2] شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت لکھتے ہیں۔ پوشیدن دو انگشتری و زیادہ بر آں مکروہ است یعنی دو یا دو سے زیادہ انگوٹھی پہننا مکروہ ہے۔

بادشاہ قاضی، مفتی جسے انگوٹھی کی ضرورت ہو اسے پہننا سنت ہے۔ جسے ضرورت نہیں اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ نہ پہنے۔

**عن الحریر** ریشمی کپڑا جس کا تانا بانا دونوں ریشم ہو یا بانا ریشم تانا سوت، اون وغیرہ ہو۔ اس کا پہننا مردوں کو حرام ہے عورتوں کے لئے حلال۔ اور جس کا بانا سوت وغیرہ ہو اور تانا ریشم ہو وہ مردوں کو بھی جائز۔ ریشم سے یہاں مراد وہ ریشم ہے جو کیڑے سے پیدا ہوتا ہے۔ آجکل جو سلک کے بہت قسم کے کپڑے نکلے ہیں۔ یہ اس ریشم سے نہیں بنتے بلکہ وہ کسی درخت کی چھال یا گوند وغیرہ کے دھاگے سے بنتے ہیں۔ وہ مرد و عورت دونوں کو جائز ہیں۔ دیبا۔ استبرق۔ قسی، یہ سب ریشمی کپڑوں کی قسمیں ہیں۔ یہ سب حریر میں داخل ہیں۔ مگر ان کے نام علیحدہ تھے۔ اس لئے ان کو تخصیص بعد تعمیم کے طور پر علیحدہ ذکر فرمایا۔

**المیثرۃ الحمراء** زین پر جو گدا رکھتے ہیں اسے المیثرہ کہتے ہیں۔ یہ مختلف قسم کے ہوتے تھے۔ درندوں کی کھال کے، ریشمین یہ دونوں ممنوع ہیں۔ یوں ہی سوت یا اون کا ہو اور وہ سرخ ہو تو بھی ممنوع ہے۔

**ایک اشکال کا جواب** ان میں بعض باتوں سے عورتیں مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً جنازے کے ساتھ جانے اور سونے کی انگوٹھی اور ریشمی لباس کے پہننے کی ممانعت سے۔ اور حکم عام ہے۔ تخصیص نہیں۔ جواب یہ ہے کہ عورتوں کا استثناء دوسری احادیث سے معلوم ہوا۔ حدیث سے حدیث کی تخصیص بالاتفاق درست ہے۔

## ۷۳۲ تشریحات

پہلے میں سات ہیں۔ اسمیں پانچ۔ مگر کم زیادہ کی نفی نہیں کرتا۔ اس لئے کوئی حرج نہیں۔ حصر نہ اس حدیث میں مقصود ہے نہ اس میں۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پانچوں واجب ہیں۔ حق المسلم علی المسلم کا یہی مفاد ہے۔ مگر گزر چکا کہ ایسا نہیں۔ ان میں سے کچھ واجب ہیں کچھ سنت کچھ مستحب۔ اور اس صیغے سے ارشاد زیادتی ترغیب کیلئے ہے۔ جیسے فرمایا حق علی المسلم ان یغتسل کل جمعۃ۔ مراد یہ ہے کہ اسلامی اخوت کا مقتضی یہی ہے۔ ہم نے کہا اسی میں حصر نہیں اسلئے کہ دوسری احادیث میں زائد اور چیزیں بھی وارد ہیں۔ مثلاً مسلم[3] کی ایک حدیث میں جو حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ یہ چیزیں زائد ہیں جب ملاقات کرے تو اسے سلام کر۔ اور جب تجھ سے مشورہ طلب کرے، تو خیر خواہی کر۔

---

[1] باب الامر باتباع الجنازۃ ص ۱۶۶۔ نسائی عمل الیوم واللیلۃ۔ [2] ابوداؤد۔ ثانی۔ الخاتم۔ باب فی خاتم الحدید ص ۲۲۴۔ نسائی ثانی۔ الزینۃ باب مقدار ما یجعل فی الخاتم من الفضۃ ص ۲۸۸۔ [3] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۵۶۲ [4] ثانی السلام باب حق المسلم علی المسلم ص ۲۱۳۔

اَلْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ

سلام کا جواب دینا بیمار پرسی کرنا اور جنازے کے ساتھ جانا اور دعوت قبول کرنا

وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ ۵ھ

اور چھینک کا جواب دینا۔

۷۳۲ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْسَلَمَةَ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

**حدیث** ابوسلمہ نے خبر دی کہ انھیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَخْبَرَتْهُ قَالَتْ اَقْبَلَ اَبُوْبَكْرٍ عَلٰى فَرَسِهٖ مِنْ مَّسْكَنِهٖ بِالسُّنْحِ حَتّٰى نَزَلَ

کی رفیقہ حیات نے خبر دی فرمایا کہ ابوبکر اپنے گھوڑے پر اپنے سنح والے گھر سے آئے اُتر کر

فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَتَيَمَّمَ النَّبِيَّ

مسجد میں گئے اور کسی سے نہیں بولے عائشہ کے پاس آئے اور نبی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسَجًّى بِبُرْدِ حِبَرَةٍ فَكَشَفَ عَنْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قصد کیا اور حضور حجرہ کی چادر سے ڈھکے ہوئے تھے انھوں

وَّجْهِهٖ ثُمَّ اَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهٗ ثُمَّ بَكٰى فَقَالَ بِاَبِيْ اَنْتَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ

نے حضور کے چہرے سے چادر ہٹایا پھر جھکے اور حضور کا بوسہ لیا اسکے بعد روئے پھر کہا اے اللہ کے نبی

۷۳۳ تکمیل ۔ کتاب المناقب میں شروع میں یہ زائد ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اور ابوبکر

**تشریحات** سنح میں تھے۔ اسماعیلی نے کہا یعنی عالیہ میں مدینہ طیبہ کے بالائی حصے میں۔ عمر کھڑے ہوگئے اور یہ کہنے لگے۔ بخدا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوا ہے۔ ام المومنین نے فرمایا۔ حضرت عمر نے کہا۔ بخدا میرے دل میں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں آتی تھی۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ حضور کو اٹھائے گا اور حضور کچھ لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے۔ کہ ابوبکر آئے۔ الخ۔ اخیر میں۔ آیت کریمہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ سے پہلے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ کا اضافہ ہے۔ آخر میں ہے کہ روتے روتے لوگوں کی گھگی بندھ گئی۔ المغازی میں اخیر میں ہے کہ امام زہری نے کہا کہ مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، بخدا ابوبکر کو اس کی تلاوت کرتے سنا تو دہشت زدہ ہوگیا۔ اور میرے پاؤں نے مجھے اٹھائے رکھنے سے جواب دے دیا اور میں زمین پر گر پڑا۔ جب میں نے ابوبکر کو یہ کہتے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا۔

**بالسنح** مدینہ طیبہ کے بالائی حصے میں جسے عوالی کہتے ہیں ایک جگہ کا نام ہے۔ یہ مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے یہاں بنی حارث بن خزرج رہتے تھے۔ انھیں میں حضرت صدیق اکبر نے شادی کرلی تھی۔ اور وہاں ان کا ایک مکان تھا۔

---

ع۵ باب الامر باتباع الجنائز ص ۱۶۶ نسائی عمل الیوم واللیلۃ۔

لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ اَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا

میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ اللہ عزوجل آپ پر دو موت جمع نہیں فرمائے گا، جو وفات اللہ نے آپ کیلئے لکھی تھی وہ آپ پاچکے

قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ فَاَخْبَرَنِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ اَبَا بَكْرٍ

ابوسلمہ نے کہا ابن عباس نے مجھے خبر دی کہ ابوبکر باہر نکلے اور عمر لوگوں سے کلام کررہے

خَرَجَ وَعُمَرُ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ اِجْلِسْ فَاَبٰى فَقَالَ اِجْلِسْ فَاَبٰى فَتَشَهَّدَ

تھے ابوبکر نے ان سے فرمایا بیٹھ جاؤ مگر وہ نہ مانے پھر فرمایا بیٹھ جاؤ اب بھی وہ نہ مانے تو

اَبُوْ بَكْرٍ فَمَالَ اِلَيْهِ النَّاسُ وَتَرَكُوْا عُمَرَ فَقَالَ اَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ

ابوبکر نے کلمہ شہادت پڑھا اب لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور عمر کو چھوڑ دیا اس کے بعد ابوبکر نے شہادت کے بعد

يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ

کہا (کنایہ یہ ہے) کہ جو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا تو وہ سن لے وہ دنیا سے تشریف لے گئے

حَيٌّ لَا يَمُوْتُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ

اور جو اللہ عزوجل کی پرستش کرتا تھا وہ سن لے اللہ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا

**هُوَ مُسَجًّى** اس سے معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد میت کو ڈھنک دینا چاہئے۔ یہاں تک کہ علماء نے فرمایا کہ سوائے غسل دینے والوں اور خاص ماعزہ کے اور کوئی نہ دیکھے حِبَرَہ۔ ایک قسم کی مخطط قیمتی چادر ہے۔ داؤدی نے کہا کہ سبز رنگ کے کپڑے کو کہتے ہیں۔

**قَبَّلَ** میت پر جھکنا اور اسے بوسہ دینا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو حضور تشریف لے گئے اور ان کے اوپر جھکے اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور روئے اتنا کہ آنسو رخساروں پر بہتے تھے[1] نسائی میں تصریح ہے کہ حضرت ابوبکر نے حضور کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تھا[2]

**لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ** وصال کے بعد کچھ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر زندہ ہوں گے اور کچھ لوگوں کو سزا دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گزر چکا اس کے ازالے کے لئے حضرت صدیق اکبر نے ارشاد فرمایا کہ حضور پر دو موت جمع نہیں فرمائے گا۔ مغازی کی روایت میں ہے دو موت کا مزہ نہیں چکھائے گا۔ یعنی اب حضور دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے۔ کہ دوبارہ موت کا مزہ چکھنا پڑے۔ اس سے ظاہر کہ مراد یہ ہے کہ اس دنیا میں دوبارہ نہ آپ زندہ ہو کر تشریف لائیں گے نہ دوبارہ اس دنیا میں موت آئے گی۔ مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں دوبارہ آپ پر موت نہیں آئے گی۔ اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام اپنے مزارات میں دنیوی جسمانی حیات کیساتھ زندہ ہیں۔ مسند امام احمد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی میں حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] ترمذی اول الجنائز باب تقبیل المیت ص ۱۱۸ [2] ابوداؤد الجنائز باب تقبیل المیت ص ۴۶۰ [3] جلد رابع ص ۸ [4] اول جمعہ باب اکثار الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الجمعہ ص ۲۰۴ [5] اقامۃ الصلوٰۃ باب فضل یوم الجمعۃ ص ۷۷، الجنائز باب ذکر وفاتہ ودفنہ ص ۱۱۹۔

الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى

اور محمد رسول ہی ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں کیا اگر وہ وصال فرما جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو

عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۔ وَاللّٰهِ لَكَاَنَّ النَّاسَ

تم لوگ اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاؤ گے اور جو بھی اپنی ایڑی پر پلٹے گا وہ اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑے گا۔ اور شکر کرنے والوں

لَمْ يَكُوْنُوْا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ حَتّٰى تَلَاهَا اَبُوْ بَكْرٍ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ

کو اللہ جلد انعام دیگا۔ بخدا گویا لوگ جانتے ہی نہ تھے کہ اللہ نے اس آیت کو نازل فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ ابو بکر نے

فَمَا يُسْمَعُ بَشَرٌ اِلَّا يَتْلُوْهَا۔ عہ

تلاوت کی تو لوگوں نے ان سے سن کر اسے یاد کر لیا۔ اب ہر شخص سے سنا جاتا کہ وہ اس کی تلاوت کر رہا ہے۔

ان اللہ قد حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء وزاد ابن ماجہ عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فنبی اللہ حی یرزق۔

بیشک اللہ عزوجل نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔ اللہ کا نبی زندہ ہے اسے روزی دی جاتی ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ سلوک اقرب السبل[1] فی التوجہ الی سید الرسل، میں فرماتے ہیں۔

باچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ درمیان علماء امت ست یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت بحقیقت حیات بلاشائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم وباقی است وبر احوال امت حاضر وناظر وطالبان حقیقت ومتوجہاں آنحضرت را مفیض ومربی است۔

اتنے اختلافات وکثرت مذاہب کے باوجود جو علماء امت کے مابین ہیں کسی ایک شخص کا اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں جسمیں مجاز کا شائبہ اور تاویل کا توہم نہیں اور امت کے حالات پر حاضر وناظر ہیں اور طالبان حقیقت اور متوجہان آنحضرت کو فیض عطا فرمانے والے اور تربیت کرنیوالے ہیں

**مسائل** یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ کرام سے مطلقاً اعلم تھے۔ سب سے زیادہ صائب الرائے اور سب سے زیادہ باتدبیر اور وقت کے تقاضے کے مطابق مناسب تر اقدام کرنے میں سب سے زیادہ ماہر تھے اور سب سے زیادہ فصیح وبلیغ ساحر البیان خطیب تھے۔ غور کریں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔ اس کا صدمہ حضرت صدیق اکبر کو کتنا رہا ہوگا۔ صدمہ اور اتنے عظیم صدمے کے وقت جذبات کا تقاضا تو یہ تھا کہ بیٹھ کے رو جائے مگر وہ وقت ایسا تھا کہ اگر دیگر حضرات کی طرح حضرت صدیق اکبر بھی رونے دھونے میں رہتے تو دین کا خدا حافظ تھا۔ منافقین شر انگیزی کے لئے آمادہ بیٹھے تھے۔ دیہاتی اعراب

---

عہ باب الدخول علی المیت بعد الموت ص ۱۶۶ المناقب باب فضل ابی بکر ص ۵۱۷ ثانی المغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ووفاتہ ص ۶۴۲ نسائی جنائز۔ ابن ماجہ جنائز۔ [1] برحاشیہ اخبار الاخیار ص ۱۶۱۔

## حدیث ۶۳۴ حَدَّثَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ امْرَأَةٌ مِّنْ نِّسَائِهِمْ

خارجہ بن زید انصاری نے خبر دی کہ ام العلاء نے جو ایک انصاری عورت تھیں جنھوں نے

کی طرف سے اطمینان نہ تھا۔ اگر لوگوں کی صحیح رہنمائی نہ کی جاتی تو کیا ہوتا اس کے تصور سے روح کانپ جاتی ہے اس وقت رونے، پاؤں توڑ کے بیٹھنے کا وقت نہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں اب واپس نہ آئیں گے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ ان کے لائے ہوئے دین و مذہب کو باقی رکھا جائے۔ اسے مضبوط و مستحکم کیا جائے۔ اور اس کی ترقی و اشاعت کی کوشش کی جائے اسے حضرت صدیق اکبر نے محسوس کیا اور اپنے سینے پر پتھر کی سل رکھکر بلا دریغ آگے بڑھے۔ اپنی ذمہ داری کا احساس فرمایا اور اسے کما حقہ ادا فرمایا۔ منبر رسول خالی تھا انتظار کر رہا تھا کہ رسول کے بعد جسے اس پر خطبہ دینے کا حق ہے، آئے اور رسول کی نیابت کا حق ادا کرے اور جو حقدار تھا وہ اس پر کھڑا ہو اور حسرت زدہ، شکستہ خاطر، الم رسیدہ امت کو صبر و تلقین بھی دے اور انھیں صحیح راہ پر چلائے۔ اس فرض کو صدیق اکبر نے جس خوبی سے ادا فرمایا اس کا دنیا کو اعتراف ہے۔ سب سے بڑا عظیم قائد وہ ہے جو وقت پر صحیح رہنمائی کرے۔

یہ دونوں آیتیں کس صحابی کو معلوم نہ تھیں، جو مضمون انھوں نے ارشاد فرمایا وہ سارے صحابہ کا ایمان تھا مگر وقتی غم و اندوہ نے پردہ ڈال رکھا تھا۔ یہ حضرت صدیق اکبر کا طرف تھا کہ سب سے زیادہ غمگین و ملول ہوتے ہوئے بھی ان پر کوئی حجاب نہ پڑا اور انھیں وہ سب نظر آگیا جس کی اسوقت ضرورت تھی۔ قرآن مجید حفظ رکھنا یہ ایک کمال ہے مگر اس سے برمحل استشہاد اور استنباط وہ کمال ہے جہاں تک سب کی رسائی نہیں۔ صدیق اکبر کا یہ خطبہ وہ خطبہ ہے جس کا مثل پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے۔ اختصار کے ساتھ فصاحت، بلاغت، سلاست حکمت موعظت، زور بیان، قوت استدلال، تاثیر۔ وہ کون سی خوبی ہے جو اس خطبے میں نہیں اور وہ بھی اپنے اوج کمال پر۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ صحابہ کرام کی آنکھوں سے پردے ہٹ گئے۔ اور انھیں راہ مل گئی ـــــ یہ حدیث اس کی بھی دلیل ہے کہ صحابہ کرام کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وقعت سب سے زیادہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ جب منبر پر کھڑے ہوئے تو سب لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے حتی کہ حضرت عمر کو چھوڑ دیا۔ نیز یہ حدیث ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھی فضل و کمال کی دلیل ہے کہ اس عالم میں بھی انھوں نے اتنے اہم واقعے کی جزئیات تک محفوظ رکھیں۔

**تشریحات ۶۳۴** چونکہ کتاب الجنائز کے بہ نسبت کتاب الشہادات کی روایت زیادہ مکمل تھی اس لئے ہم نے اسی کو لیا ہے یہ مدینہ طیبہ کے ابتدائی دور کی بات ہے۔ مدینہ طیبہ میں منافقین بکثرت تھے جو بظاہر مومن مخلص بنے ہوئے تھے جن کا پتہ عام حضرات کو نہیں تھا۔ خصوصاً عورتوں کو۔ حضرت ام العلاء نے عثمان بن مظعون کے اعمال صالحہ کو دیکھکر دہ کہا تھا۔ اگر اسکو رو کا نہ جاتا تو رواج پڑنے کا اندیشہ تھا۔ جو بھی مرتا خواہ وہ حقیقت میں منافق ہی کیوں نہ ہوتا۔ جس سے لوگ واقف نہ ہوتے صرف اسکے ظاہری حالات کی بنا پر اس قسم کی گواہی دینے لگتے۔ اس کی روک تھام کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ ارشاد فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ عوام کو یہ مناسب نہیں کہ ہر مرنے والے کے بارے میں اس کے قطعی طور پر جنتی ہونے کی شہادت دیں۔ ہاں وہ کہیں جو میں کہتا ہوں۔ کہ اس کے لئے خیر کی امید ہے۔ اور یہ بات صرف عوام کے لئے ہے۔ رہ گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وہ جس کے بارے میں جو چاہیں ارشاد فرمائیں۔ انھیں سب کا ظاہری و باطنی حال معلوم ہے اور اس کا انجام بھی۔ جیسا کہ حضرت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قَدْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ خبر دی کہ جب انصار نے مہاجرین کی رہائش کیلئے

طَارَ لَهُمْ سَهْمُهُ فِي السُّكْنٰى حِيْنَ اَقْرَعَتِ الْاَنْصَارُ سُكْنَى الْمُهَاجِرِيْنَ

قرعہ اندازی کی تو عثمان بن مظعون ان کے حصے میں آئے اور وہ ہمارے یہاں رہنے لگے۔ پھر بیمار پڑ گئے ہم نے

قَالَتْ اُمُّ الْعَلَاءِ فَسَكَنَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ فَاشْتَكٰى فَمَرَّضْنَاهُ حَتّٰى

ان کی تیمارداری کی۔ جب ان کی وفات ہو گئی۔ اور ہم نے

اِذَا تُوُفِّيَ وَجَعَلْنَاهُ فِيْ ثِيَابِهٖ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

ان کو ان کے کپڑے میں کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں تشریف لائے

کے بارے میں بخاری[1] میں ہے۔ یہ غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔ ان کی والدہ حاضر ہوئیں اور عرض کیا۔ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی ورنہ میں کیا کروں گی حضور ملاحظہ فرمائیں گے۔ ارشاد فرمایا۔ تیرا بیٹا فردوس اعلیٰ میں ہے۔ اس کے بعد حدیث آرہی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد کے لئے فرمایا جو غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے کہ جتنک تم نے ان کو اٹھایا نہیں تھا فرشتے اپنے پروں سے سایہ کئے ہوئے رہے، بلکہ تمام شہر کا ربدر کے لئے ارشاد فرمایا۔ اللہ عزوجل نے ان کی جانب خصوصی توجہ فرما کے ارشاد فرمایا ہے تمہارا جو جی چاہے کر دو میں نے تمہارے لئے جنت واجب کر دی ہے یا یہ فرمایا کہ میں نے تم کو بخش دیا[2] یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ام العلاء نے یہ عبارت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور کی تھی۔ یہ مناسب نہ تھا اس لئے تنبیہ فرمائی۔

**مایفعل بہ** شہادات کی روایت میں مایفعل بہ ہے۔ الرویا کی روایت میں، مایفعل بی ولا بکم۔ اور جنائز کی روایت میں مایفعل بی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ اس کے باوجود کہ میں رسول اللہ ہوں۔ یہ نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ عام شراح نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا بھی اور صحابہ کرام کا بھی انجام سورہ فتح میں بتا دیا گیا جیسا کہ ترمذی میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ حدیبیہ سے لوٹتے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے کہ روئے زمین پر جو کچھ ہے ان سب سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو اللہ عزوجل نے آپ کو بتا دیا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ کریگا۔ اب سوال یہ ہے کہ ہمارے ساتھ کیا معاملہ کرے گا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ـــ فَوْزًا عَظِيْمًا۔ تک۔ اللہ عزوجل نے آپ کو اس لئے فتح مبین عطا فرمائی کہ مومن مردوں اور عورتوں کو ان جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

اس توجیہ پر حضرت شیخ نور الحق بن حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ، تیسیر القاری[3] میں فرماتے ہیں۔ پوشیدہ

---

[1] اول الجہاد باب من اتاہ سہم غرب ص ۳۹۴ ثانی المغازی باب فضل من شہد بدرًا ص ۵۶۸ [2] بخاری۔ مغازی۔ باب فضل من شہد بدرًا ص ۵۶۷ [3] ۵۳ اول ص ۴۱۶۔

وَسَلَّمَ فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ اَبَا السَّائِبِ فَشَهَادَتِيْ عَلَيْكَ لَقَدْ

تو میں نے کہا اے ابوالسائب تم پر اللہ کی رحمت ہو آپ کے بارے میں میری گواہی یہ ہے کہ ضرور

اَكْرَمَكَ اللّٰهُ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِيْكَ

اللہ نے آپ کو عزت دی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے کیسے معلوم ہوا

اَنَّ اللّٰهَ اَكْرَمَهٗ فَقُلْتُ لَا اَدْرِيْ بِاَبِيْ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ

کہ اللہ نے اسے عزت دی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا عُثْمَانُ فَقَدْ جَاءَهُ وَاللّٰهِ الْيَقِيْنُ

میں نہیں جانتی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم عثمان کو موت آگئی اور

وَاِنِّيْ لَاَرْجُوْ لَهُ الْخَيْرَ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِيْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِهٖ قَالَتْ

میں اس کے لئے بھلائی کی امید کرتا ہوں۔ بخدا میں نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا

نہ رہے کہ یہ توجیہہ مسلمانوں کا عقیدہ تمنا دل قبول نہیں کریگا کہ سورہ فتح کے نازل ہونے تک ان اکرام و نوازشوں اور ترقیات بے نہایت کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی عاقبت کے بالخیر ہونے میں متردد تھے۔ اقول وباللہ التوفیق۔ مولیٰ عزوجل حضرت فتاح نور الحق قدس سرہ کو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیطرف سے جزاء خیر دے۔ اس توجیہہ کے صحیح نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں ابتداء اسلام ہی میں سورہ والضحیٰ نازل ہوئی جسمیں صاف صاف ارشاد ہے:۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔

بلاشبہ آخرت آپ کے لئے دنیا سے بہتر ہے اور بہت جلد آپ کو آپ کا پروردگار اتنا دیگا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

مکہ معظمہ ہی میں سورہ بنی اسرائیل نازل ہوئی جسمیں فرمایا گیا۔ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ مکہ معظمہ ہی میں سورہ کوثر نازل ہوئی جسمیں فرمایا:۔ اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ ہم نے آپ کو کوثر عطا فرما دیا۔ اب اس کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے کہ یہ کہا جائے کہ ہجرت کے بعد دو سال تک حضور کو اپنے انجام کے بالخیر ہونے میں تردد تھا۔ صحیح توجیہہ یہ ہے۔

**صحیح توجیہہ** مایفعل بی کی روایت صحیح نہیں۔ داودی نے کہا کہ یہ وہم ہے۔ صحیح مایفعل بہ ہے۔ خود امام بخاری نے اسکے بعد دوسری تعلیق ذکر فرمائی۔ وقال نافع بن زید عن عقیل مایفعل بہ۔ اس سے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ لیث سے محفوظ یہی ہے۔ اور یہی درست ہے۔ مایفعل بی۔ درست نہیں۔ جیسا کہ علامہ عینی علامہ ابن حجر عسقلانی علامہ احمد خطیب قسطلانی نے تصریح فرمائی ہے۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر[1] میں لکھتے ہیں۔ ہر نبی کو اس کا یقین کامل ہوتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ اور نبی ہونے کیوجہ سے گناہوں سے معصوم ہے۔ پھر اس کی کیا گنجائش کہ وہ اپنی عاقبت کے بارے میں متردد ہو۔ نیز اللہ عزوجل نے اولیاء امت کے بارے میں فرمایا:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

جن لوگوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے، پھر ثابت قدم رہے نہ انپر خوف ہے

[1] تفسیر سورۂ احقاف جلد ۲۸ ص ۸

فَوَاللّٰہِ لَا اَزَکِّیْ بَعْدَہٗ اَبَدًا فَاَحْزَنَنِیْ ذٰلِکَ قَالَتْ فَنِمْتُ فَاُرِیْتُ

ام العلاء نے کہا اللہ کی قسم اب میں کسی کی صفائی نہیں بیان کروں گی اس نے مجھکو غمگین کر دیا۔

لِعُثْمَانَ عَیْنًا تَجْرِیْ فَجِئْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ام العلاء نے کہا پھر میں سوئی تو مجھے عثمان کے لئے ایک چشمہ دکھایا گیا جو بہتا ہے اب میں رسول اللہ

فَاَخْبَرْتُہٗ فَقَالَ ذٰلِکَ عَمَلُہٗ ؏

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور خواب بیان کیا تو فرمایا یہ اس کا عمل ہے۔

وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ط (احقاف ۱۲-۱۳)

نہ ان کو غم ہے۔ وہ جنت والے ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

انبیاء کرام اولیاء امت سے بدرجہا افضل ہیں، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو رئیس الاتقیا قدوۃ الانبیاء والاولیاء ہیں اپنی عاقبت کے بارے میں مطمئن نہ ہوں یہ کسی عقلمند کو باور ہو سکتا ہے۔ نیز ارشاد فرمایا:

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (انعام ۱۲۴) اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کہاں اپنی رسالت رکھے۔

اس سے بارگاہ الوہیت میں انتہائی قرب اور اعلیٰ کمالات پر فائز ہونا مراد ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک نبی اپنے بارے میں یہ بھی نہ جانے کہ وہ مغفور ہے یا معذب، اس لئے یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا انجام نہ معلوم تھا۔ سخت جرأت اور بے باکی ہے۔

**توضیح مزید** اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ جب مالیفعل بہ کی روایت صحیح ہے تو اتنا تو لازم آتا ہے کہ اسوقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عثمان بن مظعون کے انجام سے واقف نہ تھے۔ اقول وباللہ التوفیق۔ اس کو صحیح ماننے کی صورت میں قرآن مجید کی نص صریح سے تعارض لازم آتا نیز خود اسی حدیث میں بھی۔ ابھی سورہ احقاف کی آیت گزری۔ کہ فرمایا۔ جن لوگوں نے یہ کہا، اللہ ہمارا رب ہے اور اس پر ثابت قدم رہے۔ نہ انھیں کوئی خوف ہے نہ غم۔ یہ لوگ جنت والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور بھی مضمون سورہ حم السجدہ کی تیسویں آیت میں بھی ہے۔ سورہ احقاف اور حم السجدہ دونوں سورتیں مکی ہیں۔ ان سے ثابت کہ مکہ معظمہ ہی میں ہر مؤمن مخلص کے لئے بتایا جا چکا تھا کہ وہ یقیناً جنتی ہے۔ اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان واخلاص اور استقامت ہر شبہے سے بالاتر ہے، یہ ان سابقین اولین میں سے ہیں جو تیرہ حضرات کے بعد مشرف باسلام ہوئے۔ حبشہ کی بھی ہجرت کی اور مدینہ طیبہ کی بھی اور اسلام لانے کے جرم میں سخت سے سخت مصیبتیں جھیلیں۔ ایک بار لبید مشہور شاعر نے حرم میں یہ شعر پڑھا ؎

---

ع۵ الشھادات باب القرعۃ فی المشکلات ص ۳۶۹ الجنائز باب الدخول علی المیت بعد الموت ص ۱۶۷، باب مقدم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المدینۃ ص ۵۵۹ ثانی الرویا باب العین الجاریۃ فی المنام ص ۱۰۳۹، مسند امام احمد جلد ۶ سادس ص ۴۳۶ نسائی الرویا۔

الا کل شی ماخلا اللہ باطل ۔ سنو اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔ حضرت عثمان نے خوش ہو کر داد دی۔ مگر جب اس نے دوسرا مصرعہ پڑھا۔ کل نعیم لا محالۃ زائل۔ ہر نعمت یقیناً زائل ہے۔ تو ضبط نہ ہو سکا، فرمایا تم جھوٹے ہو، جنت کی نعمت کبھی زائل نہ ہوگی۔ پورے مجمعے میں آگ لگ گئی۔ لوگوں نے لبید سے اس شعر کو دوبارہ پڑھنے کی فرمائش کی لبید نے دوبارہ پڑھا تو پھر حضرت عثمان نے پہلے مصرعہ کی تصدیق کی اور دوسرے کی تکذیب، اب ولید بن مغیرہ کے اشتعال دلانے پر ایک شخص نے اس زور سے انھیں تھپڑ مارا کہ ایک آنکھ زرد پڑ گئی۔ کچھ لوگوں نے اس پر ملامت کی تو فرمایا میری دوسری آنکھ بھی اس کی متمنی ہے[1]۔ ان سب پر مستزاد یہ کہ یہ اصحاب بدر سے ہیں۔ اور تصریح ہے کہ اللہ عزوجل نے اصحاب بدر سے فرمادیا ہے، تم جو چاہو کرو جنت تمہارے لئے واجب ہے۔ پھر یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسوقت حضرت عثمان کے انجام سے واقف نہ تھے کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ پھر اسی حدیث میں ہے فرمایا۔ وانی لارجوله الخیر میں بلاشبہہ یقینی طور پر اس کے لئے خیر کی امید رکھتا ہوں۔ اور یہ طے ہے کہ اللہ اور رسول کے ارشادات میں۔ ترجی۔ بھی تحقیق ۔ کے لئے ہے۔ تو اب یہ ترجی بھی تحقیق ہوئی۔ تو اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا۔ یقیناً بلاشبہہ ضرور ان کے لئے خیر ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کا انجام نہیں جانتے تھے، تو خود اس حدیث ہی میں تعارض ہوا۔ اب صلاء عام ہے آئیں اور ان دونوں تعارض کو وہ بدعقیدہ لوگ دور کریں جو کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ اپنا انجام جانتے تھے نہ کسی اور کا اقول وباللہ التوفیق۔ درایت کے ایک معنی یہ آتے ہیں۔ قرائن وعلامات وغیرہ دیکھکر کوئی حکم لگانا۔ قاموس میں ہے۔ درية علمته ای بضرب من الحيله ۔ کسی حیلے سے میں نے اس کو جانا۔ یہاں یہی مراد ہے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ حضرت ام العلاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عثمان کے ظاہری حالات دیکھکر وہ کہا تھا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اس سے منع فرمایا اور مزید تاکید کے لئے فرمادیا کہ ان کے ظاہر حالات سے اندازہ کرکے میں بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان کا انجام کیا ہوگا ہاں بحیثیت رسول اپنی غیب دان قوت سے مجھے معلوم ہے کہ ان کا انجام بلاشبہہ یقیناً بخیر ہے۔ اس میں حکمت وہ تھی جو شروع تشریعات میں ہم بتا آئے۔ کہ مدینہ طیبہ میں منافقین بھی تھے جو کلمۂ شہادت بھی پڑھتے نمازیں بھی پڑھتے روزے رکھتے جہاد میں شریک ہوتے۔ اگر ظاہر حالت دیکھکر ہر کس وناکس کو اس کی اجازت دیدی جاتی کہ وہ یہ فیصلہ دیدے کہ یہ جنتی اور مرحوم ومغفور بخشا بخشایا ہوا ہے۔ تو منافقین کے بارے میں بھی لوگ ایسا ہی کہنے لگتے۔ اس کی پیش بندی کے لئے اس سے منع کر دیا گیا۔ کہ عوام کو یہ جائز نہیں کہ کسی کے ظاہر حال کی بنا پر اس کے جنتی ہونے کا حکم لگائیں۔ یہ بات ایسی ہے کہ اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے بغیر نہیں جانی جا سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**ایک دیرینہ ذہنی کاوش** تقویۃ الایمان[2] میں، اسماعیل دہلوی صاحب نے اسی حدیث کے تحت لکھا۔ جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں۔ اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں۔ نہ نبی کو نہ ولی کو، نہ اپنا نہ دوسرے کا۔

مسلمان ظلم ملاحظہ کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل وکمال کو گھٹانے اور تحقیر کی نیت سے اس حصے

---

[1] اسد الغابہ جلد ثالث ص ۳۸۵، ۳۸۶ ۔ [2] تقویۃ الایمان ص ۲۲

کو بھی دلیل بنایا جسے علماء نے لکھا ہے کہ یہ محفوظ نہیں۔ درست نہیں۔ یہ وہم ہے۔ پھر سارے علماء متفق ہیں کہ یہ ارشاد ابتدا کا ہے۔ بعد میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے بھی انجام بخیر ہونے اور صحابہ کرام کے انجام بخیر ہونے کو بتادیا گیا مگر سب کے علی الرغم یہ وہی گارہا ہے۔ اگر تقویۃ الایمان کی یہ بات صحیح مان لی جائے تو ان تمام احادیث وآیات کا انکار لازم آئے گا جن میں فرمایا گیا کہ اللہ نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی۔ آپ کے غلاموں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ انھیں زمین میں خلافت عطا فرمائے گا۔ زمین کا وارث بنائے گا۔ اور فرمایا میری امت ایران، شام، فلسطین فتح کرے گی۔ مجھے زمین کے تمام مشارق ومغارب دکھائے گئے۔ میری امت کا ملک وہاں تک پہنچے گا۔ جہاں تک مجھے دکھایا گیا ہے۔ میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ سب سے پہلے میں جنت میں جاؤں گا اور میرے ساتھ ستر ہزار میرے امتی ہوں گے تقویۃ الایمان کے مصنف کو احادیث کے دفتر میں صرف یہی حدیث نظر آئی اور یہ کثیر در کثیر آیات واحادیث نظر نہ آئیں۔ بات یہی ہے کہ تقویۃ الایمان، محبوبان بارگاہ کی عظمت ومنزلت گھٹانے کی نیت سے لکھی گئی ہے۔

## کشمیری صاحب پر تعجب

کشمیری صاحب کو یہ ہمت تو نہ ہوئی کہ اپنے امام کی پوری بات لکھ سکیں۔ بمجبوری یہ لکھنا پڑا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ تو جانتے تھے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا، مگر اجمالی طور پر جانتے تھے۔ تفصیل معلوم نہ تھی، اس لئے حضور کو سکون نصیب نہ ہوا ہمیشہ مضطرب غمگین آخرت کے معاملے میں متفکر غمزدہ رہتے تھے [1]

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ بات اس شخص کی ہے جسے اس کے نیاز مند چودھویں صدی کا سب سے بڑا محدث مفسر مانتے ہیں۔ اسے شارحین حدیث کے ارشادات نظر نہ آئے تو کم شکایت کی بات ہے۔ اسے سورہ کوثر، سورہ والضحیٰ، سورہ فتح بھی نظر نہ آئی، احادیث کے وہ ارشادات نہیں دکھائی دیئے کہ فرمایا۔ انا سید ولد آدم یوم القیمۃ ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ آدم ومن سواہ الا تحت لوائی۔ اول شافع واول مشفع یوم القیمۃ ولا فخر وانا اول من یحرک حلق الجنۃ فیفتح اللہ لی فیدخلنہا ومعی فقراء المومنین ولا فخر وانا اکرم الاولین والاخرین علی اللہ ولا فخر [2] اور فرمایا۔ انا اول الناس خروجا اذا بعثوا وانا قائدھم اذا وفدوا وانا خطیبھم اذا انصتوا۔ وانا مستشفعھم اذا حبسوا وانا مبشرھم اذا أیسوا والکرامۃ والمفاتیح یومئذ بیدی ولواء الحمد یومئذ بیدی وانا اکرم ولد آدم علی ربی یطوف علیّ الف خادم کانھم بیض مکنون او لؤلؤ منثور [3] میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہونگا اور یہ فخر نہیں۔ اور لوا الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور یہ فخر نہیں آدم اور تمام انبیاء میرے لواء کے نیچے ہوں گے اور یہ فخر نہیں۔ میں پہلا شفاعت کرنیوالا ہونگا۔ پہلا وہ شخص ہونگا جسکی شفاعت قبول ہوگی۔ اور یہ فخر نہیں۔ میں پہلا شخص ہونگا جو جنت کی زنجیر ہلاؤنگا۔ تو میرے لئے جنت کھولی جائے گی تو میں اسمیں داخل ہونگا۔ اور میرے ساتھ فقراء مومن ہوں گے۔ اور یہ فخر نہیں۔ اور میں اللہ کے حضور سب اولین آخرین سے زیادہ معزز ہوں۔ اور یہ فخر نہیں جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو سب سے پہلے میں اٹھونگا۔ اور جب خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو میں انکا قائد ہونگا

---

[1] فیض الباری ثانی ص ۴۴۵ [2] مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۱۳ بحوالہ ترمذی ودارمی [3] ایضاً۔

۷۳۵ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قُتِلَ اَبِیْ جَعَلْتُ

حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جب (غزوۂ احد میں)

اَکْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَّجْهِهٖ اَبْکِیْ وَیَنْهَوْنِیْ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

میرے والد شہید کر دیے گئے تو میں ان کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر روتا تھا۔ اور لوگ مجھے منع کرتے تھے

لَا یَنْهَانِیْ فَجَعَلَتْ عَمَّتِیْ فَاطِمَةُ تَبْکِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع نہیں فرماتے تھے۔ پھر میری پھوپھی فاطمہ رونے لگیں تو نبی صلی اللہ تعالیٰ

اور جب سب چپ ہوں گے تو میں ان کا ترجمان ہونگا اور جب سب رو کے جائیں گے تو میں ان کا شفیع ہوں گا۔ اور جب سب مایوس ہوں گے تو میں انھیں بشارت دونگا۔ عزت اور سب کنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ اور لواء الحمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور میں اپنے رب کے حضور تمام اولاد آدم سے زیادہ معزز ہوں۔ میرے ارد گرد ہزار خادم ہوں گے۔ گویا وہ چھپائے ہوئے انڈے ہیں یا بکھرے ہوئے موتی۔ جس کو ذرا بھی عقل ہوگی، ایمان ہوگا وہ کبھی یہ کہہ سکتا ہے کہ جس ذات گرامی صفات کے یہ ارشادات ہیں وہ اپنے انجام کے بارے میں متفکر غمزدہ اور بے قرار ہوگا۔ مگر وہابیت کے زہر سے اللہ بچائے۔

ایمان کی بات تو وہ ہے جو حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی[1] نے فرمائی ہے۔

دراں روز ظاہر گردد کہ وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نائب مالک یوم الدین ست روز روز اوست وحکم حکم اوست بحکم رب العالمین۔

اس دن ظاہر ہو جائے گا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مالک یوم الدین کے نائب ہیں، دن انکا دن ہے اور حکم انکا حکم ہے۔ رب العالمین کے حکم سے۔

## تشریحات ۷۳۵

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے۔ مشرکین نے ان کی ناک اور کان کاٹ کر صورت بگاڑ دی تھی۔ یہ غزوہ ۳ھ شوال میں ہوا تھا۔ تاریخ کے بارے میں شدید اختلاف ہے ۱۱ر ۱۷ر ۱۸ر ۱۹ر امام مالک نے فرمایا کہ نصف شوال میں۔ انھیں کا ایک قول ہے کہ ہجرت کے اکتیس مہینے کی ابتداء میں اس کا حاصل بھی ۳ھ کے شوال کا قریب قریب نصف ہے۔ البتہ اتنا طے ہے کہ بدھ کے دن قریش نے احد کے مقابل عینین کے دامن میں پڑاؤ ڈال دیا تھا۔ جمعے کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں پہنچے تھے۔ سنیچر کو معرکہ ہوا تھا۔

کتاب الجہاد کی روایت میں ہے کہ میرے والد کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا اور حضور کے سامنے رکھا گیا، ان کی صورت بگاڑ دی گئی تھی۔ میں ان کے چہرے سے کپڑا ہٹانے لگا تو میری قوم نے مجھے منع کیا کہ میں نے ایک عورت کی چیخ سنی، تو کہا گیا کہ عمرو کی بیٹی یا عمرو کی بہن ہے۔ عمرو حضرت جابر کے دادا کا نام تھا۔ اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ حضرت جابر کی پھوپھی تھیں۔ یا ان کے والد کی۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت جابر کی پھوپھی ان کے والد کی حقیقی بہن تھیں۔ رودُ یا مت رودُ یہ شک راوی نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ رونے یا نہ رونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

[1] مدارج النبوۃ منقول از لامع والمعی ص ۹۲

وَسَلَّمَ تَبْكِيْنَ اَوْ لَا تَبْكِيْنَ فَمَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهٗ بِاَجْنِحَتِهَا حَتّٰى رَفَعْتُمُوْهُ ؏۵

علیہ وسلم نے فرمایا، روؤ یا مت روؤ۔ فرشتے اپنے پروں سے سایہ کئے رہے یہاں تک کہ تم نے انھیں اٹھا لیا۔

**حدیث ۳۶۷** عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِیَّ فِی الْيَوْمِ الَّذِیْ مَاتَ فِيْهِ وَخَرَجَ اِلَى

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نجاشی کے مرنے کی اسی دن خبر دی جس دن وہ فوت ہوئے اور عید گاہ

انھیں یہ اعزاز بہر حال ملا ہے کہ فرشتے اپنے پروں سے ان پر سایہ کئے ہوئے رہے۔

**تشریحات ۳۶۷** باب الصفوف علی الجنازۃ۔ میں ہے کہ حضور آگے بڑھے اور لوگوں نے حضور کے پیچھے صف لگائی۔ اور کتاب المناقب میں ہے کہ نجاشی صاحب حبشہ مرگیا۔ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو انکا نام اصحمہ تھا[1] بصف ابن ابی شیبہ میں ان کا نام صحمہ مذکور ہے۔ نجاشی۔ نون کے فتحے اور کسرے سے دونوں کے ساتھ ہے۔ حبشہ کے بادشاہوں کا لقب ہے۔ طبقات[2] ابن سعد میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ سے واپسی کے بعد محرم سنہ ۶ھ میں حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدست دعوت اسلام کا والا نامہ بھیجا تھا۔ والا نامہ جب پہنچا تو اس نے اسے لیا آنکھوں سے لگایا اور اپنے تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھا۔ اور جعفر بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا۔ اور غزوہ تبوک سے واپسی پر سنہ ۹ھ کے رجب میں وفات پائی۔ مسلم[3] میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت بطریق یوسف بن حماد المعنی ہے۔ اسمیں ہے کہ جس نجاشی کو معاویہ عالیہ ارسال فرمایا تھا یہ وہ نہیں جس پر نماز جنازہ پڑھی تھی۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ شاید یہ بعض راویوں کا وہم ہے۔ اقول۔ ہو سکتا ہے معاویہ عالیہ جنھیں مضاف فرمایا تھا ان کا وصال ہوگیا ہو۔ اور جو ان کے جانشین ہوئے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

**الی المصلی** ابن ماجہ میں بطریق عبد الاعلی عن معمر، یہ ہے کہ بقیع میں نماز پڑھی۔ علامہ ابن حجر نے یہ توجیہ کی کہ ابن ماجہ میں بقیع سے۔ بقیع بطحان مراد ہے جہاں عید گاہ تھی، بقیع غرقد نہیں۔ اس لئے کہ بقیع کے معنی میدان کے ہیں۔ یا یہ ہو سکتا ہے کہ بقیع میں کوئی جگہ نماز جنازہ کے لئے متعین ہو۔ وہ مراد ہو۔ اب مصلی اپنے لغوی معنی پر ہوگا۔ عید گاہ کے معنی میں نہیں۔

**مسائل** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی کے مرنے کا اعلان کرنا مستحسن ہے۔ جبکہ مقصود یہ ہو کہ لوگ زیادہ سے زیادہ جنازے اور دفن میں شریک ہوں۔ میت کے لئے دعائے خیر اور استغفار کریں۔ اس سے ثابت ہوا کہ مسجد میں نماز جنازہ ممنوع ہے۔ خواہ جنازہ مسجد میں ہو خواہ نہ ہو۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نجاشی کے

---

ع۵ باب الدخول علی المیت بعد الموت ص ۱۶۶ باب ص ۱۷۲ الجهاد باب فضل قول الله ولا تحسبن الذین قتلوا الایة ص ۳۹۵۔ ثانی۔ المغازی۔ باب من قتل من المسلمین یوم احد ص ۵۸۸ مسلم۔ الفضائل۔ نسائی۔ جنائز مناقب۔

[1] بخاری الجنائز باب الصفوف علی الجنازۃ ص ۱۷۶ [2] عمدۃ القاری ثامن ص ۱۹۸ ۳ ثانی الجهاد باب کتب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی ملوک الکفار ص ۹۹۔

## اَلْمُصَلّٰی فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ اَرْبَعًا۔ ھ

تشریف لے گئے اور صحابہ کی صف لگائی اور چار تکبیریں پڑھیں۔

موت کی خبر مسجد میں دی۔ مگر وہاں نماز نہ پڑھی۔ عیدگاہ میں جاکر پڑھی۔ نیز ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے مسجد میں میت پر نماز پڑھی اس کیلئے کچھ نہیں۔ ابوداؤد[۱] میں۔ فلا شئی لہ ہے۔ ابن ماجہ[۲] میں۔ فلیس لہ شئی۔ ہے۔ مصنف[۳] ابن ابی شیبہ میں ہے۔ فلا صلوٰۃ لہ۔ اس حدیث پر جو جرحیں کی گئی ہیں۔ ان کے تحقیقی جواب علامہ عینی نے دئے ہیں۔ نماز جنازہ صف لگاکر پڑھی جائے۔ ترمذی میں مالک[۴] بن ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس پر تین صفوں نے نماز پڑھی اسکے لئے واجب ہے یعنی جنت یا مغفرت۔ نسائی[۵] میں ابوالملیح نے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس پر ایک امت نماز پڑھے گی اس میت کی شفاعت کرادے گی۔ لوگوں نے ابوالملیح سے پوچھا، امت کتنی ہوتی ہے تو بتایا کہ چالیس آدمی۔ اسی[۶] میں ام المومنین حضرت صدیقہ سے مروی ہے کہ امت سے مراد سو آدمی ہیں۔

### غائبانہ نماز جنازہ

امام شافعی امام احمد بن حنبل نے اس سے اور اس کے بعد آنے والی حدیث سے استدلال فرمایا ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ صحیح ہے۔ مگر امام نووی نے فرمایا کہ اگر میت اسی شہر میں ہو تو جائز نہیں۔ امام رافعی نے فرمایا کہ یہ ضروری ہے کہ میت اور نمازیوں کے درمیان دو سو سے تین سو ہاتھ کا فاصلہ نہ ہو۔

ہمارے یہاں نماز غائبانہ جائز نہیں۔ نماز جنازہ صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ میت کا کل یا اکثر جسم سر کے ساتھ نمازی کے سامنے موجود ہو۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی کمال رحمت و شفقت و عنایت کی بنا پر مسلمانوں کے نماز جنازہ میں شرکت کا بہت زیادہ اہتمام تھا۔ اگر رات میں یا دوپہر میں کوئی مرتا، اس خیال سے کہ رات کی تاریکی اور دھوپ کی وجہ سے تکلیف ہوگی۔ آرام میں خلل ہوگا، صحابہ کرام اطلاع نہ دیتے۔ اور دفن کر دیتے تو فرماتے۔ ایسا نہ کرو اپنے جنازے کیلئے بلالیا کرو[۷]۔ میری نماز مردے کے لئے رحمت[۸] ہے۔ یہ قبریں تاریکی سے بھری ہیں۔ میں اپنی نماز سے انھیں روشن فرمادیتا ہوں[۹]۔ اس کے باوجود زمانہ اقدس میں صدہا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دوسری جگہوں میں وفات پائی۔ شہید ہوئے۔ مگر کسی حدیث میں وارد نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ کیا وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت کے محتاج نہ تھے۔ کیا ان پر رحمت عالم کی شفقت نہ تھی۔ کیا ان کی قبور اپنی نماز سے پرنور فرمانا نہ چاہتے تھے کیا جو مدینہ طیبہ میں فوت ہوتے انھیں کی قبریں اس مبارک روشنی کی محتاج تھیں اور وہی لوگ قابل شفقت تھے اور جگہ فوت ہونے والے نہیں۔ مقتضی ہوتے ہوئے کوئی فعل نہ کرنا۔ اس کی دلیل ہے کہ وہ مشروع نہیں۔ یہی وجہ ہے مدینہ طیبہ

---

۱ ثانی الجنائز باب الصلوۃ علی الجنازۃ فی المسجد ص ۹۸ ۲ الجنائز باب الصلوۃ علی الجنازۃ فی المسجد ص ۱۱۰، ۳ عمدۃ القاری تامی ص ۲۰ ۴ اول الجنائز باب کیف الصلوۃ علی المیت والشفاعۃ لہ ص ۱۲۲ ۵ اول الجنائز باب فضل من صلی علیہ ص ۲۸۲ ۶ ایضا ۷ بخاری اول الجنائز باب الاذن بالجنائز ص ۱۶۷ ابن ماجہ الجنائز باب فی الصلوۃ علی القبر ص ۱۱۱ ۸ ابن ماجہ ایضا ۹ فتاوی رضویہ جلد چہارم بحوالہ ابن حبان ص ۶۹۔ ۱۰ باب الرجل ینعی الی اھل المیت بنفسہ ص ۱۶۷ باب الصفوف علی الجنازۃ ص ۱۷۶ باب الصلوۃ علی الجنازۃ بالمصلی والمسجد ص ۱۷۶

باب التکبیر علی الجنازۃ اربعا ص ۱۷۸۔ المناقب باب موت النجاشی ص ۵۴۸ مسلم الجنائز ابی داؤد الجنائز ترمذی جنائز نسائی الجنائز ابن ماجہ

کے علاوہ دوسری جگہوں کے مسلمانوں نے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ وصال کے وقت پورا عرب مسلمان تھا۔ مگر کسی نے حضور کی نماز غائبانہ نہ پڑھی۔ اسی طرح خلفائے راشدین کی بھی۔ کون امتی ہوگا۔ کہ وہ اس کی تمنا نہ رکھتا ہوگا کہ خاتم الانبیاء رحمت ہر دو سرا کی نماز جنازہ پڑھ کر سعادت حاصل کرے۔ اگر نماز جنازہ غائبانہ مشروع ہوتی تو کیا صحابہ کرام باز رہتے۔ خلفائے راشدین کے عہد مبارک میں ہزار ہا ہزار صحابہ تابعین جہادوں میں شہید ہوئے۔ کیا کہیں مروی ہے کہ خلفائے راشدین نے کبھی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی۔ اگر مشروع ہوتی تو کیوں نہیں پڑھتے۔

**مخالف کے استدلال کا جواب** صرف تین واقعے ایسے ہیں جن سے غائبانہ نماز جنازہ کے مشروع ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ ایک یہی حضرت اصحمہ نجاشی شاہ حبشہ کا۔ دوسرے حضرت معاویہ بن معاویہ لیثی کا۔ تیسرے غزوہ موتہ کے امراء کا۔ یہ تینوں بظاہر غائبانہ نماز تھی مگر حقیقت میں تینوں کے واقعے میں جنازے روئے انور کے سامنے تھے۔

حضرت نجاشی کے جنازے کے بارے میں صحیح ابن حبان[1] میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ تصریح ہے۔

فصلینا خلفه ونحن لانری الا ان الجنازة قدامنا۔ ہم نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم دیکھتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے ہے۔

پھر یہ کہ حضرت نجاشی کے نماز جنازہ پڑھنے میں مصالح تھے وہ حبشہ میں فوت ہوئے۔ وہاں ان کی نماز جنازہ نہ ہوئی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس دور افتادہ غلام پر نماز جنازہ پڑھی نیز کچھ لوگوں کو ان کے مسلمان ہونے میں شک تھا۔ اعلان عام کے ساتھ عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھ کر یہ بتانا مقصود تھا کہ وہ مومن مخلص تھے۔

**بھوپالی صاحب پر تعقب** شوہر ریاست بھوپال ہز ہولی نس نے عون الباری میں اس حدیث کے تحت لکھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ غائب پر نماز جائز ہے۔ اگرچہ جنازہ غیر جہت قبلہ میں ہو اور نمازی قبلہ رو ہو۔ اس پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے یہ تعقب فرمایا۔ یہ اس مدعی اجتہاد کی کورانہ تقلید ہے۔ نجاشی کا جنازہ حبشے میں تھا۔ اور حبشہ مدینہ طیبہ سے جانب جنوب ہے۔ اور مدینہ طیبہ کا قبلہ جنوب ہی کو ہے۔ تو جنازہ غیر جہت قبلہ میں کب تھا۔ ان مجتہد صاحب کا جہل قابل تماشا ہے۔ جن کو سمت قبلہ تک معلوم نہیں۔ پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے جنازہ پر نماز ان کی غیر سمت پڑھنے کا ادعا۔ دوسرا جہل۔ حدیث میں تصریح ہے کہ حضور نے جانب حبشہ نماز پڑھی۔ رواہ الطبرانی عن حذیفة بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

**دوسرا واقعہ** حضرت معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں فوت ہوئے۔ تبوک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کا ایک راوی نوح بن عمرو سکسکی ہے۔ ابن حبان نے اسے حدیث کا چور بتایا۔ ایک سخت ضعیف شخص اسے حضرت انس سے روایت کرتا تھا

---

[1] عمدۃ القاری ثامن ص ۲۴

اس نے اسے بقیہ بن ولید کے سر باندھا۔ یہ حدیث طبقات ابن سعد میں حضرت انس سے دو اور طریقوں سے مروی ہے۔ ایک میں محبوب بن ہلالی مزنی اور دوسرے میں علار بن یزید ثقفی ہے۔ یہ دونوں ضعیف ناقابل احتجاج ہیں علار کے بارے میں امام بخاری نے فرمایا کہ یہ حدیثیں گڑھا کرتا تھا۔ ابن حبان نے کہا یہ حدیث اسی کی گڑھی ہوئی ہے، اس سے چرا کر ایک شامی نے بقیہ سے روایت کی۔ علامہ عبدالبر نے فرمایا۔ اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں۔ دربارۂ احکام اصلا حجت نہیں۔ صحابہ میں کوئی صاحب معاویہ بن معاویہ نام کے معلوم نہیں[1]۔ ابن حبان نے بھی کہا کہ اس نام کے صحابہ میں کوئی صاحب مجھے یاد نہیں۔

ثانیاً فرض کیجئے کہ یہ حدیث اپنی بعض طرق سے ضعیف نہ رہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں اختیار فرمایا۔ یا بفرض غلط، صحیح لذاتہ سہی۔ پھر بھی نہ ہمیں مضر نہ مخالف کو مفید۔ خود اسی میں تصریح ہے کہ جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نظر انور کے سامنے کر دیا گیا۔ تو یہ نماز حاضر پر ہوئی نہ کہ غائب پر۔ طبرانی کی حدیث ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے کہ جبرئیل نے عرض کیا۔ کیا حضور یہ پسند کرتے ہیں کہ میں حضور کے لئے زمین لپیٹ دوں۔ اخیر کے الفاظ یہ ہیں فرمایا۔ ضرور۔ تو انھوں نے اپنے پر زمین پر مارے۔

فرفع له سريره فصلى عليه۔ وخلفه صفان من الملائكة كل صف سبعون الفا۔

اب تو معاویہ کی چارپائی حضور کے سامنے ہو گئی۔ اس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی اور پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں۔ ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔

ابو احمد حاکم کے یہاں یہ الفاظ ہیں۔ جبرئیل امین نے اپنا داہنا بازو پہاڑوں پر رکھا۔ وہ پست ہو گئے۔ اور بایاں بازو زمین پر رکھا وہ برابر ہو گئیں۔ یہاں تک کہ مدینہ ہمیں نظر آنے لگا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جبرئیل اور فرشتوں نے ان پر نماز پڑھی۔

حضرت انس کی حدیث کے الفاظ بطریق محبوب یہ ہیں۔ جبرئیل امین نے عرض کیا۔ کیا حضور ان پر نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں۔ پس جبرئیل نے زمین پر اپنا پر مارا۔ کوئی درخت کوئی ٹیلہ نہ رہا جو پست نہ ہو گیا ہو۔ اور ان کا جنازہ حضور کے سامنے لایا گیا۔ یہاں تک کہ نظر انور کے سامنے ہو گیا۔ اس وقت حضور نے اس پر نماز پڑھی۔ بطریق علاء کے الفاظ یہ ہیں جبرئیل نے عرض کیا حضور ان پر نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین سمیٹ دوں فرمایا ضرور جبرئیل نے ایسا کیا تب حضور نے ان پر نماز پڑھی[2]۔ دونوں احادیث کا سیاق بتا رہا ہے کہ اگر غائبانہ نماز جنازہ درست ہوتی تو پھر زمین لپیٹ کر جنازہ سامنے کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

**واقعہ سوم** امام واقدی نے مغازی میں، عاصم بن عمر اور عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کی۔ جب مقام موتہ میں لڑائی شروع ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اللہ عزوجل نے حضور کے لئے پردے اٹھا دیئے۔ کہ ملک شام اور وہ معرکہ حضور دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں حضور نے فرمایا۔ زید بن حارثہ نے

---

[1] اصابہ جلد ثالث ص ۴۳۷ [2] فتاوی رضویہ جلد چہارم رسالہ الھادی الحاجب۔

علم اٹھایا۔ وہ لڑتا رہا یہاں تک کہ وہ شہید ہوا۔ حضور نے اپنی صلاۃ اور دعا سے نوازا۔ اور صحابہ سے فرمایا اس کے لئے استغفار کرو۔ وہ دوڑتا ہوا جنت میں داخل ہوا۔ حضور نے ارشاد فرمایا پھر جعفر بن ابی طالب نے علم لیا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا۔ انھیں بھی اپنی صلاۃ اور دعا سے نوازا۔ اور ارشاد فرمایا اس کے لئے استغفار کرو۔ وہ دوڑتا ہوا جنت میں داخل ہوا اور اسمیں اپنے پروں سے جہاں چاہتا ہے اڑتا پھرتا ہے۔ اس پر گذارش ہے۔ اولا یہ دونوں طریقوں سے مرسل ہے۔ عاصم بن عمر، قتادہ بن نعمان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اوساط تابعین میں سے ہیں۔ اور عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صغار تابعین سے ہیں۔ حدیث مرسل شوافع اور غیر مقلدین کے یہاں ناقابل احتجاج۔ ثانیا امام واقدی کو شوافع اور غیر مقلدین سخت مجروح اور ناقابل اعتبار مانتے۔ پھر ان کی روایت ان کے نزدیک قابل احتجاج کیسے ہوئی۔ تعجب ہے۔ یہاں اپنے اصول کو خیرباد کہدیا۔ ثالثا عبداللہ بن ابی بکر کے تلمیذ، امام واقدی کے شیخ عبدالجبار بن عمارہ، مجہول ہیں۔ تو یہ مرسل نامعتمد ہوئی۔ رابعا الفاظ حدیث یہ ہیں۔ فصلی علیہ ودعا لہ اس کی کیا دلیل کہ یہاں صلوۃ بمعنی نماز جنازہ متعین۔ اس کا احتمال بھی ہے کہ صلاۃ بمعنی مطلق دعا ہے اور یہ عطف تفسیری ہے۔ تعمیم بعد تخصیص نہیں۔ بلکہ حدیث کا سیاق اسی کی تائید کر رہا ہے کہ کیونکہ مذکور ہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں حضرات کی شہادت کے وقت ممبر پر تشریف فرما تھے۔ کہیں مذکور نہیں کہ منبر سے اتر کر نماز پڑھی پھر منبر پر تشریف لے گئے۔ پھر صحابہ کرام سے نماز پڑھنے کو نہیں فرمایا۔ اور نہ کہیں مذکور کہ صحابہ نے نماز پڑھی۔ اگر یہ نماز جنازہ تھی تو صحابہ نے کیوں نہیں پڑھی۔ بلکہ نماز غائبانہ جائز ماننے والوں کے طور پر یہاں صلاۃ بمعنی دعا متعین کیونکہ وہ شہدا پر نماز غائبانہ نہیں مانتے۔ جیسے شہدا احد پر وارد صلاۃ کو بمعنی دعا۔ امام نووی، علامہ قسطلانی، علامہ سیوطی قدس اللہ اسرارہم مانتے ہیں۔ حالانکہ فصلی علی احد صلاتہ علی المیت[1] مذکور ہے۔

**شوکانی صاحب پر رد** وہابیہ کے بعض جاہلان بیخرد جیسے شوکانی صاحب نیل الاوطار، یہاں اپنی شان اجتہاد دکھانے کو یوں گلفشانی کرتے ہیں کہ صلوۃ بمعنی نماز حقیقت شرعیہ ہے۔ اور حقیقت سے بلا دلیل عدول جائز نہیں۔ سبحان اللہ۔ دعوی اجتہاد اور اتنی بھی خبر نہیں کہ صلاۃ بمعنی ارکان مخصوصہ۔ حقیقت شرعیہ ہے نہ بمعنی نماز جنازہ نماز جنازہ میں رکوع سجود قعود بالاجماع نہیں۔ اور قرأت ہمارے یہاں نہیں۔ اسی لئے علماء نے فرمایا کہ نماز جنازہ صلوۃ مطلقا نہیں۔ اور تحقیق یہ کہ دعا مطلق اور صلوۃ مطلقہ کے درمیان برزخ ہے۔ اسی لئے علامہ بدرالدین محمود عینی نے فرمایا کہ نماز جنازہ پر صلاۃ کا اطلاق مجازا ہے۔

اس کی مکمل محقق بحث دیکھنی ہو تو اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا رسالہ الہادی الحاجب عن صلوۃ الجنازۃ علی الغائب کا مطالعہ کریں۔ ہم نے اسی کی چند سطروں کا اقتباس درج کر دیا ہے جو بحمدہ تبارک وتعالیٰ کافی شافی ہے۔

**تکبیرات** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں۔ اخیر میں اسی پر عمل درآمد برقرار رہا۔ نماز جنازہ میں دیگر نمازوں کی طرح ہمارے یہاں دو سلام ہے۔ مگر جمہور کے یہاں ایک۔ اس حدیث میں سلام مذکور

---

[1] ابوداؤد ثانی الجنائز باب الصلوۃ علی القبر بعد حین ص ۱۰۳،

۷۳۷ حدیث عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وَسَلَّمَ اَخَذَ الرَّایَۃَ زَیْدٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَھَا جَعْفَرٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَھَا

خبر دی کہ علم زید نے لیا اور وہ شہید کر دیئے گئے پھر جعفر نے لیا اور وہ بھی شہید کر دیئے گئے

عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ رَوَاحَۃَ فَاُصِیْبَ وَاِنَّ عَیْنَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

پھر عبداللہ بن رواحہ نے لیا اور وہ بھی شہید کر دیئے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نہیں، مگر سعید بن مسیب کی حدیث جو ابن جبیب عن مطرف عن مالک مروی ہے۔ اس میں ہے۔

۷۳۷ تشریحات مناقب مغازی کی روایت میں ابتدائی کلمات یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زید، جعفر عبداللہ بن رواحہ کی خبر آنے سے پہلے ہی ان کے بارے میں بتا دیا کہ یہ لوگ شہید کر دیئے گئے۔ اخیر میں ہے کہ پھر علم اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لیا۔ اللہ نے اس کے ہاتھ فتح عطا فرمائی، الجہاد میں، درمیان میں ہے مجھے یاد ہے یہ فرمایا کہ انھیں ہمارے پاس رہنے میں خوشی نہیں۔ یعنی شہادت کے بعد انھیں جو اعزاز و اکرام ملا ہے اس کے بعد بہ نسبت یہاں کے وہیں خوش ہیں۔

غزوہ موتہ بیت المقدس سے دو منزل کے فاصلے پر بلقا کے ادھر موتہ نامی ایک مقام ہے۔ یہاں یہ جنگ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں ہوئی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ بصریٰ کے حاکم یا قیصر کے پاس ایک مفاوضہ عالیہ ارسال فرمایا تھا۔ انھیں شرحبیل بن عمرو نے شہید کر دیا تھا۔ یہ اگرچہ عربی نژاد تھا مگر قیصر کے ماتحت اس علاقے کا حکمراں تھا۔ اُس دور میں بھی قاصدوں کا قتل کرنا بہت بڑا جرم تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرحبیل بن عمرو کی تادیب کے لئے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں تین ہزار کی فوج ترتیب دیکر بھیجا، ہدایت فرما دی اگر زید شہید ہو جائیں تو علم جعفر بن ابی طالب لیلیں اور وہ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ لے لیں۔ اسے ایک یہودی نے سنا تو کہا۔ اگر یہ نبی ہیں تو تم تینوں اس جنگ میں مارے جاؤ گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ ہم نے جعفر بن ابی طالب کو شہیدوں میں تلاش کیا تو دیکھا کہ ان کے جسم پر نیزے اور تیر کے نوے زخم تھے سب سامنے تھے پیچھے ایک بھی نہ تھا۔ جب داہنا ہاتھ کٹا تو علم بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ یہ بھی کٹ گیا تو دونوں کٹے ہوئے ہاتھ سے علم تھاما۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اس دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹی ایک یمنی تلوار رہ گئی۔

زید بن حارثہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے آزاد کردہ غلام تھے حضور نے ان کو اپنا متبنّیٰ بنا لیا تھا۔ اور انھیں زید بن محمد کہا جاتا تھا۔ جب آیہ کریمہ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ۝ نازل ہوئی۔ تو بند ہوا۔ ان کے والد انھیں لینے کے لئے آئے۔ مگر حضور کو چھوڑ کر نہیں گئے۔ یہ حضور

وَسَلَّمَ لَتُنْذِرَانِ ثُمَّ اَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ مِنْ غَيْرِ اِمْرَةٍ فَفُتِحَ لَهٗ ؏ه

کی دونوں آنکھوں سے آنسو رواں تھے (اور فرمایا) پھر علم خالد بن ولید نے بغیر حکم کے لیا۔ انھیں فتح نصیب ہوئی۔

۷۳۸ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَاتَ اِنْسَانٌ كَانَ

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ ایک صاحب وفات کر گئے۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ فَمَاتَ بِاللَّيْلِ فَدَفَنُوْهُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تھے وہ رات میں فوت ہو گئے

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنے پیارے تھے کہ اپنی پھوپھی کی صاحبزادی حضرت زینب سے پہلے ان کا نکاح کیا تھا۔ صحابہ کرام میں یہ فخر صرف انھیں کو حاصل ہے کہ قرآن کریم میں ان کا نام مذکور ہے۔ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا۔

**جعفر بن ابی طالب** یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی ہیں۔ پہلے حبشہ ہجرت کی وہاں امیر المہاجرین رہے۔ پھر غزوہ خیبر کے موقع پر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

**حضرت عبداللہ بن رواحہ** یہ قبیلہ خزرج کے ممتاز فرد اور لیلۃ العقبہ کے نقباء میں تھے۔ بہت خوش گو شاعر بھی تھے۔

اللھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

اگر حضور نہ ہوتے تو نہ ہم ہدایت پاتے نہ صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے۔ انھیں کا ہے

**حضرت خالد بن ولید** دنیا کے مانے ہوئے سپہ سالار جنھوں نے کسی معرکے میں کبھی شکست نہیں کھائی جنھیں خود رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیف اللہ فرمایا۔ جنکی شمشیر خارا شگاف نے روم جیسی عظیم طاقت کے پرزے اڑا دیئے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے۔ نیز اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص یہ دیکھے کہ مسلمانوں کا اجتماعی یا انفرادی نقصان ہو رہا ہے اور اس میں صلاحیت ہے کہ وہ انکا کام سرانجام دے تو نقصان نہ ہوگا تو اسے از خود بغیر کسی کی دعوت و سپردگی کے وہ کام انجام دینا چاہیئے۔ بلکہ یہ ایک حد تک واجب ہے۔ یہ حدیث بخاری میں مختصر ہے۔ کتب سیر میں مفصل ہے۔ اسی سے شوافع اور آجکل کے غیر مقلدین غائبانہ نماز جنازہ کے جواز پر دلیل لاتے ہیں۔ اس کا جواب پہلے گزر چکا۔

**تشریحات** ۷۳۸ علامہ عینی نے فرمایا۔ کہا گیا ہے کہ یہ صاحب طلحہ بن براء بن عمیر بلوی انصار کرام کے حلیف تھے۔ جیسا کہ طبرانی نے حصین بن رجوح انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ طلحہ بن براء بیمار ہوئے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ع۵ باب الرجل ینعی الی اھل المیت ص ۳۰ الجہاد باب من تامر فی الحرب من غیر امرۃ ص ۴۳۱ المناقب باب علامات النبوۃ ص ۵۱۲ باب خالد بن الولید ص ۵۳۱۔ ثانی المغازی۔ باب غزوۃ موتہ ص ۶۱۱ نسائی الجنائز۔

لَيْلًا فَلَمَّا أَصْبَحَ أَخْبَرُوهُ فَقَالَ مَا مَنَعَكُمْ أَنْ تُعْلِمُونِي قَالُوا

اور لوگوں نے رات ہی میں دفن کر دیا جب صبح ہوئی تو حضور کو باخبر کیا۔ فرمایا تمھیں کس چیز نے مجھے

كَانَ اللَّيْلُ فَكَرِهْنَا وَكَانَتْ ظُلْمَةٌ أَنْ نَشُقَّ عَلَيْكَ فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ ع

بتانے سے روکا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ رات تھی اور اندھیرا تھا ہمنے یہ پسند نہیں کیا کہ حضور کو مشقت میں ڈالیں تو حضور انکی قبر پر آئے اور نماز جنازہ

ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ طلحہ مرنے والے ہیں۔ مجھے خبر کرنا اور جلدی کرنا۔ ابھی حضور بنی سالم بن عوف میں نہیں پہنچے ہوں گے کہ وہ وفات پا گئے۔ اور جب رات ہو گئی تو طلحہ نے اپنے گھر والوں سے کہدیا تھا کہ جب میں مرجاؤں تو دفن کر دینا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مت بلانا۔ اس لئے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ حضور کو یہودیوں سے کوئی گزند نہ پہنچ جائے۔ صبح کے وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتایا گیا۔ تو تشریف لائے اور ان کی قبر پر کھڑے ہوئے اور لوگوں نے بھی صف بندی کی۔ پھر حضور نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔ اے اللہ طلحہ سے اس طرح ملاقات کر کہ وہ بھی ہنستا ہوا ہو اور تو بھی۔ یعنی تو اس سے خوش ہو۔ ابو داؤد[1] میں بھی یہ حدیث اختصار کے ساتھ مذکور ہے۔

ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس حدیث میں۔ انسان سے مراد بھی حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں۔

جب مردے کو نماز جنازہ پڑھ کے دفن کیا گیا ہو تو اس کی قبر پر نماز جنازہ جائز نہیں۔ اور جہاں مذکور ہے اس سے مراد صلوۃ یعنی دعا ہے۔ جیسا کہ ابھی طبرانی کی حدیث گذری جسمیں تشریح ہے کہ صف بندی بھی ہوئی مگر حضور نے نماز جنازہ نہیں پڑھی بلکہ صرف دعا مانگی۔ طبرانی کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں فرمایا کہ نماز جنازہ کے بعد بھی قبر پر نماز پڑھنا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔ دوسرے کو جائز نہیں۔ اور تخصیص کی دلیل وہ حدیث ہے کہ فرمایا۔ یہ قبریں تاریکی سے پُر رہتی ہیں میں اپنی نماز سے انھیں روشن فرما دیتا ہوں۔ جیسا کہ ابن حبان کی روایت گزر چکی۔ ظاہر ہے کہ اگر قبر پر نماز جائز ہوتی تو امت خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار پُر انوار پر اور صحابہ کرام اور اسلاف کے مزارات پر ضرور نماز پڑھتی۔ اس فضل سے کیوں محروم رہتی۔ ہاں اگر کسی کی نماز جنازہ نہ ہوئی ہو تو جب تک اس کا ظن غالب نہ ہو کہ میت پھول پھٹ گئی ہوگی پڑھ سکتے ہیں امام ابو یوسف نے تین دن تک اجازت دی ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ یہ میت اور موسم اور زمین کے لحاظ سے کم و بیش ہو سکتا ہے۔

---

ع باب الاذن بالجنازۃ ص ۱۶۷ باب ما قیل فی اولاد المسلمین ص ۱۸۴ مسلم الجنائز۔ ابو داؤد الجنائز۔ ترمذی الجنائز۔ نسائی الجنائز۔ ابن ماجہ الجنائز۔

[1] ثانی۔ الجنائز باب تعجیل الجنائز ص ۹۴

۷۳۹ عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

**حدیث** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ النَّاسِ مِنْ مُّسْلِمٍ یَّتَوَفّٰی لَہٗ ثَلٰثَۃٌ لَمْ یَبْلُغُوا

نے ارشاد فرمایا جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں تو اللہ اسے اپنی رحمت

اَلْحِنْثَ اِلَّا اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ بِفَضْلِ رَحْمَتِہٖ اِیَّاھُمْ ؏۵

بے غایت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔

**تشریحات** ۷۳۹ چھوٹے بچوں کی جدائی کا داغ ایسا ہے جس سے شاید ہی کوئی بچا ہو۔ یہ زخم ایسا سنگین ہے کہ زندگی بھر مندمل نہیں ہوتا۔ اس لئے اس سلسلے میں ۲۹ صحابہ کرام سے احادیث مروی ہیں۔ ان سب کے مضمون متقارب ہیں۔ علامہ بدرالدین محمود عینی قدس سرہٗ نے ان سب احادیث کو بیان فرمایا ہے۔

امام بخاری نے یہاں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث بھی ذکر فرمائی ہے۔ جو جلد اول ص ۳۹۲ پر گزر چکی ہے۔ جس میں فرمایا کہ جس عورت کے تین بچے آگے چلے جائیں تو وہ اسے جنت میں داخل کریں گے۔ ایک بیوی نے عرض کیا اور دو یا رسول اللہ تو فرمایا اور دو بھی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ زائد ہے۔ جو بلوغت کو نہ پہنچے ہوں۔ ان دونوں حدیثوں میں تھوڑا سا فرق ہے۔ حضرت ابوسعید کی حدیث میں مخاطب عورتیں ہیں جس سے شبہہ ہوتا ہے کہ یہ ثواب انھیں کے لئے ہے۔ مگر اس تخصیص کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نے ختم کر دیا۔ کہ فرمایا۔ ما من الناس من مسلم کسی بھی مسلمان کے تین بچے۔ حضرت انس کی حدیث میں تین مذکور ہیں۔ مگر حضرت ابوسعید کی حدیث میں تین کی تحدید نہیں۔ دو کے لئے بھی یہی ارشاد ہے۔ حضرت ابوسعید کی حدیث میں ولد مذکور ہے۔ جو بالغ اولاد کو بھی شامل ہے۔ اس تعمیم کو حضرت انس کی حدیث نے ختم کر دیا۔ کہ فرمایا۔ لم یبلغوا الحنث۔ جو بلوغت کو نہ پہنچے ہوں۔ دو کی بھی تخصیص نہیں۔ ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو تین نابالغ بچے کو آگے بھیجدے وہ اس کے لئے مضبوط قلعے ہونگے۔ اس پر حضرت ابوذر نے عرض کیا، میں دو بھیج چکا ہوں تو فرمایا، اور دو بھی۔ اب اُبَیّ بن کعب سید القراء نے عرض کیا میں ایک بھیج چکا ہوں تو فرمایا، ایک بھی۔[۱] اسی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جس کے دو بچے پیشرو ہو چکے ہوں گے۔ وہ اسے جنت میں داخل کریں گے۔ اس پر حضرت عائشہ نے عرض کیا، اور آپ کی امت میں سے جس کے ایک گیا ہو تو۔ فرمایا۔ اے خیر کی توفیق یافتہ جس کے ایک ہوں وہ بھی۔ پھر عرض کیا، اور جس کے ایک بھی نہ ہوں تو فرمایا۔ میں اپنی امت کا پیشرو ہوں

---

ع۵ باب فضل من مات له ولد ص ۱۶۷ نسائی الجنائز ابن ماجة الجنائز۔

[۱] اول الجنائز باب فی ثواب من قدم ولدا ص ۱۲۶ ابن ماجة الجنائز باب ماجاء فی ثواب من اصیب بولدہ ص ۱۱۶

حدیث ۷۴۰ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَمُوْتُ لِمُسْلِمٍ ثَلٰثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَیَلِجَ النَّارَ اِلَّا

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی مسلمان کے تین بچے

تَحِلَّةَ الْقَسَمِ ۵

مریں اور وہ جہنم میں جائے۔ مگر قسم پوری ہونے کیلئے۔

اور محمد جیسا پیشرو ہرگز نہ پائیں گے[1]

بلکہ ابن ماجہ[2] میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ ناتمام گرا ہوا بچہ اپنے نال سے اپنی ماں کو گھسیٹ کر جنت میں لے جائیگا، اگر وہ روکی گئی تو۔ نیز اسی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کچے بچے کے ماں باپ اگر جہنم میں جائیں گے تو یہ اپنے رب سے جھگڑا کریگا تو اس سے کہا جائیگا، اے اپنے رب سے جھگڑنے والے کچے بچے اپنے والدین کو جنت میں داخل کر تو یہ اپنی نال سے انھیں گھسیٹ کر جنت میں لے جائے گا[3]

تشریحات ۷۴۰ حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث اور حضرت ابوسعید کی حدیث میں لم یبلغوا الحنث کی قید نہیں۔ اس لئے بعض علماء نے فرمایا کہ بالغ اولاد کو بھی شامل ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔ جب دوسری احادیث میں یہ قید ہے تو وہ ضرور ملحوظ ہوگی۔ اس کے پہلی والی حدیث کے آخر اور کتاب العلم میں خود حضرت ابوہریرہ کا ارشاد مذکور ہے، لم یبلغوا الحنث۔ جو بچہ جنون کی حالت میں بالغ ہوا اور اسی حال میں مرگیا وہ بھی اس میں داخل ہے۔ رہ گئے پوتے اور نواسے، تو اس پر اتفاق ہے کہ نواسے اور نواسیاں داخل نہیں۔ اس لئے کہ ولد کا اطلاق ان پر نہیں ہوتا۔ رہ گئے پوتے پوتیاں، تو ان میں کلام ہے۔ نسائی[4] میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث بطریق حفص بن عبید اللہ مروی ہے۔ اس میں یہ ہے:۔ من احتسب ثلثة من صلبه دخل الجنة۔ جو اپنی صلب کی تین اولاد کے مرنے پر ثواب کی امید رکھے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اسی طرح عثمان[5] بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی حدیث میں ہے۔ من سلف بین یدیه ثلثة من صلبه فی الاسلام۔ جو اسلام میں تین اپنی صلب کی اولاد کو آگے بھیجدے۔ ان احادیث کے ظاہر سے یہی معلوم ہو رہا ہے کہ پوتے پوتیاں ان میں داخل نہیں۔ مگر علامہ عینی نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ بھی داخل ہیں اس تقدیر پر من صلبه کی قید اولاد بنات کے اخراج کے لئے ہوگی۔ بخاری کی حضرت انس والی حدیث نیز اور کثیر احادیث میں من مسلم فی الاسلام۔ مومن مومنہ وغیرہ کی قید سے معلوم ہوا کہ یہ ثواب صرف اس کے لئے ہے۔ جس کے اسلام کی حالت میں بچے

---

۵ باب فضل من مات له ولد فاحتسب ص ۱۶۷ مسلم ادب ابن ماجه الجنائز۔ [1] اول الجنائز باب فی ثواب من قدم ولدا ص ۱۲۶ [2] الجنائز باب ما جاء فیمن اصیب بسقط ص ۱۱۶ [3] اول الجنائز باب من احتسب ثلثة من صلبه [4] عمدة القاری تا من بحوالہ طبرانی ص ۲۸۔ ص ۲۶۴

**حدیث ۷۴۱** حَدَّثَنَا ثَابِتُ الْبُنَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ

ثابت بنانی نے کہا میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

فوت ہوئے ہوں۔ اور اگر قبل اسلام ہوئے ہوں تو نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں جائیں گے۔ حتی کہ وہ کچا بچہ بھی۔ کفار کے بچوں کے بارے میں صحیح مذہب توقف ہے۔ جس کی بحث اپنے موقع پر آئے گی۔

**تحلۃ القسم** سے مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔

وَإِنْ مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا۔

اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر جہنم پر نہ ہو۔ یہ تمہارے رب پر (اس کی) لازم کردہ طے شدہ بات ہے۔ پھر (ہم سے) ڈرنے والوں کو ہم نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرتا ہوا چھوڑ دیں گے۔

سورہ مریم (۷۱ - ۷۲)

**تحلۃ القسم**... قسم پوری ہونے سے مراد یہی ہے۔ یہاں حقیقی قسم مراد نہیں مگر جیسے قسم کھانے والا قسم کھا کر اپنے اوپر وہ بات لازم کر لیتا ہے جو اس پر لازم نہیں ہوتی۔ اسی طرح اللہ عزوجل نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ ہر شخص کو جہنم پر گزارے گا۔ حالانکہ اس پر کچھ لازم نہیں۔ اس لئے اسے "تحلۃ القسم" سے تعبیر کیا۔ یا تحلۃ القسم سے مراد تھوڑی دیر ہے۔ جتنی دیر میں قسم پوری ہوتی ہے۔ وہ محض ایک آن ہے۔ کسی نے قسم کھائی۔ میں آج فلاں کے گھر جاؤں گا تو جس آن گھر کے اندر داخل ہوا قسم پوری ہو گئی۔ اگرچہ گھر میں جاتے ہی فوراً واپس ہو جائے، چند سکنڈ بھی نہ ٹھہرے۔ مراد یہ ہے کہ ایک آن کے لئے۔ یہاں جہنم میں ورود سے کیا مراد ہے۔ اس میں صحیح اور راجح امام حسن بصری اور حضرت قتادہ کا قول ہے کہ پل صراط پر گزرنا مراد ہے۔ جس کی پوری تفصیل ۵۱۴ پر گزر چکی۔ اس کی دلیل حضرت عبدالرحمن بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جسے طبرانی[1] نے کبیر میں روایت کیا کہ فرمایا کہ جس کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں وہ جہنم میں ہرگز نہیں جائیگا مگر جیسے راہ چلتا انسان۔ مراد یہ ہے کہ۔ صرف گزر ہوگا۔ کچھ بزرگوں نے فرمایا کہ اس سے مراد جہنم میں داخل ہونا ہے۔ ان حضرات کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام احمد[2] امام حاکم نے روایت کیا ہے کہ فرمایا۔ الورود۔ داخل ہونا ہے۔ کوئی بھی ایسا نہیں خواہ نیک ہو خواہ بد ہو، جو جہنم میں نہ داخل ہو۔ اس وقت جہنم مومنین پر ٹھنڈی اور سلامت ہو جائے گی۔ ترمذی[3] میں امام سدی سے ہے کہ میں نے ہمدانی سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ جہنم میں جائیں گے پھر اس سے اپنے اپنے اعمال کے مطابق نکلیں گے پہلی جماعت بجلی کی لپک کی طرح، پھر ہوا کی طرح، پھر گھوڑے کی دوڑ کی طرح، پھر سوار کی طرح پھر دوڑتے ہوئے، پھر چلتے ہوئے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ شعبہ نے بھی اسے سدی سے روایت کیا مگر اسے مرفوع نہیں کیا۔

**تشریحات ۷۴۱** عندالقبر مسلم کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قبر اس کے بچے کی تھی۔ اس میں ہے تبکی علی صبی لھا

---

[1] عمدۃ القاری ثامن ص ۳۴ [2] مسند جلد ثالث ص ۳۲۹ [3] ثانی التفسیر سورہ مریم ص ۱۴۵ [4] جلد ثالث ص ۲۷۱

تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ لِاِمْرَاَةٍ مِّنْ اَهْلِهٖ تَعْرِفِيْنَ فُلَانَةَ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ

سنا اپنی ایک اہلیہ سے فرماتے تھے تم فلانہ کو پہچانتی ہو انھوں نے عرض کیا ہاں

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهَا وَهِيَ تَبْكِيْ عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ

فرمایا بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرے اور یہ ایک قبر کے پاس رو رہی تھی

اِتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ فَقَالَتْ اِلَيْكَ عَنِّيْ فَاِنَّكَ خِلْوٌ مِّنْ مُّصِيْبَتِيْ قَالَ

تو فرمایا اللہ سے ڈر اور صبر کر تو اس نے کہا میرے پاس سے جاؤ تم پر میری مصیبت نہیں پڑی ہے

یحییٰ بن کثیر کی مرسل میں جسے عبدالرزاق نے روایت کیا۔ اس کی تصریح ہے۔ اس میں ہے۔ قد اصیب بولد ھا۔ غالباً اس عورت کا رونا زور زور سے یا چیخ چیخ کر تھا۔ یحییٰ بن کثیر کے مرسل میں ہے۔ لتسمع فیھا ما یکرہ فوقف علیھا بغیر آواز کے رونے کی اجازت ہے۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ اگر بغیر آواز کے روتی ہوتیں تو منع نہ فرماتے۔

**الیك عنی** الیك اسم مصدر ہے معنی میں تنحّ کے ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے ما تبالی بمصیبتی تمہیں میری مصیبت کی کیا پرواہ۔ مسند ابو یعلی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں۔ انا الحری الثکلی ولو کنت مصابا عذرتنی۔ میں وہ عورت ہوں جس کا بچہ مرگیا ہے۔ اگر تمہیں میری مصیبت پہنچی ہوتی تو مجھے معذور رکھتے۔

**فمر بھا رجل** طبرانی کی اوسط میں بطریق عطیہ حضرت انس ہی سے ہے۔ کہ یہ صاحب فضل بن عباس تھے۔ مسند ابو یعلی میں ہے کہ انھوں نے اس سے پوچھا۔ کیا تو انھیں پہچانتی ہے؟ تو اس نے کہا نہیں۔ مسلم میں ہے کہ جب اس نے یہ جان لیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ تو شرمندگی اور ہیبت کی وجہ سے اس پر موت جیسی حالت طاری ہوگئی۔

**فلم تجد بوابا** عام حالات میں کوئی دربان نہیں رہتا تھا مگر کبھی کبھی خاص حالات میں رہا کرتا تھا جیسا کہ حدیث ایلاء میں بتصریح مذکور ہے۔

**اول صدمہ** جنائز کی روایت میں ہے۔ انما الصبر عند الصدمۃ الاولی۔ صدمہ کے معنی کسی چیز سے ٹکر لگنے کے ہیں۔ چونکہ مصیبت سے بھی دل کو ایک دھچکا لگتا ہے۔ اس لئے مصیبت کے اثر کو صدمہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہاں صبر سے مراد صبر کامل ہے۔ جس پر ثواب مرتب ہوتا ہے ورنہ مصیبت خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو رفتہ رفتہ صبر آ ہی جاتا ہے۔ کسی مصیبت پر اجر، صبر جمیل اور حسن نیت ہی پر ہے۔

**مسائل** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو بھی زیارت قبور کی اجازت ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عورت سے یہ نہیں فرمایا کہ تو قبر پر کیوں آئی۔ رونے پر منع فرمایا۔ اگر عورتوں کو زیارت قبور منع ہوتی تو یہ بھی ضرور فرماتے کہ تو یہاں کیوں آئی۔ صحیح یہی ہے کہ ابتداء مرد و عورت دونوں کو منع فرما دیا تھا۔ اور الافزورھا سے دونوں کو اجازت مل گئی۔ البتہ اس زمانے میں عورتوں کو زیارت قبور سے بالکلیہ روک دینا ضروری ہے۔ آجکل کی قبروں

فَجَاوَزَهَا وَمَضٰى فَمَرَّ بِهَا رَجُلٌ فَقَالَ مَا قَالَ لَكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضور نے اسے چھوڑ دیا اور تشریف لے گئے اس کے بعد اس عورت پر ایک صاحب

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَا عَرَفْتُهٗ قَالَ اِنَّهٗ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

گزرے اور پوچھا تم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تو اس عورت نے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَاءَتْ اِلٰى بَابِهٖ فَلَمْ تَجِدْ عَلَيْهِ بَوَّابًا فَقَالَتْ

جواب دیا میں نے انھیں نہیں پہچانا اس مرد نے کہا وہ رسول اللہ تھے اب وہ عورت

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا عَرَفْتُكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور کے دروازے پر آئی وہاں اس نے دربان نہیں پایا اور عرض کیا یا رسول اللہ بخدا

اِنَّ الصَّبْرَ عِنْدَ اَوَّلِ صَدْمَةٍ ؏ہ

میں نے حضور کو پہچانا نہیں۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک صبر صدمے کی ابتدا کے وقت ہے۔

پر رونا دھونا آہ وزاری کریں گی اور محبوبان بارگاہ کے مزارات پر یا تو تعظیم میں غلو کریں گی یا پھر بے ادبی کر بیٹھیں گی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے فتاویٰ رضویہ[1] میں فرمایا:

قبور اقربا پر خصوصًا بحالِ قربِ عہدِ ممات۔ تجدید حزن لازم نساء ہے۔ اور مزارات اولیاء کرام حاضری میں احدی الثنا عتین کا اندیشہ یا ترک ادب یا ادب میں افراط ناجائز تو بسبیل اطلاق منع ہے۔ لہٰذا غنیہ میں کراہت پر جزم فرمایا۔ اقول۔ مگر اب بات اس سے آگے بڑھ چکی ہے خصوصًا اعراس میں مردوں کے ساتھ عام مجمعوں میں دھکے کھاتی پھرتی ہیں۔ بے پردہ انتہائی بے باکی بے حیائی کے ساتھ گھومتی پھرتی ہیں۔ منہ کے علاوہ پورے جسم پر لفافہ لپیٹے دوکانوں پر سودا سلف کرتی پھرتی ہیں۔ ایسی صورت میں کبھی بھی ان کو عرسوں میں جانے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن اس خصوص میں عورتوں سے زیادہ ان کے مردوں کے شوق کو دخل ہے۔ جو مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر اپنی مستورات کی نمائش پر فخر کرتے ہیں۔ اسی بنا پر اکبر الٰہ آبادی نے کہا ہے۔

خدا کے فضل سے بیوی میاں دونوں مہذب ہیں — انھیں غصہ نہیں آتا انھیں پردہ نہیں آتا

عرسوں ہی کی بات نہیں رہی اب تو مسلمان عورتوں میں یہ رواج پڑ گیا ہے کہ وہ برقعے کے نام سے کالا لفافہ جسم پر منڈھے چہرہ کھولے عام طور پر رہتی ہیں۔ غالبًا اس کالے لفافے کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ یہ اعلان کریں کہ ہم مسلمان عورتیں ہیں۔ جو اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف بے پردہ رہنے لگی ہیں۔

---

ع۵ ثانی الاحکام باب لم یکن لہ بواب ص ۱۰۵۹ اول الجنائز باب قول الرجل للمرأۃ عند القبر اصبری ص ۱۶۷ باب زیارۃ القبور ص ۱۴۱ باب الصبر عند الصدمۃ الاولی ص ۱۷۴ مسلم الجنائز ابوداؤد الجنائز ترمذی الجنائز نسائی الجنائز۔ [1] جلد چہارم ص ۱۶۵۔

۲۲۸ وَحَنَّطَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ابْنًا لِسَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت سعید بن زید کے ایک لڑکے کو

وَحَمَلَهٗ وَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

خوشبو لگائی اور اسے اٹھا لیا اور اس پر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

۲۲۹ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْمُسْلِمُ لَا يَنْجُسُ حَيًّا وَّلَا مَيِّتًا

اور مسلمان نجس نہیں ہوتا ہے نہ زندگی میں نہ مرنے کے بعد۔

۲۳۰ وَقَالَ سَعْدٌ لَوْ كَانَ نَجِسًا مَا مَسِسْتُهٗ ؏

اگر ناپاک ہوتا تو میں اسے نہیں چھوتا۔

**۲۲۹،۲۲۸ تشریحات ۲۳**

پہلے اثر کو امام مالک نے موطا[1] میں سند متصل کے ساتھ روایت فرمایا ہے۔ اور دوسرے کو عطا سے اور تیسرے اثر کو حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

**توضیح باب**

ان تعلیقات پر امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا ہے — مردے کو پانی اور بیری سے غسل دینا اور وضو کرانا اس باب میں چار مسائل مذکور ہیں۔ اول۔ میت پاک ہے یا ناپاک۔ دوم۔ میت کا غسل واجب ہے یا سنت۔ سوم وضو کا کیا حکم ہے۔ چہارم خالص پانی سے نہلانا کافی ہے یا بیری کا پانی واجب ہے۔ پہلا مسئلہ بعد والی تعلیقوں سے صراحۃً ثابت ہو رہا ہے اور پہلی تعلیق سے لزوماً۔ وہ اس طرح کہ مردہ اگر ناپاک ہوتا تو غسل سے بھی پاک نہ ہوتا۔ جیسے اور جاندار کو مرنے کے بعد لاکھ نہلائیے پاک نہ ہوں گے۔ پھر حضرت ابن عمر حنوط کیوں ملتے۔ اس لئے کہ نجس کو چھونا جائز نہیں۔

**اقول وباللہ التوفیق**۔ اس پر امت کا اجماع ہے جیسا کہ امام نووی نے تصریح کی ہے کہ میت کو غسل دینا کفن پہنانا اس پر نماز جنازہ پڑھنا اسے دفن کرنا فرض کفایہ ہے۔ اگر ناپاک نہیں تو غسل کی کیا حاجت۔

ہمارے ائمہ احناف نے اس قدر پر اتفاق کے بعد اس میں اختلاف کیا۔ کہ یہ نجاست حقیقی ہے یا حکمی۔ جمہور کا قول ہے کہ یہ حقیقی ہے۔ بدائع میں اسے اظہر فرمایا۔ کافی میں فرمایا یہی صحیح ہے۔ فتح القدیر میں فرمایا یہی اقیس ہے۔ ان حضرات کی دلیل ہے کہ موت سے دم مسفوح جو ناپاک ہے۔ جسم میں رہ گیا۔ اس نے مردے کو نجس کر دیا۔ اسی وجہ سے اگر مسلمان مردہ کنوئیں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہے کل پانی نکالا جائے گا۔ اس کے منہ سے بہا ہوا پانی ناپاک ہے۔ اس پر یہ وارد ہوا کہ پھر غسل سے پاک نہ ہونا چاہئے۔ جیسے اور حیوانات پاک نہیں ہوتے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ مسلمان کو کرامتہً غسل سے پاک مانا گیا۔ اس پر یہ گزارش ہے کہ اس کی کیا ضرورت تھی کہ پہلے اسے مردار کی طرح ناپاک مانا پھر غسل سے پاک۔ مقتضائے کرامت یہ تھا کہ اسے مردار کی طرح ناپاک نہ مانتے۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ المومن لا ینجس[2]۔ مومن ناپاک نہیں ہوتا۔ اور

---

ع ۵ التلویح۔ باب غسل المیت ووضوءہ بالماء والسدر ص ۱۶۷ [1] باب ما لا یجب فیہ الوضوء ص ۹ ۔ [2] رواہ الستۃ عن ابی ہریرۃ واحمد والبخاری والترمذی عن حذیفۃ والنسائی عن ابن مسعود والطبرانی فی الکبیر عن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

| | |
|---|---|
| ۲۳۱ | وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَا بَأْسَ اَنْ يُّنْقَضَ شَعْرُ الْمَرْاَةِ عه |
| ت | اور امام ابن سیرین نے فرمایا۔ عورت کا بال کھولنے میں کوئی حرج نہیں۔ |
| ۲۳۲ | وَقَالَ الْحَسَنُ اَلْخِرْقَةُ الْخَامِسَةُ يُشَدُّ بِهَا الْفَخِذَيْنِ وَالْوَرِكَيْنِ تَحْتَ الدِّرْعِ عه |
| ت | اور امام حسن بصری نے فرمایا۔ کفن کا پانچواں کپڑا وہ ہے جس سے ران اور سرین کرتے کے نیچے باندھا جائے۔ |

امام حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ زیادہ کیا۔ لاحیا ولامیتا۔ نہ زندہ ناپاک ہوتا ہے نہ مردہ۔ حلیہ میں ہے کہ امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے مردے کو نجس مت جانو۔ اس لئے کہ مومن نہ زندہ نجس ہوتا ہے نہ مردہ۔ اور کہا کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ ضیاء الدین نے اپنی کتاب میں کہا، یہ میرے نزدیک صحیح کی شرط پر ہے۔

دوسرے مشائخ نے فرمایا۔ مردے کی نجاست حکمی ہے۔ موت سے غفلت اور استرخاء مفاصل پیدا ہوا جو حدث ہے جیسے نیند اگرچہ بالعرض۔ اس لئے غسل واجب ہوا۔ زندے میں بھی قیاس یہی تھا کہ حدث سے غسل واجب ہوتا۔ مگر حدث بار بار ہوتا ہے اس سے غسل کرنے میں حرج تھا اور مردے میں حرج نہیں۔ علامہ ابن نجیم نے بحر[۵] میں افادہ فرمایا کہ یہ اصح ہے۔ اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے یہ دلیل افادہ فرمائی کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں میت کیلئے تیمم کافی ہے اور تیمم صرف نجاست حکمیہ کے لئے مطہر ہے نہ کہ نجاست حقیقیہ کے لئے۔ ارشاد ہے:

اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا۔ (مائدہ ۶)

یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے آیا ہو یا عورتوں کو چھوئے ہوئے ہو اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی لو۔

اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فتاوی رضویہ[۵۱] جلد اول کے حاشیے میں فرمایا۔ کہ حدیث اس کی نفی کرتی ہے کہ موت سے مردہ نجس ہوتا ہے۔ اسلئے دونوں محققین علامہ شامی، علامہ ابن نجیم نے جو فرمایا اسی کو ترجیح دینی واجب ہے کہ میت کا غسل حدث کی وجہ سے ہے۔ رہ گیا وہ حکم کہ قلیل پانی میں گرنے سے پانی ناپاک ہوجاتا ہے۔ یہ اس پر متفرع ہے کہ اسکی نجاست حقیقی ہے اور ہم بھی اس پر احتیاطاً عمل کرتے ہیں۔ اقول وباللہ التوفیق اسی سے بحمدہ تعالیٰ۔ ان المومنین لاینجس۔ سے استدلال کا جواب بھی واضح ہوگیا کہ اس حدیث میں نجاست سے مراد نجاست حقیقیہ ہے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت جنبی تھے تو اس حدیث میں نجاست حکمیہ کی نفی کسی طرح درست نہیں۔ دوم اس سے ظاہر ہوگیا کہ میت کا غسل واجب ہے۔ سوم وضو مسنون ہے چہارم بیری کے پانی سے غسل دینا بھی مسنون ہے تیسرا اور چوتھا مسئلہ اس حدیث سے ثابت ہے جو اس باب میں ذکر کی ہے۔

**تشریحات ۲۳۱، ۲۳۲** پہلی تعلیق کو سعید بن منصور نے سند متصل کیساتھ روایت کیا۔ علامہ ابن حجر نے دوسری تعلیق کے لئے فرمایا کہ اسے ابن ابی شیبہ نے موصول کیا اس پر علامہ بدرالدین عینی نے فرمایا کہ انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ کس سے اور کہاں اسے

عہ باب نقض شعر المرأۃ ص ۱۶۸ عہ باب کیف الاشعار ص ۱۶۸۔ [۵] باب الانجاس ص ۲۴۵
[۵۱] احسن التعمم ص ۶۱۱۔

۷۴۲ - اَنَّ اَیُّوْبَ اَخْبَرَہٗ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ سِیْرِیْنَ یَقُوْلُ جَاءَتْ اُمُّ

**حدیث** محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک انصاری خاتون جنھوں

عَطِیَّۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اِمْرَاَۃٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ مِنَ اللَّاتِیْ بَایَعْنَ النَّبِیَّ

نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی بصرہ اپنے ایک لڑکے کو تلاش کرنے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدِمَتِ الْبَصْرَۃَ تُبَادِرُ ابْنًا لَّھَا فَلَمْ تُدْرِکْہُ

آئیں۔ جو انھیں ملا نہیں۔ انھوں نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

موصول کیا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں پھر فرمایا کہ جوزنی نے بطریق ابراہیم بن حبیب بن شہید ہشام بن حسان عن حفصہ عن ام عطیہ روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ ہم نے زینب کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا اور ان کو وہ خمار اوڑھایا جو زندگی میں اوڑھنی تھیں رہ گیا وہ پانچواں کپڑا جسے امام حسن بصری نے فرمایا وہ اصل میں سینہ بند ہے جو بیت کے بغل سے لے کر کم از کم گھٹنے تک ہوتا ہے۔

**مطابقت** یہاں باب ہے۔ اشعار کیسے ہے۔ اس کے تحت جو حدیث لائے ہیں اس کے اخیر میں حضرت ایوب کا قول ہے۔ کہ اشعار کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس تہبند کو ان کے جسم پر لپیٹ دو۔ امام حسن بصری کے قول کا یہ مطلب ہے کہ پانچواں کپڑا جسم پر کرتے کے نیچے لپٹا جائے صرف جسم پر لپیٹنے میں مناسبت ہے۔

ہمارے یہاں بھی عورت کو کفن میں پانچ کپڑے دینا مسنون ہے، کرتا، ازار، لفافہ، سینہ بند، خمار۔ البتہ ہمارے یہاں افضل یہ ہے کہ سینہ بند لفافے کے بھی اوپر ہو۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ ازار اور لفافے کے درمیان رہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ کرتے کے اوپر اور ازار کے نیچے ہو[1]

**تشریحات** ۷۴۲ یہ حدیث جلد اول کتاب الاذان ص ۵۰۷، ۸۰۹ پر گزر چکی ہے مگر وہاں اس کا صرف چھوٹا سا حصہ مذکور تھا، اس لئے یہاں اس کا جو سب سے زیادہ مفصل متن تھا اس کو درج کر دیا۔

یہ صاحبزادی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جیسا کہ مسلم[2] میں تصریح ہے۔

**من اللاتی بایعن** اس بیعت کی تفصیل مسلم[3] میں یوں ہے کہ جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ۔ جب مومن عورتیں آپ کے پاس آئیں اور اس بات پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی اور نیکی میں تمہاری نافرمانی نہیں کریں گی۔ ان سے جن باتوں پر بیعت لی تھی اس میں یہ تھا کہ نوحہ نہیں کریں گی۔ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مگر آل فلاں پر۔ اس لئے کہ انھوں نے زمانہ جاہلیت میں میرے ساتھ نوحہ کیا تھا تو فرمایا مگر آل فلاں پر۔ ام عطیہ نے کہا۔ اس بیعت کو پانچ عورتوں کے علاوہ اور کسی نے پوری نہیں کی ان پانچ میں ام سُلیم بھی تھیں۔

---

[1] رد المحتار اول ص ۵۸۰ [2] مسلم اول الجنائز باب فی غسل المیت ثلاثا الخ ص ۳۰۵ [3] اول الجنائز فصل فی نھی النساء عن النیاحۃ ص ۳۰۴۔

فَحَدَّثَتْنَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ

ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم ان کی ایک صاحبزادی کو

نَغْسِلُ اِبْنَتَهٗ فَقَالَ اِغْسِلْنَهَا ثَلٰثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ

غسل دے رہی تھیں تو فرمایا اسے تین یا پانچ بار اگر ضرورت سمجھو تو اس سے بھی زیادہ

رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَّاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا فَاِذَا

مرتبہ پانی اور بیری سے غسل دو اور اخیر میں کافور ملالو اور جب

فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ قَالَتْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حِقْوَهٗ فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا

فارغ ہو جاؤ مجھے خبر دینا انھوں نے کہا جب ہم غسل دے چکیں تو حضور نے اپنا تہبند ہماری طرف

**تبادر ابنالها** تیزی سے آئی تھیں۔ اپنے ایک بیٹے کے لئے جو گھر سے چلے آئے تھے مگر وہ جب بصرہ آئیں تو نہیں ملے۔ یا تو وہ کہیں چلے گئے یا ان کا وصال ہو گیا۔

**او اکثر ذلك** ہشام بن حسان کی جو روایت حضرت ابن سیرین کی بہن حفصہ سے ہے۔ اس میں یہ ہے۔ اسے طاق بار غسل دو۔ تین یا پانچ بار۔ ایوب عن حفصہ کی روایت میں یہ ہے۔ ثلثا او خمسا او سبعا۔ تین یا پانچ یا سات بار۔ سات بار سے زائد عام روایت میں نہیں۔ البتہ ابو داؤد[1] کی ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ سات بار یا اس سے بھی زیادہ اگر تم اس کی ضرورت سمجھو۔

**ان رایتن ذلك** یعنی اگر تین سے زائد پانچ یا سات مرتبہ دھونے کی حاجت تم سمجھو تو وہ عدد پورا کرو۔ یعنی اگر تین سے کما حقہٗ غسل نہ ہو سکے تو پانچ بار دھوؤ اور اگر اس سے بھی کما حقہٗ غسل نہ ہو تو سات مرتبہ اور اگر اس سے اچھی طرح غسل نہ ہو سکے تو اور عدد بڑھا دو۔

میت کو ایک بار غسل دینا فرض ہے۔ اور تین بار سنت ہے۔ اور بوقت ضرورت اس سے زائد میں بھی حرج نہیں۔ حتیٰ کہ سات مرتبہ سے بھی زائد میں حرج نہیں۔ بلا ضرورت تین بار سے زائد غسل دینا مکروہ ہے۔ اس میں پانی کی فضول خرچی ہے[2]۔

**اشعرنها** اشعار کے معنی ہیں، کپڑے کو بدن کے متصل بلا کسی حائل کپڑے کے لپیٹنا۔ حفصہ کی روایت میں یہ زائد ہے کہ ہمنے کنگھی سے ان کے بال کے تین حصے کئے۔ دوسری روایت میں انھیں سے یوں ہے کہ عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے بال کے تین حصے کئے۔ اسے کھولا پھر دھویا۔ پھر تین حصے کئے۔ یہ اس لئے کیا کہ پانی بال کی جڑوں میں پہونچ جائے۔ ہمارے یہاں میت کے بال کو کنگھی کرنا نہیں چاہئے کہ یہ زینت ہے۔ اور میت کی زینت کے کیا معنی۔ اور عورت کے بالوں کو دو حصے کر کے سینے پر ڈال دیا جائیگا۔

**لا ادری ای بناته** یہ حدیث کے راوی، ایوب کا قول ہے۔ گزر چکا کہ مسلم میں ہے کہ یہ حضرت علیحدہ زینب رضی اللہ

[1] ثانی الجنائز باب کیف غسل المیت ص ۹۳ ؛ [2] رد المحتار اول ص ۵۷۵۔

إِيَّاهُ وَلَمْ تَزِدْ عَلَى ذٰلِكَ وَلَا أَدْرِي أَيُّ بَنَاتِهِ وَزَعَمَ أَنَّ الْإِشْعَارَ أَلْفَفْنَهَا

پھینک دیا۔ اور فرمایا اسے جسم پر لپیٹ دینا انھوں نے اس سے زیادہ نہیں بیان کیا۔ اور میں نہیں جانتا کہ یہ کونسی صاحبزادی تھیں

فِيهِ وَكَذٰلِكَ كَانَ ابْنُ سِيرِينَ يَأْمُرُ بِالْمَرْأَةِ أَنْ تُشْعَرَ وَلَا تُؤْزَرَ ۵ھ

اور گمان کیا کہ اشعار کا متعلق ہے کہ لپیٹ دو اور ابن سیرین یہی حکم دیتے تھے کہ عورت کو کپڑے میں لپیٹا جائے۔ تہبند نہ باندھا جائے۔

۲۳۳ قَالَ وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ نَاصِيَتُهَا وَقَرْنَيْهَا ۔ ۵ھ

تین حصے یہ تھے سر کے اگلے حصے کے بال اور سر کے دونوں کناروں کے بال۔

تعالیٰ عنہا تھیں۔ مسلم کی روایت حفصہ ہی سے ہے مگر وہ عاصم احول سے ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ جیسا کہ ابوداؤد میں لیلیٰ بنت قانف ثقیفہ سے مروی ہے کہ ان عورتوں میں سے تھیں جنھوں نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غسل دیا تھا سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازار دیا پھر کرتا پھر لفافہ پھر وہ ایک اور کپڑے میں لپیٹی گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دروازے کے پاس بیٹھے تھے۔ حضور کے پاس ان کے کفن تھے جنھیں یکے بعد دیگرے عطا فرماتے تھے مگر یہ خود حدیث کی راویہ حضرت حفصہ ہی نے تصریح کر دی کہ یہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ تو اب دوسری روایتوں کی بنا پر اس حدیث کی مراد کی تعیین درست نہیں۔ حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ الگ ہے۔ دونوں میں واقعات کی تفصیل الگ الگ مذکور ہے۔ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ واقعہ حضرت سیدہ ام کلثوم کا اس لئے نہیں ہو سکتا کہ ان کا وصال غزوہ بدر کے موقع پر ہوا تھا جبکہ حضور ابھی واپس نہیں ہوئے تھے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ اور بالکل صحیح فرمایا کہ اس موقع پر حضرت سیدہ رقیہ کا وصال ہوا تھا۔ حضرت سیدہ ام کلثوم کا تو ابھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نکاح بھی نہیں ہوا تھا۔ حضرت ام کلثوم کا وصال سنہ ۹ھ میں ہوا ہے۔ حضرت سیدہ زینب کا سنہ ۸ھ میں اور حضرت سیدہ رقیہ کا سنہ ۲ھ میں۔ بعض حضرات نے یہ کہا چونکہ ام عطیہ ہی نے سیدہ ام کلثوم کو بھی غسل دیا تھا اسلئے یہ سیدہ ام کلثوم ہی ہیں۔ گویا ان کے خیال میں ایک خاتون دو میت کو غسل نہیں دے سکتیں۔ بعض بزرگوں نے ابوداؤد والی حدیث کو ضعیف بتا کر مسلم کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ دونوں میں تعارض ہے نہ ترجیح کی حاجت اور واقعات عالم میں وہ ضعف جو انھوں نے بتایا ہے قابل احتجاج ہونے سے روایت کو ساقط نہیں کرتا۔ وہ ضعف میں یہ بتایا کہ اس کے ایک راوی نوح بن کلیم مجہول ہیں۔ اور ایسے راوی ہیں جو مشہور نہیں۔ اور محمد بن اسحاق میں۔ گزر چکا کہ محمد بن اسحٰق ثقہ ہیں اور جہالت راوی یہاں مضر نہیں۔

بعض روایتوں میں یہ زائد ہے کہ آخر میں کافور ملالیں۔ اور اخیر میں ہے کہ ہم نے ان کی تین چوٹیاں بنائیں۔ اور انھیں پیچھے

---

ع۴ باب کیف الاشعار ص ۱۶۸، الوضوء باب التیمن فی الوضوء والغسل ص ۲۸ الجنائز باب غسل المیت والوضوء باب مایستحب ان یغسل وترا باب یبدأ بمیامن المیت ص ۱۶۷ باب مواضع الوضوء۔ باب ھل تکفن المیت فی ازار الرجل باب یجعل الکافور فی الاخیرۃ باب نقض شعر المرأۃ باب ھل یجعل شعر المرأۃ ثلثۃ قرون باب یلقی شعر المرأۃ خلفھا ثلثۃ قرون ص ۱۶۸ مسلم۔ نسائی۔ ابوداؤد۔ ترمذی کلھم فی الجنائز۔ ۱۲ ثانی الجنائز باب فی کفن المرأۃ ص ۹۴

ع۵ باب ھل یجعل شعر المرأۃ ثلثۃ قرون ص ۱۲۸

۷۴۳ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِيْ ثَلٰثَةِ اَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِّنْ كُرْسُفٍ

کو تین یمنی سفید کپڑے میں کفن دیا گیا جو سحول کے بنے ہوئے روئی کے

لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ ؏ه

تھے ان میں نہ کرتا تھا اور نہ عمامہ۔

کر دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ حضرت ام عطیہ کا اپنا فعل ہے۔ روایت کے کسی لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہو یا اسے ملاحظہ فرمایا ہو۔

**ت ۲۳۳ (تشریحات)** اس اثر کو اسماعیلی نے متصل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

**مسائل** اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ بزرگان دین کے لباس سے تبرک حاصل کرنا مستحسن ہے۔ میت کو طاق بار غسل دینا اور کم از کم تین بار سنت ہے۔ میت کے غسل میں وضو مسنون ہے البتہ اس میں نہ تو پہلے گٹے تک ہاتھ دھویا جائے گا اور نہ کلی کرائی جائے گی اور نہ ناک میں پانی ڈالا جائے گا۔ البتہ اس میں حرج نہیں کہ کوئی باریک کپڑا انگلی میں لپیٹ کر دانتوں اور ناک میں پھیر دیا جائے۔ اس میں سر کا مسح ہے۔ بیری یا اس قسم کی کوئی بھی چیز پانی میں ابال کر غسل دیا جائے جس میں میل خوب صاف ہو جائے۔ اگر کچھ نہ ملے تو صابون سے۔ اخیر میں کافور ملا ہوا پانی استعمال کیا جائے۔

**۷۴۳ تشریحات** یمانی۔ یمن کی طرف منسوب ہے۔ اس کی اصل یمنیۃ تھی۔ یائے نسبت کو حذف کر کے الف زیادہ کر دیا

سحولیۃ سحول۔ یمن میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں یہ کپڑے بنتے تھے۔

اس سلسلے میں روایتیں مختلف آئی ہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا اس سلسلے کی تمام روایتوں سے صحیح یہی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مردوں کو کفن میں تین کپڑے دینے مسنون ہیں۔ امام شافعی امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ تین کپڑے، ازار، چادر، لفافہ ہے۔ کرتا نہیں۔ ہمارے یہاں بھی تین ہی کپڑے مسنون ہیں مگر یہ تین کپڑے۔ کرتا، ازار، چادر ہیں ایک چادر میت کے قد کے برابر، یہ ازار ہے۔ دوسری اتنی بڑی کہ دونوں طرف اتنی بڑھی ہوئی ہو کہ اسے باندھا جا سکے اور پکڑ کر اٹھایا جا سکے، یہ لفافہ ہے۔ کرتا گلے سے لے کر گھٹنوں کے نیچے اور ٹخنوں کے اوپر تک۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے جسے ابن عدی نے کامل[1] میں روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ کرتا، ازار، لفافہ۔ کفن میں عمامہ نہیں ہمارے بعض مشائخ نے اسے مکروہ فرمایا۔ کیونکہ کفن چار ہو جائے گا جو جفت ہے۔ مگر بعض مشائخ نے اسے علماء و مشائخ کے لئے مستحسن بتایا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ

ه باب الثياب البيض للكفن۔ باب الكفن بغير قميص۔ باب الكفن بغير عمامة ص ۱۶۹۔ مسلم، ابوداؤد، نسائی ابن ماجه۔ [1] عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۰

۷۴۴ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ وَّاقِفٌ

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ایک صاحب عرفہ میں وقوف کئے ہوئے

بِعَرَفَۃَ اِذْ وَقَعَ عَنْ رَّاحِلَتِہٖ فَوَقَصَتْہُ اَوْ قَالَ فَاَوْقَصَتْہُ قَالَ النَّبِیُّ

تھے کہ اپنی سواری سے گر پڑے جس نے ان کی گردن توڑ دی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْہُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَّکَفِّنُوْہُ فِیْ

فرمایا اسے پانی اور بیری سے نہلادو اور دو کپڑوں میں کفن دو اور

ثَوْبَیْنِ وَلَا تُحَنِّطُوْہُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَہٗ فَاِنَّہٗ یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مُلَبِّیًا ۵

اسے خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانکو یہ قیامت کے دن لبیک کہتا ہوا اٹھے گا۔

۷۴۵ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ

**حدیث** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ عبداللہ بن

عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنے صاحبزادے واقد کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا۔ کرتا عمامہ اور تین لفافے اور عمامے کو ٹھوڑی کے نیچے سے لپیٹا۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مرد کے کفن میں تین سے زائد کپڑے دینا جائز ہے۔

**تشریحات ۷۴۴** موت سے ہر عبادت ختم ہو جاتی ہے اس لئے کہ عبادت نیت تقرب کے ساتھ مخصوص افعال کی ادائیگی کا نام ہے۔ اور موت کے بعد نہ نیت ہے نہ کسی فعل کی ادائیگی حدیث میں ہے کہ فرمایا جب انسان مرگیا تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے موت سے احرام ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا حالت احرام میں مرنے والے کے غسل و کفن میں ممنوعات احرام کی پابندی نہیں رہتی اسی لئے ان صاحب کو بیری سے غسل دینے کا حکم دیا حالانکہ حالت احرام میں بیری کے پانی سے غسل ممنوع ہے۔ اسی وجہ سے محرم مرجائے تو اسے خوشبو بھی لگائیں گے۔ اور عام مردوں کی طرح اس کا سر بھی ڈھانکیں گے۔ اور ان صاحب کے لئے ممانعت ان پر خاص شفقت کی بنا پر تھی۔ دو کپڑوں میں کفن دینے کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اس وقت ان کے بدن پر صرف دو ہی کپڑے تھے۔ ہو سکتا ہے اس سے زائد کپڑے نہ رہے ہوں۔ کتاب العمرہ کی روایت میں ہے کہ اسے اس کے دونوں کپڑوں میں کفناؤ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عذر کی وجہ سے تین کپڑوں سے کم کفن دینے میں حرج نہیں۔ البتہ بلا عذر مکروہ۔ دو کپڑے کفن کفایت ہے۔ اور ایک کفن ضرورت۔

**تشریحات ۷۴۵** عبداللہ بن ابی بن سلول۔ تمام منافقین کا سربراہ تھا۔ جنگ بُعاث کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ آمد سے پہلے انصار کرام نے طے کرلیا تھا کہ اسے مدینہ طیبہ کا بادشاہ بنائیں گے۔ ابھی

۵ باب الکفن فی ثوبین۔ باب الحنوط للمیت باب کیف یکفن المحرم ص ۱۶۹ العمرۃ باب المحرم یموت بعرفۃ۔ باب سنۃ المحرم اذا مات ص ۲۴۹ مسلم۔ ابوداود۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ دارمی ص ۵۰

اُبَيٍّ لَمَّا تُوُفِّيَ جَاءَ ابْنُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

ابی (راس المنافقین) جب مرگیا تو اس کے فرزند نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے

أَعْطِنِي قَمِيصَكَ أُكَفِّنْهُ فِيهِ وَصَلِّ عَلَيْهِ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ فَأَعْطَاهُ

اور عرض کیا مجھے اپنا کرتا عنایت فرمائیں تاکہ اس میں اسے کفن دوں۔ اور اس پر نماز پڑھ دیں اور اس کیلئے

قَمِيصَهُ فَقَالَ آذِنِّي أُصَلِّي عَلَيْهِ فَآذَنَهُ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ جَذَبَهُ

بخشش کی دعا فرمائیں۔ حضور نے انہیں اپنا کرتا عنایت فرمایا ارشاد فرمایا مجھے اطلاع دینا اس پر نماز

اس پر عمل درآمد نہ ہو سکا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ اور یہ منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچ سکا اپنی اس ناکامی پر اسے جو رنج تھا اس کی بنا پر وہ ہمیشہ کڑھتا تھا جس کا اظہار متعدد موقعوں پر کیا جو جستہ جستہ اپنے موقع پر آئے گا۔ سلول اس کی ماں کا اور اُبَيٍّ صیغہ تصغیر کے ساتھ اس کے باپ کا نام ہے۔ اس کے صاحبزادے انتہائی مخلص اور جاں نثار صحابی تھے۔ ایک موقع پر تلوار لے کر کھڑے ہو گئے کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجازت نہ دیں گے اسکو مدینے میں داخل نہ ہونے دوں گا۔ ان کا نام قبل اسلام حباب تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھا۔ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ ابن ابی ابن سلول سنہ ۹ میں بیس دن بیمار رہ کر مرا۔ اخیر شوال میں بیمار ہوا اور ابتدائی ذوقعدہ میں مرا۔ ایام مرض میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ تو اس نے فہمائش کی تھی کہ مجھے کفن کے لئے کرتا عنایت فرمائیں اور نماز جنازہ پڑھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمالیا۔ اسی وعدے کیوجہ سے اسے قمیص مبارک بھی عطا فرمائی اور نماز جنازہ بھی پڑھی۔ نیز جنگ بدر میں، حضرت عباس کو اس نے اپنا کرتا دیا تھا اس کی تلافی بھی مقصود تھی۔ اس عنایت کا یہ اثر ہوا کہ بنو خزرج کے ہزار افراد مشرف باسلام ہو گئے[1] تفسیر کی روایات میں ہے کہ آپ اس پر نماز پڑھیں گے حالانکہ یہ منافق ہے۔ آگے یہ زائد ہے کہ میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا۔

**اشکال** اللہ عزوجل کا یہ ارشاد، اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔ توبہ (۸۰) اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ بخشش چاہیں اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ اس بارے میں صریح ہے کہ منافقین کی مغفرت نہیں ہوگی اگرچہ کتنی ہی بار ان کے لئے استغفار کیا جائے اگرچہ حضور ہی کیوں نہ استغفار کریں۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ مجھے دو باتوں میں سے ایک کا اختیار دیا گیا ہے۔ کیسے درست ہے۔ جبکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن کریم کے معانی کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تلقی المخاطب المتکلم بغیر مارادہ لمصلحۃ کے قبیل سے ہے۔ یعنی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ متکلم کی مراد کے علاوہ مخاطب کسی مصلحت کی بنا پر یہ ظاہر کرتا ہے کہ کلام کا مطلب یہ ہے۔ اس بنا پر کہ یہ دوسرا مطلب اسے پسند ہے اور اسے امید ہے کہ اسے متکلم مان لے گا۔

[1] عمدۃ القاری ثامن ص ۵۴

عُمَرُ فَقَالَ اَلَيْسَ اللّٰهُ نَهَاكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ فَقَالَ اَنَا

پڑھ دوں گا۔ انھوں نے اطلاع دی۔ جب حضور نے اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہی تو عمر نے حضور کا دامن پکڑ لیا

بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ قَالَ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ

اور عرض کیا۔ حضور! کیا اللہ نے آپ کو منافقین پر نماز پڑھنے سے منع نہیں فرمایا تو ارشاد فرمایا مجھے دو باتوں

لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ فَصَلّٰى عَلَيْهِ فَنَزَلَتْ - وَلَا

میں سے ایک کا اختیار دیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا ان کی بخشش چاہو یا نہ چاہو اگر ستر مرتبہ بخشش چاہو تو

تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ع ۵

بھی اللہ انھیں ہرگز نہیں بخشے گا حضور نے اسپر نماز پڑھی اسکے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ منافقین میں سے اگر کوئی مرجائے تو اسپر کبھی نماز مت ۵

پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوب جانتے تھے کہ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے مگر خلق خدا پر حضور کو جو شفقت و رحمت ہے اس کی بنا پر چاہتے تھے کہ میرا ستر بار سے زائد استغفار کرنا قبول ہو جائے۔ اسی لئے یہاں سبعین کے لفظ کو جو تحدید کے لئے تھا تحدید پر محمول کر کے فرمایا کہ میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا جیسا کہ کتاب التفسیر کی روایات میں ہے۔ اللہ عز وجل نے یہ آیہ کریمہ نازل فرما کر ظاہر فرما دیا کہ ان کی مغفرت کا نہ ہونا قطعی ہے۔ اس میں تبدیلی نہیں۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ - (توبہ ۸۵) ان میں سے کوئی مرے تو اس کے جنازے پر نماز پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرا کرتا اسے اللہ کے عذاب سے ہرگز نہیں بچائے گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس کی وجہ سے اس کے قبیلے والے مسلمان ہو جائیں گے [1]

## توضیح باب

یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ سلے ہوئے کپڑے میں کفن دینا یا بغیر سلے ہوئے میں اور یکف کو دو طرح یاد رکھا گیا ہے۔ یکف اور لایکف۔ صیغہ مجہول کے ساتھ۔ یہ کف سے ہے جس کے معنی کپڑے کے کنارے کو سینے کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ایسا کرتا جس کے دونوں کنارے سلے ہوئے ہوں۔ یا نہ سلے ہوئے ہوں۔ ایک روایت۔ یَکُفُّ ہے۔ صیغہ معروف کے ساتھ۔ یہ کفّ سے ہے۔ جس کے معنی روکنے کے ہیں۔ اسی سے ہے۔ کف ثوب نماز میں مکروہ ہے۔ اب ترجمہ یہ ہوا کہ کرتے میں کفن دینا روکے یا نہ روکے۔ یعنی سر کنے سے۔ سلا ہوا ہوگا تو سر کنے سے روکے گا۔ بے سلا ہوا ہوگا تو نہ روکے گا تو اسکا بھی حاصل وہی ہوا۔ حضرت شیخ نور الحق بن حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اس کی توجیہ یہ فرمائی۔ عذاب سے روکے یا نہ روکے۔ مطلب یہ بیان فرمایا کہ صلحاء

---

[1] باب کفن فی القمیص الذی یکف اولا یکف ص ۱۶۹ ثانی تفسیر۔ سورۃ البراۃ باب قولہ استغفر لھم اولا تستغفر لھم ص ۶۷۳ باب قولہ ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ص ۶۷۴ اللباس باب لبس القمیص ص ۸۶۲ مسلم اللباس۔ التوبہ۔ ترمذی تفسیر۔ الجنائز۔ ابن ماجہ الجنائز [1] عمدۃ القاری ج ۵ [2] تیسیر القاری خامس ص ۴۲۲۔

۲۳۴ بَابُ الْكَفَنِ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ وَبِهِ قَالَ عَطَاءٌ وَالزُّهْرِيُّ وَعَمْرُو بْنُ

ت کفن پورے مال سے ہے۔ اور یہی عطا اور زہری اور عمرو بن دینار

دِينَارٍ وَّقَتَادَةُ عه

اور قتادہ نے کہا۔

ت وَقَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ الْحَنُوطُ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ عه

۲۳۵ اور عمرو بن دینار نے فرمایا کہ میت کو خوشبو بھی پورے مال سے دی جائے۔

ت وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ يُبْدَأُ بِالْكَفَنِ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ بِالْوَصِيَّةِ سه

۲۳۶ اور ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ سب سے پہلے کفن دیا جائے پھر دین پھر وصیت۔

۲۳۷ وَقَالَ سُفْيَانُ أَجْرُ الْقَبْرِ وَالْغُسْلِ هُوَ مِنَ الْكَفَنِ لعه

ت اور سفیان ثوری نے فرمایا قبر اور غسل کی اجرت کفن سے ہے۔

کے کرتے کو کفن بنانا خواہ مردے کو عذاب سے روکے یا نہ روکے۔

مسائل :۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کفن میں کرتا دینا جائز ہے۔ خواہ اس کے کنارے سلے ہوئے ہوں خواہ بغیر سلے ہوئے۔ البتہ بلا سلا ہوا دینا بہتر ہے۔ کسی کافر کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ کفر ہے اسلئے کہ نماز جنازہ اصل میں استغفار ہے اور کافر کیلئے استغفار کا مطلب ہے اس ارشاد ربانی کی تکذیب اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ۔ اللہ عزوجل مشرک کو نہیں بخشے گا۔ نیز نماز جنازہ پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ میت کو مسلمان جانا۔ اور کافر کو مسلمان جاننا کفر بلکہ اس کے کافر ہونے میں شک بھی کفر ہے۔ رہ گیا غسل کفن دفن تو اگر اس کافر کے متعلقین ہیں تو انہیں دیدیا جائے، اگر کوئی نہ ہو تو بلا رعایت سنت اس کے جسم پر پانی بہا کر کسی کپڑے میں لپیٹ کر اس نیت سے کسی گڑھے میں داب دیا جائے کہ اس کی بدبو سے ایذا نہ ہو۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بزرگان دین کے آثار سے برکت حاصل کرنا سنت ہے۔ تبرک کیلئے سوال جائز ہے اگرچہ سائل مالدار و غنی ہو۔ اس میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین فضیلت ثابت ہوئی۔ ایک تو کفار و منافقین پر شدت، دوسرے قرآن مجید کے معنی کو صحیح سمجھنے کی استعداد تیسرے ان کی رائے کے مطابق قرآن کا نازل ہونا۔

**تشریح ۲۳۴** یعنی میت کے ترکے میں سے سب سے پہلے کفن دیا جائے گا۔ پھر جو بچے گا اس سے دین پھر وصیت پھر ورثہ پر تقسیم ہوگا اور اگر ترکہ اتنا ہی ہے کہ اس سے صرف کفن ہی دیا جا سکے تو سب کفن ہی میں صرف کریں گے۔

**تشریحات ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷** ان سب تعلیقات کا حاصل یہ ہوا کہ میت کے ترکے سے سب سے پہلے اسکے کفن دفن غسل خوشبو وغیرہ کا بطریق مسنون انتظام کیا جائے۔ اسکے بعد بچے تو دین ادا کیا جائے اس سے بچے تو وصیت پوری کی جائے اس سے بچے تو وارثین پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور اگر اتنا مال ہو کہ تجہیز و

عه باب الكفن من جميع المال ص ۱۷۰ عه ايضا سه ايضا لعه ايضا باب الكفن من جميع المال ص ۱۷۰

۷۴۶ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُتِیَ بِطَعَامٍ وَّکَانَ

حدیث حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کھانا لایا گیا اور وہ

صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَیْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَھُوَ خَیْرٌ

روزے سے تھے تو فرمایا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (احد میں) شہید ہوئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے

مِّنِّیْ کُفِّنَ فِیْ بُرْدَۃٍ اِنْ غُطِّیَ رَاْسُہٗ بَدَتْ رِجْلَاہُ وَاِنْ غُطِّیَ رِجْلَاہُ بَدَا

انھیں ایک چادر میں کفن دیا گیا اگر ان کا سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور اگر پیر ڈھانکا جاتا تو

رَاْسُہٗ وَاُرَاہُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَۃُ وَھُوَ خَیْرٌ مِّنِّیْ ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْیَا مَا

سر کھل جاتا میں گمان کرتا ہوں کہ انھوں نے یہ بھی فرمایا اور حمزہ (احد میں) شہید کئے گئے اور وہ مجھ سے

بُسِطَ اَوْقَالَ اُعْطِیْنَا مِنَ الدُّنْیَا مَا اُعْطِیْنَا وَقَدْ خَشِیْنَا اَنْ تَکُوْنَ حَسَنَاتُنَا

بہتر تھے۔ پھر ہمارے لئے دنیا کشادہ کر دی گئی جتنی کشادہ کی گئی یا یہ فرمایا ہمیں دنیا میں سے دیا گیا جو دیا گیا

تکفین ہی میں سب صرف ہو جائے تو اسی میں صرف کیا جائے گا۔ پہلی تعلیق میں حضرت عطا کے قول کو دارمی نے اور زہری قتادہ اور عمرو بن دینار کے قول کو عبدالرزاق نے سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے نیز دوسری تعلیق کو بھی عبدالرزاق نے اور تیسری تعلیق کو دارمی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۷۴۶، ۷۴۷ اَیْنَعَتْ۔ اس کا مادہ ینع ہے۔ یہ باب افعال سے ہے۔ اس کا مصدر اینا ع ہے۔ پھل کا پک جانا۔

**تشریحات** یَھْدِبُھَا۔ کا مصدر ھدبٌ ہے۔ چننے کے معنی میں پہلی حدیث کو امام بخاری نے یہاں دو طریقے سے تخریج کی ہے۔ پہلے احمد بن مکی سے پھر محمد بن مقاتل سے۔ پہلے پر باب کا عنوان یہ ہے۔ کفن پورے مال سے ہے۔ اس میں یہ زائد ہے۔ فلم یوجد ما یکفن فیہ الا بردۃ انھیں کفنانے کے لئے سوائے ایک چھوٹی سی چادر کے اور کچھ نہیں پایا گیا یعنی ان کے متروکہ مال سے جیسا کہ مغازی میں حضرت خباب کی حدیث میں ہے۔ فلم یترک الا نمرۃ۔ تو انھوں نے ایک خط دار کمبل کے سوا اور کچھ نہیں چھوڑا تھا۔ یہی ان کا کل سرمایہ تھا جس سے کفن دیا گیا۔ اسی سے باب ثابت ہے۔

پھر اسی حدیث پر یہ باب باندھا ہے۔ جبکہ صرف ایک کپڑا پایا جائے۔ اس کے تحت بطریق محمد بن مقاتل تخریج فرمائی۔ اس میں باب کے مناسب یہ جملہ ہے۔ کفن فی بردۃ۔ ایک چھوٹی سی چادر میں کفنائے گئے۔ ظاہر ہے کہ اگر اس سے زائد کپڑا میسر ہوتا تو ضرور اسے کفن میں دیا جاتا۔ تو ثابت کہ صرف ایک ہی کپڑا تھا۔ اسی سے ثابت ہوا کہ کفن ضرورت ایک کپڑا ہے۔

حضرت خباب والی حدیث پر یہ عنوان ہے۔ جب صرف اتنا کفن پائے جو یا تو سر کو چھپائے یا قدموں کو تو سر چھپا دیا جائے۔ یہ حدیث میں صراحۃً مذکور ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے پہلے طریقے میں۔ شک کے ساتھ ہے۔ اور حمزہ شہید ہوئے یا کوئی اور صاحب جن کے لئے بھی سوائے ایک چادر کے اور کچھ نہیں ملا۔ مگر دوسرے طریقے میں بلا

عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ ۔ عہ

مجھے ڈر ہے کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ جلدی نہ دے دیا گیا ہو۔ پھر رونے لگے یہاں تک کہ کھانا چھوڑ دیا۔

حدیث ۷۴۷ حَدَّثَنَا خَبَّابٌ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللّٰهِ فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ

اللہ کی رضا جوئی کے لئے ہجرت کی تو ہمارا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہو گیا۔ ہم میں سے بہت فوت ہو گئے اور

أَجْرِهٖ شَيْئًا مِّنْهُمْ مُّصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ

اپنے اجر میں سے کچھ نہیں کھایا انھیں میں مصعب بن عمیر بھی ہیں اور ہم میں وہ ہیں جن کا پھل پک گیا

فَهُوَ يَهْدِبُهَا قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ مَا نُكَفِّنُهٗ بِهٖ إِلَّا بُرْدَةً إِذَا غَطَّيْنَا

اور وہ چن چن کر کھا رہے ہیں یہ احد کے دن شہید ہوئے تو ہمیں انھیں کفنانے کے لئے سوائے چھوٹی سی چادر کے

تردید حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہے مگر بعد والا جملہ نہیں۔ البتہ اس روایت میں اراہ ہے یعنی ابراہیم یہ کہہ رہے ہیں کہ میں گمان کرتا ہوں کہ یہ کہا۔ اور حمزہ شہید کئے گئے۔ یہ تردید یا شک اس میں نہیں کہ حضرت حمزہ احد میں شہید ہوئے کہ نہیں۔ وہ تو قطعی ہے۔ تردید یا شک اس میں ہے کہ انھوں نے حضرت حمزہ کا نام لیا تھا یا کسی اور کا۔ اور دوسرے طریقے کا مطلب یہ ہے کہ ابراہیم راوی کا یہ گمان ہے کہ حضرت حمزہ ہی کا نام لیا تھا غزوہ احد کے مظلوم شہداء کی مفلسی و تنگدستی کہ انتہا یہ ہے کہ سب کو ایک ایک کپڑا بھی نہ ملا۔ اور ایک ایک کپڑے میں دو دو حضرات لپیٹے گئے۔ لہ

## حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

باپ کا نام عوف اور ماں کا نام شفاء یہ دونوں بنی زہرہ کے فرد ہیں۔ ان کا نسب نسب نبوی سے کلاب بن مرۃ پر جا کر مل جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ قصیؔ اور ان کے جد اعلیٰ زہرہ کلاب کے فرزند تھے۔ قبل اسلام یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوستوں میں تھے۔ انھیں کی طرح پاکباز سلیم الطبع بزرگ تھے۔ شراب نوشی سے توبہ کر لی تھی اور جب آفتاب اسلام طلوع ہوا تو حضرت صدیق اکبر کی رہنمائی کے بموجب اس وقت حلقہ بگوش اسلام ہوئے جبکہ ابھی حضور نے دار ارقم میں ارشاد و تبلیغ کی خفیہ مجلس قائم نہیں فرمائی تھی اور چند نفوس ہی اس دولت سے مالا مال ہوئے تھے۔ یہ ان دس منتخب سابقین اولین بزرگوں میں ہیں جنھیں نام بنام زندگی ہی میں جنت کا مژدہ ملا جنھیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو یہ بلا تاخیر مدینہ حاضر ہوئے۔ تمام غزوات میں ساتھ رہے۔ جنگ احد میں اس بے جگری سے لڑے کہ بیس سے زائد زخم لگے۔ اور پاؤں میں ایسے کاری زخم لگے کہ زندگی بھر بد دگار رہے۔ لنگڑا کر چلتے تھے۔ بہت ہی صائب الرائے بزرگ تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد

عہ باب اذا لم یجد الا ثوب واحد باب الکفن من جمیع المال ص ۷۰، ثانی المغازی باب غزوۃ احد ص ۵۷۹

لہ بخاری ثانی المغازی باب من قتل من المسلمین یوم احد ص ۵۸۴

بِهَا رَاسُهٗ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَاسُهٗ فَاَمَرَنَا

کچھ نہیں ملا جب ہم اس سے ان کا سر ڈھانکتے تو پاؤں نکل جاتے اور جب ان کے پاؤں ڈھانکتے تو انکا سر

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُغَطِّيَ رَاسَهٗ وَاَنْ نَجْعَلَ

اس سے باہر آجاتا۔ تو ہمیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے سر کو ڈھانک دیں

عَلٰى رِجْلَيْهِ مِنَ الْاِذْخِرِ ۵

اور ان کے پاؤں پر اذخر ڈال دیں۔

جن چھ بزرگوں کو خلیفۃ المسلمین چننے کا حق دیا تھا ان میں ایک یہ بھی تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے اس اہم کام کو بہت ہی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاروبار خلافت کے سرانجام دینے کے لئے جو مجلس شوریٰ منعقد کی تھی اس کے ایک اہم رکن یہ بھی تھے۔ جنگ قادسیہ کے موقع پر جب ایرانیوں نے مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت اکٹھی کر کے یورش کی تھی۔ تو انھیں کی نگاہ حق بین حضرت سعد بن وقاص پر سپہ سالاری کے لئے پڑی تھی۔ حضرت ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں پچھتر سال کی عمر پاکر ۳۱ھ میں واصل بحق ہوئے۔ حضرت عثمان نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ حضرت علی نے جنازے پر کھڑے ہو کر کہا، اے ابن عوف جاتو نے دنیا کا صاف پانی پایا اور گدلا چھوڑا۔ حضرت سعد بن وقاص جنازہ اٹھانے والوں میں شامل تھے۔ یہ کہتے جاتے۔ واجبلاہ۔ ہائے یہ پہاڑ بھی چل بسا۔

## حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابو محمد اور والد کا نام عمیر والدہ کا خناس بنت مالک ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب قصی بن کلاب پر جاکر شجرہ نبوی سے مل جاتا ہے۔ ان کے مورث اعلیٰ عبدالدار اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ عبد مناف بھائی ہیں۔ یہ انتہائی حسین و جمیل بزرگ تھے اور ظاہری شکل و شباہت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت کچھ ملتی جلتی تھی۔ ماں باپ کے بہت ہی چہیتے اور پیارے تھے۔ انھوں نے بہت ہی ناز و نعمت سے پالا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ پوشاک سے سجے اور عمدہ سے عمدہ خوشبو سے معطر رہتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ان کا تذکرہ فرماتے تو ارشاد فرماتے میں نے مکے میں مصعب سے زیادہ حسین و خوش پوشاک پروردہ نعمت نہیں دیکھا۔ مگر اس ناز و نعمت میں پلے ہوئے پیکر جمیل نے شراب توحید ایسی پی کہ سرشاری کا عالم سن چکے تھے کہ شہادت کے بعد جسم پر صرف ایک چھوٹی سی کملی رہ گئی تھی۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو عجب چیز ہے لذت آشنائی

ظاہری حسن و جمال کے ساتھ ساتھ باطنی حسن بھی فطرت میں ودیعت تھا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ جب حضور دار ارقم میں

---

۵ باب اذا لم یجد کفنا الا ما یواری راسہ ص ۱۷۰ باب ھجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۵۱، ۵۵۶، ۵۵۷ ثنی المغازی باب غزوۃ احد ص ۵۷۹ باب من قتل من المسلمین یوم احد ص ۵۸۴ الرقاق باب فضل الفقر ص ۹۵۵

تشریف فرما تھے کہ یہ دولت اسلام سے مالا مال ہوگئے۔ ابتداءً اسلام کو چھپایا مگر ایک دن عثمان بن طلحہ نے نماز پڑھتے دیکھ لیا۔ تو ان کے باپ کو خبر کر دی اس جرم میں گھر کے اندر قید کر دیئے گئے۔ جب حبشہ کی طرف ہجرت شروع ہوئی تو موقعہ پاکر ایک دن حبشہ چلے گئے۔ کچھ دن کے بعد مکہ واپس ہوئے تو وہ ظاہری حسن وجمال ورعنائی رخصت تھی۔ ماں باپ نے دیکھا تو ترس آگیا اور گھر پناہ ملی۔

جب انصار کرام نے بیعت عقبہ اُولیٰ کی اور ایک مبلغ کی درخواست پیش کی تو نگاہ انتخاب ان پر پڑی اور یہ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور سال بھر میں وہ انقلاب برپا کر دیا کہ سال آئندہ عازمین حج میں بہتر افراد حلقہ بگوش اسلام تھے۔ جنگ بدر اور جنگ احد میں لشکر نبوی کے علمبردار تھے۔ جنگ احد میں حق جاں نثاری ادا کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ جنگ احد میں جب صحابہ کرام انتشار عام کے شکار تھے۔ یہ بڑی پامردی سے لوائے اسلام لئے اپنی جگہ ڈٹے رہے۔ ابن قمیہ نے بڑھکر تلوار سے داہنا ہاتھ قلم کر دیا۔ تو بائیں ہاتھ میں علم لے لیا۔ اور آیۃ کریمہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۔ کی تلاوت کی۔ اس نے اسے بھی قلم کر دیا۔ تو دونوں بازوؤں سے تھام کر سینے سے چمٹا کر علم اسلام بلند کئے رہے۔ اس ظالم نے جھلا کر سینے پر ایسا نیزہ مارا کہ اس کی انی سینے ہی میں رہ گئی اور یہ داعی توحید آیت مذکورہ کی تلاوت کرتے ہوئے واصل بحق ہوگئے۔ اب علم بڑھ کر ان کے بھائی ابوالروم بن عمیر نے اٹھا لیا۔ جو اخیر دم تک لئے رہے۔ جنگ کے خاتمے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی مبارک لاش کے قریب کھڑے ہوکر یہ آیۃ کریمہ تلاوت فرمائی

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (الایہ سورہ محمد)

مومنین میں بہت سے ایسے ہیں جنھوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھایا۔

پھر ان سے مخاطب ہوکر فرمایا، میں نے تم کو مکے میں دیکھا تھا تم سے زیادہ حسین اور خوش پوشاک کوئی جوان نہ تھا اور آج دیکھ رہا ہوں کہ تمھارے بال الجھے ہوئے ہیں اور جسم پر صرف ایک چادر ہے۔ اللہ کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم لوگ قیامت کے دن ضرور اللہ عزوجل کے حضور حاضر ہوگے۔ شہادت کے وقت عمر مبارک چالیس سال سے کچھ زائد تھی۔

خوشا رسے بناکردند بخاک وخون غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

## حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ یہ قبیلہ تمیم کے چشم وچراغ تھے۔ غلام بناکر مکے کے بازار میں بیچے گئے۔ ان کا اسلام لانے والوں میں چھٹا نمبر ہے اسی لئے یہ سادس الاسلام کہلاتے تھے۔ ان کا مکہ میں کوئی حامی ومددگار نہ تھا اسلئے ان پر ایسے مظالم ڈھائے گئے کہ جنھیں سنکر کلیجہ کانپ جاتا ہے۔ تپتی ریت پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھکر چڑھ جاتے اور اس وقت تک نہ چھوڑتے جبتک انگارے زخم کے پانی سے بجھ نہ جاتے۔ رحمت عالم ان کو تسلی دیتے۔ ان کے ظالم آقا کو یہ بھی برداشت نہ ہوا اس نے لوہا تپاکر ان کے سر کو داغا۔ ان مصائب نے بھی انہیں

۷۴۸ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ امْرَاَةً جَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوْجَةٍ فِيْهَا حَاشِيَتُهَا تَدْرُوْنَ مَا الْبُرْدَةُ

**حدیث** حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک خاتون نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بُنی ہوئی حاشیہ دار بردہ لائیں

کوئی تزلزل نہیں پیدا کیا۔ جبل استقامت بنے ہوئے سب کچھ برداشت کرتے رہے۔ ایک بار خدمت اقدس میں عرض کیا۔ دعا فرمائیں کہ اللہ عزوجل مجھے اس عذاب سے نجات دے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اے اللہ خباب کی مدد کر۔ ان کا عاص بن وائل کے اوپر قرض تھا۔ یہ تقاضا کرتے تو وہ یہ کہتا کہ میں اس وقت تک نہ دونگا جب تک محمد کا ساتھ نہ چھوڑو گے۔ تیرہ سال تک مسلسل یہ آلام و مصائب برداشت کرتے رہے۔ پھر مدینہ طیبہ ہجرت کی اور تمام غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا اتنا احترام کرتے کہ اپنی سواری پر بٹھاتے اور فرماتے کہ اس سواری پر بیٹھنے کے لائق تمہارے سوا صرف ایک اور شخص ہے اور وہ بلال ہے۔ یہ فرماتے کہ بلال کیسے مستحق ہوگا اس کے بہت سے حامی تھے میرا کوئی مددگار نہ تھا۔ مجھ پہ یہ یہ گذری۔

کوفے میں علیل ہوئے اور زمانہ دراز تک بیمار رہے۔ مرض کی درازی سے گھبرا کر فرمایا کرتے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موت کی دعا مانگنے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں موت کی دعا مانگتا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ صفین سے واپس ہو رہے تھے کہ وصال کی خبر سُنی اور جنازے کی نماز پڑھائی۔ وصیت کے مطابق کوفے سے باہر سپرد خاک کئے گئے۔ اس تقدیر پر ان کا سن وصال ۳۷ھ ہے۔ ایک روایت ہے کہ عہد فاروقی میں ۱۹ھ میں وفات پائی۔

**تشریحات ۷۴۸** کتاب اللباس میں یہ زائد ہے کہ اسے پہن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور کچھ دیر بیٹھے پھر اسے اتار کر تہ کر کے انھیں دیدیا۔ کتاب الادب میں ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو لوگوں نے ان سے کہا۔ اور جواب میں انھوں نے کہا میں برکت کے لئے لے رہا ہوں۔ کتاب اللباس میں ہے کہ جب حضرت سہل نے پوچھا۔ بردہ کیا ہے تو لوگوں نے کہا۔ وہ چادر جسمیں حاشیہ ہو۔ اور کتاب الادب میں ہے لوگوں نے کہا۔ شملہ۔ تو فرمایا۔ وہ شملہ جسمیں حاشیہ بنا ہوا ہو۔

بردہ۔ خط دار کمبل۔ شملہ وہ کمبل جو جسم پر لپیٹا جائے۔ بردہ عام ہے اور شملہ خاص مگر ایک کا دوسرے پر اطلاق ہوتا ہے۔ فلاں۔ کون صاحب تھے۔ محب طبری نے کہا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف تھے۔ طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن وقاص تھے۔ اسی کی ایک روایت میں ہے کہ ایک اعرابی تھے۔ مگر اس کی سند میں زمعہ بن صالح ہے جو ضعیف ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اپنی زندگی میں کفن تیار کر کے رکھ سکتے ہیں۔ اس سے موت یاد آتی رہے گی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَالُوا الشَّمْلَةُ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ نَسَجْتُهَا بِيَدِيَّ فَجِئْتُ لِأَكْسُوَكَهَا فَأَخَذَهَا

تم لوگ جانتے ہو بردہ کیا چیز ہے لوگوں نے بتایا چادر انھوں نے فرمایا ہاں اس نے عرض کیا اسے

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ

میں نے اپنے ہاتھ سے بنا ہے اور اس لئے لائی ہوں کہ حضور کو پہناؤں اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لے لیا

فَحَسَّنَهَا فُلَانٌ فَقَالَ اكْسِنِيهَا مَا أَحْسَنَهَا فَقَالَ الْقَوْمُ مَا أَحْسَنْتَ لَبِسَهَا

حضور کو اس وقت اس کی ضرورت تھی کاشانہ اقدس سے ہماری طرف تشریف لائے اور اس چادر

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا ثُمَّ سَأَلَتْهُ وَعَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ

کا تہبند پہنے ہوئے تھے فلاں صحابی نے کہا بہت اچھی ہے اور عرض کیا مجھے عنایت فرمادیں بہت عمدہ ہے لوگوں نے کہا تو نے اچھا

قَالَ إِنِّي وَاللّٰهِ مَا سَأَلْتُهُ لِأَلْبَسَهُ وَإِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَكُونَ كَفَنِي قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ

کام نہیں کیا اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حال میں پہنا تھا کہ اس کی ضرورت تھی پھر تو نے مانگ لیا اور مجھے

كَفَنَهُ ۸۵

معلوم ہے کہ حضور کسی کو محروم نہیں فرماتے انھوں نے کہا بخدا میں نے اسلئے نہیں مانگا تھا کہ اسے پہنوں۔ میں نے اسلئے مانگا ہے کہ میرا کفن ہو ۳

۳ حضرت سہل نے فرمایا۔ یہ مبارک چادر انکی کفن ہوئی۔

أَفْضَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ ذِكْرًا وَأَحْسَنُهُمْ اسْتِعْدَادًا۔

مومنین میں ایمان کے اعتبار سے افضل وہ ہے جو موت کو سب سے زیادہ یاد کرتا ہو اور اس کی سب سے اچھی تیاری کرتا ہو۔

اور اس کا جواز صحابہ کرام کے سکوت سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی نے ان پر انکار نہیں فرمایا۔ البتہ قبر کھود کر رکھنا ممنوع ہے۔ کیا معلوم کہاں موت آئے۔ کفن تو جہاں جائے اپنے ساتھ لے جاسکتا ہے پھر بھی بہت سے صالحین سے منقول ہے کہ انھوں نے اپنے ہاتھ سے اپنی قبریں تیار کرلی تھیں۔ کسی نے اپنی زندگی میں قبر کھود کر بنا رکھنے کے ناجائز ہونے کی دلیل میں یہ کہا تھا کہ یہ صحابہ کرام سے منقول نہیں۔ تو علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا۔ صحابہ کرام سے کسی چیز کا واقع نہ ہونا اس کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں اسلئے کہ جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ خصوصاً جبکہ اس فعل کو صلحاء اخیار کی ایک جماعت نے کیا ہو۔ اقول وباللہ التوفیق۔ یہاں یہ قید لگانی ضروری ہے کہ اس فعل کا کوئی مقتضی نہ ہو جب عدم فعل دلیل عدم جواز نہیں۔ اور مقتضی ہوتے ہوئے صحابہ کرام کا کوئی فعل نہ کرنا اس کے مشروع نہ ہونے کی دلیل ہے۔ جیسا کہ اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے الھادی الحاجب میں اس کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ نیز ثابت ہوا کہ صالحین کے آثار سے برکت حاصل کرنا صحابہ کی سنت ہے۔ نیز یہ ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سائل کو محروم نہیں فرماتے تھے اگرچہ خود تکلیف اٹھانی پڑے۔

۸۵ باب من استعد الکفن فی زمن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۷۰ ثانی اللباس باب البردۃ والخمیصۃ والشملۃ ص ۸۶۴-۸۶۵ الادب باب حسن الخلق والسخاء ص ۸۹۲ ثانی زینت ابن ماجہ لباس۔ مسند امام احمد خامس ص ۳۳۳-۳۳۴۔

۷۴۹ عَنْ اُمِّ عَطِیَّۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّہَا قَالَتْ نُھِیْنَا عَنْ

**حدیث** حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہمیں جنازہ کے ساتھ

اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ یُعْزَمْ عَلَیْنَا عه

جانے سے منع کیا گیا اور قطعی طور پر نہیں منع کیا گیا۔

۷۴۹

**تشریحات** یہ ایک لمبی حدیث کا جزء ہے جلد ثانی میں ص۲۳۴ پر گذر چکی ہے۔ مگر وہاں جنازے کے ساتھ عورتوں کے جانے کی تشریح نہیں کی گئی ہے اس لئے اسے پھر تحریر کیا ہے۔ حدیث کے ظاہر سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ یہ ممانعت مکروہ تنزیہی کی حد تک ہے۔ حضرت امام اعظم نے فرمایا۔ میں اسے مناسب نہیں سمجھتا۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ امام بخاری نے۔ باب میں نہ جواز کی تصریح کی ہے نہ حرمت کی۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ اس سلسلے میں احادیث مختلف آئی ہیں۔ امام ابوبکر ابن ابی شیبہ استاد امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک جنازے میں تھے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عورت کو دیکھا۔ تو اس پر چیخے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے چھوڑ دو اے عمر اس لئے کہ آنکھ رو رہی ہے اور جان پر مصیبت آن پڑی ہے۔ جدائی کا زمانہ قریب ہے۔ اس حدیث سے اجازت نکلتی ہے مگر یہ حدیث متعدد وجوہ سے مجروح ہے۔ اس لئے قابل استناد نہیں۔ اس کے برخلاف امام حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے ایک صاحب کو دفن کیا۔ جب ہم لوٹے اور حضور اپنے دروازے کے برابر پہنچے تو سامنے ایک خاتون کو دیکھا۔ ہمارا گمان یہ نہیں تھا کہ حضور نے انھیں پہچان لیا ہے۔ انھیں دیکھکر حضور نے فرمایا اے فاطمہ کہاں سے آتی ہو۔ انھوں نے عرض کیا۔ اہل میت کے یہاں سے۔ میں نے ان کی میت کے لئے رحمت کی دعا کی۔ اور انھیں تسلی دی۔ فرمایا شاید تم قبر تک گئی تھیں۔ عرض کیا معاذ اللہ میں ان کے ساتھ قبر تک جاتی حالانکہ میں حضور سے سن چکی ہوں کہ اس بارے میں حضور کیا فرماتے ہیں۔ ارشاد فرمایا اگر تم ان کے ساتھ قبر تک جاتیں تو اس وقت تک جنت نہ دیکھتیں جب تک تمہارے باپ کے دادا نہ دیکھتے۔ امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث شیخین امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر ہے۔ اس سے ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

امام مالک نے فرمایا کہ جنازے کے ساتھ عورتوں کو جانا بلا کراہت جائز ہے۔ البتہ جوان عورتوں کے لئے مکروہ ہے۔ عبدری نے امام مالک سے یہ نقل فرمایا۔ کہ اگر میت عورت کی اولاد یا شوہر یا ایسا رشتہ دار ہے جس سے ملاقات کے لئے زندگی میں جاتی تھی تو جا سکتی ہے۔ ورنہ نہیں۔ امام شافعی کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے۔ البتہ حرام نہیں۔ امام نووی شافعی نے فرمایا کہ بدعت ہے۔ یہ سب اس دور کے لئے تھا اور اب جبکہ مسجدوں میں جماعت کے لئے جانا ممنوع ہے تو جنازے کیساتھ

---

عه باب اتباع النساء الجنازۃ ص۱۷۰ الحیض باب الطیب للمرأۃ عند غسلھا من المحیض ص۴۵ ثانی الطلاق باب القسط للحادۃ باب تلبس الحائض لباس العصب ص۸۰۴ ـ ۱ عمدۃ القاری ثامن ص۶۴ ۲ ایضا۔

۷۵۰ حدیث عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ تُوُفِّيَ ابْنٌ لِاُمِّ عَطِيَّةَ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ

حضرت محمد بن سیرین نے فرمایا ام عطیہ کے ایک صاحبزادے فوت ہو گئے پس جب

الثَّالِثُ دَعَتْ بِصُفْرَةٍ فَتَمَسَّحَتْ بِهٖ وَقَالَتْ نُهِيْنَا اَنْ نُحِدَّ اَكْثَرَ

تیسرا دن ہوا تو انھوں نے پیلے رنگ کی خوشبو منگا کر ملا۔ اور فرمایا کہ شوہر کے علاوہ کسی

مِنْ ثَلَاثٍ اِلَّا لِزَوْجٍ ۵۰

اور کا تین دن سے زیادہ سوگ منانے سے منع کیا گیا ہے۔

۷۵۱ حدیث عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِيْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ لَمَّا جَاءَ

زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جب شام سے

جانے کی کیسے اجازت ہوگی اسی لئے غنیہ میں فرمایا۔ یہ مت پوچھ کہ یہ جائز ہے یا ناجائز۔ یہ پوچھ کہ اس عورت پر کتنی لعنت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور کتنی فرشتوں کی طرف سے اور کتنی صاحب قبر کی طرف سے۔

**تشریحات** ۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲ تُحِدُّ کا مصدر الاحداد ہے۔ اس کا مصدر ثلاثی مجرد سے حَدٌّ حِدَادٌ ہے۔ نصر ینصر اور ضرب یضرب۔ دونوں سے آتا ہے۔ اس کا معنی کسی مرنے والے پر غمگین ہونا اور زینت چھوڑ دینا ہے۔ صفرۃ پیلا رنگ۔ اس کا اکثر استعمال پیلے رنگ کی خوشبو کے معنی میں ہے۔ کتاب الطلاق میں بصفرۃ کے بجائے بطیب ہے اور محمد بن یوسف سے جو روایت ہے اس میں یہ ہے بطیب فیہ صفرۃ خلوق او غیرہ فدھنت منہ جاریتہ۔ یعنی خوشبو منگائی جس میں صفرہ خلوق یا اور کچھ تھا۔ لونڈی کو حکم دیا۔ اس نے اس میں سے کچھ لے کر تیل ملایا۔ پھر ام المومنین نے اسے لے کر اپنے رخساروں اور کلائیوں پر ملا۔ تیسری حدیث میں وہاں یہ زائد ہے کہ ام المومنین حضرت زینب نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا۔ خلوق اس عہد کی ایک مشہور خوشبو ہے جسے زعفران وغیرہ ملا کر بناتے تھے۔

**نعی ابی سفیان** نَعْيٌ۔ نَعِيٌّ۔ موت کی خبر۔ یہ ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاویہ کے والد ماجد ہیں۔ یہ حدیث اس پر نص ہے کہ حضرت ابو سفیان کا وصال شام میں ہوا تھا۔ اگرچہ تمام اہل سیر اس پر متفق ہیں کہ ان کا وصال مدینہ طیبہ میں ہوا حتی کہ خود علامہ بدرالدین عینی نے بھی حدیث ہرقل کے تحت یہی لکھا۔ اسی کی پیروی کرتے ہوئے جلد اول میں میں نے یہی لکھا۔ مگر یہاں علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ۔ بالشام۔ کہنے میں نظر ہے۔ یہ اضافہ حضرت سفیان بن عیینہ کی روایت میں ہے۔ میرا گمان یہ ہے کہ یہ وہم ہے اس روایت میں ابن چھوٹ گیا ہے اس لئے کہ شام میں یزید بن ابی سفیان کا وصال ہوا تھا۔ علامہ عینی نے اس کا حسب عادت بہت شد و مد کے ساتھ رد فرمایا ہے۔ اور فرمایا کہ سفیان بن عیینہ کی شان یہ ہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اگر مالک اور سفیان نہ ہوتے تو حجاز کا علم چلا جاتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ علامہ عینی کی تحقیق یہی ہے کہ ان کا وصال شام میں ہوا۔

---

ع۵ باب احداد المرأۃ علی غیر زوجھا ص ۱۷۰ ثانی الطلاق باب الکحل للحادۃ ص ۸۰۴

نَعْيُ أَبِي سُفْيَانَ مِنَ الشَّامِ دَعَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا بِصُفْرَةٍ

ابوسفیان کے وفات کی خبر آئی تو ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے

فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ فَمَسَحَتْ عَارِضَيْهَا وَذِرَاعَيْهَا وَقَالَتْ إِنْ كُنْتُ عَنْ هٰذَا

تیسرے دن پیلے رنگ کی خوشبو منگائی اور اسے اپنے دونوں رخساروں اور بازوؤں پر ملا اور فرمایا

لَغَنِيَّةً لَوْلَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَحِلُّ

میں اس سے مستغنی ہوں۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ

لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثٍ إِلَّا عَلٰى

جو عورت اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتی ہو اسے یہ جائز نہیں کہ شوہر کے علاوہ کسی اور پر تین دن

زَوْجٍ فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ۵

سے زیادہ سوگ منائے ہاں شوہر پر چار مہینے دس دن سوگ منائے۔

۷۵۲ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ

**حدیث** حضرت زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں رسول اللہ

اور ابن ابی شیبہ دارمی اور مسند امام احمد کی روایت میں جو آیا ہے کہ ان کے بھائی یا کسی قریبی رشتہ دار کی موت کی خبر آئی تو ام المومنین نے خوشبو لگائی۔ اس کی توجیہ خود علامہ ابن حجر نے یہ فرمائی کہ ہو سکتا ہے۔ دونوں کے وصال کی خبر یہ ایسا کیا ہو۔ اقول وباللہ التوفیق۔ مگر تیسری حدیث سے اس پر اشکال ہے اس لئے کہ اس میں ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واقعے کے بعد ہے ثم دخلت علی زینب بنت جحش، اور کتاب الطلاق میں فدخلت ہے۔ ثم تراخی کے لئے ہے اور فا تعقیب کے لئے ہے۔ دونوں کی دلالت ترتیب پر ہے۔ اب ماحصل یہ نکلا کہ زینب بنت ابوسلمہ کہہ رہی ہیں کہ ام المومنین ام حبیبہ کے بعد میں ام المومنین حضرت زینب کے یہاں گئی، ام المومنین حضرت زینب کا وصال سنہ ۲۰ھ یا سنہ ۲۱ھ میں ہوگیا تھا۔ تو ماننا پڑے گا کہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ کا واقعہ سنہ ۲۰ھ یا سنہ ۲۱ھ سے پہلے کا ہے۔ اور حضرت ابوسفیان کا وصال سنہ ۳۲ھ میں ہوا ہے۔ علامہ عینی نے یہ جواب دیا کہ ثم اور فا ترتیب کے لئے ہے اس میں اختلاف ہے۔ اور اگر ترتیب کے لئے ہے بھی تو یہاں ترتیب ذکر کرنے میں ہے نہ کہ واقع ہونے میں۔ اگرچہ حدیث کا سیاق اس کے خلاف ہے مگر امام بخاری کی عظمت شان کے لحاظ سے اسے قبول ہی کرنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**أخوها** ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تین بھائی تھے۔ عبید اللہ۔ یہ حبشہ میں نصرانی ہوکر

۵ باب احداد المرأة علی غیر زوجها ص ۱۷۰۔ ثانی الطلاق باب والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا یتربصن ص ۸۰۴ مسلم الطلاق۔

قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰی اُمِّ حَبِیْبَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں گئی تو انھوں

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَحِلُّ لِاِمْرَاَةٍ

نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو عورت اللہ اور قیامت کے

تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ

دن پر ایمان رکھتی ہو اسے جائز نہیں کہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے ہاں شوہر پر چار

اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ثُمَّ دَخَلْتُ عَلٰی زَیْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حِیْنَ تُوُفِّیَ

مہینے دس دن سوگ منائے اس کے بعد ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے یہاں گئی جبکہ انکے

مرا۔ دوسرے عبداللہ۔ یہ غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔ اس وقت ام المومنین حبشہ میں تھیں اور ابھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح بھی نہیں ہوا تھا۔ تیسرے ابو حمد۔ جن کا نام عبد۔ یا عبداللہ تھا۔ یہ ام المومنین کے بعد تک باحیات رہے۔ عبیداللہ کا انتقال ۵ھ یا ۶ھ میں ہوا۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات ظاہری کے ساتھ جلوہ فرما تھے۔ پھر ام المومنین کے اس ارشاد کا کوئی محل نہیں۔ مجھے خوشبو کی کوئی حاجت نہیں۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ فرما تھے تو خوشبو کی کیوں حاجت نہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے۔ یہ فوت ہونے والا ام المومنین کا کوئی سوتیلا بھائی ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسائل** عورت پر اپنے شوہر کا سوگ چار مہینے دس دن فرض ہے۔ مگر یہ غیر حاملہ کے لئے ہے۔ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ اگر شوہر کی وفات کے بعد فوراً ہی بچہ پیدا ہو جائے تو عدت پوری ہو گئی۔ ارشاد ہے:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۔ (سورہ طلاق) اور حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے۔

سورہ بقرہ میں ارشاد ہے۔

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۔ اور تم میں جو لوگ فوت ہوں اور بیبیاں چھوڑیں تو یہ بیبیاں چار مہینے دس دن اپنے کو روکے رکھیں۔

یہ دونوں آیتیں جزئی طور پر متعارض ہیں، اگر کوئی مر گیا اور اس کی زوجہ حاملہ ہو تو سورہ بقرہ کی آیت کے مطابق اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے۔ اور سورہ طلاق کے مطابق وضع حمل ہے۔ یہ چند منٹ میں بھی ہو سکتا ہے۔ اور چار مہینے دس دن سے زائد میں بھی۔ مگر چونکہ سورہ طلاق بعد میں نازل ہوئی ہے اس لئے یہ اس صورت خاص میں اس کی ناسخ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ سورہ نساء قصریٰ سورہ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام بخاریؒ نے حضرت زینب بنت ابی سلمہ اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرمایا کہ

[1] ثانی الطلاق باب واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن ص ۸۰۲

104

| |
|---|
| اَخُوْهَا فَدَعَتْ بِطِيْبٍ فَمَسَّتْ بِهٖ ثُمَّ قَالَتْ مَالِيْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ |
| بھائی فوت ہوئے تھے تو انھوں نے خوشبو منگائی اور اسے ملا اور فرمایا مجھے خوشبو کی حاجت نہیں سوائے |
| اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ |
| اس کے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا جو عورت اللہ اور قیامت پر ایمان |
| بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ تُحِدُّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ |
| رکھتی ہو اسے جائز نہیں کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے البتہ |
| وَّعَشْرًا ع۵ |
| شوہر پر چار مہینے دس دن منائے۔ |

سبیعہ اسلمیہ کے ان کے شوہر کی وفات کے چند رات بعد بچہ پیدا ہوا۔ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور نکاح کی اجازت طلب کی تو اجازت مرحمت فرمادی۔

شوہر کے علاوہ اور کسی میت پر سوگ واجب نہیں۔ تین دن تک منانے کی اجازت ہے۔ اور یہی حال مطلقہ کی عدت کا بھی ہے۔ یعنی۔ آیہ کریمہ۔ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ۔ اور جن عورتوں کو طلاق دیدیا گیا ہے وہ اپنے آپ کو تین حیض روکے رکھیں۔ کے عموم سے غیر مدخولہ، حاملہ آئسہ صغیرہ خاص ہیں۔ غیر مدخولہ پر عدت نہیں۔ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اور آئسہ صغیرہ کی عدت تین مہینہ ہے۔

## ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کا نام رملہ یہ حضرت ابوسفیان کی صاحبزادی اور حضرت معاویہ کی بہن تھیں۔ یہ قدیم الاسلام خاتون ہیں۔ پہلے ان کا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا تھا یہ پہلے اسلام لایا اور حضرت ام حبیبہ کے ساتھ ہجرت کرکے حبشہ گیا۔ اور وہاں جاکر نصرانی ہوگیا۔ ۷ھ یا ۶ھ میں مرگیا اس کی موت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمائش پر نجاشی شاہ حبشہ نے ان کا نکاح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کردیا۔ چار سو دینار یا چار ہزار درہم مہر مقرر ہوا جسے نجاشی نے خود ادا کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجکر مدینہ طیبہ بلوالیا۔ اسوقت تک غیر محرم کے ساتھ عورت کو سفر کرنے کی ممانعت نہ تھی ان کا یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ جب حضرت ابوسفیان فتح مکہ سے پہلے صلح حدیبیہ کی تجدید کے لئے مدینہ طیبہ آئے اور ان کے گھر گئے چاہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھ جاؤں تو انھوں نے بستر سمیٹ لیا۔ حضرت ابوسفیان نے پوچھا۔ بیٹی کیا بات ہے، میں اس بستر کے لائق نہیں یا یہ بستر میرے لائق نہیں۔ اس پر ام المومنین نے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بستر ہے تم مشرک ہو تمھیں اس پر کیسے بیٹھنے دوں۔ ۴۴ھ میں وصال ہوا۔ جنت البقیع میں بقیہ ازواج مطہرات کے ساتھ آرام فرما ہیں

ع۵ باب احداد المراۃ علی غیر زوجھا ص ۷۰، ثانی باب تحد المتوفی عنھا زوجھا اربعۃ اشھر وعشرا ص ۸۰۳ مسلم الطلاق ابوداؤد الطلاق۔ نسائی الطلاق۔

## باب کی توضیح

اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب باندھا باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعذب المیت الخ یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان۔ میت پر اس کے بعض اہل کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ جبکہ میت پر چلانا اس کی عادت ہو۔ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی وجہ سے۔ اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا جنھیں تمھاری نگہبانی میں دیا گیا ہے۔ اور اگر میت پر چیخنا اس کا طریقہ نہیں تو وہ ایسے ہے جیسے حضرت عائشہ نے فرمایا۔ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ اور وہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔ اور بوجھ سے لدی ہوئی کوئی جان بوجھ بٹانے کے لئے کسی کو بلائے تو وہ اس بوجھ میں سے کچھ نہ اٹھائے گی اور اس کا بیان کہ چلائے بغیر رونے کی اجازت ہے۔

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو بھی کسی کو ظلماً قتل کرے گا تو پہلے آدم کے بیٹے قابیل پر اس خون کا حصہ رہے گا۔ اس لئے کہ اسی نے سب سے پہلے قتل ایجاد کیا۔

اس میں۔ بعض بعینہ حدیث کا جز ہے۔ ایک حدیث کے بعد وہ حدیث یہیں مذکور ہے۔ پھر بعد میں امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان المیت یعذب ببکاء اھلہ علیہ۔ بیشک میت کو اس کے اہل کے اس پر رونے سے عذاب دیا جاتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ میت پر رونا مرنے والے کی عادت ہو۔ اسکی تائید میں پہلے سورہ تحریم کی یہ آیت پیش فرمائی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ۔ (۶)

اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ انسان کی فطرت ہے کہ اپنے ماں باپ کو جو کچھ کرتے ہوئے دیکھتا ہے وہی کرتا ہے جب ماں باپ کی عادت نوحہ کرنے کی ہوگی تو ان کی دیکھا دیکھی اس کے اہل بھی نوحہ کریں گے۔ تو ماں باپ اہل وعیال کے نوحہ کرنے کے سبب ہوئے۔ اگر ان کی عادت نہ ہوتی تو اس کے اہل وعیال نوحہ نہ کرتے۔ تو نوحہ کرکے وہ بھی جہنم کے مستحق ہوئے اور ان سے سیکھ کر اہل وعیال بھی۔ نوحہ کرنے والوں نے نہ اپنے آپ کو جہنم سے بچایا نہ اپنے اہل وعیال کو بچایا۔ اب ثابت کہ جس کی عادت نوحہ کرنے کی ہو اس پر مرنے کے بعد نوحہ کرنے والوں کی وجہ سے عذاب ہوگا۔ دوسرا استدلال اس حدیث سے ہے کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اس کے بارے میں سوال ہوگا جسکی نگہبانی اس کے ذمے ہے۔

اس حدیث کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ جب کوئی گناہ میں مبتلا ہو اور اسے دیکھکر اس کے اہل وعیال گناہ کریں تو اس سے مواخذہ ہوگا۔ اب اگر کوئی نوحہ کرنے کا عادی ہو اور اس سے سیکھ کر اس کے اہل وعیال نوحہ کریں تو وہ ضرور عذاب کا مستحق ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے فرمایا۔ اور اگر اس کی نوحہ کرنے کی عادت نہیں تو وہ ایسا ہے جیسے ام المومنین حضرت

۷۵۲ حَدَّثَنِیْ اُسَامَةُ بْنُ زَیْدٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اَرْسَلَتْ بِنْتُ

حدیث حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث بیان کی فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَیْهِ اَنَّ اِبْنًا لِّیْ قُبِضَ فَاْتِنَا فَاَرْسَلَ

کی صاحبزادی نے حضور کے پاس خبر بھیجا کہ حضور میرے یہاں تشریف لائیں میرا ایک بیٹا

عائشہ نے فرمایا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰی حِمْلِهَا لَا یُحْمَلْ مِنْهُ شَیْءٌ

کسی پر دوسرے کا گناہ نہیں لادا جائے گا، اور ایسا ہے جیسا کہ فرمایا اگر بوجھ سے لدا ہوا کوئی اپنا بوجھ بٹانے کیلئے کسی کو بلائے تو وہ اس کے بوجھ سے کچھ نہیں اٹھائے گا۔

سورہ فاطر — ۱۸

پہلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ منجانب اللہ ایسا نہ ہوگا کہ کسی کے گناہ پر دوسرے سے مواخذہ ہو۔ اور دوسری آیت کا یہ ہے کہ اگر کوئی گناہوں سے گراں بار کسی کو بلائے کہ میرا کچھ گناہ اپنے ذمہ لے لو تو کوئی تیار نہیں ہوگا اگرچہ قریبی رشتہ دار ہو۔ تو پھر پسماندگان کے نوحہ کرنے پر میت پر عذاب ہونے کا سوال ہی نہیں۔ پھر امام بخاری نے فرمایا۔

کہ چیخے چلائے بغیر میت پر رونے کی اجازت ہے۔ یہ باب کا دوسرا جز ہے۔ اس مضمون کی طبرانی[1] نے معجم کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت قرظہ بن کعب اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث روایت کی ہے کہ ان دونوں نے فرمایا کہ مصیبت کے وقت بغیر آواز کے رونے کی ہمیں رخصت دی گئی ہے۔ مگر چونکہ یہ امام بخاری کی شرط پر نہیں اس لئے اسے اپنی صحیح میں درج نہیں فرمایا۔ اور اسے باب کا عنوان قرار دیا۔

اس کے بعد امام بخاری نے یہ حدیث ذکر فرمائی۔

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا اِلَّا كَانَ عَلٰی اِبْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا وَذٰلِكَ لِاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ۔

کوئی بھی ظلماً قتل کیا جائے گا تو آدم کے پہلے بیٹے قابیل پر اس خون کا حصہ ہوگا۔ اس لئے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کا طریقہ ایجاد کیا۔

یہ حدیث امام بخاری نے کتاب الانبیاء، باب خلق آدم اور کتاب الدیات باب من احیاها اور کتاب الاعتصام اثم من دعا الی ضلالة میں موصولاً ذکر فرمایا ہے۔ یہاں اس کی تائید میں لائے ہیں کہ میت پر نوحہ کرنے سے عذاب اس وقت ہوگا جبکہ میت کی عادت نوحہ کرنے کی ہو۔ وجہ مناسبت یہ ہے کہ جس طرح گناہ کے موجد پر بعد کے سب عمل کرنے والوں کا وبال ہے۔ کیونکہ بعد والوں نے اسی سے سیکھا ہے۔ اسی طرح جب میت سے سیکھ کر اس کے گھر والے نوحہ کر رہے ہیں تو میت پر عذاب ہوگا۔

۷۵۳ تشریحات بنت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اور یہ صاحبزادے تھے جن کا نام علی تھا نہ کہ حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اس لئے کہ حضرت امامہ حضور اقدس

[1] عمدۃ القاری ثامن ص ۱۷

يُقْرِئُ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ
قریب مرگ ہے حضور نے ان کے پاس کہلایا جاؤ کہدو وہ سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں بیشک اللہ ہی کا
مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَاْتِيَنَّهَا فَقَامَ وَمَعَهٗ
ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور ہر چیز کی اس کی بارگاہ میں میعاد مقرر ہے اسے چاہیئے کہ صبر کرے
سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَّاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَّزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَّرِجَالٌ
اور ثواب کی امید رکھے پھر ان کی صاحبزادی نے حضور کے پاس کہلایا کہ وہ حضور کو قسم دیتی ہے کہ ضرور تشریف لائیں

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تک زندہ رہیں اور حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے نکاح فرمایا۔ اور اہل تاریخ کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صرف دو ہی بچے ہوئے ایک حضرت امامہ دوسرے حضرت علی۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ یہ حضرت علی اتنے بڑے ہونے تک جیے کہ قریب بلوغ پہنچ چکے تھے۔ انھیں فتح مکہ کے موقع پر حضور نے اپنے ساتھ اپنی سواری پر بٹھایا تھا۔ اتنے بڑے بچے کو صبی یعنی لڑکا نہیں کہا جاتا۔ علامہ عینی نے فرمایا ابن سیدہ نے کہا پیدائش کے وقت سے جب تک بڑا نہ ہو جائے صبی کہا جاتا ہے اور یہی ہمارے عرف میں لڑکے بچے کا حال ہے۔ اس لئے جن روایتوں میں بنت کا لفظ آیا ہے وہ کسی راوی کا وہم ہے حضرت علامہ ابن حجر کا رجحان یہ ہے کہ حضرت امامہ تھیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے اس مرض سے صحتیاب ہوگئیں کیونکہ بہت سی حدیثوں میں ان کے نام کی تصریح بھی آئی ہے۔ جیسا کہ مسند امام احمد[1] بن حنبل میں اسی سند کے ساتھ اور طبرانی[2] میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

**قبض** یہ معنی میں اس کے ہے کہ قریب ہے کہ اس کی روح قبض کرلی جائے۔ اس لئے کہ کتاب القدر میں ہے: ان ابنها يجود بنفسه۔ کہ ان کے صاحبزادے دم توڑ رہے ہیں۔ کتاب التوحید میں ہے کہ ان کے صاحبزادے دم توڑ رہے ہیں۔ پھر اسی حدیث کا اخیر حصہ اس کی دلیل ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے فوت نہیں ہوئے تھے۔

**فرفع اليه** کتاب الایمان میں ہے۔ اور انھیں اپنی گود میں بٹھایا۔

**ونفسه تتقعقع** اس کا مصدر تقعقع ہے۔ اس کے معنی مضطرب ہونا بیقرار ہونا متحرک ہونا۔ سوکھی چیز کی حرکت سے جو آواز نکلے۔ مراد یہ ہے کہ ان کی سانس اکھڑ چکی تھی۔ وہ دم توڑ رہے تھے۔

یہ حدیث صحاح ستہ کے علاوہ اور متعدد کتب حدیث میں مذکور ہے۔ کہیں ابنا ہے کہیں بنتا ہے کہیں ابنہ ہے۔ خود بخاری کتاب المرضی میں ابنتی ہے۔ اگرچہ یہیں ایک نسخہ ابنی قد حضر بھی ہے۔ مگر کسی میں انجام مذکور نہیں۔ اسی لئے علامہ ابن حجر نے یہ نکتہ پیدا فرمایا کہ یہ مریض حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے صحتیاب ہوگیا۔ اس لئے وہ اسے

[1] مسند امام احمد ص ۲۰۴ [2] فتح الباری ثالث ص ۱۲۵۔

فَرُفِعَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهُ تَقَعْقَعُ

اب حضور اٹھے اور حضور کے ساتھ سعد بن عبادہ معاذ بن جبل اور ابی بن کعب اور زید بن ثابت

قَالَ حَسِبْتُهُ أَنَّهُ قَالَ كَأَنَّهَا شَنٌّ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ

اور بہت سے لوگ تھے جب حضور وہاں پہنچے تو وہ بچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے

مَا هٰذَا قَالَ هٰذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ

پیش کیا گیا اور حضور نے اسے گود میں لے لیا۔ وہ دم توڑ رہا تھا گویا وہ مشک ہے۔ اسکے اثر سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ ۵ھ

علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اسپر سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا ہے۔ فرمایا یہ شفقت ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا فرمایا ہے ۳

۴ اور اللہ اپنے بندوں میں سے رحم کرنیوالوں ہی پر رحم فرماتا ہے۔

ترجیح دیتے ہیں کہ یہ حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھیں۔ جبکہ بعض روایتوں میں صراحۃً انکا نام مذکور ہے۔ مگر حدیث کا سیاق یہ بتا رہا ہے کہ وہ مریض بچے نہیں۔ اس لئے علامہ عینی اسے راجح فرما رہے ہیں کہ وہ حضرت علی بن ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔

**كأنها شن** شن پرانی سوکھی مشک کو کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ صاحبزادے بالکل سوکھ گئے تھے جیسے پرانا سوکھا مشک ہو۔ ضعف نقاہت سے صرف ہڈی چمڑا رہ گیا تھا۔ کتاب التوحید کی روایت میں ہے کانها فی شن۔ گویا وہ مشک میں تھے۔ یعنی بدن سوکھے مشک کی طرح ہو گیا تھا۔ اور سانس یوں چل رہی تھی جیسے سوکھے مشک میں کنکری ڈال کر ہلائیں اور آواز ہو۔ جس کو ہمارے عرف میں کہتے ہیں کہ سانس اکھڑ چکی ہے۔

**ففاضت عيناه** یعنی بچے کا یہ حال دیکھکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ازراہ شفقت یا رائے ضبط نہ رہا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اس پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعجب ہوا اس لئے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صبر و ضبط کو بارہا ملاحظہ فرما چکے تھے۔ غزوہ اُحد کی اس قیامت خیز گھڑی میں زخمی ہونے کے باوجود زبان سے اف تک نہ نکلی غزوہ خندق کی اس شدت میں جسے قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ دل حلقوم تک آ گئے تھے۔ پہاڑ سے بھی زیادہ استقامت تھی۔ اور آج بچے کا یہ حال ملاحظہ فرما کر رو رہے ہیں۔ یا تعجب اس پر ہوا کہ میت پر رونے سے منع فرمایا ہے۔ پھر یہ آنسو کیوں بہ رہے ہیں۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ شفقت کا مقتضیٰ ہے جو اختیاری نہیں۔ فطری ہے۔ اور یہ ممنوع نہیں۔ بلکہ محمود ہے۔ اس لئے کہ اللہ عزوجل اپنے انھیں بندوں پر مہربانی فرماتا ہے جو خود دوسروں پر مہربان ہوتے ہیں۔

---

۵ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ ص ۱۷۱ ثانی المرضیٰ باب عیادۃ الصبیان ص ۸۴۴ القدر باب قولہ وکان امر اللہ قدرا مقدورا ص ۹۷۶ الایمان والنذور باب قول اللہ تعالیٰ واقسموا باللہ جھد ایمانھم ص ۹۸۴ التوحید باب قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن ص ۱۰۹۷ باب ماجاء فی قول اللہ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین ص ۱۱۰۸ مسلم الجنائز نسائی الجنائز ابو داؤد الجنائز ابن ماجہ الجنائز۔

**حدیث ۷۵۴** عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ شَهِدْنَا بِنْتًا لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَی الْقَبْرِ قَالَ فَرَاَیْتُ عَیْنَیْهِ تَدْمَعَانِ قَالَ فَقَالَ هَلْ مِنْكُمْ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی کی قبر پر ہم حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی قبر پر بیٹھے تھے میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دونوں آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں

**مسائل** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بیمار پرسی واجب نہیں ہے۔ سنت ہے۔ نیز یہ کہ میت کی تجہیز و تکفین واجب عین نہیں، کفایہ ہے۔ چھوٹے بچوں کی بیمار پرسی بھی مسنون ہے۔ اپنے بڑے کو یا چھوٹے کو کسی مسنون بلکہ مستحب بلکہ مباح کام کیلئے قسم دلانا جائز ہے۔ اور ایسی قسم کا پورا کرنا مستحب ہے۔ کوئی بزرگ کہیں جائیں تو ان کے اصحاب و تلامذہ کو ساتھ جانا چاہیے اگر کوئی حرج نہ ہو۔ چھوٹے بچوں کو گود میں لینا سنت ہے۔ کسی میت پر رونے میں حرج نہیں جبکہ بطور جزع فزع اور چیخ چلا کر نہ ہو بلکہ محمود ہے۔

**تشریحات ۷۵۴** یہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جن کا وصال ۹ سنہ ھ میں ہوا تھا حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ان کا وصال اس وقت ہوا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدر میں تشریف فرما تھے۔ واپسی سے پہلے ہی دفن ہو چکی تھیں۔

**جالس علی القبر** مراد یہ ہے کہ قبر کے کنارے بیٹھے تھے۔ یہ مراد نہیں کہ قبر کے اوپر بیٹھے تھے۔ اس لئے کہ ابھی حضرت سیدہ ام کلثوم دفن بھی نہیں ہوئی تھیں۔ نیز خود فرمایا۔ کہ کوئی انگارے پر بیٹھے اور وہ اس کے کپڑے جلا دے پھر وہ کھال تک پہونچ جائے بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ کسی قبر پر بیٹھے۔[1]

**عینیہ تدمعان** اس سے ثابت ہوا کہ بے جزع فزع بے آواز کے رونا ممنوع نہیں محمود ہے۔ اس حصے سے باب کے دونوں جز ثابت ہو گئے۔

حضرت سیدہ فاطمہ زہرا حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر مبارک کے کنارے رونے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ہاتھ یا کپڑے سے ان کے آنسو پونچھنے لگے۔

**لم یقارف** اس کے معنی لم یقارب کے ہیں۔ اس کا مفعول محذوف المرأۃ ہے۔ یہی جمہور شراح کی توجیہ ہے مگر خطابی نے فرمایا کہ الذنب ہے۔ اور یہی اس حدیث کے ایک راوی فلیح کا بھی قول ہے۔ مگر یہ بعید ہے۔ اس لئے کہ اس تقدیر پر لازم آئے گا کہ سوائے حضرت ابو طلحہ کے تمام حاضرین نے اس رات گناہ کا ارتکاب کیا تھا۔ لہذا پہلی ہی توجیہ راجح ہوئی۔ اس کی تائید ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جسے امام بخاری نے تاریخ اوسط میں اور امام حاکم نے ذکر کیا ہے کہ فرمایا

[1] مسلم اول۔ الجنائز۔ فصل فی النھی عن الجلوس علی القبر ص ۳۱۲

رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ فَقَالَ اَبُوْطَلْحَةَ اَنَا فَقَالَ فَانْزِلْ قَالَ فَنَزَلَ فِيْ قَبْرِهَا ۵ع

فرمایا تم میں کوئی شخص ایسا ہے جو آج رات عورت کے قریب نہیں گیا ہے تو ابوطلحہ نے عرض کیا ہیں۔ تو فرمایا اسکی قبر میں اتر تو وہ انکی قبر میں اترے

۷۵۵ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ تُوُفِّيَتْ بِنْتٌ لِعُثْمَانَ بِمَكَّةَ

حدیث عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ نے کہا عثمان کی ایک صاحبزادی کا مکے میں

وَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا وَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَّاِنِّيْ لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا

وصال ہوا اور ہم لوگ آئے تاکہ ان کے جنازے میں شرکت کریں۔ اور وہاں ابن عمر اور ابن عباس بھی موجود

قبر میں ایسا کوئی نہ اترے جو آج رات اپنے اہل کے قریب گیا ہو۔ تو حضرت عثمان ہٹ گئے۔ اس ارشاد کی وجہ یہ ہے کہ اس رات حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی باندی سے قربت کرلی تھی۔ یہ ان پر تعریض تھی۔ لیکن ان کی طرف سے یہ معذرت کی جاسکتی ہے کہ انھیں کیا معلوم تھا کہ آج ہی حضرت سیدہ ام کلثوم کا وصال ہو جائے گا۔ اور ان کی علالت طویلہ کی وجہ سے وہ مجبور رہے ہوں۔ بیوی کے مرنے سے نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے حضرت عثمان بھی اجنبی ہو گئے تھے۔ اب ان کی اور حضرت ابوطلحہ کی حیثیت برابر ہو گئی تھی چونکہ میت کفن میں لپٹی ہوتی ہے۔ اس لئے اسے قبر میں اتارنے میں کوئی حرج نہیں ہو سکتا ہے اس وقت حضرت سیدہ ام کلثوم کے محارم میں سے کوئی موجود نہ رہا ہو۔ ایسی صورت میں کوئی بھی عورت کو قبر میں اتار سکتا ہے۔ البتہ صلحاء اتقیاء کو ترجیح ہے۔ حضرت ابوطلحہ کے صالح اور متقی ہونے میں کسی شبہے کی گنجائش نہیں۔ وہ قبر کھودنے کے ماہر تھے۔ نیز ان کی وجہ ترجیح یہ ہو سکتی ہے کہ وہ قبر کو اچھی طرح تیار کر سکتے تھے۔

۷۵۵ یہ صاحبزادی ام ابان بنت عثمان تھیں۔ جیسا کہ مسلم میں[1] ہے

تشریحات ان کی کنیت ابویحییٰ ہے۔ یہ موصل کے قریب دجلہ کے کنارے یا دجلہ و فرات کے

حضرت صہیب بن سنان دوآبے میں ایک گاؤں کے باشندے تھے۔ ان کے والد کسریٰ کی طرف سے ابلہ[2] کے حاکم تھے۔ ان کے بچپنے میں رومیوں نے حملہ کیا اور مال و متاع کے ساتھ انھیں بھی اٹھا لے گئے۔ ان کی نشو و نما رومیوں میں ہوئی جب جوان ہو گئے تو بنی کلب رومیوں سے خرید کر مکہ لائے اور عبداللہ بن الجدعان کے بھیج دیا۔ اس نے ان کو آزاد کر دیا ایک روایت یہ ہے کہ یہ خود بھاگ کر مکے آئے اور عبداللہ کے حلیف بن گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دار ارقم میں تشریف فرما تھے کہ تیسویں نمبر پر یہ ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ یہ سب سے اخیر مہاجر ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابھی قبا میں حضرت کلثوم بن ھدم کے گھر تھے کہ یہ بھی پہونچ گئے۔ سب لوگ کھجوریں کھا رہے تھے۔ یہ بھوکے تھے۔ کھجوروں پر ٹوٹ پڑے۔ ان کی ایک آنکھ میں آشوب تھا۔ کھجور میں آشوب میں مضر ہیں۔ حضرت صہیب خوش طبع تھے۔ حضرت عمر نے چھیڑا۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ ملاحظہ فرمائیں صہیب کی آنکھیں دکھ رہی ہیں اور کھجوریں کھا رہے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ صہیب اس حال میں کھجوریں کھا رہے ہو۔ عرض کیا۔ جو آنکھ دکھ رہی ہے

---

ع۵ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان المیت یعذب ببعض بکاء اھلہ ص ۱۷۱ باب من یدخل قبر المرأۃ ص ۱۷۵ ترمذی الشمائل

[1] الجنائز فصل ان المیت یعذب ببکاء اھلہ ص ۳۰۲۔

أَوْ قَالَ جَلَسْتُ إِلَى أَحَدِهِمَا ثُمَّ جَاءَ الْآخَرُ فَجَلَسَ إِلَى جَنْبِي فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ
تھے۔ میں دونوں کے بیچ میں بیٹھا تھا یا یہ کہ میں ایک کے پاس بیٹھا کہ دوسرے صاحب آئے اور
بْنُ عُمَرَ لِعُمَرَ وَبْنِ عُثْمَانَ أَلَا تَنْهَى عَنِ الْبُكَاءِ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
میرے پہلو میں بیٹھ گئے۔ عبداللہ بن عمر نے عمرو بن عثمان سے فرمایا تم عورتوں کو رونے سے کیوں نہیں منع
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ
کرتے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کو اس کے گھر والوں کے اس پر رونے سے
عَبَّاسٍ قَدْ كَانَ عُمَرُ يَقُولُ بَعْضَ ذٰلِكَ ثُمَّ حَدَّثَ قَالَ صَدَرْتُ مَعَ
عذاب دیا جاتا ہے۔ اس پر ابن عباس نے کہا عمر بھی ایسا ہی کچھ کہا کرتے تھے۔ اس کے بعد حدیث بیان
عُمَرَ مِنْ مَكَّةَ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ إِذَا هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ فَقَالَ
کی فرمایا کہ حضرت عمر کے ساتھ میں مکے سے لوٹ رہا تھا جب ہم بیداء پر پہنچے تو ایک قافلہ ایک ببول

اس طرف سے نہیں کھا رہا ہوں جو اچھی ہے اس طرف سے کھا رہا ہوں۔ حضور ہنس پڑے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان پر بہت اعتماد تھا۔ اسی وجہ سے وصیت فرمائی تھی کہ جب تک شوریٰ کسی خلیفہ کا انتخاب نہ کرے۔ صہیب نماز پڑھائیں گے۔ اور امور خلافت کو انجام دیں۔ چنانچہ تین دن تک یہ اس منصب پر فائز رہے۔ ۳۸ھ میں جب عمر مبارک ۶۳ سال کی ہوئی تو مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔ اور دنیائے اسلام کی سب سے متبرک قبرستان جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ صہیب روم کا پہلا پھل ہے۔

## توجیہ حدیث

یہ حدیث مشکل ترین احادیث میں شمار کی جاتی ہے۔ اس حدیث میں متعدد اشکال ہیں۔ پہلا حضرت ابن عمر کی روایت ہے۔ کہ میت پر اس کے اہل کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔ اس حدیث میں چار عموم ہیں۔ میت عام ہے اس سے کہ کافر ہو یا مسلمان۔ اس کے رونے کی عادت ہو یا نہ ہو۔ اس نے رونے کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ دوسرا عموم عذاب میں ہے۔ جسمانی ہو یا روحانی۔ تیسرا عموم رونے میں ہے۔ یہ رونا اختیاری ہو یا غیر اختیاری۔ آواز سے ہو یا بلا آواز۔ جزع فزع وغیرہ کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر۔

اور حضرت ابن عباس سے حضرت عمر کی جو حدیث مروی ہے۔ اس میں بکاء کی بعض بکاء کے ساتھ تخصیص ہے اور یہ تخصیص مبہم ہے۔ وہ بعض رونا کیا ہے۔ یہ ظاہر نہیں۔ اس اشکال کو امام بخاری نے دو طرح عنوان میں حل فرمایا ہے۔ ایک یہ کہ حضرت ابن عمر کے حدیث کا عموم حضرت ابن عباس کی حدیث سے خاص ہے۔ یعنی یہ اسکی مخصص ہے۔ اس میں بھی مراد بعض ہی بکاء ہے۔ پھر اس کے ابہام کو دو طرح واضح فرمایا۔ ایک یہ کہ میت پر عذاب اس وقت ہوگا جب میت کی خود بھی نوحہ کرنے کی عادت ہو۔ یہ تخصیص میت میں ہوئی پھر اس کے واسطے سے رونے والوں میں پھر رونے میں۔ دوسرے یہ کہ اس سے مراد آواز کے ساتھ بے صبری جزع فزع کے ساتھ رونا ہے۔ اب یہ رونے میں ہوئی۔ ہر ایک کو امام بخاری نے

اذْهَبْ فَانْظُرْ مَنْ هٰؤُلَاءِ الرَّكْبُ قَالَ فَنَظَرْتُ فَإِذَا صُهَيْبٌ فَأَخْبَرْتُهُ
کے درخت کے نیچے ٹھہرا ہوا تھا مجھ سے فرمایا جاؤ دیکھو یہ کون لوگ ہیں میں نے نگاہ کی تو وہ صہیب
فَقَالَ ادْعُهُ لِي فَرَجَعْتُ إِلَى صُهَيْبٍ فَقُلْتُ ارْتَحِلْ فَالْحَقْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
تھے میں نے عمر کو خبر کی تو فرمایا انہیں بلاؤ میں لوٹ کر صہیب کے پاس گیا اور میں نے کہا امیر المومنین
فَلَمَّا أُصِيبَ عُمَرُ دَخَلَ صُهَيْبٌ يَبْكِي يَقُولُ وَا أَخَاهُ وَا صَاحِبَاهُ فَقَالَ
سے ملو اس کے بعد جب حضرت عمر کو زخمی کیا گیا تو صہیب ان کے پاس آکر رونے لگے ہائے بھائی ہائے دوست
لَهُ عُمَرُ يَا صُهَيْبُ أَتَبْكِي عَلَيَّ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
اس پر حضرت عمر نے ان سے فرمایا اے صہیب تم مجھ پر روتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ
فرمایا ہے مردہ اپنے اہل خانہ کے بعض کے رونے پر مبتلائے عذاب کیا جاتا ہے ابن عباس نے کہا
فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ عُمَرَ وَاللّٰهِ
جب حضرت عمر کا وصال ہو گیا تو میں نے ام المومنین حضرت عائشہ سے یہ ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا اللہ
مَا حَدَّثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ لَيُعَذِّبُ
عمر پر رحم فرمائے بخدا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے اللہ مومن پر اس کے اہل کے رونے
الْمُؤْمِنَ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ وَلٰكِنْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سے عذاب فرماتا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا بیشک اللہ کافر پر عذاب
قَالَ إِنَّ اللّٰهَ لَيَزِيدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ وَقَالَتْ حَسْبُكُمُ
بڑھا دیتا ہے اس کے اہل کے رونے سے اور ام المومنین نے فرمایا

قرآن مجید اور حدیث سے مبرہن فرمایا، جیسا کہ مفصل گزرا۔

ابن عمر کی حدیث کی تیسری تخصیص حضرت ام المومنین کی حدیث سے ہوئی کہ میت سے مراد کافر ہے۔ چوتھی توجیہ یہ ہے۔ میت پر عذاب اس وقت ہوتا ہے جب اس نے نوحہ کرنے کی وصیت کی ہو۔ پانچویں توجیہ یہ ہے کہ جب وہ نوحہ کرنے کو پسند کرتا ہو۔ چھٹی توجیہ یہ ہے کہ یہ عذاب یہ ہے کہ اس سے کہا جائے گا کیا تو ایسا تھا۔ کیا تو ایسا تھا۔ یہ تخصیص عذاب میں ہے۔ یعنی زجانی عذاب ہوگا۔ جیسا کہ اسی مضمون کی حدیث آگے آرہی ہے۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ حضرت ام المومنین نے فرمایا۔ بخدا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے۔ اللہ مومن پر اس کے اہل کے رونے سے عذاب فرماتا ہے۔ اشکال یہ ہے کہ حضرت عمر کی حدیث میں۔ مومن نہیں۔ میت ہے

| |
|---|
| اَلْقُرْاٰنُ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عِنْدَ ذٰلِكَ |
| تمھیں قرآن کافی ہے۔ کسی کا بوجھ دوسرے پر نہیں لادا جائیگا۔ اس وقت ابن عباس نے کہا اور |
| وَاللّٰهُ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى قَالَ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْكَةَ وَاللّٰهِ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ شَیْئًا |
| اللہ ہی ہنساتا ہے اور رلاتا ہے۔ ابن ابی ملیکہ نے کہا اس پر ابن عمر کچھ نہیں بولے۔ |

اور میت کا لفظ کافر کو بھی شامل پھر اس شدت سے ام المومنین کے انکار کی کیا وجہ۔ حل یہ ہے کہ حضرت صہیب حضرت عمر پر روئے تھے۔ جس پر حضرت عمر نے وہ حدیث بیان فرمائی۔ اس سے ام المومنین نے یہ سمجھا کہ حضرت عمر اس ارشاد کو مومن کے حق میں سمجھے ہوئے ہیں۔ اس کو ام المومنین فرما رہی ہیں کہ انکا یہ سمجھنا درست نہیں۔ اس ارشاد سے مراد صرف کافر ہے۔ مومن نہیں۔

**تیسرا اشکال** یہ ہے کہ ام المومنین نے اپنے مدعیٰ پر آیہ کریمہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کوئی دوسرے کے بوجھ کو نہیں اٹھائیگا۔ سے استدلال فرمایا۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تو حق ہے کہ ایک مومن پر دوسرے مومن کا گناہ نہیں لادا جائے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ایک کافر پر دوسرے کافر کا گناہ لادا جائے گا۔ جس کی بنا پر کافر پر اس کے اہل کے رونے سے عذاب ہوگا۔ ظاہر آیت یہی بتا رہی ہے کہ اس میں مومن کی تخصیص نہیں۔ کافر کا بھی یہی حال ہے اور یہی مقتضائے عدل ہے۔ یہ اشکال علامہ کرمانی کا ہے۔ علامہ عینی نے یہ جواب ارشاد فرمایا۔ کہ چونکہ کافروں کی عادت تھی کہ وہ نوحہ کرنے کی وصیت کر جاتے تھے۔ جیسا کہ اہل جاہلیت کے اشعار سے ظاہر ہے۔ طرفہ بن عبد کہتا ہے:۔

اذا مت فانعنی بما انا اھلہ وشقی علی الجیب یا ام معبد

میں جب مر جاؤں تو اے ام معبد میرے کمالات بیان کر کے رونا اور گریبان پھاڑنا۔

اس لئے کافر پر عذاب ہوتا ہے اور مومن پر نہیں۔ اس جواب کا ماحصل یہ ہوا کہ یہ آیت کریمہ ام المومنین نے اپنے مدعیٰ کے پہلے جز پر پیش فرمایا۔ کہ ایک کا گناہ دوسرے پر لادا نہیں جاتا۔ اور مومن نوحہ کرنے کی وصیت بھی نہیں کرتا پھر اس پر اہل خانہ کے نوحہ کرنے سے کیوں عذاب ہوگا۔ کافر پر ہوگا اس لئے کہ وہ وصیت کر جاتا ہے۔

اس کا ایک جواب یہ بھی دیا جا سکتا ہے کہ اس عذاب سے مراد یہ ہے کہ اس سے کہا جائے گا کہ کیا تو ایسا ہی تھا۔ کیا تو ایسا ہی تھا۔ جیسا کہ حضرت مغیرہ اور حضرت ابن عمر کی حدیث ابھی آرہی ہے۔ یہ عذاب بھی کم نہیں۔ اس کی مثال وہ ہے جو قرآن کریم میں ابوجہل کے بارے میں فرمایا گیا کہ قیامت کے دن جہنم میں اس سے کہا جائے گا۔ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ۔ چکھ تو تو بڑا عزت والا بہت شریف ہے۔ زیادتی عذاب سے مراد مقررہ عذاب پر مزید عذاب یہ طعن ہے۔

**اوقال** یہ شک ابن جریج سے ہے۔ مسلم میں ہے۔ کہ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں ابن عمر کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ اما بان

ع۵ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ ص ۱۷۲، مسلم الجنائز۔ نسائی الجنائز۔

۷۵۶ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ لَمَّا اُصِیْبَ عُمَرُ جَعَلَ صُھَیْبٌ یَقُوْلُ وَا اَخَاہُ فَقَالَ عُمَرُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَیِّتَ لَیُعَذَّبُ بِبُکَاءِ الْحَیِّ ع۵

حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب حضرت عمر زخمی کیے گئے تو حضرت صہیب کہنے لگے ہائے بھائی اس پر حضرت عمر نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک زندہ کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔

بنت عثمان کے جنازے کا ہم لوگ انتظار کر رہے تھے۔ اور وہیں عمرو بن عثمان بھی تھے۔ اتنے میں ابن عباس آئے انھیں ایک رہبر لایا تھا۔ (ان کی آنکھیں سفید ہوگئی تھیں) اور ابن عمر کی جگہ بتائی تو وہ آئے اور میرے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اب میں دونوں کے درمیان ہوگیا۔ کہ گھر میں سے آواز آئی تو ابن عمر نے وہ فرمایا۔

**بیداء** کے معنی میدان کے ہیں۔ یہاں وہ میدان مراد ہے جو مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ہے۔

**فلما اُصیب** یہ ملاقات حضرت فاروق اعظم کے اخیر حج میں ہوئی تھی۔ جیسا کہ ایوب کی روایت میں ہے جب ہم مدینہ آگئے تو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حضرت عمر کو زخمی کر دیا گیا۔

**قال ابن عباس** اللہ ہی وہ ہے جس نے ہنسایا اور رلایا یعنی آنسو پر خود رونے والا اختیار نہیں رکھتا، پھر میت پر دوسرے کے رونے سے کیوں عذاب ہوگا۔

**ماقال ابن عمر شیئا** یعنی حضرت ابن عباس کی یہ حدیث سن کر ابن عمر کچھ نہیں بولے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر کا سکوت اس لئے تھا کہ انھوں نے اسے قبول کر لیا لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ انھوں نے بحث و تکرار سے بچنے کیلئے سکوت فرمایا خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ ایک حدیث مرفوع بیان کر چکے ہیں۔

اس کا بھی احتمال ہے کہ وہ اپنی بیان فرمودہ حدیث کی تاویل سوچ رہے ہوں۔ اور فوراً تاویل ذہن میں نہ آئی ہو۔ اسلئے سکوت فرمایا

**تشریحات ۷۵۶** دونوں حدیثوں کے ایک حصے کا مضمون تقریباً ایک ہی ہے۔ یہاں یہ۔ کیا تم نہیں جانتے۔ زائد ہے۔

اور وہاں بکاء مقید ہے۔ بعض کے ساتھ۔ اور یہاں مطلق ہے۔ وہاں اھل ہے۔ یہاں الحی ہے اس حدیث میں دو عموم ہوا۔ ایک بکاء میں اور ایک باکی رونے والے میں۔ مگر گزشتہ حدیث کی تشریح میں گزر چکا کہ جن احادیث میں ببعض بکاء نہیں ہے۔ ان میں مراد یہی ہے اور چونکہ میت پر زیادہ اہل و عیال ہی روتے ہیں اسلئے اہل فرمایا۔ ورنہ اہل کی تخصیص نہیں کوئی بھی روئے۔ اس کا اثر وہی ہوگا جو اہل و عیال کے رونے کا ہے۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ الحی کے معنی قبیلہ ہو۔ اب دونوں کا مضمون ایک ہوگیا مگر پہلا راجح ہے ایک تو میت کا تقابل اس کا مقتضی ہے دوسرے حضرت صہیب حضرت عمر کے قبیلے سے نہیں تھے۔

ع۵ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المیت یعذب ص ۱۷۲

۷۵۷ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ

**حدیث** عمرہ بنت عبدالرحمن نے خبر دی کہ انھوں نے حضرت عائشہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

کی اہلیہ سے سنا کہ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى يَهُوْدِيَّةٍ يَّبْكِيْ عَلَيْهَا اَهْلُهَا فَقَالَ اِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ

یہودی عورت پر گزرے جس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے تو فرمایا یہ سب اس پر روتے

عَلَيْهَا وَاِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهَا ۵

ہیں اور اس کی قبر میں اس پر عذاب ہو رہا ہے۔

۲۳۸ وَقَالَ عُمَرُ دَعْهُنَّ يَبْكِيْنَ عَلٰى اَبِيْ سُلَيْمَانَ مَا لَمْ يَكُنْ نَقْعٌ

**ت** اور حضرت عمر نے فرمایا انھیں چھوڑ دو ابو سلیمان پر روئیں جبتک سر پر

**۷۵۷ تشریحات** یہ ایک حدیث کا اخیر جز ہے جسے امام مالک نے موطا[1] میں ذکر فرمایا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ذکر کیا گیا کہ عبداللہ بن عمر یہ کہتے ہیں کہ میت کو زندہ کے رونے سے عذاب دیا جائے گا۔ تو حضرت عائشہ نے فرمایا۔ ابو عبدالرحمٰن کو اللہ معاف فرمائے وہ جھوٹ ہرگز نہیں بولے ہیں مگر وہ یا تو بھول گئے یا چوک گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک یہودی عورت پر گزرے۔ الخ حدیث ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ۔ کی تاویل یہ بھی ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ ای عند بکاء اھلہ علیہ۔ فی ظرف کے لئے معنی میں عند کے ہے۔ جیسے مطرنا بنوء کذا۔ ای عند نوء کذا۔ فلاں نچھتر کے وقت بارش ہوئی۔

**۲۳۸ تشریحات** اس تعلیق کو امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوگیا۔ تو بنی مغیرہ کی عورتوں نے اکٹھی ہو کر ان پر رونا شروع کر دیا تو حضرت عمر سے کہا گیا کہ کسی کو بھیجکر انھیں منع فرمادیں۔ تو حضرت عمر نے فرمایا۔ یہ ابو سلیمان پر آنسو بہاتی ہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں جب تک سر پر خاک نہ ڈالیں اور چلائیں نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ بے آواز کے میت پر رونا ممنوع نہیں البتہ آواز کے ساتھ چلا کر رونا منع ہے۔ اسی سے باب سے مناسبت ہے۔

**توضیح باب** یہاں باب کے کلمات یہ ہیں۔ ما یکرہ من النیاحۃ علی المیت۔ یہاں دو احتمال ہے۔ ایک یہ کہ ما موصولہ ہے۔ اب مطلب یہ ہوگا۔ کہ میت پر نوحہ کرنا مکروہ ہے اس کا بیان۔ دوسرے یہ کہ یہ ما مصدریہ ہے اب مطلب یہ ہوگا کہ میت پر نوحہ کے مکروہ ہونے کا بیان۔ دونوں تقدیر پر من بیانیہ ہے۔ تبعیضیہ کا ہونا دونوں تقدیر میں سے کسی پر درست نہیں۔ اس لئے کہ نیاحت کے معنی آواز سے رونے کے ہیں۔ اور یہ قطعاً جائز نہیں یہاں مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی

ہ ایضاً [1] الجنائز باب النھی البکاء علی المیت ص ۸۸

وَلَقْلَقَةٌ وَّالنَّقْعُ التُّرَابُ عَلَى الرَّاسِ وَاللَّقْلَقَةُ الصَّوْتُ۔ عہ

ڈھول نہ ڈالیں اور آواز نہ نکالیں اور نقع کے معنی سر پر دھول ڈالنا اور لقلقہ کے معنی آواز ہیں۔

۱۶۵۸ حدیث عَنِ الْمُغِيْرَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلٰى اَحَدٍ، مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا مجھ پر جھوٹ باندھنا کسی اور پر جھوٹ باندھنے کے مثل نہیں جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے اور میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ

ہے جو ناجائز ہے۔

**کشمیری صاحب پر تعقب** کشمیری صاحب نے فیض الباری میں فرمایا۔ یہاں من تبعیضیہ ہے۔ اور بعض نوحہ جائز ہے جیسا کہ حضرت جابر کے والد ماجد پر ان کی پھوپھی روئیں اور حضور نے منع نہیں فرمایا اقول وباللہ التوفیق۔ حضرت کو بآں حافظہ وہمہ دانی یہ خبر ہی نہیں کہ اس وقت نوحہ کرنا ممنوع ہی نہیں تھا۔ مسند امام احمد، ابن ماجہ میں ہے۔ غزوہ احد سے واپسی کے بعد بنو عبدالاشہل کی خواتین اپنے شہداء پر بین کرنے لگیں تو حضور نے فرمایا۔ اما حمزۃ فلا بواکی لہ۔ حمزہ کے لئے رونے والیاں نہیں۔ انصار کرام کو خبر ہوئی تو ان کی خواتین کاشانہ اقدس میں جمع ہو کر بین کرنے لگیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو گئے تھے۔ چیخنے چلانے کی آواز سنکر آنکھ کھل گئی۔ دریافت فرمایا، یہ کیا ہے عرض کیا گیا۔ انصار کی عورتیں حمزہ پر رو رہی ہیں۔ فرمایا۔ ان سے کہدو جائیں اور آج کے بعد کسی مرنے والے پر نہ روئیں۔ کیا حدیث منسوخ پر عمل جائز ہے۔

۱۶۵۸، ۲۳۹۱ وقال آدم۔ سے امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسی سند کے ساتھ آدم بن ایاس نے شعبہ سے المیت یعذب فی قبرہ بما نیح علیہ کے بجائے المیت یعذب ببکاء الحی

**تشریحات** علیہ روایت کیا ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا اس سند کیساتھ ببکاء الحی تنہا آدم نے روایت کیا ہے۔ دوسرے رواۃ بما نیح علیہ روایت کرتے ہیں۔

**بما نیح علیہ** اس میں باء سببیہ ہے۔ اور ما مصدریہ۔ معنی یہ ہوئے۔ اس پر نوحہ کرنے کی وجہ سے۔ اب آدم بن ایاس کی روایت اور یہ دونوں ہم معنی ہوں گی۔ علامہ عینی نے فرمایا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بما نیح۔ حال ہو۔ اور۔ ما موصولہ۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ یعذب متلبسا بالذی نیح علیہ۔ یعنی جن الفاظ سے نوحہ کیا جائے گا انہیں سے عذاب دیا جائے گا۔ اس طرح کہ اس سے کہا جائے گا کیا تو ایسا تھا۔ کیا تو ایسا تھا۔ جیسا کہ ابن ماجہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میت کو سختی کے ساتھ جھنجھوڑا جائے گا اور کہا جائے گا کہ تو ایسا ہے؟ تو ایسا ہے؟

عہ باب ما یکرہ من النیاحۃ علی المیت ص ۱۷۲ ج ۱ جلد ثانی ص ۹۲ ۵۲ الجنائز باب البکاء علی المیت ص ۱۱۵ الجنائز باب المیت یعذب بما نیح علیہ ص ۱۱۵۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ نِّیْحَ عَلَیْہِ یُعَذَّبُ بِمَا نِیْحَ عَلَیْہِ ؏ہ

علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جس پر نوحہ کیا جائیگا اس کو نوحہ کے سبب عذاب دیا جائیگا۔

۷۵۹ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

**حدیث** حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنے والد ماجد حضرت عمر سے اور انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ اَلْمَیِّتُ یُعَذَّبُ فِیْ قَبْرِہٖ بِمَا نِیْحَ عَلَیْہِ ؏ہ

سے روایت کیا فرماتے میت کو اس کی قبر میں اس پر نوحہ کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔

۲۳۹ وَقَالَ اٰدَمُ عَنْ شُعْبَۃَ ۔ اَلْمَیِّتُ یُعَذَّبُ بِبُکَاءِ الْحَیِّ عَلَیْہِ ؏ہ

**ت** اور آدم نے شعبہ سے روایت کرتے ہوئے کہا میت کو زندہ کے اس پر رونے سے عذاب دیا جاتا ہے۔

۷۶۰ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

**حدیث** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّطَمَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَی

فرمایا جو گالوں پر تھپڑ مارے اور گریبانوں کو پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کی طرح پکارے

**مسائل** ان تمام احادیث کا ماحصل یہ نکلا کہ میت کی دائمی جدائی کے اثر سے اگر بے اختیار آنسو نکل پڑیں یا حالت اضطرار میں کچھ آواز نکل جائے تو کوئی حرج نہیں بلکہ محمود ہے لیکن بالقصد چیخ چیخ کر چلا کر رونا، سر پیٹنا، چہرے پر تھپڑ مارنا، سینہ پیٹنا، گریبان پھاڑنا، سر پر خاک ڈالنا حرام و ممنوع ہے۔ یہی نوحہ اور بین ہے۔ اگر میت کی خود نوحہ کرنے کی عادت ہو یا وہ وصیت کر گیا ہو تو نوحہ کرنے کی وجہ سے اس پر عذاب ہوگا۔

**تشریحات** ۷۶۰ لیس منا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہمارے طریقے پر چلنے والوں میں سے نہیں۔ اس لئے کہ اہلسنت کا اس پر اجماع ہے کہ گناہ سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔ یہ ارشاد ان افعال کی قباحت و شناعت کو بتانے کے لئے تغلیظاً فرمایا۔

**دعوی الجاھلیۃ** جاہلیت سے مراد زمانہ فترت ہے۔ یعنی وہ زمانہ جس میں کوئی رسول تشریف نہ لایا ہو۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے درمیان کی مدت ہے جو تقریباً پانچسو برس ہے۔

دعوی جاہلیت سے مراد عام ہے۔ ہر وہ ندا اور قول جو اسلام کے خلاف اس عہد میں رائج ہو سب دعوی جاہلیت ہے۔ جیسے ذرا ذرا سی بات پر اپنے قبیلے کو پکارنا۔ اور مرنے والے کے ایسے اوصاف بیان کرکے چیخنا چلانا جو اس میں نہ ہوں۔ جیسے واجبلاہ، واعضداہ، واسنداہ۔ وغیرہ وغیرہ

ہ باب مایکرہ من النیاحۃ ص ۱۷۲ مسلم الجنائز۔ ترمذی الجنائز۔ ہ باب مایکرہ من النیاحۃ ص ۱۷۲
مسلم الجنائز نسائی الجنائز ابن ماجہ الجنائز۔ مسند امام احمد ہ باب مایکرہ من النیاحۃ ص ۱۷۲

## الجاھلیۃ ع۵

وہ ہم میں سے نہیں۔

**۶۶۱ حدیث** عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُنِیْ عَامَ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ مِنْ وَّجَعٍ اشْتَدَّ بِیْ فَقُلْتُ اِنِّیْ قَدْ بَلَغَ بِیْ مِنَ الْوَجَعِ وَاَنَا ذُوْ مَالٍ وَّلَا یَرِثُنِیْ اِلَّا ابْنَۃٌ لِّیْ اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَیْ مَالِیْ قَالَ لَا فَقُلْتُ فَالشَّطْرُ فَقَالَ لَا ثُمَّ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ کَبِیْرٌ اَوْ کَثِیْرٌ اِنَّکَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَکَ

عامر بن سعد بن وقاص نے اپنے والد ماجد حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے سال میری بیمار پرسی کیلئے آئے میری اُس بیماری میں جو سخت ہو گئی تھی میں نے عرض کیا بیماری نے مجھے اس حد کو پہنچا دیا ہے اور میں مالدار ہوں اور میری وارث صرف میری ایک بیٹی ہے۔ کیا میں اپنے مال کی دو تہائی صدقہ کر دوں فرمایا نہیں تو میں نے عرض کیا آدھا تو فرمایا نہیں۔ پھر حضور نے خود ہی فرمایا۔ تہائی اور تہائی بڑی ہے یا یہ فرمایا بہت ہے

**۶۶۱ تشریحات**

اس حدیث کا یہ جز۔ انک لن تنفق ۔ الی فی فی امرأتک۔ پہلی جلد کتاب الایمان میں صـ ۳۴۴ پر گزر چکا ہے۔

**الثلث کثیر** اس سے ثابت ہوا کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت نافذ نہیں۔ اگر کوئی تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کر جائے تو بھی صرف تہائی ہی موصیٰ لہ یعنی وہ پائے گا جس کے لئے وصیت کی گئی ہے۔ ہاں اگر وارث عاقل بالغ ہوں اور سب راضی ہوں تو نافذ ہوگی۔ اور اگر سب نابالغ ہوں یا سب مجنوں ہوں۔ یا کچھ نابالغ اور کچھ مجنوں تو نافذ نہ ہوگی اگرچہ سب راضی ہوں۔ اگر کچھ بالغ ہیں کچھ نابالغ یا کچھ مجنوں اور کچھ عاقل یا سب عاقل بالغ ہیں مگر کچھ راضی ہیں اور کچھ راضی نہیں تو جتنے عاقل بالغ راضی ہوں ان کے حصے میں نافذ اور جو لوگ راضی نہیں یا نابالغ یا مجنوں ہیں، ان کے حصے میں نافذ نہیں۔

**انک ان تذر** عام طور پر لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ وارثین کے لئے مال چھوڑنے میں ثواب نہیں۔ یا بال بچوں کی پرورش میں ثواب نہیں۔ یہ حدیث ان کا رد ہے۔ اسمیں صراحت کے ساتھ ارشاد ہے کہ یسماندگان کے لئے مال چھوڑ جائے اسمیں زیادہ ثواب ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ کل مال مسجد وغیرہ میں دیدیا جائے اور وارثین کو بھیک منگا چھوڑا جائے۔ اسی طرح اہل و عیال کی پرورش میں صرف کرنا بھی موجب اجر و ثواب ہے۔

**اخلف بعد اصحابی** اس سوال کا مقصد یہ تھا کہ کیا اسی مرض میں میری موت مقدر ہے کیا میں یہیں دفن ہونگا یہ سوال اس لئے کیا تھا کہ یہ چیز ان کو پسند نہ تھی کہ ہجرت کے بعد مکے ہی میں دفن ہوں۔ جیسا کہ دوسری روایتوں میں ہے۔ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں اسی سرزمین میں نہ مروں جہاں سے ہجرت کر چکا ہوں۔ حضور دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ع۵ باب لیس منا من شق الجیوب ص ۱۷۲ باب لیس منا من ضرب الخدود ۔ باب ما ینھی من الویل ص ۱۷۳ اضافت قریش باب ما ینھی من دعوی الجاھلیۃ ص ۴۹۹ ۔ مسلم الایمان ۔ ترمذی الجنائز ۔ نسائی الجنائز، ابن ماجہ الجنائز۔

أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَإِنَّكَ لَنْ

تم اپنے وارثین کو مالدار چھوڑو یہ بہتر ہے اس سے کہ ان کو تنگدست چھوڑو کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے

تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فِيْ

پھریں اور تو جو بھی اللہ کی رضا کے لئے خرچ کریگا اس پر ثواب پائیگا یہاں تک کہ جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ

امْرَأَتِكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أُخَلَّفُ بَعْدَ أَصْحَابِيْ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ

میں ڈالیگا اس پر بھی ثواب ملے گا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا میں اپنے اصحاب کے چلے جانے کے بعد کے میں

فَتَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا إِلَّا ازْدَدْتَ بِهٖ دَرَجَةً وَّرِفْعَةً ثُمَّ لَعَلَّكَ أَنْ تُخَلَّفَ

پیچھے رہ جاؤں گا فرمایا تم ہرگز پیچھے نہیں رہو گے اس کے بعد تم جو بھی نیک عمل کرو گے اس کے ذریعہ تم

حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَّيُضَرَّ بِكَ آخَرُوْنَ اَللّٰهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِيْ

اپنے درجے اور مرتبے کو بلند کرو گے۔ اس کے بعد تم زندہ رہو گے یہاں تک کہ تم سے کچھ قوموں کو نفع پہنچے گا

هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ وَلٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ

اور دوسروں کو نقصان۔ اے اللہ میرے صحابہ کی ہجرت پوری فرمانا اور انھیں ایڑیوں کے بل مت پلٹانا۔ لیکن

نے فرمایا۔ ایسا نہ ہوگا۔ تم اس مرض سے شفاء پاؤ گے اور اس کے بعد زندہ رہو گے اور اعمال صالحہ کرو گے جس سے تمہارا درجہ اور بلند ہوگا۔ تم سے ایک قوم کو فائدہ پہنچے گا اور ایک کو نقصان پہنچے گا۔ کتاب المرضی میں ان کی دوسری صاحبزادی سے جن کا بھی نام عائشہ ہی ہے، مروی ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک پیشانی پر رکھا پھر حضرت سعد کے چہرے اور پیٹ پر ملا اور یہ دعا فرمائی۔ اے اللہ اسعد کو شفا عطا فرما اور ان کی ہجرت کو پوری فرما۔ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ دست مبارک کی ٹھنڈک میں ہمیشہ محسوس کرتا ہوں۔ حتی کہ اس وقت بھی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول ہوئی اور غیب کی خبر سچی ہوئی۔ اس واقعے کے بعد حضرت سعد پینتالیس یا سینتالیس سال زندہ رہے۔ یہ واقعہ ۱۰ھ کا ہے۔ اور ان کا وصال ۵۵ھ یا ۵۸ھ میں ہوا۔ اللہ عزوجل نے انھیں کے ہاتھ ایران فتح فرمایا جس سے ایرانیوں کو نقصان پہنچا اور مسلمانوں کو نفع عظیم پہنچا۔ نیز جب یہ عراق کے والی تھے تو کچھ بدنصیب مرتد ہو گئے۔ یہ پکڑ کر ان کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ انھوں نے ان کو توبہ کا حکم دیا۔ کچھ نے توبہ کی انھوں نے دارین کا خیر حاصل کیا۔ کچھ اڑے رہے۔ جنھیں قتل کرا دیا۔ یہ بھی ایک قوم کو نفع پہنچانا اور ایک قوم کو نقصان پہنچانا ہے۔

**سعد بن خولہ** | یہ اپنے اصل کے اعتبار سے عجمی تھے اور یمن کے باشندے تھے۔ بنی عامر بن لوی کے حلیف تھے۔ اس لئے بعض لوگوں نے ان کو بنی عامر کا فرد کہدیا ہے۔ یہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ پہلے حبشہ ہجرت کی پھر مدینہ طیبہ، بدر، احد، خندق، صلح حدیبیہ کے مشاہد میں شریک رہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ معظمہ میں وفات پائی، اللہ کی

يُرْثَى لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ مَّاتَ بِمَكَّةَ ۵۵

قابل رحم سعد بن خولہ انکے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دکھ کا اظہار فرما رہے تھے کہ وہ مکے میں فوت ہوئے۔

۲۴۰ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ وَجِعَ

ت ابو بردہ بن ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت ابو موسیٰ

رضا کے لئے جس پیارے وطن کو ترک کیا تھا۔ وہاں پیوند خاک ہونا مہاجرین اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند نہ تھا۔ اسی لئے فرمایا لیکن قابل رحم سعد بن خولہ ہے۔

**یرثی لہ رثیتہ** جب بغیر صلہ کے ہو تو اس کے معنی ہیں۔ موت کے بعد کسی کی مدح بیان کی۔ اور جب لام کے صلے کے ساتھ بولا جائے۔ رثیت لہ۔ تو اس کے معنی مرنے والے پر غمگین ہوا۔ یہاں یہی معنی مراد ہے۔ حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکہ معظمہ میں فوت ہونے پر اظہار غم فرما رہے ہیں۔ یہ مراثی ممنوعہ میں داخل نہیں۔ ممنوع وہ مرثیہ ہے جو تجدید حزن و غم کیلئے ہو۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مراثی سے منع فرمایا ہے اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح کہا۔ یرثی لہ۔ سے آخر تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں۔ یہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صرف ایک صاحبزادی حضرت عائشہ تھیں۔ یہ صحابیہ ہیں۔ اس کے بعد اور اولاد ہوئی۔ جن میں عامر اور عمر و شقی بھی ہے۔ جو کربلا میں یزیدی فوج کا سپہ سالار تھا۔ حضرت سعد کے سترہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں ہوئیں۔ جنمیں دو کے نام عائشہ ہیں۔ ایک صحابیہ ہیں جن کا نام اس حدیث میں ذکر ہے۔ دوسری تابعیہ ہیں جن سے امام مالک روایت کرتے ہیں اور جن سے کتاب وصایا میں حدیث مذکور کا کچھ حصہ مروی ہے۔

**تشریح ۲۴۰** امام بخاری نے اس حدیث کی سند کو یوں بیان فرمایا ہے۔ قال الحکم۔ یہ حکم بن موسیٰ ابو صالح قنطری ہیں۔ ان کا وصال ۲۳۲ھ میں ہوا ہے۔ امام بخاری نے اگرچہ ان کا زمانہ پایا ہے مگر ان سے حدیث نہیں سنی ہے اسی لئے قال الحکم کہا۔ حدثنی یا عن الحکم نہیں کہا اس لئے کہ جن لوگوں نے امام بخاری کے شیوخ کو جمع کیا ہے انھوں نے حکم کو نہیں ذکر کیا ہے۔ یہ علامہ ابن حجر کی رائے ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ امام بخاری نے ان حکم سے حدیث سنی ہے اسکی دلیل ابو الوقت کی روایت ہے جس میں حدثنی الحکم۔ ہے۔ نیز دار قطنی نے حکم اور قاسم بن مخیمرہ کو ان لوگوں میں ذکر کیا ہے جن کی حدیث امام بخاری نے لی ہے۔ ابن تین نے کہا کہ اسے بطریق مسند اس لئے نہیں ذکر کیا کہ وہ قاسم بن مخیمرہ کی حدیث کی

---

۵۵ باب زیارۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سعد بن خولہ ص ۱۷۳ الوصایا ان یترثہ ورثتہ اغنیاء ص ۳۸۳ باب الوصیۃ بالثلث ص ۳۸۴ ہجرۃ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللھم امض لاصحابی ہجرتھم ص ۵۶۰ ثانی المغازی باب حجۃ الوداع ص ۶۳۲

المنفقات باب فضل النفقۃ علی الاھل ص ۸۰۶ المرضی باب وضع الید علی المریض ص ۸۴۵ باب قول المریض انی وجع ص ۸۴۶ الدعوات باب الدعاء برفع الوباء ص ۹۴۳ الفرائض باب میراث البنات ص ۹۹۷ اول الایمان باب ماجاء الاعمال بالنیۃ والحسبۃ ص ۱۳ مسلم الوصایا۔ ابوداؤد الوصایا۔ ترمذی الوصایا۔ ابن ماجہ الوصایا۔ للوطا الوصایا۔ دارمی الوصایا۔ مسند امام احمد۔ ۵ مسند امام احمد جلد رابع ص ۳۵۶-۳۸۳ ابن ماجہ الجنائز باب فی البکاء علی المیت ص ۱۱۵۔

أَبُو مُوسٰى وَجَعًا فَغُشِيَ عَلَيْهِ وَرَأْسُهُ فِي حِجْرِ امْرَأَةٍ مِّنْ أَهْلِهِ فَلَمْ

سخت بیمار ہوئے۔ یہاں تک کہ ان پر غشی طاری ہوگئی اور ان کا سر ان کی ایک اہلیہ کی گود میں تھا۔

يَسْتَطِعْ أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَنَا بَرِيءٌ مِّمَّنْ بَرِئَ مِنْهُ

انھیں اتنی طاقت نہ تھی کہ کچھ کہہ سکیں جب افاقہ ہوا تو فرمایا میں بیزار ہوں اس سے جس سے

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیزار ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصیبت پر چیخنے والی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِئَ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ ؏ه

اور سر مونڈنے والی اور کپڑے پھاڑنے والی سے بیزار ہیں۔

۷۶۲ حدیث أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جب زید بن حارثہ

جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ

اور جعفر اور ابن رواحہ کے شہید ہونے کی خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس

تخریج نہیں کرتے۔ اور بعض لوگوں (علامہ ابن حجر) نے کہا کہ یہی حال حکم کا بھی ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی مصیبت پر چیخنا چلانا۔ سر منڈانا۔ کپڑے پھاڑنا حرام ہے۔ اسی کے حکم میں منہ نوچنا، بال نوچنا بکھیرنا، سینہ پیٹنا وغیرہ وغیرہ ہیں۔

**تشریحات** ۷۶۲ ان حضرات کی شہادت غزوہ مونتہ میں ہوئی تھی جو ۸ھ کے جمادی الاولیٰ میں ہوا تھا۔

حضرت زید بن حارثہ بن شراحیل بن کعب بن عبد العزیٰ بن امرئ القیس کلبی قضاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بنو قضاعہ کے چشم وچراغ تھے۔ یہ یمن کا ایک قبیلہ ہے۔ یہ ابھی بہت کمسن تھے کہ ان کی والدہ، سعدیٰ بنت ثعلبہ اپنے میکے بنی معن میں گئیں جو بنی طے کی شاخ تھی۔ اتفاق کی بات بنو قیس نے اس پر حملہ کیا اور غارت گری میں حضرت زید کو بھی اٹھا لائے اور بازار حباشہ میں حکیم بن حزام کے ہاتھ چار سو درہم میں بیچ ڈالا انھوں نے اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں پیش کیا۔ ام المومنین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نذر کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اپنا متبنّٰی بنالیا تھا۔ اسی وجہ سے عرب کے دستور کے مطابق زید بن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے جاتے تھے۔ جب آیۃ کریمہ اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ انھیں ان کے باپ کے نام کے ساتھ پکارو۔ نازل ہوئی تو مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لقب سے یاد کئے جانے لگے۔ ایک دفعہ ان کے والد تلاش کرتے کرتے مکہ معظمہ پہنچے اور انھیں پالیا۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے بچے کو واپس مانگا۔ حضور نے فرمایا۔ ان سے پوچھ لو اگر یہ جانا

؏ه باب ما ینهی من الحلق عند المصیبة ص ۱۷۳۔

وَابْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ وَأَنَا أَنْظُرُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ

آئی تو ایسے بیٹھے کہ حضور کا اندرونی غم ظاہر ہو رہا تھا اور میں دروازے کے سوراخ سے دیکھ رہی

شَقِّ الْبَابِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ فَأَمَرَهُ

تھی اتنے میں ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ جعفر کی عورتیں رو رہی ہیں تو اسے

أَنْ يَنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ لَمْ يُطِعْنَهُ فَقَالَ انْهَهُنَّ فَأَتَاهُ

حضور نے حکم دیا کہ انھیں روک دے وہ گیا پھر دوبارہ آیا (اور کہا) انھوں نے بات

الثَّالِثَةَ قَالَ وَاللّٰهِ غَلَبْنَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَزَعَمَتْ أَنَّهُ قَالَ فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ

نہیں مانی تو فرمایا انھیں منع کردے پھر وہ تیسری مرتبہ حاضر ہوا اور کہا بخدا وہ ہم پر غالب آگئیں

چاہیں تو لے جاؤ۔ حضرت زید نے باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور حضور کی غلامی قبول فرمائی۔

حضور نے ان کا نکاح حضرت ام ایمن سے کر دیا تھا۔ جن سے حضرت اُسامہ حِبِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ ان کی تین اولادیں ہوئیں۔ اُسامہ۔ زید بن زید۔ رقیہ۔ یہ دونوں صغر سن میں وفات پا گئے، صرف حضرت اسامہ زندہ رہے۔

**حضرت جعفر بن ابی طالب** رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دس سال بڑے تھے یہ بھی سابقین اولین میں سے ہیں۔ پہلے حبشہ ہجرت کی پھر غزوہ خیبر کے موقع پر مدینہ طیبہ آگئے۔ غزوۂ موتہ میں اس بہادری سے لڑے کہ دونوں بازو کٹ گئے مگر علم گرنے نہیں دیا۔ اللہ عزوجل نے ان کو کٹے ہوئے بازوؤں کے عوض دو بازو عطا فرمائے جس سے وہ فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ اسی لئے ان کو ذوالجناحین اور جعفر طیار کہا جاتا ہے۔ اس بہادری سے لڑے تھے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ لڑائی ختم ہونے کے بعد دیکھا گیا تو نوے سے زائد زخم لگے تھے۔ سب سامنے تھا پیٹھ پر ایک[1] بھی نہ تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہتر زخم بیان کرنے والے واعظین سے درخواست ہے کہ وہ اسلام پر اس فدا ہونے والے کے نوے سے زائد زخموں کو بھی کبھی کبھی بیان کر دیا کریں۔

ان کی بیبیوں میں صرف حضرت اسماء بنت عمیس کا حال معلوم ہے ان کے بطن سے تین صاحبزادے پیدا ہوئے۔ عبداللہ، محمد۔ عوف۔ ان میں سے نسل، صرف حضرت عبداللہ سے چلی۔

**حضرت عبداللہ بن رواحہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بنی خزرج کے ممتاز افراد اور انصار کرام کے سابقین اولین میں سے ہیں۔ لیلۃ العقبہ کے نقبا میں یہ بھی ہیں۔ بدر اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ یہاں تک کہ غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے۔ ان سے حضرت انس بن مالک حضرت اسامہ حضرت

[1] بخاری ثانی المغازی۔ باب غزوۃ موتہ ص ۶۱۱

التُّرَابَ فَقُلْتُ أَرْغَمَ اللّٰهُ أَنْفَكَ لَمْ تَفْعَلْ مَا أَمَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

یارسول اللہ! ام المومنین کا گمان ہے کہ فرمایا انکے منہ میں دھول ڈالدو۔ تو میں نے اس شخص سے کہا اللہ تیری ناک خاک آلود کرے۔ رسول

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ تَتْرُكْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ[۵۵]

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو حکم دیا تو نے نہیں کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوفت پہنچانے سے بھی باز نہیں آیا۔

ابن عباس نے روایت کی ہے۔ جب کہیں لشکر اسلام جاتا تو یہ سب سے پہلے جاتے اور سب سے آخر میں لوٹتے۔ جب یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُوْنَ۔ (شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں)، تو یہ بہت دلگیر ہوئے اور کہا میں انھیں میں سے ہوں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے۔ عرب کے ممتاز شعراء میں تھے۔ ایمان سے مشرف ہونے کے بعد صرف نعت سے شغل رہ گیا:

اللھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

انھیں کے مدحیہ قصیدے کا پہلا شعر ہے۔

**ان نساء جعفر** اس وقت حضرت جعفر کے عقد میں صرف حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں یہاں مراد یہ ہے کہ حضرت اسماء اور دوسری رشتہ دار عورتیں روتی تھیں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ رونا آواز سے ہو جو ممنوع ہے اور حرام ہے۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمانے کا حکم دیا۔ ان عورتوں نے رونا بند نہیں کیا کیونکہ مصیبت سخت تھی۔ اس لئے صبر نہ کر سکیں، اور اس کا بھی احتمال ہے کہ وہ آواز سے نہیں رو رہی تھیں مگر اس کا اندیشہ تھا کہ کہیں آواز سے نہ رونے لگیں اس لئے منع فرمایا۔ یہ ممانعت مکروہ تنزیہی تھی۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی اور کو نہیں بھیجا۔

**لم تفعل** لم فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔ اب اس کا ترجمہ یہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو حکم دیا وہ تو نے نہیں کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے یہ حکم دیا تھا کہ انھیں رونے سے منع کر دو۔ وہ انھوں نے کیا۔ اور منہ میں دھول ڈال دو۔ یہ دوسرا حکم ابھی دیا ہی تھا کہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ تو نے نہیں کیا۔ ابھی دوسرے حکم پر عمل کرنے کا موقع ہی کہاں ملا تھا کہ یہ فرمانا درست ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ام المومنین نے قرینے سے جان لیا تھا کہ وہ یہ کریں گے نہیں۔ اور اس پر انھیں یقین تھا۔ اس لئے اس کو صیغہ ماضی سے تعبیر فرمایا مگر کتاب الجنائز کی دوسری روایت اور مغازی کی روایت میں ہے وما انت بفاعل۔ تم یہ نہیں کرو گے۔ اس روایت پر کوئی اشکال نہیں۔ اور لم تفعل کی روایت کسی راوی کا تصرف ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ لم تفعل سے مراد یہ ہے کہ تو ان کو چپ نہیں کرا سکا تو منع کرنا نہ کرنے کے برابر ہے۔ اس لئے۔ فرمایا تو نے نہیں کیا۔

**فاحث** تو ان کے منہ میں دھول بھر دو۔ بعض شراح نے اسے حقیقی معنی پر محمول کیا ہے۔ کہ واقعی یہی مطلب تھا

---

۵۵ باب من جلس عند المصیبۃ یعرف فیہ الحزن ص ۱۷۳ باب ما ینھی من النوح والبکاء ص ۱۷۴ ثانی المغازی باب غزوۃ موتہ ص ۶۱۱ مسلما الجنائز ابوداؤد الجنائز نسائی الجنائز۔

۲۴۱ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ الْجَزَعُ الْقَوْلُ السَّيِّئُ وَالظَّنُّ السَّيِّئُ ع۵

ت اور محمد بن کعب قرظی نے فرمایا ناپسندیدہ بات کہنا اور بدگمانی جزع ہے۔

۶۶۳ حدیث أَخْبَرَنَا إِسْحٰقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اشْتَكَى ابْنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ قَالَ فَمَاتَ وَأَبُوْ طَلْحَةَ خَارِجٌ فَلَمَّا رَأَتِ امْرَأَتُهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ هَيَّأَتْ شَيْئًا وَنَحَّتْهُ فِيْ جَانِبِ الْبَيْتِ

اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے خبر دی کہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ابو طلحہ کے ایک صاحبزادے بیمار ہوئے اور مر گئے اور ابو طلحہ باہر تھے جب ان کی اہلیہ نے دیکھا کہ بچہ مر گیا تو کچھ کھانا تیار کیا اور بچے کو گھر کے ایک کنارے

کہ ان کے منہ میں دھول بھر دو تاکہ رو نہ سکیں۔ مگر یہ مناسب نہیں۔ مصیبت زدہ کی غمخواری لازم ہے یا انھیں اور اذیت پہنچانا اس لئے ظاہر یہی ہے کہ یہ زجر و توبیخ کے لئے ہے۔

**مسائل** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مصیبت کے وقت اس طرح بیٹھنا کہ غم ظاہر ہو سنت ہے۔ طریقہ سنت اعتدال ہے مصیبت کے باوجود ہنسنا خوش و خرم رہنا سنگدلی اور قساوت ہے۔ اور چیخنا چلانا بے صبری دکھانا تنگ ظرفی ہے اور دونوں کے مابین رہنا کہ چہرے سے غم ظاہر ہو آنسو بہہ رہے ہوں اعتدال ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کو یہ جائز ہے کہ پردے میں رہکر اجنبی مردوں کو بضرورت دیکھیں۔ اور اگر وہ کوئی قابل اعتراض کام کر رہے ہوں اور کوئی منع نہ کرے تو پردے میں رہ کر منع کر سکتی ہے۔ کسی خبر کی تاکید کے لئے قسم کھانا جائز ہے۔

**تشریح ۲۴۱** قول سیئ۔ ناپسندیدہ بات وہ جس سے غم پر انگیختہ ہو۔ اور ظن سوء بدگمانی یہ ہے کہ اس سے مایوس ہو جائے کہ اس کا بدل نہیں مل سکتا یا مصیبت پر جو ثواب کا وعدہ ہے اسے مستبعد جانے۔

**تشریح ۶۶۳** ابن لأبي طلحة۔ یہ صاحبزادے ابو عمیر تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے جاتے تو ان سے فرماتے۔ اے ابو عمیر، نغیر کیا ہوا۔ اس وقت وہ دودھ پیتے بچے تھے۔ ایک چھوٹی چڑیا ان سے بہت مانوس تھی۔ ان کے ساتھ کھیلتے تھے۔

**هيأت شيئا** اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ چونکہ اس دن حضرت ابو طلحہ روزے سے تھے۔ تو ان کے لئے کھانا پکایا اور ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بچے کو نہلایا۔ حنوط لگایا جیسا کہ عمارہ بن زاذان عن ثابت کی روایت میں ہے۔

**قد هدأ نفسه** هَدَأَ۔ کا معنی۔ سکن۔ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بیماری سے سانس میں جو اضطراب تھا وہ جاتا رہا۔ اُم سلیم کی مراد یہ تھی کہ موت سے سانس ختم ہو گئی۔ مگر ابو طلحہ نے یہ سمجھا کہ مرض دور ہو گیا اور بچہ سو گیا یہ توریہ ہے۔ کہ ایسی بات کہی جائے جس کے دو معنی ہوں۔ یہ بوقت ضرورت جائز ہے۔

ع۵ باب من لم یظهر حزنه عند المصیبة ص ۱۷۳

فَلَمَّا جَاءَ اَبُوْطَلْحَةَ قَالَ كَيْفَ الْغُلَامُ قَالَتْ قَدْ هَدَأَ نَفْسُهٗ وَاَرْجُوْ

علیحدہ کر دیا۔ جب ابو طلحہ آئے تو پوچھا بچہ کیسا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ سکون کے ساتھ ہے

اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اسْتَرَاحَ وَظَنَّ اَبُوْطَلْحَةَ اَنَّهَا صَادِقَةٌ قَالَ فَبَاتَ

اور مجھے امید ہے کہ وہ آرام پا گیا۔ اور ابو طلحہ نے یہ سمجھا کہ یہ سچ کہہ رہی ہے اور

فَلَمَّا اَصْبَحَ اغْتَسَلَ فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ اَعْلَمَتْهُ اَنَّهٗ قَدْ مَاتَ فَصَلّٰى

وہ سوئے جب صبح ہوئی غسل کیا۔ جب باہر جانے کا ارادہ کیا تو ان کی اہلیہ نے انھیں بتایا کہ وہ فوت

مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ہو گیا ہے اب ابو طلحہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا كَانَ مِنْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

وسلم کو بتایا جو ان کی بیوی کی طرف سے پیش آیا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّبَارِكَ لَهُمَا فِيْ لَيْلَتِهِمَا قَالَ سُفْيَانُ فَقَالَ

اللہ عزوجل تم دونوں کو اس رات میں برکت دیگا۔ سفیان نے کہا

رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَرَاَيْتُ تِسْعَةَ اَوْلَادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ ؏۵

انصار کے ایک صاحب نے مجھے بتایا کہ ان کے نو بیٹے دیکھے۔ سب قرآن پڑھے ہوئے تھے۔

**فباتَ** اس سے مراد یہ ہے کہ ابو طلحہ نے ام سلیم کے ساتھ ہمبستری بھی کی۔ جس کی جانب اغتسل سے اشارہ ہے کتاب العقیقہ میں ہے۔ ام سلیم نے ان کے سامنے کھانا رکھا اور انھوں نے کھایا۔ اور ان سے ہمبستری کی۔ دوسری روایتوں میں ہے، پھر بہترین بناؤ سنگھار کیا، ایسا کہ اس سے پہلے نہیں کرتی تھیں۔ پھر خوشبو ملی پھر ابو طلحہ کے سامنے آئیں اور انھوں نے ہمبستری کی۔

**لعل اللّٰہ** علامہ عینی نے لکھا ہے لہ

لعل للترجي الا اذا ورد ت عن الله ورسوله و اولياءه فان معناه التحقيق۔

لعل ترجی کیلئے ہے۔ مگر جب اللہ اور اس کے رسول یا اسکے اولیاء فرمائیں تو تحقیق کے لئے ہے۔

چنانچہ یہ ارشاد حرف بہ حرف پورا ہوا۔ کتاب العقیقہ کی ایک روایت میں ہے۔ کہ پھر ام سلیم کے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ حضرت ابو طلحہ نے ان سے کہا۔ بچے کو حفاظت سے رکھ، اسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنا ہے۔ پھر حضرت انس کے ذریعہ اس بچے کو خدمت اقدس میں بھیجا۔ حضور نے وزیافت فرمایا۔ تیرے ساتھ کچھ ہے۔ انھوں نے

ہ باب من لم يظهر حزنه عند المصيبة ص ۴۷۳ ثانی العقيقة باب تسمية المولود غداة يولد ص ۸۲۲ الادب باب المعاريض مندوحة عن الكذب ص ۹۱۷ مسلم الادب فضائل الصحابه مسند امام احمد جلد ثالث لہ عمدة القاری ثامن ص ۹

۶۶۴ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَبِیْ سَیْفٍ الْقَیْنِ وَکَانَ ظِئْرًا لِاِبْرَاھِیْمَ فَاَخَذَ

ساتھ ابوسیف لوہار کے گھر گئے حضرت ابراہیم انھیں کے گھر پرورش پا رہے تھے رسول اللہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِبْرَاھِیْمَ فَقَبَّلَہٗ وَشَمَّہٗ ثُمَّ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کو لیا انھیں بوسہ دیا اور سونگھا اس کے بعد

دَخَلْنَا عَلَیْہِ بَعْدَ ذٰلِکَ وَاِبْرَاھِیْمُ یَجُوْدُ بِنَفْسِہٖ فَجَعَلَتْ عَیْنَا رَسُوْلِ اللّٰہِ

ہم لوگ پھر گئے تو ابراہیم آخری سانس لے رہے تھے اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عرض کیا، چند کھجوریں ہیں۔ حضور نے ان کھجوروں کو لے کر خوب اچھی طرح چبایا اور پھر بچے کے تالو میں چپکا دیا۔ اور ان کا نام عبداللہ رکھا

قال رجل من الانصار بیہقی کی دلائل النبوۃ وغیرہ میں ہے۔ کہ یہ صاحب عبایہ بن رفاعہ تھے۔ یہ تو اولاد حضرت عبداللہ کے نسل کی تھیں۔ سب بلاواسطہ ان کی اولاد نہ تھیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عزیمت یہی ہے کہ مصیبت پر غم کا اظہار نہ کیا جائے۔ اور راضی بہ قضائے الٰہی رہا جائے۔ رضا بالقضا کا درجہ صبر سے اونچا ہے۔ یہی عزیمت ہے۔ اور اظہار غم رخصت۔ ایک تو یہ ہے کہ انسان فطرۃً اتنا سنگدل ہے کہ اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ یہ مذموم ہے۔ اور محمود یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے ساتھ بندے کا تعلق اتنا مضبوط ہو کہ اس تصور سے کہ ہر مصیبت اس کی عطا ہے۔ انسان مطمئن رہے جیسا کہ حضرت نظام الحق والدین محبوب الٰہی نے فرمایا

چوں درد بلائے تست بر جانم بادا

۶۶۴ تشریحات حضرت ابراہیم کب پیدا ہوئے۔ کب وصال فرمایا۔ اس پر تفصیلی بحث کتاب الکسوف میں ہو چکی ہے۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ جنھیں شاہ نجاشی نے نذر کیا تھا۔ یہ جب پیدا ہوئے تو انصار کرام کی خواتین اس کی خواہشمند ہوئیں کہ دودھ پلانے کی خدمت انھیں سپرد کی جائے مگر قرعہ فال حضرت ام بردہ بنت منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام نکلا۔ انھیں کے شوہر ابوسیف لوہار تھے۔ ان کا نام اوس بن براء تھا۔ یہ دونوں بنی نجار کے فرد تھے۔ جنہیں حضور کے جد کریم حضرت عبدالمطلب کا ننہال تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو قبطیوں سے جزیہ معاف فرما دیتا [1]

اس بارے میں روایتیں مختلف آئی ہیں کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی گئی یا نہیں صحیح یہی ہے کہ پڑھی گئی۔ امام عطاء نے بواسطہ ابن عجلان حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر چار تکبیریں پڑھیں، اس کی تائید اس سے بھی ہوئی ہے کہ دفن کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

[1] عمدۃ القاری سابع ص ۱۰۳۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ

وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کیا آپ یارسول اللہ! تو فرمایا

وَاَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ اِنَّهَا رَحْمَةٌ ثُمَّ اَتْبَعَهَا بِاُخْرٰى

اے ابن عوف یہ شفقت ہے پھر اس کے بعد دوبارہ آنسو نکلے

فَقَالَ اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا

تو حضور نے فرمایا بیشک آنکھ روتی ہے دل غمزدہ ہے مگر زبان پر وہی ہے جسے ہمارا پروردگار

وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ ۸۴

پسند فرماتا ہے اور ہم اے ابراہیم تیری جدائی سے غمگین ہیں۔

۷۶۵ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اشْتَكٰى سَعْدُ

**حدیث** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا سعد بن عبادہ اپنی ایک

بْنُ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ شَكْوٰى لَهٗ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

بیماری میں مبتلا ہوئے تو ان کے پاس نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّسَعْدِ بْنِ وَقَّاصٍ

اور حضور کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن وقاص اور

نے فرمایا کہ کوئی ایک مشک لائے۔ ایک انصاری نے حکم کی تعمیل کی۔ انھیں سے فرمایا۔ ابراہیم کی قبر پر چھڑک دے۔ جب دفن میں حضور شریک تھے تو پھر یہ کیسے سمجھ میں آسکتا ہے کہ نماز جنازہ نہ پڑھی ہوگی۔ جبکہ نماز جنازہ اس سے پہلے شروع ہو چکی تھی۔ جنت البقیع میں سب سے پہلے حضرت عثمان بن مظعون دفن ہوئے۔ ان کے بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1] حضرت عثمان بن مظعون کے دفن کے وقت ہی حضور نے فرمایا ایک پتھر لاؤ کہ نشان کے لئے گاڑ دوں میرے اہل سے جو مریگا اسکے قریب دفن کر دیں گا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی مصیبت پر آنسو بہانا اور ایسے کلمات کہنا جن سے اندرونی غم ظاہر ہو اور وہ ناشائستہ نہ ہوں سنت ہے۔ اولاد کو گود میں لینا ان کا بوسہ لینا سونگھنا سنت ہے۔ اور اسی کے حکم میں اظہار محبت کے اور طریقے ہیں۔

۷۶۵ **تشریحات** یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔ کہ ان المیت یعذب ببکاء اہلہ علیہ۔ میں رونے سے چلا کر بلند آواز سے رونا مراد ہے جو ممنوع ہے۔ اور صرف آنسو بہانا یا کلمات خیر کہنا سنت ہے۔

---

عہ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا بک لمحزون ص ۱۷۴۔

[1] مگر یہ صحیح نہیں۔ اس درمیان بہت سے لوگ جنت البقیع میں دفن ہوئے ہیں۔ منہ

وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَیْهِ فَوَجَدَهٗ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے جب ان کے پاس پہنچے تو انھیں اپنے لوگوں کے

فِیْ غَاشِیَةِ اَهْلِهٖ فَقَالَ قَدْ قُضِیَ فَقَالُوْا لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَبَكَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ

جھرمٹ میں پایا دریافت فرمایا قضا کر گئے تو لوگوں نے عرض کیا، نہیں یا رسول اللہ! اس پر نبی صلے اللہ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَاءَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

تعالیٰ علیہ وسلم رو پڑے۔ جب لوگوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رونے کو دیکھا

بَكَوْا فَقَالَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَیْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ

تو سب رونے لگے اس پر ارشاد فرمایا کیا تم لوگ نہیں سنتے آنکھ کے آنسو، دل کے غم پر اللہ ہرگز

وَلٰكِنْ یُّعَذِّبُ بِهٰذَا وَاَشَارَ اِلٰی لِسَانِهٖ اَوْ یَرْحَمُ وَاِنَّ الْمَیِّتَ یُعَذَّبُ بِبُكَاءِ

عذاب نہیں فرماتا ہاں اس پر عذاب فرماتا ہے اور زبان کی طرف اشارہ فرمایا یا رحم فرماتا ہے اور بیشک

اَهْلِهٖ عَلَیْهِ وَكَانَ عُمَرُ یَضْرِبُ فِیْهِ بِالْعَصَا وَیَرْمِیْ بِالْحِجَارَةِ وَیَحْثِیْ

میت کے اہل کے رونے سے اس پر عذاب ہوتا ہے اور حضرت عمر اس بارے میں

بِالتُّرَابِ ۵ھ

ڈنڈے سے مارتے پتھر پھینکتے اور مٹی ڈالتے۔

۶۶۶ حدیث عَنْ اُمِّ عَطِیَّةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ اَخَذَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہم عورتوں سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْبَیْعَةِ اَنْ لَّا نَنُوْحَ فَمَا وَفَتْ مِنَّا

وسلم نے بیعت کے وقت یہ عہد لیا تھا۔ کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی۔

یعذب بھذا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی چیخے گا یا زمانہ جاہلیت کی طرح بین کریگا تو عذاب کا مستحق ہے، اور اگر اچھی بات کہے گا، کلمات صبر و شکر ادا کریگا تو اس پر رحم ہوگا۔ یا مراد یہ ہے کہ چیخنے چلانے پر بھی اللہ عزوجل کو اختیار ہے۔ چاہے عذاب دے چاہے رحم فرمائے۔

۶۶۶ تشریحات ام سلیم بنت ملحان۔ حضرت انس کی والدہ، حضرت ابوطلحہ انصاری کی زوجہ ہیں اور ام العلاء بنت حارث بن خارجہ انصاریہ، حضرت زید بن ثابت کی زوجہ۔

۵ھ باب البکاء عند المریض ص ۱۷۴ مسلم الجنائز

امْرَأَةٌ غَيْرُ خَمْسِ نِسْوَةٍ أُمُّ سُلَيْمٍ وَأُمُّ الْعَلَاءِ وَابْنَةُ أَبِي سَبْرَةَ امْرَأَةٌ

پانچ عورتوں کے سوا ہم میں سے کسی نے اس کو پورا نہیں کیا ام سلیم اور ام العلاء اور ابو سبرہ کی صاحبزادی

مَعَاذٍ وَامْرَأَتَانِ أَوِ ابْنَةُ أَبِي سَبْرَةَ وَامْرَأَةُ مُعَاذٍ وَامْرَأَةٌ أُخْرَى عه

معاذ کی اہلیہ اور دو عورتیں یا یہ کہا ابو سبرہ کی صاحبزادی اور معاذ کی اہلیہ اور ایک اور عورت نے۔

۷۶۷ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

**حدیث** حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ جَنَازَةً فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَاشِيًا

فرمایا جب تم میں سے کوئی جنازہ دیکھے اگر وہ اس کے ساتھ جانا نہ چاہتا ہو تو کھڑا ہو جائے

مَعَهَا فَلْيَقُمْ حَتَّى يُخَلِّفَهَا أَوْ تُخَلِّفَهُ أَوْ تُوضَعَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُخَلِّفَهُ عه

یہاں تک کہ یہ جنازے کو پیچھے چھوڑ دے یا جنازہ اسے پیچھے چھوڑ دے یا پیچھے چھوڑنے سے پہلے زمین پر رکھ دیا جائے۔

**اوابنۃ ابی سبرۃ** یہ شک کسی راوی سے ہوا ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ۔ او سے پہلے جو کچھ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پانچ عورتیں یہ ہیں۔ ام سلیم، ام العلاء، ابنۃ ابی سبرۃ، حضرت معاذ کی زوجہ اور دو اور دوسری عورتیں۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ ان پانچ میں سے تین کا نام حضرت ام عطیہ نے لیا اور دو کا نہیں۔ اور ابنۃ ابی سبرۃ حضرت معاذ کی زوجہ ہیں اور۔ او۔ کے بعد کی عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ ان پانچ میں سے چار کو ذکر کیا۔ ام سلیم، ام العلاء، ابنۃ ابی سبرۃ اور حضرت معاذ کی اہلیہ۔ صرف ایک کا نام نہیں لیا نیز یہ بھی

**تشریحات ۷۶۷** حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ ان سابق الاسلام بزرگوں میں ہیں جنھوں نے اس وقت دولت ایمان حاصل کیا جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دار ارقم میں تشریف رکھتے تھے۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلے کے حلیف تھے۔ ان کے والد خطاب نے ان کو متبنّٰی بنالیا تھا۔ اسی لئے یہ۔ عامر بن خطاب کہے جاتے تھے۔ جب آیہ کریمہ۔ اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ۔ انھیں ان کے باپ کی طرف نسبت کرکے پکارو۔ نازل ہوئی تو عامر بن ربیعہ کے نام سے پکارے جانے لگے انھوں نے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مدینہ طیبہ آگئے۔ ان کی زوجہ لیلی بنت ابی حشمہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ مدینہ طیبہ ہجرت کرنے والی پہلی خاتون ہیں۔ تمام غزوات میں ہم رکاب رسالت رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ شام کے سفر میں ساتھ رکھا۔ حج کے سفر میں ساتھ رکھتے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جب سورش بپا ہوئی تو گوشہ نشین ہو گئے۔ گوشہ نشینی ہی کی حالت میں حضرت عثمان کی شہادت کے چند دنوں بعد واصل بحق ہو گئے۔

عه باب مایُنهی عن النوح والبکاء ص ۱۷۵، مسلم الجنائز، نسائی الجنائز۔

عه باب متی یقعد اذا قام للجنازۃ ص ۱۷۵، مسلم الجنائز نسائی الجنائز۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

۶۶۸ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَیْتُمُ الْجَنَازَۃَ فَقُوْمُوْا فَمَنْ تَبِعَھَا فَلَا

وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور

یَقْعُدْ حَتّٰی تُوْضَعَ ۵

جو جنازہ کے ساتھ جائے تو جب تک کہ زمین پر نہ رکھدیا جائے، نہ بیٹھے۔

۶۶۹ عَنْ سَعِیْدِنِ الْمَقْبُرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ

حدیث سعید مقبری اپنے باپ کیسان سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جنازے کو دیکھکر بیٹھے رہنا ممنوع ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ کھڑے ہو جانا واجب ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ مسلم[1] میں ابوداؤد[2] میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنازے کے لئے کھڑے ہوتے تھے اس کے بعد پھر بیٹھے رہے (یعنی جنازہ دیکھکر کھڑے نہ ہوتے) ابن جان کی صحیح میں ہے۔ کہ حضرت علی نے فرمایا۔ ہمیں جنازے کیلئے کھڑے ہونے کا حکم دیتے تھے۔ اس کے بعد پھر بیٹھے رہتے اور بیٹھنے کا حکم دیا۔ حازمی نے کہا کہ میرے پاس سے جنازہ گزرا تو میں کھڑا ہوگیا تو حضرت علی نے فرمایا، تمہیں یہ فتوی کس نے دیا ہے۔ میں نے عرض کیا، ابوموسیٰ اشعری نے۔ تو حضرت علی نے فرمایا۔ صرف ایک بار حضور جنازے کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ جب یہ منسوخ ہوگیا تو منع فرمادیا[3]۔ احناف اور شوافع اور حنابلہ کا مذہب یہی ہے کہ جنازے کیلئے کھڑا ہونا ضروری نہیں۔

**تشریحات** ۶۶۸، ۶۶۹ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے دو باتیں مستفاد ہوئیں۔ ایک یہ کہ جنازے کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔ اس کے بارے میں گزر چکا کہ یہ حکم منسوخ ہے۔ دوسری یہ کہ جو لوگ جنازے کے ساتھ جائیں وہ لوگ اس وقت تک نہ بیٹھیں جب تک جنازہ زمین پر رکھ نہ دیا جائے۔ اور سعید مقبری والی حدیث سے صرف دوسری بات ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ حکم باقی ہے۔ حتی توضع۔ میں دو احتمال ہے زمین پر رکھا جائے یا لحد میں۔ صحیح یہی ہے کہ مراد زمین پر رکھنا ہے۔ امام ابوداؤد[4] نے حضرت ابوسعید خدری کی حدیث روایت کرنے کے بعد فرمایا۔ اس حدیث کو سہل بن بیضا نے اپنے والد کے توسط سے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا حتی توضع بالارض اور ابومعاویہ نے سہل ہی سے یہ روایت کی۔ حتی توضع فی اللحد۔ اور سفیان ثوری ابومعاویہ سے احفظ ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ سفیان ہی کی روایت کو ترجیح ہے۔ اقول حضرت سفیان ثوری ابومعاویہ سے

---

۵ باب متی یقعد اذا قام للجنازۃ ص ۱۷۵،

للجنازۃ ص ۹۶ ۔ [1] اول الجنائز فصل فی استحباب القیام للجنازۃ ص ۳۱۰ [2] ثانی الجنائز باب القیام للجنازۃ [3] عمدۃ القاری ثامن ص ۱۷ [4] ثانی الجنائز باب القیام للجنازۃ ص ۹۶ ۔

كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فَأَخَذَ أَبُو هُرَيْرَةَ بِيَدِ مَرْوَانَ فَجَلَسَ قَبْلَ أَنْ

کہا ہم ایک جنازے میں تھے تو ابو ہریرہ نے مروان کا ہاتھ پکڑا اور دونوں بیٹھ گئے

تُوضَعَ فَجَاءَ أَبُو سَعِيدٍ قَالَ فَأَخَذَ بِيَدِ مَرْوَانَ فَقَالَ قُمْ فَوَاللّٰهِ

اور ابھی جنازہ زمین پر رکھا نہیں گیا تھا اتنے میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لَقَدْ عَلِمَ هٰذَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنْ

آ گئے اور مروان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کھڑا ہو بخدا انھیں معلوم

ذٰلِكَ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ صَدَقَ ؏

ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تو حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا انھوں نے سچ کہا۔

۷۷۰ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَرَّ بِنَا جَنَازَةٌ

**حدیث** حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہمارے قریب سے ایک جنازہ

افقہ بھی ہیں۔ اس لئے بھی ترجیح ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹھنا اس کی دلیل ہے کہ یہ نہی تنزیہی کیلئے تھی۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ انھیں یہ حدیث معلوم تھی۔

۷۷۰، ۷۷۱، ۲۴۲۷ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سفیان بن عیینہ سے سند موصول کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

## تشریحات

**سہل بن حنیف** اوسی انصاری صحابی ہیں ان سے چالیس حدیثیں مروی ہیں۔ قیس بن سعد بن عبادہ مشہور انصاری صحابی حضرت سعد بن عبادہ کے خلف الرشید صحابی بن صحابی جواد بن جواد کریم بن کریم بزرگ ہیں۔ افاضل صحابہ اور عقلاء عرب میں سے ہیں اور دنیا کے مشہور بہادروں قدآوروں میں ایک دفعہ ایک عورت نے آکر عرض کیا کہ میرے گھر کے چوہے لاٹھی کے سہارے چلتے ہیں۔ فرمایا میں ایسا کردوں گا کہ شیر کی طرح کودیں گے، پھر اس کے گھر کو بھر دیا۔ بہت حسین وجمیل تھے مگر ان کے داڑھی میں ایک بال بھی نہ تھا۔ انصار کہتے تھے اگر داڑھی کہیں ملتی تو ہم اپنے مال سے ان کے لئے خرید دیتے۔ ۶ سنہ ھ میں وصال ہوا۔ عبد الرحمٰن قاسم بن ابی لیلی۔ ابو لیلی کا نام یسار تھا۔ یسار بن ابی لیلی حضرت فاروق اعظم کے عہد میں پیدا ہوئے۔ ۱۸ سنہ ھ میں اور ۸۳ سنہ ھ میں واصل بحق ہوئے۔ انکے صاحبزادے محمد بن عبد الرحمٰن تھے، انھیں بھی ابن ابی لیلی کہا جاتا ہے یہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاصر اور کوفے کے قاضی تھے۔ جلیل القدر تابعی محدث فقیہ صاحب مذہب تھے۔ محدثین جب ابن ابی لیلی کہتے ہیں تو ان کے باپ عبد الرحمٰن مراد ہوتے ہیں۔ اور جب فقہا ابن ابی لیلی بولتے ہیں تو محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی قاضی کوفہ مراد ہوتے ہیں۔

**قیام کا راز** اس حدیث میں ہے کہ فرمایا۔ کیا وہ جان نہیں۔ اور حضرت جابر[۲] ہی کی ایک حدیث میں ہے۔ موت گھبراہٹ

۱؎ باب من تبع جنازۃ فلا یقعد حتی توضع ص ۱۷۵۔ ۲؎ حیات الحیوان ۱ ۔ ۳؎ نسائی اول الجنائز باب القیام لجنازۃ اصل الشر ص ۲۷۲۔

فَقَامَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

گزرا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے لئے کھڑے ہو گئے اور ہم بھی کھڑے ہو گئے اور ہم نے

اِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ قَالَ فَاِذَا رَاَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا ۵

عرض کیا یا رسول اللہ یہ یہودی کا جنازہ ہے تو فرمایا جب جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔

۱۷۱۷ حدیث سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ كَانَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ

عبدالرحمٰن بن ابی لیلی نے کہا کہ سہل بن حنیف اور قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ

وَقَيْسُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَاعِدَيْنِ بِالْقَادِسِيَّةِ فَمَرُّوْا

عنہم قادسیہ میں بیٹھے تھے کہ کچھ لوگ ایک جنازہ لے کر گزرے تو دونوں کھڑے

عَلَيْهِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا فَقِيْلَ لَهُمَا اِنَّهَا مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اَيْ مِنْ اَهْلِ

ہو گئے ان سے عرض کیا گیا کہ یہ یہاں کا کاشتکار یعنی ذمی ہے تو ان دونوں حضرات

الذِّمَّةِ فَقَالَا اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِهٖ جَنَازَةٌ

نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب سے ایک جنازہ گزرا تو کھڑے ہو گئے

فَقَامَ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ فَقَالَ اَلَيْسَتْ نَفْسًا ۵

عرض کیا گیا یہ یہودی کا جنازہ ہے تو فرمایا کیا یہ جان نہیں

۲۴۲ ت وَقَالَ زَكَرِيَّا عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ كَانَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ وَّ

اور زکریا نے شعبی سے وہ ابن ابی لیلی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا

کی چیز ہے۔ ان دونوں کا ماحصل ایک ہے۔ کہ اس میں بھی جان تھی جس پر موت آئی۔ یہ تصور گھبرانے والا ہے۔ جنازہ دیکھکر موت یاد آگئی۔ دوسری احادیث میں ہے کہ جنازے کے ساتھ جو فرشتے ہیں ان کے لئے کھڑے ہو یعنی ہر میت کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں۔ مومن کے ساتھ رحمت کے اور کافر کے ساتھ عذاب کے۔ بعض احادیث میں ہے کہ۔ جو روح قبض کرتا ہے اس کے لئے کھڑے ہو۔[۱] نسائی[۲] میں سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس لئے کھڑے ہوئے کہ یہ ناپسند فرمایا کہ سر اقدس سے یہودی کا جنازہ بلند رہے۔ طحاوی[۳] میں ان سے اور ابن عباس سے روایت ہے کہ کھڑے ہونے کا سبب یہ بیان فرمایا۔ اس کی بدبو نے مجھے ایذا پہنچائی

۵ باب من قام لجنازة یهودی ص ۱۷۵ مسلم الجنائز ابوداؤد الجنائز النسائی الجنائز ۔ ۵ باب من قام لجنازة یهودی ص ۱۷۵ مسلم الجنائز نسائی الجنائز۔ [۱] عمدة القاری ثامن ص ۱۰۸ [۲] اول الجنائز باب القیام لجنازة اهل الشرک ص ۲۷۲ [۳] شرح معانی الآثار اول ۔ الجنائز باب الجنازة مرت بالقوم ایقومون ۱۲ لاص ۲۳۵

## قَيْسُ بْنُ يَقُوْمَانَ لِلْجَنَازَةِ سه

حضرت ابو مسعود اور قیس جنازے کیلئے کھڑے ہوتے تھے

**اھل الارض** اس کی تفسیر اہلِ ذمہ سے کی — اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابۂ کرام نے ممالک فتح کرکے آراضی وہاں کے مقامی باشندوں کو خراج پر دیدی تھی خود کاشتکاری نہیں کرتے تھے۔ اِس لئے اس زمانے کے کاشتکار کافر ہی تھے۔

**تشریحات** ۷۷۱ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سفیان بن عیینہ سے سندِ موصول کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

---

سه باب من قام لجنازة يهودي ص ۱۷۵ سه حيات الحيوان ص ۲ سه نسائی اول الجنائز باب القيام لجنازة اهل الشرك ص ۲۷۲ سه عمدة القاري ثامن ص ۱۰۸ سه اول الجنائز باب القيام لجنازة اهل الشرك ص ۲۷۲ — سه شرح معاني الآثار اول — الجنائز، باب الجنازة مرّت بالقوم أيقومون ام لا؟ ص ۲۳۵

**حدیث ۶۷۲**

عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ

سعید مقبری نے اپنے والد (کیسان) سے روایت کیا کہ انہوں نے حضرت ابو سعید خدری

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میت چارپائی پر

وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً

رکھ دی جاتی ہے اور لوگ اسے اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں تو اگر وہ نیک ہوتی ہے تو کہتی ہے۔ مجھے

قَالَتْ قَدِّمُوْنِيْ وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ

آگے لے چلو۔ اور اگر نیک نہیں ہوتی تو کہتی ہے ہائے اسے کہاں لے جاتے ہو۔ اس کی آواز

بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَهٗ لَصَعِقَ ۵۵

کو انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے۔ اور اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔

**تشریحات ۶۷۲**

الجنازہ۔ گذر چکا کہ اس کا اطلاق میت اور چارپائی دونوں پر ہوتا ہے۔ یہاں میت کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب میت چارپائی پر رکھ دی جاتی ہے۔ جیسا کہ ابو ذئب[۱] کی روایت میں ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ ولو سمعہ کی ضمیر مفعول کا مرجع غیر صالح میت کا قول ہے۔ جس پر قالت دلالت کر رہا ہے۔ علی اعناقھم سے مراد کندھے ہیں۔ گردن پر جنازہ اٹھانے کا سوال ہی نہیں۔ مراد یہ ہے کہ یہ اتنے بھیانک انداز سے چیختا ہے کہ انسان اس کی تاب نہیں لا سکتا، سن لے تو بیہوش ہو جائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد بھی ہر میت میں خواہ وہ مومن ہو خواہ کافر حیات ہوتی ہے جس سے وہ ادراک کرتا ہے حتی کہ بولتا اور چیختا ہے، آنے والے خطرات کا احساس رکھتا ہے۔

**باب سے مطابقت**

یہاں باب یہ ہے۔ جنازے کو مرد اٹھائیں نہ عورتیں۔ حدیث میں یہ ہے۔ واحتملھا الرجال۔ یہ اگرچہ اخبار ہے مگر شارع علیہ السلام کا قول ہے اور شارع علیہ السلام کا قول جہاں تک ممکن ہو تشریع پر حمل کرنا ضروری ہے۔ اب اس سے ثابت ہو گیا کہ مشروع یہی ہے کہ مرد جنازہ اٹھائیں، عورتوں کے لئے جنازہ اٹھانا مشروع نہیں۔

گذر چکا کہ عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا ہی منع ہے۔ پھر جنازہ اٹھانے کا سوال ہی نہیں۔ اس سلسلے میں اس سے زیادہ صریح حدیث مروی ہے۔ مگر وہ امام بخاری کی شرط پر نہیں۔ اس لئے اسے ذکر نہیں فرمایا۔ ابو یعلیٰ[۲] نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جنازے میں عورتوں کو ملاحظہ فرمایا۔ تو ارشاد فرمایا کیا یہ جنازے کو اٹھائیں گی۔ لوگوں نے عرض کیا، نہیں۔ پھر فرمایا۔ کیا یہ دفن کریں گی۔ عرض کیا گیا نہیں۔ تو فرمایا لوٹ جائیں۔ ماثوورات غیر ماجورات۔ گناہ بٹورتے ہوئے نہ کہ ثواب حاصل کرتے ہوئے۔

---

[۱] باب حمل الرجال الجنازۃ دون النساء ص۱۷۵ باب قول المیت وھو علی الجنازۃ ص۱۷۶ باب کلام المیت مع الجنازۃ ص۱۷۶ [۲] نسائی الجنائز مسند امام احمد جلد ثالث ص۲۱/۵۸ [۳] نسائی اول الجنائز باب السرعۃ بالجنازۃ ص۲۷ [۴] فتح الباری جلد ثالث ص۱۴۶

| | |
|---|---|
| ت ۲۴۴ | وَقَالَ اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنْتُمْ مُشَیِّعُوْنَ فَامْشُوْا بَیْنَ |
| | اور حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ تم میت کو رخصت کرنے والے ہو تو اس کے |
| | یَدَیْھَا وَخَلْفَھَا وَعَنْ یَّمِیْنِھَا وَشِمَالِھَا وَقَالَ غَیْرُہٗ قَرِیْبًا۔ عہ |
| | آگے پیچھے دائیں بائیں چلو اور ایک دوسرے صاحب نے کہا۔ جنازے کے قریب چلو۔ |
| حدیث ۷۷۳ | عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی |
| | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ |
| | عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَۃِ فَاِنْ تَکُ صَالِحَۃً فَخَیْرٌ تُقَدِّمُوْنَھَا وَاِنْ |
| | فرمایا۔ جنازے کو تیزی سے لے چلو، اگر وہ نیک ہے تو خیر ہے جسے آگے کر رہے ہو، اور اگر |
| | تَکُ سِوٰی ذٰلِکَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَہٗ عَنْ رِّقَابِکُمْ۔ عہ |
| | اس کے سوا ہے تو شر کو اپنی گردنوں سے اتارو گے |

**کشمیری صاحب پر تعقب** کشمیری صاحب نے لکھا ہے کہ میت قدموں غسل کے وقت کہتی ہے سبحان اللہ! حدیث میں صاف تصریح ہے۔ واحتملھا الرجال علی اعناقھم فان کانت۔ اور مرد اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں تو میت اگر نیک ہے الخ فارتعقیب کے لئے ہے جس کی دلالت اس پر صریح ہے کہ اٹھانے کے بعد کہتی ہے۔ کیا اٹھانے کی حالت میں غسل دیا جاتا ہے۔ غالباً قبلہ کو نسائی کی اس حدیث سے دھوکہ ہوا جو ابن ابی ذئب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ جس میں یہ ہے۔ فاذا وضع الرجل الصالح علی سریرہ قال قدمونی۔ مگر یہ خیال نہ آیا کہ اگر اس حدیث کو اپنے ظاہر پر حمل کریں گے تو حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے تعارض لازم آئے گا جو دفع نہ ہو سکے گا اور جب حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث کو اپنے ظاہر پر رکھیں گے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آسانی سے تاویل ہو سکے گی جس سے تعارض اٹھ جائے گا۔ نیز ہر شخص سوچے کہ قدموں کہنا غسل کے وقت زیادہ مناسب ہے۔ یا کندھوں پر اٹھانے کے وقت۔

**تشریحات ۲۴۴** اس اثر کو امام ابن ابی شیبہ اور امام عبدالرزاق نے موصولاً روایت کیا ہے۔ یہاں باب یہ ہے کہ جنازے کو تیز لے چلنا، ظاہر ہے کہ اس اثر کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔ ابن منیر نے یوں مناسبت پیدا کی کہ ساتھ والوں کے لئے کوئی جہت اسی لئے معین نہیں کی کہ جنازہ تیزی کے ساتھ لے جایا جائے۔ اگر ساتھ والوں کے لئے جہت متعین کر دی جائے گی تو ان کا لحاظ ضروری ہوگا۔ اور وہ قوی بھی ہیں کمزور بھی ہیں تیز رو بھی ہیں سست رو بھی۔ ساتھیوں کو آزاد چھوڑ دیا گیا تاکہ جنازہ کو تیز لے چلنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔ لیکن اگر ساتھیوں کے لئے پیچھے کی جہت متعین کر دی جائے تو جنازے کے لے چلنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔ اس لئے مناسبت کی یہ تقریر تمام نہیں۔ گذر چکا کہ افضل جنازے کے پیچھے چلنا ہے۔ دوسرے صاحب کا قول تو تیز لے چلنے کے منافی ہے۔ جب ساتھیوں پر یہ پابندی ہے کہ جنازے کے قریب رہیں تو کمزور، سست رفتار قریب کیسے رہ پائیں گے۔ اس لئے زیادہ مناسب یہی ہے کہ یہ کہا جائے

---

عہ باب السرعۃ بالجنازۃ ص۱۷۵، لہ اول الجنائز، باب السرعۃ بالجنازۃ ص۲۷

عہ باب السرعۃ بالجنازۃ ص۱۷۶ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کلھم فی الجنائز

106

**حدیث ۷۷۴** عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلَی النَّجَاشِیِّ فَکُنْتُ فِی الصَّفِّ الثَّانِیْ اَوِ الثَّالِثِ[عه]

وسلم نے نجاشی پر نماز جنازہ پڑھی میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔

**حدیث ۷۷۵** اَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ یَقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ

مجھے عطاء نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تُوُفِّیَ الْیَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنَ الْحَبَشِ فَهَلُمُّوْا فَصَلُّوْا

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج حبشے کا ایک نیک شخص وفات پاگیا ہے آؤ اس پر نماز پڑھیں۔

کہ یہ تعلیق اس لئے لائے ہیں کہ آئندہ اس باب میں آنے والی حدیث میں تیز لے چلنے سے مراد معتدل رفتار سے چلنا ہے، تاکہ کمزور سست رفتار بھی ساتھ رہ سکیں۔

**تشریحات ۷۷۳** اسرعوا بالجنازۃ۔ جنازہ تیز لے چلنے سے مراد ہے، متوسط رفتار، جیسا کہ حضرت ابوبکرہ[عه] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ہم جنازے میں اس رفتار سے چلتے جو رمل کے قریب ہوتی۔ اس سے واضح وہ حدیث ہے جسے امام ابوبکر[ع۲] بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ ان کے والد ماجد نے یہ وصیت کی تھی کہ جب تم مجھے چارپائی پر اٹھانا تو دونوں چالوں کے درمیان چلنا اور جنازے کے پیچھے رہنا۔ اس لئے کہ اس کا اگلا حصہ فرشتوں کے لئے ہے، اور پچھلا بنی آدم کے لئے۔ نیز ابوداؤد[ع۳] میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جنازے کے ساتھ چلنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔ دوڑنے سے کم، اور اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ تجہیز و تکفین میں جلدی کرو۔ جیسا کہ ابوداؤد[ع۴] میں حضرت حصین بن وحوح سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جلدی کرنا جیسے مناسب نہیں کہ مسلمان کی لاش اس کے اہل کے سامنے روکی رکھی رہے۔ نیز طبرانی[ع۵] میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی مر جائے تو اسے روکو مت، جلدی کرو۔ اس تقدیر پر تضعونہ عن رقابکم کے معنی مجازی ہوں گے۔ یعنی جو ذمہ داری تھی اسے پوری کر لو گے۔

**تشریحات ۷۷۴ ۷۷۵** اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جس دن نجاشی کا وصال ہوا تھا اسی دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی وفات کی خبر دی۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے۔

**توضیح باب** یہاں ایک باب کا عنوان ہے سنۃ الصلوٰۃ علی الجنازۃ۔ جنازے پر نماز کا طریقہ، یعنی مسنون طریقہ، مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنازے میں کیا شرائط و ارکان مقرر فرمائے ہیں۔ اسکے شرائط

---

عه باب من صف صفین او ثلثۃ ص۱۷۶ هجۃ المحدث ص۵۴۷ ۱ه نسائی اول الجنائز باب السرعۃ بالجنازۃ ص۲۷۱ مسند امام احمد خامس ص۳۶۰ ۲ه عمدۃ القاری ثامن ص۱۱۳ ۳ه ثانی الجنائز باب الاسراع بالجنازۃ ص۹۷ ۴ه ثانی الجنائز باب تعجیل الجنازۃ ص۹۴ ۵ه عمدۃ القاری ثامن ص۱۱۳

عَلَيْهِ قَالَ فَصَفَفْنَا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ صُفُوفٌ

تو ہم نے صف لگائی اور نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور ہم لوگ کئی

وَقَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ كُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي ۔ عہ

صف میں تھے اور میں دوسری صف میں تھا۔

ت ۲۴۵ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُصَلِّي الَّا طَاهِرًا وَلَا يُصَلِّي عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

اور حضرت ابن عمر بغیر طہارت کے نہیں پڑھتے تھے اور طلوع آفتاب اور غروب

وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ ۔ عہ

کے وقت بھی نہیں پڑھتے تھے اور ہاتھوں کو اٹھاتے تھے

میں طہارت، ستر عورت، استقبال قبلہ، نیت، میت کے کل یا اکثر جسم کا آگے ہونا، اس کا پاک ہونا، ارکان میں تکبیریں ہیں، اس میں کلام جائز نہیں۔ امام بخاری نے پہلے تین حدیث کے اجزاء نقل فرمائے۔ جن میں اس کی تعبیر صَلّٰی ہے یا صَلّوا ہے۔ پھر فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اسے نماز فرمایا۔ حالانکہ اس میں رکوع سجدہ نہیں۔ پھر بھی یہ نماز اس لئے ہے کہ اس میں نماز کے احکام دار کان ہیں۔ اس میں کلام جائز نہیں۔ اس میں تکبیر ہے تسلیم ہے۔

**تشریحات ۲۴۵** یہ تعلیق اس کے ثبوت میں لائے کہ نماز جنازہ نماز ہے۔ اس لئے کہ جیسے اور نماز بغیر طہارت صحیح نہیں، اور آفتاب کے طلوع و غروب کے وقت جائز نہیں۔ ویسے ہی یہ بھی ہے۔ جیسے اور نمازوں میں رفع یدین ہے ویسے ہی اس میں بھی ہے۔ اس تعلیق کے تین جزء ہیں۔ پہلے جزء کو امام مالک نے موطا میں ذکر فرمایا۔ اور دوسرے جزء کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں۔ اور تیسرے جزء کو امام بخاری نے جزء رفع الیدین میں سند متصل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

احناف کے یہاں صرف تکبیر تحریمہ میں رفع یدین ہے، باقی تکبیروں میں نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہر تکبیر میں رفع یدین ہے۔ ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ترمذی[1] نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنازے پر تکبیر پڑھی۔ اور پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھایا۔ پھر داہنے کو بائیں پر رکھا۔ دار قطنی میں یہ زائد ہے **ثم لا یعود** پھر دوبارہ ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ دار قطنی ہی میں حضرت ابن عباس سے بھی اسی کے مثل مروی ہے۔ مبسوط میں ہے کہ حضرت ابن عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے فرمایا۔ تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور کہیں ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔ ابن حزم نے حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر سے بھی یہی نقل کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ تکبیر تحریمہ کے سوا اور کسی تکبیر میں ہاتھ اٹھانے کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں۔ اور نہ اجماع ہے۔ ابن منذر نے پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھانے پر اجماع نقل کیا ہے۔

**نماز جنازہ میں دو بار سلام ہے** بیہقی اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بارے میں روایت کیا کہ نماز جنازہ میں دائیں بائیں سلام پھیرا۔ اور فارغ ہوئے تو فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

---

عہ باب الصفوف علی الجنازۃ ص۱۷۶ باب هجرة الحبشة ص۵۴۶ مسلم الجنائز، نسائی الجنائز

عہ باب سنة الصلوٰة علی الجنازۃ ص۱۷۶ [1] ابواب الجنائز، باب رفع الیدین علی الجنازۃ ص۱۲۷

ت ۲۴۶ وَقَالَ الْحَسَنُ اَدْرَكْتُ النَّاسَ وَاَحَقُّهُمْ عَلٰى جَنَائِزِهِمْ مَنْ رَضُوْهُ

اور امام حسن بصری نے فرمایا میں نے لوگوں کو اس طریقے پر پایا کہ نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے

لِفَرَائِضِهِمْ۔ وَاِذَا اَحْدَثَ يَوْمَ الْعِيْدِ اَوْ عِنْدَ الْجَنَازَةِ يَطْلُبُ الْمَاءَ وَلَا

زیادہ مستحق وہ شخص ہے جسے لوگوں نے اپنے فرائض کی امامت کے لئے پسند کیا ہو، اور نماز عید اور نماز جنازہ میں وضو ٹوٹ جائے

يَتَيَمَّمُ وَاِذَا انْتَهٰى اِلَى الْجَنَازَةِ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ يَدْخُلُ مَعَهُمْ بِتَكْبِيْرَةٍ ۵ھ

تو پانی تلاش کرے اور تیمم نہ کرے اور جب جنازے تک اس وقت پہنچے کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو تکبیر کہہ کے شامل ہو جائے۔

علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔ میں اس پر زیادتی نہ کروں گا۔ معرفہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ تین باتیں وہ ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرتے تھے، لوگوں نے چھوڑ دی ہیں۔ ان میں ایک نماز جنازہ میں اور نمازوں کی طرح دو سلام ہے۔

**تشریحات ۲۴۶** حضرت حسن بصری نے چار مسائل بیان فرمائے۔ اوّل یہ کہ نماز جنازہ کی امامت کا حق اسے ہے جو فرائض کا امام ہو۔ اور یہی اس وقت کے صحابہ و تابعین کا عمل تھا، چونکہ نماز کی امامت کا حق سب سے پہلے سلطانِ اسلام یا اس کے نائب کا ہے۔ اس لئے نماز جنازہ کا بھی سب سے زیادہ استحقاق والی ہی کو ہے۔ یہی احناف کا مذہب ہے۔ اس پر نص صریح حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ ارشاد ہے جو انہوں سعید بن العاص اموی حاکم مدینہ سے فرمایا۔ جبکہ وہ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آگے بڑھا۔ آگے بڑھو اگر یہی طریقہ نہ ہوتا تو تجھے آگے بڑھنے نہیں دیتا[1]۔ یہ ارشاد صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام کی موجودگی میں ہوا۔ اور کسی نے انکار نہیں کیا۔

دوسرا تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ نماز عیدین اور نماز جنازہ میں اگر حدث ہو جائے، تو بقیہ نماز تیمم کر کے نہ پڑھے بلکہ پانی تلاش کر کے وضو کرے پھر پڑھے۔ ہمارے یہاں یہ ہے کہ اگر اسے اس کا اندیشہ ہو کہ اگر وضو کرے گا تو امام فارغ ہو جائے گا تو تیمم کر کے نماز پڑھے۔ خواہ جب آیا تو وضو نہ تھا۔ یا اثنائے نماز میں وضو ٹوٹا ہو[2]۔ اس لئے کہ نماز عیدین اور نماز جنازہ کی نہ قضا ہے نہ بدل، حضرت امام حسن بصری کا یہ ارشاد اس پر محمول ہے کہ اسے ظنِ غالب ہو کہ امام کے فارغ ہونے کے پہلے پہلے نماز میں شامل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ سعید بن منصور نے انہیں کا یہ قول ذکر فرمایا ہے کہ اس صورت میں اگر نماز جنازہ فوت ہو جانے کا خوف ہو تو تیمم کرے[3]۔ چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص اس وقت پہونچا کہ نماز جنازہ ہو رہی تھی تو وہ بلا تاخیر تکبیر کہہ کر شامل ہو جائے۔ اس کا انتظار نہ کرے کہ جب امام تکبیر کہے تو شامل ہو۔ ہمارے یہاں تفصیل ہے۔ اگر ایسے وقت آیا کہ امام تکبیر تحریمہ کہہ چکا تھا ابھی دوسری تکبیر نہیں کہی تھی۔ تو تکبیر کہہ کے فوراً شامل ہو جائے، دوسری تکبیر کا انتظار نہ کرے۔ اور اگر دوسری یا تیسری تکبیر کے بعد آیا تو فوراً شامل نہ ہو، انتظار کرے جب امام تکبیر کہے تو اس وقت شامل ہو۔ امام حسن بصری کے اخیر والے دونوں ارشاد کو امام ابن ابی شیبہ نے ذکر فرمایا۔

---

۵ھ باب سنۃ الصلوٰۃ علی الجنازۃ ص۱۷۶ [1] عمدۃ القاری ثامن ص۱۲۲۵ [2] بہار شریعت جلد دوم ص۷۳

[3] عمدۃ القاری ثامن ص۱۲۲۵

ت ۲۴۷ وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ يُكَبِّرُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالسَّفَرِ وَالْحَضَرِ اَرْبَعًا ؎

اور امام سعید بن مسیب نے فرمایا رات ہو یا دن سفر ہو یا حضر چار تکبیریں کہے۔

ت ۲۴۸ وَقَالَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ التَّكْبِيْرَةُ الْوَاحِدَةُ اِسْتِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ ؎

اور حضرت انس نے فرمایا ایک تکبیر نماز شروع کرنے کی ہے۔

ت ۲۴۹ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِذَا صَلَّيْتَ فَقَدْ قَضَيْتَ الَّذِيْ عَلَيْكَ

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب تو نے نماز جنازہ پڑھ لی تو میت کا جو حق تم پر تھا وہ ادا کر چکے۔

ت ۲۵۰ وَقَالَ حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ مَا عَلِمْنَا عَلَى الْجَنَازَةِ اِذْنًا وَلٰكِنْ مَنْ صَلّٰى

اور حمید بن ہلال نے کہا۔ جنازے پر ہم اجازت نہیں جانتے ہاں جو نماز پڑھ کر لوٹا

ثُمَّ رَجَعَ فَلَهٗ قِيْرَاطٌ۔ ؎

اس کے لئے ایک قیراط ہے۔

**تشریحات ۲۴۷ ۲۴۸** ان دونوں اثر کا حاصل ایک ہی ہے کہ نماز جنازہ میں کل چار تکبیریں ہیں ان میں ایک یعنی پہلی تکبیر تحریمہ ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو امام سعید بن منصور نے تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

**تشریحات ۲۴۹** یہاں باب ہے جنازے کے ساتھ چلنے کی فضیلت کا بیان، مطابقت یہ ہے کہ کسی کا حق ادا کرنا ثواب کا کام ہے۔ نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جنازے کے ساتھ جانا ضروری ہے۔ **اقول** غالباً امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جس نے نماز جنازہ میں شرکت کرلی وہ حکماً جنازے کے ساتھ گیا۔

**تشریحات ۲۵۰** حمید بن ہلال تابعی ہیں۔ ان کے ارشاد کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ نماز جنازہ میت کا حق ہے۔ جو حصول ثواب کیلئے پڑھی جاتی ہے۔ اولیائے میت کا حق نہیں کہ لوٹنا ان کی اجازت پر موقوف ہو۔ نماز پڑھ کر جس کا جی چاہے چلا جائے کوئی حرج نہیں۔ حضرت زید بن ثابت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم صحابۂ کرام میں سے اور عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد امام حسن بصری، قتادہ، ابوقلابہ کا یہی عمل تھا کہ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد لوٹ آتے اجازت نہیں لیتے تھے۔ اس کے برخلاف حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت مسور بن مخرمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اور امام نخعی اجازت لئے بغیر واپس نہ ہوتے۔ امام مالک نے فرمایا کہ اجازت لئے بغیر واپس ہونا پسندیدہ بات نہیں۔ مگر یہ کہ دفن میں دیر ہو، ہمارا مذہب بھی یہی ہے کہ بغیر اجازت واپس نہ ہو، اس لئے کہ جس طرح نماز جنازہ میت کا حق ہے اسی طرح دفن بھی حق ہے۔ اور یہ اس سے اہم اور بہ نسبت اس کے کچھ محنت کا طالب ہے۔ اگر سب چھوڑ کر چلے جائیں تو دفن کون کرے گا۔ اس سلسلے میں احادیث بھی وارد ہیں۔ اگرچہ سب ضعیف ہیں مگر استحباب کے اثبات کے لئے کافی ہیں۔ امام بزار نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

؎ باب سنۃ علی الجنازۃ ص ۱۷۶ ؎ ایضاً

؎ باب فضل اتباع الجنازۃ ص ۱۷۶ ؎ ایضاً

**حدیث ۷۷۶** سَمِعْتُ نَافِعًا یَقُوْلُ حُدِّثَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ اَبَا

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے یہ حدیث بیان کی گئی کہ حضرت ابو ہریرہ

ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ مَنْ تَبِعَ جَنَازَۃً فَلَہٗ قِیْرَاطٌ فَقَالَ اَکْثَرْتَ

رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں کہ جو جنازے کے پیچھے گیا اس کے لئے ایک قیراط ہے تو انہوں

اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ عَلَیْنَا فَصَدَّقَتْ یَعْنِیْ عَائِشَۃُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ

نے کہا۔ ابو ہریرہ کثرت سے حدیث بیان کرنے کے عادی ہیں اس کی اطلاع جب ام المومنین حضرت عائشہ کو ہوئی تو انہوں نے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُہٗ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَقَدْ فَرَّطْنَا فِیْ قَرَارِیْطَ کَثِیْرَۃٍ ؏ہ

ابو ہریرہ کی تصدیق کی اور کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے تو ابن عمر نے کہا ہم نے بہت سے قیراط ضائع کر دیئے

**حدیث ۷۷۷** اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ شَھِدَ الْجَنَازَۃَ حَتّٰی یُصَلّٰی عَلَیْہَا فَلَہٗ قِیْرَاطٌ وَمَنْ شَھِدَ

جو جنازے پر حاضر ہوا یہاں تک کہ اس پر نماز پڑھی تو اس کے لئے ایک قیراط ہے اور جو دفن کے وقت

نے فرمایا۔ دو امیر ہیں حالانکہ امیر نہیں۔ وہ عورت جو قوم کے ساتھ حج کرے اور اسے حیض آجائے۔ اور وہ مرد جو جنازے کے ساتھ جائے اور نماز پڑھے تو اسے یہ حق نہیں کہ اہل جنازہ کی اجازت حاصل کئے بغیر لوٹے۔ امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو جنازے کے ساتھ گیا اور اسے کاندھے سے اتارا، اور اس پر مٹی ڈال دی اور بیٹھا یہاں تک کہ اسے اجازت دی گئی تو دو قیراط لیکر لوٹا۔ امام عبدالرزاق نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد روایت کیا۔ دو امیر ہیں اور امیر نہیں۔ وہ شخص جو جنازے کے ساتھ رہے اور اس پر نماز پڑھے تو اسے میت کے ولی کی اجازت کے بغیر لوٹنا نہیں چاہئے۔ ؎

**تشریحات ۷۷۶، ۷۷۷** ترمذی میں یہ حدیث بطریق ابوسلمہ یوں ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص جنازے پر صرف نماز پڑھے اس کے لئے ایک قیراط ہے۔ اور جو جنازے کے ساتھ رہے یہاں تک کہ دفن کر دیا جائے اس کے لئے دو قیراط ہیں ان میں ایک، یا یہ فرمایا۔ ان دونوں میں سے چھوٹا اُحد پہاڑ کے برابر ہے۔ راوی نے کہا۔ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کو ذکر کیا تو انہوں نے حضرت عائشہ کے پاس آدمی بھیجا کہ ان سے دریافت کرے تو ام المومنین نے فرمایا کہ ابو ہریرہ نے سچ کہا، اس پر حضرت ابن عمر نے کہا ہم نے بہت سے قیراط ضائع کر دیئے۔

**قیراط** اصل میں قِرراط تھا، اسلئے کہ اس کی جمع قراریط آتی ہے۔ واحد میں راء کو خلاف قیاس یاء سے بدل دیا۔ جیسے دینار میں نون کو یاء سے بدلا۔ کیونکہ دینار اصل میں دنّار تھا اس لئے اس کی جمع دنانیر آتی ہے۔

قیراط کے یہ معانی ہیں۔ اٹلی کا بیج، دانگ کا آدھا، درہم کے چھٹے حصے کے برابر ایک سکہ ہوتا تھا۔ دینار کا بیسواں حصہ، ایک

ع۵ باب فضل اتباع الجنائز ص۱۷۷ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کلھم فی الجنائز ؎ عمدۃ القاری ثامن ص۱۳۶

حَتّٰى يُدْفَنَ كَانَ لَهٗ قِيْرَاطَانِ قِيْلَ مَا الْقِيْرَاطَانِ قَالَ مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ

تک موجود رہا اس کے لئے دو قیراط ہے عرض کیا گیا قیراط کیا ہیں فرمایا دو بڑے پہاڑوں کے برابر۔

**حدیث ۷۸** عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ الْيَهُوْدَ جَاءُوْا اِلَى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں یہودی

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ مِّنْهُمْ وَامْرَأَةٍ زَنَيَا فَقَالَ لَهُمْ

ایک مرد اور ایک عورت کو لائے جنہوں نے زنا کیا تھا۔ ان سے حضور نے فرمایا تم میں جو زنا کرتا ہے اس کے ساتھ کیا

كَيْفَ تَفْعَلُوْنَ بِمَنْ زَنٰى مِنْكُمْ قَالُوْا نُحَمِّمُهُمَا وَنَضْرِبُهُمَا فَقَالَ لَا تَجِدُوْنَ

کرتے ہو، یہودیوں نے کہا ہم اس کا منہ کالا کرتے ہیں اور مارتے ہیں۔ تو فرمایا تورات میں تم رجم نہیں پاتے۔ انہوں نے کہا ہم

فِي التَّوْرَاةِ الرَّجْمَ فَقَالُوْا لَا نَجِدُ فِيْهَا شَيْئًا فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ

اس میں کچھ نہیں پاتے تو ان سے حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا

كَذَبْتُمْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوْهَا اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ فَوَضَعَ مِدْرَاسُهَا

تم جھوٹ بولے تورات لاؤ اور اسے پڑھو اگر تم لوگ سچے ہو۔ (تورات لائی گئی) تو تورات کے معلم نے اپنی

الَّذِيْ يُدَرِّسُهَا مِنْهُمْ كَفَّهٗ عَلٰى اٰيَةِ الرَّجْمِ فَطَفِقَ يَقْرَأُ مَا دُوْنَ يَدِهٖ

ہتھیلی آیت رجم پر رکھدی اور اس کے قریب اور اس کے علاوہ اور

وَمَا وَرَاءَهَا وَلَا يَقْرَأُ اٰيَةَ الرَّجْمِ فَنَزَعَ يَدَهٗ عَنْ اٰيَةِ الرَّجْمِ فَقَالَ مَا

جگہ سے پڑھنے لگا اور آیت رجم نہیں پڑھتا تو انہوں نے اس کا ہاتھ آیت رجم سے ہٹایا اور کہا یہ کیا ہے؟

دینار ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے، کسی چیز کے چوبیس حصے میں سے ایک حصہ، کسی چیز کا ٹکڑا، جز، حصہ، یہاں حدیث میں حصہ ہی مراد ہے۔ مثل احد، یا مثل الجبلین العظیمین بطور تمثیل ہے۔ مراد یہ ہے کہ بہت زیادہ ثواب ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حقیقی معنی مراد ہو۔

**اکثر ابوھریرہ** یعنی بہت زیادہ ثواب ذکر کر دیا۔ یا یہ کہ روایت بکثرت کی، جو مجبر العقول ہے۔ کہیں انہیں اشتباہ تو نہیں ہوا۔ چونکہ بخاری کی اس روایت کے مطابق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ نہیں کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اس لئے حضرت ابن عمر نے وہ کہا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سنا تو فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری سے مجھے میدان میں درخت بیٹھانا، اور بازار میں خرید و فروخت نہیں روکتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میری طلب صرف ایک لقمے کی تھی جو کھلا دیتے اور ارشاد کی تھی جو سکھا دیتے۔ تو حضرت ابن عمر نے فرمایا۔ ابوہریرہ ہم سے زیادہ خدمت اقدس میں حاضر رہتے۔ اور ہم سے زیادہ حدیث کے جاننے والے تھے [1]

**فرطت ضیعت من امر اللہ** ۔ یہ امام بخاری کا قول ہے۔ اس حدیث میں بھی فرطت آیا ہے۔ اور قرآن کریم میں بھی ایک جگہ فرمایا۔ يٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ (زمر/۵۶) ہائے افسوس جو تقصیر میں نے اللہ کے حق میں کی۔ امام بخاری نے حسب

[1] ایضاً [2] عمدۃ القاری جلد ثامن ص ۱۲۸

هٰذِهٖ فَلَمَّا رَأَوْا ذٰلِكَ قَالُوْا هٰذِهٖ اٰيَةُ الرَّجْمِ فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيْبًا

جب یہودیوں نے اسے دیکھا تو کہا یہ آیت رجم ہے ان دونوں کے بارے میں حکم دیا اور

مِنْ حَيْثُ مَوْضِعُ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ فَرَأَيْتُ صَاحِبَهَا يَحْنِيْ عَلَيْهَا

انہیں مسجد کے پاس جنائز کی جگہ کے قریب سنگسار کیا گیا میں نے اس عورت کے یار کو دیکھا

وَيَقِيْهَا الْحِجَارَةَ ؎۱

اس پر جھکا پڑتا اور اسے پتھر سے بچاتا۔

عادت اس کی تفسیر فرمادی کہ فَرَطْتُ ضَيَّعْتُ کے معنیٰ میں ہے۔ یعنی میں نے ضائع کیا۔

**تشریحات ۷۷۸**

یہ حدیث کتاب الجنائز میں مختصر تھی۔ اس لئے ہم نے کتاب التفسیر کی روایت یہاں درج کی ہے۔ یہاں باب یہ ہے۔ عیدگاہ اور مسجد میں نماز جنازہ، حسب عادت امام بخاری نے یہاں اپنا کوئی موقف نہیں ظاہر فرمایا۔ اس باب میں دو حدیثیں لائے ہیں۔ ایک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی، جس میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیدگاہ میں صف لگائی اور نجاشی پر نماز جنازہ پڑھی۔ اور ایک حدیث مذکور، مگر دونوں میں سے کسی میں مسجد میں نماز پڑھنے کا تذکرہ نہیں۔ پہلی میں عیدگاہ میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔ دوسری میں یہ بھی نہیں۔ صرف یہ ہے کہ مسجد کے پاس جنازے کی جگہ، اس لئے یہ کہنا پڑے گا کہ اس حدیث کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمارے یہاں مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا ممنوع ہے خواہ جنازہ مسجد میں ہو خواہ نہ ہو۔ ہماری دلیل ابوداؤد[۱] اور ابن ماجہ[۲] کی یہ حدیث ہے۔ جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من صلّیٰ علیٰ جنازۃ فی المسجد فلا شیٔ لہ وفی ابن ماجۃ فلیس لہ شیٔ۔ جس نے مسجد میں جنازے پر نماز پڑھی اس کے لئے کچھ نہیں یعنی اس کے لئے کوئی ثواب نہیں۔ علامہ نووی نے فرمایا۔ ابوداؤد کے صحیح نسخے میں فلا شیٔ علیہ ہے۔ مگر علامہ زیلعی نے فرمایا کہ صحیح نسخہ فلا شیٔ لہ ہے۔ اس کی تائید ابن ماجہ کی روایت سے ہوتی ہے جس میں فلیس لہ شیٔ ہے۔ اس میں کتابت کی غلطی کا احتمال نہیں۔ نیز ابن ابی شیبہ میں فلا صلوٰۃ لہ ہے۔ اس حدیث کے ایک راوی صالح مولی التوأمہ پر یہ جرح کی گئی ہے کہ اخیر عمر میں حافظہ کمزور ہو جانے کی وجہ سے ان سے غلط ہو جاتا تھا۔ لیکن اس حدیث کو صالح سے ابن ابی ذیب نے روایت کیا ہے۔ اور انہوں نے اس اختلاط کا عارضہ ہونے سے پہلے سُنا ہے۔ تفصیل، الجوہر النقی جلد اول ص۲۷۸ میں ہے۔ اس لئے یہ حدیث کم از کم حسن ضرور ہے۔ امام محمد نے مؤطا میں یہ استدلال فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ مسجد کے پہلو میں تھی۔ اگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں تھا تو مسجد کے باہر نماز جنازہ کے لئے جگہ بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ نیز نجاشی کی نماز جنازہ عیدگاہ جاکر پڑھی۔ جبکہ ان کا جنازہ مدینہ طیبہ میں نہیں تھا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دو بار مسجد میں نماز جنازہ پڑھی ہے۔ اس کی کوئی خاص وجہ رہی ہوگی۔ ہو سکتا ہے حضور اعتکاف میں رہے ہوں، مزاج ناساز رہا ہو، وغیرہ وغیرہ۔

---

؎۱ ثانی تفسیر باب قولہ تعالیٰ قل فاتوا بالتوراۃ ان کنتم صادقین ص۶۵۴، اول الجنائز باب الصلوٰۃ علی الجنائز بالمصلی والمسجد ص۱۷۷ مناقب باب قول اللہ تعالیٰ یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم ص۵۱۳ ثانی الاعتصام باب ما ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۱۰۹۰ التوحید باب ما یجوز من تفسیر التوراۃ ص۱۱۲۵ مسلم حدود، ابوداؤد حدود، ترمذی حدود، موطا حدود، مسند امام احمد جلد ثانی ص۱۵۰ ثانی باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ فی المسجد ص۹۸ الجنائز باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ فی المسجد ص۱۱۰،

ت ۲۵۱ وَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ضَرَبَتِ امْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلَى الْقَبْرِ سَنَةً

اور جب حضرت حسن بن حسن حضرت علی کے پوتے رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا وصال ہوگیا تو ان کی اہلیہ نے ان کی

ثُمَّ رُفِعَتْ فَسَمِعُوا صَائِحًا يَقُولُ الْاَهْلُ وَجَدُوا مَا فَقَدُوا فَاَجَابَهُ

قبر پر قبہ تانا جو ایک سال تک رہا پھر اٹھا لیا تو لوگوں نے سنا کوئی بلند آواز سے کہتا ہے۔ جو چیز انہوں نے گم کی تھی اسے پایا

یہ واقعہ اول، اول کا ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تھے اس کے بعد سورۂ نور نازل ہوئی جس میں زانی اور زانیہ کی سزا سو کوڑے نازل ہوئی۔ خواہ وہ محصن ہو خواہ غیر محصن، پھر آیت رجم سے محصن کے حق میں کوڑے کی سزا منسوخ ہوگئی، رجم مقرر ہوئی۔ محصن ہونے کے لئے یہ شرطیں ہیں۔ آزاد، عاقل، بالغ ہونا، اور نکاح صحیح کے ساتھ کسی عورت سے ہمبستر ہونا اگرچہ ایک بار سہی۔

**تشریحات ۲۵۱** امام حسن مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں، کربلا میں اپنے عم مکرم کے ساتھ تھے۔ عورتوں بچوں کے ساتھ گرفتار ہوئے۔ اہل بیت میں سے ممتاز فرد ہیں۔ حجاج کے مظالم سے تنگ آکر عبدالملک بن مروان کے پاس تشریف لے گئے۔ اس نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی، اور حجاج کی تعدی سے بچایا۔ ایک دفعہ ایک رافضی نے ان سے کہا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے۔ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔ فرمایا۔ ضرور فرمایا ہے۔ اگر اس سے خلافت مراد ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کو خطبہ دیتے اور فرماتے۔ اے لوگو! میرے بعد یہ تمہارے کاموں کا ولی اور یہی تم پر قائم ہوگا۔ اس کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو۔ بخدا اگر اللہ اور اس کے رسول نے علی کو خلافت کے لئے منتخب کیا تھا اور علی نے چھوڑ دیا۔ تو یہ پہلے وہ ہیں، جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو چھوڑا۔ ان کی والدہ کا نام خولہ بنت منظور فزاری ہے۔ ۹۹ھ میں وصال فرمایا۔ ان کی اہلیہ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا، حضرت امام حسین شہید کربلا کی صاحبزادی ہیں۔ یہ بھی کربلا میں موجود تھیں۔ امام حسن مثنیٰ کے وصال کے بعد ان کا عقد حضرت عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا۔ جن سے محمد دیباج پیدا ہوئے۔ یہ فاطمہ صغریٰ کے ساتھ مشہور ہیں صحیح یہ ہے کہ ان کی ملاقات ان کی دادی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نہیں۔

**قبہ** گول خیمے کو کہتے ہیں۔ یہاں خاص بات یہ ہے کہ ۹۹ھ میں یہ ہوا۔ یہ زمانہ صحابۂ کرام کا آخیر تھا۔ اور تابعین کا دور اوسط تھا۔ سال بھر تک امام حسن مثنیٰ کے مزار پر قبہ رہا مگر کسی نے منع نہیں کیا۔ اور نہ کوئی ایسی روایت ملتی ہے کہ کسی صحابی یا تابعی نے اس پر اعتراض کیا ہو۔ اس سے ظاہر ہوا کہ غرض صحیح کے لئے مزارات پر قبے بنانے جائز ہیں۔ یہی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔ اور اسی پر جملہ اہلسنت کا عمل ہے۔ لا یُرفع علیہ بناء سے اسکی حرمت پر استدلال صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اس سے مراد قبر پر ایسی عمارت بنانا ہے جیسے یہود و نصاریٰ ستون نما سمادی بناتے ہیں۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ عَلیٰ کے حقیقی معنیٰ استعلاء کے ہیں۔ اور استعلاء اس وقت ہوگا جبکہ میت کے محاذی اوپر عمارت بنائیں۔ اور اگر ارد گرد بنائیں گے تو استعلاء نہ ہوگا۔ علاوہ ازیں بہت سے احکام زمانہ کے اختلاف سے بدل جاتے ہیں جیسے ارشاد ہے۔ وابنوا المساجد واتخذوها جُمًّا۔ مسجدوں کو مُنڈی بناؤ۔ یعنی اس میں مینارے نہ بناؤ۔ مگر عہد تابعین ہی سے اس کے برخلاف مساجد میں مینارے بننے لگے تھے۔ وجہ یہی ہوئی کہ عہد صحابہ تک شعائر دین کی عظمت شعائر دین کی وجہ سے دلوں میں بھرپور تھی۔ نیز عام مکانات بھی بہت معمولی اور سادے ہوتے تھے۔ جب فتوحات ہوئیں اور دولت کی کثرت ہوئی اور مکانات عالیشان

# آخر بل یئسوا فانقلبوا ؏ه

تو دوسرے نے جواب دیا نہیں بلکہ مایوس ہوئے اور لوٹ گئے۔

بننے لگے۔ اب اگر مسجدیں اسی طرح منڈی اور معمولی حیثیت کی رہتیں تو عام نگاہوں میں ان کی وقعت نہ ہوتی۔ غیر ہنستے کہ مسلمانوں کی عبادتگاہ ایسی معمولی، تو مساجد کی عمارتیں عالیشان سے عالیشان بننے لگیں، مینارے گنبد بننے لگے۔ اس سے مقصود شعائر دین کی دلوں میں عظمت بیٹھانا ہے۔ اسی طرح عہد سابق میں ہر مسلمان، مسلمان کی قبر کا احترام کرتا تھا۔ اور علماء صلحا، مشائخ کے مزارات کی ان کے شایان شان عظمت دلوں میں تھی۔ مگر اب جبکہ بصیرت باطنی کا فقدان ہے اور ظاہری شان و شوکت ہی عظمت کا نشان بن چکا ہے۔ علمائے کرام نے علماء و مشائخ کے مزارات پر قبے بنانے کی اجازت دیدی ہے، بلکہ اسے مستحسن بتایا ہے۔ علامہ نقنی نے مجمع بحار الانوار میں، اور ملا علی قاری نے فرمایا۔ حتی کہ مولوی اعزاز علی مفتی دار العلوم دیوبند نے بھی شرح نقایہ ملا علی کے حاشیے[1] میں بھی ذرا تغیر کے ساتھ لکھا۔

قد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء المشهورین لیزورهم الناس ویستریحون بالجلوس فیه۔

مشائخ اور علماء مشہورین کے مزارات پر عمارات بنانے کو علماء سلف نے جائز بتایا تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس میں بیٹھنے پر آرام پائیں۔

نیز اس میں بہت سے فوائد ہیں۔ زائرین باطمینان و حضور قلب تلاوت ذکر اذکار کریں گے۔ جس سے دونوں کو فائدہ ہوگا، بارش، دھوپ سردی سے محفوظ رہیں گے قبے سے لوگ پہچان جائیں گے کہ یہ کسی محبوب بارگاہ کا مزار ہے، تو حاضر ہوں گے، اور فیض حاصل کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام متاخرین نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے۔ حتی کہ علامہ علاء الدین حصکفی نے درمختار[2] میں فرمایا۔

ولا یرفع علیه بناء وقیل لا باس به وهو المختار

قبر پر عمارت نہ بنائے ایک قول یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں، اور یہی مختار ہے۔

اور علامہ محمد امین بن عابدین شامی نے رد المحتار[1] میں فرمایا۔

وفی الاحکام عن جامع الفتاوی وقیل لا یکره اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات۔

احکام میں جامع فتاوی سے ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ قبر پر عمارت بنانا مکروہ نہیں جبکہ میت مشائخ اور علماء اور سادات سے ہو۔

طحطاوی[2] علی المراقی میں درمختار کا قول نقل کر کے برقرار رکھا۔ یہ دلیل ہے کہ ان کا بھی مختار یہی ہے۔

---

ع باب ما یکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور ص۱۷۰

[1] ص۱۳۹ ج۲ و ص۳ اول ص۶۰۲ ج۴ ص۳۷۰،

**حدیث ۷۷۹**

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ قَالَتْ وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَأُبْرِزَ قَبْرُهُ غَيْرَ أَنِّي أَخْشٰى أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا ۔ع۸۰

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ اپنی اس بیماری میں جس میں وصال فرمایا، ارشاد فرمایا اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا۔ ام المومنین نے فرمایا اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضور کا مزار ظاہر کر دیتی مگر مجھے اندیشہ ہے کہ مسجد نہ بنالیا جائے

**تشریحات ۷۷۹**

یہود و نصاریٰ انبیائے کرام کے مزارات ہی کو مسجد بناتے اور اس پر سجدہ کرتے۔ اس لئے ان پر لعنت فرمائی۔ لیکن انبیائے کرام یا اولیائے عظام کے مزارات کے قریب مسجد بنانا بالاجماع جائز ہے۔ علامہ طیبی نے فرمایا لیکن اگر کوئی کسی صالح کی قبر کے جوار میں مسجد بنائے اس طرح پر کہ قبر مسجد سے خارج ہو اور مقصود ان کے قرب سے برکت حاصل کرنا ہو، اور قبر کی طرف منہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ بلکہ اس میں نفع کی امید ہے۔ کشمیری صاحب نے فیض الباری میں اسے نقل کر کے برقرار رکھا یہ دلیل ہے کہ وہ اس سے متفق ہیں۔

**لابرز قبرہ**

حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مزار اقدس اور اپنی قیام گاہ کے درمیان دیوار بنا دی تھی۔ اسی کو فرما رہی ہیں۔ ولید بن عبدالملک کے عہد میں جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد نبوی کی جدید تعمیر کی تو حجرۂ مبارکہ کے ارد گرد پانچ پہل کی دیوار قائم کر کے حجرہ مبارکہ کو محفوظ کر دیا۔ شمالی دیوار کو مثلث کر دیا۔ اس طرح تاکہ اس کا تو ہم بھی نہ ہو سکے کہ حجرہ مبارکہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جا رہی ہے۔

**قادیانی دجال کا رد**

قادیانی دجال نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وصال ہو چکا ہے۔ وہ زندہ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے ہیں۔ بلکہ اس نے یہ تک بندی کی ہے کہ کشمیر میں ان کا مزار ہے کشمیر سری نگر میں ایک قبر یوز آسف کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دجال کہتا ہے کہ یہ لفظ مسیح کا محرف ہے۔ اور یہ حقیقت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبریوں نہیں کہ اگر ان کی قبر ہوتی تو بیت المقدس کی طرف ہوتی نہ کہ کعبے کی طرف نیز اس حدیث میں تصریح ہے کہ نصاریٰ نے اپنے انبیاء کی قبور کو مسجد بنالیا۔ اور اس پر کوئی مسجد نہیں۔ نہ اس پر کوئی سجدہ کرتا ہے۔ یہ دجال یوں بہکاتا ہے کہ نصاریٰ کے نبی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اگر ان کا وصال نہیں ہوا تو ان کی قبر کو نصاریٰ نے مسجد کیسے بنالیا۔ اس لعین نے یہ نہیں دیکھا کہ، حدیث میں قبور انبیاء ھم صیغۂ جمع کے ساتھ ہے۔ اس سے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام

---

ع۸۰ باب مایکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور ص۱۷۷ باب ماجاء فی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۱۸۶، ثانی مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۶۳۹، مسلم مساجد، مسند امام احمد جلد سادس ص۸۰۔

ت ۲۵۲ وَقَالَ حُمَيْدٌ صَلّٰى بِنَا اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَكَبَّرَ ثَلٰثًا ثُمَّ سَلَّمَ فَقِيْلَ لَهٗ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ ثُمَّ سَلَّمَ عه

اور حمید نے کہا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ہمیں جنازے کی نماز پڑھائی اور تین تکبیر پر سلام پھیر دیا۔ ان سے کہا گیا تو پھر قبلہ کو منہ کیا اور چوتھی تکبیر کہی پھر سلام پھیرا۔

ت ۲۵۳ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى اَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ اَرْبَعًا وَقَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَعَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ سَلِيْمٍ اَصْحَمَةَ عه

حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اصحمہ نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی تو چار تکبیر کہی۔ یزید بن ہارون اور عبد الصمد نے سلیم سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ اصحمہ،

ت ۲۵۴ وَقَالَ الْحَسَنُ يَقْرَأُ عَلَى الطِّفْلِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ

اور امام حسن بصری نے فرمایا بچے کی نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھے اور یہ دعا پڑھے

کیسے مراد ہوں گے۔ بات یہ ہے کہ جیسے ہم اس کے مکلف ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ تمام انبیائے سابقین پر ایمان لائیں۔ اسی طرح نصاریٰ بھی اس کے مکلف تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ ساتھ تمام انبیائے کرام پر ایمان لائیں — اس اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے علاوہ دوسرے انبیائے کرام کو ان کا نبی کہا گیا — ورنہ انبیاء ہم فرمانا درست نہ ہوتا۔

**تشریحات ۲۵۲** اس تعلیق کو امام عبد الرزاق نے بطریق معمر عن قتادہ ذکر کیا ہے۔ یہ حمید، حمید الطویل کے ساتھ مشہور ہیں۔ تابعی رواۃ حدیث میں ہیں۔ یہی ہمارا مذہب بھی ہے کہ جنازے میں چار تکبیریں ہیں۔ بعض روایتوں میں جو آیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ جنازے میں تین ہی تکبیریں ہیں، یا انہوں نے جنازے کی نماز پڑھائی اور اس میں تین ہی تکبیر کہی۔ اس سے مراد تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور تکبیریں ہیں۔ جیسا کہ گذر چکا کہ فرمایا۔ چوتھی تکبیر، تکبیر افتتاح ہے۔

**تشریحات ۲۵۳** حضرت نجاشی کے نام میں روایتیں مختلف آئی ہیں۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں یزید ہی سے مروی ہے۔ صعب بن جثامہ کے حذف کے ساتھ، اسماعیل نے بیان کیا کہ عبد الصمد کی روایت میں اصحمہ خا رمجمہ کے ساتھ ہے۔ اس لئے امام بخاری نے محمد بن سنان کی روایت کے بعد یزید بن ہارون اور عبد الصمد کی روایت بھی ذکر فرمائی۔ کہ یہی صحیح ہے۔ ان کا نام اصحمہ تھا۔ اس کا معنی عربی میں، عطیہ ہے۔

---

عه باب التکبیر علی الجنازۃ اربعا ص۱۷۷ عه باب التکبیر علی الجنازۃ اربعا ص۱۷۶ باب الصفوف علی الجنازۃ ص۱۷۶، المناقب باب موت النجاشی ص۵۴۷،

## لَنَا فَرَطًا وَّسَلَفًا وَّاَجْرًا ہ

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّسَلَفًا وَّاَجْرًا

**حدیث ۷۸۰** عَنْ طَلْحَۃَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ

طلحہ بن عبداللہ بن عوف نے کہا۔ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے جنازے کی نماز

عَلٰی جَنَازَۃٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ وَقَالَ لِتَعْلَمُوْا اَنَّھَا سُنَّۃٌ۔ عہ

پڑھی۔ تو انہوں نے سورہ فاتحہ پڑھی اور فرمایا۔ (میں نے اس لئے پڑھا) کہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔

**حدیث ۷۸۱** عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بندہ جب

قَالَ۔ اَلْعَبْدُ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَتَوَلّٰی وَذَھَبَ اَصْحَابُہٗ حَتّٰی اَنَّہٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ

اپنی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اسکے لوگ منہ پھیر کر جانے لگتے ہیں ابھی اسنے قریب ہوتے ہیں کہ وہ ان کے

نِعَالِھِمْ اَتَاہُ مَلَکَانِ فَاَقْعَدَاہُ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ

جوتوں کی چاپ سنتا رہتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اور اسے بٹھاتے ہیں۔ اور دونوں اس سے پوچھتے ہیں

مُحَمَّدٍ۔ فَیَقُوْلُ اَشْھَدُ اَنَّہٗ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ فَیُقَالُ اُنْظُرْ اِلٰی مَقْعَدِکَ

تو اس مرد محمد کے بارے میں کیا کہتا تھا تو وہ کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس پر اس سے

مِنَ النَّارِ اَبْدَلَکَ اللّٰہُ بِہٖ مَقْعَدًا مِّنَ الْجَنَّۃِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

کہا جائے گا جہنم میں اپنے ٹھکانے کو دیکھ اللہ نے اس کے بدلے جنت میں تیرا ٹھکانا بنا دیا۔ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

**تشریحات ۲۵۴** اس تعلیق کو امام ابو نصر عبدالوہاب بن خفاف نے کتاب الجنائز میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

فَرَط، اسے کہتے ہیں جو قافلے سے آگے بڑھ کر منزل پر ضروری سامان مہیا کرے۔ سَلَف، اسے کہتے ہیں جو پہلے گھر پہونچ کر سامان مہیا کرے۔

**نماز جنازے میں سورۂ فاتحہ** نماز جنازے میں سورۂ فاتحہ کے بارے میں صحابۂ کرام کا عمل مختلف ہے۔ حضرت عمر حضرت علی حضرت ابن عمر حضرت ابوہریرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس سے انکار کرتے تھے۔ مؤطا امام مالک[1] میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتے تھے۔ یہی ہمارا مذہب ہے کہ نماز جنازے میں قرآن مجید کی قرأت واجب نہیں۔ اگر بہ نیت دعا پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں۔ جن صحابۂ کرام سے سورۂ فاتحہ پڑھنا مروی ہے اس کا عمل یہی ہے کہ وہ دعا اور ثنا کی نیت سے پڑھتے تھے۔

**نماز جنازہ کی دعائیں** نماز جنازہ کے لئے کوئی دعا معین نہیں۔ احادیث میں کثیر دعائیں آئیں ہیں، جو چاہے پڑھے۔ ان سب کو اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے المنۃ الممتازۃ میں جمع فرما دیا ہے۔ جو فتاوی رضویہ جلد چہارم

عہ باب قرأۃ فاتحۃ الکتاب علی الجنازۃ ص۱۷۸، عہ ایضا۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی کلھم فی الجنائز لہ ص۹۷

وَسَلَّمَ فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي كُنْتُ أَقُولُ

وہ دونوں کو دیکھے گا۔ لیکن کافر یا منافق تو وہ یہ کہے گا میں نہیں جانتا جو لوگ کہتے تھے میں بھی وہی کہتا تھا

مَا يَقُولُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيدٍ

تو اس سے کہا جائے گا تو نے نہ اپنی عقل سے جانا نہ بتانے سے مانا اس کے بعد لوہے کے ہتھوڑے سے اس کے

ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ ۸ھ

دونوں کانوں کے درمیان مارا جائے گا جس سے وہ چیخے گا اتنے زور سے کہ انسان اور جن کے علاوہ آس پاس کی سبھی چیزیں سنیں گی۔

میں چھپ چکا ہے۔ ان سب دعاؤں کو حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ نے بہار شریعت حصہ چہارم میں درج فرمادیا ہے۔

**تشریحات ۲۸۱** **حیات موتیٰ:** یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ مردہ کو خواہ وہ مومن ہو یا کافر مرنے کے بعد بھی زندگی ملتی ہے۔ جو حیاتِ برزخی ہے۔ یہ دنیوی حیات سے قوی ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ قبر کے باہر کی بھی باتیں دیکھتا اور آوازیں سنتا ہے، سمجھتا ہے۔ آرام و تکلیف محسوس کرتا ہے۔ دنیا کی باتیں یاد رکھتا ہے۔ جواب دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ مومن صالح آزاد ہوتا ہے اور فاسق و کافر مُقَیَّد، اس کی پوری تفصیل اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے رسالہ مبارکہ "حیات الموات" میں مطالعہ کریں۔ سماعِ موتیٰ میں ہمارا موقف اتنا قوی ہے کہ مخالفین کے امام وقت کشمیری صاحب کو بھی کہنا پڑا۔

والاحادیث فی سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر وفی حدیث صححہ ابو عمر وان احدا اذا سلم علی المیت فانہ یرد علیہ ویعرفہ ان کان یعرفہ فی الدنیا (بالمعنیٰ) واخرجہ ابن کثیر ایضا وتردد فیہ فالانکار فی غیر محلہ سیما اذا لم ینقل من ائمتنا رحمہم اللہ تعالیٰ فلا بد بالتزام السماع فی الجملۃ لہ

مُردوں کے سننے کے بارے میں احادیث تواتر کی حد تک پہونچی ہوئی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے جسے ابو عمرو نے صحیح کہا کہ جب میت پر کوئی سلام کرتا ہے تو وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔ اگر اسے دنیا میں پہچانتا تھا تو پہچان لیتا ہے۔ ابن کثیر نے بھی اس کی تخریج کی اور تردد ظاہر کیا۔ سماعِ موتیٰ سے انکار بے محل ہے خصوصاً جبکہ ہمارے ائمہ نے انکار منقول نہیں تو فی الجملہ سماع کا التزام ضروری ہے۔

یہ تو عام اموات کے بارے میں ہے۔ اپنے طبقے کے مردوں کے بارے میں تو اتنا کچھ ہے کہ تقویۃ الایمان کی رُو سے شرک ہے۔ ارواح ثلثہ میں ہے ——— ایک صاحب کشف حضرت حافظ (ضامن) صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے۔ بعد فاتحہ کہنے لگے کہ بھائی یہ کون بزرگ ہیں۔ بڑے دل لگی باز ہیں۔ جب میں فاتحہ پڑھنے لگا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ جاؤ فاتحہ کسی مردہ پر پڑھو۔ یہاں زندہ پر فاتحہ پڑھنے آئے ہو۔ یہ کیا بات ہے جب لوگوں نے بتلایا کہ یہ شہید ہیں ۲ھ ——— اسی میں دیوبند کے ایک مدرس مولوی یعقوب کے بارے میں ان کے بیٹے کی زبانی یہ کہانی درج ہے ——— ایک مرتبہ ناتونہ میں جاڑہ بخار کی بہت کثرت ہوئی۔ سو جو شخص مولانا (یعقوب) کی قبر سے مٹی لے جاکر باندھ لیتا اسے ہی آرام ہوجاتا۔ پس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈلواؤں تب ہی ختم، کئی مرتبہ مٹی ڈال چکا۔ پریشان ہوکر ایک دفعہ میں نے مولانا کی قبر پر جاکر کہا کہ آپ کی تو کرامت

---

ع۸ باب المیت یسمع خفق النعال ص۱۷۸، مسلم صفۃ النار اوصاف الدنیا باب فی المسئلۃ فی القبر۔ نسائی الجنائز۔

لہ فیض الباری ثانی ص۲۷۴، ۲ھ ارواح ثلثہ ص۳۴۲

**حدیث ۷۸۲** عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ اِلٰی مُوْسٰی فَلَمَّا جَاءَهٗ لَطَمَهٗ فَفَقَأَ عَیْنَهٗ فَرَجَعَ اِلٰی رَبِّهٖ فَقَالَ اَرْسَلْتَنِیْ اِلٰی عَبْدٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ملک الموت بھیجے گئے تو حضرت موسیٰ نے انہیں ایسا طمانچہ مارا کہ ان کی آنکھ پھوٹ گئی وہ اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹ گئے اور عرض کیا کہ تو نے ایسے بندے

ہوئی۔ اور ہماری مصیبت ہوگئی۔ یاد رکھو کہ اگر ایک کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے۔ ایسے ہی پڑے رہیو لوگ جو تہ پہنے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے بس اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا۔ جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی۔ ویسے ہی یہ شہرت ہوگئی کہ اب آرام نہیں ہوتا پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دیا[1] ——— فاعتبروا یا اولی الابصار

**سوال نکیرین** ظاہر حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ منکر نکیر دونوں سوال کریں گے تاکہ مردے پر ہیبت ہو۔ اور سوال وجواب عربی ہی میں ہوگا۔ جیسا کہ مرقاۃ میں حضرت ملا علی قاری نے فرمایا۔ قبر میں جاکر عربی ہو جائیں گے اگرچہ عجمی رہے ہوں۔ مگر اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ قدس سرہ سے نقل فرمایا کہ سریانی زبان میں ہوں گے۔ اب یہ کہنا ضروری ہوگا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخاطب سریانی نہیں جانتے تھے۔ اس لئے ان کو عربی زبان میں فرمایا۔

**لَا دَرَیْتَ وَلَا تَلَیْتَ** یعنی تجھے اللہ عزوجل نے عقل دی تھی۔ اس سے کام لیکر تو نے نہیں جانا کہ تیرا رب کون ہے، اور یہ کون ہیں، جبکہ اللہ عزوجل کی ربوبیت اور ان کی رسالت کی حقانیت کے دلائل و براہین آفتاب سے زیادہ روشن ہیں۔ عقل سے نہیں جانا تھا تو اسلام کے مبلغین علماء و مشائخ سے سنکر ان کی پیروی کرنی چاہئے تھی۔ وہ بھی تو نے نہیں کی یا یہ کہ تو نے قرآن مجید تلاوت نہیں کی جس سے تجھ پر حق واضح ہو جاتا۔

تَلَیْتَ کے بارے میں خطابی نے فرمایا کہ یہ صحیح نہیں۔ اِیْتَلَیْتَ ہے۔ باب افتعال سے اس کا مادہ اَلْوٌ ہے۔ معنیٰ میں طاقت کے، یعنی اس کی تجھے استطاعت نہ ہوئی۔ مگر علامہ عینی وغیرہ عام محدثین فرماتے ہیں کہ محدثین کے سر غلط روایت کیوں منسوب کی جائے۔ یہ اصل میں تَلَوْتَ تھا۔ دَرَیْتَ کی مشاکلت کے لئے واؤ کو یاء سے بدل دیا۔ اس کی نظیر عشایا غدایا، مازورات ماجورات ہے۔ حدیث میں ہے۔ اِرْجِعْنَ مَاْزُوْرَاتٍ غَیْرَ مَاْجُوْرَاتٍ۔

**اِلَّا الثَّقَلَیْنِ** ثقلین سے مراد جن وانس ہیں۔ یعنی انسان جن کے علاوہ قریب کی تمام چیزیں اس کی چیخ و پکار سنیں گے۔ مثلاً فرشتے حیوانات، یہ اللہ کا فضل ہے کہ انسان اور جن اس کو نہیں سنتے۔ ورنہ معیشت تباہ ہو جاتی، اور پھر ایمان، ایمان بالغیب نہ رہتا۔

**تشریحات ۷۸۲** اشکال، ظاہر ہے کہ حضرت ملک الموت اللہ عزوجل کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں روح قبض کرنے کے لئے آئے تھے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو یہ کیسے جائز تھا کہ انہیں مارتے اور روح قبض نہ کرنے دیتے۔ پھر اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس پر کوئی باز پرس نہیں فرمائی۔ اسی لئے کچھ بدمذہب اور جہمیہ اس حدیث کی صحت سے انکار کرتے ہیں۔

---

[1] ارواح ثلثہ ص ۳۲۳۔

لَا يُرِيْدُ الْمَوْتَ فَرَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَيْنَهٗ وَقَالَ ارْجِعْ فَقُلْ لَّهٗ يَضَعُ يَدَهٗ عَلٰى

کے پاس بھیجا تھا جو موت نہیں چاہتے اب اللہ نے پھر ان کی آنکھ درست فرمادی اور فرمایا جاؤ اور ان سے عرض کرو۔ اپنا ہاتھ بیل کی

مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهٗ بِكُلِّ مَا غَطَّتْ بِهٖ يَدُهٗ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ قَالَ اَيْ رَبِّ ثُمَّ

پیٹھ پر رکھیں ان کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے ہر بال کے عوض ایک سال زندگی ملے گی۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا اے پروردگار

**جواب:** یہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی ارواح مقدسہ بغیر ان کی اجازت کے ملک الموت قبض نہیں کرتے، یہاں ملک الموت انسانی شکل میں آئے اور بلا اذن کے روح قبض کرنی چاہی۔ نیز انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اختیار دیا جاتا ہے، وہ چاہیں تو دنیا میں رہیں چاہیں تو رفیق اعلیٰ میں رہیں۔ ابھی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اس بارے میں سوال ہی نہیں ہوا تھا۔ اس لئے انہیں جلال آگیا۔ ان کا جلال تو مشہور ہی ہے۔ جب غضب طاری ہوتا تو کلاہ مبارک مشتعل ہو جاتی۔ سر مبارک سے گز بھر اوپر شعلے نکلنے لگتے۔ شب معراج رب تبارک وتعالیٰ سے تیز تیز باتیں کرتے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنی تو حضرت جبریل امین سے فرمایا۔ یوں اپنے رب سے کلام فرماتے ہیں۔ تو جبریل امین نے عرض کیا۔ ان کا رب ان کے مزاج کی حدت کو جانتا ہے۔ توریت لیکر جب طور سے بنی اسرائیل میں واپس تشریف لائے — اور بنی اسرائیل کو گوسالہ پوجتے دیکھا تو ایسا جلال آیا کہ الواح تورٰۃ چھوڑ دیں۔ حضرت ہارون کے سر اقدس کے بال پکڑ کر کھینچنے لگے۔ اور جب عذر خواہی کے لئے ستر افراد کو لیکر حاضر بارگاہ ہوئے اور زلزلے میں گرفتار ہوئے تو عرض کیا۔

اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ - اعراف - ۱۵۵

کیا ہم میں کے چند بے عقلوں نے جو کیا ہے اس پر ہم کو ہلاک فرمائے گا یہ تیری ہی آزمائش ہے۔

پھر اس کی کیا شکایت کہ آداب نبوت کی خلاف ورزی پر حضرت ملک الموت کے ساتھ وہ کیا۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ محبوبان بارگاہ کے ساتھ اس کا معاملہ کیا ہے۔ اسے ہم کیا جانیں، خاص بات یہ ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا وقت موعود آپہنچا تھا تو پھر انہی مہلت کیسے ملی۔ اور خود اللہ عزوجل حضرات انبیاء کرام کے وصال کے بارے میں جو سنت الٰہیہ تھی اس کے بغیر ملک الموت کو کیوں بھیجا اس رمز کو وہی سمجھ سکتا ہے جسے محبوب و محب کے ناز و نیاز کی چاشنی ملی ہو۔

**رمیۃ بحجر** اس میں دو احتمالات ہیں۔ ایک یہ کہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تشریف فرما تھے وہاں سے پتھر پھینکنے کی مقدار ارض مقدس سے قریب فرمادے۔ دوسرے یہ کہ مجھے وہاں پہونچا دے جہاں سے ارض مقدس اتنے فاصلے پر ہو۔ یہاں یہ سوال ہے کہ ارض مقدس میں جانے کا سوال کیوں نہیں فرمایا۔ علماء نے فرمایا کہ پھر ان کی قبر معلوم ہو جاتی اور یہود اس کی پرستش کرنے لگتے۔ میرا ذوق یہ ہے کہ اس وقت وہاں جبارین کا تسلط تھا۔ اگر وہاں انہیں کوئی دفن کرتا تو اس کا اندیشہ تھا کہ بے حرمتی کرتے۔

**وصال اور مزار مبارک** حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصال اس زمانے میں ہوا ہے جب بنی اسرائیل میدان تیہ میں پھنسے ہوئے تھے۔ وصال مبارک کی کیفیت کے بارے میں دو روایتیں ہیں[1] ایک یہ کہ تشریف

[1] قسطلانی ثانی ص ۳۵۷

مَاذَا قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ قَالَ فَالْآنَ فَسَئَلَ اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْ یُّدْنِیَهٗ مِنَ الْاَرْضِ

پھر اس کے بعد کیا ہوگا۔ فرمایا موت تو عرض کیا ایسا ہے تو ابھی، اور اللہ سے سوال کیا کہ ایک پتھر پھینکنے بھر ارض مقدس سے انہیں

الْمُقَدَّسَةِ رَمْیَةَ بِحَجَرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَوْ كُنْتُ

قریب فرمادے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں وہاں ہوتا تو ان کا

ثَمَّ لَاَرَیْتُكُمْ قَبْرَهٗ اِلٰی جَانِبِ الطَّرِیْقِ عِنْدَ الْكَثِیْبِ الْاَحْمَرِ ؕ

مزار راستے کے کنارے سُرخ ریت کے ٹیلے کے پاس تم کو دکھاتا۔

لئے جارہے تھے۔ دیکھا کہ کچھ فرشتے ایک بہترین قبر کھود رہے ہیں۔ دریافت فرمایا کس کے لئے کھود رہے ہو۔ فرشتوں نے عرض کیا، کیا آپ اس میں دفن ہونا پسند فرماتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ہاں فرشتوں نے کہا تو اس میں لیٹ جائیے اور اپنے رب کی طرف توجہ کیجئے حضرت موسیٰ لیٹ گئے اور ہلکی سی سانس لی اور روح پرواز کر گئی۔ دوسری روایت یہ ہے حضرت ملک الموت جنت سے ایک سیب لائے اسے سونگھا اور روح اعلیٰ علیین میں چلی گئی۔

علامہ محمود بدرالدین عینی نے مزار مبارک کے بارے میں سات اقوال نقل فرمائے ہیں۔ اوّل تیہ میں، اور حضرت ہارون علیہ السلام کا بھی مزار وہیں ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا قول ہے۔ دوم بیت المقدس میں باب لُدّ پر، ابن جریر طبری نے کہا یہی صحیح ہے۔ سوم حافظ ابوالقاسم نے تاریخ دمشق میں لکھا ہے کہ روایت کی گئی ہے کہ ان کا مزار پاک دمشق میں مسجد قدم کے قریب عالیہ عویلہ دو محلوں کے درمیان ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خواب میں یہ دیکھا بھی گیا ہے۔ مگر ان کا اپنا فیصلہ ہے کہ تیہ میں ہے۔ چہارم بصریٰ اور بلقا کے مابین مآب کے میدان میں ہے۔ پنجم دمشق میں ہے۔ حافظ ابوالقاسم نے اسے کعب احبار سے نقل کیا۔ ششم امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں ذکر فرمایا کہ ان کا مزار پاک مدینہ طیبہ اور بیت المقدس کے درمیان مَدیَن میں ہے۔ ہفتم اُرَیحا میں ایک قبر ہے۔ جو سُرخ ٹیلے اور راستے کے قریب ہے۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ حضرت موسیٰ کا مزار پاک ہے، یہاں دعا قبول ہوتی ہے۔ راجح یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کا مزار پاک تیہ میں ہے۔ یہی حضرت ابن عباس، وہب بن منبہ اور عام علماء کا قول ہے۔

صحیح یہ ہے کہ اس حدیث میں ارض مقدس سے مراد بیت المقدس ہے۔ جیسا کہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے حاشیہ بخاری میں فرمایا قرینہ بھی اسی کو چاہتا ہے۔ اس لئے کہ بیت المقدس سے جبارین کو نکالنے کے لئے مصر سے چلے تھے۔ مگر بنی اسرائیل نے بزدلی کی جس کے نتیجے میں تیہ میں پھنس گئے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوگیا۔ تو یہ بات سامنے کی ہے کہ دل میں اس ارض مقدس کی تڑپ رہی ہوگی۔ تو اخیر وقت میں یہی تمنا فرمائی کہ قربت نصیب ہو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مقامات متبرکہ میں دفن ہونا بہتر ہے۔ خواہ وہ انبیائے کرام کا مدفن ہو یا اولیائے عظام و مشائخ عظام کا یا کسی اور دینی وجہ سے متبرک ہو۔ تاکہ وہاں جس رحمت کا نزول ہوتا ہے اس سے اس کو بھی حصہ ملے۔ صحیح یہ ہے کہ دفن کے بعد میت کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ منتقل کرنا ممنوع ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرات انبیاء کرام کی جسمانی قوت بھی رسل ملائکہ کی ملکوتی قوت

---

عہ باب من احب الدفن فی الارض المقدسۃ ص۱۷۵ الانبیاء باب وفاۃ موسیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۴۸۴، مسلم الانبیاء، نسائی الجنائز۔

**حدیث ۷۸۳**

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم شہدائے احد

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَجْمَعُ بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ مِنْ قَتْلٰی اُحُدٍ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ

میں سے دو دو حضرات کو ایک کپڑے میں جمع فرماتے۔ پھر ارشاد فرماتے

ثُمَّ یَقُوْلُ اَیُّهُمْ اَكْثَرُ اَخْذًا بِالْقُرْاٰنِ فَاِذَا اُشِیْرَ لَهٗ اِلٰی اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِی اللَّحْدِ

ان میں قرآن کسے زیادہ یاد ہے جب کسی کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اسے لحد میں پہلے رکھتے۔ اور

وَقَالَ اَنَا شَهِیْدٌ عَلٰی هٰؤُلَاءِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِیْ دِمَائِهِمْ

فرمایا میں قیامت کے دن ان کا گواہ ہوں اور انہیں خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا نہ انہیں غسل

وَلَمْ یُغَسَّلُوْا وَلَمْ یُصَلَّ عَلَیْهِمْ ؏ہ

دیا گیا اور نہ ان پر نماز جنازہ پڑھی گئی۔

**حدیث ۷۸۴**

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

سے بڑھ کر ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ محبوبانِ بارگاہ کو مافوق الفطری قوت حاصل ہے۔

**دجّال قادیانی کا رد** یہ دجال حیات مسیح پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ اتنی لمبی عمر انسان کو ملنی محال ہے۔ غور کیجئے۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دنیا میں رہنا مزید قبول فرما لیتے تو ان کی عمر مبارک کتنی ہوتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قد مبارک چالیس ہاتھ تھا تو دست مبارک اسی تناسب سے کتنا وسیع ہوگا۔ جب وہ بیل کی پیٹھ پر دست مبارک رکھتے تو کتنے بال اس کے نیچے آتے۔ علی سبیل التنزل یہی مان لیجئے کہ ان کا دست مبارک عام انسانوں اتنا تھا تو بھی کبھی کسی بیل کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر گنیں کتنے بال آتے ہیں۔ مشہور ہے ایک معتدل انسان کے سر میں ایک لاکھ چوبیس ہزار بال ہوتے ہیں۔ بیل کا بال انسان کے بال سے باریک ہوتا ہے۔ خود حضرت نوح علیہ السلام کی عمر مبارک ساڑھے نو سو سال سے زائد ہوئی۔

**تشریحات ۷۸۳** اس غزوے میں ستر شہداء تھے۔ اور بقیہ مجاہدین یا زخمی تھے، یا تھک کر چور ہو چکے تھے۔ یا غم واندوہ سے نڈھال ہو چکے تھے۔ اس لئے انصار کرام خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ ہمیں زخم اور مشقت پہونچی ہے۔ ارشاد فرمایا قبر کھودو اور چوڑی بناؤ، دو یا تین ایک قبر میں رکھو۔ اسی پر عمل ہوا۔ عند الضرورت آج بھی یہ جائز ہے۔ البتہ دو میت کے درمیان کچھ مٹی رکھ دینی چاہئے۔ اسی طرح جب کفن کے لئے کپڑے نہ ہوں تو چند مُردوں کو ایک ہی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کیا جاسکتا ہے

---

ع۵ باب الصلوٰۃ علی الشہید ص۱۷۹، باب دفن الرجلین والثلثۃ فی قبر واحد باب من لم یر غسل الشہداء باب من یقدم فی اللحد ص۱۷۹، ثانی مغازی باب من قتل من المسلمین یوم اُحد ص۵۸۴، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کلھم فی الجنائز

خَرَجَ يَوْمًا فَصَلّٰى عَلٰى اَهْلِ اُحُدٍ صَلَاتَهٗ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَى الْمِنْبَرِ

ایک دن تشریف لے گئے اور اہل احد پر نماز جنازہ کی طرح نماز پڑھی پھر منبر کی طرف واپس ہوئے

فَقَالَ اِنِّيْ فَرَطٌ لَّكُمْ وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰى حَوْضِيْ الْاٰنَ وَ

اور فرمایا میں تمہارا میر سامان ہوں اور میں تمہارا گواہ ہوں اور میں بخدا اپنے حوض کو اس وقت دیکھ رہا ہوں اور

اِنِّيْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِيْحَ الْاَرْضِ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا

مجھے زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں یا زمین کی سب کنجیاں دی گئی ہیں اور بخدا مجھے یہ اندیشہ

اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا ؏

نہیں کہ تم لوگ میرے بعد شرک کرو گے لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ ان خزانوں کو دوسروں سے زیادہ حاصل کرنے کی خواہش کرو گے۔

**تشریحات ۷۸۴**

علامہ عینی نے فرمایا۔ یہ حدیث ہماری دلیل ہے کہ شہداء کی بھی نماز جنازہ ہے۔ ہمارے یہاں جب تک اس کا ظنِ غالب نہ حاصل ہو کہ میت پھٹ گئی ہوگی۔ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔ اور شہدائے احد کے اجسام جوں کے توں تھے۔ اس لئے اتنی طویل مدت پر بھی نماز پڑھنی درست تھی۔ یہ نماز دو سال سے چند دن پہلے پڑھی تھی۔ سات سال پانچ ماہ بعد، **اقول** مگر اس حدیث سے استدلال اس وقت درست ہوگا۔ جبکہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ شہداء احد پر دفن کے وقت نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی تھی، اس لئے کہ نماز جنازہ کی تکرار ہمارے یہاں جائز نہیں۔ اس سے تفصیلی کے لئے کہنا پڑے گا۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شہداء احد پر خصوصی کرم تھا۔ پھر اس سے استدلال درست نہ ہوگا۔ صحیح استدلال وہی ہے جو امام طحاوی اور خود علامہ عینی نے فرمایا ہے، کہ دوسری متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔ جیسا کہ خود علامہ عینی نے اس سلسلے میں تین احادیث ذکر کی ہیں۔ ایک حضرت عبداللہ بن عباس کی، دوسری حضرت عبداللہ بن زبیر کی، تیسری ابو مالک غفاری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی۔ ابن ماجہ، طحاوی، بزار، مستدرک للحاکم، معجم طبرانی، بیہقی میں ابن ہشام نے اپنی سیرت میں، دار قطنی نے، ابو داؤد نے مراسیل میں انکی تخریج کی ہے کہ سات سات یا دس دس شہداء لائے جاتے اور حضور ان پر نماز پڑھتے۔ اور حضرت حمزہ شروع سے اخیر تک اسی طرح رکھے رہے۔ یعنی اور شہداء پر ایک ایک بار نماز پڑھی اور حضرت حمزہ پر سات بار یا دس بار پڑھی۔ چونکہ اصل یہی ہے کہ ہر مسلمان کی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ جب تک کسی دلیل سے کسی نوع کے لئے سقوط کا حکم نہ ہو، اصل کے اعتبار سے باقی رہے گی۔ اور شہداء سے نماز جنازہ کے ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں اس لئے وہ باقی رہے گی، علاوہ ازیں خود حضرت جابر سے بھی ایک روایت آئی ہے کہ شہداء احد کی نماز جنازہ حضور نے پڑھی، جیسا کہ اکلیل میں ابن عقیل سے روایت ہے [1] بخاری کی حضرت جابر والی حدیث میں ہے کہ ان کے جنازے کی نماز نہیں پڑھی۔ یہ احتمال ہے کہ ان کے علم میں یہ بات نہ آئی ہو۔ جب وہ اپنے والد کو مدینہ لے جانے کے لئے سروسامان کرنے کے لئے شہر چلے گئے ہوں اس اثناء میں نماز پڑھی ہو، اور یہ بات ان کے علم میں نہ آسکی۔

---

ع۵ باب الصلوٰۃ علی الشہید ص۱۷۹ اعلاء السنن ۸ ص۵ ثانی مغازی باب احد یحبنا ص۵۸۵ کتاب الحوض باب قول اللہ انا اعطیناک الکوثر ص۹۷۵، مسلم فضائل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابو داؤد الجنائز، نسائی الجنائز [1] عمدۃ القاری ثامن ص۱۵۵

| | |
|---|---|
| ف ۲۵۵ | قَالَ جَابِرٌ فَكُفِّنَ أَبِي وَعَمِّي فِي نَمِرَةٍ وَاحِدَةٍ ۔ |
| | حضرت جابر نے کہا میرے والد اور چچا ایک کمبل میں کفنائے گئے۔ |
| حدیث ۷۸۵ | عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ |
| | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے |
| | وَسَلَّمَ قَالَ حَرَّمَ اللهُ مَكَّةَ فَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي أُحِلَّتْ |
| | مکہ کو حرم بنایا میرے پہلے کسی کے لئے حلال نہ ہوا اور میرے بعد کسی کے لئے حلال نہ ہوگا میرے لئے |
| | لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا |
| | تھوڑی دیر کے لئے حلال کیا گیا اس کی گھاس نہ صاف کی جائے اس کا درخت نہ کاٹا جائے اس کا شکار نہ بھڑکایا جائے اس میں |
| | تُلْتَقَطُ لُقْطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ فَقَالَ الْعَبَّاسُ إِلَّا الْإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُورِنَا فَقَالَ |
| | پڑی ہوئی چیز نہ اٹھائی جائے مگر تشہیر کرنے والا اس پر عباس نے کہا سوائے اذخر کے یہ ہمارے سناروں اور ہماری قبروں کے لئے ہے |

**شبلی صاحب پر تعقب** شبلی صاحب نے سیرۃ النبی جلد اول میں لکھا ہے۔ ان شہداء پر نماز جنازہ بھی اس وقت نہیں پڑھی گئی[1] پھر ثانی میں ہے۔ غزوۂ احد کے بیان میں گذر چکا کہ شہداء احد کے جنازے کی نماز نہیں پڑھی گئی تھی[2] اس پر خود ان کے تلمیذ سلیمان ندوی صاحب نے جلد اول کے حاشیے میں تنبیہ کر دی ہے۔ اس لئے ہمیں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

**تشریحات ۲۵۵** حضرت جابر کے والد ماجد حضرت عبداللہ کے ساتھ حضرت عمرو بن جموح بن زید بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما مدفون تھے یہ حضرت جابر کے چچا زید کے صاحبزادے تھے، چچا نہ تھے۔ انہیں ان کی تعظیم و تکریم کے لئے چچا کہدیا۔ جیسا کہ اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ احتراماً ہر اپنے سے بڑے کو چچا کہدیتے تھے۔ امام واقدی اور ان کے تلمیذ ابن سعد نے فرمایا کہ یہ دونوں دو کپڑوں میں کفنائے گئے تھے۔ اب تطبیق یہ ہے کہ ایک کمبل کو پھاڑ کر دونوں کو کفن دیا گیا۔

**تشریحات ۷۸۵** یہ خطبہ فتح مکہ کے موقع پر دیا۔ مغازی کی روایات میں اس کی تصریح ہے۔ وہیں یہ بھی ہے کہ اللہ عزوجل نے جس دن آسمان و زمین پیدا فرمایا۔ اسی دن مکہ کو حرم بنایا۔

**الا لمعرف** یعنی حرم میں کوئی پڑی ہوئی چیز ملے تو اسے وہی اٹھائے جو اس کی تشہیر کرے تاکہ جس کی ہو وہ پہنچ جائے دوسری روایتوں میں لمنشد ہے۔ انشاد کے معنی آواز بلند کرنا ہے۔ اس کے معنی بھی وہی ہیں۔ کہیں کوئی پڑی ہوئی چیز ملے تو اسے وہی اٹھائے جو اس کی سال بھر تک تشہیر کرے۔ سال پورا ہونے پر بھی پتہ نہ چلے تو صدقہ کر دے۔ یہ حکم ہر جگہ کا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے کے لئے خاص اس لئے یہ فرمایا کہ وہاں اس کا امکان بہت زیادہ ہے کہ گری پڑی چیزیں رہ جائیں، غالباً اس وقت یہ عادت رہی ہوگی کہ لوگ اسے اٹھا کر رکھ لیتے ہوں اس لئے اسے بھی خصوصیت کے ساتھ بیان فرمایا۔

**لصاغتنا** صاغۃ۔ صائغ کی جمع ہے سنار، بعض روایتوں میں لقینتنا ہے۔ یعنی ہمارے لوہار کے لئے، بعض روایتوں میں، لسقف بیوتنا ہے۔ یعنی ہمارے گھروں کی چھت کے لئے ہے۔ حضرت عباس کی عرض داشت کا مطلب یہ تھا، کہ

[1] جلد اول ص ۳۸۵ [2] جلد ثانی ص ۱۷۱ عہ باب من یقدم فی اللحد ص ۱۷۹

اِلَّا الْاِذْخِرَ وَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقُبُوْرِنَا

تو فرمایا سوائے اذخر کے، حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ حضرت عباس نے کہا تھا کہ وہ ہماری قبروں اور ہمارے گھروں

وَبُيُوْتِنَا وَقَالَ مُجَاهِدٌ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لِقَيْنِهِمْ وَبُيُوْتِهِمْ ؏ه

کے لئے ہے اور مجاہد نے طاؤس سے روایت کرتے ہوئے ابن عباس سے روایت کیا کہ حضرت عباسؓ کہا تھا کہ وہ ہمارے لوہار اور ہمارے گھروں کیلئے ہے

**حدیث ۷۸۶** قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَتَى

عمرو بن دینار نے کہا میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَيٍّ بَعْدَ مَا اُدْخِلَ حُفْرَتَهٗ

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لائے جب وہ اپنے گڑھے میں ڈالا جا چکا تھا تو حکم دیا

فَاَمَرَ بِهٖ فَاُخْرِجَ فَوَضَعَهٗ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَنَفَثَ فِيْهِ مِنْ رِّيْقِهٖ وَاَلْبَسَهٗ قَمِيْصَهٗ

وہ نکالا گیا اسے اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اس پر اپنا لعاب دہن ڈالا اور اسے اپنا کرتا پہنایا۔

فَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَكَانَ كَسَا عَبَّاسًا قَمِيْصًا۔ وَقَالَ سُفْيَانُ وَقَالَ اَبُوْهَارُوْنَ وَكَانَ

اللہ خوب جانتا ہے اور اس نے حضرت عباس کو کرتا پہنایا تھا اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيْصَانِ فَقَالَ لَهٗ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ

دو کرتے پہنے ہوئے تھے عبداللہ بن ابی کے فرزند نے حضور سے عرض کیا کہ میرے

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْبِسْ اَبِيْ قَمِيْصَكَ الَّذِيْ يَلِيْ جِلْدَكَ قَالَ سُفْيَانُ فَيَرَوْنَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

باپ کو وہ کرتا پہنائیں جو حضور کے جسم سے متصل ہے سفیان نے کہا لوگوں کا گمان یہ ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَسَ عَبْدَ اللّٰهِ قَمِيْصَهٗ مُكَافَاةً لِّمَا صَنَعَ ؏ه

نے عبداللہ کو اپنا کرتا اس کے بدلے میں پہنایا تھا جو اس نے حضرت عباس کے ساتھ کیا تھا۔

اِذخر ہماری بھٹیوں، ہمارے مکانات کی چھتوں اور قبروں میں کام آتی ہے۔ اگر اس کا کاٹنا ممنوع رہے گا تو اہل مکہ کو سخت دشواری رہے گی۔ اس لئے اس کا استثناء فرما دیں۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار ہے کہ جس چیز کو چاہیں حلال فرما دیں، جس چیز کو چاہیں حرام فرما دیں، اور جس حکم میں چاہیں تغیر فرما دیں۔ تفصیل کے لئے منبہ اللبیب کا مطالعہ کریں، یہ حدیث ہماری دلیل ہے کہ مکہ معظمہ بذریعۂ جنگ فتح ہوا ہے۔ حرم میں جو درخت اور گھاس خود رو ہوں ان کا کاٹنا اور اکھاڑنا جائز نہیں،

ع۵ الاذخر والحشیش فی القبور ص۱۸۰ الخ باب فضل الحرم ص۲۱۶ الجہاد باب اثم الغادر للبر والفاجر ص۴۵۲، البیوع ما قیل فی الصواغ ص۲۸۰، اللقطۃ باب کیف تعرف لقطۃ مکۃ ص۳۲۸، ثانی المغازی غزوۃ الفتح باب ۶۱۵، مسلم الخ ابوداؤد مناسک نسائی المناسک مسند امام احمد جلد اول ص۲۵۳ ع۵ باب ھل یخرج المیت من القبر واللحد ص۱۸۰، باب الکفن فی القمیص الذی یکف ص۱۶۹ الجہاد باب کسوۃ الاساری ص۴۲۲، ثانی اللباس باب لبس القمیص ص۸۶۲، مسلم توبہ۔ نسائی الجنائز۔

حدیث ۷۸۷ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا حَضَرَ اُحُدٌ دَعَانِيْ اَبِيْ مِنَ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب احد کا دن آیا تو مجھے میرے والد نے رات میں بلایا اور

اللَّيْلِ فَقَالَ مَا اُرَانِيْ اِلَّا مَقْتُوْلًا فِيْ اَوَّلِ مَنْ يُّقْتَلُ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى

فرمایا میرا ظن غالب ہے کہ میں صحابہ کرام میں سب سے پہلے قتل کیا جاؤں گا اور میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّيْ لَا اَتْرُكُ بَعْدِيْ اَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ غَيْرَ نَفْسِ رَسُوْلِ

علیہ وسلم کے سوا تم سے زیادہ پیارا کسی کو نہیں چھوڑ رہا ہوں اور تجھ پر

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا فَاقْضِ وَاسْتَوْصِ بِاَخَوَاتِكَ

قرض ہے اسے ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا

خَيْرًا فَاَصْبَحْنَا فَكَانَ اَوَّلَ قَتِيْلٍ وَّدَفَنْتُ مَعَهٗ آخَرَ فِيْ قَبْرِهٖ ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِيْ

سلوک کرنا صبح ہوئی تو سب سے پہلے وہی شہید ہوئے اور میں نے ان کے ساتھ ایک اور صاحب کو دفن کر دیا تھا پھر مجھے گوارا

اَنْ اَتْرُكَهٗ مَعَ آخَرَ فَاسْتَخْرَجْتُهٗ بَعْدَ سِتَّةِ اَشْهُرٍ فَاِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهٗ هُنَيَّةً غَيْرَ اُذُنِهٖ ؏

نہ ہوا کہ ان کے ساتھ دوسرے کو رہنے دوں تو میں نے چھ مہینے کے بعد نکالا تو وہ ویسے ہی تھے جیسے میں نے دفن کیا تھا سوائے کان کے۔

ہمارے یہاں جانوروں کو چرانا بھی جائز نہیں۔ کانٹے اکھاڑنے چرانے پر اس کی قیمت واجب ہے۔ اور جو درخت لگائے جائیں اور جو سبزیاں بوئی جائیں وہ مستثنیٰ ہیں۔

**قال ابوھریرہ** اس حدیث میں صرف لصاغتنا وقبورنا تھا۔ تکمیل کے لئے امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث بطریق مجاہد عن طاؤس کو تعلیقاً ذکر فرمایا پہلے میں لبیوتنا زائد ہے اور دوسری میں لصاغتنا کی جگہ لقینہم ہے۔

**تشریح** ۷۸۶ اس حدیث پر مفصل بحث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کے ضمن میں ہو چکی ہے۔

**تشریحات** ۷۸۷ اس کے متصل والی روایت میں ہے۔ میں نے اپنے والد کو علحدہ قبر میں کر دیا۔ حضرت جابر کے والد ماجد کو یہ گمان اس بنا پر تھا کہ انہوں نے خواب میں حضرت مبشر بن عبداللہ المنذر کو دیکھا۔ یہ بدر میں شہید ہوئے تھے، کہ وہ کہہ رہے ہیں۔ تم انہیں دنوں میں ہمارے پاس آنے والے ہو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خواب بیان فرمایا۔ تو فرمایا۔ یہ شہادت ہے۔ گذر چکا کہ یہ دوسرے صاحب حضرت عمرو بن جموح بن زید بن حرام حضرت جابر کے چچازاد بھائی تھے۔ یہ حضرت جابر کے والد ماجد حضرت عبداللہ کے دوست بھی تھے، اور ان کے بہنوئی بھی تھے۔ ان دونوں کو ایک قبر میں دفن کرنے کا حکم خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ چھ ماہ بعد شہداء کے جسموں کا جوں کا توں رہنا اسلام کی حقانیت کی دلیل قاطع ہے۔

مدینہ طیبہ کی تمام تواریخ وفاء الوفاء، جذب القلوب وغیرہ نیز کتب حدیث وسیر میں مذکور ہے کہ جب حضرت معاویہ نے مدینہ طیبہ میں پانی لانے کے لئے نہر نکالی اور اس کے لئے کھدائی ہوئی تو حضرت جابر کے والد ماجد کی قبر کھل گئی تو اس وقت بھی تر و تازہ تھے۔ ہاتھ کے

ع باب ھل یخرج المیت من القبر ص۱۸۰، ابوداؤد باد فی تغیر۔

| | |
|---|---|
| ت ۲۵۶ | وَقَالَ الْحَسَنُ وَشُرَيْحٌ وَاِبْرَاهِيْمُ وَقَتَادَةُ اِذَا اَسْلَمَ اَحَدُ اَبَوَيْهِ فَالْوَلَدُ مَعَ الْمُسْلِمِ عه<br>اور حسن بصری اور شریح اور ابراہیم نخعی اور قتادہ نے کہا ماں باپ میں سے ایک مسلمان ہو جائے تو نابالغ بچہ مسلمان کیساتھ ہے |
| ت ۲۵۷ | وَقَالَ اَلْاِسْلَامُ يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى ۔ عه<br>اسلام خود بلند ہوتا ہے اسے بلند نہیں کیا جاتا ۔ |

ایک زخم پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے ۔ جب زخم سے ہاتھ ہٹایا گیا تو خون بہنے لگا ۔ پھر جب ہاتھ زخم پر رکھ دیا گیا تو زخم سے خون نکلنا بند ہو گیا ۔ ان کے کفن اور پیروں پر جو گھاس ڈالی گئی تھی جوں کی توں تھی ۔ کھودتے وقت پھاوڑا حضرت حمزہ کے پاؤں پر لگا تو اس سے خون بہہ نکلا، اسی طرح دوسرے شہداء بھی تر و تازہ تھے ۔ یہ چالیس سال کے بعد کا واقعہ ہے ۔ پھر چھ سال کے بعد سیلاب سے قبریں کھلیں تو بھی شہداء تر و تازہ تھے ۔

**تشریحات ۲۵۶** امام حسن بصری اور قاضی شریح کے اثر کو بیہقی نے اور حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت قتادہ کے اثر کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں موصولا روایت کیا ہے ۔ یہاں باب کے دو جزء ہیں ۔ نابالغ بچہ مسلمان ہو جائے اور مر جائے تو کیا اس کے جنازے کی نماز پڑھی جائے ؟ دوسرا جزء یہ ہے ۔ اور کیا نابالغ بچے پر اسلام پیش کیا جائے گا ؟ ۔ کافر کا بچہ اگر سمجھدار ہے اور اسلام لائے تو اس کا اسلام معتبر ہے ۔ ایسی صورت میں اگر مر جائے تو اس کے جنازے کی نماز پڑھی جائے گی ۔ یوں ہی ماں باپ میں سے کوئی مسلمان ہو گیا ہو تو اس بچے کی بھی نماز جنازہ ہے اگرچہ وہ ناسمجھ ہے ۔ اب اس تعلیق کو باب کے پہلے جز سے بھی مناسبت ہو گئی ۔ اور دوسرے جز سے یوں مطابقت ہے کہ جب ماں باپ میں سے کسی ایک کے مسلمان ہونے سے بچہ مسلمان ہے تو اس پر اسلام پیش کرنے کی حاجت نہیں ۔

**تشریحات ۲۵۷** یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔ جسے دار قطنی نے حضرت عائذ بن عمرو مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے ۔ ایک روایت[1] میں ہے کہ جب حضرت عائذ بن عمرو اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اسلام قبول کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو صحابہ نے خوش ہو کر کہا ۔ یہ عائذ بن عمرو اور ابوسفیان، تو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ یہ عائذ بن عمرو اور ابوسفیان ہیں ۔ اسلام ان سے بھی زیادہ معزز ہے ۔ اسلام بلند ہوتا ہے، بلند نہیں کیا جاتا ۔ علامہ ابن حجر[2] نے فرمایا کہ داؤد عاطفہ سے ظاہر ہے کہ یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے ۔ ابن حزم کے محلی میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا ۔ یہودی یا نصرانی عورت مسلمان ہو تو ان کے شوہروں اور ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی ۔ اس لئے کہ اسلام بلند رہتا ہے ۔ اس پر کوئی چیز بلند نہیں ہوتی ۔ اس تعلیق کو باب سے صرف اتنی مناسبت ہے کہ نابالغ بچہ ماں باپ میں سے کسی ایک کے مسلمان ہونے سے مسلمان ہو گیا ۔ اس میں اس کے قصد و اختیار کو کوئی دخل نہیں ۔ یہ اسلام کے از خود بلند ہونے کی دلیل ہے کہ اس پر خود بخود بغیر اس کے قصد و ارادے کے غلبہ کر لیا ۔

---

عه عه باب اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیہ ص ۱۸۰

[1] فتح الباری جلد ثالث ص ۱۷۵ [2] ایضاً

**حدیث ۷۸۸**

أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نبی صلی اللہ

أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ انْطَلَقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ

تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جماعت کے ہمراہ ابن صیاد کی جانب چلے یہاں تک

قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتّٰى وَجَدَهُ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ عِنْدَ أُطُمِ بَنِي مُغَالَةَ وَقَدْ

کہ بنی مغالہ کے ٹیلوں کے پاس ابن صیاد کو بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا پایا اور

قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ الْحُلُمَ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتّٰى ضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابن صیاد بالغ ہونے کے قریب تھا اسے خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس پر ہاتھ رکھا پھر ابن صیاد سے

**تشریحات ۷۸۸**

ابن صیاد یہودیوں میں یا یہودیوں کے حلیف بنی النجار میں صیاد نام کے ایک شخص کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا۔ جس کا نام صافی یا عبداللہ تھا۔ اس میں کچھ عجیب وغریب باتیں تھیں۔ مثلاً وہ پیدا ہوا تو اس طرح رویا جیسے ایک مہینے کا بچہ روتا ہے۔ آئندہ کی باتیں بتاتا جن میں کچھ کبھی کبھی صحیح نکلتیں۔ مسند امام احمد میں حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت کے ایک بچہ پیدا ہوا۔ جس کی ایک آنکھ غائب تھی اور دوسری ابھری ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوا کہ کہیں یہی دجال نہ ہو۔ مسند امام احمد میں حضرت ابوبکرہ کی حدیث میں ہے دجال کے ماں باپ کو تیس سال تک اولاد نہ ہوگی۔ پھر ایک کانا لڑکا ہوگا بہت زیادہ ضرر رساں اور بہت کم نفع بخش۔ اس کی آنکھیں سوئیں گی اور دل جاگتا رہے گا۔ اور دجال کے ماں باپ کا یہ حلیہ بیان فرمایا اس کا باپ لمبا تڑنگا ہوگا، اس کی ناک چونچ کی طرح ہوگی اور اس کی ماں موٹی ہوگی۔ اس کے پستان لمبے ہوں گے۔ یہود میں اس قسم کے ایک لڑکے کی پیدائش کے بارے میں ہم نے سنا تو میں اور زبیر بن عوام گئے، اور دیکھا تو اس کے ماں باپ ویسے ہی تھے۔ نیز اسی میں ابوذر میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ مجھے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس کی ماں کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ اس سے پوچھو، یہ کتنے دن پیٹ میں رہا۔ تو اس کی ماں نے بتایا کہ بارہ مہینے، اور جب پیدا ہوا تو ہم اس کے قریب سے گذرے وہ دھوپ میں چادر میں لپٹا پڑا تھا۔ اس نے ہم سے پوچھا تم لوگ کس پھیر میں ہو ہم نے کہا تو نے سن لیا۔ اس نے کہا آنکھ سوتی ہے اور دل جاگتا ہے۔

دجال کی بعض علامتیں ابن صیاد میں تھیں اس لئے اس کی تفتیش کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے صحابۂ کرام میں بہت سے حضرات کو یقین تھا کہ یہی دجال ہے۔ جو آخر زمانے میں ظاہر ہوگا۔ ابوداؤد[1] میں ہے کہ یہ واقعہ حرہ میں غائب ہو گیا۔ اسی میں ہے کہ حضرت ابن عمر حضرت جابر حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو یقین تھا کہ یہی دجال ہے۔

مسلم[2] میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں اور عمار اور ابن صیاد حج کے ارادے سے مکہ چلے ایک منزل پر لوگ متفرق ہو گئے میں اور ابن صیاد اکیلے رہ گئے۔ اس کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا تھا اس کی وجہ سے مجھے سخت وحشت ہوئی، اس نے اپنا سامان لاکر میرے پاس رکھنا چاہا تو میں نے کہا گرمی بہت ہے اس درخت کے سائے میں رکھ، اس نے ایسا ہی کیا۔ ہمارے سامنے بکریوں کا ایک ریوڑ آیا وہ گیا اور دودھ لایا مجھ سے کہا پی لو، میں نے کہا گرمی سخت ہے اور دودھ گرم ہے۔ حالانکہ میں اس کے ہاتھ

[1] ثانی ملاحم باب ابن صیاد ص۴۳۹ [2] ثانی الفتن باب ذکر ابن صیاد ص۳۹۸

بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ اَتَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَنَظَرَ اِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ

فرمایا کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو اس نے حضور کی جانب دیکھا

فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ الْاُمِّيِّيْنَ فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امیوں کے رسول ہیں۔ پھر ابن صیاد نے کہا کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ

وَسَلَّمَ اَتَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَرَفَضَهٗ وَقَالَ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَبِرُسُلِهٖ فَقَالَ لَهٗ

میں اللہ کا رسول ہوں تو حضور نے اسے چھوڑ دیا اور فرمایا میں اللہ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لایا

مَاذَا تَرٰى قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ يَاْتِيْنِيْ صَادِقٌ وَّكَاذِبٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

پھر اس سے فرمایا تو کیا دیکھتا ہے ابن صیاد نے کہا میرے پاس سچا بھی آتا ہے اور جھوٹا بھی، تو نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

سے پنا نہیں چاہتا تھا۔ اب اس نے کہا اے ابو سعید! میرے بارے میں جو کہا جاتا ہے اس کی وجہ سے میں چاہتا ہوں کہ کسی درخت میں رسی لٹکا کر گلا گھونٹ لوں۔ اے گروہ انصار لوگوں پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث پوشیدہ ہو تو ہو مگر تم پر پوشیدہ نہیں۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ (مسیح دجال) کافر ہے اور میں مسلمان ہوں، کیا یہ نہیں فرمایا ہے کہ وہ بانجھ ہے اور میں نے مدینے میں اپنی اولاد چھوڑی ہے۔ کیا یہ نہیں فرمایا کہ وہ مدینے اور مکے میں داخل نہیں ہوگا۔ اور میں مدینے سے آرہا ہوں اور مکہ جارہا ہوں۔ حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ میں اس سے معذرت کرنے والا ہی تھا کہ اس نے کہا میں اسے (دجال) کو پہچانتا ہوں، اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کا مولد کہاں ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ اس کے پہلے والی روایت میں ہے کہ میں اسکے ماں باپ کو پہچانتا ہوں۔ اس سے کہا گیا۔ کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تو وہ شخص ہو تو اس نے کہا۔ اگر یہ بات مجھ پر پیش کی جائے تو ناپسند نہ کروں گا۔ اس پر حضرت ابو سعید نے کہا تیرے لئے پورے دن بربادی ہو۔

سیف نے کتاب الفتوح میں لکھا ہے کہ جب نعمان نے سوس کا محاصرہ کیا اور اس کا فتح کرنا مشکل ہوگیا۔ تو سوس کے پادریوں نے کہا۔ اے اہل عرب ہمارے اگلے علماء نے کہا ہے کہ اسے صرف دجال فتح کرے گا۔ اگر تم میں دجال ہے تو تم لوگ فتح کر پاؤ گے ورنہ نہیں، ابن صیاد اس لشکر میں تھا وہ دروازے پر غصہ ہو کر آیا اور اپنے پاؤں سے ٹھوکر مار کر کہا کھل، تو زنجیریں ٹوٹ گئیں اور تالے ٹوٹ گئے اور دروازہ کھل گیا، مسلمان اندر داخل ہوگئے۔

بعد کے علماء میں بھی یہ اختلاف رہا۔ ابن تین نے کہا اصح یہ ہے کہ یہ دجال نہیں۔ علامہ قرطبی ابن تین سے متفق نہیں۔ ابن جریر وغیرہ نے اسے صحابہ میں شمار کیا ہے۔ عمارہ حضرت امام مالک کے شیخ اسی کے فرزند تھے۔

ابن صیاد۔ اس بارے میں تین روایتیں ہیں۔ صیاد، صائد، سائد، الامیین، اُمّی کی جمع ہے۔ اس میں تین احتمال ہیں یہ اُمّۃ العرب سے ہے، یا اُمّ القریٰ سے ہے، جو کہ معظمہ کا نام ہے۔ یا اُمّ سے ہے۔ یعنی جو لکھنے پڑھنے کے اعتبار سے اسی حالت پر ہے جیسے ماں نے جنا ہے۔ اُمّی اس زمانے میں اہل عرب کو کہا جاتا تھا۔

**مَاذَا تَرٰى** یعنی خواب میں کیا دیکھتا ہے۔ جو دیکھتا ہے وہ سچ ہوتا ہے یا جھوٹ، یا مراد مطلقاً دیکھنا ہے یعنی پوشیدہ باتیں، اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ سچ بھی ہوتی ہیں اور جھوٹ بھی، آنے والا سچا ہوتا ہے جو سچی خبر دیتا ہے۔ اور جھوٹا بھی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِّطَ عَلَيْكَ الْاَمْرُ ثُمَّ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تجھ پر معاملہ خلط ملط ہے اس کے بعد نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا۔

اِنِّيْ قَدْ خَبَّأْتُ لَكَ خَبِيْئًا فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ هُوَ الدُّخُّ فَقَالَ اخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ

میں نے تیرے لئے ایک بات دل میں رکھی ہے (وہ کیا ہے) تو ابن صیاد نے کہا وہ دُخ ہے اس پر فرمایا دُور ہو تو اپنی بساط سے

قَدْرَكَ فَقَالَ عُمَرُ دَعْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَضْرِبْ عُنُقَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

آگے ہرگز نہیں بڑھ پائے گا حضرت عمر نے عرض کیا اجازت دیجئے میں اس کی گردن اڑا دوں تو نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يَّكُنْ هُوَ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ هُوَ فَلَا خَيْرَ

نے فرمایا اگر یہ وہی ہے تو تم اس پر قابو نہیں پاؤ گے اور اگر وہ نہیں تو اس کے قتل میں کوئی خاص فائدہ

لَكَ فِيْ قَتْلِهٖ وَقَالَ سَالِمٌ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ ثُمَّ انْطَلَقَ بَعْدَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

نہیں اور سالم نے کہا میں نے حضرت ابن عمر سے سنا فرماتے تھے اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ اِلَى النَّخْلِ الَّتِيْ فِيْهَا ابْنُ صَيَّادٍ وَهُوَ يَخْتِلُ اَنْ

اور ابی ابن کعب کھجوروں کی طرف چلے جن میں ابن صیاد رہتا تھا حضور یہ چاہتے تھے کہ کسی حیلے سے ابن صیاد کی کچھ بات سنیں۔ قبل

آتا ہے۔ جس کی باتیں جھوٹی ہوتی ہیں۔

**خلط عليك الامر** یعنی تیرا شیطان تیرے پاس آکر جھوٹ ملا کر تجھے بتاتا ہے اور تجھے جھوٹ اور سچ میں امتیاز نہیں ہو پاتا۔

**قد خبئت لك خبيئا** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آیہ کریمہ۔ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ۔ دل میں رکھا تھا۔ اس نے بتایا دُخ، اس سے صحابۂ کرام پر ظاہر ہو گیا کہ یہ کذاب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹے مدعی نبوت کے جھوٹ کو ظاہر کرنے کے لئے اس سے معجزہ طلب کیا جا سکتا ہے۔

**اخسأ فلن تعدو قدرك** یعنی تو نبی نہیں۔ تو صرف کاہن ہے اس سے زیادہ تیری حیثیت نہیں۔ مگر یہاں سوال یہ ہے کہ وہ اس آیہ کریمہ میں سے ایک ہی لفظ کو کیسے جان گیا۔ علامہ عینی نے یہ جواب ارشاد فرمایا۔ ہو سکتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے صحابۂ کرام کو بتا دیا ہو۔ اسے اس کے شیطان نے کچھ سن لیا ہو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دل میں آیت مذکور رکھا تھا۔ یہی ظاہر ہے۔ اسلئے کہ پہلے سے بتا دینے سے صحابۂ کرام کو اطمینان کلی ہو گیا۔ یا یہ کہ روزانہ کے امور کے لئے اللہ عزوجل فرشتوں کو حکم دیتا ہے پھر فرشتے اسے ایک دوسرے سے کہتے ہیں شیاطین ان میں سے استراق سمع کر کے کچھ سن لیتے ہیں۔ اسی طرح اس کے شیطان نے صرف دخان سنا ہو اور اسے بتا دیا ہو۔

**اقول** حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں میں فطری طور پر اس کی قوت ہوتی ہے کہ وہ تھوڑی بہت پوشیدہ باتیں جان لیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ابن صیاد میں بھی یہ قوت رہی ہو۔ اس کی وجہ سے اس نے اتنا جان لیا۔

**وقال سالم** یہ حدیث سابق کا تتمہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس واقعے کے بعد پھر کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ابی بن

يَسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ ابْنُ صَيَّادٍ فَرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

اس کے کہ حضور کو دیکھے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا کہ وہ اپنی چادر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ فِي قَطِيفَةٍ لَهُ فِيهَا رَمْزَةٌ أَوْ زَمْرَةٌ فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ

میں لپٹا ہوا ہے اس میں گنگناہٹ ہے ابن صیاد کی ماں نے نبی

صَيَّادٍ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ لیا کہ کھجور کے درختوں میں چھپے ہوئے آرہے ہیں تو اس نے ابن صیاد

کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ گئے تو یہ واقعہ پیش آیا۔ یہ اطلاع ملی ہوگی کہ ابن صیاد لیٹے لیٹے کچھ بدبداتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چاہا کہ اسے سنوں کیا بکتا ہے۔ اور صحابۂ کرام کو بتا دوں جس سے ان کو حق الیقین حاصل ہو جائے کہ یہ کاہن ہی ہے۔ مگر اس کی ماں کی مداخلت کی وجہ سے اسے سن نہ سکے۔ اور جو مقصد تھا وہ پورا نہ ہوا۔

**قال شعیب** فيها رمزة۔ میں چار روایتیں ہیں۔ رمزۃ، زمرۃ، زمزمۃ، رمرمۃ، ان سب کے معنی قریب قریب ہیں منہ سے ایسی آواز نکالنی جو سننے والے کو سمجھ میں نہ آئے۔ بدبدانا، گنگنانا۔

**قادیانی کا رد** قادیانی دجال نے اس حدیث کے اس جز سے۔ اگر یہ وہی ہے تو تم اس پر قدرت نہ پاؤ گے سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دجال کی حقیقت معلوم نہ تھی۔ اس لعین نے اِنْ یَّكُنْ میں اِنْ کو شک کے لئے سمجھ لیا ہے۔ اس دجال کو یہ معلوم نہیں کہ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے قرآن مجید میں فرمایا۔ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ۔ فرما دو اگر رحمٰن کے کوئی بیٹا ہے تو میں سب سے پہلے اس کی پرستش کرنے والا ہوں۔ ہمت ہے تو کہہ کے دیکھے یہاں بھی اِنْ شک کے لئے ہے۔ اس جاہل کو کیا پتہ کبھی موقع اور حال کا مقتضیٰ یہ ہوتا ہے کہ ایک یقینی اور قطعی بات کو شرط وجزا کے ساتھ بیان کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اور یہ اسلوب زیادہ مؤثر ہوتا ہے، اور شک و تردد کو بالکلیہ قطع کر دیتا ہے۔ مثلاً نصاریٰ کا اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ اس کے رد کے لئے ایک طریقہ یہ ہے کہ فرمایا گیا۔ مسیح، اللہ کے بیٹے نہیں۔ مگر آیت مذکور میں رد جتنا مؤثر اور قوی ہے وہ ظاہر ہے۔ اسی طرح یہاں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے قتل کر دینا چاہتے تھے۔ اس سے رد کرنے کے لئے اتنا ارشاد کافی تھا کہ قتل مت کرو۔ مگر حدیث کے جملہ مذکور میں ممانعت جس قوت کی ہے وہ سب پر ظاہر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قطعیت کے ساتھ یہ جانتے تھے کہ یہ دجال نہیں۔ اس کی دلیل کتاب الجہاد[1] کی یہ حدیث ہے جو اسی حدیث کا تتمہ ہے — حضرت ابن عمر نے فرمایا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثنا کی ایسی جس کے وہ لائق ہے۔ اس کے بعد دجال کا تذکرہ فرمایا۔ اور فرمایا میں تم لوگوں کو اس سے ڈراتا ہوں اور ہر نبی نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا۔ نوح نے بھی اپنی قوم کو اس سے ڈرایا۔ لیکن میں ایک ایسی بات بتاتا ہوں کہ کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی۔ تم لوگ جانتے ہو کہ وہ کانا ہے۔ اور اس سے اللہ عزوجل منزہ ہے۔

اقول وباللہ التوفیق۔ بعض اسرار ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں کسی پر ظاہر کرنے کی من جانب اللہ اجازت نہیں ہوتی۔ اگرچہ انبیاء کرام

---

[1] باب کیف یعرض الاسلام علی الصبی ص ۴۳۰

لِاِبْنِ صَيَّادٍ يَا صَافُ وَهُوَ اسْمُ ابْنِ صَيَّادٍ هٰذَا مُحَمَّدٌ فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ

سے کہا اے صاف! یہ ابن صیاد کا نام ہے یہ محمد تو ابن صیاد کود پڑا اس پر نبی

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ وَقَالَ شُعَيْبٌ زَمْزَمَةً

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اسے چھوڑ دیتی تو کھل جاتا اور شعیب نے کہا زمزمۃ

فَرَفَصَهُ وَقَالَ اِسْحٰقُ الْكَلْبِيُّ وَعُقَيْلٌ رَمْرَمَةٌ وَقَالَ مَعْمَرٌ رَمْزَةٌ ؏ھ

اور اسحٰق کلبی اور عقیل نے کہا رمرمۃ اور معمر نے کہا رمزۃ۔

اسے جانتے ہیں۔ جیسے قیام قیامت کا علم، تصریح گذر چکی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا مگر اس کے چھپانے کے مامور تھے۔ اسی طرح ابن صیاد کے بارے میں کوئی واضح فیصلہ نہیں فرمایا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی حقیقت سے واقف نہ تھے۔ ہوسکتا ہے یہ بھی انہیں رموز خاصہ میں سے ہو جس کے اظہار کی اجازت نہ ہو۔

**اشکال اور جواب** ابن صیاد نے دعوائے نبوت کیا جس کی وجہ سے وہ واجب القتل تھا۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم کو اسے قتل کرنے سے کیوں روک دیا؟ اس کے علماء نے متعدد جوابات دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ یہودی تھا، اور یہ واقعہ مدینہ طیبہ تشریف آوری کے بالکل ابتدا کا ہے اس وقت یہود سے معاہدہ تھا۔ اسے قتل کرنا اس معاہدے کی خلاف ورزی تھی۔ دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ وہ نابالغ تھا اس لئے چھوڑ دیا۔

اقول وباللہ التوفیق۔ امور دو قسم کے ہیں۔ تشریعی اور تکوینی، امت شریعت کے مطابق عمل کرنے کی مکلف ہے۔ اگرچہ یہ معلوم ہو کہ کامیابی نہ ہوگی۔ مگر انبیاء کرام کو یہ حق ہے کہ شریعت کے خلاف اور تکوینی کے بموجب عمل فرمائیں اور عمل کرنے کا حکم دیں۔ جیسے ذوالخویصرہ تمیمی نے شان اقدس میں گستاخی کی اور یہ کہدیا۔ اِعْدِلْ يَا مُحَمَّدُ اور گستاخ رسول کی سزا شریعت میں قتل ہے، اس کے بموجب حضرت عمر یا حضرت خالد نے اسے قتل کرنے کی اجازت چاہی تو فرمایا۔ رہنے دو۔ اس کی نسل سے ایسے لوگ نکلیں گے۔ جن کی نمازوں کے آگے تم اپنی نمازوں کو، ان کے روزوں کو آگے اپنے روزوں کو حقیر جانو گے۔ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے ٹیٹوؤں سے آگے نہیں بڑھے گا، دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے، حکم شریعت کا مقتضیٰ یہی تھا کہ ذوالخویصرہ کو قتل کردیا جائے مگر منجانب اللہ یہ مقدر تھا کہ یہ زندہ رہے اور اس کی نسل سے یہ گمراہ پیدا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تکوین کے مطابق عمل کا حکم دیا۔ اسی طرح ابن صیاد واجب القتل تھا۔ مگر منجانب اللہ یہ مقدر تھا کہ یہ زندہ رہے۔ اس امر تکوینی کے مطابق حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم کو قتل کرنے سے روک دیا۔

**مطابقت** باب سے مطابقت حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہے کہ فرمایا۔ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

---

ھ اذا اسلم الصبی ثم مات ھل یصلی علیہ ص۱۸۰، الشہادات باب شہادۃ المختبی ص۲۵۹، الجہاد باب مایجوز من الاحتیال والحذر ص۴۲۵، الجہاد باب کیف یعرض الاسلام علی الصبی ص۴۲۹، ثانی الادب باب قول الرجل للرجل اخسأ ص۹۱۲، القدر باب یحول بین المرء وقلبہ ص۹۷۹، مسلم ابوداؤد ملاحم، مسند امام احمد ثانی ص۱۴۸،

**حدیث ۷۸۹** عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ غُلَامٌ یَّھُوْدِیٌّ یَّخْدُمُ

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ایک یہودی بچہ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاَتَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

کرتا تھا وہ بیمار ہو گیا تو اس کی عیادت کے لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ یَعُوْدُہٗ فَقَعَدَ عِنْدَ رَاْسِہٖ فَقَالَ لَہٗ اَسْلِمْ فَنَظَرَ اِلٰی اَبِیْہِ وَھُوَ

اس کے پاس تشریف لائے اور اس کے سرہانے بیٹھے اور اس سے فرمایا مسلمان ہو جا تو اس نے اپنے باپ کی طرف

عِنْدَہٗ فَقَالَ اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ فَاَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

دیکھا اور وہ بھی اس کے پاس تھا اس کے باپ نے کہا ابو القاسم کی بات مان لے اس پر وہ مسلمان ہو گیا اب نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وہاں

وَھُوَ یَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْقَذَہٗ مِنَ النَّارِ ؏ہ

سے یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے اس اللہ کا شکر جس نے اسے جہنم سے نجات دی۔

**حدیث ۷۹۰** قَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یَقُوْلُ

عبید اللہ نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ میں اور میری ماں

کُنْتُ اَنَا وَاُمِّیْ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ اَنَا مِنَ الْوِلْدَانِ وَاُمِّیْ مِنَ النِّسَاءِ ؏ہ

مستضعفین میں سے تھے میں بچوں میں اور میری ماں عورتوں میں

**تشریحات ۷۸۹** ان بچے کا نام عبد القدوس تھا۔ اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں کہ سمجھوال بچے کا اسلام معتبر ہے۔ دوسرے یہ کہ کفار کے بچے اپنے ماں باپ کے ساتھ جہنم میں رہیں گے۔ مگر یہ قطعی نہیں، مکمل بحث آگے آرہی ہے۔

**تشریحات ۷۹۰** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی والدہ ماجدہ کا نام لُبابہ بنت الحارث تھا۔ اور کنیت ام الفضل۔ یہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی بہن تھیں۔ یہ قدیم الاسلام خاتون ہیں۔ ابن سعد نے کہا ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے بعد خواتین میں انہیں کا نمبر ہے۔ حضرت ابن عباس ہجرت سے تین سال قبل اس وقت پیدا ہوئے تھے جبکہ کفار مکہ نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تمام بنی ہاشم کو شعب ابو طالب میں محصور کر رکھا تھا۔ حضرت ابن عباس نے آغوش توحید میں ہوش سنبھالا۔ ابتداء ہوش ہی سے مسلمان رہے۔ ۸ھ میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکے سے ہجرت کر کے مع اہل و عیال مدینہ طیبہ آئے۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت عباس غزوۂ بدر کے بعد ہی اسلام قبول فرما چکے تھے۔ مسند امام احمد میں ہے کہ جب بدر میں حضرت عباس گرفتار ہوئے اور حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان سے فدیہ طلب فرمایا۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ میں پہلے سے مسلمان ہوں۔ یہ لوگ جبراً یہ مجھے لائے ہیں۔ فرمایا آپ جو کہتے ہیں حق ہے تو اللہ آپ کو اجر دے گا۔ ظاہر حال یہ ہے کہ آپ ہم سے لڑنے

---

ع۱ اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیہ ص۱۸۰، ثانی المرضیٰ باب عیادۃ المشرک ص۸۴۴، ابو داؤد، الجنائز، نسائی، میزر،

ع۲ باب اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیہ ص۱۸۱، ثانی تفسیر سورۃ النساء باب قولہ مالکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین ص۶۶۰، ۔ ۱؎ جلد اول ص۳۵۳ ۔ ،

**حدیث ۷۹۱**

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ يُصَلَّى عَلٰى كُلِّ مَوْلُوْدٍ مُّتَوَفًّى وَّاِنْ كَانَ مِنْ

حضرت ابن شہاب زہری نے فرمایا ہر فوت شدہ بچے پر نماز پڑھی جائے گی اگرچہ وہ زانیہ کا

اَجْلِ اَنَّهٗ وُلِدَ عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ يَدَّعِيْ اَبَوَاهُ الْاِسْلَامَ اَوْ اَبُوْهُ

ہو اس وجہ سے کہ وہ فطرت اسلام پر پیدا ہوا ہے اس کے والدین اسلام کا دعویٰ کرتے ہوں یا صرف اس کا باپ

خَاصَّةً وَّاِنْ كَانَ اُمُّهٗ عَلٰى غَيْرِ الْاِسْلَامِ اِذَا اسْتَهَلَّ صَارِخًا صُلِّيَ عَلَيْهِ

کرتا ہو اگرچہ اس کی ماں اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب پر ہو جبکہ پیدائش کے وقت آواز کے ساتھ روئے تو اس پر نماز پڑھی

آئے تھے فدیہ دیجئے۔ تو عرض کیا، میرے پاس مال نہیں۔ ارشاد فرمایا آپ کا وہ مال کہاں ہے جو مکہ سے چلتے وقت ام الفضل کے پاس رکھ آئے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میرے اور ام الفضل کے علاوہ کسی کو اس کا علم نہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں۔ کئی بار ہجرت کی اجازت چاہی مگر مصلحتاً اجازت نہیں ملی۔ انہوں نے اپنے اسلام کا اعلان فتح مکہ سے پہلے کیا تھا، ہجرت کر کے مدینہ آرہے تھے کہ راستے میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملے۔ حضور نے انہیں بھی ساتھ لے لیا۔ اور فرمایا آپ آخری مہاجر ہیں۔

**مستضعفین** سے مراد وہ مسلمان ہیں، جو مکہ معظمہ میں بوجہ مجبوری رہ گئے تھے، ہجرت نہ کر سکے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مطلب یہ ہے کہ میں اس وقت بالغ نہیں تھا۔ اور صرف والدہ مسلمان تھیں، مگر میں بھی مسلمانوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نابالغ بچہ خیر الابوین دینا کے تابع ہے۔ اگر اس کے ماں باپ میں کوئی مسلمان ہو تو مسلمان مانا جائے گا۔ اس طرح اس باب کے دوسرے جز سے مطابقت ہو گئی۔ اور اس کا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ میں نابالغ تھا، اور سمجھوال اس وقت میرا اسلام معتبر تھا، تو اسے باب کے پہلے جز سے مطابقت ہو گئی۔

**تشریحات ۷۹۱** اس میں دو باتیں مذکور ہیں۔ ایک حضرت ابن شہاب زہری کا ارشاد، اس ارشاد میں دو فتوے ہیں۔ اول نابالغ بچے کے ماں باپ دونوں یا صرف باپ مسلمان ہو تو وہ بچہ مسلمان ہے۔ کافر اس وقت مانا جائے گا جبکہ ماں باپ دونوں کافر ہوں۔ ہمارے یہاں اس میں اور توسیع ہے۔ اگر باپ اہل کتاب ہو اور ماں مشرکہ یا برعکس ہو تو بچہ اہل کتاب ہوگا۔ یعنی بچہ خیر الابوین دینا کے تابع ہوگا۔ ماں باپ میں جس کا دین بہتر ہوگا، بچہ اس دین کا مانا جائے گا۔ دوم نومولود مسلمان کا بچہ اگر پیدائش کے بعد آواز سے روئے تو اس کے جنازے کی نماز پڑھی جائے گی ورنہ نہیں۔ یہی ہمارا بھی مذہب ہے کہ جسم کے اکثر حصے کے باہر آنے کے بعد بچہ زندہ تھا تو اس کے جنازے کی نماز ہے ورنہ نہیں۔ آواز سے رونا زندگی کی علامت ہے۔ اور اکثر یہی ہوتا ہے، اس لئے اسے ذکر کیا۔ زندگی کی خاص علامت نبض کی اور دل کی حرکت ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نبض محسوس نہیں ہوتی مگر دل حرکت کرتا ہے جسے تھامسکوپ سے بآسانی سنا جا سکتا ہے۔ اگر پیدائش کے بعد کوئی بچہ نہ چیخے مگر اس کی نبض چل رہی ہے یا دل حرکت کر رہا ہے تو وہ زندہ ہے، اس کو بطریق مسنون غسل دیا جائے، بطریق مسنون کفن پہنایا جائے، اور نماز جنازہ پڑھی جائے، عوام اس سے بہت غافل ہیں۔ اس پر پوری توجہ دینی ضروری ہے۔ بچہ خواہ زندہ پیدا ہو خواہ مُردہ اس کا نام رکھا جائے۔

**لغت** حضرت ابن شہاب زہری کے ارشاد میں لِغَيَّةٍ آیا ہے۔ غَيَّةٌ۔ غَوَايَةٌ سے ہے۔ جس کے معنی گمراہی کے ہیں۔ جس کا

وَلَا يُصَلّٰى عَلٰى مَنْ لَّا يَسْتَهِلُّ مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ سِقْطٌ فَاِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ

جائے گی، اور اگر نہ روئے تو اس پر نماز نہیں پڑھی جائے گی اس لئے کہ وہ بچا نہیں ہے اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ يُحَدِّثُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا

رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر

مِنْ مَّوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ

پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی بنا دیتے ہیں یا

مطلب یہ ہوا کہ گمراہ عورت کا بچہ یعنی کافرہ کا، مگر عرف میں اس کا اطلاق زانیہ پر بھی ہوتا ہے۔ ولد الزنا کو ولد الغیہ، اور ثابت النسب کو ولد الرشدہ کہتے ہیں۔ اب اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زانیہ کا بیٹا۔ شارحین نے دونوں احتمال لئے ہیں۔ مگر ولد زنا کا کوئی باپ نہیں ہوتا۔ اس لئے اس احتمال پر یہ اشکال ہے۔ کہ پھر آگے یہ کہنا درست نہیں ہوگا۔ اگر اس کے ماں باپ یا صرف باپ مسلمان ہوں اس لئے یہاں پہلا احتمال متعین ہے کہ یہ کافرہ کے معنی میں ہو۔ مگر اس پر یہ اشکال ہے کہ یہ کہنا صحیح نہ ہوا کہ ماں باپ دونوں مسلمان ہوں۔ سند الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا۔ امام زہری اور امام مالک کا یہی مذہب ہے کہ ولد الزنا اسلام کے معاملے میں اس کا تابع ہے جس نے اس کی ماں سے زنا کیا ہے۔ اب متعین ہو گیا کہ غیتہ، زانیہ کے معنی میں ہے۔ آگے کی عبارت اس پر نص ہے کہ کافرہ مراد لینا صحیح نہیں۔ اسی لئے میں نے ترجمہ صرف زانیہ کیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام زہری نے اپنے فتوے کے ثبوت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کل مولود یولد علی الفطرۃ ذکر فرمایا ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ ان کے نزدیک حدیث میں فطرت سے مراد دین اسلام ہے۔

**حدیث منقطع حجت ہے**

امام زہری کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات نہیں۔ ان کی ولادت تقریباً ۵۲ھ میں ہوئی۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ۵۹ھ میں وصال ہوا۔ اس لئے یہ حدیث منقطع ہے۔ مگر امام زہری نے اس سے استدلال فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ثقہ کی روایت کردہ حدیث منقطع حجت ہے۔

**علی الفطرۃ**

فطرۃ کے معنی خلقت کے ہیں۔ یہ وزن بیان نوع کے لئے ہے جیسے جلست جلسۃ القاری، اس سے مراد مخصوص نوع کی خلقت ہے۔ یہ کیا ہے؟ اس بارے میں علامہ عینی نے سات اقوال ذکر فرمائے ہیں۔ سب سے پہلے اس قول کو ذکر فرمایا کہ اس حدیث میں فطرت سے مراد طبیعت سلیمہ خالیہ، سادہ مراد لینا زیادہ ظاہر ہے۔ جو موانع اور بواعث کے ارتفاع کے وقت خود بخود اسلام قبول کرلے۔ غالباً جو علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں فطرت سے مراد اسلام ہے ان کی مراد بھی یہی ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اسلام اور ایمان شعور تام چاہتا ہے اور نومولود بچے میں شعور کہاں، نیز لازم کہ کم از کم جو بچے سن شعور کو نہ پہونچے ہوں وہ قطعی طور پر مسلمان ہوں اور ان کی نماز جنازہ لازم ہو اگرچہ ان کے ماں باپ دونوں کافر ہوں، پھر ان کا جنتی ہونا بھی یقینی ہو۔ اس میں توقف کی کوئی راہ نہ ہو۔

**کما تنتج البھیمۃ**

صیغہ مجہول کے ساتھ۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے چوپائے کا بچہ صحیح وسلامت پیدا ہوتا ہے، اگر اس کے اعضاء پر کوئی آفت نہ آئے تو وہ پورا کام کریں گے۔ مگر آفت آنے کے بعد بیکار یا عیب دار ہو جاتے ہیں ویسے

يُمَجِّسَانِهٖ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَاءَ

مجوسی بنا دیتے ہیں جیسا کہ چوپایہ صحیح وسالم بچہ جنتا ہے کیا تم ان میں کوئی کن کٹا دیکھتے ہو پھر ابوہریرہ

ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا الآیۃ روم ۳۰

یہ آیت تلاوت فرماتے۔ اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔

ہی انسان کے بچے پر ذہنی آفت نہ آئے تو اس کی فطرت صحیح کام کرے گی، اور وہ مسلمان ہوگا۔ مگر اس کے ماں باپ اپنی محبت شفقت احسان سے اثر ڈال کر یہودی، نصرانی، مجوسی بنا دیتے ہیں۔

## یقول ابوھریرۃ

یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا اضافہ ہے۔ اس حدیث کے مضمون پر قرآن مجید سے استشہاد فرمارہے ہیں۔ اس آیت میں فطرت سے دین اسلام مراد ہونا متعین ہے۔ اس لئے کہ پوری آیت یہ ہے

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ۔ (روم ۳۰)

تو اپنے آپ کو دین کے لئے یکسو ہو کر مستعد رکھ جو اللہ کی ڈالی ہوئی بنا ہے جس پر لوگوں کو پیدا فرمایا، اللہ کی تخلیق کو بدلنا مت، یہی سیدھا دین ہے۔

پہلے فرمایا فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا۔ اور اسی کو فطرت فرمایا، بعد میں ارشاد ہوا ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ اس میں اشارہ خلق اللہ کی طرف ہے، اور اس سے مراد فطرت ہے۔ تو متعین کہ آیت میں فطرت سے مراد دین اسلام ہے۔ جب اس آیت میں فطرت سے مراد دین اسلام ہے، اور یہیں یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ نے لوگوں کو اسی پر پیدا فرمایا ہے۔ تو اس سے لازم کہ حدیث میں بھی علی الفطرۃ سے دین اسلام ہی مراد ہو۔ یہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے استشہاد کی بنیاد ہے۔ الملفوظ[1] میں ہے۔ جو رکوع وسجود میں تعدیل نہ کرے اس کی نمازیں قبول نہ ہوں گی ——— حدیث[2] میں ہے ——— لَوْمِتَّ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِتَّ عَلٰى غَيْرِ الْفِطْرَةِ۔ اَیْ غَيْرِ دِيْنِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ——— یہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ارشاد ہے ——— غَيْرِ الْفِطْرَةِ۔ کے بعد ہے ——— اَلَّتِيْ فَطَرَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ——— یعنی اگر تو اسی پر مرا تو اس فطرۃ کے غیر پر مرے گا۔ جس پر اللہ تعالےٰ نے محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا۔ اس سے ثابت کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد فطرۃ سے، دین اسلام ہے۔ اسی لئے اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کی تفسیر فرمائی ——— اَیْ غَيْرِ دِيْنِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

شرح فقہ اکبر[3] میں فرمایا کہ فطرۃ سے مراد وہ میثاق ہے جو عالم ارواح میں ساری مخلوقات سے اقرار ربوبیت کا لیا گیا تھا ——— سب اسی پر پیدا کئے جاتے ہیں۔ بعد میں جو کافر ہوتا ہے وہ بدل دیتا ہے، اور جو مومن رہ جاتا ہے وہ اس پر ثابت رہتا ہے۔

---

عہ باب اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیہ ص۱۸۱، ثانی تفسیر سورۃ روم باب قولہ لا تبدیل لخلق اللہ ص۷۴۲، القدر باب واللہ اعلم بما کانوا عاملین ص۹۷۶، مسلم قدر، مسند امام احمد ثانی ص۲۱۵، ۲۷۵، ۱ھ حصہ اول ص۱۲ ۲ھ بخاری اول الاذان باب اذا لم یتم الرکوع ص۱۰۹، نسائی اول السھو باب تطفیف الصلوٰۃ، مسند امام احمد جلد خامس ص۳۸۴ ۳ھ ص۵۷۰

**حدیث ۷۹۲**

اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ لَمَّا حَضَرَتْ اَبَا طَالِبِ

سعید بن مسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے خبر دی کہ جب ابو طالب کی وفات کا

الْوَفَاةُ جَاءَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهٗ اَبَا

وقت آپہونچا تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے تو وہاں ابو جہل

جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ وَّعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

بن ہشام اور عبداللہ بن ابو امیہ بن مغیرہ کو موجود پایا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

**تشریحات ۷۹۲**

باب قصہ ابی طالب میں یہ زائد ہے۔ اور آیۂ کریمہ۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ بھی اسی موقع پر نازل ہوئی یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے اسلئے کہ حضرت مسیب بن حزن رضی اللہ تعالےٰ عنہا اس واقعے کے وقت موجود نہیں تھے اور ان کا نام نہیں لیا جن سے یہ واقعہ سُنا تھا۔ مگر یہ طے ہے کہ انہوں نے یا تو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سُنا ہوگا یا کسی صحابی سے، ہوسکتا ہے عبداللہ بن ابو امیہ ہی سے سنا ہو اس لئے کہ یہ بعد میں مشرف باسلام ہوگئے تھے۔ اور صحابہ بلا استثناء ثقہ ہیں۔ اس لئے مراسیلِ صحابہ بالاجماع مقبول ہیں۔

**مطابقت باب**

یہاں باب یہ ہے کہ جب مشرک نے موت کے وقت لا الہ الا اللہ کہا۔ اس کا جواب امام بخاری نے نہیں دیا۔ کیونکہ اس میں تفصیل بھی ہے اور اختلاف بھی، ہمارے یہاں راجح یہ ہے کہ غرغرہ کے پہلے پہلے ایمان معتبر ہے اگرچہ مریض کو موت کا پورا یقین ہو[1] اور یہ خود اس حدیث سے مستفاد، کہ ابو طالب کا حال یہی تھا کہ وہ ان کا آخری وقت تھا۔ انھیں بھی اور دوسروں کو بھی موت کا یقین تھا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ابو طالب پر اسلام پیش فرمایا۔ اگر قبول کر لیتے تو ضرور مسلمان بلکہ صحابی ہو جاتے۔

**ابو طالب**

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ اور ابو طالب حقیقی بھائی ایک ماں کے بطن سے تھے اسی وجہ سے حضرت عبدالمطلب نے وفات کے وقت حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انہیں سپرد فرمایا۔ انہوں نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرورش اور اعانت میں مرتے دم تک کوئی کمی نہیں کی۔ اسی لئے ان کے انتقال سے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو شدید صدمہ ہوا۔ اتفاق سے اسی سال تین دن آگے پیچھے حضرت خدیجۃ الکبریٰ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی وصال ہوا تھا۔ اس لئے یہ غم بالائے غم ہوگیا۔ اس سال کا نام عام الحزن خود حضور نے رکھا۔ ان دونوں کا انتقال ۱۰ھ میں ہوا ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا وصال رمضان میں ہوا ہے[2]

**اترغبُ عن ملّۃِ عبدِ المطلب**

جو علماء یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے آباء کرام اور امہاتِ عظام میں کچھ مشرک بھی تھے۔ ان کے طور پر کوئی اشکال نہیں، لیکن جو علماء یہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے لیکر حضرت عبداللہ اور حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا تک تمام آباء کرام و امہات عظام کم از کم ناجی موحد تھے۔ ان میں کوئی مشرک نہیں تھا۔ اور یہی صحیح ہے، جیسا کہ اس خادم نے اشرف السیر حصہ اول میں اسے ثابت کیا ہے

---

[1] درمختار عن البزازیہ ص۵۷۰ [2] طبقات ابن سعد۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ طَالِبٍ اَيْ عَمِّ قُلْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً اَشْهَدُ لَكَ

نے ابو طالب سے کہا اے چچا لا الہ الا اللہ کہہ لیجئے میں اللہ کے حضور اس کی گواہی دوں گا

بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ اُمَيَّةَ يَا اَبَا طَالِبٍ اَتَرْغَبُ عَنْ

اس پر ابو جہل اور عبد اللہ بن ابو امیہ نے کہا اے ابو طالب تم عبد المطلب کی ملت سے

مِّلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَ

پھروگے؟ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم اس پر کلمۂ توحید مسلسل پیش فرماتے رہے اور

يَعُوْدَانِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ حَتّٰى قَالَ اَبُوْ طَالِبٍ اٰخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ بِهٖ هُوَ عَلٰى مِلَّةِ

وہ دونوں وہی کہتے رہے یہاں تک کہ ابو طالب نے جو آخری بات کہی وہ یہ تھی کہ وہ عبد المطلب کی ملت پر ہے

اور اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس موضوع پر ایک خاص رسالہ لکھا ہے۔ جس کا نام شمول الاسلام لابائہ الکرام ہے نیز خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی نے سات رسالے لکھے ہیں۔ شمول الاسلام میں ان علما کے اسما شمار فرمائے ہیں جن کا یہ مذہب ہے۔ اس تقدیر پر حضرت عبد المطلب موحد اور ناجی ہیں۔ ان کی ملت پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ابو طالب موحد تھے۔ اور موحد ہی دنیا سے گئے پھر ان کی نجات میں شبہے کی کیا گنجائش۔

اقول وباللہ التوفیق۔ حضرت عبد المطلب زمانۂ فترت میں تھے۔ یعنی اس زمانے میں جب کوئی نبی اور رسول نہیں تھا۔ اس عہد میں نجات کے لئے توحید اور شرک سے اجتناب کافی تھا۔ لیکن جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اب صرف توحید کافی نہیں، بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن جتنا نازل ہو چکا تھا ان سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ابو طالب نے حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے سے انکار کیا، اس لئے وہ ناجی نہیں۔ گذر چکا کہ لا الٰہ الا اللہ پورے کلمۂ طیبہ کا علم ہے۔ اور اسے قبول اسلام لازم ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے اس ارشاد، کہ لا الٰہ الا اللہ کہہ لیجئے، کا مطلب پورے کلمۂ طیبہ کا کہنا، اور اسلام کا قبول کرنا ہے۔

**فانزل اللہ تعالیٰ** امام واحدی نے کہا کہ ابو اسحاق زجاج نے کہا کہ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی[1] یہ آیت سورۂ توبہ کی ہے، اور سورۂ توبہ فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اب یہ ماننا پڑے گا کہ یہ آیت مکی ہے۔ اگرچہ اس اجماع کا دعویٰ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اس آیۂ کریمہ کے شانِ نزول میں اور بھی روایات ہیں۔ لاحاصل یہ کہنا پڑے گا کہ یہ آیت مکرر نازل ہوئی۔

**اشکال اور جواب** اس آیت میں ہے کہ نبی اور مومنین کے شایان شان یہ نہیں کہ مشرکین کے لئے بخشش طلب کریں، اور ابھی گذرا کہ بر بنائے مذہب صحیح ابو طالب مشرک تو نہیں تھے مگر کافر ضرور تھے۔ جواب ظاہر ہے کہ اس آیت میں مشرک سے مراد کافر ہے۔ اس لئے کہ جیسے مشرک کے لئے دعائے مغفرت ممنوع ہے ویسے ہی کافر کے لئے بھی، اور قرآن کے عرف میں مشرک بمعنی کافر شائع ذائع ہے۔

---

[1] ابتداء جائز کتاب ھذا ص۔ [2] عمدۃ القاری جلد ثامن ص۱۸۱۔۔

عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَاَبٰی اَنْ یَّقُوْلَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

اور لاالہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا تو حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَا وَاللّٰہِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَکَ مَا لَمْ اُنْہَ عَنْہُ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ فِیْہِ مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ الآیۃ ع۵

بخدا میں ضرور آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا جب تک روکا نہ جاؤں تو یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی نبی اور مسلمانوں کے شایان نہیں کہ مشرکین کے لئے بخشش طلب کریں اگرچہ وہ انکے قرابتدار ہی کیوں نہ ہوں جبکہ ان پر ظاہر ہو چکا کہ وہ دوزخی ہیں۔ توبہ، ۱۱۳

**ابو طالب کا حکم** اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے کہ ابو طالب کو ایمان نصیب نہ ہوا۔ اور یہی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ البتہ ابن اسحٰق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ مرتے وقت ابو طالب کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ حضرت عباس نے جو اس وقت ایمان سے مشرف نہ تھے کان لگا کر سنا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا۔ اے برادر زادے جس کلمے کے پڑھنے کے لئے تم نے ان سے کہا تھا وہ پڑھ رہے ہیں [1]

اس کے برخلاف خود حضرت عباس ہی کی روایت اسی بخاری کے باب قصۂ ابی طالب میں ہے کہ حضرت عباس نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ابو طالب کو آپ نے کیا فائدہ پہونچایا وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے، آپ کے دشمنوں سے عداوت رکھتے تھے۔ فرمایا وہ صرف ٹخنے تک دوزخ میں ہیں۔ جس سے اس کا دماغ کھولتا ہے۔ اگر میں نہ ہوتا تو جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتا۔ نیز حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خود حضرت عباس کو ابو طالب کے مومن ہونے کی خبر نہ تھی۔ ورنہ وہ یہ سوال کیوں کرتے، اس لئے ابن اسحٰق کی یہ روایت قابل قبول نہیں۔ بلکہ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ صحیح نہیں، ضعیف ہے۔ اور برتقدیر صحت، انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے انکار کے بعد اس وقت کلمۂ طیبہ پڑھا جبکہ بولنے کی قوت جواب دے چکی تھی۔ ہو سکتا ہے یہ یاس کی حالت رہی ہو، اس وقت کا ایمان معتبر نہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

فَلَمْ یَکُ یَنْفَعُہُمْ اِیْمَانُہُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا۔ غافر، ۸۳

جب ہمارا عذاب دیکھ چکے تو ان کے ایمان نے انہیں کوئی نفع نہیں پہونچایا۔

اور فرمایا۔

وَلَیْسَتِ التَّوْبَۃُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ اَحَدَہُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْاٰنَ النساء، ۱۸

ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں جو (عمر بھر) برائیاں کرتے رہے یہاں تک کہ جب ان کی موت آپہونچی تو کہا میں اب توبہ کرتا ہوں۔

اس آیت میں سیئات، کفر اور معاصی دونوں کو عام ہے۔ جیسا کہ تفسیر رازی، قرطبی، بیضاوی، کشاف میں تصریح ہے۔ [2] درمختار میں ہے۔ المختار قبول توبۃ الیاس لا ایمانہ۔ مختار یہ ہے کہ زندگی سے مایوس کی توبہ مقبول ہے۔ ایمان مقبول نہیں۔ اس کے تحت شامی میں ہے۔ اما ایمان الیاس فلا یقبل اتفاقا۔ اس پر اتفاق ہے کہ زندگی سے مایوس کا ایمان قبول نہیں۔

---

ع۵ باب اذا قال المشرک عند الموت لا الہ الا اللہ ص۱۸۱، بنیان الکعبۃ، قصۃ ابی طالب ص۵۴۸، ثانی تفسیر سورۃ البراۃ، ص۶۷۵، مسلم ایمان، نسائی جنائز، مسند امام احمد جلد خامس ص۴۲۸، [1] سیرت ابن ہشام ثانی ص۲۷، [2] رد المحتار اول ص۵۷،

ت ۲۵۸ وَاَوْصٰی بُرَیْدَۃُ الْاَسْلَمِیُّ اَنْ یُّجْعَلَ فِیْ قَبْرِہٖ جَرِیْدَانِ ؏ہ

اور حضرت بُریدہ بن حُصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر میں کھجور کی دو شاخیں رکھی جائیں۔

ت ۲۵۹ وَرَأَی ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فُسْطَاطًا عَلٰی قَبْرِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر خیمہ دیکھا

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جب ابو طالب مر گئے تو حضرت علی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے بوڑھے گمراہ چچا مر گئے۔ فرمایا جاؤ اسے چھپا دو۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا وہ مشرک مرے ہیں۔ فرمایا۔ جاؤ، چھپا آؤ۔ اور میں جب انہیں دفن کر کے واپس لوٹا تو فرمایا۔ نہا لو[1]

**شبلی صاحب پر تعقب** اس موضوع پر شبلی صاحب رقمطراز ہیں۔ لیکن محدثانہ حیثیت سے بخاری کی یہ روایت چنداں قابلِ حجت نہیں کہ اخیر راوی مُسیب ہیں جو فتح مکہ میں اسلام لائے، اور ابو طالب کے وقت موجود نہ تھے۔ اسی بنا پر علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ روایت مُرسل ہے ابن اسحٰق کے سلسلۂ روایت میں عباس بن عبداللہ بن معبد اور حضرت ابن عباس ہیں یہ دونوں ثقہ ہیں۔ لیکن بیچ کا راوی یہاں بھی رہ گیا ہے۔ اسی بنا پر دونوں روایتوں کے درجۂ استناد میں چنداں فرق نہیں[2]

اقول وباللہ التوفیق۔ علامہ کو معلوم ہونا چاہئے کہ تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابۂ کرام کی مرسل حدیث حجت ہے۔ اور بقول آپ کے ابن اسحٰق کی روایت میں اگر کوئی چھوٹا ہے تو عباس بن عبداللہ بن معبد اور حضرت ابن عباس کے درمیان، اور عباس بن عبداللہ تابعی ہیں۔ اور تابعی سے جو روایت منقطع ہو، اس کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہے جمہور محدثین اسے حجت نہیں مانتے۔ پھر سعید بن مُسیب والا سُقم اس میں بھی ہے کہ راوی حضرت ابن عباس ہیں جو عبدالمطلب کی وفات کے وقت موجود نہیں تھے۔ تو بقول آپ کے ایک سُقم میں دونوں شریک، اور ابن اسحٰق کی روایت میں مزید انقطاع پھر چنداں تفاوت کیوں نہیں؟۔

ویسے آپ کو دھوکہ لگا۔ ابن اسحٰق کی روایت میں انقطاع نہیں۔ بیچ کا راوی مجہول ہے، اس کا نام مذکور نہیں۔ صرف اتنا ہے، انہوں نے بعض اپنے خاندان والوں سے روایت کی جہالت راوی بھی مُوجب طعن تو بھی ایک سقم زائد رہا۔ علاوہ ازیں آپ نے خود مقدمہ میں ابن اسحٰق کے بارے میں لکھا ــــــ ان کے ثقہ غیر ثقہ ہونیکی نسبت محدثین کا اختلاف ہے ــــــ امام مالک ان کے سخت مخالف ہیں[3] ــــــ اور امام بخاری کا اعلیٰ درجے کا ثقہ ہونا اتفاقی ہے۔ پھر دونوں کی روایت میں چنداں فرق کیوں نہیں؟۔

**تشریحات ۲۵۸** اِس تعلیق کو ابن سعد نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے ــــــ اکثر روایت فی قبرہٖ ہے۔ مگر مسلمی کی روایت علیٰ قبرہٖ ہے۔ اس پر پوری بحث جلد ثانی ص ۱۰۴ تا ۱۰۸ میں ہو چکی ہے۔

---

ع باب الجرید علی القبر ص۱۸۱ [1] ابوداؤد ثانی الجنائز۔ باب الرجل یموت لہ قرابۃ مشرک ص۱۰۲، نسائی اول الجنائز۔ باب مواراۃ المشرک ص۲۸۳، [2] سیرۃ النبی اول ص۲۴۸، [3] ایضاً ص۲۳۔

قَالَ اِنْزَعْهُ يَا غُلَامُ فَاِنَّمَا يُظِلُّهُ عَمَلُهُ۔ عہ

تو فرمایا اے لڑکے اسے اکھاڑ دے اس پر اس کا عمل سایہ کئے ہوئے ہے۔

ت ۲۶۰ وَقَالَ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ رَأَيْتُنِيْ وَنَحْنُ شُبَّانٌ فِيْ زَمَنِ عُثْمَانَ وَ

اور خارجہ بن زید نے کہا میں نے اپنے آپ کو دیکھا اور ہم حضرت عثمان کے زمانے میں جوان تھے ہم میں سب سے

اِنَّ اَشَدَّنَا وَثْبَةً الَّذِيْ يَثِبُ قَبْرَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ حَتّٰى يُجَاوِزَهٗ عہ

لمبی چھلانگ لگانے والا وہ ہوتا جو عثمان بن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا۔

ت ۲۶۱ وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ حَكِيْمٍ اَخَذَ بِيَدِيْ خَارِجَةُ فَاَجْلَسَنِيْ عَلٰى قَبْرٍ وَّ

اور عثمان بن حکیم نے کہا خارجہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک قبر پر بٹھایا اور اپنے چچا یزید

اَخْبَرَنِيْ عَنْ عَمِّهٖ يَزِيْدَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ اِنَّمَا كُرِهَ ذٰلِكَ لِمَنْ اَحْدَثَ عَلَيْهِ عہ

بن ثابت سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ انہوں نے کہا ہے قبر پر اسے بیٹھنا مکروہ ہے جو اس پر اول و براز کرے

**تشریحات ۲۵۹** اس اثر کو ابن سعد نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ یہ صاحبزادے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے غلام تھے: ابن سعد ہی میں ہے کہ جب ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے خیمہ اکھاڑنے کو کہا تو اس غلام نے عرض کیا۔ میری مالکہ ماریں گی۔ اسی میں بطریق عون ہے۔ لوگ ذوطویٰ میں جب حضرت عبدالرحمٰن کے دفن سے فارغ ہو گئے تو حضرت ام المومنین تشریف لائیں اور ان کی قبر پر خیمہ تنوایا اور ایک شخص کو وہاں مقرر فرمایا، اور چلی گئیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اسے جائز جانتی تھیں۔ ہو سکتا ہے حضرت ام المومنین نے یہ خیمہ اس لئے تنوایا ہو کہ اس میں لوگ آرام کے ساتھ ان کے لئے دعا و استغفار کریں۔ اس نیت سے قبروں پر خیمہ اور عمارتیں بنانا بلاشبہہ جائز ہے۔ جیسا کہ گذر چکا۔ حضرت ابن عمر اس سے آگاہ نہ رہے ہوں گے۔ اس لئے اکھاڑنے کا حکم دیا علامہ عینی نے بعض شارحین سے نقل فرمایا کہ قبر پر خیمہ کسی غرض صحیح کے لئے ہو مثلاً دھوپ سے بچنے کے لئے تو جائز ہے۔ اور میت پر سایہ کرنے کی نیت سے ہو تو ممنوع ہے۔

**تشریحات ۲۶۰** اس تعلیق کو امام بخاری نے تاریخ صغیر میں موصولاً ذکر فرمایا ہے۔ خارجہ بن زید انصاری، ثقات تابعی، اور فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔

**تشریحات ۲۶۱** اسے مسدد نے مسند کبیر میں موصول کیا۔ اس میں یہ تفصیل ہے کہ عثمان بن حکیم نے حضرت خارجہ سے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ہے۔ مجھے انگارے پر بیٹھنا کہ وہ میرے گوشت کے سوا کو جلا کر مجھ تک پہونچ جائے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں قبر پر بیٹھوں، تو خارجہ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور قبر پر بٹھایا۔

---

عہ باب الجريد على القبر ص۱۸۱۔ عہ باب الجريد على القبر ص۱۸۲۔

| ت ۲۶۲ | وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَجْلِسُ عَلَى الْقَبْرِ ؏ |
|---|---|
| | اور نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما قبر پر بیٹھتے تھے۔ |

**تشریحات ۲۶۲**

اس اثر کو امام طحاوی نے سند متصل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

**توضیح باب:** ان تعلیقات پر یہ باب ہے۔ قبر پر کھجور کی شاخ رکھنا، جائز ہے یا نہیں۔ اس کے ضمن میں پانچ آثار اور حدیث ۱۵۹ لائے ہیں۔ جو جلد ثانی میں گذر چکی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو ایسی قبروں سے گزرے جن پر عذاب ہو رہا تھا تو کھجور کی شاخ منگا کر دونوں پر رکھا اور فرمایا جب تک یہ سوکھیں گی نہیں ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ حضرت بریدہ کی وصیت اور حدیث سے ثابت ہو گیا کہ قبر پر کھجور کی شاخ رکھنا جائز ہے بلکہ مستحسن ہے۔ مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر بقیہ آثار کا باب سے کیا تعلق۔

امام بخاری کا مقصود اس باب سے صرف کھجور کی شاخ کے رکھنے کے جواز تک منحصر نہیں۔ بلکہ یہ ہے کہ قبر پر مٹی کے علاوہ اور کوئی وزنی چیز رکھنی جائز ہے یا نہیں۔ کھجور کی شاخ رکھنے اور حضرت خارجہ اور ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے عمل سے ثابت ہو گیا کہ جائز ہے۔ اسی طرح اسے پھلانگنا بھی جائز ہے البتہ قبر پر بول و براز کرنا ممنوع ہے۔ اور خیمہ تاننا بھی جبکہ اس سے کوئی غرض صحیح وابستہ نہ ہو۔ اس کو دوسری عبارت میں یوں ادا کر لیجے کہ باب کا مقصد یہ ہے کہ قبر کے اوپر کیا جائز ہے، کیا ناجائز۔

**قبر پر بیٹھنا ناجائز ہے**

رہ گیا یہ کہ قبر پر بیٹھنا جائز ہے یا نہیں، تو احناف کا مذہب مختار یہ ہے کہ ناجائز ہے۔ مسلم[۱] شریف، ابو داؤد شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی انگارے پر بیٹھے اور وہ اس کے کپڑے کو جلا کر کھال تک پہونچ جائے اس سے بہتر ہے کہ کسی قبر پر بیٹھے۔ نیز امام مسلم[۲]، ابو داؤد[۳]، اور امام ترمذی[۴]، امام طحاوی[۵] نے حضرت ابو مرثد غنوی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، قبر کی طرف نماز نہ پڑھو، اور نہ اس پر بیٹھو، امام احمد[۶] اور امام طحاوی[۷] نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے قبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔ قبر سے اُتر، نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے، اور نہ وہ تجھے ایذا دے۔ فتح القدیر[۸] میں ہے کہ قبر پر بیٹھنا اور اسے روندنا مکروہ ہے۔ رد المحتار[۹] میں ہے کہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ قبر کو روندنا نہ جائے مگر بضرورت، اور دور سے زیارت کی جائے، نہ قبر پر بیٹھا جائے، اگر ایسا کیا تو مکروہ ہے۔ اور حلیہ سے نقل فرمایا کہ نوادر تحفہ بدائع محیط وغیرہ میں ہے کہ امام ابو حنیفہ نے قبر کو روندنے سے، اس پر بیٹھنے، اس پر سونے اور قضائے حاجت سے منع فرمایا ہے۔ درمختار میں ہے کہ قبرستان کے نئے راستے پر چلنا مکروہ ہے۔ یہاں تک کہ اگر اپنے عزیز کی قبر تک قبر کو روندے بغیر نہ جا سکے، نہ جائے۔

---

ع باب الجريد على القبر ص۱۸۲، ۱ آول فصل النهي عن الجلوس على القبر ص۳۱۲، ابو داؤد ثانی الجنائز باب فی کراهية القعود على القبر ص۱۰۴ ۲ ایضاً ۳ ایضاً ۴ اول الجنائز باب فی کراهية الوطی على القبور ص۱۲۵، ۵ شرح معانی الآثار، اول الجنائز باب الجلوس على القبر ص۲۴۸، ۶ عمدۃ القاری ثامن ص۱۵۲، ۷ شرح معانی الآثار اول الجنائز باب الجلوس على القبر ص۲۴۸ ۸ ثانی الجنائز ص۱۰۲، ۹ اول الجنائز ص۶۰۲۔

حدیث ۷۹۳ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنَّا فِیْ جَنَازَۃٍ فِیْ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بقیع غرقد میں ہم ایک جنازے میں تھے کہ نبی

فَاَتَانَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَہٗ وَمَعَہٗ مِخْصَرَۃٌ

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور بیٹھے اور ہم حضور کے اردگرد بیٹھے اور حضور کے ساتھ

فَنَکَسَ فَجَعَلَ یَنْکُتُ بِمِخْصَرَتِہٖ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ اَوْ مَا مِنْ نَفْسٍ

ایک چھڑی تھی حضور نے اپنا سر مبارک جھکا لیا اور اپنی چھڑی سے زمین کریدنے لگے پھر فرمایا تم میں سے ہر شخص یا فرمایا ہر مخلوق

مَنْفُوْسَۃٍ اِلَّا کُتِبَ مَکَانُھَا مِنَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ وَاِلَّا قَدْ کُتِبَتْ شَقِیَّۃً اَوْ سَعِیْدَۃً

کی جگہ جنت اور دوزخ میں لکھی جا چکی ہے۔ اور یہ بھی کہ کردہ بدبخت ہے یا نیک بخت،

فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَفَلَا نَتَّکِلُ عَلٰی کِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ فَمَنْ کَانَ

اس پر ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر کیوں نہ اپنے نوشتہ پر بھروسہ کرلیں اور عمل چھوڑ دیں، جو سعادت مند

مِنَّا مِنْ اَھْلِ السَّعَادَۃِ فَسَیَصِیْرُ اِلٰی عَمَلِ اَھْلِ السَّعَادَۃِ وَاَمَّا مَنْ کَانَ مِنَّا

ہوگا وہ نیک بختوں جیسا عمل کرنے لگے گا اور جو بدبخت ہوگا وہ بدبختوں

مِنْ اَھْلِ الشَّقَاوَۃِ فَسَیَصِیْرُ اِلٰی عَمَلِ اَھْلِ الشَّقَاوَۃِ قَالَ اَمَّا اَھْلُ السَّعَادَۃِ

جیسا عمل کرے گا فرمایا کہ نیک بختوں کو

فَیُیَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ السَّعَادَۃِ وَاَمَّا اَھْلُ الشَّقَاوَۃِ فَیُیَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ الشَّقَاوَۃِ ثُمَّ

نیک بختوں کے عمل کرنے کی توفیق دی جائے گی اور بدبختوں کو بدبختوں کے عمل میسر ہوں گے پھر حضور نے یہ آیہ کریمہ

قَرَأَ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی۔ الآیۃ ع۵

تلاوت فرمائی لیکن وہ جس نے اللہ کی راہ میں دیا اور پرہیزگاری اختیار کیا اور سب سے اچھی بات کی تصدیق کی تو ہم اسے آسانی مہیا کریں گے اور وہ جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا رہا اور سب سے اچھی بات کو جھٹلایا ہم اسے بہت جلد دشواری مہیا کریں گے۔

## کشمیری صاحب پر تعقب

فیض الباری میں ہے کہ قبر پر بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جیسا کہ فتح میں ہے۔ اقول حافظ بناشد والی بات یہاں بھی ہے۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ فتح القدیر میں مکروہ تحریمی ہونے کی تصریح ہے، حالانکہ ایسا نہیں۔ فتح القدیر میں صرف مکروہ لکھا ہے۔ تحریمی یا تنزیہی کی تشریح نہیں۔ پھر یہ کہنا کیسے درست ہوگا کہ امام ابن ہمام کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ عند الاطلاق کراہت سے تحریم مراد ہوتی ہے اور امام ابن ہمام نے مطلقاً مکروہ فرمایا ہے تو اس سے کراہت تحریم متبادر ہے۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مطلق کراہت سے تنزیہ بھی مراد ہوتی ہے،

---

ع۵ باب موعظۃ المحدث عند القبر ص۱۸۲ ثانی تفسیر سورۃ اللیل، مسلم پانچ باب میں، الادب باب الرجل ینکت الشیء بیدہ فی الارض ص۹۱۸، القدر باب قولہ وکان امر اللہ قدرا مقدورا ص۹۷۷، مسلم قدر ابوداؤد السنۃ ترمذی قدر نسائی تفسیر ابن ماجہ السنۃ

**حدیث ۷۹۴**

عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ اَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاکِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَ

ابو قلابہ سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اصحاب شجرہ میں

کَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَۃِ حَدَّثَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

سے تھے ان سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ حَلَفَ عَلٰی مِلَّۃٍ غَیْرِ الْاِسْلَامِ فَھُوَ کَمَا قَالَ وَلَیْسَ عَلٰی ابْنِ آدَمَ نَذْرٌ فِیْمَا

جو اسلام کے علاوہ کسی دین پر ہونے کی جھوٹی قسم کھائے وہ ویسا ہی ہے جیسا کہا اور آدمی جس کا مالک نہیں اس میں نذر

لَا یَمْلِکُ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَہٗ بِشَیْءٍ فِی الدُّنْیَا عُذِّبَ بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَنْ لَعَنَ

نہیں، اور جو جس چیز سے اپنے کو قتل کرے گا اسی سے قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور مومن پر لعنت

مُؤْمِنًا فَھُوَ کَقَتْلِہٖ وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِکُفْرٍ فَھُوَ کَقَتْلِہٖ ۔ع

کرنا اس کے قتل کے مثل ہے اور کسی مومن کو کافر کہنا اس کے مار ڈالنے کے مثل ہے۔

**تشریحات ۷۹۳**

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ مسئلہ تقدیر حق ہے بندے دنیا میں آنے کے بعد جو اعتقاد رکھنے والے تھے، جو عمل کرنے والے تھے اللہ تعالیٰ اپنے علم قدیم ازلی سے اسے جانتا تھا۔ اسی کے مطابق لکھ دیا۔ اس کی پوری تفصیل حدیث جبرئیل جلد اول میں گزر چکی ہے۔ ناظرین اسے دیکھ لیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبر کے پاس وعظ و نصیحت دینی باتیں مستحسن ہیں۔ اور زیادہ مناسب یہ ہے کہ موت اور قبر و نشر و حشر امور آخرت کی باتیں کی جائیں۔

**لِلْیُسْرٰی**

اس آیت میں یُسریٰ سے جنت اور عُسریٰ سے دوزخ مراد ہے۔ جیسا کہ جلالین میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم مومن متقی کو ایسے اعمال کی توفیق دیں گے جو حصول جنت کے ذریعے ہیں۔ اور کافر بخیل بدکار کو ایسے اعمال بد کی جو جہنم میں لے جانے والے ہیں۔

**تشریحات ۷۹۴**

پہلی حدیث کتاب الادب کی روایت زیادہ مفصل اور جامع تھی۔ اس لئے ہم نے اسی کو یہاں لیا۔ یہاں کاذبا متعمداً زائد ہے۔ من حلف علی ملۃ غیر الاسلام کا مطلب یہ ہے کہ وہ یوں قسم کھائے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو یہودی ہوں یا نصرانی ہوں یا ہندو ہوں۔ اس حدیث کے ظاہر سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ اگر وہ واقعی جھوٹا ہے تو یہودی یا نصرانی ہو جائے گا۔ اور یہی بہت سے علماء کا مذہب ہے۔

صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اگر حالف یعنی قسم کھانے والے کا یہ اعتقاد ہو کہ اگر وہ جھوٹا ہے یا آئندہ اس قسم کے بعد قسم توڑے گا تو کافر ہو جائے گا۔ تو جھوٹی قسم کھانے یا آئندہ قسم توڑنے پر وہ کافر ہو جائے گا اور اگر اس کا اعتقاد یہ ہے کافر نہ ہوگا تو کافر نہیں [1]

---

ع ثانی ادب باب ما ینھی من السباب واللعن ص۹۰۳، باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل ص۹۰۰، الایمان والنذور باب من حلف بغیر ملۃ الاسلام ص۹۸۳، اول الجنائز باب ماجاء فی قاتل النفس ص۱۸۲، مسلم ایمان، ترمذی نذور، نسائی ایمان، ابن ماجۃ کفارات، مسند امام احمد رابع ص۳۵۰۔ [1] در مختار ثالث ورد المحتار ص۵۵۰۔

**حدیث ۷۹۵** عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَّذِیْ یَخْنُقُ نَفْسَہٗ یَخْنُقُھَا فِی النَّارِ وَالَّذِیْ یَطْعَنُھَا یَطْعَنُھَا

جو اپنا گلا گھونٹ کر مرے گا وہ جہنم میں بھی اپنا گلا گھونٹتا رہے گا اور جو اپنے کو نیزہ بھونک کر مرے گا وہ جہنم

فِی النَّارِ ۱؎

میں بھی اپنے آپ کو نیزہ بھونکتا رہے گا ــــ

**لیس علی ابن آدم** اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی یہ منت مانے کہ اگر میرا بیٹا پردیس سے آجائے تو زید کا گھر مسجد پر وقف ہے یہ منت لغو ہے، یعنی اس چیز کی منت مانی جو دوسرے کے ملک میں ہو تو لغو ہے۔ لیکن اگر یہ منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو ہزار روپے خیرات کروں گا، تو یہ منت صحیح ہے۔ اگرچہ اس وقت اس کی ملک میں ہزار روپے نہ ہوں۔ اس لئے کہ اس کا امکان ہے کہ وہ آئندہ ہزار روپے کا مالک ہو جائے۔

**من لعن مومنا** لعنت کے معنی اللہ کی رحمت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم ہونے کے ہیں۔ مومن کتنا ہی گنہگار ہو وہ کبھی نہ کبھی نجات پاکر جنت میں جائے گا۔ اس لئے کسی مومن پر لعنت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ کہا جارہا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم ہے یہ گویا اُسے قتل کرنا ہے۔ جیسے مقتول ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دنیوی زندگی سے محروم ہو جاتا ہے۔

**ومن قذف مومنا** کسی پر زنا کا الزام لگانا اس کی عزت و آبرو برباد کرنا ہے، اور جس کی عزت و آبرو برباد ہو جائے وہ بظاہر زندہ تو رہتا ہے مگر مُردے کے مثل اس کا کوئی وقار نہیں ہوتا۔ اس لئے کسی پر زنا جیسی بیحیائی کا الزام اس کے قتل کے مثل ہے۔

**تشریحات ۷۹۵** کتاب الطب میں یہ حدیث بطریق ذکوان مزید تفصیل کے ساتھ ہوں ہے۔ جو اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر مار ڈالے تو وہ جہنم کی آگ میں اپنے کو گراتا رہے گا ہمیشہ ہمیش، جو زہر چاٹ کر اپنے کو قتل کرے گا تو جہنم کی آگ میں اس کے ہاتھ میں وہ زہر رہے گا جسے ہمیشہ ہمیش چاٹتا رہے گا، اور جو شخص اپنے آپ کو لوہے سے ہلاک کرے گا تو یہ لوہا اس کے ہاتھ میں رہے گا جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیش اسے اپنے پیٹ میں بھونکتا رہے گا۔

اس کا حاصل یہ نکلا کہ خودکشی کرنے والا جس طرح اپنے کو ہلاک کرے گا اسی طرح جہنم میں وہ خود اپنے آپ کو سزا دیتا رہے گا۔ خودکشی حرام اور سخت حرام ہے۔ حتی کہ اس حدیث میں فرمایا کہ وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم میں رہے گا۔ اگرچہ بربنائے تحقیق یہ مدت کی درازی کو بتانے کے لئے فرمایا ہے۔ آدمی کسی وجہ سے گھبرا کر خودکشی کر لیتا ہے مگر جب موت کے پنجے میں جکڑ جاتا ہے تو ہزار جان سے آرزو کرتا ہے کہ کسی طرح بچ جاتا تو پھر یہ اقدام نہ کرتا۔ یہ دنیا کا سخت عذاب ہے۔ اور آخرت کا عذاب اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔

**مطابقت:** ان احادیث پر باب یہ ہے۔ قاتلِ نفس کے بارے میں جو آیا ہے۔ قاتل نفس شامل ہے اسے بھی جو اپنے آپ کو خود

---

۱؎ باب ماجاء فی قاتل النفس ص۱۸۲، ثانی الطب باب شرب السم ص۸۶۰۔

**حدیث ۷۹۶**

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ

حضرت ابن عباس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اُبَیِّ بْنِ سَلُوْلَ دُعِیَ لَہٗ

کہ انہوں نے فرمایا، جب عبداللہ بن اُبی بن سلول مرا تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیُصَلِّیَ عَلَیْہِ فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

علیہ وسلم کو بلایا گیا کہ اس کے جنازے کی نماز پڑھیں پس جب رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَثَبْتُ اِلَیْہِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتُصَلِّیْ عَلٰی ابْنِ اُبَیٍّ وَّ

علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو میں حضور کی طرف تیزی سے بڑھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ابن اُبی کی نماز جنازہ پڑھیں گے

قَدْ قَالَ یَوْمَ کَذَا وَکَذَا کَذَا وَکَذَا اُعَدِّدُ عَلَیْہِ قَوْلَہٗ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

حالانکہ اس نے فلاں فلاں دن ایسے ایسے کہا ہے اور میں اس کے قول کو گنانے لگا تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَخِّرْ عَنِّیْ یَا عُمَرُ فَلَمَّا اَکْثَرْتُ عَلَیْہِ قَالَ اِنِّیْ خُیِّرْتُ

وسلم مسکرائے اور فرمایا اے عمر رہنے دو جب میں نے بار بار عرض کیا تو فرمایا مجھے اختیار دیا

فَاخْتَرْتُ لَوْ اَعْلَمُ اَنِّیْ اِنْ زِدْتُ عَلَی السَّبْعِیْنَ یُغْفَرُ لَہٗ لَزِدْتُ عَلَیْھَا قَالَ

گیا تو میں نے ایک صورت اختیار کر لی اگر میں جانتا کہ اگر ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا تو اسے بخش دیا جائے گا تو میں زیادہ

قتل کرے یا کسی دوسرے کو قتل کرے۔ حدیث میں صرف پہلی قسم کا بیان ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ مِنْ کُلِّ الوجوہ مطابقت ضروری نہیں ایک جز سے مطابقت ہے یہی کافی ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ حدیث میں اپنے آپ کو قتل کرنے والے کا حکم صراحۃً مذکور ہے، اسی سے دوسرے کو قتل کرنے والے کا حکم بھی معلوم ہو گیا۔ اس لئے کہ خودکشی سے بڑھ کر دوسرے کو قتل کرنا ہے تو اس کا یہ حکم بدرجۂ اولیٰ ہوگا ——— اقول مگر یہاں ایک سوال یہ رہ جاتا ہے کہ کتاب الجنائز میں اس کے ذکر کی کیا حاجت، یہاں تو یہ مذکور ہونا چاہئے کہ اس کو غسل و کفن بطریق مسنون دیا جائے گا، نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟۔ اس حدیث سے ان امور کا دور سے بھی کسی طرح تعلق نہیں۔

**تشریحات ۷۹۶**

یہ حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی روایت سے گذر چکی ہے۔ اور اس پر مفصل کلام ہو چکا ہے، یہاں چند کلمات کی تشریح ضروری ہے

اِنِّیْ خُیِّرْتُ :۔ مطلب یہ ہے کہ منافقین کے بارے میں فرمایا گیا۔

اِسْتَغْفِرْ لَھُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۔ ۸۰ ۔

ان کے لئے بخشش چاہو یا نہ چاہو اگر تم ستر بار بھی ان کی بخشش چاہو گے تو اللہ عزوجل ہرگز نہیں بخشے گا اور یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا۔ اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

فَصَلّٰی عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ یَمْکُثْ اِلَّا یَسِیْرًا

کرنا اب رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی پھر واپس ہوئے تھوڑی دیر کے بعد سورۂ

حَتّٰی نَزَلَتِ الْاٰیَتَانِ مِنْ بَرَاءَۃٍ وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا اِلٰی قَوْلِہٖ

برأت کی دو آیتیں نازل ہوئیں ۔۔ ان میں سے کوئی مرجائے تو آپ ان کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھیں، اللہ عزوجل

وَھُمْ فَاسِقُوْنَ وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ اِنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَاتُوْا وَھُمْ

کے ارشاد وھم فاسقون تک اور نہ اس کی قبر پر تشریف رکھیں انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نافرمان ہونے کی

فَاسِقُوْنَ، قَالَ فَعَجِبْتُ بَعْدُ مِنْ جُرْاَتِیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حالت ہی میں مرے، حضرت عمر نے کہا اس کے بعد اس دن رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے حضور اپنی جرأت پر مجھے تعجب ہوا، اور

وَسَلَّمَ یَوْمَئِذٍ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ ؏ہ

اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔

اگرچہ اس آیت کا مفاد ممانعت ہے، مگر چونکہ صراحۃً ممانعت کا صیغہ نہیں، اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی شان رحمۃ للعالمینی کے مقتضیٰ کے مطابق انسانوں پر جو کمال رحمت وشفقت تھی اس کی بنا پر اس کی نماز جنازہ پڑھی ـــــ اس سے اسے تو کوئی فائدہ نہ ہوا مگر اس شان کریمی کے نتیجے میں اس کی قوم کے ہزار افراد مشرف باسلام ہوئے،

**حَتّٰی نَزَلَتِ الْاٰیَتَانِ** ان دو آیتوں سے ایک تو وہی مراد ہے جو متن میں مذکور ہے، یعنی لَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْھُمْ الآیۃ ـــــ دوسری کون سی آیت ہے معلوم نہ ہوسکی۔ علامہ عینی نے فرمایا، اس سے مراد اس کے پہلے والی آیہ کریمہ۔ اِسْتَغْفِرْ لَھُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ۔ مراد ہے۔

**اقول۔** مگر حدیث سے ظاہر ہے کہ یہ پہلے ہی نازل ہوچکی تھی۔ اسی سے تو حضور نے یہ استدلال فرمایا تھا کہ مجھے اختیار دیا گیا ہے ـــــ خود علامہ عینی نے بھی اِنِّیْ خُیِّرْتُ کے تحت اس آیت کو ذکر فرمایا ہے ـــــ پھر یہ کہنا کیسے درست ہے؟ ـــــ کہ دوسری آیت یہ ہے ـــــ اب یا تو آیتان سے اس آیت کے دونوں مضمون کو مراد لیا جائے۔ ایک نماز جنازہ نہ پڑھنا، دوسرے قبر پر کھڑا نہ ہونا ـــــ یا یہ کہا جائے۔ جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا ـــــ کہ پہلی آیت کے اخیر کا حصہ یعنی ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ آخر آیت تک پہلے نہیں نازل ہوا تھا، بعد میں نازل ہوا۔ اور الآیتان سے یہ، اور لَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ۔ مراد ہے۔ واللہ تعالے اعلم

**فَعَجِبْتُ** یہ خوشی کا اظہار ہے اس لئے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور جرأت بظاہر اچھی بات نہیں۔ مگر اللہ عزوجل نے میری تائید فرمادی۔ ترمذی میں اتنا زائد ہے کہ پھر اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ وسلم نے کسی منافق کی نہ نماز جنازہ پڑھائی، اور نہ کسی منافق کی قبر پر کھڑے ہوئے۔

---

ہ ما یکرہ من الصلوٰۃ علی المنافقین ص۱۸۲، ثانی تفسیر سورۃ البرأۃ ص۷۴۲، ترمذی تفسیر، نسائی، مسند امام احمد جلد اول ص۱۶

**حدیث ۷۹۷** سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے تھے کہ لوگ ایک جنازے کو لیکر گزر رہے تھے

فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ

تو لوگوں نے اس کی اچھائی بیان کی تو نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہوگئی پھر

مَرُّوْا بِاُخْرٰى فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دوسرا جنازہ لیکر گذرے تو لوگوں نے اس کی برائی بیان کی تو نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا واجب

وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَا وَجَبَتْ قَالَ هٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا

ہوگئی اس پر عمر بن خطاب نے فرمایا کیا واجب ہوگئی فرمایا ایک کی اچھائی بیان کی تو اس کے لئے

فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَهٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ

جنت واجب ہوگئی، اور ایک کی تم نے برائی بیان کیا تو اس کے لئے دوزخ واجب ہوگئی تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو

**حدیث ۷۹۸** عَنْ اَبِي الْاَسْوَدِ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ فَجَلَسْتُ

ابوالاسود نے کہا میں مدینہ آیا اور وہاں بیماری پھیلی ہوئی تھی میں

اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ فَاُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ

حضرت عمر بن خطاب کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک جنازہ لیکر لوگ گزرے تو اس کی تعریف کی گئی تو عمر نے فرمایا

عُمَرُ وَجَبَتْ ثُمَّ مُرَّ بِاُخْرٰى فَاُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ وَجَبَتْ ثُمَّ مُرَّ

واجب ہوگئی تو دوسرا گزرا تو لوگوں نے اس کی تعریف کی تو فرمایا واجب ہوگئی پھر تیسرا گزرا

بِالثَّالِثَةِ فَاُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ اَبُو الْاَسْوَدِ فَقُلْتُ وَ

تو اس کی برائی کی گئی، تو فرمایا واجب ہوگئی میں نے پوچھا

مَا وَجَبَتْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کیا چیز واجب ہوگئی اے امیر المومنین فرمایا میں نے وہی کہا ہے جو نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا

**کافر کی نماز جنازہ** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کافر کی نماز جنازہ پڑھنا یا اس کے لئے دعاء مغفرت کرنی جائز نہیں۔ بلکہ بر بنائے مذہب مختار کفر ہے۔ ردالمحتار میں ہے۔ وقد علمت ان الصحیح خلافہ فالدعاء بہ کفر لعدم جوازہ عقلا ولا شرعا ولتکذیبہ النصوص القطعیۃ [1]

**تشریحات ۷۹۸ تا ۷۹۷** ترمذی کی روایت میں اختصار ہے۔ ابتدا میں بجائے چار کے تین ہے۔ بخاری کتاب الشہادات میں شروع میں یہ ہے کہ میں مدینہ آیا۔ اور وہاں بیماری پھیلی ہوئی تھی وہاں کے باشندے بہت تیزی سے مر رہے تھے۔

فَاُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا خَيْرًا۔ اکثر اصول میں خیرا، شرا۔ نصب کے ساتھ ہے۔ اور روئے قواعد یہ درست نہیں۔ اس لئے کہ

---

[1] باب ثناء الناس علی المیت ص۱۸۲، الشہادات باب تعدیل کم یجوز ص۳۶۰، ترمذی الجنائز، نسائی الجنائز حلد اول ص۲۵۱

أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ فَقُلْنَا وَثَلٰثَةٌ قَالَ وَثَلٰثَةٌ

جس مسلم کی بھلائی کی چار آدمی گواہی دیں اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا تو ہم نے عرض کیا اور تین تو فرمایا اور تین

فَقُلْنَا وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ۔

پھر ہم نے عرض کیا اور دو تو فرمایا اور دو اس کے بعد ہم نے ایک کے بارے میں نہیں پوچھا۔

**حدیث ۷۹۹** عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أُقْعِدَ الْمُؤْمِنُ فِي قَبْرِهِ أُتِيَ ثُمَّ شَهِدَ أَنْ لَّا

علیہ وسلم نے فرمایا جب مومن اپنی قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتے بھیجے جاتے ہیں اس کے

إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا

بعد وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں یہی اللہ عزوجل کا قول ہے کہ اللہ ایمان والوں کو قول

بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَزَادَ شُعْبَةُ نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ۔ علہ

ثابت پر ثابت رکھتا ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی، شعبہ نے یہ زیادہ کیا ہے یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی۔

یہ أُتِيَ کا مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔ شراح کو اس توجیہ میں بہت عرق ریزی کرنی پڑی۔ ابن بطال نے کہا کہ جار مجرور کو مفعول اول کا اور خبر اً کو مفعول ثانی کا قائم مقام کر دیا گیا ہے۔ امام نووی نے فرمایا کہ یہ منصوب بنزع خافض ہے اصل یہ تھا: بخیر۔

**أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ** اللہ عزوجل کا اس امت پر یہ کرم خاص ہے کہ اپنے بندوں کے منہ سے نکلی ہوئی بات کو قبول فرمالیتا ہے حتیٰ کہ ایک حدیث میں ہے۔ جسے امام ابویعلیٰ موصلی نے روایت کیا ہے کہ اگر مسلمان کسی مرنے والے کے بارے میں ایسی ثنا کریں جو اس میں نہ ہو تو بھی مغفرت فرما دیتا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ کبھی بندے کو عوام کی جانب سے تعریف، پردہ پوشی اور محبت ملتی ہے تو محافظ فرشتے یہ کہتے ہیں۔ اے رب تو بھی جانتا ہے اور ہم بھی اس کے خلاف جانتے ہیں جو لوگ کہتے ہیں۔ تو فرمائے گا گواہ ہو جاؤ کہ یہ لوگ جو نہیں جانتے اسے میں نے بخش دیا اور ان کی شہادت قبول کر لی۔ ۱

**تشریحات ۷۹۹** **عذاب قبر** عذاب قبر حق ہے۔ اس پر اہلسنت کا اجماع ہے۔ البتہ روافض اور معتزلہ اس کے منکر ہیں۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ عذاب قبر خبر آحاد سے تو ثابت ہے مگر قرآن مجید سے ثابت نہیں۔ اسلئے امام بخاری نے پہلے قرآن مجید کی تین ایسی آیتیں ذکر فرمائیں جن سے عذاب قبر ثابت ہے پھر احادیث لائے پہلی آیت سورۂ انعام کی ہے۔ ارشاد ہے۔

وَلَوْ تَرٰى إِذِ الظّٰلِمُونَ فِي غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ - ۹۳۔

اور کاش تم ظالموں کو اس وقت دیکھو جب وہ موت کی سختی میں ہوں اور فرشتے ان کی طرف ہاتھوں کو بڑھائے ہوئے ہوں (اور کہتے ہوں) نکالو اپنی جانوں کو آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔

---

علہ باب ماجاء فی عذاب القبر ح ۱۳۷۲، ثانی۔ تفسیر سورۂ ابراہیم باب قولہ یثبت اللہ الذین آمنوا ح ۴۶۹۹، مسلم صفۃ النار، ابوداؤد ثانی سنۃ، ترمذی ثانی تفسیر، نسائی اول جنائز، ابن ماجہ زہد۔ ۱ عمدۃ القاری ثامن ص ۱۹۷۔

**استدلال** آیت کے اس جز سے ہے۔ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ۔ آج تم لوگوں کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔ آج سے معلوم ہوا کہ موت کے بعد ہی سے عذاب شروع ہو جاتا ہے۔ اور عذاب قبر سے مراد یہی ہے کہ موت کے بعد اور قیامت سے پہلے عالم برزخ میں عذاب ہوتا ہے۔ اس لئے جو لوگ مدفون نہ ہوں جلا دیے جائیں، درندے کھالیں ان پر بھی عذاب ہوتا ہے اگرچہ ہم محسوس نہ کریں۔

دوسری آیت سورہ توبہ کی یہ ہے۔ فرمایا۔

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ۔ آیت (۱۰۱)

بہت جلد ہم انھیں دو مرتبہ عذاب دیں گے اس کے بعد وہ بڑے عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے۔

یعنی ہے کہ عذاب عظیم سے جہنم مراد ہے۔ اس کے پہلے دو مرتبہ عذاب سے مراد ایک مرتبہ دنیا میں ذلیل اور رسوا کرنا ہے اور دوبارہ عذاب قبر ہے۔

طبرانی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعے کے دن خطبہ دیا اور فرمایا اے فلاں نکل جا تو منافق ہے، اے فلاں نکل جا تو منافق ہے۔ اس طرح تمام منافقین کو مسجد سے نکال دیا۔ اور انھیں ذلیل کیا۔ ادھر سے منافقین مسجد سے نکل رہے تھے ادھر سے حضرت عمر آرہے تھے انھیں دیکھا تو سمجھے کہ نماز ہو چکی ہے۔ یہ نماز سے فارغ ہو کر نکل رہے ہیں نماز قضا ہونے کے احساس پر حیا آئی اور چھپ گئے اور منافقین نے حضرت عمر کو دیکھا تو مارے شرم کے چھپ گئے۔ پھر حضرت عمر مسجد میں آئے تو دیکھا کہ ابھی نماز نہیں ہوئی ہے ایک صاحب نے حضرت عمر سے کہا آپ کو بشارت ہو اللہ نے منافقین کو رسوا کیا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ مسجد سے ذلیل کر کے نکالا جانا پہلا عذاب تھا۔ اور دوسرا عذاب قبر ہے۔ یہی حضرت امام سفیان ثوری اور حضرت امام سدی نے بھی فرمایا ہے۔

تیسری آیت سورہ مومن کی ہے۔ ارشاد ہے:

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ النَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (۴۵ - ۴۶)

اور فرعون کے متبعین کو برے عذاب آگ نے گھیر لیا جس سے صبح و شام جلائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت ہوگی حکم ہوگا کہ فرعون کے تابعداروں کو سخت ترین عذاب میں ڈھکیل دو۔

اس آیت میں واضح طور پر عذاب قبر کا بیان ہے۔ اس طرح کہ اشد العذاب سے جہنم کا عذاب مراد ہے جو قیامت کے دن ہوگا۔ اس کے پہلے جو عذاب ہے وہ عذاب قبر ہے۔ ہم نے يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا کا ترجمہ یہ کیا جس سے جلائے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ علامہ بدرالدین عینی نے فرمایا:۔

وعرضهم عليها احراقهم بها يقال عرض الاساري على السيف اذا قتلتهم به

آگ پر پیش کرنے کا معنی آگ سے جلانا ہے کہا جاتا ہے عرض الاساری علی السیف جب تو انھیں تلوار سے قتل کرے

۸۰۰ حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَخْبَرَہٗ قَالَ

**حدیث** نافع نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انھیں خبر دی کہ

اِطَّلَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَھْلِ الْقَلِیْبِ فَقَالَ وَجَدْتُّمْ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل قلیب پر جھانکے اور فرمایا تم نے

مَا وَعَدَکُمْ رَبُّکُمْ حَقًّا فَقِیْلَ لَہٗ تَدْعُوْا اَمْوَاتًا قَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْھُمْ

تمھارے پروردگار نے جو وعدہ فرمایا تھا کیا تم نے اس کو برحق پایا تو حضور سے عرض

**یُثَبِّتُ اللّٰہُ** اس آیہ کریمہ میں قول ثابت سے مراد شہادتین کی تصدیق ہے اور اس کا اقرار ہے کہ اللہ عزوجل دنیا میں بھی مومنوں کو اس پر قائم رکھتا ہے اور آخرت یعنی قبر میں بھی۔ اس آیت میں آخرت سے قبر مراد ہے اس لئے کہ آخرت کی منزلوں میں سے قبر پہلی منزل ہے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ کافر کا کفر پر ثبات قبر ہی تک محدود ہے۔ قیامت کے دن تو سبھی توحید و رسالت کی حقانیت تسلیم کریں گے۔

**نَزَلَتْ فِیْ عَذَابِ الْقَبْرِ** اس آیت کا عذاب قبر سے تعلق یہ ہے کہ اخیر میں ہے **وَیُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیْنَ**۔ اور ظالموں کو اللہ گمراہ کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ نکیرین کے سوالات کے جوابات نہیں دے پائیں گے اور عذاب قبر میں مبتلا ہوں گے یعنی اس آیت میں عذاب قبر کا سبب مذکور ہے۔ سبب سے مسبب کا تعلق سب کو معلوم ہے۔

**۸۰۱،۸۰۰** امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کے متنوں کو کتاب المغازی میں ایک ہی سند کے ساتھ اکٹھے ایک متن

**تشریحات** میں جمع فرمادیا ہے۔

**قلیب** بغیر من کا کنواں۔ پرانا کنواں۔ مغازی میں حضرت ابوطلحہ کی حدیث میں یہ ہے۔ **فی طی من اطواء بدر خبیث مخبث** بدر کے کنوئیں میں سے ایک گندے گھنونے کنوئیں میں۔ طی۔ اس کنوئیں کو کہتے ہیں جس کا من بندھا ہو تطبیق یہ ہے کہ وہ پہلے من والا تھا پھر ڈھ گیا تھا۔ ستر مقتولین میں سے چوبیس کو جو رؤسا قریش تھے اس ایک کنوئیں میں پھنکوایا تھا اور بقیہ کو دوسری جگہوں میں پھنکوایا امام واقدی نے فرمایا۔ یہ قلیب جس نے کھدوایا تھا اس کا نام۔ نار۔ تھا۔ [۱]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قلیب کی کنگھر پر کھڑے ہوئے اور ان میں سے عتبہ۔ شیبہ بن ربیعہ امیہ بن خلف اور ابوجہل کا نام لے کر پکارا اور وہ فرمایا [۲] امیہ بن خلف اگرچہ قلیب میں نہیں تھا مگر اس کو بھی آواز دی ہوسکتا ہے قریب ہی دبا گیا ہو۔

**فقیل لہ** یہ عرض کرنے والے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جیسا کہ بخاری ہی میں مغازی کی اس حدیث میں ہے جو حضرت ابوطلحہ سے اور مسلم اور نسائی کی اس حدیث میں جو خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

---

[۱] زرقانی علی المواہب اول ص ۴۳۱ [۲] مسلم۔ ثانی۔ الجنۃ باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار ص ۴۸۷۔ نسائی۔ اول۔ الجنائز۔ باب ارواح المومنین ص ۲۹۳۔

وَلٰكِنْ لَّا يُجِيْبُوْنَ ؏ه

کیا گیا حضور مردوں کو بلاتے ہیں فرمایا تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں مگر وہ جواب نہیں دیتے۔

۸۰۱ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ

اِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُمْ لَيَعْلَمُوْنَ الْاٰنَ اَنَّ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے یہ لوگ اسوقت یہ ضرور جان لیں گے کہ جو میں فرماتا تھا

مَا كُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ حَقٌّ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى ؏ه

وہ حق ہے اور اللہ عزوجل نے فرمایا تم مردوں کو سنا نہیں سکتے۔

**فائدہ جلیلہ** مسند[۱] امام احمد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا تھا، یارسول اللہ! حضور انھیں تین دن کے بعد پکارتے ہیں۔ کیا یہ سنتے ہیں۔ حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ تمھارے سنائے مردے نہیں سنتے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ علامہ زرقانی نے یہ روایت مسلم[۲] کی بتائی ہے۔

آیت کریمہ انك لا تسمع الموتی۔ سے سماع موتی کی نفی پر دلیل لانے والوں کی شورش کو یہ حدیث جڑ سے کاٹ دیتی ہے غور کریں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظاہر الفاظ پر نظر کرتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے تلاوت فرمائی اسکے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے یہ اس پر نص ہے کہ اس آیت کا سماع موتی سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ تفصیل کے ساتھ بحث آرہی ہے کہ موتی سے مراد کفار ہیں۔ یا لا تسمع سے مراد خلق سماع ہے۔

**تعارض اور تطبیق** حضرت ابن عمر اور حضرت ام المومنین کی حدیثوں میں بظاہر تعارض ہے۔ اس واقعے کے وقت ان دونوں میں کوئی موجود نہ تھا اس لئے علامہ سہیلی کا یہ کہنا کہ چونکہ حضرت ام المومنین موقع پر موجود نہیں تھیں اس لئے حضرت ابن عمر کی روایت کو ترجیح ہے جو واقعے کے وقت موجود تھے صحیح نہیں کیونکہ حضرت ام المومنین نے کسی صحابی ہی سے سنا ہوگا۔ صحابی کی حدیث مرسل بالاتفاق مقبول ہے۔ ہوسکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں جملے ارشاد فرمائے جس نے حضرت ابن عمر کو بتایا اس نے اخیر کا چھوڑ دیا۔ جس نے ام المومنین کو سنایا اس نے اول چھوڑ دیا۔ اور بنظر دقیق ان دونوں روایتوں میں تعارض نہیں۔ علم سماع کے منافی نہیں۔ بلکہ ثبوت علم کو ثبوت حیات لازم اور حیات کو سماع لازم۔ اس واسطے سے علم کو سماع اور سماع کو علم لازم جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت دوسرے اور صحابہ سے بھی مروی ہے مثلاً حضرت عمر حضرت ابو طلحہ

---

ع۵ باب ماجاء فی عذاب القبر ص ۱۸۳۔ ثانی۔ المغازی۔ باب قتل ابی جھل ص ۵۶۷۔ مسند احمد ثانی۔ نسائی جنائز۔ مسند امام احمد ثانی ص ۳۱۔ ع۵ باب ماجاء فی عذاب القبر ص ۱۸۳۔ ثانی۔ المغازی باب قتل ابی جھل ص ۵۶۷

[۱] جلد ثالث ص ۲۸۷ [۲] اول ص ۳۳۳

حضرت انس، حضرت ابن مسعود، حضرت عبداللہ بن سیلان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

109

**سماع موتی** اس حدیث سے سماع موتی کا ثبوت صراحۃً ہو رہا ہے اور یہی اہلسنت کا مذہب ہے البتہ معتزلہ اور اس زمانے میں معتزلہ کے مقلد غیر مقلد اس کا انکار کرتے ہیں۔ ان کا مستدل حضرت ام المومنین کا ارشاد مذکور ہے۔ لیکن ام المومنین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو ارشاد نقل فرمایا ہے وہ خود مردوں کے لئے حیات برزخی پر نص ہے۔ اس لئے کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے اِنَّھُمْ لیعلمون الآن اَنّ ما کنت اقول لھم حق "اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ وہ اس وقت جانتے ہیں کہ میں جو کہتا تھا وہ ضرور حق ہے۔ اور علم حیات ہی کی فرع ہے اس لئے اگر یہ مان لیا جائے کہ وہ کسی قسم کی حیات نہیں رکھتے تھے تو جانتے کیسے تھے۔ اور حیات ہی پر سماع بھی متفرع۔ جب حیات ہے تو سننا لازم۔ علاوہ ازیں حدیث گزر چکی کہ مردے دفن سے فارغ ہو کر واپس ہونے والوں کے جوتوں کی چاپ سنتے ہیں۔ نکیرین آکر جو سوالات کرتے ہیں انھیں سنتے ہیں۔ اس کے بعد جو کچھ کہتے ہیں وہ سنتے ہیں۔ اگر سماع موتی کا انکار کیا جائے تو لازم کہ نکیرین کے سوالات لغو ہیں۔

**آیت کریمہ کا جواب** آیت کریمہ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی کا جواب تمام شراح حدیث نے یہ دیا ہے کہ موتی سے مراد کفار ہیں۔ اس پر اس آیت کا سیاق برہان قاطع ہے۔ یہ آیت قرآن مجید میں دو جگہ ہے۔ سورہ نمل اور سورہ روم میں۔ سورہ نمل میں فا ہے۔ ارشاد ہے۔

اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ بِھٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِھِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَھُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (۸۰ - ۸۱) سورہ نمل

بے شک تمہارا پیغام تمہارے سنائے نہ مردے سنتے ہیں اور نہ بہرے جب وہ منہ موڑ کر بھاگ لیں۔ اور نہ اندھوں کو منزل تک پہنچا سکتے ہو۔ تمہارے سنائے وہی سنتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور بات مانتے ہیں۔

یہاں من یومن بایتنا سے تقابل متعین کر رہا ہے کہ اس کے قبل مذکور۔ موتی۔ مردے، صُم۔ بہرے۔ عُمی اندھے۔ سے مراد کفار ہیں۔ اسی طرح دوسری آیت میں۔ ان تسمع۔ سے مراد سماع قبول ہے۔ یعنی کسی بات کو سنکر مان لینا۔ مطلب یہ ہوا کہ تمہارا پیغام سنکر قبول صرف وہی لوگ کرتے ہیں جن کے لئے ایمان مقدر ہے۔ اور جنہیں حق بات ماننے کا جذبہ ہے تو اس کا مقابل۔ لا تسمع۔ سے مراد قبول نہ کرنا ہی متعین ہے نہ کہ حاسہ یعنی کان سے بطریق معہود سننا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ اس آیت کا سماع موتی سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

روح البیان میں ہے:۔

ھذہ الایۃ واردۃ فی حق الکفار و قطع الطمع للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ھدایتھم فان کونھم کالموتی موجب لقطع الطمع وانما

یہ آیت کافروں کے بارے میں ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس خواہش کو دور کرنے کیلئے کہ وہ ایمان اور ہدایت قبول کرلیں اس لئے کہ کافروں کا

109

شبههم بالموتى لعدم انتفاعهم بما تتلى عليهم من الايات والمراد المطبوعون على قلوبهم فلا يخرج ما فيها من الكفر ولا يدخل ما لم يكن فيها من الايمان۔

مردوں کے مثل ہونا اس خواہش کو ختم ہونے کا موجب ہے ان کو مردوں سے اس لئے تشبیہ دی کہ یہ ان آیتوں سے جو ان پر تلاوت کی جارہی ہے نفع نہیں حاصل کرتے۔ مراد یہ ہے کہ ان کے دلوں پر مہر کردی گئی ہے تو اندر کا کفر نہ باہر نکل سکتا ہے نہ ایمان اندر جاسکتا ہے۔

اس مضمون کی سورہ فاطر میں بھی ایک آیت ہے۔ فرمایا:-

اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ (۲۲)

بیشک اللہ جسے چاہے سُنائے اور تمہارے سُنائے وہ نہیں سُنتے جو قبروں میں ہیں۔

اس آیت میں بھی، من فی القبور سے مراد کفار ہیں اور عدم اسماع سے مراد منوالینا ہے۔ یہاں بھی اس کے اوپر کی آیات قرینہ ہیں۔ ارشاد ہے:

اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۔ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۔ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۔ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ۔

(آیت ۱۸ تا ۲۳)

اے محبوب تمہارا ڈرانا انھیں کو نفع بخش ہے جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور جو پاک و صاف ہوا وہ اپنے ہی بھلے کے لئے ہوا۔ اور سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ اندھا اور بینا، تاریکی اور روشنی سایہ اور تیز دھوپ برابر نہیں۔ زندے اور مردے برابر نہیں۔ اللہ جسے چاہے سنائے۔ اور تم انھیں نہیں سنا سکتے ہو جو قبر میں ہیں۔ اور تم اللہ کے عذاب سے ڈرانے والے ہو۔

ہر ذی فہم خود فیصلہ کرلے کہ کیا ابتدائی آیت اور اخیر کی آیت کے ہوتے ہوئے اس کی کوئی گنجائش ہے کہ من فی القبور سے قبر میں مدفون مردے مراد ہوں؟ اور یہ کہ اگر من فی القبور سے مردے مراد ہوں تو یہ کلام کتنا بے تکا ہوگا۔ اول میں ایمان سے بہرہ ور ہونے والے سعادت مندوں اور اس سے محروم ہونے والے بدنصیبوں کا ذکر ہے اور اخیر میں ان انت الا نذیر فرما کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ وہ ایمان قبول نہیں کرتے تو تم رنجیدہ خاطر کیوں ہو تم نے اپنا کام کردیا، تمہارا منصب ارشاد و تبلیغ ہے وہ تم نے پورا کردیا۔ دل میں ایمان پیدا کرنا یہ میرا کام ہے۔ تم دل پر غبار نہ لاؤ۔ یہ بیچ میں سماع موتی اور عدم سماع موتی کا کیا جھگڑا ہے اب یہ کہنا کہ من فی القبور سے مردے مراد ہیں۔ حقیقت میں قرآن مجید میں دھبہ لگانا ہے، اسی لئے جلالین[1] میں فرمایا۔

وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اَلْمُؤْمِنُوْنَ مردے اور زندے برابر نہیں یعنی مومنین اور کفار

[1] پارہ بائیس ۳۶۶

والکفار وما انت بمسمع من فی القبور ای الکفار شبھھم بالموتی فلا یجیبون۔

اور تمھارے سنائے وہ نہیں سنیں گے جو قبروں میں ہیں یعنی کفار، انھیں مردوں کے مشابہ بنایا۔ اس لئے وہ قبول نہیں کریں گے۔

اور اگر بالفرض کسی صاحب کو ضد ہو کہ ان آیات میں۔ موتی۔ اور من فی القبور۔ اپنے حقیقی معنی میں ہے اور مراد قبر میں پڑے ہوئے مردے ہیں تو یہ آیۂ کریمہ

فَلَمْ تَقْتُلُوْھُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ قَتَلَھُمْ

اے مسلمانوں تم نے انھیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے قتل کیا

اور آیہ کریمہ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی۔ اور جب تم نے (خاک) پھینکی تھی تو تم نے نہیں پھینکی تھی ہاں اللہ نے پھینکی تھی۔ کے قبیل سے ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ جو مردہ اجسام تمھارا کلام سن رہے ہیں یہ تم نے انھیں نہیں سنایا بلکہ اللہ نے سنایا۔ اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ۔ یہ اسی کی قدرت سے ہوا کہ ان خالی بدنوں میں روح نے عود کیا جس کے آتے ہی گئے ہوئے ہوش و حواس درست ہو گئے اور وہ سننے لگے۔

## حضرت اُم المومنین کا مذہب

بعد موت میت کو ادراک ہوتا ہے یا نہیں۔ اس سلسلے میں حضرت ام المومنین کا مذہب اسی حدیث سے ثابت کہ وہ ادراک اور علم کی قائل ہیں۔ صاف صاف۔ ہے کہ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے بیشک یہ اسوقت ضرور جانتے ہیں کہ جو میں کہتا تھا حق ہے وہ بھی ایسا عظیم ادراک کہ ان کافروں نے دنیا میں جو کچھ سنا تھا وہ اب بھی ان کو یاد ہے۔ علاوہ ازیں مشکوۃ میں بحوالہ امام احمد و حاکم مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔ اس مکان عرش آستان میں جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دفن ہیں۔ میں بے لحاظ ستر و حجاب خصوصی چلی جاتی اور جی میں کہتی یہاں کون ہیں۔ میرے شوہر یا میرے باپ۔ جب سے عمر دفن ہوئے خدا کی قسم میں پورا بدن چھپائے نہ گئی۔ عمر سے حیا کی وجہ سے۔

اب اگر یہ مان لیا جائے کہ میت کو کچھ نظر نہیں آتا تو اس حیاء کے کیا معنی۔ اور جب نظر آنا ثابت تو سننا بدرجہ اولیٰ ثابت، اس لئے کہ جب حضرت ام المومنین دفن کے بعد دیکھنے کی قائل ہیں اور اسے لازم کہ ادراک مانتی ہیں اور وہ ایسا ادراک جو قبر کے باہر امور دنیویہ کا ہے تو سننے سے انکار کی کوئی گنجائش نہ رہی اس لئے کہ اگر درمیان میں کوئی دبیز چیز حائل ہو تو دیکھنا ناممکن مگر سننا ثابت۔ امام محمد نے کتاب الآثار میں یہ حدیث روایت فرمائی کہ حضرت ام المومنین نے ملاحظہ فرمایا کہ نہلاتے وقت ایک عورت کے سر میں عورتیں زور زور سے کنگھی کر رہی ہیں تو فرمایا کیوں اپنی میت کے پیشانی کے بال کھینچتی ہو۔ یہ فرمانا اسی بنا پر تھا کہ اس سے میت کو تکلیف ہوتی ہے اور تکلیف کا احساس بھی ادراک و علم ہے۔ یہ بات کس کے عقل میں آئے گی کہ خود ام المومنین دیکھنا مانیں لمس مانیں اور سماع کا انکار کریں۔ اسی لئے مجدد اعظم علیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے حیات الموات میں فرمایا کہ ام المومنین کی مراد یہ ہے کہ یہ اجسام نہیں سنتے۔ اس لئے کہ حقیقت میں مردہ جسم ہی ہیں قبروں میں جسم ہی ہیں۔ رہ گئی روح وہ زندہ ہے اور وہ قبر میں مدفون

۸۰۲ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ

**حدیث** حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ

مدینہ سے باہر تشریف لے گئے اور سورج ڈوب چکا تھا تو ایک آواز سنی اس پر فرمایا

فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ یَھُوْدُ تُعَذَّبُ فِیْ قُبُوْرِھَا ۔

یہودیوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

۸۰۳ حَدَّثَتْنِیْ بِنْتُ خَالِدِ بْنِ سَعِیْدِ بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

**حدیث** حضرت خالد بن سعید بن عاص کی صاحبزادی نے حدیث بیان کی کہ انھوں نے

نہیں۔ وہ سنتی ہے دیکھتی ہے۔ راحت و تکلیف محسوس کرتی ہے علم و ادراک رکھتی ہے۔ جو اس موضوع پر کما حقہ اطلاع چاہتا ہوں وہ رسالہ مبارکہ ضرور مطالعہ کرے۔ جو علیحدہ بھی چھپا ہے اور فتاوی رضویہ جلد چہارم میں بھی چھپا ہے۔

**تشریحات** ۸۰۲ یَھُوْدُ اصل میں یہودیین تھا۔ یا کو تخفیفاً حذف کر دیا۔ جیسے زنجیین اور زنج۔ افرنجیین اور افرنج اسی لحاظ سے اس پر الف لام کا لانا درست ہے ورنہ اصل میں یہ معرفہ مؤنث ہے، علم للقبیلۃ جیسا کہ جوہری نے کہا۔ طبرانی میں یہ حدیث یوں ہے حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ سورج ڈوبنے کے بعد میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا اور میرے ساتھ پانی کا کوزہ تھا۔ حضور نے قضاء حاجت فرمائی اور وضو بنایا پھر فرمایا جو میں سنتا ہوں وہ تم سن رہے ہو؟ میں نے عرض کیا اللہ و رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا میں ان یہودیوں کی آوازیں سن رہا ہوں جنھیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

**تشریحات** ۸۰۳ کتاب الدعوات میں یہ زائد ہے راوی حدیث موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ میں نے ام خالد سے سنا۔ ان کے علاوہ اور کسی سے یہ نہیں سنا کہ اس نے (یہ) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہو۔ ام خالد نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہوئے سنا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی راوی۔ بنت خالد۔ کی کنیت ام خالد ہے یہ صحابیہ ہیں، یہ حبشہ میں پیدا ہوئیں۔ ان سے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کر لیا تھا جن سے خالد اور عمر پیدا ہوئے۔ ان کے والد حضرت خالد بن سعید بن العاص بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقین اولین میں سے ہیں بعض روایات کے مطابق ان کا نمبر پانچواں ہے۔ ان کے اسلام لانے کا سبب ایک خواب ہوا۔ انھوں نے دیکھا کہ وہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہیں جس کے نیچے آگ ہے۔ ان کے باپ سعید بن عاص نے چاہا کہ انھیں اس میں پھینک دے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی کمر پکڑ لی۔ صبح کو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور کہا۔ میں (محمد صلی اللہ تعالیٰ

عہ باب التعوذ من عذاب القبر ص ۱۸۴۔ مسلم فی صفۃ اھل النار۔ نسائی الجنائز۔

عَنْهُمَا اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَعَوَّذُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہوئے سنا۔

مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ عه

۸۰۴ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

**حدیث** حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ

تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں

عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ

قبر کے عذاب سے جہنم کے عذاب سے زندگی اور موت کے فتنے سے

فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ عه

اور مسیح دجال کے فتنے سے۔

علیہ وسلم) کی پیروی کروں گا۔ وہ بلاشبہہ اللہ کے رسول ہیں۔ ان کے باپ کو جب یہ خبر ملی تو اس نے ان کو کھانا دینا بند کر دیا۔ اور بھائیوں کو حکم دے دیا کہ ان سے بات نہ کریں۔ یہ اپنی اہلیہ بنت خالد بن اسعد خزاعیہ کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ پھر غزوۂ خیبر کے موقع پر حضرت جعفر بن ابی طالب وغیرہ کے ساتھ مدینہ طیبہ واپس آئے انکے مشاہد میں پہلا عمرۃ القضاء ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں اجنادین یا مرج الصفر میں شہید ہوئے۔ ان کی صاحبزادی ام خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ سب سے پہلے تسمیہ میرے والد نے لکھا۔ یہ ساری تفصیلات اصابہ جلد اول سے لی گئی ہیں۔ یہ بنی امیہ میں سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ ان کے دو بھائی ابان، عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی دولت اسلام سے مالا مال ہوئے۔

**عذاب قبر سے پناہ** حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جماعت امت معصوم ہیں دنیا اور آخرت کے ہر عذاب سے مامون بلکہ دوسروں کو بچانے والے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عذاب قبر سے پناہ مانگنا امت کی تعلیم و ترغیب کے لئے تھا۔

**تشریح** ۸۰۴ یہی حدیث تھوڑے سے تغیر کے ساتھ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی مروی ہے جو گذر چکی وہیں مفصل کلام ہو چکا ہے۔

عه باب التعوذ من عذاب القبر ص ۱۵۴۔ ثانی۔ الدعوات۔ باب التعوذ من عذاب القبر ص ۵۴۲۔ نسائی الجنائز جلد ثالث ص ۲۸۰۔ عه باب ماجاء فی عذاب القبر ص ۱۸۴۔ مسلم۔ الصلوٰۃ

۸۰۵ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

**حدیث** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا مَاتَ عُرِضَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب کوئی مرجاتا ہے تو اس پر اسکا

عَلَیْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ اِنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ اَهْلِ

ٹھکانا صبح وشام پیش کیا جاتا ہے اگر جنتی ہے تو جنتیوں میں سے اور اگر جہنمی ہے

الْجَنَّةِ وَاِنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَمِنْ اَهْلِ النَّارِ فَیُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُکَ

تو جہنمیوں میں سے اور اس سے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے

حَتّٰی یَبْعَثَکَ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ؏ه

یہ اس وقت تک ہوتا رہے گا کہ اللہ قیامت کے دن اسے قبر سے اٹھائے۔

۸۰۶ عَنْ عَدِیِّ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّهٗ سَمِعَ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ

**حدیث** حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ جب

تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ اِبْرَاهِیْمُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابراہیم کا وصال ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِی الْجَنَّةِ ؏ه

نے فرمایا ان کے لئے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے۔

۸۰۵

**تشریحات** قبر میں دن رات صبح وشام نہیں۔ مراد یہ ہے کہ دنیا کے صبح وشام کے وقت روزانہ دوبار دکھایا جائے گا۔ یہ بھی عذاب کی انتہائی سنگین صورت ہے جو قبر میں ہوگا۔

۸۰۶

**تشریحات** گزرچکا کہ تقریباً اٹھارہ ماہ کے تھے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصال فرماگئے۔ چونکہ ایام رضاعت پورے نہیں ہوئے تھے۔ اللہ عزوجل نے انھیں یہ اعزاز عطا فرمایا کہ جنت میں انھیں دودھ پلانے والی دایہ عطا فرمایا، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کی نابالغ اولاد جو فوت ہوجائیں وہ جنت میں ہیں۔ اس کے پہلے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث لائے ہیں کہ جس کے تین نابالغ بچے فوت ہوجائیں اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث لائے

ع۵ باب المیت یعرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشی ص ۱۸۴۔ مسلم۔ صفۃ اھل النار نسائی۔ الجنائز۔
ع۶ باب ما قیل فی اولاد المسلمین ص ۱۸۴۔ بدء الخلق باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ ص ۴۶۱۔ ثانی۔ الادب۔ باب من سمی باسماء الانبیاء ص ۹۱۴۔ ابن ماجہ۔ الجنائز۔ مسند امام احمد جلد رابع ص ۲۸۴۔

۸۰۷ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا رسول اللہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَوْلَادِ الْمُشْرِکِیْنَ فَقَالَ ، اَللّٰہُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے بارے میں پوچھا گیا

اِذْ خَلَقَھُمْ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا عَامِلِیْنَ ؏ہ

تو فرمایا اللہ نے جب ان کو پیدا کیا تھا تو وہ خوب جانتا تھا کہ یہ کیا کریں گے۔

جسمیں ہے یہ بچے اس کے لئے جہنم سے آڑ ہو جائیں گے۔ ان دونوں احادیث سے بھی ثابت کہ مسلمانوں کے نابالغ بچے جنت میں رہیں گے۔

**تشریحات ۸۰۷** جو نابالغ بچے مر جاتے ہیں وہ کہاں رہیں گے۔ یہ بہت ہی معرکۃ الآرا مسئلہ ہے جو ہمیشہ سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔ اس بارے میں نو اقوال ہیں۔ اول۔ وہ اللہ عزوجل کی مشیت پر ہیں وہ جو چاہے ان سے معاملہ کرے۔ یہ حماد بن سلمہ۔ حماد بن زید۔ عبداللہ بن مبارک اور اسحٰق کا مذہب ہے۔ بیہقی نے خاص کفار کے بچوں کے بارے میں امام شافعی کا بھی یہی مذہب نقل کیا ہے۔ امام مالک سے اس بارے میں کوئی صریح قول منقول نہیں۔ مگر ان کے اصحاب نے یہ تصریح کی ہے کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں رہیں گے۔ اور کافروں کے بچے مشیت ایزدی میں ہیں۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے کہ فرمایا۔ اللہ اعلم بما کانوا عاملین۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا کرنیوالے تھے۔ ثانی۔ وہ اپنے ماں باپ کے تابع ہیں۔ مسلمانوں کے بچے ان کے ساتھ جنت میں اور کافروں کے بچے جہنم میں۔ اسکی تائید بعض احادیث ضعاف سے بھی ہوتی ہے۔ یہ خوارج کے فرقہ ازارقہ کا مذہب ہے۔ ثالث۔ وہ جنت اور دوزخ کے درمیان رہیں گے۔ کیوں کہ انھوں نے کوئی ایسا اعتقاد نہیں رکھا اور نہ کوئی ایسا عمل کیا جس کی جزا میں جنت یا دوزخ میں جائیں۔ رابع وہ جنتیوں کے خادم ہوں گے۔ اس بارے میں حضرت انس اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث ضعیف بھی مروی ہے۔ خامس۔ وہ مٹی ہو جائیں گے۔ یہ ثمامہ بن اشرس سے منقول ہے۔ سادس۔ جہنم میں رہیں گے سابع قیامت کے دن ان کا امتحان لیا جائے گا، ان کے لئے آگ بلند کی جائے گی اور اس میں جانے کا حکم ہوگا۔ جو اطاعت کریں گے اور اس میں داخل ہوں گے ان پر وہ آگ ٹھنڈی اور سلامتی ہو جائے گی۔ اور جو سرکشی کریں گے وہ عذاب دیئے جائینگے ثامن۔ توقف۔ تاسع۔ امساک۔ یہ دونوں مذہب قریب قریب ہیں۔

یہ بیان مذاہب تھا۔ مگر علامہ نوویؒ نے فرمایا۔ معتمد علمائے امت کا اس پر اجماع ہے کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں رہینگے اور کفار کے بچوں کے بارے میں تین مذہب ہیں۔ اکثر کا مذہب یہ ہے کہ وہ جہنم میں جائیں گے، اور ایک گروہ نے توقف کیا۔ اور صحیح مذہب یہ ہے کہ وہ بھی جنت میں جائیں گے۔ یہی محققین کا مذہب ہے۔ اس کی دلیل ابھی آنے والی حدیث ہے۔

ہ باب ما قیل فی اولاد المشرکین ص ۱۸۵ - ثانی - القدر - باب اللہ اعلم بما کانوا عاملین ص ۹۷۶ - مسلم القدر - ابو داود - سنۃ - نسائی - الجنائز - لہ شرح مسلم جلد ثانی ص ۳۳۷ -

۸۰۸ حدیث عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلّٰى صَلٰوةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز پڑھ کے فارغ ہوتے تو اپنا رُخ

بِوَجْهِهٖ فَقَالَ مَنْ رَأٰى مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا قَالَ فَإِنْ رَأٰى أَحَدٌ

انور ہماری طرف کرکے متوجہ ہوتے اور فرماتے ۔ آج رات تم میں سے کسی نے کوئی خواب

قَصَّهَا فَيَقُوْلُ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَسَأَلَنَا يَوْمًا فَقَالَ هَلْ رَأٰى مِنْكُمْ رُؤْيَا

دیکھا ہے اب اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو بیان کرتا ۔ اس پر جو اللہ چاہتا فرماتے

قُلْنَا لَا قَالَ لٰكِنِّيْ رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِيْ فَأَخَذَا بِيَدَيَّ فَأَخْرَجَانِيْ

حضور نے ایک دن ہم سے دریافت فرمایا کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے ہمنے عرض کیا

إِلٰى أَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَرَجُلٌ قَائِمٌ بِيَدِهٖ

نہیں تو فرمایا لیکن میں نے آج رات دو شخصوں کو دیکھا کہ میرے پاس آئے اور میرے دونوں

امام بخاری نے یہاں باب کا عنوان یہ رکھا ہے۔ مشرکین کی اولاد کے بارے میں کیا کہا گیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مذہب بھی توقف ہے۔ مگر اس کے تحت جو احادیث لائے ہیں ان میں سے دو سے توقف ثابت ہوتا ہے۔ اور دو سے یہ کہ وہ جنت میں جائیں گے۔ حضرت ابن عباس کی حدیث زیر بحث اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث اول سے توقف ثابت ہوتا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث دوم کل مولود یولد علی الفطرۃ اور حضرت سمرہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ جنت میں رہیں گے۔ یہ اس جانب مشعر ہے کہ ان کا مذہب بھی توقف ہی ہے۔

**تشریحات ۸۰۸** تکمیل یہ یہاں کے علاوہ دوسرے ابواب میں اختصار کے ساتھ ہے۔ البتہ کتاب التعبیر میں اس سے بھی زیادہ تفصیل اور زیادتی کے ساتھ ہے البتہ کچھ تقدیم و تاخیر ہے۔ وہاں عالم بے عمل کا قصہ پہلے ہے اور جھوٹے کا بعد میں اور یہ زیادتی ہے ۔۔۔ کہ اس کے منخر اور آنکھ کو بھی جبڑے کی طرح چیرتا ہے ۔۔۔ اور زانیوں کے بارے میں یہ ہے۔ تنور کے مثل ایک عمارت کے پاس آئے۔ اس میں شور و شغب تھا۔ اس میں جھانک کر دیکھا تو ننگے مرد، عورت تھے۔ جب انھیں آگ کی لپٹ پہنچتی تو چیختے۔ اور سود خوار کے بارے میں ہے۔ کہ ہم ایک ندی کے پاس آئے۔ جو خون کی طرح سرخ تھی۔ اس میں ایک شخص تیر رہا ہے۔ وہ تیرتا ہوا نہر کے کنارے والے کے پاس آتا ہے جس نے بہت پتھر جمع کر رکھے ہیں تو یہ اس کا منھ کھول کر اس میں پتھر ڈال دیتا ہے۔ اور خازن نار کے بارے میں ہے کہ ہم ایک ایسے خوفناک صورت والے مرد کے پاس آئے کہ تم نے زیادہ سے زیادہ جو خوفناک صورت والا دیکھا ہوگا اس سے بھی زیادہ خوفناک تھا۔ آگے ہے ۔ پھر ہم ایک گھنے باغ میں گئے جس کے بیچ میں

قَالَ بَعْضُ اَصْحَابِنَا عَنْ مُوْسٰی کَلُّوْبٌ مِّنْ حَدِیْدٍ یُدْخِلُهٗ فِیْ شِدْقِهٖ

ہاتھوں کو پکڑا۔ اور ارض مقدس تک لے گئے وہاں ایک شخص بیٹھا تھا اور ایک شخص کھڑا تھا اسکے

حَتّٰی یَبْلُغَ قِفَاهُ ثُمَّ یَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْاٰخَرِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَیَلْتَئِمُ

ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا تھا جسے اس کے جبڑے میں داخل کر کے گدی تک لے جاتا پھر اسکے دوسرے

شِدْقُهٗ هٰذَا فَیَعُوْدُ فَیَصْنَعُ مِثْلَهٗ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَا

جبڑے کے ساتھ یہی کرتا اور اس کا پہلا والا جبڑا بھر جاتا پھر لوٹتا اور ویسے ہی کرتا۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے

نْطَلَقْنَا حَتّٰی اَتَیْنَا عَلٰی رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلٰی قِفَاهُ وَرَجُلٌ قَائِمٌ

تو ان دونوں نے کہا چلئے۔ ہم چلے یہاں تک کہ چت لیٹے ہوئے ایک شخص کے پاس پہنچے ایک شخص اسکے

عَلٰی رَاْسِهٖ بِفِهْرٍ اَوْ صَخْرَةٍ فَیَشْدَخُ بِهٖ رَاْسَهٗ فَاِذَا ضَرَبَهٗ

سر پر لوہے کا موسل یا پتھر لئے کھڑا ہے اور اس سے اس کے سر کو مارتا ہے۔ جب مارتا تو پتھر لڑھک

تَدَهْدَهَ الْحَجَرُ فَانْطَلَقَ اِلَیْهِ لِیَاْخُذَهٗ فَلَا یَرْجِعُ اِلٰی هٰذَا حَتّٰی

جاتا یہ شخص جاکر اس پتھر کو لے آتا۔ وہ جب تک لوٹتا اس کا سر ٹھیک ہو جاتا اور اسکا سر ویسے ہی ہو

یَلْتَئِمَ رَاْسُهٗ وَعَادَ رَاْسُهٗ كَمَا هُوَ فَعَادَ اِلَیْهِ فَضَرَبَهٗ قُلْتُ مَنْ هٰذَا

جاتا جیسا پہلے تھا۔ وہ شخص پلٹ کر پھر اسے مارتا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ ان دونوں نے کہا تشریف

قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا اِلٰی نَقْبٍ مِثْلِ التَّنُّوْرِ اَعْلَاهُ ضَیِّقٌ وَاَسْفَلُهٗ

لے چلئے اب ہم تنور کے مثل ایک سوراخ پر پہنچے اس کے اوپر کا حصہ تنگ ہے اور نیچے کا

ایک اتنے دراز قد شخص ہیں کہ ان کا سر فضا میں اتنا اونچا ہے کہ میں اسے دیکھ نہیں سکتا۔ اس کے بعد ہے۔ ہم ایسے بڑے باغ کے پاس پہنچے کہ اس سے بڑا اور اچھا باغ میں نے نہیں دیکھا۔ اوپر چڑھے تو ایک ایسے شہر میں پہنچے جو سونے اور چاندی کے اینٹوں سے بنایا گیا تھا۔ دروازہ کھلوا کر اندر گئے تو ہم کو ایسے لوگ ملے۔ کہ ان کا آدھا دھڑ خوبصورت سے خوبصورت تر ہے اور آدھا بدصورت سے بدصورت۔ میرے دونوں ساتھیوں نے ان لوگوں سے کہا۔ ہمارے ساتھ آؤ۔ اور اس نہر میں جاؤ۔ ایک چوڑی نہر بہہ رہی تھی اس کا پانی سفید براق تھا۔ اس نہر میں وہ لوگ گئے۔ اور نکلے تو ان کی بدصورتی جاتی رہی اور حسین تر ہو گئے۔ مجھے ان دونوں نے بتایا کہ یہ جنت عدن ہے۔ اور آپ کی یہ جگہ ہے۔ میں نے اوپر نظر اٹھائی تو دیکھا کہ تہہ بہ تہہ جمے ہوئے بادل کی طرح ایک محل ہے۔ ان دونوں نے کہا یہ آپ کی جگہ ہے۔ اخیر میں یہ زائد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اردگرد وہ بچے ہیں جو فطرت پر مرے ہیں۔ کچھ مسلمانوں نے عرض کیا یا رسول اللہ؟ اور مشرکین کی اولاد بھی تو فرمایا اور مشرکین کی اولاد بھی۔

وَاسِعٌ تَتَوَقَّدُ تَحْتَهٗ نَارٌ فَاِذَا اقْتَرَبَ اِرْتَفَعُوْا حَتّٰى كَادُوْا يَخْرُجُوْنَ

چوڑا ہے اس کے نیچے آگ بھڑک رہی ہے پس جب وہ اوپر قریب ہوتے اتنا کہ معلوم ہوتا

فَاِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوْا فِيْهَا وَفِيْهَا رِجَالٌ وَّنِسَاءٌ عُرَاةٌ فَقُلْتُ مَا هٰذَا

کہ نکل پڑیں گے تو آگ ٹھنڈی ہو جاتی جب آگ دھیمی پڑ جاتی تو پھر اس میں لوٹ جاتے

قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى نَهَرٍ مِّنْ دَمٍ فِيْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ

اس میں ننگے مرد اور عورتیں تھیں میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو ان دونوں صاحبوں نے کہا آگے چلیں

وَعَلٰى وَسْطِ النَّهَرِ۔ قَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ

ہم چلے یہاں تک کہ ایک خون کی ندی پر آئے اس میں ایک شخص کھڑا ہے اور ندی کے بیچ میں

جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ وَعَلٰى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ

یا ندی کے کنارے بھی ایک شخص کھڑا ہے جس کے آگے پتھر ہیں

فَاَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِيْ فِي النَّهَرِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ رَمَاهُ الرَّجُلُ

جو شخص ندی میں ہے وہ آگے آتا ہے جب چاہتا ہے کہ نکل جائے وہ شخص پتھر سے

بِحَجَرٍ فِيْ فِيْهِ فَرَدَّهٗ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمٰى فِيْ

اس کے منہ پر مارتا ہے تو اسے وہیں لوٹا دیتا ہے جہاں تھا جب کبھی وہ آتا ہے کہ نکل جائے

فِيْهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا

اس کے منہ پر وہ شخص دوسرا پتھر مارتا ہے تو جہاں تھا وہیں لوٹ جاتا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے

حَتّٰى اَتَيْنَا اِلٰى رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ فِيْهَا شَجَرَةٌ عَظِيْمَةٌ وَفِيْ اَصْلِهَا

تو ان دونوں نے کہا چلئے۔ پھر ہم چلے یہاں تک کہ ایک ہرے بھرے باغ تک پہنچے جسمیں

**ارض مقدسہ** اس سے بیت المقدس مراد ہے۔ مسند امام احمد کی روایت میں یہ ہے۔ ایک کھلی ہوئی سرزمین پر لے گئے۔ ظاہر ہے کہ دونوں میں منافات نہیں۔

**اثبات باب** حدیث کا یہ حصہ کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس لوگوں کے بچے تھے، اس کی دلیل ہے کہ نابالغ بچے جنت میں جائیں گے۔ اس کے عموم میں کفار کے بچے بھی داخل ہیں بلکہ تعبیر الرویا کی روایت اس پر نص ہے کہ کفار کے بچے بھی جنت ہی میں رہیں گے۔

اقول وباللہ التوفیق ــــ اس کے معارض دوسری احادیث ہیں۔ مثلاً اسی باب کی پہلی حدیث ــــ کہ فرمایا ــــ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا کرنے والے تھے ــــ

شَيْخٌ وَّصِبْيَانٌ وَّاِذَا رَجُلٌ قَرِيْبٌ مِّنَ الشَّجَرَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ نَارٌ

ایک بڑے درخت کی جڑ میں ایک بزرگ ہیں اور کچھ بچے ہیں اور اس درخت کے قریب ایک شخص

يُوْقِدُهَا فَصَعِدَا بِيْ فِي الشَّجَرَةِ فَاَدْخَلَانِيْ دَارًا لَمْ اَرَ قَطُّ اَحْسَنَ

ہے جس کے آگے آگ ہے جسے بھڑکا رہا ہے وہ دونوں مجھے لے کر اس درخت پر چڑھے اور مجھے ایسے

وَاَفْضَلَ مِنْهَا فِيْهَا رِجَالٌ شُيُوْخٌ وَّشَبَابٌ وَّنِسَاءٌ وَّصِبْيَانٌ ثُمَّ

گھر میں لے گئے کہ اس سے اچھا عمدہ کوئی گھر میں نے نہیں دیکھا تھا اس میں کچھ بوڑھے کچھ جوان مرد

اَخْرَجَانِيْ مِنْهَا فَصَعِدَا بِيْ الشَّجَرَةَ فَاَدْخَلَانِيْ دَارًا هِيَ اَحْسَنُ وَ

ہیں اور کچھ عورتیں اور بچے ہیں پھر مجھے اس گھر سے باہر لائے اور اس درخت پر لے کر چڑھے اور مجھے

اَفْضَلُ فِيْهَا شُيُوْخٌ وَّشَبَابٌ قُلْتُ طَوَّفْتُمَانِيْ اللَّيْلَةَ فَاَخْبِرَانِيْ عَمَّا

ایک گھر کے اندر لے گئے جو اس سے بھی اچھا اور عمدہ تھا اس میں کچھ بوڑھے کچھ جوان تھے۔ میں نے کہا تم

رَاَيْتُ قَالَا نَعَمْ اَمَّا الَّذِيْ رَاَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ

دونوں نے مجھے رات بھر گھمایا اب جو کچھ میں نے دیکھا ہے اسے بتاؤ۔ دونوں نے کہا ضرور۔ وہ جسکا جبڑا چیرا

بِالْكِذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْاٰفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

جاتا تھا جھوٹا ہے جو جھوٹ بولتا ہے اور اس سے نقل کر کے دور دور پہونچ جاتا ہے اسکے ساتھ قیامت تک یہی

وَالَّذِيْ يُشْدَخُ رَاْسُهٗ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَنَامَ عَنْهُ

کیا جائے گا۔ اور جسکے سر کو کچلا جاتا تھا وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم عطا فرمایا اس سے غافل ہو کر رات

بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ فِيْهِ بِالنَّهَارِ يُفْعَلُ بِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَالَّذِيْ رَاَيْتَهُ

کو سو یا اور دن میں اس پر عمل نہیں کیا۔ اسکے ساتھ قیامت تک یہی کیا جائے گا۔ اور جنھیں غار میں دیکھا زانی ہیں

فِي النَّقْبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ وَالَّذِيْ رَاَيْتَهُ فِي النَّهَرِ اٰكِلُوا الرِّبَا وَالشَّيْخُ

اور جنھیں ندی میں دیکھا سود خوار ہیں اور اس درخت کی جڑ میں جو بزرگ تھے وہ ابراہیم ہیں اور انکے

الَّذِيْ فِيْ اَصْلِ الشَّجَرَةِ اِبْرَاهِيْمُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهٗ فَاَوْلَادُ النَّاسِ

اردگرد لوگوں کے بچے ہیں

نیز مشکوٰۃ[1] کی یہ حدیث کہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے ان دو بچوں کے بارے میں دریافت کیا

[1] اول ص ۲۳ - مسند امام احمد - اول ص ۱۳۴

وَالَّذِیْ یُوْقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ وَالدَّارُ الْاُوْلٰی الَّتِیْ دَخَلْتَ
اور جو آگ بھڑکا رہے ہیں مالک جہنم کے خازن ہیں اور وہ پہلا گھر جس میں تشریف لے گئے
دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ وَاَنَا جِبْرَئِیْلُ وَهٰذَا
تھے عام مسلمانوں کا گھر ہے۔ اور یہ شہداء کا۔ اور میں جبرئیل ہوں اور یہ
مِیْكَائِیْلُ فَارْفَعْ رَاْسَكَ فَرَفَعْتُ رَاْسِیْ فَاِذَا فَوْقِیْ مِثْلُ السَّحَابِ
میکائیل ہیں۔ اپنے سر کو اٹھائیے، میں نے اپنے سر کو اٹھایا تو میرے اوپر بادل کے مانند ہے
قَالَا ذٰلِكَ مَنْزِلُكَ فَقُلْتُ دَعَانِیْ اَدْخُلْ مَنْزِلِیْ قَالَا اِنَّهٗ بَقِیَ
انھوں نے بتایا یہ آپ کی جگہ ہے اب آپ نے کہا مجھے چھوڑ دو میں اپنے گھر میں جاؤں تو کہا آپ کی عمر ابھی باقی
لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَ اَتَیْتَ مَنْزِلَكَ ۵ھ
ہے جسے پوری نہیں فرمایا ہے۔ جب اسے پوری فرمائیں گے تو اپنے گھر تشریف لے جائیں گے۔

جو پہلے شوہر سے تھے تو فرمایا۔ جہنم میں ہیں دریافت فرمایا کہ حضور سے جو بچے تھے وہ، تو فرمایا جنت میں۔ پھر ارشاد فرمایا مومنین اور ان کی اولاد جنت میں ہیں۔ اور مشرکین اور ان کی اولاد جہنم میں پھر حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ۔ سورہ طور۔ آیت ۲۱۔ ایمان والوں کی اولاد ان کے تابع ہے۔ نیز ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مومنین کی اولاد کہاں ہوں گی تو فرمایا اپنے آباء کے ساتھ میں نے عرض کیا بغیر عمل کے فرمایا، اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا کرنے والے تھے۔ پھر میں نے پوچھا اور مشرکین کی اولاد تو فرمایا اپنے آباء کے ساتھ میں نے عرض کیا بغیر عمل کے تو فرمایا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا کرنیوالے تھے۔ نیز ابھی حدیث گذری ہے کہ یہودی بچہ جب مسلمان ہوگیا تو فرمایا اس اللہ کا شکر ہے جس نے اسے جہنم سے بچایا۔ اس سے ثابت کہ اگر مسلمان نہ ہوتا تو جہنم میں جاتا۔

## مذہب احناف

جب دلائل متعارض ہیں اور ترجیح کی کوئی صورت نہیں تو حق وہی ہے جو احناف کہتے ہیں کہ توقف کرنا چاہیئے۔ امام ابو البرکات نسفی نے کافی میں فرمایا۔ کہ توقف کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے تمام بچوں کے بارے میں ایک حکم نہیں لگا سکتے۔ ان میں کچھ نجات پائیں گے اور کچھ عذاب یہی امام مالک کا مذہب ہے جیسا کہ علامہ عبد البر نے تمہید میں ذکر فرمایا ہے۔ اور امام شافعی کا بھی۔ اور امام احمد سے دو قول مروی ہے۔ البتہ ابن قیم نے۔ شفاء العلیل۔ میں یہ اختیار کیا کہ نجات پائیں گے۔ آجکل کے نجدیوں نے بھی اسی کی تقلید کی ہے۔ مشہور یہ کیا جاتا ہے کہ ابن تیمیہ کا بھی یہی مذہب ہے مگر اس کے فتاویٰ میں توقف ہے۔

---

۵ھ باب ..... ص ۱۸۵۔ البیوع۔ باب اکل الربا وشاھدہ ص ۲۷۹۔ الجھاد۔ باب درجات المجاھدین ص ۳۹۱۔ بدء الخلق باب اذا قال احدکم آمین ص ۴۵۷۔ ذکر الانبیاء باب قول اللہ عز وجل، واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا ص ۴۷۳۔ صلوۃ اللیل باب عقد الشیطان علی قافیۃ الراس ص ۱۵۳۔ الادب باب قول اللہ، واتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ص ۹۰۰ تعبیر الرویا۔ باب تعبیر الرویا بعد صلوۃ الصبح ص ۱۰۴۳۔ ابن ماجہ تجارات مسند امام احمد خامس ص ۱۴۔ ۱۲ مشکوۃ اول ص ۳۲ ابوداؤد ثانی السنۃ باب ذراری المشرکین ص ۲۹۲

۸۰۹ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ

**حدیث** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں ابو بکر کے پاس گئی تو

فَقَالَ فِيْ كَمْ كَفَنْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فِيْ ثَلٰثَةِ

انھوں نے پوچھا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا تھا۔ میں نے بتایا کہ تین سفید

اَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ وَقَالَ لَهَا فِيْ

سحولی کپڑے میں جسمیں (سلا ہوا) کرتا اور عمامہ نہ تھا اور انھوں نے ام المومنین سے پوچھا کس

اَيِّ يَوْمٍ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ

دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات ہوئی تھی ام المومنین نے بتایا دو شنبے کو

قَالَ فَاَيُّ يَوْمٍ هٰذَا قَالَتْ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ قَالَ اَرْجُوْ فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ اللَّيْلِ

انھوں نے پوچھا یہ کونسا دن ہے انھوں نے عرض کیا دوشنبہ تو فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ میری وفات

فَنَظَرَ اِلٰى ثَوْبٍ عَلَيْهِ كَانَ يُمَرَّضُ فِيْهِ بِهٖ رَدْعٌ مِّنْ زَعْفَرَانٍ فَقَالَ

اس وقت اور رات کے درمیان ہے پھر اپنے اس کپڑے کو دیکھا جو ان کے بدن پر تھے جسمیں بیماری کے دن

**تشریحات** ۸۰۹ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سہ شنبہ کی رات میں عشاء اور مغرب کے درمیان ۱۳ھ میں ۶۳ سال کے ہو کر واصل بحق ہوئے، رات ہی میں صبح صادق سے پہلے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو میں بربنا ر قول صحیح اس طرح دفن ہیں کہ ان کا روئے انور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سینے کے مقابل ہے۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان کے سینے کے مقابل ہے۔ اسی وجہ سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں حجرہ مبارکہ کی شرقی دیوار کے متصل تھا۔ یہاں تک کہ جب ولید بن عبد الملک کے عہد حکومت میں حضرت عمر بن عبد العزیز نے حجرہ مبارکہ کی دیوار گرا کر بنیاد کھدوائی تو ان کا پاؤں کھل گیا تھا جیسا کہ بخاری میں ابھی آرہا ہے۔

**مرض وصال** حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال کس مرض میں ہوا۔ اس بارے میں روایتیں مختلف آئی ہیں۔ اول حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدائی کے صدمے سے گھلتے گھلتے قویٰ نے جواب دیدیا۔ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے جیسا کہ سیف بن عمر نے کہا ہے۔ ابن سعد نے امام زہری سے نقل کیا کہ کھانے میں ایک سال کا میعادی زہر ملا کر کسی نے بھیجا تھا۔ اسے حضرت صدیق اکبر اور حارث بن کلدہ نے کھایا۔ اس کے بعد دونوں بیمار رہے اور ایک سال پر ایک دن دونوں نے انتقال کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ ایک دن ٹھنڈک تھی غسل فرمایا جس کے اثر سے بخار آیا پندرہ دن علیل رہ کر وصال فرمایا۔ ان اقوال میں تعارض نہیں ہو سکتا ہے۔ تینوں اسباب جمع ہو گئے ہوں۔

**ان الحی احق بالجدید** یہ صدیق اکبر کی تواضع تھی ورنہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ مردوں کو اچھا کفن دو

اِغْسِلُوْا ثَوْبَیَّ هٰذَا وَزِیْدُوْا عَلَیْهِ ثَوْبَیْنِ فَكَفِّنُوْنِیْ فِیْهِمَا قُلْتُ اِنَّ

گذار رہے تھے۔ جس پر زعفران کا دھبہ تھا تو فرمایا کہ میرے اس کپڑے کو دھولینا اور دو اور کپڑے بڑھا کر

هٰذَا خَلَقٌ قَالَ اِنَّ الْحَیَّ اَحَقُّ بِالْجَدِیْدِ مِنَ الْمَیِّتِ اِنَّمَا هُوَ لِلْمُهْلَةِ

ان میں مجھے کفنانا۔ میں نے کہا یہ پرانا ہے تو فرمایا زندہ بہ نسبت مردے کے نئے کا زیادہ حقدار ہے۔ یہ نیا

فَلَمْ یَتُوَفَّ حَتّٰی اَمْسٰی مِنْ لَّیْلَةِ الثُّلَثَاءِ وَدُفِنَ قَبْلَ اَنْ یُّصْبِحَ ع۵

کپڑا اہلت والے کیلئے ہے مگر اسکی وفات نہ ہوئی یہانتک کہ شنبہ کی رات آگئی تو وفات ہوئی اور صبح سے پہلے پہلے دفن کردیئے گئے۔

۸۱۰ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے نبی صلی

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّیْ اُفْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَاَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا میری ماں اچانک انتقال کرگئیں میں گمان کرتا ہوں کہ اگر اسوقت

اور ایک روایت[1] میں ہے کہ یہ فرمایا ــــ مجھے اسی کپڑے میں کفنانا میں اس میں نماز پڑھتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس لباس میں عبادت کی جائے وہ بھی متبرک ہو جاتا ہے۔ اور اسے کفن بنانا صحابہ کی سنت ہے۔ علامہ عینی نے ایک احتمال یہ نکالا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ کپڑا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطا فرمایا ہو۔

**للمهلة** انما ہو للمہلتہ۔ مُہلۃٌ۔ کے کئی معنی آتے ہیں۔ پیپ اور پانی جو جسم سے نکلے۔ پگھلایا ہوا سیسہ۔ تیل کا سیاہ تلچھٹ۔ قطران کی ایک قسم معنی مشہور۔ یہاں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ ضمیر کا مرجع ۔ جدید۔ ہو۔ اب معنی یہ ہونگے کہ نیا کپڑا اس کے لئے ہے کہ جسے مہلت ہے۔ یعنی زندہ رہنا ہے دوسرے یہ کہ اس کا مرجع کفن ہو۔ جس پر۔ کفنونی۔ دلالت کررہا ہے اور مُہلۃٌ کے معنی پیپ کے ہوں۔ اب معنی یہ ہوں گے کہ کفن اس پانی اور پیپ میں آلودہ ہونے کے لئے ہے جو میت کے جسم سے نکلے گا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دوشنبے کے دن موت اچھی ہے۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال اسی دن ہوا ہے۔ اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ جس دن اور جس وقت اللہ عزوجل کا کوئی محبوب بندہ واصل بحق ہوا ہو وہ دن اور وہ وقت موت کے لئے اچھا ہے۔ اسی طرح جسدن جسوقت جس چیز کو صلحا سے نسبت ہو وہ متبرک ہے۔

**تشریحات** ۸۱۰ یہ صاحب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جیسا کہ دوسری احادیث میں مذکور ہے

یہ حدیث ایصال ثواب کی اصل ہے جس پر تفصیلی بحث اثبات ایصال ثواب[2] میں ہوچکی ہے اور آئندہ اس پر کلام ہوگا۔

ع۵ باب موت یوم الاثنین ص ۱۸۶ [1] عمدۃ القاری ثامن ص ۲۳۰ بحوالہ ابن سعد [2] یہ رسالہ دائرۃ البرکات سے شائع ہوچکا ہے۔

تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ عه

بول پاتیں تو صدقہ کرتیں۔ اگر میں انکی طرف سے صدقہ کروں تو انھیں ثواب ملے گا۔ فرمایا ضرور ملے گا۔

۸۱۱ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

**حدیث** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَتَعَذَّرُ فِيْ مَرَضِهٖ اَيْنَ اَنَا اَلْيَوْمَ اَيْنَ اَنَا غَدًا

اپنے مرض وصال میں عائشہ کی باری میں دیر کا احساس کر کے اس طرح کو نت کو ظاہر فرماتے تھے

اِسْتِبْطَاءً لِيَوْمِ عَائِشَةَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمِيْ قَبَضَهُ اللّٰهُ بَيْنَ سَحْرِيْ وَ

آج میں کہاں ہوں کل میں کہاں رہوں گا جب میری باری کا دن ہوا تو اللہ نے انھیں اس حال

نَحْرِيْ وَدُفِنَ فِيْ بَيْتِيْ عه

میں اٹھایا کہ میرے سینے اور گلے کے مابین تھے۔ اور میرے گھر میں دفن ہوئے۔

۸۱۲ عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ اَنَّهٗ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ رَاٰى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** سفیان تمار سے مروی ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

۸۱۱ یہ حدیث اختصار و تفصیل کے ساتھ بخاری میں۔ جہاد۔ فضائل صحابہ۔ مغازی، نکاح، میں بھی ہے

**تشریحات** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی معلوم ہونے کے بعد ازواج مطہرات نے اس کی اجازت دیدی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے جس کی قدرے تفصیل گذر چکی ہے بقیہ آئندہ آئے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کے ساتھ کتنی محبت تھی۔ اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عظمت کا اندازہ لگائیں کہ وہ محبوب خدا کی محبوب ہیں اس لئے جو بدنصیب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عداوت رکھے حقیقت میں وہ محبوب خدا کا دشمن ہے۔ حضرت شیر خدا نے فرمایا تیرے دشمن تین ہیں۔ براہ راست تیرا دشمن۔ تیرے دوست کا دشمن، اور تیرے دشمن کا دوست۔

۸۱۲ سفیان تمار کبار تابعین میں سے ہیں۔ صحابہ کرام کا زمانہ پایا مگر کسی صحابی سے روایت نہیں کیا۔ یہ سفیان بن

**تشریح** دینار عصفری کوفے کے باشندے تھے۔ امام بخاری نے ان کا صرف یہی ایک قول ذکر فرمایا ہے۔ ابن معین وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔

عه باب موت الفجاءة والبغتة ص ۱۸۶۔ الوصایا۔ باب ما یستحب لمن توفی فجاءة ان یتصدقوا عنه ص ۳۸۶ مسلم۔ زکوة۔ وصیة۔ ابن ماجه وصایا مسند امام احمد جلد سادس ص ۵۱

عه باب ماجاء فی قبر النبی صلی الله تعالی علیه وسلم ص ۱۸۶ مسلم فضائل الصحابه۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا ۵۵

علیہ وسلم کے قبر انور کو دیکھا ہے کہ وہ کوہان نما ہے۔

۸۱۳ حدیث عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ لَمَّا سَقَطَ عَلَيْهِمُ الْحَائِطُ

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ ولید بن عبد الملک کے زمانے میں جب

فِيْ زَمَانِ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ اَخَذُوْا فِيْ بِنَائِهٖ فَبَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ

حجرۂ عائشہ کی دیوار (شرقی) گر گئی لوگوں نے اس کی تعمیر شروع کی تو ایک قدم ظاہر

فَفَزِعُوْا وَظَنُّوْا اَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا

ہوا اس پر لوگ گھبرا گئے اور لوگوں نے گمان یہ کیا کہ یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قدم ہے کوئی

وَجَدُوْا اَحَدًا يَعْلَمُ ذٰلِكَ حَتّٰى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ لَا وَاللّٰهِ مَا هِيَ

ایسا شخص نہیں ملا جو یہ جانتا ہو۔ یہاں تک کہ عروہ نے کہا بخدا یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

**تکمیل** - امام ابن ابی شیبہ نے یہ زیادہ کیا ہے۔ ابوبکر اور عمر کی قبریں بھی مسنّم یعنی کوہان نما ہیں۔ حضرت امام ابراہیم نخعی نے فرمایا جس شخص نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صاحبین کی قبریں دیکھی ہیں اس نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ سب مسنم زمین سے ابھری ہوئی ہیں۔ ان پر سفید سنگ مرمر ہے۔ امام شعبی نے فرمایا میں نے خود شہداء احد کی قبریں مسنم دیکھی ہیں۔ اور حضرت عمر اور حضرت ابن عباس کی قبریں بھی ایسی ہی یعنی کوہان نما بنائی گئی تھیں۔ ان سب سے ثابت ہوا کہ قبر کو کوہان نما مسنم بنانا چاہئے نہ کہ ہموار چبوترے کے مثل۔

**تشریحات** ۸۱۳ ولید مشہور اموی سفاک عبد الملک کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ عبد الملک کی وصیت کے مطابق اسکے مرنے کے بعد ۸۶ھ میں تخت نشین ہوا اور ۹۶ھ وسط جمادی الآخرہ میں مرگیا۔ اسی کے عہد میں اسپین ترکستان کا اکثر حصہ اور سندھ فتح ہوا تھا۔ اس کے یادگار کارناموں میں دمشق کی جامع اموی ہے۔ اور مسجد نبوی کی توسیع۔ جب مسلمانوں کی کثرت ہوئی اور مسجد اقدس تنگ ہوگئی تو اس نے ازواج مطہرات سے حجرات مبارکہ خریدے اور والی مدینہ حضرت عمر بن عبد العزیز کو حکم دیا کہ حجرات مبارکہ ڈھا کر مسجد میں شامل کر لئے جائیں۔ اسی موقع پر جب حجرۂ عائشہ کی پورب والی دیوار ڈھا کر نیا دکھودی جانے لگی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم پاک ظاہر ہوگیا۔ جگہ کی تنگی کیوجہ سے انکی لحد مبارک کا کچھ حصہ پوربی دیوار کے اندر آگیا تھا۔ حجرۂ مبارکہ کی تعمیر کے بعد حجرۂ مبارکہ کے چاروں طرف ایک پنج پہل احاطہ بنوادیا جسکا شمالی حصہ مثلث نما ہے۔

پھر متوکل عباسی شہنشاہ نے اس پر سنگ مرمر چڑھایا۔ اس کے بعد ۵۴۸ھ میں عباسی شہنشاہ مقتفی نے اس کی تجدید کی اور اس کے اردگرد صندل اور آبنوس کی چھت تک بلند جالیاں لگادیں۔

۵۵ باب فی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۸۶

قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هِيَ اِلَّا قَدَمُ عُمَرَ ؎

قدم نہیں یہ عمر کا قدم ہے۔

۸۱۴ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا

**حدیث** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ

اَوْصَتْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ لَا تَدْفِنِّيْ مَعَهُمْ وَادْفِنِّيْ مَعَ صَوَاحِبِيْ

عنہما کو یہ وصیت کی کہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ مت دفن کرنا دوسری ازواج کے ساتھ

بِالْبَقِيْعِ لَا اُزَكَّى بِهٖ اَبَدًا ؎

بقیع میں دفن کرنا میں یہاں دفن ہوکر ہرگز اپنا تقدس ظاہر کرنا نہیں چاہتی۔

۸۱۵ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ الْاَوْدِيِّ قَالَ رَاَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

**حدیث** عمرو بن میمون نے کہا میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا

قَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اِذْهَبْ اِلٰى اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ فَقُلْ يَقْرَءُ

انھوں نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا اے عبداللہ بن عمر ام المومنین حضرت عائشہ کی

**تشریح** ۸۱۴ اس کے بعد حدیث آرہی ہے کہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلے یہی ارادہ تھا کہ اسی حجرے میں دفن کی جاؤں مگر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وہاں دفن ہوگئے تو ارادہ بدل دیا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ حضرت ام المومنین کی غیرت نے اسے پسند نہ کیا ہو۔ حجرۂ مبارکہ میں اب بھی ایک قبر کی جگہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سعید بن مسیب نے فرمایا ہے کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن ہوں گے[1]

۸۱۵ یہ ایک لمبی حدیث کا جز ہے جو مناقب عثمان میں مفصل آئے گی۔ معلوم نہیں وہاں تک شرح لکھنے

**تشریحات** کی توفیق ہو یا نہ ہو اس لئے جو حصہ یہاں مذکور ہے اسے تحریر کر دیا۔ کتاب الاعتصام میں حضرت عروہ کی حدیث میں ہے کہ بہت سے صحابہ نے حجرہ مبارکہ میں دفن ہونے کی اجازت چاہی مگر کسی کو اجازت نہیں ملی۔ جب حضرت فاروق اعظم کا پیغام پہنچا تو بلا توقف اجازت مرحمت فرمادی اور وہ ارشاد فرمایا جو حدیث میں مذکور ہے، کہ انھیں اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ ام المومنین کے قلب میں حضرت عمر کی کتنی عظمت تھی۔ ساتھ ہی یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ حضرت عمر ام المومنین کا کتنا ادب ملحوظ فرماتے تھے۔ ان کے قلب نازک پر ادنی سا دباؤ بھی ڈالنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اسی لئے یہ بھی وصیت فرمادی کہ غسل وکفن کے بعد در اقدس پر حاضر ہوکر دوبارہ اجازت

---

ع۵ باب ماجاء فی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۸۶ ص ۱۰۸۹

ع۵ باب قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۸۶ - ثانی - الاعتصام - باب ما ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

[1] عمدۃ القاری ثامن ص ۲۲۵ -

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَيْكِ السَّلَامُ ثُمَّ سَلْهَا اَنْ اُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيَّ

خدمت میں جاؤ۔ اور ان سے عرض کرو عمر بن خطاب آپ کو سلام کہتا ہے۔ اس کے بعد ان سے

قَالَتْ كُنْتُ اُرِيْدُهُ لِنَفْسِي فَلَاُوْثِرَنَّهُ الْيَوْمَ عَلٰى نَفْسِي فَلَمَّا اَقْبَلَ

سوال کرو (کہ میں چاہتا ہوں) کہ اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن کیا جاؤں (حضرت ابن عمر نے

قَالَ لَهٗ مَا لَدَيْكَ قَالَ اَذِنَتْ لَكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ مَا كَانَ شَيْءٌ

ایسا ہی کیا) تو ام المومنین نے فرمایا اس جگہ اپنے لئے ارادہ رکھتی تھی آج انھیں اپنے اوپر ترجیح

اَهَمَّ اِلَيَّ مِنْ ذَالِكَ الْمَضْجَعِ فَاِذَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُوْنِيْ ثُمَّ سَلِّمُوْا ثُمَّ

دیتی ہوں جب وہ واپس آئے تو حضرت عمر نے پوچھا تیرے پاس

قُلْ يَسْتَاْذِنُكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاِنْ اَذِنَتْ لِيْ فَادْفِنُوْنِيْ وَاِلَّا

کیا خبر ہے؟ عرض کیا ام المومنین نے آپ کو اجازت دے دی۔ تو فرمایا اس آرامگاہ سے زیادہ

کی درخواست پیش کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حیات ظاہری میں رعب و دباؤ محسوس کر کے اجازت دی ہو۔ یہ اپنے حجرے میں دفن کی اجازت حضرت ام المومنین کا اتنا بڑا ایثار ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے۔

**فمن استخلفوا فهو الخليفة** اس سے ظاہر ہو گیا کہ خلیفہ وقت اپنے بعد خلیفہ کے تقرر کے لئے چند افراد کی کمیٹی بنا دے اور وہ کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں تو اس کی خلافت برحق ہے۔ اور اگر کسی کو نامزد کر دے تو وہ بھی خلیفہ برحق ہے جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فاروق اعظم کو نامزد کر دیا۔ اور اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو انتخاب کا حق صرف ارباب حل وعقد اصحاب دین و دیانت عقل و فراست کو ہے۔ جیسے صدیق اکبر کا ہوا تھا۔

**یزید کی نامزدگی صحیح نہیں تھی** آجکل وہابیوں کے مختلف طبقات کے افراد اسکا بہت زور و شور سے پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ یزید خلیفہ برحق تھا۔ اس لئے سیدنا امام حسین کا خروج یقیناً بغاوت تھا اسلئے کہ جب سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت سپرد فرما دی۔ تو وہ خلیفہ برحق ہو گئے پھر جب انھوں نے یزید کو اپنا ولیعہد بنا دیا تو وہ بلاشبہہ خلیفہ برحق ہو گیا۔

اس پر علماء نے بہت کچھ لکھا ہے، اس خادم نے بھی اس پر، مقالات امجدی، میں سیر حاصل بحث کی ہے، جسے تفصیل کا شوق ہو وہ اس کا مطالعہ کرے۔ یہاں ایک اہم نکتے کی طرف ناظرین کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ کو غیر مشروط طور پر خلافت نہیں سپرد فرمائی تھی۔ کہ انھیں یہ حق حاصل ہوتا کہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد کریں۔ اس صلحنامے کی سب سے اہم اور بنیادی شرط یہ تھی۔ کہ تمھارے بعد خلافت کا حق مجھے ہوگا۔ اور میں خلیفہ ہوں گا۔ اس شرط کی رو سے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی زندگی بھر خلافت کا حق تھا، اپنے

فَرُدُّونِي إِلَى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَحَقَّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْ هٰؤُلَاءِ

میرے نزدیک کوئی چیز اہم نہ تھی۔ جب میری روح قبض کرلی جائے تو مجھے اٹھا کر (دردولت پر لے جانا)

النَّفَرَ الَّذِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ

پھر سب لوگ سلام عرض کرنا۔ اس کے بعد اے عبداللہ تم عرض کرنا عمر بن خطاب آپ سے اجازت طلب

رَاضٍ فَمَنِ اسْتَخْلَفُوا بَعْدِي فَهُوَ الْخَلِيفَةُ فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا فَسَمَّى

کرتا ہے اگر پھر اجازت مرحمت فرمائیں تو وہاں مجھے دفن کرنا ورنہ مسلمانوں کے قبرستان میں لوٹا دینا

عُثْمَانَ وَعَلِيًّا وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَسَعْدَ

میں خلافت کا زیادہ حقدار اس گروہ سے زیادہ کسی کو نہیں جانتا جن سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ وَوَلَجَ عَلَيْهِ شَابٌّ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ أَبْشِرْ يَا

راضی رہتے ہوئے دنیا سے تشریف لے گئے۔ میرے بعد یہ لوگ جسے خلیفہ بنادیں وہ خلیفہ ہے۔

أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ بِبُشْرَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ كَانَ لَكَ مِنَ الْقِدَمِ

اس کی بات سننا اور اطاعت کرنا اور عثمان اور علی اور طلحہ اور زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد

بعد کسی کو خلیفہ منتخب کرنے کا حق ہی حاصل نہیں تھا اسلئے کہ وہ خلیفہ مطلق نہ تھے۔ ان کی خلافت مشروط و محدود تھی۔ اسلئے ان کا یزید کو ولیعہد بنانا صحیح نہ تھا۔ اور اس سے وہ کسی طرح خلیفہ نہ ہوا۔ اس لئے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یزید کے خلاف جدوجہد بغاوت نہیں تھی بلکہ خلافت علی منہاج النبوت کے احیاء کی سعی جمیل تھی۔

**ثم الشہادۃ** حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ مجھے اپنے راستے میں شہادت اور اپنے رسول کے شہر میں وفات عطا فرما۔ اس وقت اسلام کی شان و شوکت اوج ثریا سے ہمکنار تھی۔ غازیان اسلام ہند و چین، افریقہ کی سرحدیں پار کر چکے تھے۔ مدینہ طیبہ میں کسی جہاد کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، بظاہر اس دعا کا قبول ہونا متعذر تھا۔ مگر دنیا نے دیکھا کہ ایک اللہ کے محبوب بندے کی دعا کس طرح قبول ہوئی۔

**واقعہ شہادت** حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو ناپسند فرماتے تھے کہ مدینہ طیبہ میں عجمی غلام رہیں مگر حضرت عباس کا اصرار تھا کہ کوئی حرج نہیں۔ غالباً یہ اس بناء پر تھا کہ اہل عرب عموماً صنعت و حرفت سے ناآشنا تھے۔ اور عجمی اس کے ماہر تھے۔ حضرت عباس کا مقصود یہ رہا ہوگا کہ ان سے اہل عرب سیکھ لیں اور تمدن میں ترقی ہو۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام تھا۔ ابولولو فیروز نام تھا۔ ایک دن وہ راستے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا۔ اور درخواست کی کہ میرے اوپر میرے آقا نے ایک دینار یومیہ مقرر کر رکھا ہے، حضرت عمر

فِي الْاِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ ثُمَّ اسْتُخْلِفْتَ فَعَدَلْتَ ثُمَّ الشَّهَادَةُ

بن ابی وقاص کا نام لیا۔ اور امیر المومنین کی خدمت میں انصار کا ایک جوان حاضر ہوا اور عرض کیا۔ اے

بَعْدَ هٰذَا كُلِّهٖ فَقَالَ لَيْتَنِيْ يَا ابْنَ اَخِيْ وَذٰلِكَ كَفَافٌ لَا عَلَيَّ وَلَا

امیر المومنین آپ کو اللہ عزوجل کی جانب سے بشارت ہو آپ قدیم الاسلام ہیں یا اسلام میں آپ کا جو مرتبہ ہے

اِلَيَّ اُوْصِي الْخَلِيْفَةَ مِنْ بَعْدِيْ بِالْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ خَيْرًا

وہ جانتے ہیں پھر خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے عدل کیا پھر ان سب کے بعد شہادت نصیب ہوئی اسپر فرمایا کاشکہ

اَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ وَاَنْ يَحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ وَاُوْصِيْهِ

اے بھنجے یہ سب برابر سرابر ہوتا نہ مجھ پر عذاب ہو اور نہ ثواب ملے۔ اپنے بعد والے خلیفہ کو مہاجرین اولین کے

بِالْاَنْصَارِ خَيْرًا الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ اَنْ يُقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ

بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کہ انکا حق پہچانے اور انکی عزت کی حفاظت کرے اور انصار کے لئے اچھائی کی وصیت

نے فرمایا۔ یہ کچھ زیادہ نہیں تو بڑھئی بھی ہے لوہار بھی ہے نقاش بھی ہے۔ پھر اس سے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تو ایسی چکی بنانا جانتا ہے جو ہوا سے چلے۔ اس نے کہا میں آپ کے لئے ایسی چکی بنادوں گا جس کا غلغلہ پوری دنیا میں ہوگا حضرت فاروق اعظم نے فرمایا کہ یہ مجھے دھمکی دے رہا ہے۔ یہ سہ شنبہ کا واقعہ ہے۔ دوسرے دن چہار شنبہ کو ابولؤلؤ دو دھاری زہر آلود خنجر لئے ہوئے مسجد میں چھپا رہا۔ جب نماز فجر کی جماعت کا وقت ہوا تو فاروق اعظم نماز کے لئے مسجد آئے اور الصلوۃ الصلوۃ کہتے ہوئے مصلی پر کھڑے ہوئے کہ پیچھے سے ابولؤلؤ نے آکر خنجر سے حملہ کر دیا۔ تین یا چھ زخم لگائے۔ ایک اتنا کاری تھا کہ ناف پار کر گیا تھا۔ حضرت عمر یہ فرماتے ہوئے، مجھے کتے نے مار ڈالا مجھے کتے نے مار ڈالا گر پڑے۔ ابولؤلؤ دو طرفہ خنجر چلاتا ہوا بھاگا، تیرہ آدمیوں کو زخمی کیا جنمیں چھ واصل بحق ہوگئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر چادر پھینک کر اسے دبوچ لیا۔ جب اس نے دیکھا کہ اب پھنس گیا ہوں تو اسی خنجر سے خودکشی کر لی حضرت عمر نے عبدالرحمٰن بن عوف کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور لوگ حضرت عمر کو اٹھا کر گھر لائے۔ گھر آکر دریافت فرمایا کہ مجھے کس نے قتل کیا ہے۔ جب بتایا گیا کہ ابولؤلؤ نے، تو اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا کہ کسی مسلمان کا ہاتھ ان کے خون سے رنگین نہ ہوا۔ پھر طبیب کو بلایا۔ طبیب نے نبیذ پلائی جو بعینہٖ زخم سے باہر نکل آئی چونکہ نبیذ کا رنگ بھی سرخ ہوتا ہے اس لئے صحیح تشخیص نہ ہو سکی کہ نبیذ ہی نکلی ہے یا خون۔ پھر دودھ پلایا گیا۔ یہ بھی زخم سے باہر آگیا تو طبیب نے عرض کر دیا کہ اب امید زیست نہیں، جو کچھ کرنا ہے کر لیجئے، اس کے بعد خلیفہ کے انتخاب کے لئے شوریٰ مقرر فرمائی۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حجرہ مبارکہ میں دفن ہونے کی اجازت طلب فرمایا۔ تین دن کے بعد وصال فرمایا اور یکشنبہ کو دفن ہوئے۔ تاریخ وصال کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ۲۶ ذوالحجہ کو زخمی ہوئے اور یکم محرم کو دفن ہوئے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ۲۸ ذوالحجہ بروز دوشنبہ واصل بحق ہوئے۔ یہ حادثہ ۲۳ھ کا ہے۔ عمر مبارک

وَيُعْفِي عَنْ مُسِيْئِهِمْ وَأُوْصِيهِ بِذِمَّةِ اللّٰهِ وَذِمَّةِ رَسُوْلِهٖ اَنْ يُّوْفِيَ

کرتا ہوں جنھوں نے دارالہجرت کو مسکن بنایا اور سچے دل سے ایمان قبول کیا کہ انکے احسان

لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَاَنْ يُّقَاتِلَ مِنْ وَّرَائِهِمْ وَاَنْ لَّا يُكَلَّفُوْا

کو قبول کرے اور لغزش کرنیوالوں کی لغزش سے درگزر کرے اور اللہ و رسول کے ذمے کی وصیت کرتا ہوں کہ انکے ساتھ کئے

فَوْقَ طَاقَتِهِمْ ۔ھ

گئے عہد کو پورا کرے۔ اور انکی حفاظت میں لڑے اور انھیں انکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دے۔

ترلیسٹھ سال ہوئی۔ مدت خلافت دس سال چھ مہینے کچھ دن ہے۔ اگر ۲۸ ذوالحجہ کو وصال ہوا تو چھ دن اور پہلی محرم کو ہوا تو دس یا گیارہ دن۔

**لیتنی** یہ ارشاد یا تو از راہ تواضع تھا یا اس بنا پر تھا کہ ایمان خوف و رجا کے مابین ہے ورنہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشارت کے بعد شبہے اور شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔

**بالمهاجرين الاولين** مہاجرین اولین کے بارے میں تین قول ہیں، ایک یہ کہ وہ حضرات ہیں جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے خواہ حقیقۃً خواہ حکماً۔ یہ تفصیل ہم نے اس لئے کی کہ شرکاء بدر کی مجموعی تعداد تین سو تیرہ ہے مگر میدان کارزار میں تین سو پانچ حضرات ہی تھے۔ اسی مہاجرین اور فریقیہ انصار کرام، آٹھ حضرات جنگ میں شریک نہ ہوئے مگر انھیں بدر کے مال غنیمت سے حصہ ملا۔ اور باتفاق وہ اصحاب بدر میں سے ہیں۔ ایک حضرت ذوالنورین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنھیں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمارداری کے لئے مدینہ طیبہ روک دیا تھا۔ دوسرے اور تیسرے حضرت طلحہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو قریش کے کاروان تجارت کے تجسس میں بھیجے گئے تھے اور پانچ انصار کرام ہیں ان کے اسماء گرامی معلوم نہ ہو سکے۔ دوسرے یہ کہ مہاجرین اولین وہ حضرات ہیں جنھوں نے دونوں قبلوں کی جانب نماز پڑھی ہو اس کا حاصل یہ ہوا کہ جن حضرات نے تحویل قبلہ کے پہلے ہجرت فرمائی۔ تیسرے وہ حضرات جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے ہوں، جن کی تعداد چودہ سو ہے۔

**الذين تبوؤ الدار والايمان** الدار۔ سے مراد مدینہ طیبہ ہے۔ امام حسن بصری نے فرمایا، مدینہ طیبہ کے ناموں میں سے ایک۔ الایمان۔ بھی ہے۔ اور اگر یہاں ایمان کے معنیٰ شرعی مراد لیا جائے تو اس کا عامل محذوف ہے۔ یعنی۔ اجابوا الی الایمان۔ جنھوں نے صدق دل سے ایمان قبول کیا۔ انصار کرام اصل میں یمن کے باشندے تھے۔ ان کے مورث اعلیٰ عمرو بن عامر نے جب سد مآرب کی تباہی کے آثار دیکھے تو وہاں سے ترک سکونت کرکے باشارۂ غیبی مدینہ طیبہ آکر بس گئے۔ انھیں کی نسل میں حارثہ یا تعلبۃ العنقا ہے۔ اوس۔ خزرج، اسی کے فرزند ہیں جن سے انصار کرام ہیں۔

عھ باب قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۸۶، مناقب عثمان۔ باب قصة البيعة والاتفاق على عثمان ص ۵۲۴

| | |
|---|---|
| ۸۱۶ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى | |
| حدیث | ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے |
| عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا ۸۱۶ | |
| فرمایا | مردوں کو برا مت کہو۔ کیونکہ انھوں نے جو کچھ آگے بھیجا تھا اس کا بدلہ پا چکے۔ |

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ محبوبان بارگاہ کے قریب دفن ہونے کی تمنا صحابہ کرام کی سنت ہے۔ تاکہ ان پر نازل ہونے والی رحمتوں اور زائرین کی دعائے خیر سے انھیں بھی نفع ہو۔

**تشریحات** ۸۱۶ الاموات پر الف لام عہد کا ہے۔ اس سے مراد مسلمان مردے ہیں۔ جو فاسق معلن نہ ہوں اسکی دلیل ابوداؤد[1] اور ترمذی[2] کی وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویھم۔ اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرو اور انکی برائیوں سے منہ بند رکھو۔ فاسق معلن کے بارے میں عمدۃ القاری[3] میں محدث ابن بطال کا یہ قول مذکور ہے وان کان فاسقاً معلناً فلا غیبۃ لہ کذلک المیت۔ فاسق معلن کے فسق کو بیان کرنا غیبت نہیں۔ اسی طرح فاسق معلن میت کا بھی جیسا کہ حدیث میں فرمایا اذکروا الفاسق بما فیہ حتی یحذرہ الناس۔ فاسق کے فسق کو بیان کرو ورنہ لوگ اس سے کیسے بچیں گے۔ نیز اس حدیث میں۔ الاموات۔ سے صرف مسلمان مراد ہونا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس حدیث سے بھی ظاہر جسے امام بخاری نے اس باب کے بعد، باب ذکر شرار الموتی۔ کے ضمن میں ذکر فرمایا ہے جسمیں ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ ابولہب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا۔ تیرے لئے دن بھر بربادی ہو۔ تو سورہ تبت یدا، نازل ہوئی جس کی پہلی آیت یہ ہے۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہوگیا۔ یہاں دوسرے نسخے میں علیہ لعنۃ اللہ ہے۔ اسی کو علامہ عینی نے لیا ہے۔ اور ایک نسخے میں لعنہ اللہ ہے۔ اسے سند الحفاظ علامہ ابن حجر نے لیا ہے۔ اسی سے باب کی مطابقت ہے۔ کہ ابولہب کے مرنے کے بعد حضرت ابن عباس اس پر لعنت بھیج رہے ہیں۔ نیز یہ بتانا ہے کہ ابولہب ہی کے بارے میں سورہ تبت یدا نازل ہوئی ہے۔ اس میں بھی اس کی ہجو اور برائی ہے۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ کفار کی برائی بیان کرنی جائز ہے اگرچہ وہ مرگئے ہوں۔

البتہ اگر مرنے والے کفار کے اہل و عیال مسلمان ہوں اور ان کے کافرماں باپ اصول کی برائی کرنے سے انھیں ایذا پہنچے تو اس سے بچنا ضروری ہے۔ کہ اب یہ ایذاء مسلم ہے اور ایذاء مسلم جائز نہیں۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس ہی سے امام احمد اور امام نسائی نے روایت کیا ہے کہ کسی انصاری نے حضرت عباس کے کسی ایسے رشتہ دار کو جو کہ عہد جاہلیت میں مرچکے تھے برا کہا تو مشتعل ہوکر حضرت عباس نے اس انصاری کو پتھر مار دیا۔ اس پر انصار بھڑک گئے کہنے لگے ہم

---

[1] الجنائز۔ باب ماینھی من سب الاموات ص ۱۸۷۔ نسائی جنائز۔ [2] ثانی۔ الادب۔ باب فی النھی عن سب الموتی ص ۳۱۵ [3] اول۔ الجنائز۔ باب آخر ص ۱۲۱ ج ۵ جلد ثامن ص ۲۳۰۔

انتقام لیں گے یہاں تک کہ ہتھیار لگا کر آ گئے۔ اس کی اطلاع جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوئی تو ممبر پر تشریف لے گئے اور انصار سے فرمایا۔ عباس مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ ہمارے مردوں کو برا نہ کہو کہ ہمارے زندوں کو اذیت پہنچاؤ۔ انصار نے عرض کیا ہم حضور کے غضب سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں[1]۔ ایک دفعہ ابولہب کی صاحبزادی حضرت سُبَیْعَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کسی نے بنت حطب النار کہدیا۔ انھوں نے خدمت اقدس میں شکایت کی تو جلال آگیا ارشاد فرمایا ما بال اقوام یوذوننی فی قرابتی من اذانی فقد اذی اللہ۔ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میری قرابت کیوجہ سے مجھے ایذا دیتے ہیں۔ جسنے مجھے ایذا دی اُسنے اللہ کو ایذا دی۔

ان سب کے باوجود ضرورت شرعیہ کے وقت مسلمانوں کے معائب بقدر ضرورت بیان کرنا کبھی جائز کبھی واجب کبھی فرض ہے اگرچہ وہ مرچکا ہو۔ مثلاً راویان احادیث پر جرح، گواہوں پر جرح وغیرہ وغیرہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب الزکوٰۃ

زکوٰۃ کے لغوی معنی یہ ہیں۔ پاک کرنا۔ درست کرنا۔ بڑھنا۔ مدح۔ شریعت میں زکوٰۃ کے معنی یہ ہیں۔ مال کے ایک حصے کا جو شرع نے مقرر فرمایا ہے اللہ کے لئے کسی مسلمان فقیر وغیرہ کو مالک کر دینا بشرطیکہ وہ فقیر ہاشمی نہ ہو۔ زکوٰۃ فرض ہے اور اس کی فرضیت قطعی اجماعی ہے۔ جو اس کا منکر ہو کافر ہے اور جو نہ دے مستحق قتل ہے۔ اور تاخیر کرنیوالا فاسق، مردود الشہادۃ ہے۔ اگر کسی بستی والے یا کوئی جماعت زکوٰۃ نہ دے تو سلطان اسلام کو اس سے قتال کا حکم ہے۔ یہ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ اکثر کا قول یہ ہے کہ زکوٰۃ ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوئی ہے[2]

زکوٰۃ ہر مسلمان مرد و عورت عاقل بالغ پر فرض ہے جو ایسے مال نامی کا مالک ہو جو بقدر نصاب ہو اور اس پر پورا سال گزر چکا ہو اور حوائج اصلیہ سے فاضل ہو۔ مال نامی تین چیزیں ہیں۔ سونا چاندی خواہ ان کی سلیں ہوں یا زیور، برتن یا سکے اگرچہ رکھے ہوئے ہوں۔ مال تجارت۔ کچھ بھی ہو۔ چرائی کے جانور۔

**فرضیت کے دلائل** اس کا فرض ہونا قرآن مجید کی کثیر آیتوں سے ثابت ہے۔ یہاں امام بخاری نے صرف ایک آیت۔ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ ذکر فرمائی ہے یہ آیت چھ سورتوں میں مذکور ہے۔ سورۃ بقرہ میں تین جگہ آیت ۴۳۔ آیت ۸۲۔ آیت ۱۱۰۔ سورۃ نساء آیت ۷۷۔ سورہ نور آیت ۵۶۔ سورہ مزمل۔ آیت ۲۰۔ سورہ حج آیت ۷۷۔ اور سورہ مجادلہ آیت ۱۲۔ میں۔ یہاں ابتداء میں واؤ کے بجائے

---

[1] عمدۃ القاری ثامن ص ۲۳۰ [2] عمدۃ القاری ثامن ص ۲۵۵

۸۱۷ حدیث عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَی الْیَمَنِ فَقَالَ اُدْعُہُمْ اِلٰی شَہَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَاِنْ ہُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَاَعْلِمْہُمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاذ کو یمن بھیجتے وقت ان سے ارشاد فرمایا (پہلے) ان کو اس کی دعوت دو کہ وہ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں پس اگر وہ اسے قبول کرلیں

فا ہے۔ فاقیموا الصلوۃ۔ اب یہ حقیقت میں آٹھ آیتیں ہوئیں ان سب میں۔ آتوا الزکوٰۃ۔ میں امر ہے جو وجوب کے لئے ہے۔ جس سے فرضیت قطعی طور پر ثابت۔ مزید براں اس کی فرضیت کی دلیل میں چھ احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ اول حدیث ہرقل۔ جو مفصل جلد اول میں گزر چکی ہے۔ اس میں ہے۔ یامرنا بالصلوۃ والزکوۃ والصلۃ والعفاف حضرت ابوسفیان نے ہرقل کو بتایا۔ کہ یہ (نبی) ہمیں نماز زکوۃ صلہ رحمی اور پاکدامنی کا حکم کرتے ہیں۔ یہ بھی فرضیت پر قطعی ہے۔ دوم حدیث معاذ۔ جسمیں نص صریح ہے۔ افترض علیہم صدقۃ فی اموالہم۔ اللہ عزوجل نے ان کے مال میں صدقہ فرض فرمایا۔ جو ان کے مالداروں سے لیا جائے اور ان کے فقیروں پر تقسیم کیا جائے۔ سوم یہ حدیث کہ ایک صاحب نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ مجھے ایسا عمل بتائے جو مجھے جنت میں داخل کردے۔ تو فرمایا۔ اللہ کی عبادت کر اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کر۔ اور نماز قائم کر اور زکوۃ دے۔ اور صلہ رحمی کر۔ چہارم حدیث اعرابی جو قریب قریب اسی مضمون کی ہے۔ پنجم۔ حدیث عبدالقیس۔ ششم۔ مانعین زکوۃ کی حدیث۔ انھیں چھ احادیث پر انحصار نہیں۔ اس کی فرضیت کی کثیر احادیث ہیں۔ جن میں کچھ بہار شریعت حصہ پنجم کے شروع میں درج ہیں۔

۸۱۷ زکوۃ ہی میں ص۲۰۳ پر اور مغازی میں یہ زائد ہے۔

**تشریحات** فایاک وکرائم الاموال واتق دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینہ وبین اللہ حجاب۔ زکوۃ میں عمدہ مال لینے سے بچو اور مظلوم کی دعا سے ڈرو اسلئے کہ اسکے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔

مظالم میں صرف اخیر کا حصہ ہے۔

غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد ربیع الآخر ۹ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یمن بھیجا تھا۔ یمن پر پانچ حضرات کا تقرر ہوا تھا۔ جندل پر حضرت معاذ کا۔ زبید عدن ساحل پر حضرت ابوموسیٰ کا۔ خالد بن سعید کا صنعاء پر۔ مہاجر بن امیہ کا کندہ پر اور زیاد بن لبید کا حضرموت پر۔ حضرت معاذ کا والی اور قاضی کے عہدے پر تقرر ہوا تھا اور انھیں کے ذمہ یہ بھی تھا کہ عاملین سے زکوۃ وصول کریں۔

| |
|---|
| اَنَّ اللّٰہَ اِفْتَرَضَ عَلَیْھِمْ خَمْسَ صَلَوٰتٍ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَلَیْلَۃٍ فَاِنْ |
| تو انھیں بتاؤ کہ اللہ نے ان پر روزانہ پانچ وقت کی نمازیں فرض فرمائی ہیں۔ اگر یہ بھی مان لیں تو |
| ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَاَعْلِمْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ اِفْتَرَضَ عَلَیْھِمْ صَدَقَۃً |
| انھیں بتاؤ کہ اللہ نے ان کے اموال میں صدقہ فرض فرمایا ہے جو ان کے |
| فِیْ اَمْوَالِھِمْ تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَائِھِمْ وَتُرَدُّ فِیْ فُقَرَائِھِمْ ع ۵ |
| مالداروں سے لیا جائے اور ان کے محتاجوں پر لوٹا دیا جائے۔ |

یمن میں نصرانی بھی تھے۔ اس کی طرف دوسری روایتوں میں اشارہ بھی ہے کہ فرمایا۔
تم عنقریب ایسے لوگوں کی پاس جاؤ گے جو اہل کتاب ہیں۔

**مسائل** (۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کفار کو قتال سے پہلے اسلام کی دعوت دینی چاہیئے (۲) مومن ہونے کے لئے زبان سے اقرار ضروری ہے (۳) بعض حضرات نے حدیث کے اس جزء سے کہ زکوۃ ان کے مالداروں سے لی جائے اور ان کے محتاجوں پر تقسیم کی جائے۔ یہ استدلال کیا ہے کہ ایک جگہ کی زکوۃ دوسری جگہ منتقل کرنا جائز نہیں۔ سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب تھا۔ خراسان سے زکوۃ آئی تو انھوں نے اسے خراسان لوٹا دیا۔ مگر اس پر امت کا اجماع ہے کہ دوسری جگہ کے فقراء کو اگر زکوۃ دیدی جائے تو ادا ہو جائے گی۔ اس حدیث میں فقرائھم میں ضمیر کا مرجع مسلمین ہیں۔ یا یہ کہ یہ ارشاد بطور استحباب خاص ان لوگوں کے لئے اس بنا پر تھا کہ وہاں کے فقراء زیادہ ضرورت مند رہے ہوں گے (۴) علامہ طیبی وغیرہ نے توخذ من اغنیائھم سے استدلال کیا کہ نابالغ بھی اگر مالک نصاب ہے تو اس پر زکوۃ واجب ہے، ہمارے یہاں واجب نہیں کیونکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

رفع القلم عن ثلثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم وعن المجنون حتی یفیق[1]

تین شخص مرفوع القلم ہیں، سونے والا جبتک جاگ نہ جائے۔ بچہ جبتک بالغ نہ ہو جائے اور پاگل جب تک صحتمند نہ ہو جائے۔

ترمذی وغیرہ میں جو یہ حدیث ہے کہ فرمایا جو کسی یتیم کا ولی ہو اسے چاہیئے کہ تجارت کرے کہ اس کا مال صدقہ یا

---

ع ۵ الزکوۃ - باب وجوب الزکوۃ ص ۱۸۷ باب لا توخذ کرائم اموال الناس ص ۱۹۶ - باب اخذ الصدقۃ من الاغنیاء و ترد الی الفقراء ص ۲۰۲ - المظالم الاتقاء والحذر عن دعوۃ المظلوم ص ۳۳۱ - ثانی المغازی - باب بعث ابی موسی ومعاذ الی الیمن ص ۶۲۳ - التوحید - باب دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امتہ الی توحید اللہ ص ۱۰۹۶ - مسلم - ایمان ابوداؤد، زکوۃ - ترمذی - زکوۃ - نسائی زکوۃ - دارمی زکوۃ - ابن ماجہ زکوۃ -

[1] ابن ماجہ - الطلاق - باب طلاق المعتوہ ص ۱۴۱ - مسند امام احمد جلد سادس ص ۱۰۰ -

۸۱۸ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ

**حدیث** حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبِرْنِیْ عَنْ عَمَلٍ یُّدْخِلُنِی الْجَنَّۃَ

نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں

قَالَ مَالَہٗ مَالَہٗ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَبٌ مَالَہٗ

داخل کردے۔ فرمایا۔ تو لوگوں نے کہا اسے کیا ہوگیا اسے کیا ہوگیا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعْبُدُ اللّٰہَ لَا تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا وَّتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِی الزَّکٰوۃَ

نے فرمایا اسے اس سوال کی حاجت ہے۔ اللہ کی عبادت کر اس حال میں کہ اسکا کسی کو شریک مت

زکوۃ نہ کھائے، ضعیف ہے۔ (۵) یہ حدیث اس پر نص ہے کہ زکوۃ کی ادائیگی صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ قرآن کریم میں مذکور آٹھوں اصناف کو دیا جائے۔ کسی ایک صنف کو دینا کافی ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں صرف فقراء میں تقسیم کرنے کو فرمایا (۶) کسی پر ظلم حرام وگناہ ہونے کے ساتھ ظالم کی تباہی کا بھی باعث ہے اسلئے کہ مظلوم کی آہ رائگاں نہیں جاتی اگرچہ مظلوم فاسق وفاجر حتی کہ کافر ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے دعوۃ المظلوم مستجابۃ وان کان فاجرا ففجورہ علی نفسہ[1] مظلوم کی دعا مقبول ہے اگر وہ فاجر ہے تو اسکا فجور اسکی ذات پر ہے۔ حدیث مذکور بعض طرق سے مسند امام احمد میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اس میں وان کان کافرا[2] زائد ہے۔ واضح ہو کہ چوری ڈاکہ ردت کی سزا دینا ظلم نہیں بحکم شریعت تادیبی کاروائی ہے۔ بلاجرم ناحق ستانا یا شریعت کی مقرر کردہ سزا سے زائد دینا ظلم ہے۔

**تشریحات** ۸۱۸ ابن قتیبہ نے کہا کہ یہ عرض کرنے والے خود حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے۔ کتاب الادب کی روایت میں ہے کہ اخیر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے چھوڑ دے۔ راوی کہتے ہیں گویا حضور سواری پر تھے۔ یعنی سائل نے یہ سوال ایسے وقت کیا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سواری پر تھے۔ کہیں جانے کا قصد تھا یا کہیں جارہے تھے اثنار راہ میں سائل نے سواری کی نکیل پکڑ کر روکی اور وہ سوال کیا۔ اسی وجہ سے لوگوں کو تعجب ہوا اور بول پڑے اسے کیا ہوگیا ہے اسے کیا ہوگیا ہے۔ اور حضور نے فرمایا ضرورت مند ہے پوچھنے دو۔ حضرت سیدنا ابوایوب جیسے سراپا ادب واخلاص سے یہ حرکت مستبعد ہے یہ شان کسی اعرابی ہی کی ہوسکتی ہے۔ اسلئے حضرت علامہ ابن حجر کی یہ رائے زیادہ وقیع ہے کہ یہ اور اس کے بعد والی حدیث ایک ہی ہے۔ اب باب کا اثبات بھی واضح ہوجائے گا اس لئے اس میں تودی الزکوۃ المفروضۃ ہے۔ اسکی تائید مسلم کی روایت سے ہوتی ہے کیونکہ اس میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں تھے کہ ایک اعرابی

[1] عمدۃ القاری سادس ص ۲۳۸ [2] ایضا

۸۱۹ حدیث عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِیًّا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهٗ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا وَّتُقِیْمُ الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوْبَةَ وَتُؤَدِّی الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا اَزِیْدُ عَلٰی هٰذَا فَلَمَّا وَلّٰی قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی هٰذَا ؏۵

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے کہ جسے کروں تو جنت میں داخل ہوجاؤں۔ فرمایا اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اسکا شریک نہ ٹھہرا اور فرض نماز قائم کر اور فرض زکوۃ ادا کر اور رمضان کا روزہ رکھ ان اعرابی نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے اس پر کچھ زیادہ نہ کرونگا۔ جب وہ چلے گئے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی جنتی کو دیکھنا چاہتا ہو اس دیہاتی کو دیکھے۔

۸۲۰ حدیث اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

۴ وَتَصِلُ الرَّحِمَ ؏۵

کرنا اور نماز قائم رکھنا زکوۃ دیتے رہنا اور صلہ رحمی کرتے رہنا۔

نے راستہ روکا اونٹنی کی نکیل تھام لی اور وہ سوال کیا۔

**تشریحات** ۸۱۹ جلد اول ص ۳۰۳ پر اسی مضمون کی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گزر چکی توجیہات وہاں دیکھ لیں۔ صرف دو باتیں معروض ہیں۔ عقلاً عادۃً یہ ممکن تھا کہ یہ شخص اسکی خلاف ورزی کرتا۔ معاذ اللہ مرتد بھی ہوسکتا تھا اسکے باوجود اسے جنتی کہنا یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غیب داں ہونے کی دلیل ہے نیز یہ بھی ثابت ہوگیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ قدرت تھی کہ یہ معلوم کرلیں کہ کس کا خاتمہ بالخیر ہوگا اور کس کا نہیں۔

**تشریحات** ۸۲۰ کفر من کفر من العرب۔ مرتدین کی دو قسمیں تھیں۔ ایک وہ جو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے تابع ہوگئے۔ دوسرے وہ جو کسی دین کے پابند نہ تھے۔ دہریے ملحد ہوگئے۔

ع۵ الزکوۃ باب وجوب الزکوۃ ص ۱۸۷۔ ثانی۔ الادب۔ باب فضل صلۃ الرحم ص ۸۸۵ مسلم ایمان۔ نسائی صلوۃ وعلم۔

ع۵ ایضاً مسلم۔ ایمان۔ مسند امام احمد ثانی ص ۳۴۲۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّكَفَرَ مَنْ كَفَرَ

وسلم کا وصال ہوگیا اور ابوبکر خلیفہ ہوئے اور اہل عرب میں سے

مِنَ الْعَرَبِ فَقَالَ عُمَرُ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ

کچھ نے کفر کیا تو عمر نے فرمایا آپ ان لوگوں سے کیسے لڑیں گے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مجھے لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ

النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ

وہ کلمہ طیبہ پڑھ لیں جس نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا

مِنِّيْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ فَقَالَ وَاللّٰهِ

اس نے اپنا مال اپنی جان محفوظ کرلی مگر اسلام کے حق کی وجہ سے اور اسکا حساب اللہ پر ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے یہی دونوں مراد ہیں۔ رہ گئے مانعین زکوۃ، ان پر اس عہد میں حکم کفر درست نہیں تھا۔ اس لئے کہ وہ عام اعراب دیہاتی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے انھیں زکوۃ کی فرضیت کا علم نہ تھا۔ پھر کچھ ایسے بھی تھے جنھیں ان کے رؤسا نے بہکا کر زکوۃ وصول کرکے خود ہی تقسیم کرلیا تھا۔ یہ خلیفۂ اسلام کو زکوۃ دینے سے منکر تھے۔ ان کو باغی کہنا زیادہ مناسب ہے۔ اسی لئے ان سے قتال کے بارے میں ابتداء میں اختلاف ہوا۔ آج جبکہ زکوۃ کی فرضیت ہر عام و خاص کو معلوم ہے اگر کوئی زکوۃ، فرض ہونے سے انکار کرے گا تو ضرور کافر ہوجائے گا۔

اس کی اطلاع جب مدینہ پہنچی تو بلا توقف حضرت ابوبکر نے ان سب سے لڑنے کا فیصلہ کرلیا۔ فقہ

اب یہاں دو سوال پیدا ہوگیا۔ اول یہ کہ حالات قتال کے قطعاً مساعد نہ تھے۔ مدینہ طیبہ اور اطراف میں منافقین ابلے گیلے پڑے تھے۔ ذرا سی غفلت اور کمزوری پر ان سے اندرونی خلفشار کا اندیشہ قوی تھا۔ دوسرے یہ کہ وصال کے قبل خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شام کی جانب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ فرمایا تھا جو جرف پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا کہ مزاج اقدس کی بہت زیادہ ناسازی اور پھر وصال کی خبر سنکر رک گیا تھا۔ حضرت صدیق اکبر نے باوجود فہمائش کے اس لشکر کو روکا نہیں بلکہ روکنے کے لئے اصرار کرنے پر فرمایا، جس لشکر کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا ہے اور جس جھنڈے کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھولا ہے۔ ابوقحافہ کے بیٹے کی مجال نہیں کہ اسے روکے اور وہ جھنڈا باندھے جو وہ کچھ بھی ہوجائے۔

لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ فَاِنَّ الزَّكٰوةَ

ابو بکر نے کہا جو نماز اور زکوۃ میں فرق کرے گا اس سے ضرور ضرور لڑوں گا زکوۃ حق مال ہے

حَقُّ الْمَالِ - وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا اِلٰى رَسُوْلِ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اگر بکری کا چھوٹا سا بچہ بھی زکوۃ میں دیتے تھے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهَا قَالَ

اگر اس کے بھی دینے سے انکار کریں گے تو ان سے اس پر ضرور لڑوں گا۔ اب حضرت عمر نے کہا

عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ قَدْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَ اَبِيْ بَكْرٍ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ

بخدا اللہ نے ابو بکر کے سینے کو قتال کیلئے کھول دیا تھا۔ اب میں نے پہچانا کہ یہی حق ہے۔

ایسی صورت میں جبکہ اندرونی دسیسہ کاروں سے اندیشہ ہے۔ اور چیدہ چیدہ افراد ایک مہم پر جا چکے ہیں ان مرتدین سے قتال کامیاب ہوگا یا نہیں یہ ایک بہت بنیادی سوال تھا مگر دوسری طرف اس سے بھی اہم سوال یہ تھا کہ اگر سستی برتی جاتی اور ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو کیا ہوتا؟ جب یہ منظم ہو جاتے قوت پکڑ جاتے اور پھر انھیں دیکھکر اور مذبذبین ایسا کر دیتے تو اس سے جو نتیجہ نکلتا وہ اسلام کی بربادی تباہی ہوتی۔ اسی لئے جانشین رسول نے اسلام کی بقاء و تحفظ کے لئے اعلان جہاد فرما دیا۔

**فقال عمر** حضرت فاروق اعظم کو تردد صرف مانعین زکوۃ سے جہاد کرنے میں تھا۔ بحث و تمحیص کے بعد حضرت فاروق اعظم کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ حق وہی ہے جو صدیق اکبر کہتے ہیں۔ اس طرح باتفاق صحابہ ان تینوں قسم کے لوگوں سے جہاد شروع ہوا۔ اللہ عزوجل نے اپنے دین کی مدد فرمائی اور سارے مرتدین کا قلع قمع ہوگیا۔ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی مارے گئے اور مانعین زکوۃ راہ راست پر آگئے اور پورا عرب اسلام خالص سے مالا مال ہوگیا۔ اسی سے متاثر ہو کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا:

لقد قام ابو بکر یوم الردۃ مقام نبی من الانبیاء یوم ردّت ابو بکر نے ایک نبی کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔

اصابت رائے بروقت ضروری اقدام اور اعلیٰ کامیابی کی اس سے بہتر نظیر دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے عاجز ہے اس وقت کے حالات کے پیش نظر انسان اپنے تدبیر پر بھروسہ کر کے اتنا اہم اقدام کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ جبتک کہ منجانب اللہ وہ مؤید نہ ہو۔ زکوۃ کی فرضیت حضرت صدیق اکبر کی اس ارشاد سے ثابت ہے کہ۔ جو نماز و زکوۃ کے مابین فرق کرے گا اس سے لڑوں گا۔

**لو منعونی عناقا** عَنَاق۔ بکری کے سال بھر سے کم عمر کے بچے کو کہتے ہیں اور بعض روایتوں میں عقالا ہے یعنی جانور باندھنے کی رسی یہ بر سبیل مبالغہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی حقیر چیز بھی زکوۃ میں دیتے تھے اب نہ دیں گے تو ان سے جہاد کرونگا۔

عہ الزکوۃ۔ باب وجوب الزکوۃ ص ۱۸۸ - ثانی۔ استتابۃ المعاندین والمرتدین۔ باب قتل من ابی قبول الفرائض ص ۱۰۲۳ - الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۸۱ - مسلم۔ الایمان - ابوداؤد۔ الزکوۃ۔ ترمذی الایمان۔ نسائی المحاربۃ۔ الجہاد۔

۸۲۱ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ هُرْمُزَ الْاَعْرَجَ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ

حدیث عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج نے حدیث بیان کی کہ انھوں نے حضرت ابوہریرہ

اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وَسَلَّمَ تَاْتِي الْاِبِلُ عَلٰى صَاحِبِهَا عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ اِذَا هُوَ لَمْ يُعْطِ

فرمایا جب اونٹ ہیں سے اس کا حق نہ دیا جائے تو قیامت کے دن جیسا تھا اس سے

فِيْهَا حَقَّهَا تَطَأُهٗ بِاَخْفَافِهَا وَتَاْتِي الْغَنَمُ عَلٰى صَاحِبِهَا عَلٰى

بہتر ہوکر اپنے مالک کے پاس آئے گا اور اسے اپنے پاؤں سے کچلے گا اور

**تشریحات** ۸۲۱ مسلم شریف میں یہ حدیث پوری تفصیل کے ساتھ یوں مذکور ہے، کہ فرمایا سونے اور چاندی کا مالک جو اس کا حق ادا نہیں کرے گا قیامت کے دن اس سے سونے اور چاندی کی چادر بنائی جائے گی اور اسے جہنم کی آگ سے تپا کر اس کی پیشانی اور کروٹ اور پیٹھ کو داغا جائے گا۔ یہ چادر جب ٹھنڈی ہو جائے گی، تو پھر تپائی جائے گی اور پھر داغا جائے گا اسی طرح اس دن میں جو پچاس ہزار برس کا ہوگا، دن بھر یہی کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ بندوں کا فیصلہ ہوگا۔ اب یہ شخص اپنا راستہ دیکھے گا یا جنت کا یا دوزخ کا۔ لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ اور اونٹ تو فرمایا۔ جو اونٹ کا مالک اونٹ کا حق ادا نہ کرے اور اونٹ کا حق یہ بھی ہے کہ جس دن پانی پر اترے اسی دن دوہا جائے تو یہ اونٹ بہت تندرست ہوکر آئیں گے اور اس کے مالک کو برابر میدان میں لٹایا جائے گا وہ اونٹ اسے روندیں گے اور منھ سے کاٹیں گے۔ جب پچھلی جماعت گزر جائے گی تو پھر اگلی آئے گی اور اس دن جو پچاس ہزار سال کا ہوگا دن بھر یہی ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ عزوجل بندوں کا فیصلہ فرما دیگا، اب وہ اپنی راہ دیکھے گا، خواہ جنت کی خواہ جہنم کی اور گائے بکری کے بارے میں بھی فرمایا، اگر ان کا حق ادا نہ کیا تو ان کے مالک کو ہموار میدان میں لٹایا جائے گا اور وہ سب گائیں اور بکریاں آئیں گی نہ ان میں کوئی مڑے ہوئے سینگ کی ہوگی نہ بے سینگ کی نہ ٹوٹے ہوئے سینگ کی۔ یہ سب، سینگوں سے اپنے مالک کو ماریں گی اور کھروں سے کچلیں گی۔ جب ایک جماعت گزرے گی تو دوسری آئے گی۔ اس دن جو پچاس ہزار برس کا ہوگا۔ دن بھر یہی ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ عزوجل بندوں کے مابین فیصلہ فرما دیگا۔ اب یہ اپنا راستہ دیکھے گا، جنت کا یا دوزخ کا۔

**ان تحلب علی الماء** عرب کی عادت تھی جب چوپائے پانی پینے کیلئے تالاب یا چشمے یا کنوئیں پر جاتے تو انھیں دوہتے اس موقع پر محتاج تنگدست جمع ہو جاتے کہ انھیں بھی کچھ دودھ مل جائے۔ اور کچھ ایسے بھی تھے جو جانور وہاں نہیں دوہتے تاکہ کسی کو کچھ دینا نہ پڑے، اسی پر یہ فرمایا۔ یہ ارشاد مکارم اخلاق سے ہے۔

**لا املك لك شيئا** یہ ارشاد یا اس بنا پر ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں شفاعت سے روک دیا گیا ہے، یا یہ

خَيْرِ مَا كَانَتْ إِذَا لَمْ يُعْطِ فِيهَا حَقَّهَا تَطَأُهُ بِأَظْلَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا

اور جب بکری میں اس کا حق نہ دیا جائے تو وہ قیامت کے دن جیسی تھی اس سے بہتر ہو کر اپنے

قَالَ وَمِنْ حَقِّهَا أَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَاءِ قَالَ وَلَا يَأْتِي أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

مالک کے پاس آئے گی اور اسے اپنے پاؤں سے کچلے گی اور اپنے سینگوں سے مارے گی۔

بِشَاةٍ يَحْمِلُهَا عَلَى رَقَبَتِهِ لَهَا يُعَارٌ فَيَقُولُ يَا مُحَمَّدُ فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ

فرمایا اس کا حق یہ ہے کہ اسے پانی پر دوہا جائے فرمایا تم میں کوئی قیامت کے دن اپنی گردن

لَكَ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُ وَلَا يَأْتِي بِبَعِيرٍ يَحْمِلُهُ عَلَى رَقَبَتِهِ لَهُ رُغَاءٌ فَيَقُولُ

پر بکری لادے نہ آئے جو بول رہی ہو اور کہے یا محمد (فریاد ہے) اور میں کہوں میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے

يَا مُحَمَّدُ فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُ ؏

پہنچا دیا تھا اور کوئی اپنی گردن پر اونٹ لادے نہ آئے جو بول رہا ہو اور کہے اے محمد (فریاد ہے) اور میں کہوں میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا میں نے پہنچا دیا تھا

۸۲۲ **حدیث** عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهُ مُثِّلَ لَهُ

جسے اللہ نے مال دیا پھر اس نے اس کی زکوۃ نہ دی تو اس کا یہ مال قیامت کے دن گنجا سانپ بنا دیا جائیگا

مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ

جس کے سر پر دو چتیاں ہوں گی یہ سانپ قیامت کے دن اس کے گلے میں لپٹ جائے گا پھر اس کے

ارشاد زجر و توبیخ کے لئے ہے۔ یہ افادہ مقصود ہے کہ ایسے لوگوں کی میں بھی کوئی مدد نہیں کروں گا۔ جب کہ سب کچھ میں نے بتا دیا تھا۔

**تشریحات** ۸۲۲ اقرع کے معنی گنجے کے ہیں۔ ہر سانپ گنجا ہوتا ہے کسی سانپ کے سر پر بال نہیں ہوتا۔ یہاں مراد یہ ہے کہ زیادہ مدت تک زہر جمع رہنے سے اس کے سر سے کھال کی ایک آدھ تہ جھڑ جاتی ہے زبیبتان۔ زبیب کے معنی اصل میں جھاگ کے ہیں۔ یہاں مراد سیاہ نکتہ ہے جسے چتی کہتے ہیں یہ چتیاں یا تو دونوں آنکھوں کے اوپر ہوتی ہیں یا سر پر یا منہ کے دونوں کناروں پر یا حلق کے نیچے کچھ گوشت لٹکتا ہے وہ مراد ہے۔ ظاہر پہلا دو معنی ہے۔ چتی دار یہ سانپ سب سے زیادہ زہریلا ہوتا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

ع۸ الزکوۃ باب اثم مانع الزکوۃ ص ۱۸۸ ۔ مسلم زکوۃ ابوداؤد نسائی کلاھما مختصراً فی الزکوۃ ۔

يَاخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا

دونوں جبڑوں کو بھبوڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں

كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ الْآيَةَ بِمَا آتَاهُمُ

میں تیرا خزانہ ہوں اس کے بعد حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی اللہ عزوجل نے فرمایا جو

اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ

اس مال میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے وہ اسے ہرگز اپنے

مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۸۲۳

لئے اچھا خیال نہ کریں بلکہ یہ انکے لئے برا ہے۔ جس مال میں بخل کیا جائے وہ قیامت میں انکے گلے کا طوق بنایا جائیگا۔

۸۲۳ حدیث عَنْ خَالِدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ

خالد بن اسلم نے کہا ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ نکلے

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ أَخْبِرْنِي عَنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى

تو ایک دیہاتی نے کہا مجھے اللہ کے اس ارشاد کا مطلب بتائیے۔ جو لوگ سونے اور چاندی کو

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ مَنْ

جمع رکھتے ہیں۔ تو حضرت ابن عمر نے فرمایا جس نے انھیں جمع کیا

كَنَزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَوٰتَهَا فَوَيْلٌ لَّهُ إِنَّمَا كَانَ هٰذَا قَبْلَ أَنْ

اور اس کی زکوۃ نہ دی اس کے لئے ہلاکت ہے یہ زکوۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے تھا

تُنْزَلَ الزَّكٰوةُ فَلَمَّا أُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللَّهُ طُهْرًا لِّلْأَمْوَالِ ۸۲۴

جب زکوۃ نازل ہوگئی تو اللہ نے اسے مالوں کو پاک کرنیوالا بنا دیا۔

۸۲۳ تشریحا سورہ توبہ میں فرمایا گیا۔ آیت ۳۴

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ۔

اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔

۸۲۴ الزکوۃ باب اثم مانع الزکوۃ ص ۱۸۸ ثانی تفسیر سورہ ال عمران باب قولہ ولا تحسبن الذین یبخلون ص ۲۵۵ نسائی زکوۃ۔ ۸۲۵ الزکوۃ باب ما ادی زکوتہ فلیس بکنز ص ۱۸۸ ثانی تفسیر سورہ توبہ باب قولہ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ص ۲۷۲ نسائی زکوۃ۔

۸۲۴ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدٍ يَّقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

**حدیث** یحییٰ بن عمارہ نے کہا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے

لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ صَدَقَةٌ وَّلَا فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ

ہوئے سُنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ اوقیہ سے کم میں صدقہ نہیں اور نہ پانچ اونٹ سے

صَدَقَةٌ وَّلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ صَدَقَةٌ ؏ه

کم میں اور نہ پانچ وسق سے کم میں۔

اس آیت کا صریح مطلب یہ ہے کہ سونا چاندی جمع نہ کیا جائے جو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا جائے۔ اس لئے ان اعرابی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کا مطلب پوچھا۔ انھوں نے ارشاد فرمایا۔ زکوٰۃ کے مشروع ہونے سے پہلے یہی حکم تھا۔ مگر زکوٰۃ کے حکم کے بعد بقدر زکوٰۃ مال دیدینے کے بعد جو بچے اس کا جمع کرنا ممنوع نہیں۔ اور اب بھی زکوٰۃ نہ دینے کی صورت میں یہی وعید ہے۔

**تشریحات** ۸۲۴ ص ۱۹۶ پر تھوڑی سی تفصیل ہے کہ پانچ وسق سے کم کھجور میں اور پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں اور پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ نہیں۔ اواق۔ اوقیہ کی جمع ہے۔ اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ اس طرح چاندی کی نصاب دو سو درہم ہوئی۔ اور ایک درہم تین ماشے ۱/۵ رتی کا۔ اس طرح چاندی کی نصاب ۵۲ ½ تولے ہوئی۔ انگریزوں کے عہد میں جو چاندی کا روپیہ چلتا تھا وہ سوا گیارہ ماشے کا تھا۔ ان روپوں سے نصاب چھپن روپے بھر ہوئی۔ سونے کی نصاب بیس مثقال ہے۔ اس پر اجماع ہے۔ ایک مثقال ساڑھے چار ماشے کا۔ اس طرح سونے کی نصاب ساڑھے سات تولے ہوئی۔ موجودہ رائج اعشاریہ وزن سے چاندی کی نصاب ۶۴۲ گرام ۹۶ ملی گرام ہے۔ اور سونے کی ۸۷ گرام ۴۸ ملی گرام۔ اونٹ کی نصاب پانچ اونٹ ہے۔ یہ متفق علیہ ہے غلے کی نصاب پانچ وسق ہے۔ مشہور یہ ہے کہ ایک اونٹ کے بوجھ کو وسق کہتے ہیں۔ مگر مختار یہ ہے۔ ساٹھ صاع کا ایک وسق ہے۔ اس طرح غلے کی نصاب تین سو صاع ہوئی۔ اس سے کم پیداوار میں عشر نہیں۔ یہی امام شافعی، امام ابویوسف امام محمد کا مذہب ہے۔ مگر امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ زمین کی پیداوار کی کوئی نصاب نہیں۔ تھوڑی پیداوار ہو یا زیادہ سب میں عشر واجب ہے۔ ان کی دلیل خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ ص ۲۰۱ والی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے کہ فرمایا:

فیما سقت السماء والعیون او کان عثریا العشر وما سقی بالنضح نصف العشر ؎ — جسے بارش یا چشمے سینچیں یا بے سینچے پیداوار ہو جائے اس میں عشر ہے اور جو چھڑک کر سینچی جائے اس میں

ع۸ الزکوۃ باب ما ادی زکوتہ فلیس بکنز۔ باب زکوۃ الورق ص ۱۹۳ باب لیس فیما دون خمس ذود صدقۃ ص ۱۹۶ باب لیس فیما دون خمس اوسق صدقۃ ص ۲۰۱ مسلم زکوۃ ابوداود زکوۃ۔ ترمذی زکوۃ — نسائی زکوۃ۔ ابن ماجۃ زکوۃ۔

۸۲۵ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ مَرَرْتُ بِالرَّبَذَةِ فَإِذَا أَنَا بِأَبِي ذَرٍّ

**حدیث** زید بن وہب نے کہا میں ربذہ سے گزرا تو میری ملاقات ابوذر سے ہوئی

قُلْتُ لَهُ مَا أَنْزَلَكَ مَنْزِلَكَ هٰذَا قَالَ كُنْتُ بِالشَّامِ فَاخْتَلَفْتُ أَنَا وَ

میں نے ان سے کہا کس چیز نے آپ کو اس جگہ پہنچایا تو انھوں نے فرمایا میں شام میں تھا

مُعَاوِيَةُ فِي الَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي

مجھ میں اور معاویہ میں اس آیت کے بارے میں اختلاف ہوا جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں

سَبِيلِ اللّٰهِ قَالَ مُعَاوِيَةُ نَزَلَتْ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ فَقُلْتُ نَزَلَتْ فِينَا

اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی بشارت دو معاویہ نے کہا یہ

اس حدیث میں کلما عام ہے قلیل وکثیر سب پر صادق ہے اور عبادات میں احتیاط پر عمل واجب۔ اس لئے زمین کی پیداوار تھوڑی ہو یا زیادہ سب میں عشر واجب۔ مفصل بحث عشر کے بیان میں اس حدیث کے تحت آرہی ہے۔

**مطابقت باب** یہاں باب یہ ہے۔ جس مال کی زکوۃ دیدی جائے وہ کنز نہیں۔ یعنی وہ کنز نہیں جس پر وعید آئی ہے۔ جب یہ نص وارد ہوگئی کہ پانچ اوقیے سے کم چاندی اور پانچ اونٹ سے کم میں زکوۃ نہیں۔ تو ثابت اس سے کم جمع کرنا بلاشبہہ جائز یا زکوۃ دیدینے کے بعد یہ مقدار بھی جمع کرنا بلاکراہت جائز۔ جس طرح زکوۃ ادا کرنے کے بعد پانچ اوقیے چاندی بلکہ انتالیس درہم مزید رکھنا درست۔ اسی طرح زکوۃ دینے کے بعد پانچ بلکہ نو اونٹ تک رکھنا درست تو اگر اس مقدار سے زیادہ بھی ہو اور زکوۃ ادا کردی جائے۔ تو اس کا جمع کرنا بلاکراہت درست ہوگا اور یہ وہ کنز نہ ہوگا جو ممنوع ہے۔

**تشریحات** ۸۲۵ جلد اول میں گزر چکا کہ ربذہ مدینہ سے تین منزل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے زکوۃ کے اونٹوں کی چراگاہ بنادی تھی۔ مسند ابویعلی میں انھیں زید بن وہب سے مروی ہے کہ خود حضرت ابوذر نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوذر جب مدینے کی آبادی کو وہ سلع تک پہنچ جائے تو تم شام چلے جانا۔ اسی ہدایت کے بموجب جب مدینہ طیبہ کی آبادی کوہ سلع تک پہنچ گئی تو یہ شام دمشق چلے گئے، وہاں اسوقت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی تھے۔ حضرت ابوذر کا مذہب یہ تھا کہ جتنی آمدنی ہو حاجت سے جو بچے سب کا صدقہ کرنا فرض ہے۔ حاجت سے زائد جمع کرنا حرام ہے۔ آدمی بہت پرجوش اور جری تھے۔ اپنے اس مسلک کی علانیہ تبلیغ فرماتے تھے۔ اس سے وہاں ایک خلفشار مچا ہوا تھا۔ چونکہ سابقین اولین میں سے اور بہت معزز صحابی تھے۔ اس لئے عوام کا رجحان ان کی طرف زیادہ تھا۔ آخر حضرت معاویہ سے زوردار گفتگو ہوئی۔ حضرت ابوذر نے آیت کریمہ مذکورہ تلاوت فرمائی۔ انکا اجتہاد یہ تھا کہ اس آیت میں ولا ینفقونھا سے مراد بقدر حاجت سے جو زائد ہو سب کا سب خرچ کرنا ہے۔ صرف بقدر زکوۃ صرف کرنا مراد نہیں۔ اور معاویہ

وَفِيهِمْ فَكَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فِي ذٰلِكَ فَكَتَبَ إِلَى عُثْمَانَ يَشْكُونِي فَكَتَبَ

اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ ہمارے اور ان کے دونوں کے بارے میں نازل

إِلَيَّ عُثْمَانُ أَنِ اقْدَمِ الْمَدِينَةَ فَقَدِمْتُهَا فَكَثُرَ عَلَيَّ النَّاسُ حَتّٰى كَأَنَّهُمْ

ہوئی ہے اور اس سلسلے میں میرے اور ان کے درمیان کچھ تکرار ہو گئی انھوں نے حضرت عثمان کے

لَمْ يَرَوْنِي قَبْلَ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعُثْمَانَ فَقَالَ لِي إِنْ شِئْتَ

پاس میری شکایت لکھی اس پر حضرت عثمان نے مجھے لکھا کہ تم مدینے آجاؤ میں مدینے آگیا لوگ

تَنَحَّيْتَ فَكُنْتَ قَرِيبًا فَذٰلِكَ الَّذِي أَنْزَلَنِي هٰذَا الْمَنْزِلَ وَلَوْ أَمَّرُوا

میرے پاس بکثرت جمع ہو گئے گویا اس سے پہلے مجھے انھوں نے دیکھا ہی نہیں تھا۔ میں نے حضرت عثمان سے اسکا

عَلَيَّ حَبَشِيًّا لَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ - ۵ھ

تذکرہ کیا تو فرمایا اگر تم چاہو تو نہیں قریب پاس میں گوشہ نشین ہو جاؤ۔ اسی وجہ سے میں یہاں ہوں اور اگر لوگ حبشی کو امیر بنا دیں تو اسکا بھی

کا خیال تھا کہ یہ یہود و نصاریٰ احبار و رہبان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس لئے کہ آیت کا ابتدائی حصہ یہ ہے۔

إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الْآيَةَ۔

بہت سے احبار و رہبان لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں۔ اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ اور جو لوگ سونا اور چاندی جوڑ جوڑ کر رکھتے ہیں۔

حالانکہ دونوں حضرات سے خطا ہوئی۔ نہ یہ آیت کریمہ اہل کتاب کے ساتھ خاص ہے اور نہ ینفقونھا سے کل مال مراد ہے۔ بلکہ یہ آیت کریمہ عام ہے۔ اور ینفقونھا سے زکوۃ ادا کرنا مراد ہے۔ کل مال کا صرف کرنا نہیں۔ اس پر اجماع ہے اور یہ آیات و احادیث سے بھی ثابت ہے۔ ارشاد ہے۔

وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَحْسُورًا

اور ہاتھ ایک دم مت پھیلا دے۔ پھر ملامت خوردہ حسرت زدہ ہو کر بیٹھا رہے۔

فکثر علی الناس حضرت ابوذر مشہور صحابی تھے اور انکا مذہب پوری امت سے الگ تھا۔ اس لئے لوگ جوق در جوق آتے ان سے طرح طرح کے سوال کرتے جس سے گھبرا کر حضرت عثمان کی خدمت میں شکایت کی۔ حضرت عثمان نے دو باتیں پیش کیں۔ آپ چاہیں تو میرے گھر رہیں اونٹنیاں دروازے پر حاضر کی جائیں گی۔ یعنی نہ کہیں جائیں نہ کسی سے ملیں جلیں یا چاہیں تو مدینے کے قریب کہیں بود و باش اختیار کر لیں۔ حضرت ابوذر نے دوسری صورت اختیار کر لی اور ربذہ جا کر فروکش ہو گئے۔ یہ بہتان ہے کہ حضرت عثمان نے انھیں جلا وطن کر کے ربذہ بھیجا تھا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ جب انکے گھر رہنا پسند نہ فرمایا تو ربذہ رہنے کی رائے دی ہو جسے حضرت ابوذر نے قبول فرمائی۔

۵ھ الزکوۃ باب ما ادی زکوۃ فلیس بکنز ص ۱۸۹ ثانی تفسیر باب قولہ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ص ۶۷۲ نسائی تفسیر۔

۸۲۶ اَنَّ الْاَحْنَفَ بْنَ قَيْسٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰى مَلَاٍ مِّنْ

**حدیث** احنف بن قیس نے کہا میں قریش کی ایک جماعت کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک صاحب

قُرَيْشٍ فَجَاءَ رَجُلٌ خَشِنُ الشَّعْرِ وَالثِّيَابِ وَالْهَيْئَةِ حَتّٰى قَامَ

آئے جن کے بال پراگندہ کپڑے کھردرے ہیئت اور ان کے سامنے

عَلَيْهِمْ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بَشِّرِ الْكَانِزِيْنَ بِرَضْفٍ يُحْمٰى عَلَيْهِ فِيْ

کھڑے ہوئے اور سلام کیا پھر فرمایا جوڑ جوڑ کر مال جمع کرنے والوں کو خوشخبری ہو کہ ایک

نَارِ جَهَنَّمَ ثُمَّ يُوْضَعُ عَلٰى حَلَمَةِ ثَدْيِ اَحَدِهِمْ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْ

پتھر جہنم کی آگ پر تپایا جائے گا پھر انکے پستان کی گھنڈی پر رکھا جائے گا جو پار کر کے اس کے

نُغْضِ كَتِفِهٖ وَيُوْضَعُ عَلٰى نُغْضِ كَتِفِهٖ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْ حَلَمَةِ ثَدْيِهٖ

مونڈھے کی پتلی ہڈی سے باہر ہو جائے گا اور اسکی شانے کی پتلی ہڈی پر رکھا جائے گا جسے چھید کر

يَتَزَلْزَلُ ثُمَّ وَلّٰى فَجَلَسَ اِلٰى سَارِيَةٍ وَتَبِعْتُهٗ وَجَلَسْتُ اِلَيْهِ وَاَنَا

اسکی پستان کی گھنڈی کے پار ہو جائے گا وہ پتھر ہلتا رہے گا پھر وہ واپس ہو گئے اور ایک

لَا اَدْرِيْ مَنْ هُوَ فَقُلْتُ لَهٗ لَا اُرٰى الْقَوْمَ اِلَّا قَدْ كَرِهُوا الَّذِيْ

کھمبے کے پاس بیٹھ گئے میں انکے پیچھے ہو لیا اور انکے پاس بیٹھا اور میں نہیں جانتا تھا یہ کون

۸۲۶ **تشریحات** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اپنی شان ارفع و اعلیٰ کے مطابق تھا۔ جو اللہ عزوجل پر توکل دنیا سے بے رغبتی خلق خدا پر رحمت، اور سخاوت کا مظہر تھا۔ یہ حکم تشریعی نہیں تھا۔ جس کیخلاف عمل پر مواخذہ ہو۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اپنے ذوق کے مطابق حکم تشریعی سمجھا۔ اور جو لوگ اسپر عمل پیرا نہ تھے۔ ان پر ناراض رہتے تھے۔ تین دینار بچانے کی حکمت علامہ قرطبی نے یہ بتائی کہ ایک اپنے اہل کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کے لئے ایک قرض کے لئے۔ یہ انکا ذوق ہے۔ ہو سکتا ہے اس ارشاد کا وقت جن کا نان نفقہ حضور پر واجب تھا وہ تین دینار یومیہ رہا ہو۔ یا کسی کا قرض کچھ رہا ہو۔ ورنہ حدیث گزر چکی کہ یہ بھی پسند نہیں فرمایا کہ سونے کا ایک ٹکڑا گھر میں رات بھر رہے۔

**مطابقت باب** حضرت ابوذر والی دونوں حدیثیں بظاہر باب کے معارض ہیں۔ مگر بنظر غائر یہ مناسبت ہے کہ حضرت امام بخاری اس بات کی ضرورت کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ آیت مذکورہ کو سامنے رکھکر حضرت ابوذر کی طرح اور کوئی بھی اس کے ظاہر سے یہ اخذ کر سکتا ہے کہ حاجت سے زائد مال جمع کرنا جائز نہیں تو ضرورت ہوئی کہ آیت مذکورہ کی صحیح تفسیر پیش کر دی جائے کہ اسمیں ینفقونہا ۔ سے مراد زکوۃ ہے

قُلْتُ قَالَ اِنَّهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا قَالَ لِيْ خَلِيْلِيْ قَالَ قُلْتُ وَمَنْ خَلِيْلُكَ

بزرگ ہیں۔ میں نے ان سے کہا میرا اندازہ ہے کہ لوگوں نے آپ کی بات کو ناپسند کیا۔ تو فرمایا یہ لوگ

تَعْنِيْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ اَتُبْصِرُ اُحُدًا

نہیں سمجھتے مجھ سے میرے خلیل نے فرمایا۔ میں نے پوچھا خلیل سے آپ کی کیا مراد ہے تو بتایا کہ رسول اللہ

قَالَ فَنَظَرْتُ اِلَى الشَّمْسِ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ وَاَنَا اَرٰى اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اے ابوذر اُحد دیکھتا ہے؟ یہ سنکر میں نے سورج دیکھا کہ کتنا دن رہ گیا ہے۔ میں یہ سمجھ رہا تھا

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرْسِلُنِيْ فِيْ حَاجَةٍ لَّهٗ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا

کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے کسی کام سے مجھے بھیجیں گے۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں دیکھتا ہوں

اُحِبُّ اَنَّ لِيْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا اُنْفِقُهٗ كُلَّهٗ اِلَّا ثَلٰثَةَ دَنَانِيْرَ وَاِنَّ هٰؤُلَاءِ

فرمایا مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس احد کے برابر سونا ہو مگر یہ کہ کل کا کل بانٹ دوں سوائے تین دینار

لَا يَعْقِلُوْنَ اِنَّمَا يَجْمَعُوْنَ الدُّنْيَا وَلَا وَاللّٰهِ لَا اَسْاَلُهُمْ دُنْيَا وَلَا اَسْتَفْتِيْهِمْ

کے۔ اور یہ لوگ سمجھتے نہیں۔ دنیا جمع کرتے ہیں بخدا ان سے دنیا کا کوئی سوال نہیں کروں گا اور

عَنْ دِيْنٍ حَتّٰى اَلْقَى اللّٰهَ ؏ ۵

نہ دین کے بارے میں کچھ پوچھونگا۔ یہاں تک کہ اللہ سے ملوں۔

۸۲۷ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

**حدیث** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

نیز اشارے اشارے میں خود ان احادیث سے بھی یہ تخصیص سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت ابوذر کی رائے کو صحابہ کرام میں سے کسی نے حتیٰ کہ حضرت عثمان غنی نے بھی تسلیم نہیں کیا۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ ان سب حضرات کا مذہب یہی ہے کہ اس آیت میں۔ ینفقونہا۔ سے مراد زکوٰۃ ہے۔

**تشریحات** ۸۲۷۔ عِدْل۔ عین کے کسرے کے ساتھ کسی چیز کا دوسری چیز کے ساتھ قیمت میں برابر ہونا۔ اور عین کے فتحے کے ساتھ اپنی ہم جنس کے ساتھ برابر ہونا۔ فَلُوّ۔ گھوڑے کا بچہ جب دودھ پینا چھوڑ دے۔ اس کی جمع اَفْلَاءٌ ہے جیسے عدو کی اعداء۔

بیمینہ اللہ عزوجل اعضاء و جوارح، جسم و جسمانیت سے منزہ ہے۔ یہاں بطور تمثیل حسن قبول کی تعبیر ہے۔

ع۵ زکوۃ باب ما ادی زکوتہ فلیس بکنز ص ۱۸۹ مسلم زکوۃ۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَۃٍ مِّنْ کَسْبٍ طَیِّبٍ وَلَا

جو شخص پاک کمائی سے کھجور کے برابر صدقہ کرے تو اللہ اسے اپنے داہنے ہاتھ میں لیتا ہے

یَقْبَلُ اللّٰہُ اِلَّا الطَّیِّبَ فَاِنَّ اللّٰہَ یَتَقَبَّلُھَا بِیَمِیْنِہٖ ثُمَّ یُرَبِّیْھَا لِصَا

اور اللہ صرف پاک ہی قبول فرماتا ہے پھر اس کو بڑھاتا ہے جیسے تم لوگ

حِبِہٖ کَمَا یُرَبِّیْ اَحَدُکُمْ فَلُوَّہٗ حَتّٰی تَکُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ ۵ھ

اپنے بچھڑے کو پالتے ہو کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔

۸۲۸ سَمِعْتُ حَارِثَۃَ بْنَ وَھْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

**حدیث** حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَقُوْلُ تَصَدَّقُوْا فَاِنَّہٗ یَاْتِیْ عَلَیْکُمْ زَمَانٌ یَّمْشِیْ

سے سنا کہ فرمایا لوگو صدقہ کرو اسلئے کہ تم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان صدقہ لے کر

الرَّجُلُ بِصَدَقَتِہٖ فَلَا یَجِدُ مَنْ یَّقْبَلُھَا یَقُوْلُ الرَّجُلُ لَوْ جِئْتَ

گھومے گا مگر ایسے کو نہیں پائے گا جو اسے لے وہ کہے گا اگر کل لائے ہوتے

بِھَا بِالْاَمْسِ لَقَبِلْتُھَا فَاَمَّا الْیَوْمَ فَلَا حَاجَۃَ لِیْ فِیْھَا ۵ھ

تو لے لیتا آج مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔

۸۲۹ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ہم اور آپ پسندیدہ چیزیں داہنے ہاتھ میں لیتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اسے حسن قبول عطا فرماتا ہے۔

**تشریحات** ۸۲۸ حارثہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک زوجہ ام کلثوم بنت جرول خزاعیہ تھی جس کے بطن سے عبید اللہ بن عمر ہیں۔ حضرت فاروق اعظم مسلمان ہو گئے مگر یہ کفر پر اڑی رہی اسلئے دونوں میں تفریق ہو گئی۔ پھر اسکا نکاح وہب سے ہوا اور حارثہ پیدا ہوئے۔ اس حدیث میں یہ غیب کی خبر ہے ایک وقت وہ آئیگا کہ مال کی اتنی کثرت ہوگی کوئی زکوٰۃ لینے کو آمادہ نہ ہوگا۔

**تشریحات** ۸۲۹ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ یہ قرب قیامت میں ہوگا۔ صحابہ میں جو واقعات زکوٰۃ قبول نہ کرنے کے ہوئے ہیں، وہ مال کی فراوانی کیوجہ سے نہیں بلکہ صحابہ کرام کی خود داری، زہد و قناعت کی وجہ سے رونما ہوئے۔

ع۵ الزکوٰۃ باب الصدقۃ من کسب طیب ص ۱۸۹ مسلم زکوٰۃ

ع۵ الزکوٰۃ باب الصدقۃ قبل الرد ص ۱۹۰ باب الصدقۃ بالیمین ص ۱۹۱ ثانی الفتن باب ص ۱۰۵۴ ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ فَيَفِيْضَ حَتّٰى

قیامت قائم نہ ہوگی ..یہاں تک کہ مال کی بہتات ہو جائے گی اور وہ بہنے لگے گا

يَهُمَّ رَبُّ الْمَالِ مَنْ يَّقْبَلُ صَدَقَتَهٗ وَحَتّٰى يَعْرِضَهٗ فَيَقُوْلَ الَّذِيْ

..یہاں تک کہ مال والے کو یہ فکر رہے گی کہ اس کا صدقہ کون قبول کرے گا ..یہاں تک کہ

يَعْرِضُهٗ عَلَيْهِ لَا اَرَبَ لِيْ ؏ه

وہ کسی کو دینا چاہے تو وہ یہ کہے گا مجھے کوئی ضرورت نہیں۔

۸۳۰ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كُنْتُ

**حدیث** حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ

عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَهٗ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا يَشْكُوْ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ دو شخص آئے ان میں سے ایک نے

الْعَيْلَةَ وَالْاٰخَرُ يَشْكُوْ قَطْعَ السَّبِيْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

تنگدستی کی شکایت کی اور دوسرے نے ڈاکہ کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا قَطْعُ السَّبِيْلِ فَاِنَّهٗ لَا يَاْتِيْ عَلَيْكَ اِلَّا قَلِيْلٌ حَتّٰى تَخْرُجَ

نے فرمایا ڈاکہ؟ تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ وقت آئے گا کہ قافلہ بغیر محافظ

الْعِيْرُ اِلٰى مَكَّةَ بِغَيْرِ خَفِيْرٍ اَمَّا الْعَيْلَةُ فَاِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُوْمُ حَتّٰى يَطُوْفَ

کے مکہ جائے گا۔ اور تنگ دستی تو قیامت قائم نہ ہوگی (جبتک اتنی دولت کی فراوانی

اَحَدُكُمْ بِصَدَقَتِهٖ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَّقْبَلُهَا مِنْهُ ثُمَّ لَيَقِفَنَّ اَحَدُكُمْ بَيْنَ

نہ ہو جائے) کہ تم صدقہ لے کر گھومو گے اور کوئی لینے والا نہ پاؤ گے۔ اس کے بعد تم اللہ کے

يَدَيِ اللّٰهِ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ حِجَابٌ وَلَا تَرْجُمَانٌ يُّتَرْجِمُ لَهٗ ثُمَّ

حضور کھڑے ہوگے اس طرح کہ درمیان میں کوئی حجاب اور ترجمان نہ ہوگا جو ترجمانی کرے۔

**تشریحات** ۸۳۰ یہ حدیث المناقب علامات النبوۃ میں کچھ تغیر و تبدل کے ساتھ مذکور ہے۔ غیب کی پہلی خبر حرف بحرف پوری ہوئی۔ عہد صحابہ ہی میں راستے بالکل محفوظ ہو گئے اور آج جسکا جی چاہے خود مشاہدہ کرلے۔ دوسری خبر بھی انشاء اللہ تعالیٰ حرف بحرف پوری ہوگی۔

ع۵ الزکوٰۃ باب الصدقۃ قبل الرد ص ۱۹۰ ثانی فتن باب ص ۱۰۵۴ - مسلم زکوٰۃ - مسند امام احمد جلد ثانی ص ۲۱۲

لَيَقُوْلَنَّ لَهٗ اَلَمْ اُوْتِكَ مَالًا فَيَقُوْلُنَّ بَلٰى ثُمَّ لَيَقُوْلَنَّ اَلَمْ اُرْسِلْ اِلَيْكَ

اللہ عزوجل بندے سے فرمائے گا کیا میں نے تجھے مال نہیں دیا تھا۔ بندہ عرض کریگا ضرور دیا تھا۔

رَسُوْلًا فَيَقُوْلُنَّ بَلٰى فَيَنْظُرُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ ثُمَّ يَنْظُرُ

پھر فرمائیگا کیا تیرے پاس رسول نہیں بھیجا تھا۔ بندہ عرض کریگا ضرور بھیجا تھا۔ اب داہنے دیکھے

عَنْ شِمَالِهٖ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ فَلْيَتَّقِيَنَّ اَحَدُكُمُ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ

گا تو آگ ہی آگ دکھائی دیگی۔ پھر بائیں نظر گھمائے گا تو صرف آگ ہی آگ نظر آئے گی۔ تم آگ سے

تَمْرَةٍ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ ؏ه

بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر اور اگر یہ بھی نہ ملے تو اچھی بات کہکر۔

۸۳۱ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَّطُوْفُ الرَّجُلُ فِيْهِ

ہیں کہ فرمایا ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ انسان سونے کا صدقہ لے کر گھومتا پھرے گا اور

بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ ثُمَّ لَا يَجِدُ اَحَدًا يَّاْخُذُهَا مِنْهُ وَيُرَى

کسی کو نہیں پائیگا جو اسے لے۔ اور ایک مرد کی ماتحتی اور پناہ میں چالیس عورتیں

الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهٗ اَرْبَعُوْنَ اِمْرَاَةً يَّلُذْنَ بِهٖ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ

رہیں گی مردوں کی کمی اور عورتوں کی زیادتی کی وجہ سے

وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ ؏ه

۸۳۱ **تشریحات** من الذهب۔ سونے کی تخصیص نہیں زکوٰۃ کی کوئی بھی چیز کوئی قبول نہیں کریگا۔ سونا سب سے عمدہ مال ہے۔ جب اس کا قبول کرنے والا نہیں ملے گا تو اس سے کمتر درجے کے اموال کو بدرجۂ اولیٰ کوئی نہیں لے گا۔

اربعون امراۃ کتاب العلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ ہے پچاس عورتوں کا نگراں ایک مرد ہوگا۔ اقل اکثر کا نافی نہیں۔ یہ بھی ہوگا وہ بھی ہوگا۔

ع۵ الزکوٰۃ باب الصدقۃ قبل الرد ص ۱۹۰ ثانی الرقاق باب من نوقش بالحساب عذب ص ۵۶۸
ع۵ الزکوٰۃ باب الصدقۃ قبل الرد ص ۱۹۰ مسلم زکوٰۃ، نسائی زکوٰۃ

۸۳۲ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اٰیَۃُ الصَّدَقَۃِ

**حدیث** حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب صدقہ کی آیت اتری تو ہم

کُنَّا نُحَامِلُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَیْءٍ کَثِیْرٍ فَقَالُوْا مُرَاءِیْ وَجَاءَ

بار برداری کرتے تھے ایک صاحب آئے اور بہت زیادہ صدقہ کیا تو منافقین نے

رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ فَقَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنْ صَاعِ ھٰذَا

کہا یہ ریاکار ہے اور ایک صاحب آئے اور ایک صاع صدقہ کیا تو

فَنَزَلَتْ وَالَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی

منافقین نے کہا بیشک اللہ اس کے صاع سے غنی ہے تو یہ آیت نازل ہوئی

الصَّدَقَاتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُھْدَھُمْ ۸۳۲

اور جو لوگ صدقہ کے بارے میں دل کھول کر خیرات کرنیوالے اور مزدوری کرکے پوری مزدوری خیرات کرنیوالے پر طعن کرتے ہیں اور انکا مذاق

۸۳۳ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ

**حدیث** حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ہمیں

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اُمِرْنَا بِالصَّدَقَۃِ انْطَلَقَ

صدقہ کا حکم دیا تو ہم بازار جاتے اور بار برداری کرتے ایک مُد ملتا اسے خیرات کرتے اور

اَحَدُنَا اِلَی السُّوْقِ فَیُحَامِلُ فَیُصِیْبُ الْمُدَّ وَاِنَّ لِبَعْضِھِمُ الْیَوْمَ لَمِائَۃَ اَلْفٍ ۸۳۳

آج کچھ لوگوں کے پاس ایک لاکھ ہے

۸۳۲، ۸۳۳ تفسیر میں ہے کہ عقیل آئے نصف صاع لائے اور ایک اور دوسرے صاحب اس سے زائد

**تشریحات** لائے تو منافقین نے وہ کہا۔

**اٰیۃ الصدقۃ** اس سے مراد آیت کریمہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا وَصَلِّ عَلَیْھِمْ۔ توبہ آیت (۱۰۳) انکے مالوں سے صدقہ لے کر انکو پاک وصاف کرو اور انکے لئے دعاء خیر کرو۔

**فتصدق بشیء کثیر** یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے کہ چار ہزار یا آٹھ ہزار پیش فرمایا۔ واحدی کی اسباب نزول میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقہ کی ترغیب دی تو حضرت عبدالرحمٰن

---

ع۵ الزکوٰۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ ص ۱۹۰ ثانی تفسیر سورۃ البراءۃ باب قولہ والذین یلمزون المطوعین ص ۶۷۳ مسلم زکوٰۃ نسائی زکوٰۃ ابن ماجہ زھد۔

ع۵ الزکوٰۃ ایضاً ص ۱۹۰ تفسیر سورۃ البراءۃ ص ۶۷۳

**حدیث ۸۳۴** عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَتْ اِمْرَاَةٌ مَّعَهَا اِبْنَتَانِ لَهَا تَسْاَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِيْ شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت سوال کرنے کیلئے آئی اس کے ساتھ دو بچیاں تھیں اس نے میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہیں پایا میں نے وہ کھجور

بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار ہزار نقد کل اثاثے کا آدھا لائے۔ اور حضرت عاصم بن عدی بن عجلان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سو وسق کھجور لائے۔ تو منافقین نے طعن کیا اسپر آیت مذکور نازل ہوئی۔ ابن جریر نے خود حضرت ابوعقیل سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ

بت آجر الجرید علی ظهری علی صاعین من تمر فانقلبت باحدهما الی اهلی یبلغون به وجئت بالآخر اتقرب الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم واتیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فاخبرته قال انثره علی الصدقة قال فنثر القوم وقال لقد کان الله غنیا عن صدقة هذا المسکین فانزل الله تعالیٰ الذین یلمزون المطوعین الآیة

کھجور کی شاخوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر دو صاع کھجور کے عوض میں نے ڈھویا تھا۔ ایک صاع گھر والوں کو دیدیا کہ وہ اس سے اپنی حاجت پوری کرلیں اور دوسرا صاع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر لایا کہ اسکے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تقرب حاصل کروں۔ حضور نے فرمایا یہ صدقہ پر ڈالدے۔ اس پر ایک قوم نے مذاق اڑایا بیشک اللہ اس مسکین کے صدقے سے غنی ہے تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ جو لوگ دل کھول کر صدقہ کرنے والوں الخ۔

یہاں غور طلب بات حضرت ابوعقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول ہے:

اتقرب الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تقرب حاصل کروں وہابی، صحابی رسول کے اس ارشاد کو دیکھیں جو کہتے ہیں کہ کسی محبوب بارگاہ کے تقرب کیلئے کوئی عمل خیر کرنا شرک ہے مسلمانوں کو مشرک بنانے کے شوق میں انھیں کچھ نظر نہیں آتا۔ اللہ عزوجل کی ذات یا صفات یا عبادت یا ان سب میں یا ان میں سے بعض میں کسی کو شریک کرنا شرک ہے۔ کسی نبی یا ولی کا تقرب حاصل کرنے کیلئے کچھ کرنا، نہ اللہ عزوجل کی ذات میں کسی کو شریک کرنا ہے نہ اسکی صفت میں نہ عبادت میں۔ پھر یہ شرک کیسے ہے۔

**فقالوا** یہ طعن کرنیوالے معتب بن قشیر اور عبدالرحمن بن بنتل منافق تھے۔

**وان لبعضهم لمائة الف** دونوں جگہ حضرت ابومسعود انصاری ہی مراد ہیں جیسا کہ تفسیر میں کائنہ یعرض نفسه ہے۔ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ ایک وقت وہ تھا کہ مزدوری کرتا تھا اور آج کثرت فتوحات کیوجہ سے ایک لاکھ کا مالک ہوں۔

**تشریحات ۸۳۴** اس حدیث سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ ضرورتمند سائل کو حتی المقدور واپس نہیں کرنا چاہئے۔ جتنی توفیق ہو مدد کرنی چاہئے اگرچہ وہ مقدار میں بہت کم ہو۔ دوسرے یہ کہ بچوں کی پرورش ان کی دل جوئی، خصوصاً بچیوں کی، بہترین نیکی ہے۔

فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ وَدَخَلَ

اسے دیدی اس نے اسکے دونوں بچیوں میں تقسیم کر دیا اور اس میں سے اس نے کچھ نہیں کھایا

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

پھر اٹھی اور چلی گئی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے حضور کو یہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ

واقعہ بتایا تو فرمایا جو ان بچیوں سے آزمایا جائے تو یہ بچیاں اس کے لئے جہنم سے آڑ ہوں گی۔

۸۳۵ حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک صاحب نبی صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کونسا صدقہ ثواب میں سب سے

قَالَ أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنٰى وَلَا

زیادہ ہے فرمایا وہ صدقہ جو تو تندرستی اور مال کی حرص محتاجی کے اندیشے اور مالداری کی آرزو

تُمْهِلُ حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ

کی حالت میں کرے اور اتنا نہ ٹھہر کہ جب جان حلق تک آجائے تو کہے کہ

كَانَ لِفُلَانٍ عه

اتنا فلاں کا اور اتنا فلاں کا حالانکہ وہ فلاں (وارث) کا ہوگیا۔

**تشریحات** ۸۳۵ جب تندرست ہوتا ہے اور یہ امید ہوتی ہے کہ ابھی زندہ رہے گا تو مال کو جمع رکھنے کی حرص ہوتی ہے کہ معلوم نہیں آئندہ کیا صورت حال ہو۔ ایسے وقت صدقہ کرنا نفس پر شاق ہوتا ہے۔ اس لئے اس وقت صدقہ کرنا موت کے وقت صدقہ کرنے کی بہ نسبت زیادہ افضل ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مرنے کے وقت جو غلام آزاد کرے وہ ایسا ہے جیسے جب پیٹ بھر جائے تو ہدیہ کرے۔ شہنشاہ ہشام بن عبدالملک کی بیوی رقیہ نے مرتے وقت اپنے سب غلام آزاد کر دیے، یہ خبر جب میمون بن مہران رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو فرمایا۔ یہ لوگ مالوں میں دوبار اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں۔ پہلے بخل کرتے ہیں پھر جب دوسرے کا ہو جاتا ہے تو اسراف کرتے ہیں۔

عه الزکوۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ ص ۱۹۰ ثانی الادب باب رحمۃ الولد ص ۸۸۷ مسلم الادب ترمذی البر

عه الزکوۃ باب ای الصدقۃ افضل ص ۱۹۱ الوصایا باب الوصیۃ عند الموت ص ۳۸۳ مسلم الزکوۃ

۸۳۶ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ بَعْضَ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

**حدیث** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّنَا اَسْرَعُ

تعالیٰ علیہ وسلم کی بعض ازواج نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا ہم میں سب سے

بِكِ لُحُوْقًا قَالَ اَطْوَلُكُنَّ يَدًا۔ فَاَخَذُوْا قَصَبَةً يَذْرَعُوْنَهَا فَكَانَتْ

جلد آپ سے کون ملے گی فرمایا جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہے وہ چھڑی لے کر ہاتھ ناپنے

**وقد کان لفلان** اس میں فلاں سے مراد وارث ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مرض الموت میں مورث کے مال میں وارث کا حق ثابت ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے تہائی سے زائد وصیت نافذ نہیں۔ اور وارث کے لئے وصیت باطل ہے مگر یہ کہ وارث اسے نافذ کر دیں۔

**تشریحات** ۸۳۶ بعض ازواج النبی۔ ابن حبان کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج جمع ہوئیں اور ان میں کوئی رہ نہیں گئی تھیں۔ ایتنا۔ سیبویہ نے کہا کہ ای تانیث میں کل کی طرح ہے یعنی مونث کے لئے تاء کے ساتھ استعمال کرنا فصیح نہیں۔ مگر یہ سیبویہ کی ذاتی رائے ہے۔ دونوں طرح فصیح ہے۔ نسائی کی روایت میں ایتنا ہی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ بغیر تاء کے زیادہ فصیح ہے۔

یہ سوال کرنے والی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ جیسا کہ صحیح ابن حبان میں بطریق یحیی بن حماد اسی سند کے ساتھ ہے۔ فقلت۔

**اطولکن یدا** ید کی مناسبت سے طولا کن چاہئے تھا۔ مگر اضافت کے وقت افعل التفضیل میں مطابقت لازم نہیں۔

**یذرعونها** یہ بعض رواۃ کا تصرف ہے۔ یذرعنها جمع مونث کا صیغہ چاہئے تھا۔

**اشکال** حدیث کے ظاہر سیاق سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ۔ وکانت اسرعنا لحوقا میں کانت کی ضمیر مستتر کا مرجع حضرت سودہ ہوں۔ اس لئے کہ اور کوئی زوجہ مذکور نہیں تو حدیث کا مفاد یہ ہوا کہ ام المومنین حضرت سودہ ازواج مطہرات میں سب سے پہلے واصل بحق ہوئیں۔ حالانکہ اہل سیر کا اجماع ہے کہ ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا۔ اور صدقہ میں یہی ممتاز بھی تھیں۔ اسی وجہ سے ان کو ام المساکین بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا وصال سنہ ۲۰ھ اخیر خلافت فاروق اعظم میں ہوا۔ اور ام المومنین حضرت سودہ کا وصال حضرت معاویہ کے عہد شوال سنہ ۵۴ھ میں ہوا۔ خود امام بخاری نے تاریخ صغیر میں حضرت عبد الرحمن بن ابزیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے جنازے کی نماز پڑھی۔ اور ازواج نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سب سے پہلے حضور سے

| |
|---|
| سَوْدَۃُ اَطْوَلُھُنَّ یَدًا فَعَلِمْنَا بَعْدُ اَنَّمَا کَانَتْ طُوْلَ یَدِھَا الصَّدَقَۃُ |
| لیکن تو سودہ کا ہاتھ سب سے لمبا نکلا پھر ہم نے بعد میں جانا کہ ان کے ہاتھ کو صدقہ نے |
| وَکَانَتْ اَسْرَعُنَا لُحُوْقًا بِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَتْ تُحِبُّ |
| لمبا کر دیا تھا اور یہ ہم سے پہلے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملیں۔ |
| الصَّدَقَۃَ ؏ |
| اور وہ صدقہ پسند کرتی تھیں۔ |

یہی ملیں مسلم[۱] میں عائشہ بنت طلحہ سے خود ام المومنین حضرت صدیقہ کا یہ ارشاد مروی ہے۔ زینب ہم سب میں لمبے ہاتھ والی تھی۔ وہ کام کرتی تھیں اور صدقہ کرتی تھیں۔ امام حاکم نے مستدرک میں بطریق عمرہ ام المومنین حضرت صدیقہ سے روایت کیا وہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہم جب اکٹھی ہوتیں تو دیوار پر ہاتھ رکھ کر ناپتیں یہاں تک کہ زینب بنت جحش کا انتقال ہوا تو ہم نے جانا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لمبا ہاتھ ہونے سے صدقہ کرنا مراد لیا ہے، اور یہی یونس بن بکیر نے زیادۃ المغازی میں اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں بھی روایت کیا ہے۔ اسی بنا پر علامہ ابن جوزی نے امام بخاری پر طعن کیا ہے اور شراح پر بھی حتی کہ علامہ خطابی نے اس حدیث کے تحت یہ لکھا تھا۔ کہ ام المومنین حضرت سودہ کا سب سے پہلے وصال نبوت کی نشانیوں میں سے ہے، تو ان کو بھی نہیں چھوڑا۔

**جواب** اولاً یہ قطعی نہیں کہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش ام المومنین حضرت سودہ سے پہلے واصل بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئیں۔ بہت سے محدثین نے تصریح کی ہے کہ ام المومنین حضرت سودہ کا وصال ان سے پہلے حضرت فاروق اعظم کے اخیر عہد خلافت میں ہوا ہے۔ امام بخاری نے تاریخ صغیر میں۔ امام بیہقی نے دلائل میں اما احمد[۲] نے اپنی مسند میں امام ابن سعد نے عفان سے یہی روایت کیا۔ بلکہ نسائی[۳] نے خود ام المومنین حضرت صدیقہ سے جو روایت کیا ہے اسمیں تصریح ہے۔ فکانت سودۃ اسرھن لحوقا فکانت اطولھن یدا فکان ذالک من کثرۃ الصدقۃ۔ سودہ سب سے پہلے حضور سے لاحق ہوئیں اور وہ سب سے لمبے ہاتھ والی تھیں اور یہ صدقہ کی کثرت کی وجہ سے تھا۔ علامہ ذہبی نے تاریخ کبیر میں اس پر جزم فرمایا۔ ابن سید الناس نے فرمایا یہی مشہور ہے۔ ہو سکتا ہے امام بخاری کا مختار یہی ہو۔ پھر طعن کسی طرح درست نہیں۔ اصحاب سیر کا اجماع ایسا قطعی نہیں کہ اس سے انکار کی گنجائش نہ ہو۔

ثانیاً۔ حضرت امام بخاری کبھی کبھی اپنی روایات میں ایسے دقیق رموز رکھتے ہیں جن کی طرف آسانی سے ذہن کی رسائی نہیں ہوتی۔ ابن رشید نے یہاں ایک بہت ہی اہم بات کہی ہے۔ ام المومنین نے پہلے فرمایا کہ ہاتھ ناپنے لگیں

---

ع۱ الزکوٰۃ باب ص ۱۹۱ نسائی زکوٰۃ۔ ۱۲ ثانی فضائل الصحابہ باب فضائل زینب ام المومنین ص ۲۹۱
۲ جلد سادس ص ۱۲۱ ۳ اول زکوٰۃ باب فضل الصدقۃ ص ۳۵۲

۸۳۷ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

**حدیث** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تو ام المومنین سودہ کا ہاتھ سب سے لمبا تھا۔ پھر فرماتی ہیں کہ فعلمنا بعد انما کانت طول یدها الصدقة۔ پھر بعد میں ہم نے جانا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سب سے پہلے لاحق ہونے والی کے ہاتھ کی لمبائی سے مراد صدقہ ہے۔ یعنی پہلے ہمنے طول ید کے حقیقی معنی سمجھا۔ جب ان خوش نصیب خاتون کا وصال ہوا تو ہم نے جانا کہ طول ید سے مراد معنی مجازی صدقہ ہے۔ تو ظاہر ہوگیا کہ یہ ام المومنین حضرت سودہ نہیں۔ ورنہ معنی حقیقی سے عدول کی کوئی وجہ نہ تھی۔ واقعی ان کا سب سے لمبا ہاتھ تھا۔ یہ کوئی اور ہیں جن کا ہاتھ واقعی لمبا نہیں تھا مگر وہ صدقہ میں تمام ازواج مطہرات سے ممتاز ہیں۔ وہ کون ہیں۔ باخبر سامع جانتا ہے کہ وہ ام المساکین حضرت زینب تھیں۔ جو صدقہ میں بھی مشہور و معروف تھیں۔ اور سب سے پہلے واصل بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئیں۔ اور کبھی کبھی جب سیاق سے مرجع کا متعین ہونا معلوم ہو یا مشہور ہو تو مرجع کے ذکر کے بغیر ضمیر لاتے ہیں جیسا کہ آیت کریمہ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ میں ہے۔ اب انما کانت طول یدها الصدقة میں یدہا کی ضمیر اور بعد میں دو جگہ مذکور کانت کی ضمائر کا مرجع معہود فی الذہن حضرت زینب ہیں۔ علامہ ابن حجر نے اس توجیہ کو پسند فرمایا۔ علامہ عینی نے رد فرمایا۔ اس خادم کا رجحان یہ ہے کہ یہ توجیہ وجیہ قابل قبول ہے۔

نسائی کی روایت پر خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ نے زہر الربی میں کلام فرمایا اور اخیر میں یہ توجیہ کی، روایت میں تقدیم و تاخیر اور حذف ہوگیا۔ اصل عبارت یہ تھی:۔

فاخذن یذرعنها فکانت سودة اطولهن یدًا وکانت اسرعهن لحوقا زینب وکان ذلك من کثرة الصدقة۔

ازواج مطہرات ہاتھ ناپنے لگیں اور سودہ ان میں سب سے لمبے ہاتھ والی تھیں اور سب سے پہلے حضور سے لاحق ہونے والی زینب ہیں۔ اور یہ صدقہ کی کثرت کی وجہ سے تھا۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ کون کب مرے گا نیز یہ کہ ازواج مطہرات کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ کون کب مرے گا۔ ازواج مطہرات کے عقیدے کے مطابق ہم اہل سنت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

۸۳۷ قال الرجل۔ ان کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ مسند امام احمد میں ابن لہیعہ کے طریقے سے ہے کہ وہ

**تشریحات** بنی اسرائیل میں سے تھے۔

**تصدق علی سارق۔** یہ تینوں جگہ تعجب اور انکار کے لئے ہے۔ لوگوں کو یہ پسند نہ آیا کہ چور یا زانیہ یا مالدار کو صدقہ دیا جائے۔ اس پر لوگوں نے چہ میگوئیاں کیں۔

**اللهم لك الحمد** یہ اظہار شکر کے لئے بھی ہو سکتا ہے کہ چور ہی وغیرہ کو دیا اس سے بدتر کو نہ دیا۔ اظہار تعجب کیلئے بھی ہو سکتا ہے کہ میں تو صدقہ مستحق کو دینا چاہتا تھا۔ رات کی تاریکی میں کیا ہوگیا جیسے اس قسم کے مواقع پر سبحان اللہ بھی کہتے ہیں۔

تعالیٰ علیہ وسلم قال قال رجل لاتصدقن بصدقۃ فخرج بصدقتہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص نے کہا میں صدقہ کرونگا وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور اسے ایک

فوضعھا فی ید سارق فاصبحوا یتحدثون تصدق علی سارق فقال اللھم

چور کے ہاتھ میں دیدیا۔ صبح کو لوگوں میں چرچا ہوا (رات) چور کو صدقہ دیا گیا۔ اس شخص نے کہا

لک الحمد لاتصدقن بصدقۃ فخرج بصدقتہ فوضعھا فی ید زانیۃ

اے اللہ تیرے لئے حمد ہے۔ میں صدقہ کرونگا پھر وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک زانیہ کو دیدیا صبح کو

فاصبحوا یتحدثون تصدق اللیلۃ علی زانیۃ فقال اللھم لک الحمد

لوگوں نے چرچا کیا کہ آج رات کو ایک زانیہ کو صدقہ دیا گیا۔ اس نے کہا اے اللہ زانیہ کو صدقہ

علی زانیۃ لاتصدقن بصدقۃ فخرج بصدقتہ فوضعھا فی ید غنی

دینے پر تیرے لئے حمد ہے۔ میں صدقہ کرونگا پھر وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک مالدار کو دیدیا

فاصبحوا یتحدثون تصدق علی غنی فقال اللھم لک الحمد علی سارق

صبح کو چرچا ہوا مالدار کو صدقہ دیا گیا اس نے کہا اے اللہ تیرے لئے حمد ہے چور اور

وعلی زانیۃ وعلی غنی فاتی فقیل امّا صدقتک علی سارق فلعلہ ان

زانیہ اور مالدار کو صدقہ دینے پر تو اس کے پاس ایک آنیوالا آیا اور اس نے کہا چور کو صدقہ

یستعف عن سرقتہ واما الزانیۃ فلعلھا ان تستعف عن زناھا

دینے کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ چوری چھوڑ دے اور زانیہ کو صدقہ دینے سے یہ ہے کہ وہ زنا سے آئندہ

واما الغنی فلعلہ یعتبر فینفق مما اعطاہ اللہ عزوجل ؎

بچے گی اور مالدار کو دینے سے یہ ہے کہ وہ عبرت حاصل کریگا اللہ عزوجل کے دئے ہوئے میں سے خرچ کریگا۔

فاتی فقیل اسے اس پر دکھ تھا کہ اس کا صدقہ غیر مستحق کو ملا۔ تو خواب میں اسے تسلی دی گئی اور حسن نیت کی بدولت قبول ہونے کی بشارت اور اس کا فائدہ بتایا گیا۔ جیسا کہ مستخرج ابی نعیم اور طبرانی کی مسند الشامیین میں ہے۔ ان دونوں نیز مسلم میں ہے کہ تیرا صدقہ قبول کرلیا گیا۔ اور اس کا فائدہ یہ ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حسن نیت پر امید قبول ہے۔ اس لئے کہ یہ شخص یہی چاہتا تھا کہ کسی مستحق کو صدقہ دے مگر لاعلمی سے غیر مستحق کو دے بیٹھا پھر بھی قبول ہوا۔ اخلاص اور حسن نیت مدار قبول ہے۔ ثابت ہوا کہ لاعلمی میں

؎ الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی غنی وھو لا یعلم ص ۱۹۱ مسلم زکوٰۃ۔ نسائی زکوٰۃ۔

۸۳۸ اَنَّ مَعْنَ بْنَ يَزِيْدَ حَدَّثَهٗ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

**حدیث** حضرت معن بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے اور میرے والد اور دادا

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَبِيْ وَجَدِّيْ وَخَطَبَ عَلَيَّ فَاَنْكَحَنِيْ وَخَاصَمْتُ

نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی اور حضور نے میری منگنی کی اور نکاح

اِلَيْهِ وَكَانَ اَبِيْ يَزِيْدُ اَخْرَجَ دَنَانِيْرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ

کر دیا اور حضور کی بارگاہ میں اپنے والد کے خلاف استغاثہ کیا۔ میرے والد یزید نے کچھ دینار صدقہ

اگر غیر مستحق کو زکوۃ دیدیا یہ جانتے ہوئے کہ یہ مستحق ہے تو زکوۃ ادا ہوگئی۔ معلوم ہونے کے بعد اعادہ واجب نہیں، جیسا کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے۔ البتہ مستحب ہے کہ اعادہ کرے۔

۸۳۸ معن بن یزید بن اخنس بن جبیب سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ بیٹے، باپ، دادا، تینوں صحابی ہیں، ایک

**تشریحات** قول یہ ہے کہ تینوں بزرگ جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ حضرت معن فتح دمشق میں بھی شریک تھے۔ حضرت معاویہ کے حامیوں میں تھے۔ جملہ لڑائیوں میں ان کے ساتھ رہے۔ ضحاک خارجی کے ساتھ مرج راہط میں جو خونی معرکہ ۶۴ھ میں پیش آیا تھا اس میں شہید ہوئے۔

**وخطب علی** خطب اور انکح کی ضمیروں کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اس لئے کہ قریب ترین مذکور کو مرجع بنانا راجح ہے نیز حضرت معن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے گوناگوں تعلقات بیان کر رہے ہیں۔ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ میرے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یہ تعلقات تھے۔ میں نے اور میرے باپ دادا نے حضور کی بیعت کی حضور نے میری منگنی بھی کی اور نکاح بھی کیا۔ میں حضور کی خدمت میں معاملہ بھی لے گیا۔

**مسائل** جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ صدقہ واجبہ مثلاً زکوۃ صدقہ فطر بیٹے کو دینے سے ادا نہ ہوگی اور اس حدیث میں مراد صدقہ نافلہ ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر بیٹا مقروض یا غازی ہو تو اسے باپ کی زکوۃ وغیرہ لینا جائز ہے، اور اس حدیث کا محل یہی ہے۔ رہ گئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو انکا مذہب واضح نہیں۔ انھوں نے اس حدیث پر باب یہ باندھا ہے۔ اپنے بیٹے کو صدقہ دے اور یہ نہ جانے کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔ حکم کیا ہے واضح نہیں فرمایا۔ تائید میں حدیث مذکور لانے سے متبادر یہی ہے کہ۔ ان کے نزدیک یہ درست ہے۔ اگر ان کی صدقہ سے مراد عام ہے خواہ واجبہ ہو یا نافلہ۔ تو اسمیں کلام ہے جبکہ بعد میں معلوم ہو جائے کہ یہ بیٹا ہے۔ کہ اس صورت میں زکوۃ ادا نہ ہوگی۔ اور اگر مدت العمر یہ معلوم ہی نہ ہو سکا کہ بیٹے کو زکوۃ دی ہے۔ تو پھر یہ کہنا ہی صحیح نہیں۔ کہ بیٹے کو زکوۃ دی۔ اور اگر صدقہ نافلہ مراد ہے تو صحیح ہے۔ اور اگر امام بخاری کا مسلک امام شافعی کے مطابق تھا تو غارمًا او غازیًا کا اضافہ لازم تھا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ باپ یا باپ کا وکیل بیٹے کو صدقہ عطیہ دے تو باپ اسے واپس نہیں لے سکتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوگا۔ حضرت یزید نے اپنے وکیل کو مطلق اختیار

فِي الْمَسْجِدِ فَجِئْتُ فَأَخَذْتُهَا فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا إِيَّاكَ أَرَدْتُ

کے لئے نکالے تھے اور ایک شخص کے پاس مسجد میں رکھدیا تھا میں آیا اور ان دیناروں کو لے لیا اور

فَخَاصَمْتُهُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَكَ مَا نَوَيْتَ

لیکر والد کے پاس آیا تو انھوں نے کہا بخدا میں تجھے نہیں دینا چاہتا تھا تو ان کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

يَا يَزِيدُ وَلَكَ مَا أَخَذْتَ يَا مَعْنُ ؏

علیہ وسلم کی خدمت میں استغاثہ کیا تو حضور نے فرمایا اے یزید تجھے تیری نیت کا اجر ہے اور معن جو تو نے لے لیا وہ تیرا ہے۔

۸۳۹ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا

نے فرمایا جب عورت اپنے گھر کے کھانے میں سے کسی کو دے بشرطیکہ نقصان کی نیت نہ ہو تو

دیا تھا کہ جسے چاہیں یہ صدقہ دیں۔ اس اطلاق میں بیٹا بھی داخل تھا۔ اور جب انھوں نے بیٹے کو دیدیا تو ادا ہو گیا۔ حضرت یزید کو واپس لینے کا حق نہ رہا۔

**تشریحات** ۸۳۹ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ تقریباً تمام بلاد میں یہ دستور ہے کہ عورتیں سائلین اور حاجتمندوں کو پکے ہوئے کھانے میں سے تھوڑا بہت دیتی ہیں اور شوہر گھر کے مالک اس کو برا بھی نہیں مانتے۔ یہ عادۃً اجازت ہے۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ شوہر کی اجازت سے عورت کچھ صدقہ کر دے تو جائز ہے اسے بھی ثواب ملے گا اور اس کے شوہر کو بھی۔ رہ گیا شوہر کی بلا اجازت تو دینا جائز نہیں۔ اجازت عام ہے خواہ صریح ہو خواہ متعارف عمل سے معلوم ہو۔ اس میں کھانے کی بھی تخصیص نہیں۔ کپڑا نقد سب کو عام ہے۔

**مطابقت** یہاں باب یہ ہے۔ جس نے خادم کو صدقہ کا حکم دیا۔ اپنے ہاتھ سے نہیں دیا۔ مطابقت وللخازن مثل ذلك۔ سے ہے۔ اس لئے کہ خادم کے معنی ہیں جو دوسرے کا کام کرے۔ خواہ وہ اس کا مملوک ہو یا اجیر ہو یا بطور تبرع کام کرتا ہو۔ مال کی حفاظت بھی ایک کام ہے اس لحاظ سے خادم اس کو بھی شامل ہے۔

**فائدہ** اس باب کا فائدہ یہ ہے کہ ابن ابی شیبہ نے عباس بن مدینی سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں۔ دو کام ایسے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں خود انجام دیتے کسی اہل سے نہیں لیتے۔ مسکین کو اپنے ہاتھ سے دیتے اور طہارت کا پانی خود رکھتے۔ ابن جوزی کی ترغیب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طہارت کے لئے پانی اور صدقہ دینا کسی اور کو سپرد نہیں کرتے تھے۔ اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ شاید کسی دوسرے کے ہاتھ صدقہ دلانا ممنوع ہے۔ یہ باب باندھ کر امام

---

عہ الزکوۃ باب اذا تصدق علی ابنہ وھو لا یشعر ص ۱۹۱

112

اَجْرُهَا بِمَا اَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا اَجْرُهٗ بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ

اسے دینے کا ثواب ملیگا اور اس کے شوہر کو کمانے کا اور خازن کو بھی اس کے برابر

لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ اَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا ۵

ملے گا اور بعض کا ثواب بعض کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔

۸۴۰ حدیث اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَابْدَأْ

روایت کیا کہ فرمایا بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد محتاجی نہ پیدا ہو جائے اور سب سے پہلے

بِمَنْ تَعُوْلُ ۵

اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو۔

۸۴۱ حدیث عَنِ الْحَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَابْدَأْ

کرتے ہیں کہ فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور پہلے اپنے اہل و عیال پر خرچ

بِمَنْ تَعُوْلُ وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ

کرو۔ بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد محتاجی نہ ہو جو صدقہ لینے سے بچے گا اللہ اسے

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ افادہ فرمایا۔ اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ اپنے خادم یا کسی اور کے ہاتھ سے صدقہ دلایا جائے۔ اس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس دوسرے کو بھی ثواب ملے گا، اگرچہ اپنے ہاتھ سے دینا اس لئے زیادہ بہتر ہے کہ اسمیں مسکین کی دلداری زیادہ ہے۔

**تشریحات** ۸۴۰، ۸۴۱ عن ظهر غنی۔ یعنی وہ صدقہ سب سے بہتر ہے کہ انسان اس کا محتاج نہ ہو۔ محتاج ہونے کی کئی صورتیں ہیں۔ وہ مقروض ہے تو اس پر واجب ہے کہ پہلے قرض ادا کرے خود اپنی ذات کے لئے اسے حاجت ہے یا اپنے اہل وعیال کے لئے حاجت ہے۔ وہ صدقہ پسند نہیں کہ اس کے ذمے قرض رہے یا نان ونفقہ کی حاجت رہے

---

۵ الزکوۃ باب من امر خادمه بالصدقة ص ۱۹۲ باب اجر الخادم اذا تصدق بامر صاحبه ص ۱۹۳ باب اجر المرأة اذا تصدقت او اطعمت من بيت زوجها۔ تین طریقے سے۔ البیوع باب قول الله انفقوا من طيبات ما كسبتم ص ۲۷۷۔ مسلم زكوة ابوداؤد زكوة۔ نسائی عشرة النساء۔ ترمذی زکوۃ۔ ابن ماجه تجارات۔ ۵ الزکوۃ باب لا صدقة الا عن ظهر غنی ص ۱۹۲۔

يُعِفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ عه

بچالیگا اور جو غنی رہنا چاہے اسے غنی کردیگا۔

۸۴۲ **حدیث** عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ

علیہ وسلم نے منبر پر تشریف رکھتے ہوئے فرمایا اور صدقہ، سوال سے بچنے اور بھیک مانگنے

وَالْمَسْاَلَةَ اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى فَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ

کا تذکرہ فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے

وَالسُّفْلٰى هِيَ السَّائِلَةُ عه

والا ہے اور نیچے والا بھیک مانگنے والا۔

۸۴۳ **حدیث** حَدَّثَنَا اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ اَبِيْ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

اور صدقہ کرکے مقروض رہ جائے۔ خود بھوکا رہے یا خود اس کے اہل وعیال بھوکے رہیں۔ اس لئے کہ اس صورت میں صدقہ نفل ہوگا اور قرض کی ادائیگی یا اپنا اور اپنے اہل وعیال کا نان ونفقہ واجب اور واجب کی ادائیگی مقدم ہے۔ اسی کو حضرت حکیم بن حزام کی حدیث میں واضح فرمایا۔ کہ اپنی آمدنی سب سے پہلے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو۔ یہ عقلمندی نہیں کہ خود وہ اور اس کے اہل وعیال بھوکے مریں اور دوسروں کو کھلایا جائے۔ ہاں اگر کسی کا معاملہ اللہ عزوجل کے ساتھ اتنا مضبوط ہو کہ اپنی اور اہل وعیال کی حاجت کے باوجود اللہ عزوجل کے ساتھ رابطہ ویسا ہی رہے تو اسے اجازت ہے۔ جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ اپنا کل مال صدقہ کردیا تھا۔ جیسا کہ بہت سے صحابہ کرام خود بھوکے رہ کے دوسروں کو کھلاتے تھے۔ مگر جو کمزوروں کا ہو کہ بھوک سے جزع فزع کرنے لگے جیسا کہ عام لوگ ہوتے ہیں تو یہ پسندیدہ نہیں۔

**الید العلیا** ید علیا سے دینے والا ہاتھ مراد ہے اور سفلی سے لینے والا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں تصریح ہے یہاں مزید اور اقوال بھی ہیں۔ علیا جو صدقہ لینے سے اجتناب کرے۔ علیا اللہ عزوجل کا ید قدرت ہے وہ عطی دینے والے کا سفلی لینے والے کا۔ سفلی سے مراد صدقہ نہ دینے والا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں ید بمعنی نعمت ہے مطلب یہ ہے کہ زیادہ دینا بہ نسبت کم کے بہتر ہے۔

عه باب لاصدقة الاعن ظهر غنى ص ۱۹۲ عه الزكوة باب لاصدقة الاعن ظهر غنى ص ۱۹۲ مسلم زكوة ابوداؤد زكوة نسائى زكوة

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا جَاءَہُ السَّائِلُ اَوْ طُلِبَتْ اِلَیْہِ حَاجَۃٌ قَالَ اشْفَعُوْا

خدمت میں جب کوئی سائل آتا یا حضور کی خدمت میں کوئی حاجت پیش کی جاتی۔ تو فرماتے

تُؤْجَرُوْا وَیَقْضِی اللّٰہُ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّہٖ مَا شَاءَ ۸۴۴

سفارش کرو اجر پاؤ گے اور اللہ اپنے نبی کی زبان پر جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

۸۴۴ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

**حدیث** حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ مجھ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُوْکِیْ فَیُوْکٰی عَلَیْکِ ۸۴۵

نے فرمایا راہ خدا میں خرچ کرنے سے مت رک ورنہ رزق روک دیا جائے گا۔

وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ عَنْ عَبْدَۃَ قَالَ لَا تُحْصِیْ فَیُحْصِیَ اللّٰہُ عَلَیْکِ۔

عثمان بن ابی شیبہ نے عبدہ ہی سے ان الفاظ میں روایت کی۔ گن مت ورنہ اللہ بھی گن کر دیگا۔

۸۴۳ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اچھے کام کی سفارش پر اجر ہے۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ سفارش سے بھی اپنے

**تشریح** بھائیوں کی مدد کریں۔

۸۴۴ کتاب الھبۃ میں تھوڑی تفصیل و اختلاف لفظ کے ساتھ یوں ہے۔ حضرت اسماء نے کہا: میں نے رسول اللہ

**تشریح** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ میرے پاس سوائے اس کے اور کوئی مال نہیں۔ جو زبیر نے دیا ہے۔ کیا مجھے صدقہ کرنے کی اجازت ہے۔ فرمایا۔ صدقہ کر باندھ کر مت رکھ ورنہ تیرے لئے باندھ دیا جائے گا۔ عبید اللہ بن سعید کی روایت میں ہے۔ خرچ کر گن کر مت رکھ ورنہ اللہ گن کر دیگا۔ اور باندھ کر مت رکھ ورنہ اللہ تیرے اوپر بندش کر دیگا۔ تین جملے وارد ہیں — لا توکی فیوکی علیک۔ لا تحصی فیحصی اللہ علیک۔ لا توعی فیوعی اللہ علیک۔ سب کا حاصل معنی ایک ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ راہ خدا میں خرچ کرنے سے ہاتھ مت روک اللہ تیرے اوپر رزق کھلا رکھے گا۔ یعنی صدقہ کرنے سے مال بڑھتا ہے اسمیں برکت ہوتی ہے اور بخل سے برکت اٹھ جاتی ہے۔ توکی کا مادہ وکاء ہے۔ وہ دھاگہ جس سے مشک کا منہ باندھتے ہیں۔ لفظی ترجمہ یہ ہوا۔ برتن کا منہ باندھ کر مت رکھ۔ توعی کا مادہ وعاء ہے جس کے معنی برتن کے ہیں۔ ترجمہ یہ ہوا کہ برتن میں محفوظ مت رکھ۔ کہ اسمیں سے کچھ نہ نکال۔ احصا کے معنی ہیں کسی چیز کی مقدار جاننا۔ گن کر یا تول کر یا وزن کر کے۔ مطلب یہ ہوا کہ صدقہ دے اور گن مت کہ کتنا دیا کتنا رہ گیا۔ اس سے برکت جاتی رہتی ہے۔ فیوکی، فیحصی، فیوعی کی اسناد اللہ عزوجل کی طرف بطور مشاکلہ ہے۔ اسی جگہ اس کے بعد والی روایت میں یہ زائد ہے۔ اَرْضَخِیْ مَا اسْتَطَعْتِ۔ تم سے جتنا ہو سکے دو۔

ع۸ الزکوۃ باب التحریض علی الصدقۃ ص ۱۹۲ ثانی الادب باب من یشفع شفاعۃ حسنۃ ص ۸۹۱ التوحید باب فی المشیۃ والارادۃ ص ۱۱۱۳ مسلم الادب ابوداؤد الادب الترمذی العلم نسائی زکوۃ ع۸ الزکوۃ باب التحریض علی الصدقۃ ص ۱۹۲۔ الھبۃ باب ھبۃ المرأۃ بغیر زوجھا ص ۳۵۳۔ دو طریقے سے۔ مسلم زکوۃ نسائی زکوۃ۔ عشرۃ النساء

۸۴۵ عَنْ حَكِيمِ ابْنِ حِزَامٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ

**حدیث** حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اَشْيَاءَ كُنْتُ اَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ اَوْ عَتَاقَةٍ

کچھ کام میں جاہلیت میں بہ نیت عبادت کرتا تھا مثلاً صدقہ، غلام آزاد کرنا صلہ رحمی کرنا

اَوْ صِلَةِ رَحِمٍ فَهَلْ فِيْهَا مِنْ اَجْرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

کیا ان میں میرے لئے ثواب ہے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے کی ہوئی نیکیوں

**تشریحات** ۸۴۵ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا کے صاحبزادے تھے۔ عام فیل سے تیرہ سال قبل پیدا ہوئے۔ فتح مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے۔ جنگ بدر میں مشرکین کے ساتھ تھے۔ ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔ ۵۴ھ میں مدینہ طیبہ میں واصل بحق ہوئے۔ بہت مخیر اور سخی انسان تھے۔ زمانہ جاہلیت میں سو غلام آزاد کئے اور سو اونٹ کا بوجھ صدقہ کیا۔ مسلمان ہونے کے بعد حج کیا۔ تو سو اونٹ ہمراہ تھے۔ عرفہ میں وقوف کے وقت سو غلام تھے جنکے گلوں میں چاندی کی تختیوں پر لکھا تھا۔ یہ عتقاء اللہ ہیں۔ اور ایک ہزار بکریوں کی حج کے موقع پر قربانی کی۔ اپنا مکان ایک بار حضرت معاویہ کے ہاتھ ساٹھ ہزار میں بیچا اور کل کا کل صدقہ کر دیا۔

**اتحنث** جلد اول میں حدیث حرا کے تحت اس کی تحقیق گزر چکی ہے۔ کتاب البیوع اور کتاب الادب کی بعض روایتوں میں اتحنث تا کے ساتھ ہے مگر یہ کسی راوی کا تسامح ہے۔ صحیح اتحنث ثا کے ساتھ ہے اس کا مادہ حنث ہے۔ باب تفعل میں تعبد کے معنی میں آتا ہے۔

**اسلمت ما سلف من خیر** علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کافر اگر کفر پر مرے تو اس کے اعمال حسنہ پر کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ ارشاد ہے: عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً۔ (غاشیہ آیت ۳-۴) لیکن جو اسلام سے مشرف ہوا اور اسلام پر مرا اسے زمانہ کفر کی نیکیوں کا ثواب ملے گا یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ ابن بطال اور دوسرے محققین یہ کہتے ہیں کہ ان اعمال خیر کا ثواب ملے گا۔ ان کی دلیل حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے۔ کہ فرمایا۔ کہ کافر جب مسلمان ہو جاتا ہے اور اس کا اسلام سچا ہوتا ہے تو اللہ اس کی ہر نیکی کو لکھتا ہے جو پہلے گذر چکی ہے اور ہر گناہ کو مٹا دیتا ہے۔ اور مسلمان ہونے کے بعد ہر نیکی دس گنے سے لے کر سات سو تک لکھتا ہے۔ اور ایک گناہ کو ایک ہی لکھتا ہے۔ اور چاہے تو معاف کر دیتا ہے۔ اس حدیث کو دار قطنی نے، غریب حدیث مالک میں نو طریقے سے روایت کیا ہے۔ نیز یہ حدیث باب بھی اپنے ظاہر معنی کے لحاظ سے اس کی مؤید ہے مگر امام قاضی عیاض وغیرہ دوسرے ائمہ محققین فرماتے ہیں کہ زمانہ کفر کے اعمال خیر پر اسے اجر نہیں ملے گا، اور اصول کے یہی مطابق ہے۔ اسلئے کہ نیکی کو نیکی ہونے کیلئے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْلَمْتَ عَلٰى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ۔ عہ

کی بدولت تمہیں اسلام نصیب ہوا ہے۔

۸۴۶ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْاَمِيْنُ الَّذِيْ يُنْفِذُ وَرُبَّمَا

روایت کیا کہ فرمایا وہ مسلمان امانتدار خازن جسے کسی کو کچھ دینے کا حکم دیا گیا۔ پورا

قَالَ يُعْطِيْ مَا اُمِرَ بِهٖ كَامِلًا مُّوَفَّرًا طَيِّبًا بِهٖ نَفْسُهٗ فَيَدْفَعُهٗ اِلَى

پورا خوشدلی سے اسے دیتا ہے جسے دینے کا حکم دیا گیا ہے صدقہ کرنے

الَّذِيْ اُمِرَ لَهٗ بِهٖ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ عہ

والوں میں سے ایک ہے۔

۸۴۷ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

نیت طاعت ضروری ہے، اور کافر نیت کا اہل نہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ بعض خصوصیات کی وجہ سے کسی خاص کافر کو کچھ اجر ملے جیسے ابو طالب اور ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوئی۔ ہو سکتا ہے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی اس باب میں یہ خصوصیت ہو کہ وہ زمانہ کفر کے افعال خیر پر اجر پائیں۔ زمانہ کفر میں انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت خدمت کی ہے۔ شعب ابی طالب میں محصوری کے ایام میں غلہ بھیجا تھا ایک دفعہ بہت عمدہ حلہ خرید کر مدینہ لائے اور نذر کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں کافر کا ہدیہ نہیں قبول کرتا۔ قیمت لے کر دو تو لونگا۔ مجبوراً قیمت لی۔ ہو سکتا ہے کہ انھیں بھی عہد جاہلیت کے افعال خیر پر کچھ اجر ملے۔ امام قاضی عیاض نے اس حدیث کی توجیہ یہ کی ہے کہ انھیں افعال خیر کی برکت سے اللہ نے تجھے ایمان کی دولت نصیب فرمائی۔

**تشریحات** ۸۴۶، ۸۴۷ راہ خدا میں خرچ کرنے والے کیلئے عوض سے مراد دنیا میں بھی عوض ملنا مراد ہے اور آخرت میں بھی اسی طرح بخیل کے مال کی بربادی سے دنیا میں بربادی بھی مراد ہو سکتی ہے اور آخرت میں بھی۔ خرچ

عہ من تصدق فی الشرک ثم اسلم ص ۱۹۳ البیوع باب شری المملوک من الحربی ص ۱۹۵ العتق باب عتق المشرک ص ۳۴۴ ثانی الادب باب من وصل رحمہ فی الشرک ص ۸۸۶ مسلم ایمان مسند امام احمد جلد ثالث ص ۴۰۲

عہ الزکوۃ باب اجر الخادم اذا تصدق بامر صاحبہ ص ۱۹۳ الاجارات باب استیجار الرجل الصالح ص ۳۰۱ الوکالۃ باب وکالۃ الامین فی الخزانۃ ص ۳۱۱ مسلم ابوداود نسائی کلھم فی الزکوۃ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا روزانہ صبح کو دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے اے اللہ

فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُولُ الْآخَرُ اللّٰهُمَّ

خرچ کرنیوالے کو اس کا عوض دے اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ بخیل کے مال کو برباد

أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا ۵ھ

کردے۔

۸۴۸ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

**حدیث** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا

نے فرمایا بخیل اور خیرات کرنے والے کی مثال ان دو انسانوں کی ہے جو لوہے

جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ مِنْ ثُدِيِّهِمَا إِلٰى تَرَاقِيهِمَا فَأَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا

کے جبے پہنے ہوئے ہیں۔ چھاتیوں سے ہنسلی تک۔ خرچ کرنیوالا جب خرچ کرتا ہے تو وہ

کرنا عام ہے۔ فرائض واجبات مستحبات سب میں خرچ کرنا مراد ہے۔ البتہ از روئے قواعد بخیل سے یہاں مراد فرائض وواجبات میں خرچ نہ کرنے والا ہے۔ مگر یہ کہ وہ فطری بخیل کنجوس ہو۔ کہ کما حقہ آل اولاد اور اپنی ذات اور عند الضرورت رشتہ داروں پر خرچ نہ کرتا ہو۔ مثلاً اس کے رشتہ دار پڑوسی بھوکے رہتے ہیں یہ خبر گیری نہیں کرتا۔

۸۴۸ ثُدِيِّهِمَا۔ ثَدْيٌ کی جمع ہے۔ یہ اصل میں ثُدُوْيٌ تھا۔ سید کے قاعدے سے واؤ

**تشریحات** کو یاء سے بدل کر اوغام کر دیا ہے اور یاء کی مناسبت کیلئے دال کے ضمے کو کسرے سے بدل دیا ہے تَرَاقِي۔ تَرْقُوَةٌ۔ کی جمع ہے۔ سینے کے اوپر ٹیڑھی ہڈی کو کہتے ہیں جسے ہنسلی کہا جاتا ہے۔ حنظلہ نے امام طاؤس سے جو روایت کی ہے اسمیں الجبتان کے بجائے الجنتان ہے۔ جُنَّة کا تثنیہ۔ زرہ کے معنی میں۔ بعض شراح نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔ کیونکہ آگے۔ من حدید اور کل حلقة۔ آرہا ہے کڑی زرہ میں ہوتی ہے۔ کرتے میں نہیں۔ مگر اس خادم کی رائے یہ ہے۔ الجبتان والی روایت بھی صحیح ہے زرہ کی تعبیر یہی ہوگی کہ کرتا جسمیں کڑیاں ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ فیاض اور سخی کا ہاتھ کشادہ ہوتا ہے۔ اسے کوئی چیز روک نہیں سکتی اور بخیل کنجوس کا ہاتھ ایسے ہوتا ہے جیسے کسی چیز میں جکڑا ہوا ہو۔

۵ھ الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالیٰ عزوجل فاما من اعطی واتقی ص ۱۹۳ مسلم زکوٰۃ نسائی عشرۃ النساء۔ الملئکۃ

يُنْفِقُ إِلَّا سَبَغَتْ أَوْ وَفَرَتْ عَلَى جِلْدِهِ حَتَّى تُخْفِيَ بَنَانَهُ وَتَعْفُوَ

کرتا اس کے پورے جسم پر بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی انگلیوں کو چھپا لیتا ہے اور

أَثَرَهُ وَأَمَّا الْبَخِيلُ فَلَا يُرِيدُ أَنْ يُنْفِقَ شَيْئًا إِلَّا لَزِقَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ

نشان قدم مٹانے لگتا ہے اور بخیل جب کچھ خرچ کرنا چاہتا ہے تو

مَكَانَهَا فَهُوَ يُوَسِّعُهَا فَلَا تَتَّسِعُ ؏ه

ہر کڑی اپنی جگہ چپک جاتی ہے وہ پھیلانا چاہتا ہے مگر پھیل نہیں پاتی۔

۸۴۹ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ

**حدیث** حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ فَقَالُوا يَا نَبِيَّ

روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ ہے لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی

اللهِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَقَالَ يَعْمَلُ بِيَدِهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ قَالُوا

جو کچھ نہ پائے تو کیا کرے فرمایا اپنے ہاتھ سے کام کرے اپنے کو نفع پہنچائے اور صدقہ کرے

فَإِنْ لَمْ يَجِدْ قَالَ يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ قَالَ

لوگوں نے عرض کیا جو اس کی بھی استطاعت نہ رکھے تو فرمایا محتاج مظلوم کی مدد کرے

فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوفِ وَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا لَهُ صَدَقَةٌ ؏ه

لوگوں نے عرض کیا یہ بھی میسر نہ ہو تو؟ فرمایا۔ اچھا کام کرے اور برائی سے بچے یہی اسکے لئے صدقہ ہے۔

۸۴۹ یہاں علیٰ عام ہے۔ بطور وجوب و استحباب دونوں کو شامل ہے۔ صدقے سے مراد مطلقاً ثواب کا

**تشریحات** کام ہے۔ جس طرح صدقہ سے دوسرے کو فائدہ پہنچایا ہوتا ہے اسی طرح مظلوم و مجبور کی مدد سے اسے فائدہ پہنچتا ہے۔ تیسری صورت میں شر سے بچے گا تو کسی نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ بھی ایک طرح کا فائدہ پہنچانا ہے

**مسائل** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خلق خدا پر شفقت انسان کا کمال ہے۔ یہ شفقت مال دے کر ہو یا کسی اور طرح نفع پہنچا کر خواہ دینی نفع پہنچا کر خواہ دنیوی۔ فرائض کا ثواب نوافل سے زیادہ ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے[۵] کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔

ما تقرب الیّ عبدی بشیٔ احب الیّ مما افترضتُ علیہ۔ بندہ جن جن چیزوں سے میرا تقرب چاہتا ہے ان میں سب سے زیادہ مجھے پسند فرائض ہیں۔

ع۵ الزکوۃ باب مثل المتصدق والبخیل ص ۱۹۴۔ الجہاد باب ما قیل فی درع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۴۰۹ مسلم زکوۃ۔ نسائی زکوۃ۔ ع۵ الزکوۃ باب علی کل مسلم صدقۃ ص ۱۹۴ مسلم زکوۃ۔ نسائی زکوۃ [illegible]

۸۵۰ عَنْ اُمِّ عَطِیَّۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّہَا قَالَتْ بُعِثَ اِلٰی

**حدیث** حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا نسیبہ

نُسَیْبَۃَ الْاَنْصَارِیَّۃِ بِشَاۃٍ فَاَرْسَلْتُ اِلٰی عَائِشَۃَ مِنْہَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی

انصاریہ کے پاس ایک بکری بھیجی گئی تھی انھوں نے اس میں سے کچھ عائشہ کے پاس بھیجا نبی

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَکُمْ شَیْءٌ فَقَالَتْ لَا اِلَّا مَا اَرْسَلَتْ بِہٖ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا تمھارے پاس کچھ ہے تو فرمایا نہیں سوائے اس کے جو

نُسَیْبَۃُ مِنْ ذٰلِکَ الشَّاۃِ فَقَالَ ہَاتِ فَقَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّہَا۔ ع۵

نسیبہ نے اس بکری سے بھیجا ہے تو فرمایا لاؤ وہ اپنی جگہ پہنچ چکی۔

امام الحرمین نے بعض علماء سے نقل کیا کہ فرائض کا ثواب نوافل سے ستر درجے زائد ہے۔ فرائض کے چھوڑنے پر گناہ اور نوافل کے چھوڑنے پر گناہ نہیں۔ جو صدقہ پر قادر ہو اسے صدقہ کرنا افضل ہے۔ اپنی کمائی کا پہلا مصرف اپنی ذات ہے۔

**تشریحات** ۸۵۰ یہ بکری صدقہ یعنی زکوٰۃ کی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دی تھی۔ جیسا کہ کتاب الہبہ میں تصریح ہے۔ ام عطیہ ہی کا نام نسیبہ ہے۔ ام عطیہ نے اس بکری کو لے لیا۔ زکوٰۃ ادا ہوگئی اور وہ اس کی مالک ہوگئیں انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیا۔ یہ ہدیہ ہوا۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا۔ فقد بلغت محلہا۔ کا مطلب یہی ہے، کہ مستحق نے لیا زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ اب وہ مالک ہے جسے چاہے دے۔ دوسرے کے لئے ہدیہ اور عطیہ ہوگا۔ جیسا کہ حضرت بریرہ والی حدیث میں گزر چکا کہ فرمایا۔

ہو علیہا صدقۃ وہو لنا ہدیۃ وہ بریرہ کیلئے صدقہ ہے اور بریرہ نے ہمیں دیا تو یہ اسکی طرف سے ہدیہ ہے

حیلہ شرعیہ کی یہ حدیث بھی اصل ہے۔ ضرورت شرعیہ کے وقت اس قسم کا حیلہ کرنے کی اجازت ہے۔

حیلہ شرعیہ یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھوکے تھے۔ اس لئے امت کی تعلیم اور آسانی کے لئے اس پر عمل فرمایا۔ بلاضرورت شرعیہ زکوٰۃ و فطرے کی رقم مستحقین کے علاوہ میں صرف کرنا سخت مذموم ہے خصوصاً غیر دینی کاموں میں۔ خصوصاً جب خود اپنے ہی اوپر یا مال داروں پر خرچ ہو۔ دین کی بقا دینی مدارس سے ہے اور دینی مدارس کی بقا زکوٰۃ اور فطرے پر ہے۔ میرے ابتدائی ایام تعلیم میں دینی مدارس کا حال بہت ابتر تھا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ مدرسین کی تنخواہ بیس پچیس روپئے تھی مگر مدارس وہ بھی نہیں دے پاتے تھے۔ سال دو سال کی تنخواہیں چڑھ جاتی تھیں۔ دینی مدارس کا چلانا جوئے شیر لانے کے مرادف تھا۔ تو علماء نے بدرجہ مجبوری حیلہ شرعیہ کرکے زکوٰۃ اور فطرے کی رقم مدارس میں صرف کرنے کی اجازت دی۔ اور آج اسی کی بدولت سب سے آسان کام مدرسہ قائم کرنا اور چلانا

ع۵ الزکوٰۃ باب قدر کم یعطی من الزکوٰۃ ص ۱۹۴ باب اذا تحولت الصدقۃ ص ۲۰۲ الہبۃ باب قبول الہدیۃ ص ۳۵۱۔ مسلم زکوٰۃ۔

۲۶۳ وَقَالَ طَاؤُسٌ قَالَ مُعَاذٌ لِأَهْلِ الْيَمَنِ ائْتُونِي بِعَرَضٍ ثِيَابٍ
ت اور طاؤس نے کہا کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن والوں سے فرمایا
خَمِيصٍ أَوْ لَبِيسٍ فِي الصَّدَقَةِ مَكَانَ الشَّعِيرِ وَالذُّرَةِ أَهْوَنُ عَلَيْكُمْ
مجھے زکوۃ میں جو اور باجرے کے عوض چادر اور پہنے ہوئے کپڑے دو یہ تمہارے لئے
وَخَيْرٌ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ ۵ھ
آسان ہے اور مدینے میں صحابہ کے لئے بہتر ہے۔

۸۵۱ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهُ الَّتِي أَمَرَ اللهُ رَسُولَهُ
حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان فرمائی کہ حضرت ابو بکر
وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَةُ بِنْتِ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کیلئے وہ لکھا جس کا اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا تھا اور

ہوگیا ہے۔

لیکن کچھ دنوں سے عوام میں یہ رجحان ہو چلا ہے کہ دینوی مدارس اور سوسائٹیاں چلانے کے لئے زکوۃ اور فطرے کی رقم وصول کرنے لگے ہیں۔ اس کی اجازت کسی طرح شریعت نہیں دے سکتی۔ یہ شرعی ضرورت نہیں بلکہ دینوی مدارس میں تو زکوۃ خود زکوۃ دینے والوں کے بچوں پر صرف ہوتی ہے۔ یہ کوئی پسندیدہ بات نہیں بلکہ بہت سے ناخدا ترس حیلہ کرکے زکوۃ کی رقم خود رکھ لیتے ہیں۔ کیا زکوۃ اسی لئے مشروع ہوئی تھی۔ کیا زکوۃ کا منشا یہی ہے کہ لیجئے زکوۃ کی ادائیگی سے فرار نہیں۔ کیا یہ اصحاب سبت کے فعل سے مشابہ نہیں۔ انھوں نے یہی تو کیا تھا۔

**تشریحات** ۲۶۳ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں سند متصل سے تھوڑے تغیر کے ساتھ ذکر فرمایا ہے عرض۔ نقد، حیوانات زمین کے علاوہ اور سامان جیسے کپڑا برتن وغیرہ۔ خمیص۔ یہ اصل میں خمیس سین کے ساتھ ہے۔ پانچ ہاتھ کی چادر تھان۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں سین ہی ہے۔ یہ ایک قسم کا مخصوص کپڑا ہے جسے خمیس نامی کسی بادشاہ نے ایجاد کیا تھا۔ لبیس پہنا ہوا کپڑا۔ مطلب یہ ہے کہ غلے کی زکوۃ یعنی عشر میں بجائے غلے کے اتنی قیمت کا کپڑا دو۔ یہ تمھیں آسان ہے کہ تمہارے یہاں تیار ہوتا ہے اور مدینہ طیبہ میں صحابہ کرام کیلئے زیادہ بہتر ہے کہ وہاں کپڑے کی کمی تھی۔ یہ تعلیق احناف کی دلیل ہے کہ زکوۃ اور عشر میں قیمت لینی جائز ہے۔ اور یہی امام بخاری کا بھی مذہب ہے۔ یہ تعلیق اگرچہ مرسل ہے۔ مگر مرسل ہمارے اور جمہور کے یہاں حجت ہے۔ اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر دوسری جگہ کے مسلمان زیادہ ضرورتمند ہوں تو ایک جگہ کی زکوۃ دوسری جگہ منتقل کی جاسکتی ہے۔

۵ھ الزکوۃ باب العرض فی الزکوۃ ص ۱۹۴

لَبُوْنٍ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا اَوْ

جس کی زکوٰۃ بنت مخاض تک پہنچے اور اس کے پاس نہ ہو اور بنت لبون ہو تو اس سے

شَاتَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ بِنْتُ مَخَاضٍ عَلٰى وَجْهِهَا وَعِنْدَهٗ

قبول کی جائے۔ اور زکوۃ کا محصل اسے بیس درہم یا دو بکریاں دے۔ اور اگر اس کے پاس

ابْنُ لَبُوْنٍ فَاِنَّهٗ يُقْبَلُ مِنْهُ وَلَيْسَ مَعَهٗ شَيْءٌ ؏۵

بنت مخاض نہیں جیسا کہ واجب ہے اور اسکے پاس ابن لبون ہے تو یہی لے لیا جائے۔ اور اسکے ساتھ کچھ نہیں۔

**تشریحات ۸۵۱** بنت مخاض۔ اونٹنی کی مادہ بچی جو پورے ایک سال کی ہوگئی ہو۔ دوسرا شروع ہو چکا ہو۔ مخاض کے معنی درد زہ کے ہیں۔ جب اونٹنی کا بچہ سال بھر کا ہو جاتا ہے تو حاملہ ہونے کے لائق ہو جاتی ہے۔ گویا اب وہ درد زہ کے لائق ہوگئی۔ اس لئے اس کی بچی کو بنت مخاض کہتے ہیں۔ بچہ ہو تو ابن مخاض۔ بنت لبون۔ اونٹنی کی وہ بچی جو پورے دو سال کی ہوگئی ہو تیسرے میں قدم رکھا ہو۔ اونٹنی عام طور پر سال بھر حاملہ رہ کر بچہ دیتی ہے۔ جب ایک بچہ دو سال کا ہوگیا تو اس کی ماں دودھ والی ہوگئی۔ لبون معنی دودھ والی۔ حقہ۔ پورے تین سال کی بچی جو چوتھے میں قدم رکھے۔ چونکہ اس عمر میں حفتی کے لائق ہو جاتی ہے نیز بوجھ ڈھونے کے لائق، اس لئے اس کو حقہ کہتے ہیں۔ اس کا مادہ حق ہے۔ جذعۃ وہ بچی جو پورے چار سال کی ہوگئی ہو اور پانچواں شروع ہو چکا ہو۔ اور پورے پانچ سال کا ہو جاتا ہے تو ثنی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کے دو دانت جو رباعی کہلاتے ہیں جھڑ جاتے ہیں۔ اور جب پورے چھ سال کا ہو جاتا ہے تو نر کو رباعی اور مادہ کو رباعیہ کہتے ہیں۔ اور جب پورے سات سال کا ہو جاتا ہے تو اسے سدیس اور سدس کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اب رباعی کے نعل والے دانت جھڑ جاتے ہیں۔ اور جب پورے آٹھ سال کا ہو جاتا ہے اور اس کے کیلے یعنی نوکیلے دانت نکل آتے ہیں۔ تو اس کو باذل کہتے ہیں یعنی جس کے کیلے نکل آئے اور جب وہ پورے نو سال کا ہو جاتا ہے تو اسے مخلف کہتے ہیں۔ اس کے بعد کوئی خاص نام نہیں۔ یہ ایک لمبی حدیث کا جز ہے جسے امام بخاری نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنی اس کتاب میں دس جگہ ذکر فرمایا ہے جو حاشئے میں مذکور ہے۔ زکوۃ سے متعلق جو احکامات ہیں انھیں یہیں متفرق ابواب میں ذکر فرما دیا ہے البتہ اس کا ابتدائی حصہ جس کا زکوۃ سے تعلق نہیں بلکہ جس سے اس والا نامے کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے وہ کتاب الجہاد اور کتاب اللباس میں مذکور ہے۔ ابتدائی جزیہ ہے:

---

ع۵ باب العرض فی الزکوۃ ص ۱۹۴ باب لایجمع بین متفرق ص ۱۹۵ باب ماکان من خلیطین ص ۱۹۵۔ باب من بلغت عندہ صدقۃ بنت مخاض ولیست عندہ ص ۱۹۵ باب زکوۃ الغنم ص ۱۹۵ باب لایوخذ فی الصدقۃ ھرمۃ ص ۱۹۶ الشرکۃ باب ماکان من خلیطین ص ۳۳۸ الجہاد باب ماذکر فی درع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۴۳۸ ثانی اللباس باب ھل یجعل نقش الخاتم ثلثۃ اسطر ص ۸۷۳ الحیل باب فی الزکوۃ لایفرق بین مجتمع ص ۱۰۶۹۔ ابوداؤد زکوۃ نسائی زکوۃ ابن ماجہ زکوۃ۔

۲۶۴ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَّلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ وَيُذْكَرُ عَنْ

ت متفرق کے درمیان نہ جمع کیا جائے اور نہ مجتمع کے درمیان تفریق کی جائے

سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؏ه

سالم عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ روایت کی گئی۔

۸۵۲ حَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ

جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو انھوں نے انھیں یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرین بھیجا اور ان کو ایک والا نامہ لکھ کر دیا جس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مہر سے مہر فرمایا۔ اور اس مبارک مہر کا نقش تین سطر تھا محمد۔ ایک سطر۔ رسول۔ ایک سطر۔ اور اللہ۔ ایک سطر۔ اس ترتیب سے۔ محمد رسول اللہ

**مسائل** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ زکوٰۃ میں جو جانور واجب ہے وہ نہ ہو تو اس سے بڑا لے اور دونوں کی قیمت میں جو تفاوت ہو وہ واپس کرے۔ یا اس سے چھوٹا لے اور جو کمی ہو اسکی قیمت لے۔ اس حدیث میں بنت مخاض کی جگہ بنت لبون لینے پر بیس درہم یا دو بکریاں واپس کرنے کو تحریر فرمایا ہے۔ یہ تقدیر شرعی نہیں بلکہ اس عہد پاک میں بنت مخاض اور بنت لبون کی قیمتوں میں جو تفاوت تھا اس کے لحاظ سے وہ مقدار تحریر فرمائی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ زکوٰۃ میں شے واجب کی قیمت کا لینا درست ہے۔ اس لئے کہ تصریح ہے کہ جب بنت مخاض واجب ہے اور وہ موجود نہ ہو تو ابن لبون لیلے۔ اور کچھ نہ لوٹائے یہ اسی بنا پر ہے کہ اس عہد میں ایک بنت مخاض اور ایک ابن لبون کی قیمتیں برابر تھیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ احادیث کا لکھنا جائز ہے۔ ثابت ہوا کہ کوئی شیخ حدیث لکھکر کسی کو دیدے اور پڑھ کر نہ سنائے اور لینے والا شیخ کو پڑھ کر نہ سنائے تو بھی اس کی روایت درست ہے۔

**تشریحات** ۲۶۴ اس تعلیق کو امام احمد[1] امام ترمذی[2] امام ابو داؤد[3] امام ابن ماجہ[4] اور امام حاکم[5] نے موصولاً روایت کیا ہے۔ اس کا ابتدائی حصہ یہ ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقہ کے حساب کی تفصیل لکھی تھی مگر اس پر عمل کا موقع نہ ملا کہ وصال ہو گیا۔ اسے اپنی تلوار کے ساتھ رکھدیا تھا۔ اس پر ابو بکر نے عمل کیا۔ پھر عمر نے زندگی بھر عمل کیا۔ اس میں یہ تھا۔ ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری۔ درمیان کی تفصیل ابھی آرہی ہے۔ اخیر میں یہ حصہ تھا۔ اس کے ایک راوی سفیان بن حسین ہیں۔ جو زہری سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی زہری کی روایت ضعیف ہے۔ اسی لئے امام بخاری نے اسے صیغہ مجہول سے تحریر کیا ہے جو صیغہ تمریض ہے۔ عمدۃ القاری میں ہے۔ کہ ترمذی نے کتاب العلل میں ذکر کیا ہے کہ میں نے محمد یعنی امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔ مجھے امید ہے کہ یہ محفوظ ہوگی اور سفیان بن حسین صدوق یعنی بہت سچے ہیں۔ اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ یہاں حدیث انس کے لئے بطور

---

ع۵ الزکوٰۃ باب لا یجمع بین متفرق ص ۱۹۵ [1] مسند امام احمد جلد اول ص ۱۵ [2] الزکوٰۃ باب فی زکوٰۃ الابل والغنم ص ۷۹ [3] اول زکوٰۃ باب فی زکوٰۃ السائمۃ ص ۲۲۰ [4] زکوٰۃ باب صدقۃ الغنم ص ۱۲۱

كَتَبَ لَهُ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا

عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زکوۃ کی جو مقدار لکھی تھی اس کو ان کے لئے لکھا

يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَّلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ ؏ه

(اسمیں یہ بھی تھا) زکوٰۃ کی ڈر سے متفرق کو جمع نہ کیا جائے اور نہ جمع کو متفرق کیا جائے۔

شاید اسے ذکر کیا ہے۔

**لایجمع بین متفرق** اس کی توجیہہ میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔ امام مالک نے فرمایا۔ اسکی صورت یہ ہے کہ تین شخصوں کی چالیس چالیس بکریاں ہیں۔ اسمیں تین بکریاں واجب ہیں۔ یہ جائز نہیں کہ ان سب کو کوئی یہ کہے کہ سب میری ہیں۔ اس صورت میں صرف ایک بکری واجب ہوگی۔ یا دو شریک ہیں جنکی دو سو بکریاں ہیں مجموعے پر تین بکریاں واجب ہیں۔ اور اگر الگ کرلیں تو ہر ایک پر ایک بکری یعنی مجموعے پر دو بکریاں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، یہ مالک اور عامل دونوں سے خطاب ہے۔ مالک کو یہ جائز نہیں کہ متفرق مال کو اکٹھا یا اکٹھے مال کو اسطرح متفرق کرے کہ زکوٰۃ کی مقدار گھٹ جائے اور محصل کو یہ جائز نہیں کہ ایسا اس لئے کرے کہ زکوٰۃ کی مقدار بڑھ جائے حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ دو آدمیوں میں چالیس بکری مشترک ہے اس صورت میں کسی پر زکوٰۃ نہیں۔ اب عامل کو جائز نہیں کہ دونوں کو ملا کر ایک بکری وصول کرے۔ اسی طرح کسی ایک کی اکیسو اکیس بکریاں ہیں۔ اسمیں صرف دو بکریاں ہیں لیکن اگر ان کو متفرق کردیا جائے تو تین بکریاں واجب ہوں گی یہ جائز نہیں۔

امام ابو یوسف نے اس کی صورت یہ بتائی کہ کسی شخص کی اسّی بکریاں ہیں جنمیں ایک بکری واجب ہے اور عامل کو یہ بتائے کہ ہم تین یا زائد بھائیوں میں مشترک ہیں۔ اب کچھ واجب نہ ہوگا۔ یا بھائیوں کے مابین چالیس بکریاں مشترک ہیں۔ اور عامل کہے۔ نہیں یہ سب ایک شخص کی ہیں اور زبردستی ایک بکری لے لے۔

حاصل یہ کہ یہ ایک قاعدہ ارشاد فرمایا ہے۔ اس کی بہت سی صورتیں ہوسکتی ہے۔ خشیۃ الصدقہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ خطاب مالک سے ہے کہ زکوٰۃ سے بچنے کے لئے ایسا نہ کرے۔ زکوٰۃ سے بچنے کے لئے جمع کی مثال یہ ہے کہ دو بھائیوں کی چالیس چالیس بکریاں ہیں۔ اب دو بکریاں واجب ہیں۔ ان کو ملا دے تو صرف ایک بکری واجب ہوگی۔ اور تفریق کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص کی چالیس بکریاں ہیں۔ اسمیں ایک بکری واجب ہے۔ وہ عامل کو یہ بتائے کہ ان میں بیس میری اور بیس میری بیوی کی ہیں۔ اب کچھ واجب نہ ہوگا۔ اور ایک صورت اس سے بھی واضح یہ ہے کہ مثلاً مختلف جانور ہیں مگر ان میں کوئی نصاب تک نہیں پہنچتا مگر ایک جانور کو دوسرے کے ساتھ ملا دیں تو نصاب پورا ہو جاتا ہے مثلاً کسی کے پاس چار اونٹ اور آٹھ بکریاں ہیں۔ ان میں سے کسی کا نصاب کامل نہیں۔ مگر دونوں کو ملا دیں تو اونٹ کا نصاب پورا ہو جاتا ہے اسلئے کہ اونٹ کے نصاب میں خمس کی کمی ہے اور بکری کا خمس نصاب آٹھ ہے مگر ایسا کرنے کی اجازت نہیں[1]

ع ۵ الزکوۃ باب لایجمع بین متفرق ص ۱۹۵۔ [1] بہار شریعت پنجم بحوالہ درمختار وغیرہ ص ۳۱ - ۳۰

۲۶۵ وَقَالَ طَاؤُسٌ وَّعَطَاءٌ اِذَا عَلِمَ الْخَلِيْطَانِ اَمْوَالَهُمَا فَلَا

ت اور جب دو شریک کے اموال معلوم و متعین ہوں تو

يَجْمَعُ مَالُهُمَا ع۵

جمع نہیں کیے جائیں گے۔

۲۶۶ وَقَالَ سُفْيَانُ لَا تَجِبُ حَتّٰى يُتِمَّ لِهٰذَا اَرْبَعُوْنَ شَاةً وَلِهٰذَا

ت اور سفیان ثوری نے کہا ان پر زکوۃ اس وقت تک واجب نہ ہونگی جب تک اِسکے

اَرْبَعُوْنَ شَاةً ع۵

لئے بھی اور اُس کے لئے بھی چالیس چالیس بکریاں نہ ہو جائیں۔

۲۶۵ - ۲۶۶ پہلی تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں موصولا ذکر کیا ہے۔ اور دوسری تعلیق کو امام

**تشریحات** عبدالرزاق نے۔ خلیط کا مادہ خلط ہے۔ اس کے معنی شریک کے ہیں۔ ہمارے یہاں اس سے مراد شریک فی الملک ہے۔ خواہ یہ شرکت ارث کیوجہ سے ہو یا ہبہ کی وجہ سے یا شراء یا کسب وغیرہ کی وجہ سے یا شرکت عقد ہو خواہ عنان ہو یا مفاوضہ ہو۔ مبسوط میں ہے۔ مال شرکت میں زکوۃ اس وقت ہے جبکہ کسی ایک شریک یا دونوں کا جتنا حصہ ہو وہ بقدر نصاب ہو۔ مثلاً اسّی بکریاں دو شخصوں میں برابر برابر مشترک ہیں۔ تو دونوں پر ایک ایک بکری زکوۃ واجب ہے۔ اور اگر ایسا ہے کہ ایک حصہ دو تہائی ہو اور ایک کا ایک تہائی۔ تو جس کا دو تہائی ہے اس پر ایک بکری واجب ہے۔ اور دوسرے پر کچھ نہیں۔

امام نووی نے فرمایا کہ یہاں یہ شرکت ملک کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام ہے۔ خواہ شرکت فی الملک ہو بطریق شیوع یا اعیان میں ہو یا اوصاف میں ہو یا شرکت جوار ہو یعنی وہ سب ایک جگہ رہتے ہوں، اس کی نو شرطیں ہیں۔

(۱) یہ شرکت ان لوگوں کے مابین ہو جن پر زکوۃ واجب ہو (۲) شرکت کے بعد مال بقدر نصاب ہو (۳) شرکت کے بعد ان پر سال پورا ہو چکا ہو (۴) (۵) (۶) یہ جانور آرام کی جگہ۔ چراگاہ۔ پانی پینے کی جگہ میں ایک دوسرے سے متمیز نہ ہوں۔ (۷) (۸) (۹) ان سب کا چرواہا۔ اور نر۔ اور دودھ دوہنے کا برتن مشترک ہو۔ دوسرے علماء کے بھی اس طرح کے تھوڑے تغیر و تبدل کمی یا زیادتی کے ساتھ اقوال ہیں۔ ان کی دلیل حدیث باب ہے۔ اس بنیاد پر کہ لفظ خلیط مذکورہ بالا مفہوم پر صادق ہے۔ اس قول کی بنا پر اگر چند آدمیوں کے جانور مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ اکٹھے رہتے ہوں۔ تو مجموعے پر زکوۃ ہے۔ اور زکوۃ کی جو بھی مقدار ہے وہ سب شرکاء میں مشترک ہوگی۔ مثلاً چالیس بکریاں دو یا زائد آدمیوں کی اکٹھے مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ رہتی ہوں اگرچہ ہر ایک کی بکریاں متعین ہوں تو بھی ایک بکری زکوۃ میں دینا واجب ہے۔ اور یہ سب شرکاء میں بقدر حصہ رسدی تقسیم ہوگی۔ ہمارے یہاں کسی پر زکوۃ

ع۵ الزکوۃ باب ماکان من خلطین ص ۱۹۵ ع۵ ایضا

۸۵۳ حدیث حَدَّثَنِیْ ثُمَامَةُ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ کَتَبَ لَهُ الَّتِیْ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی۔ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ

فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَا کَانَ مِنْ خَلِیْطَیْنِ

عنہ نے ان کے لئے وہ لکھا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زکوۃ کی مقدار مقرر فرمائی تھی۔

فَاِنَّهُمَا یَتَرَاجَعَانِ بَیْنَهُمَا بِالسَّوِیَّةِ ۵۵

(اسمیں یہ بھی تھا) اور جو زکوۃ دو شریکوں پر واجب ہو وہ دونوں برابر برابر بانٹ لیں گے۔

۸۵۴ حدیث عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِیًّا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے

سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہجرت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا تیرے لئے

وَیْحَكَ اِنَّ شَاْنَهَا شَدِیْدٌ فَهَلْ لَّكَ مِنْ اِبِلٍ تُؤَدِّیْ صَدَقَتَهَا قَالَ

خرابی ہو بیشک ہجرت کا معاملہ سخت ہے کیا تیرے پاس اونٹ ہیں جنکی زکوۃ تو دیتا ہے

واجب نہیں۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ خلیط کا یہ معنی لے کر زکوۃ واجب کرنا دوسری صحیح احادیث کے معارض ہے، حدیث گذر چکی۔ کہ پانچ اونٹ سے کم میں زکوۃ نہیں۔ قول مذکور پر پانچ اونٹ سے کم پر بھی زکوۃ واجب ہونا لازم آتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کے تین اور دوسرے کے دو اونٹ مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ اکٹھے رہتے ہوں تو اس قول پر زکوۃ واجب ہے۔ یہ تین اور دو اونٹ پر زکوۃ واجب کرنا ہوا، جو حدیث مذکور کے معارض ہے۔ احادیث میں دفع تعارض کے لئے خلیط سے شریک فی الملک مراد لینا ضروری ہوا۔ امام طاؤس امام عطاء اور امام سفیان کا قول ہمارے مذہب کے مطابق ہے۔

بالسویۃ یہ حکم اس صورت کے ساتھ خاص ہے جبکہ شرکت برابر برابر ہو۔

تشریحات ۸۵۴ سال عن الهجرة۔ اس سے ان کا مقصود یہ تھا کہ وہ ہجرت کرکے مدینہ طیبہ آنا چاہتے تھے۔

ویحك یہ کلمہ اصل میں زجر و توبیخ کے لئے ہے۔ اس کا ترجمہ خرابی ہو تیرے لئے ہی مگر کبھی کبھی ترحم و شفقت کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے حدیث میں۔ ویح عمار تقتلك الفئة الباغية میں ہے۔ یہاں بھی ترحم ہی کے لئے ہے۔

۵۵ الزکوۃ۔ باب ما کان من خلیطین ص ۱۹۵

نَعَمْ قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَاءِ الْبِحَارِ فَاِنَّ اللّٰهَ لَنْ يَّتْرُكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا ۵

اس نے عرض کیا ہاں فرمایا دریاؤں کے پار رہ کر عمل کر اللہ تیرے عمل سے کچھ ضائع نہیں فرمائیگا۔

۸۵۵ حَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ اَنَّ اَنَسًا رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان فرمائی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ

رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَتَبَ لَهٗ فَرِيْضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِيْ اَمَرَ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ

تعالیٰ عنہ نے ان کے لیے زکوۃ کی وہ مقدار لکھی جس کا اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهٗ مِنَ الْاِبِلِ صَدَقَةُ

تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا جس کی زکوۃ جذعہ تک پہنچے اور اس کے پاس جذعہ

ان شانها شديد ظاہر ہے یہ قصہ فتح مکہ کے پہلے کا ہے۔ ورنہ فرما دیتے کہ اب ہجرت نہیں۔ نیز قبل فتح مکہ بھی ہجرت صرف مکہ معظمہ سے کرنی فرض تھی۔ اور بلاد سے فرض نہ تھی۔ انھیں ہجرت سے اس لئے منع فرمایا کہ ان کے بارے میں نور نبوت سے معلوم کر لیا تھا کہ یہ اس کا تحمل نہ کر پائیں گے جیسا کہ ایک اعرابی کا قصہ مشہور ہے کہ ہجرت پر بیعت کر کے مدینہ آئے اور جب انھیں بخار آگیا تو بیعت توڑ دی۔

من وراء البحار یہ عرب ہی کے باشندے تھے۔ اس لئے کہ اعرابی عرب کے دیہاتی کو کہتے ہیں۔ سمندر پار کے باشندے نہیں تھے۔ پھر یہ ارشاد کیسے درست ہوا۔ بعض شارحین نے یہ توجیہ کی ہے کہ بحار اور بحر کبھی کبھی شہر کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسے آیت کریمہ ظهر الفساد فی البر والبحر۔ سورہ روم آیت ۴۱۔ میں ایک قول یہ ہے کہ بر سے دیہات اور بحر سے شہر مراد ہے۔ خود حدیث میں مدینہ طیبہ پر بحیرہ کا اطلاق آیا ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔

لقد اصلح اهل هذا البحيرة ان يتوجوه[1] اس شہر والوں نے طے کیا تھا کہ اسکے سر پر تاج باندھ دیں گے۔ مگر بظاہر یہ ہے کہ یہ ارشاد بطور مبالغہ علی سبیل الفرض ہے۔ یعنی مدینے سے کتنی ہی دور رہ کر عمل کرو گے اگرچہ سمندر پار رہ کر۔ ثواب پورا ملے گا۔

کتاب الہبہ میں اور باب ہجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ زائد ہے۔ ان میں کچھ دوسروں کو دیتا بھی ہے تو اس نے کہا۔ ہاں فرمایا کیا گھاٹ پر جانے کے دن اسے دوہتا ہے۔ اس نے عرض کی ہاں۔

تشریحات ۸۵۵ سیاق سے ظاہر ہے کہ اس کے بعد حدیث ۸۵۱ یعنی ومن بلغت صدقة بنت مخاض ہے اس کا معطوف علیہ۔ من بلغت عنده صدقة الجذعة الخ ہے۔ اس حدیث کا حاصل

---

[1] الزکوۃ باب زکوۃ الابل ص ۱۹۵ الھبۃ باب فضل المنیحۃ ص ۳۵۸ باب ھجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۵۸ ثانی الادب باب فی قول الرجل ویلك ص ۹۱۱ مسلم الامارۃ ابوداؤد الجهاد نسائی بیعۃ۔ مسند امام احمد ثالث ۶۴

[1] بخاری ثانی تفسیر سورہ آل عمران باب قوله ولتسمعن من الذين اوتوا الكتاب ص ۶۵۶

بِالْجَذَعَةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ

نہ ہو اور اس کے پاس حقہ ہو تو اس سے حقہ قبول کر لیا جائے گا اور اس کے ساتھ میسر ہوں تو

الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا وَمَنْ

دو بکریاں ورنہ بیس درہم بھی لیا جائے۔ اور جس کی زکوۃ حقہ تک پہنچے اور اس کے پاس

بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ

حقہ نہ ہو اور اس کے پاس جذعہ ہو تو اس سے جذعہ لے لیا جائے۔ اور محصل مالک کو بیس درہم

فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ

یا دو بکریاں دے۔ اور جس کی زکوۃ حقہ تک پہنچے اور اس کے پاس صرف بنت لبون ہو

شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلَّا

تو اسے قبول کرے اور وہ یعنی مالک دو بکریاں

بِنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُونٍ وَيُعْطِي شَاتَيْنِ أَوْ عِشْرِينَ

یا بیس درہم دے۔ اور جس کی زکوۃ بنت لبون تک پہنچے اور

وہی ہے جو حدیث ۱۴۵۱ میں ہم لکھ آئے ہیں۔ کہ جو جانور واجب ہے وہ نہ ہو تو اس سے بڑا یا چھوٹا لے لے۔ دونوں کی قیمت میں جو تفاوت ہو وہ محصل دیدے یا مالک سے لے لے۔

**مطابقت باب** اس حدیث پر باب کا عنوان یہ ہے جس کا صدقہ بنت مخاض تک پہنچے اور وہ اس کے پاس نہ ہو (تو وہ کیا کرے) مگر اس باب میں جتنی حدیث مذکور ہے اس میں یہ جزئیہ مذکور نہیں اسی وجہ سے ابن بطال نے امام بخاری پر غفلت کا الزام لگایا۔ مگر یہ بے جا ہے۔ امام بخاری کی یہ عادت مستمرہ ہے کہ باب کے تحت کسی طویل حدیث کا ایک جز ذکر فرماتے ہیں۔ جو باب سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتا مگر اس حدیث کے دوسرے اجزاء باب کے مطابق ہوتے ہیں۔ یہاں بھی یہی قصہ ہے۔ اسی حدیث کا جز حدیث ۱۴۵۱ ہے جسمیں یہ جزئیہ صراحۃً مذکور ہے۔ ویسے علامہ ابن حجر وغیرہ نے اتنے حصے سے بھی مطابقت ثابت کردی ہے۔ جو درست بھی ہے کہ اس حدیث میں مذکورہ تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ جو جانور واجب ہو وہ مالک کے پاس نہ ہو تو اس سے ایک سال بڑا لے لے۔ اور دو بکریاں یا بیس درہم واپس کردے۔ یا ایک سال چھوٹا لے لے اور مالک سے دو بکریاں یا بیس درہم لے لے۔ اس سے یہ کلیہ معلوم ہوا کہ جو واجب ہے وہ نہ ہو تو اس سے ایک سال بڑا لے کر دو بکریاں یا بیس درہم واپس کردے یا اس سے ایک سال چھوٹا لے لے اور ساتھ ساتھ دو بکریاں یا بیس درہم بھی لے لے۔ اس کے مطابق باب کا حکم معلوم ہو گیا کہ جب بنت مخاض واجب ہے اور وہ نہیں تو بنت لبون لے لے اور دو بکریاں یا بیس

www.sirat-e-mustaqeem.net

دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهٗ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَعِنْدَهٗ حِقَّةٌ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ

اس کے پاس حقہ ہو تو یہی قبول کیا جائے اور محصل

مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا اَوْ شَاتَيْنِ ۔ وَمَنْ

مالک کو بیس درہم یا دو بکریاں دے۔ اور جس کی زکوٰۃ

بَلَغَتْ صَدَقَتُهٗ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهٗ وَعِنْدَهٗ بِنْتُ مَخَاضٍ

بنت لبون تک پہنچے اور اس کے پاس نہ ہو اور اسکے پاس بنت مخاض

فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَيُعْطِي مَعَهَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا اَوْ شَاتَيْنِ ؏

ہو تو یہی لے لی جائے اور مالک بیس درہم یا دو بکریاں دے۔

**۸۵۶ حدیث** حَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ اَنَّ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان فرمائی کہ

درہم واپس کردے۔ اس کلیے سے ان صورتوں کا بھی حکم معلوم ہوگیا۔ جو اس حدیث میں مذکور نہیں۔ مگر واقع ہوسکتی ہیں۔ مثلاً اسی صورت میں جبکہ بنت مخاض واجب ہے اور وہ موجود نہیں۔ اور بنت لبون بھی نہیں بلکہ حقہ ہے تو کیا کرے۔ اس قاعدے سے معلوم ہوگیا کہ ایک سال کے سن کے تفاوت پر بیس درہم یا دو بکریاں واپس کرنا ہے تو جب دو سال کا تفاوت ہے تو چالیس درہم یا چار بکریاں واپس کرے۔ یوں ہی اس کے برعکس میں اتنا مزید لے۔ اور فائدہ اس وجہ سے حاصل ہوا کہ وہ حدیث نہیں ذکر کی جسمیں یہ حکم صراحۃً مذکور ہے۔ وہ حدیث ذکر فرمادیتے تو نہ کسی کو مزید غور کی حاجت تھی نہ کوئی غور کرتا اور نہ یہ قاعدہ کلیہ معلوم ہوتا اقول وباللہ التوفیق۔ یہ حدیث ذکر فرمادیتے تو بھی جنھیں نصوص میں غور کرنے کی عادت ہے وہ غور کرکے یہ قاعدہ استخراج کرلیتے۔ مگر حدیث ذکر نہ کرنے سے یہ شبہہ پیدا ہوسکتا ہے کہ شاید اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں۔ لیکن حدیث ذکر کردینے سے یہ فائدہ ہوتا کہ دوسرا اصل بھی معلوم ہوجاتا کہ وہ شی واجب کی قیمت لے لے۔ اس لئے کہ حدیث میں یہ بھی ہے اگر اس صورت میں ابن لبون ہو اور لے تو نہ کچھ دینا ہے اور نہ کچھ لینا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ بھی حل کی صورت ہے کہ قیمت لیلے خواہ اسی قیمت کا جانور یا نقد۔ اس لئے باب سے مطابقت کی وہی صورت بہتر ہے جو علامہ عینی نے بیان فرمایا جو ہم پہلے لکھ آئے۔

**۸۵۶ تشریحات** یہ حدیث باب زکوٰۃ میں اصل عظیم ہے۔ اسی پر اس کی ساری تفصیلات مبنی ہیں اس حدیث سے چند بنیادی باتیں معلوم ہوئیں۔ اول ہر قسم کے اموالِ زکوٰۃ کی ایک نصاب ہے کہ اس سے

۵۸ الزکوٰۃ باب من بلغت عندہ صدقۃ بنت مخاض ولیست عندہ ص ۱۹۵

| | |
|---|---|
| حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَتَبَ لَهٗ هٰذَا الْكِتَابَ | |
| حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے | ان کو جب بحرین بھیجا تھا |
| لَمَّا وَجَّهَهٗ اِلَى الْبَحْرَيْنِ | |
| تو یہ لکھ کر دیا تھا۔ | |
| بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذِهٖ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِيْ فَرَضَ | |
| یہ زکوٰۃ کی وہ مقدار ہے جو | رسول اللہ |
| رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَالَّتِيْ اَمَرَ اللّٰهُ | |
| صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے | مسلمانوں پر مقرر فرمائی اور جس کا اللہ نے |

کم پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ جب بقدر نصاب مال ہو تو زکوٰۃ واجب ہے۔ اونٹ کی نصاب پانچ اور بکری کی چالیس اور چاندی کی دو سو درہم ہے۔ ان سے زیادہ ہونے کی صورت میں دو نصابوں کے درمیان معاف ہے۔ اونٹوں کی زکوٰۃ میں جہاں اونٹ کا بچہ واجب ہے اس سے مراد مادہ ہے۔ اگر نر دیگا تو قیمت میں جو تفاوت ہو وہ بھی دے۔ اور جہاں بکری واجب ہے وہاں اختیار ہے خواہ نر دے خواہ مادہ۔ اور یہی حکم بھیڑوں کا ہے۔ بکری میں بھیڑ اور دنبہ بھی داخل ہیں۔

**لما وجهه الى البحرين :-** حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حضرت انس کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بحرین بھیجا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بارے میں مشورہ فرمایا تو انھوں نے تائید کی اور کہا۔ وہ ہوشیار ہیں اور لکھنا جانتے ہیں۔

بحرین بصرہ کے قریب ایک چھوٹا سا ملک ہے جس کا صدر مقام ہجر تھا۔ یہ بحر ہند اور خلیج فارس کے مابین ہے اسی لئے اس کو بحرین کہتے ہیں۔

**بسم الله :-** ماوردی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ بھی والا نامے کا جز ہے۔ اس حدیث کی تعمیل میں کہ فرمایا۔ جو اہم کام، بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ ناقص ہے۔ انس والا نامے کی ابتدا میں۔ حمد۔ نہ ہونا اس کی دلیل ہے کہ۔ ابتدا بالحمد واجب نہیں۔ اور حدیث استحباب پر محمول ہے۔

**فريضة الصدقة :-** صدقہ بمعنی زکوٰۃ ہے۔ احناف پر علامہ ابن حجر نے یہ بے جا الزام لگایا ہے کہ وہ صدقہ کا اطلاق زکوٰۃ پر درست نہیں مانتے۔ احناف اس سے مطلقاً انکار نہیں کرتے کہ صدقہ بمعنی زکوٰۃ بھی آتا ہے۔ احناف یہ کہتے ہیں کہ ہر جگہ صدقہ بمعنی زکوٰۃ نہیں۔ بلکہ صدقہ عام ہے فرض واجب نفل کو۔ جہاں قرینہ جسکا مقتضی ہو وہ مراد ہوگا۔

**فرض :-** فرض[1] کے معنی کسی سخت چیز کو کاٹ کاٹ کر ٹکڑے کرنا ہے۔ پھر اس کا استعمال تقدیر یعنی مقدار مقرر کرنے

[1] فتح الباری ثالث ص ۲۵۰

بِهٖ رَسُوْلَهٗ فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا وَمَنْ

اپنے رسول کو حکم دیا ہے۔ جس مسلمان سے اس کے مطابق مانگا جائے وہ دے۔

سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ - فِيْ اَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنَ الْاِبِلِ فَمَا دُوْنَهَا

اور جس سے اس سے زیادہ مانگا جائے وہ نہ دے۔ چوبیس اور اس سے کم اونٹ میں ہر پانچ

مِنَ الْغَنَمِ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ فَاِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ اِلٰى خَمْسٍ

اونٹ پر ایک بکری ہے۔ پھر جب پچیس سے لے کر پینتیس تک ہو جائے تو ان میں ایک بنت

وَّثَلَاثِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ مَخَاضٍ اُنْثٰى فَاِذَا بَلَغَتْ سِتَّةً وَّثَلٰثِيْنَ اِلٰى

مخاض مادہ ہے۔ پھر جب چھتیس سے لے کر پینتالیس تک پہنچ جائے تو ان میں ایک

خَمْسٍ وَّاَرْبَعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ لَبُوْنٍ اُنْثٰى - فَاِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّاَرْبَعِيْنَ

مادہ بنت لبون ہے۔ پھر جب چھیالیس سے لے کر ساٹھ تک پہنچ جائے

کے معنی میں ہونے لگا ہے۔ پھر الزام میں مستعمل ہونے لگا۔ یعنی کسی چیز کا کسی پر لازم کرنا۔

مفردات امام راغب میں ہے۔ قرآن مجید میں جہاں فرض علیٰ فلاں آیا ہے۔ اس کے معنی واجب اور لازم کرنے کے ہیں اور جہاں فرض لہٗ آیا ہے تو اس معنی میں ہے کہ یہ اس پر حرام نہیں مباح ہے۔ فرض علیك القرآن کے معنی ہیں کہ قرآن پر عمل کرنا واجب ہے۔

یہاں فرض۔ اوجب۔ یعنی واجب فرمایا۔ کے بھی معنی میں ہو سکتا ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شارع ہیں۔ اور قدر کے معنی میں بھی۔ یعنی مقدار مقرر فرمائی۔ اور بیّن وفصّل کے بھی معنی ہیں۔ یعنی بیان فرمایا تفصیل ذکر فرمائی۔

فی اربع وعشرین فما دونها من الغنم فی اربع وعشرین۔ یہ مبتدا محذوف الواجب کی خبر ہے۔ الواجب میں جو الف لام ہے الذی کے معنی میں ہے۔ من الغنم اس کا بیان ہے۔ یعنی چوبیس اور اس سے کم اونٹ میں بکری واجب ہے۔ اکثر نسخوں میں من آیا ہے۔ مگر ابن السکن کے نسخے میں من نہیں۔ اور یہ زیادہ واضح ہے۔ من کل خمس شاۃ۔ یہ اس اجمال کی تفصیل ہے۔ امام ابن ہمام نے فرمایا کہ اونٹ کی زکوٰۃ کو سب سے پہلے ذکر فرمایا اس لئے کہ یہ عرب کا سب سے اہم اور قیمتی مال تھا۔

فی سائمتها یہ دلیل ہے کہ زکوٰۃ صرف چرائی کے جانوروں پر ہے۔ یعنی وہ جو سال کے اکثر حصے میں چرائی پر گذر کرتے ہوں۔ جن جانوروں کو چھ مہینے چارہ دیتے ہوں، چھ مہینے چرائی پر رکھتے ہوں۔ وہ سائمہ نہیں۔ یہ بھی قید ضروری ہے کہ ان جانوروں سے مقصود نسل یا دودھ حاصل کرنا ہو۔ یا فربہ کرنا۔ ان جانوروں سے اور کوئی

اِلٰی سِتِّیْنَ فَفِیْهَا حِقَّةٌ طَرُوْقَةُ الْجَمَلِ۔ فَاِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَّ

توان میں ایک حقہ ہے جو نر کی جفتی کے لائق ہو۔ پھر جب اکسٹھ سے لے کر پچھتر تک پہنچ

سِتِّیْنَ اِلٰی خَمْسٍ وَّ سَبْعِیْنَ فَفِیْهَا جَذَعَةٌ فَاِذَا بَلَغَتْ یَعْنِیْ سِتًّا وَّ

جائے توان میں ایک جذعہ ہے پھر جب چھہتر سے لے کر نوے تک پہنچ جائے

سَبْعِیْنَ اِلٰی تِسْعِیْنَ فَفِیْهَا بِنْتَا لَبُوْنٍ۔ فَاِذَا بَلَغَتْ اِحْدٰی وَتِسْعِیْنَ

توان میں دو بنت لبون ہے پھر جب اکانوے سے لے کر ایک سو بیس تک

اِلٰی عِشْرِیْنَ وَمِائَةٍ فَفِیْهَا حِقَّتَانِ طَرُوْقَتَا الْجَمَلِ۔ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰی

پہنچ جائے توان میں حقتی کے لائق دو مادہ حقے ہیں۔ اور جب ایک سو بیس سے

عِشْرِیْنَ وَمِائَةٍ فَفِیْ کُلِّ اَرْبَعِیْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَّفِیْ کُلِّ خَمْسِیْنَ حِقَّةٌ وَّمَنْ

زیادہ ہوجائیں تو ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ

غرض نہ ہو۔ مثلاً سواری کرنا، بوجھ ڈھونا، ہل وغیرہ میں لگانا۔ اور اگر جانوروں سے مقصود کام لینا ہو توان پر زکوٰۃ نہیں اگرچہ سال بھر تک چرائی پر رہتے ہوں۔ ابوداؤد[1] میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے ولیس علی العوامل شئی کام کرنے والی گایوں پر کچھ نہیں۔ اسی طرح اگر مقصود تجارت ہو توان پر سائمہ کی زکوٰۃ نہیں۔ البتہ مال تجارت کی زکوٰۃ ہے۔ یعنی بازار بھاؤ سے جو ان کی قیمت ہو اس کا چالیسواں حصہ۔ یہاں حدیث میں یہ قید صرف بکری کے ساتھ مذکور ہے مگر حقیقت میں اونٹ گائے میں بھی یہ شرط ملحوظ ہے۔ ابوداؤد[2] میں بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

فی کل سائمة ابل من الاربعین بنت لبون۔ ہر چرنیوالے چالیس اونٹوں پر ایک بنت لبون ہے۔

**یعنی ستا وسبعین** علامہ کرمانی نے فرمایا۔ شاید۔ ستا وسبعین۔ مکتوب نہیں تھا۔ یا کسی راوی نے چھوڑ دیا تھا۔ اس بنا پر کہ یہ ظاہر تھا۔ پھر کسی اور راوی نے توضیح کے لئے اس کا اضافہ کردیا۔

**فاذا زادت علی مائة وعشرین** اونٹ کی زکوٰۃ پر ایک سو بیس تک پر اتفاق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زکوٰۃ کے جتنے مکتوب مروی ہیں سب یہاں تک متفق ہیں۔ اس کے بعد اختلاف ہے۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اس کے بعد ہر چالیس پر ایک بنت لبون اور ہر پچاس پر ایک حقہ۔ اس کے بعد ہر چالیس اور پچاس پر حساب دائر ہوگا۔ یعنی اگر چالیس اونٹ زائد ہوں گے تو مزید ایک بنت لبون اور اگر پچاس زائد ہوں گے تو مزید ایک اور حقہ۔ امام شافعی کی دلیل یہی حدیث ہے، کہ فرمایا فاذا زادت علی عشرین ومائة ففی کل اربعین بنت لبون وفی کل خمسین حقة۔ جب ایک سو بیس سے زائد ہوں تو ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس

[1] اول زکوٰۃ باب زکوٰۃ السائمة ص ۲۲۱ [2] ایضا

لَمْ يَكُنْ مَعَهُ اِلَّا اَرْبَعٌ مِّنَ الْاِبِلِ فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ
اور جس کے پاس صرف چار اونٹ ہوں تو ان میں زکوۃ واجب نہیں مگر یہ کہ مالک چاہے
رَبُّهَا فَاِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا مِّنَ الْاِبِلِ فَفِيْهَا شَاةٌ - وَفِيْ صَدَقَةِ الْغَنَمِ
تو دیدے۔ جب پانچ اونٹ ہو جائیں تو ایک بکری ہے۔ اور چرنے والی بکری اگر
فِيْ سَائِمَتِهَا اِذَا كَانَتْ اَرْبَعِيْنَ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ شَاةٌ - فَاِذَا زَادَتْ
چالیس ہوں تو ان میں اکیسو بیس تک ایک بکری ہے۔ اور جب ایک سو بیس سے
عَلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ اِلٰى مِائَتَيْنِ شَاتَانِ - فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى مِائَتَيْنِ
زیادہ ہوں تو دو سو تک دو بکریاں۔ پھر جب دو سو سے زائد ہو کر تین سو ہو
اِلٰى ثَلٰثِ مِائَةٍ فَفِيْهَا ثَلٰثُ شِيَاهٍ - فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى ثَلٰثِمِائَةٍ فَفِيْ كُلِّ
جائیں تو تین بکریاں پھر جب تین سو سے بڑھ جائیں تو ہر سو میں ایک بکری

میں ایک حقہ۔ مگر ہمارا مذہب یہ ہے کہ۔ ایک سو بیس کے بعد ہر پانچ اونٹ پر مزید ایک بکری۔ ایک سو پینتالیس تک۔ یعنی دو حقے کے ساتھ۔ مثلاً ایک سو پچیس ہوں تو دو حقے اور ایک بکری۔ ایک سو تیس ہوں تو دو حقے اور دو بکریاں علیٰ ہذا القیاس۔ پھر ایک سو پچاس میں تین حقے۔ اب اگر اس سے زائد ہوں تو جیسے حساب چلا تھا وہ کریں۔ یعنی اب ہر پانچ پر ایک بکری۔ چوبیس تک پھر پچیس میں بنت مخاض۔ چھتیس میں بنت لبون پینتالیس تک میں۔ اور چھیالیس سے ساٹھ تک میں ایک حقہ۔ الخ۔ یہاں تک کہ ایک سو پچاس میں تین حقے اور ایک بنت لبون۔ پھر ایک سو چھیانوے سے دو سو تک میں چار حقے یا پانچ بنت لبون۔ دو سو کے بعد پھر اسی طریقے سے حساب ہوگا۔ جو ایک سو پچاس کے بعد جاری ہوا ہے۔

ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ابو داؤد نے مراسیل میں اور امام اسحٰق بن راہویہ نے اپنی مسند میں اور امام طحاوی نے مشکل الآثار میں۔ حماد بن سلمہ سے روایت کیا۔ انھوں نے کہا میں نے قیس بن سعد سے کہا۔ وہ محمد بن حزم کا صحیفہ لائے اور مجھے ایک صحیفہ دیا اور یہ بتایا کہ یہ ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے منقول ہے۔ یہ وہ صحیفہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے دادا کے لئے لکھا تھا۔ اس کو پڑھا تو اس میں اونٹوں کی زکوۃ کی مقدار لکھی تھی۔ انھوں نے شروع سے پڑھا۔ یہاں تک کہ اونٹ ایک سو بیس تک پہنچ جائیں اور جب اس سے زائد ہوں تو ابتدائی مقدار کی طرف لوٹیں یعنی ایک سو پچیس سے کم میں ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری۔

ہمارا مذہب اس حدیث کے معارض نہیں۔ اس حدیث میں۔ ایک سو بیس اور اکیسو ساٹھ کی درمیانی

[1] عمدۃ القاری تاسع ص ۲۰

مِائَةِ شَاةٍ۔ فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ أَرْبَعِينَ
اور جب چرنے والی بکری چالیس سے ایک بھی کم ہو تو ان میں کچھ نہیں مگر یہ کہ
شَاةً وَاحِدَةً فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا۔ وَفِي الرِّقَةِ رُبُعُ
مالک بخوشی کچھ دیدے۔ اور چاندی میں ربع عشر یعنی چالیسواں حصہ ہے۔ اور اگر چاندی
الْعُشْرِ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِينَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا ؏ه
ایک سو نوے درہم ہو تو اس میں کچھ نہیں مگر یہ کہ مالک بخوشی کچھ دیدے۔

مقدار کا حکم مذکور نہیں۔ اور ابن حزم والی حدیث میں مذکور ہے تو یہ ایک زیادتی ہے جو ثقہ کی ہے۔ اسلئے مقبول ہے۔ ہمارا عمل دونوں حدیثوں پر ہے۔ اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن حزم والی حدیث پر عمل ترک فرمایا۔ رہ گئیں وہ جرحیں جو عمرو بن حزم کی اس حدیث پر کی گئی ہیں۔ ان سب کے جوابات علامہ عینی نے دیئے ہیں۔ جسے شوق ہو مطالعہ کرلے۔

**لطیفہ** امام بیہقی اور علامہ ابن جوزی نے عمرو بن حزم کی حدیث پر یہ جرح کی یہ منقطع ہے۔ اور حدیث زیر بحث کی سند یہ ہے۔ حدثنی محمد بن عبد اللہ بن المثنی الانصاری قال حدثنی ابی قال حدثنی ثمامة بن عبد اللہ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس پر امام دارقطنی نے۔ تتبع علی الصحیحین میں لکھا ہے۔ ثمامہ بن عبد اللہ نے حضرت انس سے یہ حدیث نہیں سنی ہے۔ اور نہ عبد اللہ بن مثنی نے ثمامہ سے سنی ہے۔ مقدسی کی اطراف میں ہے کہ امام ابن معین سے پوچھا گیا۔ صدقات کے بارے میں ثمامہ بن عبد اللہ بن انس کی حدیث کیسی ہے۔ تو فرمایا۔ صحیح نہیں اور کچھ نہیں۔ اور بیہقی کی ایک روایت میں عبد اللہ بن مثنی ہے۔ ساجی نے کہا کہ یہ ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔ امام ابو داؤد نے فرمایا میں اس کی حدیث کی روایت نہیں کرتا۔ ابن جوزی نے اسے ضعفاء میں شمار کیا[1] فیہ ما فیہ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

**وفی الرقة** اصل میں ورق تھا۔ وَعُدَةٌ۔ عِدَةٌ کے قاعدے سے واو حذف کرکے اخیر میں ھا بڑھا دیا۔ اس کے معنی، الفضة المضروبة۔ ہے۔ یعنی چاندی کا سکہ۔

**الا تسعین ومائة** گزر چکا کہ چاندی کی نصاب پانچ اوقیہ یعنی دو سو درہم ہے۔ اگر اس سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں۔ یہ اسی کا بیان ہے۔ اور ایک سو نوے بطور تمثیل ہے۔ چونکہ سو کی تجزی دہائیوں میں کی جاتی ہے۔ سو کے پیچھے نوے ہی ہے۔ اسی لئے اس کو ذکر فرمایا۔

---

ه الزکوٰة باب زکوٰة الغنم ص ۱۹۵

[1] عمدة القاری تاسع ص ۲۱

۸۵۷ حَدَّثَنِیْ ثُمَامَةُ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو بکر

عَنْهُ کَتَبَ لَهٗ الَّتِیْ اَمَرَ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس فرمان میں لکھا جس کا اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یُخْرَجُ فِی الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَّلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَّلَا تَیْسٌ اِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ [۱]

کو حکم دیا تھا کہ زکوٰۃ میں بوڑھا اور عیبی اور بوک نہ نکالا جائے مگر یہ کہ محصل چاہے

تشریحات ۸۵۷ احادیث ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۵، ۸۵۶ اور یہ سب ایک ہی حدیث کے اجزاء ہیں۔ ان کی ترتیب مشکوٰۃ میں یہ ہے۔ حدیث ۸۵۵ هذه فريضة الصدقة سے لیکر ومن بلغت صدقته بنت لبون وليست عنده سے اوشاتین تک۔ ابتدائی حصہ ہے۔ اس کے بعد حدیث ۸۵۱ ومن بلغت صدقة بنت مخاض وليست عنده سے وليس معه شيئ۔ تک ہے۔ پھر اس کے بعد حدیث ۸۵۲ کا بقیہ حصہ۔ وفی صدقة الغنم سائمتها۔ سے۔ الا ان يشاء ربها۔ تک ہے۔ پھر یہ حدیث ۸۵۵ ولا يخرج۔ ماشاء المصدق۔ تک ہے۔ پھر حدیث ۸۵۳ ولا يجمع بين متفرق ہے۔ پھر حدیث ۸۵۳ وما كان من خليطين۔ ہے۔ اس کے بعد حدیث ۸۵۵ کا بقیہ حصہ۔ وفی الرقة اخیر تک ہے۔

اس حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ زکوٰۃ میں عیبی اور از کار رفتہ بوڑھا۔ اور وہ نر جس سے جفتی کرائی جاتی ہو نہیں لیا جائیگا۔ هرمة۔ وہ بوڑھا جانور جس کے دانت گر گئے ہوں۔ جو عمر کی آخری منزل میں ہو۔ ذات عوار عیبی۔ یعنی اسمیں ایسا عیب جس کی وجہ سے بیع میں واپس کرنیکا اختیار ہو۔ یا ایسا کہ اس کی وجہ سے قربانی صحیح نہ ہو۔ عوار۔ عین کے کسرے کے ساتھ۔ کانا عین۔ ذات عوار۔ کانا۔ تیس۔ بکرا جس سے جفتی کا کام لیا جاتا ہو۔ مصدّق۔ دال کے فتحے کے ساتھ اسم مفعول یعنی جس سے صدقہ لیا جائے۔ دال کے کسرے کے ساتھ۔ اسم فاعل یعنی زکوٰۃ وصول کرنے والا۔

جس طرح زکوٰۃ میں عمدہ جانور لینا ممنوع ہے اسی طرح عیبی بھی لینا ممنوع ہے بلکہ بے عیب متوسط درجے کا لیا جائے گا۔

علامہ طیبی نے فرمایا کہ۔ الا ماشاء المصدّق۔ میں استثناء منقطع ہے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ بہت بوڑھی اور عیبی اور بوک نہ دے وہی دے جو مصدق چاہے، اور ظاہر ہے بحکم حدیث وہ متوسط درجے کا بے عیب جانور چاہے گا۔ ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ مثلاً کل جانور عیبی ہیں تو عیبی لے گا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ عیبی نہ دے مگر جبکہ مصدق چاہے۔ اور وہ کب چاہے گا۔ جب سب جانور عیبی ہوں گے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ استثناء

[۱] باب لا يؤخذ فی الصدقة هرمة ص ۱۹۶

۸۵۸ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنْتَھَیْتُ اِلَیْہِ یَعْنِی النَّبِیَّ

حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اَوْ وَالَّذِیْ لَا اِلٰہَ

میں حاضر ہوا تو فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یا قسم ہے

غَیْرُہٗ اَوْ کَمَا حَلَفَ مَا مِنْ رَجُلٍ تَکُوْنُ لَہٗ اِبِلٌ اَوْ بَقَرٌ اَوْ غَنَمٌ لَّا یُؤَدِّیْ حَقَّھَا اِلَّا

اس ذات کی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں یا جیسے بھی قسم کھائی ہو۔ جس کسی کے پاس

اُتِیَ بِھَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْظَمَ مَا تَکُوْنُ وَاَسْمَنَہٗ تَطَؤُہٗ بِاَخْفَافِھَا اَوْ تَنْطَحُہٗ

اونٹ یا گائے یا بکری ہو اور اس کا حق ادا کرتا ہو تو قیامت کے دن وہ جانور اور زیادہ فربہ

بِقُرُوْنِھَا کُلَّمَا جَازَتْ عَلَیْہِ اُخْرٰھَا رُدَّتْ عَلَیْہِ اُوْلَاھَا حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ النَّاسِ

لایا جائیگا۔ اور وہ اپنے مالک کو اپنی کھروں سے روندے گا اور اپنی سینگوں سے مارے گا جب پچھلی جماعت

آگے بڑھ جائے گی تو پہلی والی آئیگی (لگاتار ایسا ہی ہوتا رہیگا) یہانتک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔

صرف تیس سے ہو۔ مطلب یہ ہوا۔ بوک فقراء و مساکین کے کام کا نہیں۔ وہ بدبودار ہوتا ہے کھایا نہیں جاتا۔ فقراء اسے لیکر کیا کریں گے۔ مگر کبھی اس کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً صدقہ کے مویشیوں کو حفظی کرانی ہے۔ تو اگر مصدق کوئی مصلحت اور فائدہ اس کے لینے میں جانے تو لے سکتا ہے۔

۸۵۸ انتھیت۔ اس کے قائل حضرت ابوذر ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ حضرت ابوذر کہہ رہے ہیں کہ میں نبی

تشریحات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اوکما حلف | یعنی یہ توطے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قسم کھائی۔ الفاظ کیا تھے یہ راوی یاد نہ رکھ سکے۔

لا یؤدی حقھا | حق سے مراد زکوۃ ہے۔ جیسا کہ مسلم اور ترمذی کی روایت میں حقھا کے بجائے زکوتھا کی تصریح ہے

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ گائے میں بھی زکوۃ ہے البتہ اس کی تفصیل بخاری میں مذکور نہیں۔ یا تو اسوجہ سے کہ امام بخاری کو ایسی کوئی حدیث نہیں ملی۔ یا اسوجہ سے کہ وہ ان کے نزدیک صحیح نہ تھی۔ زکوۃ صرف تین قسم کے جانوروں پر واجب ہے۔ اونٹ، گائے، اور بکری، گائے میں بھینس بھی داخل ہے۔ دونوں ایک نوع ہیں۔ جیسا کہ علامہ دمیری نے حیات الحیوان میں تصریح کی ہے۔ اور بکری بھیڑ دنبہ زکوۃ کے معاملے میں ایک حکم میں ہیں۔

---

عہ الزکوٰۃ باب زکوٰۃ البقر ص ۱۹۶ مسلم زکوٰۃ۔ ترمذی زکوٰۃ۔ نسائی زکوٰۃ، ابن ماجہ زکوٰۃ۔

۸۵۹ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ

**حدیث** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ مدینے میں

مَالِكٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَكْثَرَ الْاَنْصَارِ

تمام انصار سے زیادہ مالدار تھے ان کے پاس سب سے زیادہ کھجوروں کے

بِالْمَدِیْنَةِ مَالًا مِّنْ نَّخْلٍ وَّكَانَ اَحَبُّ اَمْوَالِهٖ اِلَیْهِ بَیْرَحَاءَ وَكَانَتْ

باغات تھے اور تمام مالوں میں انھیں سب سے زیادہ محبوب 'بیرحاء' تھا اور یہ مسجد کے

مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

سامنے تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس میں جاتے تھے اور

یَدْخُلُهَا وَیَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِیْهَا طَیِّبٍ۔ قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا اُنْزِلَتْ

اسمیں بہت عمدہ پانی تھا اسے پیتے تھے۔ حضرت انس نے فرمایا۔ جب

**تشریحات** ۸۵۹ بیرحاء۔ میں مختلف لغات مروی ہیں۔ باجی نے کہا۔ کہ سب سے فصیح با کو فتحہ یا کو سکون راء کو فتحہ بغیر مد ہے۔ اسی پر صغانی نے بھی جزم کیا۔ اور کہا کہ یہ فیعل کے وزن پر۔ براح سے بنا ہے۔ یہ کھجوروں کا ایک عظیم الشان باغ تھا۔ جسمیں ایک کنواں بھی تھا۔ باغ تو دست بردِ زمانہ سے ختم ہوگیا البتہ یہ مبارک کنواں اب بھی باقی ہے۔ باب مجیدی کے سامنے اترجانب تھوڑے فاصلے پر ہے۔ حضرت انس کے اس ارشاد مستقبلة المسجد سے مراد یہی ہے کہ مسجد کے سامنے تھوڑے فاصلے پر ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ لفظ۔ بِئْرُ حَاءٍ۔ ہے ترکیب اضافی کے ساتھ یعنی یہ ایک کنواں ہے جس کا نام حاء تھا۔ یہاں بخاری کے ایک نسخے میں بھی یہی ہے۔ ہوسکتا ہے اس باغ میں جو کنواں تھا۔ اس کا نام حاء رہا ہو اور اسی کے نام پر پورے باغ کا نام رکھدیا گیا ہو۔ ورنہ یہ حقیقت میں ایک باغ تھا۔ جیسا کہ خود بخاری ہی میں کتاب الاشربہ کی ایک روایت میں خود حضرت انس کا قول مذکور ہے۔ وکانت حدیقة وہ ایک باغ تھا۔ خود اس روایت کا یہ لفظ۔ من ماء فیھا طیب۔ حضور اسکے عمدہ پانی کو پیتے تھے جو اس میں تھا۔ اس جانب مشعر ہے۔ حضرت ابوطلحہ نے یہ باغ اپنے نبی عم حضرت حسان بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیا تھا[1] حضرت حسان اور حضرت ابوطلحہ کا نسب تیسری پیڑھی حرام بن عمرو پر مل جاتا ہے اور حضرت ابی بن کعب کا چھٹی پیڑھی عمرو بن مالک بن نجار پر ملتا تھا۔ حضرت ابوطلحہ کا نسب نامہ یہ ہے۔ ان کا نام زید تھا۔ زید بن سہل بن الاسود بن حرام بن عمرو بن زید بن مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن النجار۔ اور حضرت حسان کا یہ ہے۔ حسان بن ثابت المنذر بن حرام بن عمرو۔ اور حضرت اُبی کا یہ ہے۔ ابی بن کعب

[1] بخاری اول۔ الوصایا۔ باب اذا وقف اواوصی لاقاربہ ص ۳۸۵

هٰذِهِ الْاٰيَةُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ - قَامَ اَبُوْطَلْحَةَ

یہ آیت نازل ہوئی تم لوگ کبھی بھی نیکی نہیں حاصل کر سکو گے جبتک اپنی پسندیدہ چیزوں

اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ

میں سے خرچ نہ کرو - تو ابو طلحہ اٹھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے

اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

اور عرض کیا یا رسول اللہ! بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - تم لوگ کبھی بھی نیکی نہیں حاصل کر پاؤ گے

وَاِنَّ اَحَبَّ اَمْوَالِيْ اِلَيَّ بَيْرُحٰى وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ اَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا

جبتک اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے کچھ خرچ نہ کرو گے - اور اپنے اموال میں مجھے سب سے زیادہ

عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ

پسندیدہ بیرحاء ہے اور وہ اللہ کے لئے صدقہ ہے میں امید کرتا ہوں کہ مجھے اس کا ثواب ملیگا

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا

اور اللہ کے حضور ذخیرہ ہوگا - یا رسول اللہ جہاں اللہ آپ کے جی میں ڈالے وہاں اسے صرف کیجئے

قُلْتَ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ فَقَالَ اَبُوْطَلْحَةَ اَفْعَلُ

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا شاباش یہ نفع دینے والا مال ہے یہ نفع دینے والا مال ہے اور تم نے جو کچھ کہا میں نے

بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن النجار۔

**مسائل** یہ آیہ کریمہ صدقات نافلہ کے بارے میں ہے۔ یہی تحقیق ہے۔ ویسے ایک قول یہ ہے کہ ابتداء میں یہی حکم تھا۔ زکوۃ سے منسوخ ہوگیا۔ مگر یہ اس وقت صحیح ہوگا کہ یہ تسلیم کرلیا جائے کہ زکوۃ مدینے میں فرض ہوئی اسلئے کہ سورہ آل عمران مدنی ہے۔

**مطابقت باب** یہاں باب یہ ہے۔ اقارب پر زکوۃ۔ یعنی اقارب کو زکوۃ دینا۔ جائز ہے یا نہیں۔ بظاہر حضرت امام بخاری کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ جائز ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ معدودے چند اقارب کو چھوڑ کر مطابقت کی تقدیر جو زین بن المنیر نے کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا۔ صدقہ نافلہ اقارب کو دینے سے دونا ثواب ہے۔ تو صدقہ واجبہ میں بھی یہی ہوگا۔ اور حدیث میں صدقہ واجبہ کا ذکر نہ ہونا مضر نہیں۔ اس لئے کہ مقصود دونوں سے ثواب ہے۔ جب صدقہ نافلہ اقارب کو دینے سے ثواب میں کمی نہیں آتی تو صدقہ واجبہ میں کمی آنے کی کوئی وجہ نہیں جبکہ وہ صدقہ واجبہ کے مستحق ہوں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مطلق وقف صحیح ہے اگرچہ اس کی سبیل نہ بیان کرے۔ بعد میں متعین کرے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقہ خواہ نافلہ ہو خواہ واجبہ اگر اپنے اقرباء ضرورتمند ہوں تو

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَسَمَهَا اَبُوْطَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ وَقَالَ يَحْيٰى

سن لیا اور میں یہ مناسب جانتا ہوں کہ اسے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دیدوں، ابوطلحہ نے عرض کیا ایسا ہی کرتا ہوں اب ابوطلحہ نے اسے سب سے

بْنُ يَحْيٰى وَاِسْمٰعِيْلُ عَنْ مَالِكٍ رَايِحٌ بِالْيَاءِ عه

قریبی رشتہ دار اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کردیا، یحیی بن یحیی اور اسمٰعیل نے امام مالک ہی سے رایح کے بجائے رایح روایت کیا ہے۔

۸۶۰ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مسلمان پر اس کے گھوڑے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِيْ فَرَسِهٖ وَغُلَامِهٖ صَدَقَةٌ عه

اور غلام میں زکوۃ نہیں

ان کو دینا افضل ہے۔

**وقال یحیی بن یحیی** یحیی بن یحیی نیشاپوری اور اسماعیل بن اویس نے حضرت امام مالک ہی سے مالٌ رایح کے بجائے۔ مال رایح۔ یا کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یحیی بن یحیی نیشاپوری کی روایت کتاب الوکالۃ میں اور اسماعیل بن ابی اویس کی روایت تفسیر میں ہے۔ عبداللہ بن مسلمہ قعنبی کی روایت کتاب الاشربہ میں تسک کے ساتھ ہے رایح اور رایح۔ راوح کی روایت واضح ہے۔ حتی کہ اسماعیلی نے یہ دعوٰی کیا کہ۔ رایح۔ یا تحتانیہ کے ساتھ غلط ہے اس کے باوجود شارحین نے اس کی توجیہ کی ہے۔

ابن بطال نے کہا یہ معنی ہیں کہ اس کی مسافت قریب ہے اور بہترین مالوں میں سے ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا ثواب صبح وشام ملے گا۔

**تشریحات** ۸۶۰ گھوڑے اگر سواری اور بوجھ ڈھونے کیلئے ہیں تو ان میں بالاجماع زکوۃ نہیں اور اگر تجارت کے لئے ہوں تو ان میں زکوۃ ہے۔ اسی طرح غلام بھی اگر تجارت کیلئے ہوں تو ان میں زکوۃ ہے۔ گھوڑے اگر چرائی پر ہوں تو الدوتناسل کیلئے۔ تو جمہور ائمہ کے نزدیک زکوۃ نہیں۔ حتی کہ امام ابویوسف اور امام محمد بھی یہی فرماتے ہیں۔ اور یہی ہمارے یہاں مفتی بہ ہے۔ ان حضرات کی دلیل حدیث زیر بحث ہے۔ جیسا کہ قاضی خاں[۵۱] میں ہے۔ سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسمیں زکوۃ ہے۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام بخاری[۵۲] امام مسلم[۵۳] امام طحاوی[۵۴] اور بزار[۵۵] نے انھیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

---

عه الزکوۃ باب لیس علی المسلم فی فرسہ صدقۃ ص ۱۹۷ الوکالۃ باب اذا قال الرجل لوکیلہ ضعہا حیث اراک اللہ ص ۳۱۱ باب الوصایا باب اذا وقف وادعی لاقاربہ ص ۳۸۵۔ باب من تصدق الی وکیلہ ص ۳۸۶ ثانی تفسیر باب قولہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا ص ۶۵۴ الاشربہ باب استعذاب الماء ص ۸۳۹ مسلم زکوۃ۔ نسائی تفسیر۔

عه الزکوۃ باب لیس علی المسلم فی فرسہ صدقۃ باب لیس علی المسلم فی عبدہ صدقۃ ص ۱۹۷ مسلم زکوۃ، ابوداود زکوۃ ترمذی نسائی زکوۃ ابن ماجہ زکوۃ۔ ۱؎ اول زکوۃ فصل فی الخیل ۲؎ ثانی تفسیر سورہ زلزال ص ۱۰۴۱ مساقاۃ باب شرب الناس والدواب من الانہار ص ۳۱۹ ۳؎ اول الزکوۃ باب اثم مانع الزکوۃ ص ۳۱۹ ۴؎ شرح معانی الآثار اول زکوۃ باب الخیل ھل فیہا صدقۃ ام لا ص ۲۶۰ ۵؎ عمدۃ القاری تاسع ص ۳۶۔

۸۶۱ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ

**حدیث** حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ

واللفظ للاول۔

الخيل لرجلٍ اجرٌ ولرجل سترٌ وعلى رجل وزر (الى ان قال) ورجل ربطها تغنيا و تعففا ثم لم ينس حق الله فى رقابها وظهورها فهى لذلك ستر۔

گھوڑا کسی کے لئے اجر ہے کسی کے لئے پردہ ہے اور کسی پر وبال ہے۔ اور جس نے گھوڑے کو غنا اور تعفف کیلئے باندھا پھر اس کی ذات اور اس کی پیٹھ میں جو اللہ کا حق ہے نہ بھولا اس کیلئے پردہ ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھوڑے میں بھی اللہ کا حق ہے اور یہ صرف زکوۃ ہی ہے۔ اسی لئے اس حق کے ادا کرنے پر۔ ستر۔ کو مرتب فرمایا۔ یعنی وہ جہنم سے آڑ ہوگا۔ اس لئے کہ کلام شارع سے یہی متبادر ہے۔ نیز۔ ستر کا یہ معنی کہ اس سے نعمت کا ظہور ہو۔ وہ اگر حق ادا کرے جب بھی حاصل ہے۔ علاوہ ازیں امام طحاوی[1] امام دارقطنی[2] اسماعیل بن اسحٰق قاضی اور ابو عمرو نے تمہید میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ گھوڑوں کی قیمت لگاتے اور اس کی زکوۃ حضرت عمر بن خطاب کو دیتے۔ نیز ابو بکر بن شیبہ[3] نے سائب بن احنت نمرہ سے روایت کیا کہ وہ گھوڑے کے صدقات حضرت عمر بن خطاب کے پاس لاتے تھے۔ اسے یعی بن مخلد نے اپنی مسند میں بھی ذکر کیا۔ علامہ ابو عمرو نے فرمایا۔ یہ حدیث کہ حضرت عمر گھوڑوں کی زکوۃ لیتے تھے صحیح ہے۔ نیز انھوں نے ہی روایت کیا کہ حضرت عمر نے معلی بن مرہ سے فرمایا۔ ہر چالیس میں ایک ایک بکری لے اور گھوڑے میں کچھ لے ہر گھوڑے میں ایک دینار لے۔ امام عبد الرزاق[4] نے بطریق ابن جریج ابن شہاب زہری سے روایت کیا کہ حضرت عثمان گھوڑے کی زکوۃ لیتے تھے۔

حدیث زیر بحث میں مراد وہ گھوڑا ہے جو جہاد یا سواری یا بوجھ ڈھونے کیلئے ہو۔ اس میں بالاتفاق زکوۃ نہیں۔ کیونکہ یہ حوائج اصلیہ میں سے ہے۔

اور ترمذی میں جو آیا ہے کہ فرمایا میں نے گھوڑے اور غلام کی زکوۃ معاف فرمادی چاندی کی زکوۃ لاؤ۔ اس سے بھی جہاد یا سواری کا گھوڑا مراد ہے۔

**تشریحات** ۸۶۱ کتاب الرقاق میں ابتدائی حصہ یہ ہے۔ سب سے زیادہ تمہارے اوپر جس چیز کا مجھے اندیشہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تمہارے لئے زمین کی برکتیں نکالے گا۔ عرض کیا گیا۔ زمین کی برکات کیا ہیں۔ تو فرمایا۔ دنیا کی تروتازگی۔ کتاب الجہاد میں یہ زائد ہے۔ جب ان صاحب نے سوال کیا، کیا خیر شر لائے گا۔

---

[1] شرح معانی الآثار اول الزکوۃ باب الخیل ھل فیھا صدقۃ ام لا ص ۲۶۰ [2] عمدۃ القاری تاسع ص ۳۷

[3] ایضا [4] فتح القدیر ثانی ص ۱۳۸

تَعَالٰی عَنْہُ یُحَدِّثُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن منبر پر رونق افروز ہوئے اور

یَوْمٍ عَلَی الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَہٗ فَقَالَ اِنَّا مِمَّا اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِنْ

ہم حضور کے اردگرد بیٹھے تو فرمایا میرے بعد تم لوگوں پر اس کا اندیشہ ہے

بَعْدِیْ مَا یُفْتَحُ عَلَیْکُمْ مِنْ زَھْرَۃِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتِھَا فَقَالَ رَجُلٌ یَّا

کہ تم پر دنیا کی تروتازگی اور زینت کھولدی جائے گی۔ اس پر ایک شخص نے کہا یا

رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوَیَاْتِی الْخَیْرُ بِالشَّرِّ فَسَکَتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

رسول اللہ کیا خیر شر لائے گا۔ یہ سن کر حضور خاموش رہے اس سے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقِیْلَ لَہٗ مَا شَاْنُکَ تُکَلِّمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

کہا گیا تیرا کیا حال ہے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بات کرتا ہے اور

تو ہم نے کہا کہ حضور کی جانب وحی کی جارہی ہے اور لوگ خاموش ہو گئے۔ گویا ان کے سروں پر چڑیاں ہیں۔

فراز نے کہا کہ امام بخاری نے اس حدیث میں حسب عادت اختصار اور حذف سے کام لیا ہے۔ انہ ینزل علیہ کے بعد۔ الوحی۔ محذوف ہے۔ اسی طرح۔ ان مما ینبت الربیع یقتل او یلمّ۔ میں یقتل سے پہلے۔ ما۔ اور یقتل کے بعد حبطا محذوف ہے۔ اس لئے کہ یقتل مفعول بہ ہے اور فعل مضارع مفعول بہ نہیں ہو سکتا۔ لامحالہ۔ ما۔ محذوف ماننا پڑے گا۔ اسی طرح گھاس خود قاتل نہیں۔ زیادہ مقدار میں چر لینا کہ ہضمی ہو جائے، قاتل ہے۔ حبطا کے معنی پیٹ پھولنا ہے۔ یہ ایک قسم کی بیماری ہے۔ جو مویشیوں کو ہو جاتی ہے۔

اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ درس دیا ہے کہ مال فی نفسہ خیر اور اچھی چیز ہے بشرطیکہ حلال ذریعہ سے حاصل کیا جائے اور اس میں جو حقوق اللہ و حقوق العباد ہیں ادا کیا جائے اور اگر مال ایسے ذریعے سے حاصل کیا جائے جو حرام ہو یا اس سے متعلق حقوق واجبہ ادا نہ کئے جائیں تو بوجہ خارجی خبث کے شر ہے۔

جیسے گھاس ہر قسم کی اگتی ہے۔ کچھ چارے کے لئے کچھ دوسرے کاموں کے لئے اور کچھ گھاس جانور کو مضر ہے۔ اللہ عزوجل نے چوپایوں کو یہ تمیز عطا فرمائی ہے کہ وہ سونگھ کر معلوم کر لیتے ہیں کہ کون چارے کے کام کی ہے، کون نہیں۔ اور کتنی ہضم ہوگی۔ جو جانور اس خداداد قوت تمیزہ سے کام لے کر چگتا ہے وہ تو اتا دتندرست رہتا ہے۔ اور جو اندھا دھند ہر سبزے پر منہ مارتا ہے یا وہ مقدار ہضم سے زیادہ چگ لیتا ہے وہ یا تو مرجاتا ہے

وَسَلَّمَ وَلَا يُكَلِّمُكَ فَرُئِيَنَا أَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّ

وہ تجھ سے بات نہیں کرتے اب ہم کو دکھایا گیا کہ حضور پر وحی اتر رہی ہے حضور

حَضَاءَ وَقَالَ أَيْنَ السَّائِلُ وَكَأَنَّهُ حَمِدَهُ فَقَالَ إِنَّهُ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ

نے پسینہ پونچھا اور فرمایا سائل کہاں ہے اور گویا حضور نے اس کی تعریف

بِالشَّرِّ وَإِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ أَوْ يُلِمُّ إِلَّا آكِلَةَ الْخَضِرِ

کی اب فرمایا خیر شر نہیں لاتا دیکھو بہار جو گھاس اگاتی ہے وہ مار ڈالتی ہے

أَكَلَتْ حَتَّى إِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ

یا بیمار ڈال دیتی ہے سوائے اس جانور کے جو سبزہ کھائے اور جب اس کی کوکھیں بھر

فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ وَرَتَعَتْ وَإِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَنِعْمَ

جائیں تو سورج کی طرف منہ کرے۔ لید کرے اور پیشاب کرے اور چرے۔ بے شک یہ مال

صَاحِبُ الْمُسْلِمِ مَا أَعْطَى مِنْهُ الْمِسْكِينَ وَالْيَتِيمَ وَابْنَ السَّبِيلِ

سرسبز اور میٹھا ہے۔ اچھا مسلمان وہ ہے جو اس میں سے مسکین اور یتیم اور

أَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّهُ مَنْ يَأْخُذْهُ

مسافر کو دے۔ یا جیسا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اور جو مال ناحق

یا بیمار پڑ جاتا ہے۔

اسی طرح اللہ عزوجل نے مال پیدا فرمایا۔ اور انسان کی زندگی کی بنیاد اس پر رکھی۔ اپنے فضل وکرم سے انسان کو عقل دی تمیز دی۔ پھر رسول بھیجکر حرام و حلال بتا دیا اور مال سے متعلق جملہ حقوق بیان فرما دیا۔ جو شخص خداداد قوت کا سبب سے کام لے کر بطریق حلال مال حاصل کرتا ہے۔ پھر اس کے حقوق ادا کرتا ہے وہ دارین میں کامیاب ہے۔ اور جو نہ حلال کی پرواہ کرے نہ حرام کی اور اس سے متعلق حقوق بھی ادا نہیں کرتا وہ دونوں جگہ خائب وخاسر ہے۔

ویکون علیھم شھیدا۔ جو ناحق مال حاصل کرتا ہے۔ یہ مال قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دیگا یا تو اسے گویائی ملے گی اور وہ کلام کرے گا ورنہ اتنا تو ظاہر ہی ہے کہ کراماً کاتبین نے جو لکھا ہے وہ پیش ہوگا۔ اس میں سب کچھ مندرج ہے۔

فائدہ:۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ غنیٰ فقر سے افضل ہے۔ غالباً ان کا

بِغَيْرِ حَقِّهٖ كَالَّذِيْ يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَيَكُوْنُ شَهِيْدًا عَلَيْهِ يَوْمَ

لیتا ہے وہ ایسا ہے کہ کھاتا ہے مگر اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور مال

الْقِيٰمَةِ ؏ه

اس کے خلاف قیامت کے دن گواہ ہوگا۔

۸۶۲ حدیث عَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَتْ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَرَاَيْتُ

حضرت عبداللہ بن مسعود کی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ

کہا میں مسجد میں تھی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا اور حضور نے

وَكَانَتْ زَيْنَبُ تُنْفِقُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ وَاَيْتَامٍ فِيْ حَجْرِهَا فَقَالَتْ

ارشاد فرمایا اے عورتو! صدقہ کرو اگرچہ اپنے زیوروں سے اور زینب اپنے (شوہر)

استدلال حدیث کے اس جز سے ہے۔ ان هذا المال خضرة حلوة فنعم صاحب المسلم بیشک یہ مال سرسبز شیریں ہے۔ مالدار مسلمان اچھا ہے۔ مگر علامہ مہلب فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فقر غنیٰ سے افضل ہے۔ ان کا استدلال غالباً حدیث کے ابتدائی ارشاد سے ہے کہ فرمایا۔ مما اخاف علیکم من بعدی ما یفتح اللہ علیکم من زهرة الدنیا وزینتها اپنے بعد میں تم لوگوں کے لئے جس چیز سے اندیشہ محسوس کرتا ہوں وہ دنیا کی تروتازگی اور زینت ہے جو تم پر کشادہ کردی جائے گی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اندیشہ کسی افضل چیز سے نہیں ہوسکتا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

تشریحات ۸۶۲ یہاں یہ حدیث عمرو بن حارث ام المومنین حضرت جویرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی خود حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کر رہے ہیں اور قریب قریب یہی مضمون ایک صفحہ پہلے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باب الزکوۃ علی الاقارب میں ایک حدیث میں مذکور ہے۔ وہاں یہ ہے۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کو وعظ فرمایا، عورتوں پر گزرے تو فرمایا۔ اے عورتو! صدقہ کرو۔ میں نے جہنم میں تم کو سب سے زیادہ دیکھا ہے مثل حدیث

؏ه الزکوۃ باب الصدقة علی الیتمی ص ۱۹۷ کتاب الجمعہ باب استقبال الناس الامام ص ۱۲۵ صرف جز اول الجهاد باب فضل النفقة فی سبیل الله ص ۳۹۸ ثانی الرقاق باب ما یحذر من زهرة الدنیا ص ۹۵۱۔ مسلم زهد۔ نسائی زکوۃ۔ ابن ماجه فتن مسند امام احمد جلد ثالث ص ۷

لِعَبْدِ اللّٰهِ سَلْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُجْزِئُ عَنِّيْ

عبداللہ اور کچھ یتیموں پر خرچ کرتی تھیں جو ان کی پرورش میں تھے اب زینب

اَنْ اُنْفِقَ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَيْتَامٍ فِيْ حَجْرِيْ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ سَلِيْ

نے عبداللہ سے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھو کیا صدقے کی

اَنْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ اِلٰى رَسُوْلِ

جگہ یہ کافی ہے کہ تم پر اور ان یتیموں پر جو میری پرورش میں ہیں خرچ کرتی ہوں۔ تو

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ

انھوں نے کہا تمھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھو۔ اب میں رسول اللہ

ص ۲۱۶ اِحْدٰى كُنَّ تک[1] اس کے بعد ہے۔

پھر حضور واپس ہوئے جب اپنے دولت خانے تشریف لائے تو ابن مسعود کی بیوی زینب حاضر ہوئیں اور اجازت طلب کرنے لگیں۔ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ! یہ زینب ہیں۔ تو فرمایا۔ زینبوں میں سے کون سی۔ عرض کیا گیا۔ ابن مسعود کی زوجہ۔ فرمایا۔ ہاں اسے اجازت ہے۔ تو اسے اجازت دی گئی۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! حضور نے صدقہ کا حکم دیا ہے، اور میرے پاس زیور ہے۔ میں نے صدقہ کرنے کا ارادہ کیا۔ تو ابن مسعود نے گمان کیا کہ وہ اور اس کا بچہ سب سے زیادہ مستحق ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ابن مسعود نے سچ کہا۔ تیرا شوہر اور تیرا بچہ اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں دو واقعے ہیں اور یہی مسند الحفاظ علامہ ابن حجر کی رائے ہے مگر اس پر یہ اشکال ہے کہ جب ایکبار دریافت کر لیا تھا تو دوبارہ پوچھنے کی حاجت کیا تھی۔ اصل میں روایت بالمعنی اور روایات میں اختصار کی وجہ سے دونوں دو واقعے معلوم ہو رہے ہیں لیکن اس کا بھی امکان ہے کہ دونوں دو واقعے ہوں۔ پہلے صرف شوہر اور اپنے بچے پر خرچ کرتی تھیں تو اس کو دریافت کیا۔ پھر جب کچھ یتیموں کی پرورش کرنے لگیں تو شبہہ ہوا کہ شاید یہ کافی نہ ہو تو دریافت کیا۔

**زینب امرأۃ عبداللہ** ان کا نام رائطہ تھا۔ جیسا کہ امام طحاوی۔ کلاباذی اور ابن طاہر وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ تلویح میں ہے کہ اس کو اس سے ترجیح حاصل ہے کہ امام قاضی یوسف سے کتاب الزکوۃ میں خود ان کے بھائی عبداللہ بن عبداللہ ثقفی سے اور مسند امام احمد میں عبید اللہ بن عبداللہ عتبہ کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔ یہ صناع تھیں۔ چیزیں بنا کر بیچتیں اور گھر کا خرچ چلاتی تھیں۔[2]

دوسری بیوی حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری کی زوجہ تھیں ان کا نام بھی زینب ہی تھا جیسا کہ نسائی اور مسند ابوداؤد طیالسی میں ہے۔ عمدۃ القاری میں مسند طیالسی کے حوالے سے ہے کہ یہ یتیم۔ ان کے بھتیجے اور بھانجے

[1] یہ حدیث نزہۃ القاری جلد ثانی ص ۲۳۲ پر مذکور ہے [2] اول الزکوۃ باب الصدقۃ علی الاقارب ص ۲۶۱

عَلَى الْبَابِ حَاجَتُهَا مِثْلُ حَاجَتِيْ فَمَرَّ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا سَلِ النَّبِيَّ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب چلی تو دروازے پر ایک انصاری بیوی کو پایا وہ بھی یہی
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُجْزِئُ عَنِّيْ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَلٰى زَوْجِيْ وَ
دریافت کرنا چاہتی تھیں اتنے میں بلال ہمارے قریب سے گزرے تو ہم نے ان سے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ
أَيْتَامٍ لِّيْ فِيْ حَجْرِيْ وَقُلْنَا لَا تُخْبِرْ بِنَا فَدَخَلَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ مَنْ هُمَا
علیہ وسلم سے دریافت کرو کیا یہ کافی ہے کہ اپنے شوہر اور اپنی پرورش میں رہنے والے یتیموں پر صدقہ
قَالَ زَيْنَبُ فَقَالَ أَيُّ الزَّيَانِبِ قَالَ امْرَأَةُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ لَهَا
کرتی ہوں اور عمنے یہ بھی کہا کہ ہمیں بتانا مت وہ اندر گئے اور حضور سے پوچھا۔ حضور نے دریافت

تھے۔ نسائی میں علقمہ کی روایت میں ہے کہ ان دونوں عورتوں میں سے ایک کے پاس فاضل مال تھا اور اسکی پرورش میں اس کے یتیم بھتیجے تھے۔ اور دوسری کے پاس بھی فاضل مال تھا اور شوہر خفیف الید یعنی تنگدست تھے۔ مگر نسائی کا جو نسخہ مجتبائی دہلی کا چھپا ہوا میرے پاس موجود ہے اس میں صرف حضرت عبداللہ بن مسعود کی زوجہ کے بارے میں یہ ہے۔ اور عبداللہ خفیف ذات الید تھے۔ تو اس نے ان سے کہا اس کی گنجائش ہے کہ میں اپنا صدقہ تجھ پر اور اپنے یتیم بھتیجوں پر صرف کروں۔ ہو سکتا ہے علامہ عینی کے پاس جو نسخہ ہو اسمیں وہی عبارت ہو۔

**تصدقن ولو من حليكن** | صحیح اور راجح یہی ہے کہ یہ صدقہ نافلہ تھا۔ اس پر قرینہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔ کہ فرمایا۔ زوجك وولدك احق من تصدقت به عليهم۔ تیرا شوہر اور تیرا بچہ سب سے زیادہ مستحق ہے۔ اس لئے کہ اس پر اجماع ہے کہ بچے کو زکوٰۃ دینا درست نہیں۔ اگرچہ اس استدلال میں کچھ کلام ہے اس لئے کہ بیٹے کا نفقہ ماں پر واجب نہیں مگر جبکہ باپ کمانے پر قادر نہ ہو۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمانے پر قادر تھے۔ یہ صدقہ تطوع تھا۔ اس پر قوی دلیل شرح معانی الآثار کی روایت ہے۔ وہ کہتی ہیں۔ وَاللّٰهِ لَقَدْ شَغَلَتْنِيْ أَنْتَ وَوَلَدُكَ عَنِ الصَّدَقَةِ فَمَا أَسْتَطِيْعُ أَنْ أَتَصَدَّقَ مَعَكُمْ بِشَيْءٍ۔ بخدا تم نے اور تمہارے بچے نے مجھے صدقہ سے روک رکھا ہے۔ تم لوگوں کے ہوتے ہوئے میں صدقہ کی استطاعت نہیں رکھتی۔ اخیر میں ہے کہ خدمت اقدس میں عرض کیا۔ انی امرأة ذات صنع ابيع منها وليس لولدي ولا لزوجي شيئ فشغلوني فلا اتصدق۔ میں ہنرمند عورت ہوں کچھ بنا کر بیچتی ہوں۔ اور میرے بچے اور میرے شوہر کے پاس کچھ نہیں۔ ان لوگوں نے صدقے سے مجھے روک رکھا ہے۔ جب ان کے پاس کچھ بچتا ہی نہ تھا تو اس پر

لہ اول الزکوٰۃ باب المرأة هل يجوز لها ان تعطي زوجها من زكوة مالها ۱۲ لا ص ۲۵۹

اَجْرَانِ اَجْرُ الْقَرَابَةِ وَاَجْرُ الصَّدَقَةِ ؕ

فرمایا وہ دونوں کون ہیں انھوں نے بتایا زینب فرمایا کون زینب؟ بلال نے بتایا کہ عبداللہ کی زوجہ تو فرمایا اسکے لئے دو ثواب ہیں صلہ رحمی کا اور صدقے کا۔

۸۶۳ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اُمِّ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں نے

حولان حول کیسے ہوگا۔ اور زکوۃ کیسے واجب ہوگی۔ رہ گئی وہ حدیث جسمیں زیور کا ذکر ہے۔ اولاً یہ متفق علیہ نہیں۔ کہ زیور میں زکوۃ ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں زیور میں زکوۃ نہیں۔ اور جو واجب مانتے ہیں وہ بھی صرف چالیسواں حصہ کل زیور زکوۃ میں نہیں دیا جاتا اور یہ تو کل صدقہ کرنے چلی تھیں جیسا کہ شرح معانی الآثار میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی زوجہ گھر آئیں اور اپنا زیور لیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے پوچھا۔ کہاں لے جارہی ہو تو انھوں نے بتایا کہ اس کے ذریعہ اللہ اور اس کے رسول کا تقرب حاصل کروں گی اس امید پر کہ اللہ مجھے اہل نار میں سے نہ کرے۔ تو حضرت ابن مسعود نے کہا تیرے لئے خرابی ہو۔ اسے لا۔ اور مجھ پر اور میرے بچے پر صدقہ کردے۔ بقیہ مضمون وہی ہے جو اس حدیث میں ہے۔

اور جب یہ صدقہ نافلہ تھا تو اس سے یہ استدلال ساقط ہوگیا کہ بیوی اپنے شوہر کو زکوۃ دے سکتی ہے یا کم از کم اس کا احتمال ضرور ہے کہ یہ صدقہ نافلہ ہو۔ اور جب احتمال نکل آئے تو استدلال تام نہ ہوا۔

**لاتخبرنا** سوال یہ ہے کہ جب ان بیویوں نے منع کردیا تھا کہ ہمارا نام نہ بتانا۔ تو حضرت بلال نے کیوں بتادیا۔ وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ تو حضرت بلال پر واجب ہوگیا کہ بتادیں۔ یہ اس کا وجوب ان کے منع کرنے سے زیادہ موکد ہے۔ اور جب ایک وقت دو فرض عائد ہوں تو جو اہم ہو اس کی ادائیگی مقدم ہے۔

**امراۃ عبداللہ** سائلہ دو صاحبہ تھیں صرف ایک کی تعیین حضرت بلال نے کی۔ اسکا سبب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ ان سے عمر میں فضل میں بڑھی ہوئی ہوں۔ یا یہ کہ حضرت بلال سے انھوں نے ہی کہا ہو۔ اس حدیث سے ظاہر ہوگیا کہ رشتہ داروں پر الاقرب فالاقرب کی ترتیب سے صدقہ کرنا دونے اجر کا موجب ہے۔ صدقہ کا بھی اور صلہ رحمی کا بھی۔

**تشریح** ۸۶۳ **انما هم بنی**۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سابق شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ام المومنین حضرت ام سلمہ کے بطن سے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں

عہ الزکوۃ باب الزکوۃ علی الزوج والایتام فی الحجر ص ۱۹۸ مسلم الزکوۃ۔ ترمذی زکوۃ۔ نسائی زکوۃ۔ ابن ماجہ زکوۃ لہ اول الزکوۃ باب المرأۃ ھل یجوز لھا ان تعطی زوجھا من زکوۃ مالھا ام لا ص ۲۵۹

عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلِيْ اَجْرٌ اَنْ اُنْفِقَ عَلٰى بَنِيْ اَبِيْ سَلَمَةَ

عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے لئے کچھ ثواب ہے۔ کہ میں ابو سلمہ کے بچوں پر خرچ کرتی

اِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ فَقَالَ اَنْفِقِيْ عَلَيْهِمْ فَلَكِ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ ؏

ہوں وہ میرے ہی بیٹے ہیں۔ فرمایا ان پر خرچ کر۔ ان پر جو بھی خرچ کرے گی اس کا ثواب تم کو ملے گا۔

۲۶۷ وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُعْتِقُ مِنْ زَكٰوةِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول ذکر کیا جاتا ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ سے غلام

مَالِهٖ وَيُعْطِيْ فِي الْحَجِّ

آزاد کرے اور حج میں دے۔

تھیں۔ عمر۔ محمد۔ زینب۔ دُرّہ۔ انھیں کے بارے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوال کیا تھا۔

**تشریحات** ۲۶۷ اس اثر کو امام ابوبکر بن شیبہ نے امام مجاہد سے روایت کیا ہے۔ مصارف زکوٰۃ کی آیۂ کریمہ میں یہ بھی ہے۔

وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ۔

اور گردن چھڑانے اور جس پر تاوان ہوا اور اللہ کے راستے میں اور مسافر کے لئے ہے۔

**وفی الرقاب** رقاب۔ رقبۃ کی جمع ہے جس کے لغوی معنی گردن کے ہیں۔ اور عرف میں اس کے معنی غلام کے ہیں۔ اس سے مراد مکاتب ہے۔ یعنی وہ غلام جس کے مالک نے مال کی ایک مقدار مقرر کر کے کہدیا ہو کہ اتنا مال ادا کر دے تو آزاد ہے۔ اور غلام نے اسے قبول بھی کر لیا ہو۔ امام ابن جریر[۵۱] طبری نے اپنی تفسیر میں حضرت امام حسن بصری اور امام ابن شہاب زہری اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے روایت کیا کہ اس آیت میں رقاب سے مراد مکاتب ہیں رہ گئے وہ لونڈی اور غلام جو مکاتب نہیں ان کو زکوٰۃ کے پیسوں سے خرید کر آزاد کرنا۔ یا غلام کو دینا کہ مالک کو یہ روپے دیکر آزادی حاصل کرلے۔ جائز نہیں۔ اس طرح زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ پہلی صورت میں جب اس نے خریدا ہے تو خریداری کے بعد اس کا مالک ہوگا اور اس کی قیمت زکوٰۃ سے ادا کی ہو۔ تو ایسا ہو گیا کہ زکوٰۃ کے پیسے سے اپنے لئے کوئی سامان خریدا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ زکوٰۃ مستحق زکوٰۃ کو دینا نہ ہوا بلکہ اپنی ذات پر صرف کرنا ہوا۔ دوسری صورت میں اس نے زکوٰۃ غلام کو دی تو غلام کے قبضہ کرتے ہی اس کے آقا کی ملک ہو گئی اس لئے کہ غلام کسی چیز کے مالک ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔ اس کی تمام آمدنی اس کے آقا کی ملک ہے تو لازم آیا کہ زکوٰۃ غنی کو دی اور یہ جائز نہیں۔ اور حضرت ابن عباس کا جو فتویٰ امام بخاری نے نقل فرمایا وہ ضعیف ہے[۵۲]

---

عہ الزکوٰۃ باب الزکوٰۃ علی الزوج والایتام فی الحجر ص ۱۹۸ ثانی النفقات باب علی الوارث مثل ذلک ص ۱۰۹ مسلم زکوٰۃ۔ ۵۱ فتح القدیر ثانی ص ۲۰۴ ۵۲ عمدۃ القاری تاسع ص ۴۵۔

عہ باب قول اللہ تعالیٰ والغارمین وفی سبیل اللہ ص ۱۹۸

۲۶۸ وَقَالَ الْحَسَنُ اِنِ اشْتَرَى اَبَاهُ مِنَ الزَّكٰوةِ جَازَ وَيُعْطِي فِي الْحَجِّ

ت اور امام حسن بصری نے فرمایا اگر اپنے باپ کو زکوۃ کے مال سے خریدے تو جائز ہے

هِدِيْنَ وَالَّذِيْ لَمْ يَحُجَّ ثُمَّ تَلَا اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ

اور مجاہدین کو دے اور اسے جس نے حج نہیں کیا ہے پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی صدقات

وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ

صرف فقراء و مساکین کے لیے ہے اور ان کے لئے ہے جو زکوۃ وصول کرنے کے لئے مقرر ہیں اور

اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ فِيْ اَيِّهَا اُعْطِيَتْ

جنکی تالیف قلب مقصود ہے اور گردن چھڑانے میں اور تاوان والے کیلئے ہے اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کیلئے

اَجْزَتْ ع۵

ہے یہ منجانب اللہ مقرر کردہ ہے۔ اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو دیدیا جائے کافی ہے۔

۲۶۹ وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ لَاسٍ حَمَلْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى

ت اور حضرت ابولاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ انھوں

فی الحج اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی حج کیلئے جانا چاہتا ہے۔ مگر اس کے پاس زاد راہ نہیں یا کچھ کمی ہے تو اسے بھی زکوۃ دے سکتا ہے۔ یہ بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

**تشریحات** ۲۶۸ اس تعلیق کے صرف جز اول کو امام ابوبکر بن شیبہ نے اپنے مصنف میں ذکر کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں حسن بصری سے سوال ہوا کہ کسی نے اپنے باپ کو زکوۃ کے مال سے خریدا اور اسے آزاد کر دیا تو فرمایا کہ اس نے بہترین رقاب خریدا۔ مگر احناف کا مذہب ہے کہ زکوۃ ادا نہ ہوگی۔ دلیل گزر چکی۔ ہمارے اوپر تابعی کا قول حجت نہیں۔ امام اعظم نے فرمایا۔ ینازعوننا وننازعھم۔ وہ ہم سے اختلاف کرتے ہیں اور ہم ان سے وجہ یہ ہے کہ حضرت امام بھی تابعی ہیں۔ حتی کہ باپ اگر مکاتب ہو تو بھی زکوۃ دینا درست نہیں۔ باپ غلام ہے اور بیٹا ذی استطاعت ہے۔ تو اسے خود ہی باپ کو آزاد کرانا چاہیئے۔

ان آٹھ مصارف زکوۃ میں سے۔ مؤلفۃ قلوب۔ بالاجماع ساقط ہیں۔ کہ اب انھیں دینے کی حاجت نہ رہی اللہ عزوجل نے اسلام کو شوکت و قوت عطا کر دی۔

**تشریحات** ۲۶۹ اس تعلیق کو طبرانی امام احمد اور خزیمہ اور حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ ابولاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خزاعی یا حارثی صحابی ہیں۔ ان سے صرف دو حدیثیں مروی ہیں ان کے نام میں اختلاف ہے

ع۵ الزکوۃ۔ باب قول اللہ عزوجل وفی الرقاب ص ۱۹۸

إِبِلِ الصَّدَقَةِ۔ عہ

نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سواری کیلئے زکوٰۃ کے اونٹ دیئے۔

**حدیث** ۸۶۴ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَةٍ فَقِیْلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِیْلٍ وَّخَالِدُ

صدقہ کا حکم دیا تو عرض کیا گیا کہ ابن جمیل اور خالد بن ولید اور عباس بن عبد المطلب

بْنُ وَلِیْدٍ وَّعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

نے دینے سے انکار کر دیا ہے اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن جمیل کو یہی نہ برا

کسی نے زیادتی یا کسی نے عبداللہ بن عتمہ کسی نے محمد بن اسود۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اونٹ انہیں حج کرنے کے لئے عطا فرمایا تھا لہ

**تشریحات** ۸۶۴ امر رسول اللہ۔ مسند امام احمد مسلم اور ابو داؤد میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدقہ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ نسائی میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ مگر محفوظ یہ ہے کہ یہ مسند ابو ہریرہ ہے۔ رواۃ میں حضرت عمر نہیں۔

**بصدقة** جمہور محدثین نے فرمایا کہ یہ صدقہ واجبہ تھا۔ مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا تھا۔ اسی لئے ان تینوں کے نہ دینے کی شکایت عرض کی۔ ابن جمیل پر غضب فرمایا۔ اور حضرت خالد اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف سے معذرت بیان فرمائی مگر بعض علماء نے فرمایا۔ یہ صدقہ نافلہ تھا۔ جیسا کہ امام عبد الرزاق کی روایت میں ہے۔ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ندب الناس الی الصدقة۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو صدقہ کرنے پر ابھارا تھا۔ ابن قصار نے کہا یہی زیادہ مناسب ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کرام سے مستبعد ہے کہ زکوٰۃ دینے سے انکار کریں۔

**اقول وباللہ التوفیق** امام عبد الرزاق کی روایت بھی صدقہ نافلہ پر نص نہیں ہے۔ اس میں بھی یہ احتمال ہے کہ زکوٰۃ دینے کی ترغیب فرمائی ہو علاوہ ازیں بخاری کی اس روایت کے بموجب یہ تصریح ہے امر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقہ کا حکم دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم دینے کے بعد یہ صدقہ بھی واجب ہو گیا۔ نیز مسند امام احمد اور مسلم کی روایت سے کہ اس میں یہ ہے۔ بعث عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی الصدقة۔ صدقہ وصول کرنے کے لئے حضرت عمر کو بھیجا۔

لہ عمدۃ القاری تاسع ص ۴۶

عہ الزکوٰۃ باب قول اللہ عزوجل وفی الرقاب ص ۱۹۸

وَسَلَّمَ مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيرًا فَأَغْنَاهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ
لگا کہ وہ محتاج تھا تو اللہ اور اس کے رسول نے اسے مالدار کر دیا۔ اور خالد پر تم لوگ ظلم کرتے ہو
وَأَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُونَ خَالِدًا قَدْ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ
اس نے اپنی زرہیں اور ہتھیار وغیرہ اللہ کے راستے میں روک رکھی ہیں اور عباس بن
فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَأَمَّا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَعَمُّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى
عبد المطلب، تو یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا ہیں یہ ان پر صدقہ ہے اور
اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ وَمِثْلُهَا مَعَهَا ۸
اس کے ساتھ اس کے برابر اور بھی۔

صدقہ واجبہ ہی تبادر ہے۔

**فقیل منع ابن جمیل** یہ عرض کرنے والے حضرت عمر فاروق ہی تھے۔ ابن جمیل بہت ہی مفلس قلاش تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے لئے فراخی رزق کی دعا کی۔ اس کی برکت سے دن بدن اس کے اموال میں برکت ہوتی گئی۔ جب تک اس کے مدینہ طیبہ والے گھر کے صحن میں اس کے جانور رہتے مدینہ طیبہ رہا اور جماعت وجمعہ میں حاضر ہوتا رہا۔ جب اس کے صحن میں گنجائش نہ رہی تو دیہات میں رہنے لگا۔ جماعت میں حاضری چھوڑ دی، ابتداءً جمعہ میں حاضر ہوتا رہا پھر جمعہ کی بھی حاضری چھوڑ دی اور زکوٰۃ کے محصل کو جواب دیا کہ یہ جزیہ ہے میں نہیں دونگا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی تعرض نہ کیا اور یہی خلفائے راشدین کا بھی عمل رہا۔

**اما خالد** اَعْتُدُہٗ۔ یہ عَتَدٌ کی جمع ہے۔ اپنی ضروریات کے لئے انسان جو سامان جمع رکھے جیسے جانور، ہتھیار وغیرہ۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے معنی گھوڑے کے ہیں۔ اس ارشاد کا مطلب یہ ہو کہ خالد کی زرہیں گھوڑے اونٹ ہتھیار جہاد کے لئے ہیں جو حوائج اصلیہ سے ہیں۔ اس لئے ان پر زکوٰۃ فرض نہیں زکوٰۃ اس مال پر فرض ہے جو حوائج اصلیہ سے فاضل ہو۔

**اما عباس** یہاں دو اشکال ہیں۔ بنی ہاشم کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔ نیز اپنی زکوٰۃ خود اپنے لینے سے ادا نہ ہوگی محدثین نے فهي عليه صدقة ومثلها معها کی مختلف تاویلیں کی ہیں۔ اس خادم کے نزدیک صحیح تاویل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار ہے کہ جسے چاہیں جس حکم سے مستثنیٰ کر دیں اور جو چاہیں رد و بدل فرما دیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی اختیار کے بموجب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس صدقے سے مستثنیٰ فرما دیا۔ یہی نہیں بلکہ انہیں عطا فرما دیا بلکہ اس کے برابر اور بھی۔

---

عہ الزکوٰۃ باب قول اللہ عزوجل وفی الرقاب ص ۱۹۸ مسلم زکوٰۃ، ابوداود زکوٰۃ، نسائی زکوٰۃ، مسند امام احمد جلد ثانی ص ۳۲۲

۲۷۰ قَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ ھِیَ عَلَیْہِ وَمِثْلُھَا مَعَھَا ع

ت اور امام مغازی محمد بن اسحٰق نے ابو الزناد سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ یہ اس پر ہے اور اسکے ساتھ اسکے برابر بھی

اس کی نظیر وہ واقعہ ہے۔ کہ ایک صاحب[1] پر روزے کا کفارہ واجب ہوگیا۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور معذرت پیش کی کہ میں نہ غلام آزاد کر سکتا ہوں۔ مسلسل ساٹھ روزے بھی نہیں رکھ سکتا اور نہ ساٹھ مسکین کو کھانا کھلا سکتا ہوں۔ اسی اثناء میں ایک زنبیل آئی۔ وہ انھیں عطا فرمادی اور حکم دیا اسے صدقہ کر دو، تو انھوں نے عرض کیا۔ کیا اپنے سے زیادہ محتاج پر۔ فرمایا۔ ہاں، عرض کیا۔ مدینے کے دونوں سنگستانوں کے درمیان کوئی گھر میرے گھر والوں سے زیادہ محتاج نہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوب ہنسے اور فرمایا اپنے اہل کو کھلادے۔

**مسائل** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حوائج ضروریہ پر زکوۃ نہیں۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ مجاہد کیلئے جہاد کے اسلحے سواری وغیرہ حوائج ضروری میں سے ہیں۔ حدیث کے اس حصے سے کہ فرمایا فاغناہ اللہ ورسولہ۔ ابن جمیل کو اللہ اور رسول نے غنی کر دیا۔ ثابت ہوا کہ اللہ عزوجل کی عطا دین سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی جسے چاہیں غنی بنا دیں۔ فصدقتہ علیہ۔ سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جسے چاہیں جس فرض سے چاہیں سبکدوش فرمادیں۔

**تشریحات ۲۷۰** یہاں روایتیں مختلف ہیں۔ ایک بطریق شعیب وعبدالرحمٰن بن ابی الزناد اس کے الفاظ وہی ہیں جو مذکور ہوئے۔ یعنی فھی علیہ صدقۃ ومثلھا معھا۔ دوسری امام المغازی محمد بن اسحاق کی وہ یہ ہے فھی علیہ ومثلھا معھا۔ وہ تو ان پر واجب ہے اور اس کے ساتھ اس کے مثل۔ اس کے ہم معنی بطریق ابن جریج بھی مروی ہے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے فھی علی ومثلھا معھا۔ عباس پر جو صدقہ واجب ہے وہ میرے ذمے ہے اور اس کے ساتھ اس کے مثل بھی۔

پہلی روایت یعنی فھی علیہ صدقۃ۔ کا ظاہر مطلب وہی ہے جو ہم نے بیان کیا شارحین نے دوسری تاویل یہ کی ہے کہ جو صدقہ ان پر واجب ہے وہ تو ان کے ذمے ہے ہی اس کے ساتھ اس کے مثل اور بھی ہے یعنی وہ یہ صدقہ تو دیں گے ہی اس کے برابر اور بھی دیں گے اس لئے کہ وہ بخیل نہیں۔

دوسری روایت یعنی ھی علیہ میں بھی دونوں احتمال جاری ہو سکتے ہیں۔ تیسری روایت یعنی فھی علی اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے از راہ کرم اپنے چچا کے ذمے جو زکوۃ واجب تھی اپنے ذمے لے لی۔ وہ بھی ان کی تساہلی کی مکافات میں دونی۔

**امام محمد بن اسحٰق** امام بخاری نے امام المغازی محمد بن اسحٰق کا قول صیغہ تحقیق قال کے ساتھ ذکر کرکے اسے اپنی

---

ع۵ الزکوۃ باب قول اللہ تعالیٰ فی الرقاب ص ۱۹۸۔ [1] بخاری اول الصوم باب اذا جامع فی رمضان ولم یکن لہ شیئ ص ۶ - ۲۹۵

۸۶۵ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ اُنَاسًا

**حدیث** حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں

مِّنَ الْاَنْصَارِ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَ

نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا تو انھیں عطا فرمایا پھر سوال کیا تو

عْطَاھُمْ ثُمَّ سَاَلُوْہُ فَاَعْطَاھُمْ حَتّٰی نَفِدَ مَا عِنْدَہٗ فَقَالَ مَا یَکُوْنُ

پھر عطا فرمایا یہاں تک کہ حضور کے پاس جو کچھ تھا سب ختم ہوگیا تو فرمایا میرے

عِنْدِیْ مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَہٗ عَنْکُمْ وَمَنْ یَّسْتَعْفِفْ یُعِفَّہُ اللّٰہُ وَمَنْ

پاس کچھ بھی مال ہوگا تو تم سے بچا کر نہیں رکھوں گا اور جو مانگنے سے بچے گا اسے اللہ بچائے گا

یَّسْتَغْنِ یُغْنِہِ اللّٰہُ وَمَنْ یَّتَصَبَّرْ یُصَبِّرْہُ اللّٰہُ وَمَا اُعْطِیَ اَحَدٌ

اور جو مستغنی رہے گا اللہ اسے غنی کردیگا اور جو صبر اختیار کرے گا اللہ اسے صبر دیگا اور کسی کو

عَطَاءً خَیْرًا وَّاَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ - عہ

کوئی بخشش صبر سے بہتر اور وسیع تر نہیں ملی۔

۸۶۶ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

اس صحیح میں لیا یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔ اس سے دیوبندیوں اور ان لوگوں کو اپنی اصلاح کرلینی چاہیے جو مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی عداوت میں انھیں ضعیف کہتے ہیں۔ جلد ثالث باب الاذان میں یہ بحث مفصل گزر چکی ہے۔

**تشریحات** ۸۶۵ کتاب الرقاق میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ یوں ہے۔ ان میں سے جس کسی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ مانگا تو اسے عطا فرمایا۔ یہاں کی بھی روایت کے یہی معنی ہیں البتہ یہ مزید ہے کہ ان انصار کرام نے ایک بار سوال کیا اور انھیں دیا۔ پھر دوبارہ سوال کیا تو بھی عطا فرمایا۔ اخیر کے الفاظ یہ ہیں۔ صبر سے بہتر اور وسیع تر بہتری کسی کو کبھی نہیں دی گئی۔

---

عہ الزکوۃ۔ باب الاستعفاف عن المسئلۃ ص ۱۹۸ ثانی الرقاق باب الصبر عن محارم اللہ ص ۹۵۸ مسلم الزکوۃ ابوداؤد الزکوۃ نسائی، الزکوۃ الرقاق۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَاَنْ یَّاْخُذَ اَحَدُکُمْ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ

حَبْلَہٗ فَیَحْتَطِبَ عَلٰی ظَھْرِہٖ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ یَّاْتِیَ رَجُلًا فَیَسْاَلُہٗ

تمھارا اپنی رسی لے کر اپنی پیٹھ پر لکڑیاں ڈھو کر لانا اس سے بہتر ہے کہ کسی کے پاس

اَعْطَاہُ اَوْ مَنَعَہٗ ۵ھ

جائے اور اس سے سوال کرے وہ دے یا منع کر دے۔

۸۶۷ حدیث عَنِ الزُّبَیْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاَنْ یَّاْخُذَ اَحَدُکُمْ حَبْلَہٗ فَیَاْتِیَ

سے روایت کیا کہ فرمایا کہ تم اپنی رسی لو اور اپنی پیٹھ پر لکڑی کا گٹھڑ لاد کر لاؤ اور

بِحُزْمَۃِ حَطَبٍ عَلٰی ظَھْرِہٖ فَیَبِیْعَھَا فَیَکُفَّ اللّٰہُ بِھَا وَجْھَہٗ خَیْرٌ لَّہٗ

اسے بیچو جس کی بدولت اللہ اس کی آبرو بچالے بہتر ہے اس سے کہ

مِنْ اَنْ یَّسْاَلَ النَّاسَ اَعْطَوْہُ اَوْ مَنَعُوْہُ ۵ھ

لوگوں سے مانگے اسے دیں یا نہ دیں۔

۸۶۸ حدیث عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ وَسَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّ حَکِیْمَ بْنَ

حضرت عروہ اور حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت

۸۶۷ تشریح خودداری عزت نفس انسان کا بہت بڑا کمال ہے۔ ان دونوں احادیث میں اس کی بلیغ ترین طریقے سے تعلیم دی گئی ہے۔ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر چن کر لانا پیٹھ یا سر پر لاد کر بیچنا بظاہر ذلت کا کام ہے مگر سوال اس سے زیادہ ذلیل کام ہے۔ پہلی صورت میں کوئی یہ طعن نہیں دے سکتا کہ تم بھک منگے تھے کہ میں یا میرے باپ نے تمھیں یہ دیا یہ دیا۔

۸۶۸ تشریحات رزأ کے معنی حاصل کرنا۔ کم کرنا ہے۔ لا ارزاء کا معنی یہ ہے۔ میں کسی کا مال لے کر اس کے مال کو کم نہیں کروں گا یعنی قبول نہ کروں گا۔

ع۵ الزکوۃ باب الاستعفاف عن المسئلۃ ص ۱۹۹ البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہ ص ۲۷۸ المساقاۃ باب بیع الحطب والکلاء ص ۳۱۹ نسائی زکوۃ۔

ع۵ الزکوۃ باب الاستعفاف عن المسئلۃ ص ۱۹۹، البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہ ص ۲۷۸۔ المساقات باب بیع الحطب

حِزَامٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِيْ

حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ثُمَّ سَأَلْتُهٗ فَأَعْطَانِيْ ثُمَّ سَأَلْتُهٗ فَأَعْطَانِيْ ثُمَّ قَالَ يَا حَكِيْمُ إِنَّ هٰذَا

سے مانگا تو مجھے عطا فرمایا پھر مانگا تو پھر دیا اس کے بعد پھر مانگا تو دیا اسکے بعد فرمایا

الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ أَخَذَهٗ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهٗ فِيْهِ وَمَنْ

اے حکیم بیشک یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے جو اسے سیر چشمی کے ساتھ لے تو مبارک ہے اور جو

أَخَذَهٗ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهٗ فِيْهِ وَكَانَ كَالَّذِيْ يَأْكُلُ وَلَا

لالچ کے ساتھ لے اسے مبارک نہیں۔ یہ اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں

يَشْبَعُ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى قَالَ حَكِيْمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ

ہوتا۔ اوپر کا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہے۔ حکیم نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى أُفَارِقَ

قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ جبتک جیتا رہونگا کسی کا دیا

الدُّنْيَا فَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يَدْعُوْ حَكِيْمًا إِلَى الْعَطَاءِ فَيَأْبٰى أَنْ يَّقْبَلَهٗ مِنْهُ

قبول نہ کرونگا۔ ابو بکر حکیم کو دینے کے لئے بلاتے وہ اسے قبول کرنے سے انکار کر دیتے

ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهٗ فَأَبٰى أَنْ يَّقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا فَقَالَ عُمَرُ

پھر عمر نے بلایا کہ انہیں کچھ دیں تو انکار کر دیا اس پر عمر نے کہا

إِنِّيْ أُشْهِدُكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى حَكِيْمٍ أَنِّيْ أَعْرِضُ عَلَيْهِ

اے مسلمانوں کی جماعت میں حکیم پر تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ مال غنیمت سے انکا جو حق

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلطان سے سوال عار نہیں۔ سائل جب مانگنے میں غلو کرے تو اسے منع کر دینا چاہئے۔ کسی نے ضرورت کے وقت سوال کیا تو اس کی ضرورت پوری کرنے کے بعد اسے نصیحت نہ کرے ورنہ وہ نصیحت کو اس پر محمول کریگا کہ یہ دینا نہیں چاہتا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی تھی کہ بغیر لالچ کے جو مال ملے وہ لے لیا جائے۔ مگر حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عطا قبول نہ کی۔ یہ انکی اعلیٰ کمال درجے کی بے نیازی

حَقَّهٗ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ فَيَأْبٰى اَنْ يَّاْخُذَهٗ فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيْمٌ اَحَدًا

ہے میں ان پر پیش کرتا ہوں وہ لینے سے انکار کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تُوُفِّيَ

کے بعد حکیم نے کسی کا کچھ دیا نہیں لیا یہاں تک کہ وہ وفات پا گئے۔

۸۶۹ حدیث اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں نے حضرت عمر رضی اللہ

عُمَرَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْنِي الْعَطَاءَ

تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے کچھ دیتے تو میں عرض کرتا

فَاَقُوْلُ اَعْطِهٖ مَنْ هُوَ اَفْقَرُ اِلَيْهِ مِنِّيْ فَقَالَ خُذْهُ اِذَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا

اسے عطا فرمائیں جو مجھ سے بھی زیادہ ضرورتمند ہے تو فرمایا۔ لے لو۔ اس مال میں سے اگر

الْمَالِ شَيْءٌ وَاَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَّلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ

کچھ تمہارے پاس اس طرح آئے کہ تم اسکا لالچ نہ رکھو اور نہ مانگو تو لے لو اور جو اس طرح نہ آئے تو اسکے پیچھے نہ پڑو۔

تھی۔ اس کی برکت یہ ہوئی کہ جب ان کا وصال ہوا تو سب سے زیادہ مالدار تھے۔

۸۶۹ تشریح کتاب الاحکام میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں یوں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے کچھ دیا کرتے تھے تو میں عرض کرتا تھا کہ جو اس کا مجھ سے زیادہ حاجتمند ہو اسے عطا فرمائیں یہاں تک کہ ایک بار مجھے کچھ مال عطا فرمایا۔ بعد میں میں نے وہی عرض کیا تو فرمایا۔ لے لو اپنے پاس رکھو اور صدقہ کرو۔ جب یہ مال تیرے پاس آئے۔ الخ

مشائخ عظام کا ارشاد ہے۔ طمع مت کر۔ منع مت کر۔ جمع مت کر۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر لالچ اور سوال کے اگر کوئی کچھ دے تو یہ زہد کے منافی نہیں۔ مشائخ عظام کا دونوں طریقوں پر عمل رہا۔ بعض نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقے کو اپنایا اور بعض نے اس حدیث پر عمل فرمایا۔ بعض نے دونوں طریقوں پر اس طرح کہ سلاطین حکام کی نذر رد کر دی اور مخلصین فقراء کی قبول کی۔ میں نے سیدی سندی حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ کبھی کبھی رؤساء کی نذریں

---

۸۵ الزکوۃ باب الاستعفاف عن المسئلۃ ص ۱۹۹ الوصایا باب تاویل قولہ من بعد وصیۃ یوصی بھا اودین ص ۳۸۴ الجہاد باب ماکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعطی المولفۃ قلوبھم ص ۴۴۴ ثانی الرقاق باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھذا المال حلوۃ خضرۃ ص ۹۵۳ مسلم زکوۃ، ترمذی زھد نسائی زکوۃ۔ رقاق۔ ۸۶ الزکوۃ باب من اعطاہ اللہ شیئا من غیر مسئلۃ ص ۱۹۹ ثانی الاحکام باب رزق الحاکم والعاملین علیھا ص ۱۰۶۱ مسلم نسائی زکوۃ۔

۸۷۰ سَمِعْتُ حَمْزَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ

**حدیث** حمزہ بن عبداللہ بن عمر نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انسان لوگوں سے بھیک مانگتا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتّٰى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

رہیگا یہاں تک کہ قیامت کے دن آئے گا اور اس کے چہرے پر

وَلَيْسَ فِيْ وَجْهِهٖ مُزْعَةُ لَحْمٍ وَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ تَدْنُوْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

گوشت کا کوئی ٹکڑا نہیں رہے گا اور کہا قیامت کے دن سورج نزدیک

حَتّٰى يَبْلُغَ الْعَرَقُ نِصْفَ الْاُذُنِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ اسْتَغَاثُوْا

ہوگا یہاں تک کہ پسینہ آدھے کان تک پہنچ جائیگا لوگ اسی حالت میں ہونگے

باوجود اصرار کے رد کردیں اور فقراء کی قلیل نذر حتی کہ چار آنے تک قبول فرمائی۔

۸۷۰ **مُزعة لحم**۔ اس کے معنی ٹکڑے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مزعت اللحم قطّعتُہٗ

**تشریحات** قطعة قطعة۔ میں نے گوشت کو بوٹی بوٹی کردیا۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن اس کے چہرے پر بالکل گوشت نہ ہوگا صرف ہڈی ہوگی سورج کے قریب ہونیکی وجہ سے اسے سخت اذیت ہوگی اور یہ بلا ضرورت سوال کرنیکی

**حتی یبلغ العرق الخ** مسلم[1] میں اس کی تفصیل یہ ہے۔ سورج قریب کیا جائے گا یہاں تک کہ ایک میل کے فاصلے پر ہوگا۔ اس حدیث کے راوی سلیم بن عامر تابعی کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ اس میل سے میل مسافت مراد ہے، یا سرمے کی سلائی۔ اپنے اعمال کے مطابق لوگ پسینے میں ہوں گے۔ پسینہ کسی کے ٹخنوں تک ہوگا کسی کے گھٹنوں تک کسی کے کمر تک کسی کے سینے تک کسی کے گلے تک اور کافر کے تو منہ تک چڑھ کر مثل لگام ہوجائے گا۔ جسمیں وہ ڈبکیاں کھائے گا۔

**استغاثوا بآدم** یہاں اختصار ہے، کتاب الرقاق[2] میں یہ تفصیل ہے کہ حضرت آدم پھر حضرت نوح پھر حضرت ابراہیم پھر حضرت موسیٰ پھر حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس آئیں گے پھر انکی رہنمائی پر شفیع اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وغیر ذلک من التفاصیل۔

**وزاد عبد اللّٰہ** اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ حصہ تعلیق ہو کیونکہ امام بخاری نے صرف زاد عبداللہ کہا ہے زادنی نہیں کہا۔ یہ عبداللہ بن صالح امام لیث بن سعد کے کاتب ہیں۔ امام ابو عبداللہ حاکم نے کہا کہ امام

[1] ثانی باب فی یوم القیمۃ ص ۳۸۴
[2] ثانی باب صفۃ الجنۃ والنار ص ۹۷۱

بِآدَمَ ثُمَّ بِمُوسٰی ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

اور حضرت آدم پھر حضرت موسیٰ پھر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدد چاہیں گے۔ تو

وَزَادَ عَبْدُ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنِی اللَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنِی ابْنُ اَبِی جَعْفَرٍ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ کہ مخلوق کا فیصلہ کیا جائے یہاں تک کہ جنت

فَیَشْفَعُ لِیُقْضٰی بَیْنَ الْخَلْقِ فَیَمْشِی حَتّٰی یَاْخُذَ بِحَلْقَۃِ الْبَابِ فَیَوْمَئِذٍ

کے دروازے کی زنجیر پکڑلیں گے اس دن اللہ انھیں مقام محمود پر فائز فرمائے گا

یَبْعَثُہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مَقَامًا مَحْمُودًا یَحْمَدُہٗ اَھْلُ الْجَمْعِ کُلُّھُمْ ۵ھ

کہ اس مجمع کے تمام لوگ ان کی حمد کریں گے۔

۸۷۱ اَخْبَرَنِی مُحَمَّدُ بْنُ زِیَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

بخاری نے عبداللہ بن صالح کاتب لیث کی کوئی حدیث صحیح تام مستقل اپنی صحیح میں نہیں درج کی ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ ایسا نہیں ان کی تام مستقل حدیث لی ہے۔ مگر بوجہ تدلیس۔ نسبت چھوڑ کر صرف عبداللہ کہکر۔ انکے بارے میں کلام ہے۔ ابن عدی نے کہا کہ یہ سقیم الحدیث ہے

**فیشفع لیقضی** | قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ قیامت کا ایک دن دنیا کے ہزار سال کے برابر ہوگا آدھے دن تک لوگ حیران و پریشان رہیں گے۔ پھر باہمی مشورے سے لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہونگے۔ اور بالآخر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونگے۔ اور حضور بارگاہ اقدس میں عرض معروض کرکے حساب شروع کرائیں گے۔ یہ شفاعت عظمیٰ ہے، جو تمام اہل محشر کیلئے ہوگی حتی کہ کافر کے لئے بھی۔ جس سے متاثر ہوکر تمام اہل محشر آپ کی مدح ثنا کریں گے۔ یہی مقام محمود ہے۔

**مطابقت باب** | یہاں باب کا عنوان ہے۔ جو لوگوں سے مال زیادہ حاصل کرنے کیلئے سوال کرے۔ ظاہر ہے کہ عند الضرورۃ سوال کرنا جائز اور مباح ہے اسپر سزا کا کوئی سوال ہی نہیں۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ یہ وعید ان لوگوں کے لئے ہے جو بلا ضرورت سوال کرتے ہیں۔ یعنی انکے پاس بقدر ضرورت مال ہے پھر بھی مانگتے ہیں تو یہ مانگنا مال زیادہ کرنے کے لئے ہے۔

۸۷۱ **تشریحات** لیس المسکین۔ اس سے مراد پیشہ ور بھک منگے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حقیقی مسکین بھک منگا بھکاری نہیں۔ اسلئے کہ وہ مانگ مانگ کر مال جمع کرتا ہے۔ حقیقی مسکین وہ ہے جس کے پاس

۵ھ الزکوۃ باب من سأل الناس تکثرا ص ۱۹۹ مسلم زکوۃ، نسائی زکوۃ

تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ الْمِسْکِیْنُ

روایت کرتے ہیں کہ فرمایا مسکین وہ نہیں جسے لقمے دو لقمے در بدر پھرائیں۔ ہاں

الَّذِیْ تَرُدُّہُ الْاُکْلَۃُ وَالْاُکْلَتَانِ وَلٰکِنَّ الْمِسْکِیْنَ الَّذِیْ لَیْسَ لَہٗ غِنًی وَّ

مسکین وہ ہے جسے احتیاج ہو اور شرم کرے

یَسْتَحْیِیْ اَوْ لَا یَسْئَلُ النَّاسَ اِلْحَافًا ۵

اور لوگوں سے لپٹ کر مانگے نہیں۔

۸۷۲ حَدَّثَنِیْ کَاتِبُ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ قَالَ کَتَبَ مُعَاوِیَۃُ اِلَی الْمُغِیْرَۃِ بْنِ

**حدیث** حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاتب نے کہا کہ معاویہ نے مغیرہ بن

شُعْبَۃَ اَنِ اکْتُبْ اِلَیَّ بِشَیْءٍ سَمِعْتَہٗ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

شعبہ کو لکھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو سنا ہے کچھ میرے پاس لکھو

کچھ بھی نہیں پھر بھی کسی سے سوال نہیں کرتا، یا بقدر ضرورت سوال کرتا بھی ہے تو ان بھکاریوں کی طرح ضد اور اصرار کے ساتھ نہیں کہ جب تک کچھ نہ ملے پیچھا نہ چھوڑیں۔

۸۷۲ قیل وقال۔ بظاہر یہ دونوں فعل ماضی ہیں اول مجہول ثانی معروف۔ مصدر بھی ہوسکتے

**تشریحات** ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ قال قولا وقیلا وقالا۔ اور اسم بھی ہوسکتا ہے۔ ابن السکیت نے اسی کو ترجیح دی۔ اس سے مراد لایعنی غیر مفید باتیں کرنا ہے یا جن باتوں کا صحیح ہونا متیقن نہ ہو انھیں پھیلانا مراد ہے۔

**واضاعۃ المال** | مال کے ضائع کرنے کی بے شمار صورتیں ہیں۔ اس کی حفاظت نہ کرنا۔ مال بڑھانے کی کوشش نہ کرنا، جو موجود ہے اسی کو بیٹھے بیٹھے کھانا۔ فضول خرچی کرنا۔ معاصی میں صرف کرنا۔ حیثیت سے زیادہ داد و دہش پیش کرنا۔ قابل انتفاع چیزوں کو پھینک دینا۔ وغیرہ وغیرہ۔

**وکثرۃ السؤال** | یہ عام ہے ہر قسم کے سوال کو مال کا سوال کرنا ہو یا علمی۔ علمی سوال کی دو صورتیں ہیں اول وہ باتیں جن پر اعتقاد رکھنا یا عمل کرنا فرض یا واجب یا سنت یا مستحب ہے یا ممنوع ہے۔ انکے بارے میں سوال بھی فرض یا واجب یا سنت یا مستحب ہوگا۔ دوسرے وہ باتیں جن کے جاننے کے ہم مکلف نہیں جیسے حضرت آدم نے جنت میں سب سے پہلے کیا کھایا تھا۔ دنیا میں آکر سب سے پہلے کیا کھایا۔ حضرت حوا سے ملاقات ہوئی تو پہلی گفتگو کیا ہوئی۔ حضرت اسماعیل کے فدیے کا گوشت کیا ہوا۔ ذوالقرنین نبی

۵ الزکوٰۃ باب قول اللہ لایسئلون الناس الحافا ص ۱۹۹ ابوداؤد۔ زکوٰۃ نسائی زکوٰۃ، مسند امام احمد ج ۲ ص ۴۵۷

فَكَتَبَ إِلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

تو انھوں نے لکھا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنا کہ فرماتے تھے اللہ عزوجل

إِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيلَ وَقَالَ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ ؕ

کو تین باتیں ناپسند ہیں۔ قیل وقال اور مال کا ضائع کرنا اور بکثرت سوال کرنا۔

۸۷۳ عَنْ أَبِيهِ عَنْ صَالِحٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ

حدیث یعقوب بن ابراہیم اپنے باپ ابراہیم سے وہ صالح سے وہ اسماعیل بن محمد بن

أَبِي يُحَدِّثُ هٰذَا فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَضَرَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

سعد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں (اسماعیل بن محمد) نے کہا میں نے اپنے باپ (محمد) سے سنا

تھے یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ ممنوع ہیں۔ اور اسی کثرت سوال میں داخل ہیں۔

اسی طرح انسان کے نجی و کاروباری تفاصیل کے غیر ضروری سوالات بھی اسی قبیل سے ہیں۔ واضح ہو کہ کبھی کبھی سوال واجب ہوتا ہے مثلاً کھانے کو کچھ نہیں اور جان جانے کا اندیشہ ہے تو جان بچانے کے لئے سوال واجب ہے، کیونکہ جان بچانی فرض ہے۔

**تشریحات** ۸۷۳ یہ جلد اول ص ۲۸۲ پر گزری ہوئی حدیث ۲۶ کا درمیانی جزء ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک گروہ کو دیا اور ایک ایسے شخص کو کچھ نہیں دیا جو میرے نزدیک سب سے اچھا تھا۔ میں نے تین بار خدمت میں عرض کیا تو فرمایا۔ ایک کو دیتا ہوں حالانکہ دوسرا مجھے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔ اس اندیشے کی وجہ سے کہ کہیں اللہ اسے منہ کے بل جہنم میں نہ ڈالدے۔ یعنی کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ابھی ایمان انکے دلوں میں راسخ نہیں ہوتا تو انھیں تالیف قلب کے لئے دیتا ہوں۔ تاکہ وہ سچے مومن ہو جائیں۔ اور جسے نہیں دیتا وہ راسخ الایمان ہوتا ہے۔ اسے کچھ دیا جائے یا کچھ نہ دیا جائے وہ بہر حال ثابت قدم رہے گا۔

**شبہہ وجواب** محمد بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کر رہے ہیں حالانکہ محمد بن سعد نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں ہے۔ اس بنا پر یہ روایت مرسل ہوئی علامہ عینی نے یہ جواب دیا کہ اس روایت میں ھٰذا کا اشارہ اس کے پہلے مذکور حدیث سعد کی طرف ہے جسمیں تصریح ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک گروہ کو دیا۔ اب یہ مرسل نہ رہی متصل ہو گئی۔

---

عہ الزکوۃ باب قول اللہ لا یسئلون الناس الحافا ص ۱۹۹

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ فَجَمَعَ بَيْنَ عُنُقِيْ وَكَتِفِيْ ثُمَّ قَالَ اَقْبِلْ

وہ یہ حدیث بیان کرتے تھے اپنی اس حدیث میں یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَیْ سَعْدُ اِنِّیْ لَاُعْطِی الرَّجُلَ عہ

نے اپنے دست مبارک سے میری گردن اور شانے کے درمیان مارا پھر فرمایا اے سعد توجہ دے۔ میں ایک شخص کو دیتا ہوں۔

قال ابوعبد الله فكبكبوا قلبوا ـــ مكبّا اكبّ الرجل اذا كان فعله غير واقع على

ابوعبداللہ نے کہا۔ فکبکبوا کے معنی قلبوا کے ہیں۔ مکبّا (اکبّ) سے ہے۔ اکبّ الرجل اسوقت کہا جاتا

احدٍ فاذا وقع الفعل قلت كبّه الله لوجهه وكببتُهُ انا عہ

ہے جبکہ اسکا فعل کسی پر واقع نہ ہو جب واقع ہو تو تم یہ کہو گے کبّہ اللہ لوجہہ وکببتہ انا۔

تشریح حدیث میں آیا تھا۔ ان یکبّہ اللہ فی النار علی وجھہ۔ کہ کہیں اللہ اسے اوندھے منہ جہنم میں نہ ڈالدے۔ حسب عادت امام بخاری قدس سرہٗ اس کے مناسب قرآن مجید میں وارد دو الفاظ کی تفسیر کی ہے ایک کبکبوا ہے سورہ شعراء آیت ۹۴ میں فرمایا۔ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ۔ تو جہنم میں وہ اور تمام گمراہ اوندھے منہ ڈالدیئے گئے۔ دوسرے مکبّا ہے۔ سورہ ملک آیت ۲۲ میں فرمایا۔ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ کیا جو اوندھا منہ کے بل چلے زیادہ راہ پر ہے یا جو سیدھا راہ راست پر چلے۔ کبّ۔ ان چند افعال میں سے ہے جو مجرد میں متعدی ہیں اور باب افعال میں لازم۔ کبکبوا۔ مجرد ہے، اس کے معنی ہیں۔ منہ کے بل جہنم میں ڈالے گئے۔ مکبا۔ باب افعال کا اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں اوندھے ہوکر۔

امام بخاری نے جب اس کا فعل کسی پر واقع نہ ہو۔ سے۔ لازم کی تعبیر کی ہے۔ اور جب کسی پر واقع ہو۔ سے متعدی کی۔

كبّ اكبّ کے مثل چند یہ افعال بھی ہیں۔ حجم۔ احجم۔ نسل۔ انسلّ۔ مرٰی۔ امرٰی نزف۔ انزف۔ نشق۔ انشق۔ قشع۔ اقشع۔

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ هُوَ اَكْبَرُ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَهُوَ اَدْرَكَ ابْنَ عُمَرَ سہ

ابوعبداللہ امام بخاری نے کہا۔ صالح بن کیسان زہری سے عمر میں بڑے ہیں۔ انھوں نے ابن عمر کو پایا یعنی سماع حدیث کی۔

تشریح :۔ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ صالح بن کیسان امام زہری سے عمر میں بڑے ہیں۔ صالح بن کیسان نے حضرت ابن عمر سے حدیث سنی ہے بخلاف امام زہری کے کہ انکے بارے میں جمہور کا قول یہ ہے کہ

عہ الزکوۃ باب قول اللہ تعالیٰ لا یسئلون الناس الحافا ص ۲۰۰ سہ الزکوۃ باب لا یسئلون الناس الحافا ص ۲۰۰

سہ باب الزکوۃ لا یسئلون الناس الحافا ص ۲۰۰۔

۸۷۴ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ الْمِسْكِیْنُ الَّذِیْ یَطُوْفُ عَلَی النَّاسِ

علیہ وسلم نے فرمایا وہ مسکین نہیں جو لوگوں پر گھومتا رہتا ہے لقمہ دو لقمہ ایک دو

تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنَّ الْمِسْكِیْنَ

کھجوریں اسے دروازے دروازے پھراتی ہیں ہاں مسکین وہ ہے جو

الَّذِیْ لَا یَجِدُ غِنًی یُّغْنِیْهِ وَلَا یُفْطَنُ بِهٖ فَیُتَصَدَّقُ عَلَیْهِ وَلَا

اپنی حاجت بھر نہیں پاتا اور اسے جانا بھی نہیں جاتا

یَقُوْمُ فَیَسْاَلُ النَّاسَ ؕ

کہ اسے کچھ دیا جائے اور لوگوں سے مانگتا بھی نہیں۔

۸۷۵ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

انھوں نے حضرت ابن عمر سے حدیث نہیں سُنی۔ امام احمد امام ابن مدینی امام ابن معین کا بھی یہی قول ہے امام زہری سے دو حدیثیں براہ راست حضرت ابن عمر سے مروی ہیں۔ مگر دو سیروں کی روایت میں درمیان میں سالم ہیں۔ امام زہری کی پیدائش ۵۰ھ یا اس کے بعد کی ہے۔ اور سن ایکسو تیس یا چوبیس میں ان کا وصال ہوا ہے۔ اور صالح بن کیسان کا وصال سن ایکسو چالیس یا اس سے کچھ پہلے ہوا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وصال ۷۳ھ میں ہوا ہے۔

**تشریحات** ۸۷۶ اس حدیث کا یہ جز فلما اشرف علی المدینۃ فقال ھذہ طابۃ سے آخر تک کو مغازی میں اور طابہ تک فضائل مدینہ میں۔ اور۔ خیر دور الانصار۔ سے فی کل دور الانصار خیر تک مناقب میں ذکر فرمایا ہے۔

**تبوک** مدینہ طیبہ سے شمال کی جانب چودہ منزل پر ایک جگہ کا نام ہے۔ یہاں سے دمشق گیارہ منزل کے فاصلے پر ہے۔ یہ غیر منصرف ہے۔ ابن قتیبہ کا گمان ہے کہ یہ تفعل کے وزن پر بوک سے فعل مضارع ہے۔ اس کے معنی۔ زمین کے دراڑ میں تیر وغیرہ ڈال کر پانی نکالنا ہے۔ یہاں جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہنچے

---

عہ ایضا۔ ثانی تفسیر سورۃ بقرۃ۔ باب قول اللہ لا یسالون الناس الحافا ص ۱۵۱ ۔ ابو داود زکوۃ نسائی زکوۃ دارمی زکوۃ موطا امام مالک صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ مسند امام احمد ج ۲ ص ۲۶۱ ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ ثُمَّ يَغْدُوَ فَيَحْتَطِبَ

کوئی صبح کو رسی لے کر پہاڑ پر جائے اور روایت کرتے ہیں کہ فرمایا

اِلَى الْجَبَلِ فَيَحْتَطِبَ فَيَبِيْعَ وَيَاْكُلَ وَيَتَصَدَّقَ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ

لکڑی جمع کرے پھر اسے بیچے اور کھائے صدقہ کرے

يَّسْاَلَ النَّاسَ ۔[1]

یہ اس کے لئے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگے۔

۸۷۶ **حدیث** عَنْ اَبِيْ حُمَيْدِنِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ غَزَوْنَا

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم نبی صلے اللہ

مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوْكَ فَلَمَّا جَاءَ

تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک کے لئے نکلے۔ جب حضور وادی القریٰ پہنچے تو

وَادِي الْقُرٰى اِذَا امْرَاَةٌ فِيْ حَدِيْقَةٍ لَّهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

ایک عورت ملی جو اپنے باغ میں تھی نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تو دیکھا کہ لوگ ایک دراڑ میں سے پیالے سے پانی نکال رہے ہیں۔ تو فرمایا۔ ایسے ہی کرتے رہو گے۔ اس وجہ سے اس کا نام غزوہ تبوک پڑا۔ یہ رجب ۹ھ میں ہوا تھا۔ بیس دن وہاں قیام رہا۔ رمضان یا شوال کے آخر میں واپسی ہوئی۔ وادی القریٰ۔ حجاز کے قدیمی شہروں میں سے ہے۔

**اخرصوا** :۔ خرص۔ اندازے سے کسی چیز کی مقدار بتانا۔ سلاطین و ملوک کی عادت تھی کہ جب کھجور انگور وغیرہ کے پھل ظاہر ہو جاتے تو کسی ماہر کو بھیجتے جو یہ اندازہ لگاتا کہ تیار ہونے پر یہ پھل کتنے ہوں گے۔ پھر پھل اترنے کے بعد اسی کے مطابق اس سے عشر وصول کرتے اس میں یہ فائدہ تھا کہ خرص کے بعد مالک کو اس میں پھل کھانا بیچنا جائز ہو جاتا۔ اور بیت المال کا نقصان بھی نہیں ہوتا۔ خرص کے مطابق عمل لازم ہے یا نہیں اور خرص جائز ہے یا نہیں۔ اس بارے میں ائمہ میں کئی اختلافات ہیں ہمارے یہاں یہ منسوخ ہے۔ جیسا کہ امام طحاوی نے فرمایا ہماری دلیل حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ فرمایا[2] نھی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الخرص وقال ارأیتم ان ھلك الثمر۔ ایحب ان یاکل مال اخیہ بالباطل۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خرص سے منع فرمایا۔ اور فرمایا بتاؤ اگر پھل ہلاک ہو جائے۔ کیا تم پسند

---

[1] الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالیٰ لایسئلون الناس الحافا ص ۲۰۰ باب کسب الرجل وعملہ ص ۲۷۸ المساقاۃ باب بیع الحطب والکلأ ص ۳۱۹ نسائی زکوٰۃ۔

[2] شرح معانی الآثار اول زکوٰۃ باب الخرص ص ۲۶۷۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِہٖ اُخْرُصُوْا وَخَرَصَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

نے اپنے اصحاب سے فرمایا اس کی کھجوروں کا اندازہ لگاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشَرَۃَ اَوْسُقٍ فَقَالَ لَھَا اَحْصِیْ مَا یَخْرُجُ

تعالیٰ علیہ وسلم نے دس وسق کا اندازہ لگایا اور اس عورت سے کہا اس سے جو نکلے

مِنْھَا فَلَمَّا اَتَیْنَا تَبُوْکَ قَالَ اَمَا اِنَّھَا سَتَھُبُّ اللَّیْلَۃَ رِیْحٌ شَدِیْدَۃٌ

اس کا حساب رکھنا ہم جب تبوک پہنچے تو فرمایا سنو آج رات میں سخت آندھی آئے گی

وَلَا یَقُوْمَنَّ اَحَدٌ وَّمَنْ کَانَ مَعَہٗ بَعِیْرٌ فَلْیَعْقِلْہُ فَعَقَلْنَاھَا وَھَبَّتْ

کوئی کھڑا نہ ہو اور جس کے پاس اونٹ ہو وہ اس کی عقال باندھ دے۔ ہم نے باندھ دیا

رِیْحٌ شَدِیْدَۃٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَاَلْقَتْہُ بِجَبَلِ طَیِّئٍ ۔ وَاَھْدٰی مَلِکُ

اور سخت آندھی آئی اور ایک شخص کھڑا ہوگیا تو اسے طے کے پہاڑوں میں پھینک دیا۔

کرتے ہو کہ اپنے بھائی کا مال باطل طریقے پر کھاؤ۔ ممانعت کا صریح مفاد یہ ہے کہ پہلے اجازت تھی پھر ممانعت ہوگئی۔ یہ دلیل نسخ ہے۔ اور نسخ پر عمل ناجائز۔ اسی لئے علامہ عینی نے اسے مکروہ بتایا۔ اور یہی امام طحاوی[1] نے بھی فرمایا۔

**تنقیح مسئلہ** یہ ہے کہ جو لوگ خرص کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ حکومت کے مقرر کردہ خارص نے جو مقدار بتادی اسی کے مطابق عشر وصول کرنا لازم ہے۔ اور ہمارے یہاں ایسا کرنا منع ہے۔ اس کی مؤید اور بھی حدیثیں ہیں۔ سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم تخمینہ لگالو تو اسی کے مطابق لو اور ایک تہائی چھوڑ دو۔ اور اگر ایک تہائی نہ چھوڑ سکو تو چوتھائی چھوڑ دو[2] اگر تخمینے کے مطابق لینا واجب ہوتا تو تہائی چوتھائی چھوڑنے کا کیا مطلب۔ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیبر تخمینہ لگانے کے لئے اس لئے بھیجتے تھے کہ یہودی بددیانت قوم ہے اس لئے خاص ان کے لئے بطور احتیاط بھیجتے تھے۔ اور بخاری کی حدیث زیر بحث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ عمل دائمی اور وجوبی تھا۔ اس کا احتمال ہے کہ یہ وقتی رہا ہو۔ پھر یہاں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اندازہ لگایا تھا جس میں غلطی کا احتمال ہی نہیں۔ جیسا کہ واقع ہوا۔ دوسروں کے تخمینے میں یہ بات کہاں یہ حکم اجماعی مسلمے کے خلاف ہے۔ عشر اسی میں واجب ہے جو پیداوار ہو۔ پیداوار سے مراد ایسی پیداوار جو قابل انتفاع ہو۔ پھلوں کے ظاہر ہونے کے بعد تجربہ شاہد ہے کہ کتنے پھل ضائع ہو جاتے ہیں پھر موسم کے

[1] شرح معانی الآثار اول زکوٰۃ باب الخرص ص ۳۶۶۔ [2] ایضاً صفحہ ۳۶۷

اَیْلَۃَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَغْلَۃً بَیْضَاءَ وَکَسَاہُ بُرْدًا۔

اور ایلہ کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں سفید خچر نذر کی اور حضور

وَکَتَبَ لَہٗ بِبَحْرِھِمْ۔ فَلَمَّا اَتٰی وَادِی الْقُرٰی قَالَ لِلْمَرْاَۃِ کَمْ جَاءَتْ

نے اسے چادر عطا فرمائی اور ان کے لئے انکا سمندر لکھدیا پھر جب وادی القری واپس

حَدِیْقَتُکِ قَالَتْ عَشَرَۃُ اَوْسُقٍ خَرْصَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

تشریف لائے تو اس عورت سے پوچھا تیرے باغ میں کتنی کھجوریں آئیں تو اس نے بتایا

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ مُتَعَجِّلٌ

کہ دس وسق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اندازے کے مطابق اب نبی صلی اللہ

اِلَی الْمَدِیْنَۃِ فَمَنْ اَرَادَ مِنْکُمْ اَنْ یَّتَعَجَّلَ مَعِیَ فَلْیَتَعَجَّلْ فَلَمَّا

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں مدینہ جلد پہنچنا چاہتا ہوں تم میں سے جو میرے ساتھ جلد مدینہ پہنچنا چاہے

(قَالَ ابْنُ بَکَّارٍ کَلِمَۃً مَعْنَاہُ) اَشْرَفَ عَلَی الْمَدِیْنَۃِ قَالَ ھٰذِہٖ طَابَۃُ

تو تیز چلے۔ جب مدینہ نظر آنے لگا تو فرمایا یہ طابہ ہے

بدلنے سے اس کی مقدار میں کافی فرق ہو جاتا ہے۔ اندازہ لگایا کہ دس من کھجوریں اتریں گی۔ مگر موسم ناموافق ہو گیا تو کم آسکتی ہیں۔ سازگار ہو گیا تو زیادہ بھی۔ پہلی صورت میں تخمینے کے مطابق لینے میں حق سے زیادہ لینا ہوا جو ناجائز اور دوسری صورت میں حق سے کم لیا یہ بھی حق اللہ میں خیانت۔

اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس اندیشے کی بنا پر کہ کاشتکار چوری نہ کریں۔ ان پر دھونس کے لئے تخمینہ لگوا لیا جائے تو کوئی حرج بھی نہیں۔ احناف مکروہ اسے کہتے ہیں کہ تخمینے کے مطابق ہی وصول کیا جائے۔

**ستھب**:۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیب دانی کی دلیل ہے۔ یہ اور اس قسم کی متعدد احادیث دلیل ہیں کہ سورۂ لقمان کی اخیر آیہ کریمہ وَعِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ۔ میں علم سے علم ذاتی قدیم واجب غیر متناہی بالفعل مراد ہے۔

**فلیعقلہ**:۔ مغازی امام ابن اسحٰق میں ہے۔ کہ یہ بھی فرمایا۔ کوئی باہر نکلے تو کسی کو ساتھ ضرور لے۔ بنی ساعدہ کے دو صاحب باہر نکلے۔ ایک صاحب قضاء حاجت کے لئے نکلے تو وہیں گلا گھٹ گیا دوسرے صاحب کا اونٹ بدک گیا۔ تو اس کے پیچھے نکلے تو آندھی نے اڑا کر انھیں اَجَا اور سلمیٰ بنی طی کے دونوں پہاڑوں کے درمیان ڈال دیا۔ جن کا گلا گھٹ گیا تھا انھیں خدمت اقدس میں لوگ لائے ان کو شفا حاصل ہو گئی اور دوسرے صاحب جب حضور تبوک سے واپس ہوئے تو مدینہ طیبہ لوٹے۔

فَلَمَّا رَأٰی اُحُدًا قَالَ هٰذَا جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِخَیْرِ

اور جب احد کو دیکھا تو فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں

دُوْرِ الْاَنْصَارِ قَالُوْا بَلٰی قَالَ دُوْرُ بَنِی النَّجَّارِ ثُمَّ دُوْرُ بَنِیْ عَبْدِ

کیا تمہیں میں انصار کے سب سے بہتر گھر کو نہ بتادوں لوگوں نے عرض کیا ضرور بتائیے تو فرمایا بنی نجار

الْاَشْهَلِ ثُمَّ دُوْرُ بَنِیْ سَاعِدَةَ اَوْ دُوْرُ بَنِی الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ

کے گھر ہیں پھر بنی عبد الاشہل کے پھر بنی ساعدہ کے یا بنی حارث بن خزرج کے گھر اور

وَفِیْ کُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ یَعْنِیْ خَیْرًا - قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ کُلُّ بُسْتَانٍ

انصار کے ہر گھر میں خیر ہے ابو عبد اللہ امام بخاری نے کہا جس باغ

عَلَیْهِ حَائِطٌ فَهُوَ حَدِیْقَةٌ وَمَا لَمْ یَکُنْ عَلَیْهِ حَائِطٌ لَا یُقَالُ حَدِیْقَةٌ

کے ارد گرد دیوار ہو وہ حدیقہ ہے، اور دیوار نہ ہو تو اسے حدیقہ نہیں کہیں گے۔

وَقَالَ سُلَیْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِیْ عَمْرٌو ثُمَّ دَارُ بَنِی الْحَارِثِ بْنِ

اور سلیمان بن بلال نے کہا مجھ سے عمرو نے حدیث بیان کی کہ فرمایا ۔ پھر بنی حارث بن

**ملك ایلہ** ایلہ مکہ معظمہ اور مصر کے درمیان نصف مسافت پر ایک شہر ہے جو سمندر کے کنارے ہے قرآن کریم میں جو مذکور ہے وَاسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ کَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اس سے یہی ایلہ مراد ہے۔ اس وقت اس کا بادشاہ یوحنا تھا۔ اس نے خدمت اقدس میں سفید خچر پیش کیا جس کا نام دُلدُل تھا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے چادر عطا فرمائی۔ اور اس کا ملک اسکے لئے برقرار رکھا۔ چونکہ اس کا ملک سمندر کے کنارے تھا اس لئے بجرھم سے تعبیر فرمایا۔

**هذا جبل یحبنا** یہ اپنے اصلی معنی پر ہے۔ ہر مخلوق میں یک گونہ حیات ہے اور شعور بھی ہے اور اسی کی بدولت وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اللہ عزوجل کو جانتی اور مانتی ہے۔ یہ قرآن مجید کی نص سے ثابت ہے۔ ارشاد ہے۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا (پ۲۲) ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر امانت پیش کی تو ان سب نے اسکے اٹھانے سے انکار کر دیا اور ڈر گئے۔

اگر پہاڑوں میں حیات و شعور ادراک نہیں تو پھر امانت کے تحمل سے انکار اور ڈرنے کا سبب کیا تھا انھیں کیا پتہ چلتا کہ یہ امانت کیا چیز ہے۔

مشہور حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر فاروق اعظم عثمان غنی احد پر

اَلْخَزْرَجِ ثُمَّ بَنِي سَاعِدَةَ - وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيْدٍ

خزرج کے گھر پھر بنی ساعدہ کے اور سلیمان بن بلال نے کہا سعد بن سعید عمارہ

عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ عَبَّاسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

بن غزیہ سے وہ عباس بن ابو حمید ساعدی سے وہ اپنے باپ سے وہ نبی صلی اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُحُدٌ جَبَلٌ يُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ ؏ه

تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اُحد ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

۲۷۱ وَلَمْ يَرَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فِي الْعَسَلِ شَيْئًا

ت اور عمر بن عبد العزیز شہد میں کچھ واجب نہیں جانتے تھے۔

چڑھے۔ وہ ہلنے لگا۔ فرمایا۔ ساکن ہو جا۔ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ یہ بھی اسکی دلیل ہے کہ اُحد میں حیات ہے شعور و ادراک ہے، اور محبت کا جذبہ بھی ہے۔

اسلئے اس میں کوئی قباحت نہیں کہ یہاں حقیقی معنی مراد ہو یعنی اُحد پہاڑ واقعی ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ سے احد کے محبت کرنے کی وجہ ظاہر ہے مگر اُحد سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیوں محبت کرتے تھے۔ یہ سربستہ راز ہے۔ بظاہر اسلئے بھی ہو سکتا ہے کہ یوم احد اسی پر چڑھ کر دشمن کو بے قابو فرمایا تھا۔ اور اسی کے دامن میں ان وفا شعاروں کے مزارات ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو اسلام پر قربان کر دیا مگر محبوب خدا پر آنچ نہیں آنے دی۔

یہ حدیث جو بطریق وہیب مروی ہے۔ اس میں یہ شک ہے کہ عبد اللہ شہل کے بعد دو بنی ساعدہ کہا تھا کہ بنی الحارث بن الخزرج۔ مگر جو بطریق سلیمان بن بلال ہے۔ اس میں بلا شک پہلے۔ دور بنی الحارث بن الخزرج ہے۔ اور اخیر میں۔ دور بنی ساعدہ ہے اور یہی کتاب المناقب کی روایت میں بھی ہے وہاں یہ زائد ہے۔ ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ اس کے بعد ہم حضرت سعد بن عبادہ سے ملے تو ان سے ابو اسید نے کہا کہ اللہ کے نبی نے انصار کے گھروں کو ایک کو دوسرے سے بہتر بتایا اور ہمیں آخر میں کر دیا۔ یہ سنکر سعد نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔ اور عرض کیا۔ انصار کے گھروں کو ایک دوسرے سے بہتر بتایا گیا اور ہمیں آخر میں کر دیا گیا۔ تو ارشاد فرمایا۔ کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تم بہترین گھروں میں سے ہو۔

**تشریحات** یہاں باب یہ ہے۔ عشر ان چیزوں میں ہے جو بارش اور نہر جاری سے سینچی جائیں۔ اور شہد کسی بھی پانی سے سینچا نہیں جاتا۔ باب سے مناسبت یہ ہے۔ کہ باب سے سمجھ میں آیا کہ جو چیزیں

ه الزکوٰۃ باب خرص التمر ص ۲۰۰ فضائل المدینۃ ص ۲۵۲ المناقب باب فضل دور الانصار ص ۵۳۵ ثانی مغازی باب غزوۃ تبوک ص ۶۳۵ مسلم فضائل ابو داؤد امارۃ۔ مسند امام احمد خامس ص ۴۲۴ -

۸۷۷ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُوْنُ اَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ

سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ جسے بارش اور چشمے سینچیں یا وہ نمناک ہو تو ان میں عشر

وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ ؏

ہے۔ اور جو پانی چھڑک کر پہنچی جائے اس میں نصف عشر ہے۔ بیسواں حصہ۔

ان دونوں پانیوں سے سینچی نہ جائیں ان میں عشر نہیں۔ شہد بھی اسی میں داخل ہے۔ چونکہ شہد میں عشر کا وجوب اور عدم وجوب مختلف فیہ ہے۔ اور غالباً امام بخاری کا مسلک ہے کہ اسمیں عشر نہیں۔ اس لئے اسکو ذکر فرمایا بقیہ چیزوں میں عشر نہ ہونا متفق علیہ ہے۔ اس لئے اس سے تعرض نہ فرمایا۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک شہد میں عشر ہے۔ خواہ تھوڑی ہو خواہ زیادہ۔ عشری زمین میں پیدا ہو یا خراجی یا ایسی زمین میں جو نہ عشری ہو نہ خراجی۔ ہماری تائید میں بکثرت احادیث ہیں جو عمدۃ القاری اور فتح القدیر وغیرہ میں مذکور ہیں۔

**عبرت** خود امام بخاری اور ان کے مقلدین، زمانۂ حال کے غیر مقلدین، احناف کو طعنہ دیتے ہیں کہ یہ لوگ حدیث چھوڑ کر اقوال رجال کو مذہب بنائے ہوئے ہیں۔ منصف حضرات ملاحظہ فرمائیں کہ بہت سے مسائل کی طرح یہاں بھی حدیث صحیح کے خلاف ایک تابعی کے قول کو امام بخاری مذہب بنائے ہوئے ہیں۔

**تشریحات ۸۷۷** یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ زمین کی پیداوار تھوڑی ہو یا زیادہ اس میں عشر ہے۔ عشر واجب ہونے کے لئے نصاب شرط نہیں اس لئے کہ اسمیں کلما عام ہے جو قلیل و کثیر سب کو شامل ہے۔

**امام بخاری کی تنقید** ہمارے اس استدلال پر امام بخاری نے یہ تنقید کی ہے کہ اگرچہ یہ حدیث عام ہے مگر حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں۔ اس کی مخصص ہے۔ اس لئے کہ یہ ثقہ کی زیادتی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔

**جواب** علامہ بدرالدین محمود عینی نے یہ جواب دیا۔ کہ عام سے کسی خاص کی تخصیص اس وقت ہوتی ہے جبکہ یہ معلوم ہو کہ خاص بعد میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ورنہ نہیں۔ مثلاً زید نے اپنے غلام سے کہا۔ فلاں کو جتنا چاہو دیدو۔ پھر حکم دیا کہ دس روپئے دینا۔ تو اب غلام کو دس سے زیادہ دینا جائز نہیں۔ اور اگر پہلے کہا تھا کہ دس دیدو پھر کہا جو جی چاہے دیدو تو اس سے زیادہ دینا جائز ہے۔ اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ پہلے کون سا جملہ کہا تھا اور بعد میں کون تو توقف لازم اور زید سے دوبارہ پوچھنا لازم۔ شرائع میں شارع سے دریافت اب ممکن نہیں

ع۸ الزکوٰۃ باب العشر فیما یسقی بماء السماء ص ۲۰۱ ابوداود، ترمذی، نسائی ابن ماجہ زکوٰۃ۔

۸۷۸ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

**حدیث** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کھجور اترنے کے وقت رسول اللہ

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُؤْتٰی بِالتَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ فَیَجِیْئُ هٰذَا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوریں لائی جاتیں یہ اپنی کھجوریں لاتا اور یہ اپنی

بِتَمْرِهٖ وَهٰذَا مِنْ تَمْرِهٖ حَتّٰی یَصِیْرَ عِنْدَهٗ كَوْمًا مِّنْ تَمْرٍ فَجَعَلَ الْحَسَنُ

یہاں تک کہ بارگاہ اقدس میں کھجوروں کا ڈھیر لگ جاتا (ایک بار) حسن و حسین

وَالْحُسَیْنُ یَلْعَبَانِ بِذٰلِكَ التَّمْرِ فَاَخَذَ اَحَدُهُمَا تَمْرَةً فَجَعَلَهٗ فِیْ فِیْهِ

ان کھجوروں سے کھیلنے لگے ان میں سے ایک صاحب نے ایک کھجور لی اور اپنے منہ میں

فَنَظَرَ اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْرَجَهَا مِنْ

کرلی اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھ لیا تو اس کھجور کو انکے منہ سے نکالا اور

فِیْهِ فَقَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ اٰلَ مُحَمَّدٍ لَا یَاْكُلُوْنَ الصَّدَقَةَ ؕ

فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ آل محمد صدقہ نہیں کھاتے۔

اس لئے دوسری دلیل کی طرف رجوع لازم اور دوسری دلیل اول کی مؤید۔ اس لئے ہم نے اول کو اختیار کیا۔ باب عبادت میں یہی مناسب ہے۔ کہ اسی میں احتیاط ہے۔ اس پر مفصل کلام گزر چکا ہے۔

**تشریحات** ۸۷۸ اس حدیث کا اخیر جز اسی کتاب الزکوۃ باب ما یذکر فی الصدقۃ للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کتاب الجہاد میں بھی ہے۔ یہاں ابہام ہے یہ مذکور نہیں کہ ان دونوں صاحبوں میں سے کس نے کھجور منہ میں ڈالی تھی۔ مگر ان دونوں جگہوں میں تصریح ہے کہ یہ سبط اکبر سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ان دونوں جگہوں میں یہ زائد ہے۔ كِخْ كِخْ۔ اس میں چھ لغات ہیں۔ کاف کو فتحہ اور کسرہ خاء ساکن اور مکسور بلا تنوین اور با تنوین۔ یہ وہ کلمہ ہے جو بچوں کو نامناسب باتوں سے روکنے کے لئے بولتے ہیں۔ جیسے اردو میں کسی گندی چیز یا مضر چیز کے کھانے پر، تھو تھو، کہتے ہیں یا عام غلط حرکتوں پر، ہاں ہاں، کہتے ہیں۔ بعض روایتوں میں[1] ہے۔ ان کے منہ میں انگلی ڈال کر یہ کھجور نکال کر پھینک دی۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔ کہ زکوۃ اور اس کے مثل تمام صدقات واجبہ جیسے صدقۂ فطر کفارات، نذور، آل رسول کو لینا جائز نہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بہتر یہی ہے کہ زکوۃ سلطان یا اسکے

---

عہ الزکوۃ باب اخذ صدقۃ التمر عند صرام النخل ص ۲۰۱ باب ما یذکر فی الصدقۃ للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۰۲ الجہاد باب من تکلم بالفارسیۃ ص ۴۳۲ مسلم الجہاد۔ نسائی میر

[1] شرح معانی الآثار اول۔ الزکوۃ ص ۱۲۱۔ باب الصدقۃ علی بنی ھاشم ص ۲۵۲

۸۷۹ حدیث سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یَقُوْلُ نَھَی النَّبِیُّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعِ الثَّمَرِ حَتّٰی یَبْدُوَ صَلَاحُھَا

وسلم نے اس وقت تک کھجور کے بیچنے سے منع فرمایا جب تک اس کی صلاح نہ ظاہر ہو

وَکَانَ اِذَا سُئِلَ عَنْ صَلَاحِھَا قَالَ حَتّٰی تَذْھَبَ عَاھَتُہٗ [عہ]

جائے اور جب صلاح کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے کہ اسکے تباہ ہونے کا اندیشہ نہ رہے۔

۸۸۰ حدیث عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ نَھَی النَّبِیُّ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعِ الثِّمَارِ حَتّٰی یَبْدُوَ صَلَاحُھَا

وسلم نے اس وقت تک پھلوں کے بیچنے سے منع فرمایا جبتک اس کی صلاح ظاہر نہ ہو جائے۔

۸۸۱ حدیث عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

نائب کے یہاں لاکر جمع کردی جائے اور وہ مستحقین پر تقسیم کرے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ پھلوں کی زکوۃ اسوقت لیجائے جب پھل درخت سے اُتر جائیں۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ بچے اگرچہ غیر مکلف ہیں مگر انھیں بھی ممنوعات کے ارتکاب سے روکا جائے اور یہ بھی بتادیا جائے کہ یہ چیز کیوں ممنوع ہے۔

۸۷۹ تشریحات صلاحھا۔ صلاح کے معنی لائق ہونا۔ درست ہونا۔ فساد کا زائل ہونا یہاں اخیر معنی مراد ہے جیسا کہ خود حضرت ابن عمر کی حدیث کے اخیر میں اس کی تفسیر ہے کہ اس کے تباہ و برباد ہونے کا اندیشہ نہ رہے۔ عرب میں عام طور پر دو ہی پھل پائے جاتے تھے۔ کھجور اور انگور۔ ان دونوں میں یہ بات اس وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ وہ سرخ ہو جائیں۔ اسی لئے حضرت انس کی حدیث میں حتی یبدو صلاحھا کے بجائے حتی تزھی متعارف ہے۔ دوسرے پھلوں میں سرخ یا رنگین ہونا اس کی حد نہیں۔ بعض پھل پکنے کے بعد بھی ہرے ہی رہتے ہیں۔ یبدو صلاحھا سے مراد یہ ہے کہ کھانے کے لائق ہو جائیں۔

توضیح باب یہاں باب کا عنوان ہے۔ جس نے اپنے پھلوں یا کھجوروں کے درخت یا کھیتی کو اس وقت بیچا جب اسمیں عشر یا صدقہ واجب ہو چکا تھا۔ اور زکوۃ کسی اور چیز سے ادا کی۔ یا اپنے پھلوں

عہ زکوۃ باب من باع ثمارہ او نخلہ الی آخرہ ص ۱۹۷۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى تُزْهِيَ قَالَ حَتّٰى تَحْمَارَّ

تعالیٰ علیہ وسلم نے جبتک رنگین نہ ہو جائیں پھلوں کے بیچنے سے منع فرمایا زہیؓ جبتک سرخ نہ ہو جائیں۔

۸۸۲ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ

**حدیث** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث بیان کرتے تھے کہ عمر بن

اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ تَصَدَّقَ بِفَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَوَجَدَهٗ يُبَاعُ

خطاب نے ایک گھوڑے کو اللہ کے راستے میں صدقہ کر دیا پھر اسے اس حال میں

فَاَرَادَ اَنْ يَّشْتَرِيَهٗ ثُمَّ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاْمَرَهٗ

پایا کہ بیچا جائے تو انھوں نے خریدنے کا ارادہ کر لیا پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

کو ایسے وقت بیچا کہ ابھی اس میں صدقہ واجب نہیں ہوا تھا۔ اس قول میں نخل سے مراد کھجور کے وہ درخت ہیں جن پر کھجوریں ہوں اسی طرح زمین سے مراد وہ زمین ہے جسمیں کھیتی ہو۔ اس لئے کہ صرف زمین پر اور درخت پر بالاجماع زکوٰۃ واجب نہیں۔

اس باب میں صرف سوال ہے اور جواب محذوف ہے۔ جو۔ جائز۔ ہے۔ یعنی یہ جائز ہے اس پر قرینہ امام بخاری کا استدلال ہے۔ یہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تعریض ہے۔ ان کا مذہب یہ ہے کہ پھلوں کے قابل انتفاع ہونے کے بعد زکوٰۃ ادا کئے بغیر پھلوں کی بیع جائز نہیں۔

**امام بخاری کا استدلال** امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھلوں کے بیچنے کی ممانعت کی غایت قابل انتفاع ہونے کو قرار دیا ہے تو اس سے ظاہر کہ قابل انتفاع ہونے کے بعد بیچنا مطلقاً جائز ہے۔ خواہ اس کی زکوٰۃ دی گئی ہو خواہ نہ دی گئی ہو۔ اس میں زکوٰۃ واجب ہو خواہ نہ واجب ہو۔ امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اباحت کے خلاف حکم دیا۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ جب پھل میں زکوٰۃ واجب ہو گئی تو کل پیداوار بائع کی ملک نہ رہی اس میں مساکین کا حق ثابت ہو گیا۔ تو بیچنے کا مطلب یہ ہوا کہ بائع نے اس چیز کو بھی بیچا جو اس کی ملک نہیں۔

**ہمارا مذہب** احناف کا مذہب یہ ہے کہ بیع صحیح ہے اور مشتری کو اختیار ہے خواہ بیع نافذ کرے خواہ فسخ کر دے۔ عشر کل پیداوار سے لیا جائے گا، یہ دوسری بات ہے کہ محصل اس کے عوض اس کی قیمت میں دوسری چیز لیلے۔ اس طرح امام بخاری کا مذہب ہمارے مذہب کے مطابق ہے۔

فَقَالَ لَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ فَبِذٰلِكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَتْرُكُ اَنْ
خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا تو فرمایا اپنے صدقہ کو مت لوٹا اسی وجہ سے
يَّبْتَاعَ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهٖ اِلَّا جَعَلَهٗ صَدَقَةً عه
حضرت ابن عمر صدقہ کی ہوئی چیز خریدتے تو اسے دوبارہ پھر صدقہ کر دیتے۔

۸۸۳ حدیث عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُوْلُ حَمَلْتُ
اسلم نے کہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ فرماتے تھے میں نے
عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَضَاعَهُ الَّذِيْ كَانَ عِنْدَهٗ فَاَرَدْتُّ اَنْ
فی سبیل اللہ ایک شخص کو سواری کے لئے گھوڑا دیا اس نے اسے برباد کر ڈالا تو میں نے
اَشْتَرِيَهٗ وَظَنَنْتُ اَنْ يَّبِيْعَهٗ بِرُخْصٍ فَسَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
چاہا کہ اسے خرید لوں اور میرا گمان تھا کہ وہ سستا بیچ دیگا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

۸۸۳ تشریحات کتاب الھبۃ میں یوں ہے۔ فان العائد فی صدقتہ کالکلب یعود فی قیئہ — صدقہ واپس لینے والا کتے کے مثل ہے جو قے کر کے پھر کھاتا ہے۔ اور کتاب الجہاد میں صدقتہ کے بجائے ھبتہ ہے۔

فی سبیل اللہ | مراد یہ ہے کہ کسی کو دیا کہ وہ اس پر کسی کار خیر کے لئے سفر کرے۔ مثلاً حج کرے یا جہاد کرے۔

فاضاعہ | اس سے مراد یہ ہے کہ اسے پیٹ بھر چارہ نہ دیا اور اس کی خدمت نہیں کی۔ جس کی وجہ سے وہ کمزور ہوگیا۔ سواری کے لائق نہ رہا۔

فوجدہ یباع | اس کا ترجمہ عام مترجمین نے یہ کیا ہے۔ تو دیکھا کہ وہ بیچا جا رہا ہے۔ مگر یہ ترجمہ حضرت اسلم والی حدیث کے معارض ہے۔ اس لئے میں نے یہ ترجمہ کیا۔ اسے اس حال میں پایا کہ بیچا جائے۔ یعنی جسے دیا تھا وہ اسے پیٹ بھر چارہ بھی نہیں دے سکتا تھا۔ اس لئے وہ اسے بیچنا چاہتا تھا۔

لا تعد فی صدقتک | صدقہ کا لوٹانا تو یہ ہے کہ بعینہ وہی چیز بلا عوض واپس لی جائے اور یہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیمت دیکر واپس لینا چاہتے تھے۔ یہ حقیقت میں لوٹانا نہ ہوا۔ مگر جیسا کہ حضرت اسلم والی حدیث میں تصریح ہے۔ کہ خود حضرت عمر کا اندازہ تھا کہ وہ بہت کم قیمت پر بیچ دیگا تو یہ حکم میں لوٹانے کے ہوگیا۔ اس لئے منع ہے۔ اور یہ ممانعت کراہت کی حد تک ہے۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ صدقہ کرنیوالے کو کم قیمت پر دیگا تو حقیقتہً بعض صدقہ کا لوٹانا پایا گیا۔

عہ الزکوۃ باب ھل یشتری صدقتہ ص ۲۰۱ باب العائد والحملان فی سبیل اللہ ص ۴۱۷ الجہاد باب اذا حمل فرسا فراٰھا تباع ص ۴۲۱، نسائی زکوٰۃ —

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِهِ وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ وَإِنْ أَعْطَاكَهُ
وسلم سے سوال کیا۔ تو فرمایا اسے مت خرید اور اپنا صدقہ مت لوٹا۔ اگرچہ وہ
بِدِرْهَمٍ فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ ۵۵
تجھے ایک درہم میں دے۔ کیونکہ صدقہ لوٹانیوالا ایسا ہے جیسے قے لوٹانیوالا۔

۸۸۴ حدیث عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَجَدَ النَّبِيُّ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةً مَيِّتَةً أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُونَةَ
وسلم نے ایک مردہ بکری دیکھی جو صدقہ سے ام المومنین حضرت میمونہ کی باندی

صدقہ پر جب فقیر قبضہ کرلے تو صدقہ دینے والے کو لوٹانے کا حق نہیں رہتا۔ مگر ہبہ میں جب موانع رجوع نہ پائے جائیں تو لوٹا سکتا ہے۔ اگرچہ مکروہ ہے۔ موانع رجوع چھ چیزیں ہیں۔ زیادۃ متصلہ۔ جیسے زمین ہبہ کی تھی اس میں مکان بنالیا۔ درخت بو دیا۔ واہب یا موہوب لہ دونوں یا کسی ایک کی موت۔ ہبہ کا عوض لے چکا ہو۔ شی موہوب موہوب لہٗ کی ملک سے نکل گئی ہو۔ ہبہ کے وقت عاقدین میں رشتہ زوجیت قائم تھا اگرچہ بعد میں ختم ہوگیا ہو۔ عاقدین میں نسبی قرابت ہو۔ یعنی ایک دوسرے کے ذو رحم محرم ہوں۔

**تشریحات** ۸۸۴ توضیح باب۔ یہاں باب یہ ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج کے موالی کو صدقہ دینا۔ حسب عادت امام بخاری نے حکم بیان نہیں فرمایا۔ مگر اس کے ضمن میں جو حدیثیں لائے ہیں۔ ان سے یہی ظاہر ہے کہ جائز ہے۔ اس لئے کہ پہلی حدیث میں ہے کہ۔ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آزاد کردہ باندی کو صدقے کی بکری اور دوسری حدیث میں ہے کہ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باندی حضرت بریرہ کو صدقے کا گوشت دیا گیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ یہ دلیل جواز ہے۔

مگر ان دونوں احادیث میں اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ صدقہ، صدقہ نافلہ رہا ہوگا۔ بناءً علیہ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ ازواج مطہرات اور ان کے موالی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں۔ ابن قدامہ نے ذکر کیا ہے۔ کہ خلال نے بطریق ابن ابی ملیکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا۔ انا آل محمد لا تحل لنا الصدقۃ۔ ہم آل محمد ہیں، ہمیں صدقہ حلال نہیں۔ ابن ابی شیبہ نے انھیں کے طریقے سے روایت کیا کہ خالد بن سعید بن العاص نے ام المومنین حضرت

۵۵ الزکوٰۃ باب ھل یشتری صدقتہ ص ۲۰۱ الھبۃ باب لا یحل لاحد ان یرجع فی صدقتہ وھبتہ ص ۳۵۷ الجہاد باب اذا حمل رجلا علی فرس فھو کالعمریٰ ص ۴۵۹ باب العمائل والحملان فی سبیل اللہ ص ۴۱۷ باب اذا حمل فرسا فرأھا تباع ص ۴۲۱ مسلم فرائض نسائی زکوٰۃ۔ ابن ماجہ احکام۔

مِنَ الصَّدَقَةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا انْتَفَعْتُمْ

کو دی گئی تھی تو فرمایا اس کی کھال سے کیوں نہ نفع حاصل کیا لوگوں

بِجِلْدِهَا قَالُوْا اِنَّهَا مَيْتَةٌ قَالَ اِنَّمَا حُرِّمَ اَكْلُهَا ؏

نے عرض کیا یہ مردار ہے فرمایا اس کا صرف کھانا حرام ہے۔

عائشہ کی خدمت میں صدقہ میں سے کچھ بھیجا تو فرمایا۔ ہم آل محمد ہیں ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں[1]۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ جسے صدقہ لینا جائز نہیں اس کے موالی کے لئے بھی جائز نہیں۔ اہلسنت کے اصول کے یہی مطابق بھی ہے۔ اس لئے کہ ازواج مطہرات اہل بیت اور آل نبی بلاشبہہ ہیں۔ اور نص صریح ہے۔ کہ ارشاد فرمایا انا لا تحل لنا الصدقة وان موالی القوم منهم۔ ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں اور ہر قوم کے موالی انھیں میں سے ہیں۔ اب ضرور ہوا کہ ان دونوں حدیثوں میں صدقہ کو صدقہ نافلہ پر محمول کیا جائے

**انتفعتم بجلدها** اس کی کھال سے نفع کیوں نہیں اٹھایا۔ اس میں قبل دباغت کی قید نہیں اس لئے اس کے عموم سے اور اس حدیث کے اخیر جملے انما حرم اکلها سے دلیل لاتے ہوئے کچھ لوگوں نے فرمایا کہ مردار کی کھال سے دباغت کے بغیر بھی انتفاع جائز ہے۔ جیسا کہ امام ابن شہاب امام لیث بن سعد کا قول مشہور یہی ہے۔ مگر ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے۔ کہ دباغت کے بغیر کسی قسم کا انتفاع جائز نہیں حتی کہ بیچنا بھی۔ یہی امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی مذہب ہے۔ ہماری دلیل یہ حدیث[2] ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ایک بکری گھسیٹتے لئے جا رہے ہیں تو فرمایا، اگر اس کی کھال لے لیتے تو اچھا ہوتا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یہ مردہ ہے۔ فرمایا، اس کو پانی اور سلم کے پتے پاک کر دیں گے۔ اس زمانے کا دستور تھا کہ سلم کے پتے پانی میں ڈال کر کچی کھال پکاتے تھے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبل دباغت ناپاک ہے۔ اور ناپاک سے انتفاع بالاتفاق حرام اور بعد دباغت پاک اور اس سے انتفاع جائز۔ اور یہی توجیہ ان احادیث کی بھی ہے جن میں مردار کی کھال یا پٹھے یا کسی چیز سے نفع حاصل کرنے کو منع فرمایا ہے۔

امام مسلم[3] نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا دبغ الاهاب فقد طهر۔ جب کچی کھال کی دباغت کر لی جائے تو وہ پاک ہو گئی۔ اور ایک حدیث مرفوع میں[4] ہے۔

---

ع۵ الزکوٰۃ باب الصدقة علی موالی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۰۲ البیوع باب جلود المیتة قبل ان تدبغ ص ۲۹۶ ثانی الذبائح باب جلود المیتة ص ۸۳۰ مسلم الطہارۃ۔ ابوداؤد اللباس نسائی ذبائح [1] عمدۃ القاری تاسع ص ۸۷ [2] نسائی ثانی الفرع باب جلود المیتة ص ۹۰ ابوداؤد ثانی اللباس باب اهب المیتة ص ۲۱۳ [3] مسلم اول حیض باب طهور جلود المیتة بالدباغ ص ۱۵۹ ابوداؤد ثانی اللباس باب فی اهب المیتة ص ۲۱۳ [4] عمدۃ القاری تاسع ص ۸۸

۸۸۵ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ وَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى

**حدیث** ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَقُلْتُ هٰذَا مَا تُصُدِّقَ بِهِ عَلٰى

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا تو میں نے عرض کیا یہ بریرہ

بَرِيْرَةَ فَقَالَ هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ ۸۸۵

پر صدقہ کیا ہوا ہے۔ تو فرمایا اسکے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ۔

استمتعوا بجلود الميتة اذا دبغت تراب کان اورماد اوملحا وما کان بعد ان یزید صلاحه۔

مردار کی کھال سے نفع حاصل کرو جبکہ اسکی دباغت ہو جائے۔ مٹی سے ہو یا راکھ سے یا نمک سے یا کسی چیز سے بھی ہو جو اسکی اصلاح زیادہ کرے۔

یہ سب احادیث اس کی دلیل ہیں کہ قبل دباغت مردار کی کھال ناپاک ہے۔ اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔ اور دباغت کے بعد وہ پاک ہے اس سے انتفاع جائز ہے۔ اخیر کی حدیث سے معلوم ہوا کہ دباغت کے لئے پکانا لازم نہیں۔ کسی طرح اس کی خلقی رطوبت دور کر دی جائے۔ دباغت ہو گئی۔ مثلاً دھوپ میں سکھا دیا۔

ان احادیث سے ان حضرات کا بھی قول باطل ہو گیا جو بعد دباغت بھی مردار کی کھال سے نفع حاصل کرنے کو ناجائز کہتے ہیں۔

ہمارے یہاں انسان اور سانپ اور خنزیر کے علاوہ ہر جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ انسان کی کھال اس وجہ سے کہ انسان مکرم و محترم ہے اگر دباغت سے اس کی کھال کو قابل انتفاع ہونے کا فتویٰ دیدیا جائے تو انسان کا ناموس خطرے میں پڑ جائے گا۔ سانپ کی کھال اتنی سخت ہوتی ہے کہ وہ دباغت قبول ہی نہیں کرتی اور خنزیر نجس العین ہے۔ اس کی کھال کے پاک ہونے کا سوال ہی نہیں۔

**تشریحات** ۸۸۵ یہ ایک حدیث کا جز ہے۔ اس کا ابتدائی حصہ جلد ثانی صـ۴۴۴ پر گزر چکا ہے۔ کتاب الطلاق میں بالاختصار یہ حدیث یوں ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ بریرہ کی ذات سے تین سنتیں معلوم ہوئیں۔ پہلی یہ کہ وہ آزاد کی گئیں تو انھیں اپنے شوہر کے بارے میں اختیار دیا گیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وِلاء اس کے لئے ہے جس نے آزاد کیا۔

۸۸۵ الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی موالی ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۰۲ ھبہ باب قبول الھدیۃ ص ۳۵۰ ثانی الطلاق باب لایکون بیع الامۃ طلاقا ص ۷۹۵ باب ص ۷۹۶ اطعمہ باب الادم ص ۸۱۶ نسائی زکوٰۃ فرائض۔

۸۸۶ عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

**حدیث** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُوْتِیَ بِلَحْمٍ تُصُدِّقَ بِہٖ عَلٰی بَرِیْرَۃَ فَقَالَ ھُوَ عَلَیْھَا

وسلم کی خدمت میں صدقے کا گوشت پیش کیا گیا۔ جو بریرہ پر صدقہ کیا گیا تھا تو فرمایا

صَدَقَۃٌ وَّھُوَ لَنَا ھَدِیَّۃٌ ۸۸۶

وہ بریرہ پر صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اندر تشریف لائے۔ اور ہانڈی گوشت سے ابل رہی تھی تو حضور کی خدمت میں روٹی اور گھر کے سالنوں میں سے کوئی سالن پیش کیا گیا تو فرمایا کیا میں نے ہانڈی نہیں دیکھی ہے جسمیں گوشت ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ضرور لیکن یہ گوشت صدقہ کا ہے جو بریرہ کو دیا گیا ہے اور حضور صدقہ نہیں کھاتے۔ تو فرمایا، اس پر صدقہ ہے اور ہمارے لئے ھدیہ ہے۔

**تشریحات** ۸۸۶ حیلہ شرعیہ کی یہی اصل ہے۔ عند الضرورۃ زکوٰۃ فطرے اور دوسرے صدقات واجبہ کسی مستحق کو دے کر مالک بنا دیں اور وہ اس پر قبضہ بھی کرلے۔ پھر وہ کسی دینی کام کے لئے یا کسی بھی کار خیر کے لئے دیدے۔ آج دین کی بقا دینی مدارس کی وجہ سے اور دینی مدارس کی بقا زکوٰۃ اور فطرے کی رقوم سے ہے۔ مسلمان ایسا بے حس ہوگیا ہے کہ دینی مدارس کے لئے بمشکل عطیہ دیتا ہے۔ اس لئے علماء نے حیلہ کے بعد زکوٰۃ اور فطرے کی رقوم مدرسوں میں صرف کرنے کی اجازت دیدی۔ اگر یہ نہ ہو تو دینی مدارس بند ہو جائیں۔ اب کچھ علماء دشمن دین سے آزاد منش افراد نے زکوٰۃ و فطرے کی رقوم کو ہندی انگریزی حساب جغرافیہ اقلیدس دنیوی تعلیمات دینے والے اسکولوں میں بلکہ ہسپتالوں میں صرف کرنا شروع کر دیا ہے اس کی کسی طرح اجازت نہیں ہو سکتی۔ اولا حیلہ کی اجازت ضرورت شرعیہ کے وقت ہے اور اسکولوں ہسپتالوں میں صرف کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔ گورنمنٹ کے اسکول بکثرت قائم ہیں اور بوقت ضرورت قائم کرائے جا سکتے ہیں۔ ہسپتال بھی بہت ہیں، ڈاکٹروں کی کمی نہیں۔ اگر واقعی کوئی مریض مستحق زکوٰۃ ہے تو اسے نقد دیا جا سکتا ہے۔ ثانیاً زکوٰۃ اور فطرے کے مصارف کار خیر ہیں اور دینی مدارس بھی کار خیر ہیں بخلاف دنیوی مدارس کے کہ وہ محض دنیوی ہیں۔ دینی مدارس میں صرف کرنا زکوٰۃ و فطرے کے مصارف سے قریب تر ہے بخلاف دنیوی اسکولوں کے کہ اس میں اور زکوٰۃ کے مصارف میں کوئی لگاؤ نہیں۔

ظاہر یہی ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو صدقہ کا گوشت دیا گیا تھا وہ صدقہ نافلہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صدقہ نافلہ بھی نہیں تناول فرماتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۸۸۶ الزکوٰۃ باب اذا تحولت الصدقۃ ص ۲۰۲، الھبۃ باب قبول الھدیۃ ص ۳۵۰ مسلم۔ ابو داود۔ الزکوٰۃ نسائی الزکوٰۃ

۸۸۷ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ كَانَ

**حدیث** حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ

علیہ وسلم کی خدمت میں جب کوئی قوم اپنا صدقہ لے کر آتی تو فرماتے اے اللہ آل فلاں پر

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ فُلَانٍ فَاَتَاهُ اَبِیْ بِصَدَقَتِهٖ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی

رحمت نازل فرما۔ میرے والد اپنا صدقہ لیکر آئے تو فرمایا اے اللہ آل ابی اوفی پر رحمت نازل فرما۔

۸۸۸ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا لَیْسَ الْعَنْبَرُ بِرِكَازٍ هُوَ شَیْءٌ

**ت** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا عنبر رکاز نہیں یہ ایک چیز ہے

دَسَرَهُ الْبَحْرُ عه

جسے سمندر نے پھینکی ہے۔

قبل اسلام صدقہ لیکر آئے تو واپس فرمادیا۔ ظاہر ہے کہ ان پر زکوۃ فرض نہیں تھی۔ تو یہ صدقہ نافلہ ہی تھا۔

**صدقہ اور ہدیہ** جو چیز کسی محتاج کو صرف ثواب کی نیت سے دیجائے وہ صدقہ ہے اور جو چیز کسی کو رشتہ یا دوستی کی بنا پر دیجائے ہدیہ ہے علامہ عینی نے فرمایا فقیر کو جو کچھ دیا جائے صدقہ ہے اگرچہ ہدیہ کہکر دیا جائے، اور مالدار کو جو کچھ دیا جائے ہدیہ ہے اگرچہ صدقہ کہکر دیا جائے۔

**تشریحات** ۸۸۷ صَلِّ۔ الصلوٰۃ۔ کا امر ہے۔ خطابی نے کہا۔ کہ صلوٰۃ کے لغوی معنی دعا کے ہیں۔ اور یہی یہاں متعین ہے۔ لفظ صلوٰۃ ہی کی تخصیص نہیں کوئی بھی دعائے خیر کی جاسکتی ہے۔ مثلاً جزاک اللہ، آجرک اللہ، اللھم اغفرلہ وغیرہ وغیرہ۔ جیساکہ حدیث میں ہے کہ ایک صاحب نے بہت عمدہ اونٹنی زکوۃ میں دی تو یہ دعا کی۔ اے اللہ اس میں برکت دے اور اس کے اونٹوں میں بھی۔ اور یہ دعا مستحب ہے واجب نہیں۔ اسلئے خلفائے راشدین نے محصلین زکوۃ کو دعا کرنے کا حکم نہیں دیا اگر واجب ہوتی تو ضرور ہدایت فرماتے۔ بلکہ خود حضور نے بھی تلقین نہیں فرمائی۔ بنا بر علیہ آیہ کریمہ وَصَلِّ عَلَیْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ۔ اور انکے لئے دعا کر دبیشک تمھاری دعا انکے لئے اطمینان بخش ہے۔ میں صلّ امر وجوب کے لئے نہیں استحباب کے لئے ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ــــ مدنی سلمی صحابی ہیں۔ بیعت رضوان میں شریک ہوئے کوفے کے ساکنین صحابہ کرام میں سب کے بعد وفات پائی ۸۷ھ میں واصل بحق ہوئے۔ وصال کیوقت ستر سال کی عمر مبارک تھی۔ یہ ان صحابہ کرام میں سے ہیں جن کی زیارت سے سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ مشرف ہوئے۔ باپ بیٹے دونوں صحابی ہیں۔

عه الزکوۃ باب صلوۃ الامام ودعائہ لصاحب الصدقۃ ص ۲۰۳ ثانی المغازی غزوۃ الحدیبیہ ص ۵۹۹ الدعوات باب قول اللہ تعالیٰ وصل علیھم ص ۹۳۷ مسلم الزکوۃ ابوداؤد الزکوۃ نسائی الزکوۃ ابن ماجہ الزکوۃ عه الزکوۃ ما یستخرج من البحر ص ۲۰۳

۲۷۳ وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الْعَنْبَرِ وَاللُّؤْلُؤِ الْخُمُسُ ؏ه

116

اور امام حسن بصری نے فرمایا عنبر اور موتی میں خمس ہے۔

۸۸۸ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ سَاَلَ بَعْضَ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ

ہیں کہ فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے دوسرے سے ہزار دینار قرض

۲۷۲-۲۷۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر کو بیہقی نے اور امام عبدالرزاق نے مصنف میں

تشریحات موصولاً ذکر کیا ہے۔ اور امام حسن بصری کے اثر کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ذکر کیا ہے۔ سمندر سے جو کچھ نکلتا ہے جیسے موتی مونگا عنبر اس میں زکوٰۃ نہیں۔ یہی حضرت ابن عباس حضرت عمر بن عبدالعزیز، امام عطاء امام اعظم امام مالک امام شافعی وغیرہ کا مذہب ہے۔ اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت یہی ہے۔ امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ اس کے بعد والے ارشاد سے ظاہر ہے۔ اور یہی امام ابویوسف کا بھی مذہب ہے۔

۸۸۸ تکمیل۔ کتاب الکفالۃ میں یہ حدیث مفصل یوں ہے ــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تشریحات بنی اسرائیل کے ایک شخص کا تذکرہ کیا۔ کہ اس نے بنی اسرائیل کے کسی شخص سے ہزار دینار قرض مانگا اس نے کہا گواہوں کو لاؤ جنھیں گواہ بنا دوں تو اس نے کہا اللہ کافی گواہ ہے۔ پھر اس نے کہا کوئی کفیل (ضامن لاؤ) تو اس نے کہا۔ اللہ کافی کفیل ہے۔ تو اس نے کہا تو نے سچ کہا۔ اور اسے میعاد معین تک کے لئے دیدیا۔ وہ قرض لے کر سمندر میں چلا گیا۔ اور اپنی حاجت پوری کی اس کے بعد سواری (کشتی) تلاش کی جس پر سوار ہو کر جائے اور مقررہ میعاد پر ادا کرے۔ تو اس نے کوئی سواری نہیں پائی۔ تو ایک لکڑی لیا اسمیں سوراخ کیا اور اس سوراخ میں ہزار دینار اور ایک خط قرضخواہ کے نام رکھدیا۔ اور سوراخ کا منہ اچھی طرح بند کر کے وہ لکڑی سمندر کے پاس لایا۔ اور کہا۔ اے اللہ تو جانتا ہے میں نے فلاں سے ہزار دینار قرض مانگا تو اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہا اللہ کافی ضامن ہے وہ اس پر راضی ہوگیا پھر اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو میں نے کہا اللہ کافی گواہ ہے وہ اس پر راضی ہوگیا۔ (اور مجھے قرض دیدیا) میں نے کوشش کی کہ سواری مل جائے جس کے ذریعہ میں اس کا حق اسے پہنچا دوں تو نہیں ملی اور میں اسے تیرے سپرد کرتا ہوں اس کے بعد اسے سمندر میں پھینک دیا وہ سمندر کے اندر چلی گئی۔ اس کے بعد یہ شخص لوٹ آیا۔ اور اسی کوشش میں رہا، سواری تلاش کرتا رہا کہ اپنے وطن لوٹے۔ اب قرضخواہ نکلا یہ دیکھنے کیلئے

ه۵ الزکوٰۃ یستخرج من البحر ص ۲۰۳

اَنْ يُّسْلِفَهٗ اَلْفَ دِيْنَارٍ فَدَفَعَهَا اِلَيْهِ فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا

مانگا تو اس کو دیدیا وہ سمندر میں سفر کے ارادے سے نکلا مگر اس نے کوئی سواری نہیں پائی

فَاَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَاَدْخَلَ فِيْهَا اَلْفَ دِيْنَارٍ وَّصُرَّ بِهَا فِي الْبَحْرِ

تو ایک لکڑی لی اور اسمیں سوراخ کیا اسمیں ہزار دینار رکھا اور اس لکڑی کو سمندر میں پھینک

فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِيْ كَانَ اَسْلَفَهٗ فَاِذَا بِالْخَشَبَةِ فَاَخَذَهَا لِاَهْلِهٖ

دیا اتفاق کی بات کہ جس شخص نے قرض دیا تھا وہ نکلا اور لکڑی دیکھی تو اپنے اہل

حَطَبًا فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ ؏

کے ایندھن کے لئے لے لیا۔ جب اسے چیرا تو مال پایا۔

کہ شاید کوئی سواری اس کا مال لے کر آئی ہو۔ اتفاق کی بات کہ اس نے وہ لکڑی دیکھی جسمیں وہ مال تھا اس نے اسے لے لیا کہ اس کے اہل کے لئے ایندھن ہو جب اسے چیرا تو اس میں مال اور وہ خط پایا۔ پھر قرضدار آیا۔ اور ہزار دینار لایا اور کہا میں برابر کوشش کرتا رہا کہ سواری مل جائے تو تیرا مال تجھ تک پہنچا دوں مگر کوئی سواری نہیں ملی۔ جو لایا ہوں اسے قبول کرلے۔ قرضخواہ نے کہا۔ کیا تو نے میرے پاس کچھ بھیجا تھا۔ قرضدار نے کہا۔ کیا میں نے تجھے نہیں بتایا کہ تیرے پاس آنے سے پہلے میں نے کوئی سواری نہیں پائی۔ قرضخواہ نے کہا۔ بیشک اللہ نے مجھ تک پہنچا دیا جو تو نے لکڑی میں بھیجا تھا۔ یہ شخص ہزار دینار کے ساتھ خوشی خوشی واپس ہوا۔

**مطابقت باب** یہاں باب یہ ہے۔ سمندر سے جو چیز نکالی جائے۔ یعنی اس میں خمس ہے یا نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اسمیں خمس نہیں اور یہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سمندر سے نکالی گئی چیزوں میں خمس نہیں۔ لکڑی اگرچہ سمندر میں نہیں پیدا ہوئی مگر کنارے کے خودرو درخت کبھی گر کر سمندر میں آجاتے ہیں جو کسی کی ملک نہیں ہوتے ہیں وہ جو خوف سمندر میں پیدا ہونیوالی چیزوں کے حکم میں داخل ہیں۔ جو حکم ان چیزوں کا ہے وہی ان درختوں کا بھی ہے۔

حسن نیت، ایفاء وعدہ توکل علی اللہ کے اچھے ثمرات دنیا میں بھی ملتے ہیں۔ اس کی یہ حدیث بہترین مثال ہے۔ اللہ عزوجل اپنے اوپر بھروسہ کرنے والوں کی جان و مال کو ضائع نہیں فرماتا۔

**بالالف دینار** :۔ کتاب الکفالۃ کی حدیث کے آخر میں ہے۔ انصرف بالالف دینار راشدا۔ ہزار دینار کے ساتھ خوشی خوشی واپس ہوا۔ الالف دینار کی طرف مضاف ہے۔ اور مضاف پر الف لام کا لانا درست نہیں مگر کوفیوں کے نزدیک۔

**مسائل** :۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ سمندر میں پیدا ہونے والی چیزیں جیسے ملیں وہ اس کی ہیں

ع۵ الزکوٰۃ باب مایستخرج من البحر ص ۲۰۳ البیوع باب التجارۃ فی البحر ص ۲۷۷ الکفالۃ فی القرض والدیون ص ۳۰۶ الاستقراض باب اذا اقرضہ الی اجل مسمی ص ۳۲۴ اللقطۃ باب اذا وجد خشبۃ فی البحر ص ۳۲۸ الشروط باب الشروط فی القرض ص ۳۸۱ ثانی الاستیذان باب من یبدأ فی الکتاب ص ۹۲۶ ثانی اللقطۃ

۲۷۴ وَقَالَ مَالِكٌ وَابْنُ إِدْرِيسَ الرِّكَازُ دَفْنُ الْجَاهِلِيَّةِ فِي قَلِيلِهِ

ت اور مالک اور ابن ادریس نے کہا۔ رکاز جاہلیت کا دفینہ ہے اس کے

وَكَثِيرِهِ الْخُمُسُ وَلَيْسَ الْمَعْدِنُ بِرِكَازٍ ۵

تھوڑے اور کثیر میں خمس ہے اور معدن رکاز نہیں۔

۲۷۵ وَأَخَذَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ مِنَ الْمَعَادِنِ مِنْ كُلِّ مِائَتَيْنِ خُمُسَةً عد

ت اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے معدن میں ہر دو سو سے پانچ لیا۔

اور اسمیں خمس نہیں۔ کیونکہ یہ صاحب لکڑی ایندھن بنانے کے لئے لائے تھے اور اس کا خمس ادا نہیں کیا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر کوئی تنبیہ ذکر نہیں فرمائی۔ رہ گیا یہ شبہہ کہ یہ لکڑی قرضدار نے باہر سے لے کر سمندر میں پھینکا تھا، تو یہ تو چیرنے کے بعد خط دیکھنے کے بعد علم میں آیا جسوقت لائے تھے اسوقت تو یہی سمجھ کے لائے تھے کہ یہ لکڑی سمندر کے ارد گرد یا بیچ سمندر کے کسی ٹاپو سے سمندر میں آگئی ہے۔ اس لئے ہمارا استدلال تام ہے۔ رہ گئیں وہ چیزیں جو سمندر کی پیداوار نہیں مگر سمندر میں ملیں جیسے سونا چاندی سکے کپڑے وغیرہ ان میں بھی خمس نہیں۔ اور جب مالک معلوم نہ ہو تو پانیوالے کی ملک ہیں۔

**تشریحات** ۲۷۴ اس تعلیق کو موصولا امام ابو عبید نے کتاب الاموال میں ذکر کیا ہے۔ ابن ادریس سے کون صاحب مراد ہیں اسمیں دو قول ہیں ایک کہ یہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ عبد اللہ بن ادریس اودی ہیں۔ امام فزاری کے راویوں میں ایک بزرگ ابو زید مروزی ہیں۔ انھوں نے اسپر جزم فرمایا کہ یہ حضرت امام شافعی ہیں۔ امام بیہقی اور جمہور ائمہ نے ان کی متابعت کی۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام شافعی کا مذکورہ بالا ارشاد ملتا ہے جیسا کہ امام بیہقی نے کتاب المعرفۃ میں نقل فرمایا ہے۔ اودی کا نہیں ملتا ہے۔ حضرت امام شافعی کا قول قدیم یہی ہے۔ جسے ابن منذر نے نقل کیا اور اختیار بھی کیا۔ مگر قول جدید یہ ہے کہ جب تک بقدر نصاب نہ ہو اس میں کچھ واجب نہیں۔ اس تعلیق میں قلیل سے مراد یہ ہے کہ مقدار نصاب سے کم ہو اور کثیر سے مراد یہ ہے کہ بقدر نصاب ہو یا اس سے زائد۔ معدن رکاز نہیں کا مطلب صرف یہ ہے کہ معدن میں خمس واجب نہیں بلکہ ربع عشر یعنی چالیسواں حصہ واجب ہے۔ شریعت کے اصول میں سے ہے کہ جسمیں محنت کم ہے واجب کی مقدار زیادہ ہے۔ اور محنت اگر زیادہ ہے تو واجب کم۔ معدن اور رکاز دو الگ الگ چیزیں ہیں اس پر یہ حضرات اس باب میں مذکور حدیث سے دلیل لائے ہیں کہ ارشاد ہوا۔ معدن میں ہلاک ہو جانے کا تاوان نہیں اور رکاز میں خمس ہے۔ اس استدلال پر مفصل کلام ابھی آرہا ہے۔

**تشریحات** ۲۷۵ اس اثر کو امام ابو عبید نے کتاب الاموال میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے امام بیہقی نے بطریق سعید بن ابی عروبہ قتادہ سے روایت کیا کہ عمر بن عبد العزیز نے معدن کو بمنزلہ رکاز قرار

عد الرکاز باب فی الرکاز الخمس ص ۲۰۳ عد الزکوۃ باب فی الرکاز الخمس ص ۲۰۳

۱۴۸۶ وَقَالَ الْحَسَنُ مَا كَانَ مِنْ رِكَازٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ فَفِيهِ

ت اور امام حسن بصری نے فرمایا دارالحرب میں جو دفینہ ملے اس میں خمس ہے

الْخُمُسُ وَمَا كَانَ مِنْ أَرْضِ السِّلْمِ فَفِيهِ الزَّكَاةُ وَإِنْ وَجَدَتْ

اور اگر دارالصلح میں ملے تو اس میں زکوۃ ہے اور اگر دشمن کی سرزمین میں

لُقْطَةً فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ فَعَرِّفْهَا فَإِنْ كَانَتْ مِنَ الْعَدُوِّ فَفِيهَا الْخُمُسُ ۔ع

لقطہ پائے تو اس کی تشہیر کر۔ پس اگر دشمن کا ہو تو اس میں خمس ہے۔

بعض الناس وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الْمَعْدِنُ رِكَازٌ مِثْلُ دَفْنِ الْجَاهِلِيَّةِ لِأَنَّهُ

اور بعض الناس نے کہا معدن رکاز ہے جاہلیت کے دفینے کے مثل

دیا کہ اس میں سے بھی خمس لیا جائے۔ پھر بعد میں دوسری تحریر بھیجی کہ اس میں زکوۃ ہے۔ نیز کہا کہ عبداللہ بن ابوبکر سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے معادن میں ہر دو سو درہم میں سے پانچ درہم لئے ابوزناد سے بھی مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز معدن میں ربع عشر لیتے تھے اس تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ بیان کیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں ۔۔۔

**تشریحات** جب دشمن کی زمین میں خزانہ پایا جائے تو اس میں خمس ہے اور اگر عرب میں پایا جائے تو اس میں زکوۃ ہے۔ دفینے کے بارے میں یہ فرق سوائے امام حسن بصری کے اور کسی سے منقول نہیں اور لقطے کے بارے میں جو کچھ فرمایا وہ اس صورت میں ہے جبکہ اس کا احتمال ہو کہ یہ مسلمان کی بھی چیز ہو سکتی ہے۔ مثلاً لشکر دارالحرب میں ہے۔ یا کوئی قافلہ امان لیکر دارالحرب میں گیا ہے۔ اور اگر اس کا احتمال نہ ہو تو تشہیر کی حاجت نہیں۔

**تشریحات** امام بخاری کی بعض الناس سے کیا مراد تھی یہ وہی جانیں۔ علامہ ابن تین وغیرہ کا گمان یہ ہے کہ اس سے امام الائمہ سراج الامۃ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا بعض حنفیہ مراد ہیں۔ یہاں جس مسئلہ پر تعریض کی ہے وہ صرف حضرت امام اعظم ہی کا مذہب نہیں۔ امام سفیان ثوری اور امام اوزاعی کا بھی یہی مذہب ہے۔ مگر امام بخاری نے اپنی تاریخ میں جس بے ڈھنگے انداز میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا ہے۔ اس سے علامہ موصوف کے قیاس کی تائید ہوتی ہے مگر تتبع سے معلوم ہوا کہ ہر جگہ ایسا نہیں۔ کہیں اس سے عیسیٰ بن ابان مراد ہیں۔ کہیں امام شافعی۔ اور نہ ہر جگہ ان کا مقصود تعریض ہی ہے۔ کہیں کہیں وہ خود متردد ہیں اور نہیں وہی ان کا بھی مختار ہے۔

**توضیح** امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ معدن سونے چاندی وغیرہ کی کان کو کہتے ہیں اور رکاز کفار کے دفینے کو۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابھی مذکور ہوگی کہ فرمایا المعدن جبار وفی الرکاز الخمس کان

ع الزکوٰۃ - باب فی الرکاز الخمس ص ۲۰۳

یُقَالُ اَرْکَزَ الْمَعْدِنُ اِذَا اُخْرِجَ مِنْهُ شَیْءٌ۔ قِیْلَ لَهٗ فَقَدْ یُقَالُ لِمَنْ
کیونکہ جب معدن سے کچھ نکالا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے ارکز المعدن اس سے کہا گیا جب کسی کو کچھ
وُّهِبَ لَهُ الشَّیْءُ وَرَبِحَ رِبْحًا کَثِیْرًا وَّکَثُرَ ثَمَرُهٗ اَرْکَزْتَ۔ ثُمَّ
ہبہ کیا جائے اور اسے بہت نفع ہوا اور اسکا پھل بہت ہو تو اس سے بھی کہا جاتا ہے ارکزت۔ پھر

ہیں ہلاک ہونے کا تاوان نہیں اور رکاز میں خمس ہے۔ اس حدیث میں رکاز معدن پر معطوف ہے اور عطف تغایر چاہتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ معدن اور ہے اور رکاز شئی دیگر ہے۔ علامہ محمود بدر الدین عینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس استدلال کا یہ جواب دیا۔ کہ پوری حدیث یوں ہے۔ العجماء جبار والبیر جبار والمعدن جبار وفی الرکاز الخمس۔ چوپایہ کسی کو مار ڈالے تو تاوان نہیں۔ کنوئیں میں گر کر کوئی مر جائے تو تاوان نہیں، کان میں کوئی مر جائے تو تاوان نہیں اور رکاز میں خمس ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے والمعدن جبار۔ تک ایک الگ حکم فرمایا۔ اور۔ وفی الرکاز الخمس۔ میں دوسرا حکم۔ احکام کا تغایر صحت عطف کے لئے کافی ہے۔ اب اگر یہ فرماتے۔ وفیہ الخمس۔ تو التباس کا احتمال تھا۔ کہ شاید ضمیر بیر کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اس التباس کو دور کرنے کے لئے وفی الرکاز الخمس فرمایا۔ اقول۔ اگر علامہ عینی کی یہ توجیہ نہ مانی جائے تو احادیث میں تعارض لازم آئے گا، جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔

اور ہمارے یہاں۔ رکاز۔ معدن کان اور دفینے دونوں کو عام ہے۔ معدن صرف کان کو کہتے ہیں۔ اور کنز صرف دفینے کو۔ رکاز دونوں کو۔ ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسے امام محرر مذہب حنفیہ نے اپنے موطا[1] میں ذکر فرمائی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رکاز میں خمس ہے۔ عرض کیا گیا۔ رکاز کیا ہے تو فرمایا وہ مال جسے زمین میں اللہ تعالیٰ نے اس دن پیدا فرمایا جسدن زمین و آسمان کو پیدا فرمایا۔ ان کانوں میں خمس ہے۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے کتاب المعرفۃ میں بطریق امام ابو یوسف تھوڑے اختصار کے ساتھ۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے نیز امام بیہقی نے اسی میں بطریق حبان بن علی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رکاز میں خمس ہے عرض کیا گیا۔ رکاز کیا چیز ہے تو فرمایا۔ وہ سونا جسے اللہ نے زمین میں پیدا فرمایا۔ اس سے بھی واضح وہ حدیث ہے جسے امام بیہقی نے کتاب العلل میں بطریق ابو صالح انھیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رکاز وہ ہے جو زمین میں پیدا ہو۔ امام حمید بن زنجویہ نسائی نے کتاب الاموال میں سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ انھوں نے معدن کو رکاز قرار دیا اور اس میں خمس واجب کیا۔ امام بیہقی ہی نے مکحول سے روایت کیا کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معدن کو بمنزلہ رکاز قرار دیا کہ اسمیں

[1] زکوۃ باب الرکاز ص ۱۷۸،

نَاقِضَهٗ قَالَ لَا بَأْسَ اَنْ يَّكْتُمَهٗ وَلَا يُؤَدِّيَ الْخُمُسَ عه

اس کے خلاف کہا کہ اسمیں کوئی حرج نہیں کہ اسے چھپالے اور خمس ادا نہ کرے۔

خمس ہے۔

**پہلی تعریض** احناف کے ان دلائل سے صرف نظر کرتے ہوئے حضرت امام بخاری نے اس مسئلہ پر تعریض کرنے کے لئے اپنے جی سے احناف کی طرف ایک دلیل منسوب کی اور اس پر تنقید فرمادی وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بعض الناس نے کہا۔ معدن رکاز ہے۔ جاہلیت کے دفینے کے مثل اس لئے کہ کہا جاتا ہے۔ ارکز المعدن۔ جب اس سے کچھ نکلے۔ اس طبعزاد دلیل کو امام بخاری یوں رد کرتے ہیں کہ جب کسی کو کچھ ہبہ کیا جائے یا کسی کو بہت نفع ہو یا کسی کے باغ میں پھل بہت آئیں تو اس سے کہا جاتا ہے۔ ارکزت۔ تو لازم کہ ان چیزوں کو بھی۔ رکاز کہا جائے اور ہبہ میں اور نفع میں اور پھل میں بھی خمس ہو۔ حالانکہ ہبہ اور نفع میں نہ خمس ہے نہ زکوۃ جبکہ وہ نصاب سے کم ہو۔ یا جب تک کہ ان پر سال پورا نہ ہو اور پھل میں عشر ہے۔

علامہ بدرالدین محمود عینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر بھرپور گرفت کی ہے اور کچھ جلال بھی آگیا ہے۔ جس کے لئے وہ معذور بھی ہیں۔ فرماتے ہیں۔ معدن کو رکاز کہنے والوں میں سے کسی نے بھی یہ دلیل نہیں دی اور اہل عرب میں سے کسی کا یہ مقولہ نہیں۔ البتہ جب کسی کان میں سونا ملتا ہے تو ضرور اہل عرب بولتے ہیں۔ ارکز الرجل۔ اس شخص نے سونا پایا۔ ارکز المعدن۔ نہیں بولتے۔ کہ لازم آئے کہ ہبہ اور نفع پانے والے اور جس کے باغ میں پھل زیادہ آئے اسے بھی ارکزت کہا جائے۔ اس لئے کہ رکاز کے معنی سونے کے ٹکڑے کے ہیں۔ باب افعال میں جاکر صیرورت کا افادہ ہوا۔ یعنی صاحب ماخذ ہونا جیسے کہتے ہیں اعذ البعیر یعنی اونٹ کو غدہ کی بیماری ہوئی۔ اونٹ غدہ والا ہوا۔ جب رکاز کے معنی سونے کے ٹکڑے کے ہیں۔ تو جسے سونا ملے اسے ارکز الرجل کہنا درست ہے مگر ہبہ پانے والے کو زیادہ نفع حاصل کرنے والے کو جس کے باغ میں پھل بہت آیا ہوا سے ارکز الرجل نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ رکاز کے معنی ہبہ یا نفع یا پھل کے نہیں۔ امام بخاری سے یہاں لغزش اس لئے ہوئی کہ انھوں نے ارکز کے معنی پر غور نہیں فرمایا۔

**دوسری تعریض** دوسری تعریض یہ فرمائی کہ اس کے بعد اس بعض الناس نے اس کے خلاف قول کیا اور کہا اس میں کوئی حرج نہیں کہ اسے یعنی دفینے کو چھپالے اور خمس نہ دے۔ یعنی اس بعض الناس نے پہلے یہ کہا کہ معدن میں خمس ہے اور معدن رکاز ہے۔ پھر کہا کہ اسے یہ جائز ہے کہ رکاز کو خواہ معدن ہو یا دفینہ

عه الزکوٰۃ۔ باب فی الرکاز الخمس ص ۲۰۳

۸۸۹ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

**حدیث** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْعَجْمَاءُ جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ

علیہ وسلم نے فرمایا جانور سے گھائل کا تاوان نہیں کنوئیں میں گرنے والے کا تاوان نہیں کان

وَفِی الرِّکَازِ الْخُمُسُ ؏۵

میں گھائل اور ہلاک ہونے والے کا تاوان نہیں اور رکاز میں خمس ہے۔

زکوۃ کے محصل سے چھپالے اور سب اپنے پاس رکھ لے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ بھی حضرت امام اعظم کے قول کو کما حقہٗ نہ سمجھنے کی وجہ سے امام بخاری نے فرمایا ہے۔ امام طحاوی نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ یہ جائز ہے کہ کان اور دفینے کا خمس از خود اس کے مستحقین کو ادا کر دے یا وہ خود محتاج ہو تو اپنے صرف میں لائے۔ اس کے عوض جو بیت المال میں اس کا حق ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ محصل خمس لے جاکر بیت المال میں جمع کریگا اور بیت المال پر قبضہ حکام کا ہے۔ حضرت امام اعظم کے عہد کے اموی اور عباسی حکام بیت المال کو اپنی ذاتی ملک سمجھتے تھے۔ مستحقین کے بجائے اپنے خوشامدی شاعروں درباریوں کو دیتے تھے۔ ایسی صورت میں جس نے دفینہ پایا وہ از خود مستحقین میں تقسیم کر دے یا خود ضرورتمند ہے تو رکھ لے تو کوئی حرج نہیں۔ بلکہ یہ کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔ خمس حکام کی ذاتی ملک نہیں بلکہ انکے پاس امانت ہے۔ اس کے مستحق فقراء و مساکین ہیں۔ جب یہ معلوم ہے کہ حق حقدار کو نہیں ملے گا، تو حقدار تک پہنچانا مناسب اقدام ہے۔

**تشریحات** ۸۸۹ عجماء۔ کے معنی چوپائے کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ چوپایہ کسی کو گھائل کر دے یا مار ڈالے تو اس چوپائے کے مالک سے نہ قصاص لیا جائے گا نہ دیت۔ اس میں تفصیل ہے جو فقہ کی کتابوں میں مفصل مذکور ہے۔ اسی طرح کنوئیں میں یا کان میں کوئی گر کر مر جائے یا کنواں اور کان کی کھدائی میں کوئی دب کے مر جائے تو بھی کنوئیں اور کان کے مالک پر قصاص یا دیت وغیرہ کچھ نہیں۔

**وفی الرکاز الخمس** مسلمان یا ذمی کو اپنے مکان یا دوکان میں کان ملی تو وہ اس کی ملک ہے اور اسمیں نہ خمس ہے نہ زکوۃ۔ اور اگر افتادہ غیر مملوکہ زمین یا جنگل یا پہاڑ میں ملی تو اسمیں خمس ہے۔ اس کے لئے کوئی نصاب نہیں۔ تھوڑا ہو یا زیادہ بہر حال خمس واجب ہے۔ خمس صرف سونا چاندی تانبا پیتل سیسہ وغیرہ دھاتوں میں ہے۔ جواہر مثلاً لعل یا قوت فیروزہ عقیق اور موتی جو ناسرمہ

؏۵ الزکوۃ باب فی الرکاز الخمس ص ۲۰۳ المساقاۃ باب من حفر بیرا فی ملکہ لم یضمن ص ۳۱۷ الدیات باب المعدن جبار والبیر جبار باب العجماء جبار ص ۱۰۲۱ مسلم حدود۔ ابوداود دیات۔ ترمذی زکوۃ احکام ابن ماجہ دیات۔ دارمی زکوۃ دیات موطا امام مالک عقول۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص ۲۲۸

۸۹۰ عَنْ اَبِیْ حُمَیْدِنِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اسْتَعْمَلَ

**حدیث** حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْاَسْدِ عَلٰی صَدَقَاتِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی اسد کے ایک شخص کو بنی سُلیم کے صدقات وصول کرنے کے لئے

بَنِیْ سُلَیْمٍ یُدْعٰی ابْنَ اللُّتْبِیَّۃِ فَلَمَّا جَاءَ حَاسَبَہٗ ؏ہ

عامل بنایا جن کو ابن لتبیہ کہا جاتا تھا جب وہ واپس آئے تو ان سے حساب لیا۔

۸۹۱ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ غَدَوْتُ اِلَی

**حدیث** حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث بیان کی میں صبح کے

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَۃَ لِیُحَنِّکَہٗ

وقت عبداللہ بن ابو طلحہ کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

فَوَافَیْتُہٗ فِیْ یَدِہِ الْمِیْسَمُ یَسِمُ اِبِلَ الصَّدَقَۃِ ؏ہ

ہوا تو میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس حال میں پایا کہ دست مبارک میں میسم تھا جس سے صدقے کے اونٹوں کو داغ رہے تھے

اور پھٹکری نمک بہنے والی چیزوں میں نہیں۔

جس دفینے میں اسلامی علامتیں پائی جائیں وہ لقطے کے حکم میں ہے۔ اور جسمیں کافروں کی علامتیں ہوں مثلاً اس میں بت وغیرہ کی تصویریں ہوں تو اس میں سے خمس لیا جائے گا۔ خواہ اپنی زمین میں ملے یا دوسرے کی یا غیر مملوکہ زمین میں ملے۔

**تشریح** ۸۹۰ یہ ایک طویل حدیث کا ابتدائی حصہ ہے جس کا کچھ جز کتاب الجمعہ میں گزر چکا ہے اور پوری حدیث کتاب الہبہ میں آئے گی۔

**تشریح** ۸۹۱ علامت کے لئے اہل عرب اونٹوں پر داغتے تھے یا کان کا کچھ حصہ کاٹ دیتے یا پھاڑ دیتے تھے۔ چونکہ کان کو کاٹنا یا پھاڑنا مُثلہ کرنا ہے۔ اس لئے اسلام نے اس سے روک دیا۔ بضرورت داغنے کی اجازت دی ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے۔

---

ع۸ الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالیٰ والعاملین علیہا ص ۲۰۳ ثانی الحیل باب احتیال العامل لیہدی لہ ص ۱۰۳۳

ع۸ الزکوٰۃ باب وسم الامام ابل الصدقۃ بیدہ ص ۲۰۴ مسلم اللباس۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## باب فرض صدقة الفطر

صدقۂ فطر واجب ہے، حدیث میں اس کے لیے فرض، کا لفظ آیا ہے، مگر خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی نیز فرض کے فقہی معنی بعد کی اصطلاح ہے، اس کے لغوی معنی مقرر کرنے کے ہیں، حدیث میں یہی مراد ہے،

صدقۂ فطر روزوں کے اتمام کا شکرانہ ہے، اور روزوں میں بتقاضائے بشریت جو کوتاہی ہو گئی ہو اس کا کفارہ، صدقۂ فطر ہر ایسے آزاد مسلمان پر واجب ہے جو مالک نصاب ہو اور یہ نصاب دَین اور حوائج اصلیہ سے فارغ ہو، اس کے لیے مال نامی اور حولان حول شرط نہیں، اس کے وجوب کا سبب یوم فطر کی صبح صادق ہے، اس لیے جو شخص صبح صادق ہونے سے پہلے مرگیا، یا غنی تھا فقیر ہوگیا تو اس پر واجب نہیں، یا صبح صادق طلوع ہونیکے بعد کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر غنی ہوگیا تو ان پر واجب نہیں، اور اگر کوئی صبح صادق ہونے کے بعد مرا یا صبح صادق سے پہلے بچہ پیدا ہوا یا کافر مسلمان ہوا یا فقیر غنی ہوگیا تو واجب ہے،

جس پر صدقۂ فطر واجب ہے اس پر اپنی طرف سے دینا واجب ہے اور اپنی ان نابالغ اور مجنون اولاد کی طرف سے بھی جو خود مالک نصاب نہ ہوں، اور اگر نابالغ یا مجنون مالک نصاب ہیں تو ان کا ولی ان کے مال سے ادا کرے، بہتر یہ ہے کہ عید کے دن صبح صادق طلوع ہونے کے بعد اور عید گاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کردے، اور اس کے پہلے اور بعد میں بھی ادا کرسکتے ہیں، اس کے مصارف بھی وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں، اس کی ادائیگی کے لیے بھی تملیک فقیر شرط ہے، جو مالک نصاب نہ ہو اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں، لیکن اگر ادا کردے تو ثواب کا بہرحال مستحق ہے، امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

لاصدقة الاعن ظهر غنىً واليد العليا خير من يد السفلىٰ وابدأ بمن تعولُ،

مالداری کے بغیر صدقہ نہیں، پہلے اس پر خرچ کر جو تیری پرورش میں ہے،

غنی اور مالداری کا معیار شریعت نے نصاب کو رکھا ہے، علاوہ ازیں جو مالک نصاب نہ ہو، اس پر صدقۂ فطر واجب کرنے میں حرج بھی ہے،

۲۷۷ ت | وَرَأَى أَبُو الْعَالِيَةِ وَعَطَاءٌ وَّابْنُ سِيْرِيْنَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ فَرِيْضَةً[1]

ابوالعالیہ، عطاء اور ابن سیرین کی رائے یہ ہے کہ صدقۂ فطر فرض ہے،

تشریح ۲۷۷ | ابوالعالیہ اور ابن سیرین کے اثر کو امام ابوبکر بن شیبہ نے موصولاً ذکر کیا ہے، اور امام عطاء کے اثر کو امام عبدالرزاق نے، ان حضرات کی اگر فرض سے مراد فقہی فرض ہے تو یہ صحیح نہیں، فرضیت کے ثبوت کے لیے دلیل قطعی درکار ہے، اور صدقۂ فطر کا ثبوت خبر احاد سے ہے، اس کے ثبوت کے لیے کوئی دلیل قطعی نہیں، نیز یہ تینوں حضرات

---

[1] باب فرض صدقة الفطر ص ۲۰۴، [2] ثانی ص ۲۳۰، [3] بخاری اول وصایا باب تاویل قوله عز وجل من بعد وصية يوصى بها او دين تعليقا ص ۳۸۴،

**حدیث ۸۹۲** عَنِ ابنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَکٰوۃَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِیْرٍ عَلَی الْعَبْدِ

فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو مقرر فرمایا، غلام اور آزاد اور مرد اور عورت اور چھوٹے اور

وَالْحُرِّ وَالذَّکَرِ وَالْاُنْثٰی وَالصَّغِیْرِ وَالْکَبِیْرِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَمَرَ بِھَا

بڑے مسلمان پر۔ اور یہ حکم دیا کہ لوگوں کے نماز کے لیے جانے سے پہلے

اَنْ تُؤَدّٰی قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَی الصَّلٰوۃِ ۔ عہ

ادا کر دیا جائے،

**حدیث ۸۹۳** عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنَّا نُعْطِیْھَا فِیْ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم

تابعین میں سے ہیں، ان کے عہد میں احکام کی فرض واجب وغیرہ کی طرف تقسیم ہوئی تھی، اور نہ ان کے اصطلاحی معنی مقرر ہوئے تھے، اس لیے یہ متعین ہے کہ ان کی مراد فریضۃ سے لغوی معنی ہے یعنی من جانب شرع مقرر کردہ وظیفہ،

**تشریحات ۸۹۲** باب صدقۃ الفطر من التمر کے تحت جو روایت ہے، اس کے اخیر میں ہے، عبداللہ (ابن عمر) نے فرمایا، اس کے بعد لوگوں نے اس کے برابر دو مُد گیہوں کر دیا،

**علی العبد** اس سے مراد یہ ہے کہ غلام اور باندی کی طرف سے ان کا مالک ادا کرے، کیونکہ غلام اور باندی اگر کچھ کمائیں بھی تو وہ آقا کی ملک ہو جاتا ہے، ان کی ملک نہیں رہتا، پھر وہ کہاں سے ادا کریں گے، مُدبّر اور اُمّ وَلَد کا صدقۂ فطر بھی ان کے مالک پر واجب ہے، البتہ ہمارے یہاں مُکاتَب کی طرف سے واجب نہیں، یوہیں تجارت کے غلام اور باندی کی طرف سے بھی نہیں،

**علی الصغیر** اگر نابالغ خود مالک نصاب ہے، تو اس کا ولی اس کے مال سے ادا کرے، اسی طرح مجنون کی طرف سے بھی، اور اگر مالک نصاب نہیں، تو ان کا صدقۂ فطر ان کے والد کے ذمے ہے،

**ان تودی** یہ افضلیت کا بیان ہے، ورنہ تقدیم وتاخیر جائز ہے، جیسا کہ ابھی آرہا ہے، اس میں فائدہ یہ ہے کہ وہ فقراء جن کے پاس کچھ نہیں، وہ آج بھوکے نہ رہیں،

---

عہ باب فرض صدقۃ الفطر ص ۲۰۴، یہیں مزید پانچ طریقے سے، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ،

زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ

ایک صاع طعام یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا ایک صاع منقی صدقۂ فطر دیتے

صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ فَلَمَّا جَاءَ مُعَاوِيَةُ وَجَاءَتِ

تھے۔ جب معاویہ کا زمانہ آیا اور گیہوں آیا تو انھوں نے کہا، میرا خیال ہے

السَّمْرَاءُ قَالَ اُرَى مُدًّا مِّنْ هٰذَا يَعْدِلُ مُدَّيْنِ.

کہ یہ گیہوں ایک مُد دو مُد کے برابر ہے،

## تشریحات ۸۹۳

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، کہ اس حدیث میں طعام سے مراد، گیہوں ہے، اس لیے کہ عرف میں طعام گیہوں ہی کو کہتے ہیں، حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک کا یہی عرف تھا، مگر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہد رسالت کی بات کرتے ہیں، اس زمانے کا عرف یہ تھا کہ طعام جَو اور کھجور کو کہتے تھے۔ مسند امام احمد[۱] اور مسلم[۲] میں حضرت معمر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد موجود ہے، فرماتے ہیں،

طعامنا يومئذ الشعير — عہد رسالت میں ہمارا طعام جَو تھا،

ترمذی[۳] میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا

طعامهم بالمدينة التمر والشعير، — عہد نبوی میں اہل مدینہ کا طعام کھجور اور جَو تھا،

علاوہ ازیں خود اسی بخاری میں اسی باب میں ہے، کہ خود حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا،

وكان طعامنا الشعير والزبيب والاقط والتمر — اور ہمارا طعام جَو منقی، پنیر اور کھجور تھا،

اس روایت نے واضح کر دیا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد طعام سے گیہوں نہیں، بلکہ تمام وہ غذائیں ہیں، جو مدینہ طیبہ میں اس وقت رائج تھیں، گیہوں اس عہد میں اس مبارک شہر میں بہت نایاب تھا،

نیز صحیح ابن خزیمہ[۴] میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے،

لم يكن الصدقة على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الا التمر والزبيب والشعير ولم يكن الحنطة، — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں صدقۂ فطر صرف کھجور، منقی اور جَو تھا، گیہوں نہ تھا۔

پھر اگر اس حدیث میں طعام سے گیہوں مراد لیں گے، تو دو لاینحل اشکال وارد ہوں گے، ایک یہ کہ اس حدیث کے اخیر حصے

---

[۱] جلد سادس ص ۴۰۰، [۲] ثانی باب الربوٰ ص ۲۶، [۳] ثانی تفسیر سورۂ نساء ص ۱۲۸، [۴] فتاوی رضویہ اول ص ۴۵، ۱۴۴،

[۵] اول زکوٰۃ باب زکوٰۃ الفطر ص ۲۱۸، ابوداؤد اول زکوٰۃ کم یؤدی فی صدقۃ الفطر ص ۲۲۸، عم باب صاع من زبیب ص ۲۳۲ یہیں مزید تین اور طریقے سے مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ زکوٰۃ،

**حدیث ۸۹۴**

فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُعْطِي التَّمْرَ فَاعْوَزَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کھجور دیتے تھے۔ ایک سال اہل مدینہ کھجور سے محروم ہوگئے،

مِنَ التَّمْرِ فَاَعْطٰى شَعِيْرًا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِي عَنِ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ حَتّٰى اِنْ كَانَ لَيُعْطِي

تو انھوں نے جَو دیا اور حضرت ابن عمر ہر چھوٹے اور بڑے کی طرف سے دیتے تھے، حتیٰ کہ میرے بچوں طرف سے

عَنْ بَنِيَّ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِيْهَا الَّذِيْنَ يَقْبَلُوْنَهَا وَكَانُوْا يُعْطُوْنَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ اَوْ

بھی دیتے تھے، اور انھیں کو دیتے تھے جو اسے قبول کرتے اور عید سے ایک دو دن پہلے دیدیتے تھے، اور ابو

سے تعارض لازم آئے گا کہ انھوں نے فرمایا، جب معاویہ کا دور آیا اور گیہوں آیا، تو انھوں نے یہ کہا، میرا خیال ہے کہ یہ ایک مد ان کے دو مد کے برابر ہے، دوسرے یہ کہ لازم آئے گا کہ گیہوں سے صدقۂ فطر کی جو مقدار عہد نبوی میں رائج تھی، حضرت امیر معاویہ نے اسے گھٹا کر آدھی کر دی، اور ستم یہ کہ تمام صحابۂ کرام اس پر خاموش رہے، بلکہ اسے اختیار فرمالیا،

اس لیے ماننا پڑے گا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد، اس حدیث میں طعام سے گیہوں نہیں، بلکہ دوسری اور کوئی چیز ہے، جو اس وقت اہل مدینہ کی غذا تھی،

ہمارے یہاں گیہوں سے صدقۂ فطر کی مقدار نصف صاع ہے، اس لیے کہ اس پر صحابۂ کرام کا اجماع ہے، جیسا کہ مسلم میں[1] خود حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد اسی حدیث میں ہے،

فاخذ الناس بذالك، سب لوگوں نے اسے اختیار کر لیا،

رہ گیا حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس سے اختلاف، تو ایک دو صاحبان کا اختلاف اجماع میں حارج نہیں، عمدۃ القاری[2] میں ہے کہ حضرات خلفائے اربعہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ گیہوں نصف صاع ہے، ان کے علاوہ اجلہ صحابہ مثلاً حضرت ابن مسعود، حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن زبیر، حضرت ابن عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے بھی یہی ثابت ہے،

**ت ۲۷۸** وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْمَمْلُوْكِيْنَ لِلتِّجَارَةِ يُزَكِّي فِي التِّجَارَةِ وَيُزَكِّي فِي الْفِطْرِ، عه

اور امام زہری نے تجارت کے غلاموں کے بارے میں فرمایا تجارت کی بھی زکوٰۃ دے اور صدقۂ فطر بھی دے،

**تشریح ۲۷۸** اس اثر کا مطلب یہ ہے کہ تجارت کے غلام اور کنیز پر دو صدقے ہیں، ایک زکوٰۃ دوسرے صدقۂ فطر، احناف کے یہاں صرف زکوٰۃ ہے، صدقۂ فطر واجب نہیں، اس لیے کہ صدقۂ فطر مالک نصاب پر ان لوگوں کی طرف سے واجب ہوتا ہے جو اس کے عیال میں ہوں، اور ظاہر ہے کہ تجارت کے غلام اور کنیز اس کے عیال نہیں،

---

[1] اول زکوٰۃ باب زکوٰۃ الفطر ص ۳۱۸، ابو داؤد اول زکوٰۃ باب کم یودی فی صدقۃ الفطر ص ۲۲۸، [2] الزکوٰۃ باب صدقۃ الفطر علی المملوک والحر ص ۲۰۵، [2] جلد تاسع ص ۱۱۳،

يَوْمَيْنِ۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدُ اللّٰهِ بَنِيَّ يَعْنِيْ بَنِيْ نَافِعٍ قَالَ كَانُوْا يُعْطُوْنَ لِيُجْمَعَ لِلْفُقَرَاءِ

عبداللہ امام بخاری نے فرمایا ہے۔ بنیّ سے مراد نافع کے بچے ہیں، عید سے ایک دو دن پہلے دینے کا مطلب یہ ہے کہ اکٹھا کر لیتے، یہ نہیں کہ فقراء کو دیتے

**حدیث ۸۹۵** قَالَ اَبُوْ عَمْرٍو وَرَاٰى عُمَرُ وَعَلِيٌّ وَابْنُ عُمَرَ وَجَابِرٌ وَعَائِشَةُ وَطَاوُسٌ وَعَطَاءٌ وَابْنُ سِيْرِيْنَ اَنْ يُّزَكّٰى مَالُ الْيَتِيْمِ،

ابو عمرو نے کہا کہ حضرت عمر حضرت علی، حضرت ابن عمر حضرت جابر، حضرت عائشہ اور طاؤس اور عطاء اور ابن سیرین یتیم کے مال میں زکوٰۃ واجب جانتے تھے،

**ت ۲۷۹** وَقَالَ الزُّهْرِيُّ يُزَكّٰى مَالُ الْمَجْنُوْنِ۔

اور امام زہری نے فرمایا، مجنون کے مال کی زکوٰۃ دیدی جائے،

**تشریحات ۸۹۴** باپ پر اپنی بالغ اولاد کی طرف سے صدقہ دینا واجب نہیں، اور نہ پوتے اور پوتیوں کی طرف سے واجب ہے، لیکن اگر کوئی دے دے تو ادا ہو جائے گا، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس عمل سے یہ ثابت ہو گیا کہ صدقۂ فطر عید کے پہلے ادا کر دینا درست ہے، اور اسی پر قیاس کر کے یہ بھی درست ہے کہ بعد میں ادا کیا جائے، اور امام بخاری کی تاویل یوں صحیح نہیں کہ صریح لفظ یعطون ہے، اعطاء کے معنی ہیں کسی اور کو دینا، جمع کرنا، دینا نہیں،

**تشریح ۸۹۵-۲۷۹** یتیم اور مجنون اگر مالک نصاب ہوں، تو ان کے ولی پر واجب ہے، کہ ان کے مال سے ان کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرے، یتیم اگر مالک نصاب نہیں تو اس کے ولی پر اس کی طرف سے صدقۂ فطر دینا واجب نہیں، مجنون اگر مالک نصاب نہیں تو اس کے باپ پر اس کی طرف سے بھی صدقۂ فطر دینا واجب ہے، یزکی سے مراد یہاں صدقۂ فطر ہے، زکوٰۃ مراد نہیں، کیونکہ زکوٰۃ فرض ہونے کے لیے بالغ، عاقل ہونا شرط ہے، جیسا کہ تمام فرائض و واجبات کے لیے ہے، صدقۂ فطر کے لیے چونکہ احادیث میں تصریح ہے کہ یہ صغیر و کبیر سب پر ہے، اس لیے اس کے لیے عاقل بالغ ہونے کی شرط نہیں،

---

عہ باب صدقة الفطر على الحر والمملوك ۲۰۵ عہ باب صدقة الفطر على الصغير والكبير ۲۰۵ ۱۲ ایضا،

لہ جلد تاسع ص ۱۱۳،

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ (القرآن)

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو

# تحفظِ عقائدِ اہلِ سنّت

تعبیرہ

مع

# ایمانی آیات

بجواب

# شیطانی خرافات


مُرتّب

مولانا علامہ محمد ظہیر الدین قادری مدظلہ العالی



ناشر فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور



www.sirat-e-mustaqeem.net

# خوشخبری

اکیسویں صدی کے مسلمانوں کیلئے روح پرور علمی اور ایمانی تحفہ

کیوں نہ آنکھوں سے لگائیں عاشقانِ مصطفےٰ — نزھۃ القاری ہے اُن کو جاں سے پیاری واہ واہ

## نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری

کا مکمل سیٹ پانچ جلدوں میں

ہم فقیہ اعظم ہند مولانا علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی سابق صدر شعبہ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ (انڈیا) کی رُوح کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے اس وقت کی اُردو زبان کی سب سے مقبول اور متداول شرح بخاری شریف پانچ جلدوں میں مکمل کر دی ہے

## مختصر تعارف نزھۃ القاری

- مقدمہ میں امام بخاری، صحیح بخاری، امام اعظم ابو حنیفہ، تصانیف امام اعظم، فقہ کی حقیقت پر تفصیلی گفتگو کرنے کے علاوہ شبہات کے جوابات بھی دیے ہیں۔
- مسلک اہل سُنت وجماعت اور مذہب حنفی کا مدلل اور معقول انداز میں بیان اور مخالفین کے شبہات کا عالمانہ جائزہ
- بوقت ضرورت احادیث کے پس منظر کا بیان — حل لُغات
- زیادہ طوالت سے بچنے کے لیے مکرر احادیث کو ایک بار لیا گیا ہے
- تکمیل کا عنوان قائم کر کے مختلف روایات کے الفاظ مُبارکہ کا ترجمہ ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔
- تراجم ابواب کا ذکر نہیں کیا ورنہ احادیث کو بار بار لانا ضروری ہوتا، البتہ اہم ابواب پر تفصیلی گفتگو کی ہے اور احکام مستخرجہ کا عنوان قائم کر کے ابواب کے فوائد ذکر کر دیے گئے ہیں۔
- احادیث کے راوی تمام صحابہ کرام کے حالات بیان کئے ہیں، بعض تابعین کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔
- ہر حدیث پر نمبر لگا دیا گیا ہے اور حدیث کے اہم مضمون کو سامنے رکھ کر ایک عنوان قائم کر دیا ہے۔
- یہ حوالہ بھی دیا گیا ہے کہ حدیث بخاری شریف اور صحاح ستہ کی دوسری کتابوں میں کہاں کہاں مذکور ہے؟

مختصر یہ کہ نزھۃ القاری میں وہ سب کچھ ہے جس کی طلباء، عُلماء، اساتذۂ حدیث، وکلاء، جج صاحبان اور عام قارئین کو ضرورت ہے۔

فرید بُک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور (رجسٹرڈ) پاکستان

www.sirat-e-mustaqeem.net

www.sirat-e-mustaqeem.net

# نزهة القاري

شرح

# صحيح البخاري

الجزء الثالث

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگار ہو تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔ (القرآن) (۲۴/۵۲)

# نزھۃ القاری

شرح

# صحیح البخاری


فقیہ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ

سابق صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور (انڈیا)



فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)

۳۸۔ اردو بازار لاہور



www.sirat-e-mustaqeem.net

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔






الطبع الاوّل : ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ / جولائی ۲۰۰۰ء
الطبع الثانی : رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ / دسمبر ۲۰۰۷ء
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت : =/ روپے (مکمل سیٹ)

www.sirat-e-mustaqeem.net

Farid Book Stall®
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

# فہرست مضامین

## نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری (جلد سوئم)


| | |
|---|---|
| کتاب المناسک | ۳۶ |
| حدیث : ان فریضه الله فی الحج ادرکت ابی شیخا کبیرا | ۳۹ |
| لفظ مناسک کی تحقیق اور حج کب فرض ہوا؟ | ۳۹ |
| مسائل | ۴۰ |
| حدیث : هل حین تستوی به قائمه | ۴۱ |
| حدیث : اهلال النبی صلی الله تعالی علیه وسلم حین استوت به راحلته | ۴۱ |
| حج بدل | ۴۱ |
| حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما | ۴۱ |
| حدیث : فاعمر هامن التنعیم | ۴۲ |
| ت : شدد الرحال الی الحج | ۴۲ |
| حدیث : حج انس علی رحل | ۴۲ |
| حدیث : لکن افضل الجهاد حج مبرور | ۴۳ |
| حدیث : من حج لله رجع کیوم ولدته امه | ۴۳ |
| حدیث : لاهل نجد من قرن الخ | ۴۴ |
| حدیث : یحجون ولا تیزو دون | ۴۴ |
| حدیث : وقت لاهل المدینه ذوالحلیفه | ۴۵ |
| حدیث : مهل اهل المدینه ذوالحلیفه | ۴۵ |
| حدیث : حد لاهل نجد قرنا الحدیث | ۴۶ |
| هن لهن کی توجیہ | ۴۷ |
| حدیث : اناخ بالبطحاء بذی الحلیفه | ۴۸ |
| حدیث : کان یخرج من طریق الشجرة | ۴۸ |
| حدیث : صل فی هذا الوادی المقدس | ۴۸ |
| حدیث : انه اری وهو فی معرس | ۴۹ |
| حدیث : ارنی النبی صلی الله تعالی علیه وسلم حین یوحی الیه | ۵۰ |
| ت : یشم المحرم الریحان | ۵۱ |
| ت : یتختم ویشد الهمیان | ۵۱ |
| ت : وطاف ابن عمر وقد حزم بثوبه | ۵۲ |
| ت : ولم تر عائشه رضی الله عنها بالتبان باسا | ۵۲ |
| حدیث : کانی انظر الی وبیص الطیب | ۵۳ |
| حدیث : کنت اطیب لاحرامه الحدیث | ۵۴ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : یهل ملبدا | ۵۴ |
| حدیث : ما اهل الامن عندالمسجد | ۵۵ |
| احرام کاوقت | ۵۵ |
| حدیث : ما یلبس المحرم من الثیاب | ۵۶ |
| حدیث : لم یزل النبی صلی الله تعالی | |
| علیه وسلم ملبیاحتی رمی الجمرة | ۵۸ |
| ت : ولبست عائشه الثیاب المعصفرة | ۵۸ |
| ت : فلا اری المعصفر طیبا | ۵۹ |
| ت : ولم تر عائشه باسا بالحلی | ۵۹ |
| ت : لا باس ان یبدل ثیابه | ۵۹ |
| حدیث : انطلق من المدینه بعد ما ترجل | ۵۹ |
| حدیث : صلی بالمدینه الظهر اربعا | |
| الحدیث | ۶۱ |
| حدیث : ان تلبیه رسول الله صلی الله | |
| تعالی علیه وسلم | ۶۱ |
| حدیث : کیف کان یلبی | ۶۲ |
| حدیث : صلی رسول الله صلی الله تعالی | |
| علیه وسلم بالمدینه اربعا | ۶۳ |
| حدیث : کان ابن عمر اذا صلی الغداة بذی | |
| الحلیفة | ۶۴ |
| حدیث : کان ابن عمر اذا اراد الخروج الی مکة | ۶۴ |
| حدیث : فذکروا لرجال الحدیث | ۶۵ |
| حدیث : قاله ابن عمر رضی الله عنهما | ۶۷ |
| حدیث : امر علیا ان یقیم علی احرامه | ۶۷ |
| ت : بما اهللت یاعلی قال بما اهل | |
| الحدیث | ۶۸ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : قدم علی من الیمن الحدیث | ۶۹ |
| حدیث : بعثنی الی قومی بالیمن فجئت | ۶۹ |
| حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس | |
| ارشاد کی توجیہ | ۷۰ |
| ت : اشهر الحج شوال و ذوالقعدة الخ | ۷۱ |
| ت : لا یحرم بالحج الا فی اشهر الحج | ۷۲ |
| ت : کره عثمان ان یحرم من خراسان | ۷۲ |
| حدیث : خرجنا فی اشهر الحج الحدیث | ۷۲ |
| متمتع کیلئے قبل حج عمرہ | ۷۴ |
| حدیث : خرجنا ولا نری الا انه الحج | ۷۵ |
| حج کرنے کی چار صورتیں | ۷۶ |
| حدیث : وعثمان ینهانا عن المتعه | ۷۸ |
| حدیث : کانوا یرون العمرة فی اشهر الحج | |
| الخ | ۷۹ |
| نسی کا ضرر | ۸۰ |
| حدیث : ما شان الناس حلوا بعمرة الخ | ۸۱ |
| حضور اقدس ﷺ نے قران کیا تھا | ۸۱ |
| حدیث : تمتعت فنهانی ناس الحدیث | ۸۲ |
| حدیث : قدمت متمتعا مکه الحدیث | ۸۳ |
| حدیث : اختلف علی وعثمان فی المتعه | ۸۴ |
| احادیث حج میں تطبیق | ۸۴ |
| قارن پر دو طواف | ۸۵ |
| حدیث : تمتعنا علی عهد رسول الله صلی | |
| الله تعالی علیه وسلم | ۸۷ |
| حدیث : انه سئل عن متعه الحج | ۸۸ |
| حدیث : دخل مکه من کداء | ۸۹ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : دخلها من اعلاها | ۹۰ |
| حدیث : دخل عام الفتح من کداء | ۹۰ |
| حدیث : دخل عام الفتح من کداء | ۹۰ |
| حدیث : این تنزل فی دارك بمکه' الحدیث | ۹۱ |
| ابو طالب کے چار بیٹے تھے | ۹۱ |
| مکہ کے گھروں کی خرید و فروخت | ۹۲ |
| حدیث : نحن نازلون غدا بخیف بنی کنانه تقاسموا علی الکفر - شعب ابی طالب کا محاصرہ | ۹۳ |
| | ۹۴ |
| حدیث : یخرب الکعبه ذوالسویقتین | ۹۵ |
| حدیث : کانوا یصومون یوم عاشوراء | ۹۶ |
| کعبے پر پردہ ڈالنے کی ابتداء | ۹۶ |
| حدیث : لیحجن بعد خروج یاجوج وماجوج | ۹۸ |
| حدیث : لقد هممت ان لا ادع فیها صفراء ولا بیضاء الاقسمت | ۹۸ |
| کعبے کے غلاف اور نذرانے کا حکم | ۹۹ |
| حدیث : کانی به اسود یقلعها حجرا حجرا | ۹۹ |
| حدیث : انك حجر لا تضر ولا تنفع | ۱۰۰ |
| حجر اسود نفع بھی دیتا ہے اور ضرر بھی پہنچاتا ہے | ۱۰۰ |
| علماء مشائخ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینا حسن ہے | ۱۰۲ |
| مزارات کے بوسے کا حکم | ۱۰۳ |
| ت : وکان ابن عمر یحج کثیرا ولا یدخل | ۱۰۴ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : اعتمر رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم فطاف بالبیت وصلی خلف المقام رکعتین | ۱۰۴ |
| حجۃ الوداع میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبے میں داخل ہوئے | ۱۰۴ |
| ازلام | ۱۰۵ |
| حدیث : ابی ان یدخل البیت وفیه الالهه | ۱۰۵ |
| حدیث : وهنتهم حمی یثرب | ۱۰۶ |
| رمل اور اضطباع کی ابتدا | ۱۰۷ |
| حدیث : یخب ثلثه اشواط من السبع | ۱۰۸ |
| حدیث : سعی ثلثه اشواط | ۱۰۹ |
| حدیث : انی لاعلم انك حجر لاتضر ولاتنفع | ۱۰۹ |
| حدیث : ما ترکت استلام هذین الرکنین | ۱۱۰ |
| حدیث : یستلم الرکن بمحجن | ۱۱۱ |
| ت : وکان معاویه یستلم الارکان | ۱۱۱ |
| حدیث : راءیت رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم یستلمه ویقبله | ۱۱۲ |
| حدیث : کلما اتی الرکن اشار الیه بشئی | ۱۱۳ |
| حدیث : اول شئی بدا به انه توضا ثم طاف | ۱۱۳ |
| حدیث : ثم سجد سجدتین ثم یطوف بین الصفا والمروة | ۱۱۴ |
| حدیث : اذ منع ابن هشام النساء الطواف مع الرجال | ۱۱۵ |
| حدیث : ربط یده الی انسان بسیر اوبخیط | ۱۱۷ |
| ت : من یطوف فتقام الصلوة اذا سلم یرجع حیث قطع علیه | ۱۱۸ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت : یصلی لکل اسبوع رکعتین | ۱۱۸ |
| ت : تجزئه المکتوبة من رکعتی الطواف | ۱۱۹ |
| ت : وکان ابن عمر یصلی رکعتی الطواف ما لم تطلع الشمس | ۱۲۰ |
| حدیث : طافوا بعد صلوة الصبح حتی اذا طلعت الشمس قاموا یصلون الحدیث | ۱۲۱ |
| حدیث : ینهی عن الصلوة عند طلوع الشمس وعند غروبها | ۱۲۲ |
| حدیث : رایت ابن الزبیر یطوف بعد الفجر ویصلی رکعتین — الحدیث | ۱۲۲ |
| حدیث : استاذن العباس من اجل سقایته فاذن له | ۱۲۳ |
| قصی بن کلاب کے کارنامے | ۱۲۳ |
| حدیث : جاء الی السقایة فاستسقی | ۱۲۴ |
| حدیث : سقیت رسول الله ﷺ من زمزم فشرب وهو قائم | ۱۲۵ |
| کھڑے ہو کر کھانا پینا ممنوع ہے | ۱۲۵ |
| حدیث : ان ابن عمر اراد الحج عام نزل الحجاج بابن الزبیر رضی الله تعالی عنهما | ۱۲۶ |
| شراح کے ایک تسامح پر تنبیہ | ۱۲۷ |
| حدیث : تفسیر ان الصفا والمروة | ۱۲۸ |
| مناۃ اور اس کا استھان مثلل | ۱۳۰ |
| صفا مروہ کے درمیان سعی واجب ہے | ۱۳۳ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت : السعی من دار بنی عباد الخ | ۱۳۴ |
| حدیث : اکان عبدالله یمشی اذا بلغ الخ | ۱۳۴ |
| حدیث : اکنتم تکرهون السعی الحدیث | ۱۳۴ |
| سعی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے ہے | ۱۳۴ |
| حدیث : انما سعی یسری المشرکین قوته | ۱۳۵ |
| حدیث : لواستقبلت من امری ما استدبرت | ۱۳۶ |
| ت : کان ابن عمر یلبی یوم التروية | ۱۳۷ |
| ت : قدمنا فاحللنا حتی یوم التروية | ۱۳۸ |
| ت : اهللنا من البطحاء | ۱۳۸ |
| ت : ولم تهل انت حتی یوم التروية | ۱۳۸ |
| حدیث : این صلی الظهر والعصر یوم التروية | ۱۳۹ |
| حدیث : انظر حیث یصلی امراء ك فصل | ۱۳۹ |
| حدیث : شك الناس یوم عرفة فی صوم النبی صلی الله تعالی علیه وسلم | ۱۴۰ |
| حدیث : ان لا یخالف ابن عمر فی الحج | ۱۴۱ |
| ت : اذا فاتته الصلوة مع الامام جمع بینهما | ۱۴۳ |
| حدیث : کیف تضع فی الموقف | ۱۴۳ |
| حمس | ۱۴۵ |
| حدیث : کان الناس یطوفون عراة | ۱۴۶ |
| عرفات منصرف ہے یا غیر منصرف | ۱۴۶ |
| حدیث : کان یسیر العنق الحدیث | ۱۴۸ |
| حجۃ الوداع | ۱۴۸ |
| حدیث : یجمع بین المغرب والعشاء بجمع | ۱۵۰ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : لم یزل یلبی حتی بلغ الجمرة | ۱۵۱ |
| حدیث : فسمع زجراشدیدا وضربا بالابل | ۱۵۲ |
| حدیث : جمع النبی ﷺ بین المغرب والعشاء بجمع باقامة | ۱۵۳ |
| حدیث : جمع المغرب والعشاء بالمزدلفة | ۱۵۳ |
| مزدلفہ میں نماز مغرب وعشاء کے احکام | ۱۵۳ |
| حدیث : حج عبدالله فاتینا المزدلفة الحدیث | ۱۵۴ |
| وقوف مزدلفہ | ۱۵۵ |
| حدیث : وکان ابن عمر یقدم ضعفة اهله فیقفون عند المشعر الحرام بالمزدلفة | ۱۵۶ |
| حدیث : بعثنی من جمع بلیل | ۱۵۷ |
| حدیث : انا ممن قدم لیلة المزدلفة | ۱۵۷ |
| حدیث : یابنی هل غاب القمر قلت نعم الخ | ۱۵۷ |
| حدیث : استاذنت سودة ان تدفع قبل حطمة الناس فاذن لها | ۱۵۸ |
| حدیث : ما رایت النبی صلی الله تعالی علیه وسلم صلی صلوة بغیر میقاتها الا صلوتین | ۱۵۹ |
| حدیث : ثم وقف حتی اسفر | ۱۵۹ |
| حدیث : ان المشرکین کانوا لا یفیضون | ۱۶۰ |
| حدیث : سالت عن المتعة فامرنی بها | ۱۶۱ |
| حدیث : رای رجلا یسوق بدنة فقال ارکبها | ۱۶۱ |
| حدیث : ارکبها ثلاثا | ۱۶۲ |
| حدیث : واهدی فساق معه الهدی | ۱۶۳ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت : اذا اهدی قلده واشعره | ۱۶۶ |
| حدیث : خرج النبی صلی الله تعالی علیه وسلم زمن الحدیبیه فی بضع | |
| وماته من اصحابه | ۱۶۸ |
| سعد بن مخرمہ | ۱۶۸ |
| مروان بن حکم | ۱۶۸ |
| حدیث : فتلت قلائد بدن النبی صلی الله علیه وسلم | ۱۷۰ |
| عمرہ بنت عبدالرحمٰن | ۱۷۰ |
| زیاد بن امیہ | ۱۷۰ |
| حدیث : کان یهدی من المدینة فافتل الخ | ۱۷۱ |
| حدیث : کتب زیاد بن ابی سفیان الی عائشة الخ | ۱۷۱ |
| حدیث : کنت افتل قلائد الغنم | ۱۷۳ |
| حدیث : فتلت لهدی النبی صلی الله تعالی علیه وسلم | ۱۷۳ |
| حدیث : فتلت قلائدها من عهن | ۱۷۳ |
| ت : لایشق من الجلال الاموضع السنام | ۱۷۴ |
| حدیث : خرجنا لخمس بقین من ذی القعدة | ۱۷۴ |
| حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۲۶ ذوقعدہ بروز دوشنبہ مدینہ طیبہ سے حج کیلئے رخصت فرمائی تھی | ۱۷۴ |
| حدیث : ینحر فی منحر رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم | ۱۷۶ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : کان یبعث بهدیه من جمع من اخر اللیل | ۱۷۶ |
| حدیث : نحر رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم بیده سبعته | ۱۷۶ |
| حدیث : أن یقسم بدنه کلها | ۱۷۷ |
| ت : لا یوکل من جزاء الصید والضفد | ۱۷۷ |
| ت : یاکل ویطعمهم من المتعة | ۱۷۷ |
| حدیث : کنا لانا کل من لحوم بدننا فوق ثلاث منی | ۱۷۸ |
| حدیث : زرت قبل ان ارمی قال لا حرج | ۱۷۸ |
| حدیث : رمیت بعد ما امسیت قال لا حرج | ۱۷۹ |
| حدیث : حلق رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم فی حجته | ۱۸۰ |
| حدیث : رحم الله المحلقین | ۱۸۱ |
| حدیث : اللهم اغفر للمحلقین | ۱۸۲ |
| حدیث : حلق النبی صلی الله علیه وسلم | ۱۸۲ |
| حدیث : عن معاویة قصرت عن رسول الله بمشقص | ۱۸۲ |
| حدیث : امر اصحابه ان یطفوا بالبیت | ۱۸۳ |
| ت : اخر الزیارة الی اللیل | ۱۸۳ |
| ت : اخر النبی صلی الله تعالی علیه وسلم الزیارة الی اللیل | ۱۸۳ |
| ت : کان یزور البیت ایام منی | ۱۸۴ |
| ت : انه طاف طوافا واحدا | ۱۸۴ |
| حدیث : یخطب یوم النحر | ۱۸۶ |
| حدیث : خطب الناس یوم النحر | ۱۸۷ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : یخطب بعرفات | ۱۸۸ |
| حدیث : اتدرون ای یوم هذا یوم الحج الاکبر | ۱۸۹ |
| ت : رمی یوم النحر ضحی | ۱۹۰ |
| حدیث : متی ارمی الجمار | ۱۹۱ |
| حدیث : فراه یرمی الجمرة الکبری | ۱۹۱ |
| حدیث : السورة اللتی تذکر فیها البقرة | ۱۹۲ |
| حدیث : کان یرمی الجمرة الدنیا | ۱۹۳ |
| حدیث : امر الناس ان یکون آخر عهدهم البیت | ۱۹۴ |
| حدیث : صلی الظهر والعصر والمغرب والعشاء | ۱۹۴ |
| حدیث : سئل عن امراة طافت ثم حاضت | ۱۹۵ |
| حدیث : انما کان منزلا ینزله النبی صلی الله تعالی علیه وسلم | ۱۹۶ |
| حدیث : لیس التحصیب بشئی | ۱۹۶ |
| حدیث : ان ابن عمر یبیت بذی طوی | ۱۹۷ |
| حدیث : سئل عن المحصب | ۱۹۷ |
| حدیث : ان ابن عمر کان اذا اقبل یبیت | ۱۹۸ |
| حدیث : کان ذوالمجاز وعکاز متجر الناس | ۱۹۸ |
| **ابواب العمرة** | |
| ت : لیس احد الا وعلیه حجة وعمرة | ۲۰۰ |
| ت : وانها لقرینتها فی کتاب الله عمرہ واجب ہے یا سنت | ۲۰۰ |
| حدیث : العمرة الی العمرة کفارة لما بینهما | ۲۰۱ |
| حدیث : سال عن العمرة قبل الحج | ۲۰۲ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : کم اعتمر النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم | ۲۰۲ |
| حدیث : ما اعتمر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی رجب قط | ۲۰۴ |
| حدیث : قال اربعا | ۲۰۴ |
| حدیث : اعتمر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قبل ان یحج | ۲۰۴ |
| باب : عمرۃ فی رمضان | ۲۰۵ |
| حدیث : قال لامراۃ من الانصار الحدیث | ۲۰۵ |
| حدیث : امرہ ان یردف عائشۃ | ۲۰۷ |
| باب : اجر العمرۃ علی قدر النصب | ۲۰۷ |
| حدیث : ولکنہا علی قدر نفقتک | ۲۰۷ |
| باب : متی یحل المعتمر - توضیح باب : | ۲۰۸ |
| حدیث : بشروا لخدیجۃ ببیت من قصب | ۲۰۹ |
| حدیث : کلما مررت بالحجون صلی اللہ علی رسولہ | ۲۰۹ |
| فلما مسحنا البیت | ۲۱۰ |
| باب : ما یقول اذا رجع من الحج او العمرۃ او الغزو | ۲۱۱ |
| حدیث : کان اذا قفل من غزو او عمرۃ | ۲۱۱ |
| نعرۂ رسالت کا ثبوت | ۲۱۱ |
| باب : استقبال الحاج القادمین | ۲۱۲ |
| حدیث : لما قدم مکۃ استقبلہ اغیلمۃ | ۲۱۲ |
| باب : الدخول عندالعشی | ۲۱۳ |
| حدیث : لا یطرق اہلہ لیلا | ۲۱۳ |
| حدیث : نہی ان یطرق اہلہ لیلا | ۲۱۴ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب : من اسرع ناقۃ اذا بلغ المدینۃ | ۲۱۴ |
| حدیث : اذا قدم من سفر فابصر | ۲۱۴ |
| باب : قول اللہ واتوا البیوت من ابوابہا | ۲۱۵ |
| حدیث : لم یدخلوا من قبل الابواب | ۲۱۵ |
| باب : السفر قطعۃ من العذاب | ۲۱۶ |
| حدیث : السفر قطعۃ من العذاب | ۲۱۶ |
| باب : المحصر وجزء الصید | ۲۱۷ |
| ت : الاحصار کل شئی یحبسہ | ۲۱۷ |
| باب : اذا احصر المعتمر | ۲۱۸ |
| حدیث : قد احصر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فحلق راسہ | ۲۱۸ |
| باب : الاحصار فی الحج | ۲۱۹ |
| حدیث : ان حبس احدکم عن الحج | ۲۱۹ |
| باب : النحر قبل الحج | ۲۲۰ |
| حدیث : نحر قبل ان یحلق | ۲۲۰ |
| باب : لیس علی المحصر بدل | ۲۲۱ |
| ت : انما البدل علی من نقص | ۲۲۲ |
| محصر ہدی کہاں ذبح کرے ؟ | ۲۲۲ |
| ت : ینحرھدیہ ویحلق فی ای موضع کان | ۲۲۲ |
| محصر پر قضا ہے | ۲۲۳ |
| باب : الاطعام فی الفدیۃ نصف صاع | ۲۲۴ |
| حدیث : حملت الی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم والقمل یتناثر علی وجہی | ۲۲۴ |
| باب : واذا صاد الحلال فاھدی للمحرم الصید اکلہ | ۲۲۵ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت : لم یر ابن عباس بالذبح باسا | ۲۲۵ |
| حدیث : فنظرت فاذا انا بحمار وحش | ۲۲۷ |
| باب : اذا اهدی للمحرم حمارا وحشیا حیا لم یقبل | ۲۳۱ |
| حدیث : اهدی لرسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم حمارا وحشیا | ۲۳۱ |
| ابواءحضرت آمنہ کا مدفن ہے | ۲۳۱ |
| باب : ما یقتل المحرم من الدواب | ۲۳۲ |
| حدیث : خمس من الدواب | ۲۳۲ |
| حدیث : خمس من الدواب کلهن فاسق | ۲۳۳ |
| حدیث : نحن فی غار بمنی نزلت علیه والمرسلت | ۲۳۴ |
| حدیث : الوزغ فویسق | ۲۳۵ |
| باب : لا یعضد شجر الحرم | ۲۳۶ |
| حدیث : وهو یبعث البعوث | ۲۳۶ |
| ابو شریح عدوی تابعی | ۲۳۶ |
| عمرو بن سعید اشدق | ۲۳۷ |
| حضرت عبداللہ بن زبیر خلیفہ برحق تھے | ۲۳۸ |
| باب : لا یحل القتال بمکة | ۲۳۹ |
| حدیث : لا هجرة ولکن جهاد ونیة | ۲۳۹ |
| باب : الحجامة للمحرم | ۲۴۰ |
| ت : وکوی ابن عمر ابنه وهو محرم | ۲۴۱ |
| حدیث : احتجم رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم وهو محرم | ۲۴۱ |
| حدیث : احتجم النبی صلی الله تعالی علیه وسلم وهو محرم بلحی جمل | ۲۴۱ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب : تزویج المحرم | ۲۴۲ |
| حدیث : تزویج میمونة وهو محرم | ۲۴۲ |
| باب : ما ینهی من الطیب للمحرم والمحرمة | ۲۴۳ |
| ت : لا تلبس المحرم ثوبا بورس | ۲۴۳ |
| باب : الاغتسال للمحرم | ۲۴۳ |
| ت : یدخل المحرم الحمام | ۲۴۳ |
| ت : ولم یر بالحك باسا | ۲۴۳ |
| حدیث : ارسلنی الی ابی ایوب فوجدته یغتسل | ۲۴۴ |
| لبس السلاح للمحرم | ۲۴۵ |
| ت : اذا خشی العدو ولبس السلاح | ۲۴۵ |
| حدیث : فابی اهل مکة ان یدعوه | ۲۴۵ |
| باب : دخول الحرم ومکة بغیر احرام | ۲۴۶ |
| ت : ودخل ابن عمر حلالا | ۲۴۶ |
| حدیث : دخل عام الفتح وعلی راسه المغفر | ۲۴۶ |
| ابن خطل اور جنہیں یوم فتح امان نہیں ملی | ۲۴۷ |
| باب : اذا احرم جاهلا وعلیه قمیص | ۲۴۸ |
| ت : اذا تطیب او لبس جاهلا او ناسیا | ۲۴۹ |
| حدیث : عض رجل ید رجل فانتزع | ۲۴۹ |
| باب : الحج والنذر عن المیت الخ | ۲۴۹ |
| حدیث : ان امراة من جهینة جاء ت: | ۲۴۹ |
| باب : حج الصبیان | ۲۵۱ |
| حدیث : اقبلت اسیر علی اتان لی | ۲۵۱ |
| حدیث : حج بی وانا ابن سبع سنین حج بدل | ۲۵۲ |
| | ۲۵۲ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : قد حج بی فی ثقل النبی صلی الله تعالی علیه وسلم | ۲۵۳ |
| باب : حج النساء | ۲۵۳ |
| حدیث : اذن عمر ازواج النبی صلی الله تعالی علیه وسلم | ۲۵۳ |
| حدیث : فلا ادع الحج بعد اذ سمعت هذا | ۲۵۵ |
| حدیث : لا تسافر المراة الا مع محرم | ۲۵۵ |
| لطیفہ | ۲۵۵ |
| باب : من نذر المشی الی الکعبة | ۲۵۶ |
| حدیث : رای شیخا یهادی بین ابنیه | ۲۵۶ |
| حدیث : نذرت اختی ان تمشی الی بیت الله | ۲۵۷ |
| مولانا انور صاحب پر تعقب | ۲۵۷ |
| **فضائل المدینة** | ۲۵۸ |
| باب : حرم المدینه | ۲۵۸ |
| مدینہ کب آباد ہوا؟ | ۲۵۸ |
| یثرب کہنا منع ہے | ۲۵۸ |
| مدینہ حرم ہے یا نہیں | ۲۵۹ |
| حدیث : المدینة حرم من کذا الی کذا | ۲۶۰ |
| لا یحدث فیها حدث کی تفسیر | ۲۶۰ |
| حدیث : من سن فی الاسلام سنة حسنة | ۲۶۰ |
| حدیث : حرم ما بین لابتی المدینة علی لسان | ۲۶۱ |
| حدیث : ما عندنا شیئ الاکتاب الله وما فی هذه الصحیفة | ۲۶۲ |
| صحیفہ حضرت علی میں کیا تھا؟ | ۲۶۲ |
| عیر وثور | ۲۶۳ |
| باب : فضل المدینة وانها تنفی الناس | ۲۶۵ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : امرت بقریة تاکل القری الحدیث | ۲۶۵ |
| باب : لا بتی المدینة | ۲۶۶ |
| حدیث : ما بین لابتیها حرام | ۲۶۶ |
| باب : من رغب عن المدینة | ۲۶۷ |
| حدیث : تترکون المدینة علی خیر ما کانت | ۲۶۷ |
| حدیث : والمدینة خیرلهم لو کانوا یعلمون | ۲۶۸ |
| غیب دانی | ۲۶۸ |
| باب : الایمان یازر الی المدینة | ۲۶۹ |
| باب : اثم من کاد اهل المدینة | ۲۶۹ |
| حدیث : لا یکید اهل المدینة احد الا انماع | ۲۶۹ |
| باب : آطام المدینة | ۲۷۰ |
| حدیث : هل ترون ما اری انی لاری | ۲۷۰ |
| باب : لا یدخل الدجال المدینة | ۲۷۱ |
| حدیث : لا یدخل المدینة رعب الدجال | ۲۷۲ |
| حدیث : لا یدخلها الطاعون ولا الدجال | ۲۷۲ |
| حدیث : یاتی الدجال وهو محرم علیه ان یدخل نقاب المدینة | ۲۷۲ |
| حدیث : لیس من بلد الا سیطوه الدجال الا مکة والمدینة | ۲۷۳ |
| باب : المدینة تنفی خبثها | ۲۷۴ |
| حدیث : المدینة کالکیر تنفی خبثها | ۲۷۴ |
| حدیث : فنزلت فما لکم فی المنافقین فئتین الآیة | ۲۷۵ |
| حدیث : اللهم اجعل بالمدینة ضعفی ما جعلت بمکة | ۲۷۶ |
| حدیث : وعك ابوبکر وبلال | ۲۷۶ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : اللھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلك واجعل موتی فی بلد رسولك | ۲۷۸ |
| **کتاب الصوم** | ۲۸۰ |
| باب : وجوب صوم رمضان | ۲۸۰ |
| صوم کے معنی | ۲۸۰ |
| حدیث : صام النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یوم عاشوراء | ۲۸۱ |
| روزہ کب فرض ہوا؟ | ۲۸۱ |
| باب : فضل الصوم | ۲۸۱ |
| حدیث : الصیام جنۃ فلا یرفث ولا یجھل | ۲۸۳ |
| روزے کے اقسام | ۲۸۴ |
| باب : الریان | ۲۸۵ |
| حدیث : ان فی الجنۃ بابا یقال لہ الریان | ۲۸۵ |
| حدیث : من انفق زوجین فی سبیل اللہ | ۲۸۷ |
| جنت کے دروازوں کی تفصیل | ۲۸۸ |
| حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت | ۲۸۸ |
| باب : ھل یقال شھر رمضان | ۲۸۹ |
| شہر کی اضافت صرف تین مہینوں کی طرف درست ہے | ۲۸۹ |
| حدیث : اذا جاء رمضان فتحت ابواب الجنۃ | ۲۹۰ |
| حدیث : جھنم وسلسلت الشیاطین | ۲۹۰ |
| باب : رویۃ الھلال | ۲۹۱ |
| حدیث : اذا رایتموہ فصوموا | ۲۹۱ |
| رویت ہی پر مدار ہے ایک لاجواب استنباط | ۲۹۲ |
| رویت ہلال کے قواعد منضبط نہیں | ۲۹۲ |
| اختلاف مطالع معتبر نہیں | ۲۹۴ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب : من لم یدع قول الزور والعمل بہ فی الصوم | ۲۹۵ |
| حدیث : من لم یدع قول الزور والعمل بہ الحدیث | ۲۹۵ |
| باب : ھل یقول انی صائم اذا شتم | ۲۹۶ |
| حدیث : للصائم فرحتان | ۲۹۶ |
| باب : الصوم فمن خاف العزوبۃ | ۲۹۷ |
| حدیث : من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج | ۲۹۷ |
| باب : قول النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذ رایتم الھلال فصوموا | ۲۹۹ |
| ت : من صام یوم الشك فقد عصی | ۲۹۹ |
| حدیث : الشھر تسع وعشرون لیلۃ | ۳۰۱ |
| حدیث : الشھر ھکذا ھکذا | ۳۰۱ |
| حدیث : صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ | ۳۰۲ |
| حدیث : آلی من نسائہ شھرا | ۳۰۲ |
| حدیث : شھرا عید لا ینقصان | ۳۰۳ |
| باب : قول النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لا نکتب ولا نحسب | ۳۰۴ |
| حدیث : انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب | ۳۰۴ |
| باب : لا یتقدم رمضان بصوم یوم او یومین | ۳۰۵ |
| باب : قول اللہ احل لکم لیلۃ الصیام | ۳۰۶ |
| حدیث : اذا کان الرجل صائما فنام قبل ان یفطر لم یاکل لیلتہ | ۳۰۶ |
| باب : قول اللہ تعالی کلوا واشربوا الایۃ | ۳۰۷ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : لما نزلت حتی یتبین لکم الخیط الابیض | ۳۰۷ |
| حدیث : انزلت وکلوا واشربوا الایة | ۳۰۸ |
| باب : برکة السحور | ۳۰۹ |
| حدیث : واصل فواصل الناس | ۳۰۹ |
| لست کھیئتکم کی توضیح | ۳۱۰ |
| حدیث : لم یعلمنی غیر ربی | ۳۱۱ |
| حدیث : تسحروا فان فی السحور برکة | ۳۱۲ |
| باب : اذا نوی بالنھار صوما | ۳۱۳ |
| حدیث : فانی صائم یومی ھذا | ۳۱۳ |
| ضحوۂ کبریٰ سے پہلے روزے کی نیت درست ہے | ۳۱۳ |
| باب : الصائم یصبح جنبا | ۳۱۶ |
| حدیث : کان یدرکه الفجر وھو جنب | ۳۱۶ |
| ت : کان یامر بالفطر | ۳۲۰ |
| باب : المباشرة للصائم | ۳۲۱ |
| ت : یحرم علیه فرجھا | ۳۲۱ |
| حدیث : یقبل ویباشر وھو صائم | ۳۲۱ |
| باب : القبلة للصائم | ۳۲۲ |
| ت : ان نظر فامنی یتم صومه | ۳۲۲ |
| حدیث : لیقبل بعض ازواجه وھو صائم | ۳۲۲ |
| باب : اغتسال الصائم | ۳۲۳ |
| ت : وبل ابن عمر ثوبا فالقی علیه | ۳۲۳ |
| ت : ودخل الشعبی الحمام وھو صائم | ۳۲۳ |
| ت : لا باس ان یتطعم القدر | ۳۲۴ |
| ت : لاباس بالمضمضة والتبرد للصائم | ۳۲۴ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت : اذا کان صوم احدکم فلیصبح دھینا | ۳۲۴ |
| ت : ان لی ابزن اتقحم فیه وانا صائم | ۳۲۵ |
| ت : کان یتساک اول النھار | ۳۲۵ |
| ت : لا باس بالسواک الرطب | ۳۲۵ |
| ت : لم یر بالکحل للصائم باسا | ۳۲۵ |
| باب : الصائم اذا اکل او شرب ناسیا | ۳۲۷ |
| ت : ان استنثر فدخل الماء | ۳۲۷ |
| ت : ان دخل حلقه الذباب | ۳۲۸ |
| ت : ان جامع ناسیا فلا شیئ علیه | ۳۲۸ |
| حدیث : اذا نسی فاکل وشرب | ۳۲۸ |
| باب : السواک الرطب والیابس | ۳۲۹ |
| ت : یستاک وھو صائم | ۳۲۹ |
| ت : لامرتھم بالسواک عند کل وضوء | ۳۳۰ |
| ت : السواک مطھرة للفم | ۳۳۰ |
| ت : یبتلع ریقة | ۳۳۱ |
| باب : قول النبی صلی الله تعالی علیه وسلم اذا توضاء | ۳۳۲ |
| ت : لا باس بالسعوط للصائم | ۳۳۲ |
| ت : ان مضمض ثم افرغ ما فی فیه | ۳۳۲ |
| باب : من جامع فی رمضان | ۳۳۳ |
| ت : من افطر یوما من رمضان | ۳۳۳ |
| ت : یقضی یوما مکانه | ۳۳۴ |
| حدیث : ان رجلا قال انه احترق | ۳۳۴ |
| باب : اذا جامع فی رمضان | ۳۳۵ |
| حدیث : اذ جاء ہ رجل فقال ھلکت | ۳۳۵ |
| کفارے کی مقدار | ۳۳۶ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب : الحجامة والقئی للصائم | ۳۴۰ |
| حدیث : اذا قاء فلا یفطر | ۳۴۰ |
| ت : قال یفطر | ۳۴۱ |
| ت : الصوم مما دخل | ۳۴۱ |
| ت : کان یحتجم وهو صائم | ۳۴۲ |
| ت : احتجم ابو موسی لیلا | ۳۴۲ |
| ت : احتجموا صیاما | ۳۴۲ |
| ت : کنا نحجم عند عائشة رضی الله تعالی عنها | ۳۴۳ |
| ت : افطر الحاجم والمحجوم | ۳۴۳ |
| حدیث : احتجم وهو محرم واحتجم وهو صائم | ۳۴۵ |
| حدیث : اکنتم تکرهون الحجامة للصائم | ۳۴۵ |
| باب : الصوم فی السفر والحضر | ۳۴۶ |
| حدیث : فقال الرجل انزل فاجدح | ۳۴۶ |
| حدیث : انی اسرد الصوم | ۳۴۷ |
| باب : اذا صام ایاما من رمضان | ۳۴۸ |
| حدیث : خرج الی مکة فی رمضان فصام | ۳۴۸ |
| حدیث : خرجنا فی بعض اسفاره | ۳۴۹ |
| باب : قول النبی صلی الله علیه وسلم لیس من ابر الصوم فی السفر | ۳۵۰ |
| حدیث : کان صلی الله علیه وسلم فی سفر فرآی زحاما | ۳۵۰ |
| باب : لم یعب اصحاب النبی صلی الله تعالی علیه وسلم بعضهم بعضا فی الصوم والافطار | ۳۵۱ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : کنا نسافر فلم یعب الصائم علی المفطر | ۳۵۱ |
| باب : من افطر فی السفر لیراه الناس | ۳۵۲ |
| حدیث : خرج صلی الله تعالی علیه وسلم فصام حتی بلغ عسفان الحدیث | ۳۵۲ |
| باب : وعلی الذین یطیقونه الایة | ۳۵۳ |
| ت : نسختها شهر رمضان الذی الایة | ۳۵۳ |
| ت : نزل رمضان فشق علیهم | ۳۵۴ |
| حدیث : قرا فدیة طعام مساکین | ۳۵۵ |
| باب : متی یقضی قضاء رمضان | ۳۵۶ |
| ت : لا باس ان یفرق | ۳۵۶ |
| ت : صوم العشر لا یصلح حتی یبدا برمضان | ۳۵۷ |
| ت : اذا فرط ثم جاء رمضان آخر بصومها | ۳۵۷ |
| ت : انه یطعم | ۳۵۷ |
| صحابہ کرام کے فتویٰ کی امام بخاری نے تردید کی | ۳۵۷ |
| حدیث : یکون علی الصوم فما استطیع الحدیث | ۳۵۸ |
| باب : الحائض تترک الصوم والصلوة | ۳۵۹ |
| ت : ان السنن ووجوه الحق لتاتی کثیرا علی خلاف الرای | ۳۵۹ |
| باب : من مات وعلیه صوم | ۳۶۰ |
| ت : ان صام عنه ثلثون رجلا جاز | ۳۶۰ |
| حدیث : من مات وعلیه صیام صام عنه ولیه | ۳۶۱ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ | مضامین | صفحہ |
|---|---|---|---|
| حدیث : ان امی ماتت وعلیها صوم شهر | ۳۶۲ | حدیث : نهی صلی الله تعالی علیه وسلم عن الوصول فی الصوم | ۳۷۱ |
| ت : ویذکر عن ابی خالد الاحمر قال | ۳۶۳ | حدیث : ایاکم والوصال مرتین | ۳۷۲ |
| ت : وقال عبید الله عن زید انیسة | ۳۶۴ | باب : من اقسم علی اخیه لیفطر فی التطوع | ۳۷۳ |
| ت : وقال ابوحریر حدثنی عکرمة | ۳۶۴ | حدیث : آخی بین سلمان وابی الدرداء رضی الله تعالی عنهما | ۳۷۳ |
| باب : متی یحل فطر الصائم | ۳۶۵ | باب : صوم شعبان | ۳۷۶ |
| ت : وافطر ابوسعید رضی الله تعالی عنه حین غاب قرص الشمس | ۳۶۵ | حدیث : کان النبی صلی الله تعالی علیه وسلم یصوم حتی نقول الحدیث | ۳۷۷ |
| حدیث : اذا اقبل اللیل من ههنا الحدیث | ۳۶۶ | شب براءت | ۳۷۸ |
| باب : تعجیل الافطار | ۳۶۶ | حدیث : لم یکن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم یصوم شهرا الحدیث | ۳۸۱ |
| حدیث : لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر | ۳۶۶ | باب : ما یذکر من صوم النبی صلی الله تعالی علیه وسلم وافطاره | ۳۸۲ |
| باب : اذا افطر فی رمضان ثم طلعت الشمس | ۳۶۷ | حدیث : ما صام النبی صلی الله تعالی علیه وسلم شهرا کاملا الحدیث | ۳۸۲ |
| حدیث : افطرنا فی یوم غیم ثم طلعت الشمس | ۳۶۷ | حدیث : ما کنت احب ان اراه من الشهر صائما | ۳۸۲ |
| باب : صوم صبیان | ۳۶۸ | باب : حق الجسم فی الصوم | ۳۸۳ |
| ت : ویلك وصبیاننا صیام | ۳۶۸ | حدیث : فان لجسدك حقا | ۳۸۳ |
| حدیث : ارسل غداة عاشوراء | ۳۶۸ | باب : صوم داود علیه السلام | ۳۸۶ |
| باب : الوصال | ۳۶۹ | حدیث : لاصوم فوق صوم داود علیه السلام | ۳۸۶ |
| ت : ونهی صلی الله تعالی علیه وسلم رحمة لهم | ۳۶۹ | باب : صیام البیض | ۳۸۸ |
| حدیث : لاتواصلوا قالوا انك تواصل | ۳۷۰ | حدیث : اوصانی خلیلی صیام ثلثة ایام | ۳۸۸ |
| حدیث : لاتواصلوا فایکم یواصل الحدیث | ۳۷۱ | باب : من زار قوما فلم یفطر عندهم | ۳۹۰ |
| حدیث : نهی عن الوصال رحمة لهم | ۳۷۱ | | |
| باب : التنکیل عن اکثر الوصال | ۳۷۱ | | |


118

www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : فاتیته بتمر وسمن فقال الحدیث | ۳۹۰ |
| باب : الصوم من آخر الشهر | ۳۹۳ |
| حدیث : یا ابا فلان اما صمت سرر هذا الشهر | ۳۹۳ |
| باب : صوم یوم الجمعه | ۳۹۴ |
| حدیث : انهی النبی صلی الله تعالی علیه وسلم عن صوم یوم الجمعة | ۳۹۵ |
| حدیث : لا یصوم من احدکم یوم الجمعة | ۳۹۶ |
| حدیث : دخل صلی الله تعالی علیه وسلم علی جاریة وهی صائمة | ۳۹۶ |
| باب : هل یخص شیئا من الایام | ۳۹۷ |
| حدیث : هل کان صلی الله تعالی علیه وسلم یختص من الایام شیئا | ۳۹۷ |
| باب : صوم یوم عرفة | ۳۹۸ |
| حدیث : ان الناس شکوا فی صیام یوم عرفة | ۳۹۸ |
| باب : صوم یوم الفطر | ۳۹۹ |
| باب : هذان یومان نهی عن صیامهما | ۳۹۹ |
| حدیث : نهی عن صوم یوم الفطر والنحر | ۴۰۰ |
| باب : صوم یوم النحر | ۴۰۰ |
| حدیث : ینهی عن صیامین الفطر والنحر | ۴۰۰ |
| حدیث : رجل نذران یصوم یوما | ۴۰۰ |
| باب : صیام ایام التشریق | ۴۰۲ |
| حدیث : کانت تصوم ایام منی | ۴۰۲ |
| حدیث : لم یرخص ایام منی ان یصمن | ۴۰۳ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : الصیام لمن تمتع بالعمرة الی الحج الحدیث | ۴۰۴ |
| باب : صیام یوم عاشوراء | ۴۰۴ |
| حدیث : یوم عاشوراء ان شاء صام | ۴۰۴ |
| حدیث : فمن شاء فلیصم ومن شاء فلیفطر | ۴۰۵ |
| حدیث : فرائی الیهود تصوم یوم عاشوراء | ۴۰۵ |
| حدیث : کان یوم عاشوراء تعده الیهود عیدا | ۴۰۵ |
| حدیث : ما یتحری صیام فضله علی غیره | ۴۰۶ |
| لفظ عاشوراء کی تحقیق | ۴۰۶ |
| باب : فضل من قام رمضان | ۴۰۹ |
| حدیث : من قام رمضان ایمانا واحتسابا | ۴۰۹ |
| حدیث : فتوفی صلی الله تعالی علیه وسلم والامر علی ذلك | ۴۱۰ |
| حدیث : لو جمعت هولاء علی قاری واحد | ۴۱۰ |
| بدعت سیئہ اور حسنہ کا معیار | ۴۱۲ |
| باب : فضل لیلة القدر | ۴۱۳ |
| ت : ما کان فی القرآن ما ادرك فقد اعلمه حضور اقدس ﷺ جانتے تھے کہ شب قدر کس رات میں ہے ؟ | ۴۱۳ |
| باب : التمسوا لیلة القدر فی السبع الاواخر | ۴۱۴ |
| حدیث : اروا لیلة القدر فی المنام شب قدر کب ہے ؟ | ۴۱۴ |
| باب : تحری لیلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر | ۴۱۷ |


118

www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : تحروا لیلة القدر فی الوتر الحدیث | ۴۱۷ |
| حدیث : یجاور فی العشر الاواخر من رمضان | ۴۱۷ |
| حدیث : فی تاسعة تبقی فی سابعة تبقی | ۴۱۷ |
| حدیث : هی فی العشر الاواخر هی فی تسع یمضین | ۴۱۸ |
| باب : رفع لیلة القدر لتلاحی الناس | ۴۱۸ |
| حدیث : خرج صلی الله علیه وسلم لیخبرنا | ۴۱۸ |
| باب : العمل فی العشر الاواخر من رمضان | ۴۱۹ |
| حدیث : اذا دخل العشر شد میزره | ۴۱۹ |
| **ابواب الاعتکاف** | ۴۲۰ |
| باب : الاعتکاف فی العشر الاواخر | ۴۲۰ |
| حدیث : یعتکف العشر الاواخر من رمضان | ۴۲۰ |
| باب : المعتکف لایدخل البیت الا لحاجة | ۴۲۱ |
| حدیث : لیدخل علی راسه وهو فی المسجد | ۴۲۱ |
| باب : الاعتکاف لیلا | ۴۲۲ |
| حدیث : نذرت ان اعتکف لیلة | ۴۲۲ |
| باب : اعتکاف النساء | ۴۲۳ |
| حدیث : فاستاذنت حفصة عائشة ان تضرب خباء | ۴۲۳ |
| باب : هل یخرج المعتکف لحوائجه الی باب المسجد | ۴۲۴ |
| حدیث : ان صفیة جاءت تزوره صلی الله تعالی علیه وسلم | ۴۲۴ |
| باب : الاعتکاف فی العشر الاوسط | ۴۲۶ |
| حدیث : اعتکف عشرین | ۴۲۶ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| **کتاب البیوع** | ۴۲۷ |
| باب : ما جاء فی قول الله تبارك وتعالی فاذا قضیت الصلوة الایة | ۴۲۷ |
| حدیث : فاقسم لك نصف مالی | ۴۲۹ |
| باب : تفسیر المشبهات | ۴۳۰ |
| ت : ما رایت شیئا اهون من الورع | ۴۳۰ |
| حدیث : ان امراة زعمت انها ارضعتهما | ۴۳۰ |
| حدیث : الولد للفراش وللعاهر الحجر | ۴۳۲ |
| باب : ما یتنزه من الشبهات | ۴۳۴ |
| حدیث : لو لا ان تکون صدقة لاکلتها | ۴۳۴ |
| باب : من لم یرا لوساوس من الشبهات | ۴۳۴ |
| ت : لا وضوء الا فیما وجدت الریح | ۴۳۴ |
| حدیث : ان قوما یاتوننا باللحم | ۴۳۵ |
| باب : من لم یبال من حیث کسب المال | ۴۳۵ |
| حدیث : یاتی زمان لایبال المرء ما اخذ منه | ۴۳۵ |
| باب : التجارة فی البز وغیره | ۴۳۶ |
| ت : لاتلههم تجارة ولابیع عن ذکرالله | ۴۳۶ |
| حدیث : کنت اتجر فی الصرف | ۴۳۶ |
| باب : الخروج فی التجارة | ۴۳۸ |
| حدیث : ان ابا موسی الاشعری استاذن الحدیث | ۴۳۸ |
| باب : التجارة فی البحر | ۴۳۹ |
| ت : لا باس به | ۴۳۹ |
| ت : تمخر السفن من الریح | ۴۳۹ |
| باب : قول الله تعالی انفقوا من طیبت ما کسبتم | ۴۳۹ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : اذا انفقت المراة من کسب زوجها | ۴۳۹ |
| باب : من احب البسط فی الرزق | ۴۴۰ |
| حدیث : من سره ان یبسط له رزقه | ۴۴۰ |
| باب : شری النبی صلی الله تعالی علیه وسلم بالنسیة | ۴۴۰ |
| حدیث : اشتری طعاما من یهودی | ۴۴۰ |
| حدیث : مشی بخبزوا هالة سنخة | ۴۴۱ |
| باب : کسب الرجل وعمله بیده | ۴۴۱ |
| حدیث : لما استخلف ابوبکر الصدیق الحدیث | ۴۴۱ |
| بحیرا راہب کے واقعہ کی توثیق | ۴۴۲ |
| حدیث : کان الصحابة عمال انفسهم | ۴۴۳ |
| حدیث : ما اکل احد طعاما قط خیرا الحدیث | ۴۴۳ |
| حدیث : ان داود علیه السلام کان لا یاکل الامن عمل یده | ۴۴۳ |
| تجارت، زراعت، صنعت میں کون افضل ہے؟ | ۴۴۳ |
| باب : السهولة والسماحة فی الشری والبیع | ۴۴۴ |
| حدیث : رحم الله رجلا سمحا | ۴۴۴ |
| باب : من انظر موسرا | ۴۴۴ |
| حدیث : تلقت الملئکة روح رجل | ۴۴۴ |
| ت : کنت ایسر علی الموسر | ۴۴۴ |
| ت : فانظر الموسر | ۴۴۴ |
| ت : فاقبل عن الموسر | ۴۴۵ |
| باب : من انظر معسرا | ۴۴۵ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : فاذا رای معسرا قال تجاوز واعنه | ۴۴۵ |
| باب : اذا بین البیعان ولم یکتما ونصحا | ۴۴۶ |
| ت : بیع المسلم المسلم لاداء ولا خبثة | ۴۴۶ |
| ت : الغائلة الزنی والسرقة والاباق | ۴۴۶ |
| ت : ان بعض النخاسین یسمی اری الحدیث | ۴۴۷ |
| ت : لایحل لامری مسلم ان یبیع سلعة | ۴۴۷ |
| حدیث : البیعان بالخیار ما لم یتفرقا | ۴۴۸ |
| باب : بیع الخلط من التمر | ۴۴۹ |
| حدیث : کنا نرزق تمر الجمع وهو الخلط | ۴۴۹ |
| باب : ما قیل فی اللحام والجزار | ۴۴۹ |
| حدیث : فقال لغلام قصاب | ۴۴۹ |
| سب سے اخیر میں کونسی آیت نازل ہوئی؟ | ۴۵۰ |
| باب : موکل الربا | ۴۵۱ |
| ت : هذا آخر آیة نزلت | ۴۵۱ |
| حدیث : نهی عن ثمن الکلب وثمن الدم | ۴۵۲ |
| باب : یمحق الله الربوا ویربی الصدقت | ۴۵۳ |
| حدیث : الحلف منفقة للسلعة | ۴۵۳ |
| باب : ما یکره من الحلف فی البیع | ۴۵۳ |
| حدیث : ان رجلا اقام سلعة فحلف | ۴۵۳ |
| باب : ما قیل فی الصواغ | ۴۵۴ |
| حدیث : ان علیا قال کانت لی شارف | ۴۵۴ |
| باب : ذکر القین والحداد | ۴۵۵ |
| حدیث : کنت قینا فی الجاهلیة | ۴۵۵ |
| باب : الخیاط | ۴۵۶ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : ان خیاطا دعا رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم | ۴۵۶ |
| باب : النجار | ۴۵۷ |
| الا اجعل لك شیئا تقعد علیه | ۴۵۷ |
| باب : شری الدواب والحمر | ۴۵۸ |
| حدیث : فابطانی جملی داعیا | ۴۵۸ |
| باب : بیع الابل الهیم والاجرب | ۴۶۱ |
| حدیث : کان عنده ابل هیم | ۴۶۱ |
| باب : بیع السلاح فی الفتنة وغیرها | ۴۶۱ |
| کره عمران بن حصین بیعه فی الفتنة | ۴۶۱ |
| حدیث : خرجنا عام حنین فاعطاه یعنی الدرع | ۴۶۲ |
| باب : العطار وبیع المسك | ۴۶۳ |
| حدیث : مثل الجلیس الصالح الحدیث | ۴۶۳ |
| باب : ذکر الحجام | ۴۶۴ |
| حدیث : حجم ابوطیبة رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم | ۴۶۴ |
| حدیث : احتجم النبی صلی الله تعالی علیه وسلم | ۴۶۴ |
| باب : التجارة فیما یکره اللبس للرجال والنساء | ۴۶۵ |
| حدیث : ارسل النبی صلی الله تعالی علیه وسلم الی عمر حلة سیرا | ۴۶۵ |
| حدیث : انها اشترت نمرقة فیها تصاویر | ۴۶۶ |
| باب: کم یجوز الخیار؟ | ۴۶۷ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : ان المتبایعین بالخیار ما لم یتفرقا | ۴۶۷ |
| باب : البیعان بالخیار ما لم یتفرقا | ۴۶۷ |
| باب : اذا اشتری شیئا فوهب من ساعته | ۴۶۸ |
| ت : من یشتری السلعة علی الرضا | ۴۶۹ |
| حدیث : کنا فی سفر فکنت علی بکر صعب | ۴۶۹ |
| ت : بعت من امیر المومنین عثمان | ۴۷۰ |
| باب : ما یکره من الخداع فی البیع | ۴۷۱ |
| حدیث : اذا ما بعت فقل لا خلابة | ۴۷۱ |
| باب : ما ذکر فی الاسواق | ۴۷۲ |
| حدیث : یغزو جیش الکعبة الحدیث | ۴۷۲ |
| حدیث : کان النبی صلی الله تعالی علیه وسلم فی السوق | ۴۷۴ |
| حدیث : حتی اتی سوق بنی قینقاع | ۴۷۵ |
| حدیث : یشترون الطعام من الرکبان | ۴۷۶ |
| باب : کراهیة الصخب فی الاسواق | ۴۷۷ |
| حدیث : اخبرنی عن صفة رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم | ۴۷۷ |
| باب : الکیل علی البائع والمعطی | ۴۸۰ |
| ت : اکتالوا حتی تستوفوا | ۴۸۱ |
| ت : اذا بعت فکل | ۴۸۱ |
| حدیث : توفی عبدالله بن عمرو بن حرام وعلیه دین | ۴۸۲ |
| باب : ما یستحب من الکیل | ۴۸۴ |
| حدیث : کیلوا طعامکم یبارك لکم | ۴۸۴ |
| باب : برکة صاع النبی صلی الله تعالی علیه وسلم | ۴۸۴ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : ان ابراهیم حرم ومکة ودعا لها الحدیث | ۴۸۵ |
| حدیث : اللهم بارك لهم فی مکیالهم | ۴۸۵ |
| باب : ما یذکر فی بیع الطعام والحکرة | ۴۸۵ |
| حدیث : رایت الذین یشترون الطعام الحدیث | ۴۸۶ |
| حدیث : نهی ان بیع الرجل طعاما حتی یستوفیه | ۴۸۷ |
| حدیث : من کان عنده صرف | ۴۸۷ |
| باب : اذا اشتری متاعا او دابة فوضع عند البائع | ۴۸۹ |
| ت : ما ادرکت الصفقة حیا فهو من المبتاع | ۴۸۹ |
| حدیث : فلما اذن له فی الخروج الی المدینة | ۴۹۰ |
| باب : لا یبیع علی بیع اخیه | ۴۹۱ |
| حدیث : نهی ان یبیع حاضر لباد | ۴۹۱ |
| باب : بیع المزابنة | ۴۹۳ |
| ت : ادرکت الناس لا یرون باسا الخ | ۴۹۳ |
| حدیث : ان رجلا اعتق غلاما له عن دبر | ۴۹۳ |
| باب : النجش ومن قال لا یجوز ذلك | ۴۹۴ |
| ت : الخدیعة فی النار | ۴۹۴ |
| ت : من عمل عملا لیس علیه امرنا فهو رد | ۴۹۵ |
| حدیث : نهی صلی الله تعالی علیه وسلم عن النجش | ۴۹۵ |
| باب : بیع الغرر وحمل الحبلة | ۴۹۵ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : نهی عن بیع حبل الحبلة | ۴۹۵ |
| باب : بیع الملامسة | ۴۹۶ |
| حدیث : نهی عن المنابذة | ۴۹۶ |
| باب : النهی للبائع ان لا یحفل | ۴۹۷ |
| حدیث : لا تصروا الابل والغنم | ۴۹۷ |
| حدیث : من اشتری شاة محفلة فردها | ۴۹۹ |
| باب : ان شاء رد المصراة الخ | ۴۹۹ |
| حدیث : من اشتری غنما مصراة | ۴۹۹ |
| باب : بیع العبد الزانی | ۴۹۹ |
| ت : ان شاء رد من الزنی | ۴۹۹ |
| حدیث : اذا زنت الامة فتبین زناها | ۵۰۰ |
| حدیث : الامة اذا زنت ولم تحصن | ۵۰۱ |
| باب : هل یبیع حاضر لباد بغیر اجر | ۵۰۲ |
| ت : اذا استنصح احدکم اخاه فلینصح له | ۵۰۲ |
| ت : ورخص فیه عطاء | ۵۰۲ |
| حدیث : لا تلقوا الرکبان | ۵۰۳ |
| باب : من کره ان یبیع حاضر لباد | ۵۰۳ |
| حدیث : نهی صلی الله تعالی علیه وسلم ان یبیع حاضر لباد | ۵۰۳ |
| باب : لا یشتری حاضر لباد بالسمسرة | ۵۰۳ |
| باب : النهی عن تلقی الرکبان | ۵۰۴ |
| حدیث : لا یبیع بعضکم علی بیع بعض | ۵۰۴ |
| باب : منتهی التلقی | ۵۰۴ |
| حدیث : فنهانا ان نبیعه حتی تبلغ به | ۵۰۴ |
| حدیث : فنهاهم ان یبیعوه فی مکانه | ۵۰۵ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب : بیع الزبیب بالزبیب والطعام بالطعام | ۵۰۶ |
| حدیث : نهی صلی الله تعالی علیه وسلم عن المزابنة | ۵۰۶ |
| باب : بیع الذهب بالذهب | ۵۰۷ |
| حدیث : لا تبیعوا الذهب بالذهب الاسواء | ۵۰۷ |
| باب : بیع الفضة بالفضة | ۵۰۷ |
| حدیث : ان اباسعید حدثه مثل ذلك | ۵۰۷ |
| حدیث : ولا تبیعوا منها غائبا بناجز | ۵۰۸ |
| باب : بیع الدینار بالدینار نساء | ۵۰۸ |
| سود کا معیار | ۵۰۹ |
| باب : بیع المزابنة | ۵۱۱ |
| حدیث : لا تبیعوا الثمر حتی یبدو صلاحه | ۵۱۱ |
| حدیث : نهی عن المزابنة والمحاقلة | ۵۱۲ |
| حدیث : رخص لصاحب العریة ان تبیعها | ۵۱۲ |
| باب : بیع الثمر علی روس النخل بالذهب والفضة | ۵۱۳ |
| حدیث : نهی صلی الله تعالی علیه وسلم عن بیع الثمر حتی یطیب | ۵۱۳ |
| حدیث : رخص فی بیع العرایا فی خمسة اوسق | ۵۱۴ |
| حدیث : رخص فی العرایا ان تباع بخرصها | ۵۱۴ |
| باب : تفسیر العرایا | ۵۱۶ |
| ت : العریة ان یعری الرجل الرجل النخلة | ۵۱۶ |
| ت : لا تکون الا بالکیل من التمرید ابید | ۵۱۶ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت : کانت العرایا ان یعری الرجل النخلة | ۵۱۷ |
| ت : العرایا نخل کانت توهب للمساکین | ۵۱۷ |
| امام محمد بن اسحٰق صاحب مغازی ثقہ اور حجت ہیں | ۵۱۷ |
| باب : بیع الثمار قبل ان یبد وصلاحها | ۵۱۸ |
| ت : یتبایعون الثمار فاذا جذ الناس الحدیث | ۵۱۸ |
| حدیث : نهی عن بیع الثمار حتی یبدو صلاحها | ۵۲۰ |
| حدیث : نهی ان تباع الثمرة حتی تشقح | ۵۲۰ |
| باب : بیع النخل قبل ان یبدو صلاحها | ۵۲۰ |
| حدیث : نهی عن بیع الثمرة حتی یبدو صلاحها | ۵۲۰ |
| باب : اذا باع الثمار قبل ان یبدو صلاحها الخ | ۵۲۱ |
| حدیث : ارایت ان منع الله الثمرة،الحدیث | ۵۲۱ |
| باب : اذا اراد بیع تمر بتمر خیر منه | ۵۲۲ |
| حدیث : استعمل رجلا علی خیبر فجاء ه الحدیث | ۵۲۲ |
| باب : قبض من باع نخلا قد ابرت الحدیث | ۵۲۳ |
| حدیث : ایما نخل بیعت قد ابرت الحدیث | ۵۲۳ |
| حدیث : من باع نخلا قد ابرت فثمرها،الخ | ۵۲۴ |
| باب : بیع الزرع بالطعام کیلا | ۵۲۵ |
| حدیث : نهی عن المزابنة ان یبیع تمر حائطة،الحدیث | ۵۲۵ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب : بیع المخاضرة | ۵۲۵ |
| حدیث : نهی عن المحاقلة والمخاضرة | ۵۲۵ |
| باب : من اجری امر الامصار علی ما یتعارفون | ۵۲۵ |
| ت : سنتکم بینکم | ۵۲۶ |
| ت : لا باس العشرة باحد عشرة | ۵۲۶ |
| ت : اکتری حمارا فقال بکم | ۵۲۶ |
| حدیث : خذی انت وبینك الحدیث | ۵۲۷ |
| حضرت ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا | ۵۲۸ |
| حدیث : ومن کان غنیا فلیستعفف | ۵۲۹ |
| انزلت فی والی الیتیم | ۵۳۰ |
| باب : بیع الشریك من شریکه | ۵۳۰ |
| حدیث : جعل النبی صلی الله تعالی علیه وسلم الشفعة الحدیث | ۵۳۰ |
| باب : اذا اشتری شیئا لغیره بغیر اذنه الخ | ۵۳۱ |
| حدیث : حدیث الغار | ۵۳۱ |
| باب : الشری والبیع مع المشرکین | ۵۳۴ |
| حدیث : جاء رجل مشرك مشعان | ۵۳۴ |
| باب : شری المملوك من الحربی الخ | ۵۳۶ |
| ت : وقال صلی الله تعالی علیه وسلم لسلمان کاتب | ۵۳۶ |
| حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۵۳۶ |
| ت : وسبی عمار وصهیب وبلال | ۵۴۰ |
| حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۵۴۰ |
| حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۵۴۰ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| هاجر ابراهیم بسارة،الحدیث | ۵۴۴ |
| حدیث : قال لصهیب اتق الله ولا تدع الحدیث | ۵۴۷ |
| باب : قتل الخنزیر | ۵۴۷ |
| حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم | ۵۴۷ |
| حدیث : لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم | ۵۴۷ |
| صلیب کی پرستش کی ابتدا | ۵۴۸ |
| باب : لا یذاب شحم المیتة،الخ | ۵۴۹ |
| حدیث : قاتل الله الیهود حرمت علیهم الحدیث | ۵۴۹ |
| حدیث : قاتل الله الیهود حرمت علیهم الشحوم | ۵۴۹ |
| باب : بیع التصاویر التی لیس فیها روح | ۵۵۰ |
| حدیث : انی انسان انما معیشتی من صنعة | ۵۵۰ |
| باب : اثم من باع حرا | ۵۵۱ |
| حدیث : ثلثة انا خصمهم یوم القیمة | ۵۵۲ |
| باب : امر النبی صلی الله تعالی علیه وسلم الیهود ببیع ارضیهم حین اجلاهم | ۵۵۲ |
| باب : بیع العبید بالعبید،الخ | ۵۵۲ |
| ت : واشتری راحلة باربعة العبرة | ۵۵۳ |
| ت : قد یکون البعیر خیرا من بعیرین | ۵۵۳ |
| ت : واشتری بعیرا ببعیرین | ۵۵۳ |
| ت : لاربا فی الحیوان | ۵۵۴ |
| ت : لا باس بعیر ببعیرین | ۵۵۴ |
| حدیث : کان فی السبی صفیة | ۵۵۴ |
| باب : الرقیق | ۵۵۴ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : فکیف تری فی العزل | ۵۵۴ |
| باب : بیع المدبر | ۵۵۵ |
| حدیث : باع النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم المدبر | ۵۵۵ |
| باب : ھل یسافر بالجاریۃ قبل ان یستبراھا | ۵۵۶ |
| ت : لم یر باسا ان یقبلھا او یباشرھا | ۵۵۶ |
| ت : اذا بیعت الولیدۃ اللتی توطا فلیستبراھا | ۵۵۶ |
| ت : لا باس ان یصیب من جاریۃ الحامل الخ | ۵۵۶ |
| باب : بیع المیتۃ والاصنام | ۵۵۷ |
| حدیث : ان اللہ ورسولہ حرم بیع الخمر والمیتۃ | ۵۵۷ |
| **کتاب السلم** | |
| باب : السلم فی وزن معلوم | ۵۵۸ |
| حدیث : ھم یسلفون بالتمر السنتین والثلث | ۵۵۸ |
| حدیث : انا کنا نسلف فی الحنطۃ الحدیث | ۵۵۹ |
| باب : السلم الی من لیس عندہ اصل | ۵۶۰ |
| حدیث : نھی عن بیع النخل حتی یوکل وحتی یوذن | ۵۶۰ |
| باب : السلم فی النخل | ۵۶۱ |
| حدیث : نھی عن بیع النخل حتی یصلح | ۵۶۱ |
| باب : السلم الی اجل معلوم | ۵۶۱ |
| ت : لا باس بالطعام الموصوف بسعر معلوم | ۵۶۲ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب : عرض الشفعۃ علی صاحبہ قبل البیع | ۵۶۲ |
| ت : اذا اذن لہ قبل البیع فلا شفعۃ لہ | ۵۶۲ |
| ت : من بیعت شفعۃ وھو شاھد الخ | ۵۶۲ |
| حدیث : یاسعد ابتع منی بیتی فی دارک | ۵۶۳ |
| باب : ای الجوار اقرب | ۵۶۴ |
| حدیث : ان لی جارین فالی ایھما اھدی | ۵۶۴ |
| **کتاب الاجارات** | |
| باب : استیجار الرجل الصالح | ۵۶۴ |
| حدیث : لن نستعمل علی عملنا من ارادہ | ۵۶۵ |
| باب : رعی الغنم علی قراریط | ۵۶۵ |
| قراریط جگہ کا نام ہے | ۵۶۶ |
| باب : استیجار المشرکین عند الضرورۃ | ۵۶۶ |
| حدیث : استاجر رجلا من بنی ویل الحدیث | ۵۶۷ |
| باب : اجر السمسرۃ | ۵۶۸ |
| ت : ولم یر باجر السمسار باسا | ۵۶۸ |
| ت : اذا قال بعہ بکذا وکذا | ۵۶۸ |
| ت : المسلمون عند شروطھم | ۵۶۸ |
| باب : ما یعطی فی الرقیۃ علی احیاء العرب | ۵۶۹ |
| ت : لا یشترط المعلم الا ان یعطی شیئا فیقبلہ | ۵۶۹ |
| ت : لم اسمع احد اکرہ اجر المعلم | ۵۶۹ |
| ت : واعطی الحسن عشرۃ دراھم | ۵۷۰ |
| ت : ولم یرابن سیرین باجر القسام باسا | ۵۷۰ |
| حدیث : فلدغ سید ذلک الحی | ۵۷۱ |
| باب : خراج الحجام | ۵۷۳ |
| حدیث : ولم یکن یظلم احدا | ۵۷۳ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب : ما جاء فی کسب البغی والاماء | ۵۷۳ |
| ت : وکرہ ابراھیم اجر النائحة والمغنیة | ۵۷۳ |
| حدیث : نھی النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم عن کسب الاماء | ۵۷۴ |
| باب : عسب الفحل | ۵۷۴ |
| حدیث : نھی النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم عن عسب الفحل | ۵۷۵ |
| ت : لیس لاھله ان یخرجوه الی تمام الاجل | ۵۷۵ |
| ت : تمضی الاجارة الی اجلھا | ۵۷۵ |
| ت : اعطی النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم خیبر بالشطر الحدیث | ۵۷۶ |
| حدیث : اعطی صلی اللہ تعالی علیه وسلم خیبر الیھود | ۵۷۶ |
| حدیث : ان المزارع کانت تکری | ۵۷۶ |
| حدیث : نھی النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم عن کراء المزارع | ۵۷۶ |
| باب : فی الحوالة | ۵۷۷ |
| ت : اذا کان یوم احال ملیا جاز | ۵۷۷ |
| حدیث : مطل الغنی ظلم | ۵۷۸ |
| باب : اذا احال دینا علی رجل | ۵۷۸ |
| حدیث : اذا اتی بجنازه فقالوا صل الحدیث | ۵۷۸ |
| **کتاب الکفالة** | ۵۷۹ |
| باب : الکفالة فی القرض والدیون | ۵۸۰ |
| ت : بعثه مصدقا فوقع رجل علی جاریة | ۵۸۰ |
| ت : قال فی المرتدین استبھم وکفلھم | ۵۸۱ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت : وقال حماد اذا تکفل بنفس فمات | ۵۸۱ |
| باب : قول اللہ والذین عاقدت ایمانھم | ۵۸۱ |
| حدیث : کان یرث المھاجر الانصار دون ذوی رحمه | ۵۸۱ |
| حدیث : لا حلف فی الاسلام | ۵۸۲ |
| باب : من تکفل عن میت دینا فلیس له ان یرجع | ۵۸۳ |
| حدیث : لو قد جاء مال البحرین قد اعطیتك | ۵۸۳ |
| باب : جوار ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنه | ۵۸۴ |
| حدیث : خرج ابوبکر مھاجرا قبل الحبشة | ۵۸۴ |
| حدیث : کان یوتی بالرجل المتوفی علیه | ۵۸۸ |
| **کتاب الوکالة** | ۵۸۸ |
| وکالة الشریك الشریك فی القسمه وغیرھا | ۵۸۸ |
| حدیث : اعطاه غنما یقسمھا علی صحابته | ۵۸۹ |
| باب : اذا وکل المسلم حربیا فی دارالحرب | ۵۸۹ |
| حدیث : کاتب امیة بن خلف کتابا | ۵۸۹ |
| باب : اذا ابصره الراعی اوالوکیل شاة تموت | ۵۹۱ |
| حدیث : کانت له غنم ترعی بسلع | ۵۹۱ |
| باب : وکالة الشاھد والغائب جائزة | ۵۹۲ |
| ت : کتب الی قھرمانه ان یزکی عن اھله | ۵۹۲ |
| حدیث : کان لرجل علی النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم سن | ۵۹۲ |
| باب : اذا وھب شیئا لوکیل او شفیع قوم جاز | ۵۹۳ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : قام حین جاء ہ وفد ھوازن | ۵۹۳ |
| باب : وکالة المراة فی النکاح | ۵۹۵ |
| حدیث : جاء ت امراة فقالت قد وھبت لك من نفسی | ۵۹۵ |
| باب : اذا وکل رجلا فترك الوکیل الخ | ۵۹۷ |
| حدیث : وکلنی بحفظ زکوة رمضان | ۵۹۷ |
| باب : اذا باع الوکیل شیئا فاسدا | ۶۰۰ |
| حدیث : فبعت منه صاعین بصاع | ۶۰۱ |
| باب : الوکالة فی الوقف | ۶۰۱ |
| حدیث : لیس علی الولی جناح ان یاکل الخ | ۶۰۱ |
| باب : الوکالة فی الحدود | ۶۰۲ |
| حدیث : ان ابنی کان عسیفا فزنی بامراته | ۶۰۲ |
| حدیث : جئ با لنعیمان شاربا | ۶۰۳ |
| **ابواب الحرث والمزارعة** | ۶۰۴ |
| باب : فضل الحرث والزرع | ۶۰۴ |
| حدیث : ما من مسلم یغرس غرسا | ۶۰۴ |
| باب : ما یحذر من عواقب الاشغال الخ | ۶۰۵ |
| حدیث : رای سکة وشیئا من آلة الحرث | ۶۰۵ |
| باب : اقتناء الکلب للحرث | ۶۰۵ |
| حدیث : من امسك کلبا فانه ینقص | ۶۰۶ |
| حدیث : من اقتنی کلبا لا یغنی عنه زرعا | ۶۰۶ |
| باب : استعمال البقر للحراثة | ۶۰۷ |
| حدیث : بینما رجل راکب علی بقرة | ۶۰۷ |
| باب : اکفنی مؤنة النخل | ۶۰۸ |
| حدیث : قالت الانصار اقسم بیننا الحدیث | ۶۰۸ |
| باب : قطع الشجر والنخل | ۶۰۸ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : انه صلی الله تعالی علیه وسلم حرق نخل بنی النضیر | ۶۰۸ |
| حدیث : کنا اکثر اھل المدینة مزدرعا | ۶۰۹ |
| باب : المزارعة بالشطر ونحوه | ۶۱۰ |
| ت : ما بالمدینة اھل بیت ھجرة الا یزرعون | ۶۱۰ |
| ت : وزارع علی سعد بن مالك الخ | ۶۱۰ |
| ت : اشارك عبدالرحمن بن یزید فی الزرع | ۶۱۰ |
| ت : وعامل عمر الناس علی ان جاء عمر بالبذر | ۶۱۱ |
| ت : لا باس ان تکون الارض لاحدھما الخ | ۶۱۱ |
| ت : لا باس ان یجتنی القطن علی النصف | ۶۱۲ |
| ت : لا باس ان یعطی الثوب بالثلث | ۶۱۲ |
| ت : لا باس ان تکون الماشیة علی الثلث | ۶۱۳ |
| حدیث : عامل صلی الله تعالی علیه وسلم اھل خیبر بشطر ما یخرج | ۶۱۳ |
| حدیث : لو ترکت المخابرة الحدیث | ۶۱۳ |
| باب : اوقاف اصحاب النبی صلی الله تعالی علیه وسلم | ۶۱۳ |
| حدیث : لو لا آخر المسلمین ما فتحت قریة الا قسمتھا | ۶۱۳ |
| باب : من احیی ارضا مواتا | ۶۱۴ |
| ت : ورای ذلك علی فی ارض الخراب | ۶۱۴ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت: من احیا ارضا میتة فهی له | ۶۱۴ |
| ت: لیس لعرق ظالم فیه حق | ۶۱۴ |
| حدیث: من اعمر ارضا لیست لاحد فهو احق | ۶۱۵ |
| باب: اذا قال رب الارض اقرك ما اقرك | ۶۱۶ |
| حدیث: ان عمر رضی الله تعالی عنه اجلی الیهود والنصاری | ۶۱۶ |
| اسباب جلاوطنی | ۶۱۶ |
| باب: ما کان اصحاب النبی صلی الله تعالی علیه وسلم یواسی الخ | ۶۱۷ |
| حدیث: لا تفعلوا ازرعوها او ازرعوها او امسکوها | ۶۱۷ |
| حدیث: من کانت له ارض فلیزرعها او لیمنحها | ۶۱۸ |
| حدیث: ان ابن عمر کان یکری مزارعه | ۶۱۸ |
| حدیث: ان ابن عمر قال کنت اعلم ان الارض | ۶۲۰ |
| باب: کراء الارض بالذهب والفضة | ۶۲۰ |
| ت: ان تستاجروا الارض البیضاء | ۶۲۰ |
| حدیث: انهم کانوا یکرون الارض بما ینبت الخ | ۶۲۰ |
| حدیث: ان رجلا من اهل الجنة استاذن ربه | ۶۲۱ |
| **کتاب المساقاه** | ۶۲۳ |
| باب: فی الشرب | ۶۲۳ |
| ت: من یشتری بیر رومة | ۶۲۴ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث: اتی صلی الله تعالی علیه وسلم بقدح فشرب منه الحدیث | ۶۲۵ |
| حدیث: حلبت شاة داجن الحدیث | ۶۲۵ |
| باب: من قال ان صاحب الماء احق بالماء | ۶۲۶ |
| حدیث: لا یمنع فضل الماء الحدیث | ۶۲۶ |
| باب: الخصومة والقضاء فیها | ۶۲۷ |
| حدیث: من حلف علی یمین یقتطع بها مال مسلم | ۶۲۷ |
| باب: اثم من منع ابن السبیل من الماء | ۶۲۹ |
| حدیث: ثلثة لا ینظر الله الیهم یوم القیمة | ۶۲۹ |
| باب: سکر الانهار | ۶۳۰ |
| حدیث: ان رجلا من الانصار خاصم الزبیر الحدیث | ۶۳۰ |
| باب: من رای ان صاحب الحوض والقربة احق | ۶۳۲ |
| حدیث: لا ذودن رجالا عن حوضی الحدیث | ۶۳۳ |
| باب: لاحمی الا لله ولرسوله | ۶۳۳ |
| حدیث: لاحمی الا لله ولرسوله | ۶۳۳ |
| باب: القطائع | ۶۳۴ |
| حدیث: اراد صلی الله علیه وسلم ان یقطع من البحرین | ۶۳۴ |
| **کتاب الاستقراض** | ۶۳۵ |
| باب: من اخذ اموال الناس یرید اداء ها | ۶۳۵ |
| حدیث: من اخذ اموال الناس یرید اداء ها | ۶۳۵ |
| باب: اداء الدیون | ۶۳۶ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : ابصر احدا قال ما احب انه یحول لی ذهبا | ۶۳۶ |
| حدیث : لو کان لی مثل احد ذهبا ما یسرنی،الحدیث | ۶۳۷ |
| باب : لصاحب الحق مقال | ۶۳۸ |
| حدیث : لی الواجد محل عرضه | ۶۳۸ |
| باب : اذا وجد ما له عند مفلس | ۶۳۸ |
| ت : اذا افلس وتبین لم یجز عتقه | ۶۳۹ |
| ت : من اقتصی من حقه قبل ان یفلس | ۶۳۹ |
| حدیث : من ادرک ما له بعینه فهو احق به | ۶۳۹ |
| باب : اذا اقرضه الی اجل مسمی الخ | ۶۴۰ |
| ت : وقال فی القرض الی اجل مسمی لاباس | ۶۴۱ |
| ت : هو الی اجله فی القرض | ۶۴۱ |
| باب : ما ینهی عن اضاعة المال | ۶۴۱ |
| حدیث : ان الله حرم علیکم عقوق الامهات | ۶۴۲ |
| **فی الخصومات** | ۶۴۴ |
| باب : مایذکرفی الاشخاص والخصومة | ۶۴۴ |
| حدیث : سمعت رجلا قرا آیة سمعت خلافها،الحدیث | ۶۴۴ |
| حدیث : استب رجل من المسلمین ورجل من الیهود | ۶۴۵ |
| حدیث : جاء یهودی فقال ضرب وجهی رجل | ۶۴۶ |
| باب : من رد امرا لسفیه والضعیف العقل | ۶۴۹ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت : اذا کان لرجل علی رجل مال الخ | ۶۵۰ |
| باب : کلام الخصوم بعضهم فی بعض | ۶۵۰ |
| حدیث : یقرء علی غیر ما اقراها | ۶۵۰ |
| باب : اخراج اهل المعاصی والخصوم من البیت | ۶۵۲ |
| ت : وقد اخرج عمر اخت ابی بکر حین ناحت | ۶۵۲ |
| **کتاب اللقطه** | ۶۵۳ |
| باب : اذا اخبره رب اللقطة بالعلامة الخ | ۶۵۳ |
| حدیث : اخذت صرة فیها مائة دینار | ۶۵۳ |
| باب : ضالة الابل | ۶۵۴ |
| حدیث : جاء اعرابی فساله صلی الله علیه وسلم عما یلتقطه | ۶۵۴ |
| باب : کیف تعرف لقطة اهل مکة | ۶۵۶ |
| حدیث : لما فتح الله مکة قام صلی الله تعالی علیه وسلم فی الناس الحدیث | ۶۵۶ |
| باب : لا تحلب ماشیة احد بغیر اذنه | ۶۵۸ |
| حدیث : لا یحلبن ماشیة امری بغیر اذنه | ۶۵۸ |
| حدیث : عن ابی بکر رضی الله تعالی عنه انطلقت فاذا انا براعی،الحدیث | ۶۵۹ |
| **ابواب المظالم والقصاص** | ۶۶۱ |
| باب : فی المظالم والغصب | ۶۶۱ |
| باب : قصاص المظالم | ۶۶۲ |
| حدیث : اذا خلص المومنون من النار الحدیث | ۶۶۲ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب : قول الله تعالى الا لعنة الله على الظلمين | ٦٦٣ |
| حدیث : ان الله يدنى المومن فيضع عليه كنفه | ٦٦٣ |
| باب : لا يظلم المسلم المسلم ولا يسلمه | ٦٦٤ |
| حدیث : المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه | ٦٦٥ |
| باب : انصر اخاك ظالما او مظلوما | ٦٦٦ |
| حدیث : فكيف ننصره ظالما؟الحديث | ٦٦٦ |
| باب : الانتصار من الظالم | ٦٦٧ |
| ت : كانوا يكرهون ان يستذلوا | ٦٦٧ |
| باب : الظلم ظلمات يوم القيمة | ٦٦٧ |
| باب : من كانت له مظلمة عندالرجل | ٦٦٨ |
| حدیث : من كانت له مظلمة لاخيه من عرضه | ٦٦٨ |
| باب : اذا احلله من ظلمه فلا رجوع | ٦٦٩ |
| حدیث : الرجل تكون عند المراة ليس بمستكثر | ٦٦٩ |
| باب : اثم من ظلم شيئا من الارض | ٦٧٠ |
| حدیث : من ظلم شيئا من الارض طوقه الحديث | ٦٧٠ |
| حدیث : من ظلم قيد شبر من الارض | ٦٧٠ |
| حدیث : من اخذ من الارض شيئا خسف به | ٦٧١ |
| باب : اذا اذن انسان لاخر شيئا جاز | ٦٧٣ |
| حدیث : نهى صلى الله تعالى عليه وسلم عن الاقران | ٦٧٣ |
| باب : قول الله وهو الدالخصام | ٦٧٣ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : ان ابغض الرجال الى الله الدالخصم | ٦٧٣ |
| باب : من خاصم فى باطل | ٦٧٤ |
| حدیث : فلعل بعضكم ان يكون ابلغ الحديث | ٦٧٤ |
| باب : قصاص المظلوم اذا وجد مال ظالمه | ٦٧٦ |
| ت : يقاصه وقرء وان عاقبتم | ٦٧٦ |
| حدیث : فنزل بقوم لا يقروننا الحديث | ٦٧٦ |
| باب : لا يمنع جار جاره ان يغرز الحديث | ٦٧٧ |
| باب : صب الخمر فى الطريق | ٦٧٨ |
| حدیث : الا ان الخمر قد حرمت الحديث | ٦٧٨ |
| باب : افنية الدور والجلوس فيها | ٦٧٩ |
| باب : الغرفة والعلية المشرفة الخ | ٦٧٩ |
| حدیث : اياكم والجلوس على الطرقات | ٦٧٩ |
| باب : الغرفة والعلية والمشرفة | ٦٨٠ |
| حدیث : اللتين قال الله تعالى لهما ان تتوبا الحديث | ٦٨٠ |
| باب : اذا اختلفوا فى الطريق الميتاء الخ | ٦٩٠ |
| حدیث : اذا تشاجروا فى الطريق | ٦٩٠ |
| باب : النهبى بغير اذن صاحبه | ٦٩١ |
| ت : بايعنا ان لا ننتهب | ٦٩١ |
| حدیث : نهى صلى الله تعالى عليه وسلم عن النهبى والمثلة | ٦٩١ |
| حدیث : لايزنى الزانى حين يزنى وهو مومن | ٦٩٢ |
| باب : هل تكسر الدنان اللتى فيها الخمر الخ | ٦٩٣ |
| حدیث : راى فيرانا توقد يوم خيبر | ٦٩٤ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : وحول الکعبة ثلث مائة وستون نصبا | ۶۹۵ |
| حدیث : اتخذت علی سهوة لها ستر الحدیث | ۶۹۵ |
| باب : من قتل دون ماله | ۶۹۶ |
| باب : اذا کسر قصعة او شیئا لغیره | ۶۹۷ |
| حدیث : فارسلت احدی امهات المومنین بقصعة | ۶۹۷ |
| **باب الشرکة فی الطعام** | ۶۹۸ |
| حدیث : بعث صلی الله تعالی علیه وسلم بعثا قبل الساحل | ۶۹۸ |
| حدیث : خفت ازوادالقوم واملقوا الحدیث | ۷۰۱ |
| حدیث : اذا ارملوا فی الغزو اوقل طعامهم الحدیث | ۷۰۲ |
| باب : قسمة الغنم | ۷۰۳ |
| حدیث : فاصاب الناس جوع فاصابوا ابلا وغنما | ۷۰۳ |
| باب : تقویم الاشیاء بین الشرکاء | ۷۰۵ |
| حدیث : من اعتق شقصا من عبد | ۷۰۵ |
| حدیث : من اعتق شقصا من مملوکه | ۷۰۶ |
| باب : هل یقرع فی القسمة والاستهام | ۷۰۷ |
| حدیث : مثل القائم علی حدود الله عزوجل | ۷۰۷ |
| باب : شرکة الیتیم واهل المیراث | ۷۰۸ |
| حدیث : سال عائشة عن قول الله وان خفتم | ۷۰۸ |
| باب : اذا اقتسم الشرکاء الدور وغیرها | ۷۱۱ |
| باب : الشرکة فی الطعام وغیره | ۷۱۱ |
| ت : ان رجلا ساوم شیئا فغمزه آخر الخ | ۷۱۱ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : فمسح راسه ودعا له | ۷۱۲ |
| باب : الاشتراک فی الهدی والبدن | ۷۱۳ |
| **باب الرهن فی الحضر** | ۷۱۵ |
| حدیث : لقدرهن صلی الله تعالی علیه وسلم درعة بشعیر | ۷۱۵ |
| باب : رهن السلاح | ۷۱۶ |
| حدیث : من الکعب بن الاشرف | ۷۱۶ |
| باب : الرهن مرکوب ومحلوب | ۷۱۹ |
| ت : ترکب الضالة بقدر علفها | ۷۱۹ |
| حدیث : الظهر یرکب بنفقته اذا کان مرهونا | ۷۱۹ |
| باب : اذا اختلف الراهن والمرتهن فالبینة علی المدعی | ۷۲۰ |
| حدیث : قضی صلی الله تعالی علیه وسلم ان الیمین علی المدعی علیه | ۷۲۰ |
| **فی العتق وفضله** | ۷۲۲ |
| حدیث : ایما رجل اعتق امرا مسلما الحدیث | ۷۲۲ |
| باب : ای الرقاب افضل | ۷۲۴ |
| حدیث : فای الرقاب افضل الحدیث | ۷۲۴ |
| باب : الخطا والنسیان فی العتاقة والطلاق | ۷۲۴ |
| حدیث : ان الله تجاوز عن امتی ما وسوست | ۷۲۴ |
| باب : اذا قال لعبده هو لله ونوی العتق | ۷۲۶ |
| حدیث : لما اقبل ابوهریرة یرید الاسلام | ۷۲۶ |
| باب : بیع الولاء | ۷۲۸ |
| حدیث : نهی صلی الله تعالی علیه وسلم عن بیع الولاء وهبته | ۷۲۸ |
| باب : اذا اسر اخوالرجل او عمه هل یفادی | ۷۲۸ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت : قال العباس فاديت نفسی،الحديث | ۷۲۹ |
| حدیث : ائذن فلنترك لابن اختنا | ۷۲۹ |
| باب : من ملك من العرب رقيقا | ۷۳۰ |
| حدیث : اغار صلی الله تعالی علیه وسلم علی بنی المصطلق | ۷۳۲ |
| حدیث : ما زلت احب بنی تمیم الحدیث | ۷۳۲ |
| باب : العبد اذا احسن عبادة ربه الخ | ۷۳۳ |
| حدیث : العبد اذا نصح سیده الحدیث | ۷۳۴ |
| حدیث : للعبد المملوك الصالح اجران | ۷۳۴ |
| حدیث : نعم ما لاحدهم یحسن عبادة ربه | ۷۳۵ |
| باب : کراهیة التطاول فی الرقیق | ۷۳۵ |
| کسی مقتدا کو سید کہنے کی بحث | ۷۳۶ |
| درود ابراہیمی میں سیدنا کا اضافہ مستحب | ۷۳۹ |
| حدیث : لا یقل احدکم اطعم ربك الحدیث | ۷۴۰ |
| حدیث : اذا اتی احدکم خادمه بطعامه | ۷۴۰ |
| باب : اذا ضرب العبد فلیجتنب الوجه | ۷۴۱ |
| حدیث : اذا قاتل احدکم فلیجتنب الوجه | ۷۴۱ |
| **کتاب المکاتب** | ۷۴۲ |
| باب : المکاتب ونجومه | ۷۴۲ |
| ت : اواجب علی ان اکاتبه | ۷۴۲ |
| ت : فقال کاتبه فابی فضر به بالدرة | ۷۴۳ |
| باب : بیع المکاتب اذا رضی | ۷۴۴ |
| ت : هو عبد ما بقی علیه شئی | ۷۴۴ |
| باب : اذا قال المکاتب اشترنی واعتقنی | ۷۴۵ |
| حدیث : کنت غلاما لعتبة بن ابی لهب | ۷۴۵ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| **کتاب الهبة** | ۷۴۷ |
| حدیث : لا تحقرن جارة لجارتها | ۷۴۷ |
| حدیث : انا کنا لننظر الی الهلال ثم الهلال | ۷۴۸ |
| باب : القلیل من الهدیة | ۷۴۸ |
| حدیث : لودعیت الی ذراع اوکراع لاجبت | ۷۴۸ |
| باب : قبول هدیة الصید | ۷۴۹ |
| حدیث : انفجنا ارنبا | ۷۴۹ |
| باب : قبول الهدیة | ۷۵۰ |
| حدیث : کانوایتحرون بهداياهم یوم عائشة | ۷۵۰ |
| حدیث : اهدت ام حفید اقطا وسمنا | ۷۵۰ |
| حدیث : اذا اتی بطعام سأل عنه اهدیة ام صدقة | ۷۵۰ |
| حدیث : ان نساء النبی صلی الله تعالی علیه وسلم کن حزبین | ۷۵۱ |
| باب : ما لا یرد من الهدیة | ۷۵۶ |
| حدیث : کان صلی الله تعالی علیه وسلم لا یرد الطیب | ۷۵۷ |
| حدیث : یقبل الهدیة ویثیب علیها | ۷۵۷ |
| باب : الهبة للولد | ۷۵۷ |
| باب : الاشهاد فی الهبة | ۷۵۸ |
| حدیث : فاتقوا الله واعدلوا بین اولادکم | ۷۵۸ |
| باب : هبة الرجل لامراته | ۷۵۸ |
| ت : هبی لی بعض صداقك اوکله الخ | ۷۶۱ |
| حدیث : العائد فی هبته کالکلب یقیء | ۷۶۱ |
| باب : هبة المراة لغیر زوجها | ۷۶۲ |
| حدیث : لو اعطیتها اخوالك کان اعظم لاجرك | ۷۶۲ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : ان سودة وهبت يومها لعائشة | ۷۶۳ |
| باب : من لم يقبل الهدية لعلة | ۷۶۴ |
| ت : كانت الهدية هدية | ۷۶۴ |
| باب : اذا وهب هبة | ۷۶۴ |
| ت : ان مات وكانت فصلت الهدية | ۷۶۵ |
| ت : ايهما مات قبل فهى لورثة | ۷۶۵ |
| باب : كيف يقبض العبد والمتاع | ۷۶۶ |
| حدیث : قسم اقبية ولم يعط مخرمة | ۷۶۶ |
| باب : اذا وهب دينا على رجل | ۷۶۷ |
| ت : من كان عليه حق فليعطه او ليتحلله منه | ۷۶۷ |
| باب : هبة الواحد للجماعة | ۷۶۸ |
| ت : ورثت عن اختى عائشة بالغابة | ۷۶۸ |
| باب : من اهدى له هدية وعنده جلساؤه | ۷۶۹ |
| ت : ان جلساء ه شركاء ه | ۷۶۹ |
| باب : هدية ما يكره لبسها | ۷۷۰ |
| حدیث : انى رايت على بابها سترا فقال ما لى وللدنيا | ۷۷۱ |
| حدیث : اهدى الى حلة سيراء فلبستها فرايت الغضب | ۷۷۱ |
| باب : قبول الهدية من المشركين | ۷۷۲ |
| حدیث : اهدى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم حبة سندس | ۷۷۲ |
| حدیث : ان اليهودية اتت بشاة مسمومة | ۷۷۳ |
| باب : الهدية للمشركين | ۷۷۳ |
| حدیث : قدمت امى وهى مشركة | ۷۷۴ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : ان بنى صهيب ادعوا سبيتين وحجرة الحديث | ۷۷۵ |
| باب : ما قيل فى العمرى والرقبى | ۷۷۶ |
| حدیث : العمرى لمن وهبت له | ۷۷۶ |
| باب : من استعار من الناس الفرس، الخ | ۷۷۷ |
| حدیث : فاستعار صلى الله تعالى عليه وسلم فرسا من ابى طلحة | ۷۷۷ |
| باب : الاستعارة للعروس عند البناء | ۷۷۸ |
| حدیث : عليها درع قطر ثمن خمسة دراهم | ۷۷۸ |
| باب : فضل المنيحة | ۷۷۹ |
| حدیث : نعم المنيحة اللقحه الصفى | ۷۷۹ |
| حدیث : لما قدم المهاجرون المدينة الحديث | ۷۷۹ |
| حدیث : اربعون خصلة اعلاهن منيحة العنز | ۷۸۱ |
| **کتاب الشہادات** | ۷۸۲ |
| باب : چھپے ہوئے آدمی کی گواہی | ۷۸۳ |
| ت : جھوٹے بدکار کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی | ۷۸۲ |
| ت : سن کر گواہی دینا جائز ہے | ۷۸۲ |
| حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ | ۷۸۲ |
| حضرت امام اعظم نے ان کی زیارت کی ہے | ۷۸۲ |
| تحمل شہادت کی شرط | ۷۸۲ |
| ت : ان لوگوں نے مجھے کسی چیز پر گواہ نہیں بنایا | ۷۸۳ |
| حدیث : امراة رفاعه | ۷۸۳ |
| باب : گواہوں کا عادل ہونا | ۷۸۴ |
| حدیث : ہم اسی کو لیں گے جو ہمارے لیے ظاہر ہو | ۷۸۵ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب : نسب پر شہادت کا بیان | ۷۸۶ |
| شہرت پر گواہی | ۷۸۶ |
| حدیث : ام المومنین نے فرمایا : افلح نے اندر آنے کی اجازت چاہی' الخ | ۷۸۷ |
| حدیث : رضاعت سے وہ حرام ہو جاتا ہے جو نسب سے حرام ہو | ۷۸۸ |
| حدیث : ام المومنین نے ایک شخص کی آواز سنی جو حضرت حفصہ کے گھر میں جانے کی اجازت طلب کر رہا تھا | ۷۸۹ |
| حدیث : رضاعت بھوک سے ہے | ۷۹۰ |
| مدت رضاعت | ۷۹۰ |
| باب : قاذف' چور' زانی کی گواہی | ۷۹۲ |
| ت : حضرت عمر نے حضرت ابو بکرہ وغیرہ کو کوڑا مارا حضرت مغیرہ پر الزام زنا کی وجہ سے | ۷۹۳ |
| ت : عبداللہ بن عتبہ نے توبہ کے بعد قاذف کی گواہی کو جائز جانا | ۷۹۴ |
| ت : قاذف جب رجوع کر لے تو اس کی گواہی قبول ہے | ۷۹۵ |
| ت : اگر محدود کو قاضی بنایا جائے تو اس کا فیصلہ جائز ہے | ۷۹۵ |
| ت : امام بخاری کی احناف پر عنایت | ۷۹۶ |
| ت : حضرت کعب بن مالک سے قطع تعلق کا حکم | ۷۹۷ |
| حدیث : فتح مکہ کے موقع پر ایک عورت نے چوری کی | ۷۹۷ |
| حضرت امام شافعی کا ایک ادب | ۷۹۸ |
| حدیث : زانی محصن نہ ہو تو اس کی سزا سو کوڑے | ۷۹۹ |
| حدیث : سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر ان لوگوں کا جو ان سے متصل ہیں | ۸۰۰ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| قرن کی تحقیق | ۸۰۰ |
| حدیث : میری امت کی عمریں ساٹھ سال سے ستر تک ہیں | ۸۰۱ |
| شہادت دینا کب واجب ہے ؟ | ۸۰۲ |
| حدیث : سب سے اچھے میرے زمانے والے ہیں پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں | ۸۰۳ |
| باب : جھوٹی گواہی کے بارے میں کیا کہا گیا ہے ؟ | ۸۰۳ |
| حدیث : گناہ کبائر یہ ہیں : شرک وغیرہ | ۸۰۴ |
| حدیث : سب سے بڑا گناہ شرک ہے | ۸۰۵ |
| باب : اندھے کی گواہی | ۸۰۶ |
| ت : اندھے کی گواہی کو امام قاسم نے جائز رکھا | ۸۰۶ |
| ت : شعبی نے بھی جائز رکھا | ۸۰۶ |
| ت : حکم نے کہا : بہت سی باتوں میں اس کی گواہی جائز ہے | ۸۰۶ |
| ت : زہری نے کہا : بتاؤ اگر ابن عباس گواہی دیں ؟ | ۸۰۶ |
| ت : ابن عباس کسی کو بھیجتے کہ دیکھ آؤ کہ سورج ڈوبا ہے یا نہیں | ۸۰۶ |
| ت : سلیمان بن یسار نے کہا : میں نے ام المومنین سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے میری آواز پہچانی | ۸۰۷ |
| ت : حضرت سمرہ بن جندب نے نقاب پوش عورت کی گواہی جائز رکھی | ۸۰۷ |
| حدیث : مجھ کو اس نے فلاں آیت یاد دلا دی | ۸۰۸ |
| باب : غلاموں اور باندیوں کی گواہی | ۸۰۹ |
| ت : حضرت انس نے فرمایا کہ غلام کی گواہی جائز ہے | ۸۰۹ |
| ت : شریح نے اسے جائز کہا | ۸۰۹ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت : ابن سیرین نے کہا غلام کی گواہی جائز ہے | ۸۰۹ |
| ت : امام حسن ابراہیم وغیرہ نے غلام کی گواہی کو جائز رکھا | ۸۰۹ |
| ت : شریح نے کہا کہ تم سب غلاموں کی اولاد ہو | ۸۰۹ |
| باب : عورتوں کا عورتوں کو عادل بتانا | ۸۱۰ |
| حدیث : براءت (افک) | ۸۱۰ |
| افک کے معنی | ۸۲۰ |
| یہ واقعہ کس غزوہ میں پیش آیا؟ | ۸۲۰ |
| جزع اظفار | ۸۲۰ |
| صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۸۲۱ |
| حضرت صفوان کا ادب | ۸۲۲ |
| ام مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہا | ۸۲۲ |
| انصار کرام کا تنازع | ۸۲۳ |
| ام المومنین کی ادائے محبوبی | ۸۲۵ |
| اس موقع پر کتنی آیتیں نازل ہوئیں؟ | ۸۲۵ |
| حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا | ۸۲۶ |
| ایک فریب کی پردہ دری | ۸۲۷ |
| وجہ اضطراب | ۸۲۸ |
| باب : جب مرد مرد کا تصفیہ کرے | ۸۳۰ |
| ت : ابو جمیلہ نے کہا میں نے ایک پھینکا ہوا بچہ پایا | ۸۳۰ |
| حدیث : ایک شخص نے ایک شخص کی حضور کے سامنے تعریف کی تو حضور نے فرمایا | ۸۳۱ |
| باب : تعریف میں زیادتی کرنا ناپسندیدہ ہے | ۸۳۲ |
| حدیث : تم نے اس شخص کی پیٹھ توڑ دی | ۸۳۳ |
| باب : بچوں کے بالغ ہونے کی حد | ۸۳۳ |
| ت : حضرت مغیرہ نے فرمایا : مجھے بارہ سال کی عمر میں خواب ہوا | ۸۳۳ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب : عورتوں کا بالغ ہونا حیض سے ہے | ۸۳۴ |
| ت : اکیس سال کی بچی دادی تھی | ۸۳۴ |
| حدیث : حضرت ابن عمر جنگ احد میں نہیں لیے گئے، حالانکہ وہ چودہ سال کے تھے | ۸۳۴ |
| باب : قسم مدعی علیہ پر ہے | ۸۳۵ |
| حدیث : گواہ اور مدعی کے قسم کے سلسلے میں ایک مکالمہ | ۸۳۶ |
| باب : دعویٰ کے بعد بینہ کے تلاش کرنے کا حکم | ۸۳۸ |
| حدیث : لعان | ۸۳۸ |
| باب : مدعی علیہ سے وہیں قسم لی جائے گی جہاں واجب ہو | ۸۳۹ |
| ت : مروان نے منبر اقدس کے پاس قسم کھانے کا حکم دیا | ۸۳۹ |
| باب : قسم کھانے میں جلدی کرنے کا بیان | ۸۴۱ |
| ت : جس نے وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا | ۸۴۱ |
| ت : حسن بصری نے اس کا حکم دیا | ۸۴۱ |
| ت : ابن اشوع نے وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا | ۸۴۱ |
| حدیث : حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کونسی میعاد پوری کی تھی؟ | ۸۴۲ |
| باب : مشرکین سے شہادت کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا | ۸۴۲ |
| ت : دوسرے مذہب والوں کی شہادت جائز نہیں | ۸۴۳ |
| حدیث : اہل کتاب سے کیسے پوچھا جائے گا؟ | ۸۴۳ |
| باب : مشکلات میں قرعہ اندازی | ۸۴۴ |
| ت : حضرت زکریا کے علاوہ اور لوگوں کی قلمیں بہہ گئیں | ۸۴۴ |
| حضرت یونس علیہ السلام | ۸۴۵ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| **کتاب الصلح** | |
| باب : لوگوں کے درمیان اصلاح کا بیان | ۸۴۶ |
| حدیث : حضور کا عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے جانا | ۸۴۶ |
| باب : وہ جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے | ۸۴۸ |
| ذو معنی کلام جھوٹ سے مستغنی کرنیوالا ہے | ۸۴۸ |
| حدیث : جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات پیدا کی وہ مردود ہے | ۸۴۹ |
| باب : صلح نامہ کیسے لکھا جائے گا؟ | ۸۵۰ |
| حدیث : صلح حدیبیہ | ۸۵۰ |
| ما لیس منہ سے کیا مراد ہے؟ | ۸۵۱ |
| اچھی چیز کا ایجاد کرنا اچھا ہے | ۸۵۱ |
| باب : مشرکین کے ساتھ صلح | ۸۵۵ |
| ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۸۵۶ |
| حدیث : عبداللہ بن سہل خیبر گئے۔ الیٰ آخرہ | ۸۵۷ |
| حضرت صہیب بن عمرو رضی اللہ عنہ | ۸۵۷ |
| باب : حضور کا حضرت حسن کے بارے میں ارشاد میرا یہ بیٹا سید ہے | ۸۵۸ |
| حدیث : حضرت امام حسن پہاڑوں کے مثل لشکر لے کر سامنے آئے | ۸۵۸ |
| باب : کیا امام صلح کی جانب اشارہ کرے؟ | ۸۶۱ |
| حدیث : کہاں ہے وہ یہ قسم کھانے والا کہ نیک کام نہیں کرے گا؟ | ۸۶۱ |
| لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی فضیلت | ۸۶۳ |
| ہر جوڑ پر صدقہ ہے | ۸۶۳ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| **کتاب الشروط** | |
| باب : کون سی شرطیں جائز ہیں؟ | ۸۶۴ |
| حدیث : واقعہ حدیبیہ کی تفصیل | ۸۶۴ |
| باب : بائع جب یہ شرط کردے کہ فلاں جگہ تک سوار ہو کر جاؤں گا | ۸۶۷ |
| اس بارے میں حضرت جابر کی حدیث کے مختلف طرق اور الفاظ | ۸۶۷ |
| مہر میں شرطوں کا بیان | ۸۷۰ |
| ت : حقوق کا فیصلہ شرطوں کے مطابق ہوگا | ۸۷۰ |
| حدیث : تمام شرطوں سے زیادہ پورا کرنے کی مستحق مہر ہے | ۸۷۰ |
| باب : جہاد میں شرطوں کا بیان | ۸۷۱ |
| حدیبیہ کی دوسری طویل حدیث | ۸۷۲ |
| حضرت بدیل بن ورقاء رضی اللہ عنہ | ۸۷۴ |
| عروہ بن مسعود ثقفی | ۸۷۶ |
| حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیرت ایمانی | ۸۷۸ |
| صحابہ کرام کی شیفتگی | ۸۷۹ |
| حضرت مغیرہ کا قبول اسلام | ۸۷۹ |
| حربی کفار کے اموال کا حکم | ۸۸۰ |
| صلح حدیبیہ کا متن | ۸۸۲ |
| صلح حدیبیہ کی دفعات | ۸۸۵ |
| مشرکہ عورتوں سے نکاح کی حرمت | ۸۸۷ |
| حضرت ابو بصیر کا قصہ | ۸۸۷ |
| عقب کے معنی | ۸۹۲ |
| باب : مکاتب کا بیان | ۸۹۳ |
| ت : آپس کی شرطوں کا لحاظ ضروری ہے | ۸۹۳ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت : جو شرط کتاب اللہ کے خلاف ہو باطل ہے | ۸۹۳ |
| باب : کیا شرط کرنا جائز ہے اور کیا ناجائز؟ | ۸۹۴ |
| حدیث : اللہ عزوجل کے ننانوے اسماء ہیں | ۸۹۵ |
| اسمائے حسنیٰ کی تفسیر | ۸۹۵ |
| اسمائے الٰہیہ توقیفیہ ہیں | ۸۹۷ |
| اوپر والا کہنے کا حکم | ۸۹۸ |
| اسم اعظم | ۸۹۹ |
| باب : وقف میں شرطوں کا بیان | ۸۹۹ |
| حدیث : ولی یتیم کے مال سے عرف کے مطابق کھائے تو کوئی گناہ نہیں | ۹۰۰ |
| **کتاب الوصایا** | ۹۰۲ |
| حدیث : وصیت اس کے نزدیک لکھی ہوئی ہے | ۹۰۲ |
| حدیث : حضور نے ترکہ میں درہم و دینار نہیں چھوڑا | ۹۰۲ |
| حدیث : کیا حضور نے خلافت کیلئے وصیت کی تھی؟ | ۹۰۳ |
| حدیث : حضرت عائشہ کے پاس لوگوں نے ذکر کیا کہ حضرت علی وصی تھے | ۹۰۴ |
| باب : وصیت تہائی تک جائز ہے | ۹۰۶ |
| ت : ذمی کو بھی صرف تہائی وصیت جائز ہے | ۹۰۶ |
| ت : حضور ﷺ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمائیں | ۹۰۷ |
| حدیث : اگر لوگ چوتھائی تک وصیت کریں تو اچھا ہے | ۹۰۷ |
| باب : وارث کیلئے وصیت نہیں | ۹۰۷ |
| حدیث : والدین کیلئے وصیت کا حکم تھا، پھر اللہ نے اس میں سے جو چاہا منسوخ کر دیا | ۹۰۷ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب : اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان میراث کی تقسیم وصیت اور دین کے بعد ہے | ۹۰۹ |
| ت : مریض کے قرض کے اقرار کو لوگوں نے جائز رکھا | ۹۱۰ |
| ت : جو بات سب سے زیادہ سچی مانی جانے کے لائق ہے، وہ موت کے وقت کی ہے | ۹۱۰ |
| ت : جب وارث کسی کو دین سے بری کر دے تو بری ہو جائے گا | ۹۱۱ |
| ت : حضرت رافع بن خدیج نے وصیت فرمائی کہ ان کی بیوی کا گھر نہ کھولا جائے | ۹۱۱ |
| ت : جب مرتے وقت کہا کہ میں نے تجھ کو آزاد کر دیا تھا تو جائز ہے | ۹۱۱ |
| اور بعض الناس نے کہا کہ مرنے والے کا اقرار وارث کیلئے جائز نہیں | ۹۱۲ |
| باب : اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تاویل وصیت اور دین کے ادا کرنے کے بعد ترکہ تقسیم ہوگا | ۹۱۳ |
| حضور نے وصیت سے پہلے دین ادا کرنے کا حکم دیا | ۹۱۳ |
| امام بخاری کی تعریفات کے محققانہ جوابات | ۹۱۴ |
| باب : کیا عورتیں اور بچے اقارب میں داخل ہیں | ۹۱۵ |
| حدیث : اے گروہ قریش! اپنے لیے نیکی خرید لو | ۹۱۵ |
| باب : میری زمین میری ماں کی طرف سے اللہ کے لیے صدقہ ہے | ۹۱۶ |
| حدیث : سعد بن عبادہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا | ۹۱۷ |
| باب : اللہ عزوجل کا یہ ارشاد جب تقسیم کے وقت رشتہ دار موجود ہو جائیں | ۹۱۷ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : کچھ لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے | ۹۱۸ |
| باب : جو اچانک مر جائے تو اس کے لیے کیا مستحب ہے | ۹۱۹ |
| حضرت سعد بن عبادہ نے کہا : میری ماں مر گئی اور ان پر منت ہے | ۹۱۹ |
| باب : اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور یتیموں کو آزماؤ | ۹۲۰ |
| حدیث : جو مالدار ہو وہ یتیم کا مال کھانے سے بچے | ۹۲۰ |
| باب : اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان جو لوگ یتیموں کا ناحق مال کھاتے ہیں | ۹۲۰ |
| حدیث : سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو | ۹۲۰ |
| باب : اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور تم سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں | ۹۲۱ |
| حدیث : ابن عمر نے کسی کی وصیت کو رد نہیں فرمایا | ۹۲۲ |
| ت : یتیم کے مال میں سب سے پسندیدہ بات یہ ہے۔ الی آخرہ | ۹۲۲ |
| ت : جب یتیم کے بارے میں ان سے پوچھا جاتا تو یہ پڑھتے | ۹۲۲ |
| ت : ولی ہر شخص پر اس کے حصہ کے مقدار خرچ کرے | ۹۲۲ |
| باب : یتیم سے سفر میں خدمت لینا | ۹۲۳ |
| حدیث : بیشک انس سمجھدار بچہ ہے، یہ آپ کی خدمت کرے گا | ۹۲۳ |
| باب : چوپائے اور سامان کا وقف | ۹۲۴ |
| باب : قیم کے نفقہ کا بیان | ۹۲۴ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث : میرے وارث درہم و دینار کو تقسیم نہ کریں | ۹۲۴ |
| باب : جب زمین یا کنواں وقف کیا؟ | ۹۲۵ |
| ت : حضرت انس نے گھر وقف کیا اور جب مدینہ آتے تو اسی میں ٹھہرتے | ۹۲۵ |
| ت : حضرت زبیر نے اپنے گھروں کو صدقہ کر دیا | ۹۲۵ |
| ت : ابن عمر نے اپنے حصہ کو حاجت مندوں کے رہنے کے لیے کر دیا | ۹۲۵ |
| ت : حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ | ۹۲۵ |
| بیر رومہ | ۹۲۶ |
| باب : اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان (اے ایمان والو! تمہاری آپس کی گواہی یہ ہے) (الآیۃ) | ۹۲۷ |
| حدیث : بنی سہم کا ایک شخص تمیم دار کے ساتھ باہر گیا | ۹۲۸ |
| مدعی اور گواہ پر قسم نہیں | ۹۲۹ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب المناسک

**حدیث ۸۹۶**

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کَانَ الْفَضْلُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، کہ فضل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

رَدِیْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتِ امْرَأَۃٌ مِّنْ خَثْعَمَ فَجَعَلَ

سوار تھے، کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی، فضل اسے دیکھنے لگے، اور وہ فضل کو دیکھنے لگی، اور نبی

الْفَضْلُ یَنْظُرُ اِلَیْھَا وَتَنْظُرُ اِلَیْہِ وَجَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصْرِفُ وَجْہَ

صلی اللہ علیہ وسلم فضل کے چہرے کو دوسری طرف پھیر دیتے تھے، اس نے عرض کیا، اللہ کا اس کے

الْفَضْلِ اِلَی الشِّقِّ الْآخَرِ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ فَرِیْضَۃَ اللّٰہِ عَلٰی عِبَادِہٖ فِی الْحَجِّ اَدْرَکَتْ

بندوں پر فریضۂ حج ایسے وقت میں آیا کہ میرے باپ بہت بوڑھے ہیں، سواری پر بیٹھ نہیں سکتے،

اَبِیْ شَیْخًا کَبِیْرًا لَّا یَثْبُتُ عَلَی الرَّاحِلَۃِ اَفَاَحُجُّ عَنْہُ قَالَ نَعَمْ وَذٰلِکَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ، عہ

کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں، فرمایا کرسکتی ہو، اور یہ حجۃ الوداع میں ہوا تھا،

**تشریحات ۸۹۶**

کتاب المناسک اصیلی کی روایت ہے، دوسری روایتوں میں کتاب الحج ہے، اسی کو علامہ عینی نے لیا ہے، مناسک، مَنْسَک کی جمع ہے، یہ مصدر میمی بھی ہے، اور ظرف مکان وزمان بھی، معنی میں متعبد کے، اس سے مراد حج میں تمام ادا کیے جانے والے امور ہیں، مَنْسَک ذبح کے معنی میں بھی آتا ہے، اسی سے نَسِیْکَہ ذبیحہ کے معنی میں ہے، نیز نُسُک کے معنی طاعت وعبادت اور اس کام کے ہیں، جو اللہ عزوجل کے تقرب کے لیے کیا جائے، نیز ہر وہ کام جس کے کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہو، اس کے مقابل ورع ہے جس کے معنی ہیں، ہر اس چیز سے بچنا جس سے شریعت نے منع کیا ہو، ناسک بمعنی عابد بھی آتا ہے، نیز نَسِیْکَہ کے اصلی معنی پگھلا کر صاف کی ہوئی چاندی کے ہیں، حج کے لغوی معنی قصد، ارادہ کرنے کے ہیں، اور شرعی معنی یہ ہے، بیت اللہ شریف کی تعظیم کے لیے مخصوص افعال کے ساتھ اس کی تعظیم کا قصد کرنا، اس کا سبب کعبہ شریف ہے، اور وقت ۹ ذوالحجہ سے لے کر بارہ ذوالحجہ تک ہے، اس کا تلفظ حَجّ حا کے فتحے اور حِجّ حا کے کسرے کے ساتھ دونوں طرح ہے، عرف عام فتحے کے ساتھ ہے، بر بنا، قول صحیح حج ۹ھ میں فرض ہوا، ویسے اقوال یہ ہیں، ہجرت سے پہلے ہی فرض ہو چکا تھا، ۵ھ، ۶ھ، ۷ھ، ۸ھ، ۹ھ، امام قرطبی نے پہلے قول کو صحیح کہا ہے،

---

عہ مناسک باب وجوب الحج وفضلہ ص ۲۰۵، ثانی المغازی باب حجۃ الوداع ص ۶۳۱، الاستیذان باب یا ایہا الذین امنوا لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم ص ۹۲۰، مسلم ابوداؤد، ترمذی، نسائی، فی الحج، ابن ماجہ مناسک ۱۰،

مناسب تو یہ تھا کہ حج سے پہلے روزے کو ذکر فرماتے، جیسا کہ حدیث بنی الاسلام علی خمس، میں ہے، مگر غالباً امام بخاری نے یہ لحاظ کر کے کہ حج اگرچہ عبادت بدنی بھی ہے، مگر زکوٰۃ کے ساتھ عبادت مالیہ ہونے اور نفس پر شاق ہونے میں شریک ہے، اس لیے حج کو روزے پر مقدم کیا، روزہ بھی نفس پر شاق ہے، مگر اتنا نہیں، جتنا زکوٰۃ اور حج ہے۔

**تکمیل** یوم نحر یعنی دسویں ذوالحجہ کو حجۃ الوداع کے موقع پر مزدلفہ سے واپسی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فضل بن عباس کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھالیا، راستے میں ایک جگہ رک گئے تاکہ اگر کسی کو کچھ پوچھنا ہو تو پوچھ لے، فضل خوبصورت تھے، اتنے میں قبیلہ خثعم کی ایک خاتون پوچھنے کے لیے حاضر ہوئیں، یہ بھی خوبصورت تھیں، فضل انھیں دیکھنے لگے اور وہ فضل کو دیکھنے لگیں، ان کا حسن انھیں بھا گیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رخ انور موڑ کر ملاحظہ فرمایا کہ فضل ان خاتون کو دیکھ رہے ہیں، تو حضور نے اپنا دست مبارک پیچھے بڑھا کر فضل کی ٹھوڑی پکڑ کر ان کا چہرہ موڑ دیا، کہ انھیں دیکھیں نہیں، حضرت ابن عباس اس وقت موجود نہ تھے، انھیں تو رات ہی میں حضور نے منیٰ بھیج دیا تھا، حضرت فضل بن عباس سے سن کر وہ حدیث بیان کر رہے ہیں، اس لیے یہ حدیث حضرت فضل کی ہوئی۔

**مطابقت باب** اس حدیث پر باب کا عنوان ہے، حج کا واجب ہونا اور اس کی فضیلت، اس حدیث میں حج کی کوئی فضیلت مذکور نہیں، البتہ حج کا وجوب ثابت ہے، اور ہر واجب پر ثواب کا وعدہ ہے، تو ضمناً فضیلت بھی ثابت ہو گئی، پہلے جزء سے صراحۃً اور دوسرے جزء سے ضمناً مطابقت ہوئی۔

**مسائل** اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل ثابت ہوئے، حج میں عورت اپنا منہ کھولے رہے گی، عورت کے چہرے کو بالقصد دیکھنا ممنوع ہے، جو آزاد مسلمان زاد و راحلہ پر قادر ہے، مگر بوجہ مرض یا ضعف سفر پر قدرت نہیں، مثلاً فالج زدہ، اپاہج، نابینا، اتنا بوڑھا کہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتا ہے، اس پر حج فرض ہے، خود نہیں جا سکتا ہے تو اسے فرض ہے کہ اپنی طرف سے حج کرنے کے لیے کسی کو بھیجے اور مرتے وقت اس کی وصیت کر جائے، یہ صاحبین کا مذہب ہے، اسے بھی بہت سے ائمہ نے اختیار فرمایا، مثلاً امام اسبیجابی، امام ابن ہمام وغیرہ، امام قاضی خان نے اسے صحیح کہا۔[1]

اگرچہ مفتیٰ بہ قول امام ہے کہ اتنی صحت اور قوت کہ سفر کر سکے، وجوب کے شرائط میں سے ہے، اور ایسے بیمار اور کمزور پر حج فرض نہیں جو سفر نہ کر سکے، اور آیہ کریمہ، مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا، سے یہی ظاہر ہے، اور اس حدیث میں ان خاتون کو اپنے بوڑھے کمزور باپ کی طرف سے حج کی اجازت بطور وجوب نہیں بطور تطوع ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی معذور ہو تو دوسرا اس کی طرف سے حج کر سکتا ہے، یہی ہمارا اور حضرت امام شافعی کا مذہب ہے، حضرت امام مالک اور امام لیث وغیرہ نے فرمایا، کہ صحیح نہیں، امام مالک کا مذہب مشہور یہی ہے، دوسرا قول ان کا یہ ہے کہ بیٹا باپ کی طرف سے کر سکتا ہے، دوسرے کو جائز نہیں، تیسرا یہ کہ اگر مر گیا اور وصیت کر گیا تو صحیح ہے، ہمارے یہاں مطلقاً جائز ہے، زندہ ہو یا مر گیا ہو، وصیت کر گیا ہو یا نہ کر گیا ہو حتیٰ کہ تندرست تھا اور حج نہیں کر سکا اور وصیت کے بغیر مر گیا تو بھی درست ہے، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حج بدل میں یہ ضروری نہیں، جو حج بدل کرے وہ پہلے حج کر چکا ہو، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان خثعمیہ خاتون سے یہ نہیں دریافت فرمایا،

[1] ردالمحتار شامی ص ۱۴۳،

| | |
|---|---|
| حدیث ۸۹۷ | اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی |
| | حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذوالحلیفہ میں اپنی |
| | عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرْکَبُ رَاحِلَتَہٗ بِذِی الْحُلَیْفَۃِ ثُمَّ یُھِلُّ حِیْنَ تَسْتَوِیْ بِہٖ قَائِمَۃً[1] |
| | سواری پر سوار ہوتے دیکھا، جب اونٹنی حضور کو لے کر سیدھی کھڑی ہو گئی تو تلبیہ پڑھا۔ |
| حدیث ۸۹۸ | عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ اِھْلَالَ رَسُوْلِ |
| | حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| | اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ ذِی الْحُلَیْفَۃِ حِیْنَ اسْتَوَتْ بِہٖ رَاحِلَتُہٗ[2] |
| | ذوالحلیفہ سے تلبیہ کہتے، جب سواری حضور کو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی۔ |

کہ تو اپنا حج کر چکی ہے یا نہیں، اگر حج بدل کرنے والے کے لیے یہ ضروری ہوتا کہ وہ حج کر چکا ہو تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلے ان سے دریافت فرماتے پھر اجازت دیتے یا نہ دیتے۔ اقول، اس میں کلام ہے کیونکہ یہ واقعہ مزدلفہ سے منیٰ آتے ہوئے راستے میں پیش آیا تھا، یہ دلیل ہے کہ یہ خاتون اس وقت حج کرنے حاضر ہوئی تھیں، ہو سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے دریافت نہ فرمایا ہو۔ یہ تو اس حدیث سے استدلال پر کلام تھا، حکم یہی ہے کہ حج بدل کرنے والے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ خود حج کر چکا ہو، اس کی دلیل وہ حدیث ہے، جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ جس نے خود اپنا حج نہ کیا ہو کیا وہ دوسرے کی طرف سے حج کر سکتا ہے، تو فرمایا، اللہ کا قرض زیادہ لائق ہے کہ اسے ادا کیا جائے[3]، البتہ جس پر حج فرض ہو چکا ہو اور اب تک نہ کیا ہو اسے حج بدل کے لیے بھیجنا مکروہ ہے، آمر کے لیے مکروہ تنزیہی اور مامور کے لیے تحریمی[4]۔ اور حدیث لاصرورۃ فی الاسلام کا معنی یہ بھی ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ جس نے خود اپنا حج نہ کیا ہو، اسے حج بدل کرنا درست نہیں، خواہ اپنا حج فرض ہو یا نہ ہو، کیونکہ جب یہ حدود حرم میں داخل ہو گا تو مکی کے حکم میں ہو جائے گا، اگر اسے اتنی قوت ہے کہ عرفات جا سکتا ہے تو اس پر خود اپنی طرف سے حج فرض ہو گا، اس کا جواب یہ ہے کہ اسے جو قدرت حاصل ہوئی وہ دوسرے کے مال کی وجہ سے حاصل ہوئی، اس لیے اس پر لازم ہے کہ اسی کی طرف سے حج کرے، حج علی الفور واجب ہے، اور تاخیر گناہ ہے، یہی صحیح ہے، یہاں تک کہ باوجود قدرت کے کئی سال تاخیر کرے گا تو فاسق مردود الشہادۃ ہو جائے گا[5]۔

**فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما** یہ حضور کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے، یہ حضرت عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے، ان کی والدہ ام الفضل لبابۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، یہ جنگ یرموک میں شہید ہوئے یا عمواس کے طاعون میں واصل بحق ہوئے، سنہ وصال ۱۸ھ ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری تاسع ص ۱۲۷، [2] رد المحتار ص ۲۴۱، [3] در مختار ص ۱۴۰، [4] مناسک باب قول اللہ تعالیٰ یاتوک رجالا وعلی کل ضامر ص ۲۰۵، [5] ایضاً۔

حدیث ۸۹۹

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ان کے بھائی

مَعَهَا اَخَاهَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَاَعْمَرَهَا مِنَ التَّنْعِيْمِ وَحَمَلَهَا عَلٰى قَتَبٍ[1]

عبدالرحمٰن کو بھیجا تو انھوں نے ام المومنین کو تنعیم سے عمرہ کرایا اور انھیں ایک چھوٹے کجاوہ پر سوار کرایا،

ث ۲۸۰

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ شُدُّوا الرِّحَالَ فِي الْحَجِّ فَاِنَّهُ اَحَدُ الْجِهَادَيْنِ[2]

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، حج میں کجاوہ کسو اس لیے کہ وہ دو جہادوں میں سے ایک ہے۔

حدیث ۹۰۰

عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ حَجَّ اَنَسٌ عَلٰى رَحْلٍ وَّلَمْ يَكُنْ شَحِيْحًا

ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کجاوے پر حج کیا اور وہ بخیل نہیں تھے اور یہ

وَّحَدَّثَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّ عَلٰى رَحْلٍ وَّكَانَتْ زَامِلَتَهُ[3]

حدیث بیان فرمائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کجاوے پر حج فرمایا، اور اسی میں سامان اور زاد راہ بھی تھا،

تشریحات ۸۹۷، ۸۹۸

ان دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ محرم اگر سواری سے سفر کر رہا ہے، تو جب سواری سیدھی کھڑی ہو جائے تو تلبیہ شروع کرے، یہی امام مالک اور اکثر فقہاء کا مذہب ہے، اور اگر پیدل ہے تو جب چلنا شروع کرے تو تلبیہ کہے، امام شافعی فرماتے ہیں، کہ جب سواری چلنا شروع کرے تب تلبیہ کہے، اسی طرح پیدل چلنے والا بھی جب چلنا شروع کرے، مگر ہمارے یہاں یہ ہے کہ نماز احرام سے فارغ ہوتے ہی تلبیہ کہے، پوری بحث آگے آرہی ہے،

تشریحات ۸۹۹

امام عمرو بن دینار اور حکم اور حضرات نے فرمایا کہ اہل مکہ اور جو لوگ مکے میں ہوں اگرچہ عارضی طور پر، ان کے عمرے کی میقات تنعیم ہی ہے، کہیں اور سے احرام باندھیں گے تو عمرہ صحیح نہ ہوگا، مگر جمہور فقہاء حتی کہ چاروں ائمہ مجتہدین کا مذہب یہ ہے، کہ جو لوگ مکے میں ہوں ان کی میقات حل ہے، وہ حرم کے باہر کہیں سے بھی احرام باندھ سکتے ہیں، خواہ تنعیم ہو خواہ جعرانہ یا اور کوئی جگہ، خاص تنعیم کی تخصیص نہیں، حضرت ام المومنین کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص تنعیم سے عمرہ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا، چونکہ وہی سب سے قریب جگہ تھی اس لیے آسانی کے لیے وہیں سے عمرہ کر لیا، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سواری پر حج کرنا جائز ہے، بلکہ بہت سے علماء نے فرمایا کہ یہی افضل ہے،

تشریح ۲۸۰

اس تعلیق کو امام عبدالرزاق اور امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے،

---

[1] باب الحج علی الرحل ص ۲۰۵، [2] ایضاً، [3] مناسک باب الحج علی رحل ص ۲۰۵،

**حدیث ۹۰۱**

عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَرٰى

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہ، ہم جہاد کو بہترین عمل جانتی ہیں،

الْجِهَادَ اَفْضَلَ الْعَمَلِ اَفَلَا نُجَاهِدُ قَالَ لٰكِنَّ اَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ[1]

کیا ہم جہاد نہ کریں، فرمایا تمہارے لیے بہترین جہاد حج مبرور ہے،

**حدیث ۹۰۲**

سَمِعْتُ اَبَا حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ فرمایا،

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ

جس نے اللہ کے لیے حج کیا، اور فحش اور گناہ نہیں کیا، وہ یوں لوٹے گا جیسے آج ہی اس کی

كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ[2]

ماں نے جنا ہے،

**تشریحات ۹۰۰**

رَحل، یہ اونٹ کے لیے ویسے ہی ہے جیسے گھوڑے کے لیے زین، زاملہ، وہ اونٹ جس پر سامان لادا جائے، بتانا یہ چاہتے ہیں کہ حج واجب ہونے کے لیے عالیشان آرام دہ سواری شرط نہیں، بلکہ معمولی سواری کافی ہے، نیز حج عبادت ہے، اس کی ادائیگی میں اظہار شان و شوکت اور تجمل و زینت نہیں چاہیے، اونٹ کی سواری میں آرام دہ اور شاندار ہودج ہوتا ہے، اسے نہ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا نہ عام صحابہ نے، حدیث کے ذکر سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہودج پر سفر کر سکتے تھے، مگر انھوں نے معمولی کجاوے پر سفر فرمایا، یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت کی وجہ سے کیا، بخل کی وجہ سے نہیں،

**تشریحات ۹۰۱**

خطاب حضرت ام المومنین سے ہے، اس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے، مگر ایسا نہیں، یہ تمام عورتوں کے لیے ہے، افضل الجہاد سے ظاہر ہے کہ عورتوں کو بھی جہاد کی اجازت ہے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ خود یہی ام المومنین غزوۂ اُحد میں شریک ہوئی تھیں، حضرت ام عطیہ برابر شریک ہوتی تھیں، مطلب یہی ہے کہ تمہارے لیے جہاد سے بہتر یہی ہے کہ حج کرو، یہ مطلب نہیں کہ عورتوں کو جہاد کرنا جائز ہی نہیں، یہ کیسے کہا جا سکتا ہے، جب کہ ہجوم عام کے وقت عورتوں پر بھی فرض ہے کہ وہ گھروں سے نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں،

---

[1] باب فضل الحج المبرور ص ۲۰۶، الجہاد باب فضل الجہاد والسیر ص ۳۹۰، مسلم امارۃ نسائی حج جہاد، [2] مناسک باب فضل الحج المبرور ص ۲۰۶، ابواب العمرۃ باب قول اللہ عزوجل فلا رفث، وباب قل اللہ ولا فسوق ولا جدال ص ۲۴۵، مسلم، ترمذی، نسائی الحج ابن ماجہ، مناسک دارمی مناسک، مسند امام احمد جلد ثانی ص ۲۴۵،

**حدیث ۹۰۲**

حَدَّثَنِیْ زَیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ اَنَّہٗ اَتٰی عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ فِیْ مَنْزِلِہٖ وَلَہٗ

زید بن جبیر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں ان کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے، ان کے

فُسْطَاطٌ وَسُرَادِقٌ فَسَئَلْتُہٗ مِنْ اَیْنَ یَجُوْزُ اَنْ اَعْتَمِرَ قَالَ فَرَضَہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

لیے خیمہ لگا تھا اور قناتیں تنی تھیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے دریافت کیا، میں کہاں سے عمرے کا احرام باندھوں، تو انھوں نے فرمایا

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَھْلِ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ وَّلِاَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ ذَا الْحُلَیْفَۃِ وَلِاَھْلِ الشَّامِ الْجُحْفَۃَ۔[1]

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام کے لیے نجد والوں کے واسطے قرن، اور مدینے والوں کے لیے ذوالحلیفہ اور اہل شام کے لیے جحفہ مقرر فرمایا ہے

**حدیث ۹۰۴**

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کَانَ اَھْلُ الْیَمَنِ یَحُجُّوْنَ وَلَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اہل یمن حج کرتے اور زاد راہ ساتھ نہیں رکھتے اور کہتے

یَتَزَوَّدُوْنَ وَیَقُوْلُوْنَ نَحْنُ الْمُتَوَکِّلُوْنَ فَاِذَا قَدِمُوْا مَکَّۃَ سَاَلُوا النَّاسَ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّ

ہم متوکل لوگ ہیں، اور جب مکہ آتے تو لوگوں سے مانگتے پھرتے، اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی، اور

وَجَلَّ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی۔[2]

توشہ ساتھ رکھو اور اچھا توشہ پرہیز گاری ہے،

**تشریحات ۹۰۲**

رَفَثٌ، نَصَرَ یَنْصُرُ، اور ضَرَبَ یَضْرِبُ، دونوں سے آتا ہے، پہلا افصح ہے، جماع اور دواعی کا ارتکاب۔ فِسْقٌ وفُسُوْقٌ، اللہ عزوجل اور رسول کی نافرمانی کرنا، ہر گناہ، حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ دوران حج حاجی کسی سے جھگڑا لڑائی نہ کرے اور نہ کسی کو گالی دے اور نہ کسی گناہ کا ارتکاب کرے۔ اور نہ اپنی بیوی ہی سے جنسیات کی بات کرے

**تشریح ۹۰۳**

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آفاقی کو یہ جائز نہیں کہ میقات سے احرام باندھے بغیر آگے بڑھے، اگر میقات پر احرام نہیں باندھا اور آگے بڑھ گیا تو اس پر واجب ہے کہ پھر میقات پر لوٹے اور وہاں سے احرام باندھے اور تلبیہ کہے ورنہ اس پر دم واجب ہوگا،

**تشریح ۹۰۴**

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ توکل یہ نہیں کہ آدمی ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہے اور باوجود قدرت اور اسباب مہیا ہونے کے کچھ نہ کرے، اور ضرورت پر لوگوں سے سوال کرے، بلکہ یہ تقویٰ کے بھی منافی ہے، توکل یہ ہے کہ اپنی قوت اور طاقت بھر اسباب سے کام لے مگر اپنی کوشش اور اسباب پر بھروسہ نہ کرے، بھروسہ صرف اللہ عزوجل پر کرے،

---

[1] مناسک باب فرض مواقیت الحج والاحرام ص ۲۰۶، [2] مناسک باب قول اللہ تعالیٰ، وَتَزَوَّدُوْا، ص ۲۰۶ ابوداؤد الحج نسائی سیر،

**حدیث ۹۰۵** عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے

وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِاَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ ذَا الْحُلَیْفَۃِ وَلِاَھْلِ الشَّامِ الْجُحْفَۃَ وَلِاَھْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ

ذوالحلیفہ اور اہل شام کے لیے جحفہ اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل اور اہل یمن کے لیے

وَلِاَھْلِ الْیَمَنِ یَلَمْلَمَ ھُنَّ لَھُنَّ وَلِمَنْ اَتٰی عَلَیْھِنَّ مِنْ غَیْرِھِنَّ مِمَّنْ اَرَادَ الْحَجَّ

یلملم میقات مقرر فرمائی ہے، یہ میقاتیں ان لوگوں کے لیے بھی ہیں اور دوسرے لوگ جو اس پر گزریں، ان کے

وَالْعُمْرَۃَ وَمَنْ کَانَ دُوْنَ ذٰلِکَ فَمِنْ حَیْثُ اَنْشَاَ حَتّٰی اَھْلُ مَکَّۃَ مِنْ مَکَّۃَ، [۱]

لیے بھی جو بھی حج اور عمرے کا ارادہ کرے اور جو ان سے مکے کی طرف قریب ہو تو جہاں سے چلے وہیں سے احرام باندھے حتیٰ کہ مکہ والے مکہ سے،

**حدیث ۹۰۶** عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

سالم نے اپنے باپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، انھوں نے فرمایا میں نے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مُھَلُّ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ ذُو الْحُلَیْفَۃِ وَمُھَلُّ اَھْلِ الشَّامِ مُھْیَعَۃُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے، اہل مدینہ کے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے، اور اہل شام کی مُہیعہ

وَھِیَ الْجُحْفَۃُ وَاَھْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ رض عَمْرٌو اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

یعنی جحفہ اور اہل نجد کی قرن، ابن عمر نے کہا لوگوں نے گمان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اور

وَسَلَّمَ قَالَ وَلَمْ اَسْمَعْہُ وَمُھَلُّ اَھْلِ الْیَمَنِ یَلَمْلَمُ، [۲]

میں نے نہیں سنا کہ اہل یمن کی یلملم ہے،

[۳] رَوَاہُ ابْنُ عُیَیْنَۃَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ عِکْرِمَۃَ مُرْسَلًا، اس حدیث کو سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار عن عکرمہ مرسلاً روایت کیا ہے،

یعنی پہلی والی روایت وَرَقَاءَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ عِکْرِمَۃَ ہے، انھوں نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بتایا ہے، مگر اسی حدیث کو سفیان بن عیینہ نے انھیں عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے اور اسے عکرمہ کا قول کہا ہے، امام سعید بن منصور اور طبری اور ابن ابی حاتم نے بھی ابن عیینہ سے اسی طرح روایت کیا ہے، مگر نسائی میں انھیں ابن عیینہ سے ابن عباس کا قول مروی ہے، ابن ابی حاتم نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ عکرمہ ہی کا قول ہے،

---

[۱] باب مھل اھل مکۃ للحج والعمرۃ ص ۲۰۶، باب مھل اھل الشام ص ۲۰۶، باب مھل من کان دون ذالک ص ۲۰۷، باب مھل اھل الیمن ص ۲۰۷، مسلم، نسائی، الحج۔ [۲] مناسک باب مھل اھل نجد ص ۲۰۷، العلم باب ذکر العلم... ص ۲۵، ثانی الاعتصام باب ما ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۹۱،

**حدیث ۹۰۷** عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا فُتِحَ هٰذَانِ الْمِصْرَانِ،

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جب یہ دونوں شہر فتح ہو گئے تو یہاں کے باشندے عمر کے پاس

اَتَوْا عُمَرَ فَقَالُوْا یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَدَّ لِاَهْلِ

آئے اور عرض کیا، اے امیر المومنین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل نجد کے لیے قرن میقات مقرر فرمائی اور وہ ہمارے

نَجْدٍ قَرْنًا وَهُوَ جَوْرٌ عَنْ طَرِیْقِنَا وَاِنَّا اِنْ اَرَدْنَا قَرْنَ شَقَّ عَلَیْنَا قَالَ فَانْظُرُوْا

راستے سے ہٹا ہوا ہے، اگر ہم قرن جائیں تو ہم پر شاق ہے، ارشاد فرمایا، تمہارے راستے میں جو جگہ اس کے برابر

حَذْوَهَا مِنْ طَرِیْقِكُمْ فَحَدَّ لَهُمْ ذَاتَ عِرْقٍ[1]

ہو بتاؤ چنانچہ حضرت عمر نے ان کے لیے ذات عرق کو مقرر فرمایا،

**تشریحات** ۹۰۵/۹۰۶/۹۰۷ ان تینوں احادیث سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے، مکہ معظمہ حاضری کے لیے آنے والوں کے واسطے ہر چہار طرف سے میقات ہے، اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ ہے، یہ مدینہ طیبہ سے چھ میل کے فاصلے پر مکہ معظمہ کے راستے پر جانب جنوب ہے، اسے ابیار علی بھی کہتے ہیں، یہاں دو مسجدیں ہیں، جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نمازیں پڑھی ہیں، ایک بڑی جہاں حجۃ الوداع کے موقع پر پڑھی تھی، جہاں سے آج بھی حجاج حج اور عمرے کا احرام باندھتے ہیں، دوسری چھوٹی موقس میں جہاں واپسی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی اور قیام فرمایا تھا،

اہل شام کی میقات جحفہ ہے، جس کا نام مہیعہ بھی ہے، اور یہی مصریوں اور بلاد مغرب سے آنے والوں کی بھی میقات ہے۔ یمن والوں کی میقات یلملم ہے، یہ ایک پہاڑ ہے، جو مکہ معظمہ سے تیس میل جانب جنوب ہے، اہل نجد کے لیے قرن المنازل ہے۔ یہ طائف اور عرفات کے درمیان ہے، اور اہل عراق کے لیے ذات عرق ہے، یہ ایک چھوٹا پہاڑ ہے، جو مکہ معظمہ سے دو دن اور کچھ فاصلے پر ہے، دوسرے بلاد والے جس میقات سے گزریں وہی ان کی میقات ہے، اور اگر کسی کا راستہ دو میقاتوں کے درمیان ہو، تو قریب ترین میقات کی محاذات اس کی میقات ہے، جیسے ہندوستانی حاجی جدہ ہو کر مکہ معظمہ جاتے ہیں، جو جحفہ اور یلملم کے درمیان ہے، یلملم جدہ سے قریب ہے اور جحفہ دور ہے، اس لیے ہندوستانیوں کے لیے میقات یلملم کی محاذات ہے، محاذات کا مطلب یہ ہے کہ جب جہاز سمندر میں یلملم کی سیدھ میں پہنچ جائے تو میقات آگئی، کیونکہ مکہ معظمہ یلملم سے جانب شمال ہے اور سمندر جانب جنوب، بلکہ مراد یہ ہے کہ جب جہاز جدہ جاتے ہوئے مکہ معظمہ کی سمت میں یلملم کی محاذات میں پہنچ جائے تو یہ میقات ہے، مثلاً علامہ بدرالدین محمود عینی نے لکھا ہے کہ یلملم مکہ معظمہ سے تیس میل کے فاصلے پر ہے، جو تقریباً پچاس کلو میٹر ہے، تو جب جہاز اس جگہ پہنچ جائے جہاں سے مکہ معظمہ کا فاصلہ پچاس کلو میٹر رہ جائے تو یہ ہندیوں کی میقات ہے، اور جو لوگ میقات اور حرم کے درمیان رہتے ہیں، ان کی میقات حل کی کوئی بھی جگہ ہے، ان پر واجب ہے کہ حرم میں داخل ہونے سے پہلے احرام باندھ لیں، اور جو لوگ حدود حرم میں ہیں، ان کی میقات حج کے

[1] مناسک ملا باب ذات عرق لاهل العراق ص ۲۰۷،

لیے حرم ہے، اور عمرے کیلئے حل کی کوئی بھی جگہ ہے، اور افضل تنعیم ہے، حدیث میں تو یہ ہے کہ حتیٰ اھل مکۃ من مکۃ، حتیٰ کہ مکے والے مکے سے احرام باندھیں، اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمرے کے لیے بھی احرام مکے والے مکے ہی سے باندھیں گے، مگر یہ ام المومنین حضرت عائشہ والی حدیث سے ثابت ہے کہ مکے والے مکے کے بجائے تنعیم سے عمرے کا احرام باندھیں یا کسی اور جگہ سے جو حدود حرم سے باہر ہو، اس پر اتفاق ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھ لینا صحیح ہے، اور ہمارے یہاں یہی افضل بھی ہے اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے، کیونکہ حضرت ابن عباس، ابن مسعود، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ مروی ہے، امام مالک، امام احمد وغیرہ میقات سے احرام افضل کہتے ہیں، کیونکہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے لوگوں کو اس سے منع فرمایا کہ گھر سے احرام باندھ کر آئیں، ہمارے یہاں یہ ممانعت اس پر محمول ہے کہ احرام کی قیود کی پابندی ذرا دشوار ہے، سفر میں وہ بھی اُس زمانے میں اس کا نباہنا بہت مشکل ہے،

عراق والوں کے لیے ذات عرق خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میقات مقرر فرمائی ہے، علامہ عینیؒ نے متعدد احادیث سے اسے ثابت فرمایا ہے اور یہاں جو مذکور ہے، اس کا محمل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ حدیث نہیں پہنچی تھی، اس لیے اجتہاد فرمایا، اور ان کا یہ اجتہاد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہوا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ پہلا کمال نہیں جلد ثانی میں قرآن مجید کے ساتھ بیس موافقات مذکور ہو چکے ہیں،

**شبہ اور جواب** یہاں مصران سے مراد کوفہ اور بصرہ ہیں، کوفہ اور بصرہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں موجود نہ تھے، کوفہ ۱۷ھ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے فاتح ایران حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسایا تھا، اور بصرہ ۱۴ھ میں حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر یہ کہنا کیسے درست ہے، کہ جب یہ دونوں شہر فتح ہوئے، اس کا جواب علامہ عینی نے یہ دیا کہ ان شہروں کے فتح ہونے سے مراد ان زمینوں کا فتح ہونا ہے جن پر یہ آباد ہیں، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ یہ سب علاقے میری امت فتح کرے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے،

| | |
|---|---|
| زویت لی الارض فرأیت مشارقھا ومغاربھا سیبلغ ملک امتی ما زویت لی، [۲] | زمین میرے لیے سمیٹ دی گئی تو میں نے اس کے تمام مشرق اور تمام مغرب کو دیکھا، اور بہت جلد میری امت کا ملک وہاں تک پہنچے گا جتنی میرے لیے سمیٹی گئی ہے |

جیسے اس وقت تک شام بھی فتح نہیں ہوا تھا، مگر اس کی بھی میقات مقرر فرما دی تھی

**من ممن** علامہ قرطبی نے فرمایا، ھُنَّ، جمع مؤنث غائب کی ضمیر ہے، جو ذوی العقول کے لیے آتی ہے، مگر کبھی غیر ذوی العقول میں بھی استعمال ہوتی ہے، اور یہ دس اور اس سے کم کے لیے استعمال ہوتی ہے، دس سے زیادہ کے لیے ھا، آتی ہے، جیسے ارشاد ہے،

| | |
|---|---|
| اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ، | بیشک مہینوں کا شمار اللہ کے نزدیک بارہ ہے، ان میں سے چار حرام ہیں، ان میں (خاص) اپنی جانوں پر ظلم مت کرو، |

---

[۱] عمدۃ القاری تاسع ص ۱۴۲، [۲] مسلم ثانی، الفتن ص ۳۹۰ - ابوداؤد فتن ص ۲۲۸ - ترمذی ثانی - فتن ص ۴۷ ابن ماجہ فتن ص ۲۹۲ - مسند امام احمد رابع ص ۱۲۳ - مسند امام احمد خامس ص ۲۷۸ - ص ۲۸۲

**حدیث ۹۰۸**

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ بِذِی الْحُلَیْفَۃِ فَصَلّٰی بِہَا وَکَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ

نے ذوالحلیفہ کے سنگستان میں اونٹنی بٹھائی اور وہاں نماز پڑھی اور حضرت عبداللہ بن عمر بھی ایسا

یَفْعَلُ ذٰلِکَ ۔ عہ

ہی کرتے تھے۔

**حدیث ۹۰۹**

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَخْرُجُ مِنْ طَرِیْقِ الشَّجَرَۃِ وَیَدْخُلُ مِنْ طَرِیْقِ الْمُعَرَّسِ وَ

(مدینے سے) شجرہ کے راستے سے باہر تشریف لے جاتے اور معرس کے راستے سے مدینے آتے، اور رسول اللہ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا خَرَجَ اِلٰی مَکَّۃَ یُصَلِّیْ فِیْ مَسْجِدِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مکہ جاتے تو مسجد شجرہ میں نماز پڑھتے تھے، اور جب لوٹتے تو ذوالحلیفہ

الشَّجَرَۃِ وَاِذَا رَجَعَ صَلّٰی بِذِی الْحُلَیْفَۃِ بِبَطْنِ الْوَادِیْ وَبَاتَ حَتّٰی یُصْبِحَ ۔ عہ

میں نالے کے بیچ میں نماز پڑھتے تھے، وہیں رات بھر رہتے یہاں تک کہ صبح کرتے،

**حدیث ۹۱۰**

حَدَّثَنِیْ عِکْرِمَۃُ اَنَّہٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اِنَّہٗ

عکرمہ نے یہ حدیث بیان کی کہ انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا

منہا کی ھا، کا مرجع، الشہور، ہے، جو بارہ ہیں، اور فیھن کا مرجع، اربعۃ، ہے، جو دس سے کم ہے، یہ بھی غیر ذوی العقول ہے، اسی کے مطابق ھن اور ھن کا مرجع پہلے ذکر شدہ بلاد ذوالحلیفہ، جحفہ وغیرہ ہیں، اگرچہ غیر ذوی العقول ہیں، لھن سے مراد ان بستیوں کے باشندے ہیں، اسی کے مطابق ایک روایت لھم بھی ہے،

**تشریح ۹۰۸**

مدینہ طیبہ سے واپسی میں یہاں رات کو قیام فرمایا، اسے معرس کہتے ہیں، یہاں بھی مسجد بنی ہوئی ہے اور یہ نماز نفل تھی،

---

عہ مناسک باب ص ۲۰۷ مسلم، ابوداؤد، نسائی الحج، عہ مناسک باب خروج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی طریق الشجرۃ ص ۲۰۷

سَمِعَ عُمَرَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَادِي الْعَقِيْقِ يَقُوْلُ اَتَانِيْ

انھوں نے کہا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وادی عقیق میں یہ فرماتے

اللَّيْلَةَ اٰتٍ مِّنْ رَّبِّيْ فَقَالَ صَلِّ فِيْ هٰذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ وَقُلْ عُمْرَةٌ فِيْ حَجَّةٍ ؎

ہوئے سنا۔ آج رات میرے پروردگار کی جانب سے ایک آنیوالا میرے پاس آیا اور کہا اس وادی میں نماز پڑھو اور کہو عمرہ حج میں ہے،

**حدیث ۹۱۱** حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حضور جب

وَسَلَّمَ اَنَّهٗ اُرِيَ وَهُوَ فِيْ مُعَرَّسٍ بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِي قِيْلَ لَهٗ اِنَّكَ بِبَطْحَاءَ

ذوالحلیفہ کے قریب بطن وادی میں معرس میں تھے۔ تو دکھایا گیا، کہا گیا، آپ برکت والے سنگستان میں ہیں

مُبَارَكَةٍ قَدْ اَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ يَتَوَخَّى الْمَنَاخَ الَّذِيْ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُنِيْخُ يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ

ہمارے ساتھ سالم نے تلاش کر کے اس جگہ اونٹ بٹھایا جہاں ان کے والد عبد اللہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

**تشریح ۹۰۹** اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ جاتے تو ذوالحلیفہ میں جہاں درخت ہے، وہاں قیام فرماتے اور نماز پڑھتے، پھر آگے بڑھتے۔ اور واپسی میں اس سے نیچے نالے کے بیٹ میں اترتے اور وہاں رات گزارتے اور صبح کو مدینہ طیبہ واپس تشریف لاتے۔ دونوں جگہ مسجدیں بنی ہوئی ہیں، پہلی جگہ سے آج بھی عموماً حجاج احرام باندھتے ہیں، دوسری جگہ کو معرس کہتے ہیں، یہ تعریس کا اسم ظرف ہے، تعریس کے معنی رات کے پچھلے حصے میں اترنے، پڑاؤ کرنے کے ہیں، اور یہ اس جگہ کا نام ہے،

**تشریحات ۹۱۰** یہ آنے والے جبرئیل امین تھے، جیسا کہ بیہقی کی روایت میں ہے۔ نماز سے مراد احرام کی نماز ہے، عمرۃٌ فی حجۃٍ کا مطلب یہ ہے کہ عمرہ حج کے ساتھ ہے۔ فی، معنی میں، مع کے ہے، یہ دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران کیا تھا، وادی عقیق، اس میدان کا نام ہے جس میں ذوالحلیفہ بھی ہے، اس لیے کہ اس پر اتفاق ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں رات بسر فرمائی تھی، اور یہیں سے احرام باندھا تھا، تو اگر وادی عقیق ذوالحلیفہ کے علاوہ کوئی اور میدان ہو تو تعارض رکھا ہوا ہے، بات یہ ہے کہ "عقیق" اس بڑے میدان کو کہتے ہیں، جو سیلاب کے پانی سے خود بخود بن جائے، ذوالحلیفہ جہاں ہے، وہ اس عہد میں اسی قسم کا میدان تھا، جسے اہل مدینہ وادی عقیق کہتے تھے،

---

ع۵ مناسک باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم العقیق وادٍ مبارک ص ۲۰۷، المزارعۃ باب ص ۳۱۴ ثانی الاعتصام باب ماذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۹۱، ابوداؤد الحج ابن ماجہ مناسک،

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ اَسْفَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِیْ بِبَطْنِ

علیہ وسلم کے بڑاؤ کو ڈھونڈ کر اونٹ بٹھاتے تھے، اور یہ جگہ وادی میں جو مسجد ہے، اس سے نیچے ہے۔ اترنے

الْوَادِیْ بَیْنَہُمْ وَبَیْنَ الطَّرِیْقِ وَسْطٌ مِّنْ ذٰلِکَ، عہ

والوں اور راستے کے درمیان بیچوں بیچ۔

**حدیث ۹۱۲** اَنَّ صَفْوَانَ بْنَ یَعْلٰی اَخْبَرَہٗ اَنَّ یَعْلٰی قَالَ لِعُمَرَ اَرِنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

صفوان بن یعلیٰ نے خبر دی کہ یعلیٰ نے حضرت عمر سے کہا، جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ یُوْحٰی اِلَیْہِ قَالَ فَبَیْنَمَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْجِعِرَّانَۃِ

وحی آتی ہو تو مجھے دکھائیے۔ انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جعرانہ میں تشریف فرما تھے اور حضور

وَمَعَہٗ نَفَرٌ مِّنْ اَصْحَابِہٖ جَاءَہٗ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ تَرٰی فِیْ رَجُلٍ اَحْرَمَ

کے ساتھ صحابہ تھے، کہ ایک شخص آیا اور عرض کیا، یا رسول اس کے بارے میں کیا رائے عالی ہے، جس نے

بِعُمْرَۃٍ وَّھُوَ مُتَضَمِّخٌ بِطِیْبٍ فَسَکَتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَاعَۃً فَجَاءَہُ الْوَحْیُ

عمرے کا احرام باندھا ہو اور وہ خوشبو میں لت پت ہو، اس سوال پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھوڑی

فَاَشَارَ عُمَرُ اِلٰی یَعْلٰی فَجَاءَ یَعْلٰی وَعَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَوْبٌ قَدْ اُظِلَّ

دیر خاموش رہے، اتنے میں حضور پر وحی آنے لگی، حضرت عمر نے یعلیٰ کو اشارہ کیا، تو یعلیٰ آئے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

بِہٖ فَاَدْخَلَ رَاْسَہٗ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُحْمَرُّ الْوَجْہِ وَھُوَ یَغِطُّ

علیہ وسلم پر کپڑا تانا ہوا تھا، جس سے سایہ کیا گیا تھا، یعلیٰ نے اپنا سر کپڑے کے اندر کیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ

**تشریحات ۹۱۱** اُرِیَ، یعنی خواب میں دکھایا گیا، بینھم وبین الطریق، علامہ عینی نے فرمایا کہ بینھم کی ضمیر کا مرجع معرسین ہے، یعنی قیام کے لیے اترنے والے، مطلب یہ ہے کہ جہاں عام طور پر لوگ اب قیام کرتے ہیں، اس جگہ اور راستے کے بیچ میں وہ جگہ ہے، جہاں سالم اور ان کے والد قیام کرتے تھے، ان کے بیان کے مطابق یہی وہ جگہ ہے، جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ واپس ہوتے ہوئے رات بسر فرمائی تھی، چونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس کا ذوق تھا، کہ خاص وہ جگہ جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا ہے، محفوظ رکھیں اس لیے انھوں نے اس پر خصوصی توجہ دی اور یاد رکھا، صرف اسی جگہ نہیں پورے سفر میں ایسی تمام مخصوص جگہوں کو انھوں نے خاص توجہ دیکر یاد رکھا، اور مدۃ العمر ان جگہوں کو تلاش کر کے وہیں قیام فرماتے، جیسا کہ مفصل جلد ثانی میں از صفحہ ۵۹۴ لغایت ۶۰۴ مذکور ہو چکا ہے،

عہ المناسک باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم العقیق واد مبارک ص ۲۰۸، من ادعۃ باب ص ۳۱۴، ثانی الاعتصام باب ما ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۹۱، مسلم، نسائی الحج،

ثُمَّ سُرِّیَ عَنْهُ فَقَالَ اَیْنَ الَّذِیْ سَأَلَ عَنِ الْعُمْرَةِ فَاُتِیَ بِرَجُلٍ فَقَالَ اغْسِلِ

تعالیٰ علیہ وسلم کا روئے انور سرخ ہو گیا ہے، اور خراٹے جیسی آواز نکل رہی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ کیفیت فرو ہوئی

الطِّیْبَ الَّذِیْ بِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَّانْزِعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ وَاصْنَعْ فِیْ عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ

تو فرمایا، جس نے عمرے کے بارے میں سوال کیا تھا، کہاں ہے؟ اب اس شخص کو لایا گیا۔ تو فرمایا، تیرے بدن یا کپڑے پر جو خوشبو

فِیْ حَجِّكَ فَقُلْتُ لِعَطَاءٍ اَرَادَ الْاِنْقَاءَ حِیْنَ اَمَرَهٗ اَنْ یَّغْسِلَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ نَعَمْ [عه]

ہے اس کو تین مرتبہ دھو دے اور جبہ اتار ڈال، اور عمرے میں وہ کر جو حج میں کرتا ہے۔ (ابن جریج نے) عطاء سے پوچھا کہ تین بار دھونے سے خوب اچھی طرح صاف کرنا ہی مراد ہے نہ؟ فرمایا ہاں۔

| | |
|---|---|
| ت ۲۸۱ | وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یَشَمُّ الْمُحْرِمُ الرَّیْحَانَ وَ |
| | اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، محرم خوشبودار پھول سونگھ سکتا ہے، اور آئینہ دیکھ |

یَنْظُرُ فِی الْمِرْاٰةِ وَیَتَدَاوٰی بِمَا یَاْكُلُ كَالزَّیْتِ وَالسَّمْنِ [عه]

سکتا ہے اور جو روغن مثلاً زیتون کا تیل اور گھی کھاتے ہیں، اس سے علاج کر سکتا ہے۔

| | |
|---|---|
| ت ۲۸۲ | وَقَالَ عَطَاءٌ یَتَخَتَّمُ وَیَلْبَسُ الْهِمْیَانَ [عه] |
| | اور امام عطاء نے فرمایا، محرم انگوٹھی پہنے اور ہمیان باندھے۔ |

## تشریحات ۹۱۲

**جعرانہ**، یہ طائف اور مکہ معظمہ کے درمیان مکہ معظمہ کے قریب ایک جگہ ہے جہاں ۸ھ میں غزوۂ حنین کے اموالِ غنیمت تقسیم فرمائے تھے اور یہیں سے عمرے کا احرام باندھا تھا۔ یہ حِل میں ہے، یہاں سے تین سو انبیاء کرام نے عمرہ کیا ہے، بحمدہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں میں یہ رواج ہے کہ اس متبرک مقام سے بھی عمرہ کرتے ہیں، اور اسے بڑا عمرہ کہتے ہیں،

**واصنع فی عمرتک** اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ حج میں جیسے طواف اور طواف کے بعد نماز اور سعی ہے، اور جو دعائیں اس موقع پر پڑھی جاتی ہیں، ویسے ہی عمرے میں بھی ہے، مگر اس میں کوئی جدید افادہ نہیں یہ تو سارا عرب جانتا تھا، اس موقع کے مناسب مطلب یہ ہے، کہ جیسے حج کے احرام میں خوشبو لگانا اور سلا ہوا کپڑا پہننا منع ہے، جیسا کہ قبل اسلام سارا عرب کرتا تھا، ویسے ہی عمرے کے احرام میں بھی یہ چیزیں ممنوع ہیں، کیونکہ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں عمرے میں خوشبو لگانے اور سلے ہوئے کپڑے پہننے کو **ممنوع** نہیں جانتے تھے، اس پر دلیل مسلم کی وہ روایت ہے، جو بطریق سفیان عن عمرو بن دینار مروی ہے،

---

عه المناسک باب غسل الخلوق ص ۲۰۸، ابواب العمرۃ باب یفعل فی العمرۃ ما یفعل فی الحج ص ۲۴۱، ثانی فضائل القرآن باب نزل القرآن بلسان قریش ص ۷۴۵، مسلم، ابوداؤد ترمذی نسائی الحج، عه عه مناسک باب الطیب عند الاحرام ص ۲۰۸،

لے اول الحج ص ۳۷۳،

| | |
|---|---|
| ت ۲۸۳ | وَطَافَ ابْنُ عُمَرَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَّقَدْ حَزَمَ عَلٰى بَطْنِهٖ بِثَوْبٍ ۔عہ<br>اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے احرام کی حالت میں اپنے پیٹ پر کپڑا باندھے ہوئے طواف کیا، |
| ت ۲۸۴ | وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا بِالتُّبَّانِ بَأْسًا قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ تَعْنِيْ<br>اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جانگیہ پہننے میں کوئی حرج نہیں جانتی تھیں۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری) |
| لِلَّذِيْنَ يَرْحَلُوْنَ هَوْدَجَهَا ۔عہ<br>نے کہا، یعنی ان لوگوں کے لیے جو ان کے ہودج کو کستے تھے، | |

جس میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا، حج میں کیا کرتے تھے؟ تو اس نے عرض کیا، ان کپڑوں کو اتار دیتا تھا اور خوشبو دھو دیتا تھا، تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو حج میں کرتے تھے عمرے میں بھی کرو،

**تشریحات ۲۸۱** محرم خوشبودار پھول سونگھ سکتا ہے، اتنے حصے کو امام بیہقی اور امام دار قطنی نے موصولاً روایت کیا ہے، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنا فتویٰ ہے، اس کے برخلاف حضرت ابن عمر، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فتویٰ یہ ہے کہ ممنوع ہے، یہی احناف کا مذہب ہے کہ مکروہ ہے، محرم آئینہ دیکھ سکتا ہے، اسے امام نووی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جامع میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا، اور علاج والے حصے کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا، جس روغن یا تیل میں خوشبو نہ ہو اسے احرام کی حالت میں بطور دوا استعمال کر سکتے ہیں، داخلی طور پر بھی اور خارجی طور پر بھی،

**تشریح ۲۸۲** اس تعلیق کے پہلے جز کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے، اور دوسرے جز کو امام دار قطنی نے، اس پر اتفاق ہے کہ احرام کی حالت میں انگوٹھی پہننا اور ہمیانی کمر پر باندھنا جائز ہے،

**تشریح ۲۸۳** اس تعلیق کو حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موصولاً روایت فرمایا، نافع سے ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے کپڑا باندھا نہیں تھا، بلکہ اسے تہبند کے نیچے گھڑس لیا تھا، امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے عطاء اور طاؤس سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا کہ اپنی کمر عمامے سے باندھے ہوئے ہیں، اسی میں ہے کہ ابن علیہ نے مسلم بن جندب سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، کہ احرام کی حالت میں اپنے اوپر کپڑا مت باندھو، اور حاکم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ نے پاپیادہ حج کیا، اور حضور نے ارشاد فرمایا، اپنی کمروں پر تہبند باندھ لو، اور اس طرح چلو کہ دوڑنے سے کم ہو، ان سب روایات کی روشنی میں احکام یہ منقح ہوئے، اس میں کوئی حرج نہیں کہ چادر کے کنارے تہبند میں گھڑس لیے جائیں، مگر چادر کے کناروں کو گرہ دینا یا تہبند ہی میں گرہ دینا ممنوع ہے، اس میں بظاہر حرج نہیں کہ کمر پر کوئی کپڑا باندھ لیا جائے، البتہ تہبند کو کمر بند یا رسی سے کسنا مکروہ ہے،

---

عہ مفاسك باب الطيب عند الاحرام ص ۲۰۸، عہ ایضاً ص ۲۰۸، الغسل باب من تطيب ثم اغتسل ص ۴۱، مسلم، ابو داؤد، نسائی الحج،

**حدیث ۹۱۳**

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ کَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا

سعید بن جبیر (شہید) نے فرمایا، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما زیتون کا تیل لگاتے تھے،

یَدَّھِنُ بِالزَّیْتِ فَذَکَرْتُہٗ لِاِبْرَاھِیْمَ فَقَالَ مَا تَصْنَعُ بِقَوْلِہٖ حَدَّثَنِی الْاَسْوَدُ

میں نے ابراہیم نخعی سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا، ان کی بات کو کیا کرے گا، مجھ سے اسود نے

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی وَبِیْصِ الطِّیْبِ فِیْ مَفَارِقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

ام المومنین حضرت عائشہ سے یہ حدیث بیان کی ہے، وہ فرماتی ہیں، میں مشک کی چمک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُحْرِمٌ [عہ]

وسلم کی مانگ میں دیکھ رہی ہوں، حالانکہ حضور احرام کی حالت میں تھے،

**حدیث ۹۱۴**

عَنْ عَائِشَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ کُنْتُ اُطَیِّبُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، رسول اللہ

**تشریح ۲۸۴**

اس اثر کو امام سعید بن منصور نے قاسم بن محمد سے موصولاً روایت کیا ہے، کہ ام المومنین نے حج کیا، اور ان کے ساتھ کچھ خادم تھے، جو ان کے ہودج کریم کو اونٹ کی پیٹھ پر باندھتے، کھولتے اور اتارتے، اس میں کبھی کبھی ان کے جسم کا وہ حصہ کھل جاتا جس کا دیکھنا ناپسندیدہ ہے تو انھیں حکم دیا کہ جانگیہ پہنا کریں، یہ ام المومنین کا اجتہاد تھا، ورنہ احرام کی حالت میں سلے ہوئے کپڑے پہننا مطلقاً منع ہے، اس میں جانگیہ بھی داخل ہے، یہی اکثر کا مذہب ہے،

**تشریحات ۹۱۳**

یہ حدیث جلد ثانی باب الغسل میں گذر چکی ہے، یہ حدیث ام المومنین سے متعدد طریقوں سے مروی ہے، امام ابو جعفر طحاوی نے آٹھ طریقوں سے اس کی تخریج فرمائی ہے، حضرت ابن عمر نے یہ فرمایا تھا، کہ مجھے پسند نہیں کہ احرام کی حالت میں میرے جسم یا کپڑے سے خوشبو اٹھ رہی ہو، اس پر حضرت ابراہیم نخعی نے وہ فرمایا،

**ما تصنع**

اس میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ ضمیر مجرور متصل کا مرجع حضرت ابن عمر ہوں، اب مطلب یہ ہوا کہ ابن عمر کی بات کو لے کر کیا کروگے، جب کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل یہ ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ "بقولہ" کی ضمیر مجرور کا مرجع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں، جو معہود فی الذہن ہیں، اب مطلب یہ ہوا کہ ابن عمر کی بات تم نے بتائی، مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل کو کیا کروگے، کہ احرام کی حالت میں مشک چمک رہا تھا، حضور کا عمل لائق اتباع ہے، نہ کہ اس کے مخالف ابن عمر کا قول،

رہ گیا یہ شبہ کہ حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد مذکور نہیں، صرف عمل مذکور ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تقریر بمنزلہ قول ہی ہے، دوسرا جواب یہ ہے، کہ یہاں قول ویسے ہی ہے، جیسے اردو میں بات ہے، اس کا اطلاق بکثرت عمل پر بھی ہوتا ہے،

عہ مناسک باب الطیب عند الاحرام ص ۲۰۸، الغسل باب من تطیب ثم اغتسل ص ۱۴، مسلم، ابو داؤد، نسائی الخ،

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاِحْرَامِہٖ حِیْنَ یُحْرِمُ وَلِحِلِّہٖ قَبْلَ اَنْ یَّطُوْفَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب احرام باندھتے، تو حضور کو خوشبو لگاتی اور طواف سے پہلے

بِالْبَیْتِ، عہ

احرام کھولتے وقت خوشبو لگاتی،

**حدیث ۹۱۵** عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

سالم اپنے والد عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی

وَسَلَّمَ یُھِلُّ مُلَبِّدًا ۱ عہ

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لبیک کہتے ہوئے اس حالت میں سنا کہ حضور کے بال کسی چیز کی آمیزش سے جمائے ہوئے تھے،

کہ جیسے کسی کے رہنے سہنے، کھانے پینے کے ٹھاٹھ باٹھ کا تذکرہ ہو تو کہا جاتا ہے، اس کی کیا بات ہے،

**مسائل** اس حدیث سے امام اعظم اور امام شافعی وغیرہ نے استدلال فرمایا کہ احرام کے وقت خوشبو بدن اور کپڑوں میں لگانا مسنون ہے، احرام کے پہلے والی خوشبو اگر باقی رہے اور اس کی لپٹیں اٹھ رہی ہوں، تو کوئی حرج نہیں البتہ ایسی خوشبو نہ ہو کہ اس کا رنگ کپڑے پر ظاہر ہو،

**تشریحات ۹۱۴** ہمارا مذہب یہ ہے کہ دسویں ذوالحجہ کو رمی جمار اور قربانی کر کے بال اتروانے کے بعد جماع کے علاوہ تمام ممنوعات احرام جائز ہو جاتے ہیں، اس کی دلیل یہ حدیث ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طواف زیارت سے پہلے احرام کھول دیا،

**کنت اطیب** علامہ ابن حاجب نے فرمایا، کان تکرار چاہتا ہے، اور یہاں حضرت ام المومنین نے صرف ایک بار حجۃ الوداع میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوشبو لگایا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ کان اگرچہ اصل وضع کے لحاظ سے تکرار چاہتا ہے، مگر جب کہ کوئی قرینہ عدم تکرار پر ہو جیسا کہ بعض محققین نے تصریح کی ہے،

**تشریحات ۹۱۵** اِھْلَال، کا مادہ "ھَلَّ" ہے، چلانے کے معنی میں، اھلال، کے لغوی معنی آواز بلند کرنے کے ہیں، یہاں اس کے معنی بلند آواز سے تلبیہ کہنے کے ہیں، تلبید کا مصدر مجرد سے لُبُوْدٌ آتا ہے، چمٹنے کے معنی میں، تلبید کے معنی کسی لیسدار چیز سے چپکانا، یہاں مراد یہ ہے کہ بالوں میں کوئی لیسدار چیز ڈال کر جما دینا تاکہ منتشر نہ ہوں، امام شافعی اور ان کے اصحاب نے فرمایا کہ احرام کے وقت تلبید مستحب ہے، ابن بطال نے کہا کہ جمہور علماء نے فرمایا کہ اگر کوئی تلبید کرے تو اس پر واجب ہے کہ احرام کھولتے وقت سر کو مونڈھے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی کیا تھا، اور حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

---

عہ مناسک باب الطیب عند الاحرام ص ۲۰۸، عہ مناسک باب من اھل ملبدا ص ۲۰۸، ثانی اللباس باب التلبید ص ۸۷۶ مسلم الحج، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مناسک مسند امام احمد جلد ثانی ص ۱۲۱، لہ عمدۃ القاری تاسع ص ۱۵۷،

**حدیث ۹۱۶**

سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یَقُوْلُ مَا اَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ یَعْنِیْ مَسْجِدَ ذِی الْحُلَیْفَةِ[۱]

سالم بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا وہ فرماتے تھے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد یعنی ذوالحلیفہ ہی کی مسجد سے احرام باندھا تھا،

یہی حکم دیتے تھے، ہمارے یہاں تلبید ممنوع ہے، اس لیے کہ امام ترمذیؒ اور امام ابن ماجہؒ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ ایک صاحب نے دریافت کیا، یارسول اللہ! حاجی کون ہے، تو فرمایا، الشَّعِثُ التَّفِلُ، جس کا بال پراگندہ ہو اور بدن بے خوشبو، تلبید کے بعد بال جمے رہنے کی وجہ سے پراگندہ نہ ہوپائیں گے، البتہ عورتوں کو تلبید کی اجازت ہے جیسے سر چھپانے کی اجازت ہے،

**تشریحات ۹۱۶**

امام مسلمؒ، امام ابوداؤدؒ، امام ابن ماجہؒ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث میں یہ بیان کیا ہے، کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ فرمایا، تو اعلان عام فرمایا، جس پر لوگ اکٹھے ہوگئے، جب بیداء پر آئے تو احرام باندھا، نیز ابوداؤدؒ اور نسائیؒ میں حضرت انس کی جو حدیث بطریق حضرت حسن بصری ہے، اس میں بھی یہ ہے کہ جب کوہ بیداء پر آئے تو لبیک پکارا، اس کے علاوہ اور احادیث میں بھی ہے، اسی کے ازالے کے لیے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ بیداء پر احرام باندھنے کا جو لوگ دعویٰ کرتے ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہیں، حضور نے ذوالحلیفہ ہی میں احرام باندھا تھا، جب سواری سیدھی کھڑی ہوگئی اس وقت۔

**احرام کا وقت**

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہاں سے احرام باندھا تھا، اس بارے میں تین اقوال ہیں، اول، نماز احرام سے فارغ ہوتے ہی فوراً بلا تاخیر اسی جگہ جہاں نماز پڑھی تھی، دوم یہاں سے اٹھ کر جب سوار ہوئے اور جب سواری حضور کو لے کر سیدھی کھڑی ہوگئی اس وقت، سوم، آگے بڑھ کر جب بیداء پر پہنچے اس وقت، ان تینوں اقوال میں خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تطبیق دی ہے، ابوداؤدؒ اور شرح معانی الآثار میں ہے،

کہ حضرت سعید بن جبیر شہید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

---

[۱] مناسک باب الاھلال عند مسجد ذی الحلیفۃ ص ۲۰۸، مسلم الحج، ابوداؤد مناسک، ترمذی الحج نسائی ۱ ثانی تفسیر سورہ آل عمران ص ۱۲۴، ۲ مناسک باب مایوجب الحج ص ۲۱۴، ۳ اول الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۹۴، ۴ مناسک باب صفۃ حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۶۲، ۵ باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۴۶، ۶ اول مناسک باب وقت الاحرام ص ۲۴۷، ۷ ثانی المناسک باب العمل فی الاھلال ص ۱۷، ۸ اول مناسک باب وقت الاحرام ص ۲۴۷، ۹ مناسک الحج باب الاھلال من این ینبغی ان یکون ص ۳۰۶،

**حدیث ۹۱۷**

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا یَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّیَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَلْبَسُ الْقَمِیْصَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک صاحب نے عرض کیا، یا رسول اللہ محرم کون کون سا کپڑا پہنے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کرتا، یا پائجامے، عمامے، ٹوپیاں اور موزے نہ

احرام کے بارے میں صحابہ کے درمیان جو اختلاف ہے، اس پر مجھے تعجب ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا، میں سب سے زیادہ اسے جانتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ایک حج کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حج کے ارادے سے نکلے، جب مسجد ذوالحلیفہ میں احرام کی دو رکعتیں پڑھ چکے تو اسی مجلس میں حج اپنے اوپر واجب فرمایا، یعنی حج کی نیت کرلی اور ان دو رکعتوں سے فارغ ہوتے ہی بلند آواز سے تلبیہ کہا، اسے بہت سے لوگوں نے سنا اور یاد رکھا، اس کے بعد سوار ہوئے، جب ناقۂ مبارکہ حضور کو لے کر کھڑی ہوگئی تو تلبیہ کہا، اسے کچھ لوگوں نے جانا، وجہ یہ ہے کہ لوگ راہ حضرت اقدس میں باری باری حاضر ہوتے تھے، کچھ لوگوں نے تلبیہ اس وقت سنا، جب سواری کھڑی ہو چکی تھی، تو ان لوگوں نے کہا کہ جب سواری سیدھی کھڑی ہوگئی اس وقت حضور نے احرام باندھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے بڑھے، جب بیداء کی بلندی پر چڑھے تو پھر تلبیہ کہا، اس وقت کچھ لوگ آکر ملے تو انھوں نے کہا کہ بیداء پر احرام باندھا، اور خدا کی قسم حضور نے اپنے نماز کی جگہ ہی احرام باندھ لیا تھا، پھر جب سواری سیدھی کھڑی ہوگئی، تو تلبیہ پڑھا، اور جب بیداء پر چڑھے تو بھی تلبیہ کہا،

اس کا حاصل یہ نکلا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ ہی میں جہاں احرام کا دوگانہ پڑھا تھا، وہیں احرام باندھ کر تلبیہ پڑھا تھا، مگر وہاں پورا مجمع موجود نہ تھا، چند افراد تھے، جنھوں نے سنا، پھر سواری کے کھڑی ہونے کے بعد بھی تلبیہ کہا، اسے ان لوگوں نے سنا، جو بعد میں حاضر ہوئے اور یہ سمجھا کہ اب احرام باندھا تھا، مگر اس وقت بھی سب لوگ حاضر نہ تھے، مجمع اتنا کثیر تھا کہ حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے بیداء پر چڑھنے کے بعد دیکھا تو حضور کے آگے پیچھے، دائیں بائیں حد نظر تک پیدل آدمی تھے، جب حضور نے بیداء پر چڑھنے کے بعد تلبیہ کہا تو اب ان لوگوں نے سنا جو پہلے موجود نہ تھے، اس وقت قریب تھے، تو انھوں نے یہ بیان کیا کہ بیداء پر احرام باندھا، اسی کے مطابق ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ احرام دوگانے کے بعد فوراً باندھا جائے، البتہ امام اوزاعی، عطاء، قتادہ کا قول یہ ہے کہ بیداء پر چڑھنے کے بعد مستحب ہے،

بیداء، ذوالحلیفہ کے متصل ایک پہاڑ ہے، یہ بھی ذوالحلیفہ ہی کا ایک حصہ ہے،

**تشریحات ۹۱۷**

**لا یلبس**، سوال تھا کہ محرم کیا پہنے، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ یہ چیزیں نہ پہنے، اس جواب میں اختصار بھی ہے، اور مخاطب کے سمجھنے میں آسانی بھی، اس لیے اسی کو ارشاد فرمایا،

**القمیص** اس سے مراد ہر سلا ہوا کپڑا ہے، خواہ کرتا ہو، خواہ جبہ یا کچھ اور، اس معنی کے لحاظ سے پائجامہ اس میں داخل ہے، مگر کرتے سے مقصود بدن کے اوپر کے حصے کا چھپانا ہوتا ہے، اس لیے اس کا توہم ہو سکتا تھا کہ پائجامہ اس سے مستثنیٰ ہو، اس لیے اسے علیحدہ بیان فرمایا، عمامے اور ٹوپیوں کی ممانعت کا مقصد یہ ہے کہ سر کھلا رہے، اس لیے سر پر رومال یا چادر بھی ڈالنا ممنوع ہے، غل چپل

وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ

پہنے، ہاں اگر کسی کے پاس چپل نہیں، تو موزے پہن لے، اور انھیں کعب

فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ

کے نیچے سے کاٹ لے، اور ایسے کپڑے بھی مت پہنو جسے زعفران یا ورس نے چھوا ہو،

زَعْفَرَانٌ أَوْ وَرْسٌ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ وَلَا يَتَرَجَّلُ وَيَحُكُّ جَسَدَهُ

ابو عبداللہ (امام بخاری) نے فرمایا، محرم اپنا سر دھو سکتا ہے اور کنگھی نہیں کر سکتا، اور نہ اپنا بدن کھجلا سکتا ہے، اور

وَيُلْقِي الْقَمْلَ مِنْ رَأْسِهِ وَجَسَدِهِ فِي الْأَرْضِ ۔

جوئیں اپنے سر اور بدن سے زمین پر پھینک سکتا ہے،

کی طرح ہوتا تھا، جس میں نیچے تلوا ہوتا تھا اور اوپر صرف تسمہ ہوتا تھا جس کی وجہ سے پاؤں کا اوپر والا حصہ کھلا رہتا تھا، موزوں کی ممانعت سے مقصود یہی ہے کہ پاؤں کا اوپری حصہ کھلا رہے، اسی لیے بدرجہ مجبوری موزوں کی اجازت دی تو یہ شرط کر دی کہ، کعب کے نیچے کاٹ دے، کعب پاؤں کے ٹخنے کو بھی کہتے ہیں، اور بیچ قدم کے اس جوڑ کو بھی کہتے ہیں، جہاں چپل کا تسمہ ہوتا ہے، یہاں یہی دوسرا معنی مراد ہے، کیونکہ یہاں احتیاط اسی میں ہے، اور وضو میں ٹخنے مراد ہیں، کیونکہ وہاں احتیاط کا تقاضا یہی ہے، مراد یہ ہے، کہ موزہ وسط قدم سے لے کر ایڑیوں کی دیواروں سمیت کاٹ کر پہنے، اس کو اسفل اس اعتبار سے فرمایا، کہ موزوں کا اگلا حصہ وہ ہے، جو انگلیوں پر رہتا ہے، تو وہی اعلیٰ ہوا، اور اس کا مقابل اسفل،

**ورس** تل کے مانند ایک گھاس ہے، جس سے کپڑے رنگتے تھے، یہ یمن سے آتی تھی، زعفران کی طرح ورس میں بھی خوشبو ہوتی ہے، اس لیے ورس اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننا احرام کی حالت میں ممنوع ہے، ہاں اگر دھو دیا گیا کہ خوشبو زائل ہو گئی ہو، تو عورتیں احرام کی حالت میں بھی پہن سکتی ہیں، جیسا کہ شرح معانی الآثار میں بعض طرق سے خود ابن عمرؓ ہی کی حدیث میں آیا ہے،

إِلَّا أَنْ يَكُونَ غَسِيلًا ۔ مگر یہ کہ دھویا ہوا ہو،

رہ گئے مرد تو انھیں زعفرانی رنگ کا کپڑا پہننا مطلقاً ممنوع ہے، اگرچہ احرام کی حالت میں نہ ہو، اس لیے احرام کی حالت میں بھی ممنوع ہوگا، زعفران اور ورس کی طرح کسی خوشبودار رنگ سے رنگا ہوا کپڑا پہننا احرام میں منع ہے، جیسے مالا گیری رنگ،

---

عہ المناسک باب مایلبس المحرم من الثیاب ص ۲۰۹، العلم باب من اجاب السائل اکثر مما سئلہ ص ۲۵، الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی القمیص الخ ص ۵۳، العمرۃ باب ما ینھی من الطیب للمحرم ص ۲۴۸، باب لیس الخفین اذا لم یجد نعلین ص ۲۴۸، ثانی اللباس باب لبس القمیص ص ۸۶۲، باب البرانس ص ۸۶۳، باب السراویل ص ۸۶۳، باب العمائم ص ۸۶۴، باب التزعفر للرجال ص ۸۶۹، باب النعال السبتیۃ ص ۸۷۰، مسلم، الحج، ابو داؤد، مناسک ترمذی الحج نسائی مناسک ابن ماجہ مناسک، دارمی مناسک، مؤطا حج، مسند امام احمد ثانی ص ۳، ۷ اول الحج باب مایلبس الثوب الذی مسہ ورس الخ ص ۳۱۳،

**حدیث ۹۱۸**

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ اُسَامَۃَ کَانَ رَدِیْفَ النَّبِیِّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، کہ اسامہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَۃَ اِلَی الْمُزْدَلِفَۃِ ثُمَّ اَرْدَفَ الْفَضْلُ مِنَ الْمُزْدَلِفَۃِ

ساتھ عرفہ سے مزدلفہ تک سوار رہے، اس کے بعد مزدلفہ سے منیٰ تک فضل رہے، ان دونوں

اِلٰی مِنًی قَالَ فَکِلَاھُمَا قَالَ لَمْ یَزَلِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُلَبِّیْ حَتّٰی رَمٰی جَمْرَۃَ

نے بتایا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلسل تلبیہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ جمرۃ العقبہ

الْعَقَبَۃِ عہ

پر کنکری ماری،

**ف ۲۸۵**

وَلَبِسَتْ عَائِشَۃُ الثِّیَابَ الْمُعَصْفَرَۃَ وَھِیَ مُحْرِمَۃٌ وَقَالَتْ وَلَا تَلَثَّمُ وَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے احرام کی حالت میں کسم سے رنگا ہوا کپڑا پہنا، اور فرمایا عورت احرام کی

وَلَا تَبَرْقَعُ وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا بِوَرْسٍ وَلَا زَعْفَرَانٍ عہ

حالت میں منہ کپڑے سے نہ چھپائے اور نہ برقعہ اوڑھے، نہ ورس اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہنے،

**تکمیل** ابواب العمرۃ میں یہ زائد ہے،

وَلَا تَنْتَقِبُ الْمَرْاَۃُ الْمُحْرِمَۃُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَیْنِ، اور احرام والی عورت نہ منہ پر نقاب ڈالے اور نہ دستانے پہنے

عورت کی تخصیص اس وجہ سے فرمائی، کہ چہرے پر نقاب عورتیں ڈالتی تھیں اور دستانے پہنتی تھیں، ورنہ مردوں کو بھی یہ دونوں باتیں ممنوع ہیں،

**تشریح ۹۱۸** حضرت امام بخاری نے جو فرمایا، کہ محرم سر دھو سکتا ہے، البتہ کنگھا نہیں کر سکتا، یہ درست ہے، مگر بدن کھجلا سکتا ہے، مگر اس طرح کہ بال ٹوٹنے کا اندیشہ نہ رہے، ظاہر ہے کہ بدن کے اکثر حصے پر بال نہیں، وہاں کھجلانے میں کوئی خدشہ نہیں، اور جہاں بال ہیں، وہاں احتیاط سے کھجلائے، یوں ہی جوئیں کو بدن سے جدا کر کے زمین پر پھینکنا ممنوع ہے، اس پر صدقہ واجب ہے، البتہ پھینکنے میں گناہ نہیں، اس پر ہمارا اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتفاق ہے، حاجی احرام باندھنے کے بعد تلبیہ کہتا رہے جمرۃ العقبہ پر پہلی کنکری مارتے ہی بند کر دے، مگر امام احمد فرماتے ہیں کہ جب تک کل کنکریاں نہ مار لے نہ بند کرے، اس حدیث

عہ مناسک باب الرکوب والارتداف فی الحج ص ۲۰۹، باب متی یدفع من جمع ص ۲۲۸، عہ باب ما یلبس المحرم من الثیاب ص ۲۰۹،

| | |
|---|---|
| ت ۲۸۶ | وَقَالَ جَابِرٌ فَلَا أَرَى الْمُعَصْفَرَ طِيبًا. عه، |
| | اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں کسم سے رنگے ہوئے کپڑے کو خوشبودار نہیں جانتا، |
| ت ۲۸۷ | وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ بَأْسًا بِالْحُلِيِّ وَالثَّوْبِ الْأَسْوَدِ وَالْمُوَرَّدِ وَالْخُفِّ لِلْمَرْأَةِ عه |
| | اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا احرام کی حالت میں عورت کو زیور اور کالا اور گلابی کپڑا اور موزہ پہننے میں حرج نہیں جانتی تھیں، |
| ت ۲۸۸ | وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ لَا بَأْسَ أَنْ يُبَدِّلَ ثِيَابَهُ، عه، |
| | اور امام ابراہیم نخعی نے فرمایا، اس میں کوئی حرج نہیں کہ محرم اپنے کپڑے تبدیل کرے، |
| حدیث ۹۱۹ | عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ بَعْدَ مَا تَرَجَّلَ وَادَّهَنَ وَلَبِسَ إِزَارَهُ وَرِدَاءَهُ هُوَ وَ |
| | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالوں میں کنگھا کرنے اور تیل لگانے کے بعد مدینہ سے چلے، اور اپنا تہبند پہنا اور چادر اوڑھی حضور نے بھی |

کے الفاظ دونوں کے محتمل ہیں، ہماری دلیل وہ حدیث ہے، جسے امام بیہقیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں، میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بغور دیکھتا رہا، حضور مسلسل تلبیہ کہتے رہے، یہاں تک کہ جمرۃ العقبہ پر پہلی کنکری ماری،

**تشریحات** ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۹۱۹

پہلی تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے، بیہقی میں ہے، کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسم سے ہلکا گلابی رنگا کپڑا پہنتی تھیں،

دوسری تعلیق کو امام شافعی اور امام مسدد نے موصولاً ذکر کیا ہے،

تَلَثُّمٌ، باب تفعل سے ہے، اس کا مادہ لِثَام ہے، صرف منہ کو کپڑے سے چھپانے کو کہتے ہیں، اس طرح کہ آنکھیں اور پیشانی کھلی رہے، اصل میں تَتَلَثُّمٌ تھا، ایک تاء کو تخفیفاً حذف کر دیا، احرام کی حالت میں عورت کو منہ چھپانا منع ہے، جیسا کہ حدیث گذر چکی ہے، حضرت ام المومنین کا کسم سے رنگا ہوا کپڑا پہننا اس بنیاد پر تھا کہ وہ کسم کو خوشبو نہیں شمار کرتی تھیں، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال تھا، یا اس بنا پر تھا کہ ہلکا رنگ ہونے کی وجہ سے کپڑے میں خوشبو نہیں رہتی تھی، کسم میں خوشبو ہے، اس لیے کسم سے رنگا ہوا کپڑا احرام میں پہننا ممنوع ہے،

**تشریح** ۲۸۸

اسے امام ابوبکرؒ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا، نیز یہ بھی کہ عکرمہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تنعیم میں اپنا لباس تبدیل فرمایا،

---

عه عه عه مناسک باب مایلبس المحرم من الثیاب ص ۲۰۹، ۱۲ عمدۃ القاری تاسع ص ۱۶۵،

اَصْحَابُہٗ فَلَمْ یَنْہَ عَنْ شَیْءٍ مِّنَ الْاَرْدِیَۃِ وَالْاُزُرِ اَنْ تُلْبَسَ اِلَّا الْمُزَعْفَرَۃَ الَّتِیْ
اور حضور کے اصحاب نے بھی، سوائے اس زعفرانی رنگ کی چادر کے جس سے بدن رنگین ہو،
تَرْدَعُ عَلَی الْجِلْدِ فَاَصْبَحَ بِذِی الْحُلَیْفَۃِ رَکِبَ رَاحِلَتَہٗ حَتّٰی اسْتَوٰی عَلَی الْبَیْدَاءِ
کسی چادر اور تہبند سے منع نہیں فرمایا، صبح تک ذوالحلیفہ میں رہے اپنی سواری پر سوار ہوئے،
اَھَلَّ ھُوَ وَاَصْحَابُہٗ وَقَلَّدَ بُدْنَہٗ وَذٰلِکَ لِخَمْسٍ بَقِیْنَ مِنْ ذِی الْقَعْدَۃِ فَقَدِمَ
جب بیداء پر چڑھے، تو تلبیہ پکارا، حضور نے بھی اور صحابہ نے بھی اور حضور نے اپنے اونٹ کو قلادہ پہنایا، اور
مَکَّۃَ لِاَرْبَعٍ لَیَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِی الْحِجَّۃِ فَطَافَ بِالْبَیْتِ وَسَعٰی بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ
چھبیس ذوقعدہ کو ہوا، اور چار ذوالحجہ کو مکہ آ گئے، بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کے
وَلَمْ یَحِلَّ مِنْ اَجْلِ بُدْنِہٖ لِاَنَّہٗ قَلَّدَھَا ثُمَّ نَزَلَ بِاَعْلٰی مَکَّۃَ عِنْدَ الْحَجُوْنِ وَھُوَ مُھِلٌّ
درمیان سعی کی، اپنے اونٹ کو چونکہ قلادہ پہنایا تھا، اس لیے احرام نہیں کھولا، اس کے بعد مکے کے بالائی
بِالْحَجِّ وَلَمْ یَقْرَبِ الْکَعْبَۃَ بَعْدَ طَوَافِہٖ بِھَا حَتّٰی رَجَعَ مِنْ عَرَفَۃَ وَاَمَرَ اَصْحَابَہٗ اَنْ
حصے میں حجون کے قریب قیام فرمایا، اور حضور حج کا احرام باندھے ہوئے تھے اور طواف کے بعد کعبے کے قریب نہیں گئے، جب عرفہ سے
یَّطُوْفُوْا بِالْبَیْتِ وَبَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ ثُمَّ یُقَصِّرُوْا مِنْ رُّءُوْسِھِنَّ ثُمَّ یَحِلُّوْا وَذٰلِکَ لِمَنْ
واپس ہوئے تو گئے اور اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ بیت اللہ اور صفا اور مروہ کے درمیان طواف کریں، اس کے بعد اپنے سروں کے بال کتر دیں، پھر
لَّمْ یَکُنْ مَعَہٗ بُدْنَۃٌ قَلَّدَھَا وَمَنْ کَانَتْ مَعَہٗ اِمْرَاَتُہٗ فَھِیَ لَہٗ حَلَالٌ وَّالطِّیْبُ وَالثِّیَابُ۔ عہ
احرام کھول دیں مگر وہی لوگ جن کے ساتھ قربانی کے اونٹ نہ ہوں، اور جسکے ہمراہ اس کی زوجہ ہو وہ اسکے لیے حلال ہے اور خوشبو اور کپڑے بھی،

## تشریحات ۹۱۹

**تَرْدَعُ** اس کے معنی ہیں، رنگ بدن کو لگے، کسی خوشبودار چیز سے رنگا ہوا کپڑا اس حالت میں کہ اس سے خوشبو کی لپٹ اٹھ رہی ہو یا وہ رنگ جسم کو رنگین کر دے پہننا منع ہے، اگر اسے دھو دیں، کہ نہ خوشبو باقی رہے، نہ رنگ بدن کو رنگین کرے، تو جائز ہے، مگر زعفران کسم کا رنگ مردوں کو ممنوع ہے، اس لیے مرد احرام میں بھی نہ پہنے، عورتیں پہن سکتی ہیں،

**بذی الحلیفۃ** گزر چکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شنبہ کو بعد نماز ظہر مدینہ طیبہ سے نکلے تھے، رات ذوالحلیفہ میں گذاری، اور وہیں دوسرے دن احرام باندھا، اور وہاں سے چلے اس روایت میں اجمال اور اختصار ہے،

**علی البیداء** ابھی ابوداؤد اور شرح معانی الآثار کے حوالہ سے خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد گزرا کہ حضور

عہ مناسک باب مایلبس المحرم من الثیاب ص ۲۰۹،

**حدیث ۹۲۰** عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ صَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَةِ الظُّهْرَ اَرْبَعًا وَّالْعَصْرَ بِذِی الْحُلَیْفَةِ رَكْعَتَیْنِ وَسَمِعْتُهُمْ

مدینے میں چار رکعت ظہر پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر دو رکعت، اور میں نے ان کو سنا کہ حج اور

یَصْرُخُوْنَ بِهِمَا جَمِیْعًا ۔عہ

عمرے دونوں کے ساتھ تلبیہ بلند آواز سے کہتے تھے،

**حدیث ۹۲۱** عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ تَلْبِیَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، لَبَّیْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَ

تلبیہ یہ تھی، حاضر ہوں اے اللہ حاضر ہوں، حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، حاضر ہوں، بیشک تمام حمد

النِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ ۔عہ

اور کل نعمت تیرے ہی لیے ہے، اور ملک تیرے ہی لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں،

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ ہی میں احرام کے دو گانے کے بعد احرام باندھ لیا تھا،

**وھو مھل بالحج** تحقیق یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران کیا تھا، جیسا کہ علامہ عینی اور امام ابن ہمام نے بدلائل قاہرہ ثابت فرمایا ہے، اس لیے حضرت ابن عباس کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرے سے فارغ ہو چکے تھے اور اب حج کا احرام باندھے ہوئے وہاں مقیم تھے،

**تشریحات ۹۲۰** یعنی یوں تلبیہ کہتے تھے، اللھم لبیک بحجۃ وعمرۃ الخ، یہ دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عام صحابہ نے قران کیا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ تلبیہ بلند آواز سے کہنا سنت ہے، نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ قران افضل ہے،

**تشریحات ۹۲۱** تلبیہ، باب تفعیل کا مصدر ہے، لبیک لبیک پڑھنے کے معنی میں، جیسے ھلّل کے معنی، لا الہ الا اللہ پڑھا، سبّح کے معنی سبحان اللہ پڑھا، لبّیک، سیبویہ نے کہا، یہ تثنیہ ہے، نون اضافت کی وجہ سے گر گیا، اور فراء نے کہا، یہ مفعول مطلق ہے، جس کے فعل کا حذف کرنا تخفیف کی بنا پر واجب ہے، اس کی اصل تھی ألبُّ لبّین لک ای اُنبابًا بعد انبابٍ، اور یہ تثنیہ اپنے حقیقی معنوں میں نہیں تکثیر اور مبالغے پر دلالت کرنے کے لیے ہے، مطلب یہ ہوا، بار بار حاضر ہوں، اب

---

عہ مناسک، باب رفع الصوت بالاھلال ص ۲۱۰، الجھاد باب الارتداف فی الغزو والحج ص ۴۱۹، باب الخروج بعد الظھر ص ۴۱۴، عہ مناسک، باب التلبیۃ ص ۲۱۰ مسلم ابوداؤد نسائی الحج،

| حدیث ۹۲۲ | عَنْ اَبِیْ عَطِیَّۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ |
|---|---|
| | ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، میں جانتی ہوں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ |
| کَیْفَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُلَبِّیْ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ ؏ | |
| کیسے تلبیہ پڑھتے تھے، لبیک اللھم لبیک الخ | |

عرف میں کسی بلانے والے کے جواب میں بولا جاتا ہے، یعنی حاضر ہوں، حاضر ہوں،

علامہ عبد البر نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو انھیں حکم ہوا کہ لوگوں کو حج کے لیے پکارو، عرض کیا، اے رب میری آواز پوری دنیا میں نہیں پہنچے گی، فرمایا تم پکارو اور سب تک پہنچانا میرے ذمے ہے، تو حضرت ابراہیم نے پکارا، اے لوگو! تم پر بیت عتیق کا حج فرض کیا گیا، اسے آسمان وزمین کے مابین جو بھی تھے، سب نے سنا، کیا نہیں دیکھتے کہ انتہائی دور کے لوگ بھی لبیک کہتے ہیں، اسے عبد بن حمید ابن جریر ابن ابی حاتم اپنی اپنی تفسیروں میں اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مجاہد اور عطاء، عکرمہ اور قتادہ سے اور احمد بن منیع نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے، بطریق ابن جریج حضرت ابن عباس سے یہ بھی ہے کہ لوگوں نے اپنے آباء واجداد کی پیٹھ اور ماؤں کے پیٹ میں لبیک کہا، سب سے پہلے اہل یمن نے لبیک کہا، اس دن سے قیامت تک جو بھی حج کی سعادت حاصل کرے گا، اس نے اس دن حضرت ابراہیم کی پکار کو قبول کیا تھا،

حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اللہ عزوجل کے حکم سے پکارا تھا، تو ان کی پکار حقیقت میں اللہ عزوجل ہی کی منادی تھی، اس لیے حاجی لبیک اللّٰھُمَّ الخ کہتا ہے، علامہ ابن منیر نے لکھا کہ تلبیہ سے یہ اظہار مقصود ہے کہ اللہ عزوجل نے بندوں کو اپنے خصوصی کرم سے نوازا ہے کہ انھیں اپنی بارگاہ میں بلایا ہے، حجاج وفد کی صورت میں اس کی بارگاہ میں حاضر ہیں، احرام کے لیے حج یا عمرے یا دونوں کی نیت کے ساتھ ذکر الٰہی رکن ہے، خواہ لبیک کہے، خواہ الحمد للہ، سبحان اللہ، الحمد للہ خاص لبیک کے کلمات مسنون ہیں، اس میں کمی نہ کرے، زیادتی مستحسن ہے، مگر جو زیادتی ہو ان کلمات کے بعد ہو،

حضرت عمرؓ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ سے زاید یہ کلمات منقول ہیں،

لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْکَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَیْکَ وَالْعَمَلُ، امام ابن ابی شیبہ کی روایت میں یہ زیادتی منقول ہے، لَبَّیْکَ مَرْغُوْبًا وَمَرْھُوْبًا اِلَیْکَ وَالنَّعْمَاءُ وَالْفَضْلُ الْحَسَنُ،

**تشریحات ۹۲۲**

اس حدیث کے کچھ اجزاء پہلے مذکور ہو چکے ہیں، یہ حدیث ہماری دلیل ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قِران کیا تھا، نیز یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ احرام کے لیے خاص تلبیہ کے کلمات ضروری نہیں، تحمید، تسبیح، تکبیر بھی کافی ہے، دوسرے ابواب میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سات اونٹوں کو اپنے دست مبارک سے نحر فرمایا تھا،

ع۱ مناسک باب الاہلال، ص ۲۱۰، ۲ فتح الباری ثالث ص ۳۲۵، ۳ مسلم اول الجزاب التلبیہ وصفتہا ص ۳۷۶، ۴ فتح الباری ثالث ص ۳۲۵

**حدیث ۹۲۳**

عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینے میں

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ مَعَہٗ بِالْمَدِیْنَۃِ الظُّھْرَ اَرْبَعًا وَّالْعَصْرَ بِذِی الْحُلَیْفَۃِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ

ظہر چار رکعت پڑھی اور ہم حضور کے ساتھ تھے، اور عصر دو رکعت ذو الحلیفہ میں پڑھی، یہیں رات بھر رہے،

بَاتَ بِھَا حَتّٰی اَصْبَحَ ثُمَّ رَکِبَ حَتّٰی اسْتَوَتْ بِہٖ عَلَی الْبَیْدَاءِ حَمِدَ اللّٰہَ وَسَبَّحَ وَکَبَّرَ ثُمَّ

جب صبح ہوئی تو سوار ہوئے، جب بیداء پر چڑھے تو اللہ کی حمد کی تسبیح کی اور تکبیر پڑھی، اس کے بعد حج اور

اَھَلَّ بِحَجٍّ وَّعُمْرَۃٍ وَّاَھَلَّ النَّاسُ بِھِمَا فَلَمَّا قَدِمْنَا اَمَرَ النَّاسَ فَحَلُّوْا حَتّٰی کَانَ

عمرے کے ساتھ لبیک پڑھا اور سب لوگوں نے دونوں کے لیے لبیک کہا، جب ہم (مکہ) آئے تو لوگوں کو حکم دیا کہ احرام

یَوْمُ التَّرْوِیَۃِ اَھَلُّوْا بِالْحَجِّ قَالَ وَنَحَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٍ بِیَدِہٖ

کھول دیں، جب یوم ترویہ آیا تو لوگوں نے حج کا احرام باندھا، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اونٹوں

قِیَامًا وَّذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ کَبْشَیْنِ اَمْلَحَیْنِ، قَالَ

کو نحر کیا اس حال میں کہ اونٹ کھڑے تھے، اور مدینے میں دو سانڈے مینڈھے ذبح کیے، ابو عبداللہ امام بخاری نے کہا، بعضوں نے کہا یہ ایوب

اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ بَعْضُھُمْ ھٰذَا عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ [عہ]

نے ایک شخص سے اور اس نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا،

ابو داؤد میں ہے کہ یہ اونٹ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگے، کہ پہلے مجھے نحر فرمائیں، اسی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیس اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر فرمائے، پھر مجھے حکم دیا، اور میں نے نحر کیا، محدث ابن بطال نے کہا، کہ کل ستر اونٹ تھے، ایک قول یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو قربانی کے اونٹ لے گئے تھے، اور تریسٹھ اپنے ہاتھوں سے نحر فرمایا، اپنی عمر مبارک کی مقدار، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اونٹ میں افضل بلکہ سنت نحر ہے اور اسے ذبح کرنا مکروہ ہے، نیز یہ بھی سنت ہے، کہ بایاں پاؤں باندھ کر کھڑا کر کے نحر کریں، اسی میں آسانی ہے،

**قال بعضھم** علامہ عینی نے فرمایا، ایک قول یہ ہے کہ اس بعض سے، اسماعیل بن علیہ مراد ہیں، اور اس کا بھی احتمال ہے کہ حماد بن سلمہ ہوں،

---

عہ مناسک باب التحمید والتسبیح والتکبیر ص ۲۱۰، باب من نحر بیدہ ص ۲۳۱، باب نحر البدن قائما ص ۲۳۱، دو طریقے سے، مسلم الصلوٰۃ ابو داؤد الحج الاضاحی، نسائی الصلوٰۃ، ۱۲ مناسک باب الھدی اذا عطب قبل ان یبلغ محلہ ص ۴۵۴، ۱۲ ایضاً

ق ۲۸۹ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ بِذِي

نافع نے کہا، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب ذوالحلیفہ میں صبح کی نماز پڑھ لیتے تو اپنی

الْحُلَيْفَةِ أَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ فَرُحِلَتْ ثُمَّ رَكِبَ فَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قَائِمًا

سواری کو تیار کرنے کا حکم دیتے، اور جب وہ تیار ہوتی تو اس پر سوار ہوتے، جب وہ سیدھی کھڑی ہو جاتی تو سیدھے ہو کر

ثُمَّ يُلَبِّي حَتَّى يَبْلُغَ الْحَرَمَ ثُمَّ يُمْسِكُ حَتَّى إِذَا جَاءَ ذَا طُوًى بَاتَ بِهِ حَتَّى يُصْبِحَ فَإِذَا صَلَّى

قبلہ کی طرف منہ کرتے پھر لبیک پڑھتے رہتے، یہاں تک کہ حرم پہنچ جاتے جب ذوطوی میں پہنچتے تو بند کر دیتے یہیں رات گذارتے صبح کو نماز فجر کے

الْغَدَاةَ اغْتَسَلَ وَزَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذٰلِكَ، عه

بعد غسل کرتے، اور ابن عمر کا گمان یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے،

حدیث ۹۲۴ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِذَا أَرَادَ الْخُرُوجَ إِلَى

نافع نے کہا، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب مکہ جانے کا ارادہ کرتے تو بے خوشبو کا تیل لگاتے

مَكَّةَ ادَّهَنَ بِدُهْنٍ لَيْسَ لَهُ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ ثُمَّ يَأْتِي مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ فَيُصَلِّي

پھر مسجد ذوالحلیفہ میں آکر نماز پڑھتے، اس کے بعد سوار ہوتے، جب ان کی سواری کھڑی ہو جاتی تو احرام

ثُمَّ يَرْكَبُ فَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً أَحْرَمَ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى

باندھتے، پھر فرماتے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یوں ہی

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ، عه

کرتے دیکھا ہے،

تشریح ۲۸۹ اس تعلیق کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں بطریق ابو الربیع عن حماد عن ایوب ذکر کیا ہے، اور ابو نعیم نے مستخرج میں بطریق عباس الدوری عن معمر موصولا روایت کیا ہے،

قائما سے مراد یہ ہے کہ سواری پر سیدھے بیٹھ کر تلبیہ کہتے، یہ مراد نہیں کہ سواری پر کھڑے ہو کر تلبیہ پڑھتے، کیونکہ اونٹ کی پیٹھ پر چڑھنے کے بعد کھڑا ہونا دشوار ہے، اور نہ یہ کہیں مروی کہ احرام کے لیے لبیک کھڑے ہو کر کہتے،

ثم يمسك لبیک بند کرنے سے یہ مراد نہیں کہ وہ اب تلبیہ کہنے کو ناجائز جانتے تھے، بلکہ مراد یہ ہے کہ پڑاؤ کے بعد دوسرے کاموں میں مصروفیت کی وجہ سے تلبیہ موقوف کر دیتے تھے، اس لیے کہ عمرے میں تلبیہ طواف شروع کرنے کے پہلے تک کہی جائے گی، اور حج میں جمرۃ العقبہ کی رمی کے پہلے پہلے تک، ذوطوی باب مکہ کے پاس اس کے نیچے تنعیم کے رستے میں ایک جگہ ہے، یہاں

عه مناسک باب الاهلال مستقبل القبلة ص ۲۱۰، عه ایضا،

## حدیث ۹۲۵

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

امام مجاہد نے کہا، ہم لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر تھے،

فَذَكَرُوا الدَّجَّالَ اَنَّهٗ قَالَ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ قَالَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

لوگوں نے دجال کا ذکر چھیڑ دیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا،

لَمْ اَسْمَعْهُ وَلٰكِنَّهٗ قَالَ اَمَّا مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ اِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِيْ

اس پر ابن عباس نے کہا، میں نے اسے نہیں سنا ہے، مگر حضور نے یہ فرمایا ہے، گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں،

يُلَبِّيْ ۔عہ۔

جب وہ نالے میں اترتے ہوئے لبیک کہہ رہے ہیں،

کچھ کنوئیں ہیں، ان سے غسل کرنا مستحب ہے،

## تشریح ۹۲۴

احرام سے پہلے بدن یا بالوں میں تیل لگانا سنت ہے، اگرچہ تیل خوشبودار ہو کپڑے میں بھی خوشبو مل لیں، مگر ایسی خوشبو نہ ہو جس کا جرم باقی رہے، ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احرام کا ارادہ فرماتے تو بہترین خوشبودار تیل لگاتے،

## تشریحات ۹۲۵

تکمیل، کتاب الانبیاء میں ہے، اس کی آنکھوں کے درمیان کافر ک، ف، ر، لکھا ہوگا، اس میں اور کتاب اللباس میں یہ ہے، ہاں میں نے یہ سنا ہے، لیکن ابراہیم تو اپنے صاحب (یعنی خود حضور) کو دیکھو لیکن موسیٰ علیہ السلام تو گندم گوں گھونگھریالے بال والے انسان ہیں، جو سرخ اونٹ پر سوار ہیں، جس کی نکیل درخت کے چھال کی ہے، گویا میں انھیں دیکھ رہا ہوں جب وہ نالے میں لبیک کہتے ہوئے اتر رہے ہیں، علامہ مہلب محدث نے کہا، اس حدیث میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر بعض راویوں کا وہم ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے، اب ان کے حج کرنے کا کیا سوال، یہ اصل میں عیسیٰ تھا، جسے کسی راوی نے موسیٰ سے بدل دیا، علامہ عینی نے اس کے رد میں فرمایا، کتاب الانبیا اور کتاب اللباس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے، کیا یہ بھی وہم ہے، تمام انبیائے کرام زندہ ہیں، حدیث معراج میں ہے کہ میں نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں، پھر حج کرنے میں کیا اشکال ہے، اس عالم میں کوئی مکلف نہیں، مگر پھر بھی انبیائے کرام اور انھیں کی طرح اولیائے عظام نماز، حج، ذکر کرتے ہیں، یہ تشکر و امتنان ہے،

| | |
|---|---|
| اَهَلَّ تَكَلَّمَ بِهٖ وَاسْتَهْلَلْنَا وَاَهْلَلْنَا الْهِلَالَ | اَهَلَّ کے معنی ہے کلام کیا اور استَهْلَلْنَا اور اَهْلَلْنَا الْهِلَالَ |
| كُلُّهٗ مِنَ الظُّهُوْرِ وَاسْتَهَلَّ الْمَطَرُ خَرَجَ مِنَ | یہ سب ظہور سے ہے، اور اِسْتَهَلَّ المطر کے معنی ہیں، بادل |
| السَّحَابِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَهُوَ مِنْ | سے بارش نکلی، اور آیہ کریمہ مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ماخوذ |

عہ مناسک باب التلبیۃ اذا انحدر فی الوادی ص ۲۱۰، ذکر الانبیاء باب قول اللہ عزوجل واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا، ص ۲۷۳، ثانی اللباس باب المجد ص ۸۷۶، مسلم الایمان، مسند امام احمد جلد اول ص ۲۷۷، مسند امام احمد جلد سادس ص ۲۳۶،

اِسْتِهْلَالِ الصَّبِیِّ ، ہے، پیدائش کے وقت بچہ کے رونے سے ،

## تشریحات

اھلال کا لفظ احادیث میں بار بار آتا ہے، حسب عادت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے لغوی معنی بیان فرمارہے ہیں، کہ اھل، استھل کا مادہ ھلال ہے، اس سے جتنے الفاظ بنتے ہیں، سب کے معنی میں ظہور ضرور ہوتا ہے، اھل بمعنی تکلم میں دل کی بات ظاہر ہوتی ہے، جب اس کا معنی تلبیہ کہنا ہوتا ہے تو احرام ظاہر ہوتا ہے، استھل المطر میں بادل سے پانی ظاہر ہوتا ہے، مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ ، میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ذبح کرنے والے مشرک ہیں، استھل الصبی، نومولود بچہ رو یا، اس سے اس کا زندہ پیدا ہونا ظاہر ہوتا ہے، علامہ عینی نے فرمایا، کلہ مِنَ الظھور، کو بعد میں ذکر کرنا مناسب تھا،

## توضیح باب

یہاں باب کا عنوان ہے، حائضہ اور نفاس والی عورت کیسے احرام باندھے، بعینہ یہی باب ص ۴۷ پر امام بخاری قائم کرچکے ہیں، لیکن وہاں نفساء نہیں، اور باب الحج والعمرۃ، زائد ہے، حاصل دونوں بابوں کا ایک ہی ہے، بتانا یہ چاہتے ہیں کہ احرام کے وقت غسل مسنون ہے، غسل سے حائضہ یا نفاس والی پاک ہوگی نہیں، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غسل کرے گی یا نہیں، حدیث سے ثابت ہوا کہ غسل کرے گی، اس غسل سے پاک تو نہ ہوگی، مگر سنت ادا ہو جائے گی،

اس باب کے تحت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ حدیث ۶۲۴ لائے ہیں، جو کتاب الحیض جلد ثانی پر درج کی جاچکی ہے، یہ حدیث امام بخاری الفاظ مختلفہ کے ساتھ بارہ جگہ لائے ہیں، جن کی تفصیل جلد ثانی ص ۲۲۹ پر کی جاچکی ہے، کتاب الحیض اور یہاں کے متن میں تھوڑا سا فرق ہے، وہاں ہے، فمنا من اھل بعمرۃ ومنا من اھل بحج، ہم میں سے بعض نے عمرے کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا، یہاں یہ ہے، فاھللنا بعمرۃ، ہم نے عمرے کا احرام باندھا، وہاں شرکاء کے بارے میں تفصیل تھی، مگر اپنے بارے میں ابتداء میں کچھ ذکر نہیں فرمایا تھا، مگر درمیان میں ہے، لَمْ اُھِلَّ اِلَّا بِعُمْرَۃٍ ، میں نے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا، وہاں کے سیاق سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ مکہ معظمہ حاضری کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے صرف عمرے کا احرام باندھا ہے اور قربانی کے جانور نہیں لایا ہے، وہ احرام کھول دے اور جو قربانی کا جانور لایا ہے وہ قربانی کرنے سے پہلے احرام نہ کھولے اور جس نے صرف حج کا احرام باندھا ہے، وہ اپنا حج ادا کرے، اور یہاں کے سیاق سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مکہ معظمہ پہنچنے سے پہلے ہی غالباً احرام باندھنے کے فوراً بعد فرمایا تھا، وہاں ارشاد کی تین شقیں ہیں، اور یہاں صرف ایک ہے، کہ جس کے ساتھ ہدی ہو وہ حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھے، یہاں یہ زاید ہے،

قالت فَطَافَ الَّذِیْنَ کَانُوْا اَھَلُّوْا بِالْعُمْرَۃِ بِالْبَیْتِ وَبَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ ثُمَّ حَلُّوْا ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا اٰخَرَ بَعْدَ اَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِّنًی وَاَمَّا الَّذِیْنَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ فَاِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَاحِدًا ،

ام المومنین نے فرمایا، جن لوگوں نے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا، انھوں نے بیت اللہ اور صفا اور مروہ کے درمیان طواف کیا اس کے بعد احرام کھول دیا، پھر منیٰ سے لوٹنے کے بعد ایک اور طواف کیا، اور جن لوگوں نے حج اور عمرے کو جمع کیا تھا، انھوں نے صرف ایک طواف کیا،

---

عہ مناسک باب کیف تھل الحائض والنفساء ص ۲۱۱،

**ت ۲۹۰** قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، عہ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے یہ ابن عمر نے کہا۔

**حدیث ۹۲۶** قَالَ جَابِرٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علی کو حکم دیا کہ اپنے

عَلِیًّا اَنْ یُّقِیْمَ عَلٰی اِحْرَامِہٖ وَذَکَرَ قَوْلَ سُرَاقَۃَ عہ

احرام پر رہیں، اور سراقہ کا قول ذکر کیا۔

**تشریحات** وانا حائض۔ اس سے ان حضرات نے استدلال فرمایا ہے، جو کہتے ہیں کہ طواف صحیح ہونے کے لیے طہارت شرط ہے۔ کیوں کہ ام المومنین نے فرمایا، وانا حائض، یہ نہیں فرمایا کہ میں مسجد میں نہیں جا سکتی تھی۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ طواف صحیح ہونے کیلئے یعنی فرض اور وجوب ادا ہونے کے لیے طہارت شرط نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم میں مطلق فرمایا گیا۔ وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ۔ اور بیت عتیق کا طواف کرو۔ یہ حکم مطلق ہے۔ اور مطلق کی تقیید خبر واحد سے جائز نہیں، البتہ حدیث کی وجہ سے حکم یہ ہے کہ اگر بغیر طہارت کے طواف کرے گا تو دم واجب ہوگا۔ اگر بغیر وضو طواف کرے گا تو بکری وغیرہ، اور اگر حیض ونفاس اور جنابت کی حالت میں طواف کیا تو اونٹ اور اگر پاک ہونے تک مکہ معظمہ میں رہا تو دوبارہ طواف کرنا واجب ہے۔

**الا طوافا واحدا** جو لوگ کہتے ہیں کہ قارن پر صرف ایک طواف اور سعی ہے۔ ان کی دلیل یہی ہے، مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے حج اور عمرہ ساتھ ساتھ کیا، اور دونوں کے لیے دو طواف اور دو سعی کی۔ اور حضرت ابن عمر سے ایسا ہی مروی ہے، اور ان دونوں نے فرمایا، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ نیز حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے عمرے اور حج کے لیے دو طواف کیے، نیز حضرت ابو بکر حضرت عمر، حضرت علی کے بارے میں یہی مروی ہے، یہی احناف کا مذہب ہے۔

**تشریحات ۲۹۰ ۹۲۶** توضیح باب، یہاں باب یہ ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احرام کے مثل احرام باندھا، تعلیق میں اسی کی طرف اشارہ ہے، کہ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ ہوا ہے کہ کچھ لوگوں نے اس طرح احرام باندھا ہے، اور اب اس طرح احرام باندھنا صحیح ہے یا نہیں، اس سے امام بخاری بالکل خاموش ہیں، احادیث جو ذکر کی ہیں، ان سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ ان کے نزدیک یہ صحیح ہے، مگر جمہور علماء اور احناف کے یہاں صحیح نہیں، اور یہ اس سال کے ساتھ خاص تھا۔

---

عہ مناسک باب حج اھل کاھلال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۱۱، عہ ایضاً، باب عمرۃ التنعیم ص ۲۳۹ و ۲۴۰، الشرکۃ باب الاشتراک فی الھدی ص ۱۰۳۴، ثانی مغازی باب بعث علی الی الیمن ص ۶۲۴، التمنی باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لو استقبلت من امری ما استدبرت ص ۱۰۷۳، مسلم نسائی الحج ابن ماجہ مناسک مسند (ا) احمد جلد ۱ ربع ص ۱۷۵،

ت ۲۹۱ وَزَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اور محمد بن بکر نے ابن جریج سے روایت کرتے ہوئے یہ زیادہ کیا، ان (علی) سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ بِمَا أَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ قَالَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَهْدِ

نے پوچھا، کاہے کا احرام باندھا ہے۔ تو انھوں نے عرض کیا، جس کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، قربانی کے جانور

وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ ۔ع

ساتھ رکھو اور جیسے ہو ویسے ہی احرام میں رہو،

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس تعلیق کو خود امام بخاری نے مغازی[۱] میں ذکر فرمایا ہے کہ حضرت علی یمن سے حج کرنے کے لیے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا، کاہے کا احرام باندھا ہے، میرے ساتھ تمھاری اہلیہ بھی ہیں، تو عرض کیا، جس کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باندھا ہے، تو ارشاد فرمایا، احرام باقی رکھو، اس لیے کہ ہمارے ساتھ ہدی ہے،

**تشریح ۹۲۶** یہ حدیث باب عمرۃ التنعیم میں مفصل یوں ہے، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ نے حج کا احرام باندھا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور طلحہ کے سوا کسی کے ساتھ ہدی نہیں تھی، اور علی یمن سے آئے ان کے ساتھ ہدی تھی، علی نے کہا، میں نے اس کا احرام باندھا ہے، جس کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اجازت دیدی، کہ اسے عمرہ کردیں، طواف کریں، پھر بال کتروالیں اور احرام کھول دیں، مگر جس کے ساتھ ہدی ہو وہ احرام نہ کھولے، اس پر لوگوں نے کہا، ہم اس حالت میں منیٰ جائیں گے، کہ ہمارے ذکر منی سے ٹپک رہے ہوں، جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ہوئی، تو فرمایا، اب جو بات ہوئی ہے، اگر پہلے سامنے آئی ہوتی تو میں قربانی کے جانور نہ لاتا، اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو احرام کھول دیتا، اور عائشہ کو حیض آگیا، انھوں نے حج کے سارے ارکان ادا کیے، البتہ طواف نہیں کیا، جب وہ پاک ہوگئیں اور طواف زیارت بھی کرلیا تو عرض کیا، یارسول اللہ سب لوگ حج اور عمرہ دونوں کرکے جارہے ہیں، اور میں صرف حج کرکے، تو عبدالرحمٰن بن ابوبکر کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ تنعیم جائیں، اب ام المومنین نے حج کے بعد ذوالحجہ میں عمرہ کیا، اور سراقہ بن مالک بن جعشم نے عقبہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس وقت ملاقات کی جب حضور رمی کررہے تھے، اور عرض کیا، کیا یہ آپ حضرات کے لیے خاص ہے یارسول اللہ! فرمایا، نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے،

**تشریح ۲۹۱** پہلی روایت مکی بن ابراہیم، تلمیذ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج عن عطاء بن جابر کی ہے، انھیں ابن جریج ہی سے عن عطاء عن جابر جو روایت اس حدیث کی محمد بن بکر نے کی ہے، اس میں یہ سوال وجواب زائد ہے، یعنی مکی بن ابراہیم کی روایت میں اختصار ہے، اور محمد بن بکر کی روایت میں تفصیل ہے، اس تفصیل کے مطابق یہ حدیث مسند ہے، مگر امام بخاری نے جس طرح ذکر فرمایا ہے، وہ بہرحال تعلیق ہے، اسے اسماعیلی اور ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے،

---

ع مناسک باب من اھل بما اھل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۱۱، [۱] مغازی باب بعث علی الی الیمن. ص ۶۲۴

**حدیث ۹۲۷**

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلِيٌّ عَلَى النَّبِيِّ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ بِمَا اَهْلَلْتَ قَالَ بِمَا اَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے پوچھا کس کا احرام باندھا ہے، عرض کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس کا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْلَا اَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَاَحْلَلْتُ [1]

باندھا ہے، تو ارشاد فرمایا، اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو احرام کھول دیتا،

**حدیث ۹۲۸**

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے یمن میری قوم

وَسَلَّمَ اِلٰى قَوْمِيْ بِالْيَمَنِ فَجِئْتُ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ بِمَا اَهْلَلْتَ فَقُلْتُ اَهْلَلْتُ كَاِهْلَالِ

میں بھیجا، اس کے بعد خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور حضور بطحا میں فروکش تھے، مجھ سے فرمایا، کس کا احرام باندھا ہے،

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ هَدْيٍ قُلْتُ لَا فَاَمَرَنِيْ اَنْ اَطُوْفَ

میں نے عرض کیا، جس کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باندھا ہے، پوچھا کیا تمہارے ساتھ ہدی ہے، میں نے عرض کیا، نہیں، تو

بِالْبَيْتِ فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ اَمَرَنِيْ فَاَهْلَلْتُ فَاَتَيْتُ امْرَاَةً مِّنْ قَوْمِيْ فَمَشَطَتْنِيْ

فرمایا، بیت اللہ کا طواف کروں، میں نے بیت اللہ اور صفا اور مروہ کا طواف کر لیا، پھر مجھے حکم دیا، تو میں نے احرام کھول دیا اور اپنی قوم کی ایک عورت

## تشریحات ۹۲۸

**وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ** ، بارش کے پانی بہنے کا راستہ، بطحا، الوادی، نالے میں جو سنگریزے رہ جاتے ہیں، یہاں مراد وادی محصب ہے، جسے حصبہ بھی کہتے ہیں، خیف بنی کنانہ کا حصہ ہے، یہ حرم شریف سے پورب منیٰ کے راستے میں حجون جنت المعلیٰ سے پہلے اسی سے متصل دونوں پہاڑوں کے بیچ کی جگہ ہے، مسجد حرام سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے،

**اِلٰى امْرَاَةٍ مِّنْ قَوْمِيْ** علامہ کرمانی نے فرمایا کہ یہ خاتون ان کی بھتیجی تھیں، ایوب بن عائذ کی روایت میں، امرأۃ من قیس، ہے، اور قیس ان کے والد کا نام ہے، مراد یہ ہے کہ قیس یعنی اپنے والد کی نسل سے کسی عورت نے ان کے بالوں میں کنگھا کیا تھا، یا دھویا تھا،

**فقہ و عمل** بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسی سال کا واقعہ ہے، حالانکہ ایسا نہیں، مسلم اور نسائی میں تفصیل ہے میں اسی

---

[1] مناسک باب من اھل کاھلال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مسلم ص ۴۱۱، ترمذی، حج، ۱ اول حج باب جواز تعلیق الاحرام ص ۱۰۴، ۲ ثانی الحج باب التمتع ص ۱۵،

اَوْ غَسَلَتْ رَاْسِیْ، فَقَدِمَ عُمَرُ فَقَالَ اِنْ نَّاْخُذْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ یَاْمُرُنَا بِالتَّمَامِ

کے پاس آیا، اس نے مجھے کنگھا کیا یا میرے سر کو دھویا، جب عمر کا زمانہ آیا اور وہ حج کے لیے آئے تو فرمایا کہ اگر ہم

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ وَاِنْ نَّاْخُذْ بِسُنَّةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

کتاب اللہ کو لیں تو اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے، پورا کرنے کا، ارشاد ہے، حج اور عمرے کو پورا کرو، اور اگر ہم نبی صلی اللہ

وَسَلَّمَ فَاِنَّهٗ لَمْ یَحِلَّ حَتّٰی نَحَرَ الْهَدْیَ، عہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کو لیں تو حضور نے جب تک قربانی نہیں کرلی تھی، احرام نہیں کھولا تھا،

کے مطابق فتویٰ دیتا تھا، جب عمر کی خلافت کا دور آیا، تو ایک صاحب نے ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا، اپنا بعض فتوی رہنے دو، آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد امیر المومنین نے حج میں کیا نئی بات پیدا کی ہے، یہ سن کر حضرت ابو موسیٰ نے کہا، اے لوگو! میں نے ایک مسئلہ بتایا تھا، اب رک جاؤ، امیر المومنین تشریف لانے والے ہیں، وہ جو فرمائیں وہی ماننا، جب حضرت عمر آئے تو میں نے ان سے ذکر کیا، تو فرمایا، ہم اللہ کی کتاب پر عمل کرتے ہیں، اللہ عزوجل نے ہمیں پورا کرنے کا حکم دیا ہے، اور ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت اختیار کرتے ہیں، حضور نے جب تک حج نہیں کر لیا احرام نہیں کھولا،

نسائی میں یہ زیادہ ہے، میں حضرت ابو بکر کی خلافت میں یہ فتویٰ دیتا تھا، کہ (ایک سال) میں موسم حج میں کھڑا تھا، کہ ایک صاحب آئے اور یہ بتایا کہ تمھیں معلوم نہیں کہ امیر المومنین نے حج میں کیا نئی بات ایجاد کی ہے، خود بخاری ہی میں باب الذبح قبل الحلق، میں اختصار کے ساتھ مذکور ہے،

## اس کی توجیہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کی شراح نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق توجیہیں کی ہیں، اس خادم کے نزدیک جو توجیہ سب سے قوی اور عمدہ ہے، وہ یہ ہے، کہ حضرت فاروق اعظم حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنے سے منع فرماتے تھے، کیونکہ حج فسخ کر کے عمرے کی اجازت صرف حجۃ الوداع کے ساتھ خاص تھی، اس خصوصیت کا علم عام لوگوں کو نہیں تھا، اس لیے لوگ ان کے عہد میں بھی کیا کرتے تھے، مسلم و نسائی کی روایت کے ظاہر الفاظ اسی کو بتاتے ہیں، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا،

فکنت افتی الناس بذالك، میں لوگوں کو یہی بتاتا تھا،

ذالك، کا اشارہ مذکور کی جانب ہے، اور مذکور یہی ہے کہ انھوں نے حج فسخ کر کے عمرہ کیا اور احرام کھول دیا اسی کو فاروق اعظم نے فرمایا کہ یہ کتاب اللہ کے خلاف ہے، کیونکہ ارشاد یہ ہے، وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ، اللہ کے لیے حج اور عمرے کو پورا کرو، یعنی جب حج کا احرام باندھ لیا ہے، تو اسے فسخ نہ کرو پورا کرو،

دوسری توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے، کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ بے اعتدالیاں ملاحظہ کیں، جس کی وجہ سے

---

عہ المناسك باب من اهل بما اهل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۱۱، باب التمتع والقران والافراد ص ۲۱۲، باب الذبح قبل الحلق ص ۲۳۳، مغازی باب بعث موسیٰ الی الیمن ص ۶۲۲، باب حجۃ الوداع ص ۶۲۱ مسلم، نسائی حج، مسند امام احمد اول ص ۳۹ رابع ص ۴۱۰،

| ت ۲۹۲ | وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَذُوْ |
|---|---|
| | اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، حج کے مہینے شوال اور ذوقعدہ اور |
| | الْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِّنْ ذِي الْحِجَّةِ ۔ عہ |
| | دس ذوالحجہ ہیں۔ |

اس کو سختی سے روکا۔ جیسا کہ شعبہؒ ہی کی روایت دوسرے طریقے سے یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا،

| | |
|---|---|
| کرھت ان یظلوا معرسین بھن فی الاراک | مجھے یہ بات ناپسند ہوئی کہ لوگ عورتوں کے ساتھ جھاڑی |
| ثم یروحون فی الحج یقطر رؤوسھم۔ | میں ہمبستری کریں اور پھر حج کے لیے اس حال میں چلیں کہ |
| | سر ٹپک رہے ہوں، |

غالباً انھیں وجوہ کی بنا پر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تمتع سے منع فرماتے تھے، علامہ نووی نے فرمایا کہ دونوں حضرات تمتع کو مکروہ تنزیہی جانتے تھے۔ مگر پھر مکروہ تنزیہی کے ارتکاب پر اتنی سختی کہ مارا کرتے تھے، سمجھ میں نہیں آتی،

**احرام معلق** ان احادیث سے ثابت ہوا کہ احرام معلق اور اسی کے مثل احرام مطلق درست ہے، یعنی یوں احرام باندھنا کہ مثلاً زید نے جس کا احرام باندھا ہے، اسی کا میں نے بھی باندھا ہے، اب زید نے جس کا احرام باندھا ہو اسی کا یہ بھی پابند ہو گیا، اور اگر زید نے مطلق احرام باندھا تھا، نہ عمرے کی تعیین کی تھی نہ حج کی، تو اسے اختیار ہے کہ اس احرام کو جس کا چاہے کر دے، زید کی پابندی لازم نہیں، یہ حضرت امام شافعی اور ان کے موافقین کا مذہب ہے، جیسا کہ علامہ نووی نے فرمایا، علامہ رافعی نے یہ نقل کیا کہ اس پر احرام مطلق کی بھی صورت میں زید کی پابندی لازم ہے، اس کے خلاف جائز نہیں، یہی احناف کا بھی مذہب ہے، اور احادیث میں جو وارد ہے، وہ اس سال کے لیے خاص تھا، ہماری اور جمہور کی دلیل یہ ہے، کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے،

| | |
|---|---|
| وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ، | اللہ کے لیے حج اور عمرے کو پورا کرو، |

**تشریحات ۲۹۲** اس اثر کو ابن جریر اور بیہقی نے سند متصل کے ساتھ بیان کیا ہے، نیز امام حاکم نے بھی اور یہ بھی فرمایا کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے، قرآن مجید میں فرمایا گیا،

| | |
|---|---|
| اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ، | حج کے چند معلوم مہینے ہیں، |

یہ اثر اس کی تفسیر ہے کہ یہ چند مہینے کیا ہیں، ذوالحجہ پورا ہے یا صرف اس کے دس دن، امام اعظم، امام شافعی، امام احمد وغیرہ اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ صرف دس ذوالحجہ تک اشہر حج ہیں، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس اثر سے ثابت ہے، امام مالک وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ پورا ذوالحجہ ہے، اگرچہ حج پورے مہینے میں نہیں ہوتا، اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ جو لوگ اشہر حج میں عمرہ جائز نہیں جانتے وہ پورے ذوالحجہ کو اشہر الحج میں داخل مانتے ہیں، وہ پورے ذوالحجہ میں عمرہ کو ممنوع کہتے ہیں، ان میں سے جو لوگ دس ذوالحجہ تک مانتے ہیں، وہ دس ذوالحجہ کے بعد عمرہ جائز مانتے ہیں،

---

عہ مناسک باب قول اللہ تعالیٰ، اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ ۃ ص ۲۱۱، ۱؎ مسلم اول، حج، باب جواز تعلیق الاحرام ص ۴۰۱،

| | |
|---|---|
| ت ۲۹۳ | وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا مِنَ السُّنَّۃِ اَنْ لَّا یُحْرِمَ |
| | اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، سنت یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں ہی |
| بِالْحَجِّ اِلَّا فِیْ اَشْہُرِ الْحَجِّ عہ | |
| | احرام باندھا جائے۔ |
| ت ۲۹۴ | وَکَرِہَ عُثْمَانُ اَنْ یُّحْرِمَ مِنْ خُرَاسَانَ اَوْ کِرْمَانَ عہ |
| | اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خراسان یا کرمان سے احرام باندھنے کو مکروہ جانا، |
| حدیث ۹۲۹ | سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ خَرَجْنَا |
| | قاسم بن محمد نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا، انھوں نے فرمایا، ہم |
| مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَشْہُرِ الْحَجِّ وَلَیَالِیَ الْحَجِّ وَحُرُمِ الْحَجِّ فَنَزَلْنَا | |
| رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے مہینوں، حج کے دنوں، حج کی پابندیوں کے ساتھ (مدینے سے) | |
| بِسَرِفَ قَالَتْ فَخَرَجَ اِلٰی اَصْحَابِہٖ فَقَالَ مَنْ لَّمْ یَکُنْ مِّنْکُمْ مَعَہٗ ھَدْیٌ فَاَحَبَّ | |
| نکلے، اور سرف میں ٹھہرے، یہاں پہنچ کر حضور اپنے اصحاب کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا، جس کے ساتھ قربانی کے جانور | |

امام شافعی وغیرہ اشہر الحج کا مطلب یہ بتاتے ہیں، کہ ان مہینوں سے پہلے اگر کوئی حج کا احرام باندھے تو حج صحیح نہ ہوگا، اسی وقت صحیح ہوگا، جب انھیں مہینوں میں احرام باندھے، احناف اور امام مالک، امام احمد فرماتے ہیں، کہ شوال سے پہلے بھی حج کا احرام درست ہے، اور اس احرام سے حج صحیح ہے، ان مہینوں کے حج کے لیے ہونے کا فائدہ یہ ہے کہ حج قران اور تمتع صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ عمرہ بھی اشہر حج میں ہو، یعنی شوال سے پہلے نہ ادا کیے ہوں، اور اگر عمرہ پہلے ادا کر لیا تو نہ قران ہوا نہ تمتع،

**تشریحات ۲۹۳** اس اثر کو امام الائمہ ابن خزیمہ حاکم اور دار قطنی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے، امام حاکم نے فرمایا کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اشہر حج سے پہلے احرام صحیح نہیں، ان کے نزدیک سنت سے مراد مشروعیت ہے، جمہور اور احناف کے نزدیک حج کا احرام ان مہینوں سے پہلے بھی درست ہے، اور سنت سے مراد اس کا معنی متعارف ہے، کہ اس میں اجر ہے، یعنی حج کا جو ثواب ہے، وہ تو بہر حال حاصل ہوگا، خواہ ان مہینوں سے پہلے احرام باندھے، مگر ان مہینوں میں باندھنے پر مزید ثواب ہے، کہ ان مہینوں میں احرام باندھنے کی سنت ادا کی،

**تشریحات ۲۹۴** اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں موصولاً روایت کیا ہے، احمد بن سیار نے تاریخ مرو میں روایت کیا، کہ جب عبد اللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خراسان فتح کر لیا، تو اس کے شکریے میں نیشاپور سے احرام باندھ کر حج کے لیے گئے، جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ہوئے تو انھوں نے ملامت کی، یہ ملامت اس بنا پر تھی کہ اتنے دور دراز مقام سے احرام باندھ کر سفر کرنے میں بہت دشواری ہے، اور احرام کی پابندیاں نبھانا مشکل،

عہ عہ مناسک باب قول اللہ تعالیٰ، اَلْحَجُّ اَشْہُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ ۚ ص ۲۱۱،

اَنْ یَّجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْیَفْعَلْ وَمَنْ کَانَ مَعَهُ الْهَدْیُ فَلَا، قَالَتْ فَالْآخِذُ بِهَا وَالتَّارِکُ

نہ ہوں، اور وہ پسند کرتا ہے کہ اسے عمرہ کردے تو وہ ایسا کرلے اور فرمایا، جس کے ساتھ ہدی ہو وہ ایسا نہ کرے

لَهَا مِنْ اَصْحَابِهٖ قَالَتْ فَاَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرِجَالٌ مِّمَّنْ اَصْحَابُهٗ

ام المومنین نے فرمایا، صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے ایسا کیا۔ اور کچھ لوگوں نے نہیں کیا، البتہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ

فَکَانُوْا اَهْلَ قُوَّةٍ وَّکَانَ مَعَهُمُ الْهَدْیُ فَلَمْ یَقْدِرُوْا عَلَی الْعُمْرَةِ قَالَتْ فَدَخَلَ

علیہ وسلم اور بہت سے صحابہ قوی تھے، اور ان کے ساتھ قربانی کے جانور تھے، یہ لوگ صرف عمرہ نہیں کر سکتے تھے،

عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْکِیْ فَقَالَ مَا یُبْکِیْکِ یَا هَنْتَاهْ قُلْتُ

ام المومنین نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بعد میرے پاس تشریف لائے، اور میں رو رہی تھی تو پوچھا، اے

سَمِعْتُ قَوْلَکَ لِاَصْحَابِکَ فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ قَالَ وَمَا شَاْنُکِ قُلْتُ لَا اُصَلِّیْ قَالَ فَلَا

پگلی کیوں رو رہی ہے، میں نے عرض کیا، صحابہ سے حضور نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ میں نے سنا۔ مگر میں عمرے سے روک دی گئی

یَضِیْرُکِ اِنَّمَا اَنْتِ امْرَاَةٌ مِّنْ بَنَاتِ اٰدَمَ کَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْکِ مَا کَتَبَ عَلَیْهِنَّ فَکُوْنِیْ فِیْ

ہوں، دریافت فرمایا، کیا بات ہے، میں نے عرض کیا، میں اس حالت میں ہوں، کہ نماز نہیں پڑھتی، فرمایا، کوئی

حَجَّتِکِ فَعَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّرْزُقَکِهَا قَالَتْ فَخَرَجْنَا فِیْ حَجَّتِهٖ حَتّٰی قَدِمْنَا مِنًی فَطَهُرْتُ ثُمَّ

حرج نہیں، تو بھی آدم کی بیٹیوں میں سے ایک ہے، جو سب کے لیے مقدر ہے، وہ تیرے لیے بھی ہے، تم

خَرَجْتُ مِنْ مِّنًی فَاَفَضْتُ بِالْبَیْتِ قَالَتْ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهٗ فِی النَّفْرِ الْاٰخِرِ حَتّٰی نَزَلَ

حج کرو، اللہ عزوجل جلد ہی تمھیں عمرہ بھی عطا فرمائے گا، ام المومنین نے فرمایا، ہم حضور کے ساتھ حضور کے حج میں

الْمُحَصَّبَ وَنَزَلْنَا مَعَهٗ فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَ اخْرُجْ بِاُخْتِکَ مِنَ

محصب، جب میں منیٰ پہنچی تو پاک ہو گئی، اور منیٰ سے آکر بیت اللہ کا طواف کیا، اس کے بعد اخیر گروہ میں منیٰ سے ہم چلے، حضور

## تشریحات ۹۲۹

یہ حدیث جلد ثانی ص ۳۰۹ تا ص ۳۱۲ پر مذکور ہو چکی ہے، یہاں کچھ مزید ابحاث کے لیے ہم نے ذکر کیا ہے، جلد ثانی میں مفصل گذر چکا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تمتع کیا تھا، اس حدیث میں یہاں یہ ہے، کہ ام المومنین نے عرض کیا، فمنعت العمرۃ، میں عمرے سے معذور ہو گئی ہوں، اگر ام المومنین نے قران کیا ہوتا تو اس موقع پر عمرے کے ساتھ حج کو بھی ضرور ذکر فرماتیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابھی حج کا احرام نہیں باندھا تھا ام المومنین کا آ ارشاد، فافضت بالبیت، میں منیٰ واپس ہو کر پاک ہو گئی اور منیٰ سے چل کر بیت اللہ آئی، اس کی دلیل یہ ہے، کہ حضرت ام المومنین نے طواف زیارت اپنے وقت پر کر لیا تھا، جیسا کہ مسلم میں بھی ہے،

---

لہ اول الحج باب بیان وجوہ الاحرام ص ۳۸۷،

الحرام فلتهل بعمرة ثم افرغ ائتيا هاهنا فانى انظر كما حتى تاتيانى قالت

مصعب میں آکر اترے ہم بھی حضور کے ساتھ وہیں اترے، اب عبد الرحمٰن بن ابو بکر کو بلایا، اور فرمایا، اپنی بہن کو حرم سے

فخرجنا حتى اذا فرغت وفرغ من الطواف ثم جئته بسحر فقال هل فرغتم قلت

باہر لے جاؤ تاکہ عمرے کا احرام باندھے، دونوں عمرے سے فارغ ہو کر یہاں آؤ میں تمہارا انتظار کروں گا، ام المومنین نے

نعم فاذن بالرحيل فى اصحابه فارتحل الناس فمر متوجها الى المدينة. قال ابو

فرمایا، ہم گئے، جب میں اور وہ یعنی عبد الرحمٰن طواف سے فارغ ہو گئے، تو صبح کے وقت خدمت اقدس میں پہنچے، تو پوچھا، تم لوگ فارغ

عبد الله يضر من ضار يضير ضيرا ويقال ضار يضور ضورا وضر يضر ضرا اه

ہو گئے، میں نے عرض کیا، جی، تو اپنے اصحاب میں کوچ کا اعلان فرمایا، لوگوں نے کوچ کیا، اور مدینے کی طرف چلے،

**حتی اذا فرغت وفرغ** یہاں تک کہ جب میں اور عبد الرحمٰن طواف سے فارغ ہو گئے، پھر ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، تم دونوں فارغ ہو گئے، اس سے ظاہر ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی اس وقت عمرہ کیا تھا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ حج سے فراغت کے بعد ذو الحجہ میں عمرہ کرنا صحیح ہے۔

## قبل حج عمرہ

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ متمتع اپنے عمرے سے فارغ ہو کر حج سے پہلے مزید عمرے کر سکتا ہے یا نہیں، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے انوار البشارۃ میں فرمایا، اب یہ سب حجاج (قارن متمتع، مفرد) کوئی بھی ہو کہ منیٰ جانے کے لیے مکہ معظمہ میں آٹھویں تاریخ کا انتظار کر رہے ہیں، ایام اقامت میں جس قدر ہو سکے، نز اطواف بے اصطباع ورمل وسعی کرتے رہیں، باہر والوں کے لیے یہ سب سے بہتر عبادت ہے، اور ہر سات پھیروں پر مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں دو رکعت نماز پڑھیں،

مقام اس کا مقتضی تھا کہ اگر اس وقت عمرے کی اجازت ہوتی تو اسے بھی ضرور ذکر فرماتے، جیسا کہ حج سے فراغت کے بعد خصوصی ہدایت فرمائی[۲]، لباب میں یہی ہے، کہ متمتع کو ان ایام میں عمرہ ممنوع ہے، اگر کرے گا، دم واجب ہوگا، مگر اسے نقل کر کے علامہ شامی منحۃ الخالق میں لکھتے ہیں[۳]:

قال شارحه والظاهر انه يجوز له الاتيان بالعمرة حينئذ لانه غير ممنوع منها لكراهتها فى الازمنة المخصوصة وانما كرهت العمرة للمكى فى اشهر الحج لان الغالب انه يحج فيبقى

لباب کے شارح نے کہا، ظاہر یہ ہے کہ ان دنوں اسے عمرہ کرنا جائز ہے، کیونکہ عمرہ مخصوص دنوں میں ممنوع ہے، اور یہ ایام ان میں نہیں، مکی کو اشہر حج میں عمرہ اس لیے ممنوع ہے کہ غالب یہ ہے کہ وہ حج کرے گا، اگر اشہر حج میں

---

۱؎ المناسک باب قول اللہ تعالیٰ الحج اشہر معلومات ص ۲۱۱-۲۱۲، مناسک باب التمتع والقران والافراد ص ۲۱۲، ثانی اضاحی باب الاضحیۃ ۶ للمسافر والاضحیۃ ص ۸۳۲، مسلم الحج نسائی طہارت، ابن ماجہ مناسک ۵، ۲؎ فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۴۶۰، ۳؎ ایضاً ص ۴۰۷، ۴؎ علی ہامش البحر جلد ثانی ص ۶۰-۳۵۹،

**حدیث ۹۳۰**

عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ

اسود نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، انھوں نے فرمایا، ہم نبی

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَرَی اِلَّا اَنَّهُ الْحَجُّ فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَیْتِ فَاَمَرَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور ہم یہی جانتے تھے کہ یہ حج ہے، جب مکہ آئے تو ہم لوگوں نے طواف کیا، نبی صلی اللہ تعالیٰ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یَكُنْ سَاقَ الْهَدْیَ اَنْ یَّحِلَّ فَحَلَّ مَنْ لَّمْ یَكُنْ

علیہ وسلم نے حکم دیا، جو قربانی کا جانور ساتھ نہ لایا ہو، وہ احرام کھول دے، ایسے لوگوں نے احرام کھول دیا، ازواج مطہرات

سَاقَ الْهَدْیَ وَنِسَاءُهٗ لَمْ یَسُقْنَ فَاَحْلَلْنَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَحِضْتُ فَلَمْ اَطُفْ بِالْبَیْتِ

قربانی کے جانور نہیں لائی تھیں، اس لیے انھوں نے بھی احرام کھول دیا، حضرت عائشہ نے کہا، مجھے حیض آگیا تھا، اس لیے میں نے

فَلَمَّا كَانَتْ لَیْلَةُ الْحَصْبَةِ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ وَّاَرْجِعُ اَنَا

بیت اللہ کا طواف نہیں کیا، جب لیلۃ الحصبہ آئی تو میں نے عرض کیا، سب لوگ حج اور عمرے کے ساتھ لوٹ رہے ہیں اور میں

بِحَجَّةٍ قَالَ وَمَا طُفْتِ لَیَالِیَ قَدِمْنَا مَكَّةَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاذْهَبِیْ مَعَ اَخِیْكِ اِلَی التَّنْعِیْمِ

صرف حج کے ساتھ، تو فرمایا جب ہم مکہ آئے تھے، تو تم نے طواف نہیں کیا تھا، میں نے عرض کیا، نہیں، فرمایا اپنے بھائی کے ساتھ

متمتعا مسیئا۔ عمرہ کرے گا تو گھر جانے کی وجہ سے اساءت کا مرتکب ہوگا۔

اور اس خادم کے نزدیک بھی یہی ظاہر ہے۔ مگر اختلاف علماء سے بچنا اولیٰ ہے، غالباً اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے سکوت فرمایا۔ سرف پہنچ کر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان مذکور فرمایا، تو بہت سے صحابہ کرام نے اس حج کے احرام کو عمرے سے بدل دیا، اس سے ایک نئی بحث اٹھ کھڑی ہوئی کہ عمرے کا احرام باندھ کر اسے حج سے یا حج کا باندھ کر عمرے سے بدلنا درست ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے حضور کے سامنے صحابہ نے ایسا کیا۔

جواب یہ ہے کہ یہ اس مبارک عہد میں صرف حجۃ الوداع کے شرکاء کے لیے خاص تھا، ابو داود[1]، نسائی[2]، ابن ماجہ[3] میں ہے، بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! حج کا فسخ کرنا ہمارے ساتھ خاص ہے، یا ہمیشہ کے لیے ہے، فرمایا، صرف تم لوگوں کے لیے خاص ہے، نیز انھیں میں سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا، حج فسخ کر کے عمرہ کرنا انھیں لوگوں کے خاص تھا، جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

---

[1] ابو داود مناسک باب فسخ الحج ص ۲۵۲، [2] الحج ثانی باب اباحۃ فسخ العمرۃ ص ۲۲، [3] مناسک باب من قال کان فسخ الحج لهم خاصة ص ۲۲۰۔

فَاَهِلِّي بِعُمْرَةٍ ثُمَّ مَوْعِدُكِ كَذَا وَكَذَا وَقَالَتْ صَفِيَّةُ مَا اَرَانِي اِلَّا حَابِسَتَكُمْ فَقَالَ عَقْرًى

تنعیم جاکر عمرے کا احرام باندھ پھر فلاں فلاں جگہ ملنا، اور صفیہ نے کہا، میں اس حال میں ہوں کہ آپ لوگوں کو

حَلْقًى اَوْ مَا طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ قُلْتُ بَلٰى قَالَ لَا بَاْسَ اِنْفِرِي قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَقِيَنِي

روکنے والی ہوں، فرمایا عقری حلقی، کیا یوم نحر کو طواف نہیں کیا تھا، انھوں نے عرض کیا کر لیا تھا، تو فرمایا کوئی حرج نہیں کوچ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُصْعِدٌ مِّنْ مَّكَّةَ وَاَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا اَوْ اَنَا

کرو، حضرت عائشہؓ نے فرمایا، مجھ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملاقات اس حالت میں ہوئی کہ حضور مکہ سے اوپر چڑھ

مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِّنْهَا، عہ

رہے تھے، اور میں اتر رہی تھی یا میں چڑھ رہی تھی اور حضور اتر رہے تھے،

## توضیح باب

یہاں باب کا عنوان یہ ہے، تمتع، قران، اور تنہا حج کرنے اور جس کے ساتھ قربانی کے جانور نہ نہ ہوں، ان کو حج فسخ کرنے کا بیان، حج کرنے کی چار صورتیں ہیں، اول، افراد یعنی میقات سے صرف حج کا احرام باندھا جائے، اس طرح حج کرنے والے کو مُفرِد کہتے ہیں، مُفرد مکہ معظمہ پہنچ کر حج کے لیے طواف قدوم اور سعی کریگا، اور احرام کے ساتھ رہے گا، حتیٰ کہ دس کو رمی کرلے، اس کے ساتھ قربانی کے جانور ہوں یا نہ ہوں، بہر صورت حکم ایک ہے، دوم قران یعنی میقات سے حج کے ساتھ عمرے کا بھی احرام باندھے، اس طریقے سے حج کرنے والے کو قارن کہتے ہیں، قارن مکہ معظمہ حاضر ہوکر پہلے عمرہ کرے گا، پھر حج کے لیے طواف قدوم اور سعی کرے گا، اس کا عمرہ ادا ہوگیا، مگر چونکہ حج باقی ہے، اس لیے یہ بھی احرام کے ساتھ رہے گا، اور ایام نحر میں قربانی کے بعد احرام سے باہر ہوگا، خواہ اس کے ساتھ قربانی کے جانور ہوں خواہ نہ ہوں، مُفرِد پر قربانی واجب نہیں، مگر قارن پر واجب ہے، سوم تمتع یعنی حج کے مہینوں میں میقات سے صرف عمرے کا احرام باندھنا اور اسی سال حج کرنا، حج کے لیے آٹھویں ذوالحجہ کو حرم سے احرام باندھنا، ایسے حاجی کو مُتمتِع کہتے ہیں، اور اگر اس کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تو عمرے سے فارغ ہوتے ہی احرام کھول دے اور آٹھ تک بے احرام کے رہے، آٹھ کو حج کا احرام باندھے، اس پر بھی قربانی واجب ہے، چہارم، وہ متمتع جس کے ساتھ قربانی کے جانور ہوں، یہ عمرے سے فارغ ہونے کے بعد بھی احرام کے ساتھ رہے گا، اور قربانی کرنے کے بعد احرام سے فارغ ہوگا،

اس باب سے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ حج کی یہ چاروں صورتیں جائز ہیں یا نہیں، یا کچھ جائز ہیں اور کچھ ممنوع، حسب عادت امام بخاری نے اپنی کوئی رائے نہیں ظاہر فرمائی، اس کے ضمن میں جو احادیث لائے ہیں، ان سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ وہ ان چاروں صورتوں کو جائز مانتے ہیں، ان چاروں طریقوں کے جواز پر ائمۂ اربعہ کا اتفاق ہے، البتہ افضلیت میں اختلاف ہے، ہمارے نزدیک قران، تمتع اور افراد سے افضل ہے، اس لیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران کیا تھا، جیسا کہ امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں ثابت فرمایا ہے، نیز اس میں دو عبادتوں کو جمع کرنا ہے، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ افراد کو دونوں سے افضل مانتے ہیں، بعض احادیث سے

عہ مناسک باب التمتع والقران والافراد ص ۲۱۲، باب اذا حاضت المرأۃ بعد ما افاضت ص ۲۳۷ مسلم الحج ابوداؤد نسائی الحج مسند امام احمد جلد سادس ص ۱۲۲،

یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے افراد ہی کیا تھا، امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تمتع افضل ہے، اس لیے کہ تمتع کا ذکر قرآن مجید میں ہے، ارشاد ہے،

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ ۔ تو جو شخص حج کرنے تک عمرے سے فائدہ حاصل کرے،

باب کا دوسرا جزء یہ ہے، جس کے ساتھ قربانی کے جانور نہ ہوں، اس کا حج کو فسخ کرنا یعنی حج کو عمرے سے بدلنا، یہ صرف حجۃ الوداع کے شرکاء کے لیے تھا، جیسا کہ گزر چکا، اب جائز نہیں، مگر چونکہ احادیث میں اس کا ذکر ہے، تو امام بخاری نے اس کے مناسب باب قائم فرمایا ہے،

## تشریحات ۹۳۰

لانری الا انہ الحج، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالحلیفہ میں صرف حج کا احرام باندھا تھا، سرف پہنچ کر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ جس کے ساتھ ہدی نہ ہو وہ اسے عمرہ کر دے، اور طواف وسعی کے بعد احرام کھول دے، اور جس کے ساتھ قربانی کے جانور ہوں وہ احرام نہ کھولے، امہات المومنین کے ساتھ قربانی کے جانور نہ تھے، اس لیے انھوں نے بھی عمرے کر لیے، اس سے ظاہر کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی عمرے کی نیت کر لی مگر حیض آجانے کی وجہ سے اسے فسخ کرنا پڑا،

جلد ثانی صفحہ ۲۲۸ پر ہم نے جو لکھا ہے، اس کا مفاد یہ ہے کہ ام المومنین نے ذوالحلیفہ ہی سے عمرے کا احرام باندھا تھا، مگر جیسا کہ ہم ابھی قاسم بن محمد کی روایت کے تحت بتا آئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سرف پہنچ کر وہ اعلان فرمایا،

اس اعلان سے پہلے سب کا احرام حج کا تھا، اس اعلان کے بعد جن کے ساتھ ہدی نہ تھی، انھوں نے عمرے کی نیت کر لی، اور ام المومنین نے بھی یہی کیا، کہ صرف عمرے کا احرام باندھا، جسے عذر کی وجہ سے ادا نہ کر پائیں اور اسے کھول کر پھر حج کا احرام باندھا، اب بھی حضرت ام المومنین متمتع ہی رہیں،

## تطبیق

حضرت عروہ سے حضرت ام المومنین کی جو حدیث مروی ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں، فمنا من اھل بعمرۃ و منا من اھل بحج وعمرۃ ومنا من اھل بالحج، ہم میں سے کچھ لوگوں نے صرف عمرے کا احرام باندھا، اور کچھ لوگوں نے حج اور عمرے دونوں کا اور کچھ لوگوں نے صرف حج کا، بعض میں ہے، فاھللنا بعمرۃ، ہم نے عمرے کا احرام باندھا، بعض میں ہے، اھللت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع فکنت ممن تمتع، حجۃ الوداع میں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھا، میں نے تمتع کیا تھا، اور حضرت قاسم کی روایت میں ہے، لانری الا انہ الحج، ہم تو یہی جانتے تھے کہ یہ حج ہے، اور یہی اسود کی بھی روایت میں ہے، حضرت قاسم کی روایت میں بعد میں ہے، کہ سرف پہنچ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کے ساتھ ہدی نہ ہو اور وہ پسند کرے تو اسے عمرہ کر دے اور جس کے ساتھ ہدی ہو وہ نہ کرے، حضرت عروہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالحلیفہ ہی سے کچھ لوگوں نے عمرے کا بھی احرام باندھ لیا تھا، اور حضرت قاسم اور حضرت اسود کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے، کہ ذوالحلیفہ میں سب نے صرف حج کا احرام باندھا تھا، سرف پہنچ کر حضور نے اسے عمرے سے بدلنے کا حکم دیا،

اس تعارض کی دو توجیہ ہے، ایک یہ کہ ہو ابھی ذوالحلیفہ میں سب نے صرف حج کا احرام باندھا، اور سرف پہنچنے کے بعد حضور کے حکم سے بعد اسے کچھ لوگوں نے عمرہ بدل کر دیا، انھیں میں ام المومنین بھی تھیں، اخیر میں چونکہ کچھ لوگوں نے حج کو عمرے سے بدل دیا کچھ لوگوں نے

| حدیث ۹۳۱ | عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ شَهِدْتُ عُثْمَانَ وَ |
|---|---|
| | علی بن حسین مروان بن حکم سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا، میں عثمان اور علی کے پاس حاضر ہوا اور |
| عَلِيًّا وَعُثْمَانُ يَنْهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ وَاَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا رَاٰى عَلِيٌّ اَهَلَّ بِهِمَا لَبَّيْكَ | |
| عثمان متعہ سے اور حج اور عمرہ کو ایک ساتھ جمع کرنے سے منع فرماتے تھے، جب علی نے یہ دیکھا، تو دونوں کا (ساتھ ساتھ) | |
| بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ قَالَ مَا كُنْتُ لِاَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ اَحَدٍ ؏ | |
| احرام باندھا، اور کہا، لبیک بعمرۃ وحجۃ، اور کہا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کسی کے کہنے سے نہیں چھوڑوں گا۔ | |

حج کے ساتھ عمرے کو شامل کرلیا، کچھ لوگوں نے حج ہی باقی رکھا، اور ام المومنین نے بھی عمرے سے بدل دیا تھا، تو انجام کار کی حکایت کرتے ہوئے وہ فرمایا، جو حضرت عروہ کی حدیث میں ہے، اس روایت میں کہیں مذکور نہیں، کہ ذوالحلیفہ ہی سے ہم نے ایسا کیا تھا، اس لیے اب یہ حضرت قاسم کی روایت کے معارض نہیں، کہ ہم جب مدینہ سے نکلے تو صرف حج جانتے تھے، دوسرے یہ کہ جب مدینے سے نکلے تھے تو صرف حج جانتے تھے، اور صرف حج ہی کا ارادہ تھا، کیونکہ ایام جاہلیت میں اشہر حج میں عمرے کو سخت برا جانتے تھے، مگر جب ذوالحلیفہ پہنچے اور حضور نے وہ اعلان فرمایا تو ذوالحلیفہ ہی سے یہ حال تھا، کہ کچھ لوگوں نے حج اور عمرے دونوں کا اور کچھ لوگوں نے صرف حج کا، اور کچھ لوگوں نے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا، اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے، جس میں یہ مذکور ہے، کہ وادی عقیق میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہوا، کہ فرماؤ، حجۃ فی عمرۃ، باب سرف پہنچ کر فرمایا، کہ جس نے صرف حج کا احرام باندھا، اور اس کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں، وہ اسے عمرے سے بدل دے، اس کا حاصل یہ ہوا کہ یہ حکم صرف ان لوگوں کے لیے تھا، جنھوں نے میقات سے فقط حج کا احرام باندھا تھا، وقد بقی الخبایا فی زوایا الکلام وانی لست بصدد طول الکلام، والعلم بالحق عند الملک المنعام العلام جل مجدہ،

**تطوفنا** اس سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ہیں، خود ام المومنین مراد نہیں، کیونکہ وہ حیض کی وجہ سے طواف نہیں کرسکتی تھیں، جیسا کہ آگے خود ہی فرمایا، فحضت ولم اطف بالبیت، مجھے حیض آگیا تھا اور میں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا،

**الی التنعیم** جو لوگ مکہ معظمہ کے باشندے ہوں یا مکہ معظمہ میں مقیم ہوں، ان کے لیے افضل یہ ہے کہ تنعیم سے عمرے کا احرام باندھیں، اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین کو اس کا حکم دیا اور اس میں آسانی بھی ہے کیونکہ یہ حرم کی سب سے قریب حد ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جعرانہ سے عمرہ فرمایا ہے، یہاں سے کرے تو بھی بہتر ہے،

**ما اراني الا حابستكم** حج سے فراغت کے بعد طواف وداع کرنے سے پہلے حضرت صفیہ کو حیض آگیا، اس پر انھوں نے یہ کہا، میں اس حال میں ہوں جس سے میرا گمان ہے کہ آپ حضرات کو کچھ دنوں کے لیے روک دوں گی، میں نے طواف وداع نہیں کیا ہے، تو جب تک پاک ہو کر طواف وداع نہ کرلوں گی، آپ لوگوں کو میری وجہ سے رکنا پڑے گا، دوسری روایات میں یہ ہے کہ حضور اقدس

---

ع مناسک باب التمتع والاقران ص ۲۱۲، مسلم نسائی، الحج، دارمی، مناسک، مسند امام احمد اول ص ۱۲۶،

## حدیث ۹۳۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کَانُوْا یَرَوْنَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، اہل جاہلیت یہ عقیدہ رکھتے تھے، حج کے مہینوں

اَنَّ الْعُمْرَۃَ فِیْ اَشْہُرِ الْحَجِّ اَفْجَرُ الْفُجُوْرِ فِی الْاَرْضِ وَیَجْعَلُوْنَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا وَیَقُوْلُوْنَ

میں عمرہ زمین کی برائیوں میں سب سے بڑی برائی ہے، اور محرم کو بھی صفر بنا لیتے تھے، اور کہتے تھے، جب اونٹ کے

اِذَا بَرَءَ الدَّبَرُ وَعَفَا الْاَثَرُ وَانْسَلَخَ صَفَرٌ حَلَّتِ الْعُمْرَۃُ لِمَنِ اعْتَمَرَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی

پیٹھ کا زخم اچھا ہو جائے اور نشان مٹ جائے اور صفر ختم ہو جائے تو عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ جائز ہوگا،

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا، انک حابستنا. تو ہمیں روکنا چاہتی ہے،

اس سے ثابت ہوا کہ طواف وداع واجب ہے، اگر واجب نہ ہوتا، تو یہ گمان صحیح نہ ہوتا کہ اس طواف کے لیے رکنا پڑے گا، اس سے معلوم ہوا کہ واجب اور حرام قطعی میں تعارض ہو تو حرام قطعی کو ترجیح ہوگی کیونکہ جلب منافع پر دفع ضرر مقدم ہے، اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مامور و ممنوع میں اگر تعارض ہو تو ان میں جو اقویٰ ہوگا اسے ترجیح ہوگی، اور اگر مساوی ہوں تو ممنوع کو،

## تشریحات ۹۳۱

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمتع سے منع فرماتے تھے، ان کی رائے یہ تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تمتع کی اجازت اس لیے تھی، کہ ابھی اعراب کی طرف سے پورا اطمینان نہ تھا، اس کا اندیشہ تھا کہ وہ اکیلے دوکیلے یا مختصر قافلے پر حملہ نہ کر دیں، اس اندیشے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہی کتنے اعراب مرتد ہو گئے، حج کے لیے بڑے بڑے قافلے چلتے ہیں، وہ بھی ایام حج میں جو اشہر حج ہیں، اس لیے حج کے سفر میں خطرات نہیں، عمرہ اگر حج کے ساتھ نہ کرتے تو اس کے لیے دوسرے دنوں میں سفر کرنا پڑتا جو خطرے سے خالی نہیں تھا، یہ حضرت عثمان کا اجتہاد تھا، ورنہ حقیقت میں یہ بات نہ تھی، ابن ماجہ[1] میں ہے، کہ حضرت سراقہ نے جب پوچھا کہ ہمارا متعہ یعنی تمتع اسی سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے، تو فرمایا نہیں، بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے، نیز مسلم[2] میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے،

دخلت العمرۃ فی الحج مرتین لا بل لابد الابد، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو بار فرمایا عمرہ حج میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخل ہو گیا،

## تشریحات ۹۳۲

المحرم صفر، اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ کبھی کبھی محرم کے بجائے صفر کو شہر حرام کر دیتے، چونکہ ان کی عام گزر بسر لوٹ مار پر تھی، اس لیے انھیں یہ گراں گزرتا کہ مسلسل تین مہینے بیٹھے رہیں، اسی کو قرآن مجید نے نسیئ کہا ہے، ارشاد ہے: اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ، نسیئ کفر میں زیادتی ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ جیسے ہندوستان کے جیوتشی ہر تین سال کے بعد لونڈ لگاتے ہیں، اسی طرح زمانہ جاہلیت میں بھی ہر چوتھے سال تیرہ مہینے کا کر دیتے تھے، اور اس زائد مہینے کا نام صفر الثانی رکھتے تھے، یہی نسیئ تھی، اس کی وجہ سے قمری اور شمسی سال میں تطابق ہو جاتا تھا،

اس کا سبب یہ ہے کہ قمری سال ۳۵۵ دن کا ہوتا ہے، اور شمسی سال تقریباً ۳۶۵ دن کا، ہر سال قمری مہینے میں دس دن

---

[1] مناسک باب التمتع بالعمرۃ الی الحج ص ۲۲۰، [2] الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۹۶،

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُہٗ صَبِیْحَۃَ رَابِعَۃٍ مُھِلِّیْنَ بِالْحَجِّ فَاَمَرَھُمْ اَنْ یَّجْعَلُوْھَا

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ چار ذوالحجہ کی صبح کو مکہ معظمہ حج کا احرام باندھے ہوئے آئے تو حضور نے صحابہ کو حکم دیا کہ اسے

عُمْرَۃً فَتَعَاظَمَ ذٰلِکَ عِنْدَھُمْ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الْحِلِّ قَالَ حِلٌّ کُلُّہٗ، عہ

عمرہ کر دیں، یہ ان لوگوں پر گراں گزرا، اور کہا یا رسول اللہ! کتنی چیزیں حلال ہیں، فرمایا سبھی چیزیں حلال ہیں،

تقریباً گھٹتا ہے، تین سال میں ایک مہینہ کم ہو جاتا ہے، چوتھا سال جب تیرہ مہینے کا کر دیا جائے گا تو دونوں سال مطابق ہو جاتے ہیں، مثلاً قمری ۱۴۰۷ھ کے شعبان اور ۱۹۸۷ء کے اپریل کی پہلی تاریخ ایک ہی دن بروز چہار شنبہ تھی، اور ۱۴۰۸ھ کے شعبان کی پہلی تاریخ دس دن پہلے ۲۱ مارچ ۱۹۸۸ء کو ہوئی اور امسال پہلی شعبان دس مارچ کو ہے، اور سال آئندہ ۱۴۱۱ھ کی پہلی شعبان ۲۸ یا ۲۷ فروری کو ہوگی، یہ تین سال ہوئے، ان تین سالوں میں قمری سال شمسی سال سے ایک ماہ گھٹ جائے گا، اب اگر کسی قمری مہینے کو مثلاً شعبان کو دو کر دیا جائے تو پھر پہلی شعبان پہلی اپریل کو پڑ جائے گی، اور دونوں میں تطابق ہو جائے گا، بعض علماء نے کہا کہ زمانۂ جاہلیت میں جو نسیئ رائج تھی، وہ یہی تھی، جیسے ہندوستان میں لوند ہے، واللہ تعالیٰ اعلم،

## نسیئ کا ضرر

چونکہ پورے عرب کا دستور تھا، کہ شہر حرام میں لڑائی اور غارت گری بند رکھتے، شہر حرام میں لڑائی غارت گری سخت معیوب تھی، یہاں تک کہ جب حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واقعہ نخلہ میں قریش کے قافلے پر حملہ کر کے ان کے اموال کو غنیمت بنایا اور عمرو بن حضرمی کو قتل اور مغیرہ کے پوتے عثمان و نوفل کو گرفتار کر لیا، چونکہ یہ واقعہ ۳ رجب ۲ھ کو ہوا تھا، اس سال ۲۹ رکی رویت ہو گئی تھی، جس کا علم حضرت عبداللہ بن جحش کو نہیں تھا، رجب شہر حرام میں سے ہے، تو قریش نے آسمان سر پر اٹھا لیا، کہ شہر حرام کی بے حرمتی کی، قریش تو قریش مدینہ طیبہ میں مسلمانوں نے حضرت عبداللہ بن جحش سے کہا تم نے شہر حرام میں لڑائی کی، اس کے جواب میں قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی،

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّھْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْہِ قُلْ قِتَالٌ فِیْہِ کَبِیْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَکُفْرٌ بِہٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَھْلِہٖ مِنْہُ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ وَالْفِتْنَۃُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۔ (بقرہ ۲۱۷)

تم سے شہر حرام میں لڑائی کے بارے میں لوگ پوچھتے ہیں، فرما دو، اس میں لڑائی بڑا (گناہ) ہے اور اللہ کی راہ اور مسجد حرام سے روکنا ہے اور اللہ کے ساتھ کفر ہے، (مگر) مسجد حرام کے باشندوں کو مسجد حرام سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا (گناہ) ہے، اور فتنہ قتل سے بڑا ہے،

ایام حج میں ذوقعدہ، ذوالحجہ محرم تین مہینے، شہر حرام پڑتے تھے، پورا عرب ان تین مہینوں میں بے خوف ہو کر اطمینان سے گھروں میں رہتا یا اگر کہیں آنا جانا ہوتا تو جاتا آتا، لیکن ان غارت گری کے خوگروں کو مسلسل تین مہینے بخیت بیٹھے رہنا گراں گزرتا

---

عہ مناسک باب الاقران والتمتع والافراد ص ۲۱۲، ایام الجاھلیۃ ص ۵۴۰، مسلم، نسائی، الحج، ابوداؤد مناسک، مسند امام احمد اول ص ۲۵۲، ۱۲ طبری ص ۱۲۷۵،

## حدیث ۹۳۳

عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا شَانُ

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرض کیا، یارسول اللہ کیا بات ہے کہ لوگوں نے عمرہ

النَّاسِ حَلُّوْا بِعُمْرَةٍ وَّلَمْ تَحِلَّ اَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ قَالَ اِنِّيْ لَبَّدْتُ رَاْسِيْ وَقَلَّدْتُ

کرکے احرام کھول دیا اور حضور نے اپنے عمرے کا احرام نہیں کھولا، فرمایا، میں نے اپنے بال جما لیے ہیں، اور قربانی کے جانوروں کے

هَدْيِيْ فَلَا اَحِلُّ حَتّٰى اَنْحَرَ، عه

گلے میں پٹہ ڈال دیا ہے، اس لیے میں جب تک قربانی نہ کرلوں گا، احرام نہیں کھولوں گا،

توجب جی میں آتا محرم کے بجائے صفر کو شہر حرام کر دیتے، اور محرم میں غارت گری کرنے لگتے، ایسا بھی ہوتا کہ بہت سے لوگوں کو نسیئ کی اطلاع نہ ہوتی اور وہ حفاظتی اقدام کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے غافل رہتے اور غارت گری کا نشانہ بنتے، بہت سے لوگ پہلے سے پروگرام بنائے رہتے کہ محرم میں فلاں جگہ جائیں گے، یا کہیں جائیں گے تو محرم میں واپسی کا ارادہ رکھتے، یہ لوگ ان غارتگروں کی زد میں آجاتے، اس لیے قرآن مجید نے بہت سختی کے ساتھ نسیئ کی تردید فرمائی، اور اسے کفر میں زیادتی اور گمراہ گردی ٹھہرائی،

**حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران کیا تھا،** حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث جو، باب عمرۃ التنعیم، میں مفصل مذکور ہے، اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران کیا تھا، کیونکہ اس میں یہ ارشاد مذکور ہے، لو استقبلت من امری ما استدبرت ما اھدیت ولو لا معی الھدی لاحللت، جو بات بعد میں میرے سامنے آئی، اگر پہلے آئی ہوتی تو میں قربانی کے جانور ساتھ نہ لاتا اور احرام کھول دیتا، اس ارشاد سے یہ ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ پہنچ کر جو طواف اور سعی کی تھی، وہ عمرے کی کی تھی، حج کی نہ تھی، ورنہ احرام کھولنا کیسے درست ہوتا، اسے لازم کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے قبل عمرے کی نیت کرلی تھی، اور تمام روایتیں اس پر متفق کہ ذوالحلیفہ میں حج کا احرام ضرور باندھا تھا، نیز اس سے بھی ظاہر کہ کسی روایت میں یہ مذکور نہیں کہ منیٰ جانے سے پہلے حج کا احرام باندھا ہو، حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جس میں مذکور ہے کہ فرشتے نے وادی عقیق میں آکر یہ عرض کیا، قل عمرۃ فی حجۃ، سے قطعی طور پر ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ ہی میں عمرے اور حج دونوں کا احرام باندھا تھا، یہی قران ہے، اور صحابہ کرام کو عمرہ کرکے فراغت کا جو حکم دیا تھا، اس سے ظاہر کہ عامۂ صحابۂ کرام نے تمتع کیا تھا، اور فراغت کا حکم اصلاح کے قصد سے تھا کہ زمانۂ جاہلیت کا جو اعتقاد تھا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا بدترین برائی ہے، اس کا خوب واضح طور پر ازالہ ہو جائے،

**صبیحۃ رابعۃ** یہ مکہ معظمہ پہنچنے کی تاریخ ہے، ابن سعد نے اپنے طبقات میں اور امام حاکم نے اکلیل میں ذکر کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنیچر کے دن جب کہ ذوالحجہ میں پانچ دن رہ گیا تھا، مدینے سے حج کے لیے نکلے، امام واقدی نے فرمایا کہ اتوار کی صبح کو مکہ

---

عه مناسک باب التمتع والقران ص ۲۱۳، باب قتل القلائد للبدن والبقر ص ۲۳۰، باب من لبد راسه عند الاحرام ص ۲۳۳، ثانی مغازی باب حجۃ الوداع ص ۶۳۱ لباس باب التلبید ص ۸۷۷، مسلم حج ابوداؤد مناسک نسائی مناسک ابن ماجه مناسک، مسند امام احمد جلد سادس ص ۲۸۳،

**حدیث ۹۳۴**

حَدَّثَنَا اَبُوْ جَمْرَةَ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ الضُّبَعِيُّ قَالَ تَمَتَّعْتُ فَنَهَانِيْ

ابوجمرہ نصر بن عمران ضبعی نے کہا، میں نے تمتع کیا، تو کچھ لوگوں نے منع کیا، اب میں نے ابن عباس سے پوچھا

نَاسٌ فَسَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَاَمَرَنِيْ فَرَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَاَنَّ رَجُلًا يَقُوْلُ لِيْ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ

تو مجھے حکم دیا، میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک شخص کہہ رہا ہے، حج مبرور اور عمرہ مقبول، میں نے ابن عباس کو یہ بتایا تو فرمایا،

وَعُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ فَاَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ سُنَّةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت، پھر فرمایا، میرے یہاں رک، میں اپنے مال میں سے ایک حصہ دوں گا، شعبہ

ثُمَّ قَالَ لِيْ اَقِمْ عِنْدِيْ وَاَجْعَلُ لَكَ سَهْمًا مِنْ مَّالِيْ قَالَ شُعْبَةُ فَقُلْتُ لِمَ قَالَ

نے پوچھا، یہ نوازش کس بنا پر تھی، تو بتایا

لِلرُّؤْيَا الَّتِيْ رَاَيْتُ، عه

اس خواب کی وجہ سے،

پہنچے، اتنی بات طے ہے کہ اس سال یکم ذوالحجہ جمعرات کو ہوئی، تو لامحالہ رویت چہار شنبہ کو ہوئی، اب اگر یہ رویت تیس کی تھی، تو اس سنیچر کو ۲۶ ذوقعدہ تھی، اور اگر رویت ۲۹ کی تھی تو ۲۵ ذوقعدہ،

**ضروری تصحیح** نزہۃ القاری جلد ثالث ص ۴۶۵ پر اس سال کے ذوالحجہ کی رویت کا دن دوشنبہ چھپ گیا ہے، صحیح چہار شنبہ ہے۔

**تشریحات ۹۳۴**

باب قَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ، میں یہ حدیث یوں ہے، ابوجمرہ نے کہا، میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تمتع کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے مجھے اس کا حکم دیا اور ہدی کے بارے میں پوچھا، تو فرمایا، اس میں اونٹ ہے یا گائے ہے، یا بکری ہے یا شرکت ہے، (یعنی اونٹ اور گائے میں سات آدمی قربانی کر سکتے ہیں) ابوجمرہ نے کہا، گویا کچھ لوگوں نے اسے ناپسند کیا، تو میں سویا، الحدیث،

مسند امام احمد اور مسلم میں ہے، کہ میں بیت اللہ کے پاس گیا تو سو گیا، اور ایک آنے والے نے کہا، عمرہ مقبول اور حج مبرور ہے، اس کے بعد حضرت ابن عباس کے پاس حاضر ہوا تو جو کچھ دیکھا تھا بتایا، تو حضرت ابن عباس نے اللہ اکبر، اللہ اکبر، ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت،

یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد کا ہے، جیسا کہ امام مسلم نے ان سے اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے، ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمتع جائز نہیں جانتے تھے، صرف محصر کے لیے جائز جانتے تھے، اور یہی تابعین میں علقمہ اور ابراہیم نخعی کا بھی مذہب ہے، جمہور امت کا مذہب یہ ہے کہ محصر اور غیر محصر سب کے لیے جائز ہے، اور

---

عه مناسک باب التمتع والاقران ص ۲۱۳، باب فمن تمتع بالعمرة الی الحج ص ۲۲۸، مسلم، حج، مسند امام احمد جلد اول ص ۲۴۱،

**حدیث ۹۳۵** حَدَّثَنَا اَبُوْ شِهَابٍ قَالَ قَدِمْتُ مُتَمَتِّعًا مَكَّةَ بِعُمْرَةٍ

ابو شہاب نے کہا، میں تمتع کا احرام باندھ کر مکہ آیا، اور ہم ترویہ (آٹھویں ذوالحج)

فَدَخَلْنَا قَبْلَ التَّرْوِيَةِ بِثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فَقَالَ لِيْ اُنَاسٌ مِّنْ اَهْلِ مَكَّةَ تَصِيْرُ الْاٰنَ

سے تین دن قبل مکہ پہنچ گئے، تو مکہ کے کچھ لوگوں نے کہا، اب تمہارا حج مکی ہو گا، اب میں امام

حَجَّتُكَ مَكِّيَّةً فَدَخَلْتُ عَلٰى عَطَاءٍ اَسْتَفْتِيْهِ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ

عطا کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ ان سے فتویٰ پوچھوں، تو انھوں نے کہا، مجھ سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ حَجَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهٗ

اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث بیان کی کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس دن حج کیا جب قربانی

وَقَدْ اَهَلُّوْا بِالْحَجِّ مُفْرَدًا فَقَالَ لَهُمْ اَحِلُّوْا مِنْ اِحْرَامِكُمْ بِطَوَافِ الْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا

کے جانور ہانک کر لائے تھے، اور لوگوں نے تنہا حج کا احرام باندھا تھا، ان سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وَالْمَرْوَةِ وَقَصِّرُوْا ثُمَّ اَقِيْمُوْا حَلَالًا حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَاَهِلُّوْا بِالْحَجِّ وَاجْعَلُوْا

فرمایا، بیت اللہ اور صفا اور مروہ کا طواف کر کے احرام سے باہر آجاؤ اور بال ترشوالو، اس کے بعد بغیر احرام کے

الَّتِيْ قَدِمْتُمْ بِهَا مُتْعَةً فَقَالُوْا كَيْفَ نَجْعَلُهَا مُتْعَةً وَقَدْ سَمَّيْنَا الْحَجَّ فَقَالَ افْعَلُوْا مَا

ٹھہرے رہو، جب یوم الترویہ آجائے تو تم لوگ حج کا احرام باندھو، اور جو پہلے کر چکے ہو اسے تمتع بنالو، اس پر لوگوں نے

اٰمُرُكُمْ فَلَوْلَا اَنِّيْ سُقْتُ الْهَدْيَ لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِيْ اٰمُرُكُمْ وَلٰكِنْ لَا يَحِلُّ مِنِّيْ حَرَامٌ

عرض کیا اسے کیسے تمتع بنالیں اور ہم نے حج کا نام لیا ہے تو ارشاد فرمایا جو میں حکم دیتا ہوں کرو، اگر میں نے قربانی کا جانور نہ ہانکا

ہمارا مذہب یہ ہے کہ افراد سے تمتع افضل ہے،

**تشریحات ۹۳۵** یہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس طویل حدیث کے چند اجزا ہیں، جسے امام مسلم[1] نے اپنی صحیح میں بہت تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے، جو صفحہ ۲۹۴ لغایت صفحہ ۳۰۰ پر پھیلی ہے، یہ حدیث پوری تفصیل کے ساتھ امام مسلم کے افراد میں سے ہے، یعنی اسے صرف امام مسلم نے روایت کیا ہے، امام بخاری نے اس حدیث کے اہم مضامین کو متفرق طور پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے روایت کیا، اس حدیث میں خاص بات یہ ہے کہ متمتع کو عمرے سے فارغ ہونے کے بعد بال ترشوانے کا حکم دیا، اس میں دو فائدے ہیں، ایک تو یہ کہ وہ بال جسد انسان کے سر کی حفاظت کی اسے آرام پہنچایا، حج سے محروم نہ رہے، دوسرے حج کے احرام میں ان بالوں کی وجہ سے دھوپ کی تمازت سے کچھ بچاؤ رہے گا،

[1] اول الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۹۴،

حَتّٰی یَبْلُغَ الْھَدْیُ مَحِلَّہٗ فَفَعَلُوْا، قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ اَبُوْ شِھَابٍ لَیْسَ
ہوتا تو وہی کرتا جس کا تم کو حکم دیا ہے، لیکن ممنوعات احرام میرے لیے حلال نہیں، جب تک قربانی کے جانور اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائیں،
لَہٗ مُسْنَدٌ اِلَّا ھٰذَا، عہ
اب لوگوں نے یہی کیا، ابوعبداللہ (امام بخاری) نے فرمایا، اس حدیث کے علاوہ ابوشہاب کی اور کوئی مسند نہیں،

**حدیث ۹۳۶** عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ قَالَ اِخْتَلَفَ عَلِیٌّ وَّعُثْمَانُ وَھُمَا بِعُسْفَانَ
سعید بن مسیب نے کہا، حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما عسفان میں تھے، یہیں دونوں نے
فِی الْمُتْعَۃِ فَقَالَ عَلِیٌّ مَا تُرِیْدُ اِلٰی اَنْ تَنْھٰی عَنْ اَمْرٍ فَعَلَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
تمتع کے بارے میں اختلاف کیا، حضرت علی نے ان سے کہا، کیا ارادہ ہے؟ کب تک اس کام سے منع کرو گے جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
وَسَلَّمَ فَقَالَ عُثْمَانُ دَعْنِیْ عَنْکَ قَالَ فَلَمَّا رَاٰی ذٰلِکَ عَلِیٌّ اَھَلَّ بِھِمَا جَمِیْعًا، عہ
علیہ وسلم نے کیا ہے، تو حضرت عثمان نے کہا، مجھے چھوڑ دو، جب حضرت علی نے یہ دیکھا، تو حج اور عمرہ دونوں کی تلبیہ کہی،

## تشریحات ۹۳۶

عُسْفَان مکہ معظمہ کے قریب چھتیس میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے، اس حدیث میں متعہ سے مراد قران ہے، جس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل دلیل ہے، کہ انھوں نے حج اور عمرے دونوں کے ساتھ تلبیہ کہی، فقہی تمتع میں پہلے صرف عمرے کا احرام باندھا جاتا ہے، اور صرف اسی کے لیے لبیک کہا جاتا ہے، حج اور عمرہ دونوں کا نہیں، اس عہد میں لغوی معنی کا لحاظ کرتے ہوئے قران پر تمتع کا اطلاق کر دیتے تھے، تمتع کے معنی فائدہ حاصل کرنا ہے، چونکہ ایک ہی سفر میں ساتھ ساتھ دونوں ادا کر کے دو سفر کی صعوبت اٹھانے سے بچ جاتے ہیں، اس لیے قران کو بھی تمتع کہدیا کرتے تھے، یہ حدیث بھی ہماری دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران کیا تھا،

## احادیث حج میں تطبیق

حجۃ الوداع کی احادیث ان صحابۂ کرام سے مروی ہیں، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت سعید بن وقاص، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر بن عبداللہ، ام المومنین حضرت عائشہ، ام المومنین حضرت حفصہ، حضرت ابن عباس، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت اسماء بنت الصدیق، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضرت براء بن عازب، حضرت بلال بن حارث، حضرت ابوذر، حضرت مطلب بن ابی وداعہ، ام المومنین حضرت ام سلمہ، حضرت ضباعہ بنت عبدالمطلب، حضرت ابوہریرہ، حضرت اسامہ، حضرت ابوایوب انصاری، حضرت سہل بن سعد ساعدی، حضرت ابوالفضل، عامر بن واثلہ، حضرت زید بن خالد جہنی، حضرت سائب بن خلاد، حضرت یعلیٰ بن امیہ، حضرت سراقہ بن جعشم، حضرت ام ولد شیبہ ایک صحابیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین،

---

عہ مناسک باب التمتع والاقران ص ۲۱۳، عہ مناسک باب التمتع والاقران ص ۲۱۳، مسلم اول الحج باب جواز التمتع ص ۴۰۲،

مگر ان میں تقریباً دس صحابہ کرام نے یہ تفصیل کہ یہ افراد تھا یا تمتع یا قران بیان فرمایا، اور یہ روایتیں بظاہر متعارض ہیں کسی میں افراد ہے کسی میں تمتع کسی میں قران، ان سب پر سیر حاصل بحث امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں فرمائی ہے۔ اور ناقابل انکار دلائل سے ثابت فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران فرمایا تھا،

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چونکہ حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھا تھا، اس لیے ابتداء میں لبیک بالحج والعمرہ فرمایا، ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، درخت ذوالحلیفہ کے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی کے بیٹھنے کے نشان کے قریب تھا، جب وہ حضور کو لے کر کھڑی ہوگئی، تو حضور نے لبیک بحجۃ وعمرۃ کہا، مگر کبھی صرف لبیک بعمرۃ کہا، کبھی فقط لبیک بحجۃ کہا، جیسا کہ قارن کو اجازت ہے، ہزار ہا ہزار کا مجمع تھا،

مسلم میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آگے پیچھے، دائیں بائیں جدھر بھی نظر کرتا تھا حد نظر تک سوار اور پیادے ہی نظر آتے تھے، انسانوں کے اس ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں جس نے جو سنا روایت کر دیا، اس کے باوجود جس نے افراد یا تمتع کی روایت کی ہے، وہ بھی اخیر میں جا کر قران ہی کی طرف لوٹ آتی ہیں، اس لیے کہ یہ قطعی ہے، اس سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں عمرہ بھی کیا اور حج بھی، اور سب روایتیں اس پر متفق ہیں کہ احرام صرف ایک بار ذوالحلیفہ میں باندھا تھا، اور حج سے فراغت سے پہلے احرام نہیں کھولا، حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے، ایک حدیبیہ کے سال، دوسرا عمرۃ القضاء، تیسرا جعرانہ سے، چوتھا حج کے ساتھ، نیز حضرت سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بیشک عمرہ حج میں قیامت تک کے لیے داخل ہوگیا، اس ارشاد کے بعد کس کی سمجھ میں بات آسکتی ہے کہ پھر حضور نے خود عمرہ نہ کیا ہوگا، خصوصاً اس صورت میں کہ زمانۂ جاہلیت کے اس اعتقاد کو ختم کرنا تھا، کہ اشہر حج میں عمرہ بدترین برائی ہے، مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرے کا احرام باندھا، جب بیداء پر چڑھے تو فرمایا، میں نے حج کو عمرے کے ساتھ واجب کر دیا،

اسی سے ان روایات کی تشریح ہو جاتی ہے، جن میں یہ ہے کہ صرف حج کا احرام باندھا تھا، حضرت انس کا حال یہ تھا کہ ایک بار ان سے بکیر نے کہا، ابن عمر کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف حج کا احرام باندھا تھا، تو حضرت انس نے فرمایا، مجھ کو تم لوگ بچے جانتے ہو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا، لبیک بعمرۃ وحجۃ،

## قارن پر دو طواف ہیں

احناف کے یہاں قارن پر دو طواف ہیں اور دو سعی، ایک عمرے کی اور ایک حج کی، عام احادیث میں اس کی تفصیل نہیں، صحابہ کرام نے جستہ جستہ واقعات کو اپنی اپنی روایات میں بیان فرمایا ہے، اس سلسلے میں سب سے مفصل اور طویل حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح باب حجۃ النبی صلی اللہ

---

۱ مناسک باب الاحرام ص ۲۱۵ ۲ اول الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۹۵، ۳ بخاری اول العمرۃ باب کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۳۹ مسلم اول مناسک باب عدد عمر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۴۰۹، ابن ماجہ باب کم اعتمر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۲۲، ۴ بخاری مناسک باب التمتع بالعمرۃ الی الحج ص ۲۲۰، ۵ مسلم اول مناسک باب بیان القارن لا تحلل الخ ص ۴۰۴، ۶ ایضاً باب فی الافراد والقران ص ۴۰۵، ۷ اول الحج ص ۳۹۵

تعالیٰ علیہ وسلم میں ذکر فرمایا ہے، مگر اس میں بھی بہت سی تفصیلات رہ گئی ہیں، اسی وجہ سے یہ اختلاف پیدا ہو گیا کہ قارن پر دو طواف اور سعی ہے یا ایک ہی کافی ہے، اسلام کا پہلا حج ایک لاکھ چوبیس ہزار پروانوں کا ہجوم عام نیا ولولہ، نیا جوش، جذبات کا تلاطم، اور سب کے مرکز عقیدت ایک ذات قدسی صفات، کس کو اس کے دربار عام میں باریابی کی آرزو نہ ہو گی، کون ایسا ہو گا جو اس کا کوشاں نہ ہو گا، عالم تصور میں دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے پر گرے پڑ رہے ہیں، اس عالم میں اس کی کہاں گنجائش کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام اقوال و افعال پر کوئی صاحب نظر رکھیں اور محفوظ کر لیں، جس نے جو دیکھا بیان کیا، اسی لیے اس سلسلے میں جس صحابی نے جو زائد بات کہی وہ مقبول ہے، نسائی[۲] میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

ان الناس غشوہ، لوگوں نے حضور کو گھیر لیا تھا،

جہاں عام روایتوں میں یہ ہے کہ صرف ایک طواف کیا وہیں دوسری احادیث میں عمرہ اور حج دونوں کے لیے دو طواف اور دو سعی مذکور ہے،

امام نسائیؒ نے اپنی سنن کبریٰ میں، ابراہیم بن محمد بن حنفیہ سے روایت کی، کہ میں نے اپنے باپ محمد بن حنفیہ کے ساتھ حج کیا، تو انھوں نے حج اور عمرہ جمع کیا، اور دونوں کے لیے دو طواف اور دو سعی کی، اور مجھ سے حدیث بیان کی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کیا اور حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا، اس حدیث کے ایک راوی حماد بن عبدالرحمٰن انصاری کو ازدی نے اگرچہ ضعیف کہا ہے، مگر ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا ہے، اس لیے یہ حدیث حسن ضرور ہوئی،

امام محمد نے کتاب الآثار میں بطریق سیدنا امام اعظم، سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا، جب حج اور عمرے کا ساتھ ساتھ احرام باندھو، تو ان دونوں کے لیے دو طواف اور صفا و مروہ کے مابین دو سعی کرو،

راوی حدیث منصور نے کہا، میں نے مجاہد سے ملاقات کی، وہ قارن کے لیے ایک ہی طواف کا فتویٰ دیتے تھے، میں نے ان سے یہ حدیث بیان کی تو فرمایا، اگر میں نے یہ سنا ہوتا تو دو ہی طواف کا فتویٰ دیتا، اس کے بعد دو ہی طواف کا فتویٰ دونگا،

نیز حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دارقطنی نے روایت کیا، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو طواف فرمایا اور دو سعی کی، نیز امام مذہب امام اعظم نے حماد بن ابوسلیمان عن ابراہیم عن الصبی بن معبد روایت فرمایا، صبی بن معبد نے کہا، میں جزیرے سے قران کر کے چلا، سلمان بن ربیعہ اور زید بن صوہان کے قریب سے گذرا، یہ عذیب میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے، انھوں نے سنا کہ میں لبیک بحجۃ وعمرۃ معا کہتا ہوں، تو ایک نے کہا، یہ اپنے اونٹ سے بھی زیادہ بے راہ رو ہے، دوسرے نے کہا، فلاں فلاں سے بھی زیادہ، میں گزر گیا اور جب حج ادا کر چکا، تو امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی، تو میں نے سارا قصہ سنایا، انھوں نے دریافت فرمایا، پھر تو نے کیا کیا، میں نے عرض کیا، میں نے اپنے عمرے کے لیے ایک طواف اور ایک سعی کی، پھر لوٹ کر میں نے اپنے حج کے لیے ایسا ہی کیا اور احرام کی حالت میں رہا، اور حاجی جو کچھ کرتے ہیں میں نے بھی کیا، یہاں تک کہ حج کا آخری رکن بھی ادا کیا، یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تو نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی ہدایت پائی،

---

[۱] ثانی الحج باب الطواف بین الصفا والمروۃ علی الراحلۃ ص ۱۴۱، [۲] یہ سب احادیث فتح القدیر باب القران سے لی گئی ہیں،

**حدیث ۹۳۷**

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ تَمَتَّعْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَزَلَ الْقُرْاٰنُ قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهٖ مَاشَاءَ، عه

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں تمتع کیا، اور قرآن نازل ہوا، (لیکن اب) ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا،

علاوہ ازیں امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں زیاد بن مالک سے روایت کیا، کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قارن کے بارے میں فرمایا، دو طواف اور دو سعی کرے گا، یہ اگرچہ ان حضرات کا ارشاد ہے، مگر اس کا تعلق عبادت سے ہے، جو شارع علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے سنے بغیر عقل سے نہیں مانا جاسکتا، اس لیے کہ یہ حکم میں مرفوع کے ہے، اب جب کہ ایک نہیں تین تین صحابہ کرام سے یہ مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو طواف اور دو سعی کی، وہ بھی حضرت فاروق اعظم اور حضرت علی مرتضیٰ اسد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے اخص الخواص سے تو اسے ان احادیث پر ترجیح ہوگی جن میں یہ مذکور ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ایک طواف کیا، کیونکہ اس کا امکان ہے کہ اس انبوہ کثیر میں انھیں معلوم نہ ہو سکا ہو اور ان حضرات کے علم میں یہ بات آئی اس لیے اسے روایت کیا،

**تشریحات ۹۳۷**

تمتعنا، اس میں دونوں احتمال ہیں کہ تمتع سے مراد فقہ کا مصطلح ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد قران ہو، دوسرے پر قرینہ یہ ہے کہ مسلم میں انھیں سے اسی حدیث کی روایتیں بطریق عبید اللہ بن معاذ اور محمد بن مثنیٰ اور اسحٰق بن ابراہیم آئی ہیں، ان میں یہ ہے،

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع بین حج وعمرۃ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج اور عمرے کو جمع فرمایا،

یہ اپنے ظاہر مفہوم کے اعتبار سے قران پر دلالت کرتا ہے، اس تقدیر پر اس رجل سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہونگے اور پہلی تقدیر پر رجل سے مراد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے، وہ بھی اس تقدیر پر کہ ان کی ممانعت کی توجیہ وہ ہو جو ہم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے تحت ذکر کی ہے،

**تشریحات ۹۳۸**

من قلد الھدی، ھدی، اس جانور کو کہتے ہیں، جو حرم میں قربانی کرنے کے لیے لے جائیں، یہ مندرجہ ذیل مخصوص جانور ہیں، اونٹ جو پانچ سال سے کم کا نہ ہو، گائے بھینس جو دو سال سے کم کے نہ ہوں، بھیڑ، بکری، دنبہ جو سال بھر سے کم کے نہ ہوں، البتہ بھیڑ اور دنبے کا وہ بچہ جو چھ مہینے کا ہو، مگر سال بھر والوں میں مل جائے وہ ہدی ہو سکتا ہے، مسنون یہ ہے کہ ہدی کے گلے میں رسی وغیرہ بٹ کر ہار ڈال دیا جائے تاکہ یہ شناخت رہے کہ یہ جانور ہدی ہیں، یہ بھی سنت ہے، کہ اس جانور کے کوہان میں دائیں یا بائیں جانب اتنا ہلکا شگاف کر دے جو گوشت تک نہ پہنچے،

اگر احرام کی نیت کے ساتھ جانور ساتھ لیا تو وہ ہدی ہو گیا اور اگر اس کے گلے میں ہار ڈال دیا تو اگرچہ احرام کی نیت نہ ہو ہدی ہو گیا،

عه مناسک باب التمتع علی عهد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۱۳، مسلم الحج،

حدیث ۹۳۸

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّہٗ سُئِلَ عَنْ مُتْعَۃِ الْحَجِّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حج کے تمتع کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو فرمایا۔

فَقَالَ اَھَلَّ الْمُھَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ وَاَزْوَاجُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّۃِ

مہاجرین اور انصار اور ازواج نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں احرام باندھا، اور ہم نے

الْوَدَاعِ وَاَھْلَلْنَا فَلَمَّا قَدِمْنَا مَکَّۃَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْا

بھی باندھا، جب مکہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے حج کے اس

اِھْلَالَکُمْ بِالْحَجِّ عُمْرَۃً اِلَّا مَنْ قَلَّدَ الْھَدْیَ فَطُفْنَا بِالْبَیْتِ وَبَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ وَاَتَیْنَا

احرام کو عمرہ کر دو، مگر وہ جس نے قربانی کے جانور کے گلے میں پٹہ ڈالا ہو، ہم نے بیت اللہ اور صفا اور مروہ

النِّسَاءَ وَلَبِسْنَا الثِّیَابَ وَقَالَ مَنْ قَلَّدَ الْھَدْیَ فَاِنَّہٗ لَا یَحِلُّ لَہٗ حَتّٰی یَبْلُغَ الْھَدْیُ مَحِلَّہٗ

کا طواف کیا، اور عورتوں کے پاس آئے اور کپڑے پہنے، اور فرمایا جن لوگوں نے ہدی کے گلے میں قلادہ ڈالا ہو، وہ احرام سے

ثُمَّ اَمَرَنَا عَشِیَّۃَ التَّرْوِیَۃِ اَنْ نُّھِلَّ بِالْحَجِّ فَاِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمَنَاسِکِ جِئْنَا فَطُفْنَا بِالْبَیْتِ

باہر نہ ہوں، جب تک ہدی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے، اس کے بعد ترویہ کو دوپہر بعد ہمیں حکم دیا کہ حج کا احرام باندھیں، جب ہم

وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ فَقَدْ تَمَّ حَجُّنَا وَعَلَیْنَا الْھَدْیُ کَمَا قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ

مناسک سے فارغ ہوئے تو مکہ آئے، اور بیت اللہ کا اور صفا اور مروہ کا طواف کیا، اب ہمارا حج پورا ہو گیا اور ہم پر قربانی

الْھَدْیِ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَسَبْعَۃٍ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلٰی اَمْصَارِکُمْ

کرنا ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے، (جو حج کو عمرہ سے ملانے کا فائدہ حاصل کرے) تو اس پر قربانی کا جانور ہے، جو

الشَّاۃُ تُجْزِیْ فَجَمَعُوْا نُسُکَیْنِ فِیْ عَامٍ بَیْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَۃِ فَاِنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَہٗ فِیْ کِتَابِہٖ وَسَنَّہٗ

میسر آئے، اور جو نہ پائے وہ حج کے ایام میں تین روزے رکھے اور سات جب اپنے شہر لوٹے، بکری بھی کافی ہے، صحابہ نے دو

نَبِیُّہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبَاحَہٗ لِلنَّاسِ غَیْرَ اَھْلِ مَکَّۃَ قَالَ تَعَالٰی وَذٰلِکَ لِمَنْ

نسک حج اور عمرے کو ایک سال میں جمع کیا، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اسے اتارا، اور اس کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

لَّمْ یَکُنْ اَھْلُہٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاَشْھُرُ الْحَجِّ الَّذِیْ ذَکَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِہٖ

اسے مسنون فرمایا، اور اہل مکہ کے علاوہ اور لوگوں کے لیے جائز قرار دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہ اس کے لیے ہے، جو مسجد حرام یعنی

اَنْ یُّھِلَّ بِالْحَجِّ تمتع کرنے والا نویں ذوالحجہ تک حج کا احرام باندھ سکتا ہے، افضل یہ ہے، کہ جتنے پہلے ہو سکے باندھے، اگرچہ آٹھویں

شَوَّالٌ وَذُوالْقَعْدَةِ وَذُوالْحِجَّةِ فَمَنْ تَمَتَّعَ فِي هٰذِهِ الْأَشْهُرِ فَعَلَيْهِ دَمٌ أَوْ صَوْمٌ وَ

کے کار بننے والا نہ ہو، اور حج کے مہینے جیسے اللہ عزوجل نے ذکر فرمایا، شوال اور ذوقعدہ اور ذوالحج ہیں، ان مہینوں میں جو تمتع

الرَّفَثُ الْجِمَاعُ وَالْفُسُوقُ الْمَعَاصِي وَالْجِدَالُ الْمِرَاءُ عه

کرے اس پر دم یا روزہ ہے، رفث کے معنی جماع کے اور فسوق کے معنی گناہ اور جدال کے معنی جھگڑا کرنے کے ہیں،

**حدیث ۹۳۹** عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکے میں کداء والی گھاٹی

وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا الَّتِي بِالْبَطْحَاءِ وَخَرَجَ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى عه

سے داخل ہوئے جو بطحاء میں ہے، اور نچلی گھاٹی سے واپس ہوئے،

ذوالحجہ سے پہلے ہو، اگر مکہ معظمہ میں ہے تو حرم میں احرام باندھے، بہتر یہ کہ مسجد حرام میں، اس سے بھی افضل یہ ہے کہ حطیم میں، البتہ یہ سنت ہے کہ آٹھویں کو آفتاب نکلنے کے بعد منیٰ کے لیے چلے تاکہ عرفات کی حاضری سے پہلے منیٰ میں پانچ وقت کی نمازیں میسر آجائیں، اگر آفتاب نکلنے سے پہلے ہی بلکہ رات ہی کو چلا گیا تو بھی جائز ہے، اور اب موٹروں کے سفر کی وجہ سے اکثر رات میں جاتا ہوتا ہے،

**علیہ الہدی** تمتع اور قران کرنے والے شکرانے میں قربانی واجب ہے، اگر چہ ایک بکری یا گائے اونٹ کا ساتواں حصہ اور اگر قربانی کی استطاعت نہ ہو تو دس روزے واجب ہیں، تین ایام حج میں یعنی احرام باندھنے کے بعد پہلی شوال سے نویں تک اور سات بعد میں، احناف کے یہاں افضل یہ ہے کہ نویں سے پہلے پورے کرلے، پے در پے رکھنا ضروری نہیں، ناغہ کے ساتھ بھی رکھ سکتا ہے، سات ایام تشریق کے بعد حج سے فارغ ہو کر خواہ مکہ معظمہ ہی میں رکھے، خواہ راستے میں خواہ گھر آکر اور بہتر یہ ہے کہ گھر آکر رکھے، اور اگر نویں تک تین روزے پورے نہیں کیے، تو اب قربانی ہی واجب ہے، اور اگر ناداری یا جانور نہ ملنے کی وجہ سے قربانی نہ کی تو اب دو دم واجب ہوگئے، ایک تمتع کا دوسرے وقت پر قربانی نہ کرنے کا جرمانہ،

**سنہ نبیہ** اس سے ثابت ہوا کہ صحابۂ کرام کا اعتقاد یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شارع ہیں، وہ جو چیز چاہیں مشروع فرمادیں، جو چیز چاہیں جس کے لیے چاہیں جائز فرمادیں یا حرام فرمادیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنن اور اباحت کی اسناد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کر رہے ہیں،

**غیر اھل مکۃ** یہاں اہل مکہ سے مراد میقات میں رہنے والے ہیں، ان کے لیے صرف افراد ہے، قران اور تمتع نہیں، یہ صرف میقات سے باہر والوں کے لیے ہے،

---

عه المناسک باب قول اللہ عزوجل، فما استیسر من الھدی ص ۲۱۳-۲۱۴، عه مناسک باب من این یخرج من مکۃ ص ۲۱۴، مسلم الحج ابوداؤد، نسائی مناسک،

**حدیث ۹۴۰**

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ اِلٰی مَکَّةَ دَخَلَهَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مکہ آئے

مِنْ اَعْلَاهَا وَخَرَجَ مِنْ اَسْفَلِهَا ؛ ؎

تو اس کے بالائی حصے سے داخل ہوئے اور نشیبی حصے سے باہر ہوئے۔

**حدیث ۹۴۱**

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ کَدَاءٍ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے

وَخَرَجَ مِنْ کُدًی مِنْ اَعْلٰی مَکَّةَ ، قَالَ هِشَامٌ وَکَانَ عُرْوَةُ یَدْخُلُ عَلٰی کِلْتَیْهِمَا مِنْ کَدَاءٍ

سال کداء سے داخل ہوئے اور کدی مکے کے بالائی حصے سے واپس ہوئے۔ ہشام نے کہا اور عروہ کداء اور کدی دونوں سے

وَکُدًی وَاَکْثَرُ مَا یَدْخُلُ مِنْ کُدًی وَکَانَ اَقْرَبُهُمَا اِلٰی مَنْزِلِهٖ ؛ ؎

داخل ہوتے تھے اور زیادہ تر کدی سے داخل ہوتے اور یہ ان کے گھر سے قریب تھا۔

**حدیث ۹۴۲**

حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ

عروہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کداء سے داخل ہوئے۔ اور عروہ کداء اور

الْفَتْحِ مِنْ کَدَاءٍ وَکَانَ عُرْوَةُ یَدْخُلُ عَلَیْهِمَا کِلَیْهِمَا وَکَانَ اَکْثَرُ مَا یَدْخُلُ مِنْ کُدًی اَقْرَبُهُمَا

کدی دونوں سے داخل ہوتے اور زیادہ تر کدی سے داخل ہوتے۔ جو ان کے گھر سے زیادہ نزدیک تھا۔ اور ابو

اِلٰی مَنْزِلِهٖ ، قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ کَدَاءٌ وَکُدًی مَوْضِعَانِ ؛ ؎

عبداللہ (امام بخاری) نے فرمایا، کداء اور کدی دو جگہیں ہیں۔

**تشریحات** ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲

کداء مکہ معظمہ کے پورب ایک گھاٹی ہے، جس سے اترنے کے بعد جنت المعلیٰ قبرستان پڑتا ہے، اور کدی مکہ معظمہ کے نچلے حصے میں باب شبکیہ کے پاس ایک گھاٹی ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا، ان دونوں کے تلفظ میں اختلاف ہے۔ اکثر یہ کہتے ہیں کہ علیا کداء، فتح اور مد کے ساتھ ہے اور سفلی کدی ضمے اور قصر کے ساتھ،

**کَانَ عُرْوَةُ** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام احوال میں پیروی مستحسن ہے، بلکہ باعث اجر و ثواب ہے، مگر عروہ اپنی آسانی کے لیے اس کے خلاف کرتے تھے، اس میں کوئی حرج نہیں، یوں بھی یہ سنن زوائد میں سے ہے، اس کا چھوڑنا گناہ

؎ باب من این یخرج من مکة ص ۲۱۴، ثانی مغازی باب دخول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اعلی مکة ص ۶۱۴، مسلم الحج ابوداؤد نسائی مناسک، ؎ مناسک باب من این یخرج من مکة ص ۲۱۴ مسلم ابوداؤد۔ نسائی مناسک، ؎ مناسک باب من این یخرج من مکة ص ۶۱۴، ثانی مغازی باب دخول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اعلی مکة ص ۶۱۴، مسلم الحج ابوداؤد نسائی مناسک۔

## حدیث ۹۴۳

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دریافت کیا، یا رسول اللہ، حضور مکے میں اپنے گھر

اَيْنَ تَنْزِلُ فِيْ دَارِكَ بِمَكَّةَ فَقَالَ هَلْ تَرَكَ عَقِيْلٌ مِّنْ رِّبَاعٍ اَوْ دُوْرٍ وَكَانَ عَقِيْلٌ

پر کہاں قیام فرمائیں گے، فرمایا، کیا عقیل نے کچھ جائداد اور گھر چھوڑا؟ ابو طالب کی میراث عقیل اور طالب کو ملی،

وَّرِثَ اَبَا طَالِبٍ هُوَ وَطَالِبٌ وَلَمْ تَرِثْهُ جَعْفَرٌ وَّلَا عَلِيٌّ شَيْئًا لِاَنَّهُمَا كَانَ مُسْلِمَيْنِ

جعفر اور علی کو ان کی میراث نہیں ملی، کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے، اور عقیل اور طالب کافر تھے، حضرت عمر بن خطاب

وَكَانَ عَقِيْلٌ وَّطَالِبٌ كَافِرَيْنِ فَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ

فرماتے تھے کہ مومن کافر کا وارث نہیں ہوگا، ابن شہاب زہری نے کہا، اللہ عزوجل کے

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانُوْا يَتَأَوَّلُوْنَ قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا

اس ارشاد کے معنی لوگ یہی بتاتے تھے، کہ فرمایا، بیشک جو لوگ ایمان لائے

وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ

اور ہجرت کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا، اور جن لوگوں نے پناہ دی اور مدد کی،

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ الآیۃ[1]

یہی ایک دوسرے کے اولیا، ہیں،

نہیں، اس پر عمل موجب ثواب،

## حکمت

مکہ معظمہ کے بالائی حصے کدا سے داخل ہونے میں حکمت یہ تھی کہ اس کے سامنے ہی بیت اللہ ہے، اس پر نظر پڑتے ہی نیچے اترنے میں یک گونہ اس کی تعظیم کا اظہار ہے، راستہ بدلنے میں یہ فائدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ دونوں راستے برکت حاصل کریں اور شاہد ہو جائیں،

## تشریحات ۹۴۳

ابو طالب کے چار بیٹے تھے، سب سے بڑا طالب، پھر عقیل، پھر جعفر پھر علی، یہ عجیب بات ہے کہ یہ سب ایک دوسرے سے دس سال بڑے تھے، جب ابو طالب مرے تو حضرت علی اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسلمان تھے مگر طالب اور حضرت عقیل ابھی کافر تھے، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو حضور کے گھر بار

---

[1] مناسک باب توریث دور مکۃ وبیعھا ص ۲۱۶، الجھاد باب اذا اسلم قوم فی دار الحرب ولھم مال ص ۴۳۰، ثانی مغازی باب این رکز النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح ص ۶۱۴، مسلم الحج ابو داؤد نسائی ابن ماجہ مناسک مسند امام احمد جلد خامس ص ۲-۲۰۱،

پر حضرت عقیل نے قبضہ کر لیا، اسی طرح بنی عبد المطلب میں جن حضرات نے ہجرت کی سب کی جائداد اور گھر بار پر انھیں کا قبضہ ہوا جیسا کہ دوسرے ہجرت کرنے والوں کی جائداد کا حشر ہوا، حضرت عقیل حدیبیہ کے کچھ پہلے یا بعد میں مسلمان ہوئے، ۸ھ میں ہجرت کی، اور غالباً جب حضرت عقیل ہجرت کر کے مدینہ آنے لگے تو سب کچھ بیچ دیا، مگر علامہ عینی نے ایک قول یہ ذکر کیا ہے کہ یہ گھر حضرت عقیل کی اولاد کے پاس رہا، انھوں نے حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف کے ہاتھ ایک لاکھ دینار میں بیچا، اس پر حضرت امام زین العابدین یہ فرماتے تھے کہ اسی وجہ سے شعب ابی طالب میں سے اپنا حصہ ہم نے چھوڑ دیا، اس تقدیر پر، ھل ترک عقیل من رباع او دور، کا مطلب یہ ہوگا کہ ہماری ہجرت کے بعد سب پر قبضہ کر کے اپنی ملک بنالیا ہے اب ہمارا کچھ نہ رہا،

فاکہی نے کہا، کہ یہ گھر ہاشم کا تھا، ان کے بعد عبد المطلب کو وراثت میں ملا، پھر عبد المطلب نے اسے اپنے لڑکوں میں تقسیم کر دیا، حضرت عبد اللہ کے حصے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رہتے تھے، اسی میں ولادت پاک ہوئی، اس پر عقیل نے قبضہ کر لیا،

## اثبات باب

یہاں باب یہ ہے مکہ کے گھروں میں میراث جاری ہونا اور ان کی خرید و فروخت ہونا، اور خاص مسجد حرام میں سب لوگوں کا حق برابر ہے، حسب عادت یہاں بھی امام بخاری نے اپنا کوئی فیصلہ ظاہر نہیں فرمایا ہے، مگر اس کے بعد والے باب میں انھوں نے فرمایا، گھروں کو عقیل کی طرف منسوب کیا گیا، یعنی اس سے معلوم ہوا، یہ گھر اب عقیل کی ملک تھے، اور فرمایا، مکہ کے گھروں میں میراث جاری ہوگی، ان کی خرید و فروخت ہوگی، یہ اس پر نص ہے کہ امام بخاری مکہ معظمہ کے گھروں میں مالکانہ تصرف جائز جانتے تھے،

علما، کا اس میں اختلاف ہے، کہ مکہ معظمہ کے گھروں میں مالکانہ تصرف درست ہے یا نہیں، امام عطاء، امام مجاہد، امام مالک اسحٰق ابو عبید اور امام اعظم اور امام محمد کا یہی قول ہے، کہ مکہ معظمہ کی اراضی اور مکانات نہ بیچنا جائز ہے نہ کرایہ پر دینا جائز، ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا، مکے کے گھروں کو بیچنا اور کرایہ پر دینا جائز نہیں، بیہقی[1] کی روایت یہ ہے، مکۃ حرم لا تباع رباعھا ولا تؤاجر بیوتھا، مکہ معظمہ حاجیوں کے پڑاؤ کے لیے ہے، اس کی زمین اور گھر نہ بیچا جائے نہ کرایہ پر دیا جائے، شرح معانی الآثار[2] میں ہے کہ علقمہ بن نضلہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر و عثمان کے زمانے میں مکے کے گھر نہ بیچے جاتے نہ کرائے پر دیئے جاتے، انھیں کھلا چھوڑ دیا جاتا، جو ضرورت مند ہوتا ٹھہرتا، اور جسے ضرورت نہ ہوتی دوسرے کو ٹھہراتا، مگر ائمہ احناف میں سے امام ابو یوسف اور امام شافعی اور دوسرے بہت سے ائمہ اعلام کا مذہب یہ ہے، کہ مکے کے گھروں کو بیچنا اور کرایہ پر دینا جائز ہے، ان کی مستدل یہ حدیث زیر بحث ہے، کہ حضرت عقیل نے جب ان گھروں پر قبضہ کر لیا تو ان کی ملک ہو گیا، حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ھل ترک لنا عقیل من رباع او دور، کیا عقیل نے ہمارے لیے کچھ جائداد یا گھر چھوڑا؟ یہ دلیل ہے کہ ان مکانات پر حضرت عقیل کی ملکیت صحیح ہے، امام طحاوی نے اسی کو ترجیح دی ہے،

---

[1] شرح معانی الآثار باب بیع ارض مکۃ واجارتھا ص ۲۲۳، [2] عمدۃ القاری تاسع ص ۲۲۹، [3] باب بیع دور مکۃ واجارتھا ص ۲۲۳،

**حدیث ۹۴۴**

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منیٰ میں

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَدِ یَوْمَ النَّحْرِ وَهُوَ بِمِنًی نَحْنُ نَازِلُوْنَ غَدًا بِخَیْفِ بَنِیْ كِنَانَةَ حَیْثُ

یوم النحر کی صبح کو فرمایا۔ ہم کل خیف بنی کنانہ میں اتریں گے۔ جہاں لوگوں نے کفر پر جمے رہنے

تَقَاسَمُوْا عَلَی الْكُفْرِ یَعْنِیْ بِذٰلِكَ الْمُحَصَّبَ وَذٰلِكَ اَنَّ قُرَیْشًا وَّكِنَانَةَ تَحَالَفَتْ عَلٰی بَنِیْ هَاشِمٍ

کی قسم کھائی تھی۔ یعنی محصب میں۔ اس کا واقعہ یہ ہے۔ کہ قریش اور کنانہ نے آپس میں بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب

وَبَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَوْ بَنِی الْمُطَّلِبِ اَنْ لَّا یُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا یَبِیْعُوْهُمْ حَتّٰی یُسْلِمُوْا اِلَیْهِمُ النَّبِیَّ

یا بنی مطلب کے خلاف حلف اٹھایا تھا کہ ان سے شادی بیاہ نہیں کریں گے اور خرید و فروخت نہیں کریں گے جب تک یہ لوگ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔ ع۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے حوالہ نہ کر دیں،

**فَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ** یہاں یہ ہے اور مغازی اور مسند امام احمد میں ہے،

ثُمَّ قَالَ لَا یَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ وَلَا یَرِثُ الْكَافِرُ الْمُؤْمِنَ، اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کافر کا اور کافر مومن کا وارث نہ ہوگا،

حضرت اسامہ نے یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی سنا ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی کہیں یہ روایت کیا کہیں وہ، خود کتاب الفرائض[1] میں انہیں سے اتنا حصہ مروی ہے اور وہاں بھی یہ ہے، ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الحدیث۔ البتہ بجائے مومن کے دونوں جگہ مسلم ہے۔

**قَالَ ابْنُ شِهَابٍ** یعنی سورہ انفال کی بہتر ویں آیت جو متن کے ساتھ مذکور ہے، امام زہری نے فرمایا کہ یہ حضرات اس کا معنی یہی بتاتے تھے، کہ مہاجر انصار کے وارث ہیں اور وہ رشتہ دار جو ایمان نہیں لائے یا ہجرت نہیں کی وہ مہاجرین کے وارث نہیں۔ آگے فرمایا، اور جو لوگ ایمان لائے مگر ہجرت نہیں کی، ان کی ولایت تمہیں حاصل نہیں، مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں رشتہ مواخاۃ (بھائی ہونے کا) قائم فرمایا تھا، اسی بنیاد پر ایک مہاجر انصاری کا اور ایک انصاری مہاجر کی میراث پاتا تھا، جب آیہ کریمہ "وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ" نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا، اور اب وراثت رشتہ پر الاقرب فالاقرب، کی ترتیب پر مبنی ہے، مگر وہ حکم باقی رہا کہ مومن

---

ع۔ مناسک باب نزول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکۃ ص ۲۱۶، دو طریقے سے، بنیان الکعبۃ بناء ابراہیم المتکین ص ۵۴۸، مغازی باب این رکز النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح ص ۶۱۴، توحید باب فی المشیۃ والارادۃ ص ۱۱۱۴، مسلم الحج، مسند، امام احمد جلد ثانی ص ۲۳۷، [1] ثانی باب لا یرث المسلم الکافر ص ۱۰۰۱،

کافر کا اور کافر مومن کا وارث نہیں ہو سکتا،

**تشریحات ۹۴۴** بخاری کی یہاں کی روایت میں نیز مسند امام احمد میں، من الغد یوم النحر ہے، یعنی یوم النحر کی صبح کو فرمایا، اور مغازی میں بطریق معمر حضرت اسامہ والی روایتوں میں فی حجتہ ہے، مگر جہاد اور مغازی میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں، حین اراد حنینا، ہے، کہ جب حنین کا ارادہ فرمایا، مگر حنین جاتے ہوئے اس سوال کا کوئی محل نہیں، ہاں حضرت اسامہ کی حدیث مغازی میں جو بطریق محمد بن ابو حفصہ ہے، اس میں، زمن الفتح، ہے، فتح مکہ کے وقت اس سوال کا موقع تھا، ہو سکتا ہے، دونوں موقعوں پر یہ سوال ہوا ہو، وہ جواب ارشاد فرمایا ہو،

**خیف بنی کنانہ** خیف نشیبی چھوٹے میدان کو کہتے ہیں، جہاں سے برسات کا پانی بہے، اس کا دوسرا نام محصب اور ابطح بطحا بھی ہے، کنانہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اجداد میں پندرہویں پشت میں ہیں، ان کے صاحبزادے نضر ہیں، اور ان کے مالک اور ان کے فہر، گزر چکا کہ صحیح یہ ہے کہ قریش فہر ہی کا لقب ہے، اور ایک قول یہ ہے، کہ نضر کا، مگر نضر کی نسل صرف مالک سے اور مالک کی صرف فہر سے چلی، اس لیے دونوں کا تال ایک ہی نکلا[1] کہ جو فہر کی نسل سے ہے، وہی قریشی ہے، اور جو ان کی نسل سے نہیں کنانی ہے، یعنی نضر کے بھائیوں کی اولاد بنی کنانہ ہے،

**تقاسموا** اہل مکہ نے جب یہ دیکھا کہ ہماری پوری مزاحمت کے باوجود دن بدن لوگ داخل اسلام ہوتے جا رہے ہیں، عمر اور حمزہ جیسے لوگ بھی مسلمان ہو گئے، حبشہ میں انھیں پناہ مل گئی اور ہمارے نمائندے وہاں سے ناکام واپس ہوئے تو سنہ نبوی میں قریش اور کنانہ نے خیف بنی کنانہ میں جمع ہو کر یہ معاہدہ کیا کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب سے شادی بیاہ خرید و فروخت میل جول بند کر دیا جائے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا جائے، جب تک یہ لوگ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہمارے حوالے نہ کر دیں، منصور بن عکرمہ نے یہ معاہدہ لکھا، جسے کعبے پر آویزاں کر دیا گیا، منصور کا ہاتھ شل ہو گیا، اس کے بعد مجبور ہو کر ابو طالب بنی ہاشم اور بنی مطلب کو لے کر شعب ابی طالب میں چلے آئے، تین سال تک یہ ظالمانہ بائیکاٹ جاری رہا، یہ لوگ صرف ایام حج میں باہر نکلتے، یہ تین سال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور محصورین نے انتہائی سختی اور اذیت میں گزارا، حکم خداوندی سے دیمک نے پورے معاہدے کو چاٹ لیا، صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو طالب کو بتایا، یہ مکے کے روساء سے ملے اور کہا، اگر یہ غلط ہو گا، تو ہم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمھیں دیدیں گے، تمھیں اختیار ہو گا، چاہو گے تو قتل کر دو گے، جب دیکھا گیا تو جو کچھ ابو طالب نے کہا تھا صحیح نکلا، انھیں جفا پیشہ میں کچھ ایسے بھی انسانیت دوست تھے جو ابتدا ہی سے اسے ناپسند کرتے تھے، جیسے مطعم بن عدی، عدی بن قیس، زمعہ بن الاسود، ابو البختری بن ہاشم اور زبیر بن ابو امیہ، انھوں نے ابو طالب کا ساتھ دیا اور ظالموں کو لعنت و ملامت کی پھر ہتھیار لگا کر شعب ابی طالب میں گئے، اور ان مظلوموں کو نکال لائے،

پہلی محرم سنہ نبوی سے یہ مقاطعہ سنہ نبوی تک رہا[2]، آج جب کہ پورا عرب حلقہ بگوش اسلام ہو چکا ہے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار دیوانے ہمرکاب ہیں، خیف بنی کنانہ کے اس میدان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نزول اجلال فرمانا اس کا اعلان تھا کہ باطل مٹ کے رہتا ہے اور حق غالب ہو کر رہتا ہے،

---

[1] زرقانی علی المواہب اول ص ۷۶، [2] عمدۃ القاری تاسع بحوالہ ابن سعد ص ۲۲۰،

## حدیث ۹۴۵

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یُخَرِّبُ الْکَعْبَةَ ذُوالسُّوَیْقَتَیْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ ؏

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، کہ فرمایا کعبے کو دو چھوٹی چھوٹی پتلی پتلی پنڈلیوں والا حبشی برباد کرے گا۔

## بنی عبد المطلب

امام بخاری نے بطریق ابو الیمان شعیب سے جو روایت کی ہے، اس میں شک راوی ہے، حضرت ابوہریرہ نے بنی عبد المطلب کہا تھا یا بنی المطلب، بعد میں بطور استدراک سلامہ کی روایت ذکر کی جو عقیل اور یحیٰی بن الضحاک عن الاوزاعی ہے، اس میں دونوں نے بنی المطلب بلا شک کہا ہے، امام بخاری نے فرمایا یہی اشبہ ہے یعنی بالصواب، کیونکہ حضرت عبد المطلب حضرت ہاشم کے صاحبزادے ہیں، تو جو بنی عبد المطلب ہوں گے، وہ بنی ہاشم ضرور ہوں گے، اب بنی ہاشم کے بعد بنی عبد المطلب کہنا توضیح کے سوا اور کچھ نہیں، مطلب، ہاشم کے بھائی تھے، ان سے بھی نسل تھی، یہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حامی تھے، ان سے بھی مقاطعہ تھا، اس لیے بنی مطلب ہی زیادہ موزوں ہے۔

## تشریحات ۹۴۵

سویقتین، سُوَیْقَةٌ کا تثنیہ ہے، یہ ساق کی تصغیر ہے، اس میں تاء تحقیر کے لیے ہے، تانیث کی نہیں، اسلیے کہ ساق خود مؤنث ہے، انسان کے اعضا میں جو دو دو ہیں سب مؤنث ہیں، سوائے صدغ "حاجب" مرفق، خدّ کے، اسی وجہ سے میں نے اس کا ترجمہ چھوٹی چھوٹی، پتلی پتلی پنڈلیوں والا کیا ہے تاکہ صیغے کی تصغیر اور تا، کی تحقیر ظاہر ہو جائے، حبشیوں کی پنڈلیاں چھوٹی اور پتلی ہوتی ہیں، یہاں یہ بتانا ہے کہ یہ شخص کمزور و حقیر ہوگا، کعبے کی تخریب اور بربادی کی احادیث بکثرت ہیں، جو متعدد صحابہ کرام سے مروی ہیں، بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے، کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے مقابلے کے لیے فوج بھیجیں گے، جو انھیں پسپا کرے گی، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، علامہ قرطبی نے فرمایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد جب قرآن سینوں اور مصاحف سے اٹھا لیا جائے گا، جب یہ ہوگا،

## مِنَ الحبشة

یہ حبش کی جمع ہے، اہل لغت نے کہا کہ حبشۃ صحیح نہیں، احبش، حبشان صحیح ہے کیونکہ حبشۃ، فعلۃ کے وزن پر ہے، اور اس وزن پر فاعل کی جمع آتی ہے، حابش کوئی کلمہ نہیں، علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے، کیونکہ جب افصح العرب کے کلام میں وارد ہے، تو اس کے صحیح ہونے بلکہ فصیح ہونے میں کیا کلام، حبشی، کوش بن حام بن نوح کی اولاد ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حبشیوں میں خیر نہیں، بھوکے ہوں تو چوری کریں گے، اور پیٹ بھرے ہوں گے تو بدکاری کریں گے، ان میں دو خوبیاں ہیں، کھانا کھلانا اور لڑائی میں جی جان سے لڑنا[1]

---

؏ مناسک باب قول اللہ تعالیٰ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام ص ۲۱۶، باب ھدم الکعبۃ ص ۲۱۷، مسلم فتن نسائی حج، مسند امام احمد ثانی ص ۴۱۰، ..... [1] عمدۃ القاری تاسع ص ۲۳۲،

**حدیث ۹۴۶** عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانُوْا يَصُوْمُوْنَ عَاشُوْرَاءَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، رمضان کے روزے فرض ہونے سے

قَبْلَ اَنْ يُّفْرَضَ رَمَضَانُ وَكَانَ يَوْمًا تُسْتَرُ فِيْهِ الْكَعْبَةُ فَلَمَّا فَرَضَ اللهُ رَمَضَانَ قَالَ

پہلے لوگ عاشورا کا روزہ رکھتے اور یہ وہ دن تھا کہ کعبے کا پردہ بدلا جاتا تھا، جب اللہ نے رمضان کو

رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَاءَ اَنْ يَّصُوْمَهُ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ شَاءَ اَنْ

فرض فرمایا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اس دن روزہ رکھنا چاہے رکھے، اور جو اسے چھوڑنا چاہے

يَّتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ، عہ

چھوڑ دے،

**مطابقت** یہاں باب کا عنوان یہ ہے، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان، اللہ نے عزت والے گھر کعبے کو لوگوں کے لئے بقا کا سبب بنایا ہے، اور عزت والے مہینے اور ہدی کو اور ان کے گلے کے ہار کو اور یہ اس لیے کہ تم جان لو کہ کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے اللہ سب کو جانتا ہے، اور بلاشبہ اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔ (مائدہ، ۹۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک وقت آئے گا کہ کعبہ جو بقا کا سبب ہے برباد ہوگا، اور زوال سبب مستلزم ہے زوال مسبب کو تو جب کعبہ نہ رہے گا تو پھر عالم بھی باقی نہ رہے گا، اس کے بعد بہت جلد قیامت آجائے گی،

**تشریحات ۹۴۶** مطابقت باب میں جو آیۂ کریمہ مذکور ہے اس میں کعبے کو، البیت الحرام، عزت والا گھر، فرمایا ہے، اس حدیث میں مذکور ہے کہ کعبے پر غلاف چڑھایا جاتا تھا، جو اس کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے ہے،

**یوم عاشوراء** یعنی محرم کی دسویں تاریخ قبل اسلام ہی سے ایک متبرک دن تھا، کیونکہ ایام جاہلیت میں بھی لوگ اس دن روزہ رکھتے تھے، جب اسلام آیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا، یہ روزہ فرض تھا یہی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے، حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سنت تھا، رمضان کا روزہ فرض ہونے کے بعد اب اس پر اجماع ہے کہ مستحب ہے،

**تستر فیہ الکعبۃ** کعبہ مقدسہ کی عظمت و جلالت کے اظہار کے لیے قدیم دستور ہے کہ کعبے پر غلاف چڑھایا جاتا، سب سے پہلے کس نے چڑھایا، اس بارے میں اتنے اقوال ہیں کہ کسی ایک کی ترجیح سب میں تطبیق طول عمل ہے، ۱۔ امام محمد بن اسحٰق نے اپنی سیرت میں ذکر کیا ہے، تبع آخر تبان اسعد ابوکرب یمن کے بادشاہ نے سب سے پہلے چڑھایا، جو بت پرست تھا، یہ مکہ کی طرف چلا، عسفان اور ابج کے درمیان ہذیل بن مدرکہ کے کچھ آدمی ملے اور انھوں نے کہا، مکہ دولت کی کان ہے، اس کے

---

عہ مناسک باب قول اللہ تعالیٰ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام ص ۲۱۷، الصوم باب صیام یوم عاشورا ص ۲۶۸، مسلم الصوم، مسند امام احمد جلد سادس ص ۲۴۴، لہ بخاری باب وجوب صوم رمضان ص ۲۵۴،

ساتھ دو جبر تھے، انھوں نے تبع کو بتایا کہ یہ لوگ تمھیں تباہ کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ مکے پر جس نے بھی چڑھائی کی وہ ہلاک ہوگیا ہے، اس نے پوچھا، پھر میں کیا کروں، ان دونوں نے کہا، وہاں کے لوگ جو کرتے ہیں، تم بھی کرو، تبع مکہ معظمہ حاضر ہوا اور طواف کیا، سر منڈایا، اور خوب قربانی کی، لوگوں کو کھلایا، چھ دن وہاں رہا، اس کو خواب میں دکھایا گیا کہ کعبے پر غلاف چڑھائے، اس نے چمڑے کا غلاف ڈالا، پھر دکھایا گیا کہ اس سے بھی اچھا تو اس نے معافر کا غلاف ڈالا پھر دکھایا گیا کہ اس سے بھی اچھا تو اس نے ملاء اور فصائل کا غلاف ڈالا (یہ سب اس زمانے کے کپڑوں کی قسمیں تھیں) ویسے ملاء دوسری چادر کو اور وصیلہ یمن کی ایک قسم کی دھاری دار چادر کو کہتے ہیں، ابن قتیبہ نے کہا کہ یہ قصہ نو سو سال قبل اسلام کا ہے، ایک حدیث[1] میں ہے جو اگرچہ ضعیف ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تبع کو برا مت کہو، وہ مسلمان ہوگیا تھا، مغانیٔ الجوھری فی انساب حمیر، میں ہے کہ تبع زبور کے مذہب تھا،

۲ ۔ امام ابوبکر بن ابوشیبہ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ سب سے پہلے کعبے پر غلاف عدنان بن اد نے چڑھایا، بلاذری نے کہا کہ انھوں نے چمڑے کا غلاف چڑھایا تھا،

۳ ۔ محدث ابن بطال نے امام ابن جریج سے نقل کیا، بعض علما کا گمان ہے کہ سب سے پہلے سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام نے چڑھایا،

امام واقدی نے فرمایا، کہ زمانۂ جاہلیت میں کعبے پر چمڑے کے غلاف چڑھائے جاتے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یمنی کپڑوں کا غلاف چڑھایا، پھر حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یمنی قسم کے ریشمیں کپڑے کا چڑھایا، جسے قبطیہ کہا جاتا ہے، پھر حجاج نے دیبا کا چڑھایا، امام عبدالرزاق نے کہا، کہ ابن جریج سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ مجھے خبر دی گئی ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قباطی کا غلاف چڑھایا کرتے تھے، اور بہت سے لوگوں نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء ثلثہ قباطی اور یمنی سفید چادروں کا غلاف چڑھاتے تھے، اور سب سے پہلے دیبا کا غلاف عبدالملک بن مروان نے چڑھایا، اس وقت کے فقہا نے اسے پسند فرمایا اور فرمایا، اس سے زیادہ مناسب اور کوئی غلاف نہیں، زبیر بن بکار نے کہا، سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر نے دیبا کا غلاف چڑھایا، امام دارقطنی نے مؤتلف میں لکھا ہے، کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب بچپنے میں غائب ہوگئے تھے، تو ان کی والدہ نتیلہ بنت جبان نے منت مانی کہ میرا بچہ مل جائے گا تو کعبے پر دیبا کا غلاف چڑھاؤں گی، ان کے ملنے پر انھوں نے سب سے پہلے دیبا کا غلاف چڑھایا، مگر یہ وقتی اور انفرادی بات تھی، دیبا کے غلاف چڑھانے کا سلسلہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے شروع کیا، پھر عبدالملک بن مروان نے اسے باقی رکھا اور یہی سلسلہ اب تک چلا آرہا ہے، مصر کے عبید بین رفاض سفید دیبا کا چڑھاتے تھے، پھر سلطان محمود بن سبکتگین نے زرد دیبا کا چڑھایا، پھر ناصر عباسی نے ہرے دیبا کا پھر سیاہ دیبا کا چڑھایا، اور اب یہی رنگ باقی ہے، سلطان صالح اسماعیل بن ناصر نے ۷۵۰ھ میں قاہرہ کے قریب ایک گاؤں غلاف کعبہ کے لیے وقف کیا، جس کی آمدنی سے غلاف تیار ہوتا رہا، اور اب نجدی اپنی حکومت کے صرفے سے تیار کرتے ہیں،

**تشریحات ۹۴** **مطابقت**، گزر چکا کہ یہاں باب کا عنوان آیۂ کریمہ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ الآیہ، ہے، اللہ نے عزت والے گھر کعبے کو لوگوں کے قیام کا سبب بنایا، اسے لازم کہ جب تک

[1] مسند امام احمد جلد خامس ص ۳۴۰،

حدیث ۹۴۷ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یا جوج و

قَالَ لَیُحَجَّنَّ الْبَیْتَ وَلَیُعْتَمَرَنَّ بَعْدَ خُرُوْجِ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

ماجوج کے نکلنے کے بعد بھی بیت اللہ کا حج اور عمرہ کیا جائے گا اور عبد الرحمن نے شعبہ سے جو روایت کی ہے

عَنْ شُعْبَۃَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی لَایُحَجَّ الْبَیْتُ وَالْاَوَّلُ الْاَکْثَرُ وَقَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ سَمِعَ

اس میں یہ ہے، جب تک بیت اللہ کا حج نہیں چھوڑا جائے گا قیامت نہیں آئے گی۔ (امام بخاری نے کہا) پہلی

قَتَادَۃُ عَبْدَ اللّٰہِ وَسَمِعَ عَبْدُ اللّٰہِ اَبَاسَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔

روایت اکثر ہے، اور حضرت امام بخاری نے کہا۔ قتادہ نے عبد اللہ سے اور عبد اللہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سنی ہے

حدیث ۹۴۸ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ جَلَسْتُ مَعَ شَیْبَۃَ عَلَی الْکُرْسِیِّ فِی الْکَعْبَۃِ وَقَالَ لَقَدْ

حضرت ابو وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں شیبہ کے ساتھ کرسی پر کعبے میں بیٹھا، تو شیبہ نے کہا،

جَلَسَ ھٰذَا الْمَجْلِسَ عُمَرُ فَقَالَ لَقَدْ ھَمَمْتُ اَنْ لَّا اَدَعَ فِیْھَا صَفْرَاءَ وَلَا بَیْضَاءَ اِلَّا

یہاں عمر بیٹھے اور فرمایا، میں نے ارادہ کر لیا ہے، کہ اس میں جتنا زرد اور سفید ہے، سب کو بانٹ دوں، میں نے کہا، آپ کے

قَسَمْتُہٗ قُلْتُ اِنَّ صَاحِبَیْکَ لَمْ یَفْعَلَا قَالَ ھُمَا الْمَرْءَانِ اَقْتَدِیْ بِھِمَا۔ عہ

دو ساتھیوں نے ایسا نہیں کیا، تو فرمایا، ان دونوں کی میں بھی اقتدا کروں گا۔

کعبہ اور انسان رہیں گے، حج ہوتا رہے گا، اور یہی اس حدیث کا مطلب ہے، کہ قیامت تک حج ہوتا رہے گا، قیامت اس وقت آئے گی جب حج بند ہو جائے گا،

**والاول اکثر** امام بخاری کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ دونوں روایتوں کا حاصل ایک ہی ہے، یہ جو فرمایا کہ یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد بھی حج و عمرہ ہوتے رہیں گے۔ اس کا مفاد بھی یہی ہے، کہ قیامت تک حج و عمرہ بند نہ ہوں گے۔ مگر پہلی روایت اکثر راویوں سے مروی ہے۔ دونوں روایتیں قتادہ سے مروی ہیں، مگر دوسری صرف شعبہ نے روایت کیا ہے۔ قتادہ کے دوسرے تلامذہ نے یہ الفاظ نہیں روایت کئے، اور پہلی قتادہ کے متعدد تلامذہ سے مروی ہے۔

**تشریح** قتادہ مدلس ہیں، اور مدلس کا عنعنہ امام بخاری کے یہاں مقبول نہیں، جب تک کہ سماع ثابت نہ ہو، اور اس حدیث کی سند میں عنعنہ ہے۔ اس کے لیے امام بخاری نے فرمایا کہ قتادہ نے اس حدیث کے راوی عبد اللہ بن عتبہ سے حدیث سنی ہے اور انھوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

---

عہ مناسک باب قول اللہ تعالیٰ وجعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام ص ۲۱۷، عہ المناسک باب کسوۃ الکعبۃ ص ۲۱۷ ثانی الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۸۰، مسلم الحج ابو داؤد ابن ماجہ مناسک مسند امام احمد جلد ثالث ص ۴۱۰۔

۹۴۹ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

قَالَ کَاَنِّیْ بِہٖ اَسْوَدُ اَفْحَجُ یَقْلَعُھَا حَجَرًا حَجَرًا ؎

ٹانگیں پھیلا کر چلنے والے حبشی کو دیکھ رہا ہوں جو کعبے کے ایک ایک پتھر کو اکھاڑے گا۔

**تشریحات** ۹۴۵ زمانہ جاہلیت میں نقد سونا چاندی کعبے پر نذر کرتے تھے جو کعبے میں جمع رہتی تھی۔ اس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ یہ جو کچھ جمع ہے اس کو تقسیم کر دوں تو حضرت شیبہ نے وہ کہا۔

**مطابقت:** اس حدیث پر یہ باب ہے۔ کعبے کے لباس کا بیان۔ اسکے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ کعبے پر غلاف چڑھانے کا حکم کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس غلاف کا کیا حکم ہے، آیا اسے کعبے پر رہنے دیا جائے یا اسے اتار کر فقراء اور مساکین پر تقسیم کر دیا جائے ان دونوں معنوں میں سے کسی کے ساتھ حدیث کو مطابقت نہیں۔ علامہ عسقلانی نے فتح الباری میں فرمایا۔ اس حدیث کے بعض طرق میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لا اخرج حتی اقسم مال الکعبۃ۔ میں اس وقت تک باہر نہیں جاؤنگا جب تک کعبے کا مال تقسیم کر لونگا۔ اور مال کا اطلاق لباس پر خود حدیث میں آیا ہے۔ ارشاد ہے ھل لک من مالک الا ما لبست فابلیت او تصدقت فامضیت[1]۔ تیرے لئے صرف وہ ہے جو تو نے پہنا اور پرانا کر لیا۔ آخر حدیث تک اب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ جب تک اندر جو جمع ہے وہ اور باہر جو غلاف ہے سب کو تقسیم نہ کر لوں گا۔ یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ اب باب کے دونوں اجزا سے مطابقت ہو گئی۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کعبے پر غلاف ڈالنا جائز ہے۔ کیونکہ اگر جائز نہ ہوتا تو وہ کعبے کا مال نہ ہوتا۔ ڈالنے والے کی ملک رہتا۔ اور یہ بھی کہ خلیفۃ المسلمین سلطان اسلام کو یہ حق حاصل ہے کہ کعبے کے پرانے غلاف فقراء و مساکین کو دیدے اور یہ امام بخاری کی عادت معلوم ہے کہ وہ بہت ایسا کرتے ہیں۔ کہ باب کے ضمن میں جن الفاظ سے حدیث درج کرتے ہیں وہ باب کے مناسب نہیں ہوتی مگر دوسرے طرق سے جو الفاظ مروی ہوتے ہیں ان سے مطابقت ہو جاتی ہے۔

## ۹۴۹ تشریحات

یہ۔ اس ضمیر کا مرجع یا تو بیت اللہ ہے۔ اور قرینہ حالیہ ہے اور متعلق ہے ملتبس محذوف کے۔ یا اس کا مرجع قلع ہے اس پر بھی قرینہ حالیہ ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا کہ یہ ضمیر مبہم ہے۔ بعد کا جملہ اس کی تفسیر اور تمیز ہے جیسے آیہ کریمہ فَقَضٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ میں ھُنَّ ہے۔ اس حدیث کا اگلا حصہ محذوف ہے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ جسے ابو عبیدہ نے غریب الحدیث میں ذکر کیا ہے کہ فرمایا۔ کعبے کا زیادہ سے زیادہ طواف کرو قبل اس کے کہ تمہارے اور کعبے کے مابین کچھ حائل ہو جائے۔ گویا میں اس حبشی گنجے یا چپٹے سر کھرچی ہوئی پنڈلیوں والے کو دیکھ رہا ہوں جو اس پر بیٹھا ہے اور اسے ڈھا رہا ہے[2]۔

---

؎ مناسک باب ھدم الکعبۃ ص ۲۱۷ [1] مسلم جلد ثانی ص ۴۰۷ کتاب الزھد۔ [2] عمدۃ القاری ص ۲۳۸۔

## حدیث ۹۵۰

عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عابس بن ربیعہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

## تشریحات ۹۵۰

یہ حدیث مختلف الفاظ اور کچھ زیادتی اور کمی کے ساتھ حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر حضرت عروہ حضرت اسلم حضرت عبداللہ بن سرجس، سوید بن غفلہ، عابس بن ربیعہ، سے مروی ہے۔ امام حاکمؒ نے اپنے مستدرک میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حج کیا۔ انھوں نے جب طواف کرنا چاہا تو حجر اسود کی طرف منہ کیا اور فرمایا۔ میں قطعی طور پر جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ کسی کو نقصان پہنچاتا ہے نہ فائدہ۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھے ہوتا تو تیرا بوسہ نہیں لیتا۔ یہ کہہ کر اس کا بوسہ لیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے امیر المومنین بلاشبہ یہ ضرر بھی دیتا ہے اور نفع بھی پہنچاتا ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا۔ کیسے ؟ تو فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے میں نے سنا کہ قیامت کے دن حجر اسود کو لایا جائے گا اور اس کو شستہ زبان ہوگی۔ جس نے اس کا توحید کے ساتھ بوسہ دیا ہے اس کے بارے میں گواہی دے گا۔ اس لئے امیر المومنین وہ ضرر بھی دیتا ہے اور نفع بھی۔ اب حضرت عمر نے فرمایا۔ اللہ کی پناہ چاہتا ہوں ایسی قوم سے جس میں ابوالحسن تم نہ ہو۔

اسے ازرقی نے تاریخ مکہ میں بھی ذکر کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں

اعوذ باللہ ان اعیش فی قوم لست فیھم۔ میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ ایسی قوم میں زندگی گزاروں جس میں تم نہ ہو۔

اس حدیث کے ایک راوی۔ ابو ہارون عمارہ بن جوین ضعیف ہیں۔ مگر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجر اسود کے نافع اور ضار ہونے کی دلیل میں جو حدیث ذکر فرمائی ہے۔ اس کی تائید دوسری احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ امام احمدؒ امام ابن ماجہؒ، امام دارمی، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا واللہ قیامت کے دن اللہ عزوجل حجر اسود کو اس طرح اٹھائے گا کہ اس کو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے کلام کرے گا جس نے حق کے ساتھ اسے بوسہ دیا ہے اس کے لئے گواہی دے گا۔

امام احمدؒ امام ترمذیؒ نے انھیں سے روایت کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ حجر اسود جب جنت سے آیا تھا تو دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ بنی آدم کی گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔ مسند امام احمد میں ہے کہ اہل شرک کی گناہوں نے۔ مسند امام احمدؒ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ان دونوں رکن (رکن ایمانی و رکن حجر اسود) کا چومنا گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

---

۱ عمدۃ القاری تاسع صفحہ ۲۴۰ ۲ مسند امام احمد اول صفحہ ۳۰ ۳ مناسک باب استلام الحجر صفحہ ۲۱۷ ۴ مسند امام احمد جلد اول صفحہ ۳۰۷/۳۲۹

۵ ابواب فی فضل الحجر الاسود صفحہ ۱۰۷ ۶ ثانی صفحہ ۳ صفحہ ۱۱

أَنَّهٗ جَاءَ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهٗ فَقَالَ إِنِّيْ لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ

حجر اسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دیا پھر کہا میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان

ان احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ حجر اسود نفع دیتا ہے جس نے ایمان کے ساتھ اس کا بوسہ لیا ہے۔ اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دے گا۔ کیا یہ معمولی نفع ہے؟ بوسہ دینے والوں کی گناہوں کو مٹاتا ہے۔ کیا یہ نفع پہنچانا نہیں؟۔

ابن ماجہ[1] میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ فرمایا۔

مَنْ فَاوَضَهٗ فَإِنَّمَا يُفَاوِضُ يَدَ الرَّحْمٰنِ ۔ جس نے اس کا بوسہ لیا وہ رحمٰن کے ید قدرت کا بوسہ لیتا ہے

امام ابو عبید[2] غریب الحدیث میں اور رجندی فضائل مکہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رکن اسود یقیناً زمین میں اللہ عزوجل کا ید رحمت ہے (اس کے ذریعہ) اللہ اپنے بندوں سے مصافحہ فرماتا ہے جیسے ایک شخص اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے۔

نیز حکم بن ابان[3] عن عکرمہ عن ابن عباس کی حدیث میں ہے۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت نہیں پائی۔ اور حجر اسود کا بوسہ لے لیا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول سے بیعت کی۔

کیا ایک بندے کے لئے اس سے بڑی سعادت اور کچھ ہو سکتی ہے اور کیا یہ نفع پہنچانا نہیں؟ رہ گیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ ارشاد۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ انھیں یہ حدیثیں نہیں پہنچی تھیں۔ اور ابھی لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے بت پرستی سے قریب العہد تھے۔ عہد جاہلیت میں بتوں کے بارے میں یہ اعتقاد تھا کہ یہ مستقل بالذات نافع اور ضار ہیں اس کا اندیشہ تھا کہ کہیں یہی اعتقاد بد حجر اسود کے بارے میں مسلمانوں میں نہ پیدا ہو جائے۔ اس کے ازالے کیلئے وہ فرمایا۔ مگر جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد بتایا تو تسلیم فرما لیا۔ اس لئے اب ان کے اس ارشاد کو دلیل بنا کر یہ کہنا کہ حجر اسود نفع ضرر نہیں پہنچاتا، درست نہیں۔

افادہ | حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے یہ معلوم ہوا کہ امتی پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کا اتباع لازم ہے۔ اگرچہ اس کی علت اور سبب معلوم نہ ہو۔ اسی میں سلامتی ہے۔ بلکہ ہر حکم شرعی کی علت معلوم کرنے کی کوشش آدمی کو گمراہ بھی کر سکتی ہے جب انسان اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر ارشاد اور عمل کی کنہ جاننے کی عادت ڈال لے گا تو اگر کچھ ارشادات و اعمال کی کنہ نہ جان سکے گا۔ تو اس میں اسے شک اور تردد ہو سکتا ہے۔ اور یہی گمراہی کی بنیاد ہے۔ ایک انسان دوسرے انسان کی باتوں کی کنہ جاننے سے عاجز ہے۔ پھر وہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات و اعمال کی کنہ بھی ضرور جان لے۔ یہ ممکن نہیں۔ ہمارا کام صرف اطاعت اور اتباع ہے اسباب اور کنہ

---

[1] المناسک باب فضل الطواف ص ۲۱۸ [2] عمدۃ القاری تاسع ص ۲۴۰ [3] ایضاً۔

وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُکَ

پہنچا سکتا ہے نہ نفع اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھے ہوتا کہ وہ تیرا بوسہ لیتے تھے تو میں بھی

مَا قَبَّلْتُکَ ؏

تیرا بوسہ نہ لیتا

جاننے کے نہ ہم مکلف اور نہ یہ ہمارے بس میں ہے۔

احکام | اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حجر اسود کو بوسہ دینا سنت ہے۔ اگر بھیڑ کی وجہ سے بوسہ نہ دے سکے۔ تو اس پر ہاتھ رکھ کر ہاتھ کو بوسہ دے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اس کی طرف اشارہ کر کے ہاتھ کو چوم لے۔

حضرت امام شافعی نے فرمایا۔ حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ کعبہ مقدسہ کے دوسرے حصوں کا بھی بوسہ دینا حسن ہے۔ علامہ زین الدین استاذ علامہ عینی نے فرمایا۔ اماکن شریفہ اور صلحاء مشائخ کے ہاتھ اور پاؤں بہ نیت تبرک چومنا بھی حسن ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کی مبارک ناف پر بوسہ دیا تھا۔ لائیے میں اسے بوسہ دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار اور ان کی آل سے برکت حاصل کرنے کیلئے حضرت ابوہریرہ نے ان کی مبارک ناف کا بوسہ لیا

حضرت ثابت بنانی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دست مبارک پکڑ کر چھوڑتے نہیں تھے جب تک اسے بوسہ نہ دے لیتے۔ کہتے یہ وہ ہاتھ ہے۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دست مبارک چھوا ہے۔

حضرت امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار پر انوار اور منبر اقدس کو بوسہ دینا کیسا ہے؟ فرمایا۔ کوئی حرج نہیں۔ حضرت امام احمد نے حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کرتا دھو کر اس کا پانی پیا جب اہل علم کی تعظیم کا یہ حال ہے تو صحابہ کرام کے مزارات[1] اور انبیاء کرام کے آثار کی تعظیم و تکریم کیوں ممنوع ہوگی۔ مجنوں نے لیلیٰ کے بارے میں کتنا اچھا کہا ہے۔

| | |
|---|---|
| امر علی الدیار دیار لیلیٰ | میں لیلیٰ کے دیار میں گزرتا ہوں |
| اقبل ذا الجدار وذا الجدارا | تو اس دیوار کو اور اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں |
| وما حب الدیار شغفن قلبی | ان دیار کی عمارتوں نے میرا دل نہیں لبھایا ہے |
| ولکن حب من سکن الدیارا | میرے دل کو اس نے لبھایا ہے جو ان دیار میں رہتا ہے |

امام محب الطبری نے فرمایا۔ حجر اسود اور رکن یمانی کے بوسے سے مستنبط کیا جاتا ہے کہ جس کے بوسہ دینے میں اللہ کی

---

ع۵ مناسک باب ماذکر فی الحجر الاسود ص۲۱۷ باب الرمل فی الحج والعمرۃ ص۲۱۸ مسلم الحج ابوداؤد مناسک ترمذی، الحج نسائی ابن ماجہ دارمی مناسک۔ موطا امام مالک الحج مسند امام احمد جلد اول ص۲۶

[1] ہمارے یہاں جو عینی کا نسخہ ہے۔ اس میں۔ مقادیر الصحابہ ہے غالباً یہ کاتب کی غلطی ہے۔ اس کے کوئی معنی نہیں۔ صحیح مقابر ہے۔ منہ۔

تعظیم ہے۔ اس کا بوسہ دینا جائز ہے۔ کیونکہ اگر اس کے مندوب ہونے پر کوئی حدیث نہیں آئی ہے تو کراہت کی بھی کوئی حدیث نہیں میں نے اپنے جد کریم محمد بن ابوبکر کی بعض تعلیقات میں دیکھا ہے کہ انھوں نے امام ابوعبداللہ محمد بن ابوالصیف سے نقل کیا کہ انھوں نے بعض بزرگوں کو دیکھا ہے۔ کہ وہ جب قرآن مجید دیکھتے تو اسے بوسہ دیتے۔ جب حدیث کے اجزاء دیکھتے تو بوسہ دیتے اور جب علمائین کی قبریں دیکھتے تو بوسہ دیتے۔ جس میں اللہ کی تعظیم ہو اسے بوسہ دینے میں کچھ بعد نہیں[1] واللہ اعلم۔

اقول وباللہ التوفیق۔ ایسے افراد ایسے مقامات ایسی چیزوں کی تعظیم وتکریم جو اللہ عزوجل کے محبوب اور اس کی پسندیدہ منتخب ہیں۔ حقیقت میں اللہ عزوجل ہی کی تعظیم ہے کیونکہ ان کی تعظیم وتکریم صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ اللہ عزوجل کے محبوب اور اس کے منتخب ہیں تو یہ تعظیم اللہ عزوجل کے حسن انتخاب کی ہوئی۔ اور یہ بلاشبہ اللہ عزوجل ہی کی تعظیم ہے۔ اسی کو قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

| | |
|---|---|
| ۱ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۔ حج ۳۱ | اللہ نے جن چیزوں کو محترم کیا ہے جو ان کی تعظیم کرے تو یہ اس کے رب کے حضور بہتر ہے۔ |
| ۲ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۔ حج ۳۲ | اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ اس کے دل کی پرہیزگاری ہے۔ |

بزرگان دین کے مزارات طیبہ سے جو روحانی وجسمانی فیوض لوگوں کو پہنچتے ہیں۔ وہ اس کی دلیل ہیں کہ یہ کسی اللہ عزوجل کے محبوب بندے کا مزار ہے اور اس کی دلیل ہے کہ جب بندے میں محیر العقول تصرف ہے۔ تو جس معبود برحق کے یہ محبوب ہیں جس کی عطا و دین سے انھیں یہ قوت حاصل ہے۔ وہ کتنی عظیم قدرت والا ہوگا۔ اسی علاقے سے بزرگان دین اور ان کے مزارات طیبہ بلاشبہ اللہ عزوجل کے شعائر سے ہیں۔

**بوسۂ قبر** مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا۔ قبروں کا بوسہ لینا نہ چاہیئے[2] بعض علماء اجازت دیتے ہیں۔ اور بعض روایات بھی نقل کرتے ہیں۔ کشف الغطا میں ہے۔ در کفایۃ الشعبی اثرے در تجویز بوسۂ قبر والدین را نقل کردہ وگفتہ دریں صورت لاباس بہ است۔ و شیخ اجل در شرح مشکوٰۃ بورود آں در بعضے اشارت کردہ بے تعرض بجرح آں۔ (کفایۃ الشعبی میں ایک اثر، والدین کی قبر کے بوسہ دینے کے جائز ہونے کے بارے میں نقل کیا ہے اور کہا ہے۔ کہ اس صورت میں کوئی حرج نہیں۔ اور شیخ اجل نے شرح مشکوٰۃ میں ان بعض کے ورود کی جانب اشارہ کیا ہے۔ اس پر جرح کے تعرض کے بغیر) مگر جمہور علماء مکروہ جانتے ہیں۔ تو اس سے احتراز ہی چاہیئے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے۔ مسح نہ کند قبر را بدست و بوسہ نہ دہد آں را (قبر پر ہاتھ نہ پھیرے اور بوسہ نہ دے) کشف الغطا میں ہے۔ کذلك فی عامة الکتب مدارج النبوۃ میں ہے۔ در بوسہ قبر والدین روایت فقہی می کنند و صحیح آنست کہ لایجوز است[3] (والدین کی قبر کو بوسہ دینے کے بارے میں فقہی روایت نقل کرتے ہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں۔)

---

[1] عمدۃ القاری تاسع ص ۲۴۱ [2] فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۱۶۳ [3] ایضاً ص ۱۸۰

۲۹۵ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَحُجُّ كَثِيرًا وَلَا يَدْخُلُ عه

اور حضرت ابن عمر حج بہت کرتے تھے اور کعبے کے اندر نہیں جاتے تھے۔

حدیث ۹۵۱ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَصَلّٰی

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرہ فرمایا۔ تو بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور مقام ابراہیم

خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَهٗ مَنْ يَسْتُرُهٗ مِنَ النَّاسِ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ

کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور حضور کے ساتھ کچھ لوگ تھے جو حضور کو لوگوں سے چھپائے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے

اور عوام کے سامنے تو ہرگز ہرگز نہ چاہیئے۔ کیونکہ وہ اپنی کم عقلی سے کہیں سجدہ نہ سمجھنے لگیں یا سجدہ کرنے لگیں۔ یا غلط پروپیگنڈہ کریں کہ فلاں قبر کو سجدہ کرتا تھا۔

تشریح ۲۹۵ اس اثر کو حضرت سفیان ثوری نے اپنی جامع میں سند متصل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ یہ اس کے معارض نہیں جو کتاب الصلوٰۃ میں گزرا کہ حضرت ابن عمر جب کعبے میں داخل ہوتے۔ الحدیث۔ اکثر یہی ہوتا کہ اندر نہ جاتے۔ کبھی کبھار جاتے بھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دونوں ثابت ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر اندر تشریف لے گئے مگر حجۃ الوداع میں جانے کی کوئی روایت نہیں۔ علماء نے یہی لکھا ہے۔ مگر ابوداؤد[۱] اور ترمذی[۲] اور ابن خزیمہ اور حاکم نے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس سے خوش وخرم باہر تشریف لے گئے اور جب لوٹے تو غمگین تھے۔ اور فرمایا میں کعبے کے اندر گیا مجھے اندیشہ ہے کہ میں نے اپنی امت کو مشقت میں ڈال دیا۔ اور ام المومنین صرف حجۃ الوداع میں ساتھ تھیں۔ فتح مکہ میں ساتھ نہ تھیں۔ امام بیہقی نے اس پر جزم فرمایا اور یہ کہنا کہ ہوسکتا ہے کہ قصہ وہی فتح مکہ کا ہو اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے مدینہ طیبہ آکر بیان فرمایا ہو۔ ظاہر کے خلاف ہے۔ اور اب تو نجدی حکومت نے عوام پر کعبہ بند ہی کر دیا۔

تشریحات ۹۵۱ یہ واقعہ عمرۃ القضاء کا ہے جو ۷ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ادا فرمایا تھا۔ اور یہ صاحب خود حضرت عبداللہ بن ابواوفی تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے ساتھ ساتھ رہنے والوں میں خود حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ اس روایت میں سعی کا ذکر نہیں

---

عہ مناسك باب من لم يدخل الكعبة ص۲۱۷ [۱] مناسك باب الصلوٰة فی الكعبة ص۲۷۷ [۲] باب فی دخول الكعبة ص۱۰۶۔

اَدْخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْکَعْبَۃَ قَالَ لَا ؎

پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تھے؟ تو بتایا کہ نہیں۔

**حدیث ۹۵۲** عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ اَبٰی اَنْ یَّدْخُلَ الْبَیْتَ وَ

جب مکہ تشریف لائے تو بیت اللہ کے اندر اس حالت میں جانے سے انکار کر دیا کہ

فِیْہِ الْاٰلِھَۃُ فَاَمَرَ بِھَا فَاُخْرِجَتْ فَاَخْرَجُوْا صُوْرَۃَ اِبْرَاھِیْمَ وَ

اس میں معبودان باطل موجود ہیں ان کے نکالے جانے کا حکم صادر فرمایا! لوگوں نے حضرت ابراہیم

اِسْمٰعِیْلَ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ فِیْ اَیْدِیْھِمَا الْاَزْلَامُ فَقَالَ رَسُوْلُ

اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں نکالیں ان کے ہاتھوں میں پانسے کے تیر تھے اس پر

مگر ابو داؤد کی روایت میں ہے۔ اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبے میں نہیں گئے۔ کیونکہ اس میں تصویریں تھیں۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ تمام تصویروں کو مٹا دو۔ انھوں نے کپڑا بھگو کر سب کو مٹا دیا اس کے بعد اندر تشریف لے گئے[1]

**تشریحات ۹۵۲** کتاب الانبیاء کی ایک روایت میں یہ ہے۔ ان تصویروں کے مٹائے جانے کا حکم دیا۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے تو اس میں حضرت ابراہیم اور حضرت مریم کی تصویر پائی۔ تو فرمایا۔ سنو! یہ مشرکین سن چکے ہیں کہ فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جس میں تصویر ہو۔ یہ ابراہیم کی تصویر بنی ہوئی ہے اور انھیں پانسے سے کیا غرض۔

ازلام | زلم۔ کی جمع ہے۔ تیر۔ مشرکین نے فال کے سات تیر بنا لئے تھے۔ ایک پر لکھا تھا۔ **نعم**۔ دوسرے پر **لا** تیسرے پر **منھم**۔ چوتھے پر **من غیرھم**۔ پانچویں پر **مُلصَق**۔ چھٹے پر **العَقْل**۔ ساتویں پر **فضل العقل**۔ یہ تیر کعبے کے خادم کے پاس رہتے تھے۔ مشرکین جب کہیں جانے کا یا بیاہ کرنے کا ارادہ کرتے۔ یا انھیں اور بھی کوئی ضرورت ہوتی تو یہ خادم پانسہ پھینکتا۔ اگر **نعم** نکلتا تو وہ کام کرتے اگر **لا** نکلتا تو نہیں کرتے۔ اور اگر کسی کے نسب میں شک ہوتا تو ان تین تیر کا پانسہ پھینکتے جن پر **منھم**۔ **من غیرھم**۔ **مُلصَق**۔ ہوتا۔ اگر

---

ع باب من لم یدخل الکعبۃ ۲۱۷

[1] ابواب العمرۃ باب متی یحل المعتمر۔ تالی معانی باب عمرۃ القضاء صفحہ ۲۶۱ ابوداؤد و مناسک نسائی۔ ابن ماجۃ مناسک۔ مسند امام احمد بن حنبل ۱ ص ۳۵۳ [1] مسند امام احمد بلد ثالث صفحہ ۳۵۶

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَاتَلَھُمُ اللّٰہُ اَمَا وَاللّٰہِ قَدْ عَلِمُوْا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ مشرکین کو مار ڈالے۔ سنو بخدا یہ جانتے ہیں کہ ان دونوں حضرات

اَنَّھُمَا لَمْ یَسْتَقْسِمَا بِھَا قَطُّ فَدَخَلَ الْبَیْتَ فَکَبَّرَ فِیْ نَوَاحِیْہِ وَ

نے ان تیروں سے کبھی فال نہیں نکالی ہے اس کے بعد بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اس کے تمام گوشوں

لَمْ یُصَلِّ فِیْہِ ۔ع

میں تکبیر پڑھی اور اس میں نماز نہیں پڑھی۔

حدیث ۹۵۳ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ رسول اللہ

منھم نکلتا تو کہتے اس کا نسب درست ہے اور اگر من غیرھم نکلتا تو کہتے یہ اس قوم کا نہیں اس کا حلیف ہے۔ اور اگر ملصق نکلتا تو کہتے کہ اس کا اس قوم سے نہ نسب ہے نہ اس کا حلیف ہے۔ اور اگر کوئی جرم کرتا اور اس میں اختلاف ہوتا کہ اس کی دیت (مالی تاوان) کس پر ہے تو بقیہ دونوں تیر سے کام لیتے۔ ایک فریق کو متعین کر کے پانسہ ڈالتے اگر اس کے نام پر عقل والا تیر آجاتا تو اس پر دیت لازم کر دیتے اور دوسرے فریق کو بری۔ اور اگر ان سے دیت کی پوری رقم وصول نہ ہوتی اور اختلاف ہوتا کہ کون ادا کرے تو پھر فضل العقل والا تیر پھینکتے جس کے نام پر نکلتا وہ ادا کرتا[1] اس کی تفصیل میں اور بھی اقوال ہیں۔ میں نے تعارف کیلئے یہ ایک ذکر کر دیا ہے۔ یہ توہم پرستی تھی جہالت تھی بلکہ نسب اور دیت کے معاملے میں ظلم۔ اس لئے اسلام نے اسے سختی سے منع فرمادیا ہے۔ ارشاد ہے۔

وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ۔ مائدہ ۳۔ تم پر حرام کیا گیا ہے۔ پانسوں سے قسمت کا حال معلوم کرنا۔

**قَدْ عَلِمُوْا** یعنی مشرکین کو معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام پانسے کے تیروں سے قسمت کا حال نہیں معلوم کیا کرتے یہ انھیں متوارث روایات کے ذریعہ معلوم تھا جو ان کے آباء واجداد سے چلی آرہی تھی۔ یا جو لوگ دین ابراہیمی پر تھے ان کے ذریعہ یہ بحث پہلے گزر چکی ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعبے میں نماز پڑھی ہے۔ اور حضرت ابن عباس کے علم میں یہ بات نہیں آئی اس لئے وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ نماز نہیں پڑھی

**تشریحات ۹۵۳** یثرب۔ زمانۂ جاہلیت میں مدینہ طیبہ کا نام یثرب تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدل کر طیبہ رکھا۔ اب مدینہ کو یثرب کہنا منع ہے۔ بعض شعراء اب بھی یثرب کہدیتے ہیں۔ اگر کسی شعر

---

ع مناسك باب من كبر في نواحي الكعبة ص۲۱۸ الانبياء باب قول الله عز وجل واتخذ الله ابراهيم خليلا ص۴۷۳ ثانی مغازی باب این ركز النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الراية يوم الفتح ص۶۱۴ مسند امام احمد اول ص۲۷۶

[1] عمدۃ القاری تاسع ص۲۴۷

قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُہٗ فَقَالَ

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ (مکہ) آئے۔ تو مشرکین نے

الْمُشْرِکُوْنَ اِنَّہٗ یَقْدَمُ عَلَیْکُمْ وَفْدٌ وَّھَنَتْھُمْ حُمّٰی یَثْرِبَ

کہا۔ تمہارے یہاں ایک وفد آرہا ہے۔ جنہیں یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔

فَاَمَرَھُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّرْمُلُوا الْاَشْوَاطَ

اس پر نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ تین پھیروں میں رمل

الثَّلٰثَۃَ وَاَنْ یَّمْشُوْا مَا بَیْنَ الرُّکْنَیْنِ وَلَمْ یَمْنَعْہُ اَنْ یَّاْمُرَھُمْ

کریں اور دونوں رکن کے درمیان معمول کے مطابق چلیں۔ لوگوں کی آسانی کے

اَنْ یَّرْمُلُوا الْاَشْوَاطَ کُلَّھَا اِلَّا اِبْقَاءٌ عَلَیْھِمْ ؎

خیال سے تمام پھیروں میں رمل کا حکم نہیں فرمایا۔

میں ہوتو اسے۔ طیبہ۔ پڑھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ تشریف آوری سے قبل یہ شہر وبائی تھا جب مہاجرین بیمار پڑ گئے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا کی۔ اے اللہ اس کا بخار جحفہ منتقل کردے تو یہ دارالشفاء بن گیا۔

**ان یرملوا** رمل کے معنی ہیں۔ اکڑ کر سینہ تان کر معتاد رفتار اور دوڑنے کے درمیان شانہ ہلاتے ہوئے چلنا۔ اور یہ ہر اس طواف میں سنت ہے جس کے بعد سعی ہو خواہ عمرے کا طواف ہو خواہ حج کا۔ اور یہ صرف تین ابتدائی پھیروں میں ہے طواف کے بقیہ چار پھیروں میں نہیں۔

ابوداؤد[1] میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرۃ القضاء میں جعرانہ سے عمرہ کیا تو بیت اللہ کے طواف میں لوگوں نے رمل کیا۔ اور چادروں کو اپنی بغلوں کے نیچے کر کے بائیں مونڈھوں پر ڈال لیا۔ اسے اضطباع کہتے ہیں۔ اس کا مادہ ضبع ہے۔ باب افتعال میں جاکر اضطباع ہوگیا۔ افتعال کی تا کو فا کلمے کے ضاد ہونے کی وجہ سے طا سے بدل دیا۔ چادر داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کاندھے پر ڈالی جائے گی۔ جس طواف میں رمل ہو اس میں اضطباع بھی مسنون ہے۔ قریش حطیم میں کعبے کے شمال میں تھے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ رکن یمانی سے آگے بڑھے

---

؎ مناسک باب کیف کان بدء الرمل ص۲۱۸ ثانی مغانی باب عمرۃ القضاء ص۶۱۔ مسلم الحج ابوداؤد نسائی مناسک۔

[1] ابوداؤد مناسک۔ باب الاضطباع فی الطواف ص۲۵۹۔

**حدیث ۹۵۴** عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ یَقْدَمُ مَكَّةَ اِذَا اسْتَلَمَ الرُّكْنَ الْاَسْوَدَ

جب مکہ آئے اور رکن اسود کا بوسہ لیا۔ تو میں نے حضور کو دیکھا

اَوَّلَ مَا یَطُوْفُ یَخُبُّ ثَلٰثَةَ اَشْوَاطٍ مِّنَ السَّبْعِ ع۱

شروع طواف میں سات پھیروں میں سے تین پھیروں میں دُلکی دوڑے۔

**حدیث ۹۵۵** عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اور ان کی نظروں سے اوجھل ہوئے تو انھوں نے یہ پھبتی کسی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہرن ہیں۔ رکنین سے کعبے کے دونوں جنوبی گوشے مراد ہیں۔ غربی اور شرقی۔ پہلا رکن یمانی ہے۔ اور دوسرا رکن اسود ہے۔ کبھی تغلیباً دونوں کو یمانیین بھی کہا جاتا ہے۔

**تشریحات ۹۵۴** یَخُبُّ کا مصدر خبٌّ ہے۔ دوڑتے وقت گھوڑے کا کبھی اگلی ٹانگوں پر کھڑا ہونا کبھی پچھلی پر جسے دُلکی چال کہتے ہیں سنت یہی ہے کہ مسجد حرام میں جاتے ہی سب سے پہلے حجر اسود کا بوسہ لے اور طواف کرے اور اگر اس طواف کے بعد سعی بھی کرنی ہے۔ تو اضطباع کے ساتھ طواف کرے اور تین پہلے پھیروں میں رمل بھی کرے۔ بعد کے چار پھیروں میں رمل نہ کرے اس کے پہلے والی حدیث میں جو ہے کہ جب رکن یمانی اور رکن اسود کے درمیان ہوتے تو معمول کے مطابق چلتے۔ یہ عمرۃ القضا کا قصہ ہے اور منسوخ ہے۔ حجۃ الوداع میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پورے پھیرے میں رمل کیا اضطباع اور رمل صرف تین طواف میں ہے۔ عمرے کے طواف میں اور طواف قدوم میں جبکہ اس کے بعد سعی کی نیت ہو۔ اگر اس طواف کے بعد سعی کرے گا۔ تو طواف افاضہ میں سعی ساقط ہو جائے گی۔ اور اگر اس وقت سعی نہ کی تو طواف افاضہ کے بعد سعی کرے۔ اب اس طواف میں بھی اضطباع اور رمل ہے۔

**تشریح ۹۵۵** اس حدیث کی سند میں ابتدا میں محمد بلا نسبت ہے۔ امام بخاری کے شیوخ میں محمد نام کے چار چار افراد ہیں۔ ایک محمد بن یحیٰ ذُہلی۔ امام حاکم نے فرمایا۔ یہی مراد ہیں۔ دوسرے محمد بن رافع قُشیری نے یہ حکایت کی کہ یہ مراد ہیں تیسرے محمد بن سلام۔ ابو علی۔ ابن السکن نے حکایت کی کہ یہ مراد ہیں چوتھے محمد بن عبداللہ

---

ع۱ مناسك باب استلام الحجر الاسود ص۲۱۸ مسلم ج۔ نسائی مناسك۔

سَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةَ اَشْوَاطٍ وَّمَشٰى اَرْبَعَةً

نے (طواف کے) تین پھیروں میں سعی اور رمل فرمایا۔ اور چار میں معمول کے

فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ؎

مطابق چلے۔ حج میں بھی اور عمرے میں بھی۔

**حدیث ۹۵۶** اَخْبَرَنِيْ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

اسلم نے کہا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکن کو

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لِلرُّكْنِ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ

مخاطب کر کے فرمایا۔ سن واللہ میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے

لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا اَنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

نہ نفع دیتا ہے نہ ضرر۔ اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ

بن نمیر۔ ابو نعیم نے مستخرج میں نقل کیا کہ یہ مراد ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ محمد بن سلام ہیں۔ ابوذر کے نسخے میں نسبت کے ساتھ ہے۔ اور ابن السکن نے اسے نقل کیا ہے سند میں اس قسم کا ابہام بھی عیب ہے جسے، تدلیس کہتے ہیں۔ مگر یہاں اس کا امکان ہے کہ یہ حدیث ان چاروں سے سنی ہو اس لئے کوئی حرج نہیں۔

**تشریحات ۹۵۶** ارأینا۔ باب مفاعلت سے ماضی مطلق کا صیغہ جمع متکلم ہے اس کا مصدر مراءاۃ ہے جس کا مادہ رویت ہے۔ اس کا ترجمہ ہے۔ ہم نے دکھایا۔ یعنی ہم مشرکین کو دکھا رہے تھے کہ ہم قوی اور طاقت ور ہیں۔ کمزور نہیں۔ یہ امام قاضی عیاض کی رائے ہے۔ ابن مالک نے کہا۔ کہ یہ ریاءٌ سے ہے۔ یعنی ہم کمزور تھے مگر مشرکین کو رمل کر کے یہ دکھا رہے تھے۔ کہ طاقتور ہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ یہی طریق صواب پر ہے۔ اور اس خادم کی رائے یہ ہے کہ امام قاضی عیاض کی رائے اقرب الی الصواب ہے۔ کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ صحابہ کرام حقیقت میں کمزور نہیں تھے اگر واقعی کمزور ہوتے تو قریش انھیں مکّے میں آنے دیتے۔ ؟ اور یہ حقیقت میں ریا نہیں جو ممنوع ہے۔ کیونکہ ریا کے معنی یہ ہیں کہ بجائے رضائے الٰہی کے لوگوں کو دکھانے کیلئے کثرت سے عبادت کی جائے اور تنہائی میں کم یا خوب بنا سنوار کر کی جائے اور تنہائی میں بے پرواہی سے۔ تاکہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ بڑا عبادت گزار ہے۔ اور یہاں یہ نہیں۔ یہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے اللہ کی رضا کے لئے اپنی قوت دکھا رہے تھے۔

---

؎ مناسک باب الرمل فی الحج والعمرۃ ص ۲۱۸

وَسَلَّمَ اِسْتَلَمْتُكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ قَالَ وَمَا لَنَا وَلِلرَّمَلِ

وہ تجھے بوسہ دیتے ہیں تو میں تجھ کو بوسہ نہیں دیتا۔ یہ کہہ کر اسے بوسہ دیا۔ پھر فرمایا

اِنَّمَا كُنَّا رَاَيْنَا بِهٖ الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ اَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ شَيْءٌ

ہمیں رمل کی کیا ضرورت ہم نے مشرکین کو دکھایا تھا اور اللہ نے انھیں ہلاک کر دیا۔ اس کے

صَنَعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نُحِبُّ

بعد فرمایا۔ جو کام رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا ہے اس کے چھوڑنے کو

اَنْ نَتْرُكَهٗ ع

ہم پسند نہیں کرتے۔

## حدیث ۹۵۷

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں نے سختی اور آسانی

قَالَ مَا تَرَكْتُ اِسْتِلَامَ هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ فِيْ شِدَّةٍ وَّلَا رَخَاءٍ مُنْذُ

کی حالت میں ان دونوں رکنوں کا بوسہ لینا نہیں چھوڑا۔ جب سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا قُلْتُ

ان کا بوسہ لیتے دیکھا ہے (عبید اللہ کہتے ہیں) کہ میں نے نافع سے پوچھا۔ کیا ابن عمر دونوں رکنوں

لِنَافِعٍ اَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمْشِيْ بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ قَالَ اِنَّمَا كَانَ يَمْشِيْ

کے درمیان معمول کے مطابق چلتے تھے تو انھوں نے بتایا۔ ہاں دونوں رکنوں کے درمیان

لِيَكُوْنَ اَيْسَرَ لِاسْتِلَامِهٖ ع

معمول کے مطابق چلتے تھے تاکہ بوسہ لینے میں آسانی ہو۔

## تشریحات ۹۵۷

مطابقت۔ یہاں باب یہ ہے۔ حج اور عمرے دونوں میں رمل۔ اور حدیث میں رمل کا کوئی تذکرہ نہیں۔

اقول۔ اس حدیث کے اس جملے سے۔ کہ ان دونوں رکنوں کے مابین معمول کے مطابق چلتے تھے۔ یہ معلوم ہوا کہ بقیہ حصوں میں معمول کے مطابق نہیں چلتے تھے۔ یہی رمل ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مسلک یہی تھا کہ رکن یمانی اور رکن اسود کے درمیان رمل نہیں۔

ع مناسك باب الرمل في الحج والعمرة ص ٢١٨ عمدة مناسك باب الرمل في الحج والعمرة ص ٢١٨ مسلم نسائي الحج۔

**حدیث ۹۵۸** عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ طَافَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ نبی صلے اللہ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ عَلٰی بَعِیْرِہٖ

تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنے اونٹ پر سوار ہوتے ہوئے طواف فرمایا۔ اور

یَسْتَلِمُ الرُّکْنَ بِمِحْجَنٍ ؎

رکن کا اپنے عصا سے بوسہ لیتے تھے

**ت ۲۹۶** عَنْ اَبِی الشَّعْثَاءِ اَنَّہٗ قَالَ مَنْ یَّتَّقِیْ شَیْئًا مِنَ الْبَیْتِ

ابوالشعثاء نے کہا۔ کون ہے؟ جو بیت اللہ کے کسی حصہ سے پرہیز کرے

وَکَانَ مُعَاوِیَۃُ یَسْتَلِمُ الْاَرْکَانَ فَقَالَ لَہٗ ابْنُ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ

اور معاویہ سب ارکان کو بوسہ دیتے تھے۔ اس پر ان سے ابن عباس نے کہا کہ

**تشریحات ۹۵** مِحْجَن۔ اس لاٹھی کو کہتے ہیں۔ جس کا سرا ٹیڑھا ہو۔ یا وہ خود ٹیڑھی ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سواری پر طواف فرمایا۔ اس کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے علیل رہے ہوں۔ جیسا کہ ابوداؤد میں ہے۔ اور یہی وجہ وجیہ ہے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ سب لوگ دیکھیں اور جو پوچھنا چاہیں پوچھیں۔ جیسا کہ اسی میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ لوگ حضور پر ٹوٹے پڑ رہے تھے اگر سواری پر نہ ہوتے تو طواف دشوار تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عذر ہو تو سواری پر طواف درست ہے۔ یوں ہی بھیڑ کی وجہ سے اگر ہاتھ بھی حجر اسود تک نہ پہنچتا ہو تو لکڑی وغیرہ سے اسے مس کر کے لکڑی کو بوسہ دے۔ اسی میں حضرت ابن عباس ہی سے دوسری روایت میں ہے۔ کہ پھر عصا کو بوسہ دیتے۔ بلا عذر سواری پر طواف مکروہ ہے۔

**تشریحات ۲۹۶** استلام کے معنی پتھر چھونے اور اسے بوسہ دینے کے ہیں۔ اس کا مادہ سَلِمَۃٌ ہے جس کے معنی پتھر کے ہیں۔ استلام عام ہے اور تقبیل خاص ہے۔ استلام لکڑی یا ہاتھ سے چھونے کو بھی کہتے ہیں۔ کعبے کے چار رکن یعنی کونے ہیں۔ شرقی جنوبی کو رکن اسود کہتے ہیں اسی میں حجر اسود ہے۔ غربی جنوبی کو یمانی کبھی تغلیبا دونوں کو یمانیین کہا جاتا ہے۔ غربی شمالی کو شامی۔ شرقی شمالی کو عراقی۔ کبھی تغلیبا ان دونوں کو شامیین بھی کہہ دیتے ہیں۔ رکن اسود میں دو فضیلت ہے۔ یہ قواعد ابراہیم پر بھی ہے اور اس میں حجر اسود بھی ہے۔ اس لئے

---

ع۸ مناسک باب الرمل فی الحج والعمرۃ ص۲۱۸ باب من اشار الی الرکن ص۲۱۹ باب التکبیر عند الرکن ص۲۱۹ مسلم الحج ابوداؤد ابن ماجہ مناسک۔ ل۸ مناسک باب الطواف الواجب ص۲۵۹

لَا نَسْتَلِمُ هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ فَقَالَ لَهٗ لَيْسَ شَيْءٌ مِّنَ الْبَيْتِ مَهْجُوْرًا

ہم ان دونوں رکنوں (عراقی شامی) کو بوسہ نہیں دیتے۔ تو معاویہ نے ان سے کہا بیت اللہ کا

وَّكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَسْتَلِمُهُنَّ كُلَّهُنَّ ؏

کوئی حصہ چھوڑنے کے لائق نہیں۔ اور ابن زبیر سب ارکان کو بوسہ دیتے تھے۔

حدیث ۹۵۹ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ

زبیر بن عربی نے کہا۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمر

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حجر اسود کو بوسہ دینے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔ میں نے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهٗ وَيُقَبِّلُهٗ وَقَالَ أَرَأَيْتَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا استلام کرتے اور بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے

إِنْ زُوْحِمْتُ أَرَأَيْتَ إِنْ غُلِبْتُ قَالَ اجْعَلْ أَرَأَيْتَ بِالْيَمَنِ رَأَيْتُ

اور اس شخص نے کہا۔ فرمائیے اگر میں بھیڑ میں پڑ جاؤں۔ فرمائیے اگر میں دبا دیا جاؤں تو فرمایا۔

اس کی تقبیل ہے۔ اور ممکن نہ ہو تو استلام۔ رکن یمانی قواعد ابراہیم پر ہے۔ اس میں صرف ایک فضیلت ہے۔ اس لئے اس کا صرف استلام ہے۔ ہاتھ سے چھو کر ہاتھ کو بوسہ دے لے۔ تقبیل یا لکڑی سے چھونا نہیں۔ رکن عراقی اور شامی چونکہ حقیقت میں رکن نہیں بلکہ درمیان بیت اللہ پر ہیں اس لئے نہ ان کا بوسہ لینا ہے اور نہ چھونا ہے۔ بلکہ مکروہ ہے۔

حضرت معاویہ کا مذہب یہی تھا کہ سب کو بوسہ دینا چاہئے۔ رہ گئے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو چونکہ انھوں نے کعبے کا وہ حصہ جو قریش نے حطیم میں چھ یا سات ہاتھ چھوڑ دیا تھا کعبے کی جدید تعمیر میں شامل کر کے رکن عراقی اور شامی کو بھی قواعد ابراہیم پر بنایا تھا۔ اس لئے اسے بھی وہ فضیلت مل گئی جو رکن یمانی کو حاصل تھی اس لئے وہ ان دونوں ارکان کا بھی استلام کیا کرتے تھے۔

یہ دو تعلیقیں ہیں۔ پہلی بھجو تک۔ اسے امام احمد اور امام ترمذی امام حاکم نے حضرت ابو الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور بعد والی کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ذکر کیا ہے۔

تشریحات ۹۵۹ یہ سائل راوی حدیث زبیر بن عربی ہی تھے۔ جیسا کہ مسند ابوداؤد طیالسی میں ہے۔ سالت ابن عمر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہ تھا کہ بہر حال حجر اسود کا بوسہ لیا جائے۔ یہ بوسہ لینے

؏ مناسک باب من لم یستلم الا الرکنین الیمانیین ص ۲۱۸

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَلِمُہٗ وَیُقَبِّلُہٗ عہ

ارأیت کو یمن میں رکھ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا استلام کرتے ہوئے اسے بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔

**حدیث ۹۶۰**

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ طَافَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْبَیْتِ عَلٰی بَعِیْرٍ کُلَّمَا اَتٰی

نے اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا۔ جب کبھی رکن (اسود) کے پاس

الرُّکْنَ اَشَارَ اِلَیْہِ بِشَیْءٍ عِنْدَہٗ وَکَبَّرَ عہ

آتے تو حضور کے ہاتھ میں کچھ ہوتا اس سے اس کی طرف اشارہ فرماتے اور تکبیر کہتے

**حدیث ۹۶۱**

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ ذَکَرْتُ لِعُرْوَۃَ

محمد بن عبدالرحمن نے کہا میں نے عروہ سے اس کا تذکرہ کیا۔

قَالَ فَاَخْبَرَتْنِیْ عَائِشَۃُ اَنَّ اَوَّلَ شَیْءٍ بَدَءَ بِہٖ حِیْنَ قَدِمَ النَّبِیُّ

تو انھوں نے بتایا کہ حضرت عائشہ نے مجھے خبر دی ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مکہ آئے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ تَوَضَّاَ ثُمَّ طَافَ ثُمَّ لَمْ تَکُنْ عُمْرَۃٌ

تو سب سے پہلے وضو کیا پھر طواف فرمایا پھر یہ عمرہ نہ ہوا

میں کبھی کبھی زخمی ہو جاتے مگر چھوڑتے نہ تھے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا پھر ہو تو بوسہ نہ لے۔ اس کے لئے نہ کسی اور کو ایذا دے اور نہ خود ایذا اٹھائے۔

**تشریحات ۹۶۰** یہ حدیث ابھی گزری ہے۔ وہاں عبید اللہ بن عبداللہ سے مروی ہے۔ یہاں عکرمہ سے۔ وہاں بخون کی تصریح ہے۔ یہاں بشی ابہام ہے۔ یہاں کبر زائد ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر طواف کے پھیرے پر تکبیر مستحب ہے۔

**تشریحات ۹۶۱** ذکرت لعروۃ۔ عروہ سے کیا ذکر کیا۔ وہ بخاری میں نہیں۔ مگر مسلم میں مفصل مذکور ہے۔ محمد بن عبدالرحمن کہتے ہیں۔ کہ مجھ سے ایک عراقی نے یہ کہا کہ عروہ سے یہ پوچھو کہ ایک شخص نے حج کا احرام باندھا اور وہ

---

عہ مناسک باب تقبیل الحجر ص ۲۱۸-۲۱۹ ترمذی الحج۔ نسائی مناسک۔

عہ مناسک باب التکبیر عند الرکن ص ۲۱۹۔

ثُمَّ حَجَّ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ مِثْلَهٗ ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ اَبِي الزُّبَيْرِ فَاَوَّلُ

اس کے بعد ابو بکر اور عمر نے حج کیا اسی طرح۔ پھر میں نے اپنے باپ زبیر کے ساتھ حج کیا تو انھوں

شَيْءٍ بَدَءَ بِهِ الطَّوَافُ ثُمَّ رَاَيْتُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارَ

نے بھی سب سے پہلے طواف کیا۔ پھر مہاجرین اور انصار ایسا ہی کرتے تھے۔

يَفْعَلُوْنَهٗ وَقَدْ اَخْبَرَتْنِيْ اُمِّيْ اَنَّهَا اَهَلَّتْ هِيَ وَاُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ

میری ماں (حضرت اسماء) نے مجھے خبر دی کہ انھوں نے اور ان کی بہن (عائشہ) اور زبیر

وَفُلَانٌ وَّفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ وَكُلَّمَا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوْا ؏

اور فلاں اور فلاں نے عمرے کا احرام باندھا۔ تو جب رکن چھو لیا تو احرام سے باہر ہو گئے

**حدیث ۹۶۲** عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔۔ کہ

طواف کر چکا تو احرام سے باہر ہوا یا نہیں۔ اگر وہ یہ کہیں کہ۔ باہر نہیں ہوا۔ تو ان سے کہو ایک شخص یہ کہتا ہے میں نے عروہ سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ جو شخص حج کا احرام باندھے وہ پورا حج ادا کئے بغیر احرام سے باہر نہ ہوگا میں نے کہا ایک شخص یہ کہتا ہے تو انھوں نے فرمایا۔ اس نے غلط کہا۔ وہ عراقی میرے سامنے آیا اور پوچھا کہ انھوں نے کیا فرمایا۔ میں نے اسے بتایا کہ وہ فرماتے ہیں کہ احرام سے باہر نہیں ہوا۔ تو اس نے کہا ان سے کہو۔ کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں خبر دیتا ہے کہ حضور نے یہ کیا اور اسماء اور عائشہ کا کیا حال ہے کہ انھوں نے ایسا کیا۔ اب میں عروہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو بتایا انھوں نے پوچھا کون ہے۔ میں نے عرض کیا۔ میں نہیں جانتا۔ فرمایا وہ میرے پاس آکر کیوں نہیں پوچھتا۔ میرا گمان یہ ہے کہ وہ عراقی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ میں نہیں جانتا۔ فرمایا۔ اس نے جھوٹ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج کیا۔ حضرت عائشہ نے خبر دی (پوری حدیث) مسلم میں حضرت عثمان اور حضرت معاویہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اضافہ ہے۔ کہ ان لوگوں نے بھی سب سے پہلے طواف کیا اور جب تک پورا حج نہیں کر لیا احرام نہیں کھولا۔ اخیر میں یہ ہے۔ پھر میں نے اخیر میں جسے ایسا کرتے دیکھا ہے ابن عمر ہیں۔ ابن عمر ان کے پاس ہیں ان سے یا اور ان لوگوں سے جو پہلے کے ہیں۔ یہ کیوں نہیں پوچھتا۔ یہ سب لوگ جب مکہ میں قدم رکھتے تو سب سے پہلے طواف کرتے اور احرام نہیں کھولتے۔

**وقد اخبرتنی امی** اس حصے کا مطلب یہ ہے کہ ہاں جب صرف عمرے کا احرام باندھتے تو رکن کے مس کے بعد احرام سے باہر ہو جاتے۔ یہاں مس رکن سے مراد طواف سعی اور حلق سب ہے۔ کیونکہ یہ عادت مستمرہ تھی۔ کہ یہ سب مسلسل کرتے وقفہ نہ ہوتا۔ اسلئے یہ عمرے سے فراغ سے کنایہ ہے

**تشریحات ۹۶۲** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ طواف کے بعد دو رکعت نماز واجب ہے۔ یہ نماز مقام ابراہیم

ع مناسک باب من طاف بالبیت اذا قدم مکۃ ص ۲۱۹

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا طَافَ فِی الْحَجِّ اَوِ الْعُمْرَۃِ

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ آکر حج یا عمرے میں جو پہلا طواف کرتے اس میں

اَوَّلَ مَا یَقْدَمُ سَعٰی ثَلٰثَۃَ اَطْوَافٍ وَّمَشٰی اَرْبَعَۃً ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَیْنِ

تین طواف میں سعی کرتے اور چار میں معمول کے مطابق چلتے اس کے بعد دو رکعت نماز

ثُمَّ یَطُوْفُ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ ۔

پڑھتے ۔ پھر صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرتے ۔

## حدیث ۹۶۳

اَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ اِذْ مَنَعَ ابْنُ ھِشَامٍ النِّسَاءَ الطَّوَافَ

ابن جریج نے کہا مجھے عطاء نے خبر دی کہ جب ابن ہشام نے عورتوں کو مردوں

کے پاس پورب جانب پڑھے ۔ نماز سے پہلے آیۂ کریمہ ، وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھِیْمَ مُصَلًّی ۔ اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ ۔ پڑھنے بہتر یہ ہے کہ پہلی میں سورہ کافرون اور دوسری میں سورہ اخلاص پڑھے ۔ اگر طواف کے بعد سعی ہے تو مُلتزم سے لپٹنے سے پہلے پڑھے ۔ ورنہ مُلتزم سے لپٹنے کے بعد ۔ اگر مقام ابراہیم کے پاس جگہ نہ ملے تو مسجد حرام میں کہیں بھی پڑھ سکتا ہے مقام ابراہیم کے بعد اس نماز کے لئے سب سے افضل جگہ کعبہ کے اندر ہے ۔ پھر حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے پھر حطیم میں کسی بھی جگہ ۔ پھر کعبے کے قریب تر پھر مسجد حرام پھر حدود حرم ۔ سنت یہ ہے کہ اگر وقت کراہت نہ ہو تو طواف کے بعد بلا تاخیر بلا فصل پڑھے ۔ اس کے بعد یہی تحدث ہے جس میں سعی کے بجائے یُحَبَّبُ ہے ۔ سعی کے معنی دوڑنے کے ہیں اور رَحَبَّبُ کے معنی دلکی دوڑ لگانا ہے ۔ دونوں کا ماحصل ایک ہے ۔ یعنی رمل کرتے تھے ۔ اخیر میں یہ زائد ہے ۔

انہ کان یسعی بطن المسیل اذا طاف بین الصفا والمروۃ ۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب صفا اور مروہ کا طواف کرتے تو نالے کے پیٹ میں دوڑتے ۔

صفا سفید رنگ کی ایک چھوٹی پہاڑی تھی ۔ اور مروہ سیاہ رنگ کی ۔ ان دونوں کے بیچ میں نشیب تھا ۔ اس نشیب میں بارش کا پانی بہتا تھا ۔ اس کے دونوں کناروں کے اوپر سبز نشان لگائے ہوئے ہیں جنھیں میلین اخضرین کہتے ہیں ۔ ان میں مروہ کی جانب جو بازار کی سمت ہے یہاں پہلے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر تھا ۔

## تشریحات ۹۶۳

اس ابن ہشام سے مراد ابراہیم بن ہشام بن اسماعیل بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہے ۔ جو ہشام بن عبدالملک بادشاہ وقت کا ماموں تھا ۔ جیسا کہ کلبی نے کہا ہے ۔ اسے ہشام بادشاہ نے مدینہ طیبہ کا والی بنایا تھا ۔ ہشام نے اسے امیر الحاج بنا دیا تھا ۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں ابن ہشام سے اس کا بھائی محمد بن ہشام مراد ہے جو مکہ معظمہ کا والی تھا ۔

---

ع۵ مناسک باب من طاف بالبیت اذا قدم مکۃ ص ۲۱۹ ۔

مَعَ الرِّجَالِ قَالَ كَيْفَ تَمْنَعُهُنَّ وَقَدْ طَافَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

کے ساتھ طواف کرنے سے روک دیا تو انھوں (عطار) نے کہا۔ تو کیسے عورتوں کو روکتا ہے حالانکہ ازواج

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الرِّجَالِ قُلْتُ بَعْدَ الْحِجَابِ أَوْ قَبْلُ قَالَ

نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مردوں کے ساتھ طواف کیا ہے۔ میں نے پوچھا حجاب کے بعد یا پہلے؟

إِيْ لَعَمْرِيْ لَقَدْ أَدْرَكْتُهُ بَعْدَ الْحِجَابِ قُلْتُ كَيْفَ يُخَالِطْنَ الرِّجَالَ

فرمایا مجھے اپنی جان کی قسم میں نے حجاب کے بعد ہی کا زمانہ پایا ہے۔ میں نے کہا مرد ان کے

قَالَ لَمْ يَكُنْ يُخَالِطْنَهُنَّ كَانَتْ عَائِشَةُ تَطُوْفُ حَجْرَةً مِّنَ الرِّجَالِ

ساتھ کیسے ملے جلے رہتے۔ فرمایا مرد ان کے ساتھ ملے جلے نہیں رہتے۔ حضرت عائشہ مردوں سے

لَا تُخَالِطُهُمْ فَقَالَتْ إِمْرَأَةٌ إِنْطَلِقِيْ نَسْتَلِمْ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ

الگ رہ کر طواف کرتی تھیں۔ ایک دفعہ ایک عورت نے عرض کیا۔ اے ام المومنین چلئے حجر اسود کا بوسہ

قَالَتْ انْطَلِقِيْ عَنْكِ وَأَبَتْ يَخْرُجْنَ مُتَنَكِّرَاتٍ بِاللَّيْلِ فَيَطُفْنَ مَعَ

لیں۔ تو فرمایا تم جاؤ۔ ام المومنین نے انکار کر دیا۔ ازواج مطہرات رات میں طواف کیلئے اس طرح

الرِّجَالِ وَلٰكِنَّهُنَّ كُنَّ إِذَا دَخَلْنَ الْبَيْتَ قُمْنَ حِيْنَ يَدْخُلْنَ وَأُخْرِجَ

جاتیں کہ پہچانی نہیں جاتیں۔ اور مردوں کے ساتھ طواف کرتیں۔ ہاں جب کعبے کے اندر جانا چاہتیں

الرِّجَالُ وَكُنْتُ آتِيْ عَائِشَةَ أَنَا وَعُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ وَّهِيَ مُجَاوِرَةٌ

تو باہر کھڑی رہتیں اور مرد نکال دیئے جاتے۔ اور میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تنہا نہ تھا

فاکہی نے حضرت ابراہیم نخعی سے روایت کیا کہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے روکا تھا۔ ایک شخص کو دیکھا کہ عورتوں کے ساتھ طواف کر رہا ہے تو اسے کوڑا مارا۔ ابن عیینہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جس نے عورتوں اور مردوں کو علیحدہ علیحدہ طواف کا حکم دیا وہ خالد بن عبداللہ قسری تھا جو عبدالملک بن مروان سفاک کے عہد میں مکہ کا حاکم تھا۔ کاش کہ اسی پر عمل درآمد رہا ہوتا تو بہت اچھا رہتا۔ طواف میں خصوصاً طواف زیارت میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط نہ جانے کتنے کے حج کے مردود ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ ابتدا اسلام میں اتنی بھیڑ نہ تھی تو یہ آسان تھا کہ عورتیں مردوں کے گھیرے سے باہر رہ کر طواف کر سکیں اب طواف زیارت میں تو وہ حال ہوتا ہے کہ مسجد حرام کے نیچے اوپر کے دونوں برآمدوں میں لوگ طواف کرتے ہیں۔

حضرت مفتی اعظم ھند سیدی وسندی مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب قدس سرہ جب پہلی بار ۱۳۶۶ھ میں

فِي جَوْفِ ثَبِيرٍ قُلْتُ مَا حِجَابُهَا قَالَ هِيَ فِي قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ لَهَا غِشَاءٌ

عبید بن عمیر بھی ہوتے تھے۔ اور وہ ثبیر پہاڑ کے اندر قیام پذیر تھیں۔ میں نے پوچھا ان کا پردہ کیا تھا۔ فرمایا۔ وہ ترکی

وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَهَا غَيْرُ ذٰلِكَ وَرَأَيْتُ عَلَيْهَا دِرْعًا مُوَرَّدًا ۔ عـه

گول خیمے میں تھیں جس پر پردہ تنگا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ہمارے اور ان کے درمیان کچھ نہیں تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ گلابی رنگ کا پیرہن پہنے ہوئے تھیں

## حدیث ۹۶۴

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ بِإِنْسَانٍ رَبَطَ يَدَهُ

طواف کرتے ہوئے ایک ایسے شخص پر گذرے جو چمڑے کے تسمے یا دھاگے یا کسی اور چیز سے

إِلَى إِنْسَانٍ بِسَيْرٍ أَوْ بِخَيْطٍ أَوْ بِشَيْءٍ غَيْرِ ذٰلِكَ فَقَطَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى

اپنا ہاتھ دوسرے شخص کے ساتھ باندھے ہوئے (طواف کر رہا تھا۔ تو حضور نے اسے کاٹ دیا پھر

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ قُدْ بِيَدِهٖ ۔ عـه

فرمایا۔ اسے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر لے چل۔

حج کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ تو علماء مکہ معظمہ سے مشورہ کے بعد نجدی حکومت کے سامنے یہ تجویز رکھی مگر منظور نہ ہوئی اس وقت دستور یہی تھا کہ جب عورتیں کعبہ مقدسہ کے اندر جانا چاہتیں تو مردوں کو باہر کر دیا جاتا مگر بعد میں یہ پابندی ختم ہو گئی اور اب تو ایام حج میں سوائے نجدی حکومت کے افراد اور ان کے خصوصی مہمانوں کے کسی کو داخلہ نصیب ہی نہیں۔ ۱۲ انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ۔

## تشریحات ۹۶۴

اس کے بعد والے باب میں اور کتاب ایمان والنذور کی پہلی روایت میں، بزمام اور غیرہ۔ ہے اور دوسری روایت میں بخزامۃ فی انفہ۔ خزامہ اونٹ کی نکیل کو کہتے ہیں۔ سب روایات کا حاصل یہ نکلا کہ ایک اپنی ناک میں اونٹ کی نکیل کی طرح رسی وغیرہ لگائے ہوئے تھا۔ اور دوسرا اسے ہاتھ میں لئے ہوئے آگے آگے چل رہا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں یہ رائج تھا کہ وہ یہ منت مانا کرتے کہ اگر یہ کام ہو جائے گا تو اس طرح حج کریں گے۔

---

عـه مناسك باب طواف النساء مع الرجال ص ۲۱۹ عـه مناسك باب الكلام فى الطواف ص ۲۱۹ باب اذا رأى سيرا او شيئا يكره فى الطواف ص ۲۲۰ ثانی ایمان و النذور باب النذر فيما لا يملك ص ۹۹۱ ۔ دو طریقے سے ابوداؤد الایمان والنذور نسائی، الایمان والنذور والحج۔

۲۹۷ وَقَالَ عَطَاءٌ فِیْ مَنْ یَّطُوْفُ فَتُقَامُ الصَّلٰوۃُ اَوْ یُدْفَعُ عَنْ

اور امام عطاء نے کہا۔ کوئی طواف کر رہا ہے اور نماز ہونے لگی یا اپنی جگہ سے ڈھکیل

مَکَانِہٖ اِذَا سَلَّمَ یَرْجِعُ حَیْثُ قُطِعَ عَلَیْہِ فَیَبْنِیْ وَیُذْکَرُ نَحْوُہٗ

دیا گیا۔ تو سلام پھیرنے کے بعد لوٹے تو جہاں سے چھوڑا تھا وہیں سے کرے اور اسی کے مثل

عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ ۵

ابن عمر اور عبد الرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔

۲۹۸ وَقَالَ نَافِعٌ کَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یُصَلِّیْ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہر سات پھیرے ہر دو رکعت

لِکُلِّ اُسْبُوْعٍ رَّکْعَتَیْنِ ۵

پڑھتے تھے۔

مسند امام احمد[1] میں ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو شخصوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ دریافت فرمایا یہ کیا ہے۔ ان لوگوں نے بتایا کہ ہم نے یہ منت مانی تھی کہ اسی طرح جڑے ہوئے کعبہ جائیں گے۔ فرمایا الگ ہو جاؤ یہ نذر نہیں۔ نذر وہ کام ہے جس سے اللہ کی رضا طلب کی جائے۔ طبرانی میں ہے کہ بشر کہتے ہیں کہ انھوں نے اسلام قبول کر لیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا مال اور اولاد واپس کر دیا پھر دیکھا کہ یہ اور ان کے صاحبزادے طلق ایک رسی میں بندھے ہوئے ہیں۔ دریافت فرمایا یہ کیا ہے تو بتایا کہ میں نے قسم کھائی تھی کہ اگر اللہ میرے مال اور اولاد کو واپس کر دے گا تو اسی طرح حج کروں گا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رسی کاٹ دی اور فرمایا تم دونوں حج کرو۔ یہ شیطان کا کام ہے۔

احکام۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف کرنے کی حالت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سنت ہے۔ ممنوع نہیں دنیوی بات طواف میں ممنوع ہے۔ ہاں بضرورت بقدر ضرورت اجازت ہے۔ منت صرف طاعات کی ہوتی ہے۔ جو چیز شرعاً ممنوع ہو یا مباح ہو اس کی منت صحیح نہیں۔

**تشریحات ۲۹۷** یہاں باب یہ ہے۔ جب طواف میں رک جائے۔ یعنی مسلسل نہ کر سکے اور کچھ دیر رکنا پڑے خواہ شرعی ضرورت سے خواہ دنیوی ضرورت سے تو کیا کرے اس باب کے مناسب امام بخاری کو کوئی حدیث نہیں ملی۔ اس لئے اقوال رجال سے کام لیا۔ امام عطاء کا قول ذکر فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اثنار طواف اگر کوئی دینی یا دنیوی ضرورت

---

۵ مناسک باب اذا وقف فی الطواف ص۲۲۰ ۵ مناسک باب صلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لسبوعہ رکعتین ص۲۲۰ [1] جلد ثانی ص۱۸۳ [2] عمدۃ القاری تاسع ص۳۹۴

ت ۲۹۹ وَقَالَ اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اُمَیَّۃَ قُلْتُ لِلزُّھْرِیِّ اِنَّ عَطَاءً یَقُوْلُ بِجُزْءٍ مِّنْہُ

اور اسماعیل بن امیہ نے کہا میں نے امام زہری سے کہا کہ عطاء کہتے ہیں کہ طواف کے

السُّکُوْتُبَۃُ مِنْ رَکْعَتَیِ الطَّوَافِ فَقَالَ السُّنَّۃُ اَفْضَلُ لَمْ یَطُفِ النَّبِیُّ

دو کانے کے قائم مقام فرض نماز ہو جائے گی۔ تو امام زہری نے فرمایا۔ سنت پر عمل کرنا افضل ہے۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُبُوْعًا قَطُّ اِلَّا صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ع ۵

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب بھی طواف کے سات پھیرے پورے کئے تو دو رکعت پڑھی ہے۔

دربیش ہو جو ناگزیر ہو تو طواف چھوڑ کر اسے پوری کرے پھر جہاں سے طواف چھوڑا تھا وہیں سے کرے ابتدار سے نہ کرے اس سے معلوم ہوا کہ طواف فاسد نہ ہوا۔ مثلاً نماز باجماعت شروع ہوئی یا کسی نے اسے ہٹا دیا۔ اسی کے مثل نماز جنازہ ہے اور فطری حوائج مثلاً پیشاب پائخانہ یا وضو ٹوٹ گیا۔ امام عطاء کے ارشاد کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں اور امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشاد کو امام سعید بن منصور نے اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر کے اس ارشاد کو امام عبدالرزاق استاذ الاستاذ امام بخاری نے ذکر کیا ہے۔

**تشریح ۲۹۸** اس اثر کو امام عبدالرزاق نے ذکر فرمایا ہے۔ اسی میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک طواف کو دوسرے کے ساتھ ملانے کو مکروہ جانتے تھے۔ اور ہر سات پھیرے پر دو رکعت پڑھتے تھے دو طواف کو ملاتے نہیں تھے۔

**تشریحات ۲۹۹** اس تعلیق کو امام عبدالرزاق اور امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ذکر فرمایا ہے صحیح یہ ہے کہ طواف کی دو گانہ کے عوض فرائض کافی نہیں۔ امام زہری کے ارشاد سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر مواظبت فرمائی ہے کبھی ترک نہیں فرمایا۔ اور مواظبت بلا ترک وجوب کی دلیل ہے امام ابوالقاسم تمام بن محمد رازی نے اپنے فوائد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر طواف کے سات پھیروں پر دو رکعت مسنون فرمائی ہے۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ سنت یہی جاری رہی کہ طواف کے ہر سات پھیرے پر دو رکعت ہے۔ ان کے عوض دوسری نفل نماز اور فرض کافی نہیں۔ نیز اس کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ امام احمد امام مسلم نے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مقام ابراہیم پر پہنچے تو۔ آیہ کریمہ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھِیْمَ مُصَلًّی۔ تلاوت فرمائی۔ یعنی مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ۔ اور دو رکعت پڑھی۔ پہلی رکعت میں۔ قل یا ایھا الکفرون اور دوسری میں قل ھو اللہ احد۔ پڑھی۔ اس کے بعد رکن اسود کے پاس آئے اس کا استلام کیا اور صفا کی جانب گئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ نماز حکم الٰہی کی تعمیل کے لئے تھی اس آیت میں امر ہے جو وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ حضرت امام شافعی

---

ع ۵ ایضاً ۱؎ مسند جلد ثالث صـ۳۲۰ ۲؎ اول باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صـ۲۹۵

| | |
|---|---|
| ۳۰۰ | وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ |
| | اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما طواف کا دوگانہ سورج نکلنے سے پہلے |
| | مَالَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ وَطَافَ عُمَرُ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ فَرَكِبَ حَتّٰى |
| | پڑھتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز صبح کے بعد طواف کیا اور سوار ہو گئے |
| | صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ بِذِيْ طُوًى ۵۲ |
| | ذوطوی میں جاکر دو رکعتیں پڑھیں۔ |

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی قول ایک یہی ہے۔ کہ واجب ہے۔ مگر ان کا اصح قول یہ ہے کہ سنت ہے۔ علامہ زین الدین نے فرمایا کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ طواف فرض میں واجب اور نفل میں سنت ہے۔

**تشریحات ۳۰** اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ جن اوقات میں نفل نمازیں مکروہ ہیں۔ ان میں طواف کا دوگانہ بھی مکروہ ہے۔ مثلاً صبح صادق سے سورج نکلنے کے بیس منٹ بعد تک۔ دوپہر میں ضحوہ کبریٰ سے زوال تک نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہاں جو منقول ہے۔ اس کے معارض انھیں سے دوسری روایت بھی ہے۔ ابن منذر نے نافع سے تخریج کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما صبح صادق کے بعد طواف کرتے تو جب تک آفتاب طلوع نہ ہو جاتا طواف کا دوگانہ نہیں پڑھتے۔ اور جب عصر بعد طواف کرتے تو جب تک سورج ڈوب نہیں جاتا دوگانۂ طواف نہ پڑھتے شرح معانی الآثار ۵۳ میں ہے۔ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز صبح کے وقت آئے تو طواف کیا اور نماز نہیں پڑھی۔ مگر سورج نکلنے کے بعد۔ پھر ان سے بدرجہا اعلم و افقہ ان کے والد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ انھوں نے سورج نکلنے کے بعد ذوطوی میں جاکر پڑھی۔ اور کثیر صحابہ کرام کے ساتھ یہ ہوا۔ کسی نے اس پر انھیں ٹوکا نہیں۔ اس تعلیق کو امام مالک نے موطا میں اور امام ابوجعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں تخریج کی ہے مسند امام احمد ۵۴ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہتے ہیں ہم نماز صبح کے بعد طواف نہیں کرتے جب تک سورج طلوع نہیں ہوتا اور نہ عصر کے بعد کرتے جب تک سورج غروب نہ ہو جاتا فرماتے ہیں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ سورج شیطان کی سینگوں کے درمیان طلوع کرتا ہے۔ سنن سعید بن منصور میں اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے کہ انھوں نے صبح کے بعد طواف کیا اور فارغ ہو کر بیٹھے رہے یہاں تک کہ آفتاب نکل آیا۔

---

۵۲ مناسک باب الطواف بعد الصبح والعصر ص ۲۲۰

۵۱ عمدۃ القاری تاسع ص ۲۷۹ ۵۲ اول مناسک باب الصلوٰۃ للطواف بعد الصبح والعصر ص ۲۳۶

۵۳ جلد ثالث ص ۳۹۳۔

**حدیث ۹۶۵** عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ نَاسًا

عروہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ کچھ لوگوں نے

طَافُوْا بِالْبَيْتِ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ ثُمَّ قَعَدُوْا اِلَى الْمُذَكِّرِ حَتّٰى

نماز صبح کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا پھر واعظ کے پاس بیٹھ گئے۔ جب سورج

اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامُوْا يُصَلُّوْنَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ قَعَدُوْا حَتّٰى

نکل آیا تو کھڑے ہوئے نماز پڑھنے لگے اس پر حضرت عائشہ نے فرمایا بیٹھے رہے۔ جب وہ

اِذَا كَانَتِ السَّاعَةُ الَّتِيْ يُكْرَهُ فِيْهَا الصَّلٰوةُ قَامُوْا يُصَلُّوْنَ عه

وقت آیا جس میں نماز مکروہ ہے تو نماز پڑھنے کھڑے ہوئے

**حدیث ۹۶۶** عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

نافع سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں نے نبی صلی اللہ

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ نماز ذوطوی میں آکر پڑھی اور کثیر ہمراہ رہنے والے صحابہ نے اس پر سکوت فرمایا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ نماز مسجد حرام کے باہر بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

**تشریحات ۹۶۵** یہاں باب یہ ہے۔ نماز صبح اور نماز عصر کے بعد طواف۔ اور اس باب میں جتنے آثار اور احادیث لائے ہیں ان میں کسی میں طواف کے بارے میں کوئی حکم نہیں۔ سب میں نماز طواف یا مطلق نماز کے بارے میں احکام ہیں۔ اور چونکہ نماز کا طواف کے بعد فوراً بلا تاخیر پڑھنا لازم بھی نہیں۔ اس لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ جب نماز کا حکم معلوم ہوگیا تو طواف کا بھی معلوم ہوگیا۔ اسی لئے علامہ عینی کو باب میں عبارت یہ بنانی پڑھی۔ حکم الصلوٰۃ عقیب الطواف بعد صلوٰۃ الصبح والعصر۔ نماز صبح اور عصر کے بعد طواف کے بعد والی نماز کا حکم۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی مختار یہی تھا کہ اوقات مکروہہ میں نماز طواف ممنوع ہے۔ جیسا کہ امام ابوبکر ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ کہ انھوں نے فرمایا۔ نماز فجر اور عصر کے بعد اگر طواف کرنا چاہے تو کرے۔ البتہ نماز کو موخر کرے یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔ یا نکل آئے۔ تو ہر سات پھیرے پر دو رکعت پڑھے۔ ان لوگوں پر انکار اس وجہ سے فرمایا کہ انھوں نے سورج طلوع ہوتے ہی پڑھنا شروع کر دیا۔ اتنے بلند ہونے کا انتظار نہیں کیا۔ کہ وقت کراہت جاتا رہے۔ حضرت ام المومنین کا مقصد یہ تھا کہ ان لوگوں کو کچھ دیر اور ٹھہرنا چاہئے تھا۔ یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے۔

**تشریح ۹۶۶** یہ ارشاد اپنے اطلاق سے نماز طواف کو بھی شامل۔ اس لئے اس حدیث سے ثابت کہ نماز طواف بھی ان اوقات میں ممنوع ہے۔

---

عه مناسک باب الطواف بعد الصبح و العصر ص ۲۲۰

تعالیٰ علیہ وسلم یَنْھٰی عَنِ الصَّلٰوۃِ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ

تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ حضور آفتاب نکلتے وقت اور ڈوبتے وقت نماز سے منع

غُرُوْبِھَا ع۱

فرماتے تھے۔

حدیث ۹۶۷ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ رُفَیْعٍ قَالَ رَاَیْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ

حضرت عبدالعزیز بن رفیع نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن

الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یَطُوْفُ بَعْدَ الْفَجْرِ وَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ

زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ وہ فجر کے بعد طواف کرتے اور دو رکعتیں پڑھتے

قَالَ عَبْدُ الْعَزِیْزِ رَاَیْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا

اور عبدالعزیز نے کہا میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ

یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَیُخْبِرُ اَنَّ عَائِشَۃَ حَدَّثَتْہُ اَنَّ النَّبِیَّ

عصر بعد دو رکعتیں پڑھتے اور یہ خبر دیتے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَدْخُلْ بَیْتَھَا اِلَّا صَلَّاھُمَا ع۲

حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کبھی ان کے گھر میں آئے تو انہیں پڑھا۔

تشریح ۹۶۷ اس کی پوری بحث جلد ثالث مواقیت الصلوٰۃ میں گذر چکی ہے۔ یہاں امام بخاری کا مقصود یہ ہے۔ کہ چونکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عصر کے بعد نفل پڑھا کرتے تھے۔ اسے ممنوع نہیں جانتے تھے تو نماز طواف بھی بدرجہ اولیٰ جائز جانتے تھے۔ اور فجر کے بعد طواف کا جواز تو ان کے عمل سے بصراحت ظاہر ہے غالباً امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اوقات مکروہہ میں نماز طواف کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ کوئی رائے نہیں ظاہر کر سکے۔ مگر جو اصول شرع سے واقف ہیں۔ ان پر ظاہر ہے کہ اب بھی ترجیح ممانعت کو ہوگی۔ کیونکہ مبیح اور محرم دونوں جمع ہوں۔ تو ترجیح محرم ہی کو ہوتی ہے۔

---

ع۱ مناسک باب الطواف بعد الصبح والعصر ص ۲۲۱

ع۲ " " "

**حدیث ۹۶۸** عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ اسْتَاْذَنَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب

الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منیٰ کی راتوں میں حاجیوں کو پانی پلانے کیلئے

اَنْ یَّبِیْتَ بِمَکَّۃَ لَیَالِیَ مِنٰی مِنْ اَجْلِ سِقَایَتِہٖ فَاَذِنَ لَہٗ ؏

مکے میں رات گذارنے کی اجازت طلب کی تو حضور نے اجازت دے دی۔

**تشریحات ۹۶۸** اس حدیث پر یہ باب ہے۔ سقایۃ الحاج۔ حاجیوں کو پانی پلانے کا بیان۔ سقایۃ۔ سقی یسقی کا مصدر بھی ہے۔ اور اس برتن کو بھی کہتے ہیں جس میں پانی جمع کیا جائے۔ آیہ کریمہ اَجَعَلْتُمْ سِقَایَۃَ الْحَاجِّ۔ میں مصدر ہے۔ اور۔ جَعَلَ السِّقَایَۃَ فِیْ رَحْلِ اَخِیْہِ۔ میں پانی پینے کا یا غلہ ناپنے کا برتن مراد ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد کریم قصی بن کلاب کو جب ان کے خسر حلیل سے حرم کی تولیت ملی تو انھوں نے دارالندوہ قائم کیا۔ جہاں باہمی مشورہ ہوتا تھا۔ شادی بیاہ کی تقریبات اسی میں سرانجام پاتیں۔ یہیں سے جمع ہو کر قافلے باہر جاتے تھے۔ انھوں نے رفادہ کی ابتداء کی یعنی حجاج کی میزبانی، منیٰ اور عرفات میں حجاج کو مفت کھانا تقسیم کرنا۔ سقایہ یعنی ان کے لئے پانی مہیا کرنا۔ علاوہ ازیں حجابت۔ کعبے کی کلید برداری۔ لواء یعنی لڑائیوں میں علمبرداری پہلے ہی سے تھی۔ جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اس زمانے کے دستور کے مطابق یہ سارے عہدے اپنے بڑے بیٹے عبدالدار کو دیدیئے۔ اور اپنی بقیہ پانچ اولاد۔ عبد مناف عبدالعزیٰ عبد بن قصی، تخمر اور برہ کو کچھ نہیں دیا۔ عبدالدار نااہل تھا۔ جب عبد مناف کے صاحبزادے ہاشم جوان ہوئے تو انھوں نے اپنے بھائیوں کو اس پر آمادہ کیا۔ کہ عبدالدار کی اولاد سے حرم کے یہ سارے مناصب لے لئے جائیں۔ بنی عبدالدار نے انکار کیا جس کے نتیجے میں دونوں طرف جنگ کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ بالآخر اس پر صلح ہوئی کہ عبدالدار سے سقایہ اور رفادہ لیکر بنی عبد مناف کو دے دیا جائے۔ جب تک چاہ زمزم حضرت عبدالمطلب نے کھودا نہیں تھا۔ سقایہ کا یہ انتظام تھا کہ چرمی حوضوں میں پانی بھر کر کعبے کے صحن میں رکھدیا جاتا جسے حجاج استعمال کرتے۔ اور جب حضرت عبدالمطلب نے چاہ زمزم کھود لیا تو منقی خرید کر زمزم میں بھگو کر حاجیوں کو پلاتے تھے حضرت عبدالمطلب کے بعد سقایہ کا منصب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی انھیں کے پاس باقی رکھا۔

نویں گیارہویں بارہویں راتیں منیٰ میں گزارنی سنت ہے۔ ان راتوں کو منیٰ کے علاوہ کہیں اور گزارنا ممنوع ہے۔ حتیٰ کہ

---

؏ مناسك باب سقایۃ الحاج ص ۲۲۱ باب ھل یبیت اصحاب السقایۃ بمکۃ لیالی منیٰ ص ۲۳۵

حدیث ۹۶۹

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ اِلَى السِّقَايَةِ

علیہ وسلم سقایہ کے پاس آئے اور پینے کے لئے مانگا تو عباس نے

فَاسْتَسْقٰى فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا فَضْلُ اذْهَبْ اِلٰى اُمِّكَ فَاْتِ رَسُوْلَ

کہا اے فضل اپنی ماں کے پاس جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ مِّنْ عِنْدِهَا فَقَالَ اسْقِنِيْ

تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ان کے پاس سے شربت لاؤ تو فرمایا مجھے (یہی) پلاؤ

قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُمْ يَجْعَلُوْنَ اَيْدِيَهُمْ فِيْهِ قَالَ اسْقِنِيْ فَشَرِبَ

انھوں نے عرض کیا اس میں لوگ اپنا ہاتھ ڈال دیتے ہیں۔ فرمایا (یہی) پلاؤ۔ تو حضور نے اسی

مکہ میں بھی۔ مگر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاجیوں کو پانی پلانے کیلئے ان دنوں مکہ معظمہ رہنے کی اجازت دے دی۔ آج بھی جن کے سپرد یہ کام ہو وہ جا سکتا ہے۔ وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

**تشریحات ۹۶۹** گزر چکا کہ "قصی بن کلاب" کے عہد سے یہ دستور تھا کہ چرمی حوضوں میں پانی بھر کر منقی ڈال دیا جاتا اور یہ حوض کعبے کے صحن میں رکھے رہتے حجاج اسے پیتے۔ سقایہ سے یہی چرمی حوض مراد ہے۔ حجاج اس حوض میں ہاتھ ڈال ڈال کر پیتے تھے۔ اس لئے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں پہنچے اور پینے کے لئے طلب فرمایا۔ تو حضرت عباس نے یہ پسند نہ فرمایا کہ حضور یہ پئیں۔ اپنے بڑے صاحبزادے حضرت فضل کو حکم دیا۔ کہ گھر جا کر صاف ستھرا شربت اپنی والدہ سے مانگ کر لاؤ۔ مگر رحمت عالم نے اپنے لئے امتیاز پسند نہ فرمایا۔ اور جو سارے حجاج پیتے تھے وہی پیا۔

**لولا ان تغلبوا** یعنی اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ اگر میں نیچے اتر کر خود اپنے ہاتھ سے پانی کھینچ کر پیئوں تو میری اتباع میں تمام حجاج یہی کرنے لگیں گے۔ جس کے نتیجے میں تم کو مغلوب ہو کر ہٹنا پڑے گا۔ تو میں خود پانی کھینچ کر پیتا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ میرے اس عمل کو بہانہ بنا کر ظالم حکام تم سے اس منصب جلیل کو چھین نہ لیں۔ یہ مخصوص سقایہ، سقایہ عباس کے نام سے مشہور تھا اور عرصے تک باقی رہا۔ امام طاؤس نے کہا۔ سقایۃ العباس سے پینا تمام حج سے ہے۔ امام عطار نے کہا۔ یہ اتنا میٹھا ہوتا کہ ہونٹ چپک جاتا۔ سائب بن عبداللہ نے امام مجاہد سے کہا۔ کہ سقایۃ العباس سے پیو۔ یہ سنت ہے۔ اگر سقایہ آج بھی ہوتا تو اس سے پینا ضرور سنت ہوتا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عباس نے خود ایک ڈول کھینچ کر دیا جسے حضور نے پیا اور جو بچا اسے اپنے اوپر ڈال لیا۔ حدیث میں ہے۔ کہ چاہ زمزم میں جھانکو اس میں جھانکنا نفاق دور کرتا ہے۔ مگر اب چاہ زمزم نیچے کر دیا گیا ہے۔ مشینوں سے زمزم نکال کر ٹینکوں میں ٹھنڈا کر کے نلوں تک پہنچتا ہے۔ اور اب انھیں نلوں سے میسر ہوتا ہے۔ حجاج کی جواب

مِنْهُ ثُمَّ اَتٰى زَمْزَمَ وَهُمْ يَسْقُوْنَ وَيَعْمَلُوْنَ فِيْهَا فَقَالَ اِعْمَلُوْا فَاِنَّكُمْ

کو پیا۔ پھر زمزم کے پاس آئے اور آل مطلب پانی کھینچ کھینچ کر لوگوں کو پلا رہے تھے تو فرمایا اسے جاری رکھو

عَلٰى عَمَلٍ صَالِحٍ ثُمَّ قَالَ لَوْلَا اَنْ تَغْلِبُوْا لَنَزَلْتُ حَتّٰى اَضَعَ الْحَبْلَ

تم لوگوں کا یہ کام اچھا ہے۔ پھر فرمایا۔ اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مغلوب ہو جاؤ گے تو میں اترتا اور رسی

عَلٰى هٰذِهٖ يَعْنِيْ عَاتِقَهٗ وَاَشَارَ اِلٰى عَاتِقِهٖ ؏

اس پر رکھتا۔ کاندھے کی طرف اشارہ فرمایا

**حدیث ۹** عَنِ الشَّعْبِيِّ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

امام ابو عامر شعبی سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ میں

قَالَ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ

نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پینے کے لئے زمزم دیا۔ تو حضور نے اسے

کثرت ہونے لگی ہے اس کے پیش نظر یہ ضروری بھی تھا۔

**تشریحات ۹** کھڑے ہو کر پانی وغیرہ پینے سے احادیث میں ممانعت آئی ہے۔ مسلم اور ترمذی میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا قتادہ نے کہا۔ اور کھانا۔ تو فرمایا یہ اور برا ہے۔ نیز مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے زجر فرمایا۔ نیز اسی میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی کھڑے ہو کر ہرگز نہ پیئے اور جو بھول جائے تو جو پیا ہوا سے قے کرے۔ ترمذی میں سیدنا جارود بن ابو المعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا۔

اس کے برخلاف بعض احادیث سے اجازت ثابت ہوتی ہے۔ مگر وہ یا تو عذر پر محمول ہے یا کسی خاص پانی کے بارے میں وارد ہے جیسے زمزم شریف یا وضو کا بچا ہوا پانی۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ زمزم شریف کھڑے ہو کر پینا چاہیئے۔ لیکن اگر عکرمہ کی روایت صحیح ہے تو ثبوت مشکل ہے کیونکہ ان کا بیان ہے کہ حضور اس وقت اونٹ پر تھے تو اب کھڑے ہو کر پینے کا سوال ہی نہیں۔ اسی طرح بعض حضرات نے کھڑے ہو کر زمزم شریف پینے کی یہ توجیہ کی ہے۔ کہ چونکہ بیر زمزم کے اردگرد منڈیر بنا دی گئی تھی۔ اور پانی پلانے والے اندر سے پلاتے تھے۔ جس کی وجہ سے بیٹھ کر پینا ممکن نہ تھا۔ مگر ان تعلیلات سے قطع نظر مطلقاً زمزم شریف کھڑے ہو کر پینے کی روایات

---

ع۵ مناسك باب سقاية الحاج ص ۲۲۱ ۱ ثانی الاشربة۔ باب الشرب قائما ص ۱۷۳ ۲ ثانی الاشربة۔ باب النهی عن الشرب قائما ص ۱

فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ قَالَ عَاصِمٌ فَحَلَفَ عِكْرِمَةُ مَا كَانَ يَوْمَئِذٍ

کھڑے کھڑے پیا۔ عاصم نے کہا عکرمہ نے قسم کھائی ہے کہ حضور اس دن

إِلَّا عَلَى بَعِيرِهِ[1]

اونٹ پر تھے

حدیث ۹۷۱ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَرَادَ

نافع سے روایت ہے کہ جس سال حجاج نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

الْحَجَّ عَامَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقِيلَ

کا محاصرہ کیا تھا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حج کا ارادہ کیا تو ان سے عرض کیا گیا۔ کہ ان

لَهُ إِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ وَإِنَّا نَخَافُ أَنْ يَصُدُّوكَ فَقَالَ۔

لوگوں میں لڑائی ہونے والی ہے۔ اور ہمیں اندیشہ ہے کہ آپ کو روک دیں۔ تو فرمایا

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ إِذَنْ أَصْنَعُ كَمَا صَنَعَ

تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بہترین نمونۂ عمل ہے۔ اگر ایسا ہوا تو میں ویسے ہی

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ

کروں گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (حدیبیہ کے سال) کیا تھا۔ میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں

تشریحات ۹۷۱ عام نزل الحجاج۔ مشہور مروانی سفاک عبدالملک بن مروان کے حکم سے مشہور زمانہ خونخوار حجاج بن یوسف ثقفی نے ذوالحجہ ۷۲ھ کی چاند رات نور دیدہ حواری رسول اللہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مکہ معظمہ میں محاصرہ کیا۔ اور یہ محاصرہ مسلسل پانچ ماہ سترہ دن رہا۔ بالآخر سترہ جمادی الاولیٰ ۷۳ھ کو انھیں شہید کر ڈالا۔

---

[1] مناسك باب سقاية الحاج ص ۲۲۱ ثانی الاشربة باب الشرب قائما ص ۸۴ مسلم ترمذی الاشربة ۔ نسائی الحج۔ ابن ماجة الاشربة۔

أَوْجَبْتُ عُمْرَةً ثُمَّ خَرَجَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَاءِ قَالَ مَا

کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ واجب کرلیا اس کے بعد نکلے جب بیدار پہنچے تو کہا۔ حج اور عمرہ دونوں

شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدٌ أُشْهِدُكُمْ إِنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ حَجَّةً مَعَ

کا حال یکساں ہے میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرے کے ساتھ حج واجب کرلیا

عُمْرَتِي وَأَهْدٰى هَدْيًا اشْتَرَاهُ بِقُدَيْدٍ وَلَمْ يَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ فَلَمْ

اور قربانی کے جانور ساتھ لئے جنھیں قدید سے خریدا تھا۔ اور اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا۔ نہ

يَنْحَرْ وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ وَلَمْ يَحْلِقْ وَلَمْ يُقَصِّرْ حَتّٰى

قربانی کی نہ بال مونڈا نہ ترشوایا اور نہ احرام سے باہر ہوئے۔ جب

سر کاٹ کر عبدالملک کے پاس بھیجا اور نعش مبارک الٹی سولی پر چڑھا دیا[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ واقعہ اسی سال کا ہے۔ حجاج نے اپنی فوج کے ساتھ حرم کے باہر حج کے ارکان ادا کئے۔ البتہ وہ اور اس کے فوجی طواف زیارت نہیں کرسکے۔ عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ حج کی ادائیگی میں عبداللہ بن عمر کی اقتدا کرنا[2]

باب من اشترى هدية من الطريق وقلدها۔ میں عام نزل الحجاج۔ کے بجائے۔ عام حج الحرورية ہے۔

گزر چکا کہ حروریہ خوارج کو کہتے ہیں۔ یہ کوفے کے قریب ایک گاؤں حروراء کی طرف منسوب ہے۔ چونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف خوارج کا اجتماع اسی گاؤں میں ہوا تھا۔ اسی لئے خوارج کو حروریہ کہتے ہیں۔ حج حروریہ ۶۴ھ کے حج کو کہتے ہیں۔ جس سال یزید مرا ہے۔ اس وقت تک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت قائم بھی نہیں ہوئی۔ اس لئے عام حج الحروریہ کے ساتھ۔ فی عهد ابن الزبير۔ کہنا درست نہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ ہوسکتا ہے کہ۔ حروریۃ سے۔ راوی کی مراد۔ حجاج ہی ہو۔ کیونکہ خلیفہ برحق پر خروج کئے ہوئے تھا۔ ہوسکتا ہے۔ کہ واقعہ دوبار ہوا ہو۔ اس پر ہندوستانی مطبوعہ بخاری کے حاشیہ پر یہ اعتراض کردیا کہ پھر۔ فی عهد ابن الزبير۔ کہنا درست نہیں۔ اقول۔ یہاں تمام شارحین سے تسامح ہوا ہے۔ ۶۴ھ کے ایام حج سے بہت پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت قائم ہوچکی تھی۔ یزید ربیع الاول ۶۴ھ میں مرا ہے۔ اس کے بعد شام کو چھوڑ کر تمام بلاد اسلامیہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر کی خلافت قبول کرلی تھی اور ۶۴ھ کے حج کے موقع پر کوئی خطرہ نہ تھا اور اس سال حضرت عبداللہ بن زبیر کی امارت میں امن وامان کے ساتھ حج ہوا۔ اسی طرح ۶۳ھ کے

---

[1] بدایہ نہایہ جلد ثامن ص ۳۲۹ و ص ۳۳۲ [2] ایضاً ص ۳۲۹

كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ فَنَحَرَ وَحَلَقَ وَرَأَى أَنْ قَدْ قَضَى طَوَافَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

یوم نحر ہوا تو قربانی کی اور سر مونڈا۔ ان کی رائے یہ تھی حج اور عمرے دونوں کے طواف، طواف اول

بِطَوَافِهِ الْأَوَّلِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ كَذٰلِكَ فَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

سے ادا ہو گئے۔ اور ابن عمر نے فرمایا۔ ایسے ہی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے کیا۔

حدیث ۹۷۲ قَالَ عُرْوَةُ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقُلْتُ لَهَا

عروہ نے کہا میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا۔ میں نے

حج میں بھی کوئی اندیشہ نہ تھا کیونکہ مسلم بن عقبہ نے اواخر ذوالحجہ ۶۳ھ میں مدینہ طیبہ کا محاصرہ کیا اور ۲۷ ذوالحجہ کو جنگ ہوئی۔ پھر یہ لشکر اوائل محرم میں مکہ معظمہ گیا کہنا یہ ہے کہ ۶۳ھ اور ۶۴ھ کے ایام حج میں مکہ معظمہ پر کوئی لشکر حملہ آور نہ ہوا تھا۔ جو شورش تھی وہ دوسرے شہروں کے لئے تھیں۔ غالبا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو عرض کی گئی وہ دوسرے بلاد کی شورشوں اور لشکروں کے کوچ کی خبروں کی بنا پر کی گئی خلاصہ یہ ہوا کہ اگر عام حج الحروریہ سے مراد ۶۴ھ ہے تو اس سال ایام حج تک حضرت عبداللہ بن زبیر کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ اس لئے عام حج الحروریہ اور۔ فی زمن ابن الزبیر۔ میں کوئی تخالف نہیں۔ اور اگر اس سے ۶۳ھ مراد ہو تو بھی مکہ معظمہ پر حضرت عبداللہ بن زبیر کا تسلط تام تھا تو اسے زمن الزبیر کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر باب اذا احصر المعتمر۔ کی روایت کی یہ تصریح۔ لما بلغ نزل الجیش بابن الزبیر۔ متعین کر رہا ہے کہ یہ واقعہ ۷۳ھ ہی کا ہے۔

فقیل لہ | یہ عرض کرنے والے ان کے دونوں صاحبزادے سالم اور عبداللہ تھے۔ جیسا کہ باب اذا احصر المعتمر میں تصریح ہے۔

کما صنع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | یہ صلح حدیبیہ کی طرف اشارہ ہے۔ کہ صلح کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہیں حدیبیہ میں قربانیاں کیں اور احرام کھول دیا اور اس عمرے کی قضا میں سال آئندہ عمرہ ادا فرمایا۔

تشریحات ۹۷۲ | سورہ بقرہ آیت (۱۵۸) میں ارشاد ہے۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں

---

عہ مناسك باب طواف القارن ص۲۲۲ من اشترى الهدى من الطريق ص۲۲۹ ايضا ص۲۳۱ باب المحصر ص۲۴۳ باب من قال، ليس على المحصر بدل ص۲۴۴

أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ

عرض کیا۔ اللہ کے اس ارشاد کے بارے میں کیا فرماتی ہیں۔ کہ صفا اور مروہ بلاشبہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو

حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا۔ فَوَاللّٰهِ مَا عَلٰى

بھی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر ان دونوں کا طواف کرنے پر کوئی گناہ نہیں۔ کیا بخدا ایسا ہی ہے

أَحَدٍ جُنَاحٌ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَتْ بِئْسَمَا قُلْتَ يَا ابْنَ

کہ صفا اور مروہ کا طواف نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں۔ فرمایا اے بھتیجے تو نے غلط بات کہی۔

أُخْتِي إِنَّ هٰذِهِ لَوْ كَانَتْ كَمَا أَوَّلْتَهَا عَلَيْهِ كَانَتْ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ

اگر اس آیت کا معنی وہی ہوتا جو تو نے بیان کیا ہے۔ تو ارشاد خداوندی یہ ہوتا۔ کہ ان دونوں کا طواف نہ

لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَلٰكِنَّهَا أُنْزِلَتْ فِي الْأَنْصَارِ كَانُوا قَبْلَ أَنْ يُسْلِمُوا يُهِلُّونَ

کرنے پر کوئی گناہ نہیں یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ مسلمان ہونے سے پہلے یہ لوگ

لِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ الَّتِي كَانُوا يَعْبُدُونَهَا عِنْدَ الْمُشَلَّلِ فَكَانَ مَنْ أَهَلَّ

مناۃ طاغیہ کے پاس احرام باندھتے جس کی وہ پرستش کرتے تھے جو مشلل کے پاس تھا۔ جو یہاں سے

فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا۔

بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرنے والے پر ان دونوں کا طواف کرنے پر کوئی گناہ نہیں۔

اس آیت سے بظاہر یہ متبادر ہوتا ہے۔ کہ صفا اور مروہ کی سعی کرنا مباح ہے۔ فرض و واجب تو دور رہے مستحب بھی نہیں۔ اس لئے یہ کہنے سے کہ فلاں کام کرنے میں گناہ نہیں۔ عرف میں یہی سمجھا جاتا ہے حضرت عروہ نے اسی کے مطابق یہی سمجھا تھا حالانکہ حدیث میں ہے کہ فرمایا۔ اسعوا فان اللہ کتب علیکم السعی۔ سعی کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی فرض فرمائی ہے۔ اس سے سعی کی فرضیت یا کم از کم وجوب ضرور ثابت ہوتا ہے۔

حضرت عروہ نے اپنا یہ شبہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں پیش کیا تو انھوں نے جواب یہ ارشاد فرمایا۔ کہ انصار زمانۂ جاہلیت میں مناۃ مشہور بت کے پاس جو قدید کے قریب مشلل میں ہے۔ حج کا احرام باندھتے تھے۔ اور صفا اور مروہ کی سعی کو گناہ جانتے تھے۔ انصار کرام جب اسلام سے مشرف ہو گئے تو انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کہ ہمارا یہ طریقہ تھا۔ اب کیا ارشاد ہے۔ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ چونکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صفا اور مروہ کی سعی ہمارے لئے گناہ ہے۔ ان کے اس عقیدے کے ازالے کے لئے فرمایا گیا۔ کہ صفا اور مروہ کی سعی میں کوئی گناہ نہیں جیسا کہ تم اعتقاد رکھتے تھے۔ ام المومنین یہ افادہ فرمانا چاہتی ہیں۔ کہ یہ تعریض ہے اور تعریض میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا۔ اس لئے اس سے اباحت

يَتَحَرَّجُ اَنْ يَّطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا اَسْلَمُوْا سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ

احرام باندھ لیتا وہ صفا اور مروہ کا طواف کرنے میں حرج جانتا۔ جب یہ لوگ مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا

تعالےٰ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا۔ اور عرض کیا یارسول اللہ۔ ہم صفا اور مروہ

نَتَحَرَّجُ اَنْ نَّطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ

کا طواف کرنے میں حرج جانتے تھے۔ تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ بلاشبہ صفا اور مروہ اللہ کی

مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۔ اَلْاٰيَةَ ۔ قَالَتْ عَائِشَةُ وَقَدْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

نشانیوں میں سے ہیں۔ پوری آیت۔ حضرت عائشہ نے فرمایا۔ اور بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا فَلَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَّتْرُكَ الطَّوَافَ

نے ان دونوں کے مابین طواف کو مسنون فرمایا ہے تو اب کسی کو جائز نہیں کہ ان دونوں کا طواف چھوڑے

پر استدلال درست نہیں۔ مزید توضیح کے لئے ام المومنین نے فرمایا۔ کہ اگر اباحت مقصود ہوتی تو یہ ارشاد ہوتا۔ کہ طواف نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ یہ نہیں ارشاد ہوتا کہ۔ طواف کرنے میں گناہ نہیں۔ عرف کا محاورہ یہی ہے کہ اگر کسی فرض یا واجب کے کرنے کو کوئی گناہ سمجھے تو یہی کہا جاتا ہے کہ اس میں کوئی گناہ نہیں۔ جیسے کسی کی ظہر کی نماز قضا ہو گئی اور وہ صاحب ترتیب ہے اس پر فرض ہے کہ عصر سے پہلے پہلے ظہر کی قضا پڑھ لے مگر وہ اپنی بے علمی سے یہ خیال کرتا ہے۔ یہ جائز نہیں۔ اس نے کسی عالم سے دریافت کیا تو عالم نے جواب دیا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کا اس ماحول میں یہ مطلب نہیں کہ اس شخص پر عصر سے پہلے ظہر پڑھ لینا فرض نہیں۔ بلکہ حرج نہیں اس کے خیال کو زائل کرنے کے لئے ہے۔ اور اگر کوئی ایسا شخص جو صاحب ترتیب نہ ہو اور اس کی نماز ظہر قضا ہو جائے اور وہ یہ خیال کرے کہ عصر سے پہلے پہلے ظہر پڑھ لینا مجھ پر فرض ہے۔ اگر نہیں پڑھوں گا تو گنہگار ہوں گا۔ اس نے کسی عالم سے پوچھا تو عالم نے فرمایا۔ اگر نہ پڑھو تو کوئی گناہ نہیں اس کا مطلب ضرور یہ ہوا کہ اس پر عصر سے پہلے پہلے ظہر پڑھنا فرض یا واجب نہیں۔ اس کو حضرت ام المومنین یہ فرماتی ہیں۔ کہ اگر صفا مروہ کے مابین سعی فرض یا واجب نہ ہوتی تو یہ فرمایا جاتا۔ کہ ان دونوں کی سعی نہ کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں۔ مگر چونکہ انصار کرام کے زمانۂ جاہلیت کے اس اعتقاد فاسد کا ازالہ مقصود ہے۔ اس لئے یہ فرمایا۔ کہ جو ان کی سعی کرے اس پر کوئی گناہ نہیں جیسا کہ تمہارا زمانہ جاہلیت میں گمان تھا۔

**لسناة الطاغية** مناۃ۔ یہ مشہور بت کا نام ہے۔ یہ ایک چٹان تھی۔ جسے بانی بت برستی عمرو بن لحی خزاعی نے مشلل میں سمندر کی جانب نصب کیا تھا۔ یہ انصار بنی غطفان اور ہُذَیل کا خاص بت تھا۔ جو مدینہ طیبہ سے سات میل کے فاصلے پر قدید کے قریب تھا۔ طاغیہ۔ طغیان سے ہے۔ اس کے معنی سرکشی کرنے والے کے ہیں۔ اور عرف میں بت کو بھی کہتے ہیں۔ قدید۔ مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کے درمیان ایک شہر تھا۔ مشلل۔ قدید کے قریب سمندر کی جانب ایک گاؤں کا نام ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اس پہاڑ کا نام ہے جس سے

بَيْنَهُمَا ثُمَّ أَخْبَرْتُ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ إِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ

امام زہری نے کہا۔ اس کے بعد میں نے ابو بکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کو اس کی خبر دی تو انھوں

مَا كُنْتُ سَمِعْتُهُ لَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالًا مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَذْكُرُونَ

نے کہا۔ یہ بات میں نے نہیں سنی میں نے بہت سے اہل علم سے سنا ہے کہ جو لوگ مناۃ کے پاس

أَنَّ النَّاسَ إِلَّا مَنْ ذَكَرَتْ عَائِشَةُ مِمَّنْ كَانَ يُهِلُّ لِمَنَاةَ كَانُوا

احرام باندھتے تھے۔ جن کا تذکرہ حضرت عائشہ نے کیا ہے ان کے علاوہ سب صفا اور مروہ کا طواف

يَطُوفُونَ كُلُّهُمْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا ذَكَرَ اللّٰهُ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَ

کرتے تھے۔ جب اللہ عزوجل نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر کیا اور

لَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ فِي الْقُرْآنِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ كُنَّا نَطُوفُ

صفا اور مروہ کے طواف کا ذکر نہیں کیا۔ تو لوگوں نے عرض کیا۔ ہم صفا اور مروہ کا طواف

اتر کر قدید جاتے ہیں۔ علامہ کرمانی نے فرمایا۔ یہ وہ گھاٹی ہے جو قدید کے اوپر ہے۔ ان سب اقوال میں تنافی نہیں۔ ہو سکتا ہے۔ مشلل کی آبادی اسی گھاٹی میں رہی ہو جو اس پہاڑ میں ہے جس سے اتر کر قدید جاتے تھے۔

**ثم اخبرت** اس کے قائل امام زہری ہیں۔ ابو بکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام یہ بڑے عابد و زاہد تابعی بزرگ تھے۔ ان کا راہب قریش خطاب تھا۔ یہ عہد فاروقی میں پیدا ہوئے اور ۹۴ھ میں واصل بحق ہوئے۔

ان کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تم نے جو کچھ حضرت ام المومنین سے سنا وہ صحیح ہے۔ مگر میں نے نہیں سنا۔ میں نے اس آیت کریمہ کے شان نزول کے بارے میں ام المومنین کے علاوہ دوسرے اہل علم سے جو سنا ہے وہ یہ ہے۔ جو لوگ مناۃ کے پاس احرام باندھتے تھے وہ لوگ بھی زمانہ جاہلیت میں صفا و مروہ کی سعی کرتے تھے۔ مگر جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔ ج (۲۹) اور بیت عتیق کا طواف کریں۔

جس سے معلوم ہوا کہ حج میں بیت اللہ کا طواف فرض ہے۔ اور صفا و مروہ کی سعی کا حکم نہیں دیا۔ تو ان لوگوں نے پوچھا۔ کہ کیا بات ہے۔ صفا و مروہ کی سعی کا تذکرہ نہیں فرمایا کیا یہ گناہ ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور فرمایا گیا انکا اس شعیرہ از الیکھنے فرمایا گیا۔ یہ گناہ نہیں۔ اس کے ازالے کے لئے ہے۔ اس لئے اس کا یہ مطلب نہیں ہوا کہ سعی فرض یا واجب نہیں۔ جس کا کرنے والا گنہگار نہ ہو۔ اخیر میں ابو بکر بن عبدالرحمٰن نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے۔ کہ دونو فریقین کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہو۔

**ان هذا العلم** یہاں العلم معرف باللام اکثر کی روایت ہے۔ کشمیہنی کی روایت اِنَّ هٰذَا عِلْمٌ ہے۔ علم پر لام تاکید اور علم نکرہ۔ اب ترجمہ یہ ہوگا۔ بیشک یہ علم ہے جسے میں نے نہیں سنا۔ یعنی یہ اپنے اپنے علم کی بات ہے۔ حضرت ام المومنین کو اس کا علم تھا انھوں نے بیان فرمایا۔ مگر میں نے کسی سے اب تک نہیں سنا۔ حاصل دونوں روایتوں کا ایک ہی ہے۔

بالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَإِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ فَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا فَهَلْ

کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کو نازل فرمایا اور صفا اور مروہ کا ذکر نہیں کیا

عَلَيْنَا مِنْ حَرَجٍ اَنْ نَّطَّوَّفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ اِنَّ

تو کیا اگر ہم صفا اور مروہ کا طواف کریں تو کوئی حرج ہے؟ اب اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا۔ صفا اور

الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ۔ اَلْاٰيَةَ۔ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ فَاَسْمَعُ هٰذِهٖ

مروہ بلاشبہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ (پوری آیت) ابوبکر نے کہا۔ سن یہ آیت دونوں

الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِي الْفَرِيْقَيْنِ كِلَيْهِمَا فِي الَّذِيْنَ كَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ اَنْ يَّطَّوَّفُوْا

فریق کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ان لوگوں کے بارے میں بھی جو زمانہ جاہلیت میں صفا اور مروہ

**شبہ اور حل** مگر یہاں یہ شبہ وارد ہے کہ حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن کی تقریر کے مطابق دو فریق کہاں ہوئے۔ ایک ہی فریق رہے۔ اقول وباللہ التوفیق۔ یہاں بخاری میں اجمال ہے اور وہ بھی درجہ ابہام تک ہے مسلم میں ہے۔ کہ ابوبکر بن عبدالرحمٰن نے کہا۔ میں نے بہت سے اہل علم سے سنا ہے۔ کہ اہل عرب میں سے جو لوگ صفا و مروہ کے مابین طواف نہیں کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ ان دونوں پتھروں کے مابین طواف جاہلیت کے کاموں میں سے ہے۔ اور دوسرے لوگ جو انصار میں سے تھے۔ انھوں نے کہا کہ ہم کو صرف بیت اللہ کے طواف کا حکم ہوا ہے اور صفا مروہ کی سعی کا حکم نہیں ہوا ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ان دونوں گروہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اس سے قطع نظر خود بخاری کی روایت میں بنظر دقیق دیکھنے سے دو فریق صاف صاف معلوم ہوتے ہیں۔ البتہ۔ ان الناس الا ماذکرت عائشۃ۔ کی تقریر عام شراح کی روش سے ہٹ کر ہوگی۔ وہ یہ کہ۔ ان الناس الا ماذکرت عائشۃ مسن کان اھل لمناۃ۔ میں۔ مسن کان اھل لمناۃ ماذکرت۔ میں مذکور ما کا بیان ہے۔ اب ترجمہ یہ ہوگا۔ ام المومنین نے جن لوگوں کا تذکرہ کیا ہے یعنی وہ لوگ جو مناۃ کے پاس سے احرام باندھتے تھے۔ ان کے ماسوا سب لوگ صفا مروہ کی سعی کرتے تھے۔ مگر جب بیت اللہ کے طواف کا حکم نازل ہوا۔ تو لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کیا صفا مروہ کی سعی میں کوئی گناہ ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اب ابوبکر بن عبدالرحمٰن کا یہ فرمانا کہ دونوں فریق کے بارے میں نازل ہوئی صحیح ہے۔ جیسا کہ بعد میں خود انھوں نے تفصیل فرمائی ہے۔

**اشکال اور جواب** اس توجیہ پر یہ اشکال ہے۔ کہ۔ ما۔ غیر ذوی العقول کے لئے ہے۔ اس لئے اس کا بیان ممن نہیں ہو سکتا۔

**جواب** ما کبھی ذوی العقول کے لئے بھی آتا ہے۔ اگرچہ مجازاً ہی سہی۔ قرآن مجید میں بھی اور احادیث میں بھی آیا ہے۔ اشارہ وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنٰهَا۔ قسم ہے آسمان کی اور جس نے اسے بنایا۔ اور ارشاد ہے۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا۔ اور جان کی قسم اور جس نے اسے ٹھیک بنایا۔ اس کے بعد حدیث آرہی ہے جس میں ہے۔ الخمس قریش وما ولدت۔ خمس قریش

فِی الْجَاهِلِیَّةِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَالَّذِیْنَ یَطُوْفُوْنَ ثُمَّ تَحَرَّجُوْا اَنْ

کے طواف کو گناہ جانتے تھے اور ان لوگوں کے بارے میں بھی جو زمانہ جاہلیت میں طواف کرتے تھے۔ مگر ان کے

یَّطَّوَّفُوْا بِهِمَا فِی الْاِسْلَامِ مِنْ اَجْلِ اَنَّ اللّٰهَ اَمَرَ بِالطَّوَافِ بِالْبَیْتِ

طواف کو عہد اسلام میں حرج جاننے لگے تھے۔ اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا تذکرہ کیا

وَلَمْ یَذْکُرِ الصَّفَا حَتّٰی ذَکَرَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا ذَکَرَ الطَّوَافَ بِالْبَیْتِ ۔ع

اور صفا کا نہیں کیا۔ یہاں تک کہ بعد میں ان دونوں کے طواف کا بھی تذکرہ فرمایا۔

اور ان کی اولاد ہے۔

احکام | احناف کے یہاں صفا مروہ کی سعی واجب ہے۔ فرض نہیں۔ اس کے ترک سے دم واجب ہے۔ اور دم سے انجبار ہو جاتا ہے۔ حضرت امام مالک امام شافعی، امام احمد وغیرہ کے یہاں فرض ہے۔ اس کو اگر کسی نے ترک کیا تو جب تک ادا نہیں کرے گا۔ بری الذمہ نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر سعی نہ کی اور گھر لوٹ آیا تو بھی فرض ہے کہ مکہ معظمہ جا کر اسے ادا کرے اور تاخیر کی وجہ سے دم دے۔ اور اگر سعی کے بغیر جماع کر لیا۔ تو حج فاسد ہو گیا۔ اس پر اس حج کی قضا واجب ہے۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد[1]، دار قطنی[2] اور بیہقی[3] نے صفیہ بنت شیبہ سے اور حبیبہ بنت تجزہ سے روایت کیا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر رہے ہیں کچھ لوگ حضور کے آگے ہیں اور حضور ان کے پیچھے اس طرح سعی فرما رہے ہیں۔ کہ تیزی سے دوڑنے کی وجہ سے تہبند گھٹنوں کے گرد چکر کھا رہا ہے اور فرما رہے ہیں اسعوا فان اللہ کتب علیکم السعی۔ سعی کرو اس لئے کہ اللہ نے تم پر سعی فرض فرمائی۔ یہ حدیث فرضیت پر نص ہے احناف یہ کہتے ہیں یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ صرف وجوب ثابت ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ سعی نہ فرض ہے نہ واجب بلکہ سنت یا مستحب ہے۔ یہ حضرت ابن عباس اور ابن سیرین اور عطار کا قول ہے۔ امام احمد سے بھی ایک روایت ہے۔ ان کی دلیل آیہ کریمہ کا اگلا حصہ ہے کہ فرمایا۔ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِیْمٌ۔ اور اگر کوئی شخص کوئی نیکی اپنی طرف سے کرے تو اللہ بہترین صلہ دینے والا اور سب کچھ جاننے والا آن حضرات کا کہنا یہ ہے کہ اس کا تعلق صفا مروہ کی سعی سے ہے۔ اس لئے یہ اس کے نفل ہونے پر دلیل ہے۔ جمہور کہتے ہیں۔ کہ اس کا تعلق حج اور عمرے سے ہے۔ سعی سے نہیں۔ کیونکہ اگر اس کا تعلق سعی سے مانیں گے تو لازم آئے گا کہ حج اور عمرے کے بغیر صرف صفا مروہ کی سعی بطور نفل مشروع ہو۔ حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ حج اور عمرے کے بغیر تنہا سعی مشروع نہیں۔

---

ع مناسک باب وجوب الصفا والمروۃ ص ۲۲۲ ج ۳ نسائی الحج۔

[1] جلد سادس ص ۴۲۲ [2] عمدۃ القاری تاسع ص ۲۸۸ [3] ایضا۔

ث ۳۰۱ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا السَّعْيُ مِنْ دَارِ بَنِي

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ سعی، بنی عباد کے گھر سے بنی ابوحسین

عَبَّادٍ إِلَى زُقَاقِ بَنِي أَبِي حُسَيْنٍ ع۱

کی گلی تک ہے۔

حدیث ۹۷۳ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فَقُلْتُ

عبید اللہ بن عمر سے مروی ہے۔ کہ انھوں نے کہا۔ میں نے نافع سے پوچھا

لِنَافِعٍ أَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَمْشِي إِذَا بَلَغَ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ

کیا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب رکن یمانی تک پہنچتے تو معمول کے مطابق چلتے۔ نافع

يُزَاحَمَ عَلَى الرُّكْنِ فَإِنَّهُ كَانَ لَا يَدَعُهُ حَتّٰى يَسْتَلِمَهُ۔ ع۲

نے کہا۔ نہیں (رمل کرتے تھے) مگر یہ کہ رکن پر بھیڑ ہو تو معمول کے مطابق چلتے۔ وہ کسی حال رکن یمانی کا استلام نہیں چھوڑتے تھے

حدیث ۹۷۴ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ

عاصم نے کہا۔ کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔

**تشریح ۳۰۱** اس تعلیق کے ہم معنی امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے بنی عباد کا دروازہ جانب صفا پہلی میل کے پاس تھا۔ اور بنی ابوحسین کی گلی دوسرے میل کے پاس۔ اس لئے اس کا حاصل وہی ہوا کہ صفا مروہ کے درمیانی نشیب کے دونوں کناروں پر جو سبز میل نصب ہیں وہاں سعی کریں۔ یعنی ذرا تیز چلیں۔ پوری سعی میں دوڑنا ممنوع ہے۔

**تشریحات ۹۷۳** باب من طاف بالبیت اذا قدم مکۃ۔ میں اس حدیث کا ابتدائی حصہ گزر چکا۔ یہ حصہ وہاں مذکور نہیں تھا۔ اس حصہ سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی مذہب یہی ہے کہ رمل طواف کے پورے پھیروں میں ہے۔ رکن یمانی اور رکن اسود کا مابین مستثنیٰ نہیں۔ مگر وہ چونکہ رکن یمانی کے استلام کو ضروری جانتے تھے۔ اس لئے اگر بھیڑ ہوتی تو استلام کے لئے تھوڑی رمل ترک کر دیتے۔ اور یہی محل ہے اس روایت کا جو باب الرمل فی الحج والعمرۃ۔ میں گزری۔ کہ نافع نے بتایا کہ وہ رکن یمانی اور رکن اسود کے مابین معمول کے مطابق اس لئے چلتے تھے کہ استلام کے لئے اس میں آسانی ہو۔

**تشریحات ۹۷۴** باب بدء الرمل۔ میں اس کی تفصیل گزر چکی۔ سعی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہی کے عہد سے

---

ع۱ المناسک باب ماجاء فی السعی بین الصفا والمروۃ ص۲۲۳ ۔ ع۲ ایضاً

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَکُنْتُمْ تَکْرَھُوْنَ السَّعْیَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ فَقَالَ

کیا آپ لوگ صفا مروہ کی سعی کو بُرا جانتے تھے۔ تو فرمایا۔

نَعَمْ لِاَنَّھَا کَانَتْ مِنْ شَعَائِرِ الْجَاھِلِیَّۃِ حَتّٰی اَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ اِنَّ الصَّفَا

ہاں اس لئے کہ وہ جاہلیت کے شعار سے تھی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہِ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ

صفا مروہ بلاشبہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اس لئے جو حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ

اَنْ یَّطَّوَّفَ بِھِمَا ۔[1]

ان دونوں کا طواف کرے۔

**حدیث ۹۷۵** عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ اِنَّمَا سَعٰی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْبَیْتِ وَبَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے بیت اللہ اور صفا مروہ کے درمیان سعی اس لئے کی تاکہ مشرکین

لِیُرِیَ الْمُشْرِکِیْنَ قُوَّتَہٗ ۔[2]

کو اپنی قوت دکھائیں۔

مشروع ہے۔ مسند امام احمد[1] میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مناسک ادا کرنے کا حکم ہوا تو شیطان سعی کے وقت آیا۔ اور حضرت ابراہیم سے آگے بڑھنا چاہا۔ تو حضرت ابراہیم نے (دوڑ لگائی) اور اس سے آگے ہو گئے۔ نیز یہ اصل میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سنت ہے۔ خود بخاری[2] ہی میں ہے کہ جب مشک کا پانی ختم ہو گیا تو حضرت ہاجرہ سب سے زیادہ قریب پہاڑ صفا پر چڑھیں۔ اور میدان میں نظر ڈالی کہ کوئی ہے؟ مگر کوئی نظر نہ آیا۔ تو اتریں اور جب نالے کے پیٹ میں پہنچی تو کرتے کا دامن اٹھا لیا۔ پوری قوت سے دوڑنے لگیں۔ اس طرح نالہ پار کیا اور مروہ پر آئیں۔ سات بار ایسا ہی کیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسی وجہ سے لوگ صفا مروہ کے درمیان

---

[1] مناسک باب ماجاء فی السعی بین الصفا والمروۃ ص ۲۲۳ ثانی تفسیر سورۃ بقرۃ باب قولہ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ ص ۶۴۶ مسلم الحج۔ ترمذی تفسیر نسائی مناسک۔ [2] ایضا۔ [1] اول ص ۲۹۷ [2] اول الانبیاء باب یزفون النسلان فی المشی ص ۴۷۵

حدیث ۹۷۶ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ نبی

أَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ وَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور صحابہ نے حج کا احرام باندھا نبی صلی اللہ

لَيْسَ مَعَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ هَدْيٌ غَيْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تعالیٰ علیہ وسلم اور طلحہ کے سوا ان میں سے کسی کے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا۔ اور

وَطَلْحَةَ وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِّنَ الْيَمَنِ وَمَعَهُ هَدْيٌ فَقَالَ أَهْلَلْتُ بِمَا

علی یمن سے آئے اور ان کے ساتھ قربانی کے جانور تھے۔ اور انھوں نے

أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

کہا تھا میں نے اس کا احرام باندھا ہے۔ جس کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے۔ اور نبی صلی اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَّجْعَلُوهَا عُمْرَةً وَيَطُوفُوا ثُمَّ يُقَصِّرُوا

تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اسے عمرہ کرلیں اس کے بعد بال ترشوالیں اور احرام کھول لیں

وَيَحِلُّوا إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَقَالُوا نَنْطَلِقُ إِلٰى مِنًى وَذَكَرُ أَحَدِنَا

مگر وہ لوگ جن کے ساتھ قربانی کے جانور ہوں۔ اس پر لوگوں نے کہا ہم اس حالت میں منیٰ جائیں

يَقْطُرُ مَنِيًّا فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ

گے کہ ہمارے ذکر منی ٹپکاتے ہوں؟ اس کی خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا جو میں نے بعد میں جانا

سعی کرتے ہیں۔ اقول وباللہ التوفیق۔ یہاں دو باتیں ہیں۔ ایک طواف میں رمل یہ تو مشرکین کو اپنی قوت دکھانے کے لئے تھا۔ دوسرے صفا اور مروہ کے مابین سعی یہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سنت ہے۔

**تشریحات ۳۰۲ تا ۳۰۵** پہلی تعلیق کو امام سعید بن منصور نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ دوسری کو امام مسلم نے۔ اس تعلیق کے راوی عبدالملک کون ہیں علامہ کرمانی نے کہا۔ کہ یہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہیں۔ علامہ عسقلانی نے فرمایا۔ یہ عبدالملک بن ابوسلیمان ہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ دونوں احتمال یکساں ہے۔ مگر مسلم میں یہ حدیث عبدالملک بن ابوسلیمان العرزمی سے مروی ہے۔ تیسری تعلیق کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور چوتھی تعلیق کو خود امام بخاری نے کتاب الوضوء باب غسل الرجلین فی النعلین ص۲۸ میں ذکر کیا ہے۔ اور نزھۃ القاری جلد اول ص۵۰۸ پر مذکور ہے۔

مِنْ أَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَیْتُ وَلَوْلَا أَنَّ مَعِیَ الْهَدْیَ لَأَحْلَلْتُ وَ

اگر پہلے جانتا تو قربانی کے جانور ساتھ نہ لاتا۔ اور اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو احرام کھول دیتا۔ اور عائشہ

حَاضَتْ عَائِشَةُ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ

کو حیض آ گیا انھوں نے حج کے تمام ارکان ادا کئے سوائے بیت اللہ کے طواف

فَلَمَّا طَهُرَتْ طَافَتْ بِالْبَيْتِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَنْطَلِقُوْنَ بِحَجَّةٍ وَّ

کے۔ جب پاک ہو گئیں تو طواف کیا۔ عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ لوگ حج اور عمرہ دونوں کے

عُمْرَةٍ وَّأَنْطَلِقُ بِحَجٍّ فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِيْ بَكْرٍ أَنْ يَّخْرُجَ مَعَهَا

ساتھ جا رہے ہیں اور میں صرف حج کے ساتھ جاؤں تو عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حکم دیا کہ

إِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ ؎

انھیں تنعیم تک لے جاؤ۔ انھوں نے حج کے بعد عمرہ کیا

ت ۳۰۲ سُئِلَ عَطَاءٌ عَنِ الْمُجَاوِرِ يُلَبِّيْ الْحَجَّ فَقَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ

امام عطاء سے پوچھا گیا جو مکہ میں مقیم ہو وہ حج کا احرام کب باندھے۔ تو فرمایا۔ ابن عمر

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُلَبِّيْ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ إِذَا صَلَّى الظُّهْرَ وَاسْتَوَى

رضی اللہ تعالیٰ عنہما یوم ترویہ کو جب ظہر پڑھ لیتے۔ اور سواری پر بیٹھ جاتے

عَلٰى رَاحِلَتِهٖ ؎

تو لبیک پڑھتے۔

ثبوت باب | امام بخاری نے ان تعلیقات پر یہ باب باندھا ہے۔ مکی حاجی جب منیٰ جانے لگے تو بطحا یا کہیں اور سے احرام باندھے۔ اس کا مفاد یہ ہے کہ مکی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ خاص مسجد حرام سے احرام باندھے۔ پہلی تعلیق میں ہے۔ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب سواری پر سیدھے بیٹھ جاتے تو تلبیہ پڑھتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ سواری پر مسجد حرام میں نہیں بیٹھتے ہوں گے کہیں باہر سوار ہوتے ہوں گے۔ اس لئے ثابت کہ مسجد حرام کے باہر سے تلبیہ پڑھنا شروع کرتے۔ دوسری تعلیق میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ

---

؎ المناسك باب تقضي الحائض المناسك كلها ص ۲۲۲-۳ ؎ مناسك باب الاهلال من البطحاء و غيرها للسكي ص ۲۲۴۔

۳۰۳ ت وَقَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَدِمْنَا مَعَ النَّبِيِّ

اور عبدالملک نے عطا سے اور انھوں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ ہم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَحْلَلْنَا حَتّٰى يَوْمِ التَّرْوِيَةِ وَجَعَلْنَا مَكَّةَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ آئے اور ہم نے احرام کھول دیا۔ یہاں تک کہ یوم ترویہ آیا اور ہم

بِظَهْرٍ لَبَّيْنَا بِالْحَجِّ ع

نے لے کو پیٹھ پیچھے کر دیا تو حج کیلئے لبیک کہا

۳۰۴ ت وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَهْلَلْنَا مِنَ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے بطحاء سے (حج) کیلئے

الْبَطْحَاءِ ع

تلبیہ کہا۔

۳۰۵ ت وَقَالَ عُبَيْدُ بْنُ جُرَيْجٍ لِابْنِ عُمَرَ رَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ

اور عبید بن جریج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا۔ اور لوگ تو چاند دیکھتے

إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتّٰى يَوْمِ التَّرْوِيَةِ فَقَالَ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ

ہی لبیک کہنے لگتے ہیں اور آپ جب مکہ میں رہتے ہیں تو لبیک نہیں کہتے جب تک یوم ترویہ نہ آجائے تو فرمایا۔ میں نے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتّٰى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ ۔ ع

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تلبیہ کہتے نہیں دیکھا جب تک کہ سواری حضور کو لیکر کھڑی نہ ہو جائے

تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ ہم جب مکے کو پیٹھ پیچھے کر لیتے تو تلبیہ پڑھتے۔ یہ اس پر نص ہے کہ مسجد حرام بلکہ مکہ معظمہ کے بھی باہر جاکر احرام باندھتے۔ تیسری تعلیق میں تصریح ہے۔ کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم نے بطحا سے تلبیہ کہا اور چوتھی تعلیق کو بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عمل سے مطابقت ہے۔ جیسا کہ گزر چکا۔ البتہ ان کے استدلال میں خفا ہے۔ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یوم ترویہ لبیک پڑھنے سے اس پر استدلال کیا ہے۔ کہ یوم ترویہ حج کا احراماً باندھنا مسنون ہے۔

---

ع ع ع مناسك باب الاهلال من البطحاء وغيرها للسكى ص ۲۲۴

**حدیث ۹۷۷**

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ

عبدالعزیز بن رفیع نے کہا میں نے حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قُلْتُ أَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

آپ کو حضور نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ یاد ہو تو مجھے بتائیے کہ حضور نے ترویہ کے

وَسَلَّمَ أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ قَالَ بِمِنًى قُلْتُ وَأَيْنَ صَلَّى

دن ظہر اور عصر کہاں پڑھی تھی؟ فرمایا۔ منیٰ میں۔ میں نے پوچھا یوم نفر عصر کہاں پڑھی تھی؟ فرمایا

الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ قَالَ بِالْأَبْطَحِ ثُمَّ قَالَ افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ [1]

ابطح میں۔ اس کے بعد حضرت انس نے فرمایا۔ تیرے حکام جیسا کرتے ہیں ویسا کر۔

**حدیث ۹۷۸**

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ خَرَجْتُ إِلٰى مِنًى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ فَلَقِيْتُ

عبدالعزیز نے کہا۔ ترویہ کے دن میں منیٰ چلا۔ تو حضرت انس سے ملاقات ہوئی

حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۲۷ ذوقعدہ کو ذوالحلیفہ میں احرام باندھا تھا۔ علامہ ابن بطال محدث نے اس کی تقریر یہ کی۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میقات پر احرام باندھ کر حج کے افعال شروع فرما دیئے۔ افعال حج کے افتتاح اور تلبیہ میں کوئی فصل نہیں فرمایا نہ تاخیر فرمائی۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ افعال حج کے افتتاح اور تلبیہ میں فصل نہیں چاہیئے مکی اگر منیٰ جانے سے پہلے حج کا احرام باندھے گا تو فصل لابدی ہوگا۔ اس لئے اسے چاہیئے کہ یوم ترویہ جب حج کیلئے سفر شروع کرے تو احرام باندھے۔

گزر چکا کہ ہمارے یہاں یوم ترویہ سے پہلے بھی حج کا احرام باندھ سکتے ہیں۔ اور محدث ابن بطال نے جو کچھ فرمایا اس میں کلام کی بہت گنجائش ہے۔

**تشریحات ۹۷۷-۹۷۸** ان احادیث کے بموجب احناف کا مذہب یہ ہے کہ آٹھویں تاریخ کو آفتاب نکلنے کے بعد منیٰ چلیں۔ ظہر عصر مغرب عشا فجر منیٰ میں پڑھیں اور افضل یہ ہے کہ مسجد خیف میں ادا کریں۔ اگر امام صحیح العقیدہ سنی ہو تو اس کی اقتدا میں باجماعت پڑھیں۔ ورنہ اکیلے یا اپنے احباب کے ساتھ اپنی جماعت کریں۔ اس وقت دونوں حرم کی مساجد اور مسجد خیف اور مسجد نمرہ اور مشعر حرام کے امام نجدی بدمذہب ہیں۔ نہ ان کی نماز، نماز ہے نہ ان کے پیچھے کسی کی نماز صحیح۔ ان کے

---

[1] مناسک باب این یصلی الظهر یوم الترویة ص۲۲۴ باب من صلی العصر یوم النفر بالابطح ص۲۳۷ مسلم الحج ابوداؤد مناسک ترمذی نسائی الحج۔

أَنَسًا ذَاهِبًا عَلٰى حِمَارٍ فَقُلْتُ أَيْنَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وہ گدھے پر جا رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آج کہاں ظہر پڑھی

هٰذَا الْيَوْمَ الظُّهْرَ قَالَ انْظُرْ حَيْثُ يُصَلِّي أُمَرَاؤُكَ فَصَلِّ عه

تھی۔ فرمایا۔ دیکھ تیرے حکام جہاں پڑھیں وہاں تو بھی پڑھ

حدیث ۹۷۹ حَدَّثَنَا سَالِمٌ قَالَ سَمِعْتُ عُمَيْرًا مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ عَنْ

سالم نے کہا میں نے عمیر ام الفضل کے غلام سے سنا کہ ام الفضل

أُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ شَكَّ النَّاسُ يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

نے کہا کہ عرفہ کے دن لوگوں کو شک ہو گیا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزہ سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَهُ عه

ہیں یا نہیں۔ تو میں نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں شربت بھیجا تو حضور نے اسے پی لیا۔

پیچھے نماز پڑھنا نہ پڑھنے کے برابر ہے۔ اگر نجدی اماموں کے پیچھے نمازیں پڑھو گے تو جماعت کا ثواب کیا ملے گا۔ نماز قضا کرنے کا وبال ہوگا۔ تم گئے تھے جماعت کا ثواب حاصل کرنے اور ہو آیا کہ نماز بھی گئی۔

**کما یفعل امراءک** اس وقت کے حکام بھی یہی کرتے تھے کہ یوم ترویہ کی ظہر منیٰ میں پڑھتے تھے۔ اسی لئے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں ہدایت فرمائی۔ اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ منیٰ زوال کے بعد جائیں یا رات میں جائیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تہائی رات کو جاتی تھیں علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اہل مکہ کی عادت یہ ہے کہ عشا پڑھ کر جاتے ہیں۔ آجکل بہت سے حجاج سات ہی کو منیٰ پہنچ جاتے ہیں۔ اور آٹھویں کی شب میں جانے کا تو رواج عام پڑ گیا ہے۔ اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

**تشریحات ۹۷۹** دوسرے ابواب میں یہ حدیث مفصل یوں ہے۔ ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ کچھ لوگوں نے میرے پاس اس میں اختلاف کیا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آج یوم عرفہ روزے سے ہیں یا نہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ روزے سے ہیں کچھ لوگوں نے کہا روزے سے نہیں۔ تو میں نے ایک پیالہ دودھ بھیجا اور حضور اپنے اونٹ پر سوار تھے

---

عه مناسک باب این یصلی الظهر یوم الترویة ص۲۲۴۔ عه مناسک باب صوم یوم عرفه ص۲۲۵ باب الوقوف علی الدابة بعرفة ص۲۲۵ الصوم باب صوم یوم عرفة ص۲۶۷ ثانی الاشربة باب من شرب وهو واقف علی بعیره ص۸۴۰۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ الصوم۔

**حدیث ۹۸۰**

عَنْ سَالِمٍ قَالَ كَتَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ إِلَى الْحَجَّاجِ أَنْ لَا يُخَالِفَ ابْنَ عُمَرَ فِي الْحَجِّ فَجَاءَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَ عَرَفَةَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ فَصَاحَ عِنْدَ سُرَادِقِ الْحَجَّاجِ فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ

سالم نے کہا عبد الملک نے حجاج کو لکھا۔ کہ حج کے معاملے میں ابن عمر کی مخالفت مت کرنا۔ عرفہ کے دن سورج ڈھلتے ہی ابن عمر آئے اور حجاج کے خیمے کے پردوں کے پاس بلند آواز سے پکارا۔ اس پر حجاج نکلا اور وہ کسم سے رنگی ہوئی چادر

تو حضور نے پی لیا۔

یہاں عمیر کو حضرت ام الفضل کا غلام بتایا ہے۔ مگر دوسری روایتوں میں عبد اللہ بن عباس کا غلام بتایا گیا۔ اس کا امکان ہے کہ یہ دونوں کے غلام رہے ہوں۔ یا ہو سکتا ہے ان میں سے کسی ایک کے تھے۔ مگر چونکہ ماں اور بیٹے کا معاملہ ایک ہی ہے اس لئے دوسرے کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

**یوم عرفہ کا روزہ** مسلم[1]، ابو داؤد[2]، ترمذی[3] اور ابن ماجہ[4] میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھے گمان ہے کہ عرفے کا روزہ ایک سال قبل اور ایک سال بعد کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ بیہقی میں ام المومنین حضرت صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرفے کے روزے کو ہزاروں کے برابر بتاتے اس سے کچھ لوگوں کو خیال ہوا کہ آج حج کے موقع پر عرفات میں بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ رکھا ہوگا۔ مگر سفر میں چونکہ روزہ رکھنا دشوار ہے۔ اور خود حضور نے ارشاد فرمایا ہے[5]۔ لیس من البر الصیام فی السفر۔ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ تو دوسرے حضرات کو خیال ہوا کہ روزے سے نہیں۔ ہمارے یہاں مستحب یہ ہے کہ حاجی عرفات میں یوم عرفہ روزہ نہ رکھے۔ اسی میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا ہے۔ نیز وقوف اور دعا وغیرہ میں آسانی۔

امام عطاء نے فرمایا کہ جو اس دن روزہ نہ رکھے تاکہ کما حقہ اعمال حج ادا کر سکے تو اسے روزے کا ثواب ملے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسے مکروہ کہتے تھے۔ اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے[6] کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اس کے باوجود ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ وہ عرفات میں روزہ رکھتے تھے۔ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی ایک روایت ہے[7]۔

**تشریحات ۹۸۰** اس سے معلوم ہوا کہ عرفہ کے دن نماز ظہر میں تعجیل سنت ہے۔ سورج ڈھلتے ہی فوراً بلا تاخیر امام پہلے جمعہ

---

[1] اول الصیام باب النھی عن صوم الدھر ص ۲۳۶ [2] اول الصیام باب فی صوم الدھر ص ۳۲۹ [3] الصوم باب فی فضل صوم یوم عرفۃ ص ۹۳ [4] الصیام باب صیام یوم عرفۃ ص ۱۲۵ [5] بخاری اول الصوم باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ظلل علیہ واشتد الحر ص ۲۶۱ مسلم ابو داؤد۔ ترمذی نسائی ابن ماجۃ۔ موطا امام مالک۔ دارمی۔ الصوم۔ مسند امام احمد جلد ۱ ص ۲۵۲ [6] ابو داؤد باب فی صوم یوم عرفۃ بعرفۃ ص ۳۲۰ [7] عمدۃ القاری تاسع ص ۳

مُعَصْفِرَةٌ فَقَالَ مَالَكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ الرَّوَاحَ إِنْ كُنْتَ

اڑھے ہوئے تھا۔ اور کہا کیا بات ہے اے ابو عبدالرحمٰن! تو ابن عمر نے فرمایا۔ چلنا ہے۔ اگر تو سنت پر

تُرِيدُ السُّنَّةَ قَالَ هٰذِهِ السَّاعَةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَانْظِرْنِي حَتّٰى

عمل کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے کہا ابھی۔ فرمایا۔ ہاں۔ اس نے کہا تھوڑی دیر انتظار کرو کہ میں اپنے

أُفِيضَ عَلٰى رَأْسِي ثُمَّ أَخْرُجَ فَنَزَلَ حَتّٰى خَرَجَ الْحَجَّاجُ فَسَارَ

سر پر پانی بہالوں پھر آتا ہوں۔ ابن عمر اتر گئے۔ یہاں تک کہ حجاج نکلا اور میرے اور

بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي فَقُلْتُ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السُّنَّةَ فَاقْصُرِ الْخُطْبَةَ وَ

میرے والد ماجد کے درمیان چلا۔ میں نے اس سے کہا اگر تو سنت پر عمل کرنا چاہتا ہے تو خطبہ مختصر

عَجِّلِ الْوُقُوفَ فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ فَلَمَّا رَأٰى ذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ

کر اور وقوف میں جلدی کر۔ یہ سن کر وہ عبداللہ کی جانب دیکھنے لگا۔ جب عبداللہ نے یہ دیکھا تو فرمایا

| | |
|---|---|
| قَالَ صَدَقَ[1] | |
| اس نے سچ کہا۔ | |

کی طرح دو خطبہ پڑھے پھر ظہر کی نماز اور سنتیں پڑھے بغیر متصلاً عصر کی نماز۔ اس کے بعد وقوف کرے۔ ہمارے یہاں حج میں تین خطبے ہیں۔ ایک ساتویں ذوالحجہ کو مسجد حرام میں۔ جس میں منیٰ جانے اور منیٰ سے عرفات جانے کی تعلیم ہو دوسرا یوم عرفہ قبل نماز ظہر۔ اس میں وقوف عرفہ اور مزدلفہ جانے وہاں وقوف کرنے رمی جمرات قربانی، حلق یا قصر اور طواف زیارت کے احکام بیان ہونے چاہئے۔ تیسرا گیارہ ذوالحجہ کو منیٰ میں جس میں اللہ عزوجل کی حمد اور شکر ہو کہ اس نے حج ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور شریعت کے اتباع اور امر کی پابندی اور نواہی سے اجتناب کا بیان ہونا چاہئے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں چار خطبے مسنون ہیں۔ ساتویں کو حرم میں۔ نویں کو عرفہ میں۔ دسویں کو منیٰ میں۔ بارہویں کو بھی منیٰ میں۔ امام مالک کے یہاں بھی تین خطبے ہیں اس تفصیل کے ساتھ۔ ساتویں کو حرم میں صرف ایک خطبہ نماز ظہر کے بعد دوسرا عرفات میں بعد زوال اس کے درمیان خطیب بیٹھے گا۔ تیسرا گیارہ کو۔ امام احمد سے بھی اصح روایت یہی ہے۔ کہ تین خطبے ہیں مگر تفصیل یہ ہے۔ ساتویں ذوالحجہ کو ان کے یہاں کوئی خطبہ نہیں۔ بلکہ پہلا عرفات میں بعد زوال۔ پھر دس اور گیارہ کو منیٰ میں۔

ابن حزم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم نحر کے دوسرے دن یکشنبہ کو خطبہ دیا۔ ابو داؤد[2] میں ہے۔ کہ حضور اقدس

---

[1] مناسك باب التجهير بالرواح يوم عرفة ص۲۲۵ باب قصر الخطبة بعرفة ص۲۲۵ نسائی۔ [2] اول مناسك باب اى يوم يخطب بمعنى ص۳۶۹۔

ت ۳۰۶ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِذَا فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مَعَ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اگر امام کے ساتھ نماز نہ پاتے تو بھی

الْاِمَامِ جَمَعَ بَيْنَهُمَا[ع]

جمع فرماتے۔

حدیث ۲ ۹۰۸ اَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ اَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ يُوْسُفَ عَامَ نَزَلَ بِابْنِ

مجھے سالم نے خبر دی جس سال حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ

الزُّبَيْرِ سَاَلَ عَبْدَ اللّٰهِ كَيْفَ تَصْنَعُ فِي الْوُقُوْفِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَقَالَ سَالِمٌ

تعالیٰ عنہما کا محاصرہ کیا تھا حجاج نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا یوم عرفہ موقف

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایام تشریق کے وسط میں خطبہ دیا ابن حزم نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوشنبہ یوم الاکارع کو بھی خطبہ دیا۔ جس میں رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کی۔ ابن قدامہ نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مروی ہے کہ پورے عشرہ میں خطبہ دیتے تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی ابن عبدالزبیر سے یہ مروی ہے۔

**علیہ ملحفۃ معصفرۃ** ملحفۃ۔ بڑی چادر کو کہتے ہیں۔ معصفرۃ۔ کسم سے رنگی ہوئی۔ چونکہ کچھ صحابہ کسم کو خوشبو نہیں مانتے ان کی بنا پر احرام کی حالت میں کسم سے رنگین کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ کسم سے رنگا ہوا کپڑا مردوں کو پہننا جائز مانتے ہیں۔ یہ ان کے لئے مؤید ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عمر نے اس پر حجاج کو ٹوکا نہیں۔

**تشریحات ۳۰۶** اس تعلیق کو امام ابراہیم حربی نے مناسک میں اور ابن منذر نے موصولا ذکر کیا ہے احناف کا مذہب یہ ہے۔ کہ عرفات میں حاجی اگر امام کے ساتھ نماز پڑھے تو ظہر اور عصر کو ایک ساتھ ظہر کے وقت میں پڑھے اور اگر امام کے ساتھ نماز نہ پائے تو ظہر اپنے وقت میں اور عصر اپنے وقت میں پڑھے۔ اور مزدلفہ میں بہر صورت مغرب اور عشاء ایک ساتھ عشاء کے وقت میں پڑھے۔ خواہ امام کے ساتھ پڑھے یا علیحدہ۔

**تشریحات ۹۰۸** علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ قصہ ۷۳ھ کا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ یہ واقعہ ۷۲ھ کا ہے۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن زبیر مکہ معظمہ میں محصور تھے۔ جمادی الآخرہ ۷۳ھ میں وہ شہید ہو چکے تھے[ل] حجاج نے طواف زیارت کے علاوہ وہ تمام ارکان ادا کئے جو بیرون حرم ادا کئے جاتے ہیں۔ طواف زیارت سے محروم رہا۔ یہ پہلا منحوس سال تھا۔ کہ اجتماعی طور پر حج نہ کیا جا سکا۔ صرف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے ذاتی وجاہت کی بنا پر

---

ع مناسک باب الجمع بین الصلوٰتین بعرفۃ ص ۲۲۵ ل بدایہ نہایہ جلد سابع ص ۳۲۹

اِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ فَهَجِّرْ بِالصَّلٰوةِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ

میں کیا کروں۔ تو سالم نے کہا اگر تو سنت پر عمل کرنا چاہتا ہے تو سورج ڈھلتے ہی نماز پڑھ لے

عُمَرَ صَدَقَ اِنَّهُمْ كَانُوْا يَجْمَعُوْنَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي السُّنَّةِ

تو عبداللہ بن عمر نے فرمایا۔ اس نے سچ کہا۔ صحابہ مسنون طریقے کے مطابق ظہر اور عصر ایک ساتھ پڑھتے

فَقُلْتُ لِسَالِمٍ اَفَعَلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَالِمٌ

تھے (زہری) نے سالم سے پوچھا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے۔ تو سالم نے کہا تم لوگ

فَهَلْ تَتَّبِعُوْنَ فِيْ ذٰلِكَ اِلَّا سُنَّتَهٗ ؏

اس معاملے میں حضور ہی کی سنت کی پیروی کرتے ہو۔

## بَابُ التَّعْجِيْلِ اِلَى الْوُقُوْفِ۔

موقف کی طرف جلدی جانے کا بیان۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَيُزَادُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ هَمٌّ

ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا اور اس باب میں یہی مالک عن

هٰذَا الْحَدِيْثُ حَدِيْثُ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَّلٰكِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ

ابن شہاب والی حدیث زیادہ کی جاسکتی ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس میں غیر مکرر حدیث

اُدْخِلَ فِيْهِ غَيْرَ مُعَادٍ۔

ذکر کروں۔

اپنے ہمراہیوں کے ساتھ پورا حج کیا مشرکین تک ایام حج میں لڑائی بند کر دیتے اور اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ دوش بدوش مناسک حج ادا کرتے۔ مگر سفاک عبدالملک اور اس کے درندہ صفت سالار حجاج نے مسلمان ہوتے ہوئے نہ حرم کی حرمت کا پاس کیا نہ شہر حرام کا نہ حج کا۔

**انتباہ** ابوذر کے علاوہ اکثر نسخوں میں یہ زائد ہے

**تشریح** اس عبارت میں ھَمٌّ۔ فارسی لفظ ہے یا عربی ہی ہے۔ اس کے معنی ایضاً نیز بھی۔ کے قریب قریب ہے۔ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ ابھی حضرت ابن عمر اور حجاج والی مذکور حدیث سے ثابت ہے کہ وقوف میں جلدی ہونی چاہیے۔ اسے اس باب میں ذکر کیا جاسکتا ہے۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ کوئی ایسی حدیث ذکر کروں جو پہلے

---

؏ ایضاً۔

**حدیث ۹۸۲**

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا عرفہ کے دن میرا

أَضْلَلْتُ بَعِيرًا لِي فَذَهَبْتُ أَطْلُبُهُ يَوْمَ عَرَفَةَ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى

ایک اونٹ غائب ہو گیا میں اسے تلاش کرنے کے لئے گیا تو میں نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا بِعَرَفَةَ فَقُلْتُ هٰذَا وَاللّٰهِ مِنَ

دیکھا کہ عرفہ میں وقوف کئے ہوئے ہیں تو میں نے کہا یہ تو واللہ تمس میں سے

الْحُمْسِ فَمَا شَأْنُهُ هٰهُنَا ؟

ہیں۔ یہاں کیوں ہیں۔؟

کہیں مذکور نہ ہو۔ لیکن انھیں ایسی کوئی حدیث نہیں ملی۔ جو ان کے شرط پر اس مدعا کی مثبت ہو۔ اس لئے یہ باب حدیث سے خالی رہ گیا۔ یہ دلیل ہے کہ حضرت امام بخاری احادیث کو مکرر لاتے ہیں۔ تو اس میں کوئی نہ کوئی فائدہ ہوتا ہے۔ مثلاً تبدیل سند زیادتی معنی وغیرہ اور جو تکرار ان فوائد سے بھی خالی ہو وہ بہت کم اور بلا قصد ہے۔

**تشریحات ۹۸۲-۹۸۳**

الحُمْس۔ احمس کی جمع ہے۔ اس کا مادہ حُمس ہے اور حَماسہ ہے۔ کسی معاملہ میں سخت ہونا۔ احمس کے معنی ہوئے۔ دین میں سخت۔ حمس ان مخصوص قبائل کا نام ہے جو اپنے آپ کو مناسک حج میں دوسروں سے ممتاز اور مستثنیٰ سمجھتے تھے۔ یہ عرفات نہیں جاتے۔ مزدلفہ ہی میں رہ جاتے۔ یہ لوگ اپنے کپڑوں میں طواف کرتے۔ دوسرے لوگ اپنے کپڑوں میں پہلا طواف نہیں کر سکتے تھے یا تو حمس انھیں کپڑے دیں۔ یا ننگے کریں اور نہ حرم کے باہر والے حرم میں وہ کھانا کھا سکتے تھے جو حرم کے باہر سے لائے ہیں۔ حالت احرام میں گوشت نہیں کھاتے اور نہ کمبل کے خیمے میں رہتے۔ جب مکہ واپس آتے تو اپنے کپڑے اتار دیتے۔ حمس میں کون کون قبائل داخل تھے۔ تتبع کے بعد یہ معلوم ہوا کہ قریش اور قریش کے حلفاء اور بنو خزاعہ۔ بنو کنانہ، بنو عامر بن صعصعہ ثقیف۔ لیث بن بکر۔ اور جدیلہ قریش۔

**موقف** سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نویں کو عرفات میں وقوف فرمایا کرتے تھے۔ اور یہی طریقہ جاری رہا۔ مگر بعد میں ان لوگوں نے اپنی امتیازی شان باقی رکھنے کے لئے عرفات جانا چھوڑ دیا تھا۔ اور یہ کہا۔ ہم اہل حرم ہیں۔ ہم حرم سے باہر نہیں جائیں گے۔ مزدلفہ حدود حرم میں ہے۔ اور عرفات حدود حرم کے باہر۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ قیام کے ایام میں حج فرمایا کرتے تھے۔ اور بالہام خداوندی، حمس کی عادت کے خلاف عرفہ جاکر موقف ابراہیم میں وقوف فرمایا کرتے۔ اسی کو جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا۔ یہ واقعہ قبل ہجرت کا ہے۔

---

عہ ۱ المناسك باب الوقوف بعرفة ص ۲۲۶ مسلم۔ نسائی۔ الخ

حدیث ۹۸۳ قَالَ عُرْوَةُ كَانَ النَّاسُ يَطُوفُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ عُرَاةً إِلَّا

حضرت عروہ نے کہا۔ زمانۂ جاہلیت میں حمس کے علاوہ بقیہ لوگ ننگے طواف

الْحُمْسَ وَالْحُمْسُ قُرَيْشٌ وَمَا وَلَدَتْ وَكَانَ الْحُمْسُ يَحْتَسِبُونَ

کرتے تھے۔ اور حمس قریش اور ان کی اولاد ہیں۔ اور حمس کے مرد دوسرے مردوں کو حمس

عَلَى النَّاسِ يُعْطِي الرَّجُلُ الرَّجُلَ الثِّيَابَ يَطُوفُ فِيهَا وَتُعْطِي

کی عورت دوسری عورتوں کو ثواب کا کام سمجھ کر کپڑے دیتی تو دوسرے مرد اور عورت

الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ الثِّيَابَ تَطُوفُ فِيهَا فَمَنْ لَمْ تُعْطِهِ الْحُمْسُ طَافَ

ان کپڑوں میں طواف کرتے۔ اور جسے حمس کپڑے نہیں دیتے وہ ننگا طواف کرتا

امام المغازی ابن اسحاق امام الائمہ ابن خزیمہ اسحٰق بن راہویہ استاذ امام بخاری نے قدرے اختلاف اور زیادتی کمی کے ساتھ روایت کیا ہے۔ کہ قریش نے وقوف عرفات چھوڑ دیا تھا۔ اور مزدلفہ ہی سے لوٹ آتے اور کہتے ہم حمس ہیں۔ حرم سے باہر نہیں جائیں گے۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ زمانہ جاہلیت میں میرا ایک جانور غائب ہو گیا۔ ڈھونڈھا تو عرفات میں ملا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور لوگوں کے ساتھ اونٹ پر عرفات میں وقوف کئے ہوئے ہیں۔ جب میں مشرف باسلام ہوا تو میں نے جانا کہ حضور کا یہ وقوف بتوفیق ایزدی تھا۔

**وما ولدت** قریش کی کسی عورت کو اگر دوسرے قبیلے والا پیغام دیتا تو قریش یہ شرط کرتے کہ اس عورت سے جو اولاد ہو گی وہ ہمارے دین پر ہو گی۔ اس طرح قریشی عورتوں سے جو بچے پیدا ہوتے وہ بھی حمس میں داخل ہو جاتے اگرچہ ان کے باپ غیر قریشی ہوں۔ اس دستور کے مطابق بنو کنانہ ثقیف۔ بنو خزاعہ۔ لیث بن ابو بکر۔ بنو عامر بن صعصعہ، غزوان وغیرہ کے وہ افراد جو قریشی ماؤں کے بطن سے تھے۔ حمس میں داخل ہو گئے۔

اس سے ظاہر ہو گیا کہ بنیادی طور پر حمس قریش ہی تھے۔ بقیہ مذکورہ بالا قانون کی وجہ سے داخل ہوئے۔

**عرفات** یہ جمع مونث سالم کے وزن پر ضرور ہے۔ مگر جمع نہیں۔ کیونکہ اس کے لئے کوئی واحد نہیں۔ اور نہ اس کا صدق متعدد پر ہے۔ جیسے اذرعات ہے۔ یہ شام میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں کی شراب مشہور تھی۔ عرفہ اس کا واحد نہیں۔ کیونکہ یہ اور عرفات دونوں ہم معنی ہیں۔ یا نہیں کہ وہاں کے چند ٹکڑوں کو نام الگ الگ عرفہ ہوں اور ان سب کے مجموعے کا نام عرفات ہو۔ قرآن مجید میں اسے کسرہ اور تنوین کے ساتھ استعمال فرمایا ہے۔ اس کے باوجود اس کے منصرف اور غیر منصرف ہونے میں اختلاف ہے۔ قاضی بیضاوی وغیرہ کی رائے ہے کہ یہ غیر منصرف ہے۔ علمیت اور تانیث کی وجہ سے۔ اور اس پر جو تنوین ہے وہ تمکن کے لئے نہیں۔ جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلے کیلئے ہے اور غیر منصرف پر کسرہ اس وقت نہیں آتا۔ جبکہ تنوین تمکن کا آنا غیر منصرف ہونے کی وجہ سے ممنوع ہو اور اس کے عوض کچھ نہ ہو۔ جیسے اضافت اور الف لام۔ یہی وجہ ہے کہ الف لام

بِالْبَيْتِ عُرْيَانًا وَكَانَ يُفِيضُ جَمَاعَةُ النَّاسِ مِنْ عَرَفَاتٍ وَيُفِيضُ

اور لوگ عرفات جاکر لوٹتے مگر حمس (عرفات نہیں جاتے) مزدلفہ جاتے اور وہیں

الْحُمْسُ مِنْ جَمْعٍ۔ قَالَ وَأَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ هٰذِهِ

سے لوٹتے۔ ام المومنین حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ یہ آیت

الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي الْحُمْسِ۔ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ

حمس ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے بعد تم لوگ بھی وہیں سے واپس

قَالَ كَانُوا يُفِيضُونَ مِنْ جَمْعٍ فَدُفِعُوا إِلَى عَرَفَاتٍ ع

لو جہاں سے اور لوگ لوٹتے ہیں۔ عروہ نے کہا یہ جمع ہی سے لوٹتے تھے تو ان کو عرفات بھیجا گیا

اور اضافت کے ساتھ کسرہ آتا ہے۔ جیسے مررت بالاحمد وباحمدکم۔ عرفات کی تنوین تمکن اگرچہ بغیر عوض ہے مگر غیر منصرف ہونے کی وجہ سے نہیں گئی ہے۔ بلکہ تنوین مقابلہ کی موجودگی کی وجہ سے گئی ہے تاکہ دو تنوینوں کا اجتماع لازم نہ آئے

زمخشری وغیرہ کی رائے ہے کہ یہ منصرف ہے۔ کیونکہ اس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب نہیں۔ علمیت تو ہے مگر اور کوئی دوسرا سبب نہیں۔ اگر ہوتی تو تانیث ہوتی وہ بھی نہیں ہے کیونکہ اس کی تا مطولہ جمع مونث سالم کی علامت ہے۔ تا تانیث نہیں۔ اور تا کو مقدر یوں نہیں مانا جاسکتا کہ جمع مونث سالم کا صیغہ مونث کے ساتھ خاص ہے۔ اگر اس میں تا تانیث مقدر مانیں گے تو دو علامت تانیث کا اجتماع لازم آئے گا یہی وجہ ہے کہ اگر مومنات صالحات، کسی عورت کا نام رکھ دیا جائے تو بھی وہ منصرف ہی رہیں گے۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ کسی کا نام رکھ دیا گیا تو اب یہ جمع کہاں رہ گئے کہ اس کی تا جمع مونث سالم کی ہو۔ اور تا کی تقدیر پر دو علامت تانیث کا اجتماع لازم آئے گا۔ یہ سب بحث اس صورت میں ہے کہ عرفات کو جمع مانا جائے مگر حقیقت میں یہ جمع نہیں۔ واحد ہے۔ اور جب یہ واحد ہے۔ تو نہ اس کی تا رجمع مؤنث سالم کی تا ہوئی اور نہ اس کی تنوین تنوین مقابلہ اس لئے دونوں فریق کی اپنی اپنی نکتہ آفرینی ساقط۔ اب اگر اسے مکان کا نام مانیں تو منصرف اور بقعہ کا نام مانیں تو غیر منصرف علمیت اور تانیث معنوی کی وجہ سے قرآن مجید میں بتادیں اسم مکان منصرف ہے۔ هذا ما ظهر لي والعلم بالحق عند ربي وعلمه جل مجده اتم واحكم۔ یہ اسم مرتجل ہے منقول نہیں۔ اس لئے کہ منقول کے لئے منقول عنہ لازم ہے۔ اور اس کا سوائے اس مبارک خطے کے نام اور کوئی استعمال نہیں۔ اس کا مرتجل ہونا اسی کا مؤید ہے جو ہم نے لکھا۔ کیونکہ اب یہ لفظاً بھی واحد ہوا۔ اور معنیً بھی۔ زیادہ سے زیادہ جمع کے وزن پر ہوا۔ مگر جمع ہونے کے لئے صرف وزن کافی نہیں۔ اس کے لئے واحد ہونا بھی لازم اور کثیر پر صدق بھی یہاں دونوں منتفی۔

---

ع المناسک باب الوقوف بعرفة ص ۲۲۶

حدیث ۹۸۴

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ قَالَ سُئِلَ اُسَامَةُ

عروہ بن زبیر نے کہا۔ کہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا

وَاَنَا جَالِسٌ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيْرُ

اور میں وہاں بیٹھا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب عرفات سے چلے تو کس رفتار

فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ حِيْنَ دَفَعَ قَالَ كَانَ يَسِيْرُ الْعَنَقَ فَاِذَا وَجَدَ

سے چلے فرمایا۔ معمول کے مطابق چلتے اور جب کشادگی ملتی تو اونٹنی کچھ دوڑاتے۔

عرفات کی وجہ تسمیہ میں مختلف اقوال منقول ہیں۔ حضرت آدم اور حوا علیہما الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں نزول کے بعد یہیں ملاقات ہوئی اور ایک نے دوسرے کو پہچانا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بذریعہ وحی اس کی شناخت کرائی گئی جب عرفات پہنچے تو وحی کے مطابق پاکر اسے پہچان لیا۔ حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں ساتھ لے کر حج کے مشاعر دکھاتے دکھاتے جب یہاں پہنچے اور اسے دکھایا تو حضرت ابراہیم نے فرمایا میں نے پہچان لیا۔ عرف بلندی کو کہتے ہیں۔ اسی لئے پہاڑوں کو اعراف کہا جاتا ہے یہاں متعدد پہاڑ ہیں اس لئے اسے عرفات کہتے ہیں۔

**وقوف عرفہ** وقوف عرفہ ہی حج کا سب سے اہم رکن اور فرض ہے۔ وقوف کا وقت نویں ذوالحجہ کے زوال کے وقت سے لے کر دسویں کی فجر کے طلوع ہونے تک ہے۔ ان اوقات میں کسی وقت بھی عرفات پہنچ گیا۔ اگرچہ تھوڑی دیر کے لئے فرض ادا ہو گیا۔

غروب آفتاب تک وقوف واجب ہے اگر سورج ڈوبنے سے پہلے حدود عرفات سے نکل گیا تو دم واجب ہے محرنہ کا نشیب چھوڑ کر پورا عرفات موقف ہے جہاں تک ہو سکے جبل رحمت کے قریب جہاں سیاہ پتھر کے فرش لگے ہیں۔ وقوف کرے۔ امام کے داہنے بائیں۔ سامنے سے افضل ہے۔ بہتر یہ ہے کہ موقف اعظم میں جا کر شریک ہو۔ مسجد نمرہ شریف میں امام کے پیچھے نمازیں پڑھیں اگرچہ امام فاسق ظالم ہو۔ بشرطیکہ ایسا بدمذہب نہ ہو جس کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچی ہوئی ہو۔ علامہ عینی[1] نے لکھا۔

فيه الصلوٰة خلف الفاجر من الولاة مالم تخرجه بدعته عن الاسلام

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ والی فاجر فاسق کے پیچھے نماز پڑھی جائے جب تک اس کی بدمذہبی اسے اسلام سے خارج نہ کر دے

تشریحات ۹۸۴

حجۃ الوداع۔ یہ اسلام کا دوسرا حج ہے ۹ھ میں پہلا حج حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت میں ہوا تھا۔ دوسرا حج ۱۰ھ میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا۔ وداع۔ کے معنی رخصت کرنے کے ہیں۔ اس حج میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے امت کو رخصت فرمایا تھا۔ اس لئے اس کا نام حجۃ الوداع پڑا۔ صاف صاف

---

[1] عمدۃ القاری تاسع ص ۲۰۲

فَجْوَةٌ نَصٌّ قَالَ هِشَامٌ وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ ؎

ہشام نے کہا۔ نص، عنق، سے اوپر ہے

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ فَجْوَةٌ مُتَّسَعٌ وَالْجَمْعُ فَجَوَاتٌ وَفِجَاءٌ وَكَذٰلِكَ

ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ فجوۃ کے معنی کشادہ جگہ کے ہیں۔ اس کی جمع فجوات اور فجاء آتی ہے ایسے ہی

رَكْوَةٌ وَرِكَاءٌ وَمَنَاصٍ لَيْسَ حِينَ فِرَارٍ۔

رکوۃ کی رکاء اور قرآن مجید میں جو فرمایا۔ ولات حین مناص۔ اس کے معنی ہیں کہ فرار کا وقت نہیں۔

فرمادیا تھا۔ لعلی لا القاکم بعد عامی ھذا۔ اس سال کے بعد تم سے میری ملاقات نہ ہوگی۔ اس کا دوسرا نام حجۃ البلاغ ہے۔ اس حج کے خطبات میں امت کو بہت اہم اور بنیادی پیغامات پہنچائے تھے۔ ارشاد فرمایا تھا۔ ھل بلغت۔ اس کا تیسرا نام حجۃ الاسلام بھی ہے۔ اسلام کے بعد یہ پہلا حج تھا۔ جس میں کوئی مشرک شریک نہ ہوا تھا۔ عنقؔ۔ معمول کے مطابق چلنے کو کہتے ہیں نص۔ پوری قوت سے دوڑنا۔ چونکہ سورج ڈوبنے کے بعد عرفہ سے چلتے ہیں۔ اور مزدلفہ وہاں سے تین میل ہے۔ عرفات کا سارا مجمع ساتھ تھا۔ جلد وہاں پہنچ کر مغرب اور عشا ساتھ پڑھنی ہے۔ اس لئے جب موقع ملتا تو اونٹنی کو دوڑا دیتے۔ ورنہ جیسے ممکن ہوتا چلتے۔ مزدلفہ سے منیٰ کی واپسی میں سکون و وقار کے ساتھ راستہ طے فرمایا۔ البتہ وادی مُحَسِّر میں پوری قوت سے جانور کو دوڑاتے۔ جیسا کہ ترمذی میں[1] ہے۔ وادی مُحَسِّر ہی وہ جگہ ہے جہاں ابرہہ کی فوج کے ہاتھی رک گئے تھے۔ بہادوں نے بہت کوشش کی مگر آگے نہ بڑھے۔ یہیں کنکریوں سے ابرہہ کا پورا لشکر تباہ و برباد ہوا تھا۔ چونکہ یہ جگہ نزول عذاب کی تھی اس لئے وہاں تیزی سے گزر گئے۔

**ہدایت** عام حجاج نہ ان دل آویز باتوں سے واقف ہوتے ہیں۔ نہ انھیں اس سے دلچسپی ہوتی ہے۔ اور جنھیں واقفیت بھی ہے۔ وہ تن آسانی کے لئے موٹروں سے سفر کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ نسبت موٹر کے پیدل منیٰ آنے میں آسانی بھی ہے۔ اور وقت کی بچت بھی۔ صبح کا سہانا ٹھنڈا وقت ہوتا ہے۔ بہت آرام کے ساتھ راستہ طے ہو جاتا ہے۔ اس میں دو اہم فائدے ہیں۔ ایک وادی محسر میں دوڑ کی سنت نصیب ہوتی ہے۔ دوسرے مسنون وقت پر رمی ہو جاتی ہے۔ اس وقت بھیڑ بھی کم ہوتی ہے۔ پھر آدمی ہمت کرے تو اسی دن قربانی کر کے احرام کھول کر طواف زیارت بھی کر سکتا ہے۔ اس طرح اس کے رب عزوجل نے یہ توفیق دی کہ مزدلفہ سے منیٰ پیدل آیا۔ فالحمد علی ذلک

**مناص** اس حدیث میں۔ نَصٌّ۔ آیا ہے۔ اس کے مناسب قرآن مجید میں ولات حین مناص ہے اس لئے

---

؎ مناسك باب السير اذا دفع من عرفة ص۲۲۶ الجهاد باب السرعة فی السير ص۴۲۱ ثانی مغازی باب حجة الوداع ص۶۳۳ مسلم الحج ابوداؤد نسائی ابن ماجة۔ مناسك موطا امام مالك۔

[1] الحج باب فی الافاضة من عرفات ص۱۰۸

**حدیث ۹۸۵** عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

نافع نے کہا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمع (مزدلفہ) میں مغرب اور عشاء

عَنْهُمَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ غَيْرَ اَنَّهٗ يَمُرُّ بِالشِّعْبِ

ساتھ ساتھ پڑھتے تھے۔ اور وہ اس گھاٹی میں بھی جاتے جس سے

الَّذِيْ اَخَذَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَدْخُلُ فِيْهِ

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے۔ اور وہاں قضاء حاجت کرتے اور

فَيَنْتَقِضُ وَيَتَوَضَّاُ وَلَا يُصَلِّيْ حَتّٰى يُصَلِّيَ بِجَمْعٍ ؏

وضو کرتے اور نماز نہیں پڑھتے۔ جمع میں آکر پڑھتے۔

**حدیث ۹۸۶** عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ثُمَّ رَدِفَ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ اس کے بعد

حسب عادت امام بخاری نے لفظ مناص کی تفسیر فرمادی۔ کہ مناص کے معنی فرار کے ہیں۔ اگرچہ نصّ اور مناص۔ کے مادے الگ الگ ہیں۔ نصّ۔ مضاعف ہے۔ اور مناص اجوف واوی اس کا مصدر نوصٌ ہے۔ مناص۔ مصدر میمی بھی ہے۔ اور اسم ظرف بھی۔ مصدر کے معنی فرار کے ہیں۔ اور اسم ظرف کے معنی فرار کی جگہ، کے ہیں۔

بعض لوگوں نے حضرت امام بخاری پر یہ بدگمانی کی ہے کہ انھیں وہم ہوگیا ہے۔ کہ مناص اور نص کا مادہ ایک ہی ہے اس لئے اسے ذکر کیا ہے۔ یہ۔ ان بعض الظن اثم۔ کی قبیل سے ہے۔ حضرت امام بخاری کی جلالت شان اس سے منزہ ہے کہ وہ ایسا رکیک وہم کریں۔

**تشریحات ۹۸۵** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ افضل یہ ہے کہ مزدلفہ پہونچنے سے پہلے راستے میں کہیں رک کر ضروریات سے فارغ ہولے۔ مگر راستے میں کہیں مغرب کی نماز نہ پڑھے۔ افضل یہ ہے کہ عرفات اور مزدلفہ کے درمیان راستے میں باوضو رہے۔ حتی کہ اگر وضو ٹوٹ جائے تو پھر وضو کرلے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع تمام امور میں موجب خیر ہے۔ حتی کہ فطری عادات وضروریات میں بھی۔

**تشریحات ۹۸۶** جلد اول کتاب الوضو ص۲۵۲ پر اس حدیث کا ابتدائی حصہ ذکر کیا جاچکا ہے۔ کہ عرفات سے واپسی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے حضرت اسامہ سوار تھے۔ جب اس بائیں گھاٹی پر پہنچے جو مزدلفہ کے قریب

---

؏ مناسك باب النزول بين عرفة وجمع ص۲۲۶ مسلم الحج۔

اَلْفَضْلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ جَمْعٍ قَالَ

جمع کی صبح کو فضل رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے سوار ہوئے۔ فضل سے مروی ہے کہ رسول اللہ

كُرَيْبٌ فَاَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنْ

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تک جمرہ نہیں پہونچے۔

اَلْفَضْلِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّيْ

برابر لبیک پکارتے رہے

حَتّٰى بَلَغَ الْجَمْرَةَ ؏

## حدیث ۹۸۷

اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ مَوْلٰى وَالِبَةَ الْكُوْفِيُّ قَالَ

والبہ کوفی کے مولی حضرت سعید بن جبیر (شہید) نے خبر دی کہ مجھ سے حضرت ابن عباس

حَدَّثَنِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ

رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث بیان کی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ہے تو اونٹ بٹھایا۔ اور پیشاب فرمایا۔ پھر تشریف لائے تو میں نے وضو کا پانی ڈالا۔ ہلکا وضو فرمایا۔ میں نے عرض کیا۔ نماز تو فرمایا۔ نماز تیرے آگے ہے۔ اس کے بعد سوار ہوئے یہاں تک کہ مزدلفہ آئے۔ اور پورا وضو کیا۔ اس کے بعد اقامت ہوئی۔ تو مغرب پڑھی۔ پھر سب نے اپنی اپنی جگہ اونٹ بٹھایا اس کے بعد عشار کی نماز ہوئی۔ ان دونوں نمازوں کے مابین کوئی نماز نہ پڑھی اس کے بعد یہ حصہ ہے۔ جو ہم نے یہاں ذکر کیا ہے۔

**تشریحات ۹۸۷** والبہ۔ بنی اسد کی ایک شاخ ہے۔ حضرت سعید بن جبیر اس قبیلے کے غلام تھے۔ انھیں حجاج نے ۹۵ھ میں شہید کر ڈالا۔ لوگوں کو مزدلفہ پہنچنے کی جلدی مچی تھی۔ اس لئے اونٹوں کو ڈانٹ ڈپٹ رہے تھے ان پر کوڑے برسا رہے تھے۔ رحمت عالم کو گوارا نہ ہوا۔ لوگوں کو تنبیہ فرمائی جلدی نہ مچاؤ جانوروں کو نہ ستاؤ۔ جانوروں کو دوڑانا نیکی نہیں۔ بھیڑ میں جانوروں کو دوڑانا خطرناک بھی ہے۔

اس حدیث میں بالایضاع۔ آیا ہے۔ اس کے معنی دوڑانے کے ہیں۔ اور قرآن کریم میں اسی کا صیغہ جمع مذکر۔ لَاَوْضَعُوْا آیا ہے۔ ارشاد ہے۔

---

؏ مناسك باب النزول بين عرفة وجمع ص ۲۲۶۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَسَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

کے ساتھ (عرفات سے) یوم عرفہ چلے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاءَهُ زَجْرًا شَدِيْدًا وَضَرْبًا لِلْاِبِلِ فَاَشَارَ

سخت ڈانٹ ڈپٹ اور اونٹوں پر مارسنی تو اپنے کوڑے سے اشارہ فرمایا

بِسَوْطِهٖ اِلَيْهِمْ وَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَاِنَّ الْبِرَّ

اے لوگو! سکون کے ساتھ چلو ۰ دوڑنا نیکی

لَيْسَ بِالْاِيْضَاعِ ۔ اَوْضَعُوْا اَسْرَعُوْا ۔ خِلَالَكُمْ مِنَ التَّخَلُّلِ

نہیں۔ اوضعوا کے معنی اسرعوا ہے خلالکم تخلل بینکم سے ہے اور

بَيْنَكُمْ وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا بَيْنَهُمَا۔

فجرنا خلالهما میں خلالهما کے معنی بینهما کے ہے۔ یعنی ان دونوں کے درمیان

**حدیث ۹۸۸** عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ

لَوْ خَرَجُوْا مَا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَوْضَعُوْا خِلَالَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ

توبہ ۴۷

اگر وہ تم میں نکلتے تو سوائے اس کے اور کچھ نہ ہوتا کہ تمہیں نقصان زیادہ ہوتا اور تمہارے مابین فساد پھیلانے کے لئے دوڑتے۔

اس لئے امام بخاری نے حسب عادت کریمہ اوضعوا اور خلالکم کی تفسیر فرمائی۔ کہ اوضعوا کے معنی اسرعوا ہے یعنی دوڑتے اور خلال کے معنی درمیان ہے۔ جیسے تخلل کے معنی درمیان کی خالی جگہ ہے۔ ایک اور آیت میں ہے۔

وَفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهْرًا ۔ کہف ۳۲ اور ہم نے ان دونوں باغوں کے درمیان نہر بہائی۔

اس آیت میں بھی خلال کے معنی درمیان کے ہیں اسے بھی امام بخاری نے واضح فرمادیا۔

**تشریحات ۹۸۸** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے ثابت ہوا کہ مزدلفہ میں ایک اذان ایک اقامت سے مغرب اور عشاء اس طرح ملاکر پڑھی جائے کہ دونوں کے مابین مغرب کی سنت موکدہ بھی نہ پڑھی جائے یہی ہمارا مذہب ہے۔ سنتوں کے بارے میں البتہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ عشاء کے فرض کے بعد پڑھے۔ اور اس حدیث میں یہ ہے کہ نہ ان

---

ع مناسك امر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بالسكينة عند الافاضة ص ۲۲۷

عَنْهُمَا قَالَ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمع میں مغرب اور عشار ملاکر پڑھا۔ ہر ایک ایک اقامت

وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِاِقَامَةٍ وَّلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا وَلَا

سے اوران دونوں کے درمیان نفل نہیں پڑھی اور نہ ان دونوں میں سے کسی کے

عَلٰى اِثْرِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا ؏

بعد

**حدیث ۹۸۹** حَدَّثَنِيْ اَبُوْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان فرمائی

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر مزدلفہ میں

الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ ؏

مغرب اور عشار ملاکر پڑھی۔

دونوں کے درمیان نفل پڑھی اور نہ ان کے بعد۔ دونوں کے درمیان نہ پڑھنے کی بات تو قطعی ہے کیونکہ راوی موجود تھے انھوں نے خود دیکھا۔ اسی طرح یہ بھی یقینی ہے کہ عشار کے بعد بھی وہاں فوراً نہیں پڑھی۔ لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ رات میں کسی وقت پڑھی ہو۔ اس لئے یہ ہمارے مذہب کے معارض نہیں۔ اور حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں نہ اذان کا ذکر ہے نہ اقامت کا اور نہ نفل پڑھنے اور نہ پڑھنے کا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ مغرب کے لئے بھی اذان واقامت کہلائی۔ اور عشار کے لئے بھی۔ نیز یہ کہ مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔ نیز یہ کہ دونوں نمازوں کو ملاکر نہیں پڑھا۔ بلکہ ان کے درمیان کھانا تناول فرمایا۔ اس کے برخلاف حضرت جابر کی حدیث طویل جو مسلم[1] اور ابن ماجہ[2] میں ہے۔ اس میں یہ ہے۔ ولم یسبح بینهما۔ مغرب اور عشا کے درمیان نفل نہیں پڑھی۔ اسی طرح خود حضرت جابر سے مصنف ابن ابی شیبہ[3] میں جو روایت ہے اس میں یہ تصریح ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمع

---

؏ مناسک باب من جمع بینهما ولم یتطوع ص۲۲۷ ابوداؤد الحج نسائی الحج الصلوٰۃ۔ ؏ مناسک باب من جمع بینهما ولم تطوع ص۲۲۷ [1] اول الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۳۹۸۔
[2] مناسک باب حجۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۲۲۸ [3] فتح القدیر ثانی ص۳۷۷۔

حدیث ۹۹۰

سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ حَجَّ عَبْدُ اللّٰهِ فَاَتَيْنَا

عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الْمُزْدَلِفَةَ حِيْنَ الْاَذَانِ بِالْعَتَمَةِ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذٰلِكَ فَاَمَرَ رَجُلًا فَاَذَّنَ

نے حج کیا اور مزدلفہ عشاء کی اذان کے وقت پہنچے یا اس کے قریب تو ایک شخص کو حکم دیا تو اس نے اذان

وَاَقَامَ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَصَلّٰى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَعَا بِعَشَائِهٖ

اور اقامت کہی پھر مغرب پڑھی۔ اور اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھی پھر کھانا منگایا اور

فَتَعَشّٰى ثُمَّ اَمَرَ اُرٰى فَاَذَّنَ وَاَقَامَ قَالَ عَمْرٌو وَّلَا اَعْلَمُ الشَّكَّ

تناول فرمایا پھر حکم دیا۔ میں گمان کرتا ہوں تو اوس نے اذان اور اقامت کہی۔ عمرو بن خالد نے کہا یہ شک

میں مغرب اور عشا ایک اذان اور ایک اقامت سے پڑھی۔ اسی طرح مسلم[1] میں ہے۔ کہ حضرت سعید بن جبیر شہید فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ جمع پہنچے تو انھوں نے ہمیں مغرب اور عشا ایک اذان اور ایک اقامت سے پڑھائی اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جگہ ہمیں ایسے ہی نماز پڑھائی تھی۔ اور امام ابوالشیخ[2] نے انھیں حضرت سعید بن جبیر شہید ہی سے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشا ایک اقامت سے پڑھی۔ ابوداؤد[3] میں اشعث بن سلیم عن ابیہ روایت ہے کہ حضرت ابن عمر مزدلفہ پہنچنے کے بعد کسی کو اذان اور اقامت کا حکم دیا۔ اور تین رکعت مغرب پڑھی۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا۔ نماز۔ پھر عشا پڑھی۔ اس سے فارغ ہوکر کھانا طلب فرمایا اور کھایا۔ اشعث بن سلیم نے یہ بھی کہا۔ کہ میرے باپ کے مثل علاج بن عمرو نے بھی خبر دی ہے۔ اور یہ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا۔ تو فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایسے ہی پڑھا ہے۔ ان سب کے معارض مسلم وغیرہ میں حضرت جابر کی حدیث طویل میں ہے۔ مغرب اور عشا[4] دو اذان اور دو اقامت سے پڑھی۔ اب جبکہ احادیث میں تعارض ہے تو احناف نے فرمایا۔ کہ عرفات میں تقاضائے مصلحت یہی ہے کہ ظہر اور عصر ایک اقامت سے پڑھی جائے۔ اس لئے کہ وہاں عصر وقت سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ اس کا خدشہ ہے کہ عوام ظہر پڑھتے ہی منتشر ہو جائیں تو اس لئے عصر کے لئے اقامت کہلائی جائے۔ اور یہاں مزدلفہ میں جمع تاخیر ہے یعنی مغرب عشا کے وقت میں پڑھی جاتی ہے۔ اس لئے اس کا ذرہ برابر تو ہم بھی نہیں کہ لوگ یہ تصور کریں کہ ابھی عشا نہیں پڑھی جائے گی۔ اس لئے ہم نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ان روایات کی ترجیح دی۔

---

[1] اول الحج باب الافاضہ من عرفات الی المزدلفۃ ص۴۱۷ [2] فتح القدیر ص۳۷۷ ج۳ [3] اول المناسک باب الصلوٰۃ بجمع ص۲۶۷

إِلَّا مِنْ نُهَيْرٍ ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ قَالَ إِنَّ

زہیر کو ہوا۔ اس کے بعد عشار کی دو رکعت پڑھی۔ اور جب فجر چمکی تو فرمایا۔ کہ نبی

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَلِّي هٰذِهِ السَّاعَةَ إِلَّا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوائے اس نماز کے اور وہ بھی اس جگہ کے اور اس

هٰذِهِ الصَّلٰوةَ فِي هٰذَا الْمَكَانِ مِنْ هٰذَا الْيَوْمِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ هُمَا

دن کے اور کوئی نماز اس وقت نہیں پڑھتے تھے۔ عبداللہ نے فرمایا۔ یہ دونوں

صَلٰوتَانِ تُحَوَّلَانِ عَنْ وَقْتِهِمَا صَلٰوةُ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ

نمازیں اپنے وقتوں سے ہٹادی گئی ہیں۔ مغرب کی نماز لوگوں کے مزدلفہ پہنچنے

الْمُزْدَلِفَةَ وَالْفَجْرِ مِنْ حِيْنَ يَنْزَغُ الْفَجْرُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

کے بعد اور فجر جب صبح صادق چمکے۔ فرمایا میں نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ ع

ایسا کرتے دیکھا ہے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو مروی ہے۔ اس پر بھی ہمارا عمل ہے۔ اگر کوئی مغرب اور عشا ملا کر نہ پڑھے اور درمیان میں کھائے پیئے تو وہ دونوں کو دو اذان اور دو اقامت سے پڑھے۔ اور مغرب کی سنتیں مغرب کے بعد اور عشا کی سنتیں عشا کے بعد پڑھے۔

**تحولان عن وقتهما** آج مغرب کا وقت بدل دیا گیا ہے۔ بجائے غروب شفق سے پہلے کے غروب شفق کے بعد کر دیا گیا ہے۔ اور فجر وقت معتاد کے بجائے اول وقت میں پڑھی جائے گی۔ یعنی ہمیشہ اسفار میں پڑھی جاتی تھی اب ابتدا وقت تغلیس میں پڑھی جائے گی۔ تاکہ وقوف کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت مل سکے۔ اس کے بعد باب متی یصلی الفجر بجمع میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے اتنی جلد نماز پڑھی کہ کوئی کہتا فجر طلوع ہوئی کوئی کہتا نہیں ہوئی۔

**وقوف مزدلفة** اس کا وقت طلوع فجر اور طلوع آفتاب کے مابین ہے۔ اور یہ ہمارے یہاں واجب ہے۔ فرض نہیں۔ اس لئے کہ اس کا ثبوت خبر احاد سے ہے۔ کسی قطعی الثبوت قطعی الدلالت نص سے نہیں۔ نیز ابھی حدیث آرہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے کمزور اہل کو رات ہی میں منیٰ بھیج دیا تھا۔ اگر فرض ہوتا تو یہ کبھی نہ کرتے۔ وجوب کی دلیل

---

ع المناسک باب من اذن واقام لکل واحدۃ منهما ص۲۲۷ باب متی یصلی الفجر بجمع ص۲۲۸ نسائی

حدیث ۹۹۱

قَالَ سَالِمٌ وَّكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

سالم نے کہا اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے

يُقَدِّمُ ضَعَفَةَ اَهْلِهٖ فَيَقِفُوْنَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ بِلَيْلٍ

کمزور اہل و عیال کو پہلے بھیج دیتے جو مشعر حرام کے پاس مزدلفہ میں رات میں

فَيَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ مَا بَدَا لَهُمْ ثُمَّ يَرْجِعُوْنَ قَبْلَ اَنْ يَّقِفَ الْاِمَامُ وَ

وقوف کرتے اور جتنا ان کا جی چاہتا اللہ کا ذکر کرتے۔ پھر امام کے وقوف اور امام کی واپسی سے

قَبْلَ اَنْ يَّدْفَعَ فَمِنْهُمْ مَّنْ يُّقَدِّمُ مِنًى لِصَلٰوةِ الْفَجْرِ وَمِنْهُمْ

پہلے لوٹتے۔ کچھ تو منیٰ آجاتے نماز فجر کے لئے اور کچھ اس کے

مَّنْ يُّقَدِّمُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاِذَا قَدِمُوْا رَمَوُا الْجَمْرَةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ

بعد اور جس وقت منیٰ آتے تو جمرہ پر کنکری مارتے اور ابن عمر

يَقُوْلُ اَرْخَصَ فِيْ اُولٰئِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو اس بارے میں اجازت

وَسَلَّمَ[1]

دی ہے

حدیث ۹۹۲

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ

یہ حدیث ہے۔ عروہ بن مضرس کہتے ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں (مزدلفہ) کے موقف میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ میں جبل طی سے حاضر ہوا ہوں۔ میں نے اپنی سواری کو بے دم کر دیا اپنے آپ کو تھکا دیا۔ ان پہاڑوں میں سے کوئی پہاڑ ایسا نہیں۔ جہاں میں نے وقوف نہ کیا ہو۔ تو فرمایا۔ جو ہمارے ساتھ یہ نماز پالے۔ یعنی نماز فجر مزدلفہ میں اور اس کے پہلے عرفہ ہو آیا ہو خواہ رات میں خواہ دن میں۔ تو اس کا حج پورا ہو گیا[2] حج کی تکمیل کو وقوف مزدلفہ پر بھی موقوف فرمایا۔ یہ دلیل وجوب ہے۔ مگر چونکہ یہ خبر واحد ہے اس لئے مفید فرضیت نہیں۔

---

[1] مناسک باب من قدم ضعفة اهله بليل صـ ۲۲۸ مسلم۔ الحج۔ [2] الاربعة فی الحج۔

قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ عـه

مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمع سے رات ہی میں بھیج دیا تھا۔

**حدیث ۹۹۳** أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میں ان لوگوں

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ أَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

میں تھا جنھیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی رات میں اپنے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ فِي ضَعَفَةِ أَهْلِهِ عـه

اہل خانہ کے کمزور لوگوں میں (منیٰ) پہلے بھیج دیا تھا۔

**حدیث ۹۹۴** حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ عَنْ أَسْمَاءَ أَنَّهَا نَزَلَتْ

حضرت اسماء کے غلام عبداللہ نے حدیث بیان کی کہ وہ جمع کی

لَيْلَةَ جَمْعٍ عِنْدَ الْمُزْدَلِفَةِ فَقَامَتْ تُصَلِّي فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ

رات میں مزدلفہ کے قریب اتریں اور کھڑی ہوگئیں اور دیر تک نماز پڑھتی رہیں

قَالَتْ يَا بُنَيَّ هَلْ غَابَ الْقَمَرُ قُلْتُ لَا فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ

پھر فرمایا۔ اے بیٹے کیا چاند ڈوب گیا میں نے عرض کیا نہیں پھر دیر تک نماز پڑھی اور

يَا بُنَيَّ هَلْ غَابَ الْقَمَرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَتْ فَارْتَحِلُوا فَارْتَحَلْنَا فَمَضَيْنَا

فرمایا اے بیٹے کیا چاند ڈوب گیا میں نے عرض کیا ہاں۔ تو فرمایا کوچ کرو تو ہم نے کوچ کیا اور

**تشریحات ۹۹۳** یہ حدیث صحاح ستہ میں پانچ طریقے سے مروی ہے۔ ان سب کا ماحصل یہ ہے کہ بھیڑ سے بچانے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی ہاشم کے کچھ چھوٹے بچوں اور اپنی بعض ازواج مطہرات اور سامان کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کو بھی صبح کے وقت مزدلفہ سے منیٰ بھیج دیا تھا اور یہ ہدایت فرمادی تھی کہ جب تک سورج نہ نکل آئے کنکری مت مارنا۔

---

عـه مناسك باب من قدم ضعفة أهله بليل صـ ۲۲۸

عـه مناسك باب من قدم ضعفة اهله بليل صـ ۲۲۸۔ مسلم ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی ابن ماجه كلهم في الحج۔

حَتّٰی رَمَتِ الْجَمْرَةَ ثُمَّ رَجَعَتْ فَصَلَّتِ الصُّبْحَ فِیْ مَنْزِلِهَا

چلے یہاں تک کہ انھوں نے جمرہ پر کنکری ماری۔ اس کے بعد لوٹیں اور صبح کی نماز اپنی قیام گاہ پر پڑھی۔ میں نے

فَقُلْتُ لَهَا یَا هَنْتَاهْ مَا أُرَانَا إِلَّا قَدْ غَلَّسْنَا قَالَتْ یَا بُنَیَّ إِنَّ رَسُوْلَ

ان سے عرض کیا۔ اے حضور میرا گمان ایسا ہے کہ ہم بہت بھور میں چل دیئے تو فرمایا اے بیٹے رسول اللہ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لِلظُّعُنِ [1]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں کو اس کی اجازت دی ہے۔

**حدیث ۹۹۵**

عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ

قاسم بن محمد ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں

تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ نَزَلْنَا الْمُزْدَلِفَةَ فَاسْتَاذَنَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

کہ انھوں نے فرمایا۔ ہم مزدلفہ میں اترے تو سودہ نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَوْدَةُ أَنْ تَدْفَعَ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ وَكَانَتِ

طلب کی کہ لوگوں کی بھیڑ سے پہلے چلدیں اور وہ سست عورت تھیں۔ حضور

امْرَأَةً بَطِیْئَةً فَأَذِنَ لَهَا فَدَفَعَتْ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ وَأَقَمْنَا حَتّٰی

نے انھیں اجازت دے دی اور وہ لوگوں کے ہجوم سے پہلے ہی چلدیں اور ہم صبح تک

أَصْبَحْنَا نَحْنُ ثُمَّ دَفَعْنَا بِدَفْعِهِ فَلَأَنْ أَكُوْنَ اسْتَاذَنْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

رکے رہے۔ پھر حضور کے ساتھ چلے۔ کاشکہ میں نے بھی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

**تشریحات ۹۹۴**

ظُعُنٌ۔ ظعینہ کی جمع ہے۔ اس کے معنی عورت کے ہیں۔ اس ہودج کو بھی کہتے ہیں جس میں عورت ہو اسی طرح اس اونٹ کو بھی جس پر عورت سوار ہو۔ ظَعُنٌ اونٹ کے معنی میں ہے۔ بَطِیْئَةٌ۔ بدن بھاری ہو جانے کی وجہ سے چلنے پھرنے میں سست ہو جانے والی عورت کے ہیں۔ اس کے پہلے جو روایت ہے اس میں ہے ثَقِیْلَةٌ ثَبْطَةٌ۔ بھاری بدن سست تھیں۔

یہ احادیث ہماری دلیل ہیں کہ وقوف مزدلفہ فرض نہیں واجب ہے۔ ورنہ عورتوں اور کمزوروں کو وقوف سے پہلے منیٰ ہرگز نہ بھیجتے۔ فرض ادا کئے بغیر ساقط نہیں ہوتا مثلاً وقوف عرفہ طواف زیارت فرض ہے۔ بھیڑ ہو بیمار ہو کچھ بھی ہو ادا کئے بغیر ادا

---

[1] مناسک باب من قدم ضعفة اهله بلیل ص۲۲۸ مسلم۔ الحج۔ ابوداؤد مناسک موطا امام مالک الحج مسند امام احمد۔

کَمَا اسْتَاذَنَتْ سَوْدَۃُ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ مَفْرُوْحٍ بِہٖ ؏

سے سودہ کی طرح اجازت لے لی ہوتی تو مجھے ہر خوشی سے زیادہ خوشی ہوتی۔

**حدیث ۹۹۶** عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ مَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے نبی

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی صَلٰوۃً بِغَیْرِ مِیْقَاتِہَا اِلَّا صَلٰوتَیْنِ

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ کوئی بھی نماز اس کے وقت سے پہلے پڑھتے ہوں سوائے

جَمَعَ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَصَلَّی الْفَجْرَ قَبْلَ مِیْقَاتِہَا ؏

دو نمازوں کے مغرب اور عشاء کو جمع فرمایا اور فجر وقت معتاد سے پہلے پڑھی

**حدیث ۹۹۷** عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰہِ

عبدالرحمٰن بن یزید نے کہا۔ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اِلٰی مَکَّۃَ (اِلٰی اَنْ قَالَ) ثُمَّ وَقَفَ حَتّٰی اَسْفَرَ ثُمَّ قَالَ لَوْ اَنَّ اَمِیْرَ

کے ساتھ مکہ گیا۔ حضرت ابن مسعود نے مزدلفہ میں فجر پڑھ کر وقوف کیا۔ جب خوب اجالا ہو گیا

نہیں ہوں گے۔ اور کوئی کتنا ہی کمزور ہو اس پر ان دونوں کا ادا کرنا لازم ہے۔

**تشریحات ۹۹۶** قبل میقاتہا سے یہ مراد نہیں کہ فجر کو صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے پڑھی۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ عادت کریمہ تھی کہ اذان کے بعد سنتیں پڑھ کر کچھ دیر لیٹتے یا ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بات چیت کرتے رہتے جب بلال حاضر ہو کر عرض کرتے تو مسجد میں تشریف لے جاتے۔ اور آج مزدلفہ میں صبح صادق ہوتے ہی فوراً بلا تاخیر پڑھی۔ کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ مزدلفہ میں بھی فجر کی نماز وقت سے پہلے صحیح نہیں خود حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی یہی حدیث انھیں عبدالرحمٰن بن یزید سے دوسرے طریقے سے خود بخاری ہی میں ہے کہ فرمایا۔ ثُمَّ صَلَّی الْفَجْرَ حِیْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ قَائِلٌ یَقُوْلُ طَلَعَ الْفَجْرُ وَقَائِلٌ یَقُوْلُ لَمْ یَطْلُعْ۔ پھر حضرت عبداللہ نے فجر پڑھی جب فجر طلوع ہو گئی۔ کوئی کہتا فجر طلوع ہو گئی ہے کوئی کہتا نہیں ہوئی۔

**تشریحات ۹۹۷** ابھی گزری ہوئی حدیث ۹۹۶ کا یہ تتمہ ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وقوف مزدلفہ کا وقت صبح صادق کے طلوع سے لیکر طلوع آفتاب تک ہے۔ سنت یہ ہے کہ جب آفتاب نکلنے میں دو رکعت پڑھنے کی مقدار رہ جائے تو مزدلفہ سے روانہ ہو جائیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ دس ذوالحجہ کو صرف جمرۃ العقبہ پر کنکری مارنا ہے

---

ع۔ مناسک باب من قدم ضعفۃ اھلہ بلیل ص ۲۲۸ مسلم الحج۔ ابوداؤد مناسک۔ نسائی۔ الصلوٰۃ۔ الحج ع۔ مناسک باب متی یصلی الفجر بجمع ص ۲۲۸

الْمُؤْمِنِيْنَ اَفَاضَ الْاٰنَ اَصَابَ السُّنَّةَ فَمَا اَدْرِيْ اَقَوْلُهٗ كَانَ

تو فرمایا کاش امیر المومنین اسی وقت چل دیتے تو سنت کے مطابق کرتے۔ عبدالرحمن نے کہا میں نہیں جانتا

اَسْرَعَ اَمْ دَفْعُ عُثْمَانَ فَلَمْ يَزَلْ يُلَبِّيْ حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ

کہ ان کا یہ ارشاد پہلے ہوا یا حضرت عثمان کا کوچ کرنا۔ حضرت ابن مسعود مسلسل لبیک پڑھتے رہے یہاں تک کہ

## يَوْمَ النَّحْرِ ۴

یوم النحر جمرۃ العقبہ پر کنکری ماری

**حدیث ۹۹۸** سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُوْنٍ يَقُوْلُ شَهِدْتُ عُمَرَ صَلَّى

عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا

بِجَمْعٍ الصُّبْحَ ثُمَّ وَقَفَ فَقَالَ اِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا لَا يُفِيْضُوْنَ حَتّٰى

انھوں نے جمع میں صبح کی نماز پڑھی اس کے بعد وقوف فرمایا۔ پھر فرمایا۔ مشرکین سورج نکلنے سے پہلے

تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَيَقُوْلُوْنَ اَشْرِقْ ثَبِيْرُ وَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

مزدلفہ سے نہیں چلتے تھے اور کہتے تھے ثبیر چمک اوٹھ اور نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی مخالفت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالَفَهُمْ ثُمَّ اَفَاضَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ ۴

فرمائی پھر حضرت عمر آفتاب نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے چلے

اور یہ بھی کہ جب تک کنکری نہ ماری جائے تلبیہ پڑھتے رہیں۔ پہلی کنکری پر بند کر دیں۔

**تشریحات ۹۹۸**

ثبیر۔ یہ مزدلفہ کا وہ پہاڑ ہے جو منیٰ جاتے ہوئے بائیں ہاتھ پڑتا ہے۔ یہ مکہ معظمہ کے تمام پہاڑوں سے بڑا ہے محمود بن حسن نے کہا عرب میں خاص حجاز میں چار پہاڑوں کا نام ثبیر ہے۔ یہ منصرف ہے مگر یہاں چونکہ منادی معرفہ مفرد ہے اس لئے ضمہ پر مبنی ہے۔ ابن ماجہ میں یوں ہے۔ اَشْرِقْ ثَبِيْرُ كَيْمَا نُغِيْرُ اے ثبیر چمک اوٹھ تاکہ ہم چلیں۔ یہ اَغَامَ الْفَرَسُ اِغَامَةَ الثَّعْلَبِ سے ہے گھوڑا لومڑی کی طرح بھاگا۔ محدث ابن تین نے کہا کہ بعض لوگوں نے دونوں را کے سکون کے ساتھ یاد رکھا ہے۔ سجع کے لئے۔

ثُمَّ اَفَاضَ اس کا بھی احتمال ہے کہ اس کی ضمیر مستتر فاعل کا مرجع حضرت عمر ہوں۔ اب یہ عطف ہوگا۔ ان المشرکین لا یفیضون حتیٰ تطلع الشمس پر۔ مگر اس میں بُعد ہے۔ ترکیب کا مقتضی یہ ہے کہ اس ضمیر کا مرجع حضور اقدس

---

۴ مناسک باب متی یصلے الفجر بجمع ص ۲۲۸ ۴ مناسک باب متی یدفع من جمع ص ۲۲۸۔ ابوداؤد۔ ترمذی نسائی۔ ابن ماجہ۔ مناسک۔

**حدیث ۹۹۹** اَخْبَرَنَا اَبُوْجَمْرَةَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

ابو جمرہ نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تمتع

عَنْہُمَا عَنِ الْمُتْعَةِ فَاَمَرَنِیْ بِہَا وَسَأَلْتُہٗ عَنِ الْہَدْیِ فَقَالَ فِیْہَا جَزُوْرٌ

کے بارے پوچھا تو انھوں نے مجھے اس کا حکم دیا اور ان سے ہدی کے بارے

اَوْ بَقَرَةٌ اَوْ شَاةٌ اَوْ شِرْكٌ فِیْ دَمٍ ؎

پوچھا تو فرمایا اونٹ یا گائے یا بکری یا جانور میں شرکت۔

**حدیث ۱۰۰۰** عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلًا یَسُوْقُ بَدَنَةً فَقَالَ ارْکَبْہَا فَقَالَ اِنَّہَا

نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ قربانی کا اونٹ ہانک رہا ہے تو فرمایا اس پر سوار ہو جا تو اس نے کہا

بَدَنَةٌ فَقَالَ ارْکَبْہَا فَقَالَ اِنَّہَا بَدَنَةٌ فَقَالَ ارْکَبْہَا وَیْلَكَ فِی الثَّانِیَةِ اَوْ فِی الثَّالِثَةِ ؎

یہ قربانی کا اونٹ ہے پھر فرمایا سوار ہو جا تو اس نے عرض کیا یہ قربانی کا اونٹ ہے پھر فرمایا اس پر سوار ہو جا تیرے لئے خرابی ہو دوسری یا تیسری

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں۔ اب یہ وخالفھم پر معطوف ہوگا۔ دوسری روایتوں سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ ترمذی میں فافاض ہے۔ امام ثوری کی روایت میں۔ فخالفھم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وافاض ہے۔ طبرانی کی روایت میں وان رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرہ ذالك فنفر قبل طلوع الشمس۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورج نکلنے سے پہلے ہی مزدلفہ سے چلے تھے۔ اس پر سب سے واضح دلیل حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث طویل ہے جو مسلم وغیرہ میں مذکور ہے اس میں غیر مبہم طور سے ہے فدفع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین اسفر کل شئ قبل طلوع الشمس۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ہر چیز روشن ہو گئی تو طلوع آفتاب سے پہلے مزدلفہ سے چلے۔

**تشریح ۹۹۹** حدیث تمتع کا ایک جز ہے۔ اس کے بعد یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے اسے (تمتع) کو ناپسند جانا۔ اس کے بعد میں سویا تو دیکھا کہ ایک شخص پکار رہا ہے۔ یہ حج مبرور ہے اور عمرہ مقبول ہے۔ میں نے حاضر ہو کر حضرت ابن عباس کو سنایا تو فرمایا۔ اللہ اکبر حضرت ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے

**تشریحات ۱۰۰۰** مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بطریق ہمام بن منبہ میں ہے بَدَنَةٌ مُقَلَّدَةٌ یعنی اس کے گلے میں ہار پڑا ہوا تھا۔ پھر وہ شخص سوار ہو گیا۔ مسند امام احمد میں اور بخاری میں ہے کہ

؎ مناسك باب فمن تمتع بالعمرة الی الحج ص۲۴۸ ؎ مناسك باب ركوب البدن ص۲۴۹ باب تقليد النعل ص۲۳۰ الوصايا باب هل ينتفع الواقف بوقفه ص۳۸۵ ثانی۔ الادب باب قول الرجل ويلك ص۹۱۰ مسلم الحج۔ ابو داؤد۔ نسائی۔ مناسك۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص۲۰۷ جلد ثانی ص۲۷۸

**حدیث ۱۰۰۱**

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلًا یَسُوْقُ بَدَنَۃً فَقَالَ ارْکَبْہَا قَالَ اِنَّہَا بَدَنَۃٌ

کہ قربانی کا اونٹ ہانک رہا ہے تو فرمایا اس پر بیٹھ جا۔ اس نے کہا کہ قربانی کا اونٹ

فَقَالَ ارْکَبْہَا قَالَ اِنَّہَا بَدَنَۃٌ قَالَ ارْکَبْہَا ثَلٰثًا ؎

ہے فرمایا اس پر بیٹھ جا اس نے کہا یہ قربانی کا اونٹ ہے تو فرمایا اسپر بیٹھ جا تین بار۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اس پر سوار ہو کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا ہے اور اس اونٹ کی گردن میں چپل ہے۔

**بدنۃ** کا مادہ بَدَنٌ ہے۔ موٹے بدن والا ہونا ڈیل والا ہونا۔ بَدَنَۃٌ موٹے جسم والا جانور۔ اور عرف میں وہ اونٹ اور گائے جو کہ معظمہ میں قربانی کے لئے لے جائیں۔ اس کی جمع بُدْنٌ ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰہَا لَکُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ۔ حج۔ اور موٹے جسم والے جانوروں کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے کر دیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صرف اونٹ ہی بدنہ ہے اور ہمارے یہاں اونٹ اور گائے دونوں ہیں۔

**ویلک** اور دوسری روایتوں میں ویحک ہے۔ یہ دونوں کلمے زجر و توبیخ کے لئے ہیں۔ مگر کبھی کبھی شفقت و رحم کے لئے بولتے ہیں۔ جیسے۔ لا اُمَّ لَکَ لا اَبَ لَکَ قاتلک اللہ وغیرہ۔ زمانۂ جاہلیت میں حرم میں قربانی کے لئے جو اونٹ لے جاتے اس پر سوار ہونے کو از راہ احترام حرام جانتے تھے جیسے بُحَیْرَہ اور سائبہ سے کسی قسم کے نفع کو حرام جانتے تھے۔ اور یہ شخص ٹھک گئے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر شفقت اور زمانۂ جاہلیت کے اس اعتقاد اور رسم کو ختم کرنے کیلئے انہیں حکم دیا کہ سوار ہو جاؤ۔ مگر پشتہا پشت سے رائج اور بچپن سے دل میں راسخ بات آسانی سے نہیں نکلتی۔ اس لئے انہوں نے جواب میں وہ عرض کیا۔ مگر جب حضور نے زجر فرمایا تو سوار ہو گئے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا تیر بے خطا کا اثر رکھتی ہے انہیں تو بر بار ہو جانا چاہئے تھا۔ مگر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل سے یہ عہد کرا لیا کہ میں غضب و جلال میں اگر کسی مسلمان کو کوئی سخت بات کہدوں تو اسے اس کے لئے رحمت بنا دینا۔ اس لئے یہ کلمات سبب رحمت ہوتے ہیں۔ مسند امام احمد[۱] میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا۔

---

؎ مناسک باب رکوب البدن ص ۲۴۶۔ الوصایا۔ باب الواقف ینتفع بوقفہ ص ۳۶۳ ثانی۔ الادب۔ باب فی قول الرجل ویلک ص ۹۰۱۔ مسلم۔ ترمذی۔ الحج۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ مناسک۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۳۳۶

[۱] جلد ثانی ص ۴۱۶-۱۷

**حدیث ۱۰۰۲**

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ اِلَی الْحَجِّ وَاَهْدٰی فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْیَ مِنْ ذِی الْحُلَیْفَةِ وَبَدَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ اَهَلَّ بِالْحَجِّ فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج کے ساتھ عمرہ کا تمتع کیا اور قربانی کا جانور ساتھ لیا اور اپنے ساتھ قربانی کا جانور ذوالحلیفہ سے لیا۔ ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرے کا احرام باندھا پھر حج کا۔ لوگوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کے ساتھ عمرے کا تمتع کیا۔ لوگوں میں کچھ وہ تھے

اللّٰهم انی اتخذ عندك عهدا لن تخلفنیه اغا انا بشر فای المومنین اذیته او شتمته او جلدته او لعنته فاجعلها له صلوٰة وزکوٰة وقربة تقربه بها یوم القیٰمة۔

اے اللہ میں تجھ سے عہد لیتا ہوں اس کے خلاف نہ کرنا میں انسان ہوں جس مسلمان کو ایذا دوں یا برا کہوں یا کوڑا ماروں یا اس پر لعنت کروں اسے اس کے لئے رحمت تزکیہ اور ذریعہ قربت کردے قیامت کے دن۔

یہ عام شراح کا جواب ہے اور اپنی جگہ درست بھی ہے۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ جب انھوں نے تعمیل حکم فرمایا تو غضب کے مورد ہی نہ رہے۔ اس سے بھی واضح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں ویلك یا ویحك دعا ہلاکت کے طور پر نہیں فرمایا بلکہ محبت آمیز زجر و عتاب کے طور پر از راہ ترحم کہا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج کے موقعہ پر قربانی کے لئے جو جانور لے جاتے ہیں۔ ان سے بضرورت انتفاع جائز ہے۔ یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ ہمارے یہاں اگر حالت اضطرار کی حد تک پہنچ جائے تو سوار ہونے کی اجازت ہے۔ مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بطریق معروف اس پر سوار ہو جا۔ اگر تو مضطر ہے تو وہ بھی اس وقت تک کہ دوسری سواری نہ ملے۔

**تشریحات**

تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ تمتع کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میقات پر صرف عمرے کا احرام باندھا جائے اور مکہ معظمہ پہونچ کر عمرہ کرکے احرام کھول دیا جائے۔ پھر حج کا احرام باندھا

---

۱ اول۔ الحج۔ باب رکوب البدن ص ۲۲۶

بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ أَهْدَى فَسَاقَ الْهَدْيَ وَمِنْهُمْ

جنھوں نے قربانی کا جانور ساتھ لیا تھا اور کچھ وہ تھے جنھوں نے نہیں لیا تھا۔ جب نبی صلی اللہ

مَنْ لَمْ يُهْدِ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَالَ

تعالیٰ علیہ وسلم مکہ آگئے تو لوگوں سے فرمایا۔ جو قربانی کا جانور ساتھ لایا ہے وہ احرام سے باہر

لِلنَّاسِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدَى فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى

نہیں ہوگا جب تک حج ادا نہ کرلے اور جس نے قربانی کا جانور ساتھ نہیں لیا ہے

يَقْضِيَ حَجَّهُ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَهْدَى فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا

وہ بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا مروہ کا بھی۔ اور بال

وَالْمَرْوَةِ وَيُقَصِّرْ وَلْيَحْلِلْ ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ

کترے اور احرام کھول دے اس کے بعد حج کا احرام باندھے گا اور جو

ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ فَطَافَ حِينَ قَدِمَ

قربانی کا جانور نہ پائے وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے اور سات جب اپنے اہل میں واپس آئے

جائے۔

حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میقات ہی سے حج کا احرام باندھا تھا۔ بعد میں عمرے کا ارادہ فرمایا۔ نیز اس حدیث سے متبادر ہوتا ہے کہ پہلے عمرے کا احرام باندھا پھر حج کا۔ یہ بھی واقعہ کے خلاف ہے اس کی شارحین نے کئی توجیہیں کی ہیں۔ سب سے عمدہ توجیہ وہ ہے جو علامہ نووی نے کی ہے۔ انھوں نے لکھا۔ کہ اس حدیث میں تمتع کے معنی لغوی ہیں۔ یعنی فائدہ حاصل کیا۔ مراد یہ ہے کہ پہلے صرف حج کا احرام باندھا۔ پھر عمرے کا۔ یعنی بعد میں قران کرلیا۔ اس طرح حج اور عمرے کو ایک ساتھ ایک سفر میں کرکے یہ فائدہ حاصل فرمایا۔ کہ دو سفر اور دونوں کے لئے علیحدہ علیحدہ مناسک ادا کرنے کی مشقت سے بچ گئے۔ ایک ہی سفر میں حج اور عمرے دونوں ادا ہوگئے۔ اور بہت سے اعمال مشترک ادا ہوگئے۔ اور بعد میں جو ہے۔ فاھل بالعمرۃ ثم اھل بالحج۔ یہاں اَھَلَّ کے معنی احرام باندھنے کے نہیں۔ بلکہ بآواز بلند تلبیہ کہنے کے ہیں۔ سب کو معلوم تھا کہ صرف حج کا احرام باندھا ہے تو بلند آواز سے عمرے کے ساتھ لبیک کہا تاکہ سب کو معلوم ہوجائے کہ عمرے کا بھی ارادہ فرمایا ہے۔ اس توہم کی گنجائش تھی کہ لوگ یہ سمجھ بیٹھیں کہ اب صرف عمرے ہی کا ارادہ ہے حج کا احرام فسخ کردیا تو حج کے ساتھ لبیک کہہ کر اسے رفع فرمادیا۔

**دوسرا اشکال اور حل** اب یہ اشکال ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران کیا تھا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انکار فرمایا اور کہا کہ نہیں حضور مفرد تھے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت

مَكَّةَ وَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ أَوَّلَ شَيْءٍ ثُمَّ خَبَّ ثَلٰثَةَ أَطْوَافٍ

ابن عمر جب مکہ آئے تو طواف کیا۔ سب سے پہلے رکن کا بوسہ لیا پھر تین پھیروں میں دوڑے اور

وَمَشٰى أَرْبَعًا فَرَكَعَ حِيْنَ قَضٰى طَوَافَهُ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ

چار میں معمول کے مطابق چلے اور جب بیت اللہ کا طواف کر چکے تو مقام کے پاس دو

رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ فَأَتَى الصَّفَا فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ أَطْوَافٍ ثُمَّ

رکعت نماز پڑھی۔ اور سلام پھیرا۔ پھر وہاں سے چلے اور صفا مروہ کا طواف کیا۔ اس کے بعد بھی احرام

لَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى قَضٰى حَجَّهُ وَنَحَرَ هَدْيَهُ يَوْمَ

نہیں کھولا۔ جب تک حج پورا ادا نہیں کر لیا اور یوم نحر میں قربانی نہیں کر لی اور منیٰ

النَّحْرِ وَأَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ وَفَعَلَ

سے چل کر مکہ آئے اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ اب احرام میں جتنی چیزیں حرام تھیں سب حلال ہو گئیں

مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَهْدٰى

اور جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ اور ان لوگوں نے جنھوں نے ہدی ساتھ رکھی

وَسَاقَ الْهَدْيَ مِنَ النَّاسِ ـــ وَعَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ

تھی انھوں نے بھی کیا۔ عروہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس سے انکار فرمایا ہے۔ کہ ابتدار میں ذوالحلیفہ میں قران نہیں کیا تھا۔ صرف حج کا احرام باندھا تھا۔ اقول وباللہ التوفیق۔ ان توجیہات سے۔ اس حدیث میں خود جو خلجان ہے اور دوسری احادیث سے جو تعارض ہے وہ تو دور ہو گیا مگر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور جو احادیث مروی ہیں کہ حضور نے تمتع کیا تھا اس سے اب بھی تعارض رہا۔ لاحالہ کہنا پڑے گا کہ حضرت ابن عمر سے اس قسم کی تمام مرویات میں۔ تمتع۔ لغوی معنی میں ہے۔ جیسا کہ امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں تحقیق فرمائی ہے۔

**فتمتع الناس** دوسری احادیث میں جو تفصیلات مذکور ہو چکیں ان کو سامنے رکھ کر اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو قران فرمایا مگر صحابہ نے تمتع کیا۔ وہ اس تفصیل کے ساتھ کہ پہلے میقات سے صرف حج کا احرام باندھا پھر مقام سرف پر پہنچنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تھے حج کو فسخ کر کے عمرے سے بدل دیا تھا۔ اس طرح صحابۂ کرام متمتع ہو گئے۔

**وعن عروة** عن عروۃ معطوف ہے۔ عن سالم بن عبداللہ پر اور یہ امام زہری کا مقولہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَمَتُّعِهٖ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ

وہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تمتع کے بارے میں اسی کے مثل روایت کرتے ہیں جیسی مجھے سالم عن ابن عمر

فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَهٗ بِمِثْلِ الَّذِي أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُوْلِ

عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ لوگوں نے حضور کے ساتھ تمتع کیا۔

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [ع]

۳۰۷ وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِذَا أَهْدٰى

اور نافع نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب مدینے سے قربانی

مِنَ الْمَدِيْنَةِ قَلَّدَهٗ وَأَشْعَرَهٗ بِذِي الْحُلَيْفَةِ يَطْعَنُ فِي شِقِّ سَنَامِهِ

کا جانور ساتھ لیتے تو ذوالحلیفہ میں اس کے گلے میں ہار ڈالتے اور اشعار کرتے اس کے بائیں کوہان

حضرت سالم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ صحابۂ کرام میں سے جو حضرات قربانی کے جانور ساتھ لائے تھے انھوں نے بھی ویسا ہی کیا جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا۔ یعنی عمرہ کرنے کے بعد بھی احرام نہیں کھولا۔ اور طواف زیارت کرنے کے بعد ہی مکمل طور سے احرام سے باہر ہوئے۔ اسی کے مثل عروہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی روایت کیا ہے کہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

یہاں بعض نسخوں میں فعل مثل ما فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد۔ یوں ہے۔ باب من اھدی و ساق الھدی من الناس وعن عروۃ ان عائشۃ اخبرتہ الخ یہ نسخہ ابن الوقت کی طرف منسوب ہے۔ مگر یہ نسخہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ۔ من اھدی۔ فعل مثل ما فعل۔ میں پہلے فعل کا فاعل ہے۔ فعل اور فاعل کے درمیان۔ لفظ باب کا فصل۔ کیا معنیٰ اس صورت میں لازم آئے گا کہ اس فعل کا فاعل محذوف ہو۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام مسلم نے بھی اسی طرح اس کی تخریج کی ہے جیسے ہم نے یہاں نقل کیا ہے کہ درمیان میں باب نہیں

**تشریحات ۳۰۷** اس تعلیق کو امام مالک نے موطا میں مسند ذکر فرمایا ہے۔ البتہ اس میں یہ ہے کہ دو چپلوں کا ہار پہناتے پھر بائیں کوہان میں اشعار کرتے دائیں بائیں کوہان کا اختلاف اس وجہ سے ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کسی ایک طرف کے کوہان کو اشعار کے لئے مخصوص نہیں جانتے تھے۔ کبھی داہنے میں اشعار کرتے کبھی بائیں میں۔ اسی وجہ سے روایتوں میں اختلاف ہے۔ اشعار کے معنی علامت بنانے کے ہیں۔ یہ شعور سے بنا ہے۔ شَعَرَ یَشْعُرُ سے جس کے معنی جاننے کے ہیں شرعاً

---

ع مناسك باب من ساق البدن معه ص ۲۲۹ مسلم۔ الج۔ ابوداؤد۔ نسائی مناسك

الْاَیْمَنِ بِالشُّفْرَۃِ وَوَجَّھَھَا قِبَلَ الْقِبْلَۃِ بَارِکَۃً ؎

میں چھری سے زخم لگاتے اور اسے بیٹھا کر قبلہ رو کرتے۔

**حدیث ۱۰۰۲** عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَۃَ وَمَرْوَانَ قَالَا خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مروان نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اشعار کے معنی ہیں۔ قربانی کے لئے حرم میں جو جانور لے جایا جائے۔ اس کی کوہان پر ہلکا زخم لگا دینا کہ خون نکل آئے۔ اس میں جانور کو ایذا پہنچانا ضرور ہے مگر جب شریعت نے اس کا حکم دیا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ افضل یہ ہے کہ بائیں کوہان میں زخم لگائے۔ داہنے میں بھی جائز ہے۔ اور دونوں مروی ہے۔ زخم بہت ہلکا لگائے۔ اتنا کہ چمڑے سے پیر کر گوشت تک نہ پہونچے۔ کوہان کی لمبائی میں زخم لگائے۔ اور خون کو کوہان پر مل دے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اشعار کو مکروہ فرمایا۔ یہ اس بنا پر ہے کہ عوام جب مذہبی امور کو انجام دینے پر آتے ہیں تو جوش میں بے اعتدالیاں کرنے لگتے ہیں جمروں پر صرف کنکری مارنے کا حکم ہے۔ مگر میں نے خود دیکھا ہے کہ جوش میں آکر لوگ چھتری تک پھینک دیتے ہیں۔ کچھ نہیں ملتا تو چپلیں مار تے ہیں۔ اسی طرح حضرت امام کے عہد میں لوگ اشعار میں حد سے آگے بڑھ گئے تھے۔ اجازت تو صرف اتنی تھی کہ چمڑے میں ہلکا سا زخم لگائیں اتنا گہرا ہرگز نہ لگائیں کہ گوشت تک پہونچ جائے۔ مگر لوگ گہرا گہرا زخم لگانے لگے جو جانور کو بلا وجہ ایذا پہونچانی تھی۔ اس کو حضرت امام نے مکروہ فرمایا جیسا کہ مقدمہ میں مفصل ہم نے بیان کیا ہے۔ ان جانوروں کے گلے میں پٹہ ڈالنے اور اشعار کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے پہچانا جائے کہ یہ جانور حرم کی قربانی کے ہیں۔ اگر بھیڑ میں مل جائیں تو آسانی سے شناخت ہو سکے۔ کوئی چوری نہ کرے۔ پانی اور چراگاہ سے نہ ہانکے۔ گم ہو جائے تو کوئی اسے اپنی ملکیت نہ بنائے۔ ہار اور پٹہ ٹوٹ کر گر بھی سکتا ہے مگر اشعار باقی رہے گا۔

اونٹ میں بالاتفاق اشعار سنت یا مستحب ہے۔ اسی طرح اس گائے میں جس کے کوہان ہو۔ وہ گائیں جن میں کوہان نہ ہو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں اشعار نہیں۔ حضرت ابن عمر اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم گائے میں بھی اشعار کرتے تھے بکری میں بالاتفاق اشعار نہیں۔ بکری کمزور بھی ہوتی ہے دوسرے اس کے بال اشعار کو چھپالیں گے

**توضیح باب** یہاں عنوان ہے۔ کہ جو ہدی کو ذوالحلیفہ میں اشعار کرے اور پٹہ ڈالے پھر احرام باندھے۔ اس سے امام بخاری دو افادے کرنا چاہتے ہیں۔ ایک یہ کہ پہلے ہدی کو اشعار اور پٹہ ڈال لے۔ پھر احرام باندھے۔ دوسرے یہ کہ اگر ہدی ساتھ ہے تو میقات ہی سے اشعار بھی کرے اور پٹہ بھی ڈال دے۔ امام مجاہد کا قول یہ ہے کہ پہلے احرام باندھے پھر اشعار کرے

**تشریحات ۱۰۰۳** حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن نوفل بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب۔ ان کا نسب کلاب پر جا کر نسب نبوی سے مل جاتا ہے۔ یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھانجے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت فاروق اعظم اور عمرو بن عوف۔ مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہ سے احادیث سنی ہیں۔ ہجرت کے دو سال بعد پیدا ہوئے۔

---

ع مناسك۔ باب من اشعر وقلد بذی الحلیفۃ ص ۲۲۹

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَیْبِیَۃِ فِیْ بِضْعِ عَشْرَۃَ مِائَۃٍ مِنْ

ایک ہزار سے زائد صحابہ کرام کے ساتھ حدیبیہ کے زمانے میں مدینے سے نکلے جب

اَصْحَابِہٖ حَتّٰی اِذَا کَانُوْا بِذِی الْحُلَیْفَۃِ قَلَّدَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

ذوالحلیفہ پہونچے تو نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے قربانی کے اونٹوں کو پٹہ

وَسَلَّمَ الْھَدْیَ وَاَشْعَرَہٗ وَاَحْرَمَ بِالْعُمْرَۃِ ع

پہنایا اور اشعار فرمایا اور عمرے کا احرام باندھا۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر مبارک آٹھ سال تھی۔ ۶۴ھ میں جبکہ یزید پلید کے حکم سے حصین بن نمیر نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ٹھیک اس دن جس دن یزید پلید کے مرنے کی خبر مکہ معظمہ پہونچی۔ یہ حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ منجنیق کا پتھر آکر لگا اور شہید ہو گئے۔ ان کی نماز جنازہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پڑھائی۔

**مروان بن حکم** اس کا باپ حکم بن ابی العاص بن امیہ، حضرت عثمان ذوالنورین کا چچا تھا۔ حکم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدترین اعدا میں ہے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر اس نے کلمہ ضرور پڑھا اور پھر مدینہ طیبہ آیا۔ مگر اس کے دل سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عداوت نہیں نکل سکی۔ یہ کبھی حجرۂ مبارک میں جھانکتا[1] کبھی حضور کی رفتار کی نقل کرتا۔ ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا تھا حضور کے اشارۃً تکلم میں ہکلانے لگا۔ حضور کو جلال آگیا فرمایا۔ ایسا ہی ہو جا۔ جس کے نتیجے میں وہ زندگی بھر ہکلاتا رہا[2]۔ ان شرارتوں کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے طائف جلاوطن کر دیا تھا۔

ایک روایت کے مطابق مروان کی پیدائش ۲ھ میں ہوئی ہے۔ قیاس چاہتا ہے کہ یہ بھی اپنے باپ کے ساتھ مدینہ طیبہ آیا ہوگا اس روایت کے مطابق یہ خیال ہوتا ہے کہ اسے صحبت نصیب ہوئی۔ مگر سیر و مغازی کے مسلم الثبوت ثقہ مستند امام ابن سعد نے اسے تابعین کے طبقہ اولیٰ[3] میں رکھا ہے۔ صاحب مشکوٰۃ نے الاکمال میں صاف فرمایا۔ فلم یر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا۔ اگر یہ صحیح ہے کہ مروان ۲ھ میں پیدا ہوا تھا تو ابن سعد اور صاحب مشکوٰۃ کی تحقیق کے بموجب حکم جب مدینہ آیا تھا تو مروان کو مکہ معظمہ میں چھوڑ دیا تھا۔ مدینہ نہیں لایا تھا۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مروان کی ماں نے ہجرت نہیں کی تھی[4]۔ بلکہ ایک قول یہ ہے کہ جب مروان پیدا ہوا تو اس کی ماں نے اسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ تحنیک فرما دیں[5]۔ اس قول کی بنا پر اس کی ولادت زیادہ سے زیادہ فتح مکہ کے موقع پر ہوئی۔ یعنی رمضان ۹ھ میں۔ اسی لئے

---

ع مناسک باب من اشعر وقلد الھدی بذی الحلیفۃ ثم احرم ص۲۲۹۔ باب اشعار البدن ص۲۳۰۔ تعلیقاً ثانی مغازی باب غزوۃ الحدیبیۃ ص۵۹۰۔ ابوداؤد۔ جہاد۔ نسائی۔ الحج۔ موطا امام مالک۔ حج۔ مسند امام احمد جلد رابع ص۳۲۳

[1] بخاری ثانی۔ الباس باب الترجل ص۸۷۸

[2] اصابہ اول ص۳۴۳ [3] البدایہ والنہایہ جلد ثامن ص۲۵۷

[4] اصابہ جلد ثالث ص۴۷۷ [5] اصابہ جلد ثالث ص۴۷۸

علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کسی نے بھی اس کے صحابی ہونے پر جزم نہیں فرمایا[1]۔ اگر اس کی ولادت ۲ھ یا ۶ھ میں ہوئی ہوتی۔ اور فتح مکہ کے بعد اپنے باپ کے ساتھ مدینہ طیبہ آیا ہوتا تو اس کے صحابی ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ استیعاب میں ایک قول یہ بھی مذکور ہے کہ یہ طائف میں پیدا ہوا[2]۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب اس کا باپ جلاوطن کر کے طائف بھیجا گیا تھا اسی وقت پیدا ہوا۔ اس لئے اب رویت کا سوال ہی نہیں۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے۔ کہ یہ نعثان ہر جمعے کو منبر پر حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا کہتا تھا۔ اس پر امام حسن مجتبیٰ نے فرمایا۔ اللہ نے اپنے نبی کی زبان سے تیرے باپ حکم پر اس وقت لعنت کی جب تو اس کے صلب میں تھا[3]۔ اس پر تمام ارباب سیر کا اتفاق ہے۔ کہ مروان نے سن تمیز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا[4]۔

مروان انتہائی ذہین فطین چالاک مکار، سیاست و تدبیر کا ماہر، جنگ و جدال میں یکتا تھا۔ واقعہ حرہ میں مسلم بن عقبہ اسی کی تدبیر کی بدولت اہل مدینہ پر غالب آیا۔ اس نے خفیہ کہلا دیا۔ کہ تم مدینہ طیبہ کے مشرقی سمت اتر دو۔ اور صبح ہی کو پوری قوت سے حملہ کر دو۔ سورج تمہاری پشت پر ہوگا اور اہل مدینہ کی آنکھوں کے مقابل یہی وہ بدذات ہے جو حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا باعث ہے۔ جو اسلام میں سیکڑوں قیامتوں کی بنیاد ہے اسی بدباطن نے حضرت طلحہ کو تیر سے شہید کیا جبکہ یہ ان کے ساتھیوں میں شامل تھا۔ یہی وہ مبتدع ہے جس نے عید کی نماز سے پہلے خطبے کی بدعت ایجاد کی[5]۔

گذر چکا کہ مکہ معظمہ کا محاصرہ اٹھا لینے کے بعد حصین بن نمیر نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا تھا کہ یہاں کیا کر رہے ہو۔ میرے ساتھ شام چلو تمہاری بیعت کرا دوں گا مگر حضرت عبداللہ نے قبول نہیں فرمایا۔ اور اسے تہدید آمیز بہت سخت جواب دیا[6]۔ دوسری طرف حضرت عبداللہ بن زبیر نے مروان اور تمام بنی امیہ کو مدینے سے نکال دیا۔ مروان سب کو لیکر دمشق پہونچا اور جب یزید کے بیٹے نے اپنے آپ کو امور سلطنت سے علیحدہ کر لیا۔ تو اہل شام نے مروان کو تخت پر بٹھایا اس شرط کے ساتھ کہ تیرے بعد بادشاہ یزید کا دوسرا لڑکا ابو خالد ہوگا۔ مروان نے اپنی مکاری اور جنگجوئی سے مصر پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور جب دیکھ لیا کہ اب شام اور مصر میرا مطیع ہو گیا ہے۔ تو اس نے بجائے ابو خالد کے اپنے بیٹے عبدالملک کو ولیعہد بنا دیا۔ مروان نے ابو خالد کی ماں سے نکاح کر لیا تھا۔ اور طرح طرح ابو خالد کی تذلیل کیا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے ابو خالد کو۔ ابن الاست الرطبۃ۔ کہہ دیا۔ اے بھیگے چونترڑ والی عورت کے بیٹے۔ ابو خالد نے اپنی ماں سے شکایت کی۔ اس کی ماں نے اس سے کہا۔ دیکھو کسی سے مت کہنا۔ مروان جب اندر آیا تو ابو خالد کی ماں سے پوچھا کہ ابو خالد نے کچھ کہا ہے تو اس نے انکار کیا۔ رات میں جب مروان سو گیا تو ابو خالد کی ماں نے اس کی گردن پر تکیہ رکھ کر اپنی کنیزوں کی مدد سے اس کو گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔ جب یہ مر گیا تو سب چیخنے چلانے لگیں کہ امیر المومنین اچانک مر گئے۔ تین رمضان ۶۵ھ میں یہ واقعہ ہوا مروان کی بیعت بروز دوشنبہ نصف ذوقعدہ ۶۴ھ میں ہوئی تھی۔ کل نو مہینے اٹھارہ دن اس کی بادشاہت رہی[7]۔

ان سب کے باوجود محدثین اسے حدیث میں متہم نہیں جانتے۔ اسی لئے امام بخاری نے بھی اس کی روایت لی ہے۔ اس نے بہت

---

[1] اصابہ جلد ثالث ص۴۷۷ [2] جلد ثالث ص۴۲۵ [3] بدایہ نہایہ ثامن ص۲۵۸ [4] الاستیعاب جلد ثالث ص۴۲۵ اصابہ جلد ثالث ص۴۷۷ [5] بخاری اول باب الخروج الی المصلی ص۱۳۱ [6] بدایہ نہایہ جلد ثامن ص۲۲۶ [7] یہ ساری تفصیل بدایہ نہایہ جلد ثالث سے لی گئی ہے۔

**حدیث ۱۰۰۴** عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

سے صحابۂ کرام سے روایت کی ہے مثلاً حضرت عمر حضرت عثمان غنی حضرت علی حضرت زید بن ثابت حضرت عبدالرحمن بن الاسود اور کُبرہ بن صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور اس سے حضرت امام زین العابدین، عبدالملک عروہ بن زبیر سعید بن مسیب ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اسے حضرت معاویہ نے دوبار مدینہ طیبہ کا والی بنایا اور معزول کیا۔[1]

یہ واقعہ صلح حدیبیہ کا ہے۔ بعض روایتوں میں اس کی تصریح بھی ہے۔ یہاں بضع عشر مائۃ ہے۔ یعنی ایک سو دس سے کچھ اوپر بضع۔ تین سے لے کر نو تک پر بولا جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے۔ ایک سو پندرہ تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک سو چودہ تھے۔ اس موقعہ پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ستر اونٹ ستر آدمیوں کی طرف سے قربانی کے لئے ساتھ لئے تھے ایک روایت کی بنا پر مروان صلح حدیبیہ کے وقت تک پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ اور اگر بالفرض پیدا بھی ہوا تھا تو اس پر اتفاق ہے کہ صلح حدیبیہ کے لشکر میں شامل نہیں تھا۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ اس نے کسی اور سے سن کر بیان کیا ہے اس لئے یہ حدیث بروایت مروان مرسل ہوئی۔ وہ بھی تابعی کی جس میں یہ بھی احتمال ہے کہ مروان نے کسی تابعی سے سنا ہے اسی وجہ سے تابعی کی حدیث مرسل بہت سے محدثین کے نزدیک مجروح ہے۔ مگر چونکہ یہ حدیث حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے جو صحابی ہیں اس لئے یہ حدیث صحیح متصل ہوئی۔

**مسائل** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص حج یا عمرے کا قصد کرے اور اپنے ساتھ قربانی کے جانور بھی رکھے وہ اپنی میقات پر جانور کو قلادہ پہنا دے یا اشعار کر دے اور احرام باندھ لے۔ اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ نہ ہو یونہی حرم میں ذبح کے لئے جانور بھیجے تو جانور کو قلادہ وغیرہ پہنا دے۔ مگر اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ جبتک جانور ذبح نہ ہولیں گھر پر احرام باندھے رہے جیسا کہ ۹ھ میں جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر الحج بنا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھیجا تو ان کے ساتھ اپنی قربانی کے جانور بھیجے مگر احرام نہیں باندھا۔

**تشریحات ۱۰۰۴** عمرہ بنت عبدالرحمن بن سعد بن زرارہ۔ تابعیہ خاتون ہیں۔ بہت بڑی عالمہ فاضلہ تھیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کثیر احادیث کی راویہ ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگوں سے احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت ام المومنین کی خاص پروردہ اور ان کی ربیبہ ہیں۔ ۱۰۳ھ میں واصل بحق ہوئیں۔[2]

**زیاد بن ابی سفیان** حارث بن کلدہ ثقفی کی باندی صحیحہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ سمیہ عبید کی زوجہ تھیں۔ اسی کے فراش میں زیاد پیدا ہوا۔ اسی لئے اس کو پہلے زیاد بن عبید کہتے تھے۔ یہ عرب کے مشہور دانشوروں میں ایک ہے مشہور ہے۔ دُہاۃ عرب چار ہیں۔ معاویہ، عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ، زیاد بن ابیہ، یہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے فارس کا گورنر تھا اور حضرت امام

---

[1] اصابہ جلد ثالث ص ۴۷۷ [2] الکمال

قَلَائِدَ بُدْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ ثُمَّ قَلَّدَهَا وَأَشْعَرَهَا

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں کے قلادے میں نے اپنے ہاتھوں سے بٹے تھے۔ پھر حضور نے انھیں اونٹوں کی گردنوں

وَأَهْدَاهَا وَمَا حُرِّمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ أُحِلَّ لَهُ ۔ع

میں ڈالا اور انھیں اشعار کیا اور حرم کی جانب بھیجا۔ اور جو چیزیں حلال تھیں کوئی بھی حضور پر حرام نہیں ہوئیں۔

**حدیث ۱۰۰۵** عَنْ عُرْوَةَ وَعَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے سے قربانی

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهْدِي مِنَ الْمَدِينَةِ فَأَفْتِلُ

کے جانور (حرم) میں بھیجتے تو میں ان کی ہدی کے قلادے بٹتی۔ اس کے بعد حضور ان چیزوں سے نہیں بچتے

قَلَائِدَ هَدْيِهِ ثُمَّ لَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَنِبُ الْمُحْرِمُ ۔ع

جن سے محرم بچتا ہے۔

**حدیث ۱۰۰۶** عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ زِيَادَ بْنَ أَبِي

عمرہ بنت عبدالرحمن نے خبر دی کہ زیاد بن ابوسفیان نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سُفْيَانَ كَتَبَ إِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ

کو لکھا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔

حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مصالحت کے بعد بھی اس نے حضرت معاویہ کی حکومت تسلیم نہیں کی مگر حضرت معاویہ نے بالآخر اسے رام کر لیا۔ اور اسے اپنا بھائی بنا لیا۔ بہت سے لوگوں نے یہ گواہی دی کہ حضرت ابوسفیان نے یہ اقرار کیا ہے کہ زیاد میرا بیٹا ہے۔ اس کے بعد جب تک بنی امیہ کی حکومت تھی اسے زیاد بن سفیان کہا جاتا تھا۔ جب بنی امیہ کا زوال ہو گیا تو زیاد بن ابیہ یا زیاد بن سمیہ کہا جانے لگا۔ اسی پر طنز کرتے ہوئے یزید بن ربیعہ بن مفرغ حمیری نے کہا ہے[1]۔

| | |
|---|---|
| الا ابلغ معاویۃ بن صخر | مغلغلۃ من الرجل الیمانی |
| اتغضب ان یقال ابوک عف | وترضی ان یقال ابوک زان |
| فاشھد ان رحمک من زیاد | کرحم الفیل من ولد الاتان |

معاویہ بن صخر کو ایک یمنی شخص کی جانب سے سچی بات پہنچا دو
اگر یہ کہا جائے کہ تیرا باپ پاکدامن ہے تو تو ناراض ہوتا ہے
اور اگر کہا جائے کہ بدکار ہے تو تو خوش ہوتا ہے۔
میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا رشتہ زیاد سے ایسا ہی ہے جیسے ہاتھی کا

---

ع مناسک۔ باب من اشعر وقلد بذی الحلیفۃ ص۲۳۰ باب اشعار البدن ص۲۳۱ مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ کلھم فی الحج ع مناسک باب فتل القلائد للبدن ص۲۳۰۔ مسلم۔ الحج۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ کلھم فی المناسک [1] البدایۃ والنہایۃ جلد ثامن ص۹۵

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ مَنْ اَھْدٰی ھَدْیًا حَرُمَ عَلَیْہِ مَا یَحْرُمُ عَلَی الْحَاجِّ

جو حرم میں قربانی کا جانور بھیجے اس پر وہ سب چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو حاجی پر حرام ہیں۔ جب تک کہ

حَتّٰی یُنْحَرَ ھَدْیُہٗ قَالَتْ عَمْرَۃُ فَقَالَتْ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا

ہدی کو نحر نہ کر دیا جائے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ابن عباس

لَیْسَ کَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ ھَدْیِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

نے جو کہا ہے ویسا نہیں۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدی

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدَیَّ ثُمَّ قَلَّدَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

کے قلادے بٹے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے انھیں ان کی گردن

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدَیْہِ ثُمَّ بَعَثَ بِھَا مَعَ اَبِیْ فَلَمْ یَحْرُمْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ

میں ڈالا۔ پھر انھیں میرے والد کے ساتھ بھیجا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کوئی

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْءٌ اَحَلَّہُ اللّٰہُ لَہٗ حَتّٰی یُنْحَرَ الْھَدْیُ [۱]

ایسی چیز حرام نہ ہوئی جو اللہ نے ان کے لئے حلال کی ہو۔ یہاں تک کہ ہدی کو نحر کیا گیا۔

رشتہ گدھی کے بچے سے۔

یہی وہ ستمگر ہے جس نے حضرت حجر بن عدی کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء کے قتل پر حضرت معاویہ کو اکسایا اسی کا بیٹا عبید اللہ وہ رسوائے زمانہ ظالم ہے جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرایا۔

اسی کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہے کہ جب حضرت معاویہ نے زیاد سے یزید کو ولی عہد بنانے کے بارے میں مشورہ کیا تو اس نے اسے قبول نہیں کیا اور عبید بن کعب نمیری کو بھیجا کہ وہ حضرت معاویہ کو سمجھا دیں کہ اس سے باز رہیں جس کی وجہ سے امیر معاویہ نے اس تحریک کو اس وقت روک دیا جب ۵۳ھ میں زیاد مر گیا تو یہ تحریک شروع کی [۲]

مشہور صحابی حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی سمیہ کے بطن سے تھے۔ اس طرح یہ زیاد کے اخیافی بھائی ہوئے سمیہ کے بارے میں ایسی کوئی روایت نہیں کہ اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو مگر علامہ عبد البر [۳] نے فرمایا کہ اصحاب سیر نے لکھا ہے کہ قریش اور ثقیف کا ہر ہر فرد حجۃ الوداع کے وقت تک مسلمان ہو چکا تھا اور سب حجۃ الوداع میں شریک تھے۔ اس کے

---

[۱] مناسک باب من قلد القلائد بیدہ ص ۲۳۰۔ الوکالۃ باب الوکالۃ۔ فی البدن ص ۳۱۱ مسلم۔ نسائی۔ الخ۔

[۲] ایضاً ص ۷۹ [۳] الاستیعاب جلد رابع ص ۳۴۰

**حدیث ۱۰۰۷** عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ میں

اَفْتِلُ قَلَائِدَ الْغَنَمِ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَبْعَثُ بِهَا ثُمَّ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بکری کے ہار بٹتی تھی۔ حضور اسے بھیجتے اور پھر غیر احرام

یَمْكُثُ حَلَالًا عه

کے رہتے۔

**حدیث ۱۰۰۸** عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ میں

فَتَلْتُ لِهَدْیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِیْ الْقَلَائِدَ قَبْلَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدی کے لئے ہار بٹتی تھی قبل

اَنْ یُّحْرِمَ عه

اس کے کہ حضور محرم ہوں۔

**حدیث ۱۰۰۹** عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا

حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا

قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَهَا مِنْ عِهْنٍ كَانَ عِنْدِیْ سه

اپنے اون سے ہدی کے ہار میں بٹتی تھی

عموم میں اسے بھی داخل کیا جاسکتا ہے۔

**تشریحات ۱۰۰۷/۹** ان سب احادیث کا حاصل یہ نکلا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی کبھی مدینہ طیبہ سے حرم میں قربانی کیلئے جانور بھیجتے تھے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے گلے میں ہار ڈالنے کے لئے خود ہار بٹتی تھیں۔ ان ہاروں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان جانوروں کے گلے میں ڈالتے تھے۔ اور انہیں مکہ معظمہ بھیجتے۔ مگر ہدی بھیجنے کے بعد احرام کی حالت میں نہیں رہتے۔ یہ ہدی بکری بھی تھی اور ہار اون سے بنا تھا۔ مطلب یہ ہوا کہ ہدی کے لئے اونٹ ہی ضروری نہیں۔ اونٹ

---

عه مناسك باب تقليد الغنم صـ۲۳۰۔ دو طریقے سے عه ایضاً۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ مناسک۔ سه مناسك باب القلائد من عهن صـ۲۳۰۔ مسلم۔ نسائی۔

۳۰۸ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا يَشُقُّ مِنَ الْجِلَالِ إِلَّا

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کوہان کی جگہ کے سوا اور کہیں سے جُل نہیں پھاڑتے تھے۔ اور

مَوْضِعَ السَّنَامِ وَإِذَا نَحَرَهَا نَزَعَ جِلَالَهَا مَخَافَةَ أَنْ يُفْسِدَهَا الدَّمُ

جب اسے نحر کرتے تو جُل اتار لیتے تاکہ خون سے خراب نہ ہو جائے۔

ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِهَا ۔ع

پھر صدقہ کر دیتے

حدیث ۱۰۱۰ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ

عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے کہا۔ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا فرماتی تھیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ لَا نُرٰى إِلَّا الْحَجَّ

جب ذوقعدہ میں پانچ دن رہ گئے تھے تو ہم صرف حج جانتے تھے

گائے بکری کوئی بھی قربانی کا جانور ہو سکتا ہے۔ اور ہار کے لئے کوئی تخصیص نہیں کہ فلاں چیز کا ہو۔ کسی بھی چیز کا ہو سکتا ہے بعض حضرات نے فرمایا تھا کہ ہدی کا ہار صرف نباتات کا ہونا ضروری ہے۔ اون کا نہیں ہو سکتا۔ اس حدیث سے ان کا قول ساقط ہو گیا

**تشریحات ۳۰۸** اس اثر کو امام مالک نے دو حصے کر کے اپنی مؤطا میں سند متصل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے نیز امام بیہقی نے بھی۔ جِلال۔ جُل۔ کی جمع ہے۔ وہ کپڑا جو جانور کی پیٹھ پر ڈالا جائے تاکہ وہ سردی اور گرمی سے محفوظ رہے موضع سنام پر جُل کے پھاڑنے کا فائدہ یہ تھا کہ اشعار دکھائی دے اس سے ثابت ہوا کہ جل کی طرح رسی وغیرہ کا صدقہ کر دینا واجب ہے۔

**تشریحات ۱۰۱۰** لخمس بقین من ذی القعدۃ۔ گزر چکا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہفتے کے دن نماز ظہر پڑھ کر مدینہ طیبہ سے نہضت فرمائی تھی۔ اس روایت کی بنا پر ۲۶ ذوقعدہ تھی۔ اسے لازم ہے کہ رویت تیس کی ہوئی۔ اس لئے کہ یہ طے ہے کہ اس سال جمعرات کو پہلی تھی۔ حضرت ام المومنین نے یہ حدیث مہینہ گزرنے کے بعد بیان فرمائی ہے۔ اس لئے تیقن کے ساتھ یہ فرما رہی ہیں کہ ذوقعدہ میں پانچ دن رہ گئے تھے۔

---

ع مناسك باب الجلال للبدن ص ۲۳۰

فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ

جب مکہ کے قریب ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ساتھ

مَعَهُ هَدْيٌ إِذَا طَافَ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَنْ يُحِلَّ قَالَتْ فَدَخَلَ

قربانی کے جانور نہ ہوں وہ جب طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کر لے تو احرام کھول دے۔ ام المومنین

عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَ نَحَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

نے فرمایا۔ یوم نحر ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا۔ تو میں نے پوچھا کیا ہے یہ؟ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَزْوَاجِهِ ۔

تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے قربانی کی ہے۔

**لا نُرَى إِلَّا الْحَجَّ** اس سے مراد یہ ہے کہ جب مدینے سے نکلے تھے اور جب تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرے کے احرام باندھنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اس وقت تک ہمارا یہی گمان تھا کہ صرف حج کرنا ہے۔ ورنہ دوسری روایتیں خود عمرہ ہی کی ہیں۔ کہ ام المومنین نے فرمایا۔ فمنا من اهل بالحج و منا من اهل بالعمرة و منا من اهل بهما۔ ہم میں سے کچھ لوگوں نے صرف حج کا احرام باندھا۔ کچھ نے صرف عمرے کا۔ کچھ نے دونوں کا۔ جلد ثانی میں مفصل بحث گزر چکی کہ ام المومنین نے تمتع کیا تھا جسے لازم کہ عمرے کا احرام باندھا تھا۔

**مسائل** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دم قران اور تمتع میں بھی گائے کے اندر سات کی شرکت جائز ہے۔ اس روایت میں نحر وارد ہے۔ اس سے یہ استدلال کیا گیا کہ گائے کو بھی نحر کرنا درست ہے۔ اس قدر تو درست ہے کہ اگر گائے کو نحر کیا تو وہ حلال ہو جائے گی۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اونٹ میں نحر مستحب ہے اور ذبح کرنا مکروہ۔ گائے وغیرہ دوسرے جانوروں میں ذبح مستحب ہے اور نحر مکروہ۔ اس حدیث کے دوسرے طرق میں ذبح وارد ہے[1] بعض میں ضحیٰ بھی ہے[2]۔ اس لئے تمام طرق میں تطبیق کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس روایت میں نحر کے معنی ذبح کرنے کے ہیں۔ یا قربانی کرنے۔ نحر قربانی کے معنی میں قرآن مجید میں وارد ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

---

ع مناسك باب ذبح الرجل البقر ص۲۳۱ ۔ باب۔ و اذ بوأنا لابراهيم مكان البيت ص۲۳۱ ۔ الجهاد ۔ باب الخروج آخر الشهر ص۴۱۲ ۔ مسلم ۔ نسائی ۔ الحج ۔ [1] باب و اذ بوأنا لابراهيم ص۲۳۲ [2] باب كيف كان بدء الحيض ۔ ص۴۳

حدیث ۱۰۱۱

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا كَانَ

نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما منحر میں نحر

يَنْحَرُ فِي الْمَنْحَرِ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ مَنْحَرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ

کرتے تھے۔ عبیداللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

وَسَلَّمَ ۔ منحر میں۔

حدیث ۱۰۱۲

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا كَانَ يَبْعَثُ

نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی قربانی

بِهَدْيِهٖ مِنْ جَمْعٍ مِّنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ حَتّٰى يُدْخِلَ بِهٖ مَنْحَرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

کے جانور رات کے آخر ہی میں حاجیوں کے ساتھ جن میں آزاد اور غلام سبھی ہوتے مزدلفہ سے

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ حُجَّاجٍ فِيْهِمُ الْحُرُّ وَالْمَمْلُوْكُ ۔ عہ

بھیج دیتے تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قربان گاہ میں داخل کر دیے جائیں۔

حدیث ۱۰۱۳

عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ ۔ وَذَكَرَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

الْحَدِيْثَ ۔ قَالَ وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ سَبْعَةً

نے اپنے دست مبارک سے سات اونٹوں کو نحر فرمایا۔ اس حالت میں کہ

تشریح ۱۰۱۱/۱۲

اس حدیث میں منحر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر فاروق کا قول اور نافع نے جو کہا تھا۔ فی المنحر۔ اس کی تفسیر ہے۔ نافع کا قول نہیں۔ اس کی دلیل کتاب الاضاحی کی روایت ہے۔ اس میں ہے یعنی منحر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تشریح ۱۰۱۳

یہ حدیث گزر چکی ہے۔ وہاں مبہم تھا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر فرمائے

عہ مناسك، باب النحر فی منحر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۳۶۔ ثانی۔ الاضاحی۔ باب الاضحیٰ بالمنحر والمصلی ص ۳۳۴

عہ مناسك باب النحر فی منحر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۳۱

بُدْنٍ قِيَامًا وَضَحّٰى بِالْمَدِيْنَةِ كَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَقْرَنَيْنِ مُخْتَصَرًا ؎

وہ کھڑے تھے۔ اور مدینے میں چتکبرے سینگ والے دو مینڈھوں کی قربانی فرمائی۔

**حدیث ۱۰۱۴**

اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ لَیْلٰی اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَلِیًّا اَخْبَرَهٗ اَنَّ

عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ نے خبر دی کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں خبر دی کہ

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهٗ اَنْ یَّقُوْمَ عَلٰی بُدْنِهٖ وَاَنْ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ وہ حضور کے اونٹوں کے پاس رہیں اور ان سب کے گوشت اور

یَّقْسِمَ بُدْنَهٗ كُلَّهَا لُحُوْمَهَا وَجُلُوْدَهَا وَجِلَالَهَا وَلَا یُعْطِیَ فِیْ جِزَارَتِهَا شَیْئًا

کھالیں اور جُل تقسیم کر دیں۔ اور اس کے ٹکڑے اور بوٹی کرنے کی اجرت میں اس میں سے کچھ نہ دیں۔

**ت ۳۰۹**

وَقَالَ عُبَیْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ شکار کی جزا اور نذر کی قربانی سے نہ کھایا جائے۔

لَا یُؤْكَلُ مِنْ جَزَاءِ الصَّیْدِ وَالنَّذْرِ وَیُؤْكَلُ مِمَّا سِوٰی ذٰلِكَ ؎

اس کے علاوہ بقیہ قربانیوں سے کھایا جائے۔

**ت ۳۱۰**

وَقَالَ عَطَاءٌ یَّاْكُلُ وَیُطْعِمُ مِنَ الْمُتْعَةِ لِلْعٰ

اور عطاء نے کہا۔ تمتع کی قربانی سے کھائے بھی اور کھلائے بھی۔

اور یہاں سات کی تعیین ہے اس کی پوری بحث وہیں مذکور ہے۔

**تشریح ۱۰۱۴**

اس کے بعد والی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سو اونٹ حرم میں قربانی کے لئے پیش فرمایا تھا۔

**تشریح ۳۰۹/۳۱۰**

پہلی تعلیق کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور دوسری تعلیق کو امام عبدالرزاق اور امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ جرمانے اور فدیے اور کفارے میں جو جانور ذبح کئے جائیں ان کا گوشت مالک کو کھانا جائز نہیں۔ اسی طرح منت کا بھی۔ بقیہ کا کھانا جائز ہے۔

---

لہ مناسك باب من نحر بیدہ ۱ صـ۲۳۱ ۔ باب التحمید والتسبیح والتکبیر قبل الاهلال صـ۲۱۰ ۔ باب النحر قائمة صـ۲۳۱ ابوداؤد ۔ مناسك ۔ عـہ مناسك باب لا یعطی الجزار من الهدی شیئاً صـ۲۳۲ ۔ باب یتصدق بجلال البدن صـ۲۳۲ ۔ باب الجلال للبدن صـ۲۳۰ ۔ مسلم ۔ الحج ۔ ابوداؤد ۔ مناسك ۔ ابن ماجه ۔ اضاحی ۔ سہ مناسك باب ۱ ذبح أنا لابراهیم صـ۲۳۲ ۔

للعـہ ایضاً

**حدیث ۱۰۱۵** حَدَّثَنَا عَطَاءٌ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم قربانی

یَقُوْلُ کُنَّا لَا نَاْکُلُ مِنْ لُحُوْمِ بُدْنِنَا فَوْقَ ثَلٰثٍ مِنًی فَرَخَّصَ لَنَا النَّبِیُّ صَلَّی

کا گوشت منیٰ کے تین دن سے زیادہ نہیں کھاتے تھے۔ پھر نبی

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ کُلُوْا وَتَزَوَّدُوْا فَاَکَلْنَا وَتَزَوَّدْنَا قَالَ قُلْتُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اجازت دی اور ارشاد فرمایا۔ کھاؤ اور زادراہ بناؤ تو ہم نے کھایا اور زادراہ بنایا

لِعَطَاءٍ اَقَالَ حَتّٰی جِئْنَا الْمَدِیْنَةَ قَالَ لَا[1]

ابن جریج نے امام عطاء سے پوچھا کیا حضرت جابر نے یہ بھی کہا حتیٰ کہ ہم مدینے آئے۔ کہا۔ نہیں۔

**حدیث ۱۰۱۶** عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ایک صاحب نے

رَجُلٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ زُرْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِیَ قَالَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا میں نے رمی سے پہلے طواف زیارت کر لیا ہے۔ فرمایا

**تشریحات ۱۰۱۵** ابتداء میں قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ جمع رکھنا ممنوع تھا۔ بعد میں اس کی اجازت ہو گئی کہ جتنے دنوں چاہیں قربانی کا گوشت رکھیں۔ یہ قربانیاں گھر پر ہوں یا ایام حج میں منیٰ میں ہوں سب کے لئے اجازت ہے۔ ایام حج کی قربانی کے لئے یہ حدیث نص ہے اور گھروں پر کی جانے والی قربانیوں کے بارے میں بھی نص صریح ہے۔ امام مسلم امام ترمذی امام نسائی امام ابن ماجہ حضرت عبداللہ بن بریدہ عن ابیہ سے راوی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع فرمایا تھا اب زیارت کیا کرو۔ میں نے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کیا تھا۔ اب جب تک چاہو رکھو۔ مستحب یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کئے جائیں۔ ایک حصہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے۔ ایک حصہ اپنے اعزہ واقربا کے لئے۔ ایک حصہ فقراء کے لئے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

**تشریحات ۱۰۱۶** یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان کے چار تلامذہ حضرت عطاء حضرت عکرمہ حضرت سعید بن جبیر حضرت طاؤس سے اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق عطاء مروی ہے۔ چند ابواب کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث آرہی ہے اس میں یہ زائد ہے کہ سائل نے یہ عرض کیا لم أشعر۔ مجھے معلوم نہیں

---

[1] مناسک باب وأذن في الناس بالحج صـ۲۳۲۔ مسلم۔ اضاحی۔ نسائی۔ الحج۔

لَا حَرَجَ قَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ قَالَ لَا حَرَجَ قَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ اَنْ

کوئی حرج نہیں۔ اس نے عرض کیا۔ میں نے ذبح سے پہلے سر منڈا لیا ہے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ اس نے عرض کیا میں نے

اَرْمِیَ قَالَ لَا حَرَجَ ؏

رمی سے پہلے ذبح کر لیا ہے۔ فرمایا کوئی حرج نہیں۔

**حدیث ۱۰۱۷** عَنْ عِکْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تھا۔ طحاوی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد میں ارشاد فرمایا۔ تعلموا مناسککم فانہ من دینکم۔ حج کے ارکان سیکھو اس لئے کہ یہ تمہارے دین سے ہے۔ اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رمی قربانی حلق طواف زیارت میں ترتیب ضروری نہیں۔ تقدیم و تاخیر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اس کو لازم کہ اس پر دم بھی واجب نہیں۔ اس کے برخلاف خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے یہ مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا جس نے اپنے حج کے ارکان میں کچھ آگے یا پیچھے کیا تو وہ اس کے لئے خون بہائے اور ظاہر ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے زیادہ اور کوئی اس حدیث کے صحیح معنیٰ کو نہیں جان سکتا۔ اس لئے علماء نے لاحرج کو رفع اثم پر محمول کیا۔ چونکہ اسلام کا پہلا حج تھا۔ لوگ مناسک اور ان کی ترتیب کو کما حقہ جانتے نہ تھے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر تنگی نہیں فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ چونکہ تم نے جو کچھ کیا لاعلمی میں کیا اس لئے تم پر کوئی گناہ نہیں۔ یا لاحرج سے مراد یہ ہے کہ تمہارا حج فاسد نہیں ہوا فرض ادا ہو گیا۔ اور ترتیب بدلنے سے جو نقصان پیدا ہوا وہ لاعلمی کے عذر کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔ اسی لئے اخیر میں فرمایا کہ مناسک سیکھو۔

نیز سائل کے سوال سے ظاہر ہے کہ اسے اس کا احساس ہوا کہ میں نے غلطی کی ہے۔ اسی لئے اس نے سوال کیا۔ اگر غلطی کا احساس نہ ہوتا تو سوال کیوں کرتا۔ اور یہ احساس اس بنا پر ہوا ہوگا کہ اس کے علم میں یہ بات آئی ہوگی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس ترتیب سے یہ افعال ادا کئے ہیں میں نے اس کے خلاف کیا۔ مگر چونکہ پہلا موقعہ تھا۔ اس لئے درگزر فرما دیا۔

امام ابن ہمام نے یہاں یہ بھی افادہ فرمایا کہ محصر کے لئے ارشاد ہے۔ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ اور اپنے سروں کو نہ منڈاؤ جبتک ہدی اپنی جگہ نہ پہونچ جائے تو جب محصر کو جو حج یا عمرے کا ارادہ فسخ کر چکا۔ قربانی سے پہلے سر منڈانا جائز نہیں تو جو حج یا عمرہ کر رہا ہے اسے قربانی سے پہلے بدرجہ اولیٰ قصر یا حلق جائز نہ ہوگا۔

**تشریحات ۱۰۱۷** یہ یوم نحر کی رمی کے بارے میں سوال تھا۔ یوم نحر صرف جمرۃ العقبہ کی رمی ہے اس کا وقت دسویں کی صبح صادق سے لیکر گیارہویں کی صبح صادق طلوع ہونے تک ہے۔ مگر آفتاب نکلنے کے بعد سے زوال تک مسنون ہے اور

---

؏ مناسك باب الذبح قبل الحلق ص۲۳۲ ؎ عمدۃ القاری جلد عاشر ص۵۹ بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ۔ شرح معانی الآثار اول۔ مناسک باب من قدم من حجہ نسکا ص۳۶۰۔

سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَمَیْتُ بَعْدَ مَا اَمْسَیْتُ

سے سوال کیا گیا۔ سائل نے عرض کیا۔ کہ میں نے شام ہونے کے بعد رمی کی ہے ۔ فرمایا کوئی

فَقَالَ لَا حَرَجَ فَقَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَنْحَرَ قَالَ لَا حَرَجَ ؎

حرج نہیں۔ اب اس نے عرض کیا میں نے قربانی سے پہلے سر مونڈا لیا فرمایا کوئی حرج نہیں

**حدیث ۱۰۱۸** قَالَ نَافِعٌ کَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یَقُوْلُ حَلَقَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّتِہٖ ؎

علیہ وسلم نے اپنے حج میں سر اقدس منڈایا۔

زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک مباح۔ گیارہویں شب غروب آفتاب سے لیکر طلوع فجر تک اور دسویں کو طلوع فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک مکروہ ہے۔

**تشریحات ۱۰۱۸** فی حجتہ سے حجۃ الوداع مراد ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں سر اقدس منڈایا تھا۔ اور یہ شرف حضرت معمر بن عبد اللہ عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا تھا۔ علامہ نووی نے فرمایا یہی صحیح اور مشہور ہے۔ امام بخاری نے تاریخ کبیر[1] میں روایت کیا۔ حضرت معمر کہتے ہیں کہ یوم نحر وہ بیٹھ کر سر اقدس کے بال صاف کر رہے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے چہرے میں نظر ڈالی۔ اور فرمایا اے معمر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے کان کی لو پر تجھے قابو دے دیا ہے اور تیرے ہاتھ میں استرہ ہے۔ انھوں نے عرض کیا یہ مجھ پر اللہ کا فضل اور احسان ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اس موقعہ پر حضرت خراش بن امیہ بن ربیعہ نے یہ خدمت انجام دی تھی۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ انھوں نے قدیمہ کے موقعہ پر یہ خدمت انجام دی تھی جیسا کہ علامہ ابن عبد البر نے استیعاب[2] میں تحریر فرمایا ہے

ترمذی[3] میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ قربانی کرنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حلاق کو اپنے سر اقدس کا داہنا حصہ دیا انھوں نے اسے صاف کیا۔ تو اسے ابو طلحہ کو دیا۔ پھر بایاں حصہ دیا انھوں نے اسے صاف کیا۔ تو حکم دیا کہ اسے تقسیم کر دے۔ اور یہی مسلم[4] میں بھی بطریق سفیان بن عیینہ ہے مگر مسلم[5] ہی میں بطریق حفص بن غیاث اور عبد الاعلیٰ جو روایت ہے

---

؎ مناسک باب الذبح قبل الحلق ص۲۳۳۔ باب اذا رمی بعد ما امسی ص۲۳۴ ابو داؤد۔ نسائی ابن ماجہ۔ مناسک۔ ؎ مناسک باب الحلق و التقصیر۔ ص۲۳۳ ثانی الخازن ص۲۳۳ ۔

[1] عمدۃ القاری عاشر ص۶۳ [2] جلد اول ص۴۲۸ [3] اول۔ الحج۔ باب بای جانب الراس یبدأ فی الحلق ص۱۱۱ [4] اول الحج باب بیان ان السنۃ یوم النحر ان یرمی ص۴۲۱ [5] ایضاً

**حدیث ۱۰۱۹** عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہا اے اللہ سر منڈانے والوں پر رحم فرما۔ تو لوگوں نے

الْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِيْنَ

عرض کیا اور ترشوانے والوں پر یا رسول اللہ۔ فرمایا اے اللہ سر منڈانے والوں پر رحم فرما۔ لوگوں نے عرض کیا اور

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ رَحِمَ اللّٰهُ

ترشوانے والوں پر بھی یا رسول اللہ۔ تو فرمایا اور ترشوانے والوں پر بھی۔ اور لیث نے کہا مجھ سے نافع نے بیان کیا۔ رحم اللہ

الْمُحَلِّقِيْنَ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ قَالَ وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ قَالَ فِي الرَّابِعَةِ

المحلقین ایک مرتبہ یا دو مرتبہ لیث نے کہا عبید اللہ نے کہا کہ نافع نے بیان کیا کہ چوتھی بار

وَالْمُقَصِّرِيْنَ ؏

والمقصرین فرمایا۔

**حدیث ۱۰۲۰** عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اس میں یہ ہے کہ تقسیم کرنے کے لئے داہنی طرف کے موئے اقدس عطا فرمائے تھے صاحب منعم اور محب طبری نے اسے ترجیح دی کہ داہنی جانب کے موئے مبارک تقسیم فرمائے اور بائیں طرف کے حضرت ابو طلحہ کو عطا فرمایا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

**تبرک بنانا** حجۃ الوداع کے موقعہ پر موئے مبارک تقسیم فرمانا اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دینا اشارۃً حکم دینا تھا کہ اسے رکھو اور اس سے برکت حاصل کرو۔ اللہ عزوجل کا فضل و کرم ہے کہ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود موئے مبارک اب تک ہزاروں محفوظ ہیں جس کی زیارت سے مسلمان شرف اور برکت حاصل کرتے ہیں۔ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ میں ایک موئے مبارک ایسا بھی ہے جس کے اخذ و مناولت کی متصل سند حضرت ابو طلحہ تک موجود ہے۔

**تشریحات ۱۰۱۹** صحیح یہی ہے کہ یہ ارشاد صلح حدیبیہ کے موقعہ پر بھی فرمایا تھا اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر بھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر کچھ صحابہ نے سر منڈایا اور کچھ حضرات نے ترشوایا۔ تو وہ فرمایا

---

؏ مناسک باب الحلق والتقصیر عند الاحلال ص۲۴۲ مسلم۔ الحج۔ ابو داؤد۔ مناسک۔ ؎ عمدۃ القاری عاشر ص۶۲

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا

نے کہا اے اللہ سر منڈانے والوں کو بخش دے تو لوگوں نے عرض کیا

وَالْمُقَصِّرِيْنَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِيْنَ قَالَهَا

اور ترشوانے والوں کو بھی۔ فرمایا اے اللہ سر منڈانے والوں کو بخش دے لوگوں نے عرض کیا اور ترشوانے والوں کو بھی۔

ثَلَاثًا قَالَ وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ ؏ہ

اسے تین بار کہا۔ اور ترشوانے والوں کو بھی۔

**حدیث ۱۰۲۱**

عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔

قَالَ حَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَائِفَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ وَقَصَّرَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام میں سے کچھ افراد نے سر منڈایا اور

بَعْضُهُمْ ؏ہ

کچھ افراد نے ترشوایا۔

**حدیث ۱۰۲۲**

عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے

مسلم میں حضرت ام الحصین کی حدیث میں ہے کہ حجۃ الوداع میں فرمایا۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ احرام کھولتے وقت سر منڈانا افضل ہے۔ اور ترشوانا بھی جائز ہے۔ اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ بال رکھنے کو پسند کرتے تھے اور سر منڈانے کو ناپسند۔ چونکہ منڈانے میں تذلل زیادہ ہے۔ اس لئے یہ افضل ہوا۔ یہ حکم صرف مردوں کے لئے ہے۔ رہ گئیں عورتیں تو انھیں سر منڈانا جائز نہیں۔ یہ ان کے لئے بمنزلہ مثلہ کے ہے۔ احادیث میں ممانعت بھی آئی ہے۔ وہ صرف بال ترشوائیں گی۔ پورے سر کے بالوں میں سے ایک ایک پورا یعنی انگلی کی ایک گرہ کے برابر کتروائیں۔ مرد بھی اگر بال کتروائیں تو وہ بھی اتنا ہی کتروائیں۔

**تشریحات ۱۰۲۲** مسلم میں یہ زائد ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مُردہ پر۔ تھے۔ امام نووی نے فرمایا۔ یہ اس عمرے میں ہوا تھا جو حضور نے جعرانہ سے کیا تھا۔ اس لئے کہ عمرۃ القضاء میں ابھی حضرت معاویہ ایمان سے مشرف نہ ہوئے تھے اور حجۃ الوداع

---

ع۔ مناسك باب الحلق والتقصير عند الاحلال ص۲۳۳ ۔ مسلم۔ ابن ماجه ۔ مناسك۔ ع۔ مناسك باب الحلق والتقصير عند الاحلال ص۲۳۳ ۔ ترمذی۔ الحج ۔ مسلم۔ الحج

مُعَاوِيَةَ قَالَ قَصَّرْتُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت معاویہ سے روایت کیا۔ انھوں نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک چوڑے تیر کے پھل

بِمِشْقَصٍ عه

سے تراشا

حدیث ۱۰۲۳ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ أَمَرَ أَصْحَابَهُ

وسلم مکہ آئے اور اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ

أَنْ يَّطُوْفُوْا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ يَحِلُّوْا وَيَحْلِقُوْا أَوْ يُقَصِّرُوْا عِ

بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف کرلیں پھر احرام کھول دیں سر منڈالیں یا ترشوالیں

۳۱۱ قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ

عَنْهُمْ أَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزِّيَارَةَ إِلَى اللَّيْلِ ع

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طواف زیارت کو رات تک مؤخر فرمایا۔

میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منیٰ میں بال صاف کرائے تھے۔

**تشریحات ۳۱۱** اس تعلیق کو امام ابوداؤد، امام ترمذی، نسائی، اور ابن ماجہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس حدیث پر شدید اشکال یہ ہے کہ خود ام المومنین[1] سے ابوداؤد میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دن کے آخری حصہ میں (طواف زیارت) کے لئے یوم نحر ظہر پڑھ کر گئے پھر منیٰ لوٹ آئے۔ علاوہ ازیں مسلم وغیرہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یوم نحر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طواف زیارت کے لئے گئے اور منیٰ آکر ظہر پڑھی۔ مسلم وغیرہ میں حضرت جابر کی حدیث طویل میں ہے کہ پھر سوار ہوئے اور بیت اللہ کی طرف گئے اور ظہر مکہ میں پڑھی۔ اگرچہ ان تینوں احادیث میں جزئی تعارض

---

عه مناسك باب الحلق والتقصير عند الاحلال ص۲۳۳۔ مسلم۔ الحج۔ ابوداؤد۔ مناسك مسند امام احمد جلد ۱ ص۲۱۶ عه مناسك باب تقصير المتمتع بعد العمرة ص۲۳۳۔ عه مناسك باب الزيارة يوم النحر ص۲۳۳

[1] عمدة القاری عاشر ص۹۸ سطر ۵۲ اول۔ الحج۔ باب استحباب طواف الافاضة يوم النحر ص۲۲۲

| | |
|---|---|
| ٣١٢ ت | وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي حَسَّانٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى |
| | حضرت ابن عباس سے روایت کی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| | عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُوْرُ الْبَيْتَ أَيَّامَ |
| | منیٰ کے دنوں میں بیت اللہ کی زیارت کیا کرتے |
| | مِنًى ؏ تھے |
| ٣١٣ ت | عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ طَافَ |
| | حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک طواف |
| | طَوَافًا وَاحِدًا ثُمَّ قَيَّلَ ثُمَّ يَأْتِي مِنًى يَعْنِي يَوْمَ النَّحْرِ. وَرَفَعَهُ |
| | کیا پھر قیلولہ کرتے پھر منیٰ آتے یعنی یوم النحر۔ اور عبدالرزاق |
| | عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ؏ |
| | نے اسے مرفوع کیا۔ انہوں نے کہا۔ ہم سے عبیداللہ نے یوں حدیث بیان کی۔ |

ہے۔ مگر اس سب میں قدر مشترک یہ ہے کہ سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے طواف سے فارغ ہو کر منیٰ واپس آگئے تھے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم نحر قربانی کے بعد طواف زیارت کے لئے گئے اور واپس آکر ظہر عصر مغرب عشاء منیٰ میں پڑھی۔ پھر تھوڑی دیر سوئے اور دوبارہ طواف کے لئے گئے۔ نیز ابوداؤد میں ہے کہ ایام منیٰ میں روزانہ رات میں طواف کرتے تھے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دنوں متعدد طواف کئے مگر اَخَّرَ الزِّيَارَةَ کا ظاہر معنیٰ اس کے مساعد نہیں اس لئے دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے۔ کہ مراد یہ ہے کہ دن کے اخیر حصے میں طواف فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**تشریحات ٣١٢** اس تعلیق کو امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس حدیث پر محدثین نے کچھ کلام کیا مگر اس کی شاہد مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی ایک حدیث مرسل ہے کہ امام طاؤس کے صاحبزادے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منیٰ کے دنوں میں ہر رات طواف کے لئے جاتے تھے۔

**تشریح ٣١٣** تعلیق مذکور کے راوی ابونعیم فضل بن دُکین نے یہ کہا ہے کہ امام عبدالرزاق نے اسے مرفوعاً روایت کیا ہے جیسا کہ مسلم میں ہے کہ حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم نحر منیٰ سے مکہ معظمہ گئے۔ پھر لوٹے اور

---

؏ مناسك باب الزيارة يوم النحر ص ٢٣٣ ؏ مناسك باب الزيارة يوم النحر ص ٢٣٣

ظہر منیٰ میں پڑھی ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کیا۔

**تطبیق** | ابھی گزرا کہ مسلم میں حضرت جابر کی حدیث طویل میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم نحر ظہر مکے میں پڑھی علامہ نووی نے ان دونوں میں یہ تطبیق دی کہ مکہ معظمہ میں ظہر پڑھ کر منیٰ واپس ہوئے تو دوبارہ صحابۂ کرام کی درخواست پر ظہر پڑھائی۔ یہ دوسری ظہر نفل ہوئی۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ حضور اگر متنفل ہوں تو بھی مفترض کو اقتدار کرنی صحیح ہے جیسا کہ بطن نخلہ میں صلوٰۃ خوف میں ایک روایت ہے کہ دونوں گروہ کو پوری پوری نماز پڑھائی۔

البتہ حضرت ام المومنین کی اس حدیث سے جو ابوداؤد میں ہے۔ اب بھی تعارض ہے اور تعدد سے دور بھی نہیں ہو سکتا۔ اس میں یہ تصریح ہے کہ منیٰ میں ظہر پڑھنے کے بعد آخر دن میں (طواف ) کے لئے گئے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طواف زیارت خود پہلے کیا کہ پھر بعد ظہر آخر دن میں ازواج مطہرات کو ساتھ لے کر مکہ معظمہ گئے کہ یہ بھی طواف زیارت کر لیں۔ مکہ پہنچتے پہنچتے رات ہو گئی۔ رات ہی میں ازواج مطہرات نے طواف کیا۔ اسی کو تعلیق بالشک میں فرمایا کہ طواف زیارت کو رات تک مؤخر فرمایا یعنی ازواج مطہرات کے طواف کو۔

**طواف زیارت** | اسے طواف افاضہ بھی کہتے ہیں۔ حج کا دوسرا رکن ہے بغیر اس کو کئے حج ادا نہ ہوگا۔ اور نہ عورت سے قربت حلال ہوگی۔ اس کا وقت وقوف عرفہ کے بعد دسویں ذوالحجہ کو طلوع فجر سے لے کر عمر بھر ہے۔ واجب یہ ہے کہ جمرۃ العقبہ کو کنکری مارنے کے بعد جن پر قربانی واجب ہے وہ قربانی کر کے بال اتروا کر طواف کریں اور یہ طواف ایام تشریق میں کریں یعنی کم از کم چار پھیرے اور مسجد حرام میں حطیم کے باہر سے کریں اس طرح کہ کعبہ بائیں طرف ہو۔ ان واجبات میں سے کسی کے ترک سے دم لازم آئے گا۔ اگرچہ بھول کر چھوڑا ہو اگرچہ لاعلمی کی وجہ سے چھوڑا ہو۔ البتہ بلا قصد چھوڑنے پر گناہ نہیں اور بالقصد چھوڑنے پر گناہ بھی ہے سنت یہ ہے کہ دسویں ذوالحجہ کو کرے مگر گیارہویں بارہویں تک مؤخر کرنے میں حرج نہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

۱۰۲۴ عَنْ عِیْسَی بْنِ طَلْحَۃَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

**حدیث** عیسیٰ بن طلحہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا حَدَّثَہٗ اَنَّہٗ شَھِدَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

نے ان سے یہ حدیث بیان کی کہ وہ اسوقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

وَسَلَّمَ یَخْطُبُ یَوْمَ النَّحْرِ فَقَامَ اِلَیْہِ رَجُلٌ فَقَالَ کُنْتُ اَحْسِبُ

تھے جب حضور یوم نحر خطبہ دے رہے تھے ایک شخص کھڑے ہوئے اور عرض کیا میں

اَنَّ کَذَا قَبْلَ کَذَا ثُمَّ قَامَ اٰخَرُ فَقَالَ کُنْتُ اَحْسِبُ اَنَّ کَذَا قَبْلَ کَذَا

گمان کرتا تھا کہ ایسا ایسے کے پہلے ہے پھر دوسرے صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا

حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَنْحَرَ نَحَرْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِیَ وَاَشْبَاہُ ذٰلِکَ فَقَالَ

میں گمان کرتا تھا کہ یہ کام اس کام سے پہلے ہے میں نے قربانی سے پہلے سر منڈا لیا ہے اور رمی

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ قَالَ لَھُنَّ

سے پہلے قربانی کرلی ہے اور اس کے مثل اسپر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کرو اور کوئی حرج

**تشریحات** ۱۰۲۴ اس کے پہلے والی روایت میں یہ زائد ہے وقف فی حجۃ الوداع اور بعد والی روایت میں علی ناقتہ۔ اور کتاب العلم میں عند الجمرۃ زائد ہے۔ یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں جمرہ (عقبہ) کے پاس اپنی اونٹنی پر سوار تشریف فرما تھے۔

**یَخْطُبُ یَوْمَ النَّحْرِ** یوم النحر کوئی خطبہ اعمال حج میں ہمارے یہاں مشروع نہیں۔ یوم النحر کے بارے میں جو احادیث میں خطب یا یخطب وارد ہے اس سے مراد یہ ہے کہ لوگوں نے مختلف سوالات کئے جنکے جوابات ارشاد فرمائے یا کوئی اہم بات بیان فرمادی۔ آگے آرہا ہے کہ جمرات کے درمیان چاشت کے وقت خطبہ دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث گزری کہ ایک صاحب نے یہ دریافت کیا کہ میں نے شام کے بعد رمی کی ہے۔ اور جو لوگ یوم نحر خطبے کے مشروع ہونے کے قائل ہیں وہ بعد ظہر خطبہ کو مسنون بتاتے ہیں۔ پھر اس سوال کا کیا محل رہا۔ اگرچہ علامہ عینی نے توجیہہ کی ہے کہ مسا کا اطلاق بعد زوال پر بھی ہوتا ہے۔ مگر ظاہر کے خلاف ضرور ہے۔ اس لئے اسلم یہی ہے کہ کہا جائے۔ یوم نحر کوئی خاص خطبہ اعمال حج میں سے نہیں۔ بضرورت سلطان امیر الحاج کسی دن بھی کسی وقت بھی عوام کو ارشاد و تلقین کرسکتا ہے۔

**اشباہ ذلک** مثلاً رمی سے پہلے طواف زیارت کرلیا۔ یا سعی طواف سے پہلے کرلی، وغیرہ وغیرہ۔

كُلِّهِنَّ فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ ؏ه

نہیں۔ سب کے لئے یہی فرمایا اُسدن جو بھی سوال ہوا سب کے جواب میں یہی فرمایا۔ کرلو اور کوئی حرج نہیں۔

**حدیث ۱۰۲۵** عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَيُّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم نحر کو خطبہ دیا فرمایا اے لوگو! یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض

يَوْمٍ هٰذَا قَالُوا يَوْمٌ حَرَامٌ فَقَالَ فَأَيُّ بَلَدٍ هٰذَا قَالُوا بَلَدٌ حَرَامٌ قَالَ

کیا یوم حرام ہے پھر دریافت فرمایا یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے عرض کیا شہر حرام ہے۔

فَأَيُّ شَهْرٍ هٰذَا قَالُوا شَهْرٌ حَرَامٌ قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَ

پوچھا یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ماہ حرام ہے اس کے بعد فرمایا

ترتیب یہ ہے کہ مزدلفہ سے واپسی کے بعد سب سے پہلے جمرۃ العقبہ کی رمی کرے، پھر قربانی پھر حلق پھر طوافِ زیارت پھر سعی۔ اب ترتیب بدلنے کی عقلاً متعدد صورتیں ہیں۔ مگر احادیث میں جو صورتیں وارد ہیں وہ یہ ہیں۔ اول۔ حلق قبل ذبح۔ ثانی حلق قبل رمی۔ ثالث قربانی قبل رمی۔ رابع طواف زیارت قبل رمی۔ خامس سعی قبل طواف۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ شام کے بعد رمی کی۔ اس میں ہوسکتا ہے کہ اس رمی سے پہلے قربانی حلق طواف زیارت کرچکا ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ کچھ بھی نہ کیا ہو۔ یا کچھ کیا ہو اور کچھ نہ کیا ہو۔ ہمارے یہاں ترتیب بدلنے پر دم ہے۔ اس پر مفصل بحث گزر چکی۔

**تشریحات** ۱۰۲۵ توجیہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس حدیث میں یہ ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کونسا دن ہے؟ کونسا شہر ہے کونسا مہینہ ہے؟ تو صحابہ کرام نے جواب میں عرض کیا کہ یوم حرام شہر حرام ماہ حرام ہے۔ مگر کتاب العلم میں حضرت ابو بکرہ کی جو حدیث گزری ہے اور یہاں بھی اس کے بعد مذکور ہے۔ اسمیں یہ ہے کہ ان تینوں سوالوں کے جواب میں حاضرین نے عرض کیا۔ اللہ و رسولہ اعلم۔ اس کے بعد حضور نے سکوت فرمایا یہانتک کہ حاضرین کو گمان ہوا کہ ان کا کچھ اور نام رکھیں گے۔ اس کے بعد فرمایا۔ کیا یہ یوم النحر نہیں کیا یہ شہر حرام نہیں کیا یہ بلد حرام نہیں تو حاضرین نے عرض کیا بلی

ؔه المناسك۔ باب الفتيا على الدابة عند الجمرة ص ۲۳۴۔ مزید دو طریقے ہے۔ العلم۔ باب السوال والفتيا عند رمي الجمار ص ۲۳۔

اَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا

یقین جانو تمہارے خون تمہارے مال تمہاری آبرو تم میں سے ہر ایک پر اسی طرح حرام ہے جیسے

فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فَاَعَادَهَا مِرَارًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ

تمہارا یہ دن تمہارے اس شہر تمہارے اس مہینے میں حرام ہے۔ اسے کئی مرتبہ دہرایا

اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّهَا لَوَصِيَّتُهٗ

پھر سر اقدس اٹھایا اور کہا اے اللہ کیا میں نے پہنچا دیا اے اللہ کیا میں نے پہنچا دیا ابن عباس نے

اِلٰى اُمَّتِهٖ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَّضْرِبُ

کہا اس ذات کی قسم جسکے قبضے میں میری جان ہے کہ یہ اُمت کیلئے وصیت ہے (اس خطبے میں یہ بھی فرمایا) حاضر

بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ ؏ھ

غائب کو پہنچا دے۔ میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم میں بعض بعض کی گردن مارے۔

سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

۱۰۲۶ حدیث جابر بن زید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا

جی حضور ہے۔

اس کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی حدیث میں اختصار ہے۔ یا یہ کہ اخیر میں جو بلیٰ ہے اس کی تفسیر فرما دی۔

**یوم حرام** یہ ارشاد بطور مجاز مرسل ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہ دن وہ ہے جسمیں قتال غارتگری حرام ہے یا مبالغہ ہے، حرام بمعنی قابل احترام ہے۔ یعنی یہ دن ایسا قابل احترام ہے کہ اس میں قتال وغیرہ اس کی بے ادبی ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ حدیث کے بقیہ حصوں کی تفسیر جلد اول حدیث ۷۵ اور حدیث ۷۹ کے تحت ہو چکی ہے

**نشریحات** ۱۰۲۶ ابواب العمرۃ میں اس خطبے کے کچھ الفاظ کریمہ مذکور ہیں۔ محرم کیلئے فرمایا جو شخص چپل نہ پائے وہ موزے پہن لے۔ اور جو تہبند نہ پائے وہ پائجامہ پہن لے۔ احناف کے یہاں حج کے موقع پر تین خطبے ہیں۔ اول ذوالحجہ کی ساتویں تاریخ کو بعد نماز ظہر مسجد حرام میں۔ دوسرے عرفات میں بعد زوال نماز ظہر سے پہلے۔ تیسرے گیارہ ذوالحجہ کو بعد نماز ظہر۔

احادیث میں ان تاریخوں کے علاوہ اور دنوں میں بھی خطبے مذکور ہیں۔ یہ خطبے اعمال حج میں سے نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً جن پیغامات کو ضروری جانا امت کو پہنچا دیا۔ تیئیس ۲۳ سال کی کد و کاوش کا ثمرہ نظروں کے سامنے تھا

ھ مناسک۔ باب الخطبۃ ایام منی ص ۲۳۴۔ ثانی۔ الفتن۔ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا ترجعوا بعدی کفارا ص ۱۰۴۸ اخیر کا جز ترمذی فتن۔

سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ ۵۵

انھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عرفات میں خطبہ دیتے سُنا۔

۱۰۲۷ **حدیث** عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِنًی اَتَدْرُوْنَ اَیُّ یَوْمٍ ھٰذَا قَالُوْا اَللّٰہُ وَ

منیٰ میں فرمایا کیا تم لوگ جانتے ہو یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اسکے رسول

رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ ھٰذَا یَوْمٌ حَرَامٌ اَفَتَدْرُوْنَ اَیُّ بَلَدٍ ھٰذَا

خوب جانتے ہیں فرمایا یہ یوم حرام ہے کیا تم لوگ جانتے ہو یہ کونسا شہر ہے لوگوں

قَالُوا اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ بَلَدٌ حَرَامٌ قَالَ اَتَدْرُوْنَ اَیُّ شَھْرٍ

نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں فرمایا شہر حرام ہے فرمایا

ھٰذَا قَالُوا اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ بَلَدٌ حَرَامٌ قَالَ فَاِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ

کیا جانتے ہو یہ کون سا مہینہ ہے لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول خوب

عَلَیْکُمْ دِمَاءَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ

جانتے ہیں فرمایا ماہ حرام ہے بیشک اللہ نے تمھارے خون تمھارے مال تمھاری آبرو تم پر

حد نظر تک پھیلے ہوئے انسانوں کا جم غفیر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح موجود تھا۔ جو سراپا تسلیم و انقیاد تھا۔ اور معلوم ہو چکا تھا کہ اب پھر ان سے ملاقات نہ ہوگی۔ اس لئے وقفہ وقفہ کیساتھ ہدایت و ارشاد تبلیغ و تہذیب کا کام جاری تھا۔ احادیث میں ان خطبوں کے جو الفاظ منقول ہیں انھیں دیکھ لیجئے ان میں اعمال حج کا کوئی ذکر نہیں۔ مثلاً یوم نحر کا یہی خطبہ دیکھ لیں اس میں حج کے کسی عمل کا تذکرہ نہیں۔ بخلاف ان تینوں خطبوں کے ان میں اعمال حج کی تعلیم و تلقین ہے۔

۱۰۲۷ **تشریحات** ان تمام احادیث سے اس خطبے کے دن اور جگہ کی تعیین ہوگئی۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم نحر جمرات کے درمیان جمرۃ العقبہ کے قریب وہ فرمایا تھا۔ رافع بن عمرو مزنی سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ منیٰ میں جب چاشت کا وقت خوب ہوگیا تھا۔ تو خطبہ دے رہے تھے۔

۵۵ مناسک۔ باب الخطبۃ ایام منیٰ ص ۲۳۴۔ ابواب العمرۃ۔ باب لبس الخفین للمحرم ص ۲۴۸ باب اذا لم یجد الازار فلیلبس السراویل ص ۲۴۹۔ ثانی۔ اللباس۔ باب السراویل ص ۸۶۳۔ مسلم۔ الحج۔ ترمذی۔ الحج نسائی۔ الحج۔ الزینۃ۔ ابن ماجہ۔ الحج۔

شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا وَقَالَ هِشَامُ بْنُ الْغَازِ اَنَا نَافِعٌ عَنِ

ایسے ہی حرام فرمائی ہے۔ جیسے اس دن کی حرمت اس مہینے کی اور اس شہر میں ہے۔ ہشام بن غاز

ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

نے کہا ہم کو نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے خبر دی کہ نبی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بَيْنَ الْجَمَرَاتِ فِي الْحَجَّةِ الَّتِيْ حَجَّ بِهٰذَا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو حج کیا اسمیں یوم نحر جمرات کے مابین کھڑے ہوئے اور فرمایا

وَقَالَ هٰذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ فَطَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ

یہ حج اکبر کا دن ہے اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمانے لگے اے اللہ گواہ رہ

سَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ وَوَدَّعَ النَّاسَ فَقَالُوْا هٰذِهٖ حَجَّةُ الْوَدَاعِ ؎

اور لوگوں کو رخصت فرمایا اس پر لوگوں نے کہا یہ حجۃ الوداع ہے۔

**یوم الحج الاکبر** حج اکبر سے کیا مراد ہے اسمیں علماء کے چند اقوال ہیں۔ اول حج اکبر سے مراد حج ہے اس کے بالمقابل عمرہ حج اصغر ہے۔ اور یوم نحر سے مراد دسویں ذوالحجہ ہے۔ ثانی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سال حج کیا صرف اسی حج کا نام حج اکبر ہے۔ ثالث۔ یوم عرفہ ہے۔ رابع حج کے کل ایام مراد ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی اہم بات متعدد دنوں تک ہوتی ہے مگر اس کو یوم فلاں سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسے یوم یمامہ یوم قادسیہ، یوم یرموک، خامس۔ قران حج اکبر ہے۔ اور افراد حج اصغر۔ ان سب میں راجح اور صحیح پہلا قول ہے۔ اس کی تائید قرآن مجید اور احادیث صحیحہ قویہ سے ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا۔

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ۔ (توبہ ۳)

اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حج اکبر کے دن لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اللہ اور اسکے رسول مشرکین سے بیزار ہیں۔

بخاری وغیرہ میں ہے کہ یہ منادی اسلام کے پہلے حج کے موقعہ پر یوم نحر کو ہوئی تھی جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت میں ۹ھ میں ہوا تھا۔ نیز اس حدیث کا ظاہر بھی اسکا مؤید ہے۔

**وقال هشام بن الغاز** یہ تعلیق ہے جسے ابوداؤد نے سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔

---

عہ مناسك۔ باب الخطبة ایام منی ص ۲۳۵۔ ثانی۔ المغازی۔ باب حجة الوداع ص ۶۳۲۔ الادب۔ باب قول الرجل ویلك ص ۹۱۱ الحدود۔ باب ظهر المؤمن حمی ص ۱۰۰۳۔ الدیات۔ باب قول الله ومن احیاها ص ۱۰۱۲ الفتن باب قول النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لاترجعوا کفارا ص ۱۰۴۸ مسلم۔ ایمان۔ ابوداؤد۔ السنة۔ نسائی۔ محاربة۔ ابن ماجه۔ فتن۔ لہ اول مناسك باب یوم الحج الاکبر ص ۲۶۸

۳۱۴ وَقَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رَمَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ت اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى وَّرَمٰى بَعْدَ ذٰلِكَ بَعْدَ الزَّوَالِ ؏ه

یوم نحر کو چاشت کے وقت رمی کی اور اس کے بعد زوال کے بعد۔

۱۰۲۸ عَنْ وَبَرَةَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَتٰى

حدیث وبرہ نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا میں کب رمی

اَرْمِي الْجِمَارَ قَالَ اِذَا رَمٰى اِمَامُكَ فَارْمِهْ فَاَعَدْتُّ عَلَيْهِ الْمَسْاَلَةَ قَالَ

جمار کروں تو انھوں نے فرمایا جب تیرا امام رمی کرے اسوقت تو بھی کر۔ میں نے دوبارہ سوال

كُنَّا نَتَحَيَّنُ فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمَيْنَا ؏ه

کیا تو فرمایا ہم انتظار کرتے رہتے جب سورج ڈھل جاتا تو رمی کرتے۔

۱۰۲۹ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّهٗ حَجَّ مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

حدیث عبدالرحمان بن یزید سے مروی ہے کہ انھوں نے حضرت (عبداللہ) بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

فَرَاٰهُ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْكُبْرٰى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ وَّجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ

عنہ کے ساتھ حج کیا تو انھیں دیکھا کہ بڑے جمرہ پر سات کنکری سے رمی کر رہے ہیں اور انھوں نے

يَّسَارِهٖ وَمِنٰى عَنْ يَّمِيْنِهٖ ثُمَّ قَالَ هٰذَا مَقَامُ الَّذِيْ اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ

بیت اللہ کو بائیں اور منیٰ کو دائیں کیا پھر فرمایا یہ انکے رمی کرنیکی جگہ ہے جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی ہے ؏ه

۳۱۴ تشریحات اس تعلیق کو امام مسلمؒ نے سند متصل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

۱۰۲۸ تا ۱۰۲۹ تشریحات یہی جمہور کا مذہب ہے۔ کہ یوم نحر رمی کا مسنون وقت چاشت ہے۔ اور ایام تشریق میں رمی کا وقت زوال کے بعد ہے۔ آجکل بعض ناخدا ترس جاہلوں کے فتویٰ دینے سے کچھ حجاج بارہویں کو بھی قبل زوال رمی کر کے مکہ معظمہ چلدیتے ہیں۔ یہ سنت کے خلاف ہے۔ اور ہمارے اصل مذہب مفتی بہ راجح کے بھی۔ اس دن قبل زوال رمی کی روایت ضعیف ہے۔ اور روایت ضعیف پر فتویٰ دینا عمل کرنا جہالت اور خرق اجماع ہے اگر تیرہویں کو بھی منیٰ میں رہا اور یہی افضل ہے تو تیرہویں کی بھی رمی واجب ہے۔ آجکل رمی کا وقت صبح سے لے کر آفتاب ڈوبنے تک ہے۔ مگر قبل زوال مکروہ ہے۔

---

ع۵ مناسك۔ باب رمی الجمار ص ۲۳۵۔ ع۵ مناسك باب رمی الجمار ص ۲۳۵۔ ابوداؤد۔ مناسك
س۵ مناسك۔ باب رمی الجمار بسبع حصیات ص ۲۳۵۔ مسلم۔ الحج۔ ابوداؤد۔ المناسك۔ ترمذی
الحج۔ نسائی۔ المناسك۔ ابن ماجه المناسك۔ ل۱ اول الحج۔ باب مستحبات وقت الرمی ص ۲۲۰۔

۱۰۳۰ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ

حدیث سلیمان اعمش نے کہا۔ میں نے حجاج کو سنا وہ منبر پر کہہ رہا تھا وہ سورۃ جسمیں

السُّوْرَةُ الَّتِيْ تُذْكَرُ فِيْهَا الْبَقَرَةُ وَالسُّوْرَةُ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا اٰلُ

بقرہ کا ذکر ہے۔ اور وہ سورۃ جسمیں آل عمران کا ذکر ہے اور وہ سورۃ جسمیں نساء کا ذکر ہے

عِمْرَانَ وَالسُّوْرَةُ الَّتِيْ تُذْكَرُ فِيْهَا النِّسَاءُ قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ

تو میں نے ابراہیم (نخعی) سے اس کا تذکرہ کیا تو انھوں نے کہا مجھ سے عبدالرحمن بن

لِاِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيْدَ اَنَّهٗ كَانَ مَعَ ابْنِ

یزید نے حدیث بیان کی کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمرۃ العقبہ

مَسْعُوْدٍ حِيْنَ رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَاسْتَبْطَنَ الْوَادِيْ حَتّٰى اِذَا

کی رمی کی تو یہ ان کے ساتھ تھے وہ وادی کے پیٹ میں آئے جب

۱۰۳۰ اس حدیث کی امام بخاری نے اکٹھے چار طریقوں سے تخریج کی ہے۔ پہلے بطریق محمد بن کثیر

**تشریحات** کہ لوگ وادی کے اوپر سے رمی کرتے ہیں۔ بقیہ طرق کے مضامین ان دونوں طریقوں میں آگئے ہیں۔ جمرۃ اس ستون کو کہتے ہیں جس کو کنکری ماری جاتی ہے۔ یہ تین ہیں۔ مکہ معظمہ سے منیٰ جاتے ہوئے سب سے پہلے جمرۃ العقبہ ہے۔ یہ سب سے بڑا بنا ہوا ہے۔ اس لئے اسے جمرۃ الکبریٰ بھی کہتے ہیں۔ پھر بیچ کا ہے۔ اسکا طول بھی درمیانی ہے۔ اور دونوں کے بیچ میں پڑتا بھی ہے۔ اس لئے اسے الجمرۃ الوسطیٰ کہتے ہیں۔ تیسرا اخیر کا مسجد خیف کے قریب یہ ان دونوں سے چھوٹا بنا ہوا ہے۔ اسے الجمرۃ الصغریٰ بھی کہتے ہیں۔

**فاستبطن الوادی** یعنی وہ اس جمرے کے قریب جو نالہ ہے اس کے نشیب میں اترے۔ اس زمانے میں وہاں ایک درخت تھا اس کے مقابل ہو کر رمی کی۔ اس رمی میں یہی سنت ہے کہ جمرہ سے پانچ ہاتھ کے فاصلے پر وادی میں کھڑے ہو کر رمی کریں۔ البتہ جمرہ صغریٰ میں یہ ہے کہ اوپر چڑھ کر رمی کریں۔ یہ بہ نسبت جمرۃ عقبہ کے اونچی جگہ پر ہے۔ اب نہ وہ نالہ ہے نہ درخت۔ اب ہموار راستہ اور سڑک بن گئی ہے۔ اب یہ کرے کہ پانچ ہاتھ کے فاصلے پر کھڑے ہو کر رمی کرے۔ اور اگر بھیڑ کی وجہ سے یہ نہ ہو سکے تو جتنی دور سے ہو سکے مارے مگر یہ خیال رکھے کہ کوئی کنکری تین ہاتھ سے زائد دوری پر نہ گرے۔

**فذکرت ذلک** بعض تابعین کا قول ہے کہ سورہ بقرہ، سورہ آل عمران، سورہ نساء نہیں کہنا چاہئے بلکہ یہ کہنا چاہیئے۔ سورۃ التی تذکر فیہا البقرہ مثلاً۔ حجاج نے اسی کو بیان کیا تو حضرت سلیمان اعمش نے حضرت ابراہیم نخعی اوستاذ سیدنا امام اعظم سے اس کا تذکرہ کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ البقرہ فرمایا ہے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں۔ حج کے اہم مناسک سورہ بقرہ

حَاذَى بِالشَّجَرَةِ اعْتَرَضَهَا فَرَمَى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ
درخت کے مقابل ہو گئے تو اس کے سامنے ہوئے اور سات کنکری ماری ہر کنکری
حَصَاةٍ ثُمَّ قَالَ مِنْ هٰهُنَا وَالَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ قَامَ الَّذِي أُنْزِلَتْ
پر تکبیر کہتے۔ پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہیں وہ کھڑے
عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ ۵ھ
ہوئے تھے جن پر سورۃ بقرہ نازل ہوئی ہے۔

۱۰۳۱ **حدیث** عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ
سالم سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (مسجد خیف سے) قریب
يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ عَلٰى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ
والے جمرے پر سات کنکری مارتے اور ہر کنکری کے پیچھے تکبیر پڑھتے پھر آگے بڑھ جاتے یہاں
يَتَقَدَّمُ حَتّٰى يُسْهِلَ فَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ فَيَقُوْمُ طَوِيْلًا وَيَدْعُوْ
تک کہ ہموار زمین پر پہونچ جاتے تو قبلہ رو دیر تک کھڑے ہو کر دعا کرتے اور ہاتھوں کو اٹھاتے
وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ ثُمَّ يَرْمِي الْوُسْطٰى ثُمَّ يَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيُسْهِلُ وَ
اس کے بعد وسطی پر رمی کرتے پھر بائیں ہاتھ چلتے اور ہموار زمین پر پہنچتے تو قبلہ رو

میں مذکور ہیں اس لئے اس موقعہ پر سورہ بقرہ ذکر فرمایا۔

**تشریحات** ۱۰۳۱ یہ حدیث افراد بخاری سے ہے۔ اسے امام بخاری نے اکٹھے ہی تین طریقوں سے روایت کیا ہے اسی حدیث کے مطابق عمل ہے کہ گیارہ بارہ کو رمی کی۔ ابتدا اس جمرے سے کرے جو مسجد خیف کے قریب ہے۔ رمی کرنے کے بعد جمرہ سے کچھ آگے بڑھ جاؤ اور دعا میں ہاتھ یوں اٹھاؤ کہ ہتھیلیاں قبلہ کو رہیں حضور قلب سے خوب درود و دعا و استغفار میں کم سے کم بیس آیتیں پڑھنے کی قدر مشغول رہو۔ ہو سکے تو پون پارہ یا سورہ بقرہ پڑھنے کی مقدار۔ اس کے بعد یہی جمرہ وسطی پر کریں۔ پھر جمرہ عقبہ پر مگر جمرہ عقبہ پر رمی کے بعد فوراً واپس ہو جائیں ٹھہریں نہیں۔ اسی طرح بارہ کو جسے یوم النفر الاول اور یوم الرؤس بھی کہتے ہیں۔ رمی کے بعد غروب آفتاب سے پہلے پہلے مکہ معظمہ واپس ہو سکتا ہے اور افضل یہ ہے کہ تیرہویں کو بھی بعد زوال رمی کر کے واپس ہو۔ مگر عام طور پر لوگ بارہ ہی کو واپس ہو جاتے ہیں۔ تھوڑی جماعت کا منیٰ میں رہنا مشکل ہے۔

**جمرۃ الدنیا** | دنیا دُنُوٌّ سے اسم تفضیل مونث فُعْلٰی کے وزن پر ہے۔ یعنی جو مسجد خیف سے بہ نسبت

۵ھ مناسک۔ باب یکبر مع کل حصاۃ ص ۲۳۵۔

يَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ يَدْعُوْ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ وَيَقُوْمُ طَوِيْلًا ثُمَّ

ہو کر دعا کرتے اور ہاتھوں کو اٹھاتے اور دیر تک کھڑے رہتے اس کے بعد جمرۃ العقبہ وادی

يَرْمِيْ جَمْرَةَ ذَاتِ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا ثُمَّ

کے نشیب سے رمی کرتے اور یہاں ٹھہرتے نہیں رمی کرتے ہی پلٹ جاتے اور کہتے

يَنْصَرِفُ وَيَقُوْلُ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ ایسے ہی کرتے تھے۔

۱۰۳۲ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اُمِرَ النَّاسُ

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ لوگوں کو حکم دیا گیا کہ مکہ معظمہ سے

اَنْ يَّكُوْنَ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ اِلَّا اَنَّهٗ خُفِّفَ عَنِ الْحَائِضِ ؕ

واپسی کے وقت اخیر کام بیت اللہ کا طواف ہو البتہ حیض والی پر تخفیف کی گئی ہے۔

۱۰۳۳ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهٗ

**حدیث** قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے حدیث

دوسرے جمرات کے زیادہ قریب ہے، اس کو جمرہ اولیٰ بھی کہتے ہیں۔ یہ پہلا جمرہ ہے، یہ مسجد خیف سے ۱۲۵۴ ذراع ہے۔ اس سے دوسرا ۸۷۵۔ اور اس سے جمرہ عقبہ ۲۰۸ ذراع ہے۔ جمرۃ کے معنی وہ جگہ جہاں کنکریاں اکٹھی ہوں۔

**فیسھل**:۔ اس کا مادہ سہلٌ ہے جسکے معنی نرم برابر زمین کے ہیں فیسھل کے معنی یہ ہوئے نرم اور برابر زمین پر آئے۔

**جمرۃ العقبۃ**:۔ عقبہ کے معنی پہاڑ کی گھاٹی کے ہیں۔ یہاں ایک پہاڑ کی گھاٹی ہے جہاں انصار کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اس لئے اسے جمرۃ العقبہ کہتے ہیں۔ جس جگہ انصار نے بیعت کی تھی وہاں مسجد بنی ہوئی ہے۔ یہ جمرہ منیٰ کے حدود سے باہر مکہ معظمہ کی اخیر سرحد[۵۲] پر ہے۔ اس کا نام جمرہ کبریٰ جمرہ قصویٰ جمرہ اخیرہ بھی ہے۔

**تشریحات** ۱۰۳۲ یہ حدیث الفاظ کے کچھ تغیر اور اختصار کیساتھ کتاب الحیض میں گزر چکی ہے۔ اور آگے چند حدیث کے بعد آرہی ہے۔ اس پر مفصل گفتگو جلد ثانی ص ۲۵۹-۶ پر ہو چکی ہے۔ ہمارے یہاں میقات سے باہر والے پر طواف وداع واجب ہے۔ جسپر طواف وداع واجب ہے اگر چھوڑ دیگا تو اسپر دم واجب ہے، حائضہ اور نفاس والی کو طواف وداع معاف ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پہلے یہ فتویٰ دیتے تھے کہ یہ طواف حائضہ اور نفاس والی پر بھی واجب ہے وہ رکی رہیں جب پاک ہو جائیں تو طواف کرکے واپس ہوں مگر جب انھیں یہ حدیث ملی تو رجوع فرمالیا۔

**تشریحات** ۱۰۳۳ محصب۔ منیٰ اور مکہ معظمہ کے درمیان جنت المعلیٰ قبرستان کے قریب مکہ معظمہ کی طرف ایک میدان ہے جسے البطح۔ بطحاء اور خیف بھی کہتے ہیں۔ یہ دو پہاڑوں کے درمیان ہے۔ حصباء کنکری کو کہتے ہیں

عہ المناسک۔ باب اذا رمی الجمرتین یقوم ص ۲۳۶ عہ المناسک۔ باب طواف الوداع ص ۲۳۶ لہ رد المحتار ثانی ص ۱۸۵ لغایۃ

۵۲ ایضا

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَّی الظُّھْرَ وَالْعَصْرَ وَ

بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء

الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ ثُمَّ رَقَدَ رَقْدَۃً بِالْمُحَصَّبِ ثُمَّ رَکِبَ اِلَی الْبَیْتِ

محصب میں پڑھی پھر تھوڑی دیر سوئے اس کے بعد سوار ہو کر بیت اللہ

فَطَافَ بِہٖ ۵ھ

گئے اور اس کا طواف کیا۔

۱۰۳۴ **حدیث** عَنْ عِکْرِمَۃَ اَنَّ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ سَاَلُوا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ

عکرمہ سے روایت ہے کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنِ امْرَاَۃٍ طَافَتْ ثُمَّ حَاضَتْ قَالَ لَھُمْ تَنْفِرُ

اس عورت کے بارے میں سوال کیا جس نے طواف زیارت کر لیا پھر اس کو حیض آ گیا فرمایا وہ

قَالُوْا لَا نَاْخُذُ بِقَوْلِکَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَیْدٍ قَالَ اِذَا قَدِمْتُمُ الْمَدِیْنَۃَ

گھر واپس جا سکتی ہے اہل مدینہ نے کہا ہم آپ کی بات نہیں مانیں گے اور زید کی بات

سیلاب میں کنکریاں بہ کر یہاں جمع ہو جاتی ہیں اس لئے اسے محصب کہتے ہیں۔ زوال کے بعد رمی کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منیٰ سے نہضت فرمائی اور ظہر سے لیکر عشاء تک کی نمازیں محصب میں آکر پڑھیں۔ پھر تھوڑی دیر سوئے اور طواف وداع فرمایا۔ اور یہی سنت ہے۔ مگر اب محصب میں سڑکیں بن گئی ہیں تھوڑا سا میدان باقی ہے، موٹروں کی وجہ سے لوگ سیدھے مکہ معظمہ چلے آتے ہیں۔ لیکن یہ کوئی دشوار بات نہیں۔ محصب میں موٹر کو اکر اتر لیں۔ اور پھر عشاء بعد ایک ہلکی نیند لے کر پیدل مکہ معظمہ آئیں تو بیشمار برکات حاصل ہونگی۔

عام حجاج کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب لاکھ کے برابر ہے اسے کیوں چھوڑیں ان غریبوں کو یہ نہیں معلوم کہ سنت نبوی کی پیروی میں جو اجر و برکت ہے وہ چھوڑنے میں نہیں۔ آخر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نمازیں مسجد حرام میں کیوں نہیں پڑھیں۔

۱۰۳۴ **تشریحات** حضرت زید بن ثابت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پہلے یہ فتویٰ دیتے تھے کہ حائضہ اور نفاس والی پر بھی طواف وداع واجب ہے۔ اسے چھوڑنا جائز نہیں۔ اسے مکہ معظمہ میں ٹھہرنا واجب ہے۔ وہ پاکی کے بعد طواف وداع کر کے واپس ہوگی۔ مگر جب ان لوگوں کو حضرت صفیہ والی حدیث پہنچی تو رجوع فرمالیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اخیر وقت تک یہی مذہب رہا کہ حائضہ طواف وداع

۵ھ المناسك۔ طواف الوداع ص ۲۳۶۔ باب من صلی العصر بالابطح ص ۲۳۷

فَسَئَلُوْا فَقَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ فَسَئَلُوْا فَكَانَ فِيْ مَنْ سَأَلُوْا أُمَّ سُلَيْمٍ رَضِيَ

نہیں چھوڑیں گے حضرت ابن عباس نے فرمایا جب مدینہ جانا تو پوچھنا یہ لوگ عہ

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَذَكَرَتْ حَدِيْثَ صَفِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

مدینہ آئے تو جنہوں سے پوچھا تھا انہیں حضرت ام سلیم بھی تھیں انھوں نے ام المومنین حضرت صفیہ کی حدیث ذکر کی

۱۰۳۵ حدیث عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ إِنَّمَا كَانَ مَنْزِلًا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ابطح کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

يَنْزِلُهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَكُوْنَ أَسْمَحَ لِخُرُوْجِهِ

نے اس لئے منزل بنایا تھا کہ واپسی میں

تَعْنِي الْأَبْطَحَ عہ

آسانی ہو۔

۱۰۳۶ حدیث عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَيْسَ التَّحْصِيْبُ بِشَيْءٍ إِنَّمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا محصب میں اترنا سہ

هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کچھ نہیں یہ ایک منزل ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اترتے تھے۔

کئے بغیر واپس نہ ہوگی۔ ان کی دلیل وہی حدیث ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا امر الناس ان یکون آخر عهدهم بالبیت۔ غالبا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت صفیہ والی حدیث نہیں پہنچی۔

**حدیث صفیۃ** اس سے مراد وہ حدیث ہے جسمیں مذکور ہے کہ یوم نفر ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حیض آگیا۔ مگر چونکہ وہ طواف افاضہ کر چکی تھیں اس لئے انھیں طواف وداع کئے بغیر واپسی کی اجازت مل گئی۔

۳۶، ۱۰۳۵ اس پر تو اتفاق ہے کہ محصب میں اترنا مناسک حج سے نہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ مناسک میں داخل نہیں۔

**تشریحات** یہ مستحب بھی ہے یا نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ مستحب ہے۔ اور ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ

عہ المناسك۔ باب اذا حاضت المرأة بعد ما افاضت ص ۲۳۷۔ عہ المناسك۔ باب المحصب مسلم۔ الحج۔ ابو داؤد۔ المناسك۔ ترمذی۔ الحج۔ ابن ماجه۔ مناسك۔ مسند امام احمد جلد سادس ص ۳۱۱

سہ المناسك۔ باب المحصب ص ۲۳۶۔ مسلم، ترمذی۔ نسائی۔ الحج۔

۱۰۳۷ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کَانَ یَبِیْتُ

**حدیث** نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ذو طوی میں

بِذِیْ طُوًی بَیْنَ الثَّنِیَّتَیْنِ ثُمَّ یَدْخُلُ مِنَ الثَّنِیَّۃِ الَّتِیْ بِاَعْلٰی

دونوں گھاٹیوں کے درمیان رات بسر کرتے پھر مکے میں اس گھاٹی سے داخل ہوتے

مَکَّۃَ وَکَانَ اِذَا قَدِمَ مَکَّۃَ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا لَمْ یُنِخْ نَاقَتَہٗ اِلَّا عِنْدَ

جو مکے کے بالائی حصے میں ہے اور جب مکہ حج و عمرہ کے لئے آتے تو اپنی اونٹنی مسجد کے

بَابِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ یَدْخُلُ فَیَاْتِی الرُّکْنَ الْاَسْوَدَ فَیَبْدَأُ بِہٖ ثُمَّ یَطُوْفُ

دروازے ہی پر بٹھاتے اس کے بعد مسجد کے اندر آتے اور رکن اسود کے پاس آتے

سَبْعًا ثَلٰثًا سَعْیًا وَاَرْبَعًا مَشْیًا ثُمَّ یَنْصَرِفُ فَیُصَلِّیْ سَجْدَتَیْنِ

پھر سات طواف کرتے تین سعی کے ساتھ اور چار معتاد رفتار سے پھر لوٹتے اور دو رکعت

ثُمَّ یَنْطَلِقُ قَبْلَ اَنْ یَّرْجِعَ اِلٰی مَنْزِلِہٖ فَیَطُوْفُ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ

نماز پڑھتے پھر پڑاؤ پر واپس ہونے سے پہلے صفا و مروہ کے درمیان طواف کرتے

وَکَانَ اِذَا صَدَرَ عَنِ الْحَجِّ اَوِ الْعُمْرَۃِ اَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِیْ بِذِی

اور جب حج یا عمرے سے واپس ہوتے تو ذوالحلیفہ کے اس میدان میں اونٹنی بیٹھاتے

الْحُلَیْفَۃِ الَّتِیْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنِیْخُ بِھَا ۵

جہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھا یا کرتے تھے۔

۱۰۳۸ سُئِلَ عُبَیْدُ اللّٰہِ عَنِ الْمُحَصَّبِ فَحَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ عَنْ

**حدیث** عبید اللہ سے محصب کے بارے میں پوچھا گیا تو عبید اللہ نے ہم سے

نَافِعٍ قَالَ نَزَلَ بِھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعُمَرُ وَ

حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت عمر

۱۰۳۷

**تشریحات** :- اس حدیث کے اجزاء متفرق طور پر گزر چکے ہیں اور سب کی تشریح ہو چکی ہے۔

۱۰۳۸ امام ترمذیؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یوں روایت کیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ

**تشریحات** علیہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان ابطح میں منزل کرتے تھے۔ حضرت ابو رافع مولی رسول اللہ

۵ المناسک۔ باب النزول بذی طوی ص ۲۳۷ ۵ اول حج باب نزول الابطح ص ۱۱۲

اُبْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا۔ وَعَنْ نَّافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ

اور ابن عمر یہاں منزل کرتے تھے۔ اور نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر مُحصَّب میں

كَانَ يُصَلِّيْ بِهَا يَعْنِي الْمُحَصَّبَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ اَحْسِبُهٗ قَالَ

ظہر اور عصر پڑھتے تھے اور میں گمان کرتا ہوں کہ مغرب بھی۔ خالد نے کہا

وَالْمَغْرِبَ قَالَ خَالِدٌ لَّا اَشُكُّ فِي الْعِشَاءِ وَيَهْجَعُ هَجْعَةً وَّيَذْكُرُ

عشار میں مجھے کوئی شک نہیں اور ایک نیند لیتے اور بیان کرتے

ذٰلِكَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۴

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔

۱۰۳۹ حدیث عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّهٗ كَانَ

نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ

اِذَا اَقْبَلَ بَاتَ بِذِيْ طُوًى حَتّٰى اِذَا اَصْبَحَ دَخَلَ وَاِذَا نَفَرَ مَرَّ

جب وہ مکہ معظمہ آتے تو ذوطوی میں رات بسر کرتے جب صبح ہوتی تو داخل ہوتے اور

بِذِيْ طُوًى وَّبَاتَ بِهَا حَتّٰى يُصْبِحَ وَكَانَ يُذْكَرُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰہُ

جب واپس ہوتے تو ذوطوی میں سے گزرتے اور وہاں رات بھر رہتے اور ذکر کرتے

تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ ۴

تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے۔

۱۰۴۰ حدیث قَالَ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منی سے چلتے وقت یہ حکم نہیں دیا تھا کہ ابطح میں منزل کروں گا۔ میں آیا اور میں نے وہاں خیمہ تان دیا حضور تشریف لائے اور اسمیں جلوہ فرما ہوئے[1]

۱۰۳۹ تشریحات ذوطوی مکہ معظمہ کے زیریں حصے میں مکہ معظمہ اور تنعیم کے مابین ایک جگہ کا نام ہے۔

اس حدیث کا جز پہلے گزر چکا۔

۱۰۴۰ تشریحات کتاب البیوع اور التفسیر میں مجنہ کا اضافہ ہے اور کَرِهُوا کی جگہ تَاثَّمُوا ہے۔ البیوع میں ذلك کی جگہ من التجارة فیها ہے۔ یعنی ان بازاروں میں تجارت کو گناہ جانا۔ اور التفسیر میں

عہ المناسك۔ باب النزول بذی طوی ص ۲۳۷۔ عہ المناسك۔ باب من نزل بذی طوی اذا رجع من مكة ص ۲۳۸ [1] عمدة القاری جلد عاشر ص ۱۰۱

عَنْهُمَا كَانَ ذُوالْمَجَازِ وَعُكَاظُ مَتْجَرَ النَّاسِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ الْإِ

ذوالمجاز اور عکاظ لوگوں کی تجارت گاہیں تھیں جب اسلام آیا تو لوگوں نے اسے برا

سْلَامُ كَأَنَّهُمْ كَرِهُوا ذٰلِكَ حَتّٰى نَزَلَتْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا

جانا یہانتک کہ یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تم پر کوئی گناہ نہیں کہ (ایام حج میں)

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ ۝

اللہ کا فضل تلاش کرو۔

فی المواسم ۔ ہے یعنی ایام حج میں تجارت کو برا جانا۔ بیوع میں اخیر کا حصہ یہ ہے۔ قرأ ابن عباس کذا یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قرأت ۔ فی مواسم الحج کی زیادتی کیساتھ ہے۔ ابن عیینہ کی روایت میں اسواقا فی الجاھلیۃ ہے۔ ایام جاہلیت میں اہل عرب شہر حرام میں چار میلے یا بازار لگاتے تھے۔ عکاظ، ذوالمجاز، مجنہ، حباشہ۔

**عکاظ** :۔ ایک ہموار سطح میدان تھا جسمیں نہ کوئی پہاڑ تھا اور نہ کوئی نشان ٹیلہ وغیرہ۔ اسمیں بڑی بڑی چکیوں کے پاٹ کیطرح انصاب تھے۔ جو اونٹ کے خون سے لت پت رہتے تھے۔ اسکے جائے وقوع میں تین قول ہیں۔ محمد بن حبیب نے کہا کہ نجد کے بالائی حصے میں عرفات کے قریب تھا، دوسروں نے کہا کہ یہ صنعا کے راستے میں قرن المنازل سے ایک منزل اور طائف سے ایک برید کے فاصلے پر طائف کے ملحقات میں تھا۔ ابوعبید نے کہا کہ یہ نخلہ اور طائف کے درمیان تھا۔ اسکے قریب ایک گاؤں مُتَنَّف نامی تھا۔ یہ بازار عام فیل کے پندرہ سال بعد لگنا شروع ہوا۔ اور ۱۴۰ھ میں جب مختار بن عوف کی سرکردگی میں خارجیوں کی سورش شروع ہوئی تو بند ہوگیا۔ یہ بازار ذوقعدہ کی پہلی تاریخ سے بیس تک رہتا عکاظ میں اہل عرب اکٹھے ہوکر مفاخرت کرتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اس بازار میں شریک ہوئے ہیں اور یہیں قیس بن ساعدہ کا کلام سنا۔

**ذوالمجاز** :۔ عرفات سے ایک فرسنگ کے فاصلے پر موقف کی داہنی طرف لگتا تھا۔ عکاظ کے بعد ۲۱ ذوقعدہ سے اخیر ماہ تک لگتا تھا۔

**مَجَنَّة** :۔ مکہ معظمہ سے ایک برید کے فاصلے پر مرالظہران کے اطراف میں لگتا تھا۔ یہ تہامہ اور طفیل دو پہاڑوں کے درمیان ہے بہت پرفضا باغوں سے بھری ہوئی جگہ ہے۔ یہ پہلی ذوالحجہ سے آٹھ تک لگتا اس کے بعد لوگ حج کیلئے چلدیتے۔

**حُبَاشَه** :۔ مکہ معظمہ سے چھ منزل کے فاصلے پر یمن کیطرف رجب کے مہینے میں آٹھ دن لگتا تھا۔ حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس بازار میں تشریف لے گئے اور کپڑا خریدا۔ یہ تہامہ کے بازاروں میں سب سے بڑا بازار تھا۔

**كرهوا ذلك** :۔ گزر چکا کہ دوسری روایتوں میں تاثموا ہے جسکا مطلب یہ ہوا کہ کراہت اس حد تک تھی کہ اسے لوگوں نے گناہ گمان کیا، اسکا سبب یہ تھا کہ لوگوں نے یہ سمجھا کہ ایام حج صرف عبادت کیلئے ہے، ان ایام میں عرفات اور مکہ معظمہ کے قریب سوائے عبادت کے تجارت وغیرہ نہیں کرنی چاہئے۔ یہ رہبانیت تھی اسلئے ارشاد فرمایا گیا کہ مال اور ضروریات زندگی اللہ کا فضل ہے۔ ان ایام میں اور ان مقامات میں بھی اللہ کا فضل حاصل کرنے کی کوئی ممانعت نہیں۔

عمدہ المناسك۔ باب التجارۃ ایام الموسم ص ۲۳۸۔ البیوع۔ باب الاسواق التی کانت فی الجاھلیۃ ص ۲۸۲۔ ثانی۔ التفسیر سورۃ البقرۃ۔ باب قولہ لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم ص ۶۴۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# بَابُ وُجُوبِ الْعُمْرَةِ وَفَضْلِهَا

## عمرے کا واجب ہونا اور اسکی فضیلت

| | |
|---|---|
| ۳۱۵ | وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَيْسَ اَحَدٌ اِلَّا وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَّعُمْرَةٌ |
| ت | اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہر شخص پر ایک حج اور ایک عمرہ ہے |
| ۳۱۶ | وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهَا لَقَرِيْنَتُهَا فِيْ كِتَابِ |
| ت | اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ عمرہ کتاب اللہ میں |

**عُمْرَہ** : واجب ہے یا سنت مؤکدہ، دونوں قول ہے۔ صحیح یہ ہے کہ سنت مؤکدہ ہے۔ عمرے کی نیت سے احرام اسکے لئے شرط ہے۔ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی اسکے رکن ہیں۔ اور احرام کھولنے کے لئے حلق یا تقصیر فرض ہے عمرہ کرنیوالے کے ساتھ اگر قربانی کے جانور نہیں تو سعی کے بعد سر منڈا کر یا بال کتروا کر احرام کھولدے۔ اور اگر اسکے ساتھ قربانی کے جانور بھی ہیں تو احرام نہ کھولے۔ دسویں ذوالحجہ کو قربانی کرکے احرام کھولے۔ یوم عرفہ، یوم نحر، ایام تشریق کے علاوہ پورے سال میں عمرہ ہو سکتا ہے۔ رمضان میں افضل ہے۔ حدیث میں ہے۔ عمرة فی رمضان تعدل حجة رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔ اور ایک روایت میں ہے حجة معی یعنی میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔ ملا علی قاری اپنے رسالہ "الادب فی رجب" میں لکھا ہے کہ۔ رجب میں عمرہ سنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تجدید کعبہ سے ستائیس رجب کو فارغ ہوئے تو شکرانے میں اونٹ ذبح کئے اور اہل مکہ کو حکم دیا کہ عمرہ کریں اسی وقت سے رجب میں عمرہ کرنے کی رسم چلی آرہی ہے۔ ردالمحتار[1] میں فتح القدیر سے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد چار عمرے کئے ہیں۔

**تشریحات** ۳۱۵، ۱۶ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ابن خزیمہ دارقطنی اور حاکم نے بھی اخیر میں اس زیادت کے ساتھ۔ من استطاع الی ذلك سبیلا فمن زاد علی ذلك فهو تطوع وخیر۔ جو ان کے راستے کی استطاعت رکھتا ہو۔ اور جو ایک سے زیادہ کرلے وہ اس کے لئے نفل اور بہتر ہے۔ امام بخاری نے جب عمرے کی فرضیت اور وجوب کے لئے کوئی روایت نہیں پائی یا اپنی شرط کے مطابق نہیں پائی تو وجوب کی دلیل میں ان دو تعلیقوں کو پیش کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ ان حضرات

[1] ثانی ص ۱۵۱۔

اللّٰہِ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ۔

حج کے ساتھ مذکور ہے فرمایا حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو۔

۱۰۴۱ **حدیث** عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرَۃُ اِلَی الْعُمْرَۃِ کَفَّارَۃٌ لِّمَا بَیْنَھُمَا وَالْحَجُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عمرے سے دوسرے عمرے تک درمیانی مدت کے گناہوں کا کفارہ

کا اجتہاد اور اپنا اپنا فتویٰ ہے۔

ہمارے یہاں سنت ہے۔ ہماری دلیل ترمذی[1] کی وہ حدیث ہے جو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عمرے کے بارے میں سوال کیا گیا کیا یہ واجب ہے؟ فرمایا نہیں۔ تم لوگ عمرہ کرو افضل ہے امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا۔ منذری نے اس پر یہ جرح کی کہ اسمیں حجاج بن ارطاۃ ہے۔ جو قابل احتجاج نہیں علامہ عینی نے اس کا جو جواب دیا اس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ متعدد طرق سے مروی ہے جس سے اس کا ضعف منجبر ہوگیا اور یہ حدیث لائق احتجاج ہوگئی۔

نیز حضرت[2] طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت ابوہریرہ[3] اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بالفاظ مختلفہ مروی ہے، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حج جہاد ہے اور عمرہ نفل۔

حضرت ابن عباس کے استدلال کا ہمارے علماء نے یہ جواب دیا۔ کہ ارشاد یہ ہے وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ۔ اللہ کیلئے حج اور عمرہ پورا کرو۔ اتمام پورا کرنا یہ بتا رہا ہے کہ شروع کر چکا ہے۔ اسلئے اس آیت کا مقتضیٰ یہ ہوا کہ شروع کرنے کے بعد حج اور عمرے کو ضرور پورا کرو۔ یہ ہمارے مذہب کے کب منافی ہے۔ جس طرح حج نفل کے احرام باندھ لینے کے بعد اسے پورا کرنا واجب ہے۔ اسی طرح عمرہ اگرچہ سنت ہے مگر جب کوئی اس کا احرام باندھ لے تو اسے پورا کرنا واجب ہے۔ اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ ابتداء ہی سے واجب ہے۔

۱۰۴۱ کفارۃ لما بینھما بار بار گزر چکا کہ اس قسم کے ارشادات سے مراد گناہ صغیرہ ہیں۔

**تشریحات** حج مبرور حج مبرور کی متعدد تفسیریں منقول ہیں۔ اول۔ وہ حج ہے جسمیں احرام باندھنے کے بعد سے اتمام تک کوئی گناہ نہ ہوا ہو۔ دوم۔ وہ حج ہے جسمیں نہ ریا ہو نہ سمعہ نہ رفث ہو نہ فسوق نہ جدال۔ سوم وہ حج ہے جس کے بعد حاجی گناہوں سے آلودہ نہ ہو۔ چہارم مسند امام احمد میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا حج مبرور کیا ہے تو فرمایا۔ زیادہ سے زیادہ سلام کرنا۔ کھانا کھلانا۔ اچھی بات کرنی۔

---

[1] اول۔ الحج۔ باب العمرۃ واجبۃ ھی امملا ص ۱۱۲ ۔ [2] ابن ماجہ۔ المناسک۔ باب العمرۃ ص ۲۲۱

[3] عمدۃ القاری عاشر ص ۱۰۸

| |
|---|
| الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ ۵ |
| اور حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے۔ |

## بَابُ مَنِ اعْتَمَرَ قَبْلَ الْحَجِّ

جس نے حج سے پہلے عمرہ کیا

| |
|---|
| ۱۰۴۲ حدیث اَنَّ عِكْرِمَةَ بْنَ خَالِدٍ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ |
| عکرمہ بن خالد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حج کرنے سے پہلے عمرے کے بارے |
| الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجِّ فَقَالَ لَا بَأْسَ قَالَ عِكْرِمَةُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ |
| میں دریافت کیا تو فرمایا کوئی حرج نہیں عکرمہ نے کہا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا |
| تَعَالٰى عَنْهُمَا اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يَّحُجَّ ۵ |
| نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج کرنے سے پہلے عمرہ کیا۔ |

## بَابُ كَمْ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ص ۲۳۵ ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے ۔

| |
|---|
| ۱۰۴۳ حدیث عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ فَاِذَا |
| امام مجاہد نے کہا میں اور عروہ بن زبیر مسجد (نبوی) میں داخل ہوئے تو دیکھا |

نرم لہجہ میں کلام کرنا، تجم۔ وہ حج جو مقبول ہو۔ اس خادم کے نزدیک پانچواں قول راجح ہے۔ اسلئے کہ۔ مبرور۔ برّ کا اسم مفعول ہے۔ کہا جاتا ہے۔ بَرَّهٗ۔ جب کسی کے ساتھ بھلائی کی جائے۔ اسی سے بَرًّا بِوَالِدَيْهِ ہے۔ اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ بَرَّ اللّٰهُ عَمَلَهٗ تو مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ نے اس کے عمل کو قبول کرلیا۔ حج کا قبول فرمالینا بندے کے ساتھ اللہ عزوجل کا احسان ہے۔ بقیہ اقوال کا حاصل یہ ہے کہ ان میں کچھ حج کے مبرور ہونے کے اسباب ہیں اور کچھ علامتیں۔

**تشریحات ۱۰۴۲** عمرہ سنت ہے اور حج فرض۔ اور دونوں کی ادائیگی کی جگہ مکہ معظمہ۔ فرض کی ادائیگی اہم، تواب بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جسے مکہ معظمہ جانے کی استطاعت ہے وہ پہلے حج ادا کرے۔ حج ادا کئے بغیر عمرہ نہ کرے۔ اسی نکتے کو سامنے رکھکر حضرت عکرمہ نے سوال کیا تھا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ کوئی حرج نہیں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج ادا کرنے سے پہلے عمرہ کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کبھی بعض موانع کیوجہ سے ایام حج میں سفر نہیں ہو پاتا اور دوسرے ایام میں ہو جاتا ہے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں کہ جسے توفیق ہو وہ حج سے پہلے عمرہ کرلے۔

**تشریحات ۱۰۴۳** ان احادیث سے اور حدیث وسیر کی دوسری کتابوں پر نظر کرنے سے یہی ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے۔ ایک حدیبیہ کے سال۔ دوسرا سال آئندہ عمرۃ القضاء

۵ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ کلهم فی الحج۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص ۲۴۶۔
۵ ابوداود۔ مناسك۔

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا جَالِسٌ اِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ

کہ عبد اللہ بن عمر حجرۂ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قریب بیٹھے تھے۔ اور کچھ لوگ مسجد میں

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَاِذَا اُنَاسٌ يُّصَلُّوْنَ فِي الْمَسْجِدِ صَلٰوةَ الضُّحٰى

نماز چاشت پڑھ رہے تھے امام مجاہد نے کہا ہم نے عبد اللہ بن عمر سے ان

قَالَ فَسَاَلْنَاهُ عَنْ صَلَاتِهِمْ فَقَالَ بِدْعَةٌ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كَمِ اعْتَمَرَ

لوگوں کی نماز کے بارے میں پوچھا تو فرمایا بدعت ہے۔ پھر ان سے پوچھا نبی صلی اللہ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعَ اِحْدٰهُنَّ فِيْ رَجَبَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے ہیں تو فرمایا چار۔ ان میں سے ایک رجب میں

فَكَرِهْنَا اَنْ نَّرُدَّ عَلَيْهِ قَالَ وَسَمِعْنَا اِسْتِنَانَ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ

ہم نے یہ پسند نہیں کیا کہ ان کی بات رد کر دیں۔ اور ہم نے حجرے میں حضرت عائشہ کے مسواک

فِي الْحُجْرَةِ فَقَالَ عُرْوَةُ يَا اُمَّاهُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلَا تَسْمَعِيْنَ مَا يَقُوْلُ

کرنے کو سنا تو عروہ نے عرض کیا اے ماں، اے ام المومنین! آپ سنتی نہیں ابو عبد الرحمٰن

اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَتْ مَا يَقُوْلُ قَالَ يَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

کیا کہتے ہیں دریافت فرمایا کیا کہتے ہیں عرض کیا کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْتَمَرَ اَرْبَعَ عُمَرَاتٍ اِحْدٰهُنَّ فِيْ رَجَبَ قَالَتْ

تعالیٰ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے ہیں۔ ان میں سے ایک رجب میں کیا ہے۔ ام المومنین نے فرمایا

يَرْحَمُ اللّٰهُ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا اعْتَمَرَ عُمْرَةً اِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهٗ

ابو عبد الرحمٰن پر اللہ رحم کرے حضور نے جو بھی عمرہ کیا ہے اس میں وہ حاضر تھے

وَمَا اعْتَمَرَ فِيْ رَجَبَ قَطُّ ؏ه

اور حضور نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔

تیسرا حنین کے غنائم تقسیم کرتے وقت جعرانہ سے۔ چوتھا حج کے ساتھ، اور ایک حج کیا ہے۔ ان چار عمروں میں سے تین حج سے پہلے اور ایک حج کے ساتھ۔ اور صحیح یہ ہے کہ حج کے پہلے والے تینوں عمرے ذوقعدہ میں کئے ہیں۔ رجب اور شوال میں کوئی عمرہ نہیں کیا ہے۔ رجب میں عمرے کرنے کا قول حضرت ابن عمر رضی اللہ

؏ ایضاً ثانی۔ المغازی۔ باب عمرۃ القضا ص ۶۱۰۔ مسلم۔ الحج۔ ابوداود۔ صلوۃ۔ موطا امام مالک۔ حج۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص ۱۵۵۔

۱۰۴۴ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا اعْتَمَرَ

حدیث عروہ بن زبیر نے کہا میں نے ام المومنین حضرت عائشہ سے پوچھا تو فرمایا

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَجَبٍ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رجب میں عمرہ نہیں کیا ہے۔

۱۰۴۵ عَنْ قَتَادَةَ سَأَلْتُ أَنَسًا كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث قتادہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعًا عُمْرَةُ الْحُدَيْبِيَةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ حَيْثُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے تو فرمایا چار ایک عمرۃ الحدیبیہ ذوقعدہ

صَدَّهُ الْمُشْرِكُونَ وَعُمْرَةٌ فِي الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ حَيْثُ

میں جب مشرکین نے روکا تھا اور ایک عمرہ سال آئندہ ذوقعدہ میں جبکہ مشرکین سے صلح

صَالَحَهُمْ وَعُمْرَةُ الْجِعِرَّانَةِ إِذْ قَسَمَ غَنِيمَةَ أُرَاهُ حُنَيْنٍ قُلْتُ كَمْ

ہوئی تھی اور عمرہ جعرانہ جب حنین کی غنیمت تقسیم فرمائی میں نے کہا اور حج

حَجَّ قَالَ وَاحِدَةً ۵۵

کتنے کئے تو فرمایا ایک۔

۱۰۴۶ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَأَلْتُ مَسْرُوقًا وَعَطَاءً وَمُجَاهِدًا فَقَالُوا

حدیث ابو اسحٰق نے کہا میں نے مسروق اور عطاء اور مجاہد سے پوچھا تو ان تینوں نے بتایا

اِعْتَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج کرنے سے پہلے عمرہ کیا ہے۔

تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ مگر یہ ان کا نسیان ہے۔ مسلم[1] میں ہے کہ جب حضرت ام المومنین نے ابن عمر کی تردید کی تو وہ چپ رہے اور نہ ہاں کہا نہ نہیں۔ اسی طرح جس نے شوال کا قول کیا ہے اسے بھی شبہ ہو گیا۔ جعرانہ کا عمرہ اوائل ذوقعدہ میں کیا تھا۔ اسی کو بعض حضرات نے شوال میں کہدیا۔ حدیبیہ کے موقع پر اگرچہ عمرہ نہیں کر سکے تھے حدیبیہ ہی سے واپس آگئے تھے۔ مگر عمرہ کی نیت سے نکلے تھے۔ اس لئے اسے بھی ایک شمار کر لیا۔

۵۵ ایضاً ص ۲۳۹ ۔ ثانی ۔ المغازی ۔ باب غزوۃ الحدیبیہ ص ۵۹۷ مسلم الحج ۔ ابوداود مناسک ترمذی الحج

[1] اول ۔ الحج ۔ باب بیان عدد عمر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۴۰۹

قَالَ وَسَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ

اس نے کہا اور میں نے براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سُنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ اَنْ يَّحُجَّ مَرَّتَيْنِ

علیہ وسلم نے حج سے پہلے دو بار ذوقعدہ میں عمرہ کیا۔

## بَابُ عُمْرَةٌ فِيْ رَمَضَانَ ص ۲۳۹

رمضان میں عمرہ

**حدیث** ۱۰۴۷ عَنْ عَطَاءٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُخْبِرُنَا

عطا سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سُنا وہ ہمیں خبر

**بدعة** لوگ مسجد میں اجتماع کے ساتھ نماز چاشت پڑھ رہے تھے۔ اس طرح نماز چاشت پڑھنے کو انھوں نے بدعت کہا، ورنہ گزر چکا کہ نماز چاشت فتح مکہ کے موقعہ پر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی اور صحابہ کو پڑھنے کا حکم بھی دیا۔

**وهو شاهده** یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب بھی عمرہ کیا۔ ابن عمر اسوقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ پھر وہ کیسے کہہ رہے ہیں کہ رجب میں عمرہ فرمایا۔

**حيث صالحهم** یعنی صلح حدیبیہ کے مطابق سال آئندہ عمرہ کیا۔ یہ مطلب نہیں کہ اسوقت صلح فرمائی تھی۔

**اربعا** مغازی میں یہ زائد ہے۔ سوائے اس عمرہ کے جو حج کے ساتھ کیا تھا۔ سب کے سب ذوقعدہ میں کئے۔ اخیر میں یہ ہے۔ اور ایک اپنے حج کے ساتھ۔

**مرتين** حضرت براء نے جو فرمایا کہ دو عمرے کئے ان سے یا تو حدیبیہ والا عمرۃ القضا مراد ہے۔ اسلئے کہ جعرانہ والا رات میں چپکے سے کیا تھا۔ جس کا علم سب کو نہیں تھا۔ یا یہ کہ ان کی مراد عمرۃ القضا اور جعرانہ والا ہے اسلئے کہ حدیبیہ والے سال میں عمرہ نہیں کر پائے تھے۔ حدیبیہ ہی سے قربانی کر کے احرام کھول کر چلے آئے تھے، اور حج والا عمرہ حج کیساتھ تھا اسلئے اسے علٰحدہ شمار نہیں کیا۔ حضرت براء کی مراد یہ ہے کہ صرف عمرہ دو کئے۔

**تشریحات** ۱۰۴۷ باب حج النساء میں ہے کہ یہ خاتون ام سنان تھیں۔ اور اخیر میں کچھ زیادتی کے ساتھ یہ ہے:

رمضان میں عمرہ میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔ صحیح ابن حبان میں ہے کہ حضرام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہ ابو طلحہ اور انکے بیٹے نے حج کر لیا، اور مجھے چھوڑ دیا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ام سلیم رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔

يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاِمْرَاَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ

دیتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کی ایک خاتون سے فرمایا ابن عباس

سَمَّاهَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَنَسِيْتُ اِسْمَهَا مَا مَنَعَكِ

نے ان کا نام لیا تھا میں بھول گیا کیا وجہ ہے کہ تونے ہمارے ساتھ حج نہیں کیا۔ انھوں نے عرض

اَنْ تَحُجِّيْ مَعَنَا قَالَتْ كَانَ لَنَا نَاضِحٌ فَرَكِبَهُ اَبُوْ فُلَانٍ وَّابْنُهُ لِزَوْجِهَا

کیا ہمارے پاس ایک پانی بھرنے والا اونٹ تھا اسپر ابو فلاں اور اس کا لڑکا سوار ہوکر

وَابْنِهَا وَتَرَكَ نَاضِحًا نَنْضَحُ عَلَيْهِ قَالَ فَاِذَا كَانَ رَمَضَانُ اِعْتَمِرِيْ فِيْهِ

حج کے لئے گئے (اپنے شوہر اور اپنے لڑکے کیلئے کہا) اور ایک آب کش اونٹ چھوڑ دیا جسپر ہم پانی لاتے یہ سنکر ارشاد

فَاِنَّ عُمْرَةً فِيْ رَمَضَانَ حَجَّةٌ اَوْ نَحْوًا مِّمَّا قَالَ ؏

فرمایا جب رمضان آئے تو عمرہ کرلینا کیونکہ رمضان میں عمرہ حج ہے۔ یا اسکے ہم معنی اور کوئی لفظ فرمایا۔

۱۰۴۸ حدیث اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ بَكْرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهُ اَنْ يُّرْدِفَ عَائِشَةَ وَيُعْمِرَهَا

تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ عائشہ کو اپنے ساتھ

مِنَ التَّنْعِيْمِ ؏

سوار کریں اور تنعیم سے عمرہ کرادیں۔

تعدل حجۃ یہ ارشاد رمضان میں عمرہ کرنے کی ترغیب کے لئے ہے۔ جیسے سورۂ اخلاص کے بارے میں فرمایا کہ وہ تہائی قرآن کے برابر ہے، اور یہی ظاہر ہے۔

۱۰۴۸ تشریحات اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ جو مکے کا باشندہ ہو یا مکے میں مقیم ہو اور عمرہ کرنا چاہے تو اسے واجب ہے کہ حرم سے باہر جاکر احرام باندھے تاکہ ایک گونہ سفر پایا جائے۔ دوسرا یہ کہ اس کے لئے سب سے موزوں جگہ تنعیم ہے، بلکہ بہت سے حضرات نے فرمایا کہ اس صورت میں تنعیم سب سے افضل ہے۔ لیکن علامہ عینی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ کل حل یکساں ہے۔ اولاً یہ قطعی نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ

؏ ایضا۔ باب حج النساء ص ۲۵۰ ۔ مسلم الحج ۔ نسائی الحج ، الصوم ،
؏ ایضا۔ الجهاد ۔ باب ارداف المرأة خلف اخيها ص ۴۱۹ ۔ مسلم۔ الحج ۔ ترمذی الحج ،
نسائی الحج ۔ ابن ماجه ۔ مناسك ۔

# بَابُ اَجْرِ الْعُمْرَةِ عَلٰی قَدْرِ النَّصَبِ ۲۴

مشقت کی مقدار عمرے کا اجر ہے

۱۰۴۹ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ

**حدیث** قاسم بن محمد اور اسود نے کہا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ

الْاَسْوَدِ قَالَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَصْدُرُ

عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ سب لوگ دو عبادت کرکے جا رہے ہیں اور میں صرف

النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ وَاَصْدُرُ بِنُسُكٍ فَقِيْلَ لَهَا اِنْتَظِرِيْ فَاِذَا طَهُرْتِ

ایک عبادت کرکے لوٹوں گی تو ان سے فرمایا گیا انتظار کرو جب پاک ہو جاؤ

فَاخْرُجِيْ اِلَى التَّنْعِيْمِ فَاَهِلِّيْ ثُمَّ ائْتِيْنَا بِمَكَانِ كَذَا وَلٰكِنَّهَا عَلٰی قَدْرِ

تو تنعیم جاؤ اور وہاں سے عمرے کا احرام باندھو پھر فلاں جگہ آنا لیکن اس کا

تعالیٰ علیہ وسلم نے تنعیم سے عمرہ کرنیکا حکم دیا تھا۔ کیونکہ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے ایک روایت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن سے یہ فرمایا تھا کہ اپنی بہن کو سوار کراؤ اور حرم سے باہر لے جاؤ۔ فرماتی ہیں کہ حضور نے نہ جعرانہ کا نام لیا تھا نہ تنعیم کا۔ مگر چونکہ حل کی سب سے قریب جگہ تنعیم تھی۔ اس لئے میں نے تنعیم سے احرام باندھا۔ یہی ہماری دلیل ہے۔ کہ مکی کے عمرے کے لئے احرام کی جگہ پورا حل ہے۔ تنعیم یا جعرانہ کی تخصیص نہیں۔ مگر تنعیم سے عمرہ کرنا افضل ہے کیونکہ حضرت ام المومنین نے یہاں سے عمرہ کیا تھا۔

۱۰۴۹ فقیل لھا۔ دوسری روایتوں میں ہے۔ فقال لھا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

**تشریحات** انتظری۔ یہ جملہ بتا رہا ہے کہ حضرت ام المومنین نے یہ عرض طہارت سے پہلے کی تھی۔ گزر چکا کہ وہ یوم نحر کو پاک ہو گئی تھیں۔ تو لازم کہ یوم نحر سے پہلے یا یوم نحر ہی کو پاک ہونے سے قبل عرض کیا تھا۔

علی قدر یہ شک راوی نہیں بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اور تنویع

نفقتك کے لئے بسبیل مانعۃ الخلو ہے۔ یعنی عبادت میں بطریق مشروع جتنا زیادہ صرف ہوگا اور جتنی زیادہ مشقت ہوگی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ اس کی دلیل دار قطنی اور حاکم کی روایت ہے کہ فرمایا۔ ان لك من الاجر علی قدر نصبك ونفقتك۔ مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں کبھی کبھی وقت اور جگہ کی خصوصیت کی بنا پر کم خرچ اور کم محنت پر ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ جیسے شب قدر میں عبادت اور مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز

نَفَقَتِكِ اَوْ نَصَبِكِ ؏ه

ثواب خرچ اور مشقت کی مقدار ہے۔

کبھی عبادت کی نوعیت کی بنا پر ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ جیسے فرض اور واجب کی ادائیگی میں کہ بہ نسبت نفل کے زیادہ ثواب ہے۔ مثلاً ایک روپئے زکوٰۃ دینے میں زیادہ ثواب ہے بہ نسبت صدقۂ نافلہ کے۔ اب ارشاد کا حاصل یہ نکلا کہ اگر کسی عبادت میں وقت، جگہ اور نوعیت کی خصوصیت نہ ہو تو خرچ اور محنت کی کثرت سے ثواب کی کثرت ہوگی۔

# بَابُ مَتٰى يَحِلُّ الْمُعْتَمِرُ

عمرہ کرنیوالا کب احرام سے باہر ہوگا

۲۴۱ ص

توضیح باب : سلف میں اختلاف تھا کہ معتمر (عمرہ کرنیوالا) کب احرام سے فارغ ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہ تھا۔ طواف کے بعد احرام سے باہر ہو جاتا ہے۔ بعض حضرات کا مذہب یہ تھا کہ حرم میں داخل ہوتے ہی احرام سے باہر ہو جاتا ہے۔ اور اب اس پر اجماع ہے کہ جبتک سعی نہ کرلے احرام سے باہر نہ ہوگا۔ اس لئے امام بخاری نے ضرورت محسوس کی کہ اس عنوان کا باب باندھیں۔ حسب عادت اپنا کوئی فیصلہ تحریر نہیں کیا۔ بلکہ جو احادیث لائے ہیں ان میں سے کچھ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ طواف وسعی کئے بغیر احرام سے باہر نہ ہوگا۔ اور کچھ سے یہ کہ صرف طواف کرنے سے احرام سے باہر ہو جاتا ہے۔ اس باب کے تحت چار احادیث لائے ہیں، اور ایک تعلیق۔ جو حضرت جابر کی طویل حدیث کا جز ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اسے (حج) کو عمرہ کردیں۔ اور طواف کریں پھر سر ترشوالیں اور احرام کھول دیں۔ یہ تعلیق بظاہر اس پر دلالت کرتی ہے کہ صرف طواف کرلینے کے بعد احرام کھول دیں۔ مگر احادیث میں بکثرت طواف سے مراد بیت اللہ کے طواف کے ساتھ صفا مروہ کی سعی بھی ہے۔ اور یہی معنی یہاں متعین ہے۔ تاکہ احادیث میں تطابق ہو جائے۔ بلکہ خود حضرت جابر کا فتویٰ ہے کہ وہ عورت کے قریب نہ جائے۔ جبتک کہ وہ صفا و مروہ کی سعی نہ کرلے جو اسی باب میں بھی حضرت ابن عمر کی حدیث کے بعد مذکور ہے۔ پھر حضرت عبداللہ بن ابو اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث لائے ہیں جسمیں عمرۃ القضاء کا تذکرہ ہے۔ جو پہلے گزر چکی ہے۔ اسمیں یہ ہے کہ ہم نے اور حضور نے بیت اللہ کا طواف کیا

؏ه مسلم، نسائی، الحج۔

۱۰۵۰ قَالَ فَحَدَّثَنَا مَا قَالَ لِخَدِيجَةَ قَالَ بَشِّرُوا خَدِيجَةَ بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ

**حدیث** اسماعیل نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے عرض کیا حضرت خدیجہ کے بارے

مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ ؏

میں کیا فرمایا ہے بیان کیجئے تو کہا حضور نے حضرت خدیجہ کے بارے میں فرمایا خدیجہ کو جنت میں موتی کے ایسے محل کی بشارت دو جسمیں نہ شور و غل ہوگا نہ کوئی رنج و تکلیف

۱۰۵۱ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ مَوْلٰى اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ حَدَّثَهُ اَنَّهُ كَانَ يَسْمَعُ

**حدیث** حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلام عبداللہ نے یہ حدیث بیان کی کہ

اور صفا و مروہ کے مابین سعی کی۔

پھر حضرت ابن عمر کی وہ حدیث لائے ہیں جو کتاب الصلوٰۃ[1] میں گزر چکی ہے۔ جسمیں یہ ہے کہ ہم نے حضرت ابن عمر سے پوچھا کہ جس نے بیت اللہ کا طواف کر لیا ہے مگر صفا مروہ کی سعی نہیں کی ہے کیا یہ اپنی عورت سے قربت کر سکتا ہے۔ تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ آئے تو بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی پھر صفا مروہ کی سعی کی اور تمھارے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات نمونۂ عمل ہے۔

پھر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث لائے جسمیں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف کر کے احرام کھول۔ پھر اسماء بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث لائے۔ حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے آخر میں ہے

**تشریحات** ۱۰۵۰ قال۔ یہ قائل اس حدیث کے راوی اسماعیل ہیں۔ جیسا کہ مناقب کی روایت میں ہے کہ اسماعیل نے کہا۔ قلت لعبد اللہ بن ابی اوفی۔ قصب۔ جو فذا موتی کو کہتے ہیں۔

۱۰۵۱ حَجون۔ پہلے حا رحطی پھر جیم۔ یہ مکہ معظمہ سے پورب ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ مکہ معظمہ کا قبرستان ہے۔ امام واقدی نے روایت کیا ہے کہ قصیّ بن کلاب جب مرے تو انھیں یہاں دفن کیا گیا۔ اس کے بعد سے اہل مکہ اپنے مردے یہیں دفن کرتے۔ حجون[2] اصل اس حصے کا نام ہے جسمیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مزار پاک ہے۔ یہ مکہ معظمہ میں جاتے ہوئے جنت المعلیٰ کے بائیں واقع ہے۔ یہ محصّب سے متصل جانب شرق ہے۔ دونوں چونکہ قریب قریب ہیں اس لئے حضرت اسماء نے فرمایا۔ ہم رسول اللہ کے ساتھ یہاں اترے تھے۔

فاعتمرت انا: اس پر دو شبہے ہیں۔ ایک یہ کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حج سے فراغت کے بعد عمرہ کیا تھا۔ دوسرے یہ کہ حضرت زبیر اپنے ساتھ قربانی کا جانور لائے۔ عمرہ کر کے انھوں نے احرام

---

ع۵ مناقب۔ باب تزویج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدیجۃ ص ۵۳۹ مسلم۔ فضائل صحابہ۔ مسند امام احمد جلد رابع ص ۳۵۵۔ [2] عمدۃ القاری عاشر ص ۱۳۱ [1] نزھۃ القاری ثانی ص ۳۸۵-۸۶۔

اَسْمَاءَ تَقُوْلُ كُلَّمَا مَرَرْتُ بِالْحَجُوْنِ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

انھوں نے حضرت اسماء کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میں جب کبھی حجون سے گزرتی تو اللہ کے

لَقَدْ نَزَلْنَا مَعَهٗ هٰهُنَا وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ خِفَافٌ قَلِيْلٌ ظَهْرُنَا

رسول پر درود بھیجتی ہم یہاں حضور کیساتھ اترے تھے اور ہم اس دن ہلکے پھلکے تھے ہماری

قَلِيْلَةٌ اَزْوَادُنَا فَاعْتَمَرْتُ اَنَا وَاُخْتِيْ عَائِشَةُ وَالزُّبَيْرُ

سواری کم تھی ہمارے زادراہ تھوڑے تھے۔ میں نے اور میری بہن عائشہ اور زبیر اور

وَفُلَانٌ وَّفُلَانٌ فَلَمَّا مَسَحْنَا الْبَيْتَ اَحْلَلْنَا ثُمَّ اَهْلَلْنَا

فلاں فلاں نے عمرہ کیا جب ہم نے بیت اللہ کو چھو لیا تو احرام سے باہر

مِنَ الْعَشِيِّ بِالْحَجِّ ؏

ہو گئے اس کے بعد شام کو حج کا احرام باندھا۔

کھولا نہیں تھا۔

اس کا حل یہ ہے کہ حضرت ام المومنین محصب ہی سے عمرہ کرنے گئی تھیں۔ اگرچہ بعد میں حضرت اسماء یہ کہاں فرما رہی ہیں کہ ہم نے ساتھ ساتھ عمرہ کیا تھا۔ دوسرے کا جواب یہ ہے کہ کبھی اکثر کے کردار کو جمع کے صیغے سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ اگرچہ بعض اس میں پورے طور سے شریک نہ ہو۔ اسی کے مطابق حضرت اسماء نے فرمایا کہ طواف کے بعد ہم نے احرام کھولدیا۔

**مسحنا البیت** اس سے مراد بیت اللہ کا طواف ہے۔ چونکہ طواف کی ابتداء حجر اسود کے استلام سے ہوتی ہے اس لئے طواف کو مسح سے تعبیر فرمایا۔ یہ تعبیر الکل باسم الجز کے قبیل سے ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ معتمر بیت اللہ کا طواف کرتے ہی احرام کھولدے ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ کہ حضرت اسماء نے فرمایا۔ ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور احرام کھولدیا۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صریح ارشاد اور عمل موجود ہے کہ عمرے میں صفا و مروہ کی سعی کے بعد احرام کھولنا چاہئے تو اس کے مقابلے میں حضرت اسماء کا فعل کبھی بھی لائق ترجیح نہیں ہو سکتا۔

علاوہ ازیں جب ایک بات سب کو معلوم ہوتی ہے تو بیان کرنے والا اس میں اختصار کر دیا کرتا ہے۔ مثلاً کوئی یہ کہے زید نے زنا کیا اور سنگسار کیا گیا۔ حالانکہ سنگسار کرنے کے لئے زانی کا محصن ہونا شرط ہے۔ اور یہ تمام اہل علم کو معلوم ہے۔ اس لئے اسے چھوڑ دیا گیا، اسی طرح چونکہ سب کو معلوم تھا کہ عمرہ میں صفا و مروہ کی سعی سے پہلے احرام کھولنا جائز نہیں اسلئے اسے اختصار کے پیش نظر چھوڑ دیا گیا۔ اب مسحنا البیت۔ فوغنا عن العمرۃ سے کنایہ ہوا۔

ع۵ مسلم۔ الحج

# بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا رَجَعَ مِنَ الْحَجِّ اَوِ الْعُمْرَةِ اَوِ الْغَزْوِ

جب حج یا عمرے یا غزوہ سے لوٹے تو کیا پڑھے ص ۲۴۲

۱۰۵۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

**حدیث** حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ اَوْ حَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ

تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی غزوہ یا حج یا عمرے سے واپس ہوتے تو ہر ٹیلے پر تین تکبیریں

يُكَبِّرُ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ مِّنَ الْاَرْضِ ثَلٰثَ تَكْبِيْرَاتٍ ثُمَّ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ

پڑھتے۔ پھر کہتے۔ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک

اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر

**تشریحات** ۱۰۵۲ یہ حدیث اس کی اصل ہے کہ مسلمان علماء اور حجاج کے استقبال یا وداع کے وقت جو نعرۂ تکبیر پڑھتے ہیں مستحسن ہے۔ اور نعرۂ رسالت کی اصل مسلم کی حدیث ہجرت ہے۔ اسمیں یہ ہے۔

فصعد الرجال والنساء فوق البيوت وتفرق الغلمان والخدم فی الطرق ينادون يا محمد يا رسول الله يا محمد يا رسول الله۔

مرد اور عورتیں مکانوں کی چھت پر چڑھ گئے بچے اور خادم راستوں میں پھیل گئے۔ یہ پکارتے تھے۔ یا محمد یا رسول اللہ۔ یا محمد یا رسول اللہ۔

**نام نامی کے ساتھ ندا**

جس طرح ماں باپ اوستاد کو نام لے کر پکارنا بے ادبی ہے۔ یوں ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی نام لے کر پکارنا بے ادبی ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ پکارنا ہے تو خطابات والقابات کے ساتھ پکارے۔ مثلاً یا رسول اللہ، یا نبی اللہ وغیرہ۔ یوں نہ پکارے یا محمد یا احمد۔ ارشاد ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور ۲۳)

اے ایمان والو! رسول کو یوں نہ پکارو جیسے تم میں سے بعض بعض کو پکارتے ہیں۔

جلالین میں اس کی تفسیر یہ ہے:

لہ ص ۴۱۹

شَيْءٍ قَدِيرٌ آئِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا

قادر ہے ہم لوٹ رہے ہیں توبہ کر رہے ہیں سجدہ کر رہے ہیں اور اپنے پروردگار

حَامِدُونَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ

کی حمد کر رہے ہیں اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے

وَحْدَهٗ ؏

اس نے سب ٹولیوں کو شکست دی۔

# بَابُ اسْتِقْبَالِ الْحَاجِّ الْقَادِمِيْنَ وَالثَّلٰثَةِ عَلَى الدَّابَّةِ

آنیوالے حاجیوں کا استقبال کرنا اور تین کو جانور پر سوار کرنا ص ۲۴۲

۱۰۵۳ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بان تقولوا یا محمد بل قولوا یا نبی اللہ یا رسول اللہ۔ یا محمد نہ کہو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہو۔

یعنی نام لیکر نہ پکارو۔ ایسے کلمات سے پکارو جو عظمت شان پر دال ہوں۔ اس کے تحت صادی میں ہے:

واستفید من الایۃ انہ لایجوز نداء النبی بغیر ما یفید التعظیم لانی حیاتہ ولا بعد وفاتہ فہذا یعلم ان من استخف بجنابہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فہو کافر ملعون فی الدنیا والاخرۃ۔

اس آیت سے یہ افادہ ہوا کہ نبی کو ہمیشہ ایسے ہی کلمات کیساتھ پکارا جائے جو تعظیم پر دلالت کرتے ہوں۔ ایسے الفاظ سے بھی ندا جائز نہیں جنمیں تعظیم نہ ہو۔ حیات ظاہری میں بھی اور بعد وصال بھی۔ اسی سے معلوم ہوا کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان کو ہلکا ظاہر کرے وہ کافر ہے۔ دنیا اور آخرت میں ملعون ہے۔ مگر ہجرت اس آیت کے نزول سے بہت پہلے ہوئی ہے۔ اس وقت ممانعت نہ تھی اور نہ چند روز پہلے ایمان لانے والے صحابہ کرام اس ادب سے واقف تھے۔

۱۰۵۳ **تشریحات** حاجّ۔ اگرچہ واحد ہے لیکن معنیً جمع کے معنی میں ہے۔ اس لئے اس کی صفت القادمین لانا درست ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے: سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ۔ مومنون (۶۷) اس آیت میں سٰمِرًا لفظ واحد ہے۔ مگر معنیً جمع ہے۔ اسی وجہ سے جمع کی ضمیر لائے ہیں۔ حاج کی جمع حجّاج اور حواج آتی ہے۔ کہتے ہیں۔ رجال حجاج۔ نساء حواج۔

ع ۵ ایضاً۔ ثانی۔ الدعوات۔ باب الدعاء اذا اراد سفراً اور جع ص ۹۴۴۔ مسلم۔ الحج۔ ابوداود۔ الجہاد۔ نسائی۔ النسیر۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ اِسْتَقْبَلَهٗ اُغَيْلِمَةُ بَنِيْ عَبْدِ
جب مکہ تشریف لائے تو بنی عبد المطلب کے بچوں نے حضور کا استقبال کیا حضور نے
الْمُطَّلِبِ فَحَمَلَ وَاحِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاٰخَرَ خَلْفَهٗ عه
ایک کو اپنے آگے اور دوسرے کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔

# بَابُ الدُّخُوْلِ بِالْعَشِيِّ

دوپہر کے بعد گھر آنا ص ۲۴۲

۱۰۵۴ **حدیث** عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر سے
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَطْرُقُ اَهْلَهٗ لَيْلًا كَانَ لَا يَدْخُلُ اِلَّا غُدْوَةً اَوْ عَشِيَّةً
واپسی میں رات میں اپنے اہل کے پاس نہیں آتے جب بھی آتے صبح کو یا شام کو آتے۔ عه

**اغیلمة** جوہری نے کہا یہ غلمة۔ غلامٌ کی جمع کی تصغیر ہے۔ داودی نے کہا یہ الفک فتحہ کیساتھ غلام کی جمع ہے ان بچوں میں فضل بن عباس اور قثم بن عباس بھی تھے۔ ان میں سے ایک کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آگے۔ اور ایک کو پیچھے بٹھا لیا لہ

**توضیح باب** امام بخاری نے القادمین۔ کہہ کے یہ افادہ کرنا چاہا ہے کہ حاجی حج کے لئے مکہ معظمہ جائے تو اہل مکہ بھی استقبال کر سکتے ہیں۔ اور گھر واپس آئے تو اہل وطن بھی استقبال کر سکتے ہیں۔ اگرچہ حدیث صرف پہلے جز پر صراحتہً دلالت کرتی ہے۔ مگر اس سے دوسرا جز بھی مستفاد ہوتا ہے۔ جانور پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا ممنوع ہے۔ اونٹ پر دو آدمی تو معمول کے مطابق بیٹھتے ہی ہیں۔ تین کا بیٹھنا بظاہر جانور کی قوت سے زائد ہے۔ امام بخاری نے افادہ فرمایا کہ اگر جانور اس کی طاقت رکھتا ہو کہ تین آدمیوں کا بوجھ برداشت کر سکے تو کوئی حرج نہیں۔ اور اگر کمزور ہو تو ممنوع ہے۔

---

عه ایضًا۔ ثانی۔ اللباس۔ باب الثلثة علی الدابة ص ۸۹۲ نسائی۔ الحج
عه مسلم۔ جهاد۔ نسائی۔ عشرة النساء
لہ باب حمل صاحب الدابة غيره بين يديه ۸۸۲

# بَابُ لَا يَطْرُقُ اَهْلَهٗ اِذَا بَلَغَ الْمَدِيْنَةَ ص ۲۴۲

جب مدینہ پہنچو تو رات میں اپنے اہل میں مت جاؤ

۱۰۵۵ حدیث عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّطْرُقَ اَهْلَهٗ لَيْلًا عه

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اہل کے پاس رات میں آنے سے منع فرمایا۔

# بَابُ مَنْ اَسْرَعَ نَاقَتَهٗ اِذَا بَلَغَ الْمَدِيْنَةَ ص ۲۴۲

جو اپنی سواری تیز کردے جب مدینہ پہنچے

۱۰۵۶ حدیث اَخْبَرَنِيْ حُمَيْدٌ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

تشریحات ۱۰۵۵، ۱۰۵۴ کتاب النکاح میں یہ حدیث یوں ہے۔ کہ فرمایا جب تم لمبی مدت تک غائب رہو تو اپنے اہل کے پاس رات میں نہ آؤ۔[1] مسلم میں اس حدیث کے بعض طرق میں یہ بھی ہے۔ لَيْلًا يَتَخَوَّنُهُمْ اَوْ يَطْلُبُ عَثَرَاتِهِمْ اس نیت سے رات میں نہ آؤ کہ ان کی خیانت پکڑو اور ان کی لغزشوں پر مطلع ہو۔ مگر مسلم میں ہے کہ حضرت سفیان نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ یتخونھم اور یلتمس عثراتھم۔ حدیث ہے یا کسی راوی کا ادراج ہے اسی وجہ سے امام بخاری نے حدیث میں اسے ذکر نہیں فرمایا۔ البتہ باب کے عنوان میں اضافہ فرما دیا۔

کتاب النکاح ہی میں دوسری حدیث میں جو حضرت جابر ہی سے مروی ہے یہ ہے لکی تمتشط الشعثۃ وتستحد المغیبۃ۔ تاکہ پراگندہ بال والی کنگھی کرلے اور استرہ استعمال کرلے۔ یہی حدیث میں صبح یا شام کو آنے کا حکم ہے اور دوسری میں رات میں آنے سے ممانعت ہے، ان سب کا حاصل یہ ہے کہ بغیر اطلاع اچانک گھر نہ آجاؤ۔ اتنی دیر پہلے اطلاع دیدو کہ عورت نہا دھو کر صاف ستھری ہو جائے۔

۱۰۵۶ تشریحات بطریق حارث بن عمیر جو روایت ہے۔ اسمیں مِنْ حُبِّهَا زائد ہے۔ یعنی مدینہ طیبہ کی محبت کی وجہ سے سواری کو تیز کردیتے۔ اس روایت میں درجات المدینۃ ہے۔ دَرَجَاتٌ

عه ایضاً۔ ثانی۔ النکاح۔ باب لا یطرق اھلہ لیلا اذا اطال الغیبۃ ص ۷۸۸، مسلم۔ الجھاد۔ نسائی عشرۃ النساء۔

[1] ثانی۔ الامارۃ۔ باب کراھیۃ الطرق لیلا ص ۱۴۴۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَاَبْصَرَ دَرَجَاتِ الْمَدِیْنَۃِ اَوْ

علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ جب مدینے کے گھروں کو دیکھ لیتے تو اپنی اونٹنی

ضَحَّ نَاقَتَہٗ وَاِنْ کَانَتْ دَابَّۃً حَرَّکَھَا ؏

کو تیز کر دیتے۔ اور اگر اور کوئی جانور ہوتا تو اسے ایڑ لگاتے۔

## بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا ص ۲۴۲

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ کہ اپنے گھروں میں انکے دروازوں سے داخل ہو

۱۰۵۷ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ یَقُوْلُ نَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ

**حدیث** حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے یہ آیت ہمارے بارے میں نازل

فِیْنَا کَانَتِ الْاَنْصَارُ اِذَا حَجُّوْا فَجَاءُوْا لَمْ یَدْخُلُوْا مِنْ قِبَلِ اَبْوَابِ

ہوئی ہے انصار حج کرکے جب واپس ہوتے تو اپنے گھروں کے دروازوں سے

دَوْحَۃٌ کی جمع ہے۔ اس کے معنی اونچے راستے کے بھی ہیں اور گھروں کے بھی ہیں۔ مستملی کی روایت میں۔ دَوْحَاتٌ۔ ہے۔ یہ رَوْحَۃٌ کی جمع ہے اس کے معنی گھنے سایہ دار بڑے درخت کے ہیں۔ اور بطریق قتیبہ جو روایت ہے اسمیں۔ جُدُرَاتٌ ہے۔ یعنی مدینے کی دیواروں کو دیکھتے۔ مسلم کی روایت سے اسکی تائید ہوتی ہے۔ اسمیں یہ ہے کہ حضرات انس کہتے ہیں۔ حتی اتینا جدر المدینۃ فمشینا الیھا۔

۱۰۵۷ الانصار ہی کی تخصیص نہیں۔ حُمس۔ یعنی قریش بنی عامر بن صعصعہ۔ ثقیف اور خزاعہ کے

**تشریحات** علاوہ تمام عرب احرام باندھنے کے بعد اور حج سے واپسی پر گھر کے دروازوں سے گھروں میں آمد و رفت نہیں کرتے بلکہ اگر خیمہ ہوتا تو پچھت کا حصہ اٹھا کر اندر جاتے اور باہر نکلتے اور اگر مٹی کا گھر ہوتا تو پچھواڑے نقب لگاتے یا سیڑھی سے اندر جاتے اور اسے نیکی خیال کرتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو دروازے سے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ حضور کو دیکھکر قطبہ بن عامر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دروازے سے اندر گئے۔ لوگوں نے دربار رسالت میں ان کی شکایت کی تو حضور نے ان سے باز پرس فرمائی۔ انھوں نے عرض کیا، حضور کو ایسا کرتے دیکھا تو میں نے بھی کیا۔ فرمایا میں حُمس ہوں۔ انھوں نے عرض کیا میں بھی حُمس ہوں۔ میرا دین وہی ہے جو حضور کا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی [۱]

اس کے برخلاف یہ بھی مروی [۲] ہے کہ خود حُمس کی عادت تھی۔

ع باب نفائل المدینۃ۔ ص ۲۵۳ - [۱] عمدۃ القاری عاشر ص ۱۳۶ - ۷ بحوالہ صحیح ابن خزیمہ وحاکم وابن جریر [۲] ایضا

بُيُوتِهِمْ وَلٰكِنَّ مِنْ ظُهُورِهَا فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَدَخَلَ
داخل نہیں ہوتے پچھواڑے سے داخل ہوتے۔ انصار کے ایک صاحب لوٹے
مِنْ قِبَلِ بَابِهٖ فَكَاَنَّهٗ عُيِّرَ بِذٰلِكَ فَنَزَلَتْ لَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا
تو دروازے سے گھر میں چلے گئے اس کی وجہ سے ان پر طعن کیا گیا تو یہ آیت
الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ع
نازل ہوئی نیکی یہ نہیں کہ اپنے گھروں میں پچھیت سے آؤ لیکن نیک وہ ہے جو اللہ سے ڈرے گھروں میں دروازوں سے آؤ۔

# بَابُ السَّفَرِ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ ص ۲۴۲

## سفر عذاب کا ٹکڑا ہے

۱۰۵۸ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ
حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ
روایت کرتے ہیں کہ فرمایا سفر عذاب کا ٹکڑا ہے تمہیں کھانے پینے، سونے سے
طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ وَنَوْمَهٗ فَاِذَا قَضٰى نَهْمَتَهٗ فَلْيُعَجِّلْ اِلٰى اَهْلِهٖ ع
روک دیتا ہے۔ جب اپنی حاجت پوری کر لو تو جلدی سے اپنے اہل میں لوٹ آؤ۔

۱۰۵۸ تشریحات اس کے بالمقابل حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ مروی[1] ہے کہ فرمایا۔ سفر کرو صحتمند رہو گے۔ رزق پاؤ گے۔ محدث ابن بطال نے فرمایا دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ سفر میں محنت و مشقت لازم ہے۔ اور یہ ذریعہ صحت اور حصول رزق ہے۔

---

ع۸ ایضاً۔ ثانی۔ التفسیر۔ باب قولہ لیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورہا ص ۶۴۸
ع۹ ایضاً الجہاد۔ باب السرعۃ فی السیر ص ۴۲۱ ۔ ثانی ۔ الاطعمہ ، باب ذکر الطعام ص ۸۱۶
مسلم، الامارۃ ، دارمی، الاستیذان ، موطا امام مالک ، الاستیذان ، مسند امام احمد ثانی ص ۲۲۶
[1] عدۃ القاری عاشر ص ۱۳۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# بَابُ الْمُحْصَرِ وَجَزَاءِ الصَّيْدِ ص ۲۴۳

مُحصَر اور شکار کی جزا کا بیان

۳۱۷ ت قَالَ عَطَاءٌ اَلْاِحْصَارُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَحْبِسُهُ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ

امام عطا نے فرمایا ہر چیز کا احصار اس سے روکنا ہے۔ ابو عبداللہ (امام بخاری)

حُصُوْرٌ اَلَّا يَاْتِيَ النِّسَاءَ

نے کہا۔ حصور وہ ہے جو عورتوں کے قریب نہ جائے۔

۳۱۷ **تشریحات** کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان حج یا عمرے کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ کے قصد سے چلتا ہے مگر کوئی شرعی ایسی رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ حج اور عمرہ کر نہیں پاتا۔ جیسے دشمن نے روک دیا۔ قید کر دیا، بیمار ہو گیا اور یہ اندیشہ ہو کہ حج یا عمرہ کرے گا تو مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہو گا۔ یا مر جائے گا۔ یا اخراجات کے لئے جو رقم تھی وہ چوری چلی گئی، یا عورت شوہر یا محرم کے ساتھ تھی۔ شوہر یا محرم کا انتقال ہو گیا۔ ان کو مُحصَر کہتے ہیں۔ یہ احصار باب افعال کا اسم مفعول ہے۔

**مُحصَر کا حکم** محصر جہاں روکا جائے وہاں سے قربانی کا جانور حرم میں بھیج دے۔ اور جس کے ہاتھ بھیجے اس سے دن تاریخ وقت ٹھہرا لے کہ فلاں دن فلاں وقت قربانی کرنا۔ اس وقت کے بعد یہ احرام سے باہر ہو گیا۔ اگرچہ حلق یا قصر نہ کرے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ کرلے۔ اب اگر صرف حج کا احرام تھا، یا صرف عمرے کا۔ تو ایک جانور بھیجنا کافی ہے۔ اور اگر قارن ہے تو دو بھیجے۔ ان قربانیوں کا حرم میں ہونا ضروری ہے حرم کے باہر نہیں ہو سکتیں اور اس کی قضا اس پر واجب ہے۔ اگر احرام صرف عمرے کا تھا تو صرف ایک عمرہ کافی ہے۔ اور اگر حج کا تھا تو ایک حج اور ایک عمرہ ضروری ہے۔ اور اگر قارن تھا تو ایک حج اور دو عمرے کرے۔ والتفصیل فی مطولات الفقہ — ارشاد ہے:

فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ (بقرہ ۱۹۶)

اور اگر راستے میں روک لئے جاؤ تو جو قربانی کا جانور میسر ہو اس کی قربانی کرو اور قربانی کا جانور جبتک اپنی جگہ نہ پہنچ جائے۔ سر نہ منڈاؤ۔

# بَابُ اِذَا اُحْصِرَ الْمُعْتَمِرُ ۲۴۳

جب عمرہ کرنیوالے کو روکدیا جائے

۱۰۵۹ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

امام احمد[۱] اور اصحاب سنن اربعہ[۲] نے حضرت حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے:

مَنْ كُسِرَ اَوْ عَرَجَ فَقَدْ حَلَّ وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ اُخْرٰى جسکی ہڈی ٹوٹ گئی یا لنگڑا ہوگیا وہ احرام سے باہر ہوگیا اور اسپر دوسرا حج ہے

عکرمہ نے کہا کہ میں نے ابن عمر اور ابوہریرہ سے ذکر کیا تو دونوں نے کہا کہ اس نے سچ کہا۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ میں۔ اومرض۔ زائد ہے۔ امام عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں اسے روایت کرکے فرمایا۔ حضرت ابن مسعود اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور علقمہ، سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، مجاہد، نخعی، عطا اور مقاتل بن حیان سے مروی ہے کہ ان لوگوں نے فرمایا، کہ دشمن، بیماری اور ہڈی ٹوٹنے سے احصار ہے۔ علامہ نووی نے فرمایا۔ جس چیز سے ایذا پہنچے احصار ہے۔

**لایاتی النساء** حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا۔

وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ اور سردار اور ہمیشہ کیلئے عورتوں سے بچنے والا اور ہمارے خاصوں میں سے نبی ہوگا۔

**حصور** کے معنی میں بعض لایعنی روایتیں بھی آئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ ان کا عضو تناسل تنکے کے برابر تھا عنین تھے۔ وغیرہ وغیرہ اور یہ عیب ہے۔ ہر نبی ہر عیب سے پاک ہوتا ہے۔ نیز بوجہ عدم قوت عورتوں کی طرف رغبت نہ ہونا۔ کوئی کمال اور مدح نہیں۔ اور اللہ عزوجل نے مدح میں یہ ذکر فرمایا ہے۔ اسکے لائق کے لئے امام بخاری نے حصور کے یہ معنی بیان فرمائے کہ وہ عورتوں کے قریب نہیں جاتے۔ اسکا حاصل یہ ہے کہ انھیں جماع پر قدرت تھی مگر وہ پاکدامن، عفت مآب، معصوم تھے۔ گناہ کے قریب نہیں جاتے تھے۔ جیسا کہ امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ یہ دوسری بات ہے کہ شہوت کیوجہ سے شادی نہ ہوسکی۔ اب حصور کے معنی یہ ہوئے کہ مدت العمر عورت سے الگ رہے، کبھی قریب نہیں گئے۔

اس باب میں امام بخاری نے کوئی حدیث ذکر نہیں فرمائی۔ انکی شرط پر کوئی حدیث انھیں نہیں ملی ہوگی۔

**تشریحات** ۱۰۵۹ اس حدیث میں امام بخاری نے اپنے شیخ کا نام بغیر نسبت کے صرف محمد لیا ہے۔ امام بخاری کے مشائخ میں محمد نام کے بہت سے حضرات ہیں۔ امام حاکم نے اس پر جزم فرمایا کہ یہ ذہلی ہیں۔ کیونکہ بعض نسخوں میں وھو الذہلی ہے۔ ابومسلم نے کہا کہ یہ محمد بن مسلم وراد ہیں۔ کلاباذی نے ابوسعید سے نقل کیا کہ یہ

[۱] مسند جلد ثالث ص ۴۵۰، [۲] ابوداؤد مناسک باب الاحصار ص ۲۵۷ - ترمذی۔ الحج۔ باب فی الذی یھل بالحج فیکسر او یعرج ص ۱۱۳ - نسائی مناسک باب فیمن احصر بعدو ص ۲۸ - ابن ماجہ المناسک باب المحصر ص ۲۲۹

قَدْ اُحْصِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَلَقَ رَأْسَهٗ

وسلم کو (عمرہ) کرنے سے روک دیا گیا تو حضور نے سر منڈایا اور

وَجَامَعَ نِسَاءَهٗ وَنَحَرَ هَدْيَهٗ حَتّٰى اعْتَمَرَ عَامًا قَابِلًا

عورتوں سے ہمبستری فرمائی اور اپنی قربانی ذبح فرمائی اور سال آئندہ عمرہ فرمایا

# بَابُ الْاِحْصَارِ فِي الْحَجِّ

حج میں احصار کا بیان ر ۲۴۳

۱۰۶۰ اَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

**حدیث** سالم نے کہا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے

ابو حاتم محمد بن ادریس رازی ہیں۔ علامہ عینی نے ایک قول یہ بھی نقل فرمایا کہ ہو سکتا ہے یہ محمد بن اسحٰق الصنعانی ہوں

**فقال** عکرمہ نے کہا۔ پس ابن عباس نے فرمایا۔ یہ اصل میں ایک طویل حدیث کا جز ہے جسے مفضل ابن سلمہ نے کتاب الصحابہ میں روایت کی ہے۔ یحیٰی بن کثیر نے کہا کہ میں نے عکرمہ سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ عبد اللہ بن رافع مولی ام سلمہ نے کہا کہ میں نے حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسکے بارے میں پوچھا جو احرام کی حالت میں روکدیا جائے تو انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو لنگڑا ہو جائے یا جس کی ہڈی ٹوٹ جائے یا جو روکدیا جائے تو وہ حل میں رہتے ہوئے اسکا بدلہ دے۔ عکرمہ نے کہا میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا تو فرمایا۔ انھوں نے سچ کہا۔ اور ابن عباس سے بیان کیا تو انھوں نے وہ فرمایا جو یہاں مذکور ہے۔ چونکہ اسکا ابتدائی حصہ امام بخاری کی شرط پر نہیں تھا، اس لئے اسے ذکر نہیں فرمایا! اب یہ فقال فحدثته ابن عباس پر معطوف ہوگا۔ میں نے حضرت ابن عباس سے وہ حدیث بیان کی تو فرمایا اس لئے کہ اسکی سند میں یحیٰی بن ابی کثیر عن عکرمہ ہے۔ اسکے بارے میں اختلاف ہے۔ نیز عبد اللہ بن رافع مولی ام سلمہ بخاری کی شرط پر نہیں۔ اگرچہ فی نفسہ یہ حدیث صحیح ہے۔ عبد اللہ بن رافع ثقہ ہیں۔ نیز ابھی گزرا کہ حضرت حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث امام احمد نے اپنی مسند میں اور اصحاب سنن اربعہ نے روایت کیا ہے۔

۱۰۶۰ یہ حدیث پوری گزر چکی ہے۔ یہاں صرف ایک مسئلہ واضح کرنے کے لئے ہم نے ذکر کیا ہے کہ

**تشریحات** حج اور عمرہ کے احرام میں یہ شرط صحیح ہے یا نہیں۔ کہ میرا احرام وہیں تک ہے جہاں تو مجھے روکدے۔ ظاہری یہ کہتے ہیں کہ یہ شرط واجب ہے۔ امام احمد کہتے ہیں۔ کہ مستحب ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ جائز ہے۔ امام مالک اور امام اعظم نے فرمایا کہ یہ شرط صحیح نہیں لغو ہے اس شرط کے مجوزین یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضرت ضباعہ بنت الزبیر بن عبد المطلب کو حضور اقدس صلی اللہ

يَقُوْلُ اَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کافی ہے اگر کوئی حج سے روک دیا جائے تو
اِنْ حُبِسَ اَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ
بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف کرلے اور ہر چیز سے حلال ہو جائے
حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى يَحُجَّ عَامًا قَابِلًا فَيُهْدِيْ اَوْ يَصُوْمُ اِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا
پھر سال آئندہ حج کرے اور جانور قربان کرے یا روزہ رکھے اگر قربانی کا جانور نہ پائے۔

# بَابُ النَّحْرِ قَبْلَ الْحَلْقِ فِي الْحَصْرِ

احصار میں سر منڈانے سے پہلے قربانی کرنا ص ۲۴۳

۱۰۶۱ عَنِ الْمِسْوَرِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ
**حدیث** حضرت مسور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شرط کی اجازت دی تھی۔ احناف یہ کہتے ہیں کہ یہ ان کے لئے خاص تھا۔[1]
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہی تھا کہ یہ شرط درست نہیں۔ جیسا کہ نسائی اور دار قطنی میں ہے[2] کہ سالم نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اشتراط کا انکار کرتے تھے۔ اور فرمایا۔ تم کو تمہارے نبی کی سنت کافی ہے۔ انھوں نے شرط نہیں کی۔

امام اعظم نے فرمایا۔ جو مکہ معظمہ پہنچ جائے وہ محصر نہیں۔ اگرچہ حج کا احرام باندھ کر گیا ہو۔ وہ عمرہ کرکے احرام کھول دے۔ یہ اس کے مثل ہے جسکا حج فوت ہوگیا ہو۔ وہ بعد میں جب موقع ہو حج کرے۔ محصر وہ ہے جو کہ معظمہ نہ پہنچ سکے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کا بھی حاصل یہی ہے۔ کہ فرمایا کہ بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف کرکے احرام کھولدے۔ اور سال آئندہ حج کرے۔

**تشریحات** ۱۰۶۱ یہ حدیث ایک طویل حدیث کا حصہ ہے جو کتاب الاشتراط میں مفصل آئے گی۔ یہاں صرف یہ بتانے کے لئے ہم نے اسے ذکر کیا ہے کہ محصر بالحج صرف اس سے احرام سے باہر ہو جاتا ہے کہ قربانی کا جانور حرم میں پہونچکر ذبح ہو جائے۔ اس کے لئے یہ شرط نہیں کہ ایام نحر میں ذبح ہو کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ۔ بقرہ (۱۹۶) جبتک ہدی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے اپنے سروں کو نہ منڈاؤ۔

[1] ثانی۔ مناسک۔ باب ما یفعل من حبس عن الحج ولم یکن اشترط ص ۳۰ [2] عمدۃ القاری عاشر ص ۱۳۶

قَبْلَ اَنْ يَّحْلِقَ وَ اَمَرَ اَصْحَابَهٗ بِذٰلِكَ

وسلم نے سر منڈانے سے پہلے قربانی کی اور اپنے صحابہ کو بھی اس کا حکم دیا۔

# بَابُ لَيْسَ عَلَى الْمُحْصَرِ بَدَلٌ

محصر پر بدل نہیں

۳۱۸ ت عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِنَّمَا الْبَدَلُ عَلٰى مَنْ نَقَصَ حَجَّهٗ بِالتَّلَذُّذِ فَاَمَّا مَنْ حَبَسَهٗ عُذْرٌ اَوْ غَيْرُ ذٰلِكَ فَاِنَّهٗ يَحِلُّ وَلَا يَرْجِعُ وَاِنْ كَانَ مَعَهٗ هَدْيٌ وَّهُوَ مُحْصَرٌ نَحَرَهٗ اِنْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا بدل اسپر ہے جس نے اپنے حج کو تلذذ کے لئے نقصان پہنچایا ہو لیکن جسے عذر وغیرہ نے روکا ہو وہ احرام کھولدے اور اس پر بدل نہیں اور اگر اس کے ساتھ ہدی ہے اور وہ روکدیا گیا تو

اسمیں ایام نحر کی قید نہیں۔ کہ ہدی ایام نحر میں اپنے ٹھکانے پہنچے۔ اسلئے یوم نحر سے پہلے ہی اگر ہدی اپنے ٹھکانے پہنچ جائے تو احرام کھولنا جائز ہوگا۔ مگر امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ ضروری ہے کہ یوم نحر میں ہدی اپنے ٹھکانے پہنچے۔ البتہ محصر بالعمرہ کے لئے بالاتفاق یہ شرط نہیں کہ یوم نحر میں ہدی اپنے ٹھکانے پہنچے۔

**تشریحات** ۳۱۸ اس تعلیق کو امام محمد بن اسحٰق راہویہ نے اپنی تفسیر میں موصول کیا ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنا فتویٰ ہے۔

**من نقص** دوسرے نسخے میں نقض ہے۔ یعنی توڑا۔ تلذذ۔ سے یہاں مراد جماع ہے۔ عذر سے مراد ہر وہ سبب ہے جس کی وجہ سے وہ حج نہ کرسکے خواہ دشمن ہو یا بیماری ہو۔ یا نفقے کا چوری ہو جانا ہو۔ اور یہاں حج سے مراد حج نفل ہے جیسا کہ خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ انھوں نے فرمایا اگر حج اسلام ہو تو (۳) پر قضا ضروری ہے۔ اور اگر فرض نہ ہو تو اس پر قضا نہیں۔ امام اعظم نے فرمایا۔ کہ حج نفل ہو یا فرض۔ احصار کی وجہ سے نہ کرسکا تو اس پر اس کی قضا ہے۔ اس لئے کہ احرام کے بعد حج نفل بھی واجب ہو جاتا ہے۔

**محصر ہدی کہاں ذبح کرے** یہ مسئلہ صحابہ اور ان کے بعد بھی مختلف فیہ ہے۔ کہ محصر ہدی کہاں ذبح کرے۔ حل میں کافی ہے یا حرم میں بھیجنا ضروری ہے۔ ہمارے یہاں یہ ضروری ہے کہ حرم میں ذبح ہو

كَانَ لَا يَسْتَطِيعُ اَنْ يَّبْعَثَ بِهٖ وَاِنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّبْعَثَ بِهٖ

اس کی قربانی کردے۔ اگر ہدی حرم میں بھیجنے کی استطاعت نہ ہو تو۔ اور اگر

لَمْ يَحِلَّ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ۔

اس کی استطاعت ہو تو احرام نہ کھولے یہاں تک کہ ہدی اپنے ٹھکانے پہنچ جائے۔

۳۱۹ قَالَ مَالِكٌ وَّغَيْرُهٗ يَنْحَرُ هَدْيَهٗ وَيَحْلِقُ فِيْ اَيِّ مَوْضِعٍ

امام مالک وغیرہ نے فرمایا جس جگہ بھی ہو قربانی کردے اور سر منڈا دے

كَانَ وَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ

اور اس پر قضا نہیں۔ کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور

اختلاف کی بنیاد اس پر قائم ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال اپنے قربانی کے جانور حل میں ذبح فرمائے تھے یا حرم میں۔ امام عطا[1] امام اسحٰق نے فرمایا کہ حرم میں ذبح فرمائے تھے۔ اور دوسرے حضرات نے فرمایا کہ حل میں۔

۳۱۹ امام مالک کا یہ ارشاد ان کے موطا[2] میں مذکور ہے۔ البتہ والحدیبیۃ لیس من الحرم امام مالک کا قول نہیں۔

**تشریحات**

**وغیرہ** علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ وغیرہ سے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہیں۔ کیونکہ انھوں نے کتاب الام میں فرمایا ہے کہ حدیبیہ حرم سے نہیں اس پر علامہ عینی نے تعقب فرمایا کہ خود امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حدیبیہ کا کچھ حصہ حرم میں ہے۔ جب ایسا ہے تو کس کی عقل میں یہ بات آئے گی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حل میں قربانی کریں گے۔ جبکہ ہدی کے بارے میں صاف صاف ارشاد ہے۔

هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ۔ مائدہ (۹۵) اسکے بدلے قربانی کا جانور ہے جو کعبہ تک پہنچے۔

**والحدیبیۃ** یہ خواہ امام مالک کا ارشاد ہو یا امام شافعی کا یا امام بخاری کا یا کسی کا ہو متفق علیہ نہیں۔ گزر چکا کہ امام عطا اور امام ابن اسحٰق کا قول ہے کہ حدیبیہ کا کچھ حصہ حرم میں ہے۔

نیز امام ابو جعفر[3] طحاوی نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیمہ حل میں تھا۔ اور نماز پڑھنے کی جگہ حرم میں تھی۔ نیز امام[4] بیہقی نے مروان اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی کے مثل روایت کیا ہے۔

اس صورت حال میں جبکہ محصر ہدی حرم میں بھیج سکتا ہے۔ اس پر اجماع ہے کہ حرم ہی میں ذبح کی جائے گی۔ پھر کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ حرم میں ذبح پر قدرت ہوتے ہوئے حل میں ہدی ذبح کر دیں گے۔

---

[1] عمدۃ القاری عاشر ص ۱۴۷ [2] کتاب الحج ص ۱۴۸، [3] شرح معانی الآثار اول۔ مناسک۔ باب الھدی صد عن الحرم ص ۳۶۲
[4] عمدۃ القاری عاشر ص ۱۴۹۔

| |
|---|
| اَصْحَابُہٗ بِالْحُدَیْبِیَۃِ نَحَرُوْا وَحَلَقُوْا وَحَلُّوْا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ قَبْلَ |
| صحابہ نے حدیبیہ میں قربانی کی اور سر منڈایا اور پورے طور سے احرام کھول دیا |
| الطَّوَافِ وَقَبْلَ اَنْ یَّصِلَ الْھَدْیُ اِلَی الْبَیْتِ ثُمَّ لَمْ یُذْکَرْ اَنَّ النَّبِیَّ |
| قبل اس کے کہ طواف کریں اور ہدی بیت اللہ تک پہنچے پھر یہ مذکور نہیں کہ نبی |
| صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ اَحَدًا اَنْ یَّقْضِیَ شَیْئًا وَّلَا یَعُوْدُوْا |
| صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو کچھ قضا کرنے یا اعادہ کرنے کا حکم |
| لَہٗ ۔ وَالْحُدَیْبِیَۃُ خَارِجٌ مِّنَ الْحَرَمِ ۔ |
| دیا ہو۔ اور حدیبیہ حرم سے خارج ہے۔ |

**محصر پر قضا ہے** ہمارے یہاں احصار عمرے سے ہو یا حج سے۔ احصار زائل ہو جانے کے بعد اس کی قضا واجب ہے۔ حج کے بارے میں حضرت حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گزر چکی کہ فرمایا وعلیہ حجۃ اخری۔ پھر خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث گزری کہ انھوں نے فرمایا حتی یحج عاما قابلا۔ رہ گیا عمرہ تو ہمارے یہاں اس کی بھی قضا ہے۔ کیوں کہ احرام کے بعد اس کی ادائیگی اس کے ذمہ واجب ہو گئی اور اس نے عمرہ ادا کیا نہیں تو بری الذمہ کیسے ہوگا۔ نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے۔ محصر عن الحج کے بارے میں فرمایا کہ وہ سال آئندہ حج کرے اور اس کے پہلے فرمایا سنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرے سے روکے گئے۔ اسی پر قیاس کر کے حج کی قضا کا حکم دیا تو اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عمرے کی قضا نہ کی ہوتی تو یہ قیاس کیسے درست ہوتا۔ علاوہ ازیں سال آئندہ ۷ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو عمرہ فرمایا اس کا نام ہی عمرۃ القضاء ہے۔ اعلان عام فرما دیا تھا کہ جو لوگ حدیبیہ میں شریک تھے۔ ان میں سے جتنے زندہ ہیں وہ سب چلیں کوئی رہ نہ جائے۔ جیسا کہ امام حاکم نے اکلیل میں روایت کیا ہے[1]۔ یعقوب[2] بن سفیان نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ عمرۃ القضیہ ۷ھ کے ذوقعدہ میں ہوا تھا۔ حضور نے اپنے صحابہ کو حکم دیا تھا۔ کہ اس عمرے کی قضا میں جس سے مشرکین نے حدیبیہ میں روک دیا تھا۔ سب عمرہ کریں۔ علامہ محمد بن عبد الباقی نے فرمایا کہ اس کی اسناد حسن ہے۔ الفاظ کریمہ یہ ہیں۔

| | |
|---|---|
| قضاءً لعمرتھم التی صدھم المشرکین عنھا بالحدیبیۃ۔ | اپنے اس عمرے کی قضا جس سے مشرکین نے حدیبیہ میں روک دیا تھا۔ |

تمام شرکاء حدیبیہ کو عمرۃ القضا میں شرکت کا حکم دیا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اسے قضاءً

[1] زرقانی علی المواہب ثانی۔ ص ۲۵۴۔ [2] ایضا

# بَابُ الْاِطْعَامِ فِی الْفِدْیَۃِ نِصْفُ صَاعٍ ص۲۴۴

فدیئے میں نصف صاع کھانا کھلانا ہے۔

| | |
|---|---|
| ۱۰۶۲ | عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَعْقِلٍ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰی کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ |
| حدیث | عبداللہ بن معقل نے کہا میں حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت |
| | رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَسَاَلْتُہٗ عَنِ الْفِدْیَۃِ فَقَالَ نَزَلَتْ فِیَّ خَاصَّۃً |
| | میں بیٹھا تھا تو میں نے فدیئے کے بارے میں پوچھا فرمایا خاص میرے بارے میں |
| | وَّھِیَ لَکُمْ عَامَّۃً حُمِلْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ |
| | نازل ہوا ہے۔ اور یہ تم سب کو عام ہے مجھے اس حالت میں لادکر رسول اللہ صلی اللہ |

لعمر تھم الخ فرمانا۔ اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ نے حدیبیہ میں چھوٹے ہوئے عمرے کی قضا میں عمرۃ القضا کیا۔ ظاہر یہی ہے۔ تاویل کا باب وسیع ہے۔ مگر جب روایت کا بھی مقتضی یہی ہے کہ قضا واجب ہو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس حدیث میں قضا بمعنی ادا رمافات کے معنی کو ترجیح ہوگی۔

**تشریحات** ۱۰۶۲ یہ حدیث باختلاف الفاظ یہیں پانچ طریقوں سے مروی ہے۔ چار طریقوں میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے اور ایک طریقے میں عبداللہ بن معقل سے۔ یہ قصہ صلح حدیبیہ کا ہے۔ جیسا کہ یہیں باب النسک شاۃ میں تصریح ہے۔ حضرت عبداللہ بن معقل نے کوفے کی مسجد میں حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔ جیسا کہ مغازی میں ہے۔ قصہ یہ ہوا۔ کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر گیسو تھے اور اس میں جوئیں پڑ گئیں وہ بھی اتنی کثرت سے کہ جوئیں ان کے چہرے، بھنوؤں، داڑھی پر گرتی رہتی تھیں۔ ان کے کاٹنے سے اتنی تکلیف تھی کہ وہ فرماتے ہیں کہ معلوم ہوتا تھا میں اندھا ہو جاؤں گا۔ اسوجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا سر منڈا دیا اور انھیں فدیئے کا حکم دیا۔ عام روایتوں میں تخییر ہے کہ چاہے تو روزہ رکھے چاہے تو چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا قربانی کرے۔ مگر ہم نے حضرت عبداللہ بن معقل کی جو روایت لی ہے۔ اس میں ترتیب ہے۔ امام واحدی کی اسباب نزول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی ایک روایت ایسی ہے جسمیں بھی ترتیب ہے۔ مگر راجح عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی روایت ہے جسمیں ترتیب نہیں تخییر ہے۔ کیونکہ یہی نص قرآنی کے مطابق ہے۔ ارشاد ہے:۔

وَالْقُمَّلُ يَتَنَاثَرُ عَلٰى وَجْهِيْ فَقَالَ مَا كُنْتُ أُرٰى الْوَجَعَ بَلَغَ بِكَ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا کہ جوئیں میرے چہرے پر گر رہی تھیں حضور نے

مَا أَرٰى أَوْ مَا كُنْتُ أُرٰى الْجَهْدَ بَلَغَ بِكَ مَا أَرٰى تَجِدُ شَاةً فَقُلْتُ لَا

فرمایا میں نہیں جانتا تھا کہ تیری تکلیف اس حد تک پہنچی ہوئی ہے جو میں دیکھ رہا ہوں

قَالَ فَصُمْ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفُ

یا حضور نے وجع کے بجائے جہد فرمایا (فرمایا) کیا بکری کی استطاعت ہے میں نے عرض کیا

صَاعٍ ۵ھ

نہیں تو فرمایا تین دن روزہ رکھ یا چھ مسکینوں کو غلہ دے ۔ ہر مسکین کو آدھا صاع ۔

## بَابُ وَإِذَا صَادَ الْحَلَالُ فَأَهْدٰى لِلْمُحْرِمِ الصَّيْدَ أَكَلَهُ

جب غیر محرم شکار کر کے محرم کو ہدیہ دے تو کھالے ص ۲۴۵

۳۲۰ ت وَلَمْ يَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّأَنَسٌ بِالذَّبْحِ بَأْسًا وَّهُوَ غَيْرُ الصَّيْدِ

حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما احرام کی حالت میں ذبح کرنے

ففدية من صيام او صدقة او نسك (بقرہ ۱۹۶) تو اس پر فدیہ ہے، روزہ یا صدقہ یا قربانی اور یہی ہمارا اور حضرت امام شافعی کا مذہب ہے کہ اگر بضرورت سر منڈایا ہے تو اسے اختیار ہے ان تینوں میں سے جو چاہے فدیہ دے۔ ہاں اگر بلا ضرورت منڈایا تو فدیے میں قربانی واجب ہے۔ جبکہ چوتھائی یا اس سے زائد منڈایا ہو۔ اگر چوتھائی سے کم منڈایا تو صدقہ ہے۔

**نصف صاع** حضرت عبداللہ بن مغفل کی روایت میں لکل مسکین نصف صاع اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی ایک روایت میں فرقا بین ستة مساکین ہے۔ یعنی چھ مسکینوں کو ایک فرق دے۔ جلد ثانی ص ۷۹ پر گزر چکا کہ فرق تین صاع حجازی ہوتا ہے۔ اس لئے دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہ رہا۔

**تشریحات** ۳۲۰ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر کو امام عبدالرزاق نے موصولا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ عکرمہ نے کہا کہ حضرت ابن عباس نے مجھے اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیا۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو امام ابوبکر بن ابوشیبہ نے سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔ صباح بجلی کہتے ہیں۔ میں نے حضرت

ع۵ ابواب العمرۃ ص ۱۴۴ - پانچ طریقے سے اکٹھے ۔ ثانی المغازی ۔ باب غزوۃ الحدیبیۃ ص ۵۹۸ ص ۶۰۲ دو طریقے سے تفسیر سورہ بقرہ ۔ باب قولہ فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ص ۶۴۸ ۔ الطب ۔ باب الحلق من اذی ص ۸۵۰ ۔ النذور باب کفارات الیمین ص ۹۹۲ ۔ مسلم الحج ۔ ترمذی تفسیر ۔ نسائی ۔ مناسک ۔ ابن ماجہ ۔ مناسک ۔ مسند امام احمد جلد رابع ص ۲۴۲ ۔

نَحْوَ الْاِبِلِ وَالْغَنَمِ وَالْبَقَرِ وَالدَّجَاجِ وَالْخَيْلِ ۔

میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے یعنی شکار کے علاوہ اور جانور جیسے اونٹ، بکری، گائے، مُرغی، گھوڑا۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ محرم ذبح کرسکتا ہے کہ نہیں۔ ان دونوں تعلیقوں سے باب کو کوئی تعلق نہیں

**وھو غیر الصید** یہ حضرت امام بخاری کی توجیہ ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ محرم اگر شکار ذبح کرے گا تو اس پر جزا واجب ہے۔

**تفسیر** یقال عدل مثل فاذا کسرت قلت عِدلٌ فھو زنۃ ۔ ذلک قیامًا قِوَامًا یعدلون یجعلون لہ عدلا ۔ عدل ۔ عین کے فتحے کے ساتھ مثل کے معنی میں ہے۔ اور عِدل کسرے کے ساتھ ہموزن کے معنی میں ہے۔ قیامًا ۔ کے معنی قوامًا ہیں۔ یعدلون ۔ کے معنی ہیں کہ اس کے مثل ٹھہراتے ہیں۔

اس کے پہلے والے باب کے ضمن میں سورہ مائدہ کی آیہ کریمہ لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ الآیۃ ۔ نقل فرمائی تھی۔ اس میں یہ بھی ہے۔

جَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ (مائدہ ۔ ۹۵)

جو شخص قصداً کسی شکار کو مار ڈالے تو اسکا بدلہ یہ ہے کہ مقتول جانور کے مثل دے جسکا فیصلہ دو ثقہ آدمی کریں۔

اس آیۃ کریمہ کے بعد ہے اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا ۔ یا اس کے برابر روزے ۔ امام بخاری نے حسب عادت اس کی تفسیر فرمائی کہ ۔ عِدل ۔ عین کے فتحے اور کسرے دونوں کے ساتھ ہے۔ اول کے معنی مثل کے ہیں اور دوسرے کے ہم وزن ہم مقدار کے ہیں۔ آگے قرآن مجید میں ہے۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ۔ (مائدہ ۔ ۹۷)

اللہ نے کعبہ کو عزت والا گھر لوگوں کے قیام کا سبب بنایا

تو قیامًا ۔ کی تفسیر فرمائی کہ یہ قوامًا کے معنی میں ہے۔ یعنی جس پر لوگوں کی بقا اور نظام ہو اسطرح قرآن مجید میں متعدد جگہ یَعْدِلُوْنَ ۔ آیا ہے۔ اس کی بھی تفسیر فرمادی کہ اس کے معنی یہ ہیں۔ کافر اپنے رب کا برابر ٹھہراتے ہیں

**لطیفہ** حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ جب گرفتار ہوکر حجاج بن یوسف کے پاس لائے گئے تو اس نے پوچھا مجھے کیا سمجھتے ہو۔ فرمایا ۔ انت القاسط العادل ۔ تو قاسط و عادل ہے۔ قسط کے معنی بھی عدل و انصاف کے ہیں۔ اس پر تمام دربار حیرت زدہ رہ گیا۔ کہ یہ دربار کے باہر حجاج کو کیا کیا کہتے، اور اب جان کے ڈر سے عادل، منصف کہہ رہے ہیں۔ لوگ حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے ۔ حجاج نے اپنی فطری چالاکی سے بھانپ لیا۔ اس نے درباریوں سے کہا۔ تم لوگ سمجھے بھی کہ اس نے مجھے کیا کہا ہے۔ اس نے مجھے جہنمی اور کافر کہا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (جن ۔ ۱۵)

اور ظالم جہنم کے ایندھن ہوں گے۔

۱۰۶۳ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ اِنْطَلَقَ اَبِیْ عَامَ الْحُدَیْبِیَّةِ فَاَحْرَمَ

**حدیث** عبداللہ بن ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرے باپ حدیبیہ کے سال

اَصْحَابُهٗ وَلَمْ یُحْرِمْ وَحُدِّثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ

چلے ان کے ساتھیوں نے احرام باندھا اور انھوں نے نہیں باندھا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عَدُوًّا یَغْزُوْهُ فَانْطَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَیْنَمَا

وسلم سے بیان کیا گیا کہ کوئی دشمن حملہ کرنا چاہتا ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چلے

اَنَا مَعَ اَصْحَابِهٖ یَضْحَكُ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ فَنَظَرْتُ فَاِذَا اَنَا بِحِمَارِ

حضرت ابوقتادہ نے کہا میں صحابہ کے ساتھ تھا کہ یک بیک صحابہ ایک دوسرے کو دیکھکر

وَحْشٍ فَحَمَلْتُ عَلَیْهِ فَطَعَنْتُهٗ فَاَثْبَتُّهٗ وَاسْتَعَنْتُ بِهِمْ فَاَبَوْا

ہنسنے لگے اب میں نے دیکھا کہ ایک گورخر سامنے ہے میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اسے نیزہ

اَنْ یُعِیْنُوْنِیْ فَاَكَلْنَا مِنْ لَحْمِهٖ وَخَشِیْنَا اَنْ نُقْتَطَعَ فَطَلَبْتُ النَّبِیَّ

بھونک کر گرا دیا۔ ان لوگوں سے میں نے مدد چاہی تو لوگوں نے منع کر دیا اب ہم نے اسکا گوشت

اور فرمایا۔

ثم الذین کفروا بربھم یعدلون ۔ انعام (۱) پھر کافر اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

اب لوگوں کی آنکھیں کھلیں۔ اور ماننا پڑا کہ اللہ کے شیر گردن پر تلوار ہوتے ہوئے بھی حق ہی کہتے ہیں۔

**تشریحات** ۱۰۶۳ یہ حدیث بخاری میں آٹھ طریقوں سے مذکور ہے اور ہر روایت میں کچھ کمی کچھ زیادتی ہے۔ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ غزوۂ حدیبیہ کے موقعہ پر چونکہ مقصود عمرہ کرنا تھا اس لئے صحابہ کرام نے احرام باندھ لیا تھا مگر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ اور راستے میں عسفان میں آکر ملے تھے۔ اس لئے انھوں نے احرام نہیں باندھا تھا[1] حضرت ابوقتادہ سر جھکائے ہوئے بیٹھے چپل درست کر رہے تھے کہ گورخر نظر آیا۔ صحابہ کرام ایک دوسرے کو دیکھکر ہنسنے لگے۔ حضرت ابوقتادہ نے سر اٹھایا اور گورخر کو دیکھا۔ انھوں نے اپنے گھوڑے پر جس کا نام جراد تھا، زین کسی اور سوار ہو لئے مگر کوڑا اور نیزہ لینا بھول گئے، لوگوں سے مانگا مگر کسی نے نہیں دیا۔ اس پر انھیں غصہ آیا اور گھوڑے سے اتر کر کوڑا اور نیزہ لیا۔ اور گورخر کا شکار کر لیا۔ اب لوگوں سے کہا کہ آؤ اسے اٹھائے چلو، مگر کوئی آمادہ نہ ہوا۔ سب نے انکار کر دیا۔ یہ خود ہی اٹھا لائے۔ کچھ لوگوں نے اسے کھایا اور لوگوں نے نہیں کھایا۔ مگر دغدغہ سب کو رہا۔ انھوں نے ایک انگلی ران چھپالی اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو سارا ماجرا سنایا۔ دریافت فرمایا، تم لوگوں نے بتایا تو نہیں تھا، اس کی طرف اشارہ تو نہیں

[1] شرح معانی الآثار اول۔ ۱۔ ج۔ باب الصید الذی یذبحه الحلال فی الحل ص ۳۳۰

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْفَعُ فَرَسِيْ شَاوًا وَّاَسِيْرُ

کھایا اور ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں ہم بچھڑ نہ جائیں اب میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

شَاوًا فَلَقِيْتُ رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ غِفَارٍ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ قُلْتُ اَيْنَ

کی تلاش شروع کی کبھی گھوڑے کو تیز دوڑاتا کبھی معمولی رفتار سے چلاتا رات میں میری

تَرَكْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَرَكْتُهٗ بِتَعْهَنَ وَهُوَ

ملاقات بنی غفار کے ایک شخص سے ہوئی میں نے پوچھا تو نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہاں چھوڑا

قَائِلُ السُّقْيَا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَهْلَكَ يَقْرَءُوْنَ عَلَيْكَ

اس نے بتایا میں حضور سے تعہن میں جدا ہوا تھا اور حضور کا ارادہ سقیا میں قیلولہ فرمانے کا تھا

کیا تھا، لوگوں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا کھاؤ (اور دریافت فرمایا) اس کا کچھ حصہ تمہارے پاس ہے؟ عرض کیا اگلی ران ہے۔ حضور نے اسے لیا اور تناول فرمایا۔ اور دوسرے حضرات نے بھی کھایا۔

**عام الحدیبیۃ** مگر امام واقدی نے روایت کیا کہ واقعہ عمرۃ القضا میں ہوا تھا۔

**ان عدوًا یغزوہ** اس سے مراد یہ ہے کہ خبر ملی کہ عرب کے کچھ لوگ مدینہ طیبہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ منذری نے کہا کہ حضرت ابو قتادہ کو اہل مدینہ نے اس خبر کے ملنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ اسی لئے انھوں نے احرام نہیں باندھا تھا۔

**ان تقتطع** چونکہ شکار کا گوشت الگ کرنے اور اسے بھوننے، پکانے، کھانے میں کافی وقت صرف ہو گیا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلسل چلتے رہے۔ اور کافی دور نکل گئے تھے۔ مگر اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ حضرت ابو قتادہ نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

قد خشوا ان یقتطعهم العدو دونك آپکے اصحاب کو اندیشہ ہے کہ دشمن انکو حضور سے علیحدہ نہ کر دیں۔

ظاہر ہے کہ دونوں میں منافات نہیں۔

**بتعہن** تعہن ایک جگہ کا نام ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل لغات ہیں (۱) تا کو فتحہ عین ساکن ہا ہو ز مکسور (۲) اسی تفصیل کیساتھ تا کو کسرہ (۳) تا اور ہا کو فتحہ (۴) تا اور عین کو ضمہ اور ہا مشدد (۵) اسی تفصیل کیساتھ تا کو کسرہ۔ مگر اصحاب حدیث عین کو ساکن پڑھتے ہیں۔ تعہن سقیا سے تین میل کے فاصلے پر ایک چشمے کا نام ہے۔ سقیا۔ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان، فرع کے ملحقات میں ایک بستی کا نام ہے۔ فرع۔ ایک شہر ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ غفاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ میں نے حضور کو تعہن میں چھوڑا ہے۔ اور حضور سقیا پہنچکر قیلولے کا ارادہ رکھتے تھے۔

**ان اهلك** اہل سے ازواج مطہرات بھی مراد ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حدیبیہ میں ساتھ تھیں۔ اور اصحاب بھی جیسا کہ دوسری روایتوں میں وارد ہے۔

السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللّٰهِ اِنَّهُمْ قَدْ خَشُوْا اَنْ يَّقْتَطِعُوْا دُوْنَكَ فَانْتَظِرْ
(میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کی) اور عرض کیا یا رسول اللہ! حضور کے
هُمْ - قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَصَبْتُ حِمَارَ وَحْشٍ وَّعِنْدِیْ مِنْهُ
متعلقین سلام عرض کرتے ہیں۔ اور انھیں اندیشہ ہے کہ کہیں وہ بچھڑ نہ جائیں انکا انتظار

یہیں[1]۔ باب لایعین المحرم الحلال یقتل الصید۔ میں ہے۔ وکنا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالقاحۃ۔ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ قاحہ میں تھے۔ قاحۃ مدینہ طیبہ سے تین منزل کے فاصلے پر، سُقیا سے ایک میل پہلے ہے۔ یعنی گورخر کے شکار کا قصہ قاحہ میں پیش آیا تھا اس میں یہ بھی ہے کہ میں ایک ٹیلے کی آڑ سے گیا اور گورخر کو زخمی کر دیا۔

اسی کے بعد[2]۔ باب لایشیر المحرم الی الصید لکی یصطادہ الحلال۔ میں ہے۔ خَرَجَ حَاجًّا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حج کے ارادے سے نکلے۔ ابھی روایت گزری کہ یہ واقعہ حدیبیہ یا عمرۃ القضا کے موقع پر پیش آیا تھا۔ اور روایت کا بھی یہی مقتضی ہے۔ اس لیے کہ حج کے موقعہ پر بے پناہ مجمع تھا۔ کسی دشمن کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ اور نہ کسی کی ہمت تھی۔ کہ مدینہ طیبہ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا

علامہ ابن حجر نے یہ جواب دیا کہ۔ حاجًّا۔ مجاز ہے معتمرًا سے اور اسمیں کوئی بعد نہیں۔ دونوں میں قدر مشترک حاضری بیت اللہ ہے۔ آگے ہے۔

فصرف طائفة منهم ابو قتادة فقال خذوا ساحل البحر حتى نلتقي فاخذوا ساحل البحر فلما انصرفوا۔ احرموا كلهم الا ابو قتادة۔

حضور نے ایک گروہ کو جسمیں ابو قتادہ بھی تھے۔ ساحل سمندر کی طرف بھیجا اور فرمایا ہم سے آکے مل لینا۔ یہ لوگ ساحل کیطرف سے چلے اور جب واپس ہوئے تو سب نے احرام باندھ لیا سوائے ابو قتادہ کے۔

اس گروہ کو ساحل سمندر کے راستے سے روانہ کرنے میں دو حکمتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ گزر چکا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گوش گزار کیا گیا تھا کہ کوئی دشمن مدینہ طیبہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ دشمن ساحل بحری کی طرف کا رہا ہو۔ تحقیق حال اور مرعوب کرنے کے لئے ادھر بھیجا ہو۔ دوسرے گزر چکا کہ انھیں زکوۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا، ہو سکتا ہے۔ یہ وصولی اسی طرف کرنی تھی، یا دونوں مقصد رہا ہو۔

**الا ابو قتادة** اس پر دو شبہہ ہے۔ اول یہ کہ راوی خود حضرت ابو قتادہ ہیں۔ تو انھیں فرمانا چاہئے تھا الا انا مگر میں نے۔ اور یہی شبہہ اس کے پہلے بھی ایک جگہ وارد ہے۔ کہ فرمایا۔ فیهم ابو قتادة۔ علامہ عینی نے یہ جواب عطا فرمایا کہ اسمیں۔ تجرید۔ ہے۔ دوسرا شبہہ یہ ہے کہ یہاں۔ احرموا كلهم الا ابو قتادة لم يحرم

[1] ص ۲۴۶ ج ۱ [2] ص ۲۴۶

فَاضِلَةٌ فَقَالَ لِلْقَوْمِ كُلُوْا وَهُمْ مُحْرِمُوْنَ عه

فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ایک گورخر حاصل کیا ہے اور میرے پاس اسکا کچھ ہوا ہے حضور نے لوگوں سے فرمایا کھاؤ حالانکہ لوگ احرام باندھے ہوئے تھے

میں مستثنیٰ بالا کلام موجب میں واقع ہے۔ اس لئے مستثنیٰ کو نصب ہونا چاہئے۔ اور بجائے ابو قتادہ کے ابا قتادۃ ہونا چاہئے تھا۔ اور یہی کشمیہنی کی روایت ہے۔ اور مسلم کی بھی۔ مگر اکثر کی روایت الا ابو قتادۃ رفع کے ساتھ ہے علامہ عینی نے فرمایا۔ یہ مذہب اکثر متاخرین بصریین کا ہے۔ مگر قرآن کریم میں مستثنیٰ بالا مرفوع کلام موجب میں ہونے کے باوجود وارد ہے۔ ارشاد ہے

فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ - اور حدیث میں۔ وکل امتی معافیٰ الا المجاھرون۔ یہاں دونوں جگہ مستثنیٰ بالا کلام موجب میں ہے اور مرفوع ہے۔ اس کی توجیہ یہ ہے۔ الا معنی میں لکن کے استدراک کیلئے ہے۔ یعنی سب نے پیا البتہ تھوڑے لوگوں نے نہیں پیا۔

ہر امتی کی بخشش ہوگی۔ لیکن علانیہ گناہ کرنے والوں کی نہ ہوگی۔ اسی کے مطابق یہاں بھی ہے، کہ سب نے احرام باندھ لیا تھا۔ لیکن ابو قتادہ نے نہیں باندھا تھا۔

کوفیوں نے کہا کہ اس قسم کے مواقع پر الا حرف عطف ہے۔ اس کا مابعد ماقبل پر معطوف۔ اس لئے اس کا وہی اعراب ہے جو ماقبل کا ہے۔ علامہ کرمانی نے فرمایا۔ یہ اس کے مذہب کے اعتبار سے ہے۔ جس نے علی بن ابو طالب کو درست کہا ہے۔

اسی روایت میں یہ بھی ہے۔ رواُحُمُرَ وحش۔ جمع کے ساتھ یعنی گورخروں کو لوگوں نے دیکھا۔ مطلب یہ ہے کہ ان کا ریوڑ تھا۔ آگے ہے۔ فعقر منھا اناثا۔ یعنی ایک مادہ کا شکار کیا۔ اخیر میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا۔ کیا تم نے انھیں حکم دیا تھا یا اشارہ کیا تھا۔ صحابہ نے عرض کیا، نہیں۔ تو فرمایا۔ کھاؤ۔

مابقی من لحمھا | کتاب الہبہ میں ہے۔ فرحنا وخبأت العضد معی۔ ہم خوش ہوئے اور میں نے بازو اپنے ساتھ چھپا لیا۔ آگے ہے۔ حضور نے اسے تناول فرمایا یہاں تک کہ ہڈی رہ گئی۔ کتاب الجہاد میں ہے۔ کہ۔ ومعنا رجلہ۔ اور ایک روایت میں ہے۔ اور ہم نے حضور کے لئے دست اٹھا رکھا ہے۔ ان سب میں کوئی تعارض نہیں۔ ہوا یہ ہوگا کہ اگلی کسی ٹانگ کی ران بچائی ہوگی۔ اسپر رجل بھی صادق ہے اور عضد بھی اور ذراع بھی۔

---

عه ایضاً۔ باب اذا رای المحرمون صیدا فضحکوا ص ۲۴۵۔ باب لایعین المحرم الحلال فی قتل الصید ص ۲۴۶ باب لایشیر المحرم الی الصید ص ۲۴۶۔ الھبۃ۔ باب من استوھب من اصحابہ شیئا ص ۳۴۹۔ الجھاد۔ باب اسم الفرس والحمار ص ۴۰۰۔ ثانی۔ المغازی۔ باب غزوۃ حدیبیۃ ص ۵۹۷ اول الجزء۔ الاطعمۃ۔ باب تعرق العضد ص ۸۱۲ مسلم۔ الحج۔ ابو داؤد۔ المناسک۔ ترمذی۔ نسائی۔ الحج۔ ابن ماجہ۔ مناسک۔

# بَابُ اِذَا اَهْدٰی لِلْمُحْرِمِ حِمَارًا وَّحْشِیًّا حَیًّا لَّمْ یَقْبَلْ

محرم کو اگر کوئی زندہ گورخر ہدیہ کرے تو قبول نہ کرے ص ۲۴۶

**حدیث** ۱۰۶۴ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ اللَّیْثِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ اَهْدٰی لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَّحْشِیًّا وَّ

حضرت صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اور صحابہ ابواء یا ودّان میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

**مسائل:** ۔ اس حدیث سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے۔ (۱) احرام کی حالت میں شکار جائز نہیں۔ (۲) محرم کو یہ جائز نہیں کہ شکار کا پتہ بھی غیر محرم کو بتائے یا شکار کی جانب اشارہ کرے۔ (۳) غیر محرم کا کیا ہوا شکار محرم کھا سکتا ہے (۴) محرم کا کیا ہوا شکار مردار کے حکم میں ہے۔ (۵) گورخر، جنگلی گدھا جسے ہمارے دیار میں گھنٹرروج اور بعض علاقوں میں سانبھر کہتے ہیں، حلال ہے۔ اس کے جواز پر سارے ائمہ کا اتفاق ہے مگر دیوبندی اسے حرام کہتے ہیں۔ کٹک کے مناظرے میں اس پر دو گھنٹے تک انھوں نے بحث کی اور اخیر دم تک نہیں مانے (۶) شکار کو دھاردار آلے سے زخمی کیا اور مرگیا، ذبح پر قدرت نہ ہوسکی تو وہ حلال ہے، زخم کہیں بھی لگا ہو۔ (۷) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی اجتہاد درست اور اس پر عمل بھی جائز تھا کیونکہ اس بارے میں کوئی حکم نہیں تھا کہ اگر حل میں غیر محرم شکار کرے تو محرم کو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں۔ صحابہ کرام نے اپنے اجتہاد سے عمل فرمایا۔

**تشریحات** ۱۰۶۴ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوسفیان کے بھانجے انکی بہن فاختہ یا زینب کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے آخری دور میں وفات پائی ہے۔ وَدّان میں رہائش پذیر تھے۔ فارس کے دارالسلطنت اصطخر کی فتح میں شریک تھے۔ اس فتح کے موقعہ پر کسی نے اڑادیا کہ دجّال نکل آیا۔ اس پر حضرت صعب نے یہ حدیث بیان فرمائی۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ دجال اس وقت تک نہیں نکلے گا جبتک لوگ اسے بھول نہیں جائیں گے۔ یہ قریش کے حلیف تھے اور محلم بن جثامہ کے بھائی تھے[1]۔ ابواء۔ قُرْع کے مضافات میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔ مدینہ کی طرف سے جُحفہ سے اس کا فاصلہ تینتیس ۳۳ میل ہے۔ اس کو ابواء اس لئے کہتے ہیں کہ یہاں سیلاب کا پانی جمع ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہاں اکثر وبا رہتی ہے یہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فوت ہوئی تھیں اور یہیں مزار پاک ہے

[1] اصابہ جلد ثانی ص ۵-۱۸۴

هُمْ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَاٰى مَا فِيْ وَجْهِهٖ قَالَ

کی خدمت میں انھوں نے گورخر کا ہدیہ پیش کیا۔ حضور نے اسے واپس فرما دیا جب ان کے

اِنَّا لَمْ نَرُدَّهٗ عَلَيْكَ اِلَّا اَنَّا حُرُمٌ ؕ

چہرے پر مایوسی کا اثر دیکھا۔ فرمایا۔ ہمنے صرف اس وجہ سے واپس کیا ہے کہ ہم احرام کی حالت میں ہیں۔

# بَابُ مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ ص ۲۴۶

محرم کن جانوروں کو مار سکتا ہے

۱۰۶۵ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

وَدَّان ۔ ابواء سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک بہت بڑی بستی کا نام ہے۔ حضرت صعب بن جثامہ یہیں رہتے تھے۔ یہ راوی کا شک ہے۔ اور اغلب یہ ہے کہ یہ شک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہوا ہے۔

انه اهدیٰ بخاری کی روایت میں نہ زندہ کا لفظ ہے نہ مذبوح کا۔ مگر امام بخاری نے اپنے طور پر یہ سمجھا کہ زندہ ہی پیش کیا ہوگا۔ اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واپس فرمایا۔ ورنہ حضرت ابو قتادہ والی روایت سے تعارض لازم آئیگا۔ مگر بہت سی روایتوں میں یہ تصریح ہے کہ مذبوح تھا اور اسکا ایک ٹکڑا پیش فرمایا تھا۔ بعض روایتوں میں سرین ہے اور بعض میں پاؤں۔ اسی سے وہ لوگ دلیل لاتے ہیں کہ جو کہتے ہیں کہ محرم کو شکار کھانا مطلقاً منع ہے۔ اگرچہ غیر محرم نے شکار کیا ہو۔ اور ذبح کیا ہو مگر جب یہ حدیث خود مضطرب ہے تو حضرت ابو قتادہ کی حدیث کے معارض نہیں۔

لم نردہ کشمیہنی کی روایت۔ لم نَرُدُّهٗ۔ فکِّ ادغام کے ساتھ ہے۔ مضاعف مضموم العین جب حالت جزم میں ہو تو اس میں چار لغات ہیں۔ فتحہ۔ کیونکہ یہ اخف الحرکات ہے۔ عین کی متابعت میں ضمہ۔ کسرہ اس لئے کہ ساکن کو جب حرکت دیجاتی ہے تو کسرے ہی کی دیجاتی ہے۔ اور فک ادغام اس بنا پر کہ یہی اصل ہے۔ یہ اسوقت ہے جبکہ اخیر میں ھا نہ لاحق ہو۔ اور اگر ھا لاحق ہو تو کسرہ چھوڑ کر تینوں صورتیں جائز ہیں۔

۱۰۶۵، ۶۶ دَوَابّ۔ دَابَّةٌ کی جمع ہے۔ اور منتہی الجموع کے وزن پر ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ دَابَّةٌ

تشریحات دَبَّ يَدُبُّ کا اسم فاعل ہے اور اسمیں ھا مبالغہ کی ہے۔ یا معنی وصفی سے معنی اسمی کیطرف منتقل کرنے کے لئے ہے۔ زمین پر چلنے والا ہر جانور دابہ ہے۔ حتی کہ رینگنے والے کیڑے مکوڑے بھی۔ مگر عرف عام میں چوپائے کو کہتے ہیں۔ جیسے گھوڑا، خچر وغیرہ اور کبھی اس چوپائے کو کہتے ہیں جو سواری کے کام آئے۔ ان پانچ چیزوں

عہ ایضاً۔ الهبة۔ باب قبول هدية الصيد ص ۳۵۰۔ مسلم۔ ترمذی۔ الحج۔ نسائی۔ ابن ماجه۔ مناسك

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَيْسَ عَلٰى

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ جانوروں کے مار ڈالنے میں محرم پر کوئی گناہ نہیں۔

الْمُحْرِمِ فِي قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ - ح - حَدَّثَنِي إِحْدٰى نِسْوَةِ النَّبِيِّ

دوسری سند کے ساتھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک زوجہ سے روایت ہے کہ محرم انھیں

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مار ڈالے دوسری سند کے ساتھ ہے۔ کہ ام المومنین حضرت حفصہ نے فرمایا کہ رسول اللہ

يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ - ح - قَالَتْ حَفْصَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ لَا حَرَجَ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُنَّ الْغُرَابُ

پانچ جانوروں کو کوئی قتل کر دے تو کوئی حرج نہیں

وَالْحِدَاءُ وَالْفَارَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ عه

کوّا، چیل، چوہا، بچھو، کٹکھنا کتا۔

۱۰۶۶ **حدیث** عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ كُلُّهُنَّ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ جانور فاسق ہیں انھیں حرم میں بھی

فَاسِقٌ يُّقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ الْغُرَابُ وَالْحِدَاءَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ

مارا جائے۔ کوّا، چیل، بچھو، چوہا، اور کٹکھنا کتا۔ عه

میں معنی عرفی کے لحاظ سے صرف کتا دابہ ہے۔ اور معنی لغوی کے اعتبار سے چوہا، بچھو بھی۔ مگر کوّا اور چیل کسی معنی کے اعتبار سے دابہ نہیں۔ انھیں تغلیبًا دوابّ میں شمار فرمایا۔ اسی لئے ہم نے انکا ترجمہ جانور کیا کہ سب کو شامل ہو جائے۔

**فاسق:۔** فسق کے معنی خروج کے ہیں۔ یعنی نکلنے کے ہیں۔ فاسق کو فاسق اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ شریعت کی پابندی سے خارج ہو جاتا ہے۔ مگر اسے لازم ہے سرکش ہونا۔ اور حدیث میں یہی معنی مراد ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہ چھیڑ خانی کے بغیر صرف ایذا پہنچانے کے لئے حملہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ انحصار انھیں پانچ میں نہیں اور بھی جانوران میں داخل ہیں۔ سانپ تو بحکم حدیث داخل ہے۔ بقیہ مندرجہ ذیل قیاس سے۔ ان پانچ

عه مسلم۔ نسائی۔ الحج عه مسلم الحج

۱۰۶۷ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ

**حدیث** حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَارٍ بِمِنًی نَزَلَتْ عَلَیْهِ وَالْمُرْسَلٰتُ

کے ساتھ ہم لوگ منیٰ کے ایک غار میں تھے کہ سورۂ والمرسلٰت نازل ہوئی حضور

وَاِنَّهٗ لَیَتْلُوْهَا وَاِنِّیْ لَاَتَلَقَّاهَا مِنْ فِیْهِ وَاِنَّ فَاهُ لَرَطْبٌ بِهَا اِذْ وَثَبَتْ

اس کی تلاوت فرما رہے تھے اور میں اسے حضور کے دہن مبارک سے سن کر یاد کر رہا تھا

عَلَیْنَا حَیَّةٌ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اقْتُلُوْهَا فَابْتَدَرْ

حضور کا دہن پاک اس سے تر تھا کہ اچانک ہم پر ایک سانپ کودا تو نبی صلی اللہ

نَاهَا فَذَهَبَتْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وُقِیَتْ شَرَّكُمْ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسے مار ڈالو ہم اس کی طرف بڑھے کہ وہ بھاگ گیا تو

جانوروں کے قتل کی علت ان کا فاسق ہونا ہے۔ اور مندرجہ ذیل جانور بھی فاسق ہیں۔ اسلئے حالت احرام اور حرم میں ان کا بھی قتل مباح ہے۔ مثلاً چھپکلی، گرگٹ، کھٹمل، مچھر، مکھی وغیرہ ضبیث موذی جانور

**تشریحات** ۱۰۶۷ تفسیر میں ہے۔ کہ وہ سانپ اپنی بل میں گھس گیا۔ یہاں باب یہ ہے کہ محرم کن جانوروں کو مارے اور حدیث میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں کہ یہ حضرات محرم تھے۔ منیٰ میں ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ محرم رہے ہوں۔ عام طور پر حجاج دس ذی الحجہ کو رمی اور قربانی کرکے احرام کھولدیتے ہیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں تو تصریح ہے کہ دس ذوالحجہ کو احرام کھول دیا۔ اور اغلب یہی ہے کہ صحابہ کرام نے بھی ورنہ کم از کم حضرت عبداللہ بن مسعود راوی حدیث نے بھی ضرور احرام کھولدیا تھا۔

جواب: اس حدیث کی اس روایت میں اس پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقعہ احرام کی حالت میں ہوا تھا مگر اسماعیلی نے بطریق نمیر عن حفص بن غیاث میں تصریح کی ہے کہ یہ واقعہ عرفہ کی رات میں ہوا تھا۔ اسوقت یہ سبھی حضرات احرام میں تھے۔ یہ غلاب بھی محفوظ ہے۔ اور اس کی زیارت کیجاتی ہے۔

**مسائل**:۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سانپ کا احرام کی حالت میں خاص حرم میں قتل کرنا جائز ہے اسی پر قیاس کرکے تمام موذی جانوروں کا بھی قتل جائز ہے، جیسے چھپکلی، گرگٹ، مچھر، کھٹمل، پسّو، مکھی وغیرہ اس سے ثابت ہوا کہ سانپ کو دیکھتے ہی اسے قتل کردینا چاہیئے۔ بعض احادیث سے گھروں کے سانپ کا استثنیٰ ظاہر ہو رہا ہے۔ وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ پہلے انھیں متنبہ کیا جائے، پھر بھی گھر نہ چھوڑیں تو اسے بھی قتل کردیا جائے۔

بعض نے فرمایا کہ یہ صرف مدینہ طیبہ کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا ۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِنَّمَا اَرَدْنَا بِهٰذَا اَنَّ مِنَّی

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تمہارے شر سے بچ گیا جیسا کہ تم لوگ اسکے شر سے بچ گئے۔ ابو عبد اللہ

مِنَ الْحَرَمِ وَاَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْا بِقَتْلِ الْحَيَّةِ بَأْسًا

(امام بخاری) نے فرمایا۔ اس حدیث کے ذکر سے ہماری مراد یہ ہے کہ منی حرم سے ہے اور انلوگوں نے وہاں سانپ کے مار ڈالنے میں کوئی حرج نہیں جانا

۱۰۶۸ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ

**حدیث** رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ

وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْوَزَغِ فُوَيْسِقٌ

عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھپکلی فاسق ہے۔ اور میں نے

نے فرمایا۔ مدینے میں کچھ جن ہیں جو مسلمان ہو گئے ہیں[۱]۔ امام مالک نے فرمایا۔ مدینے کی تخصیص نہیں ہر آبادی کا یہی حکم ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ سانپ کو جہاں دیکھو قتل کر دو۔ خواہ آبادی میں ہوں، گھر میں ہوں، جنگل میں ہو کیونکہ حدیث میں مطلقاً ان کے قتل کا حکم ہے۔

**تشریحات**

۱۰۶۸ وزغ گرگٹ کو بھی کہتے ہیں اور چھپکلی کو بھی۔ امام نووی[۲] نے فرمایا قال اهل اللغة الوزغ وسام ابرص جنس فسام ابرص كباره۔ وزغ اور سام ابرص ایک جنس ہے۔ اور سام ابرص ان کے بڑے کو کہتے ہیں۔ علامہ دمیری[۳] نے لکھا۔ دويبة معروفة وهي وسام ابرص جنس مشہور چھوٹا سا جانور ہے۔ یہ اور چھپکلی ایک جنس ہے۔ علامہ کرمانی[۴] نے فرمایا۔ وزغ ایک جانور ہے جس کے پاؤں ہوتے ہیں اور وہ گھاس کی جڑوں میں دوڑتا ہے۔ ابن اثیر[۵] نے کہا کہ یہ چھپکلی ہے۔

**لم اسمعه امر بقتله** وزغ کو مارنے کا حکم دوسری حدیثوں میں وارد ہے۔ خود بخاری[۶] ہی میں حضرت ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وزغ کے مار ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پھونکتا تھا۔ مسند[۷] امام احمد اور ابن ماجہ[۸] میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ہے کہ ان کے گھر میں برچھی رکھی ہوئی تھی، دریافت کیا گیا، اس سے کیا کرتی ہیں۔ فرمایا اس سے وزغ مارتی ہوں۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جب آگ میں ڈالے گئے تو روئے زمین پر کوئی ایسا جانور نہ تھا جس نے اسے بجھانے کی کوشش نہ کی ہو۔ سوائے وزغ کے۔ یہ آگ کو پھونکتا تھا اسوجہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا۔

---

[۱] مسلم ثانی۔ کتاب قتل الحیات وغیرها ص ۲۳۵ [۲] شرح مسلم ثانی ص ۲۳۶ [۳] حیاة الحیوان ثانی ص ۳۷۹ [۴] عمدة القاری عاشر ص ۱۸۵ [۵] ایضاً [۶] اول۔ الانبیاء۔ باب قول اللہ واتخذ اللہ ابراهیم خلیلا ص ۴۷۳ [۷] مسند جلد سادس ص ۸۲ [۸] الصید۔ باب قتل الوزغ ص ۲۴۰ [۹] ایضاً۔ ثانی۔ التفسیر سورۃ والمرسلت ص ۷۳۴، تین طریقے سے مسلم الحج۔ قتل الحیات۔ نسائی مناسک۔

وَلَمْ أَسْمَعْهُ أَمَرَ بِقَتْلِهِ۔ عہ

یہ نہیں سنا کہ اس کے مار ڈالنے کا حکم دیا ہو۔

# بَابُ لَا يُعْضَدُ شَجَرُ الْحَرَمِ ۲۴۷

حرم کا درخت نہ کاٹا جائے

۱۰۶۹ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ

**حدیث** ابو شریح عدوی سے مروی ہے کہ انھوں نے عمرو بن سعید سے کہا

بلکہ ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وزغ کو پہلے حملے میں مار ڈالے اس کے لئے سو نیکی ہے۔ اور جو دوسرے میں مارے اسے اس سے کم اور جو تیسرے میں مارے اسے اس سے کم [1] یہ ثواب کی کمی بیشی مارنے والے کی توجہ کی کمی بیشی کیوجہ سے ہے۔ کہ جسے اس کے مارنے کی طرف کامل رغبت ہوگی وہ پوری توجہ سے مارے گا اس لئے اسے سب سے زیادہ ثواب ہے اور جو کم رغبت رکھے گا وہ کم توجہ سے مارے گا۔ اسلئے اسکے ثواب میں کمی ہوگی۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی آگ پر پھونکنے سے یہ معلوم ہوا کہ یہ بہت ہی بدطینت جانور ہے۔ اور دوسرے کو ضرر پہنچانے پر حریص، اور جانوروں کی طینت بدلتی نہیں۔ اس لئے آج اس کی نسل سے جو پائے جاتے ہیں وہ بھی اسی کی طرح بدطینت، خبیث النفس ہیں۔ اس لئے ان کے مارنے کا حکم دیا۔ یہ اتنا بدطینت ہے کہ جس برتن سے پانی پانی پیتا ہے اس میں اپنا زہر ملا دیتا ہے، جس کے پینے سے بدن پر چھتیاں پڑ جاتی ہیں۔

حضرت ام المومنین نے جو یہ فرمایا کہ میں نے حضور سے یہ نہیں سنا کہ اس کے قتل کا حکم دیا ہو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ حالت احرام اور حرم میں قتل کا حکم دیا ہو۔ ورنہ مطلق قتل کرنے کا حکم متعدد احادیث میں وارد ہے جنمیں سے دو حدیثیں خود ام المومنین ہی سے مروی ہیں۔ ایک ابھی گزری دوسری یہ ہے۔ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا، فرماتے تھے۔ جو ایک وزغ کو قتل کرے اللہ اس کے سات گناہ مٹا دیگا [2] اس کے علاوہ حضرت ام شریک کی بھی حدیث گزری۔ نیز حضرت سعد بن وقاص، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔

حضرت ام المومنین کی اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا کہ حضور نے احرام کیحالت میں اور حرم میں وزغ کے قتل کا حکم دیا ہو۔ مگر اسے فویسق کہا ہے یعنی بڑا فاسق یا چھوٹا فاسق۔ اس سے ظاہر کہ اسے احرام اور حرم میں قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ فویسق۔ فاسق کی تصغیر ہے۔ یہ تحقیر کیلئے بھی ہوسکتی ہے اور تعظیم کیلئے بھی۔ پہلی صورت میں اس کا معنیٰ ہوا چھوٹا فاسق۔ اور دوسری صورت میں بڑا فاسق۔

**تشریحات** ۱۰۶۹ ابو شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ محدثین کے نزدیک اصح یہ ہے کہ ان کا نام خویلد ہے۔ اور باپ کا نام عمرو ہے۔ یہ بنی خزاعہ کے فرد تھے۔ بنی عدی سے ان کا کوئی نسبی تعلق

[1] حیوۃ الحیوان ثانی ص ۳۸۰ بحوالہ تاریخ ابن النجار عہ مسلم۔ ثانی۔ قتل الوزغ۔ نسائی، الحج

[2] مسلم ثانی باب استحباب قتل الوزغ ص ۲۳۶

وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوْثَ اِلٰى مَكَّةَ اِيْذَنْ لِّيْ اَيُّهَا الْاَمِيْرُ اُحَدِّثْكَ

جبکہ وہ مکے کی جانب فوجوں کو بھیج رہا تھا۔ اے امیر مجھے اجازت دے کہ میں تجھ سے رسول اللہ

قَوْلًا قَامَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ الْغَدَ مِنْ يَّوْمِ الْفَتْحِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ ارشاد بیان کروں جو حضور نے فتح مکہ کے دوسرے دن فرمایا جسے

فَسَمِعَتْهُ اُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِيْ وَاَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِيْنَ تَكَلَّمَ بِهٖ

میرے دونوں کانوں نے سُنا ہے اور میرے دل نے اسے محفوظ رکھا ہے اور جب حضور ارشاد فرما رہے

اَنَّهٗ حَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ

تھے تو حضور کو میری دونوں آنکھیں دیکھ رہی تھیں حضور نے اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ بیشک مکہ کو

يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِاِمْرِءٍ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ

اللہ نے حرم بنایا لوگوں نے نہیں بنایا ہے جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے

يَّسْفِكَ بِهَا دَمًا وَّلَا يَعْضُدَ بِهَا شَجَرَةً فَاِنْ اَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالٍ

اسے یہ حلال نہیں کہ یہاں خون ریزی کرے اس کے درخت نہ کاٹے جائیں پس اگر کوئی

نہیں۔ نہ عدی قریش سے۔ نہ عدی مُضر سے۔ مگر امام بخاری نے یہاں انکو العدوی۔ لکھا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ بنی عدی کے حلیف رہے ہوں۔ اس لئے انکو عدوی کہا جاتا ہو۔ فتح مکہ سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور فتح مکہ کے دن بنی خزاعہ کے علمبردار تھے۔ یہ مدینہ طیبہ کے عُقلاء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ۶۸ھ میں واصل بحق ہوئے۔

**عمرو بن سعید بن العاص بن امیہ** اشدق۔ یہ یزید کی طرف سے مدینہ طیبہ کا والی تھا۔ اشدق کے معنی بہت گالی دینے والے کے ہیں۔ یہ برسر منبر حضرت شیر خدا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تبرا بکتا تھا۔ اسکی سزا میں اسے لقوہ ہو گیا۔ پھر ۷۰ھ میں عبدالملک بن مروان نے اسے قتل کرا دیا۔ اس کو اہل مدینہ لطیم الشیطان شیطان کا تھپڑ خوردہ بھی کہتے ہیں۔

**وھو یبعث البعوث** بعوث۔ بعث کی جمع، مبعوث کے معنی میں ہے۔ مراد فوج ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد یزید تخت نشین ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کی بیعت نہیں کی اور مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں اپنی خلافت کا اعلان فرما دیا۔ اس پر یزید پلید نے عمرو بن سعید والی مدینہ کو لکھا کہ عبداللہ بن زبیر سے جنگ کرنے کے لئے لشکر بھیجے۔ اس پر عمرو بن سعید نے حضرت عبداللہ بن زبیر کے بھائی عمرو بن زبیر کی سرکردگی میں مکہ معظمہ لشکر روانہ کیا۔ یہ حضرت عبداللہ کے مخالف اور بنی امیہ کے حامی تھے۔ عمرو بن زبیر لشکر لے کر ذوطوی تک پہنچے۔ ادھر سے اہل مکہ نکلے اور عمرو بن زبیر کو شکست دی اور گرفتار کر لیا گیا۔ حضرت عبداللہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقُوْلُوْا لَهٗ اِنَّ اللّٰهَ اَذِنَ لِرَسُوْلِهٖ وَلَمْ يَاْذَنْ لَّكُمْ وَاِنَّمَا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتال کو دلیل بنا کر یہاں لڑائی کو جائز ٹھہرائے۔ تو

اَذِنَ لِيْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ وَّقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا

اس سے کہہ کہ اللہ نے اپنے رسول کو اسکی اجازت دی تھی۔ اور تمھیں اجازت نہیں دی ہے۔ اور مجھے بھی دن میں

بِالْاَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِيْلَ لِاَبِيْ شُرَيْحٍ مَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو

تھوڑی دیر کیلئے اجازت دی تھی۔ اور آج اس کی حرمت کل کی طرح لوٹ آئی۔ اور حاضر غائب کو پہنچا دے

قَالَ اَنَا اَعْلَمُ بِذٰلِكَ مِنْكَ يَا اَبَا شُرَيْحٍ اِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيْذُ عَاصِيًا وَّلَا

ابو شریح سے پوچھا گیا اس پر عمرو نے کیا کہا انھوں نے بتایا کہ عمرو نے کہا میں اس کو تم سے زیادہ جانتا ہوں

فَارًّا بِدَمٍ وَّلَا فَارًّا بِخُرْبَةٍ ؏ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ خَرْبَةٌ بَلِيَّةٌ ؏

اے ابو شریح بیشک حرم باغی، مضر و قاتل اور فسادی کو امن نہیں دیتا۔ ابو عبداللہ (امام بخاری) نے فرمایا خربۃ کے معنی بلیۃ یعنی فتنے اور فساد کے ہیں

بن زبیر نے عمرو کو عادم کے جیل خانے میں قید کر دیا۔ مدینہ طیبہ میں کچھ لوگوں کو عمرو نے اس بنا پر مارا تھا کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے حامی تھے۔ اس جرم میں عمرو سے قصاص لیا۔ اور اسی میں وہ مر گئے۔

لا یعیذ یہاں عاصی سے مراد باغی ہے۔ ولا فارا بخربۃ۔ یہ خا کے ضمہ کیساتھ بھی ہے اور فتحہ کیساتھ بھی۔ اس کے معنی چوری اور فساد کے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ چوری کر کے فساد مچا کے۔ جو حرم میں پناہ لے اسے وہاں پناہ نہیں۔ محدث ابن بطال نے کہا کہ خربۃ کے معنی فساد کے ہیں اور خربۃ کے معنی چوری کے ہیں۔ اصمعی وغیرہ اہل لغت نے کہا کہ یہ خاص اونٹ کی چوری کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔

مسند امام احمد میں ہے کہ اشدق لیطم الشیطان کی یہ بات سنکر حضرت ابو شریح نے فرمایا۔ میں وہاں موجود تھا تو غائب تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ حاضر غائب کو پہنچا دے فانت وشانک تم جانو تمھارا کام جانے۔ مسند امام احمد کا یہ اضافہ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ عمرو بن سعید کی بات پر حضرت ابو شریح مطمئن نہیں ہوئے مگر اس اشدق لیطم الشیطان کے شر سے بچنے کے لئے خاموش رہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اس پلید نے سراسر فریب دینا چاہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نہ تو باغی تھے نہ انھوں نے کسی کا قتل کیا تھا اور نہ کوئی فساد مچایا تھا پھر ان کے مقابلے میں لشکر بھیجنے کے جواز میں مذکورہ بالا جملہ کہنے سے کیا فائدہ۔

محدث ابن بطال نے فرمایا کہ علماء اہل سنت کے نزدیک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یزید اور عبدالملک

---

عہ ایضا العلم۔ باب فلیبلغ الشاھد الغائب ص ۲۱۔ ثانی۔ المغازی۔ باب منزل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الفتح ص ۶۱۵۔ مسلم۔ الحج۔ ترمذی۔ الحج۔ الدیات۔ نسائی۔ الحج۔ العلم۔

لہ جلد رابع ص ۳۲۔

# بَابُ لَا يَحِلُّ الْقِتَالُ بِمَكَّةَ ص ۲۴۷

## مکّہ میں قتال جائز نہیں

**حدیث** ۱۰۷۰ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

کی بہ نسبت خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ امام مالک نے فرمایا کہ ابن زبیر عبد الملک سے زیادہ احق بالخلافۃ ہیں۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے، اسلئے کہ حضرت ابن زبیر کی خلافت عبد الملک کے باپ سے بھی پہلے قائم ہوئی تھی۔ یزید کے مرنے کے بعد زمانہ دراز تک سوائے عبد اللہ بن زبیر کے کسی کا خلیفہ یا سلطان ہونا تو بڑی بات ہے کوئی مدعی بھی نہ تھا۔ پھر مشہور فسادی وزغ بن وزغ مروان نے بغاوت کرکے اپنی نام نہاد خلافت کا اعلان کیا۔

رہ گیا یزید تو ہم نے مقالات امجدی میں دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے کہ وہ خلیفہ نہیں تھا۔ تو اب متعین کہ اس عہد میں خلیفہ برحق حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے اسلئے وہ کسی طرح باغی نہ ہوئے ان کو باغی یا فار امجنہ کہنا اس لطیم الشیطان کی البیبیت ہے۔

**توجیہ** مسند امام احمد صحیحین شرح معانی الآثار وغیرہ میں متعدد احادیث وارد ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان ابراھیم حرم مکۃ۔ بیشک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور اس حدیث میں تاکید کے ساتھ ہے کہ اسے اللہ نے حرم بنایا۔ لوگوں نے نہیں بنایا۔ جواب ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم کو یہ اختیار کہ مکہ کو حرم بنائیں۔ اللہ عزوجل کی عطا سے تھا۔ وہ اللہ عزوجل کے نائب تھے۔ اور نائب جو کام کرتا ہے وہ حقیقت میں منائب کا ہوتا ہے۔ اسکی مثال فتح الامیر البلدان ہے۔ جنگ کرنے والے فتح کرنے والے حقیقت میں لشکری ہوتے ہیں مگر اسے سلطان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ اسوجہ سے ہے کہ لشکر نے سلطان کے حکم سے لشکر کشی کی، جنگ کی اور فتح کیا۔

حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ جس پر حد یا قصاص واجب ہو وہ اگر حرم میں پناہ لے لے تو حرم میں اس پر نہ حد جاری کیجائیگی اور نہ اس سے قصاص لیا جائیگا۔ البتہ اسے مجبور کیا جائیگا کہ حرم سے باہر نکلے۔ جب باہر نکل آئے گا تو سزا دی جائیگی۔

**تشریحات** ۱۰۷۰ لا ھجرۃ۔ دوسری روایتوں میں بعد الفتح ہے۔ یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت کی اجازت نہیں۔ یا ہجرت کا وہ ثواب نہیں جو فتح مکہ سے پہلے تھا۔ اور اس سے مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت مراد ہے۔ ورنہ حدیث صحیح[1] میں وارد ہے کہ فرمایا

لاینقطع الھجرۃ ما قوتل العدو — جبتک کفار سے لڑائی ہوتی رہے گی ہجرت منقطع نہ ہوگی۔

ابو داؤد[2] میں ہے:

---

[1] نسائی ثانی۔ البیعۃ۔ باب الاختلاف فی انقطاع الھجرۃ ص ۱۸۲ ۔ مسند امام احمد جلد خامس ص ۲۷۰

[2] اول۔ الجھاد۔ باب الھجرۃ ھل انقطعت ص ۳۳۶۔

تعالیٰ علیہ وسلم یوم افتتح مکۃ لا ہجرۃ ولکن جہاد ونیۃ فاذا
جس دن مکہ فتح فرمایا ارشاد فرمایا (اب) ہجرت نہیں ہاں جہاد اور نیت ہے۔ جب تم کو جہاد
استنفرتم فانفروا ۵ فان ہذا بلد الحدیث
کے لئے بلایا جائے تو نکل پڑو اس کے بعد حدیث ۱۰۸۰ ہے۔

# باب الحجامۃ للمحرم ص ۲۴۷

محرم کو پچھنا لگانا۔

۳۲۱ ت وکوی ابن عمر ابنہ وھو محرم
اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے بیٹے کو حالت احرام میں داغا۔

لاینقطع الہجرۃ حتی تنقطع التوبۃ توبہ منقطع ہونے تک ہجرت منقطع نہ ہوگی۔
مثلاً۔ دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف یا دار الاسلام ہی میں کفار کا تسلط ہو جائے اور اپنے وطن میں شعائر اسلام کا قائم کرنا موقوف ہو جائے تو دوسرے شہر کی طرف قیامت تک باقی رہے گی۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ خبر اپنے حقیقی معنوں میں ہو یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہ ہوگی، کیونکہ مکہ معظمہ اب قیامت تک دار الاسلام رہے گا۔ یہ غیب کی خبر ہے۔

ولکن جہاد ونیۃ یعنی اب ہجرت نہیں۔ البتہ جہاد ہے۔ اور نیت خیر کے ساتھ اعمال صالحہ باقی ہیں جن پر عظیم سے عظیم ثواب مرتب ہیں۔

مطابقت باب یہاں باب ہے۔ مکے میں قتال جائز نہیں۔ اس حدیث میں آگے ہے۔

لم یحل القتال فیہ لاحد قبلی ولم تحل لی الا ساعۃ من نہار فہو حرام بحرمۃ اللہ الی یوم القیمۃ۔
میرے پہلے کسی کے لئے اسمیں قتال جائز نہ ہوا۔ اور میرے لئے بھی دن کی تھوڑی سی مدت کیلئے جائز ہوا۔ اب یہ اللہ کے حرم بنانے سے قیامت تک کیلئے حرم ہے۔

جب یہ قیامت تک کے لئے حرم ہے تو اسمیں قتال قیامت تک حرام ہے۔

تشریحات ۳ ۲۱ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس "اثر" کو۔ امام سعید بن منصور نے سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔ پورا "اثر" یوں ہے۔ کہ واقد بن عبد اللہ کو راستے میں برسام ہوگیا۔ وہ مکہ

عہ ایضا۔ الجہاد۔ باب فضل الجہاد ص ۳۹۰۔ باب وجوب النفیر ص ۳۹۶۔ باب لاحجرۃ بعد الفتح ص ۴۳۳ باب اثم الغادر للبر والفاجر ص ۴۵۲۔ مسلم۔ النکاح۔ امارۃ۔ ابو داؤد۔ جہاد۔ ترمذی۔ سیر۔ نسائی۔ بیعت ابن ماجہ۔ جہاد۔ دارمی۔ سیر۔ مسند امام احمد جلد اول ص ۲۲۶۔

۱۰۷۱ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ لَنَا عَمْرٌو أَوَّلُ شَيْءٍ سَمِعْتُ عَطَاءً

**حدیث** سفیان نے کہا مجھ سے عمرو بن دینار نے کہا پہلی حدیث جو میں نے عطا سے سنی

قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ اِحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

یہ ہے۔ انھوں نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ - ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ ثَنِي طَاؤُسٌ عَنِ ابْنِ

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں سینگی لگوائی، اسکے بعد میں نے سنا کہ

عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَعَلَّهُ سَمِعَهُ مِنْهُمَا ؏

کہ عمرو بن دینار کہتے تھے کہ مجھسے طاؤس نے حدیث بیان کی، میں نے عرض کیا۔ ہو سکتا ہے انھوں نے دونوں سے سنا ہو۔

۱۰۷۲ عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ اِحْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

**حدیث** حضرت ابن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محرم ہوتے ہوئے

وَهُوَ مُحْرِمٌ بِلَحْيِ جَمَلٍ فِيْ وَسْطِ رَأْسِهٖ ؏

لحی جمل میں سینگی لگوائی۔

جارہے تھے تو ابن عمر نے انھیں داغا۔

مطابقت باب : باب سے مطابقت یوں ہے کہ پچھنا لگوانا بھی داغنے کیطرح علاج ہے جیسے یہ جائز ویسے ہی وہ بھی جائز۔

قال البخاری : وَيَتَدَاوٰى مَالَمْ يَكُنْ فِيْهِ طِيْبٌ ہر وہ دوا استعمال کرے جسمیں خوشبو نہ ہو۔

یہ حضرت امام بخاری کا قول ہے۔ اس پر تفصیلی گفتگو پہلے ہو چکی ہے۔

**تشریحات** ۱۰۷۱ توضیح اسناد: حضرت عمرو بن دینار نے یہ حدیث دو شیخ سے سنی ہے۔ ایک حضرت عطا سے دوسرے حضرت طاؤس سے جیسا کہ خود بخاری ہی میں کتاب الطب اور مسلم میں تصریح ہے۔ عن عمرو عن عطاء و طاؤس عن ابن عباس۔ البتہ یہ پہلی حدیث ہے جو حضرت عمرو بن دینار نے حضرت عطا سے سنی ہے۔

**تشریحات** ۱۰۷۲ کتاب الطب کی روایت میں یہ زائد ہے کہ یہ سینگی مکے کے راستے میں لگوائی تھی۔ سر میں کچھ تکلیف ہو گئی تھی۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس ہی سے کتاب الطب میں مروی ہے۔ جازمی وغیرہ نے کہا کہ یہ حجۃ الوداع میں ہوا تھا۔ اگر سینگی لگوانے میں بالوں کو مونڈنا پڑے تو بہر حال فدیہ واجب ہے۔ خواہ ضرورۃً لگوائے خواہ بلا ضرورت۔ لحی جمل۔ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے زیادہ قریب ہے۔ جس نے یہ کہا کہ اس سے اونٹ کے جبڑے مراد ہیں اور یہ سینگی لگانے کا آلہ ہے۔ غلط کہا۔

---

ع۵ ثانی۔ الطب باب الحجم فی السفر والاحرام ص ۸۴۹۔ مسلم ۱ الحج۔ ابوداؤد۔ المناسک۔ ترمذی۔ ۱ الحج۔ نسائی۔ الحج۔ الصوم۔ عہ ایضا۔ ثانی۔ الطب باب الحجامۃ علی الرأس ص ۸۴۹۔

# بَابُ تَزْوِيجِ الْمُحْرِمِ ص۲۴۸

## محرم کا شادی کرنا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ ۵ھ

**حدیث ۱۰۷۳** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "میمونہ" سے احرام کی حالت میں شادی کی۔

**تشریحات** ۱۰۷۳ مغازی میں یوں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں میمونہ سے شادی کی۔ اور حلال ہونے کی حالت میں زفاف فرمایا۔ اور ان کا وصال سرف میں ہوا۔ اور اسی چھپر میں دفن ہوئیں جسمیں زفاف فرمایا تھا۔ صرف وصال ہی نہیں نکاح و زفاف بھی سرف ہی میں ہوا تھا۔

**حالت احرام میں نکاح** یہ حدیث ہماری دلیل ہے کہ احرام کی حالت میں نکاح صحیح ہے۔ البتہ زفاف ممنوع ہے۔ مگر حضرت امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا۔ کہ احرام کی حالت میں نکاح باطل ہے۔ ان حضرات کی دلیل یہ حدیث ہے۔ کہ حضرت عمر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے طلوبنت عمر بن شیبہ بن جبیر سے نکاح کا ارادہ فرمایا۔ تو امیر الحج ابان بن عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس خبر بھیجی کہ وہ نکاح کی مجلس میں شرکت فرمائیں، تو ابان نے یہ کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محرم کسی اور کا نکاح نہ کرے نہ خود کرے۔ نہ نکاح کا پیغام بھیجا جائے[۱]۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حج میں یہ ارادہ فرمایا۔ ابو داؤد کی روایت میں ہے۔ کہ دونوں احرام میں تھے۔ امام طحاوی علامہ عینی وغیرہ ائمہ حنفیہ نے دلائل قاہرہ سے حضرت ابن عباس کی اس حدیث کی اس کے مقابل حدیث پر ترجیح ثابت فرمائی ہے۔ اس عاجز کے نزدیک اس حدیث کی ترجیح کی بڑی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی اس حدیث کو ان کے اجلہ تلامذہ حضرت عطاء، حضرت عکرمہ، حضرت ابو شعثاء، حضرت طاؤس، حضرت مجاہد، حضرت سعید بن جبیر نے روایت کی ہے۔ نیز اس کی مؤید ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احادیث ہیں جو ان حضرات سے بھی الفاظ میں حدیث مروی ہے۔ ام المومنین

---

۵ھ ثانی۔ مغازی۔ باب عمرۃ القضا ص ۶۱۱۔ النکاح۔ باب نکاح المحرم ص ۷۶۶۔ مسلم۔ نکاح۔ ابو داؤد مناسک۔ مسند امام احمد اول ص ۲۴۵۔ [۱] مسلم اول۔ النکاح باب تحریم نکاح المحرم وکراھۃ خطبتہ ص ۴۵۳۔ ابو داؤد اول۔ مناسک۔ باب المحرم یتزوج ص ۲۵۵

# بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الطِّيبِ لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ

محرم مرد وعورت کا خوشبو لگانا منع ہے ص ۲۴۸

۳۲۲ ت قَالَتْ عَائِشَةُ لَا تَلْبَسُ الْمُحْرِمُ ثَوْبًا بِوَرْسٍ أَوْ زَعْفَرَانٍ۔

محرم ورس اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے۔

# بَابُ الِاغْتِسَالِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کا غسل کرنا ص ۲۴۸

۳۲۳ ت وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَدْخُلُ الْمُحْرِمُ الْحَمَّامَ۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ محرم حمام میں داخل ہو۔

۳۲۴ ت وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بِالْحَكِّ بَأْسًا۔

حضرت ابن عمر اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کھجلانے میں کوئی حرج نہیں جانا

کی حدیث[1] کو ابن حبان اپنی صحیح میں بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا۔ اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار[2] میں اس لفظ کے ساتھ روایت کیا۔ تزوج بعض نساءہ وھو محرم۔ اور حضرت ابوہریرہ[3] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں روایت فرمایا۔

**تشریح** ۳۲۲ اس تعلیق کو امام بیہقی نے سند متصل کیساتھ ذکر کیا ہے۔ اس مسئلے پر حدیث ۔۔۔ کے ضمن میں مفصل کلام ہو چکا ہے۔

**تشریحات** ۳۲۴/۳۲۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر کو امام بیہقی نے اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اثر کو امام مالک[4] نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ احرام کی حالت میں بال توڑنا، اکھاڑنا یا بالوں کو اس طرح کھینچنا کہ اکھڑ جائیں۔ اور جوئیں مارنا ممنوع ہے۔ نہانے اور کھجلانے میں بالوں کے ٹوٹنے اور اکھڑ جانے کا خطرہ ہے۔ جوؤں کے مرنے کا بھی۔ اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ محرم نہا سکتا ہے کہ نہیں، کھجلی مچے تو بدن پر کھجلا سکتا ہے یا نہیں۔

احتیاط سے اس طرح نہانا کہ بال نہ ٹوٹیں۔ اور بدن ملنا کھجلانا جائز ہے البتہ بیری یا خطمی کے پانی سے نہانا کہ جوئیں مر جائیں ممنوع ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری عاشر ص ۱۹۵ - [2] اول - الحج - باب نکاح المحرم ص ۳۷۵ - [3] ایضاً - [4] موطا - الحج - باب ما یجوز للمحرم ان یفعل ص ۱۴۷ -

۱۰۷۴ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ حُنَیْنٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ

**حدیث** عبداللہ بن حنین سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت مسور بن مخرمہ

بْنَ عَبَّاسٍ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اخْتَلَفَا بِالْاَبْوَاءِ

رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے "ابواء" میں اختلاف کیا۔ عبداللہ بن عباس نے کہا کہ محرم اپنا سر دھوئیگا

فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبَّاسٍ یَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَاْسَہٗ وَقَالَ الْمِسْوَرُ لَا

اور مسور نے کہا نہیں دھوئیگا۔ تو عبداللہ بن عباس نے مجھے حضرت ابوایوب انصاری

یَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَاْسَہٗ فَاَرْسَلَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبَّاسٍ اِلٰی اَبِیْ اَیُّوْبَ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ میں نے ان کو کنوئیں کے دونوں ستونوں کے درمیان کپڑے

الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَوَجَدْتُّہٗ یَغْتَسِلُ بَیْنَ الْقَرْنَیْنِ

سے پردہ کئے ہوئے غسل کرتے ہوئے پایا میں نے انھیں سلام کیا تو دریافت فرمایا

وَھُوَ یُسْتَرُ بِثَوْبٍ فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ فَقَالَ مَنْ ھٰذَا فَقُلْتُ اَنَا عَبْدُ

کون ہے؟ میں نے عرض کیا

اللّٰہِ بْنُ حُنَیْنٍ اَرْسَلَنِیْ اِلَیْکَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبَّاسٍ یَسْاَلُکَ کَیْفَ

عبداللہ بن حنین ہوں۔ مجھے عبداللہ بن عباس نے آپ کے پاس بھیجا ہے وہ پوچھ رہے ہیں

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَغْسِلُ رَاْسَہٗ وَھُوَ مُحْرِمٌ

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احرام کی حالت میں اپنے سر اقدس کو کیسے دھوتے تھے۔

فَوَضَعَ اَبُوْ اَیُّوْبَ یَدَہٗ عَلَی الثَّوْبِ فَطَاَطَاَہٗ حَتّٰی بَدَا لِیْ رَاْسُہٗ ثُمَّ

حضرت ابوایوب نے اپنا ہاتھ کپڑے پر رکھکر اسے نیچا کیا اتنا کہ ان کا سر ظاہر ہوگیا۔ پھر اس شخص

قَالَ لِاِنْسَانٍ یَصُبُّ عَلَیْہِ اُصْبُبْ فَصَبَّ عَلٰی رَاْسِہٖ ثُمَّ حَرَّکَ

سے فرمایا جو پانی ڈال رہا تھا۔ کہ پانی ڈال اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا اس کے بعد اپنے دونوں

۱۰۷۴ **تشریحات** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ محرم نہا بھی سکتا ہے۔ اور اپنے سر اور بدن کو مل بھی سکتا ہے بشرطیکہ بال نہ ٹوٹیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ غسل کی حالت میں بات چیت کرنی جائز ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام میں اگر اختلاف ہو۔ تو ان میں سے اسی کا قول حجت ہے جس کی بنیاد دلیل شرعی پر ہو۔ خواہ کتاب اللہ ہو خواہ سنت۔

رَأْسَهٗ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ فَقَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ہاتھوں سے اپنے سر کو ہلایا دونوں ہاتھ آگے لائے پھر پیچھے لے گئے اب فرمایا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ ۔ عہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔

# بَابُ لُبْسِ السِّلَاحِ لِلْمُحْرِمِ

## محرم کا ہتھیار پہننا ص ۲۴۹

۳۲۵ ت وَقَالَ عِكْرِمَةُ إِذَا خَشِيَ الْعَدُوَّ لَبِسَ السِّلَاحَ وَافْتَدٰى وَلَمْ

اور عکرمہ نے فرمایا جب دشمن کا ڈر ہو تو ہتھیار پہن لے اور فدیہ دے

يُتَابَعْ عَلَيْهِ فِي الْفِدْيَةِ۔

فدیے کے بارے میں ان کی متابعت نہیں کی گئی۔

۱۰۷۵ حدیث عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ فَأَبٰى أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يَدَعُوْهُ

میں عمرے کا ارادہ فرمایا تو اہل مکہ حضور کے مکہ میں داخل ہونے پر اسوقت تک راضی نہ ہوئے

يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتّٰى قَاضَاهُمْ لَا يَدْخُلُ مَكَّةَ سِلَاحًا اِلَّا فِي الْقِرَابِ ۔ عہ

جبتک یہ طے نہیں ہوگیا کہ مکے میں اسی صورت میں داخل ہوں گے کہ ہتھیار تھیلوں میں ہوں۔

۳۲۵ تشریحات ولم یتابع علیہ فی الفدیۃ۔ امام بخاری کا قول ہے یعنی محرم کو جب دشمن کا ڈر ہو تو ہتھیار لگا سکتا ہے۔ اس پر اتفاق ہے امام عکرمہ نے فرمایا کہ اس پر فدیہ واجب ہے مگر یہ کسی اور نے نہیں کہا۔

۱۰۷۵ تشریحات یہ صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے۔ جو مفصل کتاب الصلح میں آئیگا۔ قراب۔ چمڑے کا تھیلا جو اونٹ اور گھوڑے وغیرہ پر باندھ دیا جاتا ہے جسمیں سوار ہتھیار، کوڑا وغیرہ ضروری سامان رکھتا تھا۔

عہ مسلم۔ ابوداود۔ نسائی۔ ابن ماجہ فی الحج۔ موطا امام مالک الحج۔ عہ الصلح باب کیف یکتب ھذا ما صالح فلان بن فلان ص ۳۷۱ ۔ ترمذی۔ الصلح۔

# بَابُ دُخُولِ الْحَرَمِ وَمَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ

حرم اور مکے میں بغیر احرام کے داخل ہونا ص ۲۴۹

| | |
|---|---|
| ۳۲۶ ت | وَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَلَالًا |
| | اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مکے میں بغیر احرام کے داخل ہوئے۔ |
| ۱۰۷۶ حدیث | عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ |
| | حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ |

صلح حدیبیہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ سال آئندہ جب آئیں تو ہتھیاروں میں صرف تلوار رہے۔ اور وہ بھی نیام میں اور نیام تھیلے میں۔

**مطابقت** یہاں باب کا عنوان ہے۔ محرم کا ہتھیار پہننا۔ اور حدیث میں ہے کہ ہتھیار تھیلے میں رہے۔ اس سے باب اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ یہ قید کہ تلوار نیام میں رہے اور نیام تھیلے میں۔ اہل مکہ نے لگائی تھی۔ اگر احرام کی حالت میں ہتھیار پہننا ممنوع ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما دیتے کہ اس قید کی کیا ضرورت احرام میں ہتھیار پہننا ممنوع ہے۔ ہم خود مذہبی پابندی کی وجہ سے ہتھیار نہیں پہنیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ نہ فرمانا دلیل ہے کہ احرام کی حالت میں ہتھیار پہن سکتے ہیں۔

**تشریحات** ۳۲۶ اس تعلیق کو امام مالک نے موطا میں اور امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مکہ سے مدینہ طیبہ آرہے تھے۔ محمد بن زید پہنچے تو یہ خبر ملی کہ مدینے پر فتنہ پروروں نے حملہ کر دیا ہے تو مکہ معظمہ بغیر احرام کے واپس ہو گئے۔ غالباً واقعہ حرّہ کے موقعہ پر ایسا ہوا۔

جو لوگ میقات کے اندر ہوں وہ اگر مکہ معظمہ حج یا عمرے کے علاوہ کسی کام سے جائیں تو ان پر احرام واجب نہیں۔ لیکن جو لوگ میقات کے باہر ہوں اور مکہ معظمہ جانا چاہیں تو ان پر احرام واجب ہے، اگرچہ وہ حج یا عمرے کے لئے نہ جائیں حتی کہ مکہ معظمہ کے باشندے بھی کسی کام سے میقات کے باہر جائیں تو واپسی پر احرام باندھنا ضروری ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قدید سے واپس ہوئے۔ یہ میقات کے اندر ہے۔

**امام بخاری کا مذہب** یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں داخلہ کے لئے احرام اسی پر واجب ہے جو حج یا عمرے کے قصد سے مکہ معظمہ جائے لیکن اگر کوئی دوسرے کاموں کے لئے جانا چاہتا ہے تو اس پر احرام واجب نہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے۔ کہ میقات پر احرام باندھنے کا حکم صرف انھیں کو فرمایا جو حج یا عمرے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ ارشاد ہے۔ من اراد الحج والعمرۃ۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے۔ کہ جنکا حج یا عمرے کا ارادہ نہ ہو ان پر احرام نہیں۔ مگر مفہوم مخالف ہمارے یہاں معتبر نہیں۔ اس لئے ان کا استدلال تام نہیں۔

---

لہ جامع الھدایۃ ص ۱۷۴

دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلٰی رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ ابْنَ خَطَلٍ

فتح کے سال داخل ہوئے، اور حضور کے سر اقدس پر خود تھا، جب اس کو اتارا تو ایک صاحب حاضر ہوئے اور

مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوْهُ ۔ ۱؎

عرض کیا، ابن خطل کعبے کے پردوں سے چپکا ہوا ہے، فرمایا، اسے قتل کرو،

## تشریحات ۱۰۷۶

مِغْفَر، غَفَرَ یَغْفِرُ، سے اسم آلہ ہے، اس کے معنی ڈھانکنے کے ہیں، لوہے کی جالی دار ٹوپی جسے لڑائی کے موقع پر سر پر رکھتے ہیں یعنی خود، ایک روایت میں من حدید، بھی آیا ہے، یعنی لوہے کا خود،

خود حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے دوسری روایت میں آیا ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب یوم فتح مکے میں داخل ہوئے تو سر اقدس پر سیاہ عمامہ تھا، اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی مروی ہے۔ ۲؎ نیز انھیں سے ایک روایت میں ہے، من غیر احرام،

**تطبیق** ان دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ ان میں کوئی تنافی نہیں، ہو سکتا ہے کہ عمامہ کے اوپر مغفر رہا ہو، اور یہ بھی ممکن ہے، کہ مغفر نیچے ہو اور عمامہ اوپر،

**ابن خطل** فتح مکہ کے موقعہ پر عام منادی تھی، جو شخص ہتھیار ڈال دے، اسے امان ہے، جو مسجد حرام میں آجائے اسے امان ہے، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے اسے امان ہے، جو ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے اسے امان ہے، مگر گیارہ مرد اور چھ عورتوں کے بارے میں اعلان عام تھا کہ جہاں ملیں قتل کر دیئے جائیں، ان مردوں میں سے سات کو معافی مل گئی اور چار قتل ہوئے، عورتوں میں سے چار قتل ہوئیں اور دو کو معافی ملی، گیارہ مرد یہ ہیں:۔

عبدالعزیٰ بن خطل، عبداللہ بن ابوالسراح، عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ، ہُوَیرث بن نُقَیذ، مقیس بن صبابہ، ہبار بن اسود، کعب بن زہیر، وحشی، عبداللہ بن الزبعری شاعر، حارث بن طلاطلہ، اس میں خط کشیدہ سب مارے گئے، اور ایسی چھ عورتیں یہ ہیں، ہند بنت عتبہ زوجہ حضرت ابوسفیان، جگر خوار، قُرَیبہ۔ قرینا، یہ دونوں ابن خطل کی لونڈیاں تھیں، جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو گاتی تھیں، اَرْنَب۔ یہ بھی ابن خطل کی لونڈی تھی، سارہ، بنی مطلب یا عمرو بن ہشام کی باندی تھی، یہی وہ عورت ہے، جس کے ذریعہ حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریش کے پاس خط بھیجا تھا، ام سعد، ان میں سے قریبہ، ارنب، ام سعد قتل کی گئیں، اور سارہ کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ یہ بھی قتل ہوئی، اور یہ بھی روایت ہے کہ اسے بھی امان ملی، اور پھر مشرف باسلام ہوئی، بقیہ کو معافی مل گئی، ان سب کا جرم اور پھر قتل یا امان ملنے کی تفصیل کتب حدیث اور سیر میں

---

۱؎ ایضاً الجہاد، باب قتل الاسیر وقتل الصبر ص ۴۲۷، ثانی، المغازی، باب این رکز النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح ص ۶۱۴، اللباس، باب المغفر ص ۸۶۴، مسلم، الحج، ابوداؤد، ترمذی، الجہاد، نسائی، مناسک، ابن ماجہ الجہاد، دارمی، المناسک، الجہاد، مؤطا امام مالک الحج، مسند امام احمد ثالث ص ۱۰۹، ۲؎ مسلم اول، الحج، باب دخول مکۃ بغیر احرام ص ۴۳۹،

مذکور ہے، ابن خطل پہلے مسلمان ہو کر مدینہ طیبہ حاضر ہوا، اس کا نام عبد العزیٰ تھا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدل کر عبد اللہ رکھا، اس کا جرم یہ تھا کہ اسے ایک انصاری صحابی کے ساتھ زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا، اور ایک خادم بھی ساتھ کر دیا تھا، موقعہ پا کر انصاری کو قتل کر دیا، اور ایک منزل پر خادم سے کہا، کہ ایک بکرا ذبح کر کے کھانا تیار کر، ابن خطل سو گیا، اور خادم بھی سو گیا، جب ابن خطل جاگا، اور دیکھا کہ خادم نے کھانا نہیں تیار کیا ہے، تو اسے قتل کر دیا، اور اس ڈر سے کہ اگر مدینہ واپس جاؤں گا تو قصاص میں مارا جاؤں گا، مرتد ہو کر مکہ معظمہ چلا آیا، اور مشرکین سے کہا، تمہارا دین مجھ سے اچھا ہے، تیسرا جرم یہ تھا کہ اس کی لونڈیاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو گاتی تھیں[1]

یہ جان بچانے کے لیے کعبے کے پردوں میں چھپ گیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طواف کر رہے تھے، کہ حضرت ابو برزہ اسلمی یا سعید بن حویرث نے گوش گزار کیا، یا رسول اللہ! یہ ابن خطل کعبے کے پردوں میں چھپا ہوا ہے، ارشاد فرمایا، اس کو قتل کر دو، یہ سنتے ہی اسے کعبے کے پردوں سے گھسیٹ کر زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان قتل کر دیا گیا، اس کے قتل کی سعادت کسے حاصل ہوئی، اس بارے میں چار حضرات کا نام آتا ہے، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابو برزہ اسلمی، حضرت سعید بن حویرث، علماء نے تطبیق دینے کی بھی کوشش کی ہے،

**مطابقت باب** باب سے مطابقت یہ ہے کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احرام کی حالت میں ہوتے تو سر کھلا رہتا، سر پر خود نہ رہتا، حضرت امام شافعی وغیرہ نے اس حدیث سے اپنے مذہب پر استدلال کیا ہے، کہ مکہ معظمہ میں اگر کوئی حج وعمرہ کے علاوہ کسی اور کام سے جائے تو اس پر احرام واجب نہیں،

ہماری گذارش ہے کہ جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تھوڑی دیر کے لیے قتال کی اجازت ملی تھی، اسی طرح اس خاص موقع پر احرام کے بغیر مکہ معظمہ میں داخلے کی بھی اجازت تھی، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر معاذ اللہ مکہ معظمہ پر کسی ظاہری یا باطنی کافر یا مبتدع کی حکومت قائم ہو جائے اور جنگ کے بغیر مکہ معظمہ پر تطہیر کی کوئی اور صورت نہ ہو تو اس موقعہ پر اب بھی اجازت ہونی چاہئے کہ احرام کے بغیر مجاہدین مکے میں داخل ہوں، مگر اضطرار اور الجاء کی حالت ہے، اس سے استدلال کی حالت پر حکم لگانا درست نہیں،

## بَابُ إِذَا أَحْرَمَ جَاهِلًا وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ ص ۲۴۹،

لاعلمی میں کرتا پہنے ہوئے احرام باندھ لے،

## تشریحات ۳۲۷

امام بخاری نے یہاں بھی کوئی حکم واضح نہیں فرمایا، کہ اس پر فدیہ ہے یا نہیں، اور اس کے تحت حدیث ۱۷۱۲ لائے ہیں، جس میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جعرانہ میں تشریف فرما تھے، کہ ایک دیہاتی احرام باندھے ہوئے آئے، تو حضور نے انھیں حکم دیا کہ خوشبو تین بار دھو ڈال، اور جبہ اتار دے، اور عمرے میں بھی وہی کر جو حج میں کرتا ہے، اس حدیث میں یہ مذکور نہیں کہ انھیں فدیئے کا حکم دیا، اور نہ یہ مذکور ہے کہ فدیئے کا حکم نہیں دیا اس لیے اس سے باب کے کسی پہلو کا اثبات نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ حضرت امام بخاری نے حضرت امام عطا کا قول ذکر فرمایا، کہ

[1] عمدۃ القاری عاشر ص ۸ ـ ۲۰۷،

**ت ۳۲۷**

وَقَالَ عَطَاءٌ اِذَا تَطَيَّبَ اَوْ لَبِسَ جَاهِلًا اَوْ نَاسِيًا فَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ

لاعلمی کی وجہ سے یا بھول کر احرام کی حالت میں خوشبو مل لے، یا کپڑا پہن لے تو اس پر کفارہ نہیں،

**حدیث ۱۰۷۷**

حَدَّثَنَا عَطَاءٌ حَدَّثَنِيْ صَفْوَانُ بْنُ يَعْلٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ وَعَضَّ

صفوان بن یعلیٰ نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان کی، اور ایک شخص نے ایک شخص کے ہاتھ کو

رَجُلٌ يَدَ رَجُلٍ يَعْنِيْ فَانْتَزَعَ ثَنِيَّتَهُ فَاَبْطَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عه

دانت سے کاٹا، تو اس نے اس کے اگلے دانت کو کھینچ لیا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر کچھ واجب نہیں فرمایا،

## بَابُ الْحَجِّ وَالنَّذْرِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالرَّجُلُ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْاَةِ ص ۲۴۹

میت کی جانب سے حج اور میت کی منت پوری کرنا، اور مرد عورت کی طرف سے حج کرے،

**حدیث ۱۰۷۸**

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک خاتون

امْرَاَةً مِنْ جُهَيْنَةَ جَاءَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ اُمِّيْ نَذَرَتْ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور عرض کیا، میری ماں نے حج کرنے کے لیے منت مانی تھی،

اَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتّٰى مَاتَتْ اَفَاَحُجُّ عَنْهَا قَالَ حُجِّيْ عَنْهَا اَرَاَيْتِ لَوْ كَانَ عَلٰى اُمِّكِ

پوری کیے بغیر مرگئی، کیا میں اس کی طرف سے حج کروں، ارشاد فرمایا، اس کی طرف سے حج کر، بتا اگر تیری ماں پر قرض

دَيْنٌ اَكُنْتِ قَاضِيَةً اُقْضُوا اللّٰهَ فَاللّٰهُ اَحَقُّ بِالْوَفَاءِ عه

ہوتا، تو اسے ادا نہ کرتی، اللہ کا حق ادا کرو، اللہ کا حق پورا کرنے کا سب سے زیادہ حق دار ہے،

اس پر فدیہ نہیں،

ہمارے یہاں احرام کے ممنوعات کا ارتکاب کرنے پر بہر صورت فدیہ ہے، خواہ لاعلمی کی بنا پر کرے، یا بھول کر کرے اور شریعت کے اصول اسی کے مقتضی ہیں،

**تشریحات** ہم نے جو حصہ یہاں ذکر کیا ہے، وہ ایک علیحدہ حدیث ہے، اس کا باب سے کوئی علاقہ نہیں، اور نہ احرام سے ہے، مگر چونکہ یہاں اس سند میں دونوں حدیثیں ساتھ ساتھ مذکور ہیں، تو ہم نے اسے لکھنا ضروری جانا، اس کی پوری تفصیل کتاب الجہاد

عه الجهاد، باب الاجير ص ۴۱۷، الاجارات، باب لا اجير في الغزو ص ۳۰۱، ثانی، الديات، باب اذا عض رجل يد رجل ص ۱۰۱۸، مسلم، قسامة، ترمذی، الديات، نسائی، قسامة،

عه ثانی، الاعتصام باب من شبه اصلا معلوما باصل مبين ص ۱۰۸۸، نسائی الحج

میں یوں ہے،

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، کہ غزوۂ تبوک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوا، میں ایک جوان اونٹ پر سوار ہوا، اس غزوے میں شرکت میرے خیال میں میرے تمام اعمال سے زیادہ قابل وثوق ہے، میں نے ایک شخص کو اجرت پر رکھ لیا تھا، اس نے ایک شخص سے لڑائی کی، ان میں سے ایک نے دوسرے کے ہاتھ کو دانت سے کاٹا، اس نے اس کے منہ سے اپنا ہاتھ کھینچا، تو اس کا اگلا دانت اکھڑ گیا، یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور نے اسے ہدر کر دیا، اور فرمایا، کیا وہ اپنا ہاتھ تیرے منہ میں رکھے رہتا، کہ تو اسے یوں چبائے جیسے نر اونٹ چباتا ہے،

## تشریحات ۱۰۷۸

کتاب الایمان والنذور میں، امرأۃ، کے بجائے، رَجُلاً، ہے، اور اُمّی، کے بجائے اُختی، ہے، یعنی ایک صاحب نے دریافت کیا، کہ میری بہن نے حج کی منت مانی تھی اور مرگئی، الخ،

## مطابقت باب

یہاں باب کا دو جز ہے، اول، میت کی جانب سے حج کرنا، اور میت کی منت پوری کرنی، ثانی، مرد عورت کی طرف سے حج کرے،

حدیث کی پہلے جز کے ساتھ مطابقت تو ظاہر ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان خاتون کو متوفی ماں کی طرف سے حج کرنے کی بھی اجازت دی، اور اس کی منت پوری کرنے کی بھی، البتہ دوسرے جز کے ساتھ مطابقت ظاہر نہیں، محدث ابن بطال نے کہا، کہ جب عورت، عورت کی طرف سے حج کر سکتی ہے، تو مرد بدرجہ اولیٰ کر سکتا ہے،

ان کی مراد غالباً یہ ہے کہ مرد کا حج بہ نسبت عورت کے کامل ہے، کیونکہ عورت کو اگر ایام حج میں حیض آجائے تو وہ کوئی طواف نہیں کر سکتی، طواف قدوم اور طواف وداع ساقط ہے، اور اگر حیض ایام نحر میں ممتد رہا تو ان دنوں میں طواف زیارت بھی نہیں کر سکتی، طہارت کے بعد ایام نحر گزرنے پر کرے گی، اور ظاہر ہے، جب عورت مساوی درجہ میں رہتے ہوئے کر سکتی ہے، تو مرد جب کہ اس سے کامل ہے، تو بدرجہ اولیٰ کر سکتا ہے،

علامہ ابن حجر نے فرمایا، کہ کتاب النذور کی روایت میں ہے، کہ ایک مرد کو اپنی بہن کی طرف سے حج کی اجازت ملی، اس روایت سے مطابقت ہوتی ہے، یعنی اس حدیث کے ایک طریقے سے پہلے جز کو اور دوسرے طریقے کو دوسرے جز سے مطابقت ہے، اس پر علامہ عینی نے حسب عادت تعقب فرمایا، کہ باب کو اس حدیث سے مطابقت ہونی چاہیئے، جو اس کے ضمن میں مذکور ہے، دوسرے باب میں مذکور حدیث سے مطابقت ہو بھی تو کیا مفید، لیکن یہ تعقب اس وقت صحیح ہوتا، جب کہ امام بخاری نے یہیں ایسا کیا ہوتا، کتنے ابواب ایسے ہیں، کہ باب کے تحت جو حدیث لائے ہیں، اس سے مطابقت نہیں ہوتی، مگر وہی حدیث دوسرے ابواب میں دوسرے طریقے سے جن الفاظ کے ساتھ مروی ہے، ان سے مطابقت ہوتی ہے، مثلاً کتاب العلم ص ۱۸ میں باب قائم فرمایا، ایسی حالت میں فتویٰ پوچھنا کہ عالم یا امام جانور پر سوار ہو اور وہ کھڑا ہو،

## بَابُ حَجِّ الصِّبْيَانِ ص ۲۵۰

بچوں کا حج،

**حدیث ۱۰۷۹** اَخْبَرَنِیْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، میں اپنی گدھی پر سوار

اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اَقْبَلْتُ وَقَدْ نَاهَزْتُ

ہو کر سامنے سے آیا، میں اس وقت بالغ ہونے کے قریب تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

الْحُلُمَ اَسِيْرُ عَلٰی اَتَانٍ لِّیْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُّصَلِّیْ بِمِنًی

منیٰ میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، میں صف اول کے بعض حصوں کے آگے سے گزرا، پھر سواری سے اترا،

حَتّٰی سِرْتُ بَيْنَ يَدَیْ بَعْضِ الصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ نَزَلْتُ عَنْهَا فَرَتَعَتْ فَصَفَفْتُ

وہ چرنے لگی، میں لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

مَعَ النَّاسِ وَرَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ

پیچھے صف میں شامل ہو گیا، اور یہ منیٰ میں

بِمِنًی فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ ؏

حجۃ الوداع میں ہوا تھا۔

اس کے ضمن میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ وہ حدیث لائے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں (ایک جگہ) منیٰ میں رکے تاکہ لوگ پوچھیں، اس میں دابہ ناقہ کا لفظ نہیں، مگر یہی حدیث المناسک[1] میں ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ناقہ پر سوار ہونے کی حالت میں ٹھہرے، یہی طرز یہاں بھی ہے، اقول وباللہ التوفیق، ان پُر پیچ راستوں سے ہٹ کر مطابقت [illegible] یہ ہے، کہ ہم مقدمہ میں بتا آئے کہ حضرت امام بخاری کبھی کبھی حدیث سے بطریق لزوم دلالۃ النص یا اقتضاء النص سے جو مسئلہ ثابت ہوتا ہے، اس کے مطابق باب قائم فرماتے ہیں، یہاں بطور لزوم بطریق اقتضاء النص یہ ثابت ہوا کہ ایک شخص دوسرے کی طرف سے حج کر سکتا ہے، جب کہ دوسرا اس پر قادر نہ ہو، اس میں اتحاد نوع کی قید لگانی بلا دلیل ہے، اس لیے یہ اپنے اطلاق پر رہے گا، اور اطلاق کا مقتضی یہ ہے کہ جیسے عورت، عورت کی طرف سے حج کر سکتی ہے، مرد کی طرف سے بھی کر سکتی ہے، اور اسی طرح مرد عورت کی طرف سے بھی حج کر سکتا ہے، اور [illegible] طرف سے۔

---

ع کتاب العلم، باب متی یصح سماع الصغیر ص ۱۷، الصلوٰۃ باب سترۃ الامام سترۃ من خلفہ ص ۷۱، ثانی، المغازی، باب حجۃ الوداع ص ۶۳۳، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، الصلوٰۃ، [1] باب الفتیا علی الدابۃ عند الجمرۃ،

**حدیث ۱۰۸۰** عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ حُجَّ بِیْ مَعَ

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِیْنَ، عہ۔

مجھے حج کرایا گیا، اور میں سات سال کا تھا،

**حج بدل** اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص معذور ہے کہ خود حج نہیں کر سکتا، تو اس کی طرف سے دوسرا شخص حج بدل کر سکتا ہے، خواہ اس دوسرے پر حج فرض ہوا ہو خواہ نہ ہوا ہو، اسی طرح میت کی جانب سے بھی حج بدل کر سکتا ہے، خواہ میت پر حج فرض ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، فرض ہونے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اس کو استطاعت تھی، مگر سستی یا کسی وجہ سے حج نہ کر سکا، دوسرے یہ کہ اس نے حج کرنے کی منت مانی تھی، مگر پوری کرنے سے پہلے مر گیا، دونوں صورتوں میں اس کی طرف سے حج بدل ہو سکتا ہے، بہتر یہ ہے کہ حج بدل کے لیے ایسے شخص کو بھیجا جائے، جو حج فرض ادا کر چکا ہو، ایسے شخص کو حج بدل کے لیے بھیجنا جس کے ذمے حج فرض ہو، مکروہ ہے۔ آمر کے لیے تنزیہی اور حج کرنے والے کے لیے مکروہ تحریمی اور گناہ۔[1]

لیکن بہتر یہ ہے کہ اس سے حج بدل نہ کرائے، جس کے ذمے حج فرض ہو، علماء نے اسے ممنوع لکھا ہے، اگرچہ صحیح اور مختار یہ ہے کہ ممنوع نہیں، مگر اختلاف علماء سے بچنا افضل ہے، دونوں صورتوں میں حج بدل ہو جائے گا، حج بدل کے شرائط اور تفصیلی احکام فتاویٰ رضویہ جلد چہارم اور بہار شریعت حصہ ششم میں ملاحظہ کریں،

**تشریحات ۱۰۷۹** یہ حدیث جلد ثانی کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے، یہاں صرف اس وجہ سے لکھا کہ اخیر میں جو تعلیق ہے، اس میں یہ تصریح ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع میں ہوا تھا، اگرچہ اصل حدیث سے یہ خود ظاہر ہے۔ اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد ہجرت صرف ایک ہی حج فرمایا، اور اسی میں حضرت ابن عباس کی شرکت ممکن ہے، کیونکہ قبل ہجرت جو حج فرمایا، اس میں حضرت ابن عباس ابھی گود میں تھے، اس لیے کہ ان کی ولادت ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب میں ہوئی تھی، مگر یہاں تعلیق میں تصریح ہے، اس لیے اس کو ذکر کیا، اس تعلیق کو خود امام بخاری نے مغازی میں سند متصل کے ذکر فرمایا ہے،

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا، کہ نابالغ بچوں کا حج صحیح ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کا سترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہے، کیونکہ کتاب العلم اور کتاب الصلوٰۃ کی روایت میں یہ زائد ہے کہ کسی نے اس پر مجھے کچھ نہیں کہا،

**تشریحات ۱۰۸۰/۸۱** **یقول**، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہا، مذکور نہیں اور نہ یہ مذکور ہے کہ انھوں نے کیا جواب دیا، **وکان السائب الخ** اس حدیث کے راوی حمید بن عبد الرحمٰن کا مقولہ ہے،

---

عہ ترمذی، الحج، [1] رد المحتار ثانی ص ۲۴۱، نعمانیہ۔

**حدیث ۱۰۸۱** سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَقُولُ لِلسَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ وَكَانَ

خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز، حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

السَّائِبُ قَدْ حُجَّ بِهِ فِي ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

فرماتے تھے، اور انھیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامان کے ساتھ حج کرایا گیا تھا،

## باب حج النساء ص ۲۵۰

عورتوں کا حج،

**حدیث ۱۰۸۲** حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ

ابراہیم بن حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے کہا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے

أَذِنَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِأَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ

آخری حج میں ازواج مطہرات کو حج کی اجازت دی اور ان کے ساتھ حضرت عثمان بن عفان اور

حَجَّةٍ حَجَّهَا فَبَعَثَ مَعَهُنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھیجا،

**حُجَّ بِهِ،** ترمذی میں ہے کہ میرے والد نے مجھے حج کرایا تھا، اور امام ابن سعد نے روایت کی، کہ میری ماں نے، تطبیق یہ ہے کہ دونوں لے گئے تھے،

**فِي ثَقَلِ** اس سے مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ جو چھوٹے بچے تھے اور وہ سامان کے ساتھ رہتے تھے، یہ بھی انھیں میں تھے،

**بچوں کا حج** نابالغ بچہ کتنا ہی چھوٹا ہو اس کا حج صحیح ہے، اگر سمجھ والا ہو تو خود احرام باندھے اور تلبیہ پڑھے، اور اگر ناسمجھ ہو تو اس کا ولی اس کی طرف سے تلبیہ پڑھے، اور اس کے سلے ہوئے کپڑے اتار کر احرام کا کپڑا پہنائے، مگر نابالغ کا حج، حج فرض کے قائم مقام نہ ہوگا، بعد بلوغ اگر اس پر حج فرض ہو جائے، تو پھر کرنا پڑے گا، امام مسلمؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، کہ روحا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ سواروں سے ملاقات کی تو پوچھا، تم لوگ کون ہو، انھوں نے عرض کیا، ہم لوگ مسلمان ہیں، پھر انھوں نے پوچھا، آپ کون ہیں، فرمایا، میں رسول اللہ ہوں، اب ایک عورت نے ایک بچے کو اٹھا کر پوچھا، کیا اس کے لیے حج ہے؟ فرمایا، ہاں ہے، اور تیرے لیے اجر ہے، ترمذیؒ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی کے مثل مروی ہے، توضیحؒ میں ہے، کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ان ذریات کی

---

۱ اول، الحج، باب صحة حج الصبی ص ۴۳۱، ۲ اول، الحج، باب حج الصبی ص ۱۱۲، ۳ عمدۃ القاری عاشر ص ۲۱۸،

طرف سے حج کرو، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زبیر کے ایک بچے کو کپڑے میں لپیٹ کر حج کرایا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بچوں کے سلے ہوئے کپڑے اتار دیتے اور مواقف میں وقوف کراتے، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ایسا ہی کرتی تھیں،

## تشریحات ۱۰۸۲

**حدثنا**، ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، اس حدیث کے راوی ہیں، امام بخاری نے عن ابیہ عن جدہ، فرمایا، ابیہ کی ضمیر کا مرجع تو طے ہے کہ، ابراہیم بن سعد ہیں، جدہ، کے مرجع میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ، ابیہ، کی طرف لوٹے، دوسرے یہ کہ ابراہیم بن سعد کی طرف لوٹے، پہلی تقدیر پر معنی یہ ہوں گے، کہ ابراہیم بن سعد نے اپنے باپ (سعد) سے اور سعد اپنے دادا حضرت عبد الرحمٰن بن عوف سے راوی ہیں، اس کی تائید امام واقدی کی روایت سے ہوتی ہے، جس میں، عن جدہ، کے بعد، عبد الرحمٰن بن عوف مذکور ہے، اور ابتدائی الفاظ یہ ہیں، ارسلنی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دوسرے تقدیر پر معنی یہ ہوں گے، کہ سعد بن ابراہیم، ابراہیم بن سعد کے دادا، یعنی اپنے والد ابراہیم بن حضرت عبد الرحمٰن بن عوف سے روایت کرتے ہیں، علامہ ابن حجر نے اسے ظاہر بتایا،

**اقول** پہلی وجہ کی ترجیح دو وجہ سے ہے، اول قرب مرجع، ثانی روایت سے اس کی تائید، اور ثانی کی ترجیح اس بنا پر ہوگی، کہ انتشار مرجع نہ لازم آئے اور دونوں ضمیروں کے مرجع متحد ہوں،

## ازواج مطہرات کا حج

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ازواج مطہرات کو حج کرنے سے روک دیا تھا، تمام ازواج مطہرات نے حجۃ الوداع کے موقع پر حج کر لیا تھا، احرام کی حالت میں عورت کو چہرہ کھولے رکھنا واجب ہے، چھپانا منع ہے، پھر بھیڑ بھی ہوتی ہے، طواف میں مردوں کے ساتھ اختلاط اور جسموں کے مس ہونے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے، اس لیے ازواج مطہرات کے تقدس و عظمت کا لحاظ فرماتے ہوئے ان سے درخواست کی تھی کہ وہ حج کو نہ جائیں، لیکن بعد میں یہ احساس ہوا کہ حج جیسی عظیم عبادت سے انھیں محروم رکھنا مناسب نہیں، تو اجازت دیدی، اور ان کے ساتھ حضرت عثمان اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جیسے مرتاض و معتمد کو کر دیا، کہ وہ انھیں ان کی عظمت و تقدس کو ملحوظ رکھتے ہوئے حج کرالائیں،

ان دونوں حضرات نے اس کا پورا پورا لحاظ فرمایا، عوام میں منادی کرادی کہ کوئی ان پر دگنان حرم کے قریب نہ جائے، اور کوئی ان کی طرف آنکھ اٹھائے، ان کی قیام گاہ الگ رکھتے، یہ لوگ علیحدہ ٹھہرتے، یہ حضرات بھی ان میں سے کسی کے پاس نہیں بیٹھتے[1]

## ایک شبہہ کا ازالہ

کسی بھی عورت کو مدت مسافرت کا سفر شوہر اور محرم کے بغیر جائز نہیں، احادیث اس بارے میں متعدد ہیں، اور ان دونوں حضرات میں سے کوئی بھی ازواج مطہرات کا محرم نہیں تھا، جواب یہ ہے کہ بنص قرآنی ازواج مطہرات تمام مومنین کی مائیں ہیں، ارشاد ہے،

وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ، (احزاب ۶) نبی کی بیبیاں مومنین کی مائیں ہیں،

کسی سے ان کا نکاح صحیح نہیں، اس لیے یہ دونوں حضرات ازواج مطہرات کے محرم ہوئے، کیونکہ محرم کی تعریف یہی ہے،

---

[1] عمدۃ القاری عاشر ص ۲۰، ۲۱۹ بحوالہ بیہقی،

**حدیث ۱۰۸۳**

عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَلَا أَدَعُ الْحَجَّ بَعْدَ إِذْ

عائشہ بنت طلحہ سے روایت ہے، اس پر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے

سَمِعْتُ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سننے کے بعد میں حج نہیں چھوڑوں گی،

**حدیث ۱۰۸۴**

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ وَلَا يَدْخُلُ عَلَيْهَا رَجُلٌ إِلَّا وَ

عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے، اور اس کے پاس کوئی نہ جائے۔ مگر اس وقت جب کہ اس کے ساتھ محرم ہو،

مَعَهَا مَحْرَمٌ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي أُرِيْدُ أَنْ أَخْرُجَ فِي جَيْشِ كَذَا وَكَذَا

اس پر ایک صاحب نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ میں فلاں فلاں لشکر میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں،

وَامْرَأَتِي تُرِيْدُ الْحَجَّ فَقَالَ اخْرُجْ مَعَهَا۔ عہ

اور میری بیوی حج کا، تو فرمایا۔ اس کے ساتھ جا،

کر جس سے کسی حرمت کے موجب سبب مباح کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ نکاح حرام ہو،

**لطیفہ** حکام رازی نے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا، کیا عورت بغیر محرم کے سفر کر سکتی ہے، فرمایا نہیں۔ کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ کوئی عورت شوہر یا محرم کے بغیر تین دن یا اس سے زیادہ کا سفر نہ کرے، اب حکام رازی نے محمد بن عبید اللہ عزامی سے پوچھا، تو انھوں نے کہا کوئی حرج نہیں، ام المومنین حضرت عائشہ بغیر محرم کے سفر کرتی تھیں، اب حکام رازی نے حضرت امام کی خدمت میں یہ پیش کیا، تو فرمایا، عزامی کو یہ معلوم نہیں کہ ہر مسلمان حضرت ام المومنین کا محرم ہے، جس کے ساتھ چاہیں سفر کریں،

**تشریح ۱۰۸۳** کتاب المناسک میں گذری ہوئی حدیث ۱۰۸۳ کا یہ تتمہ ہے، جس کا مضمون یہ ہے، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہ، حضور کے ساتھ رہ کر ہم بھی غزوہ اور جہاد نہ کریں، فرمایا، تم عورتوں کے لیے سب سے اچھا اور عمدہ جہاد حج ہے، حج مبرور،

**تشریحات ۱۰۸۴** کتاب الجہاد اور نکاح میں یہ ہے، کہ ان صاحب نے یہ عرض کیا تھا، کہ فلاں فلاں غزوے میں میرا نام لکھ دیا گیا ہے، اور اخیر میں ہے، کہ جا اپنی بیوی کے ساتھ حج کر،

عہ الجہاد، باب من اکتتب فی جیش فخرجت امرأتہ حاجۃ ص ۴۲۱، ثانی، النکاح باب لا یخلون رجل بامرأۃ الا ذو محرم ص ۷۸۷، مسلم، الحج، نسائی، الایمان والنذور،

## بَابُ مَنْ نَذَرَ الْمَشْيَ اِلَى الْكَعْبَةِ ص۲۵۱

جس نے پیدل کعبے جانے کی منت مانی،

**حدیث ۱۰۸۵**

عَنْ اَنَسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى شَيْخًا يُّهَادٰى بَيْنَ ابْنَيْهِ قَالَ مَا بَالُ هٰذَا قَالَ نَذَرَ اَنْ يَّمْشِيَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَنْ تَعْذِيْبِ هٰذَا نَفْسَهٗ لَغَنِيٌّ وَّاَمَرَهٗ اَنْ يَّرْكَبَ ۔ع۲

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ اپنے دو بیٹوں کے سہارے ان کے درمیان چل رہا ہے، فرمایا، اس کا کیا حال ہے، عرض کیا، اس نے منت مانی ہے کہ پیدل چلے گا، فرمایا، اللہ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنے آپ کو عذاب دے اور اسے حکم دیا کہ سوار ہو جائے،

کتاب النکاح میں سفر کی ممانعت والا حصہ نہیں، اس حدیث میں مطلقاً سفر کی ممانعت ہے، مگر تقصیر الصلوٰۃ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں تین دن کی مسافت کی قید ہے، نزہۃ القاری جلد ثالث ص ۴۶۰ تا ۴۶۲ پر ہم نے ثابت کیا ہے، کہ یہ مسافت بانوے ۹۲ کلومیٹر ہے، یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حج کا بھی سفر محرم یا شوہر کے بغیر عورت کو جائز نہیں، اگر جائے گی تو شوہر یا محرم کے بغیر سفر کرنے کی وجہ سے گنہ گار ہوگی، مگر حج ہو جائے گا،

**تشریحات ۱۰۸۵**

اس حدیث کی سند یہ ہے، حدثنا ابن سلام قال اخبرنا الفزاری عن حمید الطویل قال حدثنی ثابت عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اس میں، الفزاری، آیا ہے، فزاری دو ہیں، ابو اسحٰق فزاری، اور مروان بن معاویہ فزاری، ابن حزم نے کہا، کہ دونوں امام اور ثقہ ہیں، دونوں مراد ہو سکتے ہیں، مگر صحیح یہ ہے کہ مروان بن معاویہ ہیں، جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے، اور اصحاب اطراف اور مستخرجات مثلاً خلف، ابو نعیم اور طرفی وغیرہ نے ذکر کیا ہے، حمید الطویل اور حضرت انس کے مابین ثابت بنانی ہیں، لیکن امام ترمذی اور نسائی نے بعض ایسے طرق سے روایت کیا ہے، جس میں حمید الطویل نے براہ راست حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حدیث روایت کی ہے، اس بارے میں فیصلہ کن بات یہ ہے، کہ حمید الطویل کی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اکثر روایتیں بواسطہ ہیں مگر کچھ روایتیں بلا واسطہ بھی ہیں خود امام بخاری نے ایسی روایتیں ذکر کی ہیں، حمید الطویل کا سماع براہ راست حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے،

**احکام**

جس نے منت مانی کہ پیدل حج کرے گا، اور پیدل چلنے سے عاجز ہو گیا، تو وہ سواری پر حج کے لیے جائے، اب اس پر کفارہ ہے یا نہیں، اصحاب ظواہر نے اس حدیث اور اس کے بعد والی حدیث کے ظاہر کو سامنے رکھ کر کہا کہ اس پر کوئی کفارہ نہیں،

---

ع۲ ثانی، الایمان والنذور، باب النذور فیما لا یملک وفی معصیۃ ص ۹۹۱ مسلم، النذور، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، الایمان والنذور، ۱۲ بخاری اول۔ تقصیر الصلوٰۃ ص ۱۴۷،

## حدیث ۱۰۸۶

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ نَذَرَتْ اُخْتِیْ اَنْ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میری بہن نے بیت اللہ پیدل جانے کی منت

تَمْشِیَ اِلٰی بَیْتِ اللّٰہِ وَاَمَرَتْنِیْ اَنْ اَسْتَفْتِیَ لَہَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

مانی، اور مجھ سے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کرو، میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

فَاسْتَفْتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِتَمْشِ وَلْتَرْکَبْ، عہ

دریافت کیا، تو فرمایا، کہ چلے بھی اور سوار بھی ہو،

مگر امام اعظم اور امام شافعی نے فرمایا، کہ اگر عاجز ہونے کی وجہ سے سوار ہوا تو بھی اس پر کفارہ ہے، ایک بکری کی حرم میں قربانی کرے، امام اعظم نے فرمایا، اگر عاجز نہیں اور سوار ہوا تو بھی اس پر دم ہے، اور دونوں صورتوں میں قسم توڑنے کا کفارہ بھی، ان حضرات کی دلیل حضرت علی و ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ ارشاد ہے، کہ فرمایا جس نے بیت اللہ پیدل جانے کی منت مانی، اور اس سے عاجز ہو گیا، تو جتنا پیدل چل سکے چلے، اور جب عاجز آجائے تو سوار ہو اور بکری کی قربانی دے،

نیز حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، فلترکب ولیھد بدنۃ، اور ایک روایت میں ہے، ولتھد ھدیاً، اور ایک روایت میں ہے، ولتصم ثلاثۃ ایام، اور تین روزے رکھے، یہ روزے قسم توڑنے کا کفارہ ہے،

## تشریح ۱۰۸۶

حضرت عقبہ بن عامر کی ان ہمشیرہ کا نام ام حبان بنت عامر الانصاریہ تھا، ہو سکتا ہے، ان کی ماں انصاریہ رہی ہوں گی، اس لیے ان کو انصاریہ کہا گیا، امام احمد اور اصحاب سنن کی روایت میں ہے، کہ یہ بھی منت تھی کہ ننگے پاؤں، ننگے سر جائے گی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ اوڑھنی اوڑھے اور سوار ہو، طبرانی کی روایت میں ہے کہ بھاری بدن کی تھیں، پیدل چلنا دشوار تھا، ابو داؤد میں ایک روایت میں ہے، فلتختم ولترکب ولتصم ثلاثۃ ایام، دوسری روایت میں ہے، فلتمش راکبۃ ولتکفر یمینھا، ایک اور روایت میں ہے، ان ترکب وتھدی بدنۃ، ان سب روایتوں پر نظر ڈالنے سے ثابت ہو گیا، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام حبان کو قسم کے کفارے کا بھی حکم دیا، اور دم کا بھی،

### مولانا انور صاحب پر تعقب

فیض الباری ثالث ص ۱۴۱ پر اس مسئلہ کے تحت ہے،

وذکر الطحاوی ان علیہ الھدی لترک المشی و الکفارۃ للحنث واستدل علیہ بالروایۃ ولم یذکر غیرہ

اور طحاوی نے ذکر کیا کہ اس پر نہ چلنے کی وجہ سے ہدی ہے اور قسم توڑنے کی وجہ سے کفارہ، اور اس پر روایت سے استدلال کیا، مگر اسے انکے علاوہ اور

اقول۔ اتنی اونچی دوکان سے ایسا پکوان، ابھی ہم بتا آئے کہ ہدی اور کفارے دونوں کی حدیثیں حضرت امام طحاوی کے علاوہ امام الکل نے اپنی مسند میں اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں ذکر کی ہیں، سمجھ میں نہیں آتا کہ شاہ صاحب موصوف کا یہ ارشاد کس کھاتے میں درج کیا جائے، غیر مقلدیت کی حمایت کے یا حقیقت کے ساتھ نادان دوستی کے،

---

عہ مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، الایمان والنذور، ابن ماجہ، کفارات، دارمی، نذور، مسند امام احمد رابع ص ۱۵۲،

۱ مسند امام احمد اول ص ۲۳۹، ۲۵۲، ۲ مسند امام احمد رابع ص ۱۴۵، شرح معانی الآثار ثانی کتاب الایمان والنذور باب الرجل یجب علی نفسہ المشی الی بیت اللہ ص ۷۵۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، فضائل المدینۃ

## باب حرم المدینۃ، ص ۲۵۱

مدینہ کا حرم ہونا،

مدینہ کے لغوی معنی بڑی آبادی کے ہیں، جسے اردو میں شہر کہا جاتا ہے، لیکن جب مطلق بولا جاتا ہے، تو اس سے مدینۃ الرسول مراد ہوتا ہے، جیسے مطلق البیت سے کعبہ اور انجم سے ثریا، مدینہ طیبہ کا نام پہلے یثرب تھا، قرآن مجید میں منافقین کا قول منقول ہے،

یٰاَھْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَکُمْ فَارْجِعُوْا (احزاب ۱۳) اے یثرب والو، یہ تمہارے ٹھہرنے کا موقع نہیں چلو لوٹ چلو۔

یثرب حقیقت میں اس میدان کا نام ہے، جس کے ایک حصے میں مدینہ طیبہ آباد ہے، ابو عبید بکری نے کہا، کہ ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے اولاد میں یثرب بن قانیہ کوئی گزرا ہے، جو سب سے پہلے یہاں آباد ہوا تھا، اس کے نام پر ہے، ہشام کلبی نے کہا، جب قوم عاد کو اللہ عزوجل نے ہلاک کر دیا، اور وہ منتشر ہو گئے، تو کچھ مکہ معظمہ میں آئے، کچھ طائف میں آئے، اور یثرب میں نذیل بن ارم مدینہ طیبہ آکر بسا اسی کے نام پر اسے یثرب کہا جانے لگا، پھر یہ لوگ تباہ و برباد ہو گئے۔

تبع اکبر کا جب اس سرزمین پر گزر ہوا، اور اسے یہ بشارت دی گئی کہ یہاں نبی آخر الزماں ہجرت کر کے تشریف لائیں گے، تو وہاں اترا، اور وادی قناۃ میں ایک کنواں کھدوایا، جو علامہ عینی کے عہد تک "بیر ملک" کے نام سے مشہور تھا، اس نے اسے بسایا، اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ مکان جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیام پذیر تھے، بنوایا، اور حضور کے نام ایک عریضہ بھی لکھا، اس وقت سے یہ شہر آباد رہا، پھر سد مآرب کی بربادی کے بعد اوس و خزرج یہاں آکر بس گئے، جن کی اولاد کی قسمت میں انصار ہونا لکھا تھا،

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدل کر اس کا نام طیبہ طابہ رکھا، اس لیے کہ یثرب کے معنی فساد کے ہیں، امام احمد اپنی مسند میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو مدینہ کو یثرب کہے، وہ اللہ سے استغفار کرے، یہ طابہ ہے، یہ طابہ، نیز امام احمد نے اپنی مسند اور امام مسلم[1] نے اپنی صحیح میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اللہ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے، خطیب نے اپنی تاریخ میں انہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے، کہ میں مدینہ کا نام طیبہ رکھوں اصحاب سنن اربعہ اور شیخین[2] نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے اسی بستی میں ہجرت کا حکم ہوا ہے، جو تمام بستیوں کو کھا جائے گی، یثرب، اور وہ مدینہ ہے،

علامہ[3] عبد الرؤف مناوی نے پہلی حدیث کی شرح میں فرمایا،

لما وقع فیہ من الاثم لان الیثرب الفساد ولا یلیق بھا ذالک فتسمیتھا بذالک حرام

کیونکہ مدینہ کو یثرب کہنے میں گناہ ہے، اس لیے کہ یثرب فساد کو کہتے ہیں اور یہ مدینہ کے لائق نہیں، لہذا اسے یثرب

---

[1] اول، الحج، باب المدینۃ تنفی خبثھا ص ۴۴۵، [2] بخاری اول، فضائل المدینۃ ص ۲۵۲، مسلم، اول، الحج باب المدینۃ تنفی خبثھا ص ۴۴۴، [3] مراج منیر شرح جامع صغیر جلد ثالث ص ۳۳۸،

لان الاستغفار انما هو عن خطیئة اھ وقال الشیخ تسمیتها بذلك مکروه تنزیها،

کہنا حرام ہے، کیونکہ استغفار گناہ ہی پر ہے، اور شیخ نے فرمایا، اسے یثرب کہنا مکروہ تنزیہی ہے

لسان العرب[1] میں ہے:۔

وروی[2] عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه نهی ان یقال للمدینة یثرب وسماها طیبة کانه کره الثرب لانه فساد فی کلام العرب، قال ابن الاثیر، یثرب اسم مدینة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدیمة فغیرها وسماها طیبة وطابة کراهیة التثریب وهو اللوم والتعییر،

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضور نے مدینے کو یثرب کہنے سے منع فرمایا، اور اس کا نام طیبہ رکھا، حضور نے اسے ناپسند فرمایا، کیونکہ کلام عرب میں ثُرْبٌ کے معنی فساد کے ہیں، اور ابن اثیر نے کہا، یثرب مدینۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پرانا نام ہے، حضور نے بدل کر "طیبہ" اور "طابہ" رکھا، یثرب کو ناپسند فرمایا جس کے معنی ملامت کرنا اور عار دلانا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برے نام یعنی جن کے معنی برے ہوں ناپسند فرماتے اور اسے بدل کر اچھے نام رکھتے تھے،

**مدینہ حرم ہے،**

ہمارے یہاں مدینہ طیبہ اس معنی کر حرم نہیں کہ اس کے جانوروں کے شکار کرنے اس کے درختوں کے کاٹنے گھاس صاف کرنے پر دم واجب ہو، جن احادیث میں ایسا حکم وارد ہے، وہ مؤل ہیں، مراد یہ ہے، کہ مدینہ طیبہ کی زیب وزینت باقی رکھنے کے لیے فرمایا، کہ اس کے درخت نہ کاٹے جائیں، میدان صاف نہ کئے جائیں۔

**ہمارے دلائل**

امام بخاری[3] نے، امام مسلم[4] نے اپنی صحیح میں، امام ابوداؤد[5] اور امام نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ میں، امام ابن ماجہ[6] اپنی سنن میں، امام بزار نے اپنی مسند میں، امام ابوجعفر طحاوی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں کہ ام سلیم کے ایک دودھ پیتے صاحبزادے تھے، جن کو ابوعمیر کہا جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن سے خوش طبعی اور ہنسانے والی باتیں کرتے تھے، اور ان کی ایک چھوٹی چڑیا تھی، جس کو نُغَیر کہتے تھے، ایک بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کے پاس گئے تو دیکھا کہ ابوعمیر مغموم ہیں، دریافت فرمایا، ابوعمیر کا کیا حال ہے، لوگوں نے عرض کیا، اس کی نُغَیر مرگئی ہے، اب حضور نے فرمایا، اے ابوعمیر نُغَیر کیا ہوئی،

اگر مدینہ طیبہ کے جنگلی جانوروں کا شکار ممنوع ہوتا، تو حضرت ابوطلحہ کے گھر یہ چڑیا کیسے رہ پاتی، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے پسند فرماتے،

---

[1] جلد اول ص ۲۳۵، [2] عمدۃ القاری عاشر ص ۲۳۵، بحوالہ عمر بن شیبہ عن ابی ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
[3] ثانی، الادب، باب الانبساط الی الناس ص ۹۰۵، باب الکنیۃ للصبی ص ۹۱۵، [4] ثانی، الادب، باب کنیۃ من لم یولد ص ۲۱۰، [5] ثانی، الادب، باب الرجل یتکنی ولیس له ولد ص ۳۲۳، [6] الادب، باب الرجل یتکنی قبل ان یولد له ص ۲۷۳،

**حدیث ۱۰۸۷** عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا، کہ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمَدِیْنَةُ حَرَمٌ مِّنْ كَذَا اِلٰی كَذَا لَا یُقْطَعُ شَجَرُهَا وَلَا یُحْدَثُ فِیْهَا حَدَثٌ

فرمایا، مدینہ یہاں سے وہاں تک حرم ہے، اس کا درخت نہ کاٹا جائے، اور اس میں کوئی بدعت پیدا نہ کی جائے، جو

مَنْ اَحْدَثَ فِیْهَا حَدَثًا فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ [1]

اس میں کوئی بدعت پیدا کرے گا، تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہے۔

نیز امام احمدؒ نے اپنی مسند میں اور امام طحاوی نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے، کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل کا ایک وحشی جانور تھا، جب حضور باہر تشریف لے جاتے، کھیلتا، دوڑتا، آگے آتا، پیچھے جاتا، اور جب یہ جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اندر آگئے ہیں، تو چپ چاپ گھٹنے توڑ کر بیٹھ جاتا، کہ کہیں حضور کو اذیت نہ ہو۔

اگر مدینے کے حرم ہونے کا وہ مطلب ہوتا جو مکہ معظمہ کے حرم ہونے کا ہے، تو یہ کیسے جائز ہوتا کہ ایک جنگلی جانور کو اس طرح رکھا جاتا، کہ اسے اندر کر کے دروازہ بند کر لیا جاتا۔

**تشریحات ۱۰۸۷** من احدث، کتاب الاعتصام کی روایت میں ہے من آوی محدثا، حدث کے معنی نئی بات نئی چیز ایجاد کرنے کے ہیں، اور یہاں وہ نئی چیز ایجاد کرنا مراد ہے، جو کتاب وسنت کے مخالف ہو علامہ عینیؒ نے فرمایا،

ای لا یعمل فیها عمل مخالف للکتاب والسنة۔ یعنی اس میں کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو کتاب اور سنت کے مخالف ہو۔

کتاب وسنت کے مخالف ہونے کا صاف وصریح مطلب یہ ہے کہ ایک حکم کتاب وسنت میں مذکور ہے، اسے چھوڑ کر اس کی ضد پر عمل کیا جائے، جیسے اذان خطبہ، عہد رسالت اور صحابہ میں مسجد کے باہر ہوتی تھی، اس کو مسجد کے اندر دلانا، اور اگر کوئی چیز قرآن و حدیث میں مذکور نہ ہو، اسے کرنا، قرآن وحدیث کے مخالف پر عمل کرنا نہیں، مخالفت دو متقابل چیزوں کو چاہتی ہے، جب قرآن وحدیث میں اس کے بارے میں کچھ مذکور ہی نہیں، تو وہ قرآن وحدیث کے مخالف کبھی نہیں ہوگی، اسی لیے حدیث صحیح میں فرمایا،

من سَنَّ فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها بعده من غیر ان ینقص من اجورهم

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا، اسے ایجاد کرنے کا ثواب ہوگا، اور اس کے بعد جتنے لوگ عمل کریں گے سب کے برابر اسے ثواب ملے گا بغیر اس کے کہ

---

[1] ثانی، الاعتصام، باب اثم من آوی محدثا ص ۱۰۸۶، مسلم، [2] مسند جلد سادس ص ۱۱۲،
[3] عمدۃ القاری عاشر ص ۱۲۸،

**حدیث ۱۰۸۸** عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میری

وَسَلَّمَ قَالَ حَرَّمَ مَا بَیْنَ لَابَتَیِ الْمَدِیْنَۃِ عَلٰی لِسَانِیْ قَالَ وَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

زبان پر مدینے کے دونوں سنگستانوں کے درمیان کا حصہ حرم بنا دیا گیا، حضرت ابو ہریرہ نے کہا، نبی صلی اللہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَنِیْ حَارِثَۃَ فَقَالَ اَرَاکُمْ یَا بَنِیْ حَارِثَۃَ قَدْ خَرَجْتُمْ مِنَ الْحَرَمِ ثُمَّ الْتَفَتَ

تعالیٰ علیہ وسلم بنی حارثہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ حرم سے باہر ہو، پھر حضور نے ان کے

فَقَالَ بَلْ اَنْتُمْ فِیْہِ، عہ

جائے وقوع کو غور سے دیکھا تو فرمایا، نہیں، تم لوگ حرم کے اندر ہو،

شئ، لہ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے،

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بہت سے ایسے اچھے اعمال ہیں، جو قرآن و حدیث میں صراحۃً مذکور نہیں، اور نہ عہد رسالت و صحابہ میں اس پر عمل ہوتا تھا، بالکل نو ایجاد ہیں، مگر وہ اچھے ہیں، ان کی ایجاد میں بھی ثواب ہے، اور عمل پر بھی، اس لیے حدثاً کے یہ معنی بتانا کہ جو قرآن و حدیث میں مذکور نہ ہوں، حدیث کی تحریف معنوی ہے،

یہاں یہ ہے کہ جس نے مدینے میں کوئی بدعت ایجاد کی، اور کتاب الاعتصام میں بطریق موسیٰ بن انس او اٰوی محدثاً، زائد ہے، اس سے معلوم ہوا کہ گمراہ بد دین، فساق کو پناہ دینی ان کی مدد کرنی، ان کی رسی میں گرفتار ہونا ہے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے، کہ فرمایا،

اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُھُمْ، (النساء ۱۴۰) اب تم انھیں کی مثل ہو،

**تشریحات ۱۰۸۸** لابتان، لابۃ، کا تثنیہ ہے، لابۃ، اس زمین کو کہتے ہیں، جس پر سیاہ پتھر پھیلے ہوں، اسے حرۃ بھی کہتے ہیں، مدینہ طیبہ دو سنگستانوں کے درمیان ہے، شرقی اور غربی،

**بنی حارثہ** بنی حارثہ اوس کی ایک شاخ ہے، یہ سید الشہداء حضرت حمزہ کے مشہد کے مغرب میں حرہ کے کنارے بلند ٹیلے پر رہتے تھے، پہلے یہ خیال ہوا، کہ حرم سے باہر ہوں، مگر پھر حدود حرم پر غور فرمایا، اور ملاحظہ فرمایا کہ اندرون حرم ہیں، تو وہ ارشاد فرمایا، کہ تم حرم کے اندر ہو،

**تشریحات ۱۰۸۹** تکمیل، یہ حدیث جلد اول ص ۲۰۴ پر ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے گذر چکی، وہاں یہ ہے کہ حضرت ابو جحیفہ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا تھا، ابو داؤد کتاب الدیات میں

عہ مسند امام احمد ثانی ص ۲۸۶، لہ مسلم اول، زکوٰۃ، باب الحث علی الصدقۃ ص ۳۲۷، ثانی، العلم، باب من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ ص ۳۴۱، نسائی، زکوٰۃ، باب التحریض علی الصدقۃ ص ۳۵۶، مسند امام احمد جلد ۴ رابع ص ۳۵۷،

حدیث ۱۰۸۹ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ التَّیْمِیِّ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَلِیٍّ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

ابراہیم تیمی اپنے باپ یزید بن شریک سے روایت کرتے ہیں، کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

مَا عِنْدَنَا شَیْءٌ اِلَّا کِتَابُ اللّٰہِ وَھٰذِہِ الصَّحِیْفَۃُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

فرمایا، کہ ہمارے پاس کتاب اللہ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عطا فرمودہ اس صحیفے کے سوا کچھ نہیں، اس میں

اَلْمَدِیْنَۃُ حَرَمٌ مَا بَیْنَ عَائِرٍ اِلٰی کَذَا مَنْ اَحْدَثَ فِیْھَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰی مُحْدِثًا فَعَلَیْہِ

یہ ہے، عائر سے یہاں تک مدینے کو حرم بنایا گیا، جو اس میں بدعت پیدا کرے، یا بدعتی کو پناہ دے، اس پر اللہ اور

لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یُقْبَلُ مِنْہُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ وَّقَالَ ذِمَّۃُ

فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض قبول کیا جائے گا نہ نفل، اور فرمایا، سب مسلمانوں کا ذمہ

الْمُسْلِمِیْنَ وَاحِدَۃٌ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

ایک ہے، جو کسی مسلمان کے ذمے کو توڑے، اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض

لَا یُقْبَلُ مِنْہُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ وَّمَنْ تَوَلّٰی قَوْمًا بِغَیْرِ اِذْنِ مَوَالِیْہِ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ

قبول کیا جائے گا، نہ نفل، جو اپنے آقا کی اجازت کے بغیر کسی سے موالات کرے، اس پر اللہ اور فرشتوں اور

وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یُقْبَلُ مِنْہُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ عَدْلٌ

سب لوگوں کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض قبول کیا جائے گا اور نہ نفل، ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے فرمایا،

فِدَاءٌ، عہ

عدل کے معنی فدیہ ہے،

ہے، کہ قیس بن عباد اور اشتر نخعی نے دریافت کیا، تو مذکورہ بالا جواب ارشاد فرمایا، بخاری کتاب الاعتصام میں ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ کی اینٹ کے ممبر پر خطبہ ارشاد فرمایا، اور تلوار حمائل فرمائے ہوئے تھے، جس میں ایک صحیفہ لٹکا ہوا تھا، فرمایا، ہمارے پاس کتاب اللہ اور اس صحیفے کے سوا اور کوئی کتاب نہیں، جسے ہم پڑھتے ہوں، اس میں مختلف زخموں کے احکامات ہیں، اور دیت میں واجب ہونے والے اونٹوں کی عمریں اور یہ ہے کہ مدینہ غیر سے یہاں تک حرم ہے، الحدیث، حضرت ابو جحیفہ کی

عہ ایضاً، الجہاد، باب ذمۃ المسلمین وجوارھم واحد ص ۴۵۰، باب اثم من عاھد ثم غدر ص ۴۵۱، ثانی، الفرائض باب اثم من تبرأ من موالیہ ص ۱۰۰۰، الاعتصام، باب ما یکرہ من التعمق والتنازع ص ۱۰۸۴، مسلم، الحج، العتق، الاضاحی ابو داؤد، مناسک، دیات، ترمذی، ولاء، نسائی، ضحایا، قسامۃ، مسند امام احمد اول ص ۸۱،

حدیث میں جراحات کے بجائے۔ العقل ہے، حاصل دونوں کا ایک ہے۔ اور ولا یقتل مومن بکافر کا اضافہ ہے۔ یعنی قیدیوں کے چھڑانے کا ذکر ہے۔ اور یہ کہ کافر کے بدلے مومن قتل نہیں کیا جائے گا۔ مسلم[1] اور مسند[2] امام احمد میں بطریق ابوطفیل یہ ہے۔ کہ اس میں یہ چار باتیں تھیں۔ اللہ اس پر لعنت فرمائے۔ جو اللہ کے نام کے غیر پر جانور ذبح کرے اللہ اس پر لعنت فرمائے۔ جو زمین کے نشانے چرائے۔ اللہ اس پر لعنت فرمائے جو اپنے باپ پر لعنت کرے۔ اللہ اس پر لعنت فرمائے جو کسی بدمذہب کو پناہ دے۔ مسند[3] امام احمد میں یہ زائد ہے۔ اس کے میدان کی گھاس نہ چھیلی جائے۔ اس کے شکار کو نہ بھڑکایا جائے اور اس کا لقطہ نہ اٹھایا جائے اور اس کا درخت نہ کاٹا جائے مگر اونٹ کے چارے کے لئے۔ قیس بن عباد کی حدیث میں ہے کہ ہم نے پوچھا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ سے کوئی ایسا عہد لیا ہے جو عام لوگوں سے نہیں لیا ہے۔ فرمایا نہیں سوائے اس کے جو اس مکتوب میں ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار کی نیام سے اس مکتوب کو نکالا۔ اس میں یہ لکھا تھا۔ تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور وہ غیروں کے مقابلے میں بمنزلہ ایک ہاتھ کے ہیں اور ان کے ذمے کو پورا کرنے کے لئے سب سے ادنیٰ بھی کوشش کریگا۔ خبردار کوئی مومن کافر کے عوض قتل نہ کیا جائے اور نہ ذمی معاہد اپنے عہد میں۔ اور جو نئی بات پیدا کرے گا، اپنی جان پر پیدا کرے گا۔ اور جو نئی بات ایجاد کرے یا بدعتی کو پناہ دے۔ الحدیث۔ ان سب حدیثوں کا حاصل یہ نکلا کہ اس صحیفے میں یہ باتیں لکھی ہوتی تھیں۔ (۱) کوئی کسی کو زخمی کرے تو اس کی دیت کیا (۲) دیت کے اونٹوں کی عمریں کیا ہوں گی۔ (۳) قیدیوں کو آزاد کرنا (۴) کافر مسلمان کو قتل کر دے تو قصاص میں مسلمان قتل نہیں کیا جائے گا (۵) عہد ذمہ کی پابندی لازم ہے (۶) اللہ کے علاوہ اور کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا حرام ہے۔ (۷) علامت کے طور پر جو نشانے ہیں ان کا چرانا حرام ہے۔ (۸) ماں باپ پر لعنت کرنا حرام ہے (۹) غیر سے تو رتک مدینہ طیبہ حرم ہے (۱۰) کتاب وسنت کے خلاف کوئی نیا طریقہ ایجاد کرنا حرام ہے (۱۱) بدمذہب اور فساق ظالموں کو پناہ دینا حرام ہے (۱۲) مسلمانوں کا خون برابر ہے (۱۳) ذمی کو قتل کرنا حرام ہے (۱۴) مدینے کے حرم میں درخت کاٹنا، پتے جھاڑنا، میدان صاف کرنا (۱۵) شکار کرنا منع ہے (۱۶) مدینے پر حملہ جائز نہیں (۱۷) مسلمانوں کو غیروں کے مقابلے میں متحد ومتفق رہنا چاہئے (۱۸) اس کا لقطہ نہ اٹھایا جائے (۱۹) اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرنا حرام ہے۔ (۲۰) جس کے ساتھ عقد موالات نہ ہو اس کے ساتھ عقد موالات بنانا حرام ہے۔

**ما بین عائر الی کذا** حضرت انس کی حدیث میں۔ من کذا الی کذا۔ یعنی یہاں سے وہاں تک حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں ما بین لابتی المدینۃ۔ ہے یعنی حرہ شرقیہ اور غربیہ کا درمیانی حصہ اور

---

[1] ثانی۔ الاضاحی۔ باب تحریم الذبح لغیر اللہ ص ۱۶۰۔ [2] اول ص ۱۱۸ [3] اول ص ۱۱۹

اور اس حدیث میں ہے کہ عائر سے لے کر وہاں تک۔ ان سب میں سب سے واضح مابین لابتی المدینۃ کا لفظ ہے۔

اس روایت میں عائر ہے۔ اور کتاب الجہاد کی روایت میں عیر ہے۔ مسلم[۱] میں۔ مابین عیر و ثور ہے۔ ابوداؤد[۲] میں مابین عائر الی ثور ہے۔ عیر اور ثور۔ مدینہ طیبہ کے دو پہاڑوں کے نام ہیں۔ ثور جبل احد کے قریب ایک چھوٹے سے پہاڑ کا نام ہے۔ ابوداؤد[۳] میں عدی بن زید سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینے کے ہر طرف ایک برید کا منا بنایا۔ مسلم[۴] میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مدینے کے اردگرد بارہ میل کا منا بنایا۔ ان دونوں روایتوں کا حاصل ایک ہی ہے۔ ایک قول کی بنا پر برید بارہ میل کا ہوتا ہے[۵]۔

**محدثا** یہ فتحہ کے ساتھ بھی مروی ہے۔ اس کے معنی ہیں نوایجاد چیز۔ یعنی بدعت کو پناہ دی یعنی اپنایا اسے رواج دیا یا اس کے رواج میں کوئی مدد کی یا باوجود قدرت اس کے ازالے کی کوشش نہ کی۔ محدث دال کے کسرے کے ساتھ۔ یعنی بدعت ایجاد کرنے والے کو پناہ دی، اس کی کوئی مدد کی یا باوجود قدرت اس کو دفع نہیں کیا۔

مدینہ طیبہ کے علاوہ کہیں بھی یہ دونوں باتیں حرام ہیں مگر مدینہ طیبہ میں اور سخت حرام ہیں۔ کیونکہ مدینہ طیبہ معدن اسلام ہے۔ وہاں کے عمل درآمد کو دیکھکر دوسری جگہ کے مسلمان اسے جائز بلکہ مستحسن اور اسلامی کام سمجھنے لگیں گے۔ اور یہی بات مکہ معظمہ میں بھی ہے۔ اس لئے ان دونوں مقامات میں بدعت کا رواج بہ نسبت دوسرے مقامات کے زیادہ خطرناک ہے۔

**صرف وعدل** جمہور کا قول یہ ہے کہ۔ صرف سے فرض۔ اور عدل سے نفل مراد ہے۔ اور یہی راجح ہے اصمعی نے کہا۔ صرف کے معنی توبہ اور عدل کے معنی فدیہ ہے۔ ابو عبید نے کہا۔ صرف کے معنی۔ اکتساب ہے اور عدل کے معنی حیلہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ صرف کے معنی دیت ہے اور عدل کے معنی اس پر کچھ زیادتی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ صرف کے معنی شفاعت ہے اور عدل کے معنی فدیہ ہے۔ علامہ قاضی بیضاوی نے اسی پر جزم فرمایا۔

**من تولی قوما** مراد یہ ہے کہ پہلے کسی قوم سے موالات کیا تھا پھر انکی اجازت کے بغیر دوسری قوم سے کرلیا۔

**بغیر اذن موالیھم** کا ظاہر اسی کی جانب مشعر ہے۔ اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ عقد موالات کے بغیر کسی قوم سے موالات کا دعویٰ کر دیا۔ اب بغیر اذن موالیھم میں موالیھم بطور مجاز ہوگا۔ مسلم کی روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے۔ ومن ادعی الی غیر ابیہ۔ او انتمی الی غیر موالیہ۔ جو اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف نسبت کرلے۔ یہ اس معنی کا مؤید ہے۔

**مسائل** اس حدیث میں روافض کا رد ہے جو کہتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ

---

[۱] اول۔ الحج۔ باب فضل المدینۃ ص ۴۴۲ [۲] اول۔ مناسک۔ باب فی تحریم المدینۃ ص ۲۷۸ [۳] ایضاً ص ۲۷۵

[۴] اول۔ الحج۔ باب فضل المدینۃ ص ۴۴۲۔ [۵] نزھۃ القاری ثالث ص ۴۵۹۔

# بَابُ فَضْلِ الْمَدِيْنَةِ وَاَنَّهَا تَنْفِي النَّاسَ ص۲۵۲

مدینے کی فضیلت اور یہ کہ وہ لوگوں کو نکال پھینکتا ہے

۱۰۹۰ سَمِعْتُ اَبَا الْحُبَابِ سَعْدَ بْنَ يَسَارٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ

**حدیث** ابو الحباب سعد بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ

سُنا، کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایسی بستی میں

بِقَرْيَةٍ تَاْكُلُ الْقُرٰى يَقُوْلُوْنَ يَثْرِبُ وَهِيَ الْمَدِيْنَةُ تَنْفِي النَّاسَ

ہجرت کرنے کا حکم ہوا ہے جو تمام بستیوں کو کھا جائے گی جسے لوگ یثرب کہتے ہیں حالانکہ وہ

كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ ؏

مدینہ ہے لوگوں کو ایسے دور پھینکتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے زنگ کو پھینکتی ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خفیہ کچھ وصیتیں کی تھیں اور کچھ اسرار و رموز اور دین کے مخصوص قواعد رازداری کے ساتھ بتائے تھے۔ عہد شکنی حرام ہے۔ خصوصاً عقد ذمہ اور عقد امان۔ اپنے نسب کو بدلنا حرام ہے۔ یوہیں جس نے آزاد کیا ہے اس کے علاوہ کسی اور کو آزاد کنندہ بتانا بھی حرام ہے۔

مولانا انور شاہ پر تعقب فیض الباری جلد ثالث ص۱۴۱ پر اس کی دلیل میں کہ مدینہ طیبہ کے اشجار کاٹنے جائز ہیں، یہ لکھا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد کی تعمیر کے وقت درختوں کے کاٹنے کا حکم دیا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر بالکل ابتداء کی بات ہے۔ یہ اس ارشاد کے معارض یا مخصص نہیں ہوسکتا سب کو معلوم ہے کہ مدینے کے حرم ہونے کا ارشاد بعد کا ہے۔

**تشریحات** ۱۰۹۰ تَاْكُلُ الْقُرٰى اس سے مراد یہ ہے کہ یہ تمام بستیوں پر غالب آجائے گی۔

تَنْفِي النَّاسَ مراد یہ ہے کہ کفار منافقین فتنہ پرور افراد کو باہر کر دیتی ہے۔ یہ خصوصیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک تک تھی۔ جیسے عکل و عرینہ کو نکالا اور ایک اعرابی کا قصہ ابھی آرہا ہے اور یہودیوں کو نکالا یا پھر دجال کے زمانے میں جیسا کہ دجال کی حدیث میں مذکور ہے۔

مہلب بن ابو صفرہ محدث نے کہا کہ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے۔ اس لئے کہ مکہ کی کفر و شرک

ع۔ مسلم۔ الحج۔ نسائی مناسك۔ مسند امام احمد ثانی ص ۲۳۷۔

# بَابُ لَابَتَیِ الْمَدِیْنَةِ ص ۲۵۲

## مدینے کے دو سنگستان

۱۰۹۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ یَقُوْلُ لَوْ رَاَیْتُ الظِّبَاءَ

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں روایت ہے۔ وہ فرماتے تھے اگر میں

بِالْمَدِیْنَةِ تَرْتَعُ مَا ذَعَرْتُهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا بَیْنَ

مدینے میں ہرنوں کو چرتے دیکھوں تو انہیں بھڑکاؤں گا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

لَابَتَیْهَا حَرَامٌ ؏ه

نے فرمایا، اس کے دونوں سنگستانوں کا درمیانی حصہ حرم ہے۔

سے طہارت مدینہ طیبہ کی برکات سے ہے۔ اس استدلال پر کلام کی گنجائش ہے۔ مگر ہم نے پہلے متعدد دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے افضل ہے۔

تشریحات ۱۰۹۱ اس قدر پر ہمارا اتفاق ہے کہ مدینہ طیبہ کی زیب و زینت باقی رکھنے کے لئے اس کے درخت نہ کاٹے جائیں۔ گھاس نہ صاف کیجائے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ اس کے جنگلی جانوروں کو بھڑکایا نہ جائے اس معنی کے اعتبار سے مدینہ طیبہ بھی حرم ہے۔ مگر ہمارا یہ کہنا ہے کہ مدینہ طیبہ کے درخت کاٹنے، گھاس چھیلنے اور شکار کرنے پر دم واجب نہیں جیسا کہ مکہ معظمہ میں ہے۔ ابھی حدیث گزری کہ مدینہ طیبہ کے درختوں سے اونٹ کے لئے چارہ کاٹنے کی اجازت ہے۔ عجیب بات ہے۔ حضرات ائمہ ثلثہ مدینہ طیبہ کے حرم ہونے کے قائل ہیں۔ مگر درخت کاٹنے، شکار کرنے پر فدیہ اور جزا کوئی صاحب واجب نہیں فرماتے۔ البتہ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس کا سامان چھین لیا جائے۔ جیسا کہ مسلم میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ وہ اپنے دولت خانے وادی عقیق میں گئے تو ایک غلام کو دیکھا کہ درخت کاٹ رہا ہے اور پتے جھاڑ رہا ہے۔ انھوں نے اس کے پاس جو کچھ تھا چھین لیا۔ اس کے بعد اس غلام کے گھر والے آئے اور انھوں نے حضرت سعد سے اپنے غلام کا سامان مانگا تو فرمایا۔ معاذ اللہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو عطیہ مجھے دیا ہے وہ واپس کر دوں۔ سامان واپس کرنے سے انکار کر دیا۔

اس پر عرض یہ ہے کہ حرم کے درخت کاٹنے میں جزا میں اس کی قیمت کا تصدق واجب ہے۔ اور تصدق فقیر پر ہوتا ہے۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقیر نہ تھے۔ نیز یہ ضروری نہیں کہ اس غلام کا سامان اس

ؐه مسلم۔ الحج۔ ترمذی۔ المناقب۔ نسائی۔ مناسك۔

# بَابُ مَنْ رَغِبَ عَنِ الْمَدِيْنَةِ ص۲۵۲

جو شخص مدینے سے منہ پھیرے

۱۰۹۲ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی

**حدیث** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَتْرُكُوْنَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰی خَيْرِ مَا كَانَتْ لَا يَغْشَاهَا

وسلم سے سنا۔ فرماتے تھے کہ تم لوگ مدینے کو ایسے وقت چھوڑ دو گے جب وہ بہترین حالت

اِلَّا الْعَوَافِیْ يُرِيْدُ عَوَافِیَ الطَّيْرِ وَالسِّبَاعِ وَآخِرُ مَنْ يُّحْشَرُ رَاعِيَانِ مِنْ

میں ہوگا۔ یہاں تک کہ اسمیں روزی کے متلاشی درندے، پرندے رہنے لگیں گے اور سب سے آخر میں

مُّزَيْنَةَ يُرِيْدَانِ الْمَدِيْنَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا وُحُوْشًا حَتّٰی اِذَا

مزینہ کے دو چرواہوں کا حشر ہوگا جو اپنی بکریوں کو آواز دیتے ہوئے مدینے آئیں گے۔ تو وہاں

بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلٰی وُجُوْهِهِمَا ؏ه

جنگلی جانور پائیں گے۔ جب ثنیۃ الوداع تک پہنچیں گے تو منہ کے بل گر پڑیں گے۔

درخت کی قیمت کا ہو۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ ارشاد زجر و توبیخ کے لئے ہے، کہ لوگ درخت کاٹ کاٹ کر مدینہ طیبہ کو ننگا نہ کر دیں۔ اس مسئلے میں احناف پر بہت تیر و نشتر برسائے گئے ہیں مگر بنظر دقیق ائمہ ثلاثہ اور ہمارے مسلک میں بال کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ اور عہد رسالت سے تعامل اسی پر ہے۔ کہ بوقت ضرورت مدینہ طیبہ کے درخت کاٹے جاتے ہیں۔

**تشریحات** ۱۰۹۲ مسند امام احمد میں اخیر میں یہ زائد ہے۔ من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین انما قاسم واللہ یعطی۔ اور اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں سمجھ (تفقہ) عطا فرماتا ہے۔ اور میں بانٹنے والا ہوں، اور اللہ دیتا ہے۔ عوافی۔ عافیۃ کی جمع۔ یہ معتل وادی ہے اس کے معنی روزی ڈھونڈھنے والے کے ہیں۔ مراد جنگلی جانور ہیں۔ یہ مصدر بمعنی اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے۔ اور اسم بھی۔ علامہ ابن جوزی نے فرمایا کہ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ۔ عفاء سے بنا ہو۔ جسکے معنی ویران خالی جگہ کے ہیں۔ جہاں کوئی نہ ہو۔ وحشی جانور ایسی ہی جگہ رہائش اختیار کرتے ہیں۔ صحیح یہی ہے کہ مدینہ کا یہ حال قیامت کے قریب

ه مسلم۔ الحج۔ مسند امام احمد ص ۳۳۴

۱۰۹۳ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ اَبِيْ زُهَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سفیان بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ

عَنْهُمْ اَنَّهٗ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُفْتَحُ

انھوں نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا۔ فرماتے تھے۔ یمن فتح ہوگا تو کچھ سواری

اَلْيَمَنُ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَبِسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ

کا جانور ہانکتے ہوئے آئیں گے اور اپنے اہل اور پیروکاروں کو لاد کر لے جائیں گے۔ حالانکہ مدینہ ان کے

خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَيُفْتَحُ الشَّامُ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَبِسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ

لئے بہتر ہے۔ اگر وہ لوگ جانتے۔ اور شام فتح ہوگا تو کچھ لوگ سواری کا جانور ہانکتے ہوئے آئیں گے

بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَيُفْتَحُ

اور اپنے اہل اور پیروکاروں کو لاد کر لے جائیں گے۔ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر وہ جانتے اور

الْعِرَاقُ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَبِسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ

عراق فتح ہوگا تو کچھ لوگ سواری کا جانور ہانکتے ہوئے آئیں گے اور اپنے اہل اور پیروکاروں کو لاد کر

ہوگا۔ جیسا کہ علامہ نووی نے فرمایا۔ اور خود اس حدیث کے اخیر کا حصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ فرمایا سب کے اخیر میں مزینہ کے دو چرواہوں کا حشر ہوگا۔ الحدیث۔

**وآخر من یحشر** مزینہ کے یہ دونوں چرواہے اپنے وطن کو چھوڑ کر اپنی بکریاں لے کر مدینے آئیں گے تو دیکھیں گے کہ یہ جنگلی جانوروں کا مسکن ہے۔

**تشریحات** ۱۰۹۳ والمدینۃ خیر لھم ظاہر ہے کہ مدینہ دیار رسول ہے۔ یہاں مسجد نبوی ہے۔ یہ مہبط وحی ہے۔ یہیں سے اسلام کی دوسرے بلاد میں نشر و اشاعت ہوئی۔ غلبہ ہوا۔ اس سے بہتر یمن شام، عراق کیسے ہو سکتا ہے۔ اس حدیث میں طنز ان لوگوں پر ہے جو فراخی اور موسم کی خوشگواری وغیرہ کی نیت سے مدینہ طیبہ چھوڑ کر کہیں اور گئے۔ رہ گئے وہ حضرات جو جہاد یا تبلیغ کے لئے دوسرے شہروں میں گئے یا اور کسی دینی مصلحت کی بنا پر گئے۔ جیسے خلیفۃ المسلمین کی طرف سے والی بنا کر بھیجے گئے وہ ماجور و مثاب ہیں۔ اس حدیث کے تحت نہیں آتے۔

**غیب دانی** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے یمن کا تذکرہ فرمایا پھر شام کا پھر عراق کا۔ اسی ترتیب سے یہ ممالک فتح ہوئے۔ یمن کا کچھ حصہ عہد رسالت ہی میں فتح ہو چکا تھا۔ بقیہ عہد صدیقی میں فتح ہوا۔ اس کے بعد شام فتح ہوا، پھر عراق۔ اور جب یہ فرمایا تھا۔ شام و عراق پر قیصر و کسریٰ

وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

لے جائیں گے۔ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے، اگر وہ لوگ علم رکھتے۔

## بَابُ الْاِيْمَانِ يَأْزِرُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ ص ۲۵۲

ایمان مدینے میں پناہ لے گا

۱۰۹۴ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْاِيْمَانَ لَيَأْزِرُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا تَأْزِرُ الْحَيَّةُ اِلٰى جُحْرِهَا ۝

فرمایا۔ بیشک ایمان سمٹ کر مدینہ کیطرف لوٹ آتا ہے۔ جیسے سانپ اپنی بل میں سمٹ کر لوٹتا ہے۔

## بَابُ اِثْمِ مَنْ كَادَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ ص ۲۵۲

مدینے کے ساتھ مکر کرنیوالے کا گناہ

۱۰۹۵ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ قَالَتْ سَمِعْتُ سَعْدًا رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ

**حدیث** عائشہ بنت سعد سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا

کی انتہائی مضبوط و مستحکم حکومتیں قائم تھیں۔ اور عرب کا جو حال تھا اس کے پیش نظر کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کبھی اہل عرب شام اور عراق فتح کر پائیں گے۔ مشہور مستشرق گبن نے لکھا ہے کہ جس وقت روم پر غلبہ کی پیشن گوئی کی گئی تھی اس سے زیادہ مستبعد اور کوئی پیشن گوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ سب اس کا ظہور تھا کہ فرمایا۔ زمین میرے لئے سمیٹ دی گئی۔ میں اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ رہا ہوں، جتنی سمیٹ دی گئی ہے، میری امت کا ملک وہاں تک پہنچے گا۔[۱] عن ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعن شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

**تشریحات** ۱۰۹۴ علامہ داؤدی اور علامہ عینی نے فرمایا۔ مدینہ طیبہ کی یہ خصوصیت عہد رسالت اور خلفاء راشدین کے عہد مبارک تک رہی۔ علامہ عینی کے ارشاد کے بموجب زیادہ سے زیادہ نوے سال رہی پھر خود مدینہ طیبہ فتنوں کی آماجگاہ بن گیا۔

---

ع مسلم۔ نسائی۔ الحج۔ مسند امام احمد جلد خامس ص ۲۲۰ ۔ ع مسلم۔ ایمان۔ ابن ماجہ الحج۔ مسند امام احمد ثانی ص ۲۸۶۔

[۱] مسلم۔ ثانی ۔ الفتن۔ واشراط الساعۃ ص ۳۹۰۔ ابوداود فتن ص ۲۳۰۔ ترمذی۔ ثانی۔ فتن۔ باب سوال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثلاثا فی امتہ ص ۴۰۔ ابن ماجہ۔ فتن۔ باب مایکون من الفتن ص ۲۹۲ مسند امام احمد خامس ص ۲۷۸۔ ایضا جلد رابع ص ۱۲۳

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَكِيْدُ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَحَدٌ اِلَّا

انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ مدینے والوں کے ساتھ جو بھی

اِنْمَاعَ كَمَا يَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ

مکر کرے گا وہ یوں پگھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

## بَابُ آطَامِ الْمَدِيْنَةِ ص ۲۵۲

### مدینے کے ٹیلوں کا بیان

۱۰۹۶ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ قَالَ سَمِعْتُ اُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

**حدیث** حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے کے ٹیلوں میں سے

اَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُطُمٍ مِّنْ آطَامِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ

ایک ٹیلے پر چڑھے اور فرمایا کیا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ تم لوگ دیکھ رہے ہو میں تمھارے گھروں

هَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰى اِنِّيْ لَاَرٰى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوْتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ ع۵

میں فتنوں کو اس طرح گرتے دیکھ رہا ہوں جیسے بارش گرتی ہے۔

**تشریحات** ۱۰۹۵ یزید پلید کے حکم سے مسلم بن عقبہ نے مدینہ طیبہ پر حملہ کیا اور واقعہ حرّہ کے موقعہ پر اہل مدینہ پر وہ مظالم کئے جو کسی ظالم نے کسی کے ساتھ نہ کئے ہوں گے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مدینے سے فارغ ہو کر مکہ جاتے ہوئے راستے میں ابن عقبہ جہنم رسید ہوا۔ اور چند دنوں کے بعد یزید پلید بھی۔ تاہم محتاط علماء کا خیال یہ ہے کہ مدینہ طیبہ کی یہ خصوصیت بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری تک کے لئے تھی۔

۱۰۹۶

**تشریح** حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حصار، پھر شہادت۔ پھر واقعۂ حرہ اس اخبار بالغیب کی واضح تصدیق ہے۔

---

ع۵ المظالم۔ باب الغرفة والعلية ص ۳۳۴۔ علامات النبوة ص ۵۰۸۔ ثانی۔ الفتن۔ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویل للعرب من شر قد اقترب ص ۱۰۴۶۔ مسلم۔ الفتن۔ مسند امام احمد جلد خامس ص ۲۰۰۔

# بَابُ لَا يَدْخُلُ الدَّجَّالُ الْمَدِيْنَةَ ص ۲۵۲

دجال مدینہ میں داخل نہ ہوگا۔

۱۰۹۷ عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

**حدیث** حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا

وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْمَدِيْنَةَ رُعْبُ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ

مدینے میں دجال کا رعب نہیں داخل ہوگا۔ اس دن مدینے کے سات دروازے ہوں گے اور

اَبْوَابٍ عَلٰی كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ عه

ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے۔

۱۰۹۸ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَنْقَابِ الْمَدِيْنَةِ مَلَائِكَةٌ لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ

فرمایا مدینے میں داخل ہونے کے تمام راستوں پر فرشتے ہیں۔ اس میں طاعون

وَلَا الدَّجَّالُ عه

اور دجال داخل نہ ہوں گے۔

۱۰۹۹ اَخْبَرَنِیْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِیَّ

**حدیث** حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۱۰۹۷ تا ۱۰۹۹ بخاری کی اس روایت میں اجمال ہے۔ مسلم میں اس کی پوری تفصیل یہ ہے۔ دجال کی جانب

**تشریحات** ایک مومن جائے گا، اسے دجال کے کچھ متبع ملیں گے اور پوچھیں گے، کہاں جا رہے ہو؟ وہ کہیگا اس کے پاس جا رہا ہوں جو نکلا ہے۔ وہ کہیں گے۔ کیا تو ہمارے رب پر ایمان نہیں لائیگا۔ وہ فرمائیں گے۔ اپنے رب کے بارے میں کوئی خفا نہیں۔ وہ کہیں گے۔ اسے قتل کر دو۔ تو انھیں میں سے کچھ لوگ کہیں گے۔ کیا ہمارے رب نے کسی کو قتل کرنے سے منع نہیں کیا ہے، کسی کو قتل کرنا ہوگا تو وہی کریگا۔ انھیں وہ سب دجال کے پاس لے جائیں گے۔ یہ مومن دجال کو دیکھکر کہیں گے۔ یہی وہ دجال ہے جس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عه ثانی۔ الفتن۔ باب ذکر الدجال ص ۱۰۵۵۔ مسند امام احمد خامس ص ۴۳

عه ایضا۔ ثانی۔ الفتن باب لا یدخل الدجال المدینة ص ۱۰۵۶۔ مسلم۔ الفتن۔ نسائی۔ الحج۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نے ہم سے دجال کے بارے میں ایک لمبی حدیث بیان فرمائی ہے، اس کے بارے میں ہم سے جو بیان

حَدِیْثًا طَوِیْلًا عَنِ الدَّجَّالِ فَکَانَ فِیْمَا حَدَّثَنَا بِہٖ اَنْ قَالَ یَاْتِی الدَّجَّالُ

فرمایا اس میں یہ بھی تھا یہاں تک کہ فرمایا دجال آئے گا مدینے کے راستوں میں داخل ہونا

وَھُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْہِ اَنْ یَّدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِیْنَۃِ یَنْزِلُ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِیْ

اسے حرام ہوگا۔ مدینے کے قریب جو شور زمین ہے ان میں سے بعض پر اترے گا اس کے پاس

بِالْمَدِیْنَۃِ فَیَخْرُجُ اِلَیْہِ یَوْمَئِذٍ رَجُلٌ ھُوَ خَیْرُ النَّاسِ اَوْ مِنْ خَیْرِ النَّاسِ

مدینے سے ایک شخص جائے گا جو اس دن سب سے بہتر ہوگا یا سب سے بہتر لوگوں میں سے ہوگا اور

فَیَقُوْلُ اَشْھَدُ اِنَّکَ الدَّجَّالُ الَّذِیْ حَدَّثَنَا عَنْکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدِیْثَہٗ فَیَقُوْلُ الدَّجَّالُ اَرَاَیْتَ اِنْ قَتَلْتُ ھٰذَا ثُمَّ اَحْیَیْتُہٗ

نے ہم سے بیان فرمایا ہے۔ اب دجال کہے گا، بولو اگر میں اسے قتل کر ڈالوں اور پھر زندہ کر دوں تو کیا

ھَلْ تَشُکُّوْنَ فِی الْاَمْرِ فَیَقُوْلُوْنَ لَا فَیَقْتُلُہٗ ثُمَّ یُحْیِیْہِ فَیَقُوْلُ حِیْنَ

تم لوگ میرے معاملے میں شک کرو گے، لوگ کہیں گے، نہیں۔ دجال انھیں قتل کر دیگا پھر زندہ کر دیگا

یُحْیِیْہِ وَاللّٰہِ مَا کُنْتُ قَطُّ اَشَدَّ بَصِیْرَۃً مِّنِّیْ اَلْیَوْمَ فَیَقُوْلُ الدَّجَّالُ

اب وہ شخص کہیں گے آج سے زیادہ تیری معرفت کبھی نہ تھی۔ دجال کہے گا اسے

اَقْتُلُہٗ فَلَا یُسَلَّطُ عَلَیْہِ ؏

مار ڈالوں اب ان پر قابو نہیں دیا جائے گا۔

نے فرمایا ہے۔ دجال حکم دیگا۔ تو ظالم ان کے سر پر زخم لگائیں گے، کہے گا اسے پکڑ لو۔ مارتے مارتے انکی پیٹھ اور پیٹ کو چوڑا کر دیں گے۔ اب دجال کہے گا، بول مجھ پر ایمان لاتا ہے یا نہیں۔ وہ مومن کہیں گے، تو مسیح کذاب ہے۔ اب وہ ظالم سر پر آرہ چلا کر کمر کے نیچے لا کر دو ٹکڑے کر دے گا، اور ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان چلے گا۔ پھر کہے گا کھڑا ہو جا، وہ مومن سیدھا کھڑا ہو جائے گا۔ دجال پوچھے گا مجھ پر ایمان لاتا ہے، تو وہ مرد مومن جواب دیگا۔ اب میرا یقین تیرے بارے میں اور بڑھ گیا۔ یہ مرد مومن لوگوں سے کہے گا۔ میرے بعد کسی کیساتھ یہ ایسا نہ کر سکے گا۔ پھر دجال

؏ ایضاً۔ ثانی۔ الفتن باب لایدخل الدجال المدینۃ ص ۱۰۵۶ - مسلم۔ الفتن۔ نسائی۔ الحج۔

۱۱۰۰ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ

**حدیث** حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ مِنْ بَلَدٍ اِلَّا سَیَطَؤُهُ الدَّجَّالُ

ہوئے یہ حدیث بیان کی کہ فرمایا مکہ اور مدینے کے سوا ہر شہر کو دجال روندے گا۔ ان کے ہر

اِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِیْنَةَ لَیْسَ مِنْ نِقَابِهَا نَقْبٌ اِلَّا عَلَیْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّیْنَ

راستے پر فرشتے صف بستہ پہرہ دیتے ہوں گے۔ پھر مدینے میں تین زلزلے

یَحْرُسُوْنَهَا ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِیْنَةُ بِاَهْلِهَا ثَلٰثَ رَجَفَاتٍ فَیُخْرِجُ اللّٰهُ

آئیں گے جس سے

كُلَّ كَافِرٍ وَّمُنَافِقٍ ؏

ہر کافر و منافق کو اللہ مدینے سے باہر کر دیگا۔

انھیں پکڑ کر ذبح کرنا چاہے گا۔ مگر ان کی گردن پر سیسے تک سیسہ کر دیا جائے گا وہ ذبح نہ کر پائے گا پھر ان کے ہاتھ پاؤں پکڑ کر پھینک دیگا۔ لوگ سمجھیں گے کہ آگ میں پھینکا ہے۔ مگر وہ جنت میں جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رب العالمین کے یہاں یہ سب سے بڑا شہید ہوگا۔

**تشریحات** ۱۱۰۰ سَیَطَؤُهُ ۔ یہ اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ ظاہر سے عدول کی کوئی وجہ نہیں۔ خود دجال پوری دنیا میں جائے گا۔ یہ مراد نہیں کہ وہ خود نہیں بلکہ اس کا لشکر، اس کے متبعین جائیں گے مسلم[1] میں نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ دجال کل چالیس دن رہے گا۔ پہلا دن ایک سال کا، دوسرا دن ایک مہینے کا اور تیسرا دن ایک ہفتے کا، بقیہ دن اور دنوں کے برابر (چوبیس گھنٹے کا) اور اسکی رفتار اتنی تیز ہوگی۔ جیسے وہ بادل جسے ہوا اڑاتی ہو۔ کل سال پھر دو مہینے چوالیس دن میں پوری دنیا گھوم لیگا۔

**ترجف المدینة** یہ اس کے منافی نہیں جو پہلے فرمایا کہ مدینے میں دجال کا رعب نہیں داخل ہوگا۔ کیونکہ یہ زلزلہ دجال کے اثر سے نہیں بلکہ من جانب اللہ مدینہ طیبہ کی تطہیر کے لئے آئے گا۔

---

؏ مسلم۔ الفتن۔ نسائی۔ الحج

[1] ثانی۔ باب ذکر الدجال ص ۴۰۱

134

# بَابُ الْمَدِيْنَةِ تَنْفِيْ خَبَثَهَا ص۲۵۳

مدینہ میل، زنگ دور کر دیتا ہے

| | |
|---|---|
| ۱۱۰۱ حدیث | عَنْ جَابِرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى |
| | حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| | اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعَهٗ عَلَى الْاِسْلَامِ فَجَاءَ مِنَ الْغَدِ مَحْمُوْمًا |
| | کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام پر بیعت ہوئے دوسرے دن بخار میں مبتلا ہو کر آئے اور کہا |
| | فَقَالَ اَقِلْنِيْ فَاَبٰى ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ اَلْمَدِيْنَةُ كَالْكِيْرِ تَنْفِيْ خَبَثَهَا |
| | میری بیعت توڑ دو حضور نے تین بار انکار فرمایا پھر فرمایا مدینہ بھٹی کے مثل ہے کہ وہ |
| | وَتَنْصَعُ طِيْبَهَا ؏ |
| | لوہے کے زنگ کو دور کرتی ہے اور خالص باقی رکھتی ہے۔ |
| ۱۱۰۲ حدیث | عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ |
| | عبداللہ بن یزید نے کہا میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے |

**تشریحات** ۱۱۰۱ الاحکام۔ میں یہ تفصیل ہے کہ یہ اعرابی تین بار آئے، یہ نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں تین بار انکار کیا۔ جب تیسری بار بھی حضور نے انکار فرمادیا تو وہ مدینہ طیبہ سے دیہات میں چلے گئے۔

محموما اس کا مادہ حُمّٰی ہے۔ حُمَّ الرجل اَحَمَّ سے۔ تنصع۔ فتح یفتح سے آتا ہے۔ اس کا مصدر نصوع ہے۔ جس کے معنی خالص ہونے کے ہیں۔ ناصع۔ خاص۔ اکثر روایتوں میں ینصع۔ باب تفعیل سے مجہول آیا ہے۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نام قیس بن ابی حازم ہے۔ انکی بار بار کی درخواست کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکی بیعت فسخ نہ فرمائی۔ یہ ان پر خاص مہربانی تھی۔ وہ تو بخار کی وجہ سے معذور تھے۔ ان کے اس عذر کیوجہ سے انکے ساتھ تشدد نہیں فرمایا۔ بلکہ غایت کرم سے ان کی بیعت باقی رکھی۔

---

ع۵ ایضا۔ ثانی۔ الاحکام۔ باب بیعۃ الاعراب ص ۱۰۷۰۔ باب من باع ثم استقال البیعۃ ص ۱۰۷۰۔ الاعتصام۔ باب ماذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۸۸۔ نسائی۔ الحج۔

تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سنا۔ وہ کہتے تھے کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احد کی طرف

اِلٰی اُحُدٍ رَجَعَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَتْ فِرْقَةٌ نَقْتُلُهُمْ وَقَالَتْ

چلے تو حضور کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ لوٹ گئے ایک گروہ

فِرْقَةٌ لَا نَقْتُلُهُمْ فَنَزَلَتْ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ۔ وَقَالَ النَّبِيُّ

نے کہا ہم انھیں قتل کریں گے اور ایک گروہ نے کہا نہیں اس پر یہ آیت

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا تَنْفِي النَّاسَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خُبْثَ

نازل ہوئی۔ تمھارا کیا حال ہے کہ منافقین کے بارے میں دو گروہ ہو۔ اور نبی صلی اللہ

الْحَدِيْدِ ۲

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خراب لوگوں کو نکال باہر پھینکتی ہے جیسے آگ لوہے کے میل کو پھینک دیتی ہے۔

**تشریحات** ۱۱۰۲ یہ عبداللہ بن اُبی بن سلول رأس المنافقین تھا جو اپنے تین سو ہمراہیوں کو لے کر یہ کہتا ہوا واپس ہو گیا اگر ہم جانتے کہ لڑائی ہے تو ہم ضرور آپ کی اتباع کرتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہزار افراد کے ساتھ مدینے سے نکلے تھے۔ اب صرف سات سو رہ گئے۔

**من اصحابہ** یہاں ان منافقین پر اصحاب کا اطلاق باعتبار ظاہر ہے۔ مغازی کی روایت میں ہے ممن خرجوا معہ۔ فکان اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرقتین حضور کے ساتھ مدینے سے جو لوگ چلے تھے ان میں کچھ لوگ واپس ہو گئے۔ اب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب میں دو گروہ ہو گئے۔

**فنزلت** سورۂ نساء کی آیت ۸۸ نازل ہوئی۔ کیا بات ہے تم منافقین کے بارے میں دو گروہ ہو گئے۔ اللہ نے انھیں اوندھا کر دیا ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ جنھیں اللہ نے گمراہ کر دیا ہے اسے ہدایت پر لاؤ۔ اور جنھیں اللہ گمراہ کر دیگا۔ ان کے لئے تم راستہ نہ پاؤ گے۔

مغازی میں ہے۔ وانها طيبة تنفي الذنوب كما تنفي النار خبث الفضة

**تنفی الرجال** یہ طیبہ ہے۔ گناہوں کو ایسے دور کرتا ہے جیسے آگ چاندی کے میل کو۔ اور تفسیر میں الذنوب کی جگہ۔ الخبث ہے۔

---

ع ۲ ثانی۔ المغازی۔ باب غزوۃ الاحد ص ۵۸۰۔ التفسیر۔ باب فما لکم فی المنافقین فئتین ص ۶۶۰۔ مسلم۔ ذکر المنافقین۔ ترمذی۔ تفسیر۔

# باب صفحہ ۲۵۳

۱۱۰۳ عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے

قَالَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِیْنَۃِ ضِعْفَیْ مَا جَعَلْتَ بِمَکَّۃَ مِنَ الْبَرَکَۃِ عہ

اللہ مدینے میں مکہ کی تگنا برکت عطا فرما۔

# باب ص ۲۵۳

۱۱۰۴ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

حدیث ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ وُعِكَ اَبُوْبَکْرٍ وَّ بِلَالٌ فَکَانَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ آئے تو حضرت ابو بکر اور بلال

تشریحات ۱۱۰۳ ضعف کے معنی دونے کے ہیں۔ یعنی کسی چیز کے برابر اور دو ضعف کا معنی ہوا۔ ۲/۳ یعنی کسی چیز کے تین حصے میں سے دو حصے۔ یعنی تین گنا۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ یہ حدیث اسکی دلیل ہے کہ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ افضل ہے۔ اس لئے کہ برکت۔ دینی اور دنیوی دونوں کو عام ہے۔ اور دینی اور اخروی برکت ثواب ہے۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ مدینہ طیبہ میں ہر عمل پر بہ نسبت مکہ معظمہ کے تین گنا ثواب ہے۔ اور برکت کو دنیوی برکت کے ساتھ خاص کرنا تخصیص بلا مخصص ہے۔

تشریحات ۱۱۰۴ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارہ ربیع الاول کو زوال سے پہلے مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے۔ عقیرۃ۔ وہ آواز جو گانے یا رونے کے وقت ترنم کے ساتھ نکالی جائے۔ اِذخر مشہور گھاس ہے۔ جلیل بھی ایک نرم گھاس کا نام ہے۔ جس سے چھپر بناتے تھے۔ مجنّۃ۔ غالباً وہی جگہ ہو جہاں رجب میں سالانہ میلہ لگتا تھا۔ شامۃ۔ طفیل۔ دو پہاڑوں یا دو چشموں کے نام ہیں بُطحان مدینہ طیبہ کے ایک نالے کا نام ہے۔ نجلاً۔ گندا بدبودار پانی

مکہ معظمہ گرم اور خشک مقام ہے۔ زمزم شریف کے علاوہ اور کوئی نہ کنواں ہے نہ چشمہ۔ اور مدینہ طیبہ

عہ مسلم۔ الحج

اَبُوْبَكْرٍ اِذَا اَخَذَتْهُ الْحُمّٰى يَقُوْلُ - كُلُّ امْرِئٍ مُّصَبَّحٌ فِيْ اَهْلِهٖ ؛ وَ

رضی اللہ تعالیٰ عنہما بخار میں گرفتار ہوگئے۔ حضرت ابو بکر کا حال یہ تھا کہ جب انھیں بخار آتا تو کہتے

اَلْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ ، وَكَانَ بِلَالٌ اِذَا اُقْلِعَ عَنْهُ الْحُمّٰى يَرْفَعُ

ہر شخص اپنے اہل میں رہتے ہوئے صبح کرنیوالا ہے، اور حال یہ ہے کہ موت اس کی چپل کے تسمے سے بھی زیادہ

عَقِيْرَتَهٗ يَقُوْلُ - اَلَا لَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ اَبِيْتَنَّ لَيْلَةً ؛ بِوَادٍ وَّحَوْلِيْ اِذْ

قریب ہے۔ اور بلال کا جب بخار ٹوٹتا تو ترنم کیساتھ اپنی آواز بلند کرکے کہتے کاش کہ ایک رات میں ایسی

خَرٌّ وَّجَلِيْلُ ؛ وَهَلْ اَرِدَنْ يَوْمًا مِّيَاهَ مَجَنَّةٍ ؛ وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِيْ شَامَةٌ

وادی میں گزارتا کہ میرے اردگرد اذخر اور جلیل ہوتی اور کیا کسی دن مجنہ کے پانی پر گزر سکوں گا

وَطَفِيْلُ ؛ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ شَيْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَعُتْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَاُمَيَّةَ بْنَ

اور کیا میری نظروں کے سامنے شامہ اور طفیل ہوں گے۔ اے اللہ شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور امیہ

خَلَفٍ كَمَا اَخْرَجُوْنَا مِنْ اَرْضِنَا اِلٰى اَرْضِ الْوَبَاءِ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

بن خلف پر لعنت کر جنھوں نے ہمیں ہماری سرزمین سے نکال کر وبا کی زمین میں کر دیا ہے اس کے بعد

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ -

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا کی۔ اے اللہ ہمیں مکے جیسا مدینے کو پیارا بنا دے یا

مرطوب جگہ ہے۔ نیز اس کے نالوں سے بدبودار پانی بہتا تھا۔ اس کا اثر کنوؤں کے پانی میں بھی ہوتا جس کی وجہ سے وہاں عموماً لوگ بخار میں مبتلا رہتے۔ عمرۃ القضا کے موقعہ پر اہل مکہ نے صحابہ کرام پر یہ طنز کیا تھا اضناھم حمی یثرب تیرب کے بخار نے انھیں کمزور کر دیا ہے۔ مکہ معظمہ جیسی خشک جگہ سے جب صحابہ کرام مدینہ طیبہ جیسے مرطوب اور مسموم مقام پر پہنچے تو عموماً بخار میں مبتلا ہوگئے۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے مدینہ طیبہ کی وبا ختم ہوگئی اور وہاں کی آب و ہوا صحت افزا ہوگئی۔ ہوائیں نسیم سحر کی طرح جانفزا، پانی آب حیات کی طرح شیریں۔ جتنا لذیذ ہلکا پانی مدینہ طیبہ کا ہے، دنیا میں کہیں کا نہیں۔

جس دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ اس کا بخار مجحفہ منتقل فرما دے اس دن تمام اہل مجحفہ بخار میں گرفتار ہوگئے اور مجحفہ بخار کا گڑھ ہوگیا۔ وہاں ایک چشمہ تھا جو بھی اس کا پانی پی لیتا بخار میں مبتلا ہو جاتا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دفع بلا و حصول نفع کے لئے دعا رضا بالقضا کے منافی نہیں بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اسمیں اظہار بندگی و عجز و تذلل ہے۔ یہ خود ایک عبادت ہے۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَفِيْ مُدِّنَا وَصَحِّحْهَا لَنَا وَانْقُلْ حُمَّاهَا اِلَى الْجُحْفَةِ

اس سے بھی زیادہ اے اللہ ہمارے صاع ہمارے مد میں برکت دے اور مدینے کو ہمارے لئے صحت افزا

قَالَتْ وَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ وَهِيَ اَوْبَاءُ اَرْضِ اللّٰهِ قَالَتْ فَكَانَ بُطْحَانُ يَجْرِيْ

بنادے اور اس کا بخار جحفہ منتقل فرمادے۔ ام المومنین نے فرمایا ہم جب مدینے آئے تو اللہ کی

نَجْلًا يَعْنِيْ مَاءً اٰجِنًا ۔

سب زمین سے زیادہ یہ وبازدہ تھی اور فرمایا کہ بطحان نالے سے بدبودار پانی بہتا تھا۔

۱۱۰۵ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے یہ دعا کی۔ اے اللہ اپنے

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ

راستے میں شہادت نصیب فرما۔ اور میری وفات اپنے رسول کے شہر میں کر۔

**تشریحات** ۱۱۰۵ اس دعا کا باعث یہ ہوا کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب دیکھا کہ حضرت عمر شہید ہیں۔ شہید کئے جائیں گے۔ یہ خواب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا تو فرمایا۔ میرے لئے شہادت کہاں۔ میں جزیرۃ العرب کے بیچ میں ہوں۔ جہاد کرتا نہیں۔ میرے اردگرد ہر وقت لوگ رہتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ نصیب ہوگی انشاء اللہ۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا، اس سے زیادہ مستبعد کوئی اور بات نہیں ہوسکتی تھی مگر جو فرمایا وہی ہوا اور ان کی یہ دعا قبول ہوئی۔ اور بلد رسول میں شہادت نصیب ہوئی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونا نصیب ہوا۔

یہ حدیث زید بن اسلم سے مروی ہے۔ عام اسناد میں ہے کہ زید اپنے والد اسلم سے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ مگر بطریق ابن زریع یہی حدیث زید بن اسلم عن امہ عن حفصہ بنت عمر عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم مروی ہے۔ یعنی زید بن اسلم اپنی ماں سے وہ ام المومنین حضرت حفصہ سے وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ وقال زریع۔ سے امام بخاری نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ نیز ہشام بن سعد نے یہ حدیث اس طرح روایت کی ہے۔ زید بن اسلم اپنے والد سے وہ ام المومنین حضرت حفصہ سے وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتی ہیں۔ وقال ھشام سے یہ بتایا ہے۔

اس اختلاف کے ذکر سے امام بخاری کی غرض کیا ہے۔ وہ واضح نہیں ہوسکی۔ بظاہر یہ سند میں اضطراب ہے۔ اگر امام بخاری کا مقصود یہ اضطراب بتانا ہوتا، اور یہ حدیث ان کے نزدیک مضطرب ہوتی تو اس صحیح میں

درج نہ کرتے۔ اس لئے براہ حسن ظن یہی کہا جائے گا کہ ان کا مقصود طرق کو بیان فرمانا ہے۔ اور یہ کہ زید بن اسلم اپنے والد سے بھی روایت کرتے ہیں۔ اور اپنی والدہ سے بھی۔ اور ان کے والد اسلم نے یہ حدیث خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی سنی ہے۔ اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قد تم بعون اللہ تعالیٰ وعون حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الجزء الرابع من نزھۃ القاری ویلیہ الخامس ان شاء ربنا عز وجل وشاء حبیبہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ فالحمد لہ۔ اولا واخرا والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ وعلی آلہ وصحبہ بدایۃ ونہایۃ۔



www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب الصوم

## باب وجوب صوم رمضان ص ۲۵۴

رمضان کے روزے کا واجب ہونا۔

**حسن ترتیب** قرآن مجید اور احادیث میں ایمان کے بعد بلا فصل نماز کا ذکر ہے۔ اس لئے امام بخاری نے عبادات میں نماز کو سب سے پہلے ذکر فرمایا۔ اور نماز کے ساتھ بلا فصل زکوٰۃ مذکور ہے۔ اس لئے نماز کے بعد زکوٰۃ کو ذکر فرمایا۔ نماز خالص بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ خالص مالی۔ اور حج دونوں کا مجموعہ۔ مفردات کو ذکر کر کے دونوں سے مرکب کو ذکر فرمایا۔ زکوٰۃ اور حج میں یہ مناسبت تھی کہ دونوں میں مال صرف کرنا ہے۔ اسلئے زکوٰۃ کے بعد حج ذکر فرمایا۔ اب روزے کے لئے اخیر میں ذکر کا موقعہ نکلا۔

**اقول** ۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ نماز اگرچہ تمام عبادتوں سے زیادہ اہم ہے۔ مگر اس کے تارکین کی کثرت ہے۔ زکوٰۃ کے ادا کرنے والے بھی نہ ادا کرنے والوں سے کم ہیں۔ مگر ان کا تناسب بنسبت تارکینِ نماز کم ہے۔ اور حج کر نیوالوں کا تناسب بھی زیادہ ہے۔ روزہ ان چہار فرائض کی بہ نسبت لوگ بہت زیادہ رکھتے ہیں۔ عورتیں ننانوے فیصد بے نمازی ہیں مگر ننانوے فیصد روزہ رکھتی ہیں۔ امام بخاری نے عوام کے عمل اور ترک کو پیش نظر رکھ کر جس کی طرف رغبت کم تھی۔ اسے مقدم کیا اور ترتیب میں عوام کی رغبت کو ملحوظ رکھا۔

**صوم کا معنی** ۔ صوم کے لغوی معنی۔ امساک یعنی رکنے کے ہیں۔ کھانے پینے، چلنے پھرنے، بات چیت کسی چیز سے رکنا۔ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

۱۱۰۶ حدیث عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ صَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم عاشورا کا روزہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَاَمَرَ بِصِیَامِہٖ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تُرِکَ وَکَانَ

رکھا اور اس کے رکھنے کا حکم دیا۔ جب رمضان فرض ہوگیا تو چھوڑ دیا گیا۔ اور عبداللہ (ابن عمر)

عَبْدُ اللّٰہِ لَا یَصُوْمُہٗ اِلَّا اَنْ یُّوَافِقَ صَوْمَہٗ ۔ خ ل ث اَنَّ عُرْوَۃَ اَخْبَرَہٗ عَنْ

عاشورا کا روزہ نہیں رکھتے تھے۔ مگر یہ کہ انکے کسی روزے کے موافق ہو۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی

عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّ قُرَیْشًا کَانَتْ تَصُوْمُ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فِی

اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ قریش جاہلیت میں عاشورے کا روزہ رکھتے تھے۔ پھر رسول اللہ

الْجَاھِلِیَّۃِ ثُمَّ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِصِیَامِہٖ حَتّٰی فُرِضَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشورے کے روزے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ رمضان

رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ شَاءَ فَلْیَصُمْہُ

کا روزہ فرض کیا گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہے عاشورے کا روزہ

وَمَنْ شَاءَ اَفْطَرَ[ع]

رکھے۔ جو چاہے نہ رکھے

اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُکَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا ــــ مریم ۲۶

میں نے اللہ کے لئے روزے کی منت مانی ہے۔ آج کسی انسان سے بات نہیں کروں گی۔

بات چیت سے رکنے کو صوم کہا۔ اور یہ روزہ ان کی شریعت میں مشروع تھا۔ عرب والے اس گھوڑے کو جو چارہ نہ کھائے یا اڑ جائے خیل صیام کہتے ہیں۔

شریعت میں ــــ صبح صادق طلوع ہونے سے لیکر آفتاب ڈوبنے تک عبادت کی نیت سے کھانے، پینے، جماع اور جماع کے مقدمات سے رکنے کو صوم کہتے ہیں۔

**روزہ کب فرض ہوا** دوسری ہجری کے دس شعبان کو رمضان کا روزہ فرض ہوا۔ اس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نو سال رمضان کا روزہ رکھا۔ اس کے پہلے عاشورا کا روزہ فرض تھا۔ پھر جب یہ آیۂ کریمہ نازل

ع مسلم۔ الصیام ــــ نسائی۔ الحج

ہوئی۔ تو یہ منسوخ ہوگیا۔ اور رمضان کا فرض ہوگیا۔
فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ بقرہ (۸۵) ۔ تم میں سے جو کوئی اس مہینے میں موجود ہو۔ اسے لازم کہ اس مہینے کا روزہ رکھے۔
بعض حضرات نے فرمایا۔ کہ عاشورا کے روزے کے بعد ہر مہینے تین دن کا روزہ فرض تھا۔

**تشریحات ۱۱۰۶، ۷** حضرت ام المومنین کی حدیث کے ہم معنی مسلم[1] میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی صحابہ سے اس مضمون کی احادیث آئی ہیں۔ یہ اسکی دلیل ہے کہ رمضان سے پہلے عاشورا کا روزہ فرض تھا۔ حدیث میں ہے۔ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اور امر وجوب کے لئے آتا ہے۔ عاشورا۔ مد اور قصر دونوں کے ساتھ ہے۔ اور مد اکثر ہے۔ دسویں محرم کو کہتے ہیں۔

**ایک تطبیق** بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ آئے۔ تو دیکھا کہ یہودی عاشورا کا روزہ رکھتے ہیں۔ دریافت فرمایا۔ تو انھوں نے بتایا کہ یہ اچھا دن ہے۔ اس دن اللہ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی تو اس کے شکریہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا تھا۔ یہ سنکر حضور نے فرمایا۔ تم سے زیادہ ہم موسیٰ کی اتباع کے حقدار ہیں۔ تو حضور نے بھی روزہ رکھا۔ حدیث زیر بحث اور اس حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں حضرت علامہ عینی نے یہ تطبیق دی ہے۔ کہ ہوسکتا ہے۔ قریش عاشورے کا روزہ رکھتے تھے۔ قبل بعثت حضور بھی رکھتے تھے۔ بعد بعثت ترک فرمادیا۔ جب مدینہ تشریف لائے اور یہ معلوم ہوا۔ کہ یہ روزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں مشروع ہے تو پھر رکھا۔ جب رمضان کا روزہ فرض ہوا۔ تو فرمایا۔ جس کا جی چاہے رکھے جس کا جی چاہے نہ رکھے۔

**الآن یوافق صومہ** مثلاً ان کی عادت رہی ہو کہ ہر دوشنبے کو روزہ رکھتا ہو۔ اور عاشورا دوشنبہ کو پڑ گیا تو رکھا۔ نہ اس بنا پر کہ یہ عاشورا کا دن ہے۔ بلکہ اس بنا پر کہ یہ انکے روزے کا دن ہے۔ مقصود یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عاشورے کے روزے کو نفل نہیں جانتے تھے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ نفل ہے۔

---

[1] اول۔ الصیام۔ باب صوم یوم عاشورا ۱ ص ۳۵۸

# باب فضل الصوم - روزے کی فضیلت ص ۲۵۴

۱۱۰۸

**حدیث** - عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلصِّیَامُ جُنَّةٌ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَجْهَلْ فَاِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهٗ اَوْ شَاتَمَهٗ

ڈھال ہے - روزہ دار بیہودہ نہ بکے نہ جہالت کرے - اگر کوئی اس سے لڑے یا گالی دے تو کہہ دے

فَلْیَقُلْ اِنِّیْ صَائِمٌ مَرَّتَیْنِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ

میں روزہ دار ہوں - دو مرتبہ - قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو

عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِّیْحِ الْمِسْكِ یَتْرُكُ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ وَشَهْوَتَهٗ مِنْ اَجْلِیْ

اللہ عزوجل کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے - روزہ دار اپنا کھانا، پینا اور خواہش نفس میری وجہ سے چھوڑتا ہے - روزہ

اَلصِّیَامُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا ؕ

میرے لئے ہے اور میں اس کی جزا دونگا اور نیکی دس گنے تک ہے -

**تشریحات** ۱۱۰۸ ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے یوں مروی ہے - رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا - تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے - ہر نیکی دس گنے سے لیکر سات سو گنے تک ہے - روزہ میرے لئے ہے - اور میں اس کی جزا دوں گا - اور روزہ جہنم سے ڈھال ہے - اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہے - اگر کوئی جاہل جہالت کرے - اور وہ روزہ دار ہو تو کہہ دے میں روزے سے ہوں -

اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ - ہر وہ چیز جو دوسرے کو چھپالے - جُنَّة - ہے - عرف میں ڈھال کو کہتے ہیں - روزہ کس چیز سے ڈھال - یہ اس روایت میں مذکور نہیں - مگر ترمذی کی روایت میں - مِنَ النَّارِ - مذکور ہے - امام قاضی عیاض نے فرمایا ہے - کہ معنی عام بھی مراد لیا جاسکتا ہے - یعنی جہنم سبھی ڈھال ہے - اور تمام گناہوں سے بھی -

**فلا یرفث** رفث گزر چکا کہ عورتوں کے سامنے جماع کی بات کرنے کو کہتے ہیں - مگر عرف میں اس کے معنی فحش گوئی کے ہیں - یعنی روزے کی حالت میں فحش، بیہودہ نہ بکے - ولا یجھل - یعنی زمانہ جاہلیت کے کام نہ کرے - جو اوباش لوگ کرتے ہیں - جیسے چیخنا، چلانا - ٹھٹھا، مخول کرنا -

**قاتلہ او شاتمہ** یعنی خود لڑائی گالی گلوچ کا نہ اقدام کرے - اور نہ کوئی ایسا کام کرے کہ کوئی اس سے لڑے، اس سے گالی گلوچ دے، اور اگر کوئی شخص اس سے لڑائی کرنے پر آمادہ ہو -

ع ابوداؤد - نسائی - الصوم

یا اسے گالی گلوچ دے تو صبر کرے جوابی کاروائی میں لڑنے نہ لگے۔ اسے گالی نہ دے۔ بلکہ یہ کہہ دے کہ میں روزے دار ہوں۔ زبان سے کہہ دے یہی ظاہر ہے۔ ورنہ اپنے آپ کو سمجھالے۔ کہ میں روزے سے ہوں۔ مجھے لڑائی جھگڑا زیب نہیں دیتا۔

**اقول** ۔ وَبِاللّٰہِ التَّوفِیقِ ۔ روزہ عبادت ہے۔ روزہ دار جب تک روزے سے ہے عبادت میں ہے۔ اور عبادت میں احسان یہ ہے کہ یہ تصور ہو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ یا کم از کم یہ تصور رہے۔ کہ اللہ عزوجل ہم کو دیکھ رہا ہے۔ ان تعبد ربك كانك تراه وان لم تكن تراه فانه يراك اگر کوئی بندہ اس درجے پر روزے میں فائز ہو تو ان سب باتوں کی گنجائش ہی کہاں نکل پائے گی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ روزے کی چار قسمیں ہیں۔

اوّل ۔ عوام کا روزہ یعنی بہ نیت عبادت کھانے، پینے، جماع سے رکنا۔ دوم ۔ متوسط الحال لوگوں کا روزہ کہ ان کے ساتھ ساتھ معاصی سے بھی باز رہنا۔ سوم ۔ خواص کا روزہ کہ ان سب کے ساتھ غیر خدا کے ذکر سے بچنا۔ چہارم ۔ اخص الخواص کا روزہ کہ غیر خدا سے کسی قسم کا کوئی لگاؤ نہ رہے نہ ظاہراً نہ باطناً۔ یہ روزہ دوامی ہوتا ہے ۔ جو صرف لقاء ربانی کے دن افطار ہوگا۔

**وَلَخُلُوف** خُلوف ۔ خاء کے ضمہ کے ساتھ ۔ لغت حدیث کی کتابوں میں یہی معروف ہے ۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ بہت سے مشائخ فتحہ کے ساتھ روایت کرتے ہیں ۔ خطابی نے کہا یہ غلط ہے ۔ بھوک کی وجہ سے منہ میں جو بو پیدا ہو جاتی ہے ۔ اسے خلوف کہتے ہیں ۔ مشک سے زیادہ خوشبودار ہونا عنداللہ ہے ۔ جو دنیا میں باطنی چیز ہے ۔ اور انشاء اللہ آخرت میں ظاہری بھی ہوگی ۔ اور یہ رضا وقبول سے کنایہ ہے ۔ جیسے مشک سب کو پسند ہے اور مشک کی خوشبو سے ہر شخص خوش ہوتا ہے ۔ بلا تمثیل مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل روزے کو قبول فرماتا ہے ۔ اور روزے سے اللہ عزوجل کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

**الصَّوْمُ لِی** نماز مخصوص شرائط کے ساتھ مخصوص ہیئت کے ساتھ مخصوص ارکان کی ادائیگی کا نام ہے ۔ جسے دیکھ کر ہر شخص جان سکتا ہے کہ یہ شخص نماز پڑھ رہا ہے ۔ حج کا بھی یہی حال ہے ۔ بلکہ اس کے لئے سفر، گھر سے باہر رہنا اور مجمع عام میں اس کی ادائیگی ہے ہر شخص جان سکتا ہے کہ یہ حج کرنے جا رہا ہے ۔ حج ادا کر رہا ہے ۔ زکوٰۃ فقراء و مساکین کو دی جاتی ہے اس پر بھی دوسرے کا مطلع ہو جانا لازم ہے ۔ مگر روزہ ایسی عبادت ہے ۔ جس میں کوئی ایسا فعل نہیں جس کی وجہ سے لوگ اس پر مطلع ہوں ۔ پھر تنہائی میں بہت سے ایسے مواقع ملتے ہیں کہ اگر آدمی کھا پی لے تو کسی کو خبر نہ ہوگی ۔ اس لئے بہ نسبت اور عبادتوں کے روزے میں ریا کے

# بَابُ الرَّيَّانِ لِلصَّائِمِيْنَ ص۲۵۴

## ریّان روزہ داروں کیلئے ہے

۱۱۰۹

**حدیث** - عَنْ سَهْلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ

- حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے۔ قیامت کے دن اس دروازے سے صرف روزے دار

لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ اَيْنَ الصَّائِمُوْنَ ..... فَيَقُوْمُوْنَ لَا

داخل ہونگے۔ انکے علاوہ اور کوئی اس سے داخل نہ ہوگا۔ فرمایا جائیگا۔ روزے دار کہاں ہیں۔ تو یہ لوگ کھڑے

يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَاِذَا دَخَلُوْا اُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ اَحَدٌ ؏ه

ہونگے۔ انکے علاوہ اور کوئی اس دروازے سے جنت میں داخل نہ ہوگا۔ جب روزے دار داخل ہولیں گے

تو یہ دروازہ بند کردیا جائے گا پھر کوئی داخل نہ ہوگا

شائبہ کا دخل نہیں۔ بندہ روزہ رکھتا ہے تو خاص اللہ کی رضا کے لئے رکھتا ہے۔ اسی کو فرمایا۔ روزہ میرے لئے ہے۔ میں اس کی جزا دونگا۔ بادشاہ جب کسی کو کچھ دیتا ہے تو اپنی شان کے مطابق دیتا ہے۔ وہ بھی جب کسی پسندیدہ کام پر خوش ہوکر دیتا ہے۔ تو پھر اس کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ اسی کو ایک دوسری حدیث میں فرمایا۔

کل حسنة بعشر امثالها الی سبع مائة ضعف الا الصیام فهو لی وانا اجزی به۔

ہر نیکی روزے کے سوا دس گنے سے لیکر سات سو گنے تک ہے۔ مگر روزہ میرے لئے ہے میں اسکی جزا دوں گا۔

ع۵ مسلم۔ الخ ـــــ ۱ مسلم اول ۔ الصیام ۔ باب فضل الصیام ص۳۶۳ ۔ ترمذی ۔ الصوم ۔ باب فضل الصوم ص۹۵ ۔ نسائی اول ۔ الصیام ۔ باب فضل الصیام ص۳۱۰ ۔ ابن ماجہ ۔ الصیام ۔ باب فضل الصیام ص۱۱۹ ۔ موطا امام مالک ۔ الصیام ۔ باب جامع الصیام ص۱۰۳ ۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص۲۳۴

**وَالحسنۃ بعشر امثالھا** یہ تحدید کیلئے نہیں کم از کم کا بیان ہے۔ اور مفہوم عدد حجت نہیں اس لئے یہ ابھی گزری ہوئی حدیث کے معارض نہیں۔

## تشریحات ۱۱۰۹

اِنَّ فِی الجنۃِ بابًا۔ جنت میں کل آٹھ دروازے ہیں۔ باب ریان۔ انھیں آٹھ میں سے کوئی ایک ہے۔ یا الگ سے کوئی اور دروازہ ہے۔ احادیث سے دونوں باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ بخاری۔ بدأ الخلق[1] میں انھیں حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

فی الجنۃ ثمانیۃ ابواب فیھا باب یسمی الرّیان لا یدخلہ الا الصائمون — جنت میں آٹھ دروازے ہیں۔ ان میں ایک دروازے کا نام ریان ہے۔ جس سے صرف روزے دار داخل ہوں گے۔

اس حدیث میں۔ فیھا۔ کی ضمیر مجرور متصل میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا مرجع جنت ہو۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان آٹھ دروازوں کے علاوہ اور کوئی دروازہ ہے۔ جس کا نام۔ رَیَّان۔ ہے۔ دوسرا احتمال بھی ہے۔ کہ اس کا مرجع ابواب ہوں۔ اب یہ مطلب ہوگا۔ کہ رَیَّان۔ انھیں آٹھ میں سے کوئی ایک ہے اس کی مؤید جوزنی کی وہ روایت ہے۔ جو بطریق ابو غسان عن ابی حازم مروی ہے۔ جس میں۔ فیھا۔ کے بجائے۔ منھا۔ ہے۔

اول کی مؤید بہت سی احادیث ہیں۔ جن میں اس کے بعد بخاری ہی کی حدیث آرہی ہے۔ رَیَّان۔ فَعْلَانَ کے وزن پر ہے۔ اس کا مادہ رَیٌّ ہے۔ جس کے معنی سیرابی کے ہیں۔ نسائی[2] میں ہے۔ کہ جو اس دروازے میں داخل ہوگا پیئے گا۔ اور پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

## تشریحات ۱۱۱۰

من انفق زوجین۔ یعنی جو چیز دے وہ دو دے۔ مثلاً۔ دو درہم۔ دو دینار۔ دو اونٹ۔ دو گھوڑے وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ ابوذرؓ کی حدیث میں خود ان کی تفسیر مذکور ہے۔ اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ دو چیزیں دے اگرچہ وہ مختلف جنس کی ہوں۔ مثلاً ایک درہم اور ایک دینار۔ ایک دینار اور ایک کپڑا۔ ایک کپڑا

---

[1] باب صفۃ ابواب الجنۃ ص۴۶۱ ۔ [2] الصوم۔ باب فضل الصیام ص۳۱۲ ۔
[3] عمدۃ القاری عاشر ص۲۶۴

**حدیث ۱۱۱** عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَیْنِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ نُوْدِیَ مِنْ

نے اللہ کی راہ میں جوڑا خرچ کیا۔ اسے جنت کے کئی دروازوں سے پکارا جائے گا۔ اے بندۂ

اَبْوَابِ الْجَنَّةِ یَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا خَیْرٌ فَمَنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِیَ

خدا یہ دروازہ عمدہ ہے۔ جو نمازی ہوگا اسے باب الصلوٰۃ سے پکارا جائے گا۔

مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ وَمَنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ

جو مجاہد ہوگا اسے باب الجہاد سے پکارا جائے گا۔ جو روزہ دار ہوگا اسے

کَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّیَامِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الرَّیَّانِ وَمَنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ

باب الریان سے پکارا جائے گا۔ جو صدقہ دینے والا ہوگا اسے

الصَّدَقَةِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ

باب الصدقہ سے پکارا جائے گا۔ اس پر ابوبکر نے عرض کیا۔ آپ پر میرے

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلٰی مَنْ دُعِیَ مِنْ تِلْکَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ

ماں باپ قربان یا رسول اللہ۔ جو ان دروازوں سے کسی ایک سے پکارا جائیگا۔ اسے

یُدْعٰی اَحَدٌ مِنْ تِلْکَ الْاَبْوَابِ کُلِّهَا قَالَ نَعَمْ وَاَرْجُوْ اَنْ تَکُوْنَ مِنْهُمْ ۔ع

دوسرے دروازے کی۔ کیا حاجت۔ کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جو ان سب دروازوں سے پکارا جائے۔ فرمایا ہاں۔ مجھے امید ہے کہ آپ ان میں سے ہوں گے۔

اور ایک جانور۔ اور انفاق سے بطور نفل خرچ کرنا مراد ہے۔

**ابواب الجنة** اس کا بھی احتمال ہے کہ اس سے جنت کے آٹھوں مشہور دروازے مراد ہوں۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے۔ فتحت له ابواب الجنة الثمانية۔

ع ایضا۔ مناقب۔ باب فضل ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۵۱۰ مسلم۔ زکوٰۃ۔ ترمذی۔ مناقب، نسائی۔ مناقب، زکوٰۃ صوم جہاد۔ ۱۲ عمدۃ القاری عاشر ص ۲۶۴

اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اس کا جنت کے دربان استقبال کریں گے۔ سب اپنی طرف بلائینگے

**من باب الصلوٰۃ** اس حدیث میں اس کا بھی احتمال ہے کہ جنت کے ان آٹھوں دروازوں میں سے کسی کا نام باب الصلوٰۃ ہوگا۔ کسی کا باب الجہاد۔ کسی کا باب الصدقہ وغیرہ وغیرہ۔ مگر دوسری احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان مخصوص دروازوں کی تعداد آٹھ سے زیادہ ہے۔ امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں روایت کیا ہے کہ جنت کے ایک دروازے کا نام۔ باب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ہے۔ یہ باب رحمت ہے باب توبہ ہے۔ جب سے اللہ عزوجل نے اسے بنایا ہے۔ کھلا ہوا ہے کبھی بند نہ ہوا۔ جب سورج بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع کریگا۔ تو بند ہوگا۔ اور پھر قیامت تک نہیں کھلے گا۔ بقیہ دروازے اعمال حسنہ کے نام پر ہیں۔ جیسے باب الزکوٰۃ باب الحج، باب العمرہ۔ امام قاضی عیاض نے روایت کیا۔ کہ ایک دروازے کا نام۔ باب الکاظمین الغیظ ہے۔ اور ایک باب الراضین ہے۔ اسی طرح ایک کا نام۔ باب الضحیٰ ہے۔ یہ انکے لئے ہے جو نماز چاشت پابندی کے ساتھ پڑھنے والے ہیں۔ ایک کا نام۔ باب الفرح۔ جو بچوں کو خوش کرنے والوں کیلئے ہے۔ ایک باب الذکر ہے۔ ایک باب الصابرین ہے۔ ایک دروازہ وہ ہے جو حقوق العباد معاف کرنیوالوں کیلئے ہے۔ ایک دروازہ خوش اخلاق لوگوں کے لئے ہے۔

اسکی توجیہ یہ ہے کہ بڑے مرکزی آٹھ دروازے ہیں۔ اور یہ سب ضمنی دروازے ہیں۔ یہ مخصوص دروازے ان لوگوں کے لئے ہیں جو فرائض کی کما حقہٗ پابندی کے ساتھ ساتھ نوافل کے ساتھ خصوصی شغف رکھتے ہوں۔ جو شخص جس نفل کی ادائیگی میں ممتاز ہوگا وہ اس کے مخصوص دروازے سے داخل ہوگا۔

**وعلیٰ من دُعی** حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس عرضداشت کا مطلب یہ ہے۔ کہ مقصود جنت میں داخلہ ہے۔ اگر کوئی کسی ایک دروازے سے بلا لیا جائے۔ تو اسے دوسرے دروازے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ اس کا مقصود حاصل ہوگیا۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ۔ ضرورۃ۔ کے معنی ضرر۔ کے لئے جائیں۔ اب یہ مطلب ہوگا۔ اس میں کوئی نقصان اور حرج نہیں۔

---

لہ عمدۃ القاری عاشر ص ۲۶۴

# بَابٌ هَلْ يُقَالُ رَمَضَانُ أَوْ شَهْرُ رَمَضَانَ۔ وَمَنْ رَأَى كُلَّهُ وَاسِعًا ۲۵۵

کیا رمضان یا شہرِ رمضان کہا جائے۔ اور جو سب کو جائز جانے۔

**يدعى من تلك الابواب كلها** یعنی کیا کوئی ایسا ہے جو فرائض کی پابندی کے ساتھ ساتھ تمام نوافل کی ادائیگی میں اتنا شغف رکھتا ہے۔ کہ وہ سب میں ممتاز ہو۔ اور وہ سب دروازوں پر پکارا جائے۔ فرمایا۔ ایسے لوگ بھی ہیں۔ اور تم ان میں ہو۔ حدیث میں وارد ہے۔ وارجو میں امید کرتا ہوں کہ تم ان میں ہو۔ اور ہر امید کا پورا ہونا ضروری نہیں۔ مگر یہ ہماری اور آپکی امید کے بارے میں ہے۔ گزر چکا کہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رجا (امید) تحقیق کے لئے ہوتی ہے۔

---

**توضیح** اسلاف میں حضرت امام عطا اور امام مجاہد صرف رمضان کہنے کو ناپسند کرتے تھے۔ شہر رمضان۔ شہر کی اضافت ضروری جانتے تھے۔ اس سلسلے میں کامل ابن عدی کی ایک حدیث بھی ہے۔ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رمضان نہ کہو۔ کیوں کہ رمضان اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ہے۔ ہاں شہر رمضان کہو۔ مگر وہ ضعیف ہے۔ جمہور محققین کا مسلک یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ شہر کی اضافت کے بغیر صرف رمضان کہا جائے۔ خود امام بخاری کا اپنا مسلک کیا ہے۔ حسب عادت اکثری اس کو ظاہر نہیں فرمایا۔ مگر جو احادیث لاتے ہیں۔ ان سے اسی کی تائید ہوتی ہے کہ وہ دونوں جائز جانتے ہیں۔

**اِفَادَہ** — شہر کی اضافت صرف تین مہینوں کی طرف صحیح ہے۔ ربیع الاول، ربیع الآخر، اور رمضان۔ جیسا کہ علامہ ابن حاجب نے تصریح کی ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے مہینوں کی جانب شہر کی اضافت جائز نہیں۔

**حدیث ۱۱۱۱** عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ۔

نے فرمایا۔ جب رمضان آتا ہے۔ تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں

**حدیث ۱۱۱۲** اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جب

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ

رمضان آجاتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور جہنم

وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَھَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ ؏

کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور شیطانوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔

**رمضان** رَمَضٌ کا مصدر ہے۔ یہ رمضاء سے ہے۔ اس کے معنی جلنے کے ہیں۔ جب رمضان کا نام رکھا رہے تھے۔ تو شدت کی گرمی پڑ رہی تھی۔

پہلے مہینوں کے نام یہ تھے۔ محرم کا نام۔ مؤکر۔ صفر کا۔ ناجر۔ ربیع الاول کا۔ خوان۔ ربیع الآخر کا ویضان۔ جمادی الاولیٰ کا۔ رُبیٰ۔ جمادی الآخرہ کا۔ حنین۔ رجب کا۔ اصم۔ شعبان کا۔ عاذل۔ رمضان کا۔ ناتق۔ شوال کا۔ وعل۔ ذوقعدہ کا۔ ورنہ۔ ذوالحجہ کا۔ برک۔

محکم میں ہے۔ کہ شہر کے اصل معنی چاند کے ہیں۔ چاند کو شہرا اسکی شہرت کی وجہ سے کہتے ہیں۔

**تشریح ۱۱۱۱** ابن ابی انس مولی التیمیین۔ ابو انس سے مراد مالک بن ابو عامر ہیں۔ یہ حضرت امام مالک صاحب مذہب کے چچا تھے۔ ابن ابی انس سے سے مراد انکے صاحبزادے ابو سہیل ہیں۔ ابو عامر مکہ معظمہ آئے تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی عثمان بن طلحہ کے حلیف بن گئے۔ اس لئے مولی التیمیین کہلانے لگے۔ حضرت امام مالک کہا کرتے تھے۔ ہم آل تیم کے موالی نہیں۔ ہم قبیلہ اصبح کے عرب ہیں۔ مگر ہمارے دادا آل تیم کے حلیف بن گئے تھے۔ اسلئے ہم کو لوگ مولی آل تیم کہنے لگے۔

؏ ایضاً بدء الخلق باب صفۃ ابلیس ص۴۶۳، مسلم، نسائی۔ الصیام

# بَابُ رُؤیَۃِ الْھِلَالِ ص۲۵۵

## چاند دیکھنے کا بیان

**حدیث ۱۱۱۳** اَخْبَرَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عَنْھُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا

علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جب چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو۔ اور جب چاند

رَاَیْتُمُوْہُ فَصُوْمُوْا وَاِذَا رَاَیْتُمُوْہُ فَاَفْطِرُوْا فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاقْدِرُوْا لَہٗ وَ

دیکھ لو تو روزہ چھوڑ دو۔ اور اگر (۲۹) کو چاند نظر نہ آئے تو چاند کے لئے اندازہ کرلو۔

قَالَ غَیْرُہٗ عَنِ اللَّیْثِ قَالَ ثَنِیْ عُقَیْلٌ وَّیُوْنُسُ لِھِلَالِ رَمَضَانَ ع۱

اور یحییٰ بن بکیر کے علاوہ ایک شخص نے لیث سے روایت کرتے ہوئے کہا مجھ سے عقیل اور یونس حدیث بیان کی جس میں یہ ہے

ابو سہیل نافع عمر میں حضرت امام زہری سے کم ہیں۔ اسی وجہ سے امام زہری کے تلامذہ نے بھی ان کا زمانہ پایا۔ یہ امام زہری سے پہلے وفات بھی پا گئے۔ ۱۱۰ھ یا ۱۱۲ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اور امام زہری کا وصال ۱۲۴ھ میں ہوا ہے۔

**فتحت ابواب الجنۃ - السماء** اس سے کوئی مانع نہیں کہ دروازہ کھولنے سے اس کا حقیقی معنی مراد لیا جائے۔ مطلب یہ ہوا کہ رمضان میں شب و روز مسلمان اعمال صالحہ بکثرت کرتے ہیں۔ تو دروازہ کھول دیئے جاتے ہیں۔ کہ انھیں عروج اور درجہ قبول تک پہونچنے میں ادنی سی رکاوٹ نہ ہو۔ نیز یہ کہ جب جنت اور آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں تو رحمت و برکت کا تسلسل کیساتھ نزول ہوتا رہے گا۔ اسی طرح جہنم کے دروازوں کا بند ہونا۔ اور شیاطین کا زنجیروں میں جکڑا جانا بھی حقیقی معنوں میں ہے۔

ع۱ ایضا باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ ص۲۵۵

# تشریحات ۱۱۱۳

**اذا رأیتموہ** اس حدیث میں ضمیر منصوب متصل کا مرجع ہلال ہے۔ جو سب کو معلوم اور متعین ہے۔ جیسے آیۂ کریمہ۔ وَلِاَبَوَیْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ میں۔ وَلِاَبَوَیْهِ۔ کی ضمیر مجرور متصل کا مرجع لفظاً یا معنیً مذکور نہیں۔ مگر سیاق کلام سے معلوم اور متعین ہے۔ یہ حدیث اور اس کے ہم معنی دوسری احادیث اس پر نص ہیں کہ رمضان اور اسی کے مثل اور مہینوں کی ابتدا اور انتہا کا مدار رویت پر ہے۔ اسلئے اہل نجوم اور ہیئت کا حساب شرعاً غیر معتبر۔ اسی کی تاکید اگلے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔ فَاِنْ غم علیکم فاقدروا له۔ اور اگر چاند چھپ جائے تو مقدار پوری کرو۔ غُمَّ۔ غَمَّ۔ کا ماضی مجہول ہے۔ غَمَّ۔ کے معنی چھپنے کے ہیں۔ ڈھانک لینے کے ہیں۔ بولتے ہیں غَمَمْتُ الشَّیْءَ غَطَّیْتُهٗ۔ میں نے اس کو چھپالیا ڈھانک لیا۔ اس لئے۔ فان غم علیکم۔ کے معنی شارحین نے یہ لکھے۔ ای سُتِرَ الهلال علیکم۔ یعنی تم سے چاند چھپالیا جائے۔ اس کی تائید ابوداؤد[1] اور نسائی کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ جسمیں بجائے غم علیکم کے یہ ہے۔ فان حال دونه غمامة۔ (وفی روایۃ) سحابة۔ وفی روایة ظلمة۔ ہے۔ یعنی اگر بادل یا تاریکی حائل ہوجائے۔ اس کا قطعی مطلب یہ ہوا۔ کہ چاند افق سے اتنی اوپر ہے کہ اگر بادل گرد و غبار، دھواں، کہر نہ ہوتا تو نظر آجاتا۔ مگر بدلی وغیرہ سے ڈھک جانے کی وجہ سے نظر نہیں آیا۔ تو حکم یہ ہے کہ مہینہ باقی ہے۔ تیس[۳۰] کی تعداد پوری کرو۔ نجوم اور ہیئت کے حساب سے یہی نہ معلوم ہوگا کہ چاند مطلع پر اتنی اونچائی پر آگیا ہے۔ کہ اگر کوئی چیز حائل نہ ہو تو نظر آجائے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے غیر معتبر ٹھہرایا۔ اور مدار رویت پر رکھا۔ اسلئے اہل ہیئت لاکھ کہیں کہ چاند اتنی سطح پر پہونچ چکا ہے کہ اگر بدلی وغیرہ نہ ہوتی۔ تو ضرور نظر آتا۔ مگر معتبر نہیں۔

**ہیئت کا عجز** مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے رسالۂ مبارکہ۔ درر الفتح عن درک وقت الصبح۔ میں فرمایا۔

پھر انمیں بعض تو وہ[۲] ہیں جنکا مدار صرف[۱] رویت پر رہا۔ وہ ہلال ہے۔ کہ اِنَّ اللّٰهَ اَمَدَّهٗ برویته[۳] بیشک اللہ نے اس کی مدت رویت پر رکھی۔ اس کے ظہور و خفا کے وہ اسباب کثیرہ

---

[1] اول۔ الصیام۔ باب من قال فان غم علیکم فصوموا ثلثین۔ ص۳۱۸۔ نسائی۔ اول۔ باب اکمال ثلثین اذا کان غیم ص۳۰۲۔ [2] مسلم۔ اول۔ الصیام۔ باب اول ص۳۴۹

نا منضبط ہیں۔ جن کے لئے آجتک کوئی قاعدہ منضبطہ نہ ہوسکا۔ ولہٰذا البطلیموس نے ۔ مجسطی ۔ میں باآنکہ متحیرہ خمسہ وکواکب ثوابت کے ظہور وخفا کے لئے باب وضع کئے۔ مگر رویت ہلال سے اصلا بحث نہ کی ۔ وہ جانتا تھا کہ یہ قابو کی چیز نہیں ۔ اس کا میں کوئی قاعدہ کلیہ نہیں دے سکتا۔ بعد کے لوگوں نے اپنے تجارب کی بنا پر اگرچہ بلحاظ درجۂ ارتفاع، یا بعد سوا، یا بعد معدل، وقوس تعدیل الغروب وغیرذالک کچھ باتیں بیان کیں۔ مگر وہ خود ان میں بشدت مختلف ہیں ۔ اور باوصف اختلاف کوئی اپنی قرار داد پر جازم بھی نہیں ۔ جیسا کہ واقفِ فن پر ظاہر ہے ۔ اسی لئے اہل ہیئتِ جدیدہ باآنکہ محض فضول باتوں میں نہایت تدقیق وتعمق کرتے ہیں ۔ اور سالانہ ۔ المنک ۔ میں ہر روز کے لئے قمر کے ایک گھنٹہ کا میل ومطالع قمر اور ہر مہینے میں آفتاب کے ساتھ اس کے جملہ انظار، اجتماع واستقبال وتربیع ایمن والیسر کے وقت دیتے ہیں اور ہر ہر تاریخ پر متحیرات وثوابت کے ساتھ اس کے قرانات بیان کرتے ہیں ۔ مگر رویت ہلال کا وقت نہیں دیتے ۔ وہ بھی سمجھے ہوئے ہیں ۔ کہ یہ ہمارے بُوتے کا نہیں ۔ ولہٰذا ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ۔ کہ اس بارے میں قول اہل توقیت پر نظر نہ ہوگی ۔ درمختار[1] میں رہبانیہ سے ہے ۔ وقولُ اولی التوقیتِ لیس بموجب[2] ۔ اہلِ توقیت کا قول موجب نہیں۔"

**اقول:** ۔ مگر یہ چورا سی سال پہلے کی بات ہے ۔ اس مدت میں مختلف تجربے اور جدید خود کار آلاتِ رصدیہ اور حساب میں کمپیوٹر کی مدد سے رویتِ ہلال بھی دینے لگے ہیں جو سالہا سال کے تجربے سے صحیح بھی اترے ہیں ۔ تو جسطرح اوقات صلوۃ کے جاننے کا بھی مدار رویت تھی ۔ مگر سالہا سال کے تجربات سے قواعد منضبط ہوئے جو تجربے ہی سے صحیح ثابت ہوئے تو اس پر اعتماد باجماع مسلمین ہو رہا ہے، مجدد اعظم اسی رسالے میں لکھتے ہیں ۔

"حساب تو قطعی تھا ہی جتنی بات کی طرف اسے راہ نہ تھی وہ مکرر رویت نے براہ تجربہ بتادی ۔ اور اب تجربہ حساب دو قطعیوں سے مل کر حکم قطعی ہمارے ہاتھ آگیا۔"

اسلئے کوئی کہہ سکتا ہے ۔ کہ عہد رسالت میں بلکہ ۱۳۲۶ھ تک چونکہ رویت کے قواعد منضبط نہ تھے ۔ اسلئے اس کا اعتبار نہ ہوا اور اب جب کہ اوقات صلوۃ کی طرح اسکے قواعد بھی منضبط ہوگئے ہیں تو اعتبار ہونا چاہئے ۔ یہ علماء کرام خصوصاً مفتیانِ عظام کے لئے لمحۂ فکریہ ہے ۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ رویت پر مدار رکھنے کی وجہ سے ہر سال رمضان، عیدالفطر، عیدالضحیٰ کے مواقع پر پورے ملک میں انتہائی شورش اور جھگڑا لڑائی ہو جایا کرتی ہے ۔ حتیٰ کہ عوام علماء کے قابو میں نہیں رہتے ۔ روزہ الگ چھوڑتے اور توڑتے ہیں ۔ عید کی نماز تک قبل از وقت پڑھ لیتے ہیں عوام کے ایمان کی سلامتی کے لئے کیوں نہ اوقات نماز کی طرح رویت ہلال میں بھی موجودہ قواعد رویت کا اعتبار کر لیا جائے ۔

## رویت میں آسانی ہے

رویت پر مدار کار رکھنے میں آسانی ہے ۔ علم توقیت کے ذریعہ معلومات میں کتنی دشواریاں ہیں وہ اہل ہیئت ہی جانتے ہیں ۔ جدید علم ہیئت سے کام لینے میں جدید آلات رصدیہ اور کمپیوٹر وغیرہ کی فراہمی اس سے کام لینے والے ماہرین وہ بھی دیانتدار کتنے ناپید ہیں یہ کس سے پوشیدہ ہے ۔ اس کے بالمقابل رویت میں کتنی آسانی ہے وہ بتانے کی بات نہیں ۔ اور نہ شریعت نے ہمیں اس کا مکلف فرمایا ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان ایک دن سے روزہ رکھنا شروع کریں اور ایک دن چھوڑیں ۔ ایک ہی دن عیدین پڑھیں قربانی کریں ۔ پھر وہ کیا شرعی یا عقلی وجہ ہو سکتی ہے

---

[1] ثانی کتاب الصوم ص۹۲ برحاشیہ ردالمحتار نعمانیہ ۔ [2] فتاوی رضویہ جہارم ص۶۶۴ ۔ ۔ ایضاً

کہ ہم توقیت وہیئت رصدگاہوں ۔ آلاتِ رصدیہ اور کمپیوٹر کی بھول بھلیوں میں پھنسیں ۔ صاف صریح حکم ہے جس جگہ والوں کے لئے جیسی رویت ہو یا ثابت ہو اسی کے مطابق عمل کریں ۔ کاش کہ ہر مسلمان اس نقطہ کو سمجھ لیتا تو نہ شورش ہوتی نہ ہنگامہ، نہ لڑائی نہ جھگڑا مگر عوام کم جدید تعلیم یافتہ طبقہ اس پر مصر ہے کہ پورے ہندوستان میں ایک ہی دن عید ہو ۔ اسی شوق نے سارے ہنگامے کھڑے کردیئے ہیں ۔ یہ شوق یقیناً غلط ہے ۔ اس لئے اس پر مبنی سارے الزامات ہی غلط ۔ مگر علماء کو بھی بشرطِ گنجائش اس پر غور کرنا لازم ہے ۔

## اختلاف مطالع

اس سلسلے میں ایک بہت اہم بحث اختلاف مطالع کی آتی ہے ۔ کہ یہ معتبر ہے یا نہیں ۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کے یہاں معتبر ہے ۔ ائمہ احناف میں حضرت امام ابوجعفر طحاوی، امام زیلعی، امام ملک العلماء کاشانی صاحب فیض کے نزدیک معتبر ہے ۔ مگر ہمارے نزدیک صحیح ومختار یہی ہے کہ معتبر نہیں ۔ یہی ظاہر مذہب ہے ۔ اسکی قدرے تفصیل یہ ہے ۔

واقعہ یہی ہے کہ اختلاف مطالع سے رویت مختلف ہوتی ہے ۔ یہ عین ممکن ہے ۔ کہ ہندوستان میں چاند جمعرات کو نظر آئے مگر حجاز مقدس میں نظر آجائے بلکہ خود ہندوستان میں ممکن ۔ مثلاً یہ ہوسکتا ہے کہ کلکتہ میں جمعرات کو چاند نظر نہ آئے اور دہلی یا بمبئی میں نظر آجائے ۔ اس لئے واقعہ کے مطابق حکم یہی ہونا چاہئے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے ۔ مگر ہمارے علماء اسے دو وجہ سے غیر معتبر فرماتے ہیں ۔ ایک یہ کہ مدار رویت پر رکھا ہے ۔ ارشاد ہے ۔ صُوموا لِرُؤیتِہٖ وَاَفطِرُوا لِرُؤیتِہٖ ۔ اور یہ خطاب دنیا کے تمام مسلمانوں سے ہے ۔ اور قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں سے ۔ اس لئے جب کہیں بھی رویت ہوگی تو جہاں جہاں کے مسلمانوں کو بطریقۂ شرعی ثبوت مل جائے ۔ اس پر عمل واجب ۔ دوسرے اختلافِ مطالع کتنی مسافت پر ہوگا ۔ اس کی تعیین میں خود اہل توقیت سرگرداں ہیں ۔ اخیر قرار داد یہ ہے ۔ کہ بہتر ۷۲ میل پر اختلاف مطالع ہوتا ہے، مگر یہ اس وقت ہے کہ مکان اعتبار اور مکان رویت مطلع بخط مستقیم پورب ہوں ۔ اور اگر جانب شمال وجنوب ہٹے ہوئے ہیں تو فاصلہ کچھ اور ہوگا ۔ جیسا کہ واقفِ فن پر مخفی نہیں ہے ۔ ان پیچ در پیچ دشواریوں کی وجہ سے شریعت نے رویت ہلال کے سلسلے میں حساب کو غیر معتبر فرمادیا ۔ لانکتب ولانحسب ۔ ہم نہ حساب کرتے ہیں نہ کتاب ۔

## فَاقدِرُوا لَہٗ

یہ نصر ینصر اور ضرب یضرب دونوں سے آتا ہے ۔ زیادہ استعمال ضرب یضرب سے ہے ۔ حتیٰ کہ مُغرب میں ہے ۔ کہ ضمۂ عین غلط ہے ۔ اس کا مصدر ۔ قَدرٌ ۔ ہے ۔ اندازہ کرنے کے معنی میں ۔ اور یہاں بطریق شرعی اندازہ کرنا مراد ہے ۔ اور مہینوں کے لئے شرعی اندازہ یہی ہے کہ مہینہ انتیس ۲۹ کا نہیں تو تیس ۳۰ کا ہوتا ہے ۔ اس لئے اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ شعبان کے تیس دن پورے کرلو ۔ اس کی تائید خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو نافع سے ۔ ابوداؤد میں مروی ہے ۔ کہ فرمایا ۔ فَاقدِرُوا لَہٗ ثَلٰثِینَ ۔ اور بخاری، مسلم میں عبداللہ بن دینار سے ان الفاظ میں مروی ہے ۔ فَاَکمِلُوا العِدَّۃَ ثَلٰثِینَ ۔ تو تیس کی گنتی پوری کرو ۔

یہی ہمارا اور حضرت امام شافعی اور امام مالک اور جمہور کا مذہب ہے ۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اسے مان لو کہ بدلی کے نیچے ہے ۔ اب اس کا حاصل یہ ہوا کہ اگر انتیس شعبان کو چاند نظر نہ آئے اور مطلع صاف نہ ہو تو دوسرے دن روزہ رکھو

# بَابُ مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلِ بِهٖ فِي الصَّوْمِ ص ۲۵۵

جس نے روزے میں بری بات اور برا عمل نہیں چھوڑا۔

**حدیث ۱۱۱۴** عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ

(روزے میں) بری بات اور برا عمل نہ چھوڑے تو اللہ کو کچھ حاجت نہیں کہ

لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔

اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔

ابن شریح مطرف بن عبداللہ اور قتیبہ نے کہا۔ فَاقْدِرُوْا لَهٗ۔ کے معنی یہ ہیں۔ کہ نجوم اور منازل قمر سے حساب لگا کر اندازہ کرو۔ یعنی اگر علم نجوم کی رو سے انتیس کی رویت قطعی تھی مگر مطلع ناصاف ہونے کی وجہ سے چاند دکھائی نہیں دیا۔ تو مہینہ پورا ہوگیا دوسرے دن سے رمضان شروع ہوگیا۔ بعض کبار تابعین کا بھی یہی مذہب تھا۔ ابن شریح نے حضرت امام شافعی کا بھی ایک قول یہی نقل کیا ہے۔ احناف میں سے ابن مقاتل نے بھی کہا ہے کہ اہل نجوم کے قول پر اعتماد میں کوئی حرج نہیں۔ جب کہ اس پر ان کی ایک جماعت کا اتفاق ہو۔ مگر یہ روایت شاذ اور مرجوح ہے۔ ہمارا مذہب صحیح ومختار وہی ہے کہ اس بارے میں حساب کا اعتبار نہیں ـــــ اولاً۔ اسلئے کہ حدیث میں نص ہے۔ کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور روزہ چھوڑو۔ مدار رویت پر رکھا۔ ثانیاً۔ اس بارے میں حساب وکتاب کو لغو قرار دیا۔ فرمایا۔ نحن امة امية لا نكتب ولا نحسب۔ ہم امت امیہ ہیں۔ لکھتے پڑھتے نہیں۔ ثالثاً۔ اس میں حرج عظیم ہے۔ جیسا کہ گزر چکا۔ رابعاً۔ جب خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دوسری حدیث میں ـــ فَاقْدِرُوْا ثَلٰثِيْنَ ہے۔ فَاكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلٰثِيْنَ ہے۔ تو فَاقْدِرُوْا کا پہلا معنی بنص حدیث متعین ہوگیا۔ حدیث کی تفسیر جب حدیث میں ہے۔ تو اپنی رائے سے اس کا کوئی اور معنی بتانا غیر معتبر۔

**وقال غيره** یعنی اس حدیث کے راوی یحییٰ بن بکیر کے علاوہ دوسرے صاحب نے امام لیث ہی سے اسی طریقے سے یہ حدیث روایت کی اس میں۔ لِهِلَالِ رَمَضَانَ۔ ہے۔ یہ رمضان کے ہلال کے بارے میں فرمایا۔ یہ دوسرے صاحب ابوصالح، عبداللہ بن صالح کاتب لیث ہیں۔

---

عہ ثانی۔ الادب۔ باب قول اللہ واجتنبوا قول الزور ص ۸۹۵۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔ کلہم فی الصوم۔

# بَاب هَلْ يَقُولُ إِنِّي صَائِمٌ إِذَا شُتِمَ

جب روزے دار کو گالی دی جائے تو کیا وہ یہ کہے میں روزے دار ہوں ۲۵۵

حدیث ۱۱۱۵ عَنْ أَبِي صَالِحٍ الزَّيَّاتِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّائِمِ

روزے دار کے لئے خوشی ہونے کا دو موقعہ ہے۔ جس وقت وہ خوشی ہوگا۔ جب

فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ

افطار کرے گا خوشی ہوگا۔ اور جب اپنے رب سے ملاقات کرے گا

فَرِحَ بِصَوْمِهِ۔

تو اپنے روزہ پر خوش ہوگا۔

**تشریحات ۱۱۱۵** قول الزور۔ زور کے معنی جھوٹ اور حق سے ہٹنا اور باطل پر عمل کرنا اور تہمت ہے۔ اسی لئے میں نے عام مترجمین سے ہٹ کر اسکا ترجمہ۔ بری بات۔ کیا ہے۔ جو سب کو شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابوداؤد ترمذی نسائی نے سنن کبریٰ میں، اور ابن ماجہ نے اس حدیث پر جو باب باندھا ہے۔ اس میں غیبت کا بھی اضافہ ہے۔ حالانکہ غیبت میں جھوٹی بات نہیں ہوتی۔ غیبت اسے کہتے ہیں۔ کہ انسان میں جو عیب واقعی ہے۔ اسے بیان کیا جائے۔ جسکا بیان کرنا اسے تکلیف دہ ہو۔ اور اگر جو عیب اس میں نہیں اسے بیان کیا تو یہ غیبت نہیں بہتان ہے[1] اب اگر قول زور کے معنی جھوٹ کے لیں گے تو غیبت اس میں داخل نہ ہوگی۔ اور جب بری بات کے لیں گے تو غیبت بھی اس میں داخل ہوگی۔

کتاب الادب نیز نسائی وغیرہ کی روایات میں۔ والعمل به۔ کے بعد۔ والجهل۔ بھی ہے۔ یہ تعمیم بعد تخصیص ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر ناپسندیدہ بات جس کے مرتکب کو جاہل عرف میں کہا جائے۔ اس روایت میں۔ فی الصوم۔ نہیں۔ اس لئے مناسب تعمیم ہے۔ یعنی جو گناہوں کا عادی ہے اسے روزے سے نفع نہیں ہوگا۔ اس کا روزہ مقبول نہ ہوگا۔ دوسرے یہ کہ جو خاص روزہ رکھنے کی حالت میں معاصی نہ چھوڑے اس کا روزہ مقبول نہ ہوگا۔ اس کی تائید نسائی کی اس روایت سے ہوتی ہے۔ جس میں۔ فی الصوم۔ زائد ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طاعت اسوقت نافع ہوگی۔ جب کہ معاصی سے اجتناب کیا جائے۔ معاصی کا ارتکاب طاعات کو بے نور کر دیتا ہے۔ اسلئے کہا گیا ہے۔ نیکی کے کام نیک اور بد دونوں کرتے ہیں۔ اور معاصی سے صرف صدیق بچتا ہے۔

[1] ثانی۔ البر۔ باب الغیبۃ ص ۱۵۔

# بَابُ الصَّوْمِ لِمَنْ خَافَ عَلٰی نَفْسِهِ الْعُزُوْبَةَ۔

اس کے لئے روزے کا حکم جسے ناکتخدا ہونیکی وجہ سے گناہ کا اندیشہ ہو۔ ص۲۵۵

حدیث ۱۱۱۶ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ بَيْنَا اَنَا اَمْشِیْ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ

علقمہ کہتے ہیں۔ کہ میں حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ جارہا تھا۔

تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ

کہ انھوں نے فرمایا۔ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ کہ فرمایا۔ تم میں سے جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہو

## تشریحات ۱۱۱۵

یہ حدیث ۱۱۱۴ کا اخیر حصہ ہے۔ جس کے الفاظ یہاں یہ ہیں ــــ

واذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابہ احد او قاتلہ فلیقل انی امرء صائم۔

اور جب تمھارے روزے کا دن ہو۔ تو بیہودہ نہ بکے نہ چلائے۔ اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے لڑائی کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

اسی سے باب کا اثبات ہے۔

## للصائم فرحتان

افطار کے وقت عوام کی خوشی کھانے پینے کی وجہ سے ہوتی ہے اور یہ خوشی فطری طبعی ہے۔ اس خوشی پر کوئی اجر نہیں۔ اور خواص کی خوشی اس لئے ہوتی ہے کہ انھیں روزہ جیسی نفس پر شاق مگر محبوب عبادت کی تکمیل کی توفیق ملی۔ اور ہمارے طاعات میں ایک روزے کا اضافہ ہوا۔ یہ خوشی ایسی ہے کہ موجب اجر ہے۔ دوسری خوشی یوم جزا ہوگی۔ جب اللہ عزوجل روزے دار کو اپنے دست خاص سے جزا عطا فرمائے گا۔ اس وقت کی خوشی کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا۔ عاشقانِ سوختہ جگر سے پوچھو۔ اگر اللہ عزوجل جزا کچھ نہ دے۔ مواجہ قدس میں باریاب کرکے اپنی رضا ظاہر فرمادے۔ تو یہ کونین کی نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔

ہر ستم ہر جفا گوارا ہے ÷ اتنا کہہ دے کہ تو ہمارا ہے

## تشریحات ۱۱۱۶

تکمیل۔ بخاری کتاب النکاح میں اس کے پہلے یہ زائد ہے ــــ علقمہ کہتے ہیں۔ ہم عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔ ان سے حضرت عثمان نے منیٰ میں ملاقات کی اور فرمایا۔ اے ابوعبدالرحمٰن! مجھے تم سے کچھ ضرورت ہے۔ اس پر وہ دونوں تنہائی میں چلے گئے۔ حضرت عثمان نے ان سے فرمایا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تمھاری شادی کسی کنواری عورت سے کردوں۔

حضرت ابن مسعود نے جب دیکھا کہ انھیں حاجت نہیں تو انھوں نے میری طرف اشارہ کیا۔ تو انھوں نے مجھے بلایا۔ میں جب ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ کہنے لگے۔ سنو اگر میں نے یہ کہا ہے تو حیرت کی بات نہیں۔ ہم سے

لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ ـــ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ

وہ شادی کرے کیونکہ وہ نظر نیچی کرنے والی اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والی ہے اور جو نکاح کی استطاعت نہ رکھے وہ

الْبَاءَةُ النِّكَاحُ ؏ه

روزہ رکھے اس لئے کہ روزہ شہوت کو توڑنے والا ہے۔ ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ الباءۃ، نکاح ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے جوانو! ـــ تم میں جو نکاح کی استطاعت رکھے وہ شادی کرے۔ الحدیث۔

اسکے بعد والے باب میں یہ ہے۔ عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں۔ کہ میں علقمہ اور اسود کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو انھوں نے فرمایا۔ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جوان ـــ اور بالکل نادار تھے۔ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ـــ اے جوانو!

**العزوبة** باب میں ـــ العزوبۃ کا لفظ آیا ہے۔ اس کا مادہ عَزَبَ ہے۔ عزوبۃ۔ اس کا مصدر ہے۔ اس کے علاوہ۔ عُزَابَةٌ۔ عُزُوْبٌ۔ بھی مصدر آتا ہے۔ عَزَاب ـــ اَعْزَب ـــ مرد کے لئے اور عَزَبَة۔ عورت کے لئے آتا ہے۔ غیر شادی شدہ مجرد۔ اس کا اصل معنی دور ہونا ہے۔ نَصَرَ اور ضَرَبَ سے اس کے معنی دور ہونا ہے کہا جاتا ہے۔ عزب عنی فلان ای بعد۔ اور خاص نصر سے اس کے معنی مجرد رہنا۔ اور بے بیوی، شوہر کے ہونا ہے۔ باب تفعیل میں جاکر اس کا معنی یہ ہو جاتا ہے۔ مدت تک مجرد رہا پھر گھر بسایا۔ یہاں عزوبۃ۔ سے مراد۔ مجرد رہنا ہے۔ باب کا مطلب یہ ہوا۔ مجرد رہنے کی وجہ سے جو بدکاری کا خطرہ محسوس کرے وہ روزہ رکھ کر شہوت کا زور توڑ دے۔

**الباءة** امام بخاری نے فرمایا۔ کہ الباءۃ کے معنی نکاح کے ہیں۔ اس میں چار لغات ہیں۔ اوّل۔ مد اور ہا کے ساتھ الباءۃ یہی سب سے زیادہ مشہور اور فصیح ہے۔ دوسرے بغیر مد کے الباۃ ـــ تیسرے۔ مد کے ساتھ بغیر ہا کے۔ الباء چوتھے۔ بغیر مد کے دو ہا کے ساتھ الباھۃ۔ بر بنائے مشہور یہ اجوف واوی مہموز اللام ہے۔ اس کا مادہ بَوْءٌ ہے لوٹنے کے معنی میں ـــ اسی سے ـــ تَبَوَّءُ الدَّار ہے۔ چونکہ نکاح کے بعد انسان کو کوئی نہ کوئی گھر بنانا پڑتا ہے۔ جہاں وہ لوٹتا ہے۔ اسی علاقہ سے الباءۃ عرف میں بمعنی نکاح ہے۔ وِجَاءٌ۔ ناقص یائی ہے۔ سَمِعَ سے آتا ہے خصیوں یا رگوں کو کوٹ کر اس طرح بیکار کر دینا کہ قوت جماع ختم ہو جائے۔ یہاں شہوت کی تیزی ختم کرنا مراد ہے۔

**احکام** (۱) اعتدال کی حالت میں یعنی جبکہ نہ شہوت کا غلبہ ہو اور نہ نامردی ہو۔ اور مہر، نان ونفقہ پر قادر ہو تو نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ اس وقت نکاح نہ کرنے پر اڑا رہنے والا گنہ گار ہے۔ اور اگر اس قصد سے نکاح کرے کہ حرام سے محفوظ رہے۔ سنت کی ادائیگی ہو۔ اور تعمیل حکم ہو تو ثواب کا بھی مستحق ہے۔ اور اگر محض لذت اندوزی اور قضاء شہوت کی غرض سے ہو تو ثواب کا مستحق نہیں۔ صرف مباح ہے۔ (۲) اور اگر شہوت کا اتنا غلبہ ہو کہ اس کا قوی اندیشہ ہو کہ

---

ع۵ ثانی ـ النکاح ـ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج ص۷۵۸ ـ باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم ص۷۵۸ ـ مسلم ـ ابوداؤد ـ النکاح ـ نسائی ـ الصوم ـ النکاح ـ ابن ماجہ ـ النکاح ـ

# بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُوْمُوْا وَاِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَاَفْطِرُوْا۔ ص۲۵۵

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد جب چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب چاند دیکھو تو روزہ چھوڑ دو۔ ص۲۵۵

**ت ۳۲۸** وَقَالَ صِلَةُ عَنْ عَمَّارٍ مَنْ صَامَ يَوْمَ الشَّكِّ فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور صلہ نے کہا کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جس نے یوم شک میں روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

اگر نکاح نہیں کریگا تو بدکاری میں مبتلا ہو جائے گا اور کوئی غیر فطری کام کرنے پر مجبور ہو جائیگا۔ اور مہر نان ونفقہ پر قدرت بھی ہو تو واجب ہے۔ (۳) اور اگر یقین ہو کہ اس صورت میں نکاح نہ کرنے پر بدکاری میں مبتلا ہو جائے گا تو فرض ہے۔

(۴) اور اگر اس کا اندیشہ ہو کہ نان ونفقہ نہ دے سکے۔ یا اور جو ضروری حقوق ہیں وہ ادا نہ کر پائے گا تو مکروہ ہے۔ اور اس کا یقین ہو تو حرام۔ لیکن اگر کرے گا تو صحیح ہو جائے گا۔

**تشریحات ۳۲۸** باب کا عنوان بلفظہ مسلم کی ایک حدیث ہے۔ جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اس کے اخیر میں یہ بھی ہے۔

فان غم علیکم فصوموا ثلثین یوما۔ اور اگر چاند تم سے چھپا لیا جائے تو تیس دن روزے رکھو۔

اس تعلیق کو اصحاب سنن اربعہ نے روایت کیا ہے۔ ان سب میں ابتدا میں یہ ہے۔ کہ راوی۔ صلہ۔ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تھے۔ کوئی جانور بھنی ہوئی بکری لائے۔ حضرت عمار نے فرمایا۔ کھاؤ۔ تو ایک صاحب الگ ہو گئے اور کہا میں روزے سے ہوں۔ اس پر حضرت عمار نے وہ فرمایا۔

**صِلَہ** اس اثر کے راوی صلہ بن زفر عبسی کوفی ہیں۔ ان کی کنیت ابوبکر یا ابوالعلاء ہے۔ یہ حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں واصل بحق ہوئے۔ یہ کبار تابعین میں سے ہیں۔ یہ بظاہر موقوف ہے۔ یعنی حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔ مگر مرفوع کے حکم میں ہے۔ کیونکہ کیا چیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے۔ یہ شارع سے جب تک نہ سنگیا ہو عقل سے معلوم نہیں ہو سکتی۔ پھر نافرمانی کا لفظ بتا رہا ہے۔ کہ اس

---

۱؎ اول۔ الصیام۔ باب اول ص۲۴۷۔ ۲؎ ابوداؤد۔ الصیام۔ باب کراھیۃ صوم یوم الشک ص۳۱۹۔ ترمذی۔ الصوم۔ باب کراھیۃ یوم الشک ص۸۷۔ نسائی اول۔ الصیام۔ باب صیام یوم الشک ص۳۰۶۔ ابن ماجہ۔ الصیام۔ باب صیام یوم الشک ص۱۲۰۔

سلسلے میں شارع کا کوئی فرمان حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم میں تھا ۔ کہ منع فرمایا ۔ ورنہ نافرمانی کیسے متصور ہوگی ۔

# احکام

(۱) شک کے معنی ہیں ۔ اثبات ونفی دونوں برابر ہوں ۔ یوم شک سے مراد شعبان کی وہ تیسویں تاریخ ہے ۔ جس کے بارے میں نہ یہ یقین ہو کہ یہ شعبان ہے ۔ نہ یہ یقین ہو کہ رمضان ہے ۔ مثلاً انتیس شعبان کو مطلع ناصاف تھا ۔ چاند نظر نہیں آیا ۔ یا ایک یا دو فاسقوں نے خبر دی یا گواہی دی ۔ جو قبول نہ ہوئی ۔ یا انتیس رجب کو مطلع ناصاف تھا ۔ تیس کی گنتی پوری کر کے شعبان کا مہینہ گزرا ۔ اس حساب سے انتیس شعبان کو پھر مطلع ناصاف رہا ۔ اور چاند نظر نہیں آیا ۔ تو دوسرا دن یوم شک ہے ۔ شک ہے کہ یہ تیس شعبان ہے یا یکم رمضان ۔ لیکن اگر انتیس شعبان کو مطلع صاف ہو ۔ اور چاند نظر نہ آئے یا بقدر ثبوت جماعت عظیم چاند نہ دیکھے ۔ تو اب دوسرا دن یوم شک نہیں ۔ اگر بالفرض اس دن کے رمضان ہونے کا شبہ بھی ہو تو بہت کمزور ہوگا جس کی وجہ سے شک کا تحقق نہ ہوگا ۔

(۲) یوم شک کا روزہ رکھنے کی پانچ صورتیں ہیں ۔ اوّل ۔ خاص نفل کی نیت سے روزہ رکھا ۔ یہ خواص کے لئے مستحب ہے ۔ عوام کے لئے ممنوع ۔ یہاں خواص سے علماء ہی مراد نہیں بلکہ ہر وہ شخص یہاں خواص میں داخل ہے جو یہ جانتا ہو کہ یوم شک کا اس طرح روزہ رکھنے کی اجازت ہے ۔ دوم ۔ خالص رمضان کی نیت سے روزہ رکھا ۔ یہ عوام وخواص سب کیلئے ممنوع ہے ۔ سوم ۔ اگر یہ شعبان کا دن ہے تو نفل ورنہ رمضان کا روزہ ہے ۔ یہ بھی دونوں کے لئے ممنوع ہے ۔ ان تینوں صورتوں میں اگر یہ رمضان کا دن ہوگا ۔ تو یہ روزہ رمضان کا ہو جائیگا ۔ اگرچہ دوسری اور تیسری صورتوں میں کراہت کا کا ارتکاب ہوگا ۔ چہارم ۔ اگر یہ دن رمضان کا ہے تو روزہ ورنہ روزہ نہیں ۔ یہ بھی سب کے لئے ممنوع ۔ اور روزہ نہ ہوگا اگرچہ یہ دن رمضان کا ہو ۔ پنجم ۔ کسی اور واجب کی نیت سے روزہ رکھا ۔ مثلاً کسی کفارے یا رمضان کے قضا' یا منت کا ۔ یہ بھی سب کے لئے مکروہ مگر اسکی کراہت پہلے سے کم ہے ۔ اب اگر یہ ظاہر ہوا کہ یہ دن شعبان کا ہے ۔ تو جس روزے کی نیت کی تھی وہ ہو گیا ۔ یہی صحیح ہے ۔ ششم ۔ یہ نیت کی اگر کل رمضان ہے تو رمضان کا روزہ اور اگر رمضان نہیں تو فلاں واجب ۔ تو یہ بھی سب کیلئے مکروہ ۔ اخیر کی دونوں صورتوں میں اگر یہ ظاہر ہوا کہ یہ دن رمضان کا ہے ۔ تو رمضان کا ہوگا ۔

(۳) یہ حکم مقیم کیلئے ہے ۔ مسافر نے جس روزے کی نیت کی تھی وہی ہوا ۔

(۴) جن صورتوں میں رمضان کی نیت ہو ان صورتوں میں مقیم کے لئے مکروہ تنزیہی ۔ اور مسافر کے لئے تحریمی ۔

(۵) یوم شک کو افضل یہ ہے کہ ضحوۂ کبریٰ تک کچھ نہ کھایا پیا جائے ۔ اگر ضحوۂ کبریٰ تک رمضان ہونے کا ثبوت مل جائے ۔ روزے کی نیت کرلے ۔ ورنہ کھا پی لے ۔

**حدیث ۱۱۱۷** عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

فرمایا۔ مہینہ انتیس ۲۹ رات کا ہوتا ہے۔ تو جب تک چاند نہ دیکھ لو۔ روزہ نہ رکھو۔

اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ لَيْلَةً فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا

پس اگر چھپ جائے تو تیس کی گنتی پوری کرلو۔

الْعِدَّةَ ثَلٰثِيْنَ۔ **حدیث ۱۱۱۸** عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ

جبلہ بن سحیم نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ فرماتے

ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ہوئے سنا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مہینہ ایسے ہے ایسے ہے اور تیسری بار انگوٹھا سمیٹ لیا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَخَنَسَ الْاِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ ؏

**تشریحات ۱۱۱۷، ۱۱۱۸** مسلم میں اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ دونوں ہاتھوں کی کل انگلیوں کو پھیلا کر دو بار اشارہ فرمایا۔ یعنی اوپر سے نیچے لائے۔ اور تیسری بار ایک ہاتھ کا انگوٹھا موڑ لیا۔ دونوں ہاتھوں کی دس انگلیاں ہیں۔ دو بار کل انگلیوں کو پھیلا کر اشارے سے بیس ہوئے۔ اور تیسری بار ایک انگوٹھا سمیٹ کر اشارہ کیا تو نو ہوئے۔ مجموعہ انتیس ہوئے۔ نسائی میں بھی یہی تفصیل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مہینہ انتیس دن کا ہے۔ مسلم ہی میں حضرت ابن عمر ہی کی حدیث میں جو سعید بن عمرو بن سعید سے مروی ہے۔ اس کے بعد ہے۔ والشهر هكذا وهكذا وهكذا یعنی تمام ثلثین۔ اور مہینہ ایسا ہے اور ایسا ہے اور ایسا ہے۔ یعنی پورے تیس ۳۰ دن کا۔ مطلب یہ ہے کہ مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے۔ کبھی تیس دن کا۔ مجدد اعظم اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے بحوالہ تحفہ شاہیہ علامہ قطب الدین شیرازی اور زیج الغ بیگی لکھا ہے۔ کہ تیس کے چار مہینے مسلسل ہو سکتے ہیں۔ اور انتیس کے تین۔

---

؏ مسلم، نسائی، الصیام

**حدیث ۱۱۱۹** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

محمد بن زیاد نے کہا۔ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا۔ وہ کہہ رہے تھے۔

تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَأَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ فَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوْا عِدَّةَ

چاند دیکھ کر روزہ رکھو۔ اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑو۔ پس اگر چاند چھپا لیا جائے تو شعبان

شَعْبَانَ ثَلٰثِيْنَ۔ عه **حدیث ۱۱۲۰** عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

کی تیس کی تعداد پوری کرو۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آلٰى مِنْ نِّسَائِهٖ شَهْرًا فَلَمَّا مَضٰى تِسْعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ قسم کھائی کہ ایک مہینہ اپنی ازواج کے پاس نہیں جائیں گے۔ جب انتیس دن گزر گئے

يَوْمًا غَدَا أَوْ رَاحَ فَقِيْلَ لَهٗ إِنَّكَ حَلَفْتَ أَلَّا تَدْخُلَ شَهْرًا فَقَالَ إِنَّ الشَّهْرَ

تو صبح یا شام کو (ازواج مطہرات) کے پاس تشریف لے آئے۔ حضور سے عرض کیا گیا۔ کہ حضور نے ایک مہینہ کیلئے قسم کھائی تھی۔ تو فرمایا

**يَكُوْنُ تِسْعَةً وَّعِشْرُوْنَ يَوْمًا۔ عه**

مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

**تشریحات ۱۱۱۹، ۱۱۲۰** ایلاء۔ کا مادہ۔ "اَلْوٌ" ہے۔ مجرد کا مصدر "اَلِيَةٌ" آتا ہے۔ یہ مہموز فا ناقص واوی ہے اس کے معنی کوتاہی، کمی کرنے کے ہیں۔ ایلاء۔ باب افعال سے قسم کھانے کے معنی میں ہے۔ یہ واقعہ ۹ھ میں ہوا تھا۔ اس پر مفصل کلام جلد ثانی ص ۳۶۵ میں ہو چکا ہے۔ یہ عرض کرنے والی کہ حضور نے یہ قسم کھائی تھی کہ ایک مہینے تک نہیں آئیں گے۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ مدت پوری ہونے کے بعد سب سے پہلے انھیں کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ انھوں نے یہ بھی عرض کیا کہ یہ دن میں نے گن گن کر کاٹے ہیں۔

---

عه مسلم۔ نسائی۔ الصیام۔ عه ایضاً۔ ثانی۔ النکاح۔ باب هجرة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نساءه فی غیر بیوتهن ص ۴۸۳۔ مسلم۔ الصوم۔ نسائی عشرة النساء۔ ابن ماجہ۔ الطلاق

**حدیث ۱۱۲۱** حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ کہ دو مہینے ناقص

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ شَھْرَانِ لَا یَنْقُصَانِ شَھْرَا عِیْدٍ رَمَضَانُ وَذُو الْحِجَّۃِ

نہیں ہوتے۔ دو عید کے مہینے رمضان اور ذوالحجہ ۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ اِنْ نَقَصَ رَمَضَانُ تَمَّ ذُو الْحِجَّۃِ وَ

ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا۔ اور حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا۔ اگر رمضان ناقص

اِنْ نَقَصَ ذُو الْحِجَّۃِ تَمَّ رَمَضَانُ ۔ وَقَالَ اَبُو الْحَسَنِ کَانَ اِسْحٰقُ بْنُ رَاھَوَیْہِ

ہوگا تو ذوالحجہ پورا ہوگا۔ اور اگر ذوالحجہ ناقص ہوگا تو رمضان پورا ہوگا۔ اور ابوالحسن نے کہا۔ اسحٰق بن راہویہ

یَقُوْلُ لَا یَنْقُصَانِ فِی الْفَضِیْلَۃِ اِنْ کَانَ تِسْعَۃً وَّعِشْرُوْنَ اَوْ ثَلٰثِیْنَ ۔

کہتے تھے۔ فضیلت میں کم نہ ہوں گے۔ خواہ انتیس کے ہوں خواہ تیس کے۔

**تشریحات ۱۱۲۱** اس حدیث کا ظاہری مطلب یہ ہے۔ کہ ایک سال میں، رمضان اور ذوالحجہ دونوں مہینے انتیس کے نہ ہونگے۔ ان میں ایک ضرور تیس کا ہوگا۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے۔ جو بطریق زید بن عقبہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

شھرا عید لایکون ثمانیۃ وخمسون یوماً ۔ عید کے دونوں مہینے اٹھاون دن کے نہیں ہوتے[1]

اور یہی امام ابن سیرین اور امام احمد بن حنبل کا قول ہے۔ جیسا کہ بخاری ہی میں ہے۔ اس تقدیر پر یہ حکم باعتبار اغلب واکثر ہے۔ ورنہ ایسا بہت ہوتا ہے کہ رمضان اور ذوالحجہ دونوں مہینے انتیس کے ہوتے ہیں۔ امام طحاوی نے فرمایا۔ کہ میں نے کئی سال ایسا پایا ہے۔ علماء نے اس کے متعدد بہت عمدہ عمدہ معانی بیان فرمائے ہیں۔ سب سے اعلیٰ اور عمدہ یہ ہے۔ کہ فضیلت اور ثواب میں ناقص نہیں ہوتے۔ اگرچہ عدد میں دونوں ناقص ہوں یعنی انتیس کے ہوں۔ مطلب یہ ہوا۔ کہ ہر دن روزے کی ایک مستقل فضیلت ہے۔ مثلاً دو دن روزہ رکھنا بہ نسبت ایک دن کے زیادہ موجب ثواب ہے۔ تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر انتیس کا رمضان ہوا تو بہ نسبت تیس کے اس کے ثواب میں کمی ہے۔ اس کے ازالے کیلئے فرمایا۔ رمضان اور ذوالحجہ خواہ انتیس کا ہو خواہ تیس کا دونوں کا ثواب برابر ہے۔ انتیس دن کا رمضان ہو تو ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

رہ گئی حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث، صحیح بھی ہے۔ یہ معلوم نہیں۔ اور اگر صحیح ہے تو اس کا احتمال ہے۔ کہ یہ روایت بالمعنی کا کرشمہ ہے۔ کسی راوی نے اصل حدیث کے ظاہر سے جو سمجھا اسے اپنے الفاظ میں بیان کر دیا۔

کامل ابن عدی میں ابو شیبہ عبد الرحمٰن بن اسحٰق عن عبد الرحمٰن بن ابی بکرۃ عن ابیہ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

[1] مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، فی الصوم، مسند امام احمد خامس ص ۴۸ و ۵۱ [2] فتاویٰ رضویہ جلد ۴ ص ۵۸۴ ۔ دہلی کی مطبوعہ بخاری میں نہیں۔ مگر علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے جو متن لیا ہے۔ اس میں اور مصری مطبوعہ میں ہے۔

# بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہم نہ لکھیں نہ حساب کریں ص ۲۵۶

**حدیث ۱۱۲۲** حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُمَرَ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہم امی

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ الشَّهْرُ

امت ہیں۔ نہ لکھیں نہ حساب کریں۔ مہینہ ایسا ہے اور ایسا ہے۔ یعنی کبھی

هٰكَذَا وَهٰكَذَا يَعْنِي مَرَّةً تِسْعًا وَعِشْرِينَ وَمَرَّةً ثَلَاثِينَ۔ عہ

انتیس کا۔ کبھی تیس کا۔

ہر شہر حرام تام ہے۔ تیس دن اور تیس رات کا۔ مگر عبدالرحمٰن بن اسحٰق ضعیف ہیں جیسا کہ امام احمد یحییٰ بخاری نسائی نے فرمایا۔ اور علامہ ابن عبدالبر نے تمہید میں فرمایا۔ یہ قابل احتجاج نہیں۔ اس کا مدار عبدالرحمٰن بن اسحٰق پر ہے۔ اور وہ ضعیف ہیں۔ مگر علامہ عینی نے اپنے شیخ سے نقل فرمایا۔ کہ اس کا مدار صرف عبدالرحمٰن بن اسحٰق پر نہیں۔ طبرانی نے معجم کبیر میں بطریق خالد الحذاء بھی روایت کیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ عبدالرحمٰن بن اسحٰق کی وجہ سے جو ضعف تھا وہ بطریق خالد منجبر ہو گیا۔ اور اب روایت ضعیف نہ رہی حسن ہو گئی۔ اقول۔ مگر علت قادحہ یہ ہے کہ یہ واقعہ کے خلاف ہے۔ بداہۃً حس اس کی تکذیب کر رہی ہے۔ اس لئے یہ معلول رہی۔

**تشریحات ۱۱۲۲** یہ حدیث اس پر نص ہے۔ کہ رویت ہلال کے سلسلے میں اہل توقیت و نجوم کا قول بالکلیہ ساقط ہے۔ اور اعتبار رویت کا ہے۔ یا تیس کی گنتی پوری ہونے کا۔ ہم پہلے اس پر مفصل بحث کر آئے۔ اور بتا آئے کہ اسی میں امت کیلئے آسانی ہے۔ اس لئے اس پر عمل واجب۔

## تشریحات ۱۱۲۳

نصاریٰ کی عادت تھی کہ فرائض پر زیادتی کر دیا کرتے تھے۔ اور ہمیں انکی مخالفت کا حکم ہے۔ اس سے امت کو بچانے کے لئے رمضان سے دو ایک دن پہلے روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ اگر لوگ اسے پابندی سے رکھنے لگیں گے۔ تو ہو سکتا ہے لوگ سمجھنے لگیں کہ رمضان سے پہلے ایک دو دن کے یہ روزے بھی فرض ہیں۔

**کان یصوم صومہ** مثلاً دوشنبہ کو روزہ رکھنے کا عادی تھا۔ اور رمضان کی تیس کو یا انتیس کو دوشنبہ پڑ گیا۔ یا کفارہ کا روزہ رکھنا شروع کیا تھا ایک دو دن رہ گیا تھا۔ تو پورا کر لے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوافل

---

عہ مسلم۔ ابوداؤد، الصیام۔ نسائی الصیام۔ العلم مسند امام احمد ثانی ص ۴۳-۵۲

# بَابٌ لَا يَتَقَدَّمُ رَمَضَانُ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ

رمضان سے ایک دو دن پہلے روزہ نہ رکھے ۔ ص ۲۵۶

**حدیث ۱۱۲۳** عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمَهُ فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ ۔ ع

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ کہ فرمایا۔ رمضان سے ایک یا دو دن پہلے کوئی روزہ نہ رکھے ۔ ہاں اگر اس دن کوئی روزہ رکھتا تھا تو رکھ لے ۔

اور مستحبات پر پابندی اتنی محبوب ہے کہ ممانعت شرعی کے باوجود اجازت دیدی ۔ اسلئے میلاد، فاتحہ، عرس وغیرہ پر بھی پابندی محبوب ہے ۔ نہ کہ پابندی کرنے کی وجہ سے حرام وگناہ ہوجائیں گے ۔ احادیث میں پندرہ شعبان کے بعد بھی روزہ رکھنے کی ممانعت وارد ہے ۔ اس کا سبب شفقت ہے ۔ کہ طویل عرصہ تک روزہ رکھنے کی وجہ سے ضعف ونقاہت پیدا ہوجائیگی ۔ اور رمضان کے روزوں میں نشاط نہیں رہے گا ۔

## تشریحات ۱۱۲۳

ابن حزم[1] نے بطریق سدی روایت کیا ہے ۔ کہ اہل کتاب پر یہ فرض تھا کہ روزے میں غروب آفتاب کے بعد سونے سے پہلے پہلے جو چاہیں کھا پی لیں ۔ سونے کے بعد کھانا پینا منع تھا ۔ ابتداء اسلام میں مسلمانوں کو بھی یہی حکم تھا ۔ یہاں تک کہ ایک انصاری آئے ۔ پھر قیس بن صرمہ کا پورا قصہ بیان کیا ۔ ابوداؤد[2] میں ہے ۔ کہ عشاء پڑھنے تک کھانے پینے کی اجازت تھی ۔ اس کے بعد منع تھا ۔ دونوں میں منافات نہیں ۔ عادت یہی تھی کہ لوگ عشاء کے پہلے نہیں سوتے تھے ۔ بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشاء سے پہلے سونے سے منع بھی فرمایا ۔ اصل حکم یہی تھا ۔ کہ جب تک سوئے نہیں کھا پی سکتا تھا ۔ اس کے بعد نہیں ۔

تفسیر طبری[3] میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ۔ رمضان میں روزہ دار اگر رات میں سوجاتا ۔ تو اس پر کھانا، پینا اور عورتیں حرام ہوجاتیں ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بات کرتے رہ گئے ۔ جب گھر آئے تو انکی اہلیہ سوگئی تھیں ۔ حضرت عمر نے یہ خیال فرماکر کہ میں تو نہیں سویا ہوں ہمبستری کرلی اور حضرت کعب بن مالک نے بھی یہی کیا ۔ صبح کو حضرت عمر نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر واقعہ سنایا ۔ تو یہ آیت نازل ہوئی ـــــ اور رمضان کی پوری راتوں میں صبح صادق تک کھانا، پینا اور جماع کی اجازت ہوگئی

ع الخمسۃ فی الصوم ۔ [1] عمدۃ القاری عاشر ص ۲۹۰ ۔ [2] اول ۔ الصیام ۔ اول باب ص ۳۱۷
[3] عمدۃ القاری عاشر ص ۲۸۹

136

## بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ الآیۃ البقرہ (۱۸۷)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ روزے کی رات میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے۔ عورتیں تمہارے لئے لباس ہیں اور تم انکے لئے۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنے حق میں خیانت کرتے تھے۔ اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف فرما دیا (اب روزے کی رات میں) ان سے ہمبستری کرو۔ اور اللہ نے جو تمہارے مقدر میں لکھ دیا اسے تلاش کرو۔ ص ۲۵۶

**حدیث ۱۱۲۴** عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ صحابہ میں جب کوئی روزہ دار ہوتا۔ اور افطار

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا فَحَضَرَ الْاِفْطَارُ فَنَامَ قَبْلَ اَنْ

کے وقت افطار کئے بغیر سو جاتا۔ تو اس رات اور دن کچھ نہیں کھاتا۔ جب تک کہ

يُّفْطِرَ لَمْ يَاْكُلْ لَيْلَتَهٗ وَلَا يَوْمَهٗ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنَّ قَيْسَ بْنَ صِرْمَةَ الْاَنْصَارِيَّ كَانَ

شام نہ ہو جائے۔ اور قیس بن صرمہ انصاری روزے سے تھے۔ جب

صَائِمًا فَلَمَّا حَضَرَ الْاِفْطَارُ اَتٰى اِمْرَاَتَهٗ فَقَالَ لَهَا اَعِنْدَكِ طَعَامٌ قَالَتْ لَا وَلٰكِنْ

افطار کا وقت ہوا۔ تو اپنی عورت کے پاس آئے اور پوچھا۔ کیا تیرے پاس کھانے کو ہے۔ انھوں نے کہا

اَنْطَلِقُ وَاَطْلُبُ لَكَ وَكَانَ يَوْمَهٗ يَعْمَلُ فَغَلَبَتْهُ عَيْنُهٗ فَجَآءَتْ اِمْرَاَتُهٗ فَلَمَّا رَاَتْهُ

نہیں۔ لیکن میں جاتی ہوں اور تمہیں سے تمہارے لئے لاتی ہوں۔ وہ دن میں کام کرتے تھے۔ اسلئے انکی آنکھ ان پر غالب آگئی۔ اب انکی عورت

قَالَتْ خَيْبَةً لَّكَ فَلَمَّا انْتَصَفَ النَّهَارُ غُشِيَ عَلَيْهِ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

آئی۔ اور جب انھیں دیکھا تو کہا۔ تیرے لئے محرومی ہے۔ جب دوپہر ہوئی تو ان پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ اسکا تذکرہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

**قیس بن صرمہ** ترمذی، بیہقی، ابن حبان وغیرہ میں یہی ہے۔ حتی کہ امام ابونعیم کے دونوں مستخرج میں بھی یہی ہے۔ مگر خود امام ابونعیم ہی نے کتاب الصحابہ میں کہا ہے۔ کہ یہ صرمہ بن ابوانس ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے۔ کہ صرمہ بن قیس ہیں جن کی کنیت ابوقیس ہے۔ ابوداؤد میں صرمہ بن قیس ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا۔ یہ۔ صرمہ بن ابوانس بن قیس بن مالک بن عدی بخاری ہیں۔ ان کی کنیت ابوقیس ہے۔ اور کچھ لوگوں نے کہا کہ۔ یہ۔ صرمہ بن مالک ہیں۔ جو اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں۔ صحیح صِرمَہ بن اَبوانَس ہے۔

**کان یومہ یعمل** ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ کہ وہ اپنی زمین میں دن کو کام کرتے تھے۔ اور مرسل سدی میں ہے۔ کہ وہ مدینے کے باغوں میں مزدوری پر کام کرتے تھے۔ ان کی اہلیہ کھجور لائیں تو انھوں نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ فَفَرِحُوْا

سے کیا گیا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ روزے کی رات میں تم کو اپنی عورتوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے اس پر لوگ

بِهَا فَرَحًا شَدِيْدًا وَنَزَلَتْ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ

بہت خوش ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی۔ جب تک فجر کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگہ سے ظاہر نہ

الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ

ہو جائے کھاؤ پیو۔

کہا۔ کہ کھجور نے میرے پیٹ میں سوزش پیدا کر دی ہے۔ اسے بدل کر آٹا لاؤ[1] اور پکاؤ۔ اس کا سخین بناؤ۔ اتنے میں وہ سو گئے ان کی اہلیہ نے انھیں جگایا۔ انھوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔ ان کی اہلیہ نے یہ بھی کہا کہ آپ سوئے نہیں ہیں۔ مگر انھوں نے نہیں کھایا اور بھوکے رہ گئے۔

یہ آیت کریمہ پوری۔ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ۔ ایک ساتھ حضرت عمر اور حضرت صرمہ کے واقعہ پر نازل ہوئی ہے۔ البتہ۔ مِنَ الْفَجْرِ۔ بعد میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔

## تشریحات ع ۱۱۲۵

بخاری کتاب التفسیر میں یہ زائد ہے۔

قال ان وسادتك اذا لعريض۔ فرمایا جب تو تمھارا تکیہ بہت چوڑا ہے

یہ رات کی تاریکی اور دن کا اجالا ہے۔ وہیں دوسری روایت میں ہے۔ حضرت عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ یہ سفید دھاگہ، سیاہ دھاگہ کیا ہے۔ کیا یہ دھاگے ہیں۔ فرمایا۔ تو چوڑی گدی والا ہے کہ دونوں دھاگوں کو دیکھ لیا۔ پھر فرمایا۔ یہ رات کی تاریکی اور دن کا اجالا ہے۔

قِفَا۔ گردن کے پچھلے حصہ کو کہتے ہیں۔ چوڑی گدی موٹے بدن والے کی ہوتی ہے۔ اور موٹا آدمی عموماً بیوقوف ہوتا ہے۔ اس طرح یہ کنایہ ہوا بیوقوف سے۔ بعض حضرات نے فرمایا۔ کہ یہ کنایہ ہے۔ بیوقوفی کم فہمی سے۔ اس لئے کہ گدی کا چوڑی ہونا، اور سر کا بہت بڑا ہونا اس کی علامت ہے جیسا کہ سر کا معتدل ہونا ذہانت اور عالی ہمت ہونے کی نشانی ہے۔ علامہ قرطبی نے اس توجیہ کو ناپسند فرمایا۔ کیونکہ اسمیں مذمت ہے۔

---

ع ۔ ابوداؤد۔ ترمذی، الصوم ۔ [1] اس زمانے کا ایک قسم کا کھانا جو آٹا ڈال کر بنایا جاتا تھا۔

# بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی کُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی اللَّیْلِ

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان ۔ جب تک صبح صادق کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگہ سے ظاہر نہ ہو جائے کھاؤ پیو پھر روزے کو رات تک پورا کرو ۔ اس کے بعد ہے ۔ فیہ البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ مطلب یہ ہے کہ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں، حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث ہے ۔ یعنی ابھی جو گزری ہے ۔

**حدیث ۱۱۲۵** عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ۔ جب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی ۔ یہاں تک کہ سفید دھاگہ

حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ عَمَدْتُ اِلٰی عِقَالٍ اَسْوَدَ وَاِلٰی عِقَالٍ

کالے دھاگے سے ظاہر ہو جائے ۔ تو میں نے ایک سفید رسّی اور ایک کالی رسّی لی اور انھیں

اَبْیَضَ فَجَعَلْتُھُمَا تَحْتَ وِسَادَتِیْ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ فِی اللَّیْلِ فَلَا یَسْتَبِیْنُ لِیْ

اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیا ۔ اور رات میں دیکھتا رہا ۔ مگر وہ دونوں ممتاز نظر نہ آئیں ۔ تو میں

فَغَدَوْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لَہٗ فَقَالَ اِنَّمَا

صبح کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اور اسے ذکر کیا ۔ تو فرمایا یہ رات کی

ذٰلِکَ سَوَادُ اللَّیْلِ وَبَیَاضُ النَّھَارِ ۔ عہ

ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ طنزاً فرمایا ۔ کہ پھر تو تمہارا تکیہ بہت چوڑا ہے ۔ کہ اس کے نیچے صبح صادق کا مطلع سیاہی اور دن کی سفیدی ہے ۔ سما گیا ۔ یہ دھاگے رات کی تاریکی اور دن کا اجالا ہے ۔ اس کی تائید ابوداؤد کی روایت سے ہوتی ہے کہ فرمایا ۔ جب تو تمہارا تکیہ بہت لمبا چوڑا ہے ۔

**شبہ اور ازالہ** روزہ ۲ھ کے دس شعبان کو فرض ہوا ہے ۔ اسی وقت آیۂ مذکورہ نازل ہوئی تھی ۔ اور حضرت

---

عہ ایضاً ۔ ثانی ۔ التفسیر ۔ بقرہ باب قولہ تعالیٰ وکلوا واشربوا ص ۶۴۷ ۔ مسلم ۔ ابوداؤد ۔ ترمذی ۔ الصوم ۔ مسند امام احمد جلد رابع ص ۳۷۷ ۔ ۱ اول ۔ الصیام باب وقت السحور ص ۳۲۱ ۔ ۲ درمختار ثانی ص ۸۰

## حدیث ۱۱۲۶

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اُنْزِلَتْ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ یہ آیت نازل ہوئی۔ اور کھاؤ پیو

لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ وَلَمْ يُنْزَلْ مِنَ الْفَجْرِ فَكَانَ رِجَالٌ اِذَا اَرَادُوا

یہاں تک کہ سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے۔ اور مِنَ الْفَجْرِ نازل نہیں ہوئی تھی۔ تو لوگ جب روزہ رکھنا

الصَّوْمَ رَبَطَ اَحَدُهُمْ فِيْ رِجْلَيْهِ الْخَيْطَ الْاَبْيَضَ وَالْخَيْطَ الْاَسْوَدَ

چاہتے۔ تو اپنے پاؤں میں سفید اور سیاہ دھاگہ باندھ لیتے۔ اور کھاتے رہتے۔

وَلَا يَزَالُ يَاْكُلُ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهٗ رُوْيَتُهُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ بَعْدُ مِنَ الْفَجْرِ

یہاں تک کہ دونوں جدا جدا نظر آنے لگتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے۔ مِنَ الْفَجْرِ۔ نازل فرمایا

فَعَلِمُوْا اَنَّمَا يَعْنِي اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؏

اب لوگوں نے جانا کہ اس سے مراد رات اور دن ہیں۔

عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۹ھ یا ۱۰ھ میں مشرف باسلام ہوئے ہیں۔ پھر انکا یہ کہنا کہ جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو میں نے دو رسیاں سفید و سیاہ لیں۔ کیسے درست ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ان کی مراد یہ ہے۔ کہ جب مجھے اس آیت کریمہ کے نزول کا علم ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ علم ایمان لانے کے بعد ہی ہوا۔ اس کی تائید مسند امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے ہوتی ہے۔ جو بطریق مجالد مروی ہے۔ حضرت عدی کہتے ہیں کہ ــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے نماز اور روزہ سکھایا۔ اور فرمایا۔ ایسے نماز پڑھ اور ایسے روزہ رکھ۔ جب سورج ڈوب جائے تو کھا۔ یہاں تک کہ سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے جدا ظاہر ہونے لگے۔ تو میں نے سفید اور سیاہ دو دھاگے لئے۔ الحدیث۔

**اقول وباللہ التوفیق** ــــ مگر سوال یہ اب بھی باقی ہے کہ جبکہ۔ مِنَ الْفَجْرِ ــــ نازل ہو چکا تھا۔ تو آیت کے معنی سمجھنے میں کسی کو بھی دشواری نہیں ہونی چاہئے تھی۔ چہ جائیکہ حضرت عدی جیسے ذہین اور سمجھدار انسان کو۔ اس خادم کے نزدیک صحیح توجیہ یہ ہے۔ کہ حضرت عدی کا واقعہ صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے متعلق ہے۔ جو ابھی مسند امام احمد کے حوالہ سے گزرا۔ یہ کسی راوی کی مہربانی ہے کہ انھوں نے اسے آیت سے متعلق کر دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## تشریحات ۱۱۲۶

مسلم کی روایت میں ہے۔ کہ سفید اور سیاہ دھاگے لیکر تکیے کے نیچے رکھ لیتے۔ دونوں میں منافات نہیں۔ کچھ لوگ یہ کرتے تھے، اور کچھ لوگ پاؤں میں باندھ لیتے تھے۔

---

ع ایضاً۔ الثانی۔ التفسیر۔ باب قولہ تعالیٰ وکلوا واشربوا ص ۶۴۷ ج ۲ مسلم ثانی۔ الصیام۔ ۱؎ نزہۃ القاری جلد اول ص ۵۲۷ پر حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان سے مشرف ہونے کا سنہ ۸ھ اکمال پر اعتماد کر کے لکھا گیا ہے۔ مگر صحیح سنہ ۹ھ یا ۱۰ھ ہے۔ جیسا کہ اصابہ وغیرہ میں ہے۔ کیونکہ مکہ ۸ھ میں فتح ہوا ہے۔ اور ان کا ایمان لانا بہر حال فتح مکہ کے بعد ہے۔ ۲؎ رابع ص ۳۷۷۔

## باب برکۃ السحور من غیر ایجاب ۔ ص ۲۵۶ سحری کی برکت بغیر وجوب کے ۔

**حدیث ۱۱۲۷** عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صوم وصال رکھا

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاصَلَ فَوَاصَلَ النَّاسُ فَشَقَّ عَلَیْہِمْ فَنَہَاہُمْ قَالُوْا فَاِنَّکَ

تو اور لوگوں نے بھی رکھا ۔ اور یہ لوگوں پر شاق ہوا ۔ اس وجہ سے انھیں منع فرمایا ۔ لوگوں نے عرض کیا ۔ حضور

تُوَاصِلُ قَالَ لَسْتُ کَہَیْئَتِکُمْ اِنِّیْ اُظَلُّ اُطْعَمُ وَاُسْقٰی ۔ ع

صوم وصال رکھتے ہیں ۔ فرمایا میں تم جیسا نہیں ہوں ۔ مجھے کھلایا، پلایا جاتا ہے ۔

**رویتھما** یہ رویت، رویت بصری ہے ۔ آنکھ سے دیکھنے کے معنی میں ۔ رویت قلبی نہیں ۔ کہ افعال قلوب سے ہو ۔ اس لئے ایک مفعول پر اقتصار جائز ہے ۔ نسفی کی روایت میں ۔ رَاٰہُمَا ۔ ہے ۔ را کو کسرہ، ہمزہ ساکن، یا مضموم ۔ یہ منظر کے معنی میں ہے ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ۔

اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْیًا ۔ مریم (۷۴) جو سر و سامان اور نمائش میں ان سے کہیں اچھے تھے ۔

رِءْیٌ ۔ کے معنی منظر کے ہیں ۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کے ظاہر سے متبادر ہے ۔ کہ من الفجر کا نزول بھی ابتدا ہی میں ہوا ہے ۔ اور قرین قیاس بھی یہی ہے ۔ اور متعدد احادیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے ۔ اس لئے بعض بزرگوں کا یہ فرمانا ۔ کہ ۔ من الفجر ۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ کے بعد نازل ہوئی ۔ درست نہیں ۔

**توضیح باب** یعنی سحری کھانا واجب نہیں ۔ البتہ اس کے کھانے میں برکت ہے ۔ اس لئے یہ مستحب ہے ۔ امام بخاری نے اس کے واجب نہ ہونے کی دلیل یہ دی ہے ۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صوم وصال رکھا ۔ اور درمیان میں سحری کھانے کا کہیں تذکرہ نہیں ۔ اگر سحری واجب ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ ضرور رکھاتے ۔ پھر اس کا تذکرہ بھی ہوتا ۔ اور احادیث میں مذکور ہوتا ۔

**اقول وباللہ التوفیق** ۔ صوم وصال میں صحابہ کرام سحری نہیں کھاتے تھے ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ صحابہ پر شاق ہوا ۔ بعض روایتوں میں ہے کہ چلنا پھرنا دوبھر ہو گیا تھا ۔ اگر صحابہ سحری کھاتے رہتے تو یہ حال کبھی نہ ہوتا ۔ پھر صحابہ کرام کی عرض پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ۔

اِنِّیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ ۔ میں اپنے رب کے حضور رہتا ہوں ۔ وہ کھلاتا پلاتا ہے ۔

اس پر نص ہے ۔ کہ صوم وصال کے اتنا دنیوی غذا نوش جاں نہیں فرماتے تھے ۔

**تشریحات ۱۱۲۷** مسند امام احمد میں ہے ۔ کہ یہ صوم وصال رمضان میں تھا ۔ صوم وصال کا مطلب یہ ہے ۔ کہ روزہ رکھ کر نہ افطار کرے نہ سحری کھائے ۔ نہ اور کسی وقت کچھ کھائے پیئے ۔ حتیٰ کہ پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ لے ۔

ع ایضاً باب الوصال ص ۲۶۳ ۔ مسلم، ابوداؤد، الصیام، مسند امام احمد ص ۲۱ وغیرہ

اور پھر دوسرے دن روزہ رکھے ۔ یہ مکروہ تنزیہی ہے ۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پندرہ دن تک صوم وصال رکھتے تھے ۔ امام طبری نے فرمایا ۔ کہ بعض صحابہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ کئی کئی دن تک کھانا، پینا چھوڑ دیتے تھے ۔ مگر اس سے انکے معتاد کاموں میں کوئی خلل نہیں پڑتا تھا ۔ یہ اس بنا پر تھا کہ انھیں کھانے پینے کی حاجت نہ تھی ۔ اس سے مستغنی تھے ۔ اپنا کھانا حاجت مند اور فاقہ کش افراد کو دیدیتے تھے ۔ حضرت ابراہیم تیمی کبھی کبھی ایک ایک مہینہ، اور کبھی کبھی دو دو مہینے بے کھائے، پیئے رہ جاتے تھے ۔ کراہت دفع کرنے کیلئے ایک گھونٹ نبیذ پی لیتے تھے ۔ ریاضت و مجاہدہ کے لئے مشائخ سالکین کو صوم وصال رکھنے کا حکم دیتے ہیں ۔ مگر کراہت دفع کرنے کیلئے ایک گھونٹ پانی یا اور کوئی چیز بہت قلیل مقدار میں کھانے کی اجازت دیتے ہیں ۔ مثلاً کشمش کے چند دانے ۔ سوکھی روٹی کے ٹکڑے وغیرہ وغیرہ ۔ مجدد اعظم اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ایک بار چالیس پینتالیس دن تک، جو بیس گھنٹے طیں ایک گھونٹ پانی کے سوا اور کچھ نہیں کھایا، پیا ۔ اس کے باوجود تصنیف، تالیف، فتوی نویسی، مسجد میں حاضر ہوکر نماز باجماعت، ارشاد و تلقین، واردین وصادرین سے ملاقاتیں ۔ وغیرہ وغیرہ معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا ۔ اور نہ ضعف ونقاہت کے آثار ظاہر ہوئے ۔

**لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ** علامہ عینی نے فرمایا ۔ کچھ حضرات یہ کہتے ہیں کہ ۔ یہاں ہیئت زائد ہے ۔ معنی یہ ہے میں تمھارے جیسا نہیں ۔ اقول ۔ ہیئت کو زائد نہ مانیں تو مطلب یہ ہوگا کہ میرا حال تمھارے حال جیسا نہیں ۔ اس سے صفات میں امتیاز اور عدم شرکت ظاہر ہوتی ہے ۔ حاصل یہ ہوا کہ میری صفات میں کسی صفت میں تم میرے شریک نہیں ۔ اس لئے کہ نفی کا مقتضی استغراق ہے ۔ اور وجود تشبیہ کے لئے کسی وصف میں ادنی سی شرکت کافی ۔ جب حالت میں نفی مماثلت ہوئی تو اس کا صدق بغیر استغراق کے نہ ہوگا ۔ اسلئے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا ۔ کہ میرے کسی وصف میں تم لوگ شریک نہیں ۔ اور جب صحابہ شریک نہیں تو غیر صحابہ کی شرکت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ۔ اسی کو علامہ بوصیری قدس سرہ نے قصیدہ بردہ میں فرمایا ہے ۔

منزہ عن شریک فی محاسنہ ✤ فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی خوبیوں میں شریک سے منزہ ہیں ۔ حضور کی ذات میں حسن کا جوہر غیر منقسم ہے ۔

یہ حقیقت میں حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس شعر سے ماخوذ ہے ۔ انھوں نے عرض کیا ہے ۔

واحسن منک لم ترقط عینی ✤ واجمل منک لم تلد النساء

حضور سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا ✤ حضور سے زیادہ جمیل عورتوں نے پیدا ہی نہیں کیا

اور جن صاحب نے فرمایا ۔ کہ لفظ ہیئت زائد ہے ۔ ان کی تائید اس سے ہوتی ہے ۔ کہ خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دوسری روایت باب الوصال میں ان الفاظ میں ہے ۔ اِنِّی لَسْتُ مِثْلَكُمْ ۔ اور خود حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے ۔ لَسْتُ كَاَحَدٍ مِّنْكُمْ ۔ یہ ارشاد مماثلت ذات کی نفی کرتا ہے ۔ یعنی میری ذات تمھاری ذات کے مثل نہیں ۔ اور یہی واقعہ بھی ہے ۔ جس پر بعد کا ارشاد دلیل ہے اَظَلُّ اُطْعَمُ وَاُسْقٰی یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ ۔ میں کھلایا، پلایا جاتا ہوں ۔ مجھے میرا پروردگار کھلاتا، پلاتا ہے ۔ اسی لئے ایک حدیث[2] میں فرمایا ۔

یاابابکر لم یعلمنی حقیقۃ غیر ربی ۔ اے ابوبکر میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کسی نے نہیں جانا

---

[1] بہار شریعت حصہ ششم ص ۹۹ ۔ [2] مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۱۲۹

۱۱۲۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

**حدیث** حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً عه

فرمایا سحری کھاؤ اس لئے کہ سحری میں برکت ہے۔

اس کا حاصل یہ نکلا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ذات میں بھی شریک سے منزہ ہیں۔ حضرت[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے فرمایا۔ کہ انبیاء کرام اللہ عزوجل کے اسماء ذاتیہ سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذات حق سے ہیں۔ الفاظ کریمہ یہ ہیں۔

| | |
|---|---|
| ورسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخلوق است از ذات | اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذات حق سے مخلوق ہیں اور |
| عزوجل ظہور حق دروے بالذات است ازیں جہت منفرد | حق تعالیٰ کا ظہور آپ کی ذات میں بالذات ہے۔ اسی لئے وہ |
| است دمی بجمیع کمالات نزیرا کہ صفات راجع بذات اند۔ | تمام صفات کمالیہ کیساتھ متصف ہونے میں منفرد ہیں کیونکہ صفات |

**اَظَلُّ اُطْعَمُ وَاُسْقٰی** یہ اپنے ظاہر پر بھی محمول ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ عزوجل جنت کے کھانوں سے واقعی کھلاتا پلاتا ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ عزوجل اپنے مشاہدہ جمال میں ایسا مستغرق فرما دیتا ہو کہ غذا کی حاجت ہی نہیں رہتی ہو یا ایسا افاضہ فرما دیتا ہو پانی اور غذا کے قائم مقام ہو جاتا ہو جسکی وجہ سے نہ ضعف پیدا ہوتا ہو نہ قوی میں اضمحلال۔ جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے۔

| | |
|---|---|
| وذکرک للمشتاق خیر شراب | وکل شراب دونہ کسراب |
| تراذکر مشتاق کے لئے شراب سے بڑھ کر ہے | اور ہر شراب اس کے مقابل سراب ہے |

**تشریحات** ۱۱۲۸ سحور۔ سین کے فتحہ کیساتھ بھی اور ضمہ کے ساتھ بھی۔ فتحہ کیساتھ وہ کھانا جو اس وقت کھایا جائے۔ ضمہ کیساتھ یہ فعل ہے۔

برکۃ۔ کے اصل معنی زیادتی کے ہیں اور یہاں دنیوی برکت بھی مراد ہے اور اخروی بھی۔ دنیوی برکت ظاہر ہے کہ اس سے قوت ملتی ہے۔ اخروی برکت یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اسکے لئے احادیث میں طرح طرح سے ترغیب آئی ہے بلکہ تاکید بھی۔ یہاں تک فرمایا کہ سحری کھاؤ اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی سہی۔ نیز نصاریٰ سحری نہیں کھاتے تھے۔ اس میں انکی مخالفت ہے۔ یہ بھی موجب اجر ہے۔ نیز اس میں تجدید نیت بھی ہے جسکی وجہ سے روزہ بالاتفاق صحیح ہوگا۔ نیز یہ کہ اسکی وجہ سے کچھ نہ کچھ ذکر الٰہی ہو جائے گا۔ یا اللہ عزوجل کی طرف توجہ ضرور ہوگی۔ اور جسے توفیق ملے وہ دیگر اذکار تہجد وغیرہ پڑھ لے گا۔

**باب اذا نوی بالنہار صوما** ص۲۵۷ جب دن میں روزے کی نیت کرے۔

۳۲۹ وَقَالَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ كَانَ أَبُو الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ عِنْدَكُمْ طَعَامٌ ت

اور ام الدرداء نے کہا کہ ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوچھتے تمہارے پاس کھانا ہے۔

**توضیح باب** روزے کا وقت صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک ہے۔ وہ بھی اس طرح کہ اس پورے وقت میں روزے سے رہنا ضروری ہے۔ اور بغیر نیت عبادت کا وجود ہی نہ ہوگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی نے صبح صادق سے پہلے

عہ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ الصوم۔ [1] مدارج النبوۃ ثانی ص ۶۱۵

فَاِنْ قُلْنَا لَا قَالَ فَاِنِّیْ صَائِمٌ یَوْمِیْ هٰذَا ۔ وَفَعَلَهٗ اَبُوْ طَلْحَةَ وَاَبُوْ هُرَیْرَةَ وَابْنُ

اگر ہم یہ کہتے ۔ نہیں ۔ تو کہتے میں آج کے دن روزے سے ہوں ۔ اور ایسا ابو طلحہ اور ابو ہریرہ اور

عَبَّاسٍ وَحُذَیْفَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ

ابن عباس اور حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کیا ہے ۔

۱۱۲۹ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَکْوَعِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا

**حدیث** حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشورا کے دن ایک شخص کو بھیجا کہ

یُنَادِیْ فِی النَّاسِ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ اَنَّ مَنْ اَکَلَ فَلْیُتِمَّ اَوْ فَلْیَصُمْ وَمَنْ لَمْ یَاْکُلْ فَلَا یَاْکُلْ عه ص ۲۵۷

یہ منادی کردے ۔ جس نے کھالیا ہو ۔ وہ پورا کرے یا روزہ رکھے اور جس نے نہ کھایا ہو وہ (اب سے) نہ کھائے ۔

یا صبح صادق کے وقت روزے کی نیت نہیں کی ۔ اور دن نکل آیا ۔ روزے کے وقت کا کچھ حصہ بغیر روزے کے گزرا ۔ اب روزے کی نیت کی تو صحیح ہے یا نہیں ۔ قیاس یہ چاہتا ہے کہ صحیح نہ ہو ۔ مگر صحابہ کرام کے عمل اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ صحیح ہے اسی لئے عہد سلف میں اس میں اختلاف رہا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے یہ باب باندھا ۔ اور حسب عادت اپنی کوئی رائے تحریر نہیں فرمائی ۔

ہمارے یہاں رمضان ، نفل ، نذر معین کے روزوں میں دن کی نیت کافی ہے ۔ اس کی تائید آگے آرہی ہے ۔

**تشریحات ۳۲۹** ام الدرداء کے اثر کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے موصولاً ذکر کیا ہے ۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں اور امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے ۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بیہقی میں ہے ۔ حضرت ابن عباس کے اثر کو امام طحاوی نے ۔ اور حضرت حذیفہ کے بارے میں امام عبد الرزاق اور امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے ۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے قتادہ کا قول ذکر کیا ہے ۔ کہ حضرت معاذ نے بھی ایسا کیا ہے ۔

ان آثار سے ظاہر ہے کہ اگر کسی نے رات میں نیت نہیں کی تو صبح صادق طلوع ہونے کے بعد روزے کی نیت کرسکتا ہے ۔ اور اس کا روزہ صحیح ہے ۔ مگر ہمارے یہاں یہ ضروری ہے کہ ضحوۂ کبریٰ نصف النہار شرعی سے پہلے پہلے نیت کرلے ۔ اور یہ صرف رمضان نذر معین اور نفل کے روزوں کے لئے ہے ۔ اس کے علاوہ اور روزوں کے لئے ضروری ہے کہ صبح صادق سے پہلے نیت کرے جیسے کہ کفارے اور نذر غیر معین کے روزے ضحوۂ کبریٰ ہوجانے کے بعد نیت کی تو روزہ نہ ہوگا ۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ صبح صادق سے لے کر نیت کرتے وقت نہ کچھ کھایا ہو ، نہ پیا ہو اور نہ جماع کیا ہو ۔

**تشریحات ۱۱۲۹** باب صیام یوم عاشوراء ۔ اور کتاب اخبار احاد میں یہ ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشورے کے دن قبیلہ اسلم کے ایک صاحب کو حکم دیا ۔ کہ لوگوں میں منادی کردیں ۔ اخبار الاحاد میں تردید کے ساتھ ہے ۔ کہ اپنی قوم میں منادی کرنے کا حکم دیا تھا ، یا لوگوں میں ۔ یہاں فلیتم او فلیصم شک کے ساتھ ہے ۔ اور صیام عاشورا میں بلا شک یہ ہے کہ بقیہ دن روزے سے رہے ۔ اس لئے کہ آج عاشورے کا دن ہے اور ۔ اخبار الاحاد ۔ میں ہے کہ بقیہ دن پورا کرلے ۔ مطلب یہ ہوا ۔

---

عه ایضاً ۔ صیام یوم عاشوراء ۔ ثانی کتاب الاحاد باب ماکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعث الامراء ص ۱۰۸۹ مسلم ثانی ۔ الصوم ۔

کہ جس نے کھالیا ہو۔ وہ بقیہ دن بے کھائے پیئے روزے دار کی طرح رہے۔ اور جس نے ابتک کچھ نہیں کھایا پیا ہے وہ روزے کی نیت کرلے۔ اور واقعی روزہ رکھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ دن میں روزے کی نیت درست ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ جس دن روزہ واجب ہوا اس دن کسی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکا یا فاسد ہوگیا تو بھی بقیہ دن روزے دار کی طرح کھانے پینے مفسدات صوم سے بچنا واجب ہے۔

صیام یوم عاشورا میں یہ حدیث۔ مکی بن ابراہیم تلمیذ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اور بخاری کی ثلاثیات میں سے چھٹی ہے۔

جنھیں منادی کرنے کا حکم دیا تھا ان کا نام ہند بن اسماء بن حارثہ اسلمی ہے۔ جیسا کہ مسند[۱] امام احمد میں انھیں سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری قوم اسلم میں منادی کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

صحیح یہی ہے کہ رمضان کے روزوں کے فرض ہونے سے پہلے عاشورے کا روزہ فرض تھا۔ اور یہ خود اسی حدیث سے ثابت ہے۔ کیونکہ اگر فرض نہ ہوتا۔ تو کھانے پینے کے بعد بقیہ دن روزے دار کی طرح رہنے کا حکم کیوں ارشاد فرماتے۔ علاوہ ازیں احادیث کی نص صریح سے یہ ثابت ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ کہ قریش زمانہ جاہلیت میں عاشورے کا روزہ رکھتے تھے۔ اور حضور بھی رکھتے تھے۔ (مدینہ طیبہ آئے تو بھی رکھا۔) اور لوگوں کو رکھنے کا حکم دیا جب رمضان کا روزہ فرض ہوگیا تو فرمایا۔ جو چاہے رکھے جو چاہے چھوڑ دے۔ [۲]

ابن شداد نے اپنے احکام میں ام المومنین حضرت صدیقہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابن عمر حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔ کہ رمضان کے روزوں کے فرض ہونے سے پہلے عاشورے کا روزہ فرض تھا۔ جب رمضان فرض ہوگیا تو فرمایا، جو چاہے رکھے جو چاہے نہ رکھے۔

بخاری اور مسلم میں ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینے کے اردگرد انصار کی بستیوں میں آدمی بھیجکر کہلوایا۔ جس نے روزے کی حالت میں صبح کی وہ روزہ پورا کرلے۔ اور جس نے صبح اس حال میں کی ہے کہ کچھ کھا پی لیا ہے۔ وہ بقیہ دن روزے دار کی طرح رہے۔ اور جس نے کچھ نہیں کھایا پیا وہ روزہ رکھے [۳]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی پر کسی معین دن کا روزہ واجب ہو تو اسے دن میں نیت کرنا درست ہے۔

جو لوگ روزہ صحیح ہونے کے لئے صبح صادق سے پہلے نیت کو ضروری قرار دیتے ہیں وہ ابوداؤد[۴]، ترمذی[۵] اور نسائی[۶] کی اس حدیث سے دلیل لاتے ہیں۔ کہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے فجر سے پہلے روزے کی نیت نہیں کی اس کا روزہ نہیں۔

---

[۱] ثالث ص ۴۸۴ [۲] بخاری اول۔ الصوم۔ باب وجوب صوم رمضان ص ۲۵۴

[۳] یہ سب عمدۃ القاری جلد عاشر ص ۴۰۴ سے لی گئی ہیں۔ [۴] اول۔ الصیام باب النیۃ فی الصوم ص ۳۲۳

[۵] اول۔ الصوم باب الصیام لمن لم یعزم من اللیل ص ۹۱ [۶] اول۔ الصیام۔ باب النیۃ فی الصوم ص ۳۲۰

— اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اولاً۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ جیساکہ علامہ عینی نے پوری تفصیل اور تحقیق سے ثابت فرمایا ہے۔ ثانیاً۔ اس حدیث پر عمل کرنے سے کتاب اللہ کا نسخ خبر واحد سے لازم آئیگا۔ وہ اس طرح کہ پہلے ارشاد ہوا۔

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (پ ۲ ع ۱۸۷) جبتک فجر کا سفید دھاگا رات کے سیاہ دھاگے سے ظاہر نہ ہو جائے۔ کھاؤ، پیو۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:۔

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ پھر روزے کو رات تک پورا کرو۔

اور ثُمَّ تراخی کے لئے ہے۔ شرعی دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی شروع ہوگیا۔ روزے کے حکم کا مطلب روزے کی نیت کرنا ہے۔ کیونکہ بغیر نیت عبادت کا وجود ہی نہیں۔ اب ثابت کہ دن کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد بھی روزے کی نیت صحیح ہے۔ یہ مضمون ثُمَّ سے ثابت ہے۔ جو لفظ خاص ہے۔ وضع کیا گیا ہے تعقیب مع التراخی کے لئے۔ اس لئے یہ کہنا کہ جبتک فجر سے پہلے نیت نہیں کریگا روزہ درست نہ ہوگا۔ اس حکم خاص کو خبر واحد سے منسوخ کرنا ہوا۔ اور یہ جائز نہیں۔ نیز۔ اس ارشاد نے کہ فرمایا۔ روزہ پورا کرو۔ یہ بتاتا ہے۔ کہ جو دن روزے کے لئے معین ہے۔ اس میں دن کی ابتدا میں امساک مخصوص روزہ ہوگا۔ اگرچہ اس وقت نیت نہ ہو۔ کیونکہ اتمام شئی کا مقتضیٰ یہ ہے کہ وہ پہلے سے پائی جائے اور مکمل نہ ہو۔ اس میں سِرّ یہ ہے کہ۔ جب یہ ایام روزے کے لئے متعین ہیں خواہ منجانب اللہ، خواہ منجانب عبد تو ان دنوں کو روزے کے لئے متعین کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔ جیسے رمضان کے روزے اور نذر معین کے روزے۔ بخلاف اور دنوں کے کہ وہ روزے کے لئے متعین نہیں اس لئے اس دن کو روزے کے لئے معین کرنے کے لئے رات ہی سے نیت ضروری ہے۔ رہ گیا نفل تو اس کی دلیل آگے آرہی ہے۔

ثالثاً۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ اس حدیث میں نفی سے نفی کمال مراد ہو۔ جیسے۔ لاصلوۃ لجار المسجد الا فی المسجد میں ہے۔

نفل روزے کی نیت دن میں صحیح ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ جسے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے امام مسلم[۵۱]، امام ابوداؤد[۵۲]، امام ترمذی[۵۳] اور امام نسائی[۵۴] نے روایت کیا۔ وہ فرماتی ہیں۔ ایک دن مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عائشہ تمھارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کچھ نہیں۔ فرمایا۔ میں روزے سے ہوں۔

---

۵۱ اول۔ الصیام۔ باب جواز صوم النفل بنیۃ من النھار ص ۳۶۴ ۵۲ اول۔ الصیام۔ باب فی الرخصۃ فی ذلک ص ۳۳۳ ۵۳ اول۔ الصوم۔ باب فی افطار الصائم المتطوع ص ۹۲۔
۵۴ اول۔ الصیام۔ باب النیۃ فی الصوم ص ۳۱۹۔

## بَابُ الصَّائِمِ يُصْبِحُ جُنُبًا ص ۲۵۷

روزہ دار نے جب حالت جنابت میں صبح کی۔

۱۱۳۰ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ

حدیث ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ نے کہا میں اور میرے

الْحَارِثِ بْنِ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

باپ عبد الرحمٰن ام المومنین حضرت عائشہ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ کی خدمت میں

قَالَ جِئْتُ أَنَا وَأَبِي حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

حاضر ہوئے۔

تَعَالٰى عَنْهُمَا ح۔ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ

دوسری سند سے بطریق زہری مروی ہے۔ کہ ابو بکر بن عبد الرحمٰن

الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّ أَبَاهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَهُ وَأَنَّ عَائِشَةَ

بن حارث بن ہشام نے خبر دی کہ ان کے والد عبد الرحمٰن نے مروان کو خبر دی کہ حضرت

وَأُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَتَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عائشہ اور حضرت ام سلمہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ

۱۱۳۰ تشریحات مسلم[1] میں یہ حدیث اس طرح ہے۔ ابو بکر بن عبد الرحمٰن نے کہا۔ میں نے حضرت ابو ہریرہ کو یہ بیان کرتے سنا۔ جو شخص فجر کے وقت جنب ہو وہ روزہ نہ رکھے۔ میں نے اپنے باپ عبد الرحمٰن بن حارث سے اس کو ذکر کیا۔ تو انھوں نے اسے تسلیم نہیں کیا۔ اب عبد الرحمٰن اور میں دونوں چلے اور حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عبد الرحمٰن نے ان دونوں سے دریافت کیا۔ تو ان دونوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغیر احتلام کے صبح کو جنب ہوتے پھر روزہ رکھتے۔ اس کے بعد ہم لوگ مروان کے پاس گئے اور اس سے عبد الرحمٰن نے ذکر کیا تو مروان نے کہا۔ میں تم کو قطعی طور پر حکم دیتا ہوں کہ تم ابو ہریرہ کے پاس جاؤ۔ اور وہ جو کہتے ہیں اسکا رد کرو۔ اب ہم حضرت ابو ہریرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عبد الرحمٰن نے (دونوں) ام المومنین کے ارشاد

[1] اول - الصیام - باب صحة صوم من طلع علیه الفجر وهو جنب ص ۳۵۳

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُدْرِکُہُ الْفَجْرُ وَھُوَ جُنُبٌ مِّنْ اَھْلِہٖ ثُمَّ

تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اہل کے ساتھ قربت کی وجہ سے فجر کے وقت جنب ہوتے اس کے بعد

یَغْتَسِلُ وَیَصُوْمُ وَقَالَ مَرْوَانُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ اُقْسِمُ

غسل فرماتے اور روزہ رکھتے - اور مروان نے عبد الرحمٰن بن حارث سے کہا میں تمہیں اللہ

بِاللّٰہِ لَتُغْنِیَنَّ عَنَّا بِھَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ وَمَرْوَانُ یَوْمَئِذٍ عَلَی الْمَدِیْنَۃِ فَقَالَ

کی قسم دیتا ہوں یہ بتا کر ابو ہریرہ کو گھبراہٹ میں ضرور ڈالنا اور اسوقت مروان مدینے کا حاکم

اَبُوْبَکْرٍ فَکَرِہَ ذٰلِکَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ قُدِّرَ لَنَا اَنْ نَجْتَمِعَ بِذِیْ

تھا - ابو بکر نے کہا عبد الرحمٰن نے اسے ناپسند کیا پھر ایسا اتفاق ہوا کہ ہم ذوالحلیفہ میں

الْحُلَیْفَۃِ وَکَانَتْ لِاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ھُنَالِکَ اَرْضٌ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

اکٹھے ہو گئے اور وہاں ابو ہریرہ کی زمین تھی عبد الرحمٰن نے حضرت ابو ہریرہ

کو ذکر کیا - تو حضرت ابو ہریرہ نے پوچھا - کیا ان دونوں نے تم سے یہ بیان کیا ہے - عبد الرحمٰن نے کہا ہاں - تو فرمایا وہ دونوں زیادہ جاننے والی ہیں - اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ جو کچھ فرماتے تھے اسے فضل بن عباس کی طرف لوٹایا - اور حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا - میں نے یہ فضل سے سُنا ہے - نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں سُنا ہے - حضرت ابو ہریرہ جو کہتے تھے اس سے رجوع کر لیا - (ابن جریج) نے کہا میں نے عبد الملک بن ابو بکر بن عبد الرحمٰن (اس حدیث کے راوی) سے پوچھا - کیا دونوں ام المومنین نے رمضان کے بارے میں کہا تھا - انھوں نے کہا ایسا ہی ہے - کہ حضور بغیر احتلام کے صبح کے وقت جنبی ہوتے پھر روزہ رکھتے -

**اختلاف روایات** بخاری کی روایت سے یہ معلوم نہیں ہوتا - کہ - من ادرکہ الصبح جنبا فلا صوم لہ - حضور کا ارشاد ہے یا نہیں - مگر مسلم کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے خود حضور سے نہیں سُنا ہے - مگر احتمال ہے کہ فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہو - امام عبد الرزاق نے روایت کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا - اس میں بھی یہ احتمال ہے کہ یہ فضل سے سُنا ہو - اور فضل نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہو - اب بھی - قال رسول اللہ - کہنا درست ہے -

میرے خیال میں ان سب روایتوں میں تطبیق کی صورت یہی ہے - کہ حضرت ابو ہریرہ نے بذات خود حضور

لہ مسلم - اول - باب صحۃ صوم من طلع علیہ الفجر وھو جنب ص ۳۵۳ ۲ عمدۃ القاری ھادی عشر ص ۳

لِاَبِیْ هُرَیْرَةَ اِنِّیْ ذَاکِرٌ لَّکَ اَمْرًا وَلَوْلَا اَنَّ مَرْوَانَ اَقْسَمَ عَلَیَّ

سے کہا — میں آپ سے ایک بات ذکر کر رہا ہوں اور اگر مروان نے قسم نہ دلائی ہوتی تو میں ذکر نہ کرتا

فِیْهِ لَمْ اَذْکُرْهُ لَکَ فَذَکَرَ قَوْلَ عَائِشَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَ کَذٰلِکَ

اس کے بعد انھوں نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی بات ذکر کی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ

حَدَّثَنِی الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَّهُوَ اَعْلَمُ ؏ہ

تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھ سے فضل بن عباس نے ایسے ہی حدیث بیان کی۔ اور وہ خوب جانتے ہیں۔

سے نہیں سنا ہے۔ انھوں نے فضل بن عباس سے سنا ہے۔ اور انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔

**فضل بن عباس** بخاری، مسلم، کی روایت میں فضل بن عباس کا نام ہے۔ مگر نسائی[1] کی ایک روایت میں حضرت اسامہ بن زید کا نام ہے۔ کہ انھوں نے مجھ سے بیان کیا۔ ہو سکتا ہے دونوں سے سنا ہو۔

**وھو اعلم** مسلم اور ابن حبان[2] کی روایت میں ہے۔ هُمَا اَعْلَمُ۔ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ زیادہ جاننے والی ہیں۔ اور امام نسائی کی ایک روایت میں ہے۔ هن اعلم۔ اور یہی مصنف عبد الرزاق[3] میں بھی ہے۔ نسائی[4] کی ایک روایت میں ہے۔ کہ صرف حضرت عائشہ سے ملاقات کی اور انھوں نے وہ روایت کیا۔ حضرت ام سلمہ کا ذکر نہیں۔ اس میں یہ ہے۔ وهی اعلم۔ ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت ابو ہریرہ نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ دونوں کو یا صرف ایک حضرت عائشہ کو۔ اعلم۔ کہا۔ اور واقعہ کے ساتھ اسی کو زیادہ مطابقت بھی ہے۔ اب بخاری کی اس روایت کا کہ حضرت ابو ہریرہ نے حضرت فضل کو۔ اعلم۔ کہا۔ مطلب یہ متعین ہے کہ وہ کہنا یہ چاہتے ہیں۔ کہ فضل بن عباس نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی۔ اور وہ خوب جانتے ہیں۔ یعنی اس روایت کی حقیقت کو۔ یہ مطلب نہیں کہ خاص اس معاملہ میں فضل بن عباس ازواج مطہرات سے زیادہ جانتے ہیں۔ یہ نہ تو واقعہ کے لحاظ سے درست ہے۔ اور نہ حضرت ابو ہریرہ جیسے بزرگ صحابی یہ کہہ سکتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ہمارے عرف میں یہ ہے کہ جب کسی ثقہ کی کوئی بات خلاف واقعہ ثابت ہو جاتی ہے۔ تو وہ کہتا ہے۔ میں نے فلاں سے سنا تھا وہ جانے۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ جو بیان کرتے تھے جب اس کی صداقت حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کے ارشاد کے خلاف ہونے کی وجہ سے مشتبہ ہو گئی تو معذرت کے طور پر حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا۔ مجھ سے فضل بن عباس نے بیان کیا تھا۔ وہ جانیں۔ وہی اسے اچھی طرح جانتے ہیں کہ کیسے انھوں نے اسے بیان کیا۔

---

؏ہ مسلم۔ ترمذی، نسائی، ابن ماجه باختلاف فی الصوم۔

[1] ایضا [2] ایضا [3] ایضا [4] ایضا۔

بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ ابوبکر اور انکے والد عبدالرحمٰن نے بالمشافہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ سے گفتگو کی تھی۔ مگر نسائی کی ایک روایت میں ہے۔ کہ حضرت عائشہ سے ان کے غلام۔ ذکوان کے واسطے سے اور حضرت ام سلمہ سے ان کے غلام۔ نافع۔ کے ذریعہ گفتگو ہوئی تھی۔

علامہ عینی نے پہلے کو اکثر اور اصح کہا۔ اس کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ باعتبار سند کے اکثر اور اصح ہے۔ مگر میرے خیال میں واقعے کے اعتبار سے بھی ارجح ہے۔ کہ غلاموں کے ذریعہ گفتگو ہوئی۔ اور یہ محاورہ شائع ذائع ہے کہ بڑوں سے بواسطہ خدام جو گفتگو ہوتی ہے۔ خصوصاً مستورات سے اسے اس طرح بیان کرتے ہیں گویا بلا واسطہ گفتگو ہوئی۔

یہاں امام بخاری نے دو سندوں کے ساتھ اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں سندوں کا متن ایک ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ پہلی سند جو بطریق عبداللہ بن مسلمہ عن مالک ہے اس کے متن میں نہ مروان کا تذکرہ ہے نہ حضرت ابوہریرہ کا۔ اس کا متن صرف اتنا ہے کہ ہم حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان دونوں نے وہ بیان کیا۔

دوسری سند جو بطریق ابوالیمان عن الزہری ہے۔ اس کا متن وہ ہے جو بخاری میں یہاں مذکور ہے۔

علامہ خطابی اور ابن منذر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فتوے اور روایت کے بارے میں یہ توجیہہ کی ہے۔ کہ ابتداء میں سونے کے بعد کھانا، پینا اور جماع روزے دار کو ممنوع تھا۔ اسی وقت یہ حکم تھا کہ جو صبح تک جنبی رہے وہ روزہ نہ رکھے۔ مگر جب سونے کے بعد بھی صبح صادق تک کھانا، پینا، جماع مباح ہوگیا۔ تو یہ حکم بھی منسوخ ہوگیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے منسوخ ہونے کا علم نہیں تھا اس لئے وہ وہی فتوی دیتے رہے۔ اور حضرت فضل بن عباس سے جو سنا تھا، روایت کرتے رہے۔ مگر جب حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی روایت سے علم ہوگیا تو رجوع فرمالیا۔

## جنابت کی حالت میں روزہ

اگر کوئی جنابت کی حالت میں صبح صادق کے بعد تک رہے تو اس کا روزہ صحیح ہے یا نہیں۔ جمہور اور ائمہ اربعہ کا مذہب یہی ہے کہ اس کا روزہ صحیح ہے جیسا کہ حدیث مذکور سے ثابت ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ روزہ صحیح ہونے کے لئے طہارت شرط نہیں۔ نہ حقیقی نہ حکمی البتہ اتنا ضرور ہے کہ اس پر فرض ہے کہ دن نکلنے سے اتنے پہلے نہالے کہ فجر کی نماز پڑھ سکے۔ یہ سب پر فرض ہے خواہ روزے دار ہو یا غیر روزے دار۔ اگر اسوقت تک غسل نہ کیا تو گنہگار ہوا۔ اور اب روزے میں بھی کراہت ہوگی۔ یہی محل ہے اس کا جو بعض کتب فتاوی میں ہے۔ کہ جنابت کی حالت میں روزہ مکروہ ہے۔

نیز اس سے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط ہوئے۔ (۱) جب کسی حکم شرعی میں خلجان اور تشویش ہو تو علماء کی خدمت میں حاضر ہوکر تحقیق کرنی لازم ہے۔ ارشاد ہے:۔

---

۱ عمدۃ القاری حادی عشر ص ۳ ۲ ایضا ص ۴

۳۳۰ وَقَالَ هَمَّامٌ وَّابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

ت اور ہمام اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے صاحبزادے نے حضرت

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِالْفِطْرِ وَالْاَوَّلُ اَسْنَدُ ۔

روزہ نہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ اور پہلی حدیث باعتبار سند زیادہ قوی ہے۔

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اگر تمھیں علم نہیں تو جاننے والوں سے پوچھو۔

(۲) اگر علماء میں اختلاف ہو جائے تو ترجیح اس کے قول کو ہوگی جو اَعلم ہو۔ (۳) حدیث کی روایت میں عورتیں مردوں کے مثل ہیں (۴) زن و شو کے مخصوص تعلقات کے سلسلے میں ازواج مطہرات کی روایت سب پر راجح ہے۔ (۵) اکابر سے اگر کوئی لغزش ہو جائے تو انکی خدمت میں اسے عرض کرنا لازم ہے (۶) اکابر کی لغزش عرض کرنے میں پاس ادب کا لحاظ ضروری ہے۔ (۷) حدیث کی روایت میں گواہی کی ضرورت نہیں (۸) خبر واحد حجت ہے۔

**تشریحات** ۳۳۰ هَمَّامٌ سے مراد ہمام بن منبہ صنعانی ہیں۔ ابن عبداللہ بن عمر سے کون صاحب مراد ہیں یہ متعین نہیں ہو سکا۔ علامہ کرمانی نے فرمایا۔ کہ یہ سالم ہیں۔ اس لئے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ مگر علامہ عینی نے فرمایا۔ یہ ضروری نہیں۔ ہو سکتا ہے۔ عبید اللہ ہوں، ہو سکتا ہے عبداللہ ہوں۔ اسی لئے امام بخاری نے نام نہیں لیا۔ صرف۔ ابن عبداللہ بن عمر۔ فرمایا۔

ہمام بن منبہ کی تعلیق کو امام احمد نے اپنی مسند[1] میں اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ جب صبح کی نماز کے لئے اذان کہی جائے اور تم میں سے کوئی جنبی ہو تو روزہ نہ رکھے۔ ابن عبداللہ بن عمر کی تعلیق کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں اور امام نسائی نے اور امام طبرانی نے مسند النساء میں روایت کیا کہ عبداللہ بن عمر یا عبید اللہ بن عمر نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں روزہ نہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ جب کوئی صبح کو جنبی رہے۔

**والاول اسند** یہ حضرت امام بخاری کا ارشاد ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ امہات المومنین کی حدیث حضرت ابوہریرہ کی حدیث کی بہ نسبت زیادہ صحیح ہے۔ علامہ عینی نے اس پر تعقب فرمایا۔ کہ اکثر طرق میں دونوں کی سندیں ایک ہی ہیں۔ پھر ایک کو اصح کیسے کہہ سکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں خود اختلاف ہے۔ کسی میں ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ فضل بن عباس سے سُنا۔ کسی میں ہے کہ حضرت اسامہ بن زید سے سُنا۔ کسی میں ہے کہ ایک شخص سے سُنا۔ فلاں سے سُنا۔ بخلاف امہات المومنین

[1] مسند امام احمد ج ثانی ص ۳۱۴

# بَابُ الْمُبَاشِرَةِ لِلصَّائِمِ ص۲۵۸ روزے دار کو مباشرت کرنا۔

۱۱۳۳ وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ فَرْجُهَا۔

ت اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا روزہ دار پر عورت کی شرمگاہ حرام ہے۔

۱۱۳۱ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ اَمْلَكَكُمْ

کی حالت میں بوسہ لیتے تھے۔ اور مباشرت یعنی جسم سے جسم کو چپکاتے تھے۔ اور وہ اپنی حاجت

لِاَرْبِهٖ۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِرْبٌ حَاجَةٌ وَقَالَ طَاؤُسٌ۔ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ۔

کے تم سب سے زیادہ مالک تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اِرْبٌ کے معنی حاجت کے ہیں

کی حدیث کے۔ کہ اس کی ہر روایت میں یہ ہے کہ امہات المومنین نے خود بیان فرمایا۔ اب۔ اسند۔ کا مطلب یہ ہوا۔ کہ امہات المومنین کی حدیث اس معنی کر قوی ہے کہ اس کے مرفوع ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔ یا اس کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اتصال زیادہ واضح اور ظاہر ہے۔ بخلاف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے کہ اس کا مرفوع ہونا مشکوک ہے۔

**تشریح** ۱۱۳۳ اس تعلیق کو امام ابوجعفر طحاوی[1] نے موصولاً روایت کیا ہے۔ حکیم بن عقال نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا۔ روزے کی حالت میں مجھ پر میری بیوی سے کیا حرام ہے۔ فرمایا اسکی شرمگاہ ابن حزم نے محلی میں بھی اس کے مثل روایت کیا ہے۔

**تشریحات** ۱۱۳۱ مباشرت کا مادہ۔ بَشَرٌ ہے۔ یہ باب مفاعلۃ کا مصدر ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں۔ دو آدمیوں کا جسم سے جسم چپکانا۔ جماع اس کے معنی میں داخل نہیں۔ البتہ کبھی جماع کے معنی میں بولا جاتا ہے جماع کرنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ اور رمضان کے روزوں میں اس پر قضا کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی ہے۔ مباشرت اور بوسہ کے بعد نفس پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے اور یہ جماع کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔ اسلئے روزے کی حالت میں دونوں ممنوع ہیں۔ ان سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ اگر انزال ہونے یا جماع میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پورے طور پر قابو تھا۔ اس لئے حضور کو ممنوع نہیں۔

غیر اولی الاربۃ سورہ نور میں ہے۔ اور مومن عورتوں سے کہدو۔ اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ اور اپنی شرمگاہ کی

[1] شرح معانی الآثار۔ اول۔ الصیام۔ باب القبلۃ للصائم ص ۲۹۴

اَلْاَحْمَقِ لَاحَاجَةَ لَهٗ فِی النِّسَاءِ ؏ہ

اور امام طاؤس نے غیر اولی الاربۃ کے معنی یہ بتائے۔ وہ احمق جسے عورتوں کی رغبت نہ ہو۔

## بَابُ الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ ص۲۵۸ روزے دار کو بوسہ لینا۔

۳۳۲ وَقَالَ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اِنْ نَظَرَ فَاَمْنٰی اَتَمَّ صَوْمَهٗ

ت اور حضرت جابر بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اگر عورت کو دیکھا اور منی نکل آئی تو بھی روزہ پورا کرلے۔

۱۱۳۲ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ

حفاظت کیا کریں، اور اپنی آرائش ظاہر نہ کریں۔ مگر جو خود ہی ظاہر ہو اور اپنے گریبانوں پر اوڑھنیاں ڈالے رہیں۔ سوائے اپنے شوہر اور باپ، اور خسر، اور بیٹوں اور شوہر کے بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی ہی جیسی عورتوں اور اپنی لونڈیوں اور غلاموں اور ان خادموں کے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھتے ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پوشیدہ چیزوں کی خبر نہ رکھتے ہوں، کسی کے سامنے اپنی آرائش ظاہر نہ کریں

اس آیت میں یہ تھا

اَوِ التَّابِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ (آیت ۳۱) یا نوکر جو شہوت والے مرد نہ ہوں۔

اس میں۔ اَلْاِرْبَةِ۔ ہے۔ امام بخاری حسب عادت اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ کہ اس کے معنی حاجت کے ہیں۔ اور امام طاؤس نے فرمایا۔ غیر اولی الاربۃ۔ سے مراد وہ احمق ہے۔ جسے عورتوں کی حاجت نہ ہو۔

۳۳۲ اس اثر کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔ اور حکم یہی ہے کہ اگر

تشریحات عورت کو دیکھا اور انزال ہوگیا تو روزہ فاسد نہ ہوا۔ البتہ اگر بوسہ لیا یا گلے لگایا یا جسم چھوا اگرچہ کپڑا حائل ہو اور انزال ہوگیا تو روزہ فاسد ہوگیا۔ بلکہ اگر یہ اندیشہ ہو کہ انزال ہو جائے گا یا جماع میں مبتلا ہو جائیگا تو مکروہ ہے۔ البتہ زبان یا ہونٹ چوسنا۔ اور مباشرت فاحشہ مطلقاً مکروہ ہے۔ خواہ انزال اور جماع کا اندیشہ ہو خواہ نہ ہو۔ مباشرت فاحشہ یہ ہے۔ کہ مرد اپنا آلہ عورت یا مرد کی شرمگاہ سے، یا عورت عورت کی شرمگاہ سے شہوت کی حالت میں بغیر کسی حائل کے مس کرے۔ مرد میں شہوت یہ ہے کہ آلے میں تندی ہو۔ اور عورت میں یہ ہے کہ ہیجان اور جوش ہو۔

۱۱۳۲ بعض ازواج سے خود ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے کو مراد لیا۔ بعد میں

تشریحات سننے سے یہ متعین ہوگیا۔ اس سے یہ روایت اور قطعی ہوگئی۔ اس کے بعد ام المومنین حضرت

ؔہ مسلم، ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ، الصیام، دارمی وضوء موطا امام مالک الصیام، مسند امام احمد جلد ۶ ص ۴۰

اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُقَبِّلُ بَعْضَ اَزْوَاجِهٖ

تعالیٰ علیہ وسلم روزے کی حالت میں اپنی بعض ازواج کا بوسہ لیتے

وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ ضَحِكَتْ ع ہ

اس کے بعد وہ ہنسیں۔

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ۲۱۲ ذکر فرمائی۔ جو جلد ثانی ص ۲۱۷ پر گزر چکی ہے۔ اس میں یہاں یہ زائد ہے

كَانَتْ هِيَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلَانِ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ وَكَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ۔

یہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک برتن میں سے غسل کرتے تھے۔ اور حضور روزہ دار ہوتے ہوئے انکا بوسہ لیا کرتے تھے۔

## بَابُ اِغْتِسَالِ الصَّائِمِ ص ۲۵۸ روزہ دار کا غسل کرنا

**مقصد باب** بظاہر اس باب کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ مگر چونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت مصنف[1] عبد الرزاق میں ہے کہ انھوں نے روزہ دار کو حمام میں جانے سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ اس کو واضح کر دیا جائے۔ روایت مذکور ضعیف ہے لائق حجت نہیں۔ ہمارے یہاں بھی راجح اور مختار یہی ہے۔ روزہ دار کو نہانے، حمام میں جانے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح سر پر پانی ڈالنے، کپڑا تر کر کے جسم پر رکھنے میں بھی

ابو داؤد[2] میں ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکر نے بعض صحابہ سے روایت کیا۔ انھوں نے کہا۔ میں نے نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عرج میں دیکھا۔ کہ روزہ دار تھے اور سر اقدس پر گرمی یا پیاس کی شدت کیوجہ سے پانی ڈالا جا رہا تھا۔

۳۳۳ وَبَلَّ ابْنُ عُمَرَ ثَوْبًا فَاَلْقِيَ عَلَيْهِ۔

ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کپڑا بھگویا اور ان پر ڈالا گیا۔

۳۳۳ اس اثر کو امام ابن ابی شیبہ نے موصول کیا۔ باب سے مناسبت یہ ہے کہ جیسے نہانے میں بدن پر پانی

تشریح پڑتا ہے اور مسامات کے ذریعہ جسم کے اندر پہنچتا ہے ویسے ہی بھیگا کپڑا ڈالنے سے بھی پانی کو جسم جذب کرتا ہے۔ جسم پر بھیگا کپڑا رکھنے میں حرج نہیں تو نہانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہونا چاہیئے۔

۳۳۴ وَدَخَلَ الشَّعْبِيُّ الْحَمَّامَ وَهُوَ صَائِمٌ۔

ت اور امام شعبی (تابعی) روزہ رکھتے ہوئے حمام میں گئے۔

---

ع د نسائی۔ الصیام۔ [1] عمدۃ القاری حادی عشر ص ۱۱ ۲ ایضاً

۳۳۵ ت وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا بَاْسَ اَنْ يَّتَطَعَّمَ

اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں کہ روزہ دار

الْقِدْرَ اَوِ الشَّيْءَ۔

ہانڈی یا کوئی اور چیز چکھے۔

۳۳۶ ت وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَاْسَ بِالْمَضْمَضَةِ وَالتَّبَرُّدِ لِلصَّائِمِ۔

اور امام حسن بصری نے فرمایا کلی کرنے اور پانی سے ٹھنڈک حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۳۳۷ ت وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِذَا كَانَ صَوْمُ اَحَدِكُمْ

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب تمہارا روزہ ہو تو صبح کو تیل لگائے

فَلْيُصْبِحْ دَهِيْنًا مُّتَرَجِّلًا۔

ہوئے اور کنگھا کئے ہوئے رہو۔

۳۳۴ **تشریح** اس تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام شعبی کا نام "عامر بن شراحیل" تھا۔

۳۳۵ **تشریحات** اس تعلیق کو بھی امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے موصولاً روایت کیا ہے۔ اِن یَتَطَعَّمَ۔ کا مادہ طَعْمٌ ہے۔ سمع یسمع سے۔ اس کے معنی چکھنے کے آتے ہیں۔ تَطَعَّمَ۔ کے معنی مزہ چکھنے کے لئے منہ میں ڈالنا۔ مطلب یہ ہے کہ شوربہ وغیرہ کو منہ میں اس لئے ڈالنا کہ اس کا مزہ معلوم ہو جائے پھر تھوک دینا روزہ میں ممنوع نہیں۔ اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ مگر بلا ضرورت مکروہ ہے۔ ہاں اگر شوہر بدخلق ہے تو چکھنے کی اجازت ہے، مکروہ بھی نہیں۔ اسی طرح چھوٹے بچے کے کھانے کے لئے کچھ نہ ہو تو اسے کھلانے کے لئے روٹی وغیرہ چبانے میں کوئی حرج نہیں۔

۳۳۶ **تشریحات** علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس تعلیق کا معنیً امام عبدالرزاق نے موصول کیا ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا یہ ظاہر نہیں ہو سکا۔ بلکہ امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ان سے اس کے برعکس روایت کیا ہے۔ کہ امام حسن بصری نے فرمایا کہ افطار کے وقت اور پانی پینے کے وقت کلی کرنا مکروہ ہے۔ ان دونوں تعلیقوں کو باب سے یہ تعلق ہے کہ جب منہ میں کھانا اور پانی لیجانا مفسد صوم نہیں تو غسل بدرجہ اولیٰ نہیں۔

۳۳۷ **تشریحات** فلیصبح۔ کا مطلب یہ ہے کہ رات ہی میں تیل لگائے۔ کنگھا کرلے۔ مقصود یہ ہے کہ روزہ عبادت ہے۔ جبتک کوئی روزہ رکھے ہوئے ہے عبادت کی حالت میں ہے اور عبادت گزار حقیقت میں بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوتا ہے۔ تو بہتر یہ ہے کہ اچھی، عمدہ ہیئت بنائے رکھے۔

۳۳۸ وَقَالَ اَنَسٌ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِنَّ لِیْ اَبْزَنَ اَتَقَحَّمُ فِیْہِ وَاَنَا صَائِمٌ

ت اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس پانی کا ایک برتن ہے۔ جسمیں روزے کی حالت میں داخل ہوتا ہوں۔

۳۳۹ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یَسْتَاکُ اَوَّلَ النَّھَارِ وَاٰخِرَہٗ

ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دن کے اول اور آخری دونوں حصوں میں مسواک کرتے تھے۔

۳۴۰ وَقَالَ ابْنُ سِیْرِیْنَ لَا بَاْسَ بِالسِّوَاکِ الرَّطْبِ قِیْلَ لَہٗ طَعْمٌ

ت اور ابن سیرین نے کہا گیلی مسواک میں کوئی حرج نہیں عرض کیا گیا اس کے

قَالَ وَالْمَاءُ لَہٗ طَعْمٌ وَاَنْتَ تُمَضْمِضُ بِہٖ

لئے مزہ ہے فرمایا پانی کے لئے بھی مزہ ہے۔ حالانکہ تم اس سے کلی کرتے ہو۔

باب سے مناسبت ظاہر ہے۔ کہ صبح کو جب بالوں میں تیل موجود ہوگا تو جذب ہو کر دماغ میں پہنچے گا۔ جب اس میں کوئی حرج نہیں تو غسل میں بھی کوئی حرج نہیں۔ نیز غسل سے بھی مقصود نظافت ہے اور بالوں میں تیل ڈالنے اور کنگھا کرنے میں بھی نظافت ہے۔ اس جامع معنی کی وجہ سے ذکر فرمایا۔

اس سے لزوماً ثابت ہوا کہ دن میں روزے کی حالت میں سر یا بدن پر تیل کی مالش کرنے میں کوئی حرج نہیں

**تشریحات** ۳۳۸ اس تعلیق کو قاسم بن ثابت نے غریب الحدیث میں موصولاً ذکر کیا ہے۔ اَبْزَنْ۔ آب زَنْ کا معرب ہے۔ پتھر یا دھات وغیرہ کا بڑا گہرا برتن جسمیں آدمی کم از کم بیٹھ سکے۔ جیسے آجکل نہانے کے لئے ٹب ہوتا ہے۔ غسل میں پانی جسم پر پڑ کر بہہ جاتا ہے۔ اور اگر برتن میں پانی جمع ہو اور انسان اس میں بیٹھے تو پانی جسم کے اردگرد دیر تک رہنے کی وجہ سے اندر زیادہ جذب ہوگا۔ جب اس میں حرج نہیں تو نہانے میں بدرجۂ اولیٰ کوئی حرج نہیں۔

**تشریحات** ۳۳۹ اس اثر کے اخیر جزء کے ہم معنی امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب ظہر کے لئے جانے کا ارادہ کرتے تو مسواک کرتے۔ باب سے مناسبت کی وہی سابق تقریر ہے کہ مسواک کے دانتوں سے رگڑنے کی وجہ سے اس کا جرم تھوک میں شامل ہو کر زبان اور تالوں میں جذب ہوتا ہے۔ مگر یہ روزے کو فاسد نہیں کرتا۔ تو غسل بدرجۂ اولیٰ فاسد نہیں کریگا۔

**تشریح** ۳۴۰ اس تعلیق کو بھی امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۳۴۱ وَلَمْ یَرَ اَنَسٌ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَالْحَسَنُ وَاِبْرَاھِیْمُ

ت اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسن بصری اور ابراہیم نخعی

## بالکحل للصائم بأسا۔

روزے دار کو سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔

**تشریحات** ۳۴۱ حضرت انس کی اس تعلیق کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن[1] میں موصولاً روایت کیا۔ باب سے مناسبت یہ ہے کہ یہ مشاہدہ ہے کہ سرمہ لگانے کے بعد حلق میں اس کا مزہ محسوس ہوتا ہے اور بسا اوقات حلق کے نیچے چلا جاتا ہے۔ جب یہ روزے میں مخل نہیں تو غسل میں کس طرح مخل ہو سکتا ہے۔ امام حسن بصری کی تعلیق کو امام عبدالرزاق نے سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابراہیم نخعی کی تعلیق کو امام سعید بن منصور اور امام ابوداؤد[2] نے روایت کیا ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے ان سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ روزے دار کو سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر اس کا مزہ محسوس نہ کرے۔

**مسائل** روزے کی حالت میں سرمہ لگانے کے بارے میں ہمارا اور حضرت امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں۔ خواہ سرمہ کا مزہ محسوس ہو خواہ محسوس نہ ہو۔ حضرت امام مالک کے دونوں قول ہیں مدونہ میں ہے۔ اگر حلق تک پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ حضرت امام احمد نے فرمایا کہ روزہ دار کو سرمہ لگانا مکروہ ہے۔ اگر سرمے کا مزہ حلق میں محسوس کرے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ ہماری دلیل۔ ابن ماجہ[3] کی یہ حدیث ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں سرمہ لگایا۔

نیز ابو عاصم کی کتاب الصیام[4] میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان میں روزے کی حالت میں باہر تشریف لائے۔ اور حضور کی آنکھیں اثمد سے بھری ہوئی تھیں

نیز طبرانی نے اوسط میں حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ وہ کہتی ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ روزہ رہتے ہوئے سرمہ لگا رہے تھے۔

اس باب کے ضمن میں حضرت امام بخاری دو ام المومنین حضرت عائشہ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث لائے ہیں جو الصائم یصبح جنبا۔ میں مذکور ہو چکی ہے۔ وہاں وھو جنب من اھلہ ہے اور رمضان کا ذکر نہیں۔ اور یہاں۔ فی رمضان من غیر حلم ہے۔ یعنی فجر کے وقت تک بغیر احتلام کے حالت جنابت میں رہتے پھر غسل کرتے اور روزہ رکھتے۔ ہندوستانی نسخے

---

[1] اول۔ الصیام۔ باب فی الکحل عند النوم ص ۳۲۳۔ [2] للہ در الشارح حیث اخرج المطابقۃ بین التعلیق والباب والحال۔ قال العینی۔ مسئلۃ الکحل وقع استطراداً فلا تطلب فیھا المطابقۃ۔ وسکت عنہ العلامۃ القسطلانی۔ وکم لہ فی ھذا الشرح من الفوائد الجیدۃ۔ من ناسخہ زاھد سلامی [3] اول۔ الصیام۔ باب فی الکحل عند النوم ص ۳۲۴۔ [4] الصیام۔ باب فی السواک والکحل للصائم ص ۱۲۲۔ [5] عمدۃ القاری حادی عشر ص ۱۵۔

# بَابُ الصَّائِمِ اِذَا اَكَلَ اَوْشَرِبَ نَاسِيًا ص۲۵۹ روزہ دار جب بھول کر کھا پی لے

۳۴۲ وَقَالَ عَطَاءٌ اِنِ اسْتَنْثَرَ فَدَخَلَ الْمَاءُ فِيْ حَلْقِهٖ لَا بَأْسَ

ت اور امام عطا نے فرمایا اگر ناک میں پانی چڑھایا اور حلق میں داخل ہو گیا

ہیں۔ جنبا۔ نہیں۔ مگر فتح الباری، عمدۃ القاری، ارشاد الساری تینوں شرحوں کے متن میں ہے۔ اسی لئے میں نے وہ ترجمہ کیا۔

قَالَ اَبُوْجَعْفَرٍ سَاَلْتُ اَبَاعَبْدِ اللّٰهِ اِذَا اَفْطَرَ يُكَفِّرُ مِثْلُ الْجَامِعِ قَالَ لَا اَلَا تَرَى الْاَحَادِيْثَ لَمْ يَقْضِهٖ وَاِنْ صَامَ الدَّهْرَ

ابو جعفر نے کہا میں نے ابو عبد اللہ (امام بخاری) سے پوچھا۔ اگر روزہ توڑ دے۔ تو کیا جماع کرنیوالے کے مثل کفارہ دے۔ فرمایا نہیں۔ کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ حدیثوں میں ہے۔ اگر کوئی ایک روزہ چھوڑ دے تو زمانے بھر کا روزہ اس کا عوض نہیں ہو سکتا۔

**توضیح** یہ ابو جعفر امام بخاری کے وراق ہیں۔ ان کے سوال کا مقصد یہ ہے، کہ اگر کوئی کھا پی کر روزہ توڑ دے تو اس پر کفارہ واجب ہے یا نہیں۔ حضرت امام بخاری نے فرمایا۔ کہ اس پر کفارہ واجب نہیں۔ استشہاد میں جو کچھ فرمایا اس سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ اس پر قضا بھی نہیں۔ استشہاد کا حاصل یہ ہے۔ کہ احادیث میں آیا ہے۔ کہ جس نے رمضان کا ایک روزہ توڑ دیا۔ وہ زمانے بھر روزہ رکھے تو اس کا بدلہ نہیں ہو سکتا اور جب بدلہ نہیں ہو سکتا تو قضا بے کار ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جماع کرنے والے پر بھی صرف کفارہ ہے قضا نہیں۔ مگر باب اذا جامع فی رمضان۔ میں جو آثار لائے ہیں ان سے جماع کرنیوالے کے بارے میں دونوں باتیں ظاہر ہو رہی ہیں۔ پہلے اور دوسرے اثر سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قضا نہیں۔ مگر تیسرے اثر سے ظاہر ہوتا ہے کہ قضا ہے۔

اس عبارت میں جو کچھ مذکور ہے وہ جماع کے علاوہ اور کسی وجہ سے روزہ توڑنے والے کے بارے میں ہے کہ اس پر کفارہ نہیں۔ قضا ہے یا نہیں۔ عبارت دونوں کی محتمل ہے۔ ایک یہ کہ اس پر قضا نہیں دوسرے یہ کہ قضا روزہ رکھے بھی تو وہ اصل روزے کے قائم مقام نہیں۔ یہ عبارت صرف ہندوستانی نسخے میں ہے بقیہ نسخوں میں نہیں۔ بظاہر یہ عبارت یہاں بے تکی بھی لگ رہی ہے۔ روزہ دار کے غسل کے بیان سے اس کا کیا تعلق

**تشریحات** ۳۴۲ اس تعلیق کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے موصولاً روایت کیا ہے۔ اِسْتِنْثَار۔ کے معنی ناک صاف کرنے کے ہیں۔ مگر کبھی ناک میں پانی ڈالنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ یہاں یہی مراد ہے۔ یہ امام عطا کا اپنا فتویٰ ہے۔ ہمارے یہاں یہ ہے کہ یہ شخص دن بھر روزہ دار کی طرح رہے۔ اور اس روزے کی قضا کرے۔ البتہ کفارہ یا گناہ نہیں۔ کیونکہ اس کا یہ فعل اس کے اختیار سے نہیں۔ مگر جب حلق میں پانی پہنچ گیا تو امساک

لَمْ يَمْلِكْ رَدَّهُ

تو کوئی حرج نہیں کہ اسے لوٹا نہیں سکتا۔

۳۴۳ وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ دَخَلَ حَلْقَهُ الذُّبَابُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ

ت اور امام حسن بصری نے فرمایا اگر اس کے حلق میں مکھی چلی جائے تو اس پر کچھ نہیں۔

۳۴۴ وَقَالَ الْحَسَنُ وَمُجَاهِدٌ إِنْ جَامَعَ نَاسِيًا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ

ت اور امام حسن بصری اور امام مجاہد نے فرمایا اگر بھول کر جماع کرے تو اس پر کچھ نہیں۔

۱۱۳۳ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

عن الشرب نہ رہا۔ اس لئے روزہ نہ رہا۔ قضا واجب ہے۔ اس تعلیق سے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ نسیان کے حکم میں خطا بھی ہے۔ ورنہ یہاں کوئی مناسبت نہیں۔ نسیان میں روزہ یاد نہیں رہتا۔ اور کھانا پینا بالقصد اور اختیار سے ہوتا ہے۔ اور خطا میں روزہ یاد رہتا ہے مگر حلق تک پانی کا چلا جانا بلا قصد ہے۔

لَمْ يَمْلِكْ یہ بمنزلہ تعلیل ہے۔ یعنی حلق تک پانی اس کے قصد و اختیار سے نہیں گیا ہے۔ اور یہ مجبور بھی ہے۔ کہ اب پانی لوٹا نہیں سکتا۔ دوسرے نسخوں میں۔ ان لم یملك ہے۔ اب یہ بمنزلہ شرط کے ہے۔ یعنی حرج اس وقت نہیں جب یہ پانی لوٹا نہ سکے۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ اگر لوٹا سکے تو حرج ہے۔ یعنی لوٹا سکتا تھا اور لوٹایا نہیں تو روزہ فاسد ہو گیا۔ لیکن ہر شخص کو معلوم ہے کہ حلق تک پانی پہنچنے کے بعد لوٹانا ناممکن نہیں۔ اس لئے اسے شرط ٹھہرانا خلاف ظاہر ہے۔ یہی حکم اس کا بھی ہے کہ کلی کرتے میں پانی حلق تک چلا جائے۔

۳۴۳ اس اثر کو بھی امام ابوبکر بن شیبہ نے سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔ ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے

تشریحات اور یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جو دوا یا غذا نہ ہو اور بلا قصد و اختیار حلق میں چلی جائے جیسے دھواں غبار وغیرہ۔ البتہ بالقصد دھواں وغیرہ نگلنے سے روزہ فاسد ہو جائیگا جیسے حقہ، سگریٹ بیڑی وغیرہ پینا اس میں قضا بھی ہے اور کفارہ بھی۔

۳۴۴ ان دونوں تعلیقوں کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں موصولاً روایت کیا ہے حدیث

تشریحات میں صرف بھول کر کھانے پینے کا حکم مذکور ہے۔ جماع کا نہیں۔ اس لئے امام بخاری نے افادہ تامہ کیلئے اس تعلیق کو ذکر فرمایا۔ نیز بھول کر کھانا پینا اکثر ہو جاتا ہے۔ مگر بھول کر جماع ہو جائے یہ مشکل ہے۔ اس لئے اسے مستقلاً ذکر کی حاجت تھی۔

۱۱۳۳ فلیتم صومه۔ اس کی دلیل ہے کہ اس کا روزہ فاسد نہ ہوا۔ اتمام۔ بقیہ چیز کے

تشریحات

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ أَوْ شَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ

کیا کہ فرمایا جب کوئی بھول کر کھا پی لے تو اپنا روزہ پورا کرے، اسے اللہ نے کھلایا پلایا۔ عہ

## بَابُ السِّوَاكِ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ لِلصَّائِمِ ص ۲۵۹

روزے دار کو گیلی اور سوکھی مسواک کرنا۔

۳۴۵ وَيُذْكَرُ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى

اور حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ مَا لَا أُحْصِي أَوْ أَعُدُّ

انھوں نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روزے کی حالت میں مسواک کرتے اتنی بار دیکھا ہے کہ شمار نہیں کر سکتا۔

پورا کرنے کو کہتے ہیں۔ اگر بالفرض روزہ فاسد ہو جاتا۔ تو روزے کا اتمام نہ ہوتا۔ اور جب روزہ پورا ہو گیا۔ تو نہ اس پر کفارہ ہے اور نہ اس کی قضا ہے۔

علاوہ ازیں۔ ابن حبان[1] کی روایت میں صاف تصریح ہے کہ اس پر نہ قضا ہے نہ کفارہ۔ فرمایا جس نے رمضان میں بھول کر روزے کے منافی کوئی کام کر لیا تو اس پر نہ قضا ہے نہ کفارہ۔ یہی روایت اس پر بھی نص ہے کہ اس معاملے میں فرض اور نفل سب کا

**۳۴۵ تشریح** اس تعلیق کو امام ابوداؤد[2] اور امام ترمذی[3] نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حضرت امام بخاری نے اس حدیث کو صیغہ تمریض کے ساتھ اس لئے ذکر فرمایا ہے۔ کہ اس کے ایک راوی عاصم بن عبید اللہ مطعون ہیں۔ امام بخاری نے فرمایا۔ کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ امام نووی نے خلاصہ میں فرمایا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا۔ لیکن اس کا مدار۔ عاصم بن عبید اللہ۔ پر ہے۔ جمہور نے اسے ضعیف بتایا۔ ہو سکتا ہے۔ اسے کسی اور طریقے سے قوت مل گئی ہو۔ امام مزی نے کہا۔ عاصم بن عبید اللہ کے بارے میں سب سے اچھی بات وہ ہے جو۔ عجلی۔ نے کہی۔ کہ انکی روایت میں کوئی حرج نہیں۔ ابن عدی نے کہا۔ اس کے ضعیف ہونے کے باوجود اس کی حدیث لکھی جاتی ہے۔

روزے کی حالت میں مسواک کرنے کے بارے میں ان صحابہ کرام سے احادیث مروی ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ، حضرت انس، حضرت جابر بن منذر، حضرت خباب بن ارت اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

**احکام** روزے کی حالت میں مسواک بہر حال مسنون ہے۔ مسواک تر ہو یا سوکھی۔ دوپہر سے پہلے کریں۔ یا دوپہر بعد، ہر وقت مسنون ہے۔

---

عہ ایضا۔ خزانی۔ الایمان والنذور۔ باب اذا حنث ناسیا فی الایمان ص ۹۸۶ الخمسۃ۔ الصوم

[1] عمدۃ القاری حادی عشر ص ۱۷۔ [2] اول۔ الصیام۔ باب السواک للصائم ص ۳۲۲ [3] اول۔ الصوم باب السواک للصائم ص ۹۱۔

۳۴۶ وَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ت اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوْءٍ

ہوئے کہا۔ کہ فرمایا۔ اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو میں انھیں ہر وضو کے وقت مسواک کا حکم

وَيُرْوٰى نَحْوُهٗ عَنْ جَابِرٍ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ

دیتا۔ اور اسی کے مثل حضرت جابر اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی نبی صلی اللہ

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَخُصَّ الصَّائِمَ مِنْ غَيْرِهٖ

تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے حضور نے روزے دار کو غیر روزے دار سے خاص نہیں فرمایا۔

۳۴۷ وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ت اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

## تشریحات ۳۴۶

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو سند متصل کے ساتھ امام[1] مالک نے موطا میں اور امام[2] احمد نے مسند میں امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں، دار قطنی نے غرائب مالک میں، امام حاکم نے مستدرک میں موصولاً ذکر کیا ہے۔

اور حضرت جابر کی حدیث کو امام[3] ابونعیم نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت زید بن خالد کی حدیث کو ان کے علاوہ ابوداؤد[4] نے بھی سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ البتہ ان دونوں کی روایتوں میں عند کل صلوٰۃ ہے۔ اس لفظ کے ساتھ خود امام بخاری نے کتاب الجمعہ[5] میں روایت کیا۔ اور صرف۔ بالسواک۔ بغیر عند کل صلوٰۃ کے کتاب التمنی[6] میں۔ نیز بقیہ اصحاب صحاح ستہ دارمی، اور امام احمد نے بھی عند کل صلوٰۃ کے ساتھ روایت کیا ہے

وَلَمْ يَخُصَّ : امام بخاری یہ فرمانا چاہتے ہیں۔ کہ جب ہر وضو کے وقت مسواک کا حکم ہے۔ اس میں روزے دار کا استثناء نہیں تو اس کے عموم میں روزے دار بھی داخل ہے۔ اس لئے یہ حکم اسے بھی عام ہوا روزے دار کو اس حکم سے خاص کرنا۔ درست نہیں۔ تو ثابت کہ روزے کی حالت میں مسواک مسنون ہے۔ اور یہی تقریر عند کل صلوٰۃ میں بھی ہوگی۔

اسی طرح اس میں خشک اور تر کی، نہ تخصیص ہے نہ استثناء تو دونوں مسنون ہوئیں۔

---

[1] باب السواک ص ۲۴ [2] مسند امام احمد ثانی ص ۲۵۰۔ ص ۴۳۳ [3] حلیۃ القاری حادی عشر ص ۱۹ [4] الطہارت۔ باب السواک ص ۷ [5] اول۔ الجمعۃ۔ باب السواک یوم الجمعۃ ص ۱۲۲ [6] ثانی۔ تمنی۔ باب ما یجوز من اللو ص ۱۰۷۵

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِّلرَّبِّ۔

روایت کرتے ہوئے کہا کہ فرمایا۔ مسواک منہ صاف کرنیوالی ہے۔ اور رب کو راضی کرنے والی ہے۔

۳۴۸ وَقَالَ عَطَاءٌ وَّقَتَادَةُ يَبْتَلِعُ رِيْقَهٗ۔

ت اور امام عطا اور قتادہ نے کہا۔ روزے دار اپنا تھوک نگل سکتا ہے۔

## بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّأْتَ فَاسْتَنْشِقْ بِمَنْخِرِهِ الْمَاءَ ص ۲۵۹

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جب وضو کرو تو اپنے نتھنے میں پانی ڈالو۔

**تشریحات ۳۴۷** اس تعلیق کو امام احمد[۱] نے مسند میں۔ اور امام نسائی[۲] نے سنن میں سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے مسواک کے یہ فضائل کبھی کسی وقت اور دن کے ساتھ خاص نہیں۔ یہ اپنے عموم سے روزے کی حالت کو بھی شامل ہے۔ اس لئے ثابت کہ روزے میں مسواک پسندیدہ ہے۔

**تشریح ۳۴۸** امام عطا کے اثر کو امام سعید بن منصور اور امام عبدالرزاق نے۔ اور قتادہ کے اثر کو امام عبد بن حمید نے موصولاً روایت کیا ہے۔

**اثبات باب** : اس باب کے ضمن میں امام بخاری حدیث ۱۱۷ لائے ہیں۔ جو حمران مولیٰ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ حدیث جلد اول ص ۸۹ پر مذکور ہے۔ جسمیں وضو کی تفصیل ہے اسمیں مسواک کا ذکر نہیں اور نہ روزے کا۔ اسلئے اب یہ سوال ہے کہ اس کو باب سے کیا مناسبت ہے۔

مناسبت کی تقریر یہ ہے کہ اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کا بیان ہے اخیر میں ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔ اسلئے پابند سنت مسلمان روزے کی حالت میں بھی اسی طرح وضو کریگا۔ اسمیں کلی کرنے کا بھی ذکر ہے۔ اور کلی کرنے سے پانی منہ میں جاتا ہے۔ تو جب پانی منہ میں لیجانا روزے میں کوئی خلل نہیں ڈالتا، تو مسواک بدرجۂ اولیٰ نہیں ڈالے گی یہی حضرت امام ابن سیرین کا استنباط ہے۔ جیسا کہ گزر چکا۔

نیز یہ کہ اسمیں وضو سے وضو کامل مراد ہے۔ اور وضو کامل بے مسواک نہ ہوگا۔ تو اسے لازم کہ مسواک بھی ضرور کرے۔ خواہ روزے دار ہو خواہ نہ ہو۔ اس طرح اس حدیث سے روزے کی حالت میں مسواک کرنا ثابت ہوگیا۔

**توضیح باب** امام بخاری اس باب سے یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ۔ ناک اور منہ کے اندرونی حصے کی دو حیثیت ہے۔ داخلی اور خارجی۔ خارجی حیثیت یہ ہے کہ اگر منہ میں پانی یا کھانا جائے۔ اور حلق تک نہ پہنچے تو روزہ فاسد نہ ہوا۔ اس اعتبار سے منہ جوف سے خارج ہے۔ جوف کی ابتدا حلق سے ہے۔

---

[۱] جلد سادس ص ۴۷۔ [۲] اول۔ طہارت۔ باب الترغیب فی السواک ص ۵

۳۴۹ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ بِالسَّعُوطِ لِلصَّائِمِ إِنْ لَمْ يَصِلْ إِلَى حَلْقِهِ وَيَكْتَحِلُ

ت اور امام حسن بصری نے فرمایا روزہ دار کو ناک میں دوا ڈالنے میں کوئی حرج نہیں اگر حلق تک نہ پہنچے۔ اور سرمہ لگائے۔

۳۵۰ وَقَالَ عَطَاءٌ إِنْ مَضْمَضَ ثُمَّ أَفْرَغَ مَا فِي فِيهِ مِنَ الْمَاءِ لَا يُفْطِرُ

ت اور امام عطا نے فرمایا اگر کلی کیا پھر منہ کا پانی تھوک دیا تو اگر تھوک اور منہ میں جو پانی

لیکن اگر ریخ یا تھوک نگل گیا تو روزہ نہ گیا۔ یہ ناک اور منہ کی داخلی حیثیت ہے۔ اس اعتبار سے ناک اور منہ گویا جوف ہی کا جز ہے۔ اس توضیح کے بعد اس باب میں جتنی تعلیقات مذکور ہیں، سب کو باب سے مناسبت ہو جائے گی۔

قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : اس حدیث کو امام مسلم[1] نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موصولا روایت فرمایا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْخِرِهِ مِنَ الْمَاءِ ثُمَّ لِيَنْثُرْ جب وضو کرو تو ناک میں پانی ڈالو۔ پھر جھٹک لو۔

باب پر استدلال میں امام بخاری نے خود فرمایا۔ لم یمیز بین الصائم وغیرہ۔ روزے دار اور غیر روزے دار کے مابین حضور نے امتیاز نہیں فرمایا۔ یعنی ایسا نہیں کیا۔ کہ یہ حکم صرف غیر روزے دار کو دیا ہو، روزے دار کو مستثنیٰ فرما دیا ہو۔ بلکہ عام حکم دیا۔ جسمیں روزے دار بھی داخل ہے۔ اس لئے روزے دار بھی روزے کی حالت میں ناک میں پانی ڈالے۔

**تشریح ۳۴۹** اس تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ حکم عام ہے۔ خواہ دوا خشک ہو خواہ رقیق۔ ناک کے ذریعے جو دوا اور غذا حلق تک پہنچے گی روزہ فاسد کر دیگی۔

**تشریح ۳۵۰** اس تعلیق کے دو حصے ہیں۔ ایک یکتحل تک۔ دوسرا اس کے بعد کا۔ پہلے حصہ کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے۔ اور دوسرے کو امام عبد الرزاق نے موصولا روایت کیا ہے۔

**ما بقی** اس روایت میں ما کلمہ موصولہ ہے۔ اور ایک روایت ماذا بقی فی فیہ ہے اس روایت میں ما۔ استفہامیہ ہے۔ یعنی جب کلی کر کے پانی تھوک دیا۔ تو اب منہ میں کیا باقی ہے۔

**العلک** اس سے مراد مصطگی کے مثل سخت گوند ہے۔ نرم گوند جو منہ میں ڈالنے سے پگھل جائے۔ مراد نہیں۔ اس باب میں امام بخاری نے کوئی حدیث مسند نہیں ذکر کی۔

[1] اول۔ الطهارة۔ باب الایتار فی الاستنشاق ص ۱۲۴

اَنْ یَّزْدَرِدَ رِیْقَهٗ وَمَا بَقِیَ فِیْ فِیْهِ - وَلَا یَمْضَغُ الْعِلْكَ فَاِنِ ازْدَرَدَ

رہ گیا ہے اسے نگل لے۔ تو کوئی ضرر نہیں دیگا۔ اور گوند نہ چبائے۔ پس اگر گوند کا تھوک

رِیْقَ الْعِلْكِ - لَا اَقُوْلُ اِنَّهٗ یُفْطِرُ وَلٰكِنَّهٗ یُنْهٰی عَنْهُ۔

نگل گیا تو میں یہ نہیں کہتا کہ یہ روزہ توڑ دیگا۔ لیکن اس سے منع کیا جائے گا۔

## بَابُ مَنْ جَامَعَ فِیْ رَمَضَانَ ص ۲۵۹ جس نے رمضان میں جماع کیا۔

**توضیح باب** مطلب یہ ہے کہ جس نے رمضان میں روزہ رکھکر ہمبستری کرلی۔ اس پر کیا واجب ہے صرف کفارہ یا صرف قضا یا دونوں۔ حسب عادت امام بخاری نے اپنا کوئی فیصلہ نہیں ذکر فرمایا۔ اس کے ضمن میں جو آثار لائے ہیں۔ ان میں دو پہلے والوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس پر قضا نہیں۔ تیسرے سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ قضا ہے۔ اور حدیث سے صرف کفارہ کا وجوب ظاہر ہوتا ہے۔

۳۵۱ وَیُذْكَرُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ رَفَعَهٗ مَنْ اَفْطَرَ

ت اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کی جاتی ہے کہ (فرمایا)

یَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ عُذْرٍ وَّلَا مَرَضٍ لَمْ یَقْضِهٖ صِیَامُ الدَّهْرِ

جس نے رمضان میں ایک دن بغیر عذر اور بیماری کے روزہ نہیں رکھا تو عمر بھر کا روزہ اس کا بدل

وَاِنْ صَامَهٗ وَبِهٖ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ کوئی عمر بھر روزہ رکھے۔ اور یہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی فرمایا ہے۔

**تشریحات ۳۵۱** اس تعلیق کو اصحاب سنن اربعہ نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ امام بخاری نے اسے صیغہ تمریض سے ذکر کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ وجہ ضعف علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ مگر چونکہ یہ متعدد طرق سے مروی ہے۔ اور اسکی مؤید اور بھی احادیث ہیں اس لئے لا اقل حسن لغیرہ ضرور ہے۔

**من افطر** : یہ دونوں صورتوں کو عام ہے۔ روزہ رکھکر توڑ دے، یا روزہ رکھے ہی نہیں۔ اور توڑنے کی تین صورتیں۔ کچھ کھالے۔ کچھ پی لے، یا جماع کرلے۔ اخیر صورت کو باب سے مناسبت ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کی امام بیہقی نے دو طرح تخریج کی ہے۔ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ ہے اور انھیں پر موقوف ہے۔

۳۵۲ وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ وَالشَّعْبِيُّ وَابْنُ جُبَيْرٍ وَّ اِبْرَاهِيْمُ وَقَتَادَةُ وَ

ت اور سعید بن مسیب اور شعبی اور ابن جبیر اور ابراہیم اور قتادہ اور حماد

حَمَّادٌ يَقْضِيْ يَوْمًا مَّكَانَهٗ

نے کہا اس کی جگہ ایک دن قضا رکھے۔

۱۱۳۴ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ عَائِشَةَ

حدیث حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک صاحب نبی

تَقُوْلُ اِنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهٗ اِحْتَرَقَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ وہ جل گیا

قَالَ مَالَكَ قَالَ اَصَبْتُ اَهْلِيْ فِيْ رَمَضَانَ فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

فرمایا کیا بات ہے؟ عرض کیا رمضان میں اپنی اہلیہ سے ہمبستری کر لی ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ

**تشریحات** ۳۵۲۔ سعید بن مسیب کے قول کو مسدد نے۔ اور امام شعبی، امام سعید بن جبیر شہید اور امام ابراہیم نخعی کے اقوال کو ابن شیبہ نے۔ اور امام قتادہ اور امام حماد کے قول کو امام عبدالرزاق نے موصولاً ذکر کیا ہے۔

ان حضرات کے ارشادات کا بظاہر یہ مطلب ہے کہ جو رمضان میں روزہ رکھکر توڑ دے۔ اس پر صرف قضا ہے کفارہ نہیں۔ مگر جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس پر قضا و کفارہ دونوں ہیں۔

**تشریحات** ۱۱۳۴ تکمیل: کتاب المحاربہ میں یہ حدیث مفصل یوں ہے۔ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں۔ ایک صاحب مسجد میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، میں جل گیا۔ دریافت فرمایا۔ کس چیز سے۔ عرض کیا۔ رمضان میں اپنی بیوی سے صحبت کر لی ہے۔ تو اس سے فرمایا۔ صدقہ کرو۔ انھوں نے عرض کیا۔ میرے پاس کچھ نہیں۔ اور بیٹھ گئے۔ اور ایک صاحب گدھا ہانکتے ہوئے آئے۔ ان کے ساتھ کھانا تھا۔ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تھے۔ راوی حدیث عبدالرحمٰن نے کہا۔ میں نہیں جانتا وہ کیا ہے۔ اب حضور نے فرمایا۔ جل جانے والا کہاں ہے؟ انھوں نے عرض کیا۔ حضور یہ میں ہوں۔ فرمایا۔ اسے لے اور صدقہ کر دے۔ انھوں نے عرض کیا۔ اپنے سے زیادہ محتاج پر نہ؟ میرے اہل و عیال کے لئے کھانا نہیں۔ فرمایا۔ تمھیں لوگ کھالو۔

**احترق**: ان صاحب نے یہ تصور کر کے کہ میں نے رمضان اور روزے کی خود بھی بے حرمتی کی اور اپنی اہلیہ کو بھی مرتکب کرایا۔ یہ یقین کر بیٹھے تھے کہ اب میرا ٹھکانا جہنم ہے۔ اس یقین کو صیغہ ماضی کے ساتھ عرض کیا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِكْتَلٍ يُدْعَى الْعَرَقَ فَقَالَ اَيْنَ الْمُحْتَرِقُ قَالَ اَنَا قَالَ تَصَدَّقْ

علیہ وسلم کی خدمت میں ایک زنبیل لائی گئی جسے عرق کہا جاتا ہے فرمایا کہاں ہے

بِهٰذَا - ع۱

جل جانے والا عرض کیا میں ہوں فرمایا اسے صدقہ کر دے۔

## بَابُ اِذَا جَامَعَ فِيْ رَمَضَانَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَيْءٌ فَتُصُدِّقَ عَلَيْهِ فَلْيُكَفِّرْ ص۲۵۹

جب کوئی رمضان میں جماع کرے اور اسکے پاس کچھ نہ ہو۔ اور اسے صدقہ دیا جائے تو کفارہ ادا کردے۔

**۱۱۳۵ حدیث** اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم لوگ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ

وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک صاحب حاضر ہوئے اور عرض کیا

بعض روایتوں میں ہے کہ یہ صاحب تھپڑ مارتے ہوئے، سینہ پیٹتے ہوئے، بال نوچتے ہوئے، سر پر خاک ڈالتے ہوئے، یہ کہتے ہوئے خرابی ہو میں ہلاک ہوگیا، حاضر ہوئے۔

**بمکتل:۔** مکتل۔ بڑی ٹوکری کو کہتے ہیں۔ عرق بھی بڑی ٹوکری کو کہتے ہیں۔ حدیث کے سیاق سے ظاہر ہے کہ مکتل عام ہے۔ اور عرق خاص قسم کی بڑی ٹوکری کو کہتے ہیں مسلم[۱] کی ایک روایت میں ہے کہ وہ عرق تھا۔ ایک عرق میں کم از کم پندرہ صاع آتا ہے۔ تو یہ طعام کم از کم تیس صاع تھا اس حدیث سے متعلق دوسرے مباحث اس کے بعد والے باب میں آرہے ہیں۔

**۱۱۳۵ تشریحات** اس حدیث کو امام زہری سے قریب قریب چالیس راویوں نے روایت کیا ہے۔ اور بخاری میں میرے ناقص تتبع کی بنا پر نو طریقے سے مروی ہے۔

**احکام:۔** ان دونوں حدیثوں کے ظاہر سے دلیل لاتے ہوئے بہت سے ائمہ نے فرمایا کہ روزہ رکھکر توڑنے پر کفارہ نہیں۔ حسب استطاعت یا کم از کم پندرہ صاع کھجور صدقہ ہے۔ لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نہایت واضح غیر مبہم طور پر بتا رہی ہے کہ اس میں کفارہ ظہار ہے۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔ اگر اتنکا۔ جرم کے وقت ادا کی قوت نہ ہو تو استطاعت

---

عہ ثانی۔ المحاربین۔ باب اصاب ذنبا دون الحد و اخبر الامام ص ۱۰۰۷۔ مسلم، ابوداؤد۔ نسائی الصوم۔ لہ اول۔ الصیام۔ باب تغلیظ تحریم الجماع فی نہار رمضان ص ۳۵۵

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكْتُ قَالَ مَالَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلٰى اِمْرَأَتِيْ وَاَنَا صَائِمٌ

یا رسول اللہ میں ہلاک ہوگیا فرمایا کیا بات ہے عرض کیا روزے کی حالت میں اپنی اہلیہ سے

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً

ہمبستری کرلی ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے پاس غلام ہے

تُعْتِقُهَا قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ

جسے آزاد کردے۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا تو کیا دو مہینے مسلسل روزے رکھنے کی استطاعت

قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَجِدُ اِطْعَامَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَا قَالَ

رکھتا ہے۔ تو اس نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی استطاعت ہے

ہونے پر ادائیگی واجب ہے۔ رہ گیا ان صاحب کا معاملہ یہ ان پر خصوصی کرم تھا۔ کہ انھیں اکٹھے دو[۲] احکام سے مستثنیٰ فرمایا۔ اول۔ روزے پر قدرت ہوتے ہوئے۔ اطعام کی اجازت دی۔ دوم کفارہ[۱] صدقہ واجبہ ہے۔ یہ اپنے اوپر یا اپنے اہل وعیال پر صرف کرنے سے ادا نہ ہوگا۔ مگر انھیں خود کھانے اور اپنے اہل وعیال کو کھلانے کی اجازت دیدی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شارع ہیں۔ وہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ فرمادیں۔ اس کی تحقیق بازغ دیکھنی ہو تو مجدد اعظم اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ "منبہ اللبیب بان التشریع بید الحبیب" کا مطالعہ کریں۔ اور بالاختصار معلومات حاصل کرنی چاہیں تو "مقالات امجدی" کا مطالعہ کریں۔ اور جب ان صاحب کے ساتھ خصوصی مراعات تھی تو اس سے ان حضرات کا بھی استدلال ساقط ہوگیا، جو یہ کہتے تھے کہ روزہ توڑنے میں کفارہ نہیں ورنہ ان کو لازم ہوگا کہ یہ قول بھی کریں کہ کفارے کا کھانا خود بھی کھا سکتا ہے۔ اور اپنے اہل وعیال کو بھی کھلا سکتا ہے۔

## کفارے کی مقدار

ہمارے یہاں فی روزہ ایک صاع کھجور وغیرہ ہے۔ اور نصف صاع گیہوں۔ امام دارقطنی[۱] نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ انھوں نے فرمایا۔ ہر دن ایک مسکین کو نصف صاع گیہوں دے۔ علاوہ ازیں مسلم میں حضرت ام المومنین کی حدیث میں ہے۔ فجاءہٗ عرقان فیھما طعام۔ حضور کی خدمت میں دو عرق آئے جنمیں طعام تھا۔ اور ایک عرق میں پندرہ سے لے کر بیس صاع تک ہوتا ہے۔ اقل پندرہ رکھئے تو دو[۲] عرق کے تیس صاع ہوئے۔ تو جب ساٹھ مسکینوں کے لئے تیس صاع ہوا تو ایک مسکین کے لئے نصف صاع۔ خود علامہ نووی نے تصریح کی ہے کہ طعام اہل مدینہ کے عرف میں گیہوں کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ صدقۂ فطر میں گزر چکا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ ایک

[۱] عمدۃ القاری حادی عشر ص ۲۷ [۲] اول۔ الصیام۔ باب تغلیظ تحریم الجماع فی نھار رمضان ص ۳۵۵

فَمَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ اُتِيَ

عرض کیا نہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھوڑی دیر یوں ہی رہے ہم لوگ اسی طرح رہے

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيْهِ تَمْرٌ وَالْعَرَقُ

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بڑی زنبیل پیش کی گئی جسمیں کھجوریں تھیں

الْمِكْتَلُ قَالَ اَيْنَ السَّائِلُ فَقَالَ اَنَا قَالَ خُذْ هٰذَا فَتَصَدَّقْ بِهٖ

عرق بڑی زنبیل ہے فرمایا سائل کہاں ہے انھوں نے عرض کیا میں ہوں فرمایا اسے لے

فَقَالَ الرَّجُلُ اَعَلٰى اَفْقَرَ مِنِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا

اور صدقہ کردے اس پر انھوں نے عرض کیا اپنے سے زیادہ محتاج پر نا؟ یا رسول اللہ!

روزے کا کفارہ نصف صاع گیہوں ہے۔

**موطوءہ پر کفارہ** اس حدیث میں عورت پر کفارے کا حکم نہیں، حالانکہ موقع ایسا تھا کہ اگر عورت پر بھی کفارہ واجب ہوتا تو اس کا بھی حکم ارشاد فرماتے۔ اس سے اہل ظاہر نے کہا کہ جماع سے مراد اور عورت پر صرف ایک ہی کفارہ ہے۔ ہمارے یہاں تفصیل ہے۔ اگر عورت جماع پر راضی ہو تو اس پر بھی کفارہ واجب ہے۔ اور مرد پر بھی۔ بات بالکل ظاہر ہے۔ کہ جماع کی وجہ سے مرد کی طرح عورت بھی روزے کی بے حرمتی کی مرتکب ہے۔ پھر اس پر کفارہ کیوں نہیں واجب ہوگا۔ رہ گیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورت کو کفارے کا حکم نہیں دیا۔ اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ یہ عورت اس حال میں رہی ہو کہ اس دن اس پر روزہ فرض نہ رہا ہو۔ مثلاً اسی دن صبح صادق کے بعد حیض سے پاک ہوئی ہو۔ نیز اس کا بھی احتمال ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمالیا۔ کہ یہ صاحب اتنے مفلوک الحال ہیں۔ کہ اپنا کفارہ ادا نہیں کرسکتے۔ ترس کھاکر حضور نے اپنے خصوصی اختیار سے ان کا کفارہ معاف فرمادیا۔ تو ان کی اہلیہ کے بارے میں بھی اندازہ ہوگیا کہ ان کا بھی یہی حال ہوگا، تو ان کی اہلیہ پر کفارے کا تذکرہ ہی نہیں فرمایا کہ ہوگا یہی کہ بالآخر معاف کرنا پڑے گا۔

**اطعام ستین** اس میں یہ بھی جائز ہے کہ ایک دن ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھلادے یا ساٹھ مسکینوں کو تیس صاع گیہوں یا ساٹھ صاع کھجور دیدے۔ یا ایک مسکین کو ساٹھ دن دونوں وقت کھلادے۔ یا روزانہ نصف صاع گیہوں دیدے۔

**ترتیب** دار قطنی[1] میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے جس نے رمضان میں روزہ توڑ دیا تھا، ظہار کے کفارے کا حکم دیا۔ اور ظہار کے کفارے میں ترتیب ہے

[1] عمدۃ القاری حادی عشر ص ۲۸

يُرِيْدُ الْحَرَّتَيْنِ اَهْلُ بَيْتٍ اَفْقَرُ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ فَضَحِكَ رَسُوْلُ

بخدا ان دونوں سنگستانوں یعنی دونوں حرہ کے درمیان کوئی گھر والا میرے گھر والوں سے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ اَنْيَابُهٗ ثُمَّ قَالَ

زیادہ محتاج نہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوب ہنسے یہاں تک کہ نوکیلے

اَطْعِمْهُ اَهْلَكَ ؏

دانت ظاہر ہو گئے، پھر فرمایا اپنے اہل و عیال کو کھلا دے۔

نیز اس حدیث کا سیاق بھی اس پر نص ہے۔ سب سے پہلے غلام آزاد کرنا۔ یہ غلام مرد ہو یا باندی، مسلمان ہو یا کافر، بچہ ہو یا بوڑھا۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو دو مہینے مسلسل روزے رکھے۔ اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلانا۔

**حیلہ شرعیہ** بوقت ضرورت حیلہ شرعیہ جائز ہے۔ اس کی اصل یہ حدیث بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں یہ عطیہ عنایت فرما کر صدقہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

**حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شارع ہیں** شریعت کا حکم یہی ہے کہ روزے کے کفارے میں جو غلام آزاد کرنے پر قادر نہ ہو وہ مسلسل دو مہینے روزے رکھے۔ روزے پر قدرت ہوتے ہوئے اگر کوئی ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے تو کفارہ ادا نہ ہوگا۔ جہاں ان صاحب کا ظاہر حال شاہد ہے۔ وہ ساٹھ روزے رکھ سکتے تھے۔ اس لئے کہ وہ صاحب رمضان کا روزہ رکھ رہے تھے۔ جو ایک مہینے کا ہے۔ اور روزے کی حالت میں ہمبستری کی۔ یہ قرینہ ہے کہ وہ جیسے ایک مہینہ کے روزے رکھ سکتے تھے، دو مہینے کے بھی رکھ سکتے تھے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر بھی کھانا کھلانے کو دریافت فرمایا۔ اور پھر عطیہ دیکر اسے صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ پھر اسے خود کھا لینے اور اہل و عیال کو کھلا دینے کا حکم دیا۔ یہ دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ فرما دیں۔ یہ اختیار دو طرح ثابت ہو رہا ہے۔ ایک یہ کہ روزے سے مستثنیٰ فرما کر کھانا کھلانے کا حکم دیا۔ دوسرے مسلیوں کو کھلانے کے بجائے خود کھانے اور اپنے اہل و عیال کو کھلانے کا حکم دیا۔ رہ گیا ان صاحب کا یہ کہنا کہ میں دو مہینے روزے نہیں رکھ سکتا۔ یہ اس بنا پر ہو کہ وہ مزدور پیشہ آدمی رہے ہوں۔ دن میں مزدوری کرتے ہوں۔ اسی پر انکی، انکے بال بچوں کی

عد ایضا۔ باب الجامع فی رمضان ھل یطعم اھلہ من الکفارۃ ص ۲۶۰۔ الھبۃ۔ باب اذا وھب ھبۃ فقبضھا الاخر ص ۳۵۴۔ النفقات۔ باب نفقۃ المعسر علی اھلہ ص ۸۰۸۔ ثانی۔ الادب۔ باب التبسم والضحک ص ۸۹۹ الایمان والنذور۔ باب قولہ قد فرض اللہ تحلۃ ایمانکم ص ۹۹۲۔ باب من اعان المعسر فی الکفارۃ ص ۹۹۳ باب یعطی فی الکفارۃ عشرۃ مساکین ص ۹۹۳ المحاربین۔ باب من اصاب ذنبا دون الحد ص ۱۰۰۷ بقیۃ الخمسۃ فی الصیام۔

گزراوقات رہی ہو۔ اور روزہ رکھکر دن بھر کام کرنا بہت مشکل قریب قریب محال ہے۔ اسکے پیش نظر عرض کیا ہو کہ میرے حالات ایسے ہیں کہ دو مہینے لگاتار روزے نہیں رکھ سکتا۔ یہ انکی مراد نہیں تھی کہ مجھے یہ قوت نہیں کہ دو مہینے پے در پے روزے نہیں رکھ سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**العرق المکتل** اس میں کتنا کھانا تھا۔ کسی میں ہے کہ پندرہ صاع تھا۔ کسی میں ہے کہ بیس صاع تھا۔ اور مسلم کی روایت گزری کہ دو عرق تھا۔ ایک عرق میں کم سے کم پندرہ صاع آتا ہے۔ تو کم از کم تیس صاع تھا۔ اور معاملہ کفارہ کا ہے جسمیں احتیاط پر عمل کرنا اولیٰ ہے اس لئے احناف نے تیس صاع کو اختیار کیا۔

**مسائل** اس حدیث سے معلوم ہوا (۱) اگر کوئی شخص گناہ کرکے عالم کی خدمت میں دریافت کرنے آئے کہ اب کیا کروں۔ تو عالم اسے سرزنش نہ کرے۔ شفقت کے ساتھ اسے حکم شرعی بتادے اس پر کفارہ ہو تو کفارہ، توبہ ہو تو توبہ کا حکم کرے۔ (۲) جو شخص کفارہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو اس کی مدد کرنی مسنون ہے۔ (۳) کفارے کے سب سے زیادہ مستحق اپنے اقرباء ہیں۔ بشرطیکہ اتنے قریب نہ ہوں کہ صدقہ واجب انھیں دینے سے ادا نہ ہوتا ہو۔ (۴) تعجب کے وقت مبالغے کے ساتھ ہنسنا سنت ہے۔ (۵) غلبہ ظن پر قسم کھانا درست ہے۔ انھوں نے قسم کھاکر عرض کیا۔ مدینے میں مجھ سے زیادہ محتاج اور کوئی نہیں۔ یہ غلبہ ظن ہی کی بنا پر تھا۔ ورنہ اس وقت مدینہ طیبہ محتاجوں کی بستی تھی۔ اغلب ہے کہ بہت سے ان سے بھی زیادہ محتاج رہے ہوں۔ (۶) ہبہ اور صدقے میں لفظاً قبول شرط نہیں۔ موہوب اور معطیٰ پر قبضہ کافی ہے۔ جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ روزے میں جماع سے کفارہ واجب ہے۔ روزے میں کھانے پینے سے بھی کفارہ واجب ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم اور حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ واجب ہے۔ اس لئے کہ جیسے جماع مفسد صوم ہے۔ اسی طرح کھانا پینا بھی مفسد ہے۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد فرماتے ہیں۔ کھانے پینے پر کفارہ نہیں۔ اس لئے کہ کفارے کا وجوب تعزیراً ہے۔ اور حدود کی طرح تعزیر بھی غیر قیاسی چیز ہے۔ اس لئے وہ اپنے مورد کے ساتھ خاص ہوگی۔ نیز یہ کہ کھانا پینا اخف ہے اور جماع اغلظ۔ اخف کا اغلظ پر قیاس درست نہیں۔ اس کے جواب میں ہماری طرف سے یہ گزارش ہے۔ کھانے پینے پر کفارہ کا وجوب قیاس سے نہیں اس کی بنیاد تنقیح مناط پر ہے۔ حضرت امام شافعی وغیرہ نے اس کی مناط جماع کو ٹھہرایا ہے۔ اور ہمارے یہاں کفارے کا مناط روزے کا توڑنا ہے، جس سے روزے کی بے حرمتی ہوئی۔ اور مفطر ہونے میں کھانا پینا اور جماع ایک درجے کے ہیں۔ اس لئے جماع کی طرح کھانے پینے سے بھی کفارہ واجب ہے۔ تنقیح مناط اور چیز ہے اور قیاس اور چیز۔ جیسا کہ اپنی جگہ محقق ہے۔

## بَابُ الْحِجَامَةِ وَالْقَيْءِ لِلصَّائِمِ ص۲۶۰ روزہ دار کے پچھنا لگوانے اور قے کرنیکا باب

۱۱۳۶ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

**حدیث** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب کوئی قے کرے تو

تَعَالٰى عَنْهُ اِذَا قَاءَ فَلَا يُفْطِرُ اِنَّمَا يَخْرُجُ وَلَا يُوْلِجُ

روزہ نہیں ٹوٹے گا قے نکلتی ہے اندر داخل نہیں ہوتی۔

**توضیح باب** قے اور سینگی لگوانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں۔ اس بارے میں خود صحابۂ کرام کے مابین اختلاف تھا۔ اور بعض احادیث اس کی اپنے ظاہر معنی کے لحاظ سے مؤید تھیں کہ قے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اگر خود بخود آجائے، اور حجامت سے ٹوٹ جاتا ہے، اس لئے ان دونوں مسئلوں کی تنقیح کے لئے امام بخاری نے یہ باب قائم کیا۔

۱۱۳۶ **تشریح** یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر موقوف ہے۔ یعنی یہ ان کا اپنا فتوی ہے جسکی بنیاد اس پر ہے۔ روزہ توڑنے والی وہ چیز ہے جو اندر جائے۔ اندر سے نکلنے والی چیز نہیں۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے تلمیذ حضرت عکرمہ کا بھی فتوی ہے۔ اس پر مصنف نے یہ معارضہ پیش فرمایا۔ کہ یہ قاعدہ بھی صحیح نہیں۔ ملحقات اور توابع جماع سے اگر منی خارج ہوجائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

**اقول وباللہ التوفیق:** یہ معارضہ ان حضرات پر یوں وارد نہیں کہ ان کی مراد غذا اور دوا ہے یعنی دوا یا غذا مفسد صوم اس وقت ہے جب اندر جائے۔ اور اگر اندر سے کھائی ہوئی غذا، پانی، دوا باہر آئے تو وہ مفسد صوم نہیں۔ اس کو یوں کہہ لیجئے۔ کہ مفسد صوم دوا، غذا کا کھانا، پانی پینا ہے۔ اور قے نہ کھانا ہے نہ پینا ہے، اس لئے وہ مفسد صوم نہیں۔ وہ گئی خروج منی کا مفسد صوم ہونا۔ وہ ایک الگ نوع ہے۔ جماع مفسد ہے۔ اور ملحقات جماع اور دواعی جماع۔ انزال کے بعد جماع کے حکم میں ہے اس لئے مفسد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت کے ساتھ ہمبستری میں بقدر حشفہ دخول سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔ اگرچہ انزال نہ ہو۔

**ثم اقول:** اس لئے ان حضرات سے یوں گزارش مناسب ہے کہ مفسد صوم مالا یدرک الا بالسماع ہے۔ چونکہ احادیث صحیحہ سے قے کا بعض صورتوں میں مفسد صوم ہونا ثابت ہے۔ اس لئے اس خاص صورت میں قے روزہ فاسد کردے گی۔ کما سیجئ آنفاً۔

۳۵۳ وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ يُفْطِرُ ـ

ت اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا گیا کہ انھوں نے فرمایا کہ قے

وَالْاَوَّلُ اَصَحُّ

روزہ توڑ دے گی (امام بخاری نے فرمایا) پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

۳۵۴ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَعِكْرِمَةُ الصَّوْمُ

ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عکرمہ نے کہا روزہ اس

مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ

لوٹتا ہے جو اندر جائے اور اس سے نہیں لوٹتا جو باہر نکلے۔

**تشریحات ۳۵۳** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فتویٰ کو حازمی نے "عن بعضھم" کے لفظ سے ذکر کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں فتوؤں میں تعارض ہے۔ حضرت امام بخاری نے اپنا فیصلہ یہ دیا۔ کہ پہلا فتویٰ سند کے لحاظ سے زیادہ صحیح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہی لائق عمل ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ قے سے روزہ نہیں لوٹتا۔

**ہمارا مذہب** اس خصوص میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر روزہ یاد ہوتے ہوئے منہ بھر قصداً قے کی تو روزہ فاسد ہو گیا۔ اور اگر از خود قے ہوئی تو روزہ فاسد نہ ہوا۔ اگرچہ منہ بھر ہو۔ ہاں اگر بلا اختیار منہ بھرنے ہوئی اور اس نے لوٹا لی یہاں تک کہ اس کا کچھ حصہ، چنے برابر یا اس سے زائد حلق کے نیچے چلا گیا تو بھی روزہ لوٹ گیا۔ ورنہ نہیں۔ یہ حکم اس وقت ہے جب قے میں کھانا پت یا خون آیا۔ اور اگر بلغم آیا تو روزہ نہ لوٹا۔ اگرچہ قصداً ہو، اگرچہ منہ بھر ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں فتوؤں کو دو محمل پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ کہ دوسرے فتوے سے مراد یہ ہے کہ قصداً منہ بھر قے کی ہو۔ اور پہلے فتوے سے مراد یہ ہے کہ قصداً نہ کی ہو۔ اسکی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو خود انھیں سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من ذرعہ القیٔ فلیس علیہ قضاء ومن استقاء عمدا فلیقض ـ

جسے خود بخود قے ہو جائے اس پر قضا نہیں اور جو قصداً قے کرے وہ روزے کی قضا کرے۔

اس حدیث پر کئی طرح سے کلام کیا گیا ہے۔ مگر اس کے باوجود امام ترمذی نے فرمایا۔ کہ اہل علم کا اس پر عمل ہے۔

**تشریح ۳۵۴** ان دونوں تعلیقوں کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے موصولاً ذکر کیا ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عکرمہ نے روزے کی حالت میں چھینا لگوانے کے بارے میں یہ فرمایا۔

۳۵۵ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ تَرَكَهُ فَكَانَ يَحْتَجِمُ بِاللَّيْلِ۔

ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روزے کی حالت میں سینگی لگوایا کرتے تھے پھر چھوڑ دیا اور رات میں لگواتے تھے۔

۳۵۶ وَاحْتَجَمَ اَبُوْ مُوْسٰى لَيْلًا

ت اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رات میں سینگی لگوائی۔

۳۵۷ وَيُذْكَرُ عَنْ سَعْدٍ وَّزَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ وَاُمِّ سَلَمَةَ اِحْتَجَمُوْا صِيَامًا۔

ت حضرت سعد حضرت زید بن ارقم اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے روزے حالت میں سینگی لگوائی۔

**تشریحات ۳۵۵** اس تعلیق کو امام مالک نے موطا[1] میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ نیز امام ابن ابی شیبہ نے بھی۔ انھوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ نافع نے کہا۔ میں نہیں جانتا کہ انھوں نے کیوں چھوڑا، اسے ناپسند فرمایا۔ یا اس وجہ سے کہ کمزور ہو گئے تھے۔ مصنف عبد الرزاق میں ہے۔ کہ سالم نے کہا۔ حضرت ابن عمر بہت محتاط تھے اس لئے اسے چھوڑ دیا۔

**تشریح ۳۵۶** امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے اس تعلیق کو موصولاً یوں روایت کیا ہے۔ ابو العالیہ نے کہا۔ جب حضرت ابو موسیٰ اشعری بصرہ کے امیر تھے۔ میں ان کے پاس رات میں گیا تو دیکھا کہ کھجور اور سرکے کی چٹنی کھا رہے تھے۔ اور سینگی لگوائی تھی۔ میں نے کہا کہ دن میں کیوں نہیں لگوائی۔ تو کہا کیا تم مجھے یہ حکم دیتے ہو کہ روزہ رکھتے ہوئے اپنا خون بہاؤں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزے کی حالت میں سینگی لگوانے کو ناپسند کرتے تھے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ وہ اسے مفسد صوم جانتے رہے ہوں۔

**تشریحات ۳۵۷** سعد سے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتح ایران مراد ہیں۔ انکی تعلیق کو حضرت امام مالک نے موطا[2] میں موصولاً روایت کیا ہے۔ البتہ سند منقطع ہے۔ امام زہری حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حالانکہ امام زہری کی حضرت سعد سے ملاقات نہیں۔ مگر اسی کو ابو عمر[3] نے دوسری سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جسمیں امام زہری اور حضرت سعد کے مابین انکے صاحبزادے عامر ہیں۔ اب سند متصل ہو گئی۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو امام عبد الرزاق نے اپنے

---

[1] الصیام۔ باب حجامۃ الصائم ص ۹۷ - [2] الصیام۔ باب حجامت الصائم ص ۹۷
[3] عمدۃ القاری حادی عشر ص ۲۷۔

۳۵۸ وَقَالَ بُكَيْرٌ عَنْ أُمِّ عَلْقَمَةَ كُنَّا نَحْتَجِمُ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى
ت اور بکیر نے ام علقمہ سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ کہ ام علقمہ نے کہا۔ ہم ام المومنین
عَنْهَا فَلَا تَنْهٰى۔
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے سینگی لگواتے۔ اور ہمیں منع نہیں کیا جاتا۔

۳۵۹ وَيُرْوٰى عَنِ الْحَسَنِ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مَرْفُوْعًا۔ اَفْطَرَ الْحَاجِمُ
ت امام حسن بصری سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے ایک سے زائد راویوں سے
وَالْمَحْجُوْمُ۔ وَقَالَ لِيْ عَيَّاشٌ ثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى ثَنَا يُوْنُسُ عَنِ الْحَسَنِ
مرفوعاً روایت کیا ہے۔ سینگی لگانے والا اور لگوانے والا دونوں کے روزے ٹوٹ گئے اور

مصنف میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اثر کو امام ابن ابی شیبہ نے۔ ان آثار سے ثابت کہ ان حضرات کے نزدیک سینگی لگوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا بلکہ مکروہ بھی نہیں۔

**تشریح ۳۵۸** اس اثر کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ذکر فرمایا۔ اس سے بھی ثابت کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سینگی کو مفسد صوم نہیں جانتی تھیں۔

**تشریحات ۳۵۹** حدیث افطر الحاجم والمحجوم۔ سینگی لگانے والا اور جسے لگائی گئی۔ دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔ کو امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعدد صحابہ کرام سے روایت کی ہے علامہ عینی نے فرمایا۔ وہ صحابہ یہ ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ، حضرت ثوبان، حضرت معقل بن یسار، حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت اسامہ بن زید حضرت سمرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو امام نسائی نے کئی طریقوں سے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ثوبان کی حدیث کو امام ابو داؤد، امام نسائی اور امام حاکم نے۔ اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی احادیث کو امام نسائی نے۔

علامہ عینی نے ان چھ صحابہ کے علاوہ مزید ان گیارہ صحابہ سے بھی اس کی تخریج کی۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے امام ترمذی، امام حاکم امام بزار نے ذکر کیا۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسے امام ابو داؤد اور امام نسائی نے روایت کیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اسے امام نسائی نے ذکر کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اسے بھی امام نسائی نے روایت کیا۔

مِثْلَهٗ قِيْلَ لَهٗ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ قَالَ

بطریق عیاش ایک اور سند سے اسی کے مثل مروی ہے۔ امام حسن بصری سے کہا گیا یہ نبی

اَللّٰهُ اَعْلَمُ۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے، تو کہا ہاں پھر کہا اللہ خوب جانتا ہے۔

۱۱۳۷ حدیث عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسے بھی امام نسائی ہی نے ذکر کیا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسے بھی امام نسائی نے روایت کیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اس کی ابن عدی نے تخریج کی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ انکی حدیث عقیلی نے ضعفاء میں روایت کیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسے بزار نے روایت کیا۔ حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ انکی حدیث کو ابن عدی نے ذکر کیا۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسے نسائی نے روایت کیا۔ یہ کل ملا کر سترہ صحابہ ہوئے۔ امام ابو جعفر طحاوی نے اس حدیث کے راویوں میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی نام نامی ذکر کیا ہے۔ اس طرح کل اٹھارہ ہو گئے۔

**وقال لی عیاش** اس حصے کو امام بخاری نے تاریخ میں اور امام بیہقی نے ذکر کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث بطریق عیاش بن ولید حضرت امام حسن بصری سے مروی ہے۔ مگر اس میں یہ تغیر ہے۔ کہ ان سے پوچھا گیا۔ کہ آپ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ تو فرمایا۔ ہاں۔ یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہوں۔ اس کے بعد کہا۔ اللہ خوب جانتا ہے۔ ان کا یہ قول بطور تبرک بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ سلف سے عادت ہے کہ ایک مضمون کے اختتام پر لکھتے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تردد اور شبہے کی بنا پر کہا ہو۔ اور یہ شک اور تردد اپنی یادداشت پر کما حقہٗ اعتماد نہ ہونے کی بنا پر ہو یا اس وجہ سے کہ یہ خبر واحد ہے۔ اور خبر واحد میں بہر حال شبہے کی گنجائش ہے۔ اسی لئے کہ خبر واحد مفید یقین نہیں۔ مفید ظن ہے۔

**تشریحات** ۱۱۳۷ اس حدیث کے اخیر جزء کو امام بخاری نے مزید ایک اور طریقے سے روایت کیا۔ علاوہ امام بخاری کے ابو داؤد، ترمذی، نسائی نے متعدد طرق سے اور امام طحاوی نے دس طریقے سے روایت کیا۔ علاوہ ازیں۔ اس مضمون کی احادیث حضرت ابو سعید، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت ابن عمر، حضرت ام المومنین عائشہ، حضرت معاذ، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے جو نسائی، دار قطنی، کامل ابن عدی، کتاب العلل لابی حاتم، کتاب الضعفاء لابن حبان، مصنف ابن ابی شیبہ

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَاحْتَجَمَ وَهُوَ

نے احرام کی حالت میں سینگی لگوائی اور روزے کی

صَائِمٌ ۵ھ

حالت میں لگوائی۔

۱۱۳۸ حدیث سَمِعْتُ ثَابِتَ نِ الْبُنَانِيَّ قَالَ سُئِلَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ

ثابت بنانی نے کہا حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا

تَعَالٰى عَنْهُ اَكُنْتُمْ تَكْرَهُوْنَ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ قَالَ لَا اِلَّا مِنْ اَجْلِ

کیا آپ لوگ روزے دار کے لئے سینگی کو ناپسند کرتے تھے۔ تو فرمایا

الضَّعْفِ وَزَادَ شَبَابَةُ ثَنَا شُعْبَةُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نہیں۔ ہاں ضعف پیدا ہو جانیکی وجہ سے ناپسند کرتے تھے۔ اور شبابہ نے شعبہ سے روایت کرتے ہوئے یہ زیادہ کیا کہ نبی صلی اللہ

میں مذکور ہیں۔

ان دو متعارض احادیث کی توجیہ میں بہت سی باتیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں سب سے قوی یہ ہے کہ حدیث افطر الحاجم والمحجوم منسوخ ہے۔ اس لئے کہ حضرت شداد بن اوس کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عام الفتح میں یہ فرمایا تھا۔ اور مکہ ۸ھ میں فتح ہوا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حجۃ الوداع کے موقعے کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں۔ اس لئے سوائے حجۃ الوداع کے اور کسی سفر میں حضرت ابن عباس حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ نہیں تھے۔

نیز دار قطنی[1] نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی انھوں نے فرمایا کہ۔ افطر الحاجم والمحجوم۔ فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزے کی حالت میں سینگی لگوائی۔ اس کے علاوہ علماء نے اس حدیث کی کئی توجیہیں کی ہیں۔ اوّل۔ یہ کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسے روزے کا ثواب نہ ہوگا۔ جیسے مروی ہے کہ جمعہ کے دن خطبے کے وقت بات کرنے والے کے بارے میں بعض صحابہ نے کہا۔ لاجمعۃ لک۔ تیرا جمعہ نہ ہوا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس نے سچ کہا۔ ثانی۔ یہ کہ۔ مراد یہ ہے کہ وہ قریب ہے کہ روزہ توڑ بیٹھے۔ سینگی لگانیوالا تو اس طرح کہ اس کا اندیشہ قوی یہ ہے کہ منھ میں خون کھینچے اور حلق میں چلا جائے اور محجوم یوں کہ سینگی لگوانے سے کمزوری پیدا ہوگی۔ اسکی تاب نہ لاکر وہ روزہ توڑ دے۔ جیسے جو ہلاک کے قریب ہوا سے کہتے ہیں۔ ھلك۔ وہ ہلاک ہوگیا۔ اس کے قریب قریب حضرت ابو سعید، حضرت انس، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہیں۔ کہ فرمایا۔ ہم سینگی لگوانے کو ضعف پیدا ہو جانے کی وجہ سے ناپسند کرتے تھے

[1] ابو داؤد، نسائی، ترمذی، [2] عمدۃ القاری حادی عشر ص ۴۱

## بَابُ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ وَالْإِفْطَارِ ص۲۶۰ سفر میں روزہ رکھنا اور چھوڑنا

۱۱۳۹ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ الشَّيْبَانِيِّ سَمِعَ ابْنَ أَبِي أَوْفٰى قَالَ كُنَّا مَعَ

حدیث حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ

کے ساتھ ایک سفر میں تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صاحب سے فرمایا۔

لِرَجُلٍ أَنْزِلْ فَاجْدَحْ لِي قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

سواری سے اُتر اور میرے لئے ستو گھول۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! سورج ہے

اب اس حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ اس نے اپنے روزے کو توڑنے کی حد تک پہنچا دیا۔ جیسے حدیث میں ہے۔ جس کو قاضی بنایا گیا وہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا۔ حالانکہ وہ ذبح نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو ذبح کیلئے پیش کر دیا۔ وغیر ذلک۔

**تشریحات** ۱۱۳۸ شبابہ کی اس زیادتی کا مطلب یہ ہے کہ۔ سوال یہ تھا۔ کہ آپ لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں سینگی کو ناپسند کرتے تھے۔ یہ سائل خود ثابت بنانی تھے جیسا کہ ابو الوقت اور ابن مندہ کی روایت میں تصریح ہے۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ۔ افطر الحاجم والمحجوم۔ سے مراد یہ ہے کہ سینگی لگوانے سے ضعف پیدا ہوگا۔ جو مفضی الی الفطر ہوگا۔ مطلب یہ ہوا کہ گویا روزہ ٹوٹ گیا۔

۱۱۳۹ مسلم[1] کی روایت میں ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں رمضان کے مہینے میں تھے۔ یہ سفر غزوہ فتح کا تھا۔ اس لئے کہ رمضان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف دو سفر کئے ہیں۔ ایک غزوۂ بدر کے لئے، دوسرا فتح مکہ کے لئے۔ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی غزوہ بدر میں بوجہ کم سنی شریک نہ تھے۔ پہلا وہ غزوہ جسمیں انھوں نے شرکت کی۔ حدیبیہ[2] ہے۔ اس لئے متعین ہے کہ یہ فتح مکہ کا سفر تھا۔

**قال لرجل** :۔ خود بخاری کی دوسری روایتوں میں ہے۔

**فلما** ذہب الشمس وغابت الشمس ذہب سورج ڈوب گیا، غائب ہو گیا۔

یہ صاحب جن سے ستو گھولنے کے لئے فرمایا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جیسا کہ ابو داؤد[3] میں ہے۔

**الشمس** اس کا رفع اس بنا پر کہ یہ مبتدا محذوف ہذا کی خبر ہے یا اس کا عکس۔ اور نصب اس بنا پر کہ یہ فعل محذوف انظر کا مفعول بہ ہے۔ بخاری ہی کی بعض روایتوں میں ہے۔ لو امسیت۔ شام ہونے دیں۔

---

[1] اول۔ الصیام۔ باب بیان وقت انقضاء الصوم ص ۳۵۱۔ [2] اکمال ۵۳ اول۔ الصیام۔ باب وقت فطر الصائم ص ۳۲۱۔

وَسَلَّمَ اَلشَّمْسُ قَالَ اُنْزِلْ فَاجْدَحْ لِیْ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ الشَّمْسُ

فرمایا اُترا اور میرے لئے ستو گھول عرض کیا یا رسول اللہ! سورج ہے۔ فرمایا اُترا اور میرے لئے

قَالَ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لِیْ فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَہٗ فَشَرِبَ ثُمَّ رَمٰی بِیَدِہٖ ھٰھُنَا

ستو گھول۔ اب وہ اُترے اور حضور کے لئے ستو گھولا۔ جسے حضور نے پیا۔ پھر اس (یعنی مشرق کی طرف

ثُمَّ قَالَ اِذَا رَاَیْتُمُ اللَّیْلَ اَقْبَلَ مِنْ ھٰھُنَا فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ ۴ھ

ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔ جب تم دیکھو کہ رات ادھر سے سامنے آرہی ہے تو افطار کا وقت ہوگیا۔

۱۱۴۰ عَنْ ھِشَامٍ ثَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّ حَمْزَۃَ بْنَ

**حدیث** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی

بعض روایتوں میں ہے کہ دوسری بار یہ عرض کیا۔ ان علیك نهارا۔ ابھی دن باقی ہے۔ کبھی کبھی بعض موسم میں سورج ڈوبنے کے بعد مغرب میں ایسی روشنی ہوتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ دھوپ ہے۔ جس سے شبہ ہوتا ہے کہ سورج ابھی نہیں ڈوبا۔ جس کی وجہ سے حضرت بلال نے وہ عرض کیا۔ اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے بعد انھیں نہ تاخیر کرنی چاہئے تھی اور نہ کچھ عذر۔ مگر انھوں نے وقت افطار کی اطمینان بخش حد تک تسلی کرنے کیلئے وہ عرض کیا۔

**ثم رمی بیدہ**:۔ دوسری روایت میں ہے کہ اپنی انگلی سے پورب جانب اشارہ فرمایا۔ کہ جب رات ادھر سے آگے بڑھے۔ یعنی پورب سے تاریکی اٹھنے لگے۔ یہ سورج ڈوبنے کی علامت کے طور پر ارشاد فرمایا۔

**مسائل**:۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رکھا۔ ہاں اگر روزہ رکھنے سے ضعف و نقاہت کا اندیشہ ہو کہ تحمل نہ ہو سکے اور روزہ چھوڑنا پڑے تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ روزے کے افطار میں جلدی مستحب ہے۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اتنی جلدی روزہ کھولنے کا ارادہ فرمایا۔ اور کھولا۔ کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شبہ تھا کہ سورج ابھی نہیں ڈوبا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مغرب کی نماز صلاۃ اللیل ہے۔ اسطرح کہ روزے کے بارے میں فرمایا جب رات ادھر (مشرق) سے آگے بڑھے۔ تو روزے دار روزہ توڑ دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ افطار کا وقت رات آنے کے بعد ہے اور یہی مغرب کے وقت کی ابتدا ہے۔

---

عہ ایضاً۔ باب متی یحل فطر الصائم ص ۲۶۲ - باب یفطر بما تیسر بالماء وغیرہ ۲۶۲ - باب تعجیل الفطر ص ۲۶۳ - ثانی - الطلاق - باب الاشارۃ بالطلاق ص ۹۹۸ - مسلم - ابوداؤد، نسائی، الصوم - مسند امام احمد رابع ص ۳۸۰ - ۳۸۱ -

عَمْرُو بْنُ الْاَسْلَمِیُّ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَسْرُدُ الصَّوْمَ ح۔ عَنْ ھِشَامٍ

نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں مسلسل روزے رکھتا ہوں دوسری سند کے ساتھ یوں ہے۔

بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سے مروی ہے۔ کہ حمزہ بن عمرو

اَنَّ حَمْزَۃَ بْنَ عَمْرِو نِ الْاَسْلَمِیَّ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اسلمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میں سفر میں روزے رکھتا ہوں۔ اور یہ بہت روزے

اَصُوْمُ فِی السَّفَرِ وَکَانَ کَثِیْرَ الصِّیَامِ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَاِنْ

رکھتے تھے۔ تو حضور نے فرمایا اگر تو چاہے تو رکھ اور

شِئْتَ فَاَفْطِرْ ۵ھ

اگر تو چاہے تو نہ رکھ۔

## بَابٌ اِذَا صَامَ اَیَّامًا مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ سَافَرَ ص ۲۶۰

جب رمضان کے کچھ دنوں میں روزہ رکھا پھر سفر کیا۔

۱۱۴۱ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

**تشریحات** ۱۱۴۰ اَسْرُدُ۔ سَرْدٌ کے معنی ہیں مسلسل بلا وقفہ کوئی کام کرنا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جسے قوت ہو اسے صوم دہر رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ سفر میں روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار ہے۔ مگر جسے قوت ہو اسے روزہ رکھنا افضل ہے۔ ایک تو اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع ہے۔ دوسرے یہ کہ عبادت کو اپنے وقت میں ادا کرنا ہے۔ ابھی حدیث گزری کہ جو شخص ایک روزہ چھوڑ دے تو اس کا بدلہ صوم دہر نہیں ہو سکتا۔

۱۱۴۱ تکمیل۔ کتاب المغازی میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے سے رمضان میں نکلے اور

**تشریحات** حضور کے ساتھ دس ہزار صحابہ تھے۔ اور یہ مدینہ تشریف لانے کے آٹھ سال اور نصف سال پر عینی میں ہے کہ جب صلصل پہنچے جو ذوالحلیفہ کے پاس ایک پہاڑ ہے تو اعلان فرما دیا۔ جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے نہ رکھے۔ کدید پہنچکر بعد عصر سواری پر بیٹھے بیٹھے افطار فرمایا۔ کہ لوگ دیکھ لیں۔ اس کے پہلے والی روایت

ھ مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ الصیام۔ مسند امام احمد جلد سادس ص ۴۶

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰی مَکَّۃَ فِیْ رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰی بَلَغَ الْکَدِیْدَ

رمضان میں مکہ چلے۔ اور روزہ رکھا جب کدید پہنچے تو افطار کر دیا۔ اور لوگوں نے

اَفْطَرَ فَاَفْطَرَ النَّاسُ عہ

بھی افطار کر دیا۔

۱۱۴۲ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

**حدیث** حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم سخت گرمی میں نبی صلی اللہ تعالیٰ

خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِہٖ فِیْ

علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں نکلے دھوپ اتنی تیز تھی کہ آدمی اپنا ہاتھ اپنے سر پر

میں ہے کہ کدید کے بعد روزہ نہیں رکھا۔ یہاں تک کہ مہینہ گزر گیا۔ یہ قصہ غزوہ فتح کا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دس رمضان بدھ کے دن عصر کے بعد مدینہ طیبہ سے نکلے تھے اور انیس کو مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تھے۔

کدید کے بارے میں امام بخاری نے بتایا کہ عُسفان اور قُدَید کے درمیان ہے۔ مغازی میں خود حدیث میں ہے اور یہ زائد ہے کہ یہ ایک چشمہ ہے۔ عینی میں ہے کہ بہت سرسبز جگہ ہے یہاں کھجور کے باغات ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس جگہ روزہ رکھنا چھوڑا تھا۔ اس بارے میں روایات مختلف ہیں۔ ابھی خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دوسری روایت اسی بخاری میں آرہی ہے۔ کہ یہ جگہ عسفان تھی۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ یہ کراع الغمیم ہے۔ اور نسائی میں ہے کہ جب کدید پہنچے تو ایک پیالہ دودھ لایا گیا۔ تو اسے پیا۔ بات یہ ہے کہ یہ تینوں جگہیں قریب قریب ہیں۔ اور یہ سب عسفان کے ملحقات میں سے ہیں۔ اس لئے کبھی کسی کا نام لیا کبھی کسی کا۔ کدید کا فاصلہ مکہ معظمہ سے دو منزل ہے اور عسفان کا چار برید۔ کدید اور عسفان میں صرف چھ میل کا فاصلہ ہے۔ ابن قرقول نے کہا کہ کدید مکہ سے بیالیس میل کی دوری پر ہے۔

**تشریحات** ۱۱۴۲ مسلم کی روایت میں ہے کہ ہم رمضان کے مہینے میں سخت گرمی میں نکلے۔ یہ غزوہ فتح کا سفر نہیں تھا۔ کیونکہ اس میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جبکہ وہ غزوہ مؤتہ میں شہید ہو چکے تھے جو فتح مکہ سے پہلے ہوا تھا۔ صاحب تلویح نے فرمایا۔ اس کا احتمال ہے کہ یہ غزوہ بدر کا سفر رہا ہو۔ اس لئے کہ ترمذی[۱] میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان میں بدر اور فتح مکہ کا جہاد کیا ہے اور ان دونوں میں ہم نے روزہ نہیں رکھا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ

عہ الجہاد باب الخروج فی رمضان ص ۴۱۵ ثانی المغازی باب غزوۃ الفتح فی رمضان ص ۶۱۲-۳ دو طریقے سے۔ مسلم نسائی۔ الصوم۔ ۱؎ اول الصیام باب فی الرخصۃ للمحارب فی الافطار ص ۸۹۔

يَوْمٍ حَارٍّ حَتّٰى يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ عَلٰى رَأْسِهٖ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَمَا

رکھتا تھا اور ہم میں

فِيْنَا صَائِمٌ اِلَّا مَا كَانَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنِ رَوَاحَةَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابن رواحہ کے سوا کوئی روزے سے نہیں تھا۔

## بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ وَاشْتَدَّ الْحَرُّ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ ۲۶۱

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اس شخص کے بارے میں جس پر سایہ کیا گیا تھا اور گرمی سخت تھی، سفر میں روزہ عبادت نہیں۔

۱۱۴۳ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

**حدیث** محمد بن عمرو بن حسن بن علی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت

قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَرَأٰى زِحَامًا

کیا کہ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے تو بھیڑ دیکھی

ان دونوں کے علاوہ رمضان میں اور کوئی غزوہ نہیں ہوا ہے۔ اور جب یہ فتح مکہ کا سفر نہیں تو متعین کہ بدر کا تھا۔

**تشریحات** ۱۱۴۳ علامہ عینی نے لکھا کہ ترمذی کی روایت سے یہ ظاہر ہے کہ یہ سفر غزوہ فتح کا تھا۔ یہ علامہ عینی کا اندازہ ہے۔ ترمذی کی اس روایت میں یہ قصہ مذکور نہیں کہ کس پر سایہ کیا گیا۔ یہ ضرور ہے کہ روزہ رکھنا لوگوں پر شاق ہوگیا تھا۔ چونکہ دونوں کے راوی حضرت جابر ہی ہیں۔ اس لئے علامہ عینی نے وہ اندازہ لگایا۔ اس حدیث میں اور ان احادیث میں جنہیں سفر میں روزے کی اجازت بلکہ بعض میں فضائل مذکور ہیں۔ تطبیق گزر چکی کہ جسے قوت نہ ہو۔ روزہ رکھنے کی وجہ سے خود بھی مشقت میں پڑنے کا صحیح اندیشہ ہو اور ساتھیوں کو بھی زحمت میں پڑنے کا خطرہ۔ اسے روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔ بلکہ اگر جان جانے یا بیمار پڑ جانے کا اندیشہ صحیح ہو تو اسے روزہ رکھنا جائز نہیں گناہ ہے جیسا کہ ترمذی کی حضرت جابر والی حدیث میں ہے کہ روزہ رکھنے والوں کو فرمایا۔ اولئك العصاۃ۔ یہ لوگ نافرمان یا گنہگار ہیں۔ اور جسے قوت ہو کوئی اندیشہ نہ ہو اسے روزہ رکھنا افضل ہے مگر نہ رکھنے پر کوئی گناہ نہیں۔

آجکل ریل گاڑی ہوائی جہاز وغیرہ کے سفر میں جبکہ موسم ٹھنڈا یا معتدل ہو روزہ رکھنے میں کوئی دشواری نہیں

عہ مسلم ابوداؤد - الصوم - ۷ لہ اول الصیام باب فی الرخصۃ للمحارب فی الافطار ص ۸۹

وَرَجُلًا قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا هٰذَا فَقَالُوْا صَائِمٌ فَقَالَ لَيْسَ

اور ایک شخص کو دیکھا کہ ان پر سایہ کیا گیا ہے تو فرمایا یہ کیا ہے لوگوں نے عرض کیا

مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ عه

روزہ دار ہے فرمایا سفر میں روزہ عبادت نہیں

## بَابُ لَمْ يَعِبْ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الصَّوْمِ وَالْإِفْطَارِ ص۲۶

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب نے ایک دوسرے کو روزہ رکھنے اور نہ رکھنے پر عیب نہیں لگایا۔

۱۱۴۴ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ

**حدیث** حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ

کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ تو روزہ دار روزہ نہ رکھنے والے کو اور روزہ نہ رکھنے والا

وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ عه

روزہ دار کو عیب نہیں لگاتا تھا۔

اس لئے بہتر یہی ہے کہ روزہ رکھا جائے۔ نہ رکھنے پر گناہ نہیں۔ مگر غیر مسلموں کی نظر میں رمضان کی ہتک عزت ضرور ہے۔ ایک باریش بزرگ ایک اسٹیشن پر رمضان کے مہینے میں چائے کی دوکان پر جاکر نمکین لے کر کھا رہے تھے، اور چائے کا آرڈر دے چکے تھے۔ اتنے میں ایک ہندو آیا اور چائے والے سے کہا کہ مجھکو بھی چائے دو میں بھی روزہ کھول لوں۔ ان صاحب نے اس ہندو کو بتایا کہ میں سفر میں ہوں سفر میں روزہ رکھنا ضروری نہیں۔ اس ہندو نے کہا کہ میں آپ کو کچھ نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں تو ان سے یعنی چائے والے سے دل لگی کر رہا ہوں۔

عه مسلم۔ ابوداود۔ نسائی۔ الصیام۔

عه مسلم الصوم

# بَابُ مَنْ اَفْطَرَ فِي السَّفَرِ لِيَرَاهُ النَّاسُ ص ۲۶۱

## جس نے سفر میں اسلئے روزہ افطار کیا کہ لوگ دیکھیں

۱۱۴۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ

مدینے سے مکہ چلے تو روزہ رکھا۔ جب عسفان پہنچے تو پانی مانگا اور اسے اپنے ہاتھ سے اٹھایا تاکہ

عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَرَفَعَهٗ اِلٰى يَدِهٖ لِيُرِيَهُ النَّاسَ فَاَفْطَرَ

لوگ دیکھ لیں اور روزہ توڑا۔ یہاں تک کہ مکہ آئے اور یہ واقعہ رمضان میں ہوا تھا۔

حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ وَذٰلِكَ فِيْ رَمَضَانَ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہا کرتے تھے کہ (سفر میں) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَدْ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علیہ وسلم نے روزہ رکھا اور ہمیں بھی رکھا۔

وَاَفْطَرَ فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ اَفْطَرَ ؏

جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے نہ رکھے۔

**تشریحات** ۱۱۴۵ ترمذی[۱] میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام الفتح مکہ چلے تو روزہ رکھا یہاں تک کہ کراع الغمیم پہنچے حضور کے ساتھ لوگوں نے بھی روزہ رکھا۔ عرض کیا گیا کہ لوگوں پر روزہ شاق ہے اور لوگ حضور کا انتظار کر رہے ہیں کہ حضور کیا کرتے ہیں، تو ایک پیالہ پانی بعد عصر منگایا اور پیا۔ اس کے بعد کچھ لوگوں نے روزہ توڑ دیا اور کچھ لوگوں نے رکھا۔ جب حضور کو یہ خبر ملی تو فرمایا۔ یہ لوگ یعنی روزہ رکھنے والے نافرمان ہیں۔

روزہ رکھنے والوں پر عتاب اس لئے فرمایا کہ یہ جہاد کا موقع تھا۔ اور دشمن کی سرزمین سے قریب تھے روزے سے بہرحال جسمانی نقاہت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے ان لوگوں کو روزہ توڑ دینا ہی مناسب تھا۔ خصوصاً جبکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ توڑ دیا تھا اور وہ بھی بعد عصر، جبکہ روزہ پورا ہونے میں تھوڑا سا وقت رہ گیا تھا

---

ع۵ ایضاً فی المغازی باب غزوۃ الفتح فی رمضان ص ۶۱۳ مسلم ابوداؤد نسائی الصوم

[۱] اول۔ الصیام باب فی الرخصۃ للمحارب فی الافطار ص ۸۹۔

## بَابٌ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ بقرہ (۱۸۴) ص ۲۶۱

139

اس آیت کی تفسیر کرتے فرمایا اور ان لوگوں پر جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں ایک مسکین کا کھانا فدیہ دینا ہے۔

۳۶۰ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَسَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

ت اور حضرت ابن عمر اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اس کو اس آیت

نَسَخَتْهَا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَ

نے منسوخ کر دیا (کہ فرمایا) رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اترا جو لوگوں کے لئے ہدایت

بَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ

اور رہنما اور واضح فیصل ہے تم میں سے جو یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور

اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع بہر حال مقدم ہے۔

اس پر تفصیلی گفتگو ہو چکی کہ سفر میں روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار ہے۔ جو لوگ کمزور ہوں اور انھیں اس کا اندیشہ ہو کہ روزہ رکھنے میں دوسرے کاموں میں دشواری ہوگی ان کے لئے افضل یہی ہے کہ روزہ نہ رکھیں۔ اور جو لوگ قوی ہوں ان کے لئے افضل یہ ہے کہ روزہ رکھیں۔

**۳۶۰ تشریحات** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعلیق کو امام بخاری نے اسی باب کے آخر میں اور تفسیر سورہ بقرہ میں ذکر کیا ہے۔ اور حضرت سلمہ بن اکوع کی تعلیق کو سورہ بقرہ کی تفسیر میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ان دونوں تعلیقات اور اس باب میں مذکور مزید ایک تعلیق اور حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ابتداء میں ہر شخص کو اختیار تھا کہ چاہے تو روزہ رکھے چاہے تو فدیہ دے۔ اگرچہ اسے روزہ رکھنے کی طاقت ہو۔ پھر اس کے بعد کی آیت کریمہ نے منسوخ کر دیا۔ یہ حکم ہوا۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ تم میں جو یہ مہینہ پائے وہ ضرور روزہ رکھے۔

البتہ شیخ فانی کے لئے جو روزہ رکھنے کی قوت نہ رکھتا ہو۔ اور اس کی بھی امید نہ ہو کہ آئندہ اسے اتنی قوت آجائے گی کہ روزہ رکھ سکے گا اس کے لئے فدیہ کا حکم باقی ہے۔ البتہ اگر بعد میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو جائے تو اس پر قضا واجب ہے۔ مگر محققین نے فرمایا۔ کہ یہ آیت منسوخ نہیں محکم ہے۔ یطیقونہ۔ باب افعال کا صیغہ ہے۔ اس کی خاصیت سلب ماخذ ہے۔ اس لئے اس کا ترجمہ یہ ہوا۔ اور جنھیں روزہ رکھنے کی قوت نہ ہو۔ وہ روزے کے بدلے مسکین کو کھانا دیں۔ قرآن مجید کے اسلوب اور سیاق کے مناسب

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ اِلٰى قَوْلِهٖ

جو بیمار ہو یا سفر میں ہو وہ اتنے روزے اور دنوں میں رکھے۔ پوری آیت

تَشْكُرُوْنَ۔ بقرہ (۱۸۵)

تشکرون تک۔

۳۶۱ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ (اِلٰى اَنْ قَالَ) حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ لَيْلٰى ثَنَا

ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ ہم سے کئی صحابہ نے یہ بیان کیا۔ رمضان (کا روزہ) اترا تو ان پر شاق

اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ رَمَضَانُ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ

ہوا۔ روزے کی طاقت رکھنے والوں میں سے جو ہر روز ایک مسکین کو کھانا

فَكَانَ مَنْ اَطْعَمَ كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا تُرِكَ الصَّوْمُ مِمَّنْ يُّطِيْقُهٗ وَرُخِّصَ

کھلا دے وہ روزہ نہیں رکھتا اس بارے میں انھیں اجازت تھی اسے اس آیت

یہی معنی ہے۔ اس لئے کہ ابتدا میں فرمایا۔ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے تم سے پہلے والوں پر فرض کئے گئے تھے۔ اس کے بعد مریض اور مسافر کے لئے اس آسانی کا ذکر ہے۔ کہ وہ دوسرے دنوں میں قضا رکھیں۔ پھر ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو نہ اب روزے کی قوت رکھتے ہیں اور نہ آئندہ امید ہے۔ تو ان سے روزے ساقط اور ان پر روزے کے بدلے فدیہ ہے۔ قابل غور بات یہ ہے۔ کہ آیت کا ابتدائی حصہ تو روزوں کی قطعی فرضیت پر نص ہے۔ اور جب یطیقونہ۔ کے معنی یہ لیں گے جنھیں روزے کی قوت ہو تو اس کی فرضیت ہی ساقط ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کا صریح مفاد یہ ہے کہ روزہ فرض نہیں۔ دو باتوں میں سے ایک فرض ہے۔ روزہ رکھیں یا فدیہ دیں۔ نیز یہ بھی استحالہ لازم آئے گا کہ شیخ فانی کے لئے فدیے کا ثبوت اس آیت سے کسی طرح نہیں ہو سکے گا کیونکہ شیخ فانی روزہ رکھنے کی قوت ہی نہیں رکھتا اس لئے وہ اس میں داخل ہی نہیں۔ پھر اس کے حق میں فدیے کا حکم باقی رکھنے کے کیا معنی۔

**تشریحات** ۳۶۱ اس تعلیق کو امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ پوری حدیث یوں ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے، تو لوگ ہر مہینے تین دن روزہ رکھتے تھے جب رمضان کا روزہ اترا تو لوگوں نے اسے بہت جانا اور ان پر شاق ہوا تو انھیں اجازت دیدی گئی کہ جسے روزہ کی طاقت ہو وہ بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔ اور روزہ نہ رکھے۔ پھر اسے آیت کریمہ۔ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ۔ نے منسوخ کر دیا۔ اس کے بعد لوگوں کو روزے کا حکم دیا گیا۔

لَهُمْ فِي ذٰلِكَ فَنَسَخَتْهَا وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ فَاُمِرُوْا

نے منسوخ کیا۔ کہ فرمایا۔ اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اس کے بعد

بِالصَّوْمِ

لوگوں کو حکم دیا گیا کہ وہ روزہ ہی رکھیں۔

۱۱۴۶ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَرَأَ فِدْيَةٌ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ۔ فدیۃ طعام مساکین پڑھا

طَعَامُ مَسَاكِيْنَ قَالَ هِيَ مَنْسُوْخَةٌ ؎

فرمایا یہ منسوخ ہے۔

فنسختها ۔ ھا کا مرجع الطعام ہے جس پر اطعم دلالت کرتا ہے۔ مصدر کی طرف ضمیر مونث کا لوٹانا درست ہے۔

سدی نے کہا حضرت عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا جب یہ آیہ کریمہ۔ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین ۔ نازل ہوئی۔

تو

جس کا جی چاہتا روزہ رکھتا جس کا جی چاہتا روزہ نہ رکھتا۔ اور اس کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا۔ جو زیادہ دے یعنی دوسرے مسکین کو بھی کھلا دے تو بہتر ہے۔ اور روزہ رکھو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ لوگ اسی طرح رہے۔ یہاں تک کہ آیہ کریمہ فمن شهد منكم الشهر فليصمه نے اسے منسوخ کر دیا۔ اسکا حاصل یہ نکلا کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلی کی روایت میں حذف و اختصار ہے۔ فافهم

۱۱۴۶ یعنی قرأت متواترہ۔ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۔ ہے، مگر حضرت ابن عمر کی قرأت مساکین

تشریحات ہے صیغۂ جمع کے ساتھ ۔ اس روایت میں یہ تو ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ اس کی ناسخ کیا ہے۔ یہ مذکور نہیں۔ مگر طبری[1] میں یہ روایت مفصل یوں ہے۔ کہ اس آیت یعنی ۔ وعلی الذین یطیقونہ کو اس کے بعد والی آیت یعنی۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ نے منسوخ کر دیا۔

؎ ثانی تفسیر سورۃ بقرۃ باب قولہ فمن شهد منكم الشهر فليصمه ص ۶۴۷

[1] فتح الباری جلد رابع ص ۱۶۴

## بَابُ مَتٰی یُقْضٰی قَضَاءُ رَمَضَانَ ص ۲۶۱

رمضان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کب کریگا۔

| | |
|---|---|
| ۳۶۲ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا لَا بَأْسَ اَنْ یُّفَرِّقَ | |
| ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں کہ متفرق طور پر | |
| لِقَوْلِ اللّٰہِ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ | |
| قضا رکھے کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا اتنے روزے اور دنوں میں رکھے | |

**توضیح باب** علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ رمضان کی قضا مسلسل لگاتار رکھنا ضروری ہے۔ یا متفرق طور پر بھی درست ہے۔ اہل ظاہر یہ کہتے ہیں کہ متابعت واجب ہے۔ چاروں ائمہ مذاہب اور جمہور کا قول یہ ہے کہ متابعت واجب نہیں۔ متفرق طور پر بھی قضا درست ہے۔

دوسرا اختلاف یہ ہے کہ اگر رمضان کے روزے نہیں رکھے۔ اور قضا بھی نہیں رکھے۔ یہاں تک کہ دوسرا رمضان آگیا تو اب قضا ساقط ہے؟ اور فدیہ واجب ہے۔ یا بعد رمضان اس کی قضا واجب ہوگی؟ ہمارا اور جمہور کا مذہب یہی ہے کہ پھر بھی قضا واجب ہے۔ فدیہ کافی نہیں۔ حضرت امام سعید بن جبیر شہید اور امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اب قضا ساقط اور فدیہ واجب ہے۔

امام مالک امام شافعی امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ وہ گنہگار ہے اور اس پر قضا بھی واجب ہے، اور فدیہ بھی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ رمضان کی قضا علی الفور واجب ہے۔ تاخیر گناہ ہے۔ اگر سفر کے اختتام اور صحت و قوت کے بعد تاخیر کریگا گنہگار ہوگا۔ اگرچہ رمضان ثانی آنے سے پہلے پہلے ادا کرلے مگر صحیح یہ ہے کہ فی الفور قضا واجب نہیں۔ اور تاخیر گناہ نہیں۔ جیسا کہ ابھی حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث آرہی ہے۔

اس لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا۔ اور چونکہ دلائل متعارض ہیں اس لئے اپنا کوئی فیصلہ ارشاد نہیں فرمایا۔ البتہ جو آثار اس باب میں لائے ہیں ان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک تتابع شرط نہیں۔

**دلائل** اللہ عزوجل نے مطلقاً ارشاد فرمایا۔ فعدۃ من ایام اخر۔ اس میں تتابع کی قید نہیں اس کا اطلاق اس کا مقتضی ہے کہ تتابع کے بغیر بھی قضا درست ہو۔ اس کے بالمقابل قیاس یہ چاہتا ہے کہ تتابع ضروری ہو۔ اسلئے کہ قضا کو ادا کے مثل ہونا ضروری ہے۔ اور ادا میں تتابع ہے تو قضا میں بھی تتابع ضروری ہونا چاہئے۔ مگر چونکہ قیاس سے کتاب اللہ کے مطلق کو مقید کرنا جائز نہیں۔ اس لئے جمہور نے قیاس ترک کرکے کتاب اللہ پر عمل فرمایا۔

**تشریحات** ۳۶۲ اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں موصولا روایت کیا ہے کہ آیہ کریمہ سے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ مطلقاً فرمایا۔ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ۔ اتنے روزے اور

۳۶۳ وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ فِيْ صَوْمِ الْعَشْرِ لَا يَصْلُحُ

ت اور حضرت سعید بن مسیب نے فرمایا جس پر رمضان کے روزوں کی قضا ہو

حَتّٰى يَبْدَأَ بِرَمَضَانَ -

اسے عشرہ ذوالحجہ کا روزہ رکھنا مناسب نہیں جب تک کہ رمضان کے فوت شدہ نہ رکھ لے۔

۳۶۴ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ اِذَا فَرَّطَ حَتّٰى جَاءَ رَمَضَانُ

ت اور ابراہیم نخعی نے فرمایا اگر کسی نے رمضان کی قضا میں کوتاہی کی یہاں تک کہ دوسرا رمضان آگیا تو

آخَرُ يَصُوْمُهُمَا وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ طَعَامًا

دونوں کے روزے رکھے۔ اس پر کھانا کھلانا واجب نہیں جانتے تھے۔

۳۶۵ وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مُرْسَلًا وَّابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ يُطْعِمُ

ت اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ

وَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهُ اِلَّا طَعَامًا اِنَّمَا قَالَ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ -

تعالیٰ عنہما سے روایت کی گئی ہے کہ وہ کھانا کھلائے اور اللہ عزوجل نے کھلانے کو ذکر نہیں فرمایا۔ اس نے ص

ص صرف یہ فرمایا۔ یہ روزے دوسرے دنوں میں رکھے۔

دنوں میں رکھے۔ یہ قید مذکور نہیں کہ رمضان ثانی آنے سے پہلے رکھے۔ اس لئے بعد رمضان ثانی بھی قضا کا وقت ہے اور قضا واجب ہوگی۔

**تشریحات** ۳۶۳ اس تعلیق سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رمضان کے فوت شدہ روزے رکھے بغیر عشرۂ ذوالحجہ کے روزے صحیح نہیں۔ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ افضل یہ ہے کہ پہلے فوت شدہ رکھے۔ اس سے کسی کو اختلاف نہیں۔ اس کی دلیل مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے۔ قتادہ سے مروی ہے کہ سعید (بن مسیب) عشرہ ذوالحجہ میں رمضان کی قضا میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔ اس سے صاف ظاہر کہ عشرہ ذوالحجہ میں اگر نفل روزے رکھے تو ممنوع نہیں۔

**تشریحات** ۳۶۴ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ امام حسن بصری اور امام نخعی نے فرمایا جب مسلسل اس پر دو رمضان آجائیں تو دونوں کے روزے رکھے اگر ان کے بیچ میں تندرست ہوگیا اور پہلے کی قضا نہیں ادا کی تو اس نے برا کیا اللہ سے استغفار کرے اور روزہ رکھے۔ مراد یہ ہے کہ فوت شدہ فرائض کی ادا میں جتنی ہو سکے جلدی کرنی لازم ہے۔ موت کا وقت معلوم نہیں بغیر ادا کئے مرگیا تو فرائض ذمہ رہ جائیں گے۔

۱۱۴۷ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا

**حدیث** ابو سلمہ نے کہا۔ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا وہ

تَقُوْلُ کَانَ یَکُوْنُ عَلَیَّ الصَّوْمُ مِنْ رَّمَضَانَ فَمَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ

فرماتی ہیں میرا رمضان کا روزہ فوت ہو جایا کرتا اور میں انھیں شعبان سے پہلے

اَقْضِیَ اِلَّا فِیْ شَعْبَانَ ۔ قَالَ یَحْیٰی ۔ اَلشُّغْلُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

ادا نہیں کر پاتی ۔ یحیٰی نے کہا ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

مشغول ہونے کی وجہ سے تاخیر ہوتی تھی ۔

۳۶۵ **تشریحات** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں سند متصل کے ساتھ موقوفاً اور امام دار قطنی نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ مگر دار قطنی کی روایت میں ہے کہ مجاہد نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی۔ اور مجاہد کا حضرت ابو ہریرہ سے سماع ثابت نہیں اس لئے امام بخاری نے اسے مرسل کہا۔ نیز اس کے دو راوی ۔ ابراہیم بن نافع اور عمرو بن موسیٰ بن وجیہ ضعیف ہیں اسلئے اسے صیغہ تمریض سے ذکر کیا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعلیق کو امام سعید بن منصور اور امام دار قطنی نے موصولاً روایت کیا ہے۔ ولہٰذا یہ حضرت امام بخاری کا ارشاد ہے جو حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشاد کے خلاف فرمایا ہے۔ کہ اللہ عزوجل نے مریض اور مسافر کے لئے صرف یہ فرمایا۔ کہ یہ روزے دوسرے دنوں میں رکھے۔ فدیہ نہیں ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے رمضان ثانی آنے کے بعد بھی صرف قضا واجب ہوگی۔ فدیہ واجب نہ ہوگا۔ اور نہ قضا ساقط ہوگی۔ اور نہ فدیہ کافی ہوگا۔

۱۱۴۷ **تشریحات** قَالَ یَحْیٰی ۔ یہ یحیٰی بن سعید انصاری ہیں۔ جیسا کہ حافظ مزی نے اس حدیث کے ذکر کے وقت نص فرما دی ہے۔ کان یکون ۔ کان ماضی اور یکون مستقبل کو ساتھ ساتھ ذکر سے واقعہ کی تحقیق اور تعظیم اور استمرار و تکرار مقصود ہے۔ یعنی ایسا بار بار ہوتا تھا یا ہمیشہ ہوتا تھا۔ حافظ مزی کے اطراف میں ۔ اَنْ کان یکون ۔ ہے ۔ یہ اَنَّ مثقلہ سے مخففہ ہے۔ یعنی حرف مشبہ بالفعل ۔ اَنَّ کا مخفف ہے ۔ جیسے عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ ۔ میں ہے ۔ یہ مزید تحقیق کے لئے ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کی قضا علی الفور واجب نہیں ۔ اور تاخیر میں گناہ نہیں ۔ عارضہ نسوانی کی وجہ سے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا روزہ چھوٹ جاتا تھا اور گیارہ ماہ تک انھیں موقعہ نہیں ملتا

شعبان میں چونکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافی روزے رکھتے تھے اس لئے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی روزہ رکھنے کا موقع مل جاتا۔

## بَابُ الْحَائِضِ تَتْرُكُ الصَّوْمَ وَالصَّلٰوةَ ص ۲۶۱

حائضہ روزہ نہ رکھے نماز نہ پڑھے

**۳۶۶** وَقَالَ اَبُوالزِّنَادِ اَنَّ السُّنَنَ وَوُجُوْهَ الْحَقِّ لَتَاْتِیْ كَثِيْرًا عَلٰى خِلَافِ الرَّاْیِ فَمَا يَجِدُ الْمُسْلِمُوْنَ بُدًّا مِّنِ اتِّبَاعِهَا مِنْ ذٰلِكَ اَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِی الصِّيَامَ وَلَا تَقْضِی الصَّلٰوةَ ..

ت اور ابوالزناد نے کہا سنتیں اور حق باتیں بسا اوقات رائے کے خلاف ہوتی ہیں۔ پھر بھی مسلمانوں پر ان کی اتباع ضروری ہے انھیں میں یہ بھی ہے کہ حیض والی پر روزے کی قضا ہے۔ نماز کی قضا نہیں۔

**۳۶۶ تشریحات** یہ ابوالزناد۔ عبداللہ بن ذکوان القرشی ابو عبدالرحمٰن مدنی ہیں۔ ان کا وصال ۱۳۰ھ چھیاسٹھ سال کی عمر میں ہوا ہے۔ امام ابن معین نے فرمایا۔ یہ ثقہ اور حجت ہیں۔ سفیان کہا کرتے کہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔

ان کے اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ ہر حکم شرعی کی بنیاد کسی نہ کسی حکمت پر ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ ہم اس حکمت کو جان بھی لیں۔ ایک انسان اپنے سے زیادہ ذہین و چالاک انسان کے اقوال و افعال کے رموز نہیں جان پاتا۔ تو پھر وہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات و احکامات کے حکم و رموز بھی ضرور جان لے یہ ضروری نہیں۔ اس لئے بہت سے احکام ہمیں اپنی عقل اپنے قیاس کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔ ہم اس کے اسرار و رموز پر واقفیت حاصل نہیں کر پاتے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ احکام و ارشادات خلاف عقل ہیں۔ اور حکمت سے خالی ہیں۔ ہم پر بلاچوں وچرا ہر حکم شرعی کی تعمیل واجب ہے۔ رموز و اسرار و حکم کو اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالہ کر دیں۔

شیطان پہلے انسان کو کیوں اور کیسے کاچہ کا ڈالتا ہے جس کی وجہ سے انسان ہر چیز کو اپنی ناقص عقل کے ترازو سے تولنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس کا خوگر ہو جاتا ہے کہ جو بات اس کی سمجھ میں آئے اسے تسلیم کرتا ہے اور جو سمجھ میں نہ آئے تو نہیں تسلیم کرتا۔ آخر کار گمراہ ہو جاتا ہے۔ آج اکثر گمراہیوں کی بنیاد یہی ہے۔

اسی قبیل سے یہ مسئلہ بھی ہے۔ کہ حیض کی حالت میں نہ روزہ درست ہے نہ نماز۔ مگر روزے کی قضا ہے۔ نماز کی نہیں۔ حالانکہ دونوں فرض ہیں۔ بلکہ نماز کئی وجہ سے روزے سے اہم ہے۔ چاہئے یہ تھا کہ نماز کی بھی قضا واجب

ہو مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزے کی قضا واجب کی ہے۔ نماز کی نہیں۔ اس لئے ہمیں سوائے تسلیم کے اور کوئی چارہ کار نہیں ـــــ فقہاء نے اسے عقل سے قریب کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ حائضہ سے روزے سال میں زیادہ سے زیادہ دس چھوٹیں گے۔ جنکی قضا میں کوئی خاص دشواری نہیں۔ بخلاف نماز کے کہ وہ اگر ہر مہینے دس دن کی رہ جائے تو ہر مہینے میں پچاس وقت کی قضا کرنی ہوگی۔ جو یقیناً بہت دشوار ہے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ شریعت نے مکلف کی آسانی کو ملحوظ رکھا۔ اگرچہ نماز کی حیثیت کا مقتضیٰ یہی تھا کہ اس کی بھی قضا واجب ہوتی۔

## بَابُ مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ ص ۲۶۱

(جو مرجائے اور اس پر روزہ ہو) (تو کیا کیا جائے)

۳۶۷ وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ صَامَ عَنْهُ تَلْتُوْنَ رَجُلًا يَوْمًا وَاحِدًا اَجَازَ ت

اور امام حسن بصری نے فرمایا اگر اسکی طرف سے تیس آدمی ایک دن روزہ رکھ لیں تو کافی ہے۔

**توضیح باب** اگر کوئی مرجائے اور اس کے ذمے فرض یا واجب روزہ ہو تو کیا کیا جائے۔ اس بارے میں کئی مذہب ہیں۔ اوّل احناف کا۔ ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو پیٹ بھر کھانا کھلائے یا نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو صدقہ کرے۔ اس کی طرف سے روزہ رکھنا کافی نہ ہوگا۔ احناف کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو مرگیا اور اس پر ایک مہینے کا روزہ ہے تو ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے[1]۔ علامہ قرطبی نے شرح موطا میں کہا اسکی اسناد حسن ہے۔ اس حدیث پر جو جرحیں کی گئی ہیں، ان سب کے جوابات علامہ بدرالدین محمود عینی نے عمدۃ القاری میں تحریر کردئے ہیں۔ حدیث دوم۔ امام نسائیؒ[2] نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھے۔ نہ روزہ رکھے۔ البتہ ہر دن کے عوض ایک مد کھانا کھلائے۔ امام شافعی کا قول جدید بھی یہی ہے۔ فرق یہ ہے کہ وہ مقدار ایک مد گیہوں بتاتے ہیں۔ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔ ولی پر فدیہ اس وقت واجب ہے۔ جبکہ میت وصیت کرگیا ہو۔ اور اگر وصیت نہیں کرگیا تو ولی پر فدیہ دینا واجب نہیں۔ ہمارے یہاں یہ ہے کہ اگر ولی فدیہ ادا کرے تو امید قبول ہے۔ اور یہی حکم نماز کا بھی ہے۔

دوم۔ یہ کہ ولی اسکی طرف سے روزہ رکھے۔ یہ امام شافعی کا قول قدیم ہے۔ یہی داؤد ظاہری اور ابن حزم وغیرہ کا مذہب ہے۔

سوم۔ اگر یہ روزہ رمضان کا ہے تو ہر روزے کے بدلے ایک مد گیہوں دے۔ اور اگر نذر یا کفارہ کا ہے۔ تو اس کی طرف سے اس کا ولی رکھے۔ یہ امام احمد وغیرہ کا مذہب ہے۔ اس بارے میں اور بھی مذاہب ہیں جن کا کوئی متبع نہیں۔

[1] ترمذی ابواب الحج باب فی الکفارۃ ج ۱ ص ۵۰ [2] نسائی کتاب الصیام ج ۱ ص ۲۶۲ بحوالہ فتح

۱۱۴۸ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

**حدیث** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَّاتَ وَعَلَیْہِ صِیَامٌ صَامَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میت کے ذمے اگر روزہ ہو تو اس کا

عَنْہُ وَلِیُّہٗ ؏

ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے۔

۱۱۴۹ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ایک صاحب نبی صلی اللہ تعالیٰ

قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ!

اللّٰہِ اِنَّ اُمِّیْ مَاتَتْ وَعَلَیْہَا صَوْمُ شَہْرٍ اَفَاَقْضِیْہِ عَنْہَا قَالَ نَعَمْ

میری ماں فوت ہوگئی ہیں اور ان کے ذمے روزہ رہ گیا ہے میں اسے ادا کردوں فرمایا ادا کردو

**تشریح ۳۶۷** اس اثر کو دار قطنی نے کتاب الذبح میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس اثر سے دو بات کا افادہ ہوا۔ ایک یہ کہ یہ ضروری نہیں کہ میت کا ولی ہی میت کی طرف سے روزہ رکھے۔ دوسرا کوئی بھی روزہ رکھ سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ضروری نہیں کہ ایک شخص تمام فوت شدہ کو رکھے۔ چند آدمی ملکر چاہیں تو ایک دن سب رکھ سکتے ہیں۔ ہمارے یہاں قضا شدہ نمازوں اور روزوں کی قضا دوسرا کوئی نہیں رکھ سکتا ہے اسلئے اس سے میت بری الذمہ نہ ہوگی۔

۱۱۴۸،۹ یعنی سند مذکور کے ساتھ یہ بھی ہے کہ سلیمان اعمش مشہور محدث اور اس حدیث کے راوی نے کہا کہ

**تشریح** جب مسلم بن عمران بطین نے یہ حدیث بیان کی تو ہم اور حکم بن عتیبہ اور سلمہ بن کہیل ان کی مجلس میں بیٹھے تھے اور اسی مجلس میں مزید حکم بن عتیبہ اور سلمہ بن کہیل سے بھی سنا۔ قالا۔ کی ضمیر تثنیہ کا مرجع یہی دونوں ہیں۔ حاصل یہ نکلا کہ سلیمان اعمش نے یہ حدیث ایک مجلس میں تین بزرگوں سے سنی ہے۔ ایک مسلم بطین سے اور وہ سعید بن جبیر سے وہ حضرت ابن عباس سے۔ دوسرے تیسرے حکم بن عتیبہ اور سلمہ بن کہیل سے۔ یہ دونوں مجاہد سے۔ وہ حضرت ابن عباس سے۔

عہ مسلم نسائی الصیام۔

فَدَيْنُ اللّٰهِ اَحَقُّ اَنْ يُّقْضٰى عه قَالَ سُلَيْمَانُ فَقَالَ الْحَكَمُ وَسَلَمَةُ
اللہ کا دین ادا کرنے کے زیادہ لائق ہے۔ سلیمان اعمش نے کہا۔ پس حکم اور سلمہ نے کہا
وَنَحْنُ جَمِيْعًا جُلُوْسٌ حِيْنَ حَدَّثَ مُسْلِمٌ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَا
اور ہم سب بیٹھے ہوئے تھے جب مسلم نے یہ حدیث بیان کی تھی۔ ان دونوں نے کہا ہم نے مجاہد
سَمِعْنَا مُجَاهِدًا يُّذَكِّرُ هٰذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا
سے سنا وہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے تھے۔
۳۶۸ وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ خَالِدٍ الْاَحْمَرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنِ
ت ابو خالد احمر سے روایت کی جاتی ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہم سے حکم اور مسلم بطین اور
الْحَكَمِ وَمُسْلِمِ الْبَطِيْنِ وَسَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَّعَطَاءٍ
سلمہ بن کہیل سے روایت کرتے ہوئے اعمش نے حدیث بیان کی۔ یہ تینوں سعید بن جبیر اور عطا اور
وَّمُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَتِ امْرَاَةٌ
مجاہد سے اور یہ تینوں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک خاتون
لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُخْتِيْ مَاتَتْ ۔
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا میری بہن مر گئی ہے۔
وَقَالَ يَحْيٰى وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ ثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ مُّسْلِمٍ عَنْ سَعِيْدٍ
اور یحیٰی اور ابو معاویہ نے کہا ہم سے اعمش نے عن سعید عن ابن عباس حدیث بیان کی کہ
۳۶۸

**تشریح** اس تعلیق کو امام ترمذی[1] اور ابن ماجہ[2] نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ مگر اس میں حکم بن عتیبہ کا ذکر نہیں۔ امام مسلم[3] نے اسی ترمذی والی سند سے حکم بن عتیبہ کی زیادتی کے ساتھ اس متن کو ذکر کیا ہے۔ جو اوپر مذکور ہے۔ یعنی جاء رجل۔ امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اس حدیث کے متن میں بھی اضطراب ہے اور سند میں بھی جو ادنیٰ سی سمجھ رکھنے والے پر واضح ہے۔

**توضیح** یحیٰی بن سعید اور ابو معاویہ نے سلیمان اعمش ہی سے جو روایت کی اس میں مسلم بن بطین کا تنیح سعید بن جبیر کو تسلیم کیا۔ مگر متن بدل دیا۔

---

عه الخمسة فی الصیام۔ [1] اول الصوم باب الصوم عن المیت ص [2] الصیام باب من مات وعلیه صیام من نذر ص۱۲۵ [3] اول الصیام باب قضاء الصوم عن المیت ص۳۶۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَتِ امْرَأَۃٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

ایک خاتون نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّیْ مَاتَتْ -

میری ماں مرگئی

۳۶۹ وَقَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَبِیْ اُنَیْسَۃَ عَنِ الْحَکَمِ عَنْ

ت اور عبید اللہ نے عن زید بن ابی انیسہ عن الحکم بن سعید عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہا

سَعِیْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَتِ امْرَأَۃٌ لِلنَّبِیِّ

کہ ایک خاتون نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا میری والدہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاتَتْ اُمِّیْ وَعَلَیْہَا صَوْمُ نَذْرٍ

فوت ہوگئی ہیں اور ان پر منت کا روزہ ہے۔

۳۷۰ وَقَالَ اَبُوْ حُرَیْزٍ ثَنِیْ عِکْرِمَۃُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

ت اور ابو حریز نے کہا مجھ سے عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے

**تشریح ۳۶۹** اس کو امام مسلمؒ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس روایت میں یہ تعیین ہے کہ مرنے والی پر منت کا روزہ تھا۔

اس تعلیق کو امام بیہقی نے موصولا ذکر کیا ہے۔ اس میں روزوں کی تعداد مذکور ہے۔

**تشریح ۳۷۰** **حل اشکال** ۔ حضرت ام المومنین کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث عبید اللہ بن جعفر کی وجہ سے ضعیف ہے۔ نیز خود ام المومنین کا فتوی اس کے خلاف ہے۔ امام طحاوی نے عمرہ بنت عبد الرحمن سے روایت کیا۔ وہ کہتی ہیں۔ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا۔ میری ماں فوت ہوگئی ہیں۔ اور ان کے ذمے رمضان کا روزہ ہے۔ کیا یہ درست ہے کہ میں اس کی قضا رکھ دوں۔ فرمایا۔ نہیں۔ بلکہ ہر دن کے عوض اس کی طرف سے صدقہ دے۔ یہ تیرے روزے سے بہتر ہے۔

ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ راوی جب اپنی مروی حدیث کے خلاف فتوی دے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ حدیث منسوخ ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ صحابی نے حدیث کے خلاف بالقصد فتوی دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کے علامہ قرطبی نے متعدد جوابات دیئے ہیں۔ اول یہ کہ

لہ ابواب الصوم باب قضاء الصوم عن المیت ص ۳۶۲

عَنْهُمَا قَالَتْ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَتْ أُمِّيْ

ہوئے حدیث بیان کی کہ ایک خاتون نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری والدہ فوت

وَعَلَيْهَا صَوْمُ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا -

ہو گئی ہیں اور ان پر پندرہ دن کا روزہ ہے۔

اس پر اہل مدینہ کا عمل نہیں۔ اس لئے امام مالک نے اسے نہیں لیا۔ ثانی اس حدیث کی اسناد اور متن میں شدید اختلاف ہے۔ ثالث بزار نے جو روایت کی اس کے اخیر میں ہے۔ لمن شاء۔ جو چاہے۔ یہ دلیل ہے کہ یہ واجب نہیں۔ رابع یہ خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دوسری حدیث کے معارض ہے جسے امام نسائی نے روایت کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھے نہ روزہ رکھے۔ ہاں ہر دن کے عوض ایک مُد غلہ دے۔ خامس ارشاد خداوندی ہے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ اور اس قول میں ایک کا بوجھ دوسرے پر لادنا ہے۔ سادس قیاس جلی کے معارض ہے۔ اس لئے کہ روزہ عبادت بدنیہ ہے اور عبادت بدنیہ میں نیابت اور وکالت درست نہیں ورنہ مالداروں کو چھٹی مل جائے۔ نماز اور روزے ادا کرنے کے لئے مزدور رکھ لیا کریں۔

علاوہ ازیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ اس کے خلاف ہے۔ نیز یہ کہ شیخ فانی جب روزے پر قادر نہیں تو روزے کے حق میں مثل میت ہے مگر اس کی طرف سے دوسرے کا روزہ کافی نہیں۔ فدیہ واجب ہے اسی طرح میت کی طرف سے بھی۔ نیز نماز کے بارے میں اجماع ہے کہ دوسرے کی طرف سے ادا درست نہیں روزہ اور نماز عبادت بدنیہ ہونے میں شریک ہیں تو نماز کی طرح روزے میں بھی یہ جائز نہیں کہ دوسرا رکھے۔ جب ایک بات مختلف فیہ ہو جاتی ہے۔ تو ضروری ہے کہ اسے متفق علیہ کی طرف راجع کیا جائے۔

**توضیح ۴۹** امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں چھ طریقوں سے روایت کیا ہے۔ چار بطریق حضرت سلیمان ابن اعمش اور ایک بطریق زید بن ابی انیسہ اور ایک بطریق ابو حریز۔ نیز یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے چار تلامذہ حضرت سعید بن جبیر حضرت مجاہد حضرت عکرمہ حضرت عطا سے روایت کی ہے مگر ان روایتوں میں مندرجہ ذیل تخالف ہے۔ اول۔ پہلے دو طریقوں کا متن یہ ہے۔ کہ ایک عورت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا کہ میری والدہ قضا کر گئی ہیں۔ اور ان پر ایک مہینے کا روزہ ہے۔ یہ روایت حضرت ابن عباس کے دو تلمیذ سعید بن جبیر اور مجاہد سے ہے۔ ان دونوں طریقوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے طریقے میں اعمش کے شیخ مسلم بطین ہیں اور راوی سعید بن جبیر اور دوسرے طریقے میں مسلم بطین کے ساتھ ان کے شیخ حکم بن عتیبہ اور سلمہ بن کہیل بھی ہیں۔ مسلم بطین تو سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں اور حکم اور سلمہ مجاہد سے۔ ثانی۔ تیسرے طریقے میں اعمش کے مشائخ حکم، مسلم بطین، سلمہ بن کہیل تینوں ہیں۔ اور یہ تینوں

سعید بن جبیر عطا اور مجاہد حضرت ابن عباس کے تین تلامذہ سے روایت کرتے ہیں۔ اس کا متن یہ ہے کہ ایک خاتون خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا۔ میری بہن فوت ہوگئی ہے۔ بخاری میں اتنا ہی ہے۔ مگر ترمذی اور ابن ماجہ میں آگے یہ ہے۔ اور اس پر دو مہینے کا مسلسل روزہ ہے۔ ان دونوں متن میں چار تخالف ہوا اول۔ پہلے میں رجل ہے اور اس میں امرأۃ ہے۔ ثانی۔ پہلے میں امی ہے اور اسمیں اختی۔ ثالث پہلے میں صوم شہر ہے اور اس میں شہرین ہے۔ پہلے میں متتابعا کی قید نہیں اور اس میں ہے۔ گزر چکا کہ مسلم میں اسی سند کے ساتھ پہلا متن ہے۔ اب پانچ اضطراب ہوا۔

ثالث۔ بطریق یحیٰی اور معاویہ اعمش ہی کی جو روایت سعید بن جبیر سے ہے۔ اس میں یہ ہے۔ ایک خاتون نے خدمت اقدس میں عرض کیا۔ میری والدہ قضا کرگئی ہیں۔ بخاری میں آگے کچھ نہیں اور اس کی دوسری تخریج کا بھی پتہ نہیں چل سکا۔ علامہ عینی نے ابوداؤد کا اور علامہ ابن حجر نے نسائی کا حوالہ دیا ہے مگر مجھے دونوں میں یہ روایت نہیں ملی۔ یہ روایت پہلی کے رجل میں مخالف ہے اور دوسری کے اختی کے۔

رابع۔ عبید اللہ کی روایت بطریق زید بن ابی انیسہ عن الحکم عن سعید میں یہ ہے کہ ایک خاتون نے خدمت اقدس میں عرض کیا۔ میری ماں قضا کرگئی ہیں۔ اور ان پر منت کا روزہ ہے۔ یہ روایت پہلی کے رجل کے مخالف ہے۔ اور دوسری کے اختی میں۔ رہ گیا صوم نذر، یہ سابقہ روایات کے معارض نہیں۔

خامس۔ ابوحریز کی عکرمہ سے جو روایت ہے۔ اس میں یہ ہے۔ میری ماں مرگئی اور ان پر پندرہ دن کا روزہ ہے۔ یہ روایت پہلی کے رجل کے اور صوم شہر کے خلاف ہے اور دوسری کے اختی کے شہرین کے نیز متتابعین کے۔

یہ چودہ اضطراب صرف متن میں ہیں۔ اسناد کا اضطراب مزید براں ہے۔ پہلی، دوسری، تیسری، چھٹی سے یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ روزہ متوفیہ پر رمضان کا تھا یا منت کا۔ ان میں دونوں کا احتمال ہے۔ مگر دوسری اور پانچویں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منت کا روزہ تھا۔ پانچویں میں صوم نذر کی تصریح ہے۔ اور دوسری میں شہرین متتابعین قرینہ ہے کہ منت ہی کا روزہ تھا۔

## بَابُ مَتٰی یَحِلُّ فِطْرُ الصَّائِمِ ص ۲۶۲ روزے دار کو روزہ کھولنا کب جائز ہے

**۳۷۱ ت** وَاَفْطَرَ اَبُوْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیُّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حِیْنَ غَابَ قُرْصُ الشَّمْسِ

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورج ڈوبتے ہی روزہ کھول دیا۔

**۳۷۱ تشریحات** اس تعلیق کو امام سعید بن منصور اور امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ سورج ڈوبتے ہی روزہ پورا ہوگیا۔ روزہ کی تکمیل کے لئے رات کے کسی حصہ تک روزہ رکھنا ضروری نہیں۔

۱۱۵۰ سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ

**حدیث** حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَاَدْبَرَ

نے فرمایا جب رات یہاں سے آگے بڑھے اور

النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ ؏ه

دن یہاں سے پیچھے چلا جائے اور سورج ڈوب جائے تو روزہ پورا ہوگیا

## بَابُ تَعْجِيْلِ الْاِفْطَارِ ص ۲۶۳ افطار میں جلدی کرنا

۱۱۵۱ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا

**حدیث** حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

**تشریحات ۱۱۵۰** غروب آفتاب کے دو معنی ہیں۔ ایک حقیقی یعنی سورج کا پورا جرم افق کے نیچے چلا جائے۔ دوسرے شرعی یعنی سورج کا پورا جرم افق کے اتنا نیچے چلا جائے کہ نظر نہ آئے۔ غروب حقیقی کے بعد بھی سورج افق کے اوپر نظر آتا رہتا ہے۔ اس لئے غروب شرعی غروب حقیقی کے بعد ہوتا ہے۔ سورج کے ڈوبنے سے بہت پہلے مشرق سے سیاہی اٹھنی شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد روشنی غائب ہوتی ہے۔ اور سورج ابھی افق کے اوپر نظر آتا رہتا ہے۔ بعد میں ڈوبتا ہے۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے اقبال لیل ذکر فرمایا پھر ادبار نہار پھر غروب شمس کو۔ مشرق سے سیاہی اٹھتے ہی سورج نہیں ڈوبتا اور نہ روشنی غائب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سورج ڈوب گیا۔ روشنی غائب ہونے کے بعد بھی سورج افق کے اوپر رہتا ہے۔ اس حدیث میں لیل سے مراد تاریکی اور نہار سے روشنی ہے۔

**تشریحات ۱۱۵۱** ابوداؤد[۱] میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ دین ہمیشہ غالب رہے گا جبتک لوگ افطار میں جلدی کریں گے۔ لان الیھود والنصاری یوخرون۔ اس لئے کہ یہود و نصاری دیر میں افطار کرتے ہیں۔ یہ لوگ ستاروں کے ظاہر ہونے تک تاخیر کرتے ہیں۔ اور انھیں کی طرح رافض بھی کرتے ہیں۔ تعجیل سے مراد یہ ہے کہ جب سورج کے غروب کا ظن غالب ہو جائے تو ذرا بھی دیر نہ کرے اور یہ سوچکر کہ تھوڑی دیر اور رک جائیں کیا حرج ہے۔ اس ارشاد کے منافی ہے۔ بلکہ اس حدیث میں نظر دقیق ڈالنے سے ظاہر ہوگا کہ اس پر ایک طرح کی وعید بھی جھلک رہی ہے۔ اس لئے کہ یہ فرمایا۔ جب تک افطار میں جلدی کریں گے بھلائی

ع۵ مسلم ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ الصیام۔ مسند امام احمد اول ص ۲۸

[۱] اول الصیام باب ما یستحب من تعجیل الفطر ص ۳۲۱

یَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ ؏

فرمایا لوگ ہمیشہ بھلائی میں رہیں گے جبتک افطار میں جلدی کریں گے۔

## بَابُ اِذَا اَفْطَرَ فِیْ رَمَضَانَ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ ص ۲۶۳

جب رمضان میں افطار کرے پھر سورج دکھائی دے۔

۱۱۵۲ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ اَفْطَرْنَا عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

حدیث حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بدلی کے دن روزہ کھول

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ یَوْمٍ غَیْمٍ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ قِیْلَ لِھِشَامٍ فَاُمِرُوْا بِالْقَضَاءِ قَالَ بُدٌّ

دیا اس کے بعد سورج دکھائی دیا ہشام سے کہا گیا اس کے بعد لوگوں کو قضا کا حکم دیا گیا فرمایا قضا ضروری

مِنْ قَضَاءٍ وَقَالَ مَعْمَرٌ سَمِعْتُ ھِشَامًا لَا اَدْرِیْ اَقَضَوْا اَمْ لَا ؏

ہے اور معمر نے کہا میں نے ہشام سے سنا۔ میں نہیں جانتا کہ لوگوں نے قضا کی یا نہیں۔

میں رہیں گے۔ اس سے ظاہر کہ اگر تاخیر کریں گے تو خیر سے محروم رہیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ پہلے روزہ افطار کرتے پھر نماز پڑھتے۔ امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ روزہ افطار کئے بغیر مغرب پڑھی ہو اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی سے۔

**ضروری تنبیہ** ہمارے پورے ہندوستان میں یہ رواج عام پڑ گیا ہے۔ کہ رمضان مبارک میں افطاری کے لئے طرح طرح کی چیزیں لے کر لوگ مسجدوں میں جاتے ہیں۔ سورج ڈوبتے ہی اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اذان ہوتی رہتی ہے اور لوگ کھاتے رہتے ہیں۔ اذان کا جواب بھی نہیں دیتے۔ اذان ختم ہونے کے بعد بھی دیر تک کھاتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے جماعت میں تاخیر ہو جاتی ہے۔ بلکہ اگر کوئی خدا ترس امام اذان کے بعد جماعت شروع کر دے تو اس پر طعن بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ رمضان میں بھی دو رکعت کی مقدار مغرب کی نماز میں تاخیر مکروہ ہے۔ اس میں تین شرعی نقص ہے۔ اذان کا جواب واجب ہے۔ اسے ترک کرتے ہیں۔ مغرب کی نماز میں تاخیر کر کے کراہت کا ارتکاب کرتے۔ اور اعتکاف کی نیت کئے بغیر مسجد میں کھاتے ہیں۔ اور کھانوں سے مسجد کو آلودہ کرتے ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس سے بچیں۔ افضل یہی ہے کہ چند کھجوریں کھا کر پانی پی لیں یا مختصر سی چیز کھا لیں اور اذان ختم ہوتے ہی جماعت قائم کر لیں۔ اور جب تک اذان ہوتی رہے نہ کچھ کھائیں نہ پئیں، اذان کا جواب دیں۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی نفلی اعتکاف کی نیت کر لیں۔ اس کا پورا خیال رکھیں کہ مسجد، کھانے شربت وغیرہ سے آلودہ نہ ہو۔

**تشریحات ۱۱۵۲** کسی نے اس گمان پر کہ سورج غروب ہو گیا ہے، افطار کر لیا۔ پھر معلوم ہوا کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا ہے تو اس پر واجب ہے کہ بقیہ دن روزے دار کی طرح رہے اور اس روزے کی قضا کرے۔ یہی امام اعظم، امام مالک، امام شافعی امام احمد کا مذہب ہے۔ اس پر کفارہ نہیں۔ البتہ امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر جماع کر لیا تو کفارہ بھی واجب ہے۔ امام مجاہد امام عطا امام عروہ بن زبیر یہ کہتے ہیں کہ اس پر قضا بھی نہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی نے بھول کر کھا پی لیا۔ حضر عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت آئی ہے وہ یہی ہے کہ اس پر قضا ہے۔

ع۵ مسلم ابن ماجہ الصوم ۵ عمدۃ القاری حادی عشر ص ۶۷

## بَابُ صَوْمِ صِبْيَانَ ص ۲۶۳ بچوں کا روزہ رکھنا

۳۷۲ وَقَالَ عُمَرُ لِنَشْوَانَ فِي رَمَضَانَ وَيْلَكَ وَصِبْيَانُنَا صِيَامٌ فَضَرَبَهُ

ت اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نشہ والے سے فرمایا تیرے لئے خرابی ہو اور ہمارے بچے روزے سے ہیں پھر اسے مارا۔

۱۱۵۳ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ اَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت ربیع بنت معوذ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ عَاشُوْرَاءَ اِلٰى قُرَى الْاَنْصَارِ مَنْ اَصْبَحَ مُفْطِرًا

انصار کی آبادیوں میں خبر بھیجی۔ جس نے صبح اس حالت میں کی ہے۔ وہ روزہ دار نہیں تو بقیہ

وہ روایت کہ اس پر قضا نہیں صحیح نہیں۔ امام بیہقی نے زید بن وہب سے روایت کی کہ ہم مسجد نبوی میں رمضان میں بیٹھے تھے اور آسمان ابر آلود تھا۔ سورج نظر نہیں آرہا تھا۔ شام ہوگئی تھی۔ ام المومنین حضرت حفصہ کے گھر سے دودھ آیا ہم نے پی لیا۔ اس کے بعد بادل ہٹ گیا اور سورج دکھائی دیا۔ ہم نے آپس میں کہا کہ اس کے عوض ایک دن قضا کرلیں گے۔ اسے حضرت عمر نے سنا تو فرمایا۔ ہم قضا نہیں کریں گے۔ ہم نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ مگر اس روایت کو محدثین نے غلط کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوسری اور بہت سی روایتیں آئی ہیں جن میں انھوں نے قضا کا حکم دیا ہے۔ یہ روایت اس کے مخالف ہے، اس روایت میں ارسال بھی ہے۔

افطار کی طرح سحری میں بھی اختلاف ہے۔ اگر سحری کھانے کے بعد معلوم ہوا کہ صبح صادق طلوع کرآئی تھی۔ تو چاروں ائمہ اور جمہور کے یہاں یہی حکم ہے کہ پورے دن روزے دار کی طرح رہے اور اس کے عوض ایک روزہ رکھے۔ البتہ امام اسحٰق نے کہا کہ قضا واجب نہیں۔ البتہ پسندیدہ ہے۔

**قال معمر** : یہ معمر بن راشد ازدی حرانی بصری ہیں۔ اس تعلیق کو امام عبد بن حمید نے موصولا روایت کیا ہے

**تشریحات** ۳۷۲ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور امام بغوی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے پوری تعلیق یہ ہے کہ۔ ایک شخص نے رمضان میں شراب پی لی۔ جب اسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لایا گیا۔ تو پھسل گیا اس پر حضرت عمر نے فرمایا۔ تیرے لئے خرابی ہو اور ہمارے بچے روزے سے ہیں پھر اس کو اسّی کوڑے مارے اور شام جلاوطن کردیا۔

**تشریحات** ۱۱۵۳ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ رمضان کا روزہ فرض ہونے سے پہلے ابتدا میں عاشورے کا روزہ فرض تھا۔ بچے جب روزہ رکھنے کے لائق ہوجائیں تو ان کو روزہ رکھنے کا حکم دینا چاہئے تاکہ مشق رہے۔ بچوں کا دل بہلانے کے لئے انھیں کھلونے دینا جائز اور اسی طرح بنانا بھی۔ بشرطیکہ کسی جاندار کی تصویر نہ ہو۔

فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهٖ وَمَنْ اَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيَصُمْ قَالَتْ فَكُنَّا نَصُوْمُهٗ

دن روزہ دار کی طرح رہے۔ اور جس نے صبح اس حال میں کی ہے کہ وہ روزہ دار ہے تو

بَعْدُ وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ فَاِذَا بَكَا

وہ روزے سے رہے۔ اس کے بعد ہم عاشورے کا روزہ رکھتے تھے اور بچوں سے رکھاتے تھے اور

اَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ اَعْطَيْنَاهُ ذَاكَ حَتّٰى يَكُوْنَ عِنْدَ الْاِفْطَارِ

ان کے لئے اون کا کھلونا بنا دیتے جب کوئی کھانے کے لئے روتا تو وہ کھلونا اسے دیدیتے

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْعِهْنُ الصُّوْفُ ؏ہ

یہاں تک کہ افطار کا وقت ہو جاتا۔ ابو عبداللہ بخاری نے فرمایا۔ عہن۔ اون ہے۔

## بَابُ الْوِصَالِ وَمَنْ قَالَ لَيْسَ فِي اللَّيْلِ صَوْمٌ لِقَوْلِهٖ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ ۲۶۳

صوم وصال اور اس کا بیان کہ رات میں روزہ نہیں۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا، پھر تم لوگ رات تک روزے پورے کرو۔

۳۷۳ وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ رَحْمَةً لَّهُمْ وَاِبْقَاءً عَلَيْهِمْ وَمَا يُكْرَهُ مِنَ التَّعَمُّقِ

ت اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں پر مہربانی اور انھیں باقی رکھنے کیلئے صوم وصال سے منع فرمایا۔ اور تعمق ناپسند ہے۔

**توضیح** صوم وصال پر گفتگو ہو چکی ہے۔ روزے کا وقت صرف دن ہے۔ رات میں روزہ نہیں۔ اس لئے کہ اس آیت کریمہ میں الی اللیل۔ امتداد حکم کے لئے ہے۔ اور اس صورت میں غایت مغیا میں داخل نہیں ہوتی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ غایت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک اسقاط کے لئے دوسرے امتداد کے لئے۔ اسقاط کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر غایت مذکور نہ ہوتی تو حکم اور آگے تک کو شامل ہوتا جیسے آیت وضو میں الی المرافق ہے۔ اگر یہ مذکور نہ ہوتا تو مونڈھوں تک ہاتھ دھونا فرض ہوتا۔ اس لئے کہ ید۔ ہاتھ باعتبار لغت اسے شامل ہے۔ مگر الی المرافق، فرمانے نے دھونے کے حکم سے کہنیوں کے اوپر کے حصے کو ساقط کر دیا۔ غایت اسقاط میں غایت مغیا میں داخل ہوتی ہے۔

غایت امتداد کا مطلب یہ ہے کہ اگر غایت مذکور نہ ہوتی تو حکم وہاں تک دراز نہ ہوتا۔ جیسے یہ روزے کی آیت ہے۔ کیونکہ صوم۔ کے معنی لغت میں کھانے پینے جماع سے مطلقاً رکنے کے ہیں۔ جو تھوڑی دیر رکنے پر بھی صادق۔ اسلئے اگر الی اللیل نہ فرمایا گیا ہوتا تو پورے دن کا روزہ فرض نہ ہوتا۔ الی اللیل فرمانے سے حکم ممتد ہو کر پورے دن کو شامل ہو گیا۔ غایت امتداد میں غایت مغیا میں داخل نہیں ہوتی، اسلئے رات میں روزہ نہیں۔ اس کی اور بھی تقریریں ہیں جو کتب فقہ میں مفصل مذکور ہیں۔

ؔہ مسلم الصیام۔

140

۱۱۵۴ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

**حدیث** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُوَاصِلُوْا قَالُوْا اِنَّکَ تُوَاصِلُ قَالَ اِنِّیْ لَسْتُ

صوم وصال مت رکھو۔ لوگوں نے عرض کیا حضور رکھتے ہیں تو فرمایا میں تم میں سے

کَاَحَدٍ مِّنْکُمْ قَالَ اِنِّیْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰی اَوْاِنِّیْ اَبِیْتُ اُطْعَمُ وَاُسْقٰی ؏ہ

کسی کے مثل نہیں مجھے کھلایا جاتا ہے پلایا جاتا ہے یا یہ فرمایا میں رات گزارتا ہوں مجھے کھلایا پلایا جاتا ہے

۱۱۵۵ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

**حدیث** حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُوَاصِلُوْا فَاَیُّکُمْ اَرَادَ اَنْ یُّوَاصِلَ فَلْیُوَاصِلْ حَتَّی السَّحَرِ

سے سنا کہ فرمایا صوم وصال مت رکھو اور جو صوم وصال رکھنا چاہے وہ سحری تک رکھے

قَالُوْا فَاِنَّکَ تُوَاصِلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِنِّیْ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ

لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور صوم وصال رکھتے ہیں۔ ارشاد فرمایا میں تمھارے

لِیْ مُطْعِمٌ یُّطْعِمُنِیْ وَسَاقٍ یَّسْقِیْنِیْ ؏ہ

مثل نہیں ہوں میں رات گزارتا ہوں میرے لئے کھلانیوالا ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور پلانیوالا ہے جو مجھے پلاتا ہے۔

۱۱۵۶ عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

**حدیث** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

**تشریحات ۳۷۳** یہ بھی باب ہی کے اجزا ہیں۔ پہلا حصہ حدیث سے ماخوذ ہے۔ اس باب میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صوم وصال سے لوگوں پر مہربانی کیوجہ سے منع فرمایا۔ نیز ابوداؤد[۱] میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سینگی لگوانے اور مواصلت یعنی صوم وصال سے منع فرمایا۔ اوران دونوں کو صرف اسوجہ سے حرام فرمایا کہ صحابہ کی قوت باقی رہے۔

دوسرا حصہ بھی حدیث ہی سے ماخوذ ہے۔ بخاری[۲] ہی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر مہینہ دراز ہوجاتا تو بھی صوم وصال رکھتا اتنا کہ تعمق کرنیوالے اپنا تعمق چھوڑ دیتے۔ تعمق سے مراد یہ ہے کہ انسان جس کا مکلف نہیں۔ اس کو تبکلف وبمشقت کرے۔

ع۵ ثانی تمنی۔ باب مایجوز من اللوص ۱۰۷۵ مسلم الصیام ص ۲۵۱ ع۵ ایضا باب الوصال الی السحر ص ۲۶۴

ل۱ اول الصیام۔ باب فی الرخصۃ ص ۳۲۳ ل۲ ثانی تمنی۔ باب مایجوز من اللوّ ص ۱۰۷۵

عَنْهَا قَالَتْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ

نے صحابہ پر مہربانی کی بنا پر انھیں صوم وصال سے منع فرمایا لوگوں نے عرض کیا حضور صوم وصال

رَحْمَةً لَّهُمْ ۔ فَقَالُوْا اِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ اِنِّيْ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اِنِّيْ يُطْعِمُنِيْ

رکھتے ہیں فرمایا ہیں تمھارے جیسا نہیں مجھے

رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ ع۵

میرا رب کھلاتا پلاتا ہے۔

**تشریحات** ۱۱۵۴ تکمیل:۔ یہی حدیث بخاری جلد ثانی کتاب التمنی میں مفصل یوں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اخیر مہینے میں صوم وصال رکھا اور لوگوں نے بھی رکھا۔ یہ خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا۔ اگر مہینہ دراز ہو جاتا تو میں اتنا صوم وصال رکھتا کہ متعمقین اپنے تعمق کو چھوڑ دیتے۔ میں تم جیسا نہیں ہوں مجھے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے۔

## بَابُ التَّنْكِيْلِ لِمَنْ اَكْثَرَ الْوِصَالَ ص۲۶۳ (صوم وصال رکھنے والے پر زجر)

۱۱۵۷ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ مِّنَ

صوم وصال سے منع فرمایا ہے تو مسلمانوں میں سے ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ

الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاَيُّكُمْ مِّثْلِيْ اِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ

حضور صوم وصال رکھتے ہیں؟ اس پر ارشاد فرمایا تم میں کون میرے مثل ہے میں

۱۱۵۵ ۱۱۵۸

**تشریحات** ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث جو مسند امام احمد میں ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں اِنِّيْ لَسْتُ مِثْلَكُمْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ ۔ میں ہرگز تمھارے مثل نہیں ہوں۔ میں اس حالت میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ یہ حدیث بخاری میں ان صحابہ کرام سے مروی ہے۔ حضرت ام المومنین عائشہ، حضرت ابن عمر، حضرت انس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو سعید خدری، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان احادیث میں حضرت ابن عمر کی حدیث میں ہے لست مثلکم حضرت انس کی حدیث میں ہے لست کاحد منکم حضرت ابو سعید اور حضرت ام المومنین کی حدیث

ع۵ مسلم اول الصیام ص ۲۵۶۔

رَبِّیْ وَیُسْقِیْنِیْ فَلَمَّا اَبَوْا اَنْ یَّنْتَهُوْا عَنِ الْوِصَالِ وَاصَلَ بِهِمْ یَوْمًا ثُمَّ

اس حالت میں رات بسر کرتا ہوں کہ مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اب لوگ جب صوم وصال سے

رَاَوُا الْهِلَالَ فَقَالَ لَوْ تَاَخَّرَ لَزِدْتُّكُمْ كَالتَّنْكِيْلِ لَهُمْ حِيْنَ اَبَوْا اَنْ

باز نہیں آئے تو ان کے ساتھ دو دن صوم وصال رکھا پھر لوگوں نے چاند دیکھ لیا تو فرمایا

یَّنْتَهُوْا ؎

اگر مہینہ اور ہوتا تو میں مزید صوم وصال رکھتا، یہ ارشاد ان پر عتاب کیلئے تھا کہ صوم وصال سے باز نہ آرہے ہے۔

۱۱۵۸ عَنْ هَمَّامٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی

حدیث ہمام سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ نبی صلی اللہ

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَالْوِصَالَ مَرَّتَيْنِ قِيْلَ اِنَّكَ تُوَاصِلُ

تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ دو بار فرمایا۔ صوم وصال سے بچو! عرض کیا گیا حضور صوم وصال

قَالَ اِنِّیْ اَبِیْتُ يُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَيَسْقِيْنِیْ فَاكْلَفُوْا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا تُطِيْقُوْنَ.

رکھتے ہیں۔ فرمایا میں اس حالت میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ اتنے ہی اعمال کی مشقت اٹھاؤ جتنے کی طاقت ہو۔

میں ہے۔ لست کھیئتکم ۔ اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں۔ وایکم مثلی ۔ یعنی میں تمہارے مثل نہیں تم میں سے کسی کے مثل نہیں۔ تمہاری طرح نہیں۔ تم میں کون میرے مثل ہے۔ یہ سب احادیث اس پر نص ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ذات میں بھی اور صفات میں بھی بے مثل و بے نظیر ہیں۔ ماہو شما کس گنتی میں ہیں۔ صحابہ کرام میں بھی کوئی حضور جیسا نہیں اور نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کے یا ہمارے مثل ہیں۔ دونوں طرف سے مثلیت کی نفی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان تمام آیات کی تفسیر میں جن میں یہ فرمایا گیا ہے۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ تمام مفسرین نے فرمایا کہ اس ارشاد کا حکم بطور تواضع دیا گیا ہے۔ اور وہ بھی صرف ظاہر صورت کے اعتبار سے یا صرف نوع بشر کا فرد ہونے کے اعتبار سے۔ ورنہ حقیقت وہ ہے جو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا ابا بکر لم یعلمنی حقیقة غیر ربی[1] اے ابوبکر میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کسی نے نہیں جانا۔

حتی السحر: اس کا مطلب یہ ہے کہ افطار کے وقت کچھ کھالے یا پی لے۔ پھر رات بھر کچھ نہ کھائے پیئے یہاں تک کہ سحری کا وقت ہو جائے۔ اس وقت کچھ کھا پی لے۔ جیسا کہ ریاضت و مجاہدے میں سالکین کرتے ہیں کہ افطار کے وقت ایک گھونٹ پانی پی لیتے ہیں۔ اور اسی طرح سحری کے وقت بھی۔

؎ ثانی کتاب المحاربین باب کم التعزیر والادب ص ۱۰۱۲ التمنی باب ما یجوز من اللو ص ۱۰۷۵ الاعتصام باب ما یکرہ من التعمق ص ۱۰۸۴ مسلم الصیام ص ۳۵۲ موطا امام مالک الصیام ص ۹۸ [1] مطالع المسرات

صوم وصال کے بارے میں پوری گفتگو باب برکۃ السحور میں گزر چکی ہے۔ اسی طرح یطعمنی ویسقینی پر بھی۔

## بَابُ مَنْ اَقْسَمَ عَلٰی اَخِیْهِ لِیُفْطِرَ فِی التَّطَوُّعِ وَلَمْ یَرَ عَلَیْهِ قَضَاءً اِذَا کَانَ اَوْفَقَ لَهٗ ص ۲۶۴

جس نے نفل روزے میں اپنے بھائی کو قسم دلائی کہ توڑ دے جبکہ یہ اسکے حال کے زیادہ لائق ہو اور اس صورت میں اس پر قضا بھی واجب نہیں جانتا۔

**توضیح باب** مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص نفل روزہ رکھے ہوئے ہے۔ پھر کسی نے اسے قسم دلائی کہ روزہ توڑ دے اور روزہ توڑنا اس کے حال کے لائق ہو تو وہ روزہ توڑ دے۔ اور اس پر قضا بھی نہیں۔ مثلاً وہ کمزور ہے۔ روزے سے مزید ضعف کا اندیشہ ہے۔ رہ گیا یہ۔ واقعی اس پر قضا ہے یا نہیں۔ اس پر مفصل گفتگو آگے آرہی ہے ایک روایت میں اوفق کے بجائے ارفق ہے۔ دونوں صحیح ہیں۔

۱۱۵۹ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِیْ جُحَیْفَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ اٰخَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

**حدیث** حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلمان اور

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ سَلْمَانَ وَاَبِی الدَّرْدَاءِ فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَاٰی

ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان بھائی چارگی کا رشتہ قائم فرمایا سلمان ایک بار

اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ لَهَا مَا شَاْنُكِ قَالَتْ اَخُوْكَ اَبُو الدَّرْدَاءِ لَیْسَ

ابوالدرداء سے ملاقات کے لئے آئے تو ام الدرداء کو خستہ حالت میں دیکھکر پوچھا تمہارا کیا حال ہے

۱۱۵۹ **تشریحات** مطابقت:۔ باب میں یہ ہے۔ جو اپنے بھائی کو قسم دلائے۔ اس حدیث میں قسم دلانے کا تذکرہ نہیں۔ علامہ ابن حجر نے یہ تعقب فرمایا۔ علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا۔ کہ بزار ابن خزیمہ، دارقطنی، طبرانی میں ابن جان نے امام بخاری کے شیخ محمد بن بشار ہی سے اس حدیث کی جو روایت کی ہے۔ اس میں یہ قسم ہے۔ الفاظ کریمہ یہ ہیں۔ اقسمت علیك لتفطرمعی۔ میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ میرے ساتھ روزہ کھولدو۔ اور امام بخاری کی یہ عادت معلوم ہے کہ وہ کبھی کبھی باب کے ضمن میں حدیث کا وہ متن ذکر کرتے ہیں۔ جس سے باب کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مگر وہی حدیث دوسرے طرق سے ایسے متن کے ساتھ مروی ہے جس سے باب ثابت ہوتا ہے۔ نیز اس کا بھی احتمال ہے کہ یہاں قسم محذوف ہو۔ جیسے آیہ کریمہ۔ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۔ میں ہے۔ اس پر قرینہ عقلیہ یہ ہے کہ ایسے عبادت کے شوقین صحابی آسانی سے روزہ نہیں توڑ سکتے تھے۔ جبتک ان پر ایسا دباؤ نہ پڑا ہو جس سے

لَهٗ حَاجَةٌ فِی الدُّنْیَا فَجَاءَ اَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا فَقَالَ کُلْ فَاِنِّیْ

انھوں نے کہا تمھارے بھائی کو دنیا کی کوئی رغبت نہیں ابوالدرداء آئے تو انھوں نے سلمان کیلئے کھانا تیار کیا

صَائِمٌ قَالَ مَا اَنَا بِاٰکِلٍ حَتّٰی تَاْکُلَ فَاَکَلَ فَلَمَّا کَانَ اللَّیْلُ ذَھَبَ اَبُو الدَّرْدَاءِ

تو سلمان سے کہا کھاؤ میں روزے سے ہوں سلمان نے کہا جبتک تم نہیں کھاؤ گے میں بھی نہیں کھاؤنگا

یَقُوْمُ قَالَ نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَھَبَ یَقُوْمُ فَقَالَ نَمْ فَلَمَّا کَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ

تو ابوالدرداء نے کہا جب رات ہوئی تو ابوالدرداء نے چاہا کہ نماز پڑھوں تو سلمان نے کہا سو جاؤ

وہ مجبور ہو گئے ہوں۔

**کل فانی صائم** :۔ بخاری کی اس روایت کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت ابوالدرداء نے حضرت سلمان سے کہا کھاؤ میں روزے سے ہوں۔ اور یہی ترمذی میں بھی ہے۔ مگر ابوذر کی روایت یہ ہے۔ فقال کل قال فانی صائم سلمان نے ابوالدرداء سے کہا کھاؤ تو ابوالدرداء نے کہا، میں روزے سے ہوں۔

**آخر اللیل** :۔ ترمذی میں ہے۔ عند الصبح۔ یعنی جب صبح قریب ہوگئی۔ تو فرمایا۔ اب اٹھو اور نماز پڑھو۔ ترمذی میں یہ بھی زائد ہے۔ لضیفک علیک حق۔ تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے۔ دار قطنی میں یہ بھی ہے۔ فصم وافطر وصل ونم واٰتِ اھلک۔ روزہ رکھو اور بے روزہ بھی رہو نماز بھی پڑھو اور سوؤ بھی اور اپنی اہل کے پاس جاؤ بھی۔

**قضاھے** : نفل روزہ رکھکر اگر توڑ دے تو قضا ہے یا نہیں۔ اس بارے میں علماء کے مابین اختلاف ہے ہمارا مذہب یہ ہے کہ اس پر بہر حال اس کی قضا واجب ہے۔ ہماری دلیل یہ آیہ کریمہ ہے کہ ارشاد فرمایا :۔

وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ (سورہ محمد آیت ۳۳) اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔

کوئی بھی عمل شروع کرنے کے بعد اسے پورا کرنا واجب ہے۔ اور اسے نامکمل چھوڑنا چونکہ اس کے برباد کرنے کے مرادف ہے اس لئے نامکمل چھوڑنا گناہ ہوا۔ مگر عذر رافع اثم ہے۔ لیکن جو نامکمل چھوڑا ہے اس کی تکمیل عذر ختم ہونے کے بعد ضروری ہے۔ اور یہی قضا ہے۔ اس بارے میں متعدد احادیث بھی وارد ہیں۔ امام ترمذی[۱] نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ میں اور حفصہ دونوں روزے سے تھیں۔ ہمیں کھانا پیش کیا گیا ہمیں اس کی اشتہا بھی تھی۔ ہم نے اسے کھا لیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اندر تشریف لائے تو حفصہ نے مجھ پر سبقت کی۔ وہ اپنے باپ کی بیٹی تھی۔ اور قصہ عرض کر دیا تو فرمایا۔ اس کی جگہ دوسرا روزہ قضا رکھو۔ امام ترمذی نے فرمایا۔ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔ نیز ابوداؤد[۲] اور نسائی[۳] میں بھی یہ حدیث تھوڑے سے تغیر کے ساتھ مروی ہے۔ اس حدیث پر امام ترمذی اور امام بخاری نے جو جرحیں کی ہیں۔ ان سب کے جوابات علامہ بدرالدین عینی نے دئے ہیں۔

---

[۱] اول الصوم باب ماجاء فی ایجاب القضاء علیه ص ۹۲ [۲] اول الصوم باب من رای علیه القضاء ص ۳۳۳

[۳] عمدة القاری حادی عشر ص ۷۷

قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الْآنَ فَصَلِّيَا فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ

تو وہ سو گئے۔ اس کے بعد پھر چاہا کہ نماز پڑھیں سلمان نے کہا سو جاؤ جب رات کا آخری حصہ

حَقًّا وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ

ہوا تو سلمان نے کہا اب نماز پڑھو اس کے بعد دونوں نے نماز پڑھی سلمان نے ان سے کہا بیشک

حَقَّهُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ

تمہارے رب کا تم پر حق ہے تمہارے نفس کا تم پر حق ہے تمہارے اہل کا تم پر حق ہے ہر حق والے

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ ؏۵

کو اس کا حق دو۔ اسکے بعد ابو الدرداء نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سب بیان کیا۔ تو فرمایا سلمان نے سچ کہا

یہ حدیث متصل اور کم از کم حسن ضرور ہے۔

اس حدیث پر ایک طعن یہ تھا کہ یہ منقطع ہے۔ امام زہری نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے بیچ کے راوی کا نام نہیں لیا۔ علامہ عینی نے فرمایا کچھ طرق میں ایسا ہی ہے مگر بہت سے طرق میں یہ متصل ہے چنانچہ امام زہری سے۔ جعفر بن برقان، سفیان بن حسین، محمد بن حفصہ، صالح بن ابی الاخضر، اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ، صالح بن کیسان، اور حجاج بن ارطاط، ان کے ساتھ ان کے تلامذہ نے عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اسے روایت کیا ہے۔ علاوہ ازیں امام طحاوی نے، بطریق عائشہ بنت طلحہ عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کیا ہے۔

ام المومنین فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے حضور کے لئے حیس چھپا کر رکھا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ میں نے روزے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن اسے قریب لاؤ۔ میں عنقریب اس کی جگہ دوسرا روزہ رکھوں گا۔[1]

امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حفصہ اور عائشہ کے پاس اندر تشریف لائے۔ وہ دونوں روزے سے تھیں پھر باہر تشریف لے گئے۔ دوبارہ اندر آئے تو دونوں کھا رہی تھیں، فرمایا کیا تم دونوں روزے سے نہیں تھیں۔ دونوں نے عرض کیا۔ تھیں۔ لیکن ہمارے پاس کھانا ہدیہ میں آیا اور ہمیں پسند آیا تو ہم نے اس میں سے کھا لیا۔ فرمایا اس کی جگہ ایک اور روزہ رکھ لینا۔[2]

امام عقیلی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عائشہ اور حفصہ کیلئے ہدیہ آیا وہ روزے

---

۵ ایضاً ثانی الادب۔ باب الاخاء والحلف تعلیقاً الجزء الاول ص ۸۹۸ باب صنع الطعام والتکلف للضیف ص ۹۰۶ ترمذی ثانی الزھد ص ۶۴ ۱ شرح معانی الآثار جلد اول۔ الصوم باب الرجل یدخل فی الصیام تطوعا ثم یفطر ص ۳۰۰

۲ عمدۃ القاری الحادی عشر ص ۷۸

# بَابُ صَوْمِ شَعْبَانَ صـ۲۶۴ شعبان کے روزے کا بیان

۱۱۶۰ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

**حدیث** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

سے تھیں۔ پھر اس میں سے کھالیا۔ اور اس کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا تو فرمایا اسکی جگہ ایک دن قضا رکھنا ۱؎

امام دار قطنی نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ وہ فرماتی ہیں کہ انھوں نے ایک دن نفل روزہ رکھا۔ پھر توڑ دیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ ایک دن اس کی جگہ قضا رکھیں ۲؎

نیز امام دار قطنی نے حضرت محمد بن منکدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ایک صحابی نے کھانا تیار کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کو مدعو کیا۔ جب کھانا لایا گیا تو ان میں سے ایک صاحب کنارے ہٹ گئے، ان سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا بات ہے؟ انھوں نے عرض کیا، میں روزے سے ہوں۔ تو فرمایا، تیرے بھائی نے تیرے لئے تکلف کرکے کھانا تیار کیا اور تو کہتا ہے میں روزے سے ہوں۔ کھا اور اسکی جگہ ایک روزہ رکھ لینا ۳؎

ان احادیث پر کچھ جرحیں کی گئی ہیں جن کے مدلل ومفصل جوابات علامہ بدرالدین محمود عینی نے دیئے ہیں۔

علاوہ ازیں صحابہ کرام میں سے حضرت فاروق اعظم، حضرت ابن عباس، حضرت صدیق اکبر، حضرت علی، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ، حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور دوسرے صحابہ کرام کا مذہب یہی تھا کہ نفل روزہ رکھنے کے بعد توڑ دینے پر قضا ہے۔

امام ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری وسلم نے انس بن سیرین سے روایت کیا کہ وہ عرفہ کے دن روزے سے تھے۔ انھیں شدید پیاس لگی تو روزہ توڑ دیا۔ پھر انھوں نے متعدد صحابہ کرام سے فتویٰ پوچھا تو سب نے انھیں حکم دیا کہ اس کی جگہ ایک دن روزہ قضا رکھیں ۴؎

**تشریحات** ۱۱۶۰ اس باب سے امام بخاری نفل روزوں کا بیان شروع فرماتے ہیں۔ رمضان کے ساتھ اتصال کی وجہ سے سب سے پہلے شعبان کے روزوں کا تذکرہ فرمایا۔ یوں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوسرے مہینے میں بھی بکثرت روزے رکھتے تھے۔ مگر بہ نسبت اور مہینوں کے شعبان میں زیادہ روزے رکھتے تھے

---

۱؎ ایضاً ص ۷۸ ۲؎ ایضاً ص ۷۸ - ۷۹ ۳؎ ایضاً ص ۷۹

۴؎ عمدۃ القاری الحادی عشر ص ۷۹ -

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ حَتّٰی نَقُوْلَ لَا یُفْطِرُ وَیُفْطِرُ حَتّٰی نَقُوْلَ لَا

علیہ وسلم روزہ رکھتے ۔یہاں تک کہ ہم کہتے کہ روزہ نہیں چھوڑیں گے اور روزہ رکھنا چھوڑ دیتے

یَصُوْمُ وَمَا رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِسْتَکْمَلَ صِیَامَ

یہاں تک کہ ہم کہتے کہ اب روزہ نہیں رکھیں گے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

شَھْرٍ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَیْتُہٗ اَکْثَرَ صِیَامًا مِّنْہُ فِیْ شَعْبَانَ ۵ھ

رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں پورے مہینہ روزہ رکھتے اور شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔

یہاں تک کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ بھی روایت آئی ہے۔ کہ پورے شعبان کے مہینے میں روزہ رکھتے تھے۔

ابوداؤد میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سال کے کسی مہینے میں پورے مہینہ روزہ نہیں رکھتے۔ سوائے شعبان کے جسے رمضان سے ملاتے ۱؎

نیز انھیں سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سوائے شعبان و رمضان کے دو مہینے مسلسل روزہ رکھتے نہیں دیکھا ۲؎

بظاہر یہ حدیثیں بخاری کی اس حدیث کے معارض ہیں۔ شارحین نے اسکی توجیہ میں فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ شعبان میں اکثر دنوں میں روزہ رکھتے تھے۔ اسے تغلیبا کل سے تعبیر کر دیا۔ جیسے کہتے ہیں "فلاں نے پوری رات عبادت کی" جبکہ اس رات میں کھانا بھی کھایا ہو اور ضروریات سے فراغت بھی کی ہو یہاں تغلیبا اکثر کو کل کہدیا اسی طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں اکثر کو کل سے تعبیر کر دیا۔ اس کی مؤید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث ہے جسے امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شعبان میں روزہ رکھتے تھے مگر تھوڑے نہیں بلکہ پورے شعبان میں روزہ رکھتے تھے۔

شعبان میں کثرت صوم کا سبب رکھ پاتی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ روزہ رکھتے (۲) اس ماہ میں اعمال اللہ عزوجل کے روبرو پیش ہوتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ پسند فرماتے تھے کہ حضور کے اعمال اس حال میں پیش ہوں کہ وہ روزے دار ہوں۔ امام نسائی نے حضرت اسامہ سے روایت کی کہ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ میں حضور کو دیکھ رہا ہوں کہ کسی مہینے میں اتنا روزہ نہیں رکھتے جتنا شعبان میں رکھتے ہیں۔ فرمایا یہ وہ مہینہ ہے جسمیں اعمال رب العلمین کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں۔ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اس

۵ھ مسلم ابوداؤد الصوم۔ ترمذی شمائل۔ ۱؎ جلد اول الصوم باب من یصل شعبان برمضان ص ۳۱۹ نسائی جلد اول الصیام باب صوم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۲۱ ۲؎ ترمذی جلد اول الصوم باب وصال شعبان برمضان ص ۹۲ نسائی جلد اول الصیام باب صوم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۲۱۔ ۳؎ ابوداؤد اول الصوم باب کیف کان یصوم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۳۱۔

حال میں پیش ہو کہ میں روزے سے رہوں [1]

(۳) اس مہینے میں سال کے اندر مرنے والوں کے نام ملک الموت لکھ لیا کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا، مجھے یہ پسند ہے کہ میری وفات اس حال میں لکھی جائے کہ میں روزے کی حالت میں رہوں۔ جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضور کیا بات ہے کہ آپ اس مہینے میں زیادہ روزہ رکھتے ہیں۔ فرمایا اے عائشہ! یہ وہ مہینہ ہے جسمیں ملک الموت ان لوگوں کا نام لکھتے ہیں جو وفات پانے والے ہیں۔ اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرا نام اس حال میں لکھا جائے کہ میں روزے سے رہوں [2]

(۴) رمضان کی تعظیم کے لئے جیسا کہ امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ رمضان کے بعد کون سا روزہ افضل ہے۔ فرمایا شعبان کا رمضان کی تعظیم کیلئے۔

(۵) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہ تھی کہ ہر مہینے تین روزے رکھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا ہے۔ مگر کبھی کسی عذر کیوجہ سے بعض مہینوں میں نہیں رکھ پاتے تو ان سب کو شعبان میں رکھتے تھے۔

(۶) ان خصوصیات کے باوجود عوام اس سے غافل تھے۔ کثرت سے روزہ رکھنے سے مقصود یہ تھا کہ لوگ آگاہ ہو جائیں۔

**شب برأت** اسی مبارک مہینے کی پندرہویں شب، شب برأت ہے۔ اس رات اللہ عزوجل دنیا والوں پر تجلی خاص فرماتا ہے اور بندوں کو خطاب فرماتا ہے۔ انھیں منہ مانگی مرادیں دیتا ہے۔ اس رات کے فضائل احادیث میں بکثرت آئے ہیں۔

**حدیث اول:** ۔ امام ترمذی [3] نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی۔ وہ فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے حضور کو بستر پر نہیں پایا تو تلاش کے لئے نکلی، حضور کو بقیع میں پایا۔ فرمایا کیا تجھے یہ اندیشہ تھا کہ تجھ پر اللہ اور اس کے رسول ظلم کریں گے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں نے گمان کیا کہ حضور اپنی کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ فرمایا اللہ عزوجل شعبان کی پندرہویں شب میں آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے۔ اور بنی کلب کی بھیڑوں اور بکریوں کے بال سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے۔

**حدیث دوم:** ۔ امام نسائی [4] ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں۔ میری باری کی رات تھی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھ بیٹھے۔ اور اپنی نعلین اپنے پاؤں کے پاس رکھی اور اپنی چادر کے کنارے کو اپنے بچھونے پر پھیلا دیا اتنی دیر رکے کہ گمان فرمایا کہ میں سو گئی۔ اس کے بعد اپنی نعلین کو آہستگی سے پہنا اور اپنی چادر آہستگی سے لیا پھر دروازے کو آہستگی سے کھولا اور آہستہ باہر تشریف لے گئے اور میں نے اپنا کرتا پہنا اور اوڑھنی اوڑھ لی اور حضور کے پیچھے چلی یہاں تک کہ حضور بقیع میں تشریف لائے تو اپنے ہاتھ کو تین بار اٹھایا اور دیر تک وہاں ٹھہرے اس کے بعد مڑے تو میں بھی مڑی۔ حضور تیزی سے چلے تو میں بھی تیزی سے چلی۔ پھر حضور دوڑے۔ پھر اس کے بعد پوری قوت سے دوڑے، میں بھی پوری قوت سے دوڑی۔ اور حضور سے آگے آگئی اور حجرے

---

[1] نسائی اول الصیام باب صوم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۲۲ [2] عمدۃ القاری الحادی عشر ص ۳۸۳ [3] ترمذی اول۔ زکوۃ باب فضل الصدقۃ ص ۸۴ [4] اول الصوم باب لیلۃ النصف من شعبان ص ۹۲ [5] جلد اول جنائز باب الامر بالاستغفار للمومنین ۔ ص ۲۸۶

کے اندر چلی گئی۔ میں لیٹی ہی تھی کہ حضور بھی اندر تشریف لائے اور فرمایا کیا بات ہے عائشہ کہ ہانپ رہی ہو۔ میں نے کہا کوئی بات نہیں فرمایا۔ تو نے مجھے نہیں بتایا تو لطیف وخبیر مجھے ضرور بتائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان۔ اس کے بعد میں نے حضور کو پورا واقعہ سنایا۔ ارشاد فرمایا۔ تو ہی وہ شخص تھی جس کو میں نے اپنے آگے دیکھا۔ میں نے عرض کیا۔ جی۔ حضور نے میرے سینے پر ہتھیلی سے ایسا مارا کہ مجھے تکلیف محسوس ہوئی۔ پھر فرمایا۔ تو نے یہ گمان کیا کہ تجھ اللہ اور اس کے رسول ظلم کریں گے۔ میں نے عرض کیا۔ کہاں تک لوگ چھپائیں گے بیشک اسے اللہ نے جان لیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جبریل میری خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب تو نے دیکھا تھا۔ اور اندر نہیں آئے۔ کیونکہ تم اپنے کپڑے اتار چکی تھی۔ انھوں نے مجھے پکارا اور تجھ سے چھپایا۔ میں نے ان کو جواب دیا اور تجھ سے چھپایا۔ میں نے گمان کیا کہ تم سو چکی ہو اور تجھے جگانا پسند نہیں کیا۔ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ تو وحشت میں پڑیگی۔ جبریل نے مجھے حکم دیا کہ میں بقیع جاؤں اور ان کے لئے استغفار کروں۔ میں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! کیا کہوں۔ فرمایا یوں کہہ السلام علی اھل الدیار من المومنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ ابن ماجہ[1] میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب شعبان کی پندرہویں رات آجائے تو اس رات کو قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو کیونکہ رب تبارک وتعالیٰ غروب آفتاب سے آسمان دنیا پر آپ تجلی فرماتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ اسے بخشدوں۔ ہے کوئی روزی طلب کرنے والا کہ اسے روزی دوں۔ ہے کوئی مبتلا کہ اسے عافیت دوں۔ ہے کوئی ایسا ہے کوئی ایسا۔ یہ اس وقت تک فرماتا ہے کہ فجر طلوع ہو جائے۔ امام بیہقی[2] نے کتاب الادعیہ میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے روایت کیا۔ وہ کہتی ہیں۔ کہ حضور نے مجھ سے پوچھا۔ کچھ جانتی ہو۔ اس رات میں کیا ہے؟ ام المومنین نے عرض کیا۔ کیا ہے اسمیں یا رسول اللہ؟ فرمایا اس رات میں یہ ہے کہ اس سال جتنے بچے پیدا ہونے والے ہوتے ہیں۔ وہ لکھے جاتے ہیں۔ اور اس سال جتنے مرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ لکھے جاتے ہیں اور اس میں ان کے اعمال اوپر اٹھائے جاتے ہیں۔ اسی رات میں انکی روزیاں اترتی ہیں۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ شب برأت ایک مقدس اور بابرکت رات ہے۔ یہ رات عبادت میں گزارنی چاہئے۔ اور اس کے دن میں روزہ رکھنا چاہئے۔ اور رات میں زیارت قبور کرنی چاہئے اور اللہ عزوجل سے اپنی نیک جائز مرادیں مانگنی چاہئے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے بیہقی میں یہ حدیث ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے پاس جبریل آئے اور کہا یہ شعبان کی پندرہویں رات ہے۔ اسمیں اللہ تعالیٰ جہنم سے اتنوں کو آزاد فرماتا ہے۔ جتنے بنی کلب کی بکریوں اور بھیڑوں کے بال ہیں۔ مگر کافر اور مسلمان سے عداوت رکھنے والے اور رشتہ کاٹنے والے اور کپڑا لٹکانے والے اور والدین کی نافرمانی کرنیوالے اور شراب پینے کی عادت رکھنے والے کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا۔ امام احمد نے اپنی مسند[3] میں حضرت ابن عمر

[1] الصلوٰۃ باب فی لیلۃ النصف من شعبان ص ۱۰۰ [2] عمدۃ القاری الحادی عشر ص ۹۳-۹۴ [3] مسند امام احمد ثانی ص ۱۷۶

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو روایت کی ہے اس میں قاتل کا ذکر ہے [1]

یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ شب برأت کو اور اسی طرح عید اور جمعہ اور عاشورہ کے دن مردوں کی روحیں اپنے گھروں کے دروازوں پر آکر کھڑی ہوتی ہیں اور کہتی ہیں ـــــ ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے۔ ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے۔ ہے کوئی کہ ہماری غربت کو یاد دلائے [2]

**حلوائے شب برأت** مسلمانوں میں قدیم سے یہ رواج ہے کہ شب برأت کو حلوا بناتے ہیں۔ اسمیں شرعاً کوئی حرج نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ دو وجہ سے۔ اول یہ کہ یہ ایک خاص برکت والی رات ہے جو اللہ کی نعمت ہے اور اس کا فضل ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا :۔

قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذلک فلیفرحوا [3] فرمادو اللہ کے فضل اور اسکی رحمت پر خوشی مناؤ۔

خوشی منانے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ عمدہ عمدہ کھانے کھائے اور کھلائے جائیں اور میٹھی غذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محبوب تھی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یحب العسل والحلوی [4] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہد اور میٹھی چیز پسند فرماتے تھے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ابھی گزرا۔ مردوں کی روحیں شب برأت کو دروازوں پر آکر سوال کرتی ہیں ان کے ایصال ثواب کے لئے فقراء و مساکین کو حلوہ کھلانے میں زیادہ ثواب ہے کیونکہ کھانا جتنا لذیذ اور عمدہ ہوگا ثواب اتنا ہی زیادہ ملیگا۔

**شب برأت کی روشنی** مسلمانوں میں یہ بھی رواج ہے کہ شب برأت اور دوسری مقدس راتوں میں چراغاں کرتے ہیں۔ یہ بھی جائز اور مستحسن ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ اس رحمت والی رات کے ملنے پر خوشی منانے کی نشانی ہے۔ دوسرے اس رات کی عظمت کا اظہار ہے اور قرآن کریم میں فرمایا گیا۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (الحج - ۳۰) اور جو اللہ کی محترم بنائی ہوئی چیزوں کی تعظیم کرے وہ اسکے لئے اس کے رب کے یہاں بہتر ہے۔

احادیث پہلے گزر چکیں کہ شب برأت بہت محترم و مقدس رات ہے اس کے لئے روشنی کرنا اسکی تعظیم ہے اسلئے یہ اللہ کے حضور بہتر ہے۔

**مسائل** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شعبان میں جسے قوت ہو وہ زیادہ سے زیادہ روزہ رکھے۔ البتہ جو کمزور ہو وہ روزہ نہ رکھے کیونکہ اس سے رمضان کے روزوں پر اثر پڑے گا۔ یہی محمل ہے ان احادیث کا جنمیں فرمایا گیا کہ نصف شعبان کے بعد روزہ نہ رکھو۔

---

[1] بہار شریعت حصہ پنجم ص ۱۸۳ [2] فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۲۳۳ بحوالہ خزانۃ الروایات وکنز العباد وکشف الغطاء [3] سورہ یونس آیت ۵۸ سورہ [4] بخاری ثانی۔ الاطعمۃ۔ باب الحلوی والعسل ص ۸۱۷۔

۱۱۶۱ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ اَنَّ عَائِشَۃَ حَدَّثَتْہُ قَالَتْ لَمْ یَکُنِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

**حدیث** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی مہینے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ شَہْرًا اَکْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ فَاِنَّہٗ کَانَ یَصُوْمُ

میں شعبان سے زیادہ روزہ نہیں رکھتے تھے۔ حضور پورے شعبان میں روزہ رکھتے تھے اور فرماتے تھے

شَعْبَانَ کُلَّہٗ وَکَانَ یَقُوْلُ خُذُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِیْقُوْنَ فَاِنَّ اللّٰہَ

اتنا عمل اختیار کرو جتنے کی طاقت رکھتے ہو اس لئے کہ اللہ اکتا نہیں سکتا ہاں تم لوگ تھک

لَا یَمَلُّ حَتّٰی تَمَلُّوْا وَاَحَبُّ الصَّلٰوۃِ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

جاؤ گے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ وہ نماز پسند تھی جس پر

مَادِیْمَ عَلَیْہِ وَاِنْ قَلَّتْ وَکَانَ اِذَا صَلّٰی صَلٰوۃً دَاوَمَ عَلَیْہَا ۵ھ

مداومت ہو اگرچہ تھوڑی ہو اور جب نماز پڑھتے تو ناغہ نہیں فرماتے۔

**تشریحات** ۱۱۶۱ کلہ۔ گزر چکا کہ اس سے مراد اکثر مہینہ ہے۔ بعض روایتوں میں یہ لفظ بھی وارد ہے۔ کان یصوم شعبان او عامۃ شعبان۔ اور بعض میں یہ لفظ وارد ہے۔ کان یصومہ کلہ الا قلیلا۔ یعنی شعبان یا اکثر شعبان میں روزہ رکھتے۔ پورے شعبان میں روزہ رکھتے مگر تھوڑے دن۔

یَمَلّ۔ اس کا مصدر "ملال" ہے۔ جس کے معنی اکتانے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر یہ محال ہے۔ یہاں اس کے لازمی معنی مراد ہیں۔ اکتانے والا کام چھوڑ دیتا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عمل کا ثواب روکے گا نہیں۔ نہ اس کے خزانے میں کمی ہے اور نہ وہ عاجز ہے۔ اور نہ بخیل۔ مادیم علیہ یعنی یہ زیادہ پسند نہیں۔ کہ کبھی کبھار خوب نمازیں پڑھی جائیں پھر چھوڑ دی جائیں۔ یا اس میں کمی کر دیجائے بلکہ چاہئے یہ کہ انسان اپنی طاقت بھر اور مصروفیات کا لحاظ کر کے نفل نماز اور روزہ یا کوئی بھی کار خیر، ذکر، ورد، وظیفہ اتنی مقدار میں کرے جسے بلا ناغہ پابندی کے ساتھ ادا کر سکے اس سے معلوم ہوا کہ نفل کام پر پابندی اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند ہے۔ اسی سے وہابیوں کے اس زعم فاسد کا رد ہو گیا۔ جو وہ کہتے ہیں کہ میلاد فاتحہ وغیرہ چونکہ بلا ناغہ لوگ پابندی سے کرتے ہیں اس لئے وہ حرام و گناہ۔ البتہ کسی مستحب کام کو واجب سمجھنا جائز نہیں یہ ایک الگ بات ہے کوئی مسلمان میلاد، قیام، نیاز فاتحہ، عرس وغیرہ کو واجب نہیں جانتا۔ سب مسلمان اسے مستحب اور مستحسن جانتے ہیں البتہ کرتے ہیں پابندی کے ساتھ جو شارع کو پسند ہے۔

۵ھ مسلم۔ نسائی۔ الصوم

## بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِفْطَارِهٖ ۲۶۴

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روزے رکھنے اور نہ رکھنے کے بارے میں جو ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۱۶۲ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَا صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رمضان

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا كَامِلًا قَطُّ غَيْرَ رَمَضَانَ وَيَصُوْمُ حَتّٰى

کے علاوہ کسی مہینے میں پورے مہینے روزہ نہیں رکھا اور روزہ رکھتے اتنا کہ کہنے والا کہتا

يَقُوْلَ الْقَائِلُ لَا وَاللّٰهِ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى يَقُوْلَ الْقَائِلُ لَا وَاللّٰهِ لَا يَصُوْمُ عه

بخدا انہیں چھوڑیں گے اور روزہ چھوڑ دیتے یہاں تک کہ کہنے والا کہتا بخدا اب روزہ نہیں رکھیں گے۔

۱۱۶۳ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ قَالَ سَأَلْتُ اَنَسًا عَنْ صِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** حمید نے کہا میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا كُنْتُ اُحِبُّ اَنْ اَرَاهُ مِنَ الشَّهْرِ صَائِمًا اِلَّا رَاَيْتُهٗ

کے روزے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا مہینہ میں جب میں چاہتا کہ حضور کو روزہ دار

وَلَا مُفْطِرًا اِلَّا رَاَيْتُهٗ وَلَا مِنَ اللَّيْلِ قَائِمًا اِلَّا رَاَيْتُهٗ وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَيْتُهٗ وَلَا

دیکھوں تو روزے دار دیکھتا اور جب بے روزے کے دیکھنا چاہتا تو بے روزے کے دیکھتا اور رات میں

مَسِسْتُ خَزَّةً وَلَا حَرِيْرَةً اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

جب نماز پڑھتے دیکھنا چاہتا تو نماز پڑھتے دیکھتا اور سوتے ہوئے دیکھنا چاہتا تو سوتے ہوئے دیکھتا

۱۱۶۲، ۶۳

**تشریحات** اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے علاوہ اور مہینوں میں روزے بھی رکھتے اور بغیر روزے کے بھی رہتے۔ اسی طرح رات میں سوتے بھی تھے اور تہجد بھی پڑھتے تھے۔ نہ یہ کرتے کہ مسلسل پورے مہینے روزہ رہتے یا کسی مہینے بالکل روزہ نہ رکھتے۔ یا پوری رات سوتے یا پوری رات جاگتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی صوم دہر رکھا اور نہ رات رات بھر عبادت کی؛ تاکہ امت کے لئے آسانی ہو، اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنی قوت رکھتے تھے کہ اگر مدۃ العمر روزہ رکھتے اور مدۃ العمر پوری پوری رات شب بیداری کرتے تو بھی حضور کے قویٰ پر کوئی اثر نہ پڑتا۔

عه مسلم - الصوم - ترمذی - الشمائل - نسائی - ابن ماجه - الصوم -

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمَمْتُ مِسْكَةً وَلَا عَنْبَرَةً أَطْيَبَ رَائِحَةً مِّنْ رَّائِحَةِ

اور میں نے کسی ریشم یا کسی ریشمی کپڑے کو نہیں چھویا جو حضور کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور میں نے

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عہ

کسی مشک یا عنبر کو نہیں سونگھا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ خوشبودار ہو۔

## بَابُ حَقِّ الْجِسْمِ فِي الصَّوْمِ ص ۲۶۵ روزے میں جسم کا حق

۱۱۶۴ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

**حدیث** ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے کہا مجھ سے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ

قَالَ قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَلَمْ أُخْبَرْ

عنہما نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبد اللہ! کیا مجھے

أَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَلَا

یہ خبر نہیں دی گئی ہے کہ تم (ہمیشہ) دن میں روزے رکھتے ہو اور رات میں قیام کرتے ہو میں نے

۱۱۶۴ **تشریحات** اس کے بعد والی روایت میں — ہر مہینے میں تین دن روزے کا حکم دینے کے بعد ہے — کہ ایک دن روزہ رکھ اور دو دن مت رکھ۔

زوروں — اصل میں مصدر تھا۔ اسم کی جگہ استعمال کیا جانے لگا۔ یہ واحد تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث، سب کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اور یہی راجح ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ زائر کی جمع ہے جیسے تاجر کی تجر۔ اس سے مراد خاص مہمان ہے یا ہر ملاقاتی۔ یعنی اگر کوئی مہمان آئے تو اس کے شایان شان اس کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہئے۔ اسی طرح اگر کوئی ملاقات کے لئے آئے تو اس سے بھی خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرنا چاہئے اور اچھا برتاؤ کرنا چاہئے۔ جسم کا حق یہ ہے کہ اسے حسب ضرورت بدل ما یتحلل کے لئے غذا دی جائے اور اسے آرام پہنچایا جائے۔ اور آنکھ کا حق یہ ہے کہ اسے بقدر ضرورت سونے کا موقع دیا جائے۔ اور بیوی کا حق یہ ہے کہ نان نفقہ کے ساتھ ساتھ اسکی جنسی خواہشات کا خیال رکھا جائے اور اسے پورا کیا جائے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر مہینے میں تین روزے رکھنا ایسا ہے کہ عمر بھر روزے دار رہا۔ اس لئے کہ ایک نیکی اللہ عزوجل کے یہاں دس گنی ہے۔ تو تین روزہ ایک مہینے کے برابر ہو گیا۔ ان تین روزوں سے یا تو ایام بیض

عہ بخاری اول التهجد باب قيام النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بالليل ص ۱۵۳

تَفْعَلْ صُمْ وَاَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِعَيْنَيْكَ

عرض کیا ہاں یارسول اللہ! فرمایا اب ایسا مت کر۔ روزہ رکھ اور بے روزہ رہ رات کو قیام

عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَ

بھی کر اور سو بھی۔ بیشک تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے اور بیشک تیری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے اور بیشک

اِنَّ بِحَسْبِكَ اَنْ تَصُوْمَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَاِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ

تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے اور بیشک تیرے ملاقاتیوں کا تجھ پر حق ہے اور تجھے یہ کافی ہے کہ ہر مہینے

عَشْرَ اَمْثَالِهَا فَاِذَا ذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ فَشَدَّدْتُ عَلَيْهِ فَشُدِّدَ

تین دن روزہ رکھ لے کیونکہ ہر نیکی دس گنے تک ہے یہ صیام دہر ہوگیا میں نے حضور سے سختی

کے روزے مراد ہیں۔ یا مطلقاً بلا تعیین کسی بھی تاریخ کے تین روزے مراد ہیں۔

جیسا کہ مسلم[1] میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ معاذہ عدویہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھتے تھے فرمایا ہاں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا۔ مہینہ کے کن دنوں میں؟ فرمایا۔ اس کی پروا نہیں کرتے تھے کہ کن دنوں میں روزہ رکھتے۔

اس بارے میں علماء کے دس اقوال ہیں۔ دو یہ۔ تیسرے۔ بارہ، تیرہ، چودہ۔ چوتھے۔ ابتدائی تین تاریخوں کے روزے۔ پانچویں، مہینہ کے پہلے شنبہ، یکشنبہ، دوشنبہ۔ پھر دوسرے مہینے میں پہلے سہ شنبہ، چہارشنبہ، پنجشنبہ کے روزے۔ چھٹے، ہر مہینہ کی اخیر تاریخوں کے روزے یعنی ستائیس، اٹھائیس، انتیس۔ ساتویں۔ دوشنبے، پنجشنبے پھر دوشنبے کے روزے۔ آٹھویں، ہر مہینہ کی پہلی، دسویں، بیسویں کے روزے۔ نویں، پہلی، گیارہویں، بیسویں، کے روزے۔ دسویں، ایام بیض کے روزے تو رکھے ہی، ان کے علاوہ کسی بھی تین دن اور روزے رکھے۔

امام مسلم نے بطریق حسین معلم۔ وان لزورك عليك حقا۔ کے بجائے۔ وان لولدك عليك حقا۔ یعنی تیری اولاد کا تجھ پر حق ہے۔ روایت کیا۔ نسائی میں اخیر میں یہ زیادہ ہے۔ اور یقیناً تیری عمر زیادہ ہوگی۔

یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ تم معمر اور مسن ہوگے اس وقت پچھتاؤ گے۔ جیسا کہ اس حدیث کے اخیر میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب بوڑھے ہوگئے تو حسرت کے ساتھ فرمایا کرتے۔ اے کاش کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رخصت منظور کرلی ہوتی۔ اس کے بعد بطریق ابو العباس شاعر جو روایت ہے اس میں اخیر میں یہ زیادہ ہے۔

قَالَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا وَّكَانَ حضور نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے

[1] مسلم اول الصوم باب استحباب صیام ثلثۃ ایام من کل شھر ص ۳۶۷۔

عَلَيَّ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً قَالَ فَصُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللّٰهِ

چاہی تو مجھ پر سختی کی گئی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں قوت پاتا ہوں فرمایا اللہ کے

دَاوُدَ وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ قُلْتُ وَمَا كَانَ صِيَامُ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوُدَ قَالَ

نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھ اور اس پر زیادہ مت کر میں نے عرض کیا اللہ کے نبی داؤد

نِصْفَ الدَّهْرِ قَالَ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقُوْلُ بَعْدَ مَا كَبِرَ يَا لَيْتَنِي

علیہ السلام کا روزہ کیا تھا فرمایا آدھے زمانے کا۔ راوی حدیث نے کہا حضرت عبداللہ معمر ہونے

قَبِلْتُ رُخْصَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۵

کے بعد کہا کرتے تھے اے کاش میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رخصت قبول کر لی ہوتی۔

لَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى قَالَ مَنْ لِي بِهٰذِهِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ عَطَاءٌ لَا أَدْرِي كَيْفَ ذَكَرَ صِيَامَ الْأَبَدِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ مَرَّتَيْنِ۔ ۵

اور ایک دن چھوڑتے۔ اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو بھاگتے نہیں تھے۔ حضرت عبداللہ نے کہا۔ میرے لئے اس عادت کا کون کفیل ہوگا اے اللہ کے نبی۔ امام عطا نے کہا یہ تو مجھے یاد نہیں کہ اس موقع پر صیام ابد کا ذکر کیسے آیا مگر یہ یاد ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے روزہ نہیں رکھا۔ دو بار فرمایا۔

اس حدیث کے ایک راوی عباس مکی شاعر تھے۔ شعراء چونکہ عام طور پر مبالغہ کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اسلئے یہ شبہہ ہو سکتا تھا کہ ان کی روایت معتبر نہ ہو۔ اس کے ازالے کے لئے راوی نے یہ بھی کہا۔ وکان لا یتہم فی الحدیث۔ اور وہ حدیث میں متہم نہیں تھے۔

وکان لا یفر۔ یعنی اس کے باوجود ایک دن کے ناغے کے بعد مسلسل روزہ رکھتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام میں کوئی ضعف نہیں پیدا ہوا۔

من لی بھذہ۔ یعنی میں اگر اس طرح روزہ رکھوں اور میرے اندر اتنا ضعف نہ پیدا ہو اور اتنی قوت باقی رہے کہ دشمن سے مقابلہ کے وقت ٹھہر سکوں۔ اس کی ضمانت کون لے گا۔؟

قال عطاء۔ امام عطاء یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ تو مجھے یاد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا جس نے ہمیشہ روزہ رکھا، اس نے روزہ نہیں رکھا۔ مگر اس کا تذکرہ کیسے آیا یہ مجھے یاد نہیں۔ یہ ان کی حدیث کی روایت میں غایت احتیاط ہے۔

۵ ایضاً باب صوم الدھر ص ۲۶۵۔ ۵ ایضا باب صوم الدھر باب اھل الحق فی الصوم ص ۲۶۵۔ باب صوم داؤد علیہ السلام ص ۲۶۶، ثانی النکاح باب ان لزوجک علیک حقا ص ۷۸۳، الادب باب حق الضعیف ص ۹۰۵ مسلم نسائی صوم۔

## بَابُ صَوْمِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ص ۲۶۵ داؤد علیہ السلام کا روزہ

۱۱۶۵ حدیث اَخْبَرَنِیْ اَبُوالْمَلِیْحِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اَبِیْكَ عَلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فَحَدَّثَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

ابوالملیح نے مجھے خبر دی کہ میں تیرے باپ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے ہم سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ

**صیام ابد** اسی کو صیام دہر بھی کہتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ سال بھر تک بلاناغہ لگاتار روزے رکھے جائیں۔ اور رات میں کھایا پیا جائے۔ اور صوم وصال سے مراد یہ ہے کہ رات میں بھی کچھ کھایا پیا نہ جائے، اگرچہ دو چار روز ہی ہو۔ یہ جو ارشاد فرمایا۔ جس نے صوم ابد رکھا، اس نے روزہ نہیں رکھا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ لگاتار روزے رکھے گا تو اس کی طبیعت روزے کی عادی ہو جائے گی۔ دن میں کھانے پینے کی خواہش نہ ہوگی۔ روزے میں جو مشقت ہوتی ہے۔ وہ نہ ہوگی۔ تو ایسا ہے گویا اس نے روزہ ہی نہ رکھا۔ یہ خیر ہے۔ اور اگر اس خیر کو نہی کے معنی میں مانیں تو یہ ارشاد ان لوگوں کے لئے ہے جنھیں مسلسل روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کا ظن غالب ہو کہ اتنے کمزور ہو جائیں گے کہ جو حقوق ان پر واجب ہیں ان کو ادا نہیں کر پائیں گے خواہ وہ حقوق دینی ہوں یا دنیوی۔ مثلاً نماز، جہاد، بچوں کی پرورش کے لئے کمائی۔ اور اگر مسلسل روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کا ظن غالب ہو کہ حقوق واجبہ تو کما حقہ ادا کر لیں گے۔ مگر حقوق غیر واجبہ ادا کرنے کی قوت نہیں رہے گی۔ ان کے لئے روزہ مکروہ یا خلاف اولیٰ ہے اور جنھیں اس کا ظن غالب ہو کہ صوم دہر رکھنے کے باوجود تمام حقوق واجبہ مسنونہ مستحبہ کما حقہ ادا کر لیں گے ان کیلئے کراہت بھی نہیں۔

بعض صحابہ کرام جیسے ابوطلحہ انصاری اور حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہما صوم دہر رکھتے تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں منع نہیں فرمایا۔ اسی طرح بہت سے تابعین اور اولیاء کرام سے بھی صوم دہر رکھنا منقول ہے [1]

**تشریحات ۱۱۶۵** مع ابیک۔ یہ خطاب ابوقلابہ راوی حدیث سے ہے۔ ان کے والد کا نام زید تھا۔ جیسا کہ کتاب الاستیذان کی روایت میں تصریح ہے۔ مع ابیک زید۔ اس حدیث میں تفصیل ہے۔ اس مضمون کی دوسری حدیثوں میں اختصار ہے کہ پہلے ارشاد فرمایا۔ کہ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھ اور اس کے بعد فرمایا۔ صوم داؤد رکھ، اور اس حدیث میں یہ ہے کہ بالترتیب پانچ سات نو اور گیارہ دن روزہ

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص ۱۰۰۔

تعالیٰ علیہ وسلم ذکر لہٗ صومی فدخل علیّ فالقیت لہٗ وسادۃ من
تعالیٰ علیہ وسلم سے میرے روزے کو ذکر کیا گیا تو حضور میرے پاس تشریف لائے میں نے حضور کی خدمت
ادم حشوھا لیف فجلس علی الارض وصارت الوسادۃ بینی و
میں چمڑے کا گدا پیش کیا جس کی بھرن کھجور کی چھالوں کی تھی حضور زمین پر بیٹھ گئے اور گدا میرے اور
بینہ فقال اما یکفیک من کل شھر ثلثۃ ایام قال قلت یا رسول
حضور کے درمیان ہو گیا حضور نے فرمایا کیا ہر مہینے میں تین روزے رکھنے کافی نہیں میں نے عرض
اللہ قال خمسا قلت یا رسول اللہ قال سبعا قلت یا رسول اللہ قال
کیا یا رسول اللہ فرمایا پانچ دن روزہ رہو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمایا سات دن
تسعا قلت یا رسول اللہ قال احدی عشرۃ ثم قال النبی صلی اللہ
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمایا نو دن میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمایا گیارہ دن اس کے
تعالیٰ علیہ وسلم لا صوم فوق صوم داؤد علیہ السلام شطر الدھر
بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صوم داؤد کے اوپر کوئی روزہ نہیں آدھے
صم یوما وافطر یوما ۵ھ
زمانے کا ایک دن روزہ رکھ اور ایک دن چھوڑ دے۔

رکھنے کی اجازت دی پھر ان کا شوق زیادہ دیکھ کر صوم داؤد کی اجازت دی۔ اس حدیث میں بھی ایک شق رہ گئی جو باب صوم الدھر میں مذکور ہے۔ کہ ایکدن روزہ رکھ اور دو دن ناغہ کر۔ اس حدیث میں یا رسول اللہ کے پہلے لا یکفینی محذوف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ مجھے کافی نہیں یا رسول اللہ! اس حدیث میں "صم" امر وجوب کے لئے نہیں بلکہ ندب کے لئے ہے۔ جس پر حدیث کا سیاق قرینہ ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مسلسل بلا ناغہ روزہ رکھنے سے افضل صوم داؤد ہے کہ صاف صاف ارشاد ہے۔ لا صوم فوق صوم داؤد۔ صوم داؤد سے اوپر کوئی روزہ نہیں۔ یعنی اس سے افضل نہیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ اپنے اعمال صالحہ ایسے شخص کو بتانا جائز ہے جو اس کا خیر خواہ ہو مثلاً استاذ یا پیر ہو۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ نوافل میں اتنا تعمق اور اتنی سختی یا اتنی کثرت جس کا نباہنا مشکل ہو پسندیدہ نہیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ جب کوئی دینی مقتدا اپنے گھر آئے تو اس کے شایان شان اس کی آؤ بھگت

۵ھ بخاری ثانی۔ الاستیذان باب من القی لہ وسادۃ ص ۹۲۸ مسلم نسائی الصوم۔

# بَابُ صِيَامِ الْبِيضِ ثَلٰثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ ص ۲۶۶

## ایام بیض تیرہ، چودہ، پندرہ کے روزے

۱۱۶۶ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِيْلِیْ صَلَّى اللّٰهُ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا میرے خلیل صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلٰثٍ صِيَامِ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّرَكْعَتَیِ الضُّحٰی

علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے۔ ہر مہینے میں تین دن کے روزے کی اور

کرنی چاہئے۔ اعزاز واکرام کرنا چاہئے۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ صحابہ کرام اس عہد میں کتنی عسرت اور تنگ دستی میں تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور کے لئے کھجور کی چھالوں سے بھرا ہوا چمڑے کا گدا پیش کیا۔ اگر ان کے پاس اس سے عمدہ بستر ہوتا تو ضرور اسی کو پیش کرتے۔

**تشریحات** ۱۱۶۶ البیض۔ ابیض کی جمع ہے۔ جس کے معنی سفید کے ہیں۔ یعنی وہ ایام جن کے دن اور رات دونوں روشن ہوں یا جن کی راتیں روشن ہیں۔ ان تین تاریخوں میں رات بھر چاندنی رہتی ہے اسلئے یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ ان کے دن اور رات دونوں منور ہیں۔

یہ حدیث جلد رابع میں گزر چکی ہے۔ وہاں یہ زائد ہے۔ میں ان کو مرتے دم تک نہ چھوڑوں گا۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نوافل پر بھی مداومت اور پابندی شرعاً محبوب ہے۔

**مطابقت باب** یہاں باب کا عنوان ہے۔ ایام بیض تیرہ چودہ پندرہ کے روزے۔ حدیث میں نہ ایام بیض کا ذکر ہے۔ نہ ان تاریخوں کا۔ صرف یہ مذکور ہے کہ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ مطابقت کی تقریر یہ ہے۔ کہ اس حدیث میں یہاں جو روایت ہے اس میں نہ ایام بیض مذکور ہے نہ یہ تاریخیں مگر دوسری احادیث میں دونوں باتیں مذکور ہیں۔

قاضی یوسف بن اسماعیل نے "کتاب الصوم" میں موسیٰ بن طلحہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوذر، عمار، ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا، کیا تم لوگوں کو وہ دن یاد ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ فلاں فلاں جگہ تھے۔ کہ حضور کی خدمت میں ایک شخص خرگوش لایا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اس کے ساتھ خون دیکھا ہے (اسے حیض آیا ہے) حضور نے ہمیں کھانے کی اجازت دی۔ ہم نے کھایا اور حضور نے نہیں تناول فرمایا۔ ان لوگوں نے عرض کیا۔ ہاں یاد ہے۔ پھر حضور نے اس شخص سے کہا اس کے قریب ہو اور کھا۔ تو اس نے عرض کیا۔ میں روزے سے ہوں۔ پوچھا کون سا روزہ؟ کہا، ہر مہینے کا تین دن والا روزہ۔

## وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ۔

چاشت کی دو رکعتوں کی اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی۔

شروع کا یا آخر کا یا جو بھی آسان ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا جانتے ہو؟ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کاہے کا حکم دیا ان لوگوں نے عرض کیا۔ ہاں تیرہ، چودہ پندرہ کا حکم دیا تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ [1]

اصل حدیث نسائی[2] میں بھی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ یوم القاحہ ہمارے ساتھ کون تھا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں خرگوش لایا گیا۔ جو صاحب لائے تھے انھوں نے عرض کیا۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ اسے خون (حیض) آتا ہے۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے تناول نہیں فرمایا۔ پھر حضور نے حاضرین سے فرمایا۔ کھاؤ۔ تو ایک صاحب نے کہا۔ میں روزے سے ہوں۔ حضور نے دریافت فرمایا۔ اور تیرا روزہ کیا ہے۔ انھوں نے عرض کیا ہر مہینے تین دن۔ فرمایا۔ تو کہاں ہے تین سفید روشن دنوں سے تیرہ، چودہ، پندرہ قاحہ مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کے درمیان مدینے سے تین منزل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے۔

نیز[3] نسائی میں حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر مہینے میں تین دن کا روزہ صیام دہر ہے۔ اور ایام بیض تیرہ، چودہ، پندرہ ہیں۔ ایک روایت میں ایام البیض بغیر واؤ کے ہے۔ اور ایک روایت میں ایام البیض صیغہ ثلث عشر الخ ہے[4] ان دونوں روایتوں کی بنا پر ایام البیض صیام ثلثۃ ایام سے بدل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایام بیض تیرہ چودہ پندرہ کی تاریخیں ہیں۔

عبد الملک بن منہال اپنے باپ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ایام بیض تیرہ، چودہ، پندرہ، تاریخ کے روزے رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ یہ صوم دہر کے مثل[5] ہے۔ نیز نسائی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان کنت صائما فصم الغر[6] اگر تجھ کو روزہ رکھنا ہے تو روشن دنوں کا روزہ رکھ۔ الغر۔ اغر کی جمع ہے۔ اس کا موصوف الایام محذوف ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ روشن دنوں کا روزہ رکھ، یہ ایام بیض کی دوسری تاویل ہے۔ چنانچہ موسیٰ بن طلحہ کی حدیث کے ایک طریقے میں یہ وارد ہے۔ بالغر البیض ثلث عشرۃ الخ اس سے متعین ہو جاتا ہے کہ غرہ بیض کے معنی میں ہے۔ اور امام بخاری کی عادت معلوم ہے کہ اگر کوئی حدیث مختلف طرق سے مروی ہو اور اس کے کچھ طرق ضعیف یا متکلم فیہ ہوں یا امام بخاری کی شرط پر صحیح نہ ہوں لیکن اگر وہ حدیث یا اس کے کچھ اجزاء کسی ایسے طریقے سے

---

[1] عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۹۵ [2] ثانی الصید باب الارنب ص ۱۹۷ [3] اول الصیام باب کیف یصوم ثلثۃ ایام ص ۳۲۸ [4] عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۹۵۔ [5] ابوداود اول باب فی صوم ثلث فی کل شھر ص ۳۳۲ - نسائی اول صیام باب کیف یصوم ثلثۃ ایام ص ۳۲۹ - ابن ماجہ الصوم باب ماجاء فی صیام ثلثۃ ایام من کل شھر ص ۱۲۳۔ [6] نسائی ثانی الصید باب الارنب ص ۱۹۷۔ وجلد اول الصیام باب کیف یصوم ثلثۃ ایام من کل شھر ص ۳۲۸۔

## بَابُ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَمْ يُفْطِرْ عِنْدَهُمْ ص ۲۶۶ جو کسی قوم کی زیارت کے لئے گیا اور وہاں روزہ نہیں توڑا۔

۱۱۹۶ حدیث: عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام سلیم کے یہاں

وَسَلَّمَ عَلٰی اُمِّ سُلَیْمٍ فَاَتَتْہُ بِتَمْرٍ وَّسَمْنٍ فَقَالَ اَعِیْدُوْا سَمْنَکُمْ فِیْ سِقَائِہٖ

تشریف لائے۔ ام سلیم نے حضور کی خدمت میں چھوہارے اور گھی پیش کیا۔ تو حضور نے فرمایا

وَتَمْرَکُمْ فِیْ وِعَائِہٖ فَاِنِّیْ صَائِمٌ ثُمَّ قَامَ اِلٰی نَاحِیَۃٍ مِّنَ الْبَیْتِ فَصَلّٰی غَیْرَ

گھی کو اس کے مشک میں اور چھوہاروں کو اس کے برتن میں لوٹا دو۔ اس لئے کہ میں روزے سے ہوں۔

الْمَکْتُوْبَۃِ فَدَعَا لِاُمِّ سُلَیْمٍ وَّاَھْلِ بَیْتِھَا فَقَالَتْ اُمُّ سُلَیْمٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

اس کے بعد حضور گھر کے ایک گوشے میں کھڑے ہوئے اور نفل نماز پڑھی اور ام سلیم اور انکے گھر والوں

مذکور ہوں جو امام بخاری کی شرط پر صحیح ہو تو امام بخاری اپنے متروک طریقہ کو سامنے رکھکر باب قائم کر دیتے ہیں۔ اور اس باب کے ضمن میں اس حدیث کا وہ حصہ ذکر کر دیتے ہیں۔ جو ان کی شرط پر صحیح ہو۔ وہی طریقہ یہاں بھی برتا ہے۔

**مسئلہ**:۔ ہماری ذکر کردہ حدیثوں سے ثابت ہوا کہ وہ جو بعض کی حدیثوں میں مذکور ہے۔ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھو۔ اس سے ایام بیض ہی کے روزے مراد ہیں۔ اور یہی جمہور کا قول ہے۔ اور یہی راجح ہے۔

**تشریحات** ۱۱۹۶ یہ حدیث افراد بخاری سے ہے۔ ام سلیم۔ عام شراح نے یہ لکھا ہے۔ کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ تھیں اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے یہاں نیز ان کی بہن ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مگر علامہ عینی نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی عورت کے گھر تشریف نہیں لے جایا کرتے تھے یعنی خاص اس سے ملاقات کے لئے سوائے ام سلیم کے۔ حضور سے اس بارے میں سوال ہوا۔ فرمایا اپنی یہ مہربانی اس لئے کرتا ہوں کہ ان کے بھائی حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو چکے ہیں[1] اگر واقعی ام سلیم حضور کی خالہ ہوتیں تو اولاً کوئی سوال ہی کیوں کرتا اور اگر کوئی سوال کرتا تو ارشاد فرما دیتے کہ وہ میری خالہ ہیں۔ یہ نہ فرماتے کہ ان کے بھائی شہید ہو گئے ہیں اس لئے ان پر مہربانی کرتا ہوں۔ بوقت حاجت بیان نہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حجاب کے حکم سے پہلے کا معاملہ ہے۔ تیسرا جواب یہ دیا کہ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معصوم ہیں اس لئے حضور کے لئے جائز تھا اور عام عورتوں کے یہاں نہ جانا اس احتیاط کے پیش نظر

[1] عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۹۹۔

إِنَّ لِي حُوَيْصَةً قَالَ مَا هِيَ قَالَتْ خَادِمُكَ أَنَسٌ فَمَا تَرَكْتُ خَيْرَ

کے لئے دعا فرمائی۔ اس کے بعد ام سلیم نے عرض کیا کہ میرا ایک خاص بچہ ہے دریافت فرمایا کون ہے وہ

آخِرَةٍ وَّلَا دُنْيَا إِلَّا دَعَا لِي بِهِ اللّٰهُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا وَّوَلَدًا وَّبَارِكْ لَهُ

عرض کیا آپ کا خادم انس۔ اب حضور نے آخرت اور دنیا کی ہر خیر کی میرے لئے دعا فرمائی۔ (یہ دعا فرمائی) اے

فَإِنِّي لَمِنْ أَكْثَرِ الْأَنْصَارِ مَالًا وَّحَدَّثَتْنِي ابْنَتِي أُمَيْنَةُ أَنَّهُ دُفِنَ

اللہ اسے مال اور اولاد دے اور اسے برکت عطا فرما (حضرت انس کہتے ہیں) میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں

بِصُلْبِي مَقْدَمَ الْحَجَّاجِ الْبَصْرَةَ بِضْعٌ وَعِشْرُونَ وَمِائَةٌ ۔ عہ

اور میری بیٹی امینہ نے مجھ سے بیان کیا کہ بصرہ میں حجاج کے آنے کے وقت تک میرے صلب کے ایکسو بیس سے زیادہ اشخاص دفن کئے جا چکے تھے۔

تھا۔ کہ اور لوگ اس کو سنت نہ بنالیں یا منافقین کو غلط پروپیگنڈے کا موقع نہ ہو۔

**فانی صائم** :۔ اس سے معلوم ہوا کہ میزبان کی خوشنودی کے لئے نفل روزہ بھی مہمان کو توڑ دینا واجب نہیں بلکہ بلا عذر توڑ دینا ممنوع ہے۔ پوری بحث گزر چکی ہے۔

**خادمك انس** :۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ تو انس کی والدہ حضرت ام سلیم نے انھیں لاکر خدمت اقدس میں پیش کیا۔ کہ خدمت کریگا دس سال تک انھوں نے خدمت کی ان کی کنیت ابو حمزہ ہے۔ حمزہ ایک قسم کا ساگ ہوتا ہے جس کو عربی میں جرجیر بھی کہتے ہیں جسے ہمارے یہاں چنسر کہا جاتا ہے اور فارسی میں تره تیزک۔ حضرت انس کو یہ بہت پسند تھا۔ اسے چن چن کر لاتے تھے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ابو حمزہ رکھی۔ یہاں ابتدا میں ہے کہ دنیا اور آخرت کے ہر خیر کی میرے لئے دعا کی۔ لیکن دعا کے جو الفاظ مذکور ہیں اس میں آخرت کے لئے کوئی لفظ نہیں۔ یہاں اختصار ہے۔ ابن سعد نے جد سے اسناد صحیح کے ساتھ جو روایت کی اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اللهم اكثر ماله وولده واطل عمره واغفر ذنبه [1]

اے اللہ اس کے مال اور اولاد کو کثیر کر اور اس کی عمر کو دراز کر۔ اور اس کے گناہ کو بخش دے۔

جد ہی سے مسلم[2] کی روایت میں یوں ہے۔ حضور نے میرے لئے تین دعائیں کیں۔ میں نے ان میں سے دو کو دنیا میں دیکھا اور تیسرے کی آخرت میں امید کرتا ہوں۔ یہ تیسری وہی دعائے مغفرت ہے۔ جسے ابن سعد نے روایت کیا۔ ترمذی[3] میں ہے کہ ابو العالیہ نے کہا کہ حضرت انس کا ایک باغ تھا جو سال میں دو مرتبہ پھل دیتا۔ اور اس میں ایک پھول تھا جس سے مشک کی خوشبو آتی۔ ابو نعیم کی حلیۃ الاولیا میں ہے کہ حضرت انس نے کہا میری زمین سال میں دو مرتبہ پھلتی ہے

عہ مسند امام احمد جلد سادس ص ۱۰۸، ۲۳۸ [1] عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۹۹ [2] ثانی۔ فضائل الصحابۃ باب فضائل انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۲۹۸ [3] ثانی مناقب ۲۲۴

اور شہر میں کوئی درخت ایسا نہیں جو دو مرتبہ پھلتا ہو۔

اُمَیْنَہ ۔ یہ اُمنہ کی تصغیر ہے۔ یہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ یہاں یہ خاص بات ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحبزادی سے روایت کی اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خود حضرت انس کو یاد نہیں تھا کہ میری کتنی اولاد فوت ہو چکی ہیں۔ بخاری کی اس روایت میں ہے کہ ایک سو بیس سے کچھ اوپر۔ بضع کا لفظ تین سے نو تک آتا ہے۔ یہاں روایتیں مختلف ہیں بیہقی کی ایک روایت ایک سو انتیس ہے۔ اور خطیب کی روایت الأباء عن الاولاد میں اسی طریقے سے ایک سو تیئس ہے اور حفصہ بنت سیرین کی روایت میں ایک سو پچیس ہے۔ ان میں سے کوئی پوتا یا نواسہ نہیں تھا۔ سب ان کے بیٹے یا بیٹیاں تھیں۔ یہ تو وہ تھے جو فوت ہو گئے تھے۔ وہ بھی ۷۵ھ تک، جس سال حجاج بصرے کا والی بن کر آیا تھا۔ جو زندہ تھے ان کے بارے میں خود حضرت انس فرماتے ہیں۔ میری اولاد اور اولاد کی اولاد سو سے زیادہ ہیں [1]

یہ اولاد میں برکت تھی۔ عمر میں برکت یہ تھی کہ سو سال سے زائد عمر پائی۔ خود فرمایا کرتے کہ میں زندگی سے اکتا گیا ہوں۔ ہجرت کے وقت ان کی عمر دس سال تھی۔ ۹۳ھ میں وصال فرمایا۔ یہاں بخاری کی روایت میں ہے کہ میں انصار میں سے سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ مگر مسند امام احمد میں یہ ہے کہ وہ سوائے اپنی انگوٹھی کے سونے اور چاندی کے مالک نہیں تھے۔ [2]

اس کا مطلب یہ ہے کہ نقد ان کے پاس نہیں تھا۔ باغات وغیرہ تھے۔

مسائل :۔ اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل مستخرج ہوئے۔ (۱) جب کوئی شخص ملاقات کے لئے آئے حسب مقدور اس کو کھلانا پلانا چاہیئے۔ اہل عرب کا مقولہ ہے۔ من زار احدا ولم یأکل عندہ شیئا فکأنما زار مینا۔ جو کسی کی ملاقات کے لئے گیا۔ اور اس کے یہاں کچھ کھایا نہیں۔ گویا وہ مردے کی ملاقات کیلئے گیا۔ (۲) میزبان کی خوشنودی کے لئے بلا عذر شرعی مہمان کو نفل روزہ بھی توڑنا جائز نہیں۔ (۳) دعا سے پہلے کم از کم دو رکعت نماز پڑھ لینا چاہیئے، اس سے قبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔ (۴) بزرگوں کو چاہیئے کہ اپنے خدام کے حق میں دعائے خیر کرتے رہیں۔

اس حدیث سے حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شفقت مادری کا اندازہ ہوتا ہے۔ کہ انھوں نے اپنے لئے دعا کے واسطے نہیں عرض کیا۔ اپنے صاحبزادے کے واسطے عرض کیا۔ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے کہ جو دعا فرمائی حرف بحرف پوری ہوئی یہ واقعہ اس واقعہ کے علاوہ دوسرا ہے جو پہلے گزر چکا ہے۔ جسمیں مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ام سلیم کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں کھانا تناول فرمایا اور ایک پرانی چٹائی پر نماز پڑھی اس لئے کہ یہاں اس حدیث میں یہ ہے کہ حضور نے وہاں کچھ تناول نہیں فرمایا۔ روزے سے تھے۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ کھانا تناول فرمایا۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ حضور کے پیچھے میں اور یتیم کھڑے تھے ــــ اور میرے پیچھے بوڑھی۔

[1] مسلم ثانی فضائل الصحابة باب فضائل انس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه ص ۲۹۸ ج ۲ جلد ثالث ص ۲۴۸، ۱۰۸

## بَابُ الصومِ مِن آخرِ الشَّهرِ ص ۲۶۶ آخر مہینے کا روزہ

**حدیث ۱۱۶۸** عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سَأَلَهٗ اَوْ سَأَلَ رَجُلًا وَّعِمْرَانُ يَسْمَعُ فَقَالَ يَا اَبَا

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمران سے یا کسی اور صاحب سے پوچھا اور عمران سن رہے

فُلَانٍ اَمَا صُمْتَ سَرَرَ هٰذَا الشَّهْرِ قَالَ اَظُنُّهٗ قَالَ يَعْنِيْ رَمَضَانَ قَالَ

تھے۔ اے فلاں کیا تو نے اس مہینے کے سرر کا روزہ نہیں رکھا ابو نعمان نے کہا میں گمان کرتا

الرَّجُلُ لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاِذَا اَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ لَمْ يَقُلْ

ہوں کہ حضور نے فرمایا تھا یعنی رمضان کے۔ ان صاحب نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ فرمایا

الصَّلْتُ اَظُنُّهٗ يَعْنِيْ رَمَضَانَ وَ قَالَ ثَابِتٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ

جب تو نے یہ روزہ نہیں رکھا تو دو دن روزہ رکھ۔ صلت نے یہ نہیں کہا۔ اظنہ یعنی رمضان۔ اور

اور یہاں مسلم کی روایت میں ہے کہ امام حرام اور امام سلیم کو ہمارے پیچھے کھڑا کیا اور مجھے اپنے داہنی طرف لے[1]

**تشریحات ۱۱۶۸** انہ سأل۔ یہ شک مطرف اور ثابت دونوں سے ہوا ہے۔ مسلم میں بھی ایسے ہی ہے۔[2]

انہ قال لرجل۔ ابو عوانہ نے اپنے مستخرج میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں بطریق سلیمان تیمی مطرف ہی سے بغیر شک کے یہ روایت کیا۔ قال لعمران۔ اس کے علاوہ ص ۴۲۵، ص ۴۴۲، ص ۴۴۴ پر ابہام کے ساتھ لرجل ہے اور ص ۴۳۹، ص ۴۴۳، ص ۴۴۹ پر تردید اور شک کے ساتھ ہے۔

سرر هذا الشهر۔ اس کے معنی چھپانے کے ہیں۔ یا چھپائے ہوئے کے۔ جمہور نے کہا اس مہینے کا آخری دن مراد ہے کیونکہ اس دن چاند چھپا رہتا ہے۔ رات کو بھی نظر نہیں آتا۔ امام ابو داؤد نے امام اوزاعی سے روایت کیا کہ اس سے مراد مہینے کا پہلا دن ہے۔ بعضوں نے کہا کہ اس سے مراد مہینے کا بیچ والا دن ہے۔ اس لئے کہ سرر کے معنی بیچ کے بھی آتے ہیں۔ اور یہ ایام بیض ہیں۔ امام بخاری نے اس حدیث پر باب کا عنوان یہ قائم کیا ہے۔ مہینے کا آخری روزہ۔ اس سے واضح ہے کہ ان کے نزدیک سرر سے مراد آخر دن ہے۔

ان صاحب کو یہ روزہ رکھنے کا حکم کیوں فرمایا۔ علامہ خطابی نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے۔ انھوں نے اسکی منت مانی ہو یا

---

[1] مسلم جلد اول۔ المساجد۔ باب جواز الجماعت فی النافلۃ ص ۲۳۴ [2] اول الصیام باب صوم سرر شعبان ص ۳۶۵
[2] ایضا [3] عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۱۰۱ [4] مسند امام احمد جلد رابع ص ۴۴۲۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ قَالَ

ثابت نے عن مطرف عن عمران عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سرر شعبان کہا ابو عبداللہ

اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ - وَشَعْبَانُ اَصَحُّ - عه

(امام بخاری) نے کہا - اور شعبان اصح ہے -

## بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ ص ۲۶۶ جمعہ کے دن کے روزے کا بیان

— وَاِذَا اَصْبَحَ صَائِمًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَعَلَيْهِ اَنْ يُّفْطِرَ يَعْنِيْ اِذَا لَمْ

جب جمعہ کے دن روزے دار ہو تو اس پر واجب ہے کہ روزہ توڑ دے جبکہ

يَصُمْ قَبْلَهٗ وَلَا يُرِيْدُ اَنْ يَّصُوْمَ بَعْدَهٗ

اس کے ایک دن پہلے روزہ نہ رکھا ہو اور نہ بعد میں رکھنے کا ارادہ ہو -

انھیں اس کی عادت رہی ہو - اس خادم کی رائے یہ ہے کہ کوئی خاص بات رہی ہوگی جس کی بنا پر انھیں یہ روزہ رکھنے کا حکم دیا -

قال ابو عبداللہ - اس روایت میں، یعنی رمضان، ہے - یہ صحیح نہیں اس لئے کہ رمضان کا روزہ فرض تھا - کسی صحابی سے مستبعد ہے کہ وہ رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑتا - پھر خصوصیت سے رمضان کے آخری دن یہ روزے کے پوچھنے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی - اس لئے امام بخاری نے تنبیہ فرمائی کہ اس روایت میں یعنی رمضان، راوی کا وہم ہے - اور صحیح شعبان ہے - اس کی موید دوسری کثیر روایتیں ہیں -

اذا اصبح الخ یہ جملہ ابوذر اور ابوالوقت کے نسخوں میں ہے - دوسرے نسخوں میں نہیں ہے - اسمیں یہ شبہ کیا گیا کہ امام بخاری کا خود اپنے کلام کی تفسیر میں، یعنی لکھنا درست نہیں - انھیں اعنی کہنا چاہئے تھا - اسی لئے علامہ ابن حجر نے فرمایا - کہ یہ زیادتی فربری یا کسی اور راوی نے کی ہے - نسفی کے نسخے میں یہ نہیں - علامہ عینی نے اس کا رد فرمایا اور اسے امام بخاری ہی کا قول ہونے کی صورت میں اسے بطریق تجرید صحیح قرار دیا ہے - اس سے ہٹ کر یہ توجیہ بھی ہوسکتی ہے کہ اگرچہ، یعنی، غائب کا صیغہ ہے مگر یہ اپنے حقیقی معنی سے ہٹ کر مطلقاً تفسیر کے لئے بھی شائع و ذائع ہے -

توضیح باب :- امام بخاری باب سے یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی جمعہ کو روزہ رکھ لے تو اس پر واجب ہے کہ اسے توڑ دے وہ صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے کو جائز نہیں جانتے - اس لئے کہ حدیث میں اس سے ممانعت ہے -

عه مسلم، ابو داؤد، نسائی - الصوم -

۱۱۶۹ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

**حدیث** محمد بن عباد نے کہا میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کیا نبی صلی اللہ

اَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے انھوں نے جواب

قَالَ نَعَمْ - زَادَ غَيْرُ اَبِيْ عَاصِمٍ اَنْ يَّتَفَرَّدَ بِصَوْمِهٖ ؏

دیا کہ "ہاں" ابو عاصم کے علاوہ اوروں نے یہ زیادہ کیا کہ تنہا جمعہ کو روزہ رکھے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک صرف جمعہ کو روزہ رکھنا گناہ ہے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ کوئی خاص جمعہ کو روزہ رکھے۔ لیکن اگر کسی نے پنجشنبہ کو روزہ رکھا تو جمعہ کو روزہ رکھ سکتا ہے۔ یا اس کا ارادہ یہ ہو کہ ہفتہ کو بھی روزہ رکھے گا۔ تو بھی کوئی حرج نہیں۔ یا یہ کہ کوئی ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو یا اخیر تاریخ کو روزہ رکھنے کا عادی تھا اور یہ تاریخیں جمعہ کو پڑ گئیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔

**تشریحات** ۱۱۶۹ مسلم[۱] میں یوں ہے کہ محمد بن عباد کہتے ہیں۔ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا اور وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ حضرت جابر نے جواب دیا۔ ہاں رب کعبہ کی قسم۔

زاد غیر ابی عاصم اس سے مراد یہ ہے کہ عاصم کے علاوہ امام بخاری کے اور مشائخ میں سے کچھ نے اس حدیث میں یہ جملہ بھی روایت کیا ہے۔ ان یتفرد بصومہ۔ کہ صرف جمعہ ہی کو روزہ رکھے۔ یہ یحیی بن سعید قطان ہیں۔ ویسے امام نسائی نے اس حدیث کو مذکورہ بالا اضافے کے ساتھ مندرجہ ذیل حضرات سے روایت کیا ہے عمرو بن علی، نضر بن شمیل، حفص بن غیاث۔

اسی سے باب ثابت ہو رہا ہے کہ ممنوع یہ ہے کہ صرف جمعے کو روزہ رکھا جائے۔ لیکن اگر ایک دن پہلے یا ایک دن بعد رکھا جائے تو ممنوع نہیں۔

**اشکال اور جواب** امام ترمذی[۲] نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر مہینے کی ابتدائی تاریخوں میں تین روزہ رکھتے تھے۔ اور کم ایسا ہوتا کہ جمعہ کے دن روزہ چھوڑتے تھے۔ نیز امام ابن ابی شیبہ[۳] نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس سے روایت کی دونوں حضرات نے فرمایا کہ ہم نے کبھی حضور کو جمعے کے دن بغیر روزے کے نہیں دیکھا۔ یہ حدیثیں زیر بحث حدیث کے معارض ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی چیز سے منع

---

۱؎ مسلم النسائی، ابن ماجہ، الصوم ۲؎ جلد اول الصوم باب کراھۃ افراد یوم الجمعۃ بصوم لا یوافق عادتہ ص ۳۰۶ ۳؎ نسائی جلد اول الصیام باب صوم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۲۳ - ۴؎ جلد اول الصوم باب صوم یوم الجمعۃ ۵؎ عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۱۰۴ -

۱۱۷۰ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ

**حدیث** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَصُوْمَنَّ اَحَدُکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا یَوْمًا

میں نے سنا کہ فرماتے تھے جمعہ کے دن تم ہرگز روزہ نہ رکھو مگر یہ کہ

قَبْلَهٗ اَوْ بَعْدَهٗ ؏

ایک دن پہلے بھی رکھو یا ایک دن بعد بھی۔

۱۱۷۱ عَنْ جُوَیْرِیَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ

**حدیث** ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَیْهَا یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِیَ صَائِمَةٌ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے جمعہ کے دن۔ اور وہ روزے سے تھیں

کریں اور خود اس کو کریں جبتک کہ دلیل سے یہ ثابت نہ ہو کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔ اور یہاں اس پر کوئی دلیل نہیں کہ جمعہ کے دن روزہ رکھنا حضور کے خصائص سے ہو۔ اس لئے لامحالہ کہنا پڑے گا کہ جمعہ کے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی ضرور روزہ رکھتے تھے تاکہ قول و فعل میں اختلاف باقی نہ رہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ پنجشنبہ اور ہفتہ کو روزہ رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

**تشریحات**

۱۱۷۱ قال حماد۔ یہ تعلیق ہے، اس کو امام بغوی نے۔ جمع حدیث هُدْبَةِ بْنِ خَالِدٍ میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

**ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا**

ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بنی مصطلق کے سردار حارث کی صاحبزادی تھیں۔ ۵ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر چڑھائی کی۔ جسمیں ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گرفتار ہوئیں۔ اموال غنیمت کی تقسیم کے بعد ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصے میں آئی تھیں۔ حضرت قیس نے ایک خطیر رقم کے عوض ان کو مکاتب بنا دیا تھا۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بدل کتابت کے لئے اعانت کا سوال کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں تمہارا بدل کتابت بھی ادا کر دونگا اور اس سے بہتر سلوک کرونگا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا پورا بدل کتابت ادا فرمایا۔ پھر ان کو اپنی زوجیت سے مشرف فرمایا۔ جب صحابہ کرام

؏ مسلم۔ ابن ماجہ۔ الصوم۔

فَقَالَ اَصُمْتِ اَمْسِ قَالَتْ لَا قَالَ اَتُرِيْدِيْنَ اَنْ تَصُوْمِيْ غَدًا قَالَتْ

فرمایا کیا کل تونے روزہ رکھا تھا؟ عرض کیا۔ نہیں۔ فرمایا کیا کل روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتی ہو؟

لَا قَالَ فَاَفْطِرِيْ عه وَقَالَ حَمَّادُ بْنُ الْجَعْدِ سَمِعَ قَتَادَةَ حَدَّثَنِيْ

عرض کیا۔ نہیں۔ فرمایا تو روزہ توڑ دو۔ حماد بن جعد نے کہا کہ انھوں نے قتادہ سے سُنا۔ انھوں نے

اَبُوْ اَيُّوْبَ اَنَّ جُوَيْرِيَةَ حَدَّثَتْهُ فَاَمَرَهَا فَاَفْطَرَتْ عه

کہا مجھسے ابوایوب نے حدیث بیان کی کہ ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے حدیث بیان کی کہ حضور نے انھیں حکم دیا تو انھوں نے روزہ توڑ دیا۔

کو یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا کہ جس قبیلے میں حضور کا رشتہ ہو گیا اس قبیلے والوں کو غلام نہیں رکھیں گے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جویریہ سے زیادہ بابرکت خاتون میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ ام المومنین حضرت جویریہ نے فرمایا کہ میں نے پہلے خواب دیکھا کہ یثرب کی طرف سے ایک چاند میری گود میں آ گیا میں نے اس خواب کو کسی سے بیان نہیں کیا۔

یہ بہت حسینہ جمیلہ، شیریں کلام تھیں۔ ۵۶ھ میں واصل بحق ہوئیں۔

## بَابُ هَلْ يَخُصُّ شَيْئًا مِّنَ الْاَيَّامِ ص ۲۶۷ کیا روزے کیلئے کچھ دن خاص کرے۔

۱۱۷۲ عَنْ عَلْقَمَةَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا هَلْ كَانَ رَسُوْلُ

**حدیث** علقمہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْتَصُّ مِنَ الْاَيَّامِ شَيْئًا قَالَتْ لَا۔ كَانَ

تعالیٰ علیہ وسلم کسی دن کو روزے کے ساتھ خاص کرتے تھے؟ فرمایا نہیں۔ حضور کا عمل پابندی کے ساتھ

**تشریحات** ۱۱۷۲ یعنی ایسا نہیں تھا کہ مہینے کی کچھ تاریخیں روزے کے لئے یا کسی بھی عمل کے لئے خاص کر لیا ہو کہ ان تاریخوں میں اس کو ضرور کریں۔ اس میں راز یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی پابندی اس عمل کے واجب ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔ اس لئے کچھ دنوں میں یا کچھ تاریخوں میں غالب اکثریت کے ساتھ روزے رکھتے۔ مگر کبھی کبھار چھوڑ بھی دیتے تاکہ وجوب کا شبہ نہ ہو۔ ورنہ گزر چکا کہ شعبان میں پابندی کے ساتھ بکثرت روزے رکھتے۔ یوں ہی دوشنبہ اور پنجشنبہ کو بھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عه مسلم، ابن ماجه، الصوم۔ عه ابوداؤد، نسائی۔ الصوم۔

عَمَلُهٗ دِيْمَةً وَّاَيُّكُمْ يُطِيْقُ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيْقُ ۵۱

ہوتا تھا۔ حضور جتنی طاقت رکھتے تھے۔ اتنی تم میں سے کون رکھتا ہے؟

امت پر شفقت کیوجہ سے اپنی طاقت بھر عبادت بالقصد نہیں کیا کرتے تھے۔

## باب صوم یوم عرفۃ ص ۲۶۷ عرفہ کے دن روزہ

۱۱۷۳ حدیث عَنْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّاسَ شَكُّوْا فِيْ صِيَامِ

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرفہ کے دن

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَاَرْسَلْتُ اِلَيْهِ بِحِلَابٍ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روزے میں شک کیا۔ تو میں نے حضور کی خدمت میں ایک پیالہ

وَهُوَ وَاقِفٌ فِي الْمَوْقِفِ فَشَرِبَ مِنْهُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ ۵۲

دودھ بھیجا اور حضور موقف میں وقوف کئے ہوئے تھے۔ حضور نے اسمیں سے پیا اور لوگ دیکھ رہے تھے۔

**تشریحات** ۱۱۷۳ عرفہ یعنی نویں ذوالحجہ کو روزہ رکھنا مستحب ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ عرفہ کے دن کے روزے سے "میں گمان کرتا ہوں" کہ اللہ تعالیٰ ایک سال پہلے کے اور ایک سال بعد کے گناہوں کو مٹا دیگا۔ اس لئے صحابہ کرام کو یہ شک ہوا کہ شاید حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آج حجۃ الوداع کے موقع پر عرفے کو روزے سے ہوں۔ اس حدیث کے مطابق حکم یہ ہے۔ کہ عرفہ کے دن حاجی کو مستحب یہ ہے کہ روزہ نہ رکھے۔ اس کی دلیل ابوداؤد[۵۲] کی یہ حدیث ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرفہ کے دن عرفہ میں روزے سے منع فرمایا ہے۔ امام الائمہ ابن خزیمہ[۵۳] اور حاکم نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔

---

۵۱ بخاری ثانی، الرقاق باب القصد والمداومة علی العمل ص ۹۵۷، مسلم، الصیام، ابوداؤد، الصلوٰۃ ترمذی شمائل۔

۵۲ مسلم اول الصیام۔ ۵۲ مسلم اول، صیام باب صوم یوم عرفة ص ۳۳۱، ابن ماجه، باب صوم یوم عرفة۔ ۵۲ اول الصوم باب صوم عرفه بعرفه ص ۳۳۱

۵۳ عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۱۰۹

## باب صوم یوم الفطر ص ۲۶۷ عید الفطر کا روزہ

۱۱۷۴ حدیث عَنْ اَبِیْ عُبَیْدٍ مَّوْلَی ابْنِ اَزْهَرَ قَالَ شَهِدْتُّ الْعِیْدَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ هٰذَانِ یَوْمَانِ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِیَامِهِمَا یَوْمُ فِطْرِکُمْ مِنْ صِیَامِکُمْ وَالْیَوْمُ الْاٰخَرُ تَاْکُلُوْنَ فِیْهِ مِنْ نُسُکِکُمْ ؏

ابو عبید ابن ازہر کے آزاد شدہ غلام نے کہا کہ میں عید میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا۔ تو فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے تمہاری عید الفطر کے دن اور دوسرے اس دن جسمیں تم اپنی قربانی کھاتے ہو۔

۱۱۷۴ **تشریحات** کتاب الاضاحی کی روایت میں ہے۔ ابو عبید کہتے ہیں۔ کہ میں یوم الاضحیٰ کی عید کو حضرت عمر بن الخطاب کے ساتھ حاضر ہوا۔ انھوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی۔ اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں عیدوں کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر میں حضرت عثمان بن عفان کے ساتھ حاضر ہوا اور یہ جمعہ کا دن تھا۔ انھوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اسکے بعد خطبہ دیا اور فرمایا۔ اے لوگو! اس دن اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دو عیدیں جمع فرما دی ہیں۔ تو اہل عوالی میں سے جسے پسند ہو کہ جمعہ کا انتظار کرے اسے چاہئے کہ انتظار کرے اور جو لوٹنا چاہے اس کو میں نے اجازت دے دی۔

ابو عبید نے کہا پھر میں علی بن ابی طالب کے ساتھ حاضر ہوا تو انھوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اس کے بعد خطبہ دیا اور فرمایا۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات سے تم کو منع فرمایا ہے کہ اپنی قربانیوں کا گوشت تین دن سے زیادہ کھاؤ۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو روزہ رکھنا منع ہے۔

ابتدائے اسلام میں چونکہ بہت عسرت اور تنگدستی تھی اس لئے اس کی اجازت نہیں تھی کہ تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھا جائے۔ بعد میں یہ منسوخ ہو گیا۔

---

؏ ثانی الاضاحی باب مایوکل من لحوم الاضاحی ص ۸۳۵ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔

۱۱۷۵ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

**حدیث** حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنْ صَوْمِ یَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ وَعَنِ الصَّمَّاءِ وَاَنْ یَّحْتَبِیَ الرَّجُلُ فِیْ

نے یوم فطر اور یوم نحر کے روزے اور صماء سے اور اس طرح کپڑا لپیٹنے سے کہ اس کی شرمگاہ پر

ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَعَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ -

کچھ نہ ہو۔ اور صبح اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

**تشریحات** ۱۱۷۵ یہ حدیث جلد چہارم میں گذر چکی ہے۔ وہیں صماء اور احتباء کی تشریح کی جا چکی ہے۔ یہاں صرف باب کی مناسبت سے کہ فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم الفطر اور یوم النحر کے روزے سے منع فرمایا۔ یہ حدیث ذکر کی گئی ہے۔ نہی کا اصل موجب تحریم ہے۔ اور چونکہ یہ خبر واحد ہے اس لئے اس سے حرام قطعی کا ثبوت نہ ہوگا۔ البتہ یہ ضرور ثابت ہوگا کہ ان دونوں دنوں میں روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ جس کا ارتکاب گناہ ہے۔ وہیں اس حدیث کی تخریجات بھی مذکور ہیں۔

## بَابُ صَوْمِ یَوْمِ النَّحْرِ ص ۲۶۷ یوم نحر کے روزے کا بیان

۱۱۷۶ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ یُنْهٰی عَنْ صَیَامَیْنِ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا دو روزوں اور

وَبَیْعَتَیْنِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ وَالْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ

دو بیع سے منع کیا گیا ہے۔ عید الفطر کے دن یوم نحر کے دن اور ملامست اور منابذت سے۔

۱۱۷۷ عَنْ زِیَادِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ

**حدیث** زیاد بن جبیر نے کہا۔ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں

تَعَالٰی عَنْهُمَا فَقَالَ رَجُلٌ نَذَرَ اَنْ یَّصُوْمَ یَوْمًا اَظُنُّهٗ قَالَ الْاِثْنَیْنِ

حاضر ہوئے تو یہ کہا۔ ایک شخص نے منت مانی تھی کہ ایک دن روزہ رکھے گا میں گمان کرتا ہوں

**تشریحات** ۱۱۷۶ یہ حدیث بھی جلد چہارم میں گزر چکی ہے۔ یہاں باب کی مناسبت سے دوبارہ ذکر کی گئی ہے بیع ملامست

فَوَافَقَ يَوْمَ عِيدٍ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِوَفَاءِ النَّذْرِ

کہ دوشنبہ، یہ عید کے دن پڑگیا تو ابن عمر نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا

وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ هٰذَا الْيَوْمِ ؏

حکم دیا ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دن کے روزہ سے منع فرمایا ہے۔

اور منابذت کی تفسیر وہیں مذکور ہے اور تخریجات بھی۔

**تشریحات** ۱۱۷۷ بخاری کی اس روایت میں یوم عید ہے۔ اس میں ابہام ہے۔ یہ عید الفطر بھی ہوسکتی ہے اور عید الاضحیٰ بھی۔ مسند امام احمد کی روایت میں تردید کے ساتھ دونوں مذکور ہے۔[۱] لیکن بخاری[۲] کتاب الایمان والنذور میں زیاد بن جبیر ہی سے ایک روایت یہ ہے کہ سائل نے یہ عرض کیا تھا کہ میں نے منت مانی ہے کہ جب تک جیونگا ہر سہ شنبہ یا چہار شنبہ کو روزہ رکھونگا۔ یہ دن یوم النحر کو پڑگیا۔ تو حضرت ابن عمر نے وہ جواب دیا۔ اخیر میں یہ زائد ہے کہ سائل نے پھر سوال لوٹایا۔ تو حضرت ابن عمر نے اسی کے مثل فرمایا۔ کچھ زیادہ نہیں فرمایا۔

سائل یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ میں روزہ رکھوں یا نہیں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جواب سے چونکہ یہ بات واضح نہیں ہوئی۔ اس نے دوٹوک حکم معلوم کرنے کے لئے دوبارہ سوال کیا۔ پھر بھی حضرت ابن عمر نے وہی جواب دیا۔ یہ ان کی احتیاط تھی۔ کہ اس وقت مسئلہ کا حکم ان کے ذہن میں منقح طور پر نہیں آیا تو بیان نہیں فرمایا۔ یہی علماء ربانیین کی شان ہے۔ اسی کو حدیث میں فرمایا گیا۔ ان من العلم ان تقول لا اعلم۔ یہ علم کی بات ہے کہ جو نہ جانتا ہو اس کے بارے میں کہدے، میں نہیں جانتا۔

لیکن بخاری[۳] ہی میں حضرت عبداللہ بن عمرو کے بارے میں یہ روایت ہے کہ ان سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہ ہر دن روزہ رکھے گا۔ تو یوم اضحیٰ اور یوم فطر کیا کریگا؟ فرمایا۔ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات میں اچھا نمونہ عمل ہے۔ حضور یوالفطر اور یوم الاضحیٰ کو روزہ نہیں رکھتے تھے، اور نہ جائز سمجھتے تھے۔ بخاری کی اس روایت میں تعیین ہے کہ یہ دن یوم النحر تھا۔ رہ گیا ان کی منت دوشنبہ یا سہ شنبہ یا چہار شنبہ کی تھی۔ یہ متعین نہ ہوسکا۔ وہاں اظنہ ہے۔ اور یہاں بغیر اظنہ کے یوم الثلاثاء یا اربعاء ہے۔ بخاری کی یہاں کی روایت میں آنے والے سائل کا قول ہے۔ رجل نذر۔ اس سے متبادر ہوتا ہے کہ یہ منت ماننے والے کوئی اور صاحب تھے۔ مگر بخاری[۴] کتاب الایمان کی اور مسلم[۵] کی روایت میں ہے۔ نذرت۔ میں نے منت مانی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ منت ماننے والے ہی سائل تھے۔

---

۱ مسند امام احمد ثانی ص ۶۰ ۲ جلد ثانی الایمان والنذور۔ باب من نذر ان یصوم ایاما فوافق النحر او الفطر ص ۹۹۲ ۳ ایضا ص ۹۹۱، ۹۹۲ ۴ اول۔ الصوم باب تحریم الصوم یوم العیدین ص ۳۶۰

142

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسے حکم ارشاد فرمایا۔ اگرچہ اشارۃً ہی سہی۔ کہ وہ روزہ نہ رکھے۔ مگر سوال اب یہ رہ جاتا ہے۔ کہ پھر دوسرے دنوں میں روزہ رکھے یا نہیں۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ دوسرے دنوں میں ضرور رکھے۔ کیونکہ اس کی منت صحیح ہے۔ اور جب بوجہ ممانعت اس دن نہیں رکھا تو دوسرے دنوں میں اس کی قضا واجب ہے۔

البتہ امام زفر، امام شافعی، امام احمد فرماتے ہیں۔ کہ یہ منت ہی صحیح نہیں۔ اس لئے قضا کا کوئی سوال ہی نہیں۔ پوری بحث کتب فقہ میں اور اصول فقہ میں ہے۔

## باب صیام ایام التشریق ص ۲۶۸ — ایام تشریق کے روزے

| | |
|---|---|
| ۱۱۷۸ | عَنْ هِشَامٍ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ کَانَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا |
| حدیث | ہشام سے روایت ہے کہ مجھے میرے والد (عروہ) نے خبر دی کہ ام المومنین حضرت عائشہ |
| | تَصُوْمُ اَیَّامَ مِنًی وَکَانَ اَبُوْهُ یَصُوْمُهَا۔ |
| | رضی اللہ تعالیٰ عنہا منیٰ کے دنوں میں روزہ رکھتی تھیں اور ان کے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی رکھتے تھے |
| ۱۱۷۹ | عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا وَعَنْ سَالِمٍ عَنِ |
| حدیث | ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ |

**تشریحات ۱۱۷۸** امام بخاری نے بجائے عن یا اخبرنی یا حدثنی کے اس حدیث کی سند کے ابتداء میں فرمایا۔ قال لی محمد بن المثنی۔ ایسا اس لئے کیا کہ یہ حدیث انھوں نے محمد بن مثنیٰ سے مذاکرۃً سنی تھی۔ اور یہ ان کی عادت ہے کہ جو حدیث مذاکرۃً سنتے ہیں۔ اسے قال سے بیان کرتے ہیں۔

یہ حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر موقوف ہے۔ وکان ابوها۔ یہ کریمہ کی روایت ہے۔ ان کے علاوہ دوسروں کی روایت وکان ابوکا ہے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ حضرت عروہ ایام تشریق کا روزہ رکھتے تھے۔ حضرت عروہ تابعی ہیں۔ صحابی نہیں۔ پہلی روایت کی بنا پر اس کے قائل عروہ ہیں۔ اور دوسری روایت کی بنا پر اس کے قائل یحیی القطان ہیں۔

**تشریحات ۱۱۷۹** اس حدیث میں لم یرخص ہے۔ یعنی ایام منیٰ میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں دی کس نے اجازت نہیں دی یہ مذکور نہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ جیسا کہ دار قطنی[1] میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متمتع کو اجازت دی کہ ایام

[1] عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۱۱۴

ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَا لَمْ یُرَخَّصْ فِیْ اَیَّامِ

ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں دی گئی سوائے

التَّشْرِیْقِ اَنْ یُّصَمْنَ اِلَّا لِمَنْ لَّمْ یَجِدِ الْھَدْیَ۔

اس شخص کے جو ہدی نہ پائے۔

تشریق میں روزہ رکھے جب ہدی نہ پائے۔ طحاوی[1] میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متمتع کو اس بات کی اجازت دی کہ ایام تشریق میں روزہ رکھے جب ہدی نہ پائے اور ذوالحجہ کے پہلے عشرہ میں روزہ نہ رکھ سکا ہو اور یہی امام مالک، امام شافعی امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ہے۔ مگر یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کے دو راوی یحییٰ بن سلام اور ابن ابی لیلیٰ ضعیف ہیں۔

ہمارا مذہب یہ ہے کہ کسی کو بھی یوم نحر اور ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں۔ اگرچہ وہ متمتع اور قارن ہو۔ اور ہدی کی وسعت نہ ہو۔ اور یوم نحر سے پہلے روزہ نہ رکھ سکا ہو۔ بلکہ اگر یوم نحر سے پہلے تین روزے نہیں رکھے تھے۔ تو اب بہر حال ان دونوں پر قربانی واجب ہے۔ اگر قربانی نہیں کیا اور سر منڈوا کر احرام سے باہر ہو گیا۔ تو اس پر دو دم واجب ہو گئے۔ ایک جرمانہ کا دوسرا دم شکرانہ کا۔ ہماری دلیل وہ احادیث ہیں جنمیں صراحت کے ساتھ یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں یہ منادی کرائی تھی کہ یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔ بعض حدیثوں میں یہ بھی ہے۔ کہ ان دنوں میں روزہ نہیں۔ اور بعض حدیثوں میں مطلقاً یہ ہے کہ ان دنوں میں روزہ نہ رکھیں۔ منیٰ کے اندر ان دنوں میں منادی کرانے سے ظاہر ہے کہ یہ حکم سب کے لئے عام ہے خواہ وہ قارن ہو یا متمتع یا مفرد۔ اسے قربانی کی وسعت ہو یا نہ ہو۔ اس نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں۔ ان میں سے کچھ حدیثیں نسائی[2] اور ابن ماجہ[3] اور موطا امام مالک[4] میں بھی مذکور ہیں۔ یہ سولہ احادیث ہیں جو ان صحابۂ کرام سے مروی ہیں۔ حضرت علی، حضرت سعد بن وقاص، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن حذافہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت بشر بن شیم، حضرت انس بن مالک، حضرت ام الفضل، ام عمر بن خالد رقی وغیرہ۔

۱۱۸۰ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ اَلصِّیَامُ لِمَنْ تَمَتَّعَ

**حدیث** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ روزہ اس کے لئے ہے جس نے

---

[1] شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱ - الصیام۔ باب المتمتع الذی لا یجد ھدیا ص ۳۶۳ [2] جلد ثانی مناسک باب النھی عن صوم یوم عرفۃ ص ۱۲۳ [3] الصیام باب فی النھی عن صیام ایام التشریق ص ۱۲۴۔
[4] الحج باب فی صیام ایام المنی ص ۱۵۵۔

بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ اِلٰى يَوْمِ عَرَفَةَ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ هَدْيًا وَّلَمْ يَصُمْ

عمرہ کو حج کے ساتھ ملاکر تمتع حاصل کیا۔ عرفہ کے دن پس اگر ہدی نہ پائے اور یوم عرفہ تک

صَامَ اَيَّامَ مِنًى ؏ه

روزہ نہیں رکھا تو منی کے دنوں میں روزہ رکھے۔

۳۷۴ ت عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا مِثْلَهٗ ؏ه

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی اسی کے مثل مروی ہے۔

۱۱۸۰ **تشریحات** امام بخاری نے باب میں حسب عادت اپنا مذہب واضح نہیں فرمایا ہے لیکن باب کے ضمن میں جو حدیثیں لائے ہیں۔ ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مذہب یہی ہے کہ متمتع اور قارن اگر یوم عرفہ تک روزہ نہیں رکھ سکے اور انھیں قربانی کی بھی وسعت نہیں۔ تو وہ منی کے دنوں میں تین روزے رکھیں۔ لیکن امام بخاری جتنی حدیثیں لائے ہیں۔ وہ سب موقوف ہیں۔ اور اس کے برخلاف بقول علامہ عینی تیس صحابہ کرام سے وہ حدیثیں مروی ہیں جن میں ایام تشریق کے روزوں سے ممانعت وارد ہے ان میں بہت سی احادیث وہ ہیں جنمیں یہ تصریح ہے۔ خاص ایام منی میں یہ فرمایا۔ اور اس کی منادی کرائی۔ اس لئے ہمارا مذہب بحیثیت دلیل قوی ہے۔

## بَابُ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ ص ۲۶۸ عاشوراء کے دن کے روزے۔

۱۱۸۱ **حدیث** عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ اِنْ شَاءَ صَامَ ؏ه

وسلم نے ارشاد فرمایا عاشوراء کے دن اگر چاہے تو روزہ رکھے۔

۱۱۸۲-۱۱۸۱ **تشریحات** عام حج :۔ حضرت معاویہ نے خلیفہ ہونے کے بعد پہلا حج ۴۴ھ میں کیا تھا اور آخری حج ۵۷ھ میں کیا تھا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس سے مراد اخیر کا ۵۷ھ

ع موطا امام مالک الحج باب صیام المتمتع ص ۱۷۵ ع ایضا ص ۱۷۴-۱۷۵

س مسلم نسائی۔ الصوم۔

۱۱۸۲ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ

**حدیث** حمید بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ انھوں نے معاویہ بن ابی سفیان سے سنا جس

يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ يَا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَيْنَ

سال انھوں نے حج کیا عاشورا کے دن منبر پر کہتے ہیں۔ اے مدینہ والوں کہاں ہیں تمھارے

عُلَمَاءُكُمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

علماء میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے ہیں یہ عاشوراء کا دن ہے

هٰذَا يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ وَلَمْ يَكْتُبِ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهٗ وَاَنَا صَائِمٌ

اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کا روزہ فرض نہیں فرمایا میں روزے سے ہوں

فَمَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُفْطِرْ ۔

جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

۱۱۸۳ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

والاجح ہے۔ علامہ عینی نے اس پر یہ تعقب فرمایا کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ کوئی بھی حج ہو سکتا ہے مسلم[1] میں یہ حدیث یوں ہے۔ حمید بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں۔ میں نے معاویہ بن سفیان سے سنا اور وہ مدینہ میں خطبہ دے رہے تھے۔ اپنے کسی بھی آمد کے موقعہ پر انھوں نے عاشوراء کے دن خطبہ دیا تھا۔

**این علماءکم** :۔ امام نووی نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ یہ انھوں نے اس بنا پر فرمایا ہو کہ انھیں یہ خبر پہونچی ہو کہ کچھ لوگ اسے فرض کہتے ہیں، یا حرام بتاتے ہیں، یا مکروہ جانتے ہیں۔ تو انھوں نے یہ چاہا کہ مجمع عام میں یہ اعلان ہو جائے کہ عاشوراء کا روزہ نہ واجب ہے نہ حرام و مکروہ بلکہ مستحب ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس معاملہ میں علماء کی موافقت مقصود ہو یا اس کی تبلیغ۔

**تشریحات ۱۱۸۲ فصامہ** :۔ اس جلد کے شروع ہی میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث گزر چکی کہ قریش جاہلیت میں عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ابتداء اسلام میں رکھا کرتے تھے۔ جب رمضان کا روزہ فرض ہوا تو فرمایا جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے جو چاہے نہ رکھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ عاشورہ کا روزہ اوائل اسلام ہی سے مسلسل چلا آ رہا ہے۔ مگر اس حدیث

[1] اول۔ الصیام۔ باب صوم یوم عاشوراء ص ۳۵۸۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَرَاَى الْيَهُوْدَ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ

مدینہ تشریف لائے تو یہود کو دیکھا کہ عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں تو فرمایا

فَقَالَ مَا هٰذَا فَقَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ صَالِحٌ هٰذَا يَوْمٌ نَجَّى اللّٰهُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ

یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یہ اچھا دن ہے یہ وہ دن ہے جسمیں اللہ نے بنی اسرائیل کو ان کے

مِنْ عَدُوِّهِمْ فَصَامَهُ مُوْسٰى قَالَ فَاَنَا اَحَقُّ بِمُوْسٰى مِنْكُمْ

دشمن سے نجات دی تھی۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا فرمایا میں موسیٰ علیہ السلام کی موافقت

فَصَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ ۔ عہ

کرنے میں بہ نسبت تمھارے زیادہ حقدار ہوں۔ تو حضور نے خود بھی روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

۱۱۸۴ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَعُدُّهُ

**حدیث** حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یوم عاشوراء کو یہود عید کا دن

میں عاشورے کے روزے کی ابتداء کی وجہ یہ بتائی گئی ہے۔ کہ یہود نے جب یہ بتایا کہ اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی تھی۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکریے میں اس دن روزہ رکھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موافقت میں خود بھی روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا۔ اقول وباللہ التوفیق ۔ دونوں میں منافات نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ پہلے یہ روزہ قریش کی عادت کے مطابق حضور بھی رکھتے تھے۔ کہ یہ فی نفسہ ایک عبادت ہے۔ جب مدینہ طیبہ آئے اور یہ علم ہوا کہ اس دن حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے روزہ رکھا تھا۔ اور یہ انکی سنت ہے۔ تو حضرت موسیٰ کی موافقت سے اس روزے کی فضیلت مزید معلوم ہوئی۔ تو اہتمام کے ساتھ روزہ رکھا۔ اور اہتمام کیساتھ اس کا حکم دیا۔

۱۱۸۴، ۸۵ هٰذَا الشَّهْرُ ۔ سے مراد رمضان ہے۔ اس کے روزوں کی فضیلت تمام روزوں پر ظاہر ہے۔

**تشریحات** کیونکہ یہ فرض اور بقیہ نفل۔ فرض بہرحال نفل سے افضل ہے۔ رہ گیا عاشورے کا روزہ تو اسکے بارے میں ارشاد فرمایا۔ ابوداؤد میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رمضان کے مہینے کے بعد تمام روزوں سے افضل اللہ کے مہینے محرم کا روزہ ہے۔ اگرچہ اس کا احتمال

---

عہ ایضاً۔ ذکر الانبیاء۔ باب قول اللہ عزوجل ھل اتاک حدیث موسیٰ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما ص ۴۸۱ ۔ ثانی۔ تفسیر سورۃ طٰہٰ باب قولہ واوحینا الی موسیٰ ان اسر بعبادی فاضرب لھم طریقا فی البحر یبسًا ص ۶۹۲ ۔ ثانی۔ تفسیر سورہ یونس ۔ باب وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر ص ۶۷۷ ۔ بیان الکعبۃ ۔ باب اتیان الیھود النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۶۲ ۔ مسلم ابوداود ۔ نسائی ۔ ابن ماجہ ۔۱۲۔ ۱۵ اول ۔ صیام ۔ فی صوم المحرم ص ۳۳۰ ۔ ترمذی اول ۔ الصیام ۔ باب صوم المحرم ص ۹۳ ۔

الیھود عیدا قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصوموہ انتم ؎

شمار کرتے تھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس دن تم لوگ بھی روزہ رکھو۔

۱۱۸۵ حدیث عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال ما رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتحری صیام یوم فضلہ علی غیرہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اس دن یعنی عاشورا اور اس مہینے کے علاوہ کسی دن کے روزے کی ایسی رغبت نہیں دیکھی جیسے

الا ھذا الیوم یوم عاشوراء وھذا الشھر ؎

دوسروں پر فضیلت دی ہو۔

ہے کہ اس سے مراد محرم کا پورا مہینہ ہو۔ بلکہ ترمذی[1] میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا اور میں وہاں پر بیٹھا ہوا تھا۔ یا رسول اللہ! رمضان کے بعد کس مہینے کے روزے کا مجھکو حکم دیتے ہیں؟ فرمایا اگر رمضان کے بعد کسی مہینے میں روزہ رکھنا چاہتا ہے تو محرم کا رکھ۔ اس لئے کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں ایک دن ایسا ہے جسمیں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول فرمائی اور اس دن آئندہ دوسروں کی توبہ قبول فرمائے گا۔ مگر حدیث زیر بحث جو یہ فرمایا کہ حضور کو جتنی طلب وجستجو اور رغبت عاشورے کے روزے کی تھی کسی اور نفلی روزے کی نہیں تھی۔ یہ بتا رہا ہے کہ عاشورے کا روزہ تمام نفلی روزوں سے افضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**عاشورا**:۔ مونث کا صیغہ فاعولاء کے وزن پر "عشر" بمعنی دس سے مشتق ہے۔ یہ عاشرۃ سے معدول ہے۔ یہ اصل میں اللیلۃ کی صفت ہے۔ یوم کی اس کی طرف اضافت ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ یوم اللیلۃ العاشوراء۔ لیکن جب اس کو معنی صفت سے نقل کرکے معنی اسمیت کی طرف لائے تو اللیلۃ کو حذف کر دیا اور یوم عاشوراء کہنے لگے۔ تخفیفاً ایسا کیا گیا۔

فاعولاء کے وزن پر چند ہی کلمات آتے ہیں۔ ضارورۃ بمعنی ضراء۔ سارورۃ بمعنی سراء۔ والولۃ بمعنی والۃ۔ خابورۃ۔ ایک جگہ کا نام ہے۔ عاشوراء مد کے ساتھ اور عاشورا بغیر ہمزہ کے دونوں طرح آیا ہے۔ خلیل نے کہا کہ عاشوراء عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ مگر جمہور نے کہا کہ یہ خالص عربی اور اسلامی لفظ ہے۔ زمانہ جاہلیت میں یہ لفظ مستعمل نہیں تھا۔ لیکن اسے اسلامی کہنا صحیح نہیں۔ احادیث میں وارد ہے کہ قریش جاہلیت میں عاشورا کو روزہ رکھتے تھے۔

---

؎ بنیان الکعبۃ۔ باب اتیان الیھود النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۶۲ - مسلم۔ الصوم۔ ؎ مسلم۔ نسائی۔ الصوم۔ [1] ترمذی اول۔ الصیام۔ باب صوم المحرم ص ۹۳۔

**عاشورا کونسا دن ہے** اس میں اختلاف ہے کہ عاشورا کونسا دن ہے۔ نو محرم یا دس محرم یا گیارہ محرم۔ راجح اور مشہور یہی ہے کہ یہ دس محرم ہے۔ اسی پر اشتقاق بھی دلالت کرتا ہے۔ یہی جمہور اور عامہ صحابہ اور تابعین کا مذہب ہے۔ صحابہ کرام میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یہ ہے کہ عاشورا محرم کی نویں تاریخ ہے۔ جیسا کہ مسلم[1]، ابوداؤد[2] اور ترمذی[3] میں ہے۔ حکم ابن اعرج نے کہا میں حضرت ابن عباس کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ زمزم سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ میں نے عرض کیا مجھے بتائیے، یوم عاشورا کونسا دن ہے؟ فرمایا کہ جب تو محرم کا چاند دیکھ لے تو دنوں کو گن جب نویں تاریخ کو تو صبح کرے تو روزہ رکھ۔ میں نے عرض کیا کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے ہی روزہ رکھتے تھے؟ انھوں نے فرمایا۔ ہاں۔ لیکن ان کا یہ قول عاشوراء کے روزے کے بارے میں وارد عام احادیث کے معارض ہے۔ عام احادیث میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عاشورے کو روزہ رکھتے تھے۔ اخیر عمر شریف میں فرمایا کہ میں آئندہ سے نو کو بھی روزہ رکھوں گا۔ یہود کی مخالفت کرونگا۔ مگر اسی سال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا۔ اور نو کا روزہ نہیں رکھا۔ علامہ عینی نے یہ توجیہہ کی کہ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عزم فرمالیا تھا کہ سال آئندہ نو کو بھی روزہ رکھوں گا۔ اسی کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا امام قاضی عیاض نے یہ توجیہہ کی۔ مراد یہ ہے کہ نو اور دس کو ساتھ ساتھ روزہ رکھا۔

محب طبری نے تفسیر فقیہہ ابواللیث سمرقندی سے نقل کیا کہ عاشورہ گیارہویں تاریخ ہے۔ عاشورا کا روزہ مستحب ہے۔ اور افضل یہ ہے کہ نو اور دس دونوں کو روزہ رکھے۔ اس میں ایک تو یہود کی مخالفت ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ دونوں دن روزہ رکھنے میں واقعے میں عاشورا کا دن ملنا نسبتاً متیقن ہے۔ اسی بنا پر ابو اسحٰق نے فرمایا کہ گیارہ کو بھی روزہ رکھے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ صرف دس تاریخ کو روزہ رکھنا تشبہ بالیہود کی وجہ سے مکروہ ہے۔ جیسا کہ محیط اور بدائع میں ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہیں۔ اس لئے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشورے کا روزہ رکھا ہے۔ اور عاشورا کا دن شرعاً با فضیلت ہے۔

**وجہ تسمیہ:** دسویں محرم کو عاشورہ کیوں کہتے ہیں؟ اس کی ایک وجہ تو وہی ہے کہ یہ محرم کی دسویں تاریخ کو کہتے ہیں۔ اور نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس دن کو عاشورہ اس لئے کہا گیا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے دس انبیاء کرام پر خاص اکرام فرمایا ہے۔ اوّل حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والتسلیم کی اللہ تعالیٰ نے اس دن مدد فرمائی۔ ان کے لئے بحر قلزم پھاڑ کر راستہ بنا دیا۔ اور فرعون کو ڈبو دیا۔ ثانی حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اسی تاریخ میں جودی پر ٹھہری تھی، ثالث حضرت یونس علیہ السلام کو اسی تاریخ میں مچھلی کے پیٹ سے نکالا تھا۔ رابع اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تھی۔ خامس اسی تاریخ کو حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکالا تھا۔ سادس اسی تاریخ

---

[1] اول۔ الصیام۔ باب صوم یوم عاشوراء ص ۳۵۸ [2] اول۔ صیام۔ باب صوم یوم عاشوراء ص ۳۳۲۔
[3] اول۔ صوم۔ باب عاشوراء ای یوم ھو ص ۹۴۔

## باب فضل من قام رمضان ص ۲۶۹ رمضان میں قیام کرنے والے کی فضیلت

۱۸۶ ۱۸۸ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ

**حدیث** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو رمضان میں ایمان اور ثواب کی امید پر قیام کرے (نماز پڑھے)

میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی تاریخ کو آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ سابع۔ اسی تاریخ میں حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔ ثامن حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی تاریخ کو پیدا ہوئے۔ تاسع حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی اسی تاریخ میں واپس کی گئی۔ عاشر اسی تاریخ کو ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وعدہ ہوا کہ آپ کے تمام خاص لوگوں کے تمام اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ مگر یہ وجہ تسمیہ صحیح نہیں اسلئے کہ یہ انحصار درست نہیں۔ دوسرے انبیاء کرام پر بھی اسی تاریخ میں خصوصی نوازش ہوئی ہے۔ اس لئے کہ۔ اسی تاریخ میں حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا۔ اسی تاریخ میں حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش مکمل ہوئی، اور وہ شفایاب ہوئے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اسی تاریخ میں ملک دیا گیا۔

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عاشوراء کا روزہ واجب نہیں۔ البتہ اختلاف ہے کہ رمضان کے روزوں کے فرض ہونے سے پہلے عاشوراء کا روزہ واجب تھا یا سنت۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ واجب تھا۔ اور اصحاب شافعی کا اس میں دو قول ہے مشہور قول یہ ہے کہ اس وقت بھی سنت ہی تھا جیسا کہ اب ہے۔ کبھی واجب نہیں تھا۔ البتہ پہلے موکد تھا۔ جب رمضان کا روزہ فرض ہوا تو تاکید جاتا رہا۔ اور مستحب ہوگیا۔ دوسرا قول اصحاب شافعیہ کا یہ ہے کہ پہلے واجب تھا۔ اب سنت ہوگیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اب بھی فرض ہے۔ مگر یہ قول ساقط الاعتبار ہے۔ اب اس پر امت کا اتفاق ہے کہ یہ مستحب ہے۔

۱۸۶،۸۵ مسلمی کی روایت میں یہاں باب سے پہلے۔ کتاب التراویح۔ زائد ہے۔ اوروں کی روایت میں نہیں۔ قیام رمضان کے معنی رمضان کی رات میں نماز پڑھنا۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ اس پر اتفاق ہے کہ یہاں قیام رمضان سے مراد۔ تراویح ہے۔ تراویح پر پورا کلام پہلے کیا جا چکا ہے۔ اب اعادہ کی حاجت نہیں۔

**تشریحات**

**فیصلی بصلاته** : یعنی کچھ لوگ تنہا تنہا تراویح پڑھ رہے تھے۔ اور کچھ لوگ جماعت سے پڑھ رہے تھے چونکہ اس میں انتشار تھا۔ اس لئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ناپسند فرمایا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام مقرر کر کے سب کو ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم دیا جسے تمام صحابہ کرام نے پسند فرمایا۔ تراویح

اصل میں باجماعت مشروع ہوئی تھی۔ جیسا کہ گزر چکا۔ بخاری میں اس کے بعد والی حدیث میں تصریح ہے کہ تین دن تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو تراویح پڑھائی۔ چوتھے دن باہر تشریف نہیں لائے اور صبح کو ارشاد فرمایا۔ میں اس لئے تشریف نہیں لایا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہیں تم پر فرض نہ کر دیجائے۔ پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز رہو۔ اس کے بعد صحابہ کرام اپنی صوابدید پر الگ الگ تنہا تنہا یا باجماعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔ جب حضرت فاروق اعظم کے عہد میں یہ اندیشہ ختم ہو گیا کہ کہیں فرض نہ ہو جائے تو انھوں نے سب کو باجماعت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے ابن شہاب نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ كَانَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ فِيْ

وسلم وفات پا گئے اور عمل درآمد اسی پر رہا پھر ابو بکر کی خلافت میں اور عمر کی

خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ ؓ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ

خلافت کے ابتدائی دور میں ایسا ہوتا رہا اور ابن شہاب ہی سے مروی

عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ اَنَّهٗ قَالَ

ہے وہ عروہ بن زبیر سے وہ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت کرتے ہیں کہ

خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَيْلَةً فِيْ رَمَضَانَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَاِذَا

عبدالرحمٰن نے کہا میں رمضان میں ایک رات عمر بن خطاب کیساتھ مسجد کی طرف گیا تو

النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّيْ

دیکھا کہ لوگ متفرق الگ الگ نماز پڑھ رہے ہیں کوئی تنہا پڑھ رہا ہے کچھ لوگ

بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ اِنِّيْ اَرٰى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى قَارِئٍ

جماعت کے ساتھ پڑھ رہے ہیں اس پر عمر نے کہا میں مناسب جانتا ہوں کہ اگر ان لوگوں کو

وَاحِدٍ لَكَانَ اَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰى اُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ ثُمَّ خَرَجْتُ

ایک قاری پر جمع کر دوں تو بہتر ہو پھر پختہ ارادہ کر لیا اور انھیں ابی بن کعب پر جمع کر دیا

حوالہ اگلے صفحہ پر ہے

مَعَهٗ لَيْلَةً اُخْرٰى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ قَالَ

اس کے بعد میں انکے ساتھ دوسری رات نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں

عُمَرُ نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ وَالَّتِيْ تَنَامُوْنَ عَنْهَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِيْ

حضرت عمر نے فرمایا یہ اچھی بدعت ہے۔ جسے چھوڑ کر تم لوگ سو جاتے تھے۔ وہ اس سے افضل ہے

تَقُوْمُوْنَ يُرِيْدُ اٰخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ اَوَّلَهٗ [1]

تم لوگ ادا کرتے ہو ان کی مراد آخر رات کی نماز تھی اور لوگ رات کے پہلے حصہ میں نماز ادا کرتے تھے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعت تراویح پڑھنے کا حکم دیا جس پر تمام صحابہ کرام نے سکوت فرمایا اسلئے بیس رکعت تراویح پر صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا نیز اس سے لزوماً یہ ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیس ہی رکعت تراویح پڑھی تھی ورنہ صحابہ کرام ضرور اختلاف کرتے۔ صحابہ کرام سے یہ مستبعد ہے کہ دین میں اس قسم کا اضافہ برداشت کر سکیں۔ بلکہ اس سلسلے میں صریح روایت بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیس رکعت تراویح پڑھی، جیسا کہ گزر چکا۔

**نعم البدعة هذه :-** اصل تراویح مشروع ہے تین دن تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تراویح باجماعت پڑھی۔ اس کے بعد اکیلے پڑھی۔ اور صحابہ کرام اکیلے اکیلے بھی پڑھتے تھے اور جماعت کے ساتھ بھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ تراویح کے لئے جماعت کی قید نہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے کی پابندی کردی۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی امر مشروع مطلق کو کسی ہیئت خاص کے ساتھ مخصوص کرنا حرام و گناہ بدعت سیئہ نہیں جیسے ہمیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کا حکم مطلق دیا گیا ہے۔ امت نے اسے خاص ہیئت کے ساتھ میلاد شریف کے نام سے رواج دیا۔ اسی طرح ہم کو مطلق صلوٰۃ و سلام کا حکم ہے۔ پوری امت نے اسے اخیر مجلس میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے رواج دیا۔ یونہی ہمیں مطلق ایصال ثواب کا حکم ہے۔ پوری امت نے اسے تیسرے دن یا دسویں دن یا چالیسویں دن یا سال پورا ہونے پر رواج دیا۔ تخصیصات بھی حرام و گناہ و بدعت سیئہ نہیں۔ بلکہ تمام صحابہ کرام اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے۔

**بدعت کی تعریف اور اقسام** علامہ نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں تحریر فرمایا اور بالاختصار شرح مسلم[1] میں بھی۔ بدعت کے لغوی معنی یہ ہیں ہر وہ چیز جسکی پہلے سے مثال نہ ہو یعنی نئی چیز ایجاد

---

[1] ۱۳۶ آنیان۔ باب تطوع قیام رمضان من الایمان ص ۱۰، سیام من سام رمضان ایمانا واحتسابا ص ۲۵۵ باب فضل لیلۃ القدر ص ۲۰۰۔ مسلم، صلوٰۃ المسافرین۔ ابوداؤد، رمضان۔ ترمذی۔ صوم۔ نسائی، سیام ایمان۔ دارمی۔ صوم۔ موطا امام مالک۔ رمضان۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص ۲۸۱ عہ موطا امام مالک باب الترغیب فی الصلوٰۃ فی رمضان ص ۴۳ عہ موطا امام مالک۔ فی قیام رمضان ص ۴۳ لہ اول جمعہ ص ۲۸۵

کرنا۔ اور شریعت میں ایسا کام ایجاد کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ رہا ہو۔ شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے کتاب القواعد کے آخر میں کہا بدعت کی پانچ قسمیں ہیں واجب، حرام، مستحب، مباح اور مکروہ امام شافعی نے فرمایا کہ ایسی نئی چیز ایجاد کرنا جو کتاب یا سنت یا اثر یا اجماع کے مخالف ہو ضلالت ہے اور ایسی اچھی بات ایجاد کرنا جو ان میں سے کسی کے مخالف نہ ہو مذموم نہیں[1] اور حضرت عمر نے تراویح کے بارے میں فرمایا یہ اچھی بدعت ہے، اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو حضرت جریر بن عبداللہ بجلی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اجورهم شیی ومن سن فی الاسلام سنة سیئة کان علیه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اوزارهم شیی[2]

جو شخص اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کرے گا اسے اس کا ثواب ملے گا اور جتنے لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے سب کے برابر اسے ثواب ملے گا۔ بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کوئی کمی کیجائے اور جو اسلام میں کوئی بُرا طریقہ ایجاد کرے گا اس پر اسکا گناہ ہوگا۔ اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے سب کے برابر اس پر گناہ ہوگا۔ بغیر اس کے کہ ان کے گناہ میں کوئی کمی کیجائے۔

یہ حدیث اس پر نص ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں، حسنہ اور سیئہ، اس پر امت کا اتفاق ہے کہ حدیث کل بدعة ضلالة، میں بدعت سے مراد بدعت سیئہ ہے۔

خود اس حدیث میں حضرت فاروق اعظم کا ارشاد، نعم البدعة هذه، اس پر نص ہے کہ بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے اسی قبیل سے ایک مسجد میں ایک امام کے پیچھے باجماعت تراویح پڑھنا بھی ہے۔

والتی تنامون عنها: عام مترجمین نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ رات کا وہ حصہ جس میں تم لوگ سو جاتے ہو اس سے بہتر ہے کہ جس میں نماز پڑھتے ہو اور لوگ رات کے پہلے حصہ میں نماز پڑھتے تھے۔ لیکن اس خادم کے نزدیک اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ جس نماز کو چھوڑ کر تم لوگ سو جاتے ہو وہ اس سے بہتر ہے جس کو تم لوگ ادا کرتے ہو۔ "عن" مجاوزت کے لئے آتا ہے جس کے لئے ترک لازم ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ نماز تہجد تراویح سے افضل ہے اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ تراویح الگ نماز ہے اور تہجد الگ ایسا نہیں کہ دونوں ایک ہی ہوں جیسا کہ آج کل کے غیر مقلدین کہتے ہیں۔

رہ گیا حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ فرمانا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان یا اس کے علاوہ اور دنوں میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے یہ تہجد کیلئے ہے تراویح سے اسکا کوئی علاقہ نہیں

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوۃ رابع ص ۳۶۰ [2] مسند امام احمد جلد خامس ص ۳۵۷ مسلم زکاۃ ص ۳۲۷ ثانی العلم ص ۳۴۱، نسائی زکاۃ ص ۳۵۶ مشکوۃ ص ۳۳

## باب فضل لیلۃ القدر ص۲۷ لیلۃ القدر کی فضیلت کا بیان

۳۷۵ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَا كَانَ فِي الْقُرْآنِ وَمَا أَدْرَاكَ فَقَدْ أَعْلَمَهُ

ت سفیان بن عیینہ نے فرمایا قرآن میں جس چیز کے بارے میں "وما ادراک" ہو تو اسے

وَمَا قَالَ وَمَا يُدْرِيكَ فَإِنَّهُ لَمْ يُعْلِمْهُ

اللہ نے حضور کو بتا دیا۔ اور جس کے بارے میں فرمایا "وما یدریک" اسے (اسوقت تک) نہیں بتایا۔

۳۷۵ **تشریحات** اس تعلیق کو محمد بن یحیٰی بن ابی عمر نے کتاب الایمان میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں یہ فرمایا گیا "وما ادراک" اور تم نے کیا جانا۔ جیسے فرمایا گیا وما ادراک ما القارعۃ" اور تو نے کیا جانا کیا ہے دہلانے والی۔ تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس چیز کی ۔ خبر حضور کو اس آیت کے نزول سے پہلے دے دی ہے ۔ "اعلم" ماضی کا صیغہ ہے جو زمانہ گزشتہ میں وقوع پر دلالت کرتا ہے۔ اور جن چیزوں کے بارے میں فرمایا۔ "وما یدریک" انھیں اس آیت کے نزول کے وقت تک اس کی خبر نہیں دی جیسے فرمایا" وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا"[1] اور تم کیا جانو شاید قیامت پاس ہی ہو۔ لیکن "مَا يُدْرِيكَ" پر انھوں نے جو کچھ فرمایا وہ آیت کریمہ وما يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّى[2] سے منقوض ہے۔ کیونکہ آیت کریمہ حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں جان لیا تھا کہ یہ کفر و شرک سے پاک ہوں گے اور انھیں نصیحت نفع دے گی۔

اقول و باللہ التوفیق ۔ اس نقض کو علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی علامہ احمد خطیب قسطلانی، تینوں شارحین نے ذکر فرمایا اس خادم کا خیال ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی ہو سکتا ہے اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ نہ بتایا گیا ہو کہ یہ مومن مخلص ہو گئے بعد میں بتایا گیا ہو جیسا کہ پہلی آیت میں قیام ساعت کے وقت کے بارے میں ارشاد ہوا "وَمَا يُدْرِيكَ" مگر علماء نے تصریح کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے اس وقت تک تشریف نہ لے گئے جب تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچوں باتوں کا علم عطا نہ فرما دیا جن میں قیام ساعت کا علم بھی ہے۔[3]

اس تعلیق کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا کہ شب قدر کون سی رات میں ہے۔

---

[1] س۔ احزاب [2] س۔ عبس۔ [3] شرح قصیدہ بردہ علامہ ابراھیم بیجوری ص ۴۷ صاوی جلد ثالث ص ۲۶۰

## باب التمسوا لیلۃ القدر فی السبع الاواخر ص ۲۷۰

### اخیر کی سات راتوں میں شب قدر تلاش کرو۔

۱۱۸۹ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

**حدیث** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ کچھ صحابہ کو لیلۃ القدر خواب

أُرُوا لَیْلَۃَ الْقَدْرِ فِی الْمَنَامِ فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

میں اخیر کے سات دنوں میں دکھائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرٰی رُؤْیَاکُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِی السَّبْعِ

مجھے معلوم ہے کہ تم لوگوں کا دیکھنا اخیر کے سات دنوں میں ایک دوسرے کے مطابق ہے

**تشریحات** ۱۱۸۹ کتاب التعبیر میں بطریق زہری عن سالم جو روایت ہے اس کے اخیر میں یہ بھی ہے۔ اور کچھ لوگوں کو دکھایا گیا کہ لیلۃ القدر عشرہ اخیرہ میں ہے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اخیر کی سات راتوں میں دیکھو مسند امام احمد کی روایت میں "فی الوتر" بھی ہے یعنی طاق راتوں میں۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب کچھ لوگوں کو اخیر کی سات راتوں میں دکھائی گئی اور کچھ لوگوں کو اخیر کی دس راتوں میں، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ تخصیص کیوں فرمایا کہ اخیر کی سات راتوں میں تلاش کرو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اخیر کی سات راتوں میں دکھایا جانا اس کے معارض نہیں کہ اخیر کی دس راتوں میں دکھائی گئی ہو سکتا ہے مراد یہی ہو کہ عشرہ کی سات راتوں میں سے کسی ایک میں دکھائی گئی اب بھی یہ کہنا درست ہے کہ اخیر کے عشرہ میں دکھائی گئی یا یوں کہئے کہ دونوں قول پر اخیر کی سات راتیں من وجہ متفق علیہ ہیں اس لئے انھیں میں تلاش کرنے کا حکم فرمایا اس حدیث سے یہ ظاہر ہوا کہ شب قدر رمضان کے اخیر عشرہ کی کسی طاق رات میں ہے مگر اس کی تعیین نہیں کہ کس رات میں ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی پہلی رات میں ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ سترہویں رات میں ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اٹھارہویں رات میں ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ انیسویں رات میں ہے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ اکیسویں رات میں ہے۔ چھٹا قول یہ ہے کہ تیئسویں رات میں ہے۔ ساتواں قول یہ ہے کہ پچیسویں رات میں ہے، آٹھواں قول یہ ہے کہ ستائیسویں رات میں ہے۔ نواں قول یہ ہے کہ انتیسویں رات میں ہے۔ دسواں قول یہ ہے کہ رمضان کی اخیر شب میں ہے۔ گیارہواں قول یہ ہے کہ ان کی شفعہ راتوں میں۔ بارہواں قول یہ ہے کہ پورے سال میں کوئی ایک رات ہے، تیرہواں قول یہ ہے کہ پورے رمضان کی راتیں۔ چودہواں قول یہ ہے کہ عشرہ کی راتوں میں بدلتی رہتی ہے۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ حضرت امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ شب قدر رمضان ہی میں ہے۔ آگے پیچھے ہوتی رہتی ہے

اَلْاَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيْهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ عه

تو جو اس کو تلاش کرنا چاہے تو وہ اخیر کی سات راتوں میں تلاش کرے۔

اور امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک رمضان ہی میں ہے مگر آگے پیچھے نہیں ہوتی لیکن تعیین معلوم نہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک رمضان کے نصف اخیر میں ہے۔ اور حضرت امام شافعی کے نزدیک رمضان کے عشرہ اخیر میں ہے۔ اس سے منتقل نہیں ہوتی۔ اسی میں قیامت تک رہے گی۔ امام ابو بکر رازی نے فرمایا کہ یہ کسی مہینے کے ساتھ خاص نہیں، احناف نے یہی کہا۔ فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ حضرت امام اعظم کا مذہب مشہور یہ ہے کہ وہ سال بھر میں گھومتی ہے۔ کبھی رمضان میں ہوتی ہے کبھی دوسرے مہینوں میں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور عکرمہ وغیرہ سے بروایت صحیحہ یہ ثابت ہے۔

اس قول پر علامہ مہلب نے ناگوار لہجے میں تنقید کی ہے۔ انھوں نے یہ کہا ہے کہ اس کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ مہینہ انتیس دن کا ہونے کی وجہ سے زمانہ بدلتا رہتا ہے حالانکہ شریعت میں اس کا اعتبار نہیں۔ علامہ عینی نے بہت افسوس کے ساتھ فرمایا کہ یہ قول حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی ہے۔ اس کا مہلب نے خیال نہیں کیا۔ واقعی بہت افسوس کی بات ہے۔ عصبیت میں کسی کے بھی سر ایسی ضعیف بات غلط منسوب کرنا سخت ناپسندیدہ بات ہے۔ قائل جب اپنی دلیل میں ان دو منتخب صحابۂ کرام کا قول پیش کرتا ہے۔ تو پھر ایک بے تکی دلیل گڑھ کر اس کی طرف منسوب کرنا کبھی بھی پسندیدہ بات نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے کہ شب قدر کب ہے؟ یہ قیاس اور عقل سے نہیں جانی جا سکتی اور اصول حدیث میں یہ مسلم ہے کہ صحابی کا قول جو شارع سے سنے بغیر نہ جانا جا سکے حدیث مرفوع کے حکم میں ہے اس لئے یہ بات طے ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جو فرمایا ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن کر فرمایا ہے، اس لئے اس پر تنقید کرتے وقت ذہن میں یہ رکھنا ضروری ہے کہ بات کہاں تک پہونچ سکتی ہے، اس کے برخلاف

---

عه ثانی تعیین باب التواطؤ علی الرؤیا ص ۱۰۳۵ مسلم صیام ابوداود رمضان۔ ترمذی صوم موطا امام مالک اعتکاف مسند امام احمد ثانی ص ۶ ص ۸

جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زر بن حبیش نے یہ شکایت کی کہ آپ کے بھائی حضرت ابن مسعود یہ کہتے ہیں کہ جو سال بھر قیام لیل کرے گا وہ شب قدر پائے گا۔ تو ابی بن کعب نے فرمایا۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ انھوں نے یہ چاہا کہ لوگ (صرف چند دنوں پر) بھروسہ نہ کرلیں (کہ صرف انہی چند دنوں میں شب بیداری کریں اور دنوں میں چھوڑ دیں) وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ شب قدر رمضان میں ہے اور عشرہ اواخر میں ہے۔ اور ستائیسویں شب میں ہے۔ پھر حضرت ابی بن کعب نے بغیر استثناء کے قسم کھا کر کہا کہ یہ ستائیسویں رات ہے[1]۔

ایک صحابی کا دوسرے صحابی کے ساتھ یہ حسن ادب پھر ہمیں کب یہ جائز کہ صحابہ کرام کے بارے میں کوئی ایسی بات کہیں جو ناپسندیدہ ہو۔

یہ سترہ اقوال ہم نے نقل کر دیئے۔ اس کے علاوہ مزید اور بھی اقوال ہیں۔ ان میں راجح اور مختار یہ ہے کہ رمضان کے عشرہ اخیرہ کی کسی طاق رات میں ہوتی ہے۔ زیادہ روایتیں اس کی موید ہیں کہ یہ ستائیسویں شب میں ہے۔

## علامات

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعض علماء سے نقل فرمایا ہے۔ کہ شب قدر کی کچھ علامتیں اور نشانیاں ہیں۔ جو احادیث اور آثار اور اہل کشف کے تجربوں سے اخذ کی گئی ہیں۔ امام غزالی نے فرمایا کہ ہر شخص کے حق میں وہ شب شب قدر ہے جس میں اس پر عالم ملکوت سے کچھ کشف کیا جائے۔ طبری نے کچھ لوگوں سے نقل کیا ہے کہ شب قدر میں درخت زمین پر گر کر سجدہ کرتے ہیں۔ پھر اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اس رات ہر چیز سجدہ کرتی ہے ـــــ امام بیہقی نے فضائل اوقات میں بطریق امام اوزاعی، عبیدہ بن ابی لبابہ سے روایت کیا ہے کہ اس رات کھاری پانی میٹھا ہو جاتا ہے۔ علامہ عبدالبر نے بطریق زہرہ بن معبد اس کے مثل روایت کیا ہے۔ اس شب میں انوار بلند ہوتے ہیں حتیٰ کہ اندھیری اور تاریک جگہوں میں بھی[2]

اس خادم نے بعض بزرگوں سے یہ سنا تھا کہ اگر عشرۂ اواخر کی طاق راتوں میں بارش ہو جائے تو یہ اس کے شب قدر ہونے کی خاص علامت ہے۔ جو حدیث صحیح سے مستخرج بھی ہے۔ میں نے اس کا تجربہ کیا اسے حق پایا۔ اور اس شب کا پانی آب شفا ہے اس کا بھی میں نے تجربہ کیا ہے۔

علامتیں شمار کرنے کے بعد حضرت شیخ نے تحریر فرمایا۔ کہ صحیح یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ ان علامتوں کو ہر شخص دیکھ لے۔ یا معلوم کر لے۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ دو شخص اکٹھے عبادت میں مشغول ہوں ایک شخص کو علامتیں محسوس ہوں اور دوسرے کو نہ ہوں۔

## تنبیہ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شب قدر میں ایک شب کی عبادت ہزار مہینے کی عبادتوں سے بہتر ہے۔ یہ نص قرآنی سے ثابت ہے مگر یہ اسی وقت ہے کہ شب بیداری کی وجہ سے فرائض و واجبات کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو۔ بہت سے ریاکار جاہلوں کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ رات بھر جاگتے ہیں۔ اور اول وقت فجر کی نماز پڑھ کر سو جاتے ہیں۔ فجر کی جماعت چھوڑ دیتے ہیں۔ کچھ کچھ ایسے بھی ہیں جو فجر کی نماز بھی نہیں پڑھتے اور قریب یہی حال ظہر کی نماز کا ہوتا ہے یا تو سوتے رہ جائیں گے ظہر کی نماز نہیں پڑھیں گے یا جماعت چھوڑ بیٹھیں گے۔ یہ بہت بڑی محرومی ہے۔ ایسے لوگوں کو شب بیداری جائز ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## تشریحات ۱۱۹۲

عشرہ اخیرہ کی وتر راتوں کا حساب دو طرح ہوتا ہے۔ ایک مہینے کی پہلی تاریخ کے حساب سے اس طرح وتر راتیں اس طرح پڑیں گی۔ اکیسویں۔ تیئیسویں۔ پچیسویں۔ ستائیسویں۔ انتیسویں۔ اور دوسرا حساب تیس تاریخ سے لیا جائے تو اب طاق راتیں یہ ہونگی۔ تیسویں۔ اٹھائیسویں۔ چھبیسویں۔ چوبیسویں۔ بائیسویں۔ اسی دوسرے حساب کے مطابق ایک حدیث میں یہ فرمایا شب قدر کو رمضان کے اخیر کے دس دنوں میں تلاش کرو۔ نویں شب میں جو باقی رہ جائے۔ ساتویں میں جو باقی رہ جائے۔ پانچویں میں جو باقی رہ جائے ـــــ اس دوسری صورت میں، اگر رمضان کا چاند انتیس کا ہو جائے تو یہ پہلے کے مطابق ہو جائے گا۔

---

[1] مسلم جلد اول۔ صیام باب فضل لیلۃ القدر صـ۳۷۰ [2] اشعۃ اللمعات ثانی صـ۱۱۲

# باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر

عشرۂ اخیرہ کی وتر راتوں میں شب قدر کی تلاش ـــ ص ۲۷۰

**حدیث ۱۱۹۰** عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رمضان

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

کے اخیر کے دس دنوں کی طاق راتوں میں شب قدر تلاش کرو۔

**حدیث ۱۱۹۱** عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُوْلُ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ

کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ شب قدر رمضان کے اخیر عشرہ

**حدیث ۱۱۹۲** عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ۔

میں تلاش کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے رمضان کے عشرہ اخیرہ میں تلاش کرو۔ شب قدر

الْاَوَاخِرِ فِي رَمَضَانَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي تَاسِعَةٍ تَبْقٰى فِي سَابِعَةٍ تَبْقٰى فِي خَامِسَةٍ تَبْقٰى

باقی رہنے والی نویں یا ساتویں یا پانچویں رات ہے ـــــ ایک دوسری روایت میں حضرت ابن عباس

ـــ تَابَعَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ اَيُّوْبَ وَعَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

ہی سے مروی ہے کہ فرمایا۔ چوبیسویں رات میں تلاش کرو۔

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا الْتَمِسُوْهَا فِي اَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ ـــ

**تشریحات ۱۱۹۱ - ۱۱۹۰** چوبیسویں شب بھی طاق رات ہے۔ جب اخیر مہینے سے یعنی تیس تاریخ سے تنزیلاً شمار کریں۔ تو یہ ساتویں شب ہوگی۔

**تشریحات ۱۱۹۲** فی نسخۃ متنین ـــ کے معنی دو متعین ہیں کہ یہ انتیسویں رات ہے البتہ فی سبع یبقین ـــ میں دو احتمال ہے۔ ایک یہ کہ چوبیسویں رات ہے۔ جب کہ مہینہ تیس کا ہو۔ دوسرے یہ کہ تیئیسویں شب ہو جب کہ مہینہ انتیس کا ہو۔ اور یہ دونوں احتمال حدیث ۱۱۹۲ع میں بھی ہیں ـــ مہینہ جب

---

ع ترمذی جلد اول۔ الصوم باب فی لیلۃ القدر۔ موطا امام مالک باب لیلۃ القدر۔ مسند امام احمد جلد سادس ص ۴۳۔

143

**حدیث ۱۱۹۳** عَنْ اَبِیْ جَلْزَۃَ عِکْرِمَۃَ قَالَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

ابوجلزہ اور عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھِیَ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ ھِیَ فِیْ تِسْعٍ یَمْضِیْنَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ یعنی شب قدر عشرہ اخیرہ میں ہے۔ گزری ہوئی

اَوْ فِیْ سَبْعٍ یَبْقِیْنَ یَعْنِیْ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ

نویں رات میں یا باقی رہنے والی ساتویں رات میں۔

## بَابُ رَفْعِ مَعْرِفَۃِ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ لِتَلَاحِیْ النَّاسِ ص ۲۷۱

**حدیث ۱۱۹۴** عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ ارادہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیُخْبِرَنَا بِلَیْلَۃِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰی رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَقَالَ خَرَجْتُ لِاُخْبِرَکُمْ

فرما کر باہر تشریف لائے کہ شب قدر (کے وقت) کے بارے میں بتا دیں۔ دو مسلمان آپس میں لڑ پڑے اس

بِلَیْلَۃِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰی فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرًا لَّکُمْ فَالْتَمِسُوْھَا فِی

پر ارشاد فرمایا۔ میں شب قدر کا وقت بتانے کے لئے باہر تشریف لایا تھا۔ فلاں فلاں لڑ پڑے۔ تو اٹھا لی

التَّاسِعَۃِ وَالسَّابِعَۃِ وَالْخَامِسَۃِ ؏

گئی امید ہے کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہو اسے نویں ساتویں۔ پانچویں میں تلاش کرو۔

کامل تیس کا ہوگا تو باقی رہنے والی نویں۔ ساتویں۔ پانچویں راتیں۔ چھبیسویں۔ چوبیسویں۔ بائیسویں ہوں گی۔ اور انتیس کا ہوگا تو پچیسویں تیئیسویں اکیسویں ہوں گی۔ دوسری تقدیر پر طاق راتیں وہی ہوں گی۔ جو عام اکثر مشہور روایتوں کے مطابق ہے۔ اور پہلی تقدیر پر پہلی تاریخ کے حساب سے یہ راتیں طاق نہ ہوں گی۔ مگر اخیر مہینے سے تنزیلاً شمار کرنے کے اعتبار سے انھیں طاق کہا گیا ہے۔

**تشریحات ۱۱۹۴** اس حدیث کی اخیر کی سند میں یہاں یہ ہے۔ حَدَّثَنَا اَنَسٌ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا ــــ اور کتاب الایمان میں ہے ــــ عن انس اخبرنی عبادۃ الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ــــ ان دونوں سندوں کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت عبادہ کی مسند ہے۔ مگر موطا امام مالکؒ میں حضرت عبادہ کا واسطہ نہیں۔ اس تقدیر پر یہ مسند انس ہوئی۔ ابوعمرو نے کہا۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت عبادہ بیچ میں ہیں اور یہ مسند حضرت عبادہ ہے۔

**فتلاحیٰ** مسلمؒ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ دو شخص آئے اور ایک دوسرے سے اپنا حق مانگنے لگے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ لڑنے والے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ چونکہ حضرت ابی بن کعب کا

ع۸ الایمان باب خوف المومن ان یحبط عملہ ص ۱۲ ثانی الادب باب ما ینہیٰ عن السباب واللعن ص ۸۹۳ دارمی صوم ۵۶ ۔ موطا امام مالک اعتکاف ۔ مسند امام احمد خامس ص ۳۱۲/۳۱۹

۱ باب لیلۃ القدر ص ۱۰۴ ۔ ۲ الصیام باب فضل لیلۃ القدر ص ۳۶۸ ــــ

# بَابُ الْعَمَلِ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ص۲۷۱

## رمضان کے عشرہ اخیرہ میں عمل کا بیان

**حدیث ۱۱۹۵** عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كَانَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جب (رمضان) کے اخیر

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهٗ وَاَحْیٰی لَیْلَهٗ وَاَیْقَظَ اَهْلَهٗ ؏

دس دن آتے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مستعد ہو جاتے اور شب بیداری فرماتے اور اپنے اہل کو جگاتے

قرض حضرت عبداللہ بن حدرد پر تھا۔ انھوں نے مسجد میں تقاضا شروع کر دیا۔ دونوں کی آوازیں اونچی ہو گئی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اشارہ فرمایا کہ آدھا معاف کر دو۔ انھوں نے قبول کر لیا۔ تو حضرت عبداللہ بن ابی حدرد سے فرمایا۔ اب ادا کر دو[۱] جیسا کہ جلد ثانی ص۴۴۶ پر گزر چکا ہے۔

**فرفعت** اس کی توجیہ علماء نے کئی کی ہے۔ اول۔ میں لڑنے والوں کی طرف متوجہ ہو گیا اور بھول گیا کہ وہ کون سی رات تھی یعنی اس کی تعیین اٹھا لی گئی۔ ثانی۔ اس سال اس کی برکت اٹھا لی گئی۔ ثالث۔ رفعت کی ضمیر مرفوع متصل کا مرجع ملئکۃ ہے۔ اللیلۃ۔ نہیں۔ رابع۔ علامہ طیبی نے فرمایا۔ کہ مراد یہ ہے کہ اس کی تعیین کی معرفت یعنی پہچان اٹھا لی گئی۔ امام بخاری نے اس حدیث پر جو باب قائم کیا ہے۔ یہ اس کے مطابق ہے۔

اس حدیث کی پہلی توجیہ سے ظاہر ہے کہ اس وقت شب قدر کی تعیین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب پاک سے اٹھا لی گئی۔ تو اب سوال یہ ہے کہ بعد میں اسے بتایا گیا یا نہیں؟ علامہ بدرالدین محمود عینی قدس سرہ نے امام سفیان بن عیینہ سے نقل کیا۔ کہ بعد میں اس کو بتا دیا گیا[۲]

**عسیٰ ان یکون خیر الکم** یہ اس وجہ سے کہ اگر تعیین لوگوں کو بتا دی جاتی تو لوگ صرف اسی رات میں شب بیداری کرتے اور جب تعیین معلوم نہیں تو لوگ شب قدر کی فضیلت پانے کے شوق میں ہر محتمل رات میں عبادت کریں گے۔ یہ سبب ہے کثرت عبادت کا۔

**فالتمسوھا** یہاں صرف نویں ساتویں پانچویں کا ذکر ہے۔ مگر مفہوم عدد معتبر نہیں۔ اس لئے مذکورہ بالا روایات کے منافی نہیں۔ ان تاریخوں میں بھی دونوں احتمال ہے۔ کہ پہلی تاریخ کے اعتبار سے عشرہ اخیرہ کی نویں ساتویں پانچویں یا اخیر رمضان سے تنزیلا نویں ساتویں پانچویں۔

**تشریحات ۱۱۹۵** العشر سے مراد رمضان کے اخیر دس دن ہیں۔ شد میزرہ۔ کے معنی مجازی مراد ہیں یعنی عبادت کے لئے کمر بستہ ہو جاتے۔ خوب جدوجہد کرتے۔ جماع وغیرہ سے پرہیز کرتے۔ احیا لیل سے مراد راتوں کو جاگ کر عبادت میں گزارنا ہے اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔ کہ پوری رات مکمل عبادت میں بسر کرتے دو ایک یا معدودے چند راتیں پوری کی پوری عبادت میں بسر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ مراد ہے کہ راتوں کے اکثر حصوں میں مشغول عبادت رہتے۔

---

عہ مسلم۔ الصوم۔ ابوداؤد الصلوٰۃ۔ نسائی الصلوٰۃ، اعتکاف، ابن ماجہ الصوم۔ [۱] بخاری اول الصلوٰۃ باب المقاضی والملازمہ ص۶۵۔ [۲] عمدۃ القاری الحادی عشر ص۱۳۸۔

# ابواب الاعتکاف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## بَابُ الْاِعْتِکَافِ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَالْاِعْتِکَافِ فِی الْمَسَاجِدِ کُلِّھَا ص۲۷۱

رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف ۔ اور ہر مسجد میں اعتکاف درست ہے۔

**حدیث ۱۱۹۶** عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ ۔ عہ

اخیر دس دنوں میں اعتکاف کرتے تھے۔

**حدیث ۱۱۹۷** عَنْ عَائِشَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْتَکِفُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات سے مروی ہے کہ

الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہُ ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُہٗ مِنْ بَعْدِہٖ ۔ عہ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے عشرہ اخیرہ میں اعتکاف کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے انھیں اٹھالیا۔ پھر ان کے بعد ان کی ازواج اعتکاف میں بیٹھتی تھیں

**ایقظ اھلہ** سے مراد یہ ہے۔ کہ اپنے اہل کو ان راتوں میں شب بیداری کا حکم دیتے۔ یہ حکم یا تو مسجد میں تشریف رکھتے ہوئے دیتے تھے۔ اس طرح کہ مسجد کریم کی طرف جو دروازہ تھا اس سے آواز دیتے یا جب قضاء حاجت کے لئے اندر تشریف لے جاتے تو انھیں جگاتے۔

---

اعتکاف کا مادہ عکف ہے۔ اس کے معنی کہیں ٹھہرنے کے ہیں۔ اسی سے فرمایا گیا۔ وَالْھَدْیَ مَعْکُوْفًا۔ فتح (۲۴) اور ہدی کو جو رُکی ہوئی تھیں ۔ عرف عام میں بہ نیت عبادت کہیں ٹھہرے رہنا ہے۔ اسی سے قرآن مجید میں ہے۔ یَعْکُفُوْنَ عَلٰی اَصْنَامٍ لَّھُمْ۔ الاعراف (۱۳۸) یہ لوگ اپنے بتوں کے پاس عبادت کے لئے بیٹھے رہتے۔ اصطلاح شریعت میں۔ تقرب الی اللہ کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنا۔ قرآن مجید میں فرمایا۔ وَلَا تُبَاشِرُوْھُنَّ وَاَنْتُمْ عٰکِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ ۔ بقرہ (۱۸۷) اور جب مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو تو ان سے مباشرت نہ کرو۔ اعتکاف کو کبھی مجاورت سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ جیسا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے ۔ وکان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یجاور فی العشر التی فی وسط الشہر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے عشرہ وسطی میں مجاورۃ یعنی اعتکاف کرتے تھے۔

---

عہ مسلم ۔ ابوداؤد ۔ نسائی ۔ ابن ماجہ ۔ الصوم عہ مسلم ابوداؤد ، نسائی ۔ الصوم ۔ لہ بخاری اول باب لیلۃ القدر باب تحری لیلۃ القدر ص۲۷۰

# باب المعتکف لا یدخل البیت الا لحاجۃ ص۲۷۱

## معتکف گھر میں داخل نہیں ہوگا مگر حاجت کیلئے

**حدیث ۱۱۹۸** عَنْ عُرْوَةَ وَعَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی

عروہ اور عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَاِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیُدْخِلُ عَلَیَّ رَاْسَهٗ

نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے ہوئے اپنا سر اقدس میری طرف کر دیتے۔ میں کنگھا کر دیتی

وَهُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَاُرَجِّلُهٗ وَكَانَ لَا یَدْخُلُ الْبَیْتَ اِلَّا لِحَاجَةٍ اِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا۔ عه

اور جب معتکف ہوتے تو گھر میں سوائے ضروری حاجت کے تشریف نہیں لاتے۔

اعتکاف کی شرط یہ ہے کہ جو اعتکاف کرنا چاہے وہ مسلمان، عاقل حیض ونفاس جنابت سے پاک ہو۔ بالغ آزاد مرد ہونا شرط نہیں۔ اعتکاف ہر مسجد میں صحیح ہے۔ اور یہی مختار ہے۔ جامع مسجد۔ یا مسجد جماعت شرط نہیں۔ سب سے افضل مسجد حرام پھر مسجد نبوی پھر مسجد اقصیٰ میں، پھر مقامی اس بڑی مسجد میں جسمیں سب سے بڑی جماعت ہوتی ہو۔

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں۔ نفل، سنت موکدہ کفایہ، واجب۔

نفل۔ کسی بھی وقت بہ نیت اعتکاف اگرچہ تھوڑی ہی دیر کے لئے مسجد میں جائے۔ اس کے لئے روزہ شرط نہیں۔

سنت موکدہ کفایہ۔ رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف۔ واجب۔ اعتکاف کی منت مانی۔ ان دونوں کے لئے روزہ شرط ہے۔

**تشریحات ۱۱۹۶-۹۷** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عشرہ اخیرہ کے اعتکاف پر ایسی پابندی کہ کبھی ترک نہیں فرمایا۔ اس کے سنت موکدہ ہونے کی دلیل ہے۔ اور چونکہ صحابہ کرام نے اسے پابندی سے نہیں کیا۔ بلکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک نے نہیں کیا۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ کفایہ ہے۔ ورنہ صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین اسے کبھی ترک نہ فرماتے۔

**تشریحات ۱۱۹۸** لحاجۃ مسلم کی روایت میں ہے۔ لحاجۃ الانسان۔ امام زہری نے اس کی پیشاب پائخانے سے تفسیر کی مگر انھیں دونوں کی تخصیص نہیں۔ اگر مسجد میں اس طرح وضو کرنا ممکن نہ ہو۔ کہ وضو کے غسالے سے مسجد آلودہ نہ ہو تو وضو کے لئے باہر جاسکتا ہے۔ اسی طرح اگر غسل واجب ہو جائے تو اس کے لئے بھی۔ یوں ہی نماز جمعہ کے لئے بھی۔ البتہ تنظیف وتبرید کی خاطر غسل کرنے۔ بیمار پرسی کرنے، نماز جنازہ وغیرہ کے لئے نہیں جاسکتا۔ اگر باہر جائے گا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معتکف مسجد میں رہتے ہوئے اپنے دو ایک اعضا کو مسجد کے باہر کر دے تو کوئی حرج نہیں۔

عورت کا چھونا مفسد اعتکاف نہیں۔

**تشریحات ۱۱۹۹** ان عمرا۔ یہ حدیث حضرت عمر کے مسانید میں ہے۔ یا ان کے صاحبزادے حضرت ابن عمر کے مسانید میں دونوں طرح مروی ہے۔ بخاری

---

عه مسلم، طہارت، ابوداؤد، ترمذی، الصوم، نسائی الاعتکاف، ابن ماجہ الصوم۔

# بَابُ الْاِعْتِکَافِ لَیْلًا ص۲۷۲ رات میں اعتکاف کا بیان

حدیث ۱۱۹۹ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ عُمَرَ سَاَلَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُنْتُ نَذَرْتُ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ اَنْ اَعْتَکِفَ لَیْلَۃً فِی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں منت مانی تھی کہ ایک رات مسجد حرام میں

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ فَاَوْفِ بِنَذْرِکَ ۔ عہ

اعتکاف کروں فرمایا۔ اپنی منت پوری کر۔

کے تمام طرق میں مسند ابن عمر ہے۔ امام مسلمؒ نے دونوں طرح تخریج کی ہے۔ ابوداؤدؒ اور نسائیؒ کی ایک روایت کے مطابق مسند عمر ہے۔ طائف سے واپسی کے بعد معجرانہ میں حضرت عمر نے یہ سوال کیا تھا۔ جیسا کہ مسلمؒ میں ہے۔ بخاری کی مغازی کی روایت میں یہ ہے۔ جب ہم حنین سے واپس ہوئے۔ بخاری کی تمام روایتوں میں 'لیلۃ' ہے۔ یعنی رات میں اعتکاف کی منت مانی تھی۔ اس سے علامہ کرمانی نے یہ استدلال فرمایا۔ کہ اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں۔ علامہ عینی نے اس پر یہ تعقب فرمایا۔ مسلم میں بطریق شعبہ عن عبید اللہ جو روایت ہے۔ اس میں لیلۃ کے بجائے یوما ہے۔ اسی طرح نسائی کی بعض روایتوں میں ہے۔ بلکہ خود بخاری میں کتاب الجہاد کی روایت میں 'اعتکاف یوم' ہے۔

ابن حبان نے دونوں میں یہ تطبیق دی کہ حضرت عمر کی منت پورے دن و رات کی تھی۔ لیلۃ یا یوما بول کر بدلا دن رات مراد لینا شائع ذائع ہے۔ رات اگرچہ روزے کا ظرف نہیں مگر دن تو ہے۔ علامہ کرمانی کے اس استنباط کے خلاف نسائیؒ کی ایک روایت ہے۔ کہ

فامرہ ان یعتکف ویصوم انھیں حکم فرمایا کہ اعتکاف کریں اور روزہ رکھیں۔

اس روایت کی سند پر کچھ کلام کیا گیا ہے مگر وہ بے وزن ہے جیسا کہ علامہ عینی نے اس موقع پر ثابت فرمایا۔

علاوہ ازیں ابوداؤدؒ میں بھی ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ اعتکف وصم اعتکاف کرو اور روزہ رکھو۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس منت کے پوری کرنے کا حکم بطور استحباب دیا تھا۔ ورنہ زمانہ کفر کی مانی ہوئی منت کو پورا کرنا نہیں۔ اس لئے کہ وجوب کے لئے ایمان شرط ہے۔ ایمان نہیں تو کچھ واجب نہیں۔ ورنہ لازم کہ نومسلموں پر قبول اسلام کے بعد زمانہ بلوغ سے لے کر قبول اسلام تک نمازوں، روزوں کی قضا واجب ہو۔

---

عہ بخاری اول۔ الاعتکاف۔ باب من لم یر علی المعتکف صوما۔ باب اذا نذر فی الجاہلیۃ ان یعتکف ثم اسلم ص۲۷۴ الجہاد باب ما یعطی المؤلفۃ قلوبھم ص۴۴۴ ثانی المغازی۔ باب قول اللہ تعالیٰ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم ص۶۱۸ ثانی الایمان والنذور۔ باب اذا نذر او حلف لا یکلم انسانا فی الجاہلیۃ ثم اسلم ص۹۹۱ مسلم الایمان والنذور۔ ابوداؤد۔ ترمذی نسائی الایمان والنذور۔ ابن ماجہ۔ الصیام بالکفارات۔ مسند امام احمد اول ص۳۷۔ ۱ ثانی الایمان والنذور باب نذر الکافر وما یفعل فیہ اذا اسلم ص۵ ۲ ثانی الایمان والنذور باب نذر الجاہلیۃ ثم ادرک الاسلام ص۱۱۴ ۳ ثانی الایمان والنذور باب اذا نذر ثم اسلم قبل ان یفی ص۱۴۷۔ ۴ ثانی الایمان والنذور باب نذر الکافر وما یفعل فیہ اذا اسلم ص۵

۵ عمدۃ القاری الحادی عشر ص۱۴۶ ۶ اول الصیام باب المعتکف یعود مریضا۔ ص۳۳۵۔

# بَابُ اِعتِکَافِ النِّسَاءِ ص۲۷۲ عورتوں کے اعتکاف کا باب

**حدیث ۱۲۰۰**

عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْتَكِفُ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَكُنْتُ اَضْرِبُ لَهٗ خِبَاءً

رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ میں حضور کے لئے خیمہ تانتی۔ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اس میں

فَیُصَلِّی الصُّبْحَ ثُمَّ یَدْخُلُهٗ فَاسْتَاْذَنَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ اَنْ تَضْرِبَ خِبَاءً فَاَذِنَتْ لَهَا

تشریف لے جاتے۔ حفصہ نے عائشہ سے خیمہ تاننے کی اجازت طلب کی۔ انھوں نے اجازت دے دی۔ اور

فَضَرَبَتْ خِبَاءً فَلَمَّا رَاَتْهُ زَیْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ ضَرَبَتْ خِبَاءً اٰخَرَ فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

انھوں نے ایک خیمہ تان لیا۔ زینب بنت جحش نے جب اسے دیکھا تو ایک اور خیمہ تان لیا۔ صبح کے وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان

وَسَلَّمَ رَاَی الْاَخْبِیَةَ فَقَالَ مَا هٰذَا فَاُخْبِرَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْبِرَّ تَرَوْنَ بِهِنَّ

خیموں کو دیکھا تو فرمایا۔ یہ کیا ہے؟ حضور کو بتایا گیا۔ فرمایا۔ کیا تم لوگ ان کے ساتھ اعتکاف کرنے کو نیکی گمان

فَتَرَكَ الْاِعْتِكَافَ ذَالِكَ الشَّهْرَ ثُمَّ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِّنْ شَوَّالٍ ؏

کرتے ہو۔ اس مہینے اعتکاف چھوڑ دیا۔ پھر شوال میں دس دن اعتکاف فرمایا۔

**تشریحات ۱۲۰۰**

خباء۔ اونٹ کے بال یا اون کا وہ چھوٹا خیمہ جو صرف دو یا تین طنابوں پر ہو مگر باب الاعتکاف فی شوال میں قبۃ دار وہ ہے۔ قبہ گول خیمہ کو کہتے ہیں۔

**فیصلی الصبح**

یعنی صبح کی نماز پڑھ کر اس خیمے میں تشریف لے جاتے جو اعتکاف کے لئے تانا گیا ہوتا۔ اس سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ اعتکاف کی ابتداء نماز صبح کے بعد سے ہے مگر ائمہ اربعہ اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اعتکاف کی ابتداء بیسویں کے سورج کے غروب کے وقت سے ہے۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ پہلے ہی سے اپنے معتکف میں چلا جائے۔ اس حدیث کا محمل یہ ہے۔ اعتکاف کے لئے بیسویں کے غروب ہی کے وقت مسجد میں تشریف لے جاتے۔ رات کو مسجد کے اور حصوں میں مصروف عبادت رہتے۔ صبح کو نماز فجر کے بعد آرام اور خلوت کے لئے خیمہ اقدس میں رونق افروز ہوتے۔

**فاستاذنت عائشۃ**

یعنی ام المومنین حضرت حفصہ نے ام المومنین حضرت صدیقہ سے اجازت طلب کی۔ لیکن امام اوزاعی کی روایت "باب من اراد ان یعتکف ثم بدالہ ان یخرج" میں یہ ہے۔ کہ ام المومنین حضرت حفصہ نے ام المومنین حضرت عائشہ سے سوال کیا کہ حضور اقدس سے ان کے لئے اجازت طلب کریں۔ تو انھوں نے کیا۔ اور یہی صحیح ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ

---

ع۵ باب الاخبیۃ فی المسجد ص۲۷۲ باب الاعتکاف فی شوال ص۲۷۳ باب من بدالہ ان یعتکف ثم بدالہ ان یخرج ص۲۷۴ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی الصوم۔ نسائی الصلوٰۃ۔ الاعتکاف ابن ماجۃ الصوم مسند امام احمد

## بَابُ هَلْ يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ لِحَوَائِجِهِ إِلَى بَابِ الْمَسْجِدِ ص۲۷۲ اپنی ضرورتوں کیلئے معتکف مسجد کے دروازہ تک جاسکتا ہے؟

**حدیث ۱۲۰۱** أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ إِنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزُورُهُ فِي

امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیبیہ صفیہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے آئیں۔ اور حضور

کو اجازت دینے کا حق ہی نہیں تھا۔ یہ روایت اسی پر محمول ہے کہ حضرت عائشہ سے اجازت لینے کے لئے کہا۔ یا ان کے واسطے سے اجازت طلب کی۔ اس روایت میں ام المومنین حضرت عائشہ کے خیمے کا تذکرہ نہیں سیر اختصار ہے۔ امام اوزاعی کی مذکورہ بالا روایت میں یہ ہے۔ کہ ام المومنین حضرت عائشہ نے حضور سے اجازت لی۔ تو حضور نے اجازت دے دی۔ بلکہ باب الاعتکاف فی شوال میں محمد بن فضیل بن غزوان کی روایت میں ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ نے اعتکاف کی اجازت طلب کی تو انھیں اجازت دے دی اور انھوں نے مسجد میں گول خیمہ تانا۔ البتہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے بارے میں کسی روایت میں نہیں کہ انھوں نے اجازت لے کر خیمہ لگایا ہو۔ اسی لئے خفگی زیادہ ہوئی۔

**الاخبية** محمد بن فضیل بن غزوان کی روایت میں 'اربع قباب' کی تصریح ہے۔ یعنی چار خیمے ملاحظہ فرمائے۔

**البر ترون بهن** البر' ترون کا مفعول بہ ہے۔ اور ہمزہ استخبار یا انکار کے لئے ہے۔ بھن کا متعلق اعتکاف محذوف ہے ترون' تظنون کے معنی میں ہے۔ اور خطاب حاضرین سے ہے۔ اب ترجمہ یہ ہوا۔ کیا تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ ان کے ساتھ اعتکاف نیکی ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے۔ بھن متلبساً، محذوف کا متعلق ہے۔ اور ترون کا مفعول ثانی ہے۔ اب ترجمہ یہ ہوا۔ کیا تم لوگ گمان کرتے ہو کہ یہ نیکی کے ساتھ متلبس ہیں یعنی ان عورتوں کا مسجد میں آکر اعتکاف کرنا نیکی ہے۔ یہ مسجد میں آکر اعتکاف کرکے نیکی کر رہی

امام مالک کی روایت میں 'تقولون' ہے۔ اور یہ تظنون کے معنی میں ہے۔ قول بمعنی ظن بھی آتا ہے۔ اعشیٰ نے کہا۔

اما الرحيل فدون بعد غد — فمتى تقول الدار تجمعنا

کوچ قریب ہے۔ کل کے بعد ہے — وہ کہتی ہیں۔ کب گھر ہم دونوں کو اکٹھا کریگا

امام اوزاعی کی روایت میں۔ البر ادن بهذا ہے۔ یعنی کیا انھوں نے اس سے نیکی کا ارادہ کیا ہے۔

**فترك الاعتكاف** ابن فضیل کی روایت میں یہ بھی ہے۔ کہ حکم دیا۔ ان خیموں کو اکھاڑ دو۔ تو اکھاڑ دیئے گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شوال کے اخیر عشرہ میں اعتکاف فرمایا۔

**مسائل** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو مسجد میں اعتکاف کرنا ممنوع ہے۔ وہ اپنے گھر میں اعتکاف کریں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کو شوہروں کی اجازت کے بغیر اعتکاف ممنوع ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد میں خیمہ گاڑنا جائز ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ دفع شر، جلب منافع پر مقدم ہے۔ یعنی کسی کار خیر کرنے میں کسی فساد کا اندیشہ صحیحہ ہو تو اسے چھوڑ دینا چاہئے۔

**تشریحات ۱۲۰۱** بخاری بدء الخلق اور مسند امام احمد میں یہ بھی ہے۔ کہ ام المومنین حضرت صفیہ رات میں حاضر ہوئی تھیں۔ باب زيارة المرأة زوجها في اعتكافه۔ میں یہ زائد ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تھے اور حضور کی خدمت میں حضور کی ازواج

اِعْتِكَافِهٖ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَتَحَدَّثْتُ عِنْدَهٗ سَاعَةً ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ

رمضان کے اخیر عشرہ میں مسجد میں معتکف تھے ۔ انھوں نے حضور سے تھوڑی دیر تک بات چیت کی ۔ پھر اٹھیں اور واپس ہونے لگیں

فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهَا يَقْلِبُهَا حَتّٰى اِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ اُمِّ سَلَمَةَ مَرَّ

تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی انھیں واپس کرنے کے لئے ان کے ساتھ کھڑے ہوئے ۔ وہ جب مسجد کے اس دروازے پر پہونچیں جو

رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ فَسَلَّمَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ

ام سلمہ کے حجرے کے دروازے کے پاس ہے تو انصار کے دو صاحب گزرے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کیا ۔ ان دونوں سے نبی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رِسْلِكُمَا اِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ٹھہرو ۔ (اور فرمایا) یہ صفیہ بنت حیی ہے ۔ ان دونوں صاحبان نے عرض کیا ۔ سبحان اللہ

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ

یا رسول اللہ ۔ اور ان پر حضور کا یہ ارشاد شاق گزرا ۔ اس پر نبی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ انسان کے بدن میں جہاں جہاں خون پہونچتا ہے

مِنَ الْاِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ وَاِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يَّقْذِفَ فِيْ قُلُوْبِكُمَا شَيْئًا ۔ عه

شیطان بھی پہونچ جاتا ۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ تمھارے دلوں میں کچھ (بدگمانی) نہ ڈال دے ۔

حاضر تھیں ۔ سب چلی گئیں ۔ حضور نے حضرت صفیہ سے فرمایا جانے میں جلدی مت کرنا میں تم کو پہونچادوں گا ۔ اور ان کا گھر دار اسامہ میں تھا ۔ عہد نبوی میں حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی گھر ہی نہ تھا ۔ مگر ام المومنین حضرت صفیہ جس گھر میں رہتی تھیں ان کے وصال کے بعد حضرت اسامہ اس میں رہنے لگے تھے ۔ اور حضرت امام زین العابدین اپنے زمانے کی بات کر رہے ہیں ۔ مراد یہ ہے کہ حضرت صفیہ کو ان کے حجرے تک پہونچادیا ۔ یہ حجرہ وہاں تھا جو دار اسامہ کے نام سے مشہور ہے ۔

**فسلما** جو انصار ملے تھے ۔ ان کے بارے میں آگے ہے ۔ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا اور آگے بڑھ گئے ۔ تو حضور نے وہ فرمایا ۔ یہاں بعض روایتوں میں 'تعالیا' ہے ۔ اس سے بھی مراد یہی ہے کہ ٹھہر جاؤ ۔ مسند امام احمد اور بخاری بدء الخلق میں ہے کہ اسرعا ۔ یعنی تیزی سے آگے بڑھ گئے ۔ اخیر میں یہاں شیئا ہے ۔ مسند امام احمد میں 'سوءا' ہے اور بخاری بدء الخلق میں 'شرا' ہے ۔ حاصل سب کا ایک ہے ۔ مراد یہ ہے ۔ کہ رات میں ایک عورت کو مسجد سے نکلتے اور مجھ دروازے پر کھڑا دیکھ کر کہیں شیطان تمھارے دلوں میں میری طرف سے کوئی برا خیال نہ ڈال دے اسے بہکانے میں دیر نہیں لگتی ۔ اس لئے میں نے تمھیں بتایا ہے کہ یہ صفیہ بنت حیی ہے ۔ یہ دونوں صاحبان، حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر تھے ۔

**علیٰ رسلکما** کے معنی یہ ہے کہ جیسے ہو ویسے ہی رہو ۔ حاصل یہ کہ ٹھہر جاؤ ۔

**مسائل** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ معتکف کو جائز ہے ۔ کہ مباح کام میں مصروف رہے ۔ یہ بھی جائز ہے کہ ملاقاتیوں سے ملے ۔ اور باتیں کرے معتکف سے ملاقات کے لئے اس کی زوجہ مسجد میں جاسکتی ہے ، عورتوں کو رات میں بضرورت نکلنا جائز ہے ۔

---

عه ایضا باب زیارۃ المرأۃ زوجہا فی اعتکافہ ۔ باب ہل یدر أ المعتکف عن نفسہ ص۲۷۳ الجہاد باب ہیوت ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۴۳۷ بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص۴۷۴ الادب باب التکبیر والتسبیح عند التعجب ص۹۱۸ الاحکام باب موعظۃ الامام للخصوم ص۱۰۶۳ مسلم الاستیذان - ابوداؤد الصوم الادب - نسائی الاعتکاف - ابن ماجہ الصوم - مسند امام احمد سادس ص۳۳۷ ـــ

## باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان ص۲۷۴ رمضان کے عشرۂ وسطی میں اعتکاف

**حدیث ۱۲۰۲** عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْتَکِفُ فِیْ کُلِّ رَمَضَانَ عَشَرَةَ اَیَّامٍ فَلَمَّا کَانَ الْعَامُ الَّذِیْ قُبِضَ فِیْهِ اعْتَکَفَ عِشْرِیْنَ عه

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف کرتے تھے۔ اور جس سال وصال ہوا بیس دن اعتکاف فرمایا۔

**شیطان کا انسان پر تسلط** حدیث کے اس جملے سے کہ فرمایا۔ ان الشیطان یبلغ من الانسان مبلغ الدم۔ انسان کے جسم میں جہاں جہاں خون پہونچتا ہے شیطان بھی پہونچ جاتا ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیطان انسان کو بے قابو کر کے مسلط ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ آسیب زدہ افراد میں مشاہدہ ہے اور یہ خود قرآن کریم سے ثابت ہے کہ فرمایا۔ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ۔ بقرہ جسے چھو کر شیطان دیوانہ بنا دیتا ہے۔

**تشریحات ۱۲۰۲** ظاہر ہے کہ یہ اعتکاف مسلسل تھا اسے لازم کہ عشرۂ وسطی میں بھی کیا ہو ۔ _____ بیس دن اعتکاف کرنے کی حکمت کیا تھی۔ اس کی مختلف توجیہیں کی گئیں ہیں۔ فضائل قرآن کی روایت یہ ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن مجید ایک بار رمضان شریف میں پیش کیا جاتا تھا۔ مگر جس سال وصال فرمایا۔ دو بار پیش کیا گیا۔ ہر سال دس دن اعتکاف فرماتے تھے۔ اور جس سال وصال فرمایا بیس دن اعتکاف فرمایا۔ اس سے کچھ لوگوں نے یہ اخذ کیا کہ دو بار قرآن کے دور کی وجہ سے بیس دن اعتکاف فرمایا مگر یہ اس وقت صحیح ہوگا۔ جب یہ طے ہو کہ قرآن کا دور صرف اعتکاف ہی کی حالت میں ہوتا ہو۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ حضرت ابن عباس کی حدیث میں تصریح ہے کہ رمضان کی ہر رات میں جبرئیل قرآن کا دورہ کرتے تھے[۱] مگر یہ کہا جا سکتا ہے۔ دو بار قرآن کے دور کی خوشی میں دونا اعتکاف فرمایا۔ دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے۔ کہ ابھی حدیث گزری کہ ازواج مطہرات کے مسجد میں اعتکاف کے لئے خیموں کے لگانے پر رمضان کا اعتکاف ترک فرمایا۔ اور شوال میں کیا اس کا احتمال ہے کہ رمضان ہی میں اس کی تلافی کے لئے دس روز مزید اعتکاف کیا۔

تیسری توجیہ یہ کی گئی ہے۔ سال گزشتہ سفر کی وجہ سے رمضان کے عشرہ اخیر کا اعتکاف نہ کر سکے تو اس کی تلافی کے لئے بیس دن کیا۔ جیسا کہ ابوداؤد[۲] اور نسائی[۳] میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے عشرہ اخیر میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ ایک سال سفر کی وجہ سے اعتکاف نہ کر سکے تو سال آئندہ بیس دن کیا۔ **اقول** ۔ یہ سفر فتح مکہ کا تھا۔

چوتھی توجیہ یہ ہے۔ کہ حیات ظاہری کا اخیر سال تھا۔ ارادہ فرمایا۔ کہ زیادہ سے زیادہ طاعات کے ساتھ اپنے رب سے ملاقات کریں۔ اس میں امت کو تلقین ہے کہ بڑھاپے میں جہاں تک ہو سکے طاعات و عبادات میں کوشش کریں۔

---

عه ثانی فضائل القرآن باب ما کان جبرئیل یعرض القرآن علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۷۴۸ ابوداؤد الصوم نسائی فضائل القرآن الاعتکاف ابن ماجہ الصیام۔ [۱] بخاری اول بدء الوحی ص۳ ثانی فضائل القرآن ص۷۴۸ [۲] اول الصیام باب الاعتکاف ص۳۳۴ [۳] فتح الباری رابع ص۲۷۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# کتاب البیوع ص۲۷۴

## خرید و فروخت کا بیان ۔

### باب ماجاء فی قول اللہ تبارک وتعالیٰ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ ۔ الآیۃ ص۲۷۴

اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں جو مروی ہے کہ فرمایا ۔ جب نماز پوری کرلی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ ۔ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت اللہ کا ذکر کرو تاکہ کامیابی حاصل کرو ۔ اور جب انھوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا تو اس کی طرف چل دیئے اور تمھیں کھڑا چھوڑ دیا ۔ فرمادو ۔ اللہ کے حضور جو کچھ ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے ۔ اور اللہ کا رزق سب سے اچھا ہے ۔ جمعہ

**حدیث ۱۲۰۳** حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ عَبْدُ

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔ جب ہم مدینہ آئے تو رسول اللہ

الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ آخَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنِي وَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے اور سعد بن ربیع کے درمیان رشتہ مواخات قائم فرمایا ۔

بَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ الرَّبِيعِ إِنِّي أَكْثَرُ الْأَنْصَارِ مَالًا فَأَقْسِمُ لَكَ نِصْفَ

تو سعد بن ربیع نے کہا ۔ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں ۔ میں آپ کو آدھا مال دیتا ہوں ۔

مَالِي وَانْظُرْ أَيَّ زَوْجَتَيَّ هَوِيتَ نَزَلْتُ لَكَ عَنْهَا فَإِذَا حَلَّتْ تَزَوَّجْتَهَا فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

اور میری دونوں بیویوں کو دیکھو جو تمھیں پسند ہو اسے طلاق دے دوں اور جب عدت گزارنے کے بعد حلال ہوجائے تو اس سے شادی کرلو ۔ اس پر

**حسن ترتیب** امور دین کی پانچ قسمیں ہیں ۔ اعتقادیات ۔ عبادات ۔ معاملات ۔ زواجر ۔ آداب ۔ ان میں سب سے اہم اعتقادیات ہیں ۔ اس لئے کہ یہ سب کی بنیاد ہیں ۔ اس لئے ان کو سب سے پہلے بیان فرمایا ۔ پھر عبادات کو ۔ اس لئے کہ یہ بہ نسبت معاملات کے بہت اہم ہیں ۔ پھر معاملات کو اور معاملات میں سب سے مقدم بیوع کو رکھا ۔ اس لئے کہ اس کی احتیاج سب سے زیادہ ہے ۔ بلکہ غور کیجئے تو یہ مدار حیات ہے ۔

**بیع کے معنی** بیوع ، بیع کی جمع ہے ۔ اس کے لغوی معنی بیچنے کے بھی ہیں اور خریدنے کے بھی ہیں ۔ فقہ میں اس کے معنی ہیں ۔ مبادلۃ المال بالمال بالتراضی ۔ مال کو مال سے بخوشی بدلنا ۔ اس کی متعدد قسموں پر نظر کرتے ہوئے جمع لائے ۔ بیع کی قسمیں ہیں ۔ اگر عین سامان کو ثمن کے عوض بیچیں تو یہ مطلق بیع ہے ۔ اور اگر عین کے عوض ہو تو مقایضہ ہے ۔ اور اگر دین کو عین کے بدلے بیچیں تو یہ سلم ہے ۔ اور اگر ثمن کو ثمن کے بدلے بیچیں تو یہ صرف ہے اور اگر کسی چیز کو اس کی قیمت بتاکر کچھ زائد لیکر بیچیں تو یہ مرابحہ ہے ۔ اور اگر اصل قیمت پر بیچیں تو تولیہ ہے ۔ اور اگر کچھ قیمت کم کرکے بیچیں تو وضیعہ ہے ۔ اور اگر بیع تام ہے اس میں کوئی خیار نہیں تو لازم ہے ۔ اور اگر خیار ہے تو غیر لازم ہے ۔ یہ قسمیں ہوئیں ۔ پھر ان سب کی چار قسمیں ہیں ۔ صحیح اگر اس کے تمام ارکان اور شرائط پائے جائیں ۔ باطل اگر کوئی رکن مفقود ہو ۔ فاسد اگر کوئی شرط مفقود ہو ۔ مکروہ اگر کسی عارض کی وجہ سے ممنوع ہو ۔ اب کل چھتیس قسمیں ہوئیں ۔

لَاحَاجَةَ لِيْ فِيْ ذَالِكَ هَلْ مِنْ سُوْقٍ فِيْهِ تِجَارَةٌ قَالَ سُوْقُ قَيْنُقَاعٍ قَالَ فَغَدَا اِلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا۔ اس کی مجھے ضرورت نہیں۔ ایسا کوئی بازار ہے جس میں تجارت ہو۔ سعد نے بتایا۔ قینقاع کا بازار ہے۔ عبدالرحمٰن صبح وہاں

فَاَتٰى بِاَقِطٍ وَّسَمْنٍ قَالَ ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَلَيْهِ اَثَرُ صُفْرَةٍ فَقَالَ

گئے اور پنیر اور گھی لائے۔ پھر مسلسل صبح کو جاتے رہے۔ کچھ دنوں کے بعد عبدالرحمٰن آئے اور ان پر زردی کا نشان تھا۔ تو رسول

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجْتَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمَنْ قَالَ اِمْرَأَةً

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ تم نے شادی کرلی ہے۔ عرض کیا۔ جی۔ پوچھا۔ کس سے۔ عرض کیا۔ ایک انصاری عورت

## ارکان وشرائط

اس کے ارکان ایجاب وقبول ہیں۔ اس کا محل مال متقوم۔ اور شرط متعاقدین کا اہل ہونا۔ علاوہ ازیں ہر نوع کے مخصوص شرائط الگ الگ ہیں۔ جو کتب فقہ میں بالتصریح مذکور ہیں۔ اس کے فوائد یہ ہیں۔ ① انسان زندہ رہنے کے لئے جن اشیاء کا محتاج ہے ان میں توسیع ہے ② جھگڑے لڑائی لوٹ گھسوٹ چوری ڈاکے وغیرہ کا سدباب ③ عالم کی بقا اور اس کے نظام کی استواری۔

## تشریحات ۱۲۰۳

یہ روایت خود حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اسی باب میں اسی کے متصل یہی حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی تھوڑے سے تغیر کے ساتھ مروی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ کہ جب حضرت سعد بن ربیع نے مذکورہ بالا پیش کش کی۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے فرمایا۔ اللہ تمہارے مال اور اہل میں برکت دے۔ کسی بازار کا راستہ بتاؤ۔ جب لوٹے تو نفع میں پنیر اور گھی لائے۔ حاشیے میں جو حوالے ہیں۔ وہ دونوں کے ہیں۔

## توضیح سند

اس حدیث کی سند میں یہ ہے۔

حدثنا ابراهيم بن سعد عن ابيه عن جدہ قال قال عبد الرحمٰن بن عوف۔ ابراہیم کا شجرۂ نسب یہ ہے۔ ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس سند میں یہ متعین ہے کہ۔ ابیہ۔ کی ضمیر مجرور متصل کا مرجع ابراہیم بن سعد ہی ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ ابراہیم اپنے والد سعد سے روایت کرتے ہیں۔ اس میں کوئی خلل نہیں۔ البتہ۔ عن جدہ۔ کی ضمیر مجرور متصل کے مرجع کے بارے میں دو احتمال ہیں۔ اور دونوں مخدوش ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا مرجع ابراہیم بن سعد ہوں یعنی ابراہیم اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ ان کے دادا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے فرزند ابراہیم ہیں۔ ابراہیم بن سعد رشتۂ مواخات قائم ہوتے وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے کہ اس پر اتفاق ہے کہ ان کا وصال ۹۰ھ میں پچھتر سال کی عمر میں ہوا تھا۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ ان کی ولادت ۱۵ھ میں ہوئی تھی۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ جدہ کی ضمیر کا مرجع سعد بن ابراہیم کو بنائیں۔ تو مطلب یہ ہوگا۔ کہ سعد بن ابراہیم اپنے دادا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کی ہے۔ حالانکہ سعد نے ان کا زمانہ نہیں پایا ہے۔ اس لئے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا وصال ۳۲ھ میں ہوا ہے۔ اور سعد بن ابراہیم کی ولادت ۵۳ھ میں ہوئی ہے۔ کیونکہ ان کا وصال ۱۲۶ھ میں تہتر سال کی عمر میں ہوا ہے۔

دونوں تقدیر پر یہ حدیث مرسل ہوئی۔

اقول۔ یہ تنقید دوسری سند پر ہے۔ جو مناقب الانصار باب اخاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مذکور ہے جس میں یہ ہے۔ عن جدہ قال لما قدموا المدينة۔ الحدیث۔ یہاں اس کی گنجائش ہی نہیں۔ یہاں پہلی شق متعین ہے۔ یعنی۔ جدہ۔ کی ضمیر کا مرجع ابراہیم بن سعد ہیں۔ اور جد سے مراد ابراہیم بن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔ یہ اگرچہ عقد مواخات کے وقت موجود نہیں تھے۔ مگر وہ کہتے ہیں۔ قال عبدالرحمٰن بن عوف۔ وہ اپنے

مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ كَمْ سُقْتَ قَالَ زِنَةَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَزِنَةُ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ۔ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ ؏

سے۔ دریافت فرمایا۔ کتنا مہر دیا۔ عرض کیا۔ کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا۔ فرمایا۔ ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی سے۔

والد سے سن کر روایت کرتے ہیں۔ اس لئے اس میں ارسال کی گنجائش نہیں۔

**اٰخی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** مہاجرین اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا کے لئے اپنا گھر بار مال و متاع چھوڑ کر تن بتقدیر خالی ہاتھ مدینہ طیبہ آئے تھے۔ ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا جس سے وہ گزر بسر کرتے۔ رہنے سہنے کے لئے گھر بار بناتے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا یہ انتظام فرمایا۔ کہ مہاجرین کی حیثیت کا لحاظ کر کے انصار کرام سے ان کا رشتۂ مواخات، بھائی چارگی کا رشتہ قائم فرمایا۔ سر چشم انصار کرام نے اسے بسر و چشم قبول فرمایا۔ اور حقیقی بھائی سے بڑھکر انکا لحاظ رکھا۔ ادھر مہاجرین بھی انصار پر بار نہ رہے۔ وہ بہت جلد اپنی محنت اور صلاحیت کی بدولت اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے جس کی ایک نظیر اس حدیث میں مذکور ہے۔ اس مواخات کی بنا پر ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ (انفال) (۷۵) رشتے والے ایک دوسرے سے زیادہ حقدار ہیں۔ توریث کا حق منسوخ ہو گیا۔ ایک روایت کے مطابق مواخات غزوۂ بدر تک رہی۔

**علیہ اثر صفرۃ** زفاف کے وقت زرد رنگ کی خوشبو استعمال کرتے تھے۔ اسی کا اثر تھا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں۔ وَضَرٌ مِّنْ صُفْرَةٍ ہے وہ زرد رنگ سے رنگین تھے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ زعفران کا رنگ تھا۔ مراد یہ ہے کہ شب عروسی میں دولہن نے جو خوشبودار رنگ استعمال کیا تھا۔ وہ ان کے کپڑوں میں لگ گیا تھا۔ اسے دیکھ کر دریافت فرمایا۔ جن خاتون سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شادی کی تھی۔ وہ ابوالبسر انس بن رافع کی صاحبزادی تھیں جن سے قاسم اور ابوعثمان عبداللہ تولد ہوئے۔ حضرت انس کی حدیث میں ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ مَهْيَمْ۔ یہ یمن کی لغت کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ ماھٰذا۔ یہ کیا ہے؟

**زنۃ نواۃ من ذھب** نواۃ کے لغوی معنی کھجور کی گٹھلی کے ہوتے ہیں۔ یہ چھوٹی بڑی ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں اختلاف ہے۔ کہ مروجہ وزن سے یہ کتنا ہوا۔ ابوعبید نے کہا کہ۔ پانچ درہم ہے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا۔ تین درہم۔ ترمذی میں حضرت امام احمد ہی سے مروی ہے کہ ۳½ درہم۔ ایک قول یہ ہے کہ ½ دینار ہے۔

ایک درہم شرعی تین ماشے ۱½ رتی ہے۔ تو پانچ درہم کے پندرہ ماشے چھ رتی ہوئے۔ قس علی ھذا۔ دینار ساڑھے چار ماشے کا۔ ربع دینار ایک ماشے ½ رتی کا ہوا۔

**اولم** اس سے معلوم ہوا کہ ولیمہ سنت ہے۔ زیادہ کی استطاعت نہ ہو تو جتنا ہو سکے اتنا ہی کرے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد کے وقت ستو اور کھجور سے ولیمہ کیا تھا۔ اس کا وقت زفاف کی صبح ہے۔ رخصت سے پہلے یا بعد رخصت جو دعوت کی۔ یہ ولیمہ نہیں۔ ریا اور نام آوری کے قصد سے ہو تو حرام۔ اور جہاں اسے قرض سمجھتے ہیں وہاں قرض اتارنے کی نیت میں حرج نہیں مگر یہ نیت محمود نہیں۔ کہ اب یہ دعوت ولیمہ نہیں رہی۔ ایک قرض کی ادائیگی ہوئی۔ اس حدیث سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے۔ ۱ معزز اور شریف افراد کو بازاروں میں خریدو

---

ع ایضاً اسی باب میں اسی کے متصل الکفالۃ باب قول اللہ عزوجل والذین عاقدت ایمانکم فاتوھم نصیبھم ص۳۰۶ مناقب الانصار باب اخاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۵۳۳ باب کیف اخی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۵۶۱ ثانی النکاح باب الصفرۃ للمتزوج ص۷۷۴ باب الولیمۃ ولو بشاۃ ص۷۷۷۔ الادب باب الاخاء والحلف ص۸۹۸ مسلم فضائل الصحابۃ۔ ترمذی البر۔ مسند امام احمد ثالث ص۱۹۰

# باب تفسیر المشبہات ص ۲۷۴ مشبہات کی تفسیر

بعض نسخوں میں مشابہات ہے اور بعض میں الشبہات ہے شبہ کی جمع۔ اس سے مراد ہر وہ چیزیں ہیں جو مجتہد کی نظر میں بعض وجوہ سے حلال کے مشابہ ہوں اور بعض وجوہ سے حرام کے۔

**ت ۳۷۶**

وَقَالَ حَسَّانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَهْوَنَ مِنَ الْوَرَعِ عَمَّا يُرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يُرِيبُكَ

اور حسان بن ابی سنان نے فرمایا میں نے ورع سے آسان کوئی چیز نہیں دیکھی جس میں شک ہو اسے چھوڑ دے اور وہ اختیار کر جس میں

**حدیث ۱۲۰۴**

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ جَاءَتْ فَزَعَمَتْ أَنَّهَا أَرْضَعَتْهُمَا فَذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْرَضَ عَنْهُ وَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک حبشیہ خاتون آئیں اور انھوں نے کہا کہ ان دونوں کو میں نے دودھ پلایا ہے۔ اس کا تذکرہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا تو حضور نے منھ پھیر لیا۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا

فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ۲ اپنی معاشی حالت خوشگوار بنانے میں محنت و مشقت محمود ہے۔ ۳ حرفت و صنعت تجارت بلکہ ملازمت کر کے گزارہ افضل ہے بہ نسبت اسکے کہ لوگوں کے عطیے اور صدقات وغیرہ پر بسر اوقات کی جائے۔

**حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ** یہ انصار کرام کے بنی خزرج کے سربرآوردہ اور ممتاز افراد میں تھے۔ بیعت عقبہ میں شریک ہوئے۔ اور بارہ نقباء میں سے ایک یہ بھی ہیں۔ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ غزوۂ احد میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔

**تشریحات ۳۷۶** اس تعلیق کو امام ابونعیم نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔ یونس بن عبید اور حسان بن ابی سنان عابد بصرہ ایک جگہ جمع ہوئے۔ یونس نے کہا۔ میں نے ورع سے سخت کوئی عمل نہیں پایا۔ تو حسان نے کہا ورع سے آسان میں نے کوئی چیز نہیں پائی۔ یونس نے کہا۔ کیسے؟۔ تو بتایا جس چیز نے مجھے شک میں ڈالا اسے چھوڑ کر وہ اختیار کیا جس میں کوئی شک نہیں تھا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص جس کی آمدنی مشتبہ ہے۔ وہ حلال کاروبار بھی کرتا ہے اور حرام بھی۔ اس نے کوئی ہدیہ پیش کیا۔ اس شبہہ سے کہ کہیں اس نے مال حرام سے نہ دیا ہو۔ یہ شک ہوا۔ مگر کسی کے ہدیہ قبول نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ تو ورع یہ ہے کہ ہدیہ قبول نہ کرے۔

اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو حضرت سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ ایمان کیا ہے؟۔ فرمایا۔ جب تیری نیکی پر تو خوش ہو اور برائی پر تجھے اذیت ہو۔ تو تو مومن ہے۔ پوچھا گناہ کیا ہے۔ فرمایا جو تجھے کھٹکے اسے چھوڑ دے[1]

**ورع** ورع کے لغوی معنی۔ بچنے۔ کے ہیں۔ شریعت میں ورع یہ ہے۔ کہ آدمی ہر اس چیز سے بچے جو شرعاً ناپسندیدہ ہو۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔ فرض۔ ہر حرام قطعی سے بچنا۔ واجب متشابہات سے بچنا۔ مکروہ، شرعاً جن چیزوں سے بچنے کی کوئی وجہ نہیں ان سے بھی پرہیز کرنا۔ امام غزالی نے ورع کی پانچ قسمیں کی ہیں۔ اول ورع الصدیقین۔ عبادت کی نیت کے بغیر کوئی چیز نہ کھائے۔ ثانی ورع المتقین۔ جو چیز مشتبہ نہیں مگر اس کا اندیشہ ہے کہ کہیں حرام تک نہ کھینچ لے جائے۔ اسے بھی چھوڑنا۔ ثالث ورع الصالحین، جس میں احتمال ناشی عن دلیل ہو کہ کہیں یہ حرام تو نہیں۔ رابع ورع الموسوسین۔ بغیر دلیل شرعی کے چھوڑنا۔ خامس ورع الشہود۔ ایسی جائز باتوں کو چھوڑنا جن سے عدالت ساقط ہو جاتی ہو جیسے صرف تہبند پہن کر باہر نکلنا اور بازاروں میں کھانا پینا۔

---

[1] مسند الامام احمد خامس ص ۲۵۲

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ وَكَانَتْ تَحْتَهُ ابْنَةُ أَبِي إِهَابٍ التَّمِيمِيِّ ۔ عہ

ارشاد فرمایا۔ کیسے حالانکہ کہا گیا ہے اور ان کے نکاح میں ابو اہاب تمیمی کی بیٹی تھیں ۔

## حدیث ۱۲۰۵

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

## تشریحات ۱۲۰۵

یہ حدیث کتاب العلم میں مفصل اس طرح ہے ۔ عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو اہاب کی بیٹی سے شادی کی ۔ تو ان کے پاس ایک عورت آئیں، اور انھوں نے کہا میں نے عقبہ کو اور جس عورت سے شادی کی، دودھ پلایا ہے۔ اس پر عقبہ نے کہا ۔ میں نہیں جانتا کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے ۔ اور نہ تو نے مجھے (پہلے) بتایا ۔ اب وہ سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے ۔ اور حضور سے پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کیسے حالانکہ کہا گیا ۔ تو عقبہ نے ان سے جدائی اختیار کر لی ۔ اور انھیں نے ان کے علاوہ کسی اور سے نکاح کر لیا ۔

## ارضعتهما

اس حبشی عورت نے یہ کہا کہ میں نے عقبہ کو بھی دودھ پلایا ہے اور ابو اہاب کی اس بیٹی کو بھی جس سے انھوں نے نکاح کیا ۔ ان کا نام غنیہ بنت ابو اہاب تھا ۔ اور کنیت ام یحیٰی ۔

## فذكر للنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم

حضرت عقبہ بن حارث قریشی صحابی ہیں ۔ فتح مکہ کے موقع پر ایمان سے مشرف ہوئے اور مکہ ہی میں رہتے تھے ۔ اس حبشی عورت نے جب وہ کہا ۔ تو مدینہ طیبہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ۔ حضور نے سن کر منہ پھیر لیا ۔ مسند امام احمد، ترمذی میں ہے کہ انھوں نے یہ عرض کیا ۔ کہ میں نے فلانہ بنت فلاں سے شادی کی تو ایک حبشی عورت نے آکر یہ بتایا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے ۔ حالانکہ وہ جھوٹی ہے ۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا ۔ تو وہ حضور کے سامنے آئے اور پھر وہی عرض کیا تو پھر فرمایا ۔ کیسے اسے اپنی زوجیت میں رکھو گے حالانکہ وہ کہتی ہے کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے ۔ اسے چھوڑ دو ۔ بخاری کتاب العلم کی روایت میں ہے ۔ کہ انھوں نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی ۔ اس کا محمل یہ ہے کہ انھوں نے اسے طلاق دے دی ۔

اسی حدیث کے مطابق حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ رضاعت کے ثبوت کے لئے مرضعہ کی شہادت کافی ہے ۔ مگر احناف اور جمہور کا مذہب یہ ہے ۔ کہ بقدر نصاب شہادت گواہ ضروری ہیں ۔ اور حضرت عقبہ کو جو حکم دیا تھا وہ برنائے احتیاط تھا ۔ اسی تقدیر پر اس حدیث کو باب سے مطابقت ہے ۔ ایک طرف یہ ہے کہ اگر یہ عورت سچی ہو تو نکاح باطل محض ہو گا ۔ قربت زنا ہو گی ۔ اور کسی بھی عورت کو اپنے نکاح میں رکھنا فرض نہیں ۔ اور طلاق دینا گناہ نہیں ۔ تو تقاضائے ورع یہی ہے کہ اسے علیحدہ کر دیا جائے ۔

## فاعرض عنه

یہاں ایک سوال یہ ہے کہ اگر صرف مرضعہ کی شہادت رضاعت کے لئے کافی ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عقبہ کے سوال پر اعراض نہیں فرمانا چاہئے تھا وہ اتنی دور سے حکم معلوم کرنے حاضر ہوئے تھے ۔ مناسب یہ تھا کہ فوراً بلا تاخیر فرما دیتے کہ اسے علیحدہ کر دو ۔ وہ تم پر حرام ہے ۔ اعراض اور پھر تبسم سے اشارہ مل رہا ہے کہ تم اس کو مجھ سے نہ عرض کرتے ۔ رکھے رہتے تو کوئی حرج نہیں تھا ۔ مگر جب مجھ سے بیان کر دیا تو میں تمہاری شان کے لائق جو حکم ہے وہ بیان فرما دیتا ہوں ۔ کہ احتیاط اسی میں ہے کہ اسے چھوڑ دو ۔

---

عہ العلم باب الرحلۃ فی المسئلۃ النازلۃ ص۱۹ الشہادات باب اذا شہد شاہد اوشہود بشئی ص۳۶۰ باب شہادۃ الاماء والعبید باب شہادۃ المرضعۃ ص۳۶۳ ثانی النکاح باب شہادۃ المرضعۃ ص۴۶۷ ترمذی رضاع نسائی نکاح ۔ دارمی نکاح ۔ مسند امام احمد رابع ص۳۸۴ ۔ ۱ رابع ص۳۸۴ ۲ اول الرضاع باب شہادۃ المرأۃ الواحدۃ فی الرضاع ص۱۳۷

عُتْبَةُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَهِدَ اِلٰی اَخِیْهِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّ ابْنَ وَلِیْدَةِ زَمْعَةَ مِنِّیْ فَاقْبِضْهُ

عتبہ بن ابو وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابو وقاص کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کا بچہ میرے نطفے سے ہے

قَالَتْ فَلَمَّا کَانَ عَامُ الْفَتْحِ اَخَذَهٗ سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَقَالَ ابْنُ اَخِیْ قَدْ عَهِدَ اِلَیَّ فِیْهِ فَقَامَ عَبْدُ بْنُ

اسے لے لینا۔ فتح مکہ کے موقع پر سعد بن ابو وقاص نے اسے لے لیا۔ اور کہا کہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔ میرے بھائی نے مجھے اس کے

زَمْعَةَ فَقَالَ اَخِیْ وَابْنُ وَلِیْدَةِ اَبِیْ وُلِدَ عَلٰی فِرَاشِهٖ فَتَسَاوَقَا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَعْدٌ

بارے میں وصیت کی تھی۔ تو عبد بن زمعہ کھڑے ہوئے اور کہا یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا جو اس کے بچھونے پر پیدا ہوا ہے۔ اب دونوں نبی صلی اللہ

## تشریحات ۱۲۰۵

عتبہ بن ابی وقاص۔ یہی وہ بدبخت ہے جس نے غزوۂ احد میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر اقدس کو زخمی کیا تھا۔ اور دندان مبارک شہید کئے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے حق میں یہ دعا کی تھی۔ اے اللہ یہ ایک سال کے اندر اندر کافر ہونے کی حالت میں مرے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ جن لوگوں نے اسے صحابہ میں شمار کیا وہ خطا پر ہیں۔ یہ حضرت سعد کا علاتی بھائی تھا۔ اس کی ماں کا نام ہند بنت وہب بن الحارث بن زہرہ ہے۔ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام حمنہ ہے۔

**زمعہ** یہ ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد ہیں۔ عبد بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے بھائی ہیں۔ بہت شریف اور سادات صحابہ میں سے ہیں جس کے بارے میں تنازع ہوا تھا اس بچے کا نام عبدالرحمٰن ہے یہ بھی صحابی ہیں ــــ ولیدہ کے معنی چھوٹی بچی کے ہیں اور لونڈی کے بھی ــ یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔

**فاقبضه** زمانہ جاہلیت میں عام دستور تھا کہ رؤسا اپنی لونڈیوں کے ذریعہ زنا کا کاروبار کرتے۔ اسی بے حیائی کو بند کرنے کے لئے ارشاد ہوا۔ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ۔ النور ۳۳ اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور مت کرو۔ ایسی لونڈیوں کے جب حمل رہ جاتا اب اگر اس لونڈی کا آقا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میری اولاد ہے۔ تو اسی کی اولاد مان لیا جاتا۔ اور اگر وہ یہ دعویٰ نہ کرتا ہو اور لونڈی کے آشناؤں میں سے کوئی دعویدار ہوتا تو اس کی اولاد مان لیا جاتا۔ اور اگر اس لونڈی کا مالک کچھ دعویٰ کئے بغیر مرجاتا اور اس کے ورثہ میں سے کوئی دعویدار ہوتا تو اسے مل جاتا۔ اسی رسوا کن دستور کے مطابق عتبہ بن ابو وقاص کا تعلق زمعہ کی لونڈی سے تھا وہ حاملہ ہوئی۔ زمعہ نے اس کے بارے میں کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا اور مرگیا۔ عتبہ نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابو وقاص سے وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کے بطن سے جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ میرا ہے تم اس کو لے لینا۔ چونکہ اس جاہلی دستور کے خلاف کوئی حکم ابھی نازل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے حضرت سعد نے اس بچے کو لے لیا۔ اور عبد بن زمعہ نے مزاحمت کی۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایسا قانون ارشاد فرمایا جس کی بدولت قیامت تک کروڑوں بے گناہوں کی زندگی سنور ہی نہیں گئی بلکہ انھیں سوسائٹی میں باعزت مقام حاصل ہوگیا۔

**الولد للفراش** فراش کے معنی بستر کے ہیں۔ یہاں صاحب فراش مراد ہے یعنی جسے اس عورت کے ساتھ ہمبستری حلال ہو خواہ بذریعۂ نکاح خواہ بذریعہ ملک یمین۔ وللعاهر الحجر اور زانی کے لئے پتھر ہے۔ یعنی کچھ نہیں۔ سنگسار کرنا مراد نہیں۔ اس لئے کہ ہر زانی کو سنگسار کرنے کا حکم نہیں۔ بلکہ اس کے لئے زانی کا محصن ہونا شرط ہے۔

**هولك** بخاری مغازی میں ہے۔ هولك هو اخوك يا عبد بن زمعة ــ یہ تیرے لئے ہے۔ یہ تیرا بھائی ہے اے عبد بن زمعہ۔ اس سے ظاہر ہے کہ هولك سے مراد یہ ہے کہ تم اسے لے جاؤ۔ اپنے قبیلے میں بحیثیت چھوٹے بھائی کے اس کی پرورش کرو۔ اس کا نسب تمہارے باپ سے ثابت ہے۔ یہ مراد نہیں کہ یہ تمہاری ملک ہے۔ تمہارا غلام ہے۔ جیسا کہ دستور تھا کہ لونڈی کی جو اولاد آقا سے نہ ہو وہ غلام مانی جاتی تھی۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ابْنُ اَخِیْ کَانَ قَدْ عَھِدَ اِلَیَّ فِیْہِ فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَۃَ اَخِیْ وَابْنُ وَلِیْدَۃِ اَبِیْ وُلِدَ عَلٰی

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سعد نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے جس کے بارے میں وصیت کر گئے تھے۔ اس پر عبد بن زمعہ

فِرَاشِہٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھُوَ لَکَ یَا عَبْدُ بْنُ زَمْعَۃَ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ

نے کہا۔ یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی کا بیٹا۔ جو میرے باپ کے بچھونے پر پیدا ہوا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ تیرے لئے ہے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاھِرِ الْحَجَرُ۔ ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَۃَ بِنْتِ زَمْعَۃَ

اے عبد بن زمعہ پھر فرمایا۔ بچہ بچھونے والے کا ہے۔ اور زانی کے لئے پتھر ہے۔ اس کے بعد ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ

زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِحْتَجِبِیْ لِمَا رَاٰی مِنْ شَبَھِہٖ بِعُتْبَۃَ فَمَا رَاٰھَا حَتّٰی لَقِیَ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ

سے فرمایا کہ اس سے پردہ کرنا۔ کیوں کہ اس بچے کو عتبہ کے مشابہ دیکھا۔ اس نے سودہ کو زندگی بھر نہیں دیکھا۔

اس مراد کے باطل ہونے پر نحوہ' الولد للفراش۔ دلیل ہے۔ اور مغازی کی مذکورہ بالا عبارت کہ۔ یہ تیرا بھائی ہے۔ اس پر نص جلی ہے۔

**احتجبی** مسند امام احمدؒ اور نسائیؒ میں حضرت عبداللہ بن زبیر کی حدیث میں یہ بھی ہے۔ فانہ لیس لک باخ۔ وہ تمہارا بھائی نہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب یہ فیصلہ فرما دیا۔ کہ زمعہ کا بیٹا ہے۔ تو ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس سے پردہ کرنے کا حکم کیوں دیا۔ ایک جواب تو ظاہر ہے۔ کہ یہ حکم بطور ورع تھا۔ اور اسی سے باب کے ساتھ مطابقت ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بحق حاصل ہے کہ باطنی طور پر واقعے کے مطابق جو بات ہو اس پر عمل کرنے کا کسی کو حکم دے دیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماکان ومایکون کے عالم ہیں۔ اپنے علم سے معلوم کر لیا تھا کہ یہ بچہ عتبہ کے نطفے سے ہے۔ پھر اس کی عتبہ کے ساتھ مشابہت اس پر قرینہ بھی ہے۔ اس لئے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس سے پردہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

**فائدہ جلیلہ** حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ارشاد' احتجبی منہ' سے استدلال فرمایا۔ کہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔ اگر کسی نے کسی عورت کے ساتھ بدکاری کی۔ تو یہ عورت زانی کے اصول وفروع پر حرام ہو جاتی ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے۔ کہ اس کے باوجود کہ فیصلہ یہ فرمایا۔ کہ یہ بچہ زمعہ کا ہے۔ اس تقدیر پر یہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھائی ہوا۔ مگر بظاہر چونکہ یہ عتبہ کے نطفے سے تھا۔ اس لئے اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔ اگر زنا ثبوت حرمت میں موثر نہ ہوتی تو پردہ کے حکم کی کوئی وجہ نہ تھی۔

**فائدہ ثانیہ** حدیث "الولد للفراش وللعاھر الحجر" گیارہ صحابہ کرام سے مروی ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ' امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان' حضرت ابوہریرہ' حضرت ابوامامہ' امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب' حضرت عبداللہ بن زبیر' حضرت عمرو بن خارجہ' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت براء بن عازب' حضرت زید بن ارقم' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

---

عہ ایضا شوی المملوک من الحربی ص۲۹۵ الخصومات ص۳۲۶ وصایا باب قول الموصی لوصیہ تعاھد ولدی ص۳۸۳ ثانی المغازی باب ص۶۱۶ ۔ الفرائض باب الولد للفراش ص۹۹۹ الحدود باب للعاھر الحجر ص۱۰۰۴ الاحکام باب من قضی لہ بحق اخیہ فلا یاخذہ ص۱۰۶۵ مسلم النکاح ۔ ابوداؤد الطلاق ۔ نسائی الطلاق ۔ ابن ماجہ النکاح ۔ ترمذی النکاح ۔ موطا امام مالک الاقضیۃ ۔ مسند امام احمد سادس ص۳۷ وغیرہ ۔ ۱ رابع ص۵ ۲ ثانی الطلاق باب الحاق الولد بالفراش ص۱۱۰

## بَابُ مَا يَتَنَزَّهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ ص۲۷۶ مشتبہ چیزوں سے بچا جائے۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۱۲۰۶ | عَنْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى |
| | حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| | عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ مَسْقُوْطَةٍ فَقَالَ لَوْلَا اَنْ تَكُوْنَ صَدَقَةً لَاَكَلْتُهَا۔ |
| | تشریف لے جا رہے تھے اور ایک کھجور گری ہوئی تھی۔ فرمایا۔ اگر اس کا شبہ نہ ہوتا کہ صدقہ ہو تو میں کھا لیتا۔ |
| ت ۳۷۷ | وَقَالَ هَمَّامٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَجِدُ تَمْرَةً سَاقِطَةً عَلٰى فِرَاشِيْ ؏ |
| | ہمام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نے فرمایا۔ میں اپنے بستر پر کھجور پاتا ہوں۔ الحدیث۔ |

## بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْوَسَاوِسَ وَنَحْوَهَا مِنَ الشُّبُهَاتِ ص۲۷۶ وسوسے وغیرہ مشتبہ چیزوں میں داخل نہیں۔

| | |
|---|---|
| ت ۳۷۸ | وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ لَا وُضُوْءَ اِلَّا فِيْمَا وَجَدْتَ الرِّيْحَ اَوْ سَمِعْتَ الصَّوْتَ |
| | امام زہری نے فرمایا۔ وضو اس صورت میں ہے کہ بو محسوس کرے یا آواز سنے۔ |

**تشریحات ۳۷۷، ۳۷۸**

وقال ھمام۔ یہ تعلیق ہے۔ اسے کتاب اللقطہ میں سند متصل کے ساتھ مفصل یوں ذکر فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے اہل میں لوٹ کر آتا ہوں تو کبھی بچھونے پر کھجور پڑی ہوئی پاتا ہوں۔ اسے کھانے کی نیت سے اٹھاتا ہوں۔ پھر اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں صدقہ نہ ہو تو پھینک دیتا ہوں۔ یہ ہمام بن منبہ وہب بن منبہ کے بھائی ہیں۔

**افادہ باب** وسوسہ اور شبہہ میں ایک حد تک تشابہ ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ دونوں کے مابین فرق واضح کر دیا جائے۔ اس کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ انسان کے دل میں جو بے بنیاد باتیں آئیں وہ وسوسہ ہے۔ اس میں شیطانی مداخلت ہوتی ہے اس سے احتراز کا حکم ہے۔ مشتبہ بات وہ ہے کہ اس کی کوئی بنیاد ہو۔ اس فرق کو واضح کرنے کے لئے امام بخاری پہلے عباد بن تمیم کی وہ حدیث لائے جسے وہ اپنے چچا (عبداللہ بن زید) سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ شکایت کی گئی۔ کہ ایک شخص نماز میں (ریح) محسوس کرتا ہے کیا وہ نماز توڑ دے۔ تو فرمایا۔ نہیں جب تک آواز نہ سنے یا بو نہ سونگھ لے۔ یہ حدیث جلد اول ص۴۴۷ پر گزر چکی ہے۔ وہاں میں نے ثابت کیا ہے کہ اس سے مراد ہوا خارج ہونے کا یقین ہے۔ اگرچہ نہ آواز پیدا ہو نہ بدبو محسوس ہو۔ شخص جانتا ہے کہ کبھی کبھی ہوا بلا آواز خارج ہوتی ہے اور اس کا خارج ہونا بلا کسی شک و شبہہ کے محسوس ہوتا ہے اور اس میں بدبو بھی نہیں ہوتی۔ مگر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہوا خارج ہونے کا شبہہ ہوتا ہے حالانکہ خارج نہیں ہوتی اسی اخیر صورت کے بارے میں وہ فرمایا کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا یہ بے بنیاد ہونے کی وجہ سے وسوسہ ہے شیطان کا مقصود اس سے وقت ضائع کرنا ہے۔ اس پر دھیان نہ دو۔ اسی سے معلوم ہوا کہ وسوسہ وہ ہے جو بے بنیاد ہو۔ اور اس پر دھیان نہیں دینا چاہئے۔

---

ع۸ اللقطہ باب اذا وجد تمرۃ فی الطریق ص۳۲۸ مسلم زکوٰۃ - ابوداؤد زکوٰۃ -

**حدیث ۱۲۰۷** حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے عرض

قَوْمًا قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ قَوْمًا يَأْتُونَنَا بِاللَّحْمِ لَا نَدْرِي أَذَكَرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا فَقَالَ النَّبِيُّ

کیا۔ یا رسول اللہ! کچھ لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ اس پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوا اللّٰهَ عَلَيْهِ وَكُلُوهُ ۔

تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر بسم اللہ پڑھ لو اور کھاؤ۔

## باب من لم یبال من حیث کسب المال ص ۲۷۶ جسے اسکی پرواہ نہ ہو کہ کہاں سے مال کمایا۔

**حدیث ۱۲۰۸** حَدَّثَنَا سَعِيدُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ کہ فرمایا لوگوں پر ایسا

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ ۔[۱]

زمانہ آئے گا۔ کہ کوئی پرواہ نہیں کرے گا کہ کس طرح کا مال لیا ہے۔ حلال طریقے سے یا حرام

**تشریح ۳۷۸** اس تعلیق کی بھی توجیہ وہی ہے جو عباد بن تمیم کی حدیث کی ہے۔ اس حدیث کے راوی امام زہری ہیں۔ انھوں نے حدیث کے کلمات طیبہ میں اپنا مدعا بیان فرمایا۔ مقصود وہی یقین ہے۔ وسوسہ ساقط الاعتبار ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان اللّٰہ تجاوز عن امتی ما حدثت بہ انفسھا ما لم تعمل بہ او تتکلم[۲]۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کے جی میں جو باتیں آئیں انھیں درگزر فرمادیا جبتک اس پر عمل نہ کرے یا زبان سے نہ کہے۔" یہ حکم نماز کی حالت کے ساتھ خاص ہے۔ شک میں نماز قطع کرنے میں نقصان یہ ہے۔ کہ مثلاً جماعت سے نماز پڑھ رہا ہے۔ اور توڑ دیا تو جماعت سے محروم رہے گا۔ اور اگر منفرد ہے تو وقت ضائع ہوگا۔ ورنہ وضو ہوتے ہوئے وضو کرنا' نور علی نور ہے۔ تو شک کی حالت میں بدرجہ اولی افضل ہوگا۔

**تشریحات ۱۲۰۷** یا تونا باللحم۔ ظاہر ہے کہ یہ لانے والے مسلمان تھے۔ مگر چونکہ احکام شرع سے بخوبی واقف نہیں تھے۔ اس لئے شبہہ ہوا کہ کہیں بسم اللہ پڑھے بغیر تو ذبح نہیں کیا ہے۔ جواب کا حاصل ہے کہ مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھنا لازم ہے۔ اس لئے کہ اصل یہی ہے کہ جب لانے والے مسلمان ہیں تو انھوں نے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا ہوگا۔ اخیر میں جو فرمایا۔ سموا اللہ وکلوہ۔ اس سے کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھنے کا حکم مقصود ہے۔ یہ مراد نہیں کہ اگر بالقصد بسم اللہ پڑھے بغیر ذبح کیا ہو اور کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لیں تو وہ حلال ہے ــــ یہاں بھی شبہہ بے بنیاد تھا اس لئے اس کا اعتبار نہیں فرمایا۔ ساقط فرمادیا۔

**تشریحات ۱۲۰۸** دنیا کی لذات میں انہماک کا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ ناخدا ترسی اور دین میں مداہنت اور سستی اور زر اندوزی کی ہوس' اس وقت انسان یہ نہیں دیکھتا کہ میری آمدنی حلال ذریعے سے ہو رہی ہے یا حرام۔ ایک حدیث میں ہے۔ فرمایا۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ سود سے کوئی نہیں بچے گا۔ کچھ نہیں تو اس کے غبار ہی سے آلودہ ہوگا[۳]۔ مال حرام کی بہت بڑی نحوست یہ ہے کہ مال حرام کھانے والے کی دعا

---

[۱] ایضا۔ باب قول اللہ تعالیٰ یایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفۃ ص ۲۷۹ نسائی البیوع۔ [۲] بخاری ثانی ص ۹۱۴۔ [۳] مسند احمد بن حنبل ثانی ص ۱۱

## بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَزِّ وَغَيْرِهِ ص ۲۷۷ کپڑے وغیرہ میں تجارت کا بیان۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۔النور (۳۷) اور اللہ کے اس ارشاد کا کہ وہ لوگ جنھیں سودا اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل

یہاں تین روایتیں ہیں۔ البز وغیرہ۔ اور دوسری۔ البر۔ بمعنی خشکی تیسرے۔ البُرّ۔ بمعنی گیہوں۔ حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو ان تینوں میں سے کسی پر خصوصیت کے ساتھ دلالت کرے۔ ان تینوں پر حدیث کے عموم ہی سے استدلال ہو سکتا ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ اقرب یہ ہے کہ یہ لفظ' البَرّ' بمعنی خشکی ہو۔ کیونکہ اس کے بعد بحر بمعنی دریا کا باب باندھا ہے۔ مجدد اعظم اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے حواشی بخاری میں اسی کو ترجیح دی ہے۔ اکثر نسخوں میں 'وغیرہ' نہیں۔ صرف اسمٰعیلی اور کریمہ کے نسخے میں ہے۔ وغیرہ۔ ہونے کی صورت میں زیادہ صحیح یہ ہے۔ کہ یہ لفظ' البَزّ' زائے معجمہ کے ساتھ ہو۔

| | | |
|---|---|---|
| ت ۳۷۹ | وَقَالَ قَتَادَةُ كَانَ الْقَوْمُ يَتَبَايَعُونَ وَيَتَّجِرُونَ وَلٰكِنَّهُمْ إِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِّنْ حُقُوقِ اللّٰهِ لَمْ تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ حَتّٰى يُؤَدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ۔ | حدیث ۱۲۰۹ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ كُنْتُ أَتَّجِرُ فِي الصَّرْفِ فَسَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح۔ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ وَعَامِرُ بْنُ مُصْعَبٍ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا الْمِنْهَالِ |
| | اور قتادہ نے کہا۔ لوگ خرید فروخت کرتے' تجارت کرتے۔ لیکن جب اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق سامنے آجاتا تو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے انھیں غافل نہیں کرتی۔ یہاں تک کہ اسے ادا کر لیتے۔ | ابو المنہال سے مروی ہے۔ کہ انھوں نے کہا۔ میں صرف کی تجارت کرتا تھا۔ میں نے حضرت زید بن ارقم سے پوچھا تو بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عمرو بن دینار اور عامر بن مصعب نے خبر دی کہ ان دونوں صاحبان نے ابو المنہال سے سنا۔ |

قبول نہیں ہوتی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ اجعلني مستجاب الدعوة۔ مجھے مستجاب الدعا بنا دیں۔ فرمایا۔ اے انس اپنی کمائی پاک کر تیری دعا قبول کی جائے گی۔ اگر کوئی حرام کا ایک لقمہ اپنے منہ میں ڈال لیتا ہے تو چالیس دن تک اسکی دعا قبول نہیں ہوتی۔[1]

### تشریحات ۳۷۹

اس تعلیق میں قوم سے مراد صحابہ کرام ہیں۔ ان کا حال یہ تھا کہ خرید و فروخت میں ہوتے جب اذان سنتے تو تیزی سے حق اللہ کی ادائیگی کے لئے چل دیتے۔ امام عبد الرزاقؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔ کہ وہ بازار میں تھے۔ کہ نماز قائم ہوئی لوگوں نے دوکانوں میں تالے لگائے۔ اور مسجد چلے گئے۔ انھیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا میں نے اس آیت کی تفسیر میں دیکھا ہے۔ کہ لوہار تھوڑا اٹھا چکا ہوتا۔ اور اذان سنتا تو اس کو گراتا نہیں۔ پھینک کر نماز کے لئے چل دیتا۔ موچی ستالی چھوڑ دیتا اور اذان سنتا تو اسی طرح چھوڑ کر مسجد چل دیتا۔ اس سے باب کے دونوں جز ثابت ہو گئے۔ صحابہ کرام تجارت، خرید و فروخت کیا کرتے تھے اور اس میں کسی خاص تجارت کی تخصیص نہ تھی۔ نیز تجارت میں کاروبار میں مصروفیت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی تھی۔

### تشریحات ۱۲۰۹

ہجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ حدیث یوں مفصل ہے۔ ابو المنہال عبد الرحمٰن بن مطعم بنانی نے کہا۔ کہ میرے ایک شریک نے بازار میں کچھ درہم ادھار بیچا تو میں نے کہا سبحان اللہ۔ کیا یہ درست ہے؟ تو اوس نے کہا سبحان اللہ میں نے بازار میں بیچا تو کسی نے عیب نہیں سمجھا۔ اب میں نے حضرت براء بن عازب سے پوچھا۔ تو انھوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (مدینہ) تشریف لائے اور ہم بیع کرتے تھے۔ تو فرمایا۔ جو ہاتھوں ہاتھ ہو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور جو ادھار ہو تو درست نہیں۔ اور تم زید بن ارقم سے ملو۔ اور پوچھو۔ کیونکہ وہ ہم سے بڑے تاجر تھے میں نے حضرت زید بن ارقم سے پوچھا۔ تو انھوں نے اسکے مثل فرمایا۔ (۱۲) حدیث کے راوی سفیان بن عیینہ کبھی یوں روایت کرتے کہ حضرت براء بن عازب

[1] عمدۃ القاری الحادی عشر ص ۱۷۴

يَقُوْلُ سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَزَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ عَنِ الصَّرْفِ فَقَالَا كُنَّا تَاجِرَيْنِ عَلٰى عَهْدِ

وہ کہتے تھے۔ کہ میں نے براء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم سے صرف کے بارے میں پوچھا۔ تو ان دونوں صاحبوں نے بتایا کہ ہم رسول اللہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں تاجر تھے۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف کے بارے میں پوچھا۔ تو فرمایا

الصَّرْفِ فَقَالَ إِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ وَإِنْ كَانَ نَسِيْئًا فَلَا يَصْلُحُ ۔ عه

اگر ہاتھوں ہاتھ ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر ادھار ہو تو درست نہیں۔

نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے اور ہم حج کے موسم تک کے وعدے پر ادھار میں بیع کرتے تھے۔

بَابُ بَيْعِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسِيْئَةً ۔ میں یہ زائد ہے۔ فکل واحد منهما يقول هذا خير مني ۔ حضرت براء اور حضرت زید بن ارقم میں سے ہر بزرگ یہ کہتا تھا۔ یہ یعنی دوسرے صاحب مجھ سے بہتر ہیں۔

**بیع صرف** ثمن کو ثمن کے عوض بیچنے کو بیع صرف کہتے ہیں۔ مثلاً چاندی کو چاندی کے عوض یا سونے کے عوض ثمن کی قسمیں ہیں۔ خلقی۔ اصطلاحی ثمن خلقی سونا اور چاندی ہے۔ ثمن اصطلاحی وہ چیزیں جو ثمنیت کے لئے مخلوق نہیں مگر لوگ اس سے ثمن کا کام لیتے ہیں، ثمن کی جگہ استعمال کرتے ہیں جیسے سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں کے روپئے، ریزگاریاں، نوٹ۔ ثمن خلقی ہر حال میں ثمن ہی رہے گا۔ اگرچہ ڈھلا ہوا سکہ نہ ہو۔ سل ہو، زیورات ہوں، برتن وغیرہ ہو۔ ثمن خلقی کو ثمن خلقی کے عوض بیچیں یا اصطلاحی کے عوض یا بالعکس یا ثمن اصطلاحی کو ثمن اصطلاحی کے عوض بیچیں۔ یہ سب بیع صرف ہے۔ بیع صرف کے صحیح ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ اوّل ادھار نہ ہو نقد ہو۔ یعنی جس مجلس میں خرید و فروخت ہوئی اسی مجلس میں بائع ثمن اور مشتری مبیع اپنے قبضے میں کرلے۔ دوم اگر مبیع اور ثمن ایک ہی جنس کے ہوں تو دونوں کا وزن میں برابر ہونا ضروری ہے۔ یعنی بائع اور مشتری اسی مجلس میں جان لیں کہ دونوں برابر ہیں۔ کمی بیشی سود ہے۔ یعنی اگر چاندی کو چاندی کے عوض یا سونے کو سونے کے عوض بیچا تو وزن میں برابری بھی شرط ہے اور مجلس عقد میں قبضہ بھی۔ اور اگر جنس دو ہو۔ تو وزن میں کمی بیشی جائز۔ مگر مجلس میں قبضہ اب بھی ضروری ہے۔ ورنہ یہ بھی سود۔ مثلاً آج چاندی کا بھاؤ طے کر کے سونے کے عوض بیچا۔ اور قیمت کیلئے میعاد مقرر کی تو یہ بھی حرام اور سود ہے۔

اس میں راز یہ ہے کہ سونے چاندی کی پہچان بہت مشکل ہے۔ اگر ان میں تھوڑی بہت ملاوٹ ہو تو بغیر کسوٹی پر کسے ہوئے ماہر صراف کے علاوہ اور کوئی جان بھی نہیں سکتا۔ تو اس کا خطرہ تو یہ ہے کہ ادائیگی کے وقت جھگڑا ہو جائے۔ بائع کہے ثمن اس سے اعلیٰ طے تھا۔ تم گھٹیا دے رہے ہو۔ مشتری کہے مبیع ایسی طے نہیں تھی۔ اس سے اعلیٰ طے ہوئی تھی۔ اس لئے شارع نے اس بیع میں ادھار کو منع فرمادیا۔

---

**تشریحات ۱۲۱۰** استأذن ۔ مسند امام احمد اور مسلم میں ہے۔ کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین بار اجازت طلب کی تھی۔ مسلم کی دوسری روایت میں ہے۔ کہ یوں عرض کیا تھا۔ السلام علیکم هذا عبد الله بن قيس ۔ السلام علیکم هذا ابو موسیٰ السلام علیکم هذا ابو موسیٰ الاشعری مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے۔ کہ حضرت عمر نے عرض کیا۔ میں مشغول تھا۔

**نومربن الک** کتاب الاستیذان میں یہی واقعہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے یوں ہے ۔۔۔ میں انصار کی مجلس میں تھا۔ کہ ابوموسیٰ آئے وہ گھبرائے ہوئے معلوم ہو رہے تھے۔ اور کہا۔ میں نے عمر سے تین بار اذن مانگا مجھے اندر جانے کی اجازت نہیں ملی تو میں لوٹ آیا۔ انھوں نے بلا کر پوچھا۔

---

عه ایضاً باب بیع الورق بالذهب نسیئة ص ۲۹۱ الشرکة باب الاشتراك فی الذهب والفضة ص ۳۴۰ هجرة النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم باب ص ۵۶۱
مسلم۔ نسائی۔ البیوع ما ثانی الاستیذان۔ باب التسلیم والاستیذان ثلثا ص ۹۲۳

## بَابُ الْخُرُوْجِ فِی التِّجَارَۃِ وَقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ ۔ جمعہ ۱۰ ص ۲۷

تجارت کے لئے نکلنے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان کہ فرمایا ۔ اب زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو ۔

**حدیث ۱۲۱۰**

عَنْ عُبَیْدِ بْنِ عُمَیْرٍ اَنَّ اَبَا مُوْسٰی الْاَشْعَرِیَّ اِسْتَاْذَنَ عَلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَلَمْ یُؤْذَنْ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں حاضری کے لئے اذن طلب کیا ۔ تو انھیں اجازت نہیں ملی ۔

لَہٗ وَکَاَنَّہٗ کَانَ مَشْغُوْلًا فَرَجَعَ اَبُوْمُوْسٰی فَفَرَغَ عُمَرُ فَقَالَ اَلَمْ اَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ قَیْسٍ

شاید وہ مشغول تھے ۔ حضرت ابوموسیٰ لوٹ گئے ۔ اس پر حضرت عمر گھبرائے اور فرمایا ۔ کیا میں نے عبداللہ بن قیس کی آواز نہیں سنی تھی ۔ انھیں اندر آنے کا اذن دو ۔

اِئْذَنُوْا لَہٗ قِیْلَ قَدْ رَجَعَ فَدَعَاہُ فَقَالَ کُنَّا نُؤْمَرُ بِذٰلِکَ فَقَالَ تَاْتِیْنِیْ عَلٰی ذٰلِکَ بِالْبَیِّنَۃِ فَانْطَلَقَ

عرض کیا گیا وہ لوٹ گئے ۔ تو انھیں بلوایا ۔ حضرت ابوموسیٰ نے کہا ہمیں اسی کا حکم دیا گیا ہے ۔ فرمایا ۔ ثبوت لاؤ ۔ اب حضرت ابوموسیٰ انصار کی مجلس میں گئے اور ان سے

اِلٰی مَجْلِسِ الْاَنْصَارِ فَسَاَلَھُمْ فَقَالُوْا لَا یَشْھَدُ عَلٰی ھٰذَا اِلَّا اَصْغَرُنَا اَبُوْسَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیُّ فَذَھَبَ بِاَبِیْ

پوچھا ۔ انھوں نے کہا ۔ اس پر ہم میں جو سب سے چھوٹا ہے وہ شہادت دے گا ۔ یعنی ابوسعید خدری ۔ یہ ابوسعید خدری کو لے کر حاضر ہوئے ۔ تو حضرت عمر نے

سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ فَقَالَ عُمَرُ اَخْفٰی عَلَیَّ مِنْ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْھَانِیْ الصَّفْقُ بِالْاَسْوَاقِ یَعْنِیْ

فرمایا ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ حکم مجھ سے پوشیدہ رہا ۔ مجھے بازار کی میں خرید و فروخت نے محروم رکھا ۔ یعنی تجارت میں مشغولیت کی وجہ سے دربار سے غیر حاضری ۔

کس چیز نے تم کو منع کیا ۔ میں نے عرض کیا میں نے تین مرتبہ اذن طلب کیا اور جب اجازت نہیں ملی تو لوٹ گیا ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب کوئی تین بار اجازت مانگے اور اسے نہ ملے تو لوٹ جائے ۔

**تَاْتِیْنِیْ عَلٰی ذٰلِکَ بِالْبَیِّنَۃِ** کتاب الاعتصام اور مسلم میں یہ بھی ہے ۔ ورنہ تمہارے ساتھ یہ کرونگا تمہیں سزا دوں گا ۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ نہیں تھا ۔ کہ خبر واحد مقبول نہیں بلکہ چونکہ خود حضرت عمر بارگاہ رسالت کے حاضر باش تھے ۔ اور اسے سنا تھا ۔ تو حیرت ہوئی ۔ اور مزید توثیق کے لئے یہ فرمایا ۔ موطا میں ہے ۔ لا اتھمک ۔ میں تمہیں جھوٹا نہیں جانتا ۔ اس سے یہ ضرور ثابت ہوا کہ خبر واحد مفید ظن ہے ۔ مفید یقین نہیں ۔ مگر اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجلہ صحابہ کرام اور خصوصی معتمدین میں سے تھے ۔ خود حضرت عمر نے انھیں عامل بنایا ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا ۔ پھر حضرت عمر نے ان کی بات پر اعتماد کیوں نہیں فرمایا ۔ بلکہ اس کی تائید نہ لانے کی صورت میں سزا کی بھی دھمکی دی ۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت حضرت عمر کی خدمت میں کچھ تو مسلم دوسرے بلاد کے رہے ہوں انھیں متنبہ کرنا مقصود رہا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت اتنی آسان نہیں ۔ کہ جو چاہے کہہ دے اور مان لی جائے ۔ تاکہ ان میں جو دل کے بیمار ہوں انھیں جرأت نہ ہو ۔

**فَقَالُوْا** کتاب الاستیذان میں ہے ۔ کہ یہ کہنے والے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ۔ انھوں نے جو فرمایا ۔ کہ اس کی گواہی ہم میں جو سب سے چھوٹا ہے وہ دے گا ۔ یہ اظہار حیرت کے لئے ہے کہ یہ حدیث بہت مشہور و معروف ہے ۔ تقریباً ہر شخص کو معلوم ہے یہاں تک کہ ہمارے چھوٹے بچوں کو بھی ۔ اور حضرت عمر اسے نہیں جانتے ۔ حالانکہ حضرت عمر کے علم کا عالم یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔ اگر عمر کا علم ایک پلڑے میں اور پوری زمین کے زندہ افراد کا علم دوسرے پلڑے میں ہو تو حضرت عمر کا علم بڑھ جائے گا ۔

---

عہ ثانی الاعتصام ۔ باب الحجۃ علی من قال ان احکام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانت ظاھرۃ ص ۱۰۹۲ مسلم الاستیذان ابوداؤد ادب جنہ احمد ربع ضخ

## بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَحْرِ ص ۲۷۷ دریا میں تجارت کا بیان۔

| | |
|---|---|
| ت ۳۸۰ | وَقَالَ مَطَرٌ لَا بَأْسَ بِهِ وَمَا ذَكَرَهُ اللّٰهُ فِي الْقُرْاٰنِ اِلَّا بِحَقٍّ ثُمَّ تَلَا وَتَرَى |
| | اور مطر نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور قرآن میں اللہ عزوجل نے حق ہی ذکر فرمایا ہے۔ پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت |
| | الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ۔ فاطر (۱۲) وَالْفُلْكُ السُّفُنُ الْوَاحِدُ وَالْجَمْعُ سَوَاءٌ۔ |
| | کی۔ اور تم اس (دریا) میں کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ پانی چیرتی ہیں۔ تاکہ تم اللہ کے فضل کو تلاش کرو۔ فلک کے معنی کشتیاں ہیں، واحد اور جمع برابر ہے۔ |
| ت ۳۸۱ | وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَمْخَرُ السُّفُنُ مِنَ الرِّيْحِ وَلَا تَمْخَرُ الرِّيْحُ مِنَ السُّفُنِ اِلَّا الْفُلْكُ الْعِظَامُ۔ |
| | اور امام مجاہد نے فرمایا۔ کشتیاں ہوا سے چیرتی ہیں اور ہوا کشتیوں سے نہیں چیرتی مگر یہ کہ کشتیاں بڑی ہوں۔ |

## بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ ص ۲۷۷ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اپنی پاک کمائیوں سے خرچ کرو

| | |
|---|---|
| حدیث ۱۲۱۱ | عَنْ هَمَّامٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ |
| | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ... کہ فرمایا |
| | وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ اَمْرِهٖ فَلَهَا نِصْفُ اَجْرِهٖ ۔ عہ |
| | جب عورت اپنے شوہر کی کمائی سے اس کے حکم کے بغیر خرچ کرے تو اسے آدھا ثواب ہے۔ |

**تشریحات ۳۸۰** یہ مطر وراق البصری کے ساتھ مشہور ہیں۔ ان کا نام ابو مطر بن طہمان ابو رجا حرانی ہے۔ بصرہ میں آ بسے تھے اس لئے بصری مشہور ہوئے۔ مصحف شریف لکھا کرتے تھے اس لئے وراق کہلائے۔ حضرت انس سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ارسال کیا کرتے تھے۔ امام عطا سے ان کی روایت کو یحیٰی بن سعید نے ضعیف بتایا۔ ابن معین سے بھی یہی مروی ہے۔ مگر ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔ امام بخاری نے کتاب الافعال میں ان سے روایت کی اور باقی اصحاب صحاح ستہ نے بھی، علامہ کرمانی نے فرمایا یہ امام بخاری کے استاذ مطر بن الفضل مروزی ہیں۔ مزی اور شیخ قطب الدین حلبی وغیرہ نے انھیں بھی وراق کہا ہے۔

**فائدۂ باب** چونکہ دریا کا سفر خطرناک ہے۔ اس لئے سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ تجارت اور دنیوی کاروبار کے لئے دریا کے سفر کی مشقت اٹھا کر خطرہ مول لیا جائے یا نہیں۔ اس کے ازالہ کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔

**والفلك** ظاہر ہے کہ امام بخاری کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ فلک، ان چند الفاظ میں سے ہے جو واحد بھی ہیں اور جمع بھی

**تشریحات ۳۸۱** امام مجاہد کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ کہ قرآن کریم میں جو فرمایا۔ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ۔ اور تم سمندر میں کشتیوں کو پھاڑتے ہوئے دیکھتے ہو۔ اس سے مراد بڑی کشتیاں ہیں اور مراد ہوا کا پھاڑنا ہے۔ اس لئے کہ چھوٹی کشتیاں ہوا کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ فلک عام ہے۔ چھوٹی بڑی سبھی کشتیاں مراد ہیں۔ اور مواخر سے مراد یہ کہ پانی کو چیرتی ہے۔

**تشریحات ۱۲۱۱** یہاں یہ ہے کہ اس صورت میں زوجہ کو آدھا اجر ہے۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے۔ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ اَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا۔ ان میں سے کوئی کسی کے اجر کو کچھ کم نہیں کریگا اقول۔ اس کا جواب خود حضرت ام المومنین کی حدیث میں موجود ہے۔ کہ فرمایا۔

عہ الثانی النفقات باب نفقة المرأة اذا غاب عنه زوجها ص ۸۰ مسلم ابو داؤد الزكوة

## بَابُ مَنْ اَحَبَّ الْبَسْطَ فِی الرِّزْقِ ص ۲۷۷ جو روزی میں وسعت پسند کرے

**حدیث ۱۲۱۲**

قَالَ مُحَمَّدٌ هُوَ الزُّهْرِیُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یُّبْسَطَ لَهٗ رِزْقُهٗ اَوْ یُنْسَاَ لَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ

کو یہ فرماتے ہوئے میں نے سنا ہے۔ جو رزق میں کشادگی یا عمر میں — درازی چاہتا ہو وہ صلہ رحمی کرے۔

## بَابُ شِرَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّسِیْئَةِ ص ۲۷۷ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادھار خریدنا

**حدیث ۱۲۱۳**

حَدَّثَنِی الْاَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا — سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرٰی طَعَامًا مِّنْ رَّجُلٍ یَّهُوْدِیٍّ اِلٰی اَجَلٍ وَّرَهَنَهٗ دِرْعًا مِّنْ حَدِیْدٍ

نے ایک یہودی سے غلہ خریدا۔ — اور اپنی — لوہے کی زرہ — رہن رکھی۔

كَانَ لَهَا اَجْرُهَا بِمَا اَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَتْ۔ بیوی کو خرچ کرنے کا ثواب اور شوہر کو کمانے کا۔ یعنی اس صدقہ پر جو کل ثواب مرتب ہوگا۔ اس کا آدھا شوہر کا ہوگا اس لئے کہ اس نے کمایا ہے اور آدھا زوجہ کو صدقہ کرنے پر۔

### تشریحات ۱۲۱۲

یُنْسَأُ۔ اس کا مادہ نَسْأٌ ہے۔ باب افعال سے انساء مصدر سے مضارع مجہول ہے۔ اس کے معنی تاخیر کے ہیں۔ اثر۔ کے معنی یہاں بقیہ عمر کے ہیں۔ یُنْسَأُ فِیْ اَثَرِهٖ کے معنی ہیں۔ یوخر فی بقیۃ عمرہ۔ اس کا حاصل یہ ہوا۔ کہ اسے پسند ہو کہ اس کی عمر دراز ہو جائے۔ عمر کی درازی سے مراد یہاں برکت ہے یعنی تھوڑی عمر میں وہ اتنے اہم اور کثیر کام کر جائے جو زیادہ عمر والے نہیں کر پائیں امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ اس سے مراد ذکر خیر کا باقی رہنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

### فضیلت رحمہ

رَحِمٌ کے معنی رشتے کے ہیں۔ صلہ رحمی سے مراد رشتہ کا لحاظ کرنا ہے۔ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ صلہ رحمی فی الجملہ واجب ہے۔ اور قطع رحم حرام وگناہ کبیرہ ہے۔ اس قدر پر اتفاق ہے۔ البتہ صلہ رحمی اور قطع رحمی کے درجات مختلف ہیں۔ صلہ رحمی کا ادنی درجہ ملنا جلنا بات چیت کرنا ہے۔ اور قطع رحمی، اس کا چھوڑ دینا۔ صلہ رحمی کے فضائل احادیث میں بکثرت وارد ہیں اور قطع رحمی پر وعیدیں بھی وارد ہیں۔ جو اپنے باب میں مذکور ہوں گی۔ یہاں باب سے مناسبت یہ ہے۔ کہ رزق حاصل کرنے کے لئے خرید و فروخت مشروع ہے۔ مگر رزق میں برکت اللہ عزوجل کی دین ہے۔ اور اس کا ایک ظاہری سبب صلہ رحمی ہے۔

### تشریحات ۱۲۱۳

دوسرے ابواب میں ابتداء میں یہ زائد ہے۔ امام اعمش نے کہا۔ ہم نے حضرت ابراہیم نخعی کے یہاں سلم یعنی ادھار خریدنے کے بارے میں رہن کا تذکرہ کیا۔ تو فرمایا۔ اس میں حرج نہیں۔ ہم سے اسود نے یہ حدیث بیان کی۔ الجہاد۔ اور المغازی میں یہ زائد ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ حضور کی زرہ تیس صاع جو کے عوض ایک یہودی کے یہاں رہن

---

عہ مسلم الادب۔ ابوداؤد الزکوٰۃ عہ ایضا شری الامام الحوائج بنفسہ ص ۲۸۱ باب شری الطعام الی اجل ص ۲۹۳ ۱۲ مستقراض باب فی الاستقراض ص ۳۳۲ السلم باب الکفیل فی السلم ص ۳۰ الرھن فی السلم باب من رھن درعہ باب الرھن عند یھودی ص ۳۴۰ الجہاد باب ما قیل فی درع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۴۰۹ ثانی المغازی باب ص ۶۴۰ مسلم۔ نسائی البیوع ۔ ابن ماجہ الاحکام ۔

**حدیث ۱۲۱۴** حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ مَشٰی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ (انھوں نے بیان کیا) کہ وہ جو کی روٹی اور بو دار چربی

وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِیْرٍ وَّاِھَالَۃٍ سَنِخَۃٍ وَلَقَدْ رَھَنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دِرْعَہٗ

لے کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینے میں اپنی زرہ ایک یہودی کے یہاں

بِالْمَدِیْنَۃِ عِنْدَ یَھُوْدِیٍّ وَّاَخَذَ مِنْہُ شَعِیْرًا لِّاَھْلِہٖ وَلَقَدْ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ مَا اَمْسٰی عِنْدَ

رہن رکھا تھا۔ اور اس سے اپنے اہل کے لئے جو لیا تھا اور میں نے ان سے سنا ہے۔ کہتے تھے۔ کہ آل محمد نے کوئی

اٰلِ مُحَمَّدٍ صَاعُ بُرٍّ وَّلَا صَاعُ حَبٍّ وَّاِنَّ عِنْدَہٗ لِتِسْعَ نِسْوَۃٍ ۔ ع۱

شام ایسی نہیں کی کہ ان کے پاس ایک صاع گیہوں یا اناج رہا ہو۔ حالانکہ حضور کی نو بیبیاں تھیں۔

## بَابُ کَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِہٖ بِیَدِہٖ ص ۲۷۸ انسان کا اپنے ہاتھ سے کوئی کام یا عمل کرنا۔

**حدیث ۱۲۱۵** حَدَّثَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ لَمَّا اسْتُخْلِفَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ جب ابو بکر صدیق خلیفہ بنائے گئے۔

تھی ۔ مگر اس بارے میں روایات مختلف ہیں۔ ایک روایت میں بیس صاع آیا ہے۔ ترمذی میں بھی بطریق ابن عباس بیس ہی صاع ہے۔ مسند بزار میں انھیں کے طریقے سے چالیس صاع ہے۔ مصنف عبدالرزاق میں ایک وسق ہے۔ نسائی کی روایت میں تیس صاع ہے۔ اس یہودی کا نام ابوشحم یا ابوشحم تھا۔ درع کے معنی کرتے کے بھی ہیں۔ اس لئے من حدید سے اس کی تفسیر کردی۔ یہ عجیب وغریب لفظ ہے۔ درع بمعنی زرہ مونث ہے۔ اور بمعنی قمیص مذکر۔ یہ زرہ جو رہن رکھی تھی۔ اس کا نام۔ ذات الفضول۔ تھا۔ دوسری روایتوں میں، سلم، کا لفظ آیا ہے۔ اس سے بیع سلم مراد نہیں جس میں ثمن فوری دی جاتی ہے۔ اور مبیع کے لئے میعاد مقرر ہوتی ہے۔ بلکہ ادھار خریدنا مراد ہے۔

**مسائل** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصلی کفار سے خرید وفروخت جائز ہے۔ اگرچہ ان کے اموال مشتبہ ہوں۔ جب تک خریدی ہوئی چیز کے بارے میں قطعی طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ یہ مال حرام ہے۔ اور یہی حکم مسلمانوں سے بھی خرید وفروخت کا ہے۔ اگر کوئی مسلمان حرام اور حلال دونوں کاروبار کرتا ہو تو اس سے لین دین جائز ہے جب تک خریدی یا بیچی ہوئی چیز کے بارے میں قطعی طور سے معلوم نہ ہو کہ یہ مال حرام ہے۔ رہن رکھنا جائز ہے۔ اگرچہ آدمی اپنے گھر ہو۔ ادھار خرید وفروخت جائز ہے۔ عندالضرورت قرض لینا جائز ہے۔

**تشریحات ۱۲۱۴** اھالۃ۔ دبے کی چکی۔ اس کی پگھلائی ہوئی چربی۔ مطلقا بہ پگھلائی ہوئی چربی۔ ہر چربی اور تیل جو سالن کے کام میں آئے۔ سنخۃ۔ زیادہ دن ہوجانے کی وجہ سے جس میں کچھ بو پیدا ہوجائے۔

**لقد سمعتہ** ظاہر اور راجح یہی ہے کہ یہ قتادہ کا قول ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے حضرت انس کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہو۔ کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ حضرت علامہ ابن حجر نے اسی کو ترجیح دی۔

---

ع۱ الرھن باب الرھن فی الحضر ص ۳۴۱۔

اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِيْ اَنَّ حِرْفَتِيْ لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَّؤُنَةِ اَهْلِيْ وَشُغِلْتُ

تو فرمایا۔ میری قوم جانتی ہے۔ میرا پیشہ میرے اہل کے اخراجات کے بار اٹھانے سے عاجز نہیں تھا۔ اور اب میں مسلمانوں کے کام میں

بِاَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَسَيَاْكُلُ آلُ اَبِيْ بَكْرٍ مِّنْ هٰذَا الْمَالِ وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ

مشغولیت کی وجہ سے اپنا کاروبار نہیں کرسکتا۔ اب آل ابو بکر اس مال سے کھائے گی۔ اور ابو بکر مسلمانوں کے لئے کام کرے گا۔

## تشریحات ۱۲۱۵

حرفتی۔ حرفۃ۔ کے معنی کام کرنے کے ہیں۔ کوئی بھی کام ہو۔ یہ اپنے عموم کے لحاظ سے تجارت صنعت وغیرہ کو بھی عام ہے۔ اب عرف میں اس کے معنی پیشے کے ہیں۔ مثلاً بُننا، سینا، رنگنا وغیرہ۔ حضرت صدیق اکبر قبل اسلام بھی اور زمانہ اسلام میں بھی تجارت کرتے تھے۔ مسند امام احمد[1] ابن ماجہ[2] وغیرہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال سے ایک سال پہلے بُصریٰ تجارت کے لئے گئے۔ ترمذی[3] اور امام حاکم[4] کی مستدرک میں ہے۔ کہ جب اعلان نبوت سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شام تجارت کے لئے جارہے تھے اور بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساتھ تھے۔

**تنبیہ** امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا۔ اور امام حاکم نے اسے علی شرط الشیخین کہا اس پر شبلی صاحب نے سیرۃ النبی[5] میں یہ اعتراض کیا۔ کہ حضرت ابوبکر اس وقت بچے تھے۔ اس لئے ان کا ساتھ ہونا مستبعد ہے۔ اور حضرت بلال ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی نے فرمایا۔ کہ یہ کہنا صحیح نہیں۔ کہ حضرت بلال ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اس لئے کہ وہ حضرت ابوبکر کے ہم عمر تھے۔ رہ گیا حضرت ابوبکر کا بچہ ہونا۔ اس کے منافی نہیں کہ وہ ساتھ رہے ہوں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی بارہ سال کے تھے۔ جیسا کہ خود علامہ مذکور نے لکھا ہے ہوسکتا ہے جس طرح ابوطالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساتھ لے لیا ہو۔ حضرت ابوبکر کے والد ماجد یا اور کوئی بزرگ اس قافلے میں ہوں اور انھیں ہمراہ لے لیا ہو۔ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ حضرت بلال کا آقا بھی اس قافلے میں رہا ہو۔ اور انھیں ساتھ لے لیا ہو۔ اور جب حضور واپس ہونے لگے تو حضرت بلال کو ساتھ کر دیا ہو۔

رہ گیا۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے اس کا مرسل ہونا تو معلوم ہونا چاہیے کہ صحابی کی مرسل حدیث بالاتفاق حدیث صحیح اور متصل کے حکم میں ہے۔ اور عبدالرحمٰن بن غروان کی وجہ سے اسے مجروح ٹھہرانا اس لئے باطل کہ یہ روایۃ بخاری سے ہیں۔ وللتفصیل موضع آخر۔

مدینہ طیبہ کے نواحی علاقہ، عوالی منازل بنی حارث بن خزرج سُنح میں حضرت ابوبکر کا ایک کپڑے کا کارخانہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت یہیں تھے۔ صبح کو نماز فجر پڑھا کر چلے گئے تھے۔

## فسیاکل

ابن سعد نے طبقات میں روایت کیا ہے۔ کہ منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد دوسرے دن کپڑے سر پر رکھے ہوئے حضرت صدیق اکبر بازار جارہے تھے۔ راستے میں حضرت عمر، حضرت ابوعبیدہ بن جراح ملے۔ اور کہا آپ تجارت کیسے کرپائیں گے۔ اور آپ مسلمانوں کے والی ہیں۔ فرمایا پھر میں اپنے اہل وعیال کو کیا کھلاؤنگا۔ ان حضرات نے کہا کہ ہم آپ کے لئے وظیفہ مقرر کردیتے ہیں۔ ان لوگوں نے آدھی بکری مقرر کردی۔ اسی میں ایک روایت ہے کہ صحابہ نے تین ہزار درہم سالانہ مقرر کردیا تھا۔ جب وصال کا وقت قریب

---

[1] جلد سادس ص۳۱۶ - [2] باب المزاح ص۲۰۲ - [3] ثانی باب فی بدء نبوۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۲۰۲ [4] جلد ثانی ص۶۱۵ [5] سیرۃ النبی جلد اول ص۱۷۹-۱۸۰

**حدیث ۱۲۱۶** عَنْ عُرْوَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَّالَ اَنْفُسِهِمْ فَكَانَ يَكُوْنُ لَهُمْ اَرْوَاحٌ فَقِيْلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ۔

خود اپنا کام کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے ان کے جسم میں بو پیدا ہو جاتی تھی تو ان سے کہا گیا۔ کاش تم لوگ غسل کر لیتے۔

**حدیث ۱۲۱۷** عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت مقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا۔ کسی نے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ وَاِنَّ

کوئی غذا اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر نہیں کھائی اور اللہ کے نبی

**حدیث ۱۲۱۸** نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ۔ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ حَدَّثَنَا اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ دَاوٗدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی۔ کہ داؤد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے

وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَاْكُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ۔

ہاتھ سے کام کر کے کھاتے تھے۔

آیا تو وصیت فرما گئے کہ میں نے اب تک بیت المال سے سات ہزار روپئے لئے ہیں۔ میری زمین چھوڑ کر بقیہ میرے مال سے یہ سات ہزار بیت المال میں داخل کر دیئے جائیں۔

**مسائل** اصول کسب تین ہیں۔ تجارت۔ زراعت۔ صنعت۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کون افضل ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ تجارت افضل ہے۔ مگر ماوردی نے فرمایا۔ کہ زراعت اطیب ہے۔ اس لئے کہ اس میں توکل زیادہ ہے۔ امام نووی نے فرمایا۔ کہ بخاری کی حدیث سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ زراعت اور صنعت راجح ہے۔ اس لئے کہ ان دونوں میں ہاتھ سے کام کرنا پڑتا ہے۔ اور حدیث میں ہے۔ کہ انسان سب سے پاک جو کھاتا ہے وہ اپنے ہاتھ کی کمائی کی آمدنی ہے۔ ان دونوں میں زراعت افضل ہے کیوں کہ اس کا نفع عام ہے حتی کہ انسان کے علاوہ جانوروں کو بھی پہونچتا ہے اور اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ سلطان اسلام کو اس کی اجازت ہے کہ اپنی ضرورت بھر بیت المال سے اخراجات لے لے۔ اسی سے دوسرے حکام اور قضاۃ وغیرہ کے لئے بھی جواز ثابت ہوا۔ البتہ یہ خود نہیں لیں گے ان کے اوپر جو حاکم ہے وہ مقرر کر کے دے۔

**تشریح ۱۲۱۶** یہ حدیث بروایت عروہ، کتاب الجمعہ نزہۃ القاری جلد ثالث صـ۳۴۳ پر باختلاف الفاظ گزر چکی ہے۔

**تشریحات ۱۲۱۷، ۱۸** پہلی حدیث کے راوی مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان سے خالد بن معدان کا سماع ثابت نہیں۔ اس لئے حدیث منقطع ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مفصل کتاب الانبیاء میں آئے گی۔ حضرت داؤد علیہ السلام خلیفۃ اللہ اور ظاہری حکومت کے بھی مالک تھے۔ وہ بیت المال

## بَابُ السُّهُولَةِ وَالسَّمَاحَةِ فِي الشِّرَى وَالْبَيْعِ وَمَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِي عَفَافٍ ص ۲۷۸

خرید و فروخت میں نرمی اور سہولت برتنا اور جو حق طلب کرے اسی سختی سے پرہیز کرنا چاہئے۔

**حدیث ۱۲۱۹** حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ وَإِذَا اشْتَرَى وَإِذَا اقْتَضَى ؏

فرمایا۔ اللہ ایسے شخص پر رحم فرمائے جو خرید و فروخت اور تقاضے میں سہل چشم ہو۔

## باب من انظر موسرا ص ۲۷۸ جو مالدار کو مہلت دے۔

**حدیث ۱۲۲۰** أَنَّ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ حَدَّثَهُ أَنَّ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلے ایک

قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَقَّتِ الْمَلَائِكَةُ رُوحَ رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَقَالُوا

شخص کی روح سے فرشتوں نے ملاقات کی۔ اور پوچھا کیا تو نے کچھ نیکی کی ہے۔ تو اس نے

أَعَمِلْتَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا قَالَ كُنْتُ أُمُرُ فِتْيَانِي أَنْ يُنْظِرُوا وَيَتَجَاوَزُوا عَنِ الْمُوسِرِ قَالَ

کہا۔ میں اپنے خادموں کو حکم دیتا تھا کہ مالدار کو مہلت دیں اور درگزر کر دیں تو فرشتوں

قَالَ فَتَجَاوَزُوا عَنْهُ ت ۳۸۲ وَقَالَ أَبُو مَالِكٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ كُنْتُ

نے اس سے درگذر کیا۔ اور اسی حدیث کو ابو مالک نے ربعی بن حراش سے یوں روایت کی ہے۔ کہ

أُيَسِّرُ عَلَى الْمُوسِرِ وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ۔ ت ۳۸۳ وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ

میں مالدار کو آسانی دیتا تھا اور تنگدست کو مہلت۔ اور ابو عوانہ نے بطریق عبد الملک ربعی ہی سے یوں

عَنْ رِبْعِيٍّ فَأَنْظَرَ الْمُوسِرَ وَتَجَاوَزَ عَنِ الْمُعْسِرِ۔

روایت کیا۔ میں مالدار کو مہلت دیتا تھا اور تنگدست کو معاف کر دیتا تھا۔

سے کھا سکتے تھے۔ اس کے باوجود اپنے ہاتھ سے زرہ بنا کر اس کی آمدنی پر گزر بسر کرتے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ اس لئے خصوصیت سے ان کا تذکرہ فرمایا۔

**تشریح ۱۲۱۹** رحم اللہ۔ اس میں اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ خبر ہو۔ اب معنی یہ ہونگے۔ اللہ نے ایسے شخص پر رحم فرمایا۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ دعا ہو

**تشریحات ۱۲۲۰۔ ت ۳۸۲، ۳۸۳** کتاب الانبیاء میں بطریق عبد الملک ابتداء میں یوں ہے۔ کہ عقبہ بن عامر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ آپ نے

ع ترمذی بیوع۔ ابن ماجہ تجارات عہ ایضا الاستقراض باب حسن التقاضی ص ۳۲۰ الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل ص ۴۵۱ مسلم البیوع۔ ابن ماجہ۔ الاحکام۔

ت ۳۸۴ وَقَالَ نُعَيْمُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ رِبْعِيٍّ فَاقْبَلُ مِنَ الْمُوسِرِ وَاتَجَاوَزْ عَنِ الْمُعْسِرِ۔

اور نعیم بن ابی ہند نے حضرت ربعی ہی سے یوں روایت کیا۔ میں مالدار کا عذر قبول کرتا تھا اور تنگدست سے درگذر کرتا تھا۔

## بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا ص ۲۷۹ جس نے تنگدست کو مہلت دی

حدیث ۱۲۲۱ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ تَاجِرٌ يُدَايِنُ النَّاسَ فَإِذَا رَأٰى مُعْسِرًا قَالَ

ہیں۔ کہ فرمایا۔ ایک تاجر تھا۔ جو لوگوں کو قرض دیتا تھا۔ جب کسی تنگدست کو دیکھتا تو اپنے خادموں

لِفِتْيَانِهِ تَجَاوَزُوا عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا فَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُ ۔ عه

سے کہتا۔ اس سے درگذر کرو۔ اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ ہم سے درگذر فرمائے۔ تو اللہ نے اس سے درگذر فرما دیا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو کچھ سنا ہے کیا ہم سے بیان نہیں کریں گے۔ تو انھوں نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ فرماتے تھے ـــــ پہلے دجال کی حدیث مختصر بیان کی۔ پھر یہ بیان کیا ـــ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ کہ تم سے پہلے ایک شخص تھا جن کے پاس ملک الموت روح قبض کرنے آئے تو اس سے کہا گیا۔ کیا تو نے کوئی نیکی کی ہے؟

**عن الموسر** یہ ابوذر اور نفی کی روایت ہے۔ اور اسی سے باب کی مطابقت ہے۔ بخاری کی بقیہ روایتوں میں وان ینظروا المعسر ویتجاوزوا عن الموسر۔ ہے امام مسلم نے امام بخاری کے شیخ احمد بن یونس سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اب یہ حدیث باب کے مطابق نہیں۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد اسی حدیث کو تین طریقے سے تعلیقاً ذکر فرمایا ہے۔

**وقال ابو مالك** اس تعلیق کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ کہ اللہ کی بارگاہ میں اس کے بندوں میں سے ایک ایسے بندے کو لایا گیا جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا تھا۔ اللہ عزوجل اس سے دریافت فرمائے گا۔ دنیا میں تو نے کیا عمل کیا۔ بندہ عرض کرے گا۔ اے پروردگار تو نے اپنا مال مجھے دیا ـــ میں لوگوں سے خرید و فروخت کرتا تھا۔ میری عادت درگزر کی تھی۔ ار کو آسانی دیتا تھا۔ اور تنگدست کو مہلت۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں اس کا زیادہ حق دار ہوں۔ اے فرشتو! میرے بندے سے درگزر کرو۔

**وقال شعبة عن عبد الملك** یعنی شعبہ نے ابو مالک کی، عبد الملک سے روایت کرنے میں، اس جز پر وانظر المعسر متابعت کی ہے۔ اس متابعت کو امام بخاری نے کتاب الاستقراض میں ذکر فرمایا ہے

**وقال ابو عوانة** اس تعلیق کو امام بخاری نے ذکر بنی اسرائیل میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں ذکر فرمایا ہے۔

---

عه ایضا الانبیاء باب ص ۴۹۵ مسلم بیوع۔ نسائی بیوع۔

## بَابُ اِذَا بَيَّنَ الْبَيِّعَانِ وَلَمْ يَكْتُمَا وَنَصَحَا ص ۲۷۹ جب مشتری اور بائع ظاہر کریں اور اسکا عیب نہ چھپائیں اور خیر خواہی اختیار کریں۔

| | |
|---|---|
| ت ۳۸۵ | وَيُذْكَرُ عَنِ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ كَتَبَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا |
| | عداء بن خالد سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ انھوں نے کہا۔ میرے لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکھا۔ یہ وہ ہے |
| | مَا اشْتَرٰى مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ بَيْعَ الْمُسْلِمِ الْمُسْلِمَ لَا دَاءَ وَلَا خُبْثَةَ وَلَا غَائِلَةَ |
| | جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عداء بن خالد سے خریدا۔ مسلمان کی مسلمان سے بیع ہے جس میں نہ کوئی بیماری ہے اور نہ کوئی عیب اور نہ فسق و فجور ــــ |
| ت ۳۸۶ | وَقَالَ قَتَادَةُ الْغَائِلَةُ الزِّنٰى وَالسَّرِقَةُ وَالْاِبَاقُ۔ |
| | اور قتادہ نے کہا۔ الغائلہ سے مراد زنا اور چوری اور بھاگنے کی عادت ہے۔ |

**وقال نعیم بن ابی ھند** اس تعلیق کو امام مسلم نے موصولا ذکر فرمایا ہے۔ کہ حضرت حذیفہ اور ابن مسعود ایک جگہ اکٹھا ہوئے تو حذیفہ نے حدیث مذکور بیان کی۔ اسے سننے کے بعد ابن مسعود نے فرمایا ــــ ایسے ہی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

**تشریحات ۱۲۲۱** امام نسائی نے جو روایت کیا ہے اس میں یہ ہے۔ کہ اپنے قاصد سے کہتا۔ جو اس سے ہو سکے لے لینا اور جو نہ ہو سکے اسے چھوڑ دینا اور درگزر کرنا ــــ امام مسلم نے بطریق حسین بن علی حضرت ابوالیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے ــ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو تنگدست کو مہلت دے یا اسے معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ اسے عرش کے سایہ میں رکھے گا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے اور آج کل ایسا ہی ہے۔ کہ لوگ قرض کی ادائیگی کو تاوان سمجھتے ہیں۔ قدرت، وسعت ہوتے ہوئے قرض ادا نہیں کرتے۔ اس سے بسا اوقات قرض خواہ کو نقصان بھی ہو جاتا ہے اس کے ازالے کے لئے فرمایا۔ مَطْلُ الغنی ظلم۔ مالداروں کا ادائیگی میں دیر کرنا ظلم ہے۔

**تشریحات ۳۸۵** عداء بن خالد بن ہوذہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ صحابی ہیں۔ ان سے بہت کم حدیثیں مروی ہیں۔ یہ دیہات کے باشندے تھے۔ ان سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی غلام یا باندی خریدا تھا۔ اس وقت ایک سند لکھوائی تھی۔ اسی کا اس حدیث میں تذکرہ ہے ــــ ترمذی[1] میں یوں ہے۔ عبدالمجید بن وہب کہتے ہیں۔ کہ مجھ سے عداء بن خالد بن ہوذہ نے کہا۔ کیا میں وہ تحریر تمہیں پڑھ کر نہ سناؤں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے لئے لکھی تھی۔ میں نے کہا ضرور۔ تو انھوں نے ایک تحریر نکالی۔ یہ اس بات کی سند ہے کہ عداء بن خالد بن ہوذہ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک غلام یا باندی خریدا جس میں کوئی عیب اور برائی نہیں اور نہ دھوکا ہے۔ مسلمان سے مسلمان کی بیع کی طرح۔ بخاری کی تعلیق سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ خریدار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ مگر ترمذی کی روایت سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بائع تھے ترمذی کی ہی روایت کے مطابق، ابن ماجہ[2] میں بھی ہے ــــ واقعہ کیا ہے۔ اس کا فیصلہ مشکل ہے۔ بخاری میں یہ روایت صیغہ تمریض کے ساتھ ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت راجح ہے۔

---

[1] اول۔ البیوع ۶۔ باب کتابۃ الشروط ص ۱۲۴ [2] التجارات باب شراء الرقیق ص ۱۶۴

ت ۳۸۷ وَقِيلَ لِإِبْرَاهِيمَ إِنَّ بَعْضَ النَّخَّاسِينَ يُسَمِّي أَرِيَّ خُرَاسَانَ وَسِجِسْتَانَ

حضرت ابراہیم نخعی سے کہا گیا۔ کہ کچھ نخاس (جانوروں کے تھان) کا نام آری خراسان آری سجستان

فَيَقُولُ جَاءَ أَمْسِ مِنْ خُرَاسَانَ وَجَاءَ الْيَوْمَ مِنْ سِجِسْتَانَ فَكَرِهَهُ كَرَاهِيَةً شَدِيدَةً

رکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کل خراسان سے آیا، اور آج سجستان سے آیا ہے۔ انھوں نے اسے سخت ناپسند فرمایا۔

ت ۳۸۸ وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ أَنْ يَبِيعَ سِلْعَةً لَعِيمًا أَنَّ بِهَا دَاءً إِلَّا أَخْبَرَهُ۔

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ یہ جانتے ہوئے کہ سامان میں عیب ہے اسے بغیر بتائے بیچنا کسی کو جائز نہیں۔

**تشریح ۳۸۶** الغائلة۔ کے معنی۔ شر اور برائی کے ہیں۔ وہ برائیاں جو عام طور پر لونڈی اور غلام میں پائی جاتی ہیں۔ یہی تین ہیں۔ اس لئے امام قتادہ نے انھیں تینوں کے ساتھ اس کی تفسیر کی۔ مطالع میں ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ قتادہ کی تفسیر حقیقت میں خبثة اور غائلة، دونوں کی ہے۔ اس تعلیق کو ابن مندہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

**تشریح ۳۸۷** نَخَّاس۔ اس کا مادہ نخس ہے۔ جانور کو پہلو یا پچھلے حصہ پر لکڑی وغیرہ چبھو کر اکسانا۔ چونکہ جانور بیچنے والے خریدار کو دکھانے کے لئے اسی طرح اکسا کر اٹھاتے ہیں۔ اس لئے جانور بیچنے والے کو نخاس کہا جانے لگا۔ پھر اس میں تعمیم ہوئی اور لونڈی غلام بیچنے والے کو بھی کہا جانے لگا۔

**أری** اس کے تین معنی اصحاب لغت نے لکھے ہیں۔ جہاں جانور کو چارہ کھلایا جائے۔ جہاں باندھ کر رکھا جائے جسے تھان کہتے ہیں۔ وہ رسی جسے زمین میں گاڑ کر جانور کو باندھا جائے۔ یہاں سب سے مناسب تھان ہے

خراسان۔ مشہور ملک ہے جو کبھی ایران کا جز تھا۔ اب روس کا جز ہے۔ خراسان صدیوں علماء مشائخ کا مرکز رہ چکا ہے۔

سجستان۔ ایران کا ایک صوبہ جو ہندوستان موجودہ پاکستان کی سرحد سے ملا ہوا ہے۔

**فیقول** جس طرح مارکیٹ میں ہر نئی چیز کی طرف زیادہ رغبت ہوتی ہے پرانی چیزوں کی طرف رجحان کم، اسی طرح جانوروں اور غلاموں میں بھی ہے۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ یہ گھوڑا ابھی بالکل نیا ہے۔ یہ کہا کرتے ہیں کہ کل خراسان سے آیا ہے اور آج سجستان سے آیا ہے۔ جس میں خریداروں کو رغبت زیادہ ہوتی ہے۔ اس میں ایک طرح کا فریب اور دھوکہ تھا۔ نیز جھوٹ بھی بولنا تھا۔ اس لئے حضرت امام نخعی نے اسے سخت ناپسند فرمایا۔

**تشریحات ۳۸۸** اس تعلیق کو ابن ماجہ[1] نے موصول کیا ہے۔ ابتداء میں یہ ہے۔ ان سے مروی ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے کسی مسلمان کو یہ حلال نہیں کہ عیب دار چیز کا عیب بتائے بغیر مسلمان کے ہاتھ بیچے۔

سامان میں نقص اور عیب ہوتے ہوئے مشتری کو بتائے بغیر بیچنا دھوکہ اور فریب ہے۔ اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ابن ماجہ[2] میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جس نے کچھ بیچا اور اس کا عیب بیان نہیں کیا۔ تو ہمیشہ اللہ کے عذاب میں رہے گا اور فرشتے لعنت کرتے رہیں گے۔

---

[1] التجارات باب من باع عیبا فلیبینه ص ۱۶۳ [2] ایضاً ص ۱۶۳

**حدیث ۱۲۲۲** عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ رَفَعَهٗ اِلٰی حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا اَوْ

بائع اور مشتری کو اختیار ہے جب تک جدا نہ ہوں ۔ یا یہ فرمایا یہاں تک کہ جدا ہو جائیں ۔ اب اگر

قَالَ حَتّٰی يَتَفَرَّقَا فَاِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِیْ بَيْعِهِمَا وَاِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا[1]

سچ بولیں اور جو عیب ہو اسے بتادیں تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوگی اور اگر جھوٹ بولیں اور عیب چھپائیں تو برکت مٹا دی جائیگی ۔

**حضرت عقبہ بن عامر** رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ صحابی ہیں ۔ اور شام کی فتوحات میں شریک ہوئے ۔ دمشق کے فتح کی بشارت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں یہی لے کر آئے تھے ۔ سات دن میں دمشق سے مدینہ طیبہ پہونچے تھے ۔ واپسی پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر طیّ ارض یعنی زمین سمیٹے جانے کی ۔ کہ ہمارا راستہ جلد طے ہو جائے دعا مانگی تو ڈھائی دن میں دمشق پہونچ گئے ۔

**تشریحات ۱۲۲۲** باب اذا کان البائع بالخیار ھل یجوز البیع ۔ میں یہ بھی ہے ۔ ہمام نے کہا ۔ میں نے اپنی کتاب میں یہ پایا ۔ مختار ثلث مرار ۔ یعنی ۔ بالخیار ۔ کی جگہ مختار ہے ۔ اور ۔ ثلث مرار ۔ زائد ہے ۔ یعنی مختار تین بار اور بعض روایتوں میں بخیار ۔ نکرہ بغیر الف لام کے ہے یعنی عجالۃً تین بار ہے ۔ بتانا یہ چاہتے ہیں ۔ کہ حافظے میں محفوظ وہ ہے جو میں نے روایت کی ۔ یعنی ۔ بالخیار ۔ اور ۔ ثلث مرار ۔ نہیں ہے ۔ مگر میری کتاب میں ہے ۔ ابن تین نے کہا ۔ کہ ہمام نے جو کہا وہ محفوظ نہیں ۔ روایت اس کے خلاف ہے ۔ اور جب کوئی راوی تمام رُواۃ کے خلاف روایت کرے تو وہ مقبول نہیں ۔ خصوصاً جب کہ وہ اس روایت کو صرف اپنی کتاب میں پائے اور اسے خود اس کے خلاف یاد ہو ۔

**اَلْبَيِّعَانِ** بَيِّعٌ ۔ ثلاثی مجرد مثل العین کے چند کلمات میں سے ہے جو خلاف قیاس فَيْعِلٌ کے وزن پر اسم فاعل کے معنی میں مستعمل ہیں جیسے طَيِّبٌ ۔ مَيِّتٌ ۔ كَيِّسٌ ۔ رَيِّضٌ ۔ لَيِّنٌ ۔ هَيِّنٌ ۔ بعض روایتوں میں ۔ المتبایعان ۔ آیا ہے ۔ اس کے باوجود کہ بائع کا لفظ عرف میں زیادہ مشہور ہے ۔ مگر کسی روایت میں وارد نہیں ۔

**مالم یتفرقا** حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ۔ بائع اور مشتری کو ایجاب و قبول کے بعد بھی خیار مجلس حاصل رہتا ہے ۔ جب تک مجلس نہ بدلے دونوں کو اختیار رہتا ہے کہ چاہیں تو بیع رد کر دیں ۔ ان کی دلیل اس حدیث کا ظاہر مفہوم ہے ۔ کیونکہ تفرق سے عرف میں تفرق ابدان متبادر ہے ۔

ہمارے یہاں ایجاب و قبول کے بعد بائع یا مشتری میں سے کسی کو خیار نہیں ۔ کیونکہ ایجاب و قبول سے بیع تام ہو گئی ۔ مبیع مشتری کی اور ثمن بائع کی ملک ہو گئی ۔ اب کسی کو خیار کا حق دینا دوسرے کے حق کو باطل کرنا ہے ۔ اور تفرق کا اطلاق تفرق بالاقوال پر قرآن مجید میں وارد ہے ۔ ارشاد ہے

---

[1] ایضا باب ما یمحق الکذب والکتمان فی البیع ص۲۷۹ باب کم یجوز الخیار باب اذا لم یوقت الخیار ص۲۸۳ باب اذا کان البائع بالخیار ھل یجوز البیع ص۲۸۴ مسلم البیوع ۔ ابوداؤد البیوع ۔ ترمذی البیوع ۔ نسائی البیوع ۔ الشروط

## بَابُ بَيْعِ الْخَلْطِ مِنَ التَّمْرِ ص۲۷۹ ملی جلی کھجور بیچنا۔

**حدیث ۱۲۲۳**

عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ كُنَّا نُرْزَقُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہمیں ملی جلی کھجوریں ملتیں جن میں

تَمْرَ الْجَمْعِ وَهُوَ الْخَلْطُ مِنَ التَّمْرِ وَكُنَّا نَبِيْعُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

اچھی خراب معمولی اعلیٰ سبھی رہتیں۔ ہم ایک صاع (اچھی کھجور کے عوض) دو صاع بیچ دیتے۔ اس پر نبی

تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَاعَيْنِ بِصَاعٍ وَلَا دِرْهَمَيْنِ بِدِرْهَمٍ ـ ع

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک صاع کے عوض دو صاع اور ایک درہم کے عوض دو درہم نہ بیچو۔

## بَابُ مَا قِيْلَ فِي اللَّحَّامِ وَالْجَزَّارِ ص۲۷۹ گوشت فروش اور قصاب کے بارے میں کیا کہا گیا۔

**حدیث ۱۲۲۴**

حَدَّثَنِیْ شَقِيْقٌ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ انصار کے ایک صاحب آئے

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ۔ البینۃ ④ اور اہل کتاب میں پھوٹ نہ پڑی مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیل آ چکی۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ۔ آل عمران ⑮ ان کی طرح نہ ہونا جنہیں پھوٹ پڑی اور آپس میں اختلاف کر بیٹھے اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیلیں آ چکیں۔

اس قسم کی متعدد آیتیں ہیں جن میں تفرق سے مراد اعتقاد کا اختلاف ہے۔

اس لئے اس حدیث میں تفرق سے مراد تفرق اقوال مراد لینا ہی راجح ہے۔ تاکہ حق غیر کا ابطال لازم نہ آئے ـــــ اس کو یوں سمجھئے۔ بائع اور مشتری کا اطلاق کسی پر تین طرح کیا جاتا ہے۔ عقد کرنے سے پہلے باعتبار مآیؤل عقد کے بعد باعتبار ماکان۔ اور حالت عقد میں۔ پہلا دونوں معنی مجازی ہے۔ اور تیسرا حقیقی۔ کیونکہ بائع اور مشتری اسم فاعل کے صیغے ہیں۔ اور اسم فاعل کی دلالت زمانۂ حال پر حقیقی ہے۔ اور یہ طے ہے کہ جہاں معنی مجازی اور حقیقی دونوں کا احتمال ہو۔ تو راجح معنی حقیقی ہے۔ اور حالت عقد ایجاب سے شروع ہو کر قبول ہی تک ہے۔ قبول کے بعد بیع مکمل ہو گئی۔ اب بیع و شراء کی حالت نہ رہی۔ اب حقیقی معنی کے اعتبار سے نہ بائع بائع ہے اور نہ مشتری مشتری۔ ان پر ان دونوں الفاظ کا اطلاق مجازاً باعتبار ماکان ہے۔ اور بحکم حدیث خیار بائع اور مشتری کو ہے۔ اور جب بائع بائع نہ رہا اور مشتری مشتری نہ رہا تو اسے خیار بھی نہ رہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**فان بینا** یعنی اگر بائع نے مبیع کا عیب مشتری کو اور مشتری نے ثمن کا عیب بائع کو بتا دیا تو اس بیع میں اللہ عزوجل برکت دے گا۔ اگرچہ اس کا امکان ہے کہ عیب جاننے کے بعد سودا نہ بکے یا کم قیمت پر بکے جو بظاہر نقصان ہے۔ مگر اللہ عزوجل کی برکت اس سے بہت عظیم ہے۔ اور اگر یہ سوچ کر کہ اگر عیب بتا دوں گا تو قیمت کم ملے گی یا چیز نہیں بکے گی عیب چھپائے رکھا نہیں بتایا تو اللہ تعالیٰ برکت ختم کر دیگا۔ اللہ عزوجل کا برکت دینا اور برکت ختم کر دینا باطنی چیز ہے۔ مگر تجربہ شاہد ہے کہ جو دوکاندار عیبی چیزوں دھوکہ دے کر بیچتا ہے اس کی بکری کم ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ دوکان ختم ہو جاتی ہے۔ اور جو سچائی کے ساتھ سامان دیتا ہے اس کی دوکان خوب چلتی ہے۔ اور بکری خوب ہوتی ہے۔

**تشریحات ۱۲۲۳** اس حدیث کا حاصل یہ ہے۔ کہ ہمیں اچھی اور خراب اعلیٰ معمولی ملی جلی کھجوریں ملتیں۔ تو ہم جنی ہوئی اچھی کھجور کے عوض بیچ لیتے اس طرح کہ ایک صاع اچھی کھجور لے کر دو صاع کھجور دے دیتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب اسکی



www.sirat-e-mustaqeem.net

يُكَنّٰى اَبَا شُعَيْبٍ فَقَالَ لِغُلَامٍ لَّهٗ قَصَّابٍ اجْعَلْ لِّيْ طَعَامًا يَكْفِيْ خَمْسَةً فَاِنِّيْ اُرِيْدُ

جن کی کنیت ابو شعیب تھی۔ انھوں نے اپنے غلام سے کہا جو قصاب تھا میرے واسطے پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کر۔ کیوں کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ

اَنْ اَدْعُوَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ فَاِنِّيْ قَدْ عَرَفْتُ فِيْ

علیہ وسلم سمیت پانچ آدمیوں کو مدعو کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے حضور کے چہرۂ انور میں بھوک کے آثار دیکھے ہیں۔

وَجْهِهِ الْجُوْعَ فَدَعَاهُمْ فَجَاءَ مَعَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ

انھوں نے حضور کو مدعو کیا اور حضور کے ساتھ ایک صاحب اور آگئے۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ ہمارے

هٰذَا قَدْ تَبِعَنَا فَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَاْذَنَ لَهٗ فَاْذَنْ لَّهٗ وَاِنْ شِئْتَ اَنْ يَّرْجِعَ رَجَعَ فَقَالَ اِنِّيْ قَدْ اَذِنْتُ لَهٗ[عه]

پیچھے آگیا ہے۔ اگر تم چاہو تو اسے اجازت دو اور اگر چاہتے ہو کہ لوٹ جائے تو لوٹ جائے گا۔ انھوں نے عرض کیا نہیں بلکہ میں نے اجازت دی۔

اطلاع ملی تو اس سے منع فرمادیا۔ کیونکہ یہ سودے پوری بحث آگے آرہی ہے

**تشریحات ۱۲۲۴** الحَدَّاد گوشت بیچنے والے کو اور جَزَّاز اونٹ نحر کرنے والے کو۔ اور قَصَّاب گائے بکری ذبح کرنے والے کو کہتے ہیں۔ قصاب کا مادہ قصب ہے جس کے معنی کاٹنے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ قصب القصاب الشاۃ یعنی اسے کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

**فائدہ باب** قصاب کا پیشہ ایسا ہے کہ ضرورت تھی کہ اس کو واضح کر دیا جائے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کتنا ہی معظم ہو اگر اس کے ساتھ دعوت میں کوئی لگ جائے مالک کی اجازت کے بغیر طفیلی کو کھانا جائز نہیں۔ مگر یہ کہ داعی اور طفیلی میں اتنا انبساط اور تعلق ہو کہ وہ اس کے کھانے کو بخوشی گوارا کرلے۔ یا یہ کہ مدعو الیہ ما ہو جس کے بارے میں یہ عرف ہو کہ اس کے ساتھ جو آتا ہے۔ داعی بخوشی اسے گوارا کرلیتا ہے۔

بغیر دعوت کے کہیں کھانے کے لئے جانے اور کھانے کی مذمت احادیث میں وارد ہے۔ امام ابوداؤد طیالسی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو بغیر بلائے کسی دعوت میں گیا۔ تو فاسق ہو کر لیٹی جاتا ہے گیا۔ حرام کھایا چور بن کر داخل ہوا لٹیرا ہو کر باہر آیا۔

امام بیہقی نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو بلائے بن بلائے کسی کے یہاں کھانے کے لئے گیا۔ اور کھایا۔ تو فاسق ہو کر داخل ہوا اور جو حلال نہیں تھا وہ کھایا۔

**تشریحات ۳۸۹** مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ کون سی آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی۔ اس تعلیق سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ چاروں آیتیں سب سے اخیر میں نازل ہوئی۔ مگر خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی بخاری کی کتاب التفسیر میں جو روایت ہے۔ وہ ہے کہ سب سے اخیر میں آیت رِبا نازل ہوئی ہے۔ علامہ ابن تین نے داؤدی سے روایت کیا وہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا۔ سب سے اخیر میں یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۔ سورہ بقرہ آیت (۲۸۱)

---

عه ایضا المظالم باب اذا اذن انسان لاخر شیئا جاز ۳۳۲ ثانی الاطعمة باب الرجل یدعی الی الطعام فیقول هذا معی ص ۸۲۱ ۔ مسلم الاطعمة ۔ ترمذی النکاح ۔ نسائی الولیمة ۔

## بَابُ مُوْكِلِ الرِّبٰوا لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا ۔ اِلٰى ۔ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۔ البقرہ از آیت ۲۷۸ تا ۲۸۱ ص ۲۸۰

سود کھلانے والے کا بیان اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ فرمایا۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔ اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو اللہ اور رسول سے لڑائی کا یقین کر لو اور اگر تم یہ کرو تو اپنا اصل مال لے لو نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم ہو۔ اور اگر قرضدار تنگدست ہے تو جب تک اسے کشائش ہو مہلت دو۔ اور اگر معاف کر دو تو یہ تمہارے لئے اور بہتر ہے۔ اگر جانو تو۔ اور اس دن سے ڈرو جس میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گے۔ پھر ہر شخص کو اس کی کرنی پر پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

| ت ۳۸۹ | قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هٰذِهٖ اٰخِرُ اٰيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ |
|---|---|
| | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ یہ آخری آیت ہے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ |

**اقول** ۔ ان میں منافات نہیں ۔ مذکورہ بالا چاروں آیتوں سے بظاہر صرف پہلی آیت میں سود کا تذکرہ ہے ۔ مگر بنظر دقیق چاروں آیتیں حقیقت میں سود سے ایک اہم تعلق رکھتی ہیں ۔ سود کے لئے قرض لینا لازم ہے پہلے ارشاد فرمایا۔ اب سود لینا بند کر دو۔ دوسری میں فرمایا۔ اگر نہیں بند کرو گے تو اللہ اور رسول سے لڑائی کا یقین کر لو۔ البتہ اصل مال کے حقدار ہو۔ اسے وصول کر سکتے ہو۔ تیسری آیت میں فرمایا۔ اگر قرضدار تنگ دست ہے تو مہلت دو۔ چوتھی میں فرمایا۔ اس دن سے ڈرو جب اللہ عزوجل کے حضور حاضر ہو گے۔ اور ہر شخص کو اس کے عمل کا بدلہ پورا پورا دیا جائے گا۔ اس تنذیر عام میں سود کا لینا بھی ہے ۔ کہ ہر حرام کام کی طرح اس پر بھی بھرپور سزا ملے گی۔

اس تفصیل سے ظاہر کہ اگر ان چاروں آیتوں کو آیت ربا کہہ دیں تو بجا ہے ۔ ہو سکتا ہے ۔ یہ چاروں آیتیں ایک ساتھ نازل ہوئی ہوں ۔ چوں کہ ان میں سب سے آخر ۔ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۔ ہے ۔ اس لئے یہ کہنا بھی درست ہے کہ سب کے آخر میں یہ نازل ہوئی۔ کہا گیا ہے کہ ۔ آیہ کریمہ ۔ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۔ حجۃ الوداع کے موقع پر یوم نحر یعنی دسویں ذوالحجہ کو منیٰ میں نازل ہوئی ہے ۔ امام ثوری نے بطریق کلبی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ۔ اس کے نزول کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اکتیس ۳۱ دن کے بعد وصال فرمایا۔ ابن جریج نے کہا۔ لوگ کہتے تھے ۔ کہ وصال سے نو دن پہلے نازل ہوئی ۔ مقاتل نے کہا۔ کہ سات دن پہلے ۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سب سے آخر میں یہ آیت نازل ہوئی ہے ۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۔ النساء آیت (۱۷۶) اے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں فرما دو کلالہ کے بارے میں اللہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے ۔ الآیہ ۔

سید القراء حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔ کہ سب سے آخر میں سورہ توبہ کی یہ آخری آیت نازل ہوئی ہے ۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۔ بے شک تمہارے پاس ایک رسول تمہیں میں سے تشریف لائے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**حدیث ۱۲۲۵** عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِیْ جُحَیْفَةَ قَالَ رَاَیْتُ اَبِیْ اِشْتَرٰی عَبْدًا حَجَّامًا فَاَمَرَ بِمَحَاجِمِهٖ

عون بن ابی جحیفہ نے کہا۔ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ پچھنا لگانے والے ایک غلام کو خریدا تو اس کی سینگی

فَکُسِرَتْ فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ نَهٰی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ وَثَمَنِ الدَّمِ وَ

لگانے کے اوزار کو توڑوادیا۔ میں نے پوچھا تو فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتے اور خون کی قیمت سے منع فرمایا ہے اور

نَهٰی عَنِ الْوَاشِمَةِ وَالْمُوْشُوْمَةِ وَاٰکِلِ الرِّبٰوا وَمُوْکِلِهٖ وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ ۔ عه

گودنے اور گودوانے اور سود کھانے اور کھلانے سے منع فرمایا ہے۔ اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی۔

**تشریحات ۱۲۲۵** باب ثمن الکلب۔ میں یوں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خون کی قیمت اور کتے کی قیمت اور لونڈی کی کمائی سے منع فرمایا۔ اور گودنے والی اور گودوانے والی اور سود کھانے والے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی۔ اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی۔

**فسالته** عون کہتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ اس کے آلات حجامت آپ نے کیوں توڑ دیئے۔ تو وہ فرمایا۔

**ثمن الکلب** یعنی کتے کی قیمت لینے سے منع فرمایا۔ امام طحاوی نے فرمایا۔ کہ یہ حکم اس وقت تھا جب کہ کتوں کے مار ڈالنے کا حکم تھا۔ مگر جب انھیں گھر اور مویشی کی حفاظت کے لئے پالنے اور شکاری کتوں کے رکھنے کی اجازت مل گئی تو ان کے خرید و فروخت کی اجازت بھی ہوگئی۔ وجہ یہ ہے کہ پہلے مال نہ تھے اور اب مال ہوگئے۔

**ثمن الدم** یہاں ثمن سے مراد اجرت ہے۔ یعنی سینگی لگا کر خون نکالنے کی اجرت سے منع فرمایا۔ مگر بخاری ہی میں اسی کتاب البیوع میں باب ذکر الحجام میں حدیث آرہی ہے کہ ابو طیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سینگی لگائی تو حضور نے انھیں ایک صاع کھجور عطا فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ اگر یہ حرام ہوتا تو حضور کیوں دیتے۔ نیز یہ کہ ان پر ان کے مالک نے جو یومیہ مقرر کر رکھا تھا۔ اس میں صرف تخفیف نہ فرماتے بلکہ ان کے مالک کو حکم دیتے کہ یہ آمدنی حرام ہے۔ اس سے کچھ نہ لو۔

امام طحاوی نے یہاں یہ بھی توجیہ فرمائی ہے کہ نہی کی حدیث منسوخ ہے۔ بعض علماء نے فرمایا۔ کہ یہ ممانعت مکروہ تنزیہی کی حد تک ہے۔ اس کی تائید اس حدیث[1] سے ہوتی ہے۔ کہ حضرت محیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجام (سینگی لگانے والے) کی کمائی کے بارے میں پوچھا۔ تو اسے کھانے سے منع فرمادیا۔ انھوں نے بار بار سوال کیا۔ ہر بار منع فرمایا۔ اخیر میں فرمایا۔ اس سے اپنے جانور کو چارہ کھلادے یا غلاموں کو کھلادو۔ اگر حرام ہوتا تو جانور کو چارہ دینے اور غلاموں کو کھلانے کی بھی اجازت نہ دیتے۔ مال حرام سے نہ جانور کو چارہ دینا جائز ہے نہ غلام کو خوراک دینی درست مگر بار بار ممانعت سے اس کی کراہت ظاہر ہے۔

**اکل الربوٰ** اس ارشاد میں حذف ہے۔ عبارت پوری یوں ہے۔ آکل الربوٰ عن اکلہ وموکلہ عن اطعامہ۔ سود خوار کو سود کھانے سے اور سود دینے والے کو سود کھلانے سے منع فرمایا۔ یہ ممانعت اتنی شدید ہے۔ کہ اسی حدیث کے دوسرے طرق میں ہے۔ کہ ان دونوں پر لعنت فرمائی۔ سود دینے والے پر لعنت کی وجہ یہ ہے کہ یہ سبب ہے سود کھانے کا اور سبب گناہ بھی گناہ ہے۔

---

عه ایضا۔ باب ثمن الکلب ص۲۹۸ ثانی الطلاق باب مهر البغی ص۸۰۵ اللباس باب الواشمة ص۸۷۹ باب من لعن المصور ص۸۸۸

[1] عمدۃ القاری الحادی عشر ص۲۳۲

## بَابُ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ - بقرہ (۲۷۶) ص ۲۸۰

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان کہ فرمایا۔ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے بدکردار کو پسند نہیں کرتا۔

**حدیث ۱۲۲۶**

قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْحَلْفُ مُنَفِّقَةٌ لِّلسِّلْعَةِ وَمُمْحَقَةٌ لِّلْبَرَكَةِ ؏

فرماتے ہوئے سنا ہے۔ قسم مال فروخت کرنے والی ہے اور برکت مٹانے والی ہے۔

## بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحَلْفِ فِي الْبَيْعِ ص ۲۸۰ بیع میں قسم کھانا مکروہ ہے۔

**حدیث ۱۲۲۷**

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَقَامَ سِلْعَةً وَّ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بازار میں سامان لگایا۔ اور یہ قسم

هُوَ فِي السُّوْقِ فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَقَدْ اُعْطِيَ بِهَا مَا لَمْ يُعْطَ لِيُوْقِعَ فِيْهَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ

کھائی کہ اس کی اتنی قیمت لگائی گئی ہے۔ حالانکہ اتنی قیمت لگائی نہیں گئی تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ کسی مسلمان کو پھانس لے۔ اس پر یہ آیت

فَنَزَلَتْ - اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؏ الآیۃ - آل عمران (۷۷)

نازل ہوئی۔ جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض حقیر قیمت لیتے ہیں ان کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔

**ولعن المصور** تصویر بنانے کا کتنا سخت گناہ ہے۔ اس کا اس ارشاد سے اندازہ کریں۔ کہ اس پر لعنت فرمائی۔ مگر آج کل کے مسلمان حتی کہ علماء و مشائخ بننے والے شوق سے تصویر کھنچواتے ہیں۔ اور اس میں جیسے کوئی حرج نہیں جانتے حالانکہ یہ کھنچوانا سبب ہے تصویر سازی کا۔ اور سبب گناہ گناہ ہے۔ تصویر بنوانے والوں کو سوچنا چاہئے کہ جیسے سود دینے والے پر اس وجہ سے لعنت فرمائی کہ یہ سبب ہے سود کھانے کا۔ اسی طرح ان کا قوی اندیشہ ہے کہ تصویر بنانے والے افراد بھی کہیں مستحق لعنت نہ ہوں۔

**ایک مغالطے کا رد** کچھ لوگ کیمرہ سے بنی ہوئی تصویر کے جواز کے لئے یہ بہانہ بناتے ہیں کہ یہ تصویر نہیں عکس ہے۔ ایسے لوگوں سے گذارش ہے کہ عکس پائیدار اور برقرار نہیں رہتا۔ اور یہ برقرار رہتی ہے۔ اسلئے یہ عکس نہیں تصویر ہی ہے۔ پوری تفصیل اپنی جگہ آئیگی۔

**تشریحات ۱۲۲۶** حدیث کو باب سے کوئی مناسبت نہیں۔ مگر شارحین نے کسی کسی طرح مناسبت نکالی ہے۔ علامہ کرمانی نے فرمایا جھوٹی قسم کھانی حرام ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کے ذریعہ جو مال لیا جائے اس میں برکت نہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ آیت میں ارشاد تھا۔ اللہ سود کو مٹاتا ہے۔ حالانکہ ربوٰ کے معنی زیادتی کے ہیں۔ زیادتی اور نقص متضاد ہیں۔ اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ تو امام بخاری یہ حدیث لاکر اسے واضح فرما رہے ہیں۔ کہ آیت میں محق، مٹانے سے مراد برکت اٹھا دینا ہے۔ جیسے اس حدیث میں ہے۔ کہ قسم سے سودا تو خوب بکتا ہے مگر برکت ختم ہو جاتی ہے۔

**تشریحات ۱۲۲۷** اس آیت کے شان نزول کے بارے میں اور بھی اقوال ہیں۔ اول یہ کہ یہ آیت حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک

---

ع مسلم ابوداؤد نسائی کلھم فی البیوع ع ایضاً الشھادات باب قول اللہ تعالیٰ ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ثمناً قلیلاً ص ۳۶۷

ثانی التفسیر باب قولہ ان الذین یشترون الآیۃ ص ۲۵۲

## بَابُ مَا قِيْلَ فِي الصَّوَّاغِ ص۲۸۰ جو کچھ سناروں کے بارے میں کہا گیا۔

**حدیث ۱۳۲۸**

اَخْبَرَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ اَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّ

شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میری ایک بڑی اونٹنی تھی جو مال غنیمت سے میرے حصہ میں ملی تھی۔

عَلِيًّا قَالَ كَانَتْ لِيْ شَارِفٌ مِّنْ نَّصِيْبِيْ مِنَ الْمَغْنَمِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خمس میں سے ایک بڑی اونٹنی دی تھی جب میں نے ارادہ کیا کہ رسول اللہ

اَعْطَانِيْ شَارِفًا مِّنَ الْخُمُسِ فَلَمَّا اَرَدْتُّ اَنْ اَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ کے ساتھ زفاف کروں تو بنی قینقاع کے ایک سنار کے ساتھ معاملہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعْدَتْ رَجُلًا صَوَّاغًا مِّنْ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ اَنْ يَّرْتَحِلَ مَعِيَ فَنَاْتِيَ بِاِذْخِرٍ

طے کر لیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم اذخر لائیں کہ اسے سناروں کے ہاتھ بیچ کر اپنی شادی کے ولیمے میں مدد لوں

اَرَدْتُّ اَنْ اَبِيْعَهٗ مِنَ الصَّوَّاغِيْنَ وَاَسْتَعِيْنَ بِهٖ فِيْ وَلِيْمَةِ عُرْسِيْ ؕ

معاملہ میں نازل ہوئی۔ امام احمد نے اپنی مسند[1] میں روایت کیا۔ شقیق بن سلمہ کہتے ہیں۔ کہ ہم سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث بیان کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص کسی مسلمان کا مال ناحق لے گا۔ جب اللہ عزوجل سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ غضبناک ہوگا۔ اشعث بن قیس آئے تو کہا یہ حدیث خاص میرے معاملہ میں وارد ہے۔ ایک ایسے کنویں کے بارے میں ایک چچازاد بھائی سے میرا جھگڑا ہوا جو میرا تھا مگر قبضے میں اس کے تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہاں معاملہ لے گیا۔ اس نے میری ملکیت سے انکار کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ کہ ثبوت پیش کرو ورنہ اس پر قسم ہے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ حضور اس کی قسم پر اگر رکھتے ہیں تو وہ میرا مال لے جائے گا میرا خصم فاجر انسان ہے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ فرمایا۔ اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

تفسیر طبری میں ہے کہ یہ آیت رؤسا یہود، ابو رافع، کنانہ بن ابوالحقیق اور حیی بن اخطب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ زمخشری نے کہا کہ توریت کی تحریف کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ مقاتل نے کہا۔ کعب بن الاشرف اور ابن صوریا، رؤسا یہود کے بارے میں نازل ہوئی۔

**بعهد الله** یعنی اللہ عزوجل کے ساتھ جو انھوں نے پیمان باندھا تھا کہ ایمان لائیں گے اور اس کی ربوبیت اور وحدانیت کا اقرار کریں گے

**ایمانهم** ۔ سے مراد جھوٹی قسمیں ہیں۔

**لایکلمهم الله** یعنی مہربانی اور رحمت کے ساتھ کلام نہیں فرمائے گا۔ ورنہ زجر و توبیخ کے ساتھ کلام فرمائے گا۔

**ولاینظر الیهم** یعنی نظر رحمت نہیں فرمائے گا یعنی ان پر کوئی کرم اور عنایت نہیں فرمائے گا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نظر سے پاک ہے۔

**تشریحات ۱۳۲۸**

الصَّوَّاغ ۔ صاد کے فتحہ کے ساتھ فعّال کے وزن پر سنار کے معنی میں ہے یعنی جو صیاغت کا کام کرتا ہو۔

الصُّوَّاغ ۔ صاد کے ضمہ کے ساتھ صَائِغ کی جمع ہے۔ شارف ۔ کے معنی سن رسیدہ اونٹنی کے ہیں۔ اس کا

---

[1] المساقات باب بیع الحطب والکلاء ص۳۱۹ الجهاد باب فرض الخمس ص۴۳۴ ثانی مغازی باب ۵۷ مسلم الاشربہ۔ ابوداؤد الخراج۔ مسند امام احمد اول ص۱۱۲ جلد خامس ص۲۱۲

# بَابُ ذِكْرِ الْقَيْنِ وَالْحَدَّادِ ص۲۸۰ لوہار کا ذکر۔

ابن درید نے کہا۔ کہ قین کے اصلی معنی لوہار کے ہیں۔ پھر عرف میں ہر صانع کو کہنے لگے۔ زجاج نے کہا۔ قین نیزہ بنانے والے کو کہتے ہیں۔ اور لوہار کو بھی۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ قین لفظ مشترک ہے۔ قین لوہار کو بھی کہتے ہیں اور غلام کو بھی، لونڈی کو "قینہ" نیز مشاطہ کو بھی قینہ کہتے ہیں۔ امام بخاری نے والحداد، کا عطف کر کے اس کی تفسیر کر دی۔ اسی سے "تقین، تزین" کے معنی میں آتا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

أَنَا قَيَّنْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا۔ میں نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سنگار کیا تھا۔

**حدیث ۱۲۲۹**

عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ خَبَّابٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ

حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں زمانۂ جاہلیت میں لوہار تھا۔

وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ فَقَالَ لَا أُعْطِيكَ حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ

اور میرا عاص بن وائل پر قرض تھا۔ میں اسکے پاس تقاضا کرنے گیا۔ تو اس نے کہا۔ جب تک محمد کا انکار نہیں کرو گے نہیں دوں گا۔ میں نے کہا۔

ترجمہ عام مترجمین نے بوڑھی اونٹنی کیا ہے۔ مگر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے حواشی بخاری میں اس کی تفسیر ناقۃ عظیمۃ فرمائی ہے اور یہی یہاں انسب ہے۔ اس لئے میں نے اس کا ترجمہ ایک بڑی اونٹنی کیا ہے۔

یہ ایک لمبی حدیث کا ابتدائی حصہ ہے۔ جو کتاب المساقات میں آئے گی۔ یہاں صرف من الغنم ہے دوسرے ابواب میں، من الابل، کا اضافہ بھی ہے۔ یعنی بدر کے مال غنیمت میں سے مجھے ایک بڑی اونٹنی حصے میں ملی تھی۔ اور اس سے پہلے خمس میں سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بڑی اونٹنی دی تھی۔ بقیہ حدیث اپنی جگہ آئے گی وہیں مفصل کلام ہوگا۔

یہ حدیث اسکی دلیل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زفاف غزوہ بدر کے بعد کیا تھا۔ اور صحیح یہ ہے کہ عقد بھی بدر کے بعد ہی ہوا تھا۔

**مقصد باب** یہاں سے امام بخاری چند پیشہ وروں کے بارے میں باب باندھ کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ سب پیشے جائز ہیں۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان پیشوں کا علم تھا۔ اور منع نہیں فرمایا۔ اس حدیث سے باب کی مطابقت یوں ہے۔ کہ اگر سنار کا پیشہ جائز نہ ہوتا تو اس کے ساتھ کام میں اشتراک جائز نہ ہوتا۔ اور اس کے ہاتھ اونے خریچنا جائز نہ ہوتا۔

فَقَالَ عِكْرِمَةُ هَلْ تَدْرِي مَا يُنَفِّرُ صَيْدُهَا هُوَ أَنْ تَجِيءَ مِنَ الظِّلِّ وَتَنْزِلَ مَكَانَهُ۔ عکرمہ نے کہا۔ کیا تو جانتا ہے۔ کہ شکار بھڑکانے کا کیا معنی ہے۔ یہ ہے کہ سایے سے اسے بھگا کر اس کی جگہ خود بیٹھے۔

کتاب المناسک میں گزری ہوئی حدیث میں تھا۔ وَلَا يُنَفِّرُ صَيْدُهَا۔ اور اس کے شکار کو نہ بھڑکایا جائے۔ اس کی تفسیر حضرت عکرمہ نے یہ کی۔ مگر یہ اس کا ایک معنی ہے ورنہ یہ ارشاد اپنے عموم پر ہے کسی طرح بھڑکانا جائز نہیں۔ یہ بھڑکانے کی سب سے ہلکی صورت ہے۔ اسلئے امام عکرمہ نے اسے ذکر فرمایا۔

**تشریحات ۱۲۲۹** تفسیر میں بطریق محمد بن کثیر جو روایت ہے۔ اس میں یہ ہے۔ میں نے عاص بن وائل کے لئے تلوار بنائی تھی۔ اور آیت کریمہ میں عہدا کے بعد مَوْثِقًا بھی مروی ہے۔ کتاب الاجارات اور تفسیر کی بعض روایتوں میں یہ زائد ہے۔ کہ عاص بن وائل نے کہا (کیا) میں مروں گا پھر زندہ ہو کر اٹھوں گا۔ حضرت خباب نے فرمایا۔ ہاں۔ تو اس نے وہ جواب دیا۔

**فوائد** یعنی تمہارے اعتقاد کے مطابق جب زندہ ہو کر اٹھوں گا اور جنت میں مال و اولاد ملے گی تو ادا کر دوں گا۔ اس نے بطور تمسخر یہ کہا تھا۔

فَقُلْتُ لَا أَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ حَتّٰى يُمِيتَكَ اللّٰهُ ثُمَّ تُبْعَثُ قَالَ دَعْنِي حَتّٰى أَمُوتَ وَأُبْعَثَ فَسَأُوتٰى مَالًا

ان کا انکار نہیں کروں گا یہاں تک کہ تو مرجائے اور پھر زندہ ہوکر اٹھے - تو اس نے کہا - رہنے دے کہ میں مروں پھر زندہ ہوکر اٹھوں اور مجھے مال اور

وَّوَلَدًا فَأَقْضِيَكَ فَنَزَلَتْ - أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا - مریم (۷۷) ع۵

اولاد دی جائے تو میں ادا کردونگا - اس پر یہ آیت نازل ہوئی - کیا تو نے اسے نہیں دیکھا جس نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا اور کہا مجھے مال اور اولاد ضرور دی جائے گی -

## بَابُ الْخَيَّاطِ ص۲۸۱ درزی کا بیان۔

**حدیث ۱۲۳۰**

عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ ایک درزی نے رسول اللہ

تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ قَالَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کھانے کے لئے مدعو کیا جسے اس نے تیار کیا تھا - انس بن مالک

أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى ذٰلِكَ الطَّعَامِ

نے کہا - میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس دعوت میں گیا -

**اشکال اور حل**

اس حدیث پر یہ اشکال ہے - کہ اس پر اجماع ہے کہ اگر کسی نے کافر ہونے کے لئے میعاد مقرر کی تو وہ فوراً کافر ہوگیا - مثلاً یہ کہا - کہ سال بھر کے بعد کافر ہوجاؤں گا تو وہ ابھی کافر ہوگیا پھر ایسے راسخ الایمان جلیل القدر صحابی نے وہ کیوں کہا ـــــ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خباب نے عاص بن وائل کے اعتقاد کے مطابق اسے غیظ دلانے کے لئے ایسا کہا - کہ جیسے تیرا اعتقاد ہے کہ مرنے کے بعد پھر کبھی نہیں اٹھے گا - اسی طرح میں کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار نہیں کرسکتا - یہ کافر ہونے کے لئے میعاد مقرر کرنی نہیں - بلکہ ابلغ وجوہ کے بالکلیہ کفر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انکار کرنا ہے -

اس موقعہ پر ـــــ یہ چار آیتیں نازل ہوئی تھیں -

کیا تو نے اسے دیکھا جس نے ہماری آیتوں سے انکار کیا - اور کہتا ہے - مجھے ضرور مال اور اولاد دی جائے گی ◯ کیا وہ غیب پر مطلع ہوگیا ہے یا رحمن سے کوئی عہد لے لیا ہے ◯ ہرگز نہیں - جو کچھ وہ کہتا ہے - اس کو لکھ رکھیں گے - اور اسے بہت لمبا عذاب دیں گے ◯ اور وہ جو کہتا ہے اس کے ہمیں وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا ◯

**عاص بن وائل**

زمانہ جاہلیت کے ملحدین زندیقین دہریوں میں سے ایک تھا - انھیں میں عقبہ بن ابومعیط ، ولید بن مغیرہ اور ابی بن خلف بھی ہے - عاص بن وائل اسلام اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سربرآوردہ دشمنوں میں سے تھا - اس موت کا عجیب عبرتناک واقعہ ہے - یا خیبر میں سفر میں گیا - تکان کے باعث ایک درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا - جبریل امین بحکم رب العالمین تشریف لائے - اور سر پکڑ کر درخت سے مارنا شروع کیا وہ چلاتا تھا - ارے کون میرے سر کو درخت سے ٹکرا رہا ہے - اس کے ساتھی کہتے تھے - ہمیں کوئی نظر نہیں آتا - یہاں تک کہ جہنم واصل ہوا -

---

ع۵ الاجارات باب هل يواجر الرجل نفسه من مشرك في ارض حرب ص۳۰۴ ثانی التفسیر سورہ کهیعص باب قوله افرأيت الذی كفر بآياتنا ... ص۷۴۴ باب قوله اطلع الغيب ام اتخذ عند الرحمن عهدا ص۶۹۱ باب قوله كلا سنكتب مايقول ونمدله مدا ص۶۹۲ باب قوله ونرثه مايقول ويأتينا فردا ص۶۹۲ مسلم الفتن ترمذی غیبہ نسائی تفسیر ع۵ المنفوظ جلد اول ص۹

فَقَرَّبَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُبْزًا وَّمَرَقًا فِیْہِ دُبَّاءٌ وَقَدِیْدٌ فَرَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روٹی اور شوربا پیش کیا جس میں لوکی اور گوشت کی بوٹیاں تھیں ۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ جَوَانِبِ الْقَصْعَۃِ فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ یَوْمِئِذٍ ۔ عہ

وسلم کو دیکھا کہ لوکی کو پیالوں کے کنارے سے تلاش کرتے تھے ۔ حضرت انس نے کہا ۔ اس دن سے میں لوکی پسند کرنے لگا ۔

## بَابُ النَّجَّارِ ص ۲۸۱ بڑھئی کا بیان ۔

**حدیث ۱۲۳۱**

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ اَیْمَنَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انصار کی ایک خاتون نے

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ امْرَاَۃً مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا ۔ یا رسول اللہ کیا میں حضور کے لئے

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَا اَجْعَلُ لَکَ شَیْئًا تَقْعُدُ عَلَیْہِ فَاِنَّ لِیْ غُلَامًا نَجَّارًا قَالَ اِنْ شِئْتِ

کوئی ایسی چیز نہ بنادوں جس پر حضور بیٹھیں ۔ میرا ایک غلام بڑھئی ہے ۔ فرمایا اگر تو چاہے

قَالَ فَعَمِلَتْ لَہُ الْمِنْبَرَ فَلَمَّا کَانَ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(تو بنادے) ان خاتون نے منبر بنایا ۔ جب جمعے کا دن آیا ۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

**تشریحات ۱۲۳۰**

کتاب الاطعمہ میں بطریق عبداللہ بن منیر یوں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ایک غلام کے پاس گئے جو درزی تھا ۔ آگے ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوکی تلاش کرنے لگے جب میں نے یہ دیکھا تو حضور کے سامنے لوکی جمع کرنے لگا ۔ اور غلام اپنے کام میں لگ گیا ۔ اسی میں بطریق عبداللہ بن سلمہ یہ ہے ۔ کہ اس نے جو کی روٹی پیش کی ۔ قدید ۔ کے معنی کٹا ہوا گوشت یا سکھایا ہوا گوشت ہے ۔ یہاں زیادہ مناسب پہلا معنی ہے ۔ اس لئے میں نے اس کا ترجمہ "گوشت کی بوٹیاں" کیا ہے ۔

سلائی میں قیاس یہ چاہتا ہے ۔ کہ جائز نہ ہو اس لئے کہ اس میں اجارہ اور بیع، دو عقد اکٹھا ہیں ۔ سلائی اجارہ ہے ۔ اور درزی نے اپنی طرف سے جو دھاگہ لگایا بیع ہے ۔ سلائی کی اجرت، دھاگے کی قیمت ایک دوسرے سے متمائز نہیں ۔ اجرت ایک ہی طے ہوتی ہے ۔ ایسا نہیں ہوتا کہ سلائی کی الگ اجرت مقرر ہو اور دھاگے کی قیمت الگ ۔ مگر یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے رائج ہے ۔ اس لئے بلا کراہت جائز ہے ۔ اسی طرح کپڑے کی رنگائی، جوتے کی سلائی، چمڑے کی پکائی وغیرہ بھی ہے ۔ اس لئے امام بخاری نے اس کا مستقل باب باندھا ۔۔۔ اس حدیث سے ثابت ہوا ۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کدو بہت پسند تھا ۔ علماء نے لکھا ہے ۔ کہ اگر کسی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لوکی پسند تھی اور دوسرے نے کہا مجھے لوکی پسند نہیں ۔ تو اس پر اندیشہ کفر ہے ۔

**تشریحات ۱۲۳۱**

اس حدیث کا اخیر حصہ جلد ثالث ص ۳۵۵ پر گزر چکا ہے ۔ وہیں منبر اقدس کے بارے میں پوری تفصیل درج ہے ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نباتات جمادات میں ایک گونہ حیات ہے ۔ انھیں شعور بھی ہے ۔ اور ادراک بھی ہے ۔

عہ بخاری الاطعمۃ باب الدباء باب المرق باب القدید ۔ باب من اضاف رجلا علی طعام ص ۸۱۰ مسلم الاطعمہ ۔ نسائی ۔ ابوداؤد ۔ ولیمہ ۔ ترمذی ولیمہ ۔ شمائل

عَلَى الْمِنْبَرِ الَّذِي صُنِعَ فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتَّى كَادَتْ

اس منبر پر بیٹھے جو بنایا گیا تھا۔ تو وہ کھجور کا تنہ چیخ پڑا جس کے پاس حضور کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ معلوم ہوتا تھا کہ پھٹ

أَنْ تَنْشَقَّ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَخَذَهَا فَضَمَّهَا إِلَيْهِ فَجَعَلَتْ

جائے گا۔ یہ دیکھ کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر سے اترے اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر چمٹا لیا۔ تو وہ اس بچے کی

تَئِنُّ أَنِينَ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسْكَتُ حَتَّى اسْتَقَرَّتْ قَالَ فَبَكَتْ عَلٰى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ۔

طرح سسکیاں لینے لگا جسے چپ کرایا جاتا ہے یہاں تک کہ اسے سکون ہو گیا۔ انھوں نے کہا۔ یہ تنہ اس پر رویا تھا کہ ذکر سنتا تھا۔

## بَابُ شِرَاءِ الدَّوَابِّ وَالْحَمِيرِ۔ وَإِذَا اشْتَرَى دَابَّةً أَوْ حِمَارًا وَهُوَ عَلَيْهِ هَلْ يَكُونُ ذٰلِكَ قَبْضًا قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ ص ۲۸۱

چوپایوں اور گدھوں کا خریدنا۔ اور جب کوئی چوپایہ یا اونٹ خریدے اور وہ اسی پر سوار رہے۔ اترے نہیں تو یہ قبضہ ہو گا؟

**توضیح باب** حمیر۔ حمار کی جمع ہے۔ نیز اس کی جمع حُمُرٌ اور اَحْمِرَۃٌ بھی آتی ہے۔ دابہ ہر چوپائے کو کہتے ہیں۔ اس میں گدھا بھی داخل ہے پھر خصوصیت کے ساتھ اس کے ذکر کی کیا وجہ ہے۔ اس باب کے ضمن میں امام بخاری نے ایک تعلیق ذکر فرمائی ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک تندخو اونٹ خریدا۔ دوسری حضرت جابر کی حدیث جس میں اونٹ خریدنے کا تذکرہ ہے۔ اونٹ حلال جانور ہے۔ اس سے یہ خیال ہو سکتا تھا کہ خرید و فروخت کا جواز حلال جانوروں کے ساتھ خاص ہے۔ ہو سکتا ہے۔ حرام جانوروں کی خرید و فروخت ممنوع ہو۔ امام بخاری نے باب کا عنوان دواب سے قائم کر کے یہ افادہ فرمایا کہ یہ جواز ہر چوپایے کو عام ہے۔ اور حمیر کا اضافہ کر کے مزید تعمیم فرمائی کہ حرام جانوروں کی بھی خرید و فروخت جائز ہے۔ اگر اس میں کوئی منفعت ہو۔ اس سے جواز کی علت کی جانب اشارہ فرمایا۔ کہ وہ منفعت ہے۔ جس جانور میں کوئی منفعت ہو اس کی بیع و شرا جائز ہے۔

**حدیث ۱۲۳۲** عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔

قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ فَأَبْطَأَ بِي جَمَلِي وَأَعْيَا فَأَتَى

میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوے میں تھا۔ میرے اونٹ نے مجھے پیچھے کر دیا۔ وہ تھک گیا تھا۔ میرے پاس

عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا شَأْنُكَ قُلْتُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا جابر! میں نے عرض کیا جی حضور۔ فرمایا تیرا کیا حال ہے میں نے عرض

أَبْطَأَ عَلَيَّ جَمَلِي وَأَعْيَا فَتَخَلَّفْتُ فَنَزَلَ يَحْجُنُهُ بِمِحْجَنِهِ ثُمَّ قَالَ ارْكَبْ فَرَكِبْتُ

کیا میرے اونٹ نے دیر لگا دی وہ تھک گیا ہے اس لئے میں پیچھے رہ گیا۔ تو حضور اترے اور اپنے عصا سے اسے ہانکنے لگے پھر فرمایا سوار ہو جا۔ میں سوار ہو گیا۔

**تشریحات ۱۲۳۲** امام بخاری نے اس حدیث کو اکیس طریقے سے مسنداً روایت کیا ہے۔ اور ص ۳۰۵ پر چودہ طریقے سے تعلیقاً۔ اس کا ایک حصہ جلد ثانی ص ۴۳۶ پر گزر چکا ہے مگر وہاں حدیث مختصر تھی، یہاں مفصل ہے۔ جس سے کئی مسائل مستخرج ہوتے ہیں۔

**فی غزاۃ** علامہ ابن حجر نے تحریر فرمایا۔ کہ یہ غزوہ ذات الرقاع میں ہوا تھا مگر خود بخاری کتاب الشروط میں ص ۳۷۵ پر تعلیقاً بطریق داؤد بن قیس

فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَكُفُّهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ

اب وہ اتنا تیز چلنے لگا کہ میں اس کو روکتا تھا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر نہ ہو جائے۔ حضور نے دریافت فرمایا

نَعَمْ قَالَ بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ بَلْ ثَيِّبًا قَالَ أَفَلَا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قُلْتُ إِنَّ

تم نے شادی کرلی؟ میں نے عرض کیا۔ جی حضور! پوچھا کنواری سے کہ بیاہتا سے۔ میں نے عرض کیا بیاہتا سے۔ فرمایا۔ کنواری سے کیوں نہیں کی؟ جو تم سے کھیلتی تم

لِي أَخَوَاتٍ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ امْرَأَةً تَجْمَعُهُنَّ وَتَمْشُطُهُنَّ وَتَقُومُ عَلَيْهِنَّ قَالَ أَمَا

اس سے کھیلتے۔ میں نے عرض کیا۔ میری بہنیں ہیں۔ میں نے یہ پسند کیا کہ کسی ایسی عورت سے شادی کروں جو انھیں اکٹھا رکھے اور انھیں کنگھا کرے نگہبانی کرے

إِنَّكَ قَادِمٌ فَإِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ ثُمَّ قَالَ أَتَبِيعُ جَمَلَكَ قُلْتُ نَعَمْ فَاشْتَرَاهُ مِنِّي

فرمایا سنو تم پہونچنے والے ہو جب پہونچ جانا خوب سمجھداری سے کام لینا۔ پھر فرمایا۔ کیا اپنا اونٹ بیچو گے؟ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ تو حضور نے اسے ایک

بِأُوقِيَةٍ ثُمَّ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلِي وَقَدِمْتُ بِالْغَدَاةِ فَجِئْنَا إِلَى

اوقیہ میں خرید لیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے پہلے پہونچ گئے اور میں دوسرے دن صبح کو پہونچا اور مسجد حاضر ہوا۔

الْمَسْجِدِ فَوَجَدْتُهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ قَالَ الْآنَ قَدِمْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَدَعْ جَمَلَكَ وَادْخُلْ

حضور کو مسجد کے دروازے پر تشریف فرما پایا۔ دریافت فرمایا۔ اب تم آئے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ فرمایا۔ اپنا اونٹ چھوڑ جاؤ اور اندر جاکر

بن عبید اللہ بن مقسم تصریح ہے کہ تبوک کے راستے میں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

**ان لی اخوات** مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ کہ میرے باپ عبد اللہ شہید ہو گئے۔ اور انھوں نے نو یا سات بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ انھیں کے مثل سے شادی کروں جو نہ ان کی تربیت کر سکے اور نہ دیکھ ریکھ کر سکے۔ اس لئے میں نے بیاہتا سے شادی کی۔ جو ان کی دیکھ ریکھ کرے اور ان کو اچھا طور طریقہ سکھائے۔ تو حضور نے فرمایا۔ اللہ تجھے برکت دے۔

**فالکیس الکیس** اس کے پہلے تھا۔ فاذا قدمت۔ یہ اسی کی جزا ہے۔ اور یہ فعل محذوف کا مفعول بہ ہے۔ یعنی فالزم الکیس۔ کیس کے معنی عقل اور سمجھ کے ہیں۔ یہ ارشاد اس بنا پر ہے کہ حضرت جابر کنوارے تھے۔ انھیں ازدواجی زندگی کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ اس لئے تنبیہ فرمائی۔

**باوقیۃ** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جابر سے ان کا اونٹ کتنے میں لیا تھا۔ اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں۔ کتاب الشروط ص ۳۷۵ پر اس حدیث کی جو تعلیقیں ذکر کی ہیں۔ اس میں ایک روایت میں "بوقیۃ" ہے۔ یہ اُوقیہ ہی کی ایک لغت ہے۔ ایک روایت میں چار دینار ہے۔ ایک اُوقیہ چالیس درہم ہوتا ہے۔ اس حساب سے ایک دینار دس درہم کا ہوا۔ وہیں ایک روایت میں چار اُوقیہ ہے۔ اور ایک روایت میں بیس دینار ہے۔ یہاں امام بخاری نے فرمایا۔ کہ امام ثعلبی نے جو فرمایا۔ کہ ایک اوقیہ میں لیا۔ یہی اکثر ہے۔ عام روایتوں میں صرف اوقیہ وارد ہے۔ یہ تصریح نہیں۔ کہ ایک اوقیہ سونے کے عوض یا چاندی کے عوض۔ مگر ایک روایت میں "اُوقِیَۃٌ ذَھَبٌ" آیا ہے۔ اوقیہ چاندی کا وزن ہے۔ یہ چالیس درہم ہوتا ہے۔ سونے کا وزن نہیں۔ اس کی ایک توجیہ یہ ہو سکتی ہے۔ کہ ایک اوقیہ چاندی کے عوض اس عہد میں جتنا سونا ملتا ہو اس کے عوض بیچا۔ ہو سکتا ہے کہ اس عہد میں ایک دینار کی قیمت دس درہم ہو۔ اب چار دینار والی روایت اور ایک اوقیہ والی روایت، دونوں کا حاصل ایک ہو۔ اور جن روایتوں میں بیس دینار آیا ہے۔ اس سے مراد چھوٹے دینار ہیں۔ علامہ کرمانی نے فرمایا۔ کہ اوقیہ والی روایت راوی کا سہو ہے۔

فَصَلَّ رَكْعَتَيْنِ فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ فَأَمَرَ بِلَالًا أَنْ يَزِنَ لِي أُوقِيَةً فَوَزَنَ لِي بِلَالٌ فَأَرْجَحَ

دو رکعت نماز پڑھ لو - میں اندر گیا اور نماز پڑھی - اب حضور نے بلال کو حکم دیا - اس کے لئے اوقیہ تول دے - بلال نے تول دی اور بڑھا کر

لِي فِي الْمِيزَانِ فَانْطَلَقْتُ حَتَّى وَلَّيْتُ فَقَالَ ادْعُ لِي جَابِرًا قُلْتُ الْآنَ يَرُدُّ عَلَيَّ الْجَمَلَ وَلَمْ

تو لی - میں چلا جب مڑ گیا تو فرمایا - جابر کو بلاؤ - میں نے جی میں کہا - اب حضور اونٹ کو لوٹائیں گے - اور اس سے

يَكُنْ شَيْءٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْهُ قَالَ فَخُذْ جَمَلَكَ وَلَكَ ثَمَنُهُ - عه

زیادہ ناپسندیدہ کوئی چیز نہیں تھی - فرمایا - اپنا اونٹ لے اور قیمت بھی لے جا -

**اقول وباللہ التوفیق** - اس عہد مبارک میں مختلف ممالک کے سکے مدینہ طیبہ میں رائج تھے - راویوں نے اپنے اپنے علم کے مطابق اس کی مختلف تعبیر کی ہے - نیز حدیث سے ظاہر ہے کہ جو قیمت طے ہوئی تھی - حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے زیادہ دیا - کتنا زیادہ دیا - اس کی تصریح کسی روایت میں نہیں - ہوسکتا ہے - کہ اکثر راویوں نے قیمت کی وہ مقدار بتائی جو طے ہوئی تھی - ہوسکتا ہے کچھ لوگوں نے وہ قیمت ذکر کی ہو جو ادا کی گئی - اس کا بھی امکان ہے کہ خود حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی اس کو ذکر کیا کبھی اس کو ذکر کیا - واللہ تعالیٰ اعلم -

**بیع میں شرط** کتاب الشروط کی روایت ہے - فاستثنیت حملانہ الی اھلی - میں نے اپنے اہل تک جانے کا استثنا کر لیا - دوسری روایتوں میں بھی اس کے ہم معنی الفاظ آئے ہیں -

بیع میں ایسی شرط لگانا جس میں عاقدین میں سے کسی کا ایسا فائدہ جو مقتضائے عقد نہ ہو - فاسد ہے - یہی جمہور کا مذہب ہے - جمہور کی دلیل حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ حدیث ہے - جس میں حضرت بریرہ کے خریدنے کا ذکر ہے - ان کے مالکوں نے ام المومنین کے سامنے یہ شرط رکھی تھی - کہ آپ خرید کر آزاد کر دیں مگر حق ولاء ہمیں حاصل ہوگا - حضرت ام المومنین نے خدمت اقدس میں عرض کیا - تو حضور نے ارشاد فرمایا - تم خرید لو اور آزاد کر دو - ولاء اسی کے لئے ہے جو آزاد کرے گا اور فرمایا - کچھ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسی شرطیں کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں - ہر ایسی شرط جو کتاب اللہ میں نہیں باطل ہے - اگرچہ سو شرط ہو - اور یہی مقتضائے روایت بھی - اس لئے اسی کو ترجیح ہے - علاوہ ازیں حضرت جابر کی اس حدیث کے الفاظ مختلف آئے ہیں - بعض راویوں نے شرط کے طور پر ذکر کیا ہے - اور بعض راویوں نے ایسے الفاظ ذکر کئے ہیں جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے از راہ ترحم ان کو اس کی اجازت دے دی تھی - علاوہ ازیں خود حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے - کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیع اور شرط سے منع فرمایا -

**فصل رکعتین** یہ سفر سے واپسی کی نماز تھی - مگر بعض روایتوں میں یہ آیا ہے - کہ یہ چاشت کا وقت تھا - اس سے کچھ کہ یہ نماز چاشت تھی مگر یہ صحیح نہیں -

---

عه العمرة باب الصلوة اذا قدم من سفر ص۶۳ الاستقراض باب من اشتری بالدین ولیس عندہ ثمنہ ص۳۲۱ باب ھل یعطی اکبر من سنہ ص۳۲۲ باب الشفاعة فی وضع الدین ص۳۲۴ باب حسن القضاء ص۳۵۵ الھبة باب ھبة المقبوضة وغیر المقبوضة ص۳۵۵ دو طریقے سے - باب اذا اشترط البائع ظھر الدابة الی مکان مسمی جاز ص۳۷۵ باب من ضرب دابة غیرہ فی الغزو ص۴۰۰ باب استیذان الرجل الامام ص۴۱۶ باب من غزا وھو حدیث احد بعرس ص۴۱۶ باب الصلوة اذا قدم من سفر ص۴۳۴ ثانی مغازی باب اذ ھمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیھما الخ ص۵۵۰ نکاح باب الثیبات دو طریقے سے ص۷۶۰ باب طلب الولد تین طریقے سے ص۷۸۹ النفقات باب عون المرأة زوجھا فی ولدہ ص۸۰۵ دعوات باب الدعا للمشرکین ج۲ ص۹۴۵ مسلم - مسافرین - مساقات - رضا - ابوداؤد نکاح - جہاد - ترمذی نکاح - نسائی بیوع - ابن ماجہ نکاح - دارمی نکاح موطا امام مالک حدود - مسند امام احمد ثالث ص۲۹۴-۳۰۲ وغیرہ - بخاری اول المکاتب ص۳۴۸ -

## بَابُ شِرَاءِ الْاِبِلِ الْهِيْمِ اَوِ الْاَجْرَبِ ۔ اَلْهِيْمُ الْمُخَالِفُ لِلْقَصْدِ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ ۔ ص۲۸۲

استسقاء اور خارش کے مریض اونٹ کا خریدنا ۔ ہائم کے معنی ہیں ۔ ہر چیز میں اعتدال سے آگے بڑھنے والا ۔

**حدیث ۱۲۳۳**

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عَمْرٌو كَانَ هٰهُنَا رَجُلٌ اِسْمُهٗ لَوَّاسٌ وَكَانَتْ عِنْدَهٗ

عمرو بن دینار نے کہا ۔ یہاں ایک شخص تھا جس کا نام لواس تھا ۔ اور اس کے پاس استسقاء زدہ اونٹ تھے ۔ حضرت ابن عمر

اِبِلٌ هِيْمٌ فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ فَاشْتَرٰى تِلْكَ الْاِبِلَ مِنْ شَرِيْكٍ لَّهٗ فَجَاءَ اِلَيْهِ شَرِيْكُهٗ فَقَالَ

رضی اللہ تعالیٰ عنہما گئے اور ان اونٹوں کو اس کے شریک سے خرید لیا ۔ اس کے بعد اس کا شریک آیا تو اسے بتایا کہ ہم نے ان اونٹوں کو بیچ دیا ہے اس نے

بِعْنَا تِلْكَ الْاِبِلَ فَقَالَ مِمَّنْ بِعْتُمُوْهَا فَقَالَ مِنْ شَيْخٍ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ وَيْحَكَ ذَاكَ وَاللّٰهِ ابْنُ

پوچھا کس کے ہاتھ بیچا ہے تو اس نے بتایا ۔ اس جملے کے ایک بزرگ کے ہاتھ ۔ اس نے کہا تجھے خرابی ہو ۔ وہ بخدا ابن عمر ہیں ۔ اب یہ حضرت

عُمَرَ فَجَاءَهٗ فَقَالَ اِنَّ شَرِيْكِيْ بَاعَكَ اِبِلًا هِيْمًا وَلَمْ يَعْرِفْكَ قَالَ فَاسْتَقَالَهَا فَلَمَّا ذَهَبَ يَسْتَاقُهَا

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ۔ میرے شریک نے آپکو پہچانا نہیں اور استسقاء زدہ اونٹوں کو آپ کے ہاتھ بیچ دیا ہے ۔ فرمایا تو ہانک لیجا

قَالَ دَعْهَا رَضِيْنَا بِقَضَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى ۔

جب وہ ہانکے گیا تو فرمایا ۔ رہنے دے ۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی ہیں کہ فرمایا ۔ بیماری میں بھوت نہیں ۔

## بَابُ بَيْعِ السِّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ وَغَيْرِهَا ص۲۸۲ فتنے اور امن میں ہتھیار کا بیچنا ۔

**ت ۲۹۰**

وَكَرِهَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بَيْعَهٗ فِي الْفِتْنَةِ ۔

اور عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتنے کے ایام میں ہتھیار کی بیع کو ناپسند فرمایا ۔

**فارجح فی المیزان** دوسری روایتوں میں ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اس کا حکم دیا تھا ۔ کہ کچھ زیادہ تولنا ۔ کتاب الجہاد باب من ضرب دابۃ غیرہ میں ہے ۔ فبعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باواقی من ذھب ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کئی اوقیہ سونا بھیجا ۔ جب کہ مسلم کی ایک روایت کے اخیر میں ہے ـــــ خذ جملك ودراهمك ۔ اپنا اونٹ اور اپنا دراہم لے ـــــ اس سے معلوم ہوا کہ قیمت میں دراہم دیئے تھے ۔ توجیہ وہی ہے ۔ کہ کبھی طے شدہ کو ذکر کیا کبھی ادا شدہ کو ۔ کبھی اس نوع کو ذکر کیا جو قیمت میں دی تھی اور کبھی اس کی اس قیمت کو جو دوسرے نوع سے ہوتی تھی ۔

**توضیح باب** هِيْمٌ ۔ اَهْيَمُ کی جمع ہے ۔ جیسے هُيَامٌ یعنی استسقا کی بیماری ہو ۔ یہ هائم کی جمع نہیں ۔ هَائِمٌ کے معنی ہیں دیوانگی کی حد تک حیران ۔ جو کوئی کام صحیح طور سے نہ کر سکے عشق میں پاگل ۔ اس کی جمع هُيَّمٌ ۔ هُيَامٌ ۔ آتی ہے ۔ اهیم صفت مشبہہ اور هائم اسم فاعل ۔

هائم کے معنی بتا کر امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں ۔ کہ اگرچہ دونوں کا مادہ ایک ہے ۔ مگر صفت مشبہہ اور اسم فاعل کے معنی میں یہ فرق ہے ۔ اهیم ۔ استسقا کی بیماری والے کے معنی میں ہے ۔ اور ۔ هائم ۔ حیران و سرگرداں کے معنی میں ہے ۔ یا یہ کہ اَهْيَم کی معنی لغوی کے ساتھ مناسبت کی طرف اشارہ مقصود ہے ۔ کہ اَهْيَم کے لغوی معنی سخت حیران و سرگشتہ ہیں ۔ اور استسقا کی بیماری والا بھی پیاس کی شدت کی وجہ سے مخبوط الحواس رہتا ہے ۔

**تشریحات ۱۲۳۳** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیب دار چیز بیچنا ممنوع ہے ۔ مگر یہ کہ مشتری کو عیب پر مطلع کر دیا جائے ۔ اور وہ راضی ہو جائے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ آداب البیعین صحابہ کرام کا کتنا لحاظ اور پاس کرتے تھے ۔ نیز معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر کتنا اطمینان اور وثوق تھا ۔ نیز معلوم ہوا کہ عقیدۃً ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جانے کی بات باطل ہے ۔

**تشریحات ۲۹۰** اس تعلیق کو ابن عدی نے کامل میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے ۔ طبرانی نے معجم کبیر میں مرفوعاً روایت کیا ہے ۔ مگر اس کی سند ضعیف ہے ۔

**حدیث ۱۲۳۴**

عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ مَوْلٰی اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم حنین کے سال رسول اللہ

قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَیْنٍ فَاَعْطَاہُ یَعْنِیْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلے تو حضور نے وہ یعنی زرہ مجھے

الدِّرْعَ فَبِعْتُ الدِّرْعَ فَابْتَعْتُ بِہٖ مَخْرَفًا فِیْ بَنِیْ سَلِمَۃَ فَاِنَّہٗ اَوَّلُ مَالٍ تَاَثَّلْتُہٗ فِی الْاِسْلَامِ ؏

عنایت فرمائی۔ میں نے اس زرہ کو بیچ کر ایک باغ خریدا۔ یہ پہلا مال تھا جسے میں نے اسلام لانے کے بعد جمع کیا۔

صحیح اور مختار یہی ہے کہ فتنے کے دنوں میں ہتھیار بیچنا ممنوع ہے۔ اس لئے کہ وہ حال سے خالی نہیں۔ اگر مسلمانوں کے ہاتھ بیچا تو خود بلا ہتھیار رہنا اچھا نہیں اور اگر دشمنوں کے ہاتھ بیچا تو دوسری خرابی یہ ہوئی کہ دشمن کو قوت پہونچی۔

**تشریحات ۱۲۳۴** یہ ایک طویل حدیث کا اخیر جزء ہے۔ حضرت ابو قتادہ نے فرمایا۔ حنین کے موقع پر جب مڈبھیڑ ہوئی۔ تو مسلمانوں میں کچھ انتشار پیدا ہوگیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک مشرک ایک مسلمان پر چڑھا ہوا ہے۔ میں گھوم کر اس سے پیچھے سے آیا۔ اور اس کے کاندھے کے پٹھے پر تلوار ماری۔ مشرک نے جھپٹ کر مجھے اتنے زور سے دبوچ لیا کہ میں سمجھا کہ اب گیا مگر ہوا یہ کہ وہ خود مرگیا۔ اور مجھے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا۔ اور پوچھا۔ لوگوں کا کیا حال ہے فرمایا۔ اللہ کی مرضی۔ اسکے بعد لوگ لوٹے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ جنگ کے اختتام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھے اور فرمایا۔ جس نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس ثبوت ہو تو اس کا سامان قاتل کا ہے۔ میں نے کہا۔ میرے لئے کون گواہی دے گا۔ پھر میں بیٹھ گیا۔ دوبارہ حضور نے وہی فرمایا۔ تو میں کھڑا ہوا کہ کون میرے لئے گواہی دیتا ہے پھر بیٹھ گیا۔ اب پھر حضور نے وہی ارشاد فرمایا۔ اس پر میں پھر کھڑا ہوگیا۔ تو دریافت فرمایا۔ کیا بات ہے اے ابو قتادہ؟ میں نے واقعہ عرض کیا۔ تو ایک مسلمان نے کہا۔ انھوں نے سچ کہا ہے اور اس کا چھینا ہوا سامان میرے پاس ہے۔ حضور انھیں راضی فرمادیں۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ اس قریش کے بچو کو نہ دیں۔ اسے نہیں ملے گا۔ اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر اللہ اور اس کے رسول کی حمایت میں لڑے۔ اور مقتول کا سامان تجھے دیں۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابو بکر نے سچ کہا۔ ابو قتادہ کو سامان دے دے۔ انھوں نے لاکر خدمت اقدس میں حاضر کردیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے عطا فرمادیا۔ وہ زرہ تھی جسے میں نے بیچ کر بنی سلمہ کے محلے میں ایک باغ خریدا۔ مسلمان ہونے کے بعد یہ پہلا ایسا مال تھا جسے میں نے جمع کیا۔ یعنی پہلے جو مال حاصل ہوا تھا وہ خرچ ہوگیا مگر اس سے باغ خرید لیا

**حُنَیْن** مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک میدان ہے۔ جہاں ۸ھ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ثقیف اور ہوازن اہل طائف سے برسرِ دست معرکہ ہوا تھا جس میں اتنا مال غنیمت ہاتھ آیا تھا۔ کہ جنگل کا جنگل مویشیوں سے بھرا پڑا تھا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی داد و دہش کا یہ عالم تھا کہ کسی کسی کو سو سو اونٹ کسی کسی کو چالیس چالیس اوقیے چاندی عنایت فرمایا۔

**تاثلتہ** اس کا مادہ اثل ہے۔ اس کے معنی۔ اصل، بنیاد ہے۔ باب تفعل میں تکلف کا افادہ کرتا ہے یعنی اسے تکلف آمدنی کیلئے بنیاد بنایا۔

**مطابقت** باب کے دو جزء تھے۔ فتنے کے دنوں میں ہتھیار بیچنا۔ یہ تعلیق سے ثابت ہوا کہ ممنوع ہے۔ دوسرا جزء امن کے دنوں میں ہتھیار بیچنا۔ یہ حضرت ابو قتادہ کی حدیث سے ثابت ہوا۔ اس حدیث پر امام بخاری نے دو باب اور قائم فرمایا ہے۔ جس نے مال غنیمت سے خمس نہیں

---

ع الجہاد باب من لم یخمس الاسلاب ص۴۴۴ ثانی۔ المغازی باب قول اللہ تعالیٰ یوم حنین ص۶۱۰ الاحکام باب الشہادۃ تکون عند الحاکم ص۱۰۶۳ مسلم۔ ابو داؤد۔ موطا امام مالک کلہم فی الجہاد۔

## بَابُ الْعَطَّارِ وَبَيْعِ الْمِسْكِ ص۲۸۲ عطار اور مشک بیچنے کا بیان۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۱۲۳۵ | حَدَّثَنَا اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعْتُ اَبَا بُرْدَةَ بْنَ اَبِیْ مُوْسٰی عَنْ اَبِیْهِ |
| | حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| | قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِیْسِ السُّوْءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ |
| | نے فرمایا۔ نیک ہم نشین اور برے ہم نشین کی مثال مشک والے اور لوہار کی بھٹی کی ہے۔ مشک والے |
| | الْمِسْكِ وَكِيْرِ الْحَدَّادِ لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ اِمَّا اَنْ تَشْتَرِيَهُ وَاِمَّا تَجِدَ رِيْحَهُ |
| | سے تو محروم نہیں رہے گا۔ یا خریدے گا۔ یا اس کی خوشبو سونگھے گا۔ اور لوہار کی بھٹی |
| | وَكِيْرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَيْتَكَ اَوْ ثَوْبَكَ اَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيْحًا خَبِيْثَةً ؏ |
| | یا تیرا گھر جلا دے گی۔ یا کپڑا۔ یا بدبو پائے گا۔ |

دیا۔ حکم یہ ہے کہ جنگ میں جتنا مال غنیمت اکٹھا ہو۔ اس میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ نکال کر حکومت کے حوالے کیا جائے۔ بقیہ مجاہدین میں تقسیم کیا جائے۔ واقعے سے ظاہر ہے کہ اس کافر کے سامان سے خمس نہیں نکالا گیا۔ اور پورا حضرت ابوقتادہ کو دے دیا گیا۔

تیسرا باب یہ باندھا ہے۔ شہادت حاکم کے روبرو اس کی مجلس قضا میں ہونا ضروری ہے۔ یہ بھی ثابت ہے کہ جن کے پاس سامان تھا انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو حضرت ابوقتادہ کی تصدیق کی۔

**تشریحات ۱۲۳۵** مشک ایک خاص قسم کے ہرن کی ناف میں خون جمع ہو کر بنتا ہے۔ جب مشک تیار ہو جاتا ہے۔ تو ہرن کو کھجلی اٹھتی ہے۔ اور بیچین ہو کر پتھروں پر ناف رگڑتا ہے تو وہ جھڑ جاتا ہے یہی نافہ ہے جس کے اندر مشک ہوتا ہے چونکہ زندہ جانور کے جسم سے جو حصہ جدا کیا جائے۔ وہ حرام اور ناپاک ہے۔ اسی وجہ سے اسلاف میں کچھ بزرگوں کا مذہب یہ تھا۔ کہ مشک ناپاک ہے۔ اور جب یہ ناپاک ہے تو اس کا کاروبار حرام ہوگا۔ مگر جمہور سلف کا مذہب یہ ہے کہ یہ پاک اور طیب ہے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے استعمال فرمایا ہے۔ وہ بھی احرام کے وقت۔ نیز فرمایا ہے۔ المسك اطيب الطيب۔ مشک سب سے عمدہ خوشبو ہے۔ بعد میں مشک کی طہارت اور حلت پر اجماع ہو گیا ہے۔ اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ زندہ کے جسم کا وہ عضو ناپاک اور حرام ہے جس میں خون ہو۔ اور نافے سے جب مشک تیار ہو جاتا ہے تو وہ سرے سے خون رہتا ہی نہیں۔ جو خون پہلے جمع ہوا تھا۔ اس کی ماہیت بدل گئی ہے۔ اور اب یہ دوسری چیز بن گئی۔ رنگ، بو، مزہ، قوام، خاصیت، سب کچھ بدل گیا ہے

امام بخاری یہ باب باندھ کر یہی افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ مشک پاک اور طیب حلال ہے۔ اس کی خرید و فروخت سب جائز ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ صحبت مؤثر ہے۔ اچھوں کی صحبت میں بیٹھے سے انسان میں اچھائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور بروں کی صحبت میں انسان بگڑ جاتا ہے۔

---

ع ثانی، الذبائح باب المسك ص۸۳۰ مسلم البر ابوداؤد ادب مسند امام احمد جلد رابع ص۴۰۷ ۱۲ مسلم جلد ثانی الالفاظ باب المسك ص۲۹۳ مسند امام احمد ثالث ص۶۶

## بَابُ ذِکْرِ الْحَجَّامِ ص۲۸۳ سینگی لگانے والے کا ذکر۔

**حدیث ۱۲۳۶**

عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حَجَمَ اَبُوْطَيْبَةَ رَسُوْلَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ ابوطیبہ نے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ لَهٗ بِصَاعٍ مِّنْ تَمْرٍ وَّاَمَرَ اَهْلَهٗ اَنْ يُّخَفِّفُوْا مِنْ خَرَاجِهٖ ۔عہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سینگی لگائی۔ تو حضور نے اسے ایک صاع کھجور دینے کا حکم دیا۔ اور اس کے آقاؤں کو حکم دیا کہ اسکے محصول کو کم کریں۔

**حدیث ۱۲۳۷**

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سینگی

اِحْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعْطَى الَّذِيْ حَجَمَهٗ وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُعْطِهٖ ۔عہ

لگوائی۔ اور سینگی لگانے والے کو کچھ دیا۔ اگر اس کی اجرت حرام ہوتی تو نہ دیتے۔

**توضیح باب** باب موکل الربوٰ۔ میں جو حدیث مذکور ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ سینگی لگانے کی اجرت جائز نہیں اس لئے بطور استدراک یہ باب باندھا۔ تو جیہ گزر چکی کہ ممانعت کراہۃ تنزیہہ پر محمول ہے۔

**تشریحات ۱۲۳۶** کتاب الاجارہ باب ضریبۃ العبد۔ میں بصاع اوصاعین ہے اور باب من کلم موالی العبد میں بصاع اوصاعین۔ اور مُدّا ومدین۔ ہے۔ ابوطیبہ کا نام دینار یا نافع یا میسرہ تھا۔ اور ان کے آقا کا نام محیصہ بن مسعود انصاری تھا۔ انھیں بہت لمبی عمر ملی۔ ایک سو تینتالیس سال کے ہو کر واصل بحق ہوئے۔ یہ ابوطیبہ بنی بیاضہ کے غلام تھے۔

**عن خراجہ** اس عہد میں دستور تھا کہ غلاموں اور لونڈیوں پر یومیہ یا ماہانہ محصول لگا دیتے کہ تم اتنا کما کر لاؤ۔ چنانچہ ابوطیبہ پر سات صاع محصول تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکے آقا محیصہ کو بلا کر ایک صاع کم کرا دیا۔

**مسائل** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سینگی لگوانا جائز ہے۔ اس کی اجرت بھی مباح ہے۔ غلام اور لونڈی پر محصول لگانا جائز ہے۔ کسی سے کام لیا جائے اگرچہ مزدوری پر کیوں نہ ہو اس پر شفقت اور مہربانی پسندیدہ ہے۔

**تشریحات ۱۲۳۷** مسند امام احمد میں بطریق شعبی جو روایت ہے اس میں یہ تفصیل بھی ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی دونوں اخدع اور دونوں شانوں کے درمیان سینگی لگواتے۔ بنی بیاضہ کے ایک غلام کو بلایا اور سینگی لگوائی۔ اسی کی بعض روایتوں میں نام بھی مذکور ہے کہ یہ ابوطیبہ تھے۔ اس سے ظاہر ہو گیا یہ وہی قصہ ہے جو حضرت انس کی حدیث میں مذکور ہے۔ البتہ اس کو اجرت اور محصول کی مقدار میں جزئی اختلاف ہے۔ اس میں یہ ہے کہ اجرت ڈیڑھ مُدّ دی اور ان پر محصول یومیہ ڈیڑھ مُدّ تھا۔ حضور نے سفارش کر کے نصف مُدّ کم کرا دیا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اختلاف صاع اور مُدّ کے اختلاف پر مبنی ہو۔ اس لئے اس عہد میں خود مدینہ طیبہ میں مختلف مقدار کے صاع اور مُدّ رائج تھے۔ اخدع۔ دو باریک رگیں ہیں۔ جو دونوں پہلوؤں سے گزرتی ہیں۔

---

عہ ایضا باب من اجری امر الامصار علی ما یتعارفونہ ص۲۹۲ الاجارات باب ضریبۃ العبد ص۳۰۴ باب من کلم موالی العبد ان یخففوا عنہ ص۳۰۴ ثانی الطب باب الحجامۃ من الداء ص۸۴۹ ۔ مسلم۔ مساقات ۔ ابوداؤد۔ البیوع ۔ ترمذی بیوع ۔ دارمی بیوع ۔ موطا امام مالک۔ الاستیذان مسند امام احمد ثالث مسند وغیرہ ۔ عہ الاجارات باب خراج الحجام ص۳۰۴ دو طریقے سے۔ مسلم المساقات۔ ابوداؤد البیوع۔ ابن ماجہ التجارات مسند امام احمد ثالث ص۲۵۰ ص۳۴۴۔

## بَابُ التِّجَارَةِ فِيمَا يُكْرَهُ لُبْسُهُ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ ص۲۸۳ اس کی تجارت کا بیان جس کا استعمال مردوں اور عورتوں کو مکروہ ہے۔

**حدیث ۱۲۳۸** عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَرْسَلَ النَّبِيُّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عُمَرَ حُلَّةَ حَرِيْرٍ اَوْ سِيَرَاءَ فَرَاَهَا عَلَيْهِ فَقَالَ اِنِّيْ لَمْ اُرْسِلْ

پاس ریشمیں حلہ بھیجا۔ (حضرت عمر نے اسے پہن لیا) جب اسے حضور نے دیکھا تو فرمایا۔ میں نے تمہارے پاس اس لئے

بِهَا اِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا اِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ اِنَّمَا بَعَثْتُ اِلَيْكَ لِتَسْتَمْتِعَ بِهَا يَعْنِيْ تَبِيْعَهَا۔

نہیں بھیجا ہے کہ تم اسے پہنو۔ اسے وہی پہنتا ہے جس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ میں نے اس لئے بھیجا ہے کہ اس سے نفع حاصل کرو یعنی اسے بیچ دو۔

**حدیث ۱۲۳۹** عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انھیں (قاسم بن محمد) کو خبر دی کہ انھوں نے

**توضیح باب** یہاں لُبْسُہٗ سے مراد استعمال کرنا ہے۔ صرف پہننا مراد نہیں ورنہ باب سے مطابقت نہیں ہو پائے گی۔ اس لئے کہ اس کے ضمن میں دو حدیثیں لائے ہیں۔ ان میں کسی میں پہننے کا ذکر نہیں۔ دوسرے طریقے سے استعمال کا تذکرہ ہے۔ امام بخاری نے حسب عادت یہاں بھی اپنا کوئی فیصلہ تحریر نہیں فرمایا۔ مگر اس کے ضمن میں جو احادیث لائے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انکی خرید و فروخت جائز ہے۔

**تشریحات ۱۲۳۸** یہ حدیث مفصل تھوڑے تغیر کے ساتھ جلد ثالث ص۳۲۸ پر گزر چکی ہے وہاں اس کا تذکرہ نہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حلے کو پہنا۔ وہاں یہ ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کے دروازے پر ریشمی جوڑا دیکھا۔ تو خدمت اقدس میں عرض کیا۔ اگر حضور اسے خرید لیں۔ جمعہ کے دن اور وفد کے لئے پہنا کریں۔ فرمایا اسے وہی پہنے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اس کے بعد خدمت اقدس میں کچھ جوڑے آئے تو حضور نے حضرت عمر کو ایک جوڑا عنایت فرمایا۔ اس پر حضرت عمر نے عرض کیا۔ حضور مجھے یہ پہننے کے لئے دے رہے ہیں اور عطارد کے جوڑے کے بارے میں وہ فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا میں نے تم کو پہننے کے لئے نہیں دیا حضرت عمر نے یہ جوڑا اپنے ایک مشرک بھائی کو دے دیا۔

**تشریحات ۱۲۳۹** بدء الخلق میں بجائے اِشْتَرَيْتُ کے حَشَوْتُ ہے۔ یعنی میں نے بھرا تھا۔ غالباً کپڑا خرید کر خود اس میں کچھ بھر کر گدا بنایا تھا۔ آگے ہے وجعل یتغیر وجھہ۔ حضور کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔ پھر لتقعد کی جگہ لتضطجع ہے۔ تاکہ حضور لیٹ سکیں۔

**نمرقہ** ابن السکیت نے کہا کہ نمرقہ۔ نون اور راء کو ضمہ۔ نیز نون اور راء کے کسرہ اور بغیر باء کے بھی ہے۔ ابن تین نے کہا ہم نے اسے نون کے فتحے اور راء کے ضمے کے ساتھ ضبط کیا ہے۔ معنی چھوٹا تکیہ۔ فرش۔ قالین وغیرہ ہیں۔ میرے خیال میں یہاں سب سے موزوں قالین یا فرش ہے۔ جس پر لتقعد اور لتضطجع قرینہ واضحہ ہے۔

**کپڑا جن میں تصویریں ہوں** باب کے اثبات میں امام بخاری دو حدیثیں لائے ہیں۔ ایک حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث ہے جس میں یہ ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ریشمیں کپڑا دیا۔ اور فرمایا۔ کہ میں نے اس لئے بھیجا ہے کہ تم اس کو بیچ دو۔ یہ اس پر واضح دلیل ہے کہ جن کپڑوں کا پہننا ممنوع ہے ان کی بیع جائز ہے۔ دوسری حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث مبسوط۔ یہ بھی بنظر قیمت جواز بیع کی دلیل ہے۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین کو بیع فسخ کرنے کا حکم نہیں دیا۔ علاوہ ازیں جلد ثانی ص۳۵۰، ص۳۵۹ پر گزری ہوئی خود ام المومنین کی حدیث نسائی میں یوں ہے۔

ثانی باب التصاویر ص۳۰۰

اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيْهَا تَصَاوِيْرُ فَلَمَّا رَاٰهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ایک ایسا قالین خریدا جس میں تصویریں تھیں - جب اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا تو دروازے پر

قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْهُ فَعَرَفْتُ فِيْ وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُوْبُ اِلَى

رک گئے اندر تشریف نہیں لائے - میں نے چہرہ مبارک میں ناپسندیدگی دیکھی - تو عرض کیا - یارسول اللہ! میں اللہ اور رسول

اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ مَاذَا اَذْنَبْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ

کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں میں نے کیا گناہ کیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا - یہ قالین کیسا ہے -

هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ قَالَتْ قُلْتُ اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

میں نے عرض کیا - میں نے اس لئے خریدا ہے - کہ حضور اس پر بیٹھیں اور ٹیک لگائیں - تو رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعَذَّبُوْنَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا - ان تصاویر بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا - ان سے کہا

فَيُقَالُ لَهُمْ اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ وَقَالَ اِنَّ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ هٰذِهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؏ه

جائے گا جو تم نے بنایا ہے اس میں جان ڈالو - اور فرمایا - جس گھر میں یہ تصویریں ہوتی ہیں - اس میں فرشتے نہیں آتے -

کہ اس پردے کو پھاڑ کر ام المومنین نے دو ٹکڑے کر دیئے - ایک پر حضور نے ٹیک لگایا - اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں ان کی خرید و فروخت بھی جائز ہے - اور اس طرح استعمال کرنا کہ اس میں اس کی تذلیل و توہین ہو جائز ہے - مثلاً بیٹھنا یا ٹیک لگانا -

رہ گئی یہ بات کہ اس قالین کو ام المومنین نے بیٹھنے اور لیٹنے کے لئے ہی خریدا تھا - پھر کیوں خفگی کا اظہار فرمایا - ہو سکتا ہے - یہ پہلا موقعہ رہا ہو - تصاویر کے استعمال عام کو روکنے کے لئے ابتداءً یہ شدت برتی - جیسا کہ حَنتَم، دُبّاء، مُزَفَّت اور نقیر کے بارے میں ابتداءً بالکلیہ ممانعت فرمایا -

**لا تدخله الملئكة** اس سے مراد مطلقاً ملئکہ نہیں - صرف ملئکہ رحمت و استغفار ہیں رہ گئے دوسرے ملئکہ مثلاً کراماً کاتبین، انسان کی حفاظت کرنے والے یا حضرت ملک الموت یہ ہر جگہ جاتے ہیں — ان گھروں میں جاتے ہیں جہاں تصویریں ہوتی ہیں - اس سے مراد ذی روح کی تصویر ہے - جس میں چہرہ ہو - غیر ذی روح کی تصویر مثلاً درخت مکان، دریا جنگل وغیرہ کی بلاشبہ جائز ہیں - اسی طرح انسان کی تصویر جس میں چہرہ نہ ہو جائز ہے -

یہ حکم اس وقت ہے جب کہ اہانت تذلیل کی جگہ نہ ہو - اور اگر ایسی جگہ پر ہو تو بھی حرام نہیں - مثلاً بچھونے فرش وغیرہ پر تصویریں بنی ہوں تو کوئی حرج نہیں - امام ابو جعفر طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا — جبرئیل امین نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت طلب کی - فرمایا - آؤ - عرض کیا - کیسے آؤں - آپ کے گھر میں پردہ ہے جس میں گھوڑے اور مردوں کی تصویریں ہیں - یا تو ان کے سروں کو کاٹ دیں یا اس کا بچھونا بنالیں - ہم فرشتے ان گھروں میں نہیں جاتے جن میں تصویریں ہوں -

مسلم میں سعید بن ابوالحسن سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا - اور عرض کیا - میں یہ

---

ه بدء الخلق باب اذا قال احدکم آمین ص۴۵۵ ثانی النکاح باب هل یرجع اذا رأی منکرا فی الدعوة ص۷۷۸ اللباس باب من کره القعود علی الصور ص۸۸۱ باب من لم یدخل بیتا فیه صورة ص۸۸۱ مسلم - اللباس -

لے شرح معانی الآثار ثانی الکراہیۃ باب الصور تکون فی الثیاب ص۴۵۵ ۲ ثانی اللباس باب تحریم التصویر ص۲۰۲

## بَابُ کَمْ یَجُوْزُ الْخِیَارُ۔ ص۲۸۳ کتنے دن تک خیار جائز ہے۔

**حدیث ۱۲۴۰** سَمِعْتُ نَافِعًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمُتَبَایِعَیْنِ بِالْخِیَارِ فِیْ بَیْعِہِمَا مَالَمْ یَتَفَرَّقَا اَوْ یَکُوْنُ الْبَیْعُ

سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بائع اور مشتری کو اپنی بیع میں اختیار ہے جب تک متفرق نہ ہوں یا بیع خیار کے

خِیَارًا۔ قَالَ نَافِعٌ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا اشْتَرٰی شَیْئًا یُعْجِبُہٗ فَارَقَ صَاحِبَہٗ ؏۵

ساتھ ہو۔ نافع نے کہا حضرت ابن عمر کی عادت یہ تھی۔ جب کوئی چیز خریدتے اور پسند آجاتی تو خریدار سے الگ ہو جاتے۔

## بَابُ الْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَالَمْ یَتَفَرَّقَا ص۲۸۳ بائع اور مشتری کو خیار حاصل ہے جب تک ان میں تفریق نہ ہو جائے۔

**ت ۳۹۱** وَبِہٖ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ وَشُرَیْحٌ وَالشَّعْبِیُّ وَالطَّاؤُسُ وَعَطَاءٌ وَابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور شریح اور شعبی اور طاؤس اور عطاء اور ابن ابی ملیکہ خیار مجلس کے قائل تھے۔

تصویریں بناتا ہوں اس بارے میں فتویٰ دیجئے۔ تو فرمایا۔ مجھ سے قریب ہو۔ مجھ سے قریب ہو۔ وہ قریب ہوا۔ یہاں تک کہ انھوں اپنا دست مبارک اس کے سر پر رکھا۔ اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بارے میں جو کچھ سنا ہے۔ وہ بتاتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ ہر تصویر بنانے والا جہنم میں ہے۔ ہر تصویر جاندار کر دی جائے گی اور اسے سزا دے گی اور اگر بغیر اس کے چارہ نہیں۔ تو درخت وغیرہ ایسی چیزوں کی بنا جن میں روح نہ ہو۔

**تشریحات ۱۲۴۰** اس حدیث کو امام بخاری نے اس کے بعد مسلسل تین ابواب میں مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ سب کے معانی ایک ہی ہیں۔ اس حدیث کا مفاد بھی وہی ہے۔ جو حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ص۱۲۲۵ کا ہے۔ حضرت امام شافعی مَالَمْ یَتَفَرَّقَا سے خیار مجلس مراد لیتے ہیں۔ اور ہمارے یہاں اس سے مراد خیار قبول ہے۔ اور۔ یتفرقا۔ سے تفرق بالاقوال مراد ہے۔ پوری بحث وہاں ہو چکی ہے۔

**او یکون البیع خیارا** اس سے مراد خیار شرط ہے۔ یعنی بائع اور مشتری یہ شرط کر لیں کہ مجلس بدلنے کے بعد بھی ہمیں خیار ہوگا۔ چاہیں گے تو بیع کو ختم کر دیں گے۔ ہمارے یہاں اس کی مدت تین دن ہے۔ اور بلا میعاد خیار باطل ہے۔ امام بخاری نے باب کا عنوان رکھا ہے۔ کتنے دنوں تک خیار جائز ہے۔ مگر اس کے تحت جتنی احادیث لائے ہیں کسی میں یہ مذکور نہیں۔ کہ خیار شرط کتنے دنوں تک رہے گا۔

**قال نافع** اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، مَالَمْ یَتَفَرَّقَا سے۔ تفرق بالابدان مراد لیتے تھے۔ اور خیار مجلس کے قائل تھے۔ اسی لئے وہ قیمت طے ہوتے ہی مجلس بدل دیتے تھے تاکہ بائع بیع فسخ نہ کر دے۔

**ان المتبایعان** اکثر کی روایت اصل کے مطابق ان المتبایعین۔ یا ساکن ماقبل فتحہ کے ساتھ ہے۔ مگر ابن تین نے قابسی کی روایت۔ ان المتبایعان الف کے ساتھ نقل کی ہے۔ یہ حارث بن کعب کی لغت ہے۔ یہ تثنیہ کو ہر حال میں الف پڑھتے ہیں۔

**توضیح باب** خیار کی تین قسمیں ہیں۔ اول خیار مجلس۔ ایجاب وقبول کے بعد جب تک مجلس نہ بدل جائے۔ بائع اور مشتری دونوں کو رد وقبول کا

---

ع۵ ایضا باب اذا لم یوقت الخیار ھل یجوز البیع دو طریقے سے ص۲۸۳ باب اذا خیرا احدھما صاحبہ بعد البیع ص۲۸۴ باب اذا کان البائع بالخیار ھل یجوز البیع ص۲۸۴ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابوداؤد۔

اختیار ہے ۔ ہمارے یہاں خیار مجلس کوئی چیز نہیں ۔ دوسرے خیار شرط ۔ ایجاب وقبول کے بعد بائع اور مشتری یہ طے کرلیں کہ ہمیں اختیار حاصل ہوگا ۔ کہ یہ بیع ختم کردیں یہ بالاتفاق صحیح ہے ۔ ہمارے یہاں اس کی میعاد تین دن تک ہے ۔ اس سے زیادہ نہیں ـــــ تیسرے خیار رویت ۔ مشتری نے مبیع دیکھی نہیں ہے ۔ تو اسے یہ حق حاصل ہے کہ دیکھنے کے بعد بیع فسخ کردے ۔ چوتھے خیار عیب ۔ مبیع میں کوئی عیب ہے جس پر بیع کے بعد مشتری مطلع ہوا تو اسے بیع فسخ کرنے کا حق ہے ۔

یہ تینوں خیار بالاتفاق صحیح ہیں ـــــ اسلاف میں بہت سے اکابر خیار مجلس کے قائل تھے ۔ انھیں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں ۔

**تشریحات ۳۹۱** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں ابھی گزرا ۔ قاضی شریح کے قول کو امام سعید بن منصور نے ۔ اور امام شعبی اور امام عطاء اور عبداللہ بن ملیکہ کے قول کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے ۔ امام طاؤس کے قول کی تخریج نہیں ملی ۔ البتہ حضرت امام شافعی نے ' الام میں ان سے مرفوعاً ایک حدیث ذکر کی ہے ۔

## بَابُ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا فَوَهَبَ مِنْ سَاعَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا وَلَمْ يُنْكِرِ الْبَائِعُ عَلَى الْمُشْتَرِي أَوِ اشْتَرَى عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ ص ۲۸۳

جب کچھ خرید کر متفرق ہونے سے پہلے فوراً ہبہ کردے ۔ اور بائع مشتری پر انکار نہ کرے یا غلام خرید کر آزاد کردے ۔

**توضیح باب** صرف تخلیے سے قبضہ تام ہوجاتا ہے یا نہیں ـــ یعنی بائع اگر اپنا قبضہ اٹھالے تو مشتری کا قبضہ ہوا یا نہیں ۔ اس بارے میں احناف اور مالکیہ کا مذہب یہ ہے ۔ کہ ہر قسم کی چیزوں میں صرف تخلیہ کافی ہے ۔ خواہ وہ منقولات ہوں خواہ غیر منقولات ۔

حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد فرماتے ہیں کہ مکان اور زمین غیر منقولات میں کافی ہے ۔ منقولات میں نہیں ۔ امام بخاری نے یہاں بھی حسب عادت اپنا کوئی فیصلہ نہیں دیا ۔ سوال کر کے چھوڑ دیا ہے ۔

اس باب سے دوسرا افادہ یہ فرمانا چاہتے ہیں ۔ کہ بیع کے بعد اسی مجلس میں مشتری نے مبیع میں کوئی تصرف کر دیا ۔ اور بائع خاموش رہا تو خیار مجلس جاتا رہا ـــــ

www.sirat-e-mustaqeem.net

۳۹۲ وَقَالَ طَاؤُسٌ فِيمَنْ يَشْتَرِي السِّلْعَةَ عَلَى الرِّضَا ثُمَّ

ت اور امام طاؤس نے کہا اگر کسی نے رضامندی کی شرط پر سامان خریدا اور

بَاعَهَا وَجَبَتْ لَهُ وَالرِّبْحُ لَهُ۔

بیچدیا تو بیع واجب ہوگئی اور نفع مشتری کا ہے۔

۱۲۴۱ وَقَالَ لَنَا الْحُمَيْدِيُّ ۔ ثَنَا سُفْيَانُ ثَنَا عَمْرٌو عَنِ ابْنِ عُمَرَ

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کے ساتھ ہم لوگ ایک سفر میں تھے میں حضرت عمر

فِي سَفَرٍ فَكُنْتُ عَلٰى بَكْرٍ صَعْبٍ لِعُمَرَ فَكَانَ يَغْلِبُنِي فَيَتَقَدَّمُ

کے ایک نئے سرکش اونٹ پر سوار تھا جو میرے قابو سے نکل کر سب سے آگے

۳۹۲ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور اور امام عبدالرزاق نے موصولا روایت کیا ہے۔ امام عبدالرزاق

تشریحات کی روایت میں یہ بھی زائد ہے۔ کہ امام ابن سیرین سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ جب تو کچھ بیچے رضامندی کی شرط پر تو بائع اور مشتری دونوں کو خیار ہے۔ جب تک کہ متفرق نہ ہوجائیں۔

۱۲۴۱ وقال لنا الحمیدی ۔ قال لنا کا صیغہ اس وقت استعمال کرتے ہیں جبکہ حدیث بطور

تشریحات مذاکرہ سنی ہو۔ اس تقدیر پر یہ حدیث مسند ہوئی۔ مگر عام روایات میں ۔ قال الحمیدی ہے بغیر۔ لنا کے اس تقدیر پر یہ تعلیق ہے۔ اس حدیث کے کچھ حصے کو کتاب الھبہ باب من اہدی لہ ہدیۃ میں بطریق عبداللہ بن محمد، سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

علی بکر صعب : بکر وہ اونٹ کا بچہ جس پر پہلی بار سواری کی جارہی ہو، مادہ کو بکرۃ کہتے ہیں۔ صعب سخت۔ وہ اونٹ جو سوار کے قابو میں نہ آتا ہو۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مبیع پر قبضہ کرنے اور قیمت دینے سے پہلے ہبہ کرنا صحیح ہے یوں ہی صدقہ کرنا۔ رہن رکھنا بھی۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ تفرق ابدان سے پہلے بھی بیع تام ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ ملکیت ثابت ہونے سے پہلے ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصرف فرمایا حالانکہ یہ جائز نہیں۔ لیکن اس استدلال پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ہبہ فضولی ہونے کی وجہ سے موقوف تھا جب تفرق ابدان کے بعد بیع تام ہوگئی۔ تو ہبہ نافذ ہوگیا۔

اَمَامَ الْقَوْمِ فَيَزْجُرُهٗ عُمَرُ وَيَرُدُّهٗ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيَزْجُرُهٗ عُمَرُ

بڑھتے بڑھتے جاتا تھا۔ اس پر حضرت عمر اسے ڈانٹ ڈانٹ کر لوٹاتے پھر وہ آگے بڑھتے

وَيَرُدُّهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ بِعْنِيْهِ فَقَالَ

بڑھتے جاتا اور حضرت عمر اسے ڈانٹ کر پیچھے کرتے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دیکھکر

هُوَ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عمر سے فرمایا اسے مجھے بیچدے حضرت عمر نے عرض کیا وہ حضور کی خدمت میں

بِعْنِيْهِ فَبَاعَهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

نذر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بیچ دو۔ تو انھوں نے رسول اللہ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ تَصْنَعُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ بیچدیا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تمھارا

بِهٖ مَا شِئْتَ عه

ہے اے عبداللہ بن عمر! جو چاہو کرو۔

۳۹۳ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

ت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا امیر المومنین عثمان بن عفان کو میں نے

عَنْهُمَا قَالَ بِعْتُ مِنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ مَالًا بِالْوَادِيْ

اپنی وہ زمین جو وادی میں تھی اس کے عوض بیچی جو خیبر میں ان کی تھی جب بیع ہو چکی تو

۳۹۳ تشریحات: اھ تعلیق کو اسماعیلی نے موصولا روایت کیا ہے۔ مالا بالوادی۔ علامہ ابن حجر کی رائے ہے کہ اس سے مراد وادی القری ہے۔ علامہ کرمانی کی رائے ہے کہ یہ کوئی مخصوص وادی تھی۔ جسے اس وقت الوادی، کہتے تھے۔ علامہ عینی اسی کے مؤید ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ وادی القری مدینے کے لواحق میں سے ہے۔

قد غبنته: غبن کے معنی ہیں۔ خرید و فروخت میں نقصان پہچانا۔ مدینہ طیبہ ان دونوں حضرات کا وطن تھا۔ جائداد کا وطن سے قریب ہونا ایک فائدہ ہے اور دور ہونا ایک نقصان۔ نیز ایسی سرزمین کا قریب بھی ایک نقصان ہے جہاں عذاب نازل ہو چکا ہو۔ چونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ زمین خیبر سے تین

عه الهبة باب كيف يقبض العبد والمتاع ص ۳۵۴ باب اذا وهب بعير الرجل وهو راكب ص ۳۵۶ الهبة باب من اهدى له هدية وعنده جلسائه ص ۳۵۵

بِمَالٍ لَّهٗ بِخَيْبَرَ فَلَمَّا تَبَايَعْنَا رَجَعْتُ عَلٰى عَقِبِيْ حَتّٰى خَرَجْتُ

میں پلٹا یہاں تک کہ ان کے گھر سے باہر ہوگیا اس اندیشے کیوجہ سے کہ کہیں بیع رد نہ کرالیں

مِنْ بَيْتِهٖ خَشْيَةَ اَنْ يَّرُدَّنِيْ الْبَيْعَ وَكَانَتِ السُّنَّةُ اَنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ

اور طریقہ یہ تھا کہ بائع اور مشتری کو خیار حاصل رہتا جب تک متفرق نہ ہوجائیں

بِالْخِيَارِ حَتّٰى يَتَفَرَّقَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَلَمَّا وَجَبَ بَيْعِيْ وَبَيْعُهٗ رَاَيْتُ

حضرت عبداللہ نے کہا جب بیع قطعی ہوگئی تو میں نے دیکھا کہ وہ نقصان میں رہے کیونکہ

اَنِّيْ قَدْ غَبَنْتُهٗ بِاَنِّيْ سُقْتُهٗ اِلٰى اَرْضِ ثَمُوْدَ بِثَلٰثِ لَيَالٍ وَسَاقَنِيْ اِلَى

میں نے ان کو تین رات کی مسافت کی مقدار سرزمین ثمود سے قریب کردیا ہے اور انھوں نے مجھے تین

الْمَدِيْنَةِ بِثَلٰثِ لَيَالٍ۔

راتوں کی مسافت کی مقدار مدینے سے قریب کردیا ہے۔

## بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخِدَاعِ فِي الْبَيْعِ ص ۲۸۴

بیع میں دھوکہ ناپسندیدہ ہے

**۱۲۴۲ حدیث** عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

دن کی مسافت کی مقدار دور ہوگئے، اور ارض ثمود سے قریب ہوگئے۔

**ثبوت باب** : ایجاب وقبول کے بعد، قبل اس کے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اپنی زمین سے اور حضرت عثمان اپنی زمین سے اپنا اپنا قبضہ اٹھائیں۔ صرف تفرق ابدان کے بعد حضرت ابن عمر نے فرمایا۔ وجب بیعی وبیعہ بیع واجب اور قطعی ہوگئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبضہ تام ہونے کے لئے تخلیہ ضروری نہیں جبکہ مبیع گھر زمین غیر منقول ہو۔

**تشریحات ۱۲۴۲** ان صاحب کا نام حبّان بن منقذ تھا۔ یہ انصاری مازنی صحابی ہیں۔ سب سے پہلے جس غزوے میں شریک ہوئے وہ اُحد تھا۔ اس کے بعد تمام مشاہد میں حاضر رہے۔ ایکسو تیس سال کی طویل عمر پائی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں واصل بحق ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمراہی میں جہاد کرتے ہوئے کسی قلعے سے ایک پتھر ان کے سر پر آکر لگا۔ جس سے زبان میں لکنت پیدا ہوگئی اور سمجھ میں بھی کچھ فتور پیدا ہوگیا۔ اگرچہ تمیز وشعور باقی رہا۔ ان کو تجارت کا بہت شوق تھا۔ حتی کہ آخیر میں آنکھیں بھی سفید ہوگئی تھیں اس وقت بھی تھا۔ لوگ عموماً انھیں دھوکہ دیدیتے۔ بالآخر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ يُخْدَعُ

علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب نے عرض کیا کہ مجھے بیع میں دھوکہ دیا جاتا ہے

فِي الْبُيُوْعِ فَقَالَ اِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَّا خِلَابَةَ ؏

فرمایا جب بیع کرو تو کہدیا کرو۔ دھوکہ نہیں ہونا چاہیئے۔

## باب ماذکر فی الاسواق ص ۲۸۴ بازاروں کے متعلق جو کچھ مذکور ہے۔

۱۲۴۳ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ حَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ رَضِيَ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایک لشکر

يَغْزُوْ جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَاِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْاَرْضِ يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ

کعبے پر حملہ کرے گا جب وہ سرزمین بیداء تک پہنچے گا تو ان کے اگلے پچھلے سب

علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب وہ یہ کہدیا کرتے۔ لاخلابۃ۔ جب خلابۃ کہتے تو تلفظ صحیح نہ ہوتا۔ لاحذابۃ نکلتا تھا۔ خاء معجمہ کی جگہ حاء حطی اور لام کی جگہ ذال۔

غبن کے معنی ہیں قیمت میں کمی یا زیادتی کے۔ ہمارے یہاں تراضی طرفین سے جو قیمت طے ہو جائے وہ لازم ہے۔ اور اسی کے مطابق بیع نافذ۔ اگرچہ وہ بازار بھاؤ سے کتنی ہی کم کیوں نہ ہو۔ ورنہ ہر وقت فساد و فتنہ برپا رہیگا اور یہ ارشاد خاص ان کے لئے تھا اور انھیں کے لئے مخصوص ہے۔

**تشریحات** ۱۲۴۳ ببیداء۔ بیداء کے لغوی معنی وہ میدان ہے جسمیں درخت ٹیلہ وغیرہ کچھ نہ ہو۔ اور مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان ایک جگہ کا نام بھی ہے جو ذوالحلیفہ کے بعد اس سے قریب ہے۔ اس حدیث میں یہی منقول ہے جیسا کہ مسلم کی اس روایت میں جو بطریق حضرت امام باقر، ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے ببیداء المدینۃ کی تصریح ہے۔ مسلم ہی میں اسی صفحہ پر حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں اپنے ہاتھوں کو اس طرح حرکت دی جیسے کچھ پکڑ رہے ہیں۔ یا کسی کو دھکا دے رہے ہیں

ع۱ الاستقراض باب ماینھی من اضاعۃ المال ص ۳۲۳ الخصومات باب من ردّ امرا لسفیہ والضعیف ص ۳۲۵ ثانی الحیل۔ باب ماینھی من الخداع فی البیوع ص ۱۰۳۰ مسلم۔ ابوداؤد، ترمذی۔ نسائی موطا امام مالک بیوع۔ مسند امام احمد ثانی ص ۸۰ وغیرہ ع۲ الفتن باب اشراط الساعۃ ص ۳۸۸

وَآخِرِهِمْ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ

کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ ام المومنین نے کہا میں نے عرض کیا کہ ان کے اگلے پچھلے

وَفِيهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ قَالَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ

سب کیسے دھنسا دیئے جائیں گے حالانکہ انمیں انکے بازار ہوں گے اور وہ لوگ بھی ہوں گے

ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ

جو ان میں نہ ہونگے۔ فرمایا۔ اگلے پچھلے سب دھنسا دیئے جائیں گے۔ پھر اپنی اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔

ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! حضور نے خواب میں اس وقت ایسا کیا ہے جو پہلے کبھی نہیں کیا ہے۔ فرمایا عجیب بات ہے۔ میری امت کے کچھ لوگ، قریش کے ایک شخص کی وجہ سے جس نے بیت اللہ میں پناہ لی ہے بیت اللہ پر حملے کے ارادے سے جا رہے ہیں۔ جب یہ لوگ بیدار میں پہنچے تو ان سب کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ راستہ سب کو جمع کر دیتا ہے۔ فرمایا۔ ہاں ان میں جان بوجھ کر شریک ہونے والے بھی ہیں اور مجبور بھی اور مسافر بھی۔ فرمایا۔ سب ایک ساتھ ہلاک ہوں گے اور الگ الگ اپنی اپنی نیت کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔ اسی میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ بھی مروی ہے۔ کہ سوائے بھگوڑے کے اور کوئی نہیں بچے گا جو ان کی خبر دے گا۔

نیز انھیں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے۔ یہ عبد اللہ بن زبیر کے زمانے میں ہوا۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ ابو الولید کنانی نے کہا۔ یہ صحیح نہیں کیونکہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت معاویہ ہی کے عہد میں وصال فرما چکی تھیں۔ ابن زبیر کا عہد خلافت ان کو نہیں ملا مگر علامہ ابو عمر بن عبد البر اور ابو بکر بن ابی خیثمہ نے فرمایا کہ یہ یزید کے زمانے میں واصل بحق ہوئی ہیں۔ اور یہ طے ہے کہ حضرت ابن زبیر نے یزید کے اعلان خلافت کے بعد ہی اس کے بالمقابل اپنی خلافت کا اعلان فرما دیا تھا۔ اس لئے حضرت ابن زبیر کے ایام خلافت کے ابتدائی دور میں وہ باحیات تھیں۔

اقول وباللہ التوفیق۔ اس پر یہ حدیث بھی دلیل ہے۔ کہ امام ترمذی[1] نے ابو رافع مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ سلمی سے روایت کیا۔ کہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے دریافت کیا کیوں رو رہی ہیں۔ تو فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس حالت میں دیکھا کہ حضور کے سر اقدس اور ریش مبارک پر دھول ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا حال ہے۔ فرمایا۔ ابھی حسین کے مقتل میں گیا تھا۔ نیز انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام عالیمقام

[1] جامع ثانی۔ مناقب باب مناقب ابی محمد الحسن والحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ص ۲۱۸

۱۲۴۴ عَنْ حُمَيْدِنِ الطَّوِيْلِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوْقِ فَقَالَ

بازار میں تھے۔ ایک (یہودی) نے کہا۔ اے ابوالقاسم! تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

رَجُلٌ يَا اَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وسلم نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا میں نے اسے بلایا تھا

کے مقتل کربلا کی خاک دی تھی۔ جو شہادت کے وقت خون ہو گئی تھی[1] یہ دلیل ہے کہ وہ اس وقت تک باحیات تھیں۔ ابونعیم نے کہا کہ ان کا وصال ۶۲ھ میں ہوا ہے۔ ازواج مطہرات میں سب کے بعد ان کا وصال ہوا۔

**وفیھم اسواقھم** : اس زمانے میں دستور تھا کہ بڑے لشکر کے ساتھ ضرورت کی چیزیں لے کر تاجر بھی رہا کرتے تھے۔ جو صرف اپنے کاروبار کے لئے جاتے تھے۔ ان کا مقصد لڑنا نہیں ہوتا تھا۔ اسواقھم سے مراد یہی لوگ ہیں ـــــ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ ظالمین اور اہل معاصی کے ساتھ رہنا خطرناک ہے۔ عذاب ان ناخدا ترسوں پر آیا تھا مگر جو لوگ ان کے ساتھ تھے وہ بھی ہلاک ہوئے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

**تشریحات** ۱۲۴۴ اس کے بعد والی روایت میں یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیع میں تھے کہ ایک شخص نے پکارا اے ابوالقاسم تو اس کی طرف نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا تو اس نے کہا۔ آپ مراد نہیں۔ اس پر فرمایا میرے نام پر نام رکھو، میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔

اس پر جلد اول صفحہ ۴۰ پر مکمل بحث ہو چکی ہے۔ کہ یہ حکم حیات ظاہری تک محدود تھا بعد وصال بلا تردد جائز ہے۔ خود علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سے اجازت لے کر اپنے صاحبزادے محمد بن حنفیہ کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم رکھی تھی۔ بہت سے صحابہ کرام نے اپنے صاحبزادوں کے نام حصول برکت کے لئے محمد رکھا اور کنیت ابوالقاسم۔ علامہ عینی نے ایسے بہت سے نام گنائے ہیں۔ اول۔ محمد بن ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ یہ جب پیدا ہوئے تو ان کے والد ماجد انھیں لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کا نام محمد رکھا۔ ان کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ ان کا لقب سجاد تھا۔ عبادت کے ساتھ بہت شغف تھا۔ ۶۳ھ میں واقعہ حرہ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ شہید ہوئے۔ یہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامیوں میں تھے۔ حضرت علی نے ان کے بارے میں فرمایا۔ قَتَلَهُ بَنُو اَبِيْهِ۔ اسے باپ کی اطاعت نے قتل کیا۔ دوسرے۔ محمد بن اشعث بن قیس کندی۔ ان کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ عہد نبوی میں پیدا ہوئے۔ اور امام ابونعیم نے کہا

[1] الصواعق المحرقۃ ص ۱۱۵ بحوالہ زیادۃ المسند لابن امام احمد بن حنبل۔

فَقَالَ اِنَّمَا دَعَوْتُ هٰذَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوْا

اس پر نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نام پر نام رکھو میری

بِاسْمِیْ وَلَا تَکْنَوْا بِکُنْیَتِیْ ۵ھ

کنیت پر کنیت نہ رکھو۔

**حدیث ۱۲۴۵** عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ الدَّوْسِیِّ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ

خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ طَائِفَةِ النَّهَارِ لَا یُکَلِّمُنِیْ

تعالیٰ علیہ وسلم دن کے ایک حصے میں نکلے نہ حضور مجھ سے بولے اور نہ میں

کہ ان کا صحابی ہونا صحیح نہیں۔ اقول۔ ان دونوں میں منافات نہیں۔ یہ یمن کے باشندے تھے۔ اس لئے عہد مبارک میں پیدا ہونے کے باوجود زیارت سے مشرف نہ ہوسکے۔ تیسرے صاحب محمد بن حذیفہ بن عتبہ ہیں۔ یہ حبشہ میں پیدا ہوئے۔ یہ معاویہ بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماموں کے صاحبزادے ہیں۔ جب ان کے والد ابو حذیفہ جنگ یمامہ میں شہید ہوگئے۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی پرورش کی پھر یہ مصر چلے گئے۔ وہاں حضرت عثمان کے مخالف ہوگئے وہ بھی شدید ترین مخالف، حضرت عثمان کو شہید کرنے کے لئے جو لوگ اندر گئے تھے ان میں یہ بھی تھے جب حضرت معاویہ نے مصر پر قبضہ کرلیا تو انھیں پکڑ کر قید دیا۔ یہ جیل خانے سے بھاگے۔ حضرت معاویہ کے غلام کے لڑکے رشدین نے پکڑ کر قتل کر دیا۔ ان کے علاوہ ممتاز صحابہ کرام کے مندرجہ ذیل صاحبزادگان کا بھی محمد نام اور ابو القاسم کنیت تھی۔

محمد بن جعفر بن ابو طالب۔ محمد بن سعید بن ابو الوقاص۔ محمد بن حاطب۔ محمد بن منتشر۔

**لاتکنوا** : اس کو تین طرح پڑھا گیا۔ تَکَنَّوْا۔ تُکْنُوْا۔ تَکْنُوْا۔ اس کا مادہ کنی ہے۔ مجرد کا مصدر۔ کُنْیَة اور کنایة آتا ہے۔ مجرد کے علاوہ افعال، تفعل، تفعیل سے بھی آتا ہے۔

**تشریحات ۱۲۴۵** یہاں یہ حدیث تھوڑے سے اختصار کے ساتھ ہے۔ مفصل کتاب اللباس میں یوں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدینے کے بازاروں میں سے ایک بازار میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ حضور واپس ہوئے، میں بھی واپس ہوا۔ تین بار فرمایا۔ بچہ کہاں ہے؟ حسن بن علی کو بلاؤ۔ تو وہ کھڑے ہوئے اور حاضر ہوئے اور ان کے گلے میں ہار تھا۔ تو حضور نے اپنا ہاتھ یوں دیا تو انھوں نے بھی ویسے ہی کیا۔ یعنی پھیلا دیا۔ حضور نے انھیں چمٹا لیا، اور یہ دعا کی۔ اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی

۵ھ اسی کے بعد۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۱۷۵ ابن ماجہ۔ الادب۔

وَلَا أُكَلِّمُهُ حَتّٰى أَتٰى سُوقَ بَنِي قَيْنُقَاعَ فَجَلَسَ بِفِنَاءِ بَيْتِ فَاطِمَةَ

حضور سے بولا ۔ یہاں تک کہ بنی قینقاع کے بازار میں تشریف لائے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

فَقَالَ أَثَمَّ لُكَعُ أَثَمَّ لُكَعُ فَحَبَسَتْهُ شَيْئًا فَظَنَنْتُ أَنَّهَا تُلْبِسُهُ سِخَابًا أَوْ

کے گھر کے صحن میں بیٹھے فرمایا کیا یہاں بچہ ہے ؟ کیا یہاں بچہ ہے ؟ حضرت فاطمہ نے انھیں تھوڑی

تُغَسِّلُهُ فَجَاءَ يَشْتَدُّ حَتّٰى عَانَقَهُ وَقَبَّلَهُ وَقَالَ اللّٰهُمَّ أَحْبِبْهُ وَأَحِبَّ

دیر روکے رکھا میں نے گمان کیا کہ انھیں ہار پہنا رہی ہیں یا نہلا رہی ہیں اتنے میں وہ (امام حسن مجتبیٰ) دوڑتے

مَنْ يُحِبُّهُ ۔ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ رَأٰى

ہوئے آئے ۔ حضور نے انھیں گلے سے چمٹا لیا اور بوسہ دیا اور فرمایا اے اللہ تو اسے محبوب بنالے اور جو اس سے

نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ أَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ ؏ہ

محبت کرے اس سے محبت فرما عبداللہ نے خبر دی کہ انھوں نے نافع بن جبیر کو دیکھا کہ ایک رکعت وتر پڑھتے تھے ۔

۱۲۴۶ عَنْ نَّافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُمْ كَانُوا

**حدیث** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

اس سے محبت کر ۔ اور اس سے جو اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت کر ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اس ارشاد کے بعد حسن بن علی سے زیادہ مجھے کوئی پیارا نہیں رہا ۔

**فجلس** : اس کے پہلے حذف ہے ۔ جو کتاب اللباس کی روایت میں مصرح ہے ۔ کہ وہاں سے واپس ہوئے اور حضرت سیدہ فاطمہ کے دولتکدے کے صحن میں بیٹھے ۔

**سخاب** : لونگ وغیرہ خوشبودار چیزوں سے بنا ہوا ہار ۔ اہل عرب کی عادت تھی کہ بچوں کو اس قسم کے ہار پہنایا کرتے تھے

**قال سفیان** : سند میں یہ تھا ۔ عن عبید اللہ بن ابی یزید عن نافع بن جبیر ۔ یہ سند معنعن تھی اس پر یہ احتمال تھا ۔ کہ عبید اللہ نے نافع بن جبیر سے حدیث سنی ہے یا نہیں ۔ سفیان بن عیینہ کا یہ قول ذکر کرکے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ عبید اللہ کی نافع سے لقا ثابت ہے ۔ اور یہ مدلس نہیں ۔ تو سماع ثابت ہے ۔ کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ جس کی ملاقات شیخ سے ثابت ہو اور وہ مدلس نہ ہو تو اس کا سماع ثابت ہے ۔ البتہ جو مدلس ہو یا جس کی لقا ثابت نہ ہو اس کے عنعنہ میں تدلیس کا احتمال رہتا ہے ۔

۱۲۴۶ **رُكْبَان** ۔ راکب کی جمع ہے ۔ یہ اصل میں اونٹ کے سوار کو کہتے ہیں ۔ پھر اس کے معنی کو وسیع کرکے

**تشریحات** ہر سوار کو کہنے لگے ۔ اس پر اتفاق ہے کہ خریدنے کے بعد قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں اور جہاں

ع۵ ثانی اللباس باب السخاب للصبیان ج ۲ ص ۸۷۴ مسلم فضائل ۔

يَشْتَرُوْنَ الطَّعَامَ مِنَ الرُّكْبَانِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

زمانے میں لوگ سواروں سے غلہ خرید لیتے تھے اس لئے حضور ان کے پاس آدمی بھیجتے تھے کہ

فَيَبْعَثُ عَلَيْهِمْ مَنْ يَّمْنَعُهُمْ اَنْ يَّبِيْعُوْهُ حَيْثُ اشْتَرَوْهُ حَتّٰى يَنْقُلُوْا

جہاں خریدا ہے وہیں غلہ بیچنے سے روک دیں جب تک وہاں نہ منتقل ہو جائے جہاں فروخت ہوتا

حَيْثُ يُبَاعُ الطَّعَامُ وَقَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نَهٰى

ہے اور نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّبَاعَ الطَّعَامُ اِذَا اشْتَرَاهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ

نے غلہ خریدنے کے بعد اس پر قبضہ کرنے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

## بَابُ كَرَاهِيَةِ الصَّخَبِ فِي الْاَسْوَاقِ ص ۲۸۵ بازاروں میں شور وغل کا ناپسند ہونا۔

۱۲۴۷ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ لَقِيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

**حدیث** عطا بن یسار سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قُلْتُ اَخْبِرْنِيْ عَنْ صِفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

سے ملاقات کر کے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو وصف توریت میں ہے

خریدا ہے وہیں بیچنے میں اس کا احتمال رہتا ہے کہ ہو سکتا ہے۔ قبضہ سے پہلے بیچ دیا جائے۔ اس لئے یہ پابندی لگادی کہ جب تک وہاں سے منتقل ہو کر منڈی میں نہ آجائے۔ بیچا نہ جائے۔ نیز اس میں ضرورتمند کے لئے آسانی بھی ہے اسلئے یہ حکم ارشاد فرمادیا۔

**مطابقت باب** اس حدیث میں کہیں بازار کا ذکر نہیں۔ مگر عام طور پر غلے بازاروں میں ہی بکتے ہیں۔ اس لئے حیث یباع الطعام۔ بازار سے کنایہ ہے۔ بلکہ یوں کہئے کہ بازار اسی کو کہتے ہیں۔ جہاں خریدو فروخت ہو تو جہاں غلہ بکتا ہو وہ بازار ہے۔

**تشریحات** ۱۲۴۷ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے توراۃ پڑھی تھی۔ بزار میں وہب سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو نے خواب دیکھا کہ ان کے ایک ہاتھ میں شہد ہے۔ اور دوسرے میں گھی۔ اور وہ دونوں چاٹ رہے ہیں ــــ صبح کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ تو فرمایا۔ تم توراۃ اور قرآن دونوں کتابیں پڑھتے ہو، یہ دونوں کتابیں پڑھتے تھے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرَاةِ قَالَ اَجَلْ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمَوْصُوْفٌ فِي التَّوْرَاةِ

اسے بیان کیجئے تو انھوں نے فرمایا ہاں بخدا قرآن میں جو اوصاف حضور کے مذکور ہیں ان میں کچھ

بِبَعْضِ صِفَتِهٖ فِي الْقُرْاٰنِ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ

توریت میں بھی مذکور ہیں اے نبی ہم نے تم کو حاضر ناظر بشارت دینے والا ڈرانیوالا

نَذِيْرًا وَّحِرْزًا لِّلْاُمِّيِّيْنَ ۔ اَنْتَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ

بنا کر بھیجا ہے۔ اور امیوں کی پناہ بنا کر۔ تم میرے بندے اور رسول ہو میں نے تمھارا نام متوکل

لَيْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِيْظٍ وَّلَا صَخَّابٍ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ

رکھا ہے نہ تو تم بدخلق ہو اور نہ سنگدل اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے اور برائی کا بدلہ

سند امام احمد میں یہ زائد ہے۔ کہ اس کے بعد میں نے کعب احبار سے ملاقات کر کے پوچھا تو انھوں نے بعینہ یہی بیان کیا۔ کہیں اختلاف نہیں کیا۔ البتہ کعب نے اپنی زبان میں، اعینا عموی اذانا صموی قلوبا غلوفی۔ کہا۔ یہ صحیح ہے کہ توراۃ وانجیل وغیرہ اگلی کتب سماویہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف اس وضاحت اور تفصیل سے مذکور ہیں۔ کہ ان کی روشنی میں اہل کتاب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلا کسی شک وشبہہ کے یقینی طور پر پہچانتے تھے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا۔

يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ (بقرہ - ۱۴۶) اہل کتاب انھیں ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں

اسی بنا پر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا [1]

لقد عرفته حين رايته كما اعرف ابني ومعرفتي بمحمد اشد — میں نے انھیں دیکھتے ہی پہچان لیا جیسے اپنی اولاد پہچانتا ہوں بلکہ اس سے زیادہ۔

اَجَلْ : یہ حرف ایجاب ہے۔ نَعَمْ کے مثل ہے۔ یہ مخبر کی تصدیق اور مستخبر کے اعلام اور طالب سے وعدے کے لئے آتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہاں چار تاکیدیں جمع فرمادی ہیں۔ اول قسم۔ دوم جملہ اسمیہ سوم اِنَّ، چہارم لام کی تاکید۔ اس موقع پر حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سورہ احزاب کی آیت (۴۵) تلاوت فرمائی ہے۔ جسمیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پانچ اوصاف مذکور ہیں۔ نبی۔ رسول۔ شاہد مبشر، نذیر نبی کے لغوی معنی غیب کی خبر دینے والے کے ہیں۔ یہاں تک کہ عربی کی بہت مشہور ومعروف جدید لغت کی کتاب المنجد میں لکھا ہے۔

نبی کو نبی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ غیب کی خبر دیتا ہے۔ غیب کی خبر دینا نبی کے خواص لازمہ میں سے ہے۔ جیسا کہ پہلی جلد میں

[1] جلالین ص ۲۱ بحوالہ بخاری۔

السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَّعْفُوْ وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَّقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِاَنْ يَّقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَتُفْتَحُ بِهَا اَعْيُنٌ عُمْيٌ وَّاٰذَانٌ صُمٌّ وَّقُلُوْبٌ غُلْفٌ ؏

برائی سے نہیں دیتے ہاں معاف اور درگزر کر دیتے ہو اور اس وقت تک ان کو نہیں اٹھائیگا جب تک کہ ٹیڑھے مذہب کو سیدھا نہ کرلیں۔ کہ لوگ لاالہ الا اللہ کہنے لگیں اور اس سے اندھی آنکھیں، بہرے کان اور پردے پڑے ہوئے دلوں کو کھول نہ لے۔

حضرت امام غزالی کا ارشاد گزرا۔ اسی لئے مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کا یہ ترجمہ فرمایا۔ اے غیب کی خبر دینے والے۔ ارسلنا کے معنی ہیں کسی کو پیغام پہنچانے کے لئے کہیں بھیجنا۔ یہاں بمعنی شرعی رسول بنانا مراد ہے۔ شاہد کے اصل معنی حاضر کے ہیں۔ حجۃ الوداع کے خطبے میں ہے

فلیبلغ الشاھد الغائب حاضر غائب کو پہنچا دے۔

اسی لئے کنز الایمان میں اس کا ترجمہ حاضر ناظر فرمایا ہے۔ شاہد کے معنی گواہ کے بھی ہیں۔ اور یہاں یہ بھی مراد ہو سکتا ہے اس لئے کہ قیامت کے دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام کے گواہ ہوں گے۔ مبشر کے معنی بشارت دینے والا۔ یعنی مومنین کو جنت کی، اللہ کی لقاء اللہ کی رضا کی بشارت دینے والے۔ نذیر۔ کے معنی جو نافرمانی کریں انھیں اللہ کے غضب اور جہنم سے ڈرانے والے ہیں۔

حرز اللامیین : حرز کے معنی پناہ گاہ کے ہیں۔ عمدۃ القاری، فتح الباری میں ہے واللفظ للاول۔ الحرز فی الاصل الموضع الحصین۔ اصل میں حرز کے معنی محفوظ جگہ کے ہیں۔ اسی لئے قسطلانی میں اس کی تفسیر حصنا کی ہے۔ اور میں نے پناہ ترجمہ کیا ہے۔ لیکن دونوں شرحوں میں۔ تفسیر کی ہے حافظا۔ اور ظاہر ہے کہ دونوں باتیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہے۔

المتوکل : یعنی ہر معاملے میں اللہ عزوجل پر اعتماد فرمانے والے خواہ روزی ہو یا اور کوئی نعمت کوئی مصیبت تکلیف ہو۔ ہر معاملے میں اللہ پر بھروسہ کرنے والے۔ فظ۔ کے معنی بدخو غلیظ کے معنی سخت بات کہنے والا۔ حدیث میں ہے۔ کہ صحابہ کرام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ انت افظ واغلظ من رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس حدیث میں افظ اور اغلظ تفضیل کے معنی میں نہیں۔ بلکہ یہاں افعل صفت مشبہ ہے۔ جیسے احمر اسود اعرج۔ اصم وغیرہ۔ اس لئے کہ بدخلقی، سخت کلامی عیب ہے اور اسم تفضیل لون وعیب سے نہیں آتا ہے اس لئے معنی یہ ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش خلق، شیریں کلام تھے۔ اور تم بدخلق اور سخت کلام ہو۔

ولاسخاب : سین اور صاد دونوں کے ساتھ آتا ہے۔ اس کے معنی شور مچانے والے کے ہیں۔ یہ وصف نہیں کہ

ع ۱ ثانی تفسیر سورۃ الفتح ص ۷۱۷ مسند امام احمد ص ۱۷۴۔

بازار نہیں جاتے۔ اس لئے کہ بازار میں بضرورت رہنا معیوب نہیں بلکہ بقائے حیات کے لئے ضروری ہے۔ معیوب یہ ہے کہ بازار جاکر وہاں بلاضرورت شور مچایا جائے۔ سودے کی تعریف اور جھوٹی قسموں سے آسمان سر پر اٹھا لیا جائے۔ بازار جاکر وقار و اطمینان کے ساتھ رہا جائے تو یہ عیب نہیں۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصف کریم یہ بیان فرمایا کہ بازاروں میں شور مچانے والے نہیں۔

یقیم به الملة العوجاء ۔ ملت سے ملت عرب مراد ہے کہ انھوں نے ملت ابراہیمی میں کفر و شرک اور اوہام و خرافات کی آمیزش کر کے اسے بگاڑ دیا ہے۔ اس کو سیدھا کرنے سے مراد کفر و شرک، اوہام و خرافات کی امیزش سے پاک و صاف کرنا ہے۔ اعینٌ عمیٌ اس روایت پر عمی، عمیا، کی جمع ہے۔ یعنی اندھی آنکھ، دوسری روایت میں اعینٌ عمٍ۔ اضافت کے ساتھ ہے۔ اس روایت کی بنا پر یہ اعمی کی جمع ہے اور یہی تفصیل اذانا صمًا میں بھی ہے۔ صفت اور اضافت دونوں کے ساتھ روایت ہے۔ پہلی تقدیر پر صمّاء کی جمع اور دوسری تقدیر پر اصم کی جمع ہے ۔۔۔ قلوبا غلفا میں صفت مانیں یا اضافت، غلف، اغلف کی جمع ہے اسمیں وصف ہونا زیادہ واضح ہے۔ مراد یہ ہے کہ جو لوگ حق دیکھنے سننے قبول کرنے سے محروم تھے۔ ان کو حق پرست بنا دے گا۔ حرز اللامیین ۔۔۔ سے لے کر قلوبا غلفا تک پندرہ اوصاف ہوئے۔ ان میں کچھ قرآن کریم میں بھی ہیں اور بقیہ توریت شریف میں ہے۔

وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ هِلَالٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ

امام بخاری کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کو امام عطا نے دو صحابی سے اخذ کیا ہے۔ ایک عبد اللہ بن عمرو سے۔ دوسرے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔ چنانچہ ترمذی اور طبرانی، دارمی وغیرہ نے عبد اللہ بن سلام ہی سے روایت کیا ہے۔

غلف کل شیء فی غلاف وسیف اغلف وقوس غلفا ورجل اغلف اذا لم یکن مختونا۔ قاله ابو عبد الله۔

جو چیز کسی غلاف میں ہو اس کو غلف کہتے ہیں۔ سیف اغلف میان میں رکھی ہوئی تلوار اور قوس غلفا کسی غلاف میں رکھی ہوئی کمان۔ رجل اغلف وہ شخص جس کا ختنہ نہ کیا گیا ہو۔ اسے ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا۔ قلوب غلف وہ دل جن پر پردہ پڑا ہوا ہو۔ جو نہ حق قبول کرے نہ یاد رکھے۔

## بَابُ الْكَيْلِ عَلَى الْبَائِعِ وَالْمُعْطِي ص ۲۸۵

ناپنا بائع اور دینے والے پر ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۔ (مطففین ۔ ۳)

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا بیان۔ اور جب لوگوں کو ناپ یا تول کر دیں تو کم کر دیں۔

يَعْنِيْ كَالُوْا لَهُمْ اَوْ وَزَنُوْا لَهُمْ كَقَوْلِهِمْ يَسْمَعُوْنَكُمْ يُسْمِعُوْنَ لَكُمْ ۔

امام بخاری اپنے اس قول سے یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں۔ کہ۔ کَالُوْا۔ اور وَزَنُوْا۔ دونوں طرح مستعمل ہے۔

۳۹۳ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِکْتَالُوْا حَتّٰی یَسْتَوْفُوْا۔

ت اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ناپ کر لو تاکہ پورا لو۔

۳۹۴ وَیُذْکَرُ عَنْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

ت ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہٗ اِذَا بِعْتَ فَکِلْ وَاِذَا ابْتَعْتَ فَاکْتَلْ۔

علیہ وسلم نے ان سے فرمایا جب خرید تو ناپ کر لے اور جب بیچ تو ناپ کر دے۔

لام کے صلے کے ساتھ بھی اور بغیر صلے کے بھی۔ جیسے یُسْمِعُ۔ ہے۔ کہ یہ بھی دونوں طرح مستعمل ہے۔

**توضیح باب** مبیع کا تولنا یا ناپنا بائع کے ذمے ہے۔ کیونکہ بیع کے بعد اس پر واجب ہے کہ وہ مبیع کو غیر مبیع سے متمیز کر کے مشتری کے سپرد کر دے۔ اور یہ ناپ اور تول ہی کے بعد ہوگی۔ اس پر اللہ عزوجل کا ارشاد بھی دلیل ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے کالوھم اووزنوھم۔ فرمایا۔ کیل اور وزن بائع کا فعل بتایا تو معلوم ہوا کہ ناپنا اور تولنا بائع کے ذمے ہے۔ عیسیٰ بن عمر۔ کالوا اور وزنوا پر وقف کرتے۔ اور ھم کو یخسرون سے ملا کر پڑھتے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ دونوں جگہ ھم ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے۔ ھمام، قتادہ اور محمد بن ثور نے معمر سے روایت کی کہ یہ آیت مکی ہے اور سدی نے کہا کہ مدنی ہے۔ کلبی نے کہا کہ مکے سے مدینے جاتے ہوئے راستے میں نازل ہوئی۔ ابو العباس نے مقامات التنزیل میں کہا۔ کہ سورہ کا اول مدنی ہے اور آخر مکی ہے۔ سدی نے روایت کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے وہاں ایک شخص ابو جہینہ تھا جس کے پاس دو صاع تھے۔ ایک لینے کیلئے اور ایک دینے کے لئے۔ تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

**تشریح ۳۹۳** اس تعلیق کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے طارق بن عبد اللہ محاسبی کی حدیث میں سند صحیح متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اپنے لینے کے لئے ناپنے کو اکتیال کہتے ہیں۔ اور کیل اس سے عام ہے خواہ اپنے لئے ہو یا دوسرے کے لئے۔

**تشریح ۳۹۴** اس تعلیق کو دار قطنی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ علامہ کرمانی نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کچھ بیچو تو ناپ کر پورا دو۔ اور جب خرید و تو ناپ کر پورا لو۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ اس کا یہ معنی بھی درست ہے۔ مگر دوسرا معنی یہ بھی ہے کہ جب بیچو تو خود تولو۔ اس سے باب کو مطابقت ہے۔ کہ مبیع کا تولنا بائع کے ذمے ہے۔ اس لئے کہ ایک دوسری حدیث میں جسے امام لیث نے روایت کیا یہ ہے حضرت عثمان یہ کہتے ہیں۔ کہ میں بازار قینقاع سے کھجوریں خرید کر مدینہ لاتا اور لوگوں کے آگے ڈال دیتا اور بتا دیتا کہ یہ اتنی ہے۔ یعنی اتنے صاع یا وسق ہے۔ جتنے نفع پر راضی ہوتا لوگ خرید لیتے۔ اس کی خبر جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوئی تو فرمایا۔ جب بیچو تو ناپو۔

۱۲۴۸ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ تُوُفِّیَ عَبْدُاللّٰہِ

147

**حدیث** حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا (میرے والد) عبداللہ بن عمرو بن حرام کی وفات

بْنُ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ وَعَلَیْہِ دَیْنٌ فَاسْتَعَنْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

ہو گئی۔ اور ان پر قرض تھا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کے قرض خواہوں کے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی غُرَمَائِہٖ اَنْ یَّضَعُوْا مِنْ دَیْنِہٖ فَطَلَبَ النَّبِیُّ صَلَّی

بارے میں مدد طلب کی کہ وہ ان کے قرض کو کچھ معاف کر دیں نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْہِمْ فَلَمْ یَفْعَلُوْا فَقَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

نے ان سے کہا مگر انھوں نے کم نہیں کیا۔ اب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْہَبْ فَصَنِّفْ تَمْرَکَ اَصْنَافًا الْعَجْوَۃَ عَلٰی حِدَۃٍ

مجھسے فرمایا جاؤ اور اپنی کھجوروں کو الگ الگ کرو۔ عجوہ کو الگ اور عذق زید

وَعَذْقَ زَیْدٍ عَلٰی حِدَۃٍ ثُمَّ اَرْسِلْ اِلَیَّ فَفَعَلْتُ ثُمَّ اَرْسَلْتُ اِلٰی

کو الگ پھر میرے پاس خبر بھیجنا میں نے ایسا ہی کیا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اس کا سیاق اس پر واضح دلیل ہے کہ کم زیادہ لینا مراد نہیں۔ بلکہ مطلب یہی ہے کہ تم جب بائع ہو تو مبیع کا ناپ تمھارے ذمے ہے۔

**تشریحات** ۱۲۴۸ یہ حدیث بخاری میں مختلف الفاظ اور اختصار و تفصیل کے ساتھ سات جگہ مذکور ہے۔ ان سب کو اکٹھا کرنے پر پوری تفصیل یہ ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میرے باپ غزوہ احد میں شہید ہو گئے۔ چھ بیٹیاں اور قرض چھوڑ گئے۔ اور سوائے کھجوروں کے باغ کے اور کچھ مال نہیں چھوڑا۔ قرض اتنا تھا کہ کھجوروں کی سالہا سال کی پیداوار بھی کافی نہ ہوتی۔ جب کھجور کاٹنے کا وقت آیا۔ تو میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ قرض خواہوں سے سفارش کر دیں۔ حضور نے سفارش کی مگر وہ چونکہ یہودی تھے اس لئے کچھ بھی کم کرنے پر راضی نہ ہوئے تو فرمایا، اچھا ان سے کہدو کہ کل صبح کو آئیں اور مجھے حکم دیا کہ کھجور کی مختلف قسموں کو الگ الگ ڈھیر لگاؤ۔ عجوہ کا علیحدہ۔ عذق زید کا علیحدہ، لینہ کا علیحدہ۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اور پھر حسب الحکم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دوسرے دن صبح کو اطلاع بھیجی۔ حضور تشریف لائے۔ میں نے سوچا تھا کہ حضور کو دیکھکر قرضخواہ کچھ نرمی برتیں گے مگر حضور کو دیکھکر اور غرانے لگے۔ حضور نے کچھ دعا کی پھر سب سے بڑے ڈھیر کے گرد تین بار چکر لگایا اور مجھے حکم دیا اسمیں سے

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ فَجَلَسَ عَلٰى اَعْلَاهُ اَوْ فِيْ وَسَطِهٖ

کے پاس خبر بھیجی تو تشریف لائے اور اس کے اوپر یا اس کے بیچ میں بیٹھے پھر فرمایا

ثُمَّ قَالَ كِلْ لِلْقَوْمِ فَكِلْتُهُمْ حَتّٰى اَوْفَيْتُهُمُ الَّذِيْ لَهُمْ وَبَقِيَ تَمْرِيْ

ناپ کر ان لوگوں کو دو میں نے انھیں ناپ کر دیا یہاں تک کہ میں نے جتنا انکا مطالبہ تھا

كَاَنَّهٗ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ شَيْءٌ[۵] وَقَالَ فِرَاسٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ ثَنِيْ جَابِرٌ

پورا دیدیا اور میری کھجور میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کچھ بھی کم نہیں ہوئی ایک روایت میں

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا زَالَ يَكِيْلُ لَهُمْ حَتّٰى اَدّٰى

یہ ہے۔ وہ ناپ ناپ کر دیتے رہے یہاں تک کہ پورا پورا ادا کر دیا ایک روایت

وَقَالَ هِشَامٌ عَنْ وَهْبٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں یہ ہے قرضخواہ کے لئے

ناپ ناپ کر قرض خواہوں کو دو۔ میں نے دینا شروع کیا۔ سب قرضخواہوں کا پورا پورا مطالبہ دیدیا۔ میں تو اسپر راضی تھا کہ قرض ادا ہو جائے چاہے اپنی بہنوں کے لئے ایک کھجور نہ بچے۔ مگر ہوا یہ کہ بقیہ ڈھیر تو بچ ہی گئے تھے جس ڈھیر سے میں نے قرض ادا کیا تھا اس سے بھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی۔ اخیر میں فرمایا۔ ابن خطاب کو بتادو۔ یہ اس لئے فرمایا کہ حضرت عمر بھی حضور کے ساتھ گئے تھے۔ حضرت جابر تو وہاں قرضخواہوں کو کھجور ناپتے رہے۔ اور یہ لوگ چلے آئے۔ حضرت جابر عصر کے وقت سب قرض ادا کر کے واپس ہوئے۔

**مطابقت :** باب کا دوسرا جزء یہ تھا۔ کیل معطی پر ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرض خواہوں کو دے رہے تھے۔ ان سے فرمایا۔ کِلْهُمْ۔ ا ناپ دے۔

**عذق زید :** کتاب الاستقراض میں عذق ابن زید ہے۔ اور لین کا اضافہ ہے۔ یہاں مطبع احمدی میرٹھ نور محمد اور رشیدیہ کے نسخوں میں۔ نیز قسطلانی عمدۃ القاری کے ساتھ جو متن چھپا ہے نیز التجرید الصریح میں عذق زید ہی ہے مگر فتح الباری کے ساتھ جو متن ہے اس میں عذق ابن زید ہے۔ کتاب الاستقراض میں علامہ عینی اور قسطلانی دونوں نے تحریر کیا ہے کہ توضیح میں دمیاطی کے خط سے، عذق زید۔ ہے۔ یعنی کتاب الاستقراض

---

۵ الاستقراض باب الشفاعة فی وضع الدین ص ۳۲۴ باب اذا قضی دون حقه او حلله فهو جائز ص ۳۲۲ باب اذا قاص او جازفه فی الدین ص ۳۲۲ باب من اخر الغریم الی الغد ص ۳۲۳ قضاء الوصی دیون المیت بغیر محضر من الورثة ص ۳۹۰ علامات النبوت ص ۵۰۵ ثانی المغازی باب واذ همت طائفتان ص ۵۸۰ - نسائی الوصایا -

جُذَّ لَهٗ فَاَوْفِ لَهٗ۔

کھجور کاٹ اور پورا دے۔

## بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْكَيْلِ ص ۲۸۶

ناپنے کا مستحب ہونا

۱۲۴۹ عَنْ جَابِرِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْ كَرِبَ رَضِيَ

حدیث حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلے اللہ

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كِيْلُوْا

تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا

طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ۔

اپنے غلے کو ناپ لو، برکت دی جائے گی۔

میں بھی عذق زید ہی ہے۔ کھجوروں کی بہت قسمیں ہیں۔ ابو محمد جوینی نے۔ الفروق میں لکھا ہے کہ ایک بار مدینہ طیبہ کے امیر کے یہاں کالی کھجوروں کے اقسام کو اکٹھا کیا گیا تو سات سو تک پہنچ گئیں۔ اور سرخ کھجوروں کے اقسام اس سے زائد ہیں۔ مدینہ طیبہ کی کھجوروں میں سب سے عمدہ، عجوہ ہے۔ اس کے فضائل بھی احادیث میں وارد ہیں جو کتاب الطب میں مذکور ہیں۔

**تشریحات ۱۲۴۹** یعنی غلہ جب رکھو تو ناپ کر رکھو اور جب خرچ کرنے کے لئے نکالو تو ناپ کر نکالو۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے گا۔ اس میں راز یہ ہے کہ ناپ کر رکھے گا تو اسے معلوم رہے گا کہ یہ اتنی مدت تک کے لئے کافی ہوگا۔ اسی حساب سے ناپ ناپ کر نکالے گا تو کم نہ ہوگا پورا ہو جائے گا، اندازے سے نکالنے میں زیادہ نکل سکتا ہے۔ اس صورت میں کمی پڑ سکتی ہے۔ نیز ہر شخص کو معلوم ہے کہ ہمارے گھر کا یہ صرف ہے۔ ناپ کر نکالے گا۔ تو کھانا فاضل نہ ہوگا۔ اور اس میں برکت محسوس ہوگی۔ ان عقلی توجیہوں سے ہٹ کر ایمان کی بات یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے کہ اس میں برکت ہے، تو اس میں ضرور برکت ہوگی۔ بلکہ تجربہ شاہد ہے کہ برکت ہوتی ہے۔

## بَابُ بَرَكَةِ صَاعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُدِّهٖ ص ۲۸۶

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاع اور مُد کی برکت

۱۲۵۰ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَّضِيَ

**حدیث** حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ

روایت کیا کہ فرمایا بیشک ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور اس کے لئے دعا کی اور

حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لَهَا وَحَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ كَمَا حَرَّمَ اِبْرَاهِيْمُ مَكَّةَ

میں نے مدینے کو حرم بنایا جیسے ابراہیم نے مکہ کو بنایا تھا اور میں نے مدینے کے لئے اس کے

وَدَعَوْتُ لَهَا فِيْ مُدِّهَا وَصَاعِهَا مِثْلَ مَا دَعَا اِبْرَاهِيْمُ لِمَكَّةَ ۔ عہ

مُد اور صاع میں برکت کی دعا کی جیسے ابراہیم نے مکے کے لئے کی تھی۔

۱۲۵۱ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

**حدیث** حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! ان کے پیمانے میں برکت دے

قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْ مِكْيَالِهِمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِيْ صَاعِهِمْ وَمُدِّهِمْ

ان کے صاع میں برکت دے ان کے مُد میں برکت دے

يَعْنِيْ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ عہ

یعنی مدینے والوں کے۔

**تشریحات** ۱۲۵۰، ۱۲۵۱ مدینے کے حرم ہونے کی بحث چوتھی جلد صفحہ پر گزر چکی ہے اور صاع اور مُد کی تحقیق جلد ثانی صفحہ پر گزر چکی ہے۔

## باب ما یذکر فی بیع الطعام والحکرۃ صفحہ ۲۸۶ غلہ بیچنے اور روکنے کے بیان میں

حکرہ کے معنی ہیں۔ سامان روکنا۔ ذخیرہ اندوزی۔ تاکہ جب بازار میں کمی ہو جائے اور مہنگا ہو جائے۔ تب بیچے۔

عہ مناسك ۔ عہ ثانی باب صاع المدینۃ ص ۹۹۳ الاعتصام باب ماذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۹۰ مسلم نسائی المناسك۔

۱۲۵۲ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

الطَّعَامَ مُجَازَفَةً يُضْرَبُوْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

علیہ وسلم کے زمانے میں ان لوگوں کو مار کھاتے دیکھا ہے جو

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّبِيْعُوْهُ حَتّٰى يُؤْوُوْهُ اِلٰى رِحَالِهِمْ ؕ

اندازے سے غلہ خریدتے اپنے ٹھکانے لانے سے پہلے بیچ دیتے۔

۱۲۵۳ عَنِ ابْنِ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث امام طاؤس نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اسی سے احتکار آتا ہے۔ یہ اس وقت ممنوع ہے خصوصاً غلے وغیرہ خوراک کی اشیاء میں جب یہ بازار میں ملتا ہو۔

۱۲۵۲ کسی بھی چیز کی، ناپے تولے بغیر، اندازے سے بیع جائز ہے جبکہ مبیع اور ثمن دو مختلف جنس ہوں۔

تشریحات البتہ جب تک مشتری اس پر قبضہ نہ کرلے۔ اسے بیچنا جائز نہیں۔ یہ تشدد غالباً اس وجہ سے تھا کہ یہ لوگ قبضہ کئے بغیر بیچ دیتے تھے۔ اور بظاہر قبضہ غیر ضروری بھی معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں کبھی نزاع بھی ہوسکتی ہے۔ مثلاً بائع متعدد ڈھیر لگائے ہوئے ہے۔ اس میں سے ایک بیچا اور اشارے سے بتایا کہ یہ ڈھیر۔ پھر مشتری نے اسے بیچ دیا۔ اور دوسرا مشتری اٹھانے لگا۔ تو اس کا امکان ہے کہ اختلاف ہوجائے کہ کون سا ڈھیر ہے اور یہ اختلاف بھول چوک سے بھی ہوسکتا ہے۔ اور بددیانتی کی وجہ سے بھی۔ اس لئے مشتری اول کو پابند کردیا گیا کہ مبیع پر قبضہ کئے بغیر نہ بیچے۔

حتی یووہ : اس سے مراد قبضہ ہے۔ جہاں خریدا ہے وہیں بیچنے میں اس کا خطرہ ہے کہ سستی اور آسانی کیلئے بے قبضہ کئے، بیچ دے۔ اس لئے یہ حکم دیا گیا کہ اپنے گھر اپنی دوکان پر لاکر بیچے۔ وہ ابتدائی دور تھا اس لئے اتنی شدت برتی گئی۔

۱۲۵۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشاد کی صورت یہ ہے کہ کسی نے کسی سے دس

تشریحات روپے کا ادھار غلہ خریدا۔ کہ مثلاً ایک ہفتے بعد دینا۔ اس نے قبضہ کرنے سے پہلے اسی کے ہاتھ یا کسی اور کے ہاتھ مثلاً بیس روپے میں بیچ دیا۔ تو یہ حقیقت میں دس درہم کی بیع بیس درہم کے عوض ہوئی اس لئے کہ غلہ تو ابھی غائب ہے۔ اور یہ سود ہوا۔

---

عہ ایضاً باب من رای اذا اشتری طعاما جزافا ص۲۸۶ ثانی المحاربین باب کم التعزیر والادب ص۱۰۱۳ مسلم ابوداؤد، نسائی۔ البیوع۔

عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يَّبِيْعَ

سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی قبضہ

الرَّجُلُ طَعَامًا حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهٗ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ كَيْفَ ذَاكَ

کرنے سے پہلے اپنا غلہ بیچے میں نے ابن عباس سے پوچھا یہ کیسے تو فرمایا کہ یہ

قَالَ ذَاكَ دَرَاهِمُ بِدَرَاهِمَ وَالطَّعَامُ مُرْجَأٌ۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ

درہم کو درہم کے عوض بیچنا ہوا۔ غلہ تو بعد میں ہے ابو عبداللہ

مُرْجَوْنَ مُؤَخَّرُوْنَ عه

(امام بخاری) نے کہا مرجون، موخرون کے معنی میں ہے۔

۱۲۵۴ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ

**حدیث** حضرت مالک بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار کہا

قال ابوعبداللہ : اس حدیث میں مُرْجَأٌ۔ کا لفظ آیا تھا۔ اسی کے جمع کا صیغہ مُرْجَوْنَ، قرآن کریم میں ہے :-

وَآخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا اَنْ يُّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ۔ (توبہ - ۱۰۶)

اور کچھ لوگوں کا معاملہ اللہ کے حکم پر موقوف ہے۔ (ابھی فیصلہ نہیں ہوا یا نہیں کیا گیا) یا تو انکی توبہ قبول فرمائے یا انھیں عذاب دے۔

یہ آیت غزوہ تبوک میں بلا عذر شریک نہ ہونے والوں میں ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جنھوں نے معذرت اور توبہ میں تاخیر کی تھی۔ حسب عادت امام بخاری نے اس کی لفظی تفسیر فرمادی کہ یہ، موخرون کے معنی میں ہے۔ یعنی ان لوگوں کے بارے میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا ہے۔ بعد میں ہوگا۔ مرجا کا مادہ رِجاءٌ ہے یہ ناقص واوی بھی ہے اور مہموز لام بھی۔ اس کے معنی موخر کرنے کے ہیں۔ رجا کے معنی امید اسی وجہ سے ہے کہ وہ موخر ہوتی ہے۔ مرجأ۔ باب افعال سے مہموز لام کا اسم مفعول ہے۔ مرجون، ناقص واوی اسم مفعول کا صیغہ جمع مذکر ہے۔

۱۲۵۴ **تشریحات** یہ حدیث باب بیع الشعیر بالشعیر میں یوں ہے۔ مالک بن اوس نے کہا۔ انھوں نے سو دینار کے بدلے درہم تلاش کرنا شروع کیا تو انھیں حضرت طلحہ بن عبیداللہ نے بلایا۔ ہم نے بھاؤ طے کرلیا۔ اور وہ سونا میرے ہاتھ سے لے کر الٹنے پلٹنے لگے۔ پھر فرمایا۔ ٹھہرو۔ یہاں تک کہ میرا خزانچی غابہ سے

عه مسلم، ابوداؤد، نسائی، البیوع۔

قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ صَرْفٌ فَقَالَ طَلْحَةُ أَنَا حَتّٰى يَجِيْئَ خَازِنُنَا

کون ہے؟ جس کے پاس بھنانے کے لئے درہم یا دینار ہے۔ تو طلحہ نے کہا میں ہوں۔ یہاں تک

مِنَ الْغَابَةِ قَالَ سُفْيٰنُ هُوَ الَّذِيْ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ لَيْسَ فِيْهِ

کہ ہمارا خازن غابہ سے آجائے۔ سفین نے کہا یہی ہم نے زہری سے یاد کیا ہے۔ اسمیں

زِيَادَةٌ قَالَ أَخْبَرَنِيْ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سَمِعَ عُمَرَ

زیادتی نہیں زہری نے کہا کہ مجھے مالک بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ انھوں

بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُخْبِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا

نے فرمایا سونے کے عوض سونا سود ہے مگر یہ کہ نقد ہو۔ اور گیہوں کے عوض گیہوں

إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ

سود ہے مگر یہ کہ نقد ہو اور کھجور کے عوض کھجور سود ہے مگر یہ کہ نقد ہو اور جو کے عوض

رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ عه

جو سود ہے مگر یہ کہ نقد ہو۔

آجائے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن رہے تھے۔ فرمایا بخدا اس سے جدا نہ ہونا جب تک اس سے لے نہ لینا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سونے کے بدلے سونا۔ الحدیث۔

من كان عنده صرف : یعنی کوئی ایسا ہے۔ جو بیع صرف یعنی ثمن کے عوض ثمن بیچنے اور خریدنے کا کاروبار کرتا ہے

غابه : غابہ کے معنی گھنے جنگل کے ہیں۔ لیکن اس سے مراد غابۃ المدینہ ہے جو عوالی مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ جہاں اہل مدینہ کی آراضی تھیں۔ اسی غابہ کے جھاؤ کی لکڑی سے منبر اقدس بنا تھا۔

قال سفين : یعنی سفیان بن عیینہ نے کہا کہ اس اسناد یعنی بواسطہ عمرو بن دینار زہری سے ہمیں اتنا ہی یاد ہے۔ اس سے زائد نہیں۔ یعنی بعد والا واقعہ جو حضرت عمر نے فرمایا البتہ امام زہری سے ان کے دوسرے تلامذہ مثلاً حضرت امام مالک نے پورا قصہ یاد رکھا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ مالک بن اوس نے کہا کہ انھوں نے عمر بن خطاب سے سنا۔ جیسا کہ گزرا۔

عه ایضا۔ باب بیع التمر بالتمر۔ باب بیع الشعیر بالشعیر ص ۲۹۰ ۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی ابن ماجه۔ کلهم فی البیوع۔

الذهب بالورق : دوسری روایتوں میں، ورق کی جگہ الذهب ہے۔ اس لئے ورق سے سونا مراد لینا متعین ہے
هاء وهاء : اسم فعل بمعنی خذ ہے۔ یہ کنایہ ہے تقابض بدلین سے۔ مطلب یہ ہوا کہ بائع ثمن پر اور مشتری مبیع پر اسی مجلس میں قبضہ کرلے۔ اسمیں دو لغت ہے۔ ها بغیر مد کے۔ هاءَ، ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ۔ اور کسرہ بھی آیا ہے۔

## بَابُ إِذَا اشْتَرَى مَتَاعًا أَوْ دَابَّةً فَوَضَعَ عِنْدَ الْبَائِعِ فَبَاعَ أَوْ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يَقْبِضَ ص ۲۸۷

جب کوئی سامان یا چوپایہ خریدے اور بائع کے پاس رکھدے پھر قبضہ کرنے سے پہلے اسے بیچ یا مر جائے۔

| |
|---|
| ۳۹۵ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا مَا أَدْرَكْتُ الصَّفْقَةُ حَيًّا |
| ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جو چیز ایجاب وقبول کے وقت زندہ |
| مَجْمُوعًا فَهُوَ مِنَ الْمُبْتَاعِ۔ |
| سلامت تھی اور اسی حالت پر رہ گئی وہ مشتری کی ہے۔ |

**توضیح** یعنی کسی نے کوئی چیز خریدی اور قبضہ کے بغیر بائع کے پاس رہنے دی پھر اس کو بیچ دیا۔ تو یہ دوسری بیع صحیح ہوئی یا نہیں؟ یا مشتری مرگیا تو وہ چیز کس کی ملک قرار پائے گی۔ بائع کی یا مشتری کی؟ اور اگر وہ ضائع ہوگئی تو بائع پر تاوان ہے یا نہیں۔ حضرت امام بخاری نے حسب عادت ان سوالوں کے جوابات نہیں دیئے کیونکہ اسمیں اختلاف ہے۔

ہمارے مذہب کے مطابق جواب یہ ہے۔ یہ دوسری بیع فاسد ہوئی۔ اور وہ چیز ہلاک ہوگئی تو بائع پر تاوان ہے مشتری جب مرگیا تو بائع پر واجب ہے کہ مشتری کے وارثین کو وہ چیز دے اور اگر بائع مرگیا تو اس کے وارثین پر واجب ہے کہ مشتری کو وہ چیز دیں بعض قدیم نسخوں میں۔ فباع کی جگہ۔ ضاع ہے۔ اور یہی بہتر ہے۔

**تشریحات** ۳۹۵ اس اثر کو امام ابو جعفر طحاوی اور دار قطنی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے مگر ان میں مجموعًا کا لفظ نہیں۔ مجموعًا سے مراد یہ ہے کہ جس حالت پر عقد ہوا تھا اسی حالت پر قبضے کے وقت تک رہی اس میں کوئی تغیر نہ ہوا ہو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ بیع ایجاب قبول پر تام ہو جاتی ہے۔ تمامیت بیع کے لئے تفرق ابدان شرط نہیں۔ کیونکہ انھوں نے محض عقد یعنی ایجاب و قبول پر مشتری کی ملک ثابت فرمایا۔ اور یہ قول ہے جو فعل پر راجح ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر مبیع بائع کے پاس مشتری کے قبضے سے پہلے ہلاک ہوگئی تو بائع پر تاوان نہیں۔ اس طرح یہ تعلیق باب کے مناسب ہے فیہ ما فیہ۔

۱۲۵۵ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کم ایسا دن ہوتا کہ

لَقَلَّ يَوْمٌ كَانَ يَاْتِيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا يَاْتِيْ

صبح یا شام کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابو بکر کے گھر نہ آتے ہوں جب

فِيْهِ بَيْتَ اَبِيْ بَكْرٍ اَحَدَ طَرَفَيِ النَّهَارِ فَلَمَّا اُذِنَ لَهٗ فِي الْخُرُوْجِ اِلَى

مدینہ جانے کا اذن مل گیا تو ہمیں اس بات نے گھبراہٹ میں ڈال دیا کہ دوپہر کے وقت

الْمَدِيْنَةِ لَمْ يَرُعْنَا اِلَّا وَقَدْ اَتَانَا ظُهْرًا فَاُخْبِرَ بِهٖ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ مَا

تشریف لائے ابو بکر کو خبر کی گئی تو انھوں نے کہا اس وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جَاءَ نَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ اِلَّا لِاَمْرٍ

کا تشریف لانا کسی حادثے کی وجہ سے ہوا ہے۔ جب وہ حاضر ہوئے

حَدَثٍ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ لِاَبِيْ بَكْرٍ اَخْرِجْ مَا عِنْدَكَ قَالَ يَا رَسُوْلَ

تو فرمایا سب کو اپنے پاس سے نکال دو۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ

اللّٰهِ اِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ يَعْنِيْ عَائِشَةَ وَاَسْمَاءَ قَالَ اَشَعَرْتَ اَنَّهٗ قَدْ اُذِنَ

یہ میری بیٹیاں ہی تو ہیں۔ یعنی عائشہ اور اسماء فرمایا تم جان گئے ہو گے کہ مجھے

لِيْ فِي الْخُرُوْجِ قَالَ الصُّحْبَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الصُّحْبَةَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ

ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ انھوں نے عرض کیا میں ساتھ رہوں گا یا رسول اللہ؟

**۱۲۵۵ تشریحات** یہ ایک حدیث کا ابتدائی حصہ ہے۔ جو باب ہجرت میں مفصل مذکور ہے۔ یہاں باب کے مناسب یہ ہے کہ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ اونٹنی خرید کر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہنے دی۔ قبضہ تو بڑی چیز ہے اسے دیکھا بھی نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بیع صرف ایجاب وقبول سے تام ہو جاتی ہے۔ جس سے بائع کی ملک سے خروج اور مشتری کی ملک میں دخول مرتب ہے۔ تفرق ابدان ضروری نہیں۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے اس کو قیمت کے عوض لیا۔ لینا اس وقت صحیح ہے جب وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملک سے خارج ہو جائے، اور یہ اسوقت فرمایا جب دونوں حضرات اسی مجلس میں تھے۔

عِنْدِیْ نَاقَتَیْنِ اَعْدَدْتُّهُمَا لِلْخُرُوْجِ فَخُذْ اِحْدٰیهُمَا فَقَالَ اَخَذْتُهَا بِالثَّمَنِ۔

فرمایا کہ ساتھ رہوگے۔ عرض کیا میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں جنکو میں نے ہجرت کیلئے تیار کرلیا ہے ایک حضورؐ لے لیں فرمایا قیمت پر میں نے لیا۔

## بَابُ لَا یَبِیْعُ عَلٰی بَیْعِ اَخِیْهِ وَلَا یَسُوْمُ عَلٰی سَوْمِ اَخِیْهِ حَتّٰی یَاْذَنَ لَهٗ اَوْ یَتْرُكَ ۲۸ ص

اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے نہ اسکے مول پر مول کرے جب تک وہ اجازت نہ دیدے یا چھوڑ دے۔

۱۲۵۶ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَبِیْعُ بَعْضُكُمْ عَلٰی بَیْعِ اَخِیْهِ ۲۸

تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔

۱۲۵۷ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

**توضیح** پہلی صورت یہ ہے کہ بائع یا مشتری یا دونوں کو خیار حاصل تھا۔ اب کوئی بائع سے کہے کہ بیع فسخ کردو۔ میں زیادہ قیمت دونگا یا مشتری سے کہے۔ بیع فسخ کردو۔ میں اس سے سستے میں دونگا۔ دوسری کی صورت یہ ہے کہ کسی چیز کا دام طے ہوگیا۔ ابھی ایجاب وقبول نہ ہوا تھا کہ تیسرے نے کہا۔ میں اتنا زیادہ دونگا میرے ہاتھ بیچ دو۔ یا مشتری سے کہا میں اسے کم میں دونگا۔ مجھ سے خرید لو۔ یہ حرام وگناہ ہے۔ لیکن دام طے ہونے سے پہلے جو چاہے دام لگائے۔ اسے نیلام کہتے ہیں۔ یہ جائز ہے۔ جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔

**تشریحات** ۱۲۵۶، ۵۷ شہری کا دیہاتی سے خریدنا اس وقت ممنوع ہے جبکہ روزمرہ کی اہم ضروریات کی شہر میں قلت ہو اور اس نیت سے خریدی جائے کہ خوب مہنگی کرکے بیچی جائے۔ ورنہ عام حالات میں ممنوع نہیں۔

**لا تناجشوا:** اس سے مراد یہ ہے کہ کچھ سودا بیچنے والے دلال کھڑا کردیتے ہیں جو بڑھا بڑھا کر دام بولتا ہے۔ وہ خریدنا نہیں چاہتا صرف دام بڑھانا چاہتا ہے۔ اس میں چونکہ فریب ہے اس لئے یہ ممنوع ہے۔ یہ نیلام سے مختلف ہے۔ نیلام میں یہ ہوتا ہے کہ چند خریدنے کا ارادہ رکھنے والے اپنی صوابدید سے خریدنے کیلئے بولی بولتے ہیں۔ یہ جائز ہے اور خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہے جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔

**ولا یخطب:** منگنی پر منگنی نہ کرنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ جب رشتہ طے ہوجائے تو پیغام نہ دیا جائے۔

**مطابقت باب** باب کا پہلا جزء یہ ہے۔ اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔ اس کے مطابق تو دونوں حدیثوں کا متن ہے۔ دوسرا جزء یہ ہے۔ بھائی کے مول پر مول نہ کرے۔ اس کے مطابق دونوں حدیثوں میں کوئی لفظ نہیں۔ شارحین نے یہ جواب دیا کہ کتاب الشروط میں بطریق محمد بن عرعرہ عن ابی حازم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت ہے۔ اسمیں یہ زائد ہے۔ وان یستام الرجل علی سوم اخیہ۔ اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ کرے۔

---

۲۸ ایضا باب النھی عن تلقی الرکبان ص ۲۸۹ ثانی النکاح باب لا یخطب علی خطبۃ اخیہ ص ۷۷۲ مسلم البیوع ابوداؤد۔ البیوع۔ نسائی البیوع۔ ابن ماجہ التجارات۔

قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ

نے اس سے منع فرمایا کہ شہری دیہاتی کے ہاتھ بیچے یا خریدنا مقصود نہ ہو اور بولی بولے اور

لِبَادٍ وَّلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا يَبِيْعُ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلٰى

کوئی اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرے۔ اور نہ اپنے بھائی کی منگنی کرے اور کوئی عورت

خِطْبَةِ اَخِيْهِ وَلَا تَسْئَلُ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَكْفَاَ مَا فِيْ اِنَائِهَا ۵

اپنی بہن کے طلاق کا مطالبہ کرے تاکہ جو کچھ اس کے برتن میں ہے اسے انڈیلے۔

البتہ حتی یاذن او یترک" بخاری کی کسی روایت میں نہیں۔ اقول وباللہ التوفیق۔ خطبہ منگنی کے بارے میں خود بخاری کتاب النکاح میں دونوں بزرگ حضرت ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے جو روایت ہے۔ اسمیں ہے۔ حضرت ابن عمر کی حدیث کے آخر میں ہے۔ حتی یترک الخاطب قبلہ او یاذن لہ الخاطب۔ اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں حتی ینکح او یترک۔ رہ گیا بیع اور سوم میں تو قیاس سے ثابت ہے۔ غالبا امام بخاری نے اسی افادے کے لئے باب کے دونوں جز کے ساتھ یہ قید لگائی ہے۔ کہ اگرچہ حدیث میں یہ حد صرف خطبہ منگنی کے لئے مذکور ہے مگر بیع اور سوم میں بھی یہ حد ملحوظ ہے۔ ظاہر ہے کہ محض بیع یا بھاؤ طے ہو جانے کے بعد اگر دوسرے کو خریدنا ممنوع ہو جائے۔ اگرچہ طے کرنے والا انکار کر دے۔ دوسرے کو اجازت دیدے تو اسمیں نقصان عظیم ہے۔ جس کا جی چاہے کسی بھی بائع کو پھنسا سکتا ہے۔ اس لئے اگر کسی حدیث میں یہ قید مذکور نہ بھی ہوتی تو عقلا ضروری ہے۔ جبکہ مسلم[1] کی روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں صراحتہ یہ قید مذکور ہے۔ الا ان یاذن لہ۔ حضرت امام بخاری کی عادت معلوم ہے کہ وہ کبھی کبھی باب میں ایسی شرط بڑھا دیتے ہیں۔ جو ان کی مرویات میں نہیں ہوتی مگر دوسرے محدثین کی مرویات میں ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کا منشاء یہی ہو۔

---

۵ ایضا۔ باب لایشتری حاضر لباد بالسمسرۃ ص ۲۸۹ الشروط باب مالا یجوز من الشروط ص ۳۷۶ ثانی النکاح باب لایخطب علی خطبۃ اخیہ ص ۷۷۲ مسلم النکاح۔ البیوع۔ ابو داود۔ البیوع والنکاح۔ ترمذی البیوع والنکاح۔ نسائی النکاح ابن ماجہ النکاح والتجارات۔

[1] جلد ثانی البیوع ص ۳

## باب بیع المزایدۃ ص ۲۸۷ نیلام کا بیان

۳۹۶ وَقَالَ عَطَاءٌ اَدْرَکْتُ النَّاسَ لَا یَرَوْنَ بَاسًا بِبَیْعِ الْمَغَانِمِ فِیْمَنْ یَّزِیْدُ۔

ت اور امام عطا نے فرمایا میں نے لوگوں کا اس پر عمل درآمد پایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے کہ اموال غنیمت اس کے ہاتھ بیچیں جو زیادہ قیمت دے۔

۱۲۵۸ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَجُلًا اَعْتَقَ غُلَامًا لَّہٗ عَنْ دُبُرٍ فَاحْتَاجَ فَاَخَذَہُ النَّبِیُّ

حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے اپنے غلام سے کہدیا کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو پھر انھیں اس غلام

مزایدۃ کا مادہ زیادۃ ہے۔ اس سے یہاں مراد یہ ہے۔ کہ دو یا دو سے زیادہ اشخاص کسی چیز کو خریدنا چاہتے ہوں اور وہ لوگ اس کی قیمت ایک دوسرے سے زیادہ لگائیں جسے ہمارے عرف میں نیلام کہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔

۳۹۶ اس تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے مگر اس میں مغانم کی تخصیص مذکور نہیں۔ عام ہے۔ فرمایا۔ جو زیادہ قیمت دے اس کے ہاتھ بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ بخاری میں جو مذکور ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس پر صحابہ کرام اور تابعین کے زمانے میں تعامل تھا۔ اور امام ابوبکر نے جو روایت کیا ہے وہ انکا اپنا فتویٰ ہے۔ اسی میں امام مجاہد کا بھی یہی قول مذکور ہے۔

۱۲۵۸ وہ صاحب جن کے غلام کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فروخت کیا تھا۔ ان کی کنیت ابو مذکور ہے۔ یہ انصار کرام میں سے بنی عذرہ کے فرد تھے۔ وہ غلام جس کو انھوں نے مدبر بنایا۔ یعقوب نام کے تھے[۱]۔ ابونعیم بن عبداللہ نحام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے آٹھ سو[۲] یا سات سو یا نو سو درہم میں خریدا تھا[۳]

نعیم بن عبداللہ : نحام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قریشی عدوی صحابی ہیں۔ یہ قدیم الاسلام بزرگوں میں ہیں مدینہ طیبہ ہجرت کرنا چاہا۔ تو ان کے قبیلے والوں نے ہجرت نہیں کرنے دی۔ کیونکہ یہ بہت مخیر اور شریف انسان تھے۔ اپنی قوم پر بیدریغ خرچ کرتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ آپ مکے ہی میں رہیں جس دین پر چاہیں رہیں۔ فتح مکہ سے کچھ پہلے

---

[۱] مسلم اول زکوۃ باب الابتداء فی النفقۃ بالنفس ص ۳۲۲ [۲] بخاری ثانی الایمان والنذور باب عتق المدبر فی الکفارۃ ص ۹۹۴ - الاحکام باب بیع الامام علی الناس اموالھم ص ۱۰۶۵ - الاکراہ باب اذا اکرہ حتی وھب او باع عبدا ص ۱۰۲۶

[۳] ابوداؤد ثانی باب بیع المدبر ص ۱۹۵ -

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ يَّشْتَرِيْهِ مِنِّيْ فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ

کے فروخت کرنے کی احتیاج ہوگئی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے لیا اور فرمایا اسے

بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بِكَذَا وَكَذَا فَدَفَعَهٗ اِلَيْهِ ؏ه

میرے ہاتھ سے کون خریدتا ہے۔ اس پر نعیم بن عبداللہ نے اتنے اور اتنے میں خریدا تو حضور نے انھیں دیدیا۔

## باب النجش ومن قال لایجوز ذلک البیع ص ۲۸۷

بولی دینے کا بیان اور جس نے کہا کہ یہ بیع جائز نہیں۔

۳۹۷ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَلْخَدِيْعَةُ فِي النَّارِ

ت اور نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دھوکہ جہنم میں ہے۔

ہجرت کرکے مدینہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں گلے سے لگالیا اور انھیں بوسہ دیا۔ نحّام کے معنی بہت کھانسنے والے کے ہیں۔ ان کا یہ لقب اس لئے پڑا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں جنت میں داخل ہوا تو اسمیں نعیم کا نحمہ یعنی کھانسی سنی۔ یہ ۱۵ھ کے تاریخی معرکے یرموک میں شہید ہوئے اور ایک قول یہ ہے کہ جنگ اجنادین میں شہید ہوئے جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں اومیوں سے ہوئی تھی۔

مُدَبَّر : اس غلام کو کہتے ہیں جس کے آقا نے اس سے یہ کہدیا ہو کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ وہ آقا کے مرنے کے بعد تہائی مال سے آزاد ہو جائیگا۔ مگر جب تک آقا زندہ ہے وہ اپنے آقا کی ملک میں رہے گا اور یہ ملک تام ہوگی۔ مگر شرف زوال پر۔ اس لئے مدبر مطلق کی بیع جائز نہیں۔ ہماری دلیل دار قطنی کی یہ حدیث ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مدبر کو نہ بیچا جائے نہ ہبہ کیا جائے۔ یہ تہائی مال سے آزاد ہے۔ اور قیاس بھی اسی کا مقتضی ہے۔

**توضیح** نجش کے معنی تسکار بھڑکانے کے ہیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ کچھ عیار سودا بیچنے والے دو ایک آدمیوں کو رکھتے ہیں۔ جب کوئی گاہک دام لگاتا ہے تو وہ آجاتا ہے اور بڑھ کر بولی بولتا ہے۔ تاکہ گاہک بھی مزید دام بڑھادے چونکہ یہ دھوکہ دہی ہے۔ اس لئے حرام ہے۔

**تشریحات** ۳۹۸،۳۹۷ حضرت امام بخاری نے باب کے اثبات کے لئے پہلے حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ ناجش، سود خوار خائن ہے۔ پھر فرمایا کہ نجش دھوکہ ہے باطل ہے۔

---

ع۵ الاستقراض۔ باب من باع مال المفلس اوالمعدوم ص ۳۲۳ الخصومات باب من رد امر السفیہ والضعیف ص ۳۲۵ العتق باب بیع المدبر ص ۳۴۴ ثانی الاحکام باب بیع الامام علی الناس اموالھم ص ۱۰۶۵ الایمان والنذر باب عتق المدبر وام الولد والمکاتب فی الکفارۃ ص ۹۴۴ الاکراہ باب اذا اکرہ حتی وھب عبدا اوباعہ ص ۱۰۲۷

الخمسۃ مسند امام احمد ثالث ص ۲۰۵۔

۱۹۸ وَمَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَّيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ

ت اور جس نے وہ کام کیا جو ہمارے حکم کے خلاف ہے وہ قابل رد ہے۔

۱۲۵۹ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بخش

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبَجَشِ ؏

سے منع فرمایا۔

## بَابُ بَيْعِ الْغَرَرِ وَحَبَلِ الْحَبَلَةِ ص۲۸۷ دھوکے کی بیع اور حمل کے حمل کی بیع

۱۲۶۰ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ

حلال نہیں۔ اس کے بعد دلیل میں یہ حدیث ذکر کی ۔ اسے ابن عدی نے کامل میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

مالیس علیہ امرنا : اس کا لفظی ترجمہ تو یہ ہے جس پر ہمارا امر یعنی دین نہیں۔ مگر مراد وہ نو ایجاد چیزیں ہیں جو دین کے مخالف اور اسے بدلنے والی ہوں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات[1] میں لکھا ہے۔

مراد چیزیست کہ مخالف ومغیراں باشد مراد وہ چیز ہے جو دین کے مخالف اور اس کو بدلنے والی ہو۔

یہ اسی وقت ہوگا جبکہ شریعت میں کوئی حکم وارد ہو۔ اس کے بالمقابل اس کی ضد کوئی طریقہ کوئی عقیدہ نکالا جائے۔ رہ گئیں وہ باتیں جو کسی حکم شرعی کے معارض اور مخالف نہیں۔ وہ اباحت اصلیہ پر باقی رہیں گی۔ خود حدیث میں فرمایا۔

وما سکت فھو مما عفی عنہ[2] اور جس سے سکوت فرمایا وہ معاف ہے یعنی مباح ہے۔

اس تعلیق کو خود امام بخاری نے کتاب الصلح میں متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

**تشریحات** ۱۲۶۰ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو حدیث مروی ہے۔ وہ حبل الحبلۃ تک ہے۔ اس کے آگے جو تفسیر ہے۔ امام نافع کا قول ہے۔ حبلۃ الحبلۃ۔ کا مطلب یہ ہے۔ کسی حاملہ اونٹنی کے بارے میں یہ عقد کرے کہ اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ پیدا ہونے کے بعد جوان ہو کر بچہ دیگی اس کو خریدا یہ بیع باطل ہے کہ معدوم کی بیع ہے۔ اور اس میں دھوکہ بھی ہے۔ کیا پتہ یہ اونٹنی حاملہ ہے۔ ہو سکتا ہے کسی مرض کیوجہ سے حاملہ جیسی لگ رہی ہو۔ حمل ہے بھی تو کیا پتہ نر ہے یا مادہ۔ اور اگر مادہ ہی ہے تو کیا پتہ جوان ہونے سے پہلے ہی مرجائے۔ جوان بھی ہو جائے تو کیا معلوم بانجھ ہو یا بانجھ نہ بھی ہو اور حاملہ ہو بھی جائے تو ہو سکتا ہے حمل خام ہی

ع۱ ثانی الحیل باب مایکرہ من التناجش ص۱۰۳۰ مسلم نسائی البیوع ابن ماجہ التجارات۔

[1] اول ص۱۲۵ [2] ترمذی اول اللباس ص۲۰۶

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ بَیْعِ حَبَلِ الْحَبَلَۃِ وَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حمل کے حمل کی بیع سے منع فرمایا اہل جاہلیت یہ بیع کرتے تھے۔ ایک

کَانَ بَیْعًا یَتَبَایَعُہٗ اَھْلُ الْجَاھِلِیَّۃِ کَانَ الرَّجُلُ یَبْتَاعُ الْجَزُوْرَ اِلٰی

شخص اس شرط پر اونٹنی خریدتا کہ اس کی قیمت اس وقت دیگا جب اس اونٹنی کے

اَنْ تُنْتَجَ النَّاقَۃُ ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِیْ فِیْ بَطْنِھَا

پیٹ میں جو بچہ ہے وہ بچہ جنے۔

## باب بیع الملامسۃ ص ۲۸۷ بیع ملامست کا بیان

۱۲۶۱ اَخْبَرَنِیْ عَامِرُ بْنُ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَخْبَرَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ

**حدیث** حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ الْمُنَابَذَۃِ وَھِیَ طَرْحُ الرَّجُلِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے منابذت سے منع فرمایا ہے۔

گر جائے۔ بچہ پیدا ہو مگر مردہ۔

امام نافع کی تفسیر کا مطلب یہ ہے کہ مبیع کی قیمت دینے کی میعاد یہ طے ہوئی کہ اس اونٹنی کا جو بچہ پیدا ہو اور جوان ہو کر بچہ جنے اسوقت قیمت دی جائے گی۔ یہ بھی بیع بوجوہ مذکورہ فاسد ہے۔ یہ حدیث مسند امام احمد، مسلم، ترمذی، نسائی میں بطرق مختلفہ نافع ہی سے۔ اس تفسیر کے بغیر مروی ہے۔

**تشریحات** ۱۲۶۱۔ کتاب اللباس میں بیع ملامست اور منابذت کی اس سے واضح تفسیر یہ ہے ملامست کا طریقہ یہ تھا کہ بائع مشتری ایک دوسرے کے کپڑے کو خواہ دن میں خواہ رات میں بغیر دیکھے بھالے بیع کی نیت سے چھو دیں تو اسے بیع تام مانتے تھے۔ ایک دوسرے کو خیار نہیں ہوتا تھا۔ منابذت کی صورت یہ تھی۔ کہ بائع مشتری اپنے اپنے کپڑے دوسرے کی طرف بغیر دیکھے بھالے پھینک دیں تو اسے بیع مکمل مانتے تھے۔ اسے ختم کرنے کا اختیار کسی کو بھی نہیں تھا۔ ان دونوں بیع میں دھوکے کا بھی امکان ہے۔ اور جبر بھی ہے۔ اس لئے اس سے منع فرمایا۔

ع ابوداؤد۔ نسائی۔ البیوع۔

ثَوْبَهٗ بِالْبَيْعِ اِلَى الرَّجُلِ قَبْلَ اَنْ يُّقَلِّبَهٗ اَوْ يَنْظُرَ اِلَيْهِ وَنَهٰى عَنِ الْمُلَامَسَةِ

اسکی صورت یہ تھی کہ بائع اپنا کپڑا خریدار کی طرف پھینک دیتا۔ قبل اس کے کہ وہ اسے الٹ پلٹ لے

وَالْمُلَامَسَةُ لَمْسُ الثَّوْبِ لَا يَنْظُرُ اِلَيْهِ ؏۵

یا دیکھ لے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملامست سے منع فرمایا اسکی صورت یہ تھی کہ مشتری کپڑا دیکھے بغیر اسے چھوئے

## بَابُ النَّهْيِ لِلْبَائِعِ اَنْ لَّا يُحَفِّلَ الْاِبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ وَكُلَّ مُحَفَّلَةٍ ص ۲۸۸

اس بات سے ممانعت کہ بائع اونٹ اور گائے اور بکری اور کسی بھی دودھ والے جانور کا دودھ نہ دوہے تاکہ خریدار یہ سمجھے کہ یہ بہت دودھ دینے والا جانور ہے۔

۱۲۶۲ عَنِ الْاَعْرَجِ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

**حدیث** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَرُّوا الْاِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَاِنَّهٗ

ہوئے کہا کہ فرمایا اونٹ اور بکری کے تھنوں میں دودھ مت چھوڑو روکنے کے بعد

بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ اَنْ يَّحْلُبَهَا اِنْ شَاءَ اَمْسَكَ وَاِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَ

اگر اسے کسی نے خریدا تو دودھ دوہنے کے بعد دو باتوں میں جو اسے پسند آئے اس کا اسے اختیار ہے

صَاعَ تَمْرٍ ؏۵

چاہے تو وہ جانور رکھ لے چاہے تو اسے لوٹا دے اور ایک صاع کھجور بھی۔

**توضیح** جاہلیت میں دستور تھا اور اب بھی کہیں کہیں ہے۔ کہ جب جانور کو بیچنا ہوتا تو اس کا دودھ دوہنا چھوڑ دیتے۔ تاکہ جانور کا تھن چڑھ جائے اور خریدار یہ سمجھے کہ یہ بہت دودھ دینے والا جانور ہے۔ اس سے منع فرمایا گیا ایسے جانور کو مصراۃ اور محفلہ کہتے ہیں۔

امام بخاری نے مصراۃ کی تفسیر یہ کی ہے۔ جس جانور کا دودھ دوہنا چھوڑ دیا گیا ہو اور اس کا دودھ تھن میں جمع کیا گیا ہو اور کئی دن تک دوہا نہ گیا ہو۔ مصراۃ۔ تصریۃ کا اسم مفعول ہے۔ جو باب تفعیل سے آتا ہے اس کے معنی پانی روکنا ہے۔ اسی سے ہے جو بولتے ہیں۔ صَرَّيْتُ الْمَاءَ۔ جب پانی روک لے۔

؏۵ باب بیع الناہذۃ ص ۲۸۸ ثانی اللباس ص ۸۶۵ مسلم ابوداود، نسائی کلھم فی البیوع۔
؏۵ فی ھذا الباب بعد حدیث۔ الخمسۃ بطرق متعددۃ۔

۳۹۹ وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ وَّمُجَاهِدٍ وَّالْوَلِيْدِ بْنِ رَبَاحٍ وَمُوْسَى بْنِ

ت ابو صالح اور مجاہد اور ولید بن رباح اور موسیٰ بن یسار سے روایت ذکر کی

يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

جاتی ہے اور یہ لوگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

وَسَلَّمَ صَاعَ تَمْرٍ۔

روایت کرتے ہیں کہ ایک صاع کھجور فرمایا۔

۴۰۰ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ وَهُوَ

ت اور بعضوں نے امام ابن سیرین سے روایت کرتے ہوئے کہا

بِالْخِيَارِ ثَلٰثًا۔

ایک صاع کھانا دے اور اسے تین دن تک اختیار ہے۔

۴۰۱ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ ثَلَاثًا

ت اور بعض لوگوں نے امام ابن سیرین سے روایت کرتے ہوئے کہا ایک صاع کھجور دے

وَالتَّمْرُ اَكْثَرُ

اور تین دن خیار کا تذکرہ نہیں کیا اور کھجور والی روایت اکثر ہے۔

**تشریحات** ۳۹۹ یہ حقیقت میں چار تعلیقیں ہیں۔ اول۔ بطریق ابو صالح۔ اسے امام مسلم نے موصولاً روایت کیا ہے۔ دوم بطریق مجاہد اسے امام بزار اور طبرانی اور دار قطنی نے روایت کیا ہے۔ سوم بطریق ولید بن رباح اسے امام احمد بن منیع نے روایت کیا ہے۔ چہارم بطریق موسیٰ بن یسار نے اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

**تشریح** :۔ (۴۰۰) اس تعلیق کو امام مسلم نے روایت کیا۔

**تشریحات** ۴۰۱ اس تعلیق کو بھی امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمہور کا مذہب وہی ہے جو اس حدیث سے ثابت ہے۔ حضرت امام اعظم اور امام محمد اور ایک روایت حضرت امام ابو یوسف سے بھی یہی ہے۔ کہ بیع تام ہو گئی۔ مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ احناف نے حدیث کی صریح خلاف ورزی کی ہے مگر حقیقت حال کیا ہے۔ اس پر مفصل بحث مقدمہ میں گزر چکی ہے۔ جو ص ۱۴۶ تا ص ۱۵۱ پر پھیلی ہوئی ہے۔ ناظرین اسے ضرور ملاحظہ کریں۔ اور مزید تفصیل کی حاجت ہو تو اس موقع پر عمدۃ القاری میں علامہ بدر الدین محمود عینی نے جو فاضلانہ بحث فرمائی ہے اسے دیکھ لیں۔

۱۲۶۳ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

**حدیث** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ مَنِ اشْتَرٰی شَاةً مُحَفَّلَةً فَرَدَّهَا فَلْیَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ

نے فرمایا جس نے ایسی بکری خریدا جس کا دودھ روکا گیا ہو۔ اور پھر اسے لوٹائے تو

وَنَهَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُلَقَّی الْبُیُوْعُ ۴

اس کے ساتھ ایک صاع کھجور بھی دے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دودھ کے تاجروں کی پیشوائی کرنے سے منع فرمایا۔

## بَابُ اِنْ شَاءَ رَدَّ الْمُصَرَّاةَ وَفِیْ حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ ص ۲۸۸

اگر چاہے تو مصراۃ جانور لوٹا دے اور اس کے دودھ کے عوض ایک صاع کھجور۔

۱۲۶۴ اَنَّ ثَابِتًا مَوْلٰی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَیْدٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ

**حدیث** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

نے فرمایا جس نے مصراۃ بھیڑ بکری خریدی پھر اس کو دوہا تو اگر اسے پسند

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اشْتَرٰی غَنَمًا مُّصَرَّاةً فَاحْتَلَبَهَا فَاِنْ رَضِیَهَا

ہو تو رکھ لے اور اگر ناپسند ہو تو لوٹا دے اور دودھ

اَمْسَكَهَا وَاِنْ سَخِطَهَا فَفِیْ حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ ۴

کے عوض ایک صاع کھجور دے۔

## باب بیع العبد الزانی ص ۲۸۸ زناکار غلام کی بیع

۴۰۲ وَقَالَ شُرَیْحٌ اِنْ شَاءَ رَدَّ مِنَ الزِّنَا

**ت** اور قاضی شریح نے کہا اگر چاہے تو زنا کی وجہ سے رد کر دے۔

**تشریحات** ۴۰۲ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے حضرت ابن سیرین سے یوں روایت کیا ہے۔ کہ ایک شخص نے ایک باندی خریدی جو بدکاری کرا چکی تھی اور خریداری کے وقت مشتری اسے جانتا تھا...

۴ باب النهی عن تلقی الرکبان فی ۳۸۹ مسلم ترمذی البیوع۔ ابن ماجہ التجارات۔ ۴ ابوداؤد البیوع۔

۱۲۶۵ حَدَّثَنِیْ سَعِیْدُ الْمَقْبُرِیُّ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

**حدیث** سعید مقبری نے اپنے والد ابو سعید کیسان مدنی سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان

عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَہٗ یَقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا

کی انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

زَنَتِ الْاَمَۃُ فَتَبَیَّنَ زِنَاھَا فَلْیَجْلِدْھَا وَلَا یُثَرِّبْ ثُمَّ اِنْ زَنَتْ فَلْیَجْلِدْھَا

علیہ وسلم نے فرمایا باندی اگر زنا کرائے اور زنا ظاہر ہو جائے تو اسے کوڑے مارو

وَلَا یُثَرِّبْ ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّالِثَۃَ فَلْیَبِعْھَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعَرٍ ؏

اور بہت زیادہ ملامت نہ کرو۔ اگر پھر زنا کرائے تو اسے کوڑے مارو مگر بہت زیادہ ملامت نہ کرو تیسری بار اگر پھر زنا کرائے تو اسے بیچ ڈالو اگر

۱۲۶۶ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَزَیْدِ بْنِ خَالِدٍ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا اس باندی کے بارے میں جو

ـــ اس نے قاضی شریح کے یہاں معاملہ پیش کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر چاہے تو زنا کی وجہ سے لوٹا دے۔ عقد کے وقت بائع نے مبیع کے عیب کو چھپایا مشتری کو بتایا نہیں۔ خریداری کے بعد مشتری کے یہاں وہ عیب موجود رہا۔ تو مشتری کو اختیار ہے چاہے تو اسے لوٹا دے۔ زنا بھی لونڈی میں عیب ہے۔ کیونکہ ایک شریف انسان زانیہ سے ہمبستری کرنے سے گھن کرتا ہے۔ نیز بچوں کے لئے عار کا بھی سبب ہے۔ مگر غلام میں عیب نہیں۔ کیونکہ غلام سے مقصود خدمت لینی ہوتی ہے۔ اور زنا اس میں مخل نہیں۔

نیز ہمارے یہاں مشتری کو لوٹانے کا حق اس وقت ہوگا۔ جب مشتری کے یہاں وہ عیب پایا جائے۔ لونڈی بائع کے یہاں بدکار تھی مگر مشتری کے یہاں آکر پاکباز رہی تو اسے لوٹانے کا حق نہ رہا۔ قاضی شریح کا فیصلہ اسی دوسری شق پر محمول ہے۔

۱۲۶۵، ۱۲۶۶ اس باب کی پہلی حدیث کی سند میں، سعید مقبری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

**تشریحات** درمیان سعید مقبری کے والد ابو سعید کیسان ہیں۔ مگر مسلم میں سعید مقبری اور حضرت ابو ہریرہ کے مابین ابو سعید کیسان کا واسطہ نہیں۔ امام دار قطنی نے کہا۔ اس حدیث کو امام لیث کے علاوہ آٹھ

عمدہ باب النھی عن تلقی الرکبان ص ۲۸۹ باب بیع المدبر ص ۲۹۷۔ ثانی الجار بین باب لا یثرب علی الامۃ اذا زنت ص ۱۰۱ مسلم الحدود نسائی۔

سُئِلَ عَنِ الْاَمَةِ اِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصَنْ قَالَ اِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا ثُمَّ

زنا کرائے اور محصنہ نہ ہو فرمایا اگر ایسی باندی زنا کرائے تو اسے کوڑے مارو

اِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا ثُمَّ اِنْ زَنَتْ فَبِيْعُوْهَا وَلَوْ بِضَفِيْرٍ — قَالَ ابْنُ

پھر اگر کرائے تو پھر کوڑے مارو اگر پھر کرائے تو اسے بیچ ڈالو اگرچہ

شِهَابٍ لَا اَدْرِيْ بَعْدَ الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ عه

ایک رسی کے عوض

حضرات نے سعید مقبری سے روایت کیا ہے کسی میں ابوسعید کا واسطہ نہیں۔

فتبین زناها: یعنی اس کے زنا کا ثبوت مل جائے۔ مثلاً بقدر نصاب چشمدید گواہوں نے گواہی دی۔ یا اس باندی نے خود اقرار کیا یا حمل ظاہر ہوگیا محض شکوک وشبہات اور افواہ نہ ہو تو پہلی اور دوسری بار کوڑے مارنے کا حکم ہے۔ غلام اور باندی کے لئے زنا کی حد پچاس کوڑے ہیں۔ اس لئے کہ ارشاد ہے:

فَاِذَا اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ اگر باندیاں شادی کرلیں اور پھر بدکاری کریں تو ان پر

نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ — آدھی وہ سزا ہے جو آزاد عورتوں پر ہے۔

نیز[1] نسائی میں حدیث ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باندی کو زنا کے ارتکاب پر پچاس کوڑے کا حکم دیا تھا۔

لایثرب: تثریب۔ کے معنی بھرپور ملامت کرنے نیز مطلق ملامت کرنے کے ہیں۔

وَلَمْ تُحْصَنْ: اس کا مادہ حصن ہے۔ اس کے معنی مضبوط جگہ محفوظ کرنا ہے۔ احصان کے معنی شادی کرنا اور پاکدامن ہونا ہے۔ یہاں حدیث اور آیت دونوں میں۔ شادی کرنے کے معنی میں ہے۔ اس کا اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں محصن۔ عین کے فتحے کے ساتھ آتا ہے۔ یہ ان تین نادر کلموں میں سے ہے۔ جس کا اسم فاعل عین کے فتحے ساتھ آتا ہے۔ دو یہ ہیں۔ اَسْهَبَ سے مُسْهِبٌ۔ بمعنی حریص مدہوش۔ اور اَفْلَحَ سے مُفْلِحٌ بمعنی غالب اور کامیاب۔

فقہ کی اصطلاح میں محصن ہونے کی سات شرطیں ہیں۔ اسلام۔ بلوغ۔ عقل۔ حریت۔ وطی۔ وطی کا نکاح صحیح کے بعد ہونا۔ ان مذکورہ چھ چیزوں کا وطی کے وقت موجود ہونا۔ اس معنی کر باندی محصنہ نہیں ہوسکتی۔ اس لئے حدیث میں۔ لَمْ تُحْصَنْ کا معنی یہ ہے کہ وہ شادی شدہ نہ ہو۔ مگر یہ قید واقعی ہے۔ اس کا مفہوم مخالف معتبر نہیں۔ ورنہ آیہ کریمہ مذکورہ سے تعارض لازم آئے گا۔ کیونکہ اسمیں فرمایا۔ فاذا احصن۔ پس جب وہ محصنہ ہوں اور بدکاری کا

---

عه ایضا باب بیع المدبر ص ۲۹۷۔ العتق باب کراهة التطاول علی الرقیق ص ۲۴۷۔ ثانی المحاربین باب اذا زنت الامة ص ۱۰۱۱ مسلم ابوداؤد الحدود، نسائی الرجم۔ ابن ماجه الحدود۔ [1] نزهة القاری حادی عشر ص ۳۷

## بَابُ هَلْ يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ بِغَيْرِ اَجْرٍ وَّهَلْ يُعِيْنُهٗ اَوْ يَنْصَحُهٗ ص ۲۸۹

کیا شہری کسی دیہاتی کی کوئی چیز اجرت کے بغیر بیچے اور اس کی مدد کرے اور اس کے ساتھ خیر خواہی کرے۔

۴۰۳ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَنْصَحَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهٗ

ت اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی اپنے بھائی سے خیر خواہی کا طالب ہو تو اس کے ساتھ خیر خواہی کرے۔

۴۰۴ وَرَخَّصَ فِيْهِ عَطَاءٌ

ت اس کی عطاء نے اجازت دی ہے۔

ارتکاب کریں۔ ظاہر ہے کہ پاکدامنی اور بدکاری میں تضاد ہے۔ چونکہ زیادہ وہی باندیاں زنا کار ہوتی ہیں جو شادی شدہ نہیں ہوتیں۔ شادی شدہ شاید و باید۔ اسلئے باعتبار اغلب واکثر کے وہ فرمایا۔ اور قرآن مجید میں تعمیم حکم کیلئے فاذا احصن ذکر فرمایا۔

خطیب میں ہے۔ کہ صحابہ کرام نے سوال کیا کہ غیر شادی شدہ باندی کا حکم معلوم ہے اگر شادی شدہ ہو تو کیا سزا ہے تو آیہ مذکورہ نازل ہوئی۔ آیہ مذکورہ سے یہ افادہ ہوا کہ باندی کو سنگسار کرنے کی اجازت نہیں۔ اس لئے کہ رجم سنگسار کرنے کی تنصیف نہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قیمتی چیز بہت معمولی قیمت پر بیچنا بلا کراہت درست ہے۔ جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ لو باع کاغذة بالف يجوز ولا يكره ـــــ اگر کاغذ کے چھوٹے سے ٹکڑے کو ہزار کے عوض بیچا تو بلا کراہت جائز ہے۔

**فائدہ** اس حدیث کے بنیادی راوی امام زہری ہیں۔ ان سے امام مالک سفیان بن عیینہ، یحیٰی بن سعید نے جو روایت کی ہے۔ اس میں لم تحصن ۔ ہے۔ بقیہ ان کے تلامذہ نے لم تحصن نہیں روایت کیا اور یہی زیادہ مناسب ہے۔

**۴۰۳ تشریح** اس تعلیق کو امام احمد نے اپنی مسند میں ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ اللہ عزوجل بعض کو بعض سے روزی دیتا ہے۔ اور جب کوئی کسی سے خیر خواہی کا طالب ہو تو چاہیے کہ خیر خواہی کرے۔

**۴۰۴ تشریح** یعنی امام عطاء نے اس کی اجازت دی ہے کہ شہری دیہاتی کا مال فروخت کرے۔ اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ لیکن امام عطاء کا قول امام سعید بن منصور نے اس کے خلاف نقل کیا ہے۔ علامہ عینی نے یہ تطبیق دی کہ بغیر اجرت جائز ہے اور اجرت لے کر منع ہے۔

۱۲۶۷ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَلَقَّوُا

نے فرمایا آگے بڑھ کر تجارتی قافلوں سے نہ ملو اور شہری دیہاتی کی چیز نہ

الرُّکْبَانَ وَلَا یَبِیْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَوْلُہٗ لَا یَبِیْعُ

بیچے۔ طاؤس نے پوچھا اس ارشاد کا کیا مطلب کہ شہری دیہاتی کی چیز نہ بیچے

حَاضِرٌ لِبَادٍ قَالَ لَا یَکُوْنُ لَہٗ سِمْسَارًا عہ

فرمایا اس کا دلال نہ بنے یعنی اجرت لے کر نہ بیچوائے۔

## بَابُ مَنْ کَرِہَ اَنْ یَّبِیْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ ص ۲۸۹

جس نے یہ مکروہ جانا کہ شہری دیہاتی کی چیز بیچے۔

۱۲۶۸ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ دِیْنَارٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ

**حدیث** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شہری دیہاتی کی کوئی چیز

اَنْ یَّبِیْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَّبِہٖ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

بیچے اور یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی قول ہے۔

۱۲۶۸

**تشریحات** دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ دیہاتی سے اجرت لے کر اس کا مال بیچنا منع ہے اور بطور خیر خواہی ممنوع نہیں۔

## بَابُ لَا یَشْتَرِیْ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِالسَّمْسَرَۃِ ص ۲۸۹

کوئی شہری دیہاتی کیلئے کوئی چیز دلالی پر نہ خریدے۔

**توضیح باب** اس باب سے امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں۔ کہ جیسے یہ ممنوع ہے کہ شہری دیہاتی کی کوئی چیز بیچے اسی طرح شہری کو دیہاتی کے لئے کوئی چیز خریدنا بھی منع ہے۔ بیع پر قیاس کرتے ہوئے بعض نسخوں میں۔ لَا یَبِیْعُ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی سے یہ معاملہ طے کرے کہ تم شہر میں جو چیز بھی لاؤ گے میں بیچوں گا اور یہ اجرت لوں گا۔ یہ بھی ممنوع ہے۔

عہ ایضاً باب النھی عن تلقی الرکبان ص ۲۸۹ الاجارۃ باب اجر السمسرۃ ص ۳۰۳ مسلم بود و نسائی۔ ابن ماجہ التجارات۔

۴۰۵ وَكَرِهَهُ ابْنُ سِيرِينَ وَإِبْرَاهِيمُ لِلْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِي۔

ت اور اسے ابن سیرین اور ابراہیم نخعی نے بائع اور مشتری دونوں کے لئے مکروہ جانا۔

۴۰۶ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ إِنَّ الْعَرَبَ تَقُولُ بِعْ لِي ثَوْبًا وَهِيَ تَعْنِي الشِّرَاءَ۔

ت اور ابراہیم نے کہا کہ عرب کہتے ہیں۔ بع لی ثوبا۔ اور ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ خرید لا۔

۱۲۶۹ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نُهِينَا أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ۔

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم کو اس سے منع کیا گیا کہ کوئی شہری دیہاتی کی کوئی چیز بیچے۔

۴۰۵، ۴۰۶ تشریح ابن سیرین کی تعلیق کو امام ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ اصل میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔ وہ فرماتے تھے بیع خریدنے اور بیچنے دونوں کو جامع ہے۔ اسی تقدیر پر اسی حدیث سے دونوں کی ممانعت ثابت اور یہی حضرت ابراہیم نخعی کے ارشاد کا بھی مطلب ہے۔

## بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَلَقِّي الرُّكْبَانِ وَأَنَّ بَيْعَهُ مَرْدُودٌ لِأَنَّ صَاحِبَهُ عَاصٍ آثِمٌ إِذَا

آگے بڑھ کر تجارتی قافلوں سے ملنے سے ممانعت اور یہ کہ اسکی بیع مردود ہے اسلئے کہ یہ معصیت کا رہے گنہگار ہے

كَانَ بِهِ عَالِمًا وَهُوَ خِدَاعٌ فِي الْبَيْعِ وَالْخِدَاعُ لَا يَجُوزُ

جبکہ یہ جانتا ہو اور یہ دھوکہ ہے اور دھوکہ دینا جائز نہیں۔

۱۲۷۰ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بعض، بعض کی بیع پر بیع نہ کرے اور سامان

بَعْضٍ وَلَا تَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتَّى يُهْبَطَ بِهَا إِلَى السُّوقِ ؏

تجارت جبتک بازار میں نہ اتار دیا جائے آگے بڑھ کر نہ لے۔

باب منتھی التلقی ص ۲۸۹ تلقی ممنوع کی اخیر حد

۱۲۷۱ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنَّا نَتَلَقَّى الرُّكْبَانَ

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہم لوگ آگے بڑھکر تجارتی قافلوں

؏ اسکے بہت سے طرق ہیں۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ البیوع۔ ابن ماجہ۔ التجارات۔

فَنَشْتَرِیْ مِنْهُمُ الطَّعَامَ فَنَهَانَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

سے غلہ خرید لیتے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ ہم

اَنْ نَّبِیْعَهٗ حَتّٰی نَنْقُلَهٗ مِنْ مَّكَانِنَا۔

بازار میں پہنچانے سے پہلے بیچیں۔

۱۲۷۲ حدیث عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ لوگ بازار کے سرے پر

عَنْهُ كَانُوْا یَتَبَایَعُوْنَ الطَّعَامَ فِیْ اَعْلَی السُّوْقِ فَیَبِیْعُوْنَهٗ فِیْ مَكَانِهٖ

غلہ خرید لیتے اور وہیں بیچ دیتے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا

فَنَهَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّبِیْعُوْهُ فِیْ

کہ غلہ وہیں بیچیں

مَكَانِهٖ حَتّٰی یَنْقُلُوْهُ

یہاں تک کہ منتقل کر لیں

۱۲۷۰
۱۲۷۱ تشریحات ان دونوں حدیثوں سے یہ معلوم ہوا کہ تلقی رکبان ممنوع نہیں۔ یعنی یہ ممنوع نہیں کہ بازار سے باہر یا شہر کے باہر جا کر غلہ خرید لیا جائے۔ ممنوع یہ ہے کہ خرید کر وہیں بازار میں لائے بغیر بیچ دیا جائے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تلقی سے نہیں منع فرمایا، بازار میں لانے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا۔ یہ اس کے پہلے گزری ہوئی حدیث کے معارض ہے۔ اس تعارض کو دور کرنے کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ اور مزید توضیح کے لئے فرمایا:۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا فِیْ اَعْلَی السُّوْقِ وَبَیَّنَهٗ حَدِیْثُ عُبَیْدِ اللّٰهِ۔

ابو عبداللہ (بخاری) نے فرمایا۔ یہ حکم بازار کے سرے کے بارے میں ہے جسے عبیداللہ کی حدیث نے بیان کیا۔ وہ حدیث یہ ہے

۱۲۷۲ تشریحات عبیداللہ کی اس حدیث نے واضح کر دیا کہ بازار کے سرے پر پہنچنے سے پہلے اور آگے بڑھ کر غلہ یا کوئی سامان خریدنا منع ہے۔ اور جو تلقی رکبان منع ہے۔ اس سے یہی مراد ہے مگر جب سامان بازار کے سرے پر پہنچ جائے تو خریدنے میں حرج نہیں۔ البتہ اس کو وہیں بیچنا منع ہے منڈی میں لا کر بیچا جائے۔

## بَابُ بَيْعِ الزَّبِيْبِ بِالزَّبِيْبِ وَالطَّعَامِ بِالطَّعَامِ ص ۲۹۰

منقی کے عوض منقی غلے کے عوض غلہ بیچنا۔

۱۲۷۳ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ

**حدیث** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا۔ مزابنہ یہ ہے۔ کہ تر کھجور کو خشک کھجور اور

الْمُزَابَنَةِ قَالَ وَالْمُزَابَنَةُ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا وَبَيْعُ الزَّبِيْبِ

منقی کو انگور کے عوض

بِالْكَرْمِ كَيْلًا ؏

ناپ کر بیچنا۔

۱۲۷۴ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

**حدیث** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ قَالَ وَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے فرمایا مزابنہ یہ ہے کہ پھل کو

الْمُزَابَنَةُ اَنْ يُّبِيْعَ الثَّمَرَ بِكَيْلٍ اِنْ زَادَ فَلِيْ وَاِنْ نَقَصَ فَعَلَيَّ ؏

ناپ کر بیچے کہ اگر زیادہ ہوا تو میرا نفع ہے اور اگر کم ہوا تو میرا نقصان ہے۔

۱۲۷۳
۱۲۷۴

**تشریحات** مزابنہ کا مادہ زبن ہے۔ اس کے اصل معنی دفع کرنے، دھکا دینے، ٹکر مارنے کے ہیں۔ اور عرف میں اس کے معنی یہ ہیں کہ درخت پر جو پھل ہوں انھیں بیچنا۔ دستور یہ تھا کہ درخت پر جو کھجوریں ہوتیں اس کا اندازہ کر لیتے کہ اتنے وسق ہوں گی ان کو اتنے وسق اتری ہوئی خشک کھجور کے عوض بیچ دیتے۔ چونکہ یہ جنس کی جنس سے بیع ہے اور کمی زیادتی کا احتمال ہے جو سود ہے۔ اس لئے اس سے منع فرمایا۔ کھجور ہی کی تخصیص نہیں کسی بھی پھل کی اس طرح بیع جائز نہیں۔

امام بخاری نے باب میں "الطعام" کا جو اضافہ فرمایا ہے وہ اسی افادے کیلئے ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ چونکہ حدیث میں صرف تمر اور زبیب کا ذکر ہے۔ تو یہ ممانعت انھیں کے ساتھ خاص ہے۔

ان زاد فلی:۔ یہ قول بائع کا بھی ہو سکتا ہے۔ اب مراد یہ ہوگی کہ زمین پر جو پھل ہے وہ زیادہ یا کم ہو۔ اور مشتری کا بھی قول ہو سکتا ہے۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ درخت پر جو پھل ہے وہ زیادہ یا کم ہو۔

؏ ایضاً باب بیع المزابنۃ ص ۲۹۱ مسلم نسائی البیوع ؏ مسلم نسائی البیوع۔

## بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ ص۲۹۰ سونے کو سونے کے عوض بیچنا

۱۲۷۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ اَبُوْ بَكْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ

**حدیث** حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَبِيْعُوا

وسلم نے فرمایا۔ اور سونے کو سونے کے برابر برابر ہی بیچو اور چاندی کو چاندی کے

الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ اِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ اِلَّا سَوَاءً

عوض برابر برابر ہی بیچو اور سونے کو چاندی کے عوض اور چاندی کو

بِسَوَاءٍ وَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْتُمْ

سونے کے عوض جیسے چاہو بیچو۔ ع۵

## بَابُ بَيْعِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ ص۲۹۰ چاندی کے بدلے چاندی بیچنا

۱۲۷۶ حَدَّثَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ

**حدیث** سالم بن عبداللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا

تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِیَّ حَدَّثَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ حَدِيْثًا عَنْ

کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکرہ کی حدیث کے مثل رسول اللہ

رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَقِيَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی تو عبداللہ بن عمر نے حضرت ابو سعید سے

يَا اَبَا سَعِيْدٍ مَّا هٰذَا الَّذِیْ تُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

ملاقات کی اور پوچھا آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ کیا بیان کرتے ہیں۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فِی الصَّرْفِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

تو ابو سعید نے کہا کہ بیع صرف کے بارے میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلٌ بِمِثْلٍ وَالْوَرِقُ بِالْوَرِقِ

سے سن فرماتے تھے سونا سونے کے بدلے برابر برابر اور چاندی چاندی

ع۵ یہ باب بیع الذھب بالورق یدا بید ص ۲۹۱ مسلم شریف البیوع۔

## مِثْلٌ بِمِثْلٍ

کے بدلے برابر برابر

۱۲۷۷ عَنْ نَافِعٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حدیث نافع نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِیْعُوا الذَّھَبَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سونے کو سونے کے بدلے مت بیچو مگر برابر برابر

بِالذَّھَبِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَھَا عَلٰی بَعْضٍ وَلَا تَبِیْعُوا

اور کم زیادہ نہ کرو۔ اور چاندی چاندی کے عوض نہ بیچو مگر یہ کہ برابر برابر ہو۔ اور

الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَھَا عَلٰی بَعْضٍ وَلَا

کم زیادہ نہ کرو

تَبِیْعُوْا مِنْھَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ ؏

اور ادھار کو نقد کے بدلے مت بیچو۔

## بَابُ بَیْعِ الدِّیْنَارِ بِالدِّیْنَارِ نَسَأً ص ۲۹۱

دینار کو دینار کے عوض ادھار بیچنا۔

۱۲۷۸ اَنَّ اَبَا صَالِحٍ الزَّیَّاتَ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیَّ

حدیث ابو صالح زیات نے خبر دی کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۲۷۸ مسلم میں بطریق سفیان بن عیینہ یہ تفصیل ہے۔ الدینار بالدینار والدرہم بالدرہم مثلا بمثل من زاد او ازداد فقد ارٰبی۔ دینار کے عوض دینار اور درہم کے عوض درہم برابر برابر بیچا جائے۔ جس نے زیادہ دیا یا لیا اس نے سود لیا اور دیا۔

تشریحات امام حاکم نے روایت کیا کہ ابو مجلز نے کہا کہ حضرت ابن عباس ایک زمانے تک یہ کہتے تھے۔ کہ بیع صرف میں حرج نہیں یعنی سونے کو سونے اور چاندی کو چاندی کے عوض بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہاں تک کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے ملاقات کی۔ اور یہ حدیث بیان کی کہ کھجور کھجور کے گیہوں گیہوں کے جو جو کے سونا سونا کے چاندی چاندی کے عوض ہاتھوں ہاتھ اور برابر برابر بیچو اور جو زائد ہوگا سود

ع۵ مسلم ترمذی نسائی البیوع ؎۱ ثانی البیوع باب الربا ص ۲۷

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ الدِّیْنَارُ بِالدِّیْنَارِ وَالدِّرْھَمُ بِالدِّرْھَمِ

کہتے ہیں۔ دینار دینار سے اور درہم درہم سے برابر برابر بیچا جائے (کمی زیادتی سود ہے)

فَقُلْتُ لَہٗ اِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا لَا یَقُوْلُہٗ فَقَالَ اَبُوْ

تو میں نے ان سے کہا کہ حضرت ابن عباس اسے نہیں کہتے۔ اس پر حضرت ابو سعید

سَعِیْدٍ سَاَلْتُہٗ فَقُلْتُ سَمِعْتَہٗ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نے فرمایا میں نے ان سے پوچھا تھا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا

اَوْ وَجَدْتَّہٗ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ فَقَالَ کُلَّ ذٰلِکَ لَا اَقُوْلُ وَاَنْتُمْ اَعْلَمُ

ہے یا کتاب اللہ میں تم نے اسے پایا ہے تو ابن عباس نے کہا یہ سب میں نہیں کہتا اور

ہوگا۔ تو ابن عباس نے کہا، میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ اس کے بعد بہت سختی کے ساتھ اس سے منع کرتے تھے [1]

**حاصل** احادیث میں صرف چھ چیزوں کے بارے میں صراحت کے ساتھ سود کی تفصیل ہے۔ سونا، چاندی، کھجور، گیہوں، جو، نمک۔ ان کے علاوہ اور چیزوں میں سود ہے یا نہیں اور ہے تو کن کن چیزوں میں ہے۔ یہ احادیث میں مذکور نہیں۔ اسی لئے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا [2] سب سے اخیر میں آیت ربوٰ نازل ہوئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور اسے خوب واضح طور پر بیان نہیں فرمایا۔ اس لئے سود سے بھی بچو اور اس کے شبہے سے بھی بچو۔

مجتہدین کرام نے اپنی خداداد قوت استنباط سے ان چھ چیزوں میں کامل غور و خوض کرکے اپنی اپنی صوابدید پر سود کی بنیاد مقرر فرمائی ہے۔ حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ سود کی بنیاد، قدر و جنس میں اتحاد ہے۔ اگر دونوں میں اتحاد ہو تو تفاضل بھی سود اور ادھار بھی سود۔ اور اگر صرف ایک میں اتحاد ہو تو تفاضل جائز۔ ادھار البتہ سود۔ مثلاً سونے کو چاندی کے عوض بیچا یا بالعکس تو تفاضل جائز اور ادھار حرام اور سود۔

قدر سے مراد وزن اور کیل ہے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ سود صرف ان چیزوں میں ہے جو کسی پیمانے سے ناپ یا تول کر بکتی ہیں۔ اور جو چیزیں ناپ یا تول کر نہیں بکتیں۔ جیسے انڈے یا کپڑے۔ ان میں سود نہیں۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سود کی علت مطعومات یعنی کھانے پینے کی چیزوں میں طعم یعنی مزہ اور جو چیزیں ثمن ہیں۔ ان میں ثمنیت مقرر فرمایا۔ عوضین کا ایک جنس سے ہونا۔ اس لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں انڈے میں بھی سود ہے۔ اس لئے ان کے یہاں ایک انڈے کے عوض دو انڈے بیچنا جائز نہیں۔

[1] عمدۃ القاری الحادی عشر ص ۲۹۶ [2] مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الربا ص ۲۴۶

بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلٰکِنْ اَخْبَرَنِیْ اُسَامَۃُ

آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

ہاں مجھے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

لَا رِبٰی اِلَّا فِی النَّسِیْئَۃِ ؏ہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ سود صرف ادھار میں ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ سَمِعْتُ سُلَیْمٰنَ بْنَ حَرْبٍ یَقُوْلُ لَا رِبٰی اِلَّا فِیْ

اور ابو عبد اللہ امام بخاری نے کہا میں نے سلیمان بن حرب سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ سود

النَّسِیْئَۃِ قَالَ ھٰذَا عِنْدَنَا فِی الذَّھَبِ بِالْوَرِقِ وَالْحِنْطَۃِ بِالشَّعِیْرِ

صرف ادھار میں ہے انھوں نے کہا ہمارے نزدیک سونے کو چاندی کے عوض اور

مُتَفَاضِلًا لَا بَأْسَ بِہٖ یَدًا بِیَدٍ وَلَا خَیْرَ فِیْہِ نَسِیْئَۃً

گیہوں کو جو کے عوض زیادتی کیساتھ بیچنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ ہاتھوں ہاتھ ہو اور ادھار میں بھلائی نہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو "کیلی" یعنی ناپ کر بکنے والی بتا دیا ہے وہ سود کے معاملہ میں کیلی ہی مانی جائیں گی اور اسی طرح جن چیزوں کو وزنی یعنی تول کر بکنے والی بتایا ہے وہ وزنی ہی مانی جائیں گی اگرچہ اب رواج بدل گیا ہو۔ جیسے گیہوں جو کھجور، نمک، ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیل بتایا ہے۔ یعنی صاع وغیرہ پیمانے سے ناپ کر بکنے والی۔ اب تول کر بکنے کا رواج ہو گیا ہے۔ مگر سود کے معاملے میں سب کیل ہی ہیں۔ سونے اور چاندی کو موزون بتایا اور یہ اب بھی موزون ہیں۔ اور سود کے معاملے میں ہمیشہ موزون ہی رہیں گے۔ اگرچہ کبھی ایسا ہو جائے کہ وزن سے نہ بکیں۔

اور جن چیزوں کے بارے میں کچھ وارد نہیں۔ ان میں عرف کا اعتبار ہوگا۔ اگر وہ ناپ کر بکتی ہوں تو وہ کیل ہیں۔ اور تول کر بکتی ہوں تو موزون۔ اور اگر عرف بدل جائے تو لین دین کے وقت جو عرف ہوگا اسکا اعتبار ہے۔ مثلاً چاول پہلے ناپ کر بکتا تھا مگر اب تول کر بکتا ہے تو اس وقت وہ موزوں ہی مانا جائے گا۔

ؐہ مسلم بیوع ابن ماجہ التجارات۔

## بَابُ بَيْعِ الْمُزَابَنَةِ ۲۹ بیع مزابنہ

وَهِيَ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ وَبَيْعُ الزَّبِيبِ بِالْكَرْمِ وَبَيْعُ الْعَرَايَا

اور یہ سوکھی کھجور کو درخت پر لگی ہوئی کھجور کے عوض اور منقی کو بیل میں لگے ہوئے انگور کے عوض اور عرایا کی بیع ہے۔

۱۲۷۹ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ

**حدیث** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبْتَاعُوا

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پھل کو اس وقت تک نہ بیچو جب تک وہ انتفاع کے لائق نہ ہو

الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ وَلَا تَبْتَاعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ۔

جائیں اور درخت پر لگے ہوئے پھل کو خشک کھجور کے بدلے نہ بیچو۔

۱۲۸۰ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ

**حدیث** حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا درختوں میں جو پھل ہوں

**تشریحات** ۱۲۷۹ یبدو صلاحہ: صلاح کے معنی لائق ہونا۔ یہاں یہ مراد ہے کہ وہ ایسے ہو جائیں کہ ان سے نفع حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں[1] ہے۔ حتی تطعم۔ اور حضرت ابن عباس[2] رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے۔ حتی یوکل منہ۔ یہاں تک کہ وہ کھانے کے لائق ہو جائے۔ اور یہ ہر پھل میں مختلف ہے۔ کھجوروں کا جب کچھ حصہ زرد یا سرخ ہو جاتا ہے تو اسے کھانے لگتے ہیں۔ ہمارے دیار میں آم ایسا پھل ہے کہ اس میں جب ترشی آجاتی ہے تو اسے استعمال کرنے لگتے ہیں۔ مثلاً چٹنی میں۔ کیلا بالکل کچا ہو تو بھی ترکاری کے کام آتا ہے۔ اس لئے اس کی کوئی واضح حد مقرر نہیں۔ کسی بھی طرح جب وہ استعمال کے لائق ہو جائے تو اس کا بیچنا جائز ہے۔ قابل انتفاع ہونے سے پہلے اسکی بیع ممنوع ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ جب وہ قابل انتفاع نہیں تو مال نہیں۔ نیز تنازع کا اندیشہ قوی ہے۔

۱۲۸۰ محاقلہ کا مادہ حَقْلٌ ہے۔ عمدہ قابل کاشت زمین۔ کھیتی جب تک ہری رہے۔ خوشے کے اندر جو دانے ہوں ان کو صاف کردہ دانوں کے عوض بیچنا۔

---

[1] ثانی البیوع۔ باب من باع نخلا وعلیها ثمر ص۱۱ [2] ثانی البیوع باب النهی عن بیع الثمار قبل بدو صلاحها ص ۸

نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةُ اِشْتِرَاءُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ فِیْ

انھیں خشک کھجور کے عوض خریدنے کو

رُءُوْسِ النَّخْلِ۔ عہ

مزابنہ کہتے ہیں۔

**حدیث ۱۲۸۱** عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ نَهَى

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ

محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔

**حدیث ۱۲۸۲** عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِصَاحِبِ الْعَرِيَّةِ

علیہ وسلم نے عریہ کے مالک کو اسکی اجازت دی کہ وہ اسے

اَنْ يَّبِيْعَهَا بِخَرْصِهَا۔ عہ

اندازے سے بیچے۔

مزابنہ اور محاقلہ کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا امکان ہے کہ ان دونوں میں سے ایک زیادہ اور ایک کم ہو۔ اور یہ جنس سے جنس کی بیع ہے جس میں کمی یا زیادتی سود ہے۔

ابن ابی احمد کا نام عبداللہ ہے۔ یہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے احمد بن جحش کے صاحبزادے ہیں۔ اس حدیث کے راوی ابوسفیان انھیں کے غلام تھے۔

**تشریحات ۱۲۸۲** یہ حدیث تعلیقاً اسی باب میں تین حدیث کے پہلے بطریق سالم۔ ان الفاظ میں مذکور ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بعد تر یا خشک کھجور کے عوض عریہ کے بیع کی اجازت دی۔ اس کے علاوہ اور کسی میں نہیں دی۔

---

عہ مسلم البیوع ابن ماجہ الاحکام۔

عہ ایضا۔ باب تفسیر العرایا ص ۲۹۲۔ المساقاۃ باب الرجل یکون لہ ممر او شرب فی حائط ص ۳۲۰ مسلم۔ البیوع۔ ترمذی نسائی۔ الشروط۔ ابن ماجہ التجارات۔

## بَابُ بَيْعِ الثَّمَرِ عَلٰى رُءُوْسِ النَّخْلِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ص ۲۹۱

درخت کے پھل کی سونے اور چاندی کے عوض بیع

۱۲۸۳ عَنْ عَطَاءٍ وَّاَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

**حدیث** حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھل

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَطِيْبَ

کے بیچنے سے منع فرمایا جب تک لذیذ نہ ہو جائے اور سوائے

وَلَا يُبَاعُ شَيْءٌ مِّنْهُ اِلَّا بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ اِلَّا الْعَرَايَا ع

عرایا کے ان میں سے کسی کو دینار و درہم کے علاوہ کسی اور چیز کے عوض نہ بیچا جائے۔

۱۲۸۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا وَسَأَلَهُ

**حدیث** عبداللہ بن عبدالوہاب نے کہا میں نے مالک سے سنا اور ان سے عبیداللہ بن ربیع

عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الرَّبِيْعِ اَحَدَّثَكَ دَاوٗدُ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ

نے پوچھا تھا کہ کیا آپ سے داؤد نے ابو سفیان سے روایت کرتے ہوئے اور وہ

**تشریحات ۱۲۸۳** اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ درخت پر لگے ہوئے پھل کو سونے چاندی یا کسی بھی ثمن اصطلاحی کے عوض بیچنا جائز ہے۔ اگرچہ ادھار ہو۔ اور اس جنس سے بیچنا بہرحال منع ہے۔ اس کے علاوہ اور جنس سے بیچنے میں اگر بیع نقد ہو کہ مشتری اسی مجلس میں قیمت ادا کر دے اور درخت کا پھل اتار لے تو جائز ہے۔ اور ادھار ممنوع ہے۔ بشرطیکہ وہ جس کے عوض بیچا ہو مکیل ہو ورنہ ادھار بھی جائز ہے۔

**تشریحات ۱۲۸۴** عبیداللہ کے باپ ربیع۔ ابوجعفر منصور عباسی شہنشاہ کے حاجب ہیں۔ انھیں کا بیٹا فضل شہنشاہ ہارون رشید کا بعد میں وزیر ہوا۔ ابوسفیان وہی ہیں جو پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔ یعنی ام المومنین حضرت زینب کے بھتیجے ابواحمد بن جحش کے بیٹے کے غلام۔ محدثین کی اصطلاح یہ ہے کہ شیخ تلمیذ پر قرأت کرے تو اسے حدثنا سے بیان کرتے ہیں اور اگر تلمیذ شیخ پر قرأت کرے تو اسے "اخبرنا" سے روایت کرتے ہیں۔ اس سند میں یہ ہے کہ عبداللہ بن عبدالوہاب کے سامنے عبیداللہ بن ربیع نے امام مالک کو حدیث پڑھ کر سنائی۔ اور امام مالک نے۔ ہاں۔ کہا تو اسے بھی امام بخاری نے۔ حدثنا۔ سے تعبیر فرمایا حالانکہ اسے اخبرنا سے تعبیر کرنا چاہئے تھا۔ یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ جلد اول میں گزر چکا کہ امام بخاری کے نزدیک اخبرنا حدثنا ہم معنی ہیں۔ اس مخصوص طریقے کو محدثین کی اصطلاح میں۔ عرض السامع۔ کہتے ہیں۔ حضرت

ع ابوداود البیوع، ابن ماجہ التجارات۔

149

هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا

حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کی ہے؟ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

فِيْ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ اَوْدُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ قَالَ نَعَمْ عه

وسلم نے پانچ وسق یا اس سے ہیں عرایا کے بیع کی اجازت دی ہے۔ انھوں نے کہا۔ ہاں۔

۱۲۸۵ قَالَ يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ سَمِعْتُ بَشِيْرًا قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ اَبِيْ

حدیث حضرت سہل بن ابو حثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حَثْمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے درخت کے پھل کا تخمینہ لگا کر خشک کھجوروں کے عوض بیچنے سے منع فرمایا ہے ہاں

نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ وَرَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ اَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا

عَرِیَّہ میں اس کی اجازت دی ہے تاکہ اس کے مالک تر کھجوریں کھائیں اور سفیان (بن عیینہ)

يَاْكُلُهَا اَهْلُهَا رُطَبًا عه وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً اُخْرٰى اِلَّا اَنَّهٗ رَخَّصَ

نے دوسری بار یہ کہا ہاں عریہ میں تخمینے کے ساتھ بیچنے کی اجازت دی تاکہ

امام مالک اس طریقے کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ شیخ نے حدیث بیان کی تو اس کا احتمال رہتا ہے کہ تلمیذ سے اس کے ضبط میں کچھ نقص رہ جائے۔ مگر جب تلمیذ نے خود حدیث پڑھ کر سنائی اور شیخ نے سن کر۔ اس کی تصدیق میں نعم کہا۔ تو ضبط میں کسی نقص کا احتمال نہ رہا۔

اودون خمسة اوسق : یہ شک داؤد بن حصین سے ہوا۔ جیسا کہ مسلم[1] میں ہے۔ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ کہ عرایا میں اس کی اجازت ہے۔ کہ درخت پر جو پھل ہوں ان کا تخمینہ لگا کر سوکھی کھجوروں کے عوض بیچے جبکہ وہ پانچ وسق یا اس سے کم ہوں۔ مثلاً یہ تخمینہ لگایا کہ درخت پر چار وسق کھجوریں ہیں۔ ان کو چار وسق سوکھی کھجوروں کے عوض بیچ دیا۔ غالباً پانچ وسق کی تحدید اس وجہ سے ہے کہ اس عہد میں پانچ وسق سے زیادہ کھجوریں ایک درخت میں نہیں ہوتی تھیں۔

۱۲۸۵ تشریحات سہل بن ابو حثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کا نام عامر بن ساعدہ ہے اور کنیت ابو یحییٰ یا ابو محمد انصاری مدنی صحابی ہیں۔ یہ صغار صحابہ میں ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت یہ سات آٹھ سال کے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔

---

عه مسلم۔ ابوداؤد ترمذی۔ نسائی۔ البیوع۔ الشروط۔ عه المساقات باب الرجل یکون له ممر او شرب فی حائط ط۳۲

[1] مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی البیوع۔ نسائی البیوع۔ الشروط۔ [1] الثانی البیوع باب تحریم الرطب بالتمر الا فی العرایا ص ۹

فِي الْعَرِيَّةِ يَبِيعُهَا أَهْلُهَا بِخَرْصِهَا يَأْكُلُونَهَا رُطَبًا وَقَالَ هُوَ سَوَاءٌ۔

اس کے مالک تر کھجوریں کھائیں اور کہا کہ دونوں کا مفہوم ایک ہے ۔

— قَالَ سُفْيَانُ قُلْتُ لِيَحْيَى وَأَنَا غُلَامٌ إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يَقُولُونَ إِنَّ

سفیان نے کہا میں نے یحیٰی سے کہا اور میں اسوقت بچہ تھا کہ مکے والے کہتے ہیں کہ

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا فَقَالَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرایا کے بیچنے کی اجازت دی ہے ۔ اس پر یحیٰی نے کہا

وَمَا يُدْرِي أَهْلُ مَكَّةَ قُلْتُ إِنَّهُمْ يَرْوُونَهُ عَنْ جَابِرٍ فَسَكَتَ —

کہ اہل مکہ کو کیسے معلوم ہوا میں نے بتایا کہ وہ لوگ حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں تو

قَالَ سُفْيَانُ إِنَّمَا أَرَدْتُ أَنَّ جَابِرًا مِّنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ قِيلَ

وہ خاموش رہے ۔ سفیان نے کہا میری مراد یہ تھی کہ حضرت جابر اہل مدینہ سے ہیں ۔

لِسُفْيَانَ وَلَيْسَ فِيهِ نَهْيٌ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ

(وہ خوب جانتے ہیں) سفیان سے پوچھا گیا کہ اس حدیث میں یہ نہیں کہ قابل انتفاع

قَالَ لَا۔

ہونے سے پہلے پھل کی بیع ممنوع ہے ۔ بتایا کہ یہ نہیں ہے ۔

حضرت زید بن ثابت اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت کی ہے ۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں واصل بحق ہوئے [1]

یاکلھا اھلھا : یاکلھا کی ضمیر منصوب متصل کا مرجع ، اثمار ، ہے ۔ جس پر خرص ، دلالت کر رہا ہے کہ ان پھلوں کو وہ کھائے جو خریدنے کے بعد اس کا مالک ہے ۔ یعنی خریدار ۔

یاکلونھا : اس میں ضمیر منصوب متصل کا مرجع پہلے جملے کی طرح ، الثمار ، ہے ۔ اور ضمیر مرفوع متصل کا مرجع اہل مخروص ہیں یعنی جن کے لئے تخمینہ لگایا گیا ۔ یعنی مشتری ۔ اس طرح دونوں عبارتوں کا مفہوم ایک ہوا ۔ ہو سواء کا مطلب یہی ہے ۔

انا غلام : سفیان بن عیینہ کے اس ارشاد کا منشا ، یہ ہے کہ میں کم سنی ہی سے حدیث سنتا آیا ہوں ۔ اور وہ بھی پوری تحقیق کے ساتھ ۔ اور میں کم سنی ہی میں اپنے شیوخ سے علمی بحث کر لیتا تھا ۔ یہ اپنی ذہانت و فطانت کے اظہار کیلئے فرمایا ۔ بوقت ضرورت اپنے فضل و کمال بیان کرنا مذموم نہیں ۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر سے فرمایا انی حفیظ علیم (یوسف ۵۵)

[1] اصابہ ثانی ص ۸۶

## باب تفسیر العرایا ص ۲۹۲ — عرایا کی تفسیر

۴۰۷ وَقَالَ مَالِكٌ اَلْعَرِيَّةُ اَنْ يُعْرِيَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ النَّخْلَةَ ثُمَّ

ت اور امام مالک نے فرمایا عَرِیَّہ یہ ہے کہ ایک شخص کسی کو کھجور کا درخت (پھل کھانے کیلئے)

يَتَاَذَّى بِدُخُوْلِهٖ عَلَيْهِ فَرُخِّصَ لَهٗ اَنْ يَّشْتَرِيَهَا مِنْهُ بِتَمْرٍ

دیدے پھر اسکے باغ کے اندر آنے جانے سے اذیت ہو تو اسے یہ اجازت دی گئی کہ اسکے پھل کو خشک کھجوروں کے عوض خرید لے۔

۴۰۸ وَقَالَ ابْنُ اِدْرِيْسَ لَا تَكُوْنُ اِلَّا بِالْكَيْلِ مِنَ التَّمْرِ يَدًا بِيَدٍ وَلَا

ت اور ابن ادریس نے فرمایا یہ اسی وقت جائز ہے کہ تمن میں جو خشک کھجور دی جائے وہ ناپ

تَكُوْنُ بِالْجُذَافِ۔

کر دی جائے اور عقد کی مجلس ہی میں دی جائے۔ اندازے سے نہ ہو۔

**توضیح** گزر چکا کہ۔ عرایا۔ عَرِیَّہ کی جمع ہے۔ اس کا مادہ عُرْیٌ ہے۔ جس کا معنی ننگا ہونا ہے۔ یہاں بمعنی عطیہ ہے۔ وہ کھجور کا درخت جو کسی کو اس لئے دیا گیا ہو کہ اس کا پھل کھالے۔

**تشریحات** ۴۰۷، ۴۰۸ امام مالک کے ارشاد کو علامہ ابن عبد البر نے سند متصل کے ساتھ بطریق ابن وہب روایت کیا ہے۔

ابن ادریس سے کون بزرگ مراد ہیں اس میں اختلاف ہے۔ علامہ ابن تین نے کہا کہ اس سے مراد، عبد اللہ راوی کوفی ہیں۔ اکثر شارحین کی یہی رائے ہے۔ علامہ مزی نے یقین کے ساتھ کہا کہ یہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اس طرح حضرت امام شافعی کا تذکرہ، صحیح بخاری میں دو جگہ ہوا۔ ایک یہاں اور ایک کتاب الزکوٰۃ میں۔ علامہ ابن بطال کو اس میں تردد ہے کہ یہ کون صاحب ہیں۔

وَمِمَّا يُقَوِّيْهِ قَوْلُ سَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ بِالْاَوْسُقِ الْمَوْسَقَةِ (اور جن باتوں سے اسے قوت ملتی ہے، حضرت سہل بن ابو حثمہ کا یہ قول بھی ہے کہ وہ کھجور وسق سے ناپی ہوئی ہو۔

یہ قول ابن ادریس کا ہے۔ یا امام بخاری کا۔ دونوں کا احتمال ہے۔ علامہ ابن بطال کی رائے ہے کہ یہ امام بخاری کا قول ہے۔ اور امام مزی کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حضرت امام شافعی کا ارشاد ہے۔

الاوسق الموسقۃ سے مراد یہ کہ درخت کے پھل کے عوض جو خشک کھجوریں دی جائیں وہ وسق یا کسی بھی پیمانے سے ناپی ہوئی ہوں۔ یہ ترکیب ایسی ہی ہے۔ جیسے قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

اَلْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ۔ (آل عمران — ۱۴) اور تلے اوپر چاندی سونے کے ڈھیر۔

۴۰۹ وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ فِیْ حَدِیْثِہٖ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ

ت اور امام ابن اسحاق نے اپنی حدیث میں نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کَانَتِ الْعَرَایَا اَنْ یُّعْرِیَ الرَّجُلُ فِیْ مَالِہِ النَّخْلَۃَ

روایت کرتے ہوئے کہا عرایا کی صورت یہ تھی کہ کوئی اپنے مال میں سے

وَالنَّخْلَتَیْنِ۔

ایک دو کھجور کے درخت کسی کو پھل کھانے کے لئے دیدے۔

۴۱۰ وَقَالَ یَزِیْدُ عَنْ سُفْیَانَ بْنِ حُصَیْنٍ اَلْعَرَایَا نَخْلٌ کَانَتْ

ت اور سفیان بن حصین سے روایت کرتے ہوئے یزید نے کہا کہ عرایا وہ کھجور کے

تُوْھَبُ لِلْمَسَاکِیْنِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ اَنْ یَّنْتَظِرُوْا بِھَا رُخْصَ

درخت ہیں جو مسکینوں کو (پھل کھانے کے لئے) دیدیئے جاتے اور وہ مسکین پھل کے تیار

تشریحات ۴۰۹ حضرت امام بخاری نے عرایا کی تفسیر کو حضرت امام محمد بن اسحاق کی حدیث کا جز بتایا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کسی سند سے انھیں اس حدیث کے ساتھ یہ تفسیر ملی ہو۔ امام بخاری کے ساتھ جو ہمارا اعتقاد ہے۔ اس کے مطابق ہم یہی کہیں گے۔ مگر کتب حدیث کے تتبع سے یہ ظاہر ہے کہ ان کی اس حدیث کے ساتھ یہ تفسیر کہیں مذکور نہیں۔ امام ترمذی[1] نے یہ حدیث ذکر فرمائی ہے۔ اس میں یہ تفسیر نہیں۔ امام ابوداؤد[2] نے صرف تفسیر ذکر کی ہے۔ نہ یہ حدیث ذکر کی ہے نہ کوئی اور حدیث۔

افادہ: امام محمد بن اسحاق پر دیوبندی جماعت کے حکیم الامت مولینا اشرفعلی تھانوی نے اپنی تحریر میں انتہائی رکیک جرحیں کی ہیں جن کے مدلل جوابات مسند الوقت حضرت مفتی اعظم ہند مولینا شاہ ابوالبرکات محی الدین مصطفیٰ رضا قدس سرہٗ نے وقایہ اہلسنت میں دیئے ہیں۔ جن کا بضرورت اقتباس عزیز سعید مولینا حافظ عبدالحق رضوی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے اپنے رسالے (اذان خطبہ کہاں ہو؟) میں نقل کر دیئے ہیں۔ یہاں مجھے یہ بتانا ہے کہ امام ابن اسحٰق اس پائے کے امام ہیں کہ حضرت امام بخاری نے ان کے قول کو بطور سند ذکر فرمایا ہے وہ بھی احکام میں۔ اس سے ثابت کہ امام ابن اسحٰق ان کے نزدیک صرف ثقہ ہی نہیں حجت ہیں۔

تشریح ۴۱۰ اس تعلیق کو امام احمد نے اپنی مسند[3] میں موصولا روایت کیا ہے۔ یہ یزید، یزید بن ہارون مشہور محدث ہیں۔

---

[1] اول البیوع باب فی العرایا ص ۱۵۶ [2] ثانی البیوع باب تفسیر العرایا ص ۱۲۲ - [3] جلد خامس ص ۱۹۲

لَهُمْ اَنْ يَّبِيْعُوْهَا بِمَا شَاءُوْا مِنَ التَّمْرِ

ہونے کا انتظار نہیں کر سکتے تھے اسلئے یہ لوگ اسے جتنی سوکھی کھجوروں کے عوض چاہتے بیچ دیتے۔

## بَابُ بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ اَنْ يَّبْدُوَ صَلَاحُهَا ص ۲۹۲ قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کی بیع

۴۱۱ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ الْاَنْصَارِيِّ مِنْ بَنِيْ حَارِثَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

ت حضرت سہل بن ابوحثمہ جو بنی حارثہ کے ایک فرد تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ حَدَّثَهٗ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ فِيْ عَهْدِ

عنہ سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان کی کہ انھوں نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَايَعُوْنَ الثِّمَارَ فَاِذَا جَذَّ

میں لوگ پھلوں کو خرید لیتے اور جب پھل کاٹے جاتے اور طرفین بدلین پر قبضہ کرنے آتے

النَّاسُ وَحَضَرَ تَقَاضِيْهِمْ قَالَ الْمُبْتَاعُ اِنَّهٗ اَصَابَ الثَّمَرَ الدُّمَانُ

تو خریدار کہتا کہ پھل کو دمان لگ گیا اسے بیماری لگ گئی اسے قشام لگ گیا اور

اَصَابَهٗ مُرَاضٌ اَصَابَهٗ قُشَامٌ عَاهَاتٌ يَحْتَجُّوْنَ بِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ

پھلوں کی بیماریوں کا ذکر کرتے طے شدہ قیمت سے کم دینے پر جھگڑا کرتے۔ جب حضور کی

**تشریحات** ۴۱۱ امام بخاری نے اس تعلیق کو امام لیث بن سعد سے بطریق ابوالزناد ذکر کیا ہے۔ حضرت لیث بن سعد کی وفات ۱۷۵ھ میں ہوئی ہے۔ اور امام بخاری کی ولادت ۱۳ شوال ۱۹۴ھ میں ہوئی اسلئے یہ مسند نہیں معلق ہے۔ اسے امام ابوداؤد[1] نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے مگر اس کی سند میں امام لیث نہیں۔ دمان، قشام مخصوص بیماریاں ہیں جو کھجوروں کے پھلوں میں تیار ہونے سے پہلے لاحق ہو جاتی تھیں۔ جن کی وجہ سے پھل خراب ہو جاتے یا جھڑ جاتے یا خوب اچھی طرح بڑھ نہیں پاتے۔ مراض، مطلقاً ہر بیماری کو کہتے ہیں جھگڑا یہ ہوتا کہ خریدار یہ کہتا کہ بیماری کی وجہ سے پھل کم آئے ہیں۔ خراب آئے ہیں۔ اسلئے مقررہ قیمت نہیں دونگا کم دونگا۔

**کالمشورۃ** : یہ حضرت زید بن ثابت کا اجتہاد ہے۔ ورنہ دوسری احادیث کثیرہ اس پر نص ہیں کہ قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کی بیع سے قطعی ممانعت فرمادی ہے۔ جن میں سے کئی حدیثیں گزر چکی ہیں اور کچھ آگے آرہی ہیں

[1] ثانی البیوع باب فی بیع الثمار قبل ان یبدو صلاحها ص ۱۲۲

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا کَثُرَتْ عِنْدَہُ الْخُصُوْمَۃُ فِیْ

خدمت میں یہ جھگڑے بکثرت آنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشورہ

ذَالِکَ فَاَمَّا لَا فَلَا تَبْتَاعُوْا حَتّٰی یَبْدُوَ صَلَاحُ الثَّمَرِ کَالْمَشُوْرَۃِ

دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ خرید و فروخت نہیں چھوڑ سکتے تو جب تک پھل

یُشِیْرُ بِھَا لِکَثْرَۃِ خُصُوْمَتِھِمْ ــــ وَاَخْبَرَنِیْ خَارِجَۃُ بْنُ زَیْدٍ

قابل انتفاع نہ ہو جائیں مت بیچو اور خارجہ بن زید نے خبر دی کہ

اَنَّ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ لَّمْ یَکُنْ یَبِیْعُ ثِمَارَ اَرْضِہٖ حَتّٰی تَطْلُعَ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تک ثریا طلوع نہ کر لیتی پھلوں کو نہیں

الثُّرَیَّا فَیَتَبَیَّنُ الْاَصْفَرُ مِنَ الْاَحْمَرِ۔

بیچتے اس وقت زرد، سرخ سے ممتاز ہو جاتا۔

یا ہو سکتا ہے کہ ابتداءً بطور مشورہ منع فرمایا ہو اور بعد میں قطعی ممانعت فرما دی۔

فَاَمَّا لَا : اس میں ان شرطیہ کے ساتھ ما تاکید کے لئے زائد ہے۔ یعنی اگر درختوں پر پھل کی خریداری نہیں چھوڑ سکتے۔ الخ

حتی تطلع الثریا : یہ ثروی کی تصغیر ہے۔ جس کے معنی مالدار عورت کے ہیں اور برج ثور کی گردن میں چھ ستاروں کے مجموعے کا نام ہے جو جھومر کی طرح اکٹھے ہیں۔ جسے فارسی میں پروین کہتے ہیں۔ اس کے طلوع ہونے سے مراد فجر کے وقت طلوع ہونا ہے عرب کا یہی عرف ہے کہ وہ ستارے کے طلوع سے فجر کے وقت طلوع مراد لیتے ہیں۔ ثریا حجاز میں، ہندی اساڑھ کے مہینے میں طلوع ہوتی ہے۔ جبکہ گرمی وہاں پورے شباب پر ہوتی ہے۔ اس وقت تک کھجوریں تیار ہو جاتی ہیں۔ اور بیماریوں کے خطرے سے باہر ہو جاتی ہیں۔

مسند امام اعظم میں حضرت عطاء سے مروی ہے کہ فرمایا۔ جب ثریا طلوع ہو جاتی ہے تو پھلوں سے آفت اٹھا لی جاتی ہے ــــ علامہ ابن حجر نے یہ حدیث مسند امام اعظم کے حوالے سے فتح الباری میں نقل کی ہے یہ دلیل ہے کہ مسند امام اعظم ان کے نزدیک بھی حجت ہے۔

ابو داؤد[۱] میں بطریق عطاء حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوع ہے۔ کہ فرمایا۔ جب ثریا صبح کے وقت طلوع ہوتی ہے تو ہر شہر سے آفت اٹھا لی جاتی ہے۔ نیز مسند امام احمد[۲] میں بھی ایک جگہ ہے۔ من کل بلد۔ کے حذف کے ساتھ ہے۔ نیز اسی میں دوسری روایت[۳] میں یہ ہے ــــ جب بھی ثریا صبح کو

[۱] عمدۃ القاری الثانی عشر ص ۴ [۲] ثانی ص ۳۴۱ [۳] ثانی ص ۳۸۸

۱۲۸۶ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ

**حدیث** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ بَیْعِ الثِّمَارِ حَتّٰی یَبْدُوَ صَلَاحُھَا

نے قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں

نَھَی الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ ؏

کو بیچنے سے منع فرمایا بائع اور مشتری دونوں کو منع فرمایا۔

۱۲۸۷ ثَنَا سَعِیْدُ بْنُ مِیْنَاءَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ

**حدیث** حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ نَھَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ تُبَاعَ

وسلم نے رنگ پکڑنے سے پہلے پھلوں کو بیچنے سے منع فرمایا یعنی سرخ

الثَّمَرَۃُ حَتّٰی تَشْقَحَ قَالَ تَحْمَارُّ اَوْ تَصْفَارُّ وَیُؤْکَلُ مِنْھَا۔

ہونے لگے یا زرد ہونے لگے اور کھانے کے لائق ہو جائے۔

## بَابُ بَیْعِ النَّخْلِ قَبْلَ اَنْ یَّبْدُوَ صَلَاحُھَا ص ۲۹۲ کھجور کے درخت کے پھل کو قابل انتفاع ہونے سے پہلے بیچنا۔

۱۲۸۸ اَنَا حُمَیْدٌ ثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ

**حدیث** حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

طلوع کرتی ہے تو اگر کوئی آفت آنے والی ہوتی ہے تو اٹھالی جاتی ہے یا اس میں تخفیف ہو جاتی ہے۔

**تشریحات** ۱۲۸۷ حضرت جابر کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کھجور کے قابل انتفاع ہونے کی حد یہ ہے کہ وہ رنگ پکڑ لے۔ اور وہ اس لائق ہو جائے کہ لوگ اسے کھانے لگیں۔ یہ ہر پھل میں مختلف ہوتا ہے۔ جیسے ہر دیار میں لوگ اپنے یہاں کے پھلوں کے بارے میں جانتے ہیں۔

۱۲۸۸ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث میں تفصیل ہے۔ ثمر یعنی عام پھلوں کے بارے میں یہ مذکور ہے کہ قابل انتفاع ہونے سے پہلے بیچنا منع ہے۔ اس کیلئے کوئی خاص علامت

؏ مسلم ابو داؤد البیوع۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا

تعالیٰ علیہ وسلم نے پھل کی بیع سے جبتک قابل انتفاع نہ ہو جائیں اور درخت پر

وَعَنِ النَّخْلِ حَتّٰى تَزْهُوَ قِيْلَ وَمَا تَزْهُوْ قَالَ تَحْمَارُّ اَوْ تَصْفَارُّ

کھجور کی بیع سے جب تک رنگ نہ پکڑے منع فرمایا عرض کیا گیا رنگ پکڑنے کا کیا مطلب

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَتَبْتُ اَنَا عَنْ مُعَلّٰى بْنِ مَنْصُوْرٍ اِلَّا اَنِّيْ لَمْ اَكْتُبْ

تو فرمایا سرخ ہونے لگے یا زرد ہونے لگے ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا میں نے

هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْهُ۔

معلی بن منصور کی حدیث لکھی مگر یہ حدیث ان سے نہیں لکھی۔

## بَابُ اِذَا بَاعَ الثِّمَارَ قَبْلَ اَنْ يَّبْدُوَ صَلَاحُهَا ثُمَّ اَصَابَتْهُ عَاهَةٌ فَهُوَ مِنَ الْبَائِعِ

قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کو بیچا پھر اسے کوئی آفت آپہنچی تو جو نقصان ہوا وہ بائع کا ہوا۔ ص ۲۹۳

۱۲۸۹ حدیث فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ اِنْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بتاؤ (تم لوگ پھلوں کو قابل انتفاع ہونے

مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ بِمَ يَاْخُذُ اَحَدُكُمْ مَالَ اَخِيْهِ۔

سے پہلے بیچتے ہو) اگر اللہ پھل کو تیار ہونے سے پہلے روکدے تو تم کس چیز کے عوض اپنے بھائی کا مال لوگے۔

مقرر نہیں فرمائی۔ یہ ہر پھل اور ہر مقام کے لحاظ سے الگ ہے۔ کھجور ان کے شہروں کی چیز ہے اس کی علامت بیان فرمادی۔ کہ جب تک وہ سرخ یا زرد نہ ہونے لگے۔ یہ نہیا منع ہے۔ اور زہو کے معنی پوچھنے والے خود حمید طویل تھے۔ جیسا کہ پانچ ابواب کے بعد باب بیع المخاضرۃ۔ میں ہے۔ فقلنا لانس وما زھوھا ہم نے حضرت انس سے کہا۔ اس کا رنگ پکڑنا کیا ہے۔

**توضیح باب** امام بخاری نے اس فرمانے سے کہ بیع کے بعد کوئی آفت آپہنچی تو جو نقصان ہوا وہ بائع کا ہوا۔ ظاہر ہوتا ہے کہ قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کی بیع ان کے نزدیک صحیح ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی آفت نہیں پہنچی یا جو پھل آفت سے بچ گئے وہ مشتری کے ہیں۔ اور یہ حکم اسی وقت صحیح ہوگا جب بیع درست ہو۔

۴۱۲ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا ابْتَاعَ ثَمَرًا قَبْلَ اَنْ يَّبْدُوَ
ت ابن شہاب نے کہا اگر کوئی قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کو خرید لے پھر اسے
صَلَاحُهُ ثُمَّ اَصَابَتْهُ عَاهَةٌ كَانَ مَا اَصَابَهُ عَلٰى رَبِّهِ۔
کوئی آفت پہنچ جائے تو جتنا برباد ہوا وہ اس کے مالک کا ہے۔

## بَابُ اِذَا اَرَادَ بَيْعَ تَمْرٍ بِتَمْرٍ خَيْرٍ مِّنْهُ ص ۲۹۳

جب کھجور کو اس سے اچھی کھجور کے عوض بیچنا چاہے

۱۲۹۰ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ وَعَنْ
حدیث حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے
اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر پر ایک صاحب کو عامل بنایا وہ عمدہ کھجوریں

۱۲۸۹ قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کی بیع کی ممانعت کی یہ علت ہے۔ یعنی بائع نے تو یہ سمجھ کے قیمت طے کی تھی کہ اس درخت پر مثلاً پانچ وسق پھل تیار ہوں گے تو جو قیمت طے ہوئی پانچ وسق کی طے ہوئی۔ جب کسی آفت کی وجہ سے پھل کا کل یا بعض تباہ ہو گیا۔ تو کل کی قیمت یا بعض کی بلا کسی عوض کے اسے دینی پڑے گی۔ اس لئے یہ بیع درست نہیں۔

تشریح اور امام بخاری نے اس کا مطلب یہ سمجھا کہ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جتنے پھل تباہ ہوئے اس کے تناسب سے قیمت کم کر دی جائے۔ لیکن اس میں کتنا اختلاف اور تنازع ہوگا۔ ظاہر ہے۔ اس لئے اس ارشاد کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بیع صحیح ہے اور جو نقصان ہوا اس کی مقدار قیمت کم کر دی جائے یا اسے بائع پورا کرے۔ بلکہ اس بیع کے حرام ہونے کی علت ہے۔ اور یہ بیع سرے سے صحیح ہی نہیں۔

۴۱۲ احناف کے یہاں یہ بیع فاسد ہے لیکن اگر عقد کے بعد مشتری نے درخت پر قبضہ کر لیا اور جو برباد
تشریحات ہو گیا تو وہ مشتری کا گیا۔ بائع پر کوئی تاوان نہیں۔ اور اگر مشتری کے قبضے سے پہلے برباد ہوا تو بائع کا ضائع ہوا۔ اور اگر کل برباد ہو گیا تو ثمن کا مستحق نہیں۔

۱۲۹۰

تشریحات الاعتصام میں اخیر میں یہ زائد ہے۔ ایسا ست کرد۔ برابر برابر خرید و یا اسے بیچو اور اسکی قیمت سے اسے خرید و اور ایسا ہی تول میں بھی کرو۔ جن صاحب کو عامل بنایا تھا ان کا نام سواد بن غزیہ یا مالک بن تعلبہ تھا۔ اول الذکر انصار کے حلیف ہیں اور دوسرے صاحب خزرجی مازنی انصاری ہیں۔ جمع سے

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلٰی خَیْبَرَ فَجَاءَهٗ بِتَمْرٍ جَنِیْبٍ

لائے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہیں عرض کیا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَکُلُّ تَمْرِ خَیْبَرَ هٰکَذَا

نہیں بخدا یا رسول اللہ! ہم ایک صاع دو صاع کے عوض اور دو صاع تین صاع کے

قَالَ لَا وَاللّٰهِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَنَاْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَیْنِ

عوض لیتے ہیں فرمایا ایسا مت کرو ملی جلی کو درہم کے عوض بیچو

وَالصَّاعَیْنِ بِالثَّلٰثَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِیْبًا ۵

اور درہم کے عوض عمدہ کھجوریں خریدو۔

## بَابُ قَبْضِ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ اُبِّرَتْ اَوْ اَرْضًا مَزْرُوْعَةً اَوْ بِاِجَارَةٍ ص ۲۹۳

جس نے کھجور کا تابیر شدہ درخت یا فصل لگا ہوا کھیت بیچا یا کرایہ پر لیا تو اس درخت کا پھل اور کھیتی کس کی ہے۔

**حدیث ۱۲۹۱** عَنْ نَافِعٍ مَوْلَی ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَیَّمَا نَخْلٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آزاد کردہ غلام نافع سے مروی ہے کہ جو

ہر قسم کی ملی جلی کھجوریں مراد ہیں۔ عادت یہی تھی کہ جتنی بھی کھجوریں وصول ہوتیں اچھی خراب ملا دی جاتیں چونکہ کھجوریں سب ایک جنس کی ہیں۔ اس لئے کمی بیشی کے ساتھ ان کی بیع سود ہے۔ اگرچہ مبیع خراب ہو اور ثمن عمدہ یا اس کے برعکس۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بوقت ضرورت حیلہ جائز ہے۔ کیونکہ کمی بیشی کے ساتھ کھجوریں کھجوروں کے عوض بیچیں یا ردی کھجوروں کو نقد کے بدلے بیچکر اس نقد سے عمدہ کھجوریں خریدیں۔ دونوں کا حاصل ایک ہوا۔ اسلئے اس کی حیثیت حیلے ہی کی ہوئی۔

**تشریحات ۱۲۹۱** یہ حدیث امام بخاری نے اپنے شیخ ابراہیم سے بر سبیل مذاکرہ سنی ہے۔ اسی لئے ابتداء سند میں قال لی ابراھیم۔۔ کہا۔ اور یہ حدیث نافع پر موقوف ہے۔ اگرچہ اس کے اجزاء دوسری سندوں کیساتھ

عہ۔ الوکالۃ، باب الوکالۃ فی الصرف والمیزان ص ۳۰۸۔ ثانی۔ المغازی۔ باب استعمال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی اھل خیبر ص ۶۰۵۔ الاعتصام۔ باب اذا اجتھد العامل والحاکم فاخطا ص ۱۰۹۲۔ ھ۔ ابو۔ نسائی۔ البیوع۔

بِيعَتْ قَدْ اُبِّرَتْ لَمْ يُذْكَرِ الثَّمَرُ فَالثَّمَرُ لِلَّذِيْ اَبَّرَهَا وَكَذٰلِكَ الْعَبْدُ وَ

تابیر شدہ کھجور کا درخت بیچا گیا اور پھل کا تذکرہ نہیں کیا گیا تو پھل تابیر کرنے والے کا ہے اور

الْحَرْثُ سَمّٰى لَهٗ نَافِعٌ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَ ۔

ایسے ہی غلام اور کھیت ۔ نافع نے ان تینوں کا نام لے کر ذکر کیا۔

۱۲۹۲ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ اُبِّرَتْ فَثَمَرُهَا

نے فرمایا جس نے تابیر شدہ کھجور کا درخت بیچا تو اس کا پھل بائع کے لئے ہے مگر یہ کہ مشتری شرط کرلے کہ

لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ ۔ عہ

پھلوں کے ساتھ خریدتا ہوں۔

مرفوعاً بھی مروی ہیں ۔ باب بیع النخلہ باصلہ میں اس کا پہلا جز مرفوعاً مروی ہے۔ اسمیں یہ زائد ہے۔ ثم باع باصلہ تابیر کے بعد اس درخت کو تنے کے ساتھ بیچا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تابیر کے بعد اگر صرف درخت بیچا تو پھل بائع کا ہے۔ اسی طرح فصل بھی بائع کی ہے۔ اسی طرح غلام بیچا اور اس کے پاس کچھ مال ہے تو مال بائع کا ہے ۔ جبکہ عقد کے وقت یہ تصریح نہ ہو کہ درخت مع پھل کے اور کھیت مع فصل کے اور غلام مع مال کے خریدرہا ہوں اور اگر یہ تصریح کردی ہو تو یہ سب مشتری کے ہوں گے ۔

قد ابرت : تابیر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کھجور کے شگوفے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک کو مادہ کہتے ہیں اور ایک کو نر مادہ شگوفے کو تھوڑا سا چیر کر اسمیں نر شگوفے کا کچھ حصہ ڈال دیتے ہیں جسے اردو میں گابھا دینا بولتے ہیں۔ اور عربی میں تابیر اور تلقیح ۔

مطابقت باب یہ حدیث باب کے دو پہلے والے جز سے صراحۃً مطابق ہے۔ اور اجارے کے ساتھ لزوماً کہ جب بیع کے باوجود جو بائع کی ملک کی بالکلیہ زوال کی موجب ہے۔ پھل اور فصل بائع کی ہے تو اجارے میں بدرجۂ اولی ہوگی کیونکہ اجارے میں درخت اور کھیت مالک کی ملکیت ہی میں رہتے ہیں مگر چونکہ مالک نے از خود معینہ مدت تک اس سے نفع حاصل کرنے کا حق مستاجر کو دیدیا ہے۔ اس لئے وہ اتنی مدت تک ان سے نفع نہیں حاصل کرسکتا۔

۱۲۹۲، ۱۲۹۳ اوکان زرعا۔ کھیت میں فصل رہتے ہوئے اندازہ کرکے کہ اسمیں اتنا غلہ ہے مثلاً دس وسق

تشریحات اسے دس وسق غلے کے عوض بیچنے کو مخاقلہ کہتے ہیں۔ یہاں تغلیباً اسے بھی مزابنت کہدیا گیا ہے۔

عہ ایضا باب بیع النخل باصلہ ص ۲۹۳ المساقاۃ باب الرجل یکون لہ ممر ص ۳۲۰ مسلم ابوداؤد۔ البیوع ابن ماجہ التجارات۔

## بَابُ بَيْعِ الزَّرْعِ بِالطَّعَامِ كَيْلًا ص۲۹۳ فصل کو ناپے ہوئے غلے کے عوض بیچنا۔

۱۲۹۳ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ
**حدیث** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ اَنْ يَّبِيْعَ ثَمَرَ حَائِطِهٖ
مزابنت سے منع فرمایا مثلاً اپنے باغ کے کھجور کے پھل کو خشک کھجور کے عوض ناپ کر بیچے
اِنْ كَانَ نَخْلًا بِتَمْرٍ كَيْلًا وَاِنْ كَانَ كَرْمًا اَنْ يَّبِيْعَهٗ بِزَبِيْبٍ كَيْلًا وَاِنْ
اور اگر انگور ہے تو اسے منقی کے عوض ناپ کر بیچے اور اگر فصل ہے تو اسے ناپے ہوئے غلے
كَانَ زَرْعًا اَنْ يَّبِيْعَهٗ بِكَيْلِ طَعَامٍ نَهٰى عَنْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ عه
کے عوض بیچے۔ ان سب سے منع فرمایا۔

## بَابُ بَيْعِ الْمُخَاضَرَةِ ص۲۹۳ بیع مخاضرہ کا بیان

۱۲۹۴ ثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اَبِيْ طَلْحَةَ الْاَنْصَارِيُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى
**حدیث** حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ
علیہ وسلم نے محاقلہ اور مخاضرہ، ملابسہ، منابذہ اور مزابنہ سے
وَالْمُخَاضَرَةِ وَالْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ وَالْمُزَابَنَةِ۔
منع فرمایا ہے۔

۱۲۹۴ **تشریحات** مخاضرہ، خضرۃ سے باب مفاعلت کا مصدر ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں یا فصل کو بیچنا۔ یہ بھی ممنوع ہے جیسا کہ بارہا گزر چکا۔

باب من اجری امر الامصار علی ما یتعارفون بینهم فی البیوع و الاجارۃ والمکیال والوزن وسنتهم علی نیاتهم ومذاهبهم المشهورۃ ص۲۹۴۔

خرید و فروخت، کرائے اور ناپ اور تول میں ہر شہر کا معاملہ اسکے عرف اور اس کے طریقے اور مشہور و معروف روش پر ہے۔

عه مسلم ابوداؤد، البیوع۔ ابن ماجه التجارات۔

۴۱۳ وَقَالَ شُرَيْحٌ لِلْغَرِّ الْيَمَنِ سُنَّتُكُمْ بَيْنَكُمْ

ت اور قاضی شریح نے سوت بیچنے والوں سے کہا تمہارا فیصلہ تمہارے آپس کے رواج کے مطابق ہوگا۔

۴۱۴ عَنْ مُحَمَّدٍ لَا بَاسَ الْعَشَرَةُ بِاَحَدَ عَشَرَ وَيَاخُذُ لِلنَّفَقَةِ رِبْحًا۔

ت دس کی چیز کو گیارہ کے عوض بیچنے میں حرج نہیں اور اخراجات کیلئے نفع لے سکتا ہے۔

۴۱۵ وَاكْتَرَى الْحَسَنُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مِرْدَاسٍ حِمَارًا فَقَالَ بِكَمْ

ت امام حسن بصری نے عبداللہ بن مرداس سے کرائے پر گدھا لیا۔ پوچھا کرایہ کیا ہوگا

فَقَالَ بِدَانَقَيْنِ فَرَكِبَهُ ثُمَّ جَاءَ مَرَّةً اُخْرٰى فَقَالَ الْحِمَارَ الْحِمَارَ

انھوں نے کہا دو دانگ امام حسن بصری اس پر سوار ہوگئے پھر دوبارہ آئے اور فرمایا گدھا

فَرَكِبَهُ وَلَمْ يُشَارِطْهُ فَبَعَثَ اِلَيْهِ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ۔

گدھا لاؤ اور سوار ہوگئے کرایہ طے نہیں کیا اور ان کے پاس آدھا درہم بھیجدیا۔

**تشریح ۴۱۳** اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ کچھ سوت بیچنے والے قاضی شریح کے پاس اپنا جھگڑا لے کر آئے اور کہا ہمارا آپس کا رواج یہ ہے کہ تو فرمایا تمہارا آپس کا رواج معتبر ہے۔

**تشریح ۴۱۴** اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

محمد سے مراد امام المعبرین محمد بن سیرین ہیں۔ اس تعلیق کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز سو دینار میں خریدی تھی۔ اس کے بارے میں یہ بات طے ہوگئی کہ ہر دس دینار پر ایک دینار نفع لونگا۔ خریدار نے قبول کرلیا تو یہ بیع صحیح ہے۔ اسے مرابحہ کہتے ہیں۔ اس کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ بائع نے جس دام پر خریدا ہے اس کو صحیح بتادے، غلط بتائے گا تو یہ دھوکا ہوگا۔ بائع نے اس چیز کے نقل وحمل وغیرہ پر جو خرچ کیا ہے وہ بھی رکھ سکتا ہے مگر اس صورت میں یہ نہ کہے کہ میں نے اتنے میں خریدا ہے، بلکہ یہ کہے کہ یہ چیز اتنے میں پڑی ہے تاکہ جھوٹ نہ ہو۔

**تشریح ۴۱۵** اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ دانق نون کے کسرہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ ہے۔ دانگ کا معرب۔ ایک درہم کے چھٹے حصے کو کہتے ہیں۔ یعنی ایک درہم چھ دانگ کا ہوتا ہے۔ اس تعلیق کا مفاد یہ ہے کہ یہ عام رواج ہے۔ کہ ایک شخص کسی جانور کو سواری کے لئے کسی مخصوص جگہ کرایے پر لیتا ہے اور کوئی کرایہ طے ہوجاتا ہے۔ تو دوبارہ کرایہ نہیں طے کرتا نہ پوچھتا ہے بغیر کچھ پوچھے ہوئے جانور پر سوار ہوجاتا ہے۔ اور پہلے والا کرایہ دیدیتا ہے۔ اسمیں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ حرج ہوتا تو امام حسن بصری ایسا نہیں کرتے حالانکہ کرایہ طے کئے بغیر جانور پر سوار ہونا جائز نہیں۔ مگر چونکہ ایک رواج ہے۔ وہ بمنزلہ اس کے ہے

۱۲۹۵ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ هِنْدُ اُمُّ مُعَاوِيَةَ لِرَسُوْلِ

**حدیث** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ معاویہ کی ماں ہندہ نے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ فَهَلْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ابو سفیان بخیل انسان ہیں۔ اگر میں چپکے

عَلَيَّ جُنَاحٌ اَنْ اٰخُذَ مِنْ مَّالِهٖ سِرًّا قَالَ خُذِيْ اَنْتِ وَبَنِيْكِ مَا يَكْفِيْكِ

چپکے ان کے مال سے کچھ لے لوں تو کوئی گناہ ہے فرمایا تو اور تیرے بچے اتنا لے سکتے ہیں

بِالْمَعْرُوْفِ ؎

جو عرف کے مطابق ہو۔

کہ کرایہ طے ہے۔ حضرت حسن بصری نے دوبارہ کرایہ کچھ زیادہ بھیجا۔ یہ ان کا کرم تھا۔

**تشریحات ۱۲۹۵** ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ عرضداشت فتح مکہ کے موقع پر پیش کی تھی۔ جب وہ اسلام قبول کرنے آئی تھیں۔ ان کے باپ عتبہ کو غزوہ بدر میں شیر خدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مارا تھا۔ اس کے انتقام میں انھوں نے غزوۂ احد میں حضرت حمزہ کا پیٹ چاک کر کے ان کا جگر چبایا تھا۔ ناک کان کاٹ کر ہار پہنا تھا۔ اس کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن عورتوں کے قتل کا حکم دیا انہیں یہ بھی تھیں۔ یہ انتہائی ذہین اور عقلمند عورت تھیں۔ اس لئے بجائے بھاگنے چھپنے کے جب عورتیں قبول اسلام کے لئے حاضر ہوئیں۔ تو یہ بھی جھنڈ میں شامل ہو کر حاضر خدمت ہوئیں۔ اسلام قبول کر کے بیعت کر لی۔ عورتوں سے اس پر بھی بیعت لی گئی تھی کہ چوری نہیں کریں گی۔ اس وقت انھوں نے یہ عرضداشت پیش کی تھی۔

حدیث زیر بحث ان کے حسن اسلام کی دلیل ہے۔ عورتوں میں بلا اجازت شوہر کے مال خرچ کرنے کی عادت ہوتی ہے اور اسے عیب بھی نہیں مانا جاتا مگر اسلام نے چند منٹ میں وہ خوف خدا پیدا کر دیا کہ انھیں اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ بھی گناہ نہ ہو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مرد پر واجب ہے کہ عرف کے مطابق اپنے اہل و عیال کو نان نفقہ دے۔ حتی کہ اگر وہ کوتاہی کرے تو عورت بقدر کفایت اس کی اجازت کے بغیر بھی لے سکتی ہے۔

جو لوگ قضا علی الغائب کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے دلیل لاتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ حضرت ابوسفیان وہاں موجود نہیں تھے اور حضور نے ان کے خلاف فیصلہ دیدیا۔ اس پر گذارش ہے کہ۔ اولاً یہ قضا نہیں۔ حضرت ہندہ نے ایک حکم شرعی پوچھا تھا اور حضور نے بیان فرمادیا۔ ثانیاً بعض مفصل روایتوں میں

؎ ثانی النفقات باب اذا لم ینفق الرجل فللمراۃ ان تاخذ بغیر علمہ ص ۸۰۸ الاحکام باب القضاء علی الغائب ص ۱۰۶۴۔

ہے کہ حضرت ابوسفیان اس وقت وہاں موجود تھے۔ اور یہ سنکر کہا۔ بطریق معروف تم جتنا بھی لوگی وہ تمھارے لئے حلال ہے۔

**حضرت ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا** ان کا نسب عبد مناف پر جاکر نسب نبوی سے مل جاتا ہے۔ یہ عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف کی بیٹی تھیں۔ بہت ذہین عقلمند، تیز خاتون تھیں۔ ان کی شادی پہلے فاکھہ بن مغیرہ حضرت خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا سے ہوئی تھی۔ فاکھہ بہت فیاض مہمان نواز تھا۔ اس کے گھر لوگ اذن لئے بغیر چلے جایا کرتے تھے۔ ایکدن فاکھہ ہندہ کو گھر میں اکیلے چھوڑ کر کسی کام سے چلا گیا۔ اس اثنا میں ایک شخص آیا۔ اندر جاکر جب دیکھا کہ ہندہ تنہا ہے تو وہ بھاگا اتنے میں فاکھہ آگیا۔ اسے بھاگتا ہوا دیکھکر اسے بدگمانی ہوئی اور اندر جاکر ہندہ کو پاؤں سے مارا اور پوچھا تیرے پاس یہ کون تھا۔ ہندہ نے کہا مجھے کچھ پتہ نہیں۔ اس پر فاکھہ نے کہا۔ اپنے اہل کے پاس چلی جا۔ فاکھہ نے لوگوں میں پھیلا دیا۔ جب یہ خبر ہندہ کے باپ عتبہ کو ملی تو اس نے تنہائی میں ہندہ سے کہا۔ اے بیٹی تیرے بارے میں افواہ پھیلی ہے۔ اگر صحیح ہے تو بتادے میں فاکھہ کو ختم کرادوں، اور جھوٹی ہے تو پھر یمن کے کسی کاہن کے یہاں چلکر فیصلہ کرالیں۔ ہندہ نے قسم کھاکر کہا یہ جھوٹ ہے اور میں پاکدامن ہوں۔

عتبہ نے فاکھہ سے کہا تو نے میری بیٹی پر بہت بڑا الزام لگایا ہے۔ یمن کے کسی کاہن کے پاس چل۔ فاکھہ راضی ہوگیا۔ فاکھہ اپنے قبیلہ بنی مخزوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ چلا۔ اور عتبہ اپنے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ ہندہ کو ساتھ لے کر چلا۔ ہندہ کی دلجوئی کے لئے کچھ عورتیں بھی تھیں۔ جب یمن قریب آگیا تو ہندہ گھبرا گئی اور چہرہ فق ہوگیا۔ اس پر عتبہ نے کہا۔ اے بیٹی تیرا یہ حال صرف اس وجہ سے ہوسکتا ہے کہ تجھ سے برائی سرزد ہوئی ہے۔ ہندہ نے کہا۔ بخدا اے ابا ایسا نہیں۔ میں اس لئے گھبرا رہی ہوں کہ ہم ایک انسان کے پاس جارہے ہیں جو ٹھیک باتیں بھی بتاتا ہے اور غلط بھی۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں وہ مجھ پر داغ نہ لگادے پھر میں پورے عرب میں بدنام ہوجاؤں گی۔ عتبہ نے کہا۔ میں کاہن کی آزمائش کے لئے ایک چیز چھپا دیتا ہوں۔ پہلے آزمالوں گا۔ پھر تیرا معاملہ پیش کروں گا۔ اس نے اپنے گھوڑے کو سیٹی دی جب اس نے عضو تناسل باہر نکال دیا تو اس کے سوراخ میں گیہوں کا دانہ ڈالدیا۔

جب کاہن کے پاس پہنچے تو ان کی اعزاز کے ساتھ مہمان نوازی کی، اونٹ ذبح کرکے انھیں کھلایا۔ عتبہ نے اپنا معاملہ یوں پیش کیا کہ ہم لوگ ایک معاملہ لے کر تیرے پاس آئے ہیں۔ مگر تیرے جانچنے کے لئے ایک چیز چھپائی ہے بتادہ کیا ہے۔ کاہن نے کہا۔ حبۃ فی کمرۃ۔ گیہوں کا دانہ۔ گولائی میں عتبہ نے کہا ذرا اس سے واضح تو کاہن نے کہا حبۃ من برنی احلیل مھر۔ گھوڑے کے احلیل میں گیہوں کا دانہ ہے۔

اب عتبہ نے کاہن سے کہا۔ ان عورتوں کو دیکھو۔ کاہن ہر ایک عورت کے کندھے پر ہاتھ رکھتا اور کہتا یہ وہ نہیں ہے اور واپس کرتا جاتا۔ یہاں تک کہ ہندہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو کہا

انھضی غیر سبخاء ولا زانیۃ تلد ملکا کھڑی ہوجا پاک صاف تو زانیہ نہیں تو ایک بادشاہ

۱۲۹۶ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَمِعَ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ یہ آیت کریمہ جو مالدار

عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ

ہو وہ بچے اور جو محتاج ہو وہ عرف کے مطابق کھائے یتیم کے اس ولی کے

یقال له معاویة جنے گی جس کا نام معاویہ ہوگا۔

یہ سن کر ماھک نے ہندہ کو دیکھا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ہندہ نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا اور کہا ہٹ۔ میں یہ کوشش کرونگی کہ یہ بادشاہ تیرے علاوہ کسی اور سے ہو۔ اس کے بعد ابوسفیان سے شادی کی [۱]

جب تک ایمان سے مشرف نہ ہوئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شدید ترین مخالف تھیں۔ ایمان لانے کے بعد عرض کیا ــــ یارسول اللہ! روئے زمین پر کسی کا ذلیل ہونا مجھے اتنا پسند نہ تھا جتنا آپ کا اور آپ کے متعلقین کا تھا۔ اور آج یہ حال ہے کہ آپ کا اور آپ کے متعلقین کا عزیز ہونا سب سے زیادہ پسند ہے۔ [۲]

ہندہ کا ایک مخصوص بت تھا۔ اسلام لانے کے بعد اسے بسولے سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور کہا ہم تیرے بارے میں فریب میں تھے [۳]

انکے دل میں اسلام کے جاگزیں ہونے کا ایک سبب یہ بھی لکھا ہے کہ انھوں نے فتح مکہ کے بعد صحابہ کرام کو رات میں مسجد حرام میں عبادت کرتے ہوئے دیکھا اور یہ کہا کہ اس رات سے پہلے کما حقہ اللہ کی عبادت اس مسجد میں نہیں ہوئی لہٰذا لوگوں نے پوری رات نماز قیام رکوع وسجود میں گزار دی [۴]

چادر میں منہ چھپا کر عورتوں کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں سے جن باتوں پر بیعت لی ان میں یہ بھی تھا۔ چوری نہیں کریں گی۔ زنا نہیں کریں گی۔ اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔ چوری نہ کرنے پر ہندہ نے وہ کہا جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ زنا نہیں کریں گی۔ پر کہا۔ کیا شریف عورت بھی زنا کراتی ہے۔ اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔ پر کہا۔ بچے جب چھوٹے تھے ہم نے انھیں پالا۔ آپ بدر میں انھیں قتل کر دیا۔ بر بنائے قول صحیح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں واصل بحق ہوئیں [۵]

## تشریحات ۱۲۹۶

یتیم کا مال کھانا حرام ہے۔

قرآن مجید میں ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا۔ (النساء آیت ۵)

جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ بلاشبہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں اور وہ لوگ بہت جلد بھڑکتی آگ میں جلیں گے۔

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۱۳۸ - ۱۳۹ [۲] بخاری اول باب ذکر ھند بنت عتبۃ ص ۵۳۹ [۳] اصابہ جلد رابع ص ۴۷۶ [۴] اصابہ ص ۴۷۵ [۵] اصابہ ص ۴۷۶ -

وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ اُنْزِلَتْ فِي وَالِي الْيَتِيمِ الَّذِي يُقِيمُ

بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جو یتیم کی پرورش کرتا ہے۔ اور اس کے مال کی دیکھ بھال کرتا ہے

عَلَيْهِ وَيُصْلِحُ فِي مَالِهِ اِنْ كَانَ فَقِيرًا اَكَلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ ۔ عہ

اگر محتاج ہے تو دستور کے مطابق اس کے مال سے کھا سکتا ہے۔

## بَابُ بَيْعِ الشَّرِيكِ مِنْ شَرِيكِهِ ص ۲۹۴ ایک شریک کا دوسرے شریک کے ہاتھ مال مشترک بیچنا۔

**حدیث ۱۲۹۷** عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر اس

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ فَاِذَا

مال میں شفعہ کا حق دیا جو منقسم نہ ہو۔ جب حدیں قائم کر دی گئیں ہوں اور راستے بدل دیئے

لیکن کسی یتیم کا ولی مفلس و محتاج ہے وہ اپنا پورا وقت اس کی اور اس کی جائداد و دکان کی دیکھ بھال میں صرف کرتا ہے اسے فرصت نہیں کہ اپنے لئے کچھ کر سکے۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کھائے کیا؟ اس آیت میں اسے اجازت دی گئی کہ دستور کے مطابق یتیم کے مال سے کھا سکتا ہے۔ اسی کی روشنی میں فقہا نے فرمایا۔ المعروف کالمشروط عرف اور دستور جن باتوں کا ہو وہ ذکر کردہ شرط کے مثل ہے۔

**تشریحات ۱۲۹۷** اس باب کے بعد بطریق مسدود جو روایت ہے اس میں فی کل مالم یقسم ہے۔ یعنی مال۔ نہیں ہے۔

**مطابقت:** یہاں باب یہ ہے۔ شریک کا اپنے شریک کے ہاتھ بیع۔ اور حدیث میں شریک کی بیع کا کوئی تذکرہ نہیں۔ مطابقت یوں ہے۔ کہ اس حدیث کا مفاد یہ ہے۔ کہ جو مال منقسم نہ ہو اسمیں شفعہ ہے۔ اب صورت یہ ہوئی کہ ایک مکان زید و عمرو کے درمیان مشترک تھا اور یہ اشتراک بطریق شیوع تھا مثلاً نصف نصف۔ ابھی تقسیم نہیں ہوئی تھی کہ زید نے اپنا حصہ بکر کے ہاتھ بیچ دیا۔ جب تک یہ مکان زید و بکر آپس میں تقسیم نہیں کریں گے عمرو کو شفعہ کا حق ہے۔ اس حق کی بنا پر عمرو نے اس مکان کا زید الا حصہ لے لیا۔ یہ بھی ایک طرح کی بیع ہے۔ اب ایسا ہو گیا کہ عمرو نے جو شفیع ہے اور زید کا اس مکان میں شریک ہے۔ اس نے اپنے شریک زید سے اس کو خرید لیا۔

**شفعہ کے احکام** شفعہ کا مطلب یہ ہے۔ ہمسایہ ہونے کی وجہ سے زمین، مکان وغیرہ میں یا کسی چیز میں شریک ہونے کی وجہ سے جب اس کا مالک بیچے تو بالجبر خریداری کا حق۔ شفعہ کے بارے میں ائمہ میں قدیم سے کثیر اختلافات ہیں مثلاً شفعہ صرف مکان زمین کھیت باغ میں ہے یا ہر چیز میں۔ جائداد منقولہ نیز تو سب میں صرف مکان وغیرہ جائداد

عہ ثانی تفسیر سورۃ النساء باب ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف ص ۶۵۸

وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ۔ عہ

گئے ہوں تو شفعہ نہیں۔

## بَابُ اِذَا اشْتَرٰی شَیْئًا لِّغَیْرِہٖ بِغَیْرِ اِذْنِہٖ فَرَضِیَ ص ۲۹۴

جب کسی کے لئے کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر خریدی اور وہ راضی ہوگیا۔

**۱۲۹۸ حدیث** عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

غیر منقولہ میں ہے تو شفعہ کا حق کس کو ہے۔ پھر ان سب میں مختلف شقیں ہیں۔ اور ان سب کے احکام مختلف ائمہ کے نزدیک مختلف ہیں۔ ہمارا اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس پر اتفاق ہے کہ شفعہ صرف زمین کھیت مکان باغ میں ہے۔ البتہ اسمیں اختلاف ہے کہ کب تک حق شفعہ ہے اور کس کس کو ہے۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ۔ شفعہ کا حق صرف شریک اور خلیط کو ہے۔ جار (پڑوسی) کو نہیں اگرچہ ملاصق ہو۔ ہمارے یہاں شریک اور خلیط کے ساتھ پڑوسی کو بھی حق شفعہ حاصل ہے جبکہ وہ ملاصق ہو۔

خلیط کا مطلب یہ ہے کہ وہ مبیع میں شریک ہو۔ مثلاً جو مکان یا کھیت وغیرہ بیچا گیا وہ بائع اور اس کی ملک تھا۔ شریک کا مطلب یہ ہے۔ یہ مبیع میں شریک نہیں۔ اس کا حصہ بائع کے حصے سے متازب۔ مگر مبیع کے حق میں شریک ہے۔ مثلاً دونوں کا راستہ ایک ہے۔ اور یہ راستہ خاص ہے۔ شارع عام نہیں۔ یا کھیت ہے۔ پانی ایک ہی نالی سے دونوں میں آتا ہے۔ جار ملاصق وہ ہے کہ اس کے مکان کی پچھیت دوسرے کے مکان میں ہو۔ اس کی مزید تفصیل بہار شریعت حصہ پانزدہم میں دیکھیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو مکان منقسم ہو ہر شریک کی حد مقرر ہو، سب کا راستہ الگ الگ ہو تو بحیثیت شریک اور خلیط شفعہ کا حق نہیں۔ لیکن اگر جار ملاصق ہو تو اس حیثیت سے اسے شفعہ کا حق ہے۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں فرمایا۔ جار الدار احق بالدار۔ گھر کا پڑوسی گھر کا زیادہ حقدار ہے۔

**۱۲۹۸ تشریحات** یہاں یہ حدیث کچھ اختصار کے ساتھ ہے۔ کتاب المزارعت میں پوری تفصیل کے ساتھ ہے یہاں تیسرے شخص کے قول میں۔ بفرق من ذرۃ ہے اور مزارعت وغیرہ میں من الارز ہے یعنی ایک فرق دھان کے عوض۔ عام طور پر "ارز" کا ترجمہ چاول کیا جاتا ہے۔ مگر اس حدیث کے اخیر میں ہے۔

---

عہ باب بیع الارض والدور والعروض ص ۲۹۴ باب الشفعۃ فیما لم یقسم ص ۳۰۰ الشرکۃ باب الشرکۃ فی الارضین وغیرھا ص ۳۳۹ باب اذا قسم الشرکاء الدور ص ۳۳۹ ثانی الحیل باب فی الھبۃ والشفعۃ ص ۱۰۳۲ ابوداؤد البیوع ترمذی البیوع الاحکام ابن ماجہ۔

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَرَجَ ثَلٰثَۃُ نَفَرٍ یَّمْشُوْنَ فَاَصَابَھُمُ الْمَطَرُ

تین شخص نکلے وہ چلے جارہے تھے کہ بارش آگئی تو یہ لوگ پہاڑ کے اندر ایک غار میں چلے گئے

فَدَخَلُوْا فِیْ غَارٍ فِیْ جَبَلٍ فَانْحَطَّتْ عَلَیْھِمْ صَخْرَۃٌ قَالَ فَقَالَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ

اس کے بعد غار کے منہ پر ایک چٹان گر پڑی اب ان میں سے بعض نے بعض سے کہا سب سے

اُدْعُوا اللّٰہَ بِاَفْضَلِ عَمَلٍ عَمِلْتُمُوْہُ فَقَالَ اَحَدُھُمُ اللّٰھُمَّ اِنِّیْ کَانَ

افضل عمل جو تم نے کیا ہو اس کے وسیلے سے اللہ سے دعا کرو تو ان میں سے ایک نے کہا اے

لِیْ اَبَوَانِ شَیْخَانِ کَبِیْرَانِ فَکُنْتُ اَخْرُجُ فَاَرْعٰی ثُمَّ اَجِیْءُ فَاَحْلُبُ فَاَجِیْءُ

اللہ میرے بوڑھے سن رسیدہ ماں باپ تھے میں نکل جاتا جانوروں کو چراتا پھر واپس آکر انھیں

بِالْحِلَابِ فَاٰتِیْ بِہٖ اَبَوَیَّ فَیَشْرَبَانِ ثُمَّ اَسْقِی الصِّبْیَۃَ وَاَھْلِیْ وَامْرَاَتِیْ

دوہتا اور دودھ کا پورا برتن ماں باپ کو دیتا وہ پی لیتے تو بچوں کو اور اپنے اہل اور بیوی کو

فَاحْتَبَسْتُ لَیْلَۃً فَجِئْتُ فَاِذَا ھُمْ نَائِمَانِ قَالَ فَکَرِھْتُ اَنْ اُوْقِظَھُمَا وَ

پلاتا۔ ایک رات میں پھنس گیا اور آیا تو دونوں سو گئے تھے۔ میں نے اسے پسند نہیں کیا کہ انھیں

الصِّبْیَۃُ یَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ رِجْلَیَّ فَلَمْ یَزَلْ ذٰلِکَ دَاْبِیْ وَدَاْبُھُمَا حَتّٰی

جگاؤں اور بچے میرے پاؤں کے پاس چیختے رہے یہی حال رہا یہاں تک کہ فجر طلوع کر آئی۔

طَلَعَ الْفَجْرُ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِکَ اِبْتِغَاءَ وَجْھِکَ

اے اللہ اگر تیرے علم میں یہ ہے کہ میں نے یہ تیری رضا مندی کے لئے کیا ہے تو

فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَۃً نَرٰی مِنْھَا السَّمَاءَ قَالَ فَفَرَجَ عَنْھُمْ فَقَالَ الْاٰخَرُ

غار کو اتنا کھول دے کہ ہم آسمان دیکھیں۔ اس دعا پر اتنا کھول دیا۔ اب دوسرے نے کہا اے

اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ کُنْتُ اُحِبُّ اِمْرَاَۃً مِّنْ بَنَاتِ عَمِّیْ کَاَشَدِّ

اللہ اگر تیرے علم میں ہے کہ میں اپنے چچا کی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کے ساتھ اتنی محبت کرتا تھا

مَا یُحِبُّ الرَّجُلُ النِّسَاءَ فَقَالَتْ لَا تَنَالُ ذٰلِکَ مِنْھَا حَتّٰی تُعْطِیَھَا

جتنی زیادہ کوئی مرد عورتوں سے کرتا ہے اس نے کہا تھیں کچھ نہیں ملے گا جب تک سو دینار نہیں

مِاءَۃَ دِیْنَارٍ فَسَعَیْتُ فِیْھَا حَتّٰی جَمَعْتُھَا فَلَمَّا قَعَدْتُّ بَیْنَ رِجْلَیْھَا

دو گے تو میں نے اس کے لئے کوشش کی یہاں تک کہ سو دینار جمع کر لئے اور جب میں اس کے دونوں

کہ میں نے اسے کھیت میں بویا۔ مزارعت میں ہے کہ میں اسے بار بار بوتا رہا۔ اور سب کو معلوم ہے کہ چاول بویا نہیں جاتا۔ البتہ دھان بویا جاتا ہے۔ فرق تین صاع کا ہوتا ہے۔ ہم نے جلد ثالث صـ۷۹ پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت

قَالَتْ اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ اِلَّا بِحَقِّهٖ فَقُمْتُ وَتَرَكْتُهَا فَاِنْ

پاؤں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا اللہ سے ڈر اور حق کے بغیر مہر مت توڑ۔ یہ سنکر میں اٹھ کھڑا ہوا

كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً

اور اسے چھوڑ دیا۔ اے اللہ اگر تیرے علم میں ہے کہ میں نے یہ تیری رضا جوئی کے لئے کیا تھا تو کچھ اور

قَالَ فَفَرَجَ عَنْهُمُ الثُّلُثَيْنِ وَقَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ

کھول دے۔ تو اللہ نے دو تہائی کھول دیا اور تیسرے نے کہا اے اللہ اگر تیرے علم میں یہ ہے

اَنِّيْ اسْتَاْجَرْتُ اَجِيْرًا بِفَرَقٍ مِّنْ ذُرَةٍ فَاَعْطَيْتُهٗ فَاَبٰى ذٰلِكَ اَنْ

کہ میں نے ایک فرق جوار پر ایک مزدور کیا تھا۔ میں نے اسے دیا تو اس نے اسوقت لینے سے انکار

يَّاْخُذَ فَعَمَدْتُّ اِلٰى ذٰلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهٗ حَتّٰى اشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقَرًا

کیا میں نے اس جوار کو بو دیا یہاں تک کہ گائے اور اس کا چرواہا خریدا اس کے بعد وہ شخص

وَّرَاعِيَهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اَعْطِنِيْ حَقِّيْ فَقُلْتُ انْطَلِقْ اِلٰى

آیا اور کہا۔ اے اللہ کے بندے میرا حق دے تو میں نے کہا جا یہ گائیں اور ان کے چرواہے

ذٰلِكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيْهَا فَقَالَ اَتَسْتَهْزِئُ بِيْ قَالَ قُلْتُ مَا اَسْتَهْزِئُ بِكَ

کو لے جا اس نے کہا میرے ساتھ ٹھٹھا کرتا ہے میں نے کہا میں ٹھٹھا نہیں کرتا یہ

وَلٰكِنَّهَا لَكَ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ

سب تیرا ہی ہے اے اللہ اگر تیرے علم میں ہے کہ میں نے یہ تیری رضا حاصل کرنے کے لئے

فَافْرُجْ عَنَّا فَكُشِفَ عَنْهُمْ ۔عہ

کیا تھا تو غار کا منہ کھول دے۔ اب پورا کھول دیا گیا۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ کی فرق کے بارے میں مختلف اقوال میں یہ تطبیق نقل کر دی ہے کہ صحیح یہ ہے کہ فرق سولہ رطل کا ہوتا ہے جو حجازی صاع سے تین اور عراقی سے دو صاع ہوتا ہے اس تقدیر پر ایک فرق ۵۷۶ روپے بھر ہوا۔

**مطابقت** باب کے ساتھ مطابقت اخیر حصے سے ہے۔ کہ تیسرے شخص نے مزدور کے غلے کی کاشت کی اور پیداوار سے گائے اور چرواہے کو خریدا۔ اور یہ سب مزدور کی بلا اجازت ہوا۔ بلکہ اس کے علم کے بغیر ہوا مگر جب

عہ المزارعة باب اذا زرع بمال قوم بغیر اذنهم ص ۳۱۳ الانبیاء باب حدیث الغار ص ۴۹۳۔ الاجارة باب من استاجر اجیرا فعمل فیه المستاجر ص ۳۰۳ مسلم الذکر، نسائی رقاق ،

## بَابُ الشِّرٰی وَالْبَیْعِ مَعَ الْمُشْرِکِیْنَ وَاَھْلِ الْحَرْبِ ۲۹۵

حربی اور مشرکین کے ساتھ خرید و فروخت۔

۱۲۹۹ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ کُنَّا مَعَ

**حدیث** حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثِیْنَ وَمِائَۃً فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ مَعَ اَحَدٍ

ایک سو تیس آدمی تھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کے ساتھ غلہ ہے تو ایک صاحب کے پاس

مِنْکُمْ طَعَامٌ فَاِذَا مَعَ رَجُلٍ صَاعٌ مِّنْ طَعَامٍ اَوْ نَحْوُہٗ فَعُجِنَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُّشْرِکٌ مُّشْعَانٌ

ایک صاع کے قریب غلہ تھا (انھوں نے پیش کیا) اسے گوندھا گیا پھر ایک

اس نے رضامندی ظاہر کردی تو صحیح ہوگیا۔ اسے فقہ کی اصطلاح میں فضولی کہتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گزشتہ امتوں کے واقعات جو معتمد سند کے ساتھ مروی ہوں معتبر ہیں بلکہ حجت بھی۔ اسی سے آج کل کے کچھ محققین کی اس جدت کا رد ہوگیا جو صحابہ کرام اور تابعین عظام کی بہت سی روایتوں کو یہ کہکر رد کردیتے ہیں کہ یہ اسرائیلیات میں سے ہے۔ حالانکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی ہے۔ فرمایا

وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج [1] بنی اسرائیل کی باتیں بیان کرو اسمیں کوئی حرج نہیں۔

اس بارے میں صحیح یہ ہے کہ اگلی امتوں کی جو روایات ثقہ معتمد صحابہ و تابعین یا ائمہ دین سے مروی ہیں۔ اور قرآن و احادیث کے معارض نہیں وہ معتبر ہیں۔

**تشریحات** ۱۲۹۹ یہاں یہ حدیث مختصر تھی۔ اس لئے ہم نے کتاب الہبہ کی حدیث ذکر کی جو مفصل تھی۔ امام بخاری نے اس پر تین باب قائم فرمایا ہے۔ اول یہی کہ حربی مشرک سے خرید و فروخت جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ مشرک کا ہدیہ قبول کرنا۔ تیسرے پیٹ بھر کر کھانا۔ ان میں دو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ثابت۔ بیعا او عطیۃ او ھبۃ۔ بیچے گا کہ دیگا یا ہبہ کرے گا۔ اس لئے کہ اگر مشرک حربی سے خرید و فروخت جائز نہ ہوتی۔ یا اس کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہ ہوتا تو یہ ارشاد لغو ہوتا۔ پھر اس نے بکری بیچی اور حضور نے خریدی۔ یہ اس بیع کی صحت پر نص ہے۔

**بسواد البطن** اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ پیٹ کے اندر جو کالے رنگ کے اعضا تھے۔ اس سے جگر طحال وغیرہ مراد ہیں۔

**ففضلت القصعتان** اس سے مراد یہ ہے کہ دونوں پیالوں میں کھانا بچ گیا۔ جیسا کہ۔ اطعمہ کی روایت میں واضح ہے۔ وفضل فی القصعتین۔ یہی وجہ ہے کہ فحملناہ میں ضمیر مفعول واحد ہے۔

[1] بخاری اول الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل ص ۴۹۱۔

طَوِيلٌ بِغَنَمٍ يَسُوقُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعًا أَمْ

پراگندہ سر کھڑے بالوں والا لمبے قد کا مشرک اپنی بکریاں ہانکتے ہوئے آیا۔ اس سے نبی صلی اللہ تعالیٰ

عَطِيَّةً أَوْ قَالَ أَمْ هِبَةً قَالَ لَا بَلْ بَيْعٌ فَاشْتَرٰى مِنْهُ شَاةً فَصُنِعَتْ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیمت پر دیگا یا عطیے کے طور پر یا ہبہ کے طور پر۔ اس نے کہا قیمت پر۔

وَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَوَادِ الْبَطْنِ أَنْ يُشْوٰى وَ

تو اس سے ایک بکری خریدی اور اسے ذبح کیا گیا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیٹ کے

أَيْمُ اللّٰهِ مَا فِي الثَّلٰثِينَ وَالْمِائَةِ إِلَّا قَدْ حَزَّ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

اندر دنی کالے اعضاء کے بھوننے کا حکم دیا بخدا ایک سو تیس میں سے ہر شخص کو نبی صلی اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ حُزَّةً مِنْ سَوَادِ بَطْنِهَا إِنْ كَانَ شَاهِدًا أَعْطَاهَا إِيَّاهُ

تعالیٰ علیہ وسلم نے کاٹ کاٹ کر ایک ایک ٹکڑا دیا۔ اگر موجود تھا تو اسے دیدیا اور اگر غائب

وَإِنْ كَانَ غَائِبًا خَبَأَ لَهُ فَجَعَلَ مِنْهَا قَصْعَتَيْنِ فَأَكَلُوا أَجْمَعُونَ وَ

تھا تو اس کا حصہ رکھدیا ان سب کو دو پیالوں میں کیا سب لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا

شَبِعْنَا فَفَضَلَتِ الْقَصْعَتَانِ فَحَمَلْنَاهُ عَلَى الْبَعِيرِ۔ ع۵

ان دونوں پیالوں میں کھانا بچ رہا جسے ہم نے اونٹ پر لاد لیا۔

جو طعام مفضول کی طرف راجع ہے۔

یہ واقعہ دارالاسلام اور دارالحرب کی تحدید اور حربی کفار کے احکام کی تشریع سے پہلے کا ہے۔ اخیر حکم یہ ہے۔ کہ ذمی کو ہدیہ دینا اور اس کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ اور حربی کو نہ دینا جائز اور نہ لینا جائز۔ اس پر سورہ ممتحنہ کی یہ آیتیں دلیل ہیں۔ ارشاد ہے۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ إِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ الآية۔

اللہ تمھیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمھیں تمھارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو بیشک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں اور تمھیں انھیں سے منع کرتا جو تم سے دین میں لڑے یا تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا۔

ع۵ الهبة باب قبول الهدية للمشركين ص ۳۵۶ ، ۳۵۷ ثانی الاطعمة باب الاكل شبعا ص ۸۱۰ مسلم اطعمه۔

## بَابُ شِرَی الْمَمْلُوْکِ مِنَ الْحَرْبِیِّ وَھِبَتِہٖ وَعِتْقِہٖ ص ۲۹۵

حربی سے غلام خریدنا اور حربی کا ہبہ کرنا اور آزاد کرنا۔

| | |
|---|---|
| ۴۱۶ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِسَلْمَانَ کَاتِبْ وَکَانَ | |
| ت اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلمان سے فرمایا | مکاتبت کرلے اور |
| حُرًّا فَظَلَمُوْہُ وَبَاعُوْہُ۔ | |
| یہ آزاد تھے | ان پر کچھ لوگوں نے ظلم کیا اور انھیں بیچ دیا۔ |

پہلی آیت سے مراد ذمی ہیں اور دوسری آیت سے مراد حربی ہیں۔ پوری تفصیل۔ الحجۃ المؤتمنہ۔ میں مطالعہ کریں۔

۴۱۶ تشریحات اس تعلیق کو امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور امام حاکم نے مستدرک میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا قصہ بہت طویل اور دلچسپ اور عبرت آموز ہے۔ یہ اصفہان کی ایک بستی جَیّ کے باشندے تھے۔ ان کا باپ وہاں کا زمیندار تھا[۱] اس نے ان کا نام مابہ یا بہبود رکھا تھا[۲]۔ بخاری میں ہے کہ اصل میں، راھرمز کے باشندے تھے[۳] اسلام لانے کے بعد ان کا نام سلمان رکھا گیا۔ سلمان الخیر سلمان بن اسلام القاب ہیں۔ کینت ابو عبداللہ۔ بخاری ہی میں ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ دس سے زائد آقاؤں کے قبضے میں رہا ہوں[۴]۔

اس کی تفصیل میں روایتیں مختلف ہیں اور بہت طویل۔ انھوں نے دین حق کی تلاش میں گھر چھوڑا اور متعدد راہبوں کی خدمت میں رہے۔ اخیر میں عمودیہ کے ایک راہب کے پاس رہے جو غیر محرف صحیح دین عیسوی پر تھا۔ وہ جب مرنے لگا تو اس نے ان کے دریافت کرنے پر یہ وصیت کی۔ کہ آج روئے زمین پر میرے علم میں کوئی شخص ایسا نہیں جو ہمارے طریقے پر ہو۔ ہاں ایک "نبی" کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ وہ عرب میں دو سنگستانوں کے درمیان کھجوروں والی سرزمین میں مبعوث ہوگا۔ اس کی واضح علامتیں یہ ہیں۔ صدقہ نہیں کھائے گا۔ ہدیہ کھائے گا۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ اگر تم سے ہو سکے تو ان کی خدمت میں چلے جاؤ۔ یہ وصیت کرکے وہ راہب مرگیا۔ کچھ دنوں کے بعد بنی کلب کے کچھ تاجر آئے۔ ان کے ساتھ وہ عرب کی طرف چلے۔ ان غداروں نے "وادی القریٰ" میں لاکر انھیں ایک یہودی کے ہاتھ بیچ دیا۔ کچھ دنوں کے بعد اس یہودی کا ایک بھتیجہ آیا جو مدینہ طیبہ کے بنی قریظہ کا فرد تھا۔ اس یہودی نے اس کے ہاتھ فروخت کردیا۔ اس طرح یہ مدینہ طیبہ پہنچے۔ مدینہ طیبہ آتے ہی اس راہب کی بتائی ہوئی علامتوں سے پہچان لیا کہ یہی شہر ان کا قبلہ مقصود ہے۔

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت کرکے قبا تشریف لائے۔ تو اس یہودی کے ایک بھتیجے نے آکر کہا کہ۔ بنی قیلہ کو اللہ ہلاک کردے۔ یہ سب ایک شخص کے پاس جمع ہیں جو آج ہی مکہ سے آیا ہے۔ ان کا گمان یہ ہے

---

[۱] مسند امام احمد جلد خامس ص ۴۴۱ [۲] اصابہ جلد ثانی ص ۶۲ [۳] اول اسلام سلمان فارسی ص ۵۶۲ [۴] ایضاً

کہ یہ نبی ہے۔ حضرت سلمان وہیں کھجوروں کے درخت پر کچھ کام کر رہے تھے۔ یہ سن کر وفور شوق میں ان کا یہ حال ہوا کہ انھیں درخت پر رہنا مشکل ہوگیا۔ اتر کر نیچے آئے اور اس یہودی سے پوچھا، تم کیا کہہ رہے تھے۔ اس پر ان کا آقا اتنا غصہ ہوا کہ انھیں ایک سخت گھونسہ مارا اور کہا۔ تمھیں ان باتوں سے کیا غرض تم چلو اپنا کام کرو۔ میں نے کہا کوئی بات نہیں۔ میں صرف یہ چاہتا تھا کہ اس نے جو کہا ہے اسے اچھی طرح سُن لوں۔

ان کے پاس کچھ کھانے کی چیز تھی۔ اسے لے کر شام کو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضور قبا میں تشریف فرما تھے۔ اور عرض کیا کہ یہ صدقہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اس میں سے کچھ نہیں کھایا۔ اور حاضرین کو کھلا دیا۔ انھوں نے جی میں کہا۔ پہلی نشانی صحیح نکلی۔ پھر جب حضور مدینہ آگئے، تو پھر وہ کچھ لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یہ ہدیہ ہے۔ اسے حضور نے خود بھی کھایا اور حاضرین کو بھی کھلایا۔ انھوں نے اپنے جی میں کہا کہ دو نشانیاں ہوئیں۔ سلمان کہتے ہیں، اس کے بعد میں حضور کے پیچھے آیا۔ حضور سمجھ گئے۔ اور پشت مبارک سے چادر سرکا دی۔ میں نے مہر نبوت کو دیکھا۔ دیکھتے ہی جھک کر اسے بوسہ دینے لگا اور فرط مسرت میں رونے لگا۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ سامنے آؤ۔ سامنے حاضر ہو کر کلمۂ شہادت پڑھکر مسلمان ہوگیا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ تم کون ہو۔ میں نے اپنی سرگزشت بیان کی۔ حضور اس پر بہت مسرور ہوئے کہ صحابہ نے میری داستان سُنی [1]

ایک[2] روایت میں یہ ہے کہ یہ اس وقت ایک انصاری خاتون کے غلام تھے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ تشریف آوری کی خبر سُنی تو اپنی مالکہ سے کہا۔ ایکدن مجھے بخش دو۔ اس نے بخشدیا۔ اس دن وہ جنگل سے لکڑیاں لائے اور اسے بیچکر کھانا تیار کیا اور یہی کھانا لے کر حاضر ہوئے۔ اس کے بعد پھر ایکدن مانگا اور لکڑیاں بیچکر کھانا تیار کیا۔ دوبارہ اسے لے کر حاضر خدمت ہوئے۔

حضرت سلمان چونکہ غلام تھے۔ اس لئے بدر و اُحد میں شریک نہ ہو سکے۔ ایکدن ان سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے سلمان اپنے آقا سے مکاتبت کرلو۔ یعنی یہ طے کرلو کہ تم مجھ سے اتنا مال لے لو اس کے بعد آزاد کر دو۔ ان کے آقا نے تین سو یا پانچسو[3] کھجور کے درخت بٹھانے اور چالیس اوقیہ سونے پر معاملہ طے کیا۔ کہ جب یہ کھجور کے درخت پھل دینے لگیں تو تم آزاد ہو۔ میں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کر دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے ارشاد فرمایا۔ اپنے بھائی سلمان کی مدد کرو۔ اس پر کسی نے تیس کسی نے بیس کسی نے پندرہ کسی نے دس پودے دیئے۔ یہاں تک کہ تین سو یا پانچ سو ہو گئے۔ انھوں نے آکر گوشگزار کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے سب پودے بٹھا دیئے۔ صرف ایک پودا حضرت سلمان نے بٹھایا۔ اس ایک کے علاوہ سب پودے بہت جلد پھل دینے لگے۔

---

[1] مسند امام احمد جلد خامس ص ۴۴۱ تا ۴۴۴۔ [2] ایضاً ص ۴۳۸ [3] ایضاً ص ۴۴۰۔

پھر کہیں سے مال غنیمت آیا اس میں سے مرغی کے انڈے برابر سونا حضرت سلمان کو دیا کہ جاؤ نقد بھی ادا کر دو۔ انھوں نے عرض کیا۔ اتنے سے کیا ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے زبان مبارک پر پھیرا۔ اور فرمایا۔ لے جاؤ پورا ہو جائے گا۔ اسے لے جا کر وزن کیا تو چالیس اوقیے بھر پورا ہوا۔ ایک اوقیہ چالیس درم کا اور ایک درم تین ماشہ ۱/۵ رتی کا۔ اور ایک روپیہ سوا گیارہ ماشے کا۔ اس طرح چالیس اوقیہ لگ بھگ چار سو روپے بھر ہوا یعنی تقریباً ساڑھے چار کلو گرام۔

آزادی کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان میں اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مواخاۃ قائم فرمادی [۱] بدر و اُحد کے معرکوں کے وقت یہ غلام تھے اس لئے ان میں شریک نہ ہو سکے۔ پہلا وہ غزوہ جسمیں یہ شریک ہوئے۔ خندق ہے۔ اس کے بعد کے تمام مشاہد میں ہمرکاب سعادت رہے۔

جب قریش نے قبائل عرب کا ٹڈی دل لشکر لے کر مدینہ طیبہ پر حملے کا ارادہ کیا۔ اور اندرونی طور پر مدینے کے یہود بنی قریظہ سے بھی ساز باز کر لی تھی۔ جس کے نتیجے میں غزوہ خندق ہوا۔ تو سلمان فارسی ہی کے مشورہ پر خندق کھودی گئی۔ جو بظاہر مدینہ طیبہ کی حفاظت کا سبب بنی۔

خندق کی کھدائی کے وقت انصار نے کہا۔ سلمان ہم میں سے ہے۔ اور مہاجرین نے کہا ہم میں سے ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا۔

سلمان منا اھل بیت [۲] سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد عرصے تک مدینہ طیبہ ہی میں رہے۔ حضرت صدیق اکبر کے اخیر یا حضرت فاروق اعظم کے شروع عہد خلافت میں عراق میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔

عہد فاروقی میں جب ایران پر عام لشکر کشی شروع ہو گئی۔ تو مجاہدین کی ایک فوج کے ساتھ یہ بھی ایک شہر کے محاصرے میں شریک ہوئے۔ مجاہدین سے فرمایا۔ کہ ابھی ٹھہرو۔ میں جاتا ہوں۔ انھیں اسلام کی دعوت دوں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ یہ تشریف لے گئے۔ حمد و ثنا کے بعد اہل شہر سے فرمایا۔ میں بھی تمھارا ہم قوم ہوں۔ اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت دی تم لوگ اہل عرب کی فرمانبرداری دیکھ رہے ہو اگر تم لوگ مسلمان ہو جاؤ تو تم کو وہ سارے حقوق حاصل ہوں گے جو ہمیں حاصل ہیں۔ اور اگر اسلام منظور نہیں تو جزیہ دو۔ اور اگر یہ بھی منظور نہیں تو پھر لڑائی ہے۔ تین دن تک انھیں اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ چوتھے دن حملے کی اجازت دی اور وہ شہر فتح ہو گیا [۳] جلولا کے بھی معرکے میں شریک رہے۔ یہیں مشک کی ایک تھیلی ملی تھی۔ جسے محفوظ رکھا اور وفات کے وقت کام میں لائے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو مدائن کا والی بنایا تھا۔ اور عرصے تک اس عہدے پر رہے۔ مزاج میں بہت سادگی تھی۔ اور یہ سادگی ان ایام میں بھی باقی رہی۔ لباس میں ایک اونچا پائجامہ اور عبا یعنی کمبل رہتا تھا۔ ایرانی

[۱] مسند امام احمد جلد خامس ص ۴۴۴ بخاری جلد اول ص ۲۶۴ [۲] مستدرک الحاکم جلد ثانی ص ۵۹۸ [۳] مسند امام احمد خامس ص ۴۴۰، ۴۴۱۔

ان کا یہ حال دیکھکر انھیں آتا دیکھتے تو کہتے۔ گرگ آمد، گرگ آمد۔ بھیڑیا آیا، بھیڑیا آیا۔ ایک مرتبہ چیت کرتا اتنا چھوٹا کہ ٹانگیں کھلی ہوئی تھیں پکڑ لایا زین کے گدھے پر سوار ہو کر نکلے۔ بچوں نے پیچھا کیا۔ اور شور مچانے لگے۔ لوگوں نے دیکھا تو بڑا انٹا کہ جانتے نہیں۔ یہ یہاں کے حاکم ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں بیمار پڑے۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ عیادت کے لئے آئے۔ تو یہ رونے لگے۔ حضرت سعد نے کہا۔ کیا بات ہے کیوں روتے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سے راضی رہتے ہوئے دنیا سے گئے۔ حوض کوثر پر ان سے ملوگے۔ اپنے ساتھیوں سے ملاقات ہوگی۔ فرمایا۔ خدا کی قسم میں موت سے نہیں گھبراتا اور نہ دنیا کی خواہش ہے۔ روتا اس لئے ہوں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عہد لیا تھا۔ کہ دنیوی سازوسامان ایک مسافر سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔ اور اس وقت میرے اردگرد سانپ اکھٹے ہیں۔ یعنی اسباب۔ حضرت سعد کہتے ہیں۔ ان سانپوں کی کل تعداد یہ تھی۔ ایک بڑا پیالہ۔ ایک لگن۔ اور ایک تسلہ۔ حضرت سعد نے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ فرمایا۔ جب کوئی کام کرنا چاہو کوئی فیصلہ کرنا چاہو۔ کچھ تقسیم کرنا چاہو تو خدا کو یاد رکھو۔ بیماری کی حالت میں اور بھی لوگوں نے نصیحت کی خواہش کی تو فرمایا۔ اگر تم سے ہو سکے تو حج یا عمرہ یا جہاد یا قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے جان دو۔ فسق و فجور اور خیانت کی حالت میں نہ مرو۔

جب زیست کی امید منقطع ہوگئی تو اپنی اہلیہ سے وہ مشک کی تھیلی منگائی۔ جو "حلولا" میں ملی تھی۔ اسے اپنے ہاتھ سے پانی میں گھولا۔ اور اپنے ہر چہار طرف چھڑکوا دیا اور سب کو باہر کر دیا۔ لوگ کچھ دیر کے بعد اندر آئے تو جان جان آفریں کے سپرد کر چکے تھے۔ مدائن میں ۳۵ھ میں واصل بحق ہوئے۔ دو سو پچاس یا تین سو پچاس سال کی عمر پائی۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا ان کے کسی حواری کا زمانہ پایا مگر یہ صحیح نہیں۔ ان کے ابتدائی حالات اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ پینتیس سال اسلام کا زمانہ پایا اور دس سال عہد نبوت کا۔

**اثبات باب** یہاں باب یہ ہے۔ حربی سے غلام خریدنا اور حربی کا ہبہ اور اس کا غلام آزاد کرنا۔ اپنی اکثر عادت کے مطابق حضرت امام بخاری نے اپنا خیال نہیں تحریر فرمایا۔ لیکن جو تعلیقات اور احادیث تحریر کی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ تینوں صحیح ہیں اور اس تعلیق سے اس طرح ثابت ہیں کہ اگرچہ حضرت سلمان اصل میں آزاد تھے۔ مگر جب ان پر غلبہ پاکر ایک حربی نے قبضہ کر لیا اور غلام بنا لیا، وہ اس عہد کے دستور کے مطابق غلام ہوگئے اور جب اس مشرک تاجر نے وادی القری کے یہودی کے ہاتھوں انھیں بیچا اور اس یہودی نے مدینے کے یہودی کے ہاتھ بیچا۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سلمان سے فرمایا کہ مکاتبت کرلے۔ تو معلوم ہوا کہ حربی کی بیع بھی صحیح ہے اور خریداری بھی اور عتق بھی۔

۴۱۷ وَسُبِیَ عَمَّارٌ وَّصُهَیْبٌ وَبِلَالٌ

ت اور عمار صہیب اور بلال غلام بنائے گئے۔

**تشریحات ۴۱۷** حضرت عمار کہیں سے نہ قید کر کے آئے تھے اور نہ کبھی بیچے اور خریدے گئے۔ اس لئے ان کا ذکر یہاں بے محل ہے۔ یہ عربی النسل عنسی بزرگ تھے۔ ان کے والد حضرت یاسر یمن کے باشندے تھے۔ مکہ آکر بس گئے تھے۔ اور ابو حذیفہ بن مغیرہ مخزومی کے حلیف بن گئے۔ اور ابو حذیفہ نے ان کی شادی حضرت سُمَیَّہ سے کر دی تھی۔ جو ان کی باندی تھیں۔ حضرت عمار پیدا ہوئے تو ابو حذیفہ نے ان کو آزاد کر دیا۔ جب تک ابو حذیفہ زندہ رہا یہ اس کے ساتھ رہے۔ اور جب وہ مر گیا اور اسلام آیا تو یہ تینوں مشرف باسلام ہو گئے۔ یہ تینوں قدیم الاسلام ہیں۔ خصوصیت سے جن کمزوروں کو سنگدل بہت ستاتے تھے ان میں یہ تینوں بھی ہیں۔ ایک مرتبہ انہیں اذیتیں دی جا رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان پر گزر ہوا تو فرمایا۔ اے آل یاسر صبر کرو تمہارے وعدے کی جگہ جنت ہے۔

ابو جہل لعین نے حضرت سُمَیَّہ کی شرمگاہ میں نیزہ بھونک دیا تھا جس کے صدمے سے شہید ہو گئیں۔ یہ اسلام میں پہلی شہید ہیں۔ حضرت یاسر بھی روز روز کی جان لیوا تکالیف سے ایک دن جاں بحق ہو گئے۔

**حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ** یہ بھی عربی النسل ہیں۔ تمر بن قاسط کے فرد ہیں۔ ان کے والد کسریٰ کی طرف سے اُبُلّہ کے عامل تھے۔ یہ جگہ موصل کے نواحی میں جزیرے کے قریب فرات کے کنارے ہے۔ رومی ان کی بستی پر حملہ کر کے انہیں قید کر کے لے گئے۔ قید کے وقت سن شعور کو پہنچ چکے تھے۔ جب یہ جوان ہو گئے۔ تو رومیوں نے بنی کلب کے ایک شخص کے ہاتھ بیچ دیا۔ اس نے مکے لا کر عبد اللہ بن جدعان کے ہاتھ فروخت کیا۔ اس نے انہیں آزاد کر دیا۔ جب اسلام آیا تو یہ اور حضرت عمار ایک ساتھ دار ارقم میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ ان کے صاحبزادے کی روایت یہ ہے کہ خود رومیوں سے بھاگ آئے تھے اور مکہ آکر عبد اللہ بن جُدعان کے حلیف بن گئے۔ جب یہ ہجرت کے ارادے سے مکے سے نکلے تو اہل مکہ نے ان کا پیچھا کیا اور قریب پہنچ گئے۔ انھوں نے اہل مکہ سے کہا۔ میرا ترکش تیر سے بھرا ہوا ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں تم میں سب سے زیادہ ماہر تیر انداز ہوں۔ تم میرے قریب اس وقت تک نہیں آسکتے جب تک کہ تیر ختم نہ ہو جائے اور قریب جب آؤ گے تو پھر تلوار سے خبر لوں گا۔ بہتر یہ ہے کہ میرا سب مال لے لو اور لوٹ جاؤ۔ اس پر وہ ستمگر راضی ہو گئے۔ انھوں نے اپنے مال کا پتہ بتا دیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قبا میں حاضر ہوئے۔ ان کی داستان سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ سودا نفع بخش ہے اے ابو یحییٰ۔ اس پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ۔

اور کچھ لوگ اپنے آپ کو اللہ کی مرضی حاصل کرنے کیلئے بیچتے ہیں اور اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

یہ اور حضرت علی اس وقت کے اخیر مہاجر ہیں۔ تمام مشاہد میں شریک ہوئے۔ وہ خود فرماتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جہاں بھی تشریف لے گئے جس جنگ میں گئے جو بھی بیعت کی سب میں میں حاضر تھا۔ ہر غزوے میں حضور کے دائیں بائیں رہتا۔ جب آگے سے اندیشہ ہوتا آگے رہتا پیچھے سے ہوتا پیچھے رہتا۔ میں نے کبھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشمن کے سامنے نہیں ہونے دیا۔ قبل بعثت بھی رفقاء خصوصی میں تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں سباق العرب ہوں۔ صہیب سباق الروم، سلمان سباق الفارس، بلال سباق الحبشہ ہیں۔

چونکہ نشو ونما رومیوں میں ہوئی تھی۔ اس لئے کما حقہٗ عربی بول نہیں پاتے تھے۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عوالی مدینہ میں ان سے ملنے گئے۔ جب انھوں نے دیکھا تو پکارنے لگے۔ یا ناس یا ناس، اے لوگو اے لوگو! حضرت عمر نے ہمراہیوں سے دریافت فرمایا۔ انھیں کیا ہوگیا ہے۔ فرمایا یہ اپنے غلام کو ناس ناس کہہ کر پکار رہے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ اے صہیب تم میں تین عیب ہیں۔ تم رومی ہو اور اہل عرب سے نسب ملاتے ہو، اور ہکلاتے ہو یعنی عربی صحیح نہیں بولتے۔ اور فضول خرچ ہو اور بنی کے نام پر کنیت رکھتے ہو، ان کی کنیت ابو یحییٰ تھی۔ فرمایا میں دراصل عربی ہوں۔ رومی مجھے قید کرکے گئے انھیں میں نشو ونما ہوئی۔ اس لئے صحیح عربی نہیں بول پاتا۔ اور چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوب کھانا کھلاؤ۔ تو میں اس پر عمل کرتا ہوں۔ اور ابو یحییٰ خود حضور نے میری کنیت رکھی ہے۔

## حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کے والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ ہے۔ ابو عبداللہ کنیت ہے۔ یہ بنی جمح کے خانہ زاد غلام تھے۔ یعنی یہ اپنے آقا کی مملوکہ کنیز کے بطن سے تھے۔ یہ بھی قدیم الاسلام بزرگوں میں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ سب سے پہلے جن بزرگوں نے اسلام ظاہر کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت بلال، عمار، صہیب، حضرت عمار کی والدہ سمیہؓ اور حضرت مقداد بن اسود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تو ظالموں کا داؤں نہیں چل سکا مگر بقیہ حضرات کو کے کے ستمگر طرح طرح ستاتے۔

اُمیہ بن خلف حضرت بلال کو چلچلاتی دھوپ میں ننگے بدن چت لٹا کر سینے پر بھاری چٹان رکھ دیتا اور کہتا۔ یوں ہی رہ یہاں تک کہ مرجائے۔ یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پھر جائے۔ اسی حالت میں حضرت صدیق اکبر نے دیکھا۔ اور ایک قوی غلام کے عوض ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا۔ مجھے بھی شریک کرلو۔ فرمایا میں انھیں آزاد کرچکا۔ آزادی کے بعد یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے لگے۔ جب اذان مشروع ہوئی تو موذن مقرر ہوئے۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزاپنجی بھی تھے۔ تمام مشاہد میں ہمرکاب سعادت رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک تک مدینہ رہے۔ اور اذان دیتے رہے۔ پھر شام

جہاد کے لئے جانے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روکنا چاہا مگر راضی نہ ہوئے اور شام ہی میں ۲۰ھ یا ۲۱ھ میں واصل بحق ہوئے۔ اور دمشق میں باب صغیر کے پاس مدفون ہیں۔

ان کی استقامت اور عزیمت کا حال یہ تھا کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ مشرکین نے جو چاہا ہم سے کہلا لیا سوائے بلال کے کہ انتہائی تکالیف کے باوجود کبھی ظالموں کے سامنے سپر نہیں ڈالی اور کبھی کوئی کلمہ انکی مرضی کے مطابق زبان پر نہیں لائے بلکہ ہمیشہ احد احد فرمایا۔ ظالم مشرک انھیں کبھی تپتے ہوئے سنگریزوں پر لٹاتے کبھی انگاروں پر سلاتے کبھی لوہے کی زرہ پہنا کر چلچلاتی دھوپ میں بٹھاتے۔ کبھی گلے میں رسی باندھ کر لڑکوں کے حوالہ کر دیتے وہ گھسیٹتے۔ مگر کوئی ستم انھیں متزلزل نہ کر سکا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح بیت المقدس کے لئے شام تشریف لے گئے تو انھوں نے بھی "جابیہ" میں آکر استقبال کیا اور ساتھ ساتھ بیت المقدس بھی گئے۔

ایک دن حضرت عمر نے فرمایا۔ اے بلال آج اذان کہدو۔ عرض کیا۔ میں نے عہد کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے اذان نہیں کہوں گا مگر آپ کی خاطر کہدیتا ہوں۔ حضرت بلال کی آواز بہت سریلی دلکش اور بلند تھی۔ جب اذان شروع کی تو عہد نبوت کا منظر آنکھوں کے سامنے پھر گیا اور تمام حاضرین بیخود ہو گئے ہر آنکھ اشکبار ہو گئی۔ حضرت عمر کا روتے روتے برا حال ہو گیا۔ حضرت معاذ حضرت ابو عبیدہ بھی زار و قطار رونے لگے۔

ایک بار خواب دیکھا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ اے بلال، کیا بے مروتی ہے کہ میری زیارت کو نہیں آتے، خواب سے بیدار ہوتے ہی مدینہ کی راہ لی اور روضہ اقدس پر پہنچ کر مرغ بسمل کیطرح تڑپنے لگے۔

حضرات حسنین کریمین پر نظر پڑی تو ان سے لپٹ لپٹ کر رونے لگے۔ اور انھیں پیار کرنے لگے۔ ان حضرات نے عرض کیا کہ آج صبح کو اذان کہدیجئے۔ صبح کو جب حضرت بلال نے اذان شروع کی تو پورے مدینے میں کہرام مچ گیا جب اشہد ان محمدا رسول اللہ کہا۔ تو مدینہ لرز اٹھا۔ پردہ نشیں خواتین خورد سال بچے گھروں سے نکل آئے۔ ساکنان مدینۃ الرسول کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد زریں کی یاد تازہ ہو گئی ایسا رقت انگیز سماں مدینے میں کبھی پیدا نہیں ہوا۔

جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان میں اور حضرت ابو رویحہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن خثعمی میں مواخات قائم کر دی۔ اس رشتہ نے ان میں بہت زیادہ محبت والفت پیدا کر دی۔ جب شام جانے لگے تو حضرت فاروق اعظم سے کہہ گئے کہ میرا وظیفہ ابو رویحہ کو دیدیا کیجئے۔ اور انھیں بھی شام بلا لیا۔ حضرت ابو بکر نے چونکہ ان کو خرید کر آزاد کیا تھا۔ اس لئے ان سے بھی بے پناہ محبت کرتے تھے اور احترام بھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان سے شام جانے کی اجازت طلب کی تو حضرت صدیق اکبر نے فرمایا۔ بلال! میں تمھیں اللہ اور رسول کا واسطہ دیتا ہوں کہ اس بڑھاپے میں مجھے جدائی کا داغ نہ دو، تو رک گئے۔

تمام غزوات میں ساتھ ساتھ رہے۔ بلکہ ہر سفر میں ہمراہ رہتے۔ آگے آگے نیزہ لے کر چلتے انھیں کو یہ فخر حاصل ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد کعبے کے اندر گئے تو یہ ساتھ تھے۔ اسلام کے سب سے پہلے موذن ہیں۔ کعبے کی چھت پر سب سے پہلے انھوں نے اذان دی۔ اس پائے کے بزرگ ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا، ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کو آزاد کیا۔

اُمیّہ بن خلف نے انھیں طرح طرح ستایا تھا۔ غزوہ بدر میں انھیں موقع مل گیا تو اس کا سر قلم کر لیا۔ حضرت ابوبکر نے سنا تو فرمایا۔ اے بلال! تم نے اپنا بدلہ لے لیا [1]

**مطابقت باب** حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رومیوں سے بنی کلب کے ایک فرد نے خریدا اور اس سے عبداللہ بن جُدعان نے۔ یہ تینوں حربی تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حربیوں کی آپس کی خرید و فروخت درست ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی جمح کے خانہ زاد غلام تھے۔ ان کے آقا سے حضرت صدیق اکبر نے خریدا تو معلوم ہوا کہ مسلمان کا حربی سے کچھ خریدنا درست ہے۔

اس باب پر امام بخاری نے اس آیت سے بھی استدلال فرمایا ہے۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَادِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَاءٌ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (نحل - ۷۱)

اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ جنھیں زیادہ روزی دی گئی یہ لوگ اپنے غلاموں اور باندیوں کو نہیں دیں گے کہ سب برابر ہو جائیں۔ تو کیا اللہ کی نعمت کے منکر ہیں۔

**وجہ استدلال** یہ خطاب مشرکین سے ہے۔ اللہ عزوجل نے مشرکین کی ملک ان کے غلاموں اور کنیزوں پر ثابت فرمائی۔ حالانکہ ان کی ملکیت عموماً غیر شرعی طریقوں سے حاصل ہوتی تھی پھر بھی ان کی ملکیت کو ثابت مانا جب مشرکین کی املاک ان کی ملک ہیں۔ تو ان کا بیچنا، ہبہ کرنا آزاد کرنا سب درست ہے۔ اب اگر کوئی مسلمان ان سے خرید لے یا وہ کسی مسلمان کو کچھ بیچ دیں تو یہ بھی درست اور مسلمان کی ملک اس سے ثابت ہوگی۔

مشرکین اللہ عزوجل کی دی ہوئی روزی میں سے کچھ اللہ کے لئے کر دیتے اور کچھ بتوں کے لئے۔ اس طرح بتوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے۔ ان کے رد کے لئے فرمایا۔ کہ تم اور تمھارے مملوک دونوں بنی آدم ہو اور اللہ کے بندے ہونے میں مساوی مگر تم یہ نہیں پسند کرتے کہ تمھارے مملوک تمھارے مال میں برابر کے حصہ دار ہوں۔ تو پھر یہ کیا بے عقلی ہے کہ اللہ عزوجل کی عطا فرمودہ روزی میں بتوں کو اللہ کا شریک بناتے ہو۔ جبکہ بُت اللہ کی مخلوق اور اس کے مملوک ہیں۔

---

[1] یہ تمام تفصیلات اصابہ، الاستیعاب، اسد الغابہ، طبقات ابن سعد، مستدرک للحاکم سے لی گئی ہیں۔

۱۳۰۰ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیم

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَاجَرَ اِبْرَاهِیْمُ بِسَارَةَ فَدَخَلَ بِهَا قَرْیَةً

نے سارہ کے ساتھ ہجرت کی ایک ایسی بستی میں تشریف لے گئے جسمیں ایک بادشاہ یا ایک ظالم تھا۔

فِیْهَا مَلِكٌ مِّنَ الْمُلُوْكِ اَوْ جَبَّارٌ مِّنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِیْلَ دَخَلَ اِبْرَاهِیْمُ بِامْرَاَةٍ

اس سے کہا گیا کہ ابراہیم ایک ایسی عورت کے ساتھ آئے ہیں جو حسین ترین عورتوں میں سے ہے۔ اس

هِیَ مِنْ اَحْسَنِ النِّسَاءِ فَاَرْسَلَ اِلَیْهِ اَنْ یَّا اِبْرَاهِیْمُ مَنْ هٰذِهِ الَّتِیْ مَعَكَ

بادشاہ نے ابراہیم کو بلا کر پوچھا اے ابراہیم تمھارے ساتھ یہ کون عورت ہے۔ فرمایا میری بہن ہے

قَالَ اُخْتِیْ ثُمَّ رَجَعَ اِلَیْهَا فَقَالَ لَا تُكَذِّبِیْ حَدِیْثِیْ فَاِنِّیْ اَخْبَرْتُهُمْ اَنَّكِ

پھر ابراہیم سارہ کے پاس لوٹے تو فرمایا وہاں جا کر میری بات جھٹلانا مت میں نے انھیں بتایا ہے

اُخْتِیْ وَاللّٰهِ اِنْ عَلَی الْاَرْضِ مِنْ مُّؤْمِنٍ غَیْرِیْ وَغَیْرِكِ فَاَرْسَلَ بِهَا اِلَیْهِ

کہ تم میری بہن ہو۔ بخدا اس زمین پر اس وقت سوائے میرے اور تیرے اور کوئی مومن نہیں۔ اس بادشاہ

## تشریحات ۱۳۰۰

باب سے مطابقت اس حصے سے ہے کہ اس کافر بادشاہ نے حضرت ہاجرہ، حضرت سارہ کو ہبہ کیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اسے رد نہیں فرمایا۔ قبول فرمایا۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم مدین سے جب ہجرت کر کے مصر تشریف لے گئے تھے۔ تو یہ واقعہ پیش آیا تھا ابن قتیبہ نے کہا کہ یہ واقعہ اُردُن میں پیش آیا تھا اور اس بادشاہ کا نام عمرو بن امرئ القیس بن قاہلیون بن سبا تھا۔

حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا ھاران کی صاحبزادی تھیں۔ بہن بنانے کی ایک توجیہ یہ بھی ہے۔ دوسری وہ جو خود حدیث میں ہے۔ کہ اس وقت اس سرزمین پر سوائے ان دونوں کے اور کوئی مومن نہ تھا۔ اس تقدیر پر اخوت اسلامی کی بنا پر کہا۔

حضرت لوط علیہ السلام اس وقت باحیات تھے۔ مگر وہاں موجود نہ تھے۔ حدیث میں الارض سے مراد خاص وہ جگہ ہے۔ بجائے زوجہ بتانے کے بہن بتانے کی توجیہ علماء نے مختلف کی ہے۔ ایک یہ کہ اس ظالم کی عادت تھی کہ بیویوں کو شوہروں سے چھین لیتا مگر بہنوں کو بھائیوں سے نہیں چھینتا تھا۔ یہی توجیہ زیادہ لگتی ہوئی ہے۔ دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ وہ ظالم ہر خوبصورت عورت کو غصب کر لیتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ خیال فرمایا اگر اس کے علم میں یہ بات آئی کہ میں شوہر ہوں تو کہیں مجھے غیرت کیوجہ سے قتل نہ کرا دے۔ اور بہن بتانے میں اسے غیرت آنے کا سوال ہی نہیں۔ واللہ علم عند اللہ تعالیٰ اعلم۔

فَقَامَ اِلَيْهَا فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّيْ فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ

نے سارہ کو اپنے یہاں بلایا۔ اور ان کی طرف بڑھا۔ سارہ بھی اٹھیں وضو کیا اور نماز پڑھنے لگیں اور یہ

وَبِرَسُوْلِكَ وَاَحْصَنْتُ فَرْجِيْ اِلَّا عَلٰى زَوْجِيْ فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ فَغَطَّ

دعا کی۔ اے اللہ اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور پاکدامن رہی ہوں تو کافر کو مجھ پر

حَتّٰى رَكَضَ بِرِجْلِهٖ ـــ قَالَ الْاَعْرَجُ قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

قابو نہ دے۔ یہ دعا کرتے ہی وہ کافر زمین پر گر پڑا ناک سے خرخر آواز نکلنے لگی اور پاؤں زمین پر رگڑنے

اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ ـ قَالَتِ اللّٰهُمَّ اِنْ يَّمُتْ يُقَلْ هِيَ قَتَلَتْهُ فَاُرْسِلَ ثُمَّ

لگا یہ دیکھ کر سارہ نے کہا اے اللہ اگر یہ مرجائے گا تو کہا جائے گا کہ اسی نے اسے مار ڈالا ہے

قَامَ اِلَيْهَا فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّيْ وَتَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَ

اب وہ ٹھیک ہوگیا۔ پھر وہ سارہ کی طرف بڑھا سارہ نے پھر وضو کیا اور نماز پڑھی اور یہ دعا کی اے اللہ

بِرَسُوْلِكَ وَاَحْصَنْتُ فَرْجِيْ اِلَّا عَلٰى زَوْجِيْ فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هٰذَا الْكَافِرَ فَغَطَّ

اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور پاکدامن رہی ہوں تو اس کافر کو مجھ پر قابو نہ دے۔ اب

حَتّٰى رَكَضَ بِرِجْلِهٖ ـ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ

پھر وہ زمین پر گرا ناک سے خرخر آواز نکالنے لگا اور پاؤں زمین پر رگڑنے لگا تو سارہ نے کہا اے اللہ

ابن ہشام نے تیجان میں لکھا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت سارہ کے ساتھ بادشاہ کے محل میں تشریف لے گئے تھے۔ انھیں محل سے باہر کردیا۔ اللہ عزوجل نے محل کو شفاف شیشے کی طرح کردیا۔ وہ بادشاہ اور حضرت سارہ کو دیکھتے رہے اور ان کی باتیں سنتے رہے۔ لیکن یہاں بخاری میں فارسل بھا الیہ ہے یعنی سارہ کو بادشاہ کے پاس بھیجا۔ اس سے تبادر یہی ہے کہ وہاں حضرت سارہ گئی تھیں۔

فرجعت کتاب الانبیاء میں یہ ہے کہ وہ جب لوٹ کر آئیں تو دیکھا کہ حضرت ابراہیم نماز پڑھ رہے ہیں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب سے حضرت سارہ گئی تھیں اسی وقت سے نماز پڑھ رہے تھے۔

فَغُطَّ ۔ غَطٌّ سے ماضی مجہول ہے۔ گلا دبوچنے پر ناک سے خرخراہٹ کی آواز نکلنے کو کہتے ہیں۔ مسلم کی روایت یہ ہے کہ جب حضرت سارہ اس ظالم کے پاس پہنچی تو وہ صبر نہ کرسکا۔ ان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ فقبضت یدہ قبضۃ شدیدۃ ۔ اس کا ہاتھ بری طرح سکڑ گیا۔

تینوں باتیں ہوئی ہوں گی۔ ہاتھ بھی سکڑا ہوگا۔ گلا بھی گھٹ گیا ہوگا۔ اور پاؤں بھی رگڑنے لگا ہوگا۔ کتاب الانبیاء میں یہ زائد ہے، کہ اپنی یہ درگت دیکھ کر اس ظالم نے حضرت سارہ سے کہا۔ اللہ سے میرے لئے دعا کرو۔ اور میں تم کو

فَقَالَتِ اللّٰهُمَّ اِنْ يَّمُتْ يُقَلْ هِيَ قَتَلَتْهُ فَاُرْسِلَ فِي الثَّانِيَةِ اَوْ فِي الثَّالِثَةِ

اگر یہ مرجائے گا تو کہا جائے گا کہ اسی نے اسے قتل کر دیا۔ تو اب پھر ٹھیک ہو گیا۔ دوسری مرتبہ

فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا اَرْسَلْتُمْ اِلَيَّ اِلَّا شَيْطَانًا اِرْجِعُوْهَا اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاَعْطُوْهَا

یا تیسری مرتبہ اس نے اپنے ہرکاروں سے کہا تم نے میرے پاس شیطان کو بھیجا ہے اسے ابراہیم

آجَرَ فَرَجَعَتْ اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ فَقَالَتْ اَشَعَرْتَ اَنَّ اللّٰهَ كَبَتَ الْكَافِرَ

کے پاس لوٹا دو۔ اور اسے ہاجرہ کو دیدو سارہ ابراہیم کے پاس آئیں اور عرض کیا کیا

وَاَخْدَمَ وَلِيْدَةً ؏ه

آپ کو پتہ چلا کہ اللہ نے کافر کو ذلیل کر دیا اور اس سے ایک خادمہ دلوائی۔

کوئی ضرر نہیں پہچاؤں گا تو حضرت سارہ نے وہ دعا فرمائی۔ کتاب الانبیاء میں صرف دو بار کا ذکر ہے۔ اور یہاں شک کے ساتھ ہے دو بار یا تین بار ایسا ہوا۔

قال الاعرج : اللھم ان یمت سے فارسل تک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر موقوف ہے اس لئے امام بخاری نے اس کو امتیاز کے لئے قال الاعرج سے بیان کیا۔ اعرج سے مراد عبد الرحمٰن بن ہرمز ہیں۔ پیر میں لنگ تھا اس لئے انھیں اعرج کہتے تھے۔

واعطوھا آجر : الف ممدودہ کے ساتھ آجر بھی ہے اور ہاء ہوز کے ساتھ ھاجر بھی ہے۔ یہ سریانی زبان کا کلمہ ہے۔ مصر کے ایک شہر حفن کے بادشاہ کی صاحبزادی تھیں۔ حفن نیل کے مشرقی ساحل پر ایک شہر تھا جسکے آثار شارحین بخاری علامہ عسقلانی اور علامہ عینی کے عہد تک موجود تھے۔ اس وقت وہ الفضا کے دیہاتوں میں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جبر سے گیہوں خریدتے تھے اسی نے بادشاہ سے چغلی کی تھی۔ اور یہ بتایا تھا کہ میں نے سارہ کو آٹا گوندھتے دیکھا ہے۔

اس ظالم نے جب حضرت سارہ کی یہ رفعت شان دیکھی تو ان کی خدمت کے لئے حضرت ہاجرہ کو دیا اور کہا کہ ان کی شان یہ نہیں کہ یہ خود کام کریں۔

اس حدیث سے یہ مسائل مستخرج ہوتے ہیں۔ کافر اور ظالم بادشاہ کا عطیہ قبول کرنا جائز ہے۔

**مسائل** جان مال آبرو کا خطرہ ہو تو توریہ کی اجازت ہے۔ یعنی ایسی بات کہنا کہ جو ظاہر کے خلاف ہو۔ مگر اس کا صحیح معنی بھی ہو بلکہ ایسے موقع پر خلاف واقعہ بات کہنے کی بھی اجازت ہے بلکہ کبھی واجب ہوتی ہے۔ بوقت مجبوری ظالم کے آگے سپر ڈالنا جائز ہے۔ بیوی کو بہن کہنے سے طلاق نہیں پڑتی۔ خلوص نیت سے دعا قبول ہوتی ہے۔ عمل صالح کو ذریعہ بنا کر دعا کرنے سے اللہ عزوجل بندے کی مدد فرماتا ہے۔

عد الھبۃ باب قبول ھدیۃ المشرکین ص ۳۵۰ باب اذا قال اخدمتك ھذہ الجاریۃ ص ۳۵۸ ثانی الاکراہ باب اذا استکرھت المرأۃ علی الزنی ص ۱۰۲۸ ۔

۱۳۰۱ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لِصُھَیْبٍ

**حدیث** حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت صہیب سے کہا۔ اللہ سے ڈرو اور اپنے باپ

اِتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تَدَّعِ اِلٰی غَیْرِ اَبِیْکَ فَقَالَ صُھَیْبٌ مَا یَسُرُّنِیْ اَنَّ لِیْ کَذَا

کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے کو منسوب نہ کرو تو صہیب نے کہا مجھے اس سے خوشی

وَکَذَا وَاَنِّیْ قُلْتُ ذٰلِکَ وَلٰکِنِّیْ سُرِقْتُ وَاَنَا صَبِیٌّ

نہ ہوگی کہ میرے لئے اتنی اور اتنی دولت ہو اور میں ایسا کروں لیکن قصہ یہ ہے کہ میں بچہ تھا کہ چرا لیا گیا۔

## بَابُ قَتْلِ الْخَنَازِیْرِ ص ۲۹۶ خنزیر کے قتل کرنے کا بیان

۱۳۰۲ عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

**حدیث** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ

نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ عنقریب (عیسیٰ) ابن مریم

**تشریحات** ۱۳۰۱ گزر چکا کہ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصل میں عرب تھے۔ تمر بن قاسط کے صاحبزادے جو بنی ربیعہ کے فرد تھے۔ بچپنے میں رومی اٹھا لے گئے تھے۔ اس لئے ان کی زبان رومی تھی۔ جس کی وجہ سے لوگ ان کے عربی ہونے پر شبہ کرتے تھے۔ اسی بنا پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ فرمایا اور حضرت صہیب نے وہ جواب دیا۔ مطلب یہ ہے کہ میری زبان کی وجہ سے میرے عربی ہونے پر شک نہ کرو۔ میں حقیقت میں عربی ہوں۔ عہد طفلی ہی میں رومیوں کے قبضے میں چلا گیا اور ان کی زبان بولنے لگا۔

**مناسبت:** بیوع کے ابواب سے اس باب کی مناسبت یہ ہے۔ کہ بیع کا اصل محل مال ہے اور خنزیر واجب القتل ہے تو شرعاً مال نہیں۔ اسے لازم کہ اس کی بیع درست نہیں۔ اس سے ذمیوں کے خنزیر مستثنیٰ ہیں کیونکہ انکے نزدیک یہ مال ہے۔ اور فرمایا گیا۔

وَاَمْوَالُھُمْ کَاَمْوَالِنَا ـــــ ذمیوں کے مال ہمارے مال کے مثل ہیں۔

۱۳۰۲ **تشریحات** حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کی تفصیل میں مختلف حکایتیں مروی ہیں۔ امام نسائی اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب یہودیوں کے بادشاہ نے حضرت عیسیٰ کے شہید کرنے کا حکم دیدیا اور یہودی انھیں تلاش کرنے کے لئے نکلے تو حضرت عیسیٰ اپنے بارہ حواریوں کے ساتھ ایک مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ فرمایا تم میں

| |
|---|
| لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا |
| اتریں گے وہ انصاف کرنے والے حاکم ہوں گے۔ صلیب توڑیں گے، سور |
| فَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَ |
| مار ڈالیں گے جزیہ ختم کردیں گے اور ان کے زمانے میں مال کی |
| يَفِيضُ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ ؏ |
| اتنی کثرت ہوگی کہ کوئی خیرات نہ لے گا۔ |

کون یہ پسند کرتا ہے کہ وہ میرے مشابہ کر دیا جائے۔ اور میرے بجائے قتل کیا جائے وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ ان میں ایک سب سے کمسن جوان نے عرض کیا۔ میں حاضر ہوں۔ تین بار یہی فرمایا۔ اور اس نے ہر بار حامی بھری۔ وہ حضرت عیسیٰ کے مشابہ ہوگیا اور حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ یہودی آئے اور اس جوان کو حضرت عیسیٰ سمجھ کر پکڑ لے گئے اور پھانسی دیدی [1]

اس کے برخلاف عام طور پر یہ مشہور ہے۔ جب یہودیوں نے طے کر لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دے دی جائے اور انھوں نے پھانسی کا تختہ بھی کھڑا کر لیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام روپوش ہوگئے۔ ان کے حواریین میں یہوذا نامی ایک منافق تھا۔ اس نے نشاندہی کی۔ یہودیوں نے اس مکان کو جسمیں حضرت عیسیٰ تھے گھیر لیا۔ یہوذا حضرت عیسیٰ کے ساتھ تھا۔ جبرئیل امین ہمیشہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ رہتے تھے۔ وہ حضرت عیسیٰ کو لے کر آسمان پر چلے گئے۔ اور یہوذا کی شکل حضرت عیسیٰ کے مثل کر دی گئی۔ یہودی اسی کو پکڑ کر لے گئے۔ اور پھانسی دیدی۔ اور اس کی لاش پھانسی ہی پر چھوڑ دی۔

جب روم کے شہنشاہ کو کسی نے بتایا کہ ایک صاحب اپنے کو خدا کا رسول کہتے تھے۔ ان سے عظیم الشان معجزے ظاہر ہوتے تھے۔ وہ مردے جلاتے تھے۔ مادر زاد اندھے کو بینا اور سفید داغ والے کو صحتمند بنا دیتے تھے تو اس نے اپنے آدمی بھیجکر مصلوب کو تختہ دار سے اتارا اور وہ تختہ روم لے گیا۔ شاہ روم نے اس کی تعظیم کی اور اس کے مثل اور بھی تختے بنائے۔ جس کی پرستش کرنے لگے۔

خصوصیت سے صلیب توڑنا۔ غالباً اس بنا پر ہے کہ اسمیں نصاریٰ کے دو اعتقاد کا بطلان ہے۔ ایک یہ کہ انھیں پھانسی دی گئی۔ دوسرے یہ کہ اس کی پرستش کرتے تھے۔ خنزیر کا قتل اس وجہ سے ہوگا کہ نصاریٰ کا سب سے زیادہ مرغوب غذا ہے۔ اور حقیقت میں نجس العین اور ہر جانور سے زیادہ گندہ۔ قیامت کے قریب دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے صبح صادق طلوع ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ جامع دمشق کے شرقی سفید مینارے پر اتریں گے [2] یہود اور تمام کفار کو قتل فرمائیں گے ان کے زمانے میں اسلام یا قتل کا قانون

ع مسلم ایمان۔ ترمذی فتن۔ [1] کما لین [2] مسلم ثانی الفتن باب ذکر الدجال ص ۴۰۱

بَابُ لَا يُذَابُ شَحْمُ الْمَيْتَةِ وَلَا يُبَاعُ وَدَكُهٗ ص ۲۹۶ مردار کی چربی نہ پسائی جائے اور نہ اسے بیچا جائے۔

۱۳۰۳ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَّقُوْلُ بَلَغَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ

عَنْهُ اَنَّ فُلَانًا بَاعَ خَمْرًا فَقَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ فُلَانًا اَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ رَسُوْلَ

عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ فلاں نے شراب بیچی ہے تو فرمایا اللہ اسے مار ڈالے کیا اس نے یہ نہیں جانا

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ یہود کو مار ڈالے ان پر چربی حرام

الشُّحُوْمُ فَجَمَلُوْهَا فَبَاعُوْهَا۔ عہ

کی گئی تھی تو انھوں نے چربی کو پگھلا کر بیچا۔

۱۳۰۴ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمُ فَبَاعُوْهَا وَ

فرمایا اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے۔ ان پر چربی حرام کی گئی تو اسے بیچا اور

اَكَلُوْا اَثْمَانَهَا عہ

اس کی قیمتیں کھائیں۔

ہوگا جزیہ لے کر ذمی بنانے کا حکم ان کے عہد کے پہلے تک ہے۔ ان کے زمانے میں نہ کوئی ذمی ہوگا اور نہ انکی عبادت گاہیں۔

**تشریحات** ۱۳۰۳، ۱۳۰۴ یہ صاحب حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جیسا کہ مسلم میں ہے۔ یہ ممتاز مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔ یہ حیرت انگیز ہے کہ انھوں نے شراب کیسے بیچا۔ اس کی توجیہ اسماعیلی نے یہ کی ہے کہ شراب پینے کی حرمت کی تصریح قرآن مجید میں ہے۔ اس کی حرمت ہر صحابی کو معلوم تھی۔ مگر بیچنے کی حرمت قرآن مجید میں نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تجارت سے ضرور منع فرمایا ہے مگر یہ حدیث ان تک پہنچی نہ تھی۔ اس لئے اسے بیچا۔ خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے قیاس سے ثابت فرمایا۔ اس سے ظاہر کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک بھی وہ حدیث نہیں پہنچی تھی ورنہ اسے پیش کرتے۔ اجتہاد سے کام نہ لیتے اس لئے اغلب یہی ہے کہ وہ نہیں جانتے تھے کہ اس کا بیچنا بھی حرام ہے۔ اور اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ اس لئے بیچا۔

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ لَعَنَهُمْ قُتِلَ لُعِنَ الْخَرَّاصُوْنَ الْكَذَّابُوْنَ۔

ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا۔ قاتلہم اللہ کے معنی ہیں اللہ ان پر لعنت کرے۔ قرآن مجید میں ہے قتل الخراصون یعنی جھوٹوں

عہ الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل ص ۴۹۱ مسلم البیوع۔ نسائی الذبائح۔ ابن ماجہ الاشربہ

عہ مسلم البیوع۔

## بَابُ بَيْعِ التَّصَاوِيرِ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا رُوحٌ وَمَا يُكْرَهُ مِنْ ذٰلِكَ ص ۲۹۶

جاندار کی تصویر بیچنا اور اسمیں کیا مکروہ ہے۔

۱۳۰۵ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث سعید بن ابوالحسن نے کہا۔ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں تھا کہ ایک

عَنْهُمَا إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا عَبَّاسٍ إِنِّي إِنْسَانٌ إِنَّمَا مَعِيشَتِي مِنْ

شخص آیا اور کہا اے ابو عباس میں ایک انسان ہوں میرا ذریعہ معاش ہاتھ کی کاریگری ہے میں

صَنْعَةِ يَدِي وَإِنِّي أَصْنَعُ هٰذِهِ التَّصَاوِيرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا أُحَدِّثُكَ

یہ تصویریں بناتا ہوں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں تم سے وہی بیان کرونگا

إِلَّا مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَمِعْتُهُ يَقُولُ

جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ فرماتے تھے جو شخص کوئی تصویر بنائے گا اسے

مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فَإِنَّ اللّٰهَ مُعَذِّبُهُ حَتّٰى يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ

اللہ عزوجل ضرور عذاب دیگا جب تک اسمیں روح نہ ڈال دے۔ اور وہ کبھی بھی اسمیں جان نہ

فِيهَا أَبَدًا فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيدَةً وَاصْفَرَّ وَجْهُهُ فَقَالَ وَيْحَكَ

ڈال سکے گا۔ اس پر اس شخص نے لمبی ٹھنڈی سانس لی اور اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا تو حضرت

قاتل باب مفاعلت کا ماضی ہے۔ جس کے معنی آپس میں لڑنے کے ہیں۔ اللہ عزوجل سے لڑنے کی کسے مجال ہے۔ یہ محال ہے کہ کوئی اللہ عزوجل سے لڑائی کر سکے۔ اس لئے ضرورت ہوئی کہ اس کے معنی کو بتایا جائے۔ امام بخاری کی تفسیر کا حاصل یہی ہے کہ یہاں قاتل مشارکت کے لئے نہیں۔ بلکہ مجرد کے معنی میں ہے۔ اور اس کا لازم معنی مراد ہے یعنی اپنی مہربانی سے بالکلیہ محروم کرنا۔ انسان کسی کو اس وقت قتل کرتا ہے جب اس کے لئے مہربانی کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ اس لئے قتل کرنے کو مہربانی سے بالکلیہ محروم کرنا لازم ہے۔

**تشریحات** ۱۳۰۵ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے۔ خواہ مجسمہ ہو یا کپڑے کاغذ وغیرہ پر خواہ ہاتھ سے بنائیں یا کیمرہ وغیرہ آلات سے۔ البتہ درخت پہاڑ وغیرہ بے جان چیزوں کی تصویر بنانا جائز ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتوی ہے۔ جو انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے اخذ فرمایا ہے۔ تصویر بنانے پر اللہ عزوجل اسے عذاب دیتا رہے گا جب تک اسمیں جان نہ ڈالدے۔ یہ ارشاد کہ وہ اسمیں کبھی بھی جان نہ ڈال سکے گا۔ اس پر قرینہ ہے کہ اس پر ہمیشہ عذاب ہوتا رہے گا۔

کل شی لیس فیہ روح، الشجر سے بدل ہے بدل الکل عن البعض۔ بعض نحویوں نے اسے جائز کہا ہے۔ اس تقدیر پر بدل کی پانچ قسمیں ہو جائیں گی۔ جیسے ایک شاعر نے کہا ہے۔

رحم اللہ اعظما دفنوھا بسجستان طلحۃ الطلحات۔

اِنْ اَبَیْتَ اِلَّا اَنْ تَصْنَعَ فَعَلَیْكَ بِهٰذَا الشَّجَرِ كُلِّ شَیْءٍ لَیْسَ فِیْهِ رُوْحٌ ۵

ابن عباس نے فرمایا تیرا برا ہو اگر تصویریں بنانے سے باز نہیں رہے گا تو اس درخت اور بے جان کی بنا۔

## بَابُ اِثْمِ مَنْ بَاعَ حُرًّا ص ۲۹۷

آزاد کو بیچنے کا گناہ

**حدیث ۱۳۰۶** عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ثَلٰثَةٌ اَنَا

کہ فرمایا اللہ عزوجل نے فرمایا تین قسم کے لوگوں کا قیامت کے دن میں فریق ہوں گا۔ ایک وہ

اللہ ان ہڈیوں پر رحمت نازل فرمائے

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدَةَ عَنْ سَعِیْدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّضْرَ بْنَ اَنَسٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا۔ الحدیث

جسے لوگوں نے سجستان میں دفن کیا ہے طلحۃ الطلحات پر

ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ روایت ہے محمد سے وہ روایت کرتے ہیں عبدہ سے وہ روایت کرتے ہیں سعید سے کہ میں نے نضر بن انس سے سنا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے یہاں تھا۔ الخ

امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ حدیث مذکور ایک اور سند کے ساتھ مروی ہے۔ جسمیں سعید بن ابو عروبہ حضرت انس بن مالک کے صاحبزادے نضر بن انس سے روایت کرتے ہیں۔ امام مسلم نے اس سند میں سعید اور نضر بن مالک کے درمیان قتادہ کو ذکر کیا ہے اس سے خیال ہوتا ہے کہ سعید بن ابو عروبہ نے نضر سے نہیں سنا ہے۔

امام بخاری نے اس شبہے کو دور کرنے کے لئے فرمایا ــــ کہ سعید بن ابو عروبہ نے صرف یہ ایک حدیث نضر بن مالک سے سنی ہے۔ کتاب اللباس[1] میں امام بخاری نے اس حدیث کی سند یوں ذکر کی ہے۔

ہم سے سعید بن ابو عروبہ نے حدیث بیان کی۔ میں نے نضر بن انس کو قتادہ سے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا۔ غالباً اسی سے مسلم کے کسی راوی کو اشتباہ ہوا اور اس نے سعید بن ابو عروبہ اور نضر بن انس کے درمیان قتادہ کو ذکر کر دیا۔

**۱۳۰۶ تشریحات** اللہ عزوجل ہر مظلوم کی قیامت کے دن حمایت فرمائیگا۔ ان تینوں میں خصوصیت سے فریق بننے کا تذکرہ بطور مبالغہ ہے۔ اور ان تینوں کی شناعت شدیدہ کو ظاہر کرنے کے لئے ہے کیونکہ یہ اس عہد میں بہت رائج تھا۔ اور قسم کھا کر مکرنا تو آج بھی شائع اور ذائع ہے۔

علاوہ ازیں یہ تینوں جرم انتہائی کمزوروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جن کا دنیا میں کوئی حامی نہیں ہوتا۔ غایت کرم سے فرمایا کہ میں انکا حامی ہوں۔ فریق کے لئے حمایت لازم ہے۔ پہلی صورت میں مراد یہ ہے کہ جس کے خلاف بدعہدی کی ہے اس کا حامی ہونگا۔

ع۵ مسلم اللباس۔ نسائی الزینۃ۔ [1] جلد ثانی اللباس باب ص ۸۸۱

خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَجُلٌ اَعْطٰى بِيْ ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ

جس نے میرے نام کے ساتھ عہد کیا پھر توڑ دیا۔ دوسرے وہ جس نے کسی آزاد کو بیچا اور اس کی قیمت کھائی تیسرے

ثَمَنَهٗ وَرَجُلٌ اِسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِ اَجْرَهٗ ؏ه

وہ جس نے کوئی نوکر یا مزدور رکھا اور اس سے پورا کام لیا اور مزدوری یا تنخواہ نہیں دی۔

جس طرح آزاد انسان کے عین کو بیچنا جائز نہیں نہ اسے جائز نہ کسی دوسرے کو اسی طرح اس کے کسی بھی جز کی بیع باطل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آج کل جو رائج ہے کہ لوگ خون، گردہ، آنکھ وغیرہ بیچتے ہیں۔ یہ جائز نہیں۔ اس لئے کہ بیع مملوک کی ہوتی ہے۔ انسان کی ذات کی طرح اس کے اجزا بھی کسی کی ملک نہیں۔ نہ خود اس کی نہ کسی دوسرے کی جس طرح بیچنا جائز نہیں ویسے بطور ہبہ اور عطیہ بھی دینا جائز نہیں۔

## بَابُ اَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَهُوْدَ بِبَيْعِ اَرَضِيْهِمْ حِيْنَ اَجْلَاهُمْ ص۲۹۷

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہودیوں کو اپنی زمین بیچنے کا حکم دینا جب انھیں جلا وطن کیا تھا۔

یہ باب صرف ابوذر کے نسخے میں ہے۔ اور ارضیہم۔ را کے فتحے کے ساتھ ہے۔ اس میں دو شذوذ ہیں۔ ایک یہ کہ را کے فتحے کی وجہ سے واحد کا وزن سلامت نہیں رہا۔ حالانکہ یہ جمع مذکر سالم ہے۔ دوسرے یہ کہ غیر ذوی العقول میں سے ہے حالانکہ جمع سالم غیر ذوی العقول کی نہیں آتی۔

فيه المقبرى عن ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه۔ اس بارے میں حضرت ابوسعید مقبری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

اس سے امام بخاری نے اس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جو کتاب الجہاد[1] باب اجلاء الیہود من جزیرۃ العرب، میں ذکر کی ہے۔

ابوسعید مقبری حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا۔ یہودیوں کے پاس چلو۔ ہم چلے اور بیت المدارس پہنچے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (یہودیوں سے) فرمایا۔ اسلام قبول کرلو سلامت رہو گے۔ جان لو زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔ میں ارادہ رکھتا ہوں کہ تم کو اس زمین سے جلاوطن کردوں۔ تم اسے بیچ دو ورنہ جان لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔

## باب بيع العبيد بالعبيد والحيوان بالحيوان نسيئة ص۲۹۷ چند غلاموں کو ایک غلام کے عوض اور حیوان کو حیوان کے عوض

مقصود باب غلام غلام حیوان، حیوان ایک جنس کے ہیں۔ بظاہر متبادر ہوتا ہے کہ اسمیں کمی زیادتی اور ادھار سود ہوگا۔

ع۵ الاجارہ باب اثم من منع اجر الاجیر ص ۳۰۲ [1] جلد اوّل ص ۴۴۹

۴۱۸ وَاشْتَرَى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَاحِلَةً بِأَرْبَعَةِ أَبْعِرَةٍ
ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک سواری کے لائق اونٹ چار اونٹوں کے
مَضْمُونَةٍ عَلَيْهِ يُوَفِّيهَا صَاحِبُهَا بِالرَّبَذَةِ۔
بدلے خریدا جس کے بارے میں ضمانت لے لی تھی کہ اس کا مالک ربذہ میں دیگا۔

۴۱۹ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ يَكُونُ الْبَعِيرُ خَيْرًا مِّنَ الْبَعِيرَيْنِ۔
ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کبھی ایک اونٹ دو اونٹ سے بہتر ہوتا ہے۔

۴۲۰ وَاشْتَرَى رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بَعِيرًا بِبَعِيرَيْنِ
ت اور رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اونٹ دو اونٹ کے عوض خریدا اور ایک فورا
فَأَعْطَاهُ أَحَدَهُمَا وَقَالَ آتِيكَ بِالْآخَرِ غَدًا رَهْوًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى
دیا اور فرمایا دوسرا کل انشاء اللہ بلا تاخیر دے دوں گا۔

۴۲۱ وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ لَا رِبَا فِي الْحَيَوَانِ الْبَعِيرِ بِالْبَعِيرَيْنِ وَالشَّاةِ
ت اور حضرت ابن مسیب نے کہا۔ حیوان میں سود نہیں ایک اونٹ دو اونٹ کے

اس کے ازالے کے لئے یہ عنوان قائم فرمایا۔ کہ اس میں تفاضل بھی جائز ہے اور ادھار بھی جائز۔ یعنی ان میں سود نہیں۔ اور اس باب میں حیوان عام ہے۔ ایک جنس کے حیوان کو دوسرے جنس سے بیچیں یا اسی جنس سے۔ امام بخاری کے نزدیک سب جائز ہے۔ ہمارے یہاں نقد جائز اور ادھار حرام۔ یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حیوان کو حیوان کے عوض ادھار بیچنے کو منع فرمایا۔

یہ حدیث امام ترمذی نے حضرت سمرہ[۱] بن جندب حضرت ابن عمر[۲] حضرت ابن عباس[۳] رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔

**تشریحات ۴۱۸** اس تعلیق کو امام مالک نے موطا میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے اس کے معارض ابن سیرین سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ میں نے ابن عمر سے پوچھا کہ ایک اونٹ دو اونٹ کے عوض جائز ہے۔ اگر ادائیگی کے لئے میعاد مقرر ہو تو۔ انھوں نے اسے ناپسند فرمایا۔

**تشریحات ۴۱۹** اس تعلیق کو حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موصولا روایت فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد حق ہے۔ مگر اس سے ادھار بیچنے کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

**تشریحات ۴۲۰** اس تعلیق کو امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

**تشریح ۴۲۱** اس تعلیق کے پہلے جز لا ربو فی الحیوان۔ کو امام مالک نے موطا میں اور البعیر بالبعیرین کو امام

[۱] اول البیوع باب کراھیۃ بیع الحیوان بالحیوان ص ۱۴۸ [۲] عمدۃ القاری ثانی عشر ص ۴۴ [۳] ایضا۔

بِالشَّاتَيْنِ اِلٰى اَجَلٍ

کے عوض ایک بکری دو بکری کے عوض میعاد مقررہ تک بیچنا جائز ہے۔

۴۲۲ وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَا بَاْسَ بَعِيْرٍ بِبَعِيْرَيْنِ وَدِرْهَمٍ بِدِرْهَمٍ

ت اور ابن سیرین نے فرمایا کہ ایک اونٹ دو اونٹ کے عوض اور ایک درہم

نَسِيْئَةً

ایک درہم کے عوض ادھار بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔

۱۳۰۶ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ فِي السَّبْيِ

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ام المومنین حضرت صفیہ قیدیوں میں تھیں

صَفِيَّةُ فَصَارَتْ اِلٰى دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ ثُمَّ صَارَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

یہ دحیہ کلبی کے حصے میں آئیں پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کی ہو گئیں

## بَابُ بَيْعِ الرَّقِيْقِ ص ۲۹۷ غلام کی بیع

۱۳۰۸ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ مُحَيْرِيْزٍ اَنَّ اَبَا سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں موصولا روایت کیا ہے۔

۴۲۲ تشریحات اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں موصولا روایت کیا ہے۔ اس قول کا دوسرا جز صریح احادیث کے خلاف ہے۔

۱۳۰۶ تشریحات اس حدیث کے بعض[1] طرق میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صفیہ کو سات افراد کے بدلے خریدا تھا۔ اسی سے باب کو مطابقت ہے۔

۱۳۰۸ تشریحات یہ سوال وجواب غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر ہوا تھا جبکہ بہت سی لونڈیاں قید ہوئی تھیں۔ اسوقت صحابہ کرام بہت تنگدست تھے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عزل جائز ہے۔ البتہ اپنی زوجہ سے عزل کرنا ہو تو اس سے اجازت ضروری ہے۔ عزل کے لغوی معنی علیحدہ کرنا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ جماع میں انزال کے وقت عضو باہر نکال لینا تاکہ منی باہر گرے۔ اسی پر قیاس کرکے یہ بھی جائز ہے کہ مانع حمل دوائیں استعمال کی جائیں۔

[1] عمدۃ القاری ثانی عشر ص ۴۷

اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم قیدی پاتے ہیں اور انکی
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نُصِيْبُ سَبْيًا فَنُحِبُّ الْاَثْمَانَ فَكَيْفَ تَرٰى فِي الْعَزْلِ فَقَالَ
قیمت چاہتے ہیں تو عزل کے بارے میں کیا فرماتے ہیں فرمایا کیا یہ تم لوگ کرتے ہو
اَوَ اِنَّكُمْ لَتَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ لَا عَلَيْكُمْ اَنْ لَّا تَفْعَلُوْا ذٰلِكُمْ فَاِنَّهَا لَيْسَتْ نَسَمَةٌ كَتَبَ
اگر نہ کرو تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جس کی پیدائش اللہ نے لکھدی ہے وہ پیدا ہوکر
اللّٰهُ اَنْ تَخْرُجَ اِلَّا وَهِيَ خَارِجَةٌ ؏ ۵
رہے گا۔

## بَابُ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ ص ۲۹۷ مدبر کی بیع

**۱۳۰۹ حدیث** عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَاعَ النَّبِيُّ صَلَّى
حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا نبی صلی اللہ

یا مرد اپنے عضو پر یا عورت رحم کے منہ پر خول وغیرہ چڑھالے۔
مگر آپریشن نہ مرد کو جائز ہے نہ عورت کو۔ کیونکہ یہ تغییر خلق اللہ ہے جو بحکم قرآن شیطانی کام ہے۔ شیطان جب راندہ درگاہ ہونے لگا تو اس نے دھمکی دی تھی۔
وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ۔ (النساء - ۱۱۹) میں ضرور ضرور ان سے کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں۔
اسی طرح لیپ لگوانا بھی حرام ہے۔ کیونکہ اسمیں بلاضرورت شرعیہ شرمگاہ اور مواضع ستر اجنبی ڈاکٹروں کو دکھانا اور انھیں چھونے دینا ہے۔
البتہ اس اندیشے سے حمل روکنے کی کوشش ایمان کی کمزوری ہے کہ زیادہ بچے ہوجائیں گے تو ان کی پرورش کیسے ہوگی ارشاد ہے۔
نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ (الانعام - ۱۵۱) ہم تمھیں بھی روزی دیتے ہیں اور انھیں بھی۔
نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ (الاسراء - ۳۱) ہم انھیں بھی روزی دیتے ہیں اور تمھیں بھی۔

**۱۳۰۹ تشریحات** مدبر اس غلام کو کہتے ہیں جس کے بارے میں اس کے مالک نے کہدیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ مطلق جبکہ اس کے آقا نے مطلق مرنے پر آزادی معلق کی ہو۔ اس کو

---

۵ العتق باب من ملک من العرب رقیقا ص ۳۴۵ الثانی النکاح باب العزل ص ۷۸۴ المغازی باب غزوۃ بنی المصطلق ص ۵۹۳ القدر باب قولہ وکان امر اللہ قدرا مقدورا ص ۹۷۷ التوحید باب قول اللہ ھو اللہ الخالق البارئ ص ۱۱۰۱ مسلم النکاح - ابوداؤد النکاح - نسائی عتق - عشرۃ النساء -

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُدَبَّرَ ؏۵

تعالیٰ علیہ وسلم نے مدبر کو بیچا۔

بَابُ هَلْ يُسَافِرُ بِالْجَارِيَةِ قَبْلَ اَنْ يَّسْتَبْرِئَهَا ص۲۹۷ استبرا سے پہلے لونڈی کیساتھ سفر کرنا۔

۴۲۳ وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَاْسًا اَنْ يُّقَبِّلَهَا اَوْ يُبَاشِرَهَا۔

ت امام حسن بصری ایسی لونڈی کا بوسہ لینے یا اسے چپکانے میں حرج نہیں جانتے تھے۔

۴۲۴ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اِذَا وُهِبَتِ الْوَلِيْدَةُ الَّتِیْ تُوْطَأُ اَوْ بِيْعَتْ اَوْ عُتِقَتْ فَلْيَسْتَبْرِأْ رَحِمَهَا بِحَيْضَةٍ وَلَا تُسْتَبْرَأُ الْعَذْرَاءُ

ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ جس باندی سے ہمبستری کی جاچکی ہو اور اسے ہبہ کیا جائے یا بیچا جائے یا اسے آزاد کیا جائے تو ضروری ہے کہ ایک حیض تک استبرا کرے اور کنواری پر استبرا نہیں۔

۴۲۵ وَقَالَ عَطَاءٌ لَا بَاْسَ اَنْ يُّصِيْبَ مِنْ جَارِيَةٍ اِلْحَامِلِ مَادُوْنَ الْفَرْجِ

ت اور امام عطاء نے کہا حاملہ باندی کی شرمگاہ کے علاوہ کو ہاتھ لگا سکتا ہے

نہ بیچنا جائز ہے نہ اس کو ہبہ کرنا جائز ہے۔ دوسرے مقید یہ وہ ہے جیسے اس کے مالک نے یوں کہا ہو اگر میں اس مرض میں مرجاؤں یا اس سفر میں مرجاؤں تو تو آزاد ہے۔ اور مالک اس مرض سے اچھا ہوگیا یا سفر سے واپس آگیا تو اسے بیچنا جائز ہے۔

حضرت امام شافعی حضرت امام احمد دونوں قسم کے مدبر کی بیع کو جائز کہتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ یہ حدیث یہاں مختصر ہے۔ بیع المزایدہ۔ میں مفصل گزر چکی ہے۔ اور وہیں احناف کے دلائل بھی مذکور ہیں۔

۴۲۳ اس تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا۔ مگر صرف ان یقبلها تک

تشریحات البتہ امام عبدالرزاق نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ یصیب مادون الفرج۔ شرمگاہ کے علاوہ کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔

باندی کو خریدنے کے بعد استبرا واجب ہے۔ یعنی جب تک ایک حیض نہ آجائے اس سے ہمبستری جائز نہیں۔ سفر میں چونکہ اس کا خطرہ رہتا ہے کہ کہیں جماع نہ کر بیٹھے۔ اس لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ مگر حسب عادت اپنا کوئی فیصلہ نہیں تحریر فرمایا۔

تشریح ۴۲۴ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تشریحات ۴۲۵ مراد یہ ہے کہ حمل کی حالت میں کسی باندی کو خریدا تو جب تک وضع حمل نہ ہوجائے اس سے ہمبستری جائز نہیں۔ حدیث میں فرمایا۔

ع۵ ابوداؤد العتق۔ نسائی البیوع۔ القضا۔ ابن ماجہ الاحکام۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ (مومنون - ۶)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وہ مومن اپنی مراد کو پہنچے) جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیبیوں اور شرعی باندیوں سے۔

## بَابُ بَيْعِ الْمَيْتَةِ وَالْاَصْنَامِ ص ۲۹۸

مردار اور بتوں کی بیع

**حدیث ۱۳۱۰** عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انھوں نے کہا

اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے سال میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْاَصْنَامِ فَقِيْلَ

بیشک اللہ اور اس کے رسول نے شراب مردار سور اور بتوں کے بیچنے اور

لا یحل لامرئ یومن باللہ والیوم الاخر جو شخص اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے

ان یسقی ماءہ زرع غیرہ [1] حلال نہیں کہ اس کا پانی دوسرے کا کھیت سینچے۔

آیہ کریمہ سے استدلال یوں ہے کہ جب باندیاں حلال ہیں تو ان سے بوسہ وکنار بھی حلال۔ البتہ حمل کی حالت میں ہمبستری اس حدیث کی وجہ سے حرام ہے۔ حتی کہ اگر یہ حمل اس کے موجودہ آقا کا ہو مثلاً اس نے خریدنے سے پہلے اس کے ساتھ زنا کیا ہو تو اسے ہمبستری بھی جائز ہے۔

پھر اس کے بعد امام بخاری نے ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ ان الفاظ میں روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اپنے لئے چن لیا اور انھیں اپنے ہمراہ لے کر چلے۔ جب سد الروحا پر پہنچے تو نزول اجلال فرمایا اور زفاف فرمایا۔ حضرت صفیہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اپنے لئے منتخب فرمایا تو یہ حضور کی باندی ہو گئیں اور قبل استبرا انھیں نے کر سفر فرمایا۔ یہی باب کا عنوان ہے۔ اگرچہ اس میں کلام ہے۔

**مسائل:** ہمارے یہاں باندی سے استبراء سے قبل مباشرت اور بوس وکنار جائز نہیں۔ کیونکہ اسمیں جماع میں مبتلا ہو جانے کا قوی خطرہ ہے۔

**تشریحات ۱۳۱۰** یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ مردار شراب خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت صحیح نہیں اس لئے کہ یہ سب مال نہیں۔ رہ گیا ان سے انتفاع تو اس میں تفصیل ہے۔ چمڑے سے دباغت کے بعد انتفاع جائز ہے۔ جیسا کہ حدیث گزر چکی۔ اسی طرح مردار کے اجزاء سے جنمیں زندگی نہیں ہوتی۔ انتفاع جائز ہے۔ مثلاً بال، ہڈی، پٹھے، ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک کنگھا ہاتھی کے دانت[2] کا تھا۔

نیز ایک حدیث[3] میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا جاؤ اور فاطمہ

[1] مسند امام احمد رابع ص ۱۰۸ [2] عمدۃ القاری ثانی عشر ص ۵۶ [3] مسند امام احمد جلد خامس ص ۲۷۵

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ شُحُوْمَ الْمَيْتَةِ فَاِنَّهٗ تُطْلٰى بِهَا السُّفُنُ وَتُدْهَنُ بِهَا

خرید نے کو حرام فرما دیا ہے۔ اس پر عرض کیا گیا یا رسول اللہ! مردار کی چربیوں کے بارے میں کیا رائے

الْجُلُوْدُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ فَقَالَ لَا هُوَ حَرَامٌ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

عالی ہے کیونکہ اسے کشتیوں پر ملتے ہیں اور کھالوں میں چکنائی دیتے ہیں اور اسے چراغ میں جلاتے ہیں

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَرَّمَ

فرمایا اجازت نہیں حرام ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ عزوجل یہود کو برباد

شُحُوْمَهَا اَجْمَلُوْهُ ثُمَّ بَاعُوْهُ فَاَكَلُوْا ثَمَنَهٗ۔

کردے۔ جب اللہ نے مردار کی چربیوں کو حرام فرمایا تو انھوں نے اسے پگھلایا اور بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# كِتَابُ السَّلَمِ ص ۲۹۸

## بَابُ السَّلَمِ فِيْ وَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ ص ۲۹۸

سلم وزن معلوم میں ہے

**حدیث ۱۳۱۱** عَنْ اَبِي الْمِنْهَالِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے لئے پھٹے کا ہار اور ہاتھی کے دانت کے دو کنگن خرید لا۔

اور جن چیزوں سے انتفاع جائز ہے ان کی خرید وفروخت بھی جائز۔ جیسا کہ جلد ثانی ص ۳-۱۴۲ پر گزر چکا۔

**بیع سلم** فی الحال قیمت دے کر کچھ مدت کے بعد مبیع کا لینا طے ہو تو اسے بیع سلم کہتے ہیں۔ اس کے صحیح ہونے کے لئے چودہ شرطیں ہیں۔ ثمن اور مبیع دونوں کی جنس، نوع، وصف، مقدار معین کر دی جائے۔ یہ آٹھ شرطیں ہوئیں۔ ثمن مجلس عقد میں پورا ادا کر دیا جائے۔ مبیع کی ادائیگی کی میعاد بقید سن ماہ تاریخ مقرر ہو۔ اگر مبیع کے ڈھونے میں دقت ہو تو مبیع کی ادائیگی کی جگہ بھی نامزد ہو۔ عقد کے وقت سے لے کر ادائیگی کے وقت تک مبیع بازار میں بآسانی ملتی رہے۔ اسمیں خیار شرط اور خیار رویت نہ ہو۔ ان چودہ شرطوں میں سے ایک بھی مفقود ہو تو یہ بیع ناجائز اور سود ہے۔

**تشریحات ۱۳۱۱** اس حدیث میں کیل اور وزن کا ذکر اس اعتبار سے ہے کہ زیادہ تر مکیل اور موزون میں بیع سلم رائج تھی۔ ورنہ بیع سلم ہر اس چیز میں جائز ہے۔ جس کے مقدار کی تعیین کسی بھی صورت سے اس طرح ہو جائے کہ نزاع کا خطرہ نہ رہے۔ مثلاً کپڑے انڈے وغیرہ میں، کپڑے کی مقدار ناپ سے اور انڈے کی مقدار گنتی سے متعین ہو سکتی ہے۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ وَھُمْ یُسْلِفُوْنَ بِالتَّمْرِ
مدینہ تشریف لائے تو اس وقت وہ لوگ پھلوں کی دو سال تین سال کے ادھار پر خرید و فروخت
السَّنَتَیْنِ وَالثَّلٰثَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَسْلَفَ
کرتے تھے۔ تو فرمایا جو ادھار خرید فروخت کرنا چاہے اسے لازم ہے کہ کیل معلوم اور
فِیْ شَیْءٍ فَفِیْ کَیْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَّوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ اِلٰی اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ عہ
وزن معلوم میں کرے۔

۱۳۱۲ اَخْبَرَنِیْ مُحَمَّدٌ اَوْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اَبِی الْمُجَالِدِ قَالَ اِخْتَلَفَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ
**حدیث** محمد یا عبداللہ بن ابو مجالد نے کہا عبداللہ بن شداد بن الھاد اور ابو بردہ
شَدَّادِ بْنِ الْھَادِ وَاَبُوْ بُرْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فِی السَّلَفِ فَبَعَثُوْنِیْ اِلٰی
رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیع سلف (سلم) کے بارے میں اختلاف کیا تو ان لوگوں نے مجھے ابن
ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَسَاَلْتُہٗ فَقَالَ اِنَّا کُنَّا نُسْلِفُ عَلٰی عَھْدِ
ابو اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا تو میں نے ان سے پوچھا انھوں نے بتایا کہ ہم
رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ فِی الْحِنْطَۃِ وَ
لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے
الشَّعِیْرِ وَالزَّبِیْبِ وَالتَّمْرِ وَسَاَلْتُ ابْنَ اَبْزٰی فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِکَ عہ
میں بیع سلف گیہوں، جو، منقی اور کھجور میں کرتے تھے اور میں نے ابن ابزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تو انھوں نے بھی ایسا ہی بتایا

**تشریحات ۱۳۱۲** امام بخاری نے اس حدیث کو اکٹھے چھ طریقوں سے تھوڑے سے تغیر اور کمی زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ابو المجالد کے نام میں اختلاف ہے کہ محمد تھا یا عبداللہ۔ اسی لئے عمرو بن حفص کے طریقے میں شک ہے۔ بقیہ طریقے میں ابن المجالد ہے یا محمد بن ابو المجالد ہے۔ یہ کبار تابعین میں ہیں۔ امام مجاہد کے داماد اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام تھے۔

اس کے بعد باب السلم الی من لیس عندہ اصل۔ میں کچھ تفصیل ہے۔ محمد بن ابو المجالد نے کہا۔ مجھے عبداللہ بن شداد اور ابو بردہ نے عبداللہ بن ابو اوفی کے پاس بھیجا۔ کہ ان سے پوچھوں۔ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں گیہوں میں بیع سلم کرتے تھے۔ تو عبداللہ بن اوفی نے فرمایا۔ شام کے کاشتکاروں سے گیہوں جو منقی میں وزن معلوم اور میعاد معلوم تک بیع سلم کرتے تھے۔ میں نے دریافت کیا۔ اسی کے ساتھ جس کی اصل

عہ یہیں اس باب کے پہلے اور بعد میں۔ مسلم ابو داؤد۔ ترمذی النسائی الشروط البیوع۔ ابن ماجہ التجارات۔
عہ یہیں اکٹھے چھ طریقے سے۔ باب السلم الی اجل معلوم ص ۳۰۰ ابو داود نسائی البیوع۔ ابن ماجہ التجارات۔

## بَابُ السَّلَمِ اِلٰی مَنْ لَّیْسَ عِنْدَہٗ اَصْلٌ ص ۲۹۹ اس سے بیع سلم کرنا جس کے پاس مسلم فیہ کی اصل نہ ہو۔

۱۳۱۳ سَمِعْتُ اَبَا الْبَخْتَرِیِّ الطَّائِیَّ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ السَّلَمِ فِی النَّخْلِ فَقَالَ نَهٰی

**حدیث** ابو البختری طائی نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے درخت پر لگی ہوئی کھجوروں میں سلم کے بارے

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعِ النَّخْلِ حَتّٰی یُؤْکَلَ مِنْهُ وَحَتّٰی یُوْزَنَ فَقَالَ الرَّجُلُ

میں پوچھا تو فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کی بیع سے منع فرمایا جب تک وہ کھانے

وَاَیُّ شَیْءٍ یُوْزَنُ فَقَالَ رَجُلٌ اِلٰی جَانِبِهٖ حَتّٰی یُحْرَزَ۔

اور تولنے کے لائق نہ ہو جائے، ایک شخص نے پوچھا، کیا چیز وزن کیجائے گی اس پر حضرت ابن عباس کے پہلو میں بیٹھے ہوا ایک شخص نے کہا ایسی ہو جائے کہ اسکی حفاظت کیجائے۔

موجود ہو؟ - فرمایا۔ ہم اس بارے میں ان سے سوال ہی نہیں کرتے۔ پھر ان دونوں صاحبوں نے عبدالرحمٰن بن ابزیٰ کے پاس یہی پوچھنے کے لئے بھیجا۔ تو انھوں نے بھی فرمایا۔ کہ ہم رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں بیع سلم کرتے تھے۔ اور یہ نہیں پوچھتے تھے کہ ان کے پاس کھیتی ہے یا نہیں۔ بعض طرق میں زبیب کے بجائے زیت آیا ہے یعنی زیتون۔

اس حدیث میں نبیط اهل الشام۔ آیا ہے۔ یہ ایک قوم تھی جو دیہاتوں میں رہتی تھی اور ان کا پیشہ کاشتکاری تھا۔ نبط کے معنی زمین سے پانی ابلنا ہے۔ یہ قوم کنواں کھود کر پانی نکالنے کی ماہر تھی۔ اس لئے انھیں نبیط کہا جاتا تھا۔ بیع سلم صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ مسلم فیہ یعنی جو مبیع مقرر ہوئی ہے۔ وہ مسلم الیہ یعنی مشتری کے پاس عقد کے وقت یا درمیان میں موجود ہو۔ صرف یہ ضروری ہے کہ عقد کے وقت سے لے کر ادائیگی کے وقت تک بازار میں بآسانی ملتی ہو۔ نایاب نہ ہو۔

اسی باب میں جو روایت محمد بن مقاتل سے ہے اس میں شروع میں یہ زائد ہے۔ کہ ان دونوں (عبداللہ بن شداد اور ابوبردہ) نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اموال غنیمت پاتے تو شام کے نبطی آتے اور ان سے بیع سلم کرتے۔

**تنبیہ** بعض مترجمین نے اصل کا ترجمہ راس المال کیا ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ راس المال اس قیمت کو کہتے ہیں جو پیشگی عقد کے وقت دی جاتی ہے۔ بلکہ اس سے مراد کھیتی ہے۔ جیسا کہ حدیث کے اخیر حصے سے ظاہر ہے جو حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی کے ارشاد میں ہے۔ نیز باب السلم الی اجل معلوم میں بجائے اصل کے زرع کی تصریح ہے۔

**۱۳۱۳ تشریحات** **مطابقت:** علامہ ابن بطال نے کہا کہ اس حدیث کو باب سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اس کے بعد والے باب سے ہے۔ مگر کچھ لوگوں نے یوں مناسبت نکالی ہے کہ جب درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں میں سلم جائز نہیں تو اس کا وجود کالعدم ہے۔ اس طرح گویا ایسے شخص کے ساتھ بیع سلم ہوئی جسکے پاس اسکی اصل نہیں۔

**اقول:** مگر ظاہر ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ اصل تو موجود ہے۔

علامہ کرمانی نے فرمایا کہ اس حدیث میں سلم سے مراد لغوی معنی ہے۔ یعنی قیمت اب لے لو اور جب کھجوریں تیار ہو جائیں گی تو ہم لے لیں گے۔ یہ دو وجہ سے ناجائز ہے۔ قابل انتفاع ہونے سے قبل پھل کی بیع ممنوع ہے۔ جیسا کہ احادیث

## بَابُ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ ص۲۹۹ درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کی بیع

۱۳۱۴ حدیث عَنْ اَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ

ابو البختری نے کہا میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے درخت پر لگی ہوئی کھجوروں میں

فَقَالَ نُهِيَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى يَسْلَحَ وَعَنْ بَيْعِ الْوَرِقِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ ۔

سلم کے بارے میں پوچھا تو فرمایا قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کی بیع سے منع کیا گیا ہے۔ اور چاندی کی نقد کے عوض ادھار بیع سے

## بَابُ السَّلَمِ اِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ ص۳۰۰ بیع سلم مدت معلومہ تک ہونا ضروری ہے۔

۴۲۵ ت وَبِهٖ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَاَبُوْسَعِيْدٍ وَالْاَسْوَدُ وَالْحَسَنُ ۔

اور یہی حضرت ابن عباس اور حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور امام اسود اور امام حسن بصری کا قول ہے۔

گزر چکیں۔ دوسرے یہ کہ اسمیں مقتضائے عقد کے خلاف شرط ہے۔ کیونکہ جب عقد تام ہوگیا تو اسمیں مشتری کا بائع کی ملک یعنی درخت سے بلاعوض نفع حاصل کرنا ہے۔

اقول وھوالمستعان ۔ اگر سلم کے شرعی معنی بھی مراد لیں تو یہ بیع درست نہ ہوگی کیونکہ بیع سلم کے صحت کی شرائط میں مسلم فیہ کی وہ مقدار معلوم ہونا ضروری ہے جسے مُسلَم الیہ کو ادا کرنا ہے۔ اور پھل ابھی تیار نہیں۔ معلوم نہیں کتنا خراب ہوگا کتنا گرے گا۔ علاوہ ازیں کھجوریں کیلی ہے تو کیل سے مقدار معلوم ہونی ضروری ہے اور یہ معلوم نہیں۔ دوسری شرط میعاد کا معلوم ہونا ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں۔ کیونکہ یہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو کھجوریں تیار ہونگی۔ بلکہ تیسری شرط وصف بھی معلوم نہیں، کیسے معلوم کہ کھجوریں کیسی تیار ہوں گی۔

ابو البختری کا نام سعید بن فیروز کوفی طائی ہے۔ ۸۳ھ کی مشہور جنگ دیر جماجم میں خارجیوں کے ہاتھ شہید ہوئے۔

**تشریحات** ۱۳۱۴ اس کے بعد والی روایت میں یہ ہے۔ ونھی عن ورق بالذھب نسأ۔ چاندی کی سونے کے عوض ادھار بیع سے منع فرمایا ہے۔

پہلی روایت معنی کے اعتبار سے عام ہے۔ خواہ چاندی کو چاندی کے عوض بیچیں خواہ سونے کے۔ دونوں میں ادھار سودا ہے۔

**تشریح** ۴۲۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کو امام شافعی اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ اخیر کے الفاظ یہ ہیں۔ ابو حسام بن سلم اعرج حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انھوں نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ بیع سلم میں میعاد معین طے ہونا ضروری ہے۔ اللہ عزوجل نے اس کے لئے میعاد ضروری قرار دی ہے۔ فرمایا:۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۔ (بقرہ ۲۸۲)

اے ایمان والو جب میعاد مقررہ تک ادھار لین دین کرو تو اسے لکھ لو۔

۴۲۶ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا بَأْسَ بِالطَّعَامِ الْمَوْصُوْفِ

ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا غلے کا بھاؤ بیان کر دیا گیا ہو تو معینہ مدت تک کے لئے

بِسِعْرٍ مَّعْلُوْمٍ اِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ مَالَمْ يَكُ ذٰلِكَ فِيْ زَرْعٍ لَّمْ يَبْدُ صَلَاحُهٗ۔

سلم میں حرج نہیں۔ اگر وہ غلہ اس کھیت میں نہ ہو جو قابل انتفاع نہ ہوا ہو۔

## بَابُ عَرْضِ الشُّفْعَةِ عَلٰى صَاحِبِهٖ قَبْلَ الْبَيْعِ ص۳

شفعہ کے حقدار پر بیچنے سے پہلے شفعہ پیش کرنا۔

۴۲۷ وَقَالَ الْحَكَمُ اِذَا اَذِنَ لَهٗ قَبْلَ الْبَيْعِ فَلَا شُفْعَةَ لَهٗ۔

ت اور حکم نے کہا۔ بیع سے پہلے مالک کو بیچنے کی اجازت دیدی تو اب اسے شفعہ کا حق نہیں رہا۔

۴۲۸ وَقَالَ الشَّعْبِيُّ مَنْ بِيْعَتْ شُفْعَتُهٗ وَهُوَ شَاهِدٌ لَا يُغَيِّرُهَا فَلَا

ت اور امام شعبی نے فرمایا جب حق شفعہ رکھنے والے کے سامنے وہ چیز بیچی گئی جسمیں

شُفْعَةَ لَهٗ۔

اسے شفعہ کا حق حاصل تھا اور اس نے مطالبہ نہیں کیا تو اب اسے شفعہ کا حق نہ رہا۔

اور امام حاکم نے بھی اس کی تخریج کی اور اسے صحیح کہا۔ امام ابن ابی شیبہ نے دوسرے طریقے سے عکرمہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ سلم میں وظیفہ ملنے یا کھیت کٹنے کی میعاد نہ مقرر کی جائے بلکہ وقت مقرر کر دیا جائے۔ مثلاً فلاں مہینہ فلاں تاریخ۔

حضرت ابو سعید خدری کی تعلیق کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں اور امام اسود کے قول کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔

**تشریحات ۴۲۶** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس قول کو امام مالک نے موطا میں روایت کیا۔

**توضیح باب** بائع نے بیع سے پہلے جسے شفعہ کا حق ہے۔ اس سے کہا کہ اسے خرید لو۔ اس نے انکار کیا تو بیع کے بعد اسے شفعہ کا حق ہے یا نہیں؟ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ ہمارا مذہب ہے کہ اسے اب بھی شفعہ کا حق ہے۔ اس لئے کہ حق شفعہ بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے۔ گویا بیع اس کا سبب ہے۔ وجوب سبب کے بغیر مسبب کا وجود ناممکن۔ اس لئے بیچنے سے پہلے انکار سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ حسب عادت امام بخاری نے اپنا کوئی فیصلہ تحریر نہیں کیا۔

**تشریحات ۴۲۷** اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ اور امام وکیع نے روایت کیا ہے۔ یہ حکم بن عتبہ ابو محمد یا ابو عبداللہ کوفی تابعی ہیں۔ اوگزر گیا کہ تابعی کا قول ہم پر حجت نہیں۔ حضرت امام اعظم بھی تابعی ہیں۔

**تشریحات ۴۲۸** امام شعبی کا نام عامر بن شراحیل ہے۔ ائمہ تابعین میں ہیں۔ سیکڑوں صحابہ کرام کی زیارت سے مشرف ہیں۔ صرف ایک حدیث، علی، طلحہ اور زبیر جنت میں ہیں۔ کے بارے میں فرمایا۔ میں نے یہ فرماتے ہوئے پانچسو

۱۳۱۵ اَخْبَرَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مَیْسَرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِیْدِ قَالَ وَقَفْتُ عَلٰی

**حدیث** عمرو بن شرید نے کہا۔ میں حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس کھڑا تھا۔ کہ حضرت مسور بن

سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ فَجَاءَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَوَضَعَ یَدَهٗ عَلٰی اِحْدٰی مَنْکِبَیَّ

مخرمہ آئے اور میرے ایک کاندھے پر اپنا ہاتھ رکھا۔ اتنے میں ابو رافع نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

اِذْ جَاءَ اَبُوْ رَافِعٍ مَوْلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا سَعْدُ اِبْتَعْ مِنِّیْ

غلام آئے اور کہا۔ اے سعد! میرے ان دو مکانوں کو خرید لو جو آپ کے محلے میں ہیں۔ تو حضرت سعد نے

بَیْتَیَّ فِیْ دَارِكَ فَقَالَ سَعْدٌ وَاللّٰهِ مَا اَبْتَاعُهُمَا فَقَالَ الْمِسْوَرُ وَاللّٰهِ لَتَبْتَاعَنَّهُمَا

کہا بخدا میں انھیں نہیں خریدوں گا اس پر حضرت مسور نے کہا بخدا آپ انھیں ضرور خرید لیں

فَقَالَ سَعْدٌ وَاللّٰهِ لَا اَزِیْدُكَ عَلٰی اَرْبَعَةِ آلَافٍ مُنَجَّمَةٍ اَوْ مُقَطَّعَةٍ۔ قَالَ اَبُوْ رَافِعٍ

حضرت سعد نے فرمایا میں چار ہزار (درہم) سے زیادہ نہیں دونگا۔ وہ بھی قسط وار۔ اس پر حضرت

لَقَدْ اُعْطِیْتُ بِهِمَا خَمْسَ مِائَةِ دِیْنَارٍ وَلَوْلَا اَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

ابو رافع نے کہا مجھے ان کے عوض پانچسو دینار دیئے جارہے ہیں اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْجَارُ اَحَقُّ بِسَقَبِهٖ مَا اَعْطَیْتُكَهُمَا بِاَرْبَعَةِ آلَافٍ

علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا ہوتا تو تم کو چار ہزار میں نہ دیتا۔ کہ پڑوسی پڑوس کا سب سے زیادہ

وَاِنَّمَا اُعْطٰی بِهِمَا خَمْسَ مِائَةِ دِیْنَارٍ فَاَعْطَاهَا اِیَّاهُ ؏ه

حقدار ہے حالانکہ مجھے ان کے پانچ سو دینار مل رہے ہیں تو انھوں نے وہ دونوں گھر انھیں دیدیا۔

صحابہ کو پایا۔ ان کے اس ارشاد کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ یہی ہمارا بھی مذہب ہے۔ اس قول کو باب سے مناسبت نہیں بیع کے وقت موجود ہونے اور قبل بیع مُطَّلَع ہونے میں بہت فرق ہے۔

**تشریحات** ۱۳۱۵ مطابقت:۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا مکان فروخت کرنے سے پہلے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ اسے خرید لیں۔ بس اتنی مناسبت کافی ہے۔ ایسا کر لینا بہتر ہے لیکن اسمیں ایک قسم کا تخالف ہے۔ تعلیقات سے ظاہر ہوتا ہے کہ باب کا مقصد یہ ہے کہ اس کے بعد شفیع کو شفعہ کا حق رہتا ہے یا نہیں اور حدیث سے یہ ظاہر ہے کہ باب کا مقصد یہ ہے کہ ایسا کرنا چاہئے یا نہیں۔

باربعۃ آلاف: کتاب الحیل میں باربع مائۃ مثقال ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس عہد میں ایک مثقال دس درہم کا ہوتا تھا۔ اس سے مراد چاندی ہے یہی اس زمانے کا عرف تھا۔ کہ جب عدد کے ساتھ درہم یا دینار کچھ مذکور نہ ہوتا

ع۵ الثانی۔ الحیل۔ باب فی الھبۃ والشفعۃ۔ بطریقین ص۱۰۳۲۔ باب احتیال العامل بطریقین ص ۱۰۳۳۔ ابوداود۔ البیوع ابن ماجہ الاحکام۔

## بَابُ اَیُّ الْجِوَارِ اَقْرَبُ ص۳۰۳ کون سا پڑوسی سب سے قریب ہے۔

۱۳۱۶ سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے

قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ جَارَیْنِ فَاِلٰی اَیِّهِمَا اُهْدِیْ قَالَ اَقْرَبُهُمَا مِنْكِ بَابًا ۵

دو پڑوسی ہیں تو کس کو ہدیہ دوں فرمایا جس کا دروازہ تجھ سے زیادہ قریب ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# فِی الْاِجَارَاتِ ص۳۰۱

## بَابُ اِسْتِیْجَارِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ وَالْخَازِنِ الْاَمِیْنِ وَمَنْ لَّمْ یَسْتَعْمِلْ مَنْ اَرَادَهٗ

نیک انسان اور امانتدار خازن کو نوکر رکھنا اور جو خواہشمند کو کام پر نہ رکھے۔

۱۳۱۷ ثَنَا اَبُوْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ اَقْبَلْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حدیث حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

تو درہم ہی مراد ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں خمس مائۃ دینار۔ اس پر قرینہ بھی ہے۔ اس لئے کہ دینار سونے کا سکہ تھا جو ایک مثقال کا ہوتا تھا۔ یہ حدیث ہماری دلیل ہے کہ جوار کی وجہ سے بھی شفعہ کا حق ہوتا ہے۔

**تشریحات** ۱۳۱۶ پہلی والی حدیث سے یہ ثابت ہوگیا کہ پڑوسی کی بنا پر حق شفعہ ہے۔ اس باب سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ جو پڑوسی زیادہ قریب ہے۔ اس کو حق تقدیم ہے۔ اگرچہ اس حدیث میں ہدیہ دینے کا ذکر ہے مگر چونکہ یہ ہدیہ رشتے کی بنا پر نہیں۔ پڑوسی ہونے کی بنا پر ہے اور اسمیں قریب تر دروازے کو حق تقدیم ہے تو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پڑوس کی وجہ سے جو حق پڑوسی کو ہوتا ہے اسمیں قریب تر پڑوسی کو حق تقدیم ہے اور شفعہ جوار کی بھی بنیاد پڑوس ہی ہے۔ اس لئے قریب تر کو حق تقدیم حاصل ہوگا۔

**تشریحات** ۱۳۱۷ یہ حدیث تفصیل سے استئنابۃ المعاندین۔ میں یوں مذکور ہے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے ساتھ دو شخص اور تھے۔ ایک داہنے دوسرا بائیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے۔ دونوں نے (کسی عہدے کا) سوال کیا۔ اس پر حضور نے مجھ سے فرمایا۔ اے ابو موسیٰ یا اے عبد اللہ بن قیس! میں نے عرض کیا۔ اس ذات کی قسم جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ ان دونوں کے دل میں جو تھا اسے مجھے انھوں نے نہیں بتایا اور نہ میں کسی اور طرح جان سکا کہ یہ کوئی عہدہ طلب کرنے آئے ہیں۔ اب تو ایسا ہوگیا۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ ہونٹ کے سکڑنے کی وجہ سے

---

ھ الھبۃ باب بمن یبدأ بالھدیۃ ص ۲۵۲ - ثانی - الادب باب حق الجوار فی قرب الابواب ص ۸۹۰ ابوداود - الادب -

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِيَ رَجُلَانِ مِنَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ قَالَ قُلْتُ مَا عَلِمْتُ

حاضر ہوا اور میرے ساتھ قبیلہ اشعر کے دو شخص اور تھے جن کے بارے میں مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ

اَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ قَالَ لَنْ اَوْ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلٰى عَمَلِنَا مَنْ اَرَادَهٗ ؏

دونوں عامل بننے کے ارادے سے آئے ہیں (انکی درخواست پر) حضورؐ نے فرمایا میں کسی منصب طلبگار کو عامل نہیں بناتا یا یہ فرمایا، ہرگز نہیں بناتا۔

## بَابُ رَعِيِ الْغَنَمِ عَلٰى قَرَارِيْطَ ط۳۰ قراریط پر بکریاں چرانا۔

۱۳۱۸ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَعَثَ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

مسواک اوپر اٹھ گئی۔ فرمایا۔ جو کسی عہدے کا خواہشمند ہو ہم ہرگز اسے نہیں دیتے یا ہم نہیں دیتے۔ اے ابو موسیٰ یا عبداللہ بن قیس تم یمن جاؤ۔ پھر ان کے بعد حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔ جب یہ حضرت ابو موسیٰ کے پاس پہنچے تو ان کے لئے گدا بچھایا اور کہا اس پر بیٹھئے۔ انھوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کی ہتھیلیں بندھی ہوئی ہیں۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ ابو موسیٰ نے کہا۔ یہ پہلے یہودی تھا، پھر مسلمان ہوا، پھر یہودی ہوگیا۔ آپ بیٹھئے۔ تو تین بار فرمایا۔ جب تک اللہ اور رسول کے فیصلے کے مطابق یہ قتل نہیں کیا جائے گا میں نہیں بیٹھوں گا۔ اب وہ قتل کیا گیا، اس کے بعد دونوں نے قیام اللیل کا تذکرہ کیا۔

**مطابقت باب** جن دو صاحبوں نے طلب فرمایا۔ انھیں عہدہ نہیں دیا۔ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طلب نہیں فرمایا، تو انھیں عطا فرمایا۔ اور یہ صالح امین اور اس کے اہل تھے۔ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ اس منع سے تحریم ظاہر ہے۔ تحریم نہ بھی ہو تو اس سے احتراز ضروری ہے۔ مگر یہ اس وقت ہے جبکہ اس کام کے اہل بہت سے لوگ ہیں لیکن اگر صورت حال یہ ہو کہ اہل صرف ایک ہی شخص ہو اور اس کو معلوم ہے کہ دوسرا اہل نہیں تو سوال بھی واجب اور قبول کرنا بھی واجب۔ سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بادشاہ مصر سے فرمایا۔

اِجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ مجھے زمین کے خزانوں پر والی بنادے۔ بیشک میں حفاظت کرنے والا اور علم والا ہوں۔ (یوسف - ۵۵)

**تشریحات** ۱۳۱۸ غنم ایسی جمع ہے کہ اس کا اس لفظ سے واحد نہیں آتا۔ واحد کے لئے شاۃ آتا ہے۔ قراریط قیراط کی جمع بھی ہو سکتا ہے جس کے معنی درہم یا دینار کا ٹکڑا۔ نصف دانگ یا دینار کا بیسواں حصہ یا چوبیسواں حصہ۔ قاموس میں ہے کہ اس کا وزن مختلف ہوتا ہے۔ مکہ معظمہ میں دینار کا چوبیسواں حصہ اور عراق میں بیسواں حصہ۔ قیراط کے اصل معنی چاندی سونے کے ٹکڑے کے ہیں۔ اسی اعتبار سے ایک حدیث میں فرمایا کہ۔ ہر قیراط احد کے برابر۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ قیراطوں کے عوض بکریاں چراتا تھا۔ ابن ماجہ میں بالقراریط ہے۔ نیز سُوَید بن سعید

---

عہ ثانی استتابۃ المعاندین۔ باب حکم المرتد والمرتدۃ ص ۱۰۲۳ الاحکام باب ما یکرہ من الحرص علی الامارۃ ص ۱۰۵۸ مسلم المغازی ابو داود حدود ۔ نسائی طہارت ۔ قضا۔

اللّٰہُ نَبِیًّا اِلَّا رَعَی الْغَنَمَ فَقَالَ اَصْحَابُہٗ وَاَنْتَ فَقَالَ نَعَمْ کُنْتُ اَرْعَاھَا عَلٰی
فرمایا۔ اللہ نے کوئی بھی ایسا نبی نہیں مبعوث فرمایا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا اور
قَرَارِیْطَ لِاَھْلِ مَکَّۃَ ۵ھ
حضور نے بھی فرمایا ہاں میں بھی میں قراریط پر مکے والوں کی بکریاں چراتا تھا۔

## بَابُ اِسْتِیْجَارِ الْمُشْرِکِیْنَ عِنْدَ الضَّرُوْرَۃِ اِذَا لَمْ یُوْجَدْ اَھْلُ الْاِسْلَامِ ص ۳۰۱

ضرورت پر مشرکوں کو مزدور رکھنا جب مسلمان نہ ملیں۔

۱۳۱۹ عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا وَاسْتَاْجَرَ
حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

ابن ماجہ کے شیخ کا قول بھی مذکور ہے۔ کہ ہر بکری ایک قیراط پر۔ لیکن[1] امام محمد بن ناصر نے فرمایا کہ یہ سو ید کی خطا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجرت پر کبھی بکریاں نہیں چرائیں۔ حضور اپنے گھر کی بکریاں چراتے تھے۔ امام ابراہیم بن اسحٰق حربی نے کہا کہ قراریط مکے کے نواحی میں جیاد کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ اس وقت عمر مبارک بیس سال کی تھی[2] علامہ ابن جوزی نے اسی کو ترجیح دی[3]۔ ملا علی قاری نے اسے صحیح کہا[4]۔ علامہ بدرالدین محمود عینی نے اسکی ترجیح کی دو وجہیں بیان فرمائیں۔

اول: حدیث میں، علی قراریط ہے۔ علی کا حقیقی معنی استعلاء ہے۔ اور مقابلہ مجازی۔ اور جہاں حقیقی معنی درست ہو سکتے ہوں معنی مجازی مراد لینا ساقط ہوتا ہے۔ قراریط کو جگہ مانا جائے تو علی کا معنی حقیقی بلا تردد درست ہے۔

دوم: ایک روایت میں یہ ہے۔ کنت ارعی غنم اھلی بالجیاد۔ میں جیاد میں اپنے گھر کی بکریاں چراتا تھا۔ جیاد مکہ معظمہ کے زیریں حصے میں ایک جگہ کا نام تھا جس کے قریب ہی میں قراریط بھی تھا۔

جانور چرانے کا کام عرب میں اس وقت حقیر نہیں تھا۔ بڑے بڑے شرفاء کے بچے یہ کام کرتے تھے۔ اس سے تحمل، بردباری جفاکشی، تعلیم و تربیت کے مختلف نشیب و فراز اور اصلاح و تہذیب کی بہترین مشاقی ہوتی ہے۔ اسی لئے ہر نبی کیلئے قبل نبوت اسے ضروری قرار دیا گیا۔

**تشریحات** ۱۳۱۹ یہ حصہ حدیث ہجرت کا جز ہے۔ جو پوری تفصیل سے باب ہجرت میں مذکور ہے۔ دیل اور عبد بن عدی، بنی بکر کی شاخ ہیں۔ عاص بن وائل یہ مشہور دشمن اسلام ہے۔ یہ قریش کے ایک بطن۔ بنی سہم کا فرد تھا۔ امام اسحٰق نے کہا کہ اس دیلی کا نام عبد اللہ بن ارقم تھا۔ ابن ہشام نے کہا۔ عبد اللہ بن اُریقط۔ امام مالک نے فرمایا رقیط تھا۔ عامر بن فہیرہ حضرت صدیق اکبر کے غلام تھے۔ یہ پہلے طفیل بن عبد اللہ کے غلام تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ یہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

ع۵ ابن ماجہ التجارات باب الصناعات ص ۱۵۶ - [1] شرح شفا ملا علی قاری جلد ثانی ص ۴۶۰ [2] عمدۃ القاری ثانی عشر ص
[3] شرح شفا ملا علی قاری ثانی ص ۴۶۰ - [4] ایضاً

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَکْرٍ رَجُلًا مِّنْ بَنِی الدِّیْلِ ثُمَّ مِنْ

وسلم اور ابو بکر نے بنی دیل کی شاخ بنی عبد بن عدی کے ایک شخص کو جو راستے کا ماہر تھا راستہ بتانے

بَنِیْ عَبْدِ بْنِ عَدِیٍّ ھَادِیًا خِرِّیْتًا ۔ وَالْخِرِّیْتُ الْمَاھِرُ بِالْھِدَایَۃِ ۔ قَدْ

کے لئے مزدور لیا خرّیت راستے کے ماہر کو کہتے ہیں اور یہ آل عاص بن وائل کا حلیف بن چکا

غَمَسَ یَمِیْنَ حِلْفٍ فِیْ آلِ الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ وَھُوَ عَلٰی دِیْنِ کُفَّارِ قُرَیْشٍ

تھا اور کفار قریش کے دین پر تھا ان دونوں حضرات نے اس پر اعتماد فرمایا اور اپنی اپنی

فَاٰمَنَاہُ وَدَفَعَا اِلَیْہِ رَاحِلَتَیْھِمَا وَوَاعَدَاہُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَیَالٍ فَاَتَاھُمَا

سواریاں اس کو دے دیں اور یہ وعدہ لے لیا کہ تین راتوں کے بعد غار ثور پر انھیں لیکر

بِرَاحِلَتَیْھِمَا صُبْحَ لَیَالٍ ثَلٰثٍ فَارْتَحَلَا وَانْطَلَقَ مَعَھُمَا عَامِرُ بْنُ فُھَیْرَۃَ

آئے گا وہ وعدے کے مطابق تیسری رات کی صبح کو آیا دونوں نے وہاں سے کوچ کیا اور ان کے ساتھ عامر

وَالدَّلِیْلُ الدِّیْلِیُّ فَاَخَذَ بِھِمْ طَرِیْقَ السَّاحِلِ ۔

بن فہیرہ اور دیلی راستہ بتانے والا بھی چلا۔ اس نے ساحلی راستہ اختیار کیا۔

نے ابھی دار ارقم میں خفیہ مجلس ارشاد و تبلیغ قائم نہیں فرمائی تھی اس وقت یہ مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ ہجرت کے مقدس سفر میں انھیں ہمراہی کا شرف حاصل ہوا۔ ہجرت کے تین مسافروں میں ایک تھے۔ بیر معونہ کے حادثہ فاجعہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔

**قد غمس** : اس سے مراد حلیف بننا ہے۔ اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ جب وہ کوئی معاہدہ کرتے تو فریقین ایک ساتھ کسی برتن میں رکھے ہوئے پانی وغیرہ میں ہاتھ ڈبوتے۔ اس لئے اسے قد غمس سے تعبیر فرمایا یمین معنی قسم حِلف محالفت۔

**راحلتیھما** : حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کے سفر کے لئے آٹھ سو درہم میں دو اونٹنیاں چار مہینے پہلے ہی خریدی تھیں۔ جنھیں ببول کی پتیاں کھلا کھلا کر تیار کر دیا تھا۔ ہجرت کی رات سے قبل دوپہر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر کے گھر تشریف لائے اور انھیں بتایا کہ ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا۔ میرے باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ کیا میں ساتھ رہوں گا۔ فرمایا۔ ہاں۔ انھوں نے دونوں اونٹنیاں پیش کیں۔ فرمایا۔ قیمت لو تو قبول ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے اصرار فرمایا مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بغیر قیمت لینا گوارا نہیں فرمایا۔ تو مجبور ہو کر قیمت لی۔ یہاں یہی اونٹنیاں مراد ہیں۔

**غار ثور** : یہ غار جبل ثور کی چوٹی پر ہے۔ یہ پہاڑ مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلے پر داہنی طرف ہے۔ اسکی بلندی ایک میل ہے۔ اس پر سے سمندر دکھائی دیتا ہے[1]۔ اس غار میں یہ حضرات تین دن رہے۔

---

[1] زرقانی علی المواھب اول ص ۳۸۰

## بَابُ اَجْرِ السَّمْسَرَةِ ص۳۰۳ دلالی کی اُجرت

۴۲۸ وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَّاِبْرَاهِيْمُ وَالْحَسَنُ بِاَجْرِ السِّمْسَارِ بَاْسًا

ت ابن سیرین، عطا ابراہیم اور حسن بصری نے دلالی کی اجرت میں کوئی حرج نہیں جانا۔

۴۲۹ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَاْسَ اَنْ يَّقُوْلَ بِعْ هٰذَا الثَّوْبَ فَمَا زَادَ عَلٰى كَذَا وَ

ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں کہ کسی سے کہے اس

كَذَا فَهُوَ لَكَ۔

کپڑے کو بیچ دو۔ اتنے اور اتنے سے جو زیادہ ملے وہ تیرا ہے۔

۴۳۰ وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ اِذَا قَالَ بِعْهُ بِكَذَا وَكَذَا فَمَا كَانَ مِنْ رِّبْحٍ فَهُوَ لَكَ

ت اور امام ابن سیرین نے کہا جب کسی سے کہا اس چیز کو اتنے اور اتنے میں بیچ دے جو نفع

اَوْ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ فَلَا بَاْسَ بِهٖ۔

ہوگا وہ تیرا ہے یا میرے اور تیرے درمیان ہے تو کوئی حرج نہیں۔

۴۳۱ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُوْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ۔

ت اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان اپنی شرطوں کے پابند رہیں۔

**طریق الساحل:** قریش نے اشتہار عام دیدیا تھا کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا ابو بکر کا سر کاٹ کر لائے یا انھیں زندہ گرفتار کرلائے تو اسے ایک صاحب کے عوض سو اونٹ انعام دیئے جائیں گے۔ قریش کو یہ بھی معلوم ہوچکا تھا کہ مدینہ طیبہ میں اسلام پھیل رہا ہے۔ اسلئے قیاس کیا کہ مدینے ہی جائیں گے۔ اس لئے قسمت آزماؤں کی زیادہ تگ و دو عام معروف راستے میں ہی ہوگی۔ اس لئے اس دلیل ترجیت نے ساحلی راستہ اختیار کیا۔

**مسائل:** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی کافر کو مزدور رکھنا جائز ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ کام کی مدت دو چار دن بعد یا مہینے دو مہینے کے بعد مقرر ہو۔ یہ بھی سنت ہے کہ جہاں تک ہو سکے خطرے سے بچنے کی کوشش کی جائے۔ بچنے کی سبیل ہوتے ہوئے اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا ممنوع ہے۔ جب کہیں اپنی جان اپنے مال اپنے ایمان کا خطرہ قویہ کا ظن غالب ہو جائے تو ہجرت فرض ہے۔

**تشریحات ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰** ان سب تعلیقات کو امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے سوائے حضرت حسن بصری کے قول کے اس کا ماخذ نہیں مل سکا۔ دلال مقرر کرنا اور اس کی اجرت جائز ہے جب کہ اجرت معین اور معلوم ہو۔

**تشریحات ۴۳۱** اس حدیث کو امام ابو داؤد نے قضا میں، حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور امام ابن ابی شیبہ نے بطریق عطا روایت کیا ہے۔ ان کی روایت میں "المومنون" ہے۔ نیز امام دار قطنی اور حاکم نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔ اسمیں یہ زیادہ ہے۔ ما وافق الحق۔ اور امام اسحٰق

## بَابُ مَا يُعْطٰى فِي الرُّقْيَةِ عَلٰى اَحْيَاءِ الْعَرَبِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ۳۰۴

سورہ فاتحہ پڑھکر عرب کے قبائل پر دم کرنے پر جو دیا جائے۔

| | |
|---|---|
| ۴۳۲ | وَقَالَ الشَّعْبِيُّ لَا يَشْتَرِطُ الْمُعَلِّمُ اِلَّا اَنْ يُّعْطٰى شَيْئًا فَيَقْبَلَهٗ |
| ت | اور امام شعبی نے کہا معلم شرط نہ کرے اور تلمیذ کچھ دیدے تو قبول کرلے۔ |
| ۴۳۳ | وَقَالَ الْحَكَمُ لَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا كَرِهَ اَجْرَ الْمُعَلِّمِ۔ |
| ت | اور حکم نے کہا میں نے کسی کے بارے میں یہ نہیں سنا کہ معلم کی اجرت کو مکروہ جانتا ہو۔ |

نے اپنی مسند میں بطریق کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف عن ابیہ عن جدہ۔ روایت کیا۔ اخیر میں ہے۔ الا شرطا حرم حلالا او احل حراما۔ مگر ایسی شرط جو حلال کو حرام کردے یا حرام کو حلال کردے۔

امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ جب یہ شرط کرلی کہ اس چیز کو اتنی قیمت میں بیچو جو زائد حاصل کرسکو وہ تمہارا ہے۔ تو اس حدیث کی رو سے یہ جائز ہے۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ چونکہ اجرت مجہول ہے۔ اس لئے یہ جائز نہیں۔ اور یہ حرام کو حلال کرتا ہے کیونکہ اجارے میں اجرت مجہول ہو تو فاسد ہے اور یہ جائز نہیں۔ اس لئے یہ استدلال درست نہیں۔

**توضیح** رُقیہ۔ ہر وہ کلام جس سے بیماری، جادو، خوف، جن شیطان کے اثر سے شفا چاہی جائے۔ اس سلسلے میں علماء کے مابین اختلاف ہے کہ کسی کی تکلیف دور کرنے کے لئے قرآن مجید پڑھ کر دم کرنے پر اجرت جائز ہے یا نہیں۔ ہمارے یہاں جائز ہے۔ اور یہی بقیہ تین ائمہ کا بھی مذہب ہے۔

قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینی ہمارے یہاں جائز نہیں۔ دوسرے ائمہ کے یہاں جائز ہے۔ ان حضرات نے رقیہ پر قیاس کیا۔ ہمارا کہنا ہے کہ رقیہ میں جواز خلاف قیاس ہے۔ اس لئے اس پر قیاس درست نہیں۔ اصل مذہب ہمارا یہی ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم یا کسی بھی طاعت پر اجرت لینی حرام ہے۔ مگر متاخرین نے بضرورت دین کی بقاء و تحفظ کے لئے اجازت دیدی ہے وہ بھی صرف انھیں طاعات میں جنمیں ضرورت ہے۔ آجکل یہ وبا عام ہے کہ حفاظ تراویح کے لئے اجرت طے کرتے ہیں اور اجرت پر سناتے ہیں یہ کسی طرح جائز نہیں کیونکہ اس میں ضرورت نہیں۔ اگر حافظ نہ ملے تو سورۃ تراویح پڑھ سکتے ہیں۔ اس میں کوئی کراہت نہیں۔ تراویح میں پورا قرآن مجید پڑھنا سنت ہے اور تلاوت پر اجرت حرام۔ ایسی صورت میں ترجیح حرام ہی کو ہوگی۔

**تشریحات ۴۳۲** امام شعبی کے اس فتوے کو امام ابن ابی شیبہ نے موصولا روایت کیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینی ان کے نزدیک جائز نہیں۔ اس لئے شرط کا مطلب اجرت طے کرنا ہے۔ بغیر کسی شرط کے پڑھا دیا اور تلمیذ نے کچھ دیدیا تو یہ اجرت نہ ہوئی ہدیہ ہوگا یا صدقہ۔

**تشریحات ۴۳۳** یہ حکم بن عُتبہ ہیں۔ ان کی تعلیق کو امام بغوی نے جعدیات میں روایت کیا ہے۔ طاعت پر اُجرت جائز نہیں۔ یہ صحابہ تابعین میں سے اکثر کا مذہب ہے۔ عبداللہ بن شقیق نے کہا۔ معلم کی اُجرت مکروہ ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کرام اسے مکروہ جانتے تھے اور سخت جانتے تھے۔ امام ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ لوگ اسے مکروہ جانتے تھے کہ مکتب میں بچوں سے اجرت لی جائے۔ امام زہری، امام اسحق کا مذہب یہی ہے کہ جائز نہیں۔ امام شعبی کا قول

| | |
|---|---|
| ۴۳۴ | وَاَعْطَى الْحَسَنُ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ |
| ت | اور امام حسن بصری نے دس درہم دیا۔ |
| ۴۳۵ | وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيْرِيْنَ بِاَجْرِ الْقَسَّامِ بَاْسًا وَّقَالَ كَانَ يُقَالُ السُّحْتُ |
| ت | اور ابن سیرین قسام کی اجرت میں حرج نہیں جانتے تھے اور فرمایا کہا جاتا تھا کہ السحت |
| | الرِّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ وَكَانُوْا يُعْطَوْنَ عَلَى الْخَرْصِ۔ |
| | فیصلہ میں رشوت ہے۔ اور لوگ اندازہ لگانے پر اجرت دیتے تھے۔ |
| ۱۳۲۰ | عَنْ اَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ انْطَلَقَ نَفَرٌ |
| حدیث | حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا صحابہ کرام کی ایک جماعت ایک سفر میں |

ابھی گزرا۔ حکم بن عتبہ نے اپنے سماع کی نفی کی ہے۔ اور عدم سماع، سماع عدم نہیں۔

**دلائل** : طاعت پر اجرت لینی اور دینی جائز نہیں۔ یہ احادیث سے ثابت ہے۔ امام احمدؒ نے عبد اللہ بن منتشل سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اقرؤا القرآن ولا تاكلوا به ولا تستكثروا به۔ قرآن پڑھو اور اس کا عوض نہ کھاؤ اور اسے کثرت سے مال جمع کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔

اس کے علاوہ علامہ عینی نے مزید سات احادیث اس کی حرمت پر ذکر کی ہیں۔

**۴۳۴ تشریحات** اس تعلیق کو امام ابن سعد نے طبقات میں روایت کیا ہے۔ امام حسن بصری سے ان کے بھتیجے نے کہا۔ جب میں پڑھ چکا تو میں نے اپنے چچا سے کہا۔ معلم کچھ چاہتا ہے۔ تو فرمایا۔ یہ لوگ کچھ لیتے نہیں تھے اسے پانچ درہم دیدو۔ میں زیادہ کے لئے اصرار کرتا رہا تو فرمایا کہ دس درہم دیدو۔ اس واقعے میں یہ بات ظاہر ہے کہ پہلے سے کچھ طے نہیں تھا۔ مگر معلم نے جب طلب کیا تو یہ ایک طرح کی اجرت ہی ہو گئی۔ ہو سکتا ہے امام حسن بصری کا مذہب جواز ہو۔

**۴۳۵ تشریحات** قسام، قاسم کا مبالغہ ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ یہ قاسم کی جمع ہے۔ تو یہ قاف کے ضمے کے ساتھ ہو گا۔ خارص تخمینہ لگانے والا یعنی درخت پر جو پھل ہوں ان کا یا کسی بھی ڈھیر وغیرہ کا تخمینہ لگانے والا ان دونوں کی اجرت جائز ہے۔ جیسے تولنے والے اور سکّے کو پرکھنے والے کی اجرت ان دونوں کا ذکر یہاں امام بخاری نے بلا کسی ترتیب کا لحاظ کئے ہوئے ضمناً کر دیا ہے۔

امام ابن سیرین سے اس بارے میں مختلف اقوال مروی ہیں۔ ایک تو یہی جو گزرا۔ دوسرے یہ کہ وہ اسے مکروہ جانتے تھے۔ تطبیق یہ ہے کہ حرج نہ جاننے کا یہ مطلب ہے کہ حرام نہیں جانتے تھے۔ اور مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی ہے۔

**السُّحْت** : سحت کی یہ تفسیر حضرت عمر حضرت علی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے طبری نے روایت کیا ہے بلکہ ایک حدیث مرسل بھی مروی ہے کہ فرمایا۔ جس جسم کو سُحت اگائے تو جہنم اسکی حقدار ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! سُحت کیا ہے۔ فرمایا۔

لہ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۴۲۸۔

مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفْرَۃٍ سَافَرُوْھَا حَتّٰی نَزَلُوْا

گئی۔ اور عرب کے قبائل میں سے ایک قبیلے پر اتری ان سے کہا۔ ہمیں مہمان بنالو تو انھوں نے انکار کر دیا۔

عَلٰی حَیٍّ مِّنْ اَحْیَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوْھُمْ فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْھُمْ فَلُدِغَ سَیِّدُ

اس قبیلے کے سردار کو ڈس لیا گیا۔ ان لوگوں نے ہر ممکن کوشش کی مگر کسی چیز نے نفع نہیں دیا۔ ان میں سے

ذٰلِکَ الْحَیِّ فَسَعَوْا لَہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ لَّا یَنْفَعُہٗ شَیْءٌ فَقَالَ بَعْضُھُمْ لَوْ اَتَیْتُمْ ھٰٓؤُلَاءِ

بعض نے کہا۔ ان لوگوں کے پاس جاؤ جو ٹھہرے ہوئے ہیں شاید ان میں سے کسی کے پاس کوئی علاج ہو

الرَّھْطَ الَّذِیْنَ نَزَلُوْا لَعَلَّہٗ اَنْ یَّکُوْنَ عِنْدَ بَعْضِھِمْ شَیْءٌ فَاَتَوْھُمْ فَقَالُوْا یَا اَیُّھَا

قبیلے کے کچھ لوگوں نے آکر کہا۔ اے گروہ والو ہمارے سردار کو ڈس لیا گیا ہے ہم نے ہر ممکن کوشش کی مگر

الرَّھْطُ اِنَّ سَیِّدَنَا لُدِغَ وَسَعَیْنَا لَہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ لَّا یَنْفَعُہٗ فَھَلْ عِنْدَ اَحَدٍ مِّنْکُمْ

کسی چیز نے نفع نہیں دیا۔ تمھارے پاس کچھ علاج ہے۔ تو ان میں سے ایک صاحب نے کہا بخدا میں جھاڑ تا ہوں

مِنْ شَیْءٍ فَقَالَ بَعْضُھُمْ نَعَمْ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرْقِیْ وَلٰکِنْ وَاللّٰہِ لَقَدِ اسْتَضَفْنٰکُمْ

لیکن ہم نے تم سے مہمان بنانے کے لئے کہا تو تم نے مہمان نہیں بنایا اس لئے میں اس وقت تک نہیں جھاڑوں گا

فَلَمْ تُضَیِّفُوْنَا فَمَا اَنَا بِرَاقٍ لَّکُمْ حَتّٰی تَجْعَلُوْا لَنَا جُعْلًا فَصَالَحُوْھُمْ عَلٰی

جبتک کہ اس پر کچھ معاوضہ نہ دو۔ بکریوں کے ایک ریوڑ پر معاملہ طے ہو گیا۔ یہ گئے اور اس پر پھونکنے لگے

فیصلے پر رشوت۔

**۱۳۲۰ تشریحات** بخاری میں نَفَرٌ ہے۔ یہ خاص مردوں کی جماعت پر بولا جاتا ہے۔ وہ بھی تین سے لے کر دس تک پر۔ یہ اسم جمع ہے۔ مگر ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ تیس افراد تھے۔ ترمذی میں یہ بھی ہے کہ وہاں رات کو پہنچے تھے۔ دار قطنی میں ہے کہ اس سریّے کے امیر حضرت ابو سعید خدری تھے۔ مگر اس میں کلام ہے۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت روایت معتمد کی بنا پر ان کی عمر دس سال تھی۔ اکمال میں ہے کہ ۷۴ھ میں چورا سی سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

حی : عرب کے انساب کے طبقات چھ ہیں۔ شعب۔ اس کی جمع شعوب ہے۔ جب کسی قوم کو سب سے اوپر کے مورث کی طرف منسوب کیا جائے جو مختلف قبائل کا جد اعلیٰ ہو جیسے بنو عدنان، بنو قحطان۔ قبیلہ۔ اس کی جمع قبائل ہے۔ شعوب کے اقسام۔ جیسے بنی مضر، بنو ربیعہ۔ عمارہ قبائل کے اقسام جیسے قریش، کنانہ، اس کی جمع عمارات اور عمائر ہے۔ بطن۔ عمارہ کے اقسام جیسے عبد مناف۔ مخزوم اس کی جمع بطون اور البطن آتی ہے۔ فخذ بطون کے اقسام جیسے بنی ہاشم۔ بنی امیہ۔ اسکی جمع افخاذ۔ فصیلہ، افخاذ کے اقسام جیسے بنی عباس۔ لیکن زیادہ تر ان سب کی تعبیر کے لئے قبیلہ اور بطن ہے۔ حی کا اطلاق ان جھنڈوں پر ہوتا ہے۔

لُدِغَ : ترمذی میں ہے کہ اسے بچھو نے ڈنک مارا تھا۔ فضائل القرآن میں اسی حدیث میں اور طب میں حضرت ابن

قَطِيعٍ مِّنَ الْغَنَمِ فَانْطَلَقَ يَتْفُلُ عَلَيْهِ وَيَقْرَأُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ فَكَأَنَّمَا

اور سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ وہ بالکل اچھا ہوگیا۔ گویا رسی سے بندھا ہوا تھا کھل گیا۔ اور چلنے لگا

نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَانْطَلَقَ يَمْشِيْ وَمَا بِهٖ قَلَبَةٌ قَالَ فَاَوْفَوْهُمْ جُعْلَهُمُ

اور اسے کوئی تکلیف نہیں رہی۔ اس قبیلے کے لوگوں نے جو معاوضہ طے ہوا تھا دیا۔ کچھ نے کہا۔ اسے تقسیم

الَّذِيْ صَالَحُوْهُمْ عَلَيْهِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اقْسِمُوْا فَقَالَ الَّذِيْ رَقٰى لَا تَفْعَلُوْا

کرلو۔ اس پر جھاڑنے والے نے کہا ایسا مت کرو۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں اور

حَتّٰى نَاْتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِيْ كَانَ فَنَنْظُرَ

سارا واقعہ بیان کریں۔ دیکھیں حضور کیا ارشاد فرماتے ہیں وہ لوگ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

مَا يَاْمُرُنَا فَقَدِمُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهٗ فَقَالَ

وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کو بیان کیا تو فرمایا تم کو کیسے معلوم کہ یہ دعا ہے۔ پھر فرمایا

وَمَا يُدْرِيْكَ اَنَّهَا رُقْيَةٌ ثُمَّ قَالَ قَدْ اَصَبْتُمْ وَاقْسِمُوْا وَاضْرِبُوْا لِيْ مَعَكُمْ سَهْمًا

تم نے ٹھیک کیا تقسیم کرلو اور اپنے ساتھ میرا بھی حصہ

فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عه

مقرر کرو۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنسے۔

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں "سلیم" ہے۔ اس کے معنی بھی نیش زدہ کے ہیں۔

اس قسم کا ایک واقعہ ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں بطریق خارجہ بن صلت ان کے چچا علاقہ بن صحار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ لوگ ایک قوم پر گزرے اور ان میں ایک شخص پاگل زنجیروں میں بندھا ہوا تھا۔ ان لوگوں نے کہا تم لوگ ان صاحب کے پاس سے خیر لے کر آئے ہو اس شخص پر دم کرو۔ علاقہ بن صحار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین دن روز آنہ دو بار سورہ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم فرمایا۔ تو وہ اچھا ہوگیا۔ انھوں نے دو سو بکریاں دیں۔ ان لوگوں نے جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو واقعہ سنایا تو فرمایا۔ لے لو۔ اور فرمایا۔

ولعمری لمن اکل برقیۃ باطل فقد اکلتُ برقیۃ حق۔ گناہ اس پر ہے جو باطل منتر کے عوض کھائے تو نے تو حق دعا پر کھایا ہے۔

فقال بعضھم: یہ صاحب خود حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جیسا کہ امام اعمش[1] کی روایت میں ہے۔

قلت نعم انا ولکن لا ارقیہ حتی تعطونا غنما میں نے کہا ہاں میں ہوں۔ مگر جب تک بکریاں نہیں دوگے دم نہیں کرونگا۔

---

عه ثانی فضائل القرآن باب فضل سورۃ الفاتحہ ص ۷۴۹ الطب باب الرقی بفاتحۃ الکتاب ص ۸۵۴ باب النفث فی الرقیۃ ص ۸۵۵ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، البیوع، ابن ماجہ۔ التجارات۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۸۳

[1] ابن ماجہ۔ التجارات، باب اجر الراقی ص ۱۵۷۔

## بَابُ خِرَاجِ الْحَجَّامِ ص۳۰۴ سینگی لگانے والے کی مزدوری۔

**۱۳۲۱ حدیث** عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ سَمِعْتُ اَنَسًا یَقُوْلُ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحْتَجِمُ وَلَمْ یَکُنْ یَظْلِمُ اَحَدًا اَجْرَہٗ ؏۵

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سینگی لگواتے تھے اور کسی کو مزدوری سے محروم نہیں فرماتے تھے۔

## بَابُ مَاجَاءَ فِیْ کَسْبِ الْبَغِیِّ وَالْاِمَاءِ ص۳۰۴ بدکار عورتوں اور باندیوں کی کمائی کے بارے میں جو کچھ آیا ہے

**۴۳۶ ت** وَکَرِہَ اِبْرَاھِیْمُ اَجْرَ النَّائِحَۃِ وَالْمُغَنِّیَۃِ

اور حضرت ابراہیم نخعی نے نوحہ کرنے والی اور گانے والی کی مزدوری کو مکروہ جانا

اسی میں یہ بھی ہے کہ سات بار پڑھ کر دم فرمایا تھا۔

**بقطیع من الغنم** : قطیع کے معنی ریوڑ کے ہیں۔ تھوڑے ہوں یا زیادہ۔ نسائی کی روایت میں ہے۔ کہ تیس بکریاں طلب کیں۔

**مسائل** : اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید اور اس کے حکم میں احادیث کی دعاؤں اور بزرگان دین کے کلمات کو بہ نیت شفا اور بہ نیت قضاء حاجت پڑھنا اور مریض پر دم کرنا جائز ہے۔ ممنوع وہ کلمات ہیں جن میں شیاطین یا معبودان باطلہ سے استعانت ہو۔ یا وہ حرام ہو یا جن کے معانی معلوم نہ ہوں ــــ اور اسی کے مثل ان کو لکھکر پینا بھی جائز اور پانی پر دم کرکے پلانا بھی۔ تیل پر دم کرکے بدن پر مالش کرنا بھی۔ دوا یا جھاڑنے یا دم کرنے تعویذ لکھنے پر اجرت لینی جائز ہے۔ بوقت ضرورت جب کوئی حکم قرآن وحدیث میں نہ ملے تو بشرط استعداد اجتہاد کی اجازت ہے۔ اور اس پر عمل کی بھی۔ جب کسی چیز کی حلت وحرمت میں شبہہ ہو اور شبہہ کسی دلیل پر مبنی ہو تو اس سے بچنا بہتر ہے۔

**۴۳۶ تشریحات** اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اس کو باب سے مناسبت یہ ہے، زنا کے عوض کی طرح نوحہ کرنے اور گانے کی مزدوری بھی حرام ہے۔ کیونکہ زنا کی طرح یہ بھی حرام وگناہ ہیں۔ افادہ یہ فرمانا چاہتے ہیں۔ کہ یہ صرف زنا کی اجرت کے ساتھ خاص نہیں۔ بلکہ ہر گناہ پر اجرت لینی حرام ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَلَا تُکْرِھُوْا فَتَیَاتِکُمْ عَلَی الْبِغَاءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَمَنْ یُّکْرِھْھُّنَّ فَاِنَّ اللّٰہَ مِنْ بَعْدِ اِکْرَاھِھِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (سورہ نور ــ ۳۳)

اور اللہ عزوجل کا ارشاد۔ اور مجبور نہ کرو اپنی کنیزوں کو بدکاری پر جبکہ وہ بچنا چاہیں تاکہ تم دنیوی زندگی کا کچھ مال حاصل کرو اور جو انھیں مجبور کرے گا تو بیشک اللہ بعد اس کے کہ وہ مجبور ہی کی حالت میں رہیں بخشنے والا مہربان ہے۔

---

ع۵ مسلم الطب۔

۴۳۷ وَقَالَ مُجَاهِدٌ فَتَيَاتِكُمْ اِمَائِكُمْ

ت اور امام مجاہد نے فرمایا کہ اس آیت میں فتیات سے مراد کنیزیں ہیں۔

۱۳۲۲ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نَهَى النَّبِیُّ صَلَّى

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْبِ الْاِمَاءِ ۵

وسلم نے کنیزوں کی کمائی سے منع فرمایا۔

## بَابُ عَسْبِ الْفَحْلِ ص۳۰۵ نر کی جفتی کی اجرت

عسب کے معنی جفتی اور جفتی کی اُجرت اور نر کے نطفے کے ہیں۔ یہاں مراد جفتی کی اُجرت ہے۔

۱۳۲۳ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِیُّ صَلَّى

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

**وقول اللہ تعالیٰ:** اس میں قول کے لام کو ضمہ اور کسرہ دونوں پڑھنا درست ہے۔ یہ عنوان باب کا جز ہے۔ اور عنوان کے لئے بمنزلہ دلیل ہے۔ اس طرح کہ زمانہ جاہلیت میں رواج عام تھا کہ کنیزوں سے کمائی کراتے تھے اور ان کی کمائی لے لیتے۔ اس سے منع فرمایا گیا۔ اور نہی میں اصل تحریم۔ تو ثابت ہوا کہ بدکاری کی مزدوری حرام ہے۔

**شان نزول:** اس آیت کا یہ ہے کہ راس المنافقین ابن ابی ابن سلول کی چھ باندیاں تھیں، وہ ان کو کمائی پر مجبور کیا کرتا تھا۔ اسلام نے جب زنا حرام فرمادیا تو انھوں نے انکار کیا۔ اس نے مجبور کرنا چاہا تو ایک کنیز نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کر دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

**فتیات:** فتاۃ کی جمع ہے جو فتی کا مونث ہے۔ اس کے معنی جوان عورت کے ہیں۔ خواہ وہ آزاد ہو خواہ کنیز۔ مگر عرف میں جب مطلق بولتے ہیں تو کنیز مراد ہوتی ہے۔ ان اردن تحصنا۔ تعریض کے لئے ہے۔ اس لئے اس کا مفہوم معتبر نہیں

**توضیح باب** باب کے دو جز ہیں۔ اول بدکار عورت کی کمائی یہ بہر حال حرام ہے۔ دوسرے کنیز کی کمائی یہ حلال بھی ہو سکتی ہے جبکہ حلال کام کی مزدوری ہو۔ مثلاً سینے کی۔ اور حرام بھی۔ مگر یہ تفریق لفظ کے معنی لغوی کے اعتبار سے ہے۔ عرف میں کسب جب اَمَۃٌ کی طرف مضاف ہو تو اس سے حرام کمائی ہی مراد ہوتی ہے جیسا کہ ابھی حدیث آرہی ہے۔

**تشریحات** ۱۳۲۲ باب کے پہلے جز پر صراحۃً دلالت کرنے والی حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پہلے لائے جس میں یہ ہے کہ بدکار عورت کے مہر یعنی اجرت سے منع فرمایا اور دوسرے جز پر بالتصریح دلالت کرنے والی حدیث یہ لائے۔ اگرچہ اس کی دلالت پہلے جز پر بھی ہے۔ کہ اسمیں کسب الاماء سے مراد حرام کمائی اور بدکاری کی اجرت ہی ہے۔

**تشریحات** ۱۳۲۳ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جفتی کی اجرت مال حرام ہے۔ ہاں اگر مادہ والا بخوشی کچھ دیدے تو جائز ہے بشرطیکہ المعروف کالمشروط کی حد تک رواج عام نہ پڑ گیا ہو۔

---

۵ ثانی الطلاق باب مہر البغی ص ۸۰۵ ابوداود - البیوع -

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ ۔ ع۵

نر کی جفتی کی اجرت سے منع فرمایا۔

بَابُ اِذَا اِسْتَاجَرَ اَرْضًا فَمَاتَ اَحَدُھُمَا ص۳۰۵ جب کسی زمین کو اجارے پر دیا پھر متعاقدین میں سے ایک مرگیا۔

۴۳۸ وَقَالَ ابْنُ سِیْرِیْنَ لَیْسَ لِاَھْلِہٖ اَنْ یُّخْرِجُوْہُ اِلٰی تَمَامِ الْاَجَلِ ۔

ت اور امام ابن سیرین نے فرمایا مزدور کے اہل کو یہ حق حاصل نہیں کہ میعاد پوری ہونے سے پہلے اسے یہیں سے نکالیں۔

۴۳۹ وَقَالَ الْحَسَنُ وَالْحَکَمُ وَاِیَاسُ بْنُ مُعَاوِیَۃَ تَمْضِیْ الْاِجَارَۃُ اِلٰی اَجَلِھَا ۔

ت اور امام حسن اور حکم اور ایاس بن معاویہ نے کہا۔ اجارہ اپنی میعاد تک چلایا جائے گا۔

۴۴۰ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَعْطٰی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

**توضیح باب** اجارہ کے معنی ہیں کرائے پر نفع حاصل کرنے کے لئے کوئی چیز لینی۔ چیز کے مالک کو جو کرائے پر دیتا ہے۔ مجیر کہتے ہیں۔ اور جو لیتا ہے اسے مستاجر۔ اجرت پر کام کرنے والے کو اجیر کہتے ہیں۔

کسی نے کوئی چیز ایک معین مدت تک کے لئے کرائے پر لی۔ اور مدت پوری ہونے سے پہلے مجیر یا مستاجر میں سے کوئی مرگیا تو یہ عقد اجارہ باقی رہا یا فسخ ہوگیا۔ اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ حضرت امام بخاری نے حسب عادت اپنی کوئی رائے نہیں دی۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ عقد اجارہ فسخ ہو جاتا ہے۔

**تشریحات ۴۳۸** اس تعلیق میں "لاھلہ" کی ضمیر مجرور متصل اور یخرجوہ۔ کی ضمیر منصوب متصل کے مرجع کے بارے میں اختلاف ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ حضرت امام ابن سیرین کا یہ ارشاد یا تو کسی سائل کے جواب میں ہے یا کسی لمبے ارشاد کا جز ہے۔ مثلاً کسی نے پوچھا ہو کہ مجیر و مستاجر میں سے کوئی مرجائے اور ابھی اجارے کی میعاد باقی ہو تو کیا حکم ہے۔ تو وہ فرمایا۔ یا یہ از خود ارشاد فرمایا ہو کہ مجیر و مستاجر میں سے کوئی مرجائے تو میت کے اہل کو یہ حق نہیں کہ مستاجر کو میعاد سے پہلے نکالے۔ لاھلہ۔ کی ضمیر کا مرجع میت ہے۔ جس پر پہلے کا جملہ یا سوال کا جملہ مآلاً دلالت کر رہا ہے اور یخرجوہ کی ضمیر کا مرجع مستاجر ہے۔ اگر ہماری گزارش کو تسلیم نہ کیا جائے تو یہ جملہ مہمل ہو جائے گا۔

امام ابن سیرین کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ مجیر یا مستاجر کے مرنے سے عقد اجارہ فسخ نہیں ہوتا۔

**تشریحات ۴۳۹** اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس کا بھی حاصل یہی ہے کہ مواجرین میں سے کسی ایک کے مرنے سے اجارہ فسخ نہ ہوگا۔

**تشریحات ۴۴۰** علامہ عینی نے فرمایا۔ اس تعلیق کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ مگر اسمیں امام بخاری نے اپنا کلام بھی داخل کر دیا ہے مسلم کی روایت یہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے یہ معاملہ کیا کہ جو بھی پھل یا غلہ پیدا ہو اس کا آدھا دیں گے۔ اور یہ فرمایا۔ ہم جب تک چاہیں گے تم کو اس پر باقی رکھیں گے۔ وہ اسی پر رہے۔ یہاں تک

---

ع۵ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی البیوع۔ ابن ماجہ التجارات۔ لہ ثانی کتاب المساقات والمزارعۃ ص ۱۴، ۱۵۰

وَسَلَّمَ خَيْبَرَ بِالشَّطْرِ فَكَانَ ذٰلِكَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خیبر نصف پیداوار پر دیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

وَاَبِيْ بَكْرٍ وَصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ وَلَمْ يُذْكَرْ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ جَدَّدَا الْاِجَارَةَ

زمانے میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شروع ایام میں ایسا ہی رہا۔ اور یہ کہیں مذکور نہیں کہ حضرت

بَعْدَ مَا قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد نیا عقد کیا ہو۔

۱۳۲۴ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ

**حدیث** حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر یہودیوں کو اس شرط

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ اَلْيَهُوْدَ اَنْ يَّعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا وَلَهُمْ شَطْرُ

پر دیا تھا کہ وہ اس کی زمین میں کام کریں اور بوئیں اور انھیں پیداوار کا آدھا ہوگا اور

مَا يَخْرُجُ مِنْهَا۔ وَاَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ الْمَزَارِعَ كَانَتْ تُكْرٰى عَلٰى شَيْءٍ

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نافع سے حدیث بیان کی کہ کھیت کرایے پر دئے جاتے تھے نافع نے

سَمَّاهُ نَافِعٌ لَا اَحْفَظُهٗ ۔ وَاَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ حَدَّثَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

کرایے کی مقدار بھی بتائی تھی میں بھول گیا اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ ۔

بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھیتوں کو کرایے پر دینے سے منع فرمایا۔

کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں تیما اور اریحا جلاوطن کر دیا۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ۔ فکان ذلک سے اخیر تک امام بخاری کا کلام ہے۔

**مطابقت** : امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین وہاں کے باشندوں کو مزارعت پر دی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عقد کی تجدید نہیں کی۔ اور وہ عقد باقی رہا تو معلوم ہوا کہ مواجرین کی موت سے عقد اجارہ فسخ نہیں ہوتا باقی رہتا ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ عقد مزارعت نہیں تھا۔ اور ان سے جو نصف لیا جاتا تھا بطور مزارعت نہیں لیا جاتا تھا بلکہ خراج مقاسمہ تھا۔

کسی ملک کو فتح کرنے کے بعد اس کا مالک سلطان اسلام ہوتا ہے۔ اسے یہ حق حاصل ہے کہ پورا ملک خود لے لے اور باشندوں کو بے دخل کر دے۔ اور یہ بھی حق رہتا ہے کہ احسان کرتے ہوئے زمین مفتوحین کو دے دے اور ان پر پیداوار کا ربع یا نصف خراج مقرر کر دے۔ اسی کو خراج مقاسمہ کہتے ہیں۔ اس صورت میں اگر کچھ پیداوار نہ ہو تو کچھ واجب نہ ہوگا۔

## بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بَابٌ فِی الْحَوَالَۃِ وَھَلْ یَرْجِعُ فِی الْحَوَالَۃِ ص ۳۰۵

حوالے کا بیان اور کیا حوالے سے رجوع کر سکتا ہے۔

۴۴۱ وَقَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَۃُ اِذَا کَانَ یَوْمَ اَحَالَ عَلَیْہِ مَلِیْئًا جَازَ

ت اور امام حسن بصری اور قتادہ نے کہا اگر حوالہ کے دن خوشحال تھا تو جائز ہے۔

۴۴۲ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یَتَخَارَجُ الشَّرِیْکَانِ وَاَھْلُ

ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا — شرکاء یا وارثوں نے اس پر صلح کر لی کہ کچھ لوگ مال

الْمِیْرَاثِ فَیَاْخُذُ ھٰذَا عَیْنًا وَھٰذَا دَیْنًا فَاِنْ تَوَیٰ لِاَحَدِھِمَا لَمْ یَرْجِعْ عَلٰی صَاحِبِہٖ

لیں اور کچھ لوگ دین۔ اب اگر ان میں سے کسی کا حصہ ضائع ہو گیا تو دوسرے سے وصول نہیں کر سکتا۔

۱۳۲۴ مزارعت جائز ہے یا نہیں۔ اس پر بقدر ضرورت بحث اس کے باب میں مذکور ہو گی۔

**تشریحات** وان رافع بن خدیج۔ الی آخرہ۔ مذکورہ سند کے ساتھ رافع ہی سے مروی ہے۔

۴۴۱ حوالہ۔ حول سے ہے۔ جس کے معنی پھیرنے منتقل کرنے کے ہیں۔ یہاں عقد حوالہ مراد ہے۔ یعنی اپنا

**تشریحات** دین کسی اور کی طرف منتقل کرنا۔ مدیون کو محیل اور دائن کو محتال، محتال لہ حویل۔ اور جس کی طرف منتقل کیا گیا اسے محتال علیہ اور محال علیہ اور دین کو محال کہتے ہیں۔

امام حسن بصری اور قتادہ کے اس ارشاد کو امام ابن ابی شیبہ اور اثرم نے روایت کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس دن عقد حوالہ ہوا تھا اس دن محتال علیہ خوشحال تھا۔ تو اگرچہ بعد میں مفلس ہو جائے دائن اس سے وصول کرنے کا حق رکھتا ہے۔

اس خصوص میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ جب حوالہ صحیح ہو گیا تو محیل اصل مدیون دین سے بری ہو گیا۔ محتال لہ یعنی دائن کو یہ حق نہ رہا کہ محیل سے مطالبہ کرے جب تک کہ اس دین کے ہلاک ہونے کی صورت نہ پیدا ہو جائے اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ محتال لہ نے حوالہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کوئی گواہ نہیں۔ اور اس نے قسم کھائی۔ دوسرے یہ کہ محتال علیہ مفلس ہو کر مرا نہ اس کے پاس عین ہے نہ دین۔ اور نہ کفیل ان دونوں صورتوں میں مدیون یعنی محیل سے مطالبہ کر سکتا ہے۔

۴۴۲ یتخارج۔ دو یا زیادہ اشخاص چند چیزوں میں شریک ہوں۔ تو ہر شریک کا ان تمام مشترک میں حصہ

**تشریحات** شائع ہے۔ جیسے ایک مورث کے چند وارث۔ اگر مورث نے ترکے میں عین کے ساتھ دین بھی چھوڑا تقسیم کے وقت باہمی رضامندی سے کچھ شریک، یا وارث نے عین لے لیا اور کچھ نے دین۔ اب اگر دین وصول نہ ہو، اور نہ آئندہ وصول ہونے کی امید ہو یعنی دین ہلاک ہو گیا۔ تو اب یہ ان لوگوں سے جنھوں نے عین لیا تھا۔ وصول نہیں کر سکتا۔ اسی طرح چند اشخاص شرکت میں کوئی کاروبار کرتے تھے۔ اب وہ اپنا اپنا حصہ تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ کچھ سامان ہے اور کچھ ان کا دین دوسروں پر ہے۔ ان شریکوں نے آپس میں یہ طے کر لیا۔ کہ کچھ لوگوں نے مال لیا۔ اور کچھ لوگوں نے دین۔ اب اگر دین ہلاک ہو جائے تو یہ لوگ دوسرے شرکاء سے وصول نہیں کر سکتے۔

امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ جیسے یہاں عین دین کی تقسیم کے بعد رجوع کا حق نہیں اسی طرح حوالے میں بھی نہیں۔

۱۳۲۵ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مالدار کا

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ فَاِذَا اُتْبِعَ اَحَدُكُمْ عَلٰی مَلِیٍّ فَلْیَتْبَعْ

قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ اور تم میں سے کسی کا قرض کسی مالدار کے حوالے کیا جائے تو اسے مان لینا چاہیے۔

## بَابُ اِذَا اَحَالَ دَیْنَ الْمَیِّتِ عَلٰی رَجُلٍ جَازَ ۳۰۵

میت کا دین کسی شخص پر حوالہ کیا جائے تو جائز ہے۔

۱۳۲۶ ثَنَا یَزِیْدُ بْنُ اَبِیْ عُبَیْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

حدیث حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے

كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اُتِیَ بِجَنَازَةٍ فَقَالُوْا صَلِّ

تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا لوگوں نے عرض کیا اس کی نماز جنازہ پڑھ دیں

**تشریحات ۱۳۲۵** مَطْلٌ ۔ کے اصل معنی لوہے کو پیٹ کر لمبا کرنے کے ہیں۔ یہاں ٹال مٹول کرنے کے معنی میں ہے۔ مالدار کو یہ جائز نہیں کہ میعاد پوری ہونے پر قرض کی ادائیگی میں حیلہ بہانہ کرے۔ ہاں اگر کوئی تنگدست ہے تو وہ مجبور اور معذور ہے۔

مَلِیٍّ : یہ مہموز لام ہے۔ معتل لام نہیں۔ اس کی اصل مَلِیْئٌ تھی۔ ہمزہ کو یاء سے بدل کر یا کو یا میں ادغام کر دیا گیا۔ اس کے معنی مالدار کے ہیں۔

فاذا اتبع : اس کے معنی یہ ہیں کہ جب دین کسی مالدار کے حوالہ کیا جائے تو دائن کو چاہیے کہ اسے قبول کرلے امام احمد کی ایک روایت ان الفاظ میں ہے۔ اذا احیل فلیحتل ۔ ابن ماجہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے۔ اذا احلتہ علی ملی فاتبعہ ۔

امام بخاری نے اس کے بعد والے باب میں اس کا معنی یہ بتایا۔ جب کسی کا حق تم پر ہو اور تم کسی مالدار کے حوالہ کر دو اور وہ تمہاری طرف سے ضامن ہو جائے۔ اس کے بعد تم مفلس ہو جاؤ تو قرض خواہ محتال علیہ سے حق وصول کر سکتا ہے۔

لیکن امام بخاری کی اپنی رائے ہے۔ دائن حوالے کے بعد بہر حال محتال سے وصول کر سکتا ہے۔ مدیون مفلس ہو یا نہ ہو۔ بلکہ محیل سے مطالبے کا اس کو حق نہ رہا۔ جبتک کہ دین کے ہلاک ہونے کی صورت نہ پیدا ہو جائے۔

**تشریحات ۱۳۲۶** یہ حدیث بخاری کی ساتویں ثلاثیات سے ہے۔ یہ بھی حضرت امام اعظم کے تلمیذ مکی بن ابراہیم سے امام بخاری کو ملی ہے۔

اس قسم کے واقعات احادیث میں متعدد آئے ہیں۔ کہ مقروض کی نماز جنازہ پڑھنے سے توقف فرمایا۔ جب کسی صاحب نے قرض اپنے ذمہ لے لیا تو نماز پڑھائی۔ دار قطنی نے ایک واقعہ ذکر کیا ہے۔ جسمیں یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے

---

ع۵ باب اذا احال علی ملی فلیس لہ ردص ۳۰۵ الاستقراض باب مطل الغنی ظلم ص ۳۲۳ - مسلم ابوداؤد - ترمذی - نسائی البیوع - ابن ماجہ صدقات ۔

عَلَيْهَا فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَالُوْا لَا قَالَ فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالَ لَا فَصَلُّوْا عَلَيْهِ

فرمایا اس پر قرض ہے؟ لوگوں نے کہا۔ نہیں۔ فرمایا کچھ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا۔ نہیں۔ اس کی نماز

ثُمَّ اُتِيَ بِجَنَازَةٍ اُخْرٰى فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلِّ عَلَيْهَا قَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قِيْلَ

جنازہ پڑھ دی اس کے بعد دوسرا جنازہ لایا گیا لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی نماز جنازہ پڑھ دیں

نَعَمْ قَالَ هَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوْا ثَلٰثَةَ دَنَانِيْرَ فَصَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ اُتِيَ بِالثَّالِثَةِ فَقَالُوْا

فرمایا اس پر قرض ہے عرض کیا گیا ہاں فرمایا کچھ مال چھوڑا ہے لوگوں نے عرض کیا تین دینار تو اس کی نماز

صَلِّ عَلَيْهَا قَالَ هَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قَالُوْا ثَلٰثَةُ

جنازہ پڑھی اس کے بعد تیسرا جنازہ لایا گیا اور لوگوں نے عرض کیا اس کی نماز جنازہ پڑھ دیں فرمایا

دَنَانِيْرَ قَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ قَالَ اَبُوْ قَتَادَةَ صَلِّ عَلَيْهِ

کیا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کچھ نہیں فرمایا اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔ ابو قتادہ نے کہا

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ عه

یا رسول اللہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اس کا قرض میرے ذمہ ہے۔ تو حضور نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

ذمہ لیا۔ اور امام طحاوی نے ایک واقعہ ذکر کیا جسمیں ہے کہ ابو الیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی اور صاحب نے اپنے ذمہ لیا تھا۔ قرض لے کر ادا نہ کرنے کی شناعت اس سے ظاہر ہوئی کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ بعض مجاہر بے باک فساق کی نماز جنازہ اگر علماء مشائخ اس نیت سے نہ پڑھیں کہ دوسروں کو عبرت ہو تو کوئی حرج نہیں۔ مگر وہ شخص مسلمان ہے تو اس کی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ دوسرے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ نماز جنازہ پڑھیں۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ صلوا علی صاحبکم تم لوگ اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت قرض ادا کئے بغیر مر جائے اور کوئی شخص اس کی طرف سے قرض ادا کر دے تو میت بری الذمہ ہو جائے گا جیسا کہ اسی حدیث کی اس روایت میں جو دار قطنی نے کی ہے اخیر میں ہے۔ کہ جب حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خبر دی کہ میں نے اس کا قرض ادا کر دیا تو فرمایا۔ اب تو نے اس کی کھال کو ٹھنڈک پہنچائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# کتاب الکفالۃ ۳۰۵ کفالت کا بیان

کفالت کے معنی شریعت میں یہ ہیں۔ ایک شخص اپنے ذمے کو دوسرے کے ساتھ مطالبے میں ملا دے۔ یعنی مطالبہ زید کے ذمہ تھا۔ دوسرے نے بھی مطالبہ اپنے ذمہ لے لیا۔ یہ مطالبہ نفس کا ہو یا دین کا یا عین کا۔

---

عه الکفالۃ باب من تکفل عن میت دینا فلیس لہ ان یرجع ص ۳۰۶ نسائی الجنائز۔

## بَابُ الْكَفَالَةِ فِي الْقَرْضِ وَالدُّيُونِ بِالْأَبْدَانِ وَغَيْرِهَا ص ۳۰۵

قرض اور دیون میں کسی کی شخصی وغیرہ شخصی ضمانت لینا۔

۴۴۳ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بَعَثَهُ مُصَدِّقًا فَوَقَعَ رَجُلٌ عَلٰى جَارِيَةِ امْرَأَتِهِ فَأَخَذَ حَمْزَةُ مِنَ الرَّجُلِ كَفِيلًا حَتّٰى قَدِمَ عَلٰى عُمَرَ وَكَانَ عُمَرُ قَدْ جَلَدَهُ مِائَةً فَصَدَّقَهُمْ وَعَذَرَهُ بِالْجَهَالَةِ

حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو صدقہ وصول کرنے کیلئے بھیجا ایک شخص نے اپنی بیوی کی کنیز سے زنا کر لیا حمزہ نے اس شخص کی طرف سے ضامن لے لیا تک کہ حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہو۔ حضرت عمر اس شخص کو سو کوڑے مار چکے تھے حضرت عمر نے انکی تصدیق فرمائی اور لاعلمی کی وجہ سے اسے معذور رکھا

۴۴۴ وَقَالَ جَرِيرٌ وَالْأَشْعَثُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِي

اور جریر اور اشعث نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے مرتدین کے بارے میں کہا

**تشریحات** ۴۴۳ اس تعلیق کو امام ابوجعفر طحاوی[1] نے پوری تفصیل سے یوں روایت کیا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمزہ بن عمرو اسلمی کو سعد بن ہزیم میں صدقہ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ حضرت حمزہ کی خدمت میں صدقہ کا مال حاضر کیا گیا کہ صدقہ لے لیں۔ ایک مرد اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ اپنی باندی کے مال کا صدقہ تو دے۔ وہ عورت کہہ رہی تھی کہ تو اپنے بیٹے کے مال کا صدقہ دے۔ حمزہ نے ان کا قصہ پوچھا تو بتایا گیا۔ یہ شخص اس عورت کا شوہر ہے۔ اسکی کنیز کے ساتھ اس نے ہمبستری کی تھی۔ جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس عورت نے اس لڑکے کو آزاد کر دیا اور یہ مال اسی لڑکے کا ہے۔ یہ سنکر حمزہ نے کہا کہ میں اسے سنگسار کرونگا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ اس کا معاملہ حضرت عمر کے پاس پیش ہو چکا ہے انھوں نے اسے سو کوڑے مارے ہیں۔ اور سنگسار کرنا ضروری نہیں جانا۔ یہ سن کر حضرت حمزہ نے اس شخص سے ضامن لیا کہ حضرت عمر کے پاس چلے اور ان سے دریافت کیا جائے جب حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے انکی تصدیق فرمائی اور فرمایا۔ سنگسار اس لئے نہیں کیا کہ یہ شخص جانتا نہ تھا اور لاعلمی کی وجہ سے معذور رکھا گیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال کے علاوہ اور حقوق میں بھی کفالت درست ہے۔ حضرت حمزہ خود صحابی ہیں اور حضرت عمر نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ نہ انھوں نے اور نہ کسی اور صحابی نے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ شخصی ضمانت بھی درست ہے۔ وہ اسلام کا ابتدائی دور تھا اس لئے جہالت عذر تھی۔ اب جہالت عذر نہیں۔ جبکہ مجرم دارالاسلام میں رہتا ہو۔

**تشریحات** ۴۴۴ حارثہ بن مضرب نے کہا۔ میں نے صبح کی نماز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ پڑھی جب انھوں نے سلام پھیرا تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر بتایا۔ کہ وہ بنی حنیفہ کی مسجد کی طرف گیا تو عبداللہ بن نواحہ کے مؤذن کو یہ کہتے سنا۔ کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ مسیلمہ رسول اللہ ہے۔ حضرت ابن مسعود نے حکم دیا کہ ابن نواحہ اور اس کے ساتھیوں کو میرے پاس لاؤ۔ جب یہ سب حاضر کر دیئے گئے تو حضرت ابن مسعود نے قرظہ بن کعب کو حکم دیا۔ انھوں نے ابن نواحہ کی گردن اڑا دی

---

[1] شرح معانی الآثار ثانی الحدود۔ باب الرجل یزنی بجاریۃ امرأتہ ص ۸۳

اَلْمُرْتَدِّيْنَ اسْتَتِبْهُمْ وَكَفِّلْهُمْ فَتَابُوْا وَكَفَّلَهُمْ عَشَائِرُهُمْ

ان سے توبہ کا مطالبہ کیجئے اور ان سے کفیل لیجئے۔ اس پر انھوں نے توبہ کی اور انکی ضمانت ان کے قبیلے والوں نے لی۔

۴۴۵ وَقَالَ حَمَّادٌ اِذَا تَكَفَّلَ بِنَفْسٍ فَمَاتَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ قَالَ الْحَكَمُ يَضْمَنُ

ت اور امام حماد نے کہا کہ اگر کوئی کسی کا ضامن بنا تھا پھر مرگیا تو اس پر کچھ نہیں حکم نے کہا اس پر ضمان ہے۔

## بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ص ۳۰۶

اللہ عزوجل کے ارشاد کا بیان۔ جس سے تم نے قسم کھا کر عہد کیا ان کا حصہ دو۔

۱۳۲۷ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَلِكُلٍّ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ولکل جعلنا موالی میں موالی

جَعَلْنَا مَوَالِيَ وَرَثَةً وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ كَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ لَمَّا قَدِمُوْا

سے مراد وارث ہیں اور والذین عاقدت ایمانکم سے مراد ہے کہ مہاجرین جب مدینہ طیبہ

الْمَدِيْنَةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرِثُ الْمُهَاجِرُ الْاَنْصَارِيَّ دُوْنَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے تو مہاجر انصار کا بغیر رشتے کے وارث ہوتا تھا اس

ذَوِيْ رَحِمِهٖ لِلْاُخُوَّةِ الَّتِيْ اٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ فَلَمَّا

اسلامی اخوت کی بنا پر جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے درمیان

پھر اس کے ساتھیوں کے بارے میں مشورہ لیا۔ حضرت عدی بن حاتم نے مشورہ دیا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ مگر حضرت جریر اور حضرت اشعث بن قیس نے کہا انھیں حکم دیجئے کہ توبہ کرلیں۔ اور ان کے قبیلے والوں کو ضامن بنا لیجئے یہ ایک سو ستر آدمی تھے۔ [1]

یہاں اس بات پر کفالت تھی کہ آئندہ مرتد نہیں ہوں گے اور اسلام پر قائم رہیں گے۔

**تشریحات** ۴۴۵ حضرت امام حماد حضرت امام اعظم کے مشائخ میں سے ہیں۔ حضرت امام اعظم کی اکثر روایات انھیں سے ہیں۔ حضرت امام حماد کے قول کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر ضامن مرگیا تو اس پر ضمان نہیں۔ کہ اس کے ترکے سے وصول کیا جائے۔ اور حکم بن عتبہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اس پر ضمان ہے۔ اس کے ترکے سے وصول کیا جائے گا۔

۱۳۲۷ سورہ نساء کی تینتیسویں آیت یہ ہے۔

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ۔ اور ہم نے سب کے لئے مال کے مستحق بنا دیئے ہیں۔ ماں باپ، رشتہ دار اور جن سے تمھارا عقد حلف بندھ چکا ہے۔ جو کچھ چھوڑیں ان کو ان کا حصہ دو۔

---

[1] عمدۃ القاری ثانی عشر ص ۱۱۵ بحوالہ دارقطنی وابن ابی شیبہ۔

نَزَلَتْ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ نُسِخَتْ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ اِلَّا

قائم کردی تھی جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ تو وہ منسوخ ہوگیا پھر فرمایا والذین عاقدت

النَّصْرَ وَالرِّفَادَةَ وَالنَّصِيْحَةَ وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيْرَاثُ وَيُوْصِيْ لَهٗ ۔ عہ

ایمانکم کی رو سے امداد تعاون خیرخواہی باقی ہے۔ میراث منسوخ ہوگئی اور وصیت باقی ہے جس کے لئے چاہو کرو۔

۱۳۲۸ ثَنَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَبَلَغَكَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث عاصم نے کہا میں نے حضرت انس سے دریافت کیا۔ کیا آپ تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاحِلْفَ فِي الْاِسْلَامِ فَقَالَ قَدْ حَالَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

علیہ وسلم نے فرمایا اسلام میں حلف نہیں تو حضرت انس نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ قُرَيْشٍ وَّالْاَنْصَارِ فِيْ دَارِيْ ۔ عہ

اور انصار کے مابین میرے گھر میں حلف قائم فرمائی۔

عقدت ایمانکم میں ایک قرأت عاقدت بھی ہے۔ امام بخاری نے اسی کو لیا ہے۔ یہ اپنے عموم کے لحاظ سے اس عقد مواخات کو بھی شامل ہے۔ جو ہجرت کے وقت مہاجرین اور انصار میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قائم فرمایا تھا جسکی رو سے مہاجرین انصار کی میراث پاتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت۔ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ سے منسوخ ہے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ پہلے نازل ہوئی ہے اور وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ۔ بعد میں نازل ہوئی ہے۔

ثُمَّ قَالَ: اس سے مراد یہ ہے کہ منسوخ صرف حق وراثت ہے۔ بقیہ بحیثیت مسلمان کے ایک مسلمان کا حق دوسرے مسلمان پر ہے۔ مثلاً امداد تعاون خیرخواہی، وہ باقی ہے۔

**تشریحات** ۱۳۲۸ سوال کا مقصد یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں قبائل آپس میں محالفت کرتے تھے۔ اب اسلام میں یہ عقد نہیں ہوتا۔ کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ ممنوع نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے گھر میں مہاجرین اور انصار میں مواخات قائم فرمائی تھی یہ بھی ایک قسم کی محالفت ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اسلام نے اپنے پیروؤں میں ایسی قوی اور مضبوط یگانگت پیدا کردی ہے۔ کہ عہد جاہلیت کے محالفت کی ضرورت نہیں رہی۔ جیسا کہ مسلم[۴] میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسلام میں حلف نہیں۔ یہ جاہلیت میں تھی اسلام نے اس میں اور قوت پیدا فرمادی۔ یعنی محالفت کیوجہ سے باہمی تعاون و ہمدردی کا جو جذبہ پیدا ہوتا تھا اسلام نے

---

عہ ثانی تفسیر نساء باب قولہ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ ص ۶۵۵ الفرائض باب ذوی الارحام ص ۹۹۹ ابوداؤد نسائی۔ الفرائض ص ۴۸۰ ۴ مسلم الفضائل ابوداؤد الفرائض۔ ۱ ثانی فضائل الصحابہ باب مواخاۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۰۸

عہ ثانی الاعتصام باب ماذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۰۹۰۔۴

## بَابُ مَنْ تَكَفَّلَ عَنْ مَيِّتٍ دَيْنًا فَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَّرْجِعَ ص ۳۰۶

کسی نے میت کے قرض کی ضمانت لی تو اس سے رجوع کا اسے حق نہیں۔

۴۴۶ وَبِهٖ قَالَ الْحَسَنُ۔ اور یہی امام حسن بصری کا قول ہے۔ اور یہی جمہور ائمہ کا مذہب ہے۔

۱۳۲۹ سَمِعَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

**حدیث** حضرت امام محمد بن علی باقر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ اَعْطَيْتُكَ

روایت فرمائی کہ انھوں نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اگر بحرین کا مال آجائے گا تو تم کو

هٰكَذَا وَهٰكَذَا فَلَمْ يَجِئْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اتنا اور اتنا ضرور دوں گا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری تک بحرین کا مال نہیں آیا جب آیا

وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ اَمَرَ اَبُوْ بَكْرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَنَادٰى مَنْ كَانَ

تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منادی کرنے کا حکم دیا اور یہ منادی کی گئی نبی صلی اللہ تعالیٰ

لَهٗ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ اَوْ دَيْنٌ فَلْيَاْتِنَا فَاَتَيْتُهٗ فَقُلْتُ

علیہ وسلم نے جس کسی سے کوئی وعدہ فرمایا ہو یا حضور پر کسی کا دین ہو وہ میرے پاس آئے حضرت

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ كَذَا وَكَذَا فَحَثٰى لِيْ حَثْيَةً فَعَدَدْتُهَا

جابر نے کہا میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھیں بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ یہ فرمایا تھا

فَاِذَا هِيَ خَمْسُ مِائَةٍ وَقَالَ خُذْ مِثْلَيْهَا ۴

انھوں نے ایک چلو بھر کر دیا میں نے اسے گنا تو وہ پانچسو تھے اور فرمایا اس کا دونا اور لے لے۔

اس سے بڑھ کر پیدا کر دیا ہے۔ اب اس کی کوئی حاجت نہیں

**تشریحات** ۱۳۲۹ یہاں کی روایت میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو ارشاد ذکر فرمایا ہے اس میں ھکذا ھکذا دو بار ہے۔ مگر بخاری ہی کی دوسری ابواب کی تمام روایتوں میں تین بار ہے بلکہ الشہادات کی روایت میں تصریح ہے۔ فبسط یدیہ ثلث مرات۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار اپنے دونوں دست مبارک کو پھیلایا۔ یعنی اس طرح اس طرح دوں گا۔ اسی طرح مغازی کی بھی روایت میں ثلاثا کی تصریح ہے۔ مغازی میں بطریق ابن منکدر جو روایت ہے۔ اس کے اخیر میں یہ ہے۔ حضرت جابر کہتے ہیں میں حضرت ابو بکر کی خدمت میں تین بار حاضر ہوا مگر انھوں نے کچھ نہیں دیا۔ تیسری بار میں نے ان سے عرض کیا۔ یا تو مجھے عطا فرمائیے یا آپ مجھے دینے میں بخل کر رہے ہیں۔ فرمایا۔ تم نے کیا کہا۔ میں نے بخل کیا ہے۔ بخل سے بڑی کون بیماری ہے۔ میں نے دینے ہی کیلئے

---

۴ الھبۃ باب اذا وھب ھبۃ او وعد ثم مات ص ۳۵۴، الجھاد باب من قال ومن الدلیل علی ان الخمس لنوائب المسلمین ص ۴۳۳ باب ما اقطع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من البحرین ص ۴۴۸ الشھادات باب من امر بانجاز الوعد ص ۳۶۹ ثانی المغازی باب قصۃ عمان والبحرین ص ۶۲۵ مسلم فضائل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

## بَابُ جَوَارِ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ فِیْ عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَقْدِہٖ ص۳۰۰

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک مشرک کی امان قبول کرنا اور معاہدہ کرنا۔

۱۳۳۵ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ لَمْ

**حدیث** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں نے جب سے ہوش سنبھالا تو اپنے والدین

اَعْقِلْ اَبَوَیَّ قَطُّ اِلَّا وَھُمَا یَدِیْنَانِ الدِّیْنَ وَلَمْ یَمُرَّ عَلَیْنَا یَوْمٌ اِلَّا یَاْتِیْنَا فِیْہِ رَسُوْلُ

کو دین کا پابند پایا اور کوئی دن نہ گزرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے یہاں صبح و شام نہ آتے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَرَفَیِ النَّھَارِ بُکْرَۃً وَعَشِیَّۃً فَلَمَّا ابْتُلِیَ الْمُسْلِمُوْنَ

جب مسلمانوں پر بلائیں تو ڑی جانے لگیں

خَرَجَ اَبُوْ بَکْرٍ مُھَاجِرًا قِبَلَ الْحَبَشَۃِ حَتّٰی اِذَا بَلَغَ بَرْکَ الْغِمَادِ لَقِیَہُ ابْنُ الدَّغِنَۃِ

تو ابو بکر حبشہ کی طرف ہجرت کے ارادے سے نکلے یہاں تک کہ برک الغماد تک پہنچ گئے وہاں

وَھُوَ سَیِّدُ الْقَارَۃِ فَقَالَ اَیْنَ تُرِیْدُ یَا اَبَا بَکْرٍ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ اَخْرَجَنِیْ قَوْمِیْ وَاَنَا اُرِیْدُ

ابن دغنہ بنی قارہ کا سردار ملا پوچھا اے ابو بکر کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا میری قوم نے مجھے نکال دیا

اَنْ اَسِیْحَ فِی الْاَرْضِ وَاَعْبُدَ رَبِّیْ قَالَ ابْنُ الدَّغِنَۃِ اِنَّ مِثْلَکَ لَا یَخْرُجُ وَلَا یُخْرَجُ

ہے میں چاہتا ہوں کہ زمین میں سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں ابن دغنہ نے کہا تمہارے جیسا

فَاِنَّکَ تَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ

نہ نکلے گا نہ نکالا جائیگا کیونکہ تم ناداروں کو کما کر دیتے ہو اور صلہ رحمی کرتے ہو اور مجبوروں کا بار اٹھاتے ہو اور مہمانداری کرتے ہو

وَاَنَا لَکَ جَارٌ فَارْجِعْ فَاعْبُدْ رَبَّکَ بِبَلَدِکَ فَارْتَحَلَ ابْنُ الدَّغِنَۃِ فَرَجَعَ مَعَ اَبِیْ

اور حق اختیار کرنے کی وجہ سے کسی پر مصیبت آئے تو اس کی مدد کرتے ہو۔ اور میں تم کو امان دیتا ہوں لوٹو اور اپنے پروردگار

بَکْرٍ فَطَافَ فِیْ اَشْرَافِ کُفَّارِ قُرَیْشٍ فَقَالَ لَھُمْ اِنَّ اَبَا بَکْرٍ لَا یَخْرُجُ مِثْلُہٗ وَلَا

کی اپنے شہر میں عبادت کرو ابن دغنہ بھی چلا اور ابو بکر بھی اس کے ساتھ لوٹے اور ابن دغنہ کفار قریش کے رؤسا میں

تمھیں بار بار واپس کیا ہے۔

بحرین والوں سے مصالحت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہاں کا حاکم مقرر فرما دیا۔ کہ وقت پر خراج وصول کر کے خدمت اقدس میں حاضر کرتے تھے۔ ایکبار خدمت اقدس میں بھی حاضر کیا تھا جسمیں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور قصہ درپیش ہوا تھا۔

**تشریحات** ۱۳۳۵ اس حدیث کا کچھ جز کتاب الصلوٰۃ ص۶۸ پر مذکور ہے۔ وہاں مختصر تھی اس لئے چھوڑ دیا تھا۔ یہاں پوری تفصیل ہے۔ اس لئے یہاں ذکر کر دیا۔ یہاں امام بخاری نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کی ہیں ایک بطریق یحیی بن بکیر۔ دوسری بطریق ابو صالح۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ تعلیق ہے۔

يُخْرِجُ اَتُخْرِجُوْنَ رَجُلًا يَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَيَقْرِي
گھبرا اور ان سے کہا ابوبکر نہ نکلے گا اور نہ نکالا جائے گا تم لوگ ایسے شخص کو نکالتے ہو جو ناداروں کو کما کر دیتا ہے
الضَّيْفَ وَيُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَاَنْفَذَتْ قُرَيْشٌ جِوَارَ ابْنِ الدَّغِنَةِ وَاٰمَنُوْا
اور صلہ رحمی کرتا ہے اور مجبوروں کا بار اٹھاتا ہے مہمانداری کرتا ہے حق پر استقامت کی وجہ سے اگر کسی پر مصیبت
اَبَا بَكْرٍ وَقَالُوْا لِابْنِ الدَّغِنَةِ مُرْ اَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهٗ فِيْ دَارِهٖ فَلْيُصَلِّ وَلْيَقْرَأْ
آتی ہے تو مدد کرتا ہے قریش نے ابن دغنہ کی امان کو تسلیم کر لیا اور ابوبکر کو امان دیدیا البتہ ابن دغنہ سے کہا کہ
مَا شَاءَ وَلَا يُؤْذِيْنَا بِذٰلِكَ وَلَا يَسْتَعْلِنْ وَاِنَّا قَدْ خَشِيْنَا اَنْ يَّفْتِنَ اَبْنَاءَنَا وَ
ابوبکر سے کہدو اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کرے نماز ادا کرے جو چاہے پڑھے اور ہمیں ایذا نہ دے اور علانیہ نماز
نِسَاءَنَا قَالَ ذٰلِكَ ابْنُ الدَّغِنَةِ لِاَبِيْ بَكْرٍ فَطَفِقَ اَبُوْ بَكْرٍ يَعْبُدُ رَبَّهٗ فِيْ دَارِهٖ وَلَا
یا کچھ نہ پڑھے ہم کو اندیشہ ہے کہ ہمارے بچے اور عورتیں فتنہ میں نہ پڑ جائیں اس بات کو ابن دغنہ نے ابوبکر سے کہدیا
يَسْتَعْلِنُ بِالصَّلٰوةِ وَلَا الْقِرَاءَةِ فِيْ غَيْرِ دَارِهٖ ثُمَّ بَدَا لِاَبِيْ بَكْرٍ فَابْتَنٰى مَسْجِدًا
اس کے بعد ابوبکر اللہ کی عبادت اپنے گھر میں کرتے۔ اور اپنے گھر کے علاوہ کہیں نہ نماز ادا کرتے نہ قرآن پڑھتے اسکے
بِفِنَاءِ دَارِهٖ وَبَرَزَ فَكَانَ يُصَلِّيْ فِيْهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ
بعد ان کے دل میں آیا اور انھوں نے اپنے مکان کے صحن میں مسجد بنالی اسمیں نماز پڑھتے قرآن کی تلاوت کرتے اسکی
الْمُشْرِكِيْنَ وَاَبْنَاءُهُمْ وَيَعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَيَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَجُلًا
وجہ سے مشرکین کی عورتیں اور بچے ان کے گرد ہجوم کر کے گرے پڑتے اور اسے پسند کرتے اور انھیں دیکھتے اور ابوبکر

ولم اعقل : حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مبارک ہجرت کے وقت آٹھ سال تھی۔ اس لئے ان کا ہجرت سے قبل سن شعور کو پہنچ جانا مستبعد نہیں۔ اس حدیث میں دین سے مراد دین اسلام ہے۔ الدین پر الف لام عہد کا ہے۔ ازواج مطہرات میں ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ خصوصیت ہے کہ ان پر ایک آن کے لئے حکماً بھی کفر طاری نہیں ہوا۔ ان کے والدین کریمین ان کی پیدائش سے پہلے ہی مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ بلکہ بالفرض ام المومنین کی ولادت کے وقت والدہ ماجدہ مشرف باسلام نہ ہوئی تھیں تو بھی حضرت صدیق تو برسوں پہلے اول روز ہی سے مشرف باسلام ہیں۔

برك الغماد : غین کو ضمہ بھی ہے اور کسرہ بھی۔ یمن کے انتہائی سرے پر ایک جگہ کا نام ہے۔ مکہ معظمہ سے پانچ دن کی مسافت پر ہے۔

ابن الدغنہ : اس کا نام ربیعہ بن رفیع ہے۔ یہ امام ابن اسحٰق کا قول ہے۔ مگر مغلطائی نے کہا کہ اس کا نام مالک تھا۔ دغنہ اس کی ماں کا نام ہے۔ اس کے معنی بارش اور بادل کے ہیں۔ دَثِنَہ اور دُثِنَہ بھی کہا گیا ہے۔ ڈھیلی ڈھالی زیادہ گوشت

بَكَّاءً لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ حِيْنَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَافْزَعَ ذٰلِكَ اَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِّنَ

بہت رقیق القلب تھے جب تلاوت کرتے تو آنسو کو روک نہ پاتے اس بات نے مشرکین قریش کے رؤسا کو

الْمُشْرِكِيْنَ فَاَرْسَلُوْا اِلٰى ابْنِ الدَّغِنَةِ فَقَدِمَ عَلَيْهِمْ وَقَالُوْا لَهٗ اِنَّا كُنَّا اَجَرْنَا

گھبراہٹ میں ڈالدیا انھوں نے ابن دغنہ کو بلوایا وہ آیا تو اس سے کہا کہ ہم نے ابوبکر کو اس شرط پر امان دی تھی

اَبَا بَكْرٍ عَلٰى اَنْ يَّعْبُدَ رَبَّهٗ فِيْ دَارِهٖ وَاِنَّهٗ جَاوَزَ ذٰلِكَ فَابْتَنٰى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهٖ وَ

کہ وہ اپنے گھر کے اندر اپنے رب کی عبادت کرے۔ وہ آگے بڑھ گیا اس نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی اور

اَعْلَنَ الصَّلٰوةَ وَالْقِرَاءَةَ وَقَدْ خَشِيْنَا اَنْ يَّفْتِنَ اَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا فَاْتِهٖ فَاِنْ اَحَبَّ

علانیہ نماز و قرآن پڑھتا ہے اور ہم کو اندیشہ ہے کہ ہمارے بچے اور عورتیں فتنے میں پڑجائیں تم اس کے پاس جاؤ اگر

اَنْ يَّقْتَصِرَ عَلٰى اَنْ يَّعْبُدَ رَبَّهٗ فِيْ دَارِهٖ فَعَلَ وَاِنْ اَبٰى اِلَّا اَنْ يُّعْلِنَ ذٰلِكَ

یہ پسند کرے کہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کرے تو کرے اور اگر نہ مانے اور اعلان کے ساتھ عبادت کرنے

فَسْئَلْهُ اَنْ يَّرُدَّ اِلَيْكَ ذِمَّتَكَ فَاِنَّا كَرِهْنَا اَنْ نُّخْفِرَكَ وَلَسْنَا مُقِرِّيْنَ لِاَبِيْ بَكْرٍ

پر اصرار کرے تو اس سے کہہ کہ وہ تیری امان لوٹادے۔ ہم تیری امان کو توڑنا ناپسند کرتے ہیں اور ابوبکر

الْاِسْتِعْلَانَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَاَتَى ابْنُ الدَّغِنَةِ اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ قَدْ عَلِمْتَ الَّذِيْ

کو علانیہ نماز اور قرآن پڑھنے پر رہنے نہیں دیں گے ابن دغنہ ابوبکر کے پاس آیا اور عرض کیا تم جانتے ہو

عَاقَدْتُّ لَكَ عَلَيْهِ فَاِمَّا اَنْ تَقْتَصِرَ عَلٰى ذٰلِكَ وَاِمَّا اَنْ تَرُدَّ اِلَيَّ ذِمَّتِيْ فَاِنِّيْ

میں نے جس شرط پر امان دی تھی یا تو گھر کے اندر نماز و تلاوت پر اقتصار کرو یا میری امان لوٹادو اسلئے

لَا اُحِبُّ اَنْ تَسْمَعَ الْعَرَبُ اَنِّيْ اُخْفِرْتُ فِيْ رَجُلٍ عَقَدْتُّ لَهٗ۔ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنِّيْ

کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ عرب یہ سنیں کہ میں نے ایک شخص کو امان دی تھی اس کو توڑ دیا گیا اس پر ابوبکر نے

اَرُدُّ اِلَيْكَ جِوَارَكَ وَاَرْضٰى بِجِوَارِ اللّٰهِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہا میں تیری امان رد کرتا ہوں اور اللہ کی امان پر راضی ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسوقت

والی عورت ... القارۃ ۔ را مخفف۔ ترزیہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر کا نام قارہ ہے۔ اس کے معنی کالے پتھریلے ٹیلے کے ہیں۔ بنو بحر کے ساتھ ایک جنگ میں ان لوگوں نے ایسے ہی ٹیلے پر صف بندی کی تھی۔ اس لئے ان کو قارہ کہا جانے لگا۔

فابتنی مسجدا: یہ شرف بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اولیات میں سے ہے۔ کہ انھوں نے اسلام میں سب سے پہلے مسجد بنائی۔ مکہ معظمہ میں مسفلہ شارع ابوبکر میں ایک مسجد ابوبکر کے نام سے اب بھی موجود ہے۔ ہوسکتا ہے۔ یہ مسجد اسی جگہ بنائی گئی ہو۔

يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُرِيْتُ دَارَ

مکہ ہی میں تھے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تمھاری ہجرت کی جگہ دکھائی

هِجْرَتِكُمْ رَأَيْتُ سَبِخَةً ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ وَهُمَا الْحَرَّتَانِ فَهَاجَرَ مَنْ

گئی ہے۔ میں نے دو سنگستانوں کے درمیان کھجوروں والی شور زمین دیکھی ہے اب جس کو ہجرت کرنی تھی

هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ حِيْنَ ذَكَرَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مدینے کی طرف ہجرت کی جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ذکر فرمایا اور حبشہ ہجرت کرنے والوں میں سے

وَرَجَعَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ بَعْضُ مَنْ كَانَ هَاجَرَ إِلٰى أَرْضِ الْحَبَشَةِ وَتَجَهَّزَ أَبُوْ بَكْرٍ

بہت سے لوگ مدینہ چلے گئے ابو بکر نے ہجرت کی تیاری کرلی اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے

مُهَاجِرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رِسْلِكَ فَإِنِّيْ أَرْجُوْ

فرمایا رُکے رہو مجھے امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت دی جائے گی ابو بکر نے عرض کیا آپ پر میرے

أَنْ يُّؤْذَنَ لِيْ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ هَلْ تَرْجُوْ ذٰلِكَ بِأَبِيْ أَنْتَ قَالَ نَعَمْ فَحَبَسَ أَبُوْ بَكْرٍ نَفْسَهُ

باپ قربان کیا حضور کو ہجرت کی اجازت ملنے کی امید ہے فرمایا ہاں تو ابو بکر نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَصْحَبَهُ وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتَا

وسلم کی رفاقت کے لئے اپنے کو روک لیا اور سواری کی دو اونٹنیاں ان کے

عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمُرِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ عه

پاس تھیں۔ انھیں چار مہینے تک ببول کے پتے کھلائے۔

لابتین : لَابَۃٌ کا تثنیہ ہے۔ ایسے کالے پتھروں والی زمین جو دیکھنے میں ایسے لگتے ہوں گویا جلے ہوئے ہیں۔ حرۃ ۔ کے بھی یہی معنی ہیں۔ مدینہ کے مغرب و مشرق میں دو ایسے ہی سنگستان ہیں جنھیں حرہ شرقی اور حرہ غربی کہا جاتا ہے۔ السمرۃ۔ببول کے مشابہ ایک خاردار درخت جو بہت بڑا ہوتا ہے۔ باب ہجرت میں اس کے بعد وھو الخبط ہے۔ اس کے معنی درخت سے ڈنڈے وغیرہ سے توڑتے ہوئے پتے۔

## مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان اپنی جان و مال آبرو و دین بچانے کے لئے کافر کی امان قبول کرسکتا ہے۔ یہ رخصت ہے۔ اور عزیمت یہ ہے۔ اللہ عزوجل پر بھروسہ رکھے اور اس کی حمایت پر اعتماد کرے۔ جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا۔ کہ ابن دغنہ کی امان رد فرمادی۔

---

عه کتاب الصلوۃ باب المسجد یکون فی الطریق ص ۶۸ باب ھجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۵۳-۲

۱۳۳۱ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُؤْتٰی بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفّٰی عَلَیْهِ الدَّیْنُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کوئی مقروض فوت شدہ لایا جاتا تو دریافت فرماتے کہ اپنی قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ

فَیَسْاَلُ هَلْ تَرَكَ لِدَیْنِهٖ فَضْلًا فَاِنْ حُدِّثَ اَنَّهٗ تَرَكَ لِدَیْنِهٖ وَفَاءً صَلّٰی وَاِلَّا قَالَ

مال چھوڑا ہے؟ اگر عرض کیا جاتا کہ اتنا چھوڑا ہے کہ قرض ادا کیا جا سکے تو اس کے جنازے کی نماز

لِلْمُسْلِمِیْنَ صَلُّوْا عَلٰی صَاحِبِكُمْ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْفُتُوْحَ قَالَ اَنَا اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ

پڑھتے ورنہ مسلمانوں سے فرماتے اپنے ساتھی کی نماز جنازہ تم لوگ پڑھ لو جب فتوحات ہوئی

مِنْ اَنْفُسِهِمْ فَمَنْ تُوُفِّیَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَتَرَكَ دَیْنًا فَعَلَیَّ قَضَاؤُهٗ وَ

تو فرمایا میں مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہوں۔ جو مسلمان مقروض وفات پائے تو اس کے قرض

مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ ؏

کی ادائیگی مجھ پر ہے اور جو مال چھوڑے وہ اس کے وارثین کا ہے۔

۱۳۳۱

**تشریحات** اس حدیث کا باب سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ بالکل ظاہر ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امان تو بہت دور ہے۔ کسی امان کا تذکرہ نہیں۔ ابوذر اور ابوالوقت کی روایت میں نہ باب ہے نہ ترجمہ صرف حدیث ہے۔ مستملی کی روایت میں حدیث بھی نہیں۔ نسفی اور ابن شبویہ کی روایت میں باب بلا عنوان ہے، اسمیں کوئی حرج نہیں۔ ابن بطال نے اس حدیث کو "باب من تکفل عن میت بدین" کے اخیر میں ذکر کیا ہے۔ اور یہی مناسب ہے۔

فترك دینا: مسلم کی روایت میں فترك دینا اوضیعة ہے اور دوسری روایت میں "ضیاعًا" ہے۔ یہ ضاع یضیع کا مصدر ہے۔ بمعنی عیال۔

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم خصوصی ہے کہ اپنے بینوا مقروض امتیوں کا بار اپنے اوپر لے لیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## كِتَابُ الْوَكَالَةِ وَوَكَالَةِ الشَّرِیْكِ الشَّرِیْكَ فِی الْقِسْمَةِ وَغَیْرِهَا ص ۳۰۸

وکالت کا بیان۔ ایک شریک کا دوسرے شریک کا تقسیم کرنے کے لئے وکیل ہونا یا کسی اور بات میں۔

نسفی کی روایت میں وکالة الشریك سے پہلے لفظ باب نہیں۔ اوروں میں ہے۔ زیادہ مناسب باب کا ہونا ہی ہے۔

وکالت کے معنی لغت میں حفاظت کے ہیں۔ اسی سے وکیل اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ نیز اس کے معنی کارساز کے بھی ہیں۔ یہاں بمعنی تفویض ہے۔ اپنا کام دوسرے کو سپرد کرنا جبکہ وہ قبول کرلے۔

---

ع قولہ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ترك كلًا او ضیاعا فالی ص ۸۰۹ مسلم الفرائض۔ ترمذی الجنائز۔

۱۳۳۲ عَنْ اَبِی الْخَیْرِ عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی

**حدیث** حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْطَاہُ غَنَمًا یَّقْسِمُھَا عَلٰی صَحَابَتِہٖ فَبَقِیَ عَتُوْدٌ فَذَکَرَہٗ

بکریاں دیں کہ صحابہ پر تقسیم کر دیں ایک سال بھر کا بچہ بچ گیا اس کا تذکرہ

لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِّ بِہٖ اَنْتَ ؏

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا تو فرمایا اس کی تم قربانی کر لو۔

## بَابُ اِذَا وَکَّلَ الْمُسْلِمُ حَرْبِیًّا فِیْ دَارِ الْحَرْبِ اَوْ فِیْ دَارِ الْاِسْلَامِ جَازَ

جب مسلمان کسی حربی کو دارالحرب یا دارالاسلام میں وکیل بنائے تو جائز ہے۔

۱۳۳۳ عَنْ صَالِحِ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ

**حدیث** حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے اور امیہ بن خلف نے آپس

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَاتَبْتُ اُمَیَّۃَ بْنَ خَلَفٍ کِتَابًا

میں ایک معاہدہ لکھا تھا کہ وہ مکے میں میری جائداد کی نگرانی کرے اور میں مدینے میں اسکی

بِاَنْ یَّحْفَظَنِیْ فِیْ صَاغِیَتِیْ بِمَکَّۃَ وَاَحْفَظُہٗ فِیْ صَاغِیَتِہٖ بِالْمَدِیْنَۃِ فَلَمَّا ذَکَرْتُ

جائداد کی نگرانی کرونگا جب میں نے اپنا نام عبدالرحمن لکھا تو اس نے کہا میں رحمٰن کو نہیں جانتا

**۱۳۳۲ تشریحات** بکری کا بچہ جو چرنے چگنے اور جفتی کے لائق ہو جائے۔ سال بھر کا بچہ۔ کتاب الاضاحی میں بطریق بعجۃ جہنی جو روایت ہے اسمیں جذع ہے۔ یعنی جوان بچہ۔ اسی روایت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ بکریاں قربانی کرنے ہی کے لئے تقسیم فرمائی تھیں۔

**مطابقت** : حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن صحابہ کرام پر بکریاں تقسیم کرنے کے لئے دی تھیں ان میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ اس لئے یہ بقیہ صحابہ کے شریک ہوئے اور انھیں تقسیم کرنے کا حکم دیا تو یہ شریک کو شرکاء کے درمیان تقسیم کرنے پر وکیل بنانا ہوا۔

**۱۳۳۳ تشریحات** امیہ بن خلف کفار قریش کے رؤسار میں اسلام اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہت بڑا دشمن تھا اور ان بدبختوں میں تھا جس کی ہلاکت کی نام لے کر دعا فرمائی تھی [۱] اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ صحابہ اسے قتل کریں گے [۲] ایک مرتبہ سڑی ہوئی ہڈی لے کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اسے توڑ کر اپنی ہتھیلی پر رکھ کر پھونک سے اڑا دی اور کہا اے محمد! کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تیرا رب اسے زندہ کر دیگا۔ اس پر سورہ یٰسین

---

[۱] بخاری اول ص ۳۸ [۲] بخاری ثانی ص ۵۶۳ ؏ الشرکۃ باب قسمۃ الغنم والعدل فیھا ص ۳۴۰ ثانی الضحایا باب اضحیۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بکبشین اقرنین ص ۸۳۳ ۔ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ الضحایا۔

| |
|---|
| الرَّحْمٰنَ قَالَ لَا اَعْرِفُ الرَّحْمٰنَ كَاتِبْنِيْ بِاسْمِكَ الَّذِيْ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ |
| اپنا وہ نام لکھو جو جاہلیت میں تھا تو میں نے عبد الرحمٰن کے بجائے عبد عمرو لکھوایا جب بدر کے معرکے کا |
| فَكَاتَبْتُهٗ عَبْدُ عَمْرٍو فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ خَرَجْتُ اِلٰى جَبَلٍ لِاَحْرِزَهٗ حِيْنَ |
| دن آیا تو جب لوگ سو گئے میں پہاڑ کی طرف چلا کہ اس کی حفاظت کرو بلال نے اسے دیکھ لیا |
| نَامَ النَّاسُ فَاَبْصَرَهٗ بِلَالٌ فَخَرَجَ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى مَجْلِسِ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اُمَيَّةُ |
| وہ انصار کی ایک مجلس میں گئے اور کہا یہ امیہ بن خلف ہے اگر وہ بچ گیا تو میں نہیں بچا بلال کے ساتھ |
| بْنُ خَلَفٍ لَا نَجَوْتُ اِنْ نَجَا اُمَيَّةُ فَخَرَجَ مَعَهٗ فَرِيْقٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فِيْ آثَارِنَا فَلَمَّا |
| انصار کے لوگ چلے جب مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ وہ لوگ ہمیں دھر لیں گے تو ان کے لئے امیہ کے بیٹے کو پیچھے |
| خَشِيْتُ اَنْ يَّلْحَقُوْنَا خَلَّفْتُ لَهُمْ اِبْنَهٗ لِيَشْغَلَهُمْ فَقَتَلُوْهُ ثُمَّ اَبَوْا حَتّٰى يَتْبَعُوْنَا |
| کر دیا کہ انھیں پھنسائے رکھے انصار نے اسے مار ڈالا اس کے بعد بھی وہ نہیں مانے ہمارا پیچھا |
| وَكَانَ رَجُلًا ثَقِيْلًا فَلَمَّا اَدْرَكُوْنَا قُلْتُ لَهٗ اُبْرُكْ فَبَرَكَ فَاَلْقَيْتُ عَلَيْهِ نَفْسِيْ |
| کرتے رہے وہ بھاری بدن کا انسان تھا جب وہ لوگ ہمارے بالکل قریب آ گئے تو میں نے امیہ سے کہا |

کی یہ آیت نازل ہوئی۔

قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ (۷۸) اس نے کہا ایسا کون ہے جو بالکل گلی ہوئی ہڈیوں کو زندہ کرے۔

ابتدا میں جب مشرکین سے مقاطعہ کا حکم نہیں ہوا تھا۔ مسلمانوں اور مشرکین میں تجی روابط تھے۔ خود حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیہ میں آمد رفت تھی[1] بلکہ واقعات ایسے ملتے ہیں کہ فتح مکہ تک جہت سے مسلمانوں اور مکے کے کافروں کے مابین ربط وضبط تھا۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مکہ معظمہ میں بہت کچھ جائداد تھی۔ اور امیہ کی مدینہ طیبہ میں۔ اپنے مال کی حفاظت کے لئے یہ معاہدہ کیا تھا۔ اگر وہ امیہ سے یہ معاہدہ نہ کرتے تو مکہ معظمہ کی ان کی جائداد بچ نہ پاتی۔

ذکرت الرحمن : اس معاہدے میں حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا نام عبد الرحمٰن لکھوانا چاہا تو امیہ نے کہا کہ میں رحمٰن کو نہیں جانتا۔ اپنا عہد جاہلیت والا نام لکھواؤ۔ ان کا نام عبد عمرو تھا اور ایک قول یہ ہے کہ عبد الکعبہ تھا۔ اس روایت میں عبد عمرو ہے۔ یہی لکھوایا۔

ابنہ : امیہ کے اس لڑکے کا نام علی بن امیہ تھا۔ اسے حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا تھا۔ امیہ کو کس نے قتل کیا۔ اس بارے میں پانچ اقوال ہیں۔ اول خبیب بن اساف خفیفہ انصاری۔ یہ امام واقدی کا قول ہے۔ دوم امام ابن اسحٰق نے کہا کہ اسے بنی مازن کے ایک انصاری نے قتل کیا تھا۔ سوم ابن ہشام نے کہا۔ معاذ بن عفراء۔ خارجہ بن زید اور خبیب نے مل کر قتل کیا تھا۔ فتخللوہ بالسیوف سے بظاہر یہی متبادر ہے۔ کہ چند بزرگوں نے ملکر تلوار گھسیڑی تھی۔ چہارم امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا۔ رفاعہ بن رافع نے تلوار بھونکی تھی۔ پنجم ایک قول یہ ہے کہ حضرت بلال

[1] ایضاً

لِاَمْنَعَهٗ فَتَخَلَّلُوْهُ بِالسُّيُوْفِ مِنْ تَحْتِيْ حَتّٰى قَتَلُوْهُ وَاَصَابَ اَحَدُهُمْ رِجْلِيْ بِسَيْفِهٖ

زمین پر پڑ جاؤ جب وہ زمین پر پھیل گیا تو میں نے اپنے آپ کو اس کے اوپر ڈال دیا تاکہ اس کو بچالوں۔ مگر انصار نے

وَكَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ يُرِيْنَا ذٰلِكَ الْاَثَرَ فِيْ ظَهْرِ قَدَمِهٖ ؏ه

میرے نیچے تلواریں گھسیڑ کر اسے مار ڈالا اور کسی کی تلوار میرے پاؤں پر بھی زخم لگ گیا عبدالرحمٰن بن عوف اپنے قدم کی پیٹھ پر اسکا نشان ہمیں دکھاتے تھے۔

بَابُ اِذَا اَبْصَرَ الرَّاعِيْ اَوِ الْوَكِيْلُ شَاةً تَمُوْتُ اَوْ شَيْئًا يَفْسُدُ ذَبَحَ وَاَصْلَحَ مَا يَخَافُ الْفَسَادَ ص ۳۰۸

چرواہا یا وکیل کسی بکری کو مرتے ہوئے دیکھے یا کسی چیز کو خراب ہوتے ہوئے دیکھے تو ذبح کرے اور جس چیز کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو اسے ٹھیک کر دے۔

۱۳۳۴ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ عَنْ

**حدیث** حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے (انھوں نے بیان کیا) میری کچھ بکریاں

اَبِيْهِ اَنَّهٗ كَانَتْ لَهٗ غَنَمٌ تَرْعٰى بِسَلْعٍ فَاَبْصَرَتْ جَارِيَةٌ لَّنَا بِشَاةٍ مِّنْ غَنَمِنَا مَوْتًا فَكَسَرَتْ

تھیں جو سلع میں چرتی تھیں ہماری ایک کنیز نے ایک بکری کو دیکھا مر رہی ہے تو اس نے پتھر توڑا اور اس

حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهٖ فَقَالَ لَهُمْ لَا تَاْكُلُوْا حَتّٰى اَسْاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

سے بکری کو ذبح کر دیا حضرت کعب نے گھر والوں سے کہا اسے کوئی نہ کھائے جبتک میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَسَلَّمَ اَوْ اُرْسِلَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّسْاَلُهٗ وَاِنَّهٗ سَاَلَ

وسلم سے دریافت نہ کرلوں یا یہ کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجکر دریافت نہ کرالوں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے قتل کیا تھا ؏ه

امیہ بن خلف چونکہ رات ہی میں مار ڈالا گیا تھا وہ بھی میدان جنگ سے دور۔ اس لئے جب اس کو قلیب بدر میں پھینکنے کے لئے گھسیٹنے لگے تو اس کے جوڑ الگ ہو گئے۔ اور اس کو وہیں مقتل میں دبا دیا گیا۔

**مسائل** : حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں تھے جو دارالاسلام تھا۔ امیہ بن خلف مکہ معظمہ میں تھا جو اس وقت دارالحرب تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کے میں امیہ کو اپنا وکیل بنایا اور اس نے ان کو مدینہ طیبہ میں اپنا وکیل بنایا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ حربی کافر کو دارالحرب میں اپنا وکیل بنانا اور حربی کا مسلمان کو دارالاسلام میں اپنا وکیل بنانا جائز ہے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ وکیل کے لئے مسلمان ہونا شرط نہیں۔ کافر وہ بھی حربی مسلمان کا وکیل ہو سکتا ہے۔

**تشریحات** ۱۳۳۴ : سند میں ہے۔ سمع ابن مالك۔ نافع نے کہا کہ انھوں نے مالک بن کعب کے صاحبزادے سے سنا۔ یہ صاحبزادے کون تھے۔ بخاری ہی میں کتاب الذبائح کی ایک روایت میں، عبداللہ کی تصریح ہے اور امام مزی نے اطراف میں عبداللہ ہی سے روایت کیا ہے مگر ابن وہب نے عبدالرحمٰن بن مالک سے روایت کیا ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ امام بخاری

---

ع۵ ثانی المغازی باب قتل ابی جهل ص ۵۶۴ ؏ه فتح الباری جلد سابع ص ۲۸۴

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ اَوْ اَرْسَلَ فَاَمَرَهٗ بِاَكْلِهَا قَالَ

انھوں نے خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا یا کسی کو بھیجکر دریافت کرایا تو حضور نے

عُبَيْدُ اللّٰهِ فَيُعْجِبُنِيْ اَنَّهَا اَمَةٌ وَّاَنَّهَا ذَبَحَتْ عه

کھانے کی اجازت دیدی عبید اللہ نے کہا مجھے یہ بات پسند آئی کہ وہ کنیز تھی اور اس نے ذبح کیا۔

## بَابُ وَكَالَةِ الشَّاهِدِ وَالْغَائِبِ جَائِزَةٌ ص۳۰۹

موجود اور غیر موجود کو وکیل کرنا جائز ہے۔

۲۳۱۷ وَكَتَبَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِلٰى قَهْرَمَانِهٖ وَهُوَ

ت اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے کاربرداز کو لکھا اور وہ وہاں موجود

غَائِبٌ عَنْهُ اَنْ يُّزَكِّيَ عَنْ اَهْلِهِ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ ۔

نہیں تھا کہ ان کے چھوٹے بڑے اہل کی طرف سے زکوۃ ادا کردے۔

۱۳۳۵ حدیث عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ لِرَجُلٍ عَلٰى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ایک شخص کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ایک جگہ عبد الرحمٰن کی تصریح کی ہے۔ علامہ عسقلانی نے اسی کو ظاہر بتایا کہ یہ عبد الرحمٰن ہیں۔

امام بخاری کی غرض اس باب اور اس حدیث کے ذکر سے یہ ہے کہ وکیل بھی مال پر امین ہوتا ہے۔ امین اگر امانت کے بارے میں کوئی خبر دے تو اسے سچ مانا جائے گا۔ جب تک کہ اس کے جھوٹ اور خیانت کی دلیل نہ قائم ہو۔ اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل اخذ ہوئے۔ عورت کنیز کا ذبیحہ درست ہے۔ جس دھاردار چیز سے ذبح کیا جائے درست ہے۔ مثلاً بانس کا چھلکا پتھر، چھری، وغیرہ، سوائے دانت اور ناخن کے۔ اس لئے کہ حدیث میں اس سے ممانعت آئی ہے۔

**تشریحات ۲۳۱۷** یہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص ہیں یا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ بعض نسخوں میں عمرو واؤ کے ساتھ ہے۔ بعض میں عُمَر بغیر واو کے۔ اس لئے اس کا فیصلہ مشکل ہے۔ ان یزکی۔ سے مراد صدقہ فطر ہے۔ اس لئے کہ نابالغ پر زکوٰۃ بالاتفاق واجب نہیں نیز اس پر اتفاق ہے کہ بالغ کی زکوۃ خود اس پر واجب ہے اس کے باپ پر نہیں۔ البتہ چھوٹے بچوں کی طرف سے باپ پر صدقہ فطر واجب ہے۔ اور بعض حضرات کا مذہب یہ بھی ہے کہ بالغ بچوں کی طرف سے بھی واجب ہے۔ ہمارے یہاں بالغ اولاد کی طرف سے باپ پر واجب نہیں۔ اسکی بحث چوتھی جلد میں گزر چکی ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ ارشاد تبرع پر محمول ہے۔

**تشریحات ۱۳۳۵** مطابقت: باب کا دو جز تھا۔ پہلا حاضر کو وکیل بنانا۔ یہ اس حدیث سے ثابت کہ فرمایا اعطوہ یہ خطاب کا صیغہ ہے اور دوسرا جز تھا۔ غائب کو وکیل بنانا یہ تعلیق سے ثابت ہے۔

---

عه ثانی ذبائح باب ما انهر الدم من القصب والمروة والحدید ص۸۲۷ دو طریقے سے۔ باب ذبیحة الامة والمرأة ص۸۲۷ دو طریقے سے۔ ابن ماجه الذبائح۔

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِنٌّ مِّنَ الْاِبِلِ فَجَاءَهُ يَتَقَاضَاهُ فَقَالَ

پر ایک خاص عمر کا اونٹ واجب تھا وہ حضور کی خدمت میں آکر تقاضا کرنے لگا حضور نے

اَعْطُوْهُ فَطَلَبُوْا سِنَّهُ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُ اِلَّا سِنًّا فَوْقَهَا فَقَالَ اَعْطُوْهُ فَقَالَ اَوْفَيْتَنِيْ

حکم دیا کہ اسکا حق اسے دیدو، لوگوں نے ڈھونڈھا مگر اس عمر کا اونٹ نہیں ملا اس سے بڑی عمر کا ملتا تھا فرمایا وہی دیدو۔ اس پر

اَوْفَى اللّٰهُ بِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ خِيَارَكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً

اس شخص نے عرض کیا آپنے مجھے پورا دیا اللہ تعالیٰ آپکو بھی پورا دے، تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو حقوق کو سب سے زیادہ عمدگی سے ادا کرے

تکمیل : اس کے بعد متصل جو روایت ہے اسمیں یہ زائد ہے۔ کہ اس شخص نے سخت کلامی کی۔ اس پر صحابہ کرام برہم ہوگئے تو فرمایا۔ اسے چھوڑ دو۔ حق والے کو کہنے کا حق ہے۔

سنا من الابل : اہل عرب نے دس سال کی عمر تک اونٹ کے سال بسال نام رکھتے تھے۔ جیسے بنت مخاض۔ بنت لبون، جس کی تفصیل جلد رابع میں گزر چکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مثلاً بنت لبون واجب تھا یا جذعہ واجب تھا۔ حسن اخلاق اور جود و عطا کا اثر یہ ہوا کہ ابھی سخت کلامی کر رہا تھا اور تھوڑی دیر بعد وہ کلمات فضل اور دعا کے۔

## بَابٌ اِذَا وَهَبَ شَيْئًا لِوَكِيْلٍ اَوْ شَفِيْعِ قَوْمٍ جَازَ ص ۳۰۹ جب کسی قوم کے وکیل یا شفیع کو دیا تو جائز ہے۔

**۱۳۳۶ حدیث** وَزَعَمَ عُرْوَةُ اَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اَخْبَرَاهُ اَنَّ

مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی۔ جب ہوازن کا وفد مسلمان ہوکر

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَافِلِيْنَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِيْنَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ سوال کیا کہ ان کے مال اور قیدی

فَسَاَلُوْهُ اَنْ يَّرُدَّ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

انھیں واپس کر دیئے جائیں تو حضور کھڑے ہوئے اور فرمایا مجھے سب سے زیادہ

لوکیل پر تنوین بھی صحیح ہے۔ اور یہ درست ہے کہ قوم کی جانب مضاف ہو۔ جیسے کہتے ہیں انا بین ذراعی وجهة اسد ای بین ذراعی اسد وجهته ۔ مراد یہ ہے کہ کسی قوم کے وکیل یا کسی قوم کے شفیع کو کچھ دینا کہ اسے پوری قوم پر تقسیم کر دے یہ جائز ہے۔

**تشریحات** ۱۳۳۶ ہوازن اور ثقیف عرب کے بہت مشہور جنگجو اور بہادر قبیلے تھے۔ ان کو جب مکہ فتح ہونے کی اطلاع ملی تو بوکھلا گئے اور بڑے ساز و سامان کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کی نیت سے حنین میں جمع

---

ع۵ باب الوکالۃ فی قضاء الدیون ص ۳۰۹ الاستقراض باب استقراض الابل ص ۳۲۱ باب هل يعطى اكبر من سنه ص ۳۲۲ باب حسن القضاء ص ۳۲۲ باب لصاحب الحق مقال ص ۳۲۳ الهبة باب الهبة المقبوضة وغير المقبوضة ص ۳۵۵ باب من اهدى له هدية وعنده جلساءه فهو احق به ص ۳۵۵ مسلم، ترمذی، نسائی۔ البیوع۔ ابن ماجہ الاحکام۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْحَدِیْثِ اِلَیَّ اَصْدَقُہٗ فَاخْتَارُوْا اِحْدَی الطَّائِفَتَیْنِ

سچی بات پسند ہے دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرو۔ قیدی یا مال۔ اور میں نے ان کا انتظار کیا

اِمَّا السَّبْیُ وَاِمَّا الْمَالُ وَقَدْ کُنْتُ اِسْتَاْنَیْتُ بِھِمْ وَقَدْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب طائف سے واپس ہوئے تو دس دن سے زیادہ انکا انتظار کیا تھا

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ انْتَظَرَھُمْ بِضْعَ عَشْرَ لَیْلَۃً حِیْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ فَلَمَّا

جب ہوازن کے وفد کو یقین ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو چیزوں میں سے صرف ایک ہی

تَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَیْرُ رَادٍّ اِلَیْھِمْ اِلَّا اِحْدٰی

واپس فرمائیں گے تو عرض کیا ہم قیدی چاہتے ہیں اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں

الطَّائِفَتَیْنِ قَالُوْا فَاِنَّا نَخْتَارُ سَبْیَنَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

کے روبرو کھڑے ہوئے پہلے اللہ کی وہ ثنا بیان کی جس کا وہ اہل ہے پھر فرمایا اما بعد

فِی الْمُسْلِمِیْنَ فَاَثْنٰی عَلَی اللّٰہِ بِمَا ھُوَ اَھْلُہٗ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اِخْوَانَکُمْ

تمہارے یہ بھائی توبہ کر کے آئے ہیں اور میں مناسب جانتا ہوں کہ ان کے قیدی

ھٰؤُلَاءِ قَدْ جَاءُوْنَا تَائِبِیْنَ وَاِنِّیْ قَدْ رَاَیْتُ اَنْ اَرُدَّ اِلَیْھِمْ سَبْیَھُمْ فَمَنْ

انھیں واپس کر دوں تم میں سے جو بخوشی اسے پسند کرے وہ ایسا ہی کرے

اوطاس بھی کہتے ہیں اکٹھے ہوگئے۔ یہ جگہ عرفات سے تین دن کی مسافت پر پورب طائف کی جانب ہے۔ چھ شوال ۸ھ کو دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ بعض اصولی غلطیوں اور ضرورت سے زیادہ جوش کی وجہ سے ابتداء میں اکثر مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے مگر پھر اللہ کی مدد شامل حال ہوئی اور مجاہدین اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔ اور ہوازن و ثقیف اپنے مال بچوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس معرکے میں اتنا مال غنیمت ہاتھ آیا تھا جس کی نظیر نہیں۔ چھ ہزار عورتیں اور بچے قیدی تھے۔ چار ہزار بیس اونٹ، چالیس ہزار سے زائد بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی۔

حنین و اوطاس کی شکست خوردہ فوج طائف میں بھاگی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑھ کر طائف کا محاصرہ فرمایا۔ بیس دن کے محاصرہ کے بعد جعرانہ واپس ہوئے۔ یہیں حنین کا مال غنیمت جمع تھا۔ دس دن سے زائد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہوازن کا انتظار کیا۔ جب وہ نہیں آئے تو بروایتے تمام مال غنیمت خمس نکالنے کے بعد مجاہدین پر تقسیم فرما دیا۔ اس کے بعد ہوازن کا وفد آیا۔

امام محمد بن اسحٰق نے بیان فرمایا کہ انھوں نے یہ عرض کیا، یا رسول اللہ ہم پر احسان فرمایئے اللہ آپ پر احسان فرمائے گا۔ ہوازن کے رئیس اعظم حضرت مالک بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے اہل و عیال کے علاوہ سو اونٹ عطا فرمائے۔ اس پر انھوں نے ایک مدحیہ قصیدہ عرض کیا جس کے دو شعر یہ ہیں

ما ان رأیت ولا سمعت بواحد ۔۔۔ فی الناس کلھم کمثل محمد

اَحَبَّ مِنكُمْ اَنْ يُّطَيِّبَ بِذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّكُوْنَ مِنكُمْ عَلٰى حَظِّهٖ

اور جو چاہتا ہو کہ اس کا یہ حصہ باقی رہے (تو اس کی صورت یہ ہے کہ اس وقت دیدے) اس شرط پر کہ سب

حَتّٰى نُعْطِيَهٗ اِيَّاهُ مِنْ اَوَّلِ مَا يُفِيْٓءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا

سے پہلا جو مال غنیمت اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا اس میں سے ہم اسے اس کے عوض دیدیں گے۔ تو ایسا بھی کر سکتا

ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَا

ہے۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے انھیں بخوشی دیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نَدْرِيْ مَنْ اَذِنَ مِنْكُمْ فِيْ ذٰلِكَ مِمَّنْ لَّمْ يَاْذَنْ فَارْجِعُوْا حَتّٰى يَرْفَعَ اِلَيْنَا عُرَفَاۗؤُكُمْ

نے فرمایا ہم نہیں جانتے تم میں سے کس نے اجازت دی اور کس نے نہیں دی لوٹ جاؤ یہاں تک کہ

اَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاۗؤُهُمْ ثُمَّ رَجَعُوْٓا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

تمھارے سردار آکر ہمیں بتائیں لوگ لوٹ گئے اور ان کے سرداروں نے ان سے بات چیت کی پھر

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرُوْهُ اَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوْا وَاَذِنُوْا ؏۵

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ خبر دی کہ سب نے بخوشی اجازت دیدی۔

## بَابُ وَكَالَةِ الْمَرْاَةِ الْاِمَامَ فِي النِّكَاحِ ص۳۱

کسی عورت کا امام کو نکاح کا وکیل کرنا۔

**حدیث ۱۳۳۷** عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَتْ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ایک عورت

میں نے پوری دنیا میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل کسی کو نہ دیکھا نہ سنا۔

اوفى واعطى للجزيل لمجتدٍ ومتى تشاء يخبرك عما فى غدٍ[۱]

سب سے زیادہ وفا فرمانے والے سب سے زیادہ سائل کو عطا فرمانیوالے اور جب تو چاہے تجھے کل آئندہ کی خبریں بتادیں گے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں ہوازن کے قبائل شمائل وسلمہ وغیرہ پر سردار مقرر فرمادیا۔ اسی میں ہے کہ حضور نے ان سے فرمایا۔ تمھارے بچوں عورتوں میں سے جتنے میرے اور بنی عبد المطلب کے ہیں وہ سب میں نے دیدیا۔ اس پر مہاجرین نے کہا جو کچھ ہمارا حصہ ہے وہ رسول اللہ کا ہے۔ اور انصار نے بھی یہی عرض کیا۔ جو لوگ وفد میں آئے تھے پوری قوم کے وکیل اور سفارشی تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان وکیلوں اور سفیروں کو تمام قیدی عطا فرمادیے۔ جو پوری قوم پر تقسیم کرتے تھے۔ یہی باب ہے۔

مروان بن حکم: اسکے بارے میں جلد رابع ص۳۸۹ و ص۳۹۰ پر بتا آئے ہیں کہ یہ صحابی نہیں۔ اور اسکے سیکڑوں عیوب کے باوجود محدثین اسکی حدیث کو قبول کرتے ہیں۔ اسے حدیث میں متہم نہیں جانتے۔

---

ع۵ العتق باب من ملك من العرب رقيقا ص۳۴۵ الهبة باب من راى الهبة الغائبة جائزة ص۳۵۲ باب اذا وهب جماعة لقوم ص۳۵۵ الجهاد باب من قال ومن الدليل على ان الخمس لنوائب المسلمين ص۴۴۲ ثانى المغازى باب قول الله تعالىٰ يوم حنين ص۶۱۸ الاحكام باب العرفاء للناس ص۱۰۶۴ - ابوداؤد، الجهاد، نسائى السير - ل۵ الامن والعلى كوالامام ابن اسحق ص۱۴۰

| |
|---|
| اِمْرَأَةٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ قَدْ |
| رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے |
| وَھَبْتُ لَکَ مِنْ نَفْسِیْ فَقَالَ رَجُلٌ زَوِّجْنِیْھَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ قَدْ زَوَّجْتُھَا |
| اپنے آپ کو حضور کو دیدیا اس پر ایک صاحب نے عرض کیا میری اس سے شادی کردیں |
| بِمَا مَعَکَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ع۵ |
| یا رسول اللہ! فرمایا تیرے ساتھ جو قرآن ہے اس پر تیرے ساتھ اس کی شادی کردی۔ |

**تشریحات** ۱۳۳۷ امام بخاری نے صرف کتاب النکاح میں اس حدیث کو چھ طریقے سے مختصر اور مفصل روایت فرمایا۔ یہاں یہ حدیث مختصر ہے مفصل یہ حدیث یوں ہے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک خاتون حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میں اس لئے حاضر ہوئی ہوں کہ خود کو حضور کو نذر کردوں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا۔ ان کی طرف نظر اٹھائی اور نیچے کرلی۔ پھر سر اقدس جھکا لیا۔ جب ان خاتون نے تین بار یہ درخواست پیش کی تو حضور نے فرمایا مجھے اب مزید عورتوں کی حاجت نہیں۔ اب ایک صاحب کھڑے ہوئے اور یہ عرض کیا یا رسول اللہ! اگر حضور کو حاجت نہیں تو ان کی مجھ سے شادی کردیں۔ دریافت فرمایا کیا تیرے پاس کچھ ہے۔ عرض کیا نہیں واللہ یا رسول اللہ میرے پاس کچھ نہیں۔ فرمایا گھر والوں کے پاس جاؤ دیکھو کچھ مل جائے۔ وہ گئے اور لوٹ کر آئے تو عرض کیا۔ نہیں واللہ یا رسول اللہ! میں نے کچھ نہیں پایا تو فرمایا دیکھو چاہے لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔ وہ گئے اور لوٹ کر آئے تو عرض کیا واللہ یا رسول اللہ! لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں۔ سوائے اس میرے تہبند کے کچھ نہیں۔ حضرت سہل نے فرمایا۔ اس کے پاس چادر نہیں تھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے تہبند کو کیا کروگے۔ اگر تم اسے پہنو گے تو اس کے اوپر کچھ نہیں رہے گا اس پر وہ صاحب بیٹھ گئے اور دیر تک بیٹھے رہے پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں واپس ہوتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔ تو انھیں بلانے کا حکم دیا وہ بلائے گئے۔ جب آگئے تو فرمایا۔ تجھے کتنا قرآن یاد ہے۔ انھوں نے عرض کیا۔ فلاں فلاں فلاں سورتیں۔ فرمایا، انھیں یاد داشت سے پڑھ لیتے ہو۔ عرض کیا۔ ہاں۔ فرمایا۔ جاؤ جو تمھیں قرآن یاد ہے اس کے عوض میں نے اس کا تم کو مالک بنایا۔ یعنی نکاح کردیا۔

**مسائل** : ان خاتون کا نام خولہ بنت حکیم یا ام شریک تھا۔ اکثر روایتوں میں زَوَّجْتُکَھا ہے۔ مگر بہت سی روایتوں میں مَلَّکْتُکَھا ہے۔ اس سے بھی مراد نکاح کرنا ہی ہے۔ اسی لئے فقہا نے فرمایا کہ نکاح لفظ تزویج کے بجائے تملیک سے بھی صحیح ہے۔ اسی طرح لفظ ہبہ سے بھی۔

---

ع۵ ثانی فضائل القرآن باب من تعلم القرآن وعلمہ ص ۷۵۲، باب القراءۃ عن ظھر القلب ص ۷۵۴، النکاح باب تزویج المعسر ص ۷۶۱، باب عرض المرأۃ نفسھا علی الرجل الصالح ص ۷۶۷، باب النظر الی امرأۃ قبل التزویج ص ۷۶۸/۷۶۹ باب اذا کان الولی ھو الخاطب تعلیقا ص ۷۷۰، مسنداً ص ۷۷۱/۷۷۲، باب السلطان ولی ص ۷۷۱، باب اذا قال الخاطب زوجنی فلانۃ ص ۷۷۲، باب التزویج علی القرآن وبغیر صداق ص ۷۷۳، التوحید باب قل ای شیئ اکبر شھادۃ ص ۱۱۰۳، مسلم ابوداؤد ترمذی نکاح نسائی نکاح وفضائل القرآن۔

## بَابٌ إِذَا وَكَّلَ رَجُلًا فَتَرَكَ الْوَكِيلُ شَيْئًا فَأَجَازَهُ الْمُوَكِّلُ فَهُوَ جَائِزٌ وَإِنْ أَقْرَضَ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى جَازَ ص۳۱

جب کسی کو وکیل بنایا اور وکیل نے کچھ چھوڑ دیا تو اگر موکل نے جائز کر دیا تو جائز ہے اور اگر میعاد مقرر تک قرض دیا تو جائز ہے۔

**۱۳۳۸ حدیث** عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ وَكَّلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكَوٰةِ رَمَضَانَ فَأَتَانِي آتٍ فَجَعَلَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رمضان کی زکوٰۃ یعنی صدقہ فطر کی حفاظت پر مجھے مقرر فرمایا ایک آنیوالا آیا اور

اگر کوئی عورت اپنے آپ کو کسی کو ہبہ کر دے تو اسے بغیر مہر اپنی زوجیت میں رکھنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی کو یہ جائز نہیں۔ یہ نکاح بغیر مہر ہوا۔ یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ جس عورت کو چاہیں بغیر مہر کے نکاح فرما دیں۔ یہ نکاح بغیر مہر اس لئے ہے کہ مہر کا مال ہونا ضروری ہے جو شوہر اپنی زوجہ کو دے۔ قرآن مجید کی سورتیں نہ مال ہیں اور نہ اس کی صلاحیت رکھتی ہیں کہ وہ کسی کو دی جائیں۔ اس لئے اسے مہر ٹھہرانا کسی طرح درست نہیں۔

**ولو خاتم من حدید** : اس سے حضرت امام شافعی وغیرہ نے استدلال فرمایا کہ اقل مہر کی کوئی مقدار نہیں۔ جو چیز بھی مبیع اور قیمت ہو سکے وہ مہر ہو سکتی ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ مہر کی جانب اقل مقرر ہے۔ وہ دس درہم ہے۔ اس سے کم مہر مقرر کرنا صحیح نہیں۔ جیسا کہ امام ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا۔ **لا مهر اقل من عشرة دراهم** ۔ دس درہم سے کم مہر نہیں۔ یہ قیاسی چیز نہیں۔ اس لئے مرفوع کے حکم میں ہے۔ اسکی سند پر جو کلام کیا گیا ان سب کے جوابات علامہ عینی وغیرہ علمائے احناف نے دیے ہیں۔ اور خاتم حدید کا ذکر بطور مبالغہ ہے مقصد یہ تھا کہ دیکھو کچھ بھی حقیر سے حقیر چیز بھی تمہارے گھر میں ہے۔ جیسے فرمایا۔ تصدقوا ولو بظلف محرق۔ تصدقوا ولو بنصف شاۃ۔ حالانکہ جلا ہوا کھر یا بکری کا کھر قابل انتفاع نہیں۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ نے اس حدیث سے استدلال فرمایا کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز ہے۔ مگر ہمارے یہاں جائز نہیں۔ نہ لوہے کی نہ کسی اور دھات کی سوائے چاندی کے۔ ابوداؤد میں ہے۔ کہ ایک صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور وہ پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے۔ فرمایا کیا بات ہے میں تجھ پر بتوں کا زیور دیکھ رہا ہوں۔ انھوں نے اسے پھینک دیا۔ پھر وہ آئے اور لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے۔ فرمایا کیا بات ہے میں تم پر جہنمیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں انھوں نے اسے بھی پھینک دیا۔

**۱۳۳۸ تشریحات** اس حدیث کی سند امام بخاری نے یوں شروع کی ہے۔ قال عثمان الھیثم ابو عمرو مگر امام نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ میں یہ سند ذکر کی۔ عن ابراھیم بن یعقوب عن عثمان بن الھیثم۔ اس سے شراح کو خیال ہوا کہ یہ تعلیق ہے۔ امام بخاری نے اپنے شیخ کو ذکر نہیں کیا۔ مگر اللباس، اور الایمان والنذور میں۔ حدثنا

يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ وَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

غلے میں سے لپ بھر بھر کر لینے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا بخدا میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ وَلِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ

وسلم کی خدمت میں ضرور پیش کرونگا اس نے کہا میں محتاج ہوں اور بہت سے عیال ہیں اور مجھے سخت

قَالَ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ

احاجت ہے میں نے اسے چھوڑ دیا صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔

مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ شَكَى حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا

اے ابو ہریرہ رات کا تمہارا قیدی کیا ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے سخت حاجت اور عیال

فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ قَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ

کی شکایت کی تو میں نے اسے چھوڑ دیا فرمایا سنو وہ تم سے جھوٹ بولا ہے اور پھر آئے گا میں نے رسول اللہ

لِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَيَعُودُ فَرَصَدْتُهُ فَجَعَلَ يَحْثُو

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانے کی وجہ سے یقین کر لیا کہ وہ آئے گا میں اس کی تاک میں رہا وہ آیا اور غلہ

مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

لپ سے اٹھانے لگا میں نے پکڑ لیا اور کہا تجھکو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلونگا

وَسَلَّمَ قَالَ دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ لَا أَعُودُ فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ

اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں محتاج ہوں اور میرے عیال ہیں میں نے رحم کھا کر اسے چھوڑ دیا صبح کو پھر رسول اللہ

فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ تمہارا قیدی کیا ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

عثمان بن الھیثم، موجود ہے۔ جب عثمان الھیثم امام بخاری کے مشائخ میں سے ہیں تو اس حدیث کے منقطع ہونے پر جزم کرنا درست نہیں۔ قال۔ اس لئے کہا ہوگا کہ ہو سکتا ہے، برسبیل مذاکرہ یہ حدیث عثمان سے سنی ہو۔

**بحفظ زکوۃ رمضان :** اس سے مراد صدقہ فطر ہے۔ رواج یہ تھا کہ عید الفطر سے تین دن پہلے سے صدقہ فطر جمع ہوتا تھا اور عید الفطر کے دن مساکین پر تقسیم ہوتا تھا۔

**فجعل یحثو۔** : دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں ملا کر کوئی چیز لینا۔ ابو المتوکل کی روایت میں ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ صدقے کی حفاظت پر مقرر تھے۔ انھوں نے ڈھیر میں ہتھیلی کا نشان دیکھا ایسا گویا اس میں سے کوئی کچھ لے گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکایت کی تو فرمایا اگر اس کو پکڑنا چاہتے ہو تو یہ دعا پڑھ لو۔ سُبْحَانَ مَنْ سَخَّرَكَ لِمُحَمَّدٍ ۔ وہ ذات پاک ہے جس نے

فَعَلَ اَسِيْرُكَ فُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ شَكٰى حَاجَةً شَدِيْدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ

اس نے سخت حاجت اور بال بچوں کی شکایت کی۔ تو میں نے رحم کھا کر اسے چھوڑ دیا فرمایا

سَبِيْلَهُ قَالَ اَمَا اِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُّهُ الثَّالِثَةَ فَجَعَلَ يَحْثُوْ مِنَ

وہ جھوٹ بولا ہے اور پھر آئے گا۔ میں اس کی تاک میں تیسری بار بھی رہا وہ آیا اور غلہ چلو سے

الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لینے لگا۔ میں نے اسے پکڑا اور کہا تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

وَهٰذَا اٰخِرُ ثَلٰثِ مَرَّاتٍ اَنَّكَ تَزْعَمُ لَا تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ قَالَ دَعْنِيْ اُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ

پیش کروں گا۔ اور تین بار کا یہ آخری موقع ہے۔ تو کہتا ہے کہ نہیں آؤنگا اور پھر آتا ہے اس نے کہا مجھے

يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا قُلْتُ مَا هُوَ قَالَ اِذَا اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَاْ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ اَللّٰهُ

چھوڑ دو میں تم کو کچھ کلمے سکھاتا ہوں جس سے اللہ تجھے فائدہ دیگا میں نے عرض کیا وہ کیا ہیں اس نے کہا جب

لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ حَتّٰى تَخْتِمَ الْاٰيَةَ فَاِنَّكَ لَنْ يَّزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ

بچھونے پر سونے کے لئے جاؤ تو آیۃ الکرسی اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم اخیر آیت تک پڑھ لیا کرو اللہ کی

وَّلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

جانب سے ایک محافظ صبح تک رہے گا اور شیطان تیرے قریب نہیں آئے گا۔ میں اسکے راستے سے ہٹ گیا صبح ہوئی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ زَعَمَ

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا۔ تجھ سے تیرے رات والے قیدی نے کیا کہا میں نے عرض کیا

اَنَّهُ يُعَلِّمُنِيْ كَلِمَاتٍ يَّنْفَعُنِيَ اللّٰهُ بِهَا فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ قَالَ مَا هِيَ قَالَ قَالَ لِيْ اِذَا

یارسول اللہ! اس نے کہا کہ تمہیں کچھ کلمات سکھا دیتا ہوں جس سے اللہ تجھے نفع دے گا تو میں اسکے راستے سے

تجھے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قابو میں کر دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے یہ پڑھا تو وہ سامنے کھڑا نظر آیا۔ اور انھوں نے پکڑ لیا۔

اسیرہ : قیدی کو اسیر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ سیر یعنی تسمے چمڑے کی رسی سے اس کو باندھا کرتے تھے۔ اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ اس نے پہلی بار بھی کہا تھا۔ لا اعود۔ دوبارہ نہیں آؤں گا۔

آیۃ الکرسی : حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ بھی ہے۔ اور سورہ بقرہ کی اخیر کی دو آیتیں۔ یعنی آیۃ الکرسی کے ساتھ انھیں بھی پڑھے۔

مطابقت باب : باب کے دو جز ہیں۔ ایک یہ کہ وکیل نے موکل کی اجازت کے بغیر اگر موکل کی چیز کسی کو دیدی اور موکل نے اسے نافذ کر دیا تو وکیل کا دینا درست ہوگیا۔ یہ اس طرح ثابت کہ شیطان سے جو سارق کی صورت میں آیا تھا اس نے لے لیا تھا اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھینا نہیں۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔

اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ اَوَّلِهَا حَتّٰى تَخْتِمَ الْاٰيَةَ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ

ہٹ گیا دریافت فرمایا وہ کیا ہیں میں نے کہا اس نے مجھسے کہا جب تم بچھونے پر سونے کے لئے جاؤ تو آیۃ الکرسی

اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَقَالَ لِيْ لَنْ يَّزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَّلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ

شروع سے آخر تک پڑھ لیا کرو اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم اور مجھسے کہا اب صبح تک اللہ کی جانب سے ایک نگہبان

حَتّٰى تُصْبِحَ وَكَانُوْا اَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

تجھ پر رہے گا اور شیطان تیرے نزدیک نہیں آئیگا۔ اور صحابہ اچھی بات کے سب سے زیادہ شوقین تھے۔ اس پر نبی صلی

وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّهٗ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلٰثِ لَيَالٍ

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے یہ سچ کہا اگرچہ وہ بہت بڑا جھوٹا ہے تم اے ابو ہریرہ جانتے ہو تین راتوں

يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ لَا قَالَ ذَاكَ شَيْطَانٌ عه

سے کس سے بات کرتے رہے ہو میں نے کہا نہیں فرمایا یہ شیطان تھا۔

## بَابُ اِذَا بَاعَ الْوَكِيْلُ شَيْئًا فَاسِدًا فَبَيْعُهٗ مَرْدُوْدٌ ص ۳۱۱ جب وکیل کسی چیز کو بیع فاسد کے طریقے سے بیچے تو اسکی بیع قابل رد ہے۔

۱۳۳۹ حدیث سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ

جو بمنزلہ اجازت ہے۔ دوسرا جزیہ ہے کہ اگر وکیل نے مقررہ مدت تک قرض دیا اور موکل نے منظور کر لیا تو جائز ہے۔ حدیث کے کسی حصے سے اس جز کو مطابقت نہیں مگر یہ کہ یہ کہا جائے کہ جب وکیل نے بلا عوض دیا اور موکل نے تسلیم کر لیا تو درست ہو گیا تو قرض بدرجۂ اولیٰ درست ہوگا۔ کہ اسمیں میعاد کے بعد رقم کی واپسی طے ہوتی ہے۔

**مسائل :** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اجنہ اور شیاطین انسانوں کے مال کی چوری کرتے ہیں۔ اور یہ بھی غذا کے محتاج ہیں اور انھیں یہ قدرت حاصل ہے کہ جو شکل چاہیں اختیار کر لیں۔ آیۃ الکرسی کی فضیلت یہ ہے کہ اس کا قاری منجانب اللہ ہر حادثے خصوصاً شیطان کی مداخلت سے محفوظ رہتا ہے۔ مجرم کو حاکم کے پاس لے جانا واجب نہیں۔ معاف بھی کیا جا سکتا ہے۔

**تشریحات ۱۳۳۹** اس حدیث کی سند کی ابتدا میں ہے۔ حدثنا اسحٰق۔ یہ کون بزرگ ہیں متعین نہیں ہو سکا۔ ابو نعیم نے کہا کہ یہ اسحٰق بن راہویہ ہیں۔ ابو علی جبائی نے کہا کہ ہمارے شیوخ میں کسی نے انھیں ان کے باپ کے نام کے ساتھ ذکر نہیں کیا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اسحٰق بن منصور ہوں۔ اس پر یہ قرینہ ہے کہ مسلم نے اسی طرح ذکر کیا ہے یہ حدیث بھی حیلہ شرعیہ کی اصل ہے۔

**ردی :** یہ اصل میں رَدِیَ یَرْدَیُ کریم کے وزن پر مہموز لام ہے۔ ہمزہ سے قبل یا زائد ہے تخفیف کیلئے ہمزہ کو یا سے بدل دیا اور یا کا یا میں ادغام کر دیا۔

---

عه باب صفة ابلیس وجنوده ۴۶۳ الثانی فضائل القرآن باب فضل البقرة ص ۷۴۹۔

عَنْهُ قَالَ جَاءَ بِلَالٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں برنی کھجور لائے۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا یہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَيْنَ هٰذَا قَالَ بِلَالٌ كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيٌّ

کہاں سے لائے ہو۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ہمارے پاس کچھ خراب کھجوریں تھیں

فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ لِنُطْعِمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ

ان کے دو صاع کو ایک صاع کے عوض بیچی ہے تاکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کھلائیں نبی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ أَوَّهْ أَوَّهْ عَيْنُ الرِّبَا عَيْنُ الرِّبَا لَا تَفْعَلْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا اَوَّہْ اَوَّہْ یہ بالکل سود ہے یہ بالکل سود ہے

ذٰلِكَ وَلٰكِنْ إِذَا أَرَدْتَّ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخَرَ ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ عه

ایسا مت کر لیکن اگر تم خریدنا چاہو تو خراب کھجور کو کسی اور چیز کے عوض بیچو پھر اس سے (اچھی کھجور) خریدو۔

## بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْوَقْفِ وَنَفَقَتِهِ وَأَنْ يُّطْعِمَ صَدِيْقًا لَّهُ وَيَأْكُلَ بِالْمَعْرُوْفِ ص ۳۱۱

وقف اور اسکی آمد و خرچ کیلئے وکیل بنانا اور دستور کے مطابق اس میں سے دوست کو کھلانا اور خود کھانا۔

**۱۳۴۰ حدیث** عَنْ عَمْرٍو قَالَ فِيْ صَدَقَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَيْسَ عَلَى الْوَلِيِّ

عمرو بن دینار نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدقے کے بارے میں فرمایا (انھوں نے یہ اجازت دی

جُنَاحٌ أَنْ يَّأْكُلَ وَيُوْكِلَ صَدِيْقًا لَّهُ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ

تھی) کہ اس کا منتظم اگر خود اس میں سے کھائے یا اپنے دوست کو کھلائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ

تَعَالٰى عَنْهُمَا هُوَ يَلِي صَدَقَةَ عُمَرَ يُهْدِيْ لِلنَّاسِ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ

مال جمع نہ کرے اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عمر کے صدقات کے نگراں تھے یہ مکہ میں جن کے پاس

كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ۔

جاکر ٹھہرتے تھے انھیں ہدیہ دیا کرتے تھے۔

اَوَّہْ اَوَّہْ : یہ کلمۂ زجر غم واندوہ حسرت خفگی ظاہر کرنے کیلئے بولا جاتا ہے۔ اس کا معنی کوئی نہیں کہ اس کا ترجمہ کیا جائے۔ اردو کا جو لفظ بھی لائیں گے وہ ترجمہ نہیں ہوگا تعبیر ہوگی۔

**۱۳۴۰ تشریحات** یہ حدیث مرسل ہے۔ اسلئے کہ حضرت عمرو بن دینار نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ نہیں پایا ہے۔

یہاں ولی اور وکیل سے وقف کا ناظر مراد ہے جیسے متولی نے وقف کی دیکھ بھال کیلئے بطور ملازم رکھا ہو۔

عه مسلم۔ نسائی۔ البیوع۔

## بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْحُدُودِ ص۳۱۱ حدود میں وکیل کرنا

۱۳۴۱ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ وَزَيْدَ بْنَ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہم لوگ

عَنْهُمَا قَالَا كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا

أَنْشُدُكَ إِلَّا قَضَيْتَ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ فَقَامَ خَصْمُهُ وَكَانَ أَفْقَهَ مِنْهُ فَقَالَ

میں آپ کو قسم دیتا ہوں ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ فرمائیں اس کے بعد اس کا فریق کھڑا ہوا اور

اِقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ وَائْذَنْ لِي قَالَ قُلْ قَالَ إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى

وہ اس سے زیادہ سمجھدار تھا اور عرض کیا ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمائیں اور مجھے اجازت دیں

هٰذَا فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَخَادِمٍ ثُمَّ سَأَلْتُ رِجَالًا مِّنْ

فرمایا کہو تو اس نے عرض کیا، میرا بیٹا اس کے یہاں نوکر تھا اس نے اسکی عورت سے زنا کیا تو میں نے سو بکریاں

أَهْلِ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي جَلْدَ مِائَةٍ وَتَغْرِيبَ عَامٍ وَعَلَى امْرَأَتِهِ

اور ایک خادم فدیے میں دیا پھر میں نے کچھ اہل علم سے پوچھا تو ان لوگوں نے بتایا کہ میرے اس بیٹے کی سزا سو کوڑے

۱۳۴۱

**تشریحات** یہ حدیث یہاں کتاب الوکالۃ میں بہت مختصر تھی۔ علامہ عینی نے کتاب المحاربین کی مفصل روایت ذکر کی تھی۔ انھیں کی متابعت میں میں نے بھی وہی مفصل روایت لکھدی۔ حدود و قصاص میں وکالت صحیح ہے یا نہیں۔ اس بارے میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ درست نہیں بلکہ ضروری ہے کہ مدعی اور ملزم حاکم کے روبرو حاضر ہوں۔ حضرت امام شافعی اور کچھ ائمہ نے فرمایا۔ جائز ہے۔ اس سلسلے میں پوری بحث کتاب الحدود میں آئے گی۔ کتاب الشروط کی روایت کے اخیر میں ہے۔ واعترفت فامر بها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فرجمها۔ اس عورت نے زنا کا اقرار کیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ تو اسے (اُنیس نے) سنگسار کیا۔

اس کا ظاہر یہ ہے کہ حضرت انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جب اس عورت نے زنا کا اقرار کر لیا تو انھوں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اطلاع دی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر رجم کا حکم دیا۔ تو انھوں نے اسے سنگسار کیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حدود میں نہ فدیہ جائز ہے نہ صلح۔ ایک سال کی جلاوطنی بطور تعزیر تھی یہ حد میں داخل نہیں اس کی بھی مکمل بحث اپنے مقام پر آئے گی۔

یہاں خادم ہے۔ اور ایک روایت میں جاریہ ہے۔ اور دوسری روایتوں میں "ولیدۃ" جس کا حاصل بھی کنیز ہی ہے۔ یہ خادم ہونے کے منافی نہیں۔ دوسرے صاحب کو افقہ زیادہ سمجھدار کہا۔ یہ اس واقعہ سے ظاہر ہے۔ پہلے صاحب نے

الرَّجْمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَأَقْضِيَنَّ

ہے اور سال بھر جلاوطن کرنا ہے اور اسکی عورت کی سزا سنگسار کرنا ہے۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس

بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ الْمِائَةُ الشَّاةُ وَالْخَادِمُ رَدٌّ عَلَيْكَ وَعَلٰى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ

کے قبضے میں میری جان ہے میں تمہارے مابین کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ ضرور ضرور کرونگا۔ سو بکریاں اور

وَّتَغْرِيبُ عَامٍ وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ عَلٰى امْرَأَةِ هٰذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا فَغَدَا

خادم تجھے واپس کی جائیں اور تیرے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور سال بھر جلاوطن کرنا ہے۔ اور اے انیس تم جاؤ

عَلَيْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا۔ قُلْتُ لِسُفْيٰنَ لَمْ تَقُلْ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلٰى ابْنِي

اگر یہ عورت زنا کا اقرار کرے تو اسے سنگسار کرو۔ حضرت انیس گئے اور اس نے اقرار کر لیا تو اسے سنگسار کیا میں نے سفیان

الرَّجْمَ فَقَالَ أَشُكُّ فِيهَا مِنَ الزُّهْرِيِّ فَرُبَّمَا قُلْتُهَا وَرُبَّمَا سَكَتُّ ۵

سے پوچھا۔ آپ نے فاخبرونی ان علی ابنی الرجم۔ نہیں کہا سفیان نے جواب دیا اس بارے میں زہری سے روایت میں مجھے شک ہے کبھی کہتا ہوں کبھی نہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت بھی نہیں لی اور قسم بھی دلائی اس سے ان صاحب کے مزاج کی شدت مترشح ہے۔ اور دربار نبوت میں یہ غیر مناسب بات ہے۔ بخلاف دوسرے صاحب کے انھوں نے اس قسم کی کوئی بات نہیں کی۔ اور مقدمہ پیش کرنے کی اجازت طلب کی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ راویان حدیث دوسرے صاحب سے واقف رہے ہوں کہ وہ بہت سمجھدار انسان ہیں۔ یہ انیس اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون ہیں۔ یہ معلوم نہ ہو سکا۔ نہ کہیں اور اس کا تذکرہ ملا۔ اور نہ انکی روایت کردہ کوئی حدیث ملی۔

۱۳۴۲ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ۔

**حدیث** حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نعیمان یا ابن نعیمان کو نشے کی حالت میں لایا گیا۔

جِيءَ بِالنُّعَيْمَانِ أَوِ ابْنِ النُّعَيْمَانِ شَارِبًا فَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو اس وقت گھر میں تھے حکم دیا کہ اسے مارو

۱۳۴۲

**تشریحات** نعیمان بدری صحابی ہیں۔ خوش طبع بزرگ تھے۔ علامہ ابن عبد البر نے کہا کہ یہ نیک انسان تھے۔ یہ قصہ ان کے بیٹے کا ہے۔ عہد نبوی اور صدیقی میں شراب کی حد مقرر نہ تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام سے مشورہ کر کے اسی کوڑے مقرر فرمائی۔

---

ع۵ ثانی المحاربین باب الاعتراف بالزنی ص ۱۰۰۸ اول الوکالۃ باب الوکالۃ فی الحدود ص ۳۱۱ الصلح باب اذا اصطلحوا علی صلح جور..... ص ۳۷۱ الشروط باب الشروط التی لا تحل فی الحدود ص ۳۷۶ ثانی الاحکام باب ھل یجوز للحاکم ان یبعث رجلا وحدہ للنظر فی الامور ص ۱۰۶۸ اخبار الاحاد باب ماجاء فی اجازۃ خبر الواحد الصدوق ص ۱۰۷۸ الاعتصام باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعثت بجوامع الکلم ص ۱۰۸۰ الایمان باب کیف کان یمین النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۹۸۱ المحاربین باب من امر غیر الامام باقامۃ الحد غائبا عنہ ص ۱۰۱۱ باب اذا زنی امراتہ او امراۃ غیرہ بالزنی عند الحاکم ص ۱۰۱۱ باب ھل یامر الامام رجلا فیضرب الحد غائبا ص ۱۰۱۳-۱۰۱۴ مسلم ابوداؤد، ترمذی الحدود، نسائی القضا۔ ابن ماجہ دارمی، موطا امام مالک حدود، مسند امام احمد جلد رابع ص ۱۱۵-۱۱۶،

مَنْ كَانَ فِي الْبَيْتِ اَنْ يَّضْرِبُوْا قَالَ فَكُنْتُ اَنَا فِيْمَنْ ضَرَبَهٗ فَضَرَبْنَاهُ بِالنِّعَالِ وَالْجَرِيْدِ عه

میں بھی مارنے والوں میں تھا ہم نے اسے چپلوں اور کھجور کی ٹہنیوں سے مارا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَبْوَابُ الْحَرْثِ وَالْمُزَارِعَةِ وَمَا جَاءَ فِيْهِ ص ۳۱۱ کھیتی باری کے ابواب اور اس بارے میں جو کچھ آیا ہے۔

بَابُ فَضْلِ الزَّرْعِ وَالْغَرْسِ اِذَا اُكِلَ مِنْهُ ص ۳۱۱ کھیتی اور درخت لگانے کی فضیلت جب اس سے کھایا جائے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا (واقعہ ۶۴، ۶۵)

اور اللہ عزوجل کا ارشاد۔ ذرا بتاؤ تو تم جو بوتے ہو اسے تم اگاتے ہو۔ یا ہم اگاتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اسے چورا چورا کر کے رکھ دیں۔

۱۳۴۳ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى

**حدیث** حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّغْرِسُ غَرْسًا اَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَاْكُلُ مِنْهُ

نے فرمایا مسلمان جو بھی درخت لگاتا ہے یا کھیتی بوتا ہے اس میں سے چڑیا یا انسان یا چوپایا کھاتا ہے

طَيْرٌ اَوْ اِنْسَانٌ اَوْ بَهِيْمَةٌ اِلَّا كَانَ لَهٗ بِهٖ صَدَقَةٌ عه

یہ اس کے لئے صدقہ (کار ثواب) ہے۔

**تشریحات ۱۳۴۳** بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ سب کاروبار سے افضل کھیتی ہے۔ اس لئے کہ اس کا نفع انسان حیوان سب کو عام ہے۔ اور اس میں غیر اختیاری طور پر بھی ثواب مل جاتا ہے۔ یہی علامہ نووی کا قول ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ سب سے افضل صنعت ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ تجارت ہے۔ صنعت کے افضل ہونے پر احادیث بھی وارد ہیں۔ امام حاکم نے مستدرک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ کون کمائی افضل ہے۔ فرمایا۔ ہاتھ سے کام کرنا اور ہر حلال بیع۔ اس حدیث سے ان لوگوں کو اپنی اصلاح کر لینا ضروری ہے جو بنائی کے پیشے کو ذلیل سمجھتے ہیں۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ مناسب یہ ہے کہ حالات کے اختلاف سے یہ حکم بھی مختلف ہو۔ جب لوگ خوراک کے ضرورتمند ہوں۔ خوراک کی کمی ہو تو کاشتکاری افضل ہے۔ اور اگر ہاتھ کی بنی ہوئی اشیاء کے لوگ ضرورتمند ہوں تو دستکاری افضل ہے۔ اور جب کسی وجہ سے تجارت میں دشواری اور دقت ہو تو تجارت افضل ہے۔

---

عه ثانی الحدود باب من امر بضرب الحد فی البیت ص ۱۰۰۲ باب الضرب بالجرید والنعال ص ۱۰۰۲ مسلم ابوداؤد ابن ماجہ حدود مسند امام احمد جلد ثالث ص ۱۱۵ وغیرہ۔

عه ثانی الادب باب رحمۃ الناس والبہائم ص ۸۸۹ مسلم البیوع۔ ترمذی الاحکام۔

## بَابُ مَا يُحْذَرُ مِنْ عَوَاقِبِ الْاِشْتِغَالِ بِآلَةِ الزَّرْعِ اَوْ جَاوَزَ الْحَدَّ الَّذِي اُمِرَ بِهٖ ص ۳۱۲

کھیتی کے آلات میں مشغول ہونے کے انجام یا حد اعتدال سے آگے بڑھنے سے جو ڈرایا گیا۔

**۱۳۴۴ حدیث**

عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ وَرَاٰى سِكَّةً وَّشَيْئًا مِّنْ آلَةِ الْحَرْثِ فَقَالَ

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہل کا پھالا اور کھیتی کا کوئی سامان دیکھا

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ هٰذَا بَيْتَ قَوْمٍ اِلَّا

تو فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا یہ جس گھر میں جائے گا

اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الذُّلَّ۔

اللہ اس میں ذلت داخل فرمائے گا۔

## بَابُ اقْتِنَاءِ الْكَلْبِ لِلْحَرْثِ ص ۳۱۲

کھیتی کے لئے کتا پالنا

**۱۳۴۵ حدیث**

عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

**۱۳۴۴ تشریحات**

پہلی حدیث سے کھیتی کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور اس سے مذمت۔ امام بخاری نے باب سے دونوں میں تطبیق پیدا کر دی ہے۔ کھیتی بقدر ضرورت اور حد اعتدال تک محمود ہے۔ حد سے آگے بڑھنا مذموم ہے۔ یا زیادہ اشتغال کا انجام بخیر نہیں۔

ابو داؤد[1] میں ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم انصار نے جب جہاد چھوڑ کر کھیتی باری میں پھنسنا چاہا تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔ اے ایمان والو اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

مطلب یہ ہوا کہ جہاد مت چھوڑو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اسی طرح مسلمان جب کھیتی وغیرہ میں پھنس جائے گا تو لازماً جہاد چھوڑ بیٹھے گا اور یہ ..... ہلاکت کا سبب ہے۔

یا اس حدیث میں ذل سے مراد مزاج میں نرمی ہے۔ جسے کمزوری لازم ہے جو موجب ہے ترک جہاد کا۔ اس لئے یہ ناپسند فرمایا خلاصہ یہ نکلا کہ کاشتکاری ایسا کام ہے کہ جب آدمی اس میں پھنستا ہے تو اس کے فوائد کو دیکھ کر اسمیں انہماک بڑھاتا جاتا ہے اور جہاد چھوڑ بیٹھتا ہے۔ جو ذلت اور کمزوری کا موجب ہے۔ اور کاشتکاری کا ذکر اس عہد کے لحاظ سے ہے ورنہ ہر کام کا یہی حکم ہے کسی بھی کام میں اتنا انہماک کہ جہاد چھوڑ دیا جائے، ذلت کا موجب ہے۔ جیسا کہ اس زمانے میں ہے کہ مسلمان ایک ارب سے زائد ہیں مگر جہاد چھوڑ بیٹھے ہیں اس لئے پوری دنیا میں ذلیل و خوار ہیں۔

---

[1] اول الجہاد باب فی قولہ عز وجل وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ص ۳۴۰

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَمْسَكَ كَلْبًا فَاِنَّهٗ يَنْقُصُ كُلَّ يَوْمٍ مِّنْ عَمَلِهٖ

ارشاد فرمایا جو بھی کتا پالے گا تو اس کے نیک عمل سے روزانہ ایک قیراط گھٹتا رہے گا مگر کھیت اور

قِيْرَاطٌ اِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ اَوْ مَاشِيَةٍ وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَاَبُوْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

مویشی کی حفاظت کے لیے پالے۔ اور ابن سیرین اور ابوصالح نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا كَلْبَ غَنَمٍ اَوْ حَرْثٍ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا مگر بکری یا کھیت یا شکار

اَوْ صَيْدٍ وَقَالَ اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

کا کتا اور ابو حازم نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلْبَ صَيْدٍ اَوْ مَاشِيَةٍ عه

علیہ وسلم سے یہ روایت کیا شکار یا مویشی کا کتا۔

۱۳۴۶ اَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ

**حدیث** حضرت سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ قبیلہ ازد شنوءہ کے فرد صحابہ میں سے تھے کہ

اَبِيْ زُهَيْرٍ رَجُلًا مِّنْ اَزْدِ شَنُوْءَةَ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے جس نے ایسا کتا پالا جس کی

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا لَّا يُغْنِيْ

ضرورت کھیتی یا مویشی پالنے کے لیے نہیں تو اس کے عمل سے روزانہ

عَنْهُ زَرْعًا وَّلَا ضَرْعًا نَقَصَ كُلَّ يَوْمٍ مِّنْ عَمَلِهٖ قِيْرَاطٌ قُلْتُ اَاَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ

ایک قیراط گھٹتا رہے گا میں نے پوچھا کیا آپ نے

رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيْ وَرَبِّ هٰذَا الْمَسْجِدِ عه

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہا ہاں اس مسجد کے رب کی قسم۔

۱۳۴۵، ۱۳۴۶ **تشریحات** مسلم کی روایت میں مستثنیات میں شکاری کتا بھی ہے۔ بلکہ یہیں جو روایت بطریق ابن سیرین اور ابوصالح ہے اسمیں بھی ہے بلکہ ابوحازم کی روایت میں بکلب صید ہے۔ انھیں تینوں میں حصر نہیں۔ مکان وغیرہ کی حفاظت کے لئے بھی پالنا جائز ہے۔ عمل گھٹنے سے مراد آئندہ کے عمل میں کوتاہی ہے۔ یا واقعی گھٹنا مراد ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جس گھر میں کتا ہوتا ہے اسمیں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ کتا نجاست کھاتا ہے۔ اسکا لعاب نجس ہے جو گھروں میں گر کر گھروں کو ناپاک کر دیتا۔ اسکا بھی خطرہ ہے کہ برتن میں منہ ڈال کر پانی یا کھانا ناپاک کر دے۔ گھر والوں کے علم میں نہ آئے اور اسے استعمال کر لیں۔ قیراط سے مراد جزء ہے جسکی مقدار اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانیں۔

---

عه مسلم البیوع عه مسلم البیوع نسائی ابن ماجه الصید۔

## بَابُ اِسْتِعْمَالِ الْبَقَرِ لِلْحِرَاثَةِ ص۳۱۲ کھیتی کے لئے بیل استعمال کرنا

۱۳۴۷ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ

**حدیث** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلٰی بَقَرَةٍ التَفَتَتْ اِلَیْهِ فَقَالَتْ لَمْ اُخْلَقْ

فرمایا ایک شخص بیل پر سوار تھا تو بیل نے مڑ کر کہا میں اس کے لئے نہیں پیدا

لِهٰذَا خُلِقْتُ لِلْحِرَاثَةِ قَالَ اٰمَنْتُ بِهٖ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَاَخَذَ الذِّئْبُ شَاةً

کیا گیا ہوں میں کھیتی کیلئے پیدا کیا گیا ہوں حضور نے فرمایا میں اس پر ایمان لایا اور ابوبکر و عمر بھی۔ اور ایک

فَتَبِعَهَا الرَّاعِیْ فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ مَنْ لَّهَا یَوْمَ السَّبُعِ یَوْمَ لَا رَاعِیَ لَهَا غَیْرِیْ قَالَ

بھیڑیئے نے ایک بکری پکڑ لی چرواہے نے اس کا پیچھا کر کے چھین لیا تو بھیڑیئے نے اس سے کہا یوم السبع اس کا کون محافظ ہوگا۔

اٰمَنْتُ بِهٖ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ وَمَا هُمَا یَوْمَئِذٍ فِی الْقَوْمِ ؏

جس دن سوائے میرے کوئی چرواہا نہ ہوگا۔ فرمایا میں اور ابوبکر و عمر اس پر ایمان لائے۔ ابوسلمہ نے کہا اور ابوبکر و عمر قوم میں موجود نہیں تھے۔

۱۳۴۷

**تشریحات** تکمیل: کتاب الانبیاء میں ابتدائی حصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (ایکدن) صبح کی نماز کے بعد لوگوں کی طرف رخ انور فرمایا، اور ارشاد فرمایا۔ ایک شخص بیل ہانکتے ہانکتے اس پر سوار ہوگیا اور اسے مارا۔ اس پر بیل نے کہا۔ میں اس کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہوں میں کھیتی کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ تو لوگوں نے کہا۔ سبحان اللہ۔ بیل بات کرتا ہے۔ فرمایا میں اور ابوبکر و عمر اس پر ایمان لائے۔

اسی طرح بھیڑیئے کے قصے کے بعد بھی لوگوں نے کہا۔ سبحان اللہ بھیڑیا بات کرتا ہے۔ تو وہی فرمایا۔

یوم السبع: با کے سکون کے ساتھ اور ضمے کے ساتھ۔ اس کی شارحین نے چھ توجیہیں کی ہیں۔ سب سے اقرب وہ ہے جو علامہ نووی نے کی ہے کہ اس سے مراد کوئی عظیم فتنہ ہے جس میں لوگوں کو چوپایوں کا بھی ہوش نہ ہوگا اور وہ بغیر چرواہے کے جنگلوں میں چریں گے۔

چوپایوں کا انسانوں سے انسانوں کی زبان میں کلام کرنا بہت سی حدیثوں میں آیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ ایک بھیڑیا ایک بکری کے ریوڑ میں آیا اور ایک بکری پکڑ کر بھاگا۔ چرواہے نے اس کا پیچھا کیا اور بھیڑیئے سے چھین لیا۔ بھیڑیا ایک ٹیلہ پر چڑھا اور اپنے اگلے پاؤں کھڑا کر کے دونوں سرینوں کے درمیان دم دبا کر آگے کر کے بیٹھا۔ اور بولا۔ اللہ نے مجھے روزی دی تھی تو نے اسے چھین لیا۔ اس شخص نے کہا۔ خدا کی قسم آج جیسی بات کبھی نہیں دیکھی۔ بھیڑیا کلام کرتا ہے۔ اس پر بھیڑیئے نے کہا۔ اس سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان دونوں سنگستانوں کے درمیان کھجوروں کے باغ میں ایک صاحب ہیں جو تمام گزشتہ اور تمام آئندہ کی خبریں دیتے ہیں۔ یہ چرواہا یہودی تھا۔ یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا سنایا۔ اور مسلمان ہوگیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسکی تصدیق فرمائی۔ [1]

---

[1] الانبیاء باب ص ۴۹۴ دو طریقے سے۔ المناقب باب ص ۵۱۷ مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۵۲۱
[2] مشکوۃ باب المعجزات ص ۵۴۱

## بَابُ اِذَا قَالَ اكْفِنِيْ مُؤْنَةَ النَّخْلِ اَوْ غَيْرِهٖ وَتُشْرِكُنِيْ فِي الثَّمَرِ ص۳۱۲

کھجور یا کسی بھی درخت کے بارے میں مالک نے کسی سے کہا اس پر تم محنت کرو اور پھل میں مجھے شریک رکھو۔

**۱۳۴۸** عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَتِ الْاَنْصَارُ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا انصار نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا

لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ اِخْوَانِنَا النَّخِيْلَ قَالَ لَا

ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے درمیان کھجور کے باغ تقسیم فرما دیں فرمایا نہیں اس پر ان لوگوں نے عرض

فَقَالُوْا فَتَكْفُوْنَا الْمُؤْنَةَ وَنُشْرِكُكُمْ فِي الثَّمَرَةِ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۔ عہ

کیا تو کام وہ کریں اور پھل میں ہمیں شریک رکھیں تو مہاجرین نے کہا منظور ہے۔

## بَابُ قَطْعِ الشَّجَرِ وَالنَّخِيْلِ ص۳۱۲

کھجور یا کوئی درخت کاٹنا

**۱۳۴۹** عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** حضرت عبد اللہ (بن عمر) رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں روایت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ وَلَهَا يَقُوْلُ حَسَّانُ

کیا کہ حضور نے بنی نضیر کے کھجوروں کے پیڑوں کو جلوا دیا اور کٹوا دیا۔ یہ بُویرہ میں ہوا۔ اسی کے بارے میں حسان نے کہا۔

وَهَانَ عَلٰى سَرَاةِ بَنِيْ لُؤَيٍّ ۞ حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرٌ ۔ عہ

بنی لؤی کے سرداروں پر بویرہ میں پھیلی ہوئی آگ نے فتح کو آسان بنا دیا۔

**۱۳۴۸ تشریحات** تکفونا المونۃ ، یعنی درخت کی دیکھ بھال اُسے پانی دینا، گوڑنا اور اس کے دوسرے لوازمات مثلاً حفاظت وغیرہ مہاجرین کریں اور جو پیداوار ہو وہ ہم میں اور ان میں مشترک ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ پسند نہیں فرمایا۔ کہ انصار کو ان کی ملکیت سے دست بردار کر دیا جائے۔ اس لئے انکار فرما دیا مگر جب بٹائی کی تجویز رکھی تو منظور فرمالیا۔

**۱۳۴۹ تشریحات** مدینہ طیبہ میں تشریف آوری کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینے کے تینوں یہودی قبائل بنی قینقاع، بنی نضیر اور بنی قریظہ سے یہ معاہدہ فرمایا تھا۔ کہ اگر فریقین میں سے کسی پر دیت (خون بہا) لازم ہوگا۔ تو سب مل کر ادا کریں گے۔ سریہ بیر معونہ سے واپسی میں حضرت عمرو بن امیہ ضمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلہ بنی عامر کے دو شخص کو قتل کر دیا۔ جنھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امان دے چکے تھے۔ اس کی انھیں خبر نہ تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی دیت ادا کرنے کا اعلان فرما دیا۔ اسی دیت کے سلسلے میں بنی نضیر میں تشریف لے گئے گفتگو کے دوران حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دیوار کے سایے میں تشریف فرما تھے۔ ان دغا بازوں نے ایک شخص کو بالاخانے

---

عہ الشروط باب الشروط فی المعاملۃ ص ۳۷۶۔ نسائی۔ عہ الجھاد باب حرق الدور والنخیل ص ۲۴۴ ثانی المغازی باب حدیث بنی النضیر ص ۵۷۰ تفسیر سورۃ حشر باب قولہ ما قطعتم من لینۃ ص ۷۲۵ مسلم ابوداؤد ابن ماجہ جہاد۔ دارمی سیر

مسند امام احمد ثانی ص ۸

باب ص ۳۱۲

**حدیث ۱۳۵۰** عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ الْاَنْصَارِيِّ سَمِعَ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا اَكْثَرَ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مُزْدَرَعًا كُنَّا نُكْرِي الْاَرْضَ بِالنَّاحِيَةِ مِنْهَا مُسَمًّى لِسَيِّدِ الْاَرْضِ قَالَ فَمِمَّا يُصَابُ ذٰلِكَ وَتَسْلَمُ الْاَرْضُ وَمِمَّا تُصَابُ الْاَرْضُ وَيَسْلَمُ ذٰلِكَ فَنُهِيْنَا وَاَمَّا الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ فَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اہل مدینہ میں سب سے زیادہ کھیت والے ہم لوگ تھے ہم اس شرط پر کھیت کرایہ پر دیتے کہ کھیت کے ایک معین حصے کی پیداوار کھیت کا مالک لے گا لیکن ہوتا یہ تھا کہ کبھی اس حصے کی پیداوار ماری جاتی اور کھیت محفوظ رہتا اور بعض اوقات کھیت کی پیداوار ماری جاتی اور وہ حصہ محفوظ رہتا اسلئے ہمیں اس سے منع کر دیا گیا سونا چاندی اسوقت نہیں تھے۔

پر بھیجا کہ حضور پر پتھر گرا دے۔ اپنے باطنی علم سے حضور کو خبر ہو گئی اور واپس تشریف لائے۔

نیز یہ وہ دور ہ کفار قریش سے ساز باز بھی رکھتے تھے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی نضیر کا محاصرہ کر لیا۔ درمیان میں کھجوروں کا باغ تھا۔ جس کے جھنڈ سے کمین گاہ کا کام لے سکتے تھے۔ اس لئے ان کے کچھ درخت کٹوا دیے اور جلوا دیے۔ اس پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔

وَمَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ (حشر - ۱)

لینہ کے کچھ درخت کٹوا دیے اور کچھ کو چھوڑا یہ سب اللہ کے اذن سے ہوا۔

یہ محاصرہ پندرہ دن رہا۔ تھک ہار کر بنی نضیر نے یہ شرط پیش کی کہ ہمیں مدینے کے باہر جانے کی اجازت دی جائے۔ اس شرط کے ساتھ کہ ہم جتنا مال و اسباب اپنے ہمراہ لے جا سکیں لے جائیں۔ یہ شرط منظور ہوئی اور یہ خیبر چلے گئے یہ واقعہ ربیع الاول ۴ھ میں ہوا۔

بنی لؤی : حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ بنی لؤی سے مراد قریش ہیں۔ بلکہ اور مخصوص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام۔

بویرہ : بنی نضیر جہاں رہتے تھے اس جگہ کا نام ہے۔ لینہ معمولی کھجور کی ایک قسم ہے جسے عام عرب نہیں کھاتے تھے۔

**تشریحات ۱۳۵۰** چار باب کے بعد، باب ما یکرہ من الشروط فی المزارعۃ۔ میں اس کی تفصیل یہ مذکور ہے کہ طے یہ ہوتا کہ کھیت کے اس حصے کی پیداوار میں لونگا۔ اور اس حصے کی کرایہ دار لے گا۔ اس میں یہ گڑبڑی ہوتی کہ کبھی مالک کے حصے میں کچھ نہ پیدا ہوتا۔ اور کرایہ دار کے حصے میں پیداوار ہوتی۔ اور کبھی الٹا ہوتا۔ اس لئے اس سے منع کر دیا گیا۔

مزدرعا : یہ باب افتعال کا اسم ظرف یا مصدر میمی ہے۔ اصل میں مُزْتَرَعًا تھا۔ تا کو دال سے بدل دیا گیا۔

## بَابُ الْمُزَارَعَةِ بِالشَّطْرِ وَنَحْوِهٖ ص۳۱۳ ... آدھی یا کم وبیش پیداوار پر زراعت۔

۴۴۸ وَقَالَ قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ قَالَ مَا بِالْمَدِيْنَةِ اَهْلُ بَيْتِ هِجْرَةٍ

ت اور قیس بن مسلم نے امام ابو جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا

اِلَّا يَزْرَعُوْنَ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ۔

مدینے میں مہاجرین کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جو تہائی چوتھائی پیداوار پر کھیتی نہ کرتا ہو۔

۴۴۹ وَزَارَعَ عَلِيٌّ وَّسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ

ت حضرت علی اور حضرت سعد بن مالک حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور عمر بن عبد العزیز

الْعَزِيْزِ وَالْقَاسِمُ وَعُرْوَةُ وَاٰلُ اَبِيْ بَكْرٍ وَّاٰلُ عُمَرَ وَاٰلُ عَلِيٍّ وَابْنُ سِيْرِيْنَ۔

قاسم عروہ حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولاد اور ابن سیرین نے بٹائی پر کاشت کی ہے۔

۴۵۰ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ كُنْتُ اُشَارِكُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ فِي الزَّرْعِ

ت اور عبد الرحمٰن بن اسود نے کہا میں اور عبد الرحمٰن بن یزید کھیتی میں ایک دوسرے کے شریک رہتے تھے۔

بالناحیة منها : یعنی زمین کا ایک معین حصہ مالک زمین کے لئے نامزد ہوتا ہے، کہ اسکی پیداوار مالک زمین لے گا اور ایک حصہ کرایہ دار کے نامزد ہوتا ہے کہ اس کی پیداوار کرایہ دار لے گا۔

فمایصاب : یعنی مالک کا نامزد حصہ برباد ہو جاتا اور بقیہ کھیت میں پیداوار ہوتی۔ اور کبھی کرایہ دار کا حصہ برباد ہو جاتا اور مالک کا محفوظ رہتا۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث حضرت امام اعظم اور ان ائمہ کی دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بٹائی پر مزارعت جائز نہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث اس کی ممانعت میں وارد ہیں۔ جن میں یہ حدیث کہ محاقلت سے منع فرمایا۔ گزر چکی ہے۔ محاقلت کے ایک معنی یہ بھی ہیں۔ بقیہ احادیث آگے آرہی ہیں۔ ہمارے ائمہ میں حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے اسے جائز کہا ہے۔ تعامل اور رواج عام کی وجہ سے اسی پر فتوی ہے۔

تشریح ۴۴۸ اس تعلیق کو امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

تشریحات ۴۴۹ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر بن عبد العزیز اور آل ابو بکر و آل عمر کی تعلیقات کو امام ابن ابی شیبہ نے اور حضرت سعد بن مالک کی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کی تعلیقوں کو امام طحاوی نے اور قاسم بن محمد کی تعلیق کو امام عبد الرزاق نے اور ابن سیرین کی تعلیق امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ علامہ ابن حجر نے کہا کہ عروہ بن زبیر کی تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے موصولا ذکر کیا ہے۔ مگر علامہ عینی نے فرمایا کہ میں نے نہیں پایا۔ سعد بن مالک سے مراد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

تشریحات ۴۵۰ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اس میں یہ زائد ہے کہ میں غلہ اٹھا کر علقمہ اور اسود کے پاس لے جاتا۔ اگر اسمیں کوئی حرج ہوتا تو دونوں منع فرماتے۔ عبد الرحمٰن بن الاسود مشہور فقیہ اور محدث اسود بن یزید کے بھائی۔ اور حضرت علقمہ کے بھتیجے ہیں۔

| |
|---|
| ۴۵۱ وَعَامَلَ عُمَرُ النَّاسَ عَلٰی اِنْ جَاءَ عُمَرُ بِالْبَذْرِ مِنْ عِنْدِہٖ فَلَہُ الشَّطْرُ وَ |
| ت اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے یہ معاملہ کیا کہ اگر عمر بیج دے تو اسے آدھا اور |
| اِنْ جَاءُوْا بِالْبَذْرِ فَلَھُمْ کَذَا۔ |
| اگر وہ لوگ بیج دیں ان کے لئے اتنا۔ |
| ۴۵۲ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَاْسَ اَنْ تَکُوْنَ الْاَرْضُ لِاَحَدِھِمَا فَیُنْفِقَانِ جَمِیْعًا |
| ت اور امام حسن بصری نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں کہ زمین کسی کی ہو اور اس کے ساتھ کوئی |
| فَمَا خَرَجَ فَھُوَ بَیْنَھُمَا وَرَاٰی ذٰلِکَ الزُّھْرِیُّ۔ |
| اور مل کر خرچ کرے اور پیداوار دونوں لیں۔ اور زہری کی بھی یہی رائے ہے۔ |
| ۴۵۳ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَاْسَ اَنْ یَّجْتَنِیَ الْقُطْنَ عَلَی النِّصْفِ |
| ت اور امام حسن بصری نے فرمایا کہ کوئی روئی اس شرط پر چنے کہ آدھی میں لونگا، کوئی حرج نہیں۔ |
| ۴۵۴ وَقَالَ اِبْرَاھِیْمُ وَابْنُ سِیْرِیْنَ وَعَطَاءٌ وَّالْحَکَمُ وَالزُّھْرِیُّ وَقَتَادَۃُ لَا بَاْسَ |
| ت اور ابراہیم، ابن سیرین، عطاء، حکم، زہری اور قتادہ نے کہا کہ تہائی یا چوتھائی وغیرہ کی شرط |
| اَنْ یُّعْطِیَ الثَّوْبَ بِالثُّلُثِ اَوِ الرُّبُعِ اَوْ نَحْوِہٖ |
| پر کپڑا بننے کے لئے دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ |

**تشریحات ۴۵۱** ابن ابی شیبہ نے اس تعلیق کو تفصیل کے ساتھ یوں ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت عمر نے نجران کے یہود و نصاریٰ کو جلا وطن کیا تو ان کی زمینیں اور انگور کی بیلیں خرید لیں۔ اور جنھیں زمینیں دیں ان سے یہ طے کیا کہ اگر وہ لوگ کل بیج اپنے پاس سے لگائیں تو ان کو دو ثلث۔ اور عمر کے لئے تہائی۔ اور اگر عمر بیج دے تو اس کا آدھا۔ اور کھجوروں میں یہ طے فرمایا کہ کام کرنے والوں کو خمس اور انگور کی بیلوں میں انھیں تہائی اور دو تہائی عمر کو۔

**تشریحات ۴۵۲، ۵۴** امام ابراہیم نخعی کی تعلیق کو امام ابو بکر اثرم نے اور بقیہ تعلیقات امام ابو بکر بن شیبہ نے روایت کیا ہے علامہ عینی نے فرمایا کہ امام عطاء اور حکم کا قول مجھے ابن ابی شیبہ میں نہیں ملا۔ اور امام زہری کے قول کی بھی تخریج پر میں واقف نہیں ہوا۔

ان تعلیقات کا ماحصل یہ ہے کہ بننے والے کو سوت دیا کہ کپڑا بن دے۔ جو کپڑا تیار ہو اس کا تہائی چوتھائی آدھا میرا ہے بقیہ تمہارا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

**تشریح ۴۵۵** اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو چوپایہ دیا کہ اسے کرایے پر چلاؤ۔ مثلاً بوجھ ڈھوؤ اور جو کرایہ پر طے اس کا آدھا تہائی میرا بقیہ تمہارا۔

ان سارے عقود میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ جائز نہیں۔ کیونکہ اجرت بھی مجہول ہے اور مدت بھی جس سے نزاع کا قوی اندیشہ ہے۔ اور بعض کی تائید میں احادیث صحیحہ بھی وارد ہیں۔ یہاں امام بخاری کو اپنی تائید میں احادیث نہیں ملیں تو اقوال رجال

۴۵۵ وَقَالَ مَعْمَرٌ لَا بَاْسَ اَنْ تَكُوْنَ الْمَاشِيَةُ عَلَى الثُّلُثِ اَوِ الرُّبُعِ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى

ت اور معمر نے کہا اسمیں کوئی حرج نہیں کہ مویشی معین مدت تک تہائی چوتھائی پر دی جائے۔

۱۳۵۱ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَلَ اَهْلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ زَرْعٍ

والوں سے یہ معاملہ کیا تھا کہ وہ کھیتی یا پھل جو بھی پیدا ہو اس کا آدھا دیں گے اور حضور اقدس

اَوْ ثَمَرٍ وَّكَانَ يُعْطِيْ اَزْوَاجَهٗ مِائَةَ وَسْقٍ ثَمَانُوْنَ وَسْقَ تَمْرٍ وَّعِشْرُوْنَ وَسْقَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ازواج کو سو وسق عطا فرماتے تھے اسّی وسق کھجور اور بیس وسق جو۔ اور جب

شَعِيْرٍ وَقَسَمَ عُمَرُ خَيْبَرَ خَيَّرَ اَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّقْطِعَ لَهُنَّ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیبر کی زمین تقسیم کی تو ازواج مطہرات کو اختیار دیدیا وہ چاہیں تو انھیں پانی اور

مِنَ الْمَاءِ وَالْاَرْضِ اَوْ يُمْضِيَ لَهُنَّ فَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْاَرْضَ وَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ

زمین کا ایک قطعہ دیدیا جائے۔ یا پہلے کا عمل باقی رکھا جائے۔ ان میں سے کچھ نے زمین پسند فرمایا اور کچھ نے وسق کو۔

الْوَسْقَ وَكَانَتْ عَائِشَةُ اخْتَارَتِ الْاَرْضَ۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے زمین پسند فرمائی تھی۔

کا سہارا لیا۔ جبکہ تابعین کے بارے میں حضرت امام اعظم فرما چکے ہیں۔ ینازعوننا ونتازعوھم۔ تابعین سے ہمارا اختلاف چلتا رہتا ہے۔ یعنی ان کا فتویٰ ہم پر حجت نہیں۔

**تشریحات ۱۳۵۱** مزارعت اور مساقاۃ۔ یعنی بٹائی پر کھیتی اور باغ میں کام کرنے کے مجوزین کی بہت بڑی دلیل یہ حدیث ہے۔ مگر گزر چکا کہ یہ نہ مزارعت تھی نہ مساقات بلکہ خراج تھا۔

**وقسم عمر:** حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہودیوں کو خیبر سے جلاوطن فرمایا تو وہاں کی زمین کو مستحقین پر تقسیم فرمادیا۔ اس وقت ازواج مطہرات کا معاملہ بھی درپیش ہوا کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر ہی کی پیداوار سے ازواج مطہرات کو عطا فرماتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امہات المومنین کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ جن کو جو پسند ہوا اسے قبول فرمایا۔

**فائدہ** مزارعت کی چار قسمیں ہیں۔ اول کھیت یا باغ پر کوئی مخصوص حصہ ایک اپنے لئے رکھ لے کہ اس کی پیداوار میں لونگا بقیہ کی پیداوار کا شتکار۔ یہ بالاتفاق ناجائز ہے۔ دوسرے یہ کہ معاوضے میں نقد طے ہو۔ یہ بالاتفاق جائز ہے معاوضے میں غلے کی کوئی مقدار طے ہو۔ مثلاً دس من یہ بھی ناجائز ہے۔ یہ طے ہو کہ نصف یا چوتھائی غلہ دینا ہوگا ہمارے یہاں مختار یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔

## باب ۳۱۳ ص

**حدیث ۱۳۵۲** قَالَ عَمْرٌو قُلْتُ لِطَاؤُسٍ لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابَرَةَ فَإِنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّ النَّبِيَّ

عمرو بن دینار نے امام طاؤس سے کہا اگر آپ مخابرہ چھوڑ دیں تو بہتر ہے اس لئے کہ لوگ گمان

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهُ قَالَ أَيْ عَمْرُو فَإِنِّي أُعْطِيهِمْ وَأُعِينُهُمْ

کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تو طاؤس نے کہا اے عمرو میں انھیں دیتا

وَإِنَّ أَعْلَمَهُمْ أَخْبَرَنِي يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہوں اور ان کی مدد کر دیتا ہوں اور ان میں سب سے زیادہ علم والے یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

لَمْ يَنْهَ عَنْهُ وَلٰكِنْ قَالَ أَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهِ

عنہما نے مجھے خبر دی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا ہے ہاں یہ فرمایا ہے کہ تم

خَرْجًا مَعْلُومًا۔ ؎

اپنے بھائی کو دیدو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس زمین پر اس سے محصول وصول کرو۔

## بَابُ أَوْقَافِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرْضِ الْخَرَاجِ وَمُزَارَعَتِهِمْ وَمُعَامَلَتِهِمْ

صحابہ کرام کے اوقاف اور خراجی زمین اور صحابہ کی مزارعت اور معاملے کا بیان۔ ص ۳۱۴

**حدیث ۱۳۵۳** عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَوْلَا

زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

**۱۳۵۲** مخابرہ کے معنی مزارعت ہی کے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ اگر بیج کاشتکار کا ہو تو مخابرہ کہتے ہیں۔ اور اگر مالک کا ہو تو مزارعت۔

**تشریحات** ہمارے ہندوستان میں عام رواج یہی ہے۔ کہ بیج ہل بیل سب کاشتکار کا ہوتا ہے۔ وہی جوتتا اور بوتا بھی ہے یہاں تک کہ کاٹ کر گاہ کر غلہ بھُس سے الگ کر کے آدھا کھیت کے مالک کو دیتا ہے۔ البتہ بھُس سب کاشتکار لیتا ہے۔

لم ینہ عنہ : اس سے مراد یہ ہے کہ مطلقاً منع نہیں فرمایا۔ بلکہ اس مزارعت سے منع فرمایا جسمیں کوئی شرط فاسد ہو جس سے نزاع کا اندیشہ ہو۔ جیسا کہ امام طحاویؒ وغیرہ نے زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا۔ اللہ رافع بن خدیج کی مغفرت فرمائے۔ میں ان سے زیادہ اس حدیث کو جانتا ہوں۔ ہوا یہ کہ انصار کے دو صاحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جو آپس میں لڑ رہے تھے۔ فرمایا۔ جب تمھارا یہ حال ہے تو کرایے پر کھیت مت دو۔ رافع نے صرف یہ سنا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ ممانعت کراہت تنزیہہ کی حد تک ہو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کراہت تحریم کا انکار فرما رہے ہیں۔

ان یمنح اخاہ :- یہ ارشاد مکارم اخلاق اور حسن سلوک اور ہمدردی کی تلقین ہے۔

**تشریحات ۱۳۵۳** اس حدیث کے راوی اسلم حضرت فاروق اعظم کے غلام تھے۔ یہ اصل میں یمن کے باشندے تھے۔ ۱۱ھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی خلافت کے پہلے سال امیر الحج بنا کر بھیجا تھا۔ تو مکہ معظمہ میں انھوں نے اسلم کو خریدا تھا۔ ایک سو چودہ سال کی عمر پاکر واصل بحق ہوئے۔

؎ باب ما کان اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یواسی بعضھم بعضا ص ۳۱۵ - مسلم، ابو داؤد، البیوع، ترمذی الاحکام، نسائی المزارعۃ - ابن ماجہ الاحکام۔ ؎ شرح معانی الآثار ثانی کتاب المزارعۃ والمساقاۃ ص ۲۵۹

آخِرُ الْمُسْلِمِيْنَ مَا فُتِحَتْ قَرْيَةٌ إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ أَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
اگر آئندہ کے مسلمانوں کا مجھے خیال نہ ہوتا تو جو بھی بستی فتح ہوتی اس کے باشندوں پر تقسیم کر دیتا
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ ۵۸
جیسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر میں کیا تھا۔

## بَابُ مَنْ أَحْيَى أَرْضًا مَوَاتًا ص ۳۱۴

جس نے کسی غیر مملوک بنجر زمین کو آباد کیا۔

موات اور میتۃ، اس زمین کو کہتے ہیں جو کسی کی ملک نہ ہو اور نہ بستی کی ضروریات کے لئے ہو اس کا حکم یہ ہے کہ حاکم اسلام کی اجازت سے جو شخص اس پر قبضہ کرلے اسی کی ہے۔

۴۵۶ ت وَرَأَى ذٰلِكَ عَلِيٌّ فِيْ أَرْضِ الْخَرَابِ بِالْكُوْفَةِ۔
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفے کی ویران زمین کے بارے میں یہی حکم ارشاد فرمایا۔

۴۵۷ ت وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَنْ أَحْيَى أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهٗ۔
اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو شخص غیر مملوک بنجر زمین کو آباد کرے وہ اسی کی ہے۔

۴۵۸ ت وَيُرْوٰى عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
اور یہ بطریق عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے اور فرمایا
قَالَ فِيْ غَيْرِ حَقِّ مُسْلِمٍ وَلَيْسَ لِعِرْقِ ظَالِمٍ فِيْهِ حَقٌّ۔
جبکہ اس سے کسی مسلمان کی حق تلفی نہ ہوتی ہو اور ظلماً درخت گاڑنے والے کا اس میں کوئی حق نہیں۔

**مطابقت** : باب کے پہلے جز یعنی صحابہ کرام کے اوقاف کے ثبوت کیلئے وصایا کی ایک طویل حدیث کا ایک جز بطور تعلیق ذکر فرمایا ہے۔ جسمیں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا کہ اس باغ کو صدقہ کردے کہ اس کو بیچا نہ جاسکے۔ اور اس کے پھل کو کھایا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کیا اور باب کے بقیہ حصے کی حدیث مذکور سے مطابقت ظاہر ہے۔

**تشریح ۴۵۶** : یعنی جس نے اسے آباد کرلیا۔ مثلاً مکان بنالیا، باغ لگالیا، کھیت بنالیا۔ اسی کی ملک ہے۔

**تشریح ۴۵۷** : اس تعلیق کو امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے موطا میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

**تشریح ۴۵۸** عن عمرو بن عوف : اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے من احيى ارضا ميتة فهي له۔ کو مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اور مزید یہ بھی فی غیر حق مسلم۔ الحدیث۔

اس تعلیق کو امام طبرانی، ابن عدی اور بیہقی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ عمرو بن عوف انصاری بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ اور بزرگ ہیں جو مزنی ہیں۔ ان کی بخاری میں سوائے اس کے اور کوئی حدیث نہیں۔

---

ع۵ الجهاد باب الغنيمة لمن شهد الوقعة ص ۴۴۰ ثانی المغازی، باب غزوة خيبر ص ۶۰۸ مسند امام احمد اول ص ۴۰ ابو داؤد الخراج۔

| | |
|---|---|
| ۴۵۹ | وَيُرْوَى فِيهِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ |
| ت | اس باب میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث روایت کیجاتی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ |
| ۱۳۵۴ | عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى |
| حدیث | ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے |
| | عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْمَرَ اَرْضًا لَيْسَتْ لِاَحَدٍ فَهُوَ اَحَقُّ - قَالَ عُرْوَةُ قَضٰى بِهِ |
| | روایت کیا کہ فرمایا جس نے ایسی زمین کو آباد کیا جو کسی کی ملک نہیں تو وہ اس کا حقدار ہے۔ |
| | عُمَرُ فِي خِلَافَتِهِ - |
| | عروہ نے کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت میں اسی کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ |

لعرق ظالم : عرق۔ میں تنوین بھی درست ہے۔ یعنی کسی غیر کی مملوکہ زمین میں اس کی اجازت کے بغیر درخت لگانے والے ظالم کو اس زمین میں درخت باقی رکھنے کا کوئی حق نہیں۔ اور اضافت کے ساتھ بغیر تنوین لعرق ظالم بھی درست ہے یعنی ظالم نے جو درخت کہیں لگایا۔ اور یہ اسی وقت ہوگا کہ زمین کے مالک کی اجازت کے بغیر لگائے۔ دونوں کا حاصل ایک ہی ہوا۔ اس لئے میں نے ترجمہ یہ کیا۔ ظلماً درخت لگانے والے کا اس زمین میں کوئی حق نہیں

**۴۵۹ تشریحات** حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث[1] امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ الفاظ بھی یہی ہیں۔ اور اسے حسن صحیح کہا۔

**۱۳۵۴ تشریحات** ظاہر حدیث پر نظر کرتے ہوئے جمہور ائمہ حتی کہ امام ابو یوسف اور امام محمد نے بھی کہا کہ اس کے لئے حاکم اسلام سے اجازت کی بھی حاجت نہیں۔

مگر حضرت امام اعظم اور دوسرے بہت سے ائمہ نے فرمایا کہ اسمیں حاکم اسلام کی اجازت ضروری ہے۔ اگر کوئی حاکم اسلام کی اجازت کے بغیر کسی بنجر غیر مملوکہ زمین کو آباد کرے گا تو وہ اس کی ملک نہ ہوگی۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لاحمی الا للہ ولرسولہ۔ بچائی ہوئی زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔ اس سے من احی ارضا میتۃ کا عموم خاص ہے۔

قال عروۃ : یہ تعلیق ہے جسے امام مالک نے موطا میں موصولا روایت کیا ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے بلا عنوان باب قائم کرکے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث ذکر کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذوالحلیفہ کی وادی میں تشریف فرما تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا گیا۔ آپ متبرک بطحا میں جلوہ فرما ہیں نیز یہ حدیث کہ حضرت عبداللہ بن عمر تلاش کرکے وہیں اونٹ بٹھاتے تھے۔ جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بٹھاتے تھے۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث کہ وادی عقیق کے بارے میں فرمایا گیا۔ اس متبرک وادی میں نماز پڑھیں۔ یہ تینوں حدیثیں کتاب الحج میں گزر چکی ہیں۔

---

[1] باب ماذکر فی احیاء ارض الموات ص ۱۶۶

## بَابُ اِذَا قَالَ رَبُّ الْاَرْضِ اُقِرُّكَ مَا اَقَرَّكَ اللّٰهُ وَلَمْ يَذْكُرْ اَجَلًا مَّعْلُوْمًا فَهُمَا عَلٰى تَرَاضِيْهِمَا

جب زمین کا مالک کسی سے یہ کہے کہ میں تمکو زمین پر اسوقت تک رکھونگا جبتک اللہ رکھے اور کوئی معین میعاد مقرر نہ کرے تو یہ معاملہ ان دونوں کی رضامندی تک رہے گا۔ ص ۳۱۴

۱۳۵۵ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہود و نصاریٰ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَجْلَى الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ اَرْضِ الْحِجَازِ وَكَانَ رَسُوْلُ

کو سرزمین حجاز سے جلاوطن کر دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب خیبر فتح کر لیا تو

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلٰى خَيْبَرَ اَرَادَ اِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا وَكَانَتِ

یہود کو وہاں سے نکالنا چاہا اور جب کسی زمین کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح فرمالیں تو وہ

الْاَرْضُ حِيْنَ ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ فَاَرَادَ اِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا

زمین اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کی ہو جاتی ہے اس لئے حضور نے یہود کو وہاں سے

فَسَاَلَتِ الْيَهُوْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُقِرَّهُمْ بِهَا عَلٰى اَنْ

نکالنا چاہا تو یہود نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ کہ انھیں یہیں رہنے دیں اس

يَّكْفُوْا عَمَلَهَا وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ وَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

شرط پر کہ وہ کام کریں گے اور انھیں پھلوں کا آدھا ملے گا اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ بلاعنوان کا باب بمنزلہ فصل ہے۔ امام بخاری کا مقصود یہ ہے۔ ذوالخلیفہ کسی کی ملک نہیں بلکہ اگر کوئی اسے آباد کرے تو بھی کسی کی ملک نہ ہوگی۔ اس لئے کہ یہ حاجیوں کے انتفاع کے لئے ہے۔ اس سے یہ بھی مستفاد ہوا کہ جس بنجر غیر مملوکہ زمین سے لوگوں کی ضرورتیں وابستہ ہوں وہ آباد کرنے سے کسی کی ملک نہ ہوگی۔ جیسے چراگاہ وغیرہ۔

**تشریحات ۱۳۵۵** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو احسان فرما کر یہودیوں کو خیبر ہی میں رہنے دیا اور غایت کرم یہ تھا کہ ان کی زمینیں انھیں کاشت کرنے کے لئے بھی دیدیں۔ مگر یہ فتنہ پرور قوم اپنی فسادی سرشت کیوجہ سے ہمیشہ نت نئے فتنے اٹھاتی رہی۔

خیبر فتح ہونے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابھی وہیں تشریف فرما تھے۔ یہود چند دن پہلے تلواروں کے آگے سرنگوں ہو چکے تھے۔ مگر حرکت یہ کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کی اور کھانے میں زہر ملا دیا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے علم غیب سے معلوم ہوگیا اور بچ گئے۔ مگر بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیٹ بھر کر کھایا۔ اور زہر کے اثر سے شہید ہو گئے۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن سہیل اور حضرت محیصہ قحط سالی کے زمانے میں خیبر گئے۔ یہودیوں نے حضرت عبداللہ کو قتل کر کے

وَسَلَّمَ نُقِرُّكُمْ بِهَا عَلٰى ذٰلِكَ مَا شِئْنَا فَقَرُّوْا بِهَا حَتّٰى اَجْلَاهُمْ عُمَرُ اِلٰى

وسلم نے یہ بھی فرمادیا تھا ہم تم کو اس پر برقرار رکھتے ہیں جب تک ہم چاہیں۔ یہود اس پر رہے یہاں تک

تَيْمَاءَ وَاَرِيْحَاءَ ؏ه

کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو تیماء اور اریحاء جلاوطن کردیا۔

## بَابُ مَا كَانَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوَاسِيْ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الزِّرَاعَةِ وَالثَّمَرِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کھیتی اور پھلوں میں ایک دوسرے کی کیسے مدد کیا کرتے تھے۔ ص ۳۱۵

**۱۳۵۶ حدیث**

عَنْ اَبِي النَّجَاشِيِّ مَوْلٰى رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ

حضرت رافع بن خدیج بن رافع اپنے چچا ظہیر بن رافع سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ

بْنِ رَافِعٍ عَنْ عَمِّهٖ ظُهَيْرِ بْنِ رَافِعٍ قَالَ ظُهَيْرٌ لَقَدْ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو اس چیز سے منع فرمادیا جسمیں ہمیں آسانی تھی رافع نے کہا

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَمْرٍ كَانَ بِنَا رَافِقًا قُلْتُ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا وہ حق ہے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ حَقٌّ قَالَ دَعَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور دریافت فرمایا تم اپنے

مَا تَصْنَعُوْنَ بِمَحَاقِلِكُمْ قُلْتُ نُؤَاجِرُهَا عَلَى الرَّبِيْعِ وَعَلَى الْاَوْسُقِ مِنَ التَّمْرِ وَ

کھیتوں کو کیا کرتے ہو میں نے عرض کیا ہم کھیتوں کو اس شرط پر بونے کے لئے دیتے ہیں کہ نہر کے قریب

الشَّعِيْرِ قَالَ لَا تَفْعَلُوْا ازْرَعُوْهَا اَوْ اَزْرِعُوْهَا اَوْ اَمْسِكُوْهَا قَالَ رَافِعٌ قُلْتُ سَمْعًا وَّطَاعَةً ؏ه

کی پیداوار اور کچھ وسق کھجور اور جو ہم لینگے۔ فرمایا ایسا مت کرو اسے خود بوؤ یا اسے کسی کو بلا عوض بونے کیلئے دیدو اور رکھو۔ رافع نے کہا منظور ہے۔

نہر میں پھینک دیا۔ مگر رحمت عالم نے انھیں خیبر ہی میں رہنے دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ایک بار ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خیبر گئے تو یہودیوں نے انھیں سونے کی حالت میں چھت سے نیچے پھینک دیا جس کے صدمے سے ان کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے۔ اب پیمانہ صبر لبریز ہوگیا۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں جلاوطن کرکے شام کے ساحلی علاقے تیماء اور اریحاء بھیجدیا۔

**۱۳۵۶ تشریحات**

علی الربیع۔ ربیع کے معنی نہر کے ہیں۔ یعنی اس شرط پر دیتے کہ جو کھیت نہر کے قریب ہے۔ اسکی پیداوار ہم لیں گے۔ ایک روایت علی الربع بھی ہے۔ یعنی اس شرط پر دیتے کہ پیداوار کی چوتھائی ہماری ہوگی۔ اس روایت کی بناپر یہ حدیث مطلقاً مزارعت سے ممانعت کی دلیل ہوگی۔

---

ع۵ مسلم المساقاۃ والمزارعۃ۔ ابوداؤد الامارۃ موطا امام مالک مساقاۃ۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۱۴۹
ع۵ مسلم البیوع۔ نسائی المزارعۃ۔ ابن ماجہ احکام

۱۳۵۷ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانُوْا يَزْرَعُوْنَهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ

حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صحابہ تہائی چوتھائی آدھی پیداوار پر بٹائی پر کھیتی

وَالنِّصْفِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا

کرتے تھے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس زمین ہو وہ خود بوئے یا کسی

اَوْ لِيَمْنَحْهَا فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلْيُمْسِكْ اَرْضَهٗ ؏ه

کو بلا عوض بونے کے لئے دیدے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو زمین اپنی رہنے دے۔

۱۳۵۸ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا اَوْ لِيَمْنَحْهَا اَخَاهُ فَاِنْ

زمین ہو وہ خود بوئے یا بونے کے لئے اپنے بھائی کو دیدے اور اگر یہ پسند نہ ہو

اَبٰى فَلْيُمْسِكْ اَرْضَهٗ ؏ه

تو پر تی چھوڑ دے۔

۱۳۵۹ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يُكْرِيْ مَزَارِعَهٗ عَلٰى

حدیث نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت

عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَصَدْرًا مِّنْ

ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بھی زمانے میں اور معاویہ کی امارت کے شروع

اِمَارَةِ مُعَاوِيَةَ ثُمَّ حُدِّثَ عَنْ رَّافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

میں اپنے کھیت کرایے پر دیتے تھے پھر ان سے یہ حدیث بیان کی گئی کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ

وعلی الاوسق : یعنی اس شرط پر دیتے کہ اتنے وسق مثلاً دس وسق غلہ ہم لیں گے۔ یہ معاملہ اس لئے ممنوع ہے کہ ہو سکتا ہے کل پیداوار اتنی ہی یا اس سے بھی کم ہو۔ دونوں صورتوں میں بٹائی پر لینے والے کا نقصان۔

تشریحات ۱۳۵۷/۱۳۵۸ یہ دونوں حدیثیں اسکی صریح دلیل ہیں کہ بٹائی پر زمین دینا منع ہے۔ یہی سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ صاحبین کا قول یہ ہے۔ چونکہ اس پر تعامل مسلمین ہے۔ نیز بعض احادیث سے جواز بھی ثابت ہے۔ اس لئے یہ جائز ہے بشرطیکہ یہ طے ہو کہ پیداوار کا نصف یا ثلث وغیرہ کاشتکار کو ملے اور بقیہ کھیت کے مالک کا ہو۔ اور فتویٰ اسی پر ہے۔ جیسا کہ گزر چکا۔

تشریحات ۱۳۵۹ کان یکری۔ اس کا لفظی ترجمہ تو یہی ہے کہ وہ زمین کرایے پر دیتے۔ مگر مراد بٹائی پر دینا ہے۔ یعنی کرایے پر دینے کی مخصوص صورت۔

---

ع۵ مسلم البیوع۔ نسائی المزارعۃ۔ ابن ماجہ احکام ع۵ مسلم البیوع۔ ابن ماجہ احکام

وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ کِرَاءِ الْمَزَارِعِ فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اِلٰی
تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھیتوں کو کرایے پر دینے سے منع فرمایا ہے۔ تو حضرت ابن عمر
رَافِعٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَذَهَبْتُ مَعَہٗ فَسَأَلَہٗ فَقَالَ نَهَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ اور ان سے پوچھا
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ کِرَاءِ الْمَزَارِعِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَدْ عَلِمْتَ
تو انھوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھیتوں کو کرایے پر دینے سے منع فرمایا ہے اس پر حضرت
اِنَّا کُنَّا نُکْرِیْ مَزَارِعَنَا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَا عَلَی
ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم کھیتوں کو کرایے
الْاَرْبَعَاءِ وَشَیْءٍ مِّنَ التِّبْنِ ؏ہ
پر دیتے تھے کہ نہر کے قریب کی پیداوار اور کچھ بھُس ہمارا ہوگا۔

**من امارۃ معاویہ** : سبط اکبر سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت سپرد کردی تو وہ خلیفہ برحق ہو گئے۔ اس لئے امارت سے مراد خلافت ہے۔ اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر پوری امت نے اتفاق نہیں کیا کیونکہ انکے عہد میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خلافت کا دعویٰ کیا، یہ درست نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد خلافت کا دعویٰ فرمایا تھا۔

**قد علمت** : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھیتوں کو کرایے پر دینے سے منع فرمایا ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ مطلقاً منع فرمایا۔ اور کسی قسم کو جائز نہیں رکھا۔ ایسا نہیں بلکہ اس مخصوص طریقے سے منع فرمایا جو عہد مبارک میں رائج تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ زمین کے مالک یہ شرط کر لیتے کہ نہر کے قریب جو کھیت ہے اس کی پیداوار اور کچھ بھُس ہم لیں گے۔ اس سے منع فرمایا کیونکہ اس میں یہ خطرہ رہتا ہے کہ صرف اسی حصے میں پیداوار ہو بقیہ حصے میں کچھ نہ ہو۔ اور نیز بھُس کی مقدار بھی مجہول تھی۔ حاصل یہ نکلا کہ مطلقاً مزارعت سے منع نہیں فرمایا اس مزارعت سے منع فرمایا جسمیں شرط فاسد ہو۔

**علی الاربعاء** : اربعاء۔ ربیع کی جمع ہے۔ جس کے معنی نہر صغیر کے ہیں۔ بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ چوتھائی پر کیا ہے۔ یہ صحیح نہیں۔

**علی التبن** : عام مترجمین نے اس کا ترجمہ گھاس کیا ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں۔ اس کے معنی بھُس کے ہیں۔

**مطابقت** : حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ زمین کو کرایے پر دینا منع ہے۔ اسے لازم ہے کہ کھیت کا مالک یا تو خود کاشت کرے یا کسی کو اس طرح کاشت کیلئے دے کہ اس سے پیداوار میں سے کچھ نہ لے۔ یہی مواساۃ اور ہمدردی ہے۔

---

؏ہ مسلم البیوع۔ ابن ماجہ الاحکام۔

۱۳۶۰ اَخْبَرَنِیْ سَالِمٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کُنْتُ

**حدیث** سالم نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں یہ جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ

اَعْلَمُ فِیْ عَہْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْاَرْضَ تُکْرٰی ثُمَّ

تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں زمین بٹائی پر دی جاتی ہے پھر عبداللہ کو اندیشہ ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

خَشِیَ عَبْدُ اللّٰہِ اَنْ یَّکُوْنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اَحْدَثَ فِیْ ذٰلِکَ

نے اس بارے میں کوئی نیا حکم صادر فرمایا ہو جس کا علم انھیں نہ ہوا ہو۔ اس لئے انھوں

شَیْئًا لَمْ یَکُنْ عَلِمَہٗ فَتَرَکَ کِرَاءَ الْاَرْضِ ؏ہ

نے بٹائی پر زمین دینا چھوڑ دیا۔

## بَابُ کِرَاءِ الْاَرْضِ بِالذَّہَبِ وَالْفِضَّۃِ ص۳۱۵

سونے چاندی کے عوض زمین کرائے پر دینا۔

۴۶۰ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اِنَّ اَمْثَلَ مَا اَنْتُمْ صَانِعُوْنَ

**ت** اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا زمین کے معاملے میں جو تم کرتے ہو

اَنْ تُسَاجِرُوا الْاَرْضَ الْبَیْضَاءَ مِنَ السَّنَۃِ اِلَی السَّنَۃِ ۔

ان میں سب سے افضل یہ ہے کہ خالی زمین کو سال بسال لگان پر دیا کرو۔

۱۳۶۱ عَنْ حَنْظَلَۃَ بْنِ قَیْسٍ عَنْ رَّافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حَدَّثَنِیْ

**حدیث** حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے چچاؤں نے

## ۱۳۶۰ تشریحات

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ اندیشہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی بعض ارشادات پر مطلع نہ ہوئے۔ اور دوسرے ایسے صحابہ جو علم و فہم میں ان سے کم تھے۔ مطلع تھے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ احکام میں خبر واحد حجت ہے۔

## ۴۶۰ تشریحات

اس تعلیق کو امام وکیع نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک زمین کو بٹائی پر دینا جائز ہے۔ مگر افضل یہ ہے کہ نقد لگان طے کر کے دی جائے۔ اگر انکے نزدیک بٹائی پر دینا جائز نہ ہوتا تو اسے امثل نہ کہتے۔ امثل اور افضل کا مطلب یہی ہے کہ اس کے مقابل کی صورت بھی جائز ہے البتہ وہ بہتر نہیں۔ بہتر نہیں کا مطلب عدم جواز نہیں ہوتا۔

## ۱۳۶۱ تشریحات

اَوْ بِشَیْءٍ یَّسْتَثْنِیْہِ : یعنی زمین کا مالک اپنے لئے کچھ مستثنیٰ کرلے۔ بشی کے عموم میں یہ بھی داخل ہے کہ کل پیداوار کی تہائی یا چوتھائی ہماری ہوگی۔ یا وسق دو وسق مثلاً میرا ہوگا۔ یا زمین کے فلاں حصے کی پیداوار میری ہوگی۔ لیکن اس حدیث کے دوسرے طرق پر نظر رکھتے ہوئے ظاہر یہی ہے کہ مراد تیسری صورت ہے۔

---

ع۵ مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی۔

عَمَّا یَنْھَاھُمْ کَانُوْا یُکْرُوْنَ الْاَرْضَ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

بیان کیا کہ یہ لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں زمین بٹائی پر دیتے تھے۔ اس شرط پر کہ جو نہروں کے

بِمَا یُنْبِتُ عَلَی الْاَرْبِعَاءِ اَوْ بِشَیْءٍ یَسْتَثْنِیْہِ صَاحِبُ الْاَرْضِ فَنَھَانَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

قریب پیدا اور ہو یا زمین کے کسی بھی حصے کی پیداوار زمین کے مالک کی ہوگی۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِکَ فَقُلْتُ لِرَافِعٍ فَکَیْفَ ھِیَ بِالدِّیْنَارِ وَالدِّرْھَمِ فَقَالَ

منع فرمایا (حنظلہ نے کہا) میں نے حضرت رافع سے پوچھا کہ دینار اور درہم کے عوض ہو تو۔ رافع نے کہا۔ اسمیں کوئی

رَافِعٌ لَیْسَ بِھَا بَاْسٌ بِالدِّیْنَارِ وَالدِّرْھَمِ وَکَانَ الَّذِیْ نُھِیَ عَنْ ذٰلِکَ مَالٌ وَنَظَرَ

حرج نہیں اور جس سے منع کیا گیا اس میں حلال وحرام کی تمیز رکھنے والے حضرات غور کریں گے تو اس کی

فِیْہِ ذَوُو الْفَھْمِ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ لَمْ یُجِیْزُوْہُ لِمَا فِیْہِ مِنَ الْمَخَاطَرَۃِ — قَالَ

اجازت نہیں دیں گے۔ کیونکہ اس میں خطرہ بالکل واضح ہے۔ اور ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا

اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ مِنْ ھٰھُنَا قَوْلُ اللَّیْثِ وَکَانَ الَّذِیْ نُھِیَ عَنْ ذٰلِکَ۔

وکان الذی نھی عن ذلک سے لیث کا قول ہے۔

## باب ص ۳۱۵

**حدیث ۱۳۶۲** عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور کی خدمت میں

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَوْمًا یُحَدِّثُ وَعِنْدَہٗ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْبَادِیَۃِ اَنَّ رَجُلًا

ایک دیہاتی حاضر تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ بیان فرما رہے تھے کہ ایک

وکان الذی نھی : یہاں سے لما فیہ من المخاطرۃ۔ تک حدیث کا جز ہے یا مدرج ہے۔ اس بارے میں اختلاف ہے۔ نسفی اور ابن شبویہ کے نزدیک مدرج ہے۔ اسی لئے ان کے نسخوں میں نہیں۔ بیضاوی نے کہا کہ سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رافع کا قول ہے۔ علامہ طیبی نے کہا۔ یہ واضح نہیں ہو سکا کہ یہ کسی راوی کا قول ہے یا امام بخاری کا۔ بعض حضرات نے کہا کہ بخاری کے اکثر طرق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امام لیث کا قول ہے۔ اور یہاں تو امام بخاری نے تصریح کر دی ہے کہ یہ امام لیث کا قول ہے۔ یہ حصہ بھی سند مذکور کے ساتھ موصولا مروی ہے۔

**تشریحات ۱۳۶۲** فبادر الطرف : یعنی کھیتی کے تمام مدارج پلک جھپکنے سے پہلے پہلے طے ہو گئے۔

قرشیا وانصاریا : قریش تجارت پیشہ تھے مکہ معظمہ میں کھیتی باڑی نہیں کرتے تھے۔ مگر جب مدینہ طیبہ آئے تو کاشتکاری بھی کرنے لگے اس پر اس دیہاتی نے عرض کیا۔

مناسبت : جنت میں کاشتکاری کی اجازت اس کی دلیل ہے کہ ایک اچھا کام ہے۔ اس طرح اس حدیث کو کتاب الحرث

مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِسْتَاْذَنَ رَبَّهٗ فِي الزَّرْعِ فَقَالَ لَهٗ اَلَسْتَ فِيْمَا شِئْتَ قَالَ بَلٰى

جنتی اپنے رب سے جنت میں کھیتی کرنے کی اجازت مانگے گا تو اللہ عزوجل یہ فرمائے گا کیا تم اس حال میں

وَلٰكِنْ اُحِبُّ اَنْ اَزْرَعَ قَالَ فَبَذَرَ فَبَادَرَ الطَّرْفَ نَبَاتُهٗ وَاسْتِوَاؤُهٗ وَاسْتِحْصَادُهٗ

نہیں کہ جو چاہتے ہو ملتا ہے وہ عرض کرے گا کیوں نہیں مگر میں کھیتی کرنا چاہتا ہوں حضور نے

فَكَانَ اَمْثَالَ الْجِبَالِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى دُوْنَكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ فَاِنَّهٗ لَا يُشْبِعُكَ

فرمایا اس نے بیج ڈالا پلک جھپکنے میں وہ اُگ بھی گیا اور تیار بھی ہوگیا اور کاٹ بھی لیا گیا اسکی

شَيْءٌ فَقَالَ الْاَعْرَابِيُّ وَاللّٰهِ لَا تَجِدُهٗ اِلَّا قُرَشِيًّا اَوْ اَنْصَارِيًّا فَاِنَّهُمْ اَصْحَابُ

پیداوار پہاڑوں کے برابر ہوئی۔ اب اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیگا۔ اسے بے تیرا پیٹ کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ یہ حدیث سُنکر اس دیہاتی نے عرض کیا

زَرْعٍ وَّاَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِاَصْحَابِ زَرْعٍ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؏۵

واللہ آپ سے قریشی یا انصاری ہی پائیں گے۔ اسلئے کہ یہی لوگ کاشتکار ہیں اور ہم لوگ کاشتکار نہیں۔ اسپر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنس پڑے۔

کے ساتھ مناسبت ہے۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عہد نبوی میں کاشتکاری کرتے تھے یہ بھی دلیل جواز ہے۔ نیز صحابہ کرام مزارعت بھی کرتے تھے اس طرح کتاب کے دوسرے جز " المزارعۃ " سے بھی مناسبت ہوگئی۔ مگر چونکہ یہاں مزارعت کے ابواب چل رہے تھے اور اس حدیث میں صراحۃً مزارعت کا ذکر نہیں اس لئے اس پر بلا عنوان باب قائم فرمایا۔

---

؏۵ ثانی التوحید۔ باب کلام الرب مع اھل الجنۃ ص ۱۱۳۱ ۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص ۵۱۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# كِتَابُ الْمُسَاقَاةِ

ص ۳۱۶ مساقاۃ کا بیان

مساقاۃ کا مادہ سقی ہے۔ جس کے معنی پانی پلانے کے ہیں۔ اور مساقاۃ کے معنی ایک دوسرے کو پانی پلانا۔ مگر اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ درخت یا انگوروں کی بیلیں کسی کو اس شرط پر دینا کہ وہ اس میں کام کرے اور پیداوار کا کچھ حصہ لے۔ اور یہاں یہی مراد ہے۔ اہل مدینہ کے عرف میں اسے معاملہ کہتے ہیں جیسے مزارعت کو مخابرہ، مضاربت کو مقارضہ۔ وغیرہ۔

بَابٌ فِي الشِّرْبِ وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ وَقَوْلِهٖ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ۔ وَمَنْ رَاٰى صَدَقَةَ الْمَاءِ وَهِبَتَهٗ وَوَصِيَّتَهٗ جَائِزَةً مَّقْسُوْمًا كَانَ اَوْ غَيْرَ مَقْسُوْمٍ۔ فَجَاجًا مُنْصَبًّا۔ اَلْمُزْن اَلسَّحَاب۔ وَالْاُجَاجُ الْمُرُّ۔ فُرَاتًا۔ عَذْبًا۔

ص ۳۱۶ پانی کی تقسیم کا بیان اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا۔ اور ہم نے ہر جاندار کو پانی سے بنایا تو وہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے (انبیاء۔ آیت ۳۰) اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ ذرا بتاؤ تو تم جو پانی پیتے ہو اسے بادل سے تم نے اتارا ہے یا ہم اتارنے والے ہیں۔ ہم چاہیں تو اسے کھاری کر دیں پھر کیوں شکر نہیں کرتے۔ واقعہ آیت ۶۹-۷۰ اور جو پانی کے صدقہ اور ہبہ اور وصیت کو جائز جانے خواہ وہ تقسیم شدہ ہو یا نہ ہو۔ فَجَاجًا۔ موسلا دھار

المزن۔ بادل۔ الاُجاج۔ کھاری۔ فُراتا۔ میٹھا خوشگوار۔

الشرب۔ شین کے کسرے کے ساتھ پانی کا حصہ۔ مقصود یہ ہے کہ اگر کسی تالاب اور کنویں سے چند کھیتوں چند باغوں میں پانی جاتا ہو۔ تو کس کو کتنا پانی دیا جائے گا۔

**وَجَعَلْنَا** پانی اللہ عزوجل کی بہت بڑی نعمت ہے۔ ہر جاندار کی زندگی کا مدار پانی ہی پر ہے۔ انسان اور حیوانات کے علاوہ نباتات کی بھی پیدائش، افزائش اور حیات پانی ہی پر ہے۔ اس کے لئے امام بخاری نے ان دو آیتوں کو ذکر فرمایا ہے۔ ان آیات کو ذکر کر کے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں۔ جب ہر جاندار کی زندگی کا مدار پانی ہے اور یہ خالص عطیہ الٰہی ہے۔ تو اس پر کسی کو بالکلیہ استحقاق جتانا جائز نہیں۔ جب تک بطریق

شرعی کسی کی خاص ملک میں نہ آجائے۔ اس طرح ان آیات کو باب سے بھی مناسبت ہوگئی۔

**ومن رأی** ہمارے یہاں مُشاع یعنی غیر منقسم چیز کا ہبہ صحیح نہیں۔ اسی طرح صدقہ بھی۔ وصیت جائز ہے امام بخاری یہ کہنا چاہتے ہیں۔ پانی اگرچہ غیر تقسیم شدہ ہو اس کا ہبہ اور صدقہ وصیت سب درست ہے۔ اور اسی طرح اور چیزوں کا بھی۔ مُشاع کا ہبہ اور صدقہ درست نہیں۔ اس کی تفصیل کتاب الہبۃ میں آئے گی۔

**ثجاجا** یہاں سے اخیر تک پانی خصوصاً بارش کے پانی کے جو اوصاف دوسری آیتوں میں مذکور ہیں۔ ان کی تفسیر بیان کر رہے ہیں۔ اس مناسبت سے کہ آیات مذکورہ میں پانی کا ذکر آگیا ہے۔

سورہ نبا میں ہے۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا۔ آیت ۱۴ — اور بادلوں سے موسلا دھار بارش برسائی۔

المزن اور اجاج۔ باب میں مذکور دوسری تیسری آیات میں ہے۔ اور سورہ فرقان اور سورہ فاطر میں ہے۔

هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ ۵۳ ۱۲ — یہ میٹھا ہے نہایت شیریں۔

ت ۴۶۱ وَقَالَ عُثْمَانُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّشْتَرِي

اور حضرت عثمان نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کون ہے جو بیر رومہ خریدے

بِئْرَ رُوْمَةَ فَيَكُوْنُ دَلْوُهٗ فِيْهَا كَدِلَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاشْتَرَاهَا عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اور اس میں اپنا ڈول مسلمانوں کے ڈول کے مثل کر دے تو اسے حضرت عثمان نے خریدا (اور مسلمانوں پر وقف کر دیا)

**تشریحات** ۴۶۱ بیر رومہ مدینہ طیبہ کے مشہور کنوؤں میں سے ہے۔ جو عوالی مدینہ وادی عقیق میں ہے۔ ابن بطال نے کہا۔ کہ اس کا مالک ایک یہودی تھا۔ وہ اس میں تالا بند کر کے غائب ہو جاتا۔ مسلمان پانی پینے جاتے تو موجود نہیں رہتا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ فرمایا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بیس ہزار درہم میں خرید کر وقف کر دیا۔ کلبی نے کہا کہ اس کا مالک ایک مشک پانی ایک درہم میں دیتا تھا۔ اس تعلیق کو تھوڑے تغیر کے ساتھ امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے۔

---

لہ ثانی مناقب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص۲۱۱

**حدیث ۱۳۶۳** حَدَّثَنِیْ اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ مِنْہُ وَعَنْ یَمِیْنِہٖ غُلَامٌ

میں ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ حضور نے اس میں سے کچھ پیا۔ اور حضور کی داہنی طرف حاضرین میں سب سے

اَصْغَرُ الْقَوْمِ وَالْاَشْیَاخُ عَنْ یَسَارِہٖ فَقَالَ یَا غُلَامُ اَتَاْذَنُ لِیْ اَنْ اُعْطِیَہٗ

چھوٹا ایک بچہ تھا۔ اور معمر لوگ بائیں طرف تھے۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ اے بچے! کیا تو اس کی اجازت دیتا ہے

الْاَشْیَاخَ قَالَ مَا کُنْتُ لِاُوْثِرَ بِفَضْلِیْ مِنْکَ اَحَدًا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاَعْطَاہُ اِیَّاہُ۔

کہ میں اسے معمر لوگوں کو دیدوں۔ اس نے عرض کیا میں آپ کے تبرک کے بارے میں کسی کو اپنے اوپر ترجیح نہیں دے سکتا۔ یا رسول اللہ! تو حضور نے وہ پیالہ اس بچے کو عطا فرمادیا۔

**حدیث ۱۳۶۴** عَنِ الزُّھْرِیِّ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

حُلِبَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَاۃٌ دَاجِنٌ وَھُوَ فِیْ دَارِ اَنَسِ بْنِ

علیہ وسلم کے پینے کے لئے ایک پلی ہوئی بکری دوہی گئی۔ اور حضور انس بن مالک کے گھر میں تشریف فرما تھے

مَالِکٍ وَشِیْبَ لَبَنُھَا بِمَاءٍ مِّنَ الْبِئْرِ الَّتِیْ فِیْ دَارِ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ فَاُعْطِیَ

اور اس کے دودھ میں اس کنوے کا پانی ملایا گیا جو حضرت انس کے گھر میں تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْقَدَحَ فَشَرِبَ مِنْہُ حَتّٰی اِذَا نَزَعَ

کو پیالہ پیش کیا گیا۔ حضور نے اس سے نوش فرمایا۔ اور حضور کے بائیں طرف حضرت ابو بکر تھے۔ اور داہنی

الْقَدَحَ مِنْ فِیْہِ وَعَلٰی یَسَارِہٖ اَبُوْ بَکْرٍ وَعَنْ یَمِیْنِہٖ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ عُمَرُ وَخَافَ اَنْ یُّعْطِیَہٗ

طرف ایک اعرابی تھے۔ جب حضور نے پیالہ اپنے منہ سے ہٹایا۔ تو حضرت عمر کو اندیشہ ہوا کہ کہیں

---

عہ باب من رای ان صاحب الحوض والقربۃ احق بمائہ ص۳۱۸ مظالم باب اذا اذن لہ وحلل لہ ص۳۳۱ ثانی الاشربۃ باب ھل یستاذن الرجل من عن یمینہ فی الشرب لیعطی الاکبر ص۸۳۰ ۔ مسلم اشربہ ۔ الموطا صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

الْاَعْرَابِیَّ اَعْطِ اَبَا بَکْرٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عِنْدَکَ فَاَعْطَاہُ الْاَعْرَابِیَّ الَّذِیْ عَنْ یَّمِیْنِہٖ ثُمَّ

آپ اعرابی کو نہ عطا فرما دیں اسلئے انھوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ابوبکر کو عطا فرمائیں جو حضور کے پاس حاضر ہیں۔ مگر

قَالَ الْاَیْمَنَ فَالْاَیْمَنَ [1]

حضور نے ان اعرابی کو دیا جو داہنی طرف تھے۔ پھر ارشاد فرمایا۔ داہنا مستحق ہے پھر داہنا۔

**تشریحات ۶۴، ۱۲۶۳**

داجن۔ ہر وہ پالتو جانور جسے گھر میں رکھ کر چارہ کھلایا جائے۔ یہ مذکر مونث دونوں کے لئے آتا ہے۔ جیسے لفظ شاۃ۔ داجنۃ، مؤنث بھی مستعمل ہے۔

داہنی طرف جو صاحبزادے تھے وہ حضرت فضل بن عباس تھے۔ جیسا کہ ابن بطال نے لکھا ہے مگر ابن تین نے کہا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عباس تھے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا ہے۔ کہ یہی صحیح ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مجلس میں کوئی ہدیہ پیش کیا جائے اور اس میں کسی کی تخصیص نہ کیجائے۔ تو تمام شرکاء کو اس میں سے دینا مستحب ہے بشرطیکہ گنجائش ہو۔ اور داہنے والے کو پہلے دیا جائے اگرچہ بائیں والے علم وفضل اور عمر میں زیادہ ہوں۔ حدیث میں ذکر اگرچہ پانی اور دودھ کا ہے۔ لیکن کھانے پینے کی تمام چیزوں کو عام ہے۔ جیسا کہ مجدد اعظم اعلحضرت قدس سرہ نے "الملفوظ" میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

## بَابُ مَنْ قَالَ اِنَّ صَاحِبَ الْمَاءِ اَحَقُّ بِالْمَاءِ حَتّٰی یَرْوٰی۔ ص۳۱۷

جس نے یہ کہا کہ پانی کا مالک پانی کا سب سے زیادہ حقدار ہے یہاں تک کہ اپنی حاجت پوری کرلے۔

**حدیث ۱۲۶۵**

عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ لَا یُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِیُمْنَعَ بِہِ الْکَلَاُ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچے ہوئے پانی کو نہ روکا جائے۔ کہ اس کے نتیجے میں گھاس چرانے سے روکنا لازم آئے۔

**حدیث ۱۲۶۶**

عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ وَاَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمْنَعُوْا فَضْلَ الْمَاءِ لِتَمْنَعُوْا بِہِ فَضْلَ الْکَلَاُ [3]

فاضل پانی کو نہ روکو کہ اس کی وجہ سے فاضل چرائی کو روکدو۔

---

[1] الثانی الاشربہ باب الایمن فالایمن فی الشرب ص۸۴۰ مسلم ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ الاشربہ۔

[2] ثانی الحیل باب مایکرہ من الاحتیال فی البیوع ولایمنع فضل الماء ص۳۰۱ ترمذی ابن ماجہ ص۳ ابوداؤد۔ ترمذی۔

**تشریحات** ۶۶، ۱۳۶۵

مطابقت۔ اس حدیث میں بچے ہوئے پانی کو روکنے سے منع فرمایا۔ اور پانی اس وقت بچے گا جب ضرورتمند اپنے باغ یا کھیت کو کما حقہ سینچ لیگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ پانی کے مالک کا پانی پر سب سے زیادہ حق ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا کنواں یا تالاب کسی جگہ ہو اور اس کے آس پاس گھانس ہو تو چرواہوں اور مویشیوں کو پانی پینے سے نہ روکا جائے۔ اگر پانی مالک کی ضرورت سے فارغ و فاضل ہو۔ کیونکہ اگر چرواہوں کو اور مویشیوں کو پانی نہیں پینے دیا جائے گا تو وہاں چرواہے جانور چرانے نہیں جائیں گے۔ اس طرح چرنے سے روکنا لازم آئے گا۔ یہ حکم استحبابی ہے اور مکارم اخلاق کی تعلیم ہے۔

## بَابُ الْخُصُوْمَةِ وَالْقَضَاءِ فِيْهَا ص ۳۱۷ کنویں میں جھگڑا اور اس میں قضا کا بیان۔

**حدیث** ۱۳۶۷

عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا

مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ هُوَ عَلَيْهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ

جو شخص ایسی قسم کھائے کہ اس کے ذریعہ کسی مسلمان کا مال لے لے اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو اللہ سے قیامت کے دن اس حالت

غَضْبَانُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا الآية

میں ملے گا کہ اللہ عزوجل اس پر غضبناک ہوگا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ جو لوگ اللہ اور اس کی قسموں کے عوض

فَجَاءَ الْاَشْعَثُ فَقَالَ مَا يُحَدِّثُكُمْ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ

تھوڑی پونجی خریدتے ہیں (الی آخرہ) اس کے بعد اشعث (بن قیس) رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور کہا ابو عبدالرحمٰن جو حدیث بیان

كَانَتْ لِيْ بِئْرٌ فِيْ اَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِيْ فَقَالَ لِيْ شُهُوْدُكَ فَقُلْتُ مَا لِيْ شُهُوْدٌ قَالَ

کرتے ہیں وہ صحیح ہے۔ میرے ہی بارے میں یہ آیت نازل کی گئی ہے۔ میرا ایک کنواں میرے ایک چچازاد بھائی کی زمین میں تھا (ہمارے

فَيَمِيْنُهُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذًا يَحْلِفُ فَذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

درمیان جھگڑا ہوگیا۔ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا) حضور نے مجھ سے فرمایا۔ تیرے پاس گواہ ہیں؟ میں نے کہا میرے

هٰذَا الْحَدِيْثَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ تَصْدِيْقًا لَهٗ ؎

پاس گواہ نہیں۔ فرمایا کہ اب تیرے چچازاد بھائی پر قسم ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اب یہ قسم کھالیگا۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

؎ الشهادات باب يحلف المدعى عليه ص ۳۶۵ باب قول الله تعالى ان الذين يشترون بعهد الله وايمانهم ص ۳۶۷

نے یہ حدیث بیان فرمائی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو اس کی تصدیق کیلئے نازل فرمایا۔

**تشریحات** حضرت اشعث بن قیس کندی یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ سنہ ۹ھ میں کندہ کے وفد کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور مشرف باسلام ہوئے۔ یہ چالیس سوار تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد یہ بھی مرتد ہو گئے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتدین کی شورش کو ختم کرنے کے لئے جو لشکر روانہ فرمائے تھے۔ ان میں سے ایک نے ان کو گرفتار کیا اور مدینہ طیبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ انھوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا مجھے اپنی لڑائیوں کے لئے زندہ رکھئے اور اپنی بہن سے میرا نکاح کر دیجئے۔ حضرت صدیق اکبر نے دونوں باتیں منظور فرمالیں اور یہ پھر مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر نے اپنی بہن ام فروہ کا ان کے ساتھ نکاح کر دیا۔ جس کا قصہ بہت طویل ہے۔

عہد رسالت میں مشرف باسلام ہونے کے بعد اپنی صاحبزادی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجیت میں دیا لیکن وہ ابھی خدمت اقدس میں حاضر نہیں ہو سکی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

**لطیفہ** حضرت اشعث نساج (یعنی بنکر تھے) ایک بار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان پر خفا ہوئے تو جلال میں فرمایا۔ ایها الحائك ابن الحائك (اے جولاہے کے بیٹے جولاہے) مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو یہ شرف بخشا کہ ان کی صاحبزادی کو امہات المومنین کے زمرہ میں داخل فرمایا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بہن کو ان کی زوجیت میں دیا۔ اس سے ان لوگوں کو اپنی اصلاح کر لینی واجب ہے جو نساجین کو ذلیل و خوار سمجھتے ہیں (یعنی بنکروں کو) حضرت اشعث بن قیس کے ان چچا زاد بھائی کا نام جن کی زمین میں ان کا کنواں تھا، معدان بن الاسود بن سعد بن معدی کرب تھا۔

**مسائل** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ثبوت پیش کرنا مدعی پر ہے۔ اور اگر مدعی ثبوت نہ پیش کر سکے اور مدعی علیہ دعویٰ سے انکار کرے تو اس پر قسم ہے۔ مدعی پر قسم نہیں۔ اور اس کی قسم لغو ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ حاکم مدعی علیہ سے قسم کا مطالبہ کرے گا۔ اگرچہ مدعی اس کا مطالبہ نہ کرے۔

---

باب کلام الخصوم بعضهم فی بعض ص۳۳۶ ۔ الشافی ۔ التفسیر ۔ آل عمران باب قوله تعالیٰ ان الذین یشترون بعهد الله وایمانهم ثمنا قلیلا ص۶۵۲ ۔ الایمان ۔ باب قول الله ان الذین یشترون بعهد الله وایمانهم ص۹۸۰ ۔ باب عهد الله ص۹۸۵ ۔ الاحکام باب الحکم فی البیر ونحوه ص۱۰۶۵ ۔ الرهن اذا اختلف الراهن والمرتهن ص۳۴۲ ۔ مسلم ۔ الایمان ۔ ابوداؤد ۔ النذور ۔ ترمذی ۔ البیوع ۔ التفسیر ۔ نسائی القضاء ۔ ابن ماجه الاحکام ۔ مسند امام احمد جلد اول ص۳۷۷ جلد خامس ص۲۱۱

# بَابُ اِثْمِ مَنْ مَنَعَ ابْنَ السَّبِيْلِ مِنَ الْمَآءِ ص۳۱۷

مسافر کو پانی پینے سے منع کرنے کا گناہ۔

**حدیث ۱۳۶۸** سَمِعْتُ اَبَا صَالِحٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ

تین شخص ہیں جن کی جانب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ اور ان کے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ رَجُلٌ كَانَ لَهٗ فَضْلُ

گناہوں کو معاف نہیں فرمائے گا۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ ایک وہ شخص جس کے

مَآءٍ فِي الطَّرِيْقِ فَمَنَعَهٗ مِنَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَرَجُلٌ بَايَعَ اِمَامًا لَا يُبَايِعُهٗ

پاس راستے میں فاضل پانی تھا، اور اس نے پانی کو مسافر سے روکا۔ اور ایک وہ شخص جس نے کسی امام

اِلَّا لِدُنْيَا فَاِنْ اَعْطَاهُ مِنْهَا رَضِيَ وَاِنْ لَّمْ يُعْطِهٖ مِنْهَا سَخِطَ وَرَجُلٌ اَقَامَ

سے صرف دنیا کے لئے بیعت کی اب وہ اگر اس کو کچھ دے تو راضی رہے اور اگر کچھ نہ دے تو وہ ناراض ہو جائے

سِلْعَتَهٗ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ وَاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ لَقَدْ اُعْطِيْتُ بِهَا كَذَا وَكَذَا

اور ایک وہ شخص جس نے عصر بعد اپنے سامان کو لگایا پھر کہا قسم ہے اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں

فَصَدَّقَهٗ رَجُلٌ ثُمَّ قَرَأَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ "اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ

میرے اس سامان کی قیمت اتنی اتنی لگائی جا چکی ہے۔ کسی نے اسکی بات مان لی (اور سامان اتنے دام پر خرید لیا)

ثَمَنًا قَلِيْلًا" ؎

پھر حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ جو لوگ اللہ کے عہد اور اسکی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں۔

---

؎ من رأى ان صاحب الحوض والقربة احق بمائه ص۳۱۸ شهادات باب اليمين بعد العصر ص۳۶۷ ثانی احكام باب من بايع رجلا لا يبايعه الا للدنيا ص۱۰۵۱ كتاب التوحيد باب قوله تعالى وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة ص۱۱۰۹ مسلم ايمان نسائی۔ بيوع۔ ابن ماجه تجارات۔ جهاد۔ مسند امام احمد بن حنبل ص۲۵۱ ج۲ و ص۳۸۰۔

**تشریحات ۱۳۶۸**

مطابقت : اس حدیث میں فاضل پانی کسی کو نہ دینے پر وعید ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر پانی فاضل نہ ہو تو منع کر سکتا ہے ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافرین اور مویشیوں کو پانی پلانا واجب ہے جب کہ وہ پیاسے ہوں اور اگر پیاس سے ان کی جان جانے کا اندیشہ ہو تو پانی کے مالک سزا کے مستحق ہوں گے ۔ اگر مسافرین کے پاس قیمت ہو تو مفت پلانا واجب نہیں ۔ اور اگر قیمت نہ ہو تو جان کے بچانے کی مقدار پانی پلانا واجب ہے ۔

## بَابُ سَكْرِ الْاَنْهَارِ ص ۳۱۷ نہروں کا بند کرنا

**حدیث ۱۳۶۹**

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ۔ انھوں نے حدیث

حَدَّثَهٗ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

بیان کی کہ ایک انصاری نے حضرت زبیر کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حرّہ کے اس نالے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شِرَاجِ الْحَرَّةِ الَّتِيْ يَسْقُوْنَ بِهَا النَّخْلَ فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ

کے بارے میں جس سے لوگ کھجور کے باغوں کو پانی دیتے تھے ۔ دعویٰ کیا ۔ انصاری نے کہا ۔

سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ فَاَبٰى عَلَيْهِ فَاخْتَصَمَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پانی کو چھوڑ دے کہ وہ آگے بڑھے ۔ حضرت زبیر نے انکار کر دیا ۔ اب دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ اَرْسِلِ

کی خدمت میں یہ معاملہ لے گئے ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اے زبیر سینچ کر پانی

الْمَاءَ اِلٰى جَارِكَ فَغَضِبَ الْاَنْصَارِيُّ فَقَالَ اَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ فَتَلَوَّنَ

اپنے پڑوسی کے لئے چھوڑ دے ۔ اس پہ انصاری غصہ ہو گئے ۔ اور یہ کہہ دیا ۔ آپ کی پھوپھی کے بیٹے

وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ

ہیں نا ؟ ۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رخ انور بدل گیا ۔ پھر فرمایا ۔ اے زبیر ! سینچ لے پھر

اَحْبِسِ الْمَاءَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَى الْجَدْرِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَحْسِبُ

پانی کو روک ۔ یہاں تک کہ مینڈھ کے سرے تک پہنچ جائے ۔ اس پر زبیر نے فرمایا ۔ بخدا میں گمان کرتا ہوں

هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْ ذٰلِكَ ۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ

کہ یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی ۔ تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے ۔ جب تک آپسی جھگڑوں

فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ؎

میں آپ کو حکم نہ مان لیں ۔ پھر آپ کے فیصلے پر کوئی تنگی محسوس نہ کریں ۔ اور اسے کما حقہ تسلیم نہ کر لیں ۔

**تشریحات ۱۲۶۹**

رجلا من الانصار ۔ بعض شارحین نے تحریر کیا کہ یہ شخص منافق تھے ۔ مگر یہ صحیح نہیں ۔ اولاً اس لئے کہ امام بخاری نے کتاب الصلح میں ان کے بارے میں فرمایا ۔

قد شهد بدرا ۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ اصحاب بدر میں سے کوئی بھی منافق نہ ہوا ۔ ثانیاً صحابہ کرام کی عادت کریمہ تھی کہ جب منافقین کا ذکر کرتے تو ان کو منافقین ہی سے ذکر کرتے ۔ انھیں انصاری نہیں کہتے ۔ یہاں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کو انصاری کہا ۔ لوگوں کو یہ شبہ اس بنا پر ہوا کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں وہ سخت کلمے استعمال کر دیا تھا ۔ اس کی تاویل علماء نے یہ کی ہے کہ انتہائی غصہ کی وجہ سے یہ کلمے ان کی زبان سے بے اختیار نکل گئے ۔ ابتداء اسلام کا معاملہ تھا لوگ آداب نبوت سے آشنا نہیں ہوئے تھے صورت حال یہ تھی کہ ریگستان کے بالائی حصہ سے یہ پانی آتا تھا ۔ بالائی حصہ پر حضرت زبیر بن عوام کا باغ تھا ۔ اور اس سے متصل نشیبی حصہ پر ایک انصاری کا باغ تھا ۔ عرف کے دستور اور رواج کے مطابق حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ حق حاصل تھا ۔ کہ اپنا باغ پورے طور سے سینچ لیں پھر پانی اپنے پڑوسی کو دیں ۔ اس پر پڑوسی جو انصاری تھے انھوں نے جھگڑا کیا ۔

**شراج الحرۃ**

شراج پانی بہنے کے نالے کو کہتے ہیں ۔ الحرۃ پتھریلی زمین جہاں اس طرح پتھر پڑے ہوں کہ دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا ہو کہ یہ اوپر سے گرائے گئے ہوں اور جلے ہوئے ہیں ۔ مدینہ طیبہ کے دو حرہ مشہور ہیں ۔ حرہ شرقیہ ، حرہ غربیہ جس کے درمیان پورا شہر آباد ہے ۔

الی الجدر ۔ جدر کے اصل معنی دیوار کے ہیں ۔ یہاں مراد وہ مینڈھ ہے جو پانی روکنے کے لئے درختوں کی جڑوں کے ارد گرد باندھی جاتی ہے ۔ بعض روایتوں میں یہ لفظ بھی آیا ہے الی الجذر ۔ جذر درخت کی اس جڑ کو کہتے ہیں ۔ جو زمین کے اندر پھیلی ہوئی ہوتی ہے ۔ مراد وہی ہے کہ کھیت کو جتنے پانی کی ضرورت ہے ۔ لوگ جتنا پانی بھرتے ہیں بھر لو ۔ چنانچہ بعض روایتوں میں آیا ہے ۔ کہ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باغ میں اتنا

---

؎ باب شرب الاعلی الاسفل صـ۳۱۸ ۔ باب شرب الاعلی الی الکعبین صـ۳۱۸ الصلح ۔ باب اذا اشار الامام بالصلح صـ۳۷۳ ثانی تفسیر باب قولہ تعالیٰ فلا وربك لایومنون الآیۃ صـ۶۶۵ مسلم فضائل ۔ ابوداؤد اقضیہ ۔ ترمذی احکام ۔ تفسیر نسائی قضاۃ ابن ماجہ مقدمہ جلد مسند امام احمد جلد اول صـ۱۶۵ جلد رابع صـ۵

پانی بھرا کہ ٹخنوں تک پہنچ گیا۔

**مسائل** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو چیز کسی کی مملوک نہ ہو ملکہ مباح ہو اس پر جو قبضہ کرلے وہ چیز اسی کی ہے۔ کہیں سے مباح پانی بہتا آ رہا ہو تو جس کی طرف پہلے پہنچے اسے حق حاصل ہے کہ بقدر ضرورت استعمال کر کے دوسرے کے لئے چھوڑ دے۔

**قال محمد بن العباس** محمد بن عباس سلمی اصبہانی، امام بخاری کے ہم عصر محدث ہیں۔ البتہ ان کا وصال امام بخاری کے بعد ۲۶۶ھ میں ہوا ہے۔ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کو امام زہری کے تلامذہ میں سے صرف امام لیث نے عروہ سے اور وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ بقیہ تلامذہ کی روایت کے بموجب عروہ نے یہ حدیث اپنے والد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ مگر نسائی میں امام زہری کے تلامذہ ابن وہب اور یونس نے بھی یہی روایت کی ہے کہ عروہ نے اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔

## بَابُ مَنْ رَأَى أَنَّ صَاحِبَ الْحَوْضِ وَالْقِرْبَةِ أَحَقُّ بِمَائِهِ ص۳۱۸

حوض یا مشک کا مالک اس کے پانی کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔

**حدیث ۱۳۷۰** عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَذُودَنَّ رِجَالًا

قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کچھ لوگوں کو اپنے حوض سے میں بھگاؤں گا۔ جیسے

عَنْ حَوْضِي كَمَا تُذَادُ الْغَرِيبَةُ مِنَ الْإِبِلِ عَنِ الْحَوْضِ [۱]

اجنبی اونٹ کو حوض سے بھگایا جاتا ہے۔

**تشریحات** رجالا۔ یہ کون لوگ ہوں گے۔ اس کے بارے میں شراح کے مختلف اقوال ہیں۔ ابن تین نے کہا ہے کہ یہ منافقین ہیں۔ ابن جوزی نے کہا کہ یہ مبتدع گمراہ ہوں گے۔ قرطبی نے کہا یہ لوگ دوسری ایسی امت کے افراد ہوں گے۔ جن میں اس امت کا کوئی نشان نہیں — میرے خیال میں

---

[۱] مسلم طہارت۔ فضائل۔ ابن ماجہ۔ زہد۔ مسند امام احمد بن حنبل ج۲ ص۲۹۰ ج۲ ص۳۰۰ ج۲ ص۳۰۸ ج۲ ص۳۵۴ ج۲ ص۴۶۷

[۲] ثانی۔ کتاب القضاۃ ص۳۰۷۔

ان اقوال میں منافات نہیں ۔ یہ سب ہو سکتے ہیں ۔ مراد یہ ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے ۔ لیکن حقیقت میں وہ مسلمان نہیں تھے ۔ منافق تھے ۔ یا مرتد تھے یا گمراہ تھے ۔ یہ لوگ بھی امت کے ساتھ حوض پر آجائیں گے ۔ جنھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دھکا دے کر بھگا دیں گے ۔

---

بَابُ لَا حِمٰی اِلَّا لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ ص۳۱۹ محفوظ چراگاہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے ۔

**حدیث ۱۳۷۱**

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَۃَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ صعب بن جثامہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حِمٰی اِلَّا لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ وَقَالَ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

نے فرمایا ۔ محفوظ چراگاہ صرف اللہ اور اسکے رسول کے لئے ہے (اور امام زہری نے کہا) ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَمَی النَّقِیْعَ وَاَنَّ عُمَرَ حَمَی الشَّرَفَ وَالرَّبَذَۃَ ؎

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نقیع کو رَمنہ بنایا (محفوظ شاہی چراگاہ) اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرف اور ربذہ کو رمنہ بنایا ۔

**تشریحات ۱۳۷۱**

تکمیل ۔ صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ۔ کہ میں ابواء یا ودان میں تھا ۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر ہوا ۔ حضور سے ان لوگوں کے بارے میں سوال ہوا جو مشرک ہیں ۔ اور کہیں رات گزارتے ہیں ۔ اور ان کی عورتوں سے ہمبستری کریں جو اولاد پیدا ہوں گی اس کا کیا حکم ہے ۔ فرمایا وہ انھیں سے ہیں ۔

**نقیع** مدینہ طیبہ سے دو دن کے فاصلہ پر بلاد مذینہ ایک جگہ کا نام ہے ۔ شرف ، مدینہ کے ملحقات میں ایک جگہ کا نام ہے ۔ ربذۃ ۔ مدینہ طیبہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ذات عرق کے قریب ایک جگہ کا نام ہے ۔ یہیں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار پاک ہے ۔

**حمی** رَمنہ ۔ وہ چراگاہ جسے حکومت اپنے جانوروں کے چرنے کے لئے خاص کر دے ۔

**بلغنا** یعنی یہ حدیث بلاغات امام زہری سے ہے ۔ امام زہری کہتے ہیں کہ ہم کو خبر پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نقیع کو رمنہ بنایا ۔ حالانکہ امام زہری نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی ہے ۔ انکی ولادت تقریباً ۵۳ھ میں ہوئی ہے ۔ انھوں نے بیچ کے اس راوی کو چھوڑ دیا ہے ۔ یہ خود صعب بن جثامہ ہیں اور مزید عبداللہ بن عباس اور عبیداللہ بن عبداللہ جیسا کہ امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے ۔

---

؎ الجہاد باب فضل من اسلم من اھل الکتابین ص۴۲۳ ابوداؤد خراج ۔ نسائی الحمی ۔ مسند امام احمد ص۳۸۳-۴ ج۱

## بَابُ الْقَطَائِعِ ص۳۲۰ جاگیروں کا بیان

**حدیث ۱۳۷۲**

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّقْطِعَ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ حَتّٰى تُقْطِعَ لِاِخْوَانِنَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ انصار کو بحرین جاگیر میں دیدیں۔ انصار نے عرض کیا کہ جب تک ہمارے مہاجر بھائیوں کو جاگیر نہیں دیں گے (ہمیں قبول نہیں) فرمایا تملوگ

مِثْلَ الَّذِيْ تُقْطِعُ لَنَا قَالَ سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ اِثْرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ [1]

عنقریب میرے بعد ترجیحی سلوک دیکھو گے۔ اس وقت صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے ملو۔

**تشریحات ۱۳۷۲**

بعض دوسری روایتوں میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کرام کو بلا کر یہ فرمایا تھا مگر چونکہ اتنی گنجائش نہ تھی کہ مہاجرین کو بھی دیں اس لئے نہ انصار کو کچھ دیا نہ مہاجرین کو۔

**اشکال وجواب**

بحرین صلحاً فتح ہوا تھا اور جو ملک بطور صلح اس شرط پر فتح ہو کہ وہاں کے باشندوں کی املاک ان کی ملک میں باقی رہینگی۔ ایسی جگہوں کو کسی کو جاگیر میں دینا جائز نہیں۔ اس کا جواب بعض شارحین نے یہ دیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہاں جو غیر مسلم ذمی ہیں ان کو تقسیم کر دیا جائے۔ ان کا جزیہ انصار کرام لیں۔

**بحرین**

جنوبی نجد کا ایک حصہ ہے۔ جسے آج کل لوگ الاحساء کے نام سے جانتے ہیں۔ یہاں کھجوریں بکثرت ہوتی ہیں۔

---

[1] کتاب الجہاد باب ما اقطع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من البحرین ص۴۴۸ باب کتابۃ القطائع ص۳۲۰ المناقب باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للانصار اصبروا ص۵۲۵ مسند امام احمد ص۱۱ ج۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب الاستقراض وأداء الدیون والحجر والتفلیس ص۳۲۱

قرض لینے ادا کرنے، تصرفات سے روکنے اور دیوالیہ قرار دینے کے بارے میں۔

## باب من اخذ اموال الناس یرید اداءھا او اتلافھا۔ ۳۲۱

جس نے لوگوں کا مال لیا۔ اور نیت یہ ہو کہ ادا کر دیگا یا ہضم کر جائیگا۔

**حدیث ۱۳۷۳**

عن ابی الغیث عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من اخذ اموال الناس یرید اداءھا ادی اللہ عنہ ومن اخذ یرید اتلافھا اتلفہ اللہ ؒ[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جس نے لوگوں کا مال لیا اور وہ ادا کرنا چاہتا ہے تو اللہ اس کی طرف سے ادا کر دیتا ہے اور جو ہضم کرنے کے لئے لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ادا کرنے کی توفیق نہیں دیتا۔

**تشریحات ۱۳۷۳**

**من اخذ۔** اس سے مراد صرف قرض نہیں بلکہ ہر وہ حق ہے جو بندہ پر کسی وجہ سے واجب ہو۔ مثلاً خرید و فروخت کے ذریعہ۔

**ادی اللہ** یہ حسن نیت کی برکت کا بیان ہے۔ اور بدنیتی کی نحوست کا کہ جو شخص انشراح صدر کے ساتھ ادا کرنا چاہے گا اللہ عزوجل اس کی مدد فرمائے گا۔ اور اسے قرض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا تاکہ وہ آخرت کے مواخذہ سے بچ سکے۔ اور جس کی نیت میں فتور ہوتا ہے اسے اس توفیق سے محروم رکھتا ہے۔ اور قرض ادا نہ کرنے کے وبال میں گرفتار رہتا ہے۔ حضرت امام محمد بن باقر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ قرض لیا کرتے تھے۔ پوچھا گیا۔ کیوں بلا ضرورت قرض لیا کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا

---

[1] ابن ماجہ صدقات۔ مسند امام احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۶۱ ح ۸۱۷۴

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ مقروض کے ساتھ رہتا ہے یہاں تک کہ اپنے قرض کو ادا کر دے۔

بَابُ اَدَاءِ الدُّيُوْنِ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا۔ ص ۳۲۱

قرضوں کو ادا کرنا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انھیں ضرور سپرد کر دو اور جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ اللہ تمہیں بہترین نصیحت کرتا ہے۔ بیشک اللہ سننے اور دیکھنے والا ہے

## حدیث ۱۳۷۴

عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا،

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَبْصَرَ يَعْنِيْ اُحُدًا قَالَ مَا اُحِبُّ اَنَّهٗ يُحَوَّلُ لِيْ ذَهَبًا يَمْكُثُ

جب حضور نے اسے یعنی احد کو دیکھا تو فرمایا یہ میرے لئے سونے سے بدل دیا جائے تو مجھے یہ پسند نہیں۔ کہ میرے پاس

عِنْدِيْ مِنْهُ دِيْنَارٌ فَوْقَ ثَلٰثِ لَيَالٍ اِلَّا دِيْنَارٌ اُرْصِدُهٗ لِدَيْنٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الْاَكْثَرِيْنَ هُمُ

ایک دینار تین دن سے زیادہ رہے۔ سوائے اس دینار کے جسے قرض ادا کرنے کے لئے بچا رکھوں۔ پھر فرمایا۔

الْاَقَلُّوْنَ اِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَاَشَارَ اَبُوْ شِهَابٍ بَيْنَ يَدَيْهِ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ وَ

زیادہ مال والے ہی زیادہ تنگدست ہیں مگر جو مال ایسے دے ایسے دے۔ ابو شہاب نے اپنے سامنے اپنے دائیں اور اپنے

عَنْ شِمَالِهٖ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ وَقَالَ مَكَانَكَ وَتَقَدَّمَ غَيْرَ بَعِيْدٍ وَسَمِعْتُ صَوْتًا فَاَرَدْتُ

بائیں اشارہ کیا۔ اور ایسے لوگ تھوڑے ہیں۔ اور فرمایا اپنی جگہ رہو اور حضور آگے بڑھے۔ اور کچھ دور نہیں

اَنْ اٰتِيَهٗ ثُمَّ ذَكَرْتُ قَوْلَهٗ مَكَانَكَ حَتّٰى اٰتِيَكَ فَلَمَّا جَاءَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الَّذِيْ سَمِعْتُ

گئے تھے۔ میں نے ایک آواز سنی۔ میں نے ارادہ کیا کہ خدمت اقدس میں حاضر ہو جاؤں۔ پھر میں نے حضور کے ارشاد کو

اَوْ قَالَ صَوْتُ الَّذِيْ سَمِعْتُ قَالَ وَهَلْ سَمِعْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَقَالَ مَنْ

یاد کیا کہ فرمایا تھا۔ میرے آنے تک اپنی جگہ رہنا۔ جب حضور تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے کیا سنا تھا

مَاتَ مِنْ اُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَمَنْ فَعَلَ كَذَا وَكَذَا قَالَ نَعَمْ

یا وہ کون آواز تھی جو میں نے سنی تھی۔ فرمایا کیا تم نے سنی۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ فرمایا میرے پاس جبرئیل آئے اور

بنایا امت میں سے جو اس حال میں مرے کہ اللہ کا کسی کو شریک ٹھہراتا ہو تو جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے عرض کیا جو ایسا ایسا کرے اور جو ایسا ایسا کرے فرمایا۔ ہاں

**تشریحات** ۱۲۷۴

قال بالمال۔ قول کبھی کبھی فعل عام کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اس وقت یہ ہر فعل کی تعبیر بن سکتا ہے۔ اگرچہ وہ کلام نہ ہو۔ زبان سے نہ صادر ہوا ہو۔ ابو شہاب کا نام عبد ربہ ہے۔

**تکمیل**

کتاب الاستیذان وغیرہ میں یہ تفصیل ہے۔ زید بن وہب نے کہا۔ ابو ذر نے ربذہ میں یہ حدیث بیان کی کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حرہ مدینہ میں عشار کے وقت چل رہا تھا کہ ہمارے سامنے احد آیا تو وہ فرمایا۔

**غیر بعید**

استیذان کی روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا۔ تم اپنی جگہ سے نہ ٹلنا یہاں تک کہ میں واپس آؤں۔ حضور تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ ہماری نظر سے غائب ہوگئے۔ تو میں نے ایک آواز سنی اور ڈرا کہ کہیں حضور پہ کوئی افتاد نہ پڑی ہو۔ میں نے جانے کا ارادہ کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کو یاد کیا۔ کہ فرمایا تھا۔ ہٹنا مت۔

**ومن فعل کذا**

دوسری روایتوں میں یہ تشریح ہے۔ کہ حضرت ابو ذر نے یہ عرض کیا تھا۔ اگرچہ وہ زنا کرے اگرچہ وہ چوری کرے۔ اگرچہ وہ چوری کرے۔ اگرچہ وہ زنا کرے۔

**حدیث** ۱۲۷۵

حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُتْبَۃَ قَالَ قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْکَانَ

نے فرمایا۔ اگر میرے پاس احد کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ خوش نہیں کرے گا کہ مجھ پر

لِیْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا یَسُرُّنِیْ اَنْ لَّا یَمُرَّ عَلَیَّ ثَلٰثٌ وَّعِنْدِیْ مِنْہُ شَیْءٌ

تین دن گزریں اور اس میں سے کچھ میرے پاس رہے مگر اتنا جسے قرض

---

حوالہ ص ۳۶۲

سے ثانی الاستیذان باب من اجاب بلبیک وسعدیک ص ۹۲۷ کتاب الرقاق الاکثرون ھم الاقلون ص ۹۵۳ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما احب ان لی مثل احد ذھبا ص ۹۵۴۔ التوحید باب کلام الرب مع جبرئیل ص ۱۱۱۵ مسلم کتاب الزکوۃ ابن ماجہ کتاب الزھد۔ مسند امام احمد بن حنبل

اِلَّا شَیْءٌ اُرْصِدُہٗ لِدَیْنٍ ؎

ادا کرنے کے لئے بچا رکھوں۔

بَابٌ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالٌ ص ۳۲۳ حق والے کیلئے گفتگو کی گنجائش ہے۔

ت ۴۶۲ وَیُذْکَرُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ لَیُّ الْوَاجِدِ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ روایت ذکر کی جاتی ہے کہ فرمایا ذی استطاعت

یَحِلُّ عِرْضُہٗ وَعُقُوْبَتُہٗ۔

کا ٹالنا اس کی آبرو اور اس کی سزا کو حلال کر دیتا ہے۔

**تشریحات** ۴۶۲ اس تعلیق کو ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت شرید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا ہے۔

لَیُّ کے معنی ٹال مٹول۔ واجد سے مراد یہاں یہ ہے کہ وہ قرض ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہو۔ حدیث کا مفہوم ظاہر ہے۔ جب قرض خواہ میعاد پر اپنا بقایا نہیں پائے گا تو جو چاہے گا بک دے گا۔ اس میں استطاعت ہوتے ہوئے فوراً قرض کی ادائیگی کی ترغیب ہے۔ اور ٹال مٹول سے ممانعت ہے۔

بَابٌ اِذَا وَجَدَ مَالَہٗ عِنْدَ مُفْلِسٍ فِی الْبَیْعِ وَالْقَرْضِ وَالْوَدِیْعَۃِ فَھُوَ اَحَقُّ بِہٖ ص ۳۲۳

جب اپنا مال مفلس کے پاس پائے۔ تو وہ اس کا حقدار ہے خواہ یہ مال کا استحقاق بطور بیع ہو یا قرض ہو یا ودیعت ہو۔

**توضیح باب** مفلس سے مراد وہ شخص ہے جس کے بارے میں حاکم نے فیصلہ کر دیا ہو کہ یہ مفلس ہے جس کو ہمارے عرف میں دیوالیہ کہتے ہیں۔

فی البیع۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی نے کوئی چیز کسی کے ہاتھ بیچا۔ مشتری نے ابھی قیمت نہیں دی تھی کہ وہ مفلس ہو گیا۔ اس کے بعد بائع نے مبیع مفلس کے پاس پائی تو بائع مبیع کا زیادہ مستحق ہے۔

والقرض۔ اس کی صورت یہ ہے کسی نے کسی کو قرض دیا پھر قرضدار مفلس ہو گیا اس کے بعد قرض خواہ نے قرض دی ہوئی رقم مقروض کے پاس پایا وہ اس کا زیادہ مستحق ہے۔ ان دونوں صورتوں میں اختلاف بھی ہے جو عنقریب آرہا ہے۔

والودیعۃ۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی نے کسی کے پاس ودیعت رکھی پھر امانت دار مفلس ہو گیا مگر

؎ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما احب ان لی احدا ذھبا۔ کتاب التمنی باب تمنی الخیر ص ۱۰۷۳

اس کے پاس ودیعت موجود ہے تو بالاتفاق اس کا مستحق مُودِع ودیعت رکھنے والا ہے۔

**ت ۴۶۳** قَالَ الْحَسَنُ اِذَا اَفْلَسَ وَتَبَيَّنَ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهٗ وَلَا بَيْعُهٗ

حسن بصری نے فرمایا جب کوئی شخص مفلس ہوگیا اور شہرت بھی ہوگئی تو اس کا آزاد کرنا

وَلَا شِرَاءُهٗ۔

ہبہ کرنا اور اسکو خرید و فروخت کرنا جائز نہیں۔

**تشریح ۴۶۳** تَبَيَّنَ۔ سے مراد حاکم کے نزدیک اس کا مفلس ہونا ثابت ہوجائے۔ اور وہ اس کا حکم دیدے۔

**ت ۴۶۴** وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ قَضٰى عُثْمَانُ مَنِ اقْتَضٰى مِنْ حَقِّهٖ قَبْلَ اَنْ يُّفْلِسَ

سعید بن مسیب نے کہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فیصلہ دیا۔ اس شخص کے بارے میں

فَهُوَ لَهٗ وَمَنْ عَرَفَ مَتَاعَهٗ بِعَيْنِهٖ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ۔

جس نے مفلس ہونے سے پہلے اپنے حق کو وصول کر لیا۔ وہ اسی کا ہے اور جو اپنے سامان کو پہچانے وہ اسکا حقدار ہے۔

**تشریح ۴۶۴** اس تعلیق کو ابو عبید نے کتاب الاموال میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مفلس کے ذمہ لوگوں کا بقایا ہے اور اس کے پاس کچھ سامان ہے، جس کے بارے میں کوئی یہ کہتا ہے۔ یہ چیز میری ہے۔ اس کو بخوبی پہچانتا ہو تو وہ چیز اسی کی ہے۔ دوسرے قرض خواہ اس کو بالجبر نہیں لے سکتے۔

**حدیث ۱۳۷۶** اَنَّ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علیہ وسلم نے فرمایا جو بعینہٖ اپنے مال کو کسی شخص کے پاس پائے اور وہ مفلس

اَوْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَدْرَكَ مَالَهٗ بِعَيْنِهٖ

ہوگیا ہو تو وہ دوسرے کے بہ نسبت زیادہ مستحق ہے۔

عِنْدَ رَجُلٍ اَوْ اِنْسَانٍ قَدْ اَفْلَسَ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ مِنْ غَيْرِهٖ۔

**تشریحات** ۱۲۷۶

اس حدیث میں مفلس سے وہ شخص مراد ہے جس کے اوپر اتنے قرض کا بار ہو جسے وہ ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو جس کی وجہ سے حاکم اسلام نے اس پر یہ پابندی لگادی ہو کہ وہ کاروبار نہیں کرسکتا۔ حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی وغیرہ کا مذہب یہی ہے کہ اگر حاکم نے کسی کے بارے میں مفلس ہونے کا حکم دیدیا پھر کسی قرض خواہ نے اپنی کوئی چیز اس مفلس کے یہاں پائی اور اس چیز میں کوئی ایسا ردوبدل نہ ہوا ہو جس سے وہ چیز بدل گئی ہو۔ مثلاً چاندی تھی اس کا زیور بنا لیا ہے تو قرض خواہ اس چیز کا بہ نسبت دوسروں کے زیادہ مستحق ہے یعنی وہ چاہے تو اس چیز کو خود لے لے۔ دوسرے قرض داروں کو اعتراض کا حق حاصل نہ ہوگا۔ خواہ یہ چیز مفلس نے خریدی ہو یا غصب کی ہو یا اس کے یہاں ودیعت رہی ہو۔

ہمارے مذہب میں تفصیل ہے۔ اگر مفلس نے کوئی چیز خریدی تھی اور ابھی قیمت نہیں ادا کر پایا تھا کہ مفلس ہوگیا تو مبیع میں بائع اور دوسرے تمام قرض خواہوں کا حق برابر ہے۔ بائع دوسرے قرضخواہوں سے زیادہ حقدار نہیں۔ اور یہ اس حدیث کے تحت داخل ہی نہیں۔ اس لئے کہ حدیث میں یہ ہے کہ جو اپنا مال بعینہٖ مفلس کے پاس پائے بیع کے بعد مبیع بائع کے ملک سے نکل کر مشتری کی ملک میں داخل ہوگئی۔ بیع کے بعد مبیع بائع کا مال ہی نہیں رہا۔ اس لئے یہ اس حدیث کے ضمن میں آتا ہی نہیں اس حدیث سے مراد غصب سرقہ وغیرہ ہیں جیسا کہ طبرانی نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ـــــ جس کا کوئی سامان چوری چلا جائے یا ضائع ہوجائے پھر بعینہٖ اپنے سامان کو کسی شخص کے پاس پائے تو وہ اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے اور مشتری بائع سے قیمت وصول کرے۔

اور یہی مذہب ابراہیم نخعی حسن بصری اور ایک روایت کے مطابق شعبی اور امام شافعی کے استاذ وکیع بن جراح اور عبداللہ بن شبرمہ قاضی کوفہ کا بھی ہے۔ بلکہ بہت سے لوگوں نے حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی یہی مذہب بتایا ہے۔

اس مسئلہ پر بہت مفید معرکۃ الآرا علامہ بدرالدین عینی نے بحث فرمائی ہے۔ جس کا جی چاہے مطالعہ کرلے۔

اس حدیث کے سند کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے تمام راوی اپنے اپنے زمانے میں مدینہ طیبہ کے قاضی تھے۔

---

بَابُ اِذَا اَقْرَضَهٗ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى اَوْ اَجَّلَهٗ فِى الْبَيْعِ ص ۳۲۳ جب میعاد مقررہ تک کسی کو قرض

دیا یا بیع میں میعاد مقرر کی۔

ت ۴۶۵ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِي الْقَرْضِ إِلٰى أَجَلٍ لَا بَأْسَ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے میعاد مقررہ تک قرض کے بارے میں فرمایا اس

بِهٖ وَإِنْ أُعْطِيَ أَفْضَلَ مِنْ دَرَاهِمِهٖ مَا لَمْ يَشْتَرِطْ ۔

میں کوئی حرج نہیں اگرچہ مقروض قرضخواہ کے درہموں سے عمدہ درہم دے جب تک اسکی شرط نہ کرے ۔

تشریح ۴۶۵ اس تعلیق کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے سندِ متصل کے ساتھ اپنے مصنف میں روایت کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دراہم سب ایک نوع کے ہیں اگرچہ ان میں چاندی کی مقدار کم و بیش ہوں۔ شرط کے بعد چونکہ سود کا شبہ پیدا ہو جاتا ہے اسلئے ممنوع ہے ۔

ت ۴۶۶ وَقَالَ عَطَاءٌ وَعَمْرُو ابْنُ دِيْنَارٍ هُوَ إِلٰى أَجَلِهٖ

امام عطاء اور امام عمرو بن دینار نے فرمایا ۔ قرض دار

فِي الْقَرْضِ ۔

قرض میں میعاد کا پابند ہے ۔

تشریحات ۴۶۶ اس تعلیق کو امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں ذکر فرمایا ہے ۔ اس تعلیق کا مطلب یہ ہوا کہ قرض کے لئے جو میعاد مقرر کی گئی اس سے پہلے قرض خواہ کو مطالبہ کا حق نہیں یعنی قرض دار اس پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ اس کے پہلے ادا کرے ۔

بَابُ مَا يُنْهٰى عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۔ وَلَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۔ وَقَالَ أَصَلٰوتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَّفْعَلَ فِيْ أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ ۔ وَقَالَ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ ۔ وَالْحَجْرِ فِيْ ذٰلِكَ وَمَا يُنْهٰى عَنِ الْخِدَاعِ صـ ۳۲۳

مال ضائع کرنے سے منع فرمایا گیا اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا بیان ۔ اور اللہ فساد پسند نہیں فرماتا ۔ اور اللہ فسادیوں کے کام نہیں بناتا ۔ اور فرمایا (قوم نے کہا) کیا تمہاری نماز تم کو حکم دیتی ہے کہ جسے ہمارے باپ دادا پوجتے تھے ۔ اس کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں جو چاہیں کریں ۔ اور فرمایا احمقوں کو اپنا مال نہ دو ۔ اور اس بارے میں پابندی لگانے اور دھوکا دینے سے ممانعت کا بیان ۔

157

**حدیث ۱۳۷۷** عَنْ وَرَّادٍ مَوْلَى الْمُغِيْرَةِ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَمَنَعَ وَهَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَةَ الْمَالِ ؎

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ماؤں کی نافرمانی اور بچیوں کو زندہ درگور کرنا اور مستحقین کو مال دینے سے رکنا ۔ اور ناحق مال حاصل کرنا اور تمہارے لئے ناپسند فرمایا قیل وقال اور سوال کی کثرت اور مال کا ضائع کرنا۔

**تشریحات ۱۳۷۷** العقوق ۔ تعلق ختم کرنا یہاں معنی عام مراد ہے جو نافرمانی کو بھی شامل ہے اب اس کا دو فرد ہے ایک بالکلیہ تعلقات منقطع کرلینا دوسرے یہ کہ کسی جائز حکم میں نافرمانی کرنا اگرچہ تعلقات باقی ہوں یہ دونوں چیزیں ماں باپ کے حق میں حرام ہیں صرف ماں کی تخصیص دو وجہ سے فرمائی اول یہ کہ ماں کے حقوق باپ سے زیادہ ہیں ۔ دوسرے یہ کہ عوام میں ماں کی نافرمانی اور ماں کے ساتھ گستاخی اور قطع تعلق بہ نسبت باپ کے زیادہ ہے۔

منعا ۔ یعنی جن لوگوں کے حقوق تم پر واجب ہوں ان کو کماحقہ ادا کرو ایسا نہ ہو کہ صاحب حق اپنے حق کا مطالبہ کرے تو منع کرو ۔ ھات ۔ سے مراد یہ ہے کہ ناحق لوگوں سے مال وصول کرے ۔ قیل وقال فعل ماضی کا صیغہ ہے ایک مجہول کا ایک معروف کا ۔ جیسے بولتے ہیں قیل کذا وقال کذا ۔ اسی سے ان کا قول الدنیا قیل وقال یہ دونوں مبنی علی الفتح ہیں اصل کا لحاظ کرتے ہوئے ۔ معرب بھی ہو سکتے ہیں اسماء کے قائم مقام مان کر اسی وجہ سے اس پر کبھی کبھی ال تعریف کا بھی آتا ہے ۔ لانعرف القال من القیل۔ اور یہ دونوں مصدر بھی ہو سکتے ہیں ۔ باعتبار معنی کے یہ احتمال زیادہ ظاہر ہے ۔

**کثرت سوال** ایسا بہت ہوا ہے کہ ایک چیز حلال و مباح تھی ۔ لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سوال کرنے کی وجہ سے اس کا حکم نازل کر دیا گیا ۔ پہلے وسعت تھی اب تنگی کر دی گئی ہے۔

---

؎ الثانی ۔ الادب باب عقوق الوالدین صفحہ ۸۸۴ ۔ الرقاق مایکرہ من قیل وقال صفحہ ۹۵۰ کتاب الاعتصام باب مایکرہ من کثرۃ السوال صفحہ ۱۰۸۲ مسلم الاقضیہ ۔ دارمی فی الرقاق ۔ مسند امام احمد جلد رابع صفحہ ۲۴۶ ۔

یہ حکم عہد رسالت تک خاص تھا اب جو لوگ نہیں جانتے ہیں انھیں ایمان و کفر، حلال و حرام کے بارے میں سوال کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بعض صورتوں میں فرض یا واجب ہے۔

ہاں ایسے سوالات ممنوع ہیں جن پر اعتقاد رکھنا یا عمل کرنا فرض یا واجب یا سنت نہیں مثلاً حضرت آدم نے جنت میں سب سے پہلے کیا کھایا تھا۔ دنیا میں آئے تو سب سے پہلے کیا کھایا۔ ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔

---

www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# فی الخصومات

## مقدمات کے بیان میں

### بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْاَشْخَاصِ وَالْخُصُوْمَةِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُوْدِيِّ ص ۳۲۴

مجرم کو حاکم کے پاس لیجانے اور مسلمان یہودی کے جھگڑے میں کیا ذکر کیا گیا ہے۔

**حدیث ۱۲۷۸**

سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ اٰيَةً سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَهَا فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ وَاَتَيْتُ بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ قَالَ شُعْبَةُ اَظُنُّهٗ قَالَ لَا تَخْتَلِفُوْا فَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوْا فَهَلَكُوْا [۱]

حضرت عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے ایک شخص کو ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف سنا تھا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ حضور نے فرمایا۔ تم دونوں نے صحیح پڑھا۔ شعبہ نے کہا میرا گمان ہے کہ یہ بھی فرمایا تھا آپس میں اختلاف نہ کرو اس لئے کہ تم سے پہلے والوں نے اختلاف کیا تو ہلاک ہو گئے۔

**تشریحات ۱۲۷۸**

صحیح ابن حبان میں روایت یوں مفصل ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سورۂ رحمٰن پڑھایا تھا۔ میں مسجد گیا کچھ لوگوں کے پاس بیٹھا اور میں نے ایک شخص سے کہا۔ قرآن شریف پڑھو اس نے ایسی قرأت کی جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھائی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا تجھے کس نے پڑھایا ہے اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اب ہم دونوں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سارا قصہ عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اور فرمایا تم سے پہلے کتاب اللہ میں اختلاف کی وجہ سے لوگ ہلاک ہو گئے۔

---

[۱] الانبیاء۔ بنی اسرائیل ص ۴۹۳ ثانی فضائل القرآن اقرءوا القرآن ما ائتلفت ص ۷۵۰ مسند امام احمد ج ۱ ص ۴۱۲

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید مختلف وجوہ کے ساتھ نازل ہوا ہے امت نے تتبع سے سات قرأت متواترہ معلوم کرلی ہیں۔ اس کے علاوہ مزید پانچ قرأت شاذہ بھی ہیں۔ قرأت متواترہ میں سے جو چاہے پڑھے۔ لیکن اس کا لحاظ کرے کہ قوم کے سامنے وہ قرأت نہ کرے جس سے لوگ مانوس نہ ہوں۔

**حدیث ۱۳۷۹**

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِسْتَبَّ رَجُلَانِ، رَجُلٌ مِّنَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا دو شخصوں نے جن میں ایک مسلمان اور دوسرا یہودی تھا۔

الْمُسْلِمِیْنَ وَرَجُلٌ مِّنَ الْیَهُوْدِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِی اصْطَفٰی مُحَمَّدًا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ

ایک دوسرے کو برا بھلا کہا، مسلمان نے کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام عالم

وَقَالَ الْیَهُوْدِیُّ وَالَّذِی اصْطَفٰی مُوْسٰی عَلَی الْعٰلَمِیْنَ فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ یَدَهٗ عِنْدَ ذٰلِكَ

پر منتخب فرمایا اور یہودی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام عالم پر منتخب فرمایا، اتنی بات پر مسلمان

فَلَطَمَ وَجْهَ الْیَهُوْدِیِّ، فَذَهَبَ الْیَهُوْدِیُّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور یہودی کے منہ پر تھپڑ مارا یہودی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور سارا واقعہ سنایا،

فَاَخْبَرَهٗ بِمَا كَانَ مِنْ اَمْرِهٖ وَاَمْرِ الْمُسْلِمِ، فَدَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمَ

اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو بلوایا اور اس سے پوچھا، مسلمان نے سارا واقعہ عرض کیا، تو

فَسَاَلَهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَاَخْبَرَهٗ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَیِّرُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو اسلئے کہ قیامت کے دن لوگوں پر غشی طاری ہوگی، اور

فَاِنَّ النَّاسَ یَصْعَقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَاَصْعَقُ مَعَهُمْ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ یُّفِیْقُ، فَاِذَا مُوْسٰی

مجھ پر بھی غشی طاری ہوگی سب سے پہلے مجھے افاقہ ہوگا اس وقت میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا کونہ پکڑے ہوئے ہیں

بَاطِشٌ جَانِبَ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِیْ كَانَ فِیْمَنْ صَعِقَ فَاَفَاقَ قَبْلِیْ اَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَی اللّٰهُ[۱]

میں نہیں جانتا کہ آیا یہ بیہوش ہوئے تھے اور مجھ سے پہلے انھیں ہوش ہوگیا یا ان لوگوں میں سے تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرمادیا ہے۔

---

[۱] الانبیاء باب وفاۃ موسیٰ ص۴۸۴ الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ وان یونس لمن المرسلین آیۃ ۱۳۹ الصافات ص۴۸۵ ثانی :- تفسیر الزمر باب قولہ و نفخ فی الصور ص۷۱۱ - الرقاق :- باب نفخ الصور ص۹۶۵ و طریقے سے - التوحید :- باب وکان عرشہ علی الماء ص۱۱۰۳ - مسلم : فضائل : ابوداؤد : السنۃ نسائی الغرات : مسند امام احمد بن حنبل جلد ثانی ص۲۶۴ -

**تشریحات ۱۳۷۹**

کتاب الانبیاء میں اس جھگڑے کی بنیاد یہ لکھی ہے کہ ایک یہودی اپنا کوئی سامان کسی کے ہاتھ بیچنا چاہتا تھا۔ مسلمان نے اس کی قیمت بہت کم لگائی جس پر اس یہودی نے کہا لا والذی اصطفی موسیٰ علی البشر۔ اسے ایک انصاری نے سنا اور یہودی کو ایک طمانچہ رسید کر دیا۔ عام روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مسلمان نے قسم کھائی تھی دونوں میں تنافی نہیں ہو سکتا ہے مسلمان نے یہی کہا ہو کہ اس سامان کی یہی قیمت ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم میں منتخب فرمایا اس کے جواب میں یہودی نے وہ کہا۔ کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ یہ مسلمان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ اگر یہ صحیح ہے تو واقعہ متعدد ماننا پڑے گا۔

**مِمَّن استثنی اللہ**

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ (الزمر آیت ۶۸)

صور پھونکا جائے گا تو بیہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جو زمین پہ ہیں مگر جسے اللہ چاہے پھر دوبارہ پھونکا جائے گا تو وہ کھڑے دیکھتے ہونگے۔

وہ اس میں رہیں گے۔ اب یہ کون لوگ ہیں اس بارے میں مفسرین [illegible] ہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ یہ جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل ہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ حاملین عرش ہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ جنت اور دوزخ کے فرشتے اور جنت کی حوریں اور جہنم کے سانپ بچھو ہیں کچھ لوگوں نے کہا اس سے مراد شہداء ہیں جو اپنی تلواریں حمائل کئے ہوئے عرش کے گرد رہیں گے ان سب میں درحقیقت کوئی تنافی نہیں۔

ہو سکتا ہے یہ سبھی مستثنیٰ ہوں۔ اور انھیں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی داخل ہوں۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول بھی ہے۔ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ذرا واضح الفاظ میں ہے کہ میں نہیں جانتا کہ بیہوش بھی ہوئے یا کوہ طور پر اپنی بیہوشی کے عوض اس بیہوشی سے محفوظ رہے۔

**حدیث ۱۳۸۰**

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ جَآءَ يَهُوْدِيٌّ فَقَالَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ ضَرَبَ وَجْهِيْ رَجُلٌ

تھا کہ ایک یہودی آیا اور اس نے کہا اے ابو القاسم آپ کے صحابہ میں سے ایک شخص نے مجھ کو تھپڑ مارا ہے۔ دریافت فرمایا

مِنْ اَصْحَابِكَ فَقَالَ مَنْ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ اُدْعُوْهُ فَقَالَ اَضَرَبْتَهٗ

کون ہے اس نے کہا ایک انصاری شخص فرمایا اسے بلاؤ (وہ حاضر ہوئے) تو دریافت فرمایا کیا تو نے

فَقَالَ سَمِعْتُهٗ بِالسُّوْقِ يَحْلِفُ وَالَّذِيْ اصْطَفَى مُوْسٰى عَلَى الْبَشَرِ قُلْتُ اَيْ خَبِيْثُ

اس کو مارا ہے تو ان صاحب نے عرض کیا کہ میں نے بازار میں اس کو یوں قسم کھاتے ہوئے سنا، قسم ہے اس ذات

عَلٰى مُحَمَّدٍ فَاَخَذَتْنِيْ غَضْبَةٌ فَضَرَبْتُ وَجْهَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کی جس نے موسیٰ کو تمام بشر پر منتخب فرمایا۔ میں نے کہا اے خبیث محمد پر بھی؟ اس سے مجھے غصہ آیا اور میں نے

لَا تُخَيِّرُوْا بَيْنَ الْاَنْبِيَاءِ فَاِنَّ النَّاسَ يُصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ

اس کو تھپڑ مارا اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء کے مابین ایک کو دوسرے پر فضیلت مت دو۔ اسلئے کہ

عَنْهُ الْاَرْضُ فَاِذَا اَنَا بِمُوْسٰى اٰخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِيْ

قیامت کے دن سب لوگ بیہوش ہو جائیں گے۔ پہلا وہ شخص جو قبر سے باہر نکلے گا میں ہوں گا۔ تو دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام

كَانَ فِيْمَنْ صَعِقَ اَوْ حُوْسِبَ بِصَعْقَةِ الْاُوْلٰى [1]

عرش کے پایہ کو پکڑے ہوئے ہیں میں نہیں جانتا کہ یہ بیہوش بھی ہوئے یا پہلی بیہوشی کے عوض محفوظ رہے۔

**تشریحات** ۱۳۸۰

**رجل من الانصار** ۔ حضرت عمرو بن دینار نے فرمایا یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے اس تقدیر پر انصار سے اس کا لغوی معنی مراد ہوگا۔

**لا تخیروني علی موسیٰ** ای لا تفضلوني ۔ یعنی مجھے حضرت موسیٰ پہ فضیلت مت دو حضرت ابو سعید خدری کی حدیث میں ہے لا تخیروا بین الانبیاء یعنی انبیاء کرام کو ایک دوسرے پہ فضیلت نہ دو۔ حالانکہ خود قرآن کریم میں فرمایا گیا۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (بقرہ ۔ آیت ۲۵۳)

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے درجوں بلند کیا۔

---

[1] الانبیاء۔ باب قول اللہ عز وجل وواعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ ص ۴۸۱ باب وفاۃ موسیٰ علیہ السلام۔
ثانی ۔ تفسیر۔ الاعراف باب قولہ ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا ص ۶۶۵ ۔ الدیات باب اذا لطم المسلم یہودیا ص ۱۰۲۱
دو طریقے سے ۔ التوحید ۔ باب وکان عرشہ علی الماء ص ۱۱۰۲ ج ۲ مسلم ۔ الانبیاء ص ۲۶۷ ابو داؤد ۔ السنۃ ۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۴۳، ۴۱

لامحالہ علماء نے حدیث کے ان ارشادات کی مختلف توجیہات کی ہیں ان میں سب سے موزوں جواب یہ ہے۔ انبیاء کرام کی ایک کی دوسرے پر فضیلت قیاس سے نہیں جانی جاسکتی۔ بلکہ اس کا دارومدار اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے پر ہے۔ چونکہ اس وقت تک اللہ عزوجل یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فضیلت مطلقہ یا انبیاء کرام کے مابین تفضیل کے مدارج بیان نہیں فرمائے تھے ان صحابی نے جو کچھ فرمایا تھا اپنے قیاس سے فرمایا تھا اس سے منع فرمایا کہ اپنے قیاس سے ایک نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت نہ دو۔ جب اس بارے میں تم کو کوئی تفضیل بتادی جائے تو اس وقت اس کے مطابق اعتقاد رکھو۔ جیسا کہ خود سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، انا سید ولد آدم ولا فخر وغیرہ وغیرہ

دوسرا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ یہ بر سبیل تواضع فرمایا۔ تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ نفس نبوت میں تفضیل سے ممانعت ہے۔ چوتھا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس طرح تفضیل سے ممانعت ہے کہ دوسرے نبی کی تحقیر لازم آئے۔

## فان الناس یصعقون

صعق کے معنی بیہوش ہونے کے ہیں کبھی کبھی یہ موت کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ علامہ نووی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ الصعق والصعقۃ الھلاک۔ والموت۔ مراح میں ہے قولہ تعالیٰ فصعق من فی السموات والارض (ای مات) حدیث میں یصعقون کے معنی عام ہیں جو بیہوشی اور موت دونوں کو شامل ہیں جیسا کہ آیت کریمہ

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ

جب صور پھونکا جائے گا تو آسمان وزمین میں جتنے لوگ ہیں سب بیہوش ہوجائیں گے مگر جسے اللہ چاہے۔

اس آیت میں صعق اپنے معنی عام میں وارد ہے۔ اس لئے کہ نفخ اولیٰ کے بعد جو لوگ زندہ موجود ہونگے جن پر ایک آن کے لئے بھی موت طاری نہیں ہوئی ہے۔ وہ سب مرجائیں گے اور وہ لوگ جن پر موت طاری ہوئی اور پھر وہ زندہ کردیئے گئے جیسے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کہ وعدۂ الٰہی کے تکمیل کے لئے ایک آن کے لئے ان پر موت طاری ہوئی مگر پھر اسی آن میں حقیقی جسمانی دنیوی حیات عطا کردی گئی۔ جیسا کہ خود ارشاد فرمایا:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق [1]

اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا حرام فرمادیا، تو اللہ کا نبی زندہ ہے اسے روزی دیجاتی ہے۔

یہ حضرات صرف بیہوش ہوں گے۔ رہ گئے وہ لوگ جو مرنے کے بعد دفن کئے جاچکے ہیں ان پر نفخۂ اولیٰ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

## فائدہ

قیامت کے دن دو نفخے ہوں گے (یعنی دوبار صور پھونکا جائے گا۔ نفخۂ اولیٰ کے اثر سے سارا عالم

---

[1] ابن ماجہ الجنائز باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۱۹

ماسوی اللہ فنا ہوجائے گا سوائے مخصوص طبقہ کے۔ پھر چالیس دن کے بعد دوبارہ) صور پھونکا جائے گا جس کے اثر سے سب لوگ زندہ ہوکر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ جیسا کہ فرمایا گیا۔

فَاِذَا نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی فَاِذَا ھُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ — جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو وہ لوگ کھڑے دیکھتے رہینگے

**اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ** — اس حدیث میں اول بمعنیٰ حقیقی ہے۔ یعنی قیامت کے دن ساری کائنات سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے حتی کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے بھی پہلے۔ افاقہ کے بعد حضرت موسیٰ کو عرش کا پایہ پکڑے ہوئے دیکھنا اس کو مستلزم نہیں کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوش میں آئیں گے۔ اس کا امکان ہے کہ افاقہ اور حضرت موسیٰ کے ملاحظہ کے زمانہ کے مابین کچھ وقفہ ہو۔

اس حدیث میں اول حقیقی مراد ہونا اس لئے متعین ہے۔ کہ معنی حقیقی سے پھیرنے والا کوئی قرینہ نہیں۔ نیز یہ کہ یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی خصوصیت خاصہ بیان فرمارہے ہیں۔ جس پر حدیث کا سیاق دلیل ہے۔ اور یہ وصف خصائص میں سے اسی وقت ہوگا جب کوئی دوسرا اس میں شریک نہ ہو۔ اس کی تائید مسلم شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جسے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے۔ کہ فرمایا۔

واول من ینشق عنہ القبر واول شافع واول مشفع — میں سب سے پہلا ہوں جو لوگ قبروں سے نکلیں گے اور میں سب سے پہلا شافع اور سب سے پہلا مشفع ہوں۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ۔ اول شافع۔ اور۔ اول مشفع۔ میں اولیت حقیقی ہے۔ یہ اس کی مؤید ہے کہ۔ اول من تنشق۔ میں بھی اولیت حقیقی ہو تاکہ کلام کا تناسب برقرار رہے۔

**حوسب** — یعنی کوہ طور پر رویت باری کے بعد جو بیہوشی طاری ہوئی تھی اس کے عوض نفخۂ اولیٰ کے بعد کی بیہوشی سے محفوظ رہے۔

اس یہودی کو صحابی نے تھپڑ مارا تھا۔ اور وہ معاہد اور ذمی تھا۔ جیسا کہ خود بخاری ہی کی ایک روایت میں ہے کہ اس نے یہ عرض کیا کہ میں معاہد اور ذمی ہوں تو چاہئے تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسے قصاص دلاتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن بطال نے کہا کہ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ مسلم اور ذمی کے درمیان قصاص نہیں۔ توضیح میں یہ ہے کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے۔ ہمارے یہاں تفصیل ہے گھونسا اور چپت وغیرہ میں قصاص نہیں۔ جب تک کہ زخم نہ ہو۔ جب کسی چوٹ سے زخم ہوجائے تو اس میں قصاص یا دیت (مالی تاوان) واجب ہے۔

بَابُ مَنْ رَدَّ اَمْرَ السَّفِیْہِ وَالضَّعِیْفِ الْعَقْلِ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ حَجَرَ عَلَیْہِ الْاِمَامُ۔ ص۳۲۵ — جس نے بے وقوف اور کمزور عقل کے معاملہ کو رد کردیا اگرچہ امام نے اس پر پابندی نہ لگائی ہو۔

ت ۴۶۷ وَقَالَ مَالِكٌ إِذَا كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى رَجُلٍ مَالٌ وَلَهُ عَبْدٌ لَا شَيْءَ لَهُ

امام مالک نے کہا۔ جب کسی شخص کا کسی شخص پر مال ہو اور اس کے پاس ایک غلام کے علاوہ کچھ

غَيْرُهُ وَعَاتَقَهُ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ۔

اور نہ ہو اور وہ غلام کو آزاد کرے تو اس کا آزاد کرنا درست نہیں۔

تشریحات ۴۶۷ امام مالک کا یہ ارشاد ان کے موطا میں مذکور ہے۔ سفیہ اور ضعیف العقل بعض علماء کے نزدیک از خود مجور ہیں۔ اگرچہ حاکم نے اس کے مجور ہونے کا حکم نہ دیا ہو۔ اور کچھ علماء یہ کہتے ہیں کہ حاکم کے حکم کے بعد مجور ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ ہمارے یہاں کم عقلی کی وجہ سے حجر جائز نہیں۔ البتہ صاحبین نے فرمایا کہ ایسے تصرفات میں حجر درست ہے جو ہزل کے ساتھ صحیح نہیں۔ جیسے بیع وغیرہ۔ اور جو تصرفات ہزل کے ساتھ درست ہیں جیسے طلاق وغیرہ ان میں حجر صحیح نہیں۔

بَابُ كَلَامِ الْخُصُومِ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ ص ۳۲۶ مدعی، مدعی علیہ کا آپس میں بات کرنا۔

حدیث ۱۳۸۱ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے تھے۔ میں نے ہشام بن حکیم

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ

بن حزام کو سورہ فرقان اس کے علاوہ اور طریقے سے پڑھتے ہوئے سنا۔ جیسے میں پڑھتا تھا اور رسول اللہ

الْفُرْقَانِ عَلٰى غَيْرِ مَا أَقْرَأُهَا وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَأَنِيهَا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے پڑھایا تھا۔ قریب تھا کہ میں جلدی کر بیٹھتا مگر میں نے ان کو مہلت دیدی

وَكِدْتُ أَنْ أُعَجِّلَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَمْهَلْتُهُ حَتّٰى انْصَرَفَ ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَجِئْتُ

جب وہ فارغ ہو گئے پھر میں نے ان کی چادر پکڑ کر کھینچا اور انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

بِهِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ عَلٰى غَيْرِ

میں لے کر آیا اور میں نے عرض کیا حضور! آپ نے جیسے مجھے قرآن پڑھایا تھا اس کے علاوہ اور طریقہ سے

مَا أَقْرَأْتَنِيهَا فَقَالَ لِي أَرْسِلْهُ ثُمَّ قَالَ لَهُ اقْرَأْ فَقَرَأَ فَقَالَ هٰكَذَا أُنْزِلَتْ

یہ پڑھ رہا ہے۔ تو حضور نے مجھے فرمایا کہ اسے چھوڑ دے پھر اس سے فرمایا پڑھ تو اس نے پڑھا۔ فرمایا

ثُمَّ قَالَ لِیْ اِقْرَأْ فَقَرَأْتُ فَقَالَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی

اس طرح سورہ نازل کی گئی ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا تو میں نے پڑھا۔ فرمایا اس طرح بھی نازل کی گئی ہے۔ بیشک

سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَأُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ۔ ؎

قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے۔ اسمیں سے جو تمہیں آسان ہو پڑھو۔

**تشریحات ۱۳۸۱**

فضائل القرآن کی روایتوں سے ظاہر ہے کہ ہشام بن حکیم نماز میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے اتنا غصہ آیا کہ قریب تھا کہ میں نماز ہی میں ان سے لڑ پڑتا لیکن میں نے صبر کیا یہاں تک کہ جب سلام پھیر چکے تو میں ان کی چادر پکڑ کر حضور کی خدمت میں لے گیا۔

**علیٰ سبعۃ احرفٍ**

اس سے کیا مراد ہے اس بارے میں علماء کے مابین شدید اختلاف ہے علامہ بدرالدین محمود عینی نے اس بارے میں دس مذہب گنایا ہے۔

اول :۔ اس سے قرأت سبعہ مراد ہے اس خادم کا رجحان یہی ہے البتہ اس پر ایک اشکال ہے قرآن ایک بار نازل ہوا ہے اور اس کی کوئی تشریح نہیں ملتی کہ جبریل امین ساتوں قرأت عرض کرتے تھے اس کا جواب علامہ عینی نے یہ دیا کہ نازل تو ایک ہی قرأت ہوئی لیکن ہر سال رمضان المبارک میں دورۂ قرآن کے وقت جبریل امین نے بقیہ قرأتیں پیش کی ہوں گی۔

**اقول وھوالمستعان**

جس طرح اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ نزول قرآن کے وقت جبریل امین ساتوں قرأتیں پیش فرماتے تھے اسی طرح اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں کہ دور کے وقت بقیہ قرأتیں پیش کی ہیں ـــــ بلکہ انزل علی سبعۃ احرف سے یہی متبادر ہوتا ہے کہ جبریل امین ساتوں قرأتیں نزول کے وقت عرض کرتے تھے۔

دور کے وقت قرآن کا نزول نہیں ہوتا تھا بلکہ ما انزل کا عرض ہوتا تھا۔

ثانی :۔ اس سے مراد لغات ہیں زبان عرب کا ماہر جانتا ہے کہ عرب کے قبائل میں لغات کا کتنا اختلاف ہے۔ حتی کہ خود قریش کے مابین بھی۔ مراد یہ ہے کہ عرب کی سات سب سے زیادہ فصیح لغات میں قرآن نازل ہوا ہے، کچھ لوگوں نے اسے قریش کے ساتھ خاص کیا ہے یعنی قریش کی سات لغات میں کچھ لوگوں نے توسیع دیکر اسے مُضَر کے ساتھ خاص کیا ہے۔

---

؎ ثانی فضائل القرآن باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف ص۷۴۷ باب من لم یر باسا ان یقول سورۃ البقرۃ ص۷۵۳ استتابۃ المعاندین باب ماجاء فی المتاولین ص۱۰۲۵ کتاب التوحید باب فاقرءوا ما تیسر من القرآن ص۱۱۲۶ مسلم مسافرین۔ ابوداؤد وتر۔ ترمذی قرآن۔ نسائی افتتاح ۳۔ مؤطا قرآن۔ مسند امام احمد جلد اول ص۲۳

- ثالث :- اس سے مراد ادائیگی کے سات طریقے ہیں مثلاً اِمالہ ، مدّ ۔ ترقیق ۔ تفخیم ۔ تہمیز ۔ تسہیل ۔ ادغام اظہار ——— لیکن یہ خود آٹھ ہوگئے ابھی اس میں مدّ اور غنّہ کا اضافہ باقی ہے اور تقریباً یہی حال بقیہ مذاہب کا بھی ہے اس لئے ہم اس کو ذکر نہیں کرتے ۔ بلکہ علامہ قرطبی نے پینتس توجیہ نقل کی ہیں لیکن سوا ہماری ذکر کردہ دو توجیہات کے کوئی توجیہہ میرے نزدیک وجیہہ نہیں ۔

## بَابُ اِخْرَاجِ اَهْلِ الْمَعَاصِی وَالْخُصُوْمِ مِنَ الْبُيُوْتِ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ ص۳۲۶

اہل معاصی اور خصوم کو پہچاننے کے بعد گھروں سے نکال دینا ۔

ت ۴۶۸ | وَقَدْ اَخْرَجَ عُمَرُ اُخْتَ اَبِیْ بَكْرٍ حِيْنَ نَاحَتْ ۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر کی بہن کو گھر سے نکال دیا جب انھوں نے نوحہ کیا ۔

تشریحات ۴۶۸ | اس تعلیق کو ابن سعد نے طبقات میں روایت کیا ہے ۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوگیا تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نوحہ کی مجلس قائم کی ۔ حضرت عمر نے انھیں منع کیا ۔ مگر وہ نہیں مانیں ۔ اس پر ہشام بن ولید سے کہا کہ ابو قحافہ کی بیٹی ام فروہ کے پاس جاؤ وہ گئے اور انھوں نے چند درے لگائے اس پر تمام نوحہ کرنے والی منتشر ہوگئیں ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# کتاب اللُّقطۃ ص ۳۲۷

## بَابُ اِذَا اَخْبَرَہٗ رَبُّ اللُّقْطَۃِ بِالْعَلَامَۃِ دَفَعَ اِلَیْہِ ص ۳۲۷

جب لقطہ (گم شدہ چیز) کا مالک علامت بتا دے تو وہ چیز اسے دے دے۔

**حدیث ۱۳۸۲**

سَمِعْتُ سُوَیْدَ بْنَ غَفَلَۃَ قَالَ لَقِیْتُ اُبَیَّ بْنَ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

سوید بن غفلہ نے کہا کہ میں نے ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی۔ تو انھوں نے کہا

فَقَالَ اَخَذْتُ صُرَّۃً فِیْھَا مِائَۃُ دِیْنَارٍ فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

میں نے ایک تھیلی لے لی تھی جس میں سو دینار تھے۔ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو

فَقَالَ عَرِّفْھَا حَوْلًا فَعَرَّفْتُھَا فَلَمْ اَجِدْ مَنْ یَّعْرِفُھَا ثُمَّ اَتَیْتُہٗ فَقَالَ عَرِّفْھَا

فرمایا۔ اس کی ایک سال تک تشہیر کر، میں نے کی لیکن اس کا جاننے والا مجھے کوئی نہیں ملا، پھر میں حضور کی

حَوْلًا فَعَرَّفْتُھَا فَلَمْ اَجِدْ ثُمَّ اَتَیْتُہٗ ثَالِثًا فَقَالَ اِحْفَظْ وِعَاءَھَا وَعَدَدَھَا

خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا سال بھر اور تشہیر کر۔ میں نے کی۔ پھر نہیں پایا، اب تیسری بار خدمت اقدس میں

وَوِکَاءَھَا فَاِنْ جَاءَ صَاحِبُھَا وَاِلَّا فَاسْتَمْتِعْ بِھَا فَاسْتَمْتَعْتُ فَلَقِیْتُہٗ بَعْدُ بِمَکَّۃَ

حاضر ہوا تو فرمایا اس کا برتن اس کا عدد اور اس کی بندش کو محفوظ رکھ۔ اب اگر اس کا مالک آجائے تو اسے دیدو۔

قَالَ لَا اَدْرِیْ ثَلٰثَۃَ اَحْوَالٍ اَوْ حَوْلًا وَاحِدًا۔ ؎

ورنہ اسے اپنے کام میں لاؤ۔ میں نے اس کو خرچ کر دیا۔ (شعبہ نے کہا) میں نے اس کے بعد مکہ میں سلمہ سے ملاقات کی تو سلمہ نے کہا میں نہیں جانتا تین سال یا ایک سال

---

؎ باب ھل یاخذ اللقطہ ص ۳۲۹ - مسلم - ابو داؤد، لقطہ - ترمذی، احکام - نسائی - لقطہ - ابن ماجہ، احکام - مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۲۶ -

**تشریحات** ۱۳۸۲

سوید بن غفلہ نے کہا میں سلیمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا، تو میں نے ایک کوڑا پایا، ان دونوں نے مجھ سے کہا، اسے پھینک دے۔ میں نے کہا نہیں پھینکوں گا۔ لیکن اگر اس کا مالک مل جائے گا تو اسے دیدوں گا، ورنہ میں خود اس سے نفع حاصل کروں گا۔ جب ہم غزوہ سے لوٹے تو حج کے ارادے سے چلے، اور مدینے سے گذرے، تو میں نے ابی بن کعب سے پوچھا تو انھوں نے یہ پوری حدیث بیان کی۔

**عَرِّفْهَا حَوْلًا** لقطے کی سال بھر تک تشہیر کی جائے گی، اگر سال پورا ہونے پر اس کا مالک نہیں آیا تو جس نے اسے پایا ہے وہ اس کو صدقہ کر سکتا ہے اور اگر خود فقیر ہے تو اپنے صرف میں بھی لا سکتا ہے، لیکن اگر اس کے بعد اس کا مالک آئے گا تو اسے تاوان دینا ہوگا۔ ایک سال سے زائد تشہیر کرنا واجب نہیں، اس حدیث میں خود راوی سے شک ہوا ہے جیسا کہ بعد میں مذکور ہے۔ کہ سلمہ نے کہا مجھے یاد نہیں کہ تین سال کہا تھا کہ ایک سال۔ ابھی اس کے بعد زید بن خالد جہنی کی حدیث آرہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عَرِّفْهَا سَنَةً۔ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ تشہیر صرف ایک سال تک ہے۔

## بَابُ ضَالَّةِ الْإِبِلِ ص۳۲۷ گم شدہ اونٹ کا بیان

**حدیث** ۱۳۸۳

حَدَّثَنِي يَزِيدُ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ایک اعرابی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پڑی ہوئی چیز کے بارے میں پوچھا کہ کیا کیا جائے۔ فرمایا ایک سال تک

فَسَأَلَهُ عَمَّا يَلْتَقِطُهُ فَقَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا

اس کی تشہیر کر۔ اور اس کی تھیلی اور اس کی بندش کو مشہور کر۔ اب اگر تیرے پاس کوئی آئے اور اسکے

فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِهَا وَإِلَّا فَاسْتَنْفِقْهَا قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ ضَالَّةُ

بارے میں تجھے خبر دے فبہا، ورنہ اسے خرچ کر ڈالے۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ گم شدہ بکری کا کیا حکم

الْغَنَمِ قَالَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ فَقَالَ ضَالَّةُ الْإِبِلِ فَتَمَعَّرَ وَجْهُهُ

ہے فرمایا تیرے لئے ہے یا تیرے بھائی کے لئے یا بھیڑیے کے لئے ہے۔ پھر اس نے پوچھا گم شدہ اونٹ

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا حِذَاؤُهَا

کے بارے میں کیا ارشاد ہے اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک متغیر ہو گیا اور فرمایا تمہیں اس سے

وَسِقَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَاْكُلُ الشَّجَرَ ۔

اور اسے تم سے کیا مطلب اس کے ساتھ اس کا بوتا اور اس کی مشک ہے پانی پر جائے گا درخت کھائے گا۔

**تشریحات** ۱۳۸۳

کہیں پر کوئی پڑی ہوئی چیز ملی اگر اس کو یہ اطمینان ہے کہ میں اس کے مالک کو تلاش کر کے دے دوں گا تو اٹھا لینا مستحب ہے اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ شاید میں خود ہی رکھ لوں اور مالک کو تلاش نہ کروں تو بہتر یہ ہے کہ نہ اٹھائے۔ اور اگر یہ ظن غالب ہو کہ مالک کو نہ دوں گا تو اٹھانا ناجائز۔ اور اس نیت سے اٹھانا کہ خود ہی رکھ لوں گا حرام ہے اور یہ بمنزلہ غصب ہے۔ اور اگر یہ ظن غالب ہو کہ اگر نہ اٹھاؤں گا تو یہ چیز ضائع اور ہلاک ہو جائے گی تو ضرور اٹھا لینا چاہیے۔ ہر قسم کی پڑی ہوئی چیز کا اٹھانا جائز ہے مثلاً سامان روپیہ پیسہ جانور حتیٰ کہ اس زمانہ میں اونٹ کو بھی اس لئے کہ اب زمانہ ایسا ہے کہ اگر اونٹ کو چھوڑ دیا جائے گا تو کوئی نہ کوئی لے جائے گا اور ہضم کر جائے گا۔ لُقطہ مُلتقِط (اٹھانے والا) کے ہاتھ میں امانت ہے اگر ضائع ہو جائے تو تاوان نہیں بشرطیکہ اٹھانے والا اٹھاتے وقت کسی کو گواہ بنالے اگرچہ اسی حد تک کہ لوگوں سے کہہ دے کہ اگر کوئی شخص اپنی گمی ہوئی چیز تلاش کرتا ہوا آئے تو میرے پاس بھیج دینا۔ اور اگر گواہ نہ کیا تو تلف ہونے کی صورت میں تاوان دینا پڑے گا۔ مگر جب کہ وہاں کوئی نہ ہو یا اتنا موقع نہیں ملا کہ گواہ بناتا یا یہ ڈر ہو کہ گواہ بناؤں گا تو ظالم چھین لیں گے تو تاوان نہیں۔ مُلتقط پر تشہیر لازم ہے یعنی بازاروں شارع عام اور مساجد میں اتنے زمانہ تک اعلان کرے کہ ظن غالب ہو جائے کہ مالک اب تلاش نہ کرتا ہوگا۔ ہمارے یہاں اس کی کوئی میعاد مقرر نہیں اور حدیث میں سال کی قید اس عہد کے لحاظ سے تھی جتنے دنوں میں مُلتقط کو اس کا ظن غالب ہو جائے کافی ہے۔ اس ظن غالب کے بعد ملتقط کو اختیار ہے کہ لُقطہ کو بحفاظت تمام رکھے یا کسی مسکین پر تصدق کر دے بلکہ اگر خود فقیر ہے تو اپنے صرف میں لائے۔ تصدق کے بعد اگر مالک آ گیا تو مالک کو اختیار ہے چاہے تو صدقہ کو نافذ کر دے چاہے تو نافذ نہ کرے۔ اور اگر نافذ نہیں کیا اور وہ چیز موجود ہے تو اسے لے لے اور اگر ہلاک ہو گئی ہے تو تاوان لے سکتا ہے۔

---

مہ باب ضالۃ الغنم ص۳۲۷ باب اذا لم یوجد صاحب اللقطۃ ص۳۲۸ باب اذا جاء صاحب اللقطۃ بعد سنۃ ص۳۲۹ باب من عرف اللقطۃ ص۳۲۹۔ العلم باب الغضب فی الموعظۃ ص۱۹ السقاۃ۔ باب شرب الناس والدواب من الانہار ص۳۱۹۔ الطلاق باب حکم المفقود فی اھلہ ومالہ ص۷۹۲ الادب، باب مایجوز من الغضب والشدۃ ص۹۰۳ مسلم، ابوداؤد، لقطہ، ترمذی، احکام، ابن ماجہ، لقطہ، موطا، اقضیہ۔ مسند امام احمد جلد رابع ص۱۱۶۔

**مَالَكَ وَلَهَا** اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر گم شدہ اونٹ کہیں ملے تو اس کو پکڑا نہ جائے چھوڑ دیا جائے۔ علت یہ بیان فرمائی کہ یہ چلنے پھرنے پر قادر ہے اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں وہ گھوم گھما کر اپنے مالک کے پاس آجائے گا۔ لیکن اب جب کہ چور اتنے شاطر ہو چکے ہیں کہ موٹر تک غائب کر دیتے ہیں تو اونٹ کا محفوظ رہ جانا اور مالک تک پہونچنا بہت مشکل ہے اسلئے گمشدہ اونٹ کو بھی پکڑا جا سکتا ہے۔

## بَابُ كَيْفَ تُعَرَّفُ لُقْطَةُ اَهْلِ مَكَّةَ ص ۳۲۸ اہل مکہ کے لقطہ کی تشہیر کیسے ہونی چاہیے۔

**حدیث ۱۳۸۴**

حَدَّثَنِیْ اَبُوْسَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثَنِیْ اَبُوْهُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جب اللہ نے اپنے رسول پر مکہ کو فتح فرما دیا۔

عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَامَ فِی النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى

تو حضور خطبہ دینے کے لئے لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا۔ اللہ نے مکہ سے قتل کو روکا

عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْقَتْلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُوْلَهٗ وَالْمُؤْمِنِيْنَ

اور اس پر اپنے رسول اور مومنین کو قبضہ دیا۔ مکہ میرے پہلے کسی کے لئے بھی ہرگز حلال نہیں ہوا تھا

فَاِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِاَحَدٍ كَانَ قَبْلِیْ وَاِنَّهَا اُحِلَّتْ لِیْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ وَاِنَّهَا لَنْ تَحِلَّ

اور یہ میرے لئے دن میں تھوڑی دیر کے لئے حلال کیا گیا۔ اور میرے بعد کبھی کسی کے لئے ہرگز حلال

لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ فَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يُخْتَلٰى شَوْكُهَا وَلَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا اِلَّا

نہ ہوگا۔ اس کے شکار کو بھڑکایا نہ جائے۔ خاردار درختوں کو صاف نہ کیا جائے۔ اور اس کی پڑی

لِمُنْشِدٍ وَمَنْ قُتِلَ لَهٗ قَتِيْلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ اِمَّا اَنْ يُّفْدٰى وَاِمَّا

ہوئی چیز کو نہ اٹھایا جائے۔ مگر وہ جو مالک کو تلاش کرنے کا ارادہ رکھے۔ اور جس کا کوئی آدمی قتل کیا

اَنْ يُّقَادَ فَقَالَ الْعَبَّاسُ اِلَّا الْاِذْخِرَ فَاِنَّا نَجْعَلُهٗ لِقُبُوْرِنَا وَبُيُوْتِنَا فَقَالَ

جائے۔ اس کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے۔ یا تو فدیہ لے یا قصاص۔ اس پر عباس نے کہا۔ مگر اذخر

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا الْاِذْخِرَ فَقَامَ اَبُوْشَاهٍ رَجُلٌ مِّنْ

اسلئے کہ ہم اسے اپنی قبروں اور گھروں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اكْتُبُوْا لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرمایا مگر اذخر۔ یمن کے ایک صاحب ابوشاہ نامی کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! اسے میرے لئے لکھوادیں

اُكْتُبُوْا لِاَبِيْ شَاهٍ قُلْتُ لِلْاَوْزَاعِيِّ مَا قَوْلُهٗ اُكْتُبُوْا لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هٰذِهِ الْخُطْبَةُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوشاہ کے لئے لکھدو (ولید بن سلمہ) نے کہا میں نے اوزاعی سے

الَّتِيْ سَمِعَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔[1]

پوچھا۔ اکتبوا لی یارسول اللہ کا کیا مطلب۔ انھوں نے کہا وہ خطبہ جس کو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

**تشریحات** ۱۲۸۴

کتاب العلم اور کتاب الدیات میں یہ زائد ہے کہ فتح مکہ کے سال بنی خزاعہ نے اپنے ایک مقتول کے عوض بنی لیث کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ جب اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی تو اپنی سواری پر سوار ہوئے اور (مذکورہ بالا) خطبہ دیا۔

کتاب العلم کی روایت میں یہ تردید ہے حبس عن مکۃ القتل او الفیل۔ اور کچھ روایتوں میں صرف الفیل ہے۔ اور یہاں کتاب اللقطہ میں صرف القتل ہے۔ مگر دوسرا نسخہ اس جگہ کا الفیل ہے۔ ظاہر ہے دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔

**فھو بخیر النظرین** یعنی اولیائے مقتول کو اختیار ہے کہ وہ ان دونوں باتوں میں سے جس کو بہتر سمجھیں اختیار کرلیں۔ دیت یا قصاص۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ قتل عمد میں ان دو باتوں میں سے ایک واجب ہے۔ قصاص یا دیت۔ قاتل دیت دینے پر راضی ہو یا نہ ہو۔ ان حضرات کی دلیل یہی حدیث ہے۔

احناف کا مسلک یہ ہے کہ قتل عمد میں واجب صرف قصاص ہے۔ قرآن میں فرمایا۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى۔ بقرہ۔ قتل میں تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے۔

نیز حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان کی پھوپھی نے ایک بچی کو اس زور کا تھپڑ مارا کہ بچی کا دانت ٹوٹ گیا ان کے گھر والوں نے ارش (مالی تاوان) پیش کیا۔ تو بچی کے اولیاء راضی نہ ہوئے۔ انھوں نے معافی مانگی تو معاف بھی نہیں کیا اور معاملہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

---

[1] باب کتابۃ العلم ص۲۲ ثانی الدیات باب من قتل لہ قتیل فھو بخیر النظرین ص۱۰۱۶ مسلم ۱ الحج۔ ابوداؤد مناسك۔ علم، دیات، ترمذی دیات، نسائی، علم، ابن ماجہ دیات، مسند امام احمد ج۲ ص۲۳۵

[2] بخاری ثانی الدیات باب السن بالسن ص۱۰۱۸

پیش کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دیا۔ اب انس بن نضر آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! ربیع کا دانت توڑا جائے گا؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ اب بچی کے اولیاء نے معاف کر دیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اگر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم پوری فرما دیتا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قتل عمد اور زخم عمد کی سزا صرف قصاص ہے۔ اگر سزا قصاص اور دیت کے درمیان دائر ہوتی تو جب لوگ ارش دے رہے تھے تو حضور فریق ثانی کو مجبور کرتے۔ مگر ان لوگوں کے ارش دینے پر رضا کے باوجود یہ فرمایا۔ کہ کتاب اللہ سے قصاص واجب ہے۔ یہ دلیل ہے کہ واجب صرف قصاص ہے۔ اولیائے مقتول کو اختیار نہیں چاہیں تو دیت لیں چاہیں تو قصاص لیں۔ یہ ارشاد اصل میں صلح کی طرف رہنمائی ہے۔ کہ قاتل اگر دیت دینے پر راضی ہے تو اولیاء کو غور کرنا چاہیئے کہ قصاص میں بہتری ہے یا دیت میں۔ جو انھیں اپنے حق میں بہتر معلوم ہو اسے اختیار کر لیں۔

## بَابُ لَا يُحْلَبُ مَاشِيَةُ اَحَدٍ بِغَيْرِ اِذْنِهٖ صہ۳۲۹ کسی کی مویشی اسکی بلا اجازت کوئی نہ دوہے۔

**حدیث ۱۳۸۵**

عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحْلُبَنَّ اَحَدٌ مَاشِيَةَ امْرِئٍ بِغَيْرِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی کسی کی مویشی اس کی اجازت کے بغیر ہرگز نہ دوہے۔ کیا تم میں سے کسی کو

اِذْنِهٖ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تُؤْتٰى مَشْرُبَتُهٗ فَتُكْسَرَ خِزَانَتُهٗ فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهٗ

یہ پسند ہے کہ کوئی تمہارے بالاخانے پر آکر خزانہ توڑ کر تمہاری غذا اٹھالے جائے۔ مویشیوں کے

فَاِنَّمَا تَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوْعُ مَوَاشِيْهِمْ اَطْعِمَاتِهِمْ فَلَا يَحْلُبَنَّ اَحَدٌ

تھن مالکوں کے کھانے کے خزانے ہیں اسلئے اجازت کے بغیر کسی کی مویشی کوئی

مَاشِيَةَ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؎

ہرگز نہ دوہے۔

؎ مسلم القضاء، ابوداؤد الجہاد۔

**تشریحات** ۱۲۸۵

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ کسی مسلمان کا معمولی مال بھی اس کی اجازت کے بغیر لینا جائز نہیں۔ اس بارے میں صریح احادیث وارد ہیں۔ اور جو بعض روایتوں سے دودھ کا جواز متبادر ہوتا ہے۔ وہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے۔ اور وہ اس وقت کے اہل عرب کی عادت اور تعامل کی بنا پر تھا۔

## بَابُ ص ۳۲۹

**حدیث** ۱۲۸۶

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

ہجرت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں چلا۔ تو ایک بکری

قَالَ اِنْطَلَقْتُ فَاِذَا اَنَا بِرَاعِیْ غَنَمٍ یَسُوْقُ غَنَمَہٗ فَقُلْتُ لِمَنْ اَنْتَ قَالَ لِرَجُلٍ مِّنْ قُرَیْشٍ

کے چرواہے کو دیکھا کہ بکری ہانکے لیے جا رہا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا تو کس قبیلہ کا ہے تو اس نے قریش کے ایک

فَسَمَّاہُ فَعَرَفْتُہٗ فَقُلْتُ ھَلْ فِیْ غَنَمِکَ مِنْ لَبَنٍ قَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ فَھَلْ اَنْتَ حَالِبٌ

شخص کا نام لیا تو میں اسے پہچان لیا پھر میں نے پوچھا کیا تیری بکریوں میں دودھ ہے۔ اس نے کہا ہاں ہے۔ میں نے

لِیْ قَالَ نَعَمْ فَاَمَرْتُہٗ فَاعْتَقَلَ شَاۃً مِّنْ غَنَمِہٖ ثُمَّ اَمَرْتُہٗ اَنْ یَّنْفُضَ ضَرْعَھَا مِنَ الْغُبَارِ

کہا تو میرے لیے دودھ دوہ دیگا۔ اس نے کہا ضرور اب میں نے اس کو حکم دیا تو اس نے ایک بکری کی ٹانگیں رسی سے باندھیں

ثُمَّ اَمَرْتُہٗ اَنْ یَّنْفُضَ کَفَّیْہِ فَقَالَ ھٰکَذَا اضْرِبْ اِحْدٰی کَفَّیْہِ بِالْاُخْرٰی فَحَلَبَ کُثْبَۃً مِّنْ

پھر میں نے اس سے کہا کہ بکری کے تھن کو غبار سے جھاڑ لے پھر میں نے کہا اپنی ہتھیلیوں کو بھی جھاڑ لے۔ تو اس نے

لَبَنٍ وَقَدْ جَعَلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِدَاوَۃً عَلٰی فَمِھَا خِرْقَۃٌ فَصَبَبْتُ عَلَی

اس طرح ایک ہتھیلی کو دوسری پر مارا اور ایک پیالہ دودھ دوہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایک

اللَّبَنِ حَتّٰی بَرَدَ اَسْفَلُہٗ فَانْتَھَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِشْرَبْ

چمڑے کا برتن خاص کر لیا تھا۔ اور اس کے منہ پر کپڑا رکھ لیا تھا۔ دودھ میں پانی ڈالا یہاں تک کہ اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اب

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَشَرِبَ حَتّٰی رَضِیْتُ۔ ؎

اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا اسے پیجئے یا رسول اللہ! حضور نے نوش فرمایا یہاں تک کہ میرا دل باغ باغ ہو گیا۔

حاشیہ اگلے صفحہ پر

**تشریحات** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس دودھ کا لینا اور پینا اسی عرف اور تعامل پر تھا جو اس وقت پورے عرب میں رائج تھا۔ یہ حدیث ہجرت کی طویل حدیث کا جزء ہے۔ امام بخاری اس حدیث کو یہ افادہ فرمانے کے لئے لائے ہیں کہ اگر کہیں کی یہ عادت ہو کہ مسافروں کے لئے یہ اجازت ہوتی ہے کہ وہ ضرورت مند ہوں تو مویشیوں کا دودھ پی سکتے ہیں تو انھیں مویشیوں کا دودھ پینا ممنوع نہیں۔

**مطابقت** اس حدیث پر امام بخاری نے باب بلا عنوان رکھا ہے یہ بمنزلہ فصل ہے۔ اس تقدیر پر اسے اسکے پہلے والے باب سے مناسب ہونا ضروری ہے۔ مگر اس سے بھی قطعاً کوئی مناسبت نہیں۔ اگر کچھ مناسبت ہے تو اس کے تین باب کے پہلے والے باب۔ لایحلب ماشیۃ احدٍ،، سے ہے۔ اس تقدیر پر اسے اس کے متصل ہونا لازم تھا۔ بہرحال یہاں اس کا ہونا غیر موزوں ہے۔

---

مہ المناقب۔ علامات النبوۃ ص۵۱۰ باب فضائل المہاجرین ص۵۱۵

باب ہجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۵۵۵۔ ص۵۵۵۔ ثانی۔ الاشربۃ

باب شرب اللبن ص۸۳۹ مسلم۔ الاشربۃ۔ ہجرۃ، الزہد۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# اَبْوَابُ الْمَظَالِمِ وَالْقِصَاصِ ص۳۳۰ ظلم اور قصاص کا بیان

بَابُ فِي الْمَظَالِمِ وَالْغَصْبِ وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُوْنَ - اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُؤُسِهِمْ اَلْمُقْنِعُ وَالْمُقْمِحُ وَاحِدٌ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ جُوْفًا لَا عُقُوْلَ لَهُمْ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَا اَخِّرْنَا اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ (الی قولہ) اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ - (ابراہیم آیات ۴۲ تا ۴۷)

مظالم اور غصب اور اللہ عزوجل کے ان ارشادات کے بیان میں ۔ ظالموں کے کام سے اللہ کو بے خبر ہرگز مت جاننا ۔ انھیں صرف اس دن کیلئے ڈھیل دیر ہا ہے جس دن آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی بے تحاشا دوڑتے ہوئے سر اٹھائے نکلیں گے اس حالت میں کہ ان کی پلک ان کی طرف لوٹتی نہ ہوگی ۔ اور ان کے دل ہوا ہوں گے لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جس دن ان پر عذاب آئے گا تو ظالم کہیں گے ۔ اے ہمارے رب تھوڑی دیر ہمیں مہلت دے کہ ہم تیری دعوت مان لیں اور رسولوں کی پیروی کریں ۔ (سیتالیسویں آیت تک) بیشک اللہ غالب بدلہ لینے والا ہے ۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ مُهْطِعِيْنَ مُدِيْمِي النَّظَرِ وَيُقَالُ مُسْرِعِيْنَ -

**توضیح باب** عام نسخوں میں ابواب المظالم والقصاص نہیں ۔ اور مستملی کے نسخے میں باب فی المظالم والغصب میں باب کی جگہ کتاب ہے ۔ ظلم اور غصب کے حرام قطعی کے ثبوت اور اس پر شدید وعید کے اظہار کے لئے سورۂ ابراہیم کی پانچ آیتیں تحریر کر دی ہیں ۔ ان آیات کے بعض کلمات کی کہیں کہیں تفسیر بھی کر دی ہے ۔ مقنعی رؤسہم کی تفسیر رافعی رؤسہم سے کی ۔ یعنی وہ قبروں سے سر اٹھائے ہوئے نکلیں گے ۔ پھر لکھا ۔ کہ المقنعی اور المقمح ایک ہی ہے ۔ یعنی دونوں کے معنی ایک ہیں ۔ یعنی سر اٹھانیوالا ثعلب نے حکایت کی ۔ کہ اقنع اضداد میں سے ہے ۔ اس کے معنی سر اٹھانے کے بھی ہیں اور سر جھکانے کے بھی ۔ اور یہاں دونوں بن سکتے ہیں ۔ خوف و دہشت میں انسان دونوں حرکتیں کرتا ہے ۔ سر اٹھاتا بھی ہے اور جھکا بھی لیتا ہے ۔ ہمارے استعمال میں رشید یہ کا جو نسخہ ہے اس میں ۔ المقنعی والمقمح چھپا ہے ۔ یعنی المقنعی جمع کے صیغے کے ساتھ یہ غلط ہے ۔ صحیح واحد کا صیغہ بغیر یا کے اَلْمُقْنِعُ ہے ۔ وافئدتہم ھواء جوفًا لا عقول لہم ۔ جُوْفٌ اجوف کی جمع ہے ۔ کھوکھلی چیز ۔ عقول یہ مصدر ہے معنی میں سمجھ کے ۔ یعنی اتنے

بدحواس ہوں گے کہ عقل جواب دے جائے گی۔ اور کچھ بھی سمجھ بوجھ باقی نہ رہے گی۔

**وقال مجاھد** مھطعین کا مصدر اھطاع ہے۔ امام مجاہد نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا۔ کہ پلک نہ جھپکے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی تیز دوڑنے کے ہیں۔

المظالم۔ مظلمۃ کی جمع ہے۔ یہ مصدر میمی ہے۔ ظلم کے معنی میں۔ نیز مظلمۃ۔ اس چیز کو بھی کہتے ہیں جو ظلماً لی گئی ہو۔ ظلم کا معنی مشہور یہ ہے۔ کسی چیز کو اس کی اس جگہ کے علاوہ کہیں اور رکھنا جو شریعت نے مقرر کی ہے۔ اور ایک معنی یہ بھی ہیں۔ دوسرے کی ملک میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا۔ غصب کے ایک معنی یہ ہیں۔ کسی کا مال ظلم اور تعدی سے لے لینا۔ اور ایک معنی یہ ہیں۔ غیر کا مال ظلماً لینا۔ اور ایک یہ بھی ہے۔ غیر کا حق ناحق لینا۔ معنی کے اعتبار سے سب ایک ہی ہیں۔

## بَابُ قِصَاصِ الْمَظَالِمِ ص۳۳ ظلم کا بدلہ

**حدیث ۱۳۸۷**

عَنْ اَبِی الْمُتَوَکِّلِ النَّاجِیْ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ

ہیں۔ کہ فرمایا۔ جب مومن جہنم سے نجات پا جائیں گے۔ تو جنت دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک دیے

حُبِسُوْا بِقَنْطَرَۃٍ بَیْنَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ فَیُقَاصُّ مَظَالِمَ کَانَتْ بَیْنَھُمْ فِی الدُّنْیَا

جائیں گے اب ان کے درمیان جو حقوق دنیا میں ہونگے ان کا ایکدوسرے سے بدلہ دلایا جائے گا۔ جب پاک صاف ہو جائینگے

حَتّٰی اِذَا مَا نُقُّوْا وَھُذِّبُوْا اُذِنَ لَھُمْ بِدُخُوْلِ الْجَنَّۃِ فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ

تو انھیں جنت میں داخلے کی اجازت دی جائے گی۔ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے میں محمد کی جان ہے۔ تم لوگ

لَاَحَدُھُمْ بِمَسْکَنِہٖ فِی الْجَنَّۃِ اَدَلُّ بِمَسْکَنِہٖ کَانَ فِی الدُّنْیَا ؎

جنت میں اپنے مسکن کو دنیا کے مسکن سے زیادہ پہچانو گے۔

**تشریحات ۱۳۸۷**

اذا خلص۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ جہنم پر پل صراط قائم ہوگا۔ سب اہل محشر کو اس پر گذرنا لازم ہوگا۔ جو لوگ جہنم کے مستحق ہوں گے وہ جہنم میں گر پڑیں گے۔ اور

---

؎ الثانی الرقاق۔ باب القصاص یوم القیامہ ص۹۶۵ مسلم الایمان مسند امام احمد جلد ثالث ص۱۳

جو لوگ جہنم کے مستحق نہ ہوں گے وہ پل صراط پار کرلے جائیں گے۔ خلص سے پل صراط پار کر لینا مراد ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرے پل پر روکے جائیں گے اور وہاں حقوق العباد کی بنا پر ایک دوسرے سے بدلہ لیا جائے گا۔ اس کے بعد جنت میں جانا نصیب ہوگا۔

**فیتقاصون** ابن بطال نے کہا۔ یہ مقاصہ۔ یعنی ایک دوسرے سے بدلہ لینا کچھ لوگوں کے ساتھ خاص ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیاں نیکیوں سے زائد ہونگی وہ جہنم میں جائینگے وہ اسکے مورد نہیں۔ مراد یہ ہے کہ جن پر تھوڑے حقوق واجب ہوں گے۔ یا معاملہ ایسا ہو کہ فریقین میں ہر ایک کے حقوق دوسرے پر ہوں ان کا معاملہ یہاں طے ہوگا جیسے بھی اللہ عزوجل چاہے ایک کی نیکیاں دوسرے کو دیکر یا ایک کی برائیاں دوسرے پر حمل کرکے یا اپنے فضل سے صاحب حق کو کچھ دے کر راضی کرکے۔ یہاں یتقاصون۔ اگرچہ باب تفاعل سے ہے جس کے معنی تشارک ہے مگر یہ ضروری نہیں۔ کبھی بلا مشارکت مجرد کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باعتبار اغلب اکثر کے فرمایا گیا ہو۔ ظاہر یہی ہے کہ یہاں مظالم سے ہر قسم کے مظالم مراد ہیں۔ خواہ وہ مالی ہوں یا آبرو ریزی گالی گلوچ وغیرہ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی جنت کا مستحق اس حالت میں جنت میں داخل نہ ہوگا کہ اس پر کسی بندے کا کوئی حق ہو۔

## بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ص۳۳ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

**حدیث ۱۲۸۸**

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزِ نِ الْمَازِنِيِّ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا اَمْشِيْ مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اٰخِذٌ بِيَدِهٖ اِذْ عَرَضَ رَجُلٌ قَالَ كَيْفَ سَمِعْتَ

صفوان بن محرز نے کہا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہاتھ پکڑے ہوئے ان کے ساتھ چلا جا رہا تھا کہ ایک شخص سامنے آیا اور کہا۔ سرگوشی کے بارے میں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّجْوٰى فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

علیہ وسلم سے کیا سنا ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ فرماتے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهٗ

تھے کہ اللہ عزوجل مومن کو اپنے قریب فرمائے گا (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اور اس پر اپنا پردہ

وَيَسْتُرُهٗ فَيَقُوْلُ اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ اَيْ رَبِّ

ڈال کر چھپائے گا۔ اور فرمائے گا۔ کیا تو فلاں گناہ جانتا ہے؟ کیا تو فلاں گناہ جانتا ہے؟ بندہ عرض

حَتّٰى قَرَّرَهٗ بِذُنُوْبِهٖ وَرَاٰى فِيْ نَفْسِهٖ اَنَّهٗ هَلَكَ قَالَ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا

کرے گا ہاں اے رب۔ یہاں تک بندے سے تمام گناہوں کا اقرار کرالے گا۔ بندہ یہ سمجھے گا کہ وہ ہلاک ہوا۔

وَاَنَا اَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطٰى كِتَابَ حَسَنَاتِهٖ وَاَمَّا الْكَافِرُوْنَ وَالْمُنَافِقُوْنَ

کہ اللہ عزوجل فرمائے گا۔ میں نے دنیا میں تیری گناہوں پر پردہ ڈال رکھا تھا اور آج بخش دیتا ہوں اور اسے

فَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝

اس کی نیکیوں کا دفتر عطا فرمائے گا۔ وہ گنے کافر اور منافق تو انکے بارے میں یہ آیا ہے کہ ان کے گواہ کہیں گے۔ انھوں نے اپنے رب کو جھٹلایا۔ سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

**تشریحات** ۸۸ ۱۳

النجویٰ۔ یہ مناجات کا اسم مصدر ہے۔ اس کے معنی راز اور سرگوشی کرنے والے کے اور سرگوشی کے بھی ہیں۔ اس کا مادہ نجو ہے۔ اس کا معنی راز جو دو آدمیوں کے درمیان ہو۔ یہاں مراد وہ نجوی ہے جو قیامت کے دن اللہ اور اس کے بندے کے مابین ہوگا۔ جو صرف اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہوگی۔ جس میں اللہ عزوجل انتہائی راز دارانہ طریقے سے بندوں کے گناہوں کو یاد دلائے گا۔ پھر معاف فرمادے گا۔ یہ اس کا خاص فضل ہوگا۔ جو اپنے کچھ گنہگار بندے پر فرمائے گا۔

**یدنی** اس کا مصدر ادناء ہے۔ اس کے معنی قریب کرنے کے ہیں۔ اللہ عزوجل شہید و بصیر ہے بندہ کہیں بھی ہو اللہ عزوجل اس کے قریب ہے۔ اس لئے شراح نے اس ادناء سے تقرب مرتبی مراد لیا ہے۔ نہ کہ تقرب مکانی۔

اقول وھو المستعان۔ اس خادم کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد اظہار تقرب ہے۔ یعنی اللہ عزوجل اپنی کوئی خاص تجلی ظاہر فرمائے گا۔ جس سے بندہ یہ محسوس کرے گا۔ کہ وہ اللہ عزوجل سے قریب ہے، اور یہی تعبیر فیضع علیہ کتفہ و یسترہ کی بھی ہے۔ کہ اللہ عزوجل اپنے فضل خصوصی سے اس بندہ گنہگار کو اپنی تجلی میں ایسا چھپا لیگا۔ کہ دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ رہے گا۔ اور جو کلام فرمائے گا۔ اس پر اس کے دوسرے بندے مطلع نہ ہونگے۔ اللہ عزوجل کی شان کریمی کا یہ ایک جلوہ ہے۔ کہ اپنے کسی گنہگار بندے پر یہ عنایت خصوصی فرمائے گا۔

## بَابُ لَا يَظْلِمُ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ وَلَا يُسْلِمُهٗ ص ۳۳۰ مسلمان کسی مسلمان پر ظلم نہ کرے اور نہ اس

پر ظلم ہونے دے۔

ے حاشیہ اگلے صفحہ پر

**حدیث ۱۳۸۹** اِنَّ سَالِمًا اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يُسْلِمُهٗ وَمَنْ كَانَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے نہ اس پر ظلم ہونے دے۔ اور جو اپنے بھائی کی حاجت میں رہے گا

فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً

اللہ اس کی حاجت روا فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی کوئی تکلیف دور کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی تکلیفوں میں

مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

سے کوئی تکلیف دور کرے گا۔ اور جو کوئی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

**تشریحات ۱۳۸۹**

**اخو المسلم** ۔ اس سے مراد اسلامی بھائی چارگی ہے۔ ہر وہ دو چیز جن کے مابین کوئی چیز متفق علیہ ہو ان پر اُخُوَّت کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسے تاجرین کی ایک برادری، فلاحین کی ایک برادری۔ **لا یسلمہ** ۔ عرب والے بولتے ہیں۔ اسلم فلان فلانا۔ جب کہ کسی کو کسی کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جائے۔ مثلاً دشمن یا کسی موذی کے حال پر۔ مطلب یہ ہوا کہ اس کو مصیبت یا ظلم سے بچایا نہیں۔ مسلمان کی مدد، مدد کرنے والے کے حال کے اعتبار سے کبھی فرض ہوتی ہے کبھی واجب کبھی مستحب۔ اور یہی تفصیل بعد کے ارشادات میں بھی ہے۔

**من ستر** اس سے مراد یہ ہے کہ کبھی اتفاقیہ کسی ایسے شخص کو جو گناہ کا عادی نہیں۔ چھپ چھپا کر گناہ کرتے دیکھا۔ تو اس خاص صورت میں بہتر یہی ہے کہ اس کو چھپایا جائے۔ لیکن جو بے باک علانیہ فسق و فجور کا ارتکاب کرتے ہیں یا جن کی عادت ہے وہ اپنے فسق و فجور سے دوسرے کو نقصان پہنچاتے ہیں یا لوگوں کے اخلاق خراب کرتے ہیں۔ اس کے فسق و فجور کو بیان کرنا واجب ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا۔

اترعون عن ذکر الفاجر حتی یعرفہ الناس — بدکار کے تذکرے سے بچتے ہو؟ کب لوگ اسے پہچانیں گے

اذکروہ بما فیہ یحذرہ الناس[1] — اس میں جو برائی ہے بیان کرو تاکہ لوگ اس سے بچیں۔

---

پچھلے صفحہ کا حاشیہ ثانی تفسیر سورہ ہود آیت ۱۸ قولہ ویقول الاشھاد ص ۶۸۵ الادب باب ستر المومن ص ۷۹۶ التوحید باب کلام الرب یوم القیمۃ ص ۱۱۱۹ مسلم التوبہ۔ نسائی تفسیر، ابن ماجہ سنت، مسند امام احمد ثانی ص ۷۳

۱۲ ثانی الاکراہ باب یمین الرجل لصاحبہ انہ اخوہ ص ۱۰۲۸ مسلم ابو داؤد، ترمذی، الحدود، نسائی الرحم، مسند امام احمد ص ۹۱ ج ۲۔

[1] عمدۃ القاری ثانی عشر ص ۲۸۹

**کربۃ** اس کے لغوی معنی وہ غم ہے جو جان کے ساتھ لگ جائے۔ مراد بڑی مصیبت ہے۔ عرب والے بولتے ہیں کَرَبَہُ الغم۔ جب کوئی مصیبت سخت ہو جائے۔

**بَابٌ اَعِنْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا** ص۳۳ اپنے بھائی کی مدد کر ظالم ہو یا مظلوم۔

**اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ اَنَسٍ وَحُمَيْدٌ سَمِعَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ**

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی

**صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا۔**

کی مدد کر ظالم ہو یا مظلوم۔

**حدیث ۱۲۹۰** **عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ**

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

**اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا نَنْصُرُهٗ مَظْلُوْمًا فَكَيْفَ نَنْصُرُهٗ**

فرمایا اپنے بھائی کی مدد کر ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے عرض کیا یہ مظلوم کی مدد ہے ظالم کی مدد کیسے ہوگی

**ظَالِمًا قَالَ تَاْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ** ؎

فرمایا اس کے ہاتھ کو پکڑ لے۔

**تشریحات ۱۲۹۰** یہ ارشاد جوامع کلم اور فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ نوادر میں سے ہے جس کا مثل پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے۔ ظالم کو ظلم سے روکنا یہ پسندیدہ فعل ہے لیکن کتنے لوگ ہیں جو ظالم کو ظلم سے روکتے ہیں۔ ظالم کو ظلم سے روکنے کی تعبیر مدد سے وہ تعبیر ہے جس میں ترغیب بھی ہے، اور ظالم کے لئے کافی سے کافی ترہیب بھی۔ کبھی ایک ظالم اپنی بدعقلی سے یہ سمجھتا ہے کہ میرا کوئی کچھ بگاڑ نہیں پائے گا، لیکن پھر اس کا یہ ظلم شاخ در شاخ لڑائیوں اور جھگڑوں کا سبب بنتا ہے جس میں ظالم تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور کبھی ختم بھی ہو جاتا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے والے ظالم یہی جانتے تھے کہ ان کی شہادت پر کچھ نہیں ہوگا یہاں تک کہ ایک صاحب نے یہ بھی کہہ دیا تھا۔ لاینتطح فیہ عنزان اس میں دو بھیڑیں بھی نہیں لڑیں گی۔ لیکن واقعات شاہد ہیں

---

؎ ثانی۔ الاکراہ باب یمین الرجل لصاحبہ انہ اخوہ ص۱۰۳۵ : ترمذی : فتن۔ دارمی۔ رقاق مسند احمد بن حنبل ج۳ ص ۹۹ — ۲۰۱۔

کہ ان کی شہادت نے فتنے کا ایسا تسلسل قائم کر دیا کہ چودہ سو سال سے زائد ہو گئے مگر اس کے اثرات باقی ہیں۔ جنگ صفین میں خود ان صاحب کی جنھوں نے جملہ مذکورہ کہا تھا ایک آنکھ جاتی رہی۔ امن کے بعد وہ حضرت معاویہ کے یہاں آئے تو انھوں نے پوچھا کہ تمہیں نے وہ جملہ کہا تھا۔ لاینتطح فیہ عنزان۔ انھوں نے کہا جی ہاں، حضرت معاویہ نے کہا ھَلْ نَطَحَ فیہ عنز قَالَ التِیسُ الْاَکْبَرُ کیا اس بارے میں کسی مینڈھے نے سینگ مارا انھوں نے کہا ہاں بہت بڑے بونک نے اس اس لئے ظالم کو ظلم سے روکنا ظاہری طور سے بھی اس کی مدد ہے، اور باطنی طور پر بھی۔ کہ اسے اللہ کے غضب اور جہنم سے بچانا ہے۔

بَابُ الْاِنْتِصَارِ مِنَ الظَّالِمِ لِقَوْلِہٖ عز وجلَّ لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ[1]۔ وَالَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَھُمُ الْبَغْیُ ھُمْ یَنْتَصِرُوْنَ[2] ص ۳۳۱

ظالم سے بدلہ لینا اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ فرمایا۔ اللہ عزوجل برائی کے اعلان کو پسند نہیں فرماتا مگر یہ کہ مظلوم ظالم کے ظلم کو ظاہر کرے۔ جب ان پر زیادتی ہو بدلہ لیتے ہیں۔

**ت ۴۶۹**

قَالَ اِبْرَاھِیْمُ کَانُوْا یَکْرَھُوْنَ اَنْ یُسْتَذَلُّوْا فَاِذَا قَدَرُوْا عَفَوْا۔

صحابہ کرام یہ ناپسند کرتے تھے کہ کوئی انھیں ذلیل سمجھے جب ان کو قدرت حاصل ہو جاتی تو معاف فرما دیتے۔

**تشریحات ۴۶۹**

اس تعلیق کو امام عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ یہ ارشاد آیہ کریمہ اِذَا اَصَابَھُمُ الْبَغْیُ ھُمْ یَنْتَصِرُوْنَ۔ کی تفسیر ہے۔ یعنی سلف یہ نہیں پسند فرماتے تھے کہ غیر مسلم کفار انھیں حقیر و ذلیل جانیں یا انھیں ذلیل کریں، جب ایسی کوئی بات ہوتی تو درگذر نہیں فرماتے بلکہ ذلیل سمجھنے والوں کو اس کا مزہ چکھاتے اور یہ ثابت فرما دیتے کہ عزت ان کا حق ہے۔ ہاں جب دشمن پر قابو پا جاتے تو عام طور پر معاف کر دیا کرتے تھے۔

## بَابُ الظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ص ۳۳۱۔ ظلم قیامت کے دن کئی اندھیریاں ہیں۔

**حدیث ۱۳۹۱**

اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ دِیْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ[3]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ظلم قیامت کے دن تاریکیوں پر تاریکیاں ہوگا۔

[1] النساء - ۱۴۸ - [2] الشوریٰ - ۳۹ -

[3] مسلم: ادب - ترمذی: البر - مسند امام احمد بن حنبل ج ۲ ص ۱۳۷ -

**تشریحات ۱۳۹۱**

ظالم ظلم کرنے کی وجہ سے اکٹھے کئی گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے۔ اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی ایک کمزور مسلمان کو ایذا پہونچانا گالی گلوچ دے کر زدوکوب کرکے یا مال چھین کر یا ان سب کا ارتکاب ایک ساتھ کرنا جیسا کہ اکثر یہی دیکھنے میں آیا۔ مسلمان کی آبروریزی کرنا۔ سماج میں فساد پھیلانیکی کوشش کرنا۔ اس لئے اس کی سزا میں قیامت کے دن ظالم کا ظلم تاریکیاں ہی تاریکیاں بن کر اسے گھیر لے گا

بَابُ مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلِمَةٌ عِنْدَ الرَّجُلِ فَحَلَّلَهَا لَهُ هَلْ يُبَيِّنُ مَظْلِمَتَهُ ص۳۳۱

جس کا کوئی حق کسی شخص پر ہو اور وہ اسے معاف کرانا چاہے تو کیا اس حق کو بھی بیان کرے۔

**حدیث ۱۳۹۲**

ثَنَا سَعِيدُ بْنُ الْمُقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس پر کسی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلِمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا

مسلمان بھائی کا کوئی حق ہو خواہ آبرو کا یا کسی اور چیز کا تو اس سے آج معاف کرالے۔ قبل اس کے کہ نہ اس کے پاس

يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ

دینار ہو اور نہ درہم اگر اس کے پاس نیک کام ہوگا تو بقدر حق اس سے لے لیا جائے گا۔ اور اگر نیکیاں نہیں ہوں گی تو

لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ۔ ؎

صاحب حق کی برائیاں لے لی جائیں گی اور اس پر لاد دی جائیں گی۔

**تشریحات ۱۳۹۲**

اگر کسی کا کوئی حق کسی مسلمان پر ہو تو اس پر واجب ہے کہ صاحب حق کو راضی کردے خواہ اس کا حق دے کر خواہ معافی مانگ کر۔ اگر کسی کا کوئی مال یا زمین لی ہے اور وہ بعینہٖ محفوظ ہے تو واپس کرنا واجب ہے۔ معاف کرانے کے لئے بہتر یہ ہے کہ معافی مانگتے وقت اس حق کا تذکرہ کردے لیکن اگر اس حق کا تذکرہ نہیں کیا اور صاحب حق نے یوں معاف کردیا میں نے سب معاف کیا تو اس خصوص میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء نے تفصیل کی ہے کہ اگر یہ حق مال ہے تو معاف ہوجائے گا لیکن اگر آبروریزی ہے تو معاف نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ إِنَّمَا سُمِّيَ الْمُقْبُرِيَّ لِأَنَّهُ كَانَ

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ کہ اسماعیل بن اویس نے کہا ہے ان کا نام مقبری اسلئے رکھا گیا کہ یہ قبرستان کے کنارے

؎ ثانی : الرقاق : باب القصاص یوم القیمۃ ص۹۶۷ مسند احمد بن حنبل ۲/۵۰۶

يَنْزِلُ نَاحِيَةَ الْمَقَابِرِ۔ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ هُوَ مَوْلٰى لِبَنِيْ لَيْثٍ

بود و باش رکھتے تھے۔ ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا اور سعید مقبری یہ بنی لیث کے غلام تھے اور یہ سعید بن ابوسعید

وَهُوَ سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ سَعِيْدٍ وَاسْمُ أَبِيْ سَعِيْدٍ كَيْسَانُ

ہیں اور ابوسعید کا نام کیسان ہے۔

سعید مقبری کے والد کا نام کیسان تھا اور کنیت ابوسعید یہ مدینہ طیبہ میں بنی لیث بن ابوبکر کی ایک عورت کے غلام تھے جس نے انھیں بعد میں مکاتب بنادیا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں قبریں کھودنے کے کام پر لگا دیا تھا۔ اسلئے انھیں مقبری کہنے لگے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مقبری ان کے والد کا لقب ہے۔ اور امام بخاری نے اپنے استاذ اسمٰعیل بن اویس سے جو نقل کیا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ لقب ان کے لڑکے سعید کا ہے۔ ان کے باپ کا نہیں۔ دونوں میں منافات نہیں ہوسکتا ہے دونوں کا لقب ہو۔ ہوسکتا ہے اصل لقب باپ کا ہو کیونکہ وہ قبریں کھودا کرتے تھے۔ اور پھر بیٹے کا بھی پڑ گیا ہو۔

## بَابٌ إِذَا حَلَّلَهُ مِنْ ظُلْمِهِ فَلَا رُجُوْعَ فِيْهِ ص۳۳۱ جب اپنا حق معاف کر دیا تو رجوع کا حق نہیں

**حدیث ۱۳۹۳**

أَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فِيْ هٰذِهِ الْآيَةِ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آیت ذیل کے بارے میں فرمایا۔ اگر کوئی عورت

وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا أَوْ إِعْرَاضًا قَالَتِ الرَّجُلُ تَكُوْنُ عِنْدَ الْمَرْأَةِ لَيْسَ

اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے۔ یعنی کوئی عورت کسی مرد کے پاس ہے۔ مرد اسکے پاس بہت کم آتا جاتا ہو۔

بِمُسْتَكْثِرٍ مِنْهَا يُرِيْدُ أَنْ يُفَارِقَهَا فَتَقُوْلُ أَجْعَلُكَ مِنْ شَأْنِيْ فِيْ حِلٍّ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِيْ ذٰلِكَ ۔۲

اور اسے چھوڑ دینا چاہتا ہے۔ اس پر وہ عورت کہتی ہے۔ میں نے اپنا حق معاف کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

**تشریحات ۱۳۹۳**

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عورت کی بدزبانی بدخلقی کی وجہ سے شوہر کے دل میں اس سے نفرت پیدا ہوجاتی ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ عورت کے پاس آنا جانا بند کر دیتا ہے یا کم کر دیتا ہے۔ اسے نان نفقہ نہیں دیتا ہے۔ اور اسے طلاق دیدینا چاہتا ہے۔ اس صورت میں عورت اپنے کل یا بعض حقوق سے دست بردار ہوکر صلح کرلے۔ تو یہ بہتر ہے۔ یہی آیہ مذکورہ کا بھی مطلب ہے۔

جیسا کہ جب ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سن ایاس کو پہنچ گئیں اور انھیں یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں حضور اقدس

---

۲ الثانی تفسیر سورۃ النساء باب قولہ وان امرأۃ خافت من بعلہا ص۶۶۲

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں جدا نہ کر دیں۔ تو انھوں نے درخواست پیش کی کہ مجھے زوجیت سے علٰحدہ نہ فرمائیں۔ میں چاہتی ہوں کہ قیامت کے دن حضور کی ازواج میں شامل رہوں۔ میں اپنی باری عائشہ کو بخش دیتی ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے منظور فرمالیا [1]

**مسائل** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ازواج مطہرات کے درمیان باری مقرر کرنا واجب نہیں تھا۔ حضور اپنے غایت کرم سے باری مقرر فرماتے تھے۔ اگر کوئی عورت اپنی باری کسی سوکن کو دیدے۔ یا نان و نفقہ سے دست بردار ہو جائے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ شوہر راضی ہو۔ مگر وہ بعد میں اس سے رجوع کر سکتی ہے۔ رجوع میں شوہر کی رضامندی بھی شرط نہیں۔

## بَابُ اِثْمِ مَنْ ظَلَمَ شَيْئًا مِّنَ الْاَرْضِ ص۳۳۱ جس نے ناحق کچھ بھی زمین لی، اس کا گناہ

**حدیث ۱۳۹۴**

اِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَمْرِو بْنِ سَهْلٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے

تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ ظَلَمَ

ہوئے سنا ہے۔ جس نے ناحق ذرا سی بھی زمین لی اتنی زمین کا ساتوں طبق اس کے گلے میں طوق بنا کر

مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهٗ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ ۔ [2]

پہنا دیا جائے گا۔

**حدیث ۱۳۹۵**

اَنَّ اَبَا سَلَمَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ كَانَتْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اُنَاسٍ خُصُوْمَةٌ فَذُكِرَ

ابوسلمہ نے حدیث بیان کی کہ ان کے اور کچھ لوگوں کے درمیان زمین کا جھگڑا تھا اس کا حضرت عائشہ

لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ يَا اَبَا سَلَمَةَ اِجْتَنِبِ الْاَرْضَ فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تذکرہ کیا گیا۔ تو فرمایا۔ اے ابوسلمہ! زمین سے بچ۔ اسلئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کسی

قَالَ مَنْ ظَلَمَ قِيْدَ شِبْرٍ مِّنَ الْاَرْضِ طُوِّقَهٗ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ [3]

کی ایک بالشت بھی زمین ناحق لے گا۔ اتنی زمین کے ساتوں طبق اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا۔

---

[2] بدء الخلق باب ماجاء فی سبع ارضین ص۴۵۴ مسلم۔ مساقاۃ [3] بدء الخلق۔ باب ماجاء فی سبع ارضین ص۴۵۳۔ مسلم مساقاۃ [1] عمدۃ القاری ثانی عشر ص۲۹۶ مسلم اول الرضاع باب جواز ھبۃ نوبتھا لضرتھا

**حدیث ۱۳۹۶**

عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَذَ

سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

مِنَ الْاَرْضِ شَیْئًا بِغَیْرِ حَقِّهٖ خُسِفَ بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلٰی سَبْعِ اَرَضِیْنَ ؎

فرمایا جو شخص کچھ بھی زمین ناحق لے گا۔ ساتوں زمین تک قیامت کے دن دھنسایا جائیگا۔

**تشریحات ۱۳۹۴ تا ۱۳۹۶**

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا ابتدائی حصہ یہ ہے کہ ارویٰ بنت ابی اویس نے مروان کے یہاں یہ شکایت کی تھی کہ سعید بن زید نے میرا حق لے لیا ہے اس پر حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں اور اس کا حق لوں گا!۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرمایا۔ جو ایک بالشت زمین کسی کی ناحق لے گا تو قیامت کے دن اتنی زمین کے ساتوں طبق اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیئے جائیں گے۔ اس نے جتنی زمین پر دعویٰ کیا تھا حضرت سعید بن زید نے اسے چھوڑ دیا۔ اور یہ بد دعا فرمائی اے اللہ اگر یہ جھوٹی ہے۔ تو اسے اس وقت تک موت مت دینا جب تک یہ اندھی نہ ہو جائے۔ اور اس کی قبر اسی کے کنوئیں میں بنا۔ راوی نے فرمایا۔ کہ وہ اندھی ہو کر مری اور وہ اپنے گھر کے کنوئیں میں گر کر مری [۱]

**من ظلم**

علماء کا اس میں اختلاف ہے زمین میں غصب متحقق ہو گا یا نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی کی زمین پر ناحق قبضہ کر لیا۔ اور زمین تلف ہو گئی تو تاوان ہے یا نہیں۔ حضرت امام اعظم اور امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ غیر منقول جائداد زمین مکان میں غصب بمعنی مذکور نہیں۔ اس لئے کہ کسی کے قبضہ کا ازالہ منتقل کرنے کے بعد ہو گا۔ اس لئے جو چیز منتقل نہیں ہو سکتی اس میں غصب نہیں یعنی اتلاف کے بعد تاوان نہیں۔ امام محمد اور حضرت امام شافعی وغیرہ نے فرمایا کہ زمین میں بھی غصب پر اتلاف کے بعد تاوان ہے۔ ان حضرات کی دلیل۔ احادیث کا ظاہر لفظ ہے جو بعض روایتوں میں وارد ہے۔ کہ فرمایا من غصب۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ صحاح کی روایتیں اخذ ظلماً ہیں۔ علاوہ ازیں ان احادیث میں آخرت کے عذاب کا تذکرہ فرمایا۔ مقام اس کا مقتضی تھا کہ دنیوی سزا بھی ذکر فرماتے۔ اس لئے کہ قیام امن میں دنیوی سزا زیادہ مؤثر ہے۔ اور باوجود مقتضی کوئی چیز بیان نہ کرنا اسی کی عدم مشروعیت کی دلیل ہے۔ اسلئے جن روایتوں میں من غصب آیا ہے۔ ان میں غصب سے لغوی معنی مراد ہے۔

**طوقہ**

صحیح یہی ہے کہ یہ اپنے حقیقی معنی پر ہے اور واقعہ یہی ہے ناحق زمین لینے والوں کی گردنوں میں زمین کے ساتوں طبق ڈال دیئے جائیں گے۔ اور ان کی گردنیں لمبی کر دی جائیں گی جیسے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے جسم مطابق بڑھا دیئے جائیں گے اور جیسے کفار کی ایک ڈاڑھ کوہ احد کے برابر کر دی جائے گی۔ اس کی تائید طبری کی

---

؎ بدء الخلق۔ باب ماجاء فی سبع ارضین

[۱] مسلم۔ ثانی۔ مساقاۃ۔ باب تحریم الظلم ص۳۳

تہذیب کی ایک روایت سے ہوتی ہے۔ کہ فرمایا۔ کہ جو شخص ایک بالشت زمین ناحق لے گا تو قیامت کے دن اللہ عزوجل اسے تکلیف دے گا کہ ساتوں زمین تک کھودے اور پھر اسی کا طوق پہنے یہاں تک کہ بندوں کے مابین فیصلہ ہوجائے۔ ایک روایت میں تصریح ہے کہ اسے حکم ہوگا کہ اسی طرح میدان محشر میں جائے۔ [1]

**من سبع ارضین** یہ حدیث اس پر واضح دلیل ہے۔ کہ زمین بھی سات ہیں۔ جیسے آسمان۔ قرآن کریم میں فرمایا۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ۔ الطلاق آیت ۱۲ — اللہ وہی ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انھیں کے برابر زمین۔

زمین کے ساتوں طبق چپکے ہوئے ہیں یا ان کے مابین بھی فاصلہ ہے۔ دونوں قول ہیں۔ والعلم عند اللہ تعالیٰ۔ وھو اعلم

**خسف بہ** ظاہر یہ ہے کہ یہ بھی اپنے حقیقی معنی پر ہے، اس کی دو توجیہہ ہے، یا تو وہی پہلے والی کہ اس سے کہا جائے گا کہ ساتوں طبق تک زمین کھودو اسی کو خسف سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد وہ ساتوں طبق اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔ یا یہ کہ یہ دونوں سزائیں الگ الگ مختلف حیثیت کے جرم پر مختلف اشخاص کو دی جائینگی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص زمین کی سطح کا مالک ہوگیا۔ وہ تحت الثری تک ساتوں زمین اور آسمان تک کی پوری فضا کا مالک ہوگیا۔ زمین کے نیچے جو چاہے تصرف کرے اسی طرح اوپر جتنی اونچی چاہے عمارت بنوائے۔ بلکہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ زمین کے اندر اگر کوئی کان یا دفینہ ملے وہ بھی اسی کی ملک ہے۔

---

**قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا الْحَدِیْثُ لَیْسَ بِخُرَاسَانَ فِیْ کُتُبِ ابْنِ الْمُبَارَکِ**

ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا یہ حدیث ابن مبارک کے خراسان کی کتابوں میں نہیں ہے یہ حدیث شاگردوں

**اِنَّمَا اُمْلِیْ عَلَیْهِمْ بِالْبَصْرَةِ۔**

کو بصرہ میں لکھایا ہے۔

---

حضرت عبداللہ بن مبارک خراسان میں رہتے تھے زیادہ تر حدیثیں خراسان ہی میں بیان فرمائی ہیں۔ اور وہی ان کی کتابیں مشہور ہیں ان کتابوں میں یہ حدیث نہیں۔ اس سے کسی کو شبہ ہوسکتا تھا کہ اس حدیث کا انتساب حضرت عبداللہ بن مبارک کی طرف صحیح نہیں اس کے ازالے کے لیے حضرت امام بخاری نے یہ فرمایا کہ انھوں نے یہ حدیث بصرہ میں لکھوائی تھی۔

---

[1] عمدۃ القاری ثانی عشر ص ۲۹۸

## بَابُ اِذَا اَذِنَ اِنْسَانٌ لِاٰخَرَ شَيْئًا جَازَ ص ۳۳۲ جب انسان دوسرے کیلئے اجازت دیدے تو جائز ہے۔

159

**حدیث ۱۲۹۷**

عَنْ جَبَلَةَ قَالَ كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فِيْ بَعْضِ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَاَصَابَتْنَا سَنَةٌ فَكَانَ

جبلہ نے کہا کہ ہم مدینہ میں کچھ عراق والوں میں تھے اتفاق سے قحط سالی ہوگئی۔ اور ابن زبیر ہمیں کھجور

اِبْنُ الزُّبَيْرِ يَرْزُقُنَا التَّمْرَ فَكَانَ اِبْنُ عُمَرَ يَمُرُّ بِنَا فَيَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

کھانے کیلئے دیتے تھے۔ ابن عمر ہمارے پاس سے گذرتے تو فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے کھجوروں کو

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْاِقْرَانِ اِلَّا اَنْ يَسْتَاْذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ اَخَاهُ ۔

ملاکر کھانے سے منع فرمایا ہے مگر یہ کہ ساتھی اپنے بھائی کو اجازت دیدے۔

**تشریحات ۱۲۹۷**

جب چند آدمی بیٹھ کر کھانا کھا رہے ہوں تو یہ سخت معیوب اور ناپسندیدہ ہے کہ اگر کوئی خاص چیز سب کے کھانے کے لئے آئی ہو تو کوئی شخص زیادہ مقدار میں کھائے اس کی ایک صورت یہ ہے مثلاً کھجوریں ہیں سب لوگ ایک ایک کھا رہے ہوں اور کوئی شخص دو یا دو سے زائد کھا رہا ہے یہ کھانے والے کی حرص تنگ دلی دون ہمتی کے ساتھ ساتھ دوسرے شرکاء کو ایذاء پہونچانا ہے اس لئے حدیث میں اس سے ممانعت فرمائی گئی۔ اور یہاں اس حدیث میں خصوصی وجہ یہ تھی کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے یہ کھجوریں سب شرکاء کے لئے بھیجی تھیں صرف کھانے کے لئے۔ اور ملکیت حضرت عبداللہ بن زبیر کی تھی دوسرے کی ملک میں اس کی مرضی کے خلاف تصرف سخت معیوب ہے۔ انھوں نے اس مقصد سے بھیجا تھا کہ اسے سب لوگ بقدر ضرورت اور حصہ رسدی کھائیں اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ ایک شخص دونا کھالے۔ ہاں اگر کھانا اپنی ملک ہو تو اختیار ہے آدمی جیسے چاہے کھائے۔

## بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ص ۳۳۲ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بیان میں وہ سخت جھگڑالو ہے۔

**حدیث ۱۲۹۸**

عَنِ اِبْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں

---

مہ الشرکۃ باب القران فی التمر ص ۳۳۹، ثانی: الاطعمہ، باب القران فی التمر ص ۸۱۹

مسلم: اطعمہ، ابوداؤد: ترمذی: نسائی: ابن ماجہ: الاطعمہ: مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص

قَالَ اِنَّ اَبْغَضَ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ ؎

159

کہ فرمایا اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند سخت جھگڑالو ہے۔

**تشریحات ۱۳۹۸**

سورہ بقرہ میں فرمایا گیا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ اور بعض آدمی وہ ہیں جس کی دنیا کی زندگی میں بات تجھے بھلی لگے اور اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ لائے حالانکہ وہ سب سے بڑا جھگڑالو ہے۔

ایک قول کے مطابق یہ آیۃ کریمہ اور اس کے بعد کی تین آیتیں اخنس بن شریق ثقفی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں دوسرے بھی اقوال ہیں یہاں یہ معہود فی الذہن تخصیص ملحوظ رکھنی ضروری ہے کہ اس سے مراد اخنس جیسا بد باطن منافق ہے یا پھر یہ تخصیص کرنی ضروری ہے کہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ مبغوض جھگڑالو شر پسند ہے یا یہ کہ تغلیظاً زجر کے لئے ایسا فرمایا گیا ہے

## بَابُ اِثْمِ مَنْ خَاصَمَ فِيْ بَاطِلٍ وَهُوَ يَعْلَمُهٗ ص۳۳۲

جان بوجھ کر ناحق جھگڑا کرنے والے کا گناہ۔

**حدیث ۱۳۹۹**

ثَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ اُمِّ سَلَمَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ اُمَّهَا اُمَّ سَلَمَةَ

زینب بنت ام سلمہ نے خبر دیا کہ ان کی والدہ حضرت ام سلمہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات نے

زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بتایا کہ ایک بار حضور نے اپنے حجرے کے دروازہ پر جھگڑا سنا تو جھگڑنے

اَنَّهٗ سَمِعَ خُصُوْمَةً بِبَابِ حُجْرَتِهٖ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَّاِنَّهٗ يَاْتِيْنِي الْخَصْمُ

والے کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا آخر میں انسان ہی ہوں اور میرے پاس جھگڑنے والے آتے ہیں تم میں سے

فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ اَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ فَاَحْسِبُ اَنَّهٗ قَدْ صَدَقَ وَاَقْضِيْ لَهٗ بِذٰلِكَ

کچھ لوگ بہ نسبت دوسرے کے زیادہ بلیغ ہوتے ہیں میں گمان فرماتا ہوں کہ اس نے سچ کہا اور اس کے حق میں فیصلہ

فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَاِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِّنَ النَّارِ فَلْيَاْخُذْهَا اَوْ فَلْيَتْرُكْهَا ؎

کر دیتا ہوں۔ جس کیلئے کسی مسلمان کے حق کا فیصلہ کر دوں تو یہ آگ کا ٹکڑا ہے تو اب چاہے لے یا چھوڑ دے۔

؎ ثانی، التفسیر سورہ بقرہ باب قولہ ھو الد الخصام ص۷۲۹، الاحکام، باب الد الخصم ص۱۰۶۶ مسلم: العلم، ترمذی، تفسیر، نسائی قضاء، مسند احمد بن حنبل: ۶/۶۳ ؎ الشہادات باب من اقام البینۃ بعد الیمین ص۳۶۸ ثانی الحیل باب ۱۰۰۳ الاحکام باب موعظۃ الامام للخصوم ص۱۰۶۲ باب من قضی لہ بحق اخیہ فلا یاخذہ ص۱۰۶۴ باب القضاء فی کثیر من المال وقلیلہ ص۱۰۶۵ مسلم بقضا ابوداؤد، احکام۔

**تشریحات ۱۳۹۹**

انما انا بشر۔ کا مفاد یہ ہے کہ چونکہ میں بشر کی ہدایت کے لئے بحکمت الٰہی بشر کی صورت میں دنیا میں تشریف لایا ہوں۔ تاکہ لوگ میری اقتدا کریں۔ اس لئے میں متخاصمین کے بیانات اور مدعی کے ثبوت وغیرہ پر جو فیصلہ حق معلوم ہوتا ہے وہ کرتا ہوں اور اپنے باطنی علم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا۔ کیونکہ میری امت کے تمام قضاۃ نہ باطنی علم رکھیں گے اور نہ ان کا باطنی علم شرعی طور پر حجت ہوگا اس لئے وہ ظاہری ثبوت پر فیصلہ کریں گے۔ اور متخاصمین اس فیصلے کے ماننے پر مجبور ہیں۔ اب اگر میں باطنی علم کے مطابق ظاہر بیانات اور ثبوت کے خلاف فیصلہ کردوں۔ تو ہوسکتا ہے کہ یہ ناخدا ترس قضاۃ کے ظلم و جور اور خلاف حق فیصلوں کے لئے بہانہ ہاتھ آجائے۔ اس لئے میں بحیثیت بشر ظاہر ثبوت و بیان پر فیصلہ دیتا ہوں۔

**ابلغ** یعنی وہ اپنے مافی الضمیر کو خوبصورتی کے ساتھ مناسب الفاظ و تراکیب کے ساتھ۔ اور دلیل کے اجزاء کو دلنشین ترتیب سے بیان کردیتا ہے۔ کہ اس کی بات سچی معلوم ہوتی ہے۔ بخاری کی دوسری روایتوں میں یوں ہے۔ ولعل بعضکم ألحن بحجته من بعض فمن قضیت له بحق اخیه شیئا فانما اقطع له قطعة من النار۔ اور ہوسکتا ہے کہ تم میں کے بعض اپنی دلیل عمدگی کے ساتھ سمجھانے والے ہوں۔ تو میں اس کے مطابق اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کردوں ایسی صورت میں اس کے لئے آگ کے ٹکڑے کا فیصلہ کرتا ہوں۔

اس روایت میں أبلغ کے بجائے ألحن ہے، لحن لحنا، سمع یسمع سے سمجھدار ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ اسی طرح لَحِنٌ، ہوشیار سمجھدار کے معنی میں آتا ہے لحنٌ بمعنی سمجھ

**مسائل** علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ قاضی کی قضا یعنی اس کا فیصلہ صرف ظاہر میں نافذ ہوتا ہے۔ یا باطن میں بھی۔ امام ابو یوسف نے فرمایا۔ باطن میں نافذ نہیں صرف ظاہر میں نافذ ہے۔ اب اگر کسی نے جھوٹا دعویٰ کرکے فرضی ثبوت پیش کرکے اپنے حق میں فیصلہ کرالیا۔ تو بھی وہ چیز اس کی ملک نہیں۔ مگر امام اعظم اور امام محمد کے یہاں تفصیل ہے۔ اموال میں یہی حکم ہے کہ باطن میں نافذ نہیں۔ لیکن نکاح طلاق میں باطن میں بھی نافذ ہے۔

اقول وھو المستعان۔ یہ ان مسائل میں سے ہے جن کی غلط تصویر کشی کرکے مسلمانوں میں لڑائی جھگڑا فساد پھیلانے کے پرانے خوگر غیر مقلدین احناف کو بدنام کرتے ہیں۔ اس لئے اس کی تھوڑی سی توضیح کردینی ضروری ہے۔

اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔ زید نے ہندہ پر دعویٰ کیا کہ یہ میری بیوی ہے۔ حالانکہ ان دونوں میں نکاح کبھی نہیں ہوا ہے۔ زید نے گواہوں سے ثابت کردیا کہ نکاح ہوا ہے۔ قاضی نے فیصلہ کردیا کہ ہندہ زید کی زوجہ ہے اب اگر اس فیصلے کو باطنی طور پر نافذ نہ مانیں۔ تو دیانۃً ہندہ پر فرض ہے۔ کہ زید سے الگ رہے۔ لیکن وہ کسی اور سے نکاح نہیں کرسکتی۔ زید آڑے آئے گا۔ اور اگر ہندہ کسی اور سے نکاح کرکے اس کے ساتھ ہمبستری کرے تو زید اس پر زنا کا الزام لگا کر سنگسار بھی کرا سکتا ہے۔ اور اس سارے قصے میں ہندہ کا کوئی قصور بھی نہیں۔ اور سزا اتنی سخت کہ اس کی زندگی برباد ہورہی ہے۔ اس بے قصور مظلومہ کی زندگی کو تباہی بربادی سے بچانے کے لئے اس قضا کو باطنی بھی نافذ مانا۔ اور قاضی کے فیصلے کو بمنزلہ عقد نکاح کے رکھا۔ جیسے عقد نکاح کے بعد اجنبی مرد اور عورت میاں بیوی ہوجاتے ہیں اسی طرح قضاء قاضی کے بعد بھی میاں بیوی ہوگئے۔

غیر مقلدین کو اس سے کوئی بحث نہیں۔ کہ کسی کی زندگی برباد ہو رہی ہے۔ وہ بھی بلاقصور انھیں فساد پھیلانے اور احناف کو غلط طریقے سے بدنام کرنے سے کام ہے، نکاح کی طرح طلاق میں بھی اسی قسم کی دشواری ہے۔

اسی مسئلے کی فرع یہ بھی ہے کہ بیان و ثبوت کے برخلاف اپنے علم کے مطابق قاضی کو فیصلہ کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔ اس میں بہت تفصیل ہے۔ اس لئے اسے نظر انداز کرتے ہیں۔

امام بخاری نے آگے کتاب الشہادات میں اسی حدیث پر یہ باب باندھا ہے۔ من اقام البینۃ بعد الیمین۔ جس نے یمین کے بعد بینہ پیش کیا۔ حسب عادت امام بخاری نے کوئی حکم بیان نہیں فرمایا۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ وہ بینہ مقبول ہے اور اس کے مطابق قاضی اپنے فیصلے کو تبدیل کرے۔ اور حدیث سے بھی یہی مستفاد ہے۔

کیونکہ حدیث سے یہ بصراحت ثابت کہ جھوٹی قسم صاحب حق کے حق کو ساقط نہیں کرتی بلکہ جھوٹی قسم پر فیصلے کے بعد اسے لینے سے منع فرمایا۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ جھوٹی قسم کے بعد بھی وہی پوزیشن رہی جو جھوٹی قسم سے پہلے تھی۔ اس لئے جیسے قبل قسم بینہ پیش ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جھوٹی قسم کے بعد بھی۔ اس کو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

البینۃ العادلۃ خیر من الیمین الفاجرۃ [1] واقع کے مطابق بینہ جھوٹی قسم سے بہتر ہے۔

## بَابُ قِصَاصِ الْمَظْلُوْمِ إِذَا وَجَدَ مَالَ ظَالِمِهٖ ص ۳۳۲ ظالم کا مال اگر مل جائے تو مظلوم اپنا بدلہ لے سکتا ہے۔

**ت ۴۷۰** وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يُقَاصُّهٗ وَقَرَءَ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ۔

ابن سیرین نے کہا۔ اس سے بدلہ وصول کرے اور ثبوت میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اگر کسی کو ظلم کی سزا دو تو اتنی ہی دو جتنی تم کو تکلیف دی گئی ہو۔

**تشریح ۴۷۰** اس تعلیق کو امام عبد اللہ بن حمید نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ اصل مذہب یہ ہے کہ اگر مظلوم بعینہ وہی اپنا مال پائے یا اس کی جنس سے پائے تو لے سکتا ہے۔ بلکہ زمانے کے حالات پر نظر کرتے ہوئے اب اس کی بھی اجازت ہے۔ اس کے مال کی جنس سے نہ ہو جب بھی اس کی مقدار لے سکتا ہے۔

**حدیث ۱۴۰۰** عَنْ اَبِی الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قُلْنَا لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ لَا يَقْرُوْنَنَا فَمَا تَرٰی فِيْهِ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور ہمیں بھیجا کرتے ہیں۔ کبھی ہم ایسے لوگوں کے پاس اترتے ہیں جو ہماری مہمانداری نہیں کرتے۔

[1] فتح الباری خامس ص ۲۹۸۔

فَقَالَ لَنَا اِنْ نَّزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَاُمِرَ لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِيْ لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوْا فَاِنْ

ایسی صورت میں ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ تو ہم سے فرمایا۔ تم جب کسی قوم پر اترو اور وہ تمہارے ساتھ ایسا برتاؤ

لَّمْ يَفْعَلُوْا فَخُذُوْا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ ؎

کریں جو مہمان کے لائق ہے تو اسے قبول کر لو۔ اور اگر ایسا نہ کریں تو ان سے مہمان کا حق وصول کر لو۔

**تشریحات ۱۴۰۰**

جبریہ مہمانداری اس عہد کے ساتھ خاص تھی۔ اب جائز نہیں۔ اس پر مفصل گفتگو ہو چکی۔ باب، فخذوا منھم حق الضیف سے ثابت ہے۔

بَابٌ لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهٗ اَنْ يَّغْرِزَ خَشَبَةً فِيْ جِدَارِهٖ۔ ص ۳۳۲

ایک پڑوسی اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں کھونٹی گاڑنے سے نہ منع کرے۔

**حدیث ۱۴۰۱**

عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهٗ اَنْ يَّغْرِزَ خَشَبَةً

کوئی پڑوسی کسی پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے۔ اس کے بعد ابو ہریرہ کہتے ہیں۔ میں تم لوگوں

فِيْ جِدَارِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ مَالِيْ اَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ وَاللّٰهِ لَاَرْمِيَنَّ

کو اس سے منہ موڑتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ بخدا میں اس حدیث کو تمہارے سامنے علانیہ

بِهَا بَيْنَ اَكْتَافِكُمْ ؎

بیان کرتا رہوں گا۔

**تشریحات ۱۴۰۱**

جمہور کے نزدیک یہ امر استحباب کے لئے ہے۔ اور ممانعت تنزیہہ کے لئے۔ ورنہ یہ صحیح احادیث کے صریح احکام کے معارض ہے۔ یہ پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب اور مکارم اخلاق کی تعلیم کے لئے فرمایا۔ جیسے فرمایا گیا۔ ما زال جبرئیل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ۔ جبرئیل پڑوسی کے بارے میں مجھے وصیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنا دیں گے۔ ما امن من نام

؎ ثانی الادب باب اکرام الضیف ص ۹۰۶ مسلم اللقطۃ۔ ابو داؤد الاطعمہ۔ ترمذی۔ النسیں۔ ابن ماجہ الادب۔

؎ ابو داؤد قضاء۔ ترمذی احکام۔ ابن ماجہ موطا اقضیہ۔ مسند امام احمد ثانی ص ۲۴۰

شبعان وجارہ طاو۔ وہ ایمان نہیں لایا۔ جو پیٹ بھر کر سوئے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔

## بَابُ صَبِّ الْخَمْرِ فِي الطَّرِيقِ ص ۳۳۵ راستے میں شراب بہانا۔

**حدیث ۱۴۰۲**

حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں ابو طلحہ کے گھر قوم کا ساقی تھا۔ اس دن ان کی شراب

فِي مَنْزِلِ اَبِي طَلْحَةَ وَكَانَ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيخَ فَاَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ

فضیخ تھی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک منادی کو حکم دیا۔ کہ وہ یہ اعلان کر دے۔ سنو! بیشک

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِي اَلَا اِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ فَقَالَ

شراب حرام کر دی گئی۔ اس پر مجھ سے ابو طلحہ نے کہا۔ باہر نکل کر شراب کو بہا دے میں نے باہر نکل کر شراب کو

لِي اَبُو طَلْحَةَ اُخْرُجْ فَاهْرِقْهَا فَخَرَجْتُ فَهَرَقْتُهَا قَالَ فَجَرَتْ فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ

بہا دیا اور وہ مدینہ کی گلیوں میں بہنے لگی۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ کچھ لوگ اس حال میں انتقال کر گئے ہیں کہ ان کے

فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ قَدْ قُتِلَ قَوْمٌ وَهِيَ فِي بُطُونِهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ

پیٹوں میں شراب تھی۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔

اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا۔ الاٰية

اپنی کھائی ہوئی چیزوں میں کوئی گناہ نہیں۔

**تشریحات ۱۴۰۲**

ابو طلحہ یہ حضرت انس کی والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر تھے ان کا نام نامی زید بن سہل انصاری ہے۔ یہ بیعت عقبہ میں حاضر تھے۔ اور نقباء میں سے ایک تھے۔ بدر۔ احد وغیرہ سارے مشاہد میں شریک رہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد چالیس سال باحیات رہے۔ حضرت انس نے بتایا کہ یہ بحری لشکر کے ساتھ جہاد میں تھے۔ کہ وصال ہو گیا۔ سات دن تک کوئی جزیرہ نہیں ملا کہ انھیں دفن کیا جاتا۔ سات دن تک جنازہ یوں ہی رہا اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ سات دن کے بعد جب جزیرہ ملا تو دفن کیا گیا۔ اس مجلس میں اعیان صحابہ میں سے حضرت ابو عبیدہ بن جراح۔ حضرت ابی بن کعب۔ حضرت ابو ایوب۔ حضرت معاذ بن جبل۔ حضرت ابو دجانہ۔ حضرت

---

ے التاني التفسير سورہ مائدہ باب قولہ ليس على الذين آمنوا وعملوا الصالحات ص۷۶۳ اشربہ باب نزل تحريم الخمر ص۸۳۶ وطريقے سے باب خدمة الصغار الكبار ص۸۷۱ اخبار الآحاد باب في اجازة خبر الواحد ص۱۰۸۳ مسلم۔ ابو داؤد۔ اشربہ

ابوسہیل بن بیضاء رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی تھے۔ اور گھر کے دوسرے افراد تھے۔

**وکان خمرھم** خمرٌ کے لغوی معنی چھپانے کے ہیں۔ اسی سے خمار بمعنی اوڑھنی اور دوپٹہ کے آتا ہے۔ عرف عام میں "خمر" کے معنی ہر نشہ آور پینے کی چیز کے ہیں اور ہمارے فقہاء احناف کے نزدیک۔ خمر صرف اس نشہ آور مشروب کو کہتے ہیں کہ انگور کے کچے شیرے کو یونہی چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ اس میں نشہ آجائے۔ یہ باجماع امت حرام قطعی ہے۔ اس کی بوند بوند پیشاب کی طرح ناپاک اور حرام۔

فَضِیخَ۔ فَضْخٌ کے معنی پانی چھلکنے کے ہیں۔ فضیخ۔ اس شراب کو کہتے ہیں جو ادھ پکی کھجور سے اس طرح تیار کی جائے کہ وہ آگ نہ دیکھے۔ کھجور کو پانی میں بھگو کر چھوڑ دیں یہاں تک کہ نشہ آجائے۔

**منادیا ینادی** دوسری روایتوں میں یہ ہے کہ ایک صاحب نے آکر بتایا۔ کہ منادی یہ پکار رہا ہے۔ شراب ناپاک ہے۔ اور راستوں کو بلا ضرورت و مجبوری ناپاک کرنا ممنوع ہے۔ آج اس کی اجازت نہیں مگر وہ ابتدار اسلام کی بات تھی۔ نیز اس میں شراب کی حرمت کا اعلان عام علیٰ وجہ الکمال ہے۔ ساتھ ساتھ شراب کی بے وقعتی کا اظہار بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ سلطان کے منادی کا اعلان واجب القبول ہے۔ ابن حزم ظاہری نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ شراب پاک ہے۔ ورنہ اس طرح راستوں میں بہائی نہ جاتی اور بہائی گئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر تنبیہ ضرور فرماتے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ ابن حزم کی یہ بھاری بے جا جرأت ہے۔ قرآن کریم نے خود اس کے ناپاک ہونے کی نص فرمادی ہے۔ اقول ھو المستعان غالباً علامہ عینی کی مراد یہ آیت کریمہ ہے۔

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ۔ مائدہ۔ آیت ۹۰ — شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک شیطانی کام ہیں۔

لیکن اس پر یہ کہا جاسکتا ہے۔ رجس ظاہری نجاست کے معنی میں متعین نہیں۔ باطنی مراد ہے۔ اسی طرح شراب کے بارے میں بھی کہا جاسکتا ہے۔ فیہ ما فیہ۔

بَابُ اَفْنِیَۃِ الدُّوْرِ وَالْجُلُوْسِ فِیْھَا وَالْجُلُوْسُ عَلَی الصَّعُدَاتِ ص ۳۳۳ — گھر کے صحن اور ان میں اور راستوں پر بیٹھنے کا حکم۔

افنیہ۔ فناء کی جمع ہے۔ گھر کے متصل جو جگہ چھوٹی ہوئی ہو جسے صحن کہتے ہیں۔ صُعُدَات۔ یہ صعید کی جمع ہے۔ جیسے طریق کی جمع طرقات۔ راستے کے معنی میں۔ بعض لوگوں نے کہا۔ صَعِیْدٌ کی جمع صُعُدٌ اور صُعُد کی جمع صعدات۔ اس قول پر یہ جمع الجمع ہے۔

**حدیث ۱۴۰۳**

عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

www.sirat-e-mustaqeem.net

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ عَلَی الطُّرُقَاتِ

فرمایا۔ راستوں پر بیٹھنے سے بچو۔ لوگوں نے عرض کیا۔ اس کے بغیر چارہ نہیں راستے ہی ہمارے بیٹھنے کی

فَقَالُوْا مَا لَنَا بُدٌّ اِنَّمَا ھُوَ مَجَالِسُنَا نَتَحَدَّثُ فِیْہِ قَالَ فَاِذَا اَبَیْتُمْ اِلَّا الْمَجَالِسَ

جگہیں ہیں جہاں ہم بات چیت کرتے ہیں۔ فرمایا۔ جب تم نہیں مانتے اور بیٹھنا ہی ضروری ہے تو راستے

فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّھَا قَالُوْا وَمَا حَقُّ الطَّرِیْقِ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَکَفُّ الْاَذٰی

کو اس کا حق دو لوگوں نے عرض کیا۔ راستے کا حق کیا ہے۔ فرمایا۔ نظر نیچی رکھنا۔ تکلیف دہ چیز کو ہٹانا۔ سلام کا

وَرَدُّ السَّلَامِ وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ ۲

جواب دینا۔ اچھی بات کا حکم کرنا۔ بری بات سے روکنا۔

**تشریحات ۱۴۰۳**

ابوداؤد میں یہ زائد ہے وارشاد السبیل وتشمیت العاطس۔ راستہ بتانا۔ چھینکنے والے کو جواب دینا۔ جب وہ حمد بجالائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طبرانی میں جو حدیث مروی ہے۔ اس میں اغاثۃ الملہوف زائد ہے۔ مصیبت زدہ کی فریاد رسی کرنی۔ راستے میں بیٹھنے سے ممانعت اس وجہ سے تھی۔ کہ اس عہد میں عورتیں بلا حجاب نکلتی تھیں۔ شریف عورتیں مردوں کو دیکھ کر جھجھک محسوس کرتیں۔ اور مبتذل عورتوں سے فساد کا اندیشہ تھا۔ نیز راستوں میں دوست دشمن سبھی چلتے ہیں۔ کسی معاملہ پر اشتعال بھی ہو سکتا تھا۔ اسلئے ممانعت فرمائی۔ اور یہ ممانعت مستحب تھی۔ صحابہ کرام نے اپنی مجبوری بیان فرمائی کہ اس کے بغیر چارہ کار نہیں۔ تو اجازت دیدی۔ لیکن پھر بھی صحابہ کرام راستوں میں بیٹھنے سے احتراز فرماتے تھے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی۔ اور جگہ جگہ فتنے اٹھے تو لوگ خبروں کے لئے راستوں میں بیٹھنے لگے۔

باب الغرفۃ والعلیۃ المشرفۃ وغیر المشرفۃ فی السطوح وغیرھا　ص ۳۳۴

چھتوں پر بالاخانے اور جھروکے وغیرہ

**حدیث ۱۴۰۴**

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ لَمْ اَزَلْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ میں مدت دراز سے اس کا خواہشمند تھا کہ حضرت

حَرِیْصًا عَلٰی اَنْ اَسْئَلَ عُمَرَ عَنِ الْمَرْاَتَیْنِ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ پوچھوں کہ ازواج مطہرات میں سے وہ دو کون کون حضرات تھیں جن کے بارے میں

ص ۳۶

۲ ثانی۔ الاستیذان باب یا ایھا الذین اٰمنوا لاتدخلوا بیوتا ص ۹۱۹۔ مسلم۔ اللباس۔ ابوداؤد۔ ادب۔ ترمذی مسند امام احمد جلد ثالث

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّتَيْنِ قَالَ اللّٰهُ لَهُمَا اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا فَحَجَجْتُ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ تم دونوں اللہ کی طرف رجوع کرو تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں۔

مَعَهٗ فَعَدَلَ وَعَدَلْتُ مَعَهٗ بِالْاِدَاوَةِ فَتَبَرَّزَ ثُمَّ جَاءَ فَسَكَبْتُ عَلٰى يَدَيْهِ مِنَ الْاِدَاوَةِ

میں نے ان کے ساتھ حج کیا وہ قضاء حاجت کے لئے عام راستے سے مڑے تو میں بھی پانی کا برتن لے کر مڑا۔

فَتَوَضَّأَ فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَنِ الْمَرْاَتَانِ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

وہ قضاء حاجت کے لئے چلے گئے پھر آئے تو میں نے برتن سے ان کے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا تو انھوں نے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّتَانِ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمَا اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ

وضو کیا۔ میں نے پوچھا۔ ازواج مطہرات میں وہ دو کون ہیں جن کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا۔ تم دونوں

قُلُوْبُكُمَا فَقَالَ وَاعَجَبًا لَّكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ عُمَرُ

اللہ کی طرف رجوع کرو تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں۔ فرمایا تعجب ہے۔ اے ابن عباس! یہ عائشہ

الْحَدِيْثَ يَسُوْقُهٗ فَقَالَ اِنِّيْ كُنْتُ وَجَارٌ لِّيْ مِنَ الْاَنْصَارِ فِيْ بَنِيْ اُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ

اور حفصہ ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمر نے پوری حدیث بیان فرمائی کہ میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی بنی امیہ

وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِيْنَةِ وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُوْلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

بن زید کے محلے میں رہتے تھے۔ جو عوالی مدینہ میں سے ہے۔ ہم دونوں باری باری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْزِلُ يَوْمًا وَّاَنْزِلُ يَوْمًا فَاِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهٗ مِنْ خَبَرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ

میں آیا جایا کرتے تھے ایک دن وہ حاضر ہوتا اور ایک دن میں حاضر ہوتا جس دن میں حاضر ہوتا اس دن کی پوری خبر

مِنَ الْاَمْرِ وَغَيْرِهٖ وَاِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَهٗ وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا

لے کر آتا وہ کوئی حکم ہوتا یا کچھ اور۔ اور جس دن وہ جاتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتا۔ اور ہم قریش کے لوگ عورتوں پر

قَدِمْنَا عَلَى الْاَنْصَارِ اِذَا هُمْ قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ وَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَاْخُذْنَ

غالب رہتے۔ جب انصار میں آئے تو ہم نے یہ دیکھا کہ انصار پر ان کی عورتیں غالب ہیں۔ ہماری عورتیں بھی انصار

مِنْ اَدَبِ نِسَاءِ الْاَنْصَارِ فَصِحْتُ عَلٰى اِمْرَاَتِيْ فَرَاجَعَتْنِيْ فَاَنْكَرْتُ اَنْ تُرَاجِعَنِيْ

کی عورتوں کا رنگ ڈھنگ سیکھنے لگیں۔ ایک بار اپنی بیوی کو میں نے ڈانٹا تو اس نے لوٹ کر جواب دے دیا۔

فَقَالَتْ وَلِمَ تُنْكِرُ اَنْ اُرَاجِعَكَ فَوَاللّٰهِ اِنَّ اَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اس کا لوٹ کر جواب دینا مجھے ناگوار ہوا۔ اس نے کہا میرے جواب دینے کو ناپسند کیوں کرتے ہو۔ واللہ ازواج مطہرات

وَسَلَّمَ لَيُرَاجِعْنَهُ وَاِنَّ اِحْدٰهُنَّ لَتَهْجُرُهُ الْيَوْمَ حَتّٰى اللَّيْلِ فَاَفْزَعَنِي فَقُلْتُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لوٹ کر جواب دیتی ہیں۔ اور وہ دن دن بھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بولنا

خَابَتْ مَنْ فَعَلَ مِنْهُنَّ بِعَظِيْمٍ ثُمَّ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِيْ فَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ

چھوڑ دیتی ہیں۔ اس بات نے مجھے گھبرا دیا۔ میں نے کہا۔ ان میں سے جس نے بھی یہ کیا ہے وہ بہت خائب و خاسر ہوئی۔

فَقُلْتُ اَيْ حَفْصَةُ اَتُغَاضِبُ اِحْدَاكُنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ

پھر میں نے اپنے کپڑے ٹھیک اور حفصہ کے پاس گیا۔ اور میں نے کہا۔ اے حفصہ! تم میں سے کچھ رسول اللہ صلی اللہ

حَتَّى اللَّيْلِ فَقَالَتْ نَعَمْ فَقُلْتُ خَابَتْ وَخَسِرَتْ اَفَتَاْمَنُ اَنْ يَّغْضَبَ اللّٰهُ لِغَضَبِ

تعالیٰ علیہ وسلم سے دن دن بھر ناراض رہتی ہو۔ انھوں نے بتایا کہ ہاں ایسا ہوتا ہے میں نے کہا جس نے یہ کیا وہ خائب

رَسُوْلِهٖ فَتَهْلِكِيْنَ لَا تَسْتَكْثِرِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تُرَاجِعِيْهِ

وخاسر ہوئی۔ کیا تمہیں اس سے اطمینان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ غضب فرمائے

فِيْ شَيْءٍ وَّلَا تَهْجُرِيْهِ وَسَلِيْنِيْ مَا بَدَا لَكِ وَلَا يَغُرَّنَّكِ اَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ

اور تم برباد ہو جاؤ۔ آئندہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ فرمائش نہ کیا کرو اور انھیں لوٹ کر جواب

اَوْضَاُ مِنْكِ وَاَحَبُّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ عَائِشَةَ وَكُنَّا

نہ دیا کرو اور بولنا نہ چھوڑا کرو۔ تمہیں جو ضرورت ہو مجھ سے مانگ لیا کرو۔ اور اپنی پڑوسن (عائشہ) سے فریب

نُتَحَدَّثُ اَنَّ غَسَّانَ تُنْعِلُ النِّعَالَ لِغَزْوِنَا فَنَزَلَ صَاحِبِيْ يَوْمَ نَوْبَتِهٖ فَرَجَعَ عِشَاءً

نہ کھانا۔ وہ تم سے کہیں زیادہ حسین ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہیں۔ وہ حضرت عائشہ کو مراد

فَضَرَبَ بَابِيْ ضَرْبًا شَدِيْدًا وَّقَالَ اَنَائِمٌ هُوَ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ اِلَيْهِ وَقَالَ حَدَثَ

لیتے تھے۔ اور ہم میں یہ بات مشہور تھی۔ کہ غسان ہم پر حملہ کرنے کیلئے گھوڑوں کی نعل بندی کرا رہا ہے۔ میرا ساتھی اپنی باری میں

اَمْرٌ عَظِيْمٌ فَقُلْتُ مَا هُوَ اَجَاءَتْ غَسَّانُ قَالَ لَا بَلْ اَعْظَمُ مِنْهُ وَاَطْوَلُ طَلَّقَ

خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور عشاء کے وقت واپس ہوا اور میرے دروازے پر زور زور سے پیٹا اور کہا۔ کیا وہ سو گیا ہے۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءَهٗ قَالَ قَدْ خَابَتْ حَفْصَةُ وَخَسِرَتْ

میں گھبرا گیا۔ اور اس کے پاس سے باہر آ گیا۔ اس نے کہا۔ ایک بھاری حادثہ ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کیا غسان آ گیا۔ اس نے کہا

كُنْتُ اَظُنُّ اَنَّ هٰذَا يُوْشِكُ اَنْ يَّكُوْنَ فَجَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِيْ فَصَلَّيْتُ صَلٰوةَ الْفَجْرِ

نہیں بلکہ اس سے سنگین اور بڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی (ازواج مطہرات) کو طلاق دیدیا ہے۔ حضرت عمر نے

مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ مَشْرُبَةً لَّهٗ فَاعْتَزَلَ فِيْهَا

فرمایا۔ حفصہ نامراد ہو گئی۔ میں گمان کرتا تھا کہ یہ بہت جلد ہوگا۔ میں نے اپنا پورا کپڑا پہنا اور فجر کی نماز

فَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ فَاِذَا هِيَ تَبْكِيْ قُلْتُ مَا يُبْكِيْكِ اَوَلَمْ اَكُنْ حَذَّرْتُكِ اَطَلَّقَكُنَّ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی۔ حضور تو نماز کے بعد اپنے بالاخانے کے اندر تشریف لے گئے اور سب سے الگ رہے۔ میں

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَا اَدْرِيْ هُوَ ذَا فِي الْمَشْرُبَةِ فَخَرَجْتُ

حفصہ کے پاس گیا وہ رو رہی تھیں میں نے کہا کس چیز نے تمہیں رلایا۔ کیا میں تجھے ڈراتا نہیں تھا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

فَجِئْتُ الْمِنْبَرَ فَاِذَا حَوْلَهٗ رَهْطٌ يَّبْكِيْ بَعْضُهُمْ فَجَلَسْتُ مَعَهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ غَلَبَنِيْ

تم لوگوں کو طلاق دیدیا۔ انھوں نے کہا میں نہیں جانتا حضور اس بالاخانے میں ہیں میں حفصہ کے گھر سے باہر آیا اور منبر کے پاس گیا۔ منبر کے آس

مَا اَجِدُ فَجِئْتُ الْمَشْرُبَةَ الَّتِيْ هُوَ فِيْهَا فَقُلْتُ لِغُلَامٍ لَّهٗ اَسْوَدَ اِسْتَاْذِنْ لِعُمَرَ

پاس کچھ لوگ بیٹھے ہیں اسمیں کے کچھ لوگ رو رہے ہیں۔ میں ان کے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھا۔ پھر مجھ پر میرا اندیشہ غالب آیا۔ اس کیلئے میں اس بالاخانے

فَدَخَلَ فَكَلَّمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ ذَكَرْتُكَ لَهٗ

کے پاس آیا جس میں حضور تھے۔ میں نے حضور کے حبشی غلام سے کہا۔ عمر کے لئے اجازت طلب کر وہ اندر گیا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بات کی۔

فَصَمَتَ فَانْصَرَفْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ غَلَبَنِيْ

پھر باہر آکر بتایا میں نے آپ کا تذکرہ حضور سے کیا مگر حضور چپ رہے (حضرت عمر نے کہا) میں لوٹا اس گروہ کے پاس بیٹھا جو منبر کے پاس

مَا اَجِدُ فَجِئْتُ فَقُلْتُ لِلْغُلَامِ فَذَكَرَ مِثْلَهٗ فَجَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ

تھی۔ پھر میرا اندیشہ مجھ پر غالب آیا۔ اب پھر میں بالاخانے کے پاس آیا اور غلام سے کہا۔ غلام نے پھر ویسی ہی بات کی اب پھر

ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا اَجِدُ فَجِئْتُ الْغُلَامَ فَقُلْتُ اِسْتَاْذِنْ لِعُمَرَ فَذَكَرَ مِثْلَهٗ فَلَمَّا وَلَّيْتُ

منبر والے گروہ کے پاس بیٹھا۔ پھر میری الجھن مجھ پر غالب آئی اس لئے غلام کے پاس پھر آیا۔ اور اس سے کہا۔ عمر کے لئے اجازت

مُنْصَرِفًا فَإِذَا الْغُلَامُ يَدْعُونِي قَالَ اذِنَ لَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

طلب کر۔ اب پھر غلام نے پہلے ہی جیسی بات کی۔ اس پر لوٹنے کے لئے مڑا ہی تھا کہ غلام مجھے بلانے لگا اور کہا رسول اللہ

فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى رِمَالِ حَصِيرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ قَدْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو اجازت دیدی اب میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ جس

أَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهِ مُتَّكِئٌ عَلَى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ قُلْتُ

پر کوئی فرش نہیں تھا۔ چٹائی کی شکن نے حضور کے پہلو پر نشان ڈالدیا ہے۔ چمڑے کی تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے جسکی

وَأَنَا قَائِمٌ طَلَّقْتَ نِسَاءَكَ فَرَفَعَ بَصَرَهُ إِلَيَّ فَقَالَ لَا ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ أَسْتَأْنِسُ

بھرن کھجور کے ریشے کی تھی۔ میں نے حضور کو سلام کیا پھر عرض کیا اور میں کھڑا تھا۔ کیا حضور نے اپنی ازواج (مطہرات) کو طلاق دیدیا ہے؟

يَا رَسُولَ اللهِ لَوْ رَأَيْتَنِي وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى قَوْمٍ تَغْلِبُهُمْ

حضور نے اپنی نظر میری طرف اٹھائی اور فرمایا نہیں۔ میں نے کھڑے ہی کھڑے رسول اللہ کو مانوس کرنے کے لئے عرض کیا۔ یا رسول اللہ!

نِسَاؤُهُمْ فَذَكَرَهُ فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قُلْتُ لَوْ رَأَيْتَنِي

ہم قریش کے لوگ عورتوں پر غالب رہتے تھے اب ہم ایسی قوم میں ہیں جن کی عورتیں ان پر غالب رہتی ہیں۔ میں نے جب یہ ذکر کیا تو

وَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ أَوْضَأَ مِنْكِ وَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسکرا پڑے۔ پھر میں نے عرض کیا۔ فرمائیے کیا اچھا ہوتا۔ میں حفصہ کے پاس جاؤں اور کہوں یہ بات

أَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ عَائِشَةَ فَتَبَسَّمَ أُخْرَى

تجھ کو غرور میں نہ لائے کہ تیری پڑوسن تجھ سے زیادہ خوبصورت اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے، ان کی مراد عائشہ تھیں

فَجَلَسْتُ حِينَ رَأَيْتُهُ تَبَسَّمَ ثُمَّ رَفَعْتُ بَصَرِي فِي بَيْتِهِ فَوَاللهِ مَا رَأَيْتُ فِيهِ شَيْئًا

اس پر حضور دوبارہ مسکرائے جب میں نے حضور کو مسکراتے دیکھا تو بیٹھ گیا۔ پھر میں نے حضور کے مکان میں نظر ڈالی تو واللہ تین ڈھیر

يَرُدُّ الْبَصَرَ غَيْرَ أَهُبَةٍ ثَلَاثَةٍ فَقُلْتُ ادْعُ اللهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلَى أُمَّتِكَ فَإِنَّ فَارِسَ وَالرُّومَ

کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔ میں نے عرض کیا۔ اللہ سے دعا فرمائیے کہ آپ کی امت کو وسعت عطا فرمائے۔ کیونکہ فارس اور روم پر

وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَأُعْطُوا الدُّنْيَا وَهُمْ لَا يَعْبُدُونَ اللهَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ أَوَفِي شَكٍّ

وسعت کی گئی ہے۔ اور ان کو دنیا دی گئی ہے۔ حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ حضور ٹیک لگائے ہوئے تھے فرمایا۔

اَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اُولٰئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَقُلْتُ

کیا تو شک میں ہے اے ابن خطاب! یہ وہ قوم ہیں جن کی آسائشیں دنیا کی زندگی ہی میں جلد مہیا کر دی گئی ہیں۔ میں نے

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَغْفِرْ لِيْ فَاعْتَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَجْلِ

عرض کیا۔ یارسول اللہ! میرے لئے استغفار فرمائیے۔ اس بات کی وجہ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے الگ تھلگ

ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ حِيْنَ اَفْشَتْهُ حَفْصَةُ اِلٰى عَائِشَةَ وَكَانَ قَدْ قَالَ مَا اَنَا بِدَاخِلٍ

ہو گئے تھے۔ جب حفصہ نے عائشہ کو یہ بات بتا دی تھی۔ اور حضور نے فرمایا کہ میں ان کے پاس ایک مہینہ تک نہ جاؤں گا۔

عَلَيْهِنَّ شَهْرًا مِّنْ شِدَّةِ مَوْجِدَتِهٖ عَلَيْهِنَّ حِيْنَ عَاتَبَهُ اللّٰهُ فَلَمَّا مَضَتْ تِسْعٌ وَّ

ان پر سخت ناراضگی کی وجہ سے جب کہ اللہ نے حضور پر عتاب فرمایا۔ جب انتیس دن گذر گئے تو عائشہ کے پاس حضور تشریف

عِشْرُوْنَ دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَبَدَاَ بِهَا فَقَالَتْ لَهٗ عَائِشَةُ اِنَّكَ اَقْسَمْتَ اَنْ لَّا تَدْخُلَ

لے گئے اور انھیں سے شروع فرمایا۔ عائشہ نے عرض کیا آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ ایک مہینہ تک ہمارے پاس نہیں آئیں گے۔

عَلَيْنَا شَهْرًا وَّاِنَّا اَصْبَحْنَا بِتِسْعٍ وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً اَعُدُّهَا عَدًّا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

اور ابھی انتیس راتیں ہوئی ہیں جن کو میں نے گن گن کے کاٹا ہے اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مہینہ انتیس دن کا ہے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ وَكَانَ ذٰلِكَ الشَّهْرُ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ قَالَتْ

اور یہ مہینہ انتیس ہی دن کا ہوا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا پھر آیت تخییر نازل کی گئی تو سب سے پہلے حضور نے مجھ سے شروع فرمایا

عَائِشَةُ فَاُنْزِلَتْ اٰيَةُ التَّخْيِيْرِ فَبَدَاَ بِيْ اَوَّلَ امْرَاَةٍ فَقَالَ اِنِّيْ ذَاكِرٌ لَّكِ اَمْرًا وَّلَا عَلَيْكِ

اور فرمایا میں تم سے ایک بات کہنے والا ہوں اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کرنا یہاں تک کہ اپنے ماں

اَنْ لَّا تَعْجَلِيْ حَتّٰى تَسْتَاْمِرِيْ اَبَوَيْكِ قَالَتْ قَدْ عَلِمَ اَنَّ اَبَوَيَّ لَمْ يَكُوْنَا يَاْمُرَانِّيْ

باپ سے مشورہ کر لو ام المومنین نے فرمایا حضور کو یقین تھا کہ میرے والدین حضور سے جدائی کا مجھے حکم نہیں دیں گے۔ پھر

بِفِرَاقِكَ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَالَ يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِلٰى عَظِيْمًا۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اے نبی اپنی ازواج سے فرما دو۔ عظیماً تک میں نے عرض کیا کیا اس معاملہ میں ماں باپ سے

قُلْتُ اَفِيْ هٰذَا اَسْتَاْمِرُ اَبَوَيَّ فَاِنِّيْ اُرِيْدُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ

مشورہ طلب کروں گی میں اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو چاہتی ہوں۔ پھر بقیہ ازواج کو اختیار دیا۔

ثُمَّ خَيَّرَ نِسَاءَهُ فَقُلْنَ مِثْلَ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ [1]

ان سب نے اسی کے مثل کہا جو عائشہ نے کہا تھا۔

**تشریحات ۱۲۰۴**

ازواج مطہرات سے الگ تھلگ ایک مہینے تک بالاخانے پر تشریف رکھنے کا واقعہ دو بار رونما ہوا ہے۔ ایک بار ۵ھ میں جب کہ پائے اقدس میں گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے چوٹ آگئی تھی۔ دوبارہ ۹ھ میں جب ازواج مطہرات سے ناراض ہو کر یہ قسم کھالی تھی کہ ان کے پاس ایک مہینے نہیں جاؤں گا۔ جیسے میں نے جلد ثانی ص۳۶۶ پر مفصل ذکر کیا ہے۔ بہت سے راویوں کو یہ اشتباہ ہو گیا کہ یہ دونوں ایک واقعے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں دو واقعے ہیں، حضرت ابن عباس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرالظہران میں پوچھا تھا بعض روایات میں یہ ہے کہ خود حضرت عمر نے ان سے فرمایا۔ پانی لیکر۔ وہ ایک جھاڑی میں قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور یہ باہر کھڑے رہے۔ جب وضو کرنے کے لئے پانی ڈالنے لگے تو پوچھا۔

**کنت وجارلی**

یہ کوفیوں کے مذہب کے مطابق ہے۔ یہ ضمیر مجرور متصل پر عطف کو جائز مانتے ہیں۔ اور کتاب العلم میں بصریین کے مذہب کے مطابق، کنت انا وجارلی ہے۔ ضمیر متصل کی منفصل کی تاکید کے ساتھ یہ انصاری حضرت عتبان بن مالک بن عمر عجلانی خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

**مِنَ الامر**

یہاں دونوں احتمال ہیں۔ کہ یہ امر بمعنی حکم ہو۔ یعنی احکام شرعیہ۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ امر بمعنی فعل عام ہو۔ یعنی کوئی بھی بات کوئی بھی چیز۔ اور اس پر الف لام عہد کا ہو اور مراد وحی ہو۔ اور یہاں ظاہر یہی ہے۔ کتاب النکاح کی روایت میں۔ من الامر۔ کے بجائے من الوحی ہے۔

**فَصِحْتُ**

مسلم میں ہے۔ کہ ان کی زوجہ بنت خارجہ نے، خاص حضرت حفصہ کا نام لیکر کہا تھا۔ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال و جواب کرتی ہیں۔ خفا ہو جاتی ہیں۔ دن دن بھر بات نہیں کرتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اکرام المومنین حضرت حفصہ سے مواخذہ فرمایا۔ تو انھوں نے فرمایا: ہم حضور سے سوال و جواب کریں گی۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا لایغرنك جارتك۔ یہ بھی فرمایا۔ کہ اگر میں نہ ہوتا تو تجھے طلاق دیدیتے پھر وہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں آئے۔ ان سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رشتہ داری تھی۔ انھوں نے جلال میں فرمایا۔ اے ابن خطاب

---

[1] کتاب العلم باب التناوب فی العلم ص۱۹ ثانی النکاح باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجہا ص۷۵۸ باب غیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نساءہ فی غیر بیوتہن ص۷۸۳ باب حب الرجل بعض نساءہ ص۷۸۵ الطلاق باب من خیر نساءہ ص۷۹۱-۹۲: ثانی تفسیر باب قولہ قل لازواجك ودوطریقے سے۔ سورہ تحریم باب قد فرض اللہ تحلۃ ایمانکم ص۷۲۹ باب قولہ واذا اسر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۷۳۰ باب وان تظاہرا علیہ ص۷۳۱ مسلم الطلاق باب تخییرہ امرأتہ لایکون طلاقا الا بالنیۃ ص۴۸۱۔

[2] فتح الباری ثامن ص۵۲۷۔

تم پر تعجب ہے۔ تم ہر چیز میں دخل دینے لگے۔ یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ازواج مطہرات کے درمیان بھی دخل دینے لگے۔ یہ بات مجھے ایسی لگی کہ میرا غم کچھ کم ہو گیا۔ بلکہ ایک روایت میں ہے کہ پہلے ام المومنین حضرت صدیقہ کے پاس گئے اور فرمایا۔ کہ اے ابوبکر کی بیٹی تیری شان اتنی بڑھ گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دیتی ہے۔ ام المومنین نے فرمایا۔ تم اپنی بیٹی کو دیکھو۔

**غسان** یہ شام میں ایک تالاب یا کنوئیں کا نام ہے۔ جہاں بنی ازد کی ایک شاخ بنی جفنہ نے بود و باش اختیار کر لیا تھا۔ پھر اس قبیلے کا نام ہی غسان پڑ گیا تھا۔

**بغلامہ** یہ حضرت رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے۔

**فصمت** مسلم میں ہے۔ جب حاضری کا اذن نہیں ملا۔ تو میں نے بلند آواز میں کہا۔ اے رباح میرے لئے اجازت حاصل کر۔ حضور کو یہ گمان ہے کہ میں حفصہ کی سفارش کے لئے آیا ہوں واللہ اگر حضور حکم دیں تو اس کی گردن اڑا دوں۔ اب رباح نے اشارہ کیا۔ اوپر آؤ۔ اور میں مشربہ میں داخل ہوا۔

بخاری اور دوسری حدیث کی کتابوں کی بعض روایتوں میں۔ آلیت شھرًا۔ یا آلیٰ شھرا آیا ہے۔ اس سے لغوی معنی مراد ہے۔ یعنی قسم کھانا۔ جیسا کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں حلف آیا ہے۔ اور خود اسی حدیث میں بطریق زہری کتاب النکاح کی روایت میں یہ ہے وکان قال ما انا بداخل علیھن شھرا۔ اس لئے کہ قریب قریب اس پر اتفاق ہے کہ فقہی ایلاء اسی وقت ہو گا۔ جب کہ یہ قسم کھائے کہ اس سے وطی نہیں کروں گا۔ اور ہمارے یہاں یہ بھی ضروری ہے۔ کہ چار مہینے یا اس سے زائد کی مدت بھی ہو۔ اس حدیث کے کسی طریقے میں یہ نہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وطی نہ کرنے کی قسم کھائی ہو۔ اس لئے اس ایلاء سے فقہی ایلاء مراد نہیں ہو سکتا۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ ایلاء سے اس کا لغوی معنی قسم کھانا مراد ہے۔

**فاعتزل** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات پر یہ عتاب کیوں فرمایا۔ اس کی وجہ شارحین نے مختلف لکھی ہے۔ اول۔ ازواج مطہرات نفقے میں کچھ توسیع اور بہتری پر بضد تھیں۔ جیسا کہ مسلم میں ہے۔ کہ فرمایا۔

ھُنَّ حَوْلِی کَمَا تَرٰی تَسْأَلْنَنِیْ النفقۃ[1] یہ ازواج میرے اردگرد تم دیکھ رہے ہو مجھ سے نفقہ مانگ رہی ہیں۔

اس سے مطلق نفقہ کا سوال مراد نہیں۔ وہ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عطا فرماتے ہی تھے۔ اس سے مراد توسیع اور تحسین ہے۔ علامہ عینی نے کسی کا قول نقل کیا ہے۔ کہ ازواج مطہرات ایک دن اجتماعی طور پر حاضر ہوئیں اور یہ عرضداشت پیش کی۔ کہ ہم حضور سے اس کے خواہشمند ہیں جس کی ہر عورت اپنے شوہر سے متمنی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض نے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر ہم کسی اور کی زوجیت میں ہوتیں تو ہماری اور شان ہوتی۔ کپڑے ہوتے اور زیورات ہوتے۔

---

[1] اول ص ۴۸۰

**دوم** ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شہد، بہت مرغوب تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ روزانہ تمام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں جب تشریف لے جاتے تو وہ شہد پیش کرتیں۔ جسے نوش کرنے میں وہاں کچھ دیر تک تشریف رکھتے۔ ازواج مطہرات میں دو گروپ تھا۔ ایک حضرت عائشہ و حفصہ کا۔ دوسرا حضرت زینب کا۔ حضرت زینب کے یہاں دیر تک قیام فرمانا سبھی کو ناگوار تھا مگر اسے حضرت عائشہ اور حفصہ نے کچھ شدت کے ساتھ محسوس کیا۔ دونوں نے آپس میں طے کر لیا۔ کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی حضور تشریف لائیں تو یہ کہدے کہ حضور کے دہن مبارک سے مغافیر کی بو آرہی ہے۔ چنانچہ اسی کے مطابق ان دونوں میں جن کے پاس تشریف لائے تو اس نے وہ عرض کیا ـــــ فرمایا۔ میں نے زینب کے یہاں شہد پیا ہے۔ یہ اس کی بو ہے۔ اور اب شہد اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔

جیسا کہ مسلم میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے مروی ہے۔ اسی سلسلے میں اسی میں انھیں سے ایک دوسری روایت یہ ہے ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میٹھی چیز اور شہد پسند فرماتے تھے۔ عصر بعد روزانہ تمام ازواج کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ ایک بار حفصہ کے یہاں کچھ زیادہ دیر تک رکے میں نے اس بارے میں معلومات کی تو یہ پتہ چلا کہ وہاں شہد پی رہے تھے وہ کہتی ہیں میں نے اس کا سودہ سے تذکرہ کیا اور میں نے کہا جب حضور تمہارے پاس تشریف لائیں تو عرض کرنا یا رسول اللہ! حضور نے مغافیر کھایا ہے؟ اس کے جواب میں فرمائیں گے نہیں۔ تو تم عرض کرنا کہ پھر یہ بو کیسی ہے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو سخت ناپسند فرماتے تھے کہ حضور کے جسم سے بو محسوس کی جائے۔ اس لئے فرمائیں گے کہ حفصہ نے مجھے شہد پلا دیا ہے۔ تو تم عرض کرنا اس شہد کی مکھی نے عرفط چوس کر شہد جمع کیا ہے۔ اور میں بھی یہی عرض کروں گی۔ اور اے صفیہ تم بھی یہی کہنا۔ چنانچہ اس کے مطابق سب نے کہا۔ اس کے بعد پھر جب حضرت حفصہ کے پاس تشریف لے گئے اور انھوں نے شہد پیش کرنا چاہا تو فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ حضرت سودہ کو اس پر کچھ تکلیف بھی ہوئی کہ ہم نے حضور کو ایک مرغوب سے روک دیا انھوں نے حضرت عائشہ سے کہا سبحان اللہ واللہ ہم نے حضور کو شہد سے محروم کر دیا تو انھوں نے کہا چپ رہو۔

**سوم** ۔ حضرت حفصہ کی باری کا دن تھا حضرت حفصہ نے حضور سے اجازت لی اور اپنے والد کے گھر تشریف لے گئیں۔ حضور نے اپنی باندی ماریہ قبطیہ کو بلوایا جب حضرت حفصہ آئیں تو دروازہ کو بند پایا۔ جب حضور باہر تشریف لائے تو حضور کے چہرے سے پانی گر رہا تھا اور حفصہ رو رہی تھیں اس پر حضور نے فرمایا میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ ماریہ مجھ پر حرام ہے۔ دیکھو کسی کو بتانا مت اور یہ تیرے پاس امانت ہے۔ جب حضور باہر تشریف لے گئے تو حضرت حفصہ نے اس دیوار کو پیٹا جو ان کے اور حضرت عائشہ کے حجرے کے درمیان تھی اور کہا میں تم کو خوشخبری دیتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام فرما لیا ہے۔

ماریہ قبطیہ ہی کا قصہ ایک دوسرے طریقے سے بھی مروی ہے۔ حضرت حفصہ جب اس پر مطلع ہو گئیں تو حضور نے ان سے فرمایا کہ یہ عائشہ کو مت بتانا۔ میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ دنیا سے تشریف لے جاؤں گا تو ابو بکر کے بعد تمہارے والد خلیفہ ہونگے۔

لیکن انھوں نے حضرت عائشہ کو بتا دیا۔ حضرت عائشہ نے حضور کو بتایا اور یہ التماس کی کہ ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر لیں۔ حضور نے یہ التماس قبول کر لی۔ اس کے بعد حضرت حفصہ کے پاس تشریف لائے اور ان سے اس پر مواخذہ فرمایا۔ اور عتاب بھی۔ 160

علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ طبرانی نے اوسط اور عشرۃ النساء میں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا اس کی ہر روایت میں ضعف ہے۔

چھارم۔ ابن سعد نے یہ سبب روایت کیا ہے۔ کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی جانور ذبح فرمایا یا کہیں سے کچھ ہدیہ آیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام ازواج مطہرات کو برابر برابر تقسیم کر کے بھجوایا۔ حضرت زینب نے واپس کر دیا فرمایا اسے کچھ زیادہ دے دو تین بار یہی ہوا، اس پر حضرت عائشہ نے کہا۔ اس نے حضور کو ذلیل کر دیا۔ آپ کے ہدئے کو واپس کرتی ہے، فرمایا تم میں اتنی قوت کہاں ؟ کہ مجھے ذلیل کرو۔ تمہارے پاس ایک مہینے نہیں آؤں گا۔ اس سلسلے میں جو روایتیں مذکور ہیں ان کو ہم نے لکھ دیا۔ واقعہ کیا تھا اس کا صحیح علم اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے۔ جہاں تک میرے ذوق کا تعلق ہے ان میں سے کوئی واقعہ اس کی بنیاد بننے کے لائق نہیں۔ البتہ علامہ ابن حجر کی یہ رائے کچھ لگتی ہوئی ہے۔ کہ یہ سب تھوڑے تھوڑے وقفے سے رونما ہوئے۔ اور یہ سب مل کر سبب بنے۔ اس کے باوجود آیت تخییر کے متبادر یہی ہے کہ خفگی کا سبب نفقہ میں توسیع وتحسین کا سوال ہی تھا۔ اسی لئے محتاط مفسرین نے اس آیت کے شان نزول میں اسی کو ذکر فرمایا۔

**فانزلت** یعنی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہینہ پورا ہونے پر بالا خانے سے نیچے تشریف لائے۔ تو ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے پھر آیت تخییر نازل ہوئی۔ ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۔ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا۔ (احزاب ایت ۲۸۔۲۹)

اے نبی اپنی بیبیوں سے فرمادو۔ اگر وہ دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہیں۔ تو آؤ میں تم کو مال دوں اور خوبصورتی کے ساتھ چھوڑ دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نکوکاروں کے لئے عظیم اجر مہیا کر رکھا ہے۔

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ کہ یہ تخییر کن دو باتوں میں تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ تخییر اس بارے میں تھی کہ وہ زوجیت میں رہنا چاہتی ہیں۔ یا طلاق کی خواستگار ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس بارے میں اختیار دیا گیا تھا۔ کہ دنیا اختیار کرتی ہیں یا آخرت۔ اگر دنیا اختیار کرتی ہیں تو پھر ان سے جدائی اختیار فرمالیں۔ اور اگر آخرت اختیار کریں تو انھیں زوجیت میں رد کے رکھیں ظاہر ہے کہ یہ اختلاف صرف لفظی ہے ورنہ حاصل دونوں کا ایک ہی ہے۔ کیونکہ ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں۔

**فانی اریدالله** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بھی عرض کیا تھا۔ کہ بقیہ ازواج مطہرات اگر میرے فیصلے کو پوچھیں تو حضور انھیں بتائیں نہیں۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر انکار فرما دیا۔ کہ جو بھی پوچھے گی میں بتاؤں گا۔ اللہ نے مجھے دشواری میں ڈالنے والا نہیں بنایا ہے۔ بلکہ آسانی پیدا کرنے والا

معلم اور مبلغ بنا کر بھیجا ہے۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام ازواج کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ اور وہ آیت تلاوت فرمائی سب نے پوچھا عائشہ نے کیا کہا۔ حضور نے انھیں بتایا۔ اور سب نے رسول اللہ اور دار آخرت کو اختیار فرمایا۔ اس پر اللہ عزوجل نے ازواج مطہرات کو انعام دنیا میں یہ دیا۔ کہ فرمایا۔ 160

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ۔ (احزاب۔ ۵۲ آیت)

اس کے بعد آپ کو اور عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ ان کے عوض دوسرے سے نکاح کرلیں۔

اس وقت ازواج مطہرات آٹھ تھیں۔ نہ اس کی اجازت تھی کہ مزید کسی اور سے نکاح کرلیں اور نہ اس کی کہ ان میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کے عوض دوسرے سے نکاح کرلیں۔

لیکن یہ پابندی کچھ ہی دنوں تک رہی پھر مزید نکاح کی اجازت دیدی گئی۔ ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ۔ (احزاب۔ آیت ۴۹)

اے نبی ہم نے آپ کیلئے ان تمام بیبیوں کو حلال فرما دیا ہے جن کے مہر آپ دے چکے ہیں اور جو تمہاری باندی ہیں۔

حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ اخیر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیار دیدیا گیا تھا جتنی عورتوں سے چاہیں نکاح فرمائیں۔ بلکہ بعض روایتوں سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزید نکاح فرمائے۔ اگرچہ خلوت نہ ہوسکی۔

**حکم شرعی** اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا۔ اختاری نفسک۔ تو کیا حکم ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر شوہر نے اس سے طلاق سپرد کرنے کی نیت کی ہے تو اگر عورت اپنے نفس کو اختیار کرے تو اس پر ایک طلاق بائن پڑ جائیگی اور اگر شوہر کو اختیار کیا تو کچھ نہیں۔ اور اگر شوہر تین طلاق کی نیت بھی کرلے تو بھی تین واقع نہ ہوں گی۔

بَابٌ إِذَا اخْتَلَفُوا فِي الطَّرِيقِ الْمِيتَاءِ وَهِيَ الرَّحْبَةُ تَكُونُ بَيْنَ الطَّرِيقِ ثُمَّ يُرِيدُ أَهْلُهَا الْبُنْيَانَ نَتْرُكُ مِنْهَا لِلطَّرِيقِ سَبْعَةَ أَذْرُعٍ ۳۳۶

جب کسی ایسی کشادہ زمین کے بارے میں اختلاف ہو جو عام راستہ ہو اور اس کے مالک عمارت بنانا چاہیں تو راستے کے لئے سات ہاتھ چھوڑ دیں۔

**حدیث ۱۴۰۵**

عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَشَاجَرُوا فِي الطَّرِيقِ بِسَبْعَةِ أَذْرُعٍ ۳۳۶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب لوگ راستے کے بارے میں جھگڑتے تو سات ہاتھ چوڑائی چھوڑنے کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیصلہ فرماتے۔

**تشریحات ۱۴۰۵**

امام بخاری نے باب میں الطریق کے ساتھ المیتاء کا اضافہ فرمایا ہے۔ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۳۶ ترمذی۔ الاحکام۔ مسند امام احمد ثانی ص ۴۲۹ ص ۴۷۳

کی حدیث میں نہیں لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے جسے امام عبدالرزاق نے لیا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت انس کی حدیثوں میں بھی ہے۔

بسبعۃ اذرع۔ یعنی دونوں فریق کی زمینوں سے ساڑھے تین تین ہاتھ زمین لی جائے گی۔

## بَابُ النُّهْبَةِ بِغَيْرِ إِذْنِ صَاحِبِهِ ص۳۳۶ کسی کا مال اس کی اجازت کے بغیر لینا۔

**ت ۴۷۱** وَقَالَ عُبَادَةُ بَايَعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا نَنْتَهِبَ

حضرت عبادہ نے فرمایا ہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی کہ کسی کا مال لوٹیں گے نہیں

**تشریحات ۴۷۱** یہ ایک طویل حدیث کا جزو ہے جو کتاب الایمان میں گذر چکی ہے۔ وہاں ان لا ننتھب نہیں تھا سرقہ اور نہبہ میں فرق یہ ہے کہ مالک کے علم کے بغیر کسی کا مال لینا سرقہ چوری ہے اور مالک کے علم میں ہوتے ہوئے زبردستی کسی کا مال لے لینا چھین لینا لوٹ لینا۔ نہبہ اور لوٹ ہے۔

**حدیث ۱۴۰۶** حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ وَهُوَ جَدُّهُ أَبُو أُمِّهِ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النُّهْبَى وَالْمُثْلَةِ[1]

عبداللہ بن یزید انصاری نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹنے اور صورت بگاڑنے سے منع فرمایا ہے۔

**تشریحات ۱۴۰۶** یعنی عبداللہ ابن یزید انصاری عدی ابن ثابت کے نانا ہیں۔ عبداللہ بن یزید انصاری کے بارے میں ابوداؤد نے کہا ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ ابوحاتم نے کہا کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بھی کیا ہے۔ اور حضور کے زمانہ میں کمسن تھے لیکن مصعب بن زبیر نے کہا کہ انھیں صحبت نصیب نہیں۔

مثلہ کے حقیقی معنی اعضاء بگاڑنے کے ہیں۔ چنانچہ نقباء نے فرمایا کہ انسان کو خصی کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ یہ مثلہ کرنا ہے علامہ عینی نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ ھی العقوبۃ فی الآلۃ۔ اس لئے یہ اپنے عموم کے لحاظ سے نسبندی کو بھی عام ہے۔ حقیقۃً یہ بھی عضو بگاڑنا ہے۔ اس لئے کہ عضو جس نفع کے لئے بنایا گیا ہے جب آپریشن کرکے وہ منفعت حاصل کرنے سے محرومی ہوجاتی ہے تو یہ حقیقت میں عضو کو بگاڑنا ہی ہے۔

---

[1] ثانی الذبائح۔ مایکون من المثلۃ ص۸۲۹

**حدیث ۱۴۰۷**

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی

قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَزْنِی الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِیْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَشْرَبُ

زانی مومن ہوتے ہوئے زنا نہیں کرتا۔ کوئی شرابی مومن ہوتے ہوئے شراب نہیں پیتا۔ کوئی چور مومن ہوتے

الْخَمْرَ حِیْنَ یَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَسْرِقُ حِیْنَ یَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَا یَنْتَهِبُ

ہوئے چوری نہیں کرتا۔ اور کوئی لٹیرا مومن ہوتے ہوئے ایسے مال نہیں لوٹتا۔ جس کی جانب لوگوں کی

نُهْبَةً یَرْفَعُ النَّاسُ اِلَیْهِ فِیْهَا اَبْصَارَهُمْ حِیْنَ یَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ [۱]

نظریں اٹھیں۔

قَالَ الْفِرَبْرِیُّ وَجَدْتُ بِخَطِّ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ

فربری نے کہا کہ میں نے ابو جعفر کے ہاتھ کا لکھا ہوا پایا کہ ابو عبداللہ بخاری نے کہا کہ ابن عباس نے

عَبَّاسٍ تَفْسِیْرُهٗ اَنْ یَّنْزِعَ مِنْهُ نُوْرَ الْاِیْمَانِ۔

اس کی تفسیر میں فرمایا۔ اس سے ایمان کا نور چھین لیا جاتا ہے (یعنی نکال لیا جاتا ہے۔)

**تشریحات ۱۴۰۷**

کتاب المحاربین کی روایت کے اخیر میں ہے۔ والتوبة معروضة بعد۔ یعنی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ وہ چاہے تو توبہ کرلے۔ کتاب الحدود کی روایت میں۔ نهبة۔ کے ساتھ ساتھ۔ ذات شرف۔ بھی ہے۔ یعنی قدر عظیم۔ اس میں دونوں احتمال ہیں۔ کہ مقدار زیادہ ہو۔ اور یہ بھی کہ قیمت زیادہ ہو اگرچہ مقدار تھوڑی ہو۔ اور یہاں اس ارشاد کا بھی مطلب یہی ہے۔ یرفع الناس الیه فیها ابصارهم۔

**قال الفربری**

یہ امام بخاری سے صحیح بخاری کے مشہور راوی۔ ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن مطر ہیں۔ ابو جعفر یہ ابن ابی حاتم امام بخاری کے وراق یعنی کاتب ہیں۔ ان کا تذکرہ مقدمہ میں گذر چکا ہے۔ اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ گناہ کے ارتکاب سے اگرچہ وہ کبیرہ ہو مسلمان کافر نہیں ہوتا۔ لامحالہ سلف سے لیکر آج تک اس حدیث کی تاویل کرتے چلے آئے ہیں۔ یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے۔ اور ان سے دو تاویلیں بھی منقول ہیں۔ ایک یہی جو یہاں مذکور ہے۔ کہ مراد یہ ہے کہ ایمان کا نور نکل جاتا ہے۔ اسے امام ابوبکر

---

[۱] ثانی۔ الاشربه۔ باب قول الله تعالیٰ انما الخمر والمیسر۔ الآیة۔ ص۸۳۶ الحدود باب ما یحذر من الحدود ص۱۰۰۱ المحاربین۔ اثم الزناة ص۱۰۰۶۔ مسلم الایمان۔ نسائی۔ الاشربه۔ الرجم۔ ابن ماجه۔ الفتن۔

بن شیبہ نے کتاب الایمان میں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے ایک ایک غلام کو بلاتے اور فرماتے کیا تمہاری شادی نہ کردوں۔ اس لئے کہ جو بندہ زنا کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کے نور کو چھین لیتا ہے۔ بلکہ امام بن جریر طبری نے خود حضرت ابن عباس ہی سے بطریق مجاہد حدیث مرفوع بھی روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو زنا کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کے نور کو چھین لیتا ہے۔ اب اس کے بعد اس کی مہربانی ہے۔ اگر چاہے لوٹا دے چاہے نہ لوٹائے۔ [1]

دوسری کتاب المحاربین میں ہے۔ کہ عکرمہ کے سوال پر فرمایا۔ ایسے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں گتھ لیں۔ پھر الگ کرلیں۔ اب اگر توبہ کرتا ہے تو ایمان لوٹتا ہے۔ اس طرح اور انگلیاں پھر گتھ لیں۔

اس تاویل کی تائید ابوداؤد اور حاکم کی ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی زنا کرتا ہے تو ایمان اس سے نکل کر سائبان کے مثل ہو جاتا ہے۔ جب فارغ ہو جاتا ہے تو لوٹ آتا ہے۔ انھیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام حاکم نے ایک اور حدیث روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے۔ تو اس کا ایمان یوں الگ ہو جاتا ہے۔ جیسے انسان اپنے کرتے اتار دیتا ہے۔

اقول وھوالمستعان۔ مگر یہ تاویل خود محتاج توجیہ ہے۔ اس لئے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ارتکاب کے وقت وہ مومن نہیں رہتا۔ کافر ہو جاتا ہے۔ جب توبہ کرتا ہے تو مومن ہو جاتا ہے۔ جیسے ہر کافر کفر سے توبہ کرنے کے بعد مومن ہو جاتا ہے۔ لامحالہ کہنا پڑے گا کہ یہاں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے۔ اس لئے جمہور نے ابتدا ہی سے یہی تاویل کی۔ اس میں کوئی خلل نہیں۔ اور یہ عرف و محاورے کے مطابق ہے۔ کہ لوگ آئے دن بات بات پر کسی چیز کی نفی کرتے ہیں اور مراد کمال کی نفی ہوتی ہے۔ مشہور مقولہ ہے۔ لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار۔ سوائے علی کے کوئی جوان نہیں اور سوائے ذوالفقار کے کوئی تلوار نہیں۔ ویسے ہی یہاں بھی مراد یہ ہے کہ گناہ کے ارتکاب کے وقت مومن نہیں یعنی مومن کامل نہیں۔

بَابُ هَلْ تُكْسَرُ الدِّنَانُ الَّتِي فِيهَا الْخَمْرُ وَتُخَرَّقُ الزِّقَاقُ۔ ص ۳۳۶

جن مٹکوں میں شراب ہو تو کیا انھیں توڑ دیا جائے اور ان مشکوں کو پھاڑ دیا جائے۔

فَإِنْ كَسَرَ صَنَمًا أَوْ صَلِيبًا أَوْ طُنْبُورًا أَوْ مَا لَا يُنْتَفَعُ بِخَشَبِهِ۔ وَأُتِيَ شُرَيْحٌ فِي طُنْبُورٍ كُسِرَ فَلَمْ يَقْضِ فِيهِ بِشَيْءٍ۔

پس اگر بت توڑ دے یا سارنگی یا ایسا مال جس کی لکڑی سے انتفاع نہ ہو۔ شریح کے پاس یہ معاملہ لایا گیا کہ سارنگی توڑ دیا تھا۔ تو کچھ بھی تاوان کا حکم نہیں کیا۔

---

[1] فتح الباری کتاب المحاربین ص ۵۹ جلد ۱۲

**حدیث ۱۴۰۸**

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نِيْرَانًا تُوْقَدُ يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ عَلٰى مَا تُوْقَدُ هٰذِهِ النِّيْرَانُ قَالُوْا عَلَى الْحُمُرِ الْاَنْسِيَّةِ قَالَ اِكْسِرُوْهَا وَاَهْرِيْقُوْهَا قَالُوْا اَلَا نُهْرِيْقُهَا وَنَغْسِلُهَا قَالَ اغْسِلُوْا۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ ابْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ يَقُوْلُ اَلْحُمُرُ الْاَنْسِيَّةُ بِنَصْبِ الْاَلِفِ وَالنُّوْنِ۔

حضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کے دن آگ دیکھی جو جلائی جا رہی تھی۔ پوچھا۔ یہ آگ کاہے پر جلائی جا رہی ہے۔ فرمایا۔ دیسی گدھوں پر۔ فرمایا۔ (ہانڈیاں) توڑ دو اور گوشت گرا دو۔ لوگوں نے عرض کیا۔ کیا ایسا نہ کریں کہ گوشت گرا دیں اور ہانڈیاں دھو لیں۔ فرمایا۔ دھو لو۔ ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ ابن ابی اویس کہا کرتے تھے۔ اَلْحُمُرُ الْاَنْسِيَّةُ، الف اور نون کے فتحے کے ساتھ۔

**تشریحات ۱۴۰۸**

یہ ایک طویل حدیث کا وسطانی جزء ہے۔ جو غزوۂ خیبر وغیرہ میں مذکور ہے۔ یہ حدیث بھی امام بخاری کی ثلاثیات میں سے ہے۔ یہاں ابو عاصم الضحاک سے تخریج کی ہے اور کتاب الذبائح میں مکی بن ابراہیم تلمیذ امام اعظم سے ابتدائی حصہ یہ ہے ابو سلمہ کہتے ہیں۔ جب ہم نے خیبر پہونچ کر اس کا محاصرہ کر لیا تو ہمیں سخت بھوک لگی۔ پھر اللہ نے خیبر فتح فرما دیا۔ جس دن خیبر فتح ہوا تو اس کی شام کو ہم نے بہت زیادہ آگ جلائی۔

**قال ابو عبداللہ**

ابن ابی اویس، سے مراد امام بخاری کے استاذ اسمٰعیل ہیں جن کا نام عبداللہ تھا۔ یہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ کے صاحبزادے ہیں۔

اَلْاُنْسِيَّةِ۔ میں تین لغات درست ہیں۔ اَنَسِيَّه۔ اَنْسٌ سے وحشت کا ضد۔ اور اُنْسِيَّه اُنس سے اسی معنی میں۔ اور اِنْسِيَّه۔ اِنْسٌ بمعنی بنی آدم سے۔ ابن ابی اویس نے یہ افادہ فرمایا۔ کہ مشہور روایت اَنَسِيَّه ہے امام بخاری نے ہمزہ کو الف سے اور فتحہ کو نصب سے تعبیر فرمایا۔ یہ ان کا تسامح ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ متقدمین نحاۃ کی اصطلاح میں یہ درست ہے۔ کہ ہمزہ کو الف سے اور فتحہ کو نصب سے تعبیر کیا جائے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔

---

صہ ثانی المغازی باب غزوۃ خیبر ص۶۰۳ الصید باب اٰنیۃ المجوس والمیتۃ ص۸۳۶ الادب مایجوز من الشعر والرجز ص۹۰۹ الدعوات باب قول اللہ واعلم علیہ ص۹۳۵ مسلم، المغازی، الذبائح۔ ابن ماجہ الذبائح۔

**حدیث ۱۴۰۹**

عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں تشریف

دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَکَّۃَ وَحَوْلَ الْکَعْبَۃِ ثَلٰثُ مِأَۃٍ وَّسِتُّوْنَ

لے گئے اور کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت تھے۔ حضور اپنے ہاتھ کی لکڑی سے ان کو کچوکے مارتے تھے اور

نُصُبًا فَجَعَلَ یَطْعَنُھَا بِعُوْدٍ فِیْ یَدِہٖ وَجَعَلَ یَقُوْلُ جَاءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ الْاٰیَۃَ ؎

فرماتے تھے حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ پوری آیت۔

**تشریحات ۱۴۰۹**

نصبا۔ ابن تین نے کہا کہ ابوالحسن کی روایت میں نُصُبٌ ہے۔ نون اور صاد دونوں کے ضمے کے ساتھ اس تقدیر پر یہ نصاب کی جمع ہے۔ جو بت یا اس پتھر کے معنی میں ہے۔ جسے نصب کیا جاتا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ نُصُبٌ، نون کے ضمہ اور صاد کے سکون کے ساتھ ہے۔ وہ پتھر جس کو زمانہ جاہلیت میں نصب کرتے اور اسے بت بنا لیتے تھے۔ جس کی پرستش کرتے تھے اس کی جمع انصاب ہے۔ ایک روایت میں بجائے نصبا کے صنما بھی آیا ہے۔ مکہ ۱۰ رمضان ۸ھ میں فتح ہوا تھا۔ بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے۔ تو وہاں تین سو ساٹھ بت پایا۔ تو لاٹھی سے ہر بت کی جانب اشارہ فرمایا۔ اور یہ آیت تلاوت فرماتے تھے۔ حق آیا اور باطل مٹ گیا، اور باطل مٹنے والا ہی تھا۔ جس بت کی جانب اشارہ فرماتے وہ گر جاتا بغیر اس کے کہ عصائے مبارک اسے چھوتا۔

**حدیث ۱۴۱۰**

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّھَا کَانَتِ اتَّخَذَتْ عَلٰی سَھْوَۃٍ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے ایک چبوترے

لَھَا سِتْرًا فِیْہِ تَمَاثِیْلُ فَھَتَکَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاتَّخَذَتْ مِنْہُ

پر ایک ایسا پردہ ڈال دیا تھا جس میں تصویریں تھیں۔ تو اس کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھاڑ ڈالا۔ اور اس

نُمْرُقَتَیْنِ فَکَانَتَا فِی الْبَیْتِ یَجْلِسُ عَلَیْھِمَا ؎

کا دو بچھونا بنا دیا۔ جو گھر میں رکھے رہتے جن پر بیٹھتے تھے۔

؎ ثانی مغانی باب غزوۃ الفتح ص۶۱۲

؎ ثانی۔ اللباس۔ باب ما وطی من التصاویر ص۸۸۰ دو طریقے سے۔ الادب باب مایجوز من الغضب والشدۃ لامر اللہ ص۹۰۳

**تشریحات** ۱۴۱۰ کتاب اللباس میں یہ حدیث پوری یوں ہے ام المومنین فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بار (تبوک یا خیبر کے) سفر سے تشریف لائے۔ اور میں نے اپنے پیوترے کو تصویر دار پردے سے چھپا دیا تھا۔ جب اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا۔ تو پھاڑ ڈالا اور فرمایا۔ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کی تخلیق سے مشابہت کرتے ہیں۔ اسی میں دوسری روایت میں قواما کے بجائے "دُرْنُوکاً" ہے۔ روئیں دار چھپا ہوا کپڑا۔ حاصل وہی ہے۔ کیونکہ آگے تصریح ہے۔ فیہ تماثیل۔ اس میں تصویریں تھیں۔

اخیر میں یہ ہے۔ من اشد الناس عذابا یوم القیمۃ الذین یصورون ھٰذہ الصُّور۔ قیامت کے دن جن لوگوں پر سخت عذاب ہوگا۔ ان میں ان تصویروں کے بنانے والے بھی ہیں۔

**مطابقت** مظالم سے اس حدیث کو مطابقت یہ ہے۔ کہ ظلم کی تعریف ہے وضع الشی فی غیر محلہ۔ تصویر بنانے میں جو رنگ و روغن صرف ہوتا ہے۔ یہ اپنے غیر محل میں صرف ہوتا ہے۔ اسلئے یہ ظلم ہوا۔

باب سے مناسبت یہ ہے کہ باب سے یہ معلوم ہوا کہ جن چیزوں کا استعمال ناجائز ہے ان کو بحفاظت رکھنا حرام ہے انھیں ضائع کر دینا واجب ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصویر والے پردے کو پھاڑ دیا۔

**مسائل** کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حرام صرف وہ تصویر ہے جو مجسمہ ہو جس کا سایہ ہو اس لئے کہ تمثال صرف مجسمہ ہی کو کہتے ہیں۔ مگر اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مجسمہ کے علاوہ وہ تصاویر بھی حرام ہیں جن کا سایہ نہ ہو اور جو کپڑے پر یا کاغذ یا دیوار پر بنی ہوئی ہوں۔ اس لئے کہ یہ تصویریں جو اس حدیث میں مذکور ہیں پردے پر بنی ہوئی تھیں۔ ام المومنین کے الفاظ بعض روایت میں[1] فیہ تماثیل وارد ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ تمثال کا اطلاق کپڑے وغیرہ پر بنی ہوئی تصاویر پر بھی ہوتا ہے۔ جو مجسمہ نہیں۔

## بَابُ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ ص۳۳۷ جو اپنے مال کے بچانے میں مارا جائے۔

**حدیث ۱۴۱۱**

عَنْ عِکْرِمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ سَمِعْتُ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ۔

کہ فرماتے تھے۔ جو اپنا مال بچانے کے لئے مارا گیا وہ شہید ہے۔

---

[1] بخاری ثانی۔ ص۸۸۰

**تشریحات ۱۴۱۲**

دون اصل میں "تحت" کے معنی میں ظرف مکان ہے۔ مجازاً سبب کے معنی میں مستعمل ہے اب ترجمہ یہ ہے جو اپنے مال کی وجہ سے مارا گیا۔ یعنی حفاظت کی وجہ سے۔ بعض نسخوں میں باب من قاتل دون مالہ۔ اسے شہید ہونا لازم نہیں۔ اسی لئے امام بخاری نے جواب ذکر نہیں فرمایا۔ جواب یہ ہوگا کہ وہ ماجور ہے۔ ثواب کا مستحق ہے۔ مطابقت کی تقریر یہ ہوگی کہ جب مال کی حفاظت میں قتل ہو جانے والا شہید ہے۔ تو جو مال بچانے کے لئے لڑے وہ ضرور ثواب کا مستحق ہے اگرچہ شہید نہ ہو۔ جواب ذکر نہ کرنے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے۔ کہ یہاں روایتیں مختلف ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے۔ من قتل دون مالہ مظلوماً فلہ الجنۃ۔ یعنی جو اپنا مال بچانے میں مظلوم ہو کر مار ڈالا گیا۔ اس کے لئے جنت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ استحقاق جنت کے لئے شہید ہونا لازم نہیں

---

## بَابُ إِذَا كَسَرَ قَصْعَةَ أَوْ شَيْئًا لِغَيْرِهِ ص۳۳۷

جب کسی دوسرے کا پیالہ یا کچھ اور توڑ دیا۔

**حدیث ۱۴۱۲**

عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج کے یہاں

وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ فَأَرْسَلَتْ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ مَعَ خَادِمٍ بِقَصْعَةٍ

تشریف فرما تھے، بعض امہات المومنین نے ایک خادمہ کے بدست ایک پیالہ میں کھانا بھیجا تو جن کے یہاں حضور تھے

فِيهَا طَعَامٌ فَضَرَبَتْ بِيَدِهَا فَكَسَرَتِ الْقَصْعَةَ فَضَمَّهَا وَجَعَلَ فِيهَا الطَّعَامَ وَقَالَ كُلُوا وَحَبَسَ

انھوں نے کھانے پر اپنا ہاتھ مار دیا پیالہ (گر پڑا) اور ٹوٹ گیا۔ حضور نے پیالہ کو جوڑا اور کھانا پیالہ میں کیا اور فرمایا کھاؤ۔

الرَّسُولُ وَالْقَصْعَةَ حَتّٰى فَرَغُوا فَدَفَعَ الْقَصْعَةَ الصَّحِيحَةَ وَحَبَسَ الْمَكْسُورَةَ [۱]

لانے والے اور پیالے کو روک لیا۔ جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو صحیح سلامت پیالہ واپس فرمایا اور ٹوٹا ہوا روک لیا۔

**تشریحات ۱۴۱۲**

کتاب النکاح میں یہ تفصیل ہے۔ کہ جن کے کاشانۂ اقدس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ انھوں نے خادمہ کے ہاتھ کو مارا۔ جس کی وجہ سے پیالہ گر کر ٹوٹ گیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیالے کے ٹکڑوں کو جمع فرمایا۔ پھر کھانا اس میں جمع فرمایا۔ فرمانے لگے۔ تمہاری ماں کو غیرت آ گئی ہے۔ پھر جن کے گھر تشریف فرما تھے ان سے صحیح سالم پیالہ لے کر دیا اور ٹوٹا ہوا انھیں دیدیا۔

بھیجنے والی حضرت زینب بنت جحش تھیں یا حضرت ام سلمہ یا حضرت صفیہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ واقعات متعدد ہوئے ہوں۔

---

[۱] ثانی۔ نکاح۔ باب الغیرۃ ص۷۸۶۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

| | |
|---|---|
| بَابُ الشَّرِكَةِ فِي الطَّعَامِ وَالنَّهْدِ | کھانے اور زادراہ اور سامان میں شرکت کا بیان |
| وَالْعُرُوضِ وَكَيْفَ قِسْمَةُ مَا يُكَالُ | اور مکیل موزون کو اندازے سے تقسیم کیا جائے |
| وَيُوزَنُ مُجَازَفَةً أَوْ قَبْضَةً قَبْضَةً | یا مٹھی مٹھی بھر۔ کیونکہ زادراہ میں مسلمان اس میں |
| لِمَا لَحَرِيرَا الْمُسْلِمُونَ فِي النَّهْدِ بَأْسًا أَنْ | کوئی حرج نہیں جانتے۔ کہ کوئی کچھ کھالے اور کوئی |
| يَأْكُلَ هٰذَا بَعْضًا وَهٰذَا بَعْضًا وَكَذَالِكَ مُجَازَفَةً | کچھ اور ایسے ہی سونے چاندی کو تخمینے سے تقسیم کرنا |
| الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْقِرَانِ فِي التَّمْرِ ص ۳۳۳ | اور چند کھجوریں ساتھ ساتھ کھانا۔ |

**توضیح باب** شرکۃ میں چار لغات ہیں۔ شِرْكَةٌ۔ شِرْكَةٌ۔ شَرِكَةٌ۔ شَرِكٌ بغیر تا کے۔ شریعت میں شرکت کے معنی یہ ہیں۔

ایک یا ایک سے زائد چیزوں پر چند آدمیوں کا حق ثابت ہوجائے۔ کسی بھی بنیاد پر اس کی دو قسمیں ہیں۔ شرکت ملک۔ اور شرکت عقد۔ شرکت ملک یہ ہے۔ کہ چند اشخاص کسی چیز کے مالک ہوں مگر ان میں عقد شرکت نہ ہوا ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ اختیاری اور جبری۔ اختیاری یہ ہے۔ کہ شرکاء کے فعل و اختیار سے شرکت ہوئی ہو مثلاً بہ نیت شرکت چند آدمیوں نے کوئی چیز خریدی۔ یا ان کو کسی نے ہبہ یا صدقہ کیا۔ اور انھوں نے قبول کرلیا۔ یا ایک نے قصداً اپنی چیز دوسرے کی چیز میں اس طرح ملادی کہ امتیاز جاتا رہا۔ جبری یہ کہ ان کے مال میں ان کے قصد و اختیار کے بغیر ایسا خلط ملط ہوجائے کہ ایک کی چیز دوسرے سے ممتاز نہ ہوسکے۔ جیسے میراث۔ یا امتیاز ہوسکے مگر نہایت دقت و دشواری کے ساتھ۔ جیسے ایک کے گیہوں میں دوسرے کا جو مل گیا۔

**شرکت عقد** یہ ہے کہ باہم عقد شرکت ہوا ہو۔ مثلاً ایک نے کہا میں فلاں چیز میں تیرا شریک ہوں اور دوسرے نے کہا ہمیں منظور ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ شرکت بالمال۔ شرکت بالعمل۔ شرکت وجوہ۔ شرکت بالمال یہ کہ دونوں نے مال دیا ہو۔ شرکت بالعمل۔ کہ تمام شرکاء کام لاکر مل کر کام کریں اور مزدوری آپس میں تقسیم کرلیں۔ شرکت وجوہ یہ ہے۔ کہ تمام شرکاء اپنی وجاہت اور اعتماد پر ادھار مال لاکر بیچیں گے اور نفع میں شریک رہیں گے۔ پھر ان کی دو قسمیں ہیں۔ شرکت مفاوضہ اور شرکت عنان۔

**شرکت مفاوضہ** یہ ہے کہ چند شخص باہم یہ کہیں کہ ہم نے شرکت مفاوضہ کی اور ہم کو اختیار ہے کہ یکجائی خرید و فروخت کریں یا علٰحدہ علٰحدہ نقد بیچیں یا ادھار اور ہر ایک اپنی اپنی رائے سے کام کرے گا جو کچھ نفع نقصان ہوگا اس میں دونوں برابر کے شریک ہوں گے۔ اس کی شرط یہ ہے کہ دونوں کے مال برابر ہوں نفع و نقصان میں بھی برابری ہو۔ تصرف کا حق بھی برابر ہو۔ حکم یہ ہے کہ اس میں ہر شریک دوسرے کا وکیل اور کفیل ہوتا ہے یعنی ہر ایک دوسرے کا مطالبہ وصول کر سکتا ہے اور ہر ایک پر جو مطالبہ واجب ہوگا دوسرا بھی اس کا ضامن ہے۔

**شرکت عنان** یہ ہے کہ چند افراد کسی خاص نوع کی تجارت یا ہر قسم کی تجارت میں شرکت کریں۔ مگر ان میں کوئی دوسرے کا ضامن نہ ہو۔ صرف وکیل ہو۔ اس کی شرط یہ ہے کہ جو لوگ وکیل ہونے کے اہل ہیں ان میں یہ جائز ہے۔ تعارف کے لئے بنیادی تعریفات کر دی ہیں تفصیل کتب فقہ خصوصاً بہار شریعت حصہ دہم سے معلوم کریں۔

**نَہْد** یہ نون کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ ہے۔ توشہ زاد راہ۔ سفر میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ چند رفقاء اپنے اپنے کھانے کی چیزیں اکٹھی کر کے کھاتے ہیں۔ چیزیں کسی کی کم ہوتی ہیں کسی کی زیادہ کسی کی عمدہ کسی کی معمولی کوئی کم کھاتا ہے کوئی زیادہ۔ مگر چونکہ اکٹھے ہو کر کھانے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ایک نے دوسرے کے لئے اپنی چیز مباح کر دی ہے۔ اس لئے یہ بلاشبہ جائز ہے۔ اس طرح مشترک غلّے وغیرہ میں بھی یہ تعامل ہے کہ لوگ اندازے سے بھی تقسیم کر لیتے ہیں اور ہاتھ سے ناپ کر بھی اس لئے اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

**مجانفة الذهب والفضة** اس کا مطلب یہ ہے کہ سونا مشترک ہے۔ تو شرکاء اسے اندازے سے بھی تقسیم کر سکتے ہیں۔ اسی طرح چاندی کو بھی۔ لیکن ابن بطال نے کہا کہ یہ بالاجماع جائز نہیں۔ اسی طرح گیہوں وغیرہ ان چیزوں میں بھی یہ تقسیم جائز نہیں جن میں سود ہے۔ ہاں اگر جنس مختلف ہو تو جائز ہے۔ یا وہ ایسی چیزیں ہوں جن میں سود نہیں۔

**والقران فی التمر** یعنی اس میں بھی حرج نہیں۔ لیکن احادیث میں اس سے ممانعت آئی ہے۔ چند باب کے بعد حدیث مذکور ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ ممانعت تحریمی ہے یا تنزیہی۔ بزار اور طبرانی نے اپنے معجم اوسط میں روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تم کو کھجوریں ملا کر کھانے سے منع فرمایا تھا۔ اللہ عزوجل نے تمہیں وسعت دیدی ہے۔ اب ملا کر کھاؤ۔ اس حدیث نے سابقہ ممانعت کو منسوخ کر دیا۔ مگر اس حدیث پر کلام کیا گیا ہے۔ اس لئے کچھ علماء نسخ کو تسلیم نہیں کرتے۔ بہرحال احتیاط اسی میں ہے کہ کھجور یا پھلوں کو ملا کر نہ کھایا جائے۔ اس سے لالچ اور ہوس ٹپکتی ہے۔

**حدیث ۱۴۱۳**

عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا قِبَلَ السَّاحِلِ فَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ اَبَا عُبَيْدَةَ

لشکر ساحل کی جانب بھیجا اور اس لشکر کا امیر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا اور یہ تین سو

بْنَ الْجَرَّاحِ وَهُمْ ثَلٰثُ مِائَةٍ وَاَنَا فِيْهِمْ فَخَرَجْنَا اِذَا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ فَنِيَ الزَّادُ

افراد تھے میں بھی انھیں میں تھا ہم مدینہ سے نکلے راستے ہی میں تھے کہ توشہ ختم ہو گیا، اس پر حضرت ابو عبیدہ نے

فَاَمَرَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بِاَزْوَادِ ذٰلِكَ الْجَيْشِ فَجُمِعَ ذٰلِكَ كُلُّهٗ فَكَانَ مِزْوَدَيْ تَمْرٍ وَكَانَ يُقَوِّتُنَا

حکم دیا کہ پورے لشکر کے توشوں کو جمع کیا جائے۔ جو کل کھجوروں کے دو تھیلے ہوئے۔ وہ روزانہ ہمیں تھوڑا

كُلَّ يَوْمٍ قَلِيْلًا قَلِيْلًا حَتّٰى فَنِيَ فَلَمْ يَكُنْ يُصِيْبُنَا اِلَّا تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ فَقُلْتُ وَمَا تُغْنِيْ تَمْرَةٌ فَقَالَ

تھوڑا توشہ دیتے تھے یہاں تک کہ وہ بھی ختم ہو گیا اور اب ہمیں صرف ایک ایک کھجور ملتی تھی (وہب بن کیسان) نے کہا

لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِيْنَ فَنِيَتْ قَالَ ثُمَّ انْتَهَيْنَا اِلَى الْبَحْرِ فَاِذَا حُوْتٌ مِثْلُ الظَّرِبِ فَاَكَلَ

ایک کھجور سے کیا ہوتا تھا۔ تو حضرت جابر نے فرمایا کہ جب یہ بھی ختم ہو گئی تو ہم کو اس کی قدر معلوم ہوئی۔ اس کے بعد ہم

مِنْهُ ذٰلِكَ الْجَيْشُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ اَمَرَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بِضِلْعَيْنِ مِنْ اَضْلَاعِهٖ فَنُصِبَا

دریا تک پہنچے تو ایک مچھلی چھوٹے پہاڑ کے برابر خشکی پر ملی جس سے اس لشکر نے اٹھارہ دن کھایا پھر اس کے پہلو کی

ثُمَّ اَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا فَلَمْ تُصِبْهُمَا ؎

ہڈیوں میں سے دو ہڈیوں کو ملا کر کھڑی کرنے کا حکم دیا۔ پھر اونٹ پر کجاوہ کسنے کا حکم دیا یہ اونٹ ان دونوں کے

نیچے سے گذرا مگر اس کا سر اہڈیوں تک نہیں پہنچ سکا۔

**تشریحات ۱۳۱۳**

یہ سریہ ۸ھ کے رجب میں ہوا تھا۔ اس کو سریۃ الخبط اور سریۃ سیف البحر بھی کہتے ہیں۔ خبط اس پتے کو کہتے ہیں جو درخت سے جھاڑ کر گرایا گیا ہو۔ چونکہ اس سریے میں صحابہ کرام نے درخت کے پتے جھاڑ جھاڑ کر کھایا تھا۔ اس لئے یہ نام پڑا۔ سیف کے معنی کنارے کے ہیں۔ یہ سریہ قریش کے ایک قافلے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج میں فرمایا۔ قبیلہ جہینہ کی طرف بھیجا گیا تھا جس کا فاصلہ مدینہ طیبہ سے پانچ دن کی مسافت پر تھا۔

---

؎ الجہاد باب حمل الزاد علی الرکاب ص ۴۱۹ ثانی۔ مغازی۔ باب غزوہ سیف البحر ص ۶۲۵۔ مسلم الصید۔ ترمذی۔ الزہد۔ نسائی الصید۔ السیر۔

**مزودی تمر** مزود۔ توشہ رکھنے کی تھیلی ٹوکری وغیرہ۔ مسلم میں ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں ایک ٹوکری کھجوریں دی تھیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر قریب الختم ہونے کے وقت دو ٹوکری کھجوریں کیسے جمع ہوئیں۔ ہو سکتا ہے کہ مجاہدین اپنے طور پر کچھ توشہ لیتے گئے ہوں۔ اور مسلم میں جو مذکور ہے وہ سرکاری عطیہ تھا۔ سب کی کھجوریں اکٹھی کر کے ہر ایک کو ایک ایک کھجور دینے پر چونکہ تمام ہمراہی راضی تھے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر میں کئی بار ایسا فرمایا۔ اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ یہ سنت ہے۔

**فاذا حوت** اس مچھلی کا نام عنبر تھا۔ اس کے سنگنے سے ڈھال بنتی تھی۔ اس ڈھال کو بھی عنبر ہی کہتے تھے۔ مشہور خوشبو عنبر ایک الگ چیز ہے یہ کسی دریائی جانور کے پیٹ سے نکلتا ہے۔ حوت واحد اور جمع دونوں پر بولی جاتی ہے۔ بڑی مچھلی کو کہتے ہیں۔

**مثل الظرب** ظَرب۔ ظراب کی جمع ہے۔ چھوٹی پہاڑی۔ مسلم میں ہے۔ ہم اس کی آنکھ کے گڑھے میں مشکے ڈال کر چربی نکالتے تھے۔ ان میں تیرہ افراد کو حضرت ابو عبیدہ نے بٹھایا۔ اور رسل کے برابر اس کے ٹکڑے کاٹے تھے۔

**ثمانی عشر لیلۃ** بعض روایتوں میں نصف شہر ہے۔ اور بعض روایتوں میں شہر بھی وارد ہے۔ ثمانی عشر اور نصف شہر میں منافاۃ نہیں۔ ایسا ہوتا ہے۔ پندرہ دن سے ایک دو دن کم و بیش کو نصف مہینے سے تعبیر کر دیتے ہیں اور شہر کی امام قاضی عیاض نے تاویل یہ کی کہ نصف مہینے تر کھائی اور سکھا کر رکھ لیا۔ پندرہ دن تک اسے کھایا۔ مسلم میں ہے۔ مدینہ طیبہ واپس آ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا تو فرمایا۔ یہ تمہارا رزق تھا جو اللہ عزوجل نے بھیجا تھا۔ کیا اس کے گوشت میں سے کچھ ہے تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ صحابہ نے حاضر کیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اسے تناول فرمایا۔

اس سریہ میں وہ وقت بھی آیا کہ زادِ راہ بالکل ختم ہو گیا۔ تو صحابہ کرام جنگلی درخت کے پتے کھاتے تھے جس کی وجہ سے ان کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹ کی طرح ہو گئے تھے۔

**بضلعین** ضِلع پسلی کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد اس کے کانٹے ہیں۔

اس حدیث میں صحابہ کرام کی کرامت ظاہر ہے۔ یومیہ صرف ایک کھجور کھا کر چلنے پھرنے کی قوت بلکہ جہاد کا حوصلہ باقی رہنا فوق الفطرۃ بات ہے۔ اور یہ محض تائید ایزدی ہے۔

**حدیث ۱۴۱۳**

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ قوم کے توشے ختم ہو گئے اور لوگوں پر فاقے کی

خَفَّتْ اَزْوَادُ الْقَوْمِ وَاَمْلَقُوْا فَاَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَحْرِ اِبِلِهِمْ

نوبت آ گئی۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اونٹوں کو ذبح کرنے کی اجازت لینے۔

فَاَذِنَ لَهُمْ فَلَقِيَهُمْ عُمَرُ فَاَخْبَرُوْهُ فَقَالَ مَا بَقَاءُكُمْ بَعْدَ اِبِلِكُمْ فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ

حضور نے اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کے بعد حضرت عمر ملے لوگوں نے انھیں بتایا۔ تو انھوں نے فرمایا۔ اونٹوں کے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا بَقَاءُهُمْ بَعْدَ اِبِلِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ

بعد تم لوگ کیسے زندہ رہوگے۔ پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ اونٹوں کے بعد لوگ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادِ فِي النَّاسِ يَأْتُوْنَ بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ فَبُسِطَ لِذٰلِكَ

کیسے جئیں گے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ منادی کراؤ کہ سب لوگ اپنے بچے ہوئے توشے لائیں

نِطَعٌ وَجَعَلُوْهُ عَلَى النِّطَعِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا وَبَرَّكَ

اس کے لئے ایک چمڑے کا دستر خوان بچھایا گیا۔ لوگوں نے اس پر لاکر ڈال دیا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ ثُمَّ دَعَاهُمْ بِاَوْعِيَتِهِمْ فَاحْتَثَى النَّاسُ حَتّٰى فَرَغُوْا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

نے کھڑے ہوکر اس کی برکت کے لئے دعا کی۔ پھر اپنے اپنے برتنوں کے ساتھ سب کو بلایا۔ سب لوگوں نے لپ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ؎

لے کر برتن بھر لئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی

معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

طبرانی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ واقعہ غزوۂ ہوازن کے موقعہ پر پیش آیا تھا۔

**حدیث ۱۴۱۵**

عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اشعری

الْاَشْعَرِيِّيْنَ اِذَا اَرْمَلُوْا فِي الْغَزْوِ اَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِيْنَةِ جَمَعُوْا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ

لوگ جب غزوے میں محتاج ہوجاتے ہیں۔ یا مدینے میں ان کے عیال کا غلہ کم ہوجاتا ہے تو جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے سب

فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اقْتَسَمُوْا بَيْنَهُمْ فِيْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ فَهُمْ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُمْ ؎

کو ایک کپڑے میں اکٹھے کرتے ہیں پھر ایک برتن سے برابر تقسیم کرلیتے ہیں وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

؎ الجہاد۔ باب حمل الزاد فی الغزو ص ۴۱۸

؎ مسلم۔ فضائل۔ نسائی۔ سیر

**تشریحات ۱۵ - ۱۴۱۴**

ابو بردہ، یہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کا نام حارث تھا یا عامر اور ایک قول یہ ہے۔ ابو بردہ ہی ان کا نام ہے

**اذا ارملوا** جب ان کا توشہ ختم ہو جاتا۔ یعنی ختم ہونے کے قریب ہوتا۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ جب رمل یعنی ریت میں مل جاتے۔ یعنی فاقے سے حالت یہ ہو جاتی کہ وہ ریت میں مل جائیں گے جیسا کہ ذَا مَتْرَبَةٍ کا لفظی ترجمہ دھول والا ہے۔ مگر عرفی معنی محتاج و تنگدست کے ہیں۔

**فہم منی وانا منہم** یعنی وہ مجھ سے متصل ہیں۔ اس من کو اتصالیہ کہتے ہیں۔ یہ کلمہ غایت محبت کے اظہار کے لئے کہا جاتا ہے جیسے کہ فرمایا الحسین منی وانا من حسین۔

## بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَمِ ص۳۲۸ بکریوں کو (گن کر) تقسیم کرنا

**حدیث ۱۴۱۶**

عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ذوالحلیفہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَاَصَابَ النَّاسَ جُوْعٌ فَاَصَابُوْا اِبِلًا وَّ

میں تھے کہ لوگ بھوکے ہو گئے اور لوگوں کو بہت سے اونٹ اور بکریاں ملیں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ

غَنَمًا قَالَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اٰخِرِيَاتِ الْقَوْمِ فَعَجِلُوْا وَذَبَحُوْا

علیہ وسلم لشکر کے اخیر حصے میں تھے لوگوں نے جلدی مچادی۔ انھیں ذبح کیا اور ہانڈیاں چڑھا دیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَنَصَبُوا الْقُدُوْرَ فَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقُدُوْرِ فَاُكْفِئَتْ ثُمَّ قَسَمَ

نے ہانڈیوں کے الٹ دینے کا حکم دیا۔ اس کے بعد تقسیم فرمایا تو دس بکری کو ایک اونٹ کے برابر رکھا۔ ان میں

فَعَدَلَ عَشَرَةً مِّنَ الْغَنَمِ بِبَعِيْرٍ فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيْرٌ فَطَلَبُوْهُ فَاَعْيَاهُمْ وَكَانَ فِي الْقَوْمِ

سے ایک اونٹ بھاگا لوگوں نے اسے پکڑنا چاہا۔ مگر اس نے انھیں تھکا دیا۔ اور لشکر میں گھوڑے کم تھے۔ ایک

خَيْلٌ يَسِيْرَةٌ فَاَهْوٰى رَجُلٌ مِّنْهُمْ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ اِنَّ لِهٰذِهِ الْبَهَائِمِ

صاحب نے اس اونٹ کو تیر مارا۔ جس پر اللہ نے اسے روک دیا۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان

اَوَابِدَ كَاَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا غَلَبَكُمْ مِّنْهَا فَاصْنَعُوْا بِهٖ هٰكَذَا فَقَالَ جَدِّيْ اِنَّا نَرْجُوْا اَوْ

بے جو پاؤں میں بھی جنگلی جانوروں کی طرح بھاگنے کی لت ہوتی ہے جو بھاگ کے بے قابو ہو جائے اس کے ساتھ

نَخَافُ الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَ مَعَنَا مُدًى أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ قَالَ مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ

یونہی کرو (رعایہ) نے کہا میرے دادا نے عرض کیا ہم کو اندیشہ ہے کہ کل صبح کو دشمن سے مڈبھیر ہو جائے گی اور ہمارے

اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلُوهُ لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَأَمَّا

پاس چھری نہیں تو کیا بانس سے ذبح کرلیں۔ فرمایا۔ جو خون بہادے اور اس پر اللہ کا نام لے لیا جائے۔ اسے کھاؤ البتہ

الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ۔ ۴۴

وہ دانت اور ناخن نہ ہو اور میں اس کا سبب بیان کرتا ہوں دانت ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری۔

**تشریحات** رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی کے صاحبزادے رفاعہ ہیں اور ان کے صاحبزادے عبایہ ہیں۔ عبایہ۔ اپنے والد۔ رفاعہ سے بھی روایت کرتے ہیں۔ اور اپنے دادا حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی۔ خود یہی حدیث اسی بخاری کتاب الذبائح میں ان کے والد کے بواسطہ ان کے دادا سے مروی ہے۔ باب من عدل عشرة من الغنم۔ اور کتاب الذبائح کی ایک روایت میں۔ أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ کے بعد یہ زائد ہے اِلْعَجَلْ أَوْ أَرِنْ مَا أَنْهَرَ الدَّمَ۔ جو بھی خون بہادے اس سے ذبح میں جلدی کردے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر دھار دار لوہے کے علاوہ کسی اور چیز سے ذبح کروگے۔ تو ذرا سی غفلت میں دیر ہوسکتی ہے اور جانور اذیت پانے یا گلا گھٹنے کی وجہ سے مرسکتا ہے۔

**ارن** اس میں ایک روایت اِئْذَنْ را کے سکون اور یا کے ساتھ بھی ہے جو ونن کے کسرے کے اشباع سے پیدا ہوئی۔ علامہ خطابی نے کہا۔ کہ صحیح اِءْذَنْ ہے ہمزہ فا۔ ارن یأرن سے اعجل کے معنی میں۔ یہ شک راوی ہے۔

**بذی الحلیفة** یہ ذوالحلیفہ وہ نہیں جو مدینہ طیبہ کے متصل اس کی میقات ہے جسے اَبْیَارِ علی بھی کہتے ہیں بلکہ علاقہ تہامہ میں ذات عرق کے پاس ایک اور جگہ ہے۔ مسلم میں ہے کہ ہم تہامہ کے ذوالحلیفہ میں تھے۔ علامہ ابن تین نے فرمایا کہ یہ واقعہ ۸ھ میں غزوۂ حنین کے موقعہ پر درپیش ہوا تھا۔

**فأكفئت** ان ہانڈیوں کے الٹنے کا حکم اس لئے دیا کہ یہ لوگ اس وقت دارالاسلام میں پہونچ چکے تھے۔ اور دارالاسلام میں پہونچنے کے بعد تقسیم کے بغیر مال غنیمت کا کھانا جائز نہیں۔ اور اس کا ظن غالب ہے کہ صرف شوربا گرانے کا حکم دیا تھا۔ اس لئے کہ یہ گوشت ناپاک تھا نہ حرام۔ حلال وطیب تھا۔ اسے ضائع کرنا درست نہیں تھا۔ خود حضور

---

۴۴ باب من عدل عشرة من الغنم ببعیر ص۳۴۱ الجهاد۔ باب مایکرہ من ذبح الابل والغنم فی المغانم ص۳۳۲ ثانی الذبائح والصید باب التسمیة علی الذبیحة ص۸۲۶۔ باب ما انهر الدم من القصب ص۸۳۲ باب یذکی بالسن ص۸۳۲ باب ماندمن البهائم ص۸۳۸۔ باب اذا اصاب قوم غنیمة باب اذا ندبعیر ص۸۳۱۔ مسلم۔ الاضاحی۔ ابوداؤد۔ الذبائح۔ ترمذی۔ الصید۔ والسیر نسائی۔ الحج۔ الصید۔ الذبائح۔ الاضاحی۔ ابن ماجه۔ الاضاحی۔ الذبائح۔

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔

**اَوَابِدُ** یہ آبدۃ کی جمع ہے۔ اَبَدَ یا بُدُ سے۔ مانوس ہونے کے بعد بھاگنا۔ بھڑکنا۔

**نرجوا او نخاف** یہ شک راوی ہے۔ یہاں ترجو۔ نخاف کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّہٖ۔ کہف آخری آیت۔ تو جسے اپنے رب سے ملنے کا ڈر ہو۔

**لیس السنّ والظفر** یہاں لیس معنی میں۔ اِلّا۔ کے ہے۔ اور اس کا مابعد منصوب ہے۔

**اما السن فعظم الخ** ہڈی اور ناخن میں اتنی دھار نہیں ہوتی کہ چمڑے اور گوشت میں بآسانی پیر سکے۔ اور دم مسفوح پورا پورا فوراً نکل جائے۔ ہڈی اور ناخن سے چمڑے اور گوشت میں زخم لگے گا۔ وہ نوچائے گا۔ اور جانور اس کی اذیت سے مرے گا جس کے نتیجے میں دم مسفوح کا اکثر حصہ گوشت میں جذب ہو جائے گا۔ اس لئے اس سے ذبح شرعی حاصل نہ ہوگا مُدَی الْحَبَشَۃ سے بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ غیر مہذب ہیں۔ ذبح کی لم نہیں جانتے کسی طرح بھی جانور کو مار کر کھاتے ہیں اس لئے اس سے بچو۔ یہ مطلب نہیں کہ واقعی اگر حبشیوں کی لوہے کی چھری ہو تو اس سے ذبح حرام ہے۔ اس پر اتفاق ہے۔ کہ کافر کی چھری سے ذبح کرنے سے بھی ذبح درست ہے۔ دانت اور ناخن سے اس وقت ذبح درست نہیں جب کہ وہ جسم میں ہو۔ جسم سے علیحدہ ہونے کے بعد اگر ان میں دھار ہو وہ چمڑے اور گردن کاٹ سکے تو درست ہے۔ اگرچہ مکروہ ہے۔

ان دونوں احکام میں انسان حیوان۔ سب کے دانت اور ناخن کا ایک حکم ہے۔

**مسائل** دار الاسلام میں پہونچنے کے بعد جب تک حاکم اسلام مال غنیمت تقسیم کر کے مجاہدین کو نہ دیدے اسے استعمال کرنا جائز نہیں۔ یا لتو جانور جب بھڑک کر بے قابو ہو جائے۔ تو ذبح کے معاملے میں وہ شکار کے حکم میں ہے۔ کہیں بھی زخم لگا کر خون بہا دیں حلال ہو جائے گا۔ ذبح کے وقت یا شکار پر تیر چلاتے وقت بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ یاد آتے ہوئے بسم اللہ نہیں پڑھے گا تو جانور مردار ہوگا۔

## بَابُ تَقْوِیْمِ الْاَشْیَاءِ بَیْنَ الشُّرَکَاءِ بِقِیْمَۃِ عَدْلٍ ص۳۳۹

ساجھیوں کے درمیان چیزوں کو مناسب قیمت لگا کر تقسیم کرنا۔

**حدیث ۱۴۱۷** عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ شِقْصًا لَہٗ مِنْ عَبْدٍ اَوْ شِرْکًا اَوْ قَالَ نَصِیْبًا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے غلام کا ایک حصہ آزاد کر دیا اور اس کے پاس اتنا مال ہو کہ جو مناسب قیمت کے برابر ہو تو وہ مکمل

وَكَانَ لَهُ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَهُ بِقِيمَةِ الْعَدْلِ فَهُوَ عَتِيقٌ وَإِلَّا فَقَدْ عُتِقَ مِنْهُ مَا عُتِقَ

آزاد ہے۔ ورنہ جتنا حصہ اس شخص نے آزاد کیا ہے۔ ایوب نے کہا میں نہیں جانتا کہ عُتِقَ مِنْهُ نافع

قَالَ لَا أَدْرِي قَوْلُهُ عُتِقَ مِنْهُ قَوْلُ مَنْ نَافِعٍ أَوْ فِي الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

کا قول ہے۔ یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ھ

**حدیث ۱۴۱۸**

عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ شِقِيصًا مِنْ مَمْلُوكِهِ فَعَلَيْهِ خَلَاصُهُ فِي مَالِهِ فَإِنْ

جس نے اپنے مملوک کا کوئی حصہ آزاد کیا تو اس مملوک کو اس کے مالک سے مکمل آزادی دلائی جائے۔ اگر اس کے پاس مال ہو۔

لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ قُوِّمَ الْمَمْلُوكُ قِيمَةَ عَدْلٍ ثُمَّ اسْتُسْعِيَ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ ۔ھ

اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو اس مملوک کی مناسب قیمت لگا کر اس کی کمائی سے قیمت وصول کی جائے۔ مگر اس کو مشقت میں نہ ڈالا جائے

**تشریحات ۱۴۱۸-۱۷**

شقصًا نصیب اور شرک ہم معنی ہیں۔ حصے کے معنی میں۔ راوی کو اس میں شک ہے کہ ان تین الفاظ میں سے کون سا لفظ ارشاد فرمایا تھا۔ بعض محدثین روایت بالمعنیٰ کو جائز نہیں جانتے۔ روایت باللفظ کو واجب جانتے ہیں۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ روایت باللفظ مستحب ہے۔ راوی نے اسی لئے اس کا لحاظ کیا۔

**عبدا**

یہ کنیز کو بھی شامل ہے۔ اس لئے کہ۔ عبد۔ جب مطلق بولتے ہیں تو کنیز کو بھی عام ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں۔ اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں۔ عبد۔ کے بجائے۔ مملوک ہے۔ یہ بلا دریغ کنیز کو بھی عام ہے۔ نیز اسی بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس حدیث کے راوی کا فتویٰ مذکور ہے۔ انہ کان یفتی

---

ھ باب الشرکۃ فی الرقیق ص۳۴۰۔ العتق۔ باب اذا اعتق عبدا بین اثنین ص۳۴۲-۳۴۳۔ مسلم۔ ابو داؤد۔ العتق۔ ترمذی الاحکام۔ نسائی البیوع العتق۔

ھ باب الشرکۃ فی الرقیق ص۳۴۰ العتق باب اذا اعتق نصیبا فی عبدہ ولیس لہ مال ص۳۴۲ دو طریقے سے۔ مسلم۔ العتق۔ النذر ابو داؤد۔ العتق۔ ترمذی۔ الاحکام۔ الاستسعاء۔ نسائی۔ العتق۔ ابن ماجہ الاحکام۔

فی العبد او الامۃ۔ اس لئے اسحٰق بن راہو یہ کا یہ کہنا کہ یہ حکم غلام کے ساتھ خاص ہے۔ باندی کے لئے نہیں ساقط ہو گیا۔

**وکان لہ** یعنی آزاد کرنے والے کے پاس اتنا مال ہو کہ غیر آزاد کردہ حصہ کی قیمت کو پہونچ جائے۔ تو وہ غلام آزاد ہے۔ اور اگر اتنا مال نہیں تو کل غلام آزاد نہ ہوگا۔ جتنا اس نے آزاد کیا ہے اتنا ہی آزاد ہوگا۔ بقیہ حصے کے لئے اس سے کہا جائے گا کہ کما کر مالک کو اتنے کی قیمت دیدو۔ جب یہ قیمت ادا کر دے گا تو کل آزاد ہوگا۔ مثلاً زید نے اپنے نصف غلام کو آزاد کیا۔ اور غلام کی واجبی قیمت دس ہزار ہے۔ تو اگر زید کے پاس پانچ ہزار موجود ہے تو کل غلام فوراً آزاد ہو جائے گا۔ اور اگر اس کے پاس پانچ ہزار نہیں تو غلام جب کما کر پانچ ہزار زید کو ادا کر دے گا تو آزاد ہوگا۔

**قال لا ادری** یہ اس حدیث کے راوی نافع کے تلمیذ کا قول ہے۔ جیسا کہ طرفی نے کہا۔ اور خود بخاری کتاب العتق میں تصریح ہے قال ایوب لا ادری

**استسعی** یہ قتادہ کا قول ہے یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے؟ اس بارے میں محدثین میں اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ قتادہ کا قول ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اس حدیث کو قتادہ سے شعبہ اور ان کے دوسرے تلامذہ ہمام ہشام نے روایت کیا۔ مگر اس میں یہ نہیں۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ بھی حدیث ہے۔ اس لئے کہ قتادہ سے ان کے دوسرے تلامذہ نے اسے روایت کیا ہے۔ مثلاً سعید بن ابو عروبہ یحییٰ بن صبیح۔ حجاج، ابان۔ موسیٰ بن خلف اور جریر بن حازم یہ سب ثقہ ہیں اور ثقات کی زیادتی بالاتفاق مقبول ہے۔

**غیر مشقوق علیہ** یعنی نہ تو غلام کو اس پر مجبور کیا جائے کہ وہ قوت سے زیادہ کام کر کے جلد از جلد وہ رقم ادا کر دے اور نہ قیمت سے زیادہ وصول کیا جائے۔ اور نہ اس پر مجبور کیا جائے کہ وہ حسب دستور مولیٰ کی خدمت کرے۔ وہ من وجہ آزاد ہے۔ اس کا آقا نہ اس سے خدمت لے سکتا ہے نہ اپنے یہاں رہنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ نہ اسے بیچ سکتا ہے۔

---

## بَابُ هَلْ يُقْرَعُ فِي الْقِسْمَةِ وَالْاِسْتِهَامِ فِيْهِ ص ۳۳۹ کیا تقسیم میں قرعہ ڈالا جائے گا۔ اور تقسیم میں قرعہ اندازی کرنا

**حدیث ۱۴۱۹**

سَمِعْتُ عَامِرًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْقَائِمِ عَلٰى حُدُوْدِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا

اللہ کے حدود پر قائم رہنے والوں اور اسے توڑنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک کشتی میں سوار ہونیوالوں

كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا عَلٰى سَفِيْنَةٍ فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا

نے قرعہ ڈالا۔ بعض کے نام میں اوپر کا حصہ آیا اور بعض کے نام میں نیچے کا۔ جو لوگ نچلے حصے میں تھے

فَكَانَ الَّذِيْ فِيْ اَسْفَلِهَا اِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوْا لَوْ اَنَّا

وہ پانی لے کر اوپر والوں پر گزرتے تھے۔ نچلے حصے والوں نے کہا اگر ہم اپنے حصے میں کشتی پھاڑ کر سوراخ کرلیں۔ تو

خَرَقْنَا فِيْ نَصِيْبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا فَاِنْ يَّتْرُكُوْهُمْ وَمَا اَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعًا

اوپر والوں کو ایذا دینے سے بچ جائیں گے۔ اب اگر اوپر والوں نے انھیں چھوڑ دیا تو سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے۔

وَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰى اَيْدِيْهِمْ نَجَوْا وَنَجَّوْا جَمِيْعًا ۔ھ

اور اگر ان کا ہاتھ پکڑ لیا تو خود بھی نجات حاصل کرلی اور سب نے حاصل کرلی۔

**تشریحات** ۱۹ ۱۴

اس حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ گناہوں کی وجہ سے دنیوی بلائیں بھی نازل ہوتی ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک طبقے کے گناہ کی وجہ سے پوری قوم بلا میں مبتلا ہوسکتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بشرط استطاعت امر بالمعروف نہی عن المنکر واجب ہے۔ استطاعت ہوتے ہوئے اس سے اجتناب گناہ ہے۔

## بَابُ شَرِكَةِ الْيَتِيْمِ وَاَهْلِ الْمِيْرَاثِ ص۳۳۹ یتیم اور وارثین کی شرکت

**حدیث** ۱۴۲۰

اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَ

عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس

جَلَّ وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ

آیت کے بارے میں پوچھا (کہ فرمایا) اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرسکو گے تو عورتوں

مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ قَالَتْ يَا ابْنَ اُخْتِيْ هِيَ الْيَتِيْمَةُ تَكُوْنُ فِيْ حَجْرِ وَلِيِّهَا تُشَارِكُهٗ

میں تمہیں جو پسند ہوں ان سے نکاح کرلو دو دو اور تین تین اور چار چار۔ ام المومنین نے فرمایا۔ یہ اس یتیم بچی

فِيْ مَالِهٖ فَيُعْجِبُهٗ مَالُهَا وَجَمَالُهَا فَيُرِيْدُ وَلِيُّهَا اَنْ يَّتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ اَنْ يُّقْسِطَ فِيْ صَدَاقِهَا

کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اپنے ولی کی پرورش میں ہو اور وہ مال میں اس کی شریک ہو۔ اپنے مال اور حسن

فَيُعْطِيْهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيْهَا غَيْرُهٗ فَنُهُوْا اَنْ يَّنْكِحُوْهُنَّ اِلَّا اَنْ يُّقْسِطُوْا لَهُنَّ وَيَبْلُغُوْا بِهِنَّ

کی وجہ سے وہ اس ولی کو پسند آگئی ہو اور اس کا ولی اس سے نکاح کرنا چاہتا ہو۔ اس کی مہر میں انصاف کرنا نہ

ھ الشہادات باب القرعۃ فی المشکلات ص۳۶۹ ترمذی۔ فتن۔

اَعْلٰی سُنَّتِهِنَّ مِنَ الصَّدَاقِ وَاُمِرُوْا اَنْ يَّنْكِحُوْا مَاطَابَ لَهُمْ مِّنَ

چاہتا ہو کہ جتنا دوسرا مہر دیتا اتنا دیتا۔ اس لئے لوگوں کو اس یتیم بچی سے شادی کرنے سے منع کردیا

النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ اِنَّ النَّاسَ اِسْتَفْتَوْا

گیا۔ مگر یہ کہ مہر میں انصاف کریں اور انھیں ان کی حیثیت کے مطابق اعلیٰ مہر دیں۔ اور ان کو

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هٰذِهِ الْاٰيَةِ فَاَنْزَلَ

حکم دیا گیا۔ ان کے ماسوا جو عورت انھیں پسند ہو اس سے نکاح کرلیں۔ عروہ نے کہا۔ عائشہ نے کہا۔

اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ. وَمَا يُتْلٰى

اس آیت کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا۔ تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل

عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَاءِ اِلٰى قَوْلِهٖ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ

فرمائی۔ تم سے لوگ عورتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ فرماؤ اللہ ان کے بارے میں تمہیں بتاتا ہے

وَالَّذِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ اَنَّهٗ يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ اَلْاٰيَةُ الْاُوْلَى الَّتِيْ

اور وہ تم پر قرآن میں تلاوت کیا جاتا ہے۔ ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں جنھیں ان کا مقررحق نہیں

قَالَ اللّٰهُ فِيْهَا وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوْا مَاطَابَ

دیتے اور انھیں نکاح میں لانے سے روگردانی کرتے ہو۔ اللہ عزوجل نے جو یہ ذکر فرمایا۔ کہ وہ کتاب

لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ قَالَتْ عَائِشَةُ وَقَوْلُ اللّٰهِ فِي الْاٰيَةِ الْاُخْرٰى

میں تلاوت کی جاتی ہے۔ اس سے مراد پہلی آیت ہے جس میں یہ فرمایا گیا۔ اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں

وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ هِيَ رَغْبَةُ اَحَدِكُمْ لِيَتِيْمَتِهِ الَّتِيْ تَكُوْنُ

کے بارے میں انصاف نہ کرپاؤ گے تو جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو۔ اللہ عزوجل کا دوسری آیت

فِيْ حَجْرِهٖ حِيْنَ تَكُوْنُ قَلِيْلَةَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ فَنُهُوْا اَنْ يَّنْكِحُوْا مَارَغِبُوْا

میں یہ ارشاد ہے۔ تم ان سے نکاح کرنے میں روگردانی کرتے ہو۔ یہ اس یتیم لڑکی کے بارے میں ہے جو تمہاری پرورش

فِيْ مَالِهَا وَجَمَالِهَا مِنْ يَتَامَى النِّسَاءِ اِلَّا بِالْقِسْطِ مِنْ اَجْلِ

میں ہو اور مال وجمال میں کم ہو تو تم ان سے نکاح کرنے سے روگردانی کرتے ہو۔ اسلئے جن یتیم لڑکیوں کے مال وجمال کی وجہ سے

## رَغِبَتِهِمْ عَنْهُنَّ ؎

لوگ ان کے نکاح کے خواہشمند ہوں انھیں منع کیا گیا۔ مگر یہ کہ مہر میں انصاف سے کام لیں۔

**تشریحات** سورہ نساء کی دوسری آیت یہ ہے۔

۱۴۲۰

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ۔

اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کرو گے تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو دو دو اور تین تین اور چار چار۔

اس آیت میں پہلا حصہ فی الیتمی شرط ہے۔ اور اس کے بعد جزاء شرط جزاء میں علاقہ ہونا ضروری ہے۔ اور یہاں بظاہر کوئی علاقہ نہیں۔ حضرت عروہ کے سوال کا یہی مقصد تھا۔ حضرت ام المومنین کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ اس وقت کے کچھ افراد کی اصلاح کے لئے فرمایا گیا۔ ہوتا یہ کہ کوئی مالدار یتیم لڑکی ہوتی جس کا نہ کوئی بھائی ہوتا نہ چچا نہ دادا، صرف چچا کا لڑکا ہوتا۔ یہی اس کا ولی ہوتا۔ لڑکی اس کی پرورش میں رہتی۔ بحیثیت ولی کے اس کو حق حاصل ہے کہ جس سے چاہے اس یتیم لڑکی کا عقد کر دے۔ اور جو چاہے مہر مقرر کر دے۔ یہ اس لڑکی سے خود اپنا نکاح کر لیتا اور مہر بہت مختصر رکھتا اس میں لڑکی کی حق تلفی تھی یہ مہر مثل کی مستحق ہے۔ یہ اس سے کم دیتا۔ لڑکی اپنی فطری حیا اور اس کے دباؤ کی وجہ سے کچھ نہیں بولتی اور تسلیم کر لیتی۔ اس کے ازالے کے لئے فرمایا گیا۔

کہ جب تم ان بے کس مجبور بچیوں کو مہر مثل نہ دے سکو۔ تو ان پر ظلم نہ کرو۔ ان سے اپنا نکاح نہ کرو۔ بلکہ اس سے اس کا نکاح کرو جو اس کا مال کے اعتبار سے بھی کفو ہو۔ اور اسے مہر مثل دے۔ تمہیں نکاح کی حاجت ہے تو عورتیں بہت ہیں۔ چار تک جتنی پسند آئیں ان سے نکاح کر لو۔

**ان الناس استفتوا** اس کا دوسرا رخ یہ تھا۔ اگر یہ یتیم لڑکی نادار اور بدصورت ہوتی تو اس سے نکاح نہیں کرتے اور تیسری صورت یہ تھی کہ وہ بدصورت اور مالدار ہوتی تو نہ خود اس سے نکاح کرتے نہ دوسروں سے۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں بطریق سدی روایت کیا۔ کہ حضرت جابر کی ایک چچازاد بہن تھی۔ مگر اپنے باپ سے اسے میراث میں بہت مال ملا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ مالدار تھی۔ وہ اس کی شادی کہیں نہیں کرتے۔ اس سلسلے میں صحابہ کرام نے دریافت کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

---

؎ الوصایا۔ باب قول اللہ واتوا الیتمی اموالھم ص۳۸۰ ثانی التفسیر سورۃ النساء باب وان خفتم الا تقسطوا فی یتمی ص۷۵۵ دو طریقے سے۔ باب ویستفتونک فی النساء ص۷۶۱ النکاح باب الترغیب فی النکاح ص۷۵۵ باب لا یتزوج اکثر من اربع۔ باب الاکفاء فی المال ص۷۶۳ باب من قال لا نکاح الا بولی ص۷۷۰ باب تزویج الیتیمۃ ص۷۷۲ باب اذا کان الولی ھو الخاطب ص۷۷۰ الحیل باب ما ینھی عن الاحتیال للولی ص۱۰۳۱ مسلم اخر الکتاب۔ ابوداؤد۔ نسائی النکاح

يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَاءِ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ۔

آپ سے عورتوں کے بارے میں فتوی پوچھتے ہیں فرما دو اللہ ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ اور وہ جو کتاب میں تلاوت ہوتی ہے ان یتیم عورتوں کے بارے میں جنھیں ان کا مقرر حق نہیں دیتے اور انھیں نکاح میں لانے سے روگردانی کرتے ہو (نساء ۱۲۶)

حاصل یہ نکلا۔ کہ جو یتیم بچی تمہاری پرورش میں ولی ہونے کی وجہ سے ہے۔ ان کے ساتھ انصاف کرو صرف اپنی منفعت کو سامنے رکھ کر ان سے معاملہ نہ کرو اگر تم خود نکاح کرنا چاہتے ہو تو مہر مثل پر کرو اور اگر تمہیں اس کی استطاعت نہیں تو عورتیں بہت ہیں ان سے نکاح کر لو۔ اور اگر تمہیں ان سے نکاح کی رغبت نہیں تو جب وہ نکاح کے قابل ہو جائیں ان کا نکاح دوسرے سے کر دو۔ ان کے مال سے منفعت حاصل کرنے کے لئے انھیں اپنے پاس روکے مت رکھو۔ ترغبون ان تنکحوھن میں عن محذوف ہے۔ اصل عبارت یہ تھی۔ ترغبون عن ان تنکحوھن

## بَابٌ اِذَا قَسَمَ الشُّرَكَاءُ الدُّوْرَ وَغَيْرَهَا فَلَيْسَ لَهُمْ رُجُوْعٌ وَّلَا شُفْعَةٌ ص ۳۳۹

جب شرکاء گھر وغیرہ بانٹ لیں تو انھیں رجوع اور شفعہ کا حق نہیں۔

**مطابقت** اس کے تحت امام بخاری حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث لائے ہیں۔ جس میں ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر اس زمین اور مکان میں شفعہ کا حق دیا جو تقسیم نہ کی گئی ہو اور جب حد بندی ہو گئی اور راستے پھیر دیے گئے تو شفعہ نہیں۔

بظاہر اس حدیث کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔ علامہ بدر الدین محمود عینی قدس سرہ نے مناسبت کی یہ تقریر فرمائی۔ کہ شفعہ کے انتفاء کو رجوع کا انتفاء لازم ہے۔ اس لئے اگر صورت مذکورہ میں تقسیم سے رجوع کا حق تسلیم کر لیا جائے۔ اور فریق ثانی یعنی مشتری رجوع کر لے۔ تو اس کا حصہ اس زمین اور مکان میں مشاع ہو جائے گا۔ اور اب اسے بالاتفاق شفعہ کا حق حاصل ہو گا۔

## بَابُ الشَّرِكَةِ فِي الطَّعَامِ وَغَيْرِهِ ص ۳۴۰ غلے وغیرہ میں شرکت کا بیان

**ت ۴۷۲** وَيُذْكَرُ اَنَّ رَجُلًا سَاوَمَ شَيْئًا فَغَمَزَهُ اٰخَرُ فَرَاٰى عُمَرُ اَنَّ لَهُ شَرِكَةً

ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے ایک چیز کا دام طے کیا تو دوسرے نے آنکھ سے اشارہ کیا۔ حضرت عمر کی رائے ہے کہ یہ اس کا شریک ہے۔

**تشریحات ۴۷۲** اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ تعلیق اس کی دلیل ہے کہ شرکت کے لئے صراحۃً ایجاب وقبول شرط نہیں۔ ایک فریق کا سکوت اور اشارہ بھی کافی ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے۔

محض اشارے اور سکوت سے شرکت ثابت نہ ہوگی۔ صریح صیغہ ایجاب وقبول شرط ہے ورنہ بہت مواقع پر فساد پیدا ہو جائے گا ہمارے یہاں ہر جگہ سکوت رضا کے حکم میں نہیں۔ فقہاء نے چونتیس صورتوں کا استثناء کیا ہے۔ جو کتب فقہ میں مفصل مذکور ہیں۔

حدیث ۱۴۲۱

عَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هِشَامٍ وَكَانَ قَدْ اَدْرَكَ

عبداللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَتْ بِهٖ اُمُّهٗ زَيْنَبُ بِنْتُ حُمَيْدٍ اِلٰى

کا زمانہ پایا ہے۔ ان کی والدہ زینب بنت حمید انھیں لیکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَايِعْهُ فَقَالَ هُوَ

حاضر ہوئیں تھیں۔ اور عرض کیا تھا۔ کہ اس سے بیعت لیجئے یا رسول اللہ! تو حضور نے فرمایا۔ یہ چھوٹا ہے۔

صَغِيْرٌ فَمَسَحَ رَاْسَهٗ وَدَعَا لَهٗ۔ وَعَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ اَنَّهٗ كَانَ يَخْرُجُ بِهٖ جَدُّهٗ

حضور نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کیلئے برکت کی دعا فرمائی ــــ زہرہ بن معبد سے روایت ہے کہ ان کے والد عبداللہ

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هِشَامٍ اِلَى السُّوْقِ فَيَشْتَرِيَ الطَّعَامَ فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ

بن ہشام انھیں لے کر بازار میں جاتے اور غلہ خریدتے۔ ابن عمر، اور، ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ملتے تو کہتے۔ ہمیں بھی

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَيَقُوْلَانِ لَهٗ اَشْرِكْنَا فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ

شریک کرلو۔ کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمہارے لئے برکت کی دعا فرمائی ہے۔ وہ انھیں

دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ فَيُشْرِكُهُمْ فَرُبَّمَا اَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِيَ فَيَبْعَثُ بِهَا اِلَى

شریک کرلیتے۔ کبھی پورا اونٹ نفع میں پاتے اور اسے گھر بھیجدیتے۔

الْمَنْزِلِ [1] ــــ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ اَشْرِكْنِيْ فَاَذَا سَكَتَ

ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا جب کسی نے کسی سے کہا مجھے شریک کرلے اور وہ چپ رہا

فَيَكُوْنُ شَرِيْكُهٗ بِالنِّصْفِ۔

تو آدھے کا شریک ہو گیا۔

---

[1] ثانی الدعوات باب الدعاء للصبیان ص۹۳۷ الاحکام باب بیعۃ الصغیر ص۱۰۷ ابوداؤد الخراج

**تشریحات**

زہرۃ ۔ کی کنیت ابو عقیل ہے ۔ کتاب الدعوات میں زہرہ کے بجائے عن ابی عقیل ہی ہے ۔

**قد ادرك** ۱۴ ۲۱ یعنی عبداللہ بن ہشام نے عہد نبوت پایا ۔ ان کا باپ ہشام فتح مکہ سے پہلے کافر مرا ۔ ان کی والدہ حضرت زینب بنت حُمَید صحابیہ ہیں ۔ فتح مکہ کے موقع پر ان کی والدہ انھیں لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تھیں ۔ ابن مندہ نے کہا کہ انھوں نے چھ سال عہد نبوت پایا ۔ امام احمد نے اپنی مسند میں ابن لُہَیعہ سے روایت کیا کہ یہ عہد رسالت میں بالغ ہو گئے تھے ۔ مگر ابن لہیعہ ضعیف ہے ۔ اگر یہ روایت صحیح ہے ۔ تو یہ اقل سن بلوغ میں بالغ ہو گئے تھے ۔ یعنی بارہ سال کی عمر میں ۔ یہ روایت کتاب الاحکام میں بھی ہے ۔ اس کے اخیر میں یہ زائد ہے ۔ وکان یضحی بالشاۃ الواحدۃ عن جمیع اھلہ ۔ اور اپنے تمام اہل کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کرتے تھے ۔ یہ یا تو ان کی خصوصیات میں سے ہے کہ انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی ہو یا ان کا اجتہاد رہا ہو ۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کے ان تمام افراد کی جانب سے ایک مینڈھے کی قربانی کی جو عدم استطاعت کی وجہ سے قربانی نہیں کر سکے تھے ۔ یا آئندہ ہوں گے اور نہیں کریں گے انھوں نے اس پر قیاس کیا ہو اور انھیں اس کا علم نہ رہا ہو کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے ۔

**اقول وھو المستعان** اس خادم کا خیال ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو تجارت میں اتنی آمدنی ہوتی تھی کہ ابتدا میں ایک بکری خریدتے ۔ اور پھر اسے بیچتے پھر اس کی قیمت سے مثلاً دو بکریاں خریدتے پھر اسی طرح الٹ پھیر کرتے اور نفع میں اتنی بکریاں جمع ہو جاتیں یعنی ایک بکری کے عوض اتنی بکریاں حاصل کر لیتے جو ان کے تمام اہل کی قربانی کے لئے کافی ہوتیں ۔

یہ مفہوم حدیث کے سیاق کے مطابق بھی ہے ۔ جیسا کہ عروہ بارقی کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دینار دیا کہ اس کے عوض قربانی کا جانور خرید لائیں ۔ انھوں نے ایک دینار میں دو بکریاں خریدیں ۔ ان میں سے ایک کو ایک دینار میں بیچ دیا اور وہ دینار اور ایک بکری لا کر خدمت اقدس میں پیش کر دیا ۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کیلئے برکت کی دعا کی ۔ اس دعا کی برکت یہ تھی کہ یہ بازار جاتے اور چالیس ہزار نفع کما لیتے [1]

**فمسح راسه** صحابہ کرام کی عادت تھی کہ بچوں کو خدمت اقدس میں حاضر لاتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے سر پر دست مبارک پھیرتے اور ان کے لئے برکت کی دعا فرماتے ۔ کبھی کبھی کھجور چبا کر ان کے منہ میں ڈالتے ۔ جسے تحنیک کہتے ہیں ۔ اس عہد سے اب تک مسلمانوں میں یہ رواج ہے کہ بچوں کو علماء مشائخ کی خدمتوں میں لاتے ہیں ۔ اور حضرات سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں ۔ اور برکت کی دعا کرتے ہیں ۔

---

## بَابُ الْاِشْتِرَاكِ فِي الْهَدْيِ وَالْبُدْنِ وَاِذَا اَشْرَكَ الرَّجُلُ رَجُلًا فِي هَدْيِهٖ بَعْدَ مَا اَهْدٰى

ہدی اور اونٹ میں شریک ہونا ۔ اور جب کوئی شخص کسی کو اپنی ہدی میں شریک کرے ۔ ہدی بنانے کے بعد ۔

---

[1] فتح الباری خامس ص ۱۳۰

**مطابقت** ہدی خالص ان جانور کو کہتے ہیں جو حرم میں قربانی کے لئے ہو۔ جب کسی جانور کے بارے میں یہ نیت کرلی کہ میں اس کی حرم میں قربانی کروں گا۔ تو اب یہ درست نہیں کہ اس میں کسی اور کو شریک کرے۔ اگرچہ گائے اونٹ میں ایک ہی آدمی کی طرف سے قربانی کرنے کی نیت ہو، اور اس نیت سے پہلے گائے اونٹ میں شریک کرسکتا ہے۔

باب کے اثبات میں امام بخاری نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں۔ ان میں پہلی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے۔ جو جلد ثالث ص۴۵۷ پر مذکور ہے۔ وہاں اخیر میں یہ مذکور ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ جس کے ساتھ ہدی نہ ہو وہ اسے عمرہ کردے یہاں یہ ہے ـــ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار ذوالحجہ کی صبح کو مکہ حج کیلئے تلبیہ کہتے ہوئے پہنچے اس میں اور کچھ مخلوط نہ تھا۔ ہم جب مکہ آگئے تو حکم دیا کہ اسے عمرہ کردیں۔ اور عورتوں کے لئے حلال ہوجائیں اس پر لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ ظاہر ہے۔ اس سے باب کا اثبات نہیں ہوتا۔

دوسری حدیث حضرت جابر کی ہے۔ جو جلد رابع ص۳۵۷ پر گذر چکی ہے۔ یہاں اس کے اخیر میں یہ ہے واشرکہ فی الھدی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں یعنی حضرت علی کو ہدی میں شریک کرلیا۔

اثبات باب اس طرح ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے ہدی کے جانور ساتھ لائے تھے۔ اس لئے یہ شرکت اسی میں ہوئی۔ تو ثابت ہوگیا۔ کہ ہدی کی نیت کے بعد دوسرے کو شریک کرنا درست ہے۔

ہمارا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت جابر کی اس روایت[1] میں یہ بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن سے ہدی کے جانور اپنے ساتھ لائے تھے۔ مغازی[2] میں حضرت جابر ہی کی حدیث میں ہے۔ واھدی لہٗ علیؓ ھدایا۔ اور حضرت علی نے حضور کی خدمت میں ہدی پیش کی۔ اب اشرکہ فی الھدی کا مطلب یہ ہوا۔ کہ ان کے ہدیے کو قبول کرکے اس ہدی کو اپنی ہدی کے جانوروں میں شامل کرکے حضرت علی کو ہدی میں شریک کرلیا۔ یعنی یہ کنایہ ہے اس پیش کش کے قبول کرنے سے۔ علاوہ ازیں یہ متعین ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے ہدی کے جانور لے کر چلے تھے اور حضرت علی یمن سے۔ تو جو ہدی واجب تھی وہ تو متعین تھی۔ اس میں شرکت نہیں ہوئی۔ اگر شرکت ہوئی نفل میں ہوئی۔ اور نفل میں شرکت بہرحال درست ہے۔

---

[1] بخاری۔ المناسک ص۲۲۴

[2] ثانی المغازی باب بعث علی بن ابی طالب خالد بن الولید الی الیمن ص۶۲۴۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# بَابُ الرِّھْنِ فِی الْحَضَرِ

صـ۳۴۱

## حضر میں رہن کا بیان

**توضیح باب** رہن کے معنی مطلقاً روکنا ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ کُلُّ امْرِئٍ بِمَا کَسَبَ رَھِیْنٌ ۔ الطور (۲۱) ہر شخص اپنے کئے ہوئے پر گرفتار ہے۔

فقہ میں رہن کے معنی یہ ہیں — دوسرے کے مال کو اپنے حق میں اس لئے روکنا کہ اس کے ذریعہ اپنے حق کو کلاً یا جزءاً وصول کرنا ممکن ہو۔ اسے عرف میں گروی رکھنا بولتے ہیں۔ جو چیز گروی رکھی گئی۔ اسے مرہون یا رہن کہتے ہیں۔ اور رہن رکھنے والے کو راہن اور جس کے پاس رکھی ہے اسے مُرتہن کہتے ہیں۔

شرکت کے ساتھ رہن کو یہ مناسبت ہے کہ شرکت میں ایک چیز پر چند آدمیوں کو حق ملکیت حاصل ہوتا ہے اور رہن میں شئ مرہون میں دو شخصوں کا حق مشترک، راہن کا اس میں ملکیت کا حق ہے اور مرتہن کو حق حبس۔ شئ واحد میں دو شخصوں کے حقوق ثابت ہوتے ہیں جیسے شرکت میں۔ فرق یہ ہے کہ شرکت میں یکساں حق ثابت ہے۔ اور یہاں حقوق مختلف ہیں۔

رہن کا جواز قرآن مجید سے ثابت ہے مگر اس کا ذکر سفر کی حالت میں ہے۔ ارشاد ہے۔

وَاِنْ کُنْتُمْ عَلٰی سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا کَاتِبًا فَرِھٰنٌ مَّقْبُوْضَۃٌ ۔ بقرہ (۲۸۳) اور اگر تم سفر میں ہو اور کاتب نہ پاؤ تو قبضے میں دیا ہوا گرو ہو۔

اس سے شبہ ہو سکتا ہے کہ حضر میں شاید جائز نہیں۔ اس لئے امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا۔

**حدیث ۱۴۲۲** حَدَّثَنَا قَتَادَۃُ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ وَلَقَدْ رَھَنَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زرہ کچھ جو کے

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دِرْعَہٗ بِشَعِیْرٍ وَّمَشَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

عوض رہن رکھی۔ اور میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جو کی روٹی اور بو دار چربی لے کر حاضر ہوا۔

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِیْرٍ وَّ اِهَالَةٍ سَنِخَةٍ وَلَقَدْ سَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ مَا اَصْبَحَ

اور میں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آل محمد کے پاس آجکل صرف ایک صاع غلہ ہے۔

لِاٰلِ مُحَمَّدٍ اِلَّا صَاعٌ وَّلَا اَمْسٰی وَاِنَّهُمْ لَتِسْعَةُ اَبْیَاتٍ

حالانکہ وہ نو گھر ہیں۔

**تشریحات ۱۴۲۲** حدیث کا ابتدائی حصہ کتاب البیوع باب شراء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالنسیئۃ کے اوائل میں گذر چکا ہے۔ اور وہیں اس کی مکمل تشریح درج ہے شروع میں واؤ عاطفہ ہے۔ اس حدیث کا ابتدائی حصہ یہ ہے۔ ان یھودیا دعا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاجابہ ولقد۔ ایک یہودی نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دعوت دی حضور نے قبول فرمالی۔

اس یہودی کا نام ابوالشحم تھا۔ اور یہ بنی ظفر کا تھا جو اوس کی ایک شاخ ہے۔ کم وبیش، بیس یا تیس صاع جو تھا جس کی قیمت ایک دینار تھی۔ اور یہ اخیر عہد مبارک کی بات ہے۔ وصال کے وقت تک وہ زرہ اسی یہودی کے یہاں رہن رہی۔

**وضاحت** یہودی کی دعوت قبول کرنا اور اس کے یہاں زرہ رہن رکھنے کی وجہ کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ ظاہری عسرت کا یہ عالم تھا۔ اس حالت میں امت کی آسانی کے لئے یہودی کی دعوت بھی قبول فرمائی اور زرہ بھی رہن رکھی۔ یہ فقر اختیاری تھا تاکہ امت کے لئے اسوہ اور نمونہ ہو۔ ورنہ صحیح احادیث میں ہے۔ کہ فرمایا۔ اور خود بخاری میں ہے۔ کہ زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں مجھے دی گئیں۔

## بَابُ رَهْنِ السِّلَاحِ ص ۳۴۱ ہتھیار کو رہن رکھنا

**حدیث ۱۴۲۲** قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یَقُوْلُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لِّكَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ فَاِنَّهٗ

کون ہے؟ کعب بن اشرف کے لئے۔ اس لئے کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے۔ یہ سن کر محمد بن

قَدْ اٰذَی اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ اَنَا فَاَتَاهُ فَقَالَ اَرَدْنَا اَنْ تُسْلِفَنَا

مسلمہ نے کہا۔ میں ہوں۔ اور وہ کعب کے پاس آئے اور کہا۔ ہم تم سے ایک دو وسق غلہ ادھار لینا چاہتے ہیں۔ تو اس نے

وَسْقًا اَوْ وَسْقَیْنِ قَالَ اَرْهَنُوْنِیْ نِسَاءَكُمْ قَالُوْا كَیْفَ نَرْهَنُكَ نِسَاءَنَا وَاَنْتَ

کہا۔ اپنی عورتوں کو میرے پاس رہن رکھدو۔ ان لوگوں نے کہا۔ ہم اپنی عورتوں کو تمہارے پاس کیسے رہن

اَجْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ فَارْهَنُوْنِیْ اَبْنَاءَكُمْ قَالُوْا كَيْفَ نَرْهَنُكَ اَبْنَاءَنَا فَيُسَبُّ

رکھ سکتے ہیں۔ تم تمام عرب سے زیادہ خوبصورت ہو۔ اب اس نے کہا۔ اچھا اپنے بچوں کو رہن رکھ دو۔ ان لوگوں

اَحَدُهُمْ فَيُقَالُ رُهِنَ بِوَسْقٍ اَوْ وَسْقَيْنِ هٰذَا عَارٌ عَلَيْنَا وَلٰكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ

نے کہا ہم اپنے بچوں کو تیرے پاس کیسے رہن رکھیں کوئی بھی عیب جوئی کرے گا کہ ایک دو وسق کے عوض بچے رہن رکھے

قَالَ سُفْيٰنُ يَعْنِی السِّلَاحَ فَوَعَدَهٗ اَنْ يَّاْتِيَهٗ فَقَتَلُوْهُ ثُمَّ اَتَوُا النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ

گئے۔ یہ ہم پر عار ہے۔ ہاں ہم ہتھیار رہن رکھ سکتے ہیں۔ محمد بن مسلمہ نے وعدہ کیا کہ اس کے پاس آئیں گے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرُوْهُ [1]

وہ حسب وعدہ گئے اور اسے قتل کر دیا۔ پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خبر دی۔

**تشریحات ۱۴۲۳**

کعب بن اشرف یہودی اپنی قوم کا رئیس اور ذی اثر شخص تھا۔ یہ شاعر بھی تھا۔ اپنے اشعار میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ہجو کیا کرتا تھا۔ واقعہ بدر سے اسے سخت اذیت پہنچی تھی جس کی بنا پر اس نے کہا تھا۔ تمہارے لئے خرابی ہے۔ کیا یہ حق ہے۔ کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے عرب کے رئیسوں کو قتل کر دیا۔ اگر یہ حق ہے تو زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے بہتر ہے۔

اسی کے اثر سے کہ قریش کی تعزیت کے لئے گیا۔ وہاں جاکر بدر کے مقتولین پر نوحہ و بکا کیا۔ اور ایک قصیدہ بھی کہا۔ قریش نے پوچھا۔ ہمارا دین اچھا ہے یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا تو اس بدبخت نے اپنے مذہب کے بھی خلاف کہا۔ تمہارا دین ان کے دین سے بہتر ہے۔ وہیں قریش نے مسلمانوں سے لڑنے کا معاہدہ کیا۔

جب اس کی شرارتیں بہت بڑھ گئیں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کعب بن اشرف کے لئے کون ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے عرض کیا۔ حضور کی منشا یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ فرمایا ہاں۔ انھوں نے عرض کیا۔ ہمیں کچھ کہنے کی اجازت دیں۔ فرمایا۔ اجازت ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ ابو نائلہ اور کسی ایک صاحب کو لیکر کعب کے پاس گئے۔ ابو نائلہ اسکے رضاعی بھائی اور محمد بن مسلمہ اس کے بھانجے تھے وہاں جاکر انھوں نے کعب سے کہا ——— ہمیں اس شخص نے عاجز کر دیا ہے۔ ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے۔ اور میں اس لئے آیا ہوں کہ تم سے کچھ ادھار لوں۔ کعب نے کہا۔ ابھی کیا ہے۔ تم لوگ اس سے اکتا جاؤ گے محمد بن مسلمہ نے کہا۔ کیا بتائیں ہم نے اس کی اتباع کر لی ہے۔ یہ ہم نہیں چاہتے کہ اسے چھوڑ دیں ہمیں انتظار ہے کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایک یا دو وسق ادھار دیدو۔

---

[1] الجہاد باب الکذب فی الحرب۔ باب القتل باھل الحرب ص۴۲۵ ثانی مغازی باب قتل کعب بن الاشرف مسلم المغازی۔ ابو داؤد۔ الجہاد۔ نسائی۔ السیر۔

اس نے کہا اپنی عورتیں رہن رکھدو۔ ان لوگوں نے کہا۔ اپنی عورتیں کیسے رہن رکھیں اور تم اجمل العرب ہو۔ اس نے کہا پھر اپنے بچوں کو رہن رکھدو۔ ان لوگوں نے کہا۔ بچوں کو کیسے رہن رکھدیں۔ لوگ عیب جوئی کریں گے۔ کہیں گے کہ ایک دو وسق کے بدلے بچوں کو رہن رکھدیا۔ یہ ہمارے لئے عار ہے۔ ہاں ہم ہتھیار رہن رکھ سکتے ہیں۔ اس پر وہ راضی ہو گیا۔ اور انھوں نے وعدہ کر لیا کہ وہ ہتھیار لیکر آئیں گے۔

رات میں محمد بن مسلمہ، ابو نائلہ، عباد بن بشر ابو عبس بن جبیر اور حارث بن اوس کے ہمراہ کعب کے پاس گئے۔ اور اسے آواز دی۔ کہ قلعے سے نیچے آؤ۔ اس کی بیوی نے کہا۔ اس وقت کہاں جا رہے ہو۔ میں اس میں شر کی بو سونگھ رہی ہوں۔ کعب نے کہا۔ یہ محمد بن مسلمہ اور میرا بھائی ابو نائلہ ہے۔ اور شریف انسان کو اگر رات میں نیزہ بازی کیلئے بلایا جائے تو بھی جاتا ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے ساتھیوں سے کہا۔ جب وہ آجائے گا تو میں اس کے بال سونگھنے کے بہانے پکڑوں گا جب تم لوگ یہ دیکھ لو کہ میں نے اس کو پوری طرح گرفت میں لے لیا ہے تو اسے ختم کر دینا۔

کعب قلعے سے اتر کر چادر میں لپٹا ہوا ان کے پاس آیا۔ اور اس سے خوشبو کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔ محمد بن مسلمہ نے کہا۔ ایسی خوشبو میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ کعب نے کہا میری زوجیت میں عرب کی سردار اور سب سے زیادہ خوشبودار اور اکمل عورت ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا۔ کیا تو اس کی اجازت دیتا ہے۔ کہ تیرے سر کو سونگھوں اور اپنے ساتھیوں کو سونگھاؤں اس نے کہا۔ ضرور۔ یہ سنتے ہی حضرت محمد بن مسلمہ نے اپنی پوری قوت سے پکڑ لیا۔ اور ساتھیوں سے کہا۔ ہاں۔ ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا۔

کعب بن اشرف کے قتل کی حدیث بخاری میں چار جگہ ہے۔ سب سے مفصل مغازی میں ہے۔ اور واقعے کی تفصیل ہم نے وہیں سے لی ہے۔ اس پر امام بخاری نے چار باب قائم فرمایا ہے۔ اول ہتھیار رہن رکھنا۔

اس کا ثبوت حضرت محمد بن مسلمہ کے اس قول سے ہے۔ ہاں ہم ہتھیار رہن رکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ اگر ہتھیار کا رہن رکھنا جائز نہ ہوتا تو وہ کبھی یہ پیشکش نہیں کرتے۔

دوسرا باب یہ ہے۔ لڑائی میں کذب۔ اس کا اثبات اس جملے سے ہوتا ہے۔ کہ انھوں نے یہ عرض کیا۔ کہ مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیں۔ اس سے مراد یہی ہے کہ خلاف واقعہ کچھ کہنے کی اجازت مرحمت ہو۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ انھوں نے اس سے یہ کہا تھا۔ اس شخص کا ہمارے یہاں آنا بلا ہے۔ پورے عرب نے لڑائی چھیڑ دی ہے۔ اور سب نے نشانہ بنا لیا ہے۔ ابن اسحٰق کی روایت میں یہ بھی ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیع تک ان کے ساتھ گئے۔ پھر انھیں بھیجا اور فرمایا۔ اللہ کے نام پر جاؤ۔ اے اللہ ان کی مدد فرما۔ جھوٹ بولنا حرام ہے۔ مگر بعض صورتوں میں اس کی اجازت ہے۔ جیسے میاں بیوی میں صلح کرانے دو بچھڑے ہوئے لوگوں میں میل کرانے اور لڑائی میں۔ لیکن جہاں تک ہو سکے صریح جھوٹ سے بچے۔ ذو معنی کلمات بولے۔ اور جب صریح جھوٹ کے بغیر کام نہ چلے تو اس میں بھی حرج نہیں۔ بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہے۔ مثلاً ایک مظلوم گھر میں چھپا ہے ظالم آکر پوچھتا ہے۔ اس کا اندیشہ ہے کہ اگر صریح انکار نہیں کرے گا تو ظالم کو شبہ ہو جائے گا۔ مسلمان کی جان بچانے کے لئے صریح لاعلمی ظاہر کر دینا واجب ہے۔ اس سلسلے کا قاعدہ کلیہ یہ ہے۔

جلب منافع پر دفع مضرت مقدم ہے۔ یعنی ایک ہی وقت میں دو متضاد باتیں در پیش ہیں۔ اور وہ بھی ایسی کہ ان دونوں میں سے صرف ایک ہی پر عمل ہو سکتا ہے۔ ایک میں فائدہ ہے اور دوسرے میں نقصان۔ تو نقصان سے بچنا واجب ہے۔ مثلاً دشمن گھیرے ہوئے ہے۔ اور نماز کا وقت جا رہا ہے۔ مگر ظن غالب ہے کہ نماز پڑھے گا تو دشمن قتل کر دے گا۔ تو نماز موخر کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ غزوۂ خندق کے موقع پر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی تین وقت کی نمازیں قضا ہو گئیں۔ حالانکہ نماز کا ترک جھوٹ بولنے سے بڑا گناہ ہے۔ جھوٹ بولنے والے کے بارے میں۔ فقد کفر۔ کی کوئی روایت نہیں۔ مگر نماز چھوڑنے والے کے لئے یہ وارد ہے۔

## بَابُ الرَّهْنِ مَرْكُوبٌ وَّ مُحْلُوبٌ ص ۳۴۱

رہن پر سوار ہو سکتے ہیں اس کا دودھ دوھ سکتے ہیں۔

باب کے کلمات بعینہٖ حدیث مرفوع ہے۔ جسے امام حاکم اور ابن عدی بیہقی، دار قطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

**ت ۴۷۳**

وَقَالَ الْمُغِيْرَةُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ تُرْكَبُ الضَّالَّةُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا

اور مغیرہ نے کہا۔ کہ ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ گمشدہ جانور پر اس کے چارے

وَمُحْلَبُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا وَالرَّهْنُ مِثْلُهٗ۔

کی مقدار سواری کیجا سکتی ہے اور اس کو چارے کی مقدار دوہا جا سکتا ہے اور رہن اس کے مثل ہے۔

**تشریحات ۴۷۳**

اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ مغیرہ بن مقسم ہیں اور ابراہیم سے مراد امام نخعی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کسی نے گمشدہ جانور پایا۔ تو وہ اس کو اتنی سواری کے کام میں لا سکتا ہے جس کی اجرت اس کے چارے کی قیمت کے برابر ہو۔ اور اسی طرح اتنا دودھ بھی نکال سکتا ہے۔ اور ہمارا بھی یہی حکم ہے۔

والرھن مثلہ۔ یہ الگ تعلیق ہے۔ جسے امام سعید بن منصور ہی نے سند مذکور کے ساتھ روایت کیا ہے۔

**حدیث ۱۴۲۴**

عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سواری کا

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا وَلَبَنُ الدَّرِّ

جانور جب مرہون ہو تو اس کے خرچے کے مطابق اس پر سواری کیجائے گی۔ اور دودھ والا جانور مرہون ہو تو

يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا وَّعَلَى الَّذِيْ يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ۔

اس کے خرچے کے مطابق اس کا دودھ پیا جائے۔ اس کا خرچہ اس پر ہے جو اس پر سواری کرے اور اس کا دودھ پیئے۔

**تشریحات** ۱۲۲۴

حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اور ظاہریہ کے کچھ لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ چونکہ راہن پر رہن کا نفقہ واجب ہے۔ اس لئے وہ نفقے کی مقدار رہن سے سواری کا کام لے سکتا ہے۔ اور اس کا دودھ پی سکتا ہے۔ ان حضرات کی دلیل یہ حدیث ہے۔

حضرت امام سفیان ثوری، حضرت امام اعظم کے صاحبین حضرت امام مالک کا مذہب یہ ہے۔ راہن رہن سے نہ سواری کا کام لے سکتا ہے نہ اس کا دودھ پی سکتا ہے۔ اس لئے کہ راہن کو یہ حق دینا رہن کے معنی کے منافی ہے۔ جو نص قرآنی سے ثابت ہے۔ ارشاد ہے فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ۔ اس کا مرجع مفہوم یہ ہے کہ رہن مرتہن کے قبضے میں ہو۔ اور ظاہر ہے کہ راہن کو سواری اور دودھ نکالنے کا حق دینا مرتہن کے قبضے کے منافی ہے۔

رہ گئی یہ حدیث تو یہ مجمل ہے۔ اس میں یہ نہیں کہ سواری یا دودھ پینے کا حق راہن کو ہے یا مرتہن کو۔ اگر اس سے راہن کے لئے یہ حق ثابت مانیں تو فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ کے معارض۔ اور مرتہن کے لئے مانیں۔ تو آیت ربوٰ کے معارض۔ کیونکہ اس میں قرض سے نفع حاصل کرنا ہوا۔ اور یہ یقیناً سود ہے۔

اس کا احتمال ہے کہ یہ حدیث آیت رہن اور آیت ربوٰ یا ان میں سے کسی ایک سے منسوخ ہو۔ خاص بات یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی امام شعبی کا مذہب یہ تھا کہ رہن سے انتفاع جائز نہیں۔ اور حدیث کے راوی کا مذہب جب اس کی حدیث مروی کے خلاف ہو تو یہ اس کی دلیل ہوتی ہے کہ اس کے نزدیک اس حدیث کا منسوخ ہونا ثابت ہے۔

## بَابُ اِذَا اخْتَلَفَ الرَّاهِنُ وَالْمُرْتَهِنُ اَوْ نَحْوُهٗ فَالْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ ص ۳۴۲

جب راہن اور مرتہن وغیرہ اختلاف کریں تو بینہ مدعی پر ہے۔

**حدیث** ۱۲۲۵

عَنِ ابْنِ مُلَيْكَةَ قَالَ كَتَبْتُ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَكَتَبَ اِلَيَّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى اَنَّ الْيَمِيْنَ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ ؎

ابن ملیکہ نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لکھا۔ تو انھوں نے تحریر فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ قسم مدعی علیہ پر ہے۔

؎ الشہادات باب الیمین علی المدعی علیہ ص۳۶۵ ثانی التفسیر سورۂ آل عمران باب قولہ ان الذین یشترون بعہد اللہ و ایمانہم ص۷۵۳ مسلم الاحکام۔ ابوداؤد القضایا۔ ترمذی الاحکام نسائی القضا۔ ابن ماجہ الاحکام۔

**تشریحات** ابن ملیکہ یہ عبداللہ بن عبداللہ بن ابی ملیکہ ہیں۔ ان کا نام زہیر بن عبداللہ اور کنیت ابو محمد ہے۔ مکہ معظمہ کے باشندے اور احول تھے۔ حضرت ابن زبیر کے قاضی اور موذن تھے۔

**کتب** قصہ یہ ہوا کہ دو عورتیں گھر میں بیٹھی ہوئی موزہ یا چپل سی رہی تھیں۔ ایک کی ستالی اس کی ہتھیلی میں چبھ گئی۔ اس نے دوسری عورت پر الزام لگایا کہ اس نے چبھو دیا ہے۔ معاملہ ابن ملیکہ کے پاس آیا۔ تو انھوں نے حضرت ابن عباس کو لکھا۔ حضرت ابن عباس نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا۔ کہ اگر لوگوں کے محض دعویٰ پر انھیں دے دیا جائے۔ تو پھر کچھ لوگوں کی جانیں اور اموال مفت میں چلے جائیں گے۔ اس عورت کو اللہ کی یاد دلاؤ۔ اور یہ آیت تلاوت کرو۔ بیشک جو لوگ اللہ کے عہد اور قسموں کے عوض تھوڑی پونجی خریدتے ہیں۔ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ لوگوں نے اس عورت کو اللہ کی یاد دلائی تو اس نے اقرار کر لیا۔ ابن عباس نے یہ بھی لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم مدعی علیہ پر ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بذریعہ خط روایت حدیث کا وہی درجہ ہے جو سماع کا ہے۔ بیہقی میں یہ حدیث پوری یوں ہے اگر محض دعویٰ پر دیدیا جائے تو لوگ خون اور مال کا دعوی کرنے لگیں گے۔ بینہ مدعی پر ہے اور قسم مدعی علیہ پر۔

**حدود میں قسم نہیں** اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ہر دعوی میں مدعی علیہ کے انکار کے بعد ثبوت مدعی پر ہے۔ بلا ثبوت فیصلہ حرام۔ جب مدعی کے پاس ثبوت نہ ہو تو اموال میں مدعی علیہ پر قسم ہے۔ حدود میں ہمارے یہاں قسم نہیں ہماری دلیل یہ حدیث ہے۔ کہ فرمایا بینہ مدعی پر ہے اور قسم مدعی علیہ پر۔ مگر قسامت میں۔ اسے ابن عدی نے کامل میں اور دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے[1] تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری ثالث عشر ص۷۵

162

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# فِي الْعِتْقِ وَفَضْلِهٖ

غلام آزاد کرنے اور اس کی فضیلت کے بیان میں

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَكُّ رَقَبَةٍ اَوْ اِطْعَامٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ يَتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ۔

سورہ بلد آیت ۱۳، ۱۴، ۱۵۔

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے بیان میں گردن چھڑانا یا بھوک کے دن کھانا کھلانا رشتہ دار یتیم کو۔

ان آیات کے پہلے ارشاد فرمایا۔ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ۔ الآیۃ

پھر بلا تامل گھاٹی میں نہیں کودا۔ اور تو کیا جانتا ہے گھاٹی (میں کودنا) کیا ہے۔ گردن چھڑانا۔

یعنی جس نے بلا تامل یہ اعمال حسنہ کئے اور مومن صالح ہے تو وہ رحمت الٰہی کا مستحق ہے۔ اس سے غلام آزاد کرنے کی فضیلت ثابت ہوگئی۔

یہ آیات ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اس نے فخریہ کہا تھا۔ میں نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی عداوت میں کثیر مال صرف کیا ہے۔ گھاٹی میں کودنے سے مراد مشقت برداشت کرنا ہے۔ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ۔ سے مراد قحط اور گرانی کا زمانہ ہے۔ غلام آزاد کرنے اور قحط و گرانی میں یتامیٰ اور مساکین کو کھلانا نفس پر شاق ہوتا ہے۔ اس لئے اسے گھاٹی میں کودنے سے تعبیر فرمایا۔ مطلب یہ ہوا کہ اس بدبخت نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عداوت میں مال برباد کیا۔ اسے ان نیک کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق نہیں ملی۔

**حدیث ۱۴۲۶**

حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ مَرْجَانَةَ صَاحِبُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ قَالَ لِيْ

حضرت زین العابدین سیدنا علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تلمیذ سعید بن مرجانہ نے حدیث

اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ

بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اَعْتَقَ اِمْرَأً مُّسْلِمًا اِسْتَنْقَذَ اللّٰهُ لِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنْهُ مِنَ النَّارِ۔ قَالَ

جو مسلمان کسی مسلمان (غلام) کو آزاد کرے گا۔ تو اللہ عزوجل اس کے ہر عضو کے عوض اس کے

سَعِيْدُ بْنُ مَرْجَانَةَ فَانْطَلَقْتُ بِهٖ اِلٰى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ فَعَمَدَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ

ہر عضو کو جہنم سے آزاد فرما دے گا۔ سعید بن مرجانہ نے کہا۔ میں حضرت علی بن حسین کی خدمت میں

اِلٰى عَبْدٍ لَّهٗ قَدْ اَعْطَاهُ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَشَرَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ

یہ حدیث لے کر پہنچا تو انھوں نے اپنے ایک ایسے غلام کو آزاد فرما دیا۔ جس کی قیمت عبداللہ بن

اَوْ اَلْفَ دِيْنَارٍ فَاَعْتَقَهٗ۔ ؎

جعفر دس ہزار درم یا ایک ہزار دینار لگا چکے تھے۔

**تشریحات** ۱۴۲۶

کتاب الایمان میں یہ زائد ہے۔ حتی فرجه بفرجه۔ یہاں تک کہ اس کی شرمگاہ کو اس کی شرمگاہ کے عوض۔

سعید بن مرجانہ۔ یہ سعید بن عبداللہ بنی عامر کے آزاد کردہ غلام تھے۔ یہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خادم خاص تھے۔ سب سے تعلقات منقطع کر کے ان کے ہو کر رہ گئے تھے۔ اس لئے صاحب علی بن حسین کے ساتھ مشہور ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پہلے وہ فرزند ہیں جو حبشہ میں مہاجرین کے یہاں پیدا ہوئے۔ داد و دہش، سخاوت میں اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ اسی لئے ان کو بحر الجود کہا جاتا ہے۔ یہ صحابی ہیں ۸۰ھ میں واصل بحق ہوئے۔

**مسائل** ان حدیث سے علماء نے استنباط فرمایا کہ ایسے غلام جو صحیح الاعضاء تندرست ہوں انھیں آزاد کیا جائے نہ کہ لنگڑے لولے، اندھے، بہرے، اپاہج ازکار رفتہ کو۔ صحیح یہ ہے کہ باندیوں کی بہ نسبت غلاموں کو آزاد کرنا افضل ہے۔ کیونکہ غلام میں زیادہ منفعت ہے نیز کنیزیں آزادی کی خواہشمند بھی نہیں رہتیں۔ اور آزاد کرنے میں انھیں لاوارث چھوڑ دینا ہے۔ جو فتنے کا بھی باعث ہو سکتا ہے۔

---

؎ ثانی الایمان والنذور۔ باب قول اللہ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ص۹۹۲ مسلم العتق۔ ترمذی الایمان۔

## بَابُ اَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ صـ۳۴۲ کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے

**حدیث ۱۴۲۷**

عَنْ اَبِیْ مُرَاوِحٍ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ

حضرت ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کون سا

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ اِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَجِھَادٌ فِیْ سَبِیْلِہٖ

عمل افضل ہے۔ فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا۔ میں نے عرض کیا۔ کون سا غلام آزاد کرنا

قُلْتُ فَاَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ قَالَ اَعْلَاھَا ثَمَنًا وَاَنْفَسُھَا عِنْدَ اَھْلِھَا قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ

افضل ہے۔ فرمایا۔ وہ جس کی قیمت سب سے زیادہ اونچی ہو اور جو مالک کو سب سے زیادہ پسند ہو۔ میں نے عرض کیا۔ اگر

قَالَ تُعِیْنُ صَانِعًا اَوْ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ قَالَ تَدَعُ النَّاسَ مِنَ

ایسا نہ کرسکوں فرمایا۔ کسی کاریگر کی مدد کرو۔ عرض کیا اگر یہ بھی نہ کرسکوں۔ تو فرمایا کسی بے ہنر کا کام بنا دو۔ عرض کیا اگر

الشَّرِّ فَاِنَّھَا صَدَقَۃٌ تَتَصَدَّقُ بِھَا عَلٰی نَفْسِکَ ؎

یہ بھی نہ کرسکوں تو فرمایا۔ لوگوں کو اپنے شر سے بچاؤ۔ اس لئے کہ یہ صدقہ ہے جو تم اپنے اوپر کروگے۔

**تشریحات ۱۴۲۷**

یہ حدیث اگرچہ رباعیات میں ہے۔ مگر درجے میں ثلاثیات کے ہے۔ اس لئے کہ اس کے تین راوی عروہ، ابو مراوح تابعی ہیں۔ جن میں عروہ اور ابو مراوح ایک درجے کے ہیں۔

**وجہاد فی سبیلہ**

اس عہد میں ایمان کے بعد جہاد افضل الاعمال تھا۔ مسلمان کم اور کمزور تھے۔ اور چاروں طرف سے دشمنوں کی یورش تھی۔ اعلاھا ثمنا۔ میں دوسری روایتیں اغلاھا۔ بھی ہے۔ یعنی سب سے بیش قیمت۔ تعین صانعا۔ میں ایک روایت ضائعا۔ بھی ہے۔ بلکہ بہت سے محدثین نے فرمایا۔ کہ صانعا کی روایت غلط ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہاں، اخرق، سے تقابل کی وجہ سے صانعا۔ زیادہ موزوں ہے۔ ضائع یہاں فقیر کے معنی میں ہے۔

## بَابُ الْخَطَاءِ وَالنِّسْیَانِ فِی الْعِتَاقَۃِ وَالطَّلَاقِ　　غلام آزاد کرنے اور طلاق وغیرہ میں بھول چوک کا بیان

وَنَحْوِہٖ وَلَا عِتَاقَۃَ اِلَّا بِوَجْہِ اللّٰہِ وَقَالَ النَّبِیُّ　　اور آزاد کرنا صرف اللہ کی رضا کے لئے ہے۔ اور نبی صلی اللہ

ھ مسلم الایمان۔ نسائی۔ العتق۔ الجھاد۔ ابن ماجہ الاحکام۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰى وَلَا نِيَّةَ لِلنَّاسِيْ وَالْمُخْطِئِ ص۳۴۳

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اسکی نیت ہو۔ اور بھولنے والے چوکنے والے کی کوئی نیت نہیں ہوتی۔

**توضیح باب**

خَطَأٌ۔ بلاقصد تام کوئی فعل کرنا۔ جیسے کلی کر رہا تھا اور پانی حلق کے نیچے چلا گیا۔ نسیان۔ بہت سی چیزوں کے یاد ہوتے ہوئے کسی خاص چیز کو بھول جانا۔ مثلاً زید کا حلیہ یاد ہے۔ اس کے کچھ احوال بھی یاد ہیں۔ مگر نام یاد نہیں آرہا ہے۔ نحوہ سے تعلیقات اور قسم وغیرہ مراد ہیں۔ عتاق اور طلاق میں نسیان کے تحقق کی صرف یہ صورت ہے کہ عتاق یا طلاق کو کسی چیز پر معلق کیا تھا۔ پھر تعلیق بھول گیا اور شرط کر بیٹھا مثلاً یہ کہا۔ اگر میں فلاں کام کروں تو میری بیوی پر طلاق یا میرا فلاں غلام آزاد اور یاد نہ رہا وہ کام کر بیٹھا۔

امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ خطا اور نسیان کی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی اور نہ غلام آزاد ہوگا۔ کیونکہ مدار کار نیت پر ہے۔ اور خاطی، ناسی کی نیت اس کام کی نہیں ہوتی۔ ہمارے یہاں ناسی، خاطی، لاعب، ہازل، ان سب کا دیا ہوا طلاق واقع ہے۔ اور ان کا آزاد کیا ہوا غلام آزاد ہے۔ ہماری دلیل یہ حدیث ہے۔ کہ فرمایا۔

ثلث جدھن جد و ھزلھن جد۔ النکاح۔ والطلاق۔ والرجعۃ [1]

تین چیزیں ہیں کہ ان کی سنجیدہ بات بھی سنجیدہ ہے اور ہنسی مذاق بھی سنجیدہ ہے۔ نکاح، طلاق، اور رجعت

دوسری حدیث میں ہے۔

ثلث لیس فیھن لعب النکاح والطلاق والعتاق [2]

تین چیزوں میں کھیل نہیں۔ نکاح۔ اور طلاق اور عتاق

ظاہر ہے ہنسی مذاق میں نیت نہیں ہوتی۔ پھر بھی طلاق واقع ہے۔ مگر چونکہ اس نے ایقاع کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ اور ان احادیث سے ثابت ہوا کہ ان عقود میں اعتبار منہ سے نکلے ہوئے کلمات کا ہے۔ نیت کا نہیں۔ اسلئے جب کوئی طلاق عتاق کے کلمات مذاقاً ادا کرے یا بھول کر یا چوک کر تو طلاق واقع ہو جائے گی اور [illegible]اد ہو جائے گا۔ ہر شخص کو معلوم ہے کہ اگر کلام کے خلاف متکلم کے بیان پر مدار رکھا جائے۔ تو امان اٹھ جائے جس کا جی چاہے طلاق دے کر غلام آزاد کر کے کہدے کہ میری نیت نہیں تھی۔ کہ طلاق پڑ جائے اور غلام آزاد ہو جائے۔

**حدیث ۴۲۸**

عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک

[1] ابو داؤد طلاق۔ باب فی الطلاق علی الھزل ص۲۹۸ ترمذی طلاق باب فی الجد والھزل فی الطلاق ص۱۴۳ ابن ماجہ طلاق۔ باب من طلق او نکح او رجع لاعبا ص۱۴۸

[2] موطا امام مالک جامع النکاح ص۲۰۸

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَجَاوَزَ لِیْ عَنْ اُمَّتِیْ مَا وَسْوَسَتْ

میری وجہ سے اللہ نے میری امت کے سینوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں کو معاف فرما دیا ہے۔

بِہٖ صُدُوْرُھَا مَا لَمْ تَعْمَلْ اَوْ تَکَلَّمْ بِہٖ

جب تک ان پر عمل نہ کرے اور کلام نہ کرے۔

**تشریحات ۱۴۲۸**

اس حدیث سے امام بخاری کا مقصود کیسے ثابت ہوتا ہے وہ پردۂ خفا میں ہے ناسی، خاطی، ایقاع طلاق اور اعتاق کے صیغے زبان سے ادا کرتے ہیں۔ یہ وسوسہ نہیں قول ہے۔

اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ اگر کسی کے دل میں طلاق دینے، غلام آزاد کرنے کی نیت ہے۔ تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ غلام آزاد نہ ہوگا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ گناہ کرنے کے خیال پر مواخذہ نہیں۔ جب تک کہ گناہ کر نہ لے۔ یا زبان سے کلمہ معصیت ادا نہ کرے۔ البتہ گناہ کے عزم بالجزم اور ایسے ارادے پر کہ ضرور کروں گا اور اس کے نہ کرنے کا دل میں شائبہ بھی نہ ہو، مواخذہ ہے۔ جیسے کوئی شرابی شراب پینے کے ارادے سے گھر سے چلا۔ مگر کسی وجہ سے نہ پی سکا۔ گناہ پر ایسا پختہ ارادہ بھی گناہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حسد بغض گناہ ہے۔ فرمایا گیا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔ نور

جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلے ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

پسند کرنا فعل قلب ہے۔ اور چونکہ یہ ان کی آرزو عزم بالجزم کی حد تک تھی۔ اس لئے گناہ ہوا اور موجب عذاب نار۔

اس حدیث اور اس قسم کی اور احادیث کا مطلب یہ ہے کہ وسوسہ عزم بالجزم کی حد تک نہ پہنچا ہو۔

## بَابٌ اِذَا قَالَ لِعَبْدِہٖ ھُوَ لِلّٰہِ وَنَوَی الْعِتْقَ وَالْاِشْھَادُ فِی الْعِتْقِ ۔ ص۳۴۳

جب اپنے غلام سے کہے۔ وہ اللہ کے لئے ہے اور آزاد کرنے کی نیت کرے اور آزاد کرنے پر گواہ بنانا۔

**حدیث ۱۴۲۹**

عَنْ قَیْسٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ لَمَّا اَقْبَلَ یُرِیْدُ الْاِسْلَامَ

قیس سے مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اسلام قبول کرنے کے ارادے

وَمَعَہٗ غُلَامُہٗ ضَلَّ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِنْ صَاحِبِہٖ فَاَقْبَلَ بَعْدَ ذٰلِکَ وَاَبُوْ ھُرَیْرَۃَ

سے آرہے تھے تو ان کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا۔ راستے میں ان دونوں کا ساتھ چھوٹ گیا۔ اس کے بعد

---

مہ ثانی الطلاق باب الطلاق فی الاغلاق والکرہ ص۷۹۳ الایمان والنذور باب اذا حنث ناسیا فی الایمان ص۹۸۶ مسلم الایمان۔ ابوداؤد نسائی ابن ماجہ۔ الطلاق۔

جَالِسٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

غلام آگیا، ابو ہریرہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ غلام کو دیکھ کر نبی صلی اللہ

يَا اَبَا هُرَيْرَةَ هٰذَا غُلَامُكَ قَدْ اَتَاكَ فَقَالَ اَمَا اِنِّيْ اُشْهِدُكَ اَنَّهٗ حُرٌّ قَالَ فَهُوَ حِيْنَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابو ہریرہ یہ تیرا غلام آگیا۔ اس پر ابو ہریرہ نے کہا۔ میں آپ کو گواہ بناتا

يَقُوْلُ۔

ہوں کہ وہ آزاد ہے۔ وہ کہتے تھے۔

يَا لَيْلَةً مِّنْ طُوْلِهَا وَعَنَائِهَا　　عَلٰى اَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ

ہائے وہ رات کتنی لمبی اور اذیت ناک تھی۔ مگر اس نے دار الکفر سے نجات دی ہے۔

**تشریحات ۱۴۲۹**

باب میں۔ والاشہاد فی العتق۔ میں والاشہاد، پر ضمہ متعین۔ اور یہ باب پر معطوف ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ بَابُ الاشہاد فی العتق۔ اگر کسی نے اپنے غلام کے بارے میں یہ کہا۔ ھو للہ۔ اور اس کی نیت آزاد کرنے کی ہو تو وہ آزاد ہو جائے گا اس حدیث کو امام بخاری نے تین طریقے سے روایت کیا ہے۔ تیسرے طریقے میں ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ اے ابو ہریرہ یہ تیرا غلام ہے۔ تو انھوں نے کہا اشہدك انه لله۔

**حين يقول**

اس سے مراد یہ ہے کہ مدینہ طیبہ پہونچ کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ بعد والی روایت میں جو یہ ہے قلت فی الطریق اس سے مراد یہ ہے کہ مدینہ طیبہ کے حدود میں داخلے کے بعد بارگاہ قدس تک جو راستہ تھا۔ اس میں یہ پڑھتے تھے۔ اس پر قرینہ اس کے پہلے کا جملہ ہے۔ کہ فرمایا جب میں مدینہ پہنچ گیا۔ تو راستے میں یہ کہتا تھا۔

**تشریحات ۱۴۳۰**

ولاء۔ وہ رشتہ ہے جو آزاد کردہ غلام اور اس کے آزاد کرنے والے آقا کے درمیان عتق سے پیدا ہو جاتا ہے۔ حتی کہ ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے ہیں۔ اگر ان کے ذوی الفروض اور عصبات نہ ہوں۔ بلکہ ایک حدیث[1] میں فرمایا۔

الولاء لحمة كلحمة النسب۔　　ولاء نسب کے خونی رشتہ کی طرح ایک رشتہ ہے۔

اس کا بیچنا اور خریدنا اس لئے جائز نہیں۔ کہ اس میں تبدیل مولی ہے۔ اور یہ سخت ممنوع۔ کیونکہ جب یہ نسب کے مثل ہے تو اس کی تبدیل نسب کی تبدیل کے مثل ہوئی۔ علاوہ ازیں یہ صرف ایک حق ہے۔ کوئی مال نہیں۔ اور حقوق مجردہ

---

[1] عمدۃ القاری ثالث عشر ص ۹۵

## بَابُ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَهِبَتِهٖ ص۳۴۴ ولا کی بیع اور ہبہ

**حدیث ۱۴۳۰**

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهٖ[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ولاء کی بیع اور اس کے ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

## بَابُ اِذَا اَسَرَ اَخُو الرَّجُلِ اَوْ عَمُّهٗ هَلْ يُفَادٰى اِذَا كَانَ مُشْرِكًا ص۳۴۴

جب کسی کا مشرک بھائی یا چچا گرفتار ہو جائے تو کیا اس کا فدیہ دیا جا سکتا ہے۔

کی بیع باطل۔

**توضیح باب** یفادی کا مادہ فِدَاءٌ ہے۔ قیدی کو مال کے عوض یا قیدی کو قیدی کے عوض چھڑانا۔ باب کا حاصل یہ ہے۔ اگر کوئی اپنے بھائی یا چچا کو گرفتار کرے تو وہ اس پر آزاد ہو گا یا نہیں۔ اگر آزاد ہو جائے گا تو فدیہ دینا نہیں۔ اور اگر آزاد نہ ہو گا تو فدیہ دینا ہو گا۔ باب میں فدیہ دینا آزاد نہ ہونے سے کنایہ ہے۔ امام بخاری نے اپنا کوئی فیصلہ نہیں بیان فرمایا سوال کر کے چھوڑ دیا۔ نیز صرف بھائی اور چچا کو ذکر فرمایا اسلئے کہ اس مسئلہ کی تفصیل میں اختلاف ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ رشتہ داروں کی تین قسمیں ہیں۔ ذو رحم محرم۔ اور غیر ذی رحم محرم۔ یا ذو رحم غیر محرم۔

**ذو رحم محرم** ان دو رشتہ داروں کو ذو رحم محرم کہتے ہیں کہ ان میں سے جس کسی کو مرد اور دوسرے کو عورت فرض کیا جائے تو ان میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نکاح حرام ہو جیسے دو بھائی۔ چچا بھتیجے۔ ماموں بھانجے۔

غیر ذو رحم محرم۔ جن میں کوئی رشتہ ہی نہ ہو اور محرم ہوں۔ جیسے صہریت کی بنا پر جو حرام ہوں جیسے موطوءہ کے اصول و فروع والی پر۔ ذو رحم غیر محرم۔ جن میں رشتہ ہو مگر موجب حرمت نہ ہو۔ جیسے چچا ماموں پھوپی خالہ کے لڑکے۔

پھر ان کی تین قسمیں ہیں۔ اصحاب فرائض اور عصبات اور ذوالارحام۔ اصحاب فرائض وہ ہیں۔ جن کی میراث کا حصہ قرآن مجید میں معین ہے۔ جیسے ماں باپ بیوی شوہر وغیرہ۔ عصبات وہ ہیں کہ ذوالفرائض سے جو بچے وہ سب کے حقدار ہیں۔ اور اصحاب فرائض کے نہ ہونے کی صورت میں پوری میراث کے۔ ذوی الارحام وہ رشتہ دار ہیں جن کا لگاؤ کسی سے کسی عورت ہی کی بدولت ہو۔ جیسے نواسے بھانجے وغیرہ ——— حضرت امام مالک فرماتے ہیں۔ اگر کوئی اصحاب فرائض کا مالک ہو گا تو وہ اس پر آزاد ہو جائے گا۔ اس خصوص میں بیٹے اصحاب فرائض میں ہیں۔ اور یہی حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی مذہب ہے۔ اس لئے کہ جنگ بدر میں حضرت عقیل گرفتار ہوئے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے۔ اور وہ آزاد نہ ہوئے ان سے فدیہ لیا گیا۔ حالانکہ بھائی عصبہ ہے۔

---

[1] ابوداؤد۔ ثانی۔ الفرائض۔ باب اثم من تبرء من مواليه ص۱۱۰۔ مسلم۔ العتق۔

ت ۴۷۴ قَالَ اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَادَیْتُ نَفْسِیْ وَفَادَیْتُ عَقِیْلًا

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ عباس نے عرض کیا میں نے اپنا فدیہ دیا ہے اور عقیل کا فدیہ دیا ہے۔

وَکَانَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ لَہٗ نَصِیْبٌ فِیْ تِلْکَ الْغَنِیْمَۃِ الَّتِیْ اَصَابَ مِنْ اَخِیْہِ

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی اس مال غنیمت میں حصہ تھا جو ان کے بھائی عقیل اور انکے

عَقِیْلٍ وَعَمِّہٖ عَبَّاسٍ۔

چچا عباس سے ملی تھی۔

حدیث ۱۴۳۱ عَنِ ابْنِ شِہَابٍ ثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رِجَالًا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی۔ کہ انصار کے کچھ حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ

مِّنَ الْاَنْصَارِ اِسْتَاذَنُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا ائْذَنْ

تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اور عرض کیا۔ اجازت دیں کہ ہم اپنے بھانجے عباس کا فدیہ چھوڑ دیں۔ تو

فَلْنَتْرُکْ لِابْنِ اُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَہٗ فَقَالَ لَا تَدَعُوْنَ مِنْہُ دِرْھَمًا ؎

فرمایا۔ ان سے ایک درہم بھی مت چھوڑنا۔

ہمارے یہاں اصحاب فرائض کی تخصیص نہیں بلکہ ذو رحم محرم کے ساتھ عام ہے۔ اسلئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من ملک ذا رحم منہ فھو حر ؎ جو اپنے ذو رحم محرم کا مالک ہوگا وہ آزاد ہے۔

اس حدیث پر علامہ ابن حجر نے جو کلام کئے ہیں ان سب کے اطمینان بخش جوابات علامہ عینی نے دیدیئے ہیں۔ اور ثابت فرمایا ہے کہ یہ حدیث حجت ہے۔

تشریحات ۴۷۴ یہ ایک لمبی حدیث کا جزء ہے جو کتاب الصلوٰۃ میں مذکور ہو چکی ہے جس میں یہ ہے کہ خدمت اقدس میں بحرین کا مال آیا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ مجھے عطا فرمائیے اس لئے کہ میں نے اپنا فدیہ دیا ہے اور عقیل کا دیا ہے۔ حضرت عباس نے اس موقعہ پر اپنا اور حضرت عقیل اور نوفل بن حارث بن عبد المطلب اور عتبہ بن عمرو کا فدیہ دیا تھا۔

یہاں اسے امام بخاری یہ ثابت کرنے کیلئے لائے ہیں۔ کہ بھائی اگر بھائی کا مالک ہو تو وہ اس پر آزاد نہیں ہوگا حضرت عقیل

---

؎ ابوداؤد۔ ثانی باب من ملک ذا رحم محرم ص۱۹۴۔ ترمذی۔ اول باب من ملک ذا محرم ص۱۶۳ ابن ماجہ۔ العتق باب من ملک ذا رحم محرم فھو حر ص۱۸۴

؎ الجھاد۔ باب فداء المشرکین ص۴۲۸۔ ثانی۔ المغازی۔ باب ص۵۷۲۔

## بَابُ مَنْ مَلَكَ مِنَ الْعَرَبِ رَقِيقًا فَوَهَبَ وَبَاعَ وَجَامَعَ وَفَدَىٰ وَسَبَى

جو شخص عرب کے کسی غلام کا مالک ہوا تو اسے ہبہ کیا اور بیچا اور اس سے ہمبستری کی اور فدیہ دیا اور عرب

## الذُّرِّيَّةَ - وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَىٰ ضَرَبَ اللهُ مَثَلًا عَبْدًا مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَمَنْ رَزَقْنَاهُ

کی ذریت کو قیدی بنایا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اللہ نے ایک مثل بیان فرمائی ایک بندہ ہے کسی کی ملک

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے۔ مگران کا بھی فدیہ لیا گیا۔ اگر وہ آزاد ہوجاتے تو فدیہ کیوں لیا جاتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس حکم سے بھائی خارج ہے حالانکہ وہ ذورحم محرم ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ حکم ہر ذورحم محرم کو عام نہیں بلکہ اصحاب فرائض کے ساتھ خاص ہے۔ وَكَانَ علی ابن ابی طالب

**توضیح** یہ امام بخاری کا استدلال ہے۔ وہ فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ اگر بھائی اور چچا جو ذورحم محرم ہیں کسی کے مملوک ہوجاتے تو بھائی کی قید میں آنے کے بعد ان سے فدیہ نہ لیا جاتا اور اس فدیے میں بھائی کا حق نہ ہوتا۔ جب کہ حضرت عباس اور حضرت عقیل کے فدیے میں سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی حصہ ملا۔

ہمارا جواب یہ ہے۔ کہ مال غنیمت مجاہدین کی ملک اس وقت تک نہیں جب تک کہ وہ تقسیم کرکے انھیں دے نہ دیا جائے تقسیم سے پہلے وہ حکومت کی ملک ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں کہ قید ہونے کے بعد حضرت عباس اور حضرت عقیل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملک ہوگئے۔ علاوہ ازیں حربی کافر قید ہونے کے بعد فوری مملوک نہیں ہوتا۔ بلکہ سلطان اسلام کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو اسے قتل کردے چاہے تو فدیہ لیکر چھوڑ دے چاہے تو غلام بنالے۔ ان لوگوں سے فدیہ لیا گیا۔ اسلئے مملوک ہوئے۔

**تشریحات** ۱۲۳۱ مطابقت۔ اس حدیث کے ذکر سے امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ عصبات کی طرح ذوی الارحام بھی کسی کے اگر مالک ہوں تو وہ ان پر آزاد نہ ہوگا۔ استدلال کی تقریر اور اس کا جواب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

**لابن اختنا** یہ اس بنا پر ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت عباس کے جد کریم حضرت ہاشم نے مدینہ طیبہ بنی نجار میں سلمیٰ نامی عورت سے نکاح کیا تھا۔ جن کے بطن سے عبدالمطلب پیدا ہوئے۔

یہ انصار کرام کا حسن ادب ہے کہ یہ عرض کیا۔ اجازت دیں ہم اپنے بھانجے کا فدیہ چھوڑ دیں۔ یہ نہیں عرض کیا کہ حضور کے چچا کا فدیہ چھوڑ دیں۔ عرض مذکور میں احسان مندی انصار پر سوئی اور عرض ثانی سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔ انھوں نے یہ پسند نہیں فرمایا کہ ایسی بات کہیں جس سے حضور پر احسان کرنا مترشح ہو۔

انصاف کا اوج کمال یہ ہے کہ حضرت عباس چچا تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جی جان سے حامی۔ اور مکہ معظمہ میں رہ کر وہاں کمزور مسلمانوں کے سہارا تھے۔ مکہ کی اہم خبریں پہنچاتے رہتے۔ جنگ بدر میں باجبر لائے گئے تھے۔ مگران کے ساتھ ادنی سی رعایت نہیں پسند فرمائی۔ اور ارشاد فرمادیا۔ ان سے ایک درہم بھی نہ چھوڑنا۔

**تنبیہ** ہندوستانی مطبوع بخاری میں۔ لا یستوون دو داؤ کے ساتھ ہے۔ اس لئے ہم نے بھی اسے دو داؤ سے لکھا۔ مصحف شریف کا رسم: بختہ ایک داؤ کے ساتھ ہے۔ لا یستوٗن۔

مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا هَلْ يَسْتَوُوْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ

او آپ کچھ مقدور نہیں رکھتا اور ایک وہ ہے جسے ہم نے اپنی بارگاہ سے اچھی روزی دی۔ جسے وہ علانیہ اور خفیہ خرچ کرتا ہے

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ نحل آیت ۷۵

کیا یہ دونوں برابر ہو جائیں گے؟ سب حمد اللہ کیلئے ہے۔ بلکہ ان کے اکثر بے علم ہیں۔

**حدیث ۱۴۳۲**

اَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ كَتَبْتُ اِلٰى نَافِعٍ فَكَتَبَ اِلَيَّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

ابن عون نے کہا میں نے نافع کو لکھا۔ انھوں نے جواب میں تحریر کیا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

**توضیح باب**

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اہل عرب کو غلام بنانا جائز ہے یا نہیں۔ ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جائز ہے۔ اور اسی طرف امام بخاری کا بھی رجحان ہے۔ حضرت سعید بن جبیر امام ثوری امام اوزاعی امام ابو ثور کا مذہب ہے کہ جائز نہیں۔ اگر بالفرض کوئی عربی باندی کسی کے قبضے میں آجائے۔ تو اس سے ہمبستری جائز نہیں بلکہ بازار بھاؤ سے اس کی قیمت لگا کر اسکے باپ سے وصول کر کے آزاد کر دی جائے گی۔ ان کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت ابن عباس سے یہ ارشاد ہے۔ کہ فرمایا۔ باندی کا بچہ جو کسی عرب سے ہو غلام نہیں بنایا جائے گا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو مروی ہے کہ بعض عربی قیدیوں سے فدیہ لیا ہے۔ یہ مشرکین جاہلیت میں سے تھے۔

ہماری دلیل اس باب میں مذکور احادیث ہیں۔ اس باب میں پانچ احادیث مذکور ہیں۔ ایک حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہوازن کے قیدیوں والی حدیث۔ جس سے ہبہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔ دوسری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث جو ابھی گزری حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فدیہ والی جس سے فدیہ لینا ثابت ہے۔ تیسری حضرت ابن عمر کی حدیث جس سے قیدی بنانا ثابت ہے۔ چوتھے غزوہ بنی المصطلق والی حضرت ابو سعید کی حدیث جس سے ہمبستری ثابت ہے۔ پانچویں حضرت ابو ہریرہ کی جس سے بیع ثابت ہوتی ہے۔

**عبدا مملوکا**

اس آیت کے صرف اتنے حصے کو باب سے مطابقت ہے۔ وہ اس طرح کہ۔ عبدًا مطلق ہے جو عربی اور عجمی سب کو شامل ہے۔

**تشریحات ۱۴۳۲**

کتبت الی نافع۔ مسلم میں ہے۔ کہ ابن عون نے نافع کو یہ لکھا تھا۔ کہ لڑائی سے پہلے کفار کو اسلام کی دعوت دینے کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ تو انھوں نے وہ لکھا۔ جواب کا حاصل یہ نکلا کہ اگر پہلے سے انھیں دعوت پہونچ چکی ہے۔ تو لڑائی شروع کرنے سے پہلے دعوت دینی ضروری نہیں۔ جیسا کہ بنی مصطلق کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا تھا۔

بنی مصطلق۔ بنی خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔ مُصْطَلِق کا مادہ صلق ہے۔ جس کے معنی بلند تیز آواز کے ہیں۔ نیز اس کے معنی کسی قوم کے گھڑ افراد گوتل کرتا ہے۔ مصطلق لقب ہے۔ اس کا نام عزیہ تھا۔ یہ غزوہ ۶ھ یا ۵ھ میں ہوا ہے۔ ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اس قبیلے کے سردار حارث بن ضرار کی صاحبزادی تھیں۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَغَارَ عَلٰی بَنِی الْمُصْطَلِقِ وَھُمْ غَارُّوْنَ وَاَنْعَامُھُمْ تُسْقٰی عَلَی

نے بنی مطلق پر حملہ فرمایا۔ اور وہ غافل تھے۔ ان کے چوپاؤں کو پانی پلایا جارہا تھا۔ ان میں سے لڑنیوالوں

الْمَاءِ فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَھُمْ وَسَبٰی ذَرَارِیَّھُمْ وَاَصَابَ یَوْمَئِذٍ جُوَیْرِیَۃَ ثُمَّ بِہٖ عَبْدُاللّٰہِ

کو قتل کیا اور ان کی ذریت کو قید کیا۔ اور ام المومنین جویریہ کو حاصل کیا اسے عبداللہ بن عمر رضی اللہ

بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا وَکَانَ فِیْ ذٰلِکَ الْجَیْشِ ؎

تعالیٰ عنہما نے مجھ سے بیان فرمایا۔ اور وہ اس لشکر میں تھے۔

**حدیث ۱۴۳۳**

عَنْ عُمَارَۃَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِیْ زُرْعَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں ہمیشہ بنی تمیم سے محبت کرتا رہا تین وجہ سے۔

مَا زِلْتُ اُحِبُّ بَنِیْ تَمِیْمٍ مُنْذُ ثَلٰثٍ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں سنا ہے فرماتے تھے۔ یہ لوگ دجال پر میری امت سے

بنی مصطلق مدینہ طیبہ پر حملے کی تیاری کررہے تھے۔ جب اس کی اطلاع بارگاہ نبوت میں پہونچی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود پیش قدمی کرکے اچانک ان کے سر پر پہونچ گئے۔ نتیجے میں ان کے دس آدمی مارے گئے اور پورا قبیلہ قید ہوا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے حرم میں داخل فرمالیا۔ تو مجاہدین نے یہ کہکر کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہوگئے ہیں۔ سب کو آزاد کردیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جویریہ سے زائد اپنی قوم کے لئے بابرکت کوئی خاتون نہیں ہوئی ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اہل عرب کو غلام بنانا درست ہے۔

**تشریحات ۱۴۳۳**

اس حدیث کو باب کے دو جز سے مناسبت ہے۔ ایک بیع سے اس لئے کہ حضرت ام المومنین نے اس کو خریدا تھا جیسا کہ اس کے ان بعض طرق میں ہے جنھیں اسماعیلی نے روایت کیا ہے۔ اور صحیح ابوعوانہ میں بھی ہے۔ کہ ام المومنین حضرت عائشہ پر اولاد اسماعیل سے ایک قیدی آزاد کرنا واجب تھا۔ بنی خولان کے کچھ قیدی آئے تو انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ انھیں خریدلوں فرمایا نہیں۔ جب بنی العنبر کے قیدی آئے تو فرمایا خریدلے یہ اولاد اسماعیل سے ہیں۔ بنی العنبر بنی تمیم کی ایک شاخ ہے۔ بنی تمیم کا نسب بواسطہ ربیعہ عدنان تک پہونچتا ہے۔ دوسرے ان کی اولاد کو قیدی بنانے سے

بنی تمیم کی جہاں یہ فضیلت مذکور ہے وہیں ان کی سنگدلی اور گنوار پن حرص اور بدزبانی کی روایات بھی کثیر ہیں۔ بخاری مغازی

---

؎ مسلم۔ الجہاد۔ ابوداؤد۔ الجہاد۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص۲۱۔ نسائی۔ السیر۔

يَقُوْلُ فِيْهِمْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ هُمْ اَشَدُّ اُمَّتِيْ عَلَى الدَّجَّالِ قَالَ وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ

سب سے سخت ہیں۔ بنی تمیم کے صدقات خدمت اقدس میں آئے تو فرمایا۔ یہ ہماری قوم کے صدقات

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهٖ صَدَقَاتُ قَوْمِنَا وَكَانَتْ

ہیں۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ان میں کی ایک قیدی عورت تھی تو

سَبِيَّةٌ مِنْهُمْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ اَعْتِقِيْهَا فَاِنَّهَا مِنْ وَلَدِ اِسْمٰعِيْلَ ؑ

فرمایا اسے آزاد کردے اس لیے کہ یہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے ہے۔

## بَابُ الْعَبْدِ اِذَا اَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ وَنَصَحَ سَيِّدَهٗ ص ۳۴۶

غلام جب اپنے پروردگار کی اچھی طرح عبادت اور اپنے آقا کی خیر خواہی کرے۔

**حدیث ۱۴۳۴**

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

میں ہے کہ بنی تمیم کا وفد آیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بنی تمیم! بشارت قبول کرو تو انھوں نے کہا بشارت بہت دے چکے کچھ مال دیجئے۔ یہ جب حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کاشانہ اقدس کے اندر آرام فرما رہے تھے انھوں نے باہر ہی سے چلانا شروع کردیا۔ وہ بھی نام لیکر۔ اے محمد! اے محمد! باہر نکلو ہماری مدح زینت اور ہماری، مجو عیب۔ اسی پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔ جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔

اسی قبیلے کا بدنام زمانہ گستاخ ذوالخویصرہ تھا۔ جس نے جعرانہ میں مال غنیمت تقسیم کرتے وقت یہ گستاخانہ جملہ کہا۔ اے محمد! انصاف کر۔

اس دور میں ملت اسلامیہ کو پارہ پارہ کرنے والا ابن عبدالوہاب نجدی بھی اسی قبیلے کا ہے۔ جس کے مذہب کے پابند انگریزوں کے زائیدہ سعودی حکمراں ہیں۔

**تشریحات ۱۴۳۴ تا ۱۴۳۶**

اجرہ مرتین۔ اس سے متبادر ہوتا ہے کہ ایسے صالح غلام ابن آزاد افراد سے۔ جو دیندار متقی فرائض و واجبات کے پابند ہوں زیادہ اجر کے مستحق ہیں۔ اس میں شرعاً اور عقلاً کوئی استبعاد نہیں۔

---

ؑ ثانی۔ المغازی۔ باب وفد بنی تمیم ص ۶۲۶۔ مسلم۔ الفضائل۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْعَبْدُ اِذَا نَصَحَ سَيِّدَهٗ وَاَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهٖ

نے فرمایا۔ غلام جب اپنے آقا کا خیر خواہ رہے اور اپنے رب عزوجل کی اچھی طرح عبادت

عَزَّ وَجَلَّ كَانَ لَهٗ اَجْرُهٗ مَرَّتَيْنِ [1]

کرے تو اسے دونا ثواب ہے۔

حدیث ۱۴۳۵ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوْكِ الصَّالِحِ

نے فرمایا۔ نیک غلام کے لئے دو اجر ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر راہِ

اَجْرَانِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْحَجُّ وَبِرُّ اُمِّيْ لَاَحْبَبْتُ

خدا میں جہاد اور حج اور اپنی والدہ کی خدمت نہ ہوتی تو میں پسند کرتا کہ میں اسی حال

اَنْ اَمُوْتَ وَاَنَا مَمْلُوْكٌ۔

میں دنیا سے جاؤں کہ مملوک رہوں۔

جب کہ غلام اور آزاد افراد طاعات کی ادائیگی میں مساوی درجے ہوں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ ثواب کی زیادتی بہ نسبت ان غلاموں کے ہو جو ان میں کمی کرتے ہوں۔

**المملوك الصالح**:۔ صالح غلام وہی ہے۔ جو حقوق اللہ کے ساتھ اپنے آقا کے حقوق بھی پورا پورا ادا کرتا ہو۔ اور جو ان میں کمی کرے وہ صالح نہیں۔

**والذی نفسی بیدہ**:۔ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ اس کی دلیل برّ اُمّی ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا وصال عہد طفولیت ہی میں ہو چکا تھا۔

اسماعیلی نے ایک دوسرے طریقے سے حضرت ابن مبارک سے اور حسن مروزی نے کتاب البر والصلہ میں ابن مبارک ہی سے جو تخریج کی ہے۔ اس میں یہ ہے۔ والذی نفس ابی ھریرۃ بیدہ۔ اسے امام مسلم نے بطریق عبداللہ بن وہب اور ابوصفوان اموی اور خود امام بخاری نے الادب المفرد میں بطریق سلیمان بن بلال۔ اور اسماعیلی نے بطریق سعید بن یحیی اموی اور ابوعوانہ نے بطریق عثمان بن عمر وان سب نے یونس سے روایت کیا۔

---

[1] باب کراھیۃ التطاول علی الرقیق ص۳۴۶۔

حدیث ۱۴۳۶ | ثنا ابو صالح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان (غلاموں) کے

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعما لاحدھم یحسن عبادۃ ربہ وینصح لسیدہ۔

لئے کتنی اچھی بات ہے کہ اپنے پروردگار کی اچھی طرح عبادت کریں اور اپنے آقا کی خیر خواہی کریں۔

## باب کراھیۃ التطاول فی الرقیق وقولہ عبدی وامتی ص ۳۴۶

غلام کے بارے میں ترفع اور یہ کہنا میرا غلام میری لونڈی مکروہ ہے۔

وقول اللہ والصالحین من عبادکم وامائکم وقال عبدا مملوکا

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ اور اپنے لائق غلاموں اور لونڈیوں کا نکاح کرو۔ اور فرمایا

مسلم میں بطریق عبداللہ بن وہب ہے کہ امام زہری نے فرمایا۔ ہمیں یہ خبر پہونچی ہے کہ جب تک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ فوت نہیں ہوگئیں انھوں نے حج نہیں کیا۔ ابو عوانہ اور امام احمد کی روایت بطریق سعید یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ یہ کہا کرتے تھے۔ اگر دو باتیں نہ ہوتیں تو میں غلام ہونا پسند کرتا۔

مگر علامہ خطابی کی رائے یہ ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ علامہ کرمانی نے اس کی یہ توجیہ کی کہ یہ ارشاد امت کی تعلیم کے لئے ہے (کہ وہ غلاموں کو حقیر نہ جانیں) یا بر سبیل فرض ہے۔ یا اس سے مراد رضاعی ماں حضرت حلیمہ ہیں۔

اقول وھو المستعان۔ حضرت حلیمہ کا مراد ہونا اسلئے مستبعد ہے۔ کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس نہیں رہتی تھیں بلکہ اسی میں کلام ہے کہ وہ ایام نبوت میں زیارت سے مشرف بھی ہوئیں یا نہیں۔ اور علی سبیل فرض کا قول اس جملے کو مہمل بناتا ہے۔ ہاں تعلیم امت کی توجیہ چل سکتی ہے۔ مگر جب دوسری صحیح روایات اس کے مدرج ہونے پر ناطق ہیں۔ تو اسکی کوئی حاجت نہیں کہ اسے ارشاد رسول مان کر ایک نئی بحث کا دروازہ کھولا جائے۔ کہ نبی غلام ہو سکتا ہے یا نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تین چیزوں کا استثناء اسلئے کیا کہ آقا کی اجازت کے بغیر غلام کو حج اور جہاد کی اجازت نہیں اور ظاہر ہے کہ جب وہ اپنے آقا کا مملوک ہے تو اس کی خدمت میں رہے گا ماں کی خبر گیری کرنے کیلئے اسے آقا کی اجازت درکار ہوگی۔ بقیہ فرائض و واجبات کی ادائیگی کے لئے مالک کے اجازت کی حاجت نہیں۔ چونکہ اس وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زکوٰۃ فرض نہ ہوئی تھی اسلئے اسے ذکر نہیں فرمایا۔

**نعما** اس میں چار لغات ہیں۔ نَعِمَّا۔ نِعِمَّا۔ نَعْمَ ما۔ نِعْمَ ما۔ اور۔ ما۔ شئ کے معنی میں ہے یعنی یہ اچھی بات ہے۔

**توضیح باب** ابھی حدیث آرہی ہے کہ عبدی امتی مت کہو۔ حالانکہ متعدد آیات اور احادیث میں آقا اور قبیلے کے معزز کو سید کہا گیا ہے اور تمہارے غلام تمہاری لونڈی فرمایا گیا ہے۔ امام بخاری تطبیق میں فرماتے ہیں۔ اپنی بڑائی ظاہر کرنے اور ترفع کے طور پر ممنوع ہے۔ اور وہ بھی کراہت کی حد تک علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ کراہت

وَاَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَی الْبَابِ ۔ وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ فَتَیَاتِکُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ۔ وَقَالَ

عبد مملوک ۔ یوسف اور زلیخا نے زلیخا کے آقا کو دروازہ پر پایا ۔ اور فرمایا اپنی مومن لونڈیوں کو ۔

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ ۔ وَاذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کھڑے ہو کر اپنے سردار کی طرف بڑھو ۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام

یَعْنِیْ عِنْدَ سَیِّدِکَ

نے فرمایا تھا ۔ اپنے رب یعنی آقا کے یہاں میرا تذکرہ کرنا ۔

تنزیہی ہے ۔ یعنی خلاف اولیٰ ۔ اور اگر ترفع کے لئے نہ ہو اظہار واقعہ کے طور پر ہو تو کراہت تنزیہہ بھی نہیں ۔

پہلی آیت سورہ نور ہی کی ہے ۔

وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَائِکُمْ آیت (۳۲) اور اپنی غیر شادی شدہ عورتوں ۔ اور نیک غلاموں اور لونڈیوں کا نکاح کردو ۔

اس آیت میں ہمارے غلاموں اور لونڈیوں کو تمہارے غلام تمہاری لونڈیاں فرمایا گیا ۔ اس سے معلوم ہوا کہ غلاموں کو میرے غلام اور لونڈیوں کو میری لونڈیاں کہنا جائز ہے ۔

دوسری آیت سورہ نحل کی ہے ۔ کہ

ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْکًا ۔ آیت ۷۵ اللہ نے عبد مملوک کی مثال بیان فرمائی

تیسری آیت سورہ یوسف کی ہے ۔ فرمایا ۔

وَاَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَی الْبَابِ ۔ آیت ۲۵ ان دونوں (یوسف و زلیخا) نے اس عورت کے شوہر کو دروازہ پر پایا ۔

اس آیت میں شوہر کو بیوی کا سید کہا گیا ۔

تیسری آیت سورہ نساء کی ہے ۔

فَمِنْ مَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ مِّنْ فَتَیَاتِکُمُ الْمُؤْمِنٰتِ آیت ۲۵ ۔ تو اپنی مملوکہ لونڈیوں سے نکاح کرو جو مومنہ ہوں ۔

یہ چوتھی آیت بھی سورہ یوسف کی ہے ۔ اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا ارشاد مذکور ہے جو انھوں نے اس قیدی سے فرمایا تھا جسے انھوں نے رہائی اور اپنے منصب پر بحال ہونے کی بشارت دی تھی ۔

وَاذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ ۔ آیت ۴۲ ۔ اپنے بادشاہ کے پاس میرا تذکرہ کرنا ۔

ان آیات کریمہ سے یہ معلوم ہوا کہ غلام اور لونڈی کا مالک اپنے غلام کو عبدی ۔ میرا غلام اور اپنی لونڈی کو امتی یعنی میری لونڈی کہہ سکتا ہے ۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ غلام اور لونڈی اپنے آقا کو سیدی کہہ سکتا ہے ۔ بلکہ ہر اس شخص کو کہا جا سکتا ہے ۔ جسے برتری حاصل ہو جیسے بیوی کیلئے شوہر ۔ رہ گیا رب کا اطلاق یہ اضافت کے ساتھ جائز ہے ۔ اور بلا اضافت ممنوع ۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

اسی سلسلے میں وہ حدیث[1] بھی ذکر فرمائی۔ کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت اقدس میں بنی قریظہ کے بارے میں فیصلہ کرنے حاضر ہو رہے تھے تو انھیں ملاحظہ فرما کر انصار کرام سے فرمایا۔

قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ کھڑے ہو کر اپنے سردار کی طرف بڑھو۔

اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انصار کا سید فرمایا۔

نسفی ابوذر اور ابوالوقت کے علاوہ بقیہ نسخوں میں وہ حدیث[2] زائد ہے۔ جو خود امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی سلمہ سے دریافت فرمایا۔ مَنْ سَیِّدُکُمْ۔ تمہارا سردار کون ہے۔ ان لوگوں نے عرض کیا جَدُّ بن قیس البتہ ہم ان میں بخل پاتے ہیں۔ فرمایا۔ بخل سے بڑھ کر کون بیماری ہے۔ بل سیدکم عمرو بن الجموح۔ وہ نہیں تمہارے سردار عمرو بن الجموح ہیں۔ حاکم نے اسی کے مثل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

ان آیات اور احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ جسے اپنے ماتحت پر ریاست حاصل ہو اور وہ اپنے سے چھوٹوں کے کام بناتا ہو لوگ اس کی بات تسلیم کرتے ہوں اس کی اطاعت کرتے ہوں۔ اسے سید کہہ سکتے ہیں۔ جیسے بیوی اپنے شوہر کو غلام اپنے آقا کو عام افراد قبیلے کے سربراہ کو، رعایا حاکم کو امتی اپنے نبی کو تلمیذ اپنے استاد کو مرید اپنے پیر کو۔ جیسے اللہ عزوجل نے زلیخا کے شوہر کو ان کا سید۔ کہا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰی مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا ۔ (اٰل عمران آیت ۳۹) بیشک اللہ آپ کو یحییٰ کی بشارت دیتا ہے۔ جو اللہ کے ایک کلمہ کی تصدیق کریگا۔ اور سردار ہوگا اور عورتوں سے ہمیشہ بچنے والا ہوگا۔

اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن مجتبیٰ کے بارے میں فرمایا۔

ابنی ھذا سَیِّدٌ میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے

اور حضرت سعد بن معاذ کو انصار کرام کا اور حضرت عمرو بن الجموح کو اپنے قبیلے کا سید فرمایا۔ دنیوی سیادت اور برتری کی بنا پر کسی پر سید کا اطلاق زمانہ جاہلیت سے عہد رسالت تک بلکہ بعد تک شائع اور ذائع ہے۔ حدیث گذر چکی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے۔ ابن دغنہ۔ کو سید بنی القارہ کہا۔ اور عہد جاہلیت کے اشعار میں بھی ملتا ہے۔

اِذَا مَاتَ مِنَّا سَیِّدٌ قَامَ سَیِّدٌ ہم سے جب کوئی سردار مرجاتا ہے تو اسکی جگہ دوسرا کھڑا ہو جاتا ہے

قَوَّلٌ لِّمَا قَالَ الْکِرَامُ فَعُوْلٌ بہت بولنے والا۔ اور شریفوں کے کہنے پر عمل کرنے والا۔

مگر نجدی اپنی جہالت اور عداوت رسول میں یہ کہتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سید کہنا شرک ہے۔ اور دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ کہ حضرت مُطرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں بنی عامر کے وفد کے ساتھ خدمت اقدس میں

---

[1] بخاری ثانی۔ المغازی۔ باب مرجع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الاحزاب ص۵۹۱ [2] عمدۃ القاری ثالث عشر ص۱۱۱

[3] ابوداؤد۔ ثانی۔ الادب۔ باب کراھیۃ التمادح ص۳۰۶

حاضر ہوا۔ اور ہم نے یہ عرض کیا۔ انت سیدنا فقال السید اللہ۔

163 مسند امام احمد کی روایت میں ہے کہ ایک صاحب آئے اور عرض کیا۔ انت سید قریش فقال السید اللہ۔ آپ قریش کے سردار ہیں تو فرمایا۔ سید اللہ ہے۔

ان نجدیوں۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔ بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض سے کفر کرتے ہو۔ پر عمل کرنے والوں کو یہ حدیث نظر آئی مگر مذکورہ بالا احادیث نظر نہ آئیں نیز وہ کثیر در کثیر احادیث جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سید المرسلین۔ سید ولد آدم۔ سید الناس۔ سیدنا فرمایا گیا ہے نظر نہ آئیں۔ ایمان والے سنیں اور ایمان تازہ کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انا سید ولد آدم ولا فخر۔ [1] میں اولاد آدم کا سید (سردار) ہوں اور فخر یہ نہیں فرماتا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حدیث شفاعت مروی ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اہل محشر سے فرمائیں گے۔

لکن اذھبوا الی سید ولد آدم [2] ہاں اولاد آدم کے سردار کے پاس جاؤ

خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

انا سید الناس یوم القیٰمۃ۔ [3] میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں۔

مسند امام احمد میں [4] ہے کہ عبداللہ بن اعور اعشی کی زوجہ معاذہ جب بھاگ کر مطرف بن بھصل کے پاس چلی گئیں اور مطرف نے دینے سے انکار کر دیا۔ تو اعشی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں منظوم استغاثہ پیش کیا۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

یا سید الناس و دیان العرب اے سب لوگوں کے سردار اور عرب کے حاکم

الیک اشکو ذربۃ من الذرب آپ کی بارگاہ میں ایک تیز زبان عورت کی شکایت لایا ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطرف کو لکھا۔ اور انھوں نے معاذہ کو اعشی کے پاس واپس بھیج دیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

ابوبکر سیدنا واعتق سیدنا یعنی بلال۔ ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کو آزاد کیا۔ یعنی بلال کو۔

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے خود فرمایا کہ میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں۔ میں تمام لوگوں کا سردار ہوں اور صحابہ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے سید الناس کہا تو اگر امتی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا سردار کہیں تو کیا حرج ہے۔ یہ کیسے شرک و کفر ہے۔ بلکہ بنظر انصاف دیکھا جائے تو ان احادیث کی روشنی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا سید اور سردار کہنا باعث اجر و ثواب ہوگا۔ کیونکہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم ہے۔ اور اسلاف کی سنت کی پیروی بھی۔

---

[1] ابوداؤد۔ ثانی۔ السنۃ۔ باب التخییر بین انبیاء علیہم السلام ص۲۸۶۔ ابن ماجہ۔ الخ ھد۔ باب الشفاعۃ ص۳۲۹ [2] مسند امام احمد اول ص۸۔ [3] بخاری اول الانبیاء ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ ص۴۷۰ ثانی تفسیر سورۂ بنی اسرائیل باب قولہ۔ وذریۃ من حملنا مع نوح ص۶۸۳۔ مسلم الایمان۔ ترمذی ثانی باب الشفاعۃ ص۵۶ مسند امام احمد ج ۲ ص ۴۳۵ [4] جلد ثانی ص۲۰۲

**حدیث ۱۴۳۷** عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہیں۔

بلکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے کہ انھوں نے حضرت صدیق اکبر اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنا سردار کہا۔ ثابت ہوتا ہے کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخصیص نہیں۔ ہر دینی مقتدا اور پیشوا بلکہ دینی معزز کو اپنا سید کہہ سکتے ہیں۔

ان نصوص کی روشنی میں سلف سے لیکر خلف تک پوری امت کا اس پر عمل ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین اور علماء ومشائخ کو سیدنا کہتے ہیں۔ مگر نجدیوں کا مذہب مسلمانوں سے الگ ہے۔ اور ان کے مذہب کی بنیاد ہی اس پر قائم ہے کہ تمام سلف اور خلف کافر مشرک ہیں اور بس یہ مٹھی بھر مسلمان ہیں [1]

علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ نماز میں درود ابراہیمی میں نام نامی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اسم گرامی کے ساتھ لفظ۔ سیدنا۔ کا اضافہ مستحب ہے۔ درمختار میں ہے۔

| | |
|---|---|
| وندب السيادة لان زيادة الاخبار بالواقع حين سلوك طريق الادب فهو افضل من تركه ذكره الرملي الشافعي وغيره۔ | اور سیدنا کا اضافہ مستحب ہے۔ اور واقعہ کے مطابق زیادتی بہ نیت ادب اس کے ترک سے افضل ہے۔ اسے علامہ رملی الشافعی وغیرہ نے ذکر کیا۔ |

اس کے تحت رد المحتار میں [2] ہے۔

| | |
|---|---|
| ذكره الرملي الشافعي اي في شرحه على منهاج النووي ونصه والافضل الاتيان بالسيادة كما قاله ابن ظهيرة وصرح به جمع وانه ياتي مع ابراهيم عليه السلام | علامہ خیر الدین رملی شافعی نے منہاج نووی کی شرح میں اسے ذکر فرمایا۔ ان کی عبارت یہ ہے۔ اور سیدنا کو بڑھانا افضل ہے جیسا کہ ابن ظہیرہ نے کہا اور ایک جماعت نے اسکی تصریح کی ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نام کیساتھ بھی آئے۔ |

**تشریحات ۱۴۳۷** اوپر سورۂ یوسف کی آیت گزر چکی کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قیدی سے فرمایا تھا۔ وَاذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ۔ اپنے رب یعنی بادشاہ کے یہاں میرا تذکرہ کرنا۔ اس سے ثابت ہوا کہ رب کا اضافت کے ساتھ غیر خدا پر اطلاق درست ہے۔ اسی طرح سورۂ نور کی آیت مذکورہ ہوئی۔ اللہ عزوجل نے ہمارے غلاموں اور لونڈیوں کو عبادکم اماءکم فرمایا ہے۔ اس سے عبدی اور امتی کہنے کا جواز ثابت۔ اس لئے اس حدیث میں ممانعت کراہت تنزیہیہ پر محمول ہے۔ وہ بھی اس وقت جب کہ تفاخر تعاظم اور اپنی بڑائی وبرتری ظاہر کرنے کے لئے ہو۔ اور اظہار واقعہ مقصود ہو تو مکروہ تنزیہی بھی نہیں۔ اس حدیث میں تواضع اور انکساری کی تعلیم مقصود ہے۔ البتہ رب کا اطلاق بلا اضافت کسی پر

---

[1] رد المحتار باب البغاۃ ج ۴ ص ۲۶۲ [2] اول صفۃ الصلوٰۃ مع رد المحتار ص ۵۱۳ [3] ایضا۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا يَقُلْ اَحَدُكُمْ اَطْعِمْ رَبَّكَ

کہ حضور نے فرمایا تم یہ نہ کہو۔ اپنے رب کو کھلاؤ اپنے رب کو وضو کراؤ

وَضِّئْ رَبَّكَ اِسْقِ رَبَّكَ وَلْيَقُلْ سَيِّدِيْ وَمَوْلَايَ وَلَا يَقُلْ اَحَدُكُمْ

اپنے رب کو پلاؤ اور سیدی اور مولای کہو۔ اور عبدی امتی

عَبْدِيْ اَمَتِيْ وَلْيَقُلْ فَتَايَ وَفَتَاتِيْ وَغُلَامِيْ۔

نہ کہو فتای فتاتی غلامی کہو۔

## بَابُ اِذَا اَتٰى خَادِمُهٗ بِطَعَامِهٖ ص ۳۴۷ جب کسی کا خادم اسکے پاس اسکا کھانا لائے۔

**حدیث ۱۴۳۸**

اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث

عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰى اَحَدَكُمْ خَادِمُهٗ بِطَعَامِهٖ

روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ جب تمہارا خادم تمہارے پاس کھانا لائے۔ تو اگر اسے

فَاِنْ لَمْ يُجْلِسْهُ مَعَهٗ فَلْيُنَاوِلْهُ لُقْمَةً اَوْ لُقْمَتَيْنِ اَوْ اُكْلَةً اَوْ اُكْلَتَيْنِ

اپنے ساتھ بٹھائے نہیں۔ تو اسے ایک دو لقمہ دیدے۔ کیونکہ اسی نے

فَاِنَّهٗ وَلِيَ عِلَاجَهٗ ؎

اسے تیار کیا ہے

کرنا جائز نہیں۔ فرق یہ ہے کہ اضافت سے تخصیص ہوجاتی ہے۔ اور بلا اضافت تعمیم متبادر ہوتی ہے۔ کیونکہ فعل یا شبہ فعل کا متعلق جب محذوف ہوتا ہے تو وہ عموم کا افادہ کرتا ہے۔ یہ عرب کا محاورہ تھا کہ رب کا اطلاق اضافت کے ساتھ غیر خدا پر کرتے تھے مگر ہمارے عرف میں اضافت کے ساتھ بھی رب کا اطلاق غیر خدا پر کرنے کی اجازت نہیں۔

هذا ما عندي والعلم بالحق عند ربي وعلمه جل مجده اتم واحكم وهو اعلم

**تشریحات ۱۴۳۸**

فان لم يجلسه۔ اس سے متبادر ہوتا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ اسے ساتھ بیٹھا کر کھلائے۔ اور اگر ایسا نہ کرسکے تو اس میں سے لقمہ دو لقمہ ہی سہی خادم کو بھی دیدے۔ کیونکہ اس نے اس کے پکانے کی مشقت برداشت کی ہے۔

؎ ثانی۔ الاطعمہ۔ باب الاکل مع الخادم ص۸۲۰۔ مسلم۔ ثانی۔ البر۔

## بَابٌ إِذَا ضَرَبَ الْعَبْدَ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ ص۳۴۳ جب غلام کو مارے تو چہرے سے بچے۔

**حدیث ۱۴۳۹**

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ جب تم لڑو تو چہرے سے بچو۔

اس کی خوشبو سونگھی۔ یقیناً اس کے جی میں اس کی خواہش ہوگی۔ یہ کچھ نہ دینا مروت کے خلاف ہے یہ مکارم اخلاق کی تعلیم ہے۔ وجوبی حکم نہیں۔

**تشریحات ۱۴۳۹**

باب سے مطابقت یوں ہے کہ لڑائی میں جہاں موقعہ ہوتا ہے وہاں مارنا ضروری ہوتا ہے۔ جب کافر کے چہرے پر مارنے سے بچنے کا حکم دیا گیا وہ بھی لڑائی کے موقع پر تو عام حالت میں۔ غلام کو جو مومن بھی ہوسکتا ہے۔ چہرے پر مارنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا۔ چہرے پر مارنے سے ممانعت کی وجہ اس حدیث[1] کے بعض طرق میں یہ مذکور ہے۔ فان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ اس لئے کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ اللہ عزوجل کی طرف صورت کی نسبت متشابہات میں سے ہے۔ مگر اتنا تو یقینی ہے کہ اس حدیث کی روشنی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان کا چہرہ خاص تجلی گاہ ہے۔

علامہ نووی نے اس کی علت یہ بیان کی کہ علماء نے فرمایا۔ کہ چہرہ محاسن کا مجموعہ ہے۔ چہرہ دیکھ کر انسان کی ذاتی صفات کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ مارنے سے چہرہ بگڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ اگر چہرہ بگڑ گیا تو انسان کا حسن ختم ہوجائے گا۔ اور اس کی سرشت کی دریافت کا ذریعہ ختم ہوجائے گا۔ ظاہر یہی ہے کہ یہ ممانعت تحریم کیلئے ہے۔ اسی لئے کہ مسلم[2] میں ہے سوید بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنے غلام کو تھپڑ مارا۔ تو فرمایا۔ کیا تو یہ نہیں جانتا کہ چہرے پر مارنا حرام ہے۔ ماں باپ اور خصوصیت سے معلمین کو اپنی اصلاح کرلینی چاہیے۔ اس حدیث[3] کے بعض طرق میں یہ مذکور ہے۔ فلا یلطم وجھہ اس کے چہرے پر تھپڑ ہرگز نہ مارے۔

---

[1] مسلم ثانی۔ البر۔ باب النھی عن ضرب الوجہ ص۳۲۷

[2] مسلم۔ ثانی۔ البر۔ باب النھی عن ضرب الوجہ ص۳۲۷

[3] عمدۃ القاری ثالث عشر ص۱۱۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

# کِتَابُ الْمُکَاتَبِ ص ۳۴۷

بَابُ الْمُکَاتَبِ وَنُجُوْمِہٖ فِیْ کُلِّ سَنَۃٍ نَجْمٌ ص ۳۴۷ مکاتب اور اسکی قسطوں کا بیان کہ سال میں ایک قسط ہے۔

ت ۴۷۵ وَقَالَ رَوْحٌ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ اَوَاجِبٌ عَلَیَّ اِذَا عَلِمْتُ لَہٗ مَالًا اَنْ اُکَاتِبَہٗ قَالَ مَا اُرَاہُ اِلَّا وَاجِبًا۔

ابن جریج نے کہا میں نے امام عطا سے پوچھا۔ جب مجھے معلوم ہو کہ غلام کے پاس مال ہے تو مجھ پر واجب ہے کہ اس سے مکاتبت کر لوں فرمایا۔ میری رائے یہی ہے کہ واجب ہی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت عالم تھے۔ اس سے دنیا کی سب سے زیادہ درماندہ قوم غلام اور لونڈی کو بھی حصہ وافر ملا۔ اس دور کے عالمی تمدن اور قانون کی مجبوری کی وجہ سے غلامی کا رواج بالکلیہ ختم نہیں فرما سکے۔ مگر غلاموں کے نجات کی بہت سی صورتیں نکال دیں۔ بالکلیہ ختم کرنے میں بہت بڑی دشواری یہ تھی۔ پوری دنیا میں یہ رواج تھا کہ فاتح مفتوح قوم کو غلام بنا لیتی۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کو اس کا پابند فرما دیتے کہ یہ کسی کو غلام نہ بنائیں۔ مسلمان تو اسکی پابندی کرتے اور وہ دوسری قوموں کو غلام نہ بناتے: مگر دوسری قومیں مسلمانوں پر اگر فتح پاتیں تو انھیں غلام بناتیں۔ اسمیں مسلمانوں کی یک طرفہ تذلیل تھی۔ اس لئے اس وقت غلامی پر مکمل پابندی کسی طرح مناسب نہ تھی۔ البتہ اس میں انسانی قدروں کا لحاظ کر کے کافی اصلاح فرمائی۔ ان کے ساتھ انسانی رویہ کی ترغیب دی۔ فرمایا جو کھاؤ انھیں بھی کھلاؤ۔ جو پہنو انھیں بھی پہناؤ۔ طاقت سے زیادہ کام نہ لو۔ مزید براں غلام آزاد کرنے پر عظیم ثواب ارشاد فرمائے۔ خاص خاص موقعوں پر آزاد کرنے کا خصوصیت سے حکم دیا۔ بہت سی خطاؤں پر غلام آزاد کرنے کو کفارہ رکھا۔ مزید براں آزاد ہونے کے لئے آسان اصول ارشاد فرمائے انھیں میں ایک۔ مکاتبت۔ ہے

جس کا مطلب یہ ہے کہ غلام اور آقا آپس میں طے کر لیں کہ غلام اتنا مال کما کر ادا کر دے تو وہ آزاد ہے۔ اس عقد کی رو سے غلام کو مکاتب اور آقا کو مکاتِب کہتے ہیں۔

اس کے پہلے بعض نسخوں میں یہ باب لکھا ہوا ہے۔ بَابُ اِثْمِ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْکَۃَ الْمُکَاتَبِ۔ مگر اس کے ضمن میں کوئی حدیث تحریر نہیں۔ بظاہر یہ کسی نساخ کی زیادتی ہے۔ اس کو ابواب مکاتبت سے کوئی خاص مناسبت بھی نہیں۔ کتاب المکاتب

ت ۴۷۶ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ تُأَثِّرُهُ عَنْ اَحَدٍ قَالَ لَا ثُمَّ اَخْبَرَنِيْ

اور عمرو بن دینار نے کہا میں نے امام عطاء سے پوچھا۔ مکاتبت کا وجوب آپ کسی سے روایت کرتے ہیں فرمایا

اَنَّ مُوْسَى بْنَ اَنَسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ سِيْرِيْنَ سَاَلَ اَنَسًا الْمُكَاتَبَةَ وَكَانَ كَثِيْرَ

نہیں۔ پھر یہ حدیث بیان فرمائی کہ موسیٰ بن انس نے خبر دی ہے کہ سیرین نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مکاتبت کا سوال

الْمَالِ فَاَبٰى فَانْطَلَقَ اِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ كَاتِبْهُ فَاَبٰى فَضَرَبَهُ

کیا۔ اور وہ بہت مالدار تھے۔ حضرت انس نے انکار کر دیا۔ تو سیرین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے

بِالدِّرَّةِ وَيَتْلُوْ عُمَرُ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا فَكَاتَبَهُ۔

حضرت عمر نے حضرت انس سے فرمایا۔ کہ اس سے مکاتبت کر لو حضرت انس نے انکار کیا تو انھیں دُرّے سے مارا۔ حضرت عمر یہ آیت تلاوت فرماتے۔ ان سے مکاتبت کر لو اگر تم ان میں خیر جانو۔ اب حضرت انس نے ان سے مکاتبت کر لی۔

میں یہ باب مذکور ہے اور وہاں کے مناسب بھی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ امام عطا کو وجوب کا یقین نہیں تھا۔ کچھ تردد تھا۔

**تشریح ۴۷۵** اس تعلیق کو ابن حزم نے روایت کیا ہے۔ ابن جریج سے عبدالملک بن عبدالعزیز مراد ہیں اور روح سے ابن عبادہ۔

**تشریحات ۴۷۶** فربری سے مروی تمام نسخوں میں۔ قال عمرو۔ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ۔ قلت لعطاء سے اخیر تک عمرو بن دینار کا قول ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ یہ ابن جریج کا قول ہے۔ جیسا کہ اسماعیلی کی روایت میں ہے قَالَهُ لِيْ اَيْضًا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ یعنی جو امام عطاء نے کہا وہی مجھ سے عمرو بن دینار نے بھی کہا۔ یعنی میرا گمان یہ کہ مکاتبت واجب ہے۔ نسفی کے ایک معتمد نسخے میں قالہ عمرو ہے۔ اس کا دو مطلب ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ جو امام عطاء نے کہا وہی عمرو بن دینار نے بھی کہا دوسرے یہ کہ عمرو بن دینار نے صورت مذکورہ میں مکاتبت کو واجب کہا۔

جب غلام کے پاس مال ہو اور مکاتبت کا مطالبہ کرے تو مولیٰ پر مکاتبت واجب ہے یا نہیں۔ جمہور کا قول یہ ہے کہ اب بھی واجب نہیں۔ مستحب ضرور ہے۔ اس لیے کہ اس پر اجماع ہے کہ کوئی آقا اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ اپنے غلام کو بیچ دے۔ اگرچہ دوگنی تگنی قیمت ملے۔ پھر مکاتبت پر کیسے مجبور کیا جا سکتا ہے۔ جو حقیقت میں بلا عوض آزاد کرنا ہے۔ اسلئے غلام غلام رہتے ہوئے جو کچھ کماتا ہے وہ اس کے آقا کی ملک ہے اس کی رو سے مکاتبت کے بعد بھی جو کمائے گا وہ آقا کی ملک ہوگا۔ اسلئے کہ مکاتبت کی رقیت ابھی باقی ہے۔ اس طرح بدل کتابت ادا کرنا ایسا ہے گویا غلام مولیٰ کا مال مولیٰ کو سپرد کر رہا ہے۔

جو لوگ وجوب کے قائل ہیں۔ وہ حضرت عمر کے مذکورہ بالا عمل سے دلیل لاتے ہیں۔ کیونکہ اگر مکاتبت واجب نہ ہوتی تو حضرت عمر درّہ نہیں مارتے۔ پھر قرآن مجید میں۔ فَكَاتِبُوْهُمْ۔ صیغہ امر ہے اور امر وجوب کیلئے ہے۔

اقول وھو المستعان۔ اصل اس بارے میں سورۂ نور کی آیہ مذکورہ ہے۔ کہ فرمایا۔

## بَابُ بَيْعِ الْمُكَاتَبِ إِذَا رَضِيَ - ص ۳۴۸ مکاتب راضی ہو تو اس کی بیع۔

| | |
|---|---|
| ت | وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَهُوَ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ |
| ۴۷۷ | ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا مکاتب پر جب تک کچھ باقی رہے وہ غلام ہی ہے۔ |
| ت | وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا بَقِيَ دِرْهَمٌ۔ |
| ۴۷۸ | اور حضرت زید بن ثابت نے فرمایا۔ ایک درہم بھی باقی رہے تو وہ غلام ہے۔ |
| ت | وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا۔ إِنْ عَاشَ وَإِنْ مَاتَ وَإِنْ جَنٰى حَتّٰى |
| ۴۷۹ | اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ جیئے چاہے مرجائے چاہے جنایت کرے غلام ہی |
| | مَا بَقِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ۔ |
| | ہے جب تک اس پر کچھ باقی ہے۔ |

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ۔ سورۂ نور آیت

تمہارے غلاموں میں جو کتابت چاہتے ہوں ان سے مکاتبت کرلو اگر تم ان میں خیر جانو۔ اور انھیں اللہ کے اس مال سے دو جو اس نے تم کو دیا ہے۔

آیت کے سیاق میں جو بھی غور کرے گا اس پر واضح ہوجائے گا کہ یہ امر وجوب کیلئے نہیں استحباب کیلئے ہے۔ اسلئے کہ اس آیت میں خیرا۔ سے مراد مال نہیں صلاح وتقویٰ ہے۔ کیونکہ جب اس موقعہ پر فی لاتے ہیں تو مال مراد نہیں ہوتا۔ جب مال مراد ہوتا ہے تو لام یا مع لاتے ہیں۔ اور غلام وکنیز میں صلاح ودینداری ہے یا نہیں اس کا فیصلہ آقا پر ہے۔ اور یہ شرط ہے اور شرط اختیاری تو جزا کا اختیاری ہونا لازم

حضرت فاروق اعظم کا عمل بھی دلیل وجوب نہیں انھوں نے حضرت انس کو حکم دیا کہ کتابت کرلو تو انھوں نے اس سے انکار کیا اس حکم عدولی پر ان کے ساتھ تشدد برتا۔ ورنہ اگر واجب ہوتا تو خود حضرت انس پہلے ہی اس سے انکار نہیں کرتے۔ اور یہ احتمال کہ ہوسکتا ہے انھیں وجوب کا علم نہ رہا ہو بعید ہے۔

**توضیح باب** مکاتب کی بیع جائز ہے یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے۔ امام احمد امام مالک امام اوزاعی امام لیث اسے جائز کہتے ہیں۔ اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ جائز نہیں۔ اور امام شافعی کا اصح قول یہی ہے۔ امام بخاری کا اپنا مذہب کیا ہے حسب عادت انھوں نے بیان نہیں فرمایا۔ مگر اس ضمن میں جو آثار لائے ہیں اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مذہب جواز ہے۔

**تشریح ۴۷۶** اس تعلیق کو امام ابوبکر بن شیبہ امام ابن سعد اور امام طحاوی نے روایت کیا۔ سلیمان بن یسار نے ام المومنین سے اذن طلب کیا تو دریافت فرمایا۔ بدل کتابت ادا کرنا ابھی کتنا رہ گیا ہے انھوں نے عرض کیا۔ دس اوقیہ۔ فرمایا۔ اندر آجاؤ۔

## بَابُ إِذَا قَالَ الْمُكَاتَبُ اشْتَرِنِي وَأَعْتِقْنِي فَاشْتَرَاهُ لِذٰلِكَ ص۳۴۹

مکاتب نے کسی سے کہا مجھے خریدلے اور آزاد کردے تو اس نے اس کے لئے خریدا۔

**حدیث ۱۴۴۰** ثَنِي أَبِي أَيْمَنُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ كُنْتُ غُلَامًا

میرے باپ ایمن نے کہا میں ام المومنین حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ عرض کیا۔ میں عتبہ

کچھ بھی تیرے ذمے باقی رہے تو تو غلام ہی ہے

**تشریح ۴۷۸** اس تعلیق کو حضرامام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت فرمایا ہے۔

**تشریحات ۴۷۹** اس تعلیق کو امام مالک امام ابوبکر بن شیبہ امام طحاوی نے روایت کیا ہے۔ بلکہ امام ابوداؤد اور امام نسائی[1] نے مرفوعاً روایت کیا ہے جو لوگ مکاتب کی بیع جائز کہتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ جب وہ غلام ہے تو اس کی بیع درست ہے۔

ہمارا یہ کہنا ہے کہ جب اس کا کوئی جزء غلام ہے تو اس پر غلام کا اطلاق صحیح ہے۔ مگر جب اس کے آقا نے اسے مکاتب بنادیا تو آقا کا اس پر مالکانہ تصرف کا حق باقی نہ رہا۔ اسی لئے مکاتب کی کمائی خود مکاتب کی ملک ہے۔ وہ ایام مکاتبت کی کمائی اپنے اوپر صرف کرسکتا ہے۔ اور جب مالک کو اس پر مالکانہ تصرف کا حق نہ رہا جو بیع سے کمتر درجے کا ہے۔ تو بیع کا بدرجہ اولیٰ حق نہ رہا۔

اس سلسلے میں جواز کی دلیل ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مشہور حدیث حضرت بریرہ کے قصے والی ہے۔ کہ بریرہ کو ان کے آقا نے مکاتبہ بنادیا تھا۔ وہ بدل کتابت کی ادائیگی کے سلسلے میں ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں تعاون کے لئے حاضر ہوئیں۔ ام المومنین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے انھیں خرید لیا پھر آزاد کردیا۔

مگر یہاں ایک سوال یہ ہے کہ کیا حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کچھ بدل کتابت ادا کیا تھا امام بخاری نے باب مایجوز من شروط المکاتب میں اس حدیث کا جو متن روایت کیا ہے۔ اس میں تصریح ہے۔ ولم یکن قضت من کتابتھا شیئاً۔ بریرہ نے بدل کتابت سے کچھ ادا نہیں کیا تھا۔ بلکہ جو روایت اس سے پہلے والے باب میں مذکور ہے۔ اس کا ظاہر مدلول بھی یہی ہے۔ ام المومنین فرماتی ہیں۔ اور بریرہ پر پانچ اوقیہ پانچ سال کی قسط پر تھا۔ میں نے کہا تمہاری کیا رائے ہے اگر میں یہ سب ایک مشت گن دوں اور تمہیں خرید کر آزاد کردوں۔ الحدیث

**تشریح ۱۴۴۰** کسی غلام کا یہ کہنا کہ مجھے اس شرط پر خرید کر آزاد کردینا۔ مقتضاء عقد کے خلاف ہے۔ اس لئے اگر کسی نے اس شرط کے ساتھ کسی غلام یا لونڈی کو خریدا تو عقد صحیح ہے اور شرط باطل۔ خریدار پر آزاد کرنا واجب نہیں۔ آزاد کردے تو یہ اس کا تبرع اور احسان ہے۔

حدیث سے یہ ہرگز نہیں ثابت ہوتا کہ حضرت بریرہ نے یہ شرط کی تھی۔ انھوں نے ایک گزارش کی تھی۔ جسے حضرت ام المومنین نے

---

[1] فتح الباری جلد خامس ص۱۹۵

لِعُتْبَةَ بْنِ اَبِیْ لَهَبٍ وَمَاتَ وَوَرِثَنِیْ بَنُوْهُ وَاِنَّهُمْ بَاعُوْنِیْ مِنَ ابْنِ

بن ابو لہب کا غلام تھا اور وہ مرگیا اسکے لڑکے میرے وارث ہوئے ۔ اور ان لوگوں نے مجھے ابن ابی عمرو مخزومی کے

اَبِیْ عَمْرٍو الْمَخْزُوْمِیْ فَاَعْتَقَنِیْ ابْنُ اَبِیْ عَمْرٍو وَاشْتَرَطَ بَنُوْ عُتْبَةَ الْوَلَاءَ فَقَالَتْ

ہاتھ بیچ دیا۔ مجھے اس نے آزاد کر دیا۔ اور عتبہ کے لڑکوں نے اپنے لئے ولاء کی شرط کر دی۔ اس پر ام المومنین حضرت

## الحدیث ۔

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ حدیث بیان فرمائی ۔ کہ بریرہ کو خرید کر میں نے آزاد کرنا چاہا تو بریرہ کے مالکوں نے اپنے لئے ولا کی شرط لگادی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا تو فرمایا ۔ ولاء اسی کے لئے ہے جو آزاد کرے ۔ اگرچہ لوگ سو شرط لگائیں ۔

اپنے کرم سے منظور فرمالیا ۔ اور اس پر عمل فرمایا ۔

**عتبہ بن ابولہب** یہ فتح مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے ۔ یہ بھی اور ان کے بھائی معتب ۔ دونوں مکہ ہی میں رہے ۔ ہجرت نہیں کی ۔ ان کے بھائی عُتیبہ کو اسلام نصیب نہ ہوا کافر مرا ۔ ابن ابی عمرو مخزومی کا نام عبداللہ تھا ۔ عُتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چار بیٹے تھے ۔ عباس ۔ ابوخراش ۔ ہشام اور یزید ۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# کِتَابُ الۡھِبَۃِ وَفَضۡلِھَا وَالتَّحۡرِیۡضِ عَلَیۡھَا

ص ۳۴۹

ہبہ کی فضیلت اور اس پر اُبھارنے کا بیان

**حدیث ۱۴۴۱**

عَنِ الۡمَقۡبُرِیِّ عَنۡ اَبِیۡہِ عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ عَنِ النَّبِیِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی۔ کہ فرمایا۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا نِسَاءَ الۡمُسۡلِمٰتِ لَا تَحۡقِرَنَّ جَارَۃٌ لِّجَارَتِھَا

اے مسلمان عورتو! ایک پڑوسن دوسری پڑوسن کو حقیر نہ جانے (کہ اس کو کبھی کچھ نہ دے) اپنی پڑوسن

وَلَوۡ فِرۡسِنَ شَاۃٍ ؎

کو کچھ نہ کچھ دیا کرو اگرچہ بکری کا کھُر ہی سہی۔

ھبہ کے لغوی معنی یہ ہیں۔ کسی کو کچھ دینا کہ اس سے نفع حاصل کرے۔ اس لغوی معنی کے اعتبار سے ہبہ کا اطلاق ابراء یعنی قرض معاف کرنے اور صدقہ یعنی کسی کو آخرت کے ثواب کے لئے کچھ دینا۔ اور ھدایہ یعنی کسی کو بلا عوض اس کے اکرام کے لئے یا محبت کی بنا پر دینا۔ امام بخاری نے اس میں ھدایا کو بھی ذکر کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اُن کی مراد ہبہ سے اس کا لغوی معنی ہے۔

اصطلاح شرع میں ہبہ اسے کہتے ہیں۔ کسی چیز کا کسی کو بلا عوض مالک بنانا۔ اس کے صحیح اور تام ہونے کیلئے دو شرطیں ہیں۔ جو چیز قابل تقسیم ہو اسے تقسیم کر دیا گیا ہو۔ زمین مکان ہو تو حدود متعین کر دی گئی ہوں۔ اس پر سے اپنا قبضہ اٹھا کر موہوب لہٗ کو قبضہ دیدینا اسلئے مشاع کا ہبہ صحیح نہیں۔ یعنی ایسی چیز کا جس کے ہر ہر جز چند شرکاء کے مملوک ہوں۔ اسی طرح موہوب لہٗ نے اگر قبضہ نہیں کیا۔ یا قبضہ کیا مگر اس پر واہب کا سابق قبضہ بحال ہے تو بھی تام نہ ہوا۔ مثلاً مکان ہبہ کر کے موہوب لہٗ کے قبضے میں دیدیا۔ مگر اس میں واہب کا سامان موجود ہے تو تام نہ ہوا۔

**تشریح ۱۴۴۱** اس حدیث کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ ایک پڑوسن اگر ہدیہ دے تو اسے حقیر نہ جانو اگرچہ وہ

؎ ثانی۔ الادب باب لا تحقرن جارۃ لجارتھا ص۸۸۹۔ مسلم۔ ترمذی۔

حدیث ۱۴۴۲ | عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ لِعُرْوَةَ ابْنَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عروہ سے فرمایا۔ اے میری بہن کے بیٹے۔

اُخْتِي اِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ اِلَى الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ ثَلَاثَةَ اَهِلَّةٍ فِي شَهْرَيْنِ وَمَا اُوْقِدَتْ

ہم ایک چاند سے دوسرے چاند تیسرے چاند تک دو مہینے انتظار کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فِي اَبْيَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارٌ فَقُلْتُ يَا خَالَةُ مَا كَانَ

کے گھروں میں آگ نہیں جلائی جاتی (عروہ نے) کہا اے خالہ آپ لوگوں کو کیا چیز زندہ رکھتی تھی۔ فرمایا۔

يُعِيْشُكُمْ قَالَتِ الْاَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ اِلَّا اَنَّهٗ قَدْ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

دو سیاہ چیزیں کھجور اور پانی۔ مگر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ انصار پڑوسی تھے۔

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيْرَانٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ كَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ وَكَانُوْا يَمْنَحُوْنَ رَسُوْلَ

جن کے پاس دودھ والے جانور تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دودھ پیش کر دیتے تھے۔

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَلْبَانِهِمْ فَيَسْقِيْنَاهُ ؎

تو ہم یہ دودھ پی لیتے۔

## بَابُ الْقَلِيْلِ مِنَ الْهِبَةِ ص ۳۴۹ تھوڑے سے ہبہ (ہدیہ) کا بیان

حدیث ۱۴۴۳ | عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

بہت معمولی چیز ہو اس تقدیر پر لجارۃ کا متعلق محذوف ھدایہ ہوگا۔ بکری کے کھر سے اس کا مجازی معنی مراد کہ وہ کتنی ہی معمولی چیز کیوں نہ ہو ترمذی کے شروع میں یہ زائد ہے۔ ایک دوسرے کو ہدیہ دو کیونکہ یہ سینے کے کینے کو دور کر دیتا ہے۔

تشریحات ۱۴۴۳ | منائح۔ منیحۃ کی جمع ہے۔ وہ اونٹنی یا بکری جو کسی کو دودھ پینے کیلئے دی جائے۔ دودھ والا جانور مطلقاً اونٹنی اور بکری۔ یہاں یہی مراد ہے۔ اس کا مادہ مَنْحٌ ہے بخشش کرنے کے معنی میں۔

پانی کا رنگ کیا ہے فلاسفہ اس میں الجھے ہوئے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانی کا رنگ کالا ہے۔ اس پر یہ مشاہدہ دلیل ہے کہ سفید کپڑے پر پانی پڑ جائے تو سیاہ دھبے دکھائی دیتے ہیں۔

---

؎ ثانی۔ الرقاق۔ باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۹۵۶ مسلم۔ آخر کتاب۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ دُعِیْتُ اِلٰی ذِرَاعٍ اَوْ کُرَاعٍ لَاَجَبْتُ وَلَوْ اُھْدِیَ اِلَیَّ ذِرَاعٌ

اگر ایک دست یا ایک پائے کیلئے مجھے دعوت دیجائے تو تشریف لے جاؤں گا۔ اور اگر ایک دست یا ایک پایا

اَوْ کُرَاعٌ لَقَبِلْتُ ؎

مجھے ہدیہ دیا جائے تو قبول کرلوں گا۔

## بَابُ قَبُوْلِ ھَدِیَّۃِ الصَّیْدِ ص ۳۵ شکار کا ہدیہ قبول کرنا۔

**حدیث ۱۴۴۴**

عَنْ ھِشَامِ بْنِ زَیْدِ بْنِ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ مرالظہران میں ہم نے خرگوش کو دوڑایا۔ لوگ تھک گئے۔

قَالَ اَنْفَجْنَا اَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّھْرَانِ فَسَعَی الْقَوْمُ فَلَغِبُوْا فَاَدْرَکْتُھَا فَاَخَذْتُھَا فَاَتَیْتُ بِھَا

میں نے پکڑلیا۔ اور اسے ابوطلحہ کے پاس لایا تو انھوں نے ذبح کیا۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اس

اَبَا طَلْحَۃَ فَذَبَحَھَا وَبَعَثَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِوَرِکِھَا اَوْ فَخِذَیْھَا

کی سرین یا دونوں رانیں پیش کیں۔ دونوں رانوں کے بارے میں شک نہیں۔ تو حضور نے اسے قبول فرمایا۔ ہشام نے

قَالَ فَخِذَیْھَا لَا شَکَّ فِیْہِ فَقَبِلَہٗ قُلْتُ وَاَکَلَ مِنْہُ قَالَ ثُمَّ اَکَلَ مِنْہُ بَعْدُ قَبِلَہٗ ؎

پوچھا اور اس سے کھایا حضرت انس نے فرمایا اور اس میں سے کھایا۔ پھر اس کے بعد فرمایا اسے قبول فرمایا۔

**تشریحات ۱۴۴۳**

ذراع دست جانور کے گھٹنے کے اوپر کا حصہ۔ کراع گھٹنے کے نیچے کا حصہ یا کھر۔ دست کا گوشت عمدہ ہوتا ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت مرغوب تھا۔ اس سے مراد عمدہ اچھی چیز ہے اور پائے بہت معمولی مانے جاتے ہیں۔ اس سے مراد حقیر معمولی چیز ہے۔ دعوت اور ہدیہ رد کرنے میں داعی اور ہدیہ پیش کرنے والے کی دل شکنی ہے۔ اس لئے مکارم اخلاق میں سے یہ ہے۔ رد نہ کیا جائے۔

**تشریحات ۱۴۴۴**

انفجنا۔ اس کا مادہ نفج ہے۔ جس کے معنی بھڑکنے کے ہیں۔ اَنْفَجَ۔ بھڑکایا۔ مراد یہ ہے کہ خرگوش کو بھڑکا کر بل سے نکالا۔ ارنب خرگوش۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ارنب لفظاً مونث ہے۔ اس لئے کہ اس کے لئے مؤنث کی ضمیریں لائے ہیں۔ صاحب محکم نے کہا کہ۔ ارنب۔ مادہ کو کہتے ہیں۔ اور نر کو خزز۔ کہتے ہیں۔ مرالظہران۔ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی

---

؎ ثانی۔ النکاح۔ باب من اجاب الی کراع ص ۷۷۷

؎ ثانی۔ الذبائح باب فی التصییدا ص ۸۲۵ باب الارنب ص ۸۳۰ ابوداؤد۔ ترمذی۔ الاطعمۃ۔ نسائی۔ ابن ماجہ الصید۔

## بَابُ قَبُوْلِ الْهَدِيَّةِ ص۳۵ ہدیے کو قبول کرنا

حدیث ۱۴۴۵ | ثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ کہ صحابہ قصداً عائشہ کی باری

يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ يَتَبْتَغُوْنَ اَوْ يَبْتَغُوْنَ بِذٰلِكَ مَرْضَاةَ رَسُوْلِ

کے دن اپنے ہدیے خدمت اقدس میں پیش کرتے اس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؎

کی خوشنودی چاہتے تھے۔

حدیث ۱۴۴۶ | سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ حضرت ابن عباس کی خالہ ام حفید نے

اَهْدَتْ اُمُّ حُفَيْدٍ خَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقِطًا وَسَمْنًا

پنیر، گھی اور گوہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

طرف سو (۱۰۰) میل کے فاصلے پر ایک بستی کا نام ہے۔

**لاشك فيه :-** یہاں قال کے فاعل شعبہ ہیں۔ ان کو پہلے یہ شک ہوا کہ ران کے اوپر کا گوشت بھیجا تھا یا ران۔ پھر انہیں یقین ہوا کہ ران ہی بھیجی تھی۔ تو کہا کہ ران میں کوئی شک نہیں۔ اور ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے۔ یہ تو یقینی ہے کہ ران بھیجی تھی مگر اس میں شک ہے کہ ران کے اوپر کا حصہ بھیجا تھا یا نہیں۔ اسی طرح یہ شک ہوا کہ اسے تناول فرمایا یا نہیں۔ مگر اس پر یقین ہے کہ قبول فرمایا۔ اسلئے روایت یوں ہوئی کہ پہلے تناول کرنے کو دریافت کیا اس کے جواب میں کہا کہ تناول فرمایا۔ پھر بعد میں صرف یہ بیان کیا کہ قبول فرمایا۔ حاصل یہ نکلا کہ قبول فرمانے پر یقین ہے اس میں شک نہیں۔ البتہ کھانے کے بارے میں شک ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خرگوش حلال ہے۔ ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے قبول نہ فرماتے اور کھانے والوں کو بلکہ پکڑنے والوں کو زجر فرماتے۔ نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اتفاقیہ یا بوقت حاجت شکار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ اس کی عادت اور انہماک ممنوع ہے۔ فرمایا۔ من اتبع الصيد غفل۔ جس نے شکار کا پیچھا کیا وہ غافل ہوا۔

**تشریحات ۱۴۴۵** | یعنی صحابہ کرام اس انتظار میں رہتے کہ کب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری کا دن آئے۔ اور ہم خدمت اقدس میں اپنے نذرانے پیش کریں۔ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی تھی۔

---

؎ باب من اهدى لصاحبه ص۳۵۱۔ مناقب باب فضل عائشة ص۵۳۳۔ مسلم۔ الفضائل۔ نسائی عشرة النساء۔

وَاَضُبًّا فَاَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَقِطِ وَالسَّمْنِ وَتَرَكَ الْاَضُبَّ

پنیر اور گھی تناول فرمایا۔ اور گھن محسوس فرماتے ہوئے گوہوں کو چھوڑ دیا۔ ابن عباس نے فرمایا۔

تَقَذُّرًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاُكِلَ عَلٰى مَائِدَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دسترخوان پر گوہ کھائی گئی۔ اور اگر حرام ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ

وَلَوْ كَانَ حَرَامًا مَا اُكِلَ عَلٰى مَائِدَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

تعالیٰ علیہ وسلم کے دسترخوان پر نہیں کھائی جاتی۔

**حدیث ۱۴۴۷**

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

اس سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ فضیلت خاصہ ثابت ہوئی کہ وہ تمام ازواج مطہرات سے زیادہ محبوب تھیں۔

**تشریحات ۱۴۴۶**

جو لوگ گوہ کو جائز کہتے ہیں ان کی دلیل یہ اور اس قسم کی دوسری حدیثیں ہیں۔ ان کا مستدل یہی ہے۔ کہ اگر حرام ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کھائی نہیں جاتی۔ ہمارے یہاں گوہ حلال نہیں۔ ہماری دلیل ابوداؤد کی وہ حدیث ہے جو حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ انھوں نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گوہ کھانے سے منع فرمایا۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث پر سکوت فرمایا۔ یہ اس حدیث کے صحیح یا کم از کم حسن ہونے کی دلیل ہے[1]

نیز حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ ہم ایک بار بہت زیادہ گوہ والی زمین میں اترے۔ اور ہم کو بھوک لگی تو ہم نے گوہ کو پکانا شروع کیا۔ ہانڈیاں اس سے جوش مارنے لگیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور دریافت فرمایا۔ یہ کیا ہے۔ ہم نے عرض کیا۔ گوہ ہے۔ فرمایا۔ کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو مسخ کر کے زمین کے کیڑے بنا دیا گیا۔ میرا اندیشہ ہے کہ یہ وہی نہ ہو۔ ہانڈیوں کو الٹ دو[2]

نیز ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں گوہ پیش کی گئی۔ حضور نے اسے کھایا نہیں اتنے میں ایک سائل آ گیا۔ ام المومنین نے چاہا کہ اسے دیدیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا سائل کو وہ چیز دو گی جو خود کھاتی نہیں[3] یہ حدیث اور اسکے ہم معنی تمام احادیث جن سے گوہ کے کھانے کا جواز ثابت ہوتا ہے ممانعت

---

[1] ثانی۔ الاطعمہ۔ باب الخبز المرقق ص۸۱۱۔ باب الاقط ص۸۱۳۔ الاعتصام۔ باب الاحکام التی تعرف بالدلائل ص۱۰۹۳۔ مسلم اللہائح۔ ابوداؤد۔ الاطعمہ۔ نسائی۔ الصید۔ الولیمہ۔ [2] ابوداؤد۔ ثانی۔ الاطعمۃ باب اکل الضب ص۴۷۵ شرح معانی الآثار جلد ثانی۔ باب اکل الضباب ص۳۱۲ [3] شرح معانی الآثار۔ ثانی۔ باب اکل الضباب ص۳۱۶۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِیَ بِطَعَامٍ سَأَلَ عَنْہُ اَھَدِیَّۃٌ اَمْ صَدَقَۃٌ فَاِنْ قِیْلَ

جب کھانا پیش کیا جاتا تو اسکے بارے میں دریافت فرماتے کہ یہ ہدیہ ہے یا صدقہ۔ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو اپنے اصحاب سے

صَدَقَۃٌ قَالَ لِاَصْحَابِہٖ کُلُوْا وَلَمْ یَاْکُلْ وَاِنْ قِیْلَ ھَدِیَّۃٌ ضَرَبَ بِیَدِہٖ فَاَکَلَ مَعَھُمْ

فرماتے تم لوگ کھاؤ اور خود تناول نہ فرماتے اور اگر کہا جاتا کہ ہدیہ ہے تو فوراً بلا تاخیر صحابہ کے ساتھ تناول فرمانے لگتے۔

## بَابُ مَنْ اَھْدٰی اِلٰی صَاحِبِہٖ وَتَحَرّٰی بَعْضَ نِسَائِہٖ دُوْنَ بَعْضٍ ص ۳۵۱

جب اپنے دوست کو ہدیہ دے اور اس کی بعض عورتوں کی باری کے دن کا انتظار کرے۔

**حدیث ۱۴۴۸**

عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نِسَاءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُنَّ حِزْبَیْنِ فَحِزْبٌ فِیْہِ عَائِشَۃُ وَحَفْصَۃُ

کی ازواج دو گروہ تھیں ایک گروہ میں عائشہ، حفصہ، صفیہ اور سودہ تھیں اور دوسرے

وَصَفِیَّۃُ وَسَوْدَۃُ وَالْحِزْبُ الْاٰخَرُ اُمُّ سَلَمَۃَ وَسَائِرُ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

گروہ میں ام سلمہ اور بقیہ ازواج مطہرات تھیں۔ اور مسلمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ الْمُسْلِمُوْنَ قَدْ عَلِمُوْا حُبَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

کی عائشہ کے ساتھ محبت کو جانتے تھے۔ جب کوئی صاحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی احادیث سے منسوخ ہیں۔

**تشریح ۱۴۴۷**

صدقہ فقراء کا حق ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اغنی الاغنیاء ہیں۔ ارشاد ہے۔ وَوَجَدَکَ عَائِلًا فَاَغْنٰی۔ اور اللہ نے تم کو تنگ دست پایا تو غنی کر دیا۔ نیز صدقہ لوگوں کے میل ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازکی و اطیب نیز صدقہ کھانے میں ایک دنارت ہے۔ فرمایا۔ الید العلیا خیر من الید السفلیٰ۔ اوپر کا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہے۔

**تشریحات ۱۴۴۸**

مسلم[1] میں اس حدیث کے اخیر کا حصہ یوں ہے۔ کہ ام سلمہ کے گروہ نے حضرت فاطمہ کو خدمت اقدس میں بھیجا۔ انھوں نے اجازت طلب کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اجازت دیدی۔

---

[1] مسلم۔ الفضائل۔ باب فضائل عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ص ۲۸۵۔

عَائِشَةَ فَإِذَا كَانَتْ عِنْدَ اَحَدِهِمْ هَدِيَّةٌ يُرِيْدُ اَنْ يُّهْدِيَهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ

کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کرنے کا ارادہ رکھتے تو اسے مؤخر کر دیتے جب رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَّرَهَا حَتّٰى اِذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

تعالیٰ علیہ وسلم عائشہ کے گھر میں ہوتے تو وہ ہدیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ بَعَثَتْ صَاحِبُ الْهَدِيَّةِ بِهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

پیش کرتے۔ اس پر ام سلمہ کی گروہ نے آپس میں گفتگو کی۔ اور انھوں نے ام سلمہ سے کہا کہ تم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ فَكَلَّمَ حِزْبُ اُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْنَ لَهَا كَلِّمِي

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بات کرو۔ کہ حضور لوگوں سے کہہ دیں کہ جو بھی رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَيَقُوْلُ مَنْ اَرَادَ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنا چاہے تو وہ پیش کرے حضور کسی بھی زوجہ کے پاس

اَنْ يُّهْدِيَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً فَلْيُهْدِهَا اِلَيْهِ

ہوں۔ ام سلمہ نے حضور سے بات کی تو حضور نے کچھ نہیں فرمایا۔ دوسری ازواج مطہرات نے

حَيْثُ كَانَ مِنْ نِسَائِهٖ فَكَلَّمَتْهُ اُمُّ سَلَمَةَ بِمَا قُلْنَ فَلَمْ يَقُلْ لَهَا شَيْئًا

ان سے پوچھا تو انھوں نے بتایا۔ کہ حضور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ انھوں نے دوبارہ کہا پھر

فَسَاَلْنَهَا فَقَالَتْ مَا قَالَ لِيْ شَيْئًا فَقُلْنَ لَهَا كَلِّمِيْهِ قَالَتْ فَكَلَّمَتْهُ حِيْنَ

بات کرو۔ جب ام سلمہ کی باری میں ان کے یہاں تشریف لائے تو دوبارہ بات کی اب بھی

دَارَ اِلَيْهَا فَلَمْ يَقُلْ لَهَا شَيْئًا فَسَاَلْنَهَا فَقَالَتْ مَا قَالَ لِيْ شَيْئًا فَقُلْنَ لَهَا

حضور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ازواج مطہرات نے پوچھا تو بتادیا کہ کچھ نہیں فرمایا۔ اس پر

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت میرے ساتھ میری ایک چادر میں لیٹے تھے۔ وہ آئیں اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ؟ آپ کی ازواج نے مجھے بھیجا ہے۔ وہ بنت ابی قحافہ کے بارے میں آپ سے عدل کا سوال کر رہی ہیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں چپ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ سے فرمایا۔ کیا میں جس سے محبت کرتا ہوں۔ تم اس سے محبت نہیں کرتیں۔ انھوں نے عرض کی ضرور کرتی ہوں تو فرمایا۔ اس (عائشہ) سے محبت کرو یہ سنکر فاطمہ اٹھ کر

كَلِّمِيهِ حَتّٰى يُكَلِّمَكِ فَدَارَ إِلَيْهَا فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ لَهَا لَا تُؤْذِينِي فِي عَائِشَةَ

64

ازواج مطہرات نے ان سے کہا پھر بات کرو یہانتک کہ حضورؐ تم کو جواب دیں جب حضورؐ ان کی یعنی ام سلمہ کی باری میں ان کے یہاں

فَإِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَأْتِنِي وَأَنَا فِي ثَوْبِ امْرَأَةٍ إِلَّا عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَالَتْ

تشریف لائے تو ام سلمہ نے پھر حضور سے بات کی ۔ حضور نے فرمایا تم مجھے عائشہ کے بارے میں

أَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ أَذَاكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ثُمَّ إِنَّهُنَّ دَعَوْنَ فَاطِمَةَ

ایذا مت دو۔ اسلئے کہ کسی زوجہ کے کپڑے میں ہونے کی حالت میں وحی نہیں آتی سوائے عائشہ کے۔

بِنْتَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرْسَلْنَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ میں حضور کو ایذا دینے سے توبہ کرتی ہوں ۔ اس کے بعد ازواج مطہرات نے فاطمہ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ إِنَّ نِسَاءَكَ يُنَاشِدُنَكَ اللّٰهَ الْعَدْلَ فِي بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ

بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلوایا انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ عرض کرنے

فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ يَا بُنَيَّةُ أَلَا تُحِبِّينَ مَا أُحِبُّ فَقَالَتْ بَلَى فَرَجَعَتْ إِلَيْهِنَّ فَأَخْبَرَتْهُنَّ

کیلئے بھیجا کہ حضور کی ازواج ، ابو بکر کی بیٹی کے بارے میں انصاف کا مطالبہ کرتی ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ اے

فَقُلْنَ ارْجِعِي إِلَيْهِ فَأَبَتْ أَنْ تَرْجِعَ فَأَرْسَلْنَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ فَأَتَتْهُ

پیاری بیٹی میں جس سے محبت کرتا ہوں ۔ کیا تم اس سے محبت نہیں کرتیں ۔ انھوں نے عرض کیا۔ ضرور ۔ اب

فَأَغْلَظَتْ وَقَالَتْ إِنَّ نِسَاءَكَ يُنَاشِدُنَكَ اللّٰهَ الْعَدْلَ فِي بِنْتِ ابْنِ أَبِي قُحَافَةَ

وہ ازواج مطہرات کے پاس واپس ہوئیں ۔ اور سب کچھ بتایا ۔ پھر ان لوگوں نے حضرت فاطمہ سے کہا کہ

چلی گئیں اور ازواج مطہرات کے پاس گئیں ۔ اور انھیں پوری گفتگو بتائی ۔ انھوں نے کہا تم نے ہمارا کچھ بھی کام نہیں بنایا۔ پھر جاؤ ۔ اور عرض کرو کہ آپ کی ازواج آپ کو بنت ابی قحافہ کے بارے میں اللہ کے واسطے عدل کا سوال کرتی ہیں ۔ اس پر فاطمہ نے کہا بخدا اب میں کبھی اس بارے میں رسول اللہ سے کچھ عرض نہیں کروں گی۔ اس کے بعد ان لوگوں نے زینب بنت جحش کو بھیجا۔ یہ وہ تھیں کہ ازواج میں میری برابری کرتی تھیں ۔ زینب سے زیادہ دیندار اللہ سے ڈرنے والی سچی صلہ رحمی کرنے والی زیادہ صدقہ دینے والی اور جو کام اللہ کے تقرب کا سبب ہو اسے لگن سے کرنے والی ، کسی عورت کو نہیں دیکھا۔ سوائے اس کے کہ مزاج میں تیزی تھی ۔ جو بہت جلد ختم ہوجاتی ۔ زینب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی حضور نے انھیں اجازت دیدی ۔ انھوں نے عرض کیا ۔ یارسول اللہ ! حضور کی ازواج نے مجھے بھیجا ہے ۔ اور وہ

فَرَفَعَتْ صَوْتَهَا حَتّٰى تَنَاوَلَتْ عَائِشَةَ وَهِيَ قَاعِدَةٌ فَسَبَّتْهَا حَتّٰى اَنَّ

دوبارہ جاؤ تو انھوں نے انکار کر دیا۔ اب ازواج مطہرات نے زینب بنت جحش کو خدمت اقدس میں بھیجا۔

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَنْظُرَ اِلٰى عَائِشَةَ هَلْ تُكَلِّمُ قَالَ

انھوں نے حاضر ہو کر سخت انداز میں کہا۔ حضور آپکی ازواج ابن ابو قحافہ کی بیٹی کے بارے میں اللہ کے واسطے

فَتَكَلَّمَتْ عَائِشَةُ تَرُدُّ عَلٰى زَيْنَبَ حَتّٰى اَسْكَتَتْهَا قَالَتْ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

انصاف کا مطالبہ کرتی ہیں۔ انھوں نے آواز بھی اونچی کر دی اور عائشہ کو بہت کچھ کہہ دیا۔ یہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ کچھ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَائِشَةَ وَقَالَ اِنَّهَا بِنْتُ اَبِي بَكْرٍ

برا بھلا بھی کہدیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عائشہ کی طرف دیکھا کہ کچھ بولتی نہیں؟ اب عائشہ نے

زینب کو بھرپور جواب دیا یہانتک کہ ان کو چپ کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عائشہ کو دیکھا۔ اور فرمایا

یہ ابو بکر کی بیٹی ہے نا۔

بنت ابی قحافہ کے بارے میں عدل کا سوال کرتی ہیں۔ پھر وہ میرے بارے میں بولنے لگیں۔ اور حد سے آگے بڑھ گئیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشارۂ چشم کو دیکھ رہی تھی۔ کہ مجھے بولنے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں۔ زینب یونہی بولتی رہیں۔ جب میں نے یہ جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ ناپسند نہیں فرمائیں گے کہ میں انھیں جواب دوں۔ تو میں نے بولنا شروع کیا یہانتک کہ انھیں باز آجانا پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا۔ ابو بکر کی بیٹی ہے نا۔

**مسائل** اس حدیث سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خاص فضیلت ثابت ہوئی کہ وہ تمام ازواج مطہرات سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محبوب تھیں۔ چند ازواج میں محبت میں برابری واجب نہیں اور نہ یہ ممکن ہے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اللھم ان اعدل فیما املك فلا تواخذنی بما لا املك۔ اے اللہ جس کا میں مالک ہوں اسمیں میں عدل کرتا ہوں اس بارے میں مجھ سے مواخذہ نہ فرمانا جس کا میں مالک نہیں۔

کسی کی خوشی کے موقعہ پر اسے ہدیہ پیش کرنا مستحسن ہے۔ بیبیاں اور اسی طرح دوسرے متعلقین آپس میں لڑیں تو سمجھداری کا تقاضہ یہ ہے کہ خاموش رہا جائے۔ ازواج مطہرات نے اپنے خصوصی رشتے کی بنا پر حضور اقدس میں جو بعض نامناسب باتیں عرض کی ہیں ان پر ان سے مواخذہ نہیں۔ یہ ناز و تدلل کے قبیل سے ہے۔ اور ناز و ادا جس کا حق ہے وہ بطور ناز و ادا کچھ کہے تو اس سے اذیت نہیں لذت ملتی ہے۔

وَقَالَ اَبُوْمَرْوَانَ الْغَسَّانِیْ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ

اور ابو مروان غسانی نے کہا۔ کان الناس یتحرون الحدیث۔ عن ھشام عن عروۃ مروی ہے۔

يَوْمَ عَائِشَةَ وَعَنْ هِشَامٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ وَرَجُلٍ مِنَ الْمَوَالِيْ عَنِ الزُّهْرِيِّ

اور یہ حدیث۔ قالت عائشۃ کنت عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاستاذنت فاطمۃ عن ھشام عن رجل

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ عِنْدَ

من قریش ورجل من الموالی عن الزھری عن محمد بن عبد الرحمن بن الحارث

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاذَنَتْ فَاطِمَةُ۔

ھشام مروی ہے۔

## بَابُ مَا لَا يُرَدُّ مِنَ الْهَدِيَّةِ ص۳۵۱ کون سا ہدیہ لوٹانا نہیں چاہئے۔

**حدیث ۱۴۴۹** حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيُّ ثُمَّ ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

عزرہ بن ثابت انصاری نے کہا میں ثمامہ بن عبداللہ کے پاس گیا تو انھوں نے مجھے

یعنی ابو مروان غسانی نے مذکورہ حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے کہ وہ دو حدیث معلوم ہوتی ہے انھوں نے۔ کانوا یتحرون بھدایاھم یوم عائشۃ کو بخاری میں مذکور سند۔ عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ سے روایت کیا ہے۔ اور ان فاطمۃ استاذنت۔ کو دوسری سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسری حدیث ہے۔

**تشریحات ۱۴۴۹** طِیب طا کے کسرے کے ساتھ خوشبو جو بدن یا کپڑے پر ملی جائے۔ جیسے عطر یا خوشبودار تیل۔ طَیِب۔ اچھی چیز خبیث گندے کے مقابل۔ ترمذی[1] میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا۔

ثلاث لا یرد الوسائد والدھن واللبن — تین چیزوں کو واپس نہ کیا جائے۔ تکیے اور تیل اور دودھ۔

ابوداؤد[2] اور نسائی[3] نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ فرمایا۔

من عرض علیہ طیب فلا یردہ فانہ خفیف الحمل — جس پر خوشبو پیش کی جائے تو اسے واپس نہ کرے اسلئے کہ وہ

---

[1] الاستیذان باب فی کراھۃ رد الطیب ص ۱۰۲

[2] ثانی التوجل باب رد الطیب ص۲۱۹ [3] ثانی التوجل۔ باب الطیب ص۲۹۳

دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَنَاوَلَنِي طِيبًا قَالَ كَانَ اَنَسٌ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ قَالَ وَزَعَمَ اَنَسٌ اَنَّ

خوشبودی اور کہا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشبو واپس نہیں فرماتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ حضرت

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ [1]

انس نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوشبو واپس نہیں فرماتے تھے۔

## بَابُ الْمُكَافَاةِ فِي الْهِبَةِ ص۳۵۲ ہبہ کا بدلہ دینا

**حدیث ۱۴۵۰** عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہدیہ قبول

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيبُ عَلَيْهَا [2]

فرماتے اور اس کا عوض عطا فرماتے۔

## بَابُ الْهِبَةِ لِلْوَلَدِ وَاِذَا اَعْطٰى بَعْضَ وَلَدِهٖ شَيْئًا لَمْ يَجُزْ حَتّٰى يَعْدِلَ بَيْنَهُمْ

اولاد کو ہبہ کرنا۔ اور جب اپنی بعض اولاد کو کچھ دے تو جائز نہیں یہاں تک کہ دوسروں کو بھی

طیب الرائحۃ اٹھانے میں ہلکی ہے اور خوشبو دار ہے۔

[1] مسلم میں طیب کے بجائے ریحان ہے یعنی پھول۔

[2] مگر ترمذی میں حضرت ابو عثمان نہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا۔

اذا اعطی احدکم الریحان فلا یردہ فانہ خرج من الجنۃ جب تمکو پھول دیا جائے تو واپس مت کرو اسلئے کہ وہ جنت سے آیا ہے

یہ چار چیزیں ہوئیں۔ تکیہ، خوشبو، پھول۔ دودھ۔ اور یہ ممانعت مکروہ تنزیہی کی حد تک ہے۔ علامہ ابن حجر نے ریحان کے ذکر کو مرجوح قرار دیا ہے۔

**تشریحات ۱۴۵۰** ہبہ کا عوض دینا سنت ہے۔ واجب نہیں۔ اور اگر واہب عوض کی شرط پر کوئی چیز ہبہ کرے تو یہ حقیقت میں بیع ہے اب اگر عوض معلوم و معین ہو تو بیع صحیح ہے۔ اور اگر مجہول ہو تو فاسد۔ حضرت امام مالک ہبہ اگر مطلق ہو عوض دینا واجب کہتے ہیں۔

---

[1] ثانی۔ الالفاظ۔ باب استعمال الطیب ص۲۳۹ [2] الاستیذان باب فی کراھیۃ رد الطیب ص۱۰۳

[3] ثانی۔ اللباس۔ باب من لم یرد الطیب ص۸۵۳۔ ترمذی۔ الاستیذان۔ نسائی۔ الولیمہ والزینۃ۔

[4] ابو داؤد۔ البیوع۔ ترمذی۔ البر۔ شمائل۔

وَيُعْطِي الْآخَرِيْنَ مِثْلَهٗ وَلَا يُشْهَدُ عَلَيْهِ۔ وَهَلْ لِلْوَالِدِ اَنْ يَرْجِعَ فِيْ عَطِيَّتِهٖ

اس کے برابر دے اس پر گواہ نہ بنائے۔ کیا باپ کو جائز ہے کہ اولاد کو جو کچھ دے اسے واپس لے لے

وَمَا يَاْكُلُ مِنْ مَالِ وَلَدِهٖ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا يَتَعَدّٰى۔ ص۳۵۲

اور اولاد کے مال بطریق معروف کھائے۔ حد سے آگے نہ بڑھے۔

## بَابُ الْاِشْهَادِ فِي الْهِبَةِ ص۳۵۲ ہبہ پر گواہ بنانا

**حدیث ۱۴۵۱** سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ اَعْطَانِيْ اَبِيْ عَطِيَّةً

میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا۔ وہ منبر پر فرما رہے تھے۔ کہ میرے والد

فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ لَا اَرْضٰى حَتّٰى تُشْهِدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

نے مجھے کچھ دیا۔ اس پر عمرہ بنت رواحہ نے کہا جب تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گواہ نہ ہو جائیں

**توضیح باب** اس باب کے چار جز ہیں۔ اولاد کو ہبہ کرنا۔ اور کسی کو کچھ دے تو سب کو برابر دے۔ نہ یہ جائز ہے کہ کسی کو دے اور کسی کو کچھ نہ دے۔ اور نہ کمی بیشی جائز ہے۔ باپ اولاد کو کچھ دے کر واپس لے سکتا ہے یا نہیں۔ اور اولاد کے مال کو عرف کے مطابق صرف کر سکتا ہے۔ ابن ماجہ[1] میں حضرت جابر سے اور مسند امام احمد[2] میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ — تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے۔

اس سے مستفاد ہے کہ بیٹے کا مال باپ کی ملک ہے۔ اب اگر باپ نے بیٹے کو کچھ دیا تو گویا اپنے آپ ہی کو دیا۔ اسی لئے امام بخاری نے یہ باب قائم کر کے افادہ فرمایا۔ کہ باپ اپنی اولاد کو ہبہ کرے تو یہ صحیح ہے۔ ابن ماجہ کی حدیث کی تاویل یہ ہے کہ باپ بضرورت بقدر ضرورت بیٹے کا مال استعمال کر سکتا ہے۔ باب کے پہلے والے دو جز پر دو حدیث سے استدلال فرمایا۔

پہلی یہ حدیث اعدلوا بين اولادكم في العطية — اپنی اولاد کے درمیان داد و دہش میں برابری رکھو۔

یہ حدیث اس کے بعد والے باب میں خود امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ مگر ان کی روایت میں فی العطیۃ۔ نہیں۔ البتہ[3] امام طحاوی نے ان الفاظ کے ساتھ فی العطیۃ کی زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے۔

سووا بين اولادكم في العطية كما تحبون ان يسووا بينكم في البر۔ — اپنی اولاد کے مابین داد و دہش میں برابری کرو جیسے تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ سلوک میں برابری کریں۔

---

[1] ابن ماجہ۔ التجارات۔ باب ما الرجل من مال ولدہ ص۱۶۶ [2] ثانی ص۱۰۴ [3] شرح معانی الآثار ثانی ص۲۴۴۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ اَعْطَيْتُ

میں راضی نہیں ہوں گی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے اپنے بیٹے

اِبْنِيْ مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً فَاَمَرَتْنِيْ اَنْ اُشْهِدَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

کو جو عمرہ بنت رواحہ کے بطن سے ہے کچھ دیا ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا کہ رسول اللہ کو گواہ بناؤں۔ دریافت

قَالَ اَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هٰذَا قَالَ لَا قَالَ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ

فرمایا بقیہ اولاد کو بھی اس کے برابر دیا ہے۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا۔ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں عدل کرو

اَوْلَادِكُمْ قَالَ فَرَجَعَ وَرَدَّ عَطِيَّتَهٗ ؎

وہ لوٹ کر واپس آئے اور عطیہ واپس لے لیا۔

دوسری حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے۔ جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اونٹ خرید کر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دے دیا۔ اور فرمایا جو چاہو کرو۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے کہ یہ اونٹ ابن عمر کو دیدو تو وہ ضرور دیدیتے مگر اپنی تمام اولاد کو ایک ایک اونٹ نہ دے پاتے۔ اور یہ اولاد میں عدل نہ ہوتا۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید کر حضرت ابن عمر کو دیدیا۔ یہ علامہ بن بطال نے توجیہہ کی ہے۔ فیہ مافیہ۔ بقیہ دونوں جز پر باب میں مذکور احادیث سے استدلال فرمایا ہے۔

**تشریحات اکمال ۱۲**

کتاب الشہادات کی روایت میں ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ میری ماں نے میرے والد سے مجھے کچھ دینے کے لئے کہا۔ اور انھوں نے مجھے دیا۔ اخیر میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا تشهدني على جور۔ مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ۔ امام مالک اور امام بخاری وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر اولاد کو برابر نہ دے۔ یا کسی کو دے کسی کو کچھ نہ دے تو ہبہ باطل ہے۔ امام احمد نے فرمایا۔ ہبہ صحیح ہے مگر اس سے رجوع واجب ہے ان حضرات کی دلیل یہ حدیث ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ یہ ہبہ صحیح ہے۔ البتہ اگر باپ نے کچھ اولاد کو ضرر پہونچانے کی نیت سے ایسا کیا تو گنہ گار ہوگا۔ مگر جسے جو دیدیا وہ اس کا مالک ہوگیا۔ اور اگر بعض اولاد میں ترجیح کی کوئی دینی وجہ ہو تو گنہگار نہ ہوگا۔ مثلاً ایک بیٹا عالم ہے تو وہ علم کی نشر و اشاعت میں مصروفیت کی وجہ سے کسب معاش نہیں کر سکتا۔ اور اس خصوص میں بیٹے اور بیٹیاں دونوں ایک حکم میں ہیں۔ دونوں کو برابر دے۔ یہ حکم استحبابی ہے۔ اور نہی تنزیہہ کے لئے۔

---

؎ باب الھبۃ للولد ص۲۵۲ الشھادات باب لا یشھد علی شھادۃ جور ص۳۶۱۔ مسلم۔ الفرائض۔ ترمذی۔ الاحکام نسائی۔ النحل۔ القضا۔ ابن ماجہ۔ الاحکام۔ ابوداؤد۔ البیوع۔

## بَابُ هِبَةِ الرَّجُلِ لِامْرَأَتِهِ وَالْمَرْأَةِ لِزَوْجِهَا ص۲۵۲ شوہر کا بیوی کو اور بیوی کا شوہر کو ہبہ کرنا۔

| | |
|---|---|
| ف ۴۸۰ | قَالَ اِبْرَاهِيْمُ جَائِزَةٌ ۔ ابراہیم نے کہا کہ یہ جائز ہے۔ |
| ت ۴۸۱ | وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ لَا يَرْجِعَانِ<br>اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا دونوں میں سے کوئی رجوع نہیں کر سکتا۔ |

ہماری دلیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل ہے۔ انھوں نے مرض وصال میں ام المومنین حضرت عائشہ سے فرمایا۔ میں نے تم کو ایک عطیہ دیا تھا۔ اگر تم نے اس پر قبضہ کر لیا ہوتا تو تمہارا ہوتا۔ اور آج وارث کے لئے ہے[۱] اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے عاصم کو دیا۔ اور اولاد کو نہیں دیا[۲] نیز حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ام کلثوم کو دوسری اولاد سے زیادہ دیا[۳]

اس حدیث کی بعض روایتوں[۴] میں یہ ہے۔ فان اذنت ان اجیزہ لہا اجزت ۔ اگر حضور اجازت دیں کہ اسے نافذ کر دوں تو میں اسے نافذ کر دوں۔ اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ انھوں نے ابھی ہبہ نافذ نہیں کیا تھا۔ اور خدمت اقدس میں مشورہ کے لئے حاضر ہوئے تھے۔

اس پر اجماع ہے کہ اولاد ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص اپنا کل مال کسی کو ہبہ کر دے تو صحیح ہے۔ پھر اگر اولاد میں سے کسی کو کل مال دیدیا تو بدرجہ اولیٰ صحیح ہوگا۔

اولاد کے درمیان داد و دہش میں برابری کی وجہ یہ ہے۔ اگر کسی کو دے گا اور کسی کو کچھ نہیں دے گا یا کم و بیش دے گا تو ان کے درمیان رنجش اور عداوت پیدا ہوگی اور باپ سے نفرت کا اندیشہ بھی ہے۔ اسی سے سمجھ میں آیا کہ اولاد کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کرنا چاہئے کہ جس سے ان میں اختلاف پیدا ہو اور باپ سے کدورت۔

**تشریح** چونکہ زوجین میں منافع مشترک ہوتے ہیں۔ اور اس پر تعامل ہے کہ ہر ایک دوسرے کی چیز بلا خطر استعمال کرتا ہے۔ اسلئے زوجین کا ایک دوسرے کو کچھ ہبہ کرنا گویا اپنے ہی کو ہبہ کرنا ہے۔ اس لئے اس کے جائز اور ناجائز ہونے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ اس کے لئے امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا۔ اور تائید میں حضرت ابراہیم نخعی اور دوسرے تابعین کا قول نقل فرمایا۔ حضرت ابراہیم نخعی کے اس ارشاد کو امام عبدالرزاق اور امام طحاوی نے موصولاً روایت کیا ہے۔ امام طحاوی کے طریقے میں یہ زائد ہے۔ کہ ان میں سے کسی کو رجوع کا حق نہیں۔ اور بطریق امام اعظم جو روایت ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ میاں بیوی بمنزلہ ذو رحم محرم ہیں۔ جب ایک دوسرے کو کچھ ہبہ کرے تو رجوع کا حق نہیں۔

---

[۱] شرح معانی الآثار ثانی باب الرجل ینحل بعض بنیہ ص۲۴۵ [۲] ایضاً بحوالہ طحطاوی۔
[۳] شرح معانی الآثار ثانی ص۲۴۵ ۔ [۴] ایضاً۔

ت ۴۸۲ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِيمَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ هِبِي لِي بَعْضَ صَدَاقِكِ أَوْ

امام زہری نے اس شخص کے بارے میں فرمایا۔ جس نے اپنی بیوی سے کہا۔ اپنا کل مہر یا بعض

كُلَّهُ ثُمَّ لَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيرًا حَتَّى طَلَّقَهَا فَرَجَعَتْ فِيهِ قَالَ يُرَدُّ إِلَيْهَا إِنْ كَانَ خَلَبَهَا

مجھے ہبہ کردے پھر اسے طلاق دیدیا اور عورت نے رجوع کر لیا۔ تو شوہر مہر لوٹائے۔ اگر اس نے اسے

وَإِنْ كَانَتْ أَعْطَتْهُ عَنْ طِيبِ نَفْسٍ لَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَمْرِهِ خَدِيعَةٌ جَازَ قَالَ

دھوکہ دیا ہے تو۔ اور اگر اس نے اسے بخوشی دیا ہے تو اسے لوٹانے کا حق نہیں۔ جب کہ اس میں کوئی فریب

تَعَالَى فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا۔

نہ ہو۔ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ جب تمہاری بیبیاں اپنے مہر میں سے تمکو کچھ بخوشی دیدیں تو اسے مزے سے کھاؤ۔

حدیث ۱۴۵۲ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَقِيءُ ثُمَّ

نے فرمایا۔ ہبہ واپس لینے والا اس کتے کے مثل ہے جو قے کرکے

يَعُودُ فِي قَيْئِهِ ؎

لوٹا تا ہے۔

تشریح ۴۸۱ اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تشریحات ۴۸۲ اس تعلیق کو عبداللہ بن وہب نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ہمارے یہاں عورت کو رجوع کا حق نہیں۔ اگرچہ شوہر نے دھوکے سے مہر وصول کیا ہو۔ بشرطیکہ شوہر نے قبضہ کر لیا ہو اور اگر شوہر نے قبضہ نہیں کیا تھا۔ اور عورت نے رجوع کر لیا تو ہبہ ختم ہو گیا۔ کیونکہ قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے تام نہیں ہوا تھا۔

مطابقت امام بخاری نے باب کے ثبوت میں حدیث ۱۴۵۲ ذکر کی ہے۔ جو جلد ثانی کے صـ۱۰۲ تا صـ۱۰۳ پر لکھی جا چکی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرض شدت اختیار کر گیا۔ تو ازواج مطہرات سے اس کی اجازت طلب فرمائی کہ "عائشہ" کے گھر بیماری کے دن گزاروں؟ ازواج مطہرات نے اس کی اجازت دیدی۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ ازواج مطہرات نے اپنا حق

؎ بالا یحل لاحد ان یرجع فی ھبتہ دقیقہ صـ۳۵۰ دو طریقے سے ثانی الحیل باب فی الھبۃ۔ والشفعۃ صـ۱۰۳۲ مسلم۔ ابو داؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔

## بَابُ هِبَةِ الْمَرْاَةِ لِغَيْرِ زَوْجِهَا وَعِتْقِهَا اِذَا كَانَ لَهَا زَوْجٌ فَهُوَ جَائِزٌ اِذَا لَمْ تَكُنْ

بیوی کا شوہر کے علاوہ کسی اور کو ہبہ کرنا اور آزاد کرنا جب کہ اس کا شوہر ہو اور وہ خفیف العقل ہو۔ اور جبکہ کم عقل

سَفِيْهَةً۔ فَاِذَا كَانَتْ سَفِيْهَةً لَمْ يَجُزْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمْ ۲۵۳

ہو تو جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اور کم عقلوں کو ان کا وہ مال نہ دو جو تمہارے پاس ہے۔

**حدیث ۲۵۳**

عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ مَيْمُوْنَةَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آزاد کردہ غلام کریب سے روایت ہے کہ ام المومنین

بِنْتَ الْحَارِثِ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا اَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً وَلَمْ تَسْتَاْذِنِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک کنیز کو آزاد کر دیا۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت نہیں لی۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُهَا الَّذِيْ يَدُوْرُ عَلَيْهَا فِيْهِ قَالَتْ اَشَعَرْتَ يَا رَسُوْلَ

جب انکی باری کا دن آیا تو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور کے علم میں یہ بات آئی ہوگی کہ میں نے

اللّٰهِ اَنِّيْ اَعْتَقْتُ وَلِيْدَتِيْ قَالَ اَوَفَعَلْتِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ اَمَا اَنَّكِ لَوْ اَعْطَيْتِهَا

اپنی کنیز کو آزاد کر دیا ہے۔ فرمایا۔ کیا واقعی تو نے ایسا کر دیا ہے۔ عرض کیا۔ جی۔ فرمایا۔ کاش کہ تم اپنے ماموؤں

اَخْوَالَكِ كَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِكِ ۵۵

کو دیدیتیں تو تمہارے لیے ثواب زیادہ ہوتا۔

حضور کو ہبہ کر دیا۔ اور باب یہی تھا۔ شوہر کا اپنی زوجہ کو اور زوجہ کا شوہر کو ہبہ کرنا۔ اس تقدیر پر باب میں ہبہ کے لغوی معنی مراد ہونگے۔

**تشریحات ۲۵۳** بَابٌ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَّرْجِعَ فِيْ هِبَتِهٖ۔ میں اس حدیث کی ابتدا میں یہ زائد ہے۔ لیس لنا مثل السوء الذی یعود فی هبته۔ ہمارا ایسا برا حال نہیں ہونا چاہیئے جو ہبہ کو۔ لوٹاتا ہے۔ مثل کتے کے جو قے کو لوٹاتا ہے۔

**مطابقت:۔** باب سے مطابقت اس کے عموم سے ہے۔ جس میں زوجین بھی داخل ہیں۔ ابن طاؤس سے مراد عبداللہ ہیں۔

**توضیح باب** سفیہہ سے مراد معتوہ اور مجنون ہے۔ اور آیت ان دونوں کے علاوہ نابالغ بچے کو بھی شامل ہے۔ خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔

---

۵۵ باب من یبدأ بالهبة ص۳۵۳ ابو داؤد نکاح۔ نسائی عشرة النساء۔

**حدیث ۱۴۵۴**

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا اَقْرَعَ بَيْنَ

تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ ڈالتے جس کا

نِسَائِهٖ فَاَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهٗ وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ

حصہ نکلتا اسے ساتھ لے جاتے اور ہر زوجہ کے لئے ایک دن اور ایک رات کی باری تھی۔

اِمْرَاَةٍ مِّنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا غَيْرَ اَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا

سوائے اس کے کہ سودہ بنت زمعہ نے اپنی باری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

**تشریحات ۱۴۵۳**

ولیدۃ:۔ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک خادم طلب کیا تھا۔ حضور نے انھیں ایک حبشن کنیز عطا فرمائی جس کو انھوں نے آزاد کر دیا۔

**اخوالك**

اور اُصیلی کی روایت اخوانکِ ہے۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ ہو سکتا ہے۔ یہ روایت اصح ہو۔ اسلئے کہ موطا میں اُخَیْتَكِ ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا۔ کہ رشتہ داروں کو صدقہ دینا بہ نسبت غیر رشتہ داروں کے افضل ہے جیسا کہ امام احمد[1]، ترمذی[2]، نسائی[3] نے روایت کیا کہ فرمایا۔

الصدقة على المسكين صدقة وعلى ذي الرحم ثنتان صدقة وصلة۔

مسکین کو صدقہ دینا صرف صدقہ ہے اور رشتہ داروں کو دینا صدقہ اور صلہ رحم دونوں ہے۔

مگر یہ حکم مطلقاً درست نہیں۔ اگر کوئی مسکین رشتہ دار سے زیادہ محتاج و ضرورت مند ہے تو اس صورت میں مسکین کو دینا افضل ہوگا۔ نسائی کی روایت میں ہے کہ فرمایا۔ کیوں نہیں اسے دے کر اپنی بھتیجی کو بکری چرانے سے نجات دلائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے کچھ رشتہ دار زیادہ ضرورت مند تھے۔ اسلئے وہ فرمایا۔

**تشریحات ۱۴۵۴**

باب سے مطابقت یہ ہے کہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی باری حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیدی۔ یہ عورت کا شوہر کے علاوہ کسی اور کو ہبہ ہوا۔ یہ طویل حدیث افک کا جزء ہے جسے امام بخاری نے ۱۳-۱۴ ابواب میں ذکر فرمایا ہے۔ کہیں پوری حدیث کہیں اس کے کچھ اجزاء۔ کتاب الشہادات میں اس پر بقدر ضرورت کلام مذکور ہوگا۔ شوہر کو اختیار ہے کہ جب سفر میں جائے تو جس بیوی کو چاہے لے جائے۔ اور بہتر یہ ہے

---

[1] مسند جلد رابع ص ۱۸۰، ۱۳ [2] ترمذی، زکوٰۃ۔ باب الصدقة على ذي القرابة

[3] نسائی۔ الزکوۃ۔ باب الصدقة على الاقارب ص ۳۶۱

وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْتَغِي بِذٰلِكَ رِضٰى

زوجہ عائشہ کو ہبہ کر دیا تھا۔ اس سے ان کا مقصود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؎

وسلم کی رضا تھی۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَقْبَلِ الْهَدِيَّةَ لِعِلَّةٍ ص۳۵۳ جس نے ہدیہ کسی وجہ سے قبول نہیں کیا۔

ت ۴۸۳ | وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ كَانَتِ الْهَدِيَّةُ فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ

اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً وَالْيَوْمَ رِشْوَةً۔

زمانے میں ہدیہ تھا اور آج رشوت ہے۔

بَابُ اِذَا وَهَبَ هِبَةً اَوْ وَعَدَ ثُمَّ مَاتَ قَبْلَ اَنْ يَّصِلَ اِلَيْهِ۔ ص۳۵۳

جب کوئی چیز ہبہ کی یا ہبہ کرنے کا وعدہ کیا پھر موہوب لہٗ تک وہ چیز پہنچنے سے پہلے مر گیا۔

کو قرعہ اندازی کرلے۔ واپسی پر بہتر یہ ہے کہ دوسری عورتوں کے یہاں سے باری شروع کرے۔ ایک عورت نے اپنی باری کسی سوکن کو ہبہ کر دی تو اس کے یہاں اس کی باری میں رہے۔ اسے اپنی باری واپس لینے کا اختیار ہے۔

**تشریحات ۴۸۳** اس تعلیق کو ابن سعید نے مسند متصل کے ساتھ روایت کیا۔ پوری تعلیق یہ ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کو ایک دن سیب کی خواہش ہوئی اسے خریدنے کے لئے گھر میں کچھ نہیں تھا۔ ہم ان کے ساتھ سوار ہو کر چلے تو دیر سمعان کے بچوں نے سیب کے طبق پیش کئے۔ ان میں سے ایک کو ہاتھ میں لے لیا۔ سونگھا پھر لوٹا دیا۔ میں نے (فرات بن مسلم) نے ان سے اس بارے میں عرض کیا تو فرمایا کہ مجھے ضرورت نہیں۔ میں نے عرض کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہدیے قبول فرماتے تھے۔ فرمایا ان لوگوں کے لئے ہدیہ تھا اور آج عمال کیلئے رشوت ہے۔

**تشریحات ۴۸۴** ہمارے اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ہبہ تام ہونے کے لئے قبضہ شرط ہے۔ اور باب میں جو صورت مذکور ہے اس میں قبضہ نہیں۔ اس لئے واہب یا موہوب لہٗ کی موت کے بعد

---

؎ الشہادات باب تعدیل النساء بعضھن بعضا ص۳۶۳ باب القرعۃ فی المشکلات ص۳۷۰ الجھاد باب حمل الرجل امرأتہ فی الغزو دون بعض نسائہ ص۴۰۳ ثانی المغازی باب حدیث الافک ص۵۹۳ التفسیر باب قولہ عز وجل ان الذین جاء وا بالافک ص۶۹۶ النکاح باب المرأۃ تھب یومھا من زوجھا لضرتھا ص۷۸۵ ابو داؤد۔ النکاح النسائی عشرۃ النساء۔

ت ۴۸۴ | وَقَالَ عُبَيْدَةُ إِنْ مَاتَ وَكَانَتْ فَصَلَتِ الْهِدِيَّةُ وَالْمُهْدِيُ لَهُ

اور عبیدہ نے کہا۔ اگر ہبہ کرنے والا مرجائے اور جسے ہدیہ کیا گیا اس کی زندگی ہی میں

حَيٌّ فَهِيَ لِوَرَثَتِهِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ فَصَلَتْ فَهِيَ لِوَرَثَةِ الَّذِي أَهْدَى۔

ہبہ علٰحدہ کر لیا گیا ہو تو اس کے وارثین کے لئے ہے اور اگر علٰحدہ نہ کیا گیا ہو تو ہدیہ دینے والے کے ورثہ کا ہے۔

ت ۴۸۵ | وَقَالَ الْحَسَنُ أَيُّهُمَا مَاتَ قَبْلُ فَهِيَ لِوَرَثَةِ الْمُهْدَى لَهُ

اور امام حسن بصری نے فرمایا۔ ان دونوں میں جو بھی پہلے مرجائے تو وہ موہوب لہٗ

إِذَا قَبَضَهَا الرَّسُولُ۔

کے ورثہ کا ہے جب کہ قاصد نے اس پر قبضہ کر لیا ہو۔

ہبہ باطل ہوگیا۔ اور شی موہوب واہب کی یا اس کے ورثہ کی ملک ہوگی۔ اور وعدہ کیا تھا ابھی اس پر عمل نہیں کیا تھا۔ کہ مرگیا۔ تو بات ہی ختم ہوگئی۔ وعدہ کرنے والے کے وارثین پر اس کا پورا کرنا واجب نہیں۔ چونکہ ان دونوں مسئلوں میں اختلاف ہے۔ اس لئے امام بخاری نے کوئی حکم بیان نہیں فرمایا۔

**وقال عبیدۃ** ان کے قول کا مطلب یہ ہے۔ کہ موہوب لہٗ کی حیات میں کسی نے اسے کچھ ہبہ کیا۔ اور اس کی حیات ہی میں اسے اپنی ملک سے الگ کر دیا۔ مثلاً کسی کو دیا کہ فلاں کو دے آؤ۔ اور اس کے بعد دونوں مرگئے۔ تو ہبہ صحیح ہے۔ اور اگر موہوب لہٗ کی زندگی میں علٰحدہ نہیں کیا گیا تو ہبہ صحیح نہیں۔ گویا ان کے نزدیک ہبہ تام ہونے کے لئے قبضہ شرط نہیں۔ صرف غیر موہوب سے علٰحدہ کرنا کافی ہے۔

اور ایک روایت میں۔ فَصَلَتْ کے بجائے وَصَلَتْ ہے یعنی موہوب لہٗ تک پہنچ جائے۔ مگر جمہور کے نزدیک موہوب لہٗ یا اس کے وکیل کا قبضہ تام ہونے کے لئے ضروری ہے۔ شارحین نے اسے جمہور کے مذہب کے مطابق کرنے کے لئے یہ توجیہ کی ہے کہ فَصَلَتْ سے مراد یہ ہے کہ کسی کو پہنچانے کے لئے دیدیا۔ اب اس قاصد کا قبضہ موہوب لہ کا قبضہ ہے۔ یہ توجیہ جیسی ہے ظاہر ہے۔ اس پر فصلت کی دلالت علی التعیین نہیں۔ دیگر املاک سے الگ کرکے اپنے گھر رکھنا بھی جدا کرنا ہے۔ البتہ وصلت کی دلالت قبضے پر درست ہے۔ کیونکہ حقیقی وصول یہی ہے۔ کہ موہوب لہٗ اسے اپنے قبضے میں کرلے۔

**تشریحات ۴۸۵** عبید نے واہب کی دیگر املاک سے علٰحدہ کرنے یا موہوب لہ تک پہنچنے پر تفریق کی تھی۔ اور حضرت امام حسن بصری نے قاصد کے قبضہ کرنے نہ کرنے پر حکم میں تفریق کی ہے۔ یعنی اگر قاصد نے قبضہ کر لیا تھا تو موہوب لہٗ کے ورثہ کا ہے۔ یعنی ہبہ تام ہوگیا۔ اور اگر قاصد نے قبضہ نہیں کیا تھا تو واہب کے ورثہ کا ہے۔ یعنی اس صورت میں ہبہ تام نہیں۔ باب کے دوسرے جز، وعدے کے سلسلے میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث لائے ہیں جس میں یہ مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب بحرین کا مال آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

## بَابٌ كَيْفَ يُقْبَضُ الْعَبْدُ وَالْمَتَاعُ ص۳۵۴ غلام اور سامان پر قبضہ کیسے کیا جاتا ہے۔

**حدیث ۱۴۵۵**

عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبائیں تقسیم کیں

قَالَ اِقْتَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبِيَةً وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ

اور مخرمہ کو اس میں سے کچھ نہیں دیا۔ تو مخرمہ نے کہا۔ اے بیٹے مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

مِّنْهَا شَيْئًا فَقَالَ مَخْرَمَةُ يَا بُنَیَّ اِنْطَلِقْ بِنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ

میں لے چلو۔ میں ان کے ساتھ گیا تو کہا اندر جاکر حضور کو بلاؤ۔ میں نے حضور کو بلایا۔ حضور مخرمہ

وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهٗ فَقَالَ اُدْخُلْ فَادْعُهٗ لِیْ قَالَ فَدَعَوْتُهٗ لَهٗ فَخَرَجَ اِلَيْهِ

کے پاس تشریف لائے۔ اور حضور کے کندھے پر ان میں سے ایک قبا تھی۔ فرمایا

منادی کرادی کہ اگر کسی کو کچھ دینے کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا۔ تو وہ آئے۔ میں حاضر ہوا۔ کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا۔ تو مجھے تین لپ دیا۔

امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ وعدہ کرکے کوئی وفات پا جائے تو ورثہ کو اسے پورا کرنا ضروری ہے۔ لیکن جمہور کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ارفع و اعلیٰ کے پیش نظر حضرت صدیق اکبر نے اسے بر سبیل تطوع پورا فرمایا۔ اس میں کسی کو شک نہیں کہ ایفاء وعدہ مکارم اخلاق سے ہے۔ اس حدیث میں وجوب پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ نہیں۔ اور دَین کے ساتھ ذکر دلیل وجوب نہیں۔ اس لئے کہ یہ طے ہے کہ اقتران بالذکر اقتران فی الحکم کو مستلزم نہیں۔

**تشریحات ۱۴۵۵** کتاب الشہادات میں ہے۔ کہ حضرت مخرمہ نے در اقدس پہ کھڑے ہو کر کچھ کلام کیا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے سن لیا۔ اور حضرت مخرمہ کے پاس تشریف لائے۔ ہو سکتا ہے کہ اُدھر آواز سنکر حضور نے باہر آنے کا قصد کیا ہو اور ادھر مسور اندر گئے ہوں۔ کتاب اللباس کی روایت میں ہے کہ جب حضرت مخرمہ نے حضرت مسور سے کہا کہ اندر جاکر حضور کو بلا لاؤ تو یہ بات ان پر گراں گزری حضرت مخرمہ نے کہا کہ جاؤ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جبار یعنی سخت گیر نہیں۔ ان کا یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مومن مخلص تھے۔ منافق نہیں تھے۔ کتاب الادب کی روایت میں ہے کہ حضرت مخرمہ کے مزاج میں کچھ تھا۔ یعنی شدت تھی، سخت کلام اور زود رنج تھے۔

**قباء منها** کتاب اللباس کی روایت میں ہے۔ من دیباج مُزَرَّر بالذہب۔ یہ قبا دیبا کی تھی جو سونے سے مزین تھی۔ دیبا ریشمی کپڑا ہے۔ غالباً یہ ریشم کی تحریم سے پہلے کا واقعہ ہے۔ یا ان کو اس لئے دیا تھا کہ وہ عورتوں کو پہنائیں یا بیچ کر قیمت صرف کریں۔

وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْهَا فَقَالَ خَبَأْنَا هٰذَا لَكَ قَالَ فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ رَضِيَ مَخْرَمَةُ ؎

میں نے تمہارے لیے چھپا رکھی تھی۔ مخرمہ نے اسے دیکھا اور عرض کیا مخرمہ خوش ہوگیا۔

## بَابُ إِذَا وَهَبَ دَيْنًا عَلَى رَجُلٍ ص ۳۵۴ مدیون پر جو قرض تھا اسے اسی کو ہبہ کردیا

ت ۴۸۶ قَالَ شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ هُوَ جَائِزٌ۔

شعبہ نے حکم سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا۔ یہ جائز ہے۔

ت ۴۸۷ وَوَهَبَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ لِرَجُلٍ دَيْنًا

اور حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک شخص پر قرض تھا انھوں نے یہ اسے ہبہ کردیا۔

ت ۴۸۸ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ عَلَيْهِ حَقٌّ فَلْيُعْطِهِ أَوْ لِيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ۔

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس پر کسی کا حق ہو تو یا تو اسے دیدے۔ یا اس سے معاف کرالے۔

**مخرمہ بن نوفل** یہ بنی زہرہ کے رؤسا میں تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے۔ سنہ ۲۰ھ میں ایک سو پندرہ سال کی عمر میں واصل بحق ہوئے۔

**تشریحات ۴۸۷** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اموال منقولہ میں اتنے سے قبضہ تام ہوجاتا ہے کہ وہ چیز موہوب لہٗ اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اس کے جواز میں کسی کو کلام نہیں۔ مگر یہ ہبہ نہیں۔ ابراء اور اسقاط حق ہے۔ اس لئے اس میں قبضے کی حاجت نہیں۔ اس کا بھی امکان ہے کہ وہ موجود ہی نہ ہو پھر ہبہ کیا چیز ہوگی۔ اور اگر ہبہ ہی مانیں تو موہوب لہٗ کا اس میں موہوب پر قبضہ تو پہلے ہی ہوچکا ہے۔ اس تعلیق کو امام ابوبکر بن شیبہ نے موصولا روایت کیا۔

**تشریحات ۴۸۸** اس تعلیق کو امام مسدد نے اپنی مسند میں مسند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے اس کے ہم معنی کتاب المظالم میں حدیث گذر چکی ہے۔ اس کو باب سے مناسبت یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معافی کے لیے قبضے کی شرط نہیں لگائی اور اگر اس کے لئے قبضہ شرط ہوتا تو مقام اس کا مقتضی تھا کہ اسے ضرور ذکر فرماتے۔

---

؎ الشھادات باب شھادۃ الاعمیٰ ص ۳۶۳ الجھاد باب قسمۃ الامام مایقدم علیہ ص ۴۲۰ ثانی اللباس باب القباء خروج حریر ص ۸۶۳ باب المزرد بالذھب ص ۸۷۱ الادب باب مداراۃ الناس ص ۹۰۵ مسلم الزکاۃ۔ ابو داؤد۔ اللباس۔ ترمذی الاستیذان۔ نسائی الزینۃ۔

## بَابُ هِبَةِ الْوَاحِدِ لِلْجَمَاعَةِ ص ۳۵۴ ایک شخص کا پوری جماعت کو ہبہ کرنا

۴۸۹ ت

قَالَتْ اَسْمَاءُ لِلْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَابْنِ اَبِیْ عَتِیْقٍ وَرِثْتُ عَنْ

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قاسم بن محمد اور (ابو بکر عبداللہ) بن ابی عتیق سے کہا۔ مجھے غابہ میں

اُخْتِیْ عَائِشَةَ بِالْغَابَةِ وَقَدْ اَعْطَانِیْ مُعَاوِیَةُ مِائَةَ اَلْفٍ فَهُوَ لَكُمَا۔

اپنی بہن (ام المومنین) عائشہ سے وراثت میں جو زمین ملی تھی اور معاویہ نے جو ایک لاکھ دیا ہے۔ وہ تم دونوں کیلئے ہے۔

اس باب میں امام بخاری حضرت جابر کی وہ حدیث لائے ہیں جس میں یہ مذکور ہے کہ میرے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے اور ان پر قرض تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ان کے قرض خواہوں سے فرمائیں کہ اس سال میرے باغ کی کھجوریں لے لیں اور بقیہ میرے باپ کا قرض معاف کر دیں۔ اور اگر وہ یہ قبول کر لیتے تو قرض سے سبکدوشی ہو جاتی۔ اور جسے معاف کرتے اس پر قبضہ بھی نہ ہوتا۔ یہ اگر جائز نہ ہوتا تو حضرت جابر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ عرض نہ کرتے اور اگر عرض بھی کر دیا تھا تو حضور اسے منع فرما دیتے۔ نیز یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرض خواہوں سے وہ نہ فرماتے۔

**تشریحات ۴۸۹** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ۵۸ھ ۱۷ رمضان بروز سہ شنبہ کو ہوا ہے۔ اور حضرت اسماء کا وصال ۷۳ھ کے جمادی الآخرہ میں ہوا تھا۔

حضرت ام المومنین کی وارث ان کی دو حقیقی بہنیں حضرت اسماء اور ام کلثوم اور ان کے حقیقی بھائی حضرت عبدالرحمٰن کے لڑکے تھے۔ اس لئے ام المومنین کی سب جائداد انھیں کو ملی۔ اور حضرت محمد بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما چونکہ ام المومنین کے حقیقی بھائی نہ تھے بلکہ علاتی بھائی تھے اس لئے محمد بن ابو بکر کی اولاد کو کچھ نہ ملا۔ اور ابن ابی عتیق یعنی ابو بکر عبداللہ بن ابی عتیق محمد بن عبدالرحمٰن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی کچھ نہ ملا۔ کیونکہ اس وقت ان کے والد ابو عتیق محمد بن عبدالرحمٰن زندہ تھے۔ ان کو ملا تھا۔ ان کے والد اگر اس وقت زندہ نہ بھی رہتے تو بھی انھیں کچھ نہیں ملتا۔ اس لئے کہ بھتیجے کی موجودگی میں بھتیجے کی اولاد محروم ہو گی۔ قاسم بن محمد ام المومنین کے بھتیجے تھے۔ اور ابو بکر عبداللہ بھتیجے کی اولاد حضرت اسماء نے ان دونوں کی دلداری کے لئے مذکورہ بالا ہبہ کیا۔

باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ مشاع کا ہبہ صحیح ہے۔ یہ اس حدیث سے اس طرح ثابت کہ جب ایک جماعت کو ہبہ کیا تو ان کا حصہ شائع رہا۔ اس سے ثابت کہ مشاع کا ہبہ درست۔

ہمارا یہ کہنا ہے کہ مشاع کا ہبہ اس وقت باطل ہے۔ جب وہ قابل تقسیم ہو۔ اگر وہ ناقابل تقسیم ہو تو ہبہ صحیح ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ زمین ناقابل تقسیم رہی ہو۔ نیز قابل تقسیم مشاع کا ہبہ اس وقت صحیح نہیں جب کہ قبضے کے وقت تک مشاع ہی رہے۔ اور اگر قبضے کے وقت تقسیم کر لیا گیا اور شیوع ختم ہو گیا تو ہبہ صحیح ہے۔

## بَابُ مَنْ اُهْدِیَ لَهٗ هَدِیَّةً وَعِنْدَهٗ جُلَسَاءُهٗ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ ص ۳۵۵

جب کسی کے ساتھ لوگ بیٹھے ہوں اور اسے ہدیہ دیا جائے وہ سب سے زیادہ حقدار ہے۔

**۴۹۰ ت** وَیُذْکَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ جُلَسَاءَهٗ شُرَکَاءُهٗ وَلَمْ یَصِحَّ۔

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اس کے ساتھ بیٹھنے والے اس کے ہدیے میں شریک ہیں۔ اور یہ صحیح نہیں۔

**غابہ** ۔ اس کے معنی جنگل کے گھنے حصے کے ہیں۔ یعنی جھاڑی اور یہاں مراد ایک مخصوص جنگل ہے جو عوالی مدینہ طیبہ میں تھا جہاں اہل مدینہ کی زمینیں تھیں۔

**تشریحات ۴۹۰** یہ تعلیق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موقوفاً اور مرفوعاً دونوں طرح مروی ہے۔ مگر سب ضعیف ہیں۔ البتہ موقوف بہ نسبت مرفوع صحت سے قریب تر ہے۔ بیہقی نے اس کو مرفوعاً روایت کیا۔ اس میں مندل بن علی ضعیف ہے۔ اسی طرح امام عبد بن حمید نے مرفوعاً روایت کیا ہے مگر وہ بھی ضعیف۔ امام عبدالرزاق سے مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح روایت ہے مگر ان سے صحیح ترین روایت موقوف ہی ہے۔ اس کی شاہد روایات مسند امام اسحٰق بن راہویہ میں۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور عقیلی نے ام المومنین حضرت عائشہ سے بھی مرفوعاً روایت کی ہے۔ مگر دونوں کی سندیں ضعیف ہیں۔

حضرت ابن عباس کی حدیث تعدد طرق سے انجبار پاکر درجہ حسن تک ضرور پہنچی ہے خصوصاً جبکہ اسکی شاہد دو حدیثیں اور بھی ہیں علامہ ابن بطال نے فرمایا۔ کہ یہ ارشاد بطور استحباب ہے۔ وہ بھی قلیل ہدایا میں جن میں عرف یہی ہو کہ وہ حاضرین پر تقسیم کر دی جاتی ہوں۔ مگر مال کثیر یا قیمتی اشیاء کے بارے میں نہیں۔ حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ہارون الرشید نے خطیر رقم بھیجی وہ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ کسی نے حدیث مذکور پڑھی تو فرمایا۔ ان کے مثل میں یہ وارد نہیں یہ کھانے پینے کی چیزوں میں ہے۔

یہی حکایت اس طرح بھی مروی ہے کہ وہاں حضرت امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین موجود تھے۔ ان حضرات نے وہ حدیث سنائی تو امام ابو یوسف نے فرمایا یہ کھجور اور عجوہ کے بارے میں ہے۔ پھر اپنے خازن سے فرمایا یہ رقم اٹھالو۔

**لم یصح** چونکہ امام بخاری نے جو باب قائم کیا تھا۔ یہ اثر اس کے معارض ہے اس لئے اس کی حیثیت واضح فرمادی کہ یہ صحیح نہیں۔ یہ صحیح غلط کا مقابل نہیں۔ بلکہ صحیح سے مراد حدیث کی وہ اعلیٰ قسم ہے جو حسن اور ضعیف کے مقابل ہے۔ مقدمہ[1] میں تفصیل گزر چکی ہے۔

---

[1] جلد اول ص ۳۲، ۳۳، ۳۴

## بَابُ هَدِيَّةِ مَا يُكْرَهُ لُبْسُهَا ص۳۵۶ ایسی چیز کا ہدیہ جس کا پہننا ناپسند ہو۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۱۴۵۶ | عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ |
| | حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا |

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَلَمْ يَدْخُلْ عَلَيْهَا وَجَاءَ

کے گھر آئے۔ اور اندر تشریف نہیں لے گئے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو ان سے

اس کے بعد امام بخاری نے اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث ذکر کی جس میں یہ مذکور ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے اونٹ قرض لیا تھا اور ان کے تقاضے پر اسے عمدہ اونٹ دیا۔ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث ذکر فرمائی ہے جس میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ اونٹ خریدا تھا۔ جو حضرت عمر نے انھیں سواری کے لئے دیا تھا۔ اور خریدنے کے بعد انھیں عطا فرمادیا۔

یہ پہلی حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان اعرابی کو واجب الادا اونٹ سے اعلیٰ اونٹ عطا فرمایا۔ اس اعلیٰ اونٹ کی قیمت واجب الادا اونٹ سے جتنی زائد رہی ہوگی وہ ہدیہ ہوا۔ مگر انھوں نے موجودہ حضرات کو بانٹا نہیں۔ اسی طرح دوسری حدیث کی مطابقت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اونٹ خرید کر انکے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر کو عطا فرمایا۔ مگر انھوں نے حاضرین میں سے کسی کو اس میں شریک نہیں کیا۔ اور یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور ہوا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر سکوت فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جسے ہدیہ دیا جائے تنہا وہی اس کا مستحق ہے۔ دوسرے حاضرین مجلس نہیں۔

**تشریحات ۱۴۵۶** مُوْشِيًا۔ وَشٰى يَشِيْ سے اسم مفعول ہے۔ اصل مَوْشُوْيٌ تھا سَيِّدٌ کے قاعدے سے واؤ کو یا سے بدل کر یا کا یا میں ادغام کر دیا گیا، اور شین کے ضمے کو کسرے سے بدل دیا گیا۔ اس کا مصدر وشیاء اور وِشَايَةٌ ہے۔ کپڑے کو منقش کرنے کے معنی میں۔

شراح کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پردہ ریشمی تھا مکان کے دروازے میں ریشمی یا منقش پردہ لٹکانا حرام نہیں۔ اور حضرت سیدہ کو یہ ہدایت اس بنا پر تھی۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے ان زخرفات دنیوی کو پسند نہیں فرمایا۔ زہد اور سادگی کی تلقین کے لئے تھا۔ اسی قبیل سے حضرت سفینہ کی وہ حدیث ہے جسے امام ابن حبان نے روایت کیا ـــــ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس گھر میں تشریف نہیں لیجاتے جس میں نقش ونگار ہتا۔ قال ترسل۔ میں قال کی ضمیر مرفوع فاعل کا مرجع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

عَلِیٌّ فَذَکَرَتْ لَہٗ ذٰلِکَ فَذَکَرَہٗ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تذکرہ کیا۔ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ تو فرمایا

اِنِّیْ رَاَیْتُ عَلٰی بَابِھَا سِتْرًا مَّوْشِیًّا فَقَالَ مَالِیْ وَلِلدُّنْیَا فَاَتَاھَا عَلِیٌّ فَذَکَرَ

میں نے اس کے دروازے پر منقش پردہ دیکھا۔ تو میں نے کہا مجھے دنیا سے کیا کام۔ حضرت علی نے آکر حضرت

ذٰلِکَ لَھَا فَقَالَتْ لَیَاْمُرُنِیْ فِیْہِ بِمَا شَاءَ قَالَ تُرْسِلُ بِہٖ اِلٰی فُلَانٍ

فاطمہ کو بتایا۔ تو حضرت فاطمہ نے کہا۔ حضور اس کے بارے میں جو چاہیں مجھے حکم دیں۔ فرمایا

اَھْلِ بَیْتٍ بِھِمْ حَاجَۃٌ۔ ؎

فلاں کے پاس بھیجدو۔ ایسے گھر والے جو اس کے محتاج تھے۔

**حدیث ۱۴۵۷**

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اُھْدِیَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُلَّۃً سِیَرَاءَ فَلَبِسْتُھَا فَرَاَیْتُ الْغَضَبَ فِیْ وَجْھِہٖ

ریشمین حلہ ہدیۃً عطا فرمایا۔ اور میں نے اسے پہن لیا۔ تو چہرۂ انور میں غضب دیکھا۔ تو اسے پھاڑ کر

فَشَقَقْتُھَا بَیْنَ نِسَاءِیْ ؎

اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا۔

**تشریحات ۱۴۵۷**

حلۃ سیراء۔ سیرا ریا تو عطف بیان ہے یا صفت اور ایک دوسری روایت اضافت کی بھی ہے۔ حلہ۔ جوڑے کو کہتے ہیں۔ مثلاً چادر اور تہبند۔ سیراء۔ ریشمین مخطط ایک مخصوص کپڑا تھا۔

**بین نسائی**

اس سے مراد اہلیہ اور قرابت دار عورتیں ہیں مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ بین الفواطم۔ ابن ابی الدنیا کی روایت میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا۔ میں نے اس کی چار اوڑھنیاں بنائیں۔ ایک فاطمہ بنت اسد اپنی ماں کے لئے۔ ایک فاطمہ بنت الرسول اپنی اہلیہ کے لئے اور ایک فاطمہ بنت حمزہ کے لئے۔ راوی چوتھی خاتون کا نام فراموش کر گیا۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ زیادہ قریب ہے کہ فاطمہ زوجہ عقیل ابن ابی طالب

---

؎ ابو داؤد۔ اللباس ؎ صفحات ۳۲ - ۳۳ - ۳۴

؎ ثانی النفقات باب کسوۃ المرأۃ باب کسوۃ المرأۃ بالمعروف ص۲۰۰ اللباس باب الحریر للنساء ص۸۲۶ مسلم اللباس۔ نسائی الزینۃ

## بَابُ قُبُوْلِ الْهَدِيَّةِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ص۳۵۶ مشرکین کا ہدیہ قبول کرنا۔

**حدیث ۱۴۵۸**

عَنْ قَتَادَةَ ثَنَا اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُبَّةُ سُنْدُسٍ وَّكَانَ يَنْهٰى عَنِ الْحَرِيْرِ

میں کریپ (باریک ریشم) کا جبہ نذر کیا گیا۔ اور حضور ریشم سے منع فرماتے تھے۔ لوگ

فَعَجِبَ النَّاسُ مِنْهَا فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ

اس کی خوبی پر تعجب کرنے لگے تو ارشاد فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی

بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ اَحْسَنُ مِنْ هٰذَا۔ وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ

جان ہے۔ جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے اچھے ہیں۔ اور سعید بن عروبہ نے

اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اُكَيْدِرَ دُوْمَةَ اَهْدٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

عن قتادہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہوئے کہا۔ دومۃ الجندل کے اکیدر نے۔

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [1]

یہ نذر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی تھی۔

---

ہوں۔ اور ابو العلاء بن سلیمان کے خیال میں یہ فاطمہ بنت ابی طالب ام ہانی ہیں۔ مسلم میں ہے کہ یہ حلہ والی دومۃ الجندل نے خدمت اقدس میں پیش کیا تھا۔

**تشریحات ۱۴۵۸**

سُنْدُسٌ۔ باریک ریشم جسے کریپ کہتے ہیں۔ اس کے مقابل استبرق ہے۔ موٹا ریشم۔ لوگوں کو تعجب اس جبے کی خوبصورتی اور نرمی پر تھا۔

**وقال سعید**

یہ تعلیق ہے جسے امام احمد نے اپنی مسند میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ اکیدر نصرانی اور دومۃ الجندل کا بادشاہ تھا۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی طرف بھیجا تھا۔ یہ گرفتار ہوا اور اس کا بھائی حسان قتل ہوا۔ حضرت سیف اللہ نے اسے مدینہ طیبہ خدمت اقدس میں حاضر کیا۔ اس نے جزیہ دینے پر صلح کر لی۔ تو رحمت عالم صلی اللہ

---

[1] صفۃ الجنۃ ص۳۱۔ مسلم الفضائل۔

حدیث ۱۴۵۹ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت نے نبی صلی اللہ تعالیٰ

يَهُوْدِيَّةً اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَّسْمُوْمَةٍ

علیہ وسلم کی خدمت میں ایک زہر آلود بکری پیش کیا۔ حضور نے اس میں سے کچھ کھایا۔ پھر اسے

فَاَكَلَ مِنْهَا فَجِيْءَ بِهٖ فَقِيْلَ اَلَا نَقْتُلُهَا قَالَ لَا قَالَ فَمَا زِلْتُ اَعْرِفُهَا فِيْ

خدمت اقدس میں لایا گیا۔ عرض کیا گیا۔ کیا اسے حضور قتل نہیں فرمائیں گے۔ فرمایا۔ نہیں۔ حضرت

لَهَوَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [1]

انس نے کہا۔ ہمیشہ اس کے اثر کو حلق کے کوّے نے محسوس کرتا رہا۔

## بَابُ الْهَدِيَّةِ لِلْمُشْرِكِيْنَ ص ۳۵۸ مشرکین کو ہدیہ دینا

حدیث ۱۴۶۰ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ میری مشرکہ ماں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اس نے سرکشی کی۔ جب حضرت سیف اللہ عراق سے شام جا رہے تھے تو راستے میں اسے قتل کر دیا۔

دومۃ الجندل مدینہ طیبہ اور دمشق کے درمیان مدینہ طیبہ سے پس منزل اور دمشق سے آٹھ منزل کے فاصلے پر تبوک کے قریب ایک شہر تھا۔ دُومۃ کے معنی گول اور جندل کے معنی پتھر کے ہیں۔ یہاں گول چٹانیں بہت ہیں اس لئے اس کا یہ نام پڑا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ کی نزاع میں فیصلہ کرنے کے لئے دونوں فریق مع اپنے اپنے حکم کے جمع ہوئے تھے۔

**تشریحات ۱۴۵۹** اس یہودی عورت کا نام۔ زینب، تھا۔ یہ سلام بن مشکم کی جورو تھی۔ مرحب کی بہن یا بھتیجی تھی۔ اس حدیث میں شاۃ (بکری) سے مراد بکری کا گوشت ہے۔ امام ابن اسحٰق نے فرمایا۔ کہ اس نے پوچھا کہ کون سا عضو سب سے زیادہ حضور کو پسند ہے بتایا گیا کہ دست تو اس نے اس میں زیادہ زہر ملا دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک لقمہ منہ میں لیا اور اگل دیا۔ فرمایا اس میں زہر ہے کوئی نہ کھائے۔ مگر حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ممانعت سے پہلے ہی کھا لیا تھا جس کے اثر سے تین دن کے بعد واصل بحق ہو گئے۔ اس سے پوچھا گیا کہ تو نے ایسا

---

[1] مسلم الطب۔ ابوداؤد الدیات

قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّيْ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

کے زمانے میں میرے پاس آئیں۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ وَهِيَ

کیا۔ اور یہ بھی عرض کیا۔ کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہیں کیا ان کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی

رَاغِبَةٌ أَفَأَصِلُ أُمِّيْ قَالَ نَعَمْ صِلِيْ أُمَّكِ ۔

ہوں۔ فرمایا۔ اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کر۔

## بَابُ ص ۳۵۷

**حدیث ۱۴۶۱**

أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ أَنَّ بَنِيْ صُهَيْبٍ

عبداللہ بن عبیداللہ بن ابو ملیکہ نے خبر دی۔ کہ ابن جُدعان کے آزاد کردہ غلام

کیوں کیا۔ تو اس نے کہا آپ نے میرے باپ چچا بھائی اور شوہر کو مار ڈالا۔ میں نے اس لئے ایسا کیا اگر آپ نبی برحق ہوں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو حقیقت حال سے باخبر کر دے گا۔ اور اگر جھوٹے ہوں گے تو ہم آپ سے آرام پا جائیں گے۔ اس وقت اس سے درگذر فرمایا۔ مگر بشر بن برار کے جاں بحق ہونے کے بعد قصاص میں قتل کرا دیا۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ مسلمان ہو گئی تھی۔ مگر چونکہ اسلام لانے سے زمانہ کفر کے جرم کی وجہ سے اگر قصاص واجب ہو تو وہ ساقط نہیں ہوتا۔ اس لئے اسے سزا ملی۔

**تشریحات ۱۴۶۰**

حضرت اسماء کی والدہ کا نام قُتَیلہ تھا یا قتلہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے قبل اسلام نکاح کیا تھا۔ اور پھر طلاق دیدیا تھا۔ ادب میں ہے کہ اسی موقع پر سورہ ممتحنہ کی یہ آیتیں نازل ہوئی تھیں۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ إِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَأَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوْا عَلٰى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔

(آیت ۸-۹)

اللہ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کرنے سے منع نہیں فرماتا جو نہ دین کے معاملے میں تم سے لڑے اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا۔ بیشک اللہ انصاف کرنیوالوں کو محبوب رکھتا ہے۔ اللہ تم کو صرف انھیں لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع فرماتا ہے جو تم سے دین کے معاملہ میں لڑے اور جنھوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکالا او تمہارے نکالنے کیلئے مدد کی۔ جو ان سے دوستی کریگا وہی ظالم ہے

---

مہ الجہاد باب ۱۵۱ ثانی الادب باب صلۃ الوالد المشرک۔ باب صلۃ المرأۃ امہا۔ ص ۸۸۴۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ الزکوٰۃ۔

مَوْلَى ابْنِ جُدْعَانَ اِدَّعَوْا بِبَيِّنَتَيْنِ وَحُجْرَةً اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت صہیب کی اولاد نے یہ دعویٰ کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صہیب کو دو گھر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطٰى ذٰلِكَ صُهَيْبًا فَقَالَ مَرْوَانُ مَنْ يَّشْهَدُ لَكُمَا عَلٰى ذٰلِكَ

اور ایک کو ٹھڑی عطا فرمائی تھی۔ مروان نے کہا اس کی کون گواہی دیگا۔ ان لوگوں نے کہا

قَالُوْا ابْنُ عُمَرَ فَدَعَاهُ فَشَهِدَ لَاَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ ابن عمر۔ مروان نے انھیں بلایا۔ انھوں نے اس بات کی گواہی دی کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صُهَيْبًا بَيْتَيْنِ وَحُجْرَةً فَقَضٰى مَرْوَانُ بِشَهَادَتِهٖ لَهُمْ۔

نے صہیب کو دو گھر اور ایک حجرہ عطا فرمایا تھا۔ انکی گواہی پر مروان نے ان کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

کتاب الادب ہی میں ہے کہ اپنے بیٹے کو لے کر آئی تھیں۔ جس کا نام حارث تھا۔ اور یہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان آئی تھیں۔ مستغفری نے ان کو صحابیات میں شمار کیا ہے۔ یہ بھی ہدیہ کے لئے منفق، گھی اور سلم کے پتے ساتھ لائی تھیں۔ حضرت اسماء نے انھیں گھر میں داخل نہیں ہونے دیا۔ ان کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ ان کا ہدیہ قبول کروں یا نہیں۔ اور اس کے عوض انھیں کچھ ہدیہ دوں یا نہیں۔

**احکام** ذمی کفار کو ہدیہ دینا اور ان کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ اور یہی اس آیت کا مفاد ہے۔ حربی کفار کو نہ ہدیہ دینا جائز نہ ان کا ہدیہ قبول کرنا درست۔ ہندوستان کے کفار حربی ہیں۔ اگرچہ ہندوستان دارالاسلام ہے۔ مگر یہاں آج کے ماحول میں دفع شر کے لئے بقدر دفع شر کفار سے ہدیہ لینا جائز ہے۔

**تشریحات** حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ عبداللہ بن جدعان نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ اس لئے انھیں مولی ابن جدعان کہا۔ حضرت صہیب کے آٹھ صاحبزادے تھے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ مروان کے پاس ان میں سے دو صاحب ہی گئے ہوں۔ اس لئے اس نے گواہی کے مطالبے کے وقت لکما۔ کہا۔

عمر بن شیبہ نے اخبار مدینہ میں ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت صہیب کو یہ گھر ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیا تھا۔ اور اعطار کی نسبت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اس بنا پر ہے کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت یا حکم سے دیا تھا۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ کوئی اور گھر تھا۔

مروان نے صرف حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی گواہی پر بنی صہیب کو وہ گھر دیدیا حالانکہ یہ ضروری ہے کہ دو گواہ ہوں۔ جواب یہ ہے کہ۔

مروان نہ خدا ترس تھا۔ نہ حاکم عادل اور نہ اس کا کوئی اعتبار۔ اس لئے اس کا اگر کوئی فیصلہ غیر شرعی ہو جائے تو کوئی بڑی بات نہیں۔ مگر یہاں اس کا بھی امکان ہے کہ اس مکان کے اور کوئی صاحب دعویدار نہ رہے ہوں۔

## بَابُ مَا قِيْلَ فِي الْعُمْرٰى وَالرُّقْبٰى اَعْمَرْتُهُ الدَّارَ فَهِيَ عُمْرٰى جَعَلْتُهَا لَهٗ

عمری اور رقبی کے بارے میں کیا کہا گیا ہے میں نے اسے زندگی بھر رہنے کے لئے گھر دیا یہ عمری

اِسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا جَعَلَكُمْ عُمَّارًا ص ۳۵۷

ہے۔ میں نے گھر اس کے لئے کر دیا۔ استعمرکم فیھا۔ میں نے اسے رہنے کے لئے زمین دی۔

حدیث ۱۴۶۲

عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَضَى

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرٰى اَنَّهَا لِمَنْ وُهِبَتْ لَهٗ ۴ھ

نے یہ فیصلہ فرمایا۔ کہ عمری اس کا ہے جس کے لئے ہبہ کیا گیا۔

حدیث ۱۴۶۳

عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْعُمْرٰى جَائِزَةٌ ۴ھ

وسلم سے روایت ہے کہ فرمایا۔ عمری جائز ہے۔

ت ۴۹۱

وَقَالَ عَطَاءٌ ثَنِيْ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ

اور امام عطا نے کہا کہ مجھ سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ۔

تعالیٰ علیہ وسلم سے اسی کے ہم معنی روایت کیا ہے۔

خود مروان نے اپنی شرارت سے کوئی شاخسانہ کھڑا کیا ہو۔ اس پر اس نے گواہی طلب کی ہو۔ ویسے بہت سے علماء انتہائی عادل اور خدا ترس تنہا ایک گواہی پر فیصلے کر دینے کو جائز جانتے ہیں۔

تشریحات ۳-۱۴۶۲

عمری یہ ہے کہ کوئی کسی سے یہ کہدے کہ میں نے اپنا مکان تم کو زندگی بھر کے لئے دیا۔ اس کیلئے عربی میں زیادہ تر یہ صیغے مستعمل ہیں اعمرتہ الدار۔ استعمرتك۔ رقبی یہ ہے کہ

---

۴ھ مسلم الفرائض ابو داؤد بیوع۔ ترمذی احکام۔ نسائی العمری ابن ماجہ الاحکام۔

۴ھ ابو داؤد البیوع نسائی عمری۔

## بَابُ مَنِ اسْتَعَارَ مِنَ النَّاسِ الْفَرَسَ وَالدَّابَّةَ وَغَيْرَهَا۔ ص۳۵۷

جس نے لوگوں سے گھوڑا اور چوپایہ یا کچھ اور منگنی لیا۔

**حدیث ۱۴۶۴**

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ کَانَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے۔ کہ ایک بار مدینے میں گھبراہٹ

فَزَعٌ بِالْمَدِیْنَةِ فَاسْتَعَارَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَسًا مِنْ

پیدا ہوگئی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوطلحہ کے ایک گھوڑے کو منگنی لیا۔

اَبِیْ طَلْحَةَ یُقَالُ لَہُ الْمَنْدُوْبُ فَرَکِبَ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ مَا رَاَیْنَا مِنْ

جس کا نام مندوب تھا اس پر سوار ہوئے۔ جب لوٹ کر آئے تو فرمایا ہم نے

شَیْءٍ وَاِنْ وَجَدْنَاہُ لَبَحْرًا ۔ہ

کچھ نہیں دیکھا اور اس (گھوڑے) کو دریا پایا۔

یہ کہے۔ میں نے تم کو اپنا گھر دیا اس شرط پر کہ اگر میں تم سے پہلے مرگیا تو یہ تمہارا ہے۔ اور اگر تم پہلے مرگئے تو میرا ہے۔ اس کے لئے عربی میں ارقبتك کا لفظ رائج تھا اس لئے اسکو رقبی کہتے ہیں۔ عمری جائز ہے۔ البتہ جسے دیا وہ اس کا مالک نہیں ہوگا۔ مُعمِر کی زندگی بھر اس سے نفع حاصل کرسکتا ہے مُعمِر کے مرنے کے بعد وہ مُعمِر کے وارثین کا ہے۔ رقبی جائز نہیں۔ حدیث میں صرف عمری کا تذکرہ ہے۔ دوسرے ائمہ نے اسی پر قیاس کرکے رقبی کو بھی جائز کہا ہے۔ حالانکہ دونوں کی حقیقت میں بین فرق ہے اسلئے ایک کو دوسرے پر قیاس کی صحت محل غور ہے۔"

**تنبیہ** یہاں سے امام بخاری نے عاریت کے ابواب شروع کردیئے ہیں اگرچہ کسی نسخے میں کتاب العاریۃ نہیں۔ البتہ بعض نسخوں میں تسمیہ ہے۔ ہبہ کے ساتھ عاریت کے ابواب اس لئے ذکر فرمائے کہ ہبہ میں بلاعوض چیز دینا ہے اور اس میں بلاعوض کسی چیز سے منفعت حاصل کرنے کی اجازت دینا ہے۔

**تشریحات ۱۴۶۴** ابوطلحہ کا نام زید بن سہل تھا۔ یہ حضرت انس کی والدہ ماجدہ حضرت ام سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر تھے۔

---

عد الجهاد باب اعم الفرس والحمار ص ۴۰۰ باب الركوب على الدابة الصعبة ص۴۰۱ باب الفرس القطوف ص ۴۰۱ باب مبادرة الامام عند الفزع ص۴۱۰ ثانی الادب باب المعاريض مندوحة عن الكذب ص۹۱۰ مسلم الفضائل ابوداؤد الادب۔ ترمذی الجهاد۔ نسائی السير۔

## بَابُ الْاِسْتِعَارَةِ لِلْعَرُوْسِ عِنْدَ الْبِنَاءِ ص۳۵۸ زفاف کے وقت دلہن کیلئے منگنی مانگنا۔

**حدیث ۱۴۶۵**

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ اَيْمَنَ ثَنِيْ اَبِيْ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ

ایمن نے کہا میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ قطر کا کرتا

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَعَلَيْهَا دِرْعُ قِطْرٍ ثَمَنُ خَمْسَةُ دَرَاهِمَ فَقَالَتْ اِرْفَعْ

زیب تن کئے ہوئے تھیں۔ جس کی قیمت پانچ درہم تھی۔ ام المومنین نے فرمایا۔ نظر اٹھا کر

بَصَرَكَ اِلٰى جَارِيَتِيْ اُنْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهَا تُزْهٰى اَنْ تَلْبَسَهُ فِي الْبَيْتِ وَقَدْ كَانَ

میری باندی کو دیکھو۔ یہ گھر میں اس کرتے کے پہننے کو ناپسند کرتی ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ

لِيْ مِنْهُنَّ دِرْعٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا كَانَتْ

تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ان میں کا ایک کرتا میرے پاس تھا۔ جب مدینے میں کسی عورت کو

اِمْرَاَةٌ تُقَيَّنُ بِالْمَدِيْنَةِ اِلَّا اَرْسَلَتْ اِلَيَّ تَسْتَعِيْرُهُ۔

دلھن بنانا ہوتا تو آدمی بھیجکر مجھ سے عاریۃ منگوا لیا جاتا۔

**ان وجدناہ بحرا** کوفیوں کی بنا پر یہ ان نافیہ معنی میں ما کے ہے۔ اور بحراً کا لام بمعنی اِلّا۔ اب ترجمہ یہ ہوگا۔ ہم نے اس کو نہیں پایا مگر سمندر۔ اسکی نظیر یہ آیت ہے ان ھذان لساحران۔ ان کی تخفیف کی قرأت پر۔ اور بصریوں کے نزدیک یہ انّ مثقلہ سے مخففہ تحقیق کے لئے ہے۔ اور لام تاکید کیلئے۔

گھوڑے کے ناموں میں سے "بحر" بھی ہے۔ بحر اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو کبھی تھکتا نہ ہو۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھوڑوں میں سے ایک گھوڑے کا نام بحر تھا۔ ایک روایت میں حضرت ابوطلحہ کے اس گھوڑے کی صفت قطوف آئی ہے۔ یعنی سست رفتار۔ دوسری روایت میں بطی بھی وارد ہے۔ یعنی سست۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت تھی کہ وہ اتنا تیز رفتار ہوگیا کہ اسے بحر فرمایا۔

**تشریحات ۱۴۶۵** قِطر۔ بحرین میں قطر ایک جگہ کا نام ہے۔ وہاں جو کپڑے تیار ہوتے تھے ان کو قطر کہا جاتا تھا۔ قاف کا کسرہ نسبت کیلئے ہے۔ یہ روئی وغیرہ کا موٹا معمولی کپڑا تھا۔

**ثمن خمسة دراهم** اسمیں چار طریقہ جائز ہے۔ ثُمِّنَ۔ باب تفعیل سے ماضی مجہول۔ اور خمسۃ فتحہ کے ساتھ منصوب بنزع خافض۔ یعنی ثُمِّنَ ای قُوِّمَ بخمسةٍ۔ ثَمَنَ منصوب بنزع خافض ای بِثَمَنِ خَمْسَةِ دراهم۔ ثَمَنُ خَمْسَةِ دَرَاهِمَ اضافت کے ساتھ۔ ثَمَنُ مرفوع مبتدا خمسۃ بھی مرفوع خبر۔ البتہ اس میں ضمیر مقدر ہوگی۔ یعنی ثمنه خمسة دراهم۔

## بَابُ فَضْلِ الْمَنِيْحَةِ ص۳۵۸ نفع حاصل کرنے کے لئے عطیے

**حدیث ۱۴۶۶**

عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْمَنِيْحَةُ اللِّقْحَةُ الصَّفِیُّ مِنْحَةً

علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہترین عطیہ خوب دودھ دینے والی اونٹنی اور خوب دودھ دینے

وَالشَّاةُ الصَّفِیُّ تَغْدُوْ بِاِنَاءٍ وَتَرُوْحُ بِاِنَاءٍ۔

والی بکری ہے۔ صبح کو بھی برتن بھر دے اور شام کو بھی۔

**حدیث ۱۴۶۷**

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جب مہاجرین مکے سے مدینے

لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْمَدِيْنَةَ مِنْ مَّكَّةَ وَلَيْسَ بِاَيْدِيْهِمْ شَیْءٌ وَكَانَتِ

آئے۔ اور حال یہ تھا کہ ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ اور انصار زمین جائداد والے تھے۔

**تُزْهٰی** اسکے معنی ناپسند کرنے کے ہیں۔ بعض مترجمین نے یہ ترجمہ کیا ہے یہ گھر میں مجھے ایسا کرتا پہننے سے منع کرتی ہے۔ یہ ترجمہ صحیح نہیں۔ ان تلبسہ واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ لونڈی یہ کرتا پہننے کو ناپسند کرتی ہے۔ عمدۃ القاری میں اس کی شرح تنکر او تَأنَفُ کی ہے۔

**تقیین** جب کوئی دلہن زفاف کیلئے سنواری جاتی تو وہ کرتا مجھ سے مانگ کر لے جاتے تھے۔ یہ اس عہد مبارک کی عسر اور تنگدستی کو ظاہر فرمارہی ہیں اور جس وقت فرمارہی تھیں اس وقت کی خوشحالی کو۔ کہ آج لوگ اتنے خوشحال ہو گئے کہ اس کرتے کو گھر کے اندر لونڈی بھی پہننا پسند نہیں کرتی۔ اور ایک وہ وقت تھا کہ رخصتی کے وقت لوگ اسے دلہن کا لباس بنالے اور وہ بھی عام لوگوں کو میسر نہیں تھا تو مجھ سے عاریۃً لیجاتے تھے۔

**تشریحات ۱۴۶۶** المنیحۃ۔ منح یمنح منحۃً سے آتا ہے۔ اس کے معنی عطیے اور بخشش کے ہیں۔ یہ عظیمۃ کے وزن پر اسم مفعول کے معنی میں ہے۔ باب میں منیحہ سے مراد نفع حاصل کرنے کیلئے کسی بھی چیز کے دینے کے ہیں۔ عرف میں اس کے معنی وہ دودھ دینے والا جانور ہے جو کسی کو اسلئے دیا جائے کہ وہ اس کے دودھ اور بال سے نفع حاصل کرے خواہ وہ اونٹ ہو یا گائے یا بکری۔ اور حدیث میں منیحۃ اپنے لغوی معنی میں ہے۔ یعنی عطیہ۔ لقحۃ۔ وہ دودھ

---

ے ثانی الاشربۃ باب شرب اللبن ص۸۳۹

الْاَنْصَارُ اَهْلَ الْاَرْضِ وَالْعَقَارِ فَقَاسَمَهُمُ الْاَنْصَارُ عَلٰى اَنْ يُّعْطُوْهُمْ

تو انصار نے مہاجرین کو اس شرط پر اپنے باغات دیئے کہ وہ انکے پھلوں میں سے

ثِمَارَ اَمْوَالِهِمْ كُلَّ عَامٍ وَيَكْفُوْهُمُ الْعَمَلَ وَالْمُؤْنَةَ وَكَانَتْ اُمُّهٗ اُمَّ

کچھ ہر سال ہمیں دیدیا کریں۔ اور انصار کو کام اور محنت سے بچائے رکھیں۔ اور حضرت

اَنَسٍ اُمُّ سُلَيْمٍ كَانَتْ اُمَّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ فَكَانَتْ اَعْطَتْ اُمُّ اَنَسٍ

انس اور عبد اللہ بن ابو طلحہ کی والدہ ام سُلیم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کھجور کے

بْنِ مَالِكٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِذَاقًا فَاَعْطَاهُنَّ النَّبِيُّ

چند درخت نذر کئے تھے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ درخت اسامہ بن زید کی والدہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمَّ اَيْمَنَ مَوْلَاتَهٗ اُمَّ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ ـــ

ام ایمن کو عطا فرما دیئے۔ ابن شہاب نے کہا۔ کہ مجھے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَسٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب جنگ خیبر سے فارغ ہوئے۔ اور مدینہ

لَمَّا فَرَغَ مِنْ قَتْلِ اَهْلِ خَيْبَرَ وَانْصَرَفَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ رَدَّ الْمُهَاجِرُوْنَ اِلَى

واپس تشریف لائے۔ تو مہاجرین نے انصار کے عطیات واپس کر دیئے۔ اور

الْاَنْصَارِ مَنَائِحَهُمُ الَّتِيْ كَانُوْا مَنَحُوْهُمْ مِنْ ثِمَارِهِمْ فَرَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت انس کی والدہ کو ان کی کھجور کے باغ واپس

دینے والی اونٹنی جس نے جلد ہی بچہ دیا ہو۔ العصفی۔ صاف ستھری خوب دودھ دینے والی۔ اشربۃ کی روایت میں نعم الصدقۃ ہے۔ یہاں بھی صدقہ کا لغوی معنی مراد ہے یعنی عطیہ۔ جیسا کہ ابن تین نے کہا۔ اور سیاق بھی اسی کا مؤید ہے۔

**تشریحات** ۱۴۶۷ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ باب میں عطیے سے مراد عام ہے۔ کوئی بھی چیز کسی کو اسلئے دی جائے کہ وہ اس سے نفع حاصل کرے اور پھر واپس کر دے۔ اس حدیث میں ہے کہ خیبر کے فتح ہونے کے بعد مہاجرین نے انصار کے عطیے واپس کئے۔ مگر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی نضیر کے جلاوطن اور بنی قریظہ کے استیصال کے بعد جب ان کی اراضی مہاجرین کو عطا ہوئی تو انھوں نے انصار کرام کو ان کے عطیات واپس کر دیئے تھے یہ ہے کہ یہ عمل تدریجاً ہوا ہے۔ بنی نضیر اور بنی قریظہ کی اراضی ملنے کے بعد

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی اُمِّهٖ عِذَاقَهَا فَاَعْطٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

کر دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی جگہ ام ایمن کو اپنے باغ میں سے

وَسَلَّمَ اُمَّ اَیْمَنَ مَکَانَهُنَّ مِنْ حَائِطِهٖ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ شَبِیْبٍ اَخْبَرَنَا

عطا فرمایا۔ اور بطریق احمد بن شبیب یونس سے جو روایت ہے۔ اس میں حائطہ کی جگہ

اَبِیْ عَنْ یُوْنُسَ بِهٰذَا وَقَالَ مَکَانَهُنَّ مِنْ خَالِصِهٖ ؎

خالصہ ہے یعنی خالص اپنے مال سے۔

**حدیث ۱۴۶۸**

عَنْ اَبِیْ کَبْشَةَ السَّلُوْلِیِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَنْهُمَا یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعُوْنَ

نے فرمایا۔ چالیس عادتیں ایسی ہیں کہ ثواب کی امید اور اللہ کے وعدے کو سچ جانتے ہوئے جو شخص ان میں سے

خَصْلَةً اَعْلَاهُنَّ مَنِیْحَةُ الْعَنْزِ مَا مِنْ عَامِلٍ یَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِّنْهَا رَجَاءَ ثَوَابِهَا

ایک عادت پر عمل کرے گا۔ اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ ان میں سب سے اعلیٰ بکری کا منیحہ ہے۔

وَتَصْدِیْقَ مَوْعُوْدِهَا اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهَا الْجَنَّةَ قَالَ حَسَّانٌ فَعَدَدْنَا مَا دُوْنَ

(راوی حدیث) حسان بن عطیہ نے کہا۔ کہ ہم بکری کے عطیے کے علاوہ ان میں سلام اور چھینک کے جواب

مَنِیْحَةِ الْعَنْزِ مِنْ رَدِّ السَّلَامِ وَتَشْمِیْتِ الْعَاطِسِ وَاِمَاطَةِ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ

دینے اور راستے سے ایذا دینے والی چیزوں کے ہٹانے اور اس کے مثل اور چیزوں کو شمار کیا۔

وَنَحْوِهٖ فَمَا اسْتَطَعْنَا اَنْ نَبْلُغَ خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً ؎

ہم پندرہ سے زیادہ پر عمل نہ کر سکے۔

---

ہی سے مہاجرین نے واپس کرنا شروع کر دیا تھا۔ جس کو آراضی ملتی گئی وہ واپس کرتا گیا۔ اور تکمیل خیبر فتح ہونے کے بعد ہوئی ہے۔ کبھی ابتدائی مراحل کو بیان فرمایا کبھی تکمیل کو۔ اسلئے کوئی تضاد نہیں۔

**تشریحات ۱۴۶۸** یہ چالیس عادتیں کون کون ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمایا۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ ہو سکتا ہے اس بنا پر نہیں بیان فرمایا۔ کہ کہیں یہ دوسرے اعمال خیر کے چھوڑنے کا سبب نہ بنا لیں ـــــ علامہ بطال نے فرمایا کہ ہمارے زمانے کے کچھ حضرات نے ان سب کو جمع کرنے کی کوشش کی تو تعداد چالیس سے زائد پہنچ گئی۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ یہ رجما بالغیب اور الکل ہے۔"

؎ مسلم المغازی۔ نسائی المناقب۔ ؎ ابو داؤد نکوۃ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# کتاب الشہادات ص۳۵۹ گواہیوں کا بیان

## بَابُ شَهَادَةِ الْمُخْتَبِئِ ص۳۵۹ چھپے ہوئے آدمی کی گواہی

۴۹۲ وَاَجَازَهٗ عَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ وَكَذٰلِكَ يُفْعَلُ بِالْكَاذِبِ الْفَاجِرِ

ت حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے جائز کہا اور فرمایا جھوٹے بدکار کیساتھ ایسا کیا جاتا ہے

۴۹۳ وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَقَتَادَةُ اَلسَّمْعُ شَهَادَةٌ۔

ت اور شعبی ابن سیرین عطاء قتادہ نے کہا کہ سُنکر گواہی دینا جائز ہے۔

**تشریحات ۴۹۲** عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ صغار صحابہ میں ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت بارہ سال کے تھے۔ ان کے سر پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست مبارک پھیرا اور ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ کوفے کی سکونت اختیار کر لی تھی وہاں کے والی بھی بنائے گئے۔ ۸۵ھ میں واصل بحق ہوئے[1] یہ ان صحابہ کرام میں سے ہیں جنکی زیارت سے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف ہوئے ہیں۔

اس تعلیق کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اس اثر کا مطلب یہ ہے کہ کوئی جھوٹا ہے یا بدکردار ہے اور اتنا چالاک ہے کہ اس کے خلاف گواہی نہیں مل پاتی تو یہ جائز ہے کہ کوئی شخص چھپ کر اس کی باتیں سُنے اور بدکرداری کرتے ہوئے دیکھے اور پھر گواہی دے۔ اس کی یہ گواہی مقبول ہے۔

**تشریحات ۴۹۳** ہمارے یہاں تحمل شہادت کے لئے ضروری ہے کہ بات کرنے والے کو دیکھتا ہو اور یہ کہ دونوں ایک مکان میں ہوں۔ مگر یہ حضرات فرماتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں۔ صرف سن لینا کافی ہے اگر بولنے والے کو نہ بھی دیکھیں تو اس کی کہی ہوئی بات کی گواہی دے سکتے ہیں۔

---

[1] اکمال

۴۹۴ وَقَالَ الْحَسَنُ يَقُوْلُ لَمْ يُشْهِدُوْنِيْ عَلٰى شَيْءٍ وَلٰكِنْ سَمِعْتُ

ت اور حضرت امام حسن بصری نے فرمایا۔ (اس صورت میں) یہ کہے انھوں نے مجھ کو کسی چیز

كَذَا وَكَذَا۔

پر گواہ نہیں بنایا ہے۔ ہاں میں نے ایسے ایسے سُنا ہے۔

۱۴۶۹ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رفاعہ قرظی کی زوجہ

اِمْرَاَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا میں رفاعہ کی زوجیت میں

فَقَالَتْ كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِيْ فَبَتَّ فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ

تھی کہ اس نے مجھے طلاق دیدی۔ اور قطعی طلاق دیدی۔ اس کے بعد میں نے عبدالرحمٰن

**۴۹۴**

**تشریحات** اس تعلیق کو امام ابوبکر بن شیبہ نے روایت کیا ہے۔ کہ امام حسن بصری نے فرمایا اگر کسی نے کسی قوم سے کچھ سُنا ہے تو اسے جائز ہے کہ قاضی کے پاس آکر یہ کہے۔ انھوں نے مجھ کو گواہ نہیں بنایا مگر میں نے ایسے ایسے سُنا ہے۔

اس ارشاد میں، سمع من قوم شیئاً کا اطلاق اس صورت کو بھی شامل ہے کہ اس قوم کو اس نے نہ بھی دیکھا ہو تو گواہی دے سکتا ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے اس باب میں "ابن صیاد" کی حدیث لائے ہیں۔ اس حدیث کے اس جملے کو اس باب سے مطابقت ہے ــــ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ قبل اس کے کہ ابن صیاد مجھے دیکھے میں اس کی کچھ بات سن لوں۔ اور حضور اپنے آپ کو کھجور کے پتوں کی آڑ میں چھپانے کی کوشش کرتے رہے۔ مطابقت یوں ہے کہ اگر مخبتی کی گواہی غیر معتبر ہے۔ تو اس طرح سننا بیکار تھا۔

**۱۴۶۹**

**تشریحات** یہ خاتون جن کا یہ قصہ ہے۔ تیمہ بنت وہب تھیں۔ فَبَتَّ۔ سے مراد یہ ہے کہ تین طلاقیں دیدی۔ عسیلۃ۔ عسلٌ۔ مذکر بھی مستعمل ہے اور مؤنث بھی۔ یہاں اس کی تانیث کا لحاظ کرتے ہوئے تصغیر میں تا زائد فرمائی۔ اس سے مراد جماع ہے۔ عسیلۃ۔ تصغیر سے یہ افادہ فرمایا۔ کہ اس کے لئے نہ انزال شرط ہے نہ پورے قضیب کا دخول۔ غیبوبت حشفہ کافی ہے۔

اس پر اُمت کا اجماع ہے کہ حلالہ صحیح ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ شوہر ثانی جماع بھی کرے صرف نکاح حلالہ کے لئے کافی نہیں۔

بْنَ الزُّبَيْرِ فَإِنَّمَا مَعَهُ مِثْلَ هُدْبَةِ الثَّوْبِ فَقَالَ أَتُرِيدِينَ أَنْ

بن زبیر سے شادی کرلی۔ مگر میں نے ان کے ساتھ کپڑے کے پھندنے کے مثل پایا۔ ارشاد

تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ لَا حَتَّى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ

فرمایا کہ کیا تو چاہتی ہے کہ رفاعہ کی طرف لوٹے۔ نہیں۔ یہاں تک کہ تو اس کے شہد کو اور

وَأَبُو بَكْرٍ جَالِسٌ عِنْدَهُ وَخَالِدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ بِالْبَابِ

وہ تیرے شہد کو چکھ نہ لے۔ اور ابو بکر حضور کے پاس بیٹھے تھے اور خالد بن سعید بن عاص دروازے

يَنْتَظِرُ أَنْ يُؤْذَنَ لَهُ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَا تَسْمَعُ إِلَى هٰذِهِ مَا

پر کھڑے اندر آنے کی اجازت کے منتظر تھے۔ انھوں نے کہا۔ اے ابو بکر کیا آپ اس کی یہ بات

تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نہیں سن رہے ہیں جو وہ بلند آواز سے کہہ رہی ہے۔

**مطابقت:** حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاشانہ اقدس کے اندر نہیں تھے۔ باہر دروازے پر تھے۔ گویا ایک طرح ان خاتون سے چھپے ہوئے تھے اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ کہا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر حضرت خالد بن سعید کو ٹوکا نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ چھپ کر سنی ہوئی بات پر اعتماد جائز اور جب اعتماد جائز تو اس کی شہادت دینی بھی جائز۔

ہمارے یہاں ضروری ہے کہ گواہ اس مکان کے اندر موجود ہو جہاں واقعہ ہوا۔ اگر مکان کے باہر سے کوئی بات سنی تو گواہی دینی جائز نہیں۔ اور اس واقعے میں شہادت سرے سے ہے ہی نہیں۔

## بَابُ الشُّهَدَاءِ الْعُدُولِ وَقَوْلِ اللّٰهِ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ (الطلاق) وَمِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ۔

شاہد عادل اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ اور اپنے میں سے دو ثقہ کو گواہ بنالو اور ان گواہوں میں سے جنھیں تم پسند کرتے ہو۔

بقرہ آیت ۲۸۲ صفحہ ۳۶

**توضیح باب** گواہ کو گواہی دیتے وقت عادل ہونا ضروری ہے۔ غیر عادل کی گواہی مقبول نہیں۔ عادل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ مسلمان اور شریعت کا پابند ہو، کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو۔ ایسی حرکات نہ کرتا ہو جو وقار کے خلاف ہو۔ مثلاً صرف تہبند اور بنیائن پہن کر

عہ الثانی الطلاق باب من اجاز الطلاق الثلث ص ۷۹۲ دو طریقے سے باب من قال لامراتہ انت علی حرام ص ۹۷۳ باب اذا طلقہا ثلثا ثم تزوجت ص ۸۰۱۔

۱۴۷۰ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُتْبَۃَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

**حدیث** عبداللہ بن عتبہ نے کہا۔ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ اِنَّ اُنَاسًا کَانُوْا یُؤْخَذُوْنَ بِالْوَحْیِ فِیْ

سُنا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں وحی کی بنا پر مواخذہ ہوتا تھا۔ اور وحی منقطع

عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ الْوَحْیَ قَدْ

ہوگئی اب دارومدار تمہارے ظاہری اعمال پر ہے۔ جس سے بھلائی ظاہر ہوگی اسے امن دیں گے اور

انْقَطَعَ وَاِنَّمَا نَاْخُذُ الْاٰنَ بِمَا ظَھَرَ لَنَا مِنْ اَعْمَالِکُمْ فَمَنْ اَظْھَرَ

اسے اپنے قریب کریں گے۔ ہمیں اس کے باطن سے کچھ سروکار نہیں۔ اللہ اس کا حساب لینے

لَنَا خَیْرًا اَمِنَّاہُ وَقَرَّبْنَاہُ وَلَیْسَ لَنَا مِنْ سَرِیْرَتِہٖ شَیْءٌ اَللّٰہُ

والا ہے۔ اور جس سے بُرائی ظاہر ہوگی اسے نہ امن دیں گے نہ اس کو سچا جانیں گے

یُحَاسِبُہٗ فِیْ سَرِیْرَتِہٖ وَمَنْ اَظْھَرَ لَنَا سُوْءًا لَمْ نَاْمَنْہُ وَلَمْ نُصَدِّقْہُ

وَاِنْ قَالَ اِنَّ سَرِیْرَتَہٗ حَسَنَۃٌ۔

اگرچہ وہ یہ کہے کہ اس کا باطن اچھا ہے۔

باہر نکلنا، بازاروں میں کھانا پینا۔ اور نصاب بھی ضروری ہے، یعنی کم از کم دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں صرف عورتوں کی گواہی معتبر نہیں۔ ان دونوں جزء پر امام بخاری دو آیتوں سے دلیل لائے ہیں۔ پہلی آیت سورہ طلاق کی ہے۔ فرمایا۔ وَاَشْھِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ۔ اپنے میں سے دو ثقہ کو گواہ کرلو۔ اس آیت سے دونوں جزء صراحۃً ثابت ہیں۔ دوسری آیت سورہ بقرہ کی ہے۔ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّھَدَاءِ۔ اس کے پہلے فرمایا۔ وَاسْتَشْھِدُوْا شَھِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِکُمْ اور اپنے مردوں میں دو کو گواہ بنالو اور اگر دو گواہ نہ ہوں فَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ۔ تو ایک مرد اور دو عورتوں کو ان میں سے جو تمھیں پسند ہوں اس آیت کا اگلا حصہ نصاب شہادت پر صراحۃً دلالت کرتا ہے۔ اور ممن ترضون سے ان کے عادل ہونے کی شرط مستفاد ہوتی ہے۔ ایک دیندار عقلمند کسی ثقہ ہی کو گواہی کے لئے پسند کرے گا۔ فاسق فاجر کاذب کو گواہی کیلئے کون پسند کرے گا۔

**تشریحات ۱۴۷۰** یعنی وحی کے ذریعہ لوگوں کی اندرونی حالت قطعی یقینی طور پر معلوم ہوجاتی تھی اب کسی کی باطنی حالت یقینی طور پر نہیں جانی جاسکتی۔ اس لئے مدار کار ظاہر پر ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے ظاہر کے اعتبار سے عادل ہے تو اسے عادل مانیں گے اور اس کی گواہی قبول کریں گے۔ مطلب یہ ہوا کہ حقیقت میں کون عادل ہے

## بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الْاَنْسَابِ وَالرَّضَاعِ وَالْمُسْتَفِيْضِ وَالْمَوْتِ الْقَدِيْمِ ص ۳۶

نسب اور مشہور رضاعت اور قدیم موت کی گواہی۔

۴۹۵ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْضَعَتْنِيْ وَاَبَا سَلَمَةَ ثُوَيْبَةُ ـــ وَالتَّثَبُّتُ فِيْهِ۔

ت اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اور ابو سلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے اور اس معاملے میں پوری تحقیق کرنا۔

کون نہیں۔ اسے معلوم کرنے کے ہم مکلف نہیں۔ اور نہ یہ ہمارے بس میں ہے۔ ظاہر کے اعتبار سے جو عادل ہے اسے عادل ہی ماننا ہے۔

**تشریحات ۴۹۵** باب کا مفاد یہ ہے ـــ کہ نسب اور رضاعت اور قدیم موت پر محض سنی سنائی خبروں پر گواہی درست ہے۔ جبکہ یہ سب مشہور و معروف ہوں۔ اس تعلیق کو خود امام بخاری نے کتاب النکاح میں ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔ ثویبہ۔ ثوبۃ۔ کی تصغیر ہے یہ شقی ازلی ابولہب کی باندی تھیں۔ ثویبہ نے پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دودھ پلایا۔ پھر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔ پھر حضرت ابو سلمہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سابق شوہر کو پلایا۔ کتاب النکاح میں یہ بھی ہے۔

کہ ابولہب نے انھیں آزاد کر دیا تھا اس کے بعد ثویبہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دودھ پلایا مرنے کے بعد ابولہب کو اس کے بعض اہل (حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں بدترین حالت میں دیکھا۔ انھوں نے پوچھا۔ کیا ملا۔ ابولہب نے جواب دیا کہ تم سے جدا ہونے کے بعد کوئی آرام نہیں ملا۔ سوائے اس کے کہ ثویبہ کے آزاد کرنے کی وجہ سے اس سے (اس سوراخ کی جانب اشارہ کیا جو انگوٹھے اور بعد والی انگلی کے درمیان تھا) کچھ پینے کو مل جاتا ہے۔

سہیلی کی روض الانف میں ہے۔ کہ یہ خواب دیکھنے والے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اور ابولہب نے یہ کہا تھا کہ ہر دوشنبے کو عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ اور یہ اس وجہ سے تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوشنبے کو پیدا ہوئے تھے۔ ثویبہ نے ولادت مبارکہ کی بشارت دی تو انھیں ابولہب نے آزاد کر دیا۔

اس پر علماء نے لکھا کہ ولادت پاک کی خوشی منانے پر ابولہب کو جہنم میں انعام ملا تو اگر کوئی مسلمان خوشی

۱۴۷۱ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا افلح نے میرے پاس

قَالَتْ اِسْتَاذَنَ عَلَيَّ اَفْلَحُ فَلَمْ آذَنْ لَهٗ فَقَالَ اَتَحْتَجِبِيْنَ

آنے کے لئے مجھ سے اجازت طلب کی۔ تو میں نے اسے اجازت نہیں دی اس پر اس نے کہا

مِنِّيْ وَاَنَا عَمُّكِ فَقُلْتُ كَيْفَ ذٰلِكَ فَقَالَ اَرْضَعَتْكِ امْرَاَةُ

آپ مجھ سے پردہ کرتی ہیں حالانکہ میں آپ کا چچا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا، کیسے؟

اَخِيْ بِلَبَنِ اَخِيْ فَقَالَتْ سَاَلْتُ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

اس نے بتایا کہ میرے بھائی کی بیوی نے میرے بھائی کا دودھ آپ کو پلایا ہے ام المومنین

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَدَقَ اَفْلَحُ اِيْذَنِيْ لَهٗ عه

نے فرمایا میں نے اسکو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو فرمایا افلح نے سچ کہا اسے اجازت دیدو۔

منائے تو اسے کیا کیا انعام ملے گا، یہ کون جانے۔

ابن مندہ نے ثویبہ کو صحابیات میں شمار کیا ہے۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد کے بعد یہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پر نوازشیں فرماتے تھے حتیٰ کہ مدینہ طیبہ سے عطیات ارسال فرماتے۔ خیبر کی فتح کے بعد فوت ہوگئیں۔

**مطابقت** :۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں سے سن ہی کر یہ فرمایا کہ ثویبہ نے مجھے اور حمزہ اور ابوسلمہ کو دودھ پلایا ہے۔ وہ بھی زمانہ جاہلیت کے لوگوں سے سن کر۔

**والتثبت فیہ** :۔ یہ بھی باب کا جز ہے۔ بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اور اسے ثابت کرنا۔ یہ صحیح نہیں۔ صحیح ترجمہ یہ ہے۔ اور اس بارے میں چھان بین تحقیق وجستجو کرنا۔ اس پر دلیل۔ اس باب کی اخیر حدیث کا یہ جز ہے کہ فرمایا۔ یا عائشۃ انظرن من اخوانکم فانما الرضاعۃ من المجاعۃ۔ اے عائشہ دیکھ لو کون تمہارے بھائی ہیں۔ اس لئے کہ رضاعت بھوک سے ہے۔ اس حدیث میں نظر سے رویت بصری آنکھ سے دیکھنا مراد نہیں۔ بلکہ نظر فکری مراد ہے۔ یعنی تحقیق کر لیا کرو۔

**تشریحات ۱۴۷۱** افلح کے وہ بھائی جن کی اہلیہ نے ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دودھ پلایا تھا ابوالقعیس تھے۔ جیسا کہ بخاری ہی کتاب النکاح اور کتاب الادب کی روایات میں تشریح ہے۔

---

عه ثانی تفسیر سورہ احزاب باب قولہ ان تبدوا شیئا او تخفوہ فان اللہ کان بکل شیئ علیما ص ۷۷۰، النکاح باب لبن الفحل ص ۷۶۴ باب ما یحل من الدخول والنظر فی النساء فی الرضاع ص ۷۸۸ الادب، باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تربت یداک ص ۹۰۹ مسلم، ابوداؤد نسائی، النکاح

۱۴۷۲ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بِنْتِ حَمْزَةَ

نے حضرت حمزہ کی صاحبزادی کے بارے میں فرمایا یہ میرے لئے حلال نہیں

لَا تَحِلُّ لِي يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ هِيَ بِنْتُ

رضاعت سے وہ حرام ہے۔ جو نسب کی وجہ سے حرام ہے۔

أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ ؏

یہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔

یہ واقعہ نزول حجاب کے بعد کا ہے۔ دوسری روایتوں میں اخیر میں ہے کہ ــــ اسی وجہ سے ام المومنین فرماتی تھیں کہ ولادت سے جو حرمت ثابت ہوتی ہے۔ رضاعت سے بھی ثابت ہوتی ہے۔

حضرت ام المومنین کے ایک اور رضاعی چچا تھے جن کا انتقال ہو چکا تھا۔ ام المومنین نے اپنے ایک رضاعی چچا کے بارے میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا تھا۔ اگر فلاں زندہ ہوتا تو میرے پاس آتا۔ فرمایا۔ ضرور آتا۔ رضاعت سے بھی وہ تمام حرمت ثابت ہوتی ہے۔ جو ولادت سے ثابت ہوتی ہے۔

**تشریحات ۱۴۷۲** کتاب النکاح میں یہ ہے، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ حضور حمزہ کی صاحبزادی سے کیوں نہیں شادی فرما لیتے۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ کہ وہ میرے لئے حلال نہیں۔ الخ یہ عرض کرنے والے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جیسا کہ مسلم[1] میں انھیں سے مروی ہے۔ کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا بات ہے کہ قریش کی عورتوں کو اختیار فرماتے ہیں اور ہمیں نظر انداز فرماتے ہیں۔ فرمایا کیا تمھارے پاس کچھ ہے۔ تو میں نے عرض کیا۔ حمزہ کی بیٹی حضرت حمزہ کی یہ صاحبزادی وہی ہیں جو عمرۃ القضاء کے موقع پر یا عماہ یا عماہ۔ اے چچا۔ اے چچا کہتی ہوئی حاضر ہوئی تھیں۔ جن کا نام عمارہ۔ یا امامہ تھا۔ یا کچھ اور۔

---

؏ النکاح باب وامھاتکم اللاتی ارضعنکم ص ۷۶۴ مسلم، نسائی، ابن ماجہ النکاح

[1] اول الرضاع باب مایحرم من الرضاع مایحرم من الرحم ص ۴۶۷۔

۱۴۷۳ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

**حدیث** عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہلیہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انھیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ

كَانَ عِنْدَهَا وَاَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ يَسْتَاْذِنُ فِيْ بَيْتِ حَفْصَةَ

تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تھے کہ انھوں نے ایک شخص کی آواز سنی جو حفصہ کے انکے

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ يَسْتَاْذِنُ

گھر میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کر رہا تھا۔ عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کوئی

فِيْ بَيْتِكَ قَالَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرَاهُ

شخص ہے جو حضور کے گھر میں جانے کی اجازت مانگ رہا ہے تو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ

فُلَانًا لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ لَوْ كَانَ فُلَانٌ

علیہ وسلم نے فرمایا میرا یہ خیال ہے کہ یہ فلاں ہے۔ حفصہ کے رضاعی چچا کو بتایا اب عائشہ نے

**۱۴۷۳ تشریحات** بنت حفصہ اور قالت عائشہ کے درمیان، فتح الباری اور عمدۃ القاری کے ساتھ جو متن ہے اسمیں۔ قالت عائشة یارسول الله اراه فلانا لعم حفصة من الرضاعة زائد ہے۔ مگر ہندوستانی مطبوعہ میں نہیں۔ صحیح یہی ہے کہ نہیں ہونا چاہئے۔ مسلم میں ہندوستانی مطبوعہ نسخوں کے مطابق ہے۔

ان الرضاعة : نسب کی بنا پر جتنے رشتے دار سے نکاح حرام ہے رضاعت کی بنا پر بھی ان سب سے نکاح حرام ہے۔ البتہ ان میں سے یہ چند رشتہ دار مستثنیٰ ہیں۔ اول۔ بھائی اور بہن کی ماں۔ یہ نسب میں حرام ہے۔ اس لئے کہ وہ یا تو اس کی ماں ہوگی یا باپ کی موطوءہ اور یہ دونوں حرام ہیں۔ مگر رضاع میں حرام نہیں۔ کیونکہ حرمت کی کوئی وجہ نہیں۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ رضاعی بھائی بہن کی رضاعی ماں رضاعی بھائی بہن کی حقیقی ماں۔ حقیقی بھائی بہن کی رضاعی ماں۔

دوم : بیٹے یا بیٹی کی بہن۔ یہ نسب میں حرام ہے۔ کیونکہ وہ یا تو اس کی بیٹی ہوگی یا ربیبہ۔ مگر رضاعت میں کوئی وجہ حرمت نہیں۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ حقیقی بیٹے یا بیٹی کی رضاعی بہن۔ رضاعی بیٹے یا بیٹی کی حقیقی بہن۔ سوم : بیٹے یا بیٹی کی دادی۔ یہ بھی نسب میں حرام ہے۔ اس لئے کہ یہ یا تو ماں ہوگی یا باپ کی موطوءہ۔ اور رضاعت میں کوئی رشتہ موجب حرمت نہیں۔

حَيًّا لِعَمِّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ دَخَلَ عَلَيَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

اپنے ایک رضاعی چچا کے متعلق عرض کیا اگر وہ زندہ ہوتا تو میرے پاس آتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ اِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ ؏۵

رضاعت بھی ان لوگوں کو حرام کرتی ہے جسے ولادت حرام کرتی ہے۔

**حدیث ۱۴۷۴** عَنْ مَسْرُوْقٍ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ

عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِيْ رَجُلٌ فَقَالَ يَا

تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے پاس ایک مرد تھا حضور نے دریافت فرمایا

عَائِشَةُ مَنْ هٰذَا قُلْتُ اَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ قَالَ يَا عَائِشَةُ اُنْظُرْنَ

اے عائشہ یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا۔ میرا رضاعی بھائی ہے۔ فرمایا اے عائشہ تحقیق

مَنْ اِخْوَانُكُنَّ فَاِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ ؏۶

کر لیا کرو کون تمہارا بھائی ہے۔ اسلئے کہ رضاعت وہ معتبر ہے جو بھوک دور کرے۔

چہارم۔ چچا یا پھوپھی کی ماں۔ یہ نسب میں دادی ہوگی۔ اس لئے حرام ہے۔ مگر رضاعت میں حرام نہیں۔

پنجم۔ ماموں یا خالہ کی ماں از روئے نسب حرام ہے۔ اس لئے کہ یہ اس کی نانی ہوگی۔ مگر از روئے رضاعت حرام نہیں۔

ششم۔ بھائی کی بہن۔ نسبًا حرام ہے۔ مگر رضاعًا نہیں۔ اس کی بھی تین صورتیں ہیں حقیقی بھائی کی رضاعی بہن رضاعی بھائی کی حقیقی بہن۔ رضاعی بھائی کی رضاعی بہن نسبی بھائی کی بہن سے بھی ایک صورت میں نکاح درست ہے۔ سوتیلے بھائی کی بہن جو دوسرے باپ سے ہو۔

**تشریحات ۱۴۷۴** مِنَ الْمَجَاعَةِ۔ جوع میں ایک لغت ہے جس کے معنی بھوک کے ہیں یعنی وہ رضاعت جس کا شرعًا اعتبار ہے جس کی وجہ سے خصوصی رشتہ اور آپس میں نکاح کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ وہ ہے جو بچے کی بھوک دور کر سکے یعنی اتنی عمر میں ہو کہ بچے کی کما حقہٗ غذا ہو سکے۔ اگرچہ دوسری چیز مثلاً روٹی وغیرہ اسے نہ دی جائے۔ یعنی بچپنے کی حالت میں دودھ پیئے۔ جس کی مقدار دو سال یا ڈھائی سال ہے۔ حضرت امام اعظم

ع۵ الجہاد باب بیوت ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۴۳۸ ثانی النکاح باب واہاتکم اللاتی ارضعنکم ص۷۶۴ مسلم، نسائی، النکاح۔ ع۶ ثانی النکاح باب من قال لا رضاع بعد حولین ص۷۶۴ مسلم، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، النکاح۔

نے فرمایا ڈھائی سال اور صاحبین نے فرمایا دو سال۔ صاحبین کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے:
وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔ یہ ارشاد
كَامِلَيْنِ ذٰلِكَ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ اس کے لئے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلانا چاہے۔
حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد اسی آیت میں فرمایا:
فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ اس کے بعد اگر ماں باپ باہمی رضامندی اور مشورے
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا۔ ایضاً سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔
فا تعقیب کے لئے ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ دو سال دودھ پلانے کے بعد زوجین کو اختیار ہے کہ باہمی رضامندی سے چاہیں تو دودھ چھڑا سکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انھیں اس کا بھی اختیار ہے کہ نہ چھڑائیں۔ دودھ پینے دیں۔ اس سے ثابت کہ دو سال پورے ہونے پر بھی رضاعت کی مدت ہے۔ اس کو حضرت امام اعظم نے چھ ماہ مزید رکھا ہے۔ اس بنیاد پر کہ بچہ یک بیک دودھ نہیں چھوڑتا۔ نیز یہ بچے کے لئے بلکہ دودھ پلانے والی کے لئے بھی بعض بیماریوں کا سبب ہے۔ دودھ رفتہ رفتہ چھڑایا جاتا ہے اور بچے کو غذا کا عادی بنایا جاتا ہے۔ جب وہ اچھی طرح غذا کھانے لگے تو دودھ چھڑانا مناسب ہوتا ہے۔ تجربے سے اس کی مدت چھ ماہ رکھی گئی ہے۔ جو اقل مدت حمل ہے۔
نیز صاحبین نے اس آیت سے بھی استدلال فرمایا ہے۔
حَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ (احقاف ۱۵) بچے کا ماں کے پیٹ میں رہنا اور دودھ چھڑانا تیس مہینے ہے
اقل مدت حمل چھ ماہ ہے۔ تو دودھ پلانے کی مدت دو سال بچی۔ حضرت امام اعظم کے مؤیدین فرماتے ہیں۔ کہ ثلثون حمل اور فصال کے مجموعے کی مدت نہیں۔ بلکہ علی سبیل البدلیت ہر ایک کی ہے۔ یعنی حمل کی مدت بھی تیس مہینے اور دودھ پلانے کی بھی۔ مگر ہم نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے حمل کی اکثر مدت دو سال رکھی۔ کہ فرمایا۔ بخدا پیٹ میں کوئی بچہ دو سال سے زائد نہیں رہتا [1]
ہمارے یہاں رضاعت کے لئے دودھ کی مقدار شرط نہیں۔ تھوڑا سا دودھ بھی حلق کے نیچے اتر گیا خواہ بطریق معہود خواہ غیر معہود۔ مثلاً سیشی کے ذریعہ پلایا۔ یا نلکی وغیرہ کے ذریعہ پہنچایا۔ خواہ منہ کے ذریعہ ہو خواہ ناک کے۔ بہر صورت رضاعت ثابت ہوگی۔
دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے۔ دو سال کے بعد بچے کو دودھ پلانا جائز نہیں اور حرمت نکاح میں ڈھائی سال معتبر ہے۔ یعنی ڈھائی سال کی عمر میں بچے نے کسی عورت کا دودھ پیا۔ تو اس کی رضاعی ماں ہے۔ رضاعت کے تمام رشتے ثابت ہوں گے۔ اگرچہ یہ جائز نہیں کہ دو سال کے بعد دودھ پلایا جائے۔

---

[1] دارقطنی، بیہقی فی سننہما فتح الباری ج رابع ص ۱۸۰۔

## بَابُ شَهَادَةِ الْقَاذِفِ وَالسَّارِقِ وَالزَّانِي

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا۔ (النور)

صـ۳۶۱ قاذف اور چور اور زانی کی گواہی اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان کہ فرمایا۔ اور کبھی بھی ان کی گواہی نہ قبول کرو۔ یہ لوگ فاسق ہیں مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کرلی۔

**توضیح باب** قاذف وہ شخص ہے جس نے کسی پر زنا کی تہمت لگائی۔ اور یہاں مراد وہ شخص ہے جس نے کسی مسلمان عاقل بالغ محصن پر زنا کی تہمت لگائی اور چار گواہ نہیں پیش کیا۔ جس کی وجہ سے اس پر حد قذف لگائی گئی ہو۔ اگرچہ باعتبار معنی لغوی اور عرفی وہ بھی قاذف ہے جو زنا کی تہمت لگائے۔ اور چار گواہ نہ پیش کرسکے اور کسی وجہ سے حد قذف سے بچ جائے۔ مگر یہ متنازعہ نہیں۔ یہ اگر توبہ کرے اور توبہ کے آثار ظاہر ہو جائیں۔ تو بالاتفاق گواہی مقبول ہے۔ مختلف فیہ وہ ہے جسے حد قذف لگائی گئی ہو۔ ہمارے یہاں معاملات میں اس کی گواہی کبھی مقبول نہیں اگرچہ توبہ کرلے۔ اگرچہ جو تہمت لگائی تھی اس سے رجوع کرلے۔ اگرچہ نیک اور صالح ہو جائے۔ عبادات میں اس کی گواہی بعد توبہ قبول کی جاسکتی ہے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کے یہاں بعد توبہ اور ظہور صلاح اس کی گواہی معاملات میں بھی مقبول ہے۔

اس سلسلے میں دونوں فریق کی دلیل سورۂ نور کی یہ چوتھی آیت ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

جو لوگ پارسا عورتوں پر (زنا) کا الزام لگائیں پھر چار گواہ چشم دید نہ لائیں تو انھیں اسّی کوڑے مارو اور ان کی کوئی گواہی کبھی نہ مانو اور یہ لوگ فاسق ہیں مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کرلیں اور نیک ہو جائیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

**احناف کا استدلال** احناف کہتے ہیں۔ کہ محدود فی القذف کے بارے میں یہ ارشاد ہوا۔ وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا۔ اس میں شہادۃ نکرہ تحت نفی عموم واستغراق کا افادہ کررہا ہے۔ یعنی اس کی کوئی بھی گواہی قبول نہ کرو۔ اس کے عموم میں بعد توبہ کی گواہی بھی داخل ہے۔ پھر ابداً یعنی کبھی نہ قبول کرو۔ فرماکر اسے اور واضح اور موکد فرمادیا۔ ابد، استغراق زمان کے لئے ہے۔ جو صراحۃً بعد توبہ کو بھی شامل

**شوافع کا استدلال** حضرات شوافع فرماتے ہیں کہ اس ارشاد کے بعد۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا۔ استثنا ہے۔ جس نے توبہ کرنے والوں کو۔ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا۔ کے عموم سے خاص کردیا۔ اس لئے بعد توبہ ان کی گواہی مقبول ہے۔

**جواب** احناف یہ کہتے ہیں کہ یہ اس وقت ہوگا۔ جب یہ استثنا متصل ہو۔ اور یہاں استثنا متصل بنتا نہیں۔ کیونکہ مستثنیٰ۔ یعنی الذین تابوا۔ مستثنیٰ منہ یعنی الفسقین میں داخل نہیں۔ کیونکہ توبہ کے بعد فاسق نہیں رہے۔ اس لئے کہ توبہ ماقبل کے گناہ ختم کردیتی ہے۔ اور ان کی شہادت کا نامقبول ہونا تتمہ حد سے ہے۔

اس کی تقریر یہ ہے۔ کہ لا تقبلوا، فاجلدوھم پر معطوف ہے۔ اور اسی کی طرح جزا دونوں جملہ انشائیہ ہیں اور دونوں کے مخاطب محکام ہیں۔ اور واؤ جمعیت کے لئے آتا ہے تو پوری حد یہ ہوگی کہ اسی کوڑے بھی مارے جائیں اور ہمیشہ ہمیش ان کو مردود الشہادۃ بھی کر دیا جائے۔ اور ابدا۔ پر جملہ سابقہ پورا ہوگیا۔ اور واولئک سے ایک نیا جملہ شروع ہوا۔ یہ نہ انشاء ہے نہ حکام سے خطاب بلکہ اخبار ہے۔ اور جملہ اسمیہ۔ اس لئے اس کا عطف۔ فاجلدوھم۔ پر درست نہیں اس بنا پر یہ تتمہ حد نہیں یہ بشمول الا الذین تابوا۔ جملہ مستانفہ ہے۔ جو ماقبل سے متصل ہے۔ اس لئے الا الذین تابوا۔ لا تقبلوا۔ کا مستثنیٰ کسی طرح نہیں بن سکتا۔ لہذا یہ حکم اپنے عموم اور استغراق پر باقی ہے۔

**اصلحوا** یہ قید اس افادے کے لئے ہے کہ توبہ کے بعد یہ ضروری ہے کہ وہ توبہ پر قائم رہے اور صلاح وتقوی سے آراستہ رہے۔ اور اس پر اتنی مدت گذر جائے کہ پورے طور سے اطمینان ہو جائے۔ کہ یہ اب صالح متدین ہوگیا۔ اس کے لئے سال بھر کی مدت مقرر ہے۔

| | |
|---|---|
| ت ۴۹۶ | وَجَلَدَ عُمَرُ اَبَا بَكْرَةَ وَشِبْلَ بْنَ مَعْبَدٍ وَّنَافِعًا بِقَذْفِ الْمُغِيْرَةِ ثُمَّ اسْتَتَابَهُمْ وَقَالَ مَنْ تَابَ قَبِلْتُ شَهَادَتَهُ |
| | اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکرہ اور شبل بن معبد اور نافع کو حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زنا کی تہمت لگانے کی وجہ سے کوڑے مارے۔ پھر توبہ کروائی۔ اور فرمایا جو توبہ کرے گا اس کی گواہی قبول کروں گا۔ |

**۴۹۶ تشریحات** یہ ناخوشگوار واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ کے والی تھے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط لکھا جس میں حضرت مغیرہ کو ام جمیل نامی ایک عورت کے ساتھ زنا کرنے کا الزام لگایا۔ کہ جسے میں نے، شبل بن معبد، نافع، زیاد نے دیکھا ہے۔ یہ چاروں سمیہ کے بطن سے تھے اور سوتیلے بھائی تھے۔ اس پر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معزول کر کے ان کی جگہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بصرہ کا والی بنا کر بھیجا۔ اور انھیں حکم دیا کہ مغیرہ اور ابو بکرہ کو مع دیگر گواہوں کے میرے پاس بھیج دو۔ اس حادثے کے گواہ حضرت ابو بکرہ کے تین سوتیلے بھائی شبل بن معبد نافع، اور زیاد بن ابیہ تھے۔ یہ چاروں سمیہ کے بطن سے تھے۔

جب یہ لوگ مدینہ طیبہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچے تو حضرت ابو بکرہ، شبل اور نافع نے زنا کی گواہی دی۔ مگر زیاد نے صرف یہ کہا کہ میں نے ان دونوں کو ایک لحاف میں دیکھا ہے۔ اور زور سے سانس لیتے سنا ہے۔ زنا کرتے نہیں دیکھا ہے۔

اس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکرہ، شبل بن معبد اور نافع کو اسی کوڑے مارے جو حد قذف ہے[1]۔ اور ان سے توبہ کرنے کو کہا۔ شبل اور نافع نے توبہ کر لی مگر حضرت ابو بکرہ نے توبہ نہیں کی[2]۔

---

[1] مستدرک للحاکم جلد ثالث ص۴۵۱۔ [2] بدایۃ نہایۃ جلد ثامن ص۵۷

اس تعلیق کو حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "الام" میں روایت کیا ہے اس کے بنیادی راوی سعید بن مسیب ہیں۔ ان کا مذہب اس کے برخلاف تھا کہ محدود فی القذف کی گواہی مقبول نہیں۔ لمحہ فکریہ ہے۔ کہ اگر واقعی یہ روایت سعید بن مسیب کے نزدیک صحیح ہوتی۔ تو پھر انھیں اس کی کیسے جرأت ہوتی کہ حضرت عمر کے ایسے ارشاد کے خلاف فتویٰ دیں جو انھوں نے صحابہ کرام کے مجمع عام میں فرمایا۔ جس پر تمام حاضرین صحابہ نے سکوت فرمایا۔ یہ دلیل ہے کہ روایت مذکورہ خود حضرت سعید بن مسیب کے نزدیک معلول ہے۔

۴۹۷ وَاَجَازَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُتْبَةَ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَسَعِيْدُ

ت اور محدود فی القذف کی گواہی کو عبداللہ بن عتبہ اور عمر بن عبدالعزیز اور سعید بن جبیر اور

بْنُ جُبَيْرٍ وَطَاوُسٌ وَمُجَاهِدٌ وَالشَّعْبِيُّ وَعِكْرِمَةُ وَالزُّهْرِيُّ

طاؤس اور مجاہد اور شعبی اور عکرمہ اور زہری اور محارب بن دثار اور شریح

وَمُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ وَشُرَيْحٌ وَمُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ۔

اور معاویہ بن قرہ نے جائز رکھا۔

**تشریحات ۴۹۷** یہ گیارہ افراد ہیں ان میں سے قاضی شریح اور معاویہ بن قرہ سے کوئی روایت ایسی نہیں جس سے بالتصریح یہ ثابت ہو کہ یہ لوگ محدود فی القذف کی بعد توبہ شہادت قبول کرنے کو جائز جانتے تھے۔ اب صرف نو رہ گئے۔ اور یہ سب تابعی ہیں۔ اس کے برخلاف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول یہ ہے اس کی گواہی مقبول نہیں۔ جیسا کہ ابن حزم نے سند جید کے ساتھ ان سے روایت کیا ہے۔ علاوہ ازیں امام بیہقی نے مثنی بن صباح اور آدم بن قائد سے بطریق عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔

لا تجوز شهادة خائن ولا محدود فی الاسلام — جیسے اسلام میں حد ماری گئی ہو اور خائن کی گواہی مقبول نہیں۔

نیز مصنف ابن ابی شیبہ میں بطریق عبدالرحمٰن بن سلیمان عن حجاج عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے۔ کہ فرمایا۔

المسلمون عدول بعضهم علیٰ بعض الا محدودٌ فی قذف — مسلمان ایک دوسرے پر عادل ہیں سوائے محدود فی القذف کے۔

علاوہ ازیں ان گیارہ افراد میں سے امام مجاہد۔ امام عکرمہ امام شعبی اور قاضی شریح سے یہ بھی مروی ہے کہ قاذف کی گواہی مقبول نہیں۔ مزید برآں امام حسن بصری امام سفیان بن سعید اور امام سعید بن مسیب سے بھی یہی مروی ہے۔

علاوہ ازیں گذر چکا کہ حضرت امام اعظم نے فرمایا۔ ہم تابعین سے اختلاف کرتے ہیں وہ ہم سے کرتے ہیں۔ وہ بھی مرد ہیں ہم بھی مرد ہیں۔

۴۹۸ وَقَالَ اَبُوالزِّنَادِ اَلْاَمْرُ عِنْدَنَا بِالْمَدِیْنَةِ اِذَا رَجَعَ الْقَاذِفُ

ت اور ابوالزناد نے کہا۔ ہمارے یہاں مدینے میں یہی ہے کہ قاذف جب اپنے قول سے رجوع

عَنْ قَوْلِهٖ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ قُبِلَتْ شَهَادَتُهٗ

کرلے اور اپنے رب سے توبہ کرلے تو اس کی گواہی قبول کی جاتی ہے۔

۴۹۸ تشریح اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے بطریق حصن بن عبدالرحمٰن ان الفاظ میں روایت کی۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اسے قذف کی حد ماری جارہی ہے۔ جب وہ سزا پاچکا تو اس نے توبہ کی۔ میں نے ابوالزناد سے پوچھا تو وہ جواب دیا۔

۴۹۹ وَقَالَ الشَّعْبِیُّ وَقَتَادَةُ اِذَا كَذَّبَ نَفْسَهٗ جُلِدَ وَ

ت اور امام شعبی اور قتادہ نے کہا۔ جب اپنے آپ کو جھٹلائے تو اسے

قُبِلَتْ شَهَادَتُهٗ۔

کوڑے مارے جائیں اور اس کی گواہی قبول کی جائے۔

۴۹۹ تشریح امام شعبی کے قول کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا۔ ابھی گذرا کہ امام شعبی اور قتادہ دونوں سے اس کے برخلاف مروی ہے۔

۵۰۰ وَقَالَ النَّوْرِیُّ اِذَا جُلِدَ الْعَبْدُ ثُمَّ اُعْتِقَ جَازَتْ شَهَادَتُهٗ

ت امام ثوری نے فرمایا۔ جب غلام کو کوڑے مارے جائیں پھر آزاد کردیا جائے تو اس کی گواہی

وَاِذَا اسْتُقْضِیَ الْمَحْدُوْدُ فَقَضَایَاهُ جَائِزَةٌ۔

درست ہے۔ اور جب کہ قاضی بنادیا جائے۔ تو اس کے فیصلے نافذ ہیں۔

۵۰۰ تشریح امام ثوری سے اس کے برخلاف یہ بھی مروی ہے۔ کہ قاذف توبہ بھی کرلے جب بھی اس کی گواہی مقبول نہیں۔ جیسا کہ مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

قَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ الْقَاذِفِ وَاِنْ تَابَ۔ اور بعض الناس نے کہا۔ قاذف کی گواہی جائز نہیں اگرچہ توبہ کرلے۔

تشریحات یہاں بعض الناس سے مراد امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ

امام بخاری کی عنایت ہے کہ اس قول کو صرف امام اعظم کی طرف منسوب فرمایا۔ حالانکہ یہی جسارت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی قول ہے۔ اور تابعین میں سے امام حسن بصری امام سعید بن مسیب، سفیان بن سعید کا قول ہے علاوہ ازیں امام شعبی، عکرمہ، مجاہد قاضی شریح کا ایک قول بھی یہی ہے۔

نیز حدیث سے ثابت ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اگر کوئی بات حدیث مرفوع سے ثابت ہو اور وہ حضرت ابن عباس جیسے فقیہ صحابی کا مذہب ہو تو اس پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا کہ آٹھ تابعین اس کے خلاف فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| ثُمَّ قَالَ لَا يَجُوزُ نِكَاحٌ بِغَيْرِ شَاهِدَيْنِ فَإِنْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ مَحْدُودَيْنِ جَازَ وَإِنْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ عَبْدَيْنِ لَمْ يَجُزْ۔ | پھر اس نے کہا۔ کہ کوئی نکاح بغیر گواہ کے درست نہیں۔ لیکن اگر محدود کی گواہی میں نکاح کیا تو صحیح ہے اور اگر دو غلاموں کی گواہی میں کیا تو درست نہیں۔ |

**توضیح** یہ حضرت امام اعظم پر تعریض ہے۔ اس پر امام بخاری کو تعجب ہے کہ جب محدود فی القذف کی گواہی ناقابل قبول تو ان کی گواہی میں نکاح کیسے درست ہے ــــ اور انھیں حیرت بالائے حیرت یہ ہے۔ کہ دو غلاموں کی گواہی میں نکاح صحیح نہیں مانتے۔

یہ معارضہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت امام بخاری باں جلالت قدر حضرت امام اعظم کے مدارک علمیہ کے سمجھنے سے قاصر ہیں ــــ فرق یہ ہے کہ تحمل شہادت اور ادار شہادت دو مختلف درجے ہیں۔ تحمل شہادت کے لئے بالغ عادل ہونا شرط نہیں۔ بلکہ اسلام بھی شرط نہیں۔ صحابۂ کرام نے حالت کفر میں بہت سی باتیں دیکھیں اور سنیں اور اسلام لانے کے بعد اسے بیان کیا تو تمام امت نے بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول فرمایا۔

اس پر اتفاق ہے کہ فاسق اور بچے کی گواہی مقبول نہیں۔ مگر ان کا تحمل شہادت درست ہے یعنی وقوع کے وقت نابالغ تھے یا فاسق تھے۔ مگر ادار شہادت کے وقت متدین اور بالغ ہیں تو ان کی شہادت مقبول ہے ــــ نکاح کے وقت ادائے شہادت نہیں ہوتا ــــ بلکہ صرف تحمل ہوتا ہے۔ اس لئے دو محدود کی گواہی میں نکاح درست ہے۔

رہ گیا دو غلاموں کی شہادت میں نکاح صحیح نہیں۔ اس کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ نکاح صحیح ہونے کے لئے ایسے گواہ ضروری ہیں جو قبول ورد کا اختیار رکھتے ہوں۔ غلام اس کا اختیار نہیں رکھتا۔ اس لئے اس کی گواہی سے نکاح درست نہیں تفصیل ہدایہ اور اس کی شروح میں ملاحظہ کریں۔

| | |
|---|---|
| وَأَجَازَ شَهَادَةَ الْمَحْدُودِ وَالْعَبْدِ وَالْأَمَةِ لِرُؤْيَةِ هِلَالِ رَمَضَانَ۔ | اور اس نے محدود اور غلام اور باندی کی گواہی ہلال رمضان کی رویت کے لئے جائز رکھی۔ |

**توضیح** امام بخاری کی یہ تعریض اس کی دلیل ہے کہ وہ احناف کے مذہب سے کماحقہٗ واقف نہیں تھے۔ اور اسی ناواقفی کی بنیاد پر کہیں کہیں تعرضیں کردیں۔ ہلال رمضان کی رویت کے ثبوت کے لئے شہادت شرط نہیں۔ محض خبر کافی ہے ــــ جیسا کہ مبسوط سے لے کر شامی تک میں بالتصریح مذکور ہے۔ اور دینیات میں غلام اور باندی کی بھی

خبر مقبول ہے۔ اسی طرح بعد توبہ محدود فی القذف کی بھی۔

وَكَيْفَ تَعْرِفُ تَوْبَتُهُ وَقَدْ نَفَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّانِيَ سَنَةً۔

اور اس کی توبہ کیسے پہچانی جائے گی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی کو ایک سال کے لئے جلاوطن کر دیا تھا۔

**توضیح** یہ باب کا تتمہ ہے۔ قاذف کی توبہ کی کیفیت کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے اکثر سلف نے یہ فرمایا کہ یہ ضروری ہے کہ وہ اقرار کرے کہ میں نے جھوٹی تہمت لگائی تھی۔ اور کچھ نے فرمایا کہ صلاح و تقویٰ پر پابندی ایک مدت تک ظاہر ہو جائے۔ تو یہی توبہ ہے۔ امام بخاری کا بھی رجحان اسی طرف ہے جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔

**۵۰۱** وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَلَامِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَصَاحِبَيْهِ حَتّٰى مَضٰى خَمْسُوْنَ لَيْلَةً

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں سے بات چیت کرنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ پچاس راتیں گذر گئیں۔

**۵۰۱ تشریحات** حضرت کعب بن مالک اور مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوئے۔ واپسی کے بعد ان پر عتاب فرمایا تمام صحابۂ کرام کو حکم دیدیا کہ ان تینوں سے ملنا جلنا، سلام کلام کرنا بند کر دیں۔ پچاس دن کے بعد جب ان کے توبہ قبول ہونے کی بشارت نازل ہوئی تو یہ مقاطعہ ختم ہوا۔ اس واقعہ کی تفصیل کتاب التفسیر میں آئے گی۔

**مطابقت** غزوۂ تبوک میں شرکت کا ان تمام صحابۂ کرام کو حکم تھا۔ جو سفر اور جہاد کی استطاعت رکھتے تھے۔ یہ تینوں حضرات باوجود استطاعت کے شریک نہ ہوئے۔ یہ معصیت تھی۔ واپسی پر ان لوگوں سے مؤاخذہ فرمایا تو ان لوگوں نے اقرار کر لیا۔ کہ تخلف ہماری سستی کی وجہ سے ہوا ہے۔ یہ بمنزلہ اس کے ہے کہ قاذف نے اپنے آپ کو جھٹلایا۔ دونوں اقرار معصیت میں مشترک ہیں مگر اتنے ہی پر ان کی خطا معاف نہ ہوئی بلکہ ان سے قطع تعلق کا حکم ارشاد ہوا جو پچاس دن تک رہا۔ اس سے ثابت ہوا کہ صرف اقرار معصیت توبہ کے لئے کافی نہیں۔ بلکہ صلاح و تقویٰ کے آثار کا ظہور ضروری ہے۔

**۱۴۷۵ حدیث** اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ اِمْرَاَةً سَرَقَتْ فِيْ غَزْوَةِ الْفَتْحِ فَاُتِيَ بِهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَمَرَ بِهَا

عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ غزوہ فتح میں ایک عورت نے چوری کی۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو حکم دیا کہ اس کا ہاتھ کاٹ لیا جائے۔ یہی ہوا۔

فَقُطِعَتْ يَدُهَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا وَتَزَوَّجَتْ وَكَانَتْ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ اس عورت نے توبہ کی اور اس کی توبہ اچھی رہی۔ اور

تَأْتِيْنِيْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس نے شادی کرلی اور وہ میرے پاس آتی تھی تو میں اس کی ضرورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتی تھی۔

۱۴۷۵

**تشریحات** تکمیل۔ یہ حدیث مختلف ابواب میں بالفاظ مختلفہ پوری یوں مروی ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے فتح مکہ کے موقع پر چوری کی۔ قریش اس کی وجہ سے سخت پریشان ہوئے۔ اور یہ سوچا کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کون بات کرے انھوں نے کہا۔ سوائے اسامہ بن زید کے اور کوئی اس کی جرأت نہیں کرسکتا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔

حضرت اسامہ نے خدمت اقدس میں عرض کیا۔ تو فرمایا۔ حدود الٰہی میں سفارش کرتا ہے؟۔ اس پر حضرت اسامہ نے عرض کیا۔ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور خطبہ دیا۔ تم سے پہلے والے بنی اسرائیل اسی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ جب ان میں کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے۔ اور کمزور آدمی چوری کرتا تو اس کا ہاتھ کاٹتے۔ خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی (بالفرض) چوری کرے گی تو اس کا بھی ہاتھ میں کاٹوں گا پھر اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ کو کاٹنے کا حکم دیا۔ (الحدیث)

چوری کرنے والی عورت کا نام فاطمہ بن الاسود بن عبدالاسد حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھتیجی تھی۔ اس عورت نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر سے قالین میں لپیٹا ہوا زیور مع قالین کے چرایا تھا۔

قریش کی خواہش تھی کہ یا تو اسے معاف کردیا جائے یا فدیہ لے لیا جائے۔ فدیے کے لئے چالیس اوقیے کی پیش کش بھی کی۔ مگر قبول نہیں فرمایا۔ یہ ارشاد کہ اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے گی تو اس کا ہاتھ کاٹوں گا۔ یہ حد کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ دو طرح سے۔ ایک یہ کہ باپ کو بیٹی سے بے پناہ محبت ہوتی ہے۔ دوسرے حضرت سیدہ، سیدۃ نساء العٰلمین ہیں۔ حدود میں ان کی بھی کوئی رعایت نہ ہوگی۔ تو اور کون ہے جس کی رعایت کی جائے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ حدیث بیان فرماتے تو حضرت سیدہ کا نام نامی نہیں لیتے۔ بلکہ یوں روایت کرتے۔ فذکر عضوا شریفا من الاعضاء الشریفۃ۔ اور معزز خاتون کا نام لیا۔ سبحان اللہ یہ اسلاف خانوادۂ نبوت کے ساتھ ادب میں کس طرح اوج ثریا پر تھے۔ فجزاہ اللہ خیرا الجزاء ۔ ۱۲

---

عہ الانبیاء باب ص۴۹۴ فضائل الصحابۃ باب ذکر اسامۃ ص۵۲۸ دو طریقے سے۔ ثانی المغازی باب ص۶۱۶ الحدود باب اقامۃ الحدود علی الشریف والمریض باب کراہیۃ الشفاعۃ فی الحدود ص۱۰۰۳ باب توبۃ السارق ص۱۰۰۴ مسلم ابوداؤد، الحدود نسائی القطع۔

سے یہ ساری تفصیلات فتح الباری جلد سابع کتاب الحدود سے لی گئی ہیں۔ ۱۲ منہ

اس میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ اس عورت کا نام بھی فاطمہ تھا۔ اس لئے حضرت سیدہ کا نام نامی لیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت بلال نے اس عورت کا ہاتھ کاٹا تھا۔ باب کے ساتھ مطابقت فحسنت توبتھا۔ سے ہے۔ توبہ کا حسن یہ ہے کہ وہ قبل گناہ کی حالت پر آجائے۔ اور قبل معصیت اس کی گواہی قبول تھی تو اقامت حد کے بعد بھی مقبول۔

جب تک معاملہ حاکم تک نہ پہنچے حدود میں شفاعت محمود ہے۔ مدعی اور گواہوں کو سمجھا بجھا کر رد کا جائے۔ حدیث میں ہے۔ تعافوا الحدود۔ حدود کو درگذر کرنے کی کوشش کرو۔ مگر جب کہ مجرم موذی ہو۔ مجاہر بے باک ہو تو بہتر ہے کہ اسے کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ حاکم کے یہاں معاملہ پہنچنے کے بعد حدود میں شفاعت جائز نہیں اور نہ حاکم کو جائز کہ اسے معاف کرے۔

چور خواہ مرد ہو یا عورت بعد ثبوت دونوں پر یکساں حد، ہاتھ کاٹنا ہے، چور حد جاری ہونے کے بعد توبہ کرے تو اس کی گواہی مقبول ہے۔

۱۴۷۶ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ

**حدیث** حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ اَمَرَ فِيْمَنْ زَنٰى وَلَمْ يُحْصَنْ بِجَلْدِ

روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور اس شخص کے بارے میں جس نے زنا کیا اور محصن نہیں تھا سو کوڑے

مِائَةٍ وَتَغْرِيْبِ عَامٍ عه

مارنے اور ایک سال کے لئے جلاوطن کرنے کا حکم دیا۔

۱۴۷۶ **تشریحات** مطابقت کی تقریر یہ ہے کہ حد گناہوں کے لئے کفارہ ہونے کی وجہ سے بمنزلہ توبہ ہے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محض اسی پر اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ سال بھر کے لئے جلاوطن کر دیا۔ تاکہ اصلاح حال ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمامیت توبہ کے لئے اصلاح حال ضروری ہے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کی روشنی میں غیر محصن زانی کے لئے سو کوڑوں کے ساتھ ساتھ سال بھر تک جلاوطن کرنا حد کا جز قرار دیا ہے۔ ہمارے یہاں نص قرآن اس کی سزا صرف سو کوڑے ہیں۔ اور اور یہ خبر واحد ہے جس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس زانی کو جلاوطن کرنا بطور سیاست تھا۔ اور اب یہ منسوخ ہے۔ جیسا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کفی بالنفی فتنۃ۔ جلاوطن کرنے کی ممانعت کے لئے یہی کافی ہے کہ یہ فتنہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو جلاوطن کیا تو وہ دارالحرب چلا گیا۔ اس پر قسم کھائی کہ اب کسی کو جلاوطن نہیں کروں گا۔ اگر جلاوطن کرنا

---

عه مسلم الحدود

حد ہوتی تو حضرت علی مرتضیٰ اسے فتنہ نہ فرماتے۔ اور حضرت عمر سے یہ بعید ہے کہ حد قائم نہ کرنے کی قسم کھائیں۔

بَابُ لَا يُشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ إِذَا اُشْهِدَ ص۳۶۱ جب ظلم پر گواہ بنایا جائے تو گواہ نہ بنے۔

اس باب کے ضمن میں پہلے حضرت نعمان بن بشیر کی حدیث لائے ہیں۔ جس میں یہ مذکور ہے کہ ان کے والد نے کچھ دیا تھا اور اپنی بقیہ اولاد کو نہیں دیا تھا۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے کہ حضور اس پر گواہ ہو جائیں۔ تو فرمایا۔ لَا تُشْهِدُنِي عَلَى جَوْرٍ۔ مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ۔ یا فرمایا۔ لَا أَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ۔ میں ظلم پر گواہ نہ بنوں گا۔

۱۴۷۷ سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

**حدیث** حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ

سب سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر اس کے بعد کا ہے پھر اس کے بعد کا ہے۔ حضرت عمران نے کہا۔

ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ قَالَ عِمْرَانُ لَا أَدْرِي أَذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بعد دو قرن ذکر فرمایا یا تین۔ نبی صلی اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ قَرْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے بعد کچھ لوگ ہوں گے جو خیانت کریں گے امانت دار

وَسَلَّمَ إِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَخُونُونَ وَلَا يُؤْتَمَنُونَ وَيَشْهَدُونَ وَلَا يُسْتَشْهَدُونَ

نہ ہوں گے۔ گواہی دیں گے حالانکہ وہ گواہ بنائے نہیں گئے ہیں منت مانیں گے پوری

وَيَنْذُرُونَ وَلَا يَفُونَ وَيَظْهَرُ فِيهِمُ السِّمَنُ ۔ع

نہیں کریں گے۔ ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔

۱۴۷۷ **تشریحات** **قرنی** ۔ قرن کے لغوی معنی زمانہ ہے۔ اس سے مراد ایک زمانے کے لوگ جن کی عمریں قریب قریب ہوں جیسے ہماری زبان میں ہم عمر ہمجولی کہتے ہیں۔ برسوں سے اس کی مقدار متعین کرنے میں اہل لغت کے مابین کثیر اختلاف ہے۔ دس سال، بیس سال، تیس سال، چالیس سال، ساٹھ سال، ستر سال، اسی سال، سو سال، ایک سو بیس سال۔ علامہ عسقلانی نے ستر سال کو اعدل الاقوال قرار دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک حدیث میں ہے۔

---

ع فضائل الصحابہ باب اول ص۵۱۵ ثانی الرقاق باب ما یحذر من زھرۃ الدنیا ص۹۵۱ الایمان والنذور باب اثم من لا یفی بالنذر ص۹۹ مسلم الفضائل۔ نسائی النذر۔

اعمار امتی ما بین ستین الی سبعین[1] میری امت کی عمریں ساٹھ سے لیکر ستر تک ہیں۔

شارحین نے فرمایا کہ قرنی سے مراد صحابۂ کرام ہیں۔ اور پہلے یلونہم سے مراد تابعین اور دوسرے سے تبع تابعین۔ بر بنائے قول مشہور صحابہ کا قرن سنہ ۱۲۰ھ یا اس سے کچھ کم وبیش میں حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر پورا ہوگیا۔ اس کے بعد ستر اسی سال تک تابعین کا دور رہا۔ پھر پچاس برس تبع تابعین کا رہا۔ لگ بھگ دو سو بیس ہجری میں تبع تابعین کا دور ختم ہوگیا۔ اس کے بعد وہ سب شروع ہوگیا۔ جو حدیث میں فرمایا۔

اقول ھو المستعان۔ علامہ ابن حجر نے یہی لکھا ہے کہ قرن صحابہ کم وبیش سنہ ۱۲۰ھ میں پورا ہوگیا۔ کیونکہ صحابۂ کرام میں سب کے بعد حضرت ابو الطفیل نے وفات پائی ہے۔ مگر مجھے ان کے وصال کے بارے میں سنہ ۱۲۰ھ کی کوئی روایت نہیں ملی خود اصابہ میں حضرت علامہ مذکور نے صرف دو قول ذکر فرمایا ہے۔ سنہ ۱۰۰ھ یا سنہ ۱۱۰ھ اگر قول ثانی کو راجح مانا جائے تو قرن صحابہ کا اختتام سنہ ۱۱۰ھ میں ہوگیا۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام مطلقاً تمام امت سے افضل ہیں اور بعض ایسی احادیث جن سے غیر صحابی کی افضلیت مترشح ہوتی ہے وہ مؤول ہیں۔ یا تو کوئی خاص جزوی فضیلت مراد ہے یا کسی عمل پر ثواب کی زیادتی مراد ہے۔ یہ صحابہ کرام کی افضلیت مطلقہ کے معارض نہیں۔ ایمان کے ساتھ حیات ظاہری میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت وہ فضیلت ہے جس کے مماثل امت کا کوئی عمل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ فضیلت کی بنیاد قرب خداوندی اور اس کا حضور وشہود ہے۔ ان میں جتنی زیادتی ہوگی۔ اسی تناسب سے فضیلت کی زیادتی ہوگی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت اور صحبت سے جو حضور وشہود حاصل ہوتا ہے وہ ہزار سالہ عبادت وریاضت سے بھی نہیں حاصل ہوسکتا۔ حضرت انس[2] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد مشہور ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے تو ہر چیز منور ہوگئی اور جس دن وصال فرمایا ہر چیز تاریک ہوگئی۔

وَمَا فَرَغْنَا مِنْ دَفْنِهٖ حَتّٰی اَنْكَرْنَا قُلُوْبَنَا اور ہم دفن سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں کو بدلا ہوا پایا۔

ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت میں مَا نَفَضْنَا اَیْدِیْنَا۔ ہے۔ یعنی ہم نے اپنے ہاتھ سے گرد غبار جھاڑا بھی نہیں تھا اور ابھی دفن ہی کر رہے تھے۔ کہ اپنے دلوں کو بدلا ہوا پایا۔ ایک اور حدیث کا ثبوت[3] نبی حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ وہ ایک دفعہ رو رہے تھے کہ ان کے قریب سے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گذر ہوا تو پوچھا کیا بات ہے؟ انھوں نے بتایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں۔ حضور جنت کا اور دوزخ

---

[1] ترمذی ثانی الزھد باب فی اعمار ہذہ الامۃ ص۵۶ ابن ماجہ الزہد باب الامل والاجل ص۳۲۲

[2] مسند امام احمد جلد ثالث ص۱۲۱ ابن ماجہ جنائز ص۱۱۹ ترمذی ثانی مناقب ص۲۰۲

[3] ترمذی ثانی ابواب القیامۃ ص۷۴

کا تذکرہ کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا ہمارے سامنے ہیں۔ اور جب وہاں سے لوٹ کر اپنے اہل وعیال میں آتے ہیں تو بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا۔ میرا بھی یہی حال ہے۔ چلو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھیں۔ دونوں حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت حنظلہ نے سرگزشت سنائی تو ارشاد فرمایا۔ میری بارگاہ سے اٹھتے وقت۔ جو تمہاری حالت ہوتی ہے اگر اسی پر ہمیشہ رہو تو مجلسوں مجمعوں، راستوں میں فرشتے تم سے مصافحہ کرتے۔ مگر اے حنظلہ یہ وقت وقت کی بات ہے۔

لَا یَسْتَشْهِدُوْنَ اشتہاد کے ایک معنی ہیں گواہی دینے کے لئے بلانا کہنا۔ دوسرا معنی ہے۔ گواہ بنانا۔ پہلے معنی پر اس کا ترجمہ یہ ہوگا۔ ان کو گواہی کے لئے طلب نہ کیا جائے گا اور از خود گواہی دینے پہنچ جائیں گے۔ یہ مشکل احادیث میں سے ہے۔ اس لئے کہ کبھی کبھی گواہی دینی واجب ہوتی ہے اور کبھی مستحب ہوتی ہے۔ ارشاد ہے۔

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ۔ بقرہ آیت (۲۸۳) اور گواہی مت چھپاؤ۔ جو گواہی چھپائے اس کا دل گنہ گار ہے۔

اس کے برخلاف مسلم[1] میں حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الا اُخبرکُم بخیر الشھداء الذین یاتون الشَّھَادَۃَ قَبْلَ ان یسئلوھا۔ کیا تمہیں سب سے اچھے گواہوں کو نہ بتادوں۔ یہ وہ ہیں جو کہنے سے پہلے گواہی دینے آجاتے ہیں۔

علامہ جوزی نے فرمایا۔ کہ پہلی حدیث میں گواہی سے مراد جھوٹی گواہی ہے اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ فرمایا۔

ثُمَّ یفشوا الکذب حتی یشھد الرجل وَلَا یُسْتَشْھَدُ۔ اس کے بعد جھوٹ پھیل جائے گا یہاں تک کہ آدمی گواہی دے گا حالانکہ وہ گواہ بنایا نہیں گیا ہے۔

یہ اچھی تطبیق ہے۔ اس لئے کہ جو موقعہ کے گواہ ہوں گے۔ مدعی انھیں خود ہی دعویٰ ثابت کرنے کے لئے بلائے گا بے بلائے جھوٹے گواہ ہی جائیں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ استفعال کو مجرد کے معنی میں لیا جائے۔ جیسے استقر، قرّ کے معنی میں۔ اب یہ معنی ہوئے کہ موقع پر موجود نہ تھے۔ پھر بھی گواہی دیں گے۔ اور دوسرے معنی پر ترجمہ یہ ہوگا۔ حالانکہ وہ گواہ بنائے نہیں گئے ہیں۔ جیسے آیت کریمہ میں پہلے فَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ سورہ بقرہ ۲۸۲ اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنالو۔ اب معنی یہ ہوئے کہ بے گواہ بنائے ہوئے گواہی دیں گے۔ حاصل وہی ہوا کہ موقع پر موجود نہ تھے۔ اور گواہی دیں گے۔ جھوٹی گواہی کی ایک صورت یہ بھی ہے۔ اور یہی معنی ظاہر بھی ہے اور محاورۂ قرآن کے مطابق ہونے کی وجہ سے زیادہ قوی بھی۔

---

[1] ثانی اقضیہ ص۷۷

**یظھر فیھم السمن** یہ کنایہ ہے کثرت مال اور زیادتی تنعم اور ترفہ سے۔ کہ مال و دولت کی بہتات ہوگی۔ عمدہ عمدہ غذائیں خوب کھائیں گے جس کی وجہ سے مٹاپا چھا جائے گا جس کی وجہ سے خدا کی یاد اور خدا کی طرف رغبت، اس کا خوف کم ہو جائے گا۔ آخرت کے بجائے دنیا میں انہماک ہو جائے گا، جو شرعاً سخت مذموم ہے۔

**۱۴۷۸ حدیث**

عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ

روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا۔ سب لوگوں سے بہتر میرے زمانے والے ہیں پھر

ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَجِيْءُ اَقْوَامٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ يَمِيْنَهٗ

وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں۔ اس کے بعد

وَيَمِيْنُهٗ شَهَادَتَهٗ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ وَكَانُوْا يَضْرِبُوْنَنَا عَلَى الْيَمِيْنِ

کچھ لوگ ایسے آئیں گے جن کی گواہی ان کی قسم پر اور ان کی قسم ان کی گواہی سے آگے بڑھی ہوگی

وَالْعَهْدِ ۔عہ

ابراہیم نے کہا کہ لوگ ہم کو قسم اور عہد پر مارتے تھے۔

**۱۴۷۸ تشریحات**

**تسبق** ۔ اس سے مراد یہ ہے۔ ان کی نظر میں شہادت اور عہد کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔ **بلاضرورت** بات بات پر قسم کھائیں گے اور شہادت دیں گے اتنی بے باکی ہوگی کہ کبھی گواہی کا صیغہ پہلے استعمال کریں گے کبھی قسم کا۔ حالانکہ گواہی کے ساتھ قسم ممنوع بلکہ وہ گواہی کو بھی بعض علماء کے نزدیک لغو کر دیتی ہے۔

**قال ابراہیم** یہ حضرت ابراہیم نخعی ہیں جو حضرت امام اعظم کے شیخ حضرت حماد کے شیخ ہیں۔ بخاری باب فضائل میں یہ زائد ہے وَنَحْنُ صِغَارٌ۔ ہم بچے تھے۔ تو اشہد باللہ و علی عہد اللہ کہنے پر ہم کو منع کیا جاتا حتیٰ کہ مارا جاتا۔ تاکہ یہ تکیہ کلام نہ ہو جائے اور موقع بے موقع زبان پر جاری نہ ہو جایا کرے۔

**باب** مَا قِيْلَ فِيْ شَهَادَةِ الزُّوْرِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ عہ

جھوٹی گواہی کے بارے میں کیا کہا گیا۔ اللہ عزوجل کے ارشاد کی وجہ سے اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور

---

عہ فضائل الصحابہ باب اول ص۵۱۵ ثانی الرقاق باب ما یحذر من زہرۃ الدنیا ص۹۵۱ الایمان والنذور۔

باب اذا قال اشہد باللہ او شہدت باللہ ص۹۸۵ مسلم الفضائل۔ ترمذی مناقب، نسائی الشروط۔ ابن ماجہ الاحکام

الزُّوْرَ۔ وَكِتْمَانُ الشَّهَادَةِ وَقَوْلُهُ تَعَالٰى وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ تَلْوُوْا اَلْسِنَتَكُمْ بِالشَّهَادَةِ۔

گواہی چھپانے کے بارے میں کیا کہا گیا۔ اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہے۔ اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے۔ اور گواہی دیتے وقت زبانوں کو اینٹھتے ہیں۔

**توضیح باب** باب کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹی گواہی کی مذمت میں اور اس پر وعید میں کیا وارد ہے۔ اس سلسلے میں سورہ فرقان کی ۷۲ آیت نقل فرمائی جس میں یہ ہے کہ اللہ کے بندے وہ ہیں جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ اس آیت میں زُور سے کیا مراد ہے۔ اس میں مختلف اقوال ہیں ایک یہی جھوٹی گواہی۔ دوسرے یہ کہ شرک، تیسرے بت، چوتھے گانے کی مجلس، پانچویں جس مجلس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برائی کی جاتی ہو۔ چھٹے وہ مجلس جس میں گناہ پر عہد و پیمان ہوتا ہو۔ امام بخاری کا مختار یہی ہے کہ اس سے مراد جھوٹی گواہی ہے۔ زور کے معنی لغوی ملمع کرنے اور ناحق بات کو اس طرح بنا کر پیش کرنا کہ وہ حق معلوم ہو۔ جھوٹی گواہی نہ دینی جب قابل مدح ہے تو اسے لازم کہ اس کی ضد یعنی جھوٹی گواہی دینی مذموم ہو۔ اَوْ تَلْوُوْا۔ قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے۔

وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۔ النساء ۱۳۵

اور اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ موڑو تو اللہ کو تمہارے کرتوتوں کی خبر ہے۔

اس کی تفسیر کے لئے امام بخاری نے السنتکم۔ کا اضافہ کیا۔ یعنی تم حق بات کے قبول میں جو کلمات کہو وہ زبان اینٹھ کر کہو اور صاف صاف اقرار نہ کرو۔ یہ مذموم ہے۔ کیونکہ یہ کتمان حق ہے۔ اسی طرح گواہی چھپانا مذموم ہے کہ یہ بھی کتمان حق ہی ہے۔ یہاں امام بخاری نے تلووا کے ساتھ السنتکم کو اس طرح ملا دیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ السنتکم بھی آیت کا جز ہے۔ واجب تھا کہ بیچ میں کوئی ایسا کلمہ تحریر فرماتے کہ قرآن و غیر قرآن میں امتیاز رہتا مثلاً یعنی۔ ای وغیرہ

**۱۴۷۹ حدیث** عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَبَائِرِ فَقَالَ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ۔ عه

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ گناہ کبیرہ کتنے ہیں تو فرمایا۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنی۔ اور جھوٹی گواہی دینی۔

عه ثانی الادب باب عقوق الوالدین من الکبائر ص۸۸۴ الدیات باب قول اللہ ومن احیاھا ص۱۰۱۵ مسلم الایمان، ترمذی البیوع، التفسیر نسائی، قضا، قصاص، تفسیر۔

۱۴۸۰ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ

**حدیث** حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم کو

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ ثَلٰثًا قَالُوْا بَلٰی

سب سے بڑا گناہ کبیرہ نہ بتا دوں۔ لوگوں نے عرض کیا ضرور بتائیں یارسول اللہ۔ فرمایا اللہ کے ساتھ

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَجَلَسَ وَکَانَ

کسی کو شریک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی، حضور ٹیک لگائے ہوئے تھے سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا

مُتَّکِئًا فَقَالَ اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ یُکَرِّرُھَا حَتّٰی قُلْنَا لَیْتَہٗ سَکَتَ عہ

جھوٹی بات اس کی تکرار پر تکرار فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا کاش خاموش ہو جاتے۔

۱۴۷۹-۱۴۸۰ **تشریحات**

**تکمیل** ۔ پہلی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں کتاب الادب میں یہ زائد ہے۔

اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ قَالَ قَوْلُ الزُّوْرِ اَوْ شَھَادَۃُ الزُّوْرِ۔

کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ کبیرہ نہ بتا دوں فرمایا جھوٹی بات یا فرمایا جھوٹی شہادت شعبہ

وَقَالَ شُعْبَۃُ اَکْثَرُ ظَنِّیْ اَنَّہٗ قَالَ وَشَھَادَۃُ الزُّوْرِ۔

نے کہا میرا غالب گمان یہ ہے کہ جھوٹی گواہی فرمایا۔

گناہ کبیرہ کی تعریف اور ان کی تعداد جلد ثانی صـ۱۰۱ صـ۱۰۲ پر ذکر کی جا چکی ہے۔

**عقوق الوالدین** عقوق کے لغوی معنی کاٹنے کے ہیں اور شرعاً نافرمانی کرنے کے ہیں۔ امام نووی نے فرمایا کہ اس سلسلے میں کسی ضابطے پر اب تک مطلع نہیں ہو سکا۔ امام ابو محمد بن عبدالسلام نے بھی یہی کہا۔ مزید یہ بھی کہا۔ کہ اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ ماں باپ کی ہر بات میں فرمانبرداری ضروری نہیں۔ مثلاً وہ کسی ممنوع شرعی کا حکم دیں تو اطاعت نہیں۔ لا طَاعَۃَ لِلْمَخْلُوْقِ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ اللہ عزوجل کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔ اس کے باوجود جہاد یا کوئی بھی سفر ان کی اجازت کے بغیر جائز نہیں امام ابو عمرو بن صلاح نے فرمایا۔ ہر وہ چیز جس سے انھیں ایذا ہو عقوق ہے۔ بشرطیکہ وہ واجب نہ ہو۔ اسے یوں بھی کہا

---

عہ شمائل الادب باب عقوق الوالدین من الکبائر صـ۸۸ الاستیذان باب من اتکا بین یدی اصحابہ صـ۹۲۸ دو طریقے سے۔ استتابۃ المرتدین باب اول صـ۱۰۳۲

جاسکتا ہے کہ جس مباح کام کا وہ حکم دیں وہ واجب ہو جاتا ہے اسے نہ کرنا عقوق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**شَهَادَةُ الزُّوْرِ** جھوٹی گواہی دینے والا جب توبہ کرے تو اس کی گواہی مقبول ہے یا نہیں؟ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ وہ ہمیشہ کے لئے مردود الشہادۃ ہو گیا اس کی گواہی کبھی قبول نہیں کی جائے گی۔ ہمارا اور حضرت امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ توبہ کے بعد جب صلاح وصدق کے آثار ظاہر ہو جائیں اور یہ یقین ہو جائے کہ اب جھوٹی گواہی نہیں دے گا۔ تو قبول کی جاسکتی ہے۔

**بَابُ شَهَادَةِ الْاَعْمٰى وَاَمْرِهٖ وَنِكَاحِهٖ وَاِنْكَاحِهٖ وَمُبَايَعَتِهٖ وَقَبُوْلِهٖ فِي التَّاذِيْنِ وَغَيْرِهٖ وَمَا يُعْرَفُ بِالْاَصْوَاتِ** ص۳۶۲

نابینا کی گواہی اور اس کے حکم اور اس کے نکاح اور دوسرے کا نکاح کرنے اور اس کی خرید و فروخت اور اذان وغیرہ میں اس کی بات قبول کرنا اور آوازوں سے کیا پہچانا جاتا ہے۔

| | |
|---|---|
| ۵۰۲ | وَاَجَازَ شَهَادَتَهُ الْقَاسِمُ وَالْحَسَنُ بْنُ سِيْرِيْنَ وَالزُّهْرِيُّ وَعَطَاءٌ۔ |
| ت | نابینا کی گواہی کو قاسم بن محمد ابو بکر صدیق اور حسن بصری اور ابن سیرین اور زہری اور عطاء نے جائز کہا ہے۔ |
| ۵۰۳ | وَقَالَ الشَّعْبِيُّ يَجُوْزُ شَهَادَتُهُ اِذَا كَانَ عَاقِلًا۔ |
| ت | اور شعبی نے کہا کہ نابینا کی گواہی جائز ہے جب کہ وہ عاقل ہو۔ |
| ۵۰۴ | وَقَالَ الْحَكَمُ رُبَّ شَيْءٍ تَجُوْزُ فِيْهِ۔ |
| ت | اور حکم نے کہا بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن میں تخفیف کر دی گئی ہے۔ |

**تشریح ۵۰۲ تا ۵۰۴** امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ شعبہ نے حکم بن عتبہ سے نابینا کی گواہی کے بارے میں پوچھا تو فرمایا بہت سی باتوں میں تخفیف کر دی گئی ہے مطلب یہ ہے کہ کبھی نابینا کی گواہی ایسی باتوں میں جو اس کے لائق ہے تسامح اور تخفیف کے طور پر قبول کر لی جاتی ہے۔

| | |
|---|---|
| ۵۰۵ | وَقَالَ الزُّهْرِيُّ اَرَاَيْتَ ابْنَ عَبَّاسٍ لَوْ شَهِدَ عَلٰى شَهَادَةٍ اَكُنْتَ تَرُدُّهٗ۔ |
| ت | اور زہری نے کہا۔ بتاؤ ابن عباس اگر کوئی گواہی دیں تو کیا تم اسے رد کر دو گے۔ |

**تشریح ۵۰۵** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی چشمان مبارک اخیر عمر مبارک میں سفید ہو گئیں تھیں۔ اسی بنا پر حضرت امام زہری نے وہ فرمایا۔ نابینا معذوری سے قبل جن باتوں کو دیکھ چکا ہو اس میں اس کی گواہی مقبول ہے۔ لیکن اگر معذوری کے وقت کسی واقعے کے وقت موجود تھا تو اس کی گواہی مقبول نہیں۔

| | |
|---|---|
| ۵۰۶ | وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَبْعَثُ رَجُلًا اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ اَفْطَرَ وَ |
| ت | |

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کسی آدمی کو بھیجتے جب سورج ڈوب جاتا تو افطار کرتے اور

وَيَسْأَلُ عَنِ الْفَجْرِ فَإِذَا قِيلَ طَلَعَ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ۔

فجر کے بارے میں پوچھتے جب کہا جاتا فجر طلوع کر آئی ہے تو دو رکعت نماز پڑھتے۔

**۵۰۶ تشریح** یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کسی کو یہ معلوم کرنے کے لئے بھیجتے کہ سورج ڈوبا یا نہیں۔ جب وہ آکر یہ بتاتا کہ سورج ڈوب گیا۔ تو وہ افطار کر لیتے اسی طرح جب کوئی فجر کے طلوع ہونے کی خبر دیتا تو اسے مان لیتے۔ اس میں نہ تو نابینا کی خبر ہے نہ شہادت بلکہ اس کے برعکس ہے کہ نابینا نے بینا کی خبر قبول کی۔ اسے باب کے اس جزء سے تعلق ہے۔ کہ بولنے والے کو دیکھے بغیر صرف اس کی آواز سن کر عمل کرنا کہاں کہاں جائز ہے۔ حضرت ابن عباس اس شخص کو دیکھتے نہیں تھے۔ صرف آواز سنتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ افطار اور طلوع میں مخبر کی آواز سننا کافی ہے۔ اسے دیکھنا ضروری نہیں۔

۵۰۷ وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ اِسْتَأْذَنْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَعَرَفَتْ صَوْتِي

ق اور سلیمان بن یسار نے کہا۔ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حاضری کے لئے اذن

قَالَتْ سُلَيْمَانُ ادْخُلْ فَإِنَّكَ مَمْلُوكٌ مَا بَقِيَ عَلَيْكَ شَيْءٌ ۔

طلب کیا تو انہوں نے میری آواز پہچان لی۔ فرمایا سلیمان ہے؟ اندر آجاؤ جب تک تم پر کچھ باقی ہے تم مملوک ہو۔

**۵۰۷ تشریحات** اس تعلیق پر یہ اشکال ہے۔ کہ سلیمان بن یسار ام المؤمنین حضرت میمونہ کے غلام تھے۔ جنھیں انھوں نے مکاتب بنا دیا تھا۔ پھر یہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں کیسے حاضر ہوئے۔ اس کا جواب سند الحفاظ علامہ ابن حجر نے یہ دیا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غلاموں سے پردہ کرنا ضروری نہیں جانتی تھیں۔ اگرچہ وہ دوسرے کا مملوک ہو۔ امام طحاوی نے سالم سیلان سے روایت کیا کہ انھوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا۔ کیا بات ہے کہ آپ مجھ سے حیا (پردہ) نہیں کرتیں۔ دریافت فرمایا کیوں؟ عرض کیا۔ میں نے مکاتبت کر لی ہے فرمایا جب تک تم پر کچھ بھی باقی ہے تم مملوک ہو[1]

۵۰۸ وَأَجَازَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ شَهَادَةَ امْرَأَةٍ مُنْتَقِبَةٍ

ق اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقاب پوش عورت کی شہادت جائز رکھی۔

**۵۰۸ تشریح** اس کے برعکس ابو عبد اللہ بن مندہ نے کتاب الصحابہ میں روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک خاتون نے نقاب ڈالے ہوئے کلام کیا۔ تو فرمایا نقاب ہٹالے۔ کیونکہ اس قسم کی بات کے

---

[1] شرح معانی الآثار باب المکاتب متی یعتق ص ۶۵

وقت بے نقاب رہنا ایمان سے ہے۔

۱۴۸۱ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ

حدیث ۱۴۸۱ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے (کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقْرَأُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ

میرے گھر میں تھے) کہ ایک صاحب کی آواز سنی جو مسجد میں قرآن پڑھ رہے تھے۔ تو فرمایا۔ اللہ اس پر رحم

رَحِمَهُ اللّٰهُ لَقَدْ اَذْكَرَنِيْ كَذَا اٰيَةً اَسْقَطْتُهُنَّ مِنْ سُوْرَةِ كَذَا

فرمائے۔ اس نے مجھے فلاں آیت فلاں فلاں سورت کی یاد دلادی جو میرے ذہن سے نکل چکی تھیں۔

وَكَذَا ـ وَزَادَ عَبَّادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

عباد بن عبد اللہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے یہ زائد

عَنْهَا تَهَجَّدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَسَمِعَ صَوْتَ

کیا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے گھر میں تہجد پڑھ رہے تھے۔ تو عباد کی آواز سنی وہ

عَبَّادٍ يُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اَصَوْتُ عَبَّادٍ هٰذَا قُلْتُ

مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ دریافت فرمایا۔ اے عائشہ کیا یہ عباد کی آواز ہے۔ میں نے عرض کیا

نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ عَبَّادًا۔ عہ

جی ہاں۔ فرمایا۔ اے اللہ عباد پر رحم فرما۔

۱۴۸۱

تشریحات یہ حقیقت میں دو قصے ہیں۔ ہشام والی حدیث کا قصہ، عباد بن عبد اللہ کے قصے سے الگ ہے۔ ہشام والی حدیث میں یہ صاحب عبد اللہ بن یزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جیسا کہ مروی ہے کہ عبد اللہ بن یزید مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ دریافت فرمایا۔ یہ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا۔ عبد اللہ بن یزید ہیں۔ تو فرمایا۔ اللہ اس پر رحم فرمائے۔ مجھے فلاں آیت یاد دلادی جسے میں بھول گیا تھا۔ یہاں آیۃ کذا من سورۃ کذا وکذا ہے۔ فلاں آیت فلاں فلاں سورۃ کی۔ اور فضائل القرآن

---

عہ ثانی فضائل القرآن۔ باب نسیان القرآن ص۷۵۳ باب من لم یر بأسا ان یقول سورۃ البقرۃ ص۷۵۳ الدعوات باب قول اللہ تبارک وتعالیٰ وصل علیہ ص۹۳۸۔

میں آیۃ کذا وکذا من سورۃ کذا۔ ہے فلاں فلاں آیت فلاں سورۃ کی ہے۔ پہلی صورت میں مطلب یہ ہوا کہ نسیان صرف ایک ایسی آیت کا ہوا تھا جو متعدد سورتوں میں ہے۔ اور دوسری صورت کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ ایک ہی سورۃ کی متعدد آیتوں کا نسیان ہوا تھا۔ اس حدیث کے تحت علامہ بدرالدین عینی نے لکھا۔

وفیہ جواز النسیان علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیما بلغہ الی الامۃ[1] — اس حدیث سے یہ افادہ ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت تک جو پیغام پہنچایا ہے اس میں نسیان ہوا ہے۔

اس موضوع پر تفصیلی بحث تحقیقات میں ملاحظہ کریں۔

## باب شَهَادَةِ الْإِمَاءِ وَالْعَبِيدِ ص۳۶۳ — لونڈیوں اور غلاموں کی گواہی۔

| | |
|---|---|
| ۵۰۹ | وَقَالَ أَنَسٌ شَهَادَةُ الْعَبْدِ جَائِزَةٌ إِذَا كَانَ عَدْلًا |
| ت | غلام کی گواہی جائز ہے جب کہ وہ عادل ہو۔ |
| ۵۱۰ | وَأَجَازَهُ شُرَيْحٌ وَزُرَارَةُ بْنُ أَوْفَى۔ |
| ت | اور اسے قاضی شریح اور زرارہ بن اوفی نے جائز کہا۔ |
| ۵۱۱ | وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ شَهَادَتُهُ جَائِزَةٌ إِلَّا لِسَيِّدِهِ۔ |
| ت | ابن سیرین نے کہا غلام کی شہادت جائز ہے مگر اپنے آقا کے لئے۔ |
| ۵۱۲ | وَأَجَازَهُ الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمُ فِي الشَّيْءِ التَّافِهِ |
| ت | اور حسن بصری اور ابراہیم نخعی نے معمولی چیز میں اس کی گواہی جائز رکھی |
| ۵۱۳ | وَقَالَ شُرَيْحٌ كُلُّكُمْ بَنُو عَبِيدٍ وَإِمَاءٍ۔ |
| ت | اور شریح نے کہا۔ تم سب غلاموں اور کنیزوں کی اولاد ہو۔ |

**تشریح ۵۰۹ تا ۵۱۳** اس تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ عمار ذہبی نے کہا۔ قاضی شریح کے یہاں ایک غلام نے گواہی دی تو انھوں نے اسے قبول فرمالیا۔ اس پر عرض کیا گیا کہ یہ غلام ہے تو فرمایا۔ ہم سب غلام ہیں ہماری ماں حوا رہیں۔

امام سعید بن منصور نے قاضی شریح کا یہ جواب نقل فرمایا۔ ہم سب غلاموں اور باندیوں کی اولاد ہیں۔ ان کی مراد یہ ہے کہ ہر مرد اللہ عزوجل کا بندہ ہے۔ اور ہر عورت اس کی کنیز۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ غلام اور باندی کی گواہی مقبول نہیں۔ صحابہ میں سے حضرت فاروق اعظم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی مذہب یہی

[1] عمدۃ القاری ثالث عشر ص۲۲۱

ہے۔ اور بعد کے ائمہ میں سے امام عطا، امام مکحول، امام ثوری، امام اوزاعی، امام مالک، امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔

## باب تَعْدِيلِ النِّسَاءِ بَعْضِهِنَّ بَعْضًا ص۳۶۲ بعض عورتوں کا بعض کو عادل بتانا۔

۱۴۸۲ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ بْنِ

**حدیث** ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات

وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ

سے مروی ہے۔ جب کہ اہل افک نے ان کے بارے میں کہا جو کہا تو اللہ عزوجل نے ان کی برأت

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا

بیان فرمائی — امام زہری نے کہا۔ اور ان سبھوں نے ام المؤمنین کی حدیث کا کچھ حصہ مجھ سے

قَالُوا فَبَرَّأَهَا اللّٰهُ مِنْهُ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِي طَائِفَةٌ مِنْ

بیان کیا ہے۔ اور ان میں سے بعض بعض سے زیادہ یاد رکھنے والے ہیں۔ اور بیان کرنے میں زیادہ قابل

حَدِيثِهَا وَبَعْضُهُمْ أَوْعٰى مِنْ بَعْضٍ وَأَثْبَتُ لَهُ اقْتِصَاصًا وَقَدْ

اعتماد ہیں۔ اور میں نے ان میں سے ہر ایک کی بیان کی ہوئی حدیث کو یاد رکھا۔ جو انھوں نے حضرت عائشہ

وَعَيْتُ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمُ الْحَدِيثَ الَّذِي حَدَّثَنِي عَنْ عَائِشَةَ

سے روایت کی ہے۔ اور بعض کی بیان کردہ حدیث دوسرے کی تصدیق کرتی ہے ان لوگوں نے کہا۔ کہ ام المؤمنین

وَبَعْضُ حَدِيثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا زَعَمُوا أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی۔ کہ جب سفر کا ارادہ

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ

فرماتے تو اپنی ازواج کے بارے میں قرعہ ڈالتے۔ جن کے نام کا قرعہ نکلتا انھیں ہمراہ لے جاتے۔ ایک غزوہ کے موقعہ پر قرعہ

سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ

ڈالا تو میرا نام نکلا۔ میں حضور کے ساتھ گئی۔ یہ واقعہ آیت حجاب کے نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ میں ہودج ہی میں رہتی

فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِي غَزَاةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ سَهْمِي فَخَرَجْتُ مَعَهُ بَعْدَمَا

اور مجھے سوار کرایا جاتا اور سواری سے اتارا جاتا۔ ہم چلے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس غزوے سے فارغ

أُنْزِلَ الْحِجَابُ فَأَنَا أُحْمَلُ فِي هَوْدَجٍ وَأُنْزَلُ فِيهِ فَسِرْنَا حَتّٰى إِذَا

ہو گئے۔ اور لوٹ رہے تھے۔ جب ہم مدینے کے قریب پہنچے تو ایک رات کوچ کرنے کے لئے اعلان فرمایا۔ کوچ کے اعلان

فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَتِهٖ تِلْكَ وَقَفَلَ

کے بعد میں اٹھی اور قضائے حاجت کے لئے لشکر کے باہر چلی گئی۔ رفع حاجت کرکے جب میں

وَدَنَوْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ اٰذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيْلِ فَقُمْتُ حِيْنَ اٰذَنُوْا

واپس ہوئی اور کجاوہ کے قریب پہنچی تو اپنے سینے کو ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ میرا ہار ٹوٹ کر گر پڑا ہے

بِالرَّحِيْلِ فَمَشَيْتُ حَتّٰى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ فَلَمَّا قَضَيْتُ شَانِيْ

جو جزع اظفار کا تھا۔ اس لئے میں لوٹی اور ہار تلاش کرنے لگی۔ اس کی تلاش میں دیر ہو گئی۔

اَقْبَلْتُ اِلَى الرَّحْلِ فَلَمَسْتُ صَدْرِيْ فَاِذَا عِقْدٌ لِيْ مِنْ جَزْعِ اَظْفَارٍ

اس درمیان وہ لوگ آئے جو میرا ہودج اٹھانے اور باندھنے پر مامور تھے۔ تو ان لوگوں نے

قَدِ انْقَطَعَ فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِيْ فَحَبَسَنِيْ ابْتِغَاءُهٗ فَاَقْبَلَ

میرا ہودج اٹھا کر اس اونٹ پر باندھ دیا جس پر میں سوار ہوتی تھی۔ ان کا گمان یہ تھا

الَّذِيْنَ يَرْحَلُوْنَ لِيْ فَاحْتَمَلُوْا هَوْدَجِيْ فَرَحَلُوْهُ عَلٰى بَعِيْرِيَ الَّذِيْ

کہ میں ہودج میں ہوں۔ اس وقت عورتیں دبلی ہلکی تھیں بھاری بدن نہ تھیں۔ ان پر

كُنْتُ اَرْكَبُ وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنِّيْ فِيْهِ وَكَانَ النِّسَاءُ اِذْ ذَاكَ خِفَافًا

گوشت نہیں چڑھا تھا۔ کیوں کہ کھانا تھوڑی مقدار میں کھاتی تھیں۔ اس لئے ہودج

لَمْ يَثْقُلْنَ وَلَمْ يَغْشَهُنَّ اللَّحْمُ وَاِنَّمَا يَاْكُلُ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ

اٹھانے والوں کو ہودج کے وزن کی کمی کا احساس نہ ہوا۔ اور انھوں نے ہودج اٹھا

فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ حِيْنَ رَفَعُوْهُ ثِقَلَ الْهَوْدَجِ فَاحْتَمَلُوْهُ وَكُنْتُ

لیا۔ اور میں اس وقت نو عمر بچی تھی۔ ان لوگوں نے اونٹ اٹھایا اور

جَارِيَةً حَدِيْثَةَ السِّنِّ فَبَعَثُوا الْجَمَلَ وَسَارُوْا فَوَجَدْتُ عِقْدِيْ

چل دیئے۔ لشکر کے چلے جانے کے بعد میں نے اپنا ہار پایا۔ اور میں ان کی قیام گاہ پر

بَعْدَ مَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ فَجِئْتُ مَنْزِلَهُمْ وَلَيْسَ فِيْهِ اَحَدٌ فَاَمَمْتُ

آئی۔ تو وہاں کسی کو نہیں پایا۔ میں بالقصد وہیں آگئی جہاں ٹھہری تھی۔ میں نے سوچا

مَنْزِلِيَ الَّذِيْ كُنْتُ بِهٖ فَظَنَنْتُ اَنَّهُمْ سَيَفْقِدُوْنِيْ فَيَرْجِعُوْنَ

کہ جب لوگ مجھے ہودج میں نہیں پائیں گے تو یہیں لوٹ کر تلاش کے لئے آئیں گے۔ میں بیٹھی

إِلَيَّ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسَةٌ غَلَبَتْنِي عَيْنَايَ فَنِمْتُ وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ

تھی کہ مجھ پر نیند نے غلبہ کیا اور میں سوگئی۔ اور صفوان بن معطل سلمی ذکوانی لشکر کے

الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْجَيْشِ فَأَصْبَحَ عِنْدَ

پیچھے تھے۔ صبح کے وقت میرے قیام کی جگہ پہنچے۔ تو ایک سونے والے انسان کو دیکھا

مَنْزِلِي فَرَأَى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ فَأَتَانِي وَكَانَ يَرَانِي قَبْلَ

وہ میرے قریب آئے انھوں نے حجاب سے پہلے مجھے دیکھا تھا۔ میں ان کے انا للہ پڑھنے سے

الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِينَ أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ فَوَطِئَ

جاگ گئی۔ انھوں نے اپنا اونٹ بیٹھا کر اس کے اگلے پاؤں کو دبائے رکھا۔ یہاں تک کہ میں سوار

يَدَهَا فَرَكِبْتُهَا فَانْطَلَقَ يَقُودُ بِي الرَّاحِلَةَ حَتَّى أَتَيْنَا الْجَيْشَ

ہوگئی۔ اب وہ پیدل چلے اور میری سواری کی مہار پکڑ کر آگے آگے چلتے رہے۔ یہاں تک

بَعْدَ مَا نَزَلُوا مُعَرِّسِينَ فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ

کہ ہم لشکر میں اس وقت پہنچے جب کہ وہ لوگ عین ظہر کے وقت، منزل کر چکے تھے۔ اس کے بعد

وَكَانَ الَّذِي تَوَلَّى الْإِفْكَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيِّ ابْنُ سَلُولَ فَقَدِمْنَا

جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوا۔ اور افترا پردازی کرنے والوں کا سرکارواں عبداللہ بن اُبَیّ

الْمَدِينَةَ فَاشْتَكَيْتُ بِهَا شَهْرًا وَالنَّاسُ يُفِيضُونَ مِنْ قَوْلِ

ابن سلول تھا۔ ہم مدینہ آئے تو میں ایک مہینے تک علیل رہی۔ اور بہتان طرازوں کی باتیں لوگوں

أَصْحَابِ الْإِفْكِ وَيَرِيبُنِي فِي وَجَعِي أَنِّي لَا أَرَى مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى

میں پھیلتی رہیں۔ دوران علالت اس بات سے مجھے کچھ شبہ ہوتا کہ ان دنوں میں نبی صلی اللہ

اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللُّطْفَ الَّذِي كُنْتُ أَرَى مِنْهُ حِينَ

تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے وہ مہربانی نہیں دیکھتی تھی جو اور علالت کے دنوں میں دیکھا

أَمْرَضُ إِنَّمَا يَدْخُلُ فَيُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُولُ كَيْفَ تِيكُمْ لَا أَشْعُرُ بِشَيْءٍ

کرتی تھی۔ بس اتنا ہوتا کہ حضور تشریف لاتے اور سلام کرتے۔ پھر دریافت فرماتے کیسی

مِنْ ذَلِكَ حَتَّى نَقَهْتُ فَخَرَجْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ

ہو۔ اور مجھے ان باتوں کی کوئی خبر نہیں ہوئی۔ بیماری کی وجہ سے میں کمزور ہوگئی۔ میں اور ام مسطح

مُتَبَرَّزَنَا لَا نَخْرُجُ إِلَّا لَيْلًا إِلَى لَيْلٍ وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ تُتَّخَذَ الْكُنُفُ

قضائے حاجت کے لئے میدان میں جانے کے لئے نکلی۔ ہم صرف رات ہی رات کو نکلتی تھیں۔

قَرِيبًا مِّنْ بُيُوتِنَا وَأَمْرُنَا أَمْرُ الْعَرَبِ الْأَوَّلِ فِي الْبَرِّيَّةِ أَوْ فِي

گھروں کے قریب بیت الخلاء بنائے جانے سے پہلے۔ ہمارا طریقہ پہلے عرب والوں کا طریقہ تھا۔ کہ میدان

التَّنَزُّهِ فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ بِنْتُ أَبِي رُهْمٍ نَمْشِي فَعَثَرَتْ

میں جاتے تھے۔ میں اور اُمِّ مسطح بنت ابو رُہم نکلے اور چل رہے تھے۔ ام مسطح اپنی چادر میں الجھ کر

فِي مِرْطِهَا فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ لَهَا بِئْسَ مَا قُلْتِ أَتَسُبِّينَ

گر پڑی۔ اس پر اس نے کہا۔ مسطح۔ ہلاک ہو جائے۔ میں نے اس سے کہا تم نے بری بات

رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا فَقَالَتْ يَا هَنْتَاهْ أَلَمْ تَسْمَعِي مَا قَالُوا فَأَخْبَرَتْنِي

کہی ہے۔ بدر میں شریک ہونے والے مجاہد کو برا کہتی ہے۔ تو اس نے کہا۔ اے حضور! کیا

بِقَوْلِ أَهْلِ الْإِفْكِ فَازْدَدْتُ مَرَضًا عَلَى مَرَضِي فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلَى

آپ نے وہ نہیں سنا جو وہ لوگ کہہ رہے ہیں۔ اب اس نے افترا پردازوں کی بات بتائی۔ تو بیماری

بَيْتِي دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

پر میری بیماری اور بڑھ گئی۔ جب لوٹ کر گھر آئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس

كَيْفَ تِيكُمْ فَقُلْتُ إِئْذَنْ لِي آتِ أَبَوَيَّ قَالَتْ وَأَنَا حِينَئِذٍ أُرِيدُ

تشریف لائے۔ اور فرمایا تم کیسی ہو! میں نے عرض کیا۔ مجھے اجازت دیں کہ اپنے والدین کے گھر

أَنْ أَسْتَيْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا فَأَذِنَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

جاؤں۔ میرا مقصد یہ تھا کہ میں اپنے والدین سے اس خبر کی تحقیق کروں مجھے

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُ أَبَوَيَّ فَقُلْتُ لِأُمِّي مَا يَتَحَدَّثُ بِهِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت۔ مرحمت فرمادی اس کے

النَّاسُ فَقَالَتْ يَا بُنَيَّةُ هَوِّنِي عَلَى نَفْسِكِ الشَّأْنَ فَوَاللّٰهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ

بعد میں اپنے والدین کے گھر چلی گئی۔ میں نے اپنی والدہ سے دریافت

امْرَأَةٌ قَطُّ وَضِيئَةً عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا وَلَهَا ضَرَائِرُ إِلَّا أَكْثَرْنَ عَلَيْهَا

کیا۔ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ انھوں نے بتایا۔ اے بیٹی اس سے اثر نہ لو

فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِهٰذَا قَالَتْ فَبِتُّ

بخدا جب کوئی عورت خوبصورت ہو اور شوہر اس سے محبت کرتا ہو اور اس کی سوکنیں ہوں تو اس کے بارے

تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتّٰى اَصْبَحْتُ لَا يَرْقَاُ لِيْ دَمْعٌ وَّلَا اَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ ثُمَّ

میں اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ! لوگ یہ کہتے پھر رہے ہیں۔ اس رات کو صبح تک نہ میرا

اَصْبَحْتُ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ

آنسو تھمتا تھا اور نہ نیند آئی تھی۔ اس کی صبح کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علی بن ابو طالب

اَبِيْ طَالِبٍ وَّاُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ حِيْنَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ يَسْتَشِيْرُهُمَا

اور اسامہ بن زید کو بلایا۔ جب کہ وحی آنے میں تاخیر ہو گئی۔ ان لوگوں کو اس لئے

فِيْ فِرَاقِ اَهْلِهٖ فَاَمَّا اُسَامَةُ فَاَشَارَ عَلَيْهِ بِالَّذِيْ يَعْلَمُ فِيْ نَفْسِهٖ

بلایا تھا کہ اپنی اہل سے جدائی کے بارے میں مشورہ فرمائیں۔ اسامہ چونکہ ازاج مطہرات کے

مِنَ الْوُدِّ لَهُمْ فَقَالَ اُسَامَةُ اَهْلَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا نَعْلَمُ وَاللّٰهِ

ساتھ حضور کی محبت کو جانتے تھے۔ اس لئے اس کے مطابق اشارہ کیا۔ اور عرض کیا۔ وہ آپ

اِلَّا خَيْرًا وَاَمَّا عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَنْ يُّضَيِّقَ

کی اہل ہیں یا رسول اللہ! خدا کی قسم ان کے بارے میں اچھائی کے سوا ہم اور کچھ نہیں جانتے۔ اور

اللّٰهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيْرٌ وَسَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ فَدَعَا

حضرت علی بن ابو طالب نے یہ عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اللہ آپ کو ضیق میں ہرگز نہیں ڈالے گا۔ اور عورتیں

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيْرَةَ فَقَالَ يَا بَرِيْرَةُ

ان کے سوا بہت ہیں۔ اور حضور کنیز سے دریافت فرمالیں۔ وہ سچی بات بتادے گی۔ اس پر رسول اللہ

هَلْ رَاَيْتِ فِيْهَا شَيْئًا يَرِيْبُكِ فَقَالَتْ بَرِيْرَةُ لَا وَالَّذِيْ بَعَثَكَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بریرہ کو بلایا۔ اور دریافت فرمایا۔ اے بریرہ؟ کیا تو نے ان میں کوئی ایسی بات دیکھی ہے

بِالْحَقِّ اِنْ رَاَيْتُ فِيْهَا اَمْرًا اَغْمِصُهُ عَلَيْهَا اَكْثَرَ مِنْ اَنَّهَا جَارِيَةٌ

جو تجھے شبہے میں ڈالے۔ بریرہ نے عرض کیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں نے

حَدِيْثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنِ الْعَجِيْنِ فَتَاْتِي الدَّاجِنُ فَتَاْكُلُهُ فَقَامَ

ان میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھی ہے جو قابل اعتراض ہو۔ سوائے اس کے کہ وہ نو عمر ہیں۔ آٹا گوندھ کر سو جاتی ہیں

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ یَّوْمِہٖ فَاسْتَعْذَرَ مِنْ

اور بکری کھا جاتی ہے۔ اس کے بعد اس دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے۔

عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اُبَیٍّ اِبْنِ سَلُوْلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

اور عبداللہ بن ابی ابن سلول کے مقابلے مدد کے خواستگار ہوئے اور فرمایا۔ اس شخص کے مقابلے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّعْذِرُنِیْ مِنْ رَجُلٍ بَلَغَنِیْ اَذَاہُ فِیْ اَھْلِیْ فَوَاللّٰہِ

میں میری کون مدد کرے گا۔ میری رفیقۂ حیات کے بارے میں جس کی اذیت ناک باتیں۔ مجھ تک

مَا عَلِمْتُ عَلٰی اَھْلِیْ اِلَّا خَیْرًا وَقَدْ ذَکَرُوْا رَجُلًا مَّا عَلِمْتُ عَلَیْہِ اِلَّا

پہنچی ہیں۔ خدا کی قسم میں اپنی اہل کے بارے میں اچھائی کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ اور لوگوں نے

خَیْرًا وَمَا کَانَ یَدْخُلُ عَلٰی اَھْلِیْ اِلَّا مَعِیْ فَقَامَ سَعْدٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ

ایسے شخص کا نام لیا ہے جس کے بارے میں بھی اچھائی کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔ اور میرے گھر

اللّٰہِ اَنَا وَاللّٰہِ اَعْذِرُکَ مِنْہُ اِنْ کَانَ مِنَ الْاَوْسِ ضَرَبْنَا عُنُقَہٗ

میں جب بھی جاتا میرے ساتھ جاتا یہ سن کر حضرت سعد بن معاذ کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ!

وَاِنْ کَانَ مِنْ اِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ اَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا فِیْہِ اَمْرَکَ

میں ان کے مقابلے میں حضور کی مدد کروں گا۔ اگر وہ آدمی اوس سے ہے تو ہم اس کی گردن اڑا دیں گے۔

فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَۃَ وَھُوَ سَیِّدُ الْخَزْرَجِ۔ وَکَانَ قَبْلَ ذٰلِکَ رَجُلًا

اور اگر ہمارے بھائیوں خزرج میں سے ہے۔ تو ہمیں حکم دیجئے ہم آپ کے حکم کے مطابق عمل کریں۔ یہ سن کر

صَالِحًا وَکَانَ احْتَمَلَتْہُ الْحَمِیَّۃُ فَقَالَ کَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰہِ لَا تَقْتُلُہٗ

سعد بن عبادہ کھڑے ہوگئے اور وہ خزرج کے سردار تھے اس کے پہلے وہ نیک انسان تھے۔ اس وقت پاسداری

وَلَا تَقْدِرُ عَلٰی ذٰلِکَ فَقَامَ اُسَیْدُ بْنُ حُضَیْرٍ فَقَالَ کَذَبْتَ لَعَمْرُ

نے انھیں مشتعل کر دیا۔ انھوں نے کہا تو نے غلط کہا، بخدا نہ تو اسے قتل کر سکتا ہے۔ اور نہ اس کی قدرت

اللّٰہِ لَنَقْتُلَنَّہٗ فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِیْنَ فَثَارَ الْحَیَّانِ

رکھتا ہے اب اسید بن حضیر کھڑے ہوگئے۔ اور کہا۔ تو نے غلط کہا۔ بخدا ہم اسے قتل کر دیں گے۔ تو منافق ہے اور

الْاَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتّٰی ھَمُّوْا وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

منافقین کی پاسداری میں لڑتا ہے۔ اب اوس و خزرج کے دونوں قبیلے مشتعل ہوگئے۔ اور لڑنے پر تل گئے۔

وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَنَزَلَ فَخَفَّضَهُمْ حَتّٰى سَكَتُوْا وَسَكَتَ قَالَتْ وَبَكَيْتُ

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما رہے۔ آپ نیچے تشریف لائے۔ اور حاضرین کو ٹھنڈا

يَوْمِيْ لَا يَرْقَأُ لِيْ دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ فَأَصْبَحَ عِنْدِيْ أَبَوَايَ وَقَدْ

کیا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ خاموش ہو گئے۔ اور حضور بھی خاموش ہو گئے۔ ام المؤمنین نے فرمایا۔ اور میں دن

بَكَيْتُ لَيْلَتَيْ وَيَوْمِيْ حَتّٰى أَظُنَّ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِيْ قَالَتْ فَبَيْنَمَا

بھر روئی نہ آنسو تھمتا تھا۔ اور نہ نیند آتی تھی میں اپنے والدین کے یہاں رات بھر اور دن بھر روئی۔ ایسا

جَالِسَانِ عِنْدِيْ وَأَنَا أَبْكِيْ إِذِ اسْتَأْذَنَتْ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَذِنْتُ

معلوم ہوتا تھا کہ گریہ میرے جگر کو پھاڑ دے گی میں اپنے والدین کے یہاں بیٹھی رو رہی تھی کہ انصار

لَهَا فَجَلَسَتْ تَبْكِيْ مَعِيْ فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

کی ایک خاتون نے اندر آنے کی اجازت طلب کی میں نے اجازت دے دی۔ وہ آکر میرے پاس بیٹھ گئیں اور

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِيْ مُنْذُ يَوْمٍ

میرے ساتھ رونے لگیں، ہم اسی حال میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔

قِيْلَ لِيْ مَا قِيْلَ قَبْلَهَا وَقَدْ مَكَثَ شَهْرًا لَا يُوْحٰى إِلَيْهِ فِيْ شَأْنِيْ

جس دن سے یہ افواہ پھیلی تھی آج تک کبھی میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور ایک مہینے تک میرے بارے

شَيْءٌ قَالَتْ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ يَا عَائِشَةُ فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِيْ عَنْكِ كَذَا

میں وحی کا نزول رکا رہا۔ حضور نے بیٹھنے کے بعد شہادتین پڑھا پھر فرمایا۔ اے عائشہ! تیرے

وَكَذَا فَإِنْ كُنْتِ بَرِيْئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ

بارے میں میرے پاس ایسی ایسی بات پہنچی ہے۔ اگر تو بری ہے تو بہت جلد اللہ تیری برات

فَاسْتَغْفِرِيْ اللّٰهَ وَتُوْبِيْ إِلَيْهِ فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهٖ

بیان فرمائے گا۔ اور اگر بالفرض تو گناہ سے آلودہ ہے تو اللہ سے استغفار کر اور اس کی طرف رجوع کر

ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

کیونکہ بندہ جب گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ جب رسول اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهٗ قَلَصَ دَمْعِيْ حَتّٰى مَا أُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً

صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات پوری فرما چکے تو میرا آنسو تھم گیا۔ یہاں تک کہ ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہوا

وَقُلْتُ لِاَبِیْ اَجِبْ عَنِّیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
میں نے اپنے والد ماجد سے عرض کیا۔ کہ میری طرف سے آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جواب
قَالَ وَاللّٰہِ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
دیں۔ انھوں نے فرمایا بخدا میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کیا
وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لِاُمِّیْ اَجِیْبِیْ عَنِّیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
عرض کروں۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے عرض کیا۔ کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جواب دیں
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا قَالَ قَالَتْ وَاللّٰہِ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ لِرَسُوْلِ
انھوں نے بھی وہی کہا بخدا میری بھی سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ سے کیا عرض کروں
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ وَاَنَا جَارِیَۃٌ حَدِیْثَۃُ
اب میں نے عرض کیا۔ اور میں نو عمر بچی تھی ابھی بہت زیادہ قرآن بھی نہیں پڑھا تھا۔ میں نے
السِّنِّ لَا اَقْرَاُ کَثِیْرًا مِنَ الْقُرْاٰنِ فَقُلْتُ اِنِّیْ وَاللّٰہِ لَقَدْ عَلِمْتُ
عرض کیا۔ میرے علم میں یہ بات آچکی ہے کہ آپ حضرات نے وہ سب سن لیا ہے۔ جو لوگ کہتے
اَنَّکُمْ سَمِعْتُمْ مَا یَتَحَدَّثُ بِہِ النَّاسُ وَوَقَرَ فِیْ اَنْفُسِکُمْ وَصَدَّقْتُمْ
پھر رہے ہیں۔ اور وہ آپ حضرات کے دل میں بیٹھ چکی ہے اور آپ حضرات نے اسے سچ سمجھ لیا
بِہٖ وَلَئِنْ قُلْتُ لَکُمْ اِنِّیْ بَرِیْئَۃٌ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَنِّیْ لَبَرِیْئَۃٌ لَا
ہے۔ اب اگر میں یہ کہتی ہوں کہ میں اس سے بری ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے ضرور
تُصَدِّقُوْنِیْ بِذٰلِکَ وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَکُمْ بِاَمْرٍ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَنِّیْ
بلاشبہہ بری ہوں۔ تو آپ حضرات مجھے سچا نہیں جانیں گے۔ اور اگر میں اس بات کا اعتراف کرلوں حالانکہ
بَرِیْئَۃٌ لَتُصَدِّقُنِّیْ وَاللّٰہِ مَا اَجِدُ لِیْ وَلَکُمْ مَثَلًا اِلَّا اَبَا یُوْسُفَ
اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو آپ حضرات مجھے سچا مان لینگے۔ بخدا میں اپنی اور آپ حضرات کی مثل
اِذْ قَالَ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ۔ ثُمَّ تَحَوَّلْتُ
یوسف کے والد کے علاوہ اور کوئی نہیں پاتی جب کہ انھوں نے فرمایا تھا۔ پس اچھا صبر ہی خوب ہے۔ ان
عَلٰی فِرَاشِیْ وَاَنَا اَرْجُوْ اَنْ یُّبَرِّءَنِیَ اللّٰہُ وَلٰکِنْ وَاللّٰہِ مَا ظَنَنْتُ
باتوں پر جو تم بیان کرتے ہو اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میں نے اپنے بچھونے پر کروٹ بدلی

اَنْ يُّنْزَلَ فِيْ شَانِيْ وَحْيٌ - وَلَاَنَا اَحْقَرُ فِيْ نَفْسِيْ مِنْ اَنْ يُّتَكَلَّمَ

اور میں امید کرتی تھی کہ اللہ میری برارت بیان فرمائے گا۔ مگر بخدا میں یہ گمان نہیں کرتی تھی کہ میرے بارے

68 بِالْقُرْاٰنِ فِيْ اَمْرِيْ وَلٰكِنِّيْ كُنْتُ اَرْجُوْ اَنْ يَّرَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

میں وحی نازل ہوگی۔ اور میں اپنے آپ کو اس رتبے کا نہیں جانتی تھی کہ میرے بارے میں قرآن کلام فرمائے گا۔

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا تُبَرِّئُنِيْ فَوَاللّٰهِ مَا رَامَ

ہاں مجھے یہ امید تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب دکھایا جائے گا جس میں اللہ میری برارت

مَجْلِسَهٗ وَلَا خَرَجَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَيْتِ حَتّٰى اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ

بیان فرمائے گا۔ بخدا حضور اپنی جگہ سے ہٹے بھی نہیں تھے اور نہ گھر والوں میں سے کوئی باہر گیا تھا کہ حضور

فَاَخَذَهٗ مَا كَانَ يَاْخُذُهٗ مِنَ الْبُرَحَاءِ حَتّٰى اِنَّهٗ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِثْلُ

پر وحی نازل ہونے لگی اور حضور پر وہی کیفیت طاری ہوگئی جو نزول وحی کے وقت طاری ہوتی تھی۔

الْجُمَّانِ مِنَ الْعَرَقِ فِيْ يَوْمٍ شَاتٍ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

کہ سردی کے دنوں میں بھی موتی کی طرح پسینے کے قطرے ٹپکنے لگتے تھے۔ جب وحی کی کیفیت رسول اللہ

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَ اَوَّلُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرو ہوئی تو حضور مسکرا رہے تھے۔ سب سے پہلی بات یہ ارشاد فرمائی۔ کہ مجھ

اَنْ قَالَ لِيْ يَا عَائِشَةُ اِحْمِدِي اللّٰهَ فَقَدْ بَرَّاَكِ اللّٰهُ فَقَالَتْ لِيْ

سے فرمایا۔ اے عائشہ! اللہ کا شکر کر۔ بیشک اللہ نے تیری پاکدامنی بیان فرمادی۔ اس پر میری والدہ

اُمِّيْ قُوْمِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَا

نے مجھ سے فرمایا۔ کھڑی ہو رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو۔ میں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

وَاللّٰهِ لَا اَقُوْمُ اِلَيْهِ وَلَا اَحْمَدُ اِلَّا اللّٰهَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ - اِنَّ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہوں گی اور سوائے اللہ کے اور کسی کا شکر نہیں ادا کروں گی۔ اس وقت اللہ

الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ اَلْاٰيَاتِ - فَلَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ

عزوجل نے یہ دس آیتیں نازل فرمائیں۔ اور یہ بڑا بہتان لانے والے تمہیں میں سے ایک گروہ ہے۔ بقیہ آیتیں۔ جب

هٰذَا فِيْ بَرَآءَتِيْ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ وَكَانَ يُنْفِقُ عَلٰى مِسْطَحٍ

اللہ نے میری برارت میں یہ نازل فرمایا۔ تو ابو بکر صدیق نے کہا۔ میں مسطح کو کبھی کچھ نہ دوں گا۔ کیونکہ اس نے عائشہ

بِنْ اُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهٖ مِنْهُ وَاللّٰهِ لَا اُنْفِقُ عَلٰى مِسْطَحٍ شَيْئًا اَبَدًا بَعْدَ

کو وہ کہا ہے۔ اور وہ مسطح بن اُثاثہ کو دیا کرتے تھے۔ رشتہ داری کی بنا پر اس پر اللہ عزوجل نے یہ نازل فرمایا۔

مَا قَالَ لِعَائِشَةَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ۔ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ

تم میں جو لوگ مالدار اور فراخ رزق ہیں۔ وہ یہ قسم نہ کھائیں۔ کہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور مسافروں اور مہاجرین

اَنْ يُّؤْتُوْا ۔ اِلٰى قَوْلِهٖ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ بَلٰى وَاللّٰهِ اِنِّيْ

کو کچھ نہیں دیں گے۔ پوری آیت غفور رحیم تک۔ اب ابو بکر نے کہا۔ ہاں بخدا میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ مجھے بخش

لَاُحِبُّ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِيْ فَرَجَعَ اِلٰى مِسْطَحٍ الَّذِيْ كَانَ يُجْرِيْ عَلَيْهِ

دے۔ اور مسطح کو وہ دینا جاری کر دیا جو پہلے عطا فرماتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَ زَيْنَبَ

وسلم زینب بنت جحش سے میرے معاملے میں دریافت فرمایا تھا۔ اور پوچھا تھا اے زینب!

بِنْتَ جَحْشٍ عَنْ اَمْرِيْ فَقَالَ يَا زَيْنَبُ مَا عَلِمْتِ مَا رَاَيْتِ فَقَالَتْ

تم کیا جانتی ہو تم نے کیا دیکھا ہے۔ تو انھوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میں اپنے کان اور آنکھ کو محفوظ

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحْمِيْ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا اِلَّا

رکھتی ہوں۔ بخدا میں اس (عائشہ) میں اچھائی کے سوا اور کچھ نہیں جانتی۔ ام المؤمنین نے فرمایا۔

خَيْرًا قَالَتْ وَهِيَ الَّتِيْ تُسَامِيْنِيْ فَعَصَمَهَا اللّٰهُ بِالْوَرَعِ ۔ عـه

یہی وہ تھی جو میری برابری کرتی تھی۔ پرہیزگار ہونے کی وجہ سے اللہ نے اسے بچا لیا۔

---

عـه الہبۃ باب ہبۃ المرأۃ لغیر زوجہا ص۳۵۳ الشہادات باب اذا عدل رجل احدا ص۳۵۹ باب القرعۃ فی المشکلات ص۳۷۰ الجہاد باب حمل الرجل امرأتہ فی الغزو ص۴۰۳ المغازی باب ص۵۷۳ المغازی باب حدیث الافک ص۵۹۳ التفسیر یوسف باب قال بل سولت لکم انفسکم امرا ص۶۷۹ سورہ نور باب قولہ عزوجل ان الذین جاءوا بالافک ص۶۹۶ باب ان الذین ان تشیع الفاحشۃ ص۶۹۹ الایمان والنذور باب قول الرجل لعمر اللہ ص۹۸۵ باب الیمین فیما لا یملک ص۹۸۸ الاعتصام باب قول اللہ وامرہم شوریٰ بینہم ص۱۰۹۶ دو طریقے سے۔ التوحید باب یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ص۱۱۱۷ باب قول النبی الماہر بالقرآن مع سفرۃ الکرام ص۱۱۲۶ مسلم توبہ فضائل صحابہ۔ نکاح، نسائی۔ عشرۃ النساء ابن ماجہ۔ نکاح۔ احکام۔ دارمی جہاد۔ نکاح۔ مسند امام احمد جلد سادس ص۱۹۴ ص۱۹۵ ص۱۹۷ وغیرہ

## ۱۴۸۲ تشریحات

**فَافْهَمْنِي بَعْضَهُ أَحْمَدُ** ۔ سند میں امام بخاری نے لکھا تھا۔ ابوالربیع سلیمان بن داؤد نے ہم سے حدیث بیان کی اور اس کے بعض کو احمد نے سمجھایا اس میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ ابوالربیع کی طرح احمد بھی فلیح سے روایت کرتے ہوں۔ اور امام بخاری نے ابوالربیع اور احمد دونوں سے کیفیت مذکورہ پر روایت کیا ہو۔ دوسرے یہ کہ احمد امام بخاری کے ہم سبق ہوں۔ امام بخاری کی طرح احمد نے بھی ابوالربیع سے یہ حدیث سنی ہو۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا یہی اقرب ہے۔ اگر پہلی صورت ہوتی تو قَالَ کے بجائے قَالَا۔ فرماتے۔

**اَهْلُ الْاِفْكِ** افک میں مشہور لغت یہی ہے۔ ہمزہ کو کسرہ اور فا ساکن۔ مگر دوسری لغت ہمزہ اور فا کے فتحے کے ساتھ بھی آئی ہے۔ اس کے معنی بھاری بہتان اور مطلق بہتان باندھنے کے ہیں۔ یہ بہتان باندھنے والے چار مرد تھے۔ راس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول۔ حضرت حسان بن ثابت۔ حضرت مسطح بن اثاثہ اور عبداللہ ابواحمد۔ ایک عورت حمنہ بنت جحش، ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش کی بہن۔ اس فتنے کا بانی مبانی راس المنافقین تھا۔ اسی نے اس کی ابتدا کی۔ اور یہی اسے کرید کرید کر ابھارتا رہتا تھا۔ اور قول مختار یہی ہے کہ آیت کریمہ، اَلَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ ۔ سے مراد یہی شقی ازلی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے حضرت حسان مراد ہیں۔

**وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِي** ۔ امام زہری نے اس طویل حدیث کے مختلف اجزاء کو چار مشائخ سے لیا ہے۔ عروہ بن زبیر، سعید بن مسیب، علقمہ بن وقاص لیثی اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ ان حضرات سے سنے ہوئے اجزا کو ترتیب کے ساتھ ملا کر اس طرح روایت کیا۔ کہ اس اہم واقعہ کی ساری جزئیات ذہن میں آجاتی ہے۔

**فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا** اس سے مراد غزوہ بنی مصطلق ہے۔ جسے غزوہ مریسیع بھی کہتے ہیں۔ جو بر بنائے قول راجح شعبان ۵ھ میں ہوا تھا[1]

**مِنْ جَزْعِ اَظْفَارَ** جزع۔ عقیق کی ایک قسم ہے۔ جس کی سیاہی میں سفید رگوں کی طرح لکیریں ہوتی ہیں۔ پتھروں میں سب سے سخت ہوتا ہے۔ روغن زیتون میں پکانے سے اس کی خوبصورتی بڑھ جاتی ہے۔ مشہور ہے کہ اس کا پہننے والا غم واندوہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور اگر بچے کو پہنا دیا جائے تو اس کی رال بہت بہتی ہے۔ دردزہ میں مبتلا عورت کے بال پر بھیر دیا جائے۔ تو بچے کی پیدائش میں آسانی ہوگی۔ یمن کے علاقے میں ظفار ایک جگہ کا نام ہے۔ جہاں یہ عقیق بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ اور چین سے بھی آتا ہے۔ اکثر کی روایت اظفار ہے۔ مگر کشمیہنی کی روایت ظفار بغیر الف کے ہے۔ اور یہی صحیح مسلم میں بھی ہے علامہ قرطبی نے فرمایا الف کے ساتھ غلط ہے۔ ظفار۔ ظا کے فتحہ کے ساتھ صحیح ہے۔ یہ قطام کی طرح مبنی علی الکسر ہے۔ اظفار کی روایت بھی صحیح ہے۔ اس لئے کہ اظفار ایک قسم کی خوشبودار لکڑی کو بھی کہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس لکڑی کے منکے

---

[1] نزھۃ القاری جلد ثانی ص ۲۶۷

سے ہار بناتے ہوں۔ اس تقدیر پر جزع کے معنی گول دانے کے ہوں گے۔ اس ہار کی قیمت بارہ درہم تھی۔ یعنی آج کل چاندی کی جو قیمت ہے اس کے اعتبار سے لگ بھگ ڈھائی سو روپئے تھی۔ یہ ہار ان کی والدہ نے اس وقت عطا فرمایا تھا جب انھیں رخصت کیا تھا۔

**فَظَنَنْتُ** یہ حضرت ام المؤمنین کی اس نوعمری میں اعلیٰ ذہانت کی دلیل ہے کہ وہیں اپنی قیام گاہ پر تشریف فرما رہیں۔ ورنہ اگر گھبرا کر چل دیتیں تو اس کا خطرہ تھا کہ بھٹک جاتیں تو ملنا دشوار ہو جاتا۔ ظن یہاں یقین کے معنی میں ہے۔

**وکان صفوان بن معطل** صفوان بن معطل سلمی ذکوانی، قبیلہ بنی سلیم کے فرد تھے۔ خلاف قیاس اس کی طرف انتساب میں سلمی کہا جاتا ہے۔ ان کے آبا و اجداد میں ذکوان نام کے ایک شخص تھے جن کی طرف نسبت میں ان کو ذکوانی کہا گیا۔

یہ اس خدمت پر مامور تھے۔ کہ لشکر کی روانگی کے بعد منزل کا جائزہ لے لیا کریں۔ کہ اگر کسی کی کوئی چیز رہ گئی ہو تو اسے مالک کو پہنچا دیں ——— سب سے پہلا غزوہ جس میں یہ شریک ہوئے مُرَیسیع ہی تھا اس کے بعد خندق وغیرہ تمام مشاہد میں شریک ہوئے۔ بہت بہادر مخیر صحابی تھے۔ اور شاعر بھی تھے۔ ارمینیہ کی جنگ میں ان کا پیر ٹوٹ گیا مگر پھر بھی لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ یہ جنگ ۱۹ھ میں ہوئی تھی۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ افک میں ملوث تھے۔ اس لئے انھوں نے ایک بار حضرت حسان پر تلوار چلائی مگر وہ بچ گئے۔ حضرت حسان نے دربار رسالت میں شکایت کی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسان سے فرمایا کہ اپنا حق مجھے بخش دو۔ انھوں نے نذر کر دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے عوض حضرت صفوان سے انھیں ایک کھجور کا باغ دلوا دیا۔ حضرت صفوان اس کے قبل مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ آگے ام المؤمنین کا ارشاد آ رہا ہے۔ کہ انھوں نے نزول حجاب سے پہلے مجھے دیکھا تھا۔ اور بر بنائے قول مختار آیت حجاب کے نزول کا سن بھی یہی ۵ھ ہے[1]۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ آیت حجاب اس واقعہ سے چند مہینے پہلے نازل ہوئی تھی۔

حضرت صفوان کو جب اس افواہ کی اطلاع ہوئی تو فرمایا۔ بخدا میں نے اب تک کسی عورت سے صحبت نہیں کی ہے نہ حلال طور پر نہ حرام طور پر۔ ابن اسحٰق نے یہ بھی روایت کیا ہے۔ کہ وہ حصور تھے۔ یعنی عورتوں کے لائق نہ تھے۔ خود ام المؤمنین نے ان کا یہ قول نقل فرمایا ہے۔ سبحان اللہ! میں نے کسی عورت کا سر نہیں کھولا ہے۔

**فاستیقظت** حضرت صفوان نے جب ام المؤمنین کو دیکھا تو انھیں سخت حیرت ہوئی ہو گی۔ یقیناً ان کے ذہن میں یہ بات گئی ہو گی۔ کہ کوئی عظیم سانحہ ہو گیا ہے۔ اس لئے بے ساختہ ان کی زبان پر استرجاع جاری ہو گیا ہو گا۔ یا ہو سکتا ہے انھوں نے آواز دے کر جگانے کے بجائے بلند آواز سے اسے پڑھا۔ یہ غایت ادب و احترام کی بنا پر تھا۔

---

[1] نزھۃ القاری ثانی ص ۴۷

مسلم کی روایت میں ہے۔ ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ میں نے انھیں دیکھتے ہی چادر سے منہ چھپالیا۔ واللہ انھوں نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور نہ میں نے سوائے استرجاع کے اور کچھ ان کی زبان سے سنا۔ حضرت صفوان نے اونٹ بٹھاکر اس کے اگلے پاؤں کو اس لئے دبا دیا کہ ام المؤمنین از خود بغیر کسی سہارے کے اونٹ پر سوار ہوجائیں۔ یہ ان کی ذہانت اور ان کا ادب تھا۔

**فانطلق یقود بی الراحلۃ** صحاح کی تمام روایتوں میں یہی ہے کہ حضرت صفوان پیدل اونٹ کی مہار تھامے آگے آگے تھے۔ ابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ اونٹ پر ام المؤمنین کے ساتھ بیٹھے تھے۔ یہ صحیح نہیں۔

**اتینا الجیش** یعنی ہم دونوں لشکر میں اس وقت پہنچے جب ٹھیک دوپہر کے وقت لشکر نے پڑاؤ کرلیا تھا معرسین، تعریس سے ہے۔ مسافر کا آرام کے لئے کہیں اترنا۔ پڑاؤ ڈالنا۔ خواہ دن میں خواہ رات میں۔ اور کبھی پچھلی رات میں پڑاؤ ڈالنے کو بھی کہتے ہیں۔ تفسیر میں یونس کی روایت میں مُوغرین ہے۔ وغر۔ کے معنی سخت گرمی کے ہے۔ چونکہ دوپہر کے وقت جب کہ سورج بیچ آسمان میں ہوتا ہے۔ گرمی سخت ہوتی ہے۔ اس لئے اس وقت کو وغرہ کہتے ہیں۔ موغرین، وغرہ کے وقت میں کہیں پہنچنا۔ نحر الظہیرۃ۔ اسی معنی کی تاکید ہے۔

ابن اسحاق کی روایت میں یہ ہے کہ ام المؤمنین فرماتی ہیں۔ ابھی قافلہ ٹھہرا ہی تھا ابھی میری گم شدگی کا علم بھی کسی کو نہیں ہوا تھا۔ کہ ہم لوگ پہنچ گئے۔ راس المنافقین عبداللہ بن ابی نے سب سے پہلے بہتان کے کلمات نکالے اور پھر تھوڑی دیر میں پورے لشکر میں پھیل گئے۔

**ام مسطح** مسطح بن اثاثہ کی ماں حضرت صدیق اکبر کی خالہ تھیں جن کا نام رائطہ تھا۔ مسطح اور ان کی والدہ سابقین اولین مہاجرین میں سے تھیں۔ اثاثہ مسطح کے بچپنے ہی میں فوت ہوگئے۔ ماں اور بیٹے دونوں کی حضرت صدیق اکبر کفالت فرمارہے تھے۔

**یاھنتاہ** تفسیر کی روایت میں بجائے یا کے ای ہے۔ جو اصل میں بعید کی ندا کے لئے ہے۔ مگر کبھی قریب کے لئے بھی آتا ہے۔ جب کہ کسی طرح اسے بعید تصور کرلیا جائے۔ ھنتاہ۔ خطاب کے کلمات میں سے ہے۔ جیسے حضور، قبلہ، آپ، جناب وغیرہ اردو میں رائج ہیں۔ ایک معنی اس کے بُلھی کے بھی ہیں۔ یعنی بے وقوف، لاپرواہ۔ مذکر کے خطاب کے لئے ھنتہ یا ھناہ آتا ہے۔

**اَھلک** یہ لام کے ضمے کے ساتھ ہے۔ اور فتحہ کے ساتھ بھی۔ ضمہ کی صورت میں مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ یعنی ھی اھلک وہ حضور کی اہلیہ ہیں۔ اس کا سوال ہی نہیں کہ وہ اس گندگی میں ملوث ہوں اور فتحے کی صورت میں یہ فعل محذوف کا مفعول بہ ہے۔ یعنی الزم اھلک۔ اپنی اہلیہ کو جدا نہ فرمائیں۔ وہ پاکدامن ہیں۔

**اما علی بن ابی طالب** حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ عرض اس بنیاد پر تھی کہ معاملے کی جو صورت اس وقت تھی اس کے پیش نظر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے قلق و اضطراب پریشانی کے ازالے کی سب سے آسان صورت یہی تھی۔ جو انھوں نے عرض کی۔ ظاہر ہے کہ بفرض محال اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام المؤمنین سے جدائی اختیار فرمالیتے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کوئی آنچ نہیں آسکتی تھی۔ یہ حضرت شیر خدا کی ایک رائے تھی۔ اگرچہ اس کا سنگین پہلو دوسرا بہت خطرناک تھا۔ کہ پھر ام المؤمنین کی پاکدامنی عصمت مآبی مشتبہ ہو جاتی۔ یہی نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف لوگوں کو یقین ہو جاتا۔ یہ رحمت عالم کی شان کریمی کو گوارہ نہ ہوا کہ جسے اپنے حریم میں جگہ دے چکے ہیں۔ اسے بلا کسی جرم کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے طعن و تشنیع کا نشانہ بننے کے لئے چھوڑ دیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ معاذ اللہ ام المؤمنین کی عصمت پر کسی قسم کا شبہ رکھتے تھے۔ اگر انھیں اس میں ذرا بھی شبہ ہوتا تو بلا جھجک ظاہر فرما دیتے۔ اس وقت نہ تقیہ کی ضرورت تھی اور نہ حضرت شیر خدا سے اس کی توقع۔ بلکہ یہ عرض کہ کنیز یعنی بریرہ سے دریافت فرمالیں۔ وہ حضور کو سچی بات بتادے گی۔ اس کی دلیل ہے۔ کہ اس وقت بریرہ نے جو کچھ عرض کیا۔ وہ خود حضرت شیر خدا کی بھی رائے تھی۔

**من یعذرنی** یعنی جن لوگوں نے یہ افترا پردازی کر کے مجھے ایذا پہنچائی ہے انھیں اگر میں سزا دوں تو کون مجھے حق بجانب سمجھ کر معذور جانے گا۔ یا یہ معنی کہ اس خصوص میں کون میری مدد کرے گا۔ العذیر۔ کے معنی ناصر کے بھی ہیں۔

**فقام سعد بن معاذ** اس پر امام قاضی عیاض وغیرہ نے یہ اشکال پیش کیا کہ اس وقت حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باحیات نہیں تھے۔ کیونکہ یہ متفق علیہ ہے۔ کہ ان کا وصال غزوہ خندق کے بعد بنی قریظہ کے استیصال کے بعد ہو گیا تھا۔ غزوہ خندق ۵ھ میں ہوا ہے۔ اور غزوہ مریسیع ۶ھ شعبان میں ہوا ہے۔ جیسا کہ ابن اسحٰق نے ذکر کیا ہے۔ لیکن یہی صحیح نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ غزوہ مریسیع شعبان ۵ھ میں ہوا ہے اور خندق شوال ۵ھ میں۔

**وکان قبل ذلک رجلا صالحا** مسلم میں قبل ذلک کے حذف کے ساتھ ہے۔ یعنی وہ اس کے پہلے منافقین کی حمایت نہیں کرتے تھے۔ مگر اس وقت قبیلے کی حمایت میں انھیں غصہ آگیا تھا۔ اور اس غصے کی وجہ غلط فہمی تھی۔ چونکہ واقعہ افک کا بانی مبانی اور لیڈر ابن ابی ابن سلول راس المنافقین بھی بنی خزرج کا تھا۔ انھوں نے یہ سمجھا کہ حضرت سعد اسی بہانے خزرج سے پرانی عداوت نکالنا چاہتے ہیں۔ اس کی دلیل ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ نے کہا۔ تم نے یہ بات صرف اس بنا پر کہی ہے کہ تم جانتے ہو۔ کہ یہ بنی خزرج سے ہے اور ابن ابی حاطب کی روایت میں ہے کہ اے ابن معاذ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد نہیں کرنا چاہتا ہے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان جاہلیت میں کینے تھے۔ وہ اب تک تمہارے سینوں سے نہیں نکلے ہیں[1]

**انک منافق** تم یہ کام منافق کا کر رہے ہو کیونکہ منافق کی حمایت میں غصہ ہو رہے ہو۔ حضرت سعد بن معاذ اور

---

[1] فتح الباری ثانی ص ۴۷۳

حضرت اُسید بن حضیر دونوں حضرات اوس کی شاخ بنی عبدالاشہل سے تھے۔ حضر سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات پر جلال اور غضب میں ان کے منہ سے یہ کلمات نکل گئے۔

اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس فتنے سے انتہائی ملول اور الجھن میں تھے۔ اس وقت ضرورت تھی کہ خاطر اقدس سے گرد ملال دور کی جاتی۔ اور اطاعت و ہمدردی زیادہ سے زیادہ کی جاتی۔ مگر حضرت سعد بن عبادہ نے غلط فہمی کی بنا پر وہ کہدیا۔ اس پر انھیں جلال آگیا۔ شورش اور فتنے کے موقع پر اس قسم کی باتیں تعجب انگیز نہیں خصوصًا اس وقت کہ ابھی یہ لوگ صرف چار سال ہوئے حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔

**حتیٰ سکتوا** حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مومن مخلص اور سچے محب رسول ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس جوش اور ثوران میں جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں سمجھایا بجھایا تو وہ ٹھنڈے ہوگئے۔ اور ان کا ایمان صادق اور ان کی بے لوث حب رسول ان کے جوش اور ثوران پر غالب آگئی۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

**لاتصدقونی** غالبا ام المؤمنین چار سال خدمت اقدس میں گزار چکی تھیں۔ انھیں یقین تھا کہ حضور خوب جانتے ہیں۔ کہ یہ افترا بہتان اور کذب بحت ہے۔ مگر جب حضور نے وہ فرمایا۔ تو ان کی انا کو ٹھیس لگی اور شان محبوبی کی بنا پر بطور ناز وادا وہ عرض کیا۔ خطاب اگرچہ حضور سے تھا۔ مگر مراد عوام تھے۔ جن کی عادت کی ام المؤمنین نے کما حقہٗ ترجمانی فرمائی ہے۔

اس وقت وہ عرض کر دیا مگر جب غور فرمایا۔ کہ میں نے کیا کہہ دیا۔ تو بطور معذرت ارشاد فرمایا۔ میں اس وقت نوعمر بچی تھی اور قرآن بہت زیادہ نہیں پڑھا تھا اس لئے وہ کلمات منہ سے نکل گئے۔

**الا ابا یوسف** ام المؤمنین کی الجھن اور کرب کا اس سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام نامی ذہن مبارک میں نہیں آیا۔ تو ابا یوسف عرض کیا۔

یعنی اس صورت حال میں بھی صبر جمیل کروں گی۔ اور اللہ عزوجل سے استعانت کروں گی۔ مجھے امید ہے کہ جیسے حضرت یعقوب کو ان کا یوسف گم شدہ مل گیا۔ میری بھی برارت اللہ عزوجل بیان فرمادے گا۔ اور جو ام المؤمنین کو امید تھی وہ بدرجۂ اتم پوری ہوئی۔

**ثم تحولت** یہ بظاہر اعراض ہے۔ مگر اس ظاہری اعراض میں کتنی یگانگت کتنی کشش کتنی لذت ہے۔ وہ ارباب محبت ہی جانتے ہیں۔ اور یہ اس کی دلیل ہے کہ ام المؤمنین کو پورا وثوق تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میری پاکدامنی اور برارت پر کامل یقین ہے۔ ورنہ موقع ایسا تھا کہ خوشامد کی جاتی اور انتہائی لجاجت آمیز گفتگو کی جاتی۔ اور ایسی حرکت ہوتی جو ان کی مظہر ہو۔ مگر سچے محب و محبوب کا رابطہ خوشامد لجاجت سے بالا ہے۔ وہ ایک محبوب خوب جانتا ہے کہ میرے محب کو میری کیا ادا پسند ہے۔

**لا اقوم الیہ** یہی نہیں اسود کی روایت میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا تو میں

نے چھڑالیا۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں ڈانٹا۔ یہ سب وہی محبوبانہ ادائیں ہیں۔ ام المؤمنین کے قلب مبارک پر اس کا بہت اثر تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنتے ہی اس کی تردید کیوں نہیں فرمائی۔ جب کہ وہ خوب جانتے تھے۔ کہ میں اس سے بری ہوں۔ اس ماحول میں جب اللہ عزوجل نے ان کی برارت نازل فرمائی۔ تو یہ محبوبانہ شکوہ اپنے کمال پر پہنچ گیا۔ جس کا یہ ثمرہ ہوا کہ عرض کیا میں صرف اللہ کی حمد کروں گی۔ وغیرہ وغیرہ۔

**فانزل اللہ** یعنی میری برارت میں سورۂ نور کی یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ (الی) وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۱۱تا۱۹ بے شک جو لوگ بھاری بہتان لائے وہ تمہاری ہی ایک جماعت ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم لوگ نہیں جانتے۔

سورۂ نور کی تفسیر میں، العشر الآیات۔ ہے یعنی دس آیتیں مگر یہ دس نہیں نو ہیں۔ اس کے بعد کی آیت ملالی جائیں تو دس ہوں گی۔

لیکن عطاء خراسانی کی روایت میں ہے۔ ان الذین جاءوا بالافک ۔ سے ۔ واللہ غفور رحیم تک نازل ہوئیں۔ یہ بارہ آیتیں ہوئیں۔ طبری میں حکم بن عتبہ کی روایت میں ہے۔ کہ اللہ عزوجل نے پندرہ آیتیں نازل فرمائیں۔ الخبیثات للخبیثین تک مگر یہ پندرہ نہیں سولہ آیتیں ہیں۔ تفسیر ابن ابی حاتم اور حاکم کی اکلیل میں سعید بن جبیر سے ہے کہ مسلسل اٹھارہ آیتیں نازل فرمائیں۔

**اقول وھو المستعان** اس عاجز کی رائے یہ ہے کہ صحیحین کی روایت راجح ہے۔ کہ پہلے دس آیتیں نازل ہوئیں اس پر واقعات کی ترتیب دلیل ہے۔ آیۂ کریمہ۔ ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ۔ کا مضمون بتا رہا ہے کہ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسم کے بعد نازل ہوئی۔ اور یہ بھی طے ہے کہ آیات براۃ کے نزول کے بعد انھوں نے وہ قسم کھائی تھی، زمخشری نے کہا مختصر اور جامع عبارت کے ساتھ آئی سخت وعید کسی معصیت میں وارد نہیں وہ بھی مختلف اسلوب اور متعدد طریقوں کے ساتھ کہ ان میں ہر ایک اپنی جگہ کافی اور وافی ہے۔ حتی کہ بت پرستوں کے بارے میں بھی اتنی سخت وعیدیں اور اتنا تند و تیز لہجہ استعمال نہیں ہوا ہے۔ **اقول وھو المستعان**۔ اس کا سبب یہ ہے کہ سارے دین کے دار و مدار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اس فتنے کے بانی اور سربراہ عبداللہ بن ابی کا منشا یہ تھا۔ کہ اگر اس میں کامیاب ہو گئے۔ تو پھر لوگوں کو بتا دو کرانا آسان ہوگا کہ جو شخص اپنی سب سے زیادہ محبوب بیوی کے اندر پاکدامنی کا جذبہ نہیں پیدا کر سکا۔ اور جس کی شب و روز صحبت اسے ایسی گندگی سے محفوظ نہیں رکھ سکی وہ اللہ کا رسول کیسے ہو سکتا ہے۔

پھر اس بہتان پر یقین کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقیناً حضرت ام المؤمنین کو طلاق دیتے جس کا اثر حضرت صدیق اکبر پر پڑتا۔ وہ کم ظرف یہ سمجھے ہوئے تھا۔ کہ اس کے نتیجے میں حضرت صدیق اکبر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ اور مہاجرین کا ایک طبقہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے الگ ہو جائے گا، یوں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ایک بڑے معاون سے محروم ہو جائیں گے۔ اور پھر یہ بھی اسے امید رہی ہوگی۔ کہ ہم

سے مل جائیں گے۔ یوں اس نے اپنا ڈبل فائدہ سوچا ہوگا۔ اس لئے اللہ عزوجل نے سخت سے سخت تیز سے تیز تر اسلوب میں اس کا رد بلیغ فرمایا تاکہ آئندہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کا سدباب ہو جائے۔

کتاب المغازی اور التفسیر میں اس کے بعد یہ زائد ہے۔

وطفقت اختها حمنة تحارب لها فهلكت فيمن هلك۔ قال ابن شهاب فهذا الذي بلغني من حديث هؤلاء الرهط۔ ثم قال عروة قالت عائشة والله ان الرجل الذي قيل له ما قيل ليقول سبحان الله فوالذي نفسي بيده ما كشفت من كنف انثى قط قالت ثم قتل بعد ذلك في سبيل الله۔

اور (ام المؤمنین) حضرت زینب کی بہن حمنہ ان کے لئے لڑتی رہتی اور ہلاک ہونے والوں میں شامل ہو کر ہلاک ہوگئی۔ ابن شہاب نے کہا کہ اس گروہ کی جو حدیث مجھے پہنچی ہے وہ یہ ہے۔ اس کے بعد عروہ نے روایت کیا۔ کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ نے کہا۔ بخدا اس شخص نے (صفوان) جس کے بارے میں یہ کہا گیا۔ یہ کہتا رہا۔ سبحان اللہ! (یہ کہا جا رہا ہے) اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ میں نے کبھی کسی عورت کا ستر نہیں کھولا ہے۔ ام المؤمنین نے فرمایا۔ اس کے بعد وہ راہ خدا میں شہید ہوا۔

ہشام بن عروہ کی حدیث کے اخیر میں ہے۔

وكان الذي تكلم به مسطح وحسان بن ثابت والمنافق عبد الله بن ابي وهو الذي يستوشيه وهو الذي تولى كبره هو وحمنة۔

اے مسطح، حسان بن ثابت اور عبداللہ بن ابی منافق نے پھیلایا۔ عبداللہ بن ابی ہی وہ ہے جس نے اس میں سب سے زیادہ حصہ لیا۔ اور حمنہ نے۔

**حمنة بنت جحش** رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حقیقی بہن تھیں۔ ان دونوں کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب ہیں۔ یہ بیعت کرنے والی خواتین میں تھیں۔ جنگ احد میں شریک تھیں۔ پانی پلاتیں، زخمیوں کو اٹھا لاتیں علاج کرتیں۔ پہلے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حبالہ عقد میں آئیں۔ جن سے محمد سجاد اور عمر تولد ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو خیبر کی پیداوار سے تین وسق دیا تھا۔ بہن کی حمایت میں ان سے یہ لغزش ہوگئی اور طبیعت میں جوش تھا اس لئے حد سے آگے بڑھ گئیں۔

ابوداؤد[1] وغیرہ میں ہے۔ کہ آیات برارت کے نزول کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور جن لوگوں نے یہ افواہ پھیلائی تھی۔ ان میں سے حضرت حسان بن ثابت اور حضرت مسطح بن اثاثہ اور حضرت حمنہ بنت جحش پر حد قذف جاری فرمائی۔ ان میں عبداللہ بن ابی کا ذکر نہیں۔ جب کہ وہی اس کا بانی مبانی تھا۔ غالباً یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ

---

[1] ثانی الحدود باب فی حد القاذف ص ۲۵۸

منافق تھا۔ اس کے ساتھ ایک جتھا تھا۔ نیز قبائلی عصبیت بالکلیہ ختم نہیں ہوئی تھی اس کا اندیشہ رہا ہو کہ اندرون شہر کوئی خلفشار پیدا ہو جائے۔ اور مخالفین کو یہ پروپیگنڈہ کرنے کا موقع مل جائے۔ کہ لو اب جن لوگوں نے انھیں پناہ دی انھیں سے لڑنے لگے۔ ویسے امام حاکم کی اکلیل میں ابوادریس کی روایت میں جو حسن بن زید اور عبداللہ بن ابوبکر بن حزم وغیرہ سے ہے کہ اس پر بھی حد قائم کی گئی۔

یہ واقعہ اگرچہ انتہائی دل خراش ہے۔ اور اس کے اثر سے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو انتہائی ذہنی اعصابی اذیت اٹھانی پڑی۔ بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی انتہائی الجھن اور دماغی تناؤ میں گرفتار کر دیا۔ مگر اس کی برکتیں بے شمار ہیں۔ سند الحفاظ علامہ ابن حجر نے سورۂ نور کی تفسیر میں اس حدیث کے سو سے زائد فوائد بیان فرمائے ہیں۔ علامہ بدرالدین محمود عینی نے اس میں مزید اضافے فرمائے۔ اس خادم کے ذہن میں ان دونوں حضرات کے فوائد کے علاوہ مزید فوائد ہیں۔ خصوصیت سے اس واقعہ کے نتیجے میں زنا اور تہمت زنا کی سزاؤں کا نزول وہ برکت ہے۔ کہ قیامت تک کے لئے ان گنت عورتوں کی عصمت محفوظ ہو گئی۔ اور شتر بے مہار عوام میں ذرا ذرا سے شبہات پر الزام و اتہام کی عادت ہے۔ اس پر سخت قدغن لگ گیا۔ مجھے چونکہ اختصار مقصود ہے اس لئے تفصیل سے درگذر کرتا ہوں۔

## ایک فریب کی پردہ دری

منافقین نے تو اسلام پر ضرب کاری لگانے کی نیت سے یہ بہتان باندھا تھا۔ جس کا بالکلیہ قلع قمع قرآن مجید نے کر دیا۔

مگر آج کل وہابی اسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم وسیع و اوسع کی تنقیص کے لئے دستاویز بنائے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے تو پریشان کیوں تھے۔ ان معاندین سے خطاب بے کار۔ لیکن انصاف پسند ناظرین کی خدمت میں چند باتیں معروض ہیں۔ حدیث کے متن پر ایک نظر پھر ڈال لیں۔

① حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اس سلسلے میں ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش، حضرت اسامہ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دریافت فرمایا۔ تو سب نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی کو بیان کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر سکوت فرمایا۔ جو بمنزلہ تقریر ہے۔ یعنی اس قول کی تصدیق ہے اور تصدیق اسی وقت ہو گی۔ جب کہ اس کے سچ ہونے پر یقین ہو۔ اور یہ تین قول کی تصدیق ہے۔ اس لئے بظاہر یہ ایک تصدیق حقیقت میں تین تصدیق ہے۔

② پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منبر پر تشریف لے جا کر علانیہ یہ فرمانا۔

من یعذرنی من رجل بلغنی اذاہ فی اھلی۔ اس شخص کے مقابلے میں میری کون مدد کرے گا جس کی اذیت ناک باتیں مجھ تک پہنچی ہیں۔

یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس بات کا یقین تھا کہ ام المؤمنین پاکدامن ہیں۔

اور بہتان عظیم ہے۔ کیونکہ اگر اس میں شک ہوتا تو بہتان طرازوں کے مقابلے میں صحابۂ کرام سے یہ نہ فرماتے۔ اس بارے میں میری کون مدد کرے گا؟

③ پھر فرمایا۔

واللہ ما علمت علی اھلی الا خیرا خدا کی قسم مجھے اپنی اہلیہ کے بارے میں اچھائی کے سوا اور کچھ علم نہیں۔

بر سر منبر قسم کھا کر صفائی کے باوجود یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس بارے میں شک میں تھے۔ اس ارشاد کو جھٹلانا ہے۔

④ پھر حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا۔

وقد ذکروا رجلا ما علمت علیہ الا خیرا۔ اور ایسے شخص کا ان لوگوں نے اس سلسلے میں نام لیا ہے جس کے بارے میں خیر کے سوا مجھے اور کچھ علم نہیں۔

یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا یقین کامل تھا کہ یہ واقعہ سراسر جھوٹ ہے۔ اور افترا ہے۔

**وجہ اضطراب** رہ گیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس واقعہ سے اضطراب یہ بتقاضائے بشریت تھا۔ کسی بھی شریف انسان کی اہلیہ پر اور وہ بھی سب سے زیادہ عزیز اہلیہ پر کوئی بہتان باندھے اور علانیہ اس کا پروپگنڈہ کرے تو یہ فطری بات ہے کہ وہ پریشان اور بے چین ہوگا۔ اگرچہ اسے یقین ہو کہ سراسر بے بنیاد بات ہے۔ خالص اقرار ہے۔

رہ گیا حضرت بریرہ وغیرہ سے دریافت فرمانا۔ یہ لاعلمی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس لئے تھا کہ دوسروں کو مطمئن کرنے کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ کہ مبحوث عنہ کے قریب جو لوگ رہتے ہوں خصوصاً قریب رہنے والے جب اس کے بارے میں صفائی دیں گے تو اسے ہر دیانت دار اور انصاف پسند قبول کرلے گا۔

رہ گیا خود ام المؤمنین سے جو فرمایا۔ اے عائشہ تمہارے بارے میں مجھ تک ایسی ایسی باتیں پہونچی ہیں الخ.....

یہ بھی اس اعلان کے بعد کہ مجھے اپنی اہلیہ کے بارے میں خیر کے سوا اور کسی بات کا علم نہیں۔ اس کی دلیل نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس سلسلے میں کوئی شک تھا۔ بلکہ یہ اس بنا پر تھا کہ کوئی کہہ سکتا تھا کہ خود منبر پر آکر صفائی دے رہے ہیں۔ مخالفین کے مقابلے پر مدد کے لئے بلا رہے ہیں۔ اور جس پر الزام لگا ہے اس سے پوچھا تک نہیں یہ ایک بنیادی اصول ہے کہ جس پر بھی کوئی الزام لگایا جائے۔ اس سے سوال کیا جائے۔ یہ ضابطے کی خانہ پری تھی تاکہ ایک نظیر قائم ہو جائے۔

اس واقعے میں حضرت صدیق اکبر اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے اعلیٰ فضائل کے متعدد پہلو ہیں۔

(۱) یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب پاک میں ان دونوں کی عظیم وقعت کی بین دلیل ہے۔ ایک سیدھی سادی بات ہے کہ کسی شخص پر یہ واجب نہیں کہ کسی بھی عورت کو اپنی زوجیت میں رکھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاملہ تو ارفع و اعلیٰ ہے۔ اس فتنے کا آسان حل یہ تھا کہ علیحدگی اختیار فرما لیتے۔ مگر یہ حضرت صدیق اکبر اور خود ام المؤمنین کے لئے کتنا بڑا سانحہ ہوتا وہ ظاہر ہے ان دونوں پر کیا گذرتی بتانے کی بات نہیں۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کی دلداری بلکہ دلنوازی کے لئے اس آسان حل پر عمل نہیں فرمایا۔ بلکہ ابتداءً اس فتنے کو فرو کرنے کے لئے

صحابہ کرام کو جمع فرمایا اور ان سے مدد کی درخواست کی۔ اور پھر ایک مہینے تک وحی ربانی کا انتظار فرمایا یہ صرف اس لئے تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان دونوں کا دل شکستہ ہونا پسند نہیں تھا۔

(۲) حضرت صدیق اکبر کے ساتھ مہاجرین کی کثیر تعداد تھی۔ اور انصار کرام ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ وہ چاہتے تو جو لوگ اس واقعے میں ملوث تھے۔ طاقت کے ذریعہ ان کا منہ بند کر سکتے تھے۔ مگر وہ ایک دم خاموش رہے۔ صرف ایک بار فرمایا تو یہ فرمایا۔ بخدا جاہلیت میں ہمارے بارے میں ایسی بات کبھی کسی نے نہیں کہی۔ پھر اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں اسلام سے عزت دی۔ یہ کیسے کہا جا رہا ہے[1]

مگر ظاہر ہے کہ وہ اگر کوئی سخت اقدام کرتے تو مسلمانوں میں لڑائی کا اندیشہ قوی تھا جس سے اسلام کی اشاعت میں خلل پڑتا۔ اس لئے زہر کا گھونٹ پیتے رہے اور خاموش رہے۔ اسلام کی بہبود کی خاطر اتنے عظیم حادثے کے وقت راضی برضاء الٰہی رہنا صدیق اکبر ہی کی شان تھی۔ یہ ان کی اسلام کے ساتھ خیر خواہی، تدبر، دور اندیشی، تحمل استقامت اور توکل علی اللہ اور رضا بالقضا کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہونے کی برہان قاطع ہے۔

(۳) حضرت مسطح بن اثاثہ نے اس میں کھل کر بھرپور حصہ لیا تھا۔ حتیٰ کہ خود ام المؤمنین سے مروی بعض طرق میں ہے کہ۔ الذی تولی کبرہ۔ جس نے اس میں زیادہ حصہ لیا۔ میں یہ بھی داخل تھے۔ اس لئے انھوں نے قسم کھالی۔ اب مسطح کو کچھ نہیں دوں گا۔ مگر جب آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ۔ اور جو لوگ مالدار فراخ رزق ہیں وہ یہ قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں کو کچھ نہیں دیں گے۔

تو فوراً سارا غیظ و جلال ختم ہو گیا۔ اور حکم ربانی کے حضور سر تسلیم خم کر دیا۔ اپنی لخت جگر نور نظر، سرور قلب و جگر کے خلاف وہ بھی کون جو محبوبہ محبوب رب العلمین ہو ایسی گندگی اور وہ بھی بے بنیاد اچھالنے والے پر بحکم خداوندی دوبارہ داد و دہش کرنی اس کی دلیل ہے کہ وہ ہر وقت ہر آن ہر لحظہ رضائے الٰہی کے طالب تھے۔ اور وہ بلاشبہ اس آیت کریمہ کے سب سے اعلیٰ مصداق تھے۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ۔ (لیل) اور وہ جہنم سے بہت دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے اور مال اس لئے خرچ کرتا ہے تاکہ پاکیزہ رہے۔

(۴) حضرت ام المؤمنین کی برأت میں دس آیات نازل ہوئیں۔ بارگاہ خداوندی میں ان کا کتنا اعزاز تھا وہ اس سے ظاہر ہے اور پھر ان آیات کے سیاق میں قہر و جلال کی کوندتی ہوئی بجلیاں اس کی دلیل ہیں کہ جبار و قہار مولیٰ عزوجل ام المؤمنین کے مخالفین سے اعلان جنگ فرما رہا ہے۔ کیا یہ اس کی دلیل نہیں کہ ام المؤمنین بارگاہ قدس کے محبوبوں کی اولین صف میں ہیں۔

اس حدیث میں ام المؤمنین کی ذہانت و فطانت، اصابت رائے، فصاحت و بلاغت، زور بیان، حسن بیان اور

---

[1] فتح الباری ثامن ص ۴۸۰

واقعات کے اسباب وعلل کا اظہار جس خوبی سے ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ اسے دقیق نظر اور اہل معرفت ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ جن میں بعض کی طرف میں نے اشارہ شرح میں اشارے کر دیئے ہیں۔

**مطابقت باب** باب یہ تھا کہ عورت، عورت کا عادل ہونا بیان کرے۔ ام المؤمنین حضرت زینب اور حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کی صفائی دی۔ یہی تعدیل ہے۔

**باب** اِذَا زَکّٰی رَجُلٌ رَجُلًا کَفَاہُ ص ۳۶۶ جب ایک مرد کسی مرد کی پاکیزگی بیان کرے تو کافی ہے۔

**۵۱۴** وَقَالَ اَبُوْ جُمَیْلَۃَ وَجَدْتُّ مَنْبُوْذًا فَلَمَّا رَاٰنِیْ عُمَرُ قَالَ عَسَی

**ق** اور ابو جمیلہ نے کہا۔ میں نے پھینکا ہوا بچہ پایا۔ جب عمر نے مجھے دیکھا تو فرمایا۔ کہیں چھوٹا سا

الْغُوَیْرُ اَبُوْسًا کَاَنَّہٗ یَتَّھِمُنِیْ قَالَ عَرِیْفِیْ اِنَّہٗ رَجُلٌ صَالِحٌ قَالَ کَذٰلِکَ

غار مصیبت نہ ہو۔ گویا وہ مجھے متہم فرماتے تھے۔ اس پر میرے عریف نے کہا کہ صالح مرد ہے۔ فرمایا ایسا

اِذْھَبْ وَعَلَیْنَا نَفَقَتُہٗ۔

ہے تو لے جاؤ اور اس کا نفقہ ہمارے ذمے ہے۔

## ۵۱۴ تشریحات

ابو جمیلہ کا نام سُنَین یا میسرہ ہے۔ یہ صحابی ہیں فتح مکہ اور حجۃ الوداع میں شریک ہوئے۔

**فلمّا رآنی** ابو جمیلہ اس بچے کو اٹھا کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لائے تاکہ بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر فرما دیں۔ اس بچے کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کبھی غویر مصیبت بن جاتا ہے۔ یعنی معمولی بات بڑی مصیبت کا پیش خیمہ ہو جاتی ہے۔

**عسی الغُوَیر** غویر، غار کی تصغیر ہے۔ یہ ایک مثل ہے جو اہل مدینہ بہت بولتے ہیں یہ ایسے موقع پر بولی جاتی ہے جب کوئی ایسا کام کرے جس کا انجام معلوم نہ ہو۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ کچھ لوگ کسی غار میں رات بسر کرنے کے لئے گئے اور ان کے دشمنوں نے وہیں انھیں ختم کر دیا۔

**کانہ یتھمنی** حضرت فاروق اعظم کو یہ شبہ ہوا کہ کہیں یہ بچہ انھیں کا نہ ہو۔ وظیفہ حاصل کرنے کے لئے یہ بتا رہے ہیں کہ پڑا ہوا ملا ہے۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ہو سکتا ہے انھوں نے کسی عورت سے زنا کیا ہو اس کا بچہ ہے۔ اور یہ اس بنا پر تھا کہ حکام کو لازم ہے کہ جو معاملہ ان کے یہاں پیش ہو اس کے ہر پہلو کو ذہن میں رکھ کر فیصلہ کریں اسی لئے خود فرمایا۔ ان من الحزم لسوء الظن۔ بدگمانی بھی ہوشیاری ہے۔ بدگمانی ممنوع وہ ہے کہ محض گمان پر کسی کو مجرم یقین کرے اس پر سزا دے اسے پھیلائے۔

**قال عریفی** بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ، عریفی بھی کیا ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ کسی کا نام ہے۔ حالانکہ ایسا

نہس۔ اس کے معنی نگراں کے ہیں۔ علامہ عینی نے لکھا ہے۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آبادیوں کو چند حصوں پر بانٹ دیا تھا۔ اور ہر حصے پر ایک نگراں مقرر کر دیا تھا۔ جو اپنے اپنے حلقے کے باشندوں پر کڑی نظر رکھتا اور ان کے تمام احوال کی معلومات بھی۔

اقول وھو المستعان۔ عریف کا لفظ عہد رسالت میں بھی ملتا ہے۔ حدیث گذر چکی کہ ہوازن اور ثقیف کا وفد جب اپنے اموال و اولاد کی واپسی کے لئے جعرانہ میں حاضر ہوا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کرام سے فرمایا کہ ان کے اہل و عیال واپس کر دو۔ اور انصار کرام نے رضا مندی ظاہر کی۔ تو فرمایا۔ حتی یرفع الینا عرفاؤکم۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ نظام عہد رسالت میں رائج تھا۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم نے اسے از سر نو مرتب فرمایا ہو۔

**اذھب** بیہقی میں امام مالک کی روایت میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا۔ جا یہ آزاد ہے اور اس کی ولا تیرے لئے ہے اور ہمارے ذمے اس کا نفقہ ہے۔

**۱۴۸۳ حدیث**

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ اَثْنٰی رَجُلٌ عَلٰی

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے ایک

رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَیْلَکَ قَطَعْتَ

شخص کی تعریف کی۔ تو حضور نے فرمایا۔ تو نے اپنے دوست کی گردن کاٹ لی۔ تو نے اپنے دوست کی گردن کاٹ

عُنُقَ صَاحِبِکَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِکَ مِرَارًا ثُمَّ قَالَ مَنْ کَانَ مِنْکُمْ

لی۔ کئی بار فرمایا۔ پھر فرمایا۔ اگر یہ ضروری ہو کہ کسی کی تعریف کرو تو یہ کہو۔ میں فلاں کو ایسا

مَادِحًا اَخَاہُ لَا مَحَالَۃَ فَلْیَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا وَاللّٰہُ حَسِیْبُہٗ وَلَا اُزَکِّیْ عَلَی

سمجھتا ہوں اور اللہ اس کا حساب لینے والا ہے۔ میں اللہ کے سوا کسی کو بے عیب نہیں جانتا۔

اللّٰہِ اَحَدًا اَحْسِبُہٗ کَذَا وَکَذَا۔ اِنْ کَانَ یَعْلَمُ ذٰلِکَ مِنْہُ۔ عہ

میں اسے ایسا ایسا گمان کرتا ہوں اگر یہ جانتا ہو کہ وہ ایسا ہی ہے۔

**۱۴۸۳ تشریحات**

اثنی رجل اس کا احتمال ہے کہ تعریف کرنے والے مہجن بن ادرع سلمی ہوں۔ جیسا کہ طبرانی اور امام احمد، امام اسحٰق کی حدیث سے ظاہر ہے۔ اسی طرح امام اسحٰق کی حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جن کی تعریف کی تھی وہ عبد اللہ ذو البجادین تھے تعریف میں یہ کہا تھا کہ مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

---

عہ ثانی الادب مایکرہ من التمادح ص۸۹۵ باب ما جاء فی قول الرجل ویلک ص۹۱۰ مسلم آخر کتاب ابو داؤد، ابن ماجہ، الادب

علیہ وسلم کے بعد ان سے افضل کوئی نہیں۔ ان کی مراد یہ تھی کہ نماز میں۔ اس تعریف میں غلو تھا اس لئے اس سے منع فرمایا۔ اور کسی کی تعریف کی ممانعت کا محل یہی ہے۔ کہ غلو اور افراط نہ ہو۔ یا وہ شخص ایسا نہ ہو کہ تعریف سن کر عجب اور گھمنڈ میں مبتلا ہو جائے۔ ورنہ احادیث کا باب فضائل دیکھئے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ان کے منہ پر اعلیٰ سے اعلیٰ فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں۔ اسی کی متابعت میں سلف سے لے کر خلف تک یہ سنت متوارثہ ہے کہ اہل کمال افراد کی وہ خوبیاں بیان کرتے چلے آئے ہیں جو ان میں واقعی ہوتی ہیں۔

**مطابقت باب** مطابقت باب کی تقریر یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدح میں غلو در اطناب سے منع فرمایا۔ اور واقعی مدح کی اجازت دی۔ اور تزکیہ بھی ایک طرح کی مدح ہے۔ اس لئے جیسے ایک شخص کی مدح معتبر، تزکیہ بھی معتبر۔

**باب** مَا یُکْرَہُ مِنَ الْاِطْنَابِ فِی الْمَدْحِ وَلْیَقُلْ مَا یَعْلَمُ۔ ص ۳۶۶ — مدح میں زیادتی ناپسندیدہ ہے وہی کہے جو جانتا ہے۔

**۱۴۸۴ حدیث** عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا یُثْنِیْ عَلٰی رَجُلٍ وَیُطْرِیْہِ فِیْ مَدْحِہٖ فَقَالَ اَھْلَکْتُمْ اَوْ قَطَعْتُمْ ظَھْرَ الرَّجُلِ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ ایک شخص کی تعریف کر رہا ہے اور تعریف میں حد سے آگے بڑھ رہا ہے تو فرمایا کہ تم نے اس کو ہلاک کر دیا یا اس کی پیٹھ توڑ دی۔

**۱۴۸۴ تشریحات** ان احادیث سے جلسوں کے پوسٹر مرتب کرنے والوں اور اناؤنسری کرنے والوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔ ان لوگوں نے علمائے کرام کے سارے اہم خطابات کو بازاری بنا رکھا ہے۔ جو بھی چرب زبان مقرر ہوا تو اسے علامہ، مفتی، مجاہد، وغیرہ خطابات سے بلا خطر نوازتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں یہ بے پڑھے لکھے قصاص (واعظین) واقعی اپنے کو اتنا بڑا سمجھنے لگتے ہیں کہ ان اکابر ملت کو جو آج اساطین ملت ہیں، خاطر میں نہیں لاتے۔ تقریروں میں بے محابا ضلالات بلکہ کفریات بکتے ہیں۔ اور اگر کوئی ذمہ دار ٹوکے تو اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی وھو المستعان۔

**باب** بُلُوْغِ الصِّبْیَانِ وَشَھَادَتِھِمْ وَقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْکُمُ الْحُلُمَ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا[عہ] — بچوں کے بالغ ہونے اور ان کی گواہی اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا باب کہ فرمایا جب بچے بالغ ہو جائیں تو اجازت طلب کریں۔

---

عہ ثانی الادب باب مایکرہ من التمادح ص ۸۹ مسلم آخر کتاب

**توضیح باب** اس باب میں دو جز ہیں ۔ بچے کب بالغ ہوں گے ۔ اور نابالغ بچوں کی گواہی مقبول ہے یا نہیں؟ بلوغ کی اقل مدت لڑکیوں کے لئے نو۹ سال ہے اور لڑکوں کے لئے بارہ سال ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نو۹ سال کی لڑکی اور بارہ سال کا لڑکا اگر اپنے کو بالغ کہے تو اسے مان لیا جائے گا اس سے کم عمر بچے اپنے کو بالغ بتائیں تو مانا نہیں جائے گا ۔ بلوغ کی علامت لڑکیوں میں حیض یا حمل ہے ۔ اور لڑکوں میں انزال خواہ خواب میں ہو خواہ بیداری میں بلوغ کی اکثر مدت پندرہ سال ہے ۔ اور اسی پر فتوٰی ہے ۔

نابالغوں کی گواہی مقبول نہیں ۔ ہاں اگر کوئی بات نابالغی کی حالت میں دیکھی یا سنی تھی ۔ اس کی بالغ ہونے کے بعد گواہی دیتا ہے تو مقبول ہے ۔

واذا بلغ الاطفال اس آیت سے ثابت ہوا کہ احکام تکلیفیہ بالغ ہونے کے بعد متعلق ہوتے ہیں ۔ اس لئے ضروری ہے کہ بلوغ کی حد مقرر کی جائے ۔

۵۱۵ وَقَالَ الْمُغِيْرَةُ اِحْتَلَمْتُ وَاَنَا ابْنُ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً ۔

ت اور مغیرہ نے کہا ۔ مجھے بارہ سال کی عمر میں خواب ہو گیا تھا ۔

**۵۱۵ تشریح** یہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی نہیں ۔ بلکہ یہ مغیرہ بن مقسم ضبی کوفی ہیں ۔ نابینا تھے ۔ اس لئے فقیہ اعمش سے مشہور تھے ۔ حضرت ابراہیم نخعی کے تلامذہ میں تھے ۔ حضرت امام اعظم سے بھی تلمذ حاصل ہے ۔ ۱۳۳ھ میں وصال فرمایا ۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی یہی مروی ہے کہ وہ بارہ سال کی عمر میں بالغ ہو گئے تھے ۔ ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ ان سے صرف بارہ سال چھوٹے تھے ۔

وَبُلُوْغُ النِّسَاءِ فِي الْحَيْضِ لِقَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ وَالّٰٓئِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ

اور عورتوں کا بالغ ہونا حیض سے ہے اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی وجہ سے ۔ اور تمہاری عورتوں میں جنہیں

مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِيْ لَمْ يَحِضْنَ

حیض کی امید نہ رہی ہو اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں ابھی

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۔ طلاق ۴

حیض نہیں آیا ۔ اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں ۔

**توضیح** یہ بھی باب کے عنوان کا جز ہے ۔ اس آیت سے یہ کیسے ثابت ہوتا ہے کہ حیض عورتوں کے بالغ ہونے کی علامت ہے ۔ یہ اس خادم کی سمجھ میں نہیں آیا ۔ شارحین نے کوشش کی ہے ۔ مگر کامیاب نہ ہو سکے ۔ اخیر میں

کہنا پڑا کہ اس پر اجماع ہے کہ حیض عورتوں کے بلوغ کی علامت ہے۔ اس آیت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ بالغ عورتوں کی عدت حیض یا طہر ہے۔ یہ سورہ بقرہ کی آیۃ کریمہ۔ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۔ سے ثابت ہے۔ رہ گئیں نابالغہ اور وہ جو سن ایاس کو پہنچ گئیں ان کی عدت تین مہینے ہے۔

اقول وھو المستعان۔ مطابقت کی تقریر میں یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ واللائی لم یحضن سے مراد نابالغ لڑکیاں ہیں لم یحضن سے نابالغہ مراد لینا اسی وقت صحیح ہوگا کہ حیض کو بلوغ کی علامت مانیں۔ اس طرح لزوماً ثابت کہ عورتوں کا بلوغ حیض سے ہے۔

| | |
|---|---|
| ۵۱۶ | وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ اَدْرَكْتُ جَارَةً لَنَا حَدَّثَتْ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ سَنَةً |
| ت | اور حسن بن صالح نے کہا میں نے اپنی پڑوسن کو پایا کہ وہ اکیس سال کی عمر میں نانی تھی۔ |

۵۱۶

**تشریح** اس کی صورت یہ ہوئی کہ نو۹ سال کی عمر میں بالغہ ہوئی دس سال کی عمر میں اس کو ایک بچی پیدا ہوئی اور وہ بھی اسی کی طرح نو۹ سال میں بالغہ ہوئی اور دس سال کی عمر میں ماں بن گئی۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک ایسی نانی کو یمن میں دیکھا تھا۔ اکیس۲۱ سال ہی نہیں انیس۱۹ سال چھ دن میں بھی یہ ممکن ہے۔ ایک عورت کو نو۹ سال پورے ہونے پر تین دن حیض آیا۔ نکاح پہلے ہی ہو چکا تھا یا حالت حیض میں ہوا۔ پاک ہوتے ہی شوہر نے وطی کی جس سے حمل رہ گیا چھ مہینے پر بچی پیدا ہوئی۔ اس بچی کا بھی یہی قصہ ہوا۔ انیس۱۹ سال چھ دن میں پہلی عورت نانی ہو گئی۔

| | |
|---|---|
| ۱۴۸۵ | ثَنِيْ نَافِعٌ ثَنِيْ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى |
| حدیث | حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث بیان کی۔ کہ میں جنگ احد کے موقع پر |
| | اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَهٗ يَوْمَ اُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ اَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ |
| | رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا۔ اس وقت میری عمر چودہ سال تھی تو مجھے |
| | يُجِزْنِيْ ثُمَّ عَرَضَنِيْ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَاَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَاَجَازَنِيْ |
| | جنگ میں شرکت کی اجازت نہیں دی۔ پھر جنگ خندق کے موقع پر جب کہ میں پندرہ سال کا تھا پیش ہوا تو اجازت |
| | قَالَ نَافِعٌ فَقَدِمْتُ عَلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَهُوَ خَلِيْفَةٌ فَحَدَّثْتُهٗ |
| | دے دی۔ نافع نے کہا میں جب عمر بن عبد العزیز کے یہاں گیا جب کہ وہ خلیفہ تھے اور یہ حدیث بیان کی تو فرمایا یہ |
| | هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا لَحَدٌّ بَيْنَ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ وَكَتَبَ اِلٰى عُمَّالِهٖ |
| | چھوٹے اور بڑے کے مابین حد ہے۔ اور اپنے ماتحت حاکموں کو لکھا کہ جو پندرہ سال کا ہو جائے |
| | اَنْ يَّفْرِضُوْا لِمَنْ بَلَغَ خَمْسَ عَشْرَةَ ـــه |

اس کا وظیفہ مقرر کردو ۔عہ

## ۱۴۸۵ تشریحات

غزوہ احد شوال ۳ھ میں ہوا ہے ۔ یہ متفق علیہ ہے ۔ غزوہ خندق کس سن میں ہوا ۔ اس میں دو قول ہیں ۔ شوال ۴ھ یا ۵ھ میں ۔ امام واقدی اور ابن سعد نے کہا ذوقعدہ میں ہوا تھا[1] یہ بھی طے ہے کہ غزوہ خندق احد کے دو سال بعد ہوا ہے ۔ اس لئے کہ تمام ارباب سیر[2] نے بیان کیا کہ ابو سفیان نے احد سے لوٹتے وقت کہا تھا ۔ موعدکم العام المقبل ببدر ۔ سال آئندہ بدر میں تم سے ملاقات کا وعدہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سال آئندہ تشریف لے گئے ۔ مگر ابو سفیان عسفان کے قریب تک آکر خشک سالی کا بہانہ کرکے چلے گئے ۔ اور یہی صحیح ہے کہ غزوۂ خندق شوال ۵ھ میں ہوا ہے ۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس اختلاف کی وجہ یہ بتائی ہے کہ کچھ اسلاف سنہ ہجری کی ابتدا اس محرم سے کرتے ہیں جو ہجرت کے بعد ہے ۔ ربیع الاول سے لے کر ذوالحجہ تک کو کالعدم کردیتے ہیں ۔ اس تقدیر پر بدر پہلے سال اور احد دوسرے سال اور خندق چوتھے سال ہوا ۔ یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں اسی پر بنیاد رکھی ہے ۔ مگر یہ حساب درست نہیں ۔ جمہور کا طریقہ یہی ہے کہ جس سال میں ہجرت ہوئی اسی کو پہلا سال مانتے ہیں اس حساب سے بدر دوسرے سال ، احد تیسرے سال اور خندق پانچویں سال میں ہوا ۔

**یوم احد** اس سے مراد یہ ہے کہ احد کے موقع پر چودہواں سال شروع ہوچکا تھا مثلاً چودہویں کا ایک دن دو دن یا ہفتہ دو ہفتہ گذر چکا تھا ۔ دو سال کے بعد جب خندق کا معرکہ درپیش ہوا تو پندرہ سال پورے ہوچکے تھے ۔ بلکہ کچھ دن گذر چکے تھے ۔ عمر بتانے میں اس طرح کی عادت شائع ذائع ہے ۔

**ھٰذا حَدٌّ** اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جو پندرہ سال کا ہوجائے ۔ اس پر بالغ کے احکام جاری ہوں گے ۔ اگرچہ دوسری علامات نہ پائی جائیں ۔ وہ عبادات کا مکلف ہوگا ۔ مال غنیمت کا مستحق ہوگا ۔ اس پر حد جاری ہوگی ۔ حربی ہوگا تو قتل کیا جائے گا ۔

**ان یفرضوا** یعنی مجاہدین کی فہرست میں اس کا نام لکھا جائے ۔ اور اسے وہ وظیفہ دیا جائے جو مجاہدین کے لئے مقرر ہے ۔ مسلم[3] میں ہے جو اس سے کم عمر کا ہو اسے عیال میں رکھا جائے ۔ مجاہدین اور غیر مجاہدین کے وظیفے میں فرق تھا ۔ اس لئے یہ فرمایا ۔

**باب الیمین علی المدعیٰ علیہ فی الاموال والحدود** صـ۳۶۶ اموال اور حدود سب میں یمین مدعی علیہ پر ہے ۔

---

عہ ثانی المغازی باب غزوۃ الخندق صـ۵۸۸ مسلم ثانی الامارۃ ۔ ترمذی الجہاد ۔ باب فی حد بلوغ الرجل صـ۲۰۴ ابو داؤد ثانی الفئ ۔ ابن ماجہ الحدود ۔ [1] زرقانی علی المواہب ثانی صـ۱۰۳

[2] فتح الباری جلد سابع صـ۳۹۳ [3] ثانی الامارۃ باب سن البلوغ صـ۱۳۱

**توضیح باب** یہ باب دو حکموں پر مشتمل ہے۔ اول یہ کہ یمین مدعی علیہ پر ہے مدعی پر نہیں۔ مدعی پر یمین کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ مدعی جب بینہ قائم کرے اور حاکم کو کچھ شبہ ہو تو مدعی سے یہ قسم لے کہ گواہوں نے حق گواہی دی ہے اسے یمین استظہار کہتے ہیں اسلاف میں بہت سے لوگوں کا یہ مذہب تھا۔ جیسے قاضی شریح۔ ابراہیم نخعی، امام اوزاعی وغیرہ۔ حضرت حسن بصری نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں روایت کی ہے کہ انھوں نے عبد اللہ بن حر سے یہ حلف لی تھی۔ ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ یمین استظہار واجب نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر مدعی نے صرف ایک گواہ پیش کیا تو مدعی پر یمین ہے۔ جیسا کہ امام مالک کا مذہب ہے۔ مگر جمہور کے نزدیک نہیں۔

ان دونوں مسئلوں میں جمہور کی دلیل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت اشعث بن قیس سے یہ ارشاد ہے۔

**شاهداك او يمينه** دو ہی صورت ہے یا تو تمہارے دو گواہ ہوں یا اس کی یمین۔

نیز اللہ عزوجل کا یہ ارشاد بھی اس کی دلیل ہے کہ فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً۔ نور

جو لوگ پاک دامن عورتوں کو تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو انھیں اسی کوڑے مارو۔

اس ارشاد میں بقدر نصاب گواہ پیش نہ کرنے پر حد قذف کا حکم دیا۔ اگر مدعی پر قسم ہوتی۔ خواہ یمین استظہار یا گواہ بقدر نصاب نہ ہونے کی صورت میں تو اس ارشاد میں یہ تفصیل ضروری تھی۔ کہ چار گواہ پیش کرنے کے بعد اگر حاکم کو شک ہو تو مدعی سے بینہ کے حق ہونے پر قسم لے۔ اور اگر گواہ نصاب سے کم ہوں تو مدعی سے حلف لے۔ اگر حلف سے انکار کرے تو اسے سزا دو۔

**اقول وهو المستعان** اسی آیۂ کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ حدود میں مدعی علیہ پر قسم نہیں۔ ورنہ اس میں یہ اضافہ ہوتا کہ اگر چار گواہ نہ پیش کر سکیں اور ملزمہ اپنی براءت پر قسم کھالے تو سزا دو۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ یمین مدعی علیہ پر ہے۔ اور دعوے تین قسم کے ہیں۔ اموال، حدود، معاملات۔ عموم اس کا مقتضی ہے۔ کہ ہر قسم کے دعووں میں مدعی کے پاس بینہ نہ ہونے کی صورت میں مدعی علیہ پر حلف ہو۔ مگر ہمارے یہاں حدود میں حلف نہیں۔ اور معاملات نکاح، طلاق وغیرہ میں تفصیل ہے۔ البتہ اموال میں ہے۔ تفصیلی بحث کتاب الحدود میں آئے گی۔

**۱۴۸۶ حدیث** وَقَالَ قُتَيْبَةُ ثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ كَلَّمَنِيْ اَبُو الزِّنَادِ فِيْ شَهَادَةِ الشَّاهِدِ وَيَمِيْنِ الْمُدَّعِيْ فَقُلْتُ قَالَ عَزَّوَجَلَّ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ

ابن شبرمہ نے کہا۔ ایک گواہ کی گواہی اور مدعی کی یمین کے بارے میں ابو الزناد نے مجھ سے گفتگو کی — میں نے کہا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ اپنے مردوں میں سے دو گواہ کر لو۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو ایسے لوگوں کو جنھیں تم پسند کرتے ہو۔

مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا
دو عورتوں کو اس لئے گواہ بناؤ کہ ایک بھولے تو دوسری یاد دلائے۔ بقرہ ۲۸۲۔ میں نے کہا اگر ایک
الْاُخْرٰى۔ قُلْتُ اِذَا كَانَ يَكْتَفِيْ بِشَهَادَةِ شَاهِدٍ وَيَمِيْنِ الْمُدَّعِيْ فَمَا
گواہ اور مدعی کی یمین کافی ہوتی تو ایک دوسری کو یاد دلانے
يَحْتَاجُ اَنْ تُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى مَا كَانَ يُصْنَعُ بِذِكْرِ هٰذِهِ الْاُخْرٰى۔
کی کیا حاجت تھی۔ اس دوسری کے یاد دلانے کو کیا کیا جاتا۔

**۱۴۸۶ تشریحات** اکثر نسخوں میں وقال قتیبۃ ہے۔ اس سے بظاہر متبادر ہوتا ہے کہ یہ تعلیق ہے۔ مگر شارح بخاری قطب الدین حلبی کے نسخے میں حدثنا ہے۔ اس خادم کی سمجھ میں یہی آتا ہے۔ کہ یہ تعلیق نہیں۔ کیونکہ قتیبہ امام بخاری کے شیوخ میں ہیں۔ اسی صحیح میں ان سے کثیر روایتیں ہیں۔

**ابن شبرمہ** ان کا نام عبداللہ ہے۔ یہ شبرمہ بن طفیل بن حسان ضبی کے بیٹے ہیں۔ یہ تابعی کوفہ اور منصورہ کے قاضی اور فقیہ تھے۔ پاکدامن عاقل شاعر خوش خلق اور حدیث میں ثقہ ہیں۔ امام بخاری صحیح میں ان کی بہت سی حدیثیں بطور شاہد لائے ہیں۔ اور ادب مفرد میں ان سے روایت بھی کی ہے۔ امام مسلم امام ابوداؤد امام ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ سے ایک حدیث بھی روایت کی ہے۔ ۱۴۴ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔

**ابوالزناد** ان کا نام عبداللہ بن ذکوان ہے قرشی مدنی تابعی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ مدینہ طیبہ کے قاضی تھے۔ ۱۳۰ھ میں واصل بحق ہوئے۔

ابوالزناد قاضی مدینہ طیبہ کا اہل مدینہ کے مثل یہ مذہب تھا کہ ایک گواہ اور مدعی کے قسم پر فیصلہ کرنا درست ہے اور ابن شبرمہ قاضی کوفہ کا اہل کوفہ کی طرح یہ مذہب تھا۔ کہ اس پر فیصلہ جائز نہیں۔

ان کا استدلال آیت مذکورہ سے ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر ایک گواہ اور مدعی کی قسم معتبر ہوتی تو ایک مرد گواہ کافی تھا۔ اس کی کوئی حاجت نہ تھی کہ دو عورتیں بھی رہیں۔ جس میں یہ جھنجھٹ ہے کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری یاد دلادے۔

ابن شبرمہ کے اس استدلال کے علاوہ اس آیت سے استدلال کی ایک تقریر یہ بھی ہے۔ کہ اس آیت نے ثبوت کی صرف دو صورتوں میں تحدید کر دی دو مرد ہوں۔ یا ایک مرد اور دو عورتیں۔ اس لئے ثبوت کی تیسری صورت کی ایک گواہ اور مدعی کی قسم کتاب اللہ پر زیادتی ہوئی اور یہ قیاس یا خبر واحد سے جائز نہیں۔ اس سلسلے میں جتنی حدیثیں ذکر کی گئی ہیں۔ سب ضعیف ہیں۔ اس لائق نہیں۔ کہ ان سے کتاب اللہ پر زیادتی ہو سکے۔ اس موقعہ کی علامہ ابن حجر اور علامہ عینی کی ابحاث قابل دید نی ہیں۔

علاوہ ازیں اس بارے میں احادیث بھی ہیں۔ مثلاً الیمین علی المدعیٰ علیہ یہ ترکیب حصر کا افادہ کرتی ہے۔ اور حدیث البینۃ علی المدعیٰ والیمین علیٰ من انکر۔ یہ ترکیب بھی مفید حصر ہے۔ جس سے ثابت کہ مدعی کے ذمے صرف

بینہ ہے۔ اور مدعی علیہ پر قسم ہے۔

اشعث بن قیس کی حدیث۔ شاھداك او یمینه۔ میں خاص بات یہ ہے کہ اشعث بن قیس سنہ ۱۰ھ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض محققین نے فرمایا کہ وہ احادیث جن سے ثابت ہوتا ہے ایک گواہ اور مدعی کی قسم معتبر ہے۔ منسوخ ہیں

**باب** اِذَا ادَّعٰی اَوْ قَذَفَ فَلَهٗ اَنْ یَّلْتَمِسَ الْبَیِّنَةَ وَیَنْطَلِقَ لِطَلَبِ الْبَیِّنَةِ۔ ص ۳۶۷

جب دعویٰ کرے یا کسی پر زنا کا الزام لگائے تو اسے چاہئے کہ بینہ تلاش کرے اور جائے بینہ طلب کرے۔

**۱۴۸۶ حدیث**

ثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَیَّةَ قَذَفَ اِمْرَاَتَهٗ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِیْكِ بْنِ سَحْمَاءَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْبَیِّنَةُ اَوْ حَدٌّ فِیْ ظَهْرِكَ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَا رَاٰی اَحَدُنَا عَلٰی اِمْرَاَتِهٖ رَجُلًا یَنْطَلِقُ یَلْتَمِسُ الْبَیِّنَةَ فَجَعَلَ یَقُوْلُ الْبَیِّنَةَ وَاِلَّا حَدٌّ فِیْ ظَهْرِكَ فَذَكَرَ حَدِیْثَ اللِّعَانِ ؏ه

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہلال بن امیہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ زنا کا الزام لگایا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بینہ لا ورنہ تیری پیٹھ پر حد لگے گی۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب کوئی اپنی عورت کے اوپر کسی مرد کو دیکھے تو وہ بینہ تلاش کرنے جائے گا حضور یہی فرماتے رہے کہ بینہ لا ورنہ تیری پیٹھ پر حد ہے۔ پھر لعان کی حدیث ذکر کی ــــ

**۱۴۸۶ تشریحات**

حدیث میں خاص اپنی بیوی پر الزام لگانے کا تذکرہ ہے۔ اور باب عام ہے خواہ بیوی کو الزام لگائے خواہ اور کسی کو۔ علاوہ ازیں زوجہ کو الزام لگانے میں حد نہیں لعان ہے۔ اس لئے بینہ تلاش کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ علاوہ ازیں بینہ تلاش کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ لوگوں سے پوچھے کیا تم میں سے کسی نے یہ دیکھا ہے۔ یہ انتہائی معیوب بات ہے۔

---

ع۵ ثانی تفسیر سورۂ نور باب قولہ ویدرء عنہا العذاب ص ۷۹۵ الطلاق باب یبدء الرجل بالتلاعن ص ۷۹۵ ابو داؤد الطلاق ترمذی الطلاق والتفسیر۔

اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ یہ واقعہ لعان کے شروع ہونے سے پہلے کا ہے۔ اس وقت بیوی اور اجنبی پر الزام کا ایک ہی حکم تھا۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بینہ لا ورنہ تیری پیٹھ پر حد ہے۔ اور امام بخاری نے حدیث کے کلمات کی مناسبت سے باب کا عنوان قائم کر دیا۔ ان کی مراد یہ ہے کہ مسلمان کی یہ شان نہیں کہ کسی پر بلا ثبوت الزام لگائے۔ جب لگائے گا تو ثبوت کے بعد لگائے گا۔ اب اگر دعویٰ کر دیا تو جو موقع کے واقعی گواہ ہیں انھیں ڈھونڈھ کر لائے اور حاکم کے سامنے پیش کرے۔

**باب** يُحْلَفُ الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ حَيْثُمَا وَجَبَتْ عَلَيْهِ وَلَا يُصْرَفُ مِنْ مَوْضِعٍ اِلٰى غَيْرِهٖ ص۳۶۷

مدعی علیہ پر جہاں قسم واجب ہو وہیں قسم لی جائے دوسری جگہ نہ پھیری جائے۔

**توضیح باب** ہمارا اور حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ مدعی علیہ سے مجلس قضا ہی میں حلف لی جائے گی۔ قسم میں تغلیظ پیدا کرنے کے لئے کسی متبرک مقام پر لے جانا واجب نہیں ہے۔ مگر جمہور اس کے قائل ہیں۔ یہ تغلیظ مکہ مکرم میں رکن و مقام کے درمیان ہے اور مدینہ طیبہ میں منبر اقدس کے قریب اور دوسرے شہروں میں جامع مسجد میں۔ یہ لوگ بھی تھوڑے مال میں نہیں کہتے بلکہ دم یا مال کثیر میں۔ مال کثیر کی تعیین میں اختلاف ہے۔ امام مالک نے فرمایا کہ ربع دینار سے کم پر اجازت نہیں۔ حضرت امام شافعی نے فرمایا۔ کہ اس کی مقدار بیس دینار ہے۔ منبر اقدس کے پاس جھوٹی قسم کھانے پر وعیدیں آئی ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے گا اگرچہ مسواک پر وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے گا۔[1] نیز حضرت ابو امامہ بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ۔ فرمایا۔ جو شخص میرے اس منبر کے پاس اس لئے جھوٹی قسم کھائے کہ کسی مسلمان کا مال لے لے تو اس پر فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔

۵۱۷ وَقَضٰى مَرْوَانُ بِالْيَمِيْنِ عَلٰى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ

ت اور مروان نے یہ حکم دیا کہ زید بن ثابت منبر پر قسم کھائیں۔ حضرت

اَحْلِفُ لَهٗ مَكَانِيْ فَجَعَلَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ يَحْلِفُ وَاَبٰى اَنْ يَحْلِفَ عَلَى

زید بن ثابت قسم کھاتے تھے۔ مگر منبر پر قسم کھانے سے انکار فرما دیا۔ اس

الْمِنْبَرِ فَجَعَلَ مَرْوَانُ يَتَعَجَّبُ مِنْهُ ع۲

پر مروان تعجب کرتا رہا۔

[1] موطا امام مالک۔ اقضیہ۔ باب الحث علی منبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۳۰۳ ابو داؤد ثانی الایمان والنذور باب فی تعظیم الیمین عند منبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۱۵۰ ابن ماجہ الاحکام باب الیمین عند مقاطع الحدود ص۱۶۹۔ ع۲ ابو داؤد۔ القضا۔ نسائی ایضاً۔

**تشریحات ۵۱۷** اس تعلیق کو حضرت امام مالک نے موطا[1] میں روایت کیا ہے۔ حضرت زید بن ثابت اور عبداللہ بن مطیع ایک دکان کا معاملہ لے کر مروان کے یہاں گئے۔ یہ اس وقت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مدینے کا حاکم تھا۔ عبداللہ بن مطیع کے پاس بینہ نہ تھا۔ اس لئے مروان نے حضرت زید بن ثابت سے کہا کہ منبر اقدس پر قسم کھاؤ۔ حضرت زید نے فرمایا۔ بس جہاں ہوں وہیں قسم کھاؤں گا۔ اس پر مروان نے کہا۔ واللہ قسم مقاطع الحقوق کے پاس ہی ہوگی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر اقدس پر قسم کھانے سے انکار فرمادیا۔ اور یہ قسم کھاتے رہے کہ ان کا حق حق ہے۔ اس پر مروان کو تعجب ہوتا رہا۔

احناف کی دلیل حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل ہے۔ اور اس سلسلے میں وارد نصوص کا اطلاق اور عموم۔ اس خصوص میں امام بخاری کا بھی مسلک احناف کے مطابق ہے۔ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد۔ شاھداك او یمینه ۔۔ کے اطلاق سے استدلال فرمایا۔ اس طرح کہ اس میں کسی جگہ کی تخصیص یا نفی نہیں۔ لہذا جہاں مجلس قضا ہو وہاں قسم کافی ہے۔

**باب** اِذَا تَسَارَعَ قَوْمٌ فِی الْیَمِیْنِ ص۳۶۷ جب کوئی قوم حلف کھانے میں ایک دوسرے پر سبقت کرنا چاہے۔

**۱۴۸۸ حدیث** عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلٰی قَوْمٍ اَلْیَمِیْنَ فَاَسْرَعُوْا فَاَمَرَ اَنْ یُّسْهِمَ بَیْنَهُمْ فِی الْیَمِیْنِ اَیُّهُمْ یَحْلِفُ۔ عه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں پر قسم پیش فرمایا۔ تو ان میں سے ہر ایک نے جلدی کرنی چاہی۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ کہ ان کے درمیان اس بات پر قرعہ ڈالا جائے کہ کون قسم کھائے گا۔

**تشریحات ۱۴۸۸** یہ حدیث مشکل ترین احادیث میں سے ہے۔ اس کی ایک توجیہہ یہ ہے کہ دو فریق نے کسی ایسی چیز پر دعوی کیا جس پر ان دونوں میں سے کسی کا قبضہ نہیں۔ اس حدیث میں مدعی اور مدعی علیہ کی تعیین مشکل ہے۔ اور بینہ بھی کسی کے پاس نہیں۔ تو قاضی دونوں پر قسم پیش کرے گا۔ اور کون قسم کھائے گا اس کا فیصلہ بذریعہ قرعہ کرے گا۔ جس فریق کے نام قرعہ نکلے اس کی حلف پر فیصلہ کردے گا۔ یہی حکم اس صورت میں بھی ہوگا۔ کہ اس چیز پر دونوں کا قبضہ ہو۔

**باب** مَنْ اَمَرَ بِاِنْجَازِ الْوَعْدِ ص۳۶۸ جس نے وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا۔

---

[1] اقضیہ باب الیمین علی المنبر ص۳۰۳

عه ثانی الاحکام باب من قضا ولعن عند منبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۱۰۶۲

**توضیح باب** قریب قریب اس پر اجماع ہے کہ وعدہ پورا کرنا واجب نہیں۔ البتہ مکارم اخلاق سے ہے اور مستحب اور مستحسن ضرور ہے۔ جب کہ کسی ممنوع شی کا نہ ہو۔ ورنہ ممانعت کی حیثیت کے مطابق مکروہ یا حرام ہوگا۔ غالبا امام بخاری کا مسلک یہ ہے کہ وعدہ پورا کرنا واجب ہے۔ کیونکہ انھوں نے اس کی مؤید تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں۔

**۵۱۸** وَفَعَلَهُ الْحَسَنُ وَذَكَرَ اِسْمٰعِيْلُ اَنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ ۔

**ت** اور اسے امام حسن بصری نے کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا وہ وعدے کے سچے تھے

**تشریحات ۵۱۸** وفعلہ الحسن میں دو وجہ ہے۔ ایک یہ کہ فعل مصدر ہو اور الحسن صفت مشبہ کا صیغہ یعنی وعدہ پورا کرنا اچھا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ۔ فعل ماضی اور الحسن سے امام حسن بصری مراد ہوں یعنی امام حسن بصری نے یہ کیا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ پابندی کے ساتھ وعدہ پورا کیا کرتے تھے۔

اسی طرح وذکر اسماعیل۔ میں بھی دو احتمال ہیں۔ اول یہ کہ ذکر مصدر ہو۔ اب معنیٰ یہ ہوا۔ اسماعیل کا یہ تذکرہ۔ دوسرے یہ کہ یہ فعل ماضی ہو۔ جس کا فاعل اللہ عزوجل ہو۔ اب معنی یہ ہوئے۔ اللہ نے اسماعیل کے بارے میں یہ ذکر کیا ہے۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے ایفاء وعدہ کے بارے میں۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں بطریق شعبی یہ روایت کی ہے۔ کہ یہ ایک شخص کے ساتھ ایک بستی میں تشریف لے گئے۔ اس کو اپنے کسی کام کے لئے بھیجا۔ اور فرمایا کہ میں تمہارا انتظار کروں گا۔ سال بھر تک اس کا انتظار کرتے رہے۔ حتی کہ بطریق ابن شوذب روایت ہے کہ وہیں مکان بنالیا۔

**۵۱۹** وَقَضَى ابْنُ اَشْوَعَ بِالْوَعْدِ وَذَكَرَ ذٰلِكَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ۔

**ت** اور ابن اشوع نے وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا۔ اور اسے ذکر کیا کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

**تشریحات ۵۱۹** ابن اشوع کا نام سعید بن عمرو بن اشوع ہمدانی ہے۔ یہ خالد قسری کی امارت کے زمانے میں کوفے کے قاضی تھے۔ انھیں ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ اور یحیٰی بن معین نے کہا یہ مشہور ہیں۔ لوگ انھیں جانتے ہیں۔

امام اسحاق بن راہویہ کی تفسیر میں ہے۔ کہ ابن اشوع نے ذکر کیا۔ کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔

وَقَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ وَرَاَيْتُ اِسْحٰقَ بْنَ اِبْرَاهِيْمَ يَحْتَجُّ بِحَدِيْثِ بْنِ اَشْوَعَ

اور ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا پس میں نے اسحٰق بن ابراہیم بن راہویہ کو دیکھا کہ وہ ابن اشوع کی حدیث کو حجت جانتے تھے۔

اس سے مراد یہی مذکورہ بالا حدیث ہے۔

۱۴۸۹ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَاَلَنِيْ يَهُوْدِيٌّ مِّنْ اَهْلِ الْحِيْرَةِ اَيَّ

حدیث سعید بن جبیر شہید نے فرمایا۔ کہ مجھ سے حیرہ کے ایک یہودی نے پوچھا کہ حضرت موسیٰ

الْاَجَلَيْنِ قَضٰى مُوْسٰى قُلْتُ لَا اَدْرِيْ حَتّٰى اَقْدَمَ عَلٰى حِبْرِ الْعَرَبِ فَاَسْاَلَهٗ

علیہ السلام نے کون سی مدت پوری فرمائی۔ تو میں نے کہا۔ میں نہیں جانتا عرب کے حبر کے پاس

فَقَدِمْتُ فَسَاَلْتُ اِبْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ قَضٰى اَكْثَرَهُمَا وَاَطْيَبَهُمَا اِنَّ رَسُوْلَ

جاؤں گا تو ان سے پوچھوں گا۔ میں نے ابن عباس کی خدمت میں حاضری دی (اور پوچھا) تو فرمایا۔

اللّٰهِ اِذَا قَالَ فَعَلَ۔

ان دونوں میں جو بڑی اور عمدہ تھی۔ اللہ کے رسول جو فرماتے ہیں کرتے ہیں۔

۱۴۸۹ تشریحات حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا لقب حبر عرب جبرئیل امین نے رکھا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے یہاں تشریف لے گئے تو حضرت شعیب نے فرمایا۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا تم سے نکاح کر دوں اس مہر پر کہ تم آٹھ سال میرے یہاں کام کرو اور دس سال پورا کرو تو یہ تمہاری طرف سے ہوگی۔

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ ہمارے اور آپ کے درمیان قرارداد ہو چکی میں ان دونوں میں سے جو بھی میعاد پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی مطالبہ نہ ہوگا۔ قصص آیت ۲۷ ـ ۲۸

علامہ جوزی[1] نے کہا ہے۔ کہ حضرت شعیب کی خواہش یہی تھی۔ کہ وہ دس سال رہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی خواہش کے مطابق یہی کیا۔ اطیبھما سے مراد یہ ہے کہ جو حضرت شعیب کو زیادہ پسند تھی۔ اس پسندیدگی میں اس کو بھی دخل تھا کہ اس طرح ان کی صاحبزادی مزید دو سال ان کے پاس رہیں گی۔

**باب** لَا يُسْاَلُ اَهْلُ الشِّرْكِ عَنِ الشَّهَادَةِ وَغَيْرِهَا۔ صـ ۳۶۹ مشرکین سے شہادت وغیرہ کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔

توضیح باب مطلب یہ ہے کہ ان کی گواہی مطلقاً مقبول نہیں۔ اس بارے میں سلف کے کئی قول ہیں۔ جمہور کا قول یہ ہے۔ کہ کفار کی شہادت مطلقاً مقبول نہیں۔ نہ مسلمانوں کے حق میں مقبول نہ خود ان کے حق میں۔

---

[1] فتح الباری خامس صـ ۲۹۱

حضرت عمر بن عبدالعزیز امام شعبی نافع حماد وکیع کا قول یہ ہے۔ کہ ان کی شہادت ان کے ہم مذہب کے حق میں مقبول ہے۔ مسلمانوں کے حق میں مقبول نہیں۔

۵۲۰ ت وَقَالَ الشَّعْبِيُّ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ اَهْلِ الْمِلَلِ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

امام شعبی نے کہا اختلاف مذہب کی صورت میں ایک کی گواہی دوسرے کے خلاف مقبول نہیں۔

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ۔

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی وجہ سے۔ ہم نے ان کے درمیان عداوت اور بغض ڈال دیا ہے۔

## تشریحات ۵۲۰

اس تعلیق کو امام ابوبکر بن شیبہ اور امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے امام شعبی سے اس بارے میں دو متضاد روایتیں آئی ہیں۔

امام عبدالرزاق نے یہ روایت کیا ہے کہ امام شعبی نے کہا کہ یہودی کی گواہی نصرانی کے خلاف اور نصرانی کی یہودی کے خلاف درست ہے۔

امام ابوبکر نے بطریق اشعث جو روایت کی اس میں یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کے حق میں دوسرے مذہب والوں کی گواہی ایک دوسرے کے خلاف درست ہے۔

۱۴۹۰ حدیث عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ اے مسلمانو! تم اہل کتاب سے

عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ يٰمَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ كَيْفَ تَسْاَلُوْنَ اَهْلَ

کیسے پوچھتے ہو۔ حالانکہ تمہاری وہ کتاب جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے۔ اللہ کی طرف

الْكِتَابِ وَكِتَابُكُمُ الَّذِيْ اُنْزِلَ عَلٰى نَبِيِّهٖ اَحْدَثُ الْاَخْبَارِ بِاللّٰهِ

سے آنے والی خبروں میں سب سے نئی ہے۔ جس کو تم پڑھتے ہو اور اس میں کوئی آمیزش نہیں۔

تَقْرَءُوْنَهٗ لَمْ يُشَبْ وَقَدْ حَدَّثَكُمُ اللّٰهُ اَنَّ اَهْلَ الْكِتَابِ بَدَّلُوْا مَا

اور تم سے اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ کی کتاب کو بدل دیا ہے۔ اور اپنے ہاتھوں

كَتَبَ اللّٰهُ وَغَيَّرُوْا بِاَيْدِيْهِمُ الْكِتَابَ فَقَالُوْا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا

سے اس میں تغیر کر دیا ہے۔ پھر کہا کہ اللہ کی طرف سے ہے۔ تاکہ اس کے عوض معمولی قیمت

بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اَفَلَا يَنْهَاكُمْ مَا جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مَسْاَلَتِهِمْ

وصول کریں۔ جو علم تمہارے پاس آیا کیا وہ تم کو اہل کتاب سے پوچھنے کو منع نہیں کرتا۔

وَلَا وَاللّٰهِ مَا رَأَيْنَا مِنْهُمْ رَجُلًا قَطُّ يَسْأَلُكُمْ عَنِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ ۔

ہم نے ان میں سے کسی شخص کو کبھی نہیں دیکھا کہ تم پر نازل جو ہوا ہے اس کو تم سے پوچھیں ۔

**۱۴۹۰ تشریحات** احدث الاخبار۔ الاخبار میں دو احتمال ہے۔ ایک یہ کہ مصدر ہو۔ اب معنی یہ ہوں گے کہ خبر دینے میں نئی ہے ۔ اور بہ نسبت اور کتابوں کے اسے نزول کے اعتبار سے نئی فرمایا۔ ورنہ قرآن مجید اللہ عزوجل کا کلام ہے جو قدیم غیر مسبوق بالعدم ہے ۔

**مطابقت باب** اس حدیث سے باب کا ثبوت دو طریقے سے ہے۔ ایک اس طرح جب اہل کتاب کی خبر معتبر نہیں تو شہادت بدرجہ اولیٰ معتبر نہیں۔ کیونکہ یہ بہ نسبت خبر کے زیادہ قبیح ہے۔ دوسرے اس طرح کہ جب ان لوگوں نے چند ٹکوں کی خاطر کتاب اللہ کو بدل دیا۔ تو ان کا کیا بھروسہ کہ کسی لالچ میں آکر جھوٹی گواہی نہ دیدیں ۔

**باب** الْقُرْعَةِ فِي الْمُشْكِلَاتِ وَقَوْلِهِ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ آل عمران آیت ۴۴ ع

مشکلات میں قرعہ۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اور یاد کرو جب وہ اپنے قلموں کو ڈالتے تھے۔ کہ کون مریم کی کفالت کرے گا۔

۵۲۱ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا اقْتَرَعُوا فَجَرَتِ الْأَقْلَامُ ت

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ ان لوگوں نے قرعہ اندازی کی۔ تو سب قلم بہاؤ کے ساتھ

مَعَ الْجِرْيَةِ وَعَالَ قَلَمُ زَكَرِيَّا الْجِرْيَةَ فَكَفَلَهَا زَكَرِيَّا۔ سورہ آل عمران آیت ۴۴

بہہ گئے۔ اور زکریا کا قلم بہاؤ کے اوپر ہو گیا۔ اس لئے انہوں نے مریم کو اپنی پرورش میں لے لیا۔

**۵۲۱ تشریحات** وقولہ ۔ القرعۃ ۔ پر معطوف ہے۔ اور باب کا جز ہے۔

عمران کی بیوی حنہ بنت فاقوذا کے بچے نہیں ہوتے تھے۔ انھوں نے ایک دن دیکھا کہ ایک چڑیا اپنے بچے کو دانا کھلا رہی ہے۔ تو ان کے دل میں اولاد کی شدید آرزو پیدا ہوئی۔ اور اللہ سے دعا مانگی۔ ان کی دعا قبول ہوئی اور وہ امید سے ہو گئیں۔ جب حمل کا یقین ہو گیا۔ تو یہ منت مانی کہ جو بچہ پیدا ہوگا۔ اسے بیت المقدس کی خدمت کے لئے دیدوں گی۔ اللہ کی مرضی کہ بچی پیدا ہوئی جن کا نام مریم رکھا گیا۔ پیدائش کے بعد بچی کو کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدس میں لے آئیں۔ اور اس کے خدام کے حوالے کر دیا۔

حضرت مریم کے والد ماجد عمران توریت کے زبردست عالم اور بیت المقدس کے امام تھے۔ اس لئے سارے خدام کی تمنا یہ تھی کہ ہم مریم کی پرورش کریں۔ کوئی دست بردار ہونے کے لئے راضی نہ تھا۔ حالانکہ حضرت زکریا ان کے سردار تھے اور انہوں نے اس پر اپنا استحقاق یوں بیان فرمایا۔ کہ مریم کی خالہ میری زوجیت میں ہے اس پر بھی کوئی راضی نہ ہوا۔ اس لئے یہ طے ہوا کہ قرعہ اندازی کی جائے ۔ یہ لوگ ان قلموں کو لے کر دریائے اردن کے کنارے گئے جن سے توریت لکھتے تھے۔ سب نے

---

ع ثانی الاعتصام باب لاتسئلوا اھل الکتاب ص۱۰۹۲ التوحید باب قول اللہ تعالیٰ کل یوم ھو فی شان ص۱۱۲۲

اپنے اپنے قلم دریا میں ڈالے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے علاوہ سب کے قلم دریا میں بہہ گئے۔ مگر حضرت زکریا کا قلم پانی کے اوپر رہا اور رکا رہا۔ اور یہی طے تھا کہ جن کا قلم پانی میں بہے نہیں اوپر رکا رہے وہی مریم کی پرورش کرے گا۔ اس قرار داد کے مطابق حضرت زکریا نے حضرت مریم کو اپنی پرورش میں لے لیا۔

وَقَوْلِهٖ فَسَاهَمَ اَقْرَعَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ يَعْنِي مِنَ الْمَسْهُوْمِيْنَ — اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اس نے کشتی والوں کے ساتھ قرعہ ڈالا تو اسی کا نام ڈھکیلے جانے والوں میں نکلا۔

**توضیح** یہ بھی۔ القرعۃ۔ پر عطف ہے۔ اور باب کا جز ہے۔ یہ حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں ہے۔ یہ اہل نینوی کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ یہ موصل کے نواحی میں دجلہ کے کنارے ایک بستی تھی۔ ان کی قوم نے ان پر جب ایمان لانے سے انکار کیا۔ تو انہوں نے ان کی ہلاکت کی دعا کی اور فرمایا۔ کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب نازل ہوگا۔ اور انھیں چھوڑ کر چلے گئے۔ جب اہل نینوی نے دھواں اور دوسری عذاب کی علامتیں دیکھیں تو ڈر گئے۔ اور ان پر ایمان لائے۔ اور سچے دل سے ایمان لائے اور توبہ کی۔ لوگوں کے حقوق واپس کر دیئے یہاں تک کہ عمارتوں میں لگے پتھر بھی واپس کر دیئے۔ حضرت یونس کی تلاش میں نکلے مگر وہ نہیں ملے۔ اللہ نے ان پر سے عذاب اٹھا لیا۔

حضرت یونس علیہ السلام ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ کشتی کچھ دور چل کر بیچ دریا میں رک گئی۔ بظاہر اس کا کوئی سبب نہ تھا۔ ملاحوں نے کہا کہ کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام ہے۔ جب تک اسے دریا میں نہیں ڈالا جائے گا کشتی چلے گی نہیں مگر کسی نے نہ اقرار کیا اور نہ کسی ایسے غلام کو بتایا۔ اس لئے قرعہ ڈالا گیا۔ چھ بار قرعہ پڑا ہر بار حضرت یونس ہی کا نام نکلا۔ مجبوراً انھیں کو دریا میں ڈال دیا گیا۔

ایک مچھلی کو حکم ہوا اس نے نگل لیا۔ اور مچھلی کو یہ بھی حکم ہوا کہ ان کو نہ ہضم کرنا نہ ہڈی توڑنا۔ پھر بحکم الٰہی مچھلی نے انھیں خشکی پر اگل دیا۔ مچھلی کے پیٹ میں کتنے دن رہے۔ اس میں ایک دن سے لے کر چالیس دن تک کا قول ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کے واقعات جستہ جستہ قرآن مجید میں متعدد جگہ مذکور ہیں۔ ان دونوں واقعے کے تذکرے سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اگلی شریعت میں قرعہ اندازی شروع تھی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے۔ کہ اگلی شریعتوں کے احکام اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان فرمائیں اور انکار نہ کریں تو وہ ہماری بھی شریعت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب الصلح ۳۷ صلح کا بیان

| | |
|---|---|
| بَابُ مَاجَاءَ فِي الْإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ | لوگوں کے درمیان صلح کرانا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس |
| وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَاخَيْرَ فِي كَثِيْرٍ مِّنْ | ارشاد کا بیان کہ فرمایا۔ بہت سی سرگوشیوں میں بھلائی |
| نَّجْوَاهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ | نہیں سوائے اس کے جو صدقہ کا حکم کرے یا اچھے کام کا |
| اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ۔ النساء (۱۱۴) | یا لوگوں کے درمیان اصلاح کا۔ |
| وَخُرُوْجِ الْاِمَامِ اِلَى الْمَوَاضِعِ لِيُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ بِاَصْحَابِهٖ | |
| اور امام کا اپنے اصحاب کے ساتھ اختلاف کی جگہوں پر جانا تاکہ لوگوں کے مابین صلح کرائے۔ | |
| حدیث ۱۴۹۱ | سَمِعْتُ اَبِيْ اَنَّ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قِيْلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ |
| | حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا |
| تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَتَيْتَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَيٍّ فَانْطَلَقَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى | |
| کہ عبد اللہ بن ابی کے پاس تشریف لے چلئے تو اچھا ہوتا۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | |
| عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكِبَ حِمَارًا فَانْطَلَقَ الْمُسْلِمُوْنَ يَمْشُوْنَ مَعَهٗ وَهِيَ اَرْضٌ | |
| اس کے یہاں تشریف لے گئے اور گدھے پر سوار ہوئے۔ مسلمان پیدل حضور کے ساتھ چلے۔ اور وہ شور | |
| سَبِخَةٌ فَلَمَّا اَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِلَيْكَ عَنِّيْ وَاللّٰهِ | |
| زمین تھی۔ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے یہاں پہونچے تو اس نے کہا۔ ہم سے دور رہو۔ | |

لَقَدْ اٰذَانِیْ نَتْنُ حِمَارِكَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ مِنْهُمْ وَاللّٰهِ لَحِمَارُ

واللہ تیرے گدھے کی بو نے مجھے ایذا پہنچائی۔ انھیں میں کے ایک انصاری نے کہا۔ واللہ رسول اللہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْيَبُ رِيْحًا مِّنْكَ فَغَضِبَ لِعَبْدِ اللّٰهِ رَجُلٌ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس گدھے پر سوار ہیں اس کی خوشبو تیری بو سے بدرجہا اچھی ہے۔ اس پر

مِّنْ قَوْمِهٖ فَشَتَمَا فَغَضِبَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اَصْحَابُهٗ فَكَانَ بَيْنَهُمَا ضَرْبٌ

اس کے برادری کے ایک شخص کو غصہ آگیا۔ دونوں گالی گلوچ کرنے لگے جس کے نتیجے میں ہر ایک کے ساتھی

بِالْجَرِيْدِ وَالْاَيْدِيْ وَالنِّعَالِ فَبَلَغَنَا اَنَّهَا نَزَلَتْ وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

غضبناک ہوگئے۔ اور ان کے درمیان کھجور کی شاخوں ہاتھوں اور جوتوں سے مار پیٹ ہوئی۔ ہم کو یہ خبر پہنچی ہے

اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۔۔۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا مَا انْتَخَبْتُ مِنْ مُسَدَّدٍ

کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کرادو ۔۔۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے

قَبْلَ اَنْ يَّجْلِسَ وَيُحَدِّثَ۔

فرمایا۔ یہ وہ ہے جو میں نے مسدد سے منتخب کیا ہے۔ قبل اس کے کہ وہ بیٹھیں اور حدیث بیان کریں۔

**تشریحات** ۹۱ ۱۴

فقال رجل من الانصار۔ کتاب الاستیذان میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اگرچہ دونوں کے سیاق میں اختلاف ہے۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لئے جارہے تھے۔

علامہ ابن حجر نے یہ تطبیق دی کہ ہوسکتا ہے کہ عرض مذکور کے بعد یہ خیال فرمایا ہو کہ چلو سعد ابن عبادہ کی عیادت بھی کرتے آئیں۔ اور عبد اللہ بن ابی کو اسلام کی دعوت بھی دیدیں۔ دونوں ایک ہی قبیلے خزرج کے فرد تھے۔

وکان بینھما :۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں فریق کو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کر دیا۔ یہاں تک کہ خاموش ہوگئے۔

فبلغنا :۔ اس کے قائل حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جیسا کہ اسماعیلی کی روایت میں ہے۔ جو بطریق مقدر ہے قال انس فانبئت انھا نزلت فیھم حضرت اسامہ کی حدیث میں یہ نہیں۔

---

مسلم المغازی ۔۔۔ ثانی باب التسلیم فی مجلس فی اخلاط ص ۴۵۲

## بَابُ لَيْسَ الْكَاذِبُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ ص ۳۷۱

وہ جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے۔

**حدیث ۱۴۹۲**

اَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اُمَّهٗ اُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ عُقْبَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

حضرت ام کلثوم بنت عقبہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انھوں نے سنا ہے کہ فرماتے تھے۔ وہ جھوٹا نہیں جو لوگوں کے

اس پر ایک اشکال یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ بدر[1] کے پہلے کا ہے۔ جب کہ ابن ابی ابن سلول نے اظہار اسلام بھی نہیں کیا تھا۔ جو اس حدیث کے سیاق سے ظاہر ہے اور یہ آیہ کریمہ سورہ حجرات کی ہے۔ جو بہت بعد میں سنۃ الوفود ۹ھ میں نازل ہوئی ہے۔ اس کا علامہ ابن حجر نے یہ جواب دیا کہ ہو سکتا ہے۔ اتنا حصہ ان دونوں موقعوں پر نازل ہوا ہو۔ اور ابن ابی ابن سلول اور اس کے ہمراہیوں پر مومنین کا اطلاق تغلیباً ہوا ہو۔

**تشریحات ۱۴۹۲**

ینمی۔ نمی ینمی۔ یہ ضرب یضرب سے جب آتا ہے تو اس کے معنی بہ نیت اصلاح کسی سے اچھی بات کہنے کے ہیں۔ اور باب افعال اور تفعیل سے اس کے معنی فساد پیدا کرنے والی بات کہنے کے ہیں۔ جسے چغلی کہتے ہیں۔

اس حدیث سے اقتضاءً یہ ثابت ہوتا ہے کہ دو فریق میں صلح کرانے کے لئے خلاف واقعہ ایسی بات کہنے کی اجازت ہے۔ جس سے صلح میں مدد ملے۔ مگر بعض علماء یہ فرماتے ہیں۔ کہ جھوٹ کسی حال میں جائز نہیں۔ اس سے مراد توریہ ہے۔ یعنی ایسی ذو معانی بات کہنی جس میں سچ کا بھی پہلو ہو۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ جنگ اور زوجین میں میل جول کرانے اور فریق میں صلح کرانے۔ نیز اپنی یا کسی مسلمان کی جان، مال، عزت آبرو بچانے کے لئے خلاف واقعہ بات کہنی جائز بلکہ مستحب ہے حتی کہ بعض صورتوں میں واجب۔ مگر اس وقت جب کہ توریہ سے بھی کام نہ چلے اور خلاف واقعہ بات کہے بغیر چارہ کار[2] نہ ہو ـــــ اور اگر توریہ سے کام چل جائے تو خلاف واقعہ بات کہنے کی اجازت نہیں۔ حدیث میں ہے[3]۔

المعاریض مندوحۃ عن الکذب　　تعریضات جھوٹ سے مستغنی کرنے والی ہیں۔

---

[1] حوالہ مذکور　[2] ردالمحتار جلد خامس ص ۲۷۴

[3] فتح الباری عاشر ص ۵۹۴۔

لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْمِيْ خَيْرًا وَيَقُوْلُ خَيْرًا ۔

درمیان صلح کرائے اور اچھی بات بتائے یا اچھی بات کہے۔

بَابُ اِذَا اصْطَلَحُوْا عَلٰى صُلْحِ جَوْرٍ فَهُوَ مَرْدُوْدٌ ص ۳۷۱

جب غیر مشروع بات پر صلح کرلیں تو وہ واجب الرد ہے۔

**حدیث ۱۴۹۳**

عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ

علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اس دین میں اگر کوئی ایسی بات ایجاد کرے جو دین

مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ ۔

میں سے نہ ہو وہ مردود ہے۔

**تشریحات ۱۴۹۳**

اس حدیث میں امام بخاری کے شیخ "یعقوب" ہیں۔ امام بخاری نے یہاں بھی اور مغازی باب فضل من شهد بدرا کے بعد والے بلاعنوان باب کے تحت نسبت کے بغیر ذکر کیا ہے۔ اور یعقوب نام کے اس درجے میں چار افراد ہیں۔ یعقوب بن ابراہیم دورقی۔ یعقوب بن ابراہیم بن سعد۔ یعقوب بن حمید بن کاسب۔ یعقوب بن محمد بن زہری۔

اس حدیث میں مراد کون یعقوب ہیں۔ اس بارے میں اختلاف ہے۔ مگر خود بخاری ہی کے ابوذر کے نسخے میں مغازی کی روایت میں یعقوب بن ابراہیم ای الدرقی ہے۔ علامہ ابن حجر کا خیال ہے کہ یہ اس بنا پر ہے کہ بخاری کتاب الطہارۃ میں ایک جگہ یعقوب بن ابراہیم عن اسمٰعیل بن علیہ ہے۔ علامہ[1] ابن حجر نے اسی کو راجح کہا۔ اس لئے کہ امام بخاری کی عادت ہے کہ کہیں اگر کوئی راوی غیر منسوب ہے۔ مگر دوسری جگہ منسوب ہے تو وہی مراد ہوتا ہے۔

فيه ما فيه ولسنا بصدد طول البحث

**تکمیل**

مسلم[2] میں ہے۔ کہ سعد بن ابراہیم نے کہا۔ کہ میں نے قاسم بن محمد سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جس کے پاس بہت سے مکانات تھے۔ اس نے ہر مکان کے ثلث کی وصیت کی۔ قاسم نے فرمایا۔ یہ سب ایک مکان میں

---

ھ مسلم ابوداؤد الادب ترمذی ابن نسائی سیر ھ مسلم الاقضیہ ابوداؤد السنۃ۔ ابن ماجہ السنۃ

[1] فتح الباری خامس ص ۳۰۲ [2] ثانی الاقضیہ باب نقض الامور الباطلۃ ص ۷۷

## بابٌ كَيْفَ يُكْتَبُ هٰذَا مَا صَالَحَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَفُلَانُ بْنُ فُلَانٍ

170

صلح نامہ کیسے لکھا جائے؟ یہ صلح نامہ فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں کے مابین ہے

وَإِنْ لَمْ يَنْسُبْهُ إِلَى قَبِيلَتِهِ أَوْ نَسَبِهِ۔ ص ۳۷۱

اگرچہ قبیلے اور نسب کا ذکر نہ ہو۔

**حدیث ۱۴۹۴** عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت براء (بن عازب) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ

جمع کر دیا جائے۔ مگر مسلم کا متن یہ ہے۔

من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو رد۔ جو ایسا عمل کرے جس پر ہمارا دین نہیں وہ مردود ہے۔

ابوالحسین بن خالد کی کتاب السنہ میں قصہ یوں مذکور ہے۔ سعد بن ابراہیم سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ فضل بن عباس بن عتبہ بن ابولہب نے ایک وصیت کی کچھ صدقہ کچھ میراث اور خلط ملط کر دیا۔ اور میں قاضی تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کیسے فیصلہ کروں تو میں نے قاسم بن محمد کے پہلو میں نماز پڑھی اور ان سے پوچھا۔ تو انھوں نے بتایا کہ تہائی میں وصیت نافذ کر دے۔ اور بقیہ میراث میں لوٹا دے۔ اس لئے کہ عائشہ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی۔ (الحدیث۔

یہ سعد بن ابراہیم حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پوتے ہیں۔ ان کے صاحبزادے کا بھی نام ابراہیم تھا۔ جو اس حدیث کے راوی ہیں مسلم کی روایت اور اس میں تعارض نہیں۔ اس روایت میں وصیت کو مبہم رکھا اور مسلم میں تفصیل ہے۔ البتہ حضرت قاسم کے جوابات میں تعارض ہے۔ مسلم کی روایت کے مطابق جواب کا حاصل یہ نکلا کہ ہر مکان کے ثلث دینے کے بجائے ہر مکان کے ثلث کی جو مقدار ہوتی ہے اسے اکٹھا ایک مکان میں دیدے۔ غالباً یہ اس بنا پر تھا کہ موصی لہم اور وارثین نے خود یہ تجویز رکھی ہو خواہ اس بنا پر کہ مکانوں کا ثلث موصی لہم کے لئے بیکار رہا ہو یا کسی اور وجہ سے۔

اور دوسری روایت میں جواب کا حاصل یہ ہے کہ کل ترکے کی تہائی وصیت میں دیدے بقیہ وارثین کو ——— وجہ تطبیق یہ ہے کہ غالباً حضرت قاسم نے پہلے ہی جواب دیا تھا۔ کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ ترکے میں صرف یہی مکانات رہے ہوں۔ تو انھوں نے ایک نباض فقیہ کا جواب دیا کہ کل ترکے کو دیکھ لو۔ اور اس کی تہائی میں وصیت نافذ کر دو۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد بتایا گیا ہو کہ ترکے میں صرف یہی مکانات ہیں۔ تو دوسرا جواب ارشاد فرمایا۔ روایتوں میں اختصار کی عادت سب کو معلوم ہے۔

**مالیس منہ** میلاد فاتحہ عرس وغیرہ کے مانعین ان چیزوں کے حرام و بدعت سیئہ ہونے پر اس حدیث سے بھی

---

۱ فتح الباری خامس ص ۳۰۲

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ذِی الْقَعْدَۃِ فَاَبٰی اَھْلُ مَکَّۃَ اَنْ یَّدَعُوْہُ یَدْخُلُ

تعالیٰ علیہ وسلم ذو قعدہ میں عمرہ کرنے چلے۔ اہل مکہ نے یہ پسند نہیں کیا کہ حضور کو مکے کے

مَکَّۃَ حَتّٰی قَاضَاھُمْ عَلٰی اَنْ یُّقِیْمَ بِھَا ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ فَلَمَّا کَتَبُوا الْکِتَابَ

اندر جانے دیں۔ یہاں تک کہ اس پر صلح ہوئی کہ تین دن مکے میں ٹھہریں گے۔ جب دستاویز

دلیل لاتے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کی خطائے فاحش ہے۔ اس لئے کہ مالیس منہ۔ سے مراد وہ نو ایجاد چیزیں ہیں۔ جو قرآن حدیث اجماع کے مخالف ہیں۔ یا اس کی کتاب وسنت سے کوئی اصل ظاہر یا خفی ملفوظ یا مستنبط نہ ہو۔ حضرت ملا علی قاری مرقاۃ میں لکھتے ہیں۔

ما احدث مما یخالف الکتاب او السنۃ او الاثر او الاجماع فھو ضلالۃ وما احدث من الخیر مما لا یخالف شیئا من ذلک فلیس بمذموم۔

کتاب اللہ یا سنت یا اثر یا اجماع کے مخالف جو چیز ایجاد کی جائے۔ تو وہ گمراہی ہے۔ اور جو چیز ان میں سے کسی کے مخالف نہیں۔ ان کا ایجاد کرنا مذموم نہیں۔

نیز اسی میں ہے۔

والمعنی ان من احدث فی الاسلام رایا لم یکن لہ من الکتاب والسنۃ سند ظاھر او خفی ملفوظ او مستنبط فھو مردود علیہ

اس کے معنی یہ ہیں جس نے اسلام میں ایسی رائے ایجاد کی جس کی کتاب وسنت سے کوئی ظاہر یا خفی ملفوظ یا مستنبط سند نہ ہو وہ اس پر رد کر دیجائے گی۔

بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ اچھی چیز کا ایجاد کرنا بھی باعث ثواب ہے اور اس پر عمل کرنا بھی حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے[1] کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اجورھم شیئ ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اوزارھم شیئ۔

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے اسکا ثواب ہے اور اس کے بعد جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے سب کا ثواب ہے، بغیر اسکے کہ ان کے ثواب میں کمی کیجائے۔ اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ نکالا اس پر اس کا گناہ ہے اور اسکے بعد جتنے لوگ اس پر عمل کریں سب کے برابر گناہ ہے بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کمی کیجائے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گزرا۔ کہ حسنہ اور سیئہ محمود ومذموم کی بنیاد یہ ہے کہ

---

[1] مسند امام احمد جلد خامس صـ۳۵۷ مسلم اول الزکوٰۃ ثانی العلم صـ۳۴۱ نسائی زکوۃ صـ۳۵۶ مشکوٰۃ صـ۳۳

كَتَبُوْا هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فَقَالُوْا

لکھا گیا۔ تو اس میں یہ لکھا گیا۔ یہ وہ ہے جو محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے، اہل مکہ نے اس پر

لَا نُقِرُّ بِهَا فَلَوْ نَعْلَمُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) مَا مَنَعْنَاكَ

یہ کہا ہم اس کا اقرار نہیں کریں گے۔ اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تو آپ کو

لٰكِنْ اَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ثُمَّ

روکتے نہیں — ہاں آپ محمد بن عبد اللہ ہیں۔ فرمایا میں رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبداللہ

قَالَ لِعَلِيٍّ اُمْحُ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا اَمْحُوْكَ اَبَدًا فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

بھی ہوں۔ پھر حضرت علی سے فرمایا۔ رسول اللہ مٹادے۔ انھوں نے عرض کیا اسے کبھی نہیں

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِتَابَ فَكَتَبَ هٰذَا مَا قَاضٰى مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ

مٹاؤں گا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ دستاویز لیا اور لکھا۔ یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ

جو چیزیں کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اثر یا اجماع کے مخالف ہوں وہ مذموم ہیں سیئہ ہیں۔ اور جو ان میں سے کسی کے مخالف نہیں وہ مذموم نہیں۔

اس لئے جو لوگ میلاد فاتحہ عرس کو بدعت سیئہ اور حرام کہتے ہیں یہ ان کے ذمہ ہے کہ بتائیں یہ چیزیں کس آیت یا کس حدیث یا کس اثر یا اجماع کے مخالف ہیں اور اگر یہ نہیں ثابت کر سکتے اور ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہرگز ہرگز نہیں ثابت کر سکتے۔ تو ان کا ان چیزوں کو حرام اور بدعت سیئہ کہنا شریعت پر افترا اور اپنے جی سے نئی شریعت گڑھنا ہے۔ تفصیل کیلئے اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد۔ اذاقۃ الآثام لمعانی المولد والقیام۔ انوار ساطعہ اور اثبات ایصال ثواب کا مطالعہ کریں۔

**تشریحات** ۱۴ ۹۴

صلح حدیبیہ کا پورا قصہ کتاب الشروط میں آئے گا۔ ذوقعدہ سنہ ۶ میں پہلی تاریخ کو دو شنبہ کے دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے سے عمرے کے ارادے سے مکہ معظمہ چلے۔ ذوالحلیفہ پہونچکر احرام باندھا۔ قربانی کے جانوروں کو قلادہ ڈالا اور اشعار کیا۔ اہل مکہ کو خبر ہوئی تو انھوں نے طے کر لیا کہ کسی قیمت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کو مکے آنے نہیں دیں گے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثنیۃ المرار پہونچے جو مکہ معظمہ سے پہلے ایک منزل کی دوری پر ہے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگوں نے ہر چند اٹھانا چاہا نہ اٹھی، کچھ لوگوں نے کہا کہ قصوا تھک گئی یہ سن کر حضور نے فرمایا۔ یہ تھکی نہیں ہے۔ اور نہ اس کی عادت ہے۔ مگر اسے (ابرہہ کے) ہاتھیوں کو روکنے والے

لَا يَدْخُلُ مَكَّةَ بِسِلَاحٍ اِلَّا فِي الْقِرَابِ وَاَنْ لَّا يَخْرُجَ مِنْ اَهْلِهَا بِاَحَدٍ

نے صلح کی ہے۔ کہ مکے میں تشریف لائیں گے تو کھلا ہتھیار ساتھ نہ رکھیں گے۔ اگر ہوگا

اِنْ اَرَادَ اَنْ يَّتَّبِعَهٗ وَاَنْ لَّا يَمْنَعَ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِهٖ اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّقِيْمَ بِهَا

تو میان میں اور اگر مکے والوں میں سے کوئی ان کے ساتھ جانا چاہے تو اسے نہیں لیجائیں گے

فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَى الْاَجَلُ اَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوْا قُلْ لِصَاحِبِكَ اُخْرُجْ عَنَّا

اور اگر ان کے اصحاب میں سے کوئی مکہ رہنا چاہے تو اسے منع نہیں کریں گے۔ جب حضور مکے

فَقَدْ مَضَى الْاَجَلُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبِعَتْهُمْ اِبْنَةُ حَمْزَةَ

تشریف لے گئے اور میعاد پوری ہونے کے قریب ہوئی تو اہل مکہ حضرت علی کے پاس آئے اور کہا اپنے

يَا عَمِّ يَا عَمِّ فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ فَاَخَذَ بِيَدِهَا وَقَالَ لِفَاطِمَةَ دُوْنَكِ

صاحب سے کہو یہاں سے تشریف لیجائیں۔ میعاد پوری ہو چکی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس ہوئے۔ اس

اِبْنَةَ عَمِّكِ حَمَلَتْهَا فَاخْتَصَمَ فِيْهَا عَلِيٌّ وَّزَيْدٌ وَّجَعْفَرٌ فَقَالَ عَلِيٌّ

وقت حضرت حمزہ کی بیٹی اے چچا اے چچا پکارتی ہوئی پیچھے لگ گئی اسے حضرت علی نے لے لیا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا

نے روک دیا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قریش جو بھی ایسی بات پیش کرینگے جس میں حرم کی تعظیم ہوگی میں قبول کر لوں گا۔

اس کے بعد لوگوں نے قصوا کو آواز دی تو اٹھ کھڑی ہوگئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے انتہائی سرے پر حرم کے قریب آکر پڑاؤ ڈالا۔ اور یہیں وہ تاریخی صلح ہوئی جس کی ہر دفعہ مسلمانوں کے لئے مغلوبانہ تھی مگر اللہ عزوجل نے اسے فتح مبین کہا۔ بعد کے واقعات نے دنیا کو دکھا دیا کہ واقعی وہ فتح مبین تھی ارباب سیر نے لکھا کہ اس مدت میں اتنے زیادہ لوگ مسلمان ہوئے کہ اسلام کے گزشتہ انیس سالوں میں نہ ہوئے تھے۔ حضرت خالد بن ولید سیف اللہ فاتح شام، حضرت عمرو بن عاص فاتح مصر انھیں ایام میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

صلح نامہ کی کتابت کے بعد تین دن تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں قیام فرمایا۔ قربانی کے جانور ذبح کئے اور احرام کھولا۔

**فکتب** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُمی تھے۔ دنیا میں کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا، اسلئے شارحین نے اس کی توجیہ یہ کی ہے۔ کہ یہ اسناد مجازی ہے حضور نے حضرت علی کو لکھنے کا حکم دیا۔

اَنَا اَحَقُّ بِهَا وَهِيَ بِنْتُ عَمِّيْ وَقَالَ جَعْفَرٌ بِنْتُ عَمِّيْ وَخَالَتُهَا تَحْتِيْ

اور حضرت فاطمہ سے کہا لو یہ تمہارے چچا کی بچی ہے حضرت سیدہ نے اسے گود میں لے لیا۔ اس کے بارے میں

وَقَالَ زَيْدٌ بِنْتُ اَخِيْ فَقَضٰى بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا

علی زید اور جعفر نے اپنا اپنا دعویٰ پیش کیا۔ حضرت علی نے کہا۔ یہ میرے چچا کی بچی ہے اور حضرت جعفر نے کہا یہ میرے

وَقَالَ اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ وَقَالَ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْكَ وَقَالَ

چچا کی بچی ہے اور اس کی خالہ میری زوجیت میں ہے اور حضرت زید نے کہا۔ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ

اور ان سے لکھوایا۔ مگر بہت سے محققین نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اتنا جملہ خود تحریر فرمایا تھا۔ اور یہ بطور اعجاز تھا۔

**فتبعتهم** اسد اللہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان صاحبزادی کا نام عمارہ یا امامہ تھا۔ ان کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت عمیس تھا۔ انھوں نے، اے میرے چچا اے میرے چچا پکارا۔ یہ یا تو اہل عرب کی عادت کے مطابق تھا کہ اپنے سے بڑے کو چچا کہتے تھے۔ یا اس بنا پر کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں نے ابو لہب کی لونڈی ثوبیہ کا دودھ پیا تھا۔ یا انھوں نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکارا تھا۔ جن کے اور حضرت حمزہ کے مابین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مواخاۃ قائم کی تھی، حضرت جعفر بن ابو طالب کی زوجیت میں ان کی خالہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔

**انت اخونا ومولانا** اخوت سے مراد دینی اخوت ہے۔ اور یہ از راہ خرد نوازی فرمایا۔ اس لئے سند نہیں۔ مولیٰ کے معنی آزاد کردہ غلام کے ہیں اور محبوب کے بھی۔ یہ سن کر حضرت زید خوشی میں رقص کرنے لگے[1]

**مطابقت باب** باب کا حاصل یہ تھا۔ کہ صلح کے دستاویز میں فریقین کے قبیلے اور نسب نامے کو تحریر کرنا ضروری نہیں۔ یہ ضروری ہے کہ فریقین کے نام اس طرح لکھے جائیں کہ اشتباہ باقی نہ رہے۔ نام نامی کے ساتھ رسول اللہ۔ لکھنے سے اشتباہ بالکلیہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے پہلے یہی تحریر کرایا۔ حتیٰ کہ والد ماجد کا نام نامی بھی نہیں لکھوایا۔ مگر جب ان جاہل معاندین کو اعتراض ہوا تو ابن عبد اللہ لکھوایا چونکہ محض اتنے ہی سے اشتباہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے نہ قبیلہ لکھوایا نہ نسب نامہ۔ لیکن اگر کسی کا مشہور وصف نہ ہو اور محض باپ کے نام سے پورا امتیاز نہ ہوتا ہو تو دادا پر دادا جتنے سے امتیاز کلی حاصل ہو لکھوانا ضروری ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری ثالث عشر ص ۲۷۷

لِجَعْفَرٍ اَشْبَهْتَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ وَقَالَ لِزَیْدٍ اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا۔

علیہ وسلم نے خالہ کے حق میں فیصلہ کر دیا اور فرمایا خالہ بمنزلہ ماں ہے اور حضرت علی سے فرمایا تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور حضرت جعفر سے فرمایا تم میری صورت اور سیرت میں مشابہ ہو اور حضرت زید سے فرمایا۔ تم میرے بھائی اور مولیٰ ہو۔

## بَابُ الصُّلْحِ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ ص۳۷۲ مشرکین کے ساتھ صلح

**حدیث ۱۴۹۵**

عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ مِنْ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ صَالَحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُشْرِكِيْنَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ

نے مشرکین سے یوم حدیبیہ تین شرطوں پر صلح کی (اول) اگر مشرکین میں سے کوئی حضور کی

عَلٰی ثَلٰثَةِ اَشْيَاءَ عَلٰی اَنَّ مَنْ اَتَاہُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ رَدَّہٗ اِلَيْهِمْ وَمَنْ

خدمت میں آئے گا تو اسے واپس کر دیں گے (دوم) مسلمانوں میں سے جو مشرکین

اَتَاهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ لَمْ يَرُدُّوْہُ وَعَلٰی اَنْ يَّدْخُلَهَا مِنْ قَابِلٍ

کے پاس آئے تو وہ واپس نہیں کریں گے۔ (سوم) مکے میں سال آئندہ آئیں گے اور صرف

ہمارے زمانہ میں سکونت بقید محلہ لکھتے ہیں یہ بھی امتیاز کے لئے ہے۔

سہیلی نے لکھا ہے کہ اس دستاویز کی دو کاپیاں کی گئی تھیں۔ ایک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تھی اور دوسری سہیل کو دی گئی جو اہل مکہ کا نمائندہ تھا۔ اس پر بحیثیت گواہ حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور محمد بن مسلمہ کے دستخط تھے۔ اور اہل مکہ کی جانب سے مکرز بن حفص اور حویطب بن عبدالعزیٰ کے دستخط تھے۔[1]

**تشریحات ۱۴۹۵**

جُلُبَّان۔ جُلُبٌّ۔ ایک قسم کا تھیلا جسے مسافر اپنے ساتھ رکھتا تھا جس میں ہتھیار اور ضروری سامان رکھتا تھا۔ قِراب تلوار کی نیام۔

صلح حدیبیہ کی تمام احادیث پر غور کرنے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ شرط کی اس دفعہ کی تشریح یہ تھی۔ کہ ہتھیاروں میں صرف تلوار لے کر آئیں گے۔ اور تلوار بھی نیام میں ہوگی جو تھیلے میں رکھی ہوگی چھپی ہو نظر

---

[1] الجہاد باب المصالحۃ علی ثلثۃ ایام ص۴۵۲ المغازی باب عمرۃ القضاء ص۶۱۰ مسلم المغازی ابوداؤد الحج ترمذی [2] عمدۃ القاری ثالث عشر ص۲۷۷

وَيُقِيمُ بِهَا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَلَا يَدْخُلُهَا اِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ وَالسَّيْفِ

تین دن ٹھہریں گے اور مکے میں ہتھیار تلوار کمان کے تھیلے کے ساتھ آئیں گے۔

وَالْقَوْسِ وَنَحْوِهٖ وَجَاءَ اَبُوْجَنْدَلٍ يَحْجُلُ فِيْ قُيُوْدِهٖ فَرَدَّ اِلَيْهِمْ قَالَ

اور ابو جندل اپنی بیڑیوں میں دونوں پاؤں سے کودتے ہوئے آئے تو انھیں

اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يَذْكُرْ مُؤَمِّلٌ عَنْ سُفْيَانَ اَبَاجَنْدَلٍ وَقَالَ اِلَّا

واپس کر دیا۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا۔ مؤمل نے سفیان سے جو روایت کی ہے

بِجُلُبِّ السِّلَاحِ۔

اسمیں ابو جندل کا ذکر نہیں اور انھوں نے بجلب السلاح کہا ہے۔

**حدیث ۱۴۹۶**

عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهٗ

علیہ وسلم عمرے کے لئے چلے تو قریش کے کفار حضور اور بیت اللہ کے مابین حائل ہو گئے

وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ هَدْيَهٗ وَحَلَقَ رَاْسَهٗ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَقَاضَاهُمْ

حضور نے حدیبیہ ہی میں قربانی کر لی اور سر مونڈ لیا۔ اور ان سے اس شرط پر

نہ آئے گی۔

يَحْجُلُ۔ چکور کی طرح چلنا۔ حَجَلٌ کے معنی چکور کے ہیں۔ بیڑی پہنے ہوئے دونوں پاؤں ایک ساتھ اٹھا کر کودنا۔ یہی معنی یہاں مراد ہیں۔

**ابوجندل** یہ سہیل بن عمرو کے فرزند تھے۔ جو قریش کے نمائندے تھے۔ اور جس نے صلح کرائی۔ یہ مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ اسلئے ان کے باپ نے ان کو قید کر کے پاؤں میں بیڑی ڈالدی تھی۔ موقع پاکر کسی طرح حدیبیہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس وقت تک صلحنامہ مکمل نہیں ہوا تھا۔ سہیل نے انھیں دیکھا تو ان کا گریبان پکڑ کر گھسیٹنا شروع کر دیا۔ اور وہ مسلمانوں سے فریاد کرنے لگے۔ بالآخر ان کو واپس کر دیا گیا۔

اصابہ میں ہے کہ یہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ غزوہ بدر میں مشرکین کے ساتھ آئے تھے۔ مگر لشکر اسلام

عَلٰی اَنْ یَّعْتَمِرَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ وَلَا یَحْمِلُ سِلَاحًا عَلَیْھِمْ اِلَّا سُیُوْفًا

صلح کی کہ سال آئندہ عمرہ کریں گے اور تلوار کے سوا کوئی ہتھیار نہیں لائیں گے اور اتنا ہی ٹھہریں گے جتنا

وَّلَا یُقِیْمُ بِھَا اِلَّا مَا اَحَبُّوْا فَاعْتَمَرَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَدَخَلَھَا کَمَا کَانَ صَالَحَھُمْ

قریش چاہیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سال آئندہ عمرہ فرمایا۔ اور صلح کے مطابق مکہ

فَلَمَّا اَقَامَ بِھَا ثَلٰثًا اَمَرُوْا اَنْ یَّخْرُجَ فَخَرَجَ۔[1]

تشریف لے گئے جب تین دن قیام فرمایا تو انھوں نے مطالبہ کیا کہ چلے جائیں تو واپس ہو گئے

**حدیث ۱۴۹۷**

عَنْ سَھْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ انْطَلَقَ

سہل بن ابو حثمہ نے کہا۔ عبد اللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود بن زید

میں چلے آئے اور قید ہو گئے۔ قریش انھیں مکہ لے گئے اور جتنی ہو سکتی تھی اذیتیں دیں۔ فتح مکہ کے موقع پر انکے والد نے گھر کا دروازہ بند کر لیا۔ اور انھیں کو بھیجکر اپنے لئے امان طلب کی پھر مشرف باسلام ہوئے۔

حضرت ابو جندل جنگ یمامہ میں بھی شریک ہوئے اس وقت ان کی عمر اڑتیس سال تھی۔

ان کے والد سہیل بن عمرو وہ ہیں جو مکے کے رؤسا میں تھے۔ بہت فصیح بلیغ شعلہ نوا خطیب تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف لوگوں کو ابھارتے رہتے تھے۔ ان کی بھی ہلاکت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قنوت میں دعا کی تھی۔

جنگ بدر میں گرفتار ہو گئے تھے۔ حضرت عمر نے عرض کیا۔ اجازت دیں کہ اس کے اگلے دانت نکال دوں کہ پھر ہمارے خلاف لوگوں کو بھڑکا نہ سکے۔ فرمایا رہنے دو۔ ایک دن یہ تم کو خوش کرے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مکے میں کچھ لوگ مرتد ہو گئے۔ اور شورش پھیلنے کا اندیشہ تھا۔ تو انھوں نے مکے میں خطبہ دیا اور وہی کلمات کہے جو مدینے میں حضرت صدیق اکبر نے تاریخی خطبے میں ارشاد فرمائے تھے۔

جو محمد کی پرستش کرتا تھا تو سن لے وہ دنیا سے تشریف لے گئے اور جو اللہ کی پرستش کرتا تھا وہ سن لے اللہ حی لا یموت ہے۔

اور لوگوں کو اختلاف اور فساد سے روکا۔ جس میں وہ کامیاب ہوئے۔ اس طرح وہ غیب کی خبر سچی ہوئی جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی تھی۔

اخیر عمر میں شام جہاد کے لئے گئے۔ اور وہیں طاعون عمواس میں واصل بحق ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

---

[1] ثانی المغازی باب عمرۃ القضاء ص۶۱۰

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ وَّ مُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُوْدِ بْنِ زَيْدٍ اِلٰى خَيْبَرَ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ[۱]

خیبر گئے ان دنوں خیبر والوں سے صلح تھی۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ اِبْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حسن بن علی سے یہ ارشاد۔ میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں

وَ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ وَ قَوْلِهٖ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا[۲]

کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائیگا اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ان کے درمیان صلح کرادو۔

**حدیث ۱۴۹۸**

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ اِسْتَقْبَلَ وَاللّٰهِ الْحَسَنُ بْنُ

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں۔ حسن بن علی معاویہ کے مقابلے میں

ان کے اوپر کا ہونٹ کٹا تھا جسے۔ اعلم۔ کہتے ہیں۔ اگر ان کے اگلے دانت نکال دیئے جاتے تو پھر بول نہ پاتے۔

**تشریحات ۱۴۹۷**

دوسرے ابواب میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ کچھ انصار کرام جن میں عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود بھی تھے۔ تلاش معاش کے لئے خیبر گئے۔ عبداللہ تنہا کھجوروں کے باغ میں چلے گئے۔ انھیں کسی نے قتل کرکے ایک گڑھے میں پھینک دیا۔ اس کی اطلاع جب محیصہ کو ہوئی تو جاکر دیکھا کہ وہ خون میں لتھڑے ہوئے مردہ پڑے ہیں۔ محیصہ یہود کے پاس آئے اور پوچھا۔ انھوں نے کہا۔ بخدا تم نے اسے قتل کردیا ہے۔ انھوں نے مدینہ واپس ہوکر اپنے قبیلے والوں کو بتایا۔ تو محیصہ اور ان کے بھائی حویصہ اور عبدالرحمٰن بن سہل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ محیصہ نے بات کرنی چاہی تو فرمایا۔ بڑا بڑا۔ یعنی بڑا بھائی بات کرے۔ ان کے بھائی حویصہ ان سے بڑے تھے۔ اس پر حویصہ نے ماجرا سنایا۔ پھر محیصہ نے بات کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہود یا تو دیت دیں یا لڑائی کا اعلان قبول کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود کو لکھا۔ انھوں نے جواب میں کہا۔ ہم نے انھیں قتل نہیں کیا ہے اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا۔ قسم کھالو تو دیت کے مستحق ہوگے۔ ان لوگوں نے عرض کیا۔ ہم نے جب دیکھا نہیں تو قسم نہیں کھائیں گے۔ فرمایا۔ تو اب یہود قسم کھائیں گے کہ ہم نے قتل نہیں کیا ہے۔ ان لوگوں نے عرض کیا وہ مسلمان نہیں جھوٹی قسم کھالیں گے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے

---

[۱] الجہاد باب الموادعۃ والمصالحۃ مع المشرکین ص۴۵۰ ثانی الادب باب اکرام الکبیر ص۹۰۷ الدیات باب القسامۃ ص۱۰۱۹ الاحکام باب کتاب الحاکم الی عمالہ ص۱۰۶۷ مسلم الحدود ابوداؤد الدیات ترمذی دیات۔ نسائی القضا والقسامۃ۔ ابن ماجہ الدیات۔

عَلٰی مُعَاوِیَۃَ بِکَتَائِبَ اَمْثَالِ الْجِبَالِ فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ اِنِّیْ لَاَرٰی
پہاڑوں کے مثل لشکر لے کر آئے۔ تو عمرو بن عاص نے کہا۔ میں ایسے لشکر کو دیکھ رہا ہوں
کَتَائِبَ لَا تُوَلِّیْ حَتّٰی تَقْتُلَ اَقْرَانَھَا فَقَالَ لَہٗ مُعَاوِیَۃُ وَکَانَ وَاللّٰہِ خَیْرُ
کہ جب تک اپنے تمام مقابل کو قتل نہیں کرے گا۔ جائیگا نہیں۔ اس پر معاویہ نے کہا اور یہ
الرَّجُلَیْنِ اَیْ عَمْرُو اِنْ قُتِلَ ھٰؤُلَاءِ ھٰؤُلَاءِ وَھٰؤُلَاءِ ھٰؤُلَاءِ مَنْ لِیْ بِاُمُوْرِ النَّاسِ
دونوں میں بہتر تھے اے عمرو اگر ان لوگوں نے ان لوگوں کو اور ان لوگوں نے ان لوگوں کو قتل کر دیا تو لوگوں
مَنْ لِیْ بِنِسَاءِھِمْ مَنْ لِیْ بِضَیْعَتِھِمْ فَبَعَثَ اِلَیْہِ رَجُلَیْنِ مِنْ قُرَیْشٍ مِّنْ
پر حکومت کرنے کے لئے میرے پاس کون ہوگا۔ میرے پاس عورتوں کی دیکھ بھال کرنے والا
بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَۃَ وَعَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَامِرٍ فَقَالَ اِذْھَبَا
کون ہوگا۔ زمینوں کے لئے میرے پاس کون ہوگا۔ انھوں نے قریش کی شاخ بنی عبد شمس
اِلٰی ھٰذَا الرَّجُلِ فَاعْرِضَا عَلَیْہِ وَقُوْلَا لَہٗ اطْلُبْ اِلَیْہِ فَاَتَیَاہُ فَدَخَلَا عَلَیْہِ
کے دو شخص عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر کو حسن مجتبیٰ کے پاس بھیجا۔ ان سے کہا اس شخص کے
سو اونٹنیاں دیت کی ادا فرمادی۔ یہ گھر لائی گئیں۔ سہل نے کہا۔ ان میں سے ایک اونٹنی نے مجھے پاؤں سے
کچل دیا۔

**وھی یومئذ صلح** خبر کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بزور شمشیر فتح فرمایا تھا۔ مگر از راہ کرم انھیں وہیں رہنے دیا اور آراضی بھی انھیں کو دیدیں کہ اس میں کام کریں اور پیداوار میں نصف ہمیں دیا کریں۔ اسی کو راوی نے صلح سے تعبیر کیا ہے۔

**تشریحات** کتاب الفتن میں ابتداء میں یہ زائد ہے۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں۔ میں نے اسرائیل ابو موسیٰ سے کوفے میں ملاقات کی اور وہ ابن شبرمہ کے پاس آئے تھے۔ انھوں نے ابن شبرمہ سے کہا مجھے عیسیٰ کے پاس لے چلو تاکہ میں اسے نصیحت کروں مگر ابن شبرمہ کو خوف ہوا اور وہ عیسیٰ کے پاس لے نہیں گئے۔ آ اسرائیل ابو موسیٰ نے یہ حدیث بیان کی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت معاویہ نے حضرت عمرو بن العاص سے کہا۔ مسلمانوں کے بچوں کے لئے کون ہوگا؟ تو حضرت عمرو بن العاص نے کہا۔ میں۔ اور یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر نے امیر معاویہ سے خود کہا تھا۔ کہ ہم جاتے ہیں اور صلح کی بات چیت کرتے ہیں۔

**اسرائیل ابو موسیٰ** ان کا نام اسرائیل ہے۔ اور باپ کا نام موسیٰ۔ باپ کے نام پر ان کی کنیت ہے۔

فَتَكَلَّمَا وَقَالَا لَهُ وَطَلَبَا إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُمَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِنَّا بَنُو عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

پاس جاؤ اور اس کے سامنے صلح پیش کرو اور اس سے بات کرو اور اسے صلح کی طرف بلاؤ۔ یہ دونوں حسن

قَدْ أَصَبْنَا مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَإِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ قَدْ عَاثَتْ فِي دِمَاءِهَا قَالَا فَإِنَّهُ

مجتبیٰ کی خدمت میں آئے اور ان کے پاس گئے اور ان سے بات کی اور صلح کی فرمائش کی۔ اس پر

يَعْرِضُ عَلَيْكَ كَذَا وَكَذَا وَيَطْلُبُ إِلَيْكَ وَيَسْأَلُكَ قَالَ فَمَنْ لِي بِهٰذَا قَالَا

حسن مجتبیٰ نے کہا۔ ہم بنو عبد المطلب ہیں۔ ہم نے یہ مال پایا ہے اور یہ قوم اپنے خون میں لتھڑی ہوئی

نَحْنُ لَكَ بِهِ فَمَا سَأَلَهُمَا شَيْئًا إِلَّا قَالَا نَحْنُ لَكَ بِهِ فَصَالَحَهُ۔ قَالَ

ہے۔ ان دونوں نے کہا۔ وہ (معاویہ) آپ کی خدمت میں اتنا اتنا پیش کرتے ہیں اور صلح کے طالب

الْحَسَنُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَةَ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ہیں صلح کا سوال کرتے ہیں۔ فرمایا اس کا کون ضامن ہے دونوں نے عرض کیا ہم ضامن ہیں۔ امام حسن مجتبیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلٰى جَنْبِهِ وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ

جو بھی سوال کرتے سب کے جواب میں یہ دونوں یہی کہتے۔ اس کے ذمہ دار ہیں پس امام حسن نے صلح کر لی — اور

یہ ہندوستان تجارت کیلئے آیا کرتے تھے۔ اور یہیں اقامت پذیر ہو گئے۔

**ابن شبرمہ** ان کا نام عبد اللہ ہے۔ یہ ابو جعفر مہدی کے عہد میں کوفے کے قاضی تھے۔ بہت متقی فقیہ تھے۔ ۱۴۴ھ میں فوت ہوئے۔

**عیسی** یہ مہدی بادشاہ کا بھائی تھا۔ اور کوفے کا والی۔ بہت سخت گیر اور ظالم تھا۔ اس لئے ابو موسیٰ نے اسے نصیحت کرنی چاہی۔ مگر ابن شبرمہ نے مناسب نہیں جانا۔ اسلئے ملاقات نہیں کرائی۔

**واقعہ** دومۃ الجندل میں واقعہ تحکیم کے بعد حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفے واپس تشریف لائے۔ اور اہل شام سے فیصلہ کن جنگ کی تیاری فرمانے لگے۔ مگر خوارج کے فتنے کے استیصال میں مشغول ہو گئے۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد پھر اہل شام کی بغاوت کچلنے کیلئے تیاریاں شروع کر دیں۔ یہانتک کہ چالیس ہزار جانبازوں نے ان کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی۔ مگر اسی اثنا شہید کر دیئے گئے۔

پھر کوفے کی جامع مسجد میں حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر علانیہ خلافت کی بیعت عامہ ہوئی۔ اس کی اطلاع جب شام پہونچی تو حضرت معاویہ پوری تیاری کے ساتھ کوفے کی جانب بڑھے۔ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ مدائن پہونچکر خیمہ زن ہو گئے۔ چالیس ہزار جوانمردوں کا لشکر جرار ہمراہ تھا۔ مگر اپنے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی

مَرَّةً وَعَلَيْهِ أُخْرَى فَيَقُوْلُ إِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُّصْلِحَ

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے سنا وہ کہتے تھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا اور

بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ؕ

حسن بن علی حضور کے پہلو میں تھے۔ حضور کبھی مجمع کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی ان کی طرف۔ اور فرماتے۔ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اللہ عزوجل اسکے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

## بَابٌ هَلْ يُشِيْرُ الْإِمَامُ بِالصُّلْحِ ص۳۷۳

کیا امام صلح کا اشارہ کر سکتا ہے۔

**حدیث ۱۴۹۸**

عَنْ أَبِي الرِّجَالِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أُمَّهٗ عَمْرَةَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

پیشین گوئی کے مطابق اپنے حق سے عارضی طور پر دست بردار ہو کر ربیع الاول ۴۱ھ میں بشرائط حضرت معاویہ سے صلح کر لی۔

صلح کی دفعات میں سب سے اہم دفعہ یہ تھی۔ کہ حضرت معاویہ کے انتقال کے بعد خلافت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف لوٹ آئے گی۔ مگر اللہ عزوجل کی شان بے نیازی کہ حضرت معاویہ کی حیات ہی میں شہید کر دیئے گئے۔

اس صلح پر پوری دنیائے اسلام باغ باغ ہو گئی۔ اور اس سال کا نام سنۃ الجماعۃ رکھا گیا۔

**بکتائب** کتیبۃ کی جمع ہے۔ بمعنی لشکر۔ لشکر کو کتیبہ اس لئے کہتے ہیں کہ سب فوجیوں کے نام ایک دفتر میں لکھے ہوتے ہیں۔

امثال الجبال کا مطلب یہ ہے کہ پہاڑ کی طرح اتنا بڑا لشکر تھا کہ اس کا اخیر سرا نظر نہیں آتا تھا۔ جیسے پہاڑ دیکھو تو سامنے کا حصہ دکھائی دیگا مگر اخیر سرا نظر نہیں آئے گا۔

**خیر الرجلین** حضرت معاویہ کو خیر الرجلین اسلئے کہا۔ کہ حضرت عمرو بن عاص اب بھی جنگ کے حق میں تھے۔ جب حضرت معاویہ نے یہ کہا مسلمانوں کے بچوں کا کون ہوگا۔ تو انھوں نے کہا۔ میں۔

**من المسلمین** یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔ کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہزار اختلاف اور صفین جیسی خونریز ہلاکت خیز جنگ کے باوجود جس میں پینتالیس ہزار مسلمان مارے گئے تھے۔ اور اب بھی حضرت معاویہ اسی قسم بلکہ اس سے سخت جنگ کے لئے آمادہ تھے وہ اور ان کے ساتھی مسلمان ہی تھے۔ منافق یا کافر نہیں ہو گئے۔

اس حدیث سے قطع نظر خود امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل کہ انھوں نے قوت ہوتے ہوئے بلا جبر و اکراہ صرف مسلمانوں کو خون خرابہ سے بچانے کے لئے خلافت حضرت معاویہ کو سپرد فرمادی۔ یہ اسکی دلیل ہے کہ حضرت معاویہ

---

عہ علامات النبوۃ ص ۵۱۲ مناقب الحسن والحسین ص ۵۳ ثانی الفتن باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للحسن بن علی ص ۱۰۵۳۔ ابو داؤد السنۃ۔ ترمذی مناقب۔ نسائی الصلوٰۃ المناقب عمل الیوم واللیلۃ۔

بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

نے دروازے پر جھگڑنے والوں کی آوازیں سنیں جو آوازیں بلند کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک دوسرے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ خُصُوْمٍ بِالْبَابِ عَالِيَةً اَصْوَاتُهُمَا

سے کم کرنے کو کہہ رہا ہے اور کسی معاملے میں نرمی طلب کر رہا ہے۔ اور دوسرا کہہ رہا ہے

وَاِذَا اَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الْاٰخَرَ وَيَسْتَرْفِقُهُ فِيْ شَيْءٍ وَهُوَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَا اَفْعَلُ

کہ واللہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے

خَرَجَ عَلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيْنَ الْمُتَاَلِّيْ عَلَى اللّٰهِ

اور فرمایا۔ کہاں ہے وہ جو اللہ کی قسم کھا رہا ہے کہ اچھا کام نہیں کروں گا۔ اس نے عرض کیا۔

لَا يَفْعَلُ الْمَعْرُوْفَ فَقَالَ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَهٗ اَيُّ ذٰلِكَ اَحَبَّ[1]

یارسول اللہ میں ہوں۔ اس کے لئے وہ ہے جو پسند کرے۔

سچے مومن تھے۔ اگر معاذ اللہ وہ منافق ہوتے تو امام حسن مجتبیٰ کبھی بھی اتنی آسانی سے انھیں خلافت سپرد نہ فرماتے۔

**تشریحات ۱۲۹۸** اس حدیث کے راوی محمد بن عبد الرحمٰن کی کنیت ابو الرجال ہے۔ کیونکہ ان کے دس لڑکے ہوئے اور سب جوان ہوئے۔

خصوم۔ خصم کی جمع ہے۔ اور یہ جمع اس اعتبار سے ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک اقل جمع دو ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ـــــ کہ وہ کہاں ہے جو اللہ کی قسم کھاتا ہے کہ اچھا کام نہیں کرے گا۔ یہ صلح کی طرف اشارہ ہے۔

**فَلَهٗ اَيُّ ذٰلِكَ اَحَبَّ** مقروض کا مطالبہ تھا۔ کہ یا تو کچھ کم کر دو یا نرمی کرو یا کچھ اور مہلت دو۔ صاحب حق نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشارے کے مطابق مقروض کو اختیار دیدیا۔ یہ ان دو باتوں میں جو پسند کرے اسے منظور کرتا ہوں۔

**تشریحات ۱۲۹۹** تکمیل۔ کتاب الجہاد کی روایتوں میں یہ زائد ہے۔ جانور پر سوار ہونے میں کسی کی مدد کرنی اور سوار کرا دینا یا سامان اٹھا کر سوار کو دینا صدقہ ہے۔ اور اچھی بات صدقہ ہے۔ اور نماز

[1] مسلم۔ الشرکۃ

## بَابُ فَضْلِ الْاِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ وَالْعَدْلِ بَيْنَهُمْ ص۳۷۳

لوگوں کے درمیان صلح کرانے اور لوگوں کے ساتھ انصاف کی فضیلت۔

**حدیث ۱۴۹۹**

عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا۔ کہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سُلَامٰی مِنَ النَّاسِ عَلَیْهِ صَدَقَةٌ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روزانہ سورج نکلتے ہی انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے

كُلَّ یَوْمٍ تَطْلُعُ فِیْهِ الشَّمْسُ یَعْدِلُ بَیْنَ النَّاسِ صَدَقَةٌ۔ ؎

اور لوگوں کے مابین انصاف کرنا بھی صدقہ ہے۔

کے لئے جتنے قدم چلے ہر قدم صدقہ ہے۔ راستہ بتانا صدقہ ہے۔ اور راستے سے ایذا دینے والی چیز ہٹانا صدقہ ہے۔

**سلامی** ہڈیوں کے جوڑ کو سلامی کہتے ہیں۔ اور یہ تین سو ساٹھ جوڑ ہیں[۱] یہ واحد اور جمع دونوں کیلئے آتا ہے۔ بدن کے جوڑ اللہ عزوجل کی عظیم نعمت اور حیرت انگیز صنعت ہے۔ انھیں جوڑوں کی وجہ سے جاندار چلتا پھرتا ہے ہلتا جلتا ہے۔ اور ہر نعمت پر شکر واجب خصوصاً بڑی نعمتوں پر اسلئے فرمایا کہ ہر جوڑ پر صدقہ ہے۔ ہونا تو چاہیئے تھا واجب مگر یہ اس ارحم الراحمین کا کرم ہے کہ واجب نہیں فرمایا۔ اس حدیث میں صدقہ سے مراد کار خیر اور کار ثواب ہے

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدا عجاز تک پہنچی ہوئی بلاغت کا نمونہ یہ حدیث بھی ہے۔ پہلے فرمایا۔ کہ انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے۔ مگر انسان اپنی ضروریات میں مصروف ہونے کی وجہ سے اس کی استطاعت نہیں رکھتا۔ تو فرمایا۔ یہ بھی صدقہ ہے یہ بھی صدقہ ہے۔ یہ کام انتہائی آسان ہے اور معمولی۔ ہر شخص بآسانی کر سکتا ہے۔ نیت بخیر ہو تو سب کار ثواب ہے۔ مسلم[۲] کی ایک حدیث میں ہے اپنی زوجہ کے ساتھ ہمبستری بھی صدقہ ہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کوئی اپنی خواہش پوری کرے تو اسے ثواب ہوگا تو حضور نے فرمایا۔ بتاؤ اگر حرام کاری کرے تو گناہ ہے اور اسی طرح جب حلال طریقہ اختیار کرے تو ثواب ہے

---

؎ الجہاد فضل من حمل متاع غیرہ فی السفر ص۴۰۴ باب من اخذ بالرکاب ونحوہ ص۴۱۹ مسلم الزکوٰۃ۔

[۱] مسلم الزکوٰۃ باب بیان ان اسم الصدقہ یقع علی کل نوع من المعروف ص۳۲۵ ع۲ ایضا

# کتاب الشروط ص۳۷۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## باب ما یجوز من الشروط والاحکام والمبایعۃ ص۳۷۴

اسلام میں کون کون سی شرطیں جائز ہیں۔ اور احکام و مبایعت کا بیان۔

**حدیث ۱۵۰۰**

اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّہٗ سَمِعَ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مخرمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یُخْبِرَانِ عَنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا کَاتَبَ سُھَیْلُ بْنُ عَمْرٍو یَوْمَئِذٍ کَانَ

مروان بن حکم اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے خبر دی۔ کہا۔ جب اس دن سہیل بن عمرو نے لکھوایا۔ سہیل بن عمرو نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ شرط بھی رکھی۔ کہ اگر ہم میں سے

**تشریحات ۱۵۰۰**

وامتعضوا۔ اس کا مادہ معض ہے۔ جس کے معنی غضبناک ہونا۔ شاق ہونا۔ گراں گزرنا ہے۔

شرائط کی یہ دفعہ۔ کہ مکے والوں میں سے کوئی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے گا تو واپس کرنا ہوگا۔ صرف مردوں کے لئے تھی۔ عورتیں اس سے مستثنیٰ تھیں۔ اسی وجہ سے ام کلثوم اور دوسری ہجرت کرنے والی عورتوں کو واپس نہیں فرمایا۔ سورہ ممتحنہ کی وہ آیتیں جن کا تذکرہ اس حدیث میں ہے۔ یہ ہیں۔

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنا گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان لو۔ اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے۔ امتحان کے بعد تمہیں ایمان والی معلوم ہوں تو انھیں کافروں کو واپس نہ کرو۔ نہ یہ انھیں حلال نہ وہ انھیں حلال۔ اور ان کے کافر شوہروں کو وہ دیدو جو ان کا خرچ ہوا ہو۔ اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کرلو۔ جب انکے مہر انھیں دو۔ اور کافر عورتوں کے نکاح پر جمے نہ رہو۔ اور جو تمہارا خرچ ہوا ہو ان سے مانگ لو جو کافروں کا خرچ ہوا ہو وہ مانگ لیں۔ یہ اللہ کا حکم ہے وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ جاننے والا

فِيمَا اشْتَرَطَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
کوئی آپ کے پاس جائے اگرچہ آپ کے دین پر ہو اسے ہماری طرف ضرور لوٹا دیں۔ اور
اَنَّهٗ لَا يَاْتِيْكَ مِنَّا اَحَدٌ وَّاِنْ كَانَ عَلٰى دِيْنِكَ اِلَّا رَدَدْتَّهٗ اِلَيْنَا
ہمارے اور اس کے بیچ سے ہٹ جائیں۔ مسلمانوں نے اس شرط کو ناپسند کیا اور غضبناک
وَخَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ فَكَرِهَ الْمُؤْمِنُوْنَ ذٰلِكَ وَامْتَعَضُوْا مِنْهُ وَاَبٰى
ہو گئے۔ اور سہیل نہیں مانا۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے لکھوایا۔ اور اس دن
سُهَيْلٌ اِلَّا ذٰلِكَ فَكَاتَبَهٗ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ذٰلِكَ
ابو جندل کو ان کے باپ سہیل بن عمرو کو واپس دیدیا۔ اور اس مدت میں مردوں
فَرَدَّ يَوْمَئِذٍ اَبَا جَنْدَلٍ اِلٰى اَبِيْهِ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو وَلَمْ يَاْتِهٖ مِنَ الرِّجَالِ
میں سے جو بھی حضور کے پاس آیا اسے واپس کر دیا اگرچہ مسلمان رہا ہو۔ اور مسلمان عورتیں
اِلَّا رَدَّهٗ فِيْ تِلْكَ الْمُدَّةِ وَاِنْ كَانَ مُسْلِمًا وَجَاءَتِ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ
ہجرت کر کے آئیں اور عقبہ بن ابو معیط کی بیٹی ام کلثوم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت
وَكَانَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ عُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ مِمَّنْ خَرَجَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ
میں اس دن حاضر ہونے والی عورتوں میں تھیں۔ وہ دوشیزہ تھیں۔ اس کے لوگ آئے اور

حکمت والا ہے۔ (۱۰) اور اگر مسلمان کے ہاتھ سے کچھ عورتیں کافروں کی طرف نکل جائیں پھر تم کافروں کو سزا دو تو جن کی عورتیں جاتی رہی تھیں غنیمت میں سے اتنا انھیں دیدو جو ان کا خرچ ہوا تھا۔ اور اللہ سے ڈرو جس پر تمہارا ایمان ہے (۱۱) اے ایمان والو! جب مسلمان عورتیں اس پر بیعت کرنے حاضر ہوں کہ اللہ کا کچھ شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اٹھائیں۔ اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہیں کریں گی۔ تو ان سے بیعت لے لو۔ اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۱۲)

اب تک مسلمان اور مشرک کے مابین نکاح کی اجازت تھی۔ اس آیت نے اسے ختم کر دیا۔ اب کسی مسلمان مرد کا مشرکہ سے یا مشرک مرد کا کسی مومنہ سے نکاح حلال نہیں رہا۔ بلکہ اگر پہلے سے زوجیت میں ہیں رہی ہوں تو علحدگی واجب ہے۔

171

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَئِذٍ وَّھِیَ عَاتِقٌ فَجَاءَ اَھْلُھَا یَسْئَلُوْنَ النَّبِیَّ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ کہ ان کے پاس لوٹا دیں۔ تو حضور نے اسے انھیں

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّرْجِعَھَا اِلَیْھِمْ فَلَمْ یَرْجِعْھَا اِلَیْھِمْ بِمَا

نہیں لوٹایا۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی تھی۔

اَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فِیْھِنَّ اِذَا جَاءَکُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُھٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْھُنَّ

جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں اپنا گھر چھوڑ کر کفرستان سے آئیں تو ان کا امتحان کرلو۔

اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِھِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْھُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْھُنَّ اِلَی

اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے۔ امتحان سے اگر وہ تمہیں مومنہ معلوم ہوں تو انھیں

الْکُفَّارِ۔ الآیۃ قَالَ عُرْوَۃُ فَاَخْبَرَتْنِیْ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا

کافروں کو واپس مت دو۔ عروہ نے کہا۔ مجھے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی کہ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَمْتَحِنُھُنَّ بِھٰذِہِ الْاٰیَۃِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس آیت کے مطابق ان کا امتحان لیا کرتے تھے۔ اے ایمان

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَاءَکُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُھٰجِرٰتٍ۔ اِلٰی۔ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں اپنا گھر چھوڑ کر کفرستان سے آئیں۔ غفور رحیم

قَالَ عُرْوَۃُ قَالَتْ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فَمَنْ اَقَرَّ بِھٰذَا الشَّرْطِ

تک۔ عروہ نے کہا۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ جو عورت اس شرط کا اقرار کرتی تو اس سے

اس کے بعد صحابہ نے اپنی تمام مشرک عورتوں کو علحدہ کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو بیبیاں مشرک مکے میں تھیں انھوں نے دونوں کو طلاق دیدیا۔ ایک قریبہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ۔ اس سے حضرت معاویہ نے شادی کرلی۔ یہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ دوسرے ام کلثوم بنت عمرو خزاعیہ حضرت عبداللہ بن عمر کی والدہ اس سے ابوجہم بن حذافہ نے شادی کرلی۔ یہ بھی اس وقت مشرک تھے۔

**توضیح** امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ بائع بیچنے کے بعد یہ شرط کرسکتا ہے کہ مبیع پر فلاں

---

ع باب الشروط فی الجہاد ص۳۷۵ ثانی المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ ص۶۰۰-۶۰۱

مِنْهُنَّ قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ بَایَعْتُكِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے مجھ سے میں نے بیعت کی۔ یہ کچھ کلمات اور فرمائے

كَلَامًا يُكَلِّمُهَا بِهٖ وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ يَدُهٗ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ

واللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک نے کسی عورت کا ہاتھ کبھی نہیں

مَا بَايَعَهُنَّ اِلَّا بِقَوْلِهٖ [1]

چھوا۔ عورتوں سے زبانی بیعت لیتے تھے۔

بَابُ اِذَا اشْتَرَطَ الْبَائِعُ ظَهْرَ الدَّابَّةِ اِلٰى مَكَانٍ مُسَمًّى جَازَ ص ۳۷۵

جب بائع معین جگہ تک سوار ہونے کی شرط کرے تو جائز ہے۔

ت ۵۲۲ قَالَ شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ عَامِرٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

شعبہ نے عن المغیرہ عن عامر عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو روایت کی ہے۔ اس میں

اَنْقَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهٗ اِلَى الْمَدِيْنَةِ۔

یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اس کی پیٹھ پر مدینے تک سوار ہونے کی اجازت دی

جگہ تک سوار ہو کر جاؤں گا۔ یہ جائز ہے۔ ہمارے یہاں ایسی شرط سے بیع فاسد ہو جاتی ہے۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیع اور شرط سے منع فرمایا ہے۔ پوری بحث بقدر ضرورت کتاب البیوع میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس کے ثبوت میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث پیش کی ہے۔ جسمیں ہے کہ غزوۂ تبوک سے واپسی پر ایک کمزور سست رفتار اونٹ پر سوار تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس اونٹ کو ڈانٹا اور ایک چھڑی اور پائے اقدس سے مارا تو وہ اتنا تیز رفتار ہو گیا۔ کہ سب سے آگے نکل نکل جاتا تھا۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے خرید لیا۔ حضرت جابر نے یہ شرط کر دی کہ مدینے تک اس پر سوار ہو کر جاؤں گا۔ مدینہ طیبہ پہنچکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیمت مع شئی زائد ادا فرمادی اور پھر اونٹ بھی انھیں عطا فرمادیا۔

---

[1] ثانی باب غزوة الحدیبیة ص۶۰۱ التفسیر سورة الممتحنه باب اذا جاءکم المومنت مهجرات ص۷۲۶ الطلاق باب اذا اسلمت المشرکة ص۷۹۶ الاحکام باب بیعة النساء ص۱۰۵۱۔

ت ۵۲۳ وَقَالَ عَطَاءٌ وَغَيْرُهُ وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِينَةِ

مدینے تک کے لئے اس کی پیٹھ تیرے لئے ہے۔

ت ۵۲۴ وَقَالَ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ شَرَطَ ظَهْرَهُ إِلَى الْمَدِينَةِ۔

ابن منکدر نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت جابر نے یہ شرط کر دی کہ مدینے تک اس کی پیٹھ میرے لئے رہے گی۔

ت ۵۲۵ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ جَابِرٍ وَلَكَ ظَهْرُهُ حَتَّى تَرْجِعَ۔

اور زید بن اسلم کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اور تیرے لئے اس کی پیٹھ ہے جب تک تو لوٹے۔

ت ۵۲۶ وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَفْقَرَنَاكَ ظَهْرَهُ إِلَى الْمَدِينَةِ۔

اور ابوالزبیر نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت کی۔ کہ حضور نے فرمایا۔ ہم نے مدینے تک اسکی پیٹھ پر سوار ہونے کی اجازت دی

ت ۵۲۷ وَقَالَ الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ تَبْلُغُ عَلَيْهِ إِلَى أَهْلِكَ۔

اور اعمش نے بطریق سالم حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت کی اس میں یہ ہے کہ فرمایا اس پر اپنے اہل تک پہنچ جا۔

ت ۵۲۸ وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ وَابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ وَهْبٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ اشْتَرَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوُقِيَّةٍ۔

اور عبیداللہ اور ابن اسحاق نے وھب عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ روایت کی۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ایک اوقیہ میں خریدا تھا۔

اس حدیث کے الفاظ بہت مختلف ہیں۔ یہاں امام بخاری اس کے مختلف طرق کے مختلف الفاظ ذکر فرما رہے ہیں۔

| | |
|---|---|
| ت ۵۲۹ | وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ وَّغَيْرِهٖ عَنْ جَابِرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَخَذْتُهٗ بِاَرْبَعَةِ دَنَانِيْرَ ۔ میں نے اس کو چار دینار میں لیا۔ |

(وَقَالَ الْبُخَارِيُّ) وَهٰذَا يَكُوْنُ اُوْقِيَةً عَلٰى حِسَابِ الدِّيْنَارِ بِعَشَرَةٍ ۔ وَلَمْ يُبَيِّنِ الثَّمَنَ مُغِيْرَةُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرٍ وَابْنُ الْمُنْكَدِرِ وَاَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ ۔

اور یہ چار دینار ایک اوقیہ اس حساب سے کہ دینار دس درہم کا ہوتا تھا۔ مغیرہ نے جو شعبہ سے روایت کیا ہے اس میں اور ابن المنکدر اور ابو الزبیر نے قیمت کا نہیں ذکر کیا۔

| | |
|---|---|
| ت ۵۳۰ | وَقَالَ الْاَعْمَشُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ اَوْقِيَةً ذَهَبٍ ۔ |
| | اور اعمش نے بطریق سالم جو روایت حضرت جابر سے کی اس میں یہ ہے کہ ایک اوقیہ سونے کے عوض خریدا۔ |
| ت ۵۳۱ | وَقَالَ اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِمِائَتَيْ دِرْهَمٍ |
| | اور ابو اسحٰق نے بطریق سالم حضرت جابر سے یہ روایت کی۔ کہ دو سو درہم کے عوض خریدا۔ |
| ت ۵۳۲ | وَقَالَ دَاوٗدُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ جَابِرٍ |
| | اور داؤد بن قیس نے عبید اللہ بن مقسم سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ کہ اسے |

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِشْتَرَاهُ بِطَرِيْقِ تَبُوْكَ اَحْسِبُهٗ قَالَ بِاَرْبَعِ اَوَاقٍ ۔

تبوک کے راستے میں خریدا تھا۔ میں گمان کرتا ہوں کہ کہا چار اوقیہ کے عوض۔

| | |
|---|---|
| ت ۵۳۳ | وَقَالَ اَبُوْ نَضْرَةَ عَنْ جَابِرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِشْتَرَاهُ |
| | اور ابو نضرہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ کہ بیس |

بِعِشْرِيْنَ دِيْنَارًا ۔

دینار میں خریدا تھا۔

**تشریحات** ۵۳۰، ۵۳۱

اس کی پہلی والی تعلیق میں ہے کہ ایک اوقیہ میں خریدا تھا۔ اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ اور اس تعلیق میں ہے۔ کہ چار دینار۔ میں۔ دونوں میں امام بخاری نے یہ تطبیق دی کہ اس تقدیر پر ہے کہ ایک دینار دس درہم کا ہو۔

(وَقَالَ الْبُخَارِیُّ) وَقَوْلُ الشَّعْبِیِّ بِوَقِیَّةٍ اَکْثَرُ۔ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ

اور شعبی کا قول ہے کہ ایک اوقیہ میں خریدنا اکثر روایت ہے (امام بخاری نے کہا) شرط کرنا اکثر کی

وَالْاِشْتِرَاطُ اَکْثَرُ وَاَصَحُّ عِنْدِیْ۔

روایت ہے اور میرے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔

## بَابُ الشُّرُوْطِ فِی الْمَهْرِ عِنْدَ عُقْدَةِ النِّكَاحِ۔ ص ۳۷۶

نکاح کے عقد کے وقت مہر میں شروط کا بیان۔

**ت ۵۳۴**

وَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ اِنَّ مَقَاطِعَ الْحُقُوْقِ عِنْدَ

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ حقوق شرائط کے مطابق

الشُّرُوْطِ وَلَكَ مَا اشْتَرَطْتَ۔

ہیں۔ تجھے وہ حق حاصل ہے جسکی تو نے شرط کی ہے۔

**حدیث ۱۵۰۱**

عَنْ اَبِی الْخَیْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ الشُّرُوْطِ اَنْ تُوْفُوْا

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمام شرطوں سے زیادہ پوری کی جانے کے لائق وہ ہیں۔ جن

بِهٖ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوْجَ بِهٖ

سے تم شرمگاہوں کو حلال کرتے ہو۔

**تنبیہ**

ان مختلف روایتوں میں تطبیق اور صورت حال کیا تھی۔ سب کتاب البیوع میں ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

**تشریحات ۵۳۴**

اس تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اختصار کے ساتھ اور امام سعید بن منصور نے تفصیل کے ساتھ تھوڑے سے لفظی تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے۔

عبدالرحمٰن بن غنم کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اس طرح تھا کہ میرا گھٹنا ان کے گھٹنے کو

---

ت ثانی النکاح باب الشروط فی النکاح ص ۷۷۴ الخمسۃ فی النکاح۔

## بَابُ الشُّرُوطِ فِي الْجِهَادِ وَالْمُصَالَحَةِ مَعَ أَهْلِ الْحَرْبِ وَكِتَابَةِ الشُّرُوطِ مَعَ النَّاسِ بِالْقَوْلِ ۔ ص ۳۷۷

جہاد میں شرطوں اور اہل حرب کے ساتھ صلح کرنے اور زبانی بات چیت کرکے لوگوں کے ساتھ شروط کا لکھوانا ۔

**حدیث ۱۵۰۲** أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ وَمَرْوَانَ يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَدِيثَ صَاحِبِهِ قَالَا

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مروان سے روایت ہے ۔ ان میں سے ہر ایک کی حدیث دوسرے کی حدیث کی تصدیق کرتی ہے ۔ دونوں

چھوڑ رہا تھا ۔ کہ ایک شخص آیا ۔ اور کہا ۔ اے امیر المومنین ! میں نے اس عورت سے شادی کی ہے اور اس کی یہ شرط منظور کرلی ہے ۔ کہ اسی کے گھر رہوں گا ۔ اور اب میں نے طے کرلیا ہے کہ فلاں اور فلاں جگہ منتقل ہوجاؤں فرمایا ۔ اسے اپنی شرط کی پابندی کا حق ہے ۔ اب اس شخص نے کہا ۔ مرد ہلاک ہوگیا ۔ اب تو جو عورت چاہیگی طلاق لے لیگی ۔ اگرچہ شوہر نہ چاہے ۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا ۔ کہ مسلمان اپنی شرطوں کے مطابق حقوق وصول کرسکتے ہیں ۔

**تشریحات ۱۵۰۱** حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ ۔ اگر نکاح کے وقت کوئی ایسی شرط کرلی جو مقتضائے عقد نہ ہو تو بھی اس کی پابندی لازم ہے ۔ لیکن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ جو شرائط مقتضائے عقد نہ ہوں ان کی پابندی ضروری نہیں ۔ اس قسم کے سوال کے جواب میں فرمایا ۔ اللہ نے اس کی شرط کے پہلے شرط کردی ہے ۔ اور یہ حقیقت میں حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے ماخوذ ہے ۔ ارشاد فرمایا[1] جو ایسی شرط کرے جو کتاب اللہ میں نہیں وہ باطل ہے اگرچہ سو شرط کرے ۔ اس حدیث میں ۔ بما استحللتم به الفروج ۔ کی تاویل مہر ہے

**تشریحات ۱۵۰۲** بالغنیم ۔ غین کو فتحہ میم کو کسرہ ۔ غین ضمہ اور میم کو فتحہ تصغیر کے وزن پر بھی بعض لوگوں نے کہا ہے ۔ مگر امام قاضی عیاض نے اس پر رد فرمایا ہے ۔ اس کو قراء الغنیم بھی کہتے ہیں ۔ مکہ معظمہ سے دو منزل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے ۔ طلیعة ۔ مقدمۃ الجیش ۔

[1] بخاری اول باب الشرط فی الولاء ص ۳۷۷ ۔

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ حَتّٰى اِذَا كَانُوْا

نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے زمانے میں مدینہ سے چلے۔ ابھی راستے

بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ

میں تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ خالد بن ولید قریش کے سواروں

بِالْغَمِيْمِ فِيْ خَيْلٍ لِقُرَيْشٍ طَلِيْعَةً فَخُذُوْا ذَاتَ الْيَمِيْنِ فَوَاللّٰهِ مَا شَعَرَ بِهِمْ

کے ساتھ غمیم میں مقدمۃ الجیش بن کر ہے۔ تم لوگ داہنی طرف مڑ کر چلو۔ بخدا

خَالِدٌ حَتّٰى اِذَا هُمْ بِقَتَرَةِ الْجَيْشِ فَانْطَلَقَ يَرْكُضُ نَذِيْرًا لِقُرَيْشٍ وَسَارَ

خالد بن ولید کو ان حضرات کی خبر بھی نہ ہوئی۔ کہ اچانک اس نے لشکر کے گرد کو دیکھا

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِالثَّنِيَّةِ الَّتِيْ يُهْبَطُ عَلَيْهِمْ

تو سواری دوڑاتے ہوئے قریش کو بتانے کیلئے چلا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے۔

مِنْهَا بَرَكَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ فَقَالَ النَّاسُ حَلْ حَلْ فَاَلَحَّتْ فَقَالُوْا خَلَاَتِ

جب اس گھاٹی پر پہنچے جس سے ان پر اترتے ہیں۔ تو حضور کی سواری بیٹھ گئی۔ لوگوں نے

الْقَصْوَاءُ خَلَاَتِ الْقَصْوَاءُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خَلَاَتِ

حل حل کہا مگر وہ زمین سے چپک گئی۔ اب لوگوں نے کہا۔ قصوا تھک گئی۔ قصوا تھک گئی۔

الْقَصْوَاءُ وَمَا ذَاكَ لَهَا بِخُلُقٍ وَلٰكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيْلِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ

اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قصوا تھکی نہیں اور نہ یہ اس کی عادت ہے۔ مگر اسے

نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يَسْاَلُوْنِيْ خُطَّةً يُعَظِّمُوْنَ فِيْهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ اِلَّا

ہاتھیوں کو روکنے والے نے روک لیا ہے۔ پھر فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ وہ لوگ

لشکر کا وہ حصہ جو آگے اس لئے بھیجا جاتا ہے کہ دشمن کے بارے میں معلومات حاصل کرے اور لشکر کے لئے مناسب جگہ تجویز کرے۔ بقترۃ الجیش۔ قترۃ کے معنی۔ کالاغبار،

فَاَلَحَّتْ۔ الحاح۔ اس کا مصدر ہے۔ جگہ پکڑنا۔ چپک جانا۔ حلأت۔ ھموز لام فتح یفتح سے آتا ہے۔ جگہ سے نہ ٹلنا۔ اڑ جانا۔ القصواء۔ قاف کے فتحے کے ساتھ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَعْطَيْتُهُمْ اِيَّاهَا ثُمَّ زَجَرَهَا فَوَثَبَتْ قَالَ فَعَدَلَ عَنْهُمْ حَتّٰى نَزَلَ

کسی ایسی بات کا مجھ سے سوال کریں گے جس میں اللہ کی محترم چیزوں کی تعظیم ہو گی تو انھیں ضرور

بِاَقْصَى الْحُدَيْبِيَّةِ عَلٰى ثَمَدٍ قَلِيْلِ الْمَاءِ يَتَبَرَّضُهُ النَّاسُ تَبَرُّضًا فَلَمْ يُلْبِثْهُ

دوں گا۔ اس کے بعد سواری کو ڈانٹا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اب حضور رستہ سے کترا کر چلے۔

النَّاسُ حَتّٰى نَزَحُوْهُ وَشُكِيَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَطَشُ

یہاں تک کہ حدیبیہ کے انتہائی سرے پر ایک کم پانی والے گڑھے پر اترے۔ جس سے لوگ تھوڑا

فَانْتَزَعَ سَهْمًا مِّنْ كِنَانَتِهٖ ثُمَّ اَمَرَهُمْ اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ مَا نَزَالَ

تھوڑا پانی لیتے تھے۔ تھوڑی دیر میں اس کا کل پانی نکال لیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

يَجِيْشُ لَهُمْ بِالرِّيِّ حَتّٰى صَدَرُوْا عَنْهُ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ جَاءَ

کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی گئی۔ تو حضور نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا۔ اور حکم دیا کہ

بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَآءَ الْخُزَاعِيُّ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ قَوْمِهٖ مِنْ خُزَاعَةَ وَكَانُوْا عَيْبَةَ

کہ لوگ اسے اس گڑھے میں گاڑ دیں۔ بخدا وہ گڑھا پانی سے ابلنے لگا۔ یہاں تک کہ سب لوگ

نُصْحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَهْلِ تِهَامَةَ فَقَالَ اِنِّيْ

سیراب ہو گئے۔ یہ حضرات اسی حال پر تھے کہ بدیل بن ورقا خزاعی خزاعہ کے کچھ افراد کے ساتھ حاضر ہوا۔ اور

تَرَكْتُ كَعْبَ بْنَ لُؤَيٍّ وَعَامِرَ بْنَ لُؤَيٍّ نَزَلُوْا اَعْدَادَ مِيَاهِ الْحُدَيْبِيَّةِ

یہ لوگ تہامہ والوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رازدار اور خیر خواہ تھے۔ انھوں نے بتایا کہ کعب بن لوئی

کی سواری کی اونٹنی۔ یہ وہی اونٹنی ہے جسے ہجرت کے موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خریدا تھا۔ قصواء کا مادہ قصو ہے۔ اس کے معنی کان کے کنارے کے کٹنے کے ہیں۔ اس کا کان خلقی طور پر ایسا تھا۔ کہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کا کنارہ کٹا ہوا ہے۔ خُطَّةٌ۔ اس کے معنی خصلت کے ہیں۔ یہاں تجویز مراد ہے۔ ثَمَدٌ۔ وہ گڑھا جس میں تھوڑا سا پانی ہو۔ یتبرضه۔ تبرض۔ تھوڑا تھوڑا لینا۔ اس کا مادہ برض ہے۔ تھوڑی بخشش۔

**ثم امرهم ان يجعلوه فيه** یہ مبارک تیر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں کے ہانکنے والے ناجیہ ابن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کر اس گڑھے میں اترے تھے۔

وَمَعَهُمُ الْعُوْذُ الْمَطَافِيْلُ وَهُمْ مُقَاتِلُوْكَ وَصَادُّوْكَ عَنِ الْبَيْتِ

اور عامر بن لوی کو حدیبیہ کے گہرے کنوؤں کے پاس موجود چھوڑ آیا ہوں۔ اور ان کے ساتھ

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَمْ نَجِئْ لِقِتَالِ اَحَدٍ وَّلٰكِنَّا

بچے والی اونٹنیاں ہیں۔ وہ آپ سے لڑنے اور آپ کو بیت اللہ سے روکنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ

جِئْنَا مُعْتَمِرِيْنَ وَاِنَّ قُرَيْشًا قَدْ نَهِكَتْهُمُ الْحَرْبُ وَاَضَرَّتْ بِهِمْ فَاِنْ

سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہم کسی سے لڑنے کے لئے نہیں آئے ہیں۔ ہم عمرہ کرنے

شَاءُوْا مَادَدْتُّهُمْ مُدَّةً وَّيُخَلُّوْا بَيْنِيْ وَبَيْنَ النَّاسِ فَاِنْ اَظْهَرْ

آئے ہیں۔ قریش کو لڑائی نے کمزور کر دیا ہے۔ اور انھیں نقصان پہونچایا ہے۔ اگر وہ چاہیں

فَاِنْ شَاءُوْا اَنْ يَّدْخُلُوْا فِيْمَا دَخَلَ فِيْهِ النَّاسُ فَعَلُوْا وَاِلَّا فَقَدْ

تو میں ان سے ایک مدت تک کے لئے صلح کر لوں۔ اور وہ میرے اور عام عرب کے درمیان سے ہٹ جائیں

جَمُّوْا وَاِنْ هُمْ اَبَوْا فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاُقَاتِلَنَّهُمْ عَلٰى اَمْرِيْ

پس اگر میں غالب آجاؤں تو اگر چاہیں گے تو جس دین میں سب لوگ داخل ہو گئے وہ بھی داخل ہو جائیں گے۔ اور اگر

هٰذَا حَتّٰى تَنْفَرِدَ سَالِفَتِيْ وَلَيُنْفِذَنَّ اللّٰهُ اَمْرَهٗ فَقَالَ بُدَيْلٌ سَاُبَلِّغُهُمْ

نہ چاہیں تو اپنی ضد پر اڑے رہیں۔ اور اگر وہ لوگ اسے نہیں چاہیں گے تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان

مَا تَقُوْلُ فَانْطَلَقَ حَتّٰى اَتٰى قُرَيْشًا قَالَ اِنَّا قَدْ جِئْنَاكُمْ مِنْ عِنْدِ

ہے میں ان سے لڑتا رہونگا۔ یہاں تک کہ میری گردن الگ ہو جائے اور اللہ یقیناً اپنے دین کو غالب فرمائیگا

اور گاڑا تھا۔

**بدیل بن ورقاء** رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی خزاعہ کے سردار اور دہاۃ عرب میں سے تھے۔ یہ اس وقت تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یہی ہمدردی رکھتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر مرالظہران میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا تھا۔ اس کے بعد حنین طائف تبوک سبھی غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات میں انتقال کر گئے۔

عیبۃ۔ کے معنی وہ تھیلا جس میں کپڑا رکھا جاتا تھا۔ یہاں مراد رازدار اور ہمدردی ہے۔

نصح۔ مصدر ہے۔ اس کے معنی بھی سچے ہمدرد کے ہیں۔ تہامہ۔ اس کے لغوی معنی نشیبی زمین کے ہیں۔

هٰذَا الرَّجُلِ وَسَمِعْنَاهُ يَقُوْلُ قَوْلًا فَإِنْ شِئْتُمْ أَنْ نَعْرِضَهُ عَلَيْكُمْ فَعَلْنَا

بدیل نے کہا آپ جو فرمائے ہیں۔ وہ ان تک پہنچا دوں گا۔ وہ وہاں سے قریش کے پاس آیا اور کہا

قَالَ سُفَهَاؤُهُمْ لَا حَاجَةَ لَنَا أَنْ تُخْبِرَنَا عَنْهُ بِشَيْءٍ وَقَالَ ذَوُو الرَّأْيِ

میں تمہارے نزدیک ان کی بارگاہ سے آیا ہوں اور انھوں نے کچھ فرمایا ہے جس کو میں نے سنا ہے۔ اگر تم چاہو

مِنْهُمْ هَاتِ مَا سَمِعْتَهُ يَقُوْلُ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا فَحَدَّثَهُمْ

تو تمہارے سامنے پیش کروں۔ ان کے بیوقوفوں نے کہا۔ ہمیں اس کی کوئی حاجت نہیں کہ انکی کوئی بات ہمکو

بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ

بتائے۔ اور ان کے سمجھداروں نے کہا۔ جو سنا ہے بتاؤ۔ بدیل نے کہا وہ ایسا ایسا فرماتے ہیں۔ اور رسول اللہ

أَيْ قَوْمِ أَلَسْتُ بِالْوَالِدِ قَالُوْا بَلٰى قَالَ أَوَلَسْتُمْ بِالْوَلَدِ قَالُوْا بَلٰى قَالَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا تھا۔ اسکو بیان کر دیا۔ یہ سب سن کر عروہ بن مسعود نے کہا۔ اے

فَهَلْ تَتَّهِمُوْنِي قَالُوْا لَا قَالَ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنِّي اسْتَنْفَرْتُ أَهْلَ

میری قوم! کیا میں تمہارا باپ نہیں۔ انھوں نے کہا ہاں تو ہمارا باپ ہے۔ اس نے کہا کیا تم بیٹے نہیں۔ انھوں

عُكَاظٍ فَلَمَّا بَلَحُوْا عَلَيَّ جِئْتُكُمْ بِأَهْلِي وَوَلَدِي وَمَنْ أَطَاعَنِي قَالُوْا بَلٰى

نے کہا ہاں ہیں۔ اس نے کہا کیا میرے بارے میں تمہیں کوئی بدگمانی ہے۔ انھوں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا تم

اس سے مراد مکہ معظمہ اور اس کے اردگرد کی آبادیاں ہیں۔ نجد سے جانب غرب جو نشیبی حصہ ہے اسے تہامہ کہتے ہیں۔ اس کی حد مدینہ طیبہ کی جانب عرج سے شروع ہو کر یمن تک چلی جاتی ہے۔ کعب بن لوی و عامر بن لوی۔ چونکہ مکہ معظمہ اور آس پاس کے تمام قبائل انھیں دونوں کی شاخیں تھیں۔ اس لئے ان کا نام لیا۔ مراد یہ تھی کہ مکہ اور آس پاس کی تمام آبادیوں کے باشندے۔ اعداد میاہ حدیبیۃ۔ اعداد۔ عِدٌّ کی جمع ہے۔ وہ پانی جو کبھی ختم نہ ہو۔ العوذ۔ عائذ کی جمع ہے۔ وہ اونٹنی جو اپنے بچے کے ساتھ ہو۔ المطافیل مُطْفِلٌ۔ کی جمع ہے۔ بچے والی۔ خواہ انسان ہو خواہ جانور۔ مراد یہ ہے کہ پورے ساز و سامان کے ساتھ آئے ہیں۔ نَهِكَتْهُمْ۔ نَهِكَ۔ دبلا کر دیا۔ لاغر کر دیا۔ کمزور کر دیا۔ کس بل نکال دیا۔ جَمُّوْا جَمَّ يَجِمُّ۔ آرام پا گیا۔ تنفرد۔ یہ فرد سے باب انفعال کا مضارع ہے۔ اس کا مصدر انفراد ہے سالفتی۔ سالفۃ کے معنی گردن کا اگلا حصہ۔ یہاں گردن کے معنی میں ہے۔ یہاں تک کہ میری گردن جدا ہو جائے۔

قَالَ فَاِنَّ هٰذَا قَدْ عَرَضَ لَكُمْ خُطَّةَ رُشْدٍ اقْبَلُوْهَا وَدَعُوْنِیْ اٰتِیْهِ

نہیں جانتے کہ میں نے اہل عکاظ کو یہاں آنے کے لیے بلایا۔ جب انھوں نے انکار کر دیا تو اپنے اہل کو

قَالُوْا ائْتِهِ فَاَتَاهُ فَجَعَلَ یُكَلِّمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

اپنی اولاد کو اور اپنے متبعین کو لیکر آیا ہوں اور لوگوں نے کہا صحیح ہے۔ اس نے کہا۔ انھوں نے (نبی صلی اللہ علیہ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِّنْ قَوْلِهٖ لِبُدَیْلٍ فَقَالَ عُرْوَةُ

وسلم) نے اچھی بات کہی ہے۔ اسے قبول کر لو۔ اور مجھے ان کے پاس جانے دو انھوں نے کہا۔ جاؤ۔ اس کے بعد وہ

عِنْدَ ذٰلِكَ اَیْ مُحَمَّدُ اَرَاَیْتَ اِنِ اسْتَاْصَلْتَ اَمْرَ قَوْمِكَ هَلْ سَمِعْتَ

خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے لگے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

بِاَحَدٍ مِّنَ الْعَرَبِ اجْتَاحَ اَصْلَهٗ قَبْلَكَ وَاِنْ تَكُنِ الْاُخْرٰی فَاِنِّیْ

اس سے اسی قسم کی بات فرمائی جیسی بدیل سے فرمائی تھی اس پر عروہ نے کہا۔ اے محمد! بتاؤ اگر تم نے اپنی قوم کو ختم کر دیا

وَاللّٰهِ لَاَرٰی وُجُوْهًا وَاِنِّیْ لَاَرٰی اَشْوَابًا مِّنَ النَّاسِ خَلِیْقًا اَنْ یَّفِرُّوْا

تو کیا تم نے کسی عرب کو سنا ہے کہ تم سے پہلے اس نے اپنی قوم کو ختم کر دیا ہے۔ اور اگر معاملہ برعکس ہوا تو بخدا

وَیَدَعُوْكَ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ اُمْصُصْ بَظْرَ اللَّاتِ اَنَحْنُ نَفِرُّ عَنْهُ

بلاشبہ میں ایسے ایسے بھانت بھانت کے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو تمہیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ یہ سنکر حضرت

وَنَدَعُهٗ فَقَالَ مَنْ ذَا قَالُوْا اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ

ابو بکر نے اس سے فرمایا۔ لات کی شرمگاہ چوس کیا ہم انھیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اس نے پوچھا یہ کون ہیں۔

یعنی میں مار ڈالا جاؤں۔

عروہ بن مسعود بن معتب ثقفی۔ یہ اس وقت کفر کی حالت پر تھے۔ بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔ اور اپنی قوم میں جاکر انھیں اسلام کی دعوت دی جس پر ان کی قوم نے ان کو شہید کر دیا۔ اس کی اطلاع جب بارگاہ رسالت میں پہنچی۔ تو فرمایا۔ کہ یہ صاحب یٰسین کے مثل ہیں۔ یعنی جن کا واقعہ سورہ یٰسٓ میں مذکور ہے۔

عکاظ۔ مکہ معظمہ کے قریب مشہور جگہ تھی۔ جہاں سال بسال بازار لگتا تھا۔ جس کی تفصیل جلد رابع میں گزر چکی ہے۔ بَلَحُوْا عنی۔ یعنی انھوں نے انکار کر دیا۔ اس کا مادہ بلح ہے۔ جسکے معنی انکار کرنے کے ہیں۔

لَوْلَا يَدٌ كَانَتْ لَكَ عِنْدِيْ لَمْ اَجْزِكَ بِهَا لَاَجَبْتُكَ قَالَ وَجَعَلَ

لوگوں نے بتایا۔ ابو بکر۔ اس نے کہا۔ سنو قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر تمہارا احسان میرے اوپر

يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُلَّمَا كَلِمَةً اَخَذَ بِلِحْيَتِهٖ وَالْمُغِيْرَةُ

نہ ہوتا جس کا بدلہ میں ابھی چکا نہ سکا ہوں تو تمہیں جواب دیتا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کئے جاتا۔ اور جب

بْنُ شُعْبَةَ قَائِمٌ عَلٰى رَاْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ السَّيْفُ

بات کرتا حضور کی ریش مبارک پکڑ لیتا۔ اور مغیرہ بن شعبہ خود لگائے ہوئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے

وَعَلَيْهِ الْمِغْفَرُ فَكُلَّمَا اَهْوٰى عُرْوَةُ بِيَدِهٖ اِلٰى لِحْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

سر اقدس کے پاس کھڑے تھے اور ان کے ساتھ تلوار تھی۔ جب عروہ اپنا ہاتھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش

وَسَلَّمَ ضَرَبَ يَدَهٗ بِنَعْلِ السَّيْفِ وَقَالَ اَخِّرْ يَدَكَ عَنْ لِحْيَةِ رَسُوْلِ

مبارک کی طرف بڑھاتا تو یہ تلوار کی نیام کی نعل اس کے ہاتھ پر مارتے۔ اور کہتے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ عُرْوَةُ رَاْسَهٗ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قَالُوْا

ریش مبارک سے اپنا ہاتھ دور رکھ۔ یہ سن کر عروہ نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا مغیرہ بن

اَلْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَقَالَ اَيْ غُدَرُ اَلَسْتُ اَسْعٰى فِيْ غَدْرَتِكَ وَكَانَ

شعبہ۔ تو اس نے کہا اے غدار! کیا تیری دغابازی کے معاملے میں کوشش نہیں کر رہا ہوں۔ حالت کفر

الْمُغِيْرَةُ صَحِبَ قَوْمًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَتَلَهُمْ وَاَخَذَ اَمْوَالَهُمْ ثُمَّ

میں مغیرہ کچھ لوگوں کے ساتھ تھے۔ تو انھیں مار ڈالا۔ اور ان کے مال لے لئے۔ پھر مدینے آکر مسلمان ہو گئے۔

اشوابا۔ شوب کی جمع ہے۔ نوع قسم۔ یعنی مختلف قسم کے لوگ۔ بظر اللات۔ بظر عرب کا دستور تھا کہ وہ عورتوں کا بھی ختنہ کرتے تھے۔ ختنے کے بعد ختنے کی جگہ جو حصہ رہ جاتا تھا اسے بظر کہتے تھے۔ لات مشہور بت۔ جسے ثقیف پوجتے تھے۔ یہ جملہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بلاغت کا عدیم النظیر نمونہ ہے۔ جس کی مثال اس صنف میں نہیں۔ لولا ید کانت لک عندی۔ یہ احسان یہ تھا کہ عروہ نے کچھ خونبہا اپنے ذمے لے لیا تھا۔ اس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دس اونٹ دیا تھا۔

ای غدر | عُمَرُ کے وزن پر غادر سے مبالغہ کے لئے معدول ہے۔ اس کے معنی بہت بڑا عہد شکن۔ عروہ بن مسعود

جَاءَ فَاَسْلَمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا الْاِسْلَامُ فَاَقْبَلُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسلام قبول کرتا ہوں۔ رہ گیا مال تو مجھے اس کی کوئی حاجت

وَاَمَّا الْمَالُ فَلَسْتُ مِنْهُ فِيْ شَيْءٍ ثُمَّ اِنَّ عُرْوَةَ جَعَلَ يَرْمُقُ اَصْحَابَ

نہیں۔ عروہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کو کنکھیوں سے دیکھتا تھا۔ بخدا جب بھی رسول اللہ صلی اللہ

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَيْنَيْهِ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ

تعالیٰ علیہ وسلم ناک صاف کرتے تو رطوبت ان میں سے کسی کے ہاتھ میں پڑتی وہ اسے اپنے چہرے اور

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ

جسم پر ملتا۔ اور جب حضور انھیں کسی کام کا حکم دیتے تو اسے بجالانے کے لیے ایک دوسرے

مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ وَاِذَا اَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ

سے آگے بڑھتے۔ اور جب وضو فرماتے تو غسالے پر لڑ پڑتے اور جب کچھ فرماتے تو اپنی آوازیں پست

وَاِذَا تَوَضَّاَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهٖ وَاِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ

کر دیتے اور ان کی عظمت شان کی وجہ سے انھیں نظر بھر کر دیکھ نہیں پاتے۔ اس کے بعد عروہ اپنے ساتھیوں

عِنْدَهٗ وَمَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَهٗ فَرَجَعَ عُرْوَةُ اِلٰى اَصْحَابِهٖ

کے پاس لوٹا اور کہا۔ اے قوم میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں اور میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں گیا ہوں

حضرت مغیرہ کے چچا تھے۔ جب ان کو معلوم ہوا۔ کہ عروہ آئے ہیں تو ہتھیار لگا کر خود میں منہ چھپا کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ رؤسا عرب کی عادت تھی کہ وہ جب کسی سے بات کرتے اور اس کی شفقت مہربانی کی امید کرتے تو اسے نرم کرنے کے لیے بات کرتے وقت اس کی ڈاڑھی پکڑ لیا کرتے تھے۔ یہی عروہ بھی کر رہے تھے۔ حضرت مغیرہ سے یہ برداشت نہ ہو سکا وہ ہاتھ میں نیام میں رکھی ہوئی تلوار لیے ہوئے تھے۔ وہ نیام کی نوک اس کے ہاتھ پر مارتے کہ ریش مبارک تک ہاتھ نہ لے جا۔ بالآخر انھوں نے اسے تنبیہ فرمادی۔ ہاتھ دور رکھ۔ اگر اب بڑھا تو سلامت واپس نہیں جائے گا۔ اس نے پوچھا یہ کون ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا کہ یہ مغیرہ بن شعبہ ہے۔ اس نے حضرت مغیرہ سے کہا۔ اے بہت بڑا غدار کیا تیری غداری کے سلسلے میں، میں معاملہ سلجھانے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں اسے حیرت تھی۔ کہ یہ بھتیجا ہے اور میں اس کے ایسے سنگین معاملے کو سلجھانے کی کوشش

فَقَالَ اَیُّ قَوْمٍ وَاللّٰہِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَی الْمُلُوْکِ وَوَفَدْتُ عَلٰی قَیْصَرَ

اللہ کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ وہ اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی صحابہ

وَکِسْرٰی وَالنَّجَاشِیِّ وَاللّٰہِ اِنْ رَاَیْتُ مَلِکًا قَطُّ یُعَظِّمُہٗ اَصْحَابُہٗ مَا یُعَظِّمُ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے ہیں۔ واللہ اگر وہ ناک صاف کرتے ہیں تو اس کی

اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا وَاللّٰہِ اِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَۃً اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ کَفِّ رَجُلٍ

رطوبت ان میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ میں آتی ہے تو وہ اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا ہے

مِّنْھُمْ فَدَلَکَ بِھَا وَجْھَہٗ وَجِلْدَہٗ وَاِذَا اَمَرَھُمْ ابْتَدَرُوْا اَمْرَہٗ وَاِذَا

اور وہ جب کسی کو کچھ کرنے کا حکم دیتے ہیں تو لوگ دوڑ پڑتے ہیں۔ اور جب وضو کرتے ہیں

تَوَضَّاَ کَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وَضُوْئِہٖ وَاِذَا تَکَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَھُمْ

تو اس کے پانی کے لئے لڑ پڑتے ہیں۔ اور جب بولتے ہیں تو سب لوگ چپ ہو جاتے ہیں۔ اور عظمت

عِنْدَہٗ وَمَا یُحِدُّوْنَ اِلَیْہِ النَّظَرَ تَعْظِیْمًا لَہٗ وَاِنَّہٗ قَدْ عَرَضَ عَلَیْکُمْ

کی بنا پر ان سے آنکھیں چار نہیں کر پاتے۔ اور انھوں نے ایک سلجھی ہوئی بات رکھی ہے

خُطَّۃَ رُشْدٍ فَاقْبَلُوْھَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ کِنَانَۃَ دَعُوْنِیْ اٰتِیْہِ

اسے قبول کر لو اس کے بعد بنی کنانہ کے ایک شخص نے کہا۔ مجھے ان کے پاس جانے دو۔

کر رہا ہوں۔ پھر بھی اس نے مجھے اتنا سخت جملہ کہدیا۔

قصہ یہ ہوا تھا۔ کہ حضرت مغیرہ ثقیف کی شاخ بنی مالک کے تیرہ افراد کے ساتھ شہنشاہ مصر مقوقس سے ملنے گئے۔ مقوقس نے سب کو انعام واکرام دے کر واپس کیا۔ اور حضرت مغیرہ کو کچھ کم دیا۔ اس کا حضرت مغیرہ کو احساس ہوا۔ راستے میں کہیں ایک رات سب کے سب شراب پی کر غافل ہو کر سو گئے۔ انھوں نے ان سب کو قتل کر ڈالا۔ اور سب مال لے کر مدینہ طیبہ حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ اس کی وجہ سے ثقیف میں شورش پیدا ہو گئی۔ عروہ ابن مسعود نے بڑی جد وجہد کر کے دیت پر معاملہ رفع دفع کر دیا تھا اور ان تیرہ مقتولین کی دیت اپنے پاس سے دی۔

**اما المال** جب حضرت مغیرہ نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے دریافت فرمایا۔ تمہارے ساتھ جو بنی مالک کے

فَقَالُوْا ائْتِهٖ فَلَمَّا اَشْرَفَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ

لوگوں نے کہا جاؤ۔ جب وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کے سامنے آتا ہوا دکھائی دیا۔ تو

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا فُلَانٌ وَهُوَ مِنْ قَوْمٍ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ فلاں ہے اور یہ فلاں قوم کا ہے جو قربانی

يُعَظِّمُوْنَ الْبُدْنَ فَابْعَثُوْهَا لَهٗ فَبُعِثَتْ لَهٗ وَاسْتَقْبَلَهُ النَّاسُ يُلَبُّوْنَ

کے جانور کو بہت مانتے ہیں۔ قربانی کے جانوروں کو اٹھا دو۔ قربانی کے جانور اٹھا دیئے گئے

فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا يَنْبَغِيْ لِهٰؤُلَاءِ اَنْ يُّصَدُّوْا عَنِ

اور لوگ تلبیہ کہتے ہوئے اس کی طرف بڑھے۔ جب اس نے یہ منظر دیکھا تو کہا۔ سبحان اللہ!

الْبَيْتِ فَلَمَّا رَجَعَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ قَالَ رَاَيْتُ الْبُدْنَ قَدْ قُلِّدَتْ

ان لوگوں کو بیت اللہ سے روکنا اچھی بات نہیں۔ وہ لوٹا جب اپنی قوم میں آیا تو کہا میں نے

وَاُشْعِرَتْ فَمَا اَرٰى اَنْ يُّصَدُّوْا عَنِ الْبَيْتِ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ يُقَالُ

قربانی کے جانوروں کو دیکھا ہے۔ انھیں ہار پہنا دیئے گئے ہیں ان کا اشعار کیا ہوا ہے۔

لَهٗ مِكْرَزُ بْنُ حَفْصٍ فَقَالَ دَعُوْنِيْ اٰتِهٖ فَقَالُوْا ائْتِهٖ فَلَمَّا اَشْرَفَ

انھیں بیت اللہ سے روکنے کو درست نہیں جانتا اب انھیں میں سے ایک مکرز بن حفص نامی

عَلَيْهِمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا مِكْرَزٌ وَهُوَ رَجُلٌ فَاجِرٌ

نے کہا۔ مجھے وہاں جانے دو۔ لوگوں نے کہا جاؤ۔ جب وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آیا۔

افراد تھے وہ کیا ہوئے۔ انھوں نے بتایا۔ کہ ان سب کو میں نے قتل کر دیا ہے۔ اور ان کے مال لے کر آیا ہوں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس میں سے خمس لے لیں۔ یا جو مناسب خیال فرمائیں کریں۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسلام لانا قبول ہے اور مال سے مجھے غرض نہیں۔

حربی کفار کا مال اگر مسلمان چھین لے تو اس کے لیے حلال ہے۔ مگر جب کوئی معاہدہ ہو جائے تو اسکی پابندی لازم ہے۔ اس کی خلاف ورزی غدر اور حرام ہے۔ جب چند آدمی ایک ساتھ سفر کر رہے ہوں تو یہ عرف اور تعامل ہے کہ ان کے مابین یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی جان و مال سے تعرض نہ کریں گے۔

فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَمَا هُوَ يُكَلِّمُهُ إِذْ جَاءَ

تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ یہ مکر ز ہے ۔ یہ اچھا آدمی نہیں ۔ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ مَعْمَرٌ فَأَخْبَرَنِي أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّهُ لَمَّا جَاءَ

سے بات کرنے لگا ۔ اثنار گفتگو ہی میں سہیل بن عمرو آیا ۔ معمر نے کہا زہری نے اپنی حدیث میں یہ کہا ۔ جب سہیل

سُهَيْلٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَهُلَ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ

بن عمرو آیا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ تمہارا معاملہ آسان ہو گیا ۔ ایوب نے عکرمہ سے روایت کرتے

قَالَ مَعْمَرٌ قَالَ الزُّهْرِيُّ فِي حَدِيثِهِ فَجَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فَقَالَ

ہوئے مجھے خبر دی کہ جب سہیل آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا معاملہ آسان ہو گیا ۔ معمر نے کہا کہ زہری

هَاتِ اُكْتُبْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابًا فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے اپنی حدیث میں یہ کہا سہیل بن عمرو آئے اور کہا آؤ آپس میں ایک عہد نامہ لکھ لیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

الْكَاتِبَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

نے کاتب کو بلایا فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم اس پر سہیل نے کہا خدا کی قسم ہم رحمن کو نہیں جانتے یہ کیا ہے ۔ لیکن

فَقَالَ سُهَيْلٌ أَمَّا الرَّحْمٰنُ فَوَاللّٰهِ مَا أَدْرِي مَا هُوَ وَلٰكِنِ اكْتُبْ بِاسْمِكَ

لکھو باسمک اللھم جیسا کہ لکھتے تھے ۔ مسلمانوں نے کہا ہم بسم اللہ الرحمن الرحیم کے سوا اور کچھ نہیں

اللّٰهُمَّ كَمَا كُنْتَ تَكْتُبُ فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ وَاللّٰهِ لَا نَكْتُبُهَا إِلَّا

لکھیں گے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لکھو باسمک اللھم ۔ پھر فرمایا یہ وہ فیصلہ ہے

بلکہ حفاظت کریں گے ۔ حضرت مغیرہ نے اس کی خلاف ورزی کی جو جائز نہیں ۔ چونکہ انھوں نے یہ مال بطور غدر عہد شکنی لیا تھا ۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا ۔

اقول وھو المستعان ۔ حضرت مغیرہ نے یہ سب حالت کفر میں کیا تھا ۔ اس لئے ان کے اس فعل کو اسلامی قوانین کی حدود میں لانے کی کوشش کی کوئی ضرورت نہیں اگر یہ مال حرام تھا ۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ کرتے کہ اسے ان کے وارثین کو واپس فرماتے ۔ حضرت مغیرہ کے پاس نہیں رہنے دیتے ۔ حق یہ ہے کہ یہ اموال حضرت مغیرہ نے حالت کفر میں دار الحرب میں حاصل کئے تھے ۔ یہ انکی ملک اور ان کے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اكْتُبْ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ ثُمَّ قَالَ هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ 172

جو محمد رسول اللہ نے کیا تو سہیل نے کہا بخدا اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپکو بیت اللہ

اللّٰهِ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَاللّٰهِ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ اِنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا صَدَدْنَاكَ عَنِ الْبَيْتِ وَلَا قَاتَلْنَاكَ وَلٰكِنِ

سے نہ روکتے اور نہ آپ سے لڑتے۔ ہاں لکھو محمد بن عبداللہ۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

اكْتُبْ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاِنْ كَذَّبْتُمُوْنِيْ

فرمایا۔ بخدا میں یقیناً اللہ کا رسول ہوں اور اگر تم لوگ مجھے جھٹلاتے ہو تو لکھو محمد بن

اُكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَذٰلِكَ

عبداللہ۔ زہری نے کہا اور یہ اس وجہ سے فرمایا کہ پہلے ارشاد فرما چکے تھے یہ لوگ مجھ سے

لِقَوْلِهٖ لَا يَسْئَلُوْنِيْ خُطَّةً يُعَظِّمُوْنَ فِيْهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ اِلَّا اَعْطَيْتُهُمْ

جو بھی ایسی بات مانگیں گے جس میں اللہ کی محترم چیزوں کی تعظیم ہو تو میں انھیں دوں گا ۔ اب

اِيَّاهَا فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَنْ تُخَلُّوْا بَيْنَنَا وَبَيْنَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا اس شرط پر کہ ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان سے

الْبَيْتِ فَنَطُوْفَ بِهٖ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَاللّٰهِ لَا تَتَحَدَّثُ الْعَرَبُ اَنَّا اُخِذْنَا

ہٹ جاؤ تاکہ ہم اس کا طواف کرلیں۔ تو سہیل نے کہا کہ بخدا اس صورت میں عرب یہ کہیں گے کہ ہم

لئے حلال وطیب تھے۔ اور چونکہ انھوں نے حالتِ اسلام میں جہاد کرکے نہیں حاصل کیا تھا اس لئے خمس نہیں لیا۔

**فقال رجل من بنی کنانۃ** ان کا نام حلیس بن علقمہ حارثی تھا۔ یہ احابیش کا سردار تھا۔ جنگ احد کے موقعہ پر احابیش کی قیادت اسی کے

ہاتھ میں تھی۔ اس نے مسلمانوں کے قریب آکر جب قربانی کے اونٹوں کو دیکھا اور یہ دیکھا کہ ان کی گردنوں میں قلادے پڑے ہوئے ہیں۔ اور تلبیہ کی آواز سنی تو بلند آواز سے چیخا۔ رب کعبہ کی قسم قریش ہلاک ہوگئے۔ یہ لوگ تو عمرے کے لئے آئے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اے بنی کنانہ کے بھائی۔ جاؤ قریش کو بتلادو۔

یہ واپس جاکر قریش پر خفا ہوا اور کہا اے قریش ہم نے اس پر تم سے معاہدہ نہیں کیا تھا جو بیت اللہ

ضُغْطَةً وَلٰكِنْ ذٰلِكَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَكَتَبَ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَعَلٰى

مجبور کر دیے گئے ہاں یہ آئندہ سال ہو سکے گا تو یہی لکھا۔ اب سہیل نے کہا اور اس شرط

اَنَّهٗ لَا يَأْتِيْكَ مِنَّا رَجُلٌ وَاِنْ كَانَ عَلٰى دِيْنِكَ اِلَّا رَدَدْتَهٗ اِلَيْنَا

پر کہ ہم سے کوئی بھی آپ کے پاس جائے اگرچہ آپ کے دین پر ہو تو آپ اسے ہماری طرف

قَالَ الْمُسْلِمُوْنَ سُبْحَانَ اللّٰهِ كَيْفَ يُرَدُّ اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ جَاءَ

لوٹا دیں گے۔ اس پر مسلمانوں نے کہا سبحان اللہ وہ مشرکین کی طرف کیسے لوٹایا جائیگا

مُسْلِمًا فَبَيْنَاهُمْ كَذٰلِكَ اِذْ دَخَلَ اَبُوْجَنْدَلِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ

حالانکہ وہ مسلمان ہو کر آیا ہے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ابو جندل بن سہیل بن

عَمْرٍو يَرْسُفُ فِيْ قُيُوْدِهٖ وَقَدْ خَرَجَ مِنْ اَسْفَلِ مَكَّةَ حَتّٰى رَمٰى

عمرو اپنی بیڑیوں میں گھسٹتے ہوئے آئے ——— اور وہ مکہ کے زیریں حصہ سے نکلے تھے

بِنَفْسِهٖ بَيْنَ اَظْهُرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ سُهَيْلٌ هٰذَا يَا مُحَمَّدُ اَوَّلُ

آکر انھوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے سامنے ڈال دیا۔ اس پر سہیل نے کہا اے محمد

مَا اُقَاضِيْكَ عَلَيْهِ اَنْ تَرُدَّهٗ اِلَيَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ ہمارے صلحنامہ کی پہلی بات ہے اسے ہماری طرف لوٹائیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کی تعظیم کے لئے آئے اسے روکا جائے۔ قریش نے کہا۔ تم جاؤ۔ ہم وہی کریں گے جو ہمیں پسند ہے۔

**رجل فاجر** مکرز بن حفص بن اخیف یہ بنی عامر بن لوی کا فرد تھا۔ یہ پورے عرب میں بدعہدی فتنہ انگیزی میں مشہور تھا۔ اور اس کی شرارت کے بہت سے قصے مشہور تھے۔

قریش نے کبھی بنی کنانہ کے کسی آدمی کو مار ڈالا تھا۔ اس کے بدلے میں بنی کنانہ نے مکرز کے ایک بھائی کو قتل کر دیا۔ اس پر آپس میں گفت و شنید کے بعد صلح ہو گئی۔ اس صلح کے بعد مکرز نے بنی کنانہ کے ایک شخص کو مار ڈالا۔ جس سے قریش اور کنانہ میں پھر تناؤ پیدا ہو گیا تھا۔

خود حدیبیہ کے موقع پر پچاس افراد کو لے کر شب خون مارنے کے ارادے سے آیا تھا۔ مگر حضرت محمد بن مسلمہ پہرے پر تھے۔ انھوں نے سب کو گرفتار کر لیا۔ مکرز کسی طرح بچ نکلا۔

اگرچہ صلح کی بات کے درمیان اس نے شرافت ہی کا ثبوت دیا۔ اور کوئی شر انگیز بات نہ کی اور

إِنَّا لَمْ نَقْضِ الْكِتَابَ بَعْدُ قَالَ فَوَاللّٰهِ إِذَنْ لَّا أُصَالِحُكَ عَلٰى شَيْءٍ

نے فرمایا ابھی صلح نامہ پورا نہیں لکھا گیا ہے۔ انھوں نے کہا خدا کی قسم اب ہم آپ سے کسی بات پر

أَبَدًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجِزْهُ لِي فَقَالَ مَا أَنَا

ہرگز صلح نہیں کریں گے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا اس کے لئے اجازت دیدو انھوں نے

بِمُجِيزِ ذٰلِكَ قَالَ بَلٰى فَافْعَلْ قَالَ مَا أَنَا بِفَاعِلٍ قَالَ مِكْرَزٌ بَلْ

کہا میں اجازت نہیں دوں گا۔ فرمایا ایسا کردو انھوں نے کہا میں نہیں کروں گا۔ مکرز نے کہا ہم نے آپکو

قَدْ أَجَزْنَاهُ لَكَ قَالَ أَبُوْ جَنْدَلٍ أَيْ مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ أُرَدُّ إِلَى

اجازت دی۔ ابو جندل نے کہا اے مسلمانو میں مشرکین کی طرف لوٹایا جارہا ہوں حالانکہ میں مسلمان

الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ جِئْتُ مُسْلِمًا أَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ لَقِيْتُ وَكَانَ قَدْ

ہوکر آیا ہوں کیا نہیں دیکھتے ہو میں نے کتنی مصیبت اٹھائی ہے اور وہ اللہ کی راہ میں بہت زیادہ

عُذِّبَ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي اللّٰهِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَأَتَيْتُ

ستائے گئے تھے۔ عمر ابن خطاب نے کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے

نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ أَلَسْتَ نَبِيَّ اللّٰهِ حَقًّا قَالَ بَلٰى

عرض کیا کیا آپ اللہ کے نبی برحق نہیں ہیں۔ فرمایا ضرور ہوں۔ میں نے عرض کیا کیا ہم

نہ حرکت۔ بلکہ حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاملے میں اس بات کی تائید کی کہ انھیں مسلمانوں میں چھوڑ دیا جائے۔

**ضُغْطَةً** دبانا۔ مغلوب کر لینا۔ نچوڑ لینا۔ یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ یعنی عرب یہ کہیں گے کہ قریش دب گئے۔ مغلوب ہوگئے۔

**یرسف فی قیودہ** رسفًا رسیفًا۔ اس طرح چلنا جیسے وہ چلتا ہو جس کے پاؤں بندھے ہوں۔ یعنی دونوں پاؤں بیک وقت اٹھا کر کودتے ہوئے آئے۔ جیسا کہ کتاب الصلح میں گزرا۔

**فدعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الکاتب** یہ کاتب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس روایت میں صرف دو شرطیں مذکور ہیں۔

قُلْتُ اَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ بَلٰى قُلْتُ فَلِمَ نُعْطِي

حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں فرمایا ہاں ہیں میں نے عرض کیا پھر ہم دین کے معاملہ میں

الدَّنِيَّةَ فِي دِيْنِنَا اِذَنْ قَالَ اِنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَسْتُ اَعْصِيْهِ وَهُوَ نَاصِرِيْ

کیوں ڈریں فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتا وہ میرا مددگار ہے۔

قُلْتُ اَوَلَيْسَ كُنْتَ تُحَدِّثُنَا اَنَّا سَنَاْتِي الْبَيْتَ فَنَطُوْفُ بِهٖ قَالَ بَلٰى فَاَخْبَرْتُكَ

میں نے عرض کیا کیا آپ نے یہ نہیں بیان فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔

اَنَّا نَاْتِيْهِ الْعَامَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّكَ اٰتِيْهِ وَمُطَوِّفٌ بِهٖ قَالَ فَاَتَيْتُ

فرمایا کیوں نہیں کیا میں نے تم کو یہ بتایا تھا کہ اسی سال جائیں گے میں نے عرض کیا فرمایا تم بیت اللہ جاؤ گے۔

اَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ يَا اَبَا بَكْرٍ اَلَيْسَ هٰذَا نَبِيَّ اللّٰهِ حَقًّا قَالَ بَلٰى قُلْتُ اَلَسْنَا

اور اس کا طواف کرو گے۔ حضرت عمر نے کہا کہ اس کے بعد میں ابو بکر کے پاس آیا۔ اور میں نے کہا اے ابوبکر!

عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ بَلٰى قُلْتُ فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ

کیا یہ اللہ کے نبی برحق نہیں انھوں نے کہا کیوں نہیں میں نے عرض کیا کیا ہم حق پر اور ہمارے

فِيْ دِيْنِنَا اِذَنْ قَالَ اَيُّهَا الرَّجُلُ اِنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَيْسَ يَعْصِيْ رَبَّهٗ

دشمن باطل پر نہیں انھوں نے فرمایا کیوں نہیں، میں نے عرض کیا پھر ہم دین کے معاملہ میں کیوں دبیں۔

مگر کتب حدیث وسیر کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شرائط صلح مندرجہ ذیل تھیں۔

(۱) مسلمان اس سال عمرہ نہ کریں واپس جائیں۔

(۲) سال آئندہ آکر عمرہ کریں اور مکے میں صرف تین دن رہیں۔

(۳) سوائے تلوار کے اور کوئی ہتھیار ساتھ نہ لائیں اور تلوار بھی نیام میں رہے اور نیام جلبان تھیلے وغیرہ میں۔

(۴) مکے میں جو مسلمان ہیں وہ اگر مسلمانوں کے ساتھ جانا چاہیں تو انھیں نہ لے جائیں اور اگر کوئی مسلمان مکے میں رہ جانا چاہے تو اسے نہ روکیں۔

(۵) مکے کے باشندوں میں خواہ کافر ہو خواہ مسلمان اگر مدینہ چلا جائے تو اسے واپس کر دیں لیکن اگر مدینے کا کوئی شخص مکہ آجائے تو واپس نہیں کیا جائے گا۔

(۶) عرب کے قبائل آزاد رہیں گے وہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ کر لیں۔

وَهُوَ نَاصِرُهٗ فَاسْتَمْسِكْ بِغَرْزِهٖ فَوَاللّٰهِ اِنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ قُلْتُ اَلَيْسَ كَانَ

انھوں نے فرمایا اے شخص وہ اللہ کے رسول ہیں وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کریں گے وہ ان کا

يُحَدِّثُنَا اَنَّا سَنَاْتِي الْبَيْتَ وَنَطُوْفُ بِهٖ قَالَ بَلٰى اَفَاَخْبَرَكَ اَنَّكَ

مددگار ہے۔ تم ان کی اطاعت کرو۔ بخدا وہ حق پر ہیں میں نے کہا کیا انھوں نے ہم سے نہیں بیان فرمایا تھا

تَاْتِيْهِ الْعَامَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّكَ اٰتِيْهِ وَمُطَوِّفٌ بِهٖ قَالَ الزُّهْرِيُّ

کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور طواف کریں گے فرمایا ضرور بیان فرمایا تھا۔ کیا یہ خبر دی تھی کہ تم اسی سال

قَالَ عُمَرُ فَعَمِلْتُ لِذٰلِكَ اَعْمَالًا قَالَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ

بیت اللہ جاؤ گے میں نے کہا نہیں فرمایا تو تم بیت اللہ ضرور جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ حضرت عمر نے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ قُوْمُوْا فَانْحَرُوْا

کہا کہ میں نے اس کے کفارہ میں بہت سے نیک عمل کئے۔ راوی نے کہا جب صلحنامہ لکھنے سے فارغ ہوگئے

ثُمَّ احْلِقُوْا قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا قَامَ مِنْهُمْ رَجُلٌ حَتّٰى قَالَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا اٹھو اونٹوں کو نحر کرو پھر سر کو مونڈاؤ۔

مَرَّاتٍ فَلَمَّا لَمْ يَقُمْ مِنْهُمْ اَحَدٌ دَخَلَ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَذَكَرَ لَهَا

راوی نے کہا بخدا ان میں سے ایک شخص بھی نہیں کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ حضور نے یہ تین بار فرمایا۔ جب ان میں سے

(۷) دس سال تک فریقین آپس میں جنگ نہیں کریں گے

صلح کی شرائط سراسر یکطرفہ تھیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے دب کر مغلوبانہ صلح کی تھی۔ مگر ایسا نہیں۔ بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصود صلح تھا۔ اور کچھ مدت کے لئے لڑائی جھگڑے کو بند کرنا۔ جس کے فوائد معلوم تھے کہ جب آپس کا تناؤ ختم ہوگا۔ لوگ ملیں گے جلیں گے۔ اس طرح اسلام کی خوبیاں جاننے کا موقع ملے گا۔ اور لوگ اسلام سے متعارف ہوں گے۔ تو نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ اسلام کی اشاعت تیز سے تیز تر ہوگی۔ اور ہوا یہی۔ کہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان اتنے افراد اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے کہ اسلام کی انیس سالہ تاریخ میں نہیں ہوئے تھے۔ اسی لئے قرآن مجید نے اس صلح کو فتح مبین فرمایا۔

**فقال ابوجندل** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوجندل سے فرمایا۔ اے ابوجندل صبر کر اور ثواب کی امید رکھ۔ ہم عہد شکنی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ تیرے لئے

مَا لَقِيَ مِنَ النَّاسِ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ يَا نَبِيَّ اللهِ أَتُحِبُّ ذَاكَ اُخْرُجْ

کوئی نہیں کھڑا ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہ کے پاس تشریف لائے اور ان سے اس کا

ثُمَّ لَا تُكَلِّمْ أَحَدًا مِنْهُمْ كَلِمَةً حَتَّى تَنْحَرَ بُدْنَكَ وَتَدْعُوَ حَالِقَكَ فَيَحْلِقَكَ فَخَرَجَ فَلَمْ يُكَلِّمْ

تذکرہ کیا ام سلمہ نے عرض کیا یا نبی اللہ کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں باہر تشریف لے جائیے اور کسی سے کچھ نہ فرمائیے

أَحَدًا مِنْهُمْ حَتَّى فَعَلَ ذَلِكَ نَحَرَ بُدْنَهُ وَدَعَا حَالِقَهُ فَحَلَقَهُ فَلَمَّا رَأَوْا ذَلِكَ قَامُوا فَنَحَرُوا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَحْلِقُ

اپنے اونٹ کو نحر کیجیے اور اپنے سر مونڈنے والے کو بلا کر سر مونڈا لیجیے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باہر

بَعْضًا حَتَّى كَادَ بَعْضُهُمْ يَقْتُلُ بَعْضًا غَمًّا ثُمَّ جَاءَهُ نِسْوَةٌ مُؤْمِنَاتٌ

تشریف لے گئے اور کسی سے کچھ نہیں فرمایا یہاں تک کہ وہ سب کر لیا اپنے اونٹ کو نحر فرمایا، اور سر

فَأَنْزَلَ اللهُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ

مونڈنے والے کو بلا کر سر مونڈا لیا جب لوگوں نے اسے دیکھا تو اٹھے اپنے اونٹوں کو نحر کیا اور بعض بعض کے سر کو

حَتَّى بَلَغَ بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ فَطَلَّقَ عُمَرُ يَوْمَئِذٍ امْرَأَتَيْنِ كَانَتَا لَهُ فِي الشِّرْكِ

مونڈنے لگا اتنی بھیڑ ہوئی کہ معلوم ہوتا تھا کہ کچھ لوگوں کو مار ڈالیں گے۔ پھر کچھ مسلمان عورتیں آئیں تو اللہ تعالیٰ

فَتَزَوَّجَ إِحْدَاهُمَا مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ وَالْأُخْرَى صَفْوَانُ بْنُ أُمَيَّةَ

نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی اے ایمان والو جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں۔ بعصم الکوافر تک (ممتحنہ آیت)

حضرت عمر اس دن اپنی ان دو عورتوں کو طلاق دیدیا جن سے زمانۂ شرک میں نکاح کیا تھا۔ ایک نے معاویہ بن سفیان

کوئی سبیل خلاصی کی نکالے گا۔ یہ سن کر حضرت عمر کود کر ابو جندل کے پاس گئے اور اس کے پہلو میں چلنے لگے اور ان سے کہا۔ یہ مشرک ہیں۔ ان کا خون کتے کے برابر ہے اور تلوار کا قبضہ ان کے قریب کیا۔ حضرت عمر فرماتے تھے کہ مجھے امید تھی کہ تلوار لے کر اپنے باپ کو مار ڈالے مگر وہ باپ کے ساتھ ایسا نہ کر سکے۔ اور اس اثنار میں صلح مکمل ہو گئی۔

**فاستمسك بغرزه** غرز۔ اونٹ کا پالان۔ زمین میں گاڑی ہوئی لکڑی۔ لفظی ترجمہ یہ ہے۔ ان کے پالان کو پکڑلے۔ ان کی کھونٹی کو پکڑلے۔ لیکن یہ کنایہ ہے بلا چون وچرا بات ماننے اور اطاعت کرنے سے۔ بولتے ہیں۔ الزم غرز فلاں۔ اس کی تابعداری کر۔

**سیف البحر:۔** سیف کے معنی کنارہ۔ یعنی حضرت ابو بصیر سمندر کے کنارے چلے گئے۔ اس جگہ کا نام

ثُمَّ رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَجَاءَهٗ اَبُوْ بَصِيْرٍ

سے اور دوسرے نے صفوان بن امیہ سے شادی کرلی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ لوٹ آئے قریش کے

رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ وَهُوَ مُسْلِمٌ فَاَرْسَلُوْا فِيْ طَلَبِهٖ رَجُلَيْنِ فَقَالُوا الْعَهْدَ

ایک صاحب ابوبصیر مسلمان ہوکر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے قریش نے انکو طلب کرنے کے لئے دو آدمیوں

الَّذِيْ جَعَلْتَ لَنَا فَدَفَعَهٗ إِلَى الرَّجُلَيْنِ فَخَرَجَا بِهٖ حَتّٰى بَلَغَا

کو بھیجا انھوں نے کہا اس عہد کو یاد کرو جو آپ نے ہم سے کیا ہے۔ حضور نے ابو بصیر کو ان دونوں آدمیوں

ذَا الْحُلَيْفَةِ فَنَزَلُوْا يَاْكُلُوْنَ مِنْ تَمْرٍ لَّهُمْ فَقَالَ اَبُوْ بَصِيْرٍ

کے ساتھ کردیا وہ دونوں انھیں لیکر مدینہ سے باہر ہوئے جب ذوالحلیفہ پر پہونچے تو اترے

لِاَحَدِ الرَّجُلَيْنِ وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَاَرٰى سَيْفَكَ هٰذَا يَا فُلَانُ جَيِّدًا

اور کھجوریں کھانے لگے ابو بصیر نے ان میں سے ایک سے کہا اے فلاں واللہ تمہارے تلوار کو میں

فَاسْتَلَّهُ الْاٰخَرُ فَقَالَ اَجَلْ وَاللّٰهِ إِنَّهٗ لَجَيِّدٌ لَقَدْ جَرَّبْتُ بِهٖ

دیکھ رہا ہوں کہ بہت اچھی ہے اس نے تلوار کو میان سے کھینچ لیا اور کہا ہاں بخدا یہ اچھی ہے میں نے

ثُمَّ جَرَّبْتُ فَقَالَ اَبُوْ بَصِيْرٍ اَرِنِيْ اُنْظُرْ إِلَيْهِ فَاَمْكَنَهٗ مِنْهُ

بار بار اس کا تجربہ کیا ہے۔ ابو بصیر نے کہا لاؤ دیکھوں تو اس نے تلوار انھیں دیدی انھوں نے اسے

فَضَرَبَهٗ حَتّٰى بَرَدَ وَفَرَّ الْاٰخَرُ حَتّٰى اَتَى الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ

ایسا مارا کہ ٹھنڈا ہوگیا دوسرا بھاگا یہاں تک کہ وہ مدینہ آیا دوڑتا ہوا مسجد میں داخل ہوا۔ اسے جب

عیص تھا۔ یہ جگہ شام آنے جانے کا راستہ تھی۔ قریش کے قافلے شام اسی راستے سے آتے جاتے تھے۔ حضرت ابو جندل بھی ستر مسلمان سواروں کے ساتھ وہیں آگئے۔ مکہ معظمہ کے ستم رسیدہ مسلمان یہیں آکر جمع ہونے لگے۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد تین سو تک پہونچ گئی۔ اور قریش کے قافلوں پر دھاوا بولنے لگے جس سے عاجز آکر ابو سفیان نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لکھا۔ کہ ہم اس شرط سے باز آئے۔ ان لوگوں کو اپنے پاس بلالیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بصیر کو لکھا کہ تم وہاں کے تمام مسلمانوں کو لیکر مدینہ طیبہ آجاؤ۔ جب یہ مفاوضہ عالیہ حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا۔ تو وہ حالت نزع میں تھے۔ والا نامہ پڑھ کر سنایا گیا اور وہ راہی ملک بقا ہوگئے۔ اور حضرت ابو جندل نے ان کو وہیں دفن کردیا۔

يَعْدُوْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَاٰهُ لَقَدْ رَاٰى هٰذَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا اس نے ضرور کوئی گھبرانے والی بات دیکھی ہے جب وہ نبی

ذُعْرًا فَلَمَّا انْتَهٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُتِلَ وَاللّٰهِ

صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہونچا تو کہا بخدا میرا ساتھی مار ڈالا گیا اور میں بھی مار ڈالا جاؤں گا اتنے

صَاحِبِيْ وَاِنِّيْ لَمَقْتُوْلٌ فَجَاءَ اَبُوْ بَصِيْرٍ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَدْ وَاللّٰهِ اَوْ

میں ابو بصیر بھی آگئے اور عرض کیا یا نبی اللہ بخدا اللہ نے آپ کے عہد کو پورا فرما دیا آپ نے مجھے انکی

فَى اللّٰهُ ذِمَّتَكَ قَدْ رَدَدْتَنِيْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ اَنْجَانِيَ اللّٰهُ مِنْهُمْ قَالَ النَّبِيُّ

جانب لوٹا دیا تھا پھر اللہ نے مجھے ان سے نجات دیدی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی ماں کیلئے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلُ اُمِّهٖ مِسْعَرُ حَرْبٍ لَوْ كَانَ لَهٗ اَحَدٌ فَلَمَّا

خرابی ہو اگر اس کو کوئی ساتھی مل جائے تو لڑائی کا بھڑکانے والا ہے۔ جب انھوں نے یہ سنا تو سمجھ گئے حضور

سَمِعَ ذٰلِكَ عَرَفَ اَنَّهٗ سَيَرُدُّهٗ اِلَيْهِمْ فَخَرَجَ حَتّٰى اَتٰى سِيْفَ الْبَحْرِ

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کی طرف لوٹائیں گے تو وہاں سے چل دیئے اور سمندر کے ساحل

قَالَ وَيَنْفَلِتُ مِنْهُمْ اَبُوْ جَنْدَلِ بْنُ سُهَيْلٍ فَلَحِقَ بِاَبِيْ بَصِيْرٍ فَجَعَلَ

پر آکر مقیم ہو گئے۔ راوی نے کہا مشرکین سے بھاگ کر ابو جندل بھی آگئے اور ابو بصیر کے ساتھ مل گئے۔

اور ان کے مزار کے قریب مسجد بنا دی۔

**فانزل اللّٰهُ** اس سے بظاہر یہ متبادر ہے کہ آیہ کریمہ ـــــ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ۔ حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ پر نازل ہوئی ہے ـــــ مگر ایسا نہیں۔ اس کے شان نزول میں سب سے صحیح قول یہ ہے۔ کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب مسلمان حدیبیہ میں مقیم تھے۔ اسی جوان جبل تنعیم سے اتر کر حملہ کی نیت سے آئے۔ جنھیں مسلمان نے گرفتار کر کے خدمت اقدس میں پیش کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں معاف فرما دیا اور رہا کر دیا[1]

اسی کے قریب قریب حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حدیبیہ کے

[1] مسلم ثانی۔ غزوہ ذی قرد ص۱۱۴۔ ایجاد باب قول اللہ تعالیٰ ھوالذی کف ایدکم ص۱۱۶۔

لَا يَخْرُجُ مِنْ قُرَيْشٍ رَجُلٌ قَدْ اَسْلَمَ اِلَّا لَحِقَ بِاَبِيْ بَصِيْرٍ حَتّٰى اجْتَمَعَتْ

اب یہ ہوگیا کہ قریش میں جو بھی مسلمان ہوتا وہ آکر ابو بصیر کے ساتھ مل جاتا یہاں تک کہ انکی ایک جماعت

مِنْهُمْ عِصَابَةٌ فَوَاللّٰهِ مَا يَسْمَعُوْنَ بِعِيْرٍ خَرَجَتْ لِقُرَيْشٍ اِلَى الشَّامِ اِلَّا

اکٹھا ہوگئی بخدا شام کی طرف جانے والے قریش کے کسی بھی قافلہ کو سنتے تو اس کے آڑے آتے انھیں مار ڈالتے

اعْتَرَضُوْا لَهَا فَقَتَلُوْهُمْ وَاَخَذُوْا اَمْوَالَهُمْ فَاَرْسَلَتْ قُرَيْشٌ اِلَى النَّبِيِّ

اور ان کے مال لے لیتے اب قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آدمی بھیجا اللہ اور رشتہ کا واسطہ دیا۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُنَاشِدُهٗ اللّٰهَ وَالرَّحِمَ لَمَا اَرْسَلَ فَمَنْ اَتَاهُ

کہ اب جو بھی ان کے پاس آئے اسے امن ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس یہ کہلا دیا اس پر

فَهُوَ اٰمِنٌ فَاَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ

اللہ تعالیٰ نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی اللہ وہی ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ حَتّٰى بَلَغَ حَمِيَّةَ

کو ان سے روکا ——— حمیۃ الجاہلیہ تک (الفتح آیہ نمبر ۲۴) ان کا تعصب یہ تھا کہ انھوں

الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَتْ حَمِيَّتُهُمْ اَنَّهُمْ لَمْ يُقِرُّوْا اَنَّهٗ نَبِيُّ اللّٰهِ وَلَمْ يُقِرُّوْا

نے اس کا اقرار نہیں کیا کہ وہ اللہ کے نبی ہیں اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا اقرار نہیں کیا۔

زمانے میں اس درخت کے نیچے تھے جس کا قرآن میں تذکرہ ہے کہ تیس ہتھیار بند جوان ہم پر حملے کے ارادے سے آئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر دعا کی۔ جس سے اندھے ہوگئے۔ ہم نے بڑھ کر انکو پکڑ لیا۔ حضور نے ان سے دریافت فرمایا۔ بتاؤ کیا تم لوگوں نے کسی سے معاہدہ کیا ہے۔ یا کسی نے تمکو امان دیا ہے۔ انھوں نے عرض کیا۔ نہیں۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں[1]۔

اس وقت سورہ فتح کی یہ تین آیتیں نازل ہوئیں۔

وہ (اللہ) وہی ہے جس نے مکے کی وادی میں تمہارے ہاتھوں کو ان سے اور ان کے ہاتھوں کو تم سے روکا۔ اس کے بعد کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا۔ اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے (۲۴) وہ لوگ

[1] مسند امام احمد ج ۴ ص ۸۴۔

بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَحَالُوْا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْبَيْتِ وَقَالَ عُقَيْلٌ

ان کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے۔ عقیل نے زہری سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ عروہ نے

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ فَاَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

مجھ سے کہا کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا امتحان لیتے۔ اور

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ وَبَلَغَنَا اَنَّهُ لَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ اَنْ يُّرَدُّوْا

ہمیں خبر پہونچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا کہ مشرکین کی جانب وہ لوٹا دیا جائے۔ جو انھوں نے ان

اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا اَنْفَقُوْا عَلٰى مَنْ هَاجَرَ مِنْ اَزْوَاجِهِمْ وَحَكَمَ عَلَى

عورتوں پہ خرچ کیا ہے جو ہجرت کرکے آئیں ہیں کہ کافرہ عورتوں کو اپنی زوجیت میں مت رکھو۔

الْمُسْلِمِيْنَ اَنْ لَّا يُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ اَنَّ عُمَرَ طَلَّقَ اِمْرَاَتَيْنِ

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی دو عورتوں قریبہ بنت ابی امیہ اور بنت جرول خزاعی کو طلاق دیدیا قریبہ سے معاویہ

قُرَيْبَةَ بِنْتَ اَبِيْ اُمَيَّةَ وَبِنْتَ جَرْوَلِ الْخُزَاعِيِّ فَتَزَوَّجَ قُرَيْبَةَ مُعَاوِيَةُ

نے اور دوسری سے ابو جہم نے نکاح کر لیا۔ جب کفار نے یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ مسلمانوں نے

وَتَزَوَّجَ الْاُخْرٰى اَبُوْ جَهْمٍ فَلَمَّا اَبَى الْكُفَّارُ اَنْ يُّقِرُّوْا بِاَدَاءِ مَا اَنْفَقَ

جو کچھ ان کی بیویوں پر خرچ کیا ہے اسے ادا کریں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ

اور اگر تمہاری کچھ عورتیں کافروں کی طرف چلی جاویں۔ پھر تم ان کو سزا دو اور عقب سے مراد

وہ ہیں جنھوں نے کفر کیا۔ اور تم کو مسجد حرام سے روکا۔ اس حالت میں کہ قربانی کے جانور اپنی جگہ پہنچنے سے رکے ہوئے تھے۔ اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ تم ایسے مسلمان مردوں اور عورتوں کو روند ڈالتے جنھیں تم نہیں جانتے۔ جس کی وجہ سے تم پر انجانے میں کوئی ناگوار حادثہ نازل ہو جاتا۔ (تو ہم لڑائی کی اجازت دیدیتے) یہ اس لئے ہوا کہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل فرمائے۔ اگر وہ جدا ہو جاتے تو ان میں جو کافر تھے انھیں دردناک عذاب دیتے ﴿۲۵﴾ جب کہ کافروں نے اپنے دلوں میں زمانہ جاہلیت کی ہٹ رکھی۔ تو اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور مومنین پر

فَعَاقَبْتُمْ وَالْعُقْبُ مَا يُؤَدِّي الْمُسْلِمُونَ إِلَى مَنْ هَاجَرَتْ إِمْرَأَتُهُ

وہ مال ہے جو مسلمان ان عورتوں کو دیتا جو کفار میں سے ہجرت کرکے آتیں حکم یہ دیا کہ مسلمانوں

مِنَ الْكُفَّارِ فَأَمَرَ أَنْ يُعْطِيَ مَنْ ذَهَبَ لَهُ زَوْجٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ مَا أَنْفَقَ

میں سے ہجرت کرنے والی کافر عورتوں کو مہر سے جو اس نے خرچ کیا اور اسے نہیں ملا تو اسے دیا جائے

مِنْ صَدَاقِ نِسَاءِ الْكُفَّارِ اللَّاتِي هَاجَرْنَ وَمَا نَعْلَمُ أَنَّ أَحَدًا مِمَّنْ

اور ہم نہیں جانتے ہیں کہ مہاجر عورتوں میں سے کوئی ایمان لانے کے بعد مرتد ہوئی ہو۔

الْمُهَاجِرَاتِ ارْتَدَّتْ بَعْدَ إِيمَانِهَا وَبَلَغَنَا أَنَّ أَبَا بَصِيرِ بْنَ أَسِيدٍ

اور ہمیں یہ خبر پہونچی کہ ابو بصیر بن اسید ثقفی مومن ہوکر ہجرت کرکے صلح کے

الثَّقَفِيَّ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا مُهَاجِرًا فِي الْمُدَّةِ

ایام میں حاضر ہوئے تو اخنس بن شریک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

فَكَتَبَ الْأَخْنَسُ بْنُ شَرِيقٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ

کو لکھا حضور سے ابو بصیر کو وہ مانگ رہا تھا اس کے بعد پوری حدیث

أَبَا بَصِيرٍ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ۔

ذکر کی۔

آثارا اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر انعام فرمایا۔ اور اس کے زیادہ حقدار اور اہل تھے۔ اور اللہ سب کچھ جانتا ہے (۲۹)

**وَالْعُقْبُ** عین کو فتحہ قاف کو سکون یا کسرہ۔ باری کے معنی میں۔ یہ امام زہری کی عَاقَبْتُمْ کی تفسیر ہے۔ اب۔ عاقبتم کا ترجمہ یہ ہوگا۔ اور تمہاری باری آئے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر تمہاری عورتیں بھاگ کر کفار میں چلی جائیں۔ اور کافر ان سے نکاح کرلیں اور تمہیں تمہارا وہ روپیہ نہ دیں جو تم نے ان عورتوں کو مہر میں دیا تھا۔ تو جب تمہاری باری کفار کو دینے کی آئے۔ مثلاً کسی کافر کی کوئی زوجہ ہجرت کرکے تمہارے پاس آجائے اور تم اس سے نکاح کرلو۔ تو پہلے والے کافر شوہر کو اس کا دیا ہوا مہر کا روپیہ اس کافر کو مت دو بلکہ اس مسلمان کو دو جس کی بیوی بھاگ کر کافروں میں چلی گئی۔ اور اگر کچھ فاضل ہو تو جتنا فاضل ہو وہ اس کافر کو دیدو۔

## بَابُ الْمُكَاتَبِ وَمَا لَا يَحِلُّ مِنَ الشُّرُوطِ الَّتِي تُخَالِفُ كِتَابَ اللّٰهِ۔ ص ۳۸۱

مکاتب کا بیان اور کتاب اللہ کے خلاف جو شرطیں ہوں وہ جائز نہیں۔

**ت ۵۳۵** وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فِي الْمُكَاتَبِ شُرُوطُهُمْ بَيْنَهُمْ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مکاتب کے بارے میں فرمایا۔ ان کے مابین جو شرطیں طے ہو جائیں ان کی پابندی ضروری ہے۔

**ت ۵۳۶** وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَوْ عُمَرُ كُلُّ شَرْطٍ خَالَفَ كِتَابَ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ

حضرت ابن عمر یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ جو شرط کتاب اللہ کے مخالف ہو وہ باطل ہے اگرچہ سو شرط ہو۔ (راوی ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ حضرت عمر

عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں سے مروی ہے۔

لیکن راجح جمہور کی تفسیر ہے۔ کہ عَاقَبْتُمْ۔ سے مراد جنگ ہے۔ اب ترجمہ یہ ہوگا۔ اگر تم انھیں سزا دو۔ یعنی ان سے جنگ کرو۔ تو مال غنیمت میں سے ان مسلمانوں کو ان کا وہ خرچ کیا ہوا پیسہ دیدو جنکو عورتیں کافروں کی طرف بھاگ گئی ہیں۔

**وَمَا نَعْلَم** یہ امام زہری اپنے علم کی بات کر رہے ہیں۔ ورنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ چھ عورتیں مرتد ہوکر مکہ بھاگی تھیں۔ ان میں ایک۔ ام الحکم بنت ابوسفیان بھی تھی۔ جو عیاض بن شداد کے نکاح میں تھی۔ بھاگ کر ثقیف کے ایک شخص کے ساتھ شادی کرلی۔ مگر جب ثقیف مسلمان ہوئے تو یہ بھی مسلمان ہوگئی۔

**تشریح ۵۳۵**:۔ اس تعلیق کو سفیان ثوری نے کتاب الفرائض میں روایت کیا ہے۔

**تشریح ۵۳۶**:۔ یہ مضمون حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے ماخوذ ہے۔ جیسا کہ گذر چکا۔

**تشریحات ۵۳۷** اس تعلیق کو سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ قاضی شریح کے فیصلے کا مطلب یہ ہے۔ اسے سو درہم دینے لازم ہیں۔ مگر ان کے برخلاف پوری امت کا مذہب یہ ہے کہ اس پر کچھ واجب نہیں۔ یہ ایک وعدہ ہے۔

بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْاِشْتِرَاطِ وَالثُّنْيَا فِي الْاِقْرَارِ وَالشُّرُوْطِ الَّتِيْ يَتَعَارَفُهَا

اقرار میں کون سی شرط اور کون سا استثناء جائز ہے۔ اور وہ شرطیں جو لوگوں میں

النَّاسُ بَيْنَهُمْ وَاِذَا قَالَ مِائَةً اِلَّا وَاحِدَةً اَوْ ثِنْتَيْنِ۔

متعارف ہیں اور جب کہا سو مگر ایک یا دو۔

ت ۵۳۷ وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِكَرِيِّهٖ

اور ابن سیرین نے کہا۔ کہ ایک شخص نے اپنے کرایہ دار سے کہا۔ کہ تم

اُدْخُلْ رِكَابَكَ فَاِنْ لَّمْ اَرْحَلْ مَعَكَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا فَلَكَ مِائَةُ

اپنی سواری پر بیٹھ جاؤ۔ اگر میں تیرے ساتھ فلاں اور فلاں دن نہ چلوں تو

دِرْهَمٍ فَلَمْ يَخْرُجْ فَقَالَ شُرَيْحٌ مَنْ شَرَطَ عَلٰى نَفْسِهٖ طَائِعًا غَيْرَ

تجھے سو درہم۔ اور وہ نکلا نہیں۔ اس پر قاضی شریح نے کہا۔ جو شخص برضا و رغبت

مُكْرَهٍ فَهُوَ عَلَيْهِ۔

بلا جبر و اکراہ اپنے خلاف شرط کرے تو وہ اس پر لازم ہے۔

ت ۵۳۸ وَقَالَ اَيُّوْبُ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ اِنَّ رَجُلًا بَاعَ طَعَامًا وَ

ابن سیرین ہی نے کہا۔ کہ ایک شخص نے غلہ خریدا اور کہا۔ اگر میں چہار شنبہ

قَالَ اِنْ لَّمْ آتِكَ الْاَرْبِعَاءَ فَلَيْسَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بَيْعٌ فَلَمْ يَجِئْ

کو نہ آؤں تو میرے تیرے درمیان بیع نہیں۔ اور وہ آیا نہیں۔ قاضی شریح نے خریدار سے

فَقَالَ شُرَيْحٌ لِلْمُشْتَرِيْ اَنْتَ اَخْلَفْتَ فَقَضٰى عَلَيْهِ۔

کہا۔ تو نے وعدہ خلافی کی اور اس کے خلاف فیصلہ کر دیا۔

**تشریحات** ۵۳۸

اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ ہمارا اور امام احمد امام اسحاق کا مذہب یہی ہے۔

حضرت امام شافعی وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ بیع صحیح ہے اور شرط باطل۔

**حدیث ۱۵۰۳**

عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدَةً مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ ؎

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ کے ننانوے نام ہیں۔ ایک کم سو جس نے اسے یاد کر لیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

**تشریحات ۱۵۰۳**

ترمذی[1] میں ان اسماء کی تفصیل یہ ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ الْحَلِیْمُ الْعَظِیْمُ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ الْحَفِیْظُ الْمُقِیْتُ الْحَسِیْبُ الْجَلِیْلُ الْكَرِیْمُ الرَّقِیْبُ الْمُجِیْبُ الْوَاسِعُ الْحَكِیْمُ الْوَدُوْدُ الْمَجِیْدُ الْبَاعِثُ الشَّهِیْدُ الْحَقُّ الْوَكِیْلُ الْقَوِیُّ الْمَتِیْنُ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ الْمُحْصِیُ الْمُبْدِئُ الْمُعِیْدُ الْمُحْیِیُ الْمُمِیْتُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِیُ الْمُتَعَالِیُ الْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّؤُفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِیُّ الْمُغْنِیُ الْمَانِعُ الضَّارُّ النَّافِعُ النُّوْرُ الْهَادِیُ الْبَدِیْعُ الْبَاقِیُ الْوَارِثُ الرَّشِیْدُ الصَّبُوْرُ۔

ابن ماجہ[2] میں ہے کہ اللہ عزوجل کے ننانوے اسماء ہیں ایک کم سو۔ بیشک وہ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔ جو انھیں یاد کرے جنت میں داخل ہوگا۔

بخاری اور ترمذی میں احصاھا ہے۔ ابن ماجہ میں حفظھا ہے۔ اَللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْاَوَّلُ

؎ ثانی الدعوات۔ باب للہ مائة اسم غیر واحد ص۹۴۹ التوحید باب ان للہ مائة اسم الا واحدة ص۱۰۹۹ مسلم۔ ذکر۔ ترمذی۔ دعوات۔ نسائی۔ النعوت۔ ابن ماجہ۔ دعا۔

[1] ثانی جامع الدعوات ص ۱۸۹ [2] دعوات ص ۲۸۳

الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْمَلِكُ الْحَقُّ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ الْعَلِيْمُ الْعَظِيْمُ الْبَارُّ الْمُتَعَالُ الْجَلِيْلُ الْجَمِيْلُ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الْقَادِرُ الْقَاهِرُ الْعَلِيُّ الْحَكِيْمُ الْقَرِيْبُ الْمُجِيْبُ الْغَنِيُّ الْوَهَّابُ الْوَدُوْدُ الشَّكُوْرُ الْمَاجِدُ الْوَاجِدُ الْوَالِيُ الرَّاشِدُ الْعَفُوُّ الْغَفُوْرُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ التَّوَّابُ الرَّبُّ الْمَجِيْدُ الْوَلِيُّ الشَّهِيْدُ الْمُبِيْنُ الْبُرْهَانُ الرَّؤُفُ الرَّحِيْمُ الْمُبْدِئُ الْمُعِيْدُ الْبَاعِثُ الْوَارِثُ الْقَوِيُّ الشَّدِيْدُ الضَّارُّ النَّافِعُ الْبَاقِيُ الْوَافِيُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ الْمُقْسِطُ الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ الْقَائِمُ الدَّائِمُ الْحَافِظُ الْوَكِيْلُ الْفَاطِرُ السَّامِعُ الْمُعْطِيُ الْمُحْيِيُ السَّمِيْعُ الْمَانِعُ الْجَامِعُ الْهَادِيُ الْكَافِيُ الْاَبَدُ الْعَالِمُ الصَّادِقُ النُّوْرُ الْمُنِيْرُ التَّامُّ الْقَدِيْمُ الْوِتْرُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ——— زہیر نے کہا بہت سے اہل علم سے یہ بات پہونچی ہے۔ کہ شروع کرے تو یہ پڑھے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى۔

ترمذی میں کچھ اسمار زائد ہیں جو ابن ماجہ میں نہیں۔ اسی طرح ابن ماجہ میں کچھ اسمار زائد ہیں جو ترمذی میں نہیں۔ علاوہ ازیں اور دوسری احادیث میں بھی اس کی تفصیل مذکور ہے۔ ان میں بھی یہی حال ہے۔ اس لئے ان روایت پر اعتماد کرکے ان ننانوے اسمار کی تعیین کرنا صحیح نہیں۔

علامہ ابن حجر نے بہت طویل تحقیقاتی بحث کرنے کے بعد اپنے طور پر ان اسمار کی جو تفصیل لکھی ہے۔ وہ یہ ہے۔

اَللّٰهُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ التَّوَّابُ الْوَهَّابُ الْخَلَّاقُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ الْحَلِيْمُ الْعَظِيْمُ الْوَاسِعُ الْحَكِيْمُ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ الْمُحِيْطُ الْمُقْتَدِرُ الْمَوْلَى النَّصِيْرُ الْكَرِيْمُ الرَّقِيْبُ الْقَرِيْبُ الْمُجِيْبُ الْوَكِيْلُ الْحَسِيْبُ الْحَفِيْظُ الْمُقِيْتُ الْوَدُوْدُ الْمَجِيْدُ الْوَارِثُ الشَّهِيْدُ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ الْقَوِيُّ الْمَتِيْنُ الْغَنِيُّ الْمَالِكُ الشَّدِيْدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْقَاهِرُ الْكَافِي الشَّاكِرُ الْمُسْتَعَانُ الْفَاطِرُ الْبَدِيْعُ الْغَافِرُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْكَفِيْلُ الْغَالِبُ الْحَكَمُ الْعَالِمُ الرَّفِيْعُ الْحَافِظُ الْمُنْتَقِمُ الْقَائِمُ الْمُحْيِي الْجَامِعُ الْمَلِيْكُ الْمُتَعَالِيُ النُّوْرُ الْهَادِيُ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْعَفُوُّ الرَّؤُفُ

الْاَكْرَمُ الْاَعْلَى الْبَرُّ الْمُحْسِنُ الرَّبُّ الْاِلٰهُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ 173

لیکن یہ بھی حضرت علامہ کا اپنا استخراج ہے۔ اس لئے یقینی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حدیث میں وارد ننانوے اسمار سے یہی مراد ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ جیسے شب قدر اور جمعہ کے دن کی ساعتِ اجابت اور صلوٰۃ وسطیٰ کو مخفی رکھا گیا ہے۔ ویسے ہی ان ننانوے اسمار حسنیٰ کو بھی غیر متناہی اسمار میں مضمر رکھا گیا ہے۔ تاکہ ذاکران ننانوے پر اکتفار کرکے بقیہ کا ذکر چھوڑ نہ بیٹھے۔ بلکہ جتنے اسے معلوم ہیں سب کا ورد رکھے۔ خود فرماتا ہے۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى بنی اسرائیل (۱۱۰)

فرمادو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو اس کے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں۔

جس روایت میں اسمار حسنیٰ کی تفصیل ہے اسے امام بخاری و امام مسلم نے نہیں لی۔ اس کی وجہ امام حاکم نے یہ بتائی کہ شعیب کے تلامذہ میں سے صرف ولید بن مسلم ہی نے روایت کیا ہے۔ اس پر علامہ عسقلانی اور علامہ عینی نے فرمایا کہ اس سے حدیث پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس لئے کہ ولید بن مسلم شعیب کے دوسرے تلامذہ سے احفظ واعلم واجل ہیں۔

اسی طرح ولید سے صرف صفوان ہی نے نہیں روایت کیا ہے بلکہ بیہقی نے بطریق موسیٰ بن ایوب اور دارمی نے بطریق ہشام بن عمار بھی روایت کیا ہے۔

ہو سکتا ہے امام بخاری یا مسلم نے یہ روایت اس بنا پر نہ لی ہو کہ اسمار مبارکہ کی تعیین میں شدید اضطراب و اختلاف ہے نیز اس کا بھی قوی امکان ہے کہ یہ مرفوع نہ ہو کسی راوی نے از خود تتبع کرکے بیان کر دیا ہو جیسا کہ امام بیہقی نے کہا ہے۔[1]

علماء کو اس میں تردد ہے کہ یہ ننانوے کی تخصیص کس بنیاد پر ہے۔ ظاہر ہے کہ تحدید مراد نہیں۔ اسلئے کہ اللہ عزوجل کے اسمار غیر متناہی ہیں۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ یہ قرآن مجید میں وارد ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ اگر مراد یہ ہے کہ یہ اسمار قرآن مجید میں بصورت اسم وارد ہیں تو یہ اس لئے درست نہیں کہ ایسے اسمار کی تعداد صرف اڑسٹھ ہے[2]۔ اور اگر یہ مراد ہے جو قرآن مجید سے ماخوذ ہیں خواہ وہ صراحتاً ہوں خواہ کلمات سے۔ بصورت اشتقاق لئے گئے ہوں۔ یا اضافت کے ساتھ ہوں تو ان کی تعداد ننانوے سے زائد ہے۔ اور احادیث میں وارد کا اضافہ کر لیا جائے۔ تو یہ تعداد اور بڑھ جائے گی۔

---

[1] فتح الباری حادی عشر ص ۲۱۵۔ [2] فتح الباری حادی عشر ص ۱۷۔

**الاواحدۃ** کی تانیث بتاویل صفت یا کلمۃ ہے۔ کتاب التوحید کی روایت میں واحد مذکر ہے۔ اور یہی ظاہر ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ اسمار الٰہیہ توقیفیہ ہیں۔ یعنی کتاب وسنت میں جو وارد ہیں۔ یا جن کے اطلاق پر اجماع ہے۔ صرف انھیں اسمار کے ساتھ اللہ عزوجل کو یاد کرنا چاہئے۔ ان کے علاوہ دوسرے اسمار کا اطلاق درست نہیں۔ مثلاً جواد کا اطلاق حدیث میں آیا ہے۔ اس لئے جواد کا اطلاق درست ہے۔ مگر سخی وارد نہیں۔ اس لئے اس کا اطلاق ممنوع ہے۔ شہید بصیر وارد ہے۔ اس لئے اس کا اطلاق درست ہے۔ حاضر ناظر وارد نہیں اس لئے اس کا اطلاق درست نہیں۔ 173

**اقول وھوالمستعان** ۔ یہ توقیف صرف عربی زبان کے ساتھ خاص ہے دوسری زبانوں کے لئے قاعدہ کلیہ یہ ہے۔ کہ جو اسمار مسلمانوں کے عوام وخواص خصوصاً علماء فقہاء میں رائج ہیں۔ ان کا اطلاق درست ہے۔ جیسے یزداں۔ ایزد۔ خدا وغیرہ۔ ہنود کے یہاں جو اسمار ان کے معبودان باطلہ کے لئے دیوی دیوتاؤں کے لئے بولے جاتے ہیں۔ ان سے سخت احتراز لازم ہے۔ ان میں کے بعض کفر صریح ہیں۔ مثلاً بھگوان۔ رام۔ اگر ان کے بعض کے معنی درست بھی ہوں تو اگر کوئی بجائے اللہ اور خدا کے ایشور ہری بولے تو اس کے ہندو ہونے کا شبہ ہوگا۔ اس لئے اس سے ضرور بالضرور بچنا لازم ہے اس طرح جن کلمات کے معنی کئی ہوں۔ بعض درست بعض باطل اور شرع میں وارد نہ ہوں ان کا اطلاق بھی ممنوع ہے۔ شامی میں ہے۔ مجرد ایہام المعنی المحال کاف للمنع ــــ معنی محال کا ایہام ہی منع کے لئے کافی ہے۔

اسی طرح جن کلمات کے معنی معلوم نہیں۔ ان کے بھی اطلاق سے بچنا لازم ہے۔ آجکل ہندوؤں سے سیکھ کر مسلمانوں میں یہ رائج ہوگیا ہے۔ بولتے ہیں۔ اوپر والا جانے۔ نیلی چھتری والا جانے۔ اس سے بھی احتراز لازم ہے۔ عالمگیری[1] میں ہے۔

ولو قال اللہ تعالی فی السماء فان قصد بہ حکایۃ ماجاء فیہ ظاھر الاخبار لایکفر وان اراد بہ المکان یکفر ان لم تکن لہ نیۃ یکفر عند الاکثر وھو الاصح وعلیہ الفتوی۔

اگر یہ کہا اللہ آسمان میں ہے۔ تو اگر اس کی مراد ظاہر آیات واحادیث میں جو آیا ہے اس کی حکایت ہے تو کافر نہیں اور اگر اس کی مراد مکان ہے تو کافر ہے اور اگر کچھ مراد نہیں تو اکثر کے نزدیک کافر ہے اور یہی اصح ہے اور اسی پر فتوی ہے۔

اور اغلب یہی ہے کہ مذکورہ بالا جملوں سے عوام کی مراد یہی ہوتی ہے کہ جو آسمان میں ہے یا اوپر ہے۔ پھر اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اللہ عزوجل خدا تعالی کہنے سے کون منع کرتا ہے پھر کوئی ضرورت نہیں کہ ان متبرک اسمار کو چھوڑ کر ایسے کلمات سے اس کا مبارک نام لیا جائے جو کفر ہو یا موہم کفر ــــ قرآن مجید میں ارشاد ہے

---

[1] ثانی السیر الباب التاسع ص ۴۰۹ نول کشور

## بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْوَقْفِ ص۳۸۲　　وقف میں شروط کا بیان

**حدیث ۱۵۰۴**

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَصَابَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ

اَرْضًا بِخَيْبَرَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاْمِرُهٗ فِيْهَا فَقَالَ

تعالیٰ عنہ نے خیبر میں کچھ زمین حاصل کی۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَصَبْتُ اَرْضًا بِخَيْبَرَ لَمْ اُصِبْ مَالًا قَطُّ اَنْفَسَ عِنْدِيْ مِنْهُ

حاضر ہوئے۔ اس کے بارے میں مشورہ کرنے کیلئے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے خیبر میں ایک زمین

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ اَسْمَآئِهٖ۔

اعراف (۱۸۰)

اور اللہ کے لئے اچھے اچھے نام ہیں اسکو انھیں سے پکارو اور جو لوگ اس کے ناموں میں کجروی اختیار کرتے ہیں انھیں چھوڑ دو۔

یہ ننانوے اسماء اسماء صفات ہیں۔ اسم ذات، اللہ ہے۔ انھیں اسماء میں اسم اعظم بھی ہے۔ وہ کون سا اسم مبارک ہے یہ مخفی ہے۔ علاوہ ازیں کچھ علماء کے اقوال یہ بھی ہیں۔ کہ اسم اعظم ان کے سوا دوسرے دعائیہ کلمات ہیں۔ جیسے دعاء یونس۔ بعض حضرات نے کلمہ ھو کو اسم اعظم کہا ہے۔ فتح الباری میں چودہ اقوال ذکر فرمائے ہیں۔

مجدد اعظم اعلحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے کہا۔ ہر شخص کا اسم اعظم اسماء حسنیٰ میں وہ ایک یا چند اسماء ہیں جو اس کے نام کے اعداد کے مطابق ہے۔

**فمن احصاھا** کتاب الدعوات کی روایت فمن حفظھا ہے۔ اسی لئے میں نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ جس نے اسے یاد کرلیا۔ اور اس میں کوئی استبعاد نہیں کہ اسماء حسنیٰ کے محض یاد کرنے پر جنت عطا ہو جائے۔ اور ایک مطلب یہ بھی ہے۔ کہ جس نے اسے یاد کیا اور یہ اسماء جن صفات پر دلالت کرتے ہیں ان کو اپنے اندر پیدا کرنے کی پوری کوشش کرے بشرطیکہ مخلوق کے لئے اس کا حصول شرعاً عقلاً محال نہ ہو۔ جیسے رحیم کریم۔ غفور۔ عفو۔ معطی۔ وغیرہ۔

**تشریحات ۱۵۰۴**

اصاب ارضا۔ اس زمین کا نام ثمغ تھا۔ جیسا کہ خود بخاری میں[1] ہے۔ انھوں نے اسے بنی حارثہ کے ایک یہودی سے خریدا تھا۔ وتصدقت بھا۔ یعنی اسے وقف کردو۔ کہ اصل باغ

[1] ص ۳۸۷۔

فَمَا تَأْمُرُ بِهٖ قَالَ اِنْ شِئْتَ حَبَّسْتَ اَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا قَالَ فَتَصَدَّقَ بِهَا

حاصل کی ہے۔ اس سے عمدہ مال میں نے کبھی نہیں حاصل کیا تھا۔ اس کے بارے میں مجھے کیا حکم دیتے

عُمَرُ اَنَّهٗ لَا تُبَاعُ وَلَا تُوْهَبُ وَلَا تُوْرَثُ وَتَصَدَّقَ بِهَا فِي الْفُقَرَاءِ وَفِي الْقُرْبٰى

ہیں۔ فرمایا اگر چاہو تو اس کے اصل کو باقی رکھو اور (اس کی آمدنی) صدقہ کر دو۔ حضرت عمر

وَفِي الرِّقَابِ وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَالضَّيْفِ وَلَا جُنَاحَ عَلٰى

نے اسے صدقہ کر دیا اس شرط پر کہ نہ بیچی جائے نہ ہبہ کی جائے نہ میراث بنائی جائے اور اسے فقیروں

مَنْ وَّلِيَهَا اَنْ يَّاْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَيُطْعِمَ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ قَالَ فَحَدَّثْتُ

رشتہ داروں غلاموں فی سبیل اللہ مسافروں مہمانوں کے حق میں صدقہ کر دیا اور یہ کہ جو اس کا

بِهٖ ابْنَ سِيْرِيْنَ فَقَالَ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا ۔ ؎

متولی ہو وہ بطریق معروف اس میں سے خود کھائے اور کھلائے۔ البتہ مال جمع نہ کرے۔

باقی رہے اور اس کی پیداوار سے موقوف علیہم نفع حاصل کریں۔ جیسا کہ دوسری روایتوں میں ہے احبس اصلها وسبل ثمرتها۔ اس کے اصل کو روکو اور پھل راہ خدا میں کر دو۔ اس وقف کا پہلا متولی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بنایا تھا۔ ان کے بعد کے لئے یہ وصیت کی تھی کہ آل عمر میں جو اصحاب رائے ہوں وہ متولی ہوں گے۔

**ان یاکل** یعنی عرف کے مطابق اپنے کام اور وقف کے تحمل کا لحاظ کر کے اس میں سے کھا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلا سکتا ہے۔ مثلاً اپنے اہل و عیال کو جن کا نفقہ اس کے ذمہ ہو۔

**غیر متاثل** اس حدیث کے راوی ابن عون نے کہا۔ میں نے یہ حدیث ابن سیرین کو سنائی تو انھوں نے بتایا کہ غیر متمول کے بجائے غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا ہے۔ یعنی مال جمع کرنے والا نہ ہو۔ متاثل کا مادہ اثل ہے۔ اس کا معنی جڑ پکڑنے کے ہیں۔ تاثل کے معنی جڑ پکڑنے کے۔ اکٹھا کرنے، کما کر مال بڑھانے کے ہیں۔

؎ وصایا باب الوقف وکیف یکتب ص۳۸۸ باب الوقف للفقیر والغنی والضیف ص۳۸۹ باب قول اللہ عزوجل و اٰتوا الیتامیٰ ص۳۸۷ مسلم الوصایا نسائی الاحباس۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب الوصایا

ص ۳۸۲

## وصیتوں کا بیان

وَقَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ ۔ کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ

اور اللہ عزوجل نے فرمایا۔ تم پر فرض کیا گیا کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آئے اور کچھ مال

تَرَکَ خَیْرَنِ الْوَصِیَّۃُ لِلْوَالِدَیْنِ (اِلٰی) جَنَفًا ۔ جَنَفًا مَیْلًا مُتَجَانِفٍ مَائِلٍ ۔ بقرہ ایت ۱۸۰

چھوڑے تو ماں باپ (وغیرہ) کیلئے وصیت کر جائے۔ جنفًا کا معنی میل۔ جھکنے کے ہیں اور متجانف کے معنی جھکنے والے کے۔

**حدیث ۱۵۰۵**

عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

**توضیح**

اس کے بعد آیت کا حصہ یہ ہے۔ قریب کے رشتہ داروں کے لئے دستور کے مطابق۔ یہ پرہیزگاروں پر واجب ہے۔ سننے سنانے کے بعد جو وصیت کو بدل دے تو اس کا گناہ بدلنے والوں پر ہے۔ بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ پھر جسے یہ اندیشہ ہو کہ وصیت کرنے والے نے کچھ ناانصافی یا گناہ کیا ہے تو اس نے ان کے درمیان صلح کرادی تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

**وصیت**

اس کے اصل معنی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے ہیں۔ شریعت میں اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ کسی کو اپنے متروک مال کا اپنے مرنے کے بعد مالک بنانا۔ عرف میں وصیت اس فعل کو بھی کہتے ہیں۔ اور اس مال کو بھی جس کے بارے میں وصیت کی ہے۔ اور کبھی اچھے کام کرنے کا حکم اور برے کام سے روکنے کے بھی معنی میں آتا ہے۔ زیادہ رغبت دلانے ابھارنے اور زجر و توبیخ ظاہر کرنے کے لئے بھی

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا حَقُّ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ لَہٗ شَیْءٌ یُّوْصِیْ

نے فرمایا۔ کسی مسلمان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اس کے پاس وصیت کے لائق مال ہو اور وہ دو راتیں

فِیْہِ یَبِیْتُ لَیْلَتَیْنِ اِلَّا وَوَصِیَّتُہٗ مَکْتُوْبَۃٌ عِنْدَہٗ [1]

گزار دے مگر یہ کہ اس کے پاس لکھی ہوئی وصیت موجود ہو۔

**حدیث ۱۵۰۶** عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ خَتَنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہلیہ ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث کے

اَخِیْ جُوَیْرِیَۃَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَ مَا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

بھائی عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

**تشریحات ۱۵۰۵** یبیت لیلتین۔ ابو عوانہ اور بیہقی کی روایت میں بطریق حماد بن زید ایوب سے جو روایت ہے اس میں یبیت لیلۃ۔ او لیلتین ہے۔ مسلم اور نسائی کی روایت میں بطریق زہری عن سالم عن ابیہ۔ یبیت ثلث لیال ہے۔ ان سب روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ لیلتین یا لیلۃ یا ثلث لیال کا ذکر تحدید کے لئے نہیں۔ اس سے مراد تھوڑا سا زمانہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس میں ذرا بھی تاخیر مناسب نہیں۔

اس حدیث اور باب کے تحت مذکورہ آیہ کریمہ کے ظاہر سے کچھ حضرات نے یہ استدلال کیا ہے کہ وصیت کرنا واجب ہے۔ اگرچہ تھوڑی ہی چیز کے بارے میں ہو۔ مگر ان کے علاوہ پوری امت کا قریب قریب اس پر اجماع ہے کہ وصیت کرنا واجب نہیں یہ آیہ کریمہ آیات ارث سے منسوخ ہے اور اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ حق کے لغوی معنی شئی ثابت کے ہیں جس کا اطلاق مستحب اور مباح پر بھی ہوتا ہے۔

**تشریحات ۱۵۰۶** ابن عربی اور ابن فارسی اور اصمعی کا قول یہ ہے کہ بیوی کے بھائی اور باپ وغیرہ کو ختن کہتے ہیں۔ لیکن عام اہل لغت صرف داماد کو ختن کہتے ہیں یہاں عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ختن پہلے قول کی بنیاد پر کہا گیا ہے۔

---

[1] مسلم وصیت ابو داؤد وصایا۔ ترمذی وصایا۔ جنائز نسائی وصایا ابن ماجہ وصایا دارمی وصایا موطا امام مالک وصایا۔ مسند امام احمد ثانی ص۵۰ وغیرہ

[2] فتح الباری جلد خامس ص۳۶۲

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِرْهَمًا وَلَا دِيْنَارًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا اَمَةً وَّلَا شَيْئًا

علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت نہ درہم چھوڑا نہ دینار اور نہ غلام اور نہ باندی اور نہ کچھ اور صرف اپنا

اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلَاحَهُ وَاَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً [1]

سفید خچر اور اپنا ہتھیار اور زمین چھوڑی جسے صدقہ کر دیا تھا۔

**حدیث ۱۵۰۷**

حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ مُصَرِّفٍ قَالَ سَئَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اَوْفٰى هَلْ

طلحہ بن مصرف نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصٰى قَالَ لَا فَقُلْتُ كَيْفَ كُتِبَ

کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی۔ فرمایا نہیں۔ میں نے پوچھا۔ پھر لوگوں پر وصیت

عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ اَوْ اُمِرُوْا بِالْوَصِيَّةِ قَالَ اَوْصٰى بِكِتَابِ اللّٰهِ [2]

کرنا کیسے فرض کیا گیا یا لوگوں کو وصیت کا حکم دیا گیا۔ فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتاب اللہ کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیا۔

**اخوجویریۃ**

یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی ھو اخو جویریۃ۔ دوسری روایت اخی جویریہ کی ہے۔ یہ حتن پر معطوف ہے۔

مسلم اور ابوداؤد و نسائی وغیرہ میں بطریق مسروق حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ درہم چھوڑا نہ دینار چھوڑا اور نہ بکری نہ اونٹ اور نہ کچھ وصیت فرمائی۔

مغازی کی ایک روایت میں ہے۔ یہ زمین جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقہ یعنی وقف فرما دیا تھا۔ یہ خیبر میں تھی۔ یہ سفید خچر وہی تھا جو شاہ مصر مقوقس نے تحفۃً پیش کیا تھا۔ جسکا نام دُلدُل تھا۔

---

[1] کتاب الجہاد باب بغلۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم البیضاء ص۴۰۲ باب من لم یر کسر السلاح عند الموت ص۴۰۲ باب نفقۃ نساء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد وفاتہ ص۴۳۷ ثانی مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ووفاتہ ص۶۱۴ ترمذی شمائل، نسائی، الاجباس۔

[2] ثانی المغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ووفاتہ ص۶۴۱ فضائل القرآن باب الوصاۃ بکتاب اللہ ص۷۵۰ مسلم الوصایا ترمذی الوصایا، نسائی الوصایا، ابن ماجہ الوصایا۔

| حدیث | عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ ذَکَرُوْا عِنْدَ عَائِشَۃَ اَنَّ عَلِیًّا کَانَ وَصِیًّا |
|---|---|
| ۱۵۰۸ | اسود سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں لوگوں نے |
| | فَقَالَتْ مَتٰی اَوْصٰی اِلَیْہِ وَقَدْ کُنْتُ مُسْنِدَتَہٗ اِلٰی صَدْرِیْ اَوْقَالَتْ |
| | ذکر کیا کہ حضرت علی وصی تھے تو ام المومنین نے فرمایا۔ کب ان کے بارے میں وصیت کی۔ میں حضور کو اپنے |

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بھی زندہ رہا اور حضرت علی کے پاس رہا۔ اور ان کے بعد حضرت عبد اللہ بن جعفر کے پاس۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ تک رہا۔

ابن تین نے کہا یہ زمین فدک تھی رہ گئی خیبر کی زمین تو اسے بہت پہلے ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تقسیم فرما دیا تھا۔ اس پر قرینہ مغازی کی روایت ہے۔ جعلہا لابن السبیل صدقۃ اس زمین کو مسافروں کے لئے وقف فرما دیا تھا۔ فیہ ما فیہ۔

**تشریحات** ۱۵۰۸، ۷

علامہ قرطبی نے فرمایا کہ شیعوں نے اس مضمون کی حدیثیں گڑھ لی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اپنا وصی بنایا ہے۔ یعنی اس بات کی وصیت کی ہے کہ یہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ شیعوں کی اس منگھڑت کا صحابہ کرام نے بھرپور رد فرمایا بلکہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کی تردید فرمائی۔ جلد اول میں یہ حدیث گزر چکی۔ ابو جحیفہ نے کہا میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا آپ لوگوں کے پاس کوئی مکتوب ہے؟ فرمایا کتاب اللہ کے سوا کچھ نہیں یا وہ جو اس صحیفے میں ہے انھوں نے پوچھا اس صحیفہ میں کیا ہے۔ فرمایا دیت اور قیدیوں کے چھڑانے کے احکام اور یہ کہ کافر کے عوض مسلمان نہیں قتل کیا جائے گا۔ نیز عمدۃ القاری میں ہے کہ حضرت علی سے عرض کیا گیا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے لئے کوئی عہد فرمایا ہے جو دوسروں سے نہیں فرمایا ہے۔ فرمایا۔ نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ پیدا کیا اور بچہ کی تخلیق کی ہمارے پاس سوائے کتاب اللہ اور اس صحیفے کے کچھ نہیں۔ شیعوں کے اس وہم کی تردید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے دوسرے دن مسجد نبوی میں بیعت عام کے لئے تمام اہل مدینہ کو بلایا گیا تو حضرت علی موجود نہ تھے۔ جب ان کو مجمع عام میں بلا کر دریافت کیا گیا تو یہ بھی نہیں فرمایا کہ یہ حق میرا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے بارے میں وصیت فرمائی ہے بلکہ فرمایا تو یہ فرمایا۔ کہ ہم کو یہ بات ناگوار ہوئی کہ سقیفہ بنی ساعدہ کے مشورے میں ہم کو شریک نہیں کیا گیا۔ اور ہم ابو بکر کو سب سے زیادہ اس کا حقدار جانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات ہی میں نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ بلکہ ایک موقعہ پر یہ فرمایا۔ اگر میرے لئے عہد ہوتا تو میں ابو بکر سے قتال کرتا۔ اور یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جسے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا

حِجْرِیْ فَدَعَا بِالطَّسْتِ فَلَقَدِ انْخَنَسَ فِیْ حِجْرِیْ فَمَا شَعَرْتُ اَنَّہٗ

سینے سے سہارا دیے ہوئے تھی یا یہ فرمایا کہ اپنی گود میں لئے ہوئے تھی حضور نے پانی کا طشت

قَدْ مَاتَ فَمَتٰی اَوْصٰی اِلَیْہِ ؟

طلب فرمایا اور میری گود ہی میں حضور وصال فرما گئے مجھے پتہ بھی نہیں چلا کہ واصل بحق ہو گئے۔ پس کب ان کے بارے میں وصیت کی۔

ہم نے اسے اپنی دنیا کے لئے پسند کر لیا[1]۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی اطلاع جب مکہ معظمہ پہنچی تو حضرت ابو سفیان حضرت علی کے پاس آئے اور کہا۔ خلافت بنی تیم میں کیسے چلی گئی۔ جو قریش میں سب سے کمزور اور تعداد میں سب سے کم ہیں تم کہو تو سواروں اور پیادوں سے مدینہ بھر دوں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ تم نے اسلام اور اہل اسلام کی دشمنی میں کوئی کمی نہیں کی۔ اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچا۔ ہم نے ابوبکر کو اس کا اہل پایا[2]۔ اگر واقعی حضرت علی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصی بنایا ہوتا تو ان کے لئے یہ کب جائز تھا کہ اس موقع پر خاموش رہتے خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ حضرت ابو سفیان نے وہ پیش کش کی تھی۔ اگر یہ مان لیا جائے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصی بنایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس موقع پر خاموشی ایک بہت بڑا جرم بنتی ہے۔ جس کا کوئی مسلمان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔

**فقال لا** طلحہ بن مصرف کے سوال کے جواب میں حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب کی دو توجیہیں کی گئی ہیں (۱) یہ کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مال کے بارے میں کوئی وصیت نہیں فرمائی کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس وفات کے وقت کچھ مال نہ تھا۔ اور خیبر ہتھیار وغیرہ جو تھے۔ ان کے بارے میں فرمایا تھا۔ ما ترکناہ صدقۃ۔ وصال کے وقت ہم جو کچھ چھوڑیں وہ سب صدقہ ہے۔ مال کے علاوہ دوسری بہت سی وصیتیں فرمائیں۔ مثلاً ارشاد فرمایا۔ کہ میرے بعد وفود کو ویسے ہی انعام واکرام دینا جیسے میں دیا کرتا تھا اور فرمایا یہود کو جزیرہ عرب سے نکال دینا۔ حجاز میں دو دین نہیں رہیں گے۔ اور فرمایا الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم وغیرہ وغیرہ۔ اب اس حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ حضور اقدس

---

[1] الثانی المغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۶۴۲ مسلم وصایا ترمذی شمائل طہارت وصایا۔ ابن ماجہ جنائز۔ مسند امام احمد جلد ساوس ص۳۲۲ [2] تاریخ الخلفاء بحوالہ ابن عساکر فصل نبذا من اخبارہ علی تاریخ الخلفاء فصل فی الاحادیث والآیات المشیرۃ الی خلافتہ۔

## بَابُ الْوَصِيَّةِ بِالثُّلُثِ ص ۳۸۳ تہائی کی وصیت کا بیان ۔

| | |
|---|---|
| ت ۵۳۹ | وَقَالَ الْحَسَنُ لَا يَجُوزُ لِلذِّمِّيِّ وَصِيَّةٌ إِلَّا الثُّلُثَ ۔ |
| | امام حسن بصری نے فرمایا کہ ذمی کو بھی تہائی سے زائد وصیت کرنا جائز نہیں ۔ |

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مال کے بارے میں کوئی وصیت نہیں فرمائی ۔ ہاں کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت فرمائی جیسا کہ ایک حدیث میں صراحۃً ارشاد فرمایا ۔

ترکت فیکم الثقلین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنتی ۔

میں نے تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑی ہیں اگر ان کو مضبوطی سے تھامے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے ۔ کتاب اللہ اور اپنی سنت ۔

(۲) دوسری توجیہ یہ ہے کہ طلحہ بن مصرف کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ کیا خلافت کے بارے میں حضرت علی کیلئے کوئی وصیت فرمائی تھی ۔ جس کے جواب میں فرمایا ۔ کہ نہیں ۔ مگر یہ توجیہ حدیث کے بعد والے جملے کے مناسب نہیں جیسا کہ ظاہر ہے ۔

**متی اوصی الیہ** ام المومنین کے اس ارشاد پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت ام المومنین کے ارشاد کا حاصل یہ ہو کہ وصال کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کوئی وصیت نہیں فرمائی ۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وصیت سرے سے ہی نہ فرمائی ہو ۔ اس کا امکان ہے کہ اس کے پہلے وصیت کی ہو ۔ جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ تذکرہ کرنے والوں نے یہ کہا ہو کہ وصال کے وقت حضرت علی کو وصی بنایا تھا اسی لئے تذکرہ کرنے والے یہ سن کر خاموش ہو گئے اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ لوگ کہہ سکتے تھے کہ آپ اخیر لمحے کی بات فرما رہی ہیں ۔ اس سے یہ لازم نہیں کہ اس سے پہلے وصیت نہ فرمائی ہو ۔ تذکرہ کرنے والوں کا اس جواب کو سن کر خاموش ہو جانا اس کی دلیل ہے کہ ان لوگوں کا کہنا تھا یہی کہ عین وصال کے وقت میں حضرت علی کو وصی بنایا تھا ۔

**اقول وھو المستعان** ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باصرار تمام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام بنایا یہ حقیقت میں ان کی خلافت کے لئے ایک اشارہ تھا جیسا کہ ہم جلد ثانی میں ثابت کر آئے ہیں ۔ اس لئے مرض وصال کے اخیر لمحات سے پہلے حضرت علی کو وصی بنانے کا دعویٰ کوئی بھی عاقل سن نہیں سکتا تھا ۔ ہر شخص کہہ سکتا تھا کہ اخیر لمحات سے پہلے حضرت علی کو وصی بنایا تھا تو انھیں نماز کے لئے امام کیوں نہیں بنایا اس لئے اس افتراء کی گنجائش یہی تھی کہ اگرچہ شدت علالت میں چند دن پہلے حضرت صدیق اکبر کو امام بنا دیا تھا مگر اخیر لمحات میں حضرت علی کو وصی بنا دیا ۔ اس لئے قرین قیاس یہی ہے کہ ان افتراء پردازوں کا دعویٰ یہی تھا کہ اخیر لمحات میں حضرت علی کو وصی بنایا جس کی ام المومنین نے تردید فرمائی ۔ والعلم بالحق

| ت | قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اُمِرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّحْکُمَ |
|---|---|
| ۵۴۰ | ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ان کے |

بَیْنَھُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ۔

مابین اس کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے نازل فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان کے درمیان اسی کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے نازل فرمایا ہے۔

| حدیث | عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ |
|---|---|
| ۱۵۰۹ | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ کاش |

عندربی وعلمہ اجل مجدہ اتم واحکم۔

**تشریحات ۵۳۹** حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ذمی اگر تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرے تو مطلقاً جائز نہیں۔ لیکن مسلمان اگر تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو جائز ہے۔ اور اگر وارث ہوں اور وہ سب عاقل و بالغ ہوں اور موصی کے مرنے کے بعد اسے نافذ کر دیں تو بھی جائز ہے۔ اور اگر رد کر دیں تو باطل ہے۔ حضرت امام مالک و حضرت امام شافعی نے فرمایا کہ مسلمان کی بھی وصیت صرف تہائی میں نافذ ہے اور اگر موصی کا وارث نہ ہو تو دو ثلث بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

**تشریحات ۵۴۰** حضرت ابن عباس کے اس قول کے ذکر کرنے سے امام بخاری کا مقصود حضرت امام حسن بصری کے قول کی تائید ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب مسلمان کو یہ جائز نہیں تہائی مال سے زائد کی وصیت کرے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صراحۃً ارشاد فرمایا جو حقیقت میں وحی غیر متلو ہونے کی وجہ سے ما انزل اللہ میں داخل ہے تو اسی کے مطابق ذمیوں کی بھی وصیت تہائی سے زائد درست نہیں۔ واضح ہو کہ حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی مذہب یہی ہے کہ تہائی سے زائد کی وصیت مسلمان کے لئے مطلقاً جائز نہیں۔

**تشریحات ۱۵۰۹** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تہائی تک وصیت کرنے کی اجازت ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ ربع تک وصیت کی جائے۔ پوری تہائی نہ کیجائے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تہائی تک وصیت کرنے کی اجازت دی مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تہائی زیادہ ہے۔

امت کا اس پر اجماع ہے کہ تہائی تک وصیت جائز ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کتنی وصیت کرنا

تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ لَوْ غَضَّ النَّاسُ اِلَی الرُّبُعِ لِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

لوگ چوتھائی تک وصیت کرتے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تہائی تک کی

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ کَبِیْرٌ اَوْ کَثِیْرٌ ؎

اجازت دیدی ہے مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا ہے۔ تہائی کبیر ہے یا کثیر ہے۔

## بَابُ لَا وَصِیَّۃَ لِوَارِثٍ ص۳۸۳ وارث کے لئے وصیت نہیں۔

**حدیث ۱۵۱۰** عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا (کہ ابتداء اسلام میں یہ حکم تھا) کل مال

بہتر ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ خمس تک کچھ لوگوں نے کہا سدس تک کچھ لوگوں نے کہا ربع تک۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خمس کی وصیت فرمائی اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ غنیمت میں سے خمس پر راضی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ربع تک وصیت کو پسند فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ خمس کی وصیت کرنا ربع سے زیادہ مجھے پسند ہے۔ اور ربع کی وصیت کرنا ثلث سے زیادہ پسند ہے۔ امام ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ کچھ لوگ اس کو ناپسند کرتے تھے کہ کسی وارث کے حصہ کے برابر وصیت کیجائے۔ کچھ لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ جس کے وارث ہوں اور اس کے پاس مال تھوڑا ہو تو وہ وصیت نہ کرے۔

**تشریحات ۱۵۱۰** مطابقت۔ حضرت ابن عباس کے اس ارشاد سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ابتداء اسلام میں والدین کے لئے وصیت کرنا واجب تھا۔ پھر اسے منسوخ کر کے ان کا حصہ مقرر کر کے وارث بنا دیا گیا۔ اس سے لزوماً یہ بات ثابت ہوئی کہ وصیت اور وراثت دونوں جمع نہیں کی جاسکتیں۔ اور جب والدین کے لئے جمع نہیں کی جاسکتیں تو دوسرے وارثین کے لئے بدرجہ اولیٰ جمع کرنا جائز نہ ہوگا۔ اور یہی معنی ہے اس قول کا کہ وارث کے لئے وصیت نہیں۔ اس خصوص میں صحیح احادیث بھی وارد ہیں مگر یا تو امام بخاری تک یہ احادیث نہیں پہونچیں یا ان کی شرط پر نہیں تھیں۔ اس لئے ذکر نہیں کیا۔ امام ابوداؤد نے ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق دیدیا۔ تو وارث کے لئے وصیت نہیں۔ نیز امام ترمذی نے بھی اسے روایت فرمایا اس اضافہ کے ساتھ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں یہ فرمایا۔

---

؎ مسلم فرائض۔ نسائی وصایا۔ ابن ماجہ وصایا ۱ نسائی وصایا باب الوصیۃ للوارث ص۸ ۲ نسائی الوصایا باب ماجاء لا وصیۃ لوارث ص۳۲

كَانَ الْمَالُ لِلْوَلَدِ وَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ فَنَسَخَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ مَا اَحَبَّ

لڑکے کے لئے ہے اور ماں باپ کے لئے وصیت کا حکم تھا۔ اللہ نے اس میں سے جتنا چاہا منسوخ فرما دیا۔

فَجَعَلَ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ وَجَعَلَ لِلْاَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسَ

اور مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر کیا اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے سدس کیا اور عورت کے لئے

وَجَعَلَ لِلْمَرْاَةِ الثُّمُنَ وَالرُّبُعَ وَلِلزَّوْجِ الشَّطْرَ وَالرُّبُعَ ۔

ثمن اور ربع کیا۔ اور شوہر کے لئے نصف اور ربع۔

## بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَا اَوْ دَيْنٍ ص ۳۸۴

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان وصیت اور دین کے بعد۔

علاوہ ازیں[1] یہ حدیث حضرت عمرو بن خارجہ حضرت جابر حضرت ابن عباس حضرت انس بن مالک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث امام دارقطنی نے ان الفاظ میں روایت کیا کہ فرمایا۔ لا یجوز الوصیۃ لوارث الا ان یشاء الورثۃ۔ وارث کے لئے وصیت جائز نہیں مگر یہ کہ ورثہ چاہیں۔ اسی پر عمل ہمارا ہے کہ وارث کے لئے وصیت صحیح نہیں۔ لیکن اگر وارثین عاقل و بالغ ہوں اور موصی کی وفات کے بعد اس کی وصیت کو نافذ کر دیں تو صحیح ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ سارے وارثین عاقل و بالغ ہوں اور سب نافذ کریں دوسری صورت یہ ہے کہ کچھ نافذ کریں کچھ منظور نہ کریں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ سارے ورثہ عاقل و بالغ نہیں کچھ مجنون یا نابالغ ہوں۔ پہلی صورت میں پوری وصیت نافذ ہے دوسری اور تیسری صورت میں جن عاقل و بالغ وارثین نے نافذ کر دیا ان کے حصہ کے مطابق نافذ ہے اور جن لوگوں نے نافذ نہیں کیا یا جو نابالغ یا مجنون ہیں ان کے حصہ میں نافذ نہ ہوگی۔

**توضیح باب** سورہ نساء میں میراث کے احکام بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوا مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَا اَوْ دَيْنٍ۔ آیت[2] جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ متوفی اگر کوئی ایسی وصیت کر گیا ہے جو شرعاً صحیح ہو یا متوفی پر قرض ہو تو یہ دونوں چیزیں تقسیم میراث پر مقدم ہیں۔ ترتیب یہ ہے۔ متوفی کے مال میں سب سے پہلے بطریق مسنون تجہیز و تکفین۔ اس کے بعد اگر اس کے اوپر قرض ہو تو وہ ادا کیا جائیگا۔

---

[2] ثانی تفسیر ص۶۵۸ الفرائض باب میراث الزوج من الولد وغیرہ ص۹۹۸

[1] عمدۃ القاری رابع عشر ص۳۸

ت ۵۴۱ وَيُذْكَرُ اَنَّ شُرَيْحًا وَعُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَطَاؤُسًا وَّ

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ شریح، عمر بن عبد العزیز اور طاؤس اور عطار اور ابن

عَطَاءً وَّ ابْنُ اُذَيْنَةَ اَجَازُوْا اِقْرَارَ الْمَرِيْضِ بِدَيْنٍ ۔

اذینہ نے مریض کے دین کے اقرار کو جائز رکھا ۔

ت ۵۴۲ وَقَالَ الْحَسَنُ اَحَقُّ مَا يُصَدَّقُ بِهِ الرَّجُلُ اٰخِرَ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا

امام حسن بصری نے فرمایا کسی کی وہ بات سب سے زیادہ سچی مانی جانے کی مستحق

وَاَوَّلَ يَوْمٍ مِّنَ الْاٰخِرَةِ ۔

ہے جو اس نے دنیا کے آخر دن اور آخرت کے پہلے دن کہی ہے ۔

پھر تہائی مال تک وصیت نافذ کی جائے گی ۔ اس کے بعد جو کچھ بچے گا وہ وارثین پر بقدر حصہ رسدی تقسیم ہوگا ۔

اس سلسلے میں ایک صورت یہ پیش آسکتی ہے کہ متوفی نے مرض وصال میں وارث کے لئے دین کا اقرار کیا یا کسی اجنبی کے لئے اقرار کیا تو اس کا یہ اقرار صحیح ہے یا نہیں ہمارے یہاں وارث کے لئے دین کا اقرار درست نہیں ۔ حضرت امام شافعی وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ صحیح ہے ۔ اور غالباً امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے ۔ اسی کے لئے انھوں نے یہ باب قائم فرمایا ہے ۔ امام شافعی وغیرہ یہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ وارث کے لئے وصیت نہیں ۔ وارث کے لئے وصیت کا ہونا ساقط ہوگیا ۔ اور وارث کے لئے دین کا اقرار بحالہ باقی رہا ۔ اس لئے متوفی کا مرض الموت میں وارث کے دین کا اقرار کرنا دیگر دیون کے مثل ہے ۔ اس پر ہماری گزارش یہ ہے کہ جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ۔ لا وصیۃ لوارث ۔ اسی طرح یہ بھی ارشاد فرمایا ۔ ولا اقرار لہ بدین ۔ اس لئے مرض الموت میں وارث کے لئے دین کا اقرار ساقط ہے ۔ امام دارقطنی[1] نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔

لا وصیۃ لوارث ولا اقرار لہ بدین — وارث کیلئے وصیت نہیں اور دین کا اقرار

**تشریحات** ت ۵۴۱ حضرت امام بخاری نے ان حضرات کے اثر کو یذکر مضارع مجہول کے ساتھ ذکر کیا ۔ جو صیغہ تمریض ہے ۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کی اسناد میں ضعف ہے ۔ حضرت امام بخاری پر تعجب ہے کہ وہ اپنے مذہب کی تائید میں تابعین کے ان اقوال کو ذکر فرمایا ۔ جن کا ضعف خود انھیں تسلیم ہے ۔

[1] عمدۃ القاری رابع عشر ص ۳۸

ت ۵۴۳ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ وَالْحَكَمُ اِذَا اَبْرَأَ الْوَارِثَ مِنَ الدَّيْنِ بَرِئَ

ابراہیم نخعی اور حکم نے کہا جب وارث کو دین سے بری بتائے تو وہ بری ہو گیا۔

ت ۵۴۴ وَاَوْصٰى رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ اَنْ لَّا تُكْشَفَ اِمْرَاَتُهٗ

رافع بن خدیج نے کہا کہ ان کی فراریہ عورت اپنے گھر میں جو بند

الْفَرَارِيَّةُ عَمَّا اُغْلِقَ عَلَيْهِ بَابُهَا۔

کرے اسے نہ لیا جائے۔

ت ۵۴۵ وَقَالَ الْحَسَنُ اِذَا قَالَ لِمَمْلُوْكِهٖ عِنْدَ الْمَوْتِ كُنْتُ اَعْتَقْتُكَ جَازَ۔

امام حسن بصری نے فرمایا اگر کوئی مرتے وقت اپنے مملوک سے یہ کہے کہ میں نے تجھکو آزاد کر دیا تو جائز ہے۔

ت ۵۴۶ وَقَالَ الشَّعْبِيُّ اِذَا قَالَتِ اِمْرَاَةٌ عِنْدَ مَوْتِهَا اِنَّ زَوْجِيْ قَضَانِيْ

اور امام شعبی نے فرمایا جب کسی عورت نے اپنی موت کے وقت یہ کہا میرے شوہر

وَقَبَضْتُ مِنْهُ جَازَ۔

نے ادا کر دیا ہے اور میں لے چکی ہوں تو جائز ہے۔

تشریح ۵۴۲ مطلب یہ ہے کہ مرنے کے وقت آدمی پر اللہ کا خوف غالب ہوتا ہے۔ آخرت کی طرف اسکا دھیان لگا رہتا ہے اس وقت بہت مستبعد ہے کہ وہ جھوٹا اقرار کرے۔ اس لئے اگر اس حالت میں کسی نے وارث کیلئے دین کا اقرار کیا تو اسے تسلیم نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وارث کیلئے دین کے اقرار کو ساقط فرما دیا تو اس کے برخلاف کسی کا قیاس حجت نہیں۔

تشریح ۵۴۴ اس اثر کا حاصل یہ ہے کہ جب تک شوہر بتصریح یہ نہ کہدے کہ میری بیوی کے گھر میں فلاں فلاں مال میرا ہے۔ بیوی جن اموال کے بارے میں یہ کہے کہ یہ میری ملک ہے تو عورت کا قول مان لیا جائے گا۔

تشریح ۵۴۵ اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ مملوک بہرحال آزاد مانا جائے گا خواہ یہ اس کا تہائی مال ہو یا اس سے زائد ہو یا کل ہو لیکن دوسرے ائمہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ غلام اس کے ترکہ کی تہائی یا اس سے کم ہو تو درست ہے آزاد ہو جائے گا۔ ورنہ بقدر تہائی آزاد ہوگا اور بقیہ میں وہ سعایت کرے گا یعنی وہ کما کر بقیہ حصہ کی قیمت ادا کر کے آزاد ہو جائے گا۔

**تشریحات** ۵۴۶

ان سب تعلیقات کے ذکر کرنے سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ ان اجلہ تابعین نے مریض کے اقرار کو تسلیم کر لیا ہے جو اگرچہ اپنی نوعیت میں مختلف ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اگر کوئی مریض مرض وفات میں یہ اقرار کرلے کہ فلاں فلاں وارث کا مجھ پر اتنا دین ہے تو اسے تسلیم نہ کیا جائے اس کے جواب میں ہمارا یہ کہنا ہے کہ چونکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وارث کے لئے اقرار کو ساقط فرما دیا ہے تو اس کے مقابلہ میں کسی کے قیاس کی کوئی حیثیت نہیں۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَا يَجُوْزُ اِقْرَارُهٗ بِسُوْءِ الظَّنِّ بِهٖ لِلْوَرَثَةِ ثُمَّ اسْتَحْسَنَ فَقَالَ يَجُوْزُ اِقْرَارُهٗ بِلْوَدِيْعَةِ وَالْبِضَاعَةِ وَالْمُضَارَبَةِ۔ اور بعض الناس نے کہا۔ وارث کے لئے مریض کا اقرار جائز نہیں جہاں بدگمانی کا اندیشہ ہے پھر اسے اچھا جانتے ہوئے کہا مریض ودیعت بضاعت اور مضاربت کا اقرار کرے تو درست ہے۔

**توضیح** عام شراح کا رجحان یہ ہے کہ بعض الناس سے امام بخاری کی مراد حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ لیکن یہ یقینی نہیں اس لئے کہ وارث کے لئے دین کا اقرار مرض الموت میں صحیح نہیں یہ صرف حضرت امام اعظم کا مذہب نہیں بلکہ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور شوافع میں سے رُویانی کا بھی یہی مختار ہے۔ نیز امام ثوری کا بھی یہی مذہب ہے۔ علاوہ ازیں قاضی شریح اور حسن ابن صالح کا بھی یہی مذہب ہے۔ البتہ یہ لوگ اس کا استثنا کرتے ہیں کہ بیوی کے لئے مہر کا اقرار درست ہے نیز امام قاسم وسالم، ثوری بھی وارث کے لئے مریض کے اقرار کو درست نہیں قرار دیتے۔ بلکہ ابن منذر کا گمان یہ ہے کہ حضرت امام شافعی نے بھی انھیں کے مذہب کی طرف رجوع فرما لیا۔ جب اتنے حضرات کا بھی یہی مذہب ہے۔ تو بعض الناس سے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متعین کرنا درست نہیں۔ رہ گیا امام بخاری کا اس مذہب پر تعریض کرنا یہ ان کی خطائے اجتہادی ہے۔ اولا صحیح حدیث گزر چکی کہ وارث کے لئے دین کا اقرار درست نہیں۔ نیز اس میں بقیہ ورثہ کو ضرر پہونچانا ہے جس بنیاد پر وارث کیلئے وصیت باطل ہے۔ اسی بنیاد پر وارث کیلئے دین کا اقرار بھی صحیح نہیں۔

حضرت امام بخاری نے احناف کی دلیل سے قطع نظر کرتے ہوئے یا اس سے لاعلمی کی بنیاد پر اپنی طرف سے احناف کی خود دلیل پیش فرمائی ہے کہ احناف نے یہ قول اس بنا پر کیا ہے کہ انھیں اس کا شبہ ہے کہ مقر نے بعض وارثین کو زیادہ دینا چاہا ہے۔ حالانکہ بدگمانی جائز نہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔ بدگمانی سے بچو اس لئے بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔ تعجب ہے۔ اس کے باوجود امام بخاری بدگمانی فرما رہے ہیں۔ گزر چکا کہ ہماری دلیل حدیث ہے۔ نیز ممنوع ظن فاسد ہے اور یہاں ظن فاسد نہیں بلکہ ناشی عن دلیل ہے جیسا کہ غور کرنے والے پر مخفی نہیں۔ امام بخاری نے اپنے مدعا پر دوسری دلیل یہ دی ہے۔ کہ مسلمان کا مال حلال نہیں۔ اسلئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی نشانی

174

## بَابُ تَاوِيلِ قَوْلِهٖ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ص ۳۸۴

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تاویل کہ فرمایا وصیت یا دین کے بعد

ت ۵۴۷ وَيُذْكَرُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالدَّيْنِ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ ۔

ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصیت سے پہلے دین ادا کرنے کا حکم دیا۔

یہ ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرے۔ استدلال کی تقریر یہ ہے کہ جب کسی پر قرض ہو تو اس کو ادا نہ کرنا خیانت ہے۔ اور خیانت حرام ہے۔ مریض اب تک قرض ادا نہیں کر سکا تو اس پر واجب ہے کہ اس کا اقرار کرے اور جب اقرار کرنا واجب ہے تو اسے تسلیم کرنا بھی واجب ورنہ اقرار کے وجوب کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس کے جواب میں گذارش ہے کہ اس کے بالمقابل جب نص صریح ہے تو اس کا ساقط ہونا واضح ہے۔ پھر یہ کہ اقرار وہیں قابل تسلیم ہوگا جہاں مظنہ تہمت نہ ہو۔ دوسرے کی حق تلفی یا ایذا رسانی نہ ہو۔ اور مریض کے اقرار میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں۔ اس لئے مریض کا اقرار مشتبہ ہوا۔ امام بخاری کی تیسری دلیل یہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا۔ سورہ نساء (۵۸)۔ بیشک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انھیں سپرد کرو۔

امام بخاری یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جب امانت کا اقرار کرنا واجب ہے اور اس میں وارث اور غیر وارث کی تخصیص نہیں تو ایک شخص جب یہ کہتا ہے فلاں کا قرض میرے اوپر ہے تو اسے تسلیم کرنا واجب ہے۔ اسکے جواب میں ہمارا یہ کہنا ہے کہ وارث کے لئے مریض کے اقرار میں یہی شبہ ہے کہ اس کے ذمہ قرض ہے یا نہیں۔ اس لئے آیت سے استدلال درست نہیں۔ اس میں بقیہ وارثین کا ضرر واضح ہے۔ اور حدیث میں فرمایا گیا۔ لَاضَرَرَ وَلَاضِرَارَ فِي الْاِسْلَامِ۔

**توضیح باب** اس آیت کریمہ میں یہ تفصیل مذکور نہیں کہ وصیت اور دین میں کون مقدم ہے اس کو واضح کرنے کیلئے حضرت امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا۔ اور آثار سے قیاس سے یہ ثابت فرمایا کہ دین وصیت پر مقدم ہے۔

**تشریحات** ۵۴۷ اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے

مگر اس میں ضعف ہے۔ اس لئے کہ اس کے ایک راوی حارث بن عبداللہ الاعور کو کذاب کہا گیا ہے۔ اسی لئے
174 امام بخاری نے اس کو صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کیا ہے امام بخاری کا اس حدیث ضعیف سے احتجاج اس بنا پر ہے کہ اس پر اہل علم کا عمل ہے اور مقدمہ میں ثابت کر آئے ہیں کہ اہل علم کے عمل سے حدیث ضعیف درجہ حسن تک پہونچ کر لائق احتجاج ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد امام بخاری نے اس پر اپنے چند قیاس پیش فرمائے ہیں۔

پہلا قیاس اس آیت کریمہ سے پیش کیا ہے کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ جن کی امانتیں ہیں ان تک پہونچادو

وجہ استدلال یہ ہے کہ قرض کی ادائیگی امانت ادا کرنے کے حکم میں ہے۔ جو واجب ہے۔ اور وصیت کرنا نفل اور ظاہر ہے کہ واجب پر عمل کرنا بہ نسبت نفل کے مقدم ہے۔

دوسرا استدلال اس حدیث سے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا صَدَقَةَ اِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى۔ صدقہ اسی وقت ہے جب آدمی مالدار ہو۔

اور ظاہر ہے کہ جب اس کا ترکہ دین میں پھنسا ہو تو وہ مالدار نہیں اور وصیت کرنا ایک طرح کا صدقہ ہے۔ اس لئے دین سے اگر کچھ مال بچے گا تو اسی میں وصیت جاری ہوگی۔

تیسرا استدلال حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس ارشاد سے فرمایا۔

لَا يُوْصِى الْعَبْدُ اِلَّا بِاِذْنِ اَهْلِهٖ۔ غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر وصیت نہ کرے۔

اس ارشاد سے باب پر احتجاج کس طرح ہے یہ اب تک معرض خفا میں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ غلام کا کسب اس کی ملک نہیں اس کے آقا کی ملک ہے اس لئے آقا کی اجازت کے بغیر اس کی وصیت باطل ہے۔ اسی طرح جب ترکہ دین میں پھنسا ہو تو حکماً بقدر دین چونکہ مورث کی ملک نہیں اسلئے اس میں وصیت نافذ نہ ہوگی۔

چوتھا استدلال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول سے فرمایا۔

اَلْعَبْدُ رَاعٍ فِىْ مَالِ سَيِّدِهٖ۔ بندہ اپنے آقا کے مال کا نگہبان ہے۔

اس حدیث کو باب سے کیا مناسبت ہے یہ اب تک ظاہر نہیں ہوسکا واللہ تعالیٰ اعلم

باب کی تائید میں حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ مفصل حدیث ذکر کی ہے جسمیں انھوں نے حضور سے عرض کیا تھا۔

وَاللّٰهِ لَا اَرْزَاُ بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى اُفَارِقَ الدُّنْيَا۔ آپ کے بعد میں کسی سے کچھ نہیں لوں گا۔ یہاں تک کہ دنیا چھوڑ دوں۔

## بَابُ هَلْ يَدْخُلُ النِّسَاءُ وَالْوَلَدُ فِي الْأَقَارِبِ ص ۳۸۵

کیا عورتیں، اور بچے اقارب میں داخل ہیں۔

**حدیث ۱۵۱۱**

أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَامَ رَسُولُ

نے وانذر عشیرتک الاقربین نازل فرمایا اور اپنے قریب ترین رشتہ دار کو

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَنْزَلَ اللّٰهُ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ

ڈراؤ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا۔ اے قریش یا

الْأَقْرَبِينَ قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا اشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ

اس کے ہم معنی کوئی کلمہ فرمایا۔ اپنی جانوں کو جہنم سے بچاؤ۔ میں

**مطابقت باب** اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى۔ یعنی دینے والا ہاتھ لینے والے سے بہتر ہے۔

وصیت صدقہ کے مثل ہے۔ موصی لہ لینے والے کی جگہ ہے۔ اور قرض خواہ اپنا حق لیتا ہے۔ اسلئے والید السفلی میں داخل نہیں۔ اس لئے ادائے دین کو صدقہ کے مقابلہ میں ترجیح ہوئی اور باب کا مضمون یہی تھا۔ کہ دین وصیت پر مقدم ہے۔ دوسری مناسبت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے ہے۔ انھوں نے یہ فرمایا۔ میں حکیم بن حزام پر ان کا وہ حق پیش کرتا ہوں جو بیت المال سے ان کا ہے مگر وہ لینے سے انکار کر رہے ہیں۔

حضرت عمر نے بیت المال سے ان کا جو حصہ ہوتا تھا۔ اسے دینے کی پوری کوشش کی اور اسے انکا حق قرار دیا جیسے دین قرض خواہ کا حق ہوتا ہے تو جو یک گونہ دین کے مشابہ تھا۔ اس کا یہ حال ہے تو جو واقعی دین ہوگا بدرجہ اولی اس کی تقدیم تمام تبرعات پر واجب ہوگی۔ اور وصیت بھی تبرعات میں سے ہے۔

**تشریحات ۱۵۱۱** علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ مطابقت کی تقریر یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے عام خطاب فرمایا پھر بعض بطون کی تخصیص فرمائی۔ پھر خصوصیت سے حضرت عباس کو مخاطب فرمایا۔ پھر اخیر میں حضرت صفیہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مخاطب فرمایا۔

لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا

اللہ کے مقابلے میں تمہارے کام نہیں آسکتا۔ اے بنی عبد مناف میں اللہ کے

یَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا اُغْنِیْ عَنْکَ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَیَا صَفِیَّۃُ عَمَّۃَ

مقابلے میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔ اے عباس بن عبد المطلب میں اللہ کے

رَسُوْلِ اللّٰہِ لَا اُغْنِیْ عَنْکِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَیَا فَاطِمَۃُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ صَلَّی

مقابلے میں آپ کے کسی کام نہیں آسکتا۔ اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہ میں اللہ کے مقابلے میں

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَلِیْنِیْ مَا شِئْتِ مِنْ مَّالِیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا۔

تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔ اے فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میرے مال میں سے جو چاہو مانگو

اللہ کے مقابلے میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔

بَابٌ اِذَا قَالَ اَرْضِیْ اَوْ بُسْتَانِیْ صَدَقَۃٌ لِلّٰہِ عَنْ اُمِّیْ فَھُوَ جَائِزٌ وَاِنْ لَّمْ

جب کہا میری زمین یا میرا باغ میری ماں کی طرف سے اللہ کے لئے صدقہ ہے تو یہ جائز ہے

یُبَیِّنْ لِمَنْ ذَالِکَ ص ۳۸۶

اگرچہ یہ بیان نہ کرے کہ کس کے لئے ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ عورتیں بھی اقارب میں داخل ہیں۔ اگر کسی نے اقارب کے لئے وصیت کی یا وقف کیا تو اس میں عورتیں داخل ہیں یا نہیں۔ اور مردوں میں کون کون رشتہ دار داخل ہیں۔ اس سلسلے میں فقہاء کے مابین شدید اختلاف ہیں۔ تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔

**توضیح** امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ وقف صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وقف کا مصرف بھی بیان کیا جائے۔ موقوف لہم کے ذکر کے بغیر بھی وقف صحیح ہے۔ ہاں اسے یہ اختیار باقی رہتا ہے کہ اس کے بعد اس کے مصارف کی تعیین کر دے۔ عمدۃ القاری میں ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر کسی نے یہ کہا کہ میری یہ زمین صدقہ ہے اور اس پر کچھ زیادہ نہیں کیا۔ یعنی یہ نہیں بتایا کہ کس کے لئے صدقہ ہے تو اسے یہ حق باقی رہتا ہے کہ چاہے تو اسے فقراء و مساکین پر وقف کر دے یا چاہے تو اسے بیچ دے اور اس کی قیمت مساکین پر وقف کر دے۔ یعنی ان کے نزدیک جب تک موقوف لہم کی تعیین واقف کی جانب سے نہ ہو تو وقف تام نہیں۔ اور اگر اسی حال میں مر گیا اور تعیین نہیں کی تو وہ میراث ہو گی بقدر حصہ رسدی تقسیم ہو گی۔

**حدیث ۱۵۱۴**

اَنْبَانَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ سَعْدَ بْنَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ سعد بن عبادہ کی والدہ

عُبَادَۃَ تُوُفِّیَتْ اُمُّہٗ وَھُوَ غَائِبٌ عَنْھَا فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اُمِّیْ

فوت ہو گئیں اور وہ موجود نہیں تھے۔ انھوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ

تُوُفِّیَتْ وَاَنَا غَائِبٌ عَنْھَا اَیَنْفَعُھَا شَیْءٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ بِہٖ عَنْھَا قَالَ

وسلم) میری ماں کی وفات ہو گئی اور میں موجود نہیں تھا، اگر میں انکی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو انھیں نفع پہنچے گا یا نہیں۔

نَعَمْ قَالَ فَاِنِّیْ اُشْھِدُکَ اَنَّ حَائِطِیَ الْمِخْرَافَ صَدَقَۃٌ عَلَیْھَا ؎

فرمایا ہاں پہنچیگا۔ انھوں نے کہا۔ میں حضور کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا مخراف نامی باغ انکی طرف سے صدقہ ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ۔ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَۃَ اُولُوا الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ اور جب تقسیم کے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مسکین

وَالْمَسَاکِیْنُ فَارْزُقُوْھُمْ مِّنْہُ ص ۳۸۶

آجائیں تو انھیں بھی اس میں سے کچھ دو۔

**تشریحات ۱۵۱۲**

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی خزرج کے سردار تھے اور عقبہ کی بیعت کرنے والوں اور بارہ نقباء میں یہ بھی تھے۔ ان کی ماں کا نام عمرہ بنت مسعود یا سعد بن قیس بن عمرو تھا۔ یہ بھی انصاریہ خزرجیہ ہیں۔ یہ مشرف باسلام بھی ہوئی ہیں۔ اور بیعت سے بھی مشرف ہیں۔ ۸ھ میں ان کا وصال ہوا تھا۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ دومۃ الجندل میں تھے۔ اور حضرت سعد بھی وہیں تھے۔ واپسی پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ حائط۔ اس باغ کو کہتے ہیں جسکے اردگرد چہار دیواری ہو۔ مخراف اس باغ کا نام تھا۔ ویسے مخراف کے لغوی معنی کھجوروں کے باغ کے بھی ہیں۔ نیز اس ٹوکری کو بھی کہتے ہیں جس میں پھل توڑ کر جمع کیا جائے۔ نیز کھجوروں کو بھی کہتے ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے اس سے میت کو نفع پہنچتا ہے۔ یہ اور اس مضمون کی متعدد احادیث۔ آیت کریمہ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے کمایا)

---

؎ باب شھادۃ فی الوقف والصدقۃ والوصیۃ ص ۳۸۵۔ باب اذا وقف ارضا ولم یبین الحدود وھو جائز ص ۳۸۸۔

**حدیث ۱۵۱۳**

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ بعض لوگ (سورۂ نساء کی آٹھویں آیت)

قَالَ اِنَّ نَاسًا يَّزْعُمُوْنَ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نُسِخَتْ وَلَا وَاللّٰهِ مَا نُسِخَتْ

واذا حضر القسمة اولوا القربیٰ کے بارے میں یہ خیال کرتے ہیں کہ اس کا حکم منسوخ ہے۔ حالانکہ خدا کی

وَلٰكِنَّهَا مِمَّا تَهَاوَنَ النَّاسُ هُمَا وَالِيَانِ وَالٍ يَّرِثُ وَذَاكَ الَّذِيْ يُرْزَقُ

قسم منسوخ نہیں لیکن لوگوں نے اس پر عمل کرنے میں سستی کی۔ بات یہ ہے کہ رشتہ دار دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ

وَوَالٍ لَّا يَرِثُ وَقَالَ فَذَاكَ الَّذِيْ يَقُوْلُ بِالْمَعْرُوْفِ يَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ

جو وارث ہو اور یہی وہ ہے جس کے بارے میں فرمایا کہ لوگ کچھ دیں اور ایک وہ ہے جو وارث نہیں اس کے

لَكَ اَنْ اُعْطِيَكَ [1]

بارے میں فرمایا گیا۔ معقول بات کہدے۔ یہ کہدے کہ مجھے اختیار نہیں کہ تمہیں کچھ دوں۔

کی مخصص ہیں۔ اس کی تفصیلی بحث کے لئے اثبات ایصال ثواب کا مطالعہ کریں۔

**توضیح باب** ابتدار اسلام میں یہ حکم تھا کہ کسی کی وفات کے بعد جب اس کا ترکہ تقسیم کیا جائے تو اس وقت ان رشتہ داروں کو بھی کچھ دیا جائے جو وارث نہ ہوں۔ اسی طرح یتیموں اور مسکینوں کو بھی دیا جائے۔ یہ حکم واجب تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مستحب تھا پھر مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے یا نہیں۔ امام مجاہد امام شعبی امام حسن بصری اور امام ابن سیرین وغیرہ اس کے قائل ہیں کہ یہ منسوخ نہیں۔ یہ محکم ہے۔ اور اب بھی یہ حکم واجب ہے اور یہی حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔

مفسرین کے ایک گروہ جیسے حضرت سعید بن مسیب وغیرہ اس کے قائل ہیں کہ یہ منسوخ ہے۔

**تشریحات ۱۵۱۳** یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنا قول ہے جو انھوں نے اس آیت کریمہ کے بارے میں سمجھا تھا۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ حکم اب بھی باقی ہے کہ اگر میراث تقسیم کرتے وقت کچھ غیر وارث رشتہ دار یا یتیم اور نادار آجائیں تو ترکہ میں سے ان کو کچھ دیدیا جائے۔ اور فارزقوھم۔ کا

[1] ثانی تفسیر النساء باب قولہ واذا حضر القسمة اولوا القربیٰ ص ۶۵۸

## بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ لِمَنْ تُوُفِّيَ فَجَاءَةً أَنْ يَتَصَدَّقُوا عَنْهُ وَقَضَاءُ النُّذُوْرِ

جو اچانک فوت ہو جائے اس کی طرف سے صدقہ کرنا مستحب ہے اور میت کی

عَنِ الْمَيِّتِ ۔ ص ۳۸۶

طرف سے منت پوری کرنا بھی مستحب ہے۔

**حدیث ۱۵۱۴**

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِنَّ سَعْدَ بْنَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ نے

عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِسْتَفْتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ میری ماں وفات پا گئی ہیں اور ان پر نذر ہے۔

وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُمِّيْ مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ فَقَالَ اقْضِهِ عَنْهَا ؎

فرمایا ان کی طرف سے ادا کر دے۔

خطاب عاقل بالغ وارثین سے ہے اور قولوا لهم قولا معروفا۔ ان رشتہ داروں سے ہے جو وارث نہیں۔

جو لوگ اسے منسوخ مانتے ہیں۔ ان کی بنا پر جب یہ حکم نافذ تھا۔ اس وقت یہ دونوں خطاب وارثین سے تھا۔ یہ لوگ غیر وارث رشتہ داروں، یتیموں اور ناداروں کو کچھ دیدیں۔ اور ان سے بطور معذرت یہ کہدیں کہ کمی کا خیال نہ کرنا۔ اللہ نے جو ہمیں توفیق دی ہم نے تم کو دیا۔

**تشریحات ۱۵۱۴** حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کی منت کیا تھی۔ اس بارے میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ انھوں نے غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ انھوں نے کچھ صدقہ کرنے کی منت مانی تھی۔

**تشریحات ۱۵۱۵** جو شخص محتاج ہے اور یتیم کا ولی ہے وہ اپنے آپ کو جب یتیم کی جائداد و کاروبار کی دیکھ بھال میں مصروف رکھے ہوئے ہے تو اسے اپنے لئے کمانے کا موقع نہیں ملے گا۔ تو اگر اسے یتیم کے مال سے کچھ لینے کی اجازت نہ دی جائے تو وہ گزر بسر کیسے کرے گا اس لئے اسے اجازت ہے کہ اس کے کام کی

---

؎ الایمان والنذور باب من مات وعليه نذر ص ۹۹۱ المحیل باب فی الزکوٰۃ وان لا یفرق بین مجتمع ص ۱۰۲۸ مسلم کتاب النذر۔ نسائی نذر۔

## بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ الآیۃ ص ۳۸۷

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر کہ فرمایا یتیم جب نکاح کی حد کو پہنچ جائیں تو ان کو جانچو۔

**حدیث ۱۵۱۵**

عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَمَنْ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا (سورہ نساء کی چھٹی آیت)

كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ قَالَتْ اُنْزِلَتْ

اور جو مالدار ہو وہ بچے اور جو محتاج ہو وہ عرف کے مطابق کھائے یتیم کے والی کے بارے میں نازل ہوئی ہے

فِيْ وَالِي الْيَتِيْمِ اَنْ يُّصِيْبَ مِنْ مَّالِهٖ اِذَا كَانَ مُحْتَاجًا بِقَدْرِ مَالِهٖ بِالْمَعْرُوْفِ۔

کہ اگر وہ محتاج ہے تو وہ بقدر ضرورت و عمل یتیم کے مال میں سے عرف کے مطابق لے سکتا ہے۔

## بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ

يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ص ۳۸۷

کھاتے ہیں اور وہ بہت جلد بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالے جائیں گے۔

**حدیث ۱۵۱۶**

عَنْ اَبِي الْغَيْثِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا

ہیں کہ فرمایا۔ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ وہ کیا ہیں

جو اجرت بازار بھاؤ سے ہو اتنی یتیم کے مال سے لے سکتا ہے۔

**تشریحات ۱۵۱۶**

سبع موبقات سے مراد گناہ کبائر ہیں۔ اس حدیث میں سات مذکور ہیں لیکن ہم پہلے مکمل بحث کر آئے ہیں کہ سات میں حصر نہیں۔ مفہوم عدد معتبر نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ستر ہیں انھیں کا ایک قول یہ ہے کہ سات سو ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جادو کی ایک حقیقت ہے۔ معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ جادو حق ہے۔ حضرت امام رازی نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ یہ ممکن ہے کہ جادوگر ہوا میں اڑے۔ انسان کو حیوان سے اور حیوان کو انسان سے بدل دے۔ البتہ یہ اعتقاد ضروری ہے کہ حقیقت میں موثر اللہ عزوجل ہی ہے۔ اس نے بعض کلمات میں اس قسم کی

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَاهُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ

فرمایا اللہ کے ساتھ شرک اور جادو اور اس جان کو بغیر حق کے قتل کرنا جس کے قتل کو اللہ

حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبٰوا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ

نے حرام فرمایا اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور لڑائی کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور بھولی بھالی

وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ ۔ مہ

پاکدامن مسلمان عورتوں پر زنا کا الزام لگانا۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اور تم سے یتیموں کا مسئلہ پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ ان کا بھلا کرنا بہتر ہے۔

وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْشَاءَ اللّٰهُ

اور اگر اپنا ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور خدا خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے

لَاَعْنَتَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ لَاَعْنَتَكُمْ لَاَحْرَجَكُمْ وَضَيَّقَ وَعَنَتَ خَضَعَتْ صـ ۲۸۸

والے سے اور اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈالتا۔ بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے ۔ لاعنتکم کے معنی ہیں تم کو حرج میں ڈالتا تم پر تنگی کرتا اور عنت کے معنی ہیں جھک گئے۔

تاثیر رکھی ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَمَا هُمْ بِضَارِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ سورہ بقرہ (۱۰۲)

جادوگر کسی کو جادو سے ضرر نہیں پہنچاتے مگر اللہ کے اذن سے۔

نیز یہیں اس سے پہلے نص صریح ہے۔

يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ

جادوگر جادو کے ذریعہ مرد و عورت کے درمیان جدائی ڈالتے ہیں۔

جادو کے فن کا علم حاصل کرنا فی نفسہ جائز ہے یعنی یہ جاننا کہ فلاں منتر یہ ہے اور اس کا اثر یہ ہے۔ البتہ کسی پر جادو کرنا ممنوع ہے۔ بلکہ اگر اس میں شیطان وغیرہ سے استعانت ہو یا اس کے لئے پوجا کرنی پڑے تو کفر ہے اسی بنا پر بہت سے علماء نے فرمایا کہ ساحر کو قتل کیا جائے حتیٰ کہ یہ بھی فرمایا کہ ساحر کی توبہ قبول نہیں یعنی

مہ ثانی الطب ۔ باب الشرك والسحر من الموبقات صـ ۸۵۸ نسائی وصایا۔

المحاربین باب رمی المحصنات صـ ۱۰۱۳ مسلم الایمان ابوداؤد قضایا۔

حدیث ۱۵۱۷

وَقَالَ لَنَا سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کسی کی وصیت کو رد

قَالَ مَا رَدَّ ابْنُ عُمَرَ عَلٰى اَحَدٍ وَّصِيَّةً۔

نہیں فرمایا۔

ت ۵۴۸

وَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ اَحَبَّ الْاَشْيَاءِ اِلَيْهِ فِيْ مَالِ الْيَتِيْمِ

ابن سیرین کو یتیم کے مال میں سب سے زیادہ پسندیدہ یہ صورت تھی کہ اس کے

اَنْ يَّجْتَمِعَ اِلَيْهِ نُصَحَاءُهٗ وَاَوْلِيَاءُهٗ فَيَنْظُرُوْا الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ لَّهٗ

خیر خواہ اور اولیاء اکٹھے ہوں اور غور کریں کہ اس کے لئے کیا بہتر ہے۔

ت ۵۴۹

وَكَانَ طَاؤُسٌ اِذَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ مِّنْ اَمْرِ الْيَتٰمٰى قَرَاَ

اور امام طاؤس سے جب یتیم کے معاملہ میں سوال کیا جاتا تو یہ آیت تلاوت

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ۔

فرماتے اور اللہ خوب جانتا ہے کون بگاڑنے والا اور کون بنانے والا ہے۔

ت ۵۵۰

وَقَالَ عَطَاءٌ فِي الْيَتٰمى الصَّغِيْرُ وَالْكَبِيْرُ يُنْفِقُ الْوَلِيُّ

اور امام عطاء نے فرمایا یتیم چھوٹا ہو یا بڑا۔ ولی سب پر اس کے حصہ

عَلٰى كُلِّ اِنْسَانٍ بِقَدْرِ حِصَّتِهٖ۔

کے مقدار خرچ کرے گا۔

حاکم بہرحال سزا دے گا۔"

عَنَتٌ کا ذکر یہاں پر بے محل ہے۔ اسلئے آیہ کریمہ میں لَاَعْنَتَكُمْ کا مادہ عَنَتٌ ہے یعنی تالام کلمہ ہے اور عَنَتٌ کی تا اصلی نہیں بلکہ یہ تا رتانیث ہے اسمیں لام کلمہ واو محذوف ہے اسکا مادہ عَتُوٌّ ہے۔ لیکن غالباً لفظی مناسبت کی وجہ سے امام بخاری نے اسے ذکر فرمادیا۔

تشریحات ۱۵۱۷

امام بخاری نے اس حدیث کو قال لنا سے بیان فرمایا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انھوں نے یہ حدیث بطور مذاکرہ سنی ہے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کسی یتیم وغیرہ کا نگراں بنانے کی وصیت کرتا تو وہ اسے قبول فرمالیتے نامنظور نہیں کرتے

## بَابُ اِسْتِخْدَامِ الْيَتِيْمِ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ اِذَا كَانَ لَهٗ صَلَاحًا وَنَظَرِ الْاُمِّ

یتیم سے سفر و حضر میں خدمت لینا جب کہ اس کے لئے بہتر ہو اور یتیم کی ماں اور اس کے

وَزَوْجِهَا لِلْيَتِيْمِ ۔ ص ۳۸۸

شوہر کا اس پر نظر رکھنا۔

**حدیث ۱۵۱۸**

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ لَيْسَ لَهٗ خَادِمٌ فَاَخَذَ

مدینہ تشریف لائے تو حضور کا کوئی خادم نہیں تھا۔ ابو طلحہ میرا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ

اَبُوْ طَلْحَةَ بِيَدِيْ فَانْطَلَقَ بِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا ۔ یارسول اللہ! انس ہوشیار بچہ ہے۔

فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَنَسًا غُلَامٌ كَيِّسٌ فَلْيَخْدُمْكَ فَخَدَمْتُهٗ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ

آپ کی خدمت کرے گا۔ میں نے حضور کی خدمت سفر حضر میں کی ۔ میں نے اگر کچھ کیا تو حضور نے

مَا قَالَ لِيْ لِشَيْءٍ صَنَعْتُهٗ لِمَ صَنَعْتَ هٰكَذَا وَلَا لِشَيْءٍ لَمْ اَصْنَعْهُ لِمَ لَمْ تَصْنَعْ

کبھی یہ نہیں فرمایا تو نے ایسے کیوں کیا اور اگر میں نے کوئی کام نہیں کیا تو یہ نہیں فرمایا

هٰذَا هٰكَذَا [1]

کہ تو نے یہ ایسے کیوں نہیں کیا۔

**تشریحات ۱۵۱۸**

اس لئے کہ اس میں اجر عظیم ہے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ انا وکافل الیتیم کہاتین ۔ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا ان دونوں انگلیوں کی طرح ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دس سال کی عمر میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر مبارک بیس سال کی تھی ۹۲ یا ۹۳ھ میں وصال فرمایا۔

[1] ثانی دیات باب من استعار عبدا ۱۱ و صبیا ص ۱۰۲۱ مسلم فضائل

## بَابُ وَقْفِ الدَّوَابِّ وَالْكُرَاعِ وَالْعُرُوْضِ وَالصَّامِتِ ص ۳۸۹

چوپائے اور گھوڑے اور سامان اور نقد کا وقف کرنا۔

**ت ۵۵۱** وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِيْمَنْ جَعَلَ اَلْفَ دِيْنَارٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدَفَعَهَا

اور امام زہری نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس نے ہزار دینار اللہ کی

اِلٰى غُلَامٍ لَهٗ تَاجِرٍ يَتَّجِرُ بِهَا وَجَعَلَ رِبْحَهٗ صَدَقَةً لِّلْمَسَاكِيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ

راہ میں کر دیا اور کسی اپنے تاجر غلام کو دیا کہ وہ اس سے تجارت کرے اور اس کے نفع کو مساکین

هَلْ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْ رِّبْحِ تِلْكَ الْاَلْفِ شَيْئًا وَّاِنْ لَّمْ يَكُنْ جَعَلَ رِبْحَهَا

اور اقربین کے لئے صدقہ کر دیا۔ کیا اس شخص کو یہ جائز ہے کہ اس ہزار کے نفع میں سے کچھ کھائے

صَدَقَةً لِّلْمَسَاكِيْنِ قَالَ لَيْسَ لَهٗ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْهَا۔

اور اسکے نفع کو مساکین کیلئے صدقہ نہ کیا ہو تو؟ فرمایا۔ اس میں سے اسے کھانا جائز نہیں۔

## بَابُ نَفَقَةِ الْقَيِّمِ لِلْوَقْفِ ص ۳۸۹ وقف کے منتظم کا خرچ

**حدیث ۱۵۱۹** عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِيْ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا

فرمایا۔ میرے وارث دینار اور درہم نہیں تقسیم کریں گے میراترکہ میری بیویوں کے خرچ اور

بصرہ کے صحابہ کرام میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ اخیر عمر مبارک میں روزہ نہیں رکھ سکتے تھے فدیہ دیتے تھے۔ یہ بھی ان صحابہ کرام میں سے ہیں جن کی زیارت سے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف ہوئے بلکہ ان سے روایت بھی کی۔

**تشریحات ۱۵۱۹** لایقتسم۔ یہ صیغہ خبر ہے۔ اور اپنے حقیقی معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں نہ درہم و دینار چھوڑوں گا نہ اسے میرے وارث تقسیم کریں گے۔ رہ گئی وہ زمینیں جو اللہ عزوجل نے میرے لئے خاص کر دی تھیں۔ مثلاً بنو نضیر کی زمین اور فدک اور خیبر کا حصہ ان کی آمدنی سے میری ازواج مطہرات کو خرچ دیا جائے اور جو اس کا عامل ہو اس کی محنت کی مقدار دیا جائے اور اس سے جو بچے وہ صدقہ ہے ان میں میراث جاری نہ ہوگی۔

مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِيْ وَمُؤْنَةِ عَامِلِيْ فَهُوَ صَدَقَةٌ ۔

عامل کی اجرت کے بعد جو بچے وہ صدقہ ہے۔

بَابٌ اِذَا وَقَفَ اَرْضًا اَوْ بِئْرًا اَوِاشْتَرَطَ لِنَفْسِهٖ مِثْلَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ ص ۳۸۹

جب کوئی زمین یا کنواں وقف کیا یا اپنے لئے مسلمانوں کے مثل ڈول کی شرط کرلی۔

ت ۵۵۲ اَوْقَفَ اَنَسٌ دَارًا فَكَانَ اِذَا قَدِمَهَا نَزَلَهَا ۔

حضرت انس نے ایک مکان وقف کیا اور جب وہاں آتے تو اس میں ٹھہرتے۔

ت ۵۵۳ وَتَصَدَّقَ زُبَيْرٌ بِدُوْرِهٖ وَقَالَ لِلْمُرْدُوْدَةِ مِنْ بَنَاتِهٖ اَنْ تَسْكُنَ غَيْرَ مُضِرَّةٍ وَلَا مُضَرٍّ بِهَا فَاِنِ اسْتَغْنَتْ بِزَوْجٍ فَلَيْسَ لَهَا حَقٌّ ۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھروں کو وقف کر دیا اور اپنی مطلقہ صاحبزادی کے بارے میں فرمایا کہ وہ اس میں رہے مگر نقصان نہ پہونچائے اور خود تکلیف نہ اٹھائے اور اگر کسی سے شادی کرنے کی وجہ سے اس سے مستغنی ہوجائے تو اس کو اس مکان میں رہنے کا حق نہیں۔

ت ۵۵۴ وَجَعَلَ ابْنُ عُمَرَ نَصِيْبَهٗ مِنْ دَارِ عُمَرَ سُكْنٰى لِذَوِى الْحَاجَةِ مِنْ اٰلِ عَبْدِ اللّٰهِ ۔

اور حضرت ابن عمر نے اپنے حصہ کو جو حضرت عمر کے گھر سے ان کا تھا آل عبداللہ کے ضرورتمندوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔

چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ اسلئے ان کی ازواج مطہرات نفقہ پانے کی مستحق ہیں۔ اس حدیث میں عامل سے کیا مراد ہے۔ اس سلسلے میں شراح کے دو قول ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد خلیفہ ہے یعنی میرے بعد جو خلیفہ ہوگا وہ اس میں سے اپنا خرچ لے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جو ان زمینوں کی دیکھ بھال کرے۔

**تشریح ۵۵۲** اس تعلیق کو امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ گھر مدینہ طیبہ میں تھا جب حج کے لئے

ے الجهاد باب اداء الخمس من الدين ص۴۳۷ فرائض باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لانورث ماتركنا صدقة ص۹۹۶ مسلم مغازی ابوداؤد۔ خراج۔

ت ۵۵۵ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عُثْمَانَ حِیْثُ حُوْصِرَ اَشْرَفَ عَلَیْهِمْ

ابو عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محاصرہ کیا گیا تھا

فَقَالَ اَنْشُدُکُمُ اللّٰهَ وَلَا اَنْشُدُ اِلَّا اَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

تو بالاخانہ پر تشریف لائے اور فرمایا میں تم لوگوں کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اور صرف

وَسَلَّمَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

صحابہ کرام کو واسطہ دیتا ہوں کیا آپ لوگ نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مدینہ طیبہ سے گزرتے تو اس میں ٹھہرتے۔

**تشریحات ۵۵۳** اس تعلیق کو امام دارمی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ اس میں یہ تصریح ہے کہ اسے اپنے صاحبزادوں پر وقف فرمایا تھا۔

**تشریحات ۵۵۵** اس تعلیق کو دار قطنی اور اسماعیلی وغیرہ نے روایت کیا ہے مخضر تھا۔ یہ بعض راویوں کا وہم ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بئر رومہ کو خریدا تھا۔ کھدوایا نہیں تھا۔ اسے بیس ہزار یا پچیس ہزار میں خریدا تھا۔ ترمذی اور مسند امام احمد میں ہے کہ جیش عسرت کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہزار دینار لاکر خدمت اقدس میں پیش فرمایا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر آج کے بعد عثمان کچھ بھی نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ ایک ہزار دینار تقریباً چار کلوگرام سونا ہوا۔

بغوی نے معجم الصحابہ میں روایت کیا کہ رومہ بنی غفار کا ایک چشمہ تھا جس کا مالک ایک مشک پانی ایک مد کے عوض بیچتا تھا۔ اس سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تو جنت کے چشمہ کے عوض اسے بیچے گا؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے اور میرے عیال کے لئے اس کے سوا کچھ نہیں۔ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر پہونچی انھوں نے اسے پینتیس ۳۵ ہزار میں خرید لیا۔ پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ کیا مجھے اس کے عوض وہ عطا فرمائیں گے جو اسے عطا فرما رہے تھے۔ فرمایا۔ ہاں۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں نے اسے مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔

اگر بئر رومہ پہلے چشمہ تھا تو یہ ممکن ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے کھدوا کر کنواں بنوا دیا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ پہلے چھوٹا کنواں رہا ہو۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خریدنے کے بعد اسے اور وسیع کر دیا ہو اور اس کی مونڈیر وغیرہ بنوا دی ہو۔ اس لئے کسی راوی نے مخضر ھا سے تعبیر کر دیا ہو۔

فصدقوہ۔ نسائی کی روایت میں یہ ہے کہ تصدیق کرنے والے حضرت علی حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت

مَنْ حَفَرَ بِئْرَ رُوْمَةَ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَحَفَرْتُهَا اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ

نے فرمایا جو بئر رومہ کو کھودے اس کے لئے جنت ہے تو میں نے اسکو کھودا۔ کیا آپ لوگ نہیں جانتے کہ حضور نے

جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَجَهَّزْتُهُمْ قَالَ فَصَدَّقُوْهُ بِمَا قَالَ۔

فرمایا جو جیش عسرت کا سامان کرے تو اس کیلئے جنت ہے تو میں نے اسکا سامان کیا۔ ابو عبدالرحمٰن نے کہا۔ لوگوں نے اُنکے ارشاد کی تصدیق کی۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ

اے ایمان والو! جب تمہاری موت کا وقت آجائے تو وصیت کے وقت تمہاری گواہی کا نصاب

الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ

یہ ہے کہ تم میں کے یعنی مسلمان دو عادل گواہ ہوں۔ اور اگر سفر کی حالت میں موت آئے

ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ

(اور مسلمان گواہ نہ ملیں) تو دو تمہارے غیروں کے ہوں۔ اور اگر ان گواہوں کے بارے

فَيُقْسِمَانِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ

میں تم کو کچھ شک ہو تو انھیں روکو اور نماز (عصر) کے بعد کھڑا کرو وہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں

شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّا اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا اِثْمًا فَاٰخَرَانِ

کہ ہم گواہی کے عوض کچھ مال نہیں لیں گے۔ اگرچہ ہمارا رشتہ دار ہو۔ اور ہم اللہ کی گواہی نہیں چھپائینگے

سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔

**مطابقت** اس تعلیق کو باب کے اس جزء سے صراحۃً مطابقت ہے۔ کہ جس نے کنواں وقف کیا مگر اخیر کے جزء سے اس تعلیق کے کسی لفظ کو مطابقت نہیں۔ لیکن ترمذی میں جو روایت ہے اس میں یہ زائد ہے کہ بئر رومہ کون خریدتا ہے اور اپنے ڈول کو مسلمانوں کے ڈول کے ساتھ کر دیتا ہے۔ اور امام بخاری کی عادت کریمہ معلوم ہے کہ وہ کبھی کبھی باب کے ضمن میں روایت کے جو الفاظ ذکر کرتے ہیں اس سے باب کو مطابقت نہیں ہوتی۔ لیکن یہی حدیث کسی اور طریقے سے کہیں اور مروی ہوتی ہے۔ اس میں باب کے مناسب مضمون ہوتا ہے۔ یہی قصہ یہاں بھی ہے۔

يَقُوْمَانِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيَانِ فَيُقْسِمَانِ بِاللّٰهِ

اور اگر ایسا کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ پھر اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ان دونوں نے جھوٹ بول کر گناہ کا ارتکاب

لَشَهَادَتُنَا اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا اِنَّا اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ذٰلِكَ

کیا ہے تو جن لوگوں کا حق انھوں نے مارنا چاہا تھا ان میں سے دوسرے گواہ کھڑے ہوں۔ جو میت کے قریبی

اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ

رشتہ دار ہوں اب یہ لوگ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی ان لوگوں کی گواہی سے زیادہ سچی ہے۔ اور

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم ظالم ہیں۔ یہ طریقہ اس کے قریب ہے کہ یہ لوگ صحیح صحیح گواہی دیں یا اس بات سے خوف کریں کہ ہماری قسمیں ان لوگوں کی قسموں کے بعد رد کر دی جائیں۔ اور اللہ سے ڈرو اور سنو (مانو) اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا ہے۔

## حدیث ۱۵۲۰

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ رَجُلٌ مِّنْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ بنی سہم کے ایک صاحب تمیم داری

بَنِيْ سَهْمٍ مَعَ تَمِيْمٍ الدَّارِيِّ وَعَدِيِّ بْنِ بَدَّاءَ فَمَاتَ السَّهْمِيُّ بِاَرْضٍ لَيْسَ بِهَا

اور عدی بن بدار کے ساتھ باہر گئے۔ سہمی ایسی جگہ مر گئے جہاں کوئی مسلمان نہیں تھا۔ جب

## تشریحات ۱۵۲۰

خازن ومدارک وغیرہ میں یہ واقعہ مفصل یوں مذکور ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے موالی میں سے بُدیل نامی ایک صاحب دو نصرانیوں عدی بن بدار اور تمیم داری کے ساتھ ملک شام تجارت کے لئے گئے وہاں جاتے ہی بیمار پڑ گئے۔ انھوں نے اپنے تمام سامان کی ایک فہرست لکھ کر سامان میں رکھ دی اور ہمراہیوں کو بتایا نہیں۔ جب مرض بہت سخت ہو گیا اور امید زیست باقی نہ رہی تو بدیل نے تمیم اور عدی کو بلا کر تمام سامان سپرد کر دیا۔ اور یہ وصیت کی کہ مدینہ طیبہ پہونچ کر یہ سب سامان ان کے اہل کو دیدیں۔ اسکے بعد بدیل کی وفات ہو گئی۔ ان دونوں نے ان کی وفات کے بعد ان کا سامان دیکھا تو اس میں ایک چاندی کا جام نہیں تھا جس پر سونے کا کام بنا ہوا تھا۔ یہ تین سو مثقال چاندی کا تھا۔ بدیل یہ جام بادشاہ کو نذر کرنے کیلئے لے گئے تھے۔

ع المائدہ آیت ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸

مُسْلِمٌ فَلَمَّا قَدِمَا بِتَرِكَتِهٖ فَقَدُوْا جَامًا مِّنْ فِضَّةٍ مُخَوَّصًا مِّنْ ذَهَبٍ فَاَحْلَفَهُمَا

وہ دونوں ان کا ترکہ لے کر آئے تو اس میں چاندی کا ایک زر نگار جام نہیں ملا۔ تمیم اور عدی

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وَجَدُوا الْجَامَ بِمَكَّةَ فَقَالُوْا

سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حلف لی۔ اس کے بعد اس جام کو لوگوں نے مکہ میں پایا جسکے

اِبْتَعْنَاهُ مِنْ تَمِيْمٍ وَعَدِيٍّ فَقَامَ رَجُلَانِ مِنْ اَوْلِيَاءِهٖ فَحَلَفَا لَشَهَادَتُنَا اَحَقُّ

پاس ملا انھوں نے کہا کہ ہم نے اس کو تمیم اور عدی سے خریدا ہے۔ متوفی کے اولیاء میں سے دو صاحبان

تمیم اور عدی نے اس جام کو غائب کر دیا۔ اور جب مدینہ آئے تو بدیل کا سامان ان کے گھر والوں کو سپرد کر دیا۔ گھر والوں نے سامان کھولا تو ان میں فہرست ملی۔ جب سامان کو اس سے ملایا تو اس میں جام نہیں ملا۔ اب وہ لوگ تمیم اور عدی کے پاس گئے اور ان سے پوچھا کہ کیا بدیل نے کچھ سامان بیچا بھی تھا۔ ان دونوں نے بتایا کہ نہیں۔ پھر ان لوگوں نے پوچھا کہ کیا بدیل عرصہ تک بیمار رہے اور اپنے علاج میں کچھ خرچ کیا ہے انھوں نے بتایا کہ نہیں۔ وہ تو شام پہنچتے ہی بیمار پڑے اور بہت جلد مر گئے۔ اس پر ان لوگوں نے ان دونوں سے کہا سامان میں ایک فہرست ملی ہے۔ اس کے مطابق تین سو مثقال چاندی کا ایک جام زر نگار غائب ہے۔ اس پر تمیم اور عدی نے کہا۔ ہمیں نہیں معلوم۔ بدیل نے جتنا سامان دیا تھا وہ سب ہم نے تمہیں سپرد کر دیا۔ جام کا حال ہمیں نہیں معلوم۔ یہ مقدمہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا۔ تمیم اور عدی اپنے انکار پر جمے رہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز عصر کے بعد تمیم اور عدی سے منبر کے پاس قسم لی۔ ان دونوں نے قسمیں کھالیں کہ ہم اس جام کو نہیں جانتے۔ پھر وہ جام مکہ معظمہ میں ایک شخص کے پاس ملا اس نے یہ بتایا کہ میں نے یہ جام تمیم اور عدی سے خریدا ہے۔ اس کے بعد بدیل کے اولیاء میں سے دو شخصوں نے کھڑے ہو کر قسم کھائی کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے احق ہے۔

**فائدہ** نہ تو مدعی پر قسم ہے اور نہ گواہ سے قسم لی جاتی ہے۔ بظاہر یہاں بدیل کے اولیاء مدعی ہیں یا کم از کم گواہ۔ اس لئے ان سے جو قسم لی گئی اس کو شرعاً معتبر نہیں ہونا چاہئے اس کا جواب یہ ہے کہ بدیل کے اولیاء صورۃً مدعی تھے۔ لیکن حقیقۃً مدعی علیہ۔ اسلئے ان سے قسم لی گئی۔

آیہ کریمہ میں اٰخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ۔ سے مراد غیر مذہب والے مثلاً یہودی یا نصرانی ہیں۔ صحیح اور راجح یہ ہے کہ کافر کی گواہی مسلمان کے خلاف قبول نہیں۔ اور یہاں دو نصرانیوں کی گواہی قبول کی گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کچھ مفسرین نے فرمایا۔ کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ اور کچھ مفسرین فرماتے ہیں کہ من غیرکم سے مراد کافر نہیں بلکہ اپنے قبیلے کے علاوہ کچھ دوسرے لوگ ہیں۔

مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَاَنَّ الْجَامَ لِصَاحِبِهِمْ قَالَ وَفِيهِمْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ

کھڑے ہوئے اور یہ قسم کھائی کہ ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی کے بہ نسبت زیادہ صحیح ہے اور

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ ۔

یہ جام اسی سہمی کا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ انھیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے یعنی جو باب میں مذکور ہے۔

اور حدیث میں تمیم اور عدی کا بیان شہادت نہیں بلکہ دعوے سے انکار ہے۔ بدیل کے ورثہ نے ان دونوں پر یہ دعویٰ کیا تھا کہ ان دونوں نے جام غائب کر دیا ہے۔ اس کا ان لوگوں نے انکار کر دیا۔ اسی پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں سے قسم لیا۔ یہ مدعی علیہ سے دعوی سے انکار پر قسم لینا ہے۔ شہادت نہیں۔

---

عہ ابوداؤد قضایا۔ ترمذی تفسیر

www.sirat-e-mustaqeem.net

# نزهة القاري
## شرح
# صحيح البخاري

الجزء الرابع

www.sirat-e-mustaqeem.net

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگار ہو تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔ (القرآن) (۲۴/۵۲)

# نزھۃ القاری

شرح

# صحیح البخاری


فقیہ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ

سابق صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور (انڈیا)



فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)

۳۸۔ اردو بازار لاہور

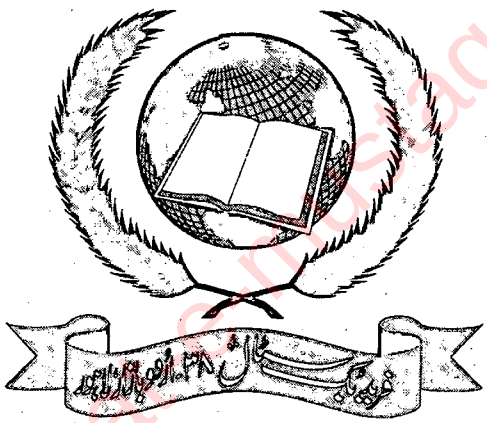


www.sirat-e-mustaqeem.net

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔





الطبع الاوّل : ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ/جولائی ۲۰۰۰ء
الطبع الثانی : رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ/ستمبر ۲۰۰۷ء
مطبع : روی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت : =/۰۰۰ روپے (مکمل سیٹ)

Farid Book Stall®
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

www.sirat-e-mustaqeem.net

# فہرست مضامین

# نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری (جلد چہارم)


| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| **کتاب الجہاد** | |
| حدیث مجھے ایسا عمل بتایئے جو جہاد کے برابر ہو | ۴۱ |
| باب سب سے افضل جہاد کرنے والا مومن ہے | ۴۲ |
| حدیث اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والی کی مثال یہ ہے | ۴۳ |
| باب جہاد اور شہادت کی دعا | ۴۴ |
| حدیث غزوۂ بحر | ۴۴ |
| حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار سے توسل | ۴۵ |
| مدینہ قیصر پر سب سے پہلے کس نے حملہ کیا؟ | ۴۶ |
| باب راہ خدا میں جہاد کرنے والوں کے درجات | ۴۷ |
| حدیث جنت میں سات سو درجے ہیں جو مجاہدین کے لیے ہیں | ۴۸ |
| باب راہ خدا میں صبح و شام چلنے کا ثواب | ۵۰ |
| حدیث کمان کی مقدار جنت میں بہتر ہے ان سب سے جس پر سورج طلوع کرتا ہے | ۵۰ |
| حور عین کا بیان | ۵۱ |
| حدیث شہید کو یہ پسند ہے کہ دوبارہ راہ خدا میں قتل کیا جائے | ۵۱ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث اگر جنت کی ایک عورت جھانک دے تو زمین و آسمان کے درمیان سب روشن ہو جائیں | ۵۱ |
| باب جسے راہ خدا میں کوئی زخم لگا | ۵۲ |
| سریہ بیر معونہ | ۵۲ |
| حدیث تو تو ایک انگلی ہی ہے جو زخمی ہوئی | ۵۳ |
| باب اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان مومنین میں کچھ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اسے سچ کر دکھایا | ۵۴ |
| حدیث میں جنت کی خوشبو احد کے قریب سونگھ رہا ہوں | ۵۴ |
| حدیث اللہ کے کچھ بندے ہیں کہ اگر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم پوری فرمائے گا | ۵۵ |
| حدیث زید بن ثابت نے کہا کہ مجھے احزاب کی ایک آیت نہیں ملی | ۵۶ |
| حضرت خزیمہ کی تنہا گواہی دو مردوں کے برابر | ۵۷ |
| حدیث ایک شخص آیا اس نے پوچھا لڑوں یا اسلام قبول کروں | ۵۷ |
| باب لڑائی کے بعد غسل کرنا | ۵۸ |
| حدیث غزوۂ بنو قریظہ | ۵۸ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی فضیلت جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں انہیں مردہ نہ گمان کرو | ۵۹ |
| حدیث یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل کی گئی ہے جو بیر معونہ میں شہید کیے گئے | ۵۹ |
| یوم احد کچھ لوگوں نے صبح کو شراب پی پھر شہید ہو گئے | ۶۰ |
| باب جس نے جہاد کیلئے اولاد کی خواہش کی | ۶۱ |
| حدیث حضرت سلیمان نے فرمایا: میں آج سو عورتوں کے پاس جاؤں گا | ۶۱ |
| باب لڑائی میں بہادری | ۶۲ |
| حدیث مجھے تم لوگ نہ بخیل پاؤ گے اور نہ جھوٹا | ۶۲ |
| حدیث حضرت سعد یہ دعائیں سکھاتے تھے | ۶۲ |
| حدیث حضور یہ دعائیں مانگا کرتے تھے | ۶۳ |
| باب لڑائی میں اپنے کارناموں کو بیان کرنا | ۶۳ |
| حدیث حضرت طلحہ یوم احد کا واقعہ بیان کرتے تھے | ۶۴ |
| باب لڑائی کے لیے نکلنا واجب ہے | ۶۴ |
| باب کافر مسلمان کو قتل کر کے اسلام قبول کر لے | ۶۶ |
| حدیث ایک نے دوسرے کو قتل کیا اور دونوں جنت میں داخل ہوئے | ۶۶ |
| حدیث اس بکری پر تعجب ہے جو قدوم ضان سے اتری ہے | ۶۶ |
| باب جس نے روزے پر غزوہ کو ترجیح دی | ۶۷ |
| حدیث ابو طلحہ غزوہ کے لیے زمانہ نبوی میں روزہ نہیں رکھتے تھے | ۶۷ |
| باب شہادت سات ہیں | ۶۸ |
| حدیث طاعون شہادت ہے | ۶۸ |
| باب غیر اولی الضرر کا شان نزول | ۶۹ |
| حدیث لڑائی پر ابھارنے کا بیان | ۷۰ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث حضور نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار خندق کھود رہے ہیں | ۷۰ |
| باب خندق کھودنا | ۷۲ |
| باب جس کو عذر نے غزوہ سے روکا | ۷۳ |
| حدیث کچھ لوگ ہمارے پیچھے ہیں اور وہ ہمارے ساتھ ہیں | ۷۳ |
| باب اللہ کے راستے میں روزہ رکھنے کا بیان | ۷۳ |
| حدیث جو اللہ کی راہ میں روزہ رکھے | ۷۳ |
| باب اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت | ۷۴ |
| حدیث جس نے اللہ کی راہ میں جوڑا خرچ کیا | ۷۴ |
| باب جس نے غازی کو سامان مہیا کیا | ۷۵ |
| حدیث راہ خدا میں جہاد کرنے والوں کے پیچھے اس کے اہل و عیال کی خبر گیری کی | ۷۵ |
| حدیث حضور ام حرام کے علاوہ کسی کے گھر نہیں تشریف لے جاتے تھے | ۷۵ |
| باب لڑائی کے وقت خوشبو ملنا | ۷۶ |
| حدیث جنگ یمامہ میں ثابت بن قیس اپنی ران کھولے ہوئے خوشبو مل رہے تھے | ۷۶ |
| جنگ یمامہ | ۷۶ |
| حضرت ثابت بن شماس کی کرامت | ۷۷ |
| باب جاسوسی کے دستوں کی فضیلت | ۷۸ |
| حدیث میرا حواری زبیر ہے | ۷۸ |
| باب گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی قیامت تک وابستہ ہے | ۷۹ |
| حدیث گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے | ۷۹ |
| باب راہ خدا میں گھوڑے کو رکھنا | ۸۰ |
| حدیث مجاہدین کے گھوڑے کا کھانا پینا وغیرہ قیامت کے دن ان کی حسنات کی میزان میں ہوں گے | ۸۰ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب گھوڑے اور گدھے کا نام | ۸۰ |
| حدیث حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک گھوڑے کا نام لحیف تھا | ۸۰ |
| حدیث حضور کے ایک گھوڑے کا نام عفیر تھا | ۸۱ |
| باب گھوڑے کی نحوست کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا گیا | ۸۱ |
| حدیث نحوست تین چیزوں میں ہے | ۸۱ |
| نحوست کسی چیز میں نہیں | ۸۱ |
| ت سلف نر گھوڑے کو پسند کرتے تھے | ۸۲ |
| باب گھوڑے کا حصہ دیا جائے گا یا نہیں | ۸۲ |
| ت امام مالک نے فرمایا: عربی اور ترکی گھوڑے کے لیے حصہ دیا جائے گا | ۸۲ |
| باب لڑائی میں دوسرے کی سواری لے کر چلنا | ۸۳ |
| حدیث غزوۂ حنین میں حضور کی شجاعت | ۸۳ |
| باب حضور کی اونٹنی کا ذکر | ۸۴ |
| ت حضور کی ایک اونٹنی کا نام قصواء تھا | ۸۴ |
| حدیث حضور کی ایک اونٹنی کا نام عضباء تھا جو کبھی پچھڑتی نہیں تھی | ۸۴ |
| حضور نے کس اونٹنی پر ہجرت کی تھی؟ | ۸۴ |
| عورتوں کا مردوں کے شانہ بشانہ رہ کر جہاد کرنا | ۸۵ |
| حدیث حضرت عائشہ وغیرہ جنگ احد میں مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں | ۸۵ |
| باب جنگ میں عورتوں کا مشک ڈھونا | ۸۶ |
| حدیث ام کلثوم بنت علی حضرت عمر کی زوجہ تھیں | ۸۶ |
| ام سلیط کا کارنامہ | ۸۶ |
| باب عورتوں کا زخمیوں اور مقتولین کو منتقل کرنا | ۸۷ |
| باب بدن سے تیر نکالنا | ۸۷ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث غزوۂ حنین کا منظر | ۸۷ |
| باب راہ خدا میں غزوے کے موقع پر پہرہ دینا | ۸۸ |
| حدیث کاش! کوئی نیک شخص آج رات پہرہ دیتا | ۸۸ |
| حدیث دینار اور درہم کا غلام نامراد ہوا | ۸۹ |
| باب غزوہ میں خدمت کی فضیلت | ۹۱ |
| حدیث حضرت انس نے کہا جریر بن عبداللہ میری خدمت کیا کرتے تھے | ۹۱ |
| حدیث میں مدینے کے دونوں سنگستانوں کے درمیان کو حرم بناتا ہوں | ۹۱ |
| حدیث روزہ نہ رکھنے والے آج ثواب لے گئے | ۹۲ |
| باب جو شخص لڑکے کو لے کر جہاد میں گیا | ۹۲ |
| حدیث حضرت انس نے فرمایا: میں حضور کے ساتھ خدمت کیلئے خیبر گیا تھا | ۹۲ |
| باب جس نے لڑائی میں کمزوروں اور نیکوں سے مدد حاصل کی | ۹۴ |
| حدیث تمہاری تمہارے کمزوروں کے صدقے میں مدد کی جاتی ہے | ۹۴ |
| حدیث صحابہ، تابعین، تبع تابعین کی برکت سے فتح | ۹۵ |
| باب یہ نہیں کہنا چاہیے کہ فلاں شہید ہے | ۹۵ |
| حدیث ایک جانباز فوجی کا جہنمی ہونا | ۹۵ |
| باب تیر اندازی پر ابھارنا | ۹۸ |
| حدیث اے بنی اسماعیل! تیر چلاؤ اس لیے کہ تمہارے باپ تیر انداز تھے | ۹۸ |
| حدیث جب وہ تم پر ہجوم کر آئیں تو انہیں تیروں پر لے لو | ۹۹ |
| ہتھیاروں کے ساتھ کھیلنا | ۹۹ |
| حضور کے سامنے حبشی نیزوں سے کھیلتے تھے | ۹۹ |
| باب ڈھال استعمال کرنا | ۱۰۰ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث ابو طلحہ اور حضور اپنے آپ کو ایک ڈھال میں چھپائے ہوئے تھے | ۱۰۰ |
| حدیث حضور کی زخم کو دھونے کیلئے حضرت علی ڈھال میں پانی لاتے تھے | ۱۰۱ |
| حدیث بنی نضیر کے اموال فئی تھے | ۱۰۱ |
| حدیث حضرت سعد کیلئے یہ فرمانا کہ تم پر میرے باپ ماں قربان | ۱۰۲ |
| باب تلواروں کی زیبائش کا بیان | ۱۰۳ |
| صحیح یہ ہے کہ حضور کے والدین کریمین موحد تھے | ۱۰۳ |
| باب جس نے سفر میں قیلولہ کے وقت اپنی تلوار درخت میں لٹکائی | ۱۰۴ |
| حدیث حضور کا ایک اعرابی کے ساتھ عجیب و غریب قصہ | ۱۰۴ |
| باب نیزوں کے بارے میں کیا فرمایا گیا؟ | ۱۰۶ |
| ت میری روزی میرے نیزے کے سائے میں د کی گئی ہے | ۱۰۶ |
| جنگ بدر کے موقع پر شان محبوبی کا جلوہ | ۱۰۶ |
| باب حضور کی زرہ کے بارے میں کیا کہا گیا ہے؟ | ۱۰۷ |
| حدیث غزوۂ بدر کی ابتدا کا ایک ایمان افروز منظر | ۱۰۷ |
| لڑائی میں ریشمی لباس پہننا | ۱۰۸ |
| رومیوں سے قتال کے بارے میں کیا کہا گیا ہے؟ | ۱۰۹ |
| حدیث میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا بخش دیا جائے گا | ۱۱۰ |
| باب یہود سے جنگ کا بیان | ۱۱۰ |
| باب ترک سے قتال کا بیان | ۱۱۱ |
| حدیث یہودیوں نے حضور کو السام علیک کہا | ۱۱۳ |
| باب مشرکین کی ہدایت کی دعا | ۱۱۴ |
| حدیث قبیلہ دوس کے لیے ہدایت کی دعا | ۱۱۴ |
| باب حضور کا لوگوں کو ہدایت کی طرف بلانا | ۱۱۵ |
| حدیث فتح خیبر کی تکمیل کا ایک منظر | ۱۱۵ |
| حدیث مجھے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ لوگ لا الہ الا اللہ پڑھ لیں | ۱۱۶ |
| باب جس نے کسی غزوے کا ارادہ کیا اور اسے ظاہر نہیں کیا | ۱۱۷ |
| حدیث غزوۂ تبوک | ۱۱۷ |
| باب سفر کے وقت رخصت کرنا | ۱۱۹ |
| حدیث آگ سے جلانے کے بارے میں | ۱۱۹ |
| باب امام جب تک گناہ کا حکم نہ دے اس کی اطاعت لازم ہے | ۱۱۹ |
| باب امام کی سرپرستی میں لڑنا اور اس کی پناہ میں رہنا | ۱۲۰ |
| باب لڑائی کے موقع پر یہ بیعت لینا کہ بھاگیں گے نہیں | ۱۲۱ |
| حدیث بیعت رضوان جس درخت کے نیچے ہوئی تھی وہ رحمت ہے | ۱۲۱ |
| حدیث بیعت رضوان موت پر ہوئی تھی | ۱۲۳ |
| حدیث متعدد بار بیعت کرنا | ۱۲۳ |
| باب امام کا لوگوں پر بقدر استطاعت بوجھ ڈالنا | ۱۲۵ |
| باب حضور جب دن کے پہلے حصہ میں لڑائی شروع نہیں فرماتے تو سورج ڈھلنے تک موخر فرماتے | ۱۲۶ |
| حدیث جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے | ۱۲۶ |
| باب راہ خدا میں مال دینا اور سواریاں مہیا کرنا | ۱۲۷ |
| باب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جھنڈے کے بارے میں | ۱۲۸ |
| حدیث فتح مکہ کے موقع پر جھنڈا کہاں نصب کیا گیا تھا؟ | ۱۲۸ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب میری ایک مہینہ کی دوری تک رعب سے مدد کی گئی | ۱۲۸ |
| حدیث زمین کے تمام خزانوں کی کل کنجیاں میرے پاس لائی گئیں | ۱۲۹ |
| لوائے نبوی کس رنگ کا تھا؟ | ۱۲۹ |
| باب غزوہ میں توشہ لے جانا | ۱۳۰ |
| حدیث ہجرت کے موقع پر زادراہ | ۱۳۱ |
| ذات النطاقین کا خطاب | ۱۳۲ |
| باب سواری پر کسی کو پیچھے بٹھانا | ۱۳۳ |
| حدیث فتح مکہ کے موقع پر داخلہ کے وقت کا منظر | ۱۳۳ |
| باب رکاب وغیرہ پکڑنے کا بیان | ۱۳۴ |
| حدیث آدمی کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے | ۱۳۴ |
| باب مصاحف لے کر دشمن کی زمین میں سفر کرنا مکروہ ہے | ۱۳۵ |
| حدیث دشمن کی زمین میں قرآن لے کر سفر کرنے سے منع فرمایا | ۱۳۶ |
| باب لڑائی کے وقت تکبیر کہنا | ۱۳۶ |
| حدیث خیبر میں داخلے کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے تکبیر پڑھی | ۱۳۶ |
| بلند آواز سے تکبیر پڑھنے کا حکم | ۱۳۷ |
| باب بلند آواز سے تکبیر کہنا مکروہ ہے | ۱۳۷ |
| حدیث اے لوگو! اپنے اوپر نرمی کرو | ۱۳۷ |
| حدیث صحابہ کرام جب بلندی پر چڑھتے تو تکبیر کہتے | ۱۳۸ |
| باب مسافر اقامت میں جتنا عمل کرتا تھا سفر میں اس کے لیے اتنا ہی ثواب لکھا جاتا ہے | ۱۳۸ |
| تنہا سفر کرنا | ۱۳۹ |
| باب والدین کی اجازت سے جہاد کرنا | ۱۳۹ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب اونٹ کی گردن میں گھنٹی وغیرہ باندھنے کے بارے میں کیا کہا گیا ہے؟ | ۱۴۰ |
| باب جاسوس کا بیان | ۱۴۱ |
| حدیث حضرت علی اور زبیر کو روضہ خاخ تک بھیجا | ۱۴۱ |
| حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے خط کا قصہ | ۱۴۲ |
| اصحاب بدر کی خصوصیت | ۱۴۳ |
| ایک تطبیق | ۱۴۳ |
| باب قیدی زنجیروں میں | ۱۴۴ |
| اللہ ورسول کے کلام میں لعل تحقیق کیلئے ہے | ۱۴۴ |
| باب شب خون مارتے وقت بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا | ۱۴۵ |
| حضرت آمنہ کا مزار پاک کہاں ہے؟ | ۱۴۵ |
| باب لڑائی میں بچوں کو قتل کرنا | ۱۴۶ |
| باب اللہ کے عذاب کے ساتھ عذاب نہ دیا جائے | ۱۴۷ |
| حدیث جو دین بدلے اسے قتل کردو | ۱۴۷ |
| حدیث ایک چیونٹی نے ایک نبی کو کاٹ لیا الخ | ۱۴۷ |
| حضرت علی نے جسے جلایا وہ کون تھا؟ | ۱۴۷ |
| باب گھروں اور کھجور کے باغ کو جلانا | ۱۴۸ |
| حدیث کعبہ یمانیہ کو برباد کرنے کا حکم | ۱۴۸ |
| حضرت جریر کی ذات میں تصرف | ۱۴۸ |
| سوئے ہوئے مشرک کو قتل کردینا | ۱۵۰ |
| حدیث قتل ابورافع | ۱۵۰ |
| باب دشمن سے مڈبھیڑ کی آرزو نہ کرو | ۱۵۳ |
| باب لڑائی خفیہ تدبیر ہے | ۱۵۴ |
| حدیث کسریٰ ہلاک ہوگیا پھر کسریٰ کبھی نہیں ہوگا اخیر کسریٰ یزدجرد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں مارا گیا | ۱۵۴ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب لڑائی میں تنازع واختلاف ناپسند ہے | ۱۵۵ |
| حدیث احد میں نافرمانی کی سزا | ۱۵۵ |
| باب دشمن کو دیکھ کر بلند آواز سے پکارنا | ۱۵۸ |
| حدیث غزوۂ ذی قرد | ۱۵۹ |
| باب جب دشمن کسی کے فیصلے پر اتر آئیں | ۱۶۰ |
| حدیث بنی قریظہ کا استیصال | ۱۶۰ |
| قوموا الی سیدکم کی تشریح | ۱۶۱ |
| باب کیا یہ جائز ہے کہ کوئی اپنے آپ کو قیدی بنائے | ۱۶۲ |
| حدیث سریہ رجیع | ۱۶۲ |
| حدیث جاسوس کو قتل کرنا | ۱۶۶ |
| باب وفود کے عطیات | ۱۶۷ |
| حدیث قرطاس | ۱۶۷ |
| جزیرۂ عرب کی تفصیل | ۱۶۸ |
| باب دارالحرب میں مسلمان ہونے والوں کے احکام | ۱۶۹ |
| حدیث حضرت عمر کی غریبوں پر عنایت | ۱۶۹ |
| باب لوگوں کے نام کار جشر بنانا | ۱۷۰ |
| باب اللہ دین کی بدکردار سے مدد کرالیتا ہے | ۱۷۱ |
| باب مسلمان کا مال مشرکین نے لوٹ لیا' پھر مسلمان نے پالیا | ۱۷۳ |
| باب مال غنیمت میں چوری کا بیان | ۱۷۴ |
| باب غنیمت میں تھوڑی سی چوری کا حکم | ۱۷۵ |
| لا املك لك کی توجیہ | ۱۷۵ |
| باب فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں | ۱۷۶ |
| اس زمانے میں ہجرت | ۱۷۷ |
| باب غازیوں کا استقبال کرنا | ۱۷۷ |
| سفر سے واپسی کی دعا | ۱۷۸ |
| باب کہیں سے واپسی پر کھانا کھلانا | ۱۷۹ |
| باب خمس کا فرض ہونا | ۱۸۰ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| خمس کی تفصیل | ۱۸۰ |
| حدیث حضرت حمزہ نے اونٹنیوں کے کوہان کاٹ لیے | ۱۸۲ |
| عبید لابی کی تشریح | ۱۸۴ |
| حدیث فدک | ۱۸۵ |
| لا نورث کی تفصیل | ۱۸۷ |
| رافضیوں کی کتابوں سے ثبوت | ۱۸۸ |
| فوجدت فاطمة کی توجیہ | ۱۸۹ |
| حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی کب بیعت کی؟ | ۱۹۰ |
| حدیث حضرت عمر کا فدک کے بارے میں فیصلہ | ۱۹۶ |
| حدیث ما ترکنا صدقة مشہور ہے | ۲۰۱ |
| نصیبك من ابن اخیك کی توجیہ | ۲۰۲ |
| بعد وصال ازواج مطہرات کے نفقہ کا بیان | ۲۰۳ |
| حدیث سوائے نصف وسق جو کے میرے گھر میں کچھ نہیں تھا | ۲۰۴ |
| باب ازواج مطہرات کے گھروں کے بارے میں | ۲۰۴ |
| حدیث حضرت عائشہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال میرے گھر میں ہوا | ۲۰۵ |
| حدیث نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے گھر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا فتنہ ادھر ہے | ۲۰۵ |
| اس سے مراد نجد ہے | ۲۰۶ |
| باب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زرہ وغیرہ کا بیان | ۲۰۶ |
| حدیث نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعلین کا ذکر | ۲۰۶ |
| حدیث حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس پر وصال کے وقت کیا لباس تھا؟ | ۲۰۸ |
| حدیث نبی ﷺ کے پیالے کا ذکر | ۲۰۹ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث نبی ﷺ کی تلوار | ۲۰۹ |
| حضرت سیدہ فاطمہ کی زندگی میں حضرت علی کو دوسرے نکاح کی اجازت نہیں تھی | ۲۱۱ |
| حضرت ابو العاص بن زبیر رضی اللہ عنہ | ۲۱۲ |
| حدیث حضرت علی کے دل میں حضرت عثمان کی طرف سے کوئی کدورت نہیں تھی | ۲۱۳ |
| حضرت محمد بن حنفیہ | ۲۱۳ |
| باب خمس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حوادث اور مساکین کے لیے ہے | ۲۱۴ |
| حدیث حضرت سیدہ فاطمہ کی اپنی تکالیف کی شکایت | ۲۱۵ |
| باب اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفصیل غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ و رسول کیلئے ہے | ۲۱۵ |
| حدیث میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو | ۲۱۷ |
| حدیث اللہ کے مال میں ناحق تصرف کرنے والوں کی سزا | ۲۱۸ |
| حدیث حضرت یوشع بن نون کا جہاد | ۲۲۰ |
| حضرت یوشع کا سورج کو لوٹانا | ۲۲۱ |
| رد شمس کتنی بار ہوا؟ | ۲۲۲ |
| منزل صہبا پر سورج لوٹانے کی حدیث حسن ہے | ۲۲۳ |
| باب بنی قریظہ اور بنی نضیر کے اموال کیسے تقسیم فرمائے؟ | ۲۲۴ |
| باب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء کے ہمراہ جہاد کرنے والوں کے مال میں برکت | ۲۲۵ |
| حدیث حضرت زبیر کی مالی حیثیت | ۲۲۵ |
| جنگ جمل | ۲۲۹ |
| حضرت زبیر کی حق پسندی | ۲۳۰ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حضرت زبیر کے ترکے کی قیمت پانچ کروڑ دو لاکھ تھی (۵۰۲۰۰۰۰۰) | ۲۳۲ |
| گنگو ہی صاحب پر تعقب | ۲۳۲ |
| باب جب امام جنگ کے موقع پر کسی کو کسی کام کیلئے بھیجے تو اسے مال غنیمت سے حصہ دیا جائے گا | ۲۳۳ |
| حضرت عثمان بدری صحابی ہیں | ۲۳۳ |
| باب اس کی دلیل کہ خمس مسلمانوں کی ضروریات کے لیے ہے | ۲۳۴ |
| حدیث نبی ﷺ نے مرغی کھائی ہے | ۲۳۵ |
| حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری کی ہجرت کی تفصیل | ۲۳۸ |
| حدیث جعرانہ میں ایک بدبخت کی گستاخی | ۲۳۹ |
| باب خمس نکالنے سے پہلے قیدیوں پر احسان اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان ناپاکوں کے بارے میں عرض کرتا تو انہیں چھوڑ دیتا | ۲۴۰ |
| مطعم بن عدی | ۲۴۰ |
| باب اس بات کی دلیل کہ خمس امام ہی کا حق ہے | ۲۴۱ |
| جبیر بن مطعم نے کہا کہ میں اور عثمان نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور بنی مطلب کو عطا فرماتے ہیں اور ہمیں محروم کرتے ہیں، الخ | ۲۴۱ |
| باب مقتول کے بدن پر جو سامان ہو وہ قاتل کا ہے، اس میں خمس نہیں | ۲۴۲ |
| حدیث ابو جہل کا قتل | ۲۴۳ |
| ابو جہل کو کس نے قتل کیا؟ | ۲۴۵ |
| ابو جہل فرعون سے بدتر ہے | ۲۴۵ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مولفۃ القلوب وغیرہ کو خمس سے دیا کرتے تھے | ۲۴۶ |
| حدیث کچھ انصار نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کہا: قریش کو عطا فرماتے ہیں اور ہمیں نظر انداز فرمارہے ہیں | ۲۴۸ |
| حدیث ایک اعرابی کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر پکڑ کر کھینچنا | ۲۵۰ |
| حدیث یوم حنین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی داد و دہش | ۲۵۱ |
| اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۲۵۲ |
| عیینہ بن حصین | ۲۵۲ |
| حدیث ابتداء میں حضرت زبیر کی عسرت | ۲۵۳ |
| حضرت اسماء کی خدمت گزاری | ۲۵۳ |
| باب لڑائی کی سرزمین میں جو کھانا پایا جائے | ۲۵۴ |
| حدیث دیسی گدھوں کی حرمت | ۲۵۵ |
| باب ذمیوں سے جزیہ لینا اور حربیوں سے صلح کرنا | ۲۵۶ |
| حدیث حضرت ابو عبیدہ کو بحرین کا جزیہ لینے کے لیے بھیجا | ۲۵۹ |
| حضور کا ارشاد: تم پر تنگدستی کا اندیشہ نہیں ہاں! اس کا اندیشہ ہے کہ دنیا تمہارے لیے کشادہ کر دی جائے گی، پھر تم اسے دوسروں سے زیادہ حاصل کرنے کی رغبت کرو گے | ۲۵۹ |
| بحرین کی تسخیر | ۲۶۰ |
| حدیث ہرمزان کا مسلمان ہونا اور حضرت فاروق اعظم کا اس سے مشورہ طلب کرنا | ۲۶۰ |
| جنگ تستر | ۲۶۲ |
| جنگ نہاوند | ۲۶۳ |
| باب عہد پورا کرنے کی وصیت | ۲۶۴ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث جو کسی ذمی کو بلاوجہ قتل کرے گا وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا | ۲۶۵ |
| حدیث یہود سے فرمایا: میں نے تم کو جلاوطن کرنے کا ارادہ کر لیا ہے | ۲۶۶ |
| باب مشرکین جب مسلمانوں کے ساتھ غداری کریں تو انہیں معاف کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ | ۲۶۶ |
| حدیث یہودیوں کے زہر کھلانے کی سازش | ۲۶۷ |
| باب جب کافر صبینا کہیں | ۲۶۸ |
| باب ذمی جادو کر دے تو اسے معاف کر دیا جائے | ۲۶۹ |
| حضور پر جادو کیا گیا | ۲۶۹ |
| ایک شبہے کا ازالہ | ۲۷۲ |
| باب عہد شکنی سے کتنا ڈرایا گیا ہے؟ | ۲۷۲ |
| حدیث قیامت کی چھ نشانیاں | ۲۷۳ |
| باب معاہدہ کر کے عہد شکنی کا گناہ | ۲۷۴ |
| حدیث تمہارا کیا حال ہوگا جب تم کو جزیے کا ایک دینار اور ایک درہم بھی نہیں ملے گا | ۲۷۴ |
| حدیث جنگ صفین کے وقت بعض صحابہ کی الجھن | ۲۷۵ |
| باب عہد شکنی کرنے والے کا گناہ | ۲۷۶ |
| حدیث ہر عہد شکن کیلئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا | ۲۷۶ |
| **کتاب بدء الخلق** | ۲۷۸ |
| باب اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے بارے میں اللہ وہی ہے جس نے مخلوق کو اول اول بنایا پھر دوبارہ بنائے گا | ۲۷۸ |
| حدیث پہلے کیا چیز پیدا ہوئی؟ | ۲۷۸ |
| شئی کے معنی | ۲۷۹ |
| اے جابر! بیشک اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو تمام چیزوں سے پہلے پیدا فرمایا | ۲۸۰ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جمیع ما کان وما یکون کی خبر دی | ۲۸۲ |
| اس کی موید احادیث | ۲۸۳ |
| حدیث بیشک میری رحمت غضب پر غالب ہے | ۲۸۶ |
| باب زمینیں سات ہیں | ۲۸۷ |
| ہر زمین میں تمہارے آدم کی طرح ایک آدم ہیں، نص قرآنی کے معارض ہے | ۲۸۷ |
| حدیث زمانہ پلٹ کر اسی حالت پر آ گیا جس پر اس دن تھا جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا تھا | ۲۸۹ |
| باب ستاروں کے بارے میں | ۲۸۹ |
| ستارے کہاں ہیں؟ | ۲۹۰ |
| باب چاند سورج کی گردش کی کیفیت | ۲۹۳ |
| حدیث کیا تم جانتے ہو سورج کہاں جاتا ہے؟ | ۲۹۴ |
| زمین و آسمان ساکن ہیں | ۲۹۶ |
| حدیث جب آسمان میں ایسا بادل دیکھتے جس سے پانی برسنے کے آثار ہوں تو رخ انور کا رنگ بدل جاتا | ۲۹۸ |
| قوم عاد | ۲۹۸ |
| باب فرشتوں کا تذکرہ | ۳۰۰ |
| بیت معمور | ۳۰۱ |
| حدیث تمہارا مادہ خلقت ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفے کی شکل میں رکھا جاتا ہے | ۳۰۲ |
| حدیث اللہ جب کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے تو جبریل سے فرماتا ہے کہ اللہ نے فلاں بندے کو محبوب بنالیا۔ الخ | ۳۰۴ |
| حدیث فرشتے بادل میں اترتے ہیں اور آسمان میں جس بات کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے اس کا تذکرہ کرتے ہیں تو شیاطین چوری سے سن لیتے ہیں | ۳۰۵ |
| کاہن | ۳۰۶ |
| زمانہ جاہلیت میں بھی تارہ ٹوٹتا تھا | ۳۰۶ |
| حدیث حسان سے فرمایا: مشرکین کی ہجو کرو | ۳۰۷ |
| حدیث بنی قریظہ پر حملے کے وقت جبریل بھی شریک تھے | ۳۰۸ |
| حدیث اے عائشہ! جبریل تمہیں سلام کہہ رہے ہیں | ۳۰۸ |
| حدیث جبریل سے فرمایا: جتنا ہمارے پاس آتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟ | ۳۰۹ |
| جبریل نے سات حرف تک قرآن پڑھایا | ۳۱۰ |
| باب جب تم میں سے کسی نے آمین کہا اور فرشتوں نے آسمان میں آمین کہا۔ الخ | ۳۱۰ |
| حدیث جس گھر میں کتا یا تصویر ہو فرشتے نہیں آتے | ۳۱۰ |
| ہر تصویر حرام ہے خواہ کاغذ وغیرہ پر ہو | ۳۱۲ |
| خواہ مجسمہ ہو | ۳۱۳ |
| حدیث ابن مسعود کی قرات و نادو یا مال ہے | ۳۱۳ |
| حدیث طائف میں تشریف لے جانا، پہاڑ کے فرشتے کی عرض | ۳۱۵ |
| حدیث ابن مسعود نے فرمایا کہ حضور نے جبریل کو دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو ہیں | ۳۱۷ |
| شب معراج دیدار الٰہی فرمایا یا نہیں؟ | ۳۲۱ |
| حدیث جب کوئی اپنی بیوی کو بلائے اور وہ انکار کرے۔ الخ | ۳۲۲ |
| حدیث حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا حلیہ | ۳۲۳ |
| باب جنت کے اوصاف کے بارے میں | ۳۲۵ |
| حدیث میں نے جنت میں جھانکا تو اس میں زیادہ تر فقراء ہیں | ۳۲۶ |
| حدیث میں نے جنت میں ایک عورت کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ الخ | |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث جنت میں خولدار موتی کا ایک خیمہ ہے جس کی بلندی تیس میل ہے | ۳۲۷ |
| حدیث جنت میں ایسی چیزیں ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا | ۳۲۸ |
| حدیث جنت میں پہلے پہل داخل ہونے والا گروہ | ۳۲۹ |
| حدیث ستر ہزار جنت میں بلا حساب وکتاب داخل ہوں گے | ۳۳۰ |
| حدیث سعد بن معاذ کے رومال جنت میں اس سے بہتر ہیں | ۳۳۱ |
| حدیث جنت میں ایک درخت ایسا ہے جس کے سائے میں سو برس تک سوار چلے، پھر بھی طے نہ کر پائے | ۳۳۱ |
| حدیث جنت میں کمان کی مقدار دنیا سے بہتر ہے | ۳۳۱ |
| حدیث جنتیوں کے منازل کا فرق | ۳۳۲ |
| باب جہنم کا بیان | ۳۳۴ |
| حدیث بخار جہنم کی گرمی سے ہے | ۳۳۵ |
| حدیث دنیا کی آگ جہنم کی آگ کے ستر حصے میں سے ایک حصہ ہے | ۳۳۶ |
| حدیث بے عمل واعظ کی سزا | ۳۳۷ |
| باب ابلیس اور اس کے لشکروں کا بیان | ۳۳۸ |
| حدیث مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اور کہا فتنہ وہاں ہے۔ الخ | ۳۴۰ |
| حدیث جب رات آجائے تو اپنے بچوں کو گھروں میں روک لو | ۳۴۰ |
| حدیث غصے کے وقت شیطان سے پناہ مانگو | ۳۴۱ |
| حدیث حضرت عیسیٰ کے علاوہ ہر بچے کو شیطان کونچتا ہے | ۳۴۲ |
| حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو اللہ نے شیطان سے محفوظ رکھا ہے | ۳۴۳ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث جماہی شیطان کی طرف سے ہے | ۳۴۵ |
| حدیث احد کے دن شیطان چیخا | ۳۴۶ |
| حدیث لا الہ الا اللہ وحدہ الخ کے فضائل | ۳۴۷ |
| حدیث اے عمر! کسی بھی گلی میں شیطان تمہارے سامنے آئے گا تو دوسری گلی میں بھاگ جائے گا | ۳۴۹ |
| حدیث جب وضو کرو تو تین بار ناک جھاڑ لو | ۳۴۹ |
| باب جن اور ان کے ثواب وعذاب کا ذکر | ۳۵۰ |
| باب اللہ عزوجل کے ارشاد کا بیان: جب ہم نے تمہاری طرف جنوں کے گروہ کو پھیرا۔ الآیۃ | ۳۵۰ |
| باب اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے | ۳۵۱ |
| حدیث سانپوں کو مار ڈالو | ۳۵۱ |
| باب مسلمان کا سب سے اچھا مال بکری ہے جسے لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہے | ۳۵۲ |
| حدیث کفر کا سرپورب کی جانب ہے | ۳۵۳ |
| حدیث ایمان یمن والوں کا ہے | ۳۵۳ |
| حدیث بنی اسرائیل کی ایک قوم گم ہو گئی میرا گمان یہ ہے کہ یہ چوہا ہے | ۳۵۴ |
| حدیث چھپکلیوں کے مار ڈالنے کا حکم دیا | ۳۵۵ |
| حدیث برتنوں کو ڈھانک دو۔ الخ | ۳۵۵ |
| باب جب پینے کی چیز میں مکھی گر پڑے۔ الخ | ۳۵۶ |
| حدیث کتوں کے مار ڈالنے کا حکم دیا | ۳۵۶ |
| **کتاب الانبیاء** | ۳۵۷ |
| باب حضرت آدم اور ان کی اولاد کی پیدائش کا بیان | ۳۵۸ |
| خلیفہ کے معنی | ۳۵۹ |
| حدیث اللہ نے آدم کو پیدا فرمایا اور ان کی لمبائی ساٹھ ہاتھ تھی | ۳۶۱ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث عبداللہ بن سلام کے سوالات | ۳۶۱ |
| بچے اپنے ماموں یا چچا کے کب مشابہ ہوتے ہیں؟ | ۳۶۳ |
| حدیث اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت نہیں سڑتا | ۳۶۴ |
| حدیث عورت سب سے ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے | ۳۶۶ |
| حدیث جہنم میں سب سے کم عذاب پانے والے سے خطاب | ۳۶۶ |
| حدیث ہر قتل کا گناہ آدم کے پہلے بیٹے پر ہوگا | ۳۶۷ |
| ہابیل و قابیل | ۳۶۷ |
| باب روحیں اکٹھی کی ہوئی لشکر ہیں | ۳۶۸ |
| باب اس ارشاد کا بیان: ہم نے نوح کو ان کی قوم کی جانب بھیجا | ۳۶۹ |
| حدیث دجال کانا ہے | ۳۶۹ |
| حدیث قیامت کے دن اس امت کی گواہی | ۳۷۰ |
| حدیث شفاعت | ۳۷۱ |
| قیامت کا ایک منظر | ۳۷۵ |
| سب سے پہلے رسول | ۳۷۵ |
| باب بیشک الیاس رسولوں میں سے ہیں | ۳۷۶ |
| آل یاسین سے کیا مراد ہے؟ | ۳۷۸ |
| باب اس ارشاد کا بیان: اور عاد کی طرف ان کے ہم قبیلہ ہود کو بھیجا | ۳۷۹ |
| باب اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: عاد کو نہایت سخت گرجتی آندھی سے ہلاک کیا گیا | ۳۸۰ |
| اس کی نسل سے ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی مگر وہ ان کے حلقوم سے آگے نہیں بڑھے گا | ۳۸۱ |
| باب یاجوج ماجوج کا بیان | ۳۸۱ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اور تم سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں | ۳۸۲ |
| ذوالقرنین | ۳۸۳ |
| سد سکندری کہاں ہے؟ | ۳۸۴ |
| حدیث ہر ہزار میں نو سو ننانوے جہنمی ہیں | ۳۸۶ |
| اس تمثیل پر اعتراض کا جواب | ۳۸۷ |
| باب اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اور اللہ نے ابراہیم کو خلیل بنایا | ۳۸۸ |
| حدیث لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن غیر مختون قیامت کے دن جمع کیے جائیں گے | ۳۸۸ |
| قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم کو لباس پہنایا جائے گا | ۳۸۸ |
| وہابیوں کے ایک اشکال کا جواب | ۳۹۰ |
| حدیث حضرت ابراہیم کی قیامت کے دن آزر سے ملاقات | ۳۹۱ |
| آزر حضرت ابراہیم کا باپ نہیں چچا تھا | ۳۹۱ |
| حدیث کعبے کے اندر کی تصویروں کو جب تک مٹوا نہیں لیا اندر تشریف نہیں لے گئے | ۳۹۲ |
| حدیث جو جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں جبکہ دین کی سمجھ رکھیں | ۳۹۳ |
| حدیث حضرت ابراہیم نے اسی سال کی عمر میں ختنہ کیا | ۳۹۴ |
| حدیث حضرت ابراہیم نے صرف تین باتیں بظاہر واقعہ کے خلاف کہیں | ۳۹۴ |
| ایک اشکال کا جواب | ۳۹۶ |
| باب زف کے معنی تیز چلنا ہے | ۳۹۷ |
| حدیث مکے کی آبادی کا بیان | ۳۹۸ |
| حضرت اسماعیل کو جس وقت مکے میں آباد کیا تھا ان کی عمر دو سال کی تھی | ۴۰۴ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| جرہم | ۴۰۵ |
| حضرت ہاجرہ حطیم میں مدفون ہیں | ۴۰۵ |
| مقام ابراہیم | ۴۰۶ |
| حجر اسود | ۴۰۶ |
| حدیث زمین میں سب سے پہلی مسجد، مسجد حرام ہے | ۴۰۶ |
| حدیث یارسول اللہ! ہم حضور پر کیسے درود پڑھیں؟ | ۴۰۷ |
| حدیث نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسنین کی حفاظت کیلئے یہ دعا پڑھتے | ۴۰۹ |
| باب اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: انہیں ابراہیم کے مہمانوں کے بارے میں بتادو | ۴۰۹ |
| کیف تحیی الموتی | ۴۱۰ |
| حدیث بہ نسبت ابراہیم کے شک کرنے کے ہم زیادہ لائق ہیں | ۴۱۰ |
| حضرت لوط علیہ السلام | ۴۱۱ |
| باب جب وہ لوط کے گھر آئے، کہا تم تو کچھ بیگانے لوگ معلوم ہوتے ہو | ۴۱۲ |
| باب اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور ثمود کی جانب ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا | ۴۱۲ |
| حدیث حضرت صالح کی اونٹنی کی کونچیں کس نے کاٹی تھیں؟ | ۴۱۳ |
| حدیث جب حجر میں اترے تو حکم دیا کہ اس کے کنویں کا پانی نہ پئیں | ۴۱۴ |
| باب اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: بیشک یوسف اور ان کے بھائیوں میں نشانیاں ہیں | ۴۱۵ |
| حدیث حدیث براءت کی ایک روایت | ۴۱۶ |
| حدیث اس آیت کی تفسیر جب رسول مایوس ہو گئے اور انہیں گمان ہو گیا کہ وہ جھٹلا دیئے گئے | ۴۱۷ |
| باب بے شک قارون موسیٰ کی قوم کا تھا | ۴۱۷ |
| باب اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اور ایوب کو یاد کرو | ۴۱۹ |
| باب اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو | ۴۲۰ |
| باب اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: کیا تمہارے پاس موسیٰ کا قصہ آیا؟ | ۴۲۰ |
| لکانت کی قسمیں | ۴۲۰ |
| باب اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: کیا تمہیں موسیٰ کا قصہ معلوم نہیں ہے؟ | ۴۲۳ |
| حدیث معراج | ۴۲۳ |
| حدیث یہ مناسب نہیں کہ کوئی کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں | ۴۲۴ |
| حضرت موسیٰ نے دیدار الٰہی کیا | ۴۲۵ |
| اللہ عزوجل سے کلام کرنے کی توجیہ | ۴۲۵ |
| باب سیلاب کے طوفان کا بیان | ۴۲۶ |
| حدیث خضر کا نام کیوں خضر پڑا؟ | ۴۲۸ |
| حدیث بنی اسرائیل نے بجائے حطة کے حبة فی شعرة کہا | ۴۲۹ |
| باب وہ اپنے بستروں پر آسن جمائے بیٹھے تھے | ۴۲۹ |
| حدیث حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکریاں چرائیں | ۴۲۹ |
| باب اس ارشاد کا بیان: بیشک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کوئی گائے ذبح کرو | ۴۳۰ |
| باب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا بیان | ۴۳۲ |
| حدیث حضرت آدم و حضرت موسیٰ کا مکالمہ | ۴۳۳ |
| حدیث مجھ پر امتیں پیش کی گئیں | |
| باب اللہ نے فرعون کی زوجہ آسیہ کی مثل بیان | |
| حدیث عائشہ کی تمام عورتوں پر برتری | |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب اور مدین کی طرف ان کے ہم قبیلہ شعیب کو بھیجا | ۴۳۹ |
| باب بیشک یونس رسولوں میں سے ہیں | ۴۴۰ |
| باب ان بستی والوں کا حال جو سمندر کے کنارے تھی | ۴۴۱ |
| باب اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی | ۴۴۲ |
| حدیث حضرت داؤد پر زبور کا پڑھنا آسان کر دیا | ۴۴۲ |
| باب اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کرو جو نعمتوں والے تھے | ۴۴۳ |
| باب اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا | ۴۴۴ |
| حدیث میری اور لوگوں کی مثل اس شخص جیسی ہے جو آگ جلائے | ۴۴۷ |
| حدیث حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کا ایک ہی معاملے میں دو فیصلے | ۴۴۸ |
| باب اور ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی | ۴۴۹ |
| باب اور ان کے لیے ان شہر والوں کا قصہ بیان فرمایئے جن کے پاس فرستادے آئے | ۴۴۹ |
| باب اپنے بندے زکریا پر رب کی رحمت کا تذکرہ | ۴۵۰ |
| باب کتاب میں مریم کو یاد کرو | ۴۵۲ |
| باب جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ نے تمہیں چن لیا ہے | ۴۵۳ |
| حدیث تمام عورتوں میں بہتر مریم بنت عمران ہیں | ۴۵۳ |
| باب جب فرشتوں نے مریم سے کہا: بے شک اللہ تم کو خوشخبری دیتا ہے | ۴۵۴ |
| حدیث قریش کی عورتیں ان تمام عورتوں سے بہتر ہیں جو اونٹوں پر سوار ہوئیں | ۴۵۴ |
| باب اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے آگے نہ بڑھو | ۴۵۵ |
| حدیث جس نے یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔الخ | ۴۵۶ |
| باب اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب وہ اپنے اہل سے کنارہ کر کے جانب مشرق چلی گئیں | ۴۵۶ |
| حدیث حضرت عیسیٰ کا حضرت موسیٰ کے حلیئے | ۴۵۷ |
| حدیث دجال کا تذکرہ | ۴۵۸ |
| حدیث انبیاء علاتی بھائی ہیں | ۴۵۹ |
| حدیث حضرت عیسیٰ نے ایک شخص کو چوری کرتے دیکھا | ۴۵۹ |
| حدیث میری تعریف میں حد سے آگے نہ بڑھو | ۴۶۰ |
| باب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کا بیان | ۴۶۱ |
| حدیث تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں ابن مریم اتریں گے اور امام تم میں سے ہوگا؟ | ۴۶۱ |
| بنی اسرائیل کے بارے میں کیا ذکر کیا گیا ہے؟ | ۴۶۲ |
| حدیث دجال کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی | ۴۶۲ |
| حدیث بنی اسرائیل پر انبیاء حکمرانی کرتے تھے | ۴۶۳ |
| حدیث تم لوگ اپنے اگلوں کے طریقے کی ضروری پیروی کرو گے | ۴۶۴ |
| حدیث ام المومنین کو لہے پر ہاتھ رکھنے کو ناپسند کرتی تھیں | ۴۶۴ |
| حدیث بنی اسرائیل کی روایتیں بیان کرو کوئی حرج نہیں | ۴۶۵ |
| حدیث یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو | ۴۶۶ |
| حدیث ابرص، اقرع، اعمیٰ کے قصے | ۴۶۶ |
| باب کیا تم نے گمان کیا کہ اصحاب کہف و رقیم ہماری ایک عجیب نشانی تھے | ۴۶۹ |
| اصحاب کہف کے اسماء | ۴۷۱ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث کتے کے پانی پلانے پر ایک زانیہ کی بخشش | ۴۷۲ |
| حدیث عورتوں کا بال کے ساتھ دوسرا بال ملا کر گوندھنے کا حکم | ۴۷۳ |
| حدیث اگلی امتوں میں ایسے لوگ ہوتے تھے جنہیں الہام ہوتا تھا | ۴۷۴ |
| حدیث ایک شخص نے سو انسانوں کا قتل کیا' پھر بخش دیا گیا | ۴۷۴ |
| حدیث ایک شخص نے زمین خریدی جس میں ایک گھڑا پایا جس میں سونا تھا | ۴۷۶ |
| حدیث طاعون کی حقیقت | ۴۷۷ |
| حدیث ایک نبی کو ان کی قوم نے زخمی کیا۔الخ | ۴۷۹ |
| حدیث ایک شخص نے یہ وصیت کی کہ مرنے کے بعد مجھے جلا دیا جائے اور راکھ اڑا دی جائے | ۴۸۰ |
| حدیث بے حیا باش ہر چہ خواہی کن | ۴۸۱ |
| حدیث ایک شخص ازراہ تکبر اپنے تہبند کو زمین پر گھسیٹتا تھا' اسے زمین میں دھنسا دیا گیا | ۴۸۲ |
| حدیث حضرت معاویہ نے بال کا ایک گچھا نکالا | ۴۸۳ |
| **کتاب المناقب** | ۴۸۴ |
| حدیث شعوب سے مراد بڑے بڑے قبائل ہیں | ۴۸۴ |
| حدیث حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مضر کی اولاد سے تھے | ۴۸۵ |
| حدیث جو جاہلیت میں اچھے ہیں اسلام میں بھی اچھے ہیں | ۴۸۶ |
| حدیث امارت کے معاملے میں لوگ قریش کے تابع ہیں | ۴۸۶ |
| حدیث مودۃ فی القربی کی تفسیر | ۴۸۷ |
| حدیث خلافت قریش میں ہے | ۴۸۸ |
| قحطان کس کا نام تھا؟ | ۴۸۹ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریش اور انصار اور جہینہ وغیرہ میرے مددگار ہیں | ۴۸۹ |
| حدیث خلافت قریش میں رہے گی | ۴۹۰ |
| ت بنی زہرہ پر حضرت عائشہ بہت مہربان تھیں | ۴۹۰ |
| حدیث حضرت عائشہ کی حضرت عبداللہ بن زبیر سے ناراضگی | ۴۹۱ |
| نذر مبہم کا حکم | ۴۹۳ |
| حدیث تدوین قرآن | ۴۹۴ |
| قحطان بنی اسماعیل سے ہیں یا نہیں؟ | ۴۹۵ |
| حدیث جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے نسب کا دعویٰ کرے | ۴۹۶ |
| حدیث بڑے جھوٹوں میں یہ ہے کہ کوئی اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرے | ۴۹۷ |
| حدیث غفار کو اللہ بخش دے | ۴۹۷ |
| حدیث بنی اسلم کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے | ۴۹۸ |
| حدیث اسلم اور غفار وغیرہ بنی تمیم سے بہتر ہیں | ۴۹۸ |
| حدیث اسلم اور غفار وغیرہ اللہ کے نزدیک اسد اور تمیم وغیرہ سے بہتر ہیں | ۴۹۸ |
| حدیث قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ بنی قحطان سے ایک شخص پیدا ہوگا۔الخ | ۴۹۹ |
| باب جاہلیت کی پکار سے منع کیا گیا ہے | ۴۹۹ |
| حدیث ایک خوش مزاج مہاجر نے ایک انصاری کی سرین پر مارا | ۴۹۹ |
| باب خزاعہ کا قصہ | ۵۰۱ |
| حدیث عمرو بن لحی ابو خزاعہ ہے | ۵۰۱ |
| حدیث سحیرہ سائبہ کی تفسیر | ۵۰۱ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| عمرو بن عامر خزاعی پہلا وہ شخص ہے جس نے سائبہ چھوڑا | ۵۰۱ |
| حضرت ابوذر کے اسلام لانے اور زمزم کا قصہ | ۵۰۲ |
| باب عرب کی جہالت | ۵۰۴ |
| حدیث عرب کی جہالت کا بیان سورۂ انعام کی ایک سو تیس آیتوں کے بعد ہے | ۵۰۴ |
| باب جو اپنے ان آباء کی طرف منسوب کرلے جو اسلام میں یا جاہلیت میں تھے | ۵۰۵ |
| ت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں | ۵۰۵ |
| حدیث جب "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے قبیلے قبیلے کو پکارتے تھے | ۵۰۵ |
| حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنی عبد مناف! اللہ تعالیٰ سے کچھ اپنے لیے خرید لو | ۵۰۶ |
| باب بھانجا اور آزاد شدہ غلام انہیں میں سے ہے | ۵۰۶ |
| حدیث قوم کا بھانجا انہیں میں سے ہے | ۵۰۶ |
| باب جسے یہ پسند ہو کہ اس کے نسب کو برا نہ کہا جائے | ۵۰۷ |
| حدیث حضرت حسان نے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت طلب کی | ۵۰۷ |
| باب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء کے بیان میں | ۵۰۷ |
| حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پانچ نام ہیں | ۵۰۸ |
| حدیث دیکھو کیسے اللہ تعالیٰ قریش کی گالی کو مجھ سے پھیرتا ہے؟ | ۵۰۸ |
| باب خاتم النبیین کا بیان | ۵۰۸ |
| حدیث میری اور انبیاء سابقین کی مثل اس شخص جیسی ہے جس نے گھر بنایا | ۵۰۹ |
| حدیث ایضاً | ۵۰۹ |
| نبی ﷺ کے وصال مبارک کا ذکر | ۵۰۹ |
| حدیث حضور کا وصال مبارک تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا | ۵۱۰ |
| نبی ﷺ کے حلیہ مبارکہ کا بیان | ۵۱۰ |
| حدیث حضرت امام حسن مجتبیٰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشابہ تھے | ۵۱۰ |
| حدیث نبی ﷺ گورے رنگ کے تھے | ۵۱۱ |
| حدیث حضور کی ٹھوڑی میں چند بال سفید تھے | ۵۱۲ |
| حدیث حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیہ جمال | ۵۱۲ |
| حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوبصورت تھے | ۵۱۴ |
| حدیث حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خضاب استعمال نہیں فرمایا | ۵۱۴ |
| حدیث حلیہ جمال | ۵۱۴ |
| حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک چاند کے مثل تھا | ۵۱۵ |
| حدیث خوش ہونے کے وقت چہرہ اقدس کی شکنیں چمکتی تھیں | ۵۱۵ |
| حدیث ایضاً | ۵۱۶ |
| حدیث فرمایا: میں بنی آدم کے بہترین قرن میں مبعوث کیا گیا | ۵۱۶ |
| حدیث سر کے بالوں میں مانگ نکالا کرتے تھے | ۵۱۷ |
| حدیث تم میں بہتر وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق بہتر ہیں | ۵۱۸ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث حضور ہمیشہ دو باتوں میں سے جو آسان ہوتی اسے اختیار فرمایا کرتے تھے | ۵۱۸ |
| حدیث پردہ نشین کنواری عورت سے بھی زیادہ حیا فرمانے والے تھے | ۵۱۹ |
| حدیث ایضاً | ۵۱۹ |
| حدیث نبی ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں لگایا | ۵۱۹ |
| حدیث نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت ٹھہر ٹھہر کر باتیں کرتے تھے | ۵۲۰ |
| حدیث نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت تیز بات نہیں کرتے تھے | ۵۲۰ |
| نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ سوتی تھی اور دل نہیں سوتا تھا | ۵۲۱ |
| معراج کا ذکر | ۵۲۱ |
| معراج کے خواب میں ہونے کے قائلین کے اعتراض کا جواب | ۵۲۲ |
| نبوت کی علامتوں کا بیان | ۵۲۲ |
| حدیث انگشتان مبارک سے پانیوں کا بہنا | ۵۲۴ |
| حدیث ایضاً | ۵۲۵ |
| حدیث حدیبیہ کے موقع پر انگلیوں سے پانی بہنا | ۵۲۵ |
| حدیبیہ میں کنویں میں کلی فرمانا | ۵۲۶ |
| حدیث انگشتان مبارک سے پانیوں کے بہنے کا ایک اور واقعہ | ۵۲۷ |
| صحابہ کرام کھانے کی تسبیح کو سنتے تھے | ۵۲۸ |
| حدیث أستن حنانه | ۵۲۸ |
| حدیث ایک زمانہ آئے گا کہ لوگوں کو میری زیارت کا بہت زیادہ اشتیاق ہوگا | ۵۲۹ |
| حدیث اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم لوگ خوز اور کرمان سے لڑائی نہ کر لو گے | ۵۲۹ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث قیامت کے قریب تم لوگ ایسی قوم سے لڑو گے جن کے جوتے بال کے ہوں گے | ۵۳۰ |
| حدیث عنقریب فتنے ہوں گے اس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا | ۵۳۰ |
| حدیث عنقریب ترجیحی سلوک ہوگا | ۵۳۱ |
| حدیث قریش کے کچھ لوگ لوگوں کو ہلاک کریں گے | ۵۳۲ |
| حدیث میری امت کی ہلاکت قریش کے لونڈوں کے ہاتھ پر ہے | ۵۳۲ |
| اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک دو ایسے گروہ نہ لڑیں جن کا دعویٰ ایک ہو | ۵۳۳ |
| حدیث قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تیس کے قریب دجال نہ پیدا ہو لیں گے | ۵۳۳ |
| حدیث حضور پر جھوٹ باندھنے کی بہ نسبت مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ آسمان سے گر پڑوں | ۵۳۴ |
| اخیر زمانے میں ایک قوم آئے گی جو نوعمر اور بے وقوف ہوگی | ۵۳۴ |
| اس حدیث میں جس قوم کا ذکر ہے وہ خوارج نہیں | ۵۳۴ |
| شارح کی نکتہ رسی | ۵۳۴ |
| حدیث اگلے زمانے میں لوگ آرے سے چیرے جاتے تھے | ۵۳۴ |
| حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ کہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے آواز اونچی کر دی تھی | ۵۳۶ |
| حدیث سورۂ کہف کی فضیلت | ۵۳۷ |
| ہجرت کا ایک منظر | ۵۳۸ |
| ایک نصرانی مرتد کا انجام | ۵۴۱ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| مسیلمہ کذاب کی بارگاہ اقدس میں حاضری | ۵۴۲ |
| حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں اپنے دست مبارک میں سونے کے دو کنگن دیکھے اور اسکی تعبیر | ۵۴۳ |
| خواب میں دار الھجرت مدینہ کا دیکھنا | ۵۴۴ |
| حدیث حضرت سیدہ فاطمہ کی رفتار کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفتار کے مشابہ ہونا | ۵۴۴ |
| حضرت سیدہ فاطمہ سے رازدارانہ کچھ کہنا اور ان کا رونا | ۵۴۵ |
| حدیث حضرت ابن عباس کا سورۂ نصر سے حضور کا وصال قریب ہونے کا استخراج | ۵۴۶ |
| حدیث ارشاد کہ تمہارے لیے قالینیں ہوں گی | ۵۴۷ |
| حدیث حضرت سعد بن معاذ کی جرات | ۵۴۷ |
| حضور کا ارشاد کہ وہ امیہ کو قتل فرمائیں گے | ۵۴۸ |
| حضور کا یہ خواب کہ ابو بکر نے ایک ڈول یا دو ڈول نکالا | ۵۵۰ |
| حضرت جبریل حضرت دحیہ کی شکل میں حاضر ہوتے | ۵۵۲ |
| شق قمر | ۵۵۲ |
| اس سلسلے کی تین حدیثیں | ۵۵۳ |
| معجزۂ شق القمر چھ صحابہ کرام سے مروی ہے | ۵۵۴ |
| شبہ اور اس کا جواب | ۵۵۵ |
| قاضی بیضاوی کی ایک لغزش پر تنبیہ | ۵۵۵ |
| حدیث میری امت کے کچھ لوگ ہمیشہ غالب رہیں گے | ۵۵۶ |
| حدیث میری امت کا ایک گروہ اللہ کے دین پر قائم رہے گا | ۵۵۶ |
| اس حدیث میں "اَمْرُ اللّٰہ" سے کیا مراد ہے؟ | ۵۵۷ |
| نبی ﷺ کے اصحاب کے فضائل | ۵۵۸ |
| مہاجرین کے مناقب اور ان کی فضیلت کا بیان | ۵۵۸ |
| حدیث ابو بکر نبی ﷺ کے ساتھ غار میں تھے | ۵۵۹ |
| حدیث تیرا کیا گمان ہے اے ابو بکر! ان کا تیسرا اللہ ہے | ۵۶۰ |
| نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر کا سب سے افضل ہونا | ۵۶۰ |
| حدیث ابن عمر نے کہا، ہم سب سے افضل ابو بکر کو مانتے تھے | ۵۶۱ |
| حدیث اگر میں اپنی امت میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا | ۵۶۱ |
| محبت اور خلت کا فرق | ۵۶۲ |
| حضرت ابو بکر نے دادا کو باپ کی جگہ رکھا | ۵۶۳ |
| حدیث حضور کا ارشاد: اگر تو مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس آنا | ۵۶۴ |
| حدیث حضرت عمار کہتے تھے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حضور کے ساتھ صرف پانچ غلام دو عورتیں اور حضرت ابو بکر تھے | ۵۶۴ |
| حضور کا ارشاد: کیا تم لوگ میرے دوست کو چھوڑ دو گے | ۵۶۶ |
| حدیث حضرت عمرو بن عاص نے پوچھا: آپ ﷺ کو سب سے زیادہ کون پیارا ہے؟ فرمایا: عائشہ | ۵۶۷ |
| حدیث میں نے کسی ماہر کو نہیں دیکھا کہ عمر کی طرح ڈول نکالے | ۵۶۸ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث جو شخص اپنے کپڑے کو زمین پر گھسیٹے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا | ۵۶۸ |
| حدیث سقیفہ بنی ساعدہ | ۵۶۹ |
| شبہات وجوابات | ۵۷۲ |
| غدیر خم کا قصہ | ۵۷۲ |
| تدفین میں تاخیر کا قصہ | ۵۷۲ |
| ”چوں صحابہ حب دنیا داشتند“ مولانا روم کا شعر ہرگز نہیں | ۵۷۳ |
| ”کور کورانہ مرودر کربلا“ یہ بھی مولانا روم کا شعر نہیں | ۵۷۳ |
| حدیث وصال کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے خطبے | ۵۷۴ |
| حدیث حضرت علی کا ارشاد: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ابوبکر ہیں | ۵۷۵ |
| حدیث میرے صحابہ کو برا نہ کہو | ۵۷۵ |
| حدیث بیئر اریس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خلفاء ثلاثہ کا بیٹھنا | ۵۷۶ |
| حدیث اے احد! اپنی جگہ رہ تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں | ۵۸۰ |
| حضرت عمر کے بارے میں حضرت علی کا ارشاد: میں امید کرتا ہوں کہ اللہ آپ کو اپنے دونوں دوستوں کے ساتھ کرے گا | ۵۸۰ |
| حدیث عقبہ بن ابی معیط اور حضرت ابوبکر کی مدافعت | ۵۸۱ |
| حدیث حضور نے جنت میں حضرت عمر کا محل دیکھا | ۵۸۳ |
| حدیث حضور کے بعد کسی کو عمر سے زیادہ نیک اور سخی نہیں دیکھا | ۵۸۳ |
| حدیث تو اس کے ساتھ آئے گا جس سے تو نے محبت کی ہے | ۵۸۴ |
| حدیث حضرت عمر نے فرمایا: زخمی ہونے کے بعد میری گھبراہٹ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی وجہ سے ہے | ۵۸۵ |
| حدیث نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عمر کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے | ۵۸۶ |
| حضرت عثمان بن عفان کے مناقب | ۵۸۶ |
| حدیث حضور بیٹھے تھے گھٹنے سے کپڑا ہٹ گیا تھا جب عثمان آئے تو حضور نے اسے ڈھانک لیا | ۵۸۷ |
| حدیث حضرت عثمان پر تنقید اور اس کا جواب | ۵۸۸ |
| حدیث حضرت عثمان پر تین طعن اور اس کے جوابات | ۵۹۰ |
| باب حضرت عثمان بن عفان پر اتفاق اور بیعت کا قصہ | ۵۹۲ |
| حدیث حضرت عمر کی شہادت اور حضرت عثمان کی بیعت | ۵۹۳ |
| حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب | ۶۰۰ |
| حضرت عثمان اور حضرت علی کے ایک مخالف کا قصہ | ۶۰۱ |
| حدیث حضرت علی سے فرمایا: کیا تو راضی نہیں کہ میرے نزدیک اس مرتبہ پر رہے جو ہارون کا موسیٰ کے نزدیک تھا | ۶۰۱ |
| زر دروافض | ۶۰۲ |
| حدیث عام طور پر جو باتیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی جاتی ہیں جھوٹ ہیں | ۶۰۲ |
| حضرت جعفر بن ابی طالب کے مناقب | ۶۰۳ |
| حدیث حضرت جعفر بن ابی طالب کی سخاوت | ۶۰۴ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث تم پر سلام ہو اے ابن ذی الجناحین | ۶۰۴ |
| رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رشتہ داری کے فضائل | ۶۰۴ |
| قرابت سے کیا مراد ہے؟ | ۶۰۵ |
| حدیث حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے اہل بیت کے بارے میں لحاظ رکھو | ۶۰۵ |
| حدیث حضرت فاطمہ میرا ٹکڑا ہے | ۶۰۵ |
| زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے مناقب | ۶۰۶ |
| ت زبیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری ہیں | ۶۰۶ |
| حواری کی تشریح | ۶۰۶ |
| حدیث زبیر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیارے ہیں | ۶۰۷ |
| حدیث ارشاد فرمایا: تم پر میرے ماں باپ فدا | ۶۰۸ |
| حضرت زبیر کی بہادری | ۶۰۹ |
| حضرت طلحہ بن عبید کا ذکر | ۶۱۰ |
| حدیث غزوہ میں ایک وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ طلحہ اور سعد کے سوا کوئی نہیں تھا | ۶۱۰ |
| حدیث نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت میں طلحہ کا ہاتھ شل ہو گیا تھا | ۶۱۰ |
| جنگ احد میں حضرت طلحہ کو ستر سے زائد زخم لگے تھے | ۶۱۱ |
| واعظین کو تنبیہ | ۶۱۱ |
| حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب | ۶۱۱ |
| حدیث یوم احد حضور نے حضرت سعد سے فرمایا: تم پر میرے ماں باپ فدا | ۶۱۱ |
| حدیث حضرت سعد کہا کرتے تھے: جس دن میں مسلمان ہوا اس سے پہلے کوئی مسلمان نہیں ہوا تھا | ۶۱۲ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے مناقب | ۶۱۴ |
| حضرت زید اور حضرت ابو اسامہ رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ پیارے تھے | ۶۱۵ |
| اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر | ۶۱۵ |
| حدیث محمد بن اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر | ۶۱۵ |
| حدیث حضرت حسن اور حضرت اسامہ کے بارے میں حضور نے فرمایا: اے اللہ ان دونوں سے محبت فرما | ۶۱۶ |
| حدیث حجاج بن ام ایمن کا ذکر | ۶۱۶ |
| حضرت امام اعظم کے ایک استاد کا انجام | ۶۱۷ |
| ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب | ۶۱۸ |
| حدیث اس امت کے امین ابو عبیدہ بن جراح ہیں | ۶۲۲ |
| حدیث نجران کے حاکم خدمت اقدس میں مباہلہ کرنے کیلئے حاضر ہوئے | ۶۲۲ |
| امام حسن اور امام حسین کے مناقب | ۶۲۳ |
| عبید اللہ بن زیاد کا امام حسین کے سر اقدس کے ساتھ گستاخی کرنا | ۶۲۵ |
| عبید اللہ بن زیاد | ۶۲۵ |
| حدیث حضرت امام حسن سے زیادہ کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ نہیں تھا | ۶۲۸ |
| رسول اللہ ﷺ کے ہم شکل چند افراد | ۶۲۹ |
| حدیث وہ دونوں میری دنیا کے پھول ہیں | ۶۲۹ |
| حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مناقب | ۶۲۹ |
| حدیث ابو بکر ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کو آزاد کیا | ۶۳۰ |
| حدیث حضرت بلال نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ اگر آپ نے مجھ کو اپنے لیے خریدا ہے تو روک لیجئے | ۶۳۰ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مناقب | ۶۳۰ |
| حکمت کے معنی | ۶۳۱ |
| حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل | ۶۳۱ |
| حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے فضائل | ۶۳۱ |
| حدیث قرآن چار شخصوں سے پڑھو | ۶۳۲ |
| عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فضائل | ۶۳۲ |
| حدیث حضرت حذیفہ نے کہا: سیرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ابن ام عبد کے زیادہ کوئی نہیں | ۶۳۳ |
| حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری نے فرمایا: ہم عبداللہ بن مسعود کو اہل بیت کا ایک فرد سمجھتے تھے | ۶۳۳ |
| حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ | ۶۳۳ |
| حدیث حضرت معاویہ کو کچھ مت کہو وہ صحابی ہیں | ۶۳۳ |
| حدیث عصر کے بعد دو رکعت پڑھنا منع ہے | ۶۳۴ |
| حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت کا بیان | ۶۳۴ |
| حدیث حضرت عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر | ۶۳۵ |
| حدیث ابن عباس نے عرض کیا: اے ام المومنین آپ رسول اللہ اور ابو بکر کے پاس جارہی ہیں | ۶۳۵ |
| حدیث جنگ جمل کے موقع پر حضرت عمار نے کہا: میں یقینا جانتا ہوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دنیا اور آخرت میں زوجہ ہیں | ۶۳۶ |
| حدیث مرض وصال میں حضور فرمایا کرتے تھے: میں کل کہاں رہوں گا، میں کل کہاں رہوں گا؟ | ۶۳۷ |
| حدیث انصار کا نام انصار اللہ نے رکھا ہے | ۶۳۷ |
| حدیث جنگ بعاث انصار کے مسلمان ہونے کے باعث ہوئی | ۶۳۸ |
| حدیث اگر انصار کسی نالے میں چلیں تو میں بھی اسی میں چلوں گا | ۶۳۹ |
| باب انصار کی محبت کا بیان | ۶۳۹ |
| حدیث انصار سے صرف مومن ہی محبت کرے گا | ۶۴۰ |
| حضور کا انصار سے ارشاد: تم لوگ مجھے سب سے زیادہ پیارے ہو | ۶۴۰ |
| انصار کے متبعین کا بیان | ۶۴۱ |
| انصار کے گھروں کی فضیلت کا بیان | ۶۴۱ |
| نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انصار سے یہ ارشاد: صبر کرو یہاں تک کہ حوض پر مجھ سے ملو | ۶۴۳ |
| نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا: انصار و مہاجرین کو دوست رکھ | ۶۴۳ |
| انصار کرام اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں فاقہ ہو | ۶۴۴ |
| انصار کے نیکوکاروں سے قبول کرو اور لغزش کرنے والوں کو درگزر کرو | ۶۴۵ |
| حضور اقدس ﷺ کا اخیر خطبہ | ۶۴۶ |
| انصار میرے لیے بمنزلہ معدہ اور زنبیل کے ہیں | ۶۴۶ |
| دو صحابی کے عصا کا روشن ہونا | ۶۴۷ |
| حضرت ابی بن کعب کے مناقب کا بیان | ۶۴۸ |
| عہد رسالت میں چار حضرات نے قرآن جمع کیا تھا | ۶۴۸ |
| حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل | ۶۴۹ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| جنگ احد میں حضرت ابو طلحہ کی جاں نثاری | ۶۴۹ |
| عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل | ۶۵۰ |
| حضرت عبداللہ بن سلام کے خواب کی تعبیر | ۶۵۰ |
| حدیث حضرت عبداللہ بن سلام کا تقویٰ | ۶۵۲ |
| حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح کرنے اور ان کی فضیلت کا بیان | ۶۵۳ |
| حضرت خدیجہ کو جنت میں موتی کے گھر کی بشارت | ۶۵۳ |
| حدیث حضرت عائشہ کی ایک دلچسپ غیرت کا ذکر | ۶۵۴ |
| ہندہ بنت عتبہ کا تذکرہ | ۶۵۵ |
| زید بن عمرو بن نفیل کا قصہ | ۶۵۵ |
| زید بن عمرو نے قریش سے کہا: خدا کی قسم میں میرے علاوہ کوئی بھی دین ابراہیمی پر نہیں | ۶۵۸ |
| کعبہ کی تعمیر کا بیان | ۶۵۹ |
| حدیث مسجد حرام کی چہار دیواری سب سے پہلے حضرت عمر نے بنوائی | ۶۵۹ |
| حدیث جاہلیت میں ایک ایسا سیلاب آیا جس نے ان سب کو غرق کر دیا جو دونوں پہاڑوں کے درمیان تھا | ۶۶۰ |
| حدیث چپ رہنے کی شرط پر حج کرنا جائز نہیں اس اچھی حالت پر تم لوگ اس وقت تک رہو گے جب تک تمہارے حاکم درست رہینگے | ۶۶۱ |
| حدیث باپ دادا کی قسم کھانا جائز نہیں | ۶۶۱ |
| حدیث قاسم بن محمد جنازے کے آگے چلتے تھے اور اس کیلئے کھڑے نہیں ہوتے تھے | ۶۶۲ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث کَاسًا دِهَاقًا کے معنی بھرا ہوا پیالا ہے | ۶۶۲ |
| حدیث سب سے سچی بات جو شاعر نے کہی ہے لبید کی یہ بات ہے | ۶۶۳ |
| حدیث کہانت کی اجرت حرام ہے | ۶۶۴ |
| جاہلیت میں قامت کا کیا طریقہ تھا؟ | ۶۶۵ |
| قسامت میں جھوٹی قسم کھانے والوں کا انجام | ۶۷۰ |
| ت سعی کے بارے میں حضرت ابن عباس کا جمہور سے اختلاف | ۶۷۱ |
| حدیث ہند کے زنا اور رجم کا قصہ | ۶۷۲ |
| حدیث نسب میں طعن کرنا اور نوحہ کرنا جاہلیت کی عادتوں میں سے ہے | ۶۷۲ |
| نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا بیان | ۶۷۴ |
| نسب نامہ | ۶۷۴ |
| حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر چالیس سال کی عمر میں قرآن اتارا گیا | ۶۷۴ |
| نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ نے مشرکین سے کیا کیا اذیتیں اٹھائی ہیں؟ | ۶۷۵ |
| حدیث دو آیتوں کے درمیان بہترین تطبیق جن کا ذکر | ۶۷۷ |
| حدیث حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جنوں کی حاضری کی خبر کس نے دی؟ | ۶۷۷ |
| حدیث ہڈی اور گوبر جنوں کی زاد راہ ہے | ۶۷۹ |
| حدیث عثمان کے ساتھ جو کچھ کیا گیا اس پر احد ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے | ۶۸۰ |
| حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلمان ہونا | ۶۸۰ |
| حدیث عمر کے اسلام لانے کے بعد ہم ہمیشہ غالب رہے | ۶۸۰ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث حضرت عمر پر حملہ کرنے کی اسکیم | ۶۸۰ |
| حدیث حضرت عمر جیسا گمان کرتے ویسا ہی ہوتا | ۶۸۱ |
| ایک غیبی ندا | ۶۸۲ |
| ابو طالب کا قصہ | ۶۸۴ |
| حدیث ابو طالب ٹخنوں کے برابر آگ میں ہیں | ۶۸۴ |
| اسراء کی حدیث | ۶۸۵ |
| حدیث اسراء اور معراج ایک ہی ہیں یا دو | ۶۸۶ |
| معراج جسمانی تھی اس کے دلائل | ۶۸۶ |
| معراج ایک بار ہوئی یا متعدد بار | ۶۸۶ |
| معراج کب ہوئی؟ | ۶۸۷ |
| بطریق شریک بن عبداللہ روایت کی توجیہ | ۶۸۷ |
| معراج ہجرت کے کتنے پہلے ہوئی؟ | ۶۸۹ |
| تینتیس بار معراج منامی ہوئی | ۶۹۰ |
| لفظ سبحان کی تحقیق | ۶۹۱ |
| حدیث اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس کو روشن کر دیا | ۶۹۴ |
| معراج کا بیان | ۶۹۵ |
| حدیث ''وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاس'' کی تفسیر | ۷۰۳ |
| انصار کا مکہ معظمہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہونا | ۷۰۴ |
| حدیث عبادہ بن صامت نقباء میں سے ہے | ۷۰۵ |
| عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح اور زفاف | ۷۰۶ |
| حضرت عائشہ قبل نکاح ریشمی کپڑے میں دکھائی گئیں | ۷۰۷ |
| حدیث نکاح کے وقت حضرت عائشہ کی عمر | ۷۰۸ |
| حدیث حضرت سعد بن معاذ کی ایک عرض | ۷۰۹ |
| حدیث حضرت سراقہ کا قصہ | ۷۰۹ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| مسجد نبوی کی تعمیر | ۷۱۵ |
| حدیث حضرت عبداللہ بن زبیر کی پیدائش | ۷۱۸ |
| حدیث ہجرت کا ایک منظر | ۷۱۹ |
| مدینے میں داخلے کی شان | ۷۲۰ |
| عبداللہ بن سلام کی حاضری | ۷۲۰ |
| مہاجرین اولین کا وظیفہ چار چار ہزار تھا | ۷۲۳ |
| حدیث حضرت عمر کی تواضع | ۷۲۴ |
| حدیث حضرت عمر کی حضور سے بیعت | ۷۲۵ |
| حدیث مدینے میں حضرت عائشہ کی علالت | ۷۲۶ |
| حدیث حضرت ابو بکر نے حنا کا خضاب لگایا | ۷۲۶ |
| وسمہ کا خضاب لگانا حرام ہے | ۷۲۶ |
| نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا مدینے میں آنا | ۷۲۷ |
| منیٰ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خطبہ دینا چاہا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے روک دیا | ۷۲۸ |
| حدیث حج کے بعد مکے میں مہاجرین کو تین دن رہنے کی اجازت ہے | ۷۲۹ |
| اسلامی سنہ کی ابتداء ہجرت سے ہوئی | ۷۲۹ |
| تاریخ معلوم کرنے کے مختلف طریقے | ۷۳۰ |
| نبی ﷺ کی خدمت میں یہود کا آنا | ۷۳۱ |
| حدیث اس ارشاد کی توجیہ: اگر مجھ پر دس یہودی ایمان لاتے تو سب ایمان لے آتے | ۷۳۱ |
| حدیث اہل کتاب نے کتاب اللہ کے کئی حصے کر ڈالے | ۷۳۲ |
| سلمان فارسی کا مسلمان ہونا | ۷۳۳ |
| حدیث حضرت سلمان رامہرمز کے باشندے تھے | ۷۳۳ |
| حدیث زمانہ فترت چھ سو سال ہے | ۷۳۳ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| زمانہ فترت میں کوئی نبی مبعوث ہوا یا نہیں؟ | ۳۳۷ |
| **کتاب المغازی** | |
| ت غزوۂ عشیرہ یا عسیرہ کا بیان | ۳۳۵ |
| ت سب سے پہلا غزوہ کون سا ہوا؟ | ۳۳۵ |
| امام احمد بن اسحاق ثقہ ہیں | ۳۳۵ |
| غزوۂ ابواء | ۳۳۷ |
| غزوۂ بواط | ۳۳۷ |
| غزوۂ عشیرہ | ۳۳۷ |
| حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنے غزوے کیے؟ | ۳۳۷ |
| غزوات کی بنیاد | ۳۳۷ |
| واقعہ بدر | ۳۳۸ |
| غزوۂ بدر کا مقصود | ۳۳۸ |
| سریۂ عبداللہ بن جحش | ۳۳۸ |
| باب آیۃ کریمہ اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ کی تفسیر | ۳۳۹ |
| حدیث حضرت مقداد بن اسود کی عرض | |
| ہم قوم موسیٰ کی طرح نہیں | ۳۴۰ |
| حدیث بدر کے شرکاء اور غیر شرکاء برابر نہیں | ۳۴۱ |
| اصحاب بدر کی تعداد | ۳۴۲ |
| حدیث اصحاب بدر کی تعداد اصحاب طالوت کے برابر ہے | ۳۴۲ |
| جنگ میں صرف تین سو نو شریک ہوئے | ۳۴۲ |
| ابو جہل کے قتل کا بیان | ۳۴۳ |
| حضرت امام اعظم پر ایک اعتراض کا جواب | ۳۴۴ |
| حدیث ابو جہل کو کس نے قتل کیا؟ | ۳۴۴ |
| حدیث قیامت کے دن فیصلے کیلئے اللہ کے حضور سب سے پہلے کون کھڑا ہوگا؟ | ۳۴۴ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث حضرت علی جنگ بدر میں شریک ہوئے | ۳۴۵ |
| حدیث جنگ بدر میں مارے گئے چوبیس مشرکین کو کنویں میں ڈالا گیا | ۳۴۵ |
| حضور ﷺ کا ارشاد: تم میری بات کو بدر کے مقتولین سے زیادہ نہیں سنتے | ۳۴۶ |
| حدیث آیۃ کریمہ الذین بدلوا نعمة الله كفرا کی تفسیر | ۳۴۶ |
| مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ اصحاب بدر میں سے ہیں | ۳۴۷ |
| حدیث سعید بن زید بن عمرو بدری تھے | ۳۴۷ |
| عیادت کیلئے جمعہ کا چھوڑنا | ۳۴۸ |
| ت سعد بن خولہ اصحاب بدر سے ہیں | ۳۴۹ |
| حدیث اصحاب بدر تمام مسلمانوں سے افضل ہیں | ۳۵۰ |
| حدیث رفاعہ اصحاب بدر سے ہیں | ۳۵۰ |
| بیعت عقبہ افضل ہے یا جنگ بدر | ۳۵۰ |
| حدیث حضرت جبریل مسلح ہو کر جنگ بدر میں شریک ہوئے | ۳۵۱ |
| حدیث ابو زید اصحاب بدر سے تھے | ۳۵۱ |
| حدیث قتادہ بن نعمان اصحاب بدر میں سے ہیں | ۳۵۲ |
| ان کی آنکھ کا واقعہ | ۳۵۲ |
| ابتداء میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے کی اجازت نہ تھی | ۳۵۲ |
| حدیث ابو ذات الکرش کو حضرت زبیر کا قتل کرنا | ۳۵۳ |
| ان کی برچھی کی پذیرائی | ۳۵۳ |
| حدیث حضرت سالم اصحاب بدر سے تھے | ۳۵۴ |
| حضرت سالم کیلئے جوانی میں دودھ پینے پر رضاعت ثابت فرمائی | ۳۵۴ |
| حدیث اور ہم میں ایک نبی ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے؟ | ۳۵۵ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث سہیل بن حنیف اصحاب بدر سے تھے | ۷۵۶ |
| حدیث خنیس بن حذافہ اصحاب بدر سے تھے | ۷۵۶ |
| حضرت حفصہ کا حضور سے نکاح | ۷۵۷ |
| حدیث ابو مسعود بدری صحابی ہیں | ۷۵۸ |
| سورۂ بقرہ کی دو آخری آیتوں کی فضیلت | ۷۵۸ |
| حدیث عتبان بن مالک بدر میں شریک تھے | ۷۵۸ |
| حدیث عامر بن ربیعہ بدر میں شریک تھے | ۷۵۹ |
| حدیث رفاعہ بن رافع بدر میں شریک تھے | ۷۵۹ |
| حدیث مقداد بن عمرو بدر میں شریک تھے | ۷۵۹ |
| اقرار اسلام کے بعد قتل جائز نہیں | ۷۵۹ |
| حدیث عویم بن ساعدہ اور معن بن عدی اصحاب بدر سے ہیں | ۷۶۱ |
| حدیث اصحاب بدر کا وظیفہ پانچ ہزار تھا | ۷۶۱ |
| حدیث محمد بن جبیر کے دل میں کس چیز نے ایمان کی جگہ بنائی؟ | ۷۶۱ |
| ت حضرت عثمان کی شہادت کے وقت اصحاب بدر میں کوئی باقی نہیں بچا | ۷۶۱ |
| اور اس قول کی توجیہ | ۷۶۲ |
| ت قریش کے اکیاسی افراد بدر میں شریک تھے بخاری میں جن اصحاب بدر کا نام مذکور ہے ان کا شمار | ۷۶۲ |
| بنی نضیر کا قصہ | ۷۶۵ |
| یہ واقعہ کب پیش آیا؟ | ۷۶۵ |
| حدیث قریظہ کا قصہ | ۷۶۶ |
| مدینے سے یہود کی جلاوطنی | ۷۶۷ |
| حدیث سورۂ حشر کے بارے میں ابن عباس نے کہا: اس کو سورۃ النضیر کہو | ۷۶۷ |
| **غزوہ احد کا بیان** | ۷۶۸ |
| حدیث یوم احد ایک جاں نثار کا واقعہ | ۷۶۹ |
| احد پر حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر ہے | ۷۶۹ |
| جنگ احد میں دو گروہوں نے بزدلی دکھانے کا ارادہ کر لیا تھا | ۷۷۰ |
| حدیث حضرت جابر سے حضور کا ایک مکالمہ آیۃ کریمہ پھر تم پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری کی تفسیر | ۷۷۱ |
| حدیث احد میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر اقدس زخمی ہوا | ۷۷۲ |
| حدیث فجر میں قنوت پڑھنے کا ذکر | ۷۷۲ |
| ت قریش کے چند افراد کی ہلاکت کی دعا | ۷۷۳ |
| حضرت حمزہ کی شہادت کا بیان | ۷۷۳ |
| حضرت وحشی کی ذہانت | ۷۷۵ |
| مسیلمہ کذاب کا قتل | ۷۷۶ |
| حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۷۷۷ |
| وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۷۷۸ |
| حضرت وحشی پر شراب خوری کی تردید | ۷۷۸ |
| یوم احد نبی ﷺ کو جو زخم پہنچا | ۷۷۹ |
| آیۃ کریمہ اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ الایۃ کی تفسیر | ۷۸۰ |
| حدیث عرب کے قبائل میں انصار کرام سے زیادہ کوئی شہید نہیں | ۷۸۱ |
| غزوۂ رجیع اور بیر معونہ کا بیان | ۷۸۲ |
| حدیث بیر معونہ کا قصہ | ۷۸۳ |
| ت قنوت قبل رکوع ہے | ۷۸۳ |
| حدیث عامر بن طفیل کا انجام | ۷۸۴ |
| حدیث حرام بن ملحان کا شہادت پر خوش ہونا | ۷۸۴ |
| ت عامر بن فہیرہ شہادت کے بعد آسمان کی طرف اٹھائے گئے | ۷۸۵ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| **غزوۂ خندق کا بیان** | ۷۸۵ |
| ت غزوۂ خندق کب ہوا تھا؟ | ۷۸۶ |
| غزوۂ خندق کی تفصیل | ۷۸۶ |
| غزوۂ خندق میں عسرت | ۷۸۷ |
| حدیث خندق کھودتے وقت ایک سخت چٹان کا واقعہ | ۷۸۷ |
| دس آدمیوں کا کھانا تین ہزار نے کھایا | ۷۸۸ |
| حدیث آیۃ کریمہ اذ جآء و کم من فوقکم کی تفسیر | ۷۹۰ |
| حدیث حضرت ابن عمر سب سے پہلے غزوۂ خندق میں شریک ہوئے | ۷۹۳ |
| حدیث اب ہم ان پر حملہ کریں گے وہ ہم پر حملہ نہیں کریں گے | ۷۹۳ |
| غزوۂ خندق کے موقع پر حضور کی دعا | ۷۹۳ |
| غزوۂ خندق سے واپسی اور بنی قریظہ پر حملے کا بیان | ۷۹۳ |
| **غزوۂ ذات الرقاع** | ۷۹۴ |
| ت پہلی نماز خوف غزوۂ ذات الرقاع میں پڑھی گئی | ۷۹۴ |
| ت ابن عباس نے کہا کہ نماز خوف پہلے ذی قرد میں پڑھی گئی | ۷۹۴ |
| ت حضرت جابر نے کہا پہلی بار نماز خوف یوم محارب وثعلبہ میں پڑھی گئی | ۷۹۵ |
| ت غزوۂ ذات الرقاع میں قتال نہیں ہوا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی میں صلوۃ خوف پڑھی، غزوۂ ذات الرقاع اور غزوۂ ذات القرد دو الگ الگ غزوے ہیں | ۷۹۵ |
| حدیث غزوۂ ذات الرقاع کی وجہ تسمیہ | ۷۹۶ |
| حدیث صلوۃ الخوف کی تفصیل | ۷۹۶ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت حضرت جابر نے فرمایا کہ صلوۃ الخوف نخل میں پڑھی گئی | ۷۹۷ |
| ت قاسم بن محمد نے کہا کہ صلوۃ الخوف غزوۂ بنی انمار میں پڑھی | ۷۹۷ |
| حدیث صلوۃ خوف کی تفصیل | ۷۹۷ |
| ت حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ نجد میں صلوۃ الخوف پڑھی | ۷۹۸ |
| **غزوۂ بنی مصطلق** | ۷۹۸ |
| واقعہ افک اسی غزوہ میں پیش آیا تھا | ۷۹۸ |
| واقعہ افک | ۷۹۹ |
| حدیث ام المومنین حضرت عائشہ نے فرمایا: "وَلَقٌ" کے معنی جھوٹ کے ہیں | ۷۹۹ |
| حدیث ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مدح میں حضرت حسان کا شعر | ۸۰۰ |
| حدیث مرداس اسلمی اصحاب شجرہ میں سے تھے | ۸۰۱ |
| حدیث شرکاء حدیبیہ کے وارثین کے ساتھ حضرت عمر کا احسان | ۸۰۱ |
| حدیث بیعت شجرہ کی جگہ مسجد بزرگان دین کے چلے اور ان کی قیام گاہ متبرک مقام ہے | ۸۰۲ |
| حضرت سعید بن مسیب کے قول کی توجیہ | ۸۰۳ |
| حدیث ثابت بن ضحاک اصحاب بیعت رضوان سے ہیں | ۸۰۳ |
| حدیث سورۂ فتح حدیبیہ کے مقام پر نازل ہوئی تھی | ۸۰۴ |
| حدیث ظاہر اسلمی بیعت رضوان میں شریک تھے | ۸۰۴ |
| حدیث احبان بن اوس بیعت رضوان کے شرکاء میں سے تھے | ۸۰۴ |
| | ۸۰۵ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث سوید بن نعمان بیعت رضوان کے شرکاء میں سے تھے | ۸۰۵ |
| حدیث عائذ بن عمرو بیعت رضوان کے شرکاء میں سے تھے | ۸۰۶ |
| حدیث سورۂ فتح کی فضیلت | ۸۰۶ |
| حدیث صلح حدیبیہ کی تفصیل | ۸۰۷ |
| حدیث حضرت عمر اپنے صاحبزادے عبداللہ سے پہلے اسلام لائے | ۸۰۸ |
| عکل اور عرینہ کا قصہ | ۸۰۹ |
| قسامت حق ہے عکل وعرینہ کا قصہ اس کے معارض نہیں | ۸۰۹ |
| **غزوۂ ذات القرد** | ۸۱۰ |
| **غزوۂ خیبر** | ۸۱۱ |
| حدیث خیبر کے راستے کا ایک ایمان افروز واقعہ | ۸۱۱ |
| حضور یہ جانتے تھے کہ کون کہاں مرے گا؟ | ۸۱۱ |
| موت وزیست حضور کے اختیار میں ہے | ۸۱۲ |
| "اللھم لو لا انت" میں "اللھم" برکت کیلئے ہے اور خطاب حضور سے ہے | ۸۱۳ |
| ہندی محشی بخاری کا رد | ۸۱۳ |
| حدیث حضرت سلمٰی کے زخم کو ایسا ٹھیک کر دیا پھر انہیں کبھی تکلیف نہیں ہوئی | ۸۱۴ |
| حدیث خیبر کے دن متعہ سے منع فرمایا | ۸۱۵ |
| حدیث یوم خیبر گدھے کے گوشت کو حرام فرمایا | ۸۱۶ |
| حدیث غزوۂ خیبر میں دیسی گدھے کے گوشت کو حرام فرمایا | ۸۱۶ |
| حدیث دیسی گدھوں کے بارے میں حضرت ابن عباس کی توجیہ | ۸۱۶ |
| حدیث خیبر کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوار کو دو حصے دیئے اور پیدل کو ایک | ۸۱۷ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث خیبر میں صرف جانور اور سامان اور مال غنیمت ملے | ۸۱۷ |
| مال غنیمت میں خیانت پر عذاب | ۸۱۷ |
| مفتوحہ پوری بستی مجاہدین پر تقسیم نہ کرنے کی حکمت | ۸۱۸ |
| حدیث ام المومنین کا ارشاد: فتح خیبر کے بعد ہم لوگ اب پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں گے | ۸۱۹ |
| حدیث حضرت ابن عمر کا ارشاد: جب تک ہم نے خیبر نہیں فتح کر لیا ہم کو پیٹ بھر کھانا نہیں نصیب ہوتا تھا | ۸۱۹ |
| حدیث صفا مروہ کی سعی کی حکمت | ۸۲۰ |
| غزوۂ موتہ کا بیان | ۸۲۰ |
| حدیث غزوۂ موتہ میں زید بن حارثہ کو امیر بنایا اس جنگ میں حضرت جعفر کو نوے سے زیادہ زخم لگے تھے | ۸۲۱ |
| حدیث غزوۂ موتہ میں حضرت خالد کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں | ۸۲۲ |
| حدیث مرنے والے کی مبالغے کے ساتھ تعریف ممنوع ہے | ۸۲۲ |
| حدیث حضرت اسامہ کی ایک لغزش پر عتاب | ۸۲۲ |
| حدیث سلمہ بن اکوع نے حضور کے ہمرکاب سات غزوے کیے | ۸۲۴ |
| غزوۂ فتح کا بیان | ۸۲۴ |
| غزوۂ فتح رمضان میں ہوا تھا | ۸۲۴ |
| یوم فتح کہاں جھنڈا گاڑا تھا؟ | ۸۲۵ |
| لشکر اسلام کا مکے کی طرف کوچ کرنے کا منظر | ۸۲۶ |
| حدیث مکے میں داخلے کے وقت سورۂ فتح کی تلاوت | ۸۲۸ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| فتح مکہ کے دن ہاتھ پھیرا | ۸۲۹ |
| حدیث سنین ابی جمیلہ فتح مکہ کے موقع پر حضور کے ساتھ تھے | ۸۲۹ |
| حدیث فتح مکہ کے بعد ہر قبیلہ اسلام کی طرف سبقت کرنے لگا | ۸۳۰ |
| حدیث فتح مکہ کے موقع پر ایک عورت کی چوری کا قصہ | ۸۳۱ |
| **غزوۂ حنین کا بیان** | ۸۳۲ |
| حدیث عبداللہ بن ابی اوفی کے ہاتھ میں ایک زخم | ۸۳۳ |
| غزوۂ اوطاس کا بیان | ۸۳۳ |
| حدیث درید بن صمہ کا قتل | ۸۳۴ |
| غزوۂ طائف | ۸۳۶ |
| بیجڑوں کو گھروں میں آنے دینا منع ہے | ۸۳۶ |
| غزوۂ طائف کا انجام | ۸۳۷ |
| حدیث حضرت ابو بکرہ کا طائف سے نکل کر خدمت اقدس میں حاضر ہونا | ۸۳۷ |
| حدیث ایک اعرابی کا گنوار پن | ۸۳۹ |
| حنین کی مال غنیمت نہ دینے کی حکمت | ۸۴۰ |
| خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنی جذیمہ کی طرف بھیجنا | ۸۴۲ |
| سریۃ الانصار کا بیان | ۸۴۳ |
| امیر کی اطاعت صرف اچھے کام میں ہے | ۸۴۴ |
| حضرت ابو موسیٰ اور حضرت معاذ کو یمن کی جانب بھیجنا | ۸۴۴ |
| مرتد کی سزا | ۸۴۵ |
| حدیث ہر نشہ آور حرام ہے | ۸۴۶ |
| حدیث اللہ نے ابراہیم کو خلیل بنایا | ۸۴۷ |
| حضرت علی اور حضرت خالد کو یمن کی طرف بھیجنا | ۸۴۷ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث حضرت علی کی ایک خصوصیت | ۸۴۷ |
| غزوۂ ذات السلاسل | ۸۴۸ |
| حضرت جریر کا یمن کی طرف جانا | ۸۵۰ |
| غزوۂ سیف البحر | ۸۵۱ |
| حدیث حضرت قیس بن سعد کی سخاوت | ۸۵۱ |
| اسلام کا پہلا حج | ۸۵۲ |
| غزوۂ بنی تمیم | ۸۵۳ |
| حدیث بنی تمیم کو امیر بنائے جانے میں اختلاف رائے | ۸۵۲ |
| بنی حنیفہ کا وفد | ۸۵۴ |
| حدیث ثمامہ بن اثال کا قصہ | ۸۵۵ |
| حدیث مشرکین ایک پتھر کو پوجتے جب اس سے اچھا کوئی پتھر مل جاتا تو پہلے والے کو پھینک دیتے | ۸۵۷ |
| حدیث ایمان یمن والوں کا ہے، غرور اور تکبر اونٹ والوں میں ہے | ۸۵۸ |
| فتنہ وہاں ہے جہاں سے شیطان کا سینگ نکلتا ہے | ۸۵۹ |
| علقمہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا ارشاد | ۸۵۹ |
| عدی بن حاتم کا قصہ | ۸۶۰ |
| حدیث عدی بن حاتم کی فضیلت | ۸۶۱ |
| حجۃ الوداع کا قصہ | ۸۶۱ |
| حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول کہ جو طواف کرلے وہ احرام سے باہر ہو جائے گا | ۸۶۲ |
| حدیث بیت اللہ میں داخلہ | ۸۶۳ |
| **غزوۂ تبوک کا بیان** | ۸۶۴ |
| حضرت کعب بن مالک کی حدیث | ۸۶۴ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے والوں کی تعداد اسی سے زیادہ ہے، تین کے علاوہ سب کا عذر قبول فرمایا | ۸۷۹ |
| غزوۂ بدر بیعت عقبہ سے افضل ہے | ۸۷۹ |
| کسریٰ اور قیصر کو دعوت اسلام | ۸۸۰ |
| حدیث وہ قوم ہرگز فلاح نہ پائے گی جو اپنی حکومت کسی عورت کو سپرد کرے | ۸۸۰ |
| نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری اور وصال | ۸۸۱ |
| ت علالت کا سبب خیبر میں زہر آلود گوشت کھانا تھا | ۸۸۲ |
| حدیث کوئی نبی اس وقت تک وصال نہیں فرماتا جب تک اسے دنیا اور آخرت میں اختیار نہ دے دیا جائے | ۸۸۲ |
| حدیث کسی نبی کو اس وقت تک نہیں اٹھایا جاتا جب تک وہ جگہ نہ دیکھ لے جو جنت میں اس کے لیے ہے | ۸۸۳ |
| حدیث جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی تو معوذتین پڑھ کر اپنے مرض پر دم فرماتے | ۸۸۳ |
| حدیث حضور کی یہ دعا اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔الی آخرہ | ۸۸۴ |
| حدیث ام المومنین نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اس حالت میں ہوا کہ حضور کا سر اقدس میری گردن کی ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان تھا | ۸۸۴ |
| حدیث حضرت عباس کا حضرت علی سے کہنا: تم تین دن کے بعد لاٹھی کے غلام ہو گے | ۸۸۵ |
| حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اپنے بعد خلیفہ نہیں بنایا تھا | ۸۸۷ |
| حدیث اس بارے میں ام المومنین کی تشریح | ۸۸۷ |
| حدیث ام المومنین نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال میرے گھر میں اور میری باری میں ہوا تھا | ۸۸۸ |
| حدیث حضرت ابوبکر نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بعد وصال بوسہ لیا | ۸۸۸ |
| حدیث منہ میں دوا ڈالنے پر ناگواری کا اظہار | ۸۸۹ |
| حضور کا ارشاد: آج کے بعد تمہارے ابا پر کوئی تکلیف نہیں ہوگی | ۸۹۰ |
| مرض وصال میں اسامہ بن زید کو روم کی طرف بھیجا | ۸۹۱ |
| حضرت اسامہ کی لشکر کشی کا اثر | ۸۹۱ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# کتاب الجہاد

ص ۳۹۰

جہاد کے معنی لغت میں مشقت اٹھانے کے ہیں۔ اور اصطلاح شرع میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کفار کے ساتھ قتال کی مشقت اٹھانے کے ہیں نیز کبھی کبھی جہاد کے معنی یہ بھی آتے ہیں کہ آدمی اللہ کی رضا کے لئے اعمال شاقہ کرے اور نفس کو اس کی مرضی کے خلاف اعمال خیر میں لگائے اور اسے ذلیل کرے۔

بشرط استطاعت و اجتماع شرائط جہاد فرض کفایہ ہے۔ لیکن اگر دشمن ہجوم کر آئیں تو فرض عین ہے یہاں تک کہ عورتوں پر بھی۔

**حدیث ۱۵۲۱**

اَخْبَرَنِیْ اَبُوْحَصِیْنٍ اَنَّ ذَکْوَانَ حَدَّثَہٗ اَنَّ اَبَاھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حَدَّثَہٗ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ یَّعْدِلُ الْجِھَادَ قَالَ ھَلْ تَسْتَطِیْعُ اِذَا خَرَجَ الْمُجَاھِدُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا مجھے ایسا کام بتایئے جو جہاد کے برابر ہو فرمایا میں ایسا کوئی کام نہیں پاتا۔ مزید فرمایا۔ کیا تو اس کی استطاعت رکھتا ہے کہ جب مجاہد

**تشریحات ۱۵۲۱**

مسلم میں[1] بطریق سہیل بن ابی صالح عن ابیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے اسی مضمون کی یہ حدیث ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا۔ جہاد فی سبیل اللہ کے برابر کون سا عمل ہے۔ فرمایا۔ تم اسے نہیں کر سکو گے۔ لوگوں نے اسے دو یا تین مرتبہ لوٹایا ہر مرتبہ حضور یہی فرماتے رہے تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔ تیسری مرتبہ حضور نے فرمایا۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثل

[1] جلد ثانی امارۃ ص ۱۳۲

اَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ فَتَقُوْمَ وَلَا تَفْتُرَ وَتَصُوْمَ وَلَا تُفْطِرَ - قَالَ وَمَنْ

جہاد کے لئے جائے (تو اس کے واپس لوٹنے تک) تم اپنی مسجد میں جاکر مسلسل نماز پڑھتے رہو اور ذرا دیر کیلئے

يَسْتَطِيْعُ ذٰلِكَ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اِنَّ فَرَسَ الْمُجَاهِدِ لَيَسْتَنُّ فِيْ طِوَلِهٖ

بھی نہ بند کرو اور متواتر روزے رکھتے رہو اور کبھی نہ چھوڑو انھوں نے عرض کیا یہ کون کر سکتا ہے۔ ابوہریرہ

فَيُكْتَبُ لَهٗ حَسَنَاتٍ ؎

نے فرمایا کہ مجاہد کا گھوڑا اپنی رسی میں چلتا ہے تو اس کے ہر قدم پر مجاہد کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

بَابُ اَفْضَلُ النَّاسِ مُؤْمِنٌ مُجَاهِدٌ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ص ۳۹۱

سب سے افضل وہ مومن ہے جو اپنی جان مال کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والا ہو۔

**حدیث ۱۵ ۲۲**

حَدَّثَنِيْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهٗ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی۔ کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ

قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ النَّاسِ اَفْضَلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کون شخص افضل ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ مومن جو اللہ کی راہ میں

اس شخص کی ہے جو اللہ کی آیتوں کے ساتھ قائم ہے نماز روزہ ایک دم کے لئے بھی نہیں چھوڑتا یہاں تک کہ مجاہد اپنے گھر لوٹ آئے۔

اس کا مفاد یہ ہے کہ مجاہد جس وقت اپنے گھر سے جہاد کرنے کے لئے نکلتا ہے۔ ہر آن ہر لحظہ اللہ کی عبادت میں رہتا ہے۔ اس کا سونا جاگنا، کھانا پینا سب عبادت ہے۔ یہاں تک کہ گھوڑے کو کھلانا پلانا اسے چرانا اس کی لید اٹھانا سب عبادت ہے، حتی کہ گھوڑا چلنے کے لئے جو قدم اٹھاتا ہے ہر قدم پر مجاہد کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اس لئے مجاہد کے برابر وہی ہو سکتا ہے جو چوبیس گھنٹے نمازیں پڑھتا رہے یا کوئی بھی عبادت کرتا رہے۔ ایک آن کے لئے دم نہ لے اور اس کی کوئی استطاعت نہیں رکھ سکتا اسلئے جہاد کے برابر کوئی عمل نہیں۔

**تشریحات ۱۵ ۲۲**

فی شعب من الشعاب۔ گھاٹی کا ذکر بطور مثال ہے۔ مراد یہ ہے کہ جو شخص لوگوں سے الگ رہ کر شریعت کے حدود کی پابندی کرتا ہے اور یہ اس شخص کے لئے ہے جسے یہ اندیشہ ہو کہ اگر لوگوں سے

؎ نسائی جہاد۔

مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ قَالُوْا ثُمَّ مَنْ قَالَ مُؤْمِنٌ فِيْ

اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد کرے ۔ لوگوں نے عرض کیا پھر کون فرمایا وہ مومن جو پہاڑ

شِعَبٍ مِنَ الشِّعَابِ يَتَّقِي اللّٰهَ وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ ؎

کی کسی گھاٹی میں ہو ۔ اللہ سے ڈرے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے ۔

**حدیث ۱۵۲۳** اَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال اور اللہ خوب جانتا ہے کہ

بِمَنْ يُّجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِهٖ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ وَتَوَكَّلَ اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِهٖ

کون اس کے راستے میں جہاد کرتا ہے ہمیشہ روزہ رکھنے والے ہمیشہ عبادت کرنے والے کے ہے اور اپنے

اختلاط کرے گا تو فتنہ میں پڑ جائے گا ۔ لیکن جو شخص قوی ہو اور اسے یہ اعتماد ہو کہ عوام کے ساتھ اختلاط کے باوجود فتنے میں مبتلا نہ ہوگا اسے افضل یہی ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ رہے بلکہ اگر اسے اس کا ظن غالب ہو کہ عوام الناس کے ساتھ اختلاط میں عوام کی اصلاح کر سکے گا ۔ تو اس کے لیے گوشہ نشینی جائز نہیں ۔ ایک حدیث میں ہے ۔ وہ مومن جو لوگوں سے خلط ملط رکھے اور ان کی ایذا پر صبر کرے اس سے بڑھ کر ثواب میں ہے جو لوگوں سے ملتا جلتا نہیں اور ان کی ایذا پر صبر نہیں کرتا ؎۱

**تشریحات ۱۵۲۴** ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ام سُلَیم کی بہن تھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے وہاں تشریف لے جانا اس بنا پر تھا کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محرم تھیں ۔ رشتہ کیا تھا ۔ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں ۔ ابو عمر نے کہا کہ انھوں نے اور ان کی بہن ام سُلَیم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا اور بہت سے حضرات نے یہ فرمایا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دادی حضرت عبد المطلب کی والدہ سلمیٰ کے رشتے سے حضور کی خالہ تھیں ۔ اسلئے کہ سلمیٰ بنی نجار کی فرد مدینہ کی باشندہ تھیں کچھ اور لوگوں نے کہا کہ یہ حضور کی رضاعی خالہ تھیں ۔ علامہ ابن جوزی نے کہا

---

؎ تمانی الرقاق باب العزل راحۃ ص ۹۶۱ مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی جہاد ابن ماجہ فتن ۔

؎۱ ترمذی جلد دوم ص ۷۷

بِاَنْ یَّتَوَفَّاہُ اَنْ یُّدْخِلَہُ الْجَنَّۃَ اَوْ یَرْجِعَہُ سَالِمًا مَعَ اَجْرٍ اَوْ غَنِیْمَۃٍ۔

راستے میں جہاد کرنے والے کے بارے میں اللہ نے اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے کہ اسے وفات دیگا تو جنت میں داخل کرے گا یا اجر یا غنیمت کے ساتھ صحیح وسالم لوٹائے گا۔

## بَابُ الدُّعَاءِ بِالْجِهَادِ وَالشَّهَادَةِ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ ص۳۹۱

مرد اور عورتوں کے لئے جہاد اور شہادت کی دعا کرنا۔

**حدیث ۱۵۲۴**

عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَۃَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّہٗ سَمِعَہٗ یَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ عَلٰی اُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُہٗ وَكَانَتْ اُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَطْعَمَتْہُ وَجَعَلَتْ تَفْلِیْ رَاْسَہٗ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَیْقَظَ وَھُوَ یَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ مَا یُضْحِكُكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اُنَاسٌ مِّنْ اُمَّتِیْ عُرِضُوْا عَلَیَّ غُزَاۃً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام حرام بنت ملحان کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہ حضور کی خدمت میں کھانا پیش کرتیں اور ام حرام عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف لے گئے۔ انھوں نے حضور کو کھلایا۔ (اس کے بعد حضور لیٹ گئے) اور وہ حضور کے سر میں جوئیں تلاش کرنے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو گئے کچھ دیر کے بعد

کہ انھوں نے بعض حفاظ سے سنا ہے کہ ام سلیم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کی رضاعی بہن تھیں۔ بہرحال اتنا طے ہے کہ ام حرام کسی بھی رشتہ کی بنا پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محرم تھیں ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو اس کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ حضور کے سر میں جوئیں تلاش کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر اقدس میں جوئیں نہیں تھیں۔ حضرت ام حرام کا یہ فعل غالباً اس بنا پر تھا کہ انھیں یہ معلوم نہ تھا یا غایت محبت کی بنا پر تھا بالوں میں انگلیاں کرنے سے نیند بہت جلد آجاتی ہے۔

يَرْكَبُوْنَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ مُلُوْكًا عَلَى الْاَسِرَّةِ اَوْ مِثْلَ الْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ

مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ انھوں نے عرض کیا۔ حضور کس بات پر ہنس رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ میری امت

شَكَّ اِسْحٰقُ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا

کے کچھ لوگ راہ خدا میں جہاد کرتے ہوئے میرے سامنے پیش ہوئے۔ جو تخت نشین بادشاہوں کی طرح اس سمندر

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وَضَعَ رَاْسَهٗ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ

کے بیچ میں سوار ہوں گے۔ ام حرام نے کہا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ سے دعا فرمائیے کہ مجھے ان میں

يَضْحَكُ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ

کردے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

**ملوکا علی الاسرۃ** اس کا ایک معنی یہ ہے کہ وہ بحری بیڑوں میں اس شان سے سوار ہوں گے جیسے بادشاہ تخت پر ہوتا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان غازیوں کو جنت میں بادشاہوں کی طرح تخت پر بیٹھے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔

حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا قبرص کی جنگ میں اپنے شوہر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ گئی تھیں۔ قبرص کی فتح کے بعد واپسی میں ان کی سواری کے لئے خچر لایا گیا۔ سوار ہوتے وقت گر پڑیں اور واصل بحق ہو گئیں۔ ان کا مبارک مزار قبرص (کریٹ) میں ہے۔ علامہ عینی وغیرہ نے لکھا ہے کہ قبرص والے ان کی مزار کی تعظیم کرتے ہیں اور اس کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک نیک عورت کا مزار ہے۔ اس تقدیر پر ھین خرجت من البحر کا مطلب یہ ہوا کہ جب وہ سمندر سے نکل کر جزیرہ میں گئی تھیں۔ یہ جنگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں حضرت امیر معاویہ کی سرکردگی میں ۲۷ھ یا ۲۸ھ میں ہوئی تھی۔ ویسے کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال حضرت معاویہ کے عہد حکومت میں ہوا تھا اور یہی امام بخاری و مسلم کے ظاہر الفاظ سے مترشح ہے۔ لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے اور اہل سیر نے اسی کو ذکر کیا ہے۔ اس تقدیر پر امام بخاری و مسلم کی روایت فی زمان معاویۃ۔ کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت معاویہ کے سمندر کی جنگ کے زمانے میں۔

حضرت عمر نے شفقت کی بنا پر مسلمانوں کو سمندری جنگ سے منع فرمادیا تھا۔ حضرت امیر معاویہ نے اجازت بھی طلب کی تو بھی اجازت نہیں دی۔ مگر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان سے اجازت طلب کی اور انھوں نے اجازت دیدی۔ اور فرمایا کسی کو مجبور مت کرنا جو خوشی سے جائے اسے لے جانا۔ اجازت

غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللهِ كَمَا قَالَ فِي الْأُولَى قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ ادْعُ

سر اقدس رکھا۔ پھر ہنستے ہوئے جاگے۔ میں نے عرض کیا کس چیز نے آپ کو ہنسایا۔ یارسول اللہ! فرمایا میری

اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ فِي زَمَانِ مُعَاوِيَةَ

امت کے کچھ لوگ راہ خدا میں جہاد کرتے ہوئے مجھ پر پیش کئے گئے۔ جیسا کہ پہلی مرتبہ فرمایا تھا انھوں نے عرض

بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِينَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ [1]

کیا یارسول اللہ! اللہ سے دعا فرمائیے کہ مجھے ان میں کر دے۔ فرمایا تو پہلے والوں میں ہے۔ ام حرام معاویہ بن ابوسفیان کے زمانے میں سمندر میں سوار ہو کر گئیں اور سمندر سے نکلنے کے بعد اپنی سواری سے گر پڑیں اور وفات پا گئیں۔

یہ کے بعد حضرت معاویہ نے صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ سمندری جہاد شروع فرمایا۔ پہلا حملہ قبرص پر کیا تھا۔ اس جنگ میں حضرت ابوذر، حضرت عبادہ بن صامت ان کی اہلیہ ام حرام، حضرت شداد بن اوس اور حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین شریک تھے۔

یہی حدیث باب قتال الروم میں بطریق عمیر بن اسود عنسی یوں مروی ہے کہ ام حرام نے ان سے یہ بیان فرمایا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا
قالت ام حرام قلت یارسول اللہ انا فیھم قال
انت فیھم قالت ثم قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر
مغفورلھم فقلت انا فیھم یارسول اللہ قال لا۔

میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے گا اس نے جنت اپنے اوپر واجب کر لی ام حرام نے کہا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں ان میں ہوں فرمایا تو ان میں ہے اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر چڑھائی کریگا بخش دیا جائیگا۔ ام حرام نے عرض کیا یارسول اللہ! میں انھیں ہوں فرمایا نہیں (تو پہلے والوں میں ہے)

مودودی اوران سے سیکھ کر آج کل عام دیوبندی اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ یزید حق پر تھا اور حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاطی تھے۔ اس لئے کہ قسطنطنیہ کے ایک حملے میں یزید بھی شریک تھا اور اس حدیث میں اس جنگ کے شرکاء کے بارے میں مغفور لہم کہا گیا ہے۔

---

[1] باب فضل من یصرع فی سبیل اللہ ص۳۹۲ باب غزو المرأۃ فی البحر ص۴۰۳ باب رکوب البحر ص۴۰۵ باب ما قیل فی قتال الروم ص۴۰۹ ثانی کتاب الاستیذان باب من زار قوما فقال عندھم ص۹۲۹ کتاب التعبیر باب رویا النھار ص۱۰۳۶ مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی جہاد۔

## بَابُ دَرَجَاتِ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ص ۳۹۱

راہِ خدا میں جہاد کرنے والوں کے درجے

يُقَالُ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ وَهٰذَا سَبِيْلِيْ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ غُزًّى وَاحِدُهَا غَازٍ هُمْ دَرَجَاتٌ

سبیل مذکر و مونث دونوں طرح مستعمل ہے ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا غزّیٰ جمع ہے اور اس کا واحد غازٍ ہے۔ ھم درجات سے مراد یہ ہے کہ ان کے لئے درجات ہیں۔

**حدیث ۱۵۲۵**

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ اور

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ

اس کے رسول پر ایمان لائے اور نماز قائم کرے اور رمضان کا روزہ رکھے

اقول وھوالمستعان۔ اس موضوع پر ہم نے مقالات امجدی میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ نیز شرح بخاری جلد ثالث میں بھی اس پر بقدر ضرورت کلام مذکور ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

اولاً یہ بشارت اس لشکر کے مجاہدین کے لئے ہے جو مدینہ قیصر پر پہلا حملہ کریں مدینہ قیصر کے معنی کسی لغت میں قسطنطنیہ کے نہیں۔ قیصر کا کوئی بھی شہر ہو سکتا ہے جو اس کی قلمرو میں داخل ہو۔

قیصر کے ملک پر پہلا حملہ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں عہد رسالت میں ہوا تھا۔ اس کا نام غزوہ موتہ ہے۔

ثانیاً اگر مدینہ قیصر سے اس کا دارالسلطنت مراد لیا جائے تو عہد رسالت و خلفاء راشدین میں قیصر کا دارالسلطنت حمص تھا جو عہد فاروقی ۱۶ھ میں فتح ہوا۔

ثالثاً اور اگر کسی کو ضد ہی ہو کہ اس حدیث میں مدینہ قیصر سے قسطنطنیہ ہی مراد ہے تو قسطنطنیہ پر پہلا حملہ ۳۲ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر کمان ہوا تھا۔ یزید جس لشکر میں شریک تھا وہ لشکر ۴۹ھ یا ۵۰ھ یا ۵۲ھ میں حملہ آور ہوا تھا۔ تاریخ کی کتابوں سے ظاہر ہے کہ اس سے پہلے قسطنطنیہ پر تین یا چار بار حملہ ہو چکا تھا۔

رابعاً۔ اس حدیث میں بطریق اسحٰق جو روایت ہے اس میں تصریح ہے کہ یہ بشارت اس لشکر کے لئے ہے جو بحری راستہ سے مدینۂ قیصر پر حملہ کرے۔ یزید جس لشکر میں شریک تھا وہ خشکی کے راستے سے گیا تھا اس لئے وہ اس بشارت کا مستحق نہیں۔ بحری راستے پر قسطنطنیہ پر پہلا حملہ عقبہ بن عامر نے کیا تھا۔ اسلئے اس بشارت کے وہ لوگ مستحق ہو سکتے ہیں جو لوگ اس لشکر میں شریک تھے

وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهَدَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ

تو اللہ کے ذمہ کرم پر ہے کہ اسے جنت میں داخل فرمائے ۔ اللہ کے راستے میں جہاد

اَوْ جَلَسَ فِيْ اَرْضِهِ الَّتِيْ وُلِدَ فِيْهَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ

کرے یا اپنی اس زمین میں بیٹھا رہے جس زمین میں پیدا ہوا ۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! کیا ہم

قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

لوگوں کو بشارت نہ دیدیں ۔ فرمایا بیشک جنت میں سو درجے ہیں جنھیں اللہ نے راہ خدا میں جہاد کرنیوالوں

## تشریحات

۵ ۲ ۱۵

لفظ سبیل مذکر بھی ہے مونث بھی ہے ۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے ۔ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا[1] تاکہ بغیر علم کے اللہ کے راستے سے ہٹائے اور اسے ٹھٹھا بنالے ۔

فراء نے کہا کہ یتخذھا کی ضمیر مونث منصوب متصل کا مرجع آیات قرآن بھی ہوسکتی ہیں اور اگر تم چاہو تو سبیل کو بھی بنادو اس لئے کہ وہ کبھی مونث مستعمل ہوتی ہے ۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ[2] فرمادو یہ میرا راستہ ہے ۔

کتاب التوحید میں " جاھد فی سبیل اللہ " کی جگہ ھاجر فی سبیل اللہ ہے اس حدیث میں زکوٰۃ اور حج کا ذکر نہیں ۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے یہ ارشاد زکوۃ اور حج کی فرضیت سے پہلے کا ہو اس پر صاحب تلویح نے کہا ۔ اس میں نظر ہے ۔ اس لئے کہ زکوۃ خیبر کے پہلے فرض ہوئی ہے ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیبر میں حاضر ہوئے ۔

اقول وھو المستعان ۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو براہ راست حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہو ۔ صحابہ کرام کی عادت معلوم ہے کہ وہ بہت سی احادیث دوسرے صحابہ کرام سے سن کر روایت کرتے ہیں ۔ اور اس صحابی کا نام نہیں لیتے ۔ ہوسکتا ہے یہاں بھی ایسا ہی ہوا ہو ۔

اور یہ بھی ممکن ہے جیسا کہ علامہ کرمانی نے علی التسامح کہہ کر اشارہ فرمایا ہے کیونکہ زکوۃ اور حج ہر مسلمان پر فرض نہیں ۔ مالداروں پر فرض ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باعتبار اغلب واکثر کے ایسا ارشاد فرمایا ۔ زکوۃ اور حج کا ذکر نہیں فرمایا ۔

**افلا نبشر الناس قال** اس کا حاصل یہ ہے کہ اتنی ہی بشارت لوگوں کو نہ دو ورنہ لوگ جہاد سے سستی کرنے لگیں گے

---

[1] سورہ لقمان (۶)، [2] یوسف (۱۰۸)

مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللهَ فَاسْأَلُوهُ 177

کے لئے مہیا فرمایا ہے۔ ہر دو درجے میں اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے اور جب تم

الْفِرْدَوْسَ فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ أُرَاهُ قَالَ وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ

اللہ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔ اس لئے کہ یہ جنت کے بیچ میں ہے اور سب سے بلند ہے۔ میں گمان

وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ [1]

کرتا ہوں کہ انھوں نے کہا کہ اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں نکلی ہیں۔ اور محمد بن فلیح نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے کہا اور اس کے اوپر عرش رحمٰن ہے۔

بشارت دینا ہے تو ساتھ ہی ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے ان فضائل کو بھی بیان کردو تاکہ جہاد کی طرف سے لوگوں میں سستی نہ پیدا ہو۔

**فانہ اوسط الجنۃ** کچھ شارحین نے پہلے یہ شبہ پیش فرمایا کہ فردوس جب بیچ جنت میں ہے تو سب سے اوپر کیسے ہوگئی۔ پھر خود جواب یہ ارشاد فرمایا کہ اوسط سے مراد افضل و بہتر ہے۔

اقول وھوالمستعان۔ اس تکلف کی کوئی حاجت نہیں اسکو اوسط اپنے اردگرد کے اعتبار سے کہا گیا ہے۔

**ومنہ تفجر انہار** بعض شارحین نے کہا کہ منہ کی ضمیر کا مرجع عرش ہے لیکن ان کا یہ وہم ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس کا مرجع فردوس ہے۔ فردوس مذکر بھی مستعمل ہے اور مونث بھی۔

**قال محمد** امام بخاری اس تعلیق کے ذکر سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ یحیی بن صالح نے وفوقہ عرش الرحمٰن۔ کو بصیغۂ شک ذکر کیا تھا اور محمد بن فلیح کی روایت میں بغیر شک کے ہے۔

**تشریح** ۱۵۲۷ بدء الخلق اور رقاق میں قاب قوس کے بجائے موضع سوط ہے۔ یعنی جنت میں ایک کوڑے کی جگہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔

**توضیح باب** حُور حَوْرَاءُ کی جمع ہے۔ یہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کی آنکھ کی سفیدی بے داغ اور شفاف ہو اور اس کی پتلی خوب کالی ہو۔ عینٌ۔ عیناء کی جمع ہے۔ یہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کی آنکھ بڑی ہو۔ اس کا مذکر اعین ہے۔ عین اصل میں فُعْلٌ کے وزن پر مضموم العین تھا۔ یا کی مناسبت سے عین کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا۔

**تشریحات** ۱۵ ۲۹ باب تمنی المجاہد میں یہ حدیث بطریق قتادہ ان الفاظ میں مروی ہے۔ جنت میں داخل ہونے والا

---

[1] ثانی التوحید باب وکان عرشہ علی الماء ص ۱۱۰۴ مسند امام احمد بن حنبل جلد دوم ص ۳۳۵

177 بَابُ الْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَقَابُ قَوْسِ اَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ ص ۳۹۲

اللہ کے راستہ میں صبح وشام چلنا اور تمہاری کمان کی مقدار جنت میں ۔

**حدیث ۱۵۲۶** عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا ؎

اللہ کی راہ میں صبح سے دوپہر تک یا دوپہر سے شام تک چلنا دنیا ومافیہا سے بہتر ہے ۔

**حدیث ۱۵۲۷** عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي عَمْرَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَابُ قَوْسٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا تَطْلُعُ

کہ فرمایا کمان کی مقدار جنت میں اس سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے اور ڈوبتا ہے ۔ اور

عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَتَغْرُبُ وَقَالَ اَلْغَدْوَةُ اَوِ الرَّوْحَةُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ

فرمایا صبح سے دوپہر تک اور دوپہر سے شام تک اللہ کی راہ میں چلنا ان تمام چیزوں سے بہتر

الشَّمْسُ وَتَغْرُبُ عليه ؎

ہے جن پر سورج طلوع ہوتا اور غروب ہوتا ہے ۔

**حدیث ۱۵۲۸** عَنْ اَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت سہل بن سعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ کی راہ میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلرَّوْحَةُ وَالْغَدْوَةُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا ؎

صبح سے دوپہر تک اور دوپہر سے شام تک چلنا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے افضل ہے ۔

کوئی بھی دنیا کی طرف لوٹنا پسند نہیں کرے گا اگرچہ اسے زمین سے کچھ بھی دیا جائے سوائے شہید کے کہ وہ دنیا کی طرف لوٹنے کی تمنا کرے گا تاکہ دس مرتبہ شہید کیا جائے ۔ کیونکہ اس نے شہادت کی فضیلت دیکھ لیا ہے ۔

؎ باب حور العین ص ۳۹۲ کتاب الرقاق باب صفة الجنة والنار ۔

؎ بدء الخلق ماجاء فی صفة الجنة ص ۴۶۱

؎ بدء الخلق باب صفة الجنة ص ۴۶۰ کتاب الرقاق باب مثل الدنیا والآخرة ص ۹۲۹ مسلم جہاد نسائی ابن ماجہ

بَابُ الْحُوْرِ الْعِيْنِ وَصِفَتِهِنَّ يُحَارُ فِيْهَا الطَّرْفُ شَدِيْدَةٌ سَوَادُ الْعَيْنِ شَدِيْدَةٌ

حورعین کیا ہیں اوران کا وصف کیا ہے ؟ جنھیں دیکھ کر آنکھ حیران رہ جائے گی۔ آنکھ کی

بَيَاضِ الْعَيْنِ زَوَّجْنَاهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ اَنْكَحْنَاهُمْ ص۳۹۲

سیاہی خوب تیز ہوگی اور سفیدی بھی۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد زوجناھم بحور عین میں زوجناھم کے معنی

یہ ہیں کہ ہم نے ان کا نکاح حورعین سے کیا۔

**حدیث ۱۵۲۹** عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حمید نے کہا۔ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی صلی اللہ تعالے

قَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَمُوْتُ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ يَسُرُّهٗ اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا

علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ فرمایا کوئی بندہ ایسا نہیں جس کے لئے مرنے کے بعد اللہ کے یہاں

وَاَنَّ لَهُ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا اِلَّا الشَّهِيْدُ لِمَا يَرٰى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ فَاِنَّهٗ يَسُرُّهٗ اَنْ

خیر ہو اور وہ یہ پسند کرے کہ اس شرط پر دنیا کی طرف لوٹے کہ اسی پوری دنیا و مافیہا مل جائے

يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ مَرَّةً اُخْرٰى قَالَ وَسَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ

سوائے شہید کے کیونکہ وہ شہادت کی فضیلت کو دیکھے گا اور اسے یہ پسند ہوگا کہ دنیا کی طرف لوٹے

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَرَوْحَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ غَدْوَةٌ خَيْرٌ مِّنَ

اور دوبارہ شہید کیا جائے۔ حمید نے کہا۔ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی صلی اللہ

الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَلَقَابُ قَوْسِ اَحَدِكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ اَوْ مَوْضِعُ قِيْدِهٖ يَعْنِيْ

تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ فرمایا صبح یا شام اللہ کی راہ میں تھوڑی دیر چلنا دنیا

سَوْطُهٗ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَلَوْ اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ اِلَى

وما فیہا سے بہتر ہے اور تمہاری کمان کی جگہ یا کوڑے کی مقدار جنت میں دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔ اور اگر جنت

اَهْلِ الْاَرْضِ لَاَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَلَمَلَاَتْهُ رِيْحًا وَلَنَصِيْفُهَا عَلٰى رَاْسِهَا

کی کوئی عورت زمین کی طرف جھانکے تو پوری زمین روشن ہوجائے اور خوشبو سے بھر جائے اور اس کے سر کا دوپٹہ

خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔ دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔

## بَابُ مَنْ يُنْكَبُ اَوْ يُطْعَنُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ص ۳۹۳

اللہ کے راستہ میں جس کا کوئی عضو زخمی ہو یا اس کو نیزہ مارا گیا ہو۔

**حدیث ۱۵۳۰**

عَنْ اِسْحٰقَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی سلیم کے ستر افراد کو

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْوَامًا مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ اِلٰى بَنِيْ عَامِرٍ فِيْ سَبْعِيْنَ رَجُلًا فَلَمَّا

بنی عامر کی جانب بھیجا۔ یہ لوگ جب وہاں پہنچے تو ان سے میرے ماموں نے کہا میں تم سے پہلے انکے

قَدِمُوْا قَالَ لَهُمْ خَالِيْ اَتَقَدَّمُكُمْ فَاِنْ اَمَّنُوْنِيْ حَتّٰى اُبَلِّغَهُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ

پاس جارہا ہوں۔ اگر ان لوگوں نے مجھ کو امن دیدیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِلَّا كُنْتُمْ مِنِّيْ قَرِيْبًا فَتَقَدَّمَ فَاَمَّنُوْهُ فَبَيْنَمَا هُوَ يُحَدِّثُهُمْ

کا پیغام انھیں پہونچادوں تو بہتر ہے ورنہ تم لوگ مجھ سے قریب رہنا وہ آگے بڑھ کر ان کے

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَوْمَئُوْا اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَطَعَنَهُ فَاَنْفَذَهُ

پاس گئے بنی عامر نے انکو امن دیا وہ ان سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں بات کر ہی رہے تھے

فَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ ثُمَّ مَالُوْا عَلٰى بَقِيَّةِ اَصْحَابِهٖ فَقَتَلُوْهُمْ اِلَّا

کہ انھوں نے اپنے ایک شخص کو اشارہ کر دیا۔ اس نے انھیں نیزہ مارا اور آر پار کر دیا۔ زخم کھا کر

رَجُلًا اَعْرَجَ صَعِدَ الْجَبَلَ قَالَ هَمَّامٌ وَاُرَاهُ اٰخَرَ مَعَهُ فَاَخْبَرَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

انھوں نے کہا۔ اللہ اکبر رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔ پھر ان کے بقیہ ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے اور ان سب

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُمْ قَدْ لَقُوْا رَبَّهُمْ فَرَضِيَ عَنْهُمْ وَاَرْضَاهُمْ

کو قتل کر ڈالا سوائے ایک لنگڑے شخص کے جو پہاڑ پر چڑھ گئے تھے۔ راوی حدیث ہمام نے کہا۔ میں گمان کرتا

فَكُنَّا نَقْرَأُ اَنْ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا اَنْ قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَاَرْضَانَا ثُمَّ نُسِخَ بَعْدُ

ہوں کہ ان کے ساتھ ایک صاحب اور تھے جبرئیل نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ ان لوگوں نے اپنے رب سے

فَدَعَا عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَبَنِيْ لِحْيَانَ وَبَنِيْ عُصَيَّةَ

ملاقات کی ان کا رب ان سے راضی ہوگیا اور انکو راضی کر دیا (قرآن مجید میں یہ آیت) تلاوت کرتے تھے ہماری قوم کو یہ خبر پہنچادو

الَّذِيْنَ عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔

کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی ہمارا رب ہم سے راضی ہے اور اس نے ہم کو راضی کیا۔ پھر بعد میں اسکی تلاوت منسوخ ہوگئی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چالیس دن صبح کے وقت رعل ذکوان۔ بنی لحیان اور بنی عصیہ کی جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی، بربادی کی دعا فرمائی۔

**حدیث ۱۵۳۱**

عَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جندب بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

كَانَ فِيْ بَعْضِ الْمَشَاهِدِ وَقَدْ دَمِيَتْ اِصْبَعُهٗ فَقَالَ هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ

کی انگلی کسی جہاد میں زخمی ہوگئی تو حضور نے فرمایا۔ تو تو ایک انگلی ہے جو زخمی ہوئی اور تجھے جو کچھ

دَمِيْتِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ ۔

پہونچا راہ خدا میں پہونچا۔

**تشریحات ۱۵۳۰**

یہ واقعہ سریہ بیر معونہ کا ہے۔ جس کی پوری تفصیل مغازی میں آئے گی یہ سریہ ۴ھ صفر کے مہینے میں احد کے چار ماہ بعد ہوا تھا۔ اس روایت میں راوی سے اختلاط ہوگیا ہے۔ سریہ بیر معونہ میں بنی سلیم کے افراد نہیں بھیجے گئے تھے۔ بلکہ ستر افراد قراء جو سب کے سب انصار کرام میں سے تھے بنی سلیم کی جانب بھیجے گئے تھے۔ رعل، ذکوان، بنی لحیان، بنی عصیہ یہ سب بنی سلیم کی شاخیں ہیں۔

قنوت نازلہ کی پوری بحث جلد ثالث میں گذر چکی ہے۔

**تشریحات ۱۵۳۱**

ایک قول یہ ہے یہ حادثہ غزوہ احد میں پیش آیا تھا۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غار میں تھے تو حضور کی انگلی زخمی ہوگئی۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ ابوالولید نے کہا شاید غار کے بجائے غازیا تھا کاتبوں کی غفلت سے غار ہوگیا اس لئے کہ بخاری کی روایتوں میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعض مشاہد میں تھے اور کتاب الادب کی روایت میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چل رہے تھے کہ پتھر آکر لگا جس کے صدمہ سے حضور گر پڑے اور انگلی زخمی ہوگئی۔ اس پر امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ غار کے معنی لشکر کے بھی ہیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ما ظننت بامرء جمع بین هذین الغارین ای العسکرین۔

علامہ کرمانی نے فرمایا کہ یہ شعر ہے اور قرآن کریم کی نص صریح سے ثابت ہے کہ حضور شعر نہیں کہتے تھے۔ ارشاد ہے:۔ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ۔ اور ہم نے انکو شعر نہ سکھایا اور یہ ان کے لائق نہیں ــــ اس کا ایک جواب یہ بھی دیا گیا کہ یہ رجز ہے اور رجز کو شعر نہیں کہتے۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ کفار قرآن مجید کو شعر کہا کرتے تھے قرآن مجید میں اس کا رد فرمایا گیا بہت سے اہل اور اقوی جواب یہ ہے کہ بلا قصد و اختیار ایک دو مصرعا ایسا نکل جائے جو شعر کی طرح موزوں ہو وہ حقیقت میں شعر کہا نہیں اور نہ اس پر کسی کو شاعر کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات عروض کی بعض بحروں کے مطابق ہیں مثلاً وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ ــ وَقُدُوْرٍ رَّاسِيَاتٍ ــ اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔

---

ف ثانی الادب باب یا یجوز من الشعر ص ۹۰۸ مسلم مغازی ترمذی تفسیر و شمائل نسائی عمل الیوم واللیلۃ۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ

اللہ عزوجل کے ارشاد کی تفسیر مومنین میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ سے کیا ہوا وعدہ سچ کر دکھایا ان میں سے

مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (احزاب (۲۳) ص ۳۹۳)

لوگوں نے اپنی منت پوری کر لی اور کچھ لوگ انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے اپنے ارادوں میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

**حدیث ۱۵۳۲**

حَدَّثَنِيْ حُمَيْدُ نِ الطَّوِيْلُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میرے چچا انس بن نضر جنگ بدر

عَنْهُ قَالَ غَابَ عَمِّيْ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

میں شریک نہیں ہو سکے۔ اس پر انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے مشرکین سے

غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِيْنَ لَئِنِ اللّٰهُ اَشْهَدَنِيْ قِتَالَ الْمُشْرِكِيْنَ

جو پہلی لڑائی لڑی اس میں میں شریک نہیں ہو سکا۔ اگر اللہ نے مشرکین کی لڑائی میں مجھے حاضر رکھا

لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ مَا اَصْنَعُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ وَانْكَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ قَالَ اَللّٰهُمَّ

تو اللہ آپ کو دکھا دیگا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ جب اُحد کی لڑائی کا دن آیا اور مسلمان میدان سے

اِنِّيْ اَعْتَذِرُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ يَعْنِيْ اَصْحَابَهٗ وَاَبْرَأُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ

چھٹ گئے تو انھوں نے کہا۔ اے اللہ ان لوگوں کے یعنی ان کے ساتھیوں نے جو کچھ کیا اس سے میں تیری

هٰؤُلَاءِ يَعْنِي الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهٗ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ يَا سَعْدُ

بارگاہ میں معذرت کرتا ہوں اور ان مشرکین نے جو کچھ کیا اس سے بیزار ہوں۔ اس کے بعد آگے بڑھے ان کے

بْنُ مُعَاذٍ اَلْجَنَّةَ وَرَبِّ النَّضْرِ اِنِّيْ اَجِدُ رِيْحَهَا مِنْ دُوْنِ اُحُدٍ فَقَالَ سَعْدٌ

سامنے سعد بن معاذ آئے تو کہا اے سعد بن معاذ رب نضر کی قسم احد کی جانب سے میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں

**تشریحات ۳ — ۱۵۳۲**

قرآن مجید متواتر ہے یعنی آج مصحف شریف میں جتنی سورتیں یا آیتیں ہیں سب کی سب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بطریق تواتر منقول ہیں اور تواتر کے لیے ضروری ہے کہ ہر دور میں اس کے اتنے ناقلین ہوں کہ ان سب کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو عقل محال جانے اور یہاں سورہ احزاب کی یہ آیت یا دوسری روایتوں کے بموجب سورہ توبہ کی اخیر دو آیتیں حضرت خزیمہ انصاری رضی اللہ

فَمَا اسْتَطَعْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا صَنَعَ قَالَ اَنَسٌ فَوَجَدْنَا بِهٖ بِضْعًا وَّثَمَانِيْنَ

سعد نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا انھوں نے جو کچھ کیا وہ میری استطاعت سے باہر تھا۔ حضرت انس

ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ اَوْ طَعْنَةً بِالرُّمْحِ اَوْ رَمْيَةً بِسَهْمٍ وَّوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَقَدْ

نے کہا ہم نے ان کو اس حال میں پایا کہ انھیں اسّی سے اوپر زخم تھے۔ تلوار کی مار اور نیزے کے زخم اور

مُثِّلَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ فَمَا عَرَفَهٗ اَحَدٌ اِلَّا اُخْتُهٗ بِبَنَانِهٖ قَالَ اَنَسٌ كُنَّا نُرٰى

تیر کے گھاؤ کے، وہ شہید کر دیے گئے۔ مشرکین نے ان کی صورت بگاڑ دی تھی۔ سوائے ان کی بہن کے کسی نے

اَوْ نَظُنُّ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْهِ وَفِيْ اَشْبَاهِهٖ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ

انکو پہچانا نہیں اور انھوں نے بھی انگلی دیکھ کر پہچانا۔ حضرت انس نے کہا ہمارا گمان یہ ہے کہ یہ آیت انکے

صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ، اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ وَقَالَ اِنَّ اُخْتَهٗ وَهِيَ تُسَمّٰى

اور ان جیسے دوسرے شہیدوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ کچھ مومن وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا

الرُّبَيِّعَ كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ امْرَاَةٍ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اسے سچ کر دکھایا۔ پوری آیت تک۔ حضرت انس نے کہا۔ ان کی بہن نے جن کا نام ربیع تھا۔ ایک عورت

بِالْقِصَاصِ فَقَالَ اَنَسٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا

کے اگلے دانت توڑ دیئے اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دیا تو انس بن نضر نے کہا یا رسول اللہ

فَرَضُوْا بِالْاَرْشِ وَتَرَكُوا الْقِصَاصَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے بعد میں لوگ تاوان (دیت)

اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَّوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ [1]

پر راضی ہو گئے اور قصاص چھوڑ دیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک اللہ کے کچھ بندے

ایسے ہیں کہ اگر قسم کھالیں تو اللہ انکی قسم کو ضرور پوری فرما دیتا ہے۔

تعالیٰ عنہ کے پاس ملی تھیں۔ اگرچہ تنہا ان کی گواہی دو مردوں کے برابر ہے مگر دو کی گواہی سے بھی تواتر نہ ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ حضرت زید بن ثابت کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیتیں لکھی ہوئی۔ صرف حضرت خزیمہ کے پاس ملیں۔ ورنہ

[1] ثانی مغازی باب غزوۂ احد ص ۵۷۹ وتفسیر سورہ احزاب باب قولہ فمنہم من قضی نحبہ ص ۷۰۵، مسلم ترمذی نسائی۔

حدیث ۱۵۲۳

عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ نَسَخْتُ الصُّحُفَ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں مختلف چیزوں پر لکھے ہوئے

فِي الْمَصَاحِفِ فَقَدْتُ اٰيَةً مِّنَ الْاَحْزَابِ كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

قرآن کو ایک مصحف میں لکھنے لگا۔ میں نے احزاب کی ایک آیت کو نہیں پایا۔ جس کو

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فَلَمْ اَجِدْهَا اِلَّا مَعَ خُزَيْمَةَ الْاَنْصَارِيِّ الَّذِيْ جَعَلَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنتا تھا۔ میں نے اسے صرف خزیمہ انصاری

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهَادَتَهٗ شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ وَهُوَ قَوْلُهٗ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پایا جن کی تنہا ایک گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے برابر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ [1]

علیہ وسلم نے کر دیا تھا وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ من المومنین رجال صدقوا۔

زبانی طور پر کثیر صحابہ کو یاد تھیں۔ خود حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان آیتوں کو سنتا تھا۔ علاوہ ازیں حضرت اُبی بن کعب اور ہلال بن اُمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی اسی کے مثل مروی ہے۔

حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک گواہی دو مردوں کے برابر کرنے کا قصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا اور اس سے کہا میرے پیچھے آؤ تاکہ گھوڑے کی قیمت ادا کر دوں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیزی سے آگے بڑھ گئے اور اعرابی پیچھے رہ گیا۔ اسی اثنار میں کچھ لوگوں نے اعرابی سے بھاؤ تاؤ کر کے گھوڑے کی قیمت بڑھا دی۔ اب اعرابی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آواز دی کہ اگر آپ اس گھوڑے کو خریدنا چاہتے ہیں تو خرید لیں ورنہ میں اس کو بیچ دوں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور اعرابی سے کہا کیا تو مجھے بیچ نہیں چکا ہے۔ اعرابی نے کہا خدا کی قسم میں نے آپ کے ہاتھ نہیں بیچا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یقیناً تو میرے ہاتھ بیچ چکا ہے۔ اس پر لوگ جمع ہو گئے۔ اعرابی یہی کہتا رہا گواہ لاؤ۔ جو مسلمان آ تا وہ

---

[1] ثانی مغازی باب غزوۃ احد ص ۵۸۰ تفسیر سورۃ احزاب باب قولہ فمنھم من قضی نحبہ ص ۷۰۵ فضائل القرآن باب جمع القرآن ص ۷۴۶ ترمذی تفسیر نسائی تفسیر۔

## بَابُ عَمَلٌ صَالِحٌ قَبْلَ الْقِتَالِ ص ۳۹۴ لڑائی سے پہلے کوئی نیک عمل کرنا۔

**ت ۵۵۶**

وَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ اِنَّمَا تُقَاتِلُوْنَ بِاَعْمَالِكُمْ ۱

تم لوگ اپنے اعمال کے ساتھ قتال کرتے ہو۔

**حدیث ۱۵۲۴**

عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ ایک شخص لوہے سے ڈھکے ہوئے

یَقُوْلُ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِیْدِ فَقَالَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! لڑوں یا اسلام

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُ اَوْ اُسْلِمُ قَالَ اَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ فَاَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ

قبول کروں۔ فرمایا اسلام قبول کر پھر لڑ۔ انھوں نے اسلام قبول کیا پھر لڑے اور شہید کر دیئے گئے

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَمِلَ قَلِیْلًا وَاُجِرَ كَثِیْرًا۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے عمل تھوڑا کیا اور اجر زیادہ پایا۔

اعرابی سے یہی کہتا۔ تیرے لئے خرابی ہو۔ یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور یہ بلاشبہ حق ہی فرمائیں گے مگر گواہی کوئی نہیں دیتا۔ یہاں تک کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور انھوں نے اعرابی سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اس کو بیچ چکا ہے۔ اب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خزیمہ سے پوچھا تم کیسے گواہی دے رہے ہو۔ انھوں نے عرض کیا آپ کو سچا جاننے کی بنا پر۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ کی گواہی دو مردوں کے برابر کر دی اور فرمایا۔ کہ جس کے حق میں خزیمہ گواہی دیں یا جس کے خلاف گواہی دیں وہ کافی ہے[۱] اس اعرابی کا نام سواد بن حارث تھا[۲]

**تشریحات ۵۵۶**

دینوری نے اس تعلیق کو ربیعہ بن یزید سے روایت کیا کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اے لوگو! غزوے سے پہلے کوئی نیک عمل کرو تم لوگ اپنے اعمال کے ساتھ قتال کرتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ باب کا عنوان بھی حضرت ابو الدرداء کا ارشاد ہے۔ حضرت امام بخاری نے ایک جز کو باب کا عنوان بنا لیا اور اسے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد نہیں بتایا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس کی سند میں انقطاع ہے۔ ربیعہ

---

[۱] مسند امام احمد بن حنبل جلد خامس ص ۲۱۵-۶ [۲] فتح الباری ثامن ص ۵۱۹ بحوالہ طبرانی و ابن شاہین۔

## بَابُ الْغُسْلِ بَعْدَ الْحَرْبِ وَالْغُبَارِ ص ۳۹۴ لڑائی اور غبار کے بعد غسل کرنا۔

**حدیث ۱۵۳۵**

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَجَعَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ فَاَتَاهُ

علیہ وسلم نے غزوۂ خندق سے لوٹ کر ہتھیار اتار دیا اور غسل فرمالیا تو جبرئیل حاضر ہوئے

جِبْرَئِيْلُ وَقَدْ عَصَبَ رَاْسَهُ الْغُبَارُ فَقَالَ وَضَعْتَ السِّلَاحَ فَوَاللّٰهِ مَا وَضَعْتُهُ فَقَالَ

اور ان کے سر پر غبار جمع ہوا تھا عرض کیا آپ نے ہتھیار اتار دیا ہے بخدا میں نے نہیں اتارا ہے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَيْنَ قَالَ هٰهُنَا وَاَوْمَاَ اِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کہاں۔ عرض کیا۔ وہاں اور بنی قریظہ کی طرف اشارہ

قَالَتْ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی قریظہ کی طرف تشریف لے گئے۔

بن یزید کی حضرت ابوالدرداء سے روایت ثابت نہیں۔ مگر دوسرے حصہ کو حضرت عبداللہ بن مبارک نے سند متصل کے ساتھ یوں روایت کیا ہے عن ربیعۃ بن یزید عن ابن جلیس عن ابی الدرداء۔

وقولہ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ۔

الصف ۶ ۳ ۶۱ اے ایمان والو! جو خود کرتے نہیں وہ کیوں کہتے ہو۔ اللہ کو وہ بات بہت ناپسند ہے کہ وہ کہو جو خود نہ کرو۔ بیشک اللہ انھیں دوست رکھتا ہے۔ جو اللہ کی راہ میں اس طرح صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں

**تشریحات ۱۵۳۴**

ان کا نام امرم بن ثابت اشہلی تھا۔ یہ قصہ غزوہ احد کا ہے۔ یہ عجیب خوش بخت انسان تھے۔ کہ ایک سجدہ بھی نہیں کیا اور جنت میں داخل ہو گئے۔ اجر کثیر ان کا یہ ہے کہ ہمیشہ ہمیش جنت میں رہیں گے۔ باب سے مطابقت یہ ہے کہ جہاد سے پہلے انھوں نے اسلام قبول کیا اور یہ ایک بہت بڑا نیک عمل ہے

**تشریحات ۱۵۳۵**

مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود کے تینوں قبائل سے جن میں بنی قریظہ بھی شامل تھے ایک معاہدہ فرمایا تھا کہ اگر مدینہ پر کوئی حملہ کرے گا تو سب

بَابُ فَضْلِ قَوْلِ اللّٰهِ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ

اللہ عزوجل کا ارشاد اس ارشاد میں شہید کی جو فضیلت ہے اس کا بیان - اور جو اللہ کی راہ میں

عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ - فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ

مارے گئے انھیں مردہ ہرگز خیال نہ کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے حضور وہ روزی پاتے ہیں اور اللہ نے

بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَنْ لَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

اپنے فضل سے جو کچھ انھیں دیا ہے اس پر خوش ہیں اور اپنے بعد والوں کو جو ابھی ان سے ملے نہیں ہیں یہ بشارت دے رہے

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ (آل عمران ۱۶۹ تا ۱۷۱)

ہیں کہ انھیں نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم - اللہ کی نعمت اور فضل کی بشارت دیتے ہیں اور اس بات کی کہ اللہ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

**حدیث ۱۵۳۶**

عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى

نے تیس دن صبح کو ان لوگوں کی بربادی کی دعا کی جن لوگوں نے بئر معونہ کے اصحاب کو شہید

الَّذِيْنَ قَتَلُوْا اَصْحَابَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ ثَلَاثِيْنَ غَدَاةً عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَ

کیا تھا - رعل ، ذکوان ، اور عصیہ جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی - حضرت انس

عُصَيَّةَ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ اَنَسٌ - اُنْزِلَ فِي الَّذِيْنَ قُتِلُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ

نے کہا - بئر معونہ کے شہداء کے بارے میں قرآن نازل ہوا تھا جس کو ہم نے پڑھا پھر بعد میں

**تشریحات ۱۵۳۶**

باب میں مذکورہ آیاتِ کریمہ کے شان نزول کے بارے میں مختلف روایتیں آئی ہیں - امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمائی ہے کہ شہداء احد کے بارے میں نازل ہوئی ہے - اور یہی ابوبکر بن مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے - ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذکورہ بالا حدیث ذکر کرنے کے بعد یہ روایت کی ہے - بلغوا قومنا الی اٰخرہ کے منسوخ ہونے

قُرْاٰنٌ قَرَأْنَاهُ ثُمَّ نُسِخَ بَعْدُ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا اَنْ قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِيْنَا عَنْهُ

منسوخ ہوگیا وہ یہ ہے۔ ہماری قوم کو پہنچادو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی وہ ہم سے راضی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں۔

**حدیث ۱۵۲۷**

عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے کہ غزوہ احد کے دن

اِصْطَبَحَ نَاسٌ الْخَمْرَ يَوْمَ اُحُدٍ ثُمَّ قُتِلُوْا شُهَدَاءَ فَقِيْلَ لِسُفْيَانَ مِنْ اٰخِرِ

کچھ لوگوں نے صبح کو شراب پی لی تھی۔ پھر شہید کر دیئے گئے سفیان سے پوچھا گیا۔ اس دن کے

ذٰلِكَ الْيَوْمِ قَالَ لَيْسَ هٰذَا فِيْهِ[1]

آخر میں۔ فرمایا۔ یہ اس حدیث میں نہیں ہے۔

**تشریحات ۱۵۲۷**

مقاتل نے کہا کہ شہداء بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ——— شان نزول کچھ بھی ہو یہ فضیلت تمام شہداء کے لئے عام ہے۔

حضرت امام بخاری نے سورہ مائدہ کی تفسیر میں صدقہ بن فضل عن سفیان جو روایت کی ہے اس میں یہ ہے فقتلوا من یومہ جمیعا شہداء نیز اسماعیلی نے یہ حدیث بطریق قواریری عن سفیان اس زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس روایت میں حضرت سفیان سے جو سوال کیا گیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ من اٰخر ذلک الیوم۔ روایت میں ہے یا نہیں انھوں نے جواب دیا کہ یہ اس حدیث میں نہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ روایت کرتے وقت یعنی علی بن عبداللہ سے حدیث بیان کرتے وقت حضرت سفیان کو یہ یاد نہ رہا ہو کہ حدیث میں یہ لفظ بھی ہے اور صدقہ سے بیان کرتے وقت یاد رہا ہو۔ اخیر عمر مبارک میں حضرت سفیان کو کچھ نسیان کا عارضہ لاحق ہوگیا تھا۔

حضرت امام بخاری نے اس حدیث کو غالباً یہ بتانے کے لئے ذکر کیا ہے کہ یہ آیہ کریمہ شہداء احد کے بارے میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ ترمذی[1] میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے۔

**تشریحات ۱۵۲۸**

علی مأۃ امرۃ او تسع وتسعین۔ یہاں روایات مختلف ہیں۔ کتاب الانبیاء میں سبعین ہے کتاب النکاح میں مأۃ امرأۃ۔ التوحید میں کان لہ ستون امرأۃ ہے۔ امام بخاری نے

---

[1] ثانی مغازی غزوۂ احد ص ۵۷۹ تفسیر مائدہ باب قولہ انما الخمر والمیسر ص ۶۶۴　[1] تفسیر سورہ آل عمران ص ۱۲۵

## بَابُ مَنْ طَلَبَ الْوَلَدَ لِلْجِهَادِ ص۳۹۵ جس نے جہاد کیلئے لڑکے کی خواہش کی۔

**حدیث ۱۵۳۸**

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ

روایت کی کہ فرمایا۔ سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے کہا۔ میں آج کی رات سو یا ننانوے

لَاَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى مِائَةِ اِمْرَأَةٍ اَوْ تِسْعٍ وَّتِسْعِيْنَ كُلُّهُنَّ تَاْتِيْ بِفَارِسٍ

عورتوں کے پاس جاؤں گا۔ سب سے ایک سوار پیدا ہوگا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا

يُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ قُلْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَمْ يَقُلْ اِنْ شَاءَ

اس پر ان کے ساتھی نے کہا۔ انشاء اللہ کہہ لیجئے۔ انھوں نے انشاء اللہ نہیں کہا۔

اللّٰهُ فَلَمْ تَحْمِلْ مِنْهُنَّ اِلَّا امْرَأَةٌ وَّاحِدَةٌ جَاءَتْ بِشِقِّ رَجُلٍ وَالَّذِيْ نَفْسُ

نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں سے صرف ایک عورت کو حمل ہوا اور اس نے بھی پورا بچہ نہ جنا۔ قسم ہے اس ذات کی

مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ قَالَ اِنْشَاءَ اللّٰهُ لَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُرْسَانًا اَجْمَعُوْنَ [1]

جسکے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے۔ اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیتے تو سب کے سب سوار پیدا ہوتے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔

کتاب الانبیاء میں تسعین کی روایت کو اصح کہا۔ لیکن چونکہ مفہوم عدد معتبر نہیں۔ اسلئے تقلیل کثیر کا نافی نہیں۔ اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے اس لئے ان روایات میں تنافی نہیں۔

**صاحبہ** الایمان والنذور باب الاستثناء فی الایمان میں ہے کہ حضرت سفیان نے کہا کہ صاحب سے مراد فرشتہ ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام انشاء اللہ کہنا بھول گئے۔

**تشریحات ۱۵۴۲**

عن رسول اللہ۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ احادیث کو یہ لوگ زیادہ بیان نہیں کرتے کہ کہیں کمی زیادتی اور رد و بدل نہ ہو جائے۔ ان لوگوں کا یہ عمل از راہِ احتیاط تھا

---

[1] کتاب الانبیاء باب قول اللہ عزوجل ووھبنا لداؤد سلیمان ص۴۸۷ ثانی النکاح باب قول الرجل لاطوفن اللیلۃ علی نسائی ص۷۸۸ الایمان والنذور کیف کان یمین النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۹۸۲ باب الاستثناء فی الایمان ص۹۹۴ التوحید باب المشیئۃ والارادۃ ص۱۱۱۳ مسلم الایمان والنذور نسائی النذور ترمذی النذور مسند امام احمد ثانی ص۲۲۹۔

## بَابُ الشَّجَاعَةِ فِي الْحَرْبِ وَالْجُبْنِ ص۳۹۵ لڑائی میں بہادری اور بزدلی۔

**حدیث ۱۵۴۹**

اَخْبَرَنِيْ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ بَيْنَمَا هُوَ يَسِيْرُ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ النَّاسُ مَقْفَلَهٗ مِنْ حُنَيْنٍ

ساتھ چل رہے تھے اور حضور کے ساتھ اور بھی لوگ تھے۔ حنین سے واپسی کے موقع پر کہ دیہاتی حضور سے لپٹ گئے

فَعَلَقَتِ الْاَعْرَابُ يَسْئَلُوْنَهٗ حَتّٰى اضْطَرُّوْهُ اِلٰى شَجَرَةٍ فَخَطِفَتْ رِدَاءَهٗ

وہ حضور سے مانگنے لگے یہاں تک کہ حضور کو ایک درخت کی طرف ڈھکیل دیا اور حضور کی چادر لے لی۔ نبی صلی اللہ

فَوَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعْطُوْنِيْ رِدَائِيْ لَوْ كَانَ لِيْ

تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور فرمایا مجھے میری چادر دو اگر ان درختوں کے برابر میرے پاس اونٹ ہوتے

عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمٌ لَقَسَمْتُهٗ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِيْ بَخِيْلًا وَّلَا كَذُوْبًا وَّلَا جَبَانًا[1]

تو بھی میں تقسیم کر دیتا پھر تم لوگ مجھے نہ بخیل پاؤ گے اور نہ خلاف واقعہ بات کرنے والا اور نہ بزدل۔

## بَابُ مَا يَتَعَوَّذُ مِنَ الْجُبْنِ ص۳۹۶ بزدلی سے پناہ مانگنے کا بیان

**حدیث ۱۵۴۰**

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ سَمِعْتُ عَمْرَ بْنَ مَيْمُوْنٍ الْاَوْدِيَّ

عمرو بن میمون اودی نے کہا کہ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بچوں کو یہ کلمات

قَالَ كَانَ سَعْدٌ يُعَلِّمُ بَنِيْهِ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ كَمَا يُعَلِّمُ الْمُعَلِّمُ الْغِلْمَانَ

سکھاتے تھے جیسے معلم بچوں کو لکھنا سکھاتا ہے اور کہتے تھے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

الْكِتَابَةَ وَيَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُنَّ

علیہ وسلم ان چیزوں سے نماز کے بعد پناہ مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا

دُبُرَ الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُرَدَّ اِلٰى

ہوں بزدلی سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ نکمی عمر تک جیوں اور تیری پناہ

---

[1] جہاد باب ما کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعطی المولفۃ قلوبہم ص۴۴۶۔

اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

مانگتا ہوں دنیا کے فتنہ سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے۔ میں نے مصعب سے

فَحَدَّثْتُ بِهٖ مُصْعَبًا فَصَدَّقَهٗ [۱]

اس کو بیان کیا تو مصعب نے اس کی تصدیق کی۔

**حدیث ۱۵۴۱**

حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ سَمِعْتُ اَبِیْ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ

قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ

علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں عاجزی سے اور سستی سے

مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ

اور بزدلی سے اور بڑھاپے سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں زندگی اور موت کے فتنے

وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ [۲]

سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں عذاب قبر سے۔

## بَابُ مَنْ حَدَّثَ بِمَشَاهِدِهٖ فِی الْحَرْبِ ص۳۹۶ اپنے جنگی کارنامے بیان کرنا

**حدیث ۱۵۴۲**

عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ صَحِبْتُ طَلْحَةَ

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں طلحہ بن عبید اللہ

کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

من یقل عنی مالم اقل فلیتبوأ مقعدہ　　جس نے میری طرف منسوب کرکے ایسی بات کہی جو

---

[۱] دعوات باب التعوذ من عذاب القبر باب التعوذ من البخل ص۹۴۲ الاستعاذۃ من ارذل العمر ص۹۴۳ باب التعوذ من فتنۃ الدنیا ص۹۴۵ ترمذی دعوات نسائی استعاذہ۔

[۲] بخاری ثانی دعوات باب التعوذ من فتنۃ المحیا والممات ص۹۴۲ باب التعوذ من ارذل العمر ص۹۴۳ تفسیر سورہ نحل باب قولہ ومنکم من یرد الی ارذل العمر ص۶۸۳ مسلم دعوات ابوداؤد صلوٰۃ۔ نسائی استعاذہ۔

بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَسَعْدًا وَالْمِقْدَادَ بْنَ الْاَسْوَدِ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ

اور سعد اور مقداد بن اسود اور عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ رہا

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ فَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا مِّنْهُمْ يُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

ان میں کسی کو میں نے نہیں سنا کہ لڑائی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق کچھ بیان

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنِّيْ سَمِعْتُ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ عَنْ يَّوْمِ اُحُدٍ ۔

کریں۔ ہاں میں نے طلحہ کو سنا کہ وہ غزوۂ احد کے حالات بیان کرتے تھے۔

بَابُ وُجُوْبِ النَّفِيْرِ وَمَا يَجِبُ مِنَ الْجِهَادِ وَالنِّيَّةِ وَقَوْلِهٖ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا

جہاد کے لئے نکلنا اور نیک نیت رکھنا واجب ہے اور اللہ عزوجل کے ارشاد کا بیان کوچ کرو

وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے اور اللہ کی راہ میں لڑو اپنے مال اور جان سے یہ تمہارے لئے بہتر ہے

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ

اگر جانو۔ اگر کوئی قریب مال یا متوسط سفر ہوتا تو ضرور تمہارے ساتھ جاتے مگر ان پر مشقت کا راستہ

من النار۔ میں نے بیان نہیں فرمائی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

اسی بنا پر حضرت عمر نے فرمایا اقلوا الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانا شریکم حدیثیں کم بیان کرو اور میں تمہارا شریک ہوں۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت وصیانت میں ان حضرات نے جو کارنامے انجام دیے یہ لوگ میرے سامنے بیان نہیں کرتے تھے ہاں حضرت طلحہ نے غزوۂ احد کے موقعہ پر جو جان نثاریاں کی تھیں وہ ان کو بیان کرتے تھے تاکہ سننے والوں کو رغبت ہو۔ غزوۂ احد کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہونے والے حملوں کو حضرت طلحہ نے اپنے ہاتھوں پر روکا جس کی وجہ سے ان کا ایک ہاتھ شل ہو گیا تھا۔ یہ بھی حضرت سائب بن یزید اپنے علم و دانش کی بات کر رہے ہیں ورنہ دوسرے حضرات نے بھی اپنے کارنامے بیان کئے ہیں جیسا کہ اسی بخاری میں مغازی میں ہے کہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

سے ثانی مغازی باب اذ ھمت طائفتان منکم ان تفشلا ص ۵۸۱

وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ ۔۔۔ اِلٰى قَوْلِهٖ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ توبہ (۴۱)، (۴۲) 178

دور پڑ گیا اور اب اللہ کی قسم کھائیں گے اگر ہم سے بن پڑتا تو ضرور تمہارے ساتھ چلتے اور اپنی

وَقَوْلِهٖ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ

جانوں کو ہلاک کرتے ۔ اور اللہ جانتا ہے کہ وہ بیشک ضرور جھوٹے ہیں ۔ اے ایمان والو تمہیں کیا ہوا جب تم سے

اِلَى الْاَرْضِ ۔ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۔ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

کہا جائے کہ خدا کی راہ میں کوچ کرو تو خوف کے مارے زمین پر بیٹھ جاتے ہو کیا تم نے دنیا کی زندگی آخرت کے

فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ توبہ (۳۸) وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ (سواایا متفرقین)

بدلے پسند کر لی اور جیتی دنیا کا اسباب آخرت کے سامنے نہیں مگر تھوڑا ۔۔۔ اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت

وَيُقَالُ وَاحِدُ الثُّبَاتِ ثُبَةٌ ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ فانفروا ثبات سے مراد متفرق سریے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ثبات کا واحد ثبۃ ہے یعنی گروہ ۔

فرمایا کہ اے سعد تم پر میرے ماں باپ فدا ۔

**توضیح** قولہ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا ۔ جب جہاد کا حکم ہوا تو کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ ہم میں کچھ لوگ بھاری بدن کے ہیں کچھ ضرورتمند ہیں کچھ زمین والے ہیں کچھ کاروباری ہیں سب جہاد میں کیسے جا سکتے ہیں حضرت مقداد بہت تنومند اور موٹے تھے ۔ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنی معذوری بیان کر کے جہاد میں شرکت سے معافی چاہی ۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ۔

یہ غزوۂ تبوک کا موقعہ تھا چونکہ مقابلہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت قیصر روم سے تھا اس پر نفیر عام کا حکم تھا کہ ہر شخص اس میں شریک ہو کسی کو بھی اس کی اجازت نہیں تھی کہ وہ گھر بیٹھ رہے فرمایا گیا ۔ انفروا خفافا وثقالا ۔ تم ہلکے بدن کے ہو یا بھاری بدن کے تنگ دست ہو یا فارغ البال ، جوان ہو یا ادھیڑ عمر کے ، مالدار ہو یا فقیر تمہارے پاس سواری ہو یا نہ ہو ، ہتھیار تمہارے پاس کم ہوں یا زیادہ ۔ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ۔ بہر حال سب کو اس غزوہ میں شریک ہونا ہے ۔ سدی نے کہا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں پر بہت شاق گزرا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ فرما دیا اور یہ آیت نازل فرمائی ۔

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (توبہ ۹۱)

کمزوروں اور بیماروں اور جو لوگ خرچ کرنے کیلئے کچھ نہیں پاتے ان پر کوئی حرج نہیں جب اللہ اور اسکے رسول کیلئے خیر خواہ ہوں ۔

78 بَابُ الْكَافِرِ يَقْتُلُ الْمُسْلِمَ ثُمَّ يُسْلِمُ فَيُسَدِّدُ بَعْدُ وَيُقْتَلُ ص ۳۹۶

کافر مسلمان کو قتل کرے پھر اسلام لائے اور ٹھیک ٹھاک رہے۔ اس کے بعد قتل کر دیا جائے۔

**حدیث ۱۵۴۳**

عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَضْحَكُ اللّٰهُ اِلٰی رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ اَحَدُهُمَا

کہ اللہ عزوجل دو شخصوں کو دیکھ کر اپنی شان کے مطابق ہنستا ہے۔ ان میں سے ایک نے

الْاٰخَرَ يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُ هٰذَا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلُ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰی

دوسرے کو قتل کیا اور دونوں جنت میں داخل ہو گئے۔ ان میں سے ایک اللہ کی راہ میں لڑے اور

الْقَاتِلِ فَيُسْتَشْهَدُ [۱]

شہید کر دیا جائے پھر اللہ قاتل کو توبہ کی توفیق دے (کہ وہ مسلمان ہو جائے) پھر شہید کر دیا جائے۔

**حدیث ۱۵۴۴**

اَخْبَرَنِیْ عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِخَيْبَرَ بَعْدَ مَا افْتَتَحُوْهَا

کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور خیبر میں تھے مسلمان خیبر فتح کر چکے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بھی

**تشریحات ۱۵۴۴، ۳**

یضحک اللہ۔ ہنسی کسی پر اس وقت طاری ہوتی ہے جب وہ خوشی سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کی اسناد اللہ عزوجل کی جانب جائز نہیں۔ یہاں اس کا لازمی معنی مراد ہے یعنی رضا۔

**بعض بنی سعید بن العاص**

اس سے مراد حضرت ابان بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ انھوں نے غزوۂ احد میں ابن قوقل کو شہید کیا تھا۔ یہ انصاری بزرگ تھے۔ ان کا نام نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن اصرم ہے۔ حضرت ابان حدیبیہ اور خیبر کے درمیان اسلام سے مشرف ہوئے تھے۔ بہت مشہور مجاہد صحابی ہیں۔ شام کی فتوحات میں انھوں نے بہت نمایاں کارنامے انجام دیئے ہیں۔ یرموک یا

[۱] نسائی جہاد۔ نعوت۔

فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْهِمْ لِيْ فَقَالَ بَعْضُ بَنِيْ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ لَا تُسْهِمْ

حصہ دیجئے تو بنی سعید بن عاص کے ایک شخص نے کہا۔ اس کو حصہ نہ دیں یا رسول اللہ! تو ابو ہریرہ

لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ فَقَالَ ابْنُ سَعِيْدِ بْنِ

نے کہا۔ یہ ابن قوقل کا قاتل ہے۔ سعید بن عاص کے بیٹے نے کہا۔ اس جانور پر تعجب ہے۔ جو ضان پہاڑی کی چوٹی

الْعَاصِ وَاعَجَبًا لِوَبْرٍ تَدَلّٰى عَلَيْنَا مِنْ قُدُوْمِ ضَأْنٍ يَنْعٰى عَلَيَّ قَتْلَ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ

سے اترا ہے۔ اور مجھے ایک مسلمان کے قتل کرنیکا طعن دیتا ہے حالانکہ اللہ نے اسے میرے ہاتھ شہادت سے سرفراز

اَكْرَمَهٗ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيَّ وَلَمْ يُهِنِّيْ عَلٰى يَدَيْهِ قَالَ فَلَا اَدْرِيْ اَسْهَمَ لَهٗ اَوْ لَمْ يُسْهِمْ لَهٗ [1]

فرمایا اور اس کے ہاتھوں مجھے ذلیل نہیں فرمایا۔ عنبسہ نے کہا میں نہیں جانتا کہ حضرت ابو ہریرہ کو حضور نے حصہ دیا یا نہیں۔

## بَابُ مَنِ اخْتَارَ الْغَزْوَ وَعَلَى الصَّوْمِ ص۳۹۰

جس نے روزے پر غزوے کو ترجیح دی۔

**حدیث ۱۵۴۵**

حَدَّثَنَا ثَابِتُ نِ الْبُنَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَّضِيَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ لَا يَصُوْمُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

زمانے میں جہاد کی وجہ سے ابو طلحہ روزہ نہیں رکھتے تھے۔ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال

اجنادین یا مرج الصفر میں شہید ہوئے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سریہ کے ساتھ حضرت ابان کو نجد کی طرف بھیجا تھا۔ یہ لوگ خیبر کی فتح کے بعد خیبر ہی میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابان کو دیکھ کر حضرت ابو ہریرہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ انھیں مال غنیمت سے حصہ نہ دیں۔ یہ ابن قوقل کا قاتل ہے اس پر حضرت ابان نے وہ کہا جیسا کہ مغازی میں ہے۔ ابو داؤد میں ہے کہ حضرت ابان نے حصہ طلب کیا تو حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ ان کو حصہ نہ دیں۔ سب روایتوں پر نظر رکھنے کے بعد سب میں تطبیق یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے بھی حصہ طلب کیا ہوگا۔ اور حضرت ابان نے بھی، غالباً پہلے حضرت ابان نے طلب کیا، حضرت ابو ہریرہ نے عرض کیا کہ انکو حصہ نہ دیا جائے۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے حصہ طلب کیا ہوگا تو حضرت ابان نے کہا ہوگا کہ ان کو حصہ نہ دیا جائے۔ انھوں نے جہاد ہی کہاں کیا ہے کہ مال غنیمت

[1] ثانی مغازی باب غزوۃ خیبر ص۶۰۵

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَجْلِ الْغَزْوِ فَلَمَّا قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ اَرَهُ

ہوگیا تو یوم فطر اور اضحیٰ کے علاوہ میں نے ان کو روزہ چھوڑتے ہوئے

يُفْطِرُ اِلَّا يَوْمَ فِطْرٍ اَوْ اَضْحٰى۔

کبھی نہیں دیکھا۔

بَابُ الشَّهَادَةِ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ ص ۳۹۷ راہ خدا میں مارے جانے کے علاوہ سات قسم کی شہادت اور ہے۔

**حدیث ۱۵۴۶**

عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الطَّاعُوْنُ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ ؎

طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔

کے مستحق ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**فلا ادری اسهم لہ؟** لیکن مغازی میں مذکور ہے کہ فلم یقسم لهم۔ کہ انھیں حصہ نہیں دیا۔

**تشریح ۱۵۴۵** مراد یہ ہے کہ رمضان کے علاوہ نفل روزے نہیں رکھتے تھے تاکہ قوت باقی رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب اسلام پورے عرب میں پھیل گیا اور مجاہدین کی کثرت ہوگئی تو وہ مسلسل روزہ رکھتے تھے۔ حدیث میں صرف یوم فطر اور یوم اضحیٰ کا استثناء ہے حالانکہ ایام تشریق کے بھی روزے رکھنا منع ہے۔ اَقُوْلُ۔ ایام تشریق کے روزوں کی ممانعت مختلف فیہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہی رہا ہو کہ ایام تشریق میں روزہ رکھنا منع نہیں۔

**تشریحات ۱۵۴۶** حضرت امام بخاری نے پہلے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ کی یہ حدیث ذکر فرمائی کہ شہداء پانچ ہیں۔ مطعون، ڈوب کر مرنے والا۔ دب کر مرنے والا۔ راہ خدا میں شہید۔ مبطون۔ کتاب الجنائز میں اس پر مفصل بحث گزر چکی ہے کہ پانچ ہی میں حصر نہیں۔

**مطابقت** باب یہ ہے کہ راہ خدا میں مارے جانے والے کے علاوہ شہداء سات ہیں باب کے ضمن میں جو حدیثیں ذکر کیں ان میں صرف چار مذکور ہیں۔ غالباً امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ شہادت راہ خدا میں قتل ہی میں منحصر نہیں۔ بلکہ اس کے علاوہ اور مزید بھی ہیں۔ جیسا کہ بعض حدیثوں میں سات مزید مذکور ہے۔ جیسا کہ امام مالک نے مؤطا میں ان چار کے علاوہ۔ نمونیہ کی بیماری میں مرنے والا۔ جل کر مرنے والا۔ جو عورت بچے کی پیدائش میں مرے۔

؎ ثانی الطب باب ما یذکر فی الطاعون ص ۸۵۳ مسلم جہاد ؎ جنائز باب النہی عن البکاء علی المیت ص ۸۵

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر۔ وہ مسلمان کہ بے عذر جہاد میں بیٹھ رہیں اور جو راہ خدا میں اپنے مالوں

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ (الی قولہ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا) النساء (۹۵)

اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں، برابر نہیں۔ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بیٹھنے والوں سے اللہ نے بڑا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور جہاد کرنیوالوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے۔

**حدیث ۱۵۴۷**

عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے۔ آیہ کریمہ لا یستوی القاعدون من

لَمَّا نَزَلَتْ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

المومنین جب نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید کو بلایا وہ شانہ لیکر آئے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا فَجَاءَ بِكَتِفٍ فَكَتَبَهَا۔ شَكَى ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ ضَرَارَتَهُ فَنَزَلَتْ

اور اسے لکھا۔ اور ابن ام مکتوم نے اپنی آنکھوں کی سفیدی کی شکایت کی تو یہ آیت نازل ہوئی

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ۔

لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر۔

**حدیث ۱۵۴۸**

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ نِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ

حضرت سہل بن سعد ساعدی نے کہا میں نے مروان بن حکم کو مسجد میں بیٹھے ہوئے

رَأَيْتُ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ فَأَقْبَلْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ إِلٰى جَنْبِهٖ

دیکھا میں اس کے پہلو میں جا کر بیٹھ گیا تو اس نے ہم کو خبر دی کہ زید بن ثابت نے اس کو

فَأَخْبَرَنَا أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے یہ آیت لکھوائی، لا یستوی القاعدون

وَسَلَّمَ أَمْلٰى عَلَيْهِ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ

من المومنین والمجاھدون فی سبیل اللہ۔ حضور لکھوا ہی رہے تھے کہ

---

عہ ثانی تفسیر النساء باب لا یستوی القاعدون من المومنین ص۶۶۱ فضائل القرآن باب کاتب النبی ص۷۴۶ مسلم جہاد۔

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَجَاءَہُ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ وَھُوَ یُمْلِّھَا عَلَیَّ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

ابن ام مکتوم آئے اور یہ عرض کیا۔ یارسول اللہ اگر میں جہاد کی استطاعت رکھتا تو جہاد کرتا

لَوْ اَسْتَطِیْعُ الْجِھَادَ لَجَاھَدْتُ وَکَانَ رَجُلًا اَعْمٰی فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ

اور وہ نابینا تھے تو اللہ عزوجل نے اپنے رسول پر اتارا " غیر اولی الضرر "

وَفَخِذُہٗ عَلٰی فَخِذِیْ فَثَقُلَتْ عَلَیَّ حَتّٰی خِفْتُ اَنْ تَرُضَّ فَخِذِیْ ثُمَّ سُرِّیَ

اور حضور کی ران میری ران پر تھی مجھ پر اتنا بوجھ پڑا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ میری ران

عَنْہُ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ [1]

ٹوٹ نہ جائے پھر حضور سے نزول وحی کی کیفیت ختم ہوگئی۔

## بَابُ التَّحْرِیْضِ عَلَی الْقِتَالِ وَقَوْلِ اللّٰہِ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ (انفال ۶۵)

جہاد کیلئے ابھارنا اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر (اے غیب کی خبریں دینے والے) مسلمانوں کو جہاد پر ابھار دو

**حدیث ۱۵۴۹**

عَنْ حُمَیْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا یَقُوْلُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خندق کی

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْخَنْدَقِ فَاِذَا الْمُھَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ یَحْفِرُوْنَ

جانب تشریف لے گئے تو ملاحظہ فرمایا کہ مہاجرین وانصار صبح کے وقت جاڑے میں

**تشریحات ۱۵۴۷، ۸**

یعنی پہلے صرف آیت کریمہ کا یہ حصہ نازل ہوا تھا۔ لایستوی القاعدون من المومنین والمجاھدون فی سبیل اللہ۔ جب حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نے یہ عرض کیا کہ اگر مجھے جہاد کی استطاعت ہوتی تو میں جہاد کرتا تو قاعدون کے بعد غیر اولی الضرر کا اضافہ ہوا اس حدیث کی سند میں خاص بات یہ ہے کہ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی، مروان سے روایت کرتے ہیں جو تابعی ہے۔

**تشریحات ۱۵۴۹**

یہ حدیث مختلف ابواب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑے سے تغیر وتبدل اور

[1] ثنائی تفسیر لایستوی القاعدون ص ۶۶

فِیْ غَدَاۃٍ بَارِدَۃٍ وَّلَمْ یَکُنْ لَّھُمْ عَبِیْدٌ یَّعْمَلُوْنَ ذٰلِکَ لَھُمْ فَلَمَّا رَاٰی مَا بِھِمْ

خندق کھود رہے ہیں اور ان کے پاس غلام نہیں تھے جو ان کا کام کرتے جب حضور نے انہیں

مِنَ النَّصَبِ وَالْجُوْعِ قَالَ اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ ۔ فَاغْفِرِ

تکان اور بھوک کا اثر دیکھا تو فرمایا۔ بیشک اے اللہ اچھی زندگی آخرت کی زندگی ہے

لِلْاَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرَۃِ ۔۔۔ فَقَالُوْا مُجِیْبِیْنَ لَہٗ شعر

انصار و مہاجرین کو بخش دے۔ تو ان لوگوں نے جواب میں عرض کیا۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا ۔ عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا [۱]

ہم وہ لوگ ہیں جنھوں نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جہاد پر بیعت کی ہمیشہ ہمیش کیلئے جب تک جیئیں۔

الفاظ کے اختلاف کے ساتھ روایت کیا ہے۔ کسی میں یہ ہے کہ پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی حوصلہ افزائی کے لئے فرمایا۔ اللّٰھم لاعیش الاعیش الاٰخرۃ اور صحابہ کرام نے وہ جواب دیا اور کسی میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر صحابہ کرام نے پہلے یہ عرض کیا۔ نحن الذین بایعوا محمدا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ ارشاد فرمایا۔ کسی میں فاغفر کے بجائے فاکرم ہے۔ اور کسی میں اَصْلِحْ ہے۔ کسی میں لاعیش کی جگہ لاخیر الاخیر الاٰخرۃ ہے۔ مغازی میں یہ زائد ہے کہ تنگ دستی کا عالم یہ تھا کہ ایک لپ جَو لایا جاتا جسے بودار سالن میں پکایا جاتا تو لوگ اسی کو کھاتے حلق سے اترتا نہیں مگر بھوک کی شدت کی وجہ سے لوگ اسے کسی نہ کسی طرح نگلتے۔ حدیث میں اھالۃ۔ آیا ہے۔ اس سے مراد کوئی بھی تر چیز جس کے ساتھ روٹی کھائی جائے۔ خواہ وہ روغن زیتون ہو یا گھی یا چربی یا کچھ اور۔

**مطابقت باب** اس حدیث میں صراحۃً اگرچہ صرف ترغیب ہے لیکن حقیقت میں ترغیب کے ساتھ ساتھ تحریض بھی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہاں تشریف لے جانا اور وہ ایمان افروز شعر پڑھنا کتنی بڑی تحریض ہے یہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔

**تشریحات** غزوۂ خندق شوال ۵ھ میں واقع ہوا تھا۔ قریش نے عرب کے مختلف قبائل

۵۰
۱۵

[۱] باب حفر الخندق ص۳۹۸ البیعۃ فی الحرب ص۴۱۵ مناقب الانصار باب دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۵۲۵ مغازی باب غزوۃ الخندق ص۵۸۸ رقاق باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاعیش الاعیش الاٰخرۃ ص۹۴۹ کتاب الاحکام باب کیف یبایع الامام الناس ص۱۰۶۹ نسائی مناقب، رقاق

## بَابُ حَفْرِ الْخَنْدَقِ ص۳۹۸ خندق کھودنا

**حدیث ۱۵۵۰**

عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ رَاَیْتُ

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْاَحْزَابِ یَنْقُلُ التُّرَابَ وَقَدْ

احزاب دیکھا کہ مٹی ڈھوتے تھے اور دھول نے حضور کے شکم پاک کی سفیدی کو ڈھک لیا تھا۔ اور حضور

وَارَی التُّرَابُ بَیَاضَ بَطْنِہٖ وَھُوَ یَقُوْلُ۔ لَوْلَا اَنْتَ مَا اھْتَدَیْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا

فرماتے تھے (اے اللہ) اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔ ہم پر

وَلَا صَلَّیْنَا۔ فَاَنْزِلَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا۔ وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَیْنَا۔ اِنَّ

سکینہ نازل فرما۔ اگر دشمنوں سے مڈبھیڑ ہو جائے تو قدم کو ثابت رکھ۔ ان لوگوں نے ہم پر زیادتی

الْاُوْلٰی قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا۔ اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَۃً اَبَیْنَا ؎

کی ہے وہ جب ہم کو فتنے میں ڈالنا چاہتے ہیں تو ہم اس سے انکار کر دیتے ہیں۔

مثلاً بنی غطفان وغیرہ اور مدینہ طیبہ کے بنی قریظہ کے ساتھ مدینہ پر اس نیت سے حملہ کرنے کا ارادہ کیا کہ اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زندہ نہ چھوڑیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے سے مدینے کا جو رخ خالی تھا ادھر خندق کھودنے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام کے ساتھ خود بھی خندق کھودتے تھے۔ چوبیس دن تک مدینہ طیبہ کا شدید محاصرہ رہا۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کو بہت شدت اٹھانی پڑی۔ خود قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ۔ سختی کی شدت کی وجہ سے دل حلق تک آگئے۔ لیکن خود محاربین میں بد دلی پیدا ہوئی اللہ پھوٹ پڑ گئی پھر سخت آندھی آئی وہ بھی ایسی آندھی کہ قریش کے کیمپ میں چولھے الٹ گئے خیمے اکھڑ گئے۔ گھوڑے رسیاں توڑا توڑا کر بھاگے۔ لیکن مجاہدین اسلام کے کیمپ میں چراغ جلتے رہے۔ اس سے گھبرا کر محاصرین لوٹ گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ملی۔ تو ارشاد فرمایا۔ الآن نغزوھم ولا یغزوننا

---

؎ اس سے متصل پہلے۔ باب الرجز فی الحرب ص۴۲۵ ثانی مغازی باب غزوۃ الخندق ص۵۸۹ قدیم باب قولہ وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ ص۹۷۹ تمنی باب قول الرجل لولا اللہ ما اھتدینا ص۱۰۷۴۔ مسلم مغازی۔ نسائی سیر۔

## بَابُ مَنْ حَبَسَهُ الْعُذْرُ عَنِ الْغَزْوِ ص۳۹۸ جسے عذر نے غزوے سے روک دیا

**حدیث ۱۵۵۱**

حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ قَالَ رَجَعْنَا عَنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے حدیث بیان کی کہ ہم غزوہ تبوک سے نبی صلی اللہ

مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ لوٹ رہے تھے۔ دوسری سند کے ساتھ یوں ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ غَزَاةٍ فَقَالَ اِنَّ اَقْوَامًا

ایک غزوہ میں تھے تو فرمایا کچھ لوگ مدینے میں ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں ہم جس گھاٹی یا نالے میں چلے

بِالْمَدِيْنَةِ خَلْفَنَا مَا سَلَكْنَا شِعْبًا وَّلَا وَادِيًا اِلَّا وَهُمْ مَعَنَا فِيْهِ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ

وہ ہمارے ساتھ تھے ان کو عذر نے روک لیا تھا۔

## بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ص۳۹۸ راہ خدا میں روزے کی فضیلت

**حدیث ۱۵۵۲**

اَخْبَرَنِيْ يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ وَسُهَيْلُ بْنُ اَبِيْ صَالِحٍ اَنَّهُمَا سَمِعَا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ

النُّعْمَانَ بْنَ اَبِيْ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے ایک دن راہِ خدا میں روزہ رکھا

**تشریحات ۱۵۵۱**

علینا۔ اب ہم ان پر چڑھ کر جائیں گے وہ ہم پر کبھی چڑھائی نہ کرسکیں گے اور یہی ہوا۔
یہ اشعار جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھے تھے۔ لولا انت ما اهتدينا۔ حقیقت میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار ہیں۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔
مراد یہ ہے کہ یہ لوگ خلوص دل سے غزوہ میں شریک ہونا چاہتے تھے مگر بیماری یا سفر کی قدرت نہ ہونے کی وجہ سے شریک نہیں ہوسکے جس پر انھیں افسوس بھی رہا۔
یہ لوگ ثواب میں ہمارے شریک ہیں جیسا کہ حدیث مشہور میں فرمایا۔ لکل امرئ ما نوی۔ ہر شخص کیلئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔

---

ع ثانی مغازی باب ص۶۳۷

سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ صَامَ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ
تو اللہ اس کو جہنم سے ستر سال کی دوری پر رکھے گا۔
بَعَّدَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا ؎

## بَابُ فَضْلِ النَّفَقَۃِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ص۳۹۸ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی فضیلت

**حدیث ۱۵۵۳**

عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
ابو سلمہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی
عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَیْنِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ فرمایا کہ جو شخص ایک جوڑا اللہ کے راستہ

**تشریحات ۱۵۵۲**

ستر سال کا ذکر بطور مبالغہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ اسے جہنم کے قریب بھی نہیں لے جائے گا بہت دور رکھے گا اور معنی حقیقی بھی مراد ہو تو بھی کوئی بعید نہیں۔ وجہ سے ذات مراد ہے اور اس کا بھی احتمال ہے کہ معنی حقیقی مراد ہو جب چہرہ جہنم سے دور ہوگا تو اسے لازم کہ بقیہ جسم بھی دور ہو۔ سبیل اللہ سے مراد جہاد بھی ہو سکتا ہے اور ہر وہ سفر جو اللہ کے لئے کیا جائے۔ مثلاً علم دین کی طلب۔

ہم نے سبعین کے بارے میں کہا کہ اس کا ذکر بطور مبالغہ ہے۔ مراد بہت زیادہ دوری ہے اس لئے کہ نسائی کی حدیث میں جو حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اور طبرانی کی حدیث میں جو حضرت عمرو بن عنبسہ اور عبداللہ بن سفیان سے مروی ہے، مأۃ عام ہے۔ اور ابن عدی نے کامل میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حدیث روایت کی ہے اس میں خمس مائۃ عام ہے۔ اور ترمذی میں حضرت ابوامامہ کی حدیث میں ہے۔ کما بین السماء والارض بعض میں یہ ہے کہ تیز رفتار گھوڑے کی چال سے سو سال کی دوری بعض میں یہ ہے کہ اتنی دوری فرمادے گا کہ کوا بچپنے سے اڑے یہاں تک کہ مرجائے۔ ان سب میں تطبیق کی صورت یہی ہے کہ بہت زیادہ دوری مراد لی جائے۔

ظاہر یہی ہے کہ اس سے مراد نفل روزہ ہے اور بعض روایتوں میں فرض روزوں کا بھی ذکر ہے اس تقدیر پر سبیل اللہ سے کسی بھی خیر کی طلب میں سفر کی حالت مراد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**تشریحات ۱۵۵۳**

فُلُ۔ خطابی نے کہا کہ فلاں کی ترخیم ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ اگر ترخیم ہوتی تو اے فلاہوتی

؎ مسلم زکوۃ ترمذی جہاد۔ نسائی ابن ماجہ صوم۔

دَعَاهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ كُلُّ خَزَنَةِ بَابٍ اَیْ فُلُ هَلُمَّ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ

میں خرچ کرے گا اسے جنت کے ہر دروازہ کے خازن بلائیں گے۔ اے فلاں ادھر آ۔ حضرت ابوبکر

ذَاكَ الَّذِیْ لَا تَوٰی عَلَیْهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اسے کوئی پریشانی نہ ہوگی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ ۔ع

میں امید کرتا ہوں کہ تم ان میں سے ہوگے۔

## بَابُ مَنْ جَهَّزَ غَازِیًا اَوْ خَلَفَهٗ بِخَیْرٍ۔ ص ۳۹۸

جس نے کسی غازی کو سامان دیا یا اس کے بعد اس کے اہل وعیال کی خبرگیری کی

**حدیث ۱۵۵۴**

حَدَّثَنِیْ زَیْدُ بْنُ خَالِدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَهَّزَ غَازِیًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا ۔ع وَمَنْ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے راہِ خدا میں جہاد کرنے کے لئے سامان مہیا کیا بلاشبہ اس نے جہاد کیا اور

خَلَفَ غَازِیًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِخَیْرٍ فَقَدْ غَزَا ۔ع

جس نے راہ خدا میں جہاد کرنے والے کے اہل وعیال کی خیر کے ساتھ خبرگیری کی اس نے جہاد کیا۔

**حدیث ۱۵۵۵**

عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ

تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَكُنْ یَدْخُلُ بَیْتًا

میں کسی کے گھر نہیں تشریف لے جاتے تھے۔ سوائے ام سلیم کے گھر کے یا اپنی ازواج کے۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ اصل میں فلان تھا۔ الف اور نون کو بغیر ترخیم کے حذف کر دیا گیا۔ سیبویہ نے کہا کہ صیغہ مرتجل ہے ندا کے لئے اسے لام کے ضمہ اور سکون دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ فتحہ بھی

ع مسلم زکوۃ ع مسلم ترمذی ابوداؤد، نسائی۔

بِالْمَدِيْنَةِ غَيْرَ بَيْتِ اُمِّ سُلَيْمٍ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهٖ فَقِيْلَ لَهٗ فَقَالَ اِنِّيْ اَرْحَمُهَا

اس بارے میں حضور سے پوچھا گیا۔ تو فرمایا۔ میں اس پر مہربانی کرتا ہوں۔ اس کا بھائی

قُتِلَ اَخُوْهَا مَعِيَ ۔ے

میرے ساتھ شہید کیا گیا۔

بَابُ التَّخَنُّطِ عِنْدَ الْقِتَالِ ص۳۹۹ لڑائی کے وقت خوشبو لگانا

حدیث ۱۵۵۶ عَنْ مُوْسَى بْنِ اَنَسٍ قَالَ وَذَكَرَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ قَالَ اَتٰى اَنَسٌ

موسیٰ بن انس نے یوم یمامہ کا تذکرہ کیا۔ کہا۔ کہ حضرت انس

ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ وَقَدْ حُسِرَ عَنْ فَخِذَيْهِ وَهُوَ يَتَحَنَّطُ فَقَالَ يَا عَمِّ مَا يَحْبِسُكَ

حضرت ثابت بن قیس کے پاس آئے اور وہ اپنی رانوں کو کھولے ہوئے خوشبو مل رہے

اَنْ لَّا تَجِيْءَ قَالَ الْاٰنَ يَا ابْنَ اَخِيْ وَجَعَلَ يَتَحَنَّطُ يَعْنِيْ مِنَ الْحَنُوْطِ ثُمَّ جَاءَ

تھے۔ حضرت انس نے ان سے کہا اے چچا آپ کو کس چیز نے روکدیا کہ ہمارے ساتھ جہاد میں

مروی ہے۔ كُلُّ خَزَنَةِ بَابٍ۔ یہاں ترکیب میں قلب ہے۔ اصل میں تھا خزنة كل باب، یہ حدیث کتاب الصوم میں گزر چکی ہے۔

تشریحات ۱۵۵۵ ابھی حدیث گزری کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام حرام بنت ملحان کے گھر بھی جایا کرتے تھے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ کثرت سے نہیں جاتے تھے۔ ام سلیم کے بھائی حرام بن ملحان بئر معونہ میں شہید ہوئے تھے۔ جیسا کہ ابھی گزرا۔ اس تقدیر پر معی سے مراد میرا شکر ہے۔ یا میری حمایت یا میری طاعت ہے۔

تشریحات ۱۵۵۶ جنگ یمامہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ۱۱ھ کے اواخر اور ۱۲ھ کے شروع میں مسیلمہ کذاب اور مسلمانوں کے درمیان ہوئی تھی اس جنگ میں مسیلمہ کذاب کے ساتھی چالیس ہزار تھے۔ مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ انصار کا جھنڈا حضرت زید بن ثابت بن قیس کے ہاتھ میں تھا۔ یہ جنگ بہت سخت اور خونریز ہوئی۔ یہاں تک کہ کچھ دیر کے لئے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تھے، پھر حضرت خالد بن ولید کی تدبیر اور شجاعت کی بدولت مسلمانوں نے جم کر مقابلہ کیا۔ مسیلمہ مارا گیا۔ اس کے ساتھیوں کو شکست فاش ہوئی۔ اکیس ہزار

ے مسلم فضائل۔

فَجَلَسَ فَذَكَرَ فِي الْحَدِيثِ اِنْكَشَفْنَا مِنَ النَّاسِ فَقَالَ هٰكَذَا عَنْ وُجُوهِنَا

نہیں گئے۔ فرمایا۔ اے بھتیجے ابھی چلتا ہوں اور خوشبو ملنے لگے۔ پھر آئے اور مجاہدین میں بیٹھے۔ حضرت انس نے

حَتّٰى نُضَارِبَ الْقَوْمَ مَا هٰكَذَا كُنَّا نَفْعَلُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اپنی حدیث میں لوگوں کے منتشر ہونے کا ذکر کیا۔ اور اشارہ کر کے بتایا ایسے اپنے چہروں سے یہاں تک کہ ہم

وَسَلَّمَ بِئْسَ مَا عَوَّدْتُمْ اَقْرَانَكُمْ۔

قوم سے دو بدو لڑتے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایسے نہیں کیا کرتے تھے۔ تم نے اپنے ساتھیوں کو بری بات کا عادی بنا دیا ہے۔

بنو حنیفہ مارے گئے جو مسیلمہ کذاب کے ساتھی تھے۔ مسلمانوں کا بھی کافی نقصان ہوا۔ ساڑھے چار سو صحابہ حفاظ اس جنگ میں شہید ہوئے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عین اس وقت جب کہ مسلمانوں میں کچھ انتشار پیدا ہو گیا تھا سب سے الگ ہو کر اپنے بدن پر خوشبو مل رہے تھے۔ اس کے بعد انھوں نے بڑھ کر دشمن پر حملہ کیا۔ یہاں تک کہ شہید ہوئے۔

**یا عم** حضرت انس نے ان کو چچا اس بنا پر کہا کہ ان سے زیادہ معمر تھے۔ حقیقی چچا نہیں تھے حضرت انس قبیلہ اوس سے تھے۔ اور یہ قبیلہ خزرج سے۔

**یعنی من الحنوط** راوی نے یہ تفسیر اس لئے کر دی تاکہ یہ شبہ نہ ہو کہ یہ حیاطت وغیرہ سے مشتق ہے۔

**ھکذا عن وجوھنا** ہاتھ سے اس طرح اشارہ کرتے کہ لوگو ہمارے سامنے سے ہٹ جاؤ تاکہ میں دشمن سے لڑوں۔

**ما ھذا کنا نفعل** یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ بھی ہوتا ہم اپنی صف سے پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔ ایسا نہیں تھا جیسا تم نے کیا۔ کہ دشمن کی طاقت و قوت دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے۔

**بئس ما عودتم** یعنی پیچھے ہٹ کر تم نے دشمن کو یہ حوصلہ دیا کہ تم پر حملہ کریں۔ یہ عادت اچھی نہیں۔ کچھ بھی ہو میدان جنگ میں پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے۔

**کرامت** ابن سعد، طبرانی، حاکم نے حضرت انس ہی سے یہ روایت کی ہے کہ جنگ یمامہ میں حضرت ثابت بن شماس کفن کے دو سفید کپڑے پہن کر اور خوشبو مل کر آئے۔ اور مسلمانوں کے قدم اکھڑ چکے تھے۔ انھوں نے کہا۔ اے اللہ! مشرکین نے جو کچھ کیا ہے اس سے میں بیزار ہوں اور مسلمانوں نے جو کچھ کیا ہے اس سے میں معذرت خواہ ہوں پھر فرمایا ہمارے اور ان کے درمیان سے تھوڑی دیر کے لئے ہٹ جاؤ۔ پھر آگے بڑھ کر حملہ فرمایا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ ان کے جسم پر بہت عمدہ زرہ تھی۔ جس کو ایک مسلمان نے اتار لیا۔ حضرت ثابت نے ایک شخص کو خواب دکھایا کہ وہ فلاں جگہ کاٹھی کے نیچے ہانڈی میں ہے۔ تلاش کی گئی تو وہ زرہ وہیں ملی انھوں نے خواب میں کچھ وصیت بھی کی تھی جسے لوگوں نے پوری کیا۔

## بَابُ فَضْلِ الطَّلِيْعَةِ ص۳۹۹ جاسوسی کے دستوں کی فضیلت

**حدیث ۱۵۵۷**

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم احزاب

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّاْتِيْنِيْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ يَوْمَ الْاَحْزَابِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا

فرمایا۔ کون قوم کی خبر لائے گا تو زبیر نے کہا۔ میں۔ پھر فرمایا کون قوم کی خبر لائے گا تو زبیر نے

ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّاْتِيْنِيْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

کہا۔ میں۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک ہر نبی کے کچھ مخصوص معاون ہوتے ہیں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ [1]

میرا مخصوص معاون زبیر ہے۔

مسیلمہ کذاب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ رفتہ رفتہ بہت قوت پکڑ گیا تھا۔ مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کی گوشمالی کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسیلمہ کذاب کے استیصال کے لئے بھیجا۔ اور اللہ کی مدد سے مسیلمہ کذاب مارا گیا۔ اور اس کے سب ساتھی یا تو مارے گئے یا مسلمان ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ وہ عظیم کارنامہ ہے جس نے اسلام کی بنیادوں کو مستحکم کر دیا۔

**تشریحات ۱۵۵۷**

اس کے بعد والی حدیث میں ہے ندب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ندب کے معنی کسی اہم کام کے لئے بلانا۔ اس حدیث میں دربار آواز دینے کا ذکر ہے اور روایات میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار پکارا تھا اور ہر بار حضرت زبیر ہی نے جواب دیا اور کوئی نہیں بولا۔ اس حدیث میں قوم سے مراد بنی قریظہ ہیں جیسا کہ نسائی میں ہے۔ کہ جب بنی قریظہ کی شرارتوں کی اطلاع حضور کو ملی تو حضور نے یہ فرمایا اور حضرت زبیر تنہا ان میں گئے اور ان کے احوال کی اطلاع دی۔

**حواری**

یعنی خصوصی معتمد ساتھی معاون۔ یہ تحویر سے بنا ہے جس کے معنی سفید کرنا ہے۔ یہ اصل میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مخلص اصحاب کا لقب ہے۔ یہ لوگ دھوبی تھے۔ ازہری نے کہا

---

[1] باب هل يبعث الطليعة وحده ص۳۹۹ باب السير وحده ص۴۲۰ باب مناقب الزبير ص۵۲۵ ثانی مغازی باب غزوة الخندق ص۵۹۰ اخبار الآحاد باب بعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الزبير وحده ص۱۰۷۸ مسلم فضائل ترمذی مناقب، نسائی مناقب وسیر ابن ماجہ السنۃ۔

## بَابُ الْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ - ص۳۹۹

گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی قیامت تک وابستہ ہے۔

**حدیث ۱۵۵۸**

عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَيْلُ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

فرمایا۔ قیامت تک گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر ہے۔

**حدیث ۱۵۵۹**

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْجَعْدِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

عروہ بن جعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔ؕ

وسلم نے فرمایا۔ قیامت تک گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر وابستہ کر دیا گیا ہے۔

**حدیث ۱۵۶۰**

عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَرَكَةُ فِيْ نَوَاصِي الْخَيْلِ ۔ؕ

فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے۔

کہ حواری انبیاء کرام کے انتہائی مخلص احباب کو کہتے ہیں۔ قتادہ نے کہا کہ حواری کے معنی وزیر کے ہیں حواری کی جب اضافت یائے متکلم کی جانب کی جائے گی تو یا حذف ہو جائے گی۔ اس صورت میں ایک جماعت نے کہا کہ یا کو فتحہ پڑھا جائے گا۔

**تشریحات ۱۵۵۹، ۶۰**

اس کے بعد والے باب میں عروہ بن جعد بارقی کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی وابستہ ہے قیامت تک۔ ثواب اور غنیمت۔ مناقب میں انکی حدیث میں یہ زیادہ ہے کہ میں نے ان کے گھر میں ستر گھوڑے دیکھے۔

**قال سلیمان**

اس کے ذکر سے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ بطریق سلیمان عن شعبہ جو روایت ہے

۱؎ المناقب باب ص۵۱۴ ۲؎ باب الجہاد ماض مع البر والفاجر ص۳۹۹ المناقب باب ص۴۱۵ ۳؎ مسلم مغازی

## بَابُ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ ص۴۰۰

جس نے راہ خدا میں گھوڑے کو رکھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو ۔ انفال (۶۰)

**حدیث ۱۵۶۱**

قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ نِ الْمَقْبُرِيَّ يُحَدِّثُ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا

فرمایا کہ جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے گھوڑا پالا اللہ پر ایمان اور اس کے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِيْمَانًا بِاللّٰهِ وَتَصْدِيْقًا بِوَعْدِهٖ فَاِنَّ شِبَعَهٗ وَرِيَّهٗ وَرَوْثَهٗ

وعدے کو سچا جانتے ہوئے۔ تو اس گھوڑے کا کھانا پینا لید اور پیشاب قیامت کے دن

وَبَوْلَهٗ فِيْ مِيْزَانِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؎

اس کی میزان میں ہوں گے (یعنی حسنات کے)

## بَابُ اِسْمِ الْفَرَسِ وَالْحِمَارِ ص۴۰۰ گھوڑے اور گدھے کا نام۔

**حدیث ۱۵۶۲**

حَدَّثَنَا اُبَيُّ بْنُ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كَانَ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہمارے باغ میں

لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَائِطِنَا فَرَسٌ يُقَالُ لَهُ اللُّحَيْفُ وَقَالَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک گھوڑا تھا جس کا نام لُحَیف تھا اور بعضوں نے کہا۔

اس میں عروہ کے باپ کا نام بجائے الجعد کے ابوالجعد ہے۔ اسی طرح بطریق مسدد عن ھیثم عن حصین، شعبی کی روایت میں ابن ابی الجعد ہے۔

**نواصی** ناصیۃ کی جمع ہے۔ اس کے معنی اس بال کے ہیں جو سر کے اگلے حصہ پر ہوتے ہیں قرآن کریم میں ہے۔

لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ
علق (۱۵) (۱۶)

ہم ضرور اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے۔ کیسی پیشانی، جھوٹی خطاکار۔

؎ نسائی: الخیل۔

بَعْضُهُمُ الْلُّخَيْفُ بِالْخَاءِ -

لخیف تھا - خار کے ساتھ -

**حدیث ۱۵۶۳**

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ مُعَاذٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِمَارٍ يُقَالُ لَهٗ عُفَيْرٌ -

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے ایک گدھے پر سوار تھا جس کا نام عفیر تھا -

بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ شُؤْمِ الْفَرَسِ ص[1] گھوڑے کی نحوست کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا گیا -

**حدیث ۱۵۶۴**

اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا الشُّؤْمُ فِيْ ثَلٰثَةٍ فِي الْفَرَسِ وَالْمَرْاَةِ وَالدَّارِ[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا - نحوست تین چیزوں میں ہے - گھوڑے، عورت اور گھر میں -

**تشریحات ۱۵۶۱، ۲**

ابن مندہ نے ذکر کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تین گھوڑے حضرت سہل کے والد سعد بن سعد کے یہاں تھے - ان میں ایک کا نام لزاز تھا - دوسرے کا نام ظرب اور تیسرے کا نام لخیف تھا - اس میں چار روایتیں ہیں - لُخَیف فعیل کے وزن پر - تصغیر کے ساتھ لُخَیف - لخیف خائے معجمہ کی ساتھ - لُخَیف تصغیر کے ساتھ - بلکہ ابن اثیر نے نہایہ میں خائے معجمہ کی جگہ جیم روایت کیا ہے -

**تشریحات ۱۵۶۴**

عُفَیر، عَفَر کی تصغیر ہے - اس کا مادہ عفرۃ ہے - جس کے معنی وہ سرخی ہے جس میں سفیدی ملی ہوئی ہو - اسے مقوقس والی مصر نے تحفہ میں دیا تھا - حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک اور گدھا تھا جس کا نام یعفور تھا جسے خرودہ بن عمرو نے نذر کیا تھا -

**تشریحات ۱۵۶۴، ۵**

تحقیق یہ ہے کہ نحوست کسی چیز میں نہیں اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث خود بخاری ہی میں کتاب النکاح میں بطریق محمد بن منہال یوں ہے کہ لوگوں نے حضور اقدس

[1] ثانی النکاح باب ما یتقی من شؤم المرأۃ ص۷۶۳ طب باب الطیرۃ ص۸۵۶ باب لاعدوی ص۸۵۹ مسلم طب نسائی عشرۃ النساء -

179

**حدیث ۵۱۵۶** عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِنِ السَّاعِدِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

وَسَلَّمَ قَالَ اِنْ كَانَ فِيْ شَيْءٍ فَفِي الْمَرْاَةِ وَالْفَرَسِ وَالْمَسْكَنِ ؎

علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو عورت اور گھوڑے اور گھر میں ہوتی۔

بَابُ الرُّكُوْبِ عَلٰى دَابَّةٍ صَعْبَةٍ وَالْفُحُوْلَةِ مِنَ الْخَيْلِ ص۴۰۱ شریر جانور اور نر گھوڑے پر سوار ہونا

**ت ۵۵۷** قَالَ رَاشِدُ بْنُ سَعْدٍ كَانَ السَّلَفُ يَسْتَحِبُّوْنَ الْفُحُوْلَةَ لِاَنَّهَا اَجْرٰى

راشد بن سعد نے کہا کہ سلف نر گھوڑے پر سوار ہونے کو پسند کرتے تھے۔ اسلئے

وَاَجْسَرُ۔

کہ تیز رو اور زیادہ جری ہوتا ہے۔

بَابُ سِهَامِ الْفَرَسِ ص۴۰۱ گھوڑے کے حصے کا بیان

**ت ۵۵۸** وَقَالَ مَالِكٌ يُسْهَمُ لِلْخَيْلِ وَالْبَرَاذِيْنِ مِنْهَا لِقَوْلِهٖ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عربی گھوڑے اور ترکی گھوڑے کے لیے حصہ دیا جائے گا اسلئے

وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَلَا يُسْهَمُ لِاَكْثَرَ مِنْ فَرَسٍ۔

کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تاکہ تم گھوڑے خچر گدھے پر سوار ہو (نحل ۸) اور ایک سے زیادہ گھوڑے کا حصہ نہیں دیا جائیگا۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور نحوست کا ذکر کیا تو فرمایا کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو گھوڑے اور عورت اور گھر میں ہوتی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں جو کتاب الطب میں مروی ہے۔ شروع میں یہ زیادہ ہے۔ لا عدوی ولا طیر، مرض کا چھوت چھات اور بدفالی نہیں۔

**تشریح ۵۵۸** مجاہد کے ساتھ سواریاں ہوں تو ان سواریوں کا مزید حصہ ان کو ملے گا یا نہیں۔ اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ گھوڑے کو مزید ایک حصہ ملے گا۔ اس کے علاوہ کچھ لوگوں نے کہا کہ ترکی گھوڑا ہو تو اس کا بھی حصہ ملے گا۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا۔ کہ ترکی گھوڑے کے لئے کوئی حصہ نہیں۔ امام اوزاعی، امام مالک، امام شافعی نے فرمایا۔ کہ خچر گدھے اونٹ کا کوئی حصہ نہیں۔ امام احمد نے فرمایا کہ گھوڑے

؎ تمامی النکاح ما یتقی من شئوم المرأۃ ص۷۶۳۔

## بَابُ مَنْ قَادَ دَابَّةَ غَيْرِهٖ فِي الْحَرْبِ ص۴۰۱ جو لڑائی میں دوسرے کی سواری کو لے کر چلا

**حدیث ۱۵۶۶**

عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اَفَرَرْتُمْ

ابو اسحٰق (سبیعی) سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت براء بن عازب

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَالَ لٰكِنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ کیا غزوۂ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر تم لوگ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفِرَّ اِنَّ هَوَازِنَ كَانُوْا قَوْمًا رُّمَاةً وَاِنَّا

بھاگ گئے تھے۔ انھوں نے کہا۔ ہاں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی جگہ سے ٹلے نہیں

لَمَّا لَقِيْنٰهُمْ حَمَلْنَا عَلَيْهِمْ فَانْهَزَمُوْا فَاَقْبَلَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَى الْغَنَائِمِ وَاسْتَقْبَلُوْنَا

تھے۔ ہوازن تیر انداز قوم تھی ہم ان کا جب آمنا سامنا ہوا۔ تو ہم نے ان پر حملہ کیا اور وہ بھاگ

بِالسِّهَامِ فَاَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَفِرَّ فَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ

گئے۔ مسلمان غنیمت پر ٹوٹ پڑے اور ہوازن نے ہم پر تیر برسانا شروع کیا (اس وقت مسلمان منتشر

وَاِنَّهٗ لَعَلٰى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَاِنَّ اَبَا سُفْيَانَ اٰخِذٌ بِلِجَامِهَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

ہو گئے) لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی جگہ ثابت قدم رہے۔ میں نے اس وقت حضور

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ ۚ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ ۔ ؎

کو دیکھا اور حضور اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور ابو سفیان بن حارث خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔ میں نبی۔ برحق ہوں جھوٹ نہیں۔ میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

---

کے سوار کے لئے تین حصے اور اونٹ سوار کے لئے دو حصے۔ جمہور ائمہ امام مالک اور امام اعظم اور امام شافعی نے فرمایا کہ گھوڑے کے لئے ایک حصہ ہے۔ یعنی گھوڑے کے سوار کو دو حصے ملیں گے۔ ایک اس کا اور ایک اس کے گھوڑے کا لیکن ایک سے زیادہ اگر گھوڑے ہوں تو ان کا مزید حصہ نہیں ملے گا۔ امام اوزاعی امام ثوری امام احمد امام ابو یوسف نے فرمایا کہ دو گھوڑوں کے لئے بھی دو حصے ہیں۔

---

؎ باب بغلة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم البیضاء ص۴۰۲ من صف اصحابہ عند الھزیمۃ ص۴۱۰ من قال خذھا وانا ابن فلان ص۴۲۷ ثانی مغازی باب قول اللہ تعالیٰ ویوم حنین ص۶۱۷ تین طریقے سے مسلم۔

## بَابُ نَاقَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ص۴۰۲ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی کا بیان

ت ۵۵۹

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَرْدَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُسَامَةَ عَلَى الْقَصْوَاءِ

اسامہ کو قصواء پر اپنے پیچھے بٹھایا۔

حدیث ۱۵۶۷

عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک اونٹنی تھی

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَةٌ تُسَمّٰى الْعَضْبَاءَ لَا تُسْبَقُ ۔ قَالَ حُمَيْدٌ اَوْ لَا تَكَادُ تُسْبَقُ

جس کا نام عضباء تھا جس سے کوئی اونٹنی آگے نہیں نکلتی۔ راوی حدیث حمید کہتے ہیں۔ آگے بڑھنے کے

**تشریحات ۱۵۶۶**

انبیاء کرام کی یہی شان ہے کہ وہ جہاد میں ثابت قدم رہتے ہیں اور پیچھے قدم نہیں ہٹاتے۔ اسلئے کہ وہ سب سے زیادہ بہادر ہوتے ہیں اور اللہ کے وعدہ پر انھیں مکمل یقین ہوتا ہے۔ شہادت اور اللہ کی لقا کی انھیں سب سے زیادہ آرزو ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ علماء نے لکھا ہے کہ جس نے یہ کہا کہ کوئی نبی جہاد سے بھاگا۔ وہ کافر ہے۔ اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ اس میں نبی کی توہین ہے۔

غزوہ حنین میں بکثرت فتح مکہ کے نومسلم اور بہت سے مولفۃ قلوب مال غنیمت کی لالچ میں شریک ہوگئے تھے۔ جب ہوازن کے تیروں کی باڑھ پڑی تو وہ بھاگ پڑے۔ صحابہ کرام نے یہ دیکھا کہ اس وقت اپنی جگہ کھڑا رہنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اس لئے وقتی طور پر تیروں کی زد سے بچنے کے لئے اپنی جگہ چھوڑ کر تھوڑی دیر کے لئے آڑ میں ہوگئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ رنگ دیکھ کر حضرت عباس سے فرمایا کہ تم مہاجرین، انصار اور بیعت رضوان والوں کو پکارو انھوں نے جب پکارا تو فوراً بلا تاخیر صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گرد جمع ہوگئے اور محاذ سنبھال کر جب دوبارہ حملہ کیا تو ہوازن اور ثقیف کو بھاگتے ہی بنی۔

**تشریحات ۱۵۶۷**

قصواء عضباء جدعاء۔ یہ تینوں ایک ہی اونٹنی کے نام ہیں۔ یا یہ الگ الگ اونٹنیاں تھیں۔ امام واقدی کی رائے یہ ہے کہ یہ تینوں ایک ہی اونٹنی کے نام ہیں۔ یہ وہی اونٹنی ہے جس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت کی تھی جسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فَجَاءَ اَعْرَابِیٌّ عَلٰی قَعُوْدٍ فَسَبَقَهَا فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ حَتّٰی عَرَفَهٗ فَقَالَ

قریب بھی نہیں ہوئی تھی، ایک اعرابی ایک اونٹنی پر سوار ہوکر آیا اور یہ غضبار سے آگے بڑھ گئی: یہ مسلمانوں پر

حَقٌّ عَلَی اللّٰهِ اَنْ لَّا یَرْتَفِعَ شَیْءٌ مِّنَ الدُّنْیَا اِلَّا وَضَعَهٗ [1]

بہت شاق ہوا جسے حضور نے پہچان لیا تو فرمایا اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ دنیا میں جو بھی بلند ہوتا ہے اسے نیچا دکھائے۔

## بَابُ غَزْوِ النِّسَاءِ وَقِتَالِهِنَّ مَعَ الرِّجَالِ ص ۴۰۳ عورتوں کا مردوں کے ساتھ رہ کر جہاد کرنا

**حدیث ۱۵۶۸**

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ یَوْمُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ غزوہ احد میں لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اُحُدٍ اِنْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ رَاَیْتُ عَائِشَةَ

علیہ وسلم کے ارد گرد سے منتشر ہوگئے۔ اور میں نے عائشہ بنت ابو بکر اور ام سلیم کو دیکھا کہ اپنے

بِنْتَ اَبِیْ بَكْرٍ وَّاُمَّ سُلَیْمٍ وَاَنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ اَرٰی خَدَمَ سُوْقِهِمَا تَنْقُزَانِ

دامن سمیٹے ہوئے ہیں۔ میں نے ان کے پازیب کو دیکھا تیزی سے مشکیں بھر کر لاتی ہیں اور

الْقِرَبَ وَقَالَ غَیْرُهٗ تَنْقُلَانِ الْقِرَبَ عَلٰی مُتُوْنِهِمَا ثُمَّ تُفْرِغَانِهٖ فِیْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ ثُمَّ

ابو معمر کے غیر نے کہا۔ اپنی پیٹھوں پر مشکیں ڈھو رہی ہیں اور مجاہدین کو پانی پلا رہی ہیں پھر

تَرْجِعَانِ فَتَمْلَاَنِ اَعْنَاقَهُمَا ثُمَّ تَجِیْئَانِ فَتُفْرِغَانِهٖ فِیْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ [2]

لوٹ کر بھر کر لاتی ہیں اور مجاہدین کو پلاتی ہیں۔

سے خریدا تھا۔ اور کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ جدعا ایک الگ اونٹنی تھی۔ یہ سفید رنگ کی تھی جس میں سیاہی ملی ہوئی تھی۔ نزول وحی کے وقت سوائے اس کے کوئی اونٹنی حضور کا بار نہیں اٹھا سکتی تھی

**تشریحات ۱۵۶۸**

اس حدیث سے نیز دوسری احادیث سے یہ ثابت ہے کہ عہد رسالت میں عورتیں مجاہدین کے ساتھ رہتیں اور ان کی خدمت کرتیں۔ مثلاً پانی پلاتیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی

---

[1] ثانی الرقاق باب التواضع ص ۹۶۲ نسائی جلد دوم الخیل باب السبق ص ۱۲۵ ابو داؤد ثانی الادب باب کراہیۃ الرفعۃ فی الامور ص ۱۸۳ مسند امام احمد بن حنبل ثالث ص ۱۰۳ [2] مناقب باب مناقب ابی طلحہ ص ۵۳۵ ثانی مغازی باب اذ ھمت طائفتان منکم ص ۵۱۸ مسلم مغازی

## بَابُ حَمْلِ النِّسَاءِ الْقِرَبَ فِي الْغَزْوِ ص۴۰۳ غزوہ میں عورتوں کا مشک ڈھونا۔

**حدیث ۱۵۶۹**

قَالَ ثَعْلَبَةُ بْنُ اَبِیْ مَالِكٍ اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَسَمَ مُرُوْطًا

ثعلبہ بن ابی مالک نے کہا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ چادریں مدینے

بَيْنَ نِسَاءٍ مِّنْ نِّسَاءِ الْمَدِيْنَةِ فَبَقِيَ مِرْطٌ جَيِّدٌ فَقَالَ لَهٗ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهٗ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ

کی عورتوں میں تقسیم کیں۔ ایک عمدہ چادر بچ گئی تو حاضرین میں سے ایک نے کہا اے امیر المومنین! یہ رسول اللہ

اَعْطِ هٰذِهِ ابْنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ عِنْدَكَ يُرِيْدُوْنَ

کی ان صاحبزادی کو دیدیجئے جو آپ کی زوجیت میں ہیں۔ ان کی مراد حضرت ام کلثوم بنت علی تھیں۔ تو

اُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِيٍّ فَقَالَ عُمَرُ اُمُّ سَلِيْطٍ اَحَقُّ وَاُمُّ سَلِيْطٍ مِّنْ نِّسَاءِ الْاَنْصَارِ

حضرت عمر نے فرمایا ام سلیط اس کی زیادہ مستحق ہے۔ اور ام سلیط انصار کی ان عورتوں میں سے تھیں جنھوں

مِمَّنْ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ فَاِنَّهَا كَانَتْ

نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ حضرت عمر نے کہا کہ وہ غزوہ احد کے موقعہ پر ہمارے لئے

تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ تَزْفِرُ تَخِيْطُ[1]

مشکیں بھر کر لاتی تھیں۔ ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا تزفر کے معنی یہ ہیں کہ وہ سیتی تھیں۔

دیکھ بھال کرتیں۔ بلکہ بہت سی ایسی شیر دل خواتین بھی تھیں کہ وقت ضرورت دشمن پر حملہ بھی کرتیں جیسا کہ غزوۂ خندق کے موقعہ پر حضرت صفیہ نے ایک یہودی کو مار ڈالا تھا۔

**تشریحات ۱۵۶۹**

حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ہی میں پیدا ہو چکی تھیں۔ حضرت عمر نے ان سے عقد کر لیا تھا۔ ام سلیط کا نام ام قیس بنت عبید بن زیاد بن ثعلبہ تھا۔ بنی مازن کی چشم و چراغ تھیں۔ ان کی شادی ابو سلیط بن حارثہ بن عمرو بن قیس سے ہوئی تھی یہ بنی عدی بن نجار کے فرد تھے۔ ان کو دو اولادیں ہوئیں۔ سلیط اور فاطمہ۔ یہ خیبر اور حنین میں بھی شریک ہوئی تھیں۔

**تزفر تخیط** امام بخاری یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ تزفر کے معنی تخیط ہیں۔ یعنی وہ مشکیں سیتی تھیں۔ مگر شارحین نے

[1] ثانی مغازی باب ذکر ام سلیط ص۵۸۲۔

بَابُ رَدِّ النِّسَاءِ الْجَرْحٰی وَالْقَتْلٰی ص۴۰۳ عورتوں کا زخمیوں اور مقتولین کو منتقل کرنا

**حدیث ۱۵۷۰**

عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ

ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَسْقِي الْقَوْمَ وَنَخْدِمُهُمْ وَنَرُدُّ الْجَرْحٰى وَالْقَتْلٰى

کے ہمراہ جہاد کرتی تھیں۔ قوم کو پانی پلاتی تھیں اور ان کی خدمت کرتی تھیں۔ زخمیوں اور

اِلَى الْمَدِيْنَةِ ؎

شہداء کو مدینہ پہنچاتی تھیں۔

بَابُ نَزْعِ السَّهْمِ مِنَ الْبَدَنِ ص۴۰۴ بدن سے تیر کا نکالنا۔

**حدیث ۱۵۷۱**

عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رُمِيَ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ابو عامر کو ان کے گھٹنے میں تیر لگا میں

اَبُوْ عَامِرٍ فِيْ رُكْبَتِهٖ فَانْتَهَيْتُ اِلَيْهِ فَقَالَ اِنْزِعْ هٰذَا السَّهْمَ فَنَزَعْتُهٗ فَنَزَا مِنْهُ

ان کے پاس آیا۔ تو انھوں نے کہا۔ اس تیر کو نکالو۔ میں نے تیر نکالا۔ تو زخم سے

الْمَاءُ فَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ

پانی بہا۔ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور بتایا تو فرمایا

فرمایا کہ زفر کے معنی سینے کے لغت میں کہیں نہیں ملا۔ تزفر کے معنی تحمل کے ہیں۔ یعنی ڈھونے کے خصوصاً بھرا ہوا مشک اٹھانا۔

**تشریحات ۱۵۷۰** عورت کو یہ جائز نہیں کہ غیر محرم کو ہاتھ لگائے لیکن حالت جنگ میں جب اس کی ضرورت ہو تو اجازت ہے بلکہ علاج کے لئے بقدر ضرورت مطلقاً چھونا اور مرہم پٹی کرنا جائز ہے۔

**تشریحات ۱۵۷۱** حضرت ابو عامر کا نام عبید تھا یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا تھے غزوہ اوطاس کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو درید بن صمہ کے مقابلے پر بھیجا۔ حبشی نے انھیں تیر مارا جو ان کے گھٹنے میں لگا اسی سے ان کی شہادت ہوگئی۔ زخم سے

؎ ثانی الطب باب ہل یداوی الرجل المرأۃ ص۸۴۵ نسائی۔ سیر۔

اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ اَبِیْ عَامِرٍ ۔[1]

اے اللہ عبید ابو عامر کو بخش دے۔

بَابُ الْحِرَاسَةِ فِی الْغَزْوِ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ص۴۰۴ راہ خدا میں جہاد کے موقع پر پہرہ دینا۔

**حدیث ۱۵۷۲**

اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا تَقُوْلُ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهِرَ فَلَمَّا

رات کو جاگا کرتے تھے۔ جب مدینہ تشریف لائے تو فرمایا۔ میرے صحابہ میں کوئی

قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ قَالَ لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا مِّنْ اَصْحَابِیْ يَحْرُسُنِیْ اللَّيْلَةَ اِذْ سَمِعْنَا

نیک شخص کاش آج رات پہرہ دیتا کہ ہم نے ہتھیار کی آواز سنی۔ حضور نے پوچھا

صَوْتَ سِلَاحٍ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ اَنَا سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ جِئْتُ لِاَحْرُسَكَ

کون ہے یہ۔ عرض کیا میں سعد بن ابی وقاص ہوں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ پہرہ دوں

پانی نکلنا اس کی علامت ہوتا ہے کہ زخمی کے بدن سے تمام خون نکل چکا ہے۔ اب یہ بچے گا نہیں۔

**تشریحات ۱۵۷۲**

بخاری کی اس روایت میں تھوڑی سی ترتیب بدلی ہوئی ہے اس روایت سے سمجھ میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لانے سے پہلے راتوں کو جاگتے تھے اور مدینہ طیبہ تشریف لاتے ہی صحابہ کرام نے پہرہ دینا شروع کر دیا تھا۔ حالانکہ ام المومنین کی مراد یہ نہیں وہ یہ بتانا چاہتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو راتوں کو جاگا کرتے تھے ایک رات یہ قصہ پیش آیا جیسا کہ مسلم میں ہے۔ اس لئے بخاری کی یہ روایت یوں ہونا چاہیے۔ لما قدم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المدینۃ سھر لیلۃ۔ نیز اس سے مراد مدینہ میں تشریف آوری کے بالکل ابتدائی ایام نہیں۔ اس لئے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی ۲ھ میں ہوئی تھی۔

اس پر ایک اشکال پیش کیا گیا ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا واللہ یعصمک من الناس۔ اور اللہ آپ کی

---

[1] ثانی مغازی غزوہ اوطاس ص۶۰۹ دعوات باب الوضوء عند الدعاء ص۹۴۴ مسلم فضائل۔ نسائی سیر۔

وَنَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو گئے ۔

**حدیث ۱۵۷۳**

عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ وَالْقَطِيْفَةِ

کرتے ہیں کہ فرمایا ۔ نامراد ہوا دینار اور درہم اور چادر اور کمبل کا غلام اگر اسے دیا جائے

وَالْخَمِيْصَةِ اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ وَاِنْ لَّمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ ۔ لَمْ يَرْفَعْهُ اِسْرَائِيْلُ

تو راضی ہے اور نہ دیا جائے تو راضی نہیں ۔ اسے اسرائیل اور محمد بن جحادہ نے ابو حصین

وَمُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنْ اَبِيْ حُصَيْنٍ وَزَادَ لَنَا عَمْرٌو وَقَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

سے روایت کرتے ہوئے مرفوع نہیں کیا ۔ اور ابو عمرو نے ہمارے لئے زیادہ کیا بطریق

بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن دینار عن ابیہ جو روایت کی اس میں یہ ہے کہ فرمایا ناکام رہا دینار کا

تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَ

غلام اور درہم کا غلام اور کمبل کا غلام اگر اسے دیا جائے تو راضی ہے اور نہ دیا جائے تو ناخوش ۔ یہ نامراد

عَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيْصَةِ اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ وَاِنْ لَّمْ يُعْطَ سَخِطَ تَعِسَ وَانْتَكَسَ

اور سرنگوں ہوا اور اسے جب کانٹا چبھے تو نہ نکلے ۔ بھلائی ہے اس بندہ کے لئے جو اپنے

لوگوں سے حفاظت فرمائے گا ۔ اس کے بعد پہرے کی کیا حاجت تھی ۔ علامہ بدر الدین محمود عینی نے اس کے دو جواب دیئے ہیں ۔ ایک یہ کہ یہ پہرہ دینا آیت کریمہ کے نزول سے پہلے تھا ۔ دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ مراد لوگوں کے فتنے اور شر اور اختلاف سے حفاظت ہے ۔

ے ثانی التمنی باب قول لیت کذا و کذا ص ۱۰۷۴ مسلم فضائل الصحابہ ۔ ابو داؤد جہاد ۔ ترمذی مناقب ۔ مسند امام احمد بن حنبل سادس ص ۱۴۱ ۔

وَاِذَا شِيْكَ فَلَا انْتُقِشَ طُوْبٰى لِعَبْدٍ اٰخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اشْعَثَ
گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے راہ خدا میں ہے اس کے بال الجھے ہوئے ہیں اور اس کے
رَاْسُهٗ مُغْبَرَّةٌ قَدَمَاهُ اِنْ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ وَاِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ
قدم گرد آلود ہیں اگر اسے پہرے پر لگا دیا جائے تو پہرے میں ہے اور اگر فوج کے
كَانَ فِي السَّاقَةِ وَاِنِ اسْتَاْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ وَاِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ فَتَعْسًا
پیچھے رکھا جائے تو پیچھے رہتا ہے۔ اگر کسی سے اس کے گھر اندر آنے کی اجازت مانگے تو
كَاَنَّهٗ يَقُوْلُ فَاَتْعَسَهُمُ اللّٰهُ خَيَّبَهُمُ اللّٰهُ طُوْبٰى فُعْلٰى مِنْ كُلِّ شَيْءٍ طَيِّبٍ وَّهِيَ
اجازت نہ دی جائے اور اگر کسی کی شفارش کرے تو قبول نہ کی جائے تعسا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
يَاءٌ حُوِّلَتْ اِلَى الْوَاوِ وَهِيَ مِنْ يَطِيْبُ ۔

بے اسے نامراد کر دیا۔ طوبیٰ کے معنی سب سے اچھی چیز یہ یطیب سے اسم تفضیل صیغہ مونث فعلی کے وزن پر ہے۔ اس کی یا کو واؤ سے بدل دیا گیا ہے۔

علامہ قرطبی نے یہ جواب دیا کہ وعدہ حفاظت کے منافی پہرہ دینا نہیں جیسے اللہ عزوجل نے فتح و نصرت اور غلبے کا وعدہ فرمایا اور قتال کا بھی حکم دیا۔ جیسے قتال اس وعدے کے منافی نہیں ویسے ہی پہرہ دینا وعدہ حفاظت کے منافی نہیں۔

**تشریحات ۱۵۷۳** عبدالدینار۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دینار وغیرہ کا حریص ہے۔ اس کے لئے ذلت اٹھاتا ہے گویا دینار وغیرہ نے اس کو غلام بنا لیا۔

تَعْسًا قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا گیا۔ فَتَعْسًا لَّهُمْ ۔ محمد ۸ چونکہ اس حدیث میں تَعِسَ کا لفظ آیا ہے اس لئے امام بخاری نے حسب عادت اس ٹکڑے کی تفسیر فرما دی اس سے مراد یہ ہے کہ اتعسہم اللہ۔ یعنی اللہ نے ان کو نامراد کیا۔ پھر لفظ طوبیٰ کی تشریح کی۔ یہ طاب یطیب سے اسم تفضیل مونث کا صیغہ ہے فعلی کے وزن پر اس کا واؤ اصل میں یا تھا ما قبل ضمہ کی وجہ سے یا کو واؤ سے بدل دیا۔

**تشریحات ۱۵۷۴** خدمت کی تین قسمیں ہیں۔ بڑا چھوٹے کی خدمت کرے۔ چھوٹا بڑے کی خدمت کرے۔ ہم عمر ہم عمر کی خدمت کرے۔ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت انس سے عمر میں

---

۵ ثانی رقاق باب ما یتقی من فتنۃ المال ص ۹۵۲ ابن ماجہ زہد۔

## بَابُ فَضْلِ الْخِدْمَةِ فِي الْغَزْوِ ص۴۰۴ غزوہ میں خدمت کی فضیلت

**حدیث ۴۔۱۵۷**

عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں جریر بن عبداللہ کے ساتھ رہا وہ میری

صَحِبْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَكَانَ يَخْدُمُنِيْ وَهُوَ اَكْبَرُ مِنْ اَنَسٍ قَالَ جَرِيْرٌ اِنِّيْ

خدمت کرتے تھے حالانکہ وہ حضرت انس سے عمر میں بڑے تھے۔ حضرت جریر نے کہا میں نے انصار کو بہت

رَاَيْتُ الْاَنْصَارَ يَصْنَعُوْنَ شَيْئًا لَا اَجِدُ اَحَدًا مِنْهُمْ اِلَّا اَكْرَمْتُهٗ۔

کچھ کرتے دیکھا ہے۔ اسلئے جس انصاری کو پاؤں گا اس کی تعظیم کروں گا۔

**حدیث ۵۔۱۵۷**

عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِيْ عَمْرٍو وَمَوْلَى الْمُطَّلِبِ بْنِ حَنْطَبٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ

بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى خَيْبَرَ

تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر گیا۔ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوٹ کر مدینہ آئے اور حضور کے سامنے

فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاجِعًا وَبَدَا لَهٗ اُحُدٌ قَالَ هٰذَا جَبَلٌ

احد آیا تو فرمایا۔ یہ پہاڑ ہے یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر اپنے دست مبارک

يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ ثُمَّ اَشَارَ بِيَدِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحَرِّمُ مَا بَيْنَ

سے مدینے کی طرف اشارہ فرمایا اور یہ دعا کی اے اللہ میں اس کے دونوں سنگستانوں کے درمیان حرم بناتا ہوں

بڑے تھے۔ مگر ان کی خدمت کرتے تھے۔ یہ پہلے جز کے ساتھ مطابق ہے۔ البتہ اس حدیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں جو خاص غزوہ میں خدمت کی فضیلت پر دلالت کرے۔ اس لئے علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس حدیث کا یہاں ذکر مناسب نہیں بلکہ یہ حدیث مناقب کے زیادہ لائق ہے۔

**تشریحات ۱۵۷۔۶**

یہ واقعہ سفر میں پیش آیا تھا جیسا کہ مسلم میں ہے۔ سخت دھوپ تھی۔ لوگ دھوپ سے بچنے کے لئے سروں پر ہاتھ کئے ہوئے تھے۔ درختوں کا سایہ تلاش کرتے تھے۔ کچھ لوگ روزے سے تھے۔ ان کی طاقت جواب دے گئی وہ لوگ بیٹھ رہے۔ اور جو لوگ روزے سے نہیں تھے انھوں نے خیمے لگائے۔ کھانا پکایا۔ پانی لائے اپنی بھی خدمت کی اور روزہ داروں کی بھی کی۔

لَابَتِيهَا كَتَحْرِيمِ إِبْرَاهِيمَ مَكَّةَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَمُدِّنَا۔

جیسے ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا۔ اے اللہ ہمارے لئے ہمارے صاع اور مد میں برکت عطا فرما۔

**حدیث ۱۵۷۶**

عَنْ مُوَرِّقٍ الْعِجْلِيِّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُنَا ظِلًّا الَّذِي يَسْتَظِلُّ بِكِسَائِهِ وَأَمَّا الَّذِينَ صَامُوا

تھے۔ ہم میں سب سے زیادہ سایہ میں وہ تھا جو اپنے کمبل سے سایہ کئے ہوئے تھا۔ جن لوگوں

فَلَمْ يَعْمَلُوا شَيْئًا وَأَمَّا الَّذِينَ أَفْطَرُوا فَبَعَثُوا الرِّكَابَ وَامْتَهَنُوا وَعَالَجُوا

نے روزہ رکھا انھوں نے کچھ نہیں کیا۔ اور جن لوگوں نے روزہ نہیں رکھا تھا انھوں نے سواریاں

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُونَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ۔

اٹھائیں اور بہت سا کام کیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روزہ نہ رکھنے والے آج ثواب لے گئے۔

## بَابُ مَنْ غَزَا بِصَبِيٍّ لِلْخِدْمَةِ ص ۴۰۵ جو شخص خدمت کیلئے لڑکے کو لیکر جہاد میں گیا۔

**حدیث ۱۵۷۷**

عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَبِي طَلْحَةَ الْتَمِسْ غُلَامًا مِنْ غِلْمَانِكُمْ

علیہ وسلم نے ابو طلحہ سے کہا میرے لئے ایک بچہ تلاش کر دو جو میری خدمت کرے

يَخْدُمُنِي حَتّٰى أَخْرُجَ إِلٰى خَيْبَرَ فَخَرَجَ بِي أَبُو طَلْحَةَ مُرْدِفِي وَأَنَا غُلَامٌ

خیبر جانے تک تو ابو طلحہ مجھے لیکر چلے اور مجھے اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا اور

اس حدیث میں ایک ہم عمر کی دوسرے ہم عمر کی خدمت کا بیان ہے اور اس سے پہلے والی حدیث میں چھوٹے کی خدمت کا ذکر ہے کیونکہ حضرت انس غزوۂ خیبر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت ہی کے لئے گئے تھے۔ اور اس حدیث میں سفر کا ذکر ہے۔ جس سے غزوہ ہی کا سفر متعین ہے اس لئے کہ رمضان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف دو سفر فرمایا ہے۔ ایک غزوہ بدر کے لئے اور دوسرا فتح مکہ کے لئے۔ اس لئے اس سفر میں خدمت کا حاصل ہوا۔ غزوہ میں خدمت۔ یہ جو فرمایا۔ روزہ نہ رکھنے والے آج ثواب لے گئے اس سے مراد یہ نہیں کہ روزہ داروں کو

رَاهَقْتُ الْحُلُمَ فَكُنْتُ اَخْدُمُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں بالغ ہونے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب منزل پر اترتے تو

اِذَا نَزَلَ فَكُنْتُ اَسْمَعُهٗ كَثِيْرًا يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ

میں حضور کی خدمت کرتا تھا میں سنتا تھا کہ حضور بہت زیادہ یہ دعا مانگا کرتے تھے اے اللہ! میں

وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ

تیری پناہ چاہتا ہوں غم واندوہ سے اور عاجزی سے اور سستی سے اور بخل سے اور بزدلی سے اور قرض

الرِّجَالِ ثُمَّ قَدِمْنَا خَيْبَرَ ۔ ؎

کے بوجھ سے اور لوگوں کے غلبہ سے۔ پھر ہم خیبر آئے۔

ان کے اعمال حسنہ پر جو ثواب ملتا ہے وہ ان سے چھین کر ان کو دیدیا گیا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ انھیں ان کے اعمال کا ثواب تو ملے گا ہی مگر چونکہ روزہ نہ رکھنے والوں نے روزہ داروں کی خدمت کی ہے اس لئے ان کے اعمال حسنہ کے برابر ان کی خدمت کرنے والوں کو ثواب ملا۔ مع شی زائد۔ حاصل ارشاد کا یہ نکلا۔ روزہ نہ رکھنے والوں نے آج بہت زیادہ ثواب حاصل کرلیا۔

**تشریحات** ۱۵۷۷

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ شروع ہی سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے تھے جب کہ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے۔ انھوں نے خود فرمایا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی ہے اور اس حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طلب کرنے پر غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت ابو طلحہ نے حضرت انس کو خدمت کرنے کے لئے پیش کیا تھا۔ خیبر ۷ھ میں واقع ہوا تھا۔ اس تقدیر پر لازم آئے گا کہ حضرت انس نے زیادہ سے زیادہ چار سال خدمت کی ہے۔ جواب یہ ہے کہ واقعہ یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ہجرت کرکے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت انس کی والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو خدمت اقدس میں پیش کیا تھا۔ لیکن یہ پیش کرنا مدینہ طیبہ میں رہ کر خدمت کے لئے تھا دور دراز غزوات میں ساتھ لے جانے کی تصریح نہیں تھی۔ غزوۂ خیبر کے موقعہ پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا

---

؎ ثانی دعوات باب التعوذ من غلبۃ الرجال ص۹۲۱ باب الاستعاذہ من الجبن ص۹۴۲ الطب باب الحمی ص۸۱۶ الاعتصام باب ما ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۱۰۹۱ مسلم مناسک ترمذی مناقب۔

## بَابُ مَنِ اسْتَعَانَ بِالضُّعَفَاءِ وَالصَّالِحِينَ فِي الْحَرْبِ ص۴۰۵

جس نے لڑائی میں کمزوروں اور نیکوں سے مدد طلب کی۔

**حدیث ۱۵۷۸**

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ

مصعب بن سعد نے کہا کہ حضرت سعد کو خیال ہوا کہ ان کو غیروں پر فضیلت ہے

رَأَى سَعْدٌ اَنَّ لَهٗ فَضْلًا عَلٰى مَنْ دُوْنَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہاری، تمہارے کمزوروں ہی کے صدقے میں

وَسَلَّمَ هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ ؎

مدد کی جاتی ہے اور روزی دی جاتی ہے۔

**حدیث ۱۵۷۹**

عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَاْتِيْ زَمَانٌ يَغْزُوْ فِيْهِ فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُقَالُ

روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا ایک زمانہ آئے گا جس میں لوگوں کی ایک جماعت

مطلب یہ تھا کہ مدینہ سے باہر خیر ساتھ چل کر خدمت کے لئے کسی بچے کو تلاش کرو۔

**تشریحات ۱۵۷۸**

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی شجاعت، مالداری اور اسلام میں سبقت کی بنا پر یہ خیال ہوا تھا اور ان کا یہ خیال ایک حد تک صحیح بھی ہے۔ یہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ غزوۂ احد کی اس ہوش ربا گھڑی میں جب کہ افراتفری کے عالم میں اکثر مسلمان منتشر ہو گئے تھے۔ یہ ثابت قدم رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب رہے اور انتہائی بے جگری سے دشمنوں پر تیر چلاتے رہے۔ یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِرْمِ يَاسَعْدُ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ۔ اے سعد تیر چلاؤ، جاؤ تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جنھیں بقیہ تمام صحابہ پر فضیلت ہے، اس بنا پر ان کا یہ خیال اپنی جگہ درست تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو تواضع اور کسر نفسی کی تعلیم دینے کے لئے وہ ارشاد فرمایا۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ نیک اور صالح مسلمانوں کے صدقہ میں مدد بھی ملتی ہے اور روزی بھی۔

؎ ابو داؤد۔ نسائی جہاد۔ مسند امام احمد جلد اول۔

فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَالُ نَعَمْ فَيُفْتَحُ عَلَيْهِ

جہاد کرے گی تو کہا جائے گا کیا تم میں کوئی وہ ہے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صحابی ہے تو کہا جائیگا

ثُمَّ يَاتِي زَمَانٌ فَيُقَالُ فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہاں تو انھیں فتح حاصل ہوگی پھر ایک زمانہ آئیگا کہ کہا جائے گا کیا تم میں کوئی وہ ہے جس نے اصحاب نبی صلی اللہ

فَيُقَالُ نَعَمْ فَيُفْتَحُ ثُمَّ يَاتِي زَمَانٌ فَيُقَالُ فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ صَاحِبَ اَصْحَابِ

تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے تو کہا جائے گا ہاں تو انھیں فتح حاصل ہوگی۔ پھر ایک زمانہ آئیگا تو کہا جائے گا

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَالُ نَعَمْ فَيُفْتَحُ ۔[1]

کیا تم میں کوئی وہ ہے جس نے اصحاب نبی کے اصحاب کی صحبت پائی ہے۔ تو کہا جائیگا ہاں تو انھیں فتح حاصل ہوگی۔

بَابُ لَا يَقُولُ فُلَانٌ شَهِيدٌ ۔ یہ نہ کہے کہ فلاں شہید ہے۔

**حدیث ۱۵۸۰**

عَنْ اَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ نِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

عَنْهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلْتَقٰى هُوَ وَالْمُشْرِكُونَ فَاقْتَتَلُوا

تعالیٰ علیہ وسلم اور مشرکین میں مقابلہ ہوا اور لڑائی ہوئی، جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

فَلَمَّا مَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَسْكَرِهٖ وَمَالَ الْاٰخَرُونَ

علیہ وسلم اپنے لشکر کی جانب اور دوسرے اپنے لشکر کی جانب متوجہ ہوئے اور رسول اللہ

اس بات کی بھی دلیل ہے کہ صالحین سے توسل جائز ہے۔

امام بخاری نے باب میں حرب کا اضافہ فرمایا ہے۔ حدیث میں حرب کا لفظ نہیں لیکن یہ اپنے عموم کے اعتبار سے حرب کو بھی شامل ہے بلکہ تنصرون حرب کے معنی سے زیادہ قریب ہے۔

**تشریحات ۱۵۷۹**

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ محبوبان بارگاہ کے وجود کی برکتیں دنیا میں بھی حاصل ہوتی ہیں

[1] علامات النبوۃ ص۵۰۰ فضائل اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۵۱۵ ۔مسلم فضائل ۔

إِلَى عَسْكَرِهِمْ وَفِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ لَا يَدَعُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں ایک شخص تھا جو کسی اکیلے یا بھاگنے والے کو دیکھتا تو

لَهُمْ شَاذَّةً وَلَا فَاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهِ فَقَالَ مَا أَجْزَأَ مِنَّا الْيَوْمَ

اس کا پیچھا کر کے اپنی تلوار سے مار ڈالتا۔ کسی نے کہا۔ آج فلاں کے برابر ہم میں سے کوئی کام نہیں آیا

أَحَدٌ كَمَا أَجْزَأَ فُلَانٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ

اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سنو وہ جہنم والوں میں سے ہے۔ اس پر ایک

مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ أَنَا صَاحِبُهُ فَخَرَجَ مَعَهُ كُلَّمَا وَقَفَ

شخص نے کہا۔ میں اس کے ساتھ رہتا ہوں وہ اس کے ساتھ چلے جب وہ ٹھہرتا یہ بھی اس کے ساتھ

وَقَفَ مَعَهُ وَإِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ قَالَ فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِيدًا

ٹھہر جاتے اور جب وہ دوڑتا یہ بھی اس کے ساتھ دوڑتے۔ اس شخص کو سخت زخم پہنچا

فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ

تو اس نے جلدی موت چاہی۔ اپنی تلوار کے دستے کو زمین پر رکھا اور اس کی نوک اپنی دونوں

ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ

چھاتی کے درمیان پھر اس پر گر کر اپنے آپ کو مار ڈالا۔ اب یہ صاحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللهِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ الرَّجُلُ

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

نیز جو لوگ ان کی صحبت میں رہتے ہیں وہ بھی بابرکت ہو جاتے ہیں۔

**تشریحات** ۱۵۸۰

علامہ عینی کا رجحان یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ خیبر میں ہوا تھا۔ قرینہ یہ ہے۔ امام بخاری نے بعینہٖ اسے اسی سند اور متن کے ساتھ غزوہ خیبر میں ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن جوزی نے کہا۔ کہ یہ واقعہ غزوہ احد میں ہوا تھا اور اس شخص کا نام قزمان ظفری تھا یہ شخص ابتداءً جنگ میں شریک نہیں تھا۔ اس پر عورتوں نے اس کو شرم دلائی تو آکر پہلی صف میں کھڑا ہو گیا اور سب سے پہلا تیر دشمنوں پر چلایا۔ جب مسلمان منتشر ہو گئے۔ اس نے تلوار کی نیام توڑ دی اور یہ کہنے لگا۔ بھاگنے کی بہ نسبت موت زیادہ بہتر ہے حضرت قتادہ بن نعمان کا اس پر گذر ہوا انھوں نے اس سے کہا تجھے شہادت مبارک ہو۔ اس پر اس نے کہا۔ بخدا

الَّذِیْ ذَکَرْتَ آنِفًا اِنَّہٗ مِنْ اَھْلِ النَّارِ فَاَعْظَمَ النَّاسُ ذٰلِکَ فَقُلْتُ

حضور نے فرمایا - کیا بات ہے - ان صاحب نے عرض کیا - ابھی حضور نے جس کے بارے

اَنَا لَکُمْ بِہٖ فَخَرَجْتُ فِیْ طَلَبِہٖ ثُمَّ جُرِحَ جُرْحًا شَدِیْدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ

میں فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے - لوگوں کو یہ بات گراں گزری تھی - میں نے کہا میں اسے

فَوَضَعَ نَصْلَ سَیْفِہٖ فِی الْاَرْضِ وَذُبَابَہٗ بَیْنَ ثَدْیَیْہِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَیْہِ

دیکھتا ہوں - میں اس کی ٹوہ میں چلا - پھر وہ سخت زخمی ہوا اور جلدی موت چاہی تو اپنی تلوار کا

فَقَتَلَ نَفْسَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِکَ اِنَّ

قبضہ زمین پر رکھا اور اس کی نوک اپنی دونوں چھاتیوں کے بیچ میں، پھر اس پر گر کر اپنے آپکو

الرَّجُلَ لَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فِیْمَا یَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَھُوَ مِنْ اَھْلِ النَّارِ

مار ڈالا - یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص بظاہر جنتیوں کا کام کرتا ہے

وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَعْمَلُ عَمَلَ اَھْلِ النَّارِ فِیْمَا یَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَھُوَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ[1]

حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے اور ایک شخص بظاہر جہنمیوں کا کام کرتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔

میں دین پر نہیں لڑا ہوں - اپنی قوم کی عزت بچانے کے لئے لڑا ہوں - پھر اس نے زخم کی شدت کی تاب نہ لاکر خودکشی کرلی - ابو یعلی نے بھی یہ حدیث ذکر کی ہے جس کے شروع میں یہ ہے - کہ یوم احد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا گیا - آج فلاں نے جو کارنامہ انجام دیا ہے کسی نے نہیں انجام دیا - لوگ بھاگ گئے اور وہ نہیں بھاگا اور کسی اکیلے مشرک کو نہیں چھوڑا مگر یہ کہ اسے قتل کر دیا - اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی مدد ایک فاجر شخص سے کرتا ہے -

اس کو جہنمی یا تو اس بنا پر فرمایا کہ یہ منافق تھا یا مراد یہ ہے کہ خودکشی کرنے کی وجہ سے یہ جہنم میں جائے گا پھر نکالا جائے گا -

**توضیح باب** باب کا مطلب یہ ہے کہ قطعی طور پر جنگ میں کسی مارے جانے والے کو شہید یقین نہیں کرلینا چاہئے دلوں کا حال کسے معلوم ہاں جو بظاہر مسلمان رہا ہو اور اس سے کفر کا صدور نہ ہوا سے

[1] ثانی مغازی باب غزوہ خیبر ص۶۰۴ ص۶۰۵ القدر باب الاعمال بالخواتیم ص۹۶۱ الرقاق - العمل بالخواتیم ص۹۷۷

80 بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلَى الرَّمْيِ وَقَوْلِ اللّٰهِ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ

تیر اندازی پر ابھارنا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان، جتنی ہو سکے قوت مہیا

وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (انفال ۸ ص ۴۰۶)

کرو اور گھوڑے باندھو جس سے اللہ اور اپنے دشمن کو ڈراؤ۔

حدیث ۱۵۸۱ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْاَكْوَعِ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَفَرٍ مِّنْ اَسْلَمَ يَنْتَضِلُوْنَ

بنی اسلم کے ایک گروہ پر گزرے جو آپس میں تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے تو نبی

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْمُوْا بَنِيْ اِسْمَاعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تیر چلاؤ اے بنی اسماعیل۔ اس لئے کہ تمہارے

كَانَ رَامِيًا وَاَنَا مَعَ بَنِيْ فُلَانٍ قَالَ فَاَمْسَكَ اَحَدُ الْفَرِيْقَيْنِ بِاَيْدِيْهِمْ

باپ بھی تیر انداز تھے۔ اور میں بنی فلاں کے ساتھ ہوں۔ یہ سن کر دوسرے گروہ نے اپنا ہاتھ روک لیا۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكُمْ لَا تَرْمُوْنَ قَالُوْا كَيْفَ

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے تم لوگ تیر نہیں چلاتے

نَرْمِيْ وَاَنْتَ مَعَهُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْمُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ

ان لوگوں نے کہا ہم کیسے تیر چلائیں اور حضور ان کے ساتھ ہیں یہ سن کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

كُلِّكُمْ [1]

فرمایا اچھا تیر چلاؤ میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

تشریحات ۱۵۸۱ باعتبار ظاہر کے شہید کہا جائے گا اور اس پر شہداء کے احکام جاری ہوں گے اور اس کے باطن کو خدا کے حوالے کر دیا جائیگا۔

آیت کریمہ میں مِنْ قُوَّةٍ آیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اس کی تفسیر رمی یعنی تیر اندازی فرمائی ہے۔ امام بخاری یہ حدیث لاکر یہی افادہ فرمانا چاہتے ہیں۔

[1] الانبیاء باب قول اللہ عزوجل واذکر فی الکتاب اسماعیل ص ۴۷۵ مناقب قبیلۃ الیمن الی اسمٰعیل ص ۴۹۷۔

**حدیث ۱۵۸۲**

عَنْ حَمْزَةَ بْنِ اَبِیْ اُسَیْدٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ

ابو اُسید نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا۔ جب ہم نے

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ بَدْرٍ حِیْنَ صَفَفْنَا لِقُرَیْشٍ وَصَفُّوْا لَنَا اِذَا اَکْثَبُوْکُمْ

قریش کے مقابلہ کے لئے اور قریش نے ہمارے مقابلہ کے لئے صف بندی کر لی جب وہ تم پہ ہجوم

فَعَلَیْکُمْ بِالنَّبْلِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَکْثَبُوْکُمْ یَعْنِیْ اَکْثَرُوْکُمْ [1]

کر آئیں تم لوگ تیر چلاؤ۔ ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ اکثبوا کے معنی اکثروکم کے ہیں۔

بَابُ اللَّهْوِ بِالْحِرَابِ وَنَحْوِهَا ص ۴۰۶ چھوٹے نیزے وغیرہ کے ساتھ کھیلنا۔

**حدیث ۱۵۸۳**

عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حبشی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

بَیْنَا الْحَبَشَةُ یَلْعَبُوْنَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِحِرَابِهِمْ دَخَلَ

وسلم کے پاس اپنے چھوٹے نیزوں سے کھیل رہے تھے کہ حضرت عمر آ گئے اور کنکری لی اور انھیں مارا

عُمَرُ فَاَهْوٰی اِلَی الْحَصٰی فَحَصَبَهُمْ بِهَا فَقَالَ دَعْهُمْ یَا عُمَرُ دَنَا دَعَلِیٌّ

تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انھیں چھوڑ دو۔ بطریق علی جو روایت ہے

لیکن صحیح یہ ہے کہ قوت سے مراد عام ہے۔ ہر وہ سامان مراد ہے جو لڑائی میں ممد و معاون ہو۔ اور حدیث میں جو تیر اندازی سے تفسیر وارد ہے وہ اس زمانہ کے لحاظ سے اور اپنی اہمیت کے اعتبار سے تھی۔ تیر اندازی کا فن مشکل ہے مگر لڑائی میں بہت مفید اور کارآمد ہے۔ اس زمانہ میں جب کہ بندوق وغیرہ ایجاد نہیں تھیں آلات جنگ میں تیر اندازی کی بہت اہمیت تھی۔ اس کے پیش نظر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ تفسیر فرمائی۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ بنی اسلم بنی اسماعیل میں سے ہیں۔

**تشریحات ۱۵۸۳**

نیزے اور دیگر ہتھیاروں کی مشق سنت ہے تاکہ مہارت پیدا ہو جائے اس کا استحسان آیت کریمہ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ سے ثابت ہے۔ حضرت عمر

---

[1] ثانی مغازی باب غزوۂ بدر ص ۵۶۷ و ص ۵۶۸۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ فِی الْمَسْجِدِ ؎

اس میں یہ ہے کہ حبشی مسجد میں کھیل رہے تھے۔

بَابُ الْمِجَنِّ وَمَنْ تَتَرَّسَ بِتُرْسِ صَاحِبِهٖ ص ۴۰۶

ڈھال کا بیان اور جو اپنے ساتھی کی ڈھال میں اپنے کو چھپائے

حدیث ۱۵۸۴

عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ يَتَتَرَّسُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

عنہ خود کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ڈھال میں چھپائے ہوئے تھے۔ اور

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتُرْسٍ وَاحِدٍ وَكَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ حَسَنَ الرَّمْیِ فَكَانَ اِذَا رَمٰی

ابو طلحہ اچھے تیر انداز تھے۔ جب وہ تیر چلاتے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر اقدس

تَشَرَّفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْظُرُ اِلٰی مَوْقِعِ نَبْلِهٖ ۔

اٹھا کر ان کے تیر گرنے کی جگہ ملاحظہ فرماتے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک اس سے واقف نہیں تھے کہ مسجد میں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو کھیلتے ہوئے دیکھا تو انھیں اچھا نہیں لگا اس لئے انھوں نے حبشیوں کو کنکری ماری۔ انھوں نے یہ خیال فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حیا فرمایا اس لئے منع نہیں کیا۔

**تشریحات ۱۵۸۴**

یہ واقعہ غزوہ احد میں ہوا تھا۔ چونکہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تیر اندازی کی وجہ سے دونوں ہاتھ پھنسے ہوئے تھے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ ان کو بھی ڈھال میں چھپا لیا تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اپنے سر اقدس کو اٹھا کر جھانکتے تو حضرت ابو طلحہ عرض کرتے حضور پر میرے ماں باپ قربان۔ سر نہ اٹھائیں۔ کہیں کوئی تیر لگ نہ جائے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ اگر کوئی ترکش لے کر گزرتا تو اس سے فرماتے۔ اپنے تیر ابو طلحہ کو دیدو اس دن ان کے ہاتھ سے دو یا تین کمانیں ٹوٹی ہیں۔

**تشریحات ۱۵۸۵**

رباعیتہ۔ بیچ کے دونوں دانتوں کے اعلیٰ بغل جو دانت ہوتے ہیں انھیں رباعیہ کہا جاتا ہے۔ غزوہ احد میں عتبہ بن ابی وقاص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

؎ مسلم العید۔

**حدیث ۱۵۸۵**

عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

لَمَّا کُسِرَتْ بَیْضَةُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَاْسِهٖ وَاُدْمِیَ

کا خود حضور کے سر اقدس پر توڑ دیا گیا اور چہرۂ انور خون آلود ہو گیا اور حضور کے دندانِ

وَجْهُهٗ وَکُسِرَتْ رَبَاعِیَتُهٗ وَکَانَ عَلِیٌّ یَخْتَلِفُ بِالْمَاءِ فِی الْمِجَنِّ وَکَانَتْ

مبارک توڑ دیے گئے تو حضرت علی ڈھال میں بار بار پانی لاتے اور حضرت فاطمہ دھوتی تھیں

فَاطِمَةُ تَغْسِلُهٗ فَلَمَّا رَاَتِ الدَّمَ یَزِیْدُ عَلَی الْمَاءِ کَثْرَةً عَمَدَتْ اِلٰی حَصِیْرٍ

جب حضرت سیدہ نے دیکھا کہ خون اور زیادہ بڑھتا جا رہا ہے تو ایک بوریا جلائی۔ اسے حضور کے

فَاَحْرَقَتْهَا فَاَلْصَقَتْهَا عَلٰی جُرْحِهٖ فَرَقَاَ الدَّمُ[1]

زخم پر چپکا دیا۔ تو خون بند ہو گیا۔

**حدیث ۱۵۸۶**

عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بنی نضیر کے اموال اللہ نے اپنے رسول

قَالَ کَانَتْ اَمْوَالُ بَنِی النَّضِیْرِ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِمَّا لَمْ یُوْجِفِ

کو عطا فرمایا تھا۔ جس پر مسلمانوں نے اپنے گھوڑے اور سواریاں نہیں دوڑائی تھیں۔

چہرۂ اقدس کو زخمی کیا تھا اور ابن قمیہ نے تیر مارا تھا اور فخر سے یہ کہا تھا۔ اسے لے۔ میں ابن قمیہ ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھے جہنم میں داخل کرے۔ اس واقعہ کے بعد یہ بکریوں کے ریوڑ میں داخل ہوا تو ایک بکری نے اس کو سینگ مار کر ختم کر دیا۔ اس موقع پر ابی بن خلف نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تیر چلانا چاہا اور حضرت ابوطلحہ بیچ میں حائل ہونے لگے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوطلحہ تم جہاں ہو وہیں رہو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر تیر چلایا جو اس کے سینہ میں زرہ کی جالی میں لگا جس کے صدمے سے اسی دن مر گیا۔

**تشریحات ۱۵۸۶**

فیٔ۔ کفار کے ان مالوں کو کہتے ہیں جو بغیر لڑائی کے مسلمانوں کو حاصل ہوں۔

[1] باب لبس البیضۃ ص۴۰۸ ثانی طب باب حرق الحصیر لیسد بہ الدم ص۸۵۲ مسلم مغازی۔

الْمُسْلِمُوْنَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
یہ خاص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تھے۔ اس میں سے اپنے اہل کا خرچہ سال بھر
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً فَكَانَ يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَتِهٖ ثُمَّ يَجْعَلُ
کے لئے نکالتے پھر ما بقی کو ہتھیار اور گھوڑے میں صرف فرماتے۔ جہاد
مَا بَقِيَ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ عُدَّةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ
کے سامان میں۔

## باب ص۴۰۷

**حدیث ۱۵۸۷**

حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے۔ میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ
عَنْهُ يَقُوْلُ مَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفَادِيْ رَجُلًا
تعالیٰ علیہ وسلم نے سعد کے بعد کسی شخص کو فداك ابی وامی۔ کہا ہو۔ میں نے سنا حضور فرماتے
بَعْدَ سَعْدٍ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ ارْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ ؕ
تھے۔ (اے سعد) تیر چلاؤ۔ تم پر میرے والدین فدا۔

ایجاف کے معنی تیز دوڑانے کے ہیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ بغیر لڑائی کے حاصل ہوا تھا۔

**غزوہ بنی نضیر**

۴ھ میں غزوۂ احد کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی نضیر کا محاصرہ فرمایا۔ جسکی تفصیل مغازی میں آئے گی۔ بنی نضیر نے خود پیش کش کی کہ ہمیں مدینہ سے باہر جانے دیا جائے۔ اور یہ اجازت دیجائے کہ ہم اپنے جتنے اموال لے جاسکیں لے جائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے منظور فرمالیا۔ اسی کے مطابق بنی نضیر جتنے اپنے مال ومتاع ہمراہ لے جاسکے لے گئے اور جو بچ رہا یہ فیٔ ہوا۔ اسی کے بارے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ فرمایا جو اس حدیث میں

---

ع مسلم مغازی ابوداؤد جہاد۔ ترمذی جہاد، نسائی عشرۃ النساء۔ قسم الفیٔ۔

ع ثانی مغازی غزوہ احد باب اذ ھمت طائفتان منکم ان تفشلا ص۵۸۱ دو طریقے سے۔ کتاب الادب باب قول الرجل فداك ابی وامی ص۹۱۳ مسلم فضائل۔ ترمذی۔ مناقب۔ نسائی۔ الیوم واللیلۃ ابن ماجہ السنۃ۔

## بَابُ مَاجَاءَ فِی حِلْیَةِ السُّیُوْفِ ص۴۰۷ تلواروں پر زیبائش کے بیان میں

**حدیث ۱۵۸۸**

سَمِعْتُ سُلَیْمَانَ بْنَ حَبِیْبٍ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ یَقُوْلُ لَقَدْ فَتَحَ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں قوم (صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) فتح پر

الْفُتُوْحَ قَوْمٌ مَا کَانَتْ حِلْیَةُ سُیُوْفِهِمُ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ اِنَّمَا کَانَتْ

فتح حاصل کرتے گئے اور ان کی تلواروں پر سونے اور چاندی کا کام نہیں ہوتا تھا انکی تلواروں

حِلْیَتُهُمُ الْعَلَابِیَّ وَالْاٰنُكَ وَالْحَدِیْدَ ۔

پر پیٹھا رانگ اور لوہا ہوتا تھا۔

مذکور ہے۔ اس پر پوری بحث آگے آرہی ہے۔

**مطابقتِ باب** اس حدیث میں ڈھال کا صراحۃً ذکر نہیں مگر چونکہ ڈھال بھی آلات جہاد میں سے ہے۔ اس لئے عدۃ فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

**تشریحات ۱۵۸۷** حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو یہ فرمایا۔ کہ سعد کے بعد کسی کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا۔ فداک ابی وامی۔ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے علم کی بات فرمارہے ہیں۔ ورنہ خود بخاری ہی میں ہے۔ کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بھی غزوۂ خندق کے موقع پر فداک ابی وامی فرمایا۔ [1]

فدا کے معنی ہوتے ہیں اپنی جان قربان کرکے کسی کی جان بچانا۔ مگر یہاں اس کا حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ غایت محبت اور یگانگت ظاہر کرنے کے لئے یہ جملہ بولا جاتا ہے بعض شارحین نے یہاں بلاوجہ کی یہ بحث کھڑی کردی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کافر مرے تھے۔ اس لئے اسمیں کوئی حرج نہیں کہ انھیں حضرت سعد پر فدا فرمادیتے۔

**اقول وھوالمستعان** اولاً یہی صحیح نہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین حالت کفر میں مرے۔ صحیح وراجح یہ ہے کہ والدین کریمین ہی نہیں بلکہ حضرت آدم وحوا علیہما الصلوٰۃ والتسلیم تک تمام آباء کرام وامہات عظام مومن وموحد تھے۔ ان میں کوئی بھی کبھی کفر وشرک میں ملوث نہیں ہوا۔ جیسا کہ مجدد اعظم اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے رسالہ مبارکہ شمول الاسلام میں ثابت فرمایا ہے۔ اور اس خادم نے اشرف السیر کے مقدمہ میں بقدر ضرورت

---

[1] ابن ماجہ، جہاد [2] اول فضائل الصحابہ مناقب الزبیر ص۵۲۷۔

## بَابُ مَنْ عَلَّقَ سَيْفَهُ بِالشَّجَرِ فِي السَّفَرِ عِنْدَ الْقَائِلَةِ ص۴۰۷

جس نے اپنی تلوار سفر کی حالت میں قیلولہ کے وقت درخت میں لٹکائی۔

**حدیث ۱۵۸۹**

حَدَّثَنِي سِنَانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ الدُّؤَلِي وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُمَا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی جانب جہاد کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

أَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا

لوٹے تو وہ بھی حضور کے ساتھ لوٹے۔ قیلولہ کا وقت ایک گھنے نالے میں آگیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ

قَفَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهُ فَأَدْرَكَتْهُمُ

تعالیٰ علیہ وسلم اتر پڑے۔ اور لوگ منتشر ہو کر درختوں کے سایے میں چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ

الْقَائِلَةُ فِي وَادٍ كَثِيرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تعالیٰ علیہ وسلم بھی ایک ببول کے درخت کے نیچے اترے اور تلوار اس میں لٹکا دیا ہم

وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّونَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

تھوڑی ہی دیر سوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں بلانے لگے

اس پر بحث کی ہے۔ ثانیاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین اس وقت زندہ ہی کب تھے کہ انھیں فداک کے حقیقی معنی میں لے سکیں اسلئے متعین ہے کہ اس کے معنی مجازی ہی مراد ہیں۔ یعنی اظہار محبت وشفقت۔

**تشریحات ۱۵۸۸**

العلابی۔ اوزاعی نے کہا کہ ان کچے چمڑوں کو کہتے ہیں جو مدبوغ نہ ہوں۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ وہ تر پٹھا ہے کہ جن کو تلواروں کی میانوں پر منڈھا جاتا ہے۔ خطابی نے کہا کہ یہ گردن کا پٹھا ہے۔ داؤدی نے کہا ہے علابی رانگے کی ایک قسم ہے۔

چونکہ صحابہ کرام کا ابتدائی عہد غربت وافلاس کا تھا۔ اسلئے تلواروں پر سونے چاندی کے کام نہیں ہوتے تھے بعد میں جب فراخی ہوئی تو تلواروں پر سونے اور چاندی کے کام ہونے لگے۔ خود حضرت زبیر بن عوام کی تلوار پر چاندی کا کام تھا۔ ہشام بن عروہ بن زبیر نے عبد الملک کے عہد حکومت میں اسکی قیمت لگوائی تین ہزار

وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ وَنِمْنَا نَوْمَةً فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

ہم نے دیکھا کہ حضور کے پاس ایک دیہاتی ہے فرمایا اس نے میری

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا وَإِذَا عِنْدَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ إِنَّ هٰذَا

تلوار نیام سے کھینچ لی۔ اور میں سو رہا تھا۔ اچانک جاگ پڑا اور تلوار

اِخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِيْ وَأَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِيْ يَدِهٖ صَلْتًا فَقَالَ مَنْ

اس کے ہاتھ میں کھنچی ہوئی تھی۔ دیہاتی نے کہا تجھ کو مجھ سے کون بچائیگا

يَمْنَعُكَ مِنِّيْ مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ قُلْتُ اللّٰهُ اللّٰهُ ثَلَاثًا وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ

تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا۔ میں نے کہا۔ اللہ تین بار اور حضور نے اسکو سزا نہیں

وَرَوٰى مُوْسٰى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ فَشَامَ

دی اور وہ اعرابی بیٹھ گیا۔ بطریق موسیٰ بن اسماعیل زہری ہی سے یہ بھی ہے تلوار اسکے

السَّيْفُ فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ ؎

ہاتھ سے گر گئی۔ دیکھو وہ یہ بیٹھا ہوا ہے پھر حضور نے اس کو سزا نہیں دی۔

لگائی گئی ؎

**تشریحات** ۱۵۸۹

علمائے سیر کا اختلاف ہے کہ یہ واقعہ کس غزوہ میں پیش آیا تھا امام واقدی نے فرمایا کہ غزوہ انمار میں۔ ایک قول ہے کہ ذات الرقاع میں، حضرت امام بخاری نے مغازی میں ذات الرقاع کے تحت اس حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ جس سے مستفاد ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہی ہے کہ غزوہ ذات الرقاع میں یہ واقعہ پیش آیا ہے۔

امام ابن اسحٰق نے اخیر کا حصہ ذکر کیا ہے کہ جب تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے اپنے دست مبارک میں لے لیا۔ اور فرمایا آج تجھے مجھ سے کون بچائے گا۔ اس نے عرض کیا۔ کوئی نہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا اٹھ چلا جا۔ اس نے منہ پھیر کر کہا آپ مجھ سے بہتر ہیں۔ پھر بعد میں مشرف باسلام ہوگیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ پھر اپنی قوم میں آیا اور انھیں بھی اسلام کی دعوت دی۔

؎ باب تفرق الناس عن الامام ص۴۰۸ ثانی مغازی باب غزوۃ ذات الرقاع ص۵۹۳ مسلم فضائل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نسائی سیر۔ ؎ ثانی مغازی باب غزوۃ البدر ص۵۶۶۔

## بَابُ مَا قِيْلَ فِي الرِّمَاحِ صفحہ ۴۰۸ نیزوں کے بارے میں کیا فرمایا گیا۔

ت ۵۶۰ وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ذکر کیجاتی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُعِلَ رِزْقِيْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِيْ وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ

علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ میری روزی میرے نیزے کے سایے کے نیچے کی گئی ہے

عَلٰى مَنْ خَالَفَ اَمْرِيْ۔

ذلت ورسوائی اس کے لئے مقدر کردی گئی جو میری مخالفت کرے۔

بیہقی کی روایت میں ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تلوار اپنے دست مبارک میں لے کر اس سے فرمایا کہ تجھے مجھ سے کون بچائے گا تو اس نے عرض کیا اچھے لینے والے بنئے۔ فرمایا۔ اسلام قبول کرلو۔ اس نے کہا۔ نہیں لیکن میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ نہ آپ سے لڑوں گا اور نہ آپ سے لڑنے والے کا ساتھ دوں گا۔ اس پر حضور نے اسے چھوڑ دیا وہ اپنے ساتھیوں میں آیا۔ اور کہا۔ میں سب سے اچھے انسان کے پاس سے آیا ہوں۔

یہ حدیث حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رسول برحق ہونے کی بہت واضح دلیل ہے۔ ایسی صورت میں کہ ایک شخص وہ بھی اجڈ دیہاتی تلوار سونت کر کہتا ہے کہ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا مگر پھر بھی حضور پر نہ ذرا سا اضطراب طاری ہوا اور نہ گھبراہٹ بلکہ بڑے اطمینان کے ساتھ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بچائے گا۔ پھر اس ارشاد کا یہ اثر پڑا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی یہ توکل علی اللہ اور آواز میں یہ قوت اسی کو نصیب ہوگی جو مؤید من اللہ ہو۔

**تشریحات ۵۶۰** اس تعلیق کو اشبیلی نے جمع بین الصحیحین میں ذکر کیا ہے صغار سے مراد جزیہ دینا ہے اور لغوی معنی کے اعتبار سے مطلق ذلت ہے اور معنی عام مراد لینا زیادہ انسب۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میرا رزق صرف مال غنیمت ہے۔ تجارت زراعت وغیرہ دوسرے ذرائع نہیں نیز اس میں اشارہ ہے کہ مال غنیمت عام کمائیوں سے افضل واطیب ہے۔

**تشریحات ۵۹۰** جنگ بدر میں مشرکین کی تعداد ایک ہزار تھی وہ بھی منتخب چیدہ اور پورے ساز وسامان کے ساتھ اور صحابہ کرام کی تعداد جنگ کے میدان میں صرف تین سو چھ تھی وہ بھی زیادہ تر نہتے، معمولی ساز وسامان کے ساتھ نیز قریش کا پورے عرب پر ایک رعب تھا۔ اس سے متاثر ہو کر حضور اقدس

## بَابُ مَا قِيْلَ فِيْ دِرْعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَمِيْصِ فِي الْحَرْبِ ص۴۰۰

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زرہ کے بارے میں کیا کہا گیا ہے اور لڑائی میں کرتا پہننا۔

**حدیث ۱۵۹۰**

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ يَوْمَ بَدْرٍ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَنْشُدُكَ،

کے دن یہ دعا فرمائی اور حضور گول خیمے میں تھے۔ اے اللہ میں تجھے تیرے حضور تیرا عہد اور تیرا وعدہ

عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ فَاَخَذَ اَبُوْ بَكْرٍ

عرض کر رہا ہوں۔ اے اللہ اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے۔ یہ سن کر حضرت

بِيَدِهٖ فَقَالَ حَسْبُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَدْ اَلْحَحْتَ عَلٰى رَبِّكَ وَهُوَ فِي الدِّرْعِ

ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کا ہاتھ پکڑ لیا اور یہ عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ کے لئے یہ کافی ہے

فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُوْلُ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ بَلِ السَّاعَةُ

آپ نے اپنے رب سے دعا میں بہت مبالغہ فرمایا۔ حضور زرہ پہنے ہوئے تھے۔ اب باہر تشریف لائے

مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ۔ (القمر (۴۵)(۴۶))

اور یہ ارشاد فرمایا بہت جلد یہ جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گی اور ان کے وعدہ کا دن قیامت ہے اور قیامت نہایت کڑوی اور سخت ہے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت الحاح وزاری کے ساتھ دعا فرمائی، دعا فرماتے رہے یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر مبارک کندھے سے سرک گئی حضرت صدیق اکبر وہیں کھڑے تھے انھوں نے ردائے مبارک حضور کے کندھے پر ڈالی اور حضور سے لپٹ گئے اور عرض کیا۔ آپ کو یہ کافی ہے اور آپ کا رب اپنے وعدے کو پورا فرمائے گا۔

شارحین نے لکھا ہے کہ عہد مبارک اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

ص۴۰۰ ثانی مغازی باب قول اللہ تعالیٰ اذ تستغیثون ربکم ص۵۶۴ تفسیر سورہ قمر باب قولہ سیھزم الجمع ویولون الابر ص۷۲۲ باب قولہ بل الساعۃ موعدھم ص۷۲۲ نسائی تفسیر۔

## بَابُ الْحَرِيْرِ فِي الْحَرْبِ ص ۴۰۹ لڑائی میں ریشمی لباس پہننا

**حدیث ۱۵۹۱**

عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَخَّصَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ فِي قَمِيْصٍ مِّنْ حَرِيْرٍ مِّنْ حِكَّةٍ

نے عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر کو ریشمی کرتا پہننے کی اجازت دی، کھجلی کی وجہ سے

كَانَتْ بِهِمَا ۔ ح ۔ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ وَالزُّبَيْرَ شَكَوَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

جو ان دونوں کو تھی ـــــ عبدالرحمٰن اور زبیر نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جوئیں کی

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ ۔

اپنے محبوب بندے رسولوں کے لئے ہمارا یہ ارشاد پہلے ہی ہو چکا ہے کہ ان کی ضرور مدد کی جائے گی اور بیشک ہمارا لشکر غالب رہے گا۔

اور وعدے سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ ۔

اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ فرما رہا تھا کہ دو گروہوں میں سے ایک تمہارے لئے ہے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ پر زیادہ بھروسہ تھا اور انھیں زیادہ اطمینان تھا مگر حقیقت میں ایسا نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دعا میں یہ انداز اختیار کرنا اس بنا پر تھا کہ صحابہ کرام کو قوت و اطمینان حاصل ہو۔ اس لئے کہ ان کو اس کا یقین تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا ضرور قبول ہوگی اور ہوا بھی یہی پھر حدیث کے سیاق سے ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی فتح اور دشمنوں کی شکست کا یقین کامل تھا جیسا کہ سورہ قمر کی آیتوں کی تلاوت سے ظاہر ہے۔ نیز صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگ سے پہلے ہی دشمنوں کے بارے میں فرمادیا تھا۔ هذا مصرع فلان هذا مصرع فلان۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ جنگ کے بعد ہم نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس کے مقتل کے لئے جو خط کھینچا تھا اس سے ذرا بھی ادھر یا ادھر نہیں ہوا تھا۔ اس لئے یہ متعین ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی فتح اور دشمنوں کی شکست کا یقین کامل تھا اور دعا صرف صحابہ کرام کی تقویت اور ان کے اطمینان کو بڑھانے کے لئے تھی۔ اس لئے کہ صحابہ کرام کو اور الیقین تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا ضرور بالضرور قبول ہوگی۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ الْقَمْلَ، فَاَرْخَصَ لَهُمَا فِي الْحَرِيْرِ فَرَاَيْتُ عَلَيْهِمَا فِيْ غَزَاةٍ [1]

شکایت کی تو حضور نے ان دونوں کو ریشمی لباس کی اجازت دی میں نے ان دونوں پر ریشمی لباس غزوہ میں دیکھا۔

بَابُ مَا قِيْلَ فِيْ قِتَالِ الرُّوْمِ ص ۴۰۹ روم سے قتال کے بارے میں کیا فرمایا گیا ہے۔

**حدیث ۱۵۹۲**

اَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الْاَسْوَدِ الْعَنَسِيَّ حَدَّثَهُ اَنَّهُ اَتٰى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ فِيْ سَاحِلِ حِمْصَ وَهُوَ فِيْ بِنَاءٍ لَّهُ وَمَعَهُ اُمُّ حَرَامٍ

عمیر بن اسود عنسی نے حدیث بیان کی کہ وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ حمص کے ساحل پر اپنے گھر میں تھے اور ان کے ساتھ ام حرام بھی تھیں۔ حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہم سے حدیث بیان کی

قَالَ عُمَيْرٌ فَحَدَّثَتْنَا اُمُّ حَرَامٍ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

**تشریحات ۱۵۹۱**

اس حدیث کے ایک طریقے میں ہے کہ کھجلی کی وجہ سے انھیں اجازت دی اور دوسرے طریقے میں ہے کہ جوئیں کی وجہ سے اجازت دی۔ مسلم میں ہے کہ کھجلی یا کسی اور تکلیف کی بنا پر۔ اور یہ اجازت غزوہ میں تھی۔ ان سب میں تطبیق یہ ہے کہ یا تو یہ اجازت مختلف اوقات میں دی۔ کبھی کھجلی کی وجہ سے کبھی اور کسی تکلیف کی وجہ سے کبھی جوئیں کی وجہ سے یا یہ کہ حقیقت میں یہ اجازت جوئیں کی وجہ سے تھی جب جوئیں کاٹتی ہیں تو کھجلی مچتی ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مرد کو بضرورت ریشمی لباس پہننا جائز ہے یا نہیں۔ حضرت امام شافعی نے فرمایا کہ کھجلی اور جوئیں کی وجہ سے پہننے کی اجازت ہے۔ امام مالک نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے۔

ہمارے یہاں ریشم کا ایسا کپڑا پہننا جس کا تانا بانا دونوں ریشم ہو کسی حال میں جائز نہیں۔ ہاں جس کا تانا سوت ہو اور بانا موٹے ریشم کا اسے لڑائی میں پہننے کی اجازت ہے۔ اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا سوت۔ تو ہر شخص کو ہر حال میں اجازت ہے۔ خواہ باریک ہو یا موٹا۔

**تشریحات ۱۵۹۲**

آج کل غیر مقلدین۔ مودودی دیوبندی اسی حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ یزید حق پر تھا اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطا پر تھے۔ ہم نے اس کی مکمل بحث

---

[1] ثانی اللباس باب ما یرخص للرجال من الحریر من حکۃ ص ۸۰۸ مسلم لباس۔ ابو داؤد لباس، نسائی زینت۔ ابن ماجہ لباس۔

يَقُوْلُ اَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ اُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوْا قَالَتْ اُمُّ حَرَامٍ

کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کے اس پہلے لشکر نے

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا فِيْهِمْ قَالَ اَنْتِ فِيْهِمْ قَالَتْ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

جو سمندر میں جہاد کرے گا (جنت) واجب کرلی۔ ام حرام نے کہا میں نے عرض کیا۔

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ اُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ

یارسول اللہ میں ان میں ہوں۔ فرمایا۔ تو ان میں ہے۔ اسکے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری

فَقُلْتُ اَنَا فِيْهِمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا۔

امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا بخش دیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں انہیں ہوں۔ فرمایا۔ نہیں۔

## بَابُ قِتَالِ الْيَهُوْدِ ص ۴۱۰ یہود سے جنگ کا بیان

**حدیث ۱۵۹۳**

عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُقَاتِلُوْنَ الْيَهُوْدَ حَتّٰى يَخْتَبِئَ اَحَدُهُمْ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ یہودیوں سے جنگ کروگے۔ یہاں تک کہ کچھ یہودی پتھر کے

وَرَاءَ الْحَجَرِ فَيَقُوْلُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ وَرَائِيْ فَاقْتُلْهُ ؎

پیچھے چھپ جائیں گے تو پتھر کہے گا۔ اے اللہ کے بندے یہ یہودی میرے پیچھے ہے اس کو قتل کر۔

مقالات امجدی میں کردی ہے۔ اور اختصار کے ساتھ تیسری جلد میں بھی ذکر کردی ہے۔ ناظرین اس کا مطالعہ کریں۔

**تشریحات ۴، ۱۵۹۳**

حدیث میں بظاہر خطاب صحابہ کرام سے ہے لیکن مراد حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب ہیں۔ جب کہ قریب قیامت میں ظاہر ہوں گے۔ ان ایام میں یہود دجال کے ساتھ ہوں گے۔ اس خطاب میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہماری شریعت حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ نزول تک باقی رہے گی اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہماری شریعت پر ہوں گے۔

---

؎ مناقب باب علامات النبوۃ ص۵۰۸

**حدیث ۱۵۹۴**

عَنْ اَبِیْ زُرْعَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تُقَاتِلُوا الْیَھُوْدَ

وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک یہودیوں سے تم لڑائی نہ کرلوگے یہاں تک کہ وہ پتھر جس کے

حَتّٰی یَقُوْلَ الْحَجَرُ وَرَاءَہٗ اَلْیَھُوْدِیُّ یَا مُسْلِمُ ھٰذَا یَھُوْدِیٌّ وَّرَائِیْ فَاقْتُلْہُ۔

پیچھے یہودی چھپا ہوگا کہے گا اے مسلمان یہ یہودی میرے پیچھے ہے اسے قتل کر۔

## بَابُ قِتَالِ التُّرْکِ ص ۴۱۰ ترک سے قتال کا بیان

**حدیث ۱۵۹۵**

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

عمرو بن تغلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ اَنْ تُقَاتِلُوْا قَوْمًا یَنْتَعِلُوْنَ

نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تم لوگ ایسی قوم سے لڑو گے جو بال والا جوتا پہنتے ہوں گے اور بیشک

نِعَالَ الشَّعْرِ وَاِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ اَنْ تُقَاتِلُوْا قَوْمًا عِرَاضَ الْوُجُوْہِ

قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تم لوگ ایسی قوموں سے لڑو گے جن کے چہرے چوڑے

کَاَنَّ وُجُوْھَھُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَۃُ [۱]

ہوں گے گویا تہہ بتہہ مڈھی ہوئی ڈھالیں۔

**حدیث ۱۵۹۶**

عَنِ الْاَعْرَجِ قَالَ قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

**تشریحات ۱۵۹۶**

خراسان اور چین کے درمیان ہندوستان کے شمال میں بسنے والے ترک کہے جاتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے چھیڑ خانی کرنے کو منع فرمایا تھا۔ ارشاد فرمایا۔ اترکوا الترک ما ترکوکم [۲] لیکن اس باب میں مذکور احادیث کے مطابق ان سے جنگ ہونی تھی۔

---

[۱] مناقب باب علامات النبوۃ ص ۵۰۰ [۲] ابوداؤد۔ ثانی ملاحم باب فی قتال الترک ص ۲۳۵

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تُقَاتِلُوْا التُّرْکَ

کہ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم ترک سے نہ لڑ لوگے جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہوں گی

صِغَارَ الْاَعْیُنِ حُمْرَ الْوُجُوْہِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ کَاَنَّ وُجُوْھَھُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَۃُ

چہرے سرخ ہوں گے ناکیں چپٹی ہوں گی گویا ان کے چہرے تہ بتہ مڈھی ہوئی ڈھالیں ہیں۔ اور قیامت قائم

وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُھُمُ الشَّعْرُ ؎

نہیں ہوگی یہاں تک کہ تم ایسی قوموں سے لڑوگے جن کے جوتے بال والے ہوں گے۔

**حدیث ۱۵۹۷**

اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اَبِیْ خَالِدٍ اَنَّہٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْاَحْزَابِ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم احزاب مشرکین پر دعا فرمائی۔ اے اللہ کتاب نازل فرمانے والے جلد حساب

ساتویں ہجری میں مسلمانوں کی بدقسمتی سے محمد شاہ خوارزم نے ان کو چھیڑ دیا۔ جس کے نتیجے میں خراسان سے لیکر عراق تک کے سارے شہر ترکوں نے برباد کر دیئے۔ چنگیز خاں سے لے کر اس کے پوتے ہلاکو خاں تک نے ایک صدی تک مسلمانوں کا چین غارت کر دیا۔ اس کی تفصیل کتب تواریخ میں مذکور ہے۔

انھیں ایام میں رافضیوں کو اسلام دشمنی کے مظاہرے کا کافی موقع ملا۔ رافضیوں کا مشہور عالم محقق طوسی ان کے ساتھ ہو گیا اور بلاد اسلام میں بسنے والے اندرونی طور پر تاتاریوں کے آلہ کار بن گئے حتی کہ ہلاکو بغداد پر حملہ کرنے سے ہچکچاتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ یہاں بزرگان دین کے مزارات ہیں۔ میں حملہ کروں تو کسی عتاب میں نہ گرفتار ہو جاؤں طوسی نے اس سے کہا کہ یہودیوں نے حضرت زکریا حضرت یحیی علیہما السلام جیسے پیغمبروں کو شہید کیا۔ ان کا کیا بگڑا۔ اس سے ہلاکو کو ہمت ہوئی۔ باہر سے اس نے حملہ کیا اندر سے بغداد کے رافضیوں نے ریشہ دوانی کی جس کے نتیجہ میں بغداد تباہ ہوا۔

**لغات** مطرقۃ۔ اس میں دونوں روایت ہے۔ مُطْرَقَۃٌ، مُطَرَّقَۃٌ۔ اس کا مادہ طراق ہے۔ جس کے معنی کھال کے ہیں جو ڈھال پر مڈھی جاتی ہے۔ اسکے معنی ہیں تہ بتہ مڈھی ہوئی کھال۔ ذُلْفٌ۔ یہ اَذْلَفُ کی جمع ہے چھوٹی چپٹی ناک والا۔ نِعَالُھُمُ الشَّعْرُ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسے جوتے پہنیں گے جنکے چمڑوں کے بال دور نہیں کیے گئے ہوں گے۔

ع مناقب باب علامات النبوۃ ص۵۰۰

عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ

یعنی والے اے اللہ احزاب کو شکست دے اے اللہ ان کو شکست دے

الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ ؎

اور ان میں زلزلہ ڈال۔

**حدیث ۱۵۹۸**

عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ الْيَهُوْدَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ یہود نبی صلی اللہ

دَخَلُوْا عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكَ فَلَعَنْتُهُمْ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے کہا۔ السام علیک یعنی آپ پر موت ہو

فَقَالَ مَالَكِ قَالَتْ اَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا فَقَالَ فَلَمْ تَسْمَعِیْ مَا قُلْتُ عَلَيْكُمْ ؎

تو ام المومنین نے ان پر لعنت کی۔ حضور نے فرمایا کیا بات ہے۔ ام المومنین نے عرض کیا۔ آپ نے نہیں سنا کہ انھوں نے کیا کہا حضور نے فرمایا تم نے نہیں سنا میں نے کیا فرمایا میں نے علیکم کہا ہے یعنی تم پر۔

**تشریحات ۱۵۹۸، ۷**

یہ حدیث کتاب الادب اور کتاب الرقاق میں پوری تفصیل کے ساتھ یوں ہے کہ جب یہودیوں نے السام علیک کہا تو ام المومنین نے جواب میں کہا۔ (تم پر موت ہو) اور اللہ تم پر لعنت کرے۔ اور تم پر غضب نازل فرمائے۔ حضور نے فرمایا۔ اے عائشہ یہ سب مت کہو۔ تم کو لازم ہے کہ نرمی اختیار کرو۔ سخت کلامی اور فحش سے بچو۔ ام المومنین نے عرض کیا۔ حضور نے نہیں سنا کہ انھوں نے کیا کہا۔ فرمایا۔ تم نے نہیں سنا میں نے کیا فرمایا۔ میں نے ان پر لوٹا دیا۔ ان کے حق میں میری بات قبول کی جائے گی اور میرے حق میں ان کی بات نہیں قبول کی جائے گی۔

سام کے معنی موت ہے اور ایک روایت میں بجائے سام کے سأمۃ ہے یعنی رنج و تکلیف۔ عام روایتوں میں

---

؎ ثانی مغازی باب غزوۃ الخندق ص۵۹۱ دعوات باب الدعاء علی المشرکین ص۹۴۶ توحید باب قولہ انزلہ بعلمہ ص۱۱۱۶ مسلم مغازی ترمذی جہاد۔ نسائی سیر ابن ماجہ جہاد۔

؎ ثانی الادب باب الرفق فی الامر کلہ ص۸۹۰ باب لم یکن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاحشا ولا متفاحشا باب کیف الرد علی اھل الذمۃ بالسلام ص۹۲۵ الدعوات الدعاء علی المشرکین ص۹۴۶ باب قول النبی یستجاب لنا فی الیھود ص۹۴۷ کتاب استتابۃ المرتدین باب اذا عرض الذمی ص۱۰۲۳

## بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمُشْرِكِيْنَ بِالْهُدٰى لِيَتَأَلَّفَهُمْ ۔ ص۴۱۱

مشرکین کی ہدایت کی دعا تاکہ ان کا مسلمانوں کی طرف رجحان ہو۔

**حدیث ۱۵۹۹**

حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَدِمَ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو الدَّوْسِيُّ وَاَصْحَابُهٗ عَلَى النَّبِيِّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ۔ طفیل بن عمرو دوسی اور ان کے ساتھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے عرض کیا

وعلیکم ہے باعتبار روایت کے یہی مشہور واصح ہے ۔ لیکن حضرت سفیان بن عیینہ کی روایت میں بغیر واؤ کے ہے ۔ علامہ خطابی نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے ۔ علامہ قرطبی نے فرمایا ۔ یہاں واو زائد ہے اور ایک قول ہے کہ استیناف کے لئے ہے

**مطابقت باب**

اس حدیث کو باب سے مطابقت یہ ہے کہ علی ضرر کے لئے آتا ہے ۔ نیز ان بدبختوں نے السام علیک کہا تھا ۔ اس کے جواب میں علیکم کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ تم پر موت ہو۔

**تشریحات ۱۵۹۹**

حضرت طفیل بن عمرو دوسی یمن کے مشہور قبیلے دوس کے فرد تھے ۔ یہ مکے ہی میں خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو چکے تھے ۔ اور اس کے بعد اپنے وطن واپس گئے اور عرصہ تک وہیں رہے ۔ خیبر کے موقع پر اپنے متبعین کے ساتھ خیبر ہی میں حاضر ہوئے ۔ پھر مدینہ طیبہ رہنے لگے جنگ یمامہ میں شہید ہوئے ۔ ان کا خطاب ذوالنور بھی ہے ۔ انھوں نے اسلام قبول کرتے وقت یہ عرض کیا تھا ۔ مجھے دوس کی طرف بھیجئے اور مجھے کوئی نشانی عطا فرمائیے جس سے انھیں ہدایت نصیب ہو ۔ حضور نے دعا فرمائی اے اللہ اسے نور عطا فرما ۔ اس دعا کی برکت سے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور چمکتا تھا ۔ انھوں نے عرض کیا مجھے یہ اندیشہ ہے کہ وہ لوگ یہ کہیں کہ اس کی صورت بگڑ گئی ہے تو یہ روشنی ان کے کوڑے کے کنارے میں منتقل ہو گئی ۔ ان کا کوڑا اندھیری رات میں چمکتا تھا اسی لئے ان کا نام ذوالنور پڑا ۔

ان کی یہ عرضداشت دوبارہ حاضری کے موقع پر تھی جب کہ وہ خیبر میں اپنے اسی یا نوے ساتھیوں کے ساتھ خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تھے ۔ انھوں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ دوس میں زنا اور سود عام ہے ان کی ہلاکت کی دعا کیجئے ۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت انھیں لوگوں کے لئے تھی جن کے بارے میں حضور کو یہ علم ہو تا کہ یہ آئندہ کبھی اسلام سے مشرف ہوں گے اور جن کے بارے میں یہ علم ہو تا کہ وہ ایمان سے محروم رہیں گے ۔ انکی ہلاکت کی دعائیں بھی فرمائی ہیں ۔ جیسا کہ متعدد احادیث میں گزر چکا ۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ دَوْسًا عَصَتْ وَاَبَتْ فَادْعُ

یارسول اللہ دوس نے نافرمانی کی اور اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ انکی ہلاکت کی دعا کیجئے۔ اس پر

اللّٰهَ عَلَيْهَا فَقِيْلَ هَلَكَتْ دَوْسٌ قَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَّائْتِ بِهِمْ[1]

کسی نے کہا دوس ہلاک ہو گئے تو حضور نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ دوس کو ہدایت دے اور انھیں لا۔

## بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْاِسْلَامِ وَالنُّبُوَّةِ ص۴۱۲

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسلام اور نبوت کی طرف لوگوں کو بلانا۔

**حدیث ۱۶۰۰**

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ انھوں نے

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَوْمَ

خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا میں (کل) جھنڈا ایسے شخص

خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُّفْتَحُ عَلٰى يَدَيْهِ فَقَامُوْا يَرْجُوْنَ

کو دوں گا جس کے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ تو لوگوں کا حال یہ ہو گیا کہ امید لگائے ہوئے تھے کہ جھنڈا کس کو

لِذٰلِكَ اَيُّهُمْ يُعْطٰى فَغَدَوْا وَكُلُّهُمْ يَرْجُوْ اَنْ يُّعْطٰى وَقَالَ اَيْنَ عَلِيٌّ

دیا جائے گا۔ سب کو اُمید تھی (کہ اسے دیا جائے گا صبح کو حضور نے فرمایا) علی کہاں ہیں۔ عرض کیا گیا انکی

فَقِيْلَ يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ فَاَمَرَ فَدُعِيَ لَهٗ فَبَصَقَ فِيْ عَيْنَيْهِ فَبَرَاَ مَكَانَهٗ

آنکھوں میں تکلیف ہے۔ حضور نے حکم دیا تو انھیں لایا گیا۔ حضور نے اپنا لعابِ دہن انکی

**تشریحات ۱۶۰۰**

اس جگہ کے علاوہ بخاری میں یہ حدیث تین جگہ اور ہے ہر جگہ یہ ہے۔ لاعطین الرایۃ غدًا۔ میں کل جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا۔ بعض روایتوں میں یہ زائد ہے۔ وہ اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں تکلیف تھی اس لئے غزوہ خیبر میں لشکر کے ساتھ نہیں

---

[1] ثانی مغازی باب قصۂ دوس ص۶۳ دعوات باب الدعاء للمشرکین ص۹۴۶۔

حَتّٰی کَاَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ بِہٖ شَیْءٌ فَقَالَ نُقَاتِلُھُمْ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مِثْلَنَا فَقَالَ عَلٰی

آنکھوں میں ڈالا وہ اسی جگہ ایسا ٹھیک ہو گئے گویا ان کو کچھ نہیں تھا (حضرت علی نے پوچھا) میں

رِسْلِکَ حَتّٰی تَنْزِلَ بِسَاحَتِھِمْ ثُمَّ ادْعُھُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْھُمْ

ان سے لڑوں یہاں تک کہ ہمارے مثل ہو جائیں۔ فرمایا۔ جس حال میں ہو جاؤ۔ جب تم ان کے میدان

بِمَا یَجِبُ عَلَیْھِمْ فَوَاللّٰہِ لَاَنْ یُّھْدٰی بِکَ رَجُلٌ وَّاحِدٌ خَیْرٌ لَّکَ مِّنْ

میں پہنچو تو انھیں اسلام کی دعوت دو اور انھیں بتا دو جو ان پر واجب ہے۔ بخدا تمہارے ذریعہ سے

حُمْرِ النَّعَمِ ۔

ایک شخص کو ہدایت ہو جائے تو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

**حدیث ۱۶۰۱**

حَدَّثَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ

نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا کہ لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ لوگ لا الٰہ الا اللہ کہیں

النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَمَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَقَدْ عَصَمَ

تو جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا اس نے اپنی جان مال مجھ سے محفوظ کر لیا۔ مگر

مِنِّیْ نَفْسَہٗ وَمَالَہٗ اِلَّا بِحَقِّہٖ وَحِسَابُہٗ عَلَی اللّٰہِ ۔

اسلام کے حق پر۔ اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔

آئے تھے مدینہ طیبہ ہی رہ گئے تھے۔ مگر بعد میں ان کے دل میں ایسا اضطراب پیدا ہوا کہ آشوب چشم کے باوجود خیبر آ گئے۔ ادھر مرحب جس قلعہ کا سردار تھا وہ فتح نہیں ہو سکا۔ اجلہ صحابہ کرام کی سرکردگی میں مہم گئی مگر کامیابی نہیں ملی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق حضرت علی شیر خدا نے مرحب کو قتل کیا اور قلعہ کو فتح فرما لیا۔

عہ باب فضل من اسلم علی یدیہ رجل ص۴۲۲ فضائل الصحابہ مناقب علی ص۵۲۵ ثانی مغازی باب غزوۃ خیبر ص۶۰۵ مسلم فضائل۔

بَابُ مَنْ اَرَادَ غَزْوَةً فَوَرّٰى بِغَيْرِهَا وَمَنْ اَحَبَّ الْخُرُوْجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ ص۴۱۴

جس نے کسی غزوے کا ارادہ کیا اور اسے ظاہر نہیں کیا اور جمعرات کو سفر کرنا پسند کیا۔

**حدیث ۱۶۰۲**

اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ

عبداللہ بن کعب بن مالک نے کہا جو ان کے بچوں میں ان کے قائد تھے کہ میں نے

عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ

کعب بن مالک سے سنا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوے میں شریک

بْنَ مَالِكٍ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَكُنْ

نہ ہونے کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بھی کسی غزوے کا ارادہ

يُرِيْدُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةً اِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا۔ ۳-

فرماتے تو توریہ کچھ اور ظاہر فرماتے۔ دوسری سند سے یوں ہے کہ عبداللہ نے کہا میں نے کعب بن مالک

قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ بہت کم ایسا ہوتا کہ حضور کسی غزوے کا ارادہ فرماتے تو اسے برملا بتا دیتے

وَسَلَّمَ قَلَّمَا يُرِيْدُ غَزْوَةً يَغْزُوْهَا اِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ غَزْوَةُ تَبُوْكَ

اکثر توریہ فرماتے۔ ہاں جب غزوہ تبوک ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

فَغَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرٍّ شَدِيْدٍ وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا

سخت گرمی میں یہ غزوہ فرمایا اور بہت طول طویل اور جنگلات کا سفر اختیار فرمایا

**تشریحات ۳، ۱۶۰۲**

یہ حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں دس جگہ ذکر فرمائی ہے کہیں مطول کہیں مختصر۔ چار طریقے سے یہیں ہے۔ اس پر پورا کلام مغازی میں ذکر کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

کسی سفر میں پنجشنبہ کے دن نکلنا مبارک ہے۔ اس سلسلے میں ایک روایت بھی ہے جسے طبرانی نے ذکر کیا ہے بُوْرِكَ لِاُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا يَوْمَ الْخَمِيْسِ پنجشنبہ کی صبح سفر کرنے میں میری امت کو برکت دی گئی۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ لیکن فضائل میں ضعاف بھی مقبول ہیں۔

بَعِيْدًا وَمَفَازًا وَاسْتَقْبَلَ غَزْوَ عَدُوٍّ كَثِيْرٍ فَجَلَّى لِلْمُسْلِمِيْنَ اَمْرَهُمْ لِيَتَأَهَّبُوْا

اور دشمنوں کی کثیر تعداد کے مقابلے کے لئے گئے ۔ تو حضور نے مسلمانوں کو صاف

اُهْبَةَ عَدُوِّهِمْ وَاَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِيْ يُرِيْدُ ـــ وَعَنْ يُوْنُسَ اِلٰى

صاف بتا دیا تاکہ اپنے دشمن کے مطابق سامان مہیا کرلیں ۔ اور انھیں وہ جگہ بتادی

اَنْ قَالَ اَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ يَقُوْلُ لَقَلَّمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

جس کا ارادہ فرمایا تھا ۔ اور پنجشنبہ کے علاوہ اور کسی دن کم سفر فرماتے تھے ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ اِذَا خَرَجَ فِيْ سَفَرٍ اِلَّا يَوْمَ الْخَمِيْسِ ۔

**حدیث ۱۶۰۳**

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

عبد الرحمٰن بن کعب بن مالک اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَكَانَ يُحِبُّ اَنْ يَّخْرُجَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں پنجشنبہ کو نکلے ۔ اور پنجشنبہ کو نکلنا پسند فرماتے تھے ۔

يَوْمَ الْخَمِيْسِ ۔

بعض احادیث میں شنبہ کے دن سفر کرنے کے بھی بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص شنبہ کو کسی کام کے لئے نکلے گا اللہ تعالیٰ اس کے کام کو پورا فرمادے گا ۔ حجۃ الوداع کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شنبہ ہی کو نکلے تھے اور اس حدیث میں جو مذکور ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ زیادہ تر پنجشنبہ کو نکلتے تھے یا اس کے معارض نہیں کہ کبھی کبھار شنبہ یا دوسرے دنوں میں بھی سفر شروع فرمایا ہے ۔

عبد الرحمٰن دو ہیں ایک حضرت کعب بن مالک کے صاحبزادے ہیں اور ایک ان کے پوتے ۔ اس حدیث کے تیسرے طریق میں امام زہری حضرت کعب بن مالک کے صاحبزادے عبد الرحمٰن سے روایت کرتے ہیں اس حدیث کے دوسرے طریقے میں سند یوں مذکور ہے ۔ اخبرنی عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن کعب بن مالک قال سمعت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ اس پر دارقطنی نے یہ تعقب کیا کہ اس میں ارسال ہے ۔ اسلئے کہ عبد الرحمٰن بن عبد اللہ کا سماع ان کے دادا کعب بن مالک سے ثابت نہیں ۔

**تشریحات ۱۶۰۳**

اس سریے کے سپہ سالار حمزہ بن عمرو اسلمی تھے اور جن قریش کے دو شخص کے بارے میں یہ حکم دیا تھا وہ حباب بن اسود اور اس کا ساتھی نافع بن عبد قیس تھا ۔ جیسا کہ سیرت ابن ہشام

## بَابُ التَّوْدِيْعِ عِنْدَ السَّفَرِ ص۴۱۵ سفر کے وقت رخصت کرنا۔

**حدیث ۱۶۰۴**

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْثٍ وَقَالَ لَنَا اِنْ

علیہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا اور ہم سے فرمایا اگر تمہیں فلاں فلاں مل جائیں تو انھیں آگ

لَقِيْتُمْ فُلَانًا وَفُلَانًا رَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ سَمَّاهُمَا فَحَرِّقُوْهُمَا بِالنَّارِ قَالَ

سے جلا دینا۔ قریش کے دو شخصوں کا نام لے کر بتایا۔ پھر سفر کے وقت ہم حضور سے رخصت

ثُمَّ اَتَيْنَاهُ نُوَدِّعُهٗ حِيْنَ اَرَدْنَا الْخُرُوْجَ وَقَالَ اِنِّيْ كُنْتُ اَمَرْتُكُمْ اَنْ

ہونے کے لئے آئے تو فرمایا۔ میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں کو آگ سے جلا دینا، آگ

تُحَرِّقُوْا فُلَانًا وَفُلَانًا بِالنَّارِ وَاِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا اِلَّا اللّٰهُ فَاِنْ اَخَذْتُمُوْهُمَا

سے سوائے اللہ کے کوئی سزا نہیں دے گا۔ اگر تم ان دونوں کو پکڑ لینا تو قتل کر دینا۔

فَاقْتُلُوْهُمَا ؎

## بَابُ السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلْاِمَامِ مَالَمْ يَاْمُرْ بِمَعْصِيَةٍ ص۴۱۵

امام جب تک گناہ کا حکم نہ دے اس کی بات سننی اور ماننی ہے۔

**حدیث ۱۶۰۵**

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

میں ہے۔ ان دونوں کا جرم یہ تھا کہ جب حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے شوہر حضرت ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اونٹ پر سوار کر کے مدینہ طیبہ کی طرف بھیجا۔ تو ان دونوں نے ان کو اونٹ پر سے گرا دیا تھا جس کے صدمے میں وہ مریض رہنے لگیں اور بالآخر اسی مرض میں واصل بحق ہو گئیں۔

حباب بن اسود فتح مکہ کے بعد مشرف باسلام ہوئے۔ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے۔ ان کی اس حرکت پر

؎ باب لا یعذب بعذاب اللہ ص۴۲۳ ابوداؤد۔ نسائی۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَۃُ حَقٌّ مَالَمْ یُؤْمَرْ بِمَعْصِیَۃٍ فَاِذَا

روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ بات سننا اور ماننا حق ہے جب تک گناہ کا حکم نہ دیا جائے جب گناہ

اُمِرَ بِمَعْصِیَۃٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَۃَ ؎

کا حکم دیا جائے تو نہ سننا ہے اور نہ ماننا۔

بَابُ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَاءِ الْاِمَامِ وَیُتَّقٰی بِہٖ ص ۴۱۵ امام کی سرپرستی میں لڑنا اور اسکی پناہ میں رہنا۔

**حدیث ۱۶۰۴**

اَنَّ الْاَعْرَجَ حَدَّثَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ

سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ

تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہم سب سے پچھلے اور سب سے اگلے ہیں۔ جس نے

وَبِھٰذَا الْاِسْنَادِ مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ

میری فرمانبرداری کی اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی

صحابہ کرام ان کو برا کہتے تھے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ جو تمہیں برا کہے تم اس کا جواب دو۔ اس کے بعد لوگوں نے ان کو برا کہنا چھوڑ دیا۔

**تشریحات ۱۶۰۵**

خارجیوں نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جو سلاطین ظالم ہوں ان پر خروج واجب ہے۔ مگر جمہور فرماتے ہیں کہ جب تک سلطان اسلام سے کفر نہ سرزد ہو اور شعائر اسلام کے قیام کو نہ چھوڑے خروج جائز نہیں اگرچہ وہ ظالم ہے۔ کیونکہ اس میں امن کی بربادی اور لوگوں کے جان و مال کی تباہی ہے۔

**تشریحات ۱۶۰۶**

قریش اور عام اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ صرف قبیلے کے سرداروں کی اطاعت کرتے جس میں عصبیت تھی جب انھیں قبائلی حدبندی سے ہٹ کر مطلقاً امیر کی اطاعت کا حکم دیا گیا تو ان پر شاق ہوا۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث میں پوری تاکید کے ساتھ امیر کی اطاعت کا حکم ارشاد فرمایا۔ یہ حدیث خوارج کے اس عقیدے کا رد ہے۔ کہ ائمہ جور پر

؎ ثانی الاحکام باب السمع والطاعۃ للامام ص ۱۰۵۷ مسلم مغازی ابوداؤد جہاد

وَمَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِيْ وَمَنْ يَّعْصِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ وَاِنَّمَا الْاِمَامُ

نافرمانی کی۔ اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر

جُنَّةٌ يُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ وَيُتَّقٰى بِهٖ فَاِنْ اَمَرَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَعَدَلَ فَاِنَّ لَهٗ

کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور امام ڈھال ہے اس کی پناہ میں لڑا جاتا ہے اور بچا

بِذٰلِكَ اَجْرًا وَاِنْ قَالَ بِغَيْرِهٖ فَاِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ [1]

جاتا ہے۔ پس اگر اللہ کے تقوی کا حکم کرے اور انصاف کرے تو اس کیلئے ثواب ہے اور اگر اس

کے سوا کچھ اور کہے تو اس پر اس کا وبال ہے۔

بَابُ الْبَيْعَةِ فِي الْحَرْبِ عَلٰى اَنْ لَّا يَفِرُّوْا وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَلَى الْمَوْتِ لِقَوْلِ

لڑائی کے موقعہ پر یہ بیعت لینا کہ بھاگیں گے نہیں اور بعضوں نے کہا موت پر بیعت لینا۔ اللہ عزوجل

اللّٰهِ تَعَالٰى لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (فتح (۱۸) ص۴۱۵)

کے اس ارشاد کی وجہ سے۔ بیشک اللہ راضی ہوا ان لوگوں سے جو تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے ہیں۔

**حدیث ۱۶۰۷**

عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَجَعْنَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہم آئندہ سال بیعت رضوان

مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَمَا اجْتَمَعَ مِنَّا اثْنَانِ عَلَى الشَّجَرَةِ الَّتِيْ بَايَعْنَا تَحْتَهَا كَانَتْ

کی جگہ پر پہنچے تو ہم میں سے دو شخص بھی اس پر متفق نہ ہو سکے کہ وہ درخت کون سا ہے اور

خروج واجب ہے اور جمہور کے مسلک کی مؤید۔

**توضیح باب** یہ آیت کریمہ امام بخاری نے یہ ثابت کرنے کے لئے ذکر فرمایا ہے کہ موت پر بیعت لینا جائز ہے۔ اسلئے کہ سلمہ بن اکوع سے پوچھا گیا کہ آپ لوگوں نے بیعت رضوان کے موقع پر کس چیز پر بیعت کی تھی تو انھوں نے فرمایا موت پر۔

**تشریحات ۱۶۰۷** وہاں ایک قسم کے متعدد درخت تھے اس وجہ سے صحابہ کرام کو اشتباہ ہو گیا اس کے باوجود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں لوگ ایک درخت کو بیعت رضوان والا

[1] ثانی احکام باب قول اللہ تعالیٰ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ص۱۰۵۷۔

رَحْمَةٌ مِّنَ اللّٰهِ فَسَأَلْتُ نَافِعًا عَلَىٰ أَيِّ شَيْءٍ بَايَعَهُمْ عَلَى الْمَوْتِ قَالَ لَا بَلْ

یہ درخت اللہ کی طرف سے رحمت تھا (جویریہ) نے کہا کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ تم لوگوں نے کس پر

بَايَعَهُمْ عَلَى الصَّبْرِ۔

بیعت کی تھی موت پر؟ تو انھوں نے کہا نہیں بلکہ ان لوگوں نے صبر پر بیعت کی تھی۔

درخت سمجھ کر اس کی تعظیم وتکریم کرتے تھے۔ حضرت عمر نے اسے کٹوا دیا۔ اس سے شبلی صاحب اور ان کے ہم مذہب یہ دلیل لاتے ہیں کہ بزرگان دین کے مشاہد کی تعظیم وتکریم حرام ہے۔ ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ اسی بنا پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس درخت کو کٹوا دیا حالانکہ اس درخت کا کٹوانا اس بنیاد پر نہیں تھا بلکہ اس وجہ سے تھا کہ جس درخت کو لوگ سمجھ رہے تھے اس کے بارے میں قطعی طور پر یہ معلوم نہیں تھا کہ وہی درخت ہے جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی جب بیعت رضوان کے شجر کا ایک ہی سال بعد اس کی تعیین نہ کر سکے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ برسہا برس گزرنے کے بعد لوگ اسے قطعی طور پر پہچان لیں کہ یہ وہی درخت ہے۔ اسی بخاری کتاب الصلوٰۃ میں مفصل وہ حدیثیں گزری ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب معظمہ جاتے اور واپس ہوتے تو ان جگہوں کو تلاش کر کے قیام کرتے اور وہاں نمازیں پڑھتے۔ پھر یہ کہنا کیسے درست ہے کہ محبوبان بارگاہ کے مشاہد کی تعظیم ممنوع ہے۔

**کانت رحمۃ**

کانت کی ضمیر مستتر کا مرجع الشجرۃ ہے۔ جو حدیث کے متن میں مذکور ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ فرماتے ہیں کہ یہ درخت اللہ کی رحمت تھا۔ یہ مطلب نہیں کہ اس کا متعین نہ ہونا اللہ کی رحمت تھا کہ اس میں عدول عن الظاہر ہے۔ کیونکہ اب کانت کی ضمیر کا مرجع اخفار کو ٹھہرانا ہوگا جو مذکور نہیں۔ لامحالہ اس کی تاویل میں یہ کہنا پڑے گا کہ ماسبق اس پر دلالت کرتا ہے اور ظاہر ہے مذکور کو ضمیر کا مرجع بنانا بہ نسبت مدلول کے راجح ہے۔ اسی لئے علامہ بدرالدین محمود عینی نے فرمایا۔

ای کانت ھذہ الشجرۃ موضع رحمۃ اللہ ومحل رضوانہ قال تعالیٰ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ۔

یہ درخت اللہ کی رحمت اور اس کی رضوان کی جگہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ مومنین سے راضی ہوا جب انھوں نے درخت کے نیچے تم سے بیعت کی۔

**تشریحات** ۱۶۰۸

واقعہ حرہ سن ترسٹھ ۶۳ھ ہجری میں ہوا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ اور مدینہ طیبہ کے کچھ سربرآوردہ افراد یزید کے پاس گئے وہاں انھوں نے یزید کی بدعنوانیاں دیکھیں تو مدینہ طیبہ آکر یزید کی بیعت فسخ کر دی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر لی۔ اس پر یزید پلید نے مسلم بن عقبہ کو جسے مسلمان مسرف بن عقبہ کہتے ہیں۔ ایک لشکر جرار کے ساتھ مدینہ طیبہ پر

**حدیث ۱۶۰۸**

عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب واقعہ حرہ کے زمانہ میں ایک

قَالَ لَمَّا كَانَ زَمَنُ الْحَرَّةِ اَتَاهُ اٰتٍ فَقَالَ لَهٗ اِنَّ ابْنَ حَنْظَلَةَ يُبَايِعُ النَّاسَ

آنے والے نے بتایا کہ ابن حنظلہ لوگوں سے موت پر بیعت لے رہے ہیں تو فرمایا کہ میں رسول اللہ

عَلَى الْمَوْتِ فَقَالَ لَا اُبَايِعُ عَلٰى هٰذَا اَحَدًا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [1]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی سے موت پر بیعت نہیں کروں گا۔

**حدیث ۱۶۰۹**

حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عَدَلْتُ اِلٰى ظِلِّ شَجَرَةٍ فَلَمَّا خَفَّ

سے بیعت کی پھر ایک درخت کے سایے میں چلا گیا جب بھیڑ کم ہو گئی تو فرمایا۔ اے ابن اکوع

النَّاسُ قَالَ يَا ابْنَ الْاَكْوَعِ اَلَا تُبَايِعُ قَالَ قُلْتُ قَدْ بَايَعْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ

کیا بیعت نہیں کرے گا۔ میں نے عرض کیا۔ میں بیعت کر چکا یا رسول اللہ! فرمایا

حملے کے لئے بھیجا اس نے تین دن تک مدینہ طیبہ کو لوٹا اور ایسی بے حرمتی کی جو ایک کھلے کافر سے بھی متصور نہیں۔ سترہ سو رؤسا کو شہید کیا اور دس ہزار عوام کو، عورتیں اور بچے جو مارے گئے وہ الگ۔ ایک ہزار کنواری خواتین حرم کی عصمت دری کی گئی۔ مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے گئے۔ تین دن تک گھوڑوں کی لید سے مسجد اقدس ناپاک ہوتی رہی۔ تین دن تک مسجد میں نہ اذان ہوئی نہ نماز۔

حضرت حنظلہ کو غسیل الملائکہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ غزوہ احد کے موقع پر یہ غسل جنابت کر رہے تھے ابھی آدھے سر کو دھویا تھا کہ جنگ کے شور کو سنا۔ غسل چھوڑ کر اسی حالت میں میدان جنگ میں آ گئے اور لڑتے لڑتے ابوسفیان کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دیکھا کہ فرشتے انکو غسل دے رہے ہیں۔ اسی موقع پر ان کی زوجہ حاملہ ہو گئی تھیں۔ جس سے حضرت عبداللہ بن حنظلہ پیدا ہوئے۔

**تشریحات ۱۶۰۹**

یہ امام بخاری کی ثلاثیات میں سے گیارہویں ثلاثی حدیث ہے۔ جو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[1] ثانی مغازی باب غزوۃ الحدیبیہ ص ۵۹۹ مسلم مغازی

وَاَيْضًا نَبَايَعْتُهُ الثَّانِيَةَ فَقُلْتُ لَهُ يَا اَبَا مُسْلِمٍ عَلَى اَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تُبَايِعُوْنَ

اور صحیح تو میں نے حضور سے بیعت دوبارہ کی۔ یزید بن ابی عبید نے کہا میں نے ان سے پوچھا کہ اے

يَوْمَئِذٍ قَالَ عَلَى الْمَوْتِ۔

ابو مسلم اس دن تم لوگ کس چیز پر بیعت کرتے تھے فرمایا۔ موت پر۔

**حدیث ۱۶۱۰**

عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ مُجَاشِعٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

مجاشع نے کہا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بھتیجے کو لے کر حاضر ہوا

وَسَلَّمَ بِابْنِ اَخِيْ فَقُلْتُ بَايِعْنَا عَلَى الْهِجْرَةِ فَقَالَ مَضَتِ الْهِجْرَةُ لِاَهْلِهَا

میں نے عرض کیا ہم سے ہجرت پر بیعت لے لیجئے۔ فرمایا۔ ہجرت کا زمانہ گزر چکا۔ میں نے عرض

قُلْتُ عَلَامَ تُبَايِعُنَا قَالَ عَلَى الْاِسْلَامِ وَالْجِهَادِ۔

کیا اب ہم سے کس بات پر بیعت لے رہے ہیں فرمایا اسلام اور جہاد پر۔

کے تلمیذ حضرت مکی بن ابراہیم سے حضرت امام بخاری کو ملی ہے۔

بخاری میں صرف دو ہی بار بیعت کا ذکر ہے۔ مگر مسلم[1] میں تین بار مذکور ہے۔ مسلم میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو بیعت کے لیے درخت کی جڑ میں بلایا۔

حضرت سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ میں نے سب سے پہلے بیعت کی۔ اس کے بعد حضور لوگوں سے بیعت لیتے رہے یہاں تک کہ بیچ میں مجھ سے فرمایا کہ اے سلمہ بیعت کر۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے شروع ہی میں بیعت کر لی ہے۔ فرمایا اور کر لو۔ اور حضور نے مجھ کو بغیر ہتھیار کے دیکھا تو مجھے ایک ڈھال عطا فرمائی۔ پھر بیعت لی۔ پھر اخیر دور میں فرمایا۔ اے سلمہ کیا تم بیعت نہیں کرو گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں شروع میں ہی بیعت کر چکا ہوں۔ اور بیچ میں بھی۔ فرمایا اور کر لو۔ تو میں نے حضور سے تیسری بار بیعت کی۔

موت پر بیعت کا مطلب یہ ہے کہ ہم مر جائیں گے مگر میدان چھوڑ کر بھاگیں گے نہیں۔ اس تقدیر پر موت پر بیعت کا حاصل یہی ہوا کہ ہم بھاگیں گے نہیں اگرچہ جان چلی جائے اور صبر پر بھی بیعت کا حاصل یہی ہے۔

**تشریحات ۱۶۱۰** | بابن اخی۔ یہاں بابن اخی ہے۔ لیکن بخاری ہی میں دوسرے ابواب میں باخی ہے اور یہی صحیح ہے۔

[1] باب لا ہجرۃ بعد الفتح ص۴۳۳ ثانی مغازی باب ص۶۱۹ مسلم مغازی۔

[2] ثانی جہاد۔ باب غزوۃ ذی قرد وغیرہا ص۴۱۳

## بَابُ عَزْمِ الْاِمَامِ عَلَى النَّاسِ فِيْمَا يُطِيْقُوْنَ ص۴۱۶

امام کا لوگوں پر حسب استطاعت بوجھ ڈالنا۔

**حدیث ۱۶۱۱**

عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَقَدْ اَتَانِی الْیَوْمَ رَجُلٌ فَسَاَلَنِیْ عَنْ

ابو وائل نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا آج میرے پاس ایک شخص آیا

اَمْرٍ مَا دَرَیْتُ مَا اَرُدُّ عَلَیْهِ فَقَالَ اَرَاَیْتَ رَجُلًا مُؤْدِیًا نَشِیْطًا یَخْرُجُ مَعَ اُمَرَائِنَا

اس نے مجھ سے ایک بات پوچھی میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں اس کا کیا جواب دوں۔ اس نے کہا بتائیے

فِی الْمَغَازِیْ فَیَعْزِمُ عَلَیْنَا فِیْ اَشْیَاءَ لَا یُحْصِیْهَا فَقُلْتُ لَهٗ وَاللّٰهِ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ

ایک شخص مسلح ہو کر بخوشی ہمارے سرداروں کے ساتھ لڑائی میں نکلتا ہے۔ امیر ہمیں ایسی باتوں کا قطعی حکم دیتا

لَكَ اِلَّا اَنَّا كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَعَسٰی اَنْ لَّا یَعْزِمَ عَلَیْنَا فِیْ اَمْرٍ

ہے جس کی طاقت نہیں۔ میں نے اس سے کہا۔ بخدا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تجھے کیا بتاؤں ہاں ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ

اِلَّا مَرَّةً حَتّٰی نَفْعَلَهٗ وَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَنْ یَّزَالَ بِخَیْرٍ مَا اتَّقَی اللّٰهَ وَاِذَا شَكَّ فِیْ

علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے تو ہمیں کسی کام کرنے کا حکم صرف ایک بار دیتے۔ یہاں تک کہ ہم اسکو کر لیتے۔ اور

نَفْسِهٖ شَیْءٌ سَاَلَ رَجُلًا فَشَفَاهُ مِنْهُ وَاَوْشَكَ اَنْ لَّا تَجِدُوْهُ وَالَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا

بیشک تم ہمیشہ بھلائی میں ہو گے جب تک اللہ سے ڈرو گے اور جب کسی معاملے میں شک واقع ہو جائے تو کسی شخص سے

هُوَ مَا اَذْكُرُ مَا غَبَرَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا كَالثَّغْبِ شُرِبَ صَفْوُهٗ وَبَقِیَ كَدْرُهٗ۔

پوچھ لے وہ اسکی تسلی کر دے عنقریب تم ایسے شخص کو نہیں پاؤ گے۔ اور اس ذات کی قسم جسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ گزشتہ دنیا کا حال میں ذکر کرتا ہوں جو اس تالاب کے مثل ہے جس کا صاف پانی پی لیا جائے اور گدلا چھوڑ دیا جائے۔

حضرت مجاشع کے ان بھائی کا نام مجالد بن مسعود تھا اور کنیت ابو معبد تھی۔ یہ لوگ فتح مکہ کے بعد حاضر ہوئے تھے جیسا کہ مغازی میں ہے فتح مکہ کے بعد یہ مخصوص ہجرت جو فتح مکہ کے پہلے فرض تھی کہ مسلمان مکہ سے اور دیگر بلاد کفر سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آجائیں ختم ہو گئی تھی کہ اب اس کی ضرورت باقی نہیں تھی۔ اس پر پوری بحث پہلے ہو چکی ہے۔

**تشریحات ۱۶۱۱**

مُؤْدِیًا۔ اس کا مادہ اَدَاۃٌ ہے۔ یعنی لڑائی کے آلات سے کامل طور پر آراستہ۔ اس میں ہمزہ کو باقی رکھنا واجب ہے۔ ورنہ یہ وہم ہو گا کہ یہ اودیٰ سے ہے۔ جس کے معنی ہلاک ہونے کے ہیں۔

## بَابُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا لَمْ يُقَاتِلْ اَوَّلَ النَّهَارِ اَخَّرَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب شروع دن میں لڑائی کی ابتدا نہیں کرتے تو موخر فرماتے

## الْقِتَالَ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ ص ۴۱۶

یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے۔

**حدیث ۱۶۱۲**

عَنْ سَالِمٍ اَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَكَانَ كَاتِبًا لَهٗ قَالَ كَتَبَ

عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام سالم ابوالنضر نے کہا اور یہ ان کے کاتب تھے کہ حضرت

اِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ اَوْفٰى فَقَرَاْتُهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے پاس لکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کو پڑھا کہ بعض

فِيْ بَعْضِ اَيَّامِهِ الَّتِيْ لَقِيَ فِيْهَا انْتَظَرَ حَتّٰى مَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَامَ فِي النَّاسِ

ان ایام میں جن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقابلہ دشمن سے ہوا رسول اللہ نے انتظار فرمایا۔ یہاں تک

فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ

کہ سورج ڈھل گیا پھر لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ اے لوگو! دشمن کے مقابلے کی آرزو نہ کرو اور

فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ

اللہ سے عافیت کا سوال کرو اور جب دشمن سے مڈ بھیڑ ہو جائے تو صبر کرو اور جان لو کہ بیشک جنت تلواروں کے

**ان لا تجدوہ** یعنی تم کو تسلی بخش جواب دینے والا کوئی نہیں ملے گا۔ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما رہے ہیں۔ جن کا وصال حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے پہلے ہو چکا تھا۔ اب چودہ سو سال گزرنے کے بعد کیا حال ہے اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

**ماغبر** یہ اضداد میں سے ہے۔ اس کے معنی مضیٰ کے بھی ہیں۔ اور بقی کے بھی۔ علامہ ابن جوزی نے فرمایا کہ زیادہ مناسب یہاں مضی کا معنی ہے۔ اسی بنا پر ہم نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ گزشتہ دنیا۔ لیکن اس خادم کا رجحان یہ ہے کہ زیادہ مناسب مابقی ہے یعنی دنیا کی موجودہ حالات اس تالاب کے مثل ہے جس کا صاف پانی پی لیا گیا اور گدلا چھوڑ دیا گیا۔

**توضیح باب** زوال کے وقت تک جنگ ملتوی کرنے میں ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ دشمن دوپہر تک تگ و دو کر کے تھک جاتا ہے۔ پھر کہیں یہ فائدہ ہوتا ہے کہ میدان جنگ میں کبھی اپنا رخ پورب ہوتا ہے جس کی وجہ سے

اَلْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ اِهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ۔

سایے میں ہے پھر یہ دعا فرمائی اے اللہ کتاب نازل فرمانے والے بادل کو چلانے والے لشکروں کو شکست دینے والے ان کو شکست دے اور ہمکو ان کے مقابلے پر فتح عطا فرما۔

## بَابُ الْجَعَائِلِ وَالْحُمْلَانِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ص ۴۱۷ راہ خدا میں مال دینا اور سواریاں مہیا کرنا۔

ت ۵۶۱

وَقَالَ مُجَاهِدٌ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ الْغَزْوُ وَقَالَ اِنِّي اُحِبُّ اَنْ اُعِينَكَ

اور امام مجاہد نے کہا میں نے ابن عمر سے عرض کیا کہ جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں۔ فرمایا

بِطَائِفَةٍ مِنْ مَالِي قُلْتُ قَدْ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيَّ قَالَ اِنَّ غِنَاكَ لَكَ وَاِنِّي اُحِبُّ

میں چاہتا ہوں کہ کچھ مال سے تمہاری مدد کروں۔ میں نے عرض کیا اللہ نے مجھے وسعت دی ہے۔ فرمایا تیری

اَنْ يَكُونَ مِنْ مَالِي فِي هٰذَا الْوَجْهِ

مالداری تیرے لئے ہے میں پسند کرتا ہوں کہ میرا کچھ مال اس راہ میں خرچ ہو۔

ت ۵۶۲

وَقَالَ عُمَرُ اِنَّ نَاسًا يَاْخُذُونَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ يُجَاهِدُونَ ثُمَّ لَا يُجَاهِدُونَ

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کچھ لوگ اس مال سے لیتے ہیں یہ کہہ کر کہ جہاد

فَمَنْ فَعَلَهُ فَنَحْنُ اَحَقُّ بِمَالِهِ حَتّٰى نَاْخُذَ مِنْهُ مَا اَخَذَ

کریں گے پھر جہاد نہیں کرتے جو شخص ایسا کرے گا تو ہم اس کے مال کے زیادہ مستحق ہیں اس نے جو کچھ لیا ہم لے لیں گے۔

دوپہر سے پہلے پہلے سورج آنکھ کے سامنے ہوتا ہے اور دشمن کی پیٹھ پر۔ ایسی صورت میں جنگی مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ لڑائی کو سورج ڈھلے تک موخر کر دیا جائے۔ واقعہ حرہ میں ابن عقبہ نے اپنا پڑاؤ مدینہ طیبہ سے شرقی جانب رکھا تھا جس کے نتیجے میں صبح کو سورج اس کی لشکر کی پیٹھ پر تھا اور اہل مدینہ کی آنکھوں پر اس نے صبح ہی کو پوری قوت سے حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں اہل مدینہ کو نقصان پہنچا۔ اسے یہ مشورہ مروان نے دیا تھا۔

**تشریحات ۵۶۱** اس تعلیق کو امام بخاری نے غزوہ فتح میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ مجاہد اگرچہ مالدار اور مستغنی ہو اس کی مال سے مدد کی جائے البتہ اسے کوئی سامان یا سواری اجرت پر دینا مکروہ ہے۔ امام مالک کے یہاں مطلقاً اور ہمارے یہاں اس وقت اجازت ہے جب مسلمانوں میں ضعف ہو اور بیت المال خالی ہو ورنہ مکروہ ہے۔

ت ۵۶۳ وَقَالَ طَاؤُسٌ وَمُجَاهِدٌ اِذَا دُفِعَ اِلَيْكَ شَيْءٌ تَخْرُجُ بِهٖ فِيْ

امام طاؤس اور مجاہد نے کہا جب تجھے کچھ دیا جائے۔ کہ اسے لیکر راہ خدا میں جاؤ

سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاصْنَعْ بِهٖ مَاشِئْتَ وَضَعْهُ عِنْدَ اَهْلِكَ

تو تجھے اختیار ہے جو چاہے کریے چاہے تو اپنے اہل کے پاس رکھ دے۔

## بَابُ الْاَجِيْرِ ص ۴۱۷ لڑائی میں نوکر کا حکم

ت ۵۶۴ وَقَالَ الْحَسَنُ وَابْنُ سِيْرِيْنَ يُقْسَمُ لِلْاَجِيْرِ مِنَ الْمَغْنَمِ۔

امام حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا نوکر اور مزدور کو بھی غنیمت سے حصہ دیا جائے گا۔

ت ۵۶۵ وَاَخَذَ عَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ فَرَسًا فَبَلَغَ سَهْمُ الْفَرَسِ اَرْبَعَ مِائَةِ

عطیہ بن قیس نے ایک گھوڑا جہاد کے لئے کرایے پر لیا گھوڑے کا حصہ چار سو دینار

دِيْنَارٍ فَاَخَذَ مِائَتَيْنِ وَاَعْطٰى صَاحِبَهٗ مِائَتَيْنِ ۔

ہوا تو دو سو انھوں نے لیا اور دو سو گھوڑے والے کو دیا۔

## بَابُ مَا قِيْلَ فِيْ لِوَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ص ۴۱۷

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جھنڈے کے بارے میں جو کچھ کہا گیا۔

**تشریحات ۵۶۳** حضرت عمر کی تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں موصولا ذکر کیا ہے۔ حضرت عمر کے اس ارشاد سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر بیت المال کسی کو کسی کام کے لئے کچھ دے اور وہ نہ کرے تو اس سے مال واپس لے لیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی نا اہل لے تو بھی۔ اور یہی حکم دینی اداروں سے بھی مال لینے کا ہے۔ اس سے اوقاف کے متولیاں اور دینی مدارس کے ناظمین کو اپنی اصلاح کرلینی چاہیے کہ اب اکثر ایسا ہوتا ہے کہ رشتہ داری یا خوشامد اور چاپلوسی کی بنا پر نااہل کو نا اہل جانتے ہوئے بھی ملازم رکھ لیا جاتا ہے۔

**تشریحات ۴، ۵۶۵** لڑائی میں اجیر کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ کسی مجاہد نے اپنی یا اپنے گھوڑے کی خدمت کیلئے کسی کو ساتھ رکھ لیا۔ اسے مال غنیمت سے حصہ نہیں ملے گا۔ دوسرے یہ کہ امیر لشکر نے یا سلطان اسلام نے کسی کو لڑنے کے لئے نوکر رکھ لیا۔ جیسا کہ آجکل پوری دنیا میں رائج ہے اسے بھی مال غنیمت سے کچھ حصہ نہیں ملے گا وہ صرف اپنی اجرت کا مستحق ہوگا۔

**حدیث ۱۶۱۳**

اَخْبَرَنِیْ ثَعْلَبَۃُ بْنُ اَبِیْ مَالِكٍ اَلْقُرَظِیُّ اَنَّ قَیْسَ بْنَ سَعْدٍ الْاَنْصَارِیَّ

قیس بن سعد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کا ارادہ فرمایا تو احرام باندھنے سے پہلے کنگھی

وَکَانَ صَاحِبَ لِوَاءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَادَ الْحَجَّ فَرَجَّلَ۔

کی۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحب لوا رہتے۔

**حدیث ۱۶۱۴**

عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ یَقُوْلُ لِلزُّبَیْرِ رَضِیَ

نافع بن جبیر بن مطعم نے کہا کہ میں نے عباس رضی اللہ تعالیٰ کو زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ھٰھُنَا اَمَرَکَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ تَتْرُکَ الرَّایَۃَ[1]

سے یہ کہتے ہوئے سنا۔ کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تم کو یہاں جھنڈا گاڑنے کا حکم دیا ہے۔

**بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَۃَ شَھْرٍ**

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان ایک مہینے کی دوری تک رعب سے

**وَقَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا اَشْرَکُوْا**

میری مدد کی گئی اور اللہ کے اس ارشاد کا بیان عنقریب ہم کافروں کے دل میں رعب ڈالیں گے

**بِاللّٰہِ** ۔ آل عمران (۱۵۱) ص ۴۱۸ کیونکہ انھوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا۔

اور اگر مجاہد نے سواری یا ہتھیار کرایے پر لیا تو یہ جائز نہیں۔ اگر اجرت یہ ہو کہ مال غنیمت میں سے اتنا حصہ تم کو اجرت دوں گا۔ کیونکہ اجرت مجہول معدوم ہے۔ ہاں اور اگر اجرت طے کر لی مثلاً یہ کہ یومیہ ایک روپیہ دوں گا تو جائز ہے۔

**توضیح باب** لواء اس بڑے جھنڈے کو کہتے ہیں جو لشکر کے سپہ سالار کے پاس رہتا ہے۔ رایۃ چھوٹے جھنڈے کو کہتے ہیں۔ امام ترمذی نے لواء اور رایۃ کے لئے الگ الگ باب قائم فرمایا ہے۔ پہلے باب باندھا ہے بَابُ الْاَلْوِیَۃِ۔ اس کے تحت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث لائے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکے میں داخل ہوئے اور حضور کی لواء سفید تھی۔ اس کے بعد یہ باب قائم فرمایا۔ باب فی الرایات۔ اس کے تحت حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث لائے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رایہ کے بارے میں پوچھا گیا تو بتایا کہ وہ کالا چوکور چمڑے کا تھا۔ ابو یعلی نے اپنی مسند میں طبرانی نے کبیر میں حضرت بریدہ سے روایت کیا

---

[1] شامی مغازی باب این رکز النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح ص ۶۱۳

82

**حدیث ۱۶۱۵**

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ

نے فرمایا۔ میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں اور رعب سے میری مدد کی گئی میں سو رہا تھا کہ میرے پاس

بِالرُّعْبِ فَبَيْنَا اَنَا نَائِمٌ اُوْتِيْتُ بِمَفَاتِيْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِيْ يَدَيَّ قَالَ

زمین کے تمام خزانوں کی کل کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھوں میں رکھی گئیں ـــ حضرت ابو ہریرہ نے

اَبُوْهُرَيْرَةَ وَقَدْ ذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْتُمْ تَنْتَثِلُوْنَهَا[1]

کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور تم ان خزانوں کو نکال رہے ہو۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رایہ کالی تھی اور لوا رسفید۔ اس قسم کی متعدد احادیث مروی ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے۔ کہ رایہ کا رنگ زرد تھا اور بعض روایتوں میں ہے کہ سرخ تھا۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ رایہ چھوٹے جھنڈے کے لیے کوئی رنگ مقرر نہیں تھا۔ جس وقت جیسا موقع ہوا جھنڈا بنالیا۔

**تشریحات ۱۶۱۴** فتح مکہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جھنڈا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ حجون (جنت المعلی) میں جھنڈا گاڑا جائے۔ چنانچہ انھوں نے یہی کیا اس پر حضرت عباس نے وہ پوچھا تھا۔

**تشریحات ۱۶۱۵** الجوامعُ الکلِمُ۔ جوامع۔ جامعۃ۔ کی جمع ہے۔ کَلِمُ کلمۃ کی اسم جمع ہے جیسے تمر اور تمرۃ ـــ اس میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے۔ اصل تھا الکلم الجوامع۔ اس سے مراد ایسا کلمہ ہے جو مختصر ہو لیکن اپنے اندر کثیر معانی رکھتا ہو جیسے انما الاعمال بالنیات۔ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ الدین النصیحۃ لکل مسلم۔

علامہ ابن تین نے کہا کہ جوامع الکلم سے مراد قرآن مجید ہے۔ جس کے ہر ہر کلمہ میں غیر متناہی معانی ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا۔ عجائبہ لاتنقضی۔ اس کے عجائب ختم نہیں ہوں گے۔

**مطابقت باب** باب یہ ہے نصرت بالرعب مسیرۃ شہر۔ ایک مہینہ کی مسافت تک رعب سے میری

---

[1] ثانی تعبیر الرؤیا ص۱۰۳۶ باب المفاتیح فی الید ص۱۰۸۸ الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۱۰۸۸ مسلم مساجد۔ نسائی جہاد۔ دارمی مقدمہ۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص۲۶۴

## بَابُ حَمْلِ الزَّادِ فِي الْغَزْوِ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (۱۹۷) البقرہ

غزوہ میں توشہ لے جانا اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا بیان۔ اور توشہ ساتھ رکھو سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے۔

**حدیث ۱۶۱۶**

عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ قَالَ هِشَامٌ وَحَدَّثَتْنِيْ اَيْضًا

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا جب حضور نے مدینے کی طرف ہجرت کا ارادہ فرمایا

فَاطِمَةُ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ صَنَعْتُ سُفْرَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

تو میں نے ابو بکر کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایک توشہ دان تیار کیا۔

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِ اَبِيْ بَكْرٍ حِيْنَ اَرَادَ اَنْ يُّهَاجِرَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَتْ فَلَمْ نَجِدْ

لیکن توشہ دان اور پانی کا مشکیزہ باندھنے کے لئے کوئی چیز مجھے نہیں ملی ۔ میں نے

لِسُفْرَتِهٖ وَلَا لِسِقَائِهٖ مَا نَرْبِطُهُمَا بِهٖ فَقُلْتُ لِاَبِيْ بَكْرٍ وَاللّٰهِ مَا اَجِدُ شَيْئًا اَرْبِطُ بِهٖ

ابو بکر سے کہا۔ اپنے کمر بند کے سوا اسے باندھنے کے لئے کچھ نہیں پاتی ہوں۔

مدد کی گئی ۔ حدیث میں۔ مسیرۃ شہر۔ نہیں۔ لیکن یہی حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری ہی میں تیمم اور کتاب الصلوٰۃ میں مروی ہے۔ اس میں مسیرۃ شہر ہے۔ ایک حدیث دوسرے کی شرح ہوتی ہے۔ اس طرح حضرت ابو ہریرہ کی حدیث کا اطلاق حضرت جابر کی حدیث سے مقید ہے۔

**اقول وھو المستعان** ۔ یہ حضرت امام بخاری کا ذوق تھا کہ انھوں نے حضرت ابو ہریرہ کی مطلق حدیث کو حضرت جابر کی حدیث سے مقید فرمایا۔ اور یہ بظاہر اس عہد مبارک کے اعتبار سے تھا کہ مدینہ طیبہ سے ایک مہینہ کی مسافت پر ایران روم مصر وغیرہ کی عظیم الشان سلطنتیں تھیں مگر کسی کو مدینہ طیبہ پر حملے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اس حقیقت واقعیہ کو حضرت جابر کی حدیث میں بیان فرمایا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رعب صرف ایک مہینہ کی مسافت تک محدود نہیں تھا بلکہ سارے عالم پر محیط تھا۔ حضرت سفیان کی ہرقل والی حدیث میں ہے یخافہ ملک بنی الاصفر۔ ان سے شاہ روم ڈر رہا ہے انھوں نے یہ منظر حمص میں دیکھا تھا۔ نیز اس کا بدرجۂ اتم ظہور حضرات خلفاء راشدین کے عہد میں ہوا کسے نہیں معلوم قیصر وکسریٰ اپنے محلوں میں صحابہ کرام کے نام سے کانپتے تھے۔ یہ حقیقت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا رعب تھا جو وراثت میں ان حضرات کو ملا تھا۔ اس لئے انسب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو "مسیرۃ شہر" کے ساتھ خاص نہ کیا جائے۔

**تنتثلونها** اس کا مادہ نثل ہے جس کا معنی نکالنے کے ہیں عرب والے بولتے ہیں نثلت البئر۔ یعنی اس کی مٹی نکال لی مراد یہ ہے کہ ان خزانوں کو تم لوگ حاصل کر کے خرچ کر رہے ہو۔

اَلْاِنْطَاقِیْ قَالَ فَشُقِّیْهِ بِاثْنَیْنِ فَارْبِطِیْ بِوَاحِدٍ السِّقَاءَ وَبِالْاٰخِرِ السُّفْرَةَ فَفَعَلْتُ

انھوں نے فرمایا اسے پھاڑ کر دو ٹکڑے کرلے۔ ایک سے مشک باندھ اور دوسرے سے توشہ دان۔

فَلِذٰلِكَ سُمِّیْتُ ذَاتَ النِّطَاقَیْنِ [۱]

میں نے ایسا ہی کیا۔ اس لئے میرا نام ذات النطاقین پڑگیا۔

**حدیث ۱۶۱۷**

اَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں

قَالَ كُنَّا نَتَزَوَّدُ لُحُوْمَ الْاَضَاحِیِّ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ [۲]

ہم لوگ قربانی کا گوشت مدینے تک لے جاتے تھے۔

**تشریحات ۱۶۱۶**

یہ واقعہ ہجرت کا ایک حصہ ہے جب یہ طے ہوگیا کہ آج رات میں ہجرت کرنی ہے اور یہ بھی طے ہوگیا کہ تین دن تک غار ثور میں قیام کرنا ہے اس وقت حضرت اسماء نے ایک چمڑے کے تھیلے میں بکری بھون کر رکھدی۔ اسی کو باندھنے کے لئے اپنا کمر بند پھاڑا تھا۔

نطاق۔ عرب کی عورتیں کپڑوں کے اوپر کمر پر ایک کپڑا باندھ لیتی تھیں اسی کو نطاق کہا جاتا ہے۔ ذات النطاقین۔ اصل میں کلمۂ عار تھا۔ کام کاج کرنے والی عورتوں کو کہا جاتا تھا۔ اسی لئے شامی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طعن کے طور پر ابن ذات النطاقین کہا کرتے تھے۔ یہ ان کی شرارت تھی۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک معزز خاتون تھیں۔ ان کے والد حضرت صدیق اکبر تھے اور شوہر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ شب ہجرت اس خدمت کے صلے میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذات النطاقین نام رکھا تھا۔ یہ حقیقت میں ان کے لئے بہت بڑا شرف تھا جس پر وہ فخر کیا کرتی تھیں۔ حقیقت میں ان کا فخر بجا بھی تھا۔

**تشریحات ۱۶۱۷**

یہاں لحوم الاضاحی۔ ہے اور کتاب الاطعمہ میں لحوم الہدی۔ ہے۔ دونوں میں منافات نہیں۔ ھدی بھی قربانی ہی ہے۔ ابتداءً جب عسرت تھی۔ تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ جب فارغ البالی آئی تو اجازت ہوگئی۔

**تشریحات ۱۶۱۸**

یہ ایک لمبی حدیث کا ابتدائی حصہ ہے غزوہ بدر سے پہلے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[۱] مناقب الانصار۔ باب ہجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۵۵۵ ۔ [۲] شافی اضحیہ باب مایوکل من لحوم الاضاحی ص۸۳۵ اطعمہ باب ماکان السلف ـــــ یدخرون فی بیوتہم ص۸۱۶ مسلم اضاحی۔ نسائی حج۔

بَابُ الرِّدْفِ عَلَى الْحِمَارِ ص۴۱۹ گدھے پر کسی کو اپنے پیچھے بٹھانا۔

**حدیث ۱۶۱۸**

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ عَلٰى حِمَارٍ عَلٰى اِكَافٍ عَلَيْهِ قَطِيْفَةٌ وَّ اَرْدَفَ

تعالیٰ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہوئے جس کے پالان پر چادر پڑی ہوئی تھی اور اسامہ

اُسَامَةَ وَرَاءَهٗ ؎

کو اپنے پیچھے بٹھایا۔

**حدیث ۱۶۱۹**

اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ اَعْلٰى مَكَّةَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ مُرْدِفًا

علیہ وسلم اپنی سواری پر اسامہ بن زید کو پیچھے بٹھائے مکہ کے بالائی حصے سے کعبہ کی طرف آئے

اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَمَعَهٗ بِلَالٌ وَمَعَهٗ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ مِنَ الْحَجَبَةِ حَتّٰى

اور حضور کے ساتھ بلال تھے اور کلید بردار میں سے عثمان بن طلحہ تھے۔ مسجد میں آکر اونٹ کو

اَنَاخَ فِي الْمَسْجِدِ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّاْتِيَ بِمِفْتَاحِ الْبَيْتِ فَفَتَحَ وَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

بٹھایا اور عثمان بن طلحہ کو حکم دیا کہ بیت اللہ کی چابی لائیں انھوں نے چابی لاکر کعبہ کا دروازہ

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ اُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ فَمَكَثَ فِيْهَا نَهَارًا طَوِيْلًا

کھولا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے اور حضور کے ساتھ اسامہ، بلال اور عثمان تھے۔

**تشریحات**

بیمار پڑے۔ ان کی عیادت کے لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے۔ اس وقت حضرت اسامہ کو اپنے پیچھے بٹھالیا تھا۔ پوری حدیث کتاب التفسیر میں آئے گی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی تھی یا نہیں پڑھی تھی تو کے رکعت

؎ ثانی لباس باب ارتداف علی الدابۃ ص۸۸۲۔ مسلم مغازی۔ نسائی طب۔

ثُمَّ خَرَجَ فَاسْتَبَقَ النَّاسُ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَوَّلَ مَنْ دَخَلَ فَوَجَدَ بِلَالًا

کعبہ کے اندر دیر تک رہے۔ پھر باہر تشریف لائے اب لوگ پہنچے۔ سب سے پہلے عبداللہ بن عمر اندر داخل

وَرَاءَ الْبَابِ قَائِمًا فَسَأَلَهٗ اَيْنَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ لَهٗ

ہوئے۔ بلال کو دروازہ کے پیچھے کھڑا پایا۔ ان سے پوچھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہاں نماز پڑھی۔

اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَنَسِيْتُ اَنْ اَسْاَلَهٗ كَمْ صَلّٰى مِنْ سَجْدَةٍ ؕ

انھوں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں حضور نے نماز پڑھی تھی۔ عبداللہ نے کہا میں پوچھنا بھول گیا کہ

کے رکعت پڑھی۔

## بَابُ مَنْ اَخَذَ بِالرِّكَابِ وَنَحْوِهٖ ص ۴۱۹ جس نے رکاب وغیرہ پکڑا

**حدیث ۱۶۲۰**

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ

انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے۔ جس دن بھی سورج نکلے گا جس میں لوگوں کے درمیان کوئی انصاف

كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَيُعِيْنُ الرَّجُلَ

صدقہ ہے۔ جانور پر سوار ہوتے وقت کسی کی مدد کرے اور اس پر سوار کرا دے یا سامان

عَلٰى دَابَّتِهٖ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا اَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ

اٹھا کر اسے دیدے صدقہ ہے۔ اچھی بات صدقہ ہے نماز کی طرف چلتے وقت ہر قدم صدقہ

صَدَقَةٌ وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَخْطُوْهَا اِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ وَيُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ۔

ہے۔ راستے سے تکلیف دور کرے صدقہ ہے۔

پڑھی تھی اور کہاں پڑھی تھی۔ ان سب پر تفصیلی گفتگو تیسری جلد میں ہو چکی ہے۔

**تشریحات ۱۶۲۰** سُلامیٰ۔ فتح الباری میں ہے۔ یہ واحد جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ

ف ۱ ثانی مغازی باب دخول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اعلیٰ مکہ۔ ص ۶۱۴

## بَابُ كَرَاهِيَةِ السَّفَرِ بِالْمَصَاحِفِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ ص ۴۱۹

مصاحف لے کر دشمن کی زمین میں سفر کرنا مکروہ ہے۔

**ت ۵۶۶**

وَكَذَالِكَ يُرْوٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَابَعَهُ ابْنُ اِسْحٰقَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دشمن کی زمین میں مصحف لے کر جانے کی ممانعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ اس کی متابع روایت ابن اسحٰق سے بھی ہے۔

**ت ۵۶۷**

وَقَدْ سَافَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ فِي اَرْضِ الْعَدُوِّ وَهُمْ يُعَلِّمُوْنَ الْقُرْاٰنَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کے صحابہ دشمن کی زمین میں گئے اور وہ لوگ قرآن سکھاتے تھے۔

**حدیث ۱۶۲۱**

عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

یہ واحد ہے۔ اس کی جمع سُلامیات۔ اسکے معنی جوڑ کے ہیں۔ اور کبھی صرف ہڈیوں کے جوڑ کو کہا جاتا ہے۔ انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اس پر مفصل کلام گذر چکا۔

**تشریحات ۵۶۶**

یہ پہلی تعلیق کو امام اسحٰق بن راہویہ نے اپنی مسند میں ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دشمن کی زمین میں قرآن لے کر سفر کرنے کو ناپسند فرمایا۔ اس اندیشے کی وجہ سے کہ کہیں دشمن کے ہاتھ نہ پڑ جائے۔ امام بخاری نے متابعت اس بنا پر ذکر فرمایا کہ ان کے نزدیک مخافۃ ان ینالہ العدو۔ کا مرفوع ہونا صحیح نہیں جیسا کہ ابن اسحٰق کی روایت میں نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جیسا کہ دوسروں کی روایت میں ہے۔

**تشریحات ۱۶۲۱**

تعلیق میں جو یہ مذکور ہے کہ وہ قرآن لوگوں کو سکھاتے تھے اس سے امام بخاری نے استدلال فرمایا کہ ان کے پاس قرآن مجید کے کچھ صحیفے رہتے تھے یا بوقت تعلیم کچھ لوگوں کو لکھاتے تھے۔

اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی اَنْ یُّسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ اِلٰی اَرْضِ الْعَدُوِّ۔

علیہ وسلم نے دشمن کی زمین میں قرآن لے کر سفر کرنے سے منع فرمایا۔

## بَابُ التَّکْبِیْرِ عِنْدَ الْحَرْبِ ص ۴۲۰ لڑائی کے وقت تکبیر کہنا۔

**حدیث ۱۶۲۲**

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ صَبَّحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کے وقت

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْبَرَ وَقَدْ خَرَجُوْا بِالْمَسَاحِیْ عَلٰی اَعْنَاقِھِمْ فَلَمَّا رَاَوْہُ قَالُوْا

خیبر پہنچے اور خیبر والے اپنی گردنوں پر پھاوڑے لیے ہوئے نکل چکے تھے جب انھوں

ھٰذَا مُحَمَّدٌ وَالْخَمِیْسُ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِیْسُ فَلَجَاُوْا اِلَی الْحِصْنِ فَرَفَعَ النَّبِیُّ

نے حضور کو دیکھا تو کہا یہ محمد لشکر کے ساتھ ہیں محمد لشکر کے ساتھ ہیں انھوں نے قلعہ میں پناہ لی

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَیْہِ وَقَالَ اللہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ اِنَّا اِذَا

تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور کہا اللہ اکبر خیبر تباہ ہوا اور ہم جب

نَزَلْنَا بِسَاحَۃِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ وَاَصَبْنَا حُمُرًا فَطَبَخْنَاھَا

کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو جن کافروں کو ڈرایا گیا ان کی صبح بری ہو جاتی ہے۔ اور ہمکو بہت سے

فَنَادٰی مُنَادِی النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ یَنْھَیَانِکُمْ

گدھے ملے جن کو ہم نے پکایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے پکارا کہ بیشک اللہ اور اسکے رسول تمکو

اگر لشکر چھوٹا ہو اور اس کا اندیشہ ہو کہ کہیں مغلوب نہ ہو جائے تو قرآن مجید لیکر سفر کرنا ممنوع ہے لیکن اگر بھاری لشکر ہو اور شکست کا اندیشہ نہ ہو تو ممنوع نہیں۔

**تشریحات ۱۶۲۲**

مغازی میں یہ زائد ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے تھا اور میں پڑھ رہا تھا لاحول ولاقوۃ الا باللہ حضور نے سن لیا تو فرمایا اے عبد اللہ بن قیس! میں نے عرض کیا حاضر ہوں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کیا میں تجھے ایسا نہ بتادوں جو جنت کے خزانوں میں سے ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ پر میرے

عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ فَاُكْفِئَتِ الْقُدُوْرُ بِمَا فِيْهَا ۔

گدھوں کے گوشت سے منع فرماتے ہیں تو ہانڈیاں اور ہانڈیوں میں جو کچھ تھا انڈیل دیا گیا ۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ فِي التَّكْبِيْرِ ص۴۲۰ تکبیر میں آواز بلند کرنا مکروہ ہے ۔

**حدیث ۱۶۲۳**

عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ

قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنَّا اِذَا اَشْرَفْنَا عَلٰى وَادٍ

علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب ہم کسی وادی کے کنارے پہنچتے تو تکبیر و تہلیل پڑھتے ہماری آوازیں

هَلَّلْنَا وَكَبَّرْنَا ارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بلند ہو جاتیں تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے، لوگو! اپنے اوپر نرمی

يَا اَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ فَاِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا

کرو تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے وہ تمہارے ساتھ ہے

اِنَّهٗ مَعَكُمْ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ۔

وہ سننے والا قریب ہے ۔

ماں باپ قربان ضرور بتائیے فرمایا لاحول ولاقوۃ الا باللہ ۔ اور اسی کے ہم معنی دوسرے ابواب میں بھی ہے بلند آواز سے تکبیر کہنا کبھی مصلحت کے خلاف ہوتا ہے مثلاً اس سے دشمن کو خبر ہو جاتی ہے اور وہ چوکنا ہو جاتا ہے اسلئے منع فرمایا یا یہ قصہ غزوۂ خیبر میں جاتے وقت پیش آیا تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت خفیہ

---

۴۲۰ علامات النبوۃ : باب قول اللہ عزوجل یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم ص۵۱۴ ثانی : مغازی باب غزوۃ خیبر ص۶۰۳ نسائی صید ۔ ابن ماجہ : ذبائح ۔ ۴۲۱ ثانی مغازی باب غزوۃ خیبر ص۶۰۵ ۔ ثانی : دعوات باب الدعاء اذا علا عقبۃ ص۹۴۴ ۔ باب قول لاحول ولاقوۃ الا باللہ ص۹۴۵ ۔ القدر : باب لاحول ولاقوۃ الا باللہ ص۹۷۸ التوحید : باب قولہ وکان اللہ سمیعا بصیرا ص۱۰۹۹ ۔ مسلم : دعوات ۔ ابوداؤد : دعوات ترمذی : دعوات ۔ نسائی : نعوت ۔ ابن ماجہ : باب التسبیح ۔

## بَابُ التَّسْبِيحِ إِذَا هَبَطَ وَادِيًا ص۴۲۰ نشیب میں اترتے وقت تسبیح پڑھنا

**حدیث ۱۶۲۴**

عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا جب ہم بلندی پر چڑھتے تو

قَالَ كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا ؎

تکبیر کہتے اور اترتے تو تسبیح پڑھتے۔

## بَابُ يُكْتَبُ لِلْمُسَافِرِ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ فِي الْإِقَامَةِ ص۴۲۰

مسافر اقامت میں جتنا عمل کرتا تھا مسافرت کی حالت میں اس کیلئے اتنا ثواب لکھا جاتا ہے

**حدیث ۱۶۲۵**

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ أَبُو إِسْمَاعِيلَ السَّكْسَكِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ

ابو بردہ اور یزید بن ابی کبشہ ایک سفر میں ساتھ ہوئے۔ یزید سفر میں

وَاصْطَحَبَا هُوَ وَيَزِيدُ بْنُ أَبِي كَبْشَةَ فِي سَفَرٍ فَكَانَ يَزِيدُ يَصُومُ فِي السَّفَرِ

روزہ رکھتے تھے تو ان سے ابو بردہ نے کہا میں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے

فَقَالَ لَهُ أَبُو بُرْدَةَ سَمِعْتُ أَبَا مُوسَى مِرَارًا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

ہوئے بارہا سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بندہ بیمار ہو

خیبر پر چڑھائی کی تھی گزر چکا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی آبادی میں پہنچ گئے تو انھیں معلوم ہوا ورنہ وہ ایسے غافل تھے کہ اپنے کام کاج کے لئے باہر نکل چکے تھے لیکن اگر بلند آواز سے تکبیر کہنا مصلحت کے خلاف نہ ہو تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے ابھی حدیث گزری کہ خود حضور نے تکبیر پڑھی تھی، تکبیر سے جوش و خروش بڑھتا ہے اور دشمن پر رعب پڑتا ہے۔ اس نیت سے تکبیر پڑھنا مستحسن ہوگا۔

**تشریحات ۱۶۲۵**

ابو بردہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں ان کا عامر یا حارث نام تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے ابو بردہ ہی ان کا نام ہے۔ یزید بن ابی کبشہ یہ شامی تھے سلیمان

؎ باب التکبیر اذا علا شرفا ص۴۲۲، نسائی باب الیوم واللیل

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ أَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيمًا

یا سفر کرے تو اسکے نامۂ اعمال میں اتنا ثواب لکھا جاتا ہے جتنا وہ مقیم اور تندرست ہونیکی حالت میں کرتا تھا۔

صَحِيحًا ۔ ۵

## بَابُ السَّيْرِ وَحْدَهُ ص ۴۲۰ تنہا سفر کرنا

**حدیث ۱۶۲۶**

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا اگر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْوَحْدَةِ مَا أَعْلَمُ مَا سَارَ رَاكِبٌ

لوگ جانتے کہ اکیلے (سفر کرنے) میں کیا ہے جو میں جانتا ہوں تو رات میں کوئی سوار اکیلا سفر نہیں کرتا۔

بِلَيْلٍ وَحْدَهُ

## بَابُ الْجِهَادِ بِإِذْنِ الْأَبَوَيْنِ ص ۴۲۱ والدین کی اجازت سے جہاد

**حدیث ۱۶۲۷**

سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ وَكَانَ لَا يُتَّهَمُ فِي حَدِيثِهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے کہ ایک صاحب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی۔ فرمایا کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں

فَاسْتَأْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ أَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ ۔ ۵

اس نے عرض کیا جی فرمایا تو انھیں دونوں کے حقوق کی ادائیگی میں جہاد کر۔

**تشریح و لغات ۱۶۲۷**

بن عبدالملک کی طرف سے ہندوستان کے خراج وصول کرنے پر مقرر تھے اسی کی حکومت میں فوت ہوئے۔

ابوالعباس شاعر ان کا نام سائب بن فروخ تھا یہ مکی تھے اور نابینا تھے ان کے ساتھ امام بخاری

۵ ابوداؤد جنائز۔ ۵ کتاب الادب باب لا یجاهد الا باذن الابوین ص ۸۸۳
مسلم ادب، ابوداؤد، ترمذی، نسائی جہاد۔

## بَابُ مَا قِيْلَ فِي الْجَرَسِ وَنَحْوِهٖ فِيْ اَعْنَاقِ الْاِبِلِ ص ۴۲۱

اونٹ کی گردن میں گھنٹی وغیرہ باندھنے کے بارے میں کیا کہا گیا ہے۔

**حدیث ۱۶۲۸**

عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ اَنَّ اَبَا بَشِيْرٍ نِ الْاَنْصَارِيَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

ابو بشیر انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک

اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ

سفر میں تھے عبداللہ نے کہا میرا گمان یہ ہے کہ انھوں نے یہ کہا اور لوگ اپنی خواب گاہوں میں تھے کہ

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ وَالنَّاسُ فِيْ مَبِيْتِهِمْ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قاصد بھیجا کہ کسی اونٹ کی گردن میں تانت یا کسی چیز کا

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا اَنْ لَا تَبْقَيَنَّ فِيْ رَقَبَةِ بَعِيْرٍ قِلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ اَوْ

قلادہ باقی نہ رکھا جائے۔

قِلَادَةٌ اِلَّا قُطِعَتْ ۔

---

نے جو یہ فرمایا کہ اپنی حدیث میں متہم نہیں یہ اس بنا پر فرمایا کہ شاعر عموماً لاابالی غیر ثقہ ہوتے ہیں ان کے شاعر ہونے سے کسی کو شبہ ہوسکتا تھا کہ ان کی روایت مقبول نہیں اس کے ازالے کیلئے فرمایا۔

والدین اگر حیات ہوں تو ان کی بلا اجازت جہاد میں جانا ممنوع ہے یہ حکم عام حالات میں ہے لیکن اگر دشمن ہجوم کرآئیں اور حاکم اسلام نفیر عام کا اعلان کردے تو والدین اجازت دیں یا نہ دیں جہاد میں جانا واجب ہے۔

**تشریحات ۱۶۲۸**

بخاری کی اس روایت میں گھنٹی کا ذکر نہیں لیکن ان کی عادت معلوم ہے کہ وہ باب کے تحت کسی حدیث کا ایک ٹکڑا ذکر کرتے ہیں جسے باب سے مناسبت نہیں ہوتی مگر اسی حدیث کے دوسرے طرق میں باب کے مناسب کلمات ہوتے ہیں چنانچہ دارقطنی وغیرہ کی روایت میں یہ ہے وَلَا جَرَسٌ فِيْ عُنُقِ بَعِيْرٍ اِلَّا قُطِعَ خطابی نے مطابقت کی تقریر یوں کی ہے کہ گھنٹی تانت یا رسی وغیرہ میں لٹکا کر باندھی جاتی ہے جب تانت کے قلادہ اور رسن مطلقاً ہر قلادہ کے کاٹنے کا حکم دیا تو گھنٹی جس چیز میں باندھی گئی ہو

---

ے مسلم لباس، ابوداؤد جہاد، نسائی سیر۔

بَابُ الْجَاسُوْسِ التَّجَسُّسِ التَّبَحُّثِ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ

جاسوس کا بیان ۔ تجسس کے معنی تفتیش ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاءَ (اَلْمُمْتَحِنَة) ص ۴۲۱

میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ ۔

**حدیث ۱۶۲۹**

اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ

عبیداللہ بن ابو رافع نے کہا میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا

تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَالزُّبَيْرَ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور زبیر اور مقداد بن اسود کو بھیجا فرمایا چلتے رہو

وَالْمِقْدَادَ بْنَ الْاَسْوَدِ وَقَالَ انْطَلِقُوْا حَتّٰى تَاْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ فَاِنَّ بِهَا

یہاں تک کہ روضہ خاخ تک پہونچو وہاں ایک ہودج نشین عورت ہوگی اس کے پاس ایک

ظَعِيْنَةً وَمَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوْهُ مِنْهَا فَانْطَلَقْنَا تَعَادٰى بِنَا خَيْلُنَا حَتّٰى انْتَهَيْنَا

خط ہے یہ خط اس سے لے لو ہم چلے ہمارے گھوڑے ہمیں دوڑاتے رہے یہاں تک کہ روضہ تک

اِلَى الرَّوْضَةِ فَاِذَا نَحْنُ بِالظَّعِيْنَةِ فَقُلْنَا اَخْرِجِي الْكِتَابَ فَقَالَتْ مَا مَعِيَ

پہونچے وہاں ہمیں ایک ہودج نشین عورت ملی ہم نے اس سے کہا خط نکالو اس نے کہا میرے پاس

اس کا کاٹنا بھی ثابت ۔ گھنٹی باندھنے سے ممانعت اس بنا پر ہے کہ فرمایا فرشتے ان لوگوں کے ساتھ نہیں رہتے جن میں گھنٹی ہو علاوہ ازیں مسلم میں ہے کہ فرمایا الجرس مزمار الشیطان ۔ گھنٹی شیطان کا باجہ ہے۔

مطلقاً ہر قلادے کے کاٹنے کا حکم اس بنا پر دیا کہ اہل عرب جانوروں کے گلوں میں قلادے وغیرہ اس نیت سے باندھتے تھے کہ اس پر نظر یا آسیب کا خلل نہ ہو کبھی کبھی اس میں ایسے تعویز بھی باندھتے تھے جس میں غیر مشروع کلمات لکھے ہوتے رہ گئے ایسے تعویز جس میں قرآن مجید کی آیات یا احادیث کی دعائیں یا اللہ عزوجل کے اسماء لکھے ہوں ان کا باندھنا بلا کراہت درست ہے۔

حدیث میں صرف اونٹ کا ذکر ہے مگر یہ حکم اونٹ ہی کے ساتھ خاص نہیں ہر جانور کو عام ہے۔

**تشریحات ۱۶۲۹**

روضۂ خاخ :۔ مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جو ذوالحلیفہ

مِنْ كِتَابٍ فَقُلْنَا لَتُخْرِجَنَّ الْكِتَابَ اَوْ لَتُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ فَاَخْرَجَتْهُ مِنْ

کوئی خط نہیں ہم نے کہا خط نکالو یا کپڑے اتارو اس نے خط کو اپنی چوٹی سے نکالا

عِقَاصِهَا فَاَتَيْنَا بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا فِيْهِ

ہم وہ خط لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ــــ یہ خط

مِنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِيْ بَلْتَعَةَ اِلٰى اُنَاسٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ

حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مکہ کے کچھ مشرکین کے نام تھا وہ مشرکین کو رسول اللہ صلی اللہ

بِبَعْضِ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

علیہ وسلم کی بعض باتوں کی خبر دے رہے تھے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا حَاطِبُ مَا هٰذَا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ

اے حاطب یہ کیا ہے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ پر جلدی نہ فرمائیں میں قریش میں سے

اِنِّيْ كُنْتُ امْرَءًا مُلْصَقًا فِيْ قُرَيْشٍ وَلَمْ اَكُنْ مِّنْ اَنْفُسِهَا وَكَانَ مَنْ مَّعَكَ

نہیں ہوں ان میں آ کر رہنے لگا ہوں ۔ حضور کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی

کے قریب مدینہ طیبہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر ہے ۔

**ظعینۃ** ہودج نشین عورت ۔ ظعینہ کے اصل معنی ہودج کے ہیں بطور استعارہ ہودج نشین عورت کو کہا جاتا ہے ۔ اس عورت کا نام سارہ یا ام سارہ تھا ۔ کسی قریشی کی آزاد کردہ لونڈی تھی یہ اس موقعہ پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی حضور نے اس سے پوچھا کیسے آئی ہے تو اس نے کہا ضرورت سے آئی ہوں فرمایا کہ مکہ کے جوان کہاں ہیں اس نے عرض کیا واقعہ بدر کے بعد کسی کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے کپڑے دیئے اور بھی بہت کچھ دیا ۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے اس سے ملاقات کی اور دس دینار اجرت دی کہ میرا یہ خط لے جا کر فلاں کو پہنچا دینا اور یہ تاکید کر دی کہ کسی کو معلوم نہ ہو ۔ صحیح یہ ہے کہ یہ مسلمان نہیں تھی جیسا کہ مغازی میں بخاری ہی میں ہے کہ فرمایا فان بہا امرأۃ من المشرکین وہاں ایک مشرکہ عورت ہوگی یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو گایا کرتی تھی اسی جرم میں فتح مکہ کے موقعہ پر پکڑی گئی اور قتل کی گئی ۔

مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ بِمَكَّةَ يَحْمُوْنَ بِهَا اَهْلِيْهِمْ وَاَمْوَالَهُمْ فَاَجِبْتُ

مکہ میں رشتہ داریاں ہیں جس کی وجہ سے وہ ان کے اہل وعیال اور اموال کی حفاظت کرتے

اِذْ فَاتَنِيْ ذٰلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيْهِمْ اَنْ اَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا يَحْمُوْنَ بِهَا

ہیں میں نے یہ چاہا کہ جب قریش سے میرا کوئی نسبی تعلق نہیں تو میں ان پر ایک احسان

قَرَابَتِيْ وَمَا فَعَلْتُ كُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا وَلَا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْاِسْلَامِ

کروں جس کی وجہ سے وہ لوگ میرے رشتہ داروں کی حمایت کریں میں نے کفر یا ارتداد یا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ صَدَقَكُمْ قَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اسلام کے بعد کفر پر رضامندی کی وجہ سے ایسا نہیں کیا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ

دَعْنِيْ اَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ قَالَ اِنَّهٗ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ

وسلم نے فرمایا حاطب نے تم سے سچی بات کہی ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ مجھے

اللّٰهَ اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ

اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑادوں حضور نے ارشاد فرمایا یہ بدر میں شریک ہوچکا ہے اور تمہیں

لَكُمْ فَقَالَ سُفْيَانُ وَاَيُّ اِسْنَادٍ هٰذَا ؎

کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر کے بارے میں یہ فرمادیا ہے اب تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخشدیا۔ سفیان نے کہا کہ اس حدیث کی سند کیا ہی عمدہ ہے۔

**من عقاصها** اور روایتوں میں ہے مِنْ حُجْزَتِهَا۔ یعنی ازار بند باندھنے کی جگہ سے۔ دونوں روایتوں میں تطبیق کی یہ صورت ہے کہ ہوسکتا ہے اسکے بال بہت لمبے رہے ہوں اس نے خط کو بالوں کے جوڑے میں رکھ کر ازار بند کی جگہ گھسیٹ لیا ہو۔

؎ باب اذا اضطر الرجل الی النظر فی شعور اهل الذمة ص۴۳۳ ثانی مغازی۔ باب فضل من شهد بدرًا ص۴۶۵ باب غزوة الفتح ص۶۱۲ تفسیر سورہ ممتحنہ باب لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء ص۷۲۶ الاستیذان باب من نظر فی کتاب من یحضر ص۹۲۵ استتابة المرتدین باب ما جاء فی المتأولین ص۱۰۲۵۔ ابوداؤد: جہاد ترمذی: تفسیر۔ نسائی: تفسیر۔

## بَابُ الْاُسَارٰی فِی السَّلَاسِلِ ص ۴۲۲ قیدی زنجیروں میں

| حدیث | عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِیَادٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ |
|---|---|
| ۱۶۴۰ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ تعالیٰ |

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ قَوْمٍ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فِی السَّلَاسِلِ ؎

اس قوم پر تعجب فرماتا ہے جو زنجیروں میں بندھے ہوئے جنت میں داخل ہوتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ فتح کرنے کیلئے بہت خفیہ طریقہ سے ساز و سامان مہیا کرنا شروع فرمایا تھا سوائے مخصوص معتمد صحابہ کرام کے کسی کو معلوم نہیں تھا حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ سابقین اولین میں سے ہیں اور شرکائے بدر میں سے اسلئے انھیں معلوم ہوگیا تھا انھیں یہ اندیشہ ہوا کہ مکہ پر حملے کے دوران مہاجرین کے جو اقربا مکہ میں ہیں انکو مکہ والے ضرور ستائیں گے جن لوگوں کے حامی وہاں ہیں وہ لوگ ان کے رشتہ داروں کو بچائیں گے یہ چونکہ اصل میں یمن کے باشندے تھے مکہ معظمہ آکر رہنے لگے تھے ان کا کوئی رشتہ دار مکہ معظمہ میں ایسا نہیں تھا جو ان کے لوگوں کی حفاظت کرتا۔ اسلئے انھوں نے یہ خط بھیجا تھا جیسا کہ خود انھوں نے بیان فرمایا۔ لیکن چونکہ انکی یہ حرکت بہت خطرناک تھی اور بظاہر کسی مومن مخلص سے اس کی امید نہیں تھی اسلئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ فرمایا مگر چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کے دلوں کی باتوں کو بھی جانتے تھے اسلئے انکا عذر قبول فرمالیا۔

**لَعَلَّ اللّٰهَ** یہ ترجی کے لئے ہے ترجی میں یقین نہیں ہوتا شارحین نے فرمایا یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعتبار سے ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے جیسا کہ خود علامہ عینی اور علامہ عسقلانی وغیرہ نے بھی لکھا ہے کہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ترجی تحقیق کے لئے ہوتی ہے اب اس کا معنی یہ ہوا بیشک اللہ تعالیٰ نے بدر والوں کے لئے یہ فرمایا ہے۔ دوسری روایتوں میں یہ زائد ہے یہ سن کر حضرت عمر رونے لگے۔ نیز استتابۃ المرتدین اور باب اذا اضطر الرجل إلی النظر فی شعور اهل الذمة میں یہ ہے کہ ابو عبدالرحمٰن عثمانی تھے یعنی یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامی تھے اور انھیں حضرت علی سے افضل جانتے تھے اور حبان بن عطیہ علوی تھے یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامی اور انھیں حضرت عثمان سے افضل جانتے تھے۔ عبدالرحمٰن نے ابن عطیہ سے کہا میں جانتا ہوں کہ کس چیز نے تمہارے صاحب یعنی حضرت علی کو خونریزی پر جری کر دیا ہے انھوں نے یہ حدیث بیان کی ان کا مطلب یہ تھا کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر سے

؎ ثانی تفسیر آل عمران باب قوله کنتم خیر امة ص ۶۵۴ ابوداؤد جہاد۔ مسند امام احمد جلد دوم ص ۳۰۳ ص ۴۰۶

بَاب اَهْلُ الدَّارِ يُبَيَّتُوْنَ فَيُصَابُ الْوِلْدَانُ وَالذَّرَارِيُّ بَيَاتًا لَيْلًا لَنُبَيِّتَنَّهٗ لَيْلًا

کافروں پر شب خون مارتے وقت بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا ۔ بیاتًا کے معنی رات کو جانا۔

بَيَّتَ لَيْلًا ص ۴۲۳

لنبیتنہٗ کے معنی بَيَّتَ لَيْلًا کے ہے۔

**حدیث ۱۶۳۱**

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ وَسُئِلَ

صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابواء یا ودان میں میرے پاس تشریف لائے اور حضور سے پوچھا گیا ان مشرکین کے بچوں اور عورتوں کے

کہدیا ہے کہ تم جو چاہو کرو ہم نے تمہیں بخش دیا ہے ۔ اسلئے وہ نڈر ہوکر خونریزی کررہے ہیں ۔ کیونکہ یہ بھی اہل بدر میں سے ہیں ۔ لیکن یہ ابو عبدالرحمٰن کی خطا ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشاجرات میں حق پر تھے اور وہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے احیاء کے لئے جنگ کررہے تھے اور حضرت معاویہ وغیرہ خطا پر تھے ان کی کچھ باتوں سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ بزور شمشیر حکومت حاصل کرنا چاہتے تھے ۔ لیکن چونکہ وہ صحابی ہیں اور سارے صحابہ کرام کے لئے اللہ نے فرمادیا ہے كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى [1] اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمالیا ہے ۔ اسلئے صحابہ کرام کے بارے میں ہمیں حسن ظن رکھنا واجب ہے اور ان کے افعال کو اچھے محمل پر حمل کرنا واجب ہے ۔

**تشریحات ۱۶۳۰**

کتاب التفسیر میں یہ حدیث یوں ہے ۔ لوگوں کے لئے سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اس حال میں آتے ہیں کہ ان کی گردنوں میں زنجیریں ہوتی ہیں یہاں تک کہ اسلام میں داخل ہوجاتے ہیں اب حدیث زیر بحث کا مطلب یہ ہوا کہ زنجیروں میں جکڑا جانا ان کے جنت میں جانے کا سبب ہوا کہ زنجیروں میں باندھ کر وہ مسلمانوں کے پاس لائے گئے اس وقت کافر تھے پھر اسلام سے مشرف ہوئے جس کے بدولت جنت میں داخل ہوئے ۔ اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کو کافروں نے گرفتار کیا زنجیروں میں باندھا اور اسی حال میں انکا انتقال ہوگیا اور وہ جنت میں داخل ہوگئے ۔

**تشریحات ۱۶۳۱**

ابواء یہ فَرْع کے مضافات میں سے ہے یہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ

[1] حدید (۱۰)

عَنْ اَهْلِ الدَّارِ يُبَيَّتُوْنَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَيُصَابُ مِنْ نِسَائِهِمْ وَذَرَارِيِّهِمْ

بارے میں جو رات کو اپنے گھروں میں سوئے ہوئے ہوں اور قتل کر دیئے جائیں فرمایا یہ انھیں میں

قَالَ هُمْ مِنْهُمْ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لَا حِمٰى اِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ۔

سے ہیں۔ اور میں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ چراگاہ صرف اللہ اور اسکے رسول کیلئے ہے۔

## بَاب قَتْلِ الصِّبْيَانِ فِي الْحَرْبِ ص ۴۲۳

لڑائی میں بچوں کا قتل کرنا۔

**حدیث ۱۶۳۲**

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَخْبَرَهٗ اَنَّ امْرَاَةً وُجِدَتْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض غزوات

فِيْ بَعْضِ مَغَازِيْ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْتُوْلَةً فَاَنْكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں اور عورتوں کے قتل کو ناپسند فرمایا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلَ الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ [1]

**تشریحات ۱۶۳۲**

کا انتقال ہوا تھا۔ یہ نشیبی مرطوب جگہ ہے اس عہد میں یہاں اکثر طاعون کی وبا پھیل جایا کرتی تھی۔ وَدّان یہ الواء سے آٹھ میل کے فاصلہ پر جحفہ سے قریب ہے سوال کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان مشرکین کی بستیوں پر شب خون مارتے ہیں اس حالت میں کبھی بچے اور عورتیں بھی قتل ہو جاتے ہیں تو یہ جرم تو نہیں۔ کیونکہ عورتوں اور بچوں کے قتل کرنے سے ممانعت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس صورت میں کوئی گناہ نہیں دنیوی احکام میں بچے اپنے مشرک ماں باپ کے تابع ہیں تو یہ بھی مشرک ہوئے اور عورتیں مشرکہ ہی ہیں۔ تو جب انھیں میں سے ہیں تو ان کے قتل میں کیا حرج۔

اس کے بعد والے باب میں اخیر میں ہے فَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

[1] مسلم مغازی۔ ابوداؤد جہاد۔

## بَابُ لَا يُعَذَّبُ بِعَذَابِ اللّٰهِ ص۴۲۳ اللہ کے عذاب کے ساتھ عذاب نہ دیا جائے۔

**حدیث ۱۶۳۳**

عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ عَلِيًّا حَرَّقَ قَوْمًا فَبَلَغَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَوْ كُنْتُ

عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قوم کو جلا دیا اس کی خبر جب ابن عباس

اَنَا لَمْ اُحَرِّقْهُمْ لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ

رضی اللہ عنہما کو پہونچی تو فرمایا اگر میں ہوتا تو انھیں جلاتا نہیں اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے

اللّٰهِ وَلَقَتَلْتُهُمْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ۔ ؎

عذاب کے ساتھ کسی کو سزا نہ دو اور میں انھیں قتل کرتا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دین بدلے اسے قتل کر دو

**باب ص۴۲۴**

**حدیث ۱۶۳۴**

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ

تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

فرماتے ہوئے میں نے سنا کہ ایک چیونٹی نے ایک نبی کو کاٹ لیا تو انھوں نے حکم دیا چیونٹی کے

قَرَصَتْ نَمْلَةٌ نَبِيًّا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ فَاَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَاُحْرِقَتْ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ

گھر کے بارے میں تو اسے جلا دیا گیا اللہ نے ان کی جانب وحی فرمائی کہ تم کو ایک چیونٹی نے کاٹا

**تشریحات ۱۶۳۳**

جن لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جلایا تھا یہ کون تھے اس بارے میں استتابۃ المرتدین میں یہ ہے کہ یہ زندیق تھے۔ زندیق کی مختلف تفسیر کی گئی ہے۔ ایک یہ ہے کہ جس کا کوئی دین نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ لوگ ہیں جو اپنے کفر چھپائے ہوں۔ اور اسلام ظاہر کر رہے ہوں۔ کچھ لوگوں نے بتایا یہ سبائی رافضی تھے جو حضرت علی کو خدا کہتے تھے مرقات میں ہے کہ حضرت علی نے پہلے انھیں پکڑا اور ان سے توبہ کا مطالبہ کیا انھوں نے توبہ نہیں کی تو ایک گڑھا کھدوا کر آگ جلائی اور ان سبھوں کو اسمیں پھینکوا دیا۔

**تشریحات ۱۶۳۴**

یہ عتاب اس بنا پر تھا کہ انھیں ایک چیونٹی نے کاٹا تھا تو انھیں زیادہ سے زیادہ اس کو

؎ ثانی استتابۃ المرتدین باب حکم المرتد والمرتدۃ ص۱۰۲۳ ابوداؤد حدود۔ ترمذی حدود۔ نسائی محاربۃ۔ ابن ماجہ حدود۔

اَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ اَحْرَقْتَ اُمَّةً مِّنَ الْاُمَمِ تُسَبِّحُ اللّٰهَ ؎

تھا تم نے امتوں میں سے ایسی امت کو جو اللہ کی تسبیح کرتی تھی جلا ڈالا۔

## بَابُ حَرْقِ الدُّوْرِ وَالنَّخِيْلِ ص ۴۲۴ گھروں اور کھجور کے باغ کو جلانا

**حدیث ۱۶۳۵**

حَدَّثَنِيْ قَيْسُ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ قَالَ جَرِيْرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تُرِيْحُنِيْ مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ

فرمایا کیا تو مجھے ذوالخلصہ سے راحت نہیں پہنچائے گا اور یہ بنی خثعم میں ایک گھر تھا جس کو کعبۂ یمانیہ

وَكَانَ بَيْتًا فِيْ خَثْعَمَ يُسَمّٰى الْكَعْبَةَ الْيَمَانِيَةَ قَالَ فَانْطَلَقْتُ فِيْ خَمْسِيْنَ

کہتے تھے۔ تو میں احمس کے ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ چلا اور یہ لوگ گھوڑے پر سوار تھے اور میں گھوڑے

وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ اَحْمَسَ وَكَانُوْا اَصْحَابَ خَيْلٍ قَالَ وَكُنْتُ لَا اَثْبُتُ

پر بیٹھ نہیں پاتا تھا تو حضور نے میرے سینے میں مارا یہاں تک کہ میں نے انگشتان مبارک

عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ حَتّٰى رَاَيْتُ اَثَرَ اَصَابِعِهٖ فِيْ صَدْرِيْ وَقَالَ

کے نشان اپنے سینے میں دیکھا اور یہ دعا فرمائی اے اللہ! اس کو گھوڑے کی پیٹھ پر ثابت رکھ

سزا دینی چاہیئے تھی جیسا کہ بدء الخلق کی روایت میں ہے فھلا نملة واحدة، کیوں نہیں تم نے ایک ہی چیونٹی کو جلایا۔ انھوں نے تمام چیونٹیوں کو جلایا اسلئے عتاب ہوا۔

**تشریحات ۱۶۳۵**

اس حدیث کی ابتدا میں دوسری روایتوں میں یہ زائد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اپنے یہاں حاضری کے لئے کبھی نہیں روکا یعنی مجھے اجازت تھی کہ میں حاضری کی درخواست پیش کئے بغیر حاضر ہو جایا کرتا اور جب مجھے دیکھتے تو تبسم فرماتے۔

**ذی الخلصہ**

لام اور صاد کے فتحہ کے ساتھ اور ایک قول یہ ہے کہ لام کے سکون کے ساتھ اور ایک قول یہ ہے کہ خار کے ضمہ اور لام کے سکون کے ساتھ۔ یہ یمن میں ایک بتخانہ تھا جو دوس خثعم اور بجیلہ کا

؎ بدء الخلق: باب خمس فواسق ص ۴۶۷ مسلم: حیوان - ابوداؤد: ادب - نسائی: سیر - ابن ماجہ: سیر

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ صَادِيًا مَّهْدِيًا فَانْطَلَقَ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا ثُمَّ بَعَثَ إِلَى

اور اسکو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا۔ وہ وہاں گئے اسے توڑ دیا اور جلا دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَبَرِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ جَرِيْرٍ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ

تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آدمی بھیجا خبر دینے کے لئے تو حضرت جریر کے قاصد نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے

بِالْحَقِّ مَا جِئْتُكَ حَتّٰى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْوَفُ أَوْ أَجْرَبُ قَالَ فَبَارَكَ

آپکو حق کے ساتھ بھیجا کہ میں حضور کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا ہوں کہ میں نے اسکو دیکھا کہ وہ کھوکھلے یا خارش زدہ

فِيْ خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ ۔ھ

اونٹ کیطرح ہو گیا، حضور نے ان کیلئے دعا فرمائی اے اللہ! احمس کے سواروں اور پیدل والوں میں برکت عطا فرما، پانچ مرتبہ۔

معبد تھا جسکو لوگ کعبۂ یمانیہ کہتے تھے بعض روایتوں میں کعبۂ یمانیہ کیساتھ کعبۂ شامیہ بھی وارد ہے اس پر اشکال یہ ہیکہ کعبۂ شامیہ خانۂ کعبہ کا نام ہے چونکہ یہ یمن سے جانب شام ہے اسلئے یمنی اسے کعبۂ شامیہ کہتے تھے اسی بنا پر بعض شارحین نے فرمایا کہ جن روایتوں میں کعبۂ شامیہ آیا ہے وہ صحیح نہیں، لیکن علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ ذی الخلصہ کے معبد کو بھی کعبۂ شامیہ کہتے تھے کیونکہ اسکا ایک دروازہ جانب شام تھا۔

امام حاکم نے اکلیل میں ذکر کیا ہے کہ حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنی بدیلہ اور بنی قشیر کے سوافراد حاضر ہوئے جسمیں جریر بن عبداللہ بھی تھے حضور نے ان سے بنی خشعم کا حال پوچھا تو انھوں نے کہا کہ انھوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جریر بن عبداللہ کو ان سب پر امیر مقرر فرمایا اور تین سو انصار کرام کو ساتھ کیا اور حکم دیا کہ خشعم کے پاس جاؤ تین دن تک انھیں اسلام کی دعوت دو اگر وہ اسلام قبول کر لیں اور ذوالخلصہ بتخانہ کو ڈھا دیں تو بہتر ہے ورنہ ان سے جنگ کرو۔ یہاں یہ ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے ذوالخلصہ کو ڈھا کر ایک آدمی کو بھیجا جو حضور کو اطلاع کر دے اور دوسری روایتوں میں ہے کہ انھوں نے خود حاضر ہو کر اطلاع دی۔ ہو سکتا ہے کہ پہلے قاصد کو بھیجا ہو پھر بعد میں خود بھی حاضر ہو کر یہ مژدہ سنایا ہو۔

اجوف واجوب۔ اجوف کے معنی کھوکھلے اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے اندر جتنے بت تھے سب کو توڑ تاڑ کر باہر پھینک دیا گیا ہے صرف عمارت رہ گئی ہے۔ اجوب اس اونٹ کو کہتے ہیں جسے خارش ہو گئی ہو خارشی اونٹ پر یہ لوگ ایک کالا تیل ملا کرتے تھے جس سے پورا اونٹ کالا اور بدشکل معلوم ہوتا تھا مراد یہ ہے کہ ہم نے بتخانہ کو جلا دیا ہے جسکی جلی ہوئی کالی دیواریں ایسی ہو گئی ہیں جیسے خارشی اونٹ۔

---

ھ باب البشارۃ فی الفتوح: ص۴۳۳ ۔ مناقب: ذکر جریر بن عبداللہ البجلی ص۵۳۹ ثانی: مغازی: غزوۃ ذی الخلصۃ ص۶۲۴ تین طریقے سے۔ الأدب: باب البسم والضحک ص۹۰۱ دعوات: باب قولہ تعالیٰ ،صل علیہم ،، ص۹۲۷ ۔ مسلم: فضائل ۔ ابوداؤد: جہاد، نسائی: سیر۔ مناقب۔

# بَابُ قَتْلِ النَّائِمِ الْمُشْرِكِ ص ۴۲۴

## سوئے ہوئے مشرک کو قتل کرنا

۱۶۳۶ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

**حدیث** حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو رافع یہودی کی جانب

بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَبِيْ رَافِعٍ نَاسًا

انصار کرام کے کچھ لوگوں کو بھیجا اور ان پر عبداللہ بن عتیک کو امیر بنایا۔ اور ابو رافع رسول اللہ صلی اللہ

الْيَهُوْدِيِّ رِجَالًا مِّنَ الْاَنْصَارِ وَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَتِيْكٍ

تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دیتا تھا اور حضور کے مخالفین کی مدد کرتا تھا اور سرزمین حجاز میں اپنے ایک

وَّكَانَ اَبُوْ رَافِعٍ يُّؤْذِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قلعہ میں رہتا تھا جب وہ لوگ اس کے قریب پہونچے۔ تو سورج ڈوب چکا تھا۔ اور لوگ

وَيُعِيْنُ عَلَيْهِ وَكَانَ فِيْ حِصْنٍ لَّهٗ بِاَرْضِ الْحِجَازِ فَلَمَّا دَنَوْا مِنْهُ

اپنے مویشی لے کر آچکے تھے۔ عبداللہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ تم لوگ اپنی

وَقَدْ غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَرَاحَ النَّاسُ بِسَرْحِهِمْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ

جگہ بیٹھو۔ اور میں جارہا ہوں دربان سے کوئی حیلہ کروں گا۔ ہوسکتا ہے میں

لِاَصْحَابِهٖ اِجْلِسُوْا مَكَانَكُمْ فَاِنِّيْ مُنْطَلِقٌ وَّمُتَلَطِّفٌ لِلْبَوَّابِ لَعَلِّيْ

اندر پہونچ جاؤں۔ وہ آگے بڑھے یہاں تک کہ دروازہ کے قریب پہونچ گئے۔

اَنْ اَدْخُلَ فَاَقْبَلَ حَتّٰى دَنَا مِنَ الْبَابِ ثُمَّ تَقَنَّعَ بِثَوْبِهٖ كَاَنَّهٗ يَقْضِيْ

اور اپنے منہ کو کپڑے سے لپیٹ کر (بیٹھ گئے) گویا وہ رفع حاجت کررہے ہیں۔

حَاجَةً وَّقَدْ دَخَلَ النَّاسُ فَهَتَفَ بِهِ الْبَوَّابُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اِنْ

اور سب لوگ اندر داخل ہو چکے تھے ۔ دربان نے یہ آواز دی ۔ اے اللہ
كُنْتَ تُرِيْدُ اَنْ تَدْخُلَ فَادْخُلْ فَاِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُغْلِقَ الْبَابَ فَدَخَلْتُ
کے بندے اگر تو اندر آنا چاہتا ہے تو آجا میں دروازہ بند کرنے جا رہا ہوں ۔ یہ سن کر میں قلعہ کے
فَكَمَنْتُ فَلَمَّا دَخَلَ النَّاسُ اَغْلَقَ الْبَابَ ثُمَّ اَغْلَقَ الْاَغَالِيْقَ عَلٰى وَدٍّ قَالَ
اندر چلا گیا ۔ اور چھپ گیا ۔ جب سب لوگ اندر آ گئے تو دروازہ بند کر لیا پھر تالیاں ایک کھونٹی
فَقُمْتُ اِلَى الْاَقَالِيْدِ فَاَخَذْتُهَا فَفَتَحْتُ الْبَابَ وَكَانَ اَبُوْ رَافِعٍ يُسْمَرُ
میں لٹکا دیں ۔ میں نے ان کنجیوں کو لے لیا اور دروازہ کھولا ۔ ابو رافع کے یہاں رات میں باتچیت
عِنْدَهٗ وَكَانَ فِيْ عَلَالِيَّ لَهٗ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْهُ اَهْلُ سَمَرِهٖ صَعِدْتُ اِلَيْهِ
کی جاتی تھی ۔ اور وہ اپنے بالاخانے میں تھا جب بات چیت کرنے والے چلے گئے تو میں
وَجَعَلْتُ كُلَّمَا فَتَحْتُ بَابًا اَغْلَقْتُ عَلَيَّ مِنْ دَاخِلٍ قُلْتُ اِنَّ الْقَوْمَ لَوْ
اوپر چڑھا اور جو دروازہ کھولتا اسے اندر سے بند کر لیتا ۔ تاکہ اگر لوگوں کو میرا علم ہو جائے تو
نَظَرُوْا اِلَيَّ لَمْ يَخْلُصُوْا اِلَيَّ حَتّٰى اَقْتُلَهٗ فَانْتَهَيْتُ اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ فِيْ بَيْتٍ
بھی مجھ تک اس وقت تک نہ پہنچ پائیں جب تک میں اسے قتل نہ کر لوں ۔ میں ابو رافع تک پہنچا وہ اندھیرے
مُظْلِمٍ وَّسْطَ عِيَالِهٖ لَا اَدْرِيْ اَيْنَ هُوَ مِنَ الْبَيْتِ قُلْتُ اَبَا رَافِعٍ قَالَ
گھر میں اپنے اہل و عیال کے بیچ میں سو رہا تھا نہ معلوم تھا کہ گھر میں وہ کہاں ہے ۔ میں نے بلند آواز سے کہا ۔
مَنْ هٰذَا فَاَهْوَيْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَاَضْرِبُهٗ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ وَاَنَا دَهِشٌ
ابو رافع ! اس نے کہا کون ہے ؟ تو میں نے آواز کی طرف نشانہ درست کر کے اسے تلوار ماری اور میں گھبراہٹ
فَمَا اَغْنَيْتُ شَيْئًا وَصَاحَ فَخَرَجْتُ مِنَ الْبَيْتِ فَاَمْكُثُ غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ دَخَلْتُ
ہوا تھا میں کچھ نہیں کر سکا ۔ اور وہ چیخا میں گھر سے باہر نکل آیا ۔ تھوڑی دیر رکا رہا پھر اس
اِلَيْهِ فَقُلْتُ مَا هٰذَا الصَّوْتُ يَا اَبَا رَافِعٍ فَقَالَ لِاُمِّكَ الْوَيْلُ اِنَّ رَجُلًا
کے پاس اندر گیا اور کہا یہ کیسی آواز ہے اے ابو رافع ۔ اس نے کہا تیری ماں کے لئے خرابی ہو ۔
فِي الْبَيْتِ ضَرَبَنِيْ قَبْلُ بِالسَّيْفِ قَالَ فَاَضْرِبُهٗ ضَرْبَةً اَثْخَنَتْهُ وَلَمْ
کچھ دیر پہلے ایک شخص نے گھر کے اندر مجھ پر تلوار سے حملہ کیا ہے ۔ عبداللہ نے کہا ۔ اب میں نے اس کو پھر مارا
اَقْتُلْهُ ثُمَّ وَضَعْتُ ضَبِيْبَ السَّيْفِ فِيْ بَطْنِهٖ حَتّٰى اَخَذَ فِيْ ظَهْرِهٖ فَعَرَفْتُ

جس سے وہ زخمی ہو گیا۔ لیکن میں ابھی اس کو قتل نہیں کر سکا۔ پھر میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ میں رکھا۔

اَنِّیْ قَتَلْتُہٗ فَجَعَلْتُ اَفْتَحُ الْاَبْوَابَ بَابًا بَابًا حَتّٰی انْتَھَیْتُ اِلٰی دَرَجَۃٍ لَّہٗ

یہاں تک کہ اس کی پیٹھ تک چلی گئی۔ اب میں نے سمجھا کہ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے۔ اب میں ایک ایک

فَوَضَعْتُ رِجْلِیْ وَاَنَا اُرٰی اَنِّیْ قَدِ انْتَھَیْتُ اِلَی الْاَرْضِ فَوَقَعْتُ فِیْ لَیْلَۃٍ

دروازہ کھولتا جاتا یہاں تک کہ میں سیڑھی تک پہنچا۔ میں نے اپنا پاؤں رکھا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ میں زمین

مُّقْمِرَۃٍ فَانْکَسَرَتْ سَاقِیْ فَعَصَبْتُھَا بِعِمَامَۃٍ ثُمَّ انْطَلَقْتُ حَتّٰی جَلَسْتُ عَلٰی

تک پہونچ گیا ہوں میں گر پڑا چاندنی رات تھی میری پنڈلی ٹوٹ گئی جس کو میں نے عمامہ سے باندھا پھر چلا

الْبَابِ فَقُلْتُ لَا اَخْرُجُ اللَّیْلَۃَ حَتّٰی اَعْلَمَ اَقَتَلْتُہٗ فَلَمَّا صَاحَ الدِّیْکُ

یہاں تک کہ دروازہ پر آکر بیٹھ گیا اور اپنے جی میں کہا کہ آج رات اس وقت تک نہیں نکلوں گا جب تک یہ نہ

قَامَ النَّاعِیْ عَلَی السُّوْرِ فَقَالَ اَنْعِیْ اَبَا رَافِعٍ تَاجِرَ اَھْلِ الْحِجَازِ فَانْطَلَقْتُ اِلٰی

جان لوں کہ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے جب مرغ بولا تو قلعہ کی دیوار پر ایک پکارنے والے نے پکارا اہل حجاز کے تاجر کی

اَصْحَابِیْ فَقُلْتُ النَّجَاءَ فَقَدْ قَتَلَ اللّٰہُ اَبَا رَافِعٍ فَانْتَھَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

موت کی خبر دیتا ہوں۔ میں اب اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور میں نے کہا نجات حاصل کرو اللہ نے ابو رافع کو قتل کر دیا۔ میں نبی

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُہٗ فَقَالَ ابْسُطْ رِجْلَکَ فَبَسَطْتُ رِجْلِیْ فَمَسَحَھَا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور قصہ بیان کیا۔ فرمایا۔ اپنا پاؤں پھیلا۔ میں نے پھیلایا حضور نے اس

فَکَاَنَّمَا لَمْ اَشْتَکِھَا قَطُّ ؎

پر اپنا دست مبارک پھیرا تو پھر ایسا ہو گیا کہ گویا اس میں کبھی کوئی تکلیف نہیں تھی۔

## ۱۶۳۶ تشریحات

یہ ابو رافع یہود کا سردار اور عرب کے مالدار ترین لوگوں میں سے تھا۔ اس کا نام عبداللہ یا سلام بن ابی الحقیق تھا۔ اس نے غزوہ خندق کے موقع پر مشرکین کی مدد کی تھی۔ بلکہ انھیں ابھارا بھی تھا۔ غطفان اسی کے اکسانے پر آئے تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو بھی کیا کرتا تھا حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار کرام کے کچھ جوانوں کو لے کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اگر اجازت ہو تو اس موذی کو ختم کر دوں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی۔

ابن اسحٰق نے کہا جب اوس نے کعب بن اشرف کو قتل کر لیا تو خزرج کے افراد نے سلام بن ابی الحقیق کے قتل کی اجازت

---

؎ ثانی مغازی باب قتل ابی رافع ص۵۷۷ تین طریقے سے۔ اول کتاب الجہاد ص۴۲۴ دو طریقے سے

مانگی۔ اوس خزرج میں اتنا جذبۂ جاں نثاری تھا کہ اگر اوس کوئی نمایاں کام کرتے تو خزرج بھی اسی کے مثل کوئی نمایاں کام کرنے کی کوشش کرتے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک کے ساتھ یہ حضرات بھی تھے۔ معوذ بن سنان، عبداللہ بن انیس۔ ابوقتادہ اور خزاعی بن اسود اور ایک روایت میں عبداللہ بن عتبہ کا بھی نام ہے۔ خود بخاری ہی میں مغازی میں ان کا نام مذکور ہے۔

کتاب الجہاد کی روایت میں ہے کہ میں جب قلعہ کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ وہ آگ لئے ایک گدھے کو تلاش کر رہے ہیں جو غائب ہو گیا ہے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں مجھے پہچان نہ لیں تو میں اپنے سر پر کپڑا لپیٹ کر بیٹھ گیا گویا قضائے حاجت کر رہا ہوں۔

اسی میں یہ بھی زائد ہے۔ کہ میں قلعہ کے اندر جا کر دروازہ کے پاس ایک گدھے کے طویلہ میں چھپ گیا۔ قتل کے موقع پر یہ بھی ہے کہ تلوار اس کے پیٹ میں رکھ کر میں اس پر جھک گیا یہاں تک کہ ہڈی کی آواز میں نے سنی پھر میں گھبرایا ہوا باہر آیا۔ سیڑھی پر چڑھنا چاہا۔ تو گر پڑا۔ اور میرے پاؤں کا جوڑ اکھڑ گیا میں نے اس کو باندھا۔ اخیر میں یہ بھی ہے۔ اس کی موت کے اعلان کے بعد میں ایسے چلا کہ گویا مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی۔

**تطبیق** پہلی روایت میں ہے کہ میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔ دوسری روایت میں ہے کہ جوڑ اکھڑ گیا۔ ان دونوں میں منافات نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ دونوں باتیں ہوئی ہوں۔ اخیر میں جو یہ فرمایا کہ جب میں ساتھیوں کی طرف چلا تو مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی۔ حالانکہ پنڈلی ٹوٹی ہوئی تھی اور جوڑ اکھڑا ہوا تھا۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ ابورافع کے قتل کی خبر سن کر اپنے مشن کی کامیابی پر اتنی خوشی محسوس ہوئی کہ تکلیف کا احساس نہیں رہا۔

ابورافع کا یہ قلعہ خیبر میں تھا جیسا کہ خود بخاری ہی میں ہے۔ مگر بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ یہ قلعہ حجاز میں تھا ہو سکتا ہے کہ یہ قلعہ خیبر اور حجاز کی سرحد پر رہا ہو۔ اس لئے کسی نے اسے خیبر میں بتایا اور کسی نے حجاز میں۔

یہ لوگ وہاں سے مدینہ آتے ہوئے دن میں کہیں چھپ جاتے اور رات میں چلتے۔ راستے میں حضرت عبداللہ کی تکلیف بہت بڑھ گئی تو ان کے ساتھی ان کو لاد کر لائے۔

ہم نے یہاں مغازی کی روایت کو ذکر کیا ہے۔ اس لئے کہ وہ زیادہ مفصل تھی۔

**بابُ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ۔** ص ۴۲۴ دشمن سے مڈبھیڑ کی آرزو نہ کرو۔

۵۶۸ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ فَاِذَا لَقِیْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا۔

ت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور جب مقابلہ ہو جائے تو صبر کرو

۵۶۸ **تشریحات** اس تعلیق کو امام مسلم نے اور امام نسائی نے موصولا روایت کیا ہے۔ یہ ممانعت اس وجہ سے ہے کہ اس

میں کچھ اعجاب اور اپنی قوت پر اعتماد اور اترانے کا شائبہ ہے۔ مزید یہ کہ بلا پر صبر کرنا سب کا کام نہیں۔ ابھی حدیث گذری کہ زخم کی تکلیف کی تاب نہ لاکر ایک شخص نے خودکشی کر لی حضرت صدیق اکبر نے فرمایا۔ مجھے عافیت ملے اور میں شکر کروں یہ مجھے زیادہ پسند ہے کہ بلا میں مبتلا ہوں اور صبر کروں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادہ سے فرمایا۔ اے بیٹے! کسی کو مقابلہ کے لئے نہ بلاؤ۔ اور اگر تمہیں کوئی بلائے تو اس کا مقابلہ کرو۔ اس لئے کہ وہ باغی ہے۔ اور جس کے خلاف بغاوت کی جائے اس کے مدد کی اللہ نے ضمانت لی ہے۔

## بَابُ الْحَرْبِ خُدْعَةٌ ص۴۲۵

لڑائی خفیہ تدبیر کا نام ہے

۳۷ حدیث

عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلَكَ كِسْرٰی ثُمَّ لَا یَكُوْنُ كِسْرٰی بَعْدَهٗ وَقَیْصَرُ

کہ فرمایا کسریٰ ہلاک ہو گیا پھر اس کے بعد کسریٰ کبھی نہیں ہوگا اور قیصر ضرور ضرور ہلاک ہوگا۔ پھر اس

لَیُهْلَكَنَّ ثُمَّ لَا یَكُوْنُ قَیْصَرُ بَعْدَهٗ وَلَتُقْسَمَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَسَمّٰی

کے بعد قیصر نہیں ہوگا۔ تم لوگ ان دونوں کے خزانوں کو راہ خدا میں تقسیم کرو گے اور حضور نے

الْحَرْبَ الْخُدْعَةَ۔ عہ

لڑائی کا نام حیلہ رکھا ہے۔

**تشریحات ۳۷** مسلم میں۔ قدمات کسری فلا کسری بعدہٗ۔ کسریٰ مر گیا اب اس کے بعد کسریٰ نہیں اور ترمذی میں ہے۔ اذا ھلك کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ۔ جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کسریٰ نہیں ہوگا۔ ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے۔ بخاری اور مسلم کی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس ارشاد کے وقت کسریٰ ہلاک ہو چکا تھا مر چکا تھا اور ترمذی کی روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس ارشاد کے وقت تک ہلاک نہیں ہوا تھا۔ اس کی توجیہ میں حضرت علامہ بدرالدین عینی نے فرمایا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں ارشاد دو وقت میں فرمایا ہو۔ کسریٰ ابھی زندہ تھا تو یہ فرمایا۔ اذا ھلك کسریٰ۔ اور جب وہ ہلاک ہو گیا تو وہ فرمایا یعنی ھلك کسریٰ قدمات کسریٰ۔

**دوسرا اشکال** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں خسرو پرویز ایران کا شہنشاہ تھا۔ اور اسی عہد مبارک میں مرا۔ اس کے بعد دو یا تین کسریٰ ہوئے اخیر میں یزدجرد ہوا جو حضرت عثمان غنی

---

عہ جہاد باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احلت لی الغنائم ص۴۴۷ باب علامۃ النبوۃ ص۵۱۱ ثانی کتاب الایمان والنذور باب کیف ما کانت یمین النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۹۸۱۔ مسلم، ترمذی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں مارا گیا۔ جواب یہ ہے کہ خسرو پرویز کے بعد اگرچہ برائے نام ایران کے تخت پر دو یا تین بادشاہ بیٹھے مگر استحکام کسی کو نہ ہوا اور ان کے زوال کے آثار بالکل ظاہر تھے۔ اسی کو ہلاک سے تعبیر فرمایا۔

قیصر کے لئے اس حدیث میں مستقبل کا صیغہ استعمال فرمایا اس سے ملک شام سے قیصر کی سلطنت کا زوال مراد لیا جائے۔ تو یہ غیب کی خبر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں پوری ہوئی۔ اور اگر اس سے بالکلیہ زوال مراد لیا جائے تو یہ غیب کی خبر سلطان محمد فاتح کے عہد میں پوری ہوئی۔ انھوں نے قسطنطنیہ فتح کر کے قیصر کا نام و نشان مٹا دیا۔

**الحرب خدعۃ** اس سے مراد یہ ہے کہ بوقت ضرورت ایسی تدبیر کی جائے۔ کہ دشمن غافل رہے اور اس کو دبوچ لیا جائے۔ لڑائی کے موقع پر اس قسم کی تدبیر پوری دنیا میں رائج و معمول ہے اور یہ عیب نہیں۔

۱۶۳۸ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

**حدیث** حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَرْبُ خُدْعَةٌ

فرمایا کہ لڑائی حیلہ ہے۔

**باب** مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّنَازُعِ وَالْاِخْتِلَافِ فِي الْحَرْبِ وَعُقُوْبَةِ مَنْ عَصٰى اِمَامَهٗ وَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ يَعْنِي الْحَرْبَ ص ۴۲۶

لڑائی میں تنازع و اختلاف کا ناپسند ہونا اور جو اپنے امام کی نافرمانی کرے اس کی سزا اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپس میں نہ جھگڑو۔ ورنہ بزدلی دکھاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی (قتادہ نے کہا ریح سے مراد جنگ ہے)

۱۶۳۹ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَنْهُمَا يُحَدِّثُ قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ

یوم احد عبد اللہ بن جبیر کو پیادوں پر امیر بنایا اور یہ پچاس افراد تھے۔ اور فرمایا۔ اگر تم

اُحُدٍ وَكَانُوْا خَمْسِيْنَ رَجُلًا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍ فَقَالَ اِنْ رَاَيْتُمُوْنَا تَخْطَفُنَا

دیکھو کہ ہمیں چڑیاں اٹھائے جا رہی ہیں۔ تو بھی اپنی جگہ سے مت ہٹنا جب تک آدمی بھیج کر

الطَّيْرُ فَلَا تَبْرَحُوْا مَكَانَكُمْ هٰذَا حَتّٰى اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ وَاِنْ رَاَيْتُمُوْنَا هَزَمْنَا

تم کو نہ بلاؤں۔ اور اگر دیکھو ہم نے دشمن کو شکست دے دی ہے۔ اور انھیں

الْقَوْمَ وَاَوْطَأْنَاهُمْ فَلَا تَبْرَحُوْا حَتّٰى اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ فَهَزَمْنٰهُمْ قَالَ فَاِنِّيْ

کچل دیا ہے۔ جب بھی اپنی جگہ سے مت ہٹنا یہاں تک کہ میں تم کو بلاؤں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَاللّٰهِ رَاَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ قَدْ بَدَتْ خَلَاخِيْلُهُنَّ وَسُوْقُهُنَّ رَافِعَاتٍ

نے دشمنوں کو شکست دیدی۔ حضرت براء نے کہا۔ بخدا میں نے مشرکین کی عورتوں کو دیکھا کہ اپنے

ثِيَابَهُنَّ فَقَالَ اَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُبَيْرٍ الْغَنِيْمَةَ اَيْ قَوْمِ الْغَنِيْمَةَ ظَهَرَ

کپڑے اٹھائے اس تیزی سے بھاگ رہی ہیں کہ ان کے پازیب اور پنڈلیاں کھل گئی ہیں۔ یہ دیکھ کر

اَصْحَابُكُمْ فَمَا تَنْتَظِرُوْنَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جُبَيْرٍ اَنَسِيْتُمْ مَا قَالَ لَكُمْ رَسُوْلُ

عبداللہ بن جبیر کے ساتھیوں نے کہا۔ مال غنیمت لوٹو اے میری قوم مال غنیمت لوٹو۔ تمہارے اصحاب غالب

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا وَاللّٰهِ لَنَاْتِيَنَّ النَّاسَ فَلَنُصِيْبَنَّ مِنَ

ہوگئے اب کیا دیکھ رہے ہو اس پر عبداللہ بن جبیر نے فرمایا۔ تم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا وہ

الْغَنِيْمَةِ فَلَمَّا اَتَوْهُمْ صُرِفَتْ وُجُوْهُهُمْ فَاَقْبَلُوْا مُنْهَزِمِيْنَ فَذٰكَ اِذْ

بھول گئے۔ انھوں نے کہا ہم جائیں گے اور غنیمت حاصل کریں گے۔ پس جب وہ لوگ وہاں گئے تو یکایک نقشۂ جنگ بدل گیا۔

يَدْعُوْهُمُ الرَّسُوْلُ فِيْ اُخْرٰيهُمْ فَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اور مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ جب رسول انھیں دوسری جانب سے

وَسَلَّمَ غَيْرُ اِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فَاَصَابُوْا مِنَّا سَبْعِيْنَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

پکار رہے تھے۔ اب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سوائے بارہ افراد کے کوئی نہیں رہا۔ اور ہم میں ستر شہید ہوئے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ اَصَابُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ يَوْمَ بَدْرٍ اَرْبَعِيْنَ وَمِائَةً

اور یوم بدر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ نے ایک سو چالیس افراد کو اپنے قابو میں کر لیا تھا۔ ستر قیدی

وَّسَبْعِيْنَ اَسِيْرًا وَّسَبْعِيْنَ قَتِيْلًا فَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ اَفِي الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ ثَلٰثَ

ستر مقتول۔ اب ابو سفیان نے تین بار کہا۔ کیا قوم میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

مَرَّاتٍ فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجِيْبُوْهُ ثُمَّ قَالَ

صحابہ کو جواب دینے سے منع فرمادیا۔ پھر تین بار کہا۔ کیا قوم میں ابن ابی قحافہ ہیں۔ پھر تین بار کہا۔ کیا

اَفِي الْقَوْمِ ابْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ اَفِي الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ

قوم میں ابن الخطاب ہیں۔ اس کے بعد ابو سفیان اپنے لوگوں میں لوٹ گیا۔ اور کہا۔ یہ لوگ

ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ أَمَّا هٰؤُلَاءِ فَقَدْ قُتِلُوا فَمَا مَلَكَ عُمَرُ

مار ڈالے گئے۔ حضرت عمر ضبط نہ کر سکے اور فرمایا۔ بخدا اے اللہ کے دشمن تو نے جھوٹ کہا۔

نَفْسَهُ فَقَالَ كَذَبْتَ وَاللّٰهِ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ إِنَّ الَّذِينَ عَدَدْتَّ لَأَحْيَاءٌ كُلُّهُمْ

جن کا تو نے نام لیا سب کے سب زندہ ہیں اور جو تجھے برا لگے وہ باقی ہے۔ ابو سفیان نے کہا۔

وَقَدْ بَقِيَ لَكَ مَا يَسُوءُكَ قَالَ يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ وَالْحَرْبُ سِجَالٌ إِنَّكُمْ سَتَجِدُونَ

آج کا دن بدر کا بدلہ ہے اور لڑائی ڈول ہے۔ تم لوگ قوم میں مثلہ پاؤ گے۔ میں نے اس کا حکم

فِي الْقَوْمِ مُثْلَةً لَمْ آمُرْ بِهَا وَلَمْ تَسُؤْنِي ثُمَّ أَخَذَ يَرْتَجِزُ أُعْلُ هُبَلْ أُعْلُ هُبَلْ

نہیں دیا اور مجھے ناپسند بھی نہیں۔ پھر رجز پڑھنے لگا۔ ہبل بلند ہو۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تُجِيبُوهُ لَهُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ

تم لوگ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ہم کیا کہیں۔ فرمایا۔ کہو۔

مَا نَقُولُ قَالَ قُولُوا اللّٰهُ أَعْلَى وَأَجَلُّ قَالَ إِنَّ لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ

اللہ سب سے بلند ہے اللہ سب سے بزرگ ہے۔ ابو سفیان نے کہا۔ بیشک ہمارے لئے عزّیٰ ہے اور

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تُجِيبُوهُ لَهُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ

تمہارے لئے عزّیٰ نہیں۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم لوگ اسے جواب کیوں نہیں دیتے تو

مَا نَقُولُ قَالَ قُولُوا اللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَى لَكُمْ [عہ]

لوگوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ہم کیا کہیں۔ فرمایا کہو اللہ ہمارا حامی ہے اور تمہارا کوئی حامی نہیں۔

۱۶۳۹

**تشریحات** غزوہ احد ۳ھ نصف شوال میں ہوا تھا۔ اس کی پوری تفصیل مغازی میں آئے گی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوہ احد کو اپنی پشت پر رکھ کر صف بندی فرمائی تھی۔ کوہ احد کے دونوں حصوں کے درمیان ایک گھاٹی ہے۔ جو بالکل پشت پر پڑتی تھی۔ اس کا اندیشہ تھا کہ دشمن اس گھاٹی سے آکر پشت پر حملہ نہ کر دیں۔ اس لئے بطور حفظ ماتقدم حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پچاس تیراندازوں کے ساتھ اس درہ پر متعین فرما دیا تھا۔ تاکہ دشمن ادھر سے حملہ نہ کر سکیں اور انھیں ہدایت فرما دی تھی کہ ہمیں فتح ہو یا شکست جب تک میں تم لوگوں کو آدمی بھیج کر نہ بلاؤں تم لوگ اپنی جگہ سے ہرگز نہ ہٹنا۔ صحابہ کرام کے پہلے ہی حملہ میں قریش کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بے تحاشہ بھاگے۔ عبداللہ بن جبیر

عہ ثانی مغازی باب ص۵۶۸ باب غزوہ احد ص۵۷۹ باب اذ یقعدون ولا تلوٗن علی احد ص۵۸۲ تفسیر باب والرسول یدعوکم فی اُخرٰنکم ص۶۵۵ ابوداؤد جہاد۔ نسائی سیر۔

کے ساتھیوں نے جب دیکھا کہ دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ لوگ مال غنیمت حاصل کرنے لگے۔ تو ان میں کے چالیس افراد درہ چھوڑ کر عام لشکر میں شامل ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی ایمان سے مشرف نہیں ہوئے تھے انھوں نے جب دیکھا کہ درہ خالی ہے اور وہاں چند افراد رہ گئے ہیں تو چکر کاٹ کر اس درہ کی طرف سے حملہ آور ہو گئے حضرت عبداللہ بن جبیر اور ان کے دسوں ساتھی شہید ہو گئے۔ مسلمان مال غنیمت حاصل کرنے میں مصروف تھے خالد بن ولید کے اچانک حملے سے گھبرا گئے۔ اسی موقع پر آندھی بھی آگئی جس کے نتیجے میں پورا لشکر منتشر ہو گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صرف چودہ افراد رہ گئے۔ سات مہاجرین اور سات انصار۔ اسی کو حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے ستر شہداء میں چار مہاجرین تھے۔ اسد اللہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن جحش اور مصعب بن عمیر اور شماس بن عثمان۔ بقیہ انصار کرام تھے۔

**بابٌ مَنْ رَأَى الْعَدُوَّ فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ يَا صَبَاحَاهُ حَتّٰى يُسْمِعَ النَّاسَ** ص ۴۲۷

جس نے دشمن کو دیکھا تو بلند آواز سے پکارا یا صباحاہ یہاں تک کہ لوگوں کو سنا دے۔

**۱۶۴۰ حدیث** اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ قَالَ خَرَجْتُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ ذَاهِبًا نَحْوَ الْغَابَةِ حَتّٰى اِذَا كُنْتُ بِثَنِيَّةِ الْغَابَةِ لَقِيَنِيْ غُلَامٌ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قُلْتُ وَيْحَكَ مَا بِكَ قَالَ اُخِذَتْ لِقَاحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ مَنْ اَخَذَهَا قَالَ غَطَفَانُ وَفَزَارَةُ فَصَرَخْتُ ثَلَاثَ صَرَخَاتٍ اَسْمَعْتُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا يَا صَبَاحَاهُ يَا صَبَاحَاهُ ثُمَّ انْدَفَعْتُ حَتّٰى اَلْقَاهُمْ وَقَدْ اَخَذُوْهَا فَجَعَلْتُ اَرْمِيْهِمْ وَاَقُوْلُ اَنَا ابْنُ الْاَكْوَعِ وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ فَاسْتَنْقَذْتُهَا مِنْهُمْ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں مدینہ سے نکل کر غابہ کی طرف جا رہا تھا جب میں غابہ کی گھاٹی پر پہنچا تو مجھے عبدالرحمٰن بن عوف کا ایک غلام ملا۔ (وہ گھبرایا ہوا تھا) میں نے پوچھا تیرے لئے خرابی ہے۔ کیا بات ہے۔ اس نے بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں کو لے لیا گیا ہے۔ میں نے پوچھا کس نے لیا ہے۔ اس نے کہا۔ غطفان اور فزارہ نے۔ میں نے بلند آواز سے تین آوازیں لگائیں۔ کہ اسے دونوں سنگستانوں کے درمیان لوگوں نے سن لیا۔ یا صباحاہ، یا صباحاہ، پھر میں دوڑتا ہوا چلا کہ انھیں پکڑ لوں اور وہ اونٹ لے کر جا چکے تھے۔ میں انھیں تیر مارتا اور کہتا میں ابن اکوع ہوں۔ اور آج رسوائی کا دن ہے۔ (وہ پانی پی رہے تھے) ان کے پانی پینے سے پہلے

قَبْلَ اَنْ يَّشْرَبُوْا فَاَقْبَلْتُ بِهَا اَسُوْقُهَا فَلَقِيَنِيْ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہی میں نے ان سے اونٹوں کو چھڑا لیا۔ اور انھیں ہانکتا ہوا واپس ہوا۔ اور مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْقَوْمَ عِطَاشٌ وَاِنِّيْ اَعْجَلْتُهُمْ اَنْ يَّشْرَبُوْا سُقْيَهُمْ

ملے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! وہ لوگ پیاسے ہیں میں نے ان کو پانی بھی نہیں پینے دیا۔ ان کے پیچھے

فَابْعَثْ فِيْ اِثْرِهِمْ فَقَالَ يَا ابْنَ الْاَكْوَعِ مَلَكْتَ فَاَسْمِعْ اِنَّ الْقَوْمَ يُقْرَوْنَ فِيْ

لوگوں کو بھیجئے۔ ارشاد فرمایا۔ اے ابن اکوع۔ تو مالک ہوگیا۔ اب نرمی کر۔ یہ لوگ اپنی قوم میں پہنچ گئے ہونگے

قَوْمِهِمْ۔ عہ

وہ لوگ ان کی خاطر داری کرتے ہوں گے۔

## ۱۶۴۰

**تشریحات** یہ حدیث امام بخاری کی ثلاثیات میں سے بارہویں ہے۔ یہ حدیث بھی امام بخاری کو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمیذ مکی بن ابراہیم سے ملی ہے۔ یہ واقعہ غزوہ ذات القرد کے ساتھ موسوم ہے۔ امام بخاری نے مغازی میں فرمایا کہ یہ خیبر سے تین دن پہلے رونما ہوا تھا۔ اور مسلم میں بھی یہی ہے۔ ابن سعد وغیرہ نے کہا کہ یہ حدیبیہ سے پہلے ہوا تھا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ خطبی نے کہا ہے کہ اہل سیر میں کوئی اختلاف نہیں کہ غزوہ ذی قرد حدیبیہ سے پہلے ہوا ہے۔ لیکن صحیحین میں جو ہے۔ اصح ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنیاں قرد میں چرتی تھیں یہ مدینہ طیبہ سے ایک دن کی مسافت پر ایک جگہ کا نام ہے۔ یہ غابہ کے علاقے میں ہے اونٹنیوں کے چرانے کی خدمت حضرت ابوذر کے سپرد تھی وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ وہاں رہتے تھے۔ عبدالرحمٰن بن عیینہ بن حصن فزاری نے ڈاکہ ڈال کر سب اونٹنیوں کو لوٹ لیا۔ اور چرواہے کو جو حضرت ابوذر کے صاحبزادے تھے شہید کر دیا اور ان کی اہلیہ کو گرفتار کر لیا۔ فزارہ غطفان ہی کی شاخ ہے۔ حضرت سلمہ بن اکوع صبح کو تیر و کمان لئے غابہ شکار کے لئے جا رہے تھے۔ کہ انھیں یہ اطلاع ملی۔ بیس اونٹنیاں تھیں۔ ڈاکو ان سب کو ہانک کر لے گئے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلع پر چڑھ کر تین بار پوری طاقت سے یاصباحاہ پکارا۔ اور اکیلے ان ڈاکوؤں کے نشان قدم پر دوڑ پڑے۔ انھوں نے ایک چشمہ پر ان کو پالیا۔ انھوں نے ان پر تیر برسانا شروع کیا جس سے گھبرا کر اونٹنیاں چھوڑ کر بھاگے۔ اور بیس چادریں بھی چھوڑ گئے۔ انھوں نے بڑھ کر ان سب پر قبضہ کر لیا۔ ان سب کو لے کر مدینہ طیبہ کی طرف واپس ہوئے۔

**یاصباحاہ** جب کوئی مدد کے لئے پکارتا ہے تو یہ کلمہ بولتا ہے۔ اس میں الف استغاثہ کا ہے اور ہا سکتہ کی۔

---

عہ ثانی مغازی باب غزوۃ ذات القرد ص۶۰۳ مسلم مغازی۔ نسائی الیوم واللیلۃ

اہل عرب کی عادت تھی۔ کہ صبح کے وقت ڈاکہ ڈالتے تھے۔ اس مناسبت سے یہ لفظ استغاثے کے لئے استعمال ہونے لگا۔

**لِقَاح** ۔ لَقُحَۃٌ کی جمع ہے۔ دودھ دینے والی اونٹنی کو کہتے ہیں۔

**اذا ملکت فاسمح** مطلب یہ ہے کہ تمہارا سامان مل گیا اب قصہ ختم کرو۔ اس لئے کہ اب وہ اپنی قوم میں پہنچ گئے ہوں گے اب آسانی سے قابو میں نہیں آئیں گے۔ غالباً یہ اس لئے فرمایا کہ خیبر پر حملہ کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیاری کر لی تھی۔ اگر آگے بڑھتے تو اس میں تاخیر ہو جاتی یا دشواری ہو جاتی۔

## بَابُ اِذَا نَزَلَ الْعَدُوُّ عَلٰی حُکْمِ رَجُلٍ ص۴۲۷

جب دشمن کسی کے فیصلے پر اتر آئیں۔

۱۶۴۱ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ ھُوَ ابْنُ سَھْلِ بْنِ حُنَیْفٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ

**حدیث** حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ جب بنو قریظہ حضرت سعد بن معاذ

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ بَنُوْ قُرَیْظَۃَ عَلٰی حُکْمِ سَعْدِ بْنِ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے پر اتر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے پاس

مُعَاذٍ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ قَرِیْبًا مِّنْہُ

آدمی بھیج کر ان کو بلوایا۔ اور وہ حضور کے قریب ہی تھے۔ وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے۔

فَجَاءَ عَلٰی حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا

جب وہ قریب آ گئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے سردار کی طرف بڑھو۔ وہ

اِلٰی سَیِّدِکُمْ فَجَاءَ فَجَلَسَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

آئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے۔ حضور نے ان سے ارشاد فرمایا۔ کہ یہ لوگ

لَہٗ اِنَّ ھٰؤُلَاءِ نَزَلُوْا عَلٰی حُکْمِکَ قَالَ فَاِنِّیْ اَحْکُمُ اَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَۃُ وَاَنْ

تیرے فیصلے پر اتر آئے ہیں۔ انھوں نے کہا۔ میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ لڑنے والوں کو قتل کیا جائے اور

تُسْبَی الذُّرِّیَّۃُ قَالَ لَقَدْ حَکَمْتَ فِیْھِمْ بِحُکْمِ الْمَلِکِ ع۵

ان کی ذریت کو قید کیا جائے۔ فرمایا۔ تم نے ان کے بارے میں وہ فیصلہ کیا ہے جو اللہ کا فیصلہ ہے۔

**تشریحات** ۱۶۴۱ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں یہود کے تینوں قبائل سے معاہدہ کر لیا تھا۔ کہ اگر کوئی مدینہ پر حملہ کرے گا تو مسلمان، یہود مل کر مدافعت کریں گے۔ اور کوئی فریق دوسرے

---

ع۵ مناقب ذکر سعد بن معاذ ص۵۳۶ ثانی مغازی باب مرجع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الاحزاب ص۵۹۱ استیذان باب قول النبی قوموا الی سیدکم ص۹۲۶ مسلم مغازی۔ ابوداؤد ادب، نسائی مناقب۔

فریق کے دشمنوں کی کسی قسم کی مدد نہیں کرے گا بنی قریظہ نے اس معاہدہ کی غزوہ خندق کے موقع پر خلاف ورزی کی تھی۔ مسلمانوں کا ساتھ کیا دیتے، مخالفین کی پوری پوری اعانت کی۔ بلکہ ان سے ساز باز کرلیا تھا کہ باہر سے تم لوگ حملہ کرو اور اندر سے ہم۔ ایک بار مستورات کی پناہ گاہ پر حملہ کرنے کی نیت سے آئے بھی۔ اس لئے غزوہ خندق کے اختتام کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کا محاصرہ کرلیا جب وہ عاجز آ گئے تو انھوں نے یہ کہا کہ سعد بن معاذ جو فیصلہ کردیں گے ہم اسے منظور کرلیں گے۔ اس حدیث میں اسی کا ذکر ہے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غزوہ خندق کے موقع پر ایک تیر آکر ان کے ہاتھ میں اکحل پر لگا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی تیمارداری کے لئے مسجد نبوی میں خیمہ لگوایا تھا وہ بہت کمزور تھے مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلانے پر حاضر ہوئے اور انھوں نے فیصلہ فرمایا۔ یہاں لقد حکمت بحکم الملک ہے اور مغازی میں قضیت بحکم اللہ ورسولہ قال بحکم الملک۔ اور مناقب میں حکمت بحکم اللہ او بحکم الملک۔ ملک سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ اس تقدیر پر دونوں روایتوں میں کوئی تخالف نہیں۔ ملک بفتح لام کی روایت پر اس سے مراد جبرئیل امین ہیں۔ باعتبار مآل کے یہ بھی پہلے ہی کی طرف راجع ہے۔

**قوموا الی سیدکم** یہ خطاب یا تو خاص انصار سے ہے یا بلا تخصیص تمام حاضرین سے۔ احتمال دونوں کا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ خطاب انصار کرام سے تھا وہ بھی خاص اوس سے۔ اس لئے کہ حضرت سعد ان کے سردار تھے۔

اس حدیث کے اس جملہ سے امام بخاری امام مسلم امام ابوداؤد اور امام نووی نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ کسی شخص کا کسی شخص کی تعظیم وتکریم کے لئے قیام مشروع ہے۔ اس پر بہت سے لوگوں نے تعقب کیا۔ کہ حضرت سعد کے لئے قیام کا حکم ان کی تعظیم کے لئے نہیں تھا بلکہ چونکہ وہ زخمی اور کمزور تھے ان کو سواری سے اتارنے کے لئے تھا۔ اگر ان کی تعظیم کے لئے قیام کا حکم ہوتا تو الی سیدکم نہ ہوتا بلکہ قوموا لسیدکم ہوتا۔

علامہ طیبی نے اس پر تعقب فرمایا کہ اس مقام میں الی اور لام میں کوئی فرق نہیں الی بہ نسبت لام کے اس پر زیادہ دلالت کررہا ہے کہ یہ قیام ان کے اکرام کے لئے تھا۔ اس میں خاص نکتہ یہ ہے کہ کسی وصف پر حکم کا ترتب اس وصف کے علت ہونے کی دلیل ہے۔ یہاں حضور نے فرمایا۔ سیدکم۔ تو ان کی سیادت قیام کی علت ہوئی تو ثابت کہ یہ قیام ان کی تعظیم وتکریم کے لئے تھا۔ امام بیہقی نے فرمایا کسی کے اکرام کے لئے قیام جائز ہے جیسے انصار کا حضرت سعد کے لئے قیام اور حضرت طلحہ کا حضرت کعب بن مالک کے لئے۔ اور جو بعض حدیثوں میں قیام سے ممانعت آئی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جیسے عجمی اپنے بادشاہوں کے دربار میں کھڑے رہتے تھے۔ اور بادشاہ تخت پر بیٹھے رہتے تھے۔ یہ خود حدیث کے کلمات سے ظاہر ہے۔ لا تقوموا کما تقوم الاعاجم۔ اسی کو دوسری حدیث میں فرمایا۔ من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوأ مقعدہ من النار[1]۔

---

[1] ترمذی ثانی۔ کتاب الاستیذان والادب ص۱۰۲

جسے یہ پسند ہو کہ لوگ اس کے لئے بت کی طرح کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔

84

**بَابُ هَلْ يَسْتَأْسِرُ الرَّجُلُ وَمَنْ لَمْ يَسْتَأْسِرْ وَمَنْ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ۔** ص ۴۲۷

کیا یہ جائز ہے کہ کوئی اپنے آپ کو قیدی بنائے یا نہ بنائے اور قتل کے وقت دو رکعت نماز پڑھنی۔

۱۶۴۲ **حدیث** أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ أَسِيدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ وَهُوَ

عمرو بن ابو سفیان بن اسید بن جاریہ ثقفی نے مجھے خبر دی اور یہ بنی زہرہ

حَلِيفٌ لِبَنِي الزُّهْرَةِ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

کے حلیف اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب میں سے تھے کہ حضرت ابو ہریرہ

قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ رَهْطٍ سَرِيَّةً عَيْنًا

نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دس اشخاص کو جاسوسی کے لئے بھیجا اور

وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

ان پر عاصم بن ثابت انصاری کو امیر بنایا۔ یہ عاصم بن عمر بن خطاب کے نانا تھے۔ یہ لوگ چلے

فَانْطَلَقُوا حَتّٰى إِذَا كَانُوا بِالْهَدْأَةِ وَهُوَ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوا لِحَيٍّ

عسفان اور مکہ کے درمیان موضع ہدأۃ میں جب پہنچے تو ہذیل کے ایک قبیلے بنو لحیان سے ان کا

مِنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو لِحْيَانَ فَنَفَرُوا لَهُمْ قَرِيبًا مِنْ مِائَةِ رَجُلٍ كُلُّهُمْ

تذکرہ کیا گیا۔ بنو لحیان کے دو سو کے قریب تیر انداز ان کی تاک میں نکلے یہ لوگ ان کے نشان قدم

رَامٍ فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ حَتّٰى وَجَدُوا مَأْكَلَهُمْ تَمْرًا تَزَوَّدُوهُ مِنَ الْمَدِينَةِ

تلاش کرتے چلے انھوں نے ان کے کھانے کے کھجور کو پایا جو مدینہ سے زادراہ لے کر چلے تھے۔ بنو لحیان

فَقَالُوا هٰذَا تَمْرُ يَثْرِبَ فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ فَلَمَّا رَآهُمْ عَاصِمٌ وَأَصْحَابُهُ

نے کہا یہ یثرب کی کھجور ہے۔ اب ان کے نشان قدم پر چلے۔ جب انھیں عاصم اور ان کے

لَجَأُوا إِلٰى فَدْفَدٍ وَأَحَاطَ بِهِمِ الْقَوْمُ فَقَالُوا لَهُمْ انْزِلُوا فَأَعْطُونَا بِأَيْدِيكُمْ

ساتھیوں نے دیکھا تو ایک پہاڑی پر پناہ لینے کے لئے چڑھ گئے۔ بنو لحیان نے ان کو گھیر لیا۔ اور کہا اتر

وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ لَا نَقْتُلُ مِنْكُمْ أَحَدًا فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ أَمِيرُ

آؤ اور جو کچھ تمہارے پاس ہے ہمیں دیدو ہم تم سے پختہ عہد و پیمان کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے

السَّرِيَّةِ اَمَّا اَنَا فَوَاللّٰهِ لَا اَنْزِلُ الْيَوْمَ فِيْ ذِمَّةِ كَافِرٍ اَللّٰهُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا

اس پر سریہ کے امیر عاصم بن ثابت نے فرمایا۔ بخدا میں آج کسی کافر کے ذمہ میں نہیں اتروں گا۔

نَبِيَّكَ فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوْا عَاصِمًا فِيْ سَبْعَةٍ فَنَزَلَ اِلَيْهِمْ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ

اے اللہ ہماری خبر اپنے نبی کو پہنچا دے۔ اب بنو لحیان نے ان کو تیروں سے مارا اور عاصم سمیت سات

بِالْعَهْدِ وَالْمِيْثَاقِ مِنْهُمْ خُبَيْبُ بْنُ الْاَنْصَارِيُّ وَابْنُ الدَّثِنَةِ وَرَجُلٌ آخَرُ

آدمیوں کو شہید کر دیا۔ بقیہ تین آدمی ان کے عہد و پیمان پر اعتماد کر کے اتر آئے۔ ان میں خبیب انصاری اور

فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوْا مِنْهُمْ اَطْلَقُوْا اَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَاَوْثَقُوْهُمْ فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ

ابن دثنہ اور ایک صاحب اور تھے۔ جب بنو لحیان نے ان پر قبضہ کر لیا تو ان کی کمانوں کی تانت کھولا اور انھیں

هٰذَا اَوَّلُ الْغَدْرِ وَاللّٰهِ لَا اَصْحَبُكُمْ اِنَّ فِيْ هٰؤُلَاءِ لَاُسْوَةً يُّرِيْدُ الْقَتْلَ

باندھ لیا۔ اس پر تیسرے صاحب نے کہا۔ یہ پہلی بدعہدی ہے بخدا میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ میں شہید

فَجَرَّرُوْهُ وَعَالَجُوْهُ عَلٰى اَنْ يَّصْحَبَهُمْ فَاَبٰى فَقَتَلُوْهُ فَانْطَلَقُوْا بِخُبَيْبٍ

ہونے والوں کی پیروی کروں گا۔ اس پر بنو لحیان نے انھیں گھسیٹا اور کوشش کی کہ انھیں لے جائیں۔ مگر وہ آمادہ

وَابْنِ الدَّثِنَةِ حَتّٰى بَاعُوْهُمَا بِمَكَّةَ بَعْدَ وَقِيْعَةِ بَدْرٍ فَابْتَاعَ خُبَيْبًا بَنُوْا

نہیں ہوئے تو انھیں شہید کر دیا۔ اب وہ خبیب اور ابن دثنہ کو لے گئے اور مکہ میں ان دونوں کو بیچ دیا۔ یہ حادثہ

الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَّكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ

واقعہ بدر کے بعد پیش آیا۔ حضرت خبیب کو حارث ابن عامر بن نوفل بن عبد مناف کے بیٹوں نے خریدا اور

الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ اَسِيْرًا فَاَخْبَرَنِيْ

خبیب نے حارث بن عامر کو غزوہ بدر میں قتل کیا تھا۔ خبیب ان کے یہاں قیدی رہے۔ امام زہری نے کہا۔

عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عِيَاضٍ اَنَّ بِنْتَ الْحَارِثِ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهُمْ حِيْنَ اجْتَمَعُوْا

مجھے عبداللہ بن عیاض نے خبر دی کہ حارث کی بیٹی نے انھیں بتایا کہ جب لوگ خبیب کو قتل کرنے کے لئے جمع

اسْتَعَارَ مِنْهَا مُوْسٰى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَاَعَارَتْهُ فَاَخَذَ ابْنًا لِّيْ وَاَنَا غَافِلَةٌ

ہوئے تو انھوں نے استرہ مانگا تاکہ اسے استعمال کریں میں نے انھیں دے دیا۔ انھوں نے میرے ایک

حَتّٰى اَتَاهُ قَالَتْ فَوَجَدْتُّهُ مُجْلِسَهُ عَلٰى فَخِذِهٖ وَالْمُوْسٰى بِيَدِهٖ

بچہ کو لے لیا میری غفلت میں وہ ان کے پاس چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ان کی ران پہ بیٹھا ہے اور استرہ

فَفَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ فِيْ وَجْهِيْ فَقَالَ اَتَخْشَيْنَ اَنْ اَقْتُلَهٗ مَا كُنْتُ

ان کے ہاتھوں میں ہے۔ میں بہت گھبرائی جسے خبیب نے میرے چہرے کے تاثر سے جان لیا۔ تو انہوں نے فرمایا

لِاَفْعَلَ ذٰلِكَ وَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُ اَسِيْرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ وَجَدْتُّهٗ

تم ڈرتی ہو کہ میں اسے قتل کردوں گا میں ہرگز یہ نہیں کروں گا۔ واللہ میں نے کسی قیدی کو کبھی خبیب سے اچھا نہیں دیکھا

يَوْمًا يَاْكُلُ مِنْ قِطْفِ عِنَبٍ فِيْ يَدِهٖ وَاِنَّهٗ لَمُوْثَقٌ فِي الْحَدِيْدِ وَمَا بِمَكَّةَ

بخدا میں نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں انگور کا گچھا ہے جسے کھا رہے ہیں اور لوہے زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں ان دنوں

مِنْ ثَمَرَةٍ وَكَانَتْ تَقُوْلُ اِنَّهٗ لَرِزْقٌ مِنَ اللّٰهِ رَزَقَهٗ خُبَيْبًا فَلَمَّا خَرَجُوْا مِنَ

مکہ میں پھل نہیں تھا۔ حارث کی بیٹی کہتی تھی۔ یہ اللہ کی طرف سے عطیہ تھا جو اللہ نے خبیب کو دیا تھا۔ جب وہ لوگ

الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوْهُ فِي الْحِلِّ قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ ذَرُوْنِيْ اَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ فَتَرَكُوْهُ

حرم سے نکلے تاکہ انھیں حل میں قتل کریں تو ان سے خبیب نے فرمایا مجھے چھوڑ دو کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں۔

فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ لَوْلَا اَنْ تَظُنُّوْا اَنَّ مَا بِيْ جَزَعٌ لَطَوَّلْتُهَا اَللّٰهُمَّ

مشرکین نے انھیں چھوڑ دیا تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر فرمایا اگر تم لوگ یہ گمان نہ کرتے کہ میں

اَحْصِهِمْ عَدَدًا وَقَالَ۔

ڈر رہا ہوں تو نماز کو طول دیتا اے اللہ انھیں چن چن کر مارنا۔ اور یہ اشعار پڑھے۔

وَلَسْتُ اُبَالِيْ حِيْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا ۔۔۔ عَلٰى اَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِيْ

مجھے پرواہ نہیں جبکہ میں مسلمان قتل کیا جا رہا ہوں ۔۔۔ کہ اللہ کے لئے کس پہلو پر گروں گا۔

وَذٰلِكَ فِيْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ يَّشَاْ ۔۔۔ يُبَارِكْ عَلٰى اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعٍ

یہ سب کچھ اللہ کی راہ میں ہو رہا ہے اگر وہ چاہے ۔۔۔ میرے ٹکڑے ٹکڑے کئے ہوئے اعضاء پر برکت نازل فرمائے۔

فَقَتَلَهُ ابْنُ الْحَارِثِ فَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ لِكُلِّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ قُتِلَ

انھیں حارث کے بیٹے نے شہید کیا۔ خبیب ہی وہ ہیں جنھوں نے دو رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ ایجاد کیا۔

صَبْرًا فَاسْتَجَابَ اللّٰهُ لِعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ يَوْمَ اُصِيْبَ فَاَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

ہر اس مسلمان کے لئے جو قید میں مارا جائے۔ عاصم بن ثابت نے شہید ہونے کے دن جو دعا کی تھی۔ اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَهٗ خَبَرَهُمْ وَمَا اُصِيْبُوْا وَبَعَثَ نَاسٌ مِّنْ كُفَّارِ

نے اسے قبول فرمالی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ان کے حالات اور شہادت کی خبر دی۔ کفار قریش

قُرَيْشٍ إِلَى عَاصِمٍ حِيْنَ حُدِّثُوْا اَنَّهٗ قُتِلَ لِيُؤْتُوْا بِشَيْءٍ مِّنْهُ يُعْرَفُ وَكَانَ

کو جب یہ معلوم ہوا کہ عاصم شہید کر دیئے گئے۔ تو کچھ لوگوں کو بھیجا تاکہ ان کے جسم کا کچھ حصہ کاٹ لائیں جس سے اطمینان ہو جائے

قَدْ قَتَلَ رَجُلًا مِّنْ عُظَمَاءِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ فَبُعِثَ اِلٰى عَاصِمٍ مِثْلُ الظُّلَّةِ

کہ وہ شہید کر دیئے گئے۔ اور انہوں نے جنگ بدر میں ان کے بڑوں میں سے ایک کو قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم

مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُّسُوْلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلٰى اَنْ يَّقْطَعُوْا مِنْ لَحْمِهٖ شَيْئًا ؏۲

کے جسم پر بھڑوں کی چھتے کی طرح بھیجدیا جس نے کفار قریش کے آدمی سے ان کو بچایا۔ وہ ان کے گوشت میں سے کچھ نہیں کاٹ سکے۔

**تشریحات** ۱۶۴۲ رھط۔ دس یا چالیس سے کم افراد کو کہا جاتا ہے۔ یہ اسم جمع ہے۔ اس کے لئے واحد نہیں یہ بھی شرط ہے کہ اس میں کوئی عورت نہ ہو۔ ھٰذَا اَوَّلُ۔ یہ ایک جگہ کا نام ہے جو عُسفان اور مکہ معظمہ کے درمیان ہے۔ عینا جاسوس۔ فدفد۔ ٹیلہ۔ اس حادثہ کا نام سریہ رجیع بھی ہے اور سریہ قرد بھی، یہ واقعہ صفر کے مہینہ ۳ھ یا ۴ھ میں ہوا تھا۔ قصہ یہ ہوا کہ عضل اور قارہ کے کچھ لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم میں اسلام پھیل گیا ہے۔ ہمارے ساتھ اپنے اصحاب میں سے کچھ حضرات کو بھیج دیجئے جو ہمیں دین سکھائیں قرآن پڑھائیں اور اسلام کے احکام بتائیں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان حضرات کو بھیجا تھا۔ بخاری میں یہ ہے کہ یہ دس حضرات تھے اور امام المغازی حضرت محمد بن اسحٰق نے لکھا ہے کہ چھ تھے۔ ابن دثنہ کا نام زید تھا اور تیسرے صاحب کا نام عبداللہ بن تارک تھا۔ حارث کی وہ بیٹی جس نے سترہ والا قصہ بیان کیا ہے اس کا نام ماریہ یا ماویہ یا جویرہ تھا۔ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ بدر میں حارث بن عامر کو بھی قتل کیا تھا اور عقبہ بن ابی معیط کو بھی۔ نیز سلافہ کے دو لڑکوں کو بھی قتل کیا تھا جو بنی عبدالدار سے تھے۔ اس پر اس نے منت مانی تھی کہ اگر مجھے عاصم کی کھوپڑی مل جائے گی تو اس میں شراب پیوں گی۔

جب قریش کے آدمی حضرت عاصم کی لاش کے پاس پہنچے تاکہ ان کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر لائیں تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی لاش کو بھڑ گھیرے ہوئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ بھڑیں دن میں رہتی ہیں اور رات میں چلی جاتی ہیں اس لئے رات تک ٹھہرو مگر جب رات آئی تو اللہ تعالیٰ نے سیلاب بھیجا جس میں ان کی لاش بہہ گئی باوجود تلاش بسیار کے نہیں ملی کچھ لوگوں نے کہا کہ ان کی لاش کو زمین نگل گئی۔

## بَابُ فِكَاكِ الْاَسِيْرِ ص۴۲۸ قیدی کو چھڑانا

---

ع۲ الثانی المغازی۔ باب ص۵۶۸ باب غزوۃ الرجیع ص۵۸۵ باب التوحید باب مایذکر فی الذات والنعوت ص۱۱۱ ابوداؤد جہاد۔ نسائی سیر۔

۱۶۴۳ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ

حدیث حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فُکُّوا الْعَانِیَ یَعْنِی الْاَسِیْرَ وَ

نے فرمایا۔ قیدی کو چھڑاؤ۔ بھوکے کو کھلاؤ۔ اور بیمار کی عیادت

اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِیْضَ۔ عہ

کرو۔

۱۶۴۳ تشریحات کفار یا باغی مسلمانوں کو قید کرلیں تو انھیں چھڑانا فرض کفایہ ہے۔ اور زر فدیہ بیت المال سے دیا جائے گا۔ اسی طرح کوئی بھوک سے مر رہا ہے تو اسے کھانا دینا کہ اس کی جان بچ جائے۔ فرض کفایہ ہے۔ اور کبھی فرض عین ہوتا ہے مثلاً ایک شخص کے پاس کھانا موجود ہے اور دوسرا بھوک سے جاں بلب ہے تیسرا کوئی نہیں، یا ہے مگر ان کے پاس کھانا نہیں۔ جس کے پاس کھانا ہے اسے فرض ہے کہ جان بچانے کی مقدار اسے دیدے اور یہی تفصیل تیمارداری میں بھی ہے۔

باب الحربی اذا دخل دار الاسلام بغیر امان جب حربی دارالاسلام میں بغیر امان کے داخل ہو۔

۱۶۴۴ عَنْ اَیَاسِ بْنِ اَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ الْاَکْوَعِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ اَتَی النَّبِیَّ

حدیث حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَیْنٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ فِیْ سَفَرٍ فَجَلَسَ عِنْدَ

میں مشرکین کا ایک جاسوس ایک سفر میں آیا۔ اور صحابہ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتا رہا۔

اَصْحَابِہٖ یَتَحَدَّثُ ثُمَّ انْفَتَلَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

پھر واپس لوٹا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے پکڑو اور قتل کرو اور اس

اُطْلُبُوْہُ وَاقْتُلُوْہُ فَنَفَلَہٗ سَلَبَہٗ یَعْنِیْ اَعْطَاہُ۔ عہ

کا سامان قاتل کو دے دیا۔

۱۶۴۴ تشریحات مسلم میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ

---

عہ ثانی النکاح باب حق اجابۃ الولیمۃ ص۷۷۷ الاطعمہ باب اول ص۸۰۹ المرضیٰ باب وجوب عیادۃ المریض ص۸۴۳ الاحکام باب اجابۃ الحاکم الدعوۃ ص۱۰۶۴ ابوداؤد جنائز۔ نسائی۔ سیر۔ طب۔ عہ مسلم ابوداؤد جہاد۔ نسائی سیر۔

لہ ثانی الجہاد۔ السیر۔ ص۸۸

تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین میں تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کا کھانا کھا رہے تھے کہ سرخ اونٹ پر ایک شخص آیا اور اسے بٹھایا پھر اونٹ کی کمر سے چمڑے کی رسی نکالا اور اونٹ کو باندھ دیا۔ پھر سب کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا۔ اور ادھر اُدھر دیکھتا جاتا۔ اور ہم میں کمزوری اور سواری کی کمی تھی۔ ہم میں کے کچھ لوگ پیدل تھے یک بیک دوڑتا ہوا اپنے اونٹ کے پاس گیا۔ اور کھولا پھر بٹھایا۔ اور اس پر بیٹھ کر اسے اکسایا۔ جس کی وجہ سے اونٹ تیزی سے دوڑنے لگا۔ ایک صاحب اونٹ پر سوار ہو کر اس کے پیچھے لگے۔ حضرت سلمہ کہتے ہیں۔ میں بھی دوڑتا نکلا اور اس کے اونٹ کی سرین کے پاس پہنچ گیا پھر آگے بڑھ کر اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور اونٹ کو بٹھایا۔ جب اس نے اپنا گھٹنا زمین پر رکھا۔ تو میں نے اپنی تلوار میان سے کھینچ کر اس پر ماری جس کی وجہ سے وہ گر پڑا پھر اونٹ کو کھینچتے ہوئے لایا۔ اونٹ پر اس کا کجاوہ اور ہتھیار تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات نے میرا استقبال کیا۔ دریافت فرمایا۔ کس شخص نے اس کو قتل کیا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ ابن اکوع نے۔ فرمایا کل سامان سلمہ کے لئے ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب وہ کھڑا ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ یہ جاسوس ہے تو فرمایا اسے پکڑو اور قتل کرو اور جو قتل کرے گا اس کا سامان اس کا ہے۔

## بابُ جوائزِ الوُفُودِ صـ۴۲۹ وفود کے عطیات کا بیان

۱۶۴۵ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ پنجشنبہ کا دن اور کیا ہے پنجشنبہ کا دن۔

اَنَّهٗ قَالَ يَوْمُ الْخَمِيْسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ ثُمَّ بَكٰى حَتّٰى خَضَبَ دَمْعُهُ الْحَصْبَاءَ

پھر روئے یہاں تک کہ ان کے آنسو نے کنکری تر کر دی۔ انہوں نے کہا کہ پنجشنبے کو رسول اللہ

فَقَالَ اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهٗ يَوْمَ الْخَمِيْسِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرض بڑھ گیا تو فرمایا کوئی چیز لکھنے کے لئے لاؤ میں ایک دستاویز لکھ دوں

فَقَالَ ائْتُوْنِيْ بِكِتَابٍ اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ اَبَدًا فَتَنَازَعُوْا

جس کے بعد تم لوگ کبھی بھی گمراہ نہ ہوگے۔ اس پر لوگوں میں تنازع ہو گیا۔ اور نبی کے حضور تنازع

وَلَا يَنْبَغِيْ عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْا اَهَجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

مناسب نہیں۔ لوگوں نے کہا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں چھوڑ دیا۔ فرمایا مجھے، جس حال میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعُوْنِيْ فَالَّذِيْ اَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُوْنَنِيْ اِلَيْهِ

ہوں اسی میں رہنے دو جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف مجھے بلاتے ہو۔ اور

وَاَوْصٰی عِنْدَ مَوْتِہٖ بِثَلَاثٍ اَخْرِجُوا الْمُشْرِکِیْنَ مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ وَاَجِیْزُوا
وفات کے وقت تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دینا اور
الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا کُنْتُ اُجِیْزُھُمْ وَنَسِیْتُ الثَّالِثَۃَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ وَقَالَ اَبُوْ
وفود کو اسی طرح عطیات دینا جس طرح میں دیتا تھا اور میں تیسرا بھول گیا اور
یَعْقُوْبَ بْنُ مُحَمَّدٍ سَاَلْتُ الْمُغِیْرَۃَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ
عبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ ابو یعقوب بن محمد نے کہا۔ میں نے مغیرہ بن عبدالرحمٰن سے جزیرہ عرب کے بارے
فَقَالَ مَکَّۃُ وَالْمَدِیْنَۃُ وَالْیَمَامَۃُ وَالْیَمَنُ وَقَالَ یَعْقُوْبُ وَالْعَرْجُ اَوَّلُ تِھَامَۃَ عہ
میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ مکہ مدینہ یمامہ یمن ہے۔ یعقوب نے کہا عرج تہامہ کا ابتدائی حصہ ہے۔

## ۱۶۴۵ تشریحات

یہ حدیث جلد اول میں گذر چکی ہے۔ وہاں اس پر مکمل بحث ہو چکی ہے۔ اس حدیث پر روافض کے سارے توہمات کا قلع قمع کر دیا گیا ہے۔ یہاں چند ضروری توضیحات تحریر کر رہا ہوں۔

**فَتَنَازَعُوْا** اس کی تفصیل دوسری روایتوں میں یہ ہے۔ کہ حضرت عمر نے کہا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرض اس وقت بہت شدید ہے۔ اور ہم میں کتاب اللہ موجود ہے۔ جو ہمیں کافی ہے۔ کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب طلب فرما رہے ہیں تو لکھنے کے لئے کچھ حاضر کر دیا جائے۔ کسی نے کہا کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں چھوڑ ہی دیا ہے۔ دریافت کر لو۔

**لا ینبغی عند النبی التنازع** یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔ دونوں احتمال ہیں۔ ظاہر پہلا ہے۔ کیونکہ کتاب العلم کی روایت میں تصریح یہ ہے۔ قال قوموا عنی ولا ینبغی عندی التنازع۔ میرے یہاں سے چلے جاؤ اور میرے حضور تنازع لائق نہیں۔

**نسیت الثالثہ** یہ اس حدیث کے راوی سلیمان احول کا قول ہے۔ جیسا کہ جہاد کی روایت میں تصریح ہے۔ البتہ وہاں تردید ہے۔ کہ تیسری بات سے یاد سکوت کیا یا میں بھول گیا۔

یہ تیسری بات کیا تھی۔ اس بارے میں شارحین نے اپنی اپنی صوابدید پر مختلف باتیں لکھی ہیں۔

ابن تین نے کہا کہ ایک روایت میں ہے کہ یہ قرآن ہے۔ مہلب نے کہا۔ کہ یہ جیش اسامہ کی روانگی ہے۔ ابن بطال نے کہا کہ حضرت صدیق اکبر کے بارے میں کچھ اختلاف تھا اس لئے اپنے وصال کے وقت ان کی ولی عہدی کی خبر دیدی

---

عہ العلم باب کتابۃ العلم ص۲۲ الجہاد باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب ص۴۴۹ ثانی المغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۶۳۸ دو طریقے سے۔ المرضیٰ باب قول المریض قوموا عنی ص۸۴۶ الاعتصام بالکتاب باب کراھیۃ الاختلاف ص۱۰۹۵ مسلم الوصایا۔ ابو داؤد خراج۔ نسائی العلم۔

امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ اس کا احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ارشاد ہے۔ لا تتخذوا قبری وثنا میرے مزار کو بت مت بنالینا۔ امام مالک نے اس کے ہم معنی روایت کیا ہے[1]

**وقال یعقوب** اس کا حاصل یہ ہے کہ مکہ مدینہ یمن، یمامہ، عرج جزیرہ عرب میں داخل ہیں۔ اس سے تحدید مراد نہیں۔ عرج مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کے راستے میں مدینہ طیبہ سے اکیس فرسنگ پر ایک آبادی کا نام ہے۔ تہامہ کے معنی نشیبی زمین ہے۔ عرب کے بالائی حصے کو نجد کہتے ہیں۔ اس کے جانب غرب جو نشیبی حصہ ہے اسے تہامہ کہتے ہیں جس میں مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ آباد ہیں۔

**باب** إذا أسلم قوم في دار الحرب ولهم مال وأراضون فهي لهم۔ صـ۴۳۰

جب کوئی قوم دار الحرب میں اسلام لائے تو ان کے مال اور اراضی انھیں کی ہیں۔

**۱۶۴۶** عن زيد بن أسلم عن أبيه أن عمر بن الخطاب رضي الله

**حدیث** اسلم سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک

تعالى عنه استعمل مولى لهم يدعى هنيا على الحمى فقال يا هني اضمم

آزاد کردہ غلام ہنی نامی کو شاہی چراہ گاہ پر عامل مقرر فرمایا تو اس سے فرمایا۔ اے ہنی

جناحك على المسلمين واتق دعوة المظلوم فإن دعوة المظلوم مستجابة

مسلمانوں پر شفقت کرنا اور مظلوم کی دعا سے بچنا۔ اس لئے کہ مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے۔

وأدخل رب الصريمة ورب الغنيمة وإياي ونعم ابن عوف ونعم ابن

تھوڑے اونٹ والوں اور تھوڑی بکریوں والوں کو چراگاہ میں آنے دینا۔ البتہ ابن عوف

عفان فإنهما إن تهلك ماشيتهما يرجعان إلى نخل وزرع وإن رب

اور ابن عفان کے اونٹوں کو اس میں نہ آنے دینا کیونکہ اگر ان کے مویشی مرگئے تو کھیت

الصريمة ورب الغنيمة إن تهلك ماشيتهما يأتني ببنيه فيقول يا

اور کھجور کے باغ پر گذارہ کرلیں گے اور اگر تھوڑے اونٹ اور تھوڑی بکریوں والوں کے

أمير المؤمنين يا أمير المؤمنين أفتاركهم أنا لا أبا لك فالماء والكلأ

مویشی مرگئے تو اپنا گھر لے کر میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے۔ اے امیر المؤمنین! اے

أيسر علي من الذهب والورق وايم الله إنهم ليرون أني قد ظلمتهم

امیر المؤمنین۔ تو میں کیا انہیں چھوڑ دوں گا۔ تیرا باپ نہ ہو۔ پانی اور چارہ دینا میرے لئے سونے اور چاندی

[1] موطا باب اجلاء الیہود من المدینۃ صـ۳۱۱

إِنَّهَا لِبِلَادِهِمْ قَاتَلُوا عَلَيْهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَأَسْلَمُوا عَلَيْهَا فِي الْإِسْلَامِ وَ

دینے سے آسان ہے ... اور خدا کی قسم اگر انھیں روکا گیا۔ تو وہ یہی سمجھیں گے کہ ان پر ظلم ہوا یہ انھیں

الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا الْمَالُ الَّذِي أَحْمِلُ عَلَيْهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا

کے ملک ہیں اس کو بچانے کے لئے جاہلیت میں لڑے ہیں اور ان پر قابض رہتے ہوئے اسلام لائے ہیں قسم ہے اس

حَمَيْتُ عَلَيْهِمْ مِنْ بِلَادِهِمْ شِبْرًا۔

ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر میرے پاس ایسے جانور نہ ہوتے جس پر جہاد کرنیوالوں کو سوار کرتا ہوں تو ان کی سرزمین

ایک بالشت بھی شاہی چراگاہ نہ بناتا۔

**تشریحات ۱۹۴۶** حمیٰ۔ شاہی چراگاہ جسے حاکم اسلام حکومت کے جانوروں کو چرانے کے لئے مخصوص کرلے۔ اس سے مراد ربذہ کی چراگاہ ہے۔ صُرَيْمَة۔ صرمة کی تصغیر ہے۔ اسی طرح غُنَيْمَة۔ غَنَمٌ کی۔ صرمہ تیس چالیس اونٹ تک پر بولا جاتا ہے۔ إِيَّايَ تحذیر کا صیغہ ہے اس کا ترجمہ ہے کہ مجھے بچنا چاہئے۔ صیغۂ تحذیر کی متکلم کی طرف اضافت نحویوں کے نزدیک شاذ ہے مگر یہ شذوذ صرف لفظ میں ہے۔ ورنہ تحقیق یہ ہے کہ مخاطب ہی کی تحذیر کے لئے ہے۔ اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ جب مجھے اس سے بچنا چاہئے تو تمہیں بدرجۂ اولیٰ بچنا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر بطور تمثیل ہے مراد مالدار صحابہ ہیں ربذہ کی چراگاہ میں چالیس ہزار مویشی اونٹ گھوڑے وغیرہ تھے۔

ہمارے یہاں حکم یہ ہے کہ حربی اگر دارالحرب میں مسلمان ہوا تو وہ خود اور اس کے چھوٹے بچے اور جو کچھ مال ومتاع ہے وہ سب محفوظ ہے۔ مگر جائداد غیر منقولہ اور بیوی اور بالغ اولاد نہیں ہے۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد اس کے معارض نہیں۔ کہ فرمایا۔ انها لبلادهم قاتلوا عليها واسلموا عليه في الاسلام۔ یہ انھیں کے شہر ہیں جس کی خاطر وہ جاہلیت میں لڑے اور اس پر قابض ہوتے ہوئے مشرف باسلام ہوئے۔ اس لئے کہ اہل مدینہ اور ارد گرد کے اعراب کا اسلام لانا دارالحرب اور دارالاسلام کی تقسیم سے پہلے ہے۔

یہ اسلام کی اعلیٰ تعلیم کا نمونہ ہے کہ شاہی چراگاہ غربا اور فقراء کے لئے کھلی ہے اور رؤسا قوم اعیان سلطنت پر بند ہے۔ اور آج مزاج یہ ہے کہ حکومتی سطح پر ساری آسانیاں حکومت کے عمائد کے لئے ہیں اور فقراء ومساکین ہر سہولت سے محروم ہیں۔

## بابُ كِتَابَةِ الْإِمَامِ النَّاسَ ص۴۳ سلطان اسلام کا لوگوں کے نام لکھنا۔

**حدیث ۱۹۴۷** عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے کو

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُكْتُبُوْا لِيْ مَنْ يَلْفِظُ بِالْاِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ فَكَتَبْنَا
مسلمان کہتا ہو۔ اس کے نام لکھو۔ ہم نے ڈیڑھ ہزار اشخاص کے نام لکھے۔ ہم نے کہا اب بھی
لَهٗ اَلْفًا وَّخَمْسَ مِائَةِ رَجُلٍ فَقُلْنَا نَخَافُ وَنَحْنُ اَلْفٌ وَّخَمْسُ مِائَةٍ فَلَقَدْ
خوفزدہ ہیں حالانکہ ہم ڈیڑھ ہزار ہیں۔ ہم نے اپنے کو اس حال میں دیکھا کہ ہم آزمائش میں ڈالے
رَاَيْتُنَا ابْتُلِيْنَا حَتّٰى اَنَّ الرَّجُلَ لَيُصَلِّيْ وَحْدَهٗ وَهُوَ خَائِفٌ ۔
گئے۔ یہاں تک کہ ایک شخص اکیلے نماز پڑھتا تو بھی ڈرتا رہتا۔

۱۶۴۸ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ عَنْ اَبِيْ حَمْزَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ فَوَجَدْنَاهُمْ
**حدیث** اعمش سے مروی ہے کہ ہم نے پانچ سو پایا۔ اور ابو معاویہ نے کہا کہ
خَمْسَ مِائَةٍ وَّقَالَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ مَا بَيْنَ سِتِّ مِائَةٍ اِلٰى سَبْعِ مِائَةٍ ۔
چھ سو سے لے کر سات سو تک۔

**۱۶۴۷-۸ تشریحات** یہ حدیث سلیمان اعمش سے ان کے تین تلامذہ نے روایت کیا ہے۔ ایک سفیان ثوری نے۔ ان کی روایت یہ ہے کہ کل ڈیڑھ ہزار ہوئے۔ دوسرے ابو حمزہ محمد بن میمون نے۔ ان کی روایت میں ہے کہ چھ سو تھے۔ تیسرے ابو معاویہ نے ان کی روایت میں ہے کہ چھ سو سے لے کر سات سو تھے۔

امام بخاری نے سفیان ثوری کی روایت کو ترجیح اس لئے دی کہ یہ سلیمان اعمش کے تلامذہ میں مطلقاً احفظ ہیں۔ اور ثقہ ہیں۔ ان کی روایت میں زیادتی ہے۔ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ ان تینوں روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ کل مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ ہزار تھی جن میں مرد عورت بچے سبھی تھے۔ اور صرف مردوں کی تعداد چھ سو یا سات سو تھی۔ اور جہاد کے قابل پانچ سو۔

یہ فہرست کب تیار ہوئی تھی۔ اس کی تحقیق نہ ہو سکی۔ شارحین میں سے کچھ نے کہا کہ غزوہ احد کے موقع پر کسی نے کہا۔ غزوہ خندق کے موقع پر کسی نے کہا۔ حدیبیہ کے موقع پر۔ مگر پورا تطابق کسی سے نہیں ہوتا۔ اکیلے نماز پڑھنے کا قصہ کب ہوا۔ اس کی بھی تعیین نہ ہو سکی۔ کسی نے کہا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاصرے کے ایام میں کسی نے کہا مسلم بن عقبہ کے حملے کے وقت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**باب** اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ ص۴۳ بیشک اللہ دین کی مدد فاجر انسان سے کرا لیتا ہے۔

۱۶۴۹ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ
**حدیث** سعید بن مسیب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ کہ انھوں نے

قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ مِّمَّنْ

فرمایا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک غزوے میں حاضر ہوئے۔ حضور نے

يَّدَّعِي الْاِسْلَامَ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالًا

ایک اسلام کے دعویدار کے بارے میں فرمایا۔ یہ جہنمی ہے۔ جب لڑائی ہونے لگی تو اس شخص نے بہت زور

شَدِيْدًا فَاَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الَّذِيْ قُلْتَ لَهٗ اِنَّهٗ مِنْ

کی جنگ کی جس کی وجہ سے اسے زخم پہنچا۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! جس کے بارے میں حضور نے فرمایا تھا کہ وہ

اَهْلِ النَّارِ فَاِنَّهٗ قَدْ قَاتَلَ الْيَوْمَ قِتَالًا شَدِيْدًا وَقَدْ مَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى

جہنمی ہے۔ اس نے آج بہت زوردار لڑائی لڑی ہے۔ اور وہ مرگیا اس پر بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى النَّارِ قَالَ فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ اَنْ يَّرْتَابَ

وسلم نے فرمایا۔ وہ جہنمی ہے۔ قریب تھا کہ کچھ لوگ شک میں پڑ جاتے۔ اسی اثناء میں یہ کہا گیا۔ وہ از خود

فَبَيْنَمَا هُمْ عَلٰى ذٰلِكَ اِذْ قِيْلَ اِنَّهٗ لَمْ يَمُتْ وَلٰكِنْ بِهٖ جِرَاحًا شَدِيْدًا

نہیں مرا ہے۔ اسے سخت زخم پہنچا تھا جب رات ہوئی تو زخم پر صبر نہیں کر سکا۔ اور اپنے آپ کو

فَلَمَّا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجِرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَاُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى

مار ڈالا۔ اس کی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی گئی۔ تو فرمایا۔ اللہ اکبر۔ میں گواہی دیتا

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فَقَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ

ہوں کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں۔ پھر بلال کو حکم دیا کہ

وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا فَنَادٰى فِي النَّاسِ اَنَّهٗ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا

لوگوں میں منادی کر دیں کہ جنت میں صرف مسلمان ہی داخل ہوگا۔ اور بیشک

نَفْسٌ مُّسْلِمَةٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ ؏ھ

اللہ فاجر انسان سے اس دین کی مدد کرا لیتا ہے۔

**۱۶۴۹ تشریحات** اسی کے مثل حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے جو باب لا یقال فلان شہید۔ کے تحت گذر چکی ہے۔ مگر اس حدیث میں جو قصہ مذکور ہے یہ دوسرا ہے۔ یہ غزوۂ خیبر میں پیش آیا تھا جیسا کہ مغازی اور قدر کی روایت میں تصریح ہے۔ نیز اس میں یہ ہے۔ کہ اس نے تلوار کھڑی کر کے اس

ھ ثانی مغازی باب غزوہ خیبر ص۶۰۴ القدر العمل بالخواتیم ص۹۷۷ مسلم۔ الایمان۔

پر گر پڑا تھا۔ اس میں یہ ہے کہ ترکش سے تیر نکال کر نحر کر لیا تھا۔ جیسا کہ دوسرے ابواب کی روایات میں تصریح ہے۔
یہ شخص حقیقت میں مسلمان تھا یا کافر اس کا فیصلہ مشکل ہے۔ مگر ابتدا میں جو فرمایا، لرجل یدعی الاسلام۔ اور اخیر میں جو منادی کرائی اس سے بظاہر یہ متبادر ہوتا ہے۔ کہ یہ حقیقت میں مسلمان نہ تھا۔ اور اخیر میں جو فرمایا۔ بیشک اللہ اس دین کی فاجر انسان سے مدد کرا لیتا ہے اس فاجر کے معنی متعارف کے لحاظ سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حقیقت میں مسلمان تھا۔ کیونکہ عرف میں فاجر کا اطلاق گنہگار مسلمان پر ہوتا ہے۔ لیکن یہ قطعی نہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔

اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۔ انفطار بے شک کافر جہنم میں ہیں۔

اور فرمایا۔

اِنَّ کِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ ۔ مطففین بے شک کافروں کے نامۂ اعمال سجین میں ہیں۔

جلالین میں دونوں آیتوں کی تفسیر کفار سے کی ہے۔ اس لئے اس حدیث میں بھی فاجر سے اگر کافر مراد لیا جائے تو کوئی استبعاد نہیں۔

**بَابُ** اِذَا غَنَمَ الْمُشْرِکُوْنَ مَالَ الْمُسْلِمِ ثُمَّ وَجَدَہُ الْمُسْلِمُ۔ ص ۴۳۱ مسلمانوں کا مال مشرکین نے لوٹ لیا۔ پھر اسے مسلمان نے پالیا۔

**۱۶۵۰ حدیث** عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ ذَھَبَ فَرَسٌ لَّہٗ فَاَخَذَہُ الْعَدُوُّ فَظَھَرَ عَلَیْھِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرُدَّ عَلَیْہِ فِیْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبَقَ عَبْدٌ لَّہٗ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ فَظَھَرَ عَلَیْھِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرَدَّہٗ عَلَیْہِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایک گھوڑا بھاگ گیا اور دشمن نے لے لیا۔ پھر مسلمان اس پر غالب ہوئے تو یہ گھوڑا انھیں واپس دیا گیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں۔ اور ان کا ایک غلام بھاگ کر روم چلا گیا۔ پھر مسلمانوں کو ان پر فتح حاصل ہوئی تو خالد بن ولید نے انھیں واپس کیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد۔

**تشریحات ۱۶۵۰** یہ ابن نمیر کی بطریق عبید اللہ روایت ہے۔ اس کے بعد یحییٰ قطان کی انھیں سے یہ روایت ہے۔ اس میں یہ ہے کہ گھوڑا بھی روم چلا گیا تھا۔ اور فتح حاصل کرنے کے بعد خالد بن ولید نے گھوڑا بھی اور غلام بھی حضرت عبد اللہ بن عمر کو واپس کیا۔ اس سے متبادر ہوتا ہے۔ کہ دونوں واقعے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کے ہیں۔ پھر تیسری روایت موسیٰ بن عقبہ کی ہے اس میں ہے کہ یہ دونوں واقعے حضرت صدیق اکبر کے عہد مبارک میں ہوئے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## بَابُ الْغُلُوْلِ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ص ۲۳۲

مال غنیمت کی چوری اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان جو مال غنیمت چوری کرے گا۔ چوری کئے ہوئے مال کے ساتھ قیامت کے دن آئیگا

**۱۶۵۱** حَدَّثَنِيْ اَبُوْ زُرْعَةَ ثَنِيْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْغُلُوْلَ فَعَظَّمَهٗ وَعَظَّمَ

کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اور غنیمت میں چوری کو ذکر فرمایا اور اسے بڑا گناہ قرار دیا۔ فرمایا تم میں سے کسی کو

اَمْرَهٗ قَالَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ شَاةٌ لَّهَا ثُغَاءٌ عَلٰى

اس حال میں قیامت کے دن نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بکری سوار ہو کر ممیا رہی ہو۔ اس کی

رَقَبَتِهٖ فَرَسٌ لَّهٗ حَمْحَمَةٌ يَّقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ

گردن پر گھوڑا سوار ہو کر ہنہنا رہا ہو۔ اور یہ عرض کرے یا رسول اللہ! میری مدد فرمائیے

لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ وَعَلٰى رَقَبَتِهٖ بَعِيْرٌ لَّهٗ رُغَاءٌ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اور میں یہ فرماؤں کہ میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے تم کو پہنچا دیا تھا۔ اور اس کی گردن پر اونٹ ہو جو بلبلا

اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ وَعَلٰى رَقَبَتِهٖ صَامِتٌ

رہا ہو۔ وہ عرض کرے یا رسول اللہ! میری مدد فرمائیے اور میں فرماؤں۔ میں آج تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا

فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ

میں نے پہنچا دیا تھا۔ اور اس کی گردن پر مال و دولت لدا ہو اور عرض کرے یا رسول اللہ! میری مدد فرمائیے اور میں

وَعَلٰى رَقَبَتِهٖ رِقَاعٌ تَخْفِقُ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ

فرماؤں۔ آج تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے پہنچا دیا تھا اور اس کی گردن پر کپڑے لدے ہوئے ہوں۔ اور

لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ ۔عَنِ ابْنِ حَيَّانَ فَرَسٌ لَّهٗ حَمْحَمَةٌ ۔

وہ عرض کرے یا رسول اللہ! میری مدد فرمائیے۔ میں فرماؤں۔ آج تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے پہنچا دیا تھا۔

**تشریحات ۱۶۵۱** غُلُوْل۔ کے معنی چپکے سے کوئی چیز لے کر اپنے سامان میں ملا دینا۔ مال غنیمت میں سے چرا کر اپنے سامان میں ملا دینا۔ اب یہی معنی عرف میں شائع ذائع ہے۔ اور یہاں یہی مراد ہے۔ لَاُلْفِيَنَّ۔ ہمزہ کے فتحے کے ساتھ۔ مجرد۔ لَقَا سے ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ باب افعال جس کا مصدر الفاء ہے۔ اور ایک روایت القین قاف کے ساتھ لقار سے لُقَانا قص واوی ہے واؤ کو الف سے بدل دیا گیا ہے۔ مجرد سے پانے کے معنی میں

نہیں آتا۔ باب افعال سے اس کا معنی پانا ہے ثُغَاءٌ بکری کی آواز۔ یہ ناقص واوی ہے۔ واو کو ہمزہ سے بدل دیا۔ رُغَاءٌ یہ بھی ناقص واوی ہے۔ واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا۔ اونٹ کی بلبلاہٹ۔ صامت وہ مال جس میں روح نہ ہو جیسے سونا چاندی برتن ہتھیار وغیرہ۔ رقاع۔ رقعۃ کی جمع ہے کپڑے کے ٹکڑے مراد مطلقاً کپڑا ہے۔

**لَا املك لك** بخاری کے تمام شارحین نے بالاتفاق فرمایا۔ کہ یہ ارشاد زجر و توبیخ کے لئے ہے۔ ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔ خود ارشاد فرمایا۔ شَفَاعَتِيْ لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِيْ[1] میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ کے مرتکبین کے لئے ہے۔ اور فرمایا۔ وصاحب شفاعتهم[2] اور میں ان کی شفاعت والا ہوں۔ اور فرمایا۔ اعطيت الشفاعة[3]۔ مجھے شفاعت عطا کی گئی۔

روزمرہ ایسا ہوتا رہتا ہے کہ مثلاً باپ بیٹے کو ایک غلط کام سے منع کرتا رہتا ہے لیکن بیٹا اپنی نالائقی کی وجہ سے باز نہیں آتا۔ اور اس کے وبال میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ جب پھنس جاتا ہے تو باپ کے پاس آتا ہے کہ مدد کیجئے۔ تو باپ غصے میں کہتا ہے۔ بھاگ جاؤ میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ میں کیا جانوں۔ مجھ سے کیا مطلب میں کیا کر سکتا ہوں۔ مگر پھر ترس آتا ہے تو بیٹے کی ہر طرح مدد کرتا ہے۔ اور بیٹے کو اس مخمصے سے چھڑانے کے لئے پوری جدوجہد کرتا ہے۔

**اقول وهو المستعان**۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ارشاد خاص مال غنیمت میں خیانت کرنے والے یا زکوٰۃ نہ دینے والے کے بارے میں ہو۔ کہ ان کی شفاعت نہیں فرمائیں گے۔ اس پر خاص لفظ۔ لك۔ کی دلالت ظاہر ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ کسی مخصوص جرم کے مرتکب شفاعت سے محروم رہیں۔

## بَابُ الْقَلِيْلِ مِنَ الْغُلُوْلِ ص۴۳۲

غنیمت میں تھوڑی سی چوری۔

**۵۶۹** وَلَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ت صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ حَرَّقَ مَتَاعَهٗ وَهٰذَا أَصَحُّ۔

اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ روایت نہیں کی ہے۔ کہ حضور نے مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کے سامان کو جلا دیا۔ اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

**تشریحات ۵۶۹** اس باب کے تحت جو حدیث آرہی ہے۔ اس کے بعض طرق میں یہ ہے۔ کہ اس خیانت کرنے والے کے سامان کو جلا دیا۔ امام بخاری یہ فرماتے ہیں کہ یہ زیادتی صحیح نہیں۔ ان سے مروی نہیں۔

---

[1] ترمذی قیامۃ۔ باب فی الشفاعۃ ص۶۶ ابن ماجہ الزھد باب ذکر الشفاعۃ ص۲۳۹ مسند امام احمد جلد ثالث ص۲۱۳

[2] ترمذی ثانی مناقب ۱۰۰ ابن ماجہ الزہد باب ذکر الشفاعۃ ص۲۳۹ مسند امام احمد خامس ص۱۳۷

[3] بخاری تیمم ص۴۸ الصلوٰۃ۔ باب جعلت لی الارض مسجدا ص۶۲ مسلم اول مساجد ص۱۹۹ مسند امام احمد اول ص۳۱۰ خامس ص۱۶۲

ابوداؤد اور ترمذی میں بعض احادیث آئی ہیں۔ جن میں مذکور ہے کہ فرمایا مال غنیمت میں خائن کے سامان کو اور بعض روایتوں میں ہے کہ خود اس کو بھی جلا دو۔ مگر یہ روایتیں ضعیف ہیں۔ احکام میں استدلال کے لائق نہیں۔

۱۶۵۲ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حدیث ۱۶۵۲ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

عَنْہُمَا قَالَ کَانَ عَلٰی ثَقَلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ یُّقَالُ

سامان چڑھانے اتارنے پر ایک شخص مقرر تھا جس کا نام کرکرہ تھا وہ مرگیا۔ تو نبی صلی اللہ

لَہٗ کِرْکِرَۃُ فَمَاتَ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھُوَ فِی

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ جہنم میں ہے۔ یہ سن کر

النَّارِ فَذَھَبُوْا یَنْظُرُوْنَ اِلَیْہِ فَوَجَدُوْا عَبَاءَۃً قَدْ غَلَّھَا۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ

لوگ اس کا سامان دیکھنے لگے۔ تو ایک عبا پائی جو اس نے

اللّٰہِ وَقَالَ ابْنُ سَلَّامٍ کَرْکَرَۃُ۔

غنیمت سے چرا لیا تھا۔

۱۶۵۲ تشریحات ثقل سے مراد اہل وعیال اور سامان ہے۔ کرکرہ۔ دونوں کاف کے فتحے اور کسرے دونوں کے ساتھ۔ پہلا را ساکن دوسرا مفتوح۔ یہ حبشی غلام تھے جو لڑائی کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سواری کی لگام تھامے رہتے۔ یہ امام واقدی نے کہا۔ ابوسعید نیشاپوری نے شرف المصطفٰے میں لکھا ہے کہ یہ نوبی تھے۔ یمامہ کے والی ہوذہ بن علی حنفی نے ہدیۃً پیش کیا تھا۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں آزاد کر دیا تھا۔

## بَابٌ لَا ھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ ص ۴۳۳ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔

۱۶۵۳ سَمِعْتُ عَطَاءً یَقُوْلُ ذَھَبْتُ مَعَ عُبَیْدِ بْنِ عُمَیْرٍ اِلٰی عَائِشَۃَ وَھِیَ

حدیث ۱۶۵۳ امام عطاء نے کہا کہ میں عبید بن عمیر کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مُجَاوِرَۃٌ بِثَبِیْرٍ فَقَالَتْ لَنَا انْقَطَعَتِ الْھِجْرَۃُ مُنْذُ فَتَحَ اللّٰہُ عَلٰی نَبِیِّہٖ صَلَّی

کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ کوہ ثبیر پر ٹھہری ہوئی تھیں۔ انھوں نے فرمایا۔ جب اللہ نے اپنے

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَکَّۃَ۔ عہ

نبی پر مکہ فتح فرما دیا تو ہجرت ختم ہو گئی۔

عہ مناقب الانصار باب ہجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۵۵ ثانی مغازی ص ۶۱۷ ثانی الجہاد باب فی عقوبۃ الغال ص ۱۵

185

**تشریحات ۱۶۵۳** دوسرے ابواب میں یہ تفصیل ہے کہ امام عطار نے کہا کہ میں نے ام المومنین سے ہجرت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔ آج ہجرت نہیں ہے۔ ہجرت اس لئے تھی۔ کہ ایک شخص اپنا دین بچانے کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتا تھا اس ڈر سے کہ کہیں آزمائش میں نہ پڑ جائے۔ آج اللہ نے دین کو غالب فرمادیا ہے مومن جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرے۔ ہاں جہاد اور نیت باقی ہیں۔

فتح مکہ سے پہلے مدینہ طیبہ اور اس کے ملحقات کے علاوہ جہاں بھی کوئی مشرف باسلام ہوتا۔ اس پر فرض تھا کہ ہجرت کی استطاعت ہو تو مدینہ طیبہ ہجرت کرے۔ فتح مکہ کے بعد یہ مخصوص ہجرت ختم ہوگئی۔ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرض نہ رہی مباح ہے۔ اور بہ نیت حسن مستحسن۔ اور دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کبھی فرض کبھی مستحب ہے۔ اگر دارالحرب میں مسلمانوں کو شعائر اسلام پر عمل کرنے سے روکا جاتا ہو یا قتل کیا جاتا ہو۔ یا مال لوٹ لیا جاتا ہو تو دارالاسلام کی طرف واجب ہے ورنہ مستحب۔ پوری تفصیل گذر چکی۔

**اس زمانے میں ہجرت** اصل حکم یہی ہے۔ مگر اس زمانے میں بین الاقوامی قوانین کی وجہ سے ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانا ممنوع ہے۔ پاسپورٹ اور ویزا کے بغیر کوئی بھی دوسرے ملک میں نہیں جاسکتا وہ بھی ایک محدود مدت تک ٹورو سیاحت کا ویزا بمشکل تین سال کے لئے ملتا ہے۔ مدت پوری ہونے کے بعد اپنے وطن واپس آنا ضروری ہے۔ دوسرے ملک میں رہائش کی اجازت بڑی دقت سے ملتی ہے۔ اس لئے ایک ملک سے دوسرے ملک میں ہجرت تو متعذر ہے۔ البتہ اگر بستی میں مسلمان تھوڑے ہیں اور وہاں کفار سے خطرہ ہے یا ایک بستی کے محلے میں یہ صورت حال ہو تو مسلم اکثریت والے محلوں میں یا بستیوں میں جاکر آباد ہو جانا ضروری ہے۔ جیسا کہ بھاگلپور کے فسادات میں ہوا کہ جہاں مسلمان کمزور تھے وہاں انھیں قتل کیا گیا اور ان کے اموال لوٹے گئے۔ ان کے مکانات جلائے گئے۔ مجبوراً مسلمان اپنی بستیوں کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔

## باب اِستِقبَالِ الغُزَاۃِ ص ۴۳۳ غازیوں کا استقبال کرنا۔

**۱۶۵۳ حدیث** عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ قَالَ ابْنُ الزُّبَیْرِ لِابْنِ جَعْفَرٍ اَتَذْکُرُ اِذْ تَلَقَّیْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَنْتَ وَابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ نَعَمْ فَحَمَلَنَا وَتَرَکَکَ ۔عہ

ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن جعفر سے کہا۔ کیا تم کو یاد ہے کہ میں اور تم اور ابن عباس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے نکلے تھے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں یاد ہے۔ حضور نے مجھے اور ابن عباس کو سواری پر بٹھا لیا تھا اور تمہیں چھوڑ دیا تھا۔

عہ ثانی مغازی۔ کتاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی کسریٰ وقیصر ص ۴۳۷ ابوداؤد۔ ترمذی الجہاد

185

۱۶۵۴ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ قَالَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيْدَ ذَهَبْنَا نَتَلَقّٰى رَسُوْلَ

حدیث امام زہری نے کہا کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ ہم بچوں کے ساتھ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الصِّبْيَانِ اِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ ۔ عہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے ثنیۃ الوداع تک گئے تھے ۔

۱۶۵۳-۵۴ تشریحات پہلی حدیث کا ظاہر مفہوم یہ ہے ۔ کہ فحملنا وترکک ۔ کے قائل عبداللہ بن جعفر ہیں ۔ مسلم میں اس کے برعکس ہے ۔ غالباً راوی سے الٹ پھیر ہوگیا ۔ حضرت سائب بن یزید کا قصہ غزوۂ تبوک سے واپسی پر ہوا تھا ۔ جیسا کہ مغازی میں ہے ۔ مَرْجِعُهٗ مِنْ غَزْوَةِ تبوک ۔ تبوک سے لوٹتے وقت ۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا رَجَعَ مِنَ الْغَزْوِ ص ۴۳۳ جب غزوے سے لوٹے تو کیا پڑھتے ۔

۱۶۵۵ ثَنِيْ يَحْيٰى بْنُ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم عسفان سے لوٹتے وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ

قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْفَلَهٗ مِنْ عُسْفَانَ وَرَسُوْلُ

علیہ وسلم کے ساتھ تھے ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی سواری پر تھے اور صفیہ بنت

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَقَدْ اَرْدَفَ صَفِيَّةَ بِنْتَ

حُیَیّ کو اپنے ساتھ بٹھایا تھا ۔ حضور کی اونٹنی پھسل گئی ۔ اور سب گر پڑے ۔ ابو طلحہ

حُيَيٍّ فَعَثَرَتْ نَاقَتُهٗ فَصُرِعَا جَمِيْعًا فَاقْتَحَمَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اپنی سواری سے کود کر بڑھے اور عرض کیا ۔ یارسول اللہ ۔ اللہ عزوجل مجھے آپ پر

جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاكَ قَالَ عَلَيْكَ الْمَرْاَةَ فَقَلَبَ ثَوْبًا عَلٰى وَجْهِهٖ وَاَتَاهَا

قربان کرے کیا حضور کو کچھ چوٹ لگی ہے ؟ فرمایا عورت کو دیکھو ۔ ابو طلحہ نے اپنے

فَاَلْقَاهُ عَلَيْهَا وَاَصْلَحَ لَهُمَا مَرْكَبَهُمَا فَرَكِبَا وَاكْتَنَفْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

چہرے پر کپڑا ڈالا اور صفیہ کے پاس گئے اور ان پر کپڑا ڈل دیا ۔ اور سواری کو درست کر دیا ۔ حضور اور صفیہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ

اس پر سوار ہوگئے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے جھرمٹ میں لے لیا ۔ جب ہم مدینے کے قریب پہنچے

عہ مسلم فضائل نسائی الحج ۔

لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ حَتّٰى دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ ۔ عہ

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی۔ ہم لوٹنے والے توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں حضور یہ مسلسل دعا پڑھتے رہے یہاں تک کہ مدینہ طیبہ میں داخل ہو گئے۔

**۱۶۵۵ تشریحات**

**من عسفان** ۔ یہ راوی کا تسامح ہے۔ یہ واقعہ خیبر سے واپسی میں پیش آیا تھا۔ اس لئے کہ ام المؤمنین حضرت صفیہ خیبر ہی میں حرم میں داخل ہوئی تھیں۔ اور عسفان کی طرف نہضت بنی لحیان کی سرکوبی کے لئے ۶ھ میں ہوئی تھی۔ اور غزوہ خیبر ۷ھ میں اس کے بعد ہوا تھا۔ خیبر سے واپسی ہی میں حضرت صفیہ ہمراہ رکاب اقدس تھیں۔

اس حدیث میں صحابہ کرام کی ذہانت اور حسن ادب کا نادر نمونہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ سے فرمایا۔ عورت کو دیکھو۔ تو پہلے اپنے چہرے پر کپڑا ڈال لیا۔ پھر ام المومنین کی طرف بڑھے۔ مبادا ان پر نظر نہ پڑے۔ اور پھر ان پر کپڑا ڈال دیا۔

## بَابُ الطَّعَامِ عِنْدَ الْقُدُوْمِ ص۴۳۴ کہیں سے واپسی پر کھانا کھلانا۔

۵۶۰ ت وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُفْطِرُ لِمَنْ يَغْشَاهُ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے یہاں آنے والوں کے لئے روزہ نہ رکھتے۔

**تشریحات ۵۶۰**

اس تعلیق کو قاضی اسماعیل نے احکام میں روایت کیا ہے۔ پورا مضمون یہ ہے نافع کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عمر جب مقیم ہوتے تو روزہ رکھتے۔ اور سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھتے۔ جب کہیں سے آتے تو چند دن آنے جانے والوں کی خاطر داری کے لئے روزہ نہ رکھتے۔ پھر رکھنے لگتے۔

۱۶۵۶ حدیث عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ تَحَرَ

تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ واپس آئے تو ایک اونٹ یا گائے ذبح فرمایا۔ معاذ نے شعبہ

جَزُوْرًا اَوْ بَقَرَةً وَزَادَ مُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَارِبٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ

عن محارب عن جابر بن عبد اللہ جو روایت کی اس میں یہ زائد ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عہ اس کے متصل۔ ثانی الادب باب قول الرجل جعلنی اللہ فداک ص۹۱۳ اللباس باب ارداف المرأۃ خلف الرجل ص۸۸۲ مسلم المناسک نسائی الحج۔

اِشْتَرٰی مِنِّیْ بَعِیْرًا بِوُقِیَّتَیْنِ وَدِرْهَمٍ اَوْ دِرْهَمَیْنِ فَلَمَّا قَدِمَ صِرَارًا اَمَرَ

نے مجھ سے دو اوقیہ اور ایک درہم یا دو درہم کے عوض اونٹ خریدا۔ جب صرار پہنچے تو ایک

بِبَقَرَةٍ فَذُبِحَتْ فَاَكَلُوْا مِنْهَا فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ اَمَرَنِیْ اَنْ اٰتِیَ الْمَسْجِدَ

گائے ذبح کرنے کا حکم دیا جسے لوگوں نے کھایا۔ جب مدینہ تشریف لائے تو مجھے حکم دیا کہ مسجد

فَاُصَلِّیَ رَكْعَتَیْنِ وَوَزَنَ لِیْ ثَمَنَ الْبَعِیْرِ۔ عہ

میں حاضر ہو کر دو رکعت نماز پڑھو اور مجھے اونٹ کی قیمت تول دی۔

**تشریحات** ۱۶۵۶ صرار۔ مدینے سے تین میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے۔ ابو عبید بکری نے کہا کہ حرہ راقم کی جانب ایک پرانے کنوئیں کا نام ہے۔ یہ واقعہ اس سفر سے واپسی میں درپیش ہوا تھا جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جابر سے اونٹ خریدا تھا۔ جس کا مفصل بیان گذر چکا۔

## باب فَرْضِ الْخُمُسِ ص۴۳۴ خمس کا فرض ہونا

**توضیح باب** خمس سے مراد مال غنیمت کا پانچواں حصہ ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ۔ انفال پ۱۰

جان لو کہ تم نے جو کچھ بھی غنیمت حاصل کی ہے۔ اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ اگر تم اللہ پر اور اس پر ایمان لائے ہو جو ہم نے فیصلے کے دن اتارا جس دن دونوں فوجیں لڑی تھیں۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ مال غنیمت سے خمس نکال کر بقیہ چار حصے مجاہدین پر تقسیم کر دیئے جائیں۔ عہد رسالت میں ارشاد مذکور کے مطابق اس خمس کے پانچ حصے کئے جاتے۔ ایک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے۔ ایک بنی ہاشم اور بنی مطلب کے لئے جو حضور کے قرابت دار تھے جنھوں نے زمانہ کفر میں بھی ہمیشہ حضور کی حمایت کی تھی۔ بنی عبد شمس اور بنی نوفل اس کے مستحق نہیں۔ اگرچہ یہ لوگ بھی قرابت دار ہیں۔ اس وجہ سے کہ انھوں نے ہمیشہ مخالفت کی یہاں تک کہ مکہ فتح ہوا۔ ایک یتیموں کے لئے اور ایک محتاجوں کے لئے اور ایک مسافروں کے لئے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضور کا حصہ اور بنی ہاشم اور بنی مطلب کا حصہ ساقط ہو گیا۔ اس لئے کہ ان کا حق صرف قرابت کی وجہ سے نہ تھا۔ ورنہ بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو بھی ملتا۔ بلکہ قرابت کے ساتھ ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت کی بنا پر تھا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تو

---

عہ ابو داؤد اطعمہ۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت کی وجہ سے جو استحقاق تھا باقی نہ رہا۔

ظاہر یہی ہے کہ غزوۂ بدر میں خمس نکالا گیا تھا۔ اس کی دلیل مندرجہ حدیث ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔

اَعْطَانِیْ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلَیْہِ مِنَ الْخُمُسِ یَوْمَئِذٍ لِلّٰہِ — اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دن خمس میں سے ایک اور اونٹنی دی تھی۔

ابوداؤد میں، اعطانی شارفا الخ ہے — اور مجھے ایک تندرست اونٹنی دی۔

اور ظاہر یہی ہے کہ یومئذ۔ افاء۔ کا ظرف ہے یعنی اس دن جو خمس سے اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا تھا اس میں سے ایک اونٹنی دی تھی۔

یہ اس کے معارض نہیں جو امام ابن اسحٰق امام احمد امام حاکم نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ کہ انھوں نے فرمایا۔ جب ہم نے غزوہ بدر کی غنیمت میں اختلاف کیا۔ اور بدخلقی کی تو اللہ عزوجل نے اسے ہم سے چھین لیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دے دیا۔ حضور نے اسے برابر لوگوں پر تقسیم فرمادیا[۲]۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ خمس نکالنے کے بعد جو بچا اسے تقسیم فرمایا۔

اور جو اہل سیر سے منقول ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر خمس فرض نہیں ہوا تھا۔ یہ بخاری ابوداؤد و صحیحین کی روایت کے معارض ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔

اسماعیل قاضی نے کہا کہ خمس واقعہ بنی قریظہ کے وقت فرض ہوا۔ اس کے پہلے نہیں تھا کچھ لوگوں نے کہا کہ اس کے بعد نازل ہوا۔ خمس نکالنے کی تصریح سب سے پہلے حنین کے موقع پر ملتی ہے۔

کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد میں خمس سے مراد وہ خمس ہے جو حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سریے میں نکالا تھا۔ جو بدر سے دو ماہ قبل رجب میں پیش آیا تھا۔ انھیں نے اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خمس نکالا تھا۔ اس تقدیر پر مغازی اور ابوداؤد کی روایتوں میں "یومئذٍ" اعطانی کا ظرف ہوگا مگر یہ مستبعد ہے۔ غزوہ بدر کے موقع پر اس خمس میں سے دینے کا قول کس کی سمجھ میں آسکتا ہے؟

علاوہ ازیں سورہ انفال میں اموال غنیمت کے مصارف کی تفصیل ہے۔ اور یہ سورۃ زیادہ تر بدر کے احوال پر مشتمل ہے۔ بلکہ اس صورت کا شان نزول ہی یہی ہے۔ جیسا کہ ابھی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گذری۔ اس سورہ کی ابتدا میں فرمایا گیا۔

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ — فرمادو مال غنیمت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔

---

[۱] مغازی غزوہ بدر باب ص۵۱۷ ابوداؤد ثانی باب بیان مواضع قسم الخمس ص۴۳ [۲] فتح الباری سادس ص۱۸۹

یہ اجمالی حکم تھا۔ تفصیل اکتالیسویں آیت ۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ الآیہ میں ذکر کردی ۔

۱۶۵۷ حدیث ثنا علی بن الحسین ان الحسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت امام زین العابدین علی بن حسین نے حدیث بیان کی ۔ کہ حسین بن علی رضی اللہ

اخبرہ ان علیا قال کانت لی شارف من نصیبی من المغنم یوم بدر وکان

تعالیٰ عنہما نے انھیں خبر دی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ۔ کہ میرے پاس طاقت ور اونٹنی

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعطانی شارفا من الخمس فلما اردت ان

تھی جو بدر کی غنیمت میں مجھے ملی تھی ۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے خمس سے ایک اور اونٹنی دی تھی ۔

ابتنی بفاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واعدت رجلا

جب میں نے فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ زفاف کا ارادہ کیا ۔ تو میں نے بنو قینقاع

صواغا من بنی قینقاع ان یرتحل معی فنأتی باذخر اردت ان ابیعہ من

کے ایک سنار سے معاملہ طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چل کر اذخر لائے گا جسے سناروں کے ہاتھ

الصواغین واستعین بہ فی ولیمۃ عرسی فبینا انا اجمع لشارفی متاعا

بیچوں گا ۔ اور شادی کے ولیمے میں اسے صرف کروں گا ۔ میں اپنی دونوں اونٹنیوں کے لئے کاٹھی

من الاقتاب والغرائر والحبال وشارفای مناختان الی جنب حجرۃ رجل

بوریاں ، رسیاں جمع کرنے میں لگا تھا ۔ اور میری دونوں اونٹنیاں انصار کے ایک صاحب

من الانصار فرجعت حین جمعت ما جمعت فاذا شارفای قد اجبت

کے گھر کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھیں ۔ جب میں نے سامان جمع کر لیا ۔ تو لوٹا اب دیکھتا ہوں کہ

اسنمتھما وبقرت خواصرھما واخذ من اکبادھما فلم املک عینی حین

میری دونوں اونٹنیوں کے کوہان کاٹ لئے گئے ہیں اور کولہے پھاڑ کر کلیجے نکال لئے گئے ہیں ۔ یہ

رأیت ذلک المنظر منھما فقلت من فعل ھذا فقالوا فعل حمزۃ بن

دیکھ کر میں آنکھوں پر قابو نہیں پا سکا ۔ میں نے پوچھا یہ کس نے کیا ہے ۔ تو لوگوں نے بتایا کہ حمزہ

عبد المطلب وھو فی ھذا البیت فی شرب من الانصار فانطلقت حتی

بن عبد المطلب نے ۔ وہ اس گھر میں انصار کی پینے کی مجلس میں ہیں ۔ میں وہاں سے چلا

اَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ

تاکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ جب میں حاضر خدمت ہوا

فَعَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِيَ الَّذِيْ لَقِيْتُ فَقَالَ

تو زید بن حارثہ وہاں موجود تھے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے صدمے کو میرے

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَكَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا رَأَيْتُ

چہرے سے پہچان لیا دریافت فرمایا۔ تمہارا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج کے

كَالْيَوْمِ قَطُّ عَدَا حَمْزَةُ عَلٰى نَاقَتَيَّ فَاجَبَّ اَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا

دن میں نے جو دیکھا ہے کبھی نہیں دیکھا۔ حمزہ نے میری اونٹنیوں پر تعدی کی ہے۔ ان کے

وَهَا هُوَ ذَا فِيْ بَيْتٍ مَّعَهٗ شَرْبٌ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کوہان کاٹ لئے ہیں۔ اور کوکھ پھاڑ دیئے ہیں۔ وہ اس گھر میں بیٹھے شراب پی رہے ہیں۔

بِرِدَائِهٖ فَارْتَدٰى ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِيْ وَاتَّبَعْتُهٗ اَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ حَتّٰى

یہ سن کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی چادر منگائی اوڑھ لی۔ پھر چلے۔ میں اور زید

جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ حَمْزَةُ فَاسْتَاْذَنَ فَاَذِنُوْا لَهُمْ فَاِذَا هُمْ شَرْبٌ

بن حارثہ بھی پیچھے ہو لئے اس گھر میں تشریف لائے جس میں حمزہ تھے۔ حضور نے اذن طلب

فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَلُوْمُ حَمْزَةَ فِيْمَا فَعَلَ فَاِذَا حَمْزَةُ قَدْ ثَمِلَ مُحْمَرَّةً

فرمایا تو اندر والوں نے اذن دیا۔ جب حضور اندر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ لوگ شراب پی رہے ہیں۔

عَيْنَاهُ فَنَظَرَ حَمْزَةُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ

حمزہ نے جو کچھ کیا تھا اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حمزہ کو ملامت کرنے لگے۔

صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰى رُكْبَتِهٖ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰى سُرَّتِهٖ ثُمَّ

اور حمزہ نشے میں ہیں ان کی آنکھیں سرخ ہیں حمزہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰى وَجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ هَلْ اَنْتُمْ اِلَّا عَبِيْدٌ لِاٰبَائِيْ

دیکھا پھر نظر اٹھائی اور حضور کے گھٹنے کو دیکھا پھر نظر اور اوپر کی ناف کو دیکھا۔ پھر اور

فَعَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَدْ ثَمِلَ فَنَكَصَ رَسُوْلُ

اوپر اٹھائی اور حضور کے چہرۂ انور کو دیکھا۔ پھر کہا تم لوگ میرے باپ کے غلام ہی نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی عَقِبَیْہِ الْقَھْقَرٰی فَخَرَجْنَا مَعَہٗ۔

تعالیٰ علیہ وسلم نے جان لیا کہ یہ اس وقت مست ہیں تو الٹے قدم لوٹ آئے اور ہم لوگ بھی چلے آئے۔

**تشریحات ۱۶۵**

اس حدیث کا جز کتاب البیوع[1] میں گذر چکا ہے۔ یہ حدیث مساقاۃ اور مغازی میں بھی ہے کچھ تغیر اور کمی زیادتی کے ساتھ۔ مساقاۃ[2] اور مغازی میں یہ زائد ہے۔

جس گھر کے پاس وہ اونٹنیاں بیٹھی ہوئی تھیں اس میں حمزہ بن عبدالمطلب شراب پی رہے تھے اور ان کی ایک گانے والی لونڈی تھی۔ اس نے یہ شعر پڑھا۔

اَلَا یَا حَمْزَ ذَا الشُّرُفِ النِّوَاءِ

یہ سن کر حمزہ تلوار لے کر کودے اور ان کے کوہان کاٹ ڈالے اور کولہے پھاڑ دیئے اور ان کے کلیجے نکال لیے۔

یہ ایک لمبے قصیدے کا مطلع ہے۔ اس کے بعد کے اشعار یہ ہیں۔

| | |
|---|---|
| وَھُنَّ معقلات بالفناء | یہ اونٹنیاں صحن میں بندھی ہوئی ہیں |
| ضع السکین فی اللبات منھا | ان کی گردن پر چھری رکھ اے حمزہ |
| وَضَرِّجھن حمزۃ بالدماء | انھیں خون سے لتھیڑ دے اور ان |
| وعجل من اطایبھا لِشَرْب | کی عمدہ عمدہ چیزیں جلدی سے ساتھ ساتھ پینے والوں |
| قدیرًا من طبیخ او شواء | کے لئے لا ہانڈی میں پکا ہوا یا بھنا ہوا۔ |

شُرُفٌ۔ شارف کی جمع طاقت ور اونٹنی۔ نواء۔ ناویہ کی جمع موٹی تندرست۔ معقلات۔ عقال سے بندھی ہوئی۔ لبّات۔ لبّۃ کی جمع۔ ضَرِّج۔ تضریج۔ کسی کو خون سے آلودہ کرنا۔ شَرْب۔ ساتھ بیٹھ کر شراب پینے والے۔ قدیرًا۔ ہانڈی میں پکا ہوا گوشت ایک روایت قدیدًا کی بھی ہے۔ بوٹی۔

معجم الشعراء میں ہے کہ یہ قصیدہ عبداللہ بن سائب بن ابو سائب کا ہے۔ مساقات کی روایت میں صائغ کی جگہ ایک نسخہ طابع اور ایک طالع کا بھی ہے اس سے مراد رہنما ہے۔

**عبید لابی**۔ مساقات کی روایت لِاَبَائی ہے۔ حضرت عبدالمطلب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جد کریم ہیں۔ اور دادا بمنزلہ آقا کے ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے وہ عرض کر دیا۔ وہ بھی نشے کی حالت میں۔ غالبا نشے میں یہ ترنگ پیدا ہو گئی کہ ان اونٹنیوں پر میرا حق تھا۔ اس کو مستی میں ان الفاظ سے تعبیر کر دیا۔

یہ قصہ شراب کی تحریم سے پہلے کا ہے۔ اور اسی طرح غنا کی بھی تحریم سے قبل کا ہے شراب کی حرمت غزوۂ احد کے بعد نازل ہوئی ہے۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد میں حمزہ سے ان اونٹنیوں کی قیمت حضرت علی کو دلوائی۔

---

[1] نزھۃ القاری خامس ص ۱۸۰ [2] جلد اول ص ۳۲۰ ثانی ص ۵۷۱

۱۶۶۰ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ فَاطِمَةَ

**حدیث** ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَتْ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ تَسْئَلُهٗ

کی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پیغام بھیجا۔

مِيْرَاثَهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ

جس میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میراث کا مطالبہ کیا۔ جو مدینے اور فدک میں

عَلَيْهِ بِالْمَدِيْنَةِ وَفَدَكَ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ

بطور فی اور خیبر کے خمس کے مابقی میں حضور کو ملا تھا۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ اِنَّمَا يَاْكُلُ

فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں۔ ہم جو کچھ

اٰلُ مُحَمَّدٍ فِيْ هٰذَا الْمَالِ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا مِّنْ صَدَقَةِ رَسُوْلِ

چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ اور آل رسول اس مال سے کھاتے رہیں گے اور میں خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِيْ كَانَ عَلَيْهَا فِيْ عَهْدِ

تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ کو اس حالت سے ذرہ برابر نہیں بدلوں گا۔ جس پر وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَاَعْمَلَنَّ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ بِهٖ

علیہ وسلم کے زمانے میں تھا اور حضرت سیدہ فاطمہ کو ان میں سے کچھ بھی دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَبٰى اَبُوْ بَكْرٍ اَنْ يَّدْفَعَ اِلٰى

حضرت فاطمہ حضرت ابو بکر سے ناراض ہو گئیں۔ اور ان سے بولنا چھوڑ دیا۔ وفات کے وقت تک نہیں

فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فِيْ ذٰلِكَ فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ

بولیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں۔ جب ان کی وفات ہوئی

تُكَلِّمْهُ حَتّٰى تُوُفِّيَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ

تو حضرت علی نے انھیں رات میں دفن کر دیا۔ اور حضرت ابو بکر کو خبر نہیں کی۔ اور حضرت

اَشْهُرٍ فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ لَيْلًا وَّلَمْ يُؤْذِنْ لَهَا اَبَا بَكْرٍ

علی نے نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت فاطمہ کی حیات میں حضرت علی کی لوگوں میں ایک

وَصَلّٰی عَلَیْهَا وَكَانَ لِعَلِیٍّ مِنَ النَّاسِ وَجْهٌ حَیَاةَ فَاطِمَةَ فَلَمَّا تُوُفِّیَتْ اسْتَنْكَرَ

عزت تھی ۔ جب ان کا وصال ہوگیا ۔ تو حضرت علی نے لوگوں کے رویے کو بدلا ہوا دیکھا ۔ تو حضرت

عَلِیٌّ وُجُوْهَ النَّاسِ فَالْتَمَسَ مُصَالَحَةَ اَبِیْ بَكْرٍ وَّمُبَایَعَتَهٗ وَلَمْ یَكُنْ یُبَایِعُ

ابو بکر سے صلح کرنی چاہی اور ان کی بیعت بھی ۔ ان چھ مہینوں میں بیعت نہیں کی تھی ۔ حضرت علی

تِلْكَ الْاَشْهُرَ فَاَرْسَلَ اِلٰی اَبِیْ بَكْرٍ اَنِ ائْتِنَا وَلَا یَاْتِنَا اَحَدٌ مَّعَكَ كَرَاهِیَةَ

نے حضرت ابو بکر کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ آجائیں اور کسی کو ساتھ نہ لائیں ۔ یہ اس لئے کہلایا کہ کہیں حضرت

لِمَحْضَرِ عُمَرَ فَقَالَ عُمَرُ لَا وَاللّٰهِ لَا تَدْخُلُ عَلَیْهِمْ وَحْدَكَ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ

عمر بھی ساتھ نہ آجائیں ۔ اس پر حضرت عمر نے کہا خدا کی قسم آپ وہاں تنہا نہ جائیں ۔ حضرت ابو بکر نے

وَمَا عَسَیْتُهُمْ اَنْ یَّفْعَلُوْا بِیْ وَاللّٰهِ لَاٰتِیَنَّهُمْ فَدَخَلَ عَلَیْهِمْ اَبُوْ بَكْرٍ فَتَشَهَّدَ

فرمایا ۔ وہ لوگ میرے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کریں گے ۔ بخدا میں ضرور جاؤں گا ۔ حضرت ابو بکر ان کے

عَلِیٌّ فَقَالَ اِنَّا قَدْ عَرَفْنَا فَضْلَكَ وَمَا اَعْطَاكَ اللّٰهُ وَلَمْ نَنْفَسْ عَلَیْكَ خَیْرًا

یہاں تشریف لے گئے ۔ تو حضرت علی نے پہلے شہادتین پڑھا اور فرمایا ۔ ہم آپ کی فضیلت کو بھی جانتے ہیں ۔

سَاقَهُ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَلٰكِنَّكَ اسْتَبْدَدْتَّ عَلَیْنَا بِالْاَمْرِ وَكُنَّا نَرٰی لِقَرَابَتِنَا مِنْ

اور اللہ نے جو کچھ آپ کو عطا فرمایا ہے اسے بھی جانتے ہیں ۔ لیکن آپ نے اس معاملے میں (میری دانست میں)

رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَصِیْبًا حَتّٰی فَاضَتْ عَیْنَا اَبِیْ بَكْرٍ فَلَمَّا

ہماری حق تلفی کی ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے ہم بھی اس میں اپنا حق جانتے تھے

تَكَلَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

یہ سن کر حضرت صدیق اکبر کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں ۔ پھر ابو بکر نے گفتگو شروع کی اور فرمایا ۔ اس ذات کی قسم جس

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ وَاَمَّا الَّذِیْ شَجَرَ

کے قبضے میں میری جان ہے ۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت کے ساتھ اچھا سلوک کرنا

بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْاَمْوَالِ فَاِنِّیْ لَمْ آلُ فِیْهَا عَنِ الْخَیْرِ وَلَمْ اَتْرُكْ

بہ نسبت اپنی قرابت کے زیادہ پسند ہے ۔ اور یہ جو میرے اور آپ کے درمیان مالوں کے بارے

اَمْرًا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَصْنَعُهٗ فِیْهَا اِلَّا صَنَعْتُهٗ

میں نزاع پیدا ہو گئی ہے ۔ تو آپ یقین کریں میں نے اس خصوص میں بہتر پر عمل کرنے میں

فَقَالَ عَلِيٌّ لِاَبِيْ بَكْرٍ مَوْعِدُكَ الْعَشِيَّةَ لِلْبَيْعَةِ فَلَمَّا صَلّٰى اَبُوْبَكْرٍ الظُّهْرَ

کوتاہی نہیں کی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو کام بھی کرتے دیکھا ہے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا ہے۔ اب

رَقِيَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَتَشَهَّدَ وَذَكَرَ شَانَ عَلِيٍّ وَتَخَلُّفَهٗ عَنِ الْبَيْعَةِ وَعُذْرَهٗ

حضرت علی نے حضرت ابو بکر سے کہا دوپہر بعد بیعت کرنے کا وعدہ کرتا ہوں۔ حضرت ابو بکر نے جب ظہر پڑھ لی تو منبر

بِالَّذِيْ اعْتَذَرَ اِلَيْهِ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ فَعَظَّمَ حَقَّ اَبِيْ بَكْرٍ

پر تشریف لے گئے اور شہادتین پڑھا اور حضرت علی کی شان بیان فرمائی اور بیعت نہ کرنے کو بھی۔ اور انہوں نے جو عذر

وَحَدَّثَ اَنَّهٗ لَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى الَّذِيْ صَنَعَ نَفَاسَةً عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ وَلَا اِنْكَارًا

بیان فرمایا تھا اسے بھی۔ پھر استغفار پڑھا اور حضرت علی نے شہادتین پڑھی اور حضرت ابو بکر کے حق کی عظمت بیان کی اور یہ کہ

لِلَّذِيْ فَضَّلَهُ اللّٰهُ بِهٖ وَلٰكِنَّا كُنَّا نَرٰى لَنَا فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ نَصِيْبًا فَاسْتَبَدَّ

انہوں نے جو کچھ کیا اس کا سبب ابو بکر سے حسد یا اللہ نے انھیں جو فضیلت دی ہے اس سے انکار نہیں۔ وجہ یہ تھی کہ ہم اپنی

عَلَيْنَا فَوَجَدْنَا فِيْ اَنْفُسِنَا فَسُرَّ بِذٰلِكَ الْمُسْلِمُوْنَ وَقَالُوْا اَصَبْتَ وَكَانَ

دانست میں یہ جانتے تھے کہ اس معاملے میں ہمارا بھی کچھ حق ہے جس سے انہوں نے ہمیں محروم کر دیا ہے۔ اس پر ہمیں تکلیف تھی۔ یہ

الْمُسْلِمُوْنَ اِلٰى عَلِيٍّ قَرِيْبًا حِيْنَ رَاجَعَ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ۔ عہ

سنکر تمام مسلمان خوش ہو گئے اور سب نے کہا آپ نے درست فرمایا۔ حضرت علی نے جب اس بات کو تسلیم کر لیا جو حقیقت میں اچھی تھی تو مسلمان ان سے قریب ہو گئے۔

**۱۶۵۸ تشریحات** چونکہ مغازی کی روایت میں زیادہ تفصیل اور جامعیت تھی اس لئے ہم نے اسی کو لیا۔ فرائض کی روایت میں یہ ہے کہ مذکورہ بالا سوال کرنے والوں میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

**فَدَكَ** مدینہ طیبہ سے دو یا تین منزل پر خیبر کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ خیبر کے بعد وہاں کے باشندوں نے اس شرط پر صلح کی تھی کہ ہم اپنی زمین کی پیداوار کا نصف حصہ خدمت اقدس میں پیش کرتے رہیں گے۔

**مما افاء الله عليه بالمدينة** اَفَاءَ کا مصدر فَیْءٌ ہے۔ اس سے مراد کفار کے وہ اموال ہیں جو لڑائی کے بغیر مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ اسی میں خراج اور جزیے کی رقوم بھی داخل ہیں۔ فَیْءٌ کل کا کل بیت المال میں جمع ہوگا۔ اس بارے میں ارشاد ہے۔

وَمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ

ان (بنو نضیر) سے اللہ نے اپنے رسول کو جو کچھ دلایا۔ ان پر تم نے نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ ہاں، اللہ

---

عہ ثانی مغازی غزوۂ خیبر ص۶۰۹ الجہاد باب فرض الخمس ص۴۳۵ المناقب باب مناقب قرابۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۵۲۶ الفرائض باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماترکنا صدقۃ ص۹۹۵

رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ۔ حشر آیت ۶ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے قابو دیدیتا ہے۔

۴ھ میں بنی نضیر کی غداری کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ فرمالیا۔ یہ محاصرہ پندرہ دن تک رہا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اب نجات کی صورت نہیں۔ تو یہ کہلایا۔ کہ ہماری جانوں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے ہمیں یہ اجازت دی جائے کہ ہم اپنے ساتھ اپنے مال ومتاع میں سے جتنا لے جاسکیں لے جائیں۔ اور ہمیں مدینے سے چلے جانے دیا جائے۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غایت کرم سے منظور فرمالیا۔ بنی نضیر نے مدینہ طیبہ خالی کردیا۔ ان کے جو مال ومتاع زمین باغ بچے وہ خاص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصرف میں آئے۔ ان کی بستی مدینہ طیبہ سے دو میل کی دوری پر تھی۔ چونکہ صحابہ کرام پیدل ہی گئے تھے صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سواری پر تشریف لے گئے تھے۔ اس لئے فرمایا گیا۔ کہ تم نے ان پر نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔

علاوہ زمین اور مکان کے اور دیگر سامان کے پچاس زرہیں۔ پچاس خود چار سو تلواریں چھوڑ گئے تھے۔ بنی نضیر کے اموال میں سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجاہدین کو کچھ نہیں دیا۔ صرف دو یا تین انتہائی تنگدست انصار کو کچھ عطا فرمایا۔

بنی نضیر کے زمین اور باغ کے علاوہ مدینہ طیبہ میں مخیریق کے سات باغات تھے۔ جو بنی نضیر کے محلے میں تھے۔ یہ یہودی تھے غزوہ احد کے دن مسلمان ہوئے اور یہ ساتوں باغات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نذر کردیئے۔ اس کے علاوہ کچھ اور اراضی تھیں جو انصار کرام نے نذر کی تھیں۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ مدینہ طیبہ کی املاک سے یہ تینوں قسم مراد ہوسکتے ہیں۔

**فدک** ۔ مدینہ طیبہ سے دو یا تین منزل کے فاصلے پر خیبر کے قریب یہ زمین تھی۔ خیبر کے بعد یہاں کے باشندوں نے اس شرط پر صلح کرلی تھی کہ نصف زمین حضور کی نذر ہے۔

علاوہ ازیں وادی القری کی ایک تہائی زمین اور خیبر کے قلعوں میں سے وطیح اور سلالم بطور صلح فتح ہوئے تھے۔ یہ سب فئی تھا۔ خیبر کا خمس بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاص تھا جس سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا اور اپنی ازواج مطہرات کا خرچ چلاتے اور جو بچتا اس کو عام مسلمانوں کی ضرورتوں میں صرف فرماتے۔ حضرت سیدہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان سب کو میراث سمجھا اور اپنا اپنا حق طلب کیا۔

**لانورث** ۔ حضرت سیدہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک یہ حدیث نہیں پہنچی تھی۔ آپ نے آیت میراث کے پیش نظر اپنا مطالبہ پیش فرمایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث سنائی۔ "ہم انبیائے کرام کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو مال چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے"، صحیح اور معتبر روایات کے مطابق حضرت سیدہ اور حضرت عباس نے یہ سن کر سکوت فرمایا۔ اس کی تردید میں کچھ نہیں فرمایا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے اس حدیث کی صحت کو تسلیم فرمالیا۔ آگے حدیث آرہی ہے۔ کہ اس کی صحت کو خود حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صحابۂ کرام کی موجودگی میں تسلیم فرمالیا۔ علاوہ ان دو بزرگوں کے اور متعدد صحابہ کرام سے یہ حدیث مروی ہے۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ خود

رافضیوں کی کتابوں سے اس کا مضمون ثابت ہے۔ اصول کافی باب العلم والتعلم میں ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما ولکن اورثوا العلم فمن اخذہ منہ اخذ بحظ وافر۔

ابو عبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کرام دینار و درہم میراث نہیں چھوڑتے ہاں علم ان کی میراث ہے۔ اس لئے جس نے علم حاصل کیا اس نے بہت حصہ پالیا۔

اسی باب کے صفۃ العلم میں ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذلک ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دینارا وانما ورثوا احادیث من احادیثھم فمن اخذ بشیء منھا فقد اخذ حظا وافرا۔

ابو عبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اور یہ اسی بنا پر ہے کہ انبیاء درہم اور دینار میراث نہیں چھوڑتے وہ صرف اپنی حدیثیں میراث چھوڑتے ہیں تو جس نے انہیں حاصل کرلیا اس نے بہت حصہ پالیا۔

ان شیعی روایت میں صراحۃ درہم و دینار کے میراث نہ چھوڑنے کا تذکرہ ہے اس کا شبہ ہو سکتا تھا کہ درہم و دینار کے علاوہ آراضی وغیرہ میراث چھوڑتے ہوں۔ اس کا قلع قمع لفظ "انما" نے کردیا۔ یہ کلمہ حصر ہے۔ جس کا مفاد یہ ہوا کہ انبیاء کرام اپنی میراث میں صرف اپنی احادیث چھوڑتے ہیں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چھوڑتے ہیں۔ اس سے ثابت کہ انبیاء کرام کی میراث صرف علم ہے۔ نہ درہم ہے نہ دینار ہے نہ آراضی ہیں۔ نہ اور کچھ مال ومتاع۔

رافضیوں کے اصول کے مطابق قرآن مجید کے صریح منطوق کے مقابل ائمہ کے ارشادات اور ان کی مرویات راجح ہیں۔ اس لئے کسی رافضی کو یہ حق نہیں کہ وہ یہ کہہ کر اس حدیث کو ناقابل قبول قرار دے کہ یہ آیت میراث کے معارض ہے۔ اور ہم اہل سنت کے اصول کے مطابق چونکہ یہ حدیث مشہور ہے۔ اس لئے اس سے کتاب اللہ کی تخصیص جائز ہے۔

ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ حضرت ابوبکر کے پاس آئیں اور فرمایا آپ کا کون وارث ہوگا۔ انہوں نے فرمایا۔ میرے اہل میری اولاد، حضرت فاطمہ نے فرمایا۔ پھر کیا بات ہے کہ میں اپنے والد کی وارث نہیں ہوں گی۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس کی پرورش فرماتے تھے میں بھی اس کی پرورش کروں گا۔

اہل سنت کی روایات کے مطابق یہ سن کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ نہ تو حضرت سیدہ نے کچھ فرمایا نہ حضرت علی نے نہ حضرت عباس نے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان حضرات نے اس حدیث کی صحت کو تسلیم فرمالیا۔ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اس کی صحت کو صراحۃً تسلیم کرنا آگے آرہا ہے اس لئے اب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ طعن کرنا

کہ انہوں نے اہل بیت کا حق غصب کرلیا، اپنے خبثِ نفس کی تسکین کے سوا اور کچھ نہیں ۔ رہ گئیں رافضیوں کی من گھڑت مرویات وہ سب خود ان کے ائمہ کرام کے مذکورہ بالا ارشادات کے معارض ہونے کی وجہ سے مردود ہیں ۔

**فوجدت فاطمة** ۔ دوسری روایتوں میں **فغضبت فاطمة** ۔ ہے ۔ یہ حقیقت میں راوی حدیث کا اپنا استخراج ہے ۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت سیدہ فطری طور پر گوشہ نشین تھیں ۔ لوگوں سے بہت کم ملتی جلتی تھیں ۔ احادیث کے پورے دفتر دیکھ ڈالئے حضرت سیدہ کی سیرت پاک میں لوگوں سے ملنے جلنے کے واقعات نہیں ملیں گے ۔ روافض کے طومار کے طومار پڑھ ڈالئے ان میں بھی آپ کو ایسے واقعات نہیں ملیں گے ۔ جو یہ بتا سکیں ۔ کہ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لوگوں سے ملتی جلتی ہوں ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضور کی جدائی کا غم واندوہ نے انہیں اس قابل ہی نہیں رکھا تھا کہ وہ کسی سے ملیں جلیں حتیٰ کہ یہی غم جانگسل ہوا اور چھ ماہ کے بعد واصل بحق ہوگئیں ۔ وہ اس اثنا میں حضرت ابوبکر سے کبھی ملاقات کے لئے تشریف نہیں لائیں ۔

دوسری طرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امور خلافت میں سب سے زیادہ مصروفیت کا یہی وقت تھا ۔ دنیا کی سب سے بڑی طاقت روم سے ٹکر لینے کے لئے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر جا چکا تھا ۔ مانعین زکوٰۃ، مرتدین، کذاب مدعیان نبوت الگ شورش مچائے ہوئے تھے ۔ ان سب کے قلع قمع میں شب و روز مصروفیت کی وجہ سے انھیں حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضری کا موقع نہیں ملا ۔ اس سے راوی نے اپنے طور پر یہ سمجھ لیا کہ حضرت سیدہ حضرت صدیق اکبر سے ناراض ہیں ۔ اور ان سے میل جول سلام کلام ترک فرمائے ہوئے ہیں ۔ راوی نے اپنے طور پر اپنی فہم سے جو سمجھا اسے بیان کردیا ۔ ورنہ لازم آئے گا کہ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد رسول کے مطابق فیصلہ کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے سے ناراض ہو کر خود ارشاد رسول سے منحرف ہوگئیں ۔ اس لئے کہ بلا وجہ شرعی ایک مسلمان سے قطع تعلق اور اس سے ناراضی کی احادیث میں بشدت ممانعت وارد ہے ۔ بنظر دقیق بات بہت دور جا پہنچتی ہے ۔ ارشاد رسول سن کر ارشاد رسول پر عامل سے ناراضگی حقیقت میں رسول سے ناراضگی ہے ۔ العیاذ باللہ تعالیٰ ۔ اسی لئے علماء محققین نے **فَهَجَرَت ولم تكلمه حتى توفيت** ۔ کے معنی یہ بتاتے ہیں ۔ کہ اس کے بعد میراث کا مطالبہ چھوڑ دیا اور اس بارے میں حضرت صدیق اکبر سے زندگی بھر کچھ نہیں فرمایا ۔ جیسا کہ امام ترمذی نے اپنے مشائخ سے نقل فرمایا ہے ۔ نیز اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے ۔ جو عمرو بن شیبہ سے مروی ہے ۔ **فلم تكلمه في ذلك المال** ۔ حضرت سیدہ نے اس مال کے بارے میں پھر کبھی کوئی گفتگو نہ کی ۔

نیز اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو امام بیہقی نے امام شعبی سے روایت کیا ۔ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے ۔ حضرت علی نے حضرت سیدہ سے فرمایا ۔ یہ ابوبکر ہیں حاضری کی اجازت طلب کر رہے ہیں ۔ حضرت سیدہ نے حضرت علی سے پوچھا ۔ کیا آپ اسے پسند کرتے ہیں ۔ فرمایا ۔ ہاں ! حضرت سیدہ نے اندر حاضری کی اجازت دی ۔ حضرت صدیق اکبر حاضر ہوئے اور حضرت سیدہ کو راضی کرنے کی کوشش کی اور وہ ان سے راضی ہوگئیں ۔ یہ رضا جوئی اور حضرت سیدہ کی رضامندی بالکل ویسے ہی ہے جیسے جاں بلب مریضوں سے رضا جوئی اور معافی

کی درخواست کی جاتی ہے۔ اور وہ اپنی رضا اور معافی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اسے یہ لازم نہیں کہ واقعی حقیقت میں ناراضگی ہو۔

**ولم یوذن لھا ابابکر۔** اس روایت کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کی اطلاع نہیں دی۔ اور خود حضرت علی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کی وجہ شراح نے یہ بتائی ہے کہ حضرت سیدہ نے خود منع فرمادیا کہ کسی کو اطلاع نہ دی جائے۔ یہ اس بنا پر کہ اس وقت تک وہاں یہ دستور تھا کہ عورت کے جنازے پر صرف ایک کپڑا ڈال کر لے جاتے تھے جس سے اس کے جسم کا حجم ظاہر رہتا۔ حضرت سیدہ کو یہ سخت ناپسند تھا۔ یہ غایت حیا اور پردہ کے لحاظ سے فرمایا تھا۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو الاستیعاب[1] میں ہے۔ کہ حضرت سیدہ نے حضرت صدیق اکبر کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس سے فرمایا۔ مرنے کے بعد عورتوں کے ساتھ جو کیا جاتا ہے وہ مجھے سخت ناپسند ہے کہ ان پر ایک کپڑا ڈال کر ان کا جنازہ اٹھایا جاتا ہے۔ جس سے جسم کا حجم ظاہر ہو جاتا ہے۔ تو حضرت اسماء نے کھجور کی گیلی ٹہنیوں کو موڑ کر اس پر کپڑا ڈال کر ہودج نما بنایا۔ اور بتایا کہ میں نے حبشہ میں اسے دیکھا۔ اسے دیکھ کر حضرت سیدہ بہت خوش ہوئیں۔ اور فرمایا۔ میرے لئے بھی ایسا ہی بنا دینا۔ وصال کے بعد حضرت سیدہ کا جنازہ مبارکہ اسی ہودج نما گہوارے میں چھپا ہوا لے جایا گیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت سیدہ کی نماز جنازہ حضرت عباس نے پڑھائی تھی یہ بخاری کی اس روایت کے منافی نہیں۔ نماز حضرت علی اور حضرت عباس دونوں نے پڑھی مگر چونکہ حضرت عباس حضرت علی کے چچا اور ان سے معمر تھے۔ اس لئے امام یہ تھے۔ بلکہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدہ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ یہ روایت دین کے اصول کے مطابق ہے اس لئے کہ نماز جنازہ کی امامت کا سب سے زیادہ حقدار خلیفۃ المسلمین ہے۔ پھر اس کا نائب۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ حاکم مدینہ مروان یا سعید بن عاص نے پڑھائی حالانکہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے۔ انھوں نے کوئی اعتراض تک نہیں کیا۔

**ولم یکن یبایع** یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت نہیں کی۔ ان کے وصال کے بعد بیعت کی۔ لیکن اس کے برخلاف صحیح ابن حبان وغیرہ میں ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروع میں بیعت کر لی تھی[2]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ کی بیعت کے بعد حضرت ابو بکر منبر پر تشریف لے گئے۔ حاضرین پر نظر ڈالی تو حضرت زبیر کو نہیں دیکھا۔ انھیں بلوایا۔ وہ جب آئے تو ان سے فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی کے صاحبزادے اور حواری ہو اور تم یہ چاہتے ہو کہ مسلمانوں کی لاٹھی ٹوٹ جائے۔ حضرت زبیر نے کہا۔ اے خلیفہ رسول اللہ! پھر کھڑے ہوئے اور بیعت کر لی۔ پھر حاضرین کو دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں پایا۔ انھیں بھی بلوایا۔ اور فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے صاحبزادے

---

[1] جلد رابع ص ۳۷۸ برہامش اصابہ۔ [2] فتح الباری جلد سابع ص ۴۹۵

اور حضور کے داماد ہو اور پھر چاہتے ہو کہ مسلمانوں کی لاٹھی توڑ دو۔ حضرت علی نے فرمایا۔
اے خلیفہ رسول اللہ! پھر بیعت کر لی[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت علی اور حضرت زبیر نے یہ کہا۔ ہمیں اس سے تکلیف پہنچی کہ ہم کو مشورہ میں شریک نہیں کیا گیا۔ اور ہم ابو بکر کو سب لوگوں سے زیادہ خلافت کا حقدار جانتے ہیں۔ یہ رسول اللہ کے یار غار ہیں۔ اور ہم ان کے شرف کو پہچانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری میں انھیں نماز پڑھانے کا حکم دیا[2]

نیز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو بکر کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اور میں موجود تھا۔ غائب نہیں تھا۔ اور نہ مجھے کوئی بیماری تھی۔ اس لئے ہم نے اپنی دنیا کے لئے وہی پسند کیا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا[3]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابتدا ہی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تسلیم کر لی تھی اس کی دلیل یہ روایت بھی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ جب مرتدین سے قتال کے لئے ابو بکر باہر نکل پڑے اور اپنی سواری پر بیٹھ گئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی سواری کی لگام پکڑ لی۔ اور فرمایا۔ کہاں؟ اے خلیفہ رسول اللہ! میں آپ سے وہی کہتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ سے یوم احد فرمایا تھا۔ اپنی تلوار نیام میں کرو۔ اپنی ذات سے ہم کو غمگین نہ کرو۔ مدینہ لوٹ چلو۔ بخدا اگر آپ کو ہم کھو کر غمزدہ ہو گئے تو کبھی بھی اسلام کا نظام درست نہ ہو گا[4]

سب کو معلوم ہے کہ جیش اسامہ کی روانگی کے بعد بلا تاخیر مرتدین سے جہاد کے لئے حضرت صدیق اکبر نکلے تھے۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں خلیفہ رسول کہا۔ یہ ان کی خلافت کو تسلیم کرنا ہے۔ اور خلیفہ مان لینے کے بعد بیعت نہ کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں۔

یہ تین صحابہ کرام ہوئے۔ حضرت ابو سعید خدری، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جن کی روایتوں سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابتدا ہی میں بیعت کر لی تھی۔ اس لئے اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں پھر حضرت علی کا یہ ارشاد کہ ہم ابو بکر کو خلافت کا سب سے زیادہ اہل سمجھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو میری موجودگی میں نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ ہم نے اپنی دنیا کے لئے اسے پسند کر لیا جسے رسول اللہ نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا۔ اس کی دلیل ہے کہ وہ حضرت صدیق اکبر کی خلافت کو برحق جانتے تھے بلکہ اپنے سے بھی زیادہ ان کو خلافت کا مستحق جانتے تھے۔ پھر بیعت نہ کرنے کے کیا معنی؟

رہ گیا ام المؤمنین نے جو فرمایا۔ ان چھ مہینوں میں حضرت علی نے بیعت نہیں کی تھی یہ اپنے علم و دانست کے مطابق

---

[1] تاریخ الخلفاء مصری بحوالہ ابن سعد حاکم بیہقی ص ۶۹ [2] ایضاً بحوالہ مغازی موسیٰ بن عقبہ و حاکم ص
[3] ایضاً بحوالہ ابن عساکر ص ۶۴ [4] ایضاً بحوالہ دار قطنی ص ۷۵

فرمارہی ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث گذری۔ جب مرتدین سے قتال کے لئے حضرت صدیق اکبر نکل پڑے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سواری کی لگام پکڑلی۔ اس سے ثابت ہے کہ ابتدار میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صدیق اکبر کے پاس آتے جاتے تھے اور مشورے دیتے۔ بلکہ اپنی ذاتی وجاہت کی بنا پر اسے منوا بھی لیتے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدائی کا اثر حضرت سیدہ پر بے پناہ تھا۔ خود فرماتی ہیں ؎

صبت علی مصائب لو انھا ——— صبت علی الایام صرن لیالیا

مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر دن پر پڑیں تو رات ہو جائیں ——— اس کے صدمے سے بہت سخت علیل ہوگئیں۔ جب حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی علالت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ تو حضرت علی ان کی دل جوئی اور تیمارداری میں مصروف ہونے کی وجہ سے اتنا موقع نہ پاتے کہ دربار خلافت میں تشریف لاتے۔ اس سے لوگوں میں بدگمانی پھیلی ہوگی کہ شاید حضرت علی، صدیق اکبر کی خلافت کو دل سے تسلیم نہیں کرتے۔ اس لئے جب حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا واصل بحق ہوگئیں تو اس بدگمانی کو دور کرنے کے لئے دوبارہ بیعت فرمائی۔

بفرض غلط اگر تسلیم بھی کرلیا جائے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھ مہینے تک بیعت نہیں کی تو بھی اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ حضرت صدیق اکبر کی خلافت کو باطل جانتے تھے۔ ایسی کوئی روایت نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی یہ فرمایا ہو کہ ابوبکر خلافت کے اہل نہیں۔ ان کی خلافت درست نہیں۔ بعض روایتوں سے ثابت ہے تو یہ کہ وہ خانہ نشین ہوگئے تھے اور یہ حضرت صدیق اکبر یا کسی سے ناراضگی کی بنا پر نہیں تھی بلکہ چونکہ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدائی کی تاب نہ لاکر سخت علیل ہوگئی تھیں۔ ان کی تیمارداری بچوں کی دیکھ بھال کے لئے تھی۔ اور یہ قطعی ہے کہ ایسے موقعوں پر سکوت بیان کے حکم میں ہوتا ہے۔ ایک بات علانیہ ہورہی ہے اور ایک دینی مقتدا اسے دیکھ رہا ہے اور خاموش ہے۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ اسے صحیح جانتا ہے۔ اس کی نظیر حدیث تقریری ہے۔ صحابہ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور کچھ کہا یا کچھ کیا اور حضور نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ تو یہ بھی حدیث رسول ہے۔ نیز اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صدیق اکبر کی خلافت کو برحق نہ مانتے تو چھ ماہ بعد بھی ہرگز ہرگز بیعت نہ فرماتے جب کہ انھیں حضرت صدیق اکبر کے خلاف برانگیختہ کرنے کی کوشش بھی کی گئی۔

حضرت ابوسفیان نے جب یہ سنا کہ حضرت صدیق اکبر خلیفہ منتخب ہوئے ہیں تو مدینہ طیبہ آئے اور حضرت علی سے کہا۔ کیا بات ہے کہ خلافت قریش کی اس شاخ میں ہے۔ جو سب سے کم اور سب سے کمزور ہے۔ اس سے ان کی مراد حضرت ابوبکر کا خاندان بنی تیم تھا۔ اگر تم چاہو تو ان کے خلاف سوار اور پیادوں سے بھر دوں۔ حضرت علی نے فرمایا۔ تو نے مدت دراز تک اسلام کی مخالفت کی۔ اس سے اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچا۔ ہم نے ابوبکر کو اس کا اہل پایا۔[1]

---

[1] تاریخ الخلفاء مصری ص ۶۶

186 اس روایت نے رافضیوں کے اس ادعا کی بھی قلعی کھول دی ۔ جو وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کمزوری بے بسی کی بنا پر ازراہ تقیہ بیعت کی تھی۔

نیز اس سے ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھ ماہ بعد نہیں بالکل ابتدا ہی میں حضرت صدیق اکبر کی خلافت تسلیم فرمالی تھی۔

خلاصہ کلام یہ نکلا کہ ایک نہیں متعدد روایات سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابتدا ہی میں حضرت صدیق اکبر کی خلافت تسلیم کر کے بیعت بھی کر لی تھی ۔ مگر چونکہ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمارداری اور بچوں کی دیکھ بھال میں مصروفیت کی وجہ سے دربار خلافت میں تشریف نہیں لاتے تھے ۔ اس لئے لوگوں کو بدگمانی ہونے لگی تھی ۔ کہ شاید حضرت علی خلافت صدیقی کو تسلیم نہیں کرتے ۔ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد جب انھیں گھریلو الجھن سے فرصت ملی تو لوگوں کی بدگمانی دور کرنے کے لئے دوبارہ بیعت عام کی ۔

**استبدادت** ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے ۔ کہ خلافت کے معاملے کو طے کرتے وقت مشورہ میں ہم کو شریک نہیں کیا گیا ۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت کی وجہ سے ہمارا یہ حق تھا کہ اس مشورے میں ہم کو شریک کیا جاتا ۔ یہاں " الامر " سے مراد خلافت ہے ۔ اور ۔ نصیبا " سے مراد مشورہ دینے کا حق ہے ۔ مطلب یہ ہوا کہ خلافت کا معاملہ ہم سے مشورہ لئے بغیر طے کر لیا گیا ۔ ہم سے مشورہ نہیں لیا گیا ۔ حالانکہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص قرابت دار ہیں تو ہمارا بھی یہ حق تھا کہ ہمیں مشورے میں شریک کیا جاتا ۔

لیکن حضرت صدیق اکبر کا عذر بالکل ظاہر ہے ۔ کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں لوگوں کو نہ حضرت صدیق اکبر نے بلایا تھا نہ مہاجرین میں سے کسی اور نے ۔ انصار کرام از خود جمع ہو گئے تھے ۔ اس کی اطلاع جب حضرت صدیق اکبر کو ہوئی تو حضرت فاروق اعظم اور دوسرے چند مہاجرین کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے ۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی چاہتے تو تشریف لے جاتے ۔ ان پر کس نے پابندی لگائی تھی ؟ اور جیسا کہ رافضی کہتے ہیں ۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اپنا وصی بنا دیا تھا اور ان کی خلافت پر نص جلی فرما دی تھی ۔ تو ایسی صورت میں ان کو ضرور بالضرور تشریف لے جانا فرض تھا ۔ لوگوں کو بتاتے کہ آپ لوگ بلا وجہ بحث کر رہے ہو ۔ میرے لئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نص جلی موجود ہے ۔ اب کیسا انتخاب اور کیسی بحث ۔

رافضیوں کا یہ ادعا بھی باطل ہے ۔ کہ اس وقت جب مکان کے اندر تنہائی میں دوستانہ ماحول میں گفتگو ہو رہی تھی تو حضرت علی کو صاف صاف فرما دینا فرض تھا ۔ کہ میری ناراضگی کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے لئے نص جلی فرما کے مجھے وصی بنا گئے ہیں ۔ آپ کیسے خلیفہ بن گئے ۔

**ایک شبہے کا ازالہ** نصیبا سے مراد خلافت میں حصہ نہیں ہو سکتا ۔ اس لئے کہ خلافت ایسی چیز نہیں جس میں چند افراد حصے دار ہوں ۔ باتفاق فریقین خلیفہ ہمیشہ ایک ہی شخص ہوگا ۔

**لما ترک امرا** ۔ یعنی فدک وغیرہ کے معاملہ میں جو شکر رنجی ہو گئی ہے ۔ اس کی بنیاد اگر اس پر ہے ۔ کہ آپ حضرات

کو یہ خیال ہو کہ ان کو میں اپنے اوپر یا اپنے اہل و عیال اور رشتہ داروں پر صرف کروں گا تو یہ خیال دل سے نکال دیں ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنا اپنے رشتہ داروں کے بہ نسبت زیادہ پسند ہے۔ ان اموال کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسے جیسے جہاں جہاں صرف فرماتے تھے میں بھی اسی طرح وہیں صرف کروں گا۔ کتاب الجہاد کی روایت میں یہ ہے کہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقے کو چھوڑ دوں گا۔ تو راہ راست سے ہٹ جاؤں گا۔ اسی میں آگے یہ ہے۔

**فاما صدقتہٗ بالمدینۃ** رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ مال جو مدینے میں تھا۔ حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں حضرت علی اور حضرت عباس کی تحویل میں دے دیا تھا۔ البتہ خیبر اور فدک کو اپنی تحویل میں رکھا اور فرمایا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صدقہ ہے۔ جو ان حقوق اور حوادث کے لئے تھا۔ جو انھیں پیش آجاتی تھیں۔ اور ان دونوں کا اختیار اسے ہے جو حضور کے بعد والی ہو۔ یہ دونوں آج تک اسی پر ہیں۔

ان دونوں حضرات کو دینے کا مطلب یہ تھا کہ ان دونوں کو متولی بنا دیا تھا کہ اس کا انتظام کریں دیکھ بھال رکھیں اور اپنے حقوق کے مطابق اپنا اپنا حصہ اس میں سے لے لیں۔ چنانچہ ان دونوں حضرات کی حیات تک یہ نظم رہا۔ کہ مدینے کے اموال کی دیکھ بھال یہ لوگ کرتے اور خیبر و فدک خلیفہ اسلام کی تحویل میں رہے۔

مدینے کے اموال حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن مجتبیٰ پھر حضرت امام حسین پھر امام زین العابدین پھر امام حسن بن حسن مثنیٰ پھر زید بن حسن پھر عبداللہ بن حسین کی تحویل میں رہا۔ ان کے ہاتھ سے بنو عباس نے لے لیا۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ اگر رافضیوں کے ادعا کے مطابق حدیث ما ترکنا صدقۃ۔ صحیح نہیں۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت جب آیا تو انہوں نے خیبر و فدک پر قبضہ کر کے اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وارثین پر تقسیم کیوں نہیں فرمایا۔ نیز یہ کہ مدینہ طیبہ کی آراضی صرف انھیں کے قبضے میں کیوں رہی۔ اور ان کے بعد صرف ایک فرد کی تحویل میں کیوں رہی۔ رافضیوں کے مزعوم کے مطابق حضرت علی پر فرض تھا۔ اسے بھی حسب حصص شرعیہ تقسیم فرما دیتے۔ ازواج مطہرات کے حصے انہیں دیدیتے۔ بنو عباس کے حصے انھیں دیدیتے پھر بعد میں ائمہ اہل بیت میں سے صرف ایک شخص کیوں قابض رہے۔ ائمہ اہل بیت کے اجماعی عمل درآمد نے ثابت کر دیا کہ حدیث لا نورث ما ترکنا صدقۃ۔ حق ہے اور اس کی حقانیت پر ائمہ اہل بیت کا اجماع ہے۔ فللہ الحجۃ البالغۃ۔

قَالَ ابو عبد اللہ اِعْتَرَاكَ۔ اِفْتَعَلْتَ مِنْ عَرَوْتُهٗ۔ اصبتہ ومنہ یعروہ واعترانی

ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ اعتراک عَرَوْتُهٗ بمعنی اَصَبْتُهٗ سے باب افتعال کا صیغہ ہے۔ اور اسی سے یَعْرُوْهُ اور اِعْتَرَانِیْ آیا ہے۔

اس حدیث میں یعروہ کا لفظ آیا تھا۔ اس بارے میں قرآن کریم میں آیا ہے۔

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ۔ ہود (۵۴) ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تمہیں ہمارے بعض خدا کی بری جھپٹ پڑی ہے۔

حسب عادت امام بخاری نے اس کی تفسیر فرمائی۔ کہ اعترک۔ یہ باب افتعال کا صیغہ ہے اس کا مادہ عرو ہے۔ جس کے معنی پہنچنے کے ہیں۔ اسی سے یعرودہ ہے جو اس حدیث میں وارد ہے اعترانی فعل ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ نون وقایہ اور یائے متکلم کے ساتھ یعنی مجھے پہنچی۔

۱۶۵۹ عَنْ مَّالِكِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرٍ ذَكَرَ لِيْ

حدیث ابن شہاب زہری نے کہا کہ محمد بن جبیر نے مالک بن اوس بن حدثان کی اس حدیث کا تذکرہ

ذِكْرًا مِنْ حَدِيْثِهٖ ذٰلِكَ فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ عَلٰى مَالِكِ بْنِ اَوْسٍ فَسَاَلْتُهٗ

مجھ سے کیا تھا۔ پھر میں مالک بن اوس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس حدیث کو اون سے پوچھا تو انہوں نے

عَنْ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ فَقَالَ مَالِكٌ بَيْنَمَا اَنَا جَالِسٌ فِيْ اَهْلِيْ حِيْنَ مَتَعَ النَّهَارُ

بیان کیا کہ میں اپنے اہل میں بیٹھا ہوا تھا اور دن چڑھ چکا تھا۔ کہ حضرت عمر بن خطاب کا فرستادہ

اِذَا رَسُوْلُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَاْتِيْنِيْ فَقَالَ اَجِبْ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَانْطَلَقْتُ

میرے پاس آیا۔ اور کہا کہ امیر المومنین یہاں چلو۔ اس کے ساتھ چل کر حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عمر

مَعَهٗ حَتّٰى اَدْخُلَ عَلٰى عُمَرَ فَاِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلٰى رِمَالِ سَرِيْرٍ لَيْسَ بَيْنَهٗ

کھجور سے بنی ہوئی چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جس پر کوئی بچھونا نہیں تھا۔ اور چمڑے کے تکیے پر ٹیک لگائے

وَبَيْنَهٗ فِرَاشٌ مُتَّكِئٌ عَلٰى وِسَادَةٍ مِّنْ اَدَمٍ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسْتُ فَقَالَ

ہوئے تھے۔ میں نے انھیں سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ فرمایا اے مالک! تمہاری قوم کے گھر والے میرے پاس آئے تھے

يَا مَالُ اِنَّهٗ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ قَوْمِكَ اَهْلُ اَبْيَاتٍ وَقَدْ اَمَرْتُ فِيْهِمْ

میں نے اونھیں کچھ مال دینے کا حکم دے دیا ہے۔ اسے لے جاؤ اور ان میں تقسیم کر دو۔ میں نے عرض کیا۔ اے امیر المؤمنین

بِرَضْخٍ فَاقْبِضْهُ فَاقْسِمْهُ بَيْنَهُمْ فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَوْ اَمَرْتَ بِهٖ غَيْرِيْ

اگر میرے علاوہ کسی اور کے سپرد یہ کام کرتے تو اچھا ہوتا۔ فرمایا اے شخص اسے لے جا۔ میں ان کی خدمت میں بیٹھا ہی تھا

قَالَ فَاقْبِضْهُ اَيُّهَا الْمَرْءُ فَبَيْنَمَا اَنَا جَالِسٌ عِنْدَهٗ اَتَاهُ حَاجِبُهٗ يَرْفَا

کہ ان کے دربان یرفا حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ عثمان، عبد الرحمن بن عوف، زبیر اور سعد بن وقاص اندر آنے کی اجازت

فَقَالَ هَلْ لَكَ فِيْ عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّالزُّبَيْرِ وَسَعْدِ بْنِ اَبِيْ

طلب کر رہے۔ آپ اجازت دیتے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں۔ دربان نے ان حضرات کو مطلع کیا۔ یہ لوگ اندر آئے اور سلام کر کے بیٹھ

وَقَّاصٍ يَسْتَاذِنُوْنَ قَالَ نَعَمْ فَاَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوْا فَسَلَّمُوْا وَجَلَسُوْا ثُمَّ

گئے۔ یرفا تھوڑی ہی دیر بیٹھے ہوں گے کہ پھر حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ کیا آپ علی اور عباس کو اندر آنے کی اجازت دیتے ہیں۔

جَلَسَ يَرْفَا يَسِيْرًا ثُمَّ قَالَ هَلْ لَكَ فِيْ عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ قَالَ نَعَمْ فَاَذِنَ لَهُمَا

فرمایا۔ ہاں۔ یرفا نے ان حضرات کو اندر آنے کی اجازت کی خبر دی تو یہ دونوں حضرات اندر آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے

فَدَخَلَا فَسَلَّمَا فَجَلَسَا فَقَالَ عَبَّاسٌ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْضِ بَيْنِيْ وَبَيْنَ

اب عباس نے کہا۔ اے امیر المؤمنین میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کر دیں۔ ان دونوں حضرات کا تنازع بنی نضیر

هٰذَا وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ فِيْمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ مَّالِ بَنِي النَّضِيْرِ فَقَالَ

کی اس زمین کے بارے میں تھا جو اللہ نے اپنے رسول کو بطور فئی عطا فرمائی تھی۔ پوری گروہ حضرت عثمان اور

الرَّهْطُ عُثْمَانُ وَاَصْحَابُهٗ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْضِ بَيْنَهُمَا وَاَرِحْ اَحَدَهُمَا

ان کے ساتھیوں نے کہا اے امیر المؤمنین ان کے درمیان تصفیہ فرما دیں اور ایک کو دوسرے سے راحت

مِنَ الْآخَرِ فَقَالَ عُمَرُ تَيِّدُكُمْ اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِيْ بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ

میں کر دیں۔ اب حضرت عمر نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ٹھہرو۔ میں تم لوگوں کو اس اللہ کی قسم دیتا

السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہوں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ يُرِيْدُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

ہے۔ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے (ہم سے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وَسَلَّمَ نَفْسَهٗ قَالَ الرَّهْطُ قَدْ قَالَ ذٰلِكَ فَاَقْبَلَ عُمَرُ عَلٰى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ

اپنی ذات مراد لی تھی۔ سب نے کہا۔ رسول اللہ نے یہ فرمایا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر حضرت علی اور

فَقَالَ اَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمَانِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ میں آپ دونوں صاحبان کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا آپ لوگ

وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ ذٰلِكَ قَالَا قَدْ قَالَ ذٰلِكَ قَالَ عُمَرُ فَاِنِّيْ اُحَدِّثُكُمْ عَنْ

یہ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ فرمایا ہے۔ ان دونوں حضرات نے اقرار کیا کہ ہاں

هٰذَا الْاَمْرِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ خَصَّ رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا

وہ فرمایا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر نے فرمایا۔ میں اس معاملے کو آپ لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کرتا ہوں

الفیئ بشیئ لم یعطہ احدا غیرہ ثم قرأ وما افاء اللہ علی رسولہ منھم
بیشک اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس مال غنیمت میں کچھ ایسا خاص فرما دیا تھا کہ ان کے علاوہ
فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من
کسی کو نہیں عطا فرمایا۔ پھر انھوں نے سورۂ حشر کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور جو اللہ نے اپنے رسول کو ان سے
یشاء واللہ علی کل شیئ قدیر۔ فکانت ھذہ خالصۃ لرسول اللہ
مال غنیمت عطا فرمائی تو تم نے ان پر نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واللہ ما احتازھا دونکم ولا استأثر
قابو دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس آیت کی روشنی میں یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
بھا علیکم قد اعطاکموھا وبثھا فیکم حتی بقی منھا ھذا المال
لئے خاص رہا۔ اور بخدا حضور نے تمہارے علاوہ کسی کو اس میں سے کچھ نہیں دیا۔ تمہیں لوگوں کو عطا
فکان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینفق علی اھلہ
فرمایا۔ تم میں بانٹا۔ یہاں تک کہ اس میں سے یہ مال بچ رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مال میں
نفقۃ سنتھم من ھذا المال ثم یاخذ ما بقی فیجعلہ مجعل مال
سے اپنے اہل کے سال بھر کا نفقہ نکال لیتے پھر جو بچتا اوسے خالص اللہ کے مال کی جگہ صرف فرماتے۔
اللہ فعمل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بذلک حیاتہ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری بھر اسی پر عمل فرمایا۔ میں آپ لوگوں کو اللہ کی
انشدکم باللہ ھل تعلمون ذلک قالوا نعم ثم قال لعلی وعباس
قسم دیتا ہوں کیا آپ لوگ اسے جانتے ہو۔ ان سب نے کہا ہاں ہم جانتے ہیں۔ پھر حضرت علی اور حضرت
انشدکما باللہ ھل تعلمان ذلک قال عمر ثم توفی اللہ نبیہ صلی
عباس سے فرمایا۔ میں آپ لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا آپ لوگ بھی یہ جانتے ہیں۔ (تو ان دونوں
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال ابو بکر انا ولی رسول اللہ صلی اللہ
حضرات نے کہا ہاں ہم لوگ بھی جانتے ہیں)۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ پھر اللہ نے اپنے نبی کو اپنے یہاں اوٹھا لیا۔
تعالیٰ علیہ وسلم فقبضھا ابو بکر فعمل فیھا بما عمل رسول اللہ
تو حضرت ابو بکر نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جانشین ہوں اور اونھوں نے اسے اپنے قبضے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ فِيْهَا لَصَادِقٌ بَارٌّ رَّاشِدٌ تَابِعٌ لِّلْحَقِّ

میں لیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مال میں جو کرتے تھے وہی انہوں نے بھی کیا۔ اور بلاشبہ وہ اسمیں

ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ اَبَا بَكْرٍ فَكُنْتُ اَنَا وَلِيُّ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ مِنْ اِمَارَتِيْ

سچے نیکوکار اور ہدایت پر چلنے والے حق کے تابع تھے۔ پھر ان کا وصال ہو گیا۔ تو میں ابو بکر کا جانشین ہوا۔ اور

اَعْمَلُ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِمَا

میں نے اسے اپنی تحویل میں اپنی خلافت کا دو سال رکھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر کے

عَمِلَ فِيْهَا اَبُوْ بَكْرٍ وَاللّٰهِ يَعْلَمُ اَنِّيْ فِيْهَا لَصَادِقٌ بَارٌّ رَّاشِدٌ تَابِعٌ لِّلْحَقِّ

طریقے کے مطابق کاربند رہا۔ اور خدا جانتا ہے کہ میں اس میں ضرور سچا نیکوکار ہدایت پر کاربند اور حق کا تابع

ثُمَّ جِئْتُمَانِيْ تُكَلِّمَانِيْ وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ وَاَمْرُكُمَا وَاحِدٌ جِئْتَنِيْ يَا عَبَّاسُ

ہوں۔ پھر آپ دونوں صاحبان تشریف لائے۔ اور آپ لوگوں کی بولی ایک تھی اور معاملہ بھی ایک۔ اے عباس

تَسْاَلُنِيْ نَصِيْبَكَ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ وَجَاءَنِيْ هٰذَا يُرِيْدُ عَلِيًّا يُرِيْدُ

آپ تشریف لائے اور اپنے بھائی کے صاحبزادے کے ترکے میں سے اپنا حصہ مانگنے لگے۔ اور یہ یعنی

نَصِيْبَ امْرَاَتِهٖ مِنْ اَبِيْهَا فَقُلْتُ لَكُمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت علی آئے اور اپنی بیوی کا حصہ ان کے والد کے مال میں سے چاہتے تھے۔ تو میں نے آپ لوگوں سے کہا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَلَمَّا بَدَا لِيْ اَنْ اَدْفَعَهٗ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارا کوئی وارث نہیں ہم جو کچھ چھوڑیں صدقہ ہے۔ بعد میں جب

اِلَيْكُمَا قُلْتُ اِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا عَلٰى اَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللّٰهِ وَمِيْثَاقَهٗ

میں نے مناسب جانا کہ آپ لوگوں کی تحویل میں دے دوں تو میں نے آپ لوگوں سے کہا۔ اگر آپ لوگ چاہیں

لَتَعْمَلَانِ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تو آپ لوگوں کی تحویل میں دیدوں۔ اس شرط پر کہ آپ لوگوں پر اللہ کا عہد اور میثاق ہے کہ ان اموال میں وہی کریں گے جو

وَبِمَا عَمِلَ فِيْهَا اَبُوْ بَكْرٍ وَبِمَا عَمِلْتُ فِيْهَا مُنْذُ وَلِيْتُهَا فَقُلْتُمَا ادْفَعْهَا

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر کرتے تھے۔ اور اپنی خلافت سے اب تک جو میں کرتا تھا۔ یہ سن کر آپ لوگوں

اِلَيْنَا فَبِذٰلِكَ دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا فَاَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ هَلْ دَفَعْتُهَا اِلَيْهِمَا

نے کہا۔ ہمیں منظور ہے۔ ہماری تحویل میں دیدیجئے۔ تو اسی شرط پر میں نے آپ لوگوں کو دیا۔ میں آپ لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں

بِذٰلِكَ قَالَ الرَّهْطُ نَعَمْ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰى عَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ فَقَالَ اَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ

کیا میں نے ان لوگوں کو اسی شرط پر نہیں دیا ہے پوری گروہ نے کہا۔ ہاں یہی بات ہے۔ پھر حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف

هَلْ دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا بِذٰلِكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَلْتَمِسَانِ مِنِّيْ قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ

رخ فرمایا۔ اور کہا میں آپ لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا میں نے اسی شرط پر آپ لوگوں کو نہیں دیا ہے دونوں نے کہا ہاں۔ اب

فَوَاللّٰهِ الَّذِيْ بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ لَآ اَقْضِيْ فِيْهَا قَضَاءً غَيْرَ

فرمایا۔ آپ لوگ مجھ سے اس کے علاوہ اور کچھ فیصلہ کرانا چاہتے ہو؟ قسم ہے اس اللہ کی جسکے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہے، میں

ذٰلِكَ فَاِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَادْفَعَاهَا اِلَيَّ فَاِنِّيْ اَكْفِيْكُمَاهَا ۔ عه

اسکے علاوہ اور کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا اب اگر آپ لوگ اس سے عاجز ہیں تو مجھے لوٹا دیں میں ان کی دیکھ بھال کر لوں گا۔

## ۱۶۵۹ تشریحات

مالک بن اوس بن حدثان۔ ان کے والد اوس صحابی ہیں۔ ان کو بھی کچھ لوگوں نے صحابہ میں ذکر کیا ہے۔ ابن ابی حاتم وغیرہ نے کہا۔ ان کے لئے صحبت ثابت نہیں اگرچہ عہد نبوت ان کو ملا ہے۔ شاید یہ مدینہ طیبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حاضر ہوئے جیسے قیس بن ابو حازم۔

وکان محمد بن جبیر۔ یعنی محمد بن جبیر نے یہ حدیث ابن شہاب سے ذکر کی تھی۔ لیکن علو سند کے لئے ابن شہاب نے خود مالک بن اوس سے ملاقات کر کے یہ حدیث سنی۔ اس سے ابن شہاب زہری کا طلب حدیث سے انتہائی ذوق و شوق ظاہر ہو رہا ہے۔

اقض بینی وبین ھذا۔ یعنی میرے اور ان کے درمیان یعنی حضرت علی اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں اعتصام میں یہ ہے کہ حضرت عباس نے یہ کہا۔ میرے اور اس ظالم کے مابین فیصلہ فرما دیں۔ ان دونوں نے سخت کلامی کی۔ بلکہ جویریہ کی روایت میں ہے۔ کہ کاذب آثم غادر، خائن تک کہا۔ شعیب اور یونس کی روایت میں ہے۔ کہ علی اور عباس نے آپس میں سخت کلامی کی۔ کسی روایت میں یہ نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس کو کوئی نازیبا لفظ کہا ہو۔ اس لئے اُستُبَّ سے مراد تیز سخت لہجے میں بات چیت ہے۔ حضرت عباس نے جو کچھ کہا وہ غصے کی حالت میں ان کے منہ سے نکل گئے۔ چچا بمنزلہ باپ ہے۔ اس سے ان کا معنی حقیقی مراد نہیں۔ جیسے زجر و توبیخ کے وقت بڑے چھوٹوں کو بہت کچھ کہہ دیتے ہیں۔ اس سے مقصود ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس وقت ان کا مقصود ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ واقعی جسے کہا گیا ہے وہ ویسا ہی ہے۔

قال الرھط۔ یعنی حضرت عثمان حضرت عبد الرحمٰن بن عوف حضرت زبیر حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالےٰ عنہم پورے گروہ نے اس کی تصدیق کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا نورث ما ترکنا صدقۃ۔

فالا قد قال ذلك۔ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں نے اقرار کیا کہ ہاں رسول اللہ

عه ثانی النفقات باب حبس الرجل قوت سنۃ ص۸۵۰ الفرائض باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا نورث ص۹۹۶ الاعتصام باب ما یکرہ من التعمق والتنازع والغلو فی الدین ص۱۰۸۵ مسلم المغازی ابوداؤد الخراج ترمذی السیر نسائی الفرائض وغیرہ۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے۔ کہ لانورث ماترکنا صدقۃ۔ ہمارا کوئی وارث نہیں ہم جو کچھ چھوڑیں صدقہ ہے۔ اس حدیث میں مذکور تفصیل کے مطابق۔ لانورث ماترکنا صدقۃ کے راوی سات صحابہ ہوگئے۔ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عباس، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت زبیر، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت گزر چکی ہے۔ اور الفرائض میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی مروی ہے۔ اور ہم نے شرح میں ترمذی کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ذکر کی ہے۔ اب اس حدیث کے راوی دس صحابۂ کرام ہوئے۔ جن میں سے آٹھ عشرہ مبشرہ ہیں۔

یہ حدیث آیت میراث کے معارض نہیں۔ اس لئے کہ میراث صرف انھیں اموال میں جاری ہوتی ہے۔ جو موت کے وقت مورث کے ملک ہوں۔ اور جو اموال مورث نے وقف کر دیئے ہوں تو ان میں میراث کے جاری رہنے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اس حدیث سے قطع نظر کر کے دوسری احادیث بھی اس پر نص صریح ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے جملہ متروکات کو وقف فرما دیا تھا۔ جیسا کہ اسی بخاری میں کتاب الوصایا میں حدیث گذر چکی ہے۔ اور اس کے بعد والے باب میں بھی آرہی ہے کہ فرمایا۔

لاتقسم ورثتی دینارا ولا درھما ماترکتُ بعد نفقۃ نسائی ومؤنۃ عاملی فھو صدقۃ۔

میرے وارث ایک دینار ایک درہم بھی نہ تقسیم کریں میں جو کچھ چھوڑوں وہ میری ازواج کے نفقہ اور میرے عامل کے اخراجات کے بعد جو کچھ بچے صدقہ ہے۔

اور اگر بالفرض معارض ہی ہو تو چونکہ حدیث لانورث مشہور ہے۔ اس لئے اس سے کتاب اللہ کی تخصیص درست ہے۔ جیسا کہ گذر چکا۔

ان اللہ قد خص رسولہ۔ بیشک اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے فئی کے مال کو خاص کر دیا تھا۔ اس میں سے کسی کو کچھ نہیں دیا۔ فرماتا ہے۔ اللہ نے اپنے رسول کو ان (بنی نضیر) سے جو کچھ دلایا۔ ان پر نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔ ہاں اللہ نے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے قابو دیدیتا ہے۔ حشر ۶

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبرع، احسان، اور ہمدردی کے طور پر اس میں سے حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی عطا فرماتے تھے۔

بنیادی طور پر دستور یہ تھا کہ ازواج مطہرات کے سال بھر کے نفقہ کی مقدار اس میں سے رکھ لیتے اور بقیہ صدقات کی طرح صرف فرماتے۔ اسی میں سے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی عطا فرماتے اور دوسرے ضرورت مندوں کو بھی۔ مزید برآں جہاد کے لئے ساز و سامان میں صرف فرماتے۔

ھل تعلمان ذلک اس روایت میں حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تصدیق مذکور نہیں مگر بخاری ہی کی اور جگہ کی روایات میں ہے۔ قالا نعم۔ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ ہاں۔ یعنی آپ سچ کہتے ہیں۔

**نصیبك من ابن اخیك** ۔ یعنی اے عباس آپ چچا ہونے کی حیثیت سے اور اے علی آپ داماد ہونے کی حیثیت سے اپنی اہلیہ سیدہ فاطمہ کا حصہ طلب کرنے لگے ۔ اس پر ایک سنگین اشکال یہ ہے ۔ اس حدیث میں پہلے مذکور ہے ۔ کہ ان دونوں حضرات نے اس بات کی تصدیق فرمائی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ لا نورث ما ترکنا صدقۃ ۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس تصدیق سے پہلے انھیں اس کا علم تھا ۔ اب دو صورت ہے کہ یا تو اسے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا تھا یا حضرت صدیق اکبر سے سنا تھا ۔ جب کہ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مطالبے کے وقت بیان فرمایا تھا ان دونوں حضرات کو ان دونوں صورتوں میں یہ کیسے جائز تھا ۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے عہد خلافت میں آکر میراث کا سوال کرتے ۔

**جواب اشکال** ۔ اس کا ایک جواب عام شارحین نے تحریر فرمایا ہے ۔ کہ حضرت عباس اور حضرت علی اس حدیث کو تمام اموال کو عام نہیں جانتے تھے ۔ اور کچھ اموال کو مستثنیٰ جانتے تھے ۔ انھیں مستثنیٰ اموال میں میراث طلب کی ۔ مگر جب حضرت عمر نے فرمادیا کہ یہ ہر قسم کے اموال کو عام ہے ۔ تو دونوں حضرات خاموش ہو گئے ۔

**اقول وھو المستعان** ۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ ذہول ہو گیا ہو ۔ یہ حدیث اس وقت یاد نہ رہی ہو ۔ مگر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یاد دلائی تو یاد آگئی ۔

جیسے کہ وصال کے وقت سوائے حضرت صدیق اکبر کے ، آیہ کریمہ ۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۔ کسی صحابی کو یاد نہیں آئی ۔ جب حضرت صدیق اکبر نے تلاوت فرما دیا تو سب کو یاد آگئی ۔ اور سب کی زبانوں پر جاری ہو گئی ۔

**فلما بدا لی** ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مدینہ طیبہ کے اموال اس لئے نہیں دیا تھا کہ ان کی میراث کے حق کو تسلیم کر کے انھیں مالک بنا دیا تھا ۔ بلکہ بطور ناظر منتظم یا متولی ان دونوں حضرات کو مقرر فرمایا تھا اس پر دلیل اس کے بعد کا ارشاد ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا ۔

میں اس شرط پر دیتا ہوں کہ ان اموال میں اسی طریقے پر عمل کرو گے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر اور میرا تھا ۔ جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے ۔

اب ان حضرات میں تنازع یہ تھا کہ اسے تقسیم کر کے دونوں کو الگ الگ حصے پر متولی بنا دیں ۔ یہ قابل قبول نہ تھا ۔ اس سے ملکیت کے ثبوت کا شبہ ہو سکتا تھا ۔ اسی وجہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابتدا ہی میں ان لوگوں کو متولی وغیرہ بھی نہ بنایا ۔ کہ لوگوں کو یہ شبہ ہو جائے گا کہ ان کی ملکیت تسلیم کر لی ۔ جب ایک مدت گذر گئی اور اس آراضی پر صرف خلافت کا قبضہ رہا ۔ اور سب کو معلوم ہو گیا کہ یہ کسی کی خاص ملک نہیں تو اپنے زمانہ خلافت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں ناظر و متولی بنا دیا ۔ اس اراضی و فدک وغیرہ کا جو انتظام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کر دیا تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے عہد خلافت میں باقی رکھا ۔ اسے حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وارثین میں تقسیم نہیں فرمایا ۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، حدیث لا نورث ما ترکنا صدقۃ ، کی صحت کو تسلیم کرتے تھے ۔ اور ان سب اموال

کو صدقہ مانتے تھے۔

اس سلسلے میں علامہ نووی نے ایک دلچسپ حکایت لکھی ہے۔ جب بنو عباس کا مشہور زمانہ درندہ سفاح پہلی بار خطبے کے لئے کھڑا ہوا تو ایک شخص قرآن مجید گلے میں لٹکائے کھڑا ہوا اور کہا۔ میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے اور میرے فریق کے درمیان اس مصحف کے مطابق فیصلہ کر۔ سفاح نے پوچھا کہ کون تیرا فریق ہے۔ اس شخص نے کہا۔ ابوبکر ہیں جنھوں نے فدک نہیں دیا۔ سفاح نے پوچھا۔ کیا انھوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ سفاح نے پوچھا۔ بعد والوں نے۔ تو اس نے کہا۔ ہاں انھوں نے بھی ظلم کیا ہے۔ پوچھا عثمان نے۔ تو بھی اس نے کہا۔ ہاں انھوں نے بھی ظلم کیا ہے۔ اب سفاح نے پوچھا! علی نے بھی ظلم کیا تو وہ شخص چپ ہو گیا۔

لیکن ان سب توجیہات پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جملے سے پانی پھر جاتا ہے۔ کہ انھوں نے حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا۔ اے عباس تم اپنے بھتیجے کے مال سے اپنا حصہ مانگ رہے ہو۔ اور یہ اپنی اہلیہ کا حصہ ان کے باپ کے ترکے سے مانگ رہے ہیں۔

بادی النظر میں یہ اشکال بہت سخت ہے۔ مگر بنظر دقیق کچھ نہیں۔ اس ارشاد کا پس منظر یہ ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جائداد کی پیداوار حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اسی تناسب سے تقسیم فرماتے جو وراثت کی رو سے ان حضرات کا حق ہوتا تھا یعنی پیداوار کا ثمن ازواج مطہرات کو نصف حضرت سیدہ کو، اور بقیہ حضرت عباس کو۔ اور جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان حضرات کو متولی بنا کر یہ جائداد سپرد کی تو بھی پیداوار اسی تفصیل سے تقسیم ہوتی تھی اس میں نزاع ہو گئی تو ان حضرات نے خواہش ظاہر کی میراث کے اصول سے جتنا ہمارا حصہ ہوتا ہے اسے تقسیم کر کے علیحدہ علیحدہ کر کے ہمیں دیدیا جائے۔ ہم لوگ اپنے اپنے حصے کی دیکھ بھال کریں تاکہ پیداوار کی تقسیم کا جھگڑا نہ رہے۔ اس میں صراحۃً جائداد کی وراثت کے مطابق تقسیم تھی جس سے ملکیت کا حق ثابت ہوتا تھا۔ اس لئے حضرت عمر نے اسے قبول نہیں فرمایا۔ یعنی نصیبک سے مراد۔ قدر نصیبک۔ ہے یعنی میراث سے جتنا حصہ ہوتا اس کی مقدار وہ لوگ اس لئے طلب کر رہے تھے کہ اسی کا انتظام کریں۔ ملکیت کے طور پر نہیں طلب کر رہے تھے۔

## بَابُ نَفَقَةِ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ۔ ص ۴۳۷

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ازواج مطہرات کے نفقے کا بیان۔

**۱۶۶۰ حدیث** عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِیْ دِيْنَارًا مَا تَرَكْتُ بَعْدَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے وارثوں میں ایک دینار بھی تقسیم کیا جائے۔ میں جو کچھ چھوڑوں وہ میری ازواج اور

نَفَقَةِ نِسَائِیْ وَمُؤْنَةِ عَامِلِیْ فَهُوَ صَدَقَةٌ۔

عامل کے اخراجات کے بعد صدقہ ہے۔

**۱۶۶۰ تشریحات** اس حدیث میں عامل سے مراد، خلیفہ ہے۔ اور یہی معتمد ہے۔ اور یہی اصول تمدن کے مطابق ہے شاہی اخراجات کے لئے جو جائداد مخصوص ہوتی ہے وہ بعد میں اس کے جانشین کا حق ہوتی ہے۔ اور اس کا بھی امکان ہے کہ اس سے مراد جائداد میں کام کرنے والے اس کی دیکھ بھال کرنے والے ہوں۔

**۱۶۶۱ حدیث** ثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَا فِیْ بَیْتِیْ مِنْ شَیْءٍ

وفات پا گئے اور حال یہ تھا کہ میرے گھر کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے کوئی زندہ کھائے سوائے

یَاْکُلُهٗ ذُوْ کَبِدٍ اِلَّا شَطْرَ شَعِیْرٍ فِیْ رَفٍّ لِّیْ فَاَکَلْتُ مِنْهُ حَتّٰی طَالَ

نصف وسق جَو کے جو طاق میں تھا۔ میں نے اسے مدت دراز تک کھایا۔ ایک دفعہ اسے

عَلَیَّ فَکِلْتُهٗ فَفَنِیَ۔ عہ

ناپ دیا تو ختم ہو گیا۔

**بَابُ مَا جَاءَ فِیْ بُیُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَا نُسِبَ الْبُیُوْتُ اِلَیْهِنَّ۔** ص۴۳۷

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھروں کے بارے میں جو کچھ وارد ہے اور جو گھر ان کی طرف منسوب ہیں۔

**توضیح** حجرات مبارکہ اصل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملک تھے۔ لیکن مشہور تھے ازواج مطہرات کے نام سے۔ امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ یہ نسبت اس بنا پر تھی کہ وہ جب تک زندہ رہیں اسمیں سکونت پذیر رہیں۔ اس لئے کہ ان کا نفقہ اور سکنی بعد وصال بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ دوسری شادی نہیں کر سکتیں۔ اصل سبب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی دنیوی جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔

---

عہ ثانی الرقاق۔ باب فضل الفقر ص۹۵۵ مسلم آخر الکتاب، ابن ماجہ اطعمہ۔

۱۶۶۲ حَدَّثَنَا نَافِعٌ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَۃُ

**حدیث** ابن ابی ملیکہ نے کہا۔ کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ نبی

تُوُفِّیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَیْتِیْ وَفِیْ نَوْبَتِیْ وَبَیْنَ سَحْرِیْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات میرے گھر اور میری باری کے دن اور میری گردن اور سینے کے

وَنَحْرِیْ وَجَمَعَ اللّٰہُ بَیْنَ رِیْقِیْ وَرِیْقِہٖ قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بِسِوَاکٍ

درمیان ہوئی۔ اور اللہ نے میرے اور حضور کے لعاب کو ایک جگہ جمع فرما دیا۔ ہوا یہ کہ عبدالرحمٰن

فَضَعُفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْہُ فَاَخَذْتُہٗ فَمَضَغْتُہٗ

مسواک لے کر آئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمزوری کی وجہ سے اسے چبا نہ سکے تو میں نے

ثُمَّ سَنَنْتُہٗ بِہٖ۔

اسے لیا اور اس کو نرم بنائی۔

**۱۶۶۲ تشریحات** یہ حدیث کتاب الجمعہ ص۱۳۳ پر گذر چکی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن مسواک کرتے ہوئے داخل ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ کی مسواک تھی۔ حضور نے مسواک کی طرف نگاہ ڈالی۔ ام المؤمنین سمجھ گئیں کہ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ عبدالرحمٰن سے مانگ کر حضور کو دیا۔ مگر حضور چبا نہ سکے تو ام المؤمنین نے چبا کر کوچی نکال دی اور پیش کی۔ اب حضور نے خوب اچھی طرح مسواک کی۔ فارغ ہوتے ہی نزع طاری ہوگئی۔ اللھم فی الرفیق الاعلیٰ۔ فرماتے ہوئے واصل بحق ہوگئے۔

۱۶۶۳ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

**حدیث** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطِیْبًا فَاَشَارَ نَحْوَ مَسْکَنِ عَائِشَۃَ

خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو ام المؤمنین حضرت عائشہ کے گھر کی طرف اشارہ فرمایا۔ وہاں

فَقَالَ ھٰھُنَا الْفِتْنَۃُ ثَلَاثًا مِّنْ حَیْثُ یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطٰنِ۔ عہ

فتنہ ہے۔ تین مرتبہ فرمایا۔ جہاں سے شیطان کے متبعین نکلیں گے۔

عہ بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص۴۶۳ المناقب باب ص۴۹۸ ثانی الطلاق باب الاشارۃ فی الطلاق ص۷۹۸ الفتن باب الفتنۃ من قبل المشرق ص۱۰۵ مسلم ثانی الفتن۔ ترمذی ثانی فتن۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص۷۳ ص۱۲۱

**۱۶۶۳ تشریحات** مسکن عائشہ ۔ دوسری روایتوں میں یہ زائد ہے کہ منبر پر تشریف فرما تھے ۔ اور مشرق کی جانب اشارہ فرمایا۔ آج کل غیر مقلدین اور نجدی اس پر بہت زور دیتے ہیں کہ مشرق سے مراد عراق ہے۔ مگر اس روایت نے ان کے ادعا ر باطل کا تسمہ بھی باقی نہیں رکھا۔ منبر اقدس سے ایک خط مستقیم کھینچیں جو بیت عائشہ سے گذر کر پورب کو جائے تو اس کی سیدھ میں نجد کا دار السلطنت ریاض پڑتا ہے ۔ یہ خط مشرق کے افق تک لے جائیے عراق کے کسی حصے سے نہیں گذرے گا ۔ مگر قرآن و احادیث کی تحریف کے خوگروں کا کوئی علاج نہیں ۔ اس کی قدر معتد بہ بحث ہماری کتاب، فتنوں کی سرزمین کون ؟ نجد یا عراق میں دیکھئے ۔

**بَابُ مَا ذُكِرَ مِنْ دِرْعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَصَاهُ وَسَيْفِهِ وَقَدَحِهِ وَخَاتَمِهِ وَمَا اسْتَعْمَلَ الْخُلَفَاءُ بَعْدَهُ مِنْ ذٰلِكَ مِمَّا لَمْ تُذْكَرْ قِسْمَتُهُ وَمِنْ شَعَرِهِ وَنَعْلِهِ وَآنِيَتِهِ مِمَّا شُرِكَ فِيهِ أَصْحَابُهُ وَغَيْرُهُمْ بَعْدَ وَفَاتِهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ص ۴۳۸**

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے (تبرکات) مثلاً زرہ، عصا، تلوار، پیالہ اور انگوٹھی اور ان میں سے جن چیزوں کو حضور کے بعد خلفار نے استعمال فرمایا جنھیں تقسیم نہیں کیا گیا ۔ اور حضور کے موئے مبارک اور نعل مبارک اور برتن کا بیان ۔ جن میں حضور کے بعد صحابہ و غیر صحابہ سب شریک رہے ۔

**توضیح باب** امام بخاری کی غرض اس باب سے دو ہے ۔ ایک یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ترکے کا کوئی وارث نہیں ہوا ۔ اور نہ وہ بطریق میراث تقسیم ہوا ۔ بلکہ جن صاحب کو جو چیز ملی وہ اسے اپنے پاس رکھے ہوئے تھا ۔ اور کچھ چیزوں کو خلفار اپنے استعمال میں لاتے رہے ۔ بلکہ کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں ۔ جنھیں خلفار کے علاوہ دوسرے صحابہ اور صحابہ کے بعد تابعین اپنے پاس رکھے رہے ۔

دوسرا مقصد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی استعمال فرمودہ اشیار سے برکت حاصل کرنا خلفار راشدین اور صحابہ کی سنت ہے ۔ اس باب میں، ممّا شرك فيه ۔ ابو ذر کی اپنے شیخ سے روایت ہے ۔ اصیلی کی روایت میں ۔ مما يتبرك اصحابه ۔ اور کشمیہنی کی روایت میں ۔ مما يتبرك به اصحابه ہے یعنی جن سے صحابہ وغیرہ برکت حاصل کرتے تھے ۔ اس روایت کی دوسرے مقصد پر دلالت بالکل واضح ہے۔

باب میں آٹھ چیزیں مذکور ہیں ۔ زرہ، عصا، تلوار، پیالہ، انگوٹھی، موئے مبارک، نعلین اور برتن ۔

اصیلی کی اور کشمیہنی کی روایت کی بنا پر یہ نو چیزیں ہو سکتی ہیں ۔ جب کہ مما يتبرك به اصحابه ۔ سے مراد مذکورہ بالا اشیار کے علاوہ اور دوسری چیزیں مراد لی جائیں ۔

اس باب کے ضمن میں امام بخاری نے چھ حدیثیں ذکر کی ہیں ۔ جن میں سے ایک میں ۔ انگوٹھی ۔ دوسری میں نعلین اور چوتھی میں پیالے اور پانچویں میں تلوار کا ذکر ہے ۔ تیسری حدیث میں تہبند اور کمبل کا تذکرہ ہے ۔ اور چھٹی حدیث میں ایک مکتوب کا ۔ کمبل کا باب سے یہ تعلق ہے کہ مما يتبرك به اصحابه ۔ میں داخل ہے ۔

چھٹی حدیث کا باب سے کیا تعلق ہے۔ یہ معرض خفا میں ہے۔

زرہ، عصا، اور موئے مبارک سے متعلق کوئی حدیث ذکر نہیں فرمائی۔

حالانکہ چاہتے تو زرہ کے بارے میں ام المؤمنین اور حضرت انس کی وہ حدیثیں[1] ذکر فرما دیتے جن میں یہ مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضور کی زرہ ایک یہودی کے یہاں گرو رکھی ہوئی تھی۔ اسی طرح موئے مبارک کے بارے میں حضرت ابن سیرین کا وہ ارشاد تحریر فرما دیتے جو طہارت[2] میں گذر چکا ہے۔ کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک ہے جو ہمیں حضرت انس سے ملا ہے۔ اور وہ حدیث بھی کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ حضور نے حجۃ الوداع میں جب سر اقدس منڈایا تو ابو طلحہ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے موئے مبارک لیا۔ یوں ہی عصا کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث[3] ذکر فرما دیتے جس میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے محجن سے رکن کا استلام کرتے تھے جو حج میں گذر چکی ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث بھی لکھ سکتے تھے۔ جو تفسیر[4] سورہ واللیل میں آئے گی۔ کہ حضور کے دست مبارک میں محجنہ تھا جس سے زمین کرید رہے تھے۔ لیکن ہم اس کی کوئی وجہ نہیں جان سکے کہ امام بخاری نے ان حدیثوں کو کیوں ذکر نہیں فرمایا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک عصائے مبارک شوحط کا تھا جو بعد میں خلفائے راشدین کے پاس رہا یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جہجاہ غفاری نے اسے توڑ ڈالا۔ برتنوں میں اس باب کے ضمن میں صرف پیالے کا ذکر ہے اس کے علاوہ مزید برتنوں کو علامہ عینی نے ذکر فرمایا ہے۔ پتھر کی ایک ہانڈی جسے مخضب کہتے تھے۔ اور ایک اور مخضب پیتل کا تھا جس میں حنا اور کتم رہتا تھا۔ اور ایک برتن تانبے کا غسل کے لئے تھا۔ ایک لگن جس کا نام "الصادرۃ" تھا۔ اور ایک رانگے کا طشت تھا۔ ایک شیشے کا پیالہ۔ اور ایک بہت بڑی لگن تھی جس میں کھانا کھلایا جاتا تھا۔ اتنا بھاری تھا جسے چار آدمی اٹھا پاتے۔ اس کا نام غرا تھا۔

**۱۶۶۴ حدیث** ثَنَا عِيسَى بْنُ طَهْمَانَ قَالَ اَخْرَجَ اِلَيْنَا اَنَسٌ نَعْلَيْنِ جَرْدَاوَيْنِ لَهُمَا قِبَالَانِ فَحَدَّثَنِي ثَابِتٌ اَلْبُنَانِيُّ بَعْدُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّهُمَا نَعْلَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عـه

عیسیٰ بن تہمان نے حدیث بیان کی۔ کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے بال چمڑے کی دو نعلین نکالیں جن کے دو تسمے تھے۔ بعد میں ثابت البنانی نے حضرت انس سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کی کہ یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعلین ہیں۔

[1] نزہۃ القاری خامس ص ۱۶۶ [2] نزہۃ القاری جلد اول ص ۵۱۹ [3] نزہۃ القاری رابع ص ۳۳۲ [4] بخاری ص ۷۳۸۔

عـه ثانی اللباس باب قبالان فی نعل ص ۸۷۱ مسلم ابو داؤد ترمذی۔ ابن ماجہ۔

**تشریحات ۱۶۶**

کتاب اللباس میں اس حدیث پر امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ قبالان فی نعل ومن رای قبالا واحدا واسعا۔ دو تسمے ایک نعل میں اور جس نے ایک چوڑا تسمہ کافی جانا۔ باب کا اثبات اس طرح ہوتا ہے۔ کہ یہاں تثنیہ کا مقابلہ تثنیہ سے ہے۔ اس لئے آحاد کی آحاد پر تقسیم ہوگی۔ علاوہ ازیں طبرانی نے معجم صغیر میں اور بزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت انس کی حدیث کے مثل روایت کیا اور یہ زائد ہے۔ اور ایسی ہی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی بھی نعلین تھیں۔ اور پہلے وہ شخص جنھوں نے ایک بندش رکھی عثمان تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

**جرداوین۔** اجرد کے مؤنث جردار کا تثنیہ ہے۔ اس کا معنی بے بال کا چمڑا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے بال کے چکنے چمڑے کی نعلین استعمال فرماتے تھے۔ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں من سبت لیس علیہ شعر۔ آیا ہے۔ جیسا کہ ابن سعد نے عن عفان عن ھمام روایت کیا ہے۔ اس کے معنی پرانی کے بھی ہیں۔ چمڑا جب پرانا ہو جاتا ہے تو بال جھڑ جاتے ہیں۔ اس کا حاصل بھی وہی ہوا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعلین کے بارے میں حضرت انس حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیثیں مروی ہیں۔ ان سب میں یہ تعبیر ہے۔ کہ ہر ایک میں دو تسمے تھے۔ یہاں تو تثنیہ کے مقابلے تثنیہ لانے میں اس کا احتمال تھا کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ ایک نعل میں ایک قبالہ ہو۔ مگر بخاری کتاب اللباس کی روایت میں یہ ہے۔ ان نعل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان لھما قبالان۔ ترمذی شمائل اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں یہ ہے۔

کانت لنعل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبالان مثنی شراکھما۔ اور اس کے ہم معنی حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے۔ اس لئے آحاد کی آحاد پر تقسیم کر کے ایک نعل کے لئے ایک قبالے کا احتمال ساقط۔

**حدیث ۱۶۶۵** عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَیْنَا عَائِشَۃُ کِسَاءً مُلَبَّدًا وَّ

ابو بردہ نے کہا۔ کہ ہمارے سامنے ام المؤمنین حضرت عائشہ نے ہمارے لئے ایک کمبل

قَالَتْ فِیْ ھٰذَا نُزِعَ رُوْحُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَدْسُلَیْمَانُ

پیوند لگا ہوا نکالا۔ اور فرمایا اسی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح قبض ہوئی بطریق سلیمان

عَنْ حُمَیْدٍ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ اَخْرَجَتْ اِلَیْنَا عَائِشَۃُ اِزَارًا غَلِیْظًا مِّمَّا یُصْنَعُ

عن حمید جو روایت ہے اس میں یہ ہے۔ کہ ہمیں دکھانے کے لئے ایک موٹا تہبند نکالا جو یمن میں بنا

بِالْیَمَنِ وَکِسَاءً مِّنْ ھٰذِہِ الَّتِیْ تَدْعُوْنَھَا الْمُلَبَّدَۃَ۔

جاتا ہے اور ایک کمبل اسی قسم کا جسے تم لوگ ملبدہ کہتے ہو۔

**تشریحات ۱۶۶۵** کساء ۔ کے معنی چادر کے بھی ہیں اور کمبل کے بھی ۔ ملبد ۔ لبدۃ ۔ کے معنی پیوند کے بھی ہیں ۔ اب معنی یہ ہوئے کہ پیوند لگی ہوئی ۔ اور لبد کے معنی تہ بہ تہ جمانے کے بھی ہیں ۔ اب معنی یہ ہوئے کہ وہ تہ بہ تہ جمائی ہوئی تھی جیسے نمدہ ہوتا ہے ۔ علامہ قسطلانی اپنی شرح میں کساء کے بعد من صوف فرمایا ۔ اور ملبد کی تفسیر مرقع سے کی ۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ پیوند لگا ہوا کمبل ۔ مگر بطریق سلیمان بعد میں جو زیادتی ہے وہ اس معنی کے منافی ہے ۔ تصریح ہے کہ جسے تم لوگ ملبدہ کہتے ہو ۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ کسی خاص قسم کا کپڑا تھا ۔ ہو سکتا ہے کہ اسے اون کو تہ بہ تہ جما کر کے بناتے ہوں ۔

**حدیث ۱۶۶۶** عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیالہ

قَدَحَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْكَسَرَ فَاتَّخَذَ مَكَانَ الشَّعْبِ

ٹوٹ گیا تو حضور نے جوڑ پر چاندی کے تار لگا دیئے تھے ۔ عاصم نے کہا ۔ میں نے اس پیالے کی

سِلْسِلَةً مِّنْ فِضَّةٍ قَالَ عَاصِمٌ رَاَيْتُ الْقَدَحَ وَشَرِبْتُ فِيْهِ ۔

زیارت کی ہے اور اس میں پیا ہے ۔

**تشریحات ۱۶۶۶** فاتخذ ۔ کی ضمیر فاعل کا مرجع نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ہو سکتے ہیں ۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ۔ یہاں کی روایت سے ظاہر پہلا احتمال ہے ۔ اور کتاب الاشربہ کی روایت سے دوسرا احتمال ۔ مگر بیہقی کی روایت ان الفاظ میں ہے ۔ حضرت انس نے فرمایا ۔ پیالہ ٹوٹ گیا تو میں نے جوڑ پر چاندی کے تار منڈوا دیئے تھے ۔

**حدیث ۱۶۶۷** اَنَّ ابْنَ شِهَابٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث بیان کی ۔ کہ یہ

عَنْهُ حَدَّثَهٗ اَنَّهُمْ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ مِنْ عِنْدِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ

لوگ امام حسین بن علی کی شہادت کے سال یزید بن معاویہ کے یہاں سے مدینہ آئے تو حضرت

مَقْتَلَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ لَقِيَهٗ مِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَقَالَ لَهٗ هَلْ لَّكَ اِلَيَّ مِنْ

مسور بن مخرمہ نے ان سے ملاقات کی اور عرض کیا اگر آپ کو مجھ سے کوئی حاجت ہو تو فرمائیں ۔ میں

حَاجَةٍ تَاْمُرُنِيْ بِهَا فَقُلْتُ لَهٗ لَا فَقَالَ لَهٗ هَلْ اَنْتَ مُعْطِيَّ سَيْفَ

نے ان سے کہا کوئی ضرورت نہیں ۔ اس کے بعد مسور نے ان سے کہا ۔ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ

87 رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّفْتِنُوْكَ الْقَوْمُ

تعالیٰ علیہ وسلم کی تلوار مجھے عطا فرمادیں گے ۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں قوم (بنی امیہ) اسے

عَلَیْہِ وَاَیْمُ اللّٰہِ لَئِنْ اَعْطَیْتَنِیْہِ لَا یُخْلَصُ اِلَیْہِ اَبَدًا حَتّٰی تُبْلَغَ نَفْسِیْ

آپ سے زبردستی چھین نہ لے ۔ اور خدا کی قسم اگر آپ مجھے عطا فرمادیں گے تو وہ لوگ جب تک

اِنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ خَطَبَ بِنْتَ اَبِیْ جَہْلٍ عَلٰی فَاطِمَۃَ فَسَمِعَتْ رَسُوْلَ

میرے دم میں دم ہے مجھ سے اسے نہیں لے پائیں گے ۔ علی بن ابو طالب نے فاطمہ کے ہوتے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ النَّاسَ فِیْ ذٰلِكَ عَلٰی مِنْبَرِہٖ

ہوئے ابو جہل کی لڑکی کو پیغام دیا ۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس

ھٰذَا وَاَنَا یَوْمَئِذٍ مُحْتَلِمٌ فَقَالَ اِنَّ فَاطِمَۃَ مِنِّیْ وَاَنَا اَتَخَوَّفُ اَنْ تُفْتَنَ

بارے میں اپنے اس منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا اور میں اس وقت بالغ تھا ۔ فرمایا ۔ فاطمہ مجھ

فِیْ دِیْنِھَا ثُمَّ ذَكَرَ صِھْرًا لَہٗ مِنْ بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ فَاَثْنٰی عَلَیْہِ فِیْ

سے ہے اور میں ڈرتا ہوں کہیں وہ اپنے دین میں آزمائش میں نہ پڑ جائے ۔ اس کے بعد بنی عبد شمس

مُصَاھَرَتِہٖ اِیَّاہُ قَالَ حَدَّثَنِیْ فَصَدَقَنِیْ وَوَعَدَنِیْ فَوَفٰی لِیْ وَاِنِّیْ

سے اپنے ایک داماد کا تذکرہ فرمایا ۔ اور رشتہ داری کے بارے میں ان کی تعریف کی فرمایا ۔ اس نے

لَسْتُ اُحَرِّمُ حَلَالًا وَّلَا اُحِلُّ حَرَامًا وَلٰکِنْ وَاللّٰہِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ

مجھ سے جو کچھ کہا اسے سچ کر دکھایا ۔ اور مجھ سے وعدہ کیا تو اسے پورا کیا ۔ میں کسی حلال کو حرام یا کسی

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰہِ اَبَدًا[عہ]

حرام کو حلال نہیں کرتا ۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ رسول اللہ کی صاحبزادی اور دشمن خدا کی بیٹی کبھی بھی اکٹھا نہیں ہو سکتیں ۔

## تشریحات ۱۶۶۷

یہ حدیث خود بخاری میں پانچ جگہ مذکور ہے ۔ وصایا ۔ اور شروط ۔ میں تعلیقاً مختصر اور یہاں اور مناقب میں مفصل ۔ البتہ ہر جگہ متن میں کچھ زیادتی اور کچھ اختصار ہے مناقب کا متن یہ ہے ۔ کہ حضرت علی نے ابو جہل کی لڑکی کو شادی کا پیغام دیا ۔ حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکایت کی اور عرض کیا ۔ حضور کی قوم کا گمان ہے کہ حضور اپنی بیٹیوں کے لئے غضب نہیں فرماتے ۔ یہ علی ہیں ۔

---

عہ ذکر اصھار النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۲۸ ثانی النکاح باب ذب الرجل عن بنتہ ص ۷۸۷ مسلم فضائل الصحابہ ۔ ابو داؤد نکاح ۔ مسند امام احمد جلد رابع ص ۳۲۶ ۔

جو ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کر رہے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (خطبہ دینے کے لئے) کھڑے ہوئے۔ حضور نے جب شہادتین پڑھا تو میں نے سنا۔ کہ یہ فرمایا۔ امابعد۔ میں نے (اپنی بیٹی کا) نکاح ابوالعاص بن ربیع سے کیا اور اس نے مجھ سے جو کچھ کہا اسے سچ کر دکھایا۔ اور فاطمہ میرا جز ہے۔ اور مجھے یہ ناپسند ہے کہ اسے کوئی ناگواری پہنچے۔ بخدا رسول اللہ کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی ایک شخص کے یہاں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس پر حضرت علی نے منگنی توڑ دی۔

کتاب النکاح میں یہ ہے۔ مسور بن مخرمہ نے کہا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی لڑکی کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کریں۔ میں ان کو اجازت نہیں دوں گا۔ میں ان کو اجازت نہیں دوں گا۔ میں ان کو اجازت نہیں دوں گا۔ ہاں علی چاہیں تو میری بیٹی کو طلاق دیدیں اور ان کی لڑکی سے نکاح کر لیں۔ وہ میرا ٹکڑا ہے۔ جس چیز سے اسے خلش ہوگی مجھے بھی ہوگی۔ جس چیز سے اسے ایذا پہنچے گی مجھے بھی پہنچے گی۔

**سیف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔** اس سے مراد ذوالفقار نامی تلوار ہے۔ جو بدر کے مال غنیمت میں ملی تھی۔ اور احد کے موقع پر اسے خواب میں دیکھا تھا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرما دی تھی۔

**خطب ابنۃ ابی جھل۔** ابوجہل کی اس بیٹی کا نام جویریہ تھا یا عورا ریا جمیلہ، فتح مکہ کے بعد حضرت علی نے انھیں نکاح کا پیغام دیا تھا۔ اور یہ ان کے بھائی حضرت عکرمہ اور دونوں چچا حارث بن ہشام اور سلمہ بن ہشام فتح مکہ کے موقعہ پر مشرف باسلام ہو چکے تھے۔

چونکہ ایک مرد کو چار تک شادی کی اجازت ہے۔ اس کی بنا پر حضرت علی نے یہ پیغام دیا تھا مگر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ خطبہ دیا۔ تو حضرت علی نے منگنی توڑ دی۔ اس کے بعد عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوجہل کی اس لڑکی سے شادی کر لی۔

تلوار کی طلب اور اس قصے میں مناسبت یہ ہے۔ کہ جیسے حضرت سیدہ کی خوشنودی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملحوظ تھی اور ان کی ایذا سے حضور کو ایذا ہوتی تھی۔ اسی کے مطابق چونکہ آپ اولاد فاطمہ سے ہیں مجھے آپ کی خوشنودی مطلوب ہے۔ اور اگر بالفرض آپ کو کوئی ایذا پہنچے گی تو مجھے بھی ایذا ہوگی۔ اور ظاہر ہے کہ اگر بنی امیہ ظالم آپ سے یہ تلوار چھین لے جائیں گے تو آپ کو ایذا ہوگی جس سے مجھے بھی اذیت ہوگی۔

شریف مرتضیٰ رافضی کہتا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے۔ اس کے راوی مسور حضرت علی کے مخالف تھے اور دوسرے راوی عبداللہ بن زبیر ہیں۔ یہ ان سے بھی زیادہ حضرت علی کے مخالف تھے۔

**اقول وھو المستعان۔** اولاً اس حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں جس سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کسی قسم کا حرف آتا ہو۔ ایک سے زائد چار شادی کی اجازت ہے۔ اس بنا پر اگر حضرت علی نے ایک اور شادی کرنا چاہی تو اس میں کون سی عیب کی بات ہوگئی۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ جب یہ معلوم ہو گیا کہ حضرت سیدہ اور حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے راضی نہیں تو انھوں نے منگنی ختم کر دی۔

ثانیا یہ حضرت مسور بن مخرمہ پر بہتان ہے کہ وہ حضرت علی سے عداوت رکھتے تھے اس کے ثبوت میں کوئی واقعہ نہیں پیش کیا جا سکتا۔ رہ گیا یزید کے مقابلے میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ دینا۔ یہ حضرت علی سے عداوت کی دلیل نہیں۔

**محتلم** ۔ حضرت مسور بن مخرمہ ہجرت کے دو سال بعد پیدا ہوئے[1] اس حساب سے فتح مکہ کے موقعہ پر چھ سال کے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ کے وقت سات سال کے رہے ہوں۔ پھر بالغ کیسے تھے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ صحیح روایت۔ کالمحتلم۔ ہے جیسا کہ ابن سید الناس نے کہا ہے[2]۔ مطلب یہ ہے کہ بالغ کی طرح ہوشمند اور سمجھدار تھا۔

اب اخیر میں یہ بحث اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ کہ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہوتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسری شادی کرنی جائز تھی یا نہیں۔ اس سلسلے میں بہت لمبی چوڑی ابحاث کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ہو سکتا ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہو کہ صاحبزادیوں کے ہوتے ہوئے ان کے شوہروں کو دوسرے نکاح کی اجازت نہیں۔ اسی لئے حضرت ابو العاص اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب تک شہزادیاں رہیں دوسرے سے نکاح نہیں کیا۔ مگر اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منع فرمانے کے بعد یہ کسی طرح جائز نہ تھا کہ حضرت علی اور کسی سے نکاح کرتے۔

**صھرا** ۔ صہر کے اصلی معنی قریب ہونے کے ہیں۔ اور عرف میں داماد۔ اور عورت کے گھر والوں کو کہتے ہیں۔ علامہ نووی نے فرمایا۔ زوجین کے رشتہ داروں کو اصہار کہتے ہیں۔

**ابو العاص بن ربیع** ۔ یہ اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں۔ نام کیا تھا اس میں کئی قول ہیں۔ زبیر کے نزدیک اثبت یہ ہے کہ مقسم تھا۔ یہ ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے ان کی بہن ہالہ بنت خویلد کے صاحبزادے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعثت سے قبل اپنی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کا نکاح فرمایا تھا۔ بدر میں مشرکین کے ساتھ تھے۔ گرفتار ہوئے۔ حضرت سیدہ زینب نے فدیہ دے کر چھڑایا۔ فدیے میں وہ ہار بھیجا تھا۔ جسے حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے انھیں جہیز میں دیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ یہ زینب کے پاس ماں کی نشانی ہے۔ اسے واپس کر دو تو بہتر ہے۔ صحابہ کرام نے واپس کر دیا۔

حضور نے ان سے وعدہ لیا تھا۔ کہ مکہ پہنچ کر زینب کو بھیج دینا۔ انہوں نے اس وعدے کو نبھایا۔ اسی کو فرمایا۔ مجھ سے جو کہا سچ کر دکھایا جو وعدہ کیا پورا کر دیا۔ حضرت سیدہ زینب مدینے طیبہ آگئیں۔ اور ابو العاص مکے ہی میں رہے۔ دوبارہ گرفتار ہو کر آئے۔ تو سیدہ زینب نے انھیں پناہ دی۔ اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

---

[1] اصابہ جلد ثالث ص ۴۱۹ [2] فتح الباری جلد تاسع ص ۳۲۷

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سابقہ نکاح پر انھیں زینب کے ساتھ رہنے کی اجازت دیدی۔ ان کے بطن سے ایک صاحبزادی حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئیں۔ انھیں کو گود میں لے کر حضور نماز پڑھاتے تھے۔ حضرت فاطمہ کے وصال کے بعد ان کا نکاح حضرت علی کے ساتھ ہوا۔ ایک اور صاحبزادے بھی پیدا ہوئے تھے جن کا نام علی تھا۔ ایک قول کی بنا پر ان کا وصال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ہی میں ہو گیا تھا۔ حضرت ابو العاص کا وصال ۱۲ھ میں ہوا ہے۔

۱۶۶۸ عَنْ مُنْذِرٍ عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ لَوْ كَانَ عَلِيٌّ ذَاكِرًا عُثْمَانَ

**حدیث** حضرت علی کے صاحبزادے (محمد) بن حنفیہ نے کہا۔ اگر حضرت علی کے دل میں حضرت عثمان کی طرف سے

ذَكَرَهُ يَوْمَ جَاءَهُ نَاسٌ فَشَكَوْا سُعَاةَ عُثْمَانَ فَقَالَ لِي عَلِيٌّ اِذْهَبْ اِلٰى

ذرا بھی خلش ہوتی تو اس دن ذکر کرتے جس دن حضرت علی کے پاس کچھ لوگ آئے اور حضرت عثمان کے کارندوں کی شکایت

عُثْمَانَ فَاَخْبِرْهُ اَنَّهَا صَدَقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

کی (مگر اس دن بھی کچھ نہیں کہا) مجھے ایک مکتوب دیکر کہا کہ عثمان کے پاس جاؤ اور انھیں یہ بتا دو کہ یہ رسول اللہ

وَسَلَّمَ فَمُرْ سُعَاتَكَ يَعْمَلُوْا بِهَا فَاَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ اَغْنِهَا عَنَّا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مکتوب ہے اس میں صدقہ کے احکام درج ہیں اپنے کارندوں کو حکم دو کہ اس مکتوب کے مطابق

فَاَتَيْتُ بِهَا عَلِيًّا فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ضَعْهَا حَيْثُ اَخَذْتَهَا۔

عمل کریں۔ میں ان کے پاس وہ مکتوب لے کر گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں (ہمارے پاس بھی ہے) میں اسے حضرت علی کے پاس واپس لایا اور انھیں بتایا تو فرمایا جہاں سے لیا تھا وہیں رکھدو۔

۱۶۶۹ وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ (اِلٰى اَنْ قَالَ) عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ

**حدیث** یہی حدیث بطریق حمیدی محمد بن حنفیہ سے یوں مروی ہے۔ انہوں نے کہا۔ میرے

اَرْسَلَنِيْ اَبِيْ خُذْ هٰذَا الْكِتَابَ فَاذْهَبْ بِهٖ اِلٰى عُثْمَانَ فَاِنَّ فِيْهِ

والد نے مجھ سے فرمایا۔ یہ مکتوب لو اور اسے عثمان کے پاس لے جاؤ۔ اس میں صدقہ کے معاملے

اَمْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّدَقَةِ۔

میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام ہیں۔

۱۶۶۹

**تشریحات** ابن حنفیہ سے مراد حضرت محمد بن حنفیہ ہیں۔ ان کا نام محمد ہے۔ اور کنیت ابو القاسم، ان

کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کو بشارت دی اور فرمایا تھا کہ اس کا نام میرے نام پر ہوگا اور اس کی کنیت میری کنیت ہوگی۔ ان کی والدہ حنفیہ سے مشہور ہیں ان کا نام خولہ بنت جعفر ہے جنگ یمامہ میں قید ہو کر آئی تھیں چونکہ بنی حنفیہ سے تھیں اس لئے حنفیہ سے مشہور ہوئیں۔

**ذاکرا عثمان**۔ اسماعیلی کی روایت میں بسوء زائد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر حضرت علی، حضرت عثمان کو برائی سے ذکر کرتے تو اس دن کرتے۔ ابن ابی شیبہ نے دوسرے طریقے سے منذر ہی سے روایت کیا ہے کہ ہم لوگ ابن الحنفیہ کے پاس تھے کہ کسی نے حضرت عثمان کو کچھ کہدیا۔ تو فرمایا۔ زبان بند کر۔ ہم نے ان سے پوچھا۔ کیا حضرت علی حضرت عثمان کو برا کہتے تھے۔ فرمایا۔ انہوں نے عثمان کو کبھی برا نہیں کہا۔ اگر انھیں برا کہتے تو اس دن کہتے جس دن کچھ لوگ حضرت عثمان کے کارندوں کی شکایت لے کر آئے تھے۔ الحدیث

یہ شکایت کیا تھی اور شکایت کرنے والے کون تھے معلوم نہیں ہو سکا۔ یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان نے شکایت پر توجہ نہیں دی۔

**اقول وھو المستعان**۔ حضرت علی نے حضرت عثمان کے یہاں شکایت پہنچائی کہاں تھی کہ اس پر توجہ دینے یا نہ دینے کا سوال پیدا ہوتا۔ حضرت علی نے وہ مکتوب بھیجا تھا۔ اس کو انہوں نے واپس کر دیا۔ اس بنا پر کہ وہ ان کے پاس بھی موجود تھا۔

**وقال الحمیدی**۔ ان کا نام عبداللہ بن زبیر ہے۔ اسے اس افادے کے لئے ذکر فرمایا۔ کہ اس سند میں یہ تصریح ہے کہ سفیان نے حدثنا کہا۔ اور اس میں تصریح ہے کہ محمد بن سوقہ نے منذر سے سنا ہے۔

**اقول وھو المستعان**۔ نیز پہلی روایت میں مکتوب شریف بھیجنے کی تصریح نہیں۔ اور اس روایت میں ہے۔ اس مکتوب میں کیا تھا۔ اس کی قطعی تعیین نہیں ہو سکی۔ خطابی نے غریب الحدیث میں بطریق عطیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے حضرت عثمان کے پاس ایک صحیفہ بھیجا۔ اس میں یہ تھا کہ بکریوں اور اونٹوں کے بچوں سے زکوٰۃ نہ لے۔ اس کی سند ضعیف ہے مگر حضرت علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس کا احتمال ہے کہ وہ یہی صحیفہ ہو اگر یہ صحیح ہے تو شکایت کی نوعیت بھی کچھ سمجھ میں آرہی ہے۔ کہ شاید یہی ہو کہ کارندے بچوں کی بھی زکوٰۃ لیتے رہے ہوں۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہی شکایت تھی تو لازم نہیں کہ شکایت صحیح بھی ہو۔ اس کی کتنی مثالیں ہیں کہ عمال کی شکایتیں ہوئیں مگر تحقیق کے بعد غلط نکلیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کی شکایتیں ہوئیں مگر تحقیق کے بعد غلط ثابت ہوئیں۔

**بَابُ الدَّلِيْلِ عَلٰى اَنَّ الْخُمُسَ لِنَوَائِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ**

اس بات کی دلیل کہ خمس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں رونما ہونے والے حوادث اور

وَالْمَسَاكِيْنِ وَاِيْثَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلَ الصُّفَّةِ وَالْاَرَامِلَ حِيْنَ سَاَلَتْهُ فَاطِمَةُ وَشَكَتْ اِلَيْهِ الطَّحْنَ وَالرَّحٰى اَنْ يُّخْدِمَهَا مِنَ السَّبْيِ فَوَكَلَهَا اِلَى اللّٰهِ۔ ص۴۳۹

مساکین کے لئے ہے۔ اور اس کا بیان کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل صفہ اور بیوہ عورتوں کو ترجیح دی جب کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پیسنے اور چکی کی شکایت کی اور حضور سے یہ سوال کیا کہ انھیں قیدیوں میں سے کوئی خدمتگار عطا ہو۔ حضور نے انھیں اللہ کے سپرد کر دیا۔

۱۶۷۰ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِيْ لَيْلٰى ثَنَا عَلِيٌّ اَنَّ فَاطِمَةَ اِشْتَكَتْ مَا تَلْقٰى مِنَ

**حدیث** حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ فاطمہ کو چکی اور آٹا پیسنے سے تکلیف

الرَّحٰى مِمَّا تَطْحَنُ فَبَلَغَهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہوتی تھی۔ انھیں یہ خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ قیدی لائے گئے ہیں

اُتِيَ بِسَبْيٍ فَاَتَتْهُ تَسْاَلُهٗ خَادِمًا فَلَمْ تُوَافِقْهُ فَذَكَرَتْ عَائِشَةَ فَجَاءَ

تو وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں کہ کوئی خادمہ طلب کریں لیکن حضور سے ملاقات نہیں ہوئی تو

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ عَائِشَةُ لَهٗ فَاَتَانَا

عائشہ سے تذکرہ کیا۔ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو عائشہ نے ذکر کیا۔ حضور ہمارے یہاں

وَقَدْ دَخَلْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْنَا لِنَقُوْمَ فَقَالَ عَلٰى مَكَانِكُمَا حَتّٰى وَجَدْتُ

تشریف لائے اور ہم اپنی خواب گاہوں میں داخل ہو چکے تھے۔ ہم کھڑے ہونے لگے تو فرمایا۔ اپنی جگہ رہو۔ یہاں تک

بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلٰى صَدْرِيْ فَقَالَ اَلَا اَدُلُّكُمَا عَلٰى خَيْرٍ مِّمَّا سَاَلْتُمَانِيْهِ اِذَا

کہ میں نے حضور کے قدم کی ٹھنڈک اپنے سینے پر محسوس کی۔ فرمایا۔ کیا تم نے جو مانگا تھا اس سے بہتر

اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا فَكَبِّرَا اللّٰهَ اَرْبَعًا وَّثَلٰثِيْنَ وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَّثَلٰثِيْنَ

چیز تم کو نہ بتا دوں۔ جب تم بستر پر سونے کے لئے آجاؤ تو چونتیس ۳۴ بار اللہ اکبر، اور تینتیس ۳۳ بار الحمد للہ، اور

وَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَّثَلٰثِيْنَ فَاِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمَا مِمَّا سَاَلْتُمَانِيْهِ۔ عه

تینتیس ۳۳ بار سبحان اللہ پڑھ لیا کرو۔ یہ اس سے بہتر ہے جو تم نے مانگا تھا۔

عه مناقب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص۵۲۵ ثانی النفقات باب عمل المرأۃ فی بیت زوجہا ص۸۰۷ باب خادم المرأۃ ص۸۰۸ الدعوات باب التسبیح والتکبیر عند المنام ص۹۳۵ مسلم دعوات ابو داؤد۔ الادب۔

**تشریحات ۱۶۷** امام احمد اور اسماعیل بن اسحٰق نے دوسری سند کے ساتھ یہ روایت کیا ہے۔ بخدا میں تم کو نہیں دونگا اہل صفہ کو چھوڑ دوں جن کے پیٹ بھوک سے لپٹ رہے ہیں اور میں کچھ نہیں پاتا کہ ان پر خرچ کروں۔ میں انھیں بیچوں گا اور ان پر خرچ کروں گا۔ ابو داؤد میں ضباعہ یا ام الحکم بنت زبیر سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت سے قیدی ملے۔ میں اور میری بہن فاطمہ گئیں کہ کوئی قیدی مانگیں۔ تو فرمایا۔ بدر کے یتیم تم سے پہلے لے گئے۔ ان روایات سے باب کو مطابقت ہے۔

یہاں تکبیر مقدم ہے پھر تحمید ہے پھر تسبیح ہے۔ اور مناقب میں تسبیح تحمید پر مقدم ہے۔ البتہ نفقات کی دونوں روایتوں میں ترتیب یہ ہے۔ تسبیح پھر تحمید پھر تکبیر۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اس کے بعد میں نے کبھی نہیں چھوڑا۔ عرض کیا گیا۔ صفین کی رات بھی۔ فرمایا۔ صفین کی رات بھی۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ غنیمت کا خمس سلطان کا حق ہے۔ وہ جہاں چاہے صرف کرے۔ ذوی القربیٰ کی تخصیص نہیں۔

**باب** قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ يَعْنِيْ لِلرَّسُوْلِ قَسْمُ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّخَازِنٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ ص ۴۳۹

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر، بیشک غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول کے لئے ہے۔ یعنی اسے تقسیم کرنے کا اختیار رسول کو ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں قاسم اور خازن ہوں۔ اللہ دیتا ہے۔

**توضیح باب** امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ کا ذکر تبرک کے لئے ہے۔ مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار ہے کہ مال غنیمت کے خمس کو اپنی مرضی سے جہاں چاہیں تقسیم فرمائیں۔ خود انھوں نے فرمایا۔ میں قاسم تقسیم کرنے والا اور خازن ہوں۔

**حدیث ۱۲۷۱** سَمِعْتُ اَسَالِمَ بْنَ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِّنَّا مِنَ الْاَنْصَارِ غُلَامٌ فَاَرَادَ اَنْ يُّسَمِّيَهٗ مُحَمَّدًا۔ قَالَ شُعْبَةُ فِيْ حَدِيْثِ مَنْصُوْرٍ اَنَّ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ حَمَلْتُهٗ عَلٰى عُنُقِيْ فَاَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ وَفِيْ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ ہم انصار میں سے ایک صاحب کے یہاں بچہ پیدا ہوا انہوں نے ارادہ کیا کہ اس کا نام محمد رکھیں۔ شعبہ نے کہا۔ منصور کی حدیث میں ہے کہ انصاری نے کہا۔ میں اس کو گردن پر لاد کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ اور سلیمان کی حدیث میں ہے۔ کہ ان

حَدِیْثِ سُلَیْمَانَ وُلِدَ لَہٗ غُلَامٌ فَاَرَادَ اَنْ یُّسَمِّیَہٗ مُحَمَّدًا قَالَ

(حضرت جابر) کے ایک بچہ پیدا ہوا تو انھوں نے ارادہ کیا کہ اس کا نام محمد رکھیں تو فرمایا۔ میرے

سَمُّوْا بِاسْمِیْ وَلَا تَکْنُوْا بِکُنْیَتِیْ فَاِنِّیْ اِنَّمَا جُعِلْتُ قَاسِمًا اَقْسِمُ بَیْنَکُمْ۔

نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔ میں قاسم بنایا گیا ہوں کہ تمہارے مابین تقسیم کروں

وَقَالَ حُصَیْنٌ بُعِثْتُ قَاسِمًا اَقْسِمُ بَیْنَکُمْ۔ وَقَالَ عَمْرٌو اَنَا شُعْبَۃُ

اور حصین نے کہا۔ میں قاسم بنا کر بھیجا گیا ہوں تاکہ تم میں تقسیم کروں۔ بطریق عمرو قتادہ سے جو روایت

عَنْ قَتَادَۃَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا عَنْ جَابِرٍ اَرَادَ اَنْ یُّسَمِّیَہُ الْقَاسِمَ

ہے اس میں یہ ہے۔ کہ میں نے سالم سے سنا کہ حضرت جابر نے ارادہ فرمایا کہ اس کا نام قاسم رکھیں۔

فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمُّوْا بِاسْمِیْ وَلَا تَکْنُوْا بِکُنْیَتِیْ ۔ع۔

تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت مت رکھو۔

۱۶۷۲ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَنْصَارِیِّ

**حدیث** حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ ہم میں سے ایک شخص کے

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِّنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاہُ الْقَاسِمَ

لڑکا پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام "قاسم" رکھا۔ انصار نے کہا۔ ہم تمہاری کنیت ابو القاسم رکھ کر تمہاری آنکھ

فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ لَا نُکَنِّیْکَ اَبَا الْقَاسِمِ وَلَا نُنْعِمُکَ عَیْنًا فَاَتَی النَّبِیَّ

ٹھنڈی نہیں کریں گے۔ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وُلِدَ لِیْ غُلَامٌ

ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ میں نے اس کا نام قاسم رکھا ہے۔ اس پر انصار نے کہا۔ ہم تیری کنیت

فَسَمَّیْتُہٗ قَاسِمًا فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ لَا نُکَنِّیْکَ اَبَا الْقَاسِمِ وَلَا نُنْعِمُکَ

ابو القاسم نہیں رکھیں گے۔ اور تیری آنکھ ٹھنڈی نہیں کریں گے۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَیْنًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَتِ الْاَنْصَارُ سَمُّوْا

نے فرمایا۔ انصار نے ٹھیک کہا۔ میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت مت رکھو۔

بِاسْمِیْ وَلَا تَکْنُوْا بِکُنْیَتِیْ فَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ۔

ع۔ کنیۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۵۰۱ ثانی الادب باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سموا باسمی ص۹۱۴ مسلم الادب

**۱۶۷۲ تشریحات** انما انا قاسم وخازن ۔ دو حدیثوں کو جمع فرمادیا ہے ۔ انما انا قاسم۔ کتاب العلم میں مذکور حضرت امیر معاویہ کی ایک حدیث کا جز ہے نیز اسی باب میں مروی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا بھی ۔ اور خازن کی روایت کتاب الاعتصام میں حضرت معاویہ ہی سے مروی ہے ۔

پہلی حدیث میں شعبہ سے مختلف روایتیں آئی تھیں ۔ کہ ان انصاری نے اس بچے کا نام محمد رکھنا چاہا تھا یا قاسم ۔ دوسری روایت ذکر کر کے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ وہ اس لڑکے کا نام قاسم رکھنا چاہتے تھے ۔ اس کی ترجیح اس سے بھی ہوتی ہے کہ انصار کرام نے فرمایا ۔ ہم تمہاری کنیت ابو القاسم رکھ کر تمہاری آنکھ ٹھنڈی نہیں کریں گے ۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام نامی پر نام اور کنیت پر کنیت رکھنے کی پوری بحث جلد اول میں گذر چکی ہے ۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ حضور کے خصائص میں ہے اور یہ ممانعت حیات طیبہ تک تھی ۔

**۱۶۷۳ حدیث** عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عَمْرَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اُعْطِیْکُمْ وَلَا اَمْنَعُکُمْ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَیْثُ اُمِرْتُ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ میں نہ تم کو دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں ۔ میں تو صرف بانٹنے والا ہوں ۔ جہاں حکم دیا جاتا ہوں وہاں رکھتا ہوں ۔

**۱۶۷۳ تشریحات** یعنی من جانب اللہ مجھے جسے دینے کا حکم ہوتا ہے اسے دیتا ہوں اور جسے دینے سے روک دیا جاتا ہوں اسے نہیں دیتا ۔ ابو داؤد میں ۔ انما انا قاسمٌ ۔ کی جگہ ۔ اِنْ اَنَا اِلَّا خَازِنٌ ۔ ہے ۔

**۱۶۷۴ حدیث** عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاسْمُہٗ النُّعْمَانُ عَنْ خَوْلَۃَ الْاَنْصَارِیَّۃِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت خولہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں ۔ ان کے

---

۱ بخاری ص ۱۶ ۲ فتح الباری جلد سادس ص ۲۱۵ مسند امام احمد رابع ص ۹۹ ۳ نزھۃ القاری اول ص ۴۰۲

۴ ثانی الفئ والامارۃ باب فیما یلزم الامام ص ۵۳

يَقُوْلُ اِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔

لئے قیامت کے دن جہنم ہے ۔

**تشریحات ۱۶۷۴** یہ خولہ اسد اللہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ ہیں۔ ان کے والد کا نام قیس بن فہد تھا یا تامر۔ ترمذی میں قیس بن فہد ہے۔ اور اسماعیلی کی روایت میں قیس بن تامر ہے۔ علی بن مدینی نے کہا کہ تامر قیس کا لقب ہے۔

**یتخوضون** ۔ کا مادہ خوض ہے۔ اس کے معنی پانی میں چلنے اور اسے ہلانے کے ہیں۔ پھر عرف میں اشتباہ ڈالنے اور تصرف کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا۔ باب تفعل میں جا کر اس کا معنی بہ تکلف کسی چیز میں تصرف کرنے کے ہو گیا۔

**مطابقت** اس حدیث میں نہ خمس کا ذکر ہے۔ نہ خمس کے تقسیم کرنے کا تذکرہ ہے۔ لیکن اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن چیزوں کی تقسیم کے طریقے بتائے ہیں۔ ان کے علاوہ من مانی طریقے سے تقسیم کرنا ناحق تصرف میں داخل ہے۔ غنیمت کی تقسیم قرآن کریم میں مذکور ہے۔ ضروری ہے کہ اسی کے مطابق تقسیم ہو اور اسکے خلاف تقسیم ناحق تصرف ہے۔

**بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحِلَّتْ لَكُمُ الْغَنَائِمُ وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ اٰلَايَةَ فَهِيَ لِلْعَامَّةِ حَتّٰى يُبَيِّنَهُ الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ص ۴۴۲** ۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کا بیان کہ تمہارے لئے غنیمت حلال کی گئی اور اللہ عزوجل نے فرمایا۔ اور اللہ نے تم سے بہت زیادہ غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جسے تم حاصل کرو گے۔ پس اللہ نے جلد ہی تم کو عطا فرما دیا۔ یہ ارشاد عام ہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے بیان فرمائیں ۔

**توضیح باب** وعدکم اللہ ۔ یہ آیۃ کریمہ حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی تھی۔ مغانم کثیرہ سے مراد وہ غنائم ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہوئیں۔ یا قیامت تک امت کو جو حاصل ہوں گی۔ فعجل لکم۔ سے فتح خیبر مراد ہے جو حدیبیہ کے بعد ۷ھ میں ہوا۔

**فھی للعامۃ** ۔ یعنی اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مال غنیمت بلا تخصیص ہر مسلمان کا حق ہے۔ جب تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے مستحقین کی تعیین نہ فرما دیں۔ اور اس تعیین کو آیۃ کریمہ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ ۔ نے واضح فرما دیا۔

**۱۶۷۵ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ**

**حدیث** حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا ھَلَکَ کِسْرٰی فَلَا کِسْرٰی بَعْدَہٗ

نے فرمایا جب کسریٰ ہلاک ہو جائیگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہو

وَاِذَا ھَلَکَ قَیْصَرُ فَلَا قَیْصَرَ بَعْدَہٗ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَتُنْفِقُنَّ

ہو جائے گا تو کوئی قیصر نہ ہوگا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ ان

کُنُوْزَھُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔ عہ

دونوں کے خزانوں کو تم راہ خدا میں خرچ کرو گے۔

۱۶۷ عَنْ ھَمَّامِ بْنِ مُنَبِّہٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَزَا نَبِیٌّ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ

انبیاء میں سے ایک نبی نے جہاد کا ارادہ فرمایا۔ تو اپنی قوم سے کہا۔ میرے ساتھ ایسا شخص نہ چلے جس

فَقَالَ لِقَوْمِہٖ لَا یَتْبَعْنِیْ رَجُلٌ مَلَکَ بُضْعَ اِمْرَاَۃٍ وَھُوَ یُرِیْدُ اَنْ

نے شادی کی ہو اور زفاف کرنا چاہتا ہو مگر ابھی کیا نہیں اور نہ وہ شخص چلے جس نے گھر بنائے

یَّبْنِیَ بِھَا وَلَمَّا یَبْنِ بِھَا وَلَا اَحَدٌ بَنٰی بُیُوْتًا وَلَمْ یَرْفَعْ سُقُوْفَھَا وَلَا

ہوں اور ابھی چھت نہیں ڈالی ہے۔ اور نہ وہ شخص چلے جس نے بکریاں اونٹنیاں خریدی ہیں

اَحَدٌ اِشْتَرٰی غَنَمًا اَوْ خَلِفَاتٍ وَھُوَ یَنْتَظِرُ وِلَادَھَا فَغَزَا فَدَنَا مِنَ

اور وہ ان کی پیدائش کا انتظار کر رہا ہے۔ اس کے بعد جہاد کے لئے چلے بستی کے قریب پہنچتے پہنچتے

الْقَرْیَۃِ صَلٰوۃَ الْعَصْرِ اَوْ قَرِیْبًا مِّنْ ذٰلِکَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ اِنَّکِ مَاْمُوْرَۃٌ

عصر کا وقت قریب ہو گیا۔ تو انھوں نے سورج سے فرمایا۔ تو بھی محکوم اور ہم بھی۔

وَاَنَا مَاْمُوْرٌ اَللّٰھُمَّ احْبِسْھَا عَلَیْنَا فَحُبِسَتْ حَتّٰی فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْہِ فَجَمَعَ

اے اللہ اسے ہم پر روک دے ۔ سورج روک لیا گیا۔ یہاں تک کہ اللہ نے فتح عطا فرمائی۔ اب غنیمتوں

الْغَنَائِمَ فَجَاءَتْ یَعْنِی النَّارَ لِتَاْکُلَھَا فَلَمْ تَطْعَمْھَا فَقَالَ اِنَّ فِیْکُمْ

کو جمع فرمایا۔ اسے جلانے کے لئے آگ آئی ۔ آگ نے غنیمت کے اموال کو نہیں جلایا تو فرمایا تم میں کوئی ہے جس نے

عہ مناقب علامات النبوۃ ص ۵۱۱ ثانی ایمان باب کیف کان یمین النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ص ۹۸۱ مسلم ترمذی فتن ۔ مسند امام احمد خامس ص ۹۹ — ۹۲

غُلُوْلًا، فَلَيُبَايِعَنِّيْ مِنْ كُلِّ قَبِيْلَةٍ رَجُلٌ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهٖ
مال غنیمت میں چوری کی ہے۔ ہر قبیلے سے ایک ایک شخص مجھ سے بیعت کرے ایک شخص کا ہاتھ
فَقَالَ فِيْكُمُ الْغُلُوْلُ فَلْيُبَايِعْنِيْ قَبِيْلَتُكَ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلَيْنِ اَوْ
ان کے دست مبارک سے چپک گیا۔ فرمایا تمہارے ہی قبیلے میں چوری ہے۔ اب تمہارے قبیلے کا ایک ایک
ثَلٰثَةٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ فِيْكُمُ الْغُلُوْلُ فَجَاءُوْا بِرَاْسٍ مِثْلِ رَاْسِ بَقَرَةٍ مِنَ
شخص آئے اور مجھ سے بیعت کرے اب دو یا تین آدمیوں کا ہاتھ ان کے دست مبارک سے چپک گیا۔ فرمایا
الذَّهَبِ فَوَضَعُوْهَا فَجَاءَتِ النَّارُ فَاَكَلَهَا ثُمَّ اَحَلَّ اللّٰهُ لَنَا
تمہیں نے چوری کی ہے۔ اب وہ گائے کے سر برابر سونا لائے۔ اب پھر آگ آئی اور سب کو جلا گئی۔ اللہ نے
الْغَنَائِمَ رَاٰى ضَعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَاَحَلَّهَا لَنَا۔ عہ
ہمارے لئے غنیمت حلال فرما دی۔ اس نے ہماری کمزوری اور عاجزی کو ملاحظہ فرمایا اور حلال فرما دیا۔

## تشریحات ۱۶۷۶

یہ نبی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے جو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات کے لئے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا میدان تیہ میں انتقال ہو گیا تھا۔ پہلے حضرت ہارون کا ہوا پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔

ابن اسحٰق نے کہا جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا اور چالیس سال میدان تیہ میں رہنے کی مدت پوری ہو گئی۔ تو حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسلام منصب نبوت پر فائز ہوئے۔ اور انھیں جبارین سے قتال کا حکم ہوا۔ انھوں نے بنی اسرائیل کو بتایا انھوں نے انکی تصدیق کی اور بیعت کی۔ حضرت یوشع بنی اسرائیل کو لے کر جبارین سے قتال کے لئے چلے ان کے شہر کا سولہ مہینے تک محاصرہ کئے رہے۔ سترہویں مہینے قرنا کو پھونکنا شروع کیا جس سے دشت وجبل گونج اٹھے اور شہر پناہ ٹوٹ گئی اب حضرت یوشع مجاہدین کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے اور جبارین کو قتل کرنا شروع فرمایا۔ یہ جمعے کا دن تھا ان کے قتل کے بعد بھی کچھ بچے رہے یہاں تک کہ عصر کا وقت اخیر ہو گیا ہفتے کے دن قتال ان کی شریعت میں جائز نہیں تھا۔ اس لئے سورج سے وہ فرمایا۔ فتح الباری میں بحوالہ حاکم یہ ہے کہ حضرت یوشع جمعہ کے دن عصر کے وقت پہنچے تھے۔ اس لئے وہ دعا فرمائی۔ یہ بستی اریحا یا بیت المقدس تھی۔

---

عہ ثانی النکاح باب من احب البناء عند الغزو ص۷۷۵ مسلم، الجہاد

لہ عمدۃ القاری خامس عشر ص۴۳-۴۲ ۲ جلد سادس ص۲۲۱

**رد ش** مسند امام احمد[1] میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت یوشع بن نون کے علاوہ کسی بشر کے لئے سورج نہیں رکا۔ وہ جب بیت المقدس کی طرف جہاد کے لئے گئے اس وقت ان کے لئے رکا تھا۔

**اقول وھو المستعان**۔ لیکن کتب تفسیر اور احادیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے انبیائے کرام کے لئے بھی سورج رکا ہے۔

(۱) ابن اسحٰق نے، مبتدا میں بطریق یحیی بن عروہ بن زبیر عن ابیہ روایت کی ہے۔ کہ اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کو لے کر چلنے کا حکم دیا تو یہ بھی فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت ہمراہ لیتے جانا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ فجر کے وقت نکلیں گے۔ مگر یہ معلوم نہیں تھا۔ کہ وہ مبارک تابوت کہاں ہے۔ اور فجر طلوع ہونے کے قریب ہوگئی مگر پتہ نہیں چلا تو اللہ عزوجل سے دعا فرمائی کہ طلوع فجر موخر فرمادے یہاں تک کہ تابوت کو حاصل کرلیا۔

(۲) نیز حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے بھی رکا تھا۔ ثعلبی[2] پھر بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ میں نے مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آیہ کریمہ۔ رُدُّوْهَا عَلَيَّ۔ کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جہاد کا ارادہ فرمایا اس کے لئے گھوڑوں کا معائنہ فرمارہے تھے کہ سورج ڈوب گیا تو سورج پر جو فرشتے موکل ہیں انھیں حکم دیا۔ رُدُّوْهَا عَلَيَّ۔ کہ سورج کو لوٹاؤ۔ فرشتوں نے سورج کو لوٹایا یہاں تک کہ انھوں نے عصر پڑھ لی۔

(۳) امام قاضی عیاض[3] نے نقل فرمایا کہ غزوہ خندق کے موقعہ پر ایک دن نماز عصر قضا ہوگئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سورج لوٹایا گیا۔ امام طحاوی[4] نے مشکل الآثار میں اسے روایت فرمایا۔ اور فرمایا اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (۴) نیز طبرانی[5] نے اوسط میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار سورج کو حکم دیا تو تھوڑی دیر تک رکا رہا۔ (۵) بیہقی[6] نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا کہ شب معراج واپسی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکہ کے قریب ضجنان میں ایک قافلہ ملا تھا جب مکہ معظمہ پہنچ گئے تو اہل مکہ کو خبر دی کہ ابھی تمہارا قافلہ تنعیم کی ثنیۃ البیضاء سے آئے گا جس کے آگے خاکستری رنگ کا اونٹ ہے جس کے اوپر دو بوریاں ہیں ایک کالی دوسری نیلی۔ مکے والے اس گھاٹی کی طرف بڑھے تو انھیں اسی طرح قافلہ ملا۔ امام سدی نے کہا اس قافلے کے آنے سے پہلے سورج نکلنے ہی والا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور سورج رک گیا۔

(۶) اور منزل صہبا پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز قضا ہونے پر سورج کا لوٹنا بہت مشہور و معروف ہے اسے امام حاکم نے امام طحاوی نے مشکل الآثار میں امام بیہقی نے دلائل میں امام ابو القاسم طبرانی نے معجم کبیر میں، امام قاضی عیاض[7] نے

---

[1] جلد ثانی ص۳۲۵ [2] فتح الباری جلد سادس ص۲۲۲ [3] ایضاً [4] عمدۃ القاری خامس عشر ص۴۳
[5] فتح الباری سادس ص۲۲۲ [6] عمدۃ القاری خامس عشر ص۴۳ [7] شرح شفا ملا علی قاری اول ص۹۹۱

شفا میں۔ ابن مندہ، ابن شاہین نے حضرت اسمار سے اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا۔
اس کے بارے میں علامہ ابن جوزی نے اپنی شدت پسند فطرت کی بنا پر اور انھیں کی تقلید جامد میں ابن تیمیہ نے موضوعات میں شمار کیا۔ سند الحفاظ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا کہ ان دونوں نے خطا کی[1]۔ علامہ عینی[2] نے عمدۃ القاری میں فرمایا کہ اس کی طرف التفات نہ کیا جائے۔ امام طحاوی نے فرمایا۔ احمد بن صالح کہتے تھے۔ جس کا راستہ علم ہے وہ اس حدیث کے حفظ سے نہ چوکے اس لئے کہ اجل علامات نبوت سے ہے۔ امام طحاوی نے فرمایا یہ حدیث متصل ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں[3]۔ حضرت ملا علی قاری[4] نے شرح شفا میں لکھا۔ محدثین نے اس حدیث کے بارے میں اختلاف کیا۔ کہ صحیح ہے یا ضعیف یا موضوع۔ اکثر اس پر ہیں کہ ضعیف ہے۔ مگر فی الجملہ یہ ثابت ہے۔ اس کے لئے اصل ہے متعدد سندوں سے قوت پاکر مرتبہ حسن تک پہنچ چکی ہے۔
علامہ احمد خطیب قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں فرمایا۔ ہمارے شیخ نے فرمایا۔ احمد ابن تیمیہ نے کہا کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور ابن جوزی نے اسی کی اتباع کرتے ہوئے اسے موضوعات میں داخل کیا ہے۔ لیکن طحاوی اور قاضی عیاض نے اسے صحیح کہا۔ ابن مندہ ابن شاہین نے حضرت اسمار بنت عمیس سے اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا۔
علامہ عسقلانی نے کہا۔ کہ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا جیسا کہ ابن عراقی نے شرح تقریب میں بیان کیا۔
علامہ ابن عابدین شامی نے رد المحتار[5] میں فرمایا۔
اس حدیث کو امام طحاوی اور امام قاضی عیاض نے صحیح کہا اور ایک جماعت نے اس کی تخریج کی اور جس نے اسے موضوع کہا جیسے ابن جوزی۔ انھوں نے خطا کی۔
سورج ڈوبنے کے بعد لوٹا تو عصر کا وقت بھی لوٹ آیا۔ یہ ایک حکم شرعی ہے اس پر علامہ شامی نے اس حدیث سے استدلال کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث اتنی قوی ہے کہ احکام میں بھی حجت ہے۔ اس لئے لااقل حسن ضرور ہے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ جہاد کے لئے کسی کے لئے سورج نہیں روکا گیا۔
**انك مامورة** ۔ حضرت یوشع بن نون علیہ الصلاۃ والسلام کا سورج سے یہ خطاب فرمانا اس کی دلیل ہے کہ سورج میں ادراک اور تمیز ہے وہ سنتا اور سمجھتا ہے۔
**فلم تطعمه** اگلی امتوں کے لئے مال غنیمت حلال نہیں تھا۔ جنگ کے بعد سارا مال غنیمت اکٹھا کیا جاتا۔ من جانب اللہ آگ آتی اور سب کو کھا جاتی۔ اگر یہ آگ نہ آتی یا آتی مگر مال غنیمت کو کھاتی نہیں تو یہ اس کی علامت تھی

---

[1] فتح الباری سادس ص۲۲۲ [2] عمدۃ القاری خامس عشر ص۴۳ [3] ایضاً
[4] اول ص۵۸۹ [5] اول باب الاوقات ص۳۶۰

کہ یہ جہاد مقبول نہیں۔ یا مال غنیمت میں چوری کی گئی ہے۔ یہ جہاد ایک نبی کے سرکردگی میں ہوا تھا۔ اس لئے اس کے مقبول نہ ہونے کا کوئی سوال نہیں۔ اسی وجہ سے حضرت یوشع بن نون علیہ الصلاۃ والسلام نے متعین فرمادیا کہ مال غنیمت میں چوری ہوئی ہے۔

بَابُ كَيْفَ قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرَ وَمَا اَعْطٰى مِنْ ذٰلِكَ فِيْ نَوَائِبِهٖ ص۴۴۱

بنی قریظہ اور بنی نضیر کے اموال نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیسے تقسیم فرمایا۔ اور جو کچھ اس میں سے اپنے حوادثات کے لئے دیا۔

۱۶۷۷ حدیث

ثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخَلَاتِ حَتّٰى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرَ وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ۔ عہ

حضرت انس بن مالک فرماتے تھے کہ لوگ کھجوروں کے درخت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں نذر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ قریظہ اور نضیر کو فتح فرمایا۔ اس کے بعد لوگوں کو واپس فرماتے جاتے۔

۱۶۷۷ تشریحات

باب مرجع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس کے بعد یہ دلچسپ قصہ ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کرام کے درخت واپس کئے تو میرے گھر والوں نے کہا۔ کہ تم بھی جاؤ اور ہم نے جو درخت دیئے تھے واپس لے لو۔ میں حاضر ہوا۔ حضور نے ہماری پیش کش حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عطا فرمائی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ مجھے واپس فرمادی۔ ام ایمن کو معلوم ہوا تو تشریف لائیں اور میری گردن میں چادر لپیٹ دی اور کہتی جائیں ہرگز نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے حضور وہ تم کو نہیں عطا فرمائیں گے مجھے عطا فرما چکے ہیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام ایمن سے فرماتے۔ تیرے لئے اتنا ہے وہ کہتیں۔ ہرگز نہیں۔ بخدا میرا گمان ہے کہ حضور نے دس گنا تک فرمایا۔

اس مضمون کی حدیث کتاب الہبہ میں گذر چکی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ خیبر سے واپسی کے بعد یہ واقعہ ہوا تھا۔ وہیں تطبیق مذکور ہے۔ حضرت انس کی والدہ ماجدہ نے چند درخت نذر کئے تھے وہ درخت ام ایمن کو عطا فرمادیا تھا۔

---

عہ ثانی المغازی باب حدیث بنی النضیر ص۵۷۵ باب مرجع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الاحزاب ص۵۹۱ مسلم مغازی۔ لہ نزھۃ القاری پنجم ص۵۰۵

**باب** بَرَكَةِ الْغَازِيْ فِيْ مَالِهٖ حَيًّا وَّمَيِّتًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُلَاةِ الْاَمْرِ ۔ ص۴۴۱

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء کے ہمراہ جہاد کرنے والے کے مال میں زندگی میں اور فوت ہونے کے بعد برکت ۔

۱۶۷۸ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ اُسَامَةَ اَحَدَّثَكُمْ

**حدیث** حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب جمل کے دن صف میں

هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ لَمَّا وَقَفَ

کھڑے ہوئے تو مجھے بلایا ۔ میں حاضر ہو کر ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا ۔ فرمایا اے پیارے بیٹے!

الزُّبَيْرُ يَوْمَ الْجَمَلِ دَعَانِيْ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَقَالَ يَا بُنَيَّ اِنَّهٗ لَا يُقْتَلُ

آج جو بھی قتل ہوگا وہ ظالم ہوگا یا مظلوم ۔ اور میں یہ جان رہا ہوں کہ آج مظلوم قتل کیا جاؤں گا ۔

الْيَوْمَ اِلَّا ظَالِمٌ اَوْ مَظْلُوْمٌ وَاِنِّيْ لَا اُرَانِيْ اِلَّا سَاُقْتَلُ الْيَوْمَ مَظْلُوْمًا وَ

اور اس وقت مجھے سب سے زیادہ فکر اپنے قرض کی ہے ۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میرا قرض میرے

اِنَّ مِنْ اَكْبَرِ هَمِّيْ لِدَيْنِيْ اَفَتُرٰى دَيْنُنَا يُبْقِيْ مِنْ مَّالِنَا شَيْئًا فَقَالَ

مال کو کچھ بھی باقی چھوڑے گا؟ فرمایا اے پیارے بیٹے! میرے مال کو بیچ کر میرے قرض کو ادا

يَا بُنَيَّ بِعْ مَالَنَا وَاقْضِ دَيْنِيْ وَاَوْصٰى بِالثُّلُثِ وَثُلُثُهٗ لِبَنِيْهِ يَعْنِيْ

کر دینا ۔ اور انھوں نے ایک تہائی کی وصیت فرمائی ۔ اور اس ثلث کے ثلث کی وصیت ان

لِبَنِيْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ يَقُوْلُ ثُلُثِ الثُّلُثِ اَثْلَاثًا فَاِنْ فَضَلَ

کے بیٹوں کے لئے کی ۔ یعنی عبداللہ بن زبیر کے بیٹوں کے لئے ۔ فرماتے تھے کہ کل مال کی تہائی کے

مِنْ مَّالِنَا فَضْلٌ بَعْدَ قَضَاءِ الدَّيْنِ فَثُلُثُهٗ لِوَلَدِكَ قَالَ هِشَامٌ

تین حصے کرنا ۔ اور قرض ادا کرنے کے بعد میرے مال سے کچھ بچے تو اس کی تہائی تیری اولاد کے لئے ہے

وَكَانَ بَعْضُ وَلَدِ عَبْدِ اللّٰهِ قَدْ وَازَى بَعْضَ بَنِي الزُّبَيْرِ خُبَيْبٌ

ہشام نے کہا کہ عبداللہ کے بعض بیٹے ، حضرت زبیر کے بیٹوں کے برابر تھے ۔ خبیب اور عباد ۔ اور ان کے اس

وَعَبَّادٌ وَّلَهٗ يَوْمَئِذٍ تِسْعَةُ بَنِيْنَ وَتِسْعُ بَنَاتٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ

وقت نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں عبداللہ نے کہا وہ مجھے اپنے قرض کے بارے میں وصیت

فَجَعَلَ يُوْصِيْنِيْ بِدَيْنِهٖ وَيَقُوْلُ يَا بُنَيَّ اِنْ عَجَزْتَ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ

فرماتے رہے۔ اور فرماتے رہے اے پیارے بیٹے! اگر قرض کی کچھ ادائیگی سے

فَاسْتَعِنْ عَلَيْهِ مَوْلَايَ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا دَرَيْتُ مَا اَرَادَ حَتّٰى قُلْتُ يَا

تم عاجز آجاؤ تو میرے مولیٰ سے مدد طلب کرنا عبداللہ نے کہا بخدا میں نہیں سمجھ سکا

اَبَهْ مَنْ مَوْلَاكَ قَالَ اللّٰهُ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا وَقَعْتُ فِيْ كُرْبَةٍ مِّنْ

کہ میرے مولیٰ سے انھوں نے کسے مراد لیا ہے۔ یہاں تک کہ میں پوچھا اے ابا! آپ کا مولیٰ

دَيْنِهٖ اِلَّا قُلْتُ يَا مَوْلَى الزُّبَيْرِ اقْضِ عَنْهُ دَيْنَهٗ فَيَقْضِيْهِ فَقُتِلَ

کون ہے؟ فرمایا: اللہ۔ عبداللہ نے کہا بخدا میں جب بھی ان کے قرض کی ادائیگی میں کسی دشواری

الزُّبَيْرُ وَلَمْ يَدَعْ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا اِلَّا اَرَضِيْنَ مِنْهَا الْغَابَةَ

میں پھنسا تو میں نے یہ کہا۔ زبیر کے مولیٰ ان کے قرض کو ادا فرمادے۔ تو اللہ ان کا قرض

وَاِحْدٰى عَشْرَةَ دَارًا بِالْمَدِيْنَةِ وَدَارَيْنِ بِالْبَصْرَةِ وَدَارًا بِا

ادا کرادیتا۔ اس کے بعد زبیر شہید کردیئے گئے۔ اور ترکے میں دینار و درہم نہیں چھوڑا تھا۔ سوائے

لْكُوْفَةِ وَدَارًا بِمِصْرَ قَالَ وَاِنَّمَا كَانَ دَيْنُهُ الَّذِيْ عَلَيْهِ اِنَّ الرَّجُلَ

زمینوں کے جن میں غابہ اور مدینے کے گیارہ گھر اور بصرہ کے دو گھر اور کوفے کا ایک اور مصر کا ایک

كَانَ يَاْتِيْهِ بِالْمَالِ فَيَسْتَوْدِعُهٗ اِيَّاهُ فَيَقُوْلُ الزُّبَيْرُ لَا۔ وَلٰكِنَّهٗ

گھر تھا۔ اور ان پر قرض صرف اس وجہ سے تھا کہ لوگ ان کے پاس امانت رکھنے کے لئے

سَلَفٌ فَاِنِّيْ اَخْشٰى عَلَيْهِ الضَّيْعَةَ وَمَا وَلِيَ اِمَارَةً قَطُّ وَلَا جِبَايَةَ

مال لاتے تو زبیر فرماتے۔ امانت نہیں یہ قرض ہے میں اس کے ضائع ہوجانے سے ڈرتا ہوں۔

خَرَاجٍ وَّلَا شَيْئًا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ غَزْوَةٍ مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

کبھی انھوں نے امارت یا خراج کی وصول تحصیل یا کوئی عہدہ قبول نہیں فرمایا۔ ہاں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا ابوبکر یا عمر یا عثمان کے ہمراہ غزوہ فرماتے تھے۔ عبداللہ

الزُّبَيْرِ فَحَسَبْتُ مَا عَلَيْهِ مِنَ الدَّيْنِ فَوَجَدْتُّهٗ اَلْفَيْ اَلْفٍ

نے کہا۔ ان پر جو قرض تھا اس کا حساب لگایا۔ تو بائیس لاکھ نکلا۔ عبداللہ نے کہا مجھ سے حکیم بن

وَمِائَتَیْ اَلْفٍ قَالَ فَلَقِیَ حَکِیْمُ بْنُ حِزَامٍ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ الزُّبَیْرِ فَقَالَ
حزام ملے اور کہا اے بھتیجے! میرے بھائی پر کتنا قرض ہے۔ عبد اللہ
یَا ابْنَ اَخِیْ کَمْ عَلٰی اَخِیْ مِنَ الدَّیْنِ فَکَتَمَہٗ وَقَالَ مِائَۃُ اَلْفٍ
نے اسے چھپایا اور کہا۔ ایک لاکھ ہے۔ حکیم نے کہا بخدا میں نہیں جانتا کہ
فَقَالَ حَکِیْمٌ وَاللّٰہِ مَا اَرٰی اَمْوَالَکُمْ تَسَعُ لِھٰذِہٖ فَقَالَ لَہٗ عَبْدُ
تمہارے کل مال اس کی ادائیگی کر سکیں۔ عبد اللہ نے کہا۔ بتائے اگر بائیس لاکھ
اللّٰہِ اَفَرَاَیْتَکَ اِنْ کَانَتْ اَلْفَیْ اَلْفٍ وَمِائَتَیْ اَلْفٍ قَالَ مَا اَرٰی کُمْ
ہو تو۔ حکیم نے کہا۔ میں نہیں جانتا کہ تم لوگ اس کی طاقت رکھتے ہو۔ پس اگر کچھ
تُطِیْقُوْنَہٗ ھٰذَا فَاِنْ عَجَزْتُمْ عَنْ شَیْءٍ مِنْہُ فَاسْتَعِیْنُوْا بِیْ قَالَ
قرض ادا کرنے سے تم لوگ عاجز آ جاؤ تو مجھ سے مدد طلب کرنا اور زبیر نے غابہ
وَکَانَ الزُّبَیْرُ اشْتَرَی الْغَابَۃَ بِسَبْعِیْنَ وَمِائَۃِ اَلْفٍ فَبَاعَھَا
ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدا تھا۔ عبد اللہ نے اسے سولہ لاکھ میں بیچا۔ پھر کھڑے
عَبْدُ اللّٰہِ بِاَلْفِ اَلْفٍ وَّسِتَّۃِ مِائَۃِ اَلْفٍ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ مَنْ کَانَ لَہٗ
ہو کر اعلان کر دیا۔ جس کا زبیر کے ذمے کچھ حق ہو وہ غابہ میں آئے۔ یہ سن کر
عَلَی الزُّبَیْرِ حَقٌّ فَلْیُوَافِنَا بِالْغَابَۃِ فَاَتَاہُ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ جَعْفَرٍ وَکَانَ
عبد اللہ بن جعفر ان کے پاس آئے۔ اور ان کا زبیر پر چار لاکھ قرض تھا۔ انھوں نے
لَہٗ عَلَی الزُّبَیْرِ اَرْبَعُ مِائَۃِ اَلْفٍ فَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰہِ اِنْ شِئْتُمْ تَرَکْتُھَا
عبد اللہ سے کہا اگر تم چاہو تو معاف کر دوں۔ عبد اللہ نے کہا۔ نہیں۔ اونھوں نے کہا
لَکُمْ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ لَا قَالَ فَاِنْ شِئْتُمْ جَعَلْتُمُوْھَا فِیْمَا تُؤَخِّرُوْنَ اِنْ
اگر تم چاہو تو تمہیں مہلت دے دوں اگر تم لوگ ابھی نہ ادا کرنا چاہو۔ اس پر عبد اللہ
اَخَّرْتُمْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ لَا قَالَ فَاقْطَعُوْا لِیْ قِطْعَۃً فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ
نے کہا۔ نہیں۔ اونھوں نے کہا۔ تو میرے لئے ایک قطعہ متعین کر دو۔ عبد اللہ نے ان سے کہا
لَکَ مِنْ ھٰھُنَا اِلٰی ھٰھُنَا قَالَ فَبَاعَ مِنْھَا فَقَضٰی دَیْنَہٗ فَاَوْفَاہُ وَبَقِیَ
تمہارے لئے یہاں سے یہاں تک ہے۔ اس کے بعد اس میں سے بیچا اور ان کا قرض ادا کر دیا۔

مِنْهَا اَرْبَعَةُ اَسْهُمٍ وَنِصْفٌ فَقَدِمَ عَلٰى مُعَاوِيَةَ وَعِنْدَهٗ عَمْرُو بْنُ

اور پورا دیا۔ اور اس میں سے ساڑھے چار حصے باقی بچے۔ عبداللہ معاویہ کے

عُثْمَانَ وَالْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ لَهٗ مُعَاوِيَةُ كَمْ

کے پاس آئے اور وہاں عمرو بن عثمان اور منذر بن زبیر اور ابن زمعہ تھے۔ معاویہ نے

قُوِّمَتِ الْغَابَةُ قَالَ كُلُّ سَهْمٍ بِمِائَةِ اَلْفٍ قَالَ كَمْ بَقِيَ قَالَ

عبداللہ سے پوچھا کہ غابہ کی کتنی قیمت طے ہوئی ہے۔ انھوں نے بتایا کہ ہر حصہ ایک لاکھ کا

اَرْبَعَةُ اَسْهُمٍ وَنِصْفٌ فَقَالَ الْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَدْ اَخَذْتُ سَهْمًا

پوچھا کتنا بچا ہے۔ بتایا ساڑھے چار حصے۔ اس پر منذر بن زبیر نے کہا۔ میں نے ایک حصہ ایک

بِمِائَةِ اَلْفٍ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَدْ اَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ اَلْفٍ

لاکھ میں لیا۔ اور عمرو بن عثمان نے کہا میں نے بھی ایک حصہ ایک لاکھ میں لیا۔ اور

وَقَالَ ابْنُ زَمْعَةَ قَدْ اَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ اَلْفٍ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ

ابن زمعہ نے بھی کہا میں نے بھی ایک حصہ ایک لاکھ میں لیا۔ اب معاویہ نے پوچھا کتنا باقی

كَمْ بَقِيَ قَالَ سَهْمٌ وَنِصْفٌ قَالَ قَدْ اَخَذْتُهٗ بِخَمْسِيْنَ وَمِائَةِ اَلْفٍ

ہے عبداللہ نے کہا بتایا ڈیڑھ حصہ۔ معاویہ نے کہا میں نے اس کو ایک لاکھ پچاس ہزار میں لیا۔

قَالَ فَبَاعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ نَصِيْبَهٗ مِنْ مُعَاوِيَةَ بِسِتِّ مِائَةِ اَلْفٍ

اس کے بعد عبداللہ بن جعفر نے اپنا حصہ معاویہ کے ہاتھ چھ لاکھ میں بیچا۔ جب ابن زبیر

قَالَ فَلَمَّا فَرَغَ ابْنُ الزُّبَيْرِ مِنْ قَضَاءِ دَيْنِهٖ قَالَ بَنُو الزُّبَيْرِ اقْسِمْ

زبیر کے قرض کی ادائیگی سے فارغ ہو گئے۔ تو زبیر کے بیٹوں نے کہا ہماری میراث ہم میں

بَيْنَنَا مِيْرَاثَنَا قَالَ لَهُمْ وَاللّٰهِ لَا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ حَتّٰى اُنَادِيَ بِالْمَوْسِمِ

تقسیم کرو۔ عبداللہ نے ان سے کہا۔ بخدا میں میراث تم میں اس وقت تک تقسیم نہیں کرونگا

اَرْبَعَ سِنِيْنَ اَلَا مَنْ كَانَ لَهٗ عَلَى الزُّبَيْرِ دَيْنٌ فَلْيَاْتِنَا فَلْنَقْضِهٖ قَالَ

جب تک حج کے ایام میں چار سال تک یہ اعلان نہ کرالوں۔ جس کا زبیر پر قرض ہو وہ ہمارے پاس

فَجَعَلَ كُلَّ سَنَةٍ يُنَادِيْ بِالْمَوْسِمِ فَلَمَّا مَضٰى اَرْبَعُ سِنِيْنَ قَسَمَ بَيْنَهُمْ

آئے۔ ہم ادا کریں گے۔ وہ ہر سال ایام حج میں یہ اعلان کرتے رہے۔ جب چار سال پورے ہو گئے۔

قَالَ وَكَانَ لِلزُّبَيْرِ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ وَّرُفِعَ الثُّلُثُ فَاَصَابَ كُلَّ امْرَاَةٍ اَلْفُ اَلْفٍ

تو ان میں میراث تقسیم کی ۔ زبیر کی چار بیبیاں تھیں ۔ قرض ادا کرنے کے بعد جو بچا اس میں سے

وَمِائَتَا اَلْفٍ فَجَمِيْعُ مَالِهٖ خَمْسُوْنَ اَلْفَ اَلْفٍ وَّمِائَتَا اَلْفٍ ۔

ثلث نکالا گیا ۔ تو ہر عورت کو بارہ بارہ لاکھ ملا ۔ ان کا کل مال باون لاکھ ہوا ۔

## ۱۶۷۸ تشریحات

**یوم الجمل** ۔ یہ ناخوشگوار جنگ ۳۶ھ کے جمادی الاولیٰ یا جمادی الآخرہ میں ہوئی تھی ۔ یہ وہ پہلی جنگ ہے جو مسلمانوں کے مابین ہوئی ۔ یہ جنگ مولائے کائنات حضرت علی اور ام المؤمنین حضرت عائشہ کے درمیان ہوئی تھی ۔ ام المؤمنین ایک بہت بڑے اونٹ پر بیچ میں تشریف فرما تھیں اس لئے اسے جنگ جمل کہا جاتا ہے ۔

اس کا سبب یہ ہوا کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت فاجعہ کے وقت ام المؤمنین حج کے لئے گئی ہوئی تھیں جو لوگ حضرت عثمان کے محاصرے میں شریک تھے وہی لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے ۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد بنی امیہ بھاگ کر مکہ پہنچے ۔ انھوں نے حضرت عثمان کے قصاص کے لئے انھیں آمادہ کیا ۔ حضرت زبیر بن عوام حضرت طلحہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی مکہ پہنچ گئے ۔ اور حضرت عثمان کے قصاص کے نکتے پر ان کے ساتھ ہو گئے ۔

ام المؤمنین نے بصرہ کا قصد کیا ۔ سفر کرتے ہوئے بصرہ کے قریب حَوَاب پر پہنچیں تو پوچھا ۔ اس جگہ کا کیا نام ہے ۔ جب بتایا گیا کہ حواب ہے ۔ تو اونٹ کو بٹھایا اور فرمایا ۔ میں حواب والی ہوں ۔ مجھے لوٹاؤ ۔ مجھے لوٹاؤ ۔ لوگوں نے بہت کوشش کی کہ آگے بڑھنے پر راضی ہو جائیں مگر راضی نہ ہوئیں ۔ چوبیس گھنٹے تک وہیں تشریف فرما رہیں پھر کسی نے اطمینان دلایا کہ یہ حواب نہیں تو آگے بڑھیں ۔

حواب کا قصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام المؤمنین سے فرمایا تھا ۔ تم میں سے ایک کا کیا حال ہوگا ۔ جب اس پر حواب کے کتے بھونکیں گے[1]

آگے بڑھ کر ام المؤمنین نے بصرہ کے باہر پڑاؤ ڈال دیا ۔ حضرت علی کو جب اس کی اطلاع ملی تو تیس ہزار کی جمعیت لے کر مقابلہ پر فروکش ہوئے ۔ رات میں دونوں فریق کے سنجیدہ متین صلح جو افراد نے کوشش کر کے آپس کی غلط فہمیاں دور کر دیں ۔ طے ہو گیا کہ دونوں فریق واپس ہو جائیں گے ۔ مگر دونوں طرف فساد پسند عناصر کافی تھے ۔ انھوں نے جب یہ دیکھا کہ بنا بنایا کھیل بگڑ گیا ۔ تو باہمی مشورہ کر کے صبح اندھیرے ہی آپس میں گتھ گئے ۔ اور ام المؤمنین کی طرف یہ افواہ پھیلا دی کہ حضرت علی نے حملہ کر دیا پھر حضرت علی کو یہ باور کرا دیا کہ ام المؤمنین نے حملہ کر دیا ۔ پھر تو گھمسان کا رن پڑا ۔

---

[1] مسند امام احمد سادس ص ۵۲

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ قوت کا مرکز ام المؤمنین کی ذات ہے۔ اگر ان کے اونٹ کو بیکار کر دیا جائے تو جنگ کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ انھوں نے سارا زور اسی پر لگا دیا۔ پوری جنگ ام المؤمنین کے ہودج کے ارد گرد سمٹ آئی۔ جو بھی اونٹ کی نکیل پکڑتا مار ڈالا جاتا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ عاشقان رسول حرم نبوی پر پروانہ وار نثار ہو رہے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر لڑتے لڑتے زخموں سے نڈھال ہو کر مقتولین میں گر پڑے۔ انھیں اس دن سینتیس زخم لگے تھے بالآخر حضرت علی کے حامی اونٹ کی کوچیں کاٹنے میں کامیاب ہو گئے۔ اونٹ بلبلا کر بیٹھ گیا۔ اور ہودج مبارک زمین پر آرہا۔ حضرت علی حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا۔

السلام علیک یا اماہ۔ ام المؤمنین نے جواب فرمایا۔ وعلیک السلام یا بُنَیَّ۔ حضرت علی نے کہا۔ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ ام المؤمنین نے فرمایا۔ اور تمہاری بھی۔ پھر حضرت عمار اور محمد بن ابو بکر کو گول خیمہ کھڑا کرنے کا حکم دیا۔ اور ہودج مبارک کو مقتولین کے ڈھیر سے اٹھوا کر اس خیمے میں پہنچا دیا۔

پھر اخیر رات میں بصرہ تشریف لے گئیں۔ ام المؤمنین کو اس کا بے حد صدمہ تھا روتی تھیں اور کہتی تھیں۔ کاش کہ آج سے بیس سال پہلے مر گئی ہوتی۔

پھر حضرت علی نے ام المؤمنین کے شایان شان سامان سفر کر کے بصرہ سے رخصت کیا۔ غرہ رجب ہفتے کے دن ام المؤمنین وہاں سے چلیں اور مکہ معظمہ تشریف لے گئیں حضرت علی میلوں مشایعت کے لئے گئے۔ اور حضرت علی کے صاحبزادگان چوبیس گھنٹے رہے۔ ام المؤمنین پر اس کا بہت خوشگوار اثر پڑا۔ حضرت علی کو اعلیٰ مدحیہ کلمات سے نوازا۔

اس جنگ میں دس ہزار حامیان ام المؤمنین اور پانچ ہزار حامیان حضرت علی شہید ہوئے۔ حضرت طلحہ کو ایک نامعلوم تیر آکر لگا اور شہید ہو گئے۔ بعض روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تیر مروان نے مارا تھا۔

اس جنگ میں حضرت زبیر اور حضرت عمار کا آمنا سامنا ہو گیا۔ حضرت عمار نے حضرت زبیر پر نیزے سے حملہ کیا۔ مگر حضرت زبیر طرح دے گئے۔ کیونکہ انھیں یہ حدیث یاد تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اے عمار تم کو باغی جماعت قتل کرے گی۔

ساقتل مظلوما۔ پہلے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ آج جو بھی قتل ہو گا وہ یا تو ظالم ہو گا یا مظلوم۔ یہ اس لئے فرمایا۔ کہ اس جنگ میں دونوں طرف کچھ مخلص تھے نیز صحابہ کرام بھی۔ جو اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق فریقین کے ساتھ تھے۔ اور کچھ شر پسند عناصر اپنی غرض فاسد کے لئے شریک تھے وہ ضرور ظالم تھے۔ پھر خاص اپنے لئے فرمایا کہ میں مظلوم قتل کیا جاؤں گا۔ یہ ارشاد اس بنا پر تھا کہ انھیں یقین کامل تھا کہ میں حق پر ہوں۔ اور یہ ظاہر ہے ورنہ لڑنے پر آمادہ نہ ہوتے یا انھیں کشف سے معلوم ہو گیا تھا کہ میں میدان جنگ میں نہیں مارا جاؤں گا۔ اور اپنی شہادت کی پوری تفصیل جان لیا ہو۔ عین معرکہ کارزار میں حضرت علی اور حضرت زبیر کا آمنا سامنا ہو گیا حضرت علی نے حضرت زبیر سے فرمایا۔ یاد کرو ایک مرتبہ ہم اور تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے حضور نے تم سے پوچھا۔ کیا تم علی سے محبت کرتے ہو، تم نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! فرمایا ایک دن تم

علی سے لڑو گے اور تم ظالم ہو گے۔ یہ سنتے ہی تلوار نیام میں کر لی اور میدان جنگ سے جدا ہو کر بصرہ جاتے ہوئے وادی سباع کے ایک گاؤں سفوان پہنچ کر نماز پڑھنے لگے۔ کہ عمرو بن جرموز تمیمی نے پیچھے سے آکر پشت مبارک میں نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ عمر وان کی تلوار لے کر حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میں نے زبیر کو قتل کر دیا۔ فرمایا۔ یہ تلوار مدت دراز تک رسول اللہ سے مصائب و آلام دفع کرتی رہی۔ ابن صفیہ کے قاتل کو جہنم کی بشارت ہو۔ یہ سن کر ابن جرموز نے کہا۔ اے علی آپ کی ذات عجیب و غریب ہے آپ کا دوست بھی جہنمی اور دشمن بھی۔

اس وقت وہیں دفن کر دیئے گئے۔ بعد میں نعش مبارک بصرہ لائی گئی۔ بصرہ میں آپ کا مزار پاک زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔

**واوصی بالثلث** ۔ یعنی قرض ادا کرنے کے بعد جو بچے اس کی تہائی مال کے بارے میں اس تفصیل سے وصیت فرمائی اس موصی یہ کی ایک تہائی عبداللہ بن زبیر کے بچوں کو دیا جائے اور دو تہائی مساکین کو۔ مثلاً کل مال نو لاکھ ہے تو تین لاکھ کے بارے میں وصیت فرمائی کہ اس میں سے ایک لاکھ حضرت عبداللہ کے فرزندوں کو دیا جائے اور دو لاکھ مساکین کو۔

**فثلث الثلث اثلاثا** الخ۔ یعنی قرض ادا کرنے کے بعد جو بچے اس کی ایک تہائی کے تین حصے کرو۔ اور اس تہائی کی تہائی عبداللہ بن زبیر کے بچوں کو دیا جائے۔

**قد وازی بعض بنی الزبیر**۔ یعنی عبداللہ بن زبیر کے کچھ بچے حضرت زبیر کے بچوں کے ہم عمر تھے۔ مثلاً خباب اور عباد، یہ اس وصیت کی حکمت کا بیان ہے کہ چونکہ حضرت عبداللہ کے یہ بچے اپنے چچاؤں کے ہم عمر تھے۔ اور اہل و عیال والے تھے۔ اس لئے ان کے لئے یہ خصوصی وصیت فرمائی۔

خبیب حضرت عبداللہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ جو لوگ ان سے ناراض تھے وہ انھیں انھیں کی طرف نسبت کر کے ابو خبیب کہتے تھے۔ حالانکہ حضرت عبداللہ نے خود سے اپنی کنیت اپنے نانا حضرت صدیق اکبر کی کنیت پر تبرکاً ابو بکر رکھا۔

**الفی الف ومائتا الف** ۔ بائیس لاکھ۔ عربی گنتیوں میں سب سے بڑی گنتی اَلف (ہزار) ہے۔ اس سے آگے وہ اضافت سے کام لیتے ہیں۔ اس طرح کہ مضاف کو مضاف الیہ میں ضرب دیتے ہیں۔ مثلاً لاکھ کے لئے مائۃ الف۔ سو ہزار۔ اور کروڑ کے لئے عشر الف الف۔ اور ارب کے لئے مائۃ عشر الف الف علیٰ ہذا القیاس۔ الفی الف۔ یعنی دو ہزار کو ہزار میں ضرب دو۔ تو بیس لاکھ ہوئے۔ اور مائتا الف کے دو لاکھ مجموعہ بائیس لاکھ ہوئے۔

**فباعھا**۔ یعنی اس کی قیمت مقرر کی۔

**فباع منھا فقضی دینہ فاوفاہ**۔ یہاں ایک اشکال ہے۔ وہ یہ ہے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منہا کی ضمیر مجرور متصل کا مرجع "غابۃ" ہے اس لئے کہ اس کے پہلے غابۃ کا ذکر دو بار آچکا ہے اور "دینہ"

کی ضمیر مجرور متصل کا مرجع، حضرت زبیر ہیں۔ اب مطلب یہ ہوا کہ۔ غابہ۔ کا کچھ حصہ بیچا اور حضرت زبیر کا قرض پورا ادا کر دیا۔ یہ کسی طرح درست نہیں۔ گذر چکا کہ قرض بائیس لاکھ تھا اور غابہ کی کل قیمت سولہ لاکھ تھی۔ اس اشکال کے جواب میں تمام شارحین نے یہ فرمایا۔ فباع منها۔ کی ضمیر کا مرجع غابۃ اور دار۔ دونوں ہیں اس کا حاصل یہ ہوا کہ مرجع ترکہ ہے۔ جس پر کلام سابق دلالت کرتا ہے۔ یہ توجیہ بھی اپنی جگہ ایک حد تک درست ہے۔ مگر ایک توجیہ اور بھی ہو سکتی ہے۔ کہ منها۔ کی ضمیر کا مرجع۔ غابہ، ہی کو ٹھہرایا جائے۔ البتہ "دینہ"، کی ضمیر کا مرجع بجائے "زبیر"، کے عبداللہ بن جعفر کو ٹھہرایا جائے۔ یعنی عبداللہ بن جعفر کا جو قرض حضرت زبیر پر تھا۔ اسے پورا پورا ادا کر دیا۔ اب کوئی الجھن نہیں۔ کہ غابہ کا کچھ حصہ بیچا اور عبداللہ بن جعفر کا قرض پورا ادا کر دیا۔

ان کا قرض چار لاکھ تھا۔ اور غابہ کی قیمت سولہ لاکھ لگی۔ اس طرح کہ غابہ کے سولہ حصے کئے گئے۔ اور ہر حصہ ایک لاکھ کا مقرر ہوا۔ چار حصے چار لاکھ کے عوض عبداللہ بن جعفر کو دے دیا۔

اس مطلب میں وہ محل نہیں جو آگے آرہا ہے کہ حضرت معاویہ کے یہاں گئے۔ تو ساڑھے چار حصے بچے تھے یہ کہا جائے گا کہ حدیث میں اختصار ہے۔ درمیان کا یہ قصہ ترک کر دیا گیا۔ کہ پھر ساڑھے سات حصے اور لوگوں کو قرض میں دیئے اور ساڑھے چار حصے رہ گئے تھے۔

اب شبہ یہ ہوتا ہے کہ "غابہ"، سولہ لاکھ میں بکا اور کل قرض بائیس لاکھ تھا۔ تو بقیہ قرض کیسے ادا ہوا۔ جواب ظاہر ہے کہ جو مکانات تھے انھیں بھی فروخت کیا۔ ان کی قیمت سے بقیہ چھ لاکھ قرض ادا کیا اور جو بچا اسے وارثین اور موصی۔ لہم۔ میں تقسیم کیا۔

**فجمیع مالہ خمسون** ۔ یعنی ان کا کل مال پانچ کروڑ دو لاکھ تھا۔ اس پر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب ان کی چار بیویوں میں سے ایک کو بارہ لاکھ ملا۔ تو چار بیویوں کا حصہ اڑتالیس لاکھ ہوا۔ یہ ادائیگی دین اور وصیت نافذ کرنے کے بعد جو بچا اس کا آٹھواں حصہ ہے۔ اس طرح وارثین میں قابل تقسیم مال تین کروڑ چوراسی لاکھ ہوا۔ اس میں تہائی وصیت کی رقم جو ایک کروڑ بانوے لاکھ ہے ملائی جائے۔ تو میزان پانچ کروڑ چھہتر لاکھ ہوتی ہے اور اگر اس میں قرض کی رقم ملا دی جائے تو کل ترکہ پانچ کروڑ اٹھانوے لاکھ ہوتا۔ پانچ کروڑ دو لاکھ کسی طرح نہیں ہوتا۔ اس کا جواب علامہ دمیاطی پھر علامہ کرمانی نے یہ دیا۔ کہ وصال کے وقت ان کا ترکہ پانچ کروڑ دو لاکھ تھا۔ مگر چونکہ ترکہ چار سال بعد تقسیم ہوا۔ اس لئے جائدادوں کی آمدنی سے مزید اضافہ ہو کر پانچ کروڑ چھہتر لاکھ ہو گیا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ یہ توجیہ بہت عمدہ ہے۔ اس میں کوئی تکلف نہیں۔ اور روایت صحیحہ جوں کی توں باقی رہتی ہے۔ نیز باب کے اس جملے سے بھی مناسبت ہو جاتی ہے۔ کہ غازی کے مال کی برکت زندگی میں بھی ہوتی ہے۔ مرنے کے بعد بھی۔

**فیض الباری پر تعقب** ۔ ایک توضیح یہ بھی کی گئی ہے۔ کہ الف الف ومائتا الف، کو "خمسون"، کی تمیز نہ مانیں۔ بلکہ خمسون کی تمیز سہما کو مانیں۔ اور اسے مبتدأ محذوف "جمیع مالہ"، کی خبر مانیں اور اسی طرح الف الف ومائتا الف کو مبتدأ محذوف "کل سہم"، کی خبر مانیں۔ تو اب عبارت یہ ہوئی۔

ان کا کل ترکہ پچاس حصے تھا۔ اور ہر حصہ بارہ لاکھ تھا۔ اس طرح کہ ترکہ بتیس ۳۲ سہام پر تقسیم ہوا۔ جس کی رو سے ان کی ہر بیوی کو بارہ لاکھ ملا۔ ایک تہائی وصیت کو اس میں ملایا جو سولہ سہام ہے۔ اور دین بائیس لاکھ جو قریب قریب دو سہام کے ہے۔ اس کو بھی شامل کیا تو اب حاصل یہ نکلا کہ حضرت زبیر کا کل مال متروکہ کی قیمت چھ کروڑ ہوئی۔

فیض الباری[1] میں گنگوہی صاحب کی طرف منسوب کرکے اسے صحیح کہا گیا۔ مگر ناظرین حیرت میں ہوں گے کل ترکہ پچاس سہام پورا نہیں ہوتا۔ دو لاکھ کی کمی رہ جاتی ہے۔ اور اس کی مقدار چھ کروڑ بھی نہیں۔ اس سے کم ہے یعنی پانچ کروڑ چھہتر لاکھ۔ اور بلا قرینہ محذوفات کثیرہ ماننے پڑتے ہیں۔ بخلاف علامہ دمیاطی اور علامہ کرمانی کی توجیہ کے کہ اس میں یہ اسقام نہیں۔ اسی لئے فیض الباری کے جامع صاحب اخیر میں اسے ذکر کرنے پر مجبور ہوئے۔

**باب** اِذَا بَعَثَ الْاِمَامُ رَسُوْلًا فِیْ حَاجَۃٍ اَوْ اَمَرَہٗ بِالْمُقَامِ ھَلْ یُسْھَمُ لَہٗ ص۴۴۲

جب امام (سلطان) کسی کو کسی کام کے لئے بھیجے یا اپنے گھر رہنے کو کہدے تو کیا اس کے لئے مال غنیمت سے حصہ دیا جائیگا۔

۱۶۷۹ ثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَوْھَبٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا

**حدیث** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ بدر میں عثمان صرف اس وجہ سے موجود نہ رہے کہ رسول اللہ

قَالَ اِنَّمَا تَغَیَّبَ عُثْمَانُ عَنْ بَدْرٍ فَاِنَّہٗ کَانَتْ تَحْتَہٗ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی ان کی زوجیت میں تھیں اور وہ بیمار تھیں۔ اس لئے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَتْ مَرِیْضَۃً فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بدر میں شریک ہونے والوں کے برابر

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَکَ اَجْرَ رَجُلٍ مِّمَّنْ شَھِدَ بَدْرًا وَّسَھْمَہٗ

ثواب بھی ملے گا اور مال غنیمت سے حصہ بھی۔

**تشریحات ۱۶۷۹** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ اور غزوہ بدر کے موقع پر سخت علیل اور جاں بلب تھیں۔ حتی کہ اسی انتظار میں وصال فرما گئیں۔ ان کی تیمارداری کے لئے حضرت عثمان کو حکم ہوا کہ گھر ہی رہو۔ تم کو غزوے میں شرکت کا ثواب بھی ملے گا۔ اور مال غنیمت سے حصہ بھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بدر سے مدینہ طیبہ واپس ہوئے تو وہ دفن بھی ہو چکی تھیں[2]۔ فتح کی بشارت لے کر جب زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ پہنچے تو دفنائی جا رہی تھیں۔ جس صبح کو ان کا وصال ہوا اسی دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ پہنچے۔

---

[1] جلد ثانی ص۴۹۵ [2] مدارج النبوۃ ص۴۸۵

**بَابُ** مَنْ قَالَ وَمِنَ الدَّلِيْلِ عَلٰى اَنَّ الْخُمُسَ لِنَوَائِبِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا سَأَلَ هَوَازِنُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَضَاعِهٖ فِيْهِمْ فَتَحَلَّلَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَمَا كَانَ يَعِدُ النَّاسَ اَنْ يُّعْطِيَهُمْ مِنَ الْفَيْءِ وَالْاَنْفَالِ مِنَ الْخُمُسِ وَمَا اَعْطَى الْاَنْصَارَ وَمَا اَعْطٰى جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ مِنْ تَمْرِ خَيْبَرَ ص۴۴۲

جس نے یہ کہا۔ اس بات کی دلیل کہ خمس مسلمانوں کی ضروریات کے لئے ہے۔ وہ ہے کہ ہوازن نے اپنے قبیلے میں رضاعت کے رشتے کی بنا پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا اور حضور نے مسلمانوں سے انھیں دلا دیا۔ اور وہ ہے کہ حضور لوگوں سے وعدہ فرماتے کہ انھیں فی اور غنیمت کے خمس میں سے عطا فرمائیں گے۔ اور وہ ہے جو انصار کو مرحمت فرمایا۔ اور جو حضرت جابر بن عبداللہ کو خیبر کی کھجوروں میں سے عنایت فرمایا۔

**توضیح باب** ومن الدلیل۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ یہ واؤ عاطفہ ہے۔ یہ آٹھ ابواب کے پہلے جو باب تھا۔ الدلیل علی ان الخمس لنوائب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر معطوف ہے۔ پھر اس پر وہ معطوف ہے۔ جو ایک باب کے بعد ہے۔ ومن الدلیل علی ان الخمس للامام۔

علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ اس تکلف کی کوئی حاجت نہیں۔ جس میں معطوف اور معطوف علیہ میں اتنا بعد اور اجنبی کا فصل ہے۔ یہ لغو اور مستانفہ ہے۔ اور بکثرت مستعمل ہے۔

گذر چکا کہ ابتداءً یہی حکم تھا کہ مال غنیمت کا خمس کل کا کل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تھا۔ ارشاد ہے۔

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ۔ انفال ①

فرما دو مال غنیمت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔

مگر پھر بعد میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ۔ انفال ㊶

جان لو کہ تم نے جو کچھ مال غنیمت حاصل کیا ہے۔ اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔

اس کے مطابق مال غنیمت کے خمس کے پانچ حصے ہوتے۔ ان میں سے ایک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اور ایک بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کا اور بقیہ تین یتیموں مسکینوں مسافروں کا ہوتا تھا۔ دوسری آیہ کریمہ پہلی کی ناسخ ہے۔ یا اس کا بیان۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اب اس خمس کے صرف تین حصے ہوں گے۔ یتیموں مسکینوں مسافروں کے۔ سلطان اسلام کو یہ بھی اختیار ہے کہ اگر مجاہدین کو ضرورت ہو مثلاً ہتھیار، گھوڑے وغیرہ کی۔ تو کل انھیں پر صرف کر دے۔

بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کا حق حیات اقدس تک اس وجہ سے تھا کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

امداد و اعانت کرتے تھے۔ وصال کے بعد استحقاق کا سبب ختم ہوگیا۔ اس لئے اب وہ مستحق نہیں۔

خمس میں سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو کچھ ملتا تھا حضور اسے عام مسلمانوں کے ضرورت مندوں اور ضرورتوں پر صرف فرمادیا کرتے تھے۔ اسی سے کچھ اہل علم نے یہ سمجھا کہ خمس میں ضرورت مند مسلمانوں کا بھی حق ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم تھا۔ بطور استحقاق حاجت مندوں کو نہیں دیتے تھے۔ اس توجیہ پر غور کرنے سے ظاہر ہو جائے گا کہ احادیث اور آیت اور امام بخاری کے تینوں ابواب میں کوئی تعارض نہیں۔

**ماسأل ھوازن۔** فتح مکہ کے بعد ۶ رشوال سنہ ۸ھ کو ہوازن اور ثقیف سے ایک فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ جس میں یہ اپنے مال و متاع کے ساتھ ساتھ اپنے بال بچے چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ ان کے سارے بچے کل عورتیں قید ہوئیں۔ جن کی تعداد چھ ہزار تھی۔

انھیں واپس لینے کے لئے ہوازن کا وفد آیا تھا۔ ان میں ابو مرقان سعدی بھی تھے چونکہ حضرت حلیمہ سعدیہ اسی قبیلے کی تھیں۔ اس لئے انھوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ان گھروں میں حضور کی پھوپھیاں خالائیں، گود کھلانے والیاں دودھ پلانے والیاں ہی ہیں۔ ہم پر احسان فرمائیں، اللہ آپ پر احسان فرمائے گا۔ زہیر بن صرد نے یہ شعر عرض کیا

امنن علی نسوۃ قد کنت ترضعھا ۔۔۔ اذ فوک تملوہ من محضھا الدرر

ان عورتوں پر احسان فرمائیں جن کا حضور نے دودھ پیا ہے۔ جب حضور کا منہ خالص دودھ سے بھر دیتی تھیں

اس کے بعد کی پوری تفصیل جلد پنجم میں ص ۳۱۹، ص ۳۲۰ پر گذر چکی ہے۔

**۱۶۸۰ حدیث**

عَنْ زَهْدَمٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ فَاُتِیَ بِدَجَاجَةٍ

زہدم نے کہا۔ ہم ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں تھے کہ مرغی لائی گئی اور ان

وَعِنْدَهٗ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ تَیْمِ اللّٰهِ اَحْمَرُ كَاَنَّهٗ مِنَ الْمَوَالِیْ فَدَعَاهُ لِلطَّعَامِ

کے پاس قبیلہ تیم اللہ کا سرخ رنگ کا ایک شخص تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ موالی سے ہے۔ ابو موسیٰ نے اسے

فَقَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُهٗ یَاْكُلُ شَیْئًا فَقَذِرْتُهٗ فَحَلَفْتُ اَنْ لَّا آكُلَ فَقَالَ هَلُمَّ

کھانے کے لئے بلایا۔ تو اس نے کہا میں نے اس کو کچھ غلیظ کھاتے دیکھا ہے۔ جس کی وجہ سے مجھے گھن آگئی ہے

فَاُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ اِنِّیْ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

تو میں نے قسم کھالی ہے کہ میں نہیں کھاؤں گا۔ اس پر ابو موسیٰ نے کہا۔ میں تم سے اس سلسلے کی حدیث

فِيْ نَفَرٍ مِّنَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ نَسْتَحْمِلُهٗ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَآ اَحْمِلُكُمْ وَمَا
بیان کروں۔ میں قبیلہ اشعر کے چند افراد کے ساتھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ ہمیں
عِنْدِيْ مَا اَحْمِلُكُمْ فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سواری عطا فرمائیں۔ تو ارشاد فرمایا۔ واللہ میں تم لوگوں کو سواری نہیں دوں گا۔ اور میرے پاس
بِنَهْبِ اِبِلٍ فَسَاَلَ عَنَّا فَقَالَ اَيْنَ النَّفَرُ الْاَشْعَرِيُّوْنَ فَاَمَرَ لَنَا
سواری نہیں۔ اس کے بعد خدمت اقدس میں مال غنیمت کے کچھ اونٹ پیش کئے گئے تو ہمیں دریافت فرمایا۔
بِخَمْسِ ذَوْدٍ غُرِّ الذُّرٰى فَلَمَّا انْطَلَقْنَا قُلْنَا مَا صَنَعْنَا لَا يُبَارَكُ لَنَا فَرَجَعْنَا
اور یہ فرمایا۔ اشعری لوگ کہاں ہیں۔ اور ہمیں سفید کوہان والے پانچ اونٹ عطا فرمانے کا حکم دیا جب ہم وہاں
اِلَيْهِ فَقُلْنَا اِنَّا سَاَلْنَاكَ اَنْ تَحْمِلَنَا فَحَلَفْتَ اَنْ لَّا تَحْمِلَنَا اَفَنَسِيْتَ قَالَ
سے چلے تو ہم نے کہا کہ ہم نے یہ کیا، کیا ہمیں برکت نہ ہوگی اب ہم خدمت اقدس میں واپس لوٹے اور ہم نے عرض
لَسْتُ اَنَا حَمَلْتُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَمَلَكُمْ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا
کیا۔ ہم نے حضور سے سواری مانگی تھی تو حضور نے قسم کھالی تھی کہ نہیں دوں گا کیا حضور بھول گئے۔ فرمایا میں نے
اَحْلِفُ عَلٰى يَمِيْنٍ فَاَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا اِلَّا اَتَيْتُ الَّذِيْ هُوَ
تم کو سواری نہیں عطا فرمائی ہے بلکہ اللہ نے عطا فرمائی ہے اور واللہ میں انشاء اللہ کسی بات پر قسم کھالوں گا پھر
خَيْرٌ وَتَحَلَّلْتُهَا۔ عہ
دیکھوں کہ اس کا غیر بہتر ہے تو اسی غیر کو کروں گا جو بہتر ہے اور قسم کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں۔

**۱۶۸۴ تشریحات** یہ حدیث بخاری کے ابواب میں تین طریقے سے مروی ہے۔ ابو قلابہ اور قاسم بن عاصم کلینی دونوں سے اور یہ دونوں زہدم جرمی سے۔ صرف ابو قلابہ عن زہدم۔ صرف قاسم تمیمی عن زہدم۔ یہاں اور نذور اور توحید میں ایک ہی سند میں دونوں سے۔ مغازی میں صرف ابو قلابہ سے کفارات میں صرف قاسم سے ہے۔ ذبائح میں ایک سند میں صرف ابو قلابہ سے۔ دوسری سند میں صرف قاسم سے یہاں سند میں ہے انا لحدیث القاسم بن عاصم احفظ عن زھدم۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ ایوب یہ کہہ رہے ہیں کہ بطریق قاسم بن عاصم عن زہدم جو حدیث میں روایت کرتا ہوں۔ یہ زیادہ اچھی طرح مجھے یاد ہے۔ بہ نسبت بطریق ابو قلابہ عن زہدم کے۔

---

عہ ثانی مغازی باب قدوم الاشعریین ص۶۲۹ الصید والذبائح باب لحم الدجاج ص۸۲۹ دو طریقے سے نذور باب لا تحلفوا بآبائکم ص۹۸۳ توحید باب قول اللہ واللہ خلقکم وما تعملون ص۱۱۲۷۔ مسلم ایمان و نذور ترمذی شمائل۔ نسائی الصید۔ النذور۔

احفظ کا متعلق من اَبی قلابہ ۔ محذوف ہے ۔
ذبائح میں یہ زائد ہے ۔ وَکَانَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ ھٰذا الحی من جُرم اِخاء ۔ اور کفارات میں "کان" کے بغیر بقیہ عبارت ہے ۔ معروف کی زیادتی کے ساتھ ۔ نذور اور توحید میں یہ ہے وکان بین ھٰذا الحی من جرم وبین الاشعریین اخاء ۔ اور توحید میں بھی یہی ہے ۔ اخاء سے پہلے وُدّ کی زیادتی کے ساتھ ۔ مطلب یہ ہے ۔ قبیلہ جرم اور اشعریین میں عقد مواخات اور بھائی چارگی اور محبت تھی ۔ اسی کو مغازی میں یوں بیان کیا لما قدم ابو موسی اکرم ھٰذا الحی من جرم ۔ جب ابو موسیٰ آئے تو اس قبیلہ یعنی جرم پر کرم فرمایا ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں کوفہ تشریف لائے تو

فَاُتِیَ بِذِکْرِ دجاجۃ ۔ فاُتِیَ ۔ فعل ماضی معروف "ذکر" مصدر ۔ یعنی مرغی کا ذکر آیا ۔ تذکرہ ہوا اور ماضی مجہول بھی آیا ہے ۔ اور ذَکَرَ ماضی معروف اور دجاجۃ منصوب ۔ مطلب یہ ہوا ۔ لائی گئی ۔ راوی نے ذکر کیا ۔ کہ مرغی ۔ یعنی راوی نے پورا لفظ محفوظ نہیں رکھا ۔ صرف دجاجۃ محفوظ رکھا یعنی مرغی لائی گئی ۔ اس کی تائید اسی روایت میں آگے اس جملے سے ہوتی ہے ۔ کہ فدعا للطعام ۔ اس شخص کو کھانے کے لئے بلایا نیز دوسری روایتوں میں ہے فاتی بلحم دجاجۃ ۔ ذبائح اور کفارات کی روایتوں میں یہ ہے ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسے کھاتے دیکھا ہے ۔

تیم اللہ ۔ ایک قبیلے کا نام ہے ۔ اس کے معنی اللہ کے بندے کے ہیں ۔ احمر سے مراد سفید مائل بہ سرخی من الموالی ۔ سے مراد یہ ہے ۔ کہ رومی ہے ۔ بقیہ حدیث پر کلام گذر چکا ہے ۔

۱۶۸۱ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ

**حدیث** حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِیَّۃً فِیْھَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ

وسلم نے ایک چھوٹا لشکر نجد کی طرف بھیجا جس میں عبد اللہ بن عمر بھی تھے انھیں مال غنیمت

قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوْا اِبِلًا کَثِیْرًا فَکَانَتْ سِھَامُھُمْ اِثْنَیْ عَشَرَ بَعِیْرًا اَوْ

میں بکثرت اونٹ ملے کہ ان کے حصے بارہ یا گیارہ اونٹ ہوئے اور ایک ایک

اَحَدَ عَشَرَ بَعِیْرًا وَنُفِّلُوْا بَعِیْرًا بَعِیْرًا ؏ھ

اونٹ انعام ملے ۔

ھ ثانی مغازی باب السریۃ قبل نجد ص ۶۲۲ مسلم مغازی ابو داؤد جہاد

۱۶۸۱

**تشریحات** یہ سریہ فتح مکہ کے قریب قریب ہوا تھا۔ پہلے یا غزوۂ طائف کے بعد۔ اس کے امیر حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس میں بروایتے پچیس اور بروایتے دس افراد تھے۔

**نفلوا** ۔ نفل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جنگ میں حسن کارکردگی پر امیر لشکر کسی سپاہی کو مال غنیمت کے علاوہ مزید کچھ بطور انعام دے۔ اس سریے میں امیر لشکر نے ان لوگوں کو ایک ایک نر یدا اونٹ دیا تھا۔ جسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برقرار رکھا۔ اسی وجہ سے کسی روایت میں اس کی نسبت امیر لشکر کی طرف ہے۔ اور کسی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف۔

۱۶۸۲ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ

**حدیث** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ یَّبْعَثُ مِنَ السَّرَایَا

علیہ وسلم سریے میں بھیجے ہوئے بعض افراد کو عام مجاہدین کے حصے سے

لِاَنْفُسِہِمْ خَاصَّۃً سِوٰی قَسْمِ عَامَّۃِ الْجَیْشِ ؏

زائد بھی عطا فرما دیتے۔

۱۶۸۳ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

**حدیث** حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مکے سے نکلنے

بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِالْیَمَنِ فَخَرَجْنَا

کی ہمیں خبر پہنچی اور ہم یمن میں تھے۔ حضور کی طرف ہجرت کرتے ہوئے ہم نکلے میں اور میرے دو بھائی

مُہَاجِرِیْنَ اِلَیْہِ اَنَا وَاِخْوَانِ لِیْ اَنَا اَصْغَرُہُمْ اَحَدُہُمَا اَبُوْ بُرْدَۃَ

میں ان سب سے چھوٹا تھا ایک ابو بردہ اور دوسرے ابو رہم۔ یا تو یہ کہا کہ پچاس اوپر کچھ یا ترپن یا باون

وَالْاٰخَرُ اَبُوْ رُہْمٍ اِمَّا قَالَ فِیْ بِضْعٍ وَاِمَّا قَالَ فِیْ ثَلٰثَۃٍ وَخَمْسِیْنَ اَوِ اثْنَیْنِ وَخَمْسِیْنَ رَجُلًا

شخص ہماری قوم کے ہمارے ساتھ تھے۔ ہم کشتی پر سوار ہوئے۔ کشتی نے ہم کو نجاشی کی طرف

مِّنْ قَوْمِیْ فَرَکِبْنَا سَفِیْنَۃً فَاَلْقَتْنَا سَفِیْنَتُنَا اِلَی النَّجَاشِیِّ بِالْحَبَشَۃِ وَوَافَقْنَا

حبشہ میں ڈال دیا۔ ہم کو جعفر بن ابو طالب اور ان کے ہمراہی وہاں ملے۔ جعفر نے کہا۔ کہ رسول اللہ

جَعْفَرَ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَّاَصْحَابَہٗ عِنْدَہٗ فَقَالَ جَعْفَرٌ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں یہاں بھیجا ہے۔ اور ہمیں یہیں رہنے کا حکم دیا ہے تم لوگ بھی

؏ مسلم مغازی۔ ابو داؤد۔ جہاد۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنَا هٰهُنَا وَاَمَرَنَا بِالْاِقَامَةِ فَاَقِيْمُوْا
ہمارے ساتھ رہو۔ ہم وہیں رہ گئے۔ یہاں تک کہ ہم سب ساتھ میں آئے اور نبی
مَعَنَا فَاَقَمْنَا مَعَهٗ حَتّٰى قَدِمْنَا جَمِيْعًا فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خیبر میں خیبر فتح ہونے کے بعد پایا۔ حضور نے ہمیں بھی حصہ دیا
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَاَسْهَمَ لَنَا اَوْ قَالَ فَاَعْطَانَا مِنْهَا وَمَا
اور حضور نے صرف انھیں کو حصہ دیا جو حضور کے ساتھ جنگ خیبر میں موجود تھے۔
قَسَمَ لِاَحَدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَيْبَرَ مِنْهَا شَيْئًا اِلَّا لِمَنْ شَهِدَ مَعَهٗ اِلَّا
ان کے علاوہ جو لوگ موجود نہ تھے ان میں سے کسی کو حصہ نہیں دیا سوائے اصحاب سفینہ
اَصْحَابَ سَفِيْنَتِنَا مَعَ جَعْفَرٍ وَّاَصْحَابِهٖ قَسَمَ لَهُمْ مَعَهُمْ ؏ه
کے جو جعفر اور ان کے ہمراہیوں کے ساتھ تھے انھیں حصہ دیا۔

**۱۶۸۳ تشریحات** سند میں جو ابو بردہ ہیں وہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ہیں۔ ان کا نام عامر یا حارث تھا۔ حدیث میں جو ابو بردہ ہیں وہ ابو موسیٰ کے بھائی ہیں ان کا بھی نام عامر ہے ابو رُہم ان کا نام مجیدی تھا یا مجیلہ۔ اس وقت حبشہ کے سلطان اصحمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے۔

**مطابقت**۔ باب سے مطابقت ظاہر نہیں۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اصحاب سفینہ کو جو کچھ عنایت فرمایا تھا وہ خمس میں سے نہ تھا۔ ورنہ اصحاب سفینہ کی تخصیص نہ ہوتی۔ حالانکہ حدیث کا اخیر جملہ تخصیص پر نص ہے۔ لیکن مطابقت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب غنیمت کے عام اموال میں سے انھیں عطا فرمایا۔ جو صرف مجاہدین کا حق تھا۔ تو خمس میں سے دینا بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا۔ کیونکہ خمس کے مصارف معین نہیں۔ ہر حاجتمند کو دیا جاسکتا ہے۔

**۱۶۸۴ حدیث** ثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ
تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ
تعالیٰ علیہ وسلم جعرانہ میں غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ اسی اثنار میں ایک شخص نے کہا۔ انصاف کر۔
غَنِيْمَةً بِالْجِعِرَّانَةِ اِذْ قَالَ رَجُلٌ اِعْدِلْ قَالَ لَقَدْ شَقِيْتُ اِنْ لَّمْ اَعْدِلْ۔
فرمایا۔ میں خیر سے محروم ہوں اگر انصاف نہ کروں۔

ع۵ مناقب الانصار باب ہجرۃ الحبشۃ۔ ثانی مغازی۔ باب غزوۃ خیبر ص۶۰۷ ص۶۰۸ مسلم فضائل۔

**تشریحات ۱۶۸۴** یہ ایک طویل حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔ یہ گستاخ راس الخوارج ذوالخویصرہ تھا۔ اس کا نام حرصوص بن زہیر تھا۔ یہ نجد کا باشندہ آل سعود کا ہم قبیلہ بنی تمیم کا فرد نجدی تمیمی تھا۔ نہروان میں مارا گیا۔ جس کے مقتولین کے بارے میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بدترین خلق ہوں گے۔ مگر افسوس ہے کہ دیوبندی اسے صحابی مانتے ہیں۔

شَقِیْتُ۔ میں دونوں روایتیں ہیں۔ واحد مذکر حاضر تا کے فتحے کے ساتھ۔ تو بدبخت ہو گیا۔ واحد متکلم کا صیغہ تا کے ضمے کے ساتھ۔ میں خیر سے محروم ہوں۔ چونکہ یہ جملہ شرطیہ ہے جس کے صدق کے لئے مقدم وتالی کا صدق ضروری نہیں۔ صرف تلازم کافی ہے۔ جیسے زید اگر گدھا ہے تو ناہنجار ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

قُلْ لَّوْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۔ زخرف (۸۱) فرما دو اگر رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو اس کا سب سے پہلا پرستش کرنے والا میں ہوتا۔

مطلب یہ ہوا کہ اگر میں انصاف نہ کرتا تو میں خیر سے محروم ہوتا۔ مگر میں خیر سے محروم نہیں سراپا خیر ہوں۔ اس لئے ثابت کہ انصاف کرتا ہوں۔ چونکہ میں انصاف کرتا ہوں اس لئے خیر سے محروم نہیں۔ سراپا خیر ہوں۔

پہلی تقدیر پر معنی یہ ہوئے کہ اگر بالفرض جیسا کہ تیرا گمان ہے میں انصاف نہیں کرتا تو میں نبی نہیں اور تو نے مجھے نبی مان کر میری پیروی کی ہے۔ تو تو بدبخت ہو گیا گمراہ ہو گیا۔ اس حدیث پر پوری بحث آگے آ رہی ہے۔

**بَابُ مَا مَنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْاُسَارٰى مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّخَمِّسَ** ص۴۴۳ خمس نکالنے سے پہلے قیدیوں پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو احسان فرمایا۔

**۱۶۸۵** عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ اَبِيْهِ

**حدیث** زبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ اُسَارٰى بَدْرٍ لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا۔ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان گندوں کے

بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِيْ فِيْ هٰؤُلَاءِ النَّتْنٰى لَتَرَكْتُهُمْ لَهٗ ۔عہ

بارے میں مجھ سے عرض کرتا تو میں اس کے لئے انھیں چھوڑ دیتا۔

**تشریحات ۱۶۸۵** مطعم بن عدی نوفل بن عبد مناف کے بااثر رؤسا میں سے تھا۔ اسلام کی روز افزوں توسیع دیکھ کر قریش نے ایک معاہدہ مرتب کیا۔ کہ بنی ہاشم کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے کوئی نہ تو ان سے رشتہ ناتا کرے۔ نہ خرید و فروخت کرے نہ انھیں کچھ دے نہ لے جلے۔ جب تک یہ لوگ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو

---

عہ ثانی مغازی باب ص۵۷۳ ابوداؤد۔ الجہاد

قتل کرنے کے لئے ہمارے حوالے نہ کردیں۔

یہ ظالمانہ معاہدہ لکھ کر کعبے کے دروازے پر لٹکا دیا گیا۔ ابو طالب بنو ہاشم کو لیکر شعب ابی طالب میں چلے گئے۔ تین سال تک اس میں محصور رہے۔ تین سال کے بعد کچھ لوگوں کو رحم آیا۔ ان میں مطعم بھی تھا۔ اور اس ظالمانہ برتاؤ کے خلاف احتجاج کیا۔ ایک روایت کے مطابق اسی نے اس معاہدہ کو پھاڑ کر پھینک دیا تھا۔ اس کے اس برتاؤ کی بنا پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ فرمایا۔

کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان گندوں کے بارے میں سفارش کرتا تو انھیں چھوڑ دیتا۔

مطعم واقعۂ بدر کے سات ماہ قبل صفر میں مرگیا تھا۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کے فرزند تھے۔ فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں مدینہ طیبہ کے اندر ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں[1] واصل بحق ہوئے۔

**بَابٌ مِّنَ الدَّلِيْلِ عَلٰى اَنَّ الْخُمُسَ لِلْاِمَامِ وَاَنَّهٗ يُعْطِيْ بَعْضَ قَرَابَتِهٖ دُوْنَ بَعْضٍ مَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَنِي الْمُطَّلِبِ وَبَنِيْ هَاشِمٍ مِّنْ خُمُسِ خَيْبَرَ ص۴۴۳**

اس بات کی دلیل کہ خمس امام ہی کا حق ہے۔ وہ اپنے رشتہ داروں میں سے جسے چاہے دے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کے خمس میں سے بنی مطلب اور بنی ہاشم کو دیا۔

**۱۶۸۵ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ لَمْ يَعُمَّهُمْ بِذٰلِكَ وَلَمْ يَخُصَّ**

**ت** اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خمس کو سب کے لئے

**قَرِيْبًا دُوْنَ مَنْ هُوَ اَحْوَجُ اِلَيْهِ وَاِنْ كَانَ الَّذِيْ اَعْطٰى لِمَا يَشْكُوْ اِلَيْهِ**

عام نہیں فرمایا۔ اور نہ سب سے زیادہ حاجت مند کے سوا کسی رشتہ دار کو خاص فرمایا۔ جسے بھی دیا اس وقت دیا جبکہ اس نے

**مِنَ الْحَاجَةِ وَلِمَا مَسَّهُمْ فِيْ جَنْبِهٖ مِنْ قَوْمِهِمْ وَحُلَفَائِهِمْ۔**

اپنی حاجت عرض کی یا حضور کا ساتھ دینے کی بنا پر اپنی قوم اور اپنے حلفیوں سے کچھ نقصان اٹھایا ہو۔

**۱۶۸۶ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ مَشَيْتُ اَنَا وَعُثْمَانُ**

**حدیث** حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں اور عثمان بن عفان رسول اللہ صلی اللہ

**بْنُ عَفَّانَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ**

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور نے بنی مطلب کو عطا

**اللّٰهِ اَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ وَتَرَكْتَنَا وَنَحْنُ وَهُمْ مِنْكَ بِمَنْزِلَةٍ وَّاحِدَةٍ**

فرمایا اور ہمیں چھوڑ دیا۔ حالانکہ ہم اور وہ حضور سے قرابت میں ایک درجے پر ہیں۔

[1] اصابہ اول ص۲۲۶

189 فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بَنُوا الْمُطَّلِبِ وَبَنُوْ

اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ بنو مطلب اور بنو ہاشم

هَاشِمٍ شَيْءٌ وَّاحِدٌ ۔ وَقَالَ اللَّيْثُ ثَنِيْ يُوْنُسُ وَزَادَ قَالَ جُبَيْرٌ

ایک ہیں ۔ یونس نے یہ زائد کیا ۔ جبیر نے کہا ۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَلَمْ يَقْسِمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ وَلَا لِبَنِيْ

نے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو کچھ نہیں دیا ۔ (امام المغازی) محمد بن اسحٰق نے کہا ۔

نَوْفَلٍ وَقَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ وَعَبْدُ شَمْسٍ وَّهَاشِمٌ وَّالْمُطَّلِبُ اِخْوَةٌ لِاُمٍّ

عبد شمس اور ہاشم اور مطلب حقیقی بھائی ہیں ۔ ان سب کی والدہ عاتکہ بنت

وَاُمُّهُمْ عَاتِكَةُ بِنْتُ مُرَّةَ وَكَانَ نَوْفَلٌ اَخَاهُمْ لِاَبِيْهِمْ ع۔

مرہ ہیں ۔ اور نوفل ان لوگوں کے علاتی بھائی ہیں ۔

**تشریحات ۱۶۸۶** حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب نامہ یہ ہے ۔ عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ۔ اور گذر چکا کہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ہے ۔ جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف ۔ قصہ یہ ہے ہاشم مطلب عبد شمس نوفل چاروں، حضرت عبد مناف کے صاحبزادے اور بھائی ہیں ۔ فرق یہ ہے کہ ہاشم مطلب عبد شمس حقیقی بھائی ہیں اور ان کی والدہ کا نام عاتکہ بنت مرۃ ہے ۔ اور نوفل علاتی بھائی ۔ اس کی والدہ کا نام واقدہ بنت عمرو مازنیہ تھا ۔

بنی ہاشم اور بنی مطلب ہمیشہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حامی رہے ۔ ان کے اکثر افراد سابقین اولین میں ہیں ۔ اور بنی عبد شمس اور بنی نوفل کے اکثر افراد مخالف رہے ۔ ان کے اکثر افراد کفر پر مرے رہے ۔ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے ۔ اس بنا پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کو عطا فرمایا ۔ اور بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو نہیں دیا ۔

شیء واحد ۔ کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہمیشہ ہی سے ہمارے ساتھ اس طرح رہے گویا ہم اور وہ ایک ہیں ۔

**بَابُ مَنْ لَمْ يُخَمِّسِ الْاَسْلَابَ وَمَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا فَلَهٗ سَلَبُهٗ مِنْ غَيْرِ الْخُمُسِ وَحُكْمُ الْاِمَامِ فِيْهِ ۔** ص۴۴۴

دشمن کے بدن پر جو سامان ہو اس میں خمس نہیں جو کسی کو قتل کرے تو اس کا سامان قاتل کے لئے ہے اس میں خمس نہیں اور امیر لشکر کو دخل نہیں ۔

**توضیح باب ۔** سَلَبٌ ۔ مَسْلُوْبٌ ۔ کے معنی میں ہے یعنی چھینا ہوا ۔ یہاں مراد یہ ہے ۔ کہ لڑائی میں اپنے

ع۔ مناقب باب قریش ص۴۹۷ ثانی المغازی باب غزوۃ خیبر ص۶۰۷

مقابل سے اس کا وہ سامان چھینا ہو جو اس کے بدن پر یا لڑائی کے وقت اس کے ساتھ ہو جیسے ہتھیار، کپڑا، جانور۔ ہمارے یہاں مقتول کا سامان بھی کل مال غنیمت میں داخل ہوگا مگر یہ کہ امیر لشکر اعلان کر دے کہ جو جسے قتل کرے مقتول کا سامان اس کا ہے جیسا کہ غزوہ حنین میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا تھا جس کے مطابق حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیس مقتولین کا سامان ملا۔

۱۶۸۷ عَنْ صَالِحِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ اَبِيْهِ

**حدیث** حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ بدر کے دن میں صف میں

عَنْ جَدِّهٖ قَالَ بَيْنَا اَنَا وَاقِفٌ فِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ نَظَرْتُ عَنْ يَمِيْنِيْ

کھڑا تھا۔ میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا۔ میرے دونوں جانب انصار کے دو کمسن بچے

وَعَنْ شِمَالِيْ فَاِذَا اَنَا بِغُلَامَيْنِ مِنَ الْاَنْصَارِ حَدِيْثَةٍ اَسْنَانُهُمَا تَمَنَّيْتُ

تھے۔ مجھے آرزو ہوئی کہ کاش کہ میں ان سے زیادہ طاقت ور کے درمیان ہوتا۔ میں یہ

اَنْ اَكُوْنَ بَيْنَ اَضْلَعَ مِنْهُمَا فَغَمَزَنِيْ اَحَدُهُمَا فَقَالَ يَا عَمِّ هَلْ تَعْرِفُ

سوچ ہی رہا تھا کہ ان میں سے ایک نے مجھے دبایا اور پوچھا اے چچا! آپ ابو جہل کو

اَبَا جَهْلٍ قُلْتُ نَعَمْ مَا حَاجَتُكَ اِلَيْهِ يَا ابْنَ اَخِيْ قَالَ اُخْبِرْتُ اَنَّهٗ

پہچانتے ہیں۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ اب میں نے پوچھا۔ تجھے اس کی کیا حاجت ہے۔ اے بھتیجے؟

يَسُبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَئِنْ

اس نے کہا مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برا کہتا ہے۔ قسم ہے اس

رَاَيْتُهٗ لَا يُفَارِقُ سَوَادِيْ سَوَادَهٗ حَتّٰى يَمُوْتَ الْاَعْجَلُ مِنَّا فَتَعَجَّبْتُ

ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر میں اسے دیکھ لوں گا تو اس سے اس وقت تک جدا

لِذٰلِكَ فَغَمَزَنِي الْاٰخَرُ فَقَالَ لِيْ مِثْلَهَا فَلَمْ اَنْشَبْ اَنْ نَظَرْتُ اِلٰى

نہ ہوں گا جب تک وہ نہ مر جائے۔ جس کی موت ہم میں پہلے ہے۔ میں نے اس پر تعجب کیا۔ اب

اَبِيْ جَهْلٍ يَجُوْلُ فِي النَّاسِ فَقُلْتُ اَلَا اِنَّ هٰذَا صَاحِبُكُمَا الَّذِيْ سَاَلْتُمَانِيْ

دوسرے نے مجھے دبایا اور وہی بات کہی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ابو جہل کو دیکھا کہ لوگوں کے درمیان

عَنْهُ فَابْتَدَرَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا فَضَرَبَاهُ حَتّٰى قَتَلَاهُ ثُمَّ انْصَرَفَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ

تیزی سے آ جا رہا ہے۔ میں نے ان دونوں بچوں سے کہا۔ دیکھو یہ وہ ہے جس کے بارے میں تم نے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَاهُ فَقَالَ اَيُّكُمَا قَتَلَهٗ قَالَ كُلُّ

مجھے پوچھا تھا۔ یہ سنتے ہی دونوں اپنی تلواروں کے ساتھ اس پر چھپٹے اور اسے مار کر قتل کر دیا پھر لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ

وَاحِدٍ مِنْهُمَا اَنَا قَتَلْتُهٗ فَقَالَ هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَكُمَا قَالَ لَا فَنَظَرَ فِي

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور کو بتایا۔ دریافت فرمایا تم میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے۔ ان دونوں نے کہا

السَّيْفَيْنِ فَقَالَ كِلَاكُمَا قَتَلَهٗ سَلَبُهٗ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ

میں نے اسے قتل کیا ہے۔ دریافت فرمایا۔ کیا اپنی تلوار پونچھ چکے ہو دونوں نے عرض کیا نہیں۔ اب حضور نے دونوں کی تلواریں ملاحظہ

وَكَانَا مُعَاذُ بْنُ عَفْرَاءَ وَمُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ عه

فرمائیں اور ارشاد فرمایا تم دونوں نے اسے قتل کیا۔ مگر اس کا سامان معاذ بن عمرو بن جموح کو دیا۔ یہ دونوں بچے معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح تھے۔

## تشریحات ۱۶۸۷

اَضْلُع ۔ یہ ضِلْعٌ کی جمع ہے۔ جس کے معنی طاقتور کے ہیں۔ جس کی پسلیاں لمبی اور مضبوط ہوں۔ ایسا انسان قوی ہونے کے ساتھ ساتھ بہادر بھی ہوتا ہے۔ اور ایک روایت اضلع بھی ہے۔ ضلاعۃ ۔ بمعنی قوت کا اسم تفضیل۔ یہاں غلامان۔ ہے اور مغازی میں فتیان۔ ہے۔ یعنی جوان نوعمر۔ جہاد میں پندرہ سال سے کم عمر بچے نہیں لئے جاتے تھے۔ اس لئے اتنا تو طے ہے کہ ان دونوں کی عمریں پندرہ سال ضرور رہی ہوں گی۔ لڑائی میں دائیں بائیں کا مضبوط ہونا بہت ضروری ہے۔ دست بدست دشمن سے مقابلے کے وقت حاضر دماغی اور دشمن پر تیز نظر رکھنی ضروری ہوتی ہے۔ اس موقع پر آدمی اپنے ارد گرد سے غافل ہوتا ہے۔ کوئی بھی پیچھے یا دائیں بائیں سے حملہ کر سکتا ہے۔

مغازی میں یہ ہے۔ فَشَدَّ اَعْلَيْهِ مِثْلَ الصَّقْرَيْنِ حَتّٰى ضَرَبَاهُ وَهُمَا ابْنَا عَفْرَاءَ ۔ وہ دونوں باز کی طرح اس پر چھپٹے یہاں تک کہ اسے مار لیا۔ یہ دونوں عفراء کے صاحبزادے تھے۔

وکانا ۔ یہ دونوں نوجوان معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح تھے۔ مغازی میں نام نہیں صرف یہ ہے کہ یہ دونوں عفراء کے بیٹے تھے۔ معاذ بن عفراء کے والد کا نام حارث ہے۔ اور معاذ بن عمرو کی ماں کا نام عفراء نہیں۔ لیکن ارباب سیر نے عام طور پر یہی لکھا ہے۔ کہ ابو جہل کے قاتل معوذ اور معاذ عفراء کے صاحبزادگان ہیں معاذ نے ابو جہل کی ٹانگ پر اس زور کی تلوار ماری کہ اس کی پنڈلی کٹ کر الگ ہو گئی۔ عکرمہ ابو جہل کے لڑکے نے ان کے شانے پر تلوار ماری کہ ہاتھ کٹ کر الگ ہو گیا صرف چمڑا باقی رہا۔ اس کے باوجود انھوں نے عکرمہ کو دوڑایا مگر وہ بھاگ گئے۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعاب مبارک لگا کر چپکا دیا۔ فوراً درست ہو گیا۔ اس کے بعد مدت تک زندہ رہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

---

عه ثانی مغازی۔ غزوہ بدر باب صـ۵۶۸ مسلم۔ مغازی۔

زمانے میں فوت ہوئے[1]۔ معوذ بدر میں شہید ہوئے۔

**سلبہ لمعاذ۔** اس پر تمام روایتیں متفق ہیں کہ ابوجہل کا سلب معاذ کو دیا۔ اس لئے کہ پہلا حملہ انھوں نے کیا تھا۔ اور اسے مار کر گرا دیا تھا۔ معوذ نے ان کے بعد اس پر حملہ کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں کی تلواریں منگا کر یہ معلوم کرنے کے لئے دیکھی تھی کہ خون کا نشان ان میں کس پر زیادہ چوڑا ہے جس سے پتہ چلے کہ گہرا زخم کس تلوار سے لگا ہے۔ شراح نے لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں کی دلجوئی کے لئے فرمایا کہ تم دونوں نے قتل کیا۔ لیکن جب دونوں نے اس پر حملہ کیا دونوں نے زخمی کیا۔ تو یہ صحیح ہے کہ دونوں نے قتل کیا۔

**فرعون امت۔** ابوجہل کا نام عمرو بن ہشام ہے یہ بنی مخزوم کا سردار تھا۔ جنگ بدر میں یہی سپہ سالار تھا۔ عہد جاہلیت میں اس کی کنیت ابوالحکم تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوجہل رکھی وہ اسی سے جانا جاتا ہے۔ اسے اس امت کا فرعون بھی کہا جاتا ہے۔ علامہ قسطلانی نے فرمایا۔ کہ یہ بنی اسرائیل کے فرعون سے بدتر ہے وہ جب ڈوبنے لگا تو اس کا سارا غرور خاک میں مل گیا اور مرتے مرتے کہہ گیا۔

آمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآئِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ یونس ۹۱

میں ایمان لایا کہ سوائے اس کے اور کوئی معبود برحق نہیں جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمانوں میں ہوں۔

مگر غرغرہ کی حالت میں ایمان معتبر نہیں اس لئے رد کر دیا گیا۔

آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ۔

اب؟ اور اس کے پہلے فساد مچانے والوں میں تھا۔

**اقول وھو المستعان۔** اس سے ہٹ کر یوں غور کریں کہ یہ دین سارے دینوں سے بہتر اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سارے انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل۔ فرعون مصر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کو شہید کرنے اور ان کے دین کو ختم کرنے کے لئے نکلا تھا۔ اور یہ لعین سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شہید کرنے اور ان کے دین کو نیست و نابود کرنے آیا۔ اس لئے اس کا جرم فرعون مصر سے بڑھا ہوا ہے۔ اور یہ فرعون مصر سے بدر جہا بدتر ہے۔ جس طرح یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ بدر کے شہداء اس کے مجاہدین سارے عالم کے شہداء مجاہدین سے افضل ہیں۔ اس کے بالمقابل بدر کے مقتولین کفار سارے جہاں کے مقتول کافروں سے بدتر ہیں۔ فلیحرر۔

**مسئلہ مہمہ۔** اس کے باوجود کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معوذ اور معاذ دونوں سے فرمایا۔ کہ تم دونوں نے اسے قتل کیا پھر ابوجہل کا سلب صرف معاذ کو دیا۔ یہ دلیل ہے۔ کہ محض قتل کر دینے سے قاتل مقتول کے سامان کا مستحق نہیں ہوتا۔ وہ منجملہ اموال غنیمت میں شامل ہے البتہ امیر لشکر کو اختیار ہے کہ وہ کسی کو اس کے کسی اہم کارنامے پر دیدے۔ قاتل ہو یا کوئی اور۔ البتہ اگر امیر لشکر اعلان کر دے کہ جو کسی کو قتل کرے تو مقتول کا سامان اس کا ہے۔

---

[1] مدارج ثانی ص ۸۵

تو قاتل مستحق ہوگا جیسا کہ غزوۂ حنین میں ہوا۔

بعض علماء نے فرمایا کہ لڑائی کے وقت مذکورہ بالا اعلان مکروہ ہے۔ اس میں اندیشہ ہے کہ لوگوں کی نیتوں میں فتور پیدا ہوجائے۔ اخلاص کے بجائے طمع پیدا ہوجائے۔ یا طمع کی آمیزش ہوجائے مگر ہمارے یہاں کوئی کراہت نہیں۔ اس لئے کراہت سی کراہت ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ اعلان نہ فرماتے۔ اخلاص کے ساتھ امید نفع مذموم نہیں۔ ارشاد ہے۔

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۔ جمعہ — اللہ کا فضل تلاش کرو۔

یہاں فضل سے مراد مال ہے۔ سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام کی بارگاہ الٰہی میں یہ عرض گذر چکی۔ لا غنی عن فضلك ۔ تیرے فضل سے استغناء نہیں۔

**قال محمد** ۔ یہ تعریض ہے۔ بزار میں اس حدیث کی سند میں، یوسف اور صالح کے درمیان عبدالواحد بن عون مذکور ہیں۔ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ یوسف نے صالح سے نہیں سنا ہے اس تقدیر پر یہ حدیث منقطع ہوجائیگی۔ امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ یوسف بن ماجشون نے، صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف سے حدیث سنی ہے۔ اسی طرح ابراہیم نے اپنے والد ماجد حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ بزار کی سند کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ یوسف نے براہ راست صالح سے بھی سنی ہو اور بلا واسطہ عبدالواحد بن عون سے بھی۔ چونکہ پہلی سند عالی ہے۔ اس لئے امام بخاری نے اسی کو لیا۔

**بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي الْمُؤَلَّفَةَ قُلُوْبُهُمْ وَغَيْرَهُمْ مِنَ الْخُمُسِ وَنَحْوِهٖ** صـ۴۴۴

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مؤلفۃ القلوب وغیرہ کو خمس سے دیا کرتے تھے۔

۱۶۸ ۸ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

**حدیث** نافع سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ كَانَ عَلَيَّ اِعْتِكَافُ يَوْمٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّفِيَ

یارسول اللہ! جاہلیت کے زمانے کا مجھ پر ایک دن کا اعتکاف ہے۔ انھیں حکم دیا کہ اسے پورا

بِهٖ قَالَ وَاَصَابَ عُمَرُ جَارِيَتَيْنِ مِنْ سَبْيِ حُنَيْنٍ فَوَضَعَهُمَا فِيْ بُعْضِ

کرلیں۔ اور حضرت عمر کو حنین کے قیدیوں میں سے دو لونڈیاں ملی تھیں۔ جنھیں انھوں نے مکے کے

بُيُوْتِ مَكَّةَ قَالَ فَمَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى سَبْيِ

کسی گھر میں رکھا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حنین کے قیدیوں پر احسان فرماکر

حُنَيْنٍ فَجَعَلُوْا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ فَقَالَ عُمَرُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ انْظُرْ مَا
چھوڑ دیا۔ وہ گلیوں میں دوڑنے لگے۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ اے عبد اللہ دیکھو
هٰذَا فَقَالَ مَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّبْيِ
یہ کیا ہے۔ انھوں نے یہ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیدیوں پر
قَالَ اذْهَبْ فَارْسِلِ الْجَارِيَتَيْنِ قَالَ نَافِعٌ وَّلَمْ يَعْتَمِرْ رَسُوْلُ اللّٰهِ
احسان فرما کر انھیں چھوڑ دیا ہے۔ فرمایا۔ جا اور ان لونڈیوں کو چھوڑ دے۔ اور نافع نے کہا۔ کہ رسول اللہ
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِعِرَّانَةِ وَلَوِ اعْتَمَرَ لَمْ يَخْفَ عَلٰى
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جعرانہ سے کوئی عمرہ نہیں کیا ہے۔ اور حضور نے وہاں سے عمرہ کیا ہوتا تو عبد اللہ
عَبْدِ اللّٰهِ۔
پر پوشیدہ نہ رہتا۔

**تشریح ۱۶۸۸** صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، جعرانہ، سے عمرہ کیا تھا۔ مگر چونکہ رات میں چند خصوصی خدام کو لے کر خفیہ خفیہ گئے تھے۔ اس لئے اکثر صحابہ کرام کے علم میں نہ آسکا انھیں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں۔

یہ اصل میں تین حدیثیں ہیں۔ اول اعتکاف والی۔ دوم حنین کے قیدیوں والی یہ دونوں مرسل ہیں۔ اس لئے کہ نافع نے نہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے نہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ مگر امام بخاری نے اعتکاف[1] میں پہلی حدیث کو بطریق عبید بن اسماعیل عن نافع عن ابن عمر موصولا روایت کیا ہے۔ البتہ وہاں۔ فی المسجد الحرام۔ زائد ہے۔

دوسری حدیث یعنی۔ اصاب عمر جاریتین۔ یہ بھی مرسل ہے۔ دار قطنی نے کہا۔ کہ اس حدیث کو سفیان بن عیینہ نے ایوب سے روایت کیا۔ کچھ لوگوں نے موصولا روایت کیا۔ اور کچھ لوگوں نے مرسلا۔

تیسری حدیث جعرانہ سے عمرہ والی بھی مرسل ہے۔ مگر امام مسلم نے اسے موصولا روایت کیا ہے۔ جس کی سند میں اوپر یہ ہے۔

حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عُمْرَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِعِرَّانَةِ فَقَالَ لَمْ يَعْتَمِرْ مِنْهَا وَزَادَ جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مِنَ الْخُمُسِ۔

---

[1] جلد اول ص ۲۷۴

نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جعرانہ سے عمرہ کرنے کا تذکرہ ہوا تو فرمایا۔ کہ وہاں سے کوئی عمرہ نہیں کیا ہے۔

جریر بن حازم نے عن ایوب عن نافع عن ابن عمر جو روایت کی اس میں من الخمس۔ زائد ہے۔

یعنی۔ اصاب عمر جاریتین والی حدیث جریر بن حازم نے ایوب ہی سے جو روایت کی وہ مرسل نہیں متصل ہے۔ اور اس میں یہ زائد ہے کہ یہ لونڈیاں خمس سے ملی تھیں۔

وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فِي النَّذْرِ وَلَمْ يَقُلْ يَوْمٍ۔

اور معمر نے نذر والی حدیث ایوب ہی سے عن نافع عن ابن عمر روایت کیا۔ البتہ اس میں ایک دن کا ذکر نہیں۔ نذر والی حدیث معمر نے ایوب ہی سے موصولا روایت کیا ہے۔ البتہ اس میں صرف اعتکاف کی منت کا ذکر ہے۔ یوم یعنی ایک دن مذکور نہیں۔ لم یقل یوم۔ میں یوم کا فتحہ بھی درست ہے کیونکہ یہ لم یقل کا مفعول بہ ہے۔ اور کسرہ بھی صحیح ہے۔ بطور حکایت۔

۸۹ ۱۸ ثَنَا الزُّهْرِيُّ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حدیث ۸۹ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ انصار کے کچھ لوگوں نے

اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کہا۔ جب اللہ عزوجل نے اپنے رسول صلی اللہ

حِيْنَ اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَمْوَالِ

تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوازن کے اموال عطا فرمائے جو عطا فرمائے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

هَوَازِنَ مَا اَفَاءَ اللّٰهُ فَطَفِقَ يُعْطِيْ رِجَالًا مِّنْ قُرَيْشٍ مِّائَةً مِّنَ الْاِبِلِ

قریش کے کچھ لوگوں کو سو سو اونٹ عطا فرمائے۔ اس پر انصار کے کچھ لوگوں نے کہا۔ اللہ عزوجل

فَقَالُوْا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْ قُرَيْشًا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بخش دے قریش وغیرہ کو عطا فرماتے ہیں اور ہمیں نظر انداز

وَيَدَعُنَا وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ قَالَ اَنَسٌ فَحُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

فرما رہے ہیں، حالانکہ ہماری تلواریں (ابھی) ان کے خونوں سے ٹپک رہی ہیں۔ ان کی یہ گفتگو رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَقَالَتِهِمْ فَاَرْسَلَ اِلَى الْاَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتائی گئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کو بلوایا اور سب کو جمع کر

فِیْ قُبَّۃٍ مِنْ اَدَمٍ وَّلَمْ یَدْعُ مَعَھُمْ اَحَدًا غَیْرَھُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا
کے گول خیمے میں جمع فرمایا۔ انصار کے علاوہ اور کسی کو نہیں آنے دیا۔ جب انصار کرام جمع ہو گئے
جَاءَھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا کَانَ حَدِیْثٌ
تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور انصار سے دریافت فرمایا۔
بَلَغَنِیْ عَنْکُمْ قَالَ لَہٗ فُقَھَاءُھُمْ اَمَّا ذَوُوْ رَأْیِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَلَمْ یَقُوْلُوْا
یہ کیسی بات ہے جو تم لوگوں کی طرف سے مجھ پہنچی ہے اس پر ان کے دانشمند حضرات نے عرض کیا۔
شَیْئًا وَاَمَّا اُنَاسٌ مِنَّا حَدِیْثَۃٌ اَسْنَانُھُمْ فَقَالُوْا یَغْفِرُ اللّٰہُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ
یا رسول اللہ! ہمارے سمجھ دار لوگوں نے کچھ نہیں کہا ہے۔ ہاں کچھ نوعمر لوگوں نے یہ کہا ہے۔ کہ اللہ عزوجل
یُعْطِیْ قُرَیْشًا وَیَتْرُکُ الْاَنْصَارَ وَسُیُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِھِمْ فَقَالَ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بخش دے۔ قریش کو دیتے ہیں اور ہمیں نظر انداز فرماتے ہیں۔ حالانکہ ہماری
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اُعْطِیْ رِجَالًا حَدِیْثٌ
تلواریں (ابھی تک) ان کے خونوں سے ٹپک رہی ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
عَھْدُھُمْ بِکُفْرٍ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ یَّذْھَبَ النَّاسُ بِالْاَمْوَالِ وَتَرْجِعُوْا
میں نئے نئے مسلمان ہونے والوں کو عطا فرماتا ہوں۔ کیا تم لوگ اس پر راضی نہیں کہ لوگ مال لے کر جائیں
اِلٰی رِحَالِکُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰہِ مَا
اور تم لوگ اپنے گھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جاؤ۔ بخدا جنھیں تم ساتھ لے کر اپنے گھر
تَنْقَلِبُوْنَ بِہٖ خَیْرٌ مِّمَّا یَنْقَلِبُوْنَ بِہٖ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ رَضِیْنَا
واپس ہوگے وہ بہتر ہیں اس سے جسے لے کر وہ لوگ واپس ہوں گے۔ انصار نے عرض کیا۔ درست
فَقَالَ لَھُمْ اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اُثْرَۃً شَدِیْدَۃً فَاصْبِرُوْا حَتّٰی
فرماتے ہیں۔ یا رسول اللہ! ہم راضی ہیں۔ پھر فرمایا تم لوگ میرے بعد سخت امتیازی سلوک دیکھو گے مگر صبر کرنا
تَلْقَوُا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ عَلَی الْحَوْضِ قَالَ اَنَسٌ فَلَمْ نَصْبِرْ عہ
یہاں تک کہ اللہ اور اس کے رسول سے حوض پر ملاقات کرو۔ حضرت انس نے فرمایا۔ ہم (انصار) صبر نہ کر سکے۔

---

عہ ثانی مغازی باب غزوہ طائف

۱۶۸۹ **تشریحات** اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کے مندرجہ ذیل افراد کو سو سو اونٹ عطا فرمائے تھے۔ ابوسفیان صخر بن حرب ان کے دونوں صاحبزادگان یزید، معاویہ، حکیم بن حزام۔ حارث بن حارث کلدہ، حارث بن ہشام، سہل بن عمرو، حویطب بن عبدالعزی، علاء بن حارثہ ثقفی، عیینہ بن حصن، صفوان بن امیہ، اقرع بن حابس، مالک بن عوف نصری۔ ان کے علاوہ کسی کو پچاس کسی کو چالیس چالیس اونٹ عطا فرمائے۔ نقد اس کے علاوہ عطا فرمائے۔ جلد اوّل[1] میں گذرا۔ کہ حضرت ابوسفیان اور ان کے صاحبزادے یزید بن ابوسفیان کو سو سو اونٹ کے علاوہ چالیس چالیس اوقیے چاندی عطا فرمائی تھی۔ چالیس اوقیے چاندی کے لگ بھگ چار سو روپئے بھر چاندی ہوتی ہے۔ اس روپئے سے مراد چاندی کا روپیہ ہے جو انگریزی عہد میں سوا گیارہ ماشہ کا ہوتا تھا۔

**فَقَالُوْا** ۔ ظاہر بین نظروں میں داد و دہش محبت کی دلیل ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کو اس فیاضی کے ساتھ عطا فرمایا اور انصار کرام کو نہیں دیا۔ سچا محب جب محبوب کو دوسروں پر زیادہ مہربان دیکھتا ہے تو جذبہ رشک کے تحت رنجیدہ ہوتا ہے۔ اور جو کمزور اعصاب کے ہوتے ہیں وہ کچھ کہہ دیتے ہیں۔ انصار کے نوجوانوں کا یہ قول اسی کے تحت تھا۔

**فحدث** ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بات حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی تھی۔ فقہاء۔ فقیہ۔ کی جمع ہے۔ اس کے معنی سمجھدار کے ہیں۔ فقہ یفقہ سے یہاں اصطلاحی معنی مراد نہیں۔

۱۶۹۰ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

**ترجمہ** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا۔

عَنْهُ قَالَ كُنْتُ اَمْشِيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ

حضور موٹے کنارے کی نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ کہ ایک اعرابی نے چادر پکڑ

نَجْرَانِيٌّ غَلِيْظُ الْحَاشِيَةِ فَاَدْرَكَهٗ اَعْرَابِيٌّ فَجَذَبَهٗ جَذْبَةً شَدِيْدَةً

لیا اور بہت زور سے کھینچا اتنا کہ چادر کے کنارے سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مونڈھے پر

حَتّٰى نَظَرْتُ اِلٰى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ

نشان پڑ گیا جسے میں نے دیکھا۔ چادر کھینچنے کے بعد اعرابی نے کہا۔ اس مال سے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمایا

اَثَّرَتْ بِهٖ حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَذْبَتِهٖ ثُمَّ قَالَ مُرْ لِيْ مِنْ

ہے مجھے دیئے جانے کا حکم دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا اور

[1] ص ۲۲۰

مَالِ اللّٰهِ الَّذِیْ عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ اِلَیْهِ فَضَحِكَ ثُمَّ اَمَرَ لَهٗ بِعَطَاءٍ ؕ عه

مسکرائے ۔ پھر اسے کچھ دینے کا حکم ارشاد فرمایا ۔

**تشریحات ۱۶۹۰** برد نجرانی ۔ ایک قسم کی خاص چادر جو نجران میں تیار ہوئی تھی ۔ عاتق ۔ کندھے اور گردن کا درمیانی حصہ مونڈھا ۔ عرب کے دیہاتی کے الھڑپن اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلم وکرم کی یہ اعلیٰ مثال ہے ۔

**۱۶۹۱ حدیث** عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔ جب حنین کا معرکہ سر ہو گیا تو

كَانَ یَوْمُ حُنَیْنٍ اٰثَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُنَاسًا فِی الْقِسْمَةِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو مال دینے میں ترجیح دی ۔ اقرع بن حابس کو سو اونٹ

اَعْطَی الْاَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ مِائَةً مِّنَ الْاِبِلِ وَاَعْطٰی عُیَیْنَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ

اور عیینہ کو اسی قدر عطا فرمایا ۔ عرب کے ممتاز افراد کو دیا ۔ اور انھیں ترجیح دی ۔ اس پر ایک شخص

وَاَعْطٰی اُنَاسًا مِّنْ اَشْرَافِ الْعَرَبِ وَاٰثَرَهُمْ یَوْمَئِذٍ فِی الْقِسْمَةِ قَالَ

نے کہا ۔ اس تقسیم میں انصاف نہیں کیا گیا ۔ یا اس نے یہ کہا ۔ اس میں رضائے الٰہی مقصود نہیں ۔

رَجُلٌ وَاللّٰهِ اِنَّ هٰذِهٖ لَقِسْمَةٌ مَّا عُدِلَ فِیْهَا وَمَا اُرِیْدَ فِیْهَا وَجْهُ

یہ سن کر میں نے جی میں کہا ۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ضرور خبر کروں گا ۔ میں خدمت اقدس میں

اللّٰهِ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَاُخْبِرَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَیْتُهٗ

حاضر ہوا اور عرض کر دیا ۔ فرمایا کون ہے ؟ جو انصاف کرے جب کہ اللہ اور اس

فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ فَمَنْ یَّعْدِلُ اِذَا لَمْ یَعْدِلِ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ رَحِمَ اللّٰهُ

کے رسول انصاف نہ کریں ۔ اللہ عزوجل موسیٰ پر رحم فرمائے انھیں اس سے زیادہ

مُوْسٰی قَدْ اُوْذِیَ بِاَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ ؕ عه

ایذاء دی گئی پھر بھی انھوں نے صبر کیا ۔

عه ثانی اللباس باب البرود والحبر ص ۸۶۴ الادب بالتبسم والضحک ص ۸۹۹ مسلم الزکوٰۃ ، ابن ماجہ اللباس ۔

عه الانبیاء باب ص ۴۸۳ ثانی المغازی باب غزوۃ الطائف ص ۶۲۱ دو طریقے سے الادب باب من اخبر صاحبہ بما یقال فیہ ص ۸۹۵ باب الصبر علی الاذی ص ۹۰۱ الاستیذان باب حفظ الستر ص ۹۳۱ الدعوات باب قول اللہ تعالیٰ وصل علیہ ص ۹۳۸ مسلم زکوٰۃ

**تشریحات ۱۶۹۱** اقرع بن حابس۔ فتح مکہ کے موقع پر مولفۃ القلوب میں تھے۔ فتح مکہ اور طائف وحنین کے معرکوں میں ہم رکاب سعادت رہے۔ یہ عرب کے رؤساء میں شمار ہوتے تھے۔ بنی تمیم کے وفد کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ یہ اس وقت پہنچے تھے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیلولہ فرما رہے تھے۔ اقرع بن حابس نے باہر ہی سے آواز دی یا محمد! حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تو انہوں نے کہا۔ میں کسی کی تعریف کروں تو اس کے لئے زینت ہے اور میں کسی کی برائی کروں تو اس کے لئے عیب ہے۔ اس کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ شان صرف اللہ کی ہے۔

بعد میں مخلص مسلمان ہو گئے۔ عہد خلافت کی معرکہ آرائیوں میں پیش پیش رہے یمامہ، عراق، یرموک کے معرکے میں شریک رہے۔ یرموک ہی میں اپنے دس صاحبزادوں کے ساتھ شہید ہوئے۔ اور ایک روایت کے بموجب بعد میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں۔ خراسان کے ایک معرکے میں خَوْزَجَان میں شہید ہوئے۔

**عیینہ بن حُصین**۔ عیینہ بن حصین بن حذیفہ بن بدر فزاری۔ ان کا نام حذیفہ تھا۔ ایک بار ان کے سر میں زخم لگا۔ جس کی وجہ سے آنکھ متاثر ہو گئی۔ اور ڈھیلے ابھر آئے اس لئے عیینہ نام پڑ گیا۔ یہ بھی مولفۃ قلوب میں سے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مرتد ہو کر طُلَیحہ بن خویلد کے ساتھ ہو لیا تھا۔ پھر اسلام قبول کر لیا۔ ان میں دیہاتیوں کی طرح کچھ الھڑپن تھا۔ بے تکی باتیں کر دیا کرتے تھے۔

اصابہ[1] میں مذکور ہے کہ ان کے باپ حصین بن حذیفہ کو کرز بن عامر عقیلی نے نیزہ مار دیا تھا۔ زخم ناقابل برداشت ہو گیا تو اس نے اپنے لڑکوں سے کہا وہ دس تھے۔ کہ میں جس حال میں ہوں اس سے موت بہتر ہے۔ تم میں سے کون میری بات مانے گا۔ دسوں نے کہا ہم سب آپ کی اطاعت کریں گے۔ اس نے سب سے بڑے لڑکے سے کہا کہ میری تلوار لے کر میرے سینے پر رکھ کر بھونک دے کہ پیٹھ سے باہر نکل جائے۔ اس نے کہا۔ ابا کیا کوئی بیٹا اپنے باپ کو قتل کر سکتا ہے۔ اس نے ہر ایک سے یہی کہا۔ سب نے انکار کر دیا۔ مگر عیینہ نے کہا۔ اے ابا! آپ جو حکم دے رہے ہیں۔ اس کی تعمیل میں نہ مجھے راحت ہے نہ اس کی خواہش ہے مگر آپ جو حکم دیں گے اس کو بجا لاؤں گا۔ بتائیے کیا کروں۔ حصین نے کہا تلوار پھینک دے میں امتحان لے رہا تھا کہ تم میں کون میرا سب سے زیادہ اطاعت شعار ہے۔ جو میری زندگی میں میرا سب سے زیادہ فرمانبردار ہو گا وہ مرنے کے بعد بھی ہو گا۔ جاؤ میری اولاد اور قبیلے کا سردار ہے۔ اور بنی بدر کو جمع کر کے سب کو بتا دیا۔ حصین کے مرنے کے بعد عیینہ پورے قبیلے کے سردار ہوئے۔ اور باپ کے قصاص میں کرز کو قتل کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] جلد ثالث ص ۵۵

کے عہد خلافت تک باحیات رہے۔

**فقال رجل** ۔ اس بدزبان کا نام معتب بن قشیر تھا، یہ بدباطن منافق، انصار کرام کے مشہور قبیلے بنی عمرو بن عوف کا فرد تھا۔ اس گستاخ کو قتل نہیں فرمایا۔ غالباً اس بنا پر کہ مخالفین یہ پروپیگنڈہ کرتے کہ لو اب اپنے اصحاب کو قتل کرنے لگے جیسا کہ اسی وجہ سے یہی معاملہ تمام منافقین کے ساتھ کیا۔

**۱۶۹۲ حدیث** حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ

حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں زبیر کی اس زمین سے

تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَتْ كُنْتُ أَنْقُلُ النَّوَى مِنْ أَرْضِ الزُّبَيْرِ الَّتِي أَقْطَعَهُ رَسُولُ

جو انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جاگیر دی تھی۔ گٹھلی اپنے سر پر لاد کر لاتی۔

اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَأْسِي وَهِيَ مِنِّي عَلَى ثُلُثَيْ فَرْسَخٍ وَقَالَ

یہ زمین مدینے سے دو تہائی فرسنگ یعنی دو میل تھی۔ اور بطریق ابو ضمرہ عن ہشام

أَبُو ضَمْرَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عن ابیہ جو روایت ہے۔ اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زبیر کو

أَقْطَعَ الزُّبَيْرَ أَرْضًا مِنْ أَمْوَالِ بَنِي النَّضِيرِ ۔ع

بنی نضیر کے اموال سے کچھ زمین جاگیر دی تھی۔

**۱۶۹۲ تشریحات** کتاب النکاح میں یہ حدیث مفصل یوں ہے۔ حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ میرے والد نے میری شادی زبیر سے کر دی۔ زمین میں ان کے لئے نہ مال تھا نہ غلام اور نہ اور کچھ سوائے آب کش اونٹ اور گھوڑے کے۔ میں ان کے گھوڑے کو چارہ دیتی پانی بھر کر لاتی ان کی ڈول سیتی آٹا گوندھتی۔ میں اچھی طرح روٹی بنانا نہیں جانتی تھی میری کچھ انصار پڑوسی عورتیں روٹی پکا دیتیں۔ یہ بہت سچی عورتیں تھیں۔ اور میں زبیر کی اس زمین سے جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں عطا فرمایا تھا۔ اپنے سر پر لاد کر کھجور کی گٹھلی لاتی تھی۔ وہ زمین میرے گھر سے دو تہائی فرسنگ دو میل کی دوری پر تھی۔ ایک دن میں اپنے سر پر گٹھلی لادے آ رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات ہو گئی اور حضور کے ساتھ انصار بھی تھے۔ حضور نے مجھے بلایا اور اونٹنی کو بٹھانے کے لئے اخ اخ کہا تاکہ مجھے اپنے پیچھے بٹھا لیں۔ مجھے شرم آئی کہ مردوں کے ساتھ چلوں۔ مجھے زبیر اور ان کی غیرت یاد آ گئی۔ اور وہ سب سے زیادہ غیرت مند تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تاڑ لیا کہ میں شرما رہی ہوں تو تشریف لے گئے۔ اب میں زبیر کے پاس آئی اور میں نے سارا

---

ع ثانی النکاح باب الغیرۃ ط۷۸۶ مسلم نکاح، استیذان، نسائی عشرۃ النساء۔ ۱ جلد ثالث ص۵۵

قصہ بیان کیا۔ تو انھوں نے کہا۔ بخدا تیری گٹھلی ڈھونا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہونے زیادہ مجھ پر سخت ہے۔ اس کے بعد ابو بکر نے ایک خادم بھیج دیا۔ جس نے گھوڑے کی خدمت سے مجھے چھٹی دے دی گویا انھوں نے مجھے آزاد کر دیا۔ مسلم میں ہے کہ یہ خادم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تھا۔ تطبیق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو عطا فرمایا کہ اسماء کو دیدو۔

**وقال ابوضمرۃ** ۔ اس تعلیق سے امام بخاری دو باتوں کا افادہ فرمانا چاہتے ہیں۔ اول یہ کہ پہلی روایت ابو اسامہ کی ہے۔ جس کی سند متصل ہے۔ مگر ابو ضمرہ کی مرسل اس لئے کہ عروہ کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لقا نہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زبیر کو بنی نضیر کی آراضی میں سے عطا فرمایا تھا۔ ابو اسامہ کی روایت میں اس زمین کی تفصیل نہیں۔ جو حضرت زبیر کو عطا فرمائی تھی۔ اور ابو ضمرہ کی روایت میں تعیین ہے۔ کہ بنی نضیر کی آراضی میں سے ان کو عطا فرمایا تھا۔ اسی سے اس حدیث کی باب سے مطابقت ہے۔ کیونکہ باب میں، مولفہ قلوب وغیرہم من الخمس ونحوہ۔ ہے۔ حضرت زبیر مولفہ قلوب میں نہ تھے اور نہ اموال بنی نضیر مال غنیمت تھا کہ اس میں سے خمس نکالا جاتا۔ یہ فئ تھا۔ جو خاص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تھا۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے معزز ترین صحابی کی بیٹی تھیں۔ جو دنیوی حیثیت سے بھی رئیس تھیں۔ مگر پھر بھی اپنے شوہر کے گھوڑے اور اونٹ تک کی خدمت کرتی تھیں۔ حتی کہ اونٹ کی خوراک کے لئے دو میل سے گٹھلی ڈھو کر لاتیں اسے کوٹتیں اور اونٹ کو کھلاتیں۔ گھوڑے کی دیکھ بھال آسان نہیں وہ خود فرماتی ہیں کہ مجھ پر گھوڑے کی دیکھ بھال بہت دشوار تھی۔ مگر وہ بخوشی یہ سب کام انجام دیتیں۔ یہ دیکھ کر ان کے شوہر جہاد اور اسلام کی نشر و اشاعت اور دوسرے کاموں میں مشغول ہیں انھیں ان کی دیکھ بھال کی فرصت نہیں۔ اس سے خواتین کو سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

## بَابُ مَا يُصِيبُ مِنَ الطَّعَامِ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ ص۴۴۶

لڑائی کی سرزمین میں جو کھانا پائے

۱۶۹۴ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ ہم خیبر کے محل کا محاصرہ کئے

عَنْهُ قَالَ كُنَّا مُحَاصِرِينَ قَصْرَ خَيْبَرَ فَرَمَى إِنْسَانٌ بِجِرَابٍ فِيهِ شَحْمٌ فَنَزَوْتُ

ہوئے تھے کہ کسی نے ایک کپی پھینکی جس میں چربی تھی۔ میں اسے لینے کے لئے تیزی سے بڑھا۔

لِآخُذَهُ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ ع۵

کنکھی سے دیکھا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موجود تھے۔ میں شرما گیا۔

ع۵ ثانی مغازی باب غزوۃ خیبر ص۶۰۶ الذبائح والصید باب ذبائح اہل الکتاب ص۸۲۸ مسلم مغازی ابوداؤد جہاد۔ نسائی ذبائح۔

**تشریحات ۱۶۹۳** لڑائی کے وقت یا لڑائی کے بعد دار الحرب میں دشمن کا جو کھانا ملے اسے مجاہد امیر لشکر کی اجازت کے بغیر بقدر ضرورت کھا سکتا ہے۔ اسی طرح جو لباس، ہتھیار، جانور ملے اسے استعمال کر سکتا ہے۔ البتہ لڑائی ختم ہونے کے بعد واپس کرنا ضروری ہے۔ اہل خیبر یہودی تھے۔ یہودیوں کے یہاں چربی کھانا حرام ہے۔ اسلام میں جائز ہے۔ یہودی اہل کتاب ہیں۔ ان کا ذبیحہ حلال ہے۔

**۱۶۹۴ حدیث** عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ کُنَّا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ ہم غزوات میں شہد اور انگور پاتے

نُصِیْبُ فِیْ مَغَازِیْنَا الْعَسَلَ وَالْعِنَبَ فَنَاْکُلُہٗ وَلَا نَرْفَعُہٗ۔

تھے تو کھا لیتے تھے۔ اٹھا کر رکھتے نہیں تھے۔

**۱۶۹۵ حدیث** ثَنَا الشَّیْبَانِیُّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِیْ اَوْفٰی یَقُوْلُ اَصَابَتْنَا مَجَاعَۃٌ

حضرت عبداللہ بن ابو اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ خیبر کی راتوں میں ہم کو سخت

لَیَالِیَ خَیْبَرَ فَلَمَّا کَانَ یَوْمُ خَیْبَرَ وَقَعْنَا فِی الْحُمُرِ الْاَھْلِیَّۃِ فَانْتَحَرْنَاھَا

بھوک لگی۔ جب لڑائی ختم ہوئی تو ہم نے دیسی گدھوں کو ذبح کر ڈالا۔ جب ہانڈیاں اُبلنے لگیں تو رسول اللہ

فَلَمَّا غَلَتِ الْقُدُوْرُ نَادٰی مُنَادِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منادی نے پکارا۔ ہانڈیوں کو الٹ دو اور گدھوں میں سے کچھ مت کھاؤ۔

اَکْفِئُوا الْقُدُوْرَ وَلَا تَطْعَمُوْا مِنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ شَیْئًا قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ فَقُلْنَا

عبداللہ بن ابی اوفی نے کہا۔ ہم نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے اس لئے منع کیا کہ ان

اِنَّمَا نَھٰی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَنَّھَا لَمْ تُخَمَّسْ قَالَ وَقَالَ

کا خمس نہیں نکالا گیا ہے۔ اور دوسروں نے کہا کہ قطعی طور پر حرام فرمایا۔ سلیمان بن ابو سلیمان

آخَرُوْنَ حَرَّمَھَا الْبَتَّۃَ وَسَاَلْتُ سَعِیْدَ بْنَ جُبَیْرٍ فَقَالَ حَرَّمَھَا الْبَتَّۃَ ؏

شیبانی نے کہا۔ میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا تو فرمایا۔ قطعی حرام فرما دیا۔

**تشریحات ۱۶۹۵** دیسی گدھوں کو خیبر کے موقع پر حرام فرمایا۔ اور بالکلیہ حرام فرمایا۔ البتہ حضرت عبداللہ بن ابو اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا یہ خیال تھا کہ چونکہ ان میں سے خمس نہیں نکالا تھا۔ اس لئے انھیں کھانے سے منع فرمایا۔ اس کی پوری بحث کتاب الذبائح میں آئے گی۔

---

؏ ثانی مغازی باب غزوہ خیبر ص۶۰۶ الصید والذبائح۔ باب لحوم الحمر الانسیۃ ص۸۳۰ مسلم ذبائح۔ نسائی صید۔ ابن ماجہ الصید۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

**بَابُ الْجِزْيَةِ وَالْمُوَادَعَةِ مَعَ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَالْحَرْبِ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ۔** توبہ - ۲۹

ذمیوں سے جزیہ لینا اور حربیوں سے صلح کرنا اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان ان سے لڑو جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان نہیں لاتے اور جن چیزوں کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام فرمایا ان کو حرام نہیں مانتے اور جو دین حق کو قبول نہیں کرتے اہل کتاب میں سے جب تک ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں۔

**يَعْنِيْ الْاَذِلَّاءَ وَالْمَسْكَنَةُ مَصْدَرُ الْمِسْكِيْنِ أَسْكَنُ مِنْ فُلَانٍ أَخْوَجُ مِنْهُ وَلَمْ يَذْهَبْ إِلَى السُّكُوْنِ۔ وَمَا جَاءَ فِيْ أَخْذِ الْجِزْيَةِ مِنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَالْمَجُوْسِ وَالْعَجَمِ**

یعنی ذلیل ہو کر۔ اور مسکنۃ مسکین کا مصدر ہے۔ کہتے ہیں۔ اسکن من فلان یعنی فلاں سے زیادہ محتاج ہے۔ امام بخاری اس طرف نہیں گئے کہ یہ سکون سے بنا ہے۔ یہود و نصاریٰ مجوس اور عجمیوں سے جزیہ لینے کے بارے میں جو کچھ وارد ہے۔

**توضیح باب** جزیہ جو کافر سلطنت اسلام میں رعایا بن کر رہنا چاہیں ان کی جان و مال کی حفاظت کے عوض جو مال لیا جاتا ہے اسے جزیہ کہتے ہیں۔ اور جس سے لیا جاتا ہے اسے ذمی یا اہل الذمہ کہتے ہیں۔ مرتدین اور عرب کے مشرکین کے علاوہ ہر کافر کو ذمی بنانا جائز ہے۔

مستامن وہ کفار ہیں جو دار الحرب کے باشندے ہوں اور سلطنت اسلامی میں سلطان اسلام سے قانون کے مطابق مدت معینہ تک رہنے کی اجازت لے کر آئے ہوں۔

حربی۔ وہ کافر ہیں جو دار الحرب میں رہتے ہوں۔ یا دار الاسلام میں ہوں تو نہ عقد امن کر کے ہوں نہ عقد ذمہ۔ مثلاً دار دار الاسلام ہے مگر وہاں حکومت کافروں کی ہے جیسے موجودہ ہندوستان یا مسلمانوں کی ہے مگر کافر عقد ذمہ و امن کے بغیر رہتے ہیں۔ جیسے پاکستان اور بنگلہ دیش کے کفار۔

امام بخاری نے صاغرون کی تفسیر اَذِلَّاءَ سے کی۔ اس سے مراد یہی ہے۔ کہ ذمی غلام یا نوکر کے ہاتھ جزیہ نہ بھیجیں بلکہ حاکم اسلام کے اجلاس میں خود حاضر ہو کر دونوں ہاتھوں میں رکھ کر کھڑے ہو کر جیسے نذریں پیش کی جاتی ہیں پیش کریں۔ ذمی کا ہاتھ نیچے ہو وصول کرنے والا اوپر سے اٹھالے۔

**وما جاء فی اخذ الجزیۃ** ۔ یہود و نصاریٰ سے جزیہ لینا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ مجوس سے لینا حدیث سے اور دوسرے عجمی کافروں سے لینے کا جواز قیاس سے۔ عرب کے مشرکین کے لئے جزیہ نہیں۔ انھیں بہر حال اسلام قبول کرنا ہے ورنہ قتل کر دیئے جائیں گے۔

**المسکنۃ** ۔ یہود کے بارے میں ایک آیت میں ارشاد ہے۔ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ۔ بقرہ ۱۲

ان پر ذلت اور محتاجی مقرر کردی گئی ہے۔ اس میں لفظ مسکنہ آیا ہے۔ جو صَاغِرُوْنَ کے معنی کے مناسب ہے۔ اس لئے امام بخاری نے اس کی تفسیر کردی۔

مسکنۃ۔ مسکین کا مصدر ہے۔ بولا جاتا ہے اسکن من فلان یعنی وہ فلاں سے زیادہ محتاج ہے۔

ولم یذھب الی السکون۔ کے قائل بخاری کے راوی فِرَبْرِی ہیں۔ وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ امام بخاری کا یہ مذہب یہ نہیں کہ اسکن من فلان۔ سکون سے بنا ہے۔ بلکہ یہ مسکنۃ سے بنا ہے فیہ ما فیہ۔

۵۷۲ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِمُجَاهِدٍ مَا شَأْنُ أَهْلِ

ت ابن جریج نے کہا۔ میں نے امام مجاہد سے دریافت کیا۔ کیا بات ہے اہل شام پر

الشَّامِ عَلَيْهِمْ أَرْبَعَةُ دَنَانِيرَ وَأَهْلِ الْيَمَنِ عَلَيْهِمْ دِينَارٌ قَالَ جُعِلَ ذٰلِكَ

چار دینار جزیہ ہے۔ اور اہل یمن پر ایک دینار۔ تو انھوں نے بتایا کہ یہ وسعت

مِنْ قِبَلِ الْيَسَارِ۔

کی وجہ سے ہے۔

**۵۷۲ تشریحات** یعنی اہل شام بہ نسبت اہل یمن کے زیادہ خوش حال ہیں۔ اس لئے ان پر زیادہ ہے اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے موصولا روایت کیا ہے۔

۱۶۹۶ سَمِعْتُ عَمْرًا قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَعَمْرِو بْنِ

حدیث عمرو بن دینار نے کہا میں جابر بن زید اور عمرو بن اوس کے پاس بیٹھا

أَوْسٍ فَحَدَّثَهُمَا بَجَالَةُ سَنَةَ سَبْعِينَ عَامَ حَجَّ مُصْعَبُ بْنُ الزُّبَيْرِ

تھا کہ بجالہ نے یہ حدیث بیان کی۔ ۷۰ھ میں جس سال مصعب بن عمیر نے اہل بصرہ کے

بِأَهْلِ الْبَصْرَةِ عِنْدَ دَرَجِ زَمْزَمَ قَالَ كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ

ساتھ حج کیا تھا۔ زم زم کی سیڑھیوں کے پاس۔ بجالہ نے کہا میں احنف کے چچا جزی بن

عَمِّ الْأَحْنَفِ فَأَتَانَا كِتَابُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ فَرِّقُوا

معاویہ کا منشی تھا۔ ہمارے پاس حضرت عمر بن خطاب کا فرمان ان کی وفات کے ایک

بَيْنَ كُلِّ ذِي مَحْرَمٍ مِنَ الْمَجُوسِ وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ أَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ

سال پہلے آیا۔ مجوس کے ہر دو محرم کو الگ الگ رکھو۔ حضرت عمر مجوس سے جزیہ

190 الْمَجُوْسِ حَتّٰی شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

نہیں لیتے تھے ۔ جب تک کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے یہ گواہی نہ دی کہ رسول اللہ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَهَا مِنْ مَجُوْسِ هَجَرَ۔ عہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوس سے جزیہ لیا ۔

**تشریحات ۱۶۹۶** بجالہ نے یہ حدیث عمرو بن دینار سے نہیں بیان کی ہے ۔ بلکہ جابر بن زید اور عمرو بن اوس سے بیان کی ہے ۔ مگر یہ وہاں موجود تھے انھوں نے بھی سنی ۔ اس طرح تحمل حدیث بالاتفاق صحیح ہے اور جمہور کے نزدیک ، بھی جائز ہے کہ اسے حدثنا کے صیغے سے بیان کرے البتہ امام نسائی اور چند بزرگ اسے جائز نہیں جانتے ۔ برقانی نے کہا ۔ یوں روایت کرے ۔ کہ مس نے فلاں سے سنا ۔

**جزی** ۔ یہ دو طرح مروی ہے ۔ ایک جَزْء ۔ دوسرے جِزْیٌ ۔

**احنف** ۔ ان کا نام ضحاک یا صخر تھا ۔ عہد رسالت ہی میں ایمان سے مشرف ہوئے ۔ مگر زیارت نہیں کر پائے اجلۂ تابعین میں سے ہیں بہت زیرک سمجھ دار عقلمند تھے ۔ بصرہ کے باشندے تھے ۔ مگر ۶۷ھ میں کوفے میں وصال ہوا ۔ حضرت مصعب بن زبیر ان کے جنازے میں پیدل چل کے شریک ہوئے ۔

**فرقوا** ۔ مجوس کے محارم اگر غلام اور لونڈی بنائے جائیں تو ان کو الگ الگ رکھنے کا حکم اس مصلحت کے پیش نظر تھا کہ کوئی فتنہ نہ کھڑا کر دیں ۔ اندر کے راز باہر نہ کر دیں ۔

**لم یکن اخذ الجزیۃ** ۔ چونکہ قرآن مجید میں صرف اہل کتاب سے جزیہ لینے کا حکم ہے ۔ اس لئے مجوس کے بارے میں حضرت عمر نے تردد کیا مگر جب حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گواہی دی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوس سے جزیہ لیا تو تردد جاتا رہا ۔

امام شافعی اور امام عبد الرزاق وغیرہ نے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے ۔ مجوس پر ایک آسمانی کتاب نازل ہوئی تھی ۔ ان کے ایک بادشاہ نے شراب پی کر اپنی بہن کے ساتھ زنا کر لیا ۔ جب صبح ہوئی تو لالچی لوگوں کو بلا کر خوب مال دیا ۔ اور کہا حضرت آدم علیہ السلام اپنے بیٹوں کا نکاح اپنی بیٹیوں سے کرتے تھے ۔ اگر میں نے ایسا کر لیا تو کیا حرج ہے ۔ ان خوشامدیوں نے اسے تسلیم کر لیا ۔ اس کی نحوست کی وجہ سے وہ کتاب اٹھالی گئی اور ان کے ذہنوں سے محو ہو گئی ۔ اس روایت کا حاصل یہ نکلا کہ جب تک ان کے پاس کتاب تھی وہ اہل کتاب تھے ۔ جب کتاب اٹھالی گئی تو اہل کتاب نہ رہے ۔

**لم یکن اخذ الجزیۃ** ۔ یہ حصہ حضرت عمر کے منشور میں تھا یا نہیں ۔ زیر بحث ہے ۔ مگر ترمذی کی روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے ۔ کہ یہ بھی اس منشور کا حصہ ہے ۔

---

عہ ابو داؤد ۔ الخراج ۔ ترمذی نسائی ۔ سیر ۔ لہ اول ۔ سیر باب ماجاء فی اخذ الجزیۃ من المجوس ص ۱۹۲

۱۶۹۷ ثَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَۃَ اَنَّہٗ اَخْبَرَہٗ اَنَّ

**حدیث** حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ عمرو بن عوف انصاری جنہیں

عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ الْاَنْصَارِیَّ وَھُوَ حَلِیْفٌ لِبَنِیْ عَامِرِ بْنِ لُؤَیٍّ وَّکَانَ شَھِدَ

اور یہ بنی عامر بن لوی کے حلیف تھے۔ اور بدر میں شریک تھے۔ خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ

بَدْرًا اَخْبَرَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اَبَا

تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو بحرین وہاں کا جزیہ لینے کے لئے بھیجا۔ اور

عُبَیْدَۃَ بْنَ الْجَرَّاحِ اِلَی الْبَحْرَیْنِ یَاْتِیْ بِجِزْیَتِھَا وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل بحرین سے صلح کر لی تھی اور ان پر علاء بن حضرمی کو

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھُوَ صَالَحَ اَھْلَ الْبَحْرَیْنِ وَاَمَّرَ عَلَیْھِمْ

حاکم بنا دیا تھا حضرت ابو عبیدہ بحرین سے مال لے کر مدینہ طیبہ واپس آئے۔ انصار

الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِیَّ فَقَدِمَ اَبُوْ عُبَیْدَۃَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَیْنِ فَسَمِعَتِ

نے ان کی بحرین سے واپسی کو سنا۔ تو سب انصار کرام نے صبح کی نماز نبی صلی اللہ تعالیٰ

الْاَنْصَارُ بِقُدُوْمِ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ فَوَافَتْ صَلٰوۃَ الصُّبْحِ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی۔ حضور نماز پڑھا کر جب فارغ ہوئے اور ان کی طرف رخ انور

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صَلّٰی بِھِمِ الْفَجْرَ اِنْصَرَفَ فَتَعَرَّضُوْا لَہٗ فَتَبَسَّمَ

کیا تو انصار سامنے حاضر ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں ملاحظہ فرما کر

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ رَاٰھُمْ وَقَالَ اَظُنُّکُمْ

مسکرا پڑے اور فرمایا۔ میرا گمان ہے کہ تم لوگوں نے یہ سن لیا ہے۔ کہ ابو عبیدہ کچھ

قَدْ سَمِعْتُمْ اَنَّ اَبَا عُبَیْدَۃَ قَدْ جَاءَ بِشَیْءٍ قَالُوْا اَجَلْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

لے کر آئے ہیں۔ انصار نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! فرمایا۔ تمہیں بشارت ہو تم لوگ خوش کرنے

قَالَ فَاَبْشِرُوْا وَاَمِّلُوْا مَا یَسُرُّکُمْ فَوَاللّٰہِ لَلْفَقْرَ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ وَلٰکِنْ

والی باتوں کی امید رکھو بخدا تم پر تنگدستی کا اندیشہ نہیں، ہاں اس کا اندیشہ ہے۔ کہ دنیا تمہارے لئے

اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا کَمَا بُسِطَتْ عَلٰی مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ

کشادہ کر دی جائے گی۔ جیسا کہ تم سے پہلے والوں پر کی گئی تھی۔ پھر تم لوگ اسے دوسروں سے زیادہ حاصل

فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكُكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ ؏۵

کرنے کی رغبت کروگے اور دنیا تم کو تباہ کردے گی جیسے پہلے والوں کو تباہ کردیا۔

**تشریحات ۱۶۹۷**

عمرو بن عوف انصاری۔ یہ مہاجر بھی ہیں۔ ہوسکتا ہے۔ یہ اصل میں اوس یا خزرج ہوں۔ پھر مکہ جاکر سکونت اختیار کرنی ہو اور بنی عامر بن لؤی کی کسی شاخ کے حلیف بن گئے ہوں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد مدینہ طیبہ ہجرت کی تھی۔ اس لئے مہاجر بھی ہوئے۔

**صالح اھل البحرین**۔ ابن سعد نے ذکر کیا ہے۔ کہ جعرانہ کے غنائم تقسیم کرنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علاء بن حضرمی کو بحرین بھیجا تھا۔ کہ وہاں کے حاکم کو اسلام کی دعوت دیں وہ مشرف باسلام ہوگیا۔ اور وہاں کے باشندوں نے جزیہ دینا منظور کیا۔ یہ اکثر مجوسی تھے۔ اسی بنا پر یہ حدیث اس باب کے ضمن میں مذکور ہے۔ حضرت ابو عبیدہ پہلی بار جزیہ کی رقم لانے گئے تھے۔ یہ رقم ایک لاکھ تھی۔ بارگاہ رسالت میں جزیے کی یہ پہلی رقم تھی۔ یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں گذر چکی ہے۔ اس میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دلچسپ واقعہ ہے۔

**حدیث ۱۶۹۸** عَنْ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ قَالَ بَعَثَ عُمَرُ النَّاسَ فِيْ اَفْنَاءِ الْاَمْصَارِ

جبیر بن حیہ نے کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے بڑے شہروں میں مشرکین

يُقَاتِلُوْنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَاَسْلَمَ الْهُرْمُزَانُ فَقَالَ اِنِّيْ مُسْتَشِيْرُكَ فِيْ مَغَازِيَّ

سے لڑنے کے لئے لوگوں کو بھیجا تو ہرمزان مسلمان ہوگیا۔ حضرت عمر نے اس سے فرمایا۔ میں اپنی ان لڑائیوں میں

هٰذِهٖ قَالَ نَعَمْ مَثَلُهَا وَمَثَلُ مَنْ فِيْهَا مِنَ النَّاسِ مِنْ عَدُوِّ الْمُسْلِمِيْنَ

تم سے مشورہ چاہتا ہوں۔ اس نے عرض کیا۔ بہتر ہے۔ ان شہروں اور ان شہروں کے ان باشندوں کی مثال جو

مَثَلُ طَائِرٍ لَهٗ رَاْسٌ وَّلَهٗ جَنَاحَانِ وَلَهٗ رِجْلَانِ فَاِنْ كُسِرَ اَحَدُ الْجَنَاحَيْنِ

مسلمانوں کے دشمن ہیں پرندے کی ہے۔ جسکے سر اور دو بازو اور دو پاؤں ہوتے ہیں۔ اگر دونوں بازوؤں میں سے ایک

نَهَضَتِ الرِّجْلَانِ بِجَنَاحٍ وَالرَّاْسُ وَاِنْ كُسِرَ الْجَنَاحُ الْاٰخَرُ نَهَضَتِ

توڑ دیا جائے تو دونوں پاؤں ایک بازو اور سر کے ساتھ کھڑا ہو جائے گا۔ اور اگر دوسرا بازو بھی توڑ دیا جائے تو دونوں

الرِّجْلَانِ وَالرَّاْسُ وَاِنْ شُدِخَ الرَّاْسُ ذَهَبَ الرِّجْلَانِ وَالْجَنَاحَانِ

پاؤں اور سر کھڑے رہیں گے۔ اور اگر سر کچل دیا جائے تو دونوں پاؤں دونوں بازو اور سر سب ختم ہو جائینگے۔ سرکشی ہے

ع۵ ثانی مغازی باب ص۵۷۲۔ الرقاق باب ما یحذر من زہرۃ الدنیا ص۹۵۰ مسلم زہد ترمذی قیامہ ابن ماجہ فتن مسند امام احمد ص۱۳۷

وَالرَّاسُ فَالرَّاسُ كِسْرٰى وَالْجَنَاحُ قَيْصَرُ وَالْجَنَاحُ الْآخَرُ فَارِسُ فَمُرِ
اور ایک بازو قیصر اور دوسرا بازو فارس ہے۔ آپ مسلمانوں کو حکم دیں کہ کسریٰ پر دھاوا بولیں۔
الْمُسْلِمِيْنَ فَلْيَنْفِرُوْا اِلٰى كِسْرٰى وَقَالَ بَكْرٌ وَزِيَادٌ جَمِيْعًا عَنْ جُبَيْرِ
بکر اور زیاد دونوں نے جبیر بن حیہ سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ کہ حضرت عمر نے ہمیں
بْنِ حَيَّةَ قَالَ فَنَدَبَنَا عُمَرُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْنَا النُّعْمَانَ بْنَ مُقَرِّنٍ حَتّٰى
جہاد کے لئے بلایا۔ اور ہم پر نعمان بن مقرن کو امیر بنایا۔ یہاں تک کہ ہم جب دشمن کی زمین میں
اِذَا كُنَّا بِاَرْضِ الْعَدُوِّ وَخَرَجَ عَلَيْنَا عَامِلُ كِسْرٰى فِيْ اَرْبَعِيْنَ اَلْفًا فَقَامَ
پہنچے تو کسریٰ کا عامل چالیس ہزار فوج کے ساتھ نکلا۔ اس کے ترجمان نے کہا کہ مجھ سے تمہارا
تُرْجُمَانُ لَهٗ فَقَالَ لِيُكَلِّمْنِيْ رَجُلٌ مِّنْكُمْ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ سَلْ عَمَّ
کوئی آدمی بات کرے تو مغیرہ نے کہا۔ جو تیرا جی چاہے پوچھ! اس نے کہا تم لوگ
شِئْتَ قَالَ مَا اَنْتُمْ فَقَالَ نَحْنُ نَاسٌ مِّنَ الْعَرَبِ كُنَّا فِيْ شَقَاءٍ شَدِيْدٍ
کون ہو؟۔ حضرت مغیرہ نے فرمایا۔ ہم لوگ عرب ہیں۔ ہم بڑی بدبختی اور سخت مصیبت
وَبَلَاءٍ شَدِيْدٍ نَمُصُّ الْجِلْدَ وَالنَّوٰى مِنَ الْجُوْعِ وَنَلْبَسُ الْوَبَرَ وَالشَّعَرَ
میں تھے۔ بھوک کے مارے چمڑا اور کھجور کی گٹھلیاں چوسا کرتے تھے۔ چمڑے اور بال
وَنَعْبُدُ الشَّجَرَ وَالْحَجَرَ فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ
کا لباس پہنتے تھے۔ اور درخت اور پتھر پوجتے تھے۔ ہم اسی حال میں تھے کہ آسمانوں اور زمینوں
الْاَرْضِيْنَ اِلَيْنَا نَبِيًّا مِّنْ اَنْفُسِنَا نَعْرِفُ اَبَاهُ وَاُمَّهٗ فَاَمَرَنَا نَبِيُّنَا رَسُوْلُ
کے پروردگار نے ہمیں میں سے ایک رسول کو بھیجا۔ جن کے ماں باپ کو ہم پہچانتے ہیں۔
رَبِّنَا اَنْ نُّقَاتِلَكُمْ حَتّٰى تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ اَوْ تُؤَدُّوا الْجِزْيَةَ وَ
ہمارے نبی ہمارے رب کے رسول نے ہمیں حکم دیا ہے کہ تم سے لڑیں یہاں تک کہ تم صرف
اَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رِّسَالَةِ رَبِّنَا اَنَّهٗ مَنْ
ایک اللہ کی عبادت کرو۔ یا جزیہ دو۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے رب کا یہ
قُتِلَ مِنَّا صَارَ اِلَى الْجَنَّةِ فِيْ نَعِيْمٍ لَمْ يَرَ مِثْلَهَا قَطُّ وَمَنْ بَقِيَ مِنَّا مَلَكَ
پیغام ہمیں پہنچایا ہے۔ کہ ہم میں سے جو مارا جائے گا وہ جنت کی ایسی نعمت میں جائے گا جسکے مثل کبھی دیکھا

رِقَابَكُمْ فَقَالَ النُّعْمَانُ رُبَّمَا اَشْهَدَكَ اللّٰهُ مِثْلَهَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

نہیں گیا ہے۔ اور جو ہم میں سے زندہ رہے گا وہ تمہارا مالک ہوگا۔ حضرت مغیرہ نے اصرار کیا کہ اب فوراً جنگ شروع کر دی

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْدِمْكَ وَلَمْ يُخْزِكَ وَلٰكِنِّيْ شَهِدْتُّ الْقِتَالَ

جائے) تو اس پر نعمان نے کہا تم کو اللہ نے بارہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غزوے میں شرکت کی سعادت عطا

مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيْرًا كَانَ اِذَا لَمْ يُقَاتِلْ

فرمائی ہے۔ جسمیں اللہ نے تم کو نہ تو نادم بنایا نہ رسوا۔ ہاں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رکاب سعادت میں

فِيْ اَوَّلِ النَّهَارِ اِنْتَظَرَ حَتّٰى تَهُبَّ الْاَرْوَاحُ وَتَحْضُرَ الصَّلَوٰتُ ۔

لڑائی میں بہت شریک ہوا ہوں۔ حضور جب شروع دن میں لڑائی نہیں کرتے تو انتظار فرماتے۔ یہاں تک کہ ہوائیں چلیں اور نمازوں کا وقت آجائے

## تشریحات ۱۶۹۸

ہرمزان۔ معرکہ قادسیہ میں شریک تھا۔ جب مسلمان فتح پر فتح حاصل کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ ہرمزان نے یزدجرد سے کہا۔ اگر مجھے اہواز اور فارس کی حکومت دیدی جائے تو میں عرب کے سیلاب کو روک دوں گا۔ یزدجرد نے فوراً پروانہ حکومت لکھ کر دے دیا۔ ایران کے صوبہ خوزستان میں مرکزی مقام تستر تھا۔ یہیں شاہی محلات اور فوجی چھاؤنیاں تھیں۔ ہرمزان نے تستر پہنچ کر اس کے قلعہ کی مرمت کروائی، برجیاں بنوائیں۔ خندق کھدوایا۔ ہر طرف نقیب اور ہرکارے دوڑائے۔ اور چند دن میں ایک بہت بڑی فوج اکٹھا کر لی۔ دربار خلافت میں جب اس کی اطلاع پہنچی تو حضرت فاروق اعظم نے بصرے کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تستر کا محاصرہ کیا شہر کے ایک باشندے نے ایک دن آکر ایک نالے کا پتہ بتایا۔ جس کے ذریعہ شہر میں پانی جاتا تھا رات میں دو جانباز اس نالے کے ذریعہ شہر میں گھسے اور شہر پناہ کے محافظین کو قتل کر کے دروازہ کھول دیا۔ حضرت ابوموسیٰ پورا لشکر لے کر دروازے پر کھڑے تھے۔ فوراً بلا تاخیر اندر پہنچ گئے۔ سخت مقابلہ کے بعد اہل تستر ہمت ہار بیٹھے۔ اور انھیں بری طرح شکست ہوئی۔ ہرمزان بھاگ کر قلعے میں گھس گیا اور ایک برج پر کھڑا ہو گیا اور کہا۔ میرے ترکش میں سو تیر ہیں۔ اور جب تک اتنے ہی آدمی میرے تیر کے نشانے نہیں بنیں گے میں تمہارے ہاتھ نہیں آسکتا ہاں مجھے امان دو اور زندہ گرفتار کر کے اپنے خلیفہ کے پاس لے چلنے کا وعدہ کرو کہ وہ جو چاہیں میرے بارے میں فیصلہ کریں۔ تو اپنے کو تمہارے حوالے کر سکتا ہوں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے اسے قبول کر لیا۔ اس نے اپنے آپ کو حوالے کر دیا۔ اسے قید کر کے مدینہ طیبہ حضرت عمر کی خدمت میں مع خمس کے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ لے کر حاضر ہوئے۔ دربار خلافت میں حاضر ہو کر اس نے پانی مانگا جب پانی دے دیا گیا تو اس نے برتن زمین پر رکھ دیا اور حضرت عمر سے عرض کیا۔ وعدہ کیجئے کہ جب تک

میں پانی نہیں پی لوں گا قتل نہیں کیا جاؤں گا۔ حضرت عمر نے وعدہ فرمالیا۔ اس نے پانی گرادیا۔ حضرت عمر اس کی ذہانت پر حیران رہ گئے مگر زبان دے چکے تھے اس لئے اس کی پابندی فرمائی۔ اب اس نے بخوشی اسلام قبول کرلیا۔ اور کہا یہ میں نے اس لئے کہا تھا کہ کوئی یہ طعنہ نہ دے کہ میں نے جان بچانے کے لئے اسلام قبول کیا ہے۔ یہ جنگ رات میں شروع ہوئی اور دن چڑھنے تک جاری رہی۔ جس کی وجہ سے نماز فجر قضا ہوگئی جس پر حضرت انس افسوس ظاہر کیا کرتے تھے۔

حضرت عمر نے اسے اپنا مقرب بنالیا اور فارس کی مہمات میں اس سے مشورہ لیتے تھے۔ ایک دفعہ کچھ لوگوں نے فیروز ابو لولو کے ساتھ خفیہ بات کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس لئے حضرت عمر کی شہادت میں اس کے بھی ملوث ہونے کا شبہ کیا۔ جس پر مشتعل ہو کر عبید بن عمر نے اسے قتل کر ڈالا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو ان کی بارگاہ میں سب سے پہلے یہ سنگین مقدمہ پیش ہوا۔ صحابہ کرام میں اختلاف ہوگیا۔ کچھ لوگوں نے فرمایا کہ عبید کو قصاص میں قتل کیا جائے۔ اس نے ایک مسلمان کو ناحق قتل کیا ہے۔ کچھ حضرات نے فرمایا۔ یہ عجیب سانحہ ہوگا۔ چند دن پہلے اس کے باپ شہید کئے گئے اور اب ان کا بیٹا قتل ہو رہا ہے۔ حضرت عثمان نے بڑی دانشمندی سے ہرمزان کے وارثین کو دیت پر راضی کر کے انھیں اپنی جیب خاص سے دیت ادا فرمادی۔

**فی مغازی ھذہ** ۔ اس وقت تک ایران کا بیشتر حصہ فتح ہو چکا تھا۔ فارس اصفہان، آذربائیجان باقی تھے۔ ان کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ مشورے کی نوعیت کیا تھی۔ یہ مذکور نہیں۔ مگر ظاہر ہے۔ یہ بھی دریافت فرمایا ہوگا کہ کس پر پہلے حملہ کیا جائے۔ پھر کس پر، پھر کس پر، ان بلاد کے حالات معلوم کئے ہونگے اور یہ کہ کتنی فوج اور کس قسم کی بھیجی جائے۔

**فالتراس کسریٰ** ۔ ہرمزان نے کسری شاہ ایران کو سر کہا۔ اور قیصر کو بازو۔ یہ اس نے اپنی ایرانی عصبیت کی بنا پر کہا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ قیصر شاہ روم اس سے زیادہ قوی اور بڑا تھا۔ اس کی حدود سلطنت بھی بڑی تھی۔ اور قوت بھی۔ چند سال پہلے اس نے کسریٰ کے کس بل نکال دیئے تھے۔

بہر حال اس نے کسریٰ کو سر اور قیصر کو ایک بازو اور فارس کو دوسرا بازو بتایا مگر پاؤں نہیں بتایا۔ شراح کا خیال ہے کہ ایک پاؤں سے مراد ہندوستان ہے اور دوسرے سے فرنگ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**النعمان بن مقرن** ۔ اخیر میں شاہ ایران یزدجرد نے اپنی رہی سہی قوت سمیٹ کر نہاوند میں ڈیڑھ لاکھ فوج جمع کرلی۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس کی اس تیاری کا علم ہوا تو آپ نے بھی کوفہ بصرہ کے والیوں کے نام فرمان جاری کیا کہ سب اپنی اپنی فوجیں لے کر نہاوند میں جمع ہوجائیں۔ سپہ سالار اعظم نعمان بن مقرن ہوں گے۔ اس معرکے میں حواری رسول اللہ حضرت زبیر بن عوام صاحب السر حذیفہ بن یمان حضرت ابن عمر جیسے اجلہ صحابہ اور اشعث بن قیس عمرو بن معدی کرب جیسے ماہرین جنگ

شریک تھے۔ بخاری میں یہ ہے کہ ایرانی چالیس ہزار تھے۔ مگر علامہ عینی نے ڈیڑھ لاکھ بتایا ہے اس وقت ایرانی اور مسلمان دونوں نہاوند میں اپنی اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کے لئے جمع تھے۔ بہت زور کے معرکے رہے اخیر میں حضرت نعمان بن مقرن کو فتح کے قریب ایک تیر آکر پہلو میں لگا جس کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ اور ان کی وصیت کے مطابق حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی جگہ سپہ سالار ہوئے۔ بالآخر اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو فتح عظیم عطا فرمائی۔ یزدجرد کی فوج بری طرح شکست کھا کر بھاگی ان کی قوت ختم ہو گئی پھر اس کے بعد ایرانیوں کو ہمت نہ ہوئی کہ کہیں جم کر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے یہ فیصلہ کن معرکہ ۱۷ھ یا ۱۹ھ یا ۲۱ھ میں ہوا تھا۔ اس معرکے کے بعد یزدجرد چین بھاگ گیا۔

**ربما اشھدك** ۔ یعنی آپ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہم رکابی میں بارہا جہاد کا موقع ملا ہے۔ جس میں آپ کو نہ ندامت ہوئی نہ رسوائی۔ میں بھی یہ سعادت حاصل کر چکا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ اگر دن کے ابتدائی اوقات میں لڑائی نہیں شروع کرتے تو انتظار کرتے۔ یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے۔ اور نمازوں کا وقت آجائے۔

قصہ یہ ہوا کہ دشمن تیر پر تیر برسائے جا رہے تھے۔ جس سے مسلمانوں کا نقصان ہو رہا تھا۔ تو حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا۔ کہ فوج بے کار ہوئی جا رہی ہے۔ حملے کا حکم دیجئے۔ اس پر حضرت نعمان بن مقرن نے وہ فرمایا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ کبھی دن نکلتے ہی جنگ شروع فرما دیتے۔ کبھی زوال کے وقت کا انتظار فرماتے۔ غالباً یہ موقعہ جنگ کے اعتبار سے تھا۔ مثلاً کہیں دشمن پچھم میں ہوتے تو دن نکلتے ہی حملہ فرما دیتے۔ اس میں یہ فائدہ تھا کہ سورج دشمن کے منہ کے مقابل ہوگا اور اس سے ان کو چکا چوند لگے گی۔ اور جہاں دشمن پورب ہوتے تو لطائف الحیل سے جنگ کو ٹالتے رہتے۔ جب سورج ڈھل جاتا تو حملہ فرما دیتے۔ اب سورج دشمن کے مقابل ہوگا۔

اس کا بھی امکان ہے کہ نماز کے اوقات کی برکت سے فتح و نصرت ملنے کی توقع میں ایسا کرتے تھے ہواؤں سے مراد ہوائیں بھی ہو سکتی ہیں۔ ہو سکتا ہے وہاں بعض موسم میں بعد زوال ہوائیں چلا کرتی ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد فتح و ظفر کی ہوائیں ہوں۔

**بَابُ الْوَصَاةِ بِاَهْلِ ذِمَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالذِّمَّةُ الْعَهْدُ وَالْاٰلُ الْقَرَابَةُ۔** ص ۴۴۸

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد کے پورے کرنے کی وصیت۔ ذمہ کے معنی عہد ہے۔ اور آل کے معنی قرابت ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً۔ توبہ (۱۰) تمہارے معاملے میں نہ رشتے کا لحاظ کریں نہ عہد کا۔

باب میں ذمہ کا لفظ تھا۔ اس کے ساتھ قرآن مجید میں اِلّا بھی تھا دونوں کی تفسیر فرما دی۔

۱۶۹۹ ثنا ابو جمرۃ قال سمعت جویریۃ بن قدامۃ التمیمی قال

**حدیث** جویریہ بن قدامہ نے کہا۔ ہم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ

سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قلنا اوصنا یا امیر

اے امیر المومنین ہمیں وصیت فرمائیں۔ ارشاد فرمایا۔ اللہ کے عہد کو پورا کرنے کی تم کو وصیت کرتا

المومنین قال اوصیکم بذمۃ اللہ فانہ ذمۃ نبیکم ورزق عیالکم۔

ہوں۔ اس لئے کہ وہ تمہارے نبی کا عہد ہے۔ اور تمہارے عیال کا رزق ہے۔

**باب** اثم من قتل معاھدا بغیر جرم[۲] ص۴۲۸ کسی ذمی کو بغیر جرم قتل کرنے کا گناہ۔

۱۷۰۰ ثنا مجاھد عن عبد اللہ بن عمرو عن النبی صلی اللہ

**حدیث** حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم قال من قتل معاھدا لم یرح رائحۃ الجنۃ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے کسی ذمی کو کسی گناہ کے بغیر قتل کیا وہ جنت کی خوشبو

وان ریحھا لتوجد من مسیرۃ اربعین عاما[ع۲]

نہیں سونگھے گا اور اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے سونگھی جائے گی۔

**تشریحات** ۱۷۰۰ کسی ذمی کا بغیر جرم قتل کفر نہیں۔ اس لئے جنت کی خوشبو نہ سونگھنے سے مراد یہ ہے کہ جہنم میں داخل ہوئے بغیر نہیں سونگھے گا۔ اربعین عاما۔ بطور مبالغہ ہے ورنہ ترمذی[۱] میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں سبعین عاما اور موطا[۲] میں خمس مائۃ عام ہے۔

**باب** اخراج الیھود من جزیرۃ العرب[۳] یہود کو جزیرہ عرب سے نکالنا۔

۱۷۰۱ ثنا سعید المقبری عن ابیہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم مسجد میں حاضر تھے۔ کہ نبی صلی اللہ

عنہ قال بینما نحن فی المسجد خرج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا۔ یہود کے پاس چلو یہاں تک کہ بیت المدراس

---

ع۲ ثانی الدیات۔ باب اثم من قتل ذمیا بغیر جرم ص۱۰۲۱ ابن ماجہ دیات

۱ اول الدیات باب من یقتل نفسا معاھدا ص۱۶۸۔ ۲ عمدۃ القاری خامس عشر ص۸۹

فَقَالَ انْطَلِقُوْا اِلٰی یَھُوْدَ فَخَرَجْنَا حَتّٰی اِذَا جِئْنَا بَیْتَ الْمِدْرَاسِ فَقَالَ

پہنچے تو فرمایا۔ اے یہودیو! اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے۔ اور جان لو کہ زمین اللہ

اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ

اور اس کے رسول کی ہے میں نے تم کو اس زمین سے جلا وطن کرنے کا ارادہ

اُجْلِیَکُمْ مِنْ ھٰذِہِ الْاَرْضِ فَمَنْ یَّجِدْ مِنْکُمْ بِمَالِہٖ شَیْئًا فَلْیَبِعْہُ وَاِلَّا

کر لیا ہے۔ تم اپنے مال کا کچھ عوض پاؤ تو اسے بیچ دو ورنہ جان لو۔ زمین

فَاعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ عہ

اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔

**۱۷۰۱ تشریحات** اکراہ اور اعتصام کی روایتوں میں ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا۔ اسلموا تسلموا۔ اس کے جواب میں یہودیوں نے کہا۔ اے ابوالقاسم آپ نے اسلام کی دعوت ہم تک پہنچا دی۔ یہ واقعہ ان یہودیوں کے ساتھ پیش آیا تھا۔ جو بنی قینقاع بنی نضیر کے جلا وطن اور بنی قریظہ کے استیصال کے بعد مدینہ طیبہ میں رہتے تھے۔ اس لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں شریک تھے۔ اور وہ خیبر کے بعد مدینہ طیبہ آئے ہیں۔ اور ان تینوں قبائل کا قصہ خیبر سے پہلے ہو چکا تھا۔ بیت المدراس یہودیوں کی تعلیم گاہ کا نام تھا۔

**باب** اِذَا غَدَرَ الْمُشْرِکُوْنَ بِالْمُسْلِمِیْنَ ھَلْ یُعْفٰی عَنْھُمْ ص ۴۴۹ — مشرکین جب مسلمانوں کے ساتھ غداری کریں تو کیا انھیں معاف کر دیا جائے گا۔

**۱۷۰۲ حدیث** ثَنِیْ سَعِیْدُ نِ الْمَقْبُرِیُّ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جب خیبر فتح ہو گیا تو نبی صلی اللہ

قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ خَیْبَرُ اُھْدِیَتْ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک زہر آلود بکری پیش کی گئی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

شَاۃٌ فِیْھَا سَمٌّ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اجْمَعُوْا لِیْ

وسلم نے فرمایا۔ یہاں جتنے یہودی ہیں سب کو اکٹھا کرو۔ سب کو اکٹھا کیا گیا۔

عہ ثانی الاکراہ باب من اختار الضرب والقتل والھون علی الکفر ص ۱۰۴۷۔ الاعتصام باب قول اللہ لیس لک من الامر شیء ص ۱۰۹۱ مسلم مغازی ابوداؤد الخراج نسائی سیر۔

مَنْ كَانَ هٰهُنَا مِنْ يَهُوْدَ فَجَمَعُوْا لَهٗ فَقَالَ اِنِّيْ سَائِلُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَهَلْ

حضور نے ان سے فرمایا۔ میں تم سے کچھ پوچھنے والا ہوں ۔ کیا تم لوگ سچ سچ بتا دوگے

اَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْهُ فَقَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

انھوں نے عرض کیا ۔ ضرور۔ اب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ تمہارے

وَسَلَّمَ مَنْ اَبُوْكُمْ قَالُوْا فُلَانٌ فَقَالَ كَذَبْتُمْ بَلْ اَبُوْكُمْ فُلَانٌ قَالُوْا

باپ کون ہیں ؟ انھوں نے کہا ۔ فلاں ۔ فرمایا۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔ تمہارے باپ فلاں ہیں ۔

صَدَقْتَ قَالَ فَهَلْ اَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ اِنْ سَاَلْتُ عَنْهُ فَقَالُوْا

انھوں نے کہا آپ نے سچ فرمایا ۔ اب میں تم سے کچھ اور پوچھوں گا کیا سچ سچ بتاؤ گے ۔ انھوں نے عرض

نَعَمْ يَا اَبَا الْقَاسِمِ اِنْ كَذَبْنَا عَرَفْتَ كِذْبَنَا كَمَا عَرَفْتَهٗ فِيْ اَبِيْنَا

کیا ضرور اے ابو القاسم ! اگر ہم جھوٹ بولیں گے تو آپ ہمارے جھوٹ کو جان لیں گے جیسے

فَقَالَ لَهُمْ مَنْ اَهْلُ النَّارِ قَالُوْا نَكُوْنُ فِيْهَا يَسِيْرًا ثُمَّ تَخْلُفُوْنَنَا فِيْهَا

ہمارے باپ کے بارے میں جان لیا۔ تو حضور نے ان سے فرمایا کون جہنمی ہے ؟ انھوں نے عرض کیا ۔ ہم جہنم میں

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَاللّٰهِ لَا نَخْلُفُكُمْ

تھوڑی دیر رہیں گے ۔ پھر آپ لوگ اس میں ہماری جگہ لیں گے ۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ۔ اس میں

فِيْهَا اَبَدًا ثُمَّ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ اِنْ سَاَلْتُكُمْ عَنْهُ

دھتکارے ہوئے رہو گے ۔ بخدا ہم اس میں کبھی بھی نہیں جائیں گے ۔ فرمایا۔ اگر میں اس کے بعد کوئی اور بات

فَقَالُوْا نَعَمْ يَا اَبَا الْقَاسِمِ قَالَ هَلْ جَعَلْتُمْ فِيْ هٰذِهِ الشَّاةِ سَمًّا

پوچھوں تو سچ سچ بتاؤ گے ۔ انھوں نے عرض کیا ضرور اے ابو القاسم ! پوچھا کیا تم نے اس بکری میں زہر

فَقَالُوْا نَعَمْ قَالَ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ قَالُوْا اَرَدْنَا اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا

ملایا تھا۔ انھوں نے اقرار کیا ۔ دریافت فرمایا کس بنا پر۔ انھوں نے عرض کیا۔ ہم نے سوچا اگر آپ جھوٹے

نَسْتَرِيْحُ مِنْكَ وَاِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَضُرَّكَ ۔ ؎

ہیں تو ہم آپ سے راحت پا جائیں گے ۔ اور اگر نبی ہیں تو آپ کو کوئی ضرر نہ ہوگا ۔

؎ ثانی المغازی باب الشاۃ التی سمت ص۹۱۶ الطب باب مایذکر فی سم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۸۵۹ نسائی تفسیر ۔

**تشریحات ۱۷۰۲** مسلم میں ہے کہ ایک یہودی عورت زہر آلود بکری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی۔ حضور نے اس سے کچھ تناول فرمایا۔ اسے پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضور نے اس سے مواخذہ فرمایا۔ تو اس نے کہا۔ میں آپ کو مار ڈالنا چاہتی تھی۔ فرمایا اللہ تجھے مجھ پر قابو نہیں دے گا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ اسے مار ڈالیں۔ فرمایا۔ نہیں۔ راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں اس کا اثر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلق کے کوے میں پہچانتا تھا۔

اس عورت کا نام زینب بنت حارث تھا۔ اس نے وجہ میں یہ بھی کہا۔ آپ نے میرے باپ میرے شوہر میرے چچا میرے بھائی کو قتل کیا ہے۔ اس کے باپ کا نام حارث، چچا کا نام یسار اور بھائی کا نام زبیر اور شوہر کا نام سلام بن مشکم تھا۔ ابو داؤد میں ہے کہ یہ مرحب کی بہن تھی مسلم کے حوالے سے گذرا کہ اس کو قتل نہیں کیا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیتے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو گئی تھی۔ مگر اس بکری سے حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ کھا لیا تھا وہ غالباً تین دن کے بعد وفات پا گئے۔ تو ان کے قصاص میں قتل کرا دیا۔ ابو داؤد میں یہ بھی ہے کہ زینب نے پوچھا۔ آپ کو کس نے بتایا۔ تو فرمایا۔ اسی دست نے۔ حضور نے زہر کے اثر کو ختم کرنے کے لئے کاندھے پر سینگی لگوائی تھی۔

**فیھا یسیرًا** ۔ یعنی صرف چالیس دن جتنے دنوں ہمارے اسلاف نے بچھڑے کی پرستش کی تھی۔ اسی پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَۃً ۔ بقرہ (۸۰) ہمیں گنتی کے چند دن آگ چھوئے گی۔

**بَابُ** اِذَا قَالُوْا صَبَاْنَا وَلَمْ یُحْسِنُوْا اَسْلَمْنَا ص ۴۵ لڑائی کے وقت جب کافر صبأنا کہیں اور اسلمنا کہنا ان سے بن نہ پڑے۔

**توضیح باب** مقصود یہ ہے کہ کسی طرح اسلام ظاہر کر دیں۔ کافی ہے۔ صبأ کے معنی دین بدلنا ہے مشرکین عرب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صابی کہتے تھے۔ اس بنا پر کہ انھوں نے قریش کا دین چھوڑ کر اسلام کی تبلیغ کی۔ اس لئے ان کے صبأنا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے دین اسلام قبول کر لیا۔

امام بخاری نے پہلے فتح مکہ کی طویل حدیث کا ایک ٹکڑا نقل فرمایا۔ قصہ یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنی جذیمہ کی جانب بھیجا تھا۔ کہ انھیں اسلام کی دعوت دیں۔ اسلام کی دعوت سن کر ان لوگوں نے اسلمنا کہنے کے بجائے صبأنا صبأنا کہنا شروع کیا۔ اس کے باوجود حضرت سیف اللہ نے انھیں قتل کرنا اور گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ جب بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے

---

لہ ثانی دیات ۔ باب فیمن سقی رجلا سما ص ۲۶۴

توحضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ! خالد نے جو کچھ کہا ہے میں اس سے برارت ظاہر کرتا ہوں۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ اسلام کے اظہار کے لئے خاص مسلمانوں میں رائج لفظ ضروری نہیں۔ ہر قوم اپنی زبان میں جس طرح قبول اسلام کا اظہار کرے کافی ہے۔

۵۷۳ وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِذَا قَالَ مَتَرَّسْ فَقَدْ اٰمَنَهٗ

ت اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کسی مسلمان نے کسی کافر سے یہ کہہ دیا

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ الْاَلْسِنَةَ كُلَّهَا۔

مترس (مت ڈر) تو اس نے اس کو امان دے دیا۔

**تشریحات ۵۷۳** اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے بطریق ابو وائل سند متصل کے ساتھ اس تفصیل سے روایت کیا ہے۔ ہم فارس کے محل کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ ہمارے پاس حضرت عمر کا منشور پہنچا۔ جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرو تو یہ نہ کہو کہ اللہ کے حکم پر اتر آؤ۔ کیوں کہ وہ یہ نہیں جانتے۔ کہ اللہ کا حکم کیا ہے۔ یہ کہو ہمارے فیصلے پر اتر آؤ۔ اور جب ایک مسلمان کسی کافر کے مقابلے پر ہو اور مسلمان یہ کہہ دے لا تخف مت ڈر تو اس نے امان دے دی اور جب یہ کہا۔ مترس۔ تو امان دے دی۔ اللہ تمام زبانوں کو جانتا ہے۔ موطا میں یحیی بن یحیی اندلسی کی روایت میں مطرس یعنی تا کی جگہ طاء۔ غیر اہل زبان سے اس قسم کا ردوبدل ہوتا رہتا ہے۔

وَقَالَ تَكَلَّمْ لَا بَاْسَ۔ ہرمزان کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ لے کر جب دربار خلافت میں حاضر ہوئے تو حضرت فاروق اعظم اس سے بات کرنا چاہتے تھے۔ مگر وہ چپ تھا۔ کچھ بولتا ہی نہیں تھا۔ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا۔ بولو۔ تو اس نے کہا۔ زندہ کی بات کروں یا مردہ کی۔ فرمایا بات کر تیرے لئے کوئی حرج نہیں۔ اب اس نے پورا قصہ سنایا۔ اس کے بعد حضرت عمر نے اسے قتل کرنا چاہا۔ تو اس نے عرض کیا۔ آپ کو اب اس کا حق نہیں رہا۔ آپ فرما چکے ہیں بات کر تجھ پر کوئی حرج نہیں۔ فرمایا کوئی گواہ ہے۔ تو حضرت زبیر نے گواہی دی۔ اب اسے چھوڑ دیا وہ مسلمان ہوگیا۔ اور حضرت عمر نے اس کا وظیفہ مقرر فرما دیا۔ اسے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں اور یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔

**بَابُ هَلْ يُعْفٰى عَنِ الذِّمِّيِّ اِذَا سَحَرَ** ص۴۵۲ کیا ذمی جادو کردے تو اسے معاف کردیا جائے۔

۵۷۴ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سُئِلَ اَعَلٰى مَنْ سَحَرَ

ت یونس نے خبر دی کہ ابن شہاب سے دریافت کیا گیا اگر ذمی جادو کرے تو اسے

مِنْ اَهْلِ الْعَهْدِ قُتِلَ قَالَ بَلَغَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ فرمایا۔ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ قَدْ صُنِعَ لَهٗ ذٰلِكَ فَلَمْ يَقْتُلْ مَنْ صَنَعَهٗ وَكَانَ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ۔

پر جادو کیا گیا۔ حضور نے اسے قتل نہیں کیا۔ وہ اہل کتاب سے تھا۔

۱۷۰۳ ثَنَا هِشَامٌ ثَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُحِرَ حَتّٰی كَانَ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهٗ

تعالیٰ علیہ وسلم پر جادو کر دیا گیا۔ اس کا اثر یہ تھا کہ حضور خیال فرماتے کہ فلاں کام

صَنَعَ شَيْئًا وَلَمْ يَصْنَعْهُ۔ عہ

کر چکا ہوں حالانکہ کئے ہوئے نہیں ہوتے۔

## تشریحات ۱۷۰۳

یہ دوسرے ابواب میں مفصل اس طرح ہے۔ ام المؤمنین فرماتی ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جادو کر دیا گیا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ حضور خیال فرماتے کہ یہ کام کر چکا ہوں حالانکہ اسے کیا نہیں ہوتا۔ ازواج مطہرات کے پاس آنا چاہئے مگر آ نہیں سکتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دن بار بار دعا فرمائی۔ پھر فرمایا۔ اے عائشہ بیشک اللہ عزوجل نے مجھے بتا دیا ہے کہ کس چیز میں میری شفا ہے۔

خواب میں دو صاحب آئے ایک میرے سرہانے بیٹھا دوسرا پائینتا نے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔ ان کی بیماری کیا ہے۔ دوسرے نے جواب دیا۔ ان پر جادو کر دیا گیا۔ اس نے پوچھا کس نے کیا ہے۔ اس نے بتایا۔ بنی زریق کا لبید بن اعصم یہودی پوچھا۔ کس چیز میں۔ اس نے بتایا کنگھی میں اور کنگھی کرنے سے جو بال ٹوٹتے ہیں اور روئی کے گالے میں جو نر کھجور کے شگوفے کے خول میں ہے۔ پوچھا کہاں ہے یہ۔ اس نے بتایا بیر ذروان میں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے۔ اور واپس ہوئے اور حضرت عائشہ سے فرمایا۔ اس کنوئیں کا پانی سرخ رنگ ایسا ہے جیسے وہ پانی جس میں مہندی بھگوئی گئی ہو۔ اور اس کی شاخیں ایسی ہیں جیسے شیطان کے سر۔ ام المؤمنین نے عرض کیا۔ اسے آپ نے نکلوایا۔ فرمایا۔ نہیں اللہ نے مجھے شفا دے دی۔ نکالتا تو اندیشہ تھا کہ لوگوں میں سورش پیدا ہو جاتی۔ پھر اس کنوئیں کو پاٹ دیا۔

تفسیر نسفی میں حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ ایک یہودی غلام حضور کا خادم تھا۔ یہودیوں نے اس کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر اقدس کے کچھ بال اور کنگھے کے

---

عہ بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص۴۶۲ ثانی الطب باب السحر وقول اللہ تعالیٰ ولکن الشیاطین ص۸۵۷ باب ھل یستخرج السحر۔ باب السحر ص۸۵۸ الدعوات باب تکریر الدعا ص۹۴۵ مسند امام احمد جلد سادس ص۵-۹۶ اوب باب قول اللہ تعالیٰ ان اللہ یامر بالعدل ص۸۹۵

چند دانے حاصل کر لئے۔ اور اس میں جادو کر دیا۔ جادو کرنے والا لبید بن اعصم تھا۔ پھر بنی زریق کے ایک کنوئیں میں جس کا نام ذربان یا اروان تھا چھپا دیا۔ اس کے اثر سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر اقدس کے بال منتشر رہنے لگے۔ اور چھ ماہ تک جماع پر قدرت نہ رہی۔ روز بروز دبلے ہوتے جاتے تھے۔ کوئی کام کرنا چاہتے مگر کر نہ پاتے۔ پھر وہ خواب دیکھا جس میں فرشتوں نے بتایا کہ یہ بیر اروان کے اندر چٹان کے نیچے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی حضرت زبیر حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھیجا۔ ان لوگوں نے اس کے کل پانی کو نکال کر چٹان کے نیچے سے وہ خول نکالی۔ اس میں کچھ بال اور کنگھی کے دندانے اور ایک پٹھا .... تھا جس میں گیارہ گرہیں تھیں۔ جس میں سوئیاں چبھوئی ہوئی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معوذتین پڑھتے جاتے اور گرہ کھلتی جاتی۔ گرہیں کھلنے کے بعد حضور بالکل ٹھیک ہو گئے۔ اور روایتوں میں ہے کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک پتلا بھی تھا۔ سوئیاں اسی میں چبھوئی ہوئی تھیں۔ جب اس پتلے میں سے سوئی نکالی جاتی تو حضور کو تکلیف ہوتی اور فوراً دور ہو جاتی۔ جب کل سوئیاں نکال لی گئیں تو بالکلیہ راحت ہو گئی۔

کتاب الطب کی روایت میں ہے کہ یہ لبید بنی زریق کا حلیف اور منافق تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ پہلے یہودی تھا پھر مسلمان بنا اور اندر اندر کافر رہا۔ یہ جادو یہودیوں نے کرایا تھا۔ اس کا معاوضہ تین دینار تھا۔ جس کی قیمت آج کل چار ہزار کے لگ بھگ ہے۔ بعد میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے بلا کر پوچھا تو اس نے یہی بتایا کہ پیسے کے لئے کیا تھا۔

کچھ روایتوں میں ہے۔ وہ خول نکلوائی نہیں تھی۔ مگر کتاب الطب میں بطریق سفیان بن عیینہ جو روایت ہے۔ اس میں ہے کہ اسے نکلوایا۔ اور اسی کی مؤید اور بہت سی روایتیں ہیں۔ نسفی میں مذکورہ روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کو بھیجا۔ مگر بخاری وغیرہ کی روایت میں ہے کہ خود تشریف لے گئے ہو سکتا ہے پہلے خود تشریف لے گئے ہوں بعد میں ان لوگوں کو نکالنے کے لئے بھیجا۔ اور یا اس کا برعکس ہو۔

عام روایتوں میں **مشاقۃ** ۔ آیا ہے۔ اس کے معنی وہ روئی ہے جو کاتنے کے لئے لمبی لمبی گول کر لی جاتی ہے۔ غالباً گرہیں اسی میں تھیں۔ جس کو تفسیر نسفی کی روایت میں۔ وتر۔ سے تعبیر کیا۔

**بیر ذروان** ۔ بعض روایتوں میں ذی اروان آیا۔ علامہ ابن حجر کی رائے یہ ہے۔ کنوئیں کا نام ذی اروان ہی ہے۔ کثرت استعمال کی بنا پر تخفیفاً یا اور الف کو حذف کر کے ذروان کہنے لگے اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ کچھ روایتوں میں بیر اروان ہے۔

بعض روایتوں میں **تحت راعونۃ** ۔ آیا ہے۔ راعونہ۔ اس پتھر کو بھی کہتے ہیں جو کنوئیں کی مان پر اس لئے رکھ دیا جاتا ہے کہ اس پر پاؤں رکھ کر پانی نکالا جائے۔ اس وقت عرب میں دستور تھا کہ جب اتنا کنواں کھود لیں کہ گیلی مٹی آجائے جس میں پاؤں دھنسنے لگے تو ایک پتھر رکھ لیتے اور اس پر بیٹھ کر کنوئیں کو اور

گہرا کرتے۔ پھر اس پتھر کو وہیں چھوڑ دیتے جب کبھی کنوئیں کی صفائی کی حاجت ہوتی تو صفائی کرنے والا اسی پتھر پر بیٹھ کر صاف کرتا۔ اسے بھی راعونہ کہتے ہیں۔ حدیث میں یہی پتھر مراد ہے۔

**ایک شبہے کا ازالہ** ملحدین اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول برحق نہیں تھے۔ ورنہ جادو کا اثر نہ ہوتا اور جب کہ اثر ہو گیا اور ان کا وہ حال ہو گیا تھا جو مذکور ہے تو ان کی باتوں کا کیا اعتبار۔

علماء نے فرمایا۔ کہ اس جادو کا اثر صرف اتنا ہی تھا کہ جماع پر قدرت نہیں تھی۔ اور دنیوی کاموں کے بارے میں خیال مذکور ہوتا۔ چھ مہینے تک اس کا اثر رہا۔ مگر اس اثنا دینی باتوں میں کوئی کسی قسم کا خلل نہیں آیا۔ نمازیں وقت پر صحیح صحیح پڑھتے تھے۔ اس میں قرآن مجید صحیح پڑھتے اور دینی احکام کما حقہٗ بیان فرماتے تھے۔ اس لئے ان ایام میں جو بھی دینی باتیں فرمائیں۔ وہ سب حق ہیں۔ رہ گیا اثر تو جس طرح تیر و سنان سے زخم پہنچتا ہے۔ یہ زخم پہنچنا منافی نبوت نہیں اسی طرح جادو کی حیثیت تیر و سنان کی ہے۔ اس سے متاثر ہونا بھی رسالت و نبوت کے منافی نہیں۔

کتاب الطب کی ایک روایت میں ہے کہ ام المؤمنین نے عرض کیا۔ افلا تنشرت قال۔ لا۔ آپ نے اس کا جھاڑ پھونک نہیں کرایا۔ فرمایا۔ نہیں۔ اللہ نے مجھے شفا دے دی۔ میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ کسی شخص کو برائی پر ابھاروں۔ مطلب یہ ہے کہ جب اللہ عزوجل نے مجھے شفا دیدی۔ جھاڑ پھونک کی ضرورت نہیں۔ اگر میں جھاڑ پھونک کراتا تو اندیشہ تھا ایک یہ کہ کمزور عقیدے کے اور مذبذبین کہتے کہ یہ کیسے نبی ہیں کہ اپنے اوپر سے جادو نہیں اتار سکتے۔ جھاڑ پھونک کرنے والوں کے محتاج ہیں۔ اور اس کا بھی اندیشہ تھا کہ اس سے عام شہرت ہو جاتی کہ فلاں نے مجھ پر جادو کیا ہے۔ لوگ مشتعل ہو کر اسے مار ڈالتے جیسے منافقین کی بدتمیزیوں پر جب مخلصین نے انھیں قتل کرنے کی اجازت مانگی تو یہ فرما کر منع کر دیا کہ لوگ کہیں گے کہ یہ اب اپنے اصحاب کو قتل کرانے لگے۔ یہی یہاں بھی ہوتا۔

تنشرت کا مادہ نشرۃ۔ ہے۔ اس کے معنی جادو آسیب دور کرنے کا علاج ہے۔ جھاڑ پھونک یا اور کچھ ایسی دعائیں اور ایسے اعمال جن میں کوئی بات شرع کے خلاف نہ ہو۔ جائز ہیں۔ بلکہ اس سے علاج کرنا باعث اجر۔ حدیث میں ہے۔ من استطاع ان ینفع اخاہ فلینفع۔ جو اپنے بھائی نفع پہنچا سکے پہنچائے۔

**بَابُ مَا يُحْذَرُ مِنَ الْغَدْرِ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ**

ص ۴۵۰

عہد شکنی سے کتنا ڈرایا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ فرمایا اگر وہ تمہیں فریب دینا چاہیں تو بیشک اللہ تمہیں کافی ہے وہی ہے جس نے تمہیں قوت دی اپنی مدد سے اور مسلمانوں سے۔ اور ان کے دلوں میں محبت پیدا کر دی۔ اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ

بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ انفال (۸) (۶۳)

کر دیتے تو بھی ان کے دل ملا نہیں سکتے تھے ہاں اللہ نے ان کے دلوں کو ملایا۔ بیشک وہ غالب حکمت والا ہے۔

۱۷۰۴ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا اِدْرِيْسَ قَالَ سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ رَّضِيَ

**حدیث** حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں غزوہ تبوک میں

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور چمڑے کے گول خیمے

تَبُوْكَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ مِّنْ اَدَمٍ فَقَالَ اُعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَوْتِيْ

میں تھے۔ فرمایا۔ قیامت سے پہلے چھ چیزیں گن لو۔ میرا دنیا سے چلا جانا پھر بیت المقدس

ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ مَوْتَانٌ يَاْخُذُ فِيْكُمْ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ

کی فتح، پھر موت عام جو تم میں قعاص کی طرح ہو گی پھر افراط زر یہاں تک کہ ایک

ثُمَّ اسْتِفَاضَةُ الْمَالِ حَتّٰى يُعْطَى الرَّجُلُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَيَظَلُّ سَاخِطًا

شخص کو سو دینار دیا جائے گا تو بھی ناخوش رہے گا۔ پھر ایک ایسا فتنہ جو عرب میں

ثُمَّ فِتْنَةٌ لَّا يَبْقٰى بَيْتٌ مِّنَ الْعَرَبِ اِلَّا دَخَلَتْهُ ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُوْنُ

ہر گھر میں پہنچے گا۔ پھر تم میں اور رومیوں میں صلح ہو گی مگر وہ عہد شکنی

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْاَصْفَرِ فَيَغْدِرُوْنَ فَيَاْتُوْكُمْ تَحْتَ ثَمَانِيْنَ

کر کے تم پر حملہ کریں گے۔ اسی جھنڈے لے کر آئیں گے۔ ہر جھنڈے کے

غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا۔ عہ

نیچے بارہ ہزار سپاہی ہوں گے۔

**تشریحات ۱۷۰۴** مُوْتَانٌ۔ میم کے ضمے کے ساتھ اس کے معنی مرگ عام۔ میم کے فتحے کے ساتھ بھی روایت ہے۔ قُعَاص۔ چوپایوں کی ایک بیماری کا نام ہے۔ جس میں ناک سے پانی کے مثل رطوبت نکلتی ہے۔ جس سے چوپایہ مرجاتا ہے۔ ابن فارس نے کہا کہ یہ سینے کی ایک بیماری ہے۔ جس کے اثر سے گردن ٹوٹ جاتی ہے۔ شراح نے لکھا ہے۔ ان قیامت کی چھ علامتوں میں پانچ پائی جاچکی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال۔ بیت المقدس کی فتح۔ مرگ عام جو عمواس کے طاعون میں ہوئی تھی، مال کی کثرت۔ حضرت

عہ ابو داؤد۔ ادب ابن ماجہ فتن۔

عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ہوئی۔ کہ ایک لونڈی اپنے ہم وزن سونے کے عوض خریدی جاتی۔ اور فتنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہے جو عرب کے گھر گھر پہنچا۔ پانچویں علامت حضرت امام مہدی کے زمانے میں ظاہر ہوگی۔

بَابُ اِثْمِ مَنْ عَاهَدَ ثُمَّ غَدَرَ وَقَوْلِ اللّٰهِ اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ اَنْفَال (۶ ۵)

معاہدہ کر کے عہد شکنی کرنے کا گناہ اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ کافروں میں سے جو لوگ تم سے عہد کرتے ہیں۔ پھر ہر بار توڑتے ہیں اور وہ اللہ سے ڈرتے نہیں

۱۷۰۵ وَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا

قَالَ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا لَمْ تَجْتَبُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا فَقِيْلَ لَهٗ وَكَيْفَ

جب تم کو جزیے کا ایک دینار اور درہم بھی نہیں ملے گا۔ عرض کیا گیا۔ اے

تَرٰى ذٰلِكَ كَائِنًا يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ اِيْ وَالَّذِيْ نَفْسُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

ابو ہریرہ آپ نے یہ رائے کیسے قائم کر لی۔ فرمایا۔ ہاں بخدا ابو ہریرہ کی جان

بِيَدِهٖ عَنْ قَوْلِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ قَالُوْا عَمَّ ذٰلِكَ قَالَ تُنْتَهَكُ ذِمَّةُ

جس ذات کے قبضے میں ہے صادق مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے۔ پوچھا

اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ فَيَشُدُّ اللّٰهُ قُلُوْبَ اَهْلِ الذِّمَّةِ فَيَمْنَعُوْنَ

کس ارشاد سے۔ فرمایا۔ اللہ اور اس کے رسول کے ذمہ کو توڑا جائے گا۔ تو اللہ ذمیوں کے

مَا فِيْ اَيْدِيْهِمْ۔

قلوب مضبوط فرما دے گا اور تو وہ اپنے مال میں سے تم کو کچھ نہ دیں گے۔

تشریحات ۱۷۰۵ وقال ابو موسیٰ۔ یہ محمد بن مثنی امام بخاری کے شیخ ہیں۔ یہ حدیث تعلیق ہے۔ کہ متصل ہے اس کا فیصلہ اس پر ہے کہ قال کے صیغے سے تحدیث سے سماع ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ خطیب وغیرہ نے کہا۔ کہ جس کی عادت ہو کہ سنی ہوئی حدیث کو قال سے روایت کرتا ہو۔ اس کی سند متصل ہے ورنہ نہیں۔ اس حدیث کو ابو نعیم نے مستخرج میں بطریق موسیٰ بن عباس عن ابی موسیٰ۔ اس کے مثل روایت کیا ہے۔

باب

۱۷۰۶ سَأَلْتُ أَبَا وَائِلٍ شَهِدْتَ صِفِّيْنَ قَالَ نَعَمْ فَسَمِعْتُ سَهْلَ

**حدیث** سلیمان اعمش نے کہا کہ میں نے ابو وائل سے پوچھا۔ کیا آپ صفین میں شریک تھے۔

بْنَ حُنَيْفٍ يَقُوْلُ اِتَّهِمُوْا رَأْيَكُمْ رَأَيْتُنِيْ يَوْمَ أَبِيْ جَنْدَلٍ وَلَوْ أَسْتَطِيْعُ

انھوں نے بتایا ہاں میں نے سہل بن حنیف کو (جنگ صفین میں شریک نہ ہونے کا عذر بیان کرتے ہوئے)

أَنْ أَرُدَّ أَمْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَرَدَدْتُّهُ وَمَا

سنا وہ کہتے تھے یوم ابو جندل (صلح حدیبیہ کے دن مجھے اتنا جوش تھا) کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

وَضَعْنَا أَسْيَافَنَا عَلٰى عَوَاتِقِنَا لِأَمْرٍ يُّقْطِعُنَا إِلَّا أَسْهَلْنَ بِنَا إِلٰى أَمْرٍ

علیہ وسلم کے ارشاد کو رد کرنے کی استطاعت رکھتا تو رد کر دیتا۔ ہم نے جس پریشان کن معاملے میں اپنے کندھوں

نَعْرِفُهُ غَيْرَ أَمْرِنَا هٰذَا۔ عہ

پر تلوار رکھی تو ہمیں آسان معلوم ہوا۔ اور اس کا حال وہ ہوا جو ہم جانتے تھے سوائے اس معاملے کے۔

**تشریحات ۱۷۰۶** قصہ یہ ہوا کہ حضرت سہل بن حنیف ان بزرگوں میں تھے جو صفین کے حادثے میں دونوں فریق کو لڑائی سے روکنے کی جد وجہد کرتے رہے۔ لڑائی میں شریک نہ ہونے پر انھیں کچھ لوگوں نے ملامت کی تو فرمایا۔ لڑنے والوں تم اپنی رائے کا قصور سمجھو۔ میں نے بزدلی یا جان بچانے کے لئے اس لڑائی سے پہلو تہی نہیں کی ہے۔ میں تو وہ ہوں کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب ابو جندل کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واپس کرنے کا حکم دیا تھا۔ اگر مجھ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو رد کرنے کی استطاعت ہوتی تو اسے رد کر دیتا۔ اور مشرکین سے لڑ پڑتا۔ مگر چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلح کر چکے تھے۔ اور اسے بہر حال باقی رکھنا چاہتے تھے۔ صلح میں بھلائی ہے۔ تو میں نے بھی اسے منظور کر لیا۔ اسی طرح آج جب ایک فریق صلح کا خواستگار ہے تو اسے منظور کر لینا ہی بہتر ہے۔

یوم جندل سے اس حدیث میں یوم حدیبیہ مراد ہے۔

**غیر امرنا ھذا** ۔ یعنی ہم جب بھی لڑے تو انجام بخیر ہوا سوائے اس جنگ صفین کے۔ کتاب التفسیر میں اتنا زائد ہے۔ کہ جب اہل شام نیزوں پر مصحف اٹھا کر یہ کہنے لگے کہ ہمارے تمہارے درمیان کتاب اللہ حکم ہے۔ تو کسی نے یہ آیت تلاوت کی۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ۔ آل عمران (۲۲) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں اللہ کی کتاب کی جانب بلایا جاتا ہے۔ تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے۔ تو ان میں سے ایک فریق نے

---

عہ اس کے بعد متصل ثانی مغازی باب غزوۃ الحدیبیہ ص۶۰۲ التفسیر سورۃ الفتح ص۷۱۷ الاعتصام باب ذم الرای ص۱۰۸۶ مسلم مغازی۔ نسائی تفسیر۔

نے منہ پھیر لیا۔

یہ سن کر حضرت علی نے فرمایا۔ مجھے منظور ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے اس حدیث کو کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جس میں صلح حدیبیہ کے اس مکالمے کا تذکرہ ہے۔ جو حضرت عمر اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان ہوا تھا۔ اخیر میں ہے۔ پھر سورہ فتح نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شروع سے اخیر تک اس کو پڑھا۔ سن کر حضرت عمر نے عرض کیا۔ کیا یہ فتح ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ صلح حدیبیہ معنوی اعتبار سے فتح ہی ثابت ہوئی۔ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے مابین اتنی کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے کہ اسلام کے انیس سالہ قبل کے ایام میں نہ ہوئے تھے۔ آپس میں کشیدگی اور تنازع ختم ہونے کے بعد جب مشرکین آزادانہ مسلمانوں سے ملنے جلنے لگے اور انھوں نے اسلام کی خوبیاں دیکھیں تو مسلمان ہوتے گئے۔

**باب** اِثْمِ الْغَادِرِ لِلْبَرِّ وَالْفَاجِرِ ص۴۵۲ عہد شکنی کرنے والے کا گناہ نیکوکار کے ساتھ ہو یا بدکار کے ساتھ۔

**توضیح باب** عہد شکنی میں بھی تعمیم ہے۔ خواہ وہ نیکوکار ہو یا بدکار۔ بہرحال عہد شکنی حرام اور اخلاقی پستی ہے۔

| | |
|---|---|
| ۱۷۰۷ | عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ وَعَنْ ثَابِتٍ |
| **حدیث** | حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ |
| عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ | |
| علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا۔ ہر عہد شکن کے لئے قیامت کے دن | |
| لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قَالَ اَحَدُھُمَا یُنْصَبُ وَقَالَ الْاٰخَرُ یُرٰی یَوْمَ | |
| ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا۔ جس کے ذریعہ وہ پہچانا | |
| الْقِیٰمَۃِ یُعْرَفُ بِہٖ عہ | |
| جائے گا۔ | |
| ۱۷۰۸ | عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی |
| **حدیث** | حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے |
| اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ یُنْصَبُ بِغَدْرَتِہٖ عہ | |
| ہوئے سنا۔ ہر غدار کے لئے قیامت کے دن اس کی غداری کی وجہ سے ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا۔ | |

عہ مسلم مغازی۔ عہ ثانی الادب باب مایدعی بآبائھم ص۹۱۲ دو طریقے سے۔ الفتن باب اذا قال عند قوم شیئاً ثم خرج فقال بخلافہ ص۱۰۵۴ مسلم مغازی۔

۱۷۰۷-۸

**تشریحات**

**قَالَ اَحَدُهُمَا** ۔ یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی، حدیث کے ایک راوی نے یہ کہا۔ **یُنْصَبُ** ۔ یعنی جھنڈا نصب کیا جائے گا۔ اور دوسرے راوی نے کہا **یُرٰی یَوْمَ الْقِیَامَةِ یُعْرَفُ بِهٖ** ۔ یہ جھنڈا قیامت کے دن دیکھا جائے گا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔

**بِغَدْرَتِهٖ** اس میں باء سببیت ہے۔ اس کی عہد شکنی کی وجہ سے اور یہ بھی احتمال ہے کہ مقابلے کے لئے ہو۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ اپنی عہد شکنی کی مقدار یعنی جس حیثیت کی عہد شکنی ہوگی اس اعتبار سے جھنڈا چھوٹا بڑا ہوگا۔ غَدْرٌ عہد شکنی بہرحال حرام ہے خواہ حاکم محکوم سے کرے یا محکوم حاکم سے کرے یا ایک حاکم دوسرے حاکم سے کرے یا رعایا ایک دوسرے سے آپس میں کرے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب بدء الخلق ص ۴۵۳

## ابتدائے آفرینش کا بیان

**باب ما جاء فی قول اللہ وھو الذی یبدأ الخلق ثم یعیدہ وھو اھون علیہ۔ روم (۲۷)** ص ۴۵۳

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے بارے میں کیا وارد ہے۔ فرمایا (اللہ) وہی ہے جس نے خلق کو اول اول بنایا پھر دوبارہ بنائیگا (تمہاری سمجھ کے مطابق) دوبارہ بنانا نسبت پہلے کے زیادہ آسان ہے۔

۵۷۵ وقال الربیع بن خثیم والحسن کل علیہ ھین وھین مثل ق ربیع بن خثیم اور امام حسن بصری نے کہا۔ سب اس پر آسان ہے۔ ھینٌ بھی لغت ہے اور لینٌ ولینٌ ومیتٌ ومیتٌ وضیقٌ وضیقٌ۔ ھینٌ بھی جیسے لینٌ ولینٌ ومیتٌ ومیتٌ وضیقٌ وضیقٌ۔

**تشریح ۵۷۵** اس تعلیق کا افادہ دو ہے ایک یہ کہ آیہ کریمہ میں۔ اھون۔ معنی تفضیل میں نہیں بلکہ صفت مشبہ ھینٌ کے معنی میں یعنی اللہ عزوجل کے لئے پہلی بار بنانا اور دوبارہ بنانا سب آسان ہے۔ یہ نہیں کہ پہلی بار بنانا دشوار ہو اور دوبارہ بنانا اس کی بہ نسبت آسان ہے ایسا نہیں سب یکساں اور آسان ہے۔ دوسرا افادہ یہ کہ قرآن کریم کی بعض دوسری آیتوں میں جو ھو علیہ ھین آیا ہے۔ اس میں دو لغت ہے۔ یا کو تشدید اور ساکن۔ اس تعلیق کو طبری نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اَفَعَیِینَا اَفَاَعْیٰ عَلَیْنَا حِیْنَ انْشَأْکُمْ وَانْشَأْ خَلْقَکُمْ۔ سورۂ ق میں ارشاد ہے۔ اَفَعَیِینَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ ھُمْ فِیْ لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ۔ (۱۵) تو کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے بلکہ وہ نئے بنانے کے بارے میں شبہے میں ہیں۔ اس کی تفسیر میں امام بخاری فرماتے ہیں۔ تو کیا ہم پر تکان طاری ہو گئی۔ جب تم کو اور دوسری مخلوق کو پیدا کیا۔ لُغُوْبٌ سورہ ق ہی میں ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ۔ (۳۸) اور بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کی درمیانی چیزوں کو چھ دن میں پیدا فرمایا۔ اور ہم کو تکان نہ آئی۔ لُغُوْب کے معنی بتایا۔ النَّصَبُ۔ تکان۔ سورہ نوح میں فرمایا۔ وَلَقَدْ

خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾ حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح بنایا۔ میں اطوارا۔ آیا تھا۔ اس کی تفسیر میں فرمایا طَوْرًا كَذَا وَ طَوْرًا كَذَا وَعَدَ اطوارکا ای قدرکا۔ کبھی اس طرح کبھی اس طرح ہوتے ہیں۔ عدا طورکا۔ وہ اپنے مرتبے سے بڑھ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ تم پہلے نطفہ تھے پھر منجمد خون بنے پھر گوشت کے لوتھڑے بنے۔ الخ

**حدیث ۱۷۰۹** عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ اَنَّهٗ حَدَّثَهٗ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

حضرت عمران بن حصین نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اونٹنی کو مسجد کے دروازے پر باندھ دیا۔ کہ بنی تمیم کے کچھ لوگ حاضر ہوئے۔ حضور نے ان سے فرمایا۔

وَسَلَّمَ وَعَقَلْتُ نَاقَتِيْ بِالْبَابِ فَاَتَاهُ نَاسٌ مِنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ فَقَالَ اَقْبِلُوا

اے بنی تمیم بشارت قبول کرو۔ انھوں نے کہا۔ آپ بشارت سنا چکے۔ کچھ ہم کو عطا فرمائیے دو مرتبہ۔

الْبُشْرٰى يَا بَنِيْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَدْ بَشَّرْتَنَا فَاَعْطِنَا مَرَّتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهِ

پھر یمن کے کچھ لوگ حاضر ہوئے۔ تو فرمایا۔ بشارت قبول کرلو اے یمن والو! جب کہ بنی تمیم نے قبول

نَاسٌ مِّنَ الْيَمَنِ فَقَالَ اَقْبِلُوا الْبُشْرٰى يَا اَهْلَ الْيَمَنِ اِنْ لَّمْ يَقْبَلْهَا

نہیں کیا۔ انھوں نے عرض کیا۔ ہم نے قبول کرلیا۔ یارسول اللہ! انھوں

بَنُوْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالُوْا جِئْنَاكَ لِنَسْاَلَكَ عَنْ هٰذَا

نے عرض کیا کہ ہم خدمت اقدس میں اس غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔ کہ اس عالم کے

الْاَمْرِ قَالَ كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهٗ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ

بارے میں حضور سے دریافت کریں۔ فرمایا اللہ تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس کا عرش

وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ وَخَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَنَادٰى مُنَادٍ

پانی پر تھا۔ اور ذکر (لوح محفوظ میں)۔ ہر چیز اس نے لکھ لیا تھا۔ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا

ذَهَبَتْ نَاقَتُكَ يَا ابْنَ الْحُصَيْنِ فَانْطَلَقْتُ فَاِذَا هِيَ تَقْطَعُ دُوْنَهَا

فرمایا اتنے میں کسی نے پکارا اے ابن حصین تیری اونٹنی بھاگ گئی میں چل پڑا تو دیکھا وہ سراب کے بھی آگے

السَّرَابُ فَوَاللّٰهِ لَوَدِدْتُّ اَنِّيْ تَرَكْتُهَا ۔عہ

نکل چکی ہے۔ بخدا جی یہ چاہ رہا تھا کہ اسے چھوڑ دیتا۔

عہ اس کے پہلے۔ ثانی مغازی باب وفد بنی تمیم ص۶۲۶ باب قدوم الاشعریین ص۶۳۰ توحید باب وکان عرشہ علی الماء ص۱۱۰۳ ترمذی مناقب نسائی تفسیر۔ مسند امام احمد رابع ص۴۲۶ وغیرہ

**تشریحات ۱۷۰۹** سنہ ۹ھ سنۃ الوفود میں بنی تمیم کے نو رؤساء خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ جن میں اقرع بن حابس بھی تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت قیلولہ فرما رہے تھے۔ اقرع نے باہر ہی سے چلا کر پکارا۔ یا محمد۔ انھیں کے بارے میں آیہ کریمہ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ۔ نازل ہوئی۔

**اقبلوا البشریٰ**۔ اس بشارت سے یا تو جنت کی بشارت مراد ہے۔ یا آئندہ جو فتوحات و فراخی حاصل ہونے والی تھی۔ اس کی بشارت مراد ہے۔ جب بشارت قبول کرنے سے انکار کر کے سوال کیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا روئے انور بدل گیا۔

**ناس من الیمن**۔ یہ اہل یمن حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ہمراہی نہیں تھے۔ اس لئے کہ یہ لوگ فتح خیبر کے موقعہ پر حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حاضر بارگاہ ہو چکے تھے۔ اس سے مراد حضرت نافع بن زید حمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ہمراہی ہیں۔ کیونکہ یہی لوگ سنۃ الوفود میں حاضر ہوئے تھے۔ اور بنی تمیم کے ساتھ انھیں کا اجتماع ہوا تھا۔ جیسا کہ ابن شاہین نے کتاب الصحابہ میں ذکر کیا ہے۔ کہ ایاس بن عمیر نے کہا کہ وہ بنی حمیر کے وفد کے ساتھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ ہم دین میں سمجھ حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں۔

**عن ھذا الامر**۔ کتاب التوحید میں ہے کہ ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ دین میں سمجھ حاصل کریں۔ ہٰذا الامر سے مراد دنیا ہے۔ کتاب التوحید میں یہ ہے۔ عن اول ھذا الامر ما کان۔ دنیا کی سب سے پہلی چیز کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت عمران کی حدیث کے اخیر حصے سے کہ جب مجھے اونٹنی کے بھاگنے کا علم ہوا تو اٹھ کھڑا ہوا۔ کاش کہ میں نہ اٹھا ہوتا۔ یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور کچھ فرمایا ہوگا۔ مگر علامہ ابن حجر فرماتے ہیں۔ کہ حضرت نافع بن زید حمیری اخیر تک حاضر رہے ان کی حدیث میں بھی اتنا ہی ہے۔ صرف اخیر میں یہ زائد ہے واستوی علی عرشہ عزوجل۔ اور عرش پر مستوی ہو گیا۔ عزوجل۔

**کان اللہ**۔ یہاں یہ ہے۔ اور دوسری روایتوں میں ہے۔ ولم یکن معہ شیئ۔ اس حدیث سے ثابت کہ اللہ عزوجل پر۔ شی کا اطلاق درست ہے۔ شی تین معنی میں مستعمل ہے مایعلم ویخبر عنہ۔ جسے جانا جا سکے اور جس کے بارے میں خبر دی جا سکے۔ یہ معنی واجب ممکن ممتنع سب کو عام ہے۔ اسی معنی کر شیئ کا اطلاق اللہ عزوجل پر ہے۔ آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ میں یہی معنی مراد ہے جس کا وجود ممکن ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ میں یہی معنی مراد ہے۔ جو مخلوق ماضی یا حال یا مستقبل میں موجود تھی یا ہے یا ہوگی۔ یہی معنی آیت کریمہ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ۔ میں مراد ہے۔ اخیر کے دو معنوں کے اعتبار سے اس کا اطلاق ذات باری پر درست نہیں۔

---

لہ فتح الباری جلد ثامن ص ۹۷

**کان عرشہ علی الماء** ۔ عرش مجسم ہے ۔ اس کے پائے ہیں ۔ جیسا کہ ایک حدیث[1] میں ہے ۔ **فاذا موسیٰ آخذٌ بقائمۃٍ من قوائم العرش** ۔ اچانک میں نے دیکھا کہ موسیٰ عرش کا ایک پایہ پکڑے ہوئے ہیں ۔ اور یہ مخلوق اور حادث ہے ۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلی مخلوق عرش اور پانی ہے ۔ ان دونوں میں پانی مقدم ہے ۔ جیسا کہ امام احمد[2] اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی عرش سے پہلے پیدا کیا گیا ۔ سُدّی نے اپنی تفسیر میں متعدد سندوں کے ساتھ روایت کیا ۔ کہ اللہ عزوجل نے پانی سے پہلے کسی مخلوق کو نہیں پیدا فرمایا ۔

**شبہات اور اس کے جوابات** ۔ امام احمد[3] اور ترمذی اور ابوداؤد نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ سب سے پہلے اللہ نے قلم پیدا فرمایا ۔ اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے ۔ اللہ نے پہلی چیز جو پیدا کی وہ عقل ہے ۔ نیز مصنف عبدالرزاق میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

| | |
|---|---|
| یاجابر ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ فجعل ذلک النور یدور بالقدرۃ حیث شاء اللہ ولم یکن فی ذلک الوقت لوح ولا قلم ولا جنۃ ولا نار ولا شمس ولا قمر ولا جنی ولا انسی ۔ | اے جابر بے شک اللہ نے تمام چیزوں سے پہلے اپنے نور سے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا ۔ پیدائش کے بعد یہ نور اللہ نے جہاں چاہا دورہ کرتا رہا ۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم نہ جنت نہ دوزخ نہ سورج نہ چاند نہ انسان نہ جن ۔ اسکے بعد اسی نور سے تمام مخلوقات کی آفرینش کی تفصیل ہے ۔ |

اس حدیث کو علامہ احمد خطیب قسطلانی[4] نے مواہب اللدنیہ میں نہیں تک تحریر فرمایا ۔ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی نے اس پر کوئی جرح نہیں فرمائی ۔ اسے ثابت رکھا ۔ بلکہ تائید میں فرمایا ۔ **وقد رواہ البیہقی ببعض مخالفتہ** ۔ بیہقی نے بھی کچھ اختلاف کے ساتھ اسے روایت کیا ہے ۔ ڈھابیل کے دیوبندی ادارے اپنے اہتمام اور ایک دیوبندی فاضل کی تصحیح و تنقیح سے مصنف عبدالرزاق چھاپی ہے ۔ اس مطبوعہ میں یہ حدیث نہیں ۔ مگر جب دو مسلم الثبوت محقق علامہ احمد خطیب قسطلانی اور علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی نے اسے تسلیم کر لیا ہے اس پر کوئی جرح نہیں کی ثابت رکھا ۔ تو یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ حدیث مصنف عبدالرزاق میں ہے ۔ ہو سکتا ہے ۔ ڈھابیل والوں کو یہ نسخہ نہ ملا ہو اور یہ بھی بعید نہیں کہ دیوبندی فاضل جن کی تصحیح و تنقیح سے یہ کتاب چھپی ہو قصداً نکال دیا ہے ۔ یہ اس بنا پر ہے کہ ان کے بزرگ اپنے عقیدے کے مطابق حدیث گڑھنے کے عادی ہیں ۔ اس فرقے کے بانی رشید احمد گنگوہی

---

[1] بخاری اول خصومات باب اول ص ۳۲۵ [2] عمدۃ القاری حادی عشر ص ۱۰۹ [3] مسند امام احمد جلد خامس ص ۳۱۷ ترمذی ثانی قدر باب الرضا بالقد ۳۸ تفسیر سورہ ن ص ۱۶۷ ابوداؤد ثانی القدر ص ۲۹۰

[4] شرح المواہب للزرقانی اول ص ۴۶

صاحب نے یہ حدیث گڑھی[1] ۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ کو بھائی کہو۔
پہلے احتمال کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حدیث فتجلی لی کل شیی فعرفت مشکوٰۃ میں ترمذی کے بھی حوالے سے مذکور ہے۔ مگر ترمذی[2] کا جو نسخہ مطبوعہ ہے۔ اس میں نہیں۔ مگر مطبع والوں نے دوسرے نسخے کا حوالہ دے کر حاشیے پر نقل کر دیا ہے۔
کہنا یہ ہے کہ سب سے پہلی مخلوق کیا ہے؟۔ اس میں پانچ روایتیں ہیں۔ نور مصطفیٰ۔ پانی، عرش، قلم، عقل علماء نے اس میں یہ تطبیق دی کہ نور مصطفیٰ کی اولیت حقیقی ہے اور بقیہ اشیاء کی اضافی یا عرفی۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔
نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولیت حقیقی اس وجہ سے ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں بعد میں جو تفصیل ہے اس سے ظاہر ہے کہ دوسری تمام مخلوقات اسی نور سے بنی ہیں۔
عرش اور قلم میں ترجیح اسی کو ہے کہ عرش مقدم ہے۔ ابن ابی حازم[3] نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ اللہ نے لوح محفوظ کو پانچ سو برس کی مسافت کی لمبائی اور چوڑائی میں پیدا فرمایا۔ پھر مخلوق کی آفرینش سے پہلے قلم سے فرمایا۔ اور وہ عرش پر تھا۔ کہ لکھ۔ قلم نے عرض کیا۔ کیا لکھوں؟۔ فرمایا۔ اپنی مخلوقات کے بارے میں جو کچھ میرا علم ہے اسے لکھ۔ یہ حدیث نص صریح ہے کہ عرش کی تخلیق قلم سے پہلے ہے۔ اور یہی حدیث اس کی بھی دلیل ہے۔ کہ عقل قلم کے بعد پیدا کی گئی۔ اس لئے کہ اس میں تصریح ہے۔ مخلوق کی آفرینش کے پہلے قلم پیدا ہو چکا تھا۔ اور عقل بھی مخلوق ہی ہے۔ پانی اور عرش بھی مخلوق ہیں۔ مگر چونکہ ان کی تقدیم احادیث سے ثابت ہے اس لئے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔
نیز بیہقی[4] نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے روایت کیا کہ فرمایا سب سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا فرمایا اسے حکم دیا کہ لکھ۔ اس نے عرض کیا۔ کیا لکھوں۔ تو فرمایا۔ تقدیر لکھ۔ تو اس دن سے قیام قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب لکھ لیا۔ اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ عقل قلم کے بعد پیدا کی گئی۔
بلکہ نافع بن یزید حمیری[5] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں صاف صاف ہے۔ اس کا عرش پانی پر تھا پھر قلم پیدا فرمایا۔
پانی عرش قلم عقل کی اولیت عرفی ہے اس بنیاد پر کہ مقصود آفرینش آسمان و زمین ہیں اور جو کچھ ان کے مابین ہے۔ ان کی پیدائش سے پہلے یہ چاروں چیزیں پیدا کی گئیں۔
**کان اللہ ولم یکن شیئ غیرہ** ۔ اللہ تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ کتاب التوحید میں ہے **ولم یکن شیئ قبلہ** ۔ بخاری کے علاوہ میں ہے۔ **ولم یکن شیئ معہ** ۔ اس کے پہلے کچھ نہ تھا۔ اس کے ساتھ کچھ نہ تھا سب کا مفاد ایک ہے۔ کان کی اسناد جب اللہ عزوجل یا اس کی صفات کی طرف ہوتی ہے تو اس سے مراد

---

[1] فتاوٰی رشیدیہ مطبوعہ کراچی ص ۸۵ [2] ترمذی ثانی تفسیر سورہ صٓ ص ۱۵۶۔
[3] فتح الباری جلد سادس ص ۲۸۹ [4] ایضاً [5] ایضاً۔

ازلیت مطلقہ ہوتی ہے۔ جس کی کوئی ابتدا نہ ہو۔ جو عدم سے منزہ ہے۔ اور مخلوقات کی طرف ہوتی ہے تو اس سے حدوث مراد ہوتا ہے۔ یعنی ایک وقت تھا کہ یہ موجود نہ تھی معدوم تھی پھر وجود میں آئی۔

**۱۷۱۰ حدیث** عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ۔

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے درمیان ایک بار کھڑے ہوئے۔ تو ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے اپنی جگہوں میں اور دوزخیوں کے اپنی جگہوں میں داخل ہونے تک کی ہمیں خبر دی۔ اسے جس نے یاد رکھا یاد رکھا جو بھول گیا بھول گیا۔

**۱۷۱۱ تشریحات** اس حدیث کے مطابق ہم اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان ومایکون کا علم عطا فرمایا تھا۔ یعنی ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک جتنی مخلوقات موجود ہو چکی ہیں یا موجود ہیں یا آئندہ ہوں گی ان سب کا علم عطا فرمایا۔ ذات باری تعالیٰ اور اس کی صفات چونکہ واجب غیر مخلوق ہیں وہ ماکان ومایکون میں داخل نہیں۔ اگرچہ ذات وصفات کا علم کثیر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ مگر وہ اس میں داخل نہیں۔ اسی طرح ممتنعات، محالات، اور وہ چیزیں جن کا وجود ممکن ہے مگر وہ کبھی موجود نہ ہوئیں یا نہ ہوں گی وہ بھی ماکان ومایکون میں داخل نہیں۔ اگرچہ ان کا علم کثیر وافر بلکہ اوفر حاصل ہے۔ اسی طرح قیامت کے بعد کے احوال بھی داخل نہیں۔ اگرچہ ان کا بھی کثیر وافر بلکہ اوفر علم حاصل ہے۔ قیام قیامت اس میں داخل ہے یا نہیں۔ اس بارے میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ داخل ہے اور اس کی دلیل بھی یہی حدیث ہے۔

اس حدیث کی شرح میں سند الحفاظ علامہ ابن حجر[1] لکھتے ہیں۔

ودل ذلك على انه اخبر في المجلس الواحد بجميع احوال المخلوقات منذ ابتدأت الى ان تفنى الى ان تبعث فشمل ذلك الاخبار عن المبدأ والمعاش والمعاد

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں تمام مخلوقات کے احوال جب سے خلقت شروع ہوئی اور جب تک فنا ہوگی اور جب تک اٹھائی جائے گی سب بیان فرما دیا۔ اور یہ بیان شروع

---

[1] فتح الباری سادس ص۲۹۱

وفی تیسیر ایراد ذٰلك کلہٗ فی مجلس واحد من خوارق العادۃ امر عظیم۔

آفرینش اور دنیا اور محشر سب کو محیط تھا اور ان سب کا ایک ہی مجلس میں بیان فرما دینا نہایت عظیم معجزہ ہے۔

علامہ بدرالدین محمود عینی عمدۃ القاری[1] میں اسی حدیث کے تحت رقمطراز ہیں۔

فیہ دلالۃ علی انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدائہا الی انتہائہا وفی ایراد ذلك کلہ فی مجلس واحد امر عظیم من خوارق العادۃ۔

یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں اول سے آخر تک، کی تمام مخلوقات کے تمام احوال بیان فرما دیئے اور ان سب کا ایک ہی مجلس میں بیان فرما دینا نہایت عظیم معجزہ ہے۔

علامہ طیبی نے شرح مشکوٰۃ[2] میں اسی حدیث کے تحت فرمایا۔ جسے علامہ احمد خطیب قسطلانی[3] اور حضرت ملا علی قاری نے نقل فرما کر برقرار رکھا۔

وذٰلك علی انہ اخبر بجمیع احوال المخلوقات منذ ابتدأت الی ان تفنی والی ان تبعث وھذا من خوارق العادۃ ففیہ تیسیر القول الکثیر فی الزمن القلیل۔

یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام مخلوقات کے احوال جب سے آفرینش کی ابتدا ہوئی یہاں تک کہ فنا ہوگی یہاں تک کہ پھر زندہ کی جائے گی سب بیان فرما دیا۔ اور یہ معجزہ ہے کہ اتنی باتیں تھوڑے زمانے میں بیان فرمانا آسان ہوگیا۔

یہ پانچ شارحین متفق اللسان ہوکر لکھ رہے ہیں۔ کہ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں ابتداء آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک تمام مخلوقات کے کل حالات کی خبر دی خواہ وہ مبدأ سے متعلق ہوں یا معاش سے یا معاد سے۔ حتی کہ جنتیوں کے جنت میں جانے اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے کی بھی خبر دے دی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بھی بتا دیا کون جنتی ہے اور کون دوزخی۔ اسی کا نام جمیع ما کان ومایکون کا علم ہے۔ اس سے ثابت ہوگیا۔ کہ اسلاف کا عقیدہ یہی تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمیع ما کان ومایکون کے عالم تھے۔ ہمارا یہ عقیدہ اسلاف کے عقیدے کے مطابق ہے۔

(۱) اس مضمون کی اور بھی حدیثیں ہیں۔ امام احمد[4] نے اپنی مسند میں اور بخاری[5] نے کتاب القدر مسلم[6] نے فتن میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

لقد خطبنا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبۃ ما ترك فیہا شیئا الی قیام الساعۃ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا ایسا خطبہ جس میں قیامت تک کی کسی چیز کو نہ چھوڑا جس کا تذکرہ نہ فرمایا

---

[1] خامس عشر ص۱ [2] ارشاد الساری خامس ص۲۵ [3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔
[4] جلد خامس ص۳۸۵ [5] ثانی باب قولہ وکان امر اللہ قدرا مقدورا ص۹۷۷ [6] ثانی ص۳۹۰

الا ذکرہ علمہ من علمہ وجھلہ من جھلہ ان کنت لاری الشی قد نسیت فاعرف ما یعرف الرجل اذا غاب فرآہ فعرفہ۔

ہو (یعنی سب کا تذکرہ فرمایا) اسے جانا جس نے جانا جو نہ جان سکا نہ جان سکا میں بھولی ہوئی کسی چیز کو دیکھتا ہوں تو پہچان لیتا ہوں جیسے غائب شدہ آدمی کو دیکھ کر پہچان لیا جاتا ہے۔

(۲) امام احمد[1] اور امام مسلم[2] نے حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ انھوں نے فرمایا۔

صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوۃ الصبح فصعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظھر ثم نزل فصلی الظھر ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی العصر فصعد المنبر فخطبنا حتی غابت الشمس فحدثنا فیما کان وما ھو کائن فاعلمنا احفظنا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ کر منبر پر تشریف لے گئے اور ہمیں خطبہ دینا شروع فرمایا۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا۔ ظہر کی نماز پڑھ کر پھر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دینے لگے پھر عصر پڑھی اسی طرح خطبہ دیتے رہے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا اس خطبے میں وہ سب بیان فرمایا جو ہو چکا تھا اور جو آئندہ ہونے والا ہے۔ ہم میں سب سے زیادہ علم والا وہ ہے جس نے سب سے زیادہ یاد رکھا۔

(۳) امام ترمذی[3] نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ انھوں نے فرمایا۔

صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوما صلوۃ العصر بنھار ثم قام خطیبا فلم یدع شیئا یکون الی قیام الساعۃ الا اخبرنا بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پھر خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے قیامت تک ہونے والی کسی چیز کو نہ چھوڑا مگر یہ کہ اس کی ہمیں خبر دے دی۔ جس نے یاد رکھا یاد رکھا جو بھول گیا، بھول گیا۔

(۴) نیز طبرانی نے معجم کبیر اور نعیم بن حماد استاذ امام بخاری نے کتاب الفتن میں اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذہ جلیا نا من اللہ جلالی کما جلی للنبیین من قبلی۔

بے شک اللہ نے دنیا میرے سامنے کر دی تو میں دنیا کو اور دنیا میں قیامت تک جو کچھ ہوگا سب کو یوں دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی اس ہتھیلی کو۔ اس روشنی کے سبب جو اللہ نے مجھے عطا فرمائی ہے جیسے میرے پہلے انبیاء کو عطا فرمائی تھی۔

---

[1] جلد خامس ص ۳۴۱ [2] ثانی فتن ص ۳۹۰ [3] ثانی فتن باب ما اخبر بہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصحابہ بما ھو کائن الی یوم القیمۃ ص ۴۲

اس حدیث کو امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں امام احمد خطیب قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں علامہ ابن حجر مکی نے افضل القریٰ میں علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نے نسیم الریاض میں علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی نے مواہب کی شرح میں اس حدیث کو بطور سند ذکر فرمایا ہے۔

(۵) امام احمد نے مسند[1] میں امام بخاری نے تاریخ میں طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ انھوں نے فرمایا۔

قام فینا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا بما یکون فی امتہ الیٰ یوم القیٰمۃ وعاہ من وعاہ ونسیہ من نسیہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار ہم میں کھڑے ہو کر ان کی امت میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے۔ سب کچھ بتا دیا۔ جس نے یاد رکھا یاد رکھا جو بھول گیا بھول گیا۔

(۶) امام ترمذی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پر فرمایا۔

ھٰذا حدیث حسن وفی الباب عن المغیرۃ بن شعبۃ وابی زید بن اخطب وحذیفۃ وابی مریم ذکروا ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدثھم بما ھو کائن الیٰ ان تقوم الساعۃ۔

یہ حدیث حسن ہے۔ اور اس باب میں مغیرہ بن شعبہ، ابو زید بن اخطب، حذیفہ اور ابو مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب ان سے بیان فرمایا۔

حضرت مغیرہ حضرت ابو زید حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی احادیث مع حوالہ اوپر مذکور ہوئیں۔ حضرت ابو مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں اور کوئی حوالہ نہیں ملا۔ مگر جب امام ترمذی نے فرمایا ہے تو وہ ضرور حق ہے۔

سردست چھ حدیثیں ہم نے ذکر کی جن کا مضمون یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روز آفرینش سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کی خبر تھی۔ بلکہ جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کو بیان فرما دیا۔ یہی جمیع ما کان وما یکون ہے۔

**۱۱۱۷ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ**

**حدیث ۱۱۱۷** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

**رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ شَتَمَنِیْ ابْنُ**

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا۔ آدمی مجھے گالی دیتا ہے اور اسے یہ مناسب نہیں کہ مجھے گالی

[1] جلد رابع ص ۲۵۴

آدَمَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَشْتِمَنِي وَيُكَذِّبَنِي وَمَا يَنْبَغِي لَهُ أَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ

دے وہ مجھے جھٹلاتا ہے اور یہ اسے لائق نہیں۔ اس کا مجھے گالی دینا اس کا یہ کہنا ہے کہ میری اولاد ہے۔

فَقَوْلُهُ إِنَّ لِي وَلَدًا وَأَمَّا تَكْذِيبُهُ فَقَوْلُهُ لَنْ يُعِيدَنِي كَمَا بَدَأَنِي ؏

اور اس کا جھٹلانا اس کا یہ کہنا ہے۔ جیسے مجھے پیدا فرمادیا دوبارہ نہیں پیدا فرمائے گا۔

## تشریحات ۱۷۱۱

شتم۔ گالی۔ کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ کسی کے بارے میں ایسی بات کہی جائے جو اس کے مرتبہ کو گھٹانے والی ہو۔ ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل کے لئے اولاد کا قول اس کے نقص کو لازم ہے۔ کیونکہ یہ صاحب اولاد کے ممکن اور حادث ہونے کو مستلزم ہے۔ اسی طرح فنا کے بعد دوبارہ زندہ کرنے سے انکار اس کی قدرت کا انکار ہے۔ کسی چیز کی ایجاد مشکل ہوتی ہے۔ مگر ایجاد کے بعد دوبارہ بنانا آسان ہوتا ہے جب اللہ عزوجل نے تمام مخلوقات کو عدم سے وجود بخشا ہے تو یہ کہنا کہ دوبارہ پھر انھیں نہیں بنا سکتا۔ اس کی قدرت کا انکار ہے۔ اور اس کی قدرت کو جھٹلانا ہے۔

## حدیث ۱۷۱۲

عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَضَى اللّٰهُ الْخَلْقَ

نے فرمایا۔ جب اللہ نے مخلوق کے پیدا فرمانے کا ارادہ فرمالیا۔ تو اس نے اپنی کتاب لوح محفوظ

كَتَبَ فِي كِتَابِهِ فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ إِنَّ رَحْمَتِي غَلَبَتْ غَضَبِي ؏

میں لکھا۔ یہ عرش پر ہے۔ بیشک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

## تشریحات ۱۷۱۲

کتاب التوحید میں غلبت کے بجائے سبقت ہے۔ پہلے کا معنی یہ ہے۔ کہ رحمت بہ نسبت غضب کے زیادہ ہے۔ دوسرے کا معنی یہ ہے کہ پہلے رحمت فرماتا ہوں پھر بعد میں کسی جرم پر غضب فرماتا ہوں۔ دونوں معنی ظاہر ہیں۔ رحمت کے معنی کسی کی طرف دل کے جھکنے کے ہیں۔ یہاں اس کا لازم مراد ہے۔ یعنی کسی کو بلا استحقاق عطا۔ غضب کے معنی نفس کے جوش اور ہیجان کے ہیں۔ یہاں اس کا لازم مراد ہے یعنی کسی کو سزا دینے کا ارادہ۔ اللہ عزوجل کا کرم ہے کہ ساری مخلوقات کو وجود عطا فرماتا ہے اس کی زندگی کے لوازم مہیا فرماتا ہے۔ یہ اس کی رحمت ہے اور غضب کسی جرم پر فرماتا ہے اور اکثر معاف فرمادیتا ہے۔

---

ع۴ ثانی تفسیر سورہ اخلاص ص۷۴۳ ج۲ نسائی۔ جنائز۔ ع۴ ثانی التوحید باب قول اللہ تعالیٰ ویحذرکم اللہ نفسہ ص۱۱۰۱ باب وکان عرشہ علی الماء ص۱۱۰۴ باب قولہ تعالیٰ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ص۱۱۱۱ باب قول اللہ تعالیٰ بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ ص۱۱۲۶ مسلم التوبہ۔ نسائی نعوت ابن ماجہ زہد۔ مسند امام احمد ثانی ص۲۳۲ وغیرہ۔

**بَابُ مَاجَاءَ فِي سَبْعِ اَرْضِيْنَ وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ۔** طلاق ۱۲

زمینیں سات ہیں اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان کہ فرمایا۔ اللہ وہی ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انھیں کے برابر زمینیں

**توضیح باب** اس آیت سے معلوم ہوا کہ زمین بھی سات ہیں۔ اس سے مراد یا تو زمین کے سات حصے ہیں جنھیں ہفت اقلیم کہا جاتا ہے یا یہ کہ زمین کے بھی تہ بہ تہ سات طبق ہیں۔ مگر چونکہ یہ تمام طبقات ملے ہوئے ہیں۔ بیچ میں کوئی فصل نہیں۔ اس لئے زمین کے لئے قرآن کریم میں واحد کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ اور آسمانوں کے طبقات میں پانچ سو برس کی راہ کا فاصلہ ہے۔ اس لئے انھیں سماوات جمع کے صیغے سے تعبیر کیا گیا۔

زمین کے سات طبقات ہونے کی تقدیر پر ہر طبقے کے درمیان فاصلہ ہے۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس اثر سے استدلال کیا جاتا ہے۔ جسے امام حاکم اور بیہقی نے روایت کیا۔ بیہقی نے اسے شاذ کہا۔ ابن عباس فرماتے ہیں۔

ای سبع ارضین وفی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراھیم کابراھیمکم وعیسیٰ کعیسکم ونبیٌ کنبیکمْ۔

مثلہن کا معنی یہ ہے کہ زمینیں بھی سات ہیں اور ہر زمین میں ایک آدم تمہارے آدم کی طرح اور ایک نوح ہیں تمہارے نوح کے مثل اور ایک ابراہیم ہیں تمہارے ابراہیم کے مثل اور ایک عیسیٰ ہیں تمہارے عیسیٰ کے مثل اور ایک نبی ہیں تمہارے نبی کے مثل

مگر یہ اثر آیہ کریمہ۔ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کے صریح معارض ہے۔ عہد رسالت سے لے کر آج تک اس پر قطعی یقینی اجماع ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں۔ اس معنی کر کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد کسی کو دنیا بھر میں کہیں نبوت ملنی شرعاً محال ہے۔ اس لئے حضور کے زمانے میں یا حضور کے زمانے کے بعد کسی کو منصب نبوت نہ ملا ہے نہ ملے گا۔ جو اس کو جائز جانے کافر ہے۔ تفصیل کے لئے مجدد اعظم اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ "جزاہ اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ" اور خادم کا رسالہ منصفانہ جائزہ۔ مطالعہ کریں۔

اس اثر کو صحیح ماننے کی بنا پر لازم آتا ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں چھ اور نبی موجود تھے۔ اس لئے یہ اثر قابل قبول نہیں۔

رہ گیا۔ اس اثر اور آیہ کریمہ خاتم النبیین کے درمیان تطبیق کی جو کوششیں ماضی قریب میں لوگوں نے کی ہیں۔ مثلاً دیوبندی جماعت کے بانی قاسم نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس میں اور مولانا عبدالحیٔ لکھنوی نے اپنے فتاوی میں۔ اسی عہد کے علماء نے ان سب کے تار پود ادھیڑ کر رکھ دئے ہیں۔

اس کے بعد امام بخاری زمین آسمان کے متعلق قرآن کریم میں مذکور چند کلمات کی تفسیر فرماتے ہیں۔ سورہ والطور میں فرمایا وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ۔ اور قسم ہے بلند چھت کی۔ اس سے مراد آسمان ہیں۔ سورہ نازعات میں ہے۔ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا۔ اس میں سمک سے مراد بنا ہے۔ یعنی عمارت۔ سورۂ ذاریات میں وارد ہے۔

والسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ قسم مزین آسمان کی۔ اس میں حُبُک کے معنی استوا اور حسن کے ہیں۔
سورہ انشقاق میں آیا ہے۔ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ۔ اس میں اَذِنَتْ بمعنی سَمِعَتْ واطاعَتْ ہے۔ یعنی اپنے رب کا حکم سنے اور مانے۔ اور اسے یہی لائق ہے اسی میں ہے۔ وَاَلْقَتْ مَافِيهَا وَتَخَلَّتْ۔ اس کی تفسیر میں فرمایا خرجت مافیها من الموتی و تخلت عنه۔ اور جب زمین ان سب کو باہر کردے جو اس کے اندر ہے اور خالی ہو جائے یعنی زمین کے اندر کے مردے باہر نکل پڑیں۔ یعنی یہ مراد نہیں کہ زمین کے اندر جو خزانے دفینے ہیں۔ ان کو باہر پھینک دے۔ مراد یہ ہے کہ جو مردے زمین میں دفن ہیں ان کو باہر نکال دے۔

سورۂ والشمس میں فرمایا وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا کی تفسیر میں فرمایا۔ دَحٰهَا۔ یعنی پھیلایا۔ سورۂ نازعات میں ہے۔ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ۔ پس وہ لوگ کھلے میدان میں پڑے ہوں گے۔ الساہرہ۔ کی تفسیر میں فرمایا۔ وجه الارض کان فیها الحیوان نومهم وسهرهم۔ ساهرة۔ کے معنی زمین کی سطح ہے۔ جس میں جانداروں کا سونا اور جاگنا ہوتا ہے۔

**توضیح** والسقف المرفوع۔ سے آسمان مراد ہے۔ یہ امام مجاہد کا قول ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ارشاد ہے۔ جو باب ذکر الملائکۃ میں آرہا ہے۔ مگر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ اس سے عرش مراد ہے۔ ذات الحبک سے ستاروں سے مزین آسمان مراد ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔ امام ضحاک نے فرمایا کہ اس سے ستارے مراد ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے کہکشاں مراد ہے۔ ساہرہ سے روئے زمین مراد ہے۔ یہ عکرمہ کا قول ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ بیت المقدس کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے۔

یہ ثابت کرنے کے لئے کہ زمینیں سات ہیں۔ امام بخاری نے پہلے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ حدیث ذکر کی۔ جسمیں فرمایا گیا۔ کہ جس نے کسی کی ایک بالشت زمین ظلماً لی اس کے گلے میں اتنی زمین کے ساتوں طبق طوق بنا کر ڈال دیئے جائیں گے۔ پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث ذکر فرمائی کہ جس نے کسی کی زمین ناحق کچھ بھی لی۔ وہ ساتویں زمین تک دھنسایا جائے گا۔ یہ اور چوتھی حدیث حضرت سعید بن زید بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذکر کی جو ام المؤمنین کی حدیث کے ہم معنی ہے۔ یہ تینوں حدیثیں نزہۃ القاری جلد پنجم[1] میں گذر چکی ہیں۔

**حدیث ۳۱۷۱** عَنِ ابْنِ اَبِیْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

[1] بخاری کتاب المظالم ص ۳۹۶

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَةِ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ 192

کہ زمانہ پلٹ کر اسی حالت پر آگیا۔ جس پر اس دن تھا۔ جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین

وَالْاَرْضَ السَّنَةُ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِّنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلٰثٌ مُّتَوَالِيَاتٌ

کو پیدا فرمایا تھا۔ سال بارہ مہینے کا ہے۔ ان میں سے چار حرام (حرمت والے) ہیں۔ تین مسلسل

ذُوالْقَعْدَةِ وَذُوالْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِيْ بَيْنَ جُمَادٰى وَشَعْبَانَ ؏

ذوقعدہ ذوالحجہ اور محرم۔ اور رجب مضر جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔

**تشریحات ۱۷۱** یہ خطبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم نحر دس ذوالحجہ کو سورج بلند ہونے کے بعد چاشت کے وقت جمرات کے درمیان دیا تھا۔ اس حدیث کے کچھ حصے کتاب العلم میں مذکور ہو چکے ہیں۔ یہ حصہ وہاں مروی نہ تھا اس لئے اسے یہاں لکھا۔

اہل عرب کی عادت تھی کہ اپنی اغراض فاسدہ کے لئے اشہر حرم کو آگے پیچھے کر دیتے۔ مثلاً لڑائی ہوتی رہی اگر شہر حرام آجاتا تو اعلان کر دیتے کہ امسال شہر حرام ایک ماہ بعد ہوگا۔ دو ماہ بعد ہوگا۔ مثلاً لڑائی کے دوران ذوقعدہ آگیا تو کہدیا۔ اب دو ماہ بعد آئے گا۔ اس کے نتیجے میں اشہر حرم کی ترتیب آگے پیچھے ہو جاتی۔ اسی کو قرآن کریم میں فرمایا گیا۔

اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ۔ برأة ۳۷ مہینے کا پیچھے ہٹانا کفر میں زیادتی ہی تو ہے۔

یہ یوں کہ اللہ عزوجل نے جس مہینے کو حرام حرمت والا بنایا اسے حلال کر لیا۔ یہ ایک کفر ہوا اور جسے اللہ نے حلال بنایا تھا اسے حرام کر لیا۔ یہ دوسرا کفر ہوا۔ اب جب کہ اسلام آگیا۔ تو اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ ہر سال پہلا مہینہ محرم اور حرام اور پھر ساتواں رجب حرام پھر گیارہواں بارہواں ذوقعدہ ذوالحجہ حرام۔ اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی رجب مضر۔ مُضَر۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انیسویں دادا کا اسم گرامی ہے۔ وہ اس مہینے کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ اس لئے اسے رجب مُضَر کہا جاتا تھا۔ بین جمادی وشعبان۔ اس کی قطعی تعیین کے لئے ہے۔ نسیٔ کی وجہ سے چونکہ اسے بھی آگے پیچھے کر دیتے تھے۔ اس لئے اس کی قطعی تعیین کی ضرورت محسوس ہوئی۔

## باب فِي النُّجُوْمِ ص ۴۵۲ ستاروں کا بیان۔

۵۷۶ ق وَقَالَ قَتَادَةُ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ۔ ملک ۵ خَلَقَ

اور قتادہ نے کہا (اللہ عزوجل کا ارشاد ہے) اور بلاشبہ ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں سے مزین

ع اول العلم باب رب مبلغ اوعی من سامع ص ۱۶ مناسک باب الخطبۃ ایام منی ص ۲۳۵ ثانی مغازی باب حجۃ الوداع ص ۶۳۲ تفسیر سورہ توبہ باب ان عدۃ الشھور اثنا عشر ص ۶۷۲ الاضاحی باب من قال الاضحی یوم النحر ص ۸۳۳ الفتن باب لاترجعوا بعدی کفارا ص ۱۰۴۸ التوحید باب قول اللہ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ ص ۱۱۰۹ مسلم دیات نسائی حج، ظم، ابن ماجہ مقدمہ دارمی مناسک۔ مسند امام احمد جلد خامس ص ۳۷۔

۱ ابو داؤد اول مناسک باب ای وقت یخطب بمنی ص ۳۷ ۲ بخاری مناسک باب الخطبۃ ایام منی ص ۲۳۵ ۳ نزہۃ القاری اول ص ۲۶۲-۲۶۴

هٰذِهِ النُّجُوْمُ لِثَلٰثٍ جَعَلَهَا زِيْنَةً لِّلسَّمَاءِ وَرُجُوْمًا لِلشَّيَاطِيْنِ وَعَلَامَاتٍ

فرمایا۔ یہ ستارے تین فائدے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ آسمان کی زینت کے لئے اور شیطانوں کو سنگسار کرنے

يُّهْتَدٰى بِهَا فَمَنْ تَاَوَّلَ فِيْهَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ اَخْطَاَ وَاَضَاعَ نَصِيْبَهٗ وَتَكَلَّفَ

کے لئے اور علامتیں ہیں جن سے راستہ جانا جاتا ہے۔ جس نے ان کے علاوہ اور کوئی تاویل کی اس نے غلطی

مَالَا عِلْمَ لَهٗ بِهٖ۔

کی اور علم سے اپنا حصہ ضائع کر دیا اور اس کا تکلف کیا جس کا اسے علم نہیں۔

**تشریحات ۵۷۶** اس تعلیق کو امام عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اخیر میں ہے۔ جاہلوں نے ان ستاروں سے آئندہ کی پیشین گوئی ایجاد کر لی ہے۔ کہتے ہیں فلاں نچھتر میں درخت گاڑے گا تو ایسا ہوگا اور جو فلاں نچھتر میں سفر کرے گا تو ایسا ہوگا۔ اور میری جان کی قسم ہر نچھتر میں لمبے ٹھگنے سرخ سفید اچھے برے سبھی پیدا ہوتے ہیں۔ ستاروں، چوپایوں، چڑیوں کا علم غیب سے کوئی تعلق نہیں۔

علم نجوم حق ہے مگر اس میں مشغول ہونا اب منسوخ ہے۔ ستاروں کی وضع رفتار دیکھ کر آئندہ کی بات بتانا ممنوع ہے۔ اور ستاروں کو اس میں بالذات موثر جاننا کفر۔ لیکن ان کو علامات سمجھ کر کوئی قیاس کرنا کفر تو نہیں مگر لایعنی ہے۔ بڑے بڑے رمال و جفار نجومیوں جوتشیوں کی باتیں آئے دن غلط ثابت ہوتی رہتی ہیں۔ ہندو شادی کی لگن پر بڑا اعتماد رکھتے ہیں۔ مگر کیا ان کی ہر شادی راس آتی ہے۔ جو حال مسلمانوں کا ہے وہی حال ہندوؤں کا ہے۔ فرق یہ ہے کہ مسلمانوں کے یہاں طلاق کی وجہ سے نااتفاقی کی تشہیر ہو جاتی ہے۔ ان کے یہاں طلاق نہیں۔ اس لئے بہر صورت بہر قیمت مردوں کو اپنی بیویاں رکھنا پڑتا ہے۔ ہندوؤں کی داستان کے بموجب رام چندر کی شادی کی ساعت اس وقت کے سب سے بڑے جوتشی نے نکالی تھی۔ مگر انجام یہ ہوا کہ ان کی شادی کے بعد ان پر طرح طرح کے مصائب نازل ہونے لگے۔ بن باس ہوئے۔ راون سیتا کو اٹھا کر لے گیا۔ جنگ کرنی پڑی، اجودھیا واپس آکر تخت پر بیٹھے تو بھی چین نہ ملا۔ بالآخر سرجو ندی میں ڈوب کر مکتی حاصل کی۔

**ستارے کہاں ہیں۔** ہم نے اپنی کتاب "اسلام اور چاند کا سفر" میں احادیث، اقوال سلف سے ثابت کیا ہے کہ ستارے آسمان کے نیچے ہیں۔ قرآن کریم میں فرمایا۔

كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ۔ انبیاء ۳۳ یٰس ۴۰ ہر ایک ایک گھیرے میں پیر رہا ہے۔

مدارک میں فرمایا۔

الفلك موج مكفوف تحت السماء۔

علاوہ ازیں حضرت سلمان فارسی حضرت ابن عمر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ فرمایا۔ واللفظ للاول[1]

---

[1] فتح الباری جلد سادس ص۲۹۴

النجوم کلھا معلقۃ کالقنادیل من السماء الدنیا کتعلیق القنادیل فی المساجد۔ تمام ستارے آسمان میں یوں قندیلوں کی طرح لٹکے ہوئے ہیں جیسے مسجدوں میں قندیلیں لٹکی ہوتی ہیں۔

امام قتادہ نے ستاروں کے یہ تینوں فوائد قرآن مجید سے اخذ فرمائے ہیں۔ اسی آیت کے متصل فرمایا۔ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ۔ اور ہم نے انھیں شیاطین کو پھینک کر مارنے کے لئے بنایا ہے۔

سورۂ یونس میں فرمایا۔ وَقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ۔ ⑤ اور اس کی منزلیں مقرر کردیں تاکہ تم لوگ سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔

سورۂ نحل میں فرمایا۔ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ۔ ⑯ اور ستاروں سے لوگ راستہ پاتے ہیں۔

سورج کے لئے یہ منزلیں ہیں۔ ربیع کے لئے حمل، ثور، جوزاء۔ گرمی کے لئے سرطان، اسد، سنبلہ خریف کے لئے میزان، عقرب، قوس۔ سردی کے لئے جدی۔ دلو، حوت۔ جنھیں سورج تین سو پینسٹھ دن میں طے کرتا ہے۔ ایک برج میں ایک ماہ رہتا ہے۔ چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں۔ چاند یہ منزلیں انتیس یا تیس دن میں طے کرتا ہے۔ ہر برج میں اس کی تقریباً ۲ ½ منزل ہے[1]۔

چونکہ زمین کی پیداوار میں چاند اور سورج کو بہت دخل ہے۔ اس مناسبت سے امام بخاری اس باب میں قرآن کریم میں وارد چند نباتات کی تفسیر فرماتے ہیں۔

سورۂ کہف میں فرمایا۔ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ۔ ⑮ آسمان کے پانی کے سبب زمین کا سبزہ گھنا ہو کر نکلا پھر سوکھی گھاس ہو گیا جسے ہوا اڑاتی ہے۔

فرمایا ہشیم کے معنی متغیر ہیں۔ یعنی وہ بدل جاتا ہے۔ بدل کر سوکھی گھاس ہو جاتا ہے۔

سورۂ عبس میں فرمایا۔ وَفَاكِهَةً وَّاَبًّا ⑳ اور میوے اور دوب پیدا کیا۔ فرماتے ہیں۔ ابّ وہ سبزی ہے جسے جانور کھاتے ہیں یعنی چارہ۔ جیسے دوب اور دوسری گھاسیں۔

سورۂ رحمٰن میں فرمایا۔ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ⑩ اور زمین مخلوق کے لئے رکھی۔ اس میں لفظ انام کے معنی بتائے کہ مخلوق ہے۔

برزخ کا لفظ قرآن کریم میں تین جگہ آیا ہے۔ سورۂ مومنون۔ سورۂ فرقان، سورۂ رحمٰن میں۔ اس کے معنی بتائے کہ حاجب ہے۔ آڑ، حد فاصل۔

سورۂ نبا میں فرمایا۔ وَجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ⑯ اور گھنے باغ۔ الفافا کی تفسیر حضرت مجاہد سے نقل فرمائی۔

---

[1] تفصیل کے لئے "اسلام اور چاند کا سفر" کا مطالعہ کریں ۱۲ منہ

مُلْتَفَّةٌ ۔ ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے ۔ سورۂ عبس میں فرمایا۔ وَحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ اور گھنے باغ۔ امام مجاہد نے فرمایا۔ اَلْغُلْبُ الْمُلْتَفَّةُ ۔ آپس میں لپٹے ہوئے ۔ اَلْفَافًا۔ لِفٌّ کی جمع ہے ۔ یا لفیفٌ کی ۔ دونوں قول ہیں ۔ یہ بھی کہا گیا۔ کہ لِفٌّ واحد بھی ہے اور جمع بھی ۔ بولتے ہیں جَنَّةٌ لِفٌّ وَجَنَّاتٌ لِفٌّ

سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا۔

وَجَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا آیت ۲۲ اور تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔

فراشًا کی تفسیر مِهَادًا سے کی یعنی بچھونا ۔ جیسے فرمایا وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ ۔ ﴿۳۶﴾ اور تمہارے لئے زمین میں ٹھکانہ ہے ۔

سورہ اعراف میں فرمایا۔

وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۔ ﴿۵۸﴾ اور خراب زمین سے بمشکل تھوڑا نکلتا ہے ۔ نَكِدًا کے معنی بتائے ، قَلِيْلًا تھوڑا ۔ اس باب کے مناسب امام بخاری کو کوئی حدیث نہیں ملی ۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

## بَابُ صِفَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ بِحُسْبَانٍ ۵۷۷ چاند و سورج کی گردش کی کیفیت ۔

۵۷۷ قَالَ مُجَاهِدٌ بِحُسْبَانِ الرَّحَى وَقَالَ غَيْرُهُ بِحِسَابٍ وَمَنَازِلَهُ

امام مجاہد نے فرمایا ۔ چکی کی گردش کی طرح اور ان کے علاوہ اور دوسرے لوگوں نے

لَا يَعْدُوَانِ حُسْبَانُ جَمَاعَةُ حِسَابٍ مِثْلُ شِهَابٍ وَشُهْبَانٍ ۔

کہا وہ حساب اور منزل جس سے دونوں باہر نہ ہوں ۔ حسبان حساب کی جمع ہے جیسے شہاب کی جمع شہبان ۔

**تشریحات ۵۷۷** امام مجاہد کے ارشاد کا مطلب یہ ہے ۔ کہ جیسے چکی کا پاٹ گول دائرے میں حرکت کرتا ہے اسی طرح چاند اور سورج بھی ایک دائرے میں گولائی میں حرکت کرتے ہیں ۔ یعنی ایک مرکز پر رہتے ہوئے گردش کرتے ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ان کی حرکت ایک حساب سے متعین ہے ۔ یہ اپنی منزلوں میں رہتے ہوئے حرکت کرتے ہیں اس سے باہر نہیں ہوتے ۔

حسبان ۔ مصدر بھی ہے جیسے غفران ۔ نعمان وغیرہ اور حساب کی جمع بھی ہے جیسے شہاب کی جمع شُہبان ۔

سورۂ والشمس وضحٰھا ۔ میں ضُحٰھا کے معنی مَنوءُھا بتائے ۔ اس کی روشنی ۔ سورہ یٰس میں فرمایا ۔ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ آیت ۴۰ سورج کو یہ حق نہیں کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات کو یہ حق کہ دن پر سبقت کرے ۔ یعنی ایک کی روشنی دوسرے کی روشنی کو نہیں چھپاتی ۔ دونوں ایک دوسرے کی طرف تیزی سے لپک رہے ہیں ۔ سابق النھار کی تفسیر فرمائی یَتَطَالَبَانِ حَثِيثَيْنِ ۔ یَتَطَالَبَانِ کے معنی ہیں ایک دوسرے کو پکڑنے کی کوشش کرنا ۔ حثیث کے معنی ہیں تیزی سے ۔ مطلب یہ ہوا کہ اس کے باوجود کہ چاند اور سورج ایک دوسرے کے پیچھے تیزی سے دوڑ رہے ہیں مگر سورج نہ چاند کو پکڑ سکتا ہے اور نہ رات دن پر سبقت لے جا سکتی ہے ۔ اپنی اپنی مقررہ حدود میں رہ کر گردش کرتے ہیں ۔ اور دن رات اپنے اپنے مقرر وقت پر آتے جاتے ہیں ۔ ایک منٹ کی تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی ۔

اسی سورہ میں اس آیت سے پہلے فرمایا ۔ وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ (۳۵) اور ان کے لئے ایک نشانی رات ہے جس سے ہم دن کھینچ لیتے ہیں ۔ نسلخ کی تفسیر فرمائی ۔ دن رات کو ایک دوسرے سے نکالتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو چلاتے ہیں ۔

سورہ حاقہ میں ہے وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا (۱۶) (۱۷) اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اس دن بکھرا ہوگا ۔ اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے ۔

واھیۃ کا مادہ وَھْیٌ ہے جس کے معنی پھٹنے کے ہیں ۔ ارجاء ۔ رجاء کی جمع ہے ۔ اس کے معنی کنویں کے کنارے کے ہیں ۔ یعنی فرشتے آسمانوں کے ان کناروں پر ہوں گے جو بکھرنے سے محفوظ ہوں گے یہ ایسے ہی ہے

جیسے کہتے ہیں علیٰ اَرْجَاءِ الْبِئْرِ۔ کنوئیں کے من پر رجا، ناقص یائی ہے۔ یا کو ہمزہ سے بدل دیا۔
سورہ نازعات میں فرمایا۔ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا۔ (۲۹) اور اس کی رات اندھیری کی اور اس کی روشنی چمکائی۔
سورہ انعام میں فرمایا۔ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ ﴿۷۶﴾ پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا۔ اَغطش اور جَنَّ کے معنی بتائے کہ اَظْلَمَ ہے۔ یعنی اندھیری آئی۔

۵۷۸ قَالَ الْحَسَنُ كُوِّرَتْ تُكَوَّرُ حَتّٰى تَذْهَبَ ضَوْءُهَا۔
ت آفتاب لپیٹ دیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی روشنی چلی جائے۔

سورۂ انشقاق میں ہے۔ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ قسم رات کی اور ان چیزوں کی جنھیں وہ جمع کرے اس کی تفسیر میں فرمایا۔ جَمَعَ مِنْ دَابَّةٍ وَّغَيْرِهَا۔ وسق کے معنی جمع کے ہیں۔ مراد چوپائے وغیرہ ہیں جو رات میں اپنے اپنے ٹھکانوں میں بسیرا کے لئے جمع ہو جاتے ہیں۔ اسی میں ہے۔ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ اور قسم ہے چاند کی جب پورا ہو جائے۔ اِتَّسَقَ کے معنی اِسْتَوٰی ہے یعنی برابر ہو جائے پورا ہو جائے۔ سورۂ فرقان میں ہے۔ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا۔ ﴿۶۱﴾ جس نے آسمان میں برج بنائے۔ بروج سے مراد سورج اور چاند کی منزلیں ہیں۔ سورہ فاطر میں فرمایا۔ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ۔ سایہ اور تیز دھوپ برابر نہیں۔ حرور کی تفسیر میں فرمایا۔ وہ گرمی جو دن میں سورج کی وجہ سے ہوتی ہے۔

۵۷۹ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَرُوْبَةُ الْحَرُوْرُ بِاللَّيْلِ وَالسَّمُوْمُ بِالنَّهَارِ۔
ت حضرت ابن عباس اور روبہ نے کہا۔ الحرور رات کی سخت گرم ہوا اور سموم دن کی گرم سخت ہوا ہے۔

قرآن مجید میں کئی جگہ یولج تولج آیا ہے۔ اس کے معنی یُکَوِّرُ۔ بتایا۔ یعنی لپیٹتا ہے۔ سورہ توبہ میں فرمایا۔ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً۔ ﴿۱۶﴾ اور اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے علاوہ کسی کو رازدار نہ بنائیں گے۔ ولیجۃ۔ کے معنی بتائے۔ كُلُّ شَيْءٍ اَدْخَلْتَهٗ فِيْ شَيْءٍ۔ ہر وہ چیز جسے تم دوسری میں داخل کرو۔

۱۷۱۴ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ
حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوذر

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ ذَرٍّ حِيْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ اَتَدْرِيْ

سے دریافت فرمایا۔ جس وقت سورج ڈوبا کیا تم جانتے ہو کہاں جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اللہ اور

اَيْنَ تَذْهَبُ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى

اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا۔ وہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے۔ اور اجازت

تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَاْذِنَ فَيُؤْذَنَ لَهَا وَيُوْشِكُ اَنْ تَسْجُدَ فَلَا يُقْبَلَ

طلب کرتا ہے تو اسے اجازت دی جاتی ہے۔ ایک وقت بہت جلد آئے گا۔ کہ سجدہ کرے گا اور

مِنْهَا وَتَسْتَاْذِنَ فَلَا يُؤْذَنَ لَهَا يُقَالُ لَهَا ارْجِعِيْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ

قبول نہ ہوگا۔ اجازت مانگے گا تو اسے اجازت نہیں ملے گی۔ اس سے کہا جائے گا۔ جہاں سے آیا

فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ

ہے وہیں لوٹ جا۔ تو مغرب سے نکلے گا۔ یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اور سورج اپنے

لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۔ عہ

مستقر کے لئے چلتا ہے۔ یہ سب سے زبردست علم والے کا حکم ہے۔

**تشریحات ۱۷۱۴** ابراہیم تیمی کے والد کا نام یزید بن شریک بن طارق تیمی ہے۔ تفسیر کی روایت میں ہے۔ کہ حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ میں غروب آفتاب کے وقت مسجد میں تھا۔ کہ وہ سوال وجواب ہوا۔ یہ ارشاد کہ سورج غروب ہونے کے بعد عرش کے نیچے جاکر سجدہ کرتا ہے اور دوبارہ طلوع کی اجازت لے کر طلوع کرتا ہے۔ یہ اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے یہ ضروری نہیں۔ کہ سجدے کے لئے پیشانی ہو۔ ہر چیز کا سجدہ اس کی حیثیت کے مطابق ہے۔ ارشاد ہے۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ — اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے۔ سب اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں۔ نحل ۴۹

وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۔ رحمن ۶ — سبزے اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔

رہ گیا یہ کہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ سورج غروب کے وقت بھی آسمان میں رہتا ہے۔ اگر زیر عرش سجدہ کرنے جاتا تو اتنی دیر نظر سے غائب ہونا ضروری ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سورج بہت تیزی سے زیر عرش جاتا ہے اور آتا ہے۔ جس میں ہمارے منٹ سے بھی کم وقفہ ہوتا ہے۔ اور نظر کا قاعدہ ہے کہ جو چیز اس میں نظر آتی ہے وہ

---

عہ ثانی تفسیر سورہ یٰس باب والشمس تجری لمستقر لھا ص۷۰۹ توحید باب وکان عرشہ علی الماء ص۱۱۰۴ باب قول اللہ تعالیٰ تعرج الملٰئکۃ والروح الیہ ص۱۱۰۰ مسلم ایمان۔ ابوداؤد۔ الحروف، ترمذی تفسیر۔ نسائی تفسیر۔

غائب ہونے کے بعد بھی کچھ دیر دکھائی دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ لکڑی کے سرے میں آگ جلا کر گھمائیں تو گول دائرہ نظر آتا ہے سورج زیر عرش حاضر ہو کر سجدہ کر کے اتنی جلد واپس آجاتا ہے کہ جانے سے پہلے کا انعکاس نظروں میں باقی رہتا ہے کہ واپس آجاتا ہے۔ اس لئے ہمیں غائب محسوس نہیں ہوتا۔

بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ اپنے جسم مثالی کے ساتھ زیر عرش سجدہ کرتا ہے مگر ہماری اس توجیہ کے بعد جسم مثالی کے قول کی حاجت نہیں۔

اس ارشاد سے کہ فرمایا۔ اور سورج اپنے مستقر کے لئے چلتا ہے۔ اور آیہ کریمہ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ۔ سب ایک مدار میں تیرتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ چاند اور سورج خود حرکت کرتے ہیں۔ ان سب کی حرکت ذاتی ہے ایسا نہیں کہ یہ سب آسمانوں میں جڑے ہوئے ہیں۔ اور اپنی جگہ سے قطعاً مس نہیں ہو سکتے۔ آسمان حرکت کرتے ہیں۔ یہ سب انھیں کے تابع ہو کر حرکت کرتے نظر آتے ہیں۔

فلسفہ جدید بھی اگرچہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ چاند اور سورج حرکت کرتے ہیں۔ مگر وہ سورج میں صرف ایک حرکت مانتے ہیں۔ سورج پچیس ۲۵ دن میں اپنا ایک دورہ پورا کر لیتا ہے۔ البتہ چاند میں دو حرکت[1] مانتے ہیں۔ ایک ذاتی جو مغرب سے مشرق کی طرف ہوتی ہے۔ اس کی بدولت چاند گھنٹا بڑھتا ہے۔ اور غائب ہو جاتا ہے۔ دوسری زمین کے تابع ہو کر روزانہ ہوتی ہے۔ یہ لوگ زمین کو متحرک مانتے ہیں اور چاند کا مرکز زمین کو قرار دیتے ہیں۔ آسمان کے منکر ہیں۔

مگر اسلامی نظریہ ہے کہ آسمان ہے اور چاند و سورج ستارے سب آسمان کے نیچے ہیں۔ زمین و آسمان ساکن ہیں۔ ان میں کوئی حرکت نہیں۔ زمین ساکن ہے۔ اس موضوع پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے دو بہت اہم رسالے مطبوع ہیں۔ ایک نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان۔ اس میں قرآن مجید و آثار صحاح سے ثابت فرمایا۔ کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں۔ دوسرا فوز مبین در رد حرکت زمین۔ اس میں دلائل عقلیہ سے ثابت فرمایا ہے۔ کہ فلسفہ جدید کا یہ ادعا کہ زمین حرکت کرتی ہے۔ باطل ہے۔ قابل دید رسالہ ہے۔

دن رات موسم کی تبدیلی۔ سب سورج کی حرکت کی وجہ سے ہے۔ سورج کی دو حرکتیں ہیں۔ ایک حرکت خط جدی جنوب سے خط سرطان شمال کی جانب بروج کے اندر اندر یہ سال بھر میں پوری ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ سورج ۲۱ مارچ کو بیچوں بیچ آسمان دائرہ معدل النہار پر برج حمل میں ہوتا ہے۔ اسے اعتدال ربیعی کہتے ہیں۔ پھر برج در برج طے کرتا ہوا جانب شمال سرکتا ہے اور ۲۳ ½ درجے طے کر کے ۲۱ جون کو خط سرطان پر پہنچتا ہے اسے انقلاب صیفی کہتے ہیں۔ پھر ۲۲ جون کو وہاں سے واپس ہونے لگتا ہے۔ اور برج در برج طے کرتا ہوا ۲۲ ستمبر کو دائرہ معدل النہار پر برج میزان میں داخل ہوتا ہے۔ اسے اعتدال خریفی کہتے ہیں۔ اس کے بعد جنوب کی طرف رخ کرتا ہے یہاں تک کہ ۲۲ دسمبر کو خط جدی پر پہنچتا ہے۔ اسے انقلاب شتوی کہتے ہیں۔

---

[1] اسلام اور چاند کا سفر

یہ بھی معدل النہار سے ۲۳½ درجے جنوب میں ہے۔ برج حمل برج میزان ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ ایک ہمارے سر پر ہوگا تو دوسرا ہمارے پاؤں کے نیچے۔ ۲۱ر مارچ کو بھی سورج دائرہ معدل النہار پر ہوتا ہے۔ مگر برج حمل میں اور ۲۲ر ستمبر کو بھی دائرہ معدل النہار پر ہوتا ہے۔ مگر اس کے بالمقابل برج میزان میں۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ سورج کی یہ حرکت حائلی ہے۔

یہ حرکت اثر دکھن خط مستقیم پر نہیں۔ سورج کی یہ حرکت مغرب سے مشرق کی جانب ہوتی ہے اسی حرکت کے نتیجے میں موسم کا تغیر و تبدل ہوتا ہے۔ سورج معدل النہار پر یا اس کے قریب ہوگا تو موسم معتدل اور دن رات تقریباً برابر ہوں گے۔ معدل النہار سے جانب شمال جتنی دوری بڑھتی جائے گی گرمی زیادہ ہوتی جائے گی۔ اور جتنا جنوب کی طرف بڑھے گا سردی بڑھتی جائے گی۔

سورج کی دوسری حرکت یومیہ پورب سے پچھم کی طرف کی ہوتی ہے۔ چوبیس گھنٹے میں پوری ہوتی ہے اس کے نتیجے میں دن رات ہوتے ہیں۔

## بَابُ مَا جَاءَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَهُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ۔ اعراف ۵۷

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں جو کچھ آیا ہے۔ اللہ وہی ہے جو اس کی رحمت کے آگے مژدہ سناتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے۔

سورۂ اسراء میں فرمایا۔ فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ ﴿۶۹﴾ تو تم پر جہاز توڑنے والی ہوا بھیجے۔ قاصفا کے معنی بتائے۔ وہ ہوا جو ہر چیز کو توڑ دے۔ سورہ حجر میں فرمایا۔ وَاَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ ﴿۲۲﴾ اور ہم نے بادلوں کو اٹھانے والی ہوائیں بھیجیں۔ اس میں لَوَاقِحَ تھا۔ اس کی تشریح فرمائی مُلَاقِحَ ملقحۃ امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ لواقح مُلْقِحَۃٌ کی جمع ہے۔ جو لقح سے باب افعال کا اسم فاعل ہے۔ اور یہ نوادر سے ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں۔ القح الفحل الناقۃ والریح السحاب ورياح لواقح۔ نر نے اونٹنی کو حاملہ کردیا اور ہوا نے بادل کو اور حاملہ ہوائیں۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ لواقح کے معنی حاملہ کے ہیں۔ لیکن اس پر کچھ لوگوں کو کلام ہے وہ کہتے ہیں کہ لواقح لاقحۃ کی جمع ہے۔ جس کے معنی حمل والی کے ہیں۔ سورۂ بقرہ میں فرمایا۔ فَاَصَابَهَا اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ۔ (۲۶۶) تو اس پر ایک آتشین بگولا آیا جس سے وہ جل گئی۔ اعصار کے معنی بتاتے ہیں تیز ہوا جو زمین سے ستون کی طرح اٹھ کر آسمان کی طرف جاتی ہے۔ جس میں آگ ہو۔ آتشین بگولا۔ سورہ آل عمران میں فرمایا۔ كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ (۱۱۷) ان کی مثل ایسی ہے جیسے وہ ہوا جس میں پالا ہو۔ ایسی قوم کی کھیتی پر پڑی جو اپنا ہی برا کرتے تھے تو اسے مار گئی۔ صِرٌّ کے معنی بتائے بَرْدٌ پالا۔ سورۂ اعراف ﴿۵۷﴾ سورہ فرقان ﴿۴۸﴾ سورۂ نمل ﴿۶۳﴾ ریاح کی صفت میں بشرًا آیا تھا۔ اس کی تفسیر فرمائی متفرقًا۔ یعنی جدا جدا۔

۱۷۱۵ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ

**حدیث** ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى مَخِيلَةً فِي السَّمَاءِ أَقْبَلَ وَأَدْبَرَ

آسمان میں ایسا بادل دیکھتے جس سے پانی برسنے کے آثار ہوں۔ تو آگے چلتے پھر پیچھے آتے اندر آتے

وَدَخَلَ وَخَرَجَ وَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ فَإِذَا أَمْطَرَتِ السَّمَاءُ سُرِّيَ عَنْهُ

باہر نکلتے اور رخ انور کا رنگ بدل جاتا۔ اور جب برسنے لگتا تو یہ کیفیت دور ہو جاتی۔ ام المؤمنین نے

فَعَرَّفَتْهُ عَائِشَةُ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا

نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا۔ کیا خبر کہیں یہ ویسا ہی نہ ہو جیسے ایک قوم عاد نے جب عذاب

أَدْرِي لَعَلَّهُ كَمَا قَالَ قَوْمٌ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هٰذَا

کو بادل کی شکل میں آسمان کے کنارے پھیلا ہوا اپنی بستی کی طرف آتے دیکھا تو کہا۔ یہ ہم پر مینہ برسنے

عَارِضٌ مُمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ [عہ]

کو آرہا ہے۔ نہیں بلکہ یہ وہ ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے یہ آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔

**تشریحات** ۱۷۱۵ یمن میں حضرموت کے قریب ایک ریتلا میدان ہے یہیں ایک شہر احقاف واقع تھا یہاں قوم عاد رہتی تھی۔ یہ سام بن نوح کے بیٹے ارم کی اولاد تھی۔ ان کو عاد اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ انھیں کی نسل سے قوم ثمود ہے جسے عاد ثانیہ بھی کہتے ہیں[۱]۔ ان کی ہدایت کے لئے حضرت ہود علیہ السلام ان کے ہم قوم مبعوث ہوئے۔ قوم عاد نے انھیں جھٹلایا۔ حضرت ہود نے انھیں ڈرایا کہ مجھ پر اگر ایمان نہیں لاؤ گے تو عذاب الٰہی سے تباہ کر دیئے جاؤ گے انھوں نے ڈھٹائی سے کہا۔ دھمکاتے کیا ہیں۔ اگر سچے ہیں تو عذاب لائیے۔ اس پر تیز آندھی کا عذاب آیا۔ آندھی آسمان کے افق پر اس طرح پھیل کر اٹھی جیسے بارش کا بادل اٹھتا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا۔ دیکھو یہ عذاب آرہا ہے۔ اب بھی ایمان لاؤ۔ انھوں نے کہا۔ یہ بارش کا بادل ہے۔ ہم پر برسنے کے لئے آرہا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے پھر انھیں متنبہ کیا۔ اور فرمایا۔ یہ بادل نہیں۔ آندھی عذاب الٰہی ہے۔ یہ آندھی ان پر صفر کے آخری چہار شنبہ کی صبح سے مسلسل آٹھ دن سات راتیں۔ دوسرے چہار شنبہ کی شام تک چلتی رہی جس کے اثر سے اموال روئی کے گالوں کی طرح ہوا میں اڑنے لگے اور یہ آپس میں ٹکرا ٹکرا کر رہ جاتے۔ تیز آندھی کی وجہ سے ان کے پیچھے پھٹ پھٹ گئے۔ اور مر کر اس

---

عہ ثانی تفسیر سورہ احقاف ص۷۱۵ ترمذی نسائی تفسیر

[۱] جلالین سورۂ والنجم ص۴۳۹

طرح پڑے تھے جیسے کھوکھلے کھجور کے درخت اکھڑ کر گرے رہتے ہوں۔ یہ آندھی پچھم طرف سے آئی تھی جسے دبور کہتے ہیں۔ حدیث گذر چکی۔ صبا سے میری مدد کی گئی۔ اور دبور سے عاد کو ہلاک کیا گیا۔ جب ہوا بادل کے ساتھ چلتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہی منظر یاد آجاتا۔ اور عظمت الٰہی کے اثر سے وہ اضطراب طاری ہو جاتا۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# بَابُ ذِکْرِ الْمَلٰئِکَۃِ ص۴۵۵

## فرشتوں کا تذکرہ۔

مَلَائِکَۃ۔ مَلَک کی جمع ہے۔ ابن سیدہ نے کہا۔ اصل میں مَلْأَکٌ تھا۔ جیسے شَمْأَلٌ کی جمع شَمَائِل تخفیف کے لئے واحد میں ہمزہ کو حذف کر دیا گیا۔ اور جمع میں تانیث کی تا زائد ہے۔ سیبویہ اور جمہور نے کہا۔ کہ یہ اُلُوکَۃٌ سے بنا ہے جس کے معنی پیغام رسانی کے ہیں۔ اس کی اصل مَأْلَکٌ ہے۔ خلاف قیاس قلب کر کے ہمزہ کی جگہ لام اور لام کی جگہ ہمزہ لائے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی اصل مَلَکٌ ہے۔ بقوت پکڑنے کے معنی میں۔ ابن ابو عبیدہ نے کہا کہ اس میں میم فاء کلمہ ہے اور مُلُک سے بنا ہے۔ اس تقدیر پر ملائکہ فعائلہ کے وزن پر ہے۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس کی جمع املاک افعال کے وزن پر بھی آتی ہے۔ حالانکہ جس کے ابتداء میں میم زائدہ ہو اس کی جمع افعال کے وزن پر نہیں آتی۔

فرشتے مستقل مخلوق ہیں۔ یہ نورانی لطیف جسم رکھتے ہیں۔ ان کی مخصوص ایک شکل ہے۔ مگر یہ قوت رکھتے ہیں کہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ سوتے ہیں۔ نہ اونگھتے ہیں نہ مرد ہیں نہ عورت۔ نہ یہ شادی بیاہ کرتے ہیں۔ نہ ان میں توالد و تناسل ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ تمام ملائکہ انبیاء کرام کی طرح معصوم ہیں۔ ہاروت ماروت کا جو قصہ تفاسیر وغیرہ میں مذکور ہے۔ وہ صحیح نہیں۔ یہ مختلف خدمات پر مامور ہیں۔ جس کی تفصیل قرآن و حدیث میں بکثرت ہے۔ ان کی تعداد اتنی ہے کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

امام بخاری نے ملائکہ کو انبیائے کرام سے پہلے ذکر فرمایا۔ اس لئے کہ ان کی تخلیق پہلے ہوئی ہے۔ اور یہ اللہ عزوجل اور انبیائے کرام کے مابین واسطے ہیں۔ نیز اللہ عزوجل نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں ان کا ذکر انبیاء کرام سے پہلے فرمایا ہے۔

۵۸۰ ت وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ الْمَلٰئِکَۃُ۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ سورہ والصّٰفّٰت میں جو آیا ہے۔ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ۔ بیشک ہم پر پھیلائے ہوئے ہم (حکم کے منتظر ہیں) اس سے فرشتے مراد ہیں۔ یعنی یہ ان کا قول ہے۔

اس باب میں امام بخاری نے سب سے پہلے حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث معراج ذکر فرمائی جو مفصل باب المعراج میں آئے گی۔ اس حدیث میں حضرت جبرئیل کا تذکرہ نام کے ساتھ صراحۃً ہے۔ اور آسمانوں کے دربانوں کا بھی ذکر ہے نام نہیں۔ نیز یہ مذکور ہے کہ بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور جو ایک بار حاضری دے چکے وہ قیامت تک دوبارہ باریاب نہ ہوں گے۔

| | |
|---|---|
| ۵۸۱ | عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی |
| ق | امام حسن بصری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیت المعمور کے بارے میں |
| | اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ۔ |
| | نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ |

**تشریحات ۵۸۱** صحیح یہ ہے کہ یہ تعلیق ہے۔ اور مرسل ہے۔ امام حسن بصری کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔ امام بخاری اس تعلیق کے ذکر سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث معراج کو بیت المعمور کے ساتھ ابو سعید بن عروبہ اور ہشام دستوائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے مگر ہمام بن یحییٰ نے اصل حدیث عن قتادہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیا۔ اور بیت المعمور کا حصہ عن قتادہ عن الحسن عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، الگ روایت کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تعلیق کو حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں موصولا روایت کیا ہے۔ اور ان سے اسماعیلی اور ابو یعلی، بغوی نے روایت کیا۔

**بیت معمور** ساتویں آسمان میں زیر عرش کعبہ شریف کے محاذی خاص فرشتوں کی مخصوص عبادت گاہ اور ان کا قبلہ ہے۔ جیسے کعبہ اہل زمین کا ہے۔ ابن مردویہ اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ آسمان میں ایک دریا ہے جس کا نام نہر الحیوان (دریائے حیات) ہے۔ جس میں حضرت جبرئیل روزانہ غوطہ لگاتے ہیں۔ اور نکل کر پر جھاڑتے ہیں۔ تو اس سے ستر ہزار قطرے گرتے ہیں ہر قطرے سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے یہی روزانہ بیت المعمور میں جاتے ہیں۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ مگر کوئی حرج نہیں فضائل میں مقبول ہے۔ بیت المعمور کہاں ہے۔ اس میں کئی اقوال ہیں۔ صحیح یہ ہے۔ کہ ساتویں آسمان میں زیر عرش ہے۔

حدیث معراج[1] بطریق ثابت بنانی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو مروی ہے اس میں یہ ہے۔ کہ حضرت

---

[1] مسند امام احمد جلد ثالث ص ۱۴۹ مسلم اول

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں فرمایا۔ اذ ھو مستند الی البیت المعمور۔ وہ بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے ہیں۔ اور معراج کی تمام حدیثیں اس پر متفق ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ساتویں آسمان میں ملاقات ہوئی تھی۔

**حدیث ۱۷۱۶** عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ

علیہ وسلم نے حدیث بیان فرمائی اور وہ سچے ہیں اور ان کو سچا مانا جاتا ہے۔ کہ تمہارا مادہ خلقت تمہاری

الْمَصْدُوْقُ قَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهٗ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ

ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ کی شکل میں جمع رکھا جاتا ہے۔ پھر چالیس دن منجمد خون رہتا

يَوْمًا نُطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِّثْلَ

ہے۔ پھر چالیس دن میں گوشت کا لوتھڑا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ عزوجل کسی فرشتے

ذٰلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ مَلَكًا وَيُؤْمَرُ بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ وَيُقَالُ لَهُ اُكْتُبْ

کو بھیجتا ہے۔ اور اسے چار باتوں کا حکم کیا جاتا ہے۔ اس کا عمل اس کی روزی اس کی

عَمَلَهٗ وَرِزْقَهٗ وَاَجَلَهٗ وَشَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ فَاِنَّ

عمر لکھ۔ یہ بھی لکھ کہ بدبخت ہے یا نیک بخت۔ پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔

الرَّجُلَ مِنْكُمْ لَيَعْمَلُ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ اِلَّا ذِرَاعٌ

تم میں سے ایک شخص عمل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اس کے اور جنت کے مابین صرف ایک

فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ كِتَابُهٗ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ وَيَعْمَلُ حَتّٰى مَا

ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کا نوشتہ غالب آجاتا ہے اور وہ جہنمیوں کا عمل کرنے لگتا ہے اور ایک دوسرا

يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّارِ اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ

شخص (برے) عمل کرتا رہتا ہے جب اس کے اور جہنم کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس

اَهْلِ الْجَنَّةِ ؏ه

پر نوشتہ غالب آجاتا ہے تو جنتیوں کا عمل کرنے لگتا ہے۔

؏ه الانبیاء باب خلق آدم وذریتہ ص۴۶۹ ثانی القدر ص۹۷۶ التوحید باب ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ص۱۱۱۰ مسلم قدر، ابو داؤد، ترمذی، قدر۔ ابن ماجہ السنۃ۔

**تشریحات ۱۷۱۶** اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ جو دوسری جلد[1] میں گذر چکی ہے۔ یہ حدیث پندرہ[2] صحابہ سے مروی ہے۔ بخاری میں تین صحابہ سے مروی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سہل بن سعد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت سلیمان اعمش سے چالیس افراد نے روایت کیا ہے۔

**ان احدکم۔** ان۔ ہمزہ کے فتحے کے ساتھ اس لئے کہ یہ حَدَّثَنَا۔ کا مفعول ثانی ہے اور کسرہ بھی درست علی سبیل حکایت۔ جمع کرنے سے مراد یہ ہے کہ رحم میں مرد عورت کی منتشر منی کو اکٹھا کر کے آپس میں ملا دیتا ہے۔

**ثم یبعث اللہ ملکا۔** اللہ عزوجل نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا ہے۔ کہ جب نطفہ رحم میں پہنچ جاتا ہے۔ تو یہ فرشتہ اس نطفے کو ہتھیلی پر لے کر اللہ عزوجل سے دریافت کرتا ہے۔ اے پروردگار! مرد ہے یا عورت اس کا معاملہ کیا ہے۔ کہاں مرے گا۔ حکم ہوتا ہے۔ لوح محفوظ میں جا کر دیکھ لے۔ فرشتہ لوح محفوظ دیکھ کر اسی کے مطابق اس کی تخلیق کرتا ہے۔ اس پر اطباء کا بھی اتفاق ہے کہ چار مہینے میں اعضاء مکمل ہو جاتے ہیں۔ چار ماہ ہونے پر بچے کے جسم میں روح آجاتی ہے۔ اطباء نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ سب سے پہلے دل کے مقام پر نقطے کا نشان پڑتا ہے۔ اور روح پڑنے کے بعد سب سے پہلے دل ہی حرکت کرتا ہے۔ مرتے وقت سب کے بعد اس کی حرکت بند ہوتی ہے۔

بخاری کی اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرشتہ تیسرے اربعین کے بعد جب وہ لتھڑا بن چکتا ہے۔ اس وقت اس کے بارے میں وہ سب لکھتا ہے پھر روح پھونکی جاتی ہے لیکن مسلم کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ روح پھونکنے کے بعد یہ باتیں لکھی جاتی ہیں۔

علامہ نووی نے فرمایا کہ بقیہ احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلی اربعین کے بعد ہی فرشتہ آکر چاروں باتیں لکھ لیتا ہے۔ توجیہ میں فرمایا۔ ثم یبعث اللہ الملک۔ یہ ابتدائی جملہ پر معطوف ہے۔ یعنی یجمع احدکم پر اور بیچ میں جملہ معترضہ ہے۔ اب حدیث کی ترتیب یہ ہوئی۔ چالیس دن تک مرد عورت کا مادہ ایک جگہ جمع رہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتہ بھیجتا ہے پھر وہ باذن الٰہی و باعلام الٰہی ان چاروں باتوں کو لکھتا ہے۔ پھر وہ بستہ خون ہوتا ہے۔ پھر گوشت کا لوتھڑا۔ پھر روح پھونکی جاتی ہے۔ اخیر کی اربعین پوری ہوتے ہوتے اس کی خلقت تام ہو جاتی ہے۔ سارے اعضاء بن چکتے ہیں۔ شکل و صورت حلیہ سب درست ہو چکتا ہے۔ مگر چونکہ اس میں جان نہیں اس لئے اسے گوشت کے ٹکڑے سے تعبیر فرمایا۔ امام قاضی عیاض وغیرہ نے فرمایا۔ کہ اس سلسلے میں جو احادیث کثیرہ آئی ہیں ان میں مختلف باتیں ہیں مگر ان سب کا حاصل یہ ہے۔ کہ نطفہ جب رحم میں پہنچتا ہے۔ اسی وقت سے فرشتہ اس میں باذن الٰہی درجہ بدرجہ تصرف شروع کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] نزھۃ القاری ثانی ص ۲۴۰ [2] فتح الباری جلد حادی عشر ص ۴۷۹

**باربع کلمات** ۔ بعض روایتوں میں باربعۃ کلمات ۔ حالانکہ کلمات مؤنث ہے ۔ قاعدے کے اعتبار سے باربع ۔ ہی چاہئے ۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا ۔ کہ معدود جب مبہم ہو تو عدد کی تذکیر اور تانیث دونوں جائز ہے ۔ یہ چار چیزیں یہ ہیں ۔ عمل ، رزق ، موت کا وقت بدبختی و نیک بختی ۔

**فان الرجل منکم** ۔ یہاں سے اخیر تک مرفوع ہے یا موقوف دونوں احتمال ہیں ۔ یعنی یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔ یا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے ۔ علامہ ابن حجر نے اسی کو ترجیح دی ہے ۔ کہ یہ مرفوع نہیں ۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔

۱۷۱۷ **حدیث**

عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ

کی کہ فرمایا ۔ کہ اللہ جب کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے ۔ تو جبرئیل سے فرماتا ہے ۔ کہ اللہ نے فلاں بندے کو محبوب

نَادٰى جِبْرَئِيْلَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهٗ

بنالیا تم بھی اس سے محبت کرو ۔ تو جبرئیل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر جبرئیل آسمان والوں کو ندا دیتے

جِبْرَئِيْلُ فَيُنَادِيْ جِبْرَئِيْلُ فِيْ اَهْلِ السَّمَاءِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ

ہیں کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے ۔ تم لوگ بھی اس سے محبت کرو ۔ تو آسمان والے اس

فَيُحِبُّهٗ اَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ ۔ عہ

سے محبت کرنے لگتے ہیں اس کے بعد زمین میں اس کو مقبولیت حاصل ہو جاتی ہے ۔

۱۷۱۷ **تشریحات**

امام بخاری نے اس حدیث کو دو سندوں کے ساتھ یہاں ذکر کیا ہے ۔ ایک بطریق محمد بن سلام یہ متصل ہے ۔ دوسری بطریق ابو عاصم یہ معلق ہے پھر اسے کتاب الادب میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ۔ فرمایا ۔ عَنْ عمر بن علی عن اَبی عاصم الخ ۔ البتہ متن میں تھوڑا سا تغیر ہے ۔ یہاں یہ ہے ۔ نادیٰ جبرئیل ان اللہ یحب فلانًا ۔ بیشک اللہ فلاں سے محبت کرتا ہے ۔ اس کا مفاد یہ ہے یہ محبت دوامی اور استمراری ہے ۔ جو ہمیشہ رہے گی اور کبھی ختم نہ ہوگی ۔ اور کتاب الادب میں ہے ۔ ان اللہ قد احب فلانا ۔ بیشک اللہ نے فلاں کو محبوب بنالیا ۔ اس کا مفاد یہ ہے کہ محبوب بنالینے کے بعد حضرت جبرئیل کو ندا فرماتا ہے ۔ اور یہ محبت قطعی یقینی ہے اِنَّ اور قَدْ دو حرف تحقیق

---

عہ ثانی الادب باب المقۃ من اللہ ص ۸۹۲ التوحید باب کلام الرب مع جبرئیل ص ۱۱۱۵

کے ساتھ ہے۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ امام بخاری کبھی حدیث متصل کو کہیں بیچ کا واسطہ چھوڑ کر ذکر فرما دیتے ہیں۔

طوفی نے کہا امام بخاری نے یہ حدیث تو ذکر فرمائی جس میں اللہ عزوجل کے بندے کے ساتھ محبت کا ذکر ہے اور بغض والی حدیث نہیں ذکر فرمائی۔ اسماعیلی نے بطریق روح بن عبادہ ابن جریج سے روایت کیا۔ اللہ عزوجل جب کسی بندے کو مبغوض بنا لیتا ہے۔ تو جبرئیل بھی اس سے بغض رکھنے لگتے ہیں۔ پھر آسمان میں ندا کر دیتے ہیں کہ بے شک اللہ فلاں کو مبغوض رکھتا ہے۔ تم لوگ بھی اس سے بغض رکھو۔ تو آسمان والے اس سے بغض رکھنے لگتے ہیں۔ پھر زمین میں اس سے بغض رکھا جانے لگتا ہے۔

اس محبت اور بغض کا سبب حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ فرمایا۔ بندہ اللہ کی مرضی کی خواستگاری میں لگا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے اے جبرئیل! میرا فلاں بندہ میری رضا کا خواستگار ہے سنو میری رحمت اس پر غالب ہے[1]۔ (الحدیث) خود بخاری کتاب الرقاق میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں[2]۔ الحدیث

**القبول فی الارض**۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی محبت عظمت اہل زمین کے دل میں ڈال دی جاتی ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ پہلے عوام کالانعام کے دلوں میں محبت ہو پھر خواص تک پہنچے یا عوام ہی تک محدود ہو کر رہ جائے۔ یہ بارگاہ ایزدی میں مقبول ہونے کی دلیل نہیں۔ دوسرے پہلے خواص کے دل میں محبت ہو پھر خواص سے عوام تک پہنچے۔ یہ عند اللہ مقبول ہونے کی علامت ہے۔ یہی اس حدیث کا مفاد ہے۔

| |
|---|
| ۱۷۱۸ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى |
| حدیث ۳ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے |
| عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ |
| روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ فرشتے |
| يَقُوْلُ اِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَنَانِ وَهُوَ السَّحَابُ فَتَذْكُرُ |
| بادل میں اترتے ہیں۔ اور آسمان میں جس بات کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے |
| الْاَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَآءِ فَتَسْتَرِقُ الشَّيَاطِيْنُ السَّمْعَ فَتَسْمَعُهٗ |
| اس کا تذکرہ کرتے ہیں تو شیاطین چوری سے سن لیتے ہیں اور اسے پہنچے سے |
| فَتُوْحِيْهِ اِلَى الْكُهَّانِ فَيَكْذِبُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ مِّنْ |
| کاہنوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ کاہن اس کے ساتھ اپنی طرف سے سو |

[1] فتح الباری جلد عاشر ص ۴۶۲ [2] باب التواضع ص ۹۶۳

| عِنْدَ اَنْفُسِهِمْ ع۵ |
| --- |
| جھوٹ ملا دیتے ہیں ۔ |

## تشریحات ۱۷۱۸

یہ حدیث کتاب الطب وغیرہ میں ان الفاظ سے مروی ہے ۔ کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کاہنوں کے بارے میں پوچھا ۔ فرمایا ! وہ کچھ نہیں ۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا ۔ یارسول اللہ ! کبھی کبھی وہ جو کچھ کہتے ہیں صحیح ہوتا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ یہ صحیح بات وہ ہے کہ جن اچک کر اپنے ولی کے کان میں ڈال دیتے ہیں ۔ جس میں وہ سو جھوٹ ملا لیتے ہیں ۔ یہ سوال کرنے والے حضرت معاویہ بن حکم سلمی ہیں ۔ مسلم میں انھیں سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا ۔ یارسول اللہ ! ہم کچھ کام جاہلیت میں کرتے تھے ۔ کاہنوں کے پاس جاتے تھے ۔ فرمایا مت جاؤ ۔

**کاھن** ۔ کا مصدر کہانت ہے ۔ اس کے اصل معانی غیب دانی کا دعوی کرنا ۔ علامہ ابن حجر نے ان کی چار قسمیں لکھی ہیں ۔ اول جس کا کوئی جن موکل ہو وہ آسمان سے چوری چھپے فرشتوں کی باتیں سن کر اسے بتائے ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد جب آسمان پر شیاطین کا داخلہ بند ہوگیا تو یہ قسم تقریباً ختم ہوگئی ۔ دوم کسی کے تابع کوئی جن ہے جو اسے دور نزدیک کی پوشیدہ باتیں بتائے ۔ سوم کچھ انسانوں میں اللہ عزوجل ایسی قوت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ اپنی ذکاوت سے اٹکل پچھو باتیں بتاتے ہیں ان میں کچھ صحیح بھی ہو جاتی ہیں ۔ چہارم تجربے اور قرائن سے پوشیدہ باتوں کو بتانے والے ۔ اسی میں منجم بھی داخل ہیں ۔ علم نجوم حق ہے مگر اب اس کا سیکھنا منسوخ ہوگیا ۔

**رمل** ۔ کچھ مخصوص خطوط کھینچ کر پوشیدہ باتیں جاننا ۔ یہ علم حق ہے ۔ مسلم میں حضرت معاویہ بن حکم کی حدیث کے اخیر میں ہے ۔ کہ انھوں نے یہ بھی سوال کیا تھا ہم میں کچھ لوگ خط کھینچتے ہیں فرمایا ۔ ایک نبی خط کھینچتے تھے ۔ جس کا خط ان کے خط کے موافق ہو وہ صحیح ہے ۔ یہ نبی حضرت دانیال علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے ۔

**العنان** ۔ عنان کے معنی بادل کے ہیں ۔ جیسا کہ ھوالسحاب بعض راویوں نے تفسیر کی ہے ۔ وھوالسحاب ارشاد اقدس نہیں ۔ ادراج ہے ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد آسمان ہو ۔ اور یہی دوسری روایتوں کے مطابق ہے ۔ مسلم کی یہ حدیث گذر چکی ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ مجھ سے کچھ انصار نے بیان کیا ۔ کہ ہم ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے تھے ۔ کہ اچانک ایک تارا گرا اور روشنی پھیل گئی ۔ حضور نے دریافت فرمایا ۔ زمانہ جاہلیت میں جب اس طرح تارا ٹوٹتا تو تم لوگ کیا کہتے تھے ۔ لوگوں نے عرض کیا ۔ ہم یہ کہتے تھے کہ آج کی رات کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے یا مرا ہے ۔ فرمایا یہ تاروں کا ٹوٹنا کسی کے مرنے یا پیدائش پر نہیں ہوتا ہے ۔ ہاں ہمارا پروردگار جب کوئی حکم دیتا ہے تو عرش اٹھانے والے فرشتے تسبیح پڑھتے ہیں پھر ان

---

ع۵ باب صفۃ ابلیس وجنودہ ۲ ص۴۶۴ ۔ ثانی ۔ طب ۔ باب الکھانۃ ص۸۵۷ ۔ الادب ۔ باب قول الرجل للشی لیس بشی ص۹۱۷ ۔ التوحید ۔ باب قراءۃ الفاجر والمنافق ص۱۱۲۸ مسلم کھانۃ ۱ مسلم ثانی باب تحریم الکھانۃ ص۲۳۵

کے قریب کے فرشتے تسبیح پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ آسمان دنیا تک پہنچتا ہے۔ اب فرشتے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا۔ تو انھیں خبر دیتے ہیں۔ درجہ بدرجہ آسمان اول تک یہ سلسلہ پہنچتا ہے۔ یہیں سے جن چوری سے سن لیتے ہیں۔ جب وہ جیسی بات تھی ویسی ہی بیان کرتے ہیں تو وہ صحیح ہوتی ہے۔ لیکن وہ کم و بیش کر دیتے ہیں۔

دوسرے ابواب کی روایتوں میں یہ ہے۔ کہ جن اپنے ولی کے کان میں ڈال دیتا ہے یہاں الفاظ مختلف ہیں کہیں فیقرھا۔ ہے۔ اور بعض روایتوں میں کقرقرۃ الدجاجۃ مرغی کی آواز کے مثل۔ اور بعض روایتوں میں فیقر فی اذنہ کما تقر القارورۃ۔ اس کے کان میں یوں ڈالتا ہے جیسے شیشی کی آواز۔ ان سب کا مفاد یہ ہے کہ شیاطین اپنے موکلین کے کانوں میں وہ باتیں مبہم طریقے سے اپنے مخصوص انداز میں ڈالتے ہیں۔ صاف صاف واضح الفاظ میں نہیں کہ جو سنے سمجھ لے۔ مائۃ کذبہ۔ بطور مبالغہ ہے کہ بعض روایتوں میں اکثر من مائۃ کذبۃ۔ ہے۔

۱۷۱۹ حدیث عَنْ عَدِیِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِحَسَّانَ اُھْجِھِمْ

وسلم نے حضرت حسان سے فرمایا۔ مشرکین کی ہجو کرو اور جبرئیل

اَوْ ھَاجِھِمْ وَجِبْرَئِیْلُ مَعَکَ ۔عہ

تمہارے ساتھ ہیں۔

۱۷۱۹ تشریحات اس کے پہلے والی حدیث میں ہے۔ جو کتاب الصلوٰۃ میں گذر چکی ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسان سے فرمایا۔ اجب عنی اللھم ایدہ بروح القدس۔ میری طرف سے جواب دے۔ اے اللہ اس کی روح القدس کے ذریعہ مدد فرما۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ ہجو کرنے سے مراد جواب دینا ہے۔ وجہ یہ تھی کہ مشرکین مکہ مسلسل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو کرتے تھے۔ اپنی بدذات لونڈیوں کو بیہودہ اشعار یاد کرا دیتے تھے۔ جسے وہ عیش و طرب کی محفلوں میں گاتی تھیں۔ اس پر وہ ارشاد ہوا۔ کہ اے حسان میری طرف سے جواب دو۔ اور ان کی بھی ہجو کرو۔

وہب نے اپنی جامع میں عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں بطریق محمد بن سیرین روایت کیا۔ مشرکین نے

---

عہ ثانی مغازی باب مرجع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الاحزاب دو طریقے سے ص۵۹۱ الادب باب ھجاء المشرکین ص۹۰۹ مسلم فضائل نسائی فضا مناقب۔

لہ نزھۃ القاری ثانی ص۴۴۲

نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی ہجو کی۔ تو انصار کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ علی کو حکم دیں کہ وہ مشرکین کی ہجو کریں۔ فرمایا! جن لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے ہماری مدد کی ہے وہی اس کا بھی حق رکھتے ہیں۔ کہ اپنی زبانوں سے مدد کریں انصار سمجھ گئے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ چاہتے ہیں۔ کہ ہم اس خدمت کو بھی انجام دیں۔ تو حضرت حسان کے پاس کہلایا۔ وہ خوشی اور فخر کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ اگر صنعا اور بصرہ کے مابین جو کچھ ہے سب مل جاتا تو بھی مجھے اس خدمت سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا۔ لیکن میں قریش کے بارے میں کچھ جانتا نہیں۔ اب حضرت ابوبکر کو حکم ہوا کہ انھیں قریش کے عیوب کرید کرید کر بتاؤ۔

کتاب الادب میں حدیث آرہی ہے کہ حضرت حسان نے از خود اجازت طلب کی تو فرمایا۔ میرے نسب کو کیا کروگے۔ عرض کیا۔ میں حضور کے نسب کو اس طرح بے داغ بچالوں گا جیسے گوندھے ہوئے آٹے میں سے بال کھینچ لیا جاتا ہے۔

۱۷۲۰ **حدیث** عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَى الْغُبَارِ سَاطِعًا فِيْ زُقَاقِ بَنِيْ غَنْمٍ مَوْكِبَ جِبْرَئِيْلَ حِيْنَ سَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ ۔عہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ گویا میں بنی غنم کی گلیوں میں جبرئیل کی سواری سے غبار اٹھتا ہوا دیکھ رہا ہوں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی قریظہ کی جانب تشریف لے گئے تھے۔

**تشریحات** ۱۷۲۰ ذکر الملائکۃ۔ میں زقاق کے بجائے سِكَّةٌ ہے۔ اس کے معنی گلی کے ہیں۔ بنی غنم خزرج کے مشہور قبیلے بنی نجار کی ایک شاخ کا نام ہے۔ اسی سے سیدنا حضرت ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ یہ عرب کے مشہور قبیلے بنی غنم کے علاوہ ہیں۔ یہ مدینہ طیبہ کے باشندے نہیں تھے۔

۱۷۲۱ **حدیث** عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا۔ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَائِشَةُ هٰذَا جِبْرَئِيْلُ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے عائشہ جبرئیل تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔

عہ ثانی مغازی باب مرجع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الاحزاب ص۵۹۱ اول ذکر الملائکۃ ص۴۵۵

يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ فَقَالَتْ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ تَرٰى

ام المؤمنین نے کہا اور ان پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔ حضور

مَالَا اَرٰى تُرِيْدُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔عہ

وہ دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھتے۔

**تشریحات ۱۷۲۱** اس کے بالمقابل ام المؤمنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں وارد[1] ہے۔ کہ جبرئیل امین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا۔ یارسول اللہ یہ خدیجہ آگئی ہیں کھانے پینے کا سامان لے کر۔ یہ آجائیں تو انھیں ان کے رب کی جانب سے سلام کہدیں۔ اور انھیں جنت میں موتی کے ایسے گھر کی بشارت دیدیں جس میں نہ شور ہوگا نہ تکان۔ اس سے ان علماء نے استدلال فرمایا جو یہ فرماتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المؤمنین حضرت صدیقہ سے بھی افضل ہیں اس سلسلے میں ہم نے اپنا موقف جلد اوّل[2] میں تحریر کر دیا ہے۔

**حدیث ۱۷۲۲** عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرَئِيْلَ

نے جبرئیل سے فرمایا۔ جتنا ہمارے پاس آتے ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے۔ ابن عباس

اَلَا تَزُوْرُنَا اَكْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا فَقَالَ فَنَزَلَتْ۔ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ

نے کہا۔ اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ ہم فرشتے نہیں اترتے مگر حضور کے رب کے حکم سے اسی

لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا ۔عہ مریم (۶۴)

کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور اس کے درمیان ہے۔

**تشریحات ۱۷۲۲** ایک بار جبرئیل امین چالیس دن حاضر نہیں ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ فرمایا۔ اے جبرئیل آپ اتنے عرصے کے بعد آئے کہ مجھے آپ کا اشتیاق ہوگیا عرض

---

عہ مناقب باب فضل عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ص۵۳۲ ثانی الادب باب من دعا صاحبہ فنقص من اسمہ حرفًا ص۹۱۵ الاستیذان باب تسلیم الرجال علی النساء ص۹۲۳ اذا قال فلان یقرئک السلام ص۹۲۴ مسلم فضائل۔ ترمذی مناقب۔ نسائی تفسیر۔

عہ ثانی تفسیر سورہ مریم باب قولہ وما نتنزل الا بامر ربک ص۶۹۱ التوحید باب قولہ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ص۱۱۱۱۔ نسائی تفسیر۔ [1] مناقب باب تزویج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدیجۃ ص۵۳۹ [2] نزھۃ القاری ص۷-۱۷۶

کیا مجھے بھی آپ کا اشتیاق تھا۔ مگر میں مامور ہوں حکم ہوا۔ عرض کردوں۔ ہم حضور کے رب کے اذن ہی سے اترتے ہیں۔
اس آیت میں امر سے مراد اذن ہے۔ یا وحی۔ اور بہتر معنی عام مراد لینا ہے یعنی اللہ عزوجل ہم کو جب کسی کام کے لئے بھیجتا ہے خواہ وہ وحی ہو خواہ کچھ اور۔ تب ہم آسمان سے اترتے ہیں۔

۱۷۲۳ حدیث ثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُتْبَۃَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ اَقْرَأَنِیْ جِبْرَئِیْلُ عَلٰی حَرْفٍ فَلَمْ اَزَلْ
تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک حرف پڑھایا۔ میں ان سے زیادہ کو کہتا رہا۔ یہاں تک کہ سات
اَسْتَزِیْدُہٗ حَتّٰی انْتَھٰی اِلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ ۔ عہ
حرف تک نوبت پہنچی۔

۱۷۲۳ تشریحات سات حرفوں سے کیا مراد ہے۔ اس میں دس قول ہیں۔ راجح یہ ہے کہ ان سے مراد لغات ہیں یا قرأتیں۔ اس پر بقدر ضرورت کلام پانچویں جلد میں گذر چکا ہے۔

بَابُ اِذَا قَالَ اَحَدُکُمْ اٰمِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ فِی السَّمَآءِ اٰمِیْنَ فَوَافَقَتْ اِحْدٰھُمَا الْاُخْرٰی غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ ص ۴۵۷

جب تم میں سے کسی نے آمین کہا اور فرشتوں نے آسمان میں آمین کہا۔ تو جس کا آمین پڑھنا فرشتوں کے موافق ہوگیا اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

۱۷۲۴ حدیث عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّہٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِیَ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابو طلحہ
اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یَقُوْلُ اِنَّ اَبَا طَلْحَۃَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ بَیْتًا فِیْہِ کَلْبٌ وَّلَا
یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو فرشتے
صُوْرَۃٌ تَمَاثِیْلُ ۔ عہ
نہیں جاتے۔

عہ ثانی فضائل القرآن۔ باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف ص ۷۴۶۔ مسلم۔ الصلوٰۃ۔ عہ اذا وقع الذباب فی شراب احدکم فلیغمسہ ص ۴۶۸ ثانی المغازی باب ص ۵۷ اللباس باب التصاویر ص ۸۸۰ مسلم لباس۔ ترمذی۔ استیذان۔

۱۷۲۵ اِنَّ بُسْرَ بْنَ سَعِيْدٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدِ نِ الْجُهَنِيَّ

ترجمہ بسر بن سعید نے حدیث بیان کی کہ حضرت زید بن خالد جہنی نے ان سے حدیث

حَدَّثَهٗ وَمَعَ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عُبَيْدُ اللّٰهِ الْخَوْلَانِيُّ الَّذِيْ كَانَ فِيْ

بیان کی اور بسر بن سعید کے ساتھ عبید اللہ خولانی بھی تھے۔ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

حَجْرِ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمَا زَيْدُ

رفیقۂ حیات ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پرورش میں تھے۔ ان دونوں سے حضرت

بْنُ خَالِدٍ اَنَّ اَبَا طَلْحَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

زید بن خالد نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی

وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰٓئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ قَالَ بُسْرٌ فَمَرِضَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس گھر میں تصویر ہو فرشتے نہیں جاتے۔ بسر نے کہا

زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ فَعُدْنَاهُ فَاِذَا نَحْنُ فِيْ بَيْتِهٖ بِسِتْرٍ فِيْهِ تَصَاوِيْرُ

اس کے بعد حضرت زید بن خالد بیمار پڑے تو ہم لوگ عیادت کے لئے گئے تو ان کے گھر ایک تصویر دار پردہ

فَقُلْتُ لِعُبَيْدِ اللّٰهِ الْخَوْلَانِيِّ اَلَمْ يُحَدِّثْنَا فِي التَّصَاوِيْرِ فَقَالَ اِلَّا

تھا۔ میں نے عبید اللہ خولانی سے کہا کیا انھوں نے تصویروں کے بارے میں ہم سے حدیث نہیں بیان کی

رَقْمًا فِيْ ثَوْبٍ اَلَا سَمِعْتَهٗ قُلْتُ لَا قَالَ بَلٰى قَدْ ذَكَرَهٗ ؏ه

ہے تو انھوں نے کہا اس کے ساتھ یہ بھی تو ہے۔ مگر کپڑے میں چھپی ہو۔ کیا تم نے نہیں سنا بسر نے کہا نہیں۔ عبید اللہ نے کہا۔ ہاں اسے ذکر کیا ہے

۱۷۲۶ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ وَعَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ جبرئیل نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيْلَ فَقَالَ اِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ وَّلَا كَلْبٌ ؏ه

آنے کا وعدہ کیا تھا (مگر آئے نہیں پوچھنے پر بتایا) کہ ہم لوگ اس گھر میں نہیں جاتے جس میں تصویر یا کتا ہو۔

**تشریحات** ۱۷۲۵ یہاں قصہ یہ ہے۔ کہ باب کا جو عنوان ہے۔ اذا قال احدکم آمین الحدیث یہ مستقل حدیث ہے۔ اور اسی سند کے ساتھ مروی ہے جو اس کے پہلے والی حدیث...

---

ع۱ ثانی اللباس باب التصاویر ص۸۸۱ مسلم لباس۔ نسائی زینت

ع۲ ثانی اللباس باب لا تدخل الملٰئکۃ بیتا فیہ صور ص۸۸۱

الْمَلٰئِكَةُ يَتَعَاقَبُوْنَ ۔ کی ہے۔ چنانچہ کتاب الصلوٰۃ میں بطریق عبداللہ بن یوسف قال اخبرنا مالك عن ابی الزناد ۔ مروی ہے۔ اور یہاں بطریق ابوالیمان انا شعیب ثنا ابوالزناد ہے۔ اس لئے یہاں بجائے باب کے وَبِهٰذَا الاسناد ۔ یا ۔ وبه قال وغیرہ ہونا چاہئے۔ جیسا کہ اسماعیلی نے کہا ہے۔ ابوذر کی روایت میں ۔ باب ۔ نہیں۔ لیکن ایسا کوئی کلمہ بھی نہیں جو یہ بتائے کہ یہ اسی سند کے ساتھ مروی ہے۔ جو اس کے پہلے والی حدیث کی ہے۔ یہ سب حدیثیں اصل باب ذکر الملٰئکۃ ۔ کے تحت ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں جو باب اذا وقع الذباب ۔ میں مذکور ہے۔ صرف ولا صورۃ ہے ۔ تماثیل نہیں۔ اسی طرح ۔ کتاب اللباس میں، صیغہ جمع کے ساتھ۔ ولا تصاویر۔ ہے۔ اور مغازی میں لا صورۃ کے بعد یہ زائد ہے۔ یرید صورۃ التماثیل التی فیھا الارواح۔ مراد وہ تصویریں ہیں جن میں روحیں ہوں۔

جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے۔ خواہ وہ مجسم ہو خواہ کاغذ پر خواہ کپڑے پر خواہ کسی دھات کے پتر پر اور اس کا گھر میں رکھنا بھی حرام ہے۔ اگر وہ فرش وغیرہ پر حقارت کے ساتھ نہ ہو۔ یہ تصویریں خواہ ہاتھ سے بنائی گئی ہوں خواہ کیمرہ وغیرہ سے کیونکہ حرمت کی علت صورت سازی یعنی چہرے کی شبیہ بنانا ہے۔ اسی طرح ویڈیو، کیسٹ، ٹیلی ویژن کے ذریعہ جو صورتیں نظر آتی ہیں۔ وہ بھی حرام ہیں۔ جس پر تفصیلی گفتگو، کتاب اللباس باب التصاویر میں ہوگی۔

یہ کہنا کہ حرام صرف مجسمہ ہے۔ کاغذ وغیرہ پر بنی ہوئی تصویریں حرام نہیں۔ یا صرف ہاتھ سے بنائی ہوئی تصویریں حرام ہیں۔ کیمرے وغیرہ سے بنی ہوئی نہیں۔ غلط ہے۔ تمثال کے معنی مطلق تصویر کے بھی ہیں جس پر ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث دلیل ہے۔ جو اس کے پہلے مذکور ہے۔ جس میں یہ ہے۔ وسادۃ فِيْهَا تَمَاثِيْلُ ۔ گدا جس میں تصویریں تھیں۔ ظاہر ہے کہ تکیے یا گدے میں مجسمے کے ہونے کا سوال ہی نہیں۔ فتح الباری میں ہے۔ جمع تمثال وھو الشی المصور اعم من ان یکون شاخصا او نقشا او دھانا او نسجا فی ثوب وفی روایۃ بکیر عند مسلم انھا نصبت سترا فیہ تصاویر۔ (مسلم جلد ثانی ص۲۰۱)

لا تدخل الملائکۃ ۔ امام نووی نے فرمایا۔ کہ اس سے مراد ملائکہ رحمت واستغفار ہیں۔ کیوں کہ کراماً کاتبین اور محافظین ہر وقت انسان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ کسی وقت جدا نہیں ہوتے۔ اس حدیث میں کتے سے مراد وہ کتا ہے۔ جس کا پالنا جائز نہیں۔ حدیث گذر چکی کہ مویشی کھیت یا گھر وغیرہ کی حفاظت اور شکار کے لئے کتے پالنا جائز ہے۔ صحیح یہی ہے کہ جن کتوں کا پالنا جائز ہے وہ اگر گھر میں ہوں۔ یا تصویر حقارت وذلت کے ساتھ ہوں تو فرشتے گھر میں آتے ہیں۔ ورنہ ان کو گھر میں رہنے دینا ممنوع ہوتا اس لئے کہ حدیث میں تصویر رکھنے کی ممانعت کی علت یہی ہے کہ فرشتے اندر نہیں آتے۔

**الا رقم فی ثوب** ۔ امام نووی نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ تصویریں ہیں جو غیر ذی روح کی ہوں۔ مگر اس پر اشکال یہ ہے کہ غیر ذی روح کی تصویر مطلقاً جائز ہے خواہ کپڑے پر ہو یا کہیں بھی ہو۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ ارشاد ممانعت سے پہلے کا ہو۔ جیسا کہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث[1] سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ تصویر دار پردے کو دیکھ کر فرمایا۔ قیامت کے دن سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں پر ہوگا۔

اس حدیث میں پردے ہی کی تصویر کے بارے میں وہ ارشاد ہے۔ لیکن پھر یہ شبہ رہ جاتا ہے۔ کہ تاریخ معلوم نہیں۔ اس لئے ایک کو ناسخ دوسرے کو منسوخ نہیں کہا جا سکتا۔ اگرچہ ام المؤمنین کا واقعہ ایک قول کی بنا پر غزوہ تبوک سے واپسی پر پیش آیا تھا۔ مگر پھر بھی قطعی طور پر اسے ناسخ نہیں کہا جا سکتا اس لئے کہ یہ امکان ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بعد کی ہو۔ اقول وھو المستعان ۔ اصل جواب یہ ہے کہ اب کپڑے پر تصویر کا مسئلہ حرمت و حلت کے مابین دائر ہو گیا۔ اور ایسے موقعہ پر ترجیح حرمت کو ہوگی۔

۱۷۲۷ **حدیث** عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ قَالَ سُفْيٰنُ فِيْ قِرَاءَةِ عَبْدِ اللّٰهِ وَنَادَوْا يَا مَالِ عه

حضرت یعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر پر یہ تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ اور جہنمی پکاریں گے اے مالک ؟ سفیان نے کہا۔ عبداللہ بن مسعود کی قرأت یا مَالِ ہے۔

۱۷۲۷ **تشریحات** کتاب التفسیر میں یہ زائد ہے۔ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ (۷۷) دوزخیوں کے قول کی حکایت ہے۔ کہ دوزخ میں عذاب کی شدت کی تاب نہ لا کر دوزخ کے خازن کو پکاریں گے۔ اے مالک تیرے رب کو چاہئے کہ ہمارا کام تمام کر دے۔ وہ ایک ہزار سال کے بعد جواب دیں گے۔ تم ہمیشہ اسی میں رہو گے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت ترخیم کے ساتھ یا مَالِ ہے۔ اور یہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی ہے۔

۱۷۲۸ **حدیث** ثَنِيْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

عروہ نے کہا۔ کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات

عه باب صفة النار ص۳۶۲ ثانی تفسیر سورہ حم زخرف ص۷۱۳ مسلم الصلوٰۃ ابوداؤد۔ الحروف۔ نسائی۔ تفسیر حروف ۔

[1] اللباس باب ما وطی من التصاویر ص۸۸۔

وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهُ اَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ

نے ان سے حدیث بیان کی ۔ کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ حضور

اَتٰى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ اَشَدَّ عَلَيْكَ مِنْ يَوْمِ اُحُدٍ قَالَ لَقَدْ لَقِيْتُ

پر احد سے بھی زیادہ کوئی دن سخت آیا ہے۔ فرمایا مجھے تمہاری قوم سے جو تکلیفیں پہنچیں پہنچیں

مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيْتُ وَكَانَ اَشَدَّ مَا لَقِيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ

اور سب سے سخت یوم عقبہ تھا۔ جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا

الْعَقَبَةِ اِذْ عَرَضْتُ نَفْسِيْ عَلٰى ابْنِ عَبْدِ يَالِيْلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ

تھا۔ اس نے میرا پیغام قبول نہیں کیا۔ میں غمزدہ واپس چلا آیا قرن الثعالب پر

يُجِبْنِيْ اِلٰى مَا اَرَدْتُّ فَانْطَلَقْتُ وَاَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰى وَجْهِيْ فَلَمْ اَسْتَفِقْ

پہنچا تو غم ہلکا ہوا۔ میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک بادل مجھ پر سایہ کئے ہوئے

اِلَّا وَاَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا اَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ اَظَلَّتْنِيْ

ہے۔ اور اس میں جبرئیل ہیں ۔ انھوں نے مجھے پکارا اور کہا۔ آپ کی قوم نے

فَنَظَرْتُ فَاِذَا فِيْهَا جِبْرَئِيْلُ فَنَادَانِيْ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ

آپ سے جو کہا جو جواب دیا۔ اللہ نے سن لیا اور آپ کی خدمت میں پہاڑوں کے فرشتے کو

قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ اللّٰهُ اِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ

بھیجا ہے آپ جو چاہیں اسے حکم دیں۔ اب پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے پکارا۔

لِتَاْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ فَنَادَانِيْ مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ

پہلے مجھ پر سلام کیا پھر عرض کیا۔ اے محمد! حضور کیا چاہتے ہیں ۔ اگر آپ چاہیں تو

قَالَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ ذٰلِكَ فِيْمَا شِئْتَ اِنْ شِئْتَ اَنْ اُطْبِقَ عَلَيْهِمُ

اخشبین پہاڑوں کو ان پر ڈھا دوں ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں۔ بلکہ

الْاَخْشَبَيْنِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ اَرْجُوْ اَنْ يُّخْرِجَ

مجھے امید ہے کہ اللہ عزوجل ان کی نسل سے ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو صرف

اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَحْدَهٗ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا

اللہ عزوجل کی عبادت کریں گے ۔ اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے ۔

**تشریحات ۱۷۲۸** ابن عبد یالیل۔ اس کا نام کنانہ تھا۔ یہ طائف کے صف اول کے سرداروں میں تھا۔ ابن اسحاق اور ابن عقبہ نے کہا۔ کہ کنانہ بن عبد یالیل سنہ ۹ھ میں طائف کے وفد کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا۔ اسی بنا پر علامہ عبد البر نے الاستیعاب میں اسے صحابہ میں شمار کیا ہے۔ مگر امام علی بن مدینی نے فرمایا کہ طائف کے سب لوگ مشرف باسلام ہو گئے۔ مگر یہ محروم رہا۔ بھاگ کر روم چلا گیا اور وہیں مرا۔

**قرن الثعالب**۔ یہ مکہ معظمہ سے ایک دن کی مسافت پر ایک پہاڑی ہے۔ اسے قرن المنازل بھی کہتے ہیں۔ جو اہل نجد کی میقات ہے۔ جو بڑے پہاڑ سے کٹی ہوئی ہے۔ قابسی نے نقل کیا۔ کہ قرن رار کے سکون کے ساتھ۔ پہاڑی کے معنی میں ہے۔ اور قرن رار کے فتحے کے ساتھ اس کے قریب گذرنے والا راستہ۔

ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال اور ابو طالب کے انتقال کے بعد بعثت کے دسویں سال مکہ والوں کے مسلسل انکار و متواتر ایذا رسانیوں سے بد دل ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے۔ کہ شاید یہ لوگ ایمان قبول کر لیں۔ طائف کے رؤسا میں یہ تین بھائی عبد یالیل، مسعود حبیب سب سے ممتاز تھے۔ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اسلام کی دعوت دی۔ ان اشقیا نے جو گستاخانہ جوابات دیئے وہ عبرت انگیز ہیں۔ ایک نے کہا۔ اگر خدا نے تجھ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ تو کعبے کا پردہ چاک کر رہا ہے دوسرے نے کہا۔ تیرے علاوہ خدا کو اور کوئی نہیں ملا۔ تیسرے نے کہا۔ میں کسی طرح تجھ سے بات نہیں کر سکتا۔ اگر تو سچا ہے۔ تو تجھ سے گفتگو کرنا بے ادبی ہے۔ اور اگر جھوٹا ہے تو اس قابل کہاں کہ تجھ سے بات کی جائے۔

ان بدطینتوں نے اسی پر بس نہیں کیا۔ بازاریوں کو اکسایا کہ ہنسی اڑائیں۔ بدقماش دو رویہ صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ ہر طرف سے پاؤں پر پتھر برسانے لگے۔ پاؤں لہولہان ہو گیا۔ جب نڈھال ہو کر بیٹھ جاتے تو بازو پکڑ کر کھڑا کر دیتے۔ جب چلنے لگتے پھر پتھر برسانے لگتے۔ گالیاں دیتے تالیاں بجاتے آخر ایک انگور کے باغ میں پناہ لی۔ یہ باغ عتبہ بن ربیعہ کا تھا۔ اس نے اپنے غلام عداس کے ذریعہ ایک کشتی میں رکھ کر انگور بھیجے۔[1]

**الاخشبین**۔ اخشب کے معنی کم گوشت والی مضبوط ہڈی ہے اس سے مراد جبل ابو قبیس اور اس کے بالمقابل جو پہاڑ ہے وہ یا تو قیقعان ہے۔ یا اس کے قریب جو سرخ پہاڑ ہے وہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر حضور اجازت دیں تو ان دونوں پہاڑوں کو آپس میں چپکا دوں جس کے اندر اہل مکہ کچل کر رہ جائیں یا یہ کہ ان دونوں پہاڑوں کو ان کے سروں پر ٹپک دوں جس کے نیچے دب کر رہ جائیں۔ مگر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ گوارا نہیں فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا انھیں رہنے دو مجھے امید ہے کہ ان کی نسل میری امت میں داخل ہو گی۔ اور یہی ہوا کہ سنہ ۹ھ میں سارا مکہ مشرف باسلام ہو گیا۔

**حدیث ۱۷۲۹** ثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ الشَّیْبَانِیُّ قَالَ سَاَلْتُ زِرَّ بْنَ حُبَیْشٍ رَضِیَ

ابو اسحٰق شیبانی نے کہا۔ میں نے زر بن حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔

[1] مدارج النبوۃ دوم ص ۵۰-۴۹

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے بارے میں فرمایا تو دو کمانوں کی مقدار قریب ہو گیا یا اس سے بھی کم

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی، قَالَ ثَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَنَّہٗ رَاٰی جِبْرَئِیْلَ

پھر اپنے بندے کی جانب وحی کی جو وحی کی تو انھوں نے کہا کہ ابن مسعود نے حدیث بیان کی کہ حضور

لَہٗ سِتُّ مِائَۃِ جَنَاحٍ ۔ عہ

نے جبرئیل کو دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو ہیں ۔

۱۷۲۹ **تشریحات** حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یہ ہے ۔ اس آیت میں قرب جبرئیل مراد ہے حالانکہ جبرئیل ہی قاصد بن کر حاضر ہوئے تھے ۔ شروع ہی سے ساتھ تھے ۔ اس کے ازالے کے لئے فرمایا ۔ کہ جبرئیل امین کی اصل ملکوتی شکل سے قرب مراد ہے ۔ اس تقدیر پر فاوحی کی ضمیر مستتر کا مرجع جبرئیل ہوں گے ۔ جو شدید القوی سے مراد ہے اور عبدہ کی ضمیر مجرور متصل کا مرجع اللہ عزوجل ہے جو معہود فی الذہن ہے ۔

لیکن صحیح اور راجح یہ ہے کہ یہاں قرب سے مراد قرب الٰہی ہے ۔ اور فاوحی کی ضمیر مستتر اور عبدہ کی ضمیر مجرور متصل سب کا مرجع اللہ عزوجل ہے ۔ علمہ شدید القوی ۔ سے مراد اللہ عزوجل جیسا کہ امام حسن بصری نے فرمایا ۔ اور اس کے بعد کہ تمام ضمیریں اسی طرف لوٹ رہی ہیں ۔ اس میں ضمیروں کے مرجع میں انتشار نہیں ۔ بخلاف پہلی صورت کے کہ عبدہ کی ضمیر کا مرجع متعین ہے ۔ کہ اللہ عزوجل ہے اس میں انتشار مراجع ہے ۔ نیز اضمار بغیر ذکر لازم آئے گا ۔ اگرچہ اس کی تاویل یہ صحیح ہے ۔ کہ اللہ عزوجل حاضر فی الذہن ہے ۔ مگر تاویل خلاف ظاہر پر حمل کرنے کا نام ہے ۔ اور جب کسی کلام کا ظاہر معنی درست ہو تو تاویل بلا ضرورت ہے ۔ اسی لئے راجح یہی ہے کہ فاستوی سے لے کر ۔ الی عبدہ ۔ تک تمام ضمیروں کا مرجع شدید القوی ہے ۔ جس سے مراد اللہ عزوجل ہے اب معنی یہ ہوئے ۔ پھر وہ جلوہ قریب ہوا ۔ پھر خود اتر آیا ۔ یہاں تک کہ اس جلوے اور بندے میں دو کمانوں بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا ۔ اب اس نے اپنے بندے کی جانب وحی فرمائی جو فرمائی ۔

۱۷۳۰ **حدیث** عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لَقَدْ رَاٰی مِنْ آیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی قَالَ رَاٰی رَفْرَفًا اَخْضَرَ سَدَّ اُفُقَ السَّمَاءِ ۔ عہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔ کہ آیہ کریمہ ، بلا شبہ اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں ۔ ان نشانیوں میں سے وہ سبز پڑا ہے جس نے آسمان کے کناروں کو ڈھک لیا تھا ۔

عہ ثانی تفسیر سورہ والنجم باب فکان قاب قوسین او ادنی باب فاوحی الی عبدہ ما اوحی صـ۷۲۰

عہ ثانی تفسیر سورہ والنجم باب لقد رأی من آیات ربہ الکبری صـ۷۲۰

**تشریحات ۱۷۳۰** صحیح اور راجح یہ ہے کہ اس آیت میں آیات کبریٰ سے مراد وہ تمام عجائب و نوادر ہیں جنھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج میں ملاحظہ فرمایا تھا۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ منقول ہے کہ اس سے مراد جبرئیل امین ہیں جو سبز حلے میں اپنی ملکوتی شکل میں جلوہ فرما تھے کہ ان کے چھ سو بازو تھے اور اتنے عظیم تھے کہ آسمان ان سے بھر گئے تھے۔

**حدیث ۱۷۳۱** اَنْبَاَنَا الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جو یہ گمان کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ

مَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَبَّهٗ فَقَدْ

تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اس نے بہت بڑی بات کہہ دی اور ہاں انھوں نے جبرئیل کو ان کی

اَعْظَمَ وَلٰكِنْ رَاٰی جِبْرِیْلَ فِیْ صُوْرَتِهٖ وَخَلْقِهٖ سَادًّا مَا بَیْنَ الْاُفُقِ

ملکوتی صورت اور خلقت میں دیکھا کہ کنارۂ آسمان کے درمیانی حصے کو بھرے ہوئے تھے۔

**حدیث ۱۷۳۲** عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا

مسروق نے کہا۔ اس پر ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے میں نے عرض کیا

فَاَیْنَ قَوْلُهٗ ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی قَالَتْ

پھر اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے۔ کہ فرمایا۔ پھر وہ قریب ہوا پھر خوب اتر آیا۔ پھر دونوں کے

ذٰلِكَ جِبْرِیْلُ كَانَ یَاْتِیْهِ فِیْ صُوْرَةِ الرَّجُلِ وَاِنَّهٗ اَتَاهُ هٰذِهٖ

درمیان دو کمان بلکہ اس سے کم فاصلہ رہ گیا۔ فرمایا یہ جبرئیل تھے۔ حضور کی خدمت اقدس میں انسانی شکل

الْمَرَّةَ فِیْ صُوْرَتِهِ الَّتِیْ هِیَ صُوْرَتُهٗ فَسَدَّ الْاُفُقَ ؏

میں حاضر ہوتے تھے۔ اور اس دفعہ اپنی اس صورت میں حاضر ہوئے جو ان کی ملکوتی ہے جس نے افق بھر دیا۔

**تشریحات ۱۷۳۱-۱۷۳۲** شب معراج حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کا دیدار فرمایا یا نہیں۔ یہ مسئلہ صحابہ کرام کے عہد مبارک سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔ حضرت عائشہ کا قول یہ ہے۔ کہ اللہ عزوجل کا دیدار نہیں فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی ایک قول یہی منقول ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوذر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول یہ ہے کہ دیدار ہوا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی ایک قول یہی مروی ہے۔ صحیح مختار اور جمہور سلف و خلف

---

ع۰ باب صفة النار ص۳۶۲ تفسیر سورہ حم زخرف ص۷۱۳ مسلم الصلوٰۃ۔ ابوداؤد الحروف نسائی تفسیر حروف۔

کا مذہب یہی ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ عزوجل کا دیدار فرمایا۔ کعب احبار امام حسن بصری امام احمد بن حنبل کا یہی مذہب ہے۔ امام ابوالحسن اشعری نے اسی کو اختیار فرمایا۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا اس موضوع پر ایک رسالہ بھی ہے۔ منبّہ المنیۃ بوصول الحبیب الی العرش والرویۃ۔

امام احمد اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

ابن عساکر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو دولت کلام بخشی اور مجھے اپنا دیدار عطا فرمایا۔

یہی ابن عساکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھ سے میرے رب نے فرمایا۔ میں نے ابراہیم کو اپنی دوستی دی اور موسیٰ سے کلام فرمایا۔ اور تمہیں اے محمد! مواجہہ بخشا۔

حدیث میں کفاحًا۔ کا لفظ ہے۔ مجمع بحار الانوار میں اس کے معنی یہ لکھے۔

ای مواجھۃ لیس بینھما حجاب اس طرح آمنے سامنے ہونا کہ درمیان میں نہ پردہ ہو اور نہ کوئی پیغام بر۔ ولا رسول۔

ابن مردویہ حضرت اسماء بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی۔ وہ کہتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ کا وصف بیان فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! حضور

ترمذی[1] میں حضرت امام شعبی سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرفہ میں کچھ دریافت کرنے کے لئے کعب احبار سے ملاقات کی۔ تو کعب نے اتنی بلند آواز میں تکبیر پڑھی کہ پہاڑ گونج اٹھے۔ ابن عباس نے کہا۔ ہم بنو ہاشم ہیں۔ اس پر کعب نے کہا۔ کہ اللہ عزوجل نے اپنی رویت اور اپنے کلام کو محمد اور موسیٰ کے مابین تقسیم فرما دیا۔ موسیٰ سے دو بار کلام فرمایا۔ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا۔ مسروق نے کہا۔ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ اس پر ام المومنین نے فرمایا۔ تو نے ایسی بات کہی جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں نے عرض کیا ٹھہریئے پھر میں نے یہ آیت تلاوت کی۔ لَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی۔ تو فرمایا۔ یہ جبرئیل ہیں۔ جو تجھے یہ خبر دے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ تو اس نے بہت بڑا جھوٹ کہا الحدیث

اسی[2] میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بطریق عکرمہ مروی ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ۔ انعام (۱۰۳) آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور

---

[1] ثانی تفسیر سورہ والنجم ص ۱۶ [2] ایضاً ص ۱۶۱۔

وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔ فرمایا تیرے لئے خرابی ہو۔ یہ اس وقت ہے جب وہ اپنے اس نور کی تجلی ڈالے جو اس کا نور ہے۔ اسی میں ابو سلمہ سے انھیں کا قول آیہ کریمہ ولقد رآہ نزلۃ اخری عند سدرۃ المنتھی۔ الیٰ۔ اَوْ اَدْنیٰ۔ کی تفسیر میں مروی ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کو دیکھا۔ مسلم[1] میں بطریق محمد بن بشار اور بطریق حجاز بن شاعر عبد اللہ شقیق سے مروی ہے۔ کہ میں نے حضرت ابوذر سے کہا۔ اگر میں کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی ہوتی تو پوچھا ہوتا۔ کیا حضور نے اپنے رب کو دیکھا۔ حضرت ابوذر نے کہا۔ میں نے پوچھا ہے۔ فرمایا میں نے نور دیکھا۔ اس کے پہلے بطریق ابو بکر بن شیبہ جو روایت انھیں سے ہے اس میں یہ ہے کہ فرمایا۔ نور ہے۔ کہاں دیکھتا۔ اس روایت میں ہے کہ وہ نور ہے۔ اس میں دو احتمال ہے۔ ایک یہ کہ اللہ عزوجل کا نور ہونا۔ بذریعہ وحی معلوم تھا۔ اس بنا پر فرمایا۔ دیکھ کر نہیں فرمایا۔ اس تقدیر پر دونوں روایتوں میں تعارض ہو جائے گا۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ جلوہ دیکھا اور دیکھ کر جانا کہ وہ نور ہے۔ اس تقدیر پر دونوں روایتوں میں مطابقت ہو جائے گی۔ اب آگے جو فرمایا۔ انی اَرَاہُ۔ کہاں دیکھتا۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ یہ تو دیکھا کہ نور ہے۔ مگر اس کی تابانی کی وجہ سے اور مزید کچھ نہ دیکھ پایا۔ یعنی پوری ذات کا مشاہدہ نہ کر پایا۔

بزار[2] نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نور اعظم کو دیکھا۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ نور اعظم جلوہ باری عزاسمہ ہی ہے۔ ابن اسحٰق نے روایت کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کرایا۔ کیا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ ابن عباس نے کہلایا۔ ہاں دیکھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس پر انکار نہیں فرمایا ان کا سکوت اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے اسے صحیح تسلیم کر لیا۔ اس لئے ان کا مذہب بھی یہی ہوا۔

لالکائی[3] نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔ یہ سات صحابہ کرام ہوئے۔ جن میں سے چھ نے صراحۃً رویت باری کو روایت کیا۔ اور حضرت ابن عمر کے سکوت سے ثابت ہوا۔

امام عبد الرزاق نے حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقل کیا۔ کہ انھوں نے قسم کھا کر کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ امام ابن خزیمہ نے حضرت عروہ بن زبیر سے بھی روایت کیا ہے۔ کہ ان کا قول بھی اثبات رویت ہے۔ اور جب ان کے سامنے ام المؤمنین کا انکار کا تذکرہ ہوتا تو ان پر سخت اعتراض کرتے، یہی حضرت ابن عباس کے تمام تلامذہ اور کعب احبار امام زہری اور ان کے تلمیذ معمر اور دوسرے بہت سے لوگوں کا مذہب ہے۔

نعاش نے حضرت امام احمد کا ارشاد ذکر کیا ہے۔ کہ فرمایا۔ میں ابن عباس کی حدیث کے مطابق کہتا ہوں۔ کہ اپنی آنکھ سے دیکھا۔ کہتے رہے یہاں تک کہ ان کی سانس ٹوٹ گئی۔ امام المتکلمین حضرت ابو الحسن اشعری کا بھی

---

[1] اول باب قولہ ولقد رآہ نزلۃ اخری ص ۹۹ [2] فتح الباری ثامن ص ۶۰۹۔ [3] عمدۃ القاری خامس عشر ص ۱۴۳

یہی مذہب ہے۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا۔ کہ ہر وہ معجزہ جو کسی نبی کو دیا گیا ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی دیا گیا۔ ان پر مزید رویت باری عطا فرمائی اور کسی کو عطا نہ ہوئی۔

پھر یہ اختلاف ہوا کہ چشم سر سے دیکھا کہ دل سے حضرت ابن عباس سے دونوں قول مروی ہیں۔ مسلم میں ہے کہ دل سے دیکھا۔ اس تقدیر پر حضرت ام المومنین اور ان کے قول میں تعارض دفع کیا جا سکتا ہے۔ کہ ام المؤمنین چشم سر سے دیکھنے کی نفی کر رہی ہیں۔ اور ابن عباس رویت قلبی کو مانتے ہیں۔

ابن خزیمہ نے کتاب التوحید میں رویت بصری کے حق ہونے پر بہت طویل کلام کیا ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف منسوب دونوں اقوال میں یہ تطبیق دی ہے کہ دو مرتبہ دیدار ہوا۔ ایک مرتبہ چشم سر اور ایک مرتبہ دل سے۔

مگر اس خادم کی معلومات کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب صحیح و راجح یہی ہے کہ چشم سر سے دیکھا۔ اس لئے کہ آیہ کریمہ۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ — بنی اسرائیل۔ اور اے نبی ہم نے تم کو جو جلوہ دکھایا تھا وہ لوگوں کے لئے آزمائش ہے۔ کی تفسیر حضرت ابن عباس ہی سے مروی ہے رویۃ عین لا رویۃ قلب۔ یہ جلوہ چشم سر سے تھا نہ کہ دل سے۔

ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں عکرمہ اور ضحاک حضرت ابن عباس کی ایک طویل حدیث ذکر کیا۔ جس کے اخیر میں ہے۔ جب میرے رب نے اپنی رویت سے مجھے اعزاز بخشا اس طرح کہ میری آنکھ میرے دل میں کر دیا۔ تو میری آنکھ نے اس کے نور کو اور عرش کے نور کو دیکھا۔

رہ گیا ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو فرمایا وہ ان کا اجتہاد ہے آیہ کریمہ۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ۔ کا مطلب انھوں نے یہ اخذ فرمایا۔ کہ اس سے مراد صرف دیکھنا ہے۔ اس لئے وہ فرمایا۔ لیکن یہاں مراد احاطہ ہے۔ اب اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اسے کوئی چیز احاطہ نہیں کر سکتی۔ وہ ہر چیز کو احاطہ فرمائے ہوئے ہے۔ اس سے مطلق رویت کی نفی لازم نہیں۔

لیکن علامہ ابن حجر نے اس پر یہ تعقب فرمایا ہے۔ کہ مسلم[1] میں مسروق سے ہے کہ میں نے ام المومنین سے عرض کیا۔ کیا اللہ عزوجل نے یہ نہیں فرمایا ہے۔ اور بلاشبہ انھوں نے اس کو افق اعلیٰ میں دیکھا اور فرمایا۔ اور بلاشبہ دوسری بار دیکھا۔ ام المؤمنین نے فرمایا۔ میں اس امت میں سب سے پہلی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا۔ یہ جبرئیل تھے۔ میں نے ان کو اس شکل میں جس میں وہ پیدا کئے گئے ہیں۔ ان دونوں مرتبے کے علاوہ کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے ان کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا۔ ان کے عظیم مجسمے نے آسمان و زمین کے درمیانی فضا کو بھر دیا۔

اقول وھوالمستعان۔ اس خصوص میں روایات متعارض ہیں۔ اور کسی ایک کو ترجیح دینے کی کوشش

---

[1] اول ایمان باب قول اللہ عزوجل ولقد رآہ نزلۃ اخری ص ۹۸

194 میں کوئی خاص فائدہ نہیں۔ نیز ترجیح وتزییف کی ضرورت وہاں پڑتی ہے۔ جہاں تطبیق ممکن نہ ہو۔ یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جبرئیل امین کو بھی ان کی خلقی ملکوتی شکل میں دیکھا اور اللہ عزوجل کا بھی دیدار کیا۔ دونوں میں منافات نہیں۔ ابتداء جبرئیل کو دیکھا ہو اور پھر دیدار الٰہی فرمایا ہو۔ فللہ الحجۃ البالغۃ۔

۱۷۳۳ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهٗ

فرمایا۔ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر کی جانب بلائے اور وہ انکار کرے جس پر شوہر غصے

اِلٰی فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْهَا الْمَلٰٓئِكَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ ۔عہ

میں رات بسر کرے تو اس عورت پر صبح تک فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

۱۷۳۳ تشریحات لیلا۔ یہ قید نہیں۔ بلکہ چونکہ اغلب واکثرات ہی کو یہ معاملہ ہوتا ہے۔ اس لئے اسے ذکر فرمایا۔ ورنہ حکم عام ہے۔ خواہ دن کو بلائے خواہ رات کو۔ اسی طرح حتّٰی تصبح کا ذکر بھی۔ لیلا کی مناسبت سے ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب تک راضی نہ ہو۔ جیسا کہ مسلم[1] کی روایت میں یوں مذکور ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ کہ جو شخص بھی اپنی زوجہ کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کردے تو جو لوگ آسمان میں ہیں۔ وہ اس سے ناراض رہیں گے۔ یہاں تک کہ اپنے شوہر کو راضی کرے۔ اس میں تعمیم ہے۔ نہ رات کا ذکر ہے نہ صبح کا۔ اسی لئے ابوزائدہ کی روایت میں حتّٰی ترجع ہے۔

غضبان۔ یہ وعید اسی صورت میں ہے کہ شوہر اس پر اس کی اس حرکت سے ناراض ہو اور اگر شوہر ناراض نہیں ہوا تو یہ وعید نہیں۔

لعنتھا۔ لعنت کے حقیقی معنی رحمت سے دور کرنا ہے۔ جب اس کی اسناد اللہ عزوجل کی طرف ہو۔ اور اگر ملائکہ انسانوں کی طرف ہو تو مراد، اللہ کی رحمت سے دور کرنے کی دعا ہوتی ہے۔ عرف میں لعنت کبھی صرف گالی۔ اظہار خفگی، زجر وتوبیخ کے لئے ہوتی ہے۔

جب تک کسی شخص کے بارے میں قطعی طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کفر کی حالت میں مرا ہے۔ اس پر لعنت کرنا جائز نہیں۔ اگرچہ بظاہر یہ معلوم ہو کہ وہ کافر مرا۔ اس لئے کہ ایمان بأس مقبول ہے ہوسکتا ہے کہ مرتے مرتے کفر سے توبہ کرلی ہو۔ کون قطعی یقینی طور پر کفر پر مرا ہے۔ یہ صرف اللہ عزوجل ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

---

عہ ثانی النکاح۔ باب اذا بانت المرأۃ مہاجرۃ فراش زوجہا ص۷۸۲ دو طریقے سے۔ مسلم نکاح۔ ابوداؤد نکاح۔ ملائکہ۔

[1] اول النکاح باب تحریم امتناعہا من فراش زوجہا ص۴۶۴

بتانے ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جیسے فرعون۔ ہامان۔ ابوجہل وغیرہ۔ لیکن احادیث پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی معصیت یا گناہ کرنے پر بلا تخصیص فرد مرتکبین پر لعنت جائز ہے۔ یہاں یہی صورت ہے۔ یا یہ کہ حکم مذکور انسان وجن کے لئے ہے ملائکہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

مسلم کی روایت فی السماء سے ظاہر ہے کہ یہ لعنت کرنے والے فرشتے ساکنان ملأ اعلیٰ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۷۳۴ عَنْ اَبِی الْعَالِیَۃِ ثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِیِّکُمْ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

**حدیث** ابو العالیہ سے روایت ہے کہ مجھ سے تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا

وَسَلَّمَ یَعْنِیْ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

کے صاحبزادے یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ مُوْسٰی رَجُلًا آدَمَ

ہوئے یہ حدیث بیان فرمائی کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ کہ لیلۃ الاسراء میں میں نے موسیٰ علیہ السلام

طُوَالًا جَعْدًا کَاَنَّہٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَۃَ وَرَاَیْتُ عِیْسٰی رَجُلًا

کو دیکھا گندمی رنگ دراز قد گھونگریالے بال والے۔ یا گٹھیلے جسم والے تھے گویا وہ قبیلہ شنوءہ

مَرْبُوْعَ الْخَلْقِ اِلَی الْحُمْرَۃِ وَالْبَیَاضِ سَبْطَ الرَّاْسِ وَرَاَیْتُ

کے فرد ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا میانہ قد سفیدی میں سرخی جھلکتی ہوئی کھڑے بال والے اور

مَالِکًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِیْ آیَاتٍ اَرَاھُنَّ اللّٰہُ اِیَّاہُ فَلَا

مالک جہنم کے خازن کو اور دجال کو دیکھا۔ ان نشانیوں میں جو اللہ عزوجل نے انھیں دکھائیں۔ آپ اس سے

تَکُنْ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْ لِّقَائِہٖ۔ قَالَ اَنَسٌ وَاَبُوْ بَکْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ

ملاقات میں شک نہ کریں۔ سجدہ (۲۳) حضرت انس اور ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَحْرُسُ الْمَلٰٓئِکَۃُ الْمَدِیْنَۃَ مِنَ الدَّجَّالِ ؏

علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ کہ فرمایا۔ فرشتے مدینے کی دجال سے حفاظت کرتے ہیں۔

**تشریحات** ۱۷۳۴ جعدًا۔ جعد کے معنی گھونگریالے بال والے کے بھی ہیں۔ اور گٹھیلے بدن والے کے بھی چوں کہ کتاب الانبیاء میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت میں یہ ہے۔

---

؏ الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ وھل اتاک حدیث موسیٰ وکلم اللہ ص۴۸۱ مسلم ایمان

فاذا ھو ضرب رجل ۔ وہ دبلے بدن کے سیدھے لٹکے ہوئے بال والے تھے۔ اس لئے یہاں جعد کے معنی گٹھیلے جسم والے کے ہیں۔ شنوءۃ ۔ یمن کے ایک قبیلے کا نام ہے۔ اس کے افراد لمبے اور گٹھیلے جسم کے ہوتے ہیں۔ مربوع ۔ کے معنی میانہ قد کے ہیں۔

## بَابُ مَاجَاءَ فِيْ صِفَةِ الْجَنَّةِ وَاَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ ۔ ص ۴۵۹

جنت کے اوصاف کے بارے میں کیا آیا ہے اور یہ کہ وہ پیدا کی جا چکی ہے۔

**توضیح** اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ جنت اور دوزخ پیدا کی جا چکی ہیں۔ اور یہ کہ اس وقت بھی موجود ہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ ابھی پیدا نہیں کی گئی ہے۔ قیامت کے بعد پیدا کی جائیں گی۔ نیز کچھ ملحد مثلاً سرسید احمد بانی علی گڈھ یونیورسٹی یہ کہتے ہیں۔ کہ اپنی نیکیوں کو دیکھ کر خوش ہونے کا نام جنت ہے اور برائیوں کو دیکھ کر کڑھنے کا نام دوزخ ہے۔ اس کے قبل بھی بہت سے ملحدین کا بھی یہی مذہب تھا۔ حتیٰ کہ شبلی صاحب نے حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی قدس سرہٗ کی طرف اس کفر صریح کی نسبت کر دی ہے[1]۔ اس لئے امام بخاری نے خصوصیت سے یہ باب باندھا ہے۔

جنت کے اصل معنی گھنے باغ کے ہیں۔ جس میں گنجان درختوں کی شاخیں ایک دوسرے میں گتھی ہوں۔ جس کی وجہ سے اس میں دھوپ کا کم گذر ہوتا ہو اور سایہ زیادہ رہتا ہو۔ اسکا مادہ جَنّ ۔ ہے جس کے معنی چھپانے کے ہیں۔ چونکہ اندھیرے میں چیز چھپ جاتی ہے۔ اسی سے مجنون بمعنی پاگل ہے۔ کیونکہ اس کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ اسی سے قرآن مجید میں ہے۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ انعام (۷۶) جب ابراہیم پر رات نے اندھیری ڈالی۔

امام بخاری احادیث سے پہلے قرآن مجید میں جنت کے بارے میں جو خاص خاص باتیں مذکور ہیں ان کی تفسیر فرماتے ہیں۔ سورہ بقرہ میں فرمایا۔

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (۲۵)

جب بھی ان باغوں سے انھیں کھانے کو کچھ دیا جائے گا تو کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو پہلے ہمیں دیا گیا تھا۔ انھیں بظاہر ملتا جلتا دیا جائیگا اور ان کے لئے باغوں میں صاف ستھری بیبیاں ہیں۔

قَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ ۔ مطهرة من الحيض والبول والبزاق ۔ ابو العالیہ نے کہا۔ یہ بیبیاں حیض، پیشاب اور تھوک سے پاک ہوں گی۔ قتادہ کی روایت یہ ہے۔ گندگی، گناہ سے بھی پاک ہوں گی۔

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۔ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا

جب کبھی ان کو کچھ دیا جائے یعنی ایک بار پھر دوبارہ دیا جائے گا تو کہیں گے یہ تو وہی ہے۔ جو پہلے ہمیں

[1] تفسیر القرآن از سرسید ۔ [2] الکلام

اُوْتِيْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا يَشْبَهُ بَعْضُهٗ بَعْضًا وَيَخْتَلِفُ فِي الطَّعْمِ۔

دیا گیا تھا۔ انھیں بظاہر ملتا جلتا دیا جائیگا کہ ایک جیسا ہوگا مگر مزے میں بدلا ہوگا۔

قُطُوْفُهَا يَقْطِفُوْنَ كَيْفَ شَاءُوْا دانية ان کے خوشے قریب ہوں گے جب چاہیں توڑلیں گے۔

قَرِيْبَةَ الارائك السُّرُرُ سورہ دہر چارپائیاں۔

وَقَالَ الْحَسَنُ النَّضْرَةُ فِي الْوَجْهِ وَالسُّرُوْرُ فِي الْقَلْبِ۔ آیہ کریمہ۔ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَسُرُوْرًا۔ دہر (۱۱) اور انھیں شگفتگی دی اور خوشی۔ کی تفسیر میں امام حسن بصری نے فرمایا شگفتگی چہرے میں ہوتی ہے۔ اور خوشی دل میں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ سَلْسَبِيْلًا۔ حَدِيْدُ الْجِرِيَّةِ۔ تیز بہنے والا۔ غَوْل وجع بطن۔ پیٹ کی تکلیف۔ يُنْزِفُوْنَ لاتذهب عقولهم۔ ان کی عقلیں زائل نہ ہوں گی۔ یہ آیہ کریمہ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ۔ صٰفّٰت (۴۷) جنتی شراب میں نہ تو خمار ہے اور نہ اس سے ان کا سر پھرے۔ کی تفسیر ہے۔ غول کی تفسیر پیٹ کے درد کے ساتھ امام مجاہد سے مروی ہے۔ اور قتادہ نے کہا۔ کہ اس کے معنی دردسر کے ہیں۔ نیز نشے اور خمار کے بھی ہیں۔ اور یہی راجح ہے۔ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ دِهَاقًا مُمْتَلِئًا۔ بھرا ہوا کَوَاعِبَ نَوَاهِدَ۔ ابھرے ہوئے پستانوں والیاں۔ کواعب کاعبة کی جمع اور نواهد ناهدة کی جمع۔ الرَّحِيْق۔ الخمر۔ شراب التَّسْنِيْم يعلوا شراب اهل الجنة۔ جو جنتیوں کی شراب کے اوپر ہوگی۔ سورہ مطففین، میں ہے۔ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ (۲۸) اس کی ملونی تسنیم سے ہے جنتیوں کو مشک سے مہر بند رحیق نام کی شراب دی جائے گی جس میں تسنیم ملی ہوگی۔ جنتیوں کو تین قسم کی شرابیں ملیں گی۔ شراب طہور۔ جو نہروں میں بہ کر ہر جنتی کو جہاں رہیں گے وہیں پہنچ جایا کریں گی۔ دوسری رحیق مختوم۔ یہ دنیا میں شراب سے بچنے کا عوض ہے۔ تیسرے تسنیم جو جنت کے شرابوں میں سب سے اعلیٰ ہوگی۔ یہ عشق الٰہی و عشق رسول میں جگر سوختگان کو ملے گی۔ خِتَامُهٗ طِيْنَهٗ مِسْكٌ۔ جس سے ان پر مہر لگائی جائے گی وہ مشک ہے۔ بوتل پر لاکھ رکھ کر مہر کرتے ہیں۔ مگر رحیق کے برتن پر مشک رکھ کر مہر کی جائے گی۔ نَضَّاخَتٰنِ فَيَّاضَتَانِ۔ اچھلتے ہوئے۔ يُقَالُ مَوْضُوْنَةٌ مَنْسُوْجَةٌ وَمِنْهُ وَضِيْنُ النَّاقَةِ۔ بنی ہوئی یعنی یہ تخت سونے یا جواہرات سے مرصع ہوں گے۔ اسی سے ہے۔ وضين الناقة۔ اونٹنی کی جھول۔ والكُوْبُ مالا اذن ولا عروة۔ پینے کا وہ برتن جس میں نہ ٹوٹی ہو نہ دستہ۔ والاباريق ذوات الآذان والعرى۔ اباریق۔ ابریق کی جمع۔ لوٹے جس میں ٹوٹی بھی اور دستہ بھی۔ عربا۔ مُثَقَّلَةٌ واحدها عروب مثل صبور وصبر يسميها اهل مكة العربة واهل المدينة الغنجة واهل العراق الشكلة۔ عربا۔ را کے ضمے کے ساتھ۔

اس کا واحد عروب ۔ ہے ۔ جیسے صبور کی صبر ۔ اسے اہل مکہ عربہ ۔ اور اہل مدینہ غنجہ اور اہل عراق شکلہ کہتے ہیں ۔

سورۂ واقعہ میں ہے ۔ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا (۳۶) (۳۷) ہم نے حوروں کو کنواری اور پرکشش محبت کرنے والی ہم عمر بنایا ۔ اس کی امام بخاری نے تفسیر فرمائی ۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ رَوْحٌ جَنَّةٌ وَرَخَاءٌ وَالرَّيْحَانُ الرِّزْقُ ۔ اور امام مجاہد نے کہا ۔ رَوْح کے معنی باغ اور آسودگی ہے ۔ اور ریحان کے معنی روزی کے ہیں ۔

سورہ واقعہ ہی میں فرمایا ۔ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّةُ نَعِيْمٍ (۸۹) تو راحت اور پھول ہے اس کی تفسیر میں امام مجاہد کا وہ قول نقل فرمایا ۔

وَالْمَنْضُوْدُ الْمُوْقَرُ حَمْلًا وَيُقَالُ اَيْضًا لَاشَوْكَ لَهٗ ۔ اسی سورہ میں فرمایا ۔ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ (۲۹) بے کانٹے کی بیری اور کیلے کے گچھے میں ۔

امام بخاری یہ فرماتے ہیں کہ منضود کے معنی کیلے کے ہیں ۔ اور مخضود کے معنی بھرا ہوا بوجھل ہے ۔ اور کہا جاتا ہے ۔ وہ درخت جس میں کانٹے نہ ہوں ۔ والعرب المحبات الی ازواجھن ۔ وہ عورتیں جو اپنے شوہروں سے محبت کرتی ہوں ۔ وَيُقَالُ مَسْكُوْبٌ جَارٍ وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ بعضھا فوق بعض ۔ مسکوب ۔ کے معنی بہنے والا ۔ اور فرش مرفوعۃ ۔ سے مراد یہ ہے کہ ایک کے اوپر ایک ۔ لغوًا باطلا تاثیمًا کذبا ۔ لغو کے معنی بے کار اور تاثیم سے مراد جھوٹ ہے ۔

افنان اغصان وجنا الجنتین دان ما یجتنی قریب مدھامتن سوداوان من المری ۔ افنان کے معنی شاخیں ہیں ۔ وجنا الجنتین دان ۔ سے مراد یہ ہے ۔ کہ اس کے پھل قریب ہیں ۔ مدھامتن کے معنی کالے ہیں ۔ سیرابی کی وجہ سے ۔ سورہ رحمٰن ۔

۱۷۳۵ ثَنَا اَبُوْ رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ

روایت کیا ۔ کہ فرمایا ۔ میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو اکثر جنتی فقراء ہیں ۔ اور جہنم

فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَاءَ عه

میں جھانک کر دیکھا تو اکثر جہنمی عورتیں ہیں ۔

عه ثانی النکاح ۔ باب کفران العشیر ص۷۸۳ الرقاق باب فضل الفقر ص۹۵۵
باب صفۃ اھل الجنۃ والنار ص۹۶۹ مسلم، ترمذی، نسائی ۔

**تشریحات ۱۷۳۵** اس حدیث پر ایک شدید اشکال ہے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ جنت میں کوئی مرد بے عورت کے نہ ہوگا۔ ہر مرد کو کم از کم دنیا کی دو عورتیں ملیں گی[1] اس کا حاصل یہ ہوا کہ جنت میں عورتیں کم از کم مردوں کی دونا ہوں گی۔ امام حکیم ترمذی نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ حال ابتدا میں ہوگا۔ کہ عورتیں جنت میں کم ہوں گی۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنتیوں میں عورتوں کی کثرت ہو جائے گی۔ اقول وھو المستعان۔ یہاں تقابل اہل جنت اور اہل دوزخ کا نہیں۔ بلکہ جنت جنتیوں کی تعداد کے اعتبار سے فرمایا گیا۔ کہ اکثر جنتی فقراء ہیں اور دوزخیوں کی تعداد کے لحاظ سے فرمایا گیا۔ کہ ان میں اکثر عورتیں ہیں۔ یہ اس کے منافی نہیں کہ جنت میں مردوں سے زیادہ عورتیں ہوں گی۔ نیز ایک حدیث میں ہے ایک کروڑ افراد میں سے صرف ایک جنت میں داخل ہوگا۔ اس تناسب سے دیکھا جائے تو بالکل واضح ہے۔ کہ جہنم میں بہ نسبت جنت کے عورتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ترمذی[2] میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم مشرکین کے مقابلے میں ایسے ہو جیسے کالے بیل میں ایک سفید بال یا سرخ بیل میں ایک کالا بال۔

**حدیث ۱۷۳۶** أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ قَالَ

خدمت میں حاضر تھے۔ کہ فرمایا۔ میں سو رہا تھا کہ اپنے کو جنت میں دیکھا۔ میری نظر ایک عورت

بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ فَإِذَا امْرَأَةٌ تَتَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرٍ

پر پڑی جو ایک محل کے کنارے وضو کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ یہ محل کس کا ہے۔ لوگوں

فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ قَالُوا لِعُمَرَ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا

نے بتایا۔ عمر کا ہے۔ تو مجھے ان کی غیرت یاد آ گئی اور میں واپس چلا آیا۔ یہ سن کر عمر روئے

فَبَكَى عُمَرُ فَقَالَ أَعَلَيْكَ أَغَارُ يَا رَسُولَ اللهِ ۔ عہ

اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ پر غیرت کروں گا۔

**تشریحات ۱۷۳۶** ترمذی[3] میں یہ ہے۔ کہ میں نے سونے کا ایک محل دیکھا۔ فضائل میں یہ ہے۔ کہ میں نے ایک محل میں دیکھا۔ جس کے صحن میں ایک چھوٹی عمر کی عورت وضو کر رہی تھی۔ کتاب النکاح میں حضرت

---

[1] مسلم ثانی کتاب الجنۃ ص۳۷۹ ۔ [2] ثانی صفۃ الجنۃ باب صفۃ اھل الجنۃ ص۷۸

عہ مناقب۔ باب مناقب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص۵۲ ثانی النکاح باب الغیرۃ ص۷۸۶ التعبیر باب القصر فی المنام۔ باب الوضوء فی المنام ص۱۰۴۰ ابن ماجہ [3] ترمذی ثانی مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص۲۰۱

جابر کی حدیث میں یہ ہے۔ کہ میں نے چاہا کہ اس محل میں داخل ہوں تو تمہاری غیرت یاد آگئی۔ اسی میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر اس مجلس میں تھے۔ عرض میں یہ زائد ہے کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا آپ پر غیرت کروں گا۔

**تتوضأ** ۔ جنت میں کوئی عبادت کا مکلف نہ ہوگا۔ پھر یہ وضو کا ہے کے لئے تھا۔ شارحین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس کی توجیہیں کی ہیں۔ اس خادم کا ذوق یہ ہے۔ مکلف نہ ہونے کو یہ لازم نہیں کہ جنتی کوئی عبادت نہ کریں۔ بغیر فرض کے بطور تشکر عبادت کریں۔ تو کیا استحالہ ہے۔ علاوہ ازیں عارفان حق آگاہ کو ذکر الٰہی میں روحانی لذت ملتی ہے۔ اس کے لئے بھی عبادت کر سکتے ہیں۔

ذکرك للمشتاق خیر شراب ÷ وکل شراب دونه کسراب ۔ تیرا تذکرہ شائقین کے لئے سب سے عمدہ شراب ہے۔ اور ہر شراب اس کے سوا سراب ہے۔ احادیث میں ہے کہ تسبیح، تحمید، تکبیر جنتیوں کے دل میں ڈال دی جائے گی[1]۔ ابھی بخاری میں حدیث آرہی ہے۔ کہ جنتی صبح و شام اللہ کی تسبیح کریں گے۔

**۱۷۳۷ حدیث** عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَیْسٍ الْاَشْعَرِیِّ عَنْ

حضرت عبد اللہ بن قیس اشعری (ابوموسیٰ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی

اَبِیْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْخَیْمَةَ دُرَّةٌ مُجَوَّفَةٌ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (جنت میں) خولدار موتی کا ایک خیمہ ہے جس کی بلندی تیس میل ہے۔

طُوْلُهَا فِی السَّمَاءِ ثَلٰثُوْنَ مِیْلًا فِیْ کُلِّ زَاوِیَةٍ مِنْهَا لِلْمُؤْمِنِ مِنْ اَهْلٍ

اس کے ہر کونے میں مومن کے لئے ایک بیوی ہے جسے دوسری بیبیاں نہیں دیکھ پاتیں۔ اور

لَا یَرَاهُمُ الْاٰخَرُوْنَ۔ وَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ الصَّمَدِ وَالْحَارِثُ بْنُ

ابو عبد الصمد اور حارث بن عبید نے ابو عمران سے جو روایت کی ہے اس میں یہ

عُبَیْدٍ عَنْ اَبِیْ عِمْرَانَ سِتُّوْنَ مِیْلًا عه

ہے کہ بلندی ساٹھ میل ہوگی۔

**تشریحات ۱۷۳۷** کتاب التفسیر میں ہے۔ کہ اس کی چوڑائی ساٹھ میل ہے۔ اخیر میں ہے کہ ان بیبیوں کے پاس مومن جائیں گے۔ یہاں کی روایت اور تفسیر کی روایت میں یہ تطبیق ہے کہ بلندی تیس میل ہوگی اور چوڑائی ساٹھ میل۔ مگر مسلم میں بطریق ھمام جو روایت ہے۔ اس میں یہی ہے کہ اس کی لمبائی

---

عه ثانی تفسیر سورہ رحمٰن باب حور مقصورات فی الخیام ص۷۲۴ مسلم صفۃ الجنۃ۔ ترمذی نسائی تفسیر۔

[1] مسلم ثانی کتاب الجنۃ ص۳۷۹۔

اور بلندی ساٹھ میل ہے۔ لیکن بطریق ابو عبد الصمد کی روایت بھی ہے کہ اس کا عرض ساٹھ میل ہے۔ علامہ نووی نے یہ تطبیق دی کہ اس خیمے کا طول و عرض برابر رہے گا۔ ہو سکتا ہے یہ خیمے مختلف سائز کے ہوں۔ کچھ ساٹھ میل لمبے اور ساٹھ میل چوڑے اور کچھ ساٹھ میل لمبے اور تیس میل چوڑے۔

۱۷۳۸ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ

نے فرمایا۔ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔ میں نے اپنے بندوں کے لئے ایسی چیزیں مہیا کر رکھی

وَتَعَالٰی اَعْدَدْتُّ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ

ہیں۔ جنھیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے۔ نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال

سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ

گذرا ہے۔ اگر چاہو تو پڑھو۔ کہ فرمایا۔ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈی کرنے والی جو چیزیں ہم نے چھپا

مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۔ عہ

رکھی ہیں۔ انھیں کوئی نہیں جانتا۔ سجدہ (۱۷)

**تشریحات ۱۷۳۸** واقرأوا ان شئتم۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ جیسا کہ تفسیر میں ہے قال ابو هُرَیْرَةَ۔ اقرأوا۔ نیز اسی میں اخیر میں یہ زائد ہے۔ ذخرا من بله ما اطلعتم علیه۔ یعنی میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ذخیرے مہیا کر رکھے ہیں۔ ان کے سوا جن پر تم کو اطلاع (قرآن و حدیث میں) دی گئی ہے۔ اس عبارت میں۔ ذخرا۔ اعددت کا مفعول بہ ہے۔ بَلْهَ اسم فعل دع کے معنی میں ہے۔ مگر یہاں غیر کے معنی میں ہے۔ اسی لئے اس پر من داخل ہوا ہے۔

۱۷۳۹ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ

نے فرمایا پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا ان کی صورت چودھویں کے چاند کی طرح چمکتی

---

عہ ثانی تفسیر سورہ تنزیل السجدہ ص۷۰۲ تین طریقے سے۔ التوحید باب قول اللہ تعالیٰ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ص۱۱۱۶ مسلم صفۃ الجنۃ۔ ترمذی تفسیر۔

الْجَنَّةَ صُوَرَتُهُمْ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَا يَبْصُقُوْنَ فِيْهَا

ہو گی نہ انھیں تھوک ہو گا۔ نہ کھکھار۔ اور نہ پیشاب پاخانہ۔ جنت میں ان کے برتن

وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ آنِيَتُهُمْ فِيْهَا الذَّهَبُ وَأَمْشَاطُهُمْ

سونے کے ہوں گے اور ان کے کنگھے سونے چاندی کے۔ ان کی انگیٹھیوں میں عود

مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمَجَامِرُهُمُ الْأُلُوَّةُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ

سلگے گی اور ان کا پسینہ مشک کی طرح خوشبودار ہو گا۔ ہر ایک کی دو بیبیاں ہوں گی

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرٰى مُخُّ سُوْقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ

اتنی حسین کہ ان کی پنڈلیوں کے مغز گوشت کے اوپر سے دکھائی دیں گے۔

الْحُسْنِ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ قُلُوْبُهُمْ قَلْبُ وَاحِدٍ

ان میں نہ کوئی اختلاف ہو گا اور نہ بغض۔ ان سب کے دل ایک ہوں گے۔

يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ؏ھ

صبح و شام اللہ کی تسبیح کریں گے۔

**تشریحات** ۱۷۳۹ اس کے بعد جو روایت بطریق اعرج ہے۔ اس میں یہ زائد ہے۔ اور ان (پہلے گروہ) کے پیچھے والوں کی صورت سب سے زیادہ روشن ستارے کے مثل ہو گی۔ تیسری روایت جو بطریق عبدالرحمن بن عمرہ ہے اس میں یہ ہے۔ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ اضَاءَةً۔ دوسرے گروہ کی صورت آسمان میں سب سے زیادہ روشن ستارے کے مثل۔ اور یہ بھی زائد ہے۔ لَا يَسْقَمُوْنَ بیمار نہیں پڑیں گے۔ اور کچھ ردوبدل ہے۔ اس میں ہے کہ ان کے برتن سونے چاندی کے اور کنگھے سونے کے ہوں گے۔

**يُسَبِّحُوْنَ**۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں جنتیوں پر اگرچہ کوئی چیز واجب فرض نہیں مگر بطور تشکر یا روحانی تلذذ، جنتی ذکر الٰہی کریں گے۔

**قال مجاهد**۔ امام مجاہد نے کہا۔ ابکار۔ شروع فجر۔ اور عشی۔ سورج ڈھلنے سے غروب ہونے تک بکرۃ۔ صبح صادق طلوع ہونے سے لے کر سورج نکلنے تک کو کہتے ہیں۔ طبری نے کہا۔ ابکار مصدر ہے بولتے ہیں۔ ابکر فلان فی حاجته یبکر ابکارا۔ جب صبح صادق طلوع سے لے کر چاشت کے وقت تک کسی ضرورت سے جائے۔

---

ع ھ اسی کے متصل پھر سات حدیث کے بعد۔ الانبیاء باب خلق آدم صفحہ ۴۶۸ ترمذی صفۃ الجنۃ۔

۱۷۴۰ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

**حدیث** حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ کہ

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مِنْ

میری امت سے جنت میں ستر ہزار یا سات لاکھ داخل ہوں گے۔ ان کے اگلے اس

اُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا اَوْ سَبْعُ مِائَةِ اَلْفٍ لَایَدْخُلُ اَوَّلُهُمْ حَتّٰی یَدْخُلَ

وقت تک داخل نہ ہوں گے جب تک پچھلے بھی نہ داخل ہو لیں گے۔ ان کے چہرے

آخِرُهُمْ وُجُوْهُهُمْ عَلٰی صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ ۔

چودھویں کے چاند کے مثل ہوں گے۔

**تشریحات** ۱۷۴۰ کتاب الرقاق میں یہ زائد ہے۔ کہ یَتَمَاسَکُوْنَ آخِذُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔ ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے جنت میں داخل ہوں گے۔ ستر ہزار یا سات لاکھ یہ شک حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا ہے۔ صحیح ستر ہزار ہے۔ جیسا کہ مسلم میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ نیز ترمذی میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ سے میرے رب نے وعدہ فرمایا ہے۔ کہ میری امت سے ستر ہزار کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ جن کا نہ حساب ہوگا اور نہ جن پر عذاب ہوگا۔ اور ہر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار ہوں گے۔ اور تین حثیہ میرے رب کے حثیے سے۔ حثیہ کے معنی لپ کے ہیں۔ اور لپ کے لئے ہاتھ ہونا لازم ہے۔ اللہ عزوجل ہاتھ پاؤں جوارح سے منزہ ہے۔ اس لئے یہ متشابہات سے ہے۔ اس سے کیا مراد ہے۔ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانیں۔ ناظرین کے سمجھانے کے لئے عرض ہے۔ کہ یہ کنایہ ہے۔ زیادتی اور کثرت سے۔ کسی کی داد و دہش کی زیادتی کو بیان کرنے کے لئے بولتے ہیں۔ لپ بھر بھر کر دیا۔

۱۷۴۱ ثَنِیْ اَبُوْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَّضِیَ اللّٰهُ

**حدیث** حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبٍ مِّنْ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ریشم کا کپڑا پیش کیا گیا۔ لوگ اس کی خوبی اور نرمی پر تعجب

حَرِیْرٍ فَجَعَلُوْا یَعْجَبُوْنَ مِنْ حُسْنِهٖ وَلِیْنِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

کرنے لگے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت میں سعد بن معاذ

عـہ ثانی الرقاق باب یدخل الجنۃ سبعون الفا بغیر حساب ص۹۶۹ باب صفۃ الجنۃ والنار ص۹۷۰ مسلم۔

ع۱ اول باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنۃ بغیر حساب ولا کتاب ص۱۱۶۔ ع۲ ثانی ص۱۱۶۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَنَادِیْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِی الْجَنَّۃِ اَفْضَلُ مِنْ ھٰذَا ؏ھ

کے رومال اس سے بہتر ہیں۔

**تشریحات ۱۷۴۱** حضرت انس کی حدیث میں یہ ہے۔ یہ سُنْدُس کا جبہ تھا۔ سُنْدُس باریک ریشم کا کپڑا ہوتا ہے۔ ان کی حدیث کے آخر میں "احسن من ھٰذا" ہے یعنی ان کے رومال اس سے اچھے عمدہ ہیں۔ مناقب میں حضرت براء ہی کی حدیث میں حلۃ حریر ہے یعنی حریر کا جوڑا۔ اور اخیر میں ہے۔ خیر منھا والین منھا۔ الایمان والنذور میں ہے۔ کہ سَرَقَۃُ حَرِیْر فَجَعَلَ النَّاسُ یَتَدَاوَلُوْنَھَا ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا پیش کیا گیا۔ تو حاضرین اسے باری باری ہاتھوں میں لینے لگے۔

۱۷۴۲ عَنْ قَتَادَۃَ ثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ

**حدیث** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ لَشَجَرَۃً یَسِیْرُ

کیا کہ فرمایا بیشک جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے سایے میں سوار سو برس

الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّھَا مِائَۃَ عَامٍ لَا یَقْطَعُھَا۔

چلے گا پھر بھی اسے پورا طے نہیں کر پائے گا۔

۱۷۴۳ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عَمْرَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ

کرتے ہیں کہ فرمایا۔ بے شک جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں سوار

لَشَجَرَۃً یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّھَا مِائَۃَ سَنَۃٍ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ وَظِلٍّ

سو سال تک چلے گا۔ تم چاہو تو پڑھو۔ ظِلٍّ مَّمْدُوْد (واقعہ ۳۰) یعنی لمبے سائے میں

مَّمْدُوْدٍ وَلَقَابُ قَوْسِ اَحَدِکُمْ فِی الْجَنَّۃِ خَیْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَیْہِ

رہیں گے اور جنت میں تمہاری کمان کی مقدار کی جگہ ان سب سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع

ع۵ مناقب الانصار۔ باب مناقب سعد بن معاذ ص۵۳۶ ثانی اللباس باب مس الحریر من غیر لبس۔ ص۸۶۸ الایمان والنذور باب کیف کان یمین النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۹۸۲

| |
|---|
| الشَّمْسُ اَوْ تَغْرُبَ ؏ |
| ہوا یا غروب ہوا ۔ |

**تشریحات** ۱۷۴۳ یہ درخت طوبیٰ ہے ۔ اس کا تنہ اتنا موٹا ہے کہ اگر جوان اونٹ اس کے گرد پورا چکر کاٹنا چاہے عمر بھر پورا چکر نہ لگا سکے ۔ یہ اخروٹ کے درخت کے مشابہ ہے ۔ اس کی شاخیں جنت کے ہر گھر میں ہوں گی جن پر خوبصورت چڑیاں اور مزے دار خوش ذائقہ پھل ہوں گے[1]

**حدیث** ۱۷۴۴ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَهْلَ

ہیں کہ فرمایا کہ جنتی بالا خانے والوں کو اپنے اوپر دیکھیں گے جیسے تم لوگ مشرق یا مغرب میں

الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ اَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا تَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ

ڈوبنے والے یا چمکنے والے تارے کو دیکھتے ہو ۔ آپس میں اس فضیلت کی وجہ سے جو ان

الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْاُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ اَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلٍ مَّا

کے مابین ہوگی ۔ لوگوں نے عرض کیا ۔ یارسول اللہ ! یہ انبیاء کے منازل ہیں جہاں تک

بَيْنَهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تِلْكَ مَنَازِلُ الْاَنْبِيَاءِ لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ

ان کے غیر نہیں پہنچیں گے ؟ فرمایا ہاں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان

قَالَ بَلٰى وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِيْنَ ؏

ہے وہ لوگ بھی وہاں تک پہنچیں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی ۔

**تشریحات** ۱۷۴۴ رقاق میں غابر کے بجائے غارب ہے ۔ غابر کے معنی یہاں یہ ہیں کہ وہ مشرق یا مغرب کے افق پر اتنے نیچے ہے کہ محسوس یہ ہو رہا ہے کہ اب وہ ڈوب جائے گا غابر بمعنی باقی اور غارب بمعنی قریب الغروب ہے ۔ موطا کی روایت میں غابر یا کے ساتھ ہے یعنی نہ نشین ہونے والا ۔ اس سے بھی مراد یہ ہے کہ دیکھنے میں ایسا محسوس ہو رہا ہے ۔ اب یہ اشکال وارد نہیں ہوگا کہ ستارے صرف مغرب میں

---

ع تفسیر سورۃ واقعہ باب وظل ممدود ص ۷۲۴

[1] عمدۃ القاری خامس عشر ص ۱۵۸

ع ثانی الرقاق باب صفۃ الجنۃ والنار ص ۹۷ ۔

غروب ہوتے ہیں۔ مشرق میں غروب نہیں ہوتے بلکہ مشرق سے طلوع ہوتے ہیں مگر ہم نے جب یہ توجیہ کی کہ افق سے اتنا قریب ہے کہ دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈوبنے والا ہے۔

اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ جنتیوں کے مختلف مراتب اور منازل ہیں حتی کہ بعض حضرات اتنی اونچی منزلوں میں ہوں گے کہ نیچے درجے کے جنتی اتنی دوری پر ہوں گے جیسے مشرق یا مغرب کے کنارے پر چمکنے والا تارہ۔ دُرِّی کے معنی خوب چمکنے والا تارہ۔ فراء نے کہا۔ وہ تارہ جو بہت بڑا ہو۔

**بلیٰ** ۔ بلی ماقبل کی تصدیق کے لئے ہے اور سیاق اس کا مقتضی ہے کہ پہلے سے اضراب کا ایجاب ہو۔ یعنی یہ درجات انبیاء ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کچھ مومنین بھی ان مراتب پر فائز ہوں گے اسی لئے شارحین نے فرمایا کہ یہ بل تھا ناسخین کی غلطی سے بلیٰ ہوگیا۔ جیسا کہ ابوذر کی روایت میں بل ہی ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ بلیٰ کی توجیہ بھی ممکن ہے۔ مطلب یہ ہے۔ ہاں یہ انبیائے کرام علیہم السلام ہی کے منازل ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص سے دوسروں کو بھی اس مرتبے تک پہنچا دے گا۔

**آمنوا باللہ** ۔ اللہ پر ایمان لانے اور رسولوں کی تصدیق کرنے میں ہر مومن شریک ہے تو اس کا حاصل یہ نکلا کہ ہر مومن کو یہ بلند درجے ملیں گے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نیچے کے درجوں میں کون لوگ ہونگے؟ شارحین نے اس کا جواب یہ دیا کہ نچلے درجے میں موحدین اور اگلی امت کے مومنین ہوں گے۔ زمانۂ فترت کے موحدین یا وہ موحدین جنھیں کسی رسول کی دعوت نہیں پہنچی جنت میں جائیں گے اگرچہ ان لوگوں نے کسی رسول کی تصدیق نہیں کی ہے۔ اگلی امت والوں نے اگرچہ کچھ رسولوں کی تصدیق کی ہے مگر سب رسولوں کی تصدیق نہیں کی ہے۔ بخلاف اس امت کے اس نے سارے رسولوں کی تصدیق کی ہے۔ صدق المرسلین میں الف لام استغراق کا ہے۔ مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے سب رسولوں کی تصدیق کی ہے۔

**اقول وھو المستعان** ۔ یہ جواب اپنی جگہ پر صحیح ہے مگر ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ ایمان اور تصدیق باعتبار کیف کے بڑھی ہوئی بھی ہوتی ہے ظاہر ہے کہ انبیائے کرام کی جو تصدیق ہے وہ تصدیق کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔ پھر صحابۂ کرام کا اور اللہ کی معرفت جتنی قوی ہوتی ہے۔ اسی کے اعتبار سے اعمال صالحہ کا صدور اور معاصی سے اجتناب زیادہ سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور پھر اسی کے اعتبار سے ان کے مدارج ہوں گے اس حدیث میں ایمان و تصدیق سے مراد کامل و اکمل ایمان و تصدیق ہے۔ یہ بلند درجات انھیں مخصوص محبوبان بارگاہ الٰہی کے لئے ہوں گے جیسا کہ ایک حدیث[1] میں آیا ہے کہ فرمایا کہ جنت میں کچھ بالاخانے ہیں جن کا ظاہری حصہ اندر سے اور اندرونی حصہ باہر سے دکھائی دیتا ہے۔ ایک دیہاتی نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ کن لوگوں کے لئے ہے۔ فرمایا یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو لوگ میٹھی بات کریں اور کھانا کھلائیں اور ہمیشہ روزہ رکھیں اور رات کو اس وقت نماز پڑھیں جب لوگ سو رہے ہوں۔

---

[1] ترمذی جلد ثانی باب ماجاء فی صفۃ غرف الجنۃ ص۵۷

## بَابُ صِفَةِ النَّارِ وَاَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ ص۴۶۱ جہنم کا بیان اور یہ کہ وہ پیدا کی جا چکی ہے۔

جہنم کے بارے میں وارد احادیث کے ذکر سے پہلے حضرت امام بخاری ان کلمات کی تفسیر فرما رہے ہیں جو قرآن کریم میں جہنم اور اس کے متعلقات کے بارے میں وارد ہیں سورہ نبا میں فرمایا گیا۔

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا۔ (۲۵) جہنم میں کسی طرح کی ٹھنڈک نہیں پائیں گے اور نہ کچھ پینے کو مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کا جلتا پیپ۔

اس آیت میں غسّاقا آیا تھا۔ اس کی تفسیر میں امام بخاری فرماتے ہیں۔ غسقت عینہ۔ يَغْسِقُ وَيَغْسِقُ الجرح كَانَّ الغسّاق والغسيق واحد۔ کہتے ہیں کہ اس کی آنکھ سے پانی بہا اور زخم سے پیپ نکلا گویا غساق اور غسیق ایک ہی ہیں۔ جہنمیوں کے جسم سے جو پانی اور پیپ نکلے گا وہ جہنم میں جمع کیا جائے گا جب جہنمی پیاس کی شدت میں پینے کے لئے پانی مانگیں گے تو یہی جہنمیوں کا کھولتا ہوا پیپ پینے کے لئے دیا جائے گا اتنا تیز گرم ہوگا کہ چہرے کے سامنے آتے ہی چہرے کی کھال الگ ہو کر اس میں گر پڑیگی اندر جاتے ہی پیٹ کو پھاڑ کر آنتیں باہر کر دے گی۔ امام ترمذی[1] اور حاکم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر غساق کا ایک ڈول دنیا میں ڈال دیا جائے تو دنیا کی ہر چیز بدبودار ہو جائے۔

سورہ الحاقہ میں فرمایا گیا۔

وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ (۳۶) اور نہ کچھ کھانے کو ملے مگر دوزخیوں کا پیپ۔

اس میں وارد غسلین کی تفسیر میں فرمایا۔ كل شيء غسلته فخرج منه شيء فهو غسلين فعلين من الغسل من الجرح والدبر۔ ہر وہ چیز جو کسی چیز کے دھونے سے نکلے یہ غسل سے فعلین کے وزن پر ہے۔ مراد یہ ہے۔ کہ انسان یا جانوروں کے زخم دھونے سے جو گرے۔

سورہ انبیاء میں فرمایا گیا حَصَبُ جَهَنَّمَ (۹۸) یہ لوگ جہنم کے ایندھن ہیں۔ حصب کی تفسیر میں فرمایا قال عكرمة حصب جهنم حطب بالحبشية وقال غيره حاصبا الريح العاصف والحاصب مايرمى به الريح ومنه حصب جهنم مايرمى به فى جهنم هو حصبها ويقال حصب فى الارض ذهب والحصب مشتق من الحصباء الحجارة۔

عکرمہ نے کہا۔ حصب کے معنی حبشی زبان میں ایندھن کے ہیں اور ان کے علاوہ نے کہا کہ حاصب کے معنی آندھی کے ہیں اور حاصب اس کو بھی کہتے ہیں جسے ہوا پھینکتی ہے اسی سے حصب جہنم ہے جو چیزیں جہنم میں ڈالی جائیں۔ فرمایا گیا۔ هم حصبها۔ اور کہا گیا حصب فى الارض۔ یعنی گیا۔ اور حصب حصبا بمعنی پتھر سے مشتق ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری خامس عشر ص۱۶۰ ترمذی ثانی جہنم باب فی صفۃ اہل النار ص۸۲

صَدِیْدٌ قیح ودم۔ صدید کے معنی پیپ اور خون کے ہیں خَبَتْ طَفِئَتْ۔ بجھ گئی۔ تُوْرُوْن تستخرجون اَوْرَیْتُ اَوْقَدْتُّ۔ تُوْرُوْنَ کے معنی ہیں نکالتے ہو۔ اوریت کے معنی میں نے جلایا للمقوین للمسافرین والقِیُّ القفر۔ مقوین کے معنی مسافر کے ہیں۔ یہ قَیٌّ سے مشتق ہے۔ اس کے معنی چٹیل میدان کے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ صراط الجحیم سواء الجحیم ووسط الجحیم۔ صِرَاطَ الْجَحِیْم کے معنی بیچ جہنم کے ہے لَشَوْبًا یخلط طعامھم ویُساط من حمیم۔ شوب کے معنی ملانا ہے یعنی ان کے کھانوں میں کھولتا ہوا پانی ملایا جائے گا۔

زفیر وشھیق صوت شدید وصوت ضعیف۔ گدھے کی سخت آواز اور ہلکی آواز۔ وِرْدًا عِطَاشًا۔ پیاسے۔ غَیًّا خُسْرَانًا۔ نقصان میں ہونا۔ قال مجاھد یسجرون توقد بھم النار۔ ان سے جہنم کی آگ کو بھڑکایا جائے گا یُحَمَّاس الصفر یصبُّ علیٰ روسھم۔ تانبا جو ان کے سروں پر پگھلا کے ڈالا جائے گا۔ یُقال ذوقوا باشروا وجربوا ولیس ھذا من ذوق الفم۔ کہا جائے گا چکھو یعنی برتو یا تجربہ کرو یہ منہ سے چکھنا نہیں مارِجٍ۔ خالص من النار۔ مرج الامیر رعیتہ اذا خلاھم یعدو بعضھم علیٰ بعض۔ مارِجٍ کے معنی خالص آگ کے ہے۔ کہا جاتا ہے مرج الامیر رعیتہ، جب انھیں چھوڑ دے کہ ان میں کے بعض بعض پر ظلم کریں۔ مریج ملتبس، مرج امر الناس اختلط مریج کے معنی مشتبہ کے ہے بولتے ہیں۔ مرج امر الناس جب معاملہ مشتبہ ہو جائے۔ مرج البحرین۔ مرجت دابتک اذا ترکتھا۔ دو سمندروں کو چھوڑ دیا، بولتے ہیں۔ مرجت دابتک۔ جب چوپایہ کو تم چھوڑ دو۔

۱۷۴۵ عَنْ اَبِیْ جَمْرَۃَ الضُّبَعِیِّ قَالَ کُنْتُ اُجَالِسُ ابْنَ عَبَّاسٍ

حدیث ابو جمرہ ضبعی سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا۔ میں ابن عباس کے ساتھ مکہ میں

بِمَکَّۃَ فَاَخَذَتْنِی الْحُمّٰی فَقَالَ اَبْرِدُوْھَا عَنْکَ بِمَاءِ زَمْزَمَ فَاِنَّ رَسُوْلَ

بیٹھا کرتا تھا تو مجھے بخار آگیا۔ ابن عباس نے فرمایا اس کو زمزم کے پانی سے ٹھنڈا کر

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ھِیَ مِنْ فَیْحِ جَھَنَّمَ فَاَبْرِدُوْھَا بِالْ

اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جہنم کی گرمی سے ہے تو اسے پانی

لْمَاءِ اَوْ قَالَ بِمَاءِ زَمْزَمَ شَکَّ ھَمَّامٌ۔ عہ

سے یا زمزم کے پانی سے ٹھنڈا کرو۔ ہمام کو شک ہو گیا۔

عہ نسائی۔

۱۷۴۶ عَنْ عِبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ اَخْبَرَنِیْ رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ رَّضِیَ
**حدیث** حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نے نبی صلی اللہ
اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ
تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا۔ بخار جہنم کی تیزی سے ہے تو
اَلْحُمّٰی مِنْ فَوْرِ جَهَنَّمَ فَاَبْرِدُوْهَا عَنْكُمْ بِالْمَاءِ ؎
اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

۱۷۴۷ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا عَنِ النَّبِیِّ
**حدیث** ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ
صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْحُمّٰی مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاَبْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ ؎
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخار جہنم کی لپٹ سے ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

۱۷۴۸ ثَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ
**حدیث** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت
صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْحُمّٰی مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاَبْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ ؎
کرتے ہیں کہ فرمایا بخار جہنم کی لپٹ سے ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

**تشریحات ۱۷۴۸** کسی روایت میں فیح آیا ہے کسی میں فح اور کسی میں فور۔ ان سب کے معنی ایک ہیں یعنی جہنم کی لپٹ اور اس کی گرمی۔ بخار کی بہت سی قسمیں ہیں اور اس کے مختلف اسباب ہیں۔ سب بخاروں کا یہ علاج نہیں بلکہ مخصوص قسم کے بخار کا یہ علاج ہے جس کی تفصیل طب کی کتابوں میں مذکور ہے۔

۱۷۴۹ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ
**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَارُكُمْ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ جُزْءًا
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہاری آگ جہنم کی آگ کے ستر حصے میں سے ایک حصہ ہے
مِّنْ نَارِ جَهَنَّمَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً قَالَ فُضِّلَتْ
عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ! بے شک (یہی عذاب کے لئے کافی ہے) فرمایا جہنم کی آگ دنیا کی آگ پر

؎ ثانی الطب باب الحمی من فیح جہنم ص۸۵۲ مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ طب۔ ؎ ثانی الطب باب الحمی من فیح جہنم ص۸۵۲۔ ؎ ثانی الطب باب الحمی من فیح جہنم ص۸۵۲ مسلم، طب۔

عَلَيْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّيْنَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا۔

اُنہتر درجہ بڑھی ہوئی ہے۔ ہر درجہ اس کی گرمی کے مثل ہے۔

**تشریحات** ۱۷۴۹ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ دنیا کی آگ کاہے سے پیدا کی گئی ہے فرمایا جہنم کی آگ سے مگر یہ کہ وہ پانی میں ستر مرتبہ بجھائی گئی ہے۔

اگر یہ بات نہ ہوتی تو کوئی اس کے قریب نہ جاتا[1]۔ ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دنیا کی آگ اللہ عزوجل سے دعا کرتی ہے کہ دوبارہ اس کو جہنم میں واپس نہ کرے گا[2]۔

ستر جز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جتنی آگ موجود ہے یا دنیا کے تمام ایندھن اکٹھا کرکے جلائے جائیں تو ان سب سے جتنی گرمی پیدا ہوگی۔ جہنم کی آگ میں اس کی بہ نسبت ستر گنہ زیادہ گرمی ہے۔

۱۷۵۰ **حدیث** عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ قِيْلَ لِاُسَامَةَ لَوْ اَتَيْتَ فُلَانًا فَكَلَّمْتَهٗ قَالَ

ابو وائل سے روایت ہے کہ اسامہ سے کہا گیا کہ اگر آپ فلاں کے پاس جائیں اور

اِنَّكُمْ لَتَرَوْنَ اِنِّیْ لَا اُكَلِّمُهٗ اِلَّا اُسْمِعُكُمْ اِنِّیْ اُكَلِّمُهٗ فِی السِّرِّ دُوْنَ

ان سے بات کریں (تو اچھا ہوتا) انھوں نے فرمایا تم لوگ سمجھتے ہو کہ میں ان سے اس طرح بات کروں گا

اَنْ اَفْتَحَ بَابًا لَا اَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ فَتَحَهٗ وَلَا اَقُوْلُ لِرَجُلٍ اَنْ كَانَ عَلَیَّ

کہ تم لوگ سنو میں ان سے خفیہ بات کروں گا۔ نہ یہ کہ میں دروازہ کھولوں اور اس کا پہلا کھولنے

اَمِيْرًا اِنَّهٗ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ شَیْءٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

والا بنوں اور میں کسی شخص کے بارے میں یہ نہیں کہوں گا کہ یہ سب سے اچھا ہے اس بنا پر کہ وہ امیر ہے۔ اس کے بعد کہ

تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا وَمَا سَمِعْتَهٗ يَقُوْلُ قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ يُجَاءُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے لوگوں نے پوچھا آپ نے حضور کو فرماتے ہوئے کیا سنا

بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُلْقٰى فِی النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُهٗ فِی النَّارِ فَيَدُوْرُ

ہے۔ اسامہ نے کہا میں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا

كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ اَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ اَیْ

جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا فوراً اس کی آنتیں نکل کر آگ میں پھیل جائیں گی

[1] عمدۃ القاری خامس عشر ص ۱۶۵ ۔ [2] باب صفۃ النار ص ۳۳۵

فُلَانٌ مَا شَأْنُكَ أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَانَا عَنِ
اور وہ گھومے گا جیسے گدھا چکی پر گھومتا ہے یہ دیکھکر جہنمی اس کے پاس اکٹھے ہوجائیں گے اور کہیں گے
الْمُنْكَرِ قَالَ كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا آتِيْهِ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ
اے فلاں تیرا کیا حال ہے کیا تو ہم کو نیکی کا حکم نہیں کرتا تھا اور برائی سے نہیں روکتا تھا وہ کہے گا میں تم کو نیکی کا
الْمُنْكَرِ وَآتِيْهِ ۔ عہ
حکم کرتا تھا اور نیکی کرتا نہیں تھا اور تم کو برائی سے روکتا تھا اور خود برائی کرتا تھا ۔

**تشریحات** ۱۷۵۰ فلانًا اس سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور جس معاملہ میں ان سے بات کرنی تھی وہ یا تو ولید بن عقبہ کا معاملہ تھا ۔ جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اخیافی بھائی تھا جس کے شراب پینے کا واقعہ بہت مشہور ہو چکا تھا ۔ یہ کوفہ کا گورنر تھا ۔ ایک دن نشہ کی حالت میں فجر کی نماز پڑھائی چار رکعت پر سلام پھیر کر لوگوں سے پوچھا اور پڑھاؤں یا بس کروں ۔ اس کی شکایت دربار خلافت میں پیش ہوئی اور کسی وجہ سے حد جاری کرنے میں تاخیر ہوئی ۔ اسی سلسلہ میں لوگوں نے حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بات کریں کیونکہ یہ حضرت عثمان کے بہت چہیتے اور خاص تھے ۔ یا مراد یہ ہے کہ عبداللہ بن سرح وغیرہ اپنے مخصوص رشتہ داروں کو اعلیٰ عہدہ دینے پر لوگوں میں بدگمانیاں پھیل رہی تھیں ۔ اس سلسلہ میں بات کرنے کو حضرت اسامہ سے لوگوں نے عرض کیا تھا ۔

حضرت اسامہ کے فرمانے کا حاصل یہ کہ تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ میں ان سے علانیہ مجمع میں تم لوگوں کو سنا کر بات کروں ۔ میں یہ نہیں کروں گا ۔ کیونکہ یہ فتنے کا دروازہ کھولنا ہے ۔ اس سے لوگوں کی جرأت بڑھ جائے گی جس کا جی چاہے گا امیر المومنین پر برملا و در رواعتراض شروع کر دے گا ۔ یہ فتنہ کا دروازہ کھولنا ہوگا ہاں میں تنہائی میں ان سے بات کروں گا بلکہ کتاب الفتن کی روایت میں ہے ۔ میں ان سے بات کر چکا ہوں ۔

اخیر میں حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث ذکر فرمائی ہے اس میں مذکور امیر سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں کیونکہ یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ۔ خاص ان کے بارے میں جنت کی بشارت کی متعدد حدیثیں موجود ہیں ۔ بلکہ اس سے مراد ولید بن عقبہ ہے یا دوسرے بنی امیہ کے امراء یا والیان ملک ۔

**بَابُ صِفَةِ إِبْلِيْسَ وَجُنُوْدِهٖ** ص ۴۶۲ ابلیس اور اس کے لشکروں کا بیان ۔

**توضیح باب** ابلیس عربی لفظ ہے کہ عجمی ۔ ابلیس فرشتوں سے تھا یا نہیں دونوں اقوال ہیں تفصیل تفسیر میں آئے گی ۔ ابلیس کا نام عزازیل، حارث اور حکم بھی ہے اور ابو مرہ اس کی کنیت ہے ۔

---

عہ ثانی فتن باب الفتنۃ التی تموج کموج البحر ص ۱۰۵۲ مسلم آخر کتاب ۔

قَالَ مُجَاهِدٌ يُقْذَفُوْنَ يُرْمَوْنَ ۔ مارے جاتے ہیں ۔ دُحُوْرًا مَطْرُوْدِيْنَ دھتکارے ہوئے وَاصِبٌ دَائِمٌ ۔ ہمیشہ رہنے والا ۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَذْحُوْرًا مَطْرُوْدًا ۔ دھتکارا ہوا ۔ وَيُقَالُ مَرِيْدًا مُتَمَرِّدًا ۔ سرکش بَتَّكَهُ قَطَعَهُ اسے کاٹ دیا ۔ سورۂ نساء میں شیطان کے قول کی حکایت کی گئی ہے ۔ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْاَنْعَامِ ۔ میں بنی آدم کو حکم دوں گا تو وہ ضرور ضرور جانوروں کے کان کاٹیں گے ۔ امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا ۔ فَلَيُبَتِّكُنَّ کا مادہ بَتْكٌ ہے ۔ سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا ۔ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ (۶۴) اور ڈگادے ان میں سے جس پر قدرت پائے اپنی آواز سے اور ان پر لام باندھ لا اپنے سواروں اور اپنے پیادوں کا کی تفسیر میں فرماتے ہیں وَاسْتَفْزِزْ اِسْتَخِفَّ بِخَيْلِكَ الْفُرْسَانُ وَالرَّجْلُ الرَّجَّالَةُ وَاَحِدُهَا رَاجِلٌ مِثْلُ صَاحِبٍ وَصَحْبٍ وَتَاجِرٍ وَتَجْرٍ ۔ انھیں ڈگادے ۔ خیل کے معنی سوار رَجِل کے معنی پیادے ۔ رَجَّالَة اسی معنی میں ہے ۔ اس کا واحد رَاجِل ہے ۔ جیسے صَاحِبٌ وَصَحْبٌ ۔ تَاجِرٌ وَتَجْرٌ ۔ لَاَحْتَنِكَنَّ لَاَسْتَاْصِلَنَّ میں ان کی بنیاد کو ختم کردوں گا ۔ قَرِيْنٌ شَيْطَانٌ ۔ قرین سے مراد شیطان ہے ۔ قرین کے لغوی معنی ہمجولی اور ساتھی کے ہیں ۔

**حدیث ۱۷۵۱** اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِي الشَّيْطَانُ اَحَدَكُمْ فَيَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ كَذَا مَنْ خَلَقَ كَذَا حَتّٰى يَقُوْلَ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَاِذَا بَلَغَهُ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ ۔ عہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ شیطان تم میں سے کسی کے پاس آکر پوچھتا ہے ۔ کس نے یہ پیدا کیا ۔ کس نے یہ پیدا کیا ۔ یہاں تک کہ کہتا ہے کس نے تمہارے رب کو پیدا کیا ۔ جب یہاں تک پہنچ جائے تو اللہ کی پناہ مانگے اور باز آجائے ۔

**تشریحات ۱۷۵۱** شیطان کا یہ بہت سنگین اور خطرناک وسوسہ ہے جو کم عقل انسان کو مذبذب کا شکار بنا دیتا ہے ۔ لیکن حقیقت میں انتہائی بودا ہے ۔ اس لئے کہ یہ تسلسل کو مستلزم ہے اور تسلسل کا محال ہونا یقینی ہے اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب اس حد تک وسوسہ پہنچ جائے

---

عہ مسلم ایمان ابو داؤد السنۃ ۔ نسائی عمل الیوم واللیلۃ ۔

تو اس سے باز رہے اور اللہ سے استعاذہ کرے اور اپنے ذہن کو دوسری باتوں کی طرف موڑ دے۔

۱۷۵۲ حدیث عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيْرُ اِلَى الْمَشْرِقِ فَقَالَ هَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا هَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ پورب جانب اشارہ کر کے فرمایا سنو بے شک فتنہ وہاں ہے۔ سنو بے شک فتنہ وہاں ہے۔ جہاں سے شیطان کے پیرو نکلیں گے۔

۱۷۵۲ تشریحات مدینہ طیبہ سے پورب جانب نجد ہے۔ اس لئے اس حدیث میں مشرق سے مراد نجد ہی ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں جو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے نجد کی تصریح بھی ہے۔ آج کل نجدی حکومت کے وظیفہ خوار دیوبندی غیر مقلد، مودودی وغیرہ اس مضمون کی احادیث سے عراق مراد لیتے ہیں۔ اور بزور زبان و قلم زبردستی عراق پر چسپاں کرتے ہیں۔ حالانکہ مشرق کا لفظ متعین کر رہا ہے کہ اس سے مراد نجد ہے۔ کیونکہ مدینہ طیبہ سے پورب نجد ہی پڑتا ہے۔ خصوصاً نجد کا دار السلطنت ریاض۔ اور عراق پورب نہیں بلکہ شمال مشرق کے کونے پر ہے۔ تفصیل کے لئے فتنوں کی سرزمین کون نجد یا عراق، نامی کتاب کا مطالعہ کریں۔

۱۷۵۳ حدیث اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَجْنَحَ اللَّيْلُ اَوْ قَالَ كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ فَكُفُّوْا صِبْيَانَكُمْ فَاِنَّ الشَّيَاطِيْنَ تَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ فَاِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِّنَ الْعِشَاءِ فَخَلُّوْهُمْ وَاغْلِقْ بَابَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کہ جب رات آ جائے یا فرمایا جب رات کی آمد ہو جائے تو اپنے بچوں کو روک لو اس لئے کہ شیاطین اس وقت پھیلے رہتے ہیں جب عشاء کے وقت سے تھوڑا سا حصہ گذر جائے تو اپنا دروازہ بند کر لو اور بسم اللہ پڑھ لو اور اپنا چراغ بجھا دو اور بسم اللہ پڑھ لو۔ مشک کا منہ

اللّٰہِ وَاَطْفِئْ مِصْبَاحَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰہِ وَاَوْكِ سِقَاءَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰہِ

باندھ دو اور بسم اللہ پڑھ لو اور اپنے برتن کو ڈھانک دو۔ اور بسم اللہ پڑھ لو

وَخَمِّرْ اِنَاءَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰہِ وَلَوْ تَعْرُضُ عَلَيْهِ شَيْئًا ۔ عہ

اگرچہ اس کے اوپر کچھ رکھ دو۔

**تشریح ۱۷۵۳** شیاطین رات کی تاریکی پھیلتے ہی آبادیوں میں گھس آتے ہیں۔ بچے چونکہ عموماً ناپاک رہتے ہیں ان کے بدن یا کپڑوں پہ نجاست ضرور لگی رہتی ہے جس کی وجہ سے شیاطین کو بچوں پر اثر انداز ہو جانا آسان ہوتا ہے۔ اسی لئے سورج ڈوبنے کے بعد بچوں کو باہر نکلنے سے منع فرمادیا۔

جب دروازہ بسم اللہ پڑھ کر بند کیا جائے گا تو اس گھر میں شیطان داخل نہ ہوگا۔ چراغ بجھانے کا حکم اس بنا پر دیا کہ چوہا کبھی کبھی چراغ کی بتی گھسیٹ کر لے جاتا ہے جس سے گھر یا گھر کے سامان میں آگ لگ جاتی ہے۔ اور اگر روشنی ایسی ہے کہ جس کے بارے میں یہ اندیشہ نہ ہو کہ اس سے آگ لگ سکتی ہے تو جلی ہوئی چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں۔

اسی طرح برتنوں کے چھپانے میں حکمت یہ ہے کہ انجانے میں کوئی زہریلا جانور اس میں منہ نہ ڈال دے یہ سارے احکام استحبابی ہیں۔

**۱۷۵۴ حدیث** عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ رَضِيَ اللّٰہُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا۔

جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلَانِ يَسْتَبَّانِ

میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور دو شخص آپس میں گالی گلوچ کر رہے

فَاَحَدُهُمَا اِحْمَرَّ وَجْهُهُ وَانْتَفَخَتْ اَوْدَاجُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰہُ

تھے۔ ایک کا چہرہ ان میں سے سرخ ہو گیا اور اس کے گردن کی رگیں پھول گئیں۔ اس پر نبی صلی اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص کہہ لے تو اس کا غصہ چلا جائے

عہ باب خیر مال المسلم غنم یتبع بھا شعف الجبل ص۴۶۶ باب اذا وقع الذباب فی شراب احدکم فلیغمس ص۴۶۵ ثانی الاشربۃ باب تغطیۃ الاناء ص۸۴۱۔ الاستیذان باب لاتترک النار فی البیوت عند النوم باب اغلاق الابواب ص۹۳۱ مسلم الاشربۃ۔ ابوداؤد الاشربۃ۔ نسائی عمل الیوم واللیلۃ۔

لَوْ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ ذَھَبَ عَنْہُ مَا یَجِدُ فَقَالُوْا لَہٗ

اگر کہہ لے کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان سے تو اس کا غصہ چلا جائے گا

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَوَّذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ

لوگوں نے اس سے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ شیطان سے اللہ کی

فَقَالَ وَھَلْ بِیْ جُنُوْنٌ ؎

پناہ مانگ تو اس نے کہا۔ کیا مجھے جنون ہے۔

**تشریحات ۱۷۵۴** غصہ کے ازالے کے لئے شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم اس لئے ارشاد فرمایا کہ غصہ بھی شیطان کی جھپٹ میں سے ہے۔ عطیہ سعدی کی حدیث میں ہے۔ کہ غصہ شیطان سے ہے۔ اس لئے کہ شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔

ایک حدیث میں ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بندہ اللہ کے غضب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب غصہ میں ہوتا ہے۔ علامہ ابن جوزی نے ترغیب میں معاویہ بن قرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ابلیس نے کہا میں بنی آدم کے پیٹ میں انگارہ ہوں جب وہ غصہ ہوتا ہے۔

اس شخص کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے بعد استعاذہ کا حکم دینے والے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اسے لازم تھا کہ ارشاد اقدس سننے کے بعد استعاذہ کرتا مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ یا تو کوئی اکھڑ دیہاتی تھا یا منافقین میں سے تھا۔ ایک تو ان کی پہلی غلطی یہ تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں غصے سے بے قابو ہو کر چیختا رہا پھر استعاذہ کے حکم پر وہ جاہلانہ جواب دیا گویا اس شخص کے نزدیک صرف جنون ہی میں استعاذہ کیا جا سکتا تھا۔ بہر حال یہ مجرب ہے کہ جب غصہ ہو تو استعاذہ پڑھ لیا جائے۔

**حدیث ۱۷۵۵** عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ یَطْعَنُ الشَّیْطٰنُ

نے ارشاد فرمایا۔ ہر آدمی کے پہلو میں پیدائش کے وقت اپنی انگلیوں سے شیطان

فِیْ جَنْبِہٖ بِاِصْبَعَیْہِ حِیْنَ یُوْلَدُ غَیْرَ عِیْسٰی بْنِ مَرْیَمَ ذَھَبَ یَطْعَنُ

کچوکے لگاتا ہے سوائے عیسیٰ بن مریم کے انہیں کچوکے لگانے گیا

ع۔ ثانی الادب باب ما ینھی عن السباب واللعن ص۸۹۳ باب الحذر من الغضب ص۹۰۳ مسلم ابو داؤد، الادب، نسائی عمل الیوم واللیلۃ ل۔ مسند امام احمد رابع ص۲۲۶

فَطُعِنَ فِي الْحِجَابِ ؏ه

تو پردہ میں لگا۔

۱۷۵۵ تشریحات اس حدیث میں حجاب سے مراد وہ جھلی ہے جس میں بچہ رحم میں لپٹا رہتا ہے یہاں کی روایت میں صرف حضرت عیسیٰ کا استثناء ہے لیکن کتاب الانبیاء اور تفسیر میں بطریق سعید بن مسیب جو روایت ہے اس میں ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی استثناء ہے اور یہ حضرت مریم کی والدہ حنہ بنت قافوذہ کی دعا کی برکت ہے۔ کہ انھوں نے یہ دعا کی تھی۔

اِنِّيْ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ اے اللہ میں اسے اور اس کی ذریت کو مردود شیطان سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ امام قاضی عیاض نے تحریر فرمایا ہے کہ تمام انبیائے کرام اور اخص اولیائے کرام بھی شیطان کے اس کچوکے سے محفوظ رہے ہیں۔ انھوں نے اس آیہ کریمہ سے استدلال فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل نے شیطان سے فرما دیا تھا۔ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ میرے خاص بندوں پر تجھے قابو نہ ہوگا۔ سورۂ حجر (۴۲)۔

اگرچہ اس پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ پھر اس استثناء کا کیا محل رہا کہ فرمایا، غیر مریم وابنہا۔ مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ نص قرآنی سے اس میں تخصیص ہو گئی۔ کتاب الانبیاء اور تفسیر کی روایت میں یہ زائد ہے کہ نومولود بچہ شیطان کے کچوکے ہی سے رونے لگتا ہے۔

۱۷۵۶ حدیث عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَدِمْتُ الشَّامَ فَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قُلْتُ

علقمہ نے کہا۔ میں شام آیا تو میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ سے دعا کی

اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ لِيْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَاَتَيْتُ قَوْمًا فَجَلَسْتُ اِلَيْهِمْ فَاِذَا الشَّيْخُ

کہ اے اللہ مجھے کوئی نیک ہمنشین میسر فرما دے پھر میں ایک قوم کے پاس آیا اور

قَدْ جَاءَ حَتّٰى جَلَسَ اِلٰى جَنْبِيْ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا اَبُو الدَّرْدَاءِ قُلْتُ

ان کے پاس بیٹھا اتنے میں ایک شیخ تشریف لائے جو میرے پہلو میں بیٹھ گئے میں نے پوچھا

اِنِّيْ دَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّيَسِّرَ لِيْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَيَسَّرَكَ لِيْ قَالَ مِمَّنْ

یہ کون صاحب ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ ابو درداء ہیں (میں نے ان سے کہا) میں نے اللہ سے

ع کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ و اذکر فی الکتاب مریم ص۴۸۸ ثانی تفسیر مریم باب قولہ انی اعیذھا بک وذریتھا من الشیطن الرجیم۔ ص۶۵۲

اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالَ اَوَلَيْسَ عِنْدَكُمُ ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ

دعا کی تھی کہ مجھے کوئی نیک ہمنشیں میسر فرما تو اللہ نے آپ کو میسر فرمایا۔ انھوں نے دریافت فرمایا تو

صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادَةِ وَالْمِطْهَرَةِ وَلَيْسَ فِيْكُمُ الَّذِيْ

کن لوگوں میں سے ہے۔ میں نے کہا کوفہ والوں میں سے۔ تو انھوں نے کہا۔ کیا تمہارے پاس

اَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطٰنِ يَعْنِيْ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ابن ام عبد صاحب النعلین والوسادہ والمطہرہ نہیں ہیں۔ اور کیا تم میں وہ نہیں جنھیں اللہ نے شیطان سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَلَيْسَ فِيْكُمْ صَاحِبُ سِرِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

اپنے نبی کی زبان پر بچایا ہے اور کیا تم میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راز داں نہیں کہ جس راز

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ لَا يَعْلَمُ اَحَدٌ غَيْرُهٗ ثُمَّ قَالَ كَيْفَ يَقْرَاُ

کو سوائے ان کے کوئی نہیں جانتا پھر پوچھا واللیل اذا یغشیٰ کو عبد اللہ کیسے پڑھتے ہیں

عَبْدُ اللّٰهِ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى فَقَرَاْتُ عَلَيْهِ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى

میں نے ان کو پڑھ کر سنایا واللیل اذا یغشیٰ والنہار اذا تجلی والذکر والانثیٰ۔ ابوالدرداء

وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى قَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ اَقْرَاَنِيْهَا رَسُوْلُ

نے فرمایا بخدا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے ہی مجھے پڑھایا تھا اپنے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِيْهِ اِلٰى فِيَّ ؏ھ

دہن مبارک سے میرے منہ تک یوں ہی پہنچایا تھا۔

۱۷۵۶

**تشریحات** ابن ام عبد سے مراد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کو صاحب النعلین اس لئے فرمایا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعلین مبارک اپنے پاس رکھتے اور حضور کو پہناتے حضور کا تکیہ اور بستر اور طہارت کا برتن مسواک سفر میں اپنے ساتھ رکھتے۔ ایک روایت میں صاحب السواد بھی آیا۔ سواد کے معنی شخص کے ہیں۔ صاحب السواد کا مطلب وہی ہے جو ہماری زبان میں بولتے ہیں کہ فلاں فلاں شخص کے ساتھ سایے کی طرح لگا ہوا ہے۔ یعنی معتمد خصوصی۔ ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتنا

---

ھ مناقب باب فضل عمار و حذیفہ ص۵۲۹ اس سے متصل ایک اور طریقے سے باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص۴۶۴

باب مناقب عبداللہ بن مسعود ص۵۳۱ ثانی تفسیر سورہ واللیل اذا یغشیٰ باب والنہار اذا تجلی وباب وما خلق الذکر والانثیٰ ص۷۳۷ الاستیذان باب من القی لہ وسادۃ ص۹۲۹ نسائی

خصوصی قرب حاصل تھا کہ کاشانۂ اقدس میں آنے کے لئے اذن طلب کرنے کی حاجت نہ تھی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب غسل فرماتے تو یہ پردہ کرتے اور حضور کو سونے سے جگاتے۔

**الذی اجارہ**۔ اس سے مراد حضرت عمار ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ اس وقت جب قریش کے ظالموں نے ان کو اس بات پر مجبور کیا کہ معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کریں تو فرمایا تھا۔ اسے اللہ نے شیطان سے بچا لیا ہے۔

**صاحب السِّر**۔ اس سے مراد حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جس کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوتے صحابہ کرام سمجھ جاتے کہ یہ منافق تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں سارے منافقین کے نام بتا دیئے تھے اور آئندہ پیش آنے والے تمام فتنوں کی بھی تفصیل بتا دی تھی۔

**واللیل اذا یغشیٰ**۔ ابتدا میں صرف، والذکر والانثیٰ نازل ہوا تھا۔ وَمَا خَلَقَ، بعد میں نازل ہوا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابو الدرداء کو اس کی خبر نہ ہوئی اس لئے وہ لوگ وَمَا خَلَقَ نہیں نہیں پڑھتے تھے صرف والذکر والانثیٰ پڑھتے تھے۔ چونکہ قرأت متواترہ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ ہے۔ اس وجہ سے اہل دمشق حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کرتے تھے۔ اسی بنا پر انھوں نے حضرت علقمہ سے خصوصیت کے ساتھ اس کو پوچھا۔ بعد میں فرمایا۔ یہ لوگ میرے پیچھے پڑے رہتے ہیں چاہتے ہیں کہ جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے اس سے ہٹا دیں۔

۱۷۵۷ عَنْ سَعِيْدِ نِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّثَاؤُبُ مِنَ

سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جمائی شیطان سے ہے۔ جب تم میں سے کسی کو

الشَّيْطَانِ فَاِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ فَاِنَّ

جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے روکے اس لئے کہ جب کوئی جمائی لیتے ہوئے

اَحَدَكُمْ اِذَا قَالَ هَا ضَحِكَ الشَّيْطَانُ عه

"ھا" کہتا ہے تو شیطان ہنستا ہے۔

عه ثانی الادب باب مایستحب من العطاس ویکرہ من التثاؤب وباب اذا تثاؤب احدکم فلیضع یدہ علی فیہ ص۹۱۹

**تشریحات ۱۷۵۷** جمائی کو شیطان کی طرف سے اس لئے فرمایا کہ یہ ناپسندیدہ حرکت ہے۔ یہ بدن کے ثقل اور سستی اور نیند کے غلبہ کی وجہ سے آتی ہے۔ شیطان ہی انسان کو نفس کی خواہشات پوری کرنے پر ابھارتا ہے مقصود یہ ہے کہ اس سبب سے بچے جس سے جمائی آتی ہے مثلاً کھانے پینے میں زیادتی وغیرہ سے۔

**فلیردہ۔** اس کی ایک صورت یہ ہے کہ ہونٹ سختی کے ساتھ بھینچ لے یا منہ پر ہاتھ رکھ لے۔ اور ایک مجرب عمل یہ ہے کہ جمائی کے وقت یہ تصور کرے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جمائی نہیں آتی۔

داؤدی نے کہا اگر جمائی لینے والے کا منہ کھلا ہوتا ہے تو شیطان تھوک دیتا ہے اور ہنستا ہے۔ ھا اس کے ہنسنے کی آواز ہے۔

**۱۷۵۸ حدیث** قَالَ هِشَامٌ اَخْبَرَنَا عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُوْنَ فَصَاحَ اِبْلِيْسُ اَيْ عِبَادَ اللّٰهِ اُخْرَيٰكُمْ فَرَجَعَتْ اُوْلٰهُمْ فَاجْتَلَدَتْ هِيَ وَاُخْرَاهُمْ فَنَظَرَ حُذَيْفَةُ فَاِذَا هُوَ بِاَبِيْهِ الْيَمَانِ فَقَالَ اَيْ عِبَادَ اللّٰهِ اَبِيْ اَبِيْ فَوَاللّٰهِ مَا احْتَجَزُوْا حَتّٰى قَتَلُوْهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ غَفَرَ اللّٰهُ لَكُمْ قَالَ عُرْوَةُ فَمَا زَالَتْ فِيْ حُذَيْفَةَ مِنْهُ بَقِيَّةُ خَيْرٍ حَتّٰى لَحِقَ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ۔ عه

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جب احد کا معرکہ ہوا تو (ابتداء) میں مشرکین شکست کھا گئے اس پر ابلیس چیخا اے اللہ کے بندو! اپنے پچھلوں کو دیکھو یہ سن کر سامنے والے لوٹ پڑے یہ اور پچھلے دونوں جری ہو گئے۔ اتنے میں حذیفہ نے دیکھا کہ ان کے باپ کو مسلمان گھیر کر مار رہے ہیں۔ انھوں نے کہا اے اللہ کے بندو! میرے والد ہیں میرے والد ہیں۔ بخدا (کسی نے کچھ نہیں سنا) جب تک انھیں قتل نہیں کر لیا وہاں سے ہٹے نہیں۔ اس پر حذیفہ نے کہا اللہ تم کو بخش دے۔ عروہ نے کہا۔ حذیفہ اس واقعہ کی وجہ سے خیر ہی میں رہے یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے مل گئے۔

عه باب ذکر حذیفۃ الیمان ص۵۳۹ ثانی مغازی غزوہ احد باب اذھمت طائفتان ان تفشلا ص۵۸۱ ثانی دیات باب العفو فی الخطا بعد الموت باب اذا مات فی الزحام او قتل ص۱۰۱۷ الایمان والنذور باب اذا حنث ناسیا فی الایمان ص۹۸۶۔

۱۷۵۸ **تشریحات** اخراکم۔ ابلیس کا یہ خطاب مسلمانوں سے تھا۔ مجاہدین اسلام مشرکین کو مارتے دہاڑتے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ اتنے میں ابلیس چیخا آگے کہاں بڑھ رہے ہو۔ پیچھے دیکھو تمہارے دشمن تم کو گھیرے میں لے رہے ہیں۔ اسی اثنار میں آندھی بھی چل چکی تھی آگے بڑھتے ہوئے مسلمان پیچھے پلٹ پڑے اور آپس میں گتھم گتھا ہو گئے جس کے نتیجے میں حضرت یمان مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

اور اس کا بھی احتمال ہے کہ خطاب مشرکین سے ہو اور اخری سے مراد خالد بن ولید کے ساتھی ہوں۔ اب مطلب یہ ہو گا کہ ابلیس نے مشرکین سے یہ کہا کہ تم بھاگ کہاں رہے ہو دیکھو پیچھے سے تمہارے ساتھیوں نے مسلمانوں کو گھیر لیا ہے جس پر بھگوڑے پلٹ پڑے اور مجاہدین اسلام دو طرف سے گھر گئے اسی اثنار میں آندھی بھی چل پڑی۔ احد میں ابتداءً مشرکین کو اتنی زبردست شکست ہوئی تھی کہ ان کے بعض افراد ایسا دُم دبا کر بھاگے کہ طائف میں جا کر دم لیا۔

**بقیۃ خیر**۔ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت حذیفہ کو زندگی بھر اس کا ملال رہا کہ ان کے والد کو مسلمانوں نے شہید کر دیا اور وہ مدۃ العمر شہید کرنے والوں کے لئے استغفار کرتے رہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۱۷۵۹ **حدیث** عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے سو بار یہ پڑھا۔ اللہ کے سوا کوئی

اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ

معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لئے ملک ہے اسی کے

شَیْءٍ قَدِیْرٌ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهٗ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ

لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تو اسے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہو گا

لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِیَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَیِّئَةٍ وَكَانَتْ لَهٗ حِرْزًا

اور اس کے لئے سو نیکی لکھی جائے گی اور اس کی سو برائی مٹائی جائے گی اور یہ اس کے لئے

مِّنَ الشَّیْطَانِ یَوْمَهٗ ذٰلِكَ حَتّٰی یُمْسِیَ وَلَمْ یَاْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ

شیطان سے امان ہو گا دن بھر یہاں تک کہ شام کرے اور کوئی اس سے افضل عمل نہیں کرے گا

مِمَّا جَاءَ بِهٖ اِلَّا اَحَدٌ عَمِلَ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ ۔ عہ

مگر وہ شخص جس نے اس سے زیادہ عمل کیا ہو۔

عہ ثانی دعوات باب فضل التہلیل ص۹۴۷ مسلم ترمذی دعوات۔ ابن ماجہ ثواب التسبیح۔

**تشریح ۱۷۵۹** اس حدیث میں سیئۃ سے مراد گناہ صغیرہ ہے۔

**حدیث ۱۷۶۰** اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَخْبَرَہٗ اَنَّ اَبَاہُ سَعْدَ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی

بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِسْتَاْذَنَ عُمَرُ عَلٰی رَسُوْلِ

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاضری کا اذن طلب کیا اور حضور کی خدمت میں کچھ قریش کی عورتیں تھیں

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَہٗ نِسَاءٌ مِّنْ قُرَیْشٍ یُکَلِّمْنَہٗ

جو حضور سے بات کر رہی تھیں اور ضرورت سے زیادہ بول رہی تھیں اپنی آوازوں کو اونچی کر

وَیَسْتَکْثِرْنَہٗ عَالِیَۃً اَصْوَاتُھُنَّ فَلَمَّا اسْتَاْذَنَ عُمَرُ قُمْنَ یَبْتَدِرْنَ

کے۔ جب حضرت عمر نے اذن طلب کیا وہ تیزی سے پردے کے اندر چلی گئیں۔ اور

الْحِجَابَ فَاَذِنَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو اندر آنے کی اجازت دی اور رسول اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَضْحَکُ فَقَالَ عُمَرُ اَضْحَکَ اللّٰہُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنس رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ!

سِنَّکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ عَجِبْتُ مِنْ ھٰؤُلَاءِ اللَّاتِیْ کُنَّ عِنْدِیْ

اللہ آپ کو ہنستا رکھے (کیا بات ہے) فرمایا ان عورتوں سے مجھے تعجب ہے جو میرے پاس

فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَکَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ قَالَ عُمَرُ فَاَنْتَ یَا رَسُوْلَ

حاضر تھیں جب تیری آواز سنی تو پردے میں بھاگ گئیں۔ حضرت عمر نے عرض کیا۔

اللّٰہِ کُنْتَ اَحَقَّ اَنْ یَّھَبْنَ ثُمَّ قَالَ اَیْ عَدُوَّاتِ اَنْفُسِھِنَّ اَتَھَبْنَنِیْ

یا رسول اللہ آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ یہ آپ سے ڈرتیں۔ پھر (ان

وَلَا تَھَبْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْنَ نَعَمْ اَنْتَ

عورتوں سے مخاطب ہو کر) فرمایا اے اپنے جانوں کی دشمنو! تم مجھ سے ہیبت کھاتی ہو اور تمہارے

اَفَظُّ وَاَغْلَظُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہیبت نہیں؟ ان عورتوں نے کہا کہ ہاں تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ

علیہ وسلم سے زیادہ سخت مزاج اور سخت کلام ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جسکے قبضۂ قدرت میں

مَا لَقِیَکَ الشَّیْطَانُ قَطُّ سَالِکًا فَجًّا اِلَّا سَلَکَ فَجًّا غَیْرَ فَجِّکَ ؏ھ

میری جان ہے اے عمر! کسی بھی گلی میں چلتے ہوئے شیطان اگر تمہارے سامنے آئے گا تو اسے چھوڑ کر دوسری گلی میں بھاگ جائے گا۔

**تشریحات ۱۷۶۰** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور آواز بلند کرکے بات کرنا حرام ہے۔ ارشاد ہے۔ لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ۔ الآیۃ۔ نبی کی آواز پر آواز بلند نہ کرو۔ پھر یہ عورتیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اونچی آوازوں سے کیسے باتیں کر رہی تھیں۔ جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ واقعہ نہی سے پہلے کا ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بے پایاں کرم کو دیکھتے ہوئے جوش مسرت میں ان خواتین کو یہ ہوش نہ رہا ہو کہ بارگاہ نبوت کا ادب کیا ہے۔ مشہور ہے۔

کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ

**۱۷۶۱ حدیث** عَنْ عِیْسَی بْنِ طَلْحَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی

تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں نیند سے کوئی بیدار ہو

اسْتَیْقَظَ اَحَدُکُمْ مِّنْ مَّنَامِہٖ فَتَوَضَّأَ فَلْیَسْتَنْثِرْ ثَلَاثًا فَاِنَّ

اور وضو کرے تو تین بار ناک چھنکے اس لئے کہ شیطان اس کی ناک کے

الشَّیْطَانَ یَبِیْتُ عَلٰی خَیْشُوْمِہٖ ؏ھ

بانسے پر رات گذارتا ہے۔

**تشریحات ۱۷۶۱** اس حدیث میں ناک صاف کرنے کا حکم اگرچہ اس وقت کے ساتھ مذکور ہے۔ جب سو کر اٹھے لیکن یہ قید احترازی نہیں بلکہ واقعی ہے۔ وضو میں تین بار ناک صاف کرنا مطلقاً سنت ہے خواہ سونے کے بعد اٹھ کر وضو کرے یا بیدار رہتے ہوئے وضو کرے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ سو کر اٹھنے کے بعد ناک صاف کرنا زیادہ مؤکد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

ع۵ مناقب۔ باب مناقب عمر ص۵۲۰ ادب باب التبسم والضحک ص۸۹۹ مسلم فضائل۔ نسائی مناقب۔

ع۵ مسلم ونسائی طہارت۔

## بَابُ ذِكْرِ الْجِنِّ وَثَوَابِهِمْ وَعِقَابِهِمْ

لِقَوْلِهِ تَعَالٰى يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوا شَهِدْنَا عَلٰى أَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كٰفِرِينَ ۝

جن اور ان کے ثواب و عذاب کا ذکر۔ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی بنا پر۔ اے جن وانس کے گروہ کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے جو ہماری آیتوں کو تم پر تلاوت کرتے تھے اور تمہیں یہ دن دیکھنے سے ڈراتے تھے کہیں گے ہم نے اپنی جانوں پر گواہی دی اور انھیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا اور خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔

**توضیح باب** جن، مخلوقات کی ایک مستقل نوع ہیں جن کا وجود متعدد آیات کریمہ اور احادیث سے ثابت ہے۔ ان کے وجود سے انکار کفر ہے۔ یہ آگ سے بنائے گئے ہیں۔ ان کے لئے جسم بھی ہے اور روح بھی ہے۔ یہ کھاتے ہیں پیتے ہیں۔ شادی بیاہ کرتے ہیں۔ ان میں توالد وتناسل بھی ہوتا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ان سب کی اپنی نوع کی ایک شکل ہے۔ اس کے باوجود انھیں یہ قدرت حاصل ہے کہ جو شکل چاہیں اختیار کرلیں۔

یہ ایمان وشرائع کے مکلف ہیں۔ یہ مومن بھی ہوتے ہیں کافر بھی ہوتے ہیں۔ فاسق بھی، دیندار بھی۔ صحیح یہ ہے کہ قیامت کے دن ان سے حساب وکتاب بھی ہوگا۔ ان کے کفار جہنم میں جائیں گے۔ رہ گئے مومن اور صالح جنت میں جائیں گے یا نہیں۔ اس میں اختلاف ہے۔ صحیح اور راجح یہ ہے کہ یہ اعراف میں رہیں گے۔ جنت حضرت آدم کی جاگیر ہے صرف ان کی اولاد کو ملے گی۔

---

**بَخْسًا نَقْصًا وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا قَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ**

اور مجاہد نے کہا۔ اور ان لوگوں نے اللہ اور جن کے درمیان نسب ٹھہرالیا۔ صفت (۵۸) کفار قریش

**الْمَلٰٓئِكَةُ بَنَاتُ اللّٰهِ وَأُمَّهَاتُهُمْ بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ۔**

نے کہا۔ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ان کی مائیں جن کے سرداروں کی بیٹیاں ہیں۔

**وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ عِنْدَ الْحِسَابِ۔**

اللہ عزوجل نے فرمایا بے شک جن نے جان لیا کہ ضرور وہ لوگ حساب کے وقت حاضر کئے جائیں گے۔

---

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنوں کا حساب ہوگا۔ اسے لازم ہے کہ ان کو ان کے اعمال حسنہ پر ثواب بھی ملے گا اور برے اعمال کی سزا بھی ملے گی۔

## بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنْصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا ص ۴۶۵

اللہ عزوجل کے قول کا بیان۔ یاد کرو جب کہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جن پھیرے۔ کان لگا کر قرآن سنتے پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے۔ خاموش رہو۔ جب پڑھنا

إِلَى قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ ۔ احقاف (۲۹) ہو چکا۔ اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے پلٹے ۔

مَعْدِلًا ۔ لوٹنے کی جگہ ۔ صَرَفْنَا ۔ ہم نے پھیرا

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ ۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الثُّعْبَانُ الْحَيَّةُ الذَّكَرُ مِنْهَا يُقَالُ الْحَيَّاتُ أَجْنَاسُ الْجَانِّ وَالْأَفَاعِي وَالْأَسَاوِدُ ۔ ص ۴۶۵ اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے ۔ ثعبان ۔ نر سانپ کو کہتے ہیں ۔ کہا جاتا ہے ۔ سانپ کئی قسم کے ہیں ۔ جانّ ، افاعی ، اساود ۔

أَسَاوِدُ ، أَسْوَدُ کی جمع ہے ۔ یہ ان بڑے سانپوں کو کہتے ہیں جو کالے رنگ کے ہوتے ہیں ۔۔۔ أَفَاعِي ، أَفْعَى کی جمع ہے ۔ یہ سب سے خبیث سانپ ہوتا ہے ۔

آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا فِي مُلْكِهِ وَسُلْطَانِهِ يُقَالُ صَافَّاتٍ بُسُطُ أَجْنِحَتَهُنَّ ۔ يَقْبِضْنَ يَضْرِبْنَ بِأَجْنِحَتِهِنَّ ۔ اس کی پیشانی کے بال کو پکڑے ہوئے ہیں اپنے ملک اور اپنی سلطنت میں ۔ اپنے بازوؤں کو پھیلائے ہوئے ہیں ۔ اور اپنے بازوں کو پھڑپھڑاتے ہیں ۔

۱۷۶۲ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ اقْتُلُوا

علیہ وسلم کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا فرماتے تھے سانپوں کو مار ڈالو خاص کر ان سانپوں

الْحَيَّاتِ اقْتُلُوا ذَا الطُّفْيَتَيْنِ وَالْأَبْتَرَ فَإِنَّهُمَا يَطْمِسَانِ الْبَصَرَ وَيَسْتَسْقِطَانِ

کو جن کے سروں پر دو نقطے ہوں اور بے دم والے کو ، اس لئے کہ ان کے کاٹنے سے

الْحَبَلَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَبَيْنَا أَنَا أُطَارِدُ حَيَّةً لِأَقْتُلَهَا فَنَادَانِي أَبُو

بینائی جاتی رہتی ہے اور حمل ساقط ہو جاتا ہے ۔ عبد اللہ نے کہا میں ایک سانپ کو مارنے

لُبَابَةَ لَا تَقْتُلْهَا فَقُلْتُ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کے لئے بھگا رہا تھا کہ ابو لبابہ نے مجھے پکار کر کہا ۔ اسے مت مار ۔ میں نے کہا ۔ کہ رسول اللہ صلی

قَدْ أَمَرَ بِقَتْلِ الْحَيَّاتِ وَقَالَ إِنَّهُ نَهَى بَعْدَ ذٰلِكَ عَنْ ذَوَاتِ الْبُيُوتِ

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سانپوں کے مار ڈالنے کا حکم دیا ہے ۔ انھوں نے کہا ۔ اس کے بعد حضور نے گھر

وَهِيَ الْعَوَامِرُ ۔ عہ

والے سانپوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا اور یہ عوامر ہیں ۔

عہ باب خیر مال مسلم غنم ص ۴۶۷ ثانی کتاب المغازی باب ص ۵۷۲ مسلم حیات ۔

**تشریحات** ۱۷۶۲ اس کے بعد والے باب میں یہ حدیث یوں ہے کہ حضرت ابن عمر سانپوں کو مار ڈالتے تھے پھر منع فرمایا۔ کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ایک دیوار کو ڈھایا اس میں سانپ کی کینچلی پایا۔ فرمایا۔ تلاش کرو سانپ کہاں ہے۔ لوگوں نے سانپ کو دیکھا۔ فرمایا۔ اسے مار ڈالو۔ اسی بنا پر میں مارتا تھا۔ پھر میں نے ابولبابہ سے ملاقات کی تو انھوں نے مجھے خبر دی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا گھر میں رہنے والے سانپوں کو مت مارو۔ مگر بے دم والے کو اور اس کو جس کے سر پر دو نقطے ہوں۔ اس لئے کہ اس کا زہر بچے ساقط کر دیتا ہے اور آنکھ کی روشنی لے جاتا ہے اس لئے اسے قتل کرو۔

**وھی العوامر** ۔ عوامر، عامرہ کی جمع ہے۔ اس سے مراد گھر میں رہنے والے سانپ ہیں۔ مسلم[1] میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ بے شک ان گھروں کے عوامر ہیں جب ان کو دیکھو تو ان کو تین مرتبہ متنبہ کرو۔ اگر چلے جائیں فبھا ورنہ ان کو قتل کرو۔

مطلب یہ ہے کہ تین بار اس سے کہو کہ تم اب تنگی میں ہو اگر ٹھہرے رہے یا ہم پر حملہ کیا تو ہم مار ڈالیں گے۔ لیکن ہمارے دیار میں گھروں میں بعض بڑے موذی سانپ پائے جاتے ہیں۔ نظر جھپکتے ہی حملہ کر بیٹھتے ہیں ان کے لئے یہ مہلت نہیں۔

اس میں راز یہ ہے کہ جن گھروں میں سانپ کی شکل میں رہتے سہتے ہیں انھیں قتل کرنے میں خطرات ہو جاتے ہیں۔ مسلم[2] میں ہے کہ غزوہ خندق کے موقعہ پر ایک جوان تھے جن کی ابھی ابھی شادی ہوئی تھی وہ ایام جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے گھر جایا کرتے تھے ایک دفعہ اپنے گھر گئے تو دیکھا کہ ان کی بیوی دروازہ پر کھڑی ہیں ان کو غیرت آئی انھوں نے بیوی کو مارنے کے لئے نیزہ تان لیا ان کی بیوی نے کہا کہ نیزہ روک لو۔ گھر میں جا کر دیکھو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میں کیوں یہاں کھڑی ہوں۔ یہ جوان اندر گئے تو دیکھا کہ ایک سانپ بستر پر کنڈلی مارے بیٹھا ہے۔ جوان نے نیزے سے اس کو گتھ لیا پھر زمین میں گاڑ دیا۔ تو وہ سانپ تڑپا۔ یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ پہلے کون مرا۔ سانپ یا نوجوان۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا قصہ سنایا اور ہم نے عرض کیا دعا فرمائیے کہ اللہ اس کو زندہ کر دے۔ فرمایا۔ اپنے بھائی کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ پھر فرمایا۔ مدینہ میں کچھ جن ہیں جو مسلمان ہو گئے ہیں جب ان میں سے کسی کو دیکھو تو انھیں تین مرتبہ جتا دو۔ اس کے بعد بھی نظر آئے تو اس کو قتل کر دو۔ اس لئے کہ وہ شیطان ہے۔

**بَابُ خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ۔** ۱۷۶۳ مسلمان کا سب سے اچھا مال بکری ہے جسے لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہتا ہے۔

---

[1] ثانی کتاب قتل الحیات ص ۲۳۵

[2] ثانی کتاب قتل الحیات ص ۲۳۵

۱۷۶۳ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْفَخْرُ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ کفر کا سر پورب کی جانب ہے اور فخر و گھمنڈ گھوڑے اور

وَالْخُیَلَاءُ فِیْ اَهْلِ الْخَیْلِ وَالْاِبِلِ وَالْفَدَّادِیْنَ وَاَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِیْنَةُ

اونٹ والوں اور کاشت کاروں اور اونٹ کی کھال کے خیمے والوں میں ہے اور سکینہ

فِیْ اَهْلِ الْغَنَمِ ۔

بکری والوں میں ہے۔

۱۷۶۳ تشریحات مناقب کے اخیر میں یہ زائد ہے۔ الایمان یمان والحکمۃ یمانیۃ۔ ایمان اہل یمن میں ہے اور دانائی یمن والوں میں ہے۔ رَاْسُ الْكُفْرِ۔ یہ ارشاد اپنے عہد مبارک کے لئے بھی ہے اور آئندہ کے لئے بھی ہے۔ اس عہد مبارک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شدید مخالفین نجد کے باشندے تھے جو مدینہ طیبہ سے مشرق کی جانب ہے۔ اور آج بھی دعوی اسلام رکھتے ہوئے نجد کے باشندے اسلام کے معاشرے میں کوڑھ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کا بھی احتمال ہے۔ اس سے مراد مجوسی ہوں جو ایران کے باشندے تھے۔ جن کی بڑی طاقت ور سلطنت اس عہد میں قائم تھی۔

**فدادین**۔ فد کے معنی سخت آواز نکالنا ہے۔ اس سے مراد کاشت کار اور مویشی پالنے والے ہیں خصوصیت سے گھوڑے اور اونٹ پالنے والے ان میں فطری طور پر اکھڑپن اور سنگ دلی ہوتی ہے۔ اہل وبر۔ وبر اونٹ کی کھال کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد صحرانشین دیہاتی ہیں جو خیموں میں رہتے ہیں۔ رہائش کے خیمے۔ زیادہ تر اونٹ کی کھال سے بنائے جاتے ہیں۔ اس لئے انھیں اہل وبر فرمایا۔

۱۷۶۴ حَدَّثَنِیْ قَیْسُ بْنُ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَشَارَ

حدیث عقبہ بن عمرو ابو مسعود نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِیَدِهٖ نَحْوَ الْیَمَنِ فَقَالَ

اپنے دست مبارک سے یمن کی جانب اشارہ کیا۔ اور فرمایا۔ ایمان یمن والوں کا ہے۔

اَلْاِیْمَانُ یَمَانٍ هٰهُنَا اَلَا اِنَّ الْقَسْوَةَ وَغِلَظَ الْقُلُوْبِ فِی الْفَدَّادِیْنَ

ہاں سنو! سنگدلی کاشت کاروں میں ہے اونٹ کی دموں کی جڑوں کے پاس جہاں سے

عہ باب مناقب باب ص۴۹۶ ۔ مسلم ایمان۔

عِنْدَ اُصُوْلِ اَذْنَابِ الْاَبِلِ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ فِيْ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ عه

شیطان کے سینگ نکلتے ہیں ۔ ربیعہ اور مضر میں ۔

**تشریحات** ۱۷۶۴ طلاق میں ہے کہ یمن کی طرف اشارہ کر کے دوبار یہ فرمایا کہ ایمان یہاں ہے ۔ مناقب میں ہے کہ فرمایا ادھر مشرق کی طرف سے فتنے ہیں ۔ الھڑپن اور سنگ دلی کاشت کاروں میں ہے خیمہ والوں میں اونٹ اور گائے کی دموں کی جڑوں کے پاس ربیعہ اور مضر میں ۔

اس حدیث میں فی ربیعۃ و مضر کہہ کر مشرق کی تعیین فرمادی کہ اس سے مراد پورب کا وہ خطہ ہے جہاں ربیعہ اور مضر کے قبائل رہتے ہیں ۔ پرانہ جغرافیہ اٹھا کر دیکھو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ربیعہ اور مضر کی رہائش نجد کے علاقے میں تھی اور آج آل سعود اور آل ابن عبدالوہاب جو اس علاقے کے فرمانروا ہیں ۔ ربیعہ اور مضر ہی کے افراد ہیں ۔ تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب "فتنوں کی سرزمین کون نجد یا عراق"۔

۱۷۶۵ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُقِدَتْ اُمَّةٌ

کرتے ہیں ۔ فرمایا بنی اسرائیل کی ایک قوم گم ہو گئی ۔ نہیں جانا جاتا ہے کہ کیا ہوئی ۔ میں یہ سمجھ رہا

مِّنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ لَا يُدْرٰى مَا فَعَلَتْ وَاِنِّيْ لَا اُرَاهَا اِلَّا الْفَارَ

ہوں کہ یہ چوہا ہے جب اس کے لئے اونٹ کا دودھ رکھا جاتا ہے تو نہیں پیتا ہے اور جب بکری

اِذَا وُضِعَ لَهَا اَلْبَانُ الْاِبِلِ لَمْ تَشْرَبْ وَاِذَا وُضِعَ لَهَا اَلْبَانُ

کا دودھ رکھا جاتا ہے تو پیتا ہے ۔ میں نے کعب سے اسے بیان کیا ۔ تو انھوں

الشَّاءِ شَرِبَتْ فَحَدَّثْتُ كَعْبًا فَقَالَ اَاَنْتَ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

نے کہا ۔ کیا تم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے ۔ میں نے کہا ہاں ۔ مجھ سے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُهُ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لِيْ مِرَارًا فَقُلْتُ اَفَاَقْرَاُ التَّوْرَاةَ عه

کعب نے یہ بات کئی مرتبہ کہی ۔ تو میں نے ان سے کہا تو کیا میں تورات پڑھتا ہوں ۔

**تشریحات** ۱۷۶۵ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے کچھ لوگ نابود ہو گئے ۔ یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ لوگ

---

عه مناقب باب ص۴۹۶ ثانی مغازی باب قدوم الاشعریین ص۶۳۰ الطلاق باب اللعان ص۷۹۹

عه مسلم آخر کتاب ۔

کیا ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرا گمان ایسا ہے کہ انھیں مسخ کر کے چوہا بنا دیا گیا۔ قرینہ یہ پیش کیا کہ چوہے اونٹ کا دودھ نہیں پیتے، بکری کا پیتے ہیں۔ بنی اسرائیل کی شریعت میں اونٹ کا دودھ اور گوشت حرام تھا۔ اس لئے وہ اونٹ کا دودھ نہیں پیتے تھے۔

مسلم[1] میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا۔ چوہا مسخ شدہ ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے سامنے بکری کا دودھ رکھا جاتا ہے تو پیتا ہے اور اونٹ کا دودھ رکھا جاتا ہے تو نہیں پیتا۔ اس پر حضرت کعب کو تعجب ہوا اور انھوں نے بار بار حضرت ابوہریرہ سے پوچھا جس پر ابوہریرہ نے فرمایا کہ ہاں اس کو میں نے حضور ہی سے سنا ہے کیا میں توریت پڑھتا ہوں کہ اس میں دیکھ کر بتاؤں گا۔

حضرت کعب نے یہ حدیث سن کر سکوت فرمایا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ واقعات بیان کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے۔ یہ روایت ان کے علم ہی میں نہیں تھی۔ تو نہ تصدیق فرمائی نہ تردید۔ بلکہ سکوت فرمایا۔ تعجب کی وجہ یہ ہے کہ مسخ شدہ قوموں کی نسل نہیں چلتی۔ اور چوہوں کی نسل باقی ہے۔

۱۷۶۶ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اُمَّ شَرِيْكٍ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ

**حدیث** حضرت ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهَا بِقَتْلِ الْاَوْزَاغِ[2]

علیہ وسلم نے انھیں چھپکلیوں کے مارنے کا حکم دیا۔

**تشریح ۱۷۶۶** کتاب الانبیاء میں یہ زائد ہے کہ یہ ابراہیم علیہ السلام پر پھونکتا تھا یعنی انھیں جلانے کے لئے جو آگ بھڑکائی گئی تھی اس پر پھونکتا تھا کہ اور بھڑکے۔ اس پر تفصیلی گفتگو نزہۃ القاری جلد چہارم ص۴۵۶ میں ہو چکی ہے۔

۱۷۶۷ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

**حدیث** حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَفَعَهُ قَالَ خَمِّرُوا الْاٰنِيَةَ وَاَوْكُوا الْاَسْقِيَةَ وَاَجِيفُوا الْاَبْوَابَ

نے فرمایا۔ برتنوں کو ڈھانک دو۔ مشکوں کا منہ باندھ دو اور دروازوں کو بند کر دو اور شام

وَاَكْفِئُوا صِبْيَانَكُمْ عِنْدَ الْمَسَاءِ فَاِنَّ لِلْجِنِّ انْتِشَارًا وَّخَطْفَةً وَاَطْفِئُوا

کے وقت بچوں کو باہر نکلنے سے روکو اس لئے کہ جن اس وقت پھیلتے اور لپکتے ہیں۔ اور سوتے وقت

الْمَصَابِيْحَ عِنْدَ الرُّقَادِ فَاِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ رُبَّمَا اجْتَرَّتِ الْفَتِيْلَةَ

چراغوں کو بجھا دو اس لئے کہ چوہیا کبھی کبھی بتی کھینچ لے جاتی ہے پھر گھر والوں کو جلا دیتی ہے۔

---

[1] مسلم ثانی آخر کتاب۔ [2] عن الانبیاء باب واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا ص۴۷۴ ج۱ حیوان۔ نسائی حج۔ ابن ماجہ صید۔

فَاَحْرَقَتْ اَهْلَ الْبَيْتِ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَحَبِيْبٌ عَنْ عَطَاءٍ فَاِنَّ لِلشَّيَاطِيْنِ

بطریق ابن جریج اور حبیب جو روایت ہے۔ اسمیں بجائے فَاِنَّ لِلْجِنِّ کے فَاِنَّ لِلشَّيَاطِيْنِ ہے۔

**بَابُ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِيْ شَرَابِ اَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ فَاِنَّ فِيْ اِحْدٰى جَنَاحَيْهِ دَاءً وَّفِي الْاُخْرٰى شِفَاءً** ص۴۶۷

جب مکھی تمہارے پینے کی چیز میں گر پڑے تو مکھی کو اس میں غوطہ دے دو۔ اس لئے کہ اس کے دو بازو میں سے ایک میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفاء۔

۱۷۶۸ **حدیث** اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ بْنُ حُنَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِيْ شَرَابِ اَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ ثُمَّ لِيَنْزِعْهُ فَاِنَّ فِيْ اِحْدٰى جَنَاحَيْهِ دَاءً وَّفِي الْاُخْرٰى شِفَاءً۔ ع۲

عبید بن حنین نے کہا۔ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب مکھی تمہارے پینے کے چیز میں گر پڑے تو اس مکھی کو غوطہ دے دو پھر اسے نکال دو۔ اس لئے کہ اس کے دو بازو میں سے ایک میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفاء۔

**تشریحات** ۱۷۶۸ بعض روایتوں[1] میں یہ ہے۔ کہ وہ پہلے اسی بازو کو ڈالتی ہے جس میں بیماری ہوتی ہے۔ جانوروں میں اس قسم کے متضاد اثرات کافی ہیں جیسے شہد کی مکھی میں کہ اس سے شہد بھی نکلتا ہے اور اس کے ڈنک میں زہر بھی ہے بعض قسم کے سانپوں میں زہر تو ہوتا ہی ہے ان سے تریاق بھی حاصل ہوتا ہے۔ مکھی کا سر توڑ کر اگر بھڑ یا بچھو کے ڈنک مارنے کی جگہ پر مل دیا جائے تو فوراً شفاء حاصل ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کو جن کے تذکرے سے کوئی مناسبت نہیں ہے۔ یہ صرف ابوذر کے نسخہ میں ہے۔

۱۷۶۹ **حدیث** عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا۔

**تشریحات** ۱۷۶۹ کتوں کے مار ڈالنے کے سلسلے میں بحث کتاب المزارعۃ میں گذر چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

---

ع۲ ثانی فی الطب باب اذا وقع الذباب فی اناء احدکم ص۸۶۰ نسائی ابن ماجہ۔ [1] فتح الباری جلد عاشر ص۲۵۱ بحوالہ ابوداؤد ابن حبان۔ ابو داؤد ثانی طب باب الذباب یقع فی الطعام ص۹۳ مسلم بیوع۔ نسائی ابن ماجہ صید۔

# کِتَابُ الْاَنْبِیَاءِ ص ۴۶۸

## انبیاء کا بیان

انبیاء۔ نبی کی جمع ہے۔ نبی فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ یہ یا تو نبأ سے بنا ہے جس کے معنی خبر دینے کے ہیں۔ یا نبوۃ سے جس کے معنی بلند کرنے کے ہیں۔ اس تقدیر پر اس کی اصل نَبِیْوٌ تھی۔ واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کو یاء میں ادغام کر دیا۔ انبیاء کی اصل اَنْبِیَاؤٌ تھی واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا۔ دونوں تقدیر پر فعیل یا تو معنی میں فاعل کے ہے۔ پہلی تقدیر پر اس کے معنی ہوئے خبر دینے والے کے چونکہ نبی غیب کی خبر دیتے ہیں اس لئے ان کو نبی کہا جاتا ہے۔ دوسری تقدیر پر اس کے معنی ہوئے بلند کرنے والے کے چونکہ جو شخص نبی پر ایمان لاتا ہے اس کا مرتبہ دنیا اور آخرت میں بلند ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے نبی مرتبہ بلند کرنے والا ہوا۔ یا فعیل معنی میں مفعول کے ہے۔ پہلی تقدیر پر اس کے معنی ہوئے خبر دیئے ہوئے چونکہ انبیائے کرام ایک دوسرے کے احوال بیان کرتے ہیں۔ اس لئے نبی کو نبی کہا جاتا ہے۔ اور دوسری تقدیر پر اس کے معنی ہوئے بلند کیا ہوا چونکہ اللہ عزوجل نے انبیائے کرام کو تمام مخلوقات پر برتری عطا فرمایا ہے۔ اس لئے نبی کو نبی کہا جاتا ہے۔

نبوت کے حصول میں کسب کو کوئی دخل نہیں۔ محض اللہ عزوجل اپنے فضل سے جسے چاہتا ہے نبی بناتا ہے۔ کسی کی نبوت کا علم صرف وحی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ انبیائے کرام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے یا دو لاکھ چوبیس ہزار۔ صحیح یہ ہے کہ ان کی تعداد متعین نہ کی جائے۔ اللہ عزوجل خوب جانتا ہے کہ اس نے کتنے انبیائے کرام مبعوث فرمائے یوں کہنا چاہئے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش انبیائے کرام مبعوث ہوئے ان میں سے تین سو دس یا تین سو تیرہ یا تین سو پندرہ رسول ہوئے علی اختلاف الروایات۔

صحیح یہ ہے کہ نبی ہونا بشر کا خاصہ ہے۔ بشر کے علاوہ جن یا فرشتے نبی نہیں ہوتے۔ صحیح یہ ہے کہ رسول ہونا بشر کا خاصہ نہیں فرشتے بھی رسول ہیں۔ اس تقدیر پر نبی اور رسول میں عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ بعض حضرات نبی اور رسول دونوں ہیں۔ جیسے ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ بعض حضرات نبی ہیں مگر رسول نہیں۔ جیسے حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت شعیب علیہم السلام اور بعض رسول ہیں مگر نبی نہیں جیسے رسل ملائکہ، حضرت جبرئیل وغیرہ۔

**نبی**۔ وہ بشر ہے جس کے پاس وحی آتی ہو خواہ وہ مامور بالتبلیغ ہو یا نہ ہو۔

**رسول**۔ رسول وہ ہے جس کے پاس وحی آتی ہو اور وہ مامور بالتبلیغ ہو۔

ان مباحث کی پوری تفصیل نزہۃ القاری جلد اول ص۱۷۷ ص۱۷۸ میں موجود ہے۔

**بَابُ خَلْقِ آدَمَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً** ص۴۶۸ حضرت آدم اور ان کی اولاد کی پیدائش کا بیان۔ اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان، اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا۔ میں زمین میں نائب بنانے والا ہوں۔ بقرہ

**توضیح باب** حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے پہلے بشر اور سب سے پہلے نبی ہیں۔ لفظ آدم عجمی ہے یا عربی۔ علماء کے دونوں اقوال ہیں۔ جو لوگ عربی مانتے ہیں وہ اسے اَفْعَلٌ کے وزن پر صفت مشبہ اُدْمَۃٌ سے مشتق مانتے ہیں۔ ادمۃ کے معنی زمین کے اوپری سطح کے ہیں اور گندمی رنگ ہونے کے بھی ہیں۔ چونکہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والتسلیم زمین کے ہر حصہ کی مٹی سے بنائے گئے ہیں اور آپ گندمی رنگ کے تھے اسلئے آدم نام پڑا اور کچھ علماء کہتے ہیں کہ یہ سریانی لفظ ہے۔ اگر یہ عربی لفظ ہے تو اس میں دو سبب وزن فعل اور علمیت ہے اور اگر عجمہ ہے تو اس میں دو سبب عجمہ اور علم ہے۔ اس لئے بہر تقدیر یہ غیر منصرف ہے۔ انبیائے کرام کے اسماء میں سے سات اسماء منصرف ہیں۔ نوح، ہود، لوط، شیث، صالح، شعیب، محمد۔ ان میں چار پہلے والے عجمہ ہیں مگر ساکن الاوسط ہونے کی وجہ سے عجمہ کا اعتبار نہ رہا۔ اور تین بعد والے عربی ہیں ان میں صرف علمیت ہے۔

ترمذی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا۔ پہلے اس کو گیلی پتلی گارے کی طرح بنا کر چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ بودار ہوگئی۔ پھر ان کی صورت بنائی یہاں تک کہ جب سوکھ کر کھنکھنانے لگی تو ابلیس ان کے پاس سے گزرتا اور کہتا کسی عظیم کام کے لئے تم پیدا کئے گئے ہو۔ پھر اللہ نے ان میں اپنی روح پھونکی سب سے پہلے آنکھ اور ناک کے بانسہ میں پہنچی جس پر انھیں چھینک آئی تو انہوں نے الحمد للہ پڑھا۔ اس پر اللہ عزوجل نے فرمایا۔ یرحمک ربک۔

**اذ قال ربك** ۔ فرشتوں سے اس ارشاد کی حکمت یہ تھی کہ فرشتے اللہ عزوجل کے نائب کی عظمت کو جان لیں اور بعد میں جو کچھ فرشتوں نے عرض کیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ یہ معلوم کرلیں کہ بجائے ہمارے اس نئی مخلوق کو منصب نیابت کس بنا پر عطا فرمایا جارہا ہے جب کہ اپنی دانست میں ہم اس کے اہل موجود ہیں۔

یا یہ مشورۃً تھا۔ اللہ عزوجل مشورہ سے منزہ ہے۔ مشورہ وہ کرتا ہے جو انجام سے واقف نہ ہو یا قادر مطلق نہ ہو۔ اس لئے یہ حقیقت میں مشورہ نہیں صورۃً مشورہ ہے بندوں کی تعلیم کے لئے۔ حدیث میں ہے۔ ماخاب من استشار۔ جو مشورہ کرے گا وہ حیران نہ ہوگا۔

فرشتوں نے نیابت کا استحقاق تسبیح و تقدیس اور عبادت سمجھا تھا۔ اس لئے بطور حسن طلب اپنی تسبیح و تقدیس کو پیش کیا۔ مگر یہ یعنی منصب نیابت کسبی نہیں صرف وہبی ہے۔ اس لئے ارشاد فرمایا۔ میں وہ جانتا ہوں۔ جو تم نہیں جانتے، فرشتوں کی یہ عرض۔ کیا تو زمین میں ایسی قوم پیدا فرمائے گا جو فساد خوں ریزی کریں گے۔

یا لوح محفوظ میں دیکھا تھا اس لئے عرض کیا۔ یا جنوں پر قیاس کر کے عرض کیا۔ جو انسانوں سے پہلے زمین میں ساٹھ ہزار برس تک آباد رہے۔ اور آپس میں لڑتے رہے۔ جس کی سزا میں فرشتوں کی فوج نے انھیں پہاڑوں اور جزیروں میں مقید کر دیا۔ اس آیت میں خلیفہ سے مراد نوع ہے۔ خاص حضرت آدم مراد نہیں۔ اور یہ منصب تمام انبیائے کرام کو حاصل تھا۔

اب اس کے بعد حضرت امام بخاری حضرت آدم اور انسان کی تخلیق کے سلسلے میں وارد آیات کے کچھ الفاظ کی تشریح کر رہے ہیں۔

صَلْصَالٌ طِيْنٌ خُلِطَ بِرَمْلٍ فَصَلْصَلَ كَمَا يُصَلْصِلُ الْفَخَّارُ وَيُقَالُ مُنْتِنٌ يُرِيْدُ بِهٖ صَلَّ كَمَا يُقَالُ صَرَّ الْبَابُ وَصَرْصَرَ عِنْدَ الْاِغْلَاقِ مِثْلُ كَبْكَبْتُهٗ يَعْنِيْ كَبَبْتُهٗ ــــ صلصال کے معنی وہ گیلی مٹی جس میں بالو ملایا جائے جو سوکھ کر آواز کرے جیسا کہ مٹی کا پکا ہوا برتن آواز کرتا ہے۔ اور کہا گیا۔ کہ بودار مٹی مراد ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک یہ لفظ صَلَّ سے بنا ہے۔ جیسے کہتے ہیں صرّ الباب وصرصر۔ دروازہ کے بند کرتے وقت جو آواز نکلتی ہے جیسے کبکبتہ۔ یعنی برتن کو اوندھا کرتے وقت جو آواز نکلتی ہے۔

فَمَرَّتْ بِهٖ اِسْتَمَرَّ بِهَا الْحَمْلُ فَاَتَمَّتْهُ۔ یعنی اس کا حمل باقی رہا یہاں تک کہ اس کے دن پورے ہو گئے۔

اَنْ لَّا تَسْجُدَ اَنْ تَسْجُدَ۔ یعنی اَنْ لا تسجد میں لا زائدہ ہے وقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً یعنی اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا۔ میں زمین میں نائب بنانے والا ہوں۔ اذ ظرف ہے۔ اس کا متعلق محذوف اُذْکُرْ ہے۔

خلیفہ کے معنی خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی نے جلالین میں یہ بتایا، یخلفنی فی تنفیذ اوامری فیھا۔ زمین میں میرے احکام نافذ کرنے میں میرا نائب ہوگا اور امر جمع ہے اس کی اضافت استغراق کا فائدہ دیتی ہے جو دنیوی و دینی تشریعی و تکوینی تمام احکام کو عام ہے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ زمین میں میرا جو حکم بھی نافذ ہوگا خواہ وہ تشریعی ہو یا تکوینی میرے اس نائب کے ذریعہ نافذ ہوگا۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ اِلَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ۔ یعنی لَمَّا معنی میں اِلَّا کے ہے۔ استثناء کے لئے۔ فِيْ كَبَدٍ فِيْ شِدَّةِ خَلْقٍ۔ پیدائش کی سختی۔ وَرِيْشًا اَلْمَالُ وَقَالَ غَيْرُهٗ اَلرِّيَاشُ وَالرِّيْشُ وَاحِدٌ وَهُوَ مَا ظَهَرَ مِنَ اللِّبَاسِ۔ رِيْشًا کے معنی مال ہے۔ اور حضرت ابن عباس کے علاوہ اور حضرات نے کہا کہ ریاش اور ریش ایک معنی میں ہیں۔ اور یہ ظاہری لباس کو کہتے ہیں۔ مَا تُمْنُوْنَ النُّطْفَةُ فِيْ اَرْحَامِ النِّسَاءِ جو تم منی گراتے ہو یعنی وہ نطفہ

جو عورتوں کے رحموں میں گراتے ہو۔ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۔ النُّطْفَةُ فِي الْاِحْلِيْلِ ۔ بیشک وہ اس کے لوٹانے پر قادر ہے یعنی نطفہ کو رحم سے لوٹا کر مرد کے عضو تناسل کے سوراخ میں پہنچا دے ۔ وَكُلُّ شَيْءٍ خَلَقَهُ فَهُوَ شَفْعٌ اَلسَّمَاءُ شَفْعٌ وَالْوَتْرُ اللّٰهُ۔ ہر چیز کو اللہ نے پیدا کیا جفت ہے۔ آسمان بھی جفت ہے اور وتر صرف اللہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ آسمان زمین کو جفت بنانے والا ہے۔ اس طرح کہ دونوں مل کر بچہ وہ طبق ہو جاتے ہیں۔ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ فِيْ اَحْسَنِ خَلْقٍ ۔ بہترین صورت میں اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ اِلَّا مَنْ اٰمَنَ ۔ پھر ہم نے انسان کو سب سے نچلے طبقہ میں ڈھکیلا۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے ۔ خُسْرٍ ضَلَالٍ ثُمَّ اسْتَثْنٰى فَقَالَ اِلَّا مَنْ اٰمَنَ ۔ انسان نقصان یعنی گمراہی میں ہے پھر استثنیٰ کیا اور فرمایا مگر جو ایمان لائے۔ لَازِبٌ لَازِمٌ ۔ چپکنے والی ۔ نُنْشِئُكُمْ فِيْ اَيِّ خَلْقٍ تَشَاءُ ۔ ہم جس شکل میں چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں ۔ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ نُعَظِّمُكَ ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح کرتے ہیں۔ یعنی تیری عظمت بیان کرتے ہیں ۔ وَقَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ فَتَلَقّٰى اٰدَمُ ۔ هُوَ قَوْلُهٗ ۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا ۔ اور ابو العالیہ نے کہا۔ آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات اخذ کئے۔ وہ یہ دعا ہے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَقَالَ فَاَزَلَّهُمَا اِسْتَزَلَّهُمَا ۔ یعنی ان دونوں کو لغزش میں ڈال دیا ۔ يَتَسَنَّهْ ۔ يَتَغَيَّرْ ۔ آسِنٍ مُتَغَيِّرٍ ۔ اَلْمَسْنُوْنُ اَلْمُتَغَيِّرُ ۔ يَتَسَنَّهْ کے معنی بدلتا ہے ۔ آسِنٍ اور مَسْنُوْنٍ کے معنی متغیر کے ہیں۔ حَمَاٍ ۔ جمع حَمْاَةٍ ۔ وَهُوَ الطِّيْنُ الْمُتَغَيِّرُ ۔ حَمَاٍ حَمْاَةٍ کی جمع ہے اور وہ بدلا ہوا کیچڑ ہے ۔ يَخْصِفَانِ اَخَذَ الْخِصَافَ مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ يُؤَلِّفَانِ الْوَرَقَ يَخْصِفَانِ بَعْضَهٗ اِلٰى بَعْضٍ ۔ یعنی جنت کے درخت کے پتوں سے پردہ پوشی کرنے کے لئے پتوں کو ایک دوسرے پر رکھنے لگے ۔ پتوں کو ایک دوسرے سے ملانے لگے ۔ سَوْاٰتُهُمَا ۔ کنایۃ عن فَرْجَيْهِمَا ۔ یہ ان دونوں کی شرمگاہ سے کنایہ ہے ۔ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۔ هٰهُنَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔ وَالْحِيْنُ عِنْدَ الْعَرَبِ مِنْ سَاعَةٍ اِلٰى مَا لَا يُحْصٰى عَدَدُهٗ ۔ یعنی اس وقت سے لے کر قیامت تک اور اہل عرب کے نزدیک حین کا معنی کسی وقت سے لے کر غیر متناہی مدت تک ہے ۔ قَبِيْلُهٗ جِيْلُهُ الَّذِيْ هُوَ مِنْهُمْ ۔ اس کا خاندان جس سے وہ ہے ۔

**حدیث ۱۷۷۰** عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ وَطُوْلُهٗ سِتُّوْنَ

کرتے ہیں۔ کہ فرمایا۔ اللہ نے آدم کو پیدا کیا اور ان کی لمبائی ساٹھ ہاتھ کی تھی۔ پھر فرمایا

ذِرَاعًا ثُمَّ قَالَ اِذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰى اُولٰٓئِكَ النَّفَرِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ

جاؤ اور ان فرشتوں کی گروہ کو سلام کرو۔ اور وہ جو جواب دیں اس کو بغور

فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّوْنَكَ بِهٖ فَاِنَّهٗ تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ فَقَالَ

سنو اس لئے کہ وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔ حضرت آدم نے کہا

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالُوْا السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَزَادُوْهُ وَرَحْمَةُ

السلام علیکم۔ تو فرشتوں نے جواب دیا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ فرشتوں نے ورحمۃ اللہ

اللّٰهِ فَكُلُّ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ آدَمَ فَلَمْ يَزَلِ

کو زیادہ کیا۔ جو بھی جنت میں داخل ہوگا وہ حضرت آدم کی صورت پہ ہوگا اس کے

الْخَلْقُ يَنْقُصُ حَتّٰى الْآنَ ؏ه

بعد مخلوق کا قد گھٹتا رہا یہاں تک کہ اب تک۔

**تشریحات ۱۷۷۰** ابن متین نے کہا کہ حضرت آدم ہمارے ہاتھ سے ساٹھ ہاتھ کے تھے اس لئے کہ اگر ان کے ہاتھ سے ان کا قد ساٹھ ہاتھ کا مانا جائے تو تناسب بگڑ جائے گا ان کے قد کے مقابلے میں ہاتھ کی وہی حیثیت ہو جائے گی جو ہمارے انگلی اور ناخن کو ہمارے قد سے ہے۔ اور یہ ہیئت احسن تقویم کے منافی ہے۔ ہر شخص جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کی شکل پر ان کے قد کے برابر ساٹھ ہاتھ کا داخل ہوگا۔

۱۷۷۱۔ **حدیث** عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَلَغَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ مَقْدَمُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

کی مدینہ طیبہ تشریف آوری کی خبر عبد اللہ بن سلام کو پہنچی۔ تو وہ خدمت اقدس میں

وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَاَتَاهُ فَقَالَ اِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ

حاضر ہوئے۔ اور حضور سے عرض کیا۔ میں حضور سے تین باتوں کو پوچھ رہا ہوں

ع۔ ثانی استیذان۔ باب بدء السلام ص ۹۱۹ مسلم صفۃ الجنۃ۔

إِلَّا نَبِيٌّ قَالَ مَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ

جنھیں نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ انھوں نے عرض کیا۔ قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے۔ اور جنتی

الْجَنَّةِ وَمِنْ أَيِّ شَيْءٍ يُنْزَعُ الْوَلَدُ إِلَى أَبِيهِ وَمِنْ أَيِّ شَيْءٍ

سب سے پہلے کیا کھائیں گے اور کس وجہ سے لڑکا اپنے باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور کس وجہ

يُنْزَعُ إِلَى أَخْوَالِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سے اپنے ماموؤں کے مشابہ ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبرئیل

خَبَّرَنِي بِهِنَّ آنِفًا جِبْرَئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ

علیہ السلام نے ابھی ان تینوں کے بارے میں مجھے بتایا۔ یہ سن کر عبد اللہ نے کہا۔ یہ

ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُودِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

فرشتوں میں یہود کے دشمن ہیں اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ

کی پہلی نشانی ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے سمیٹ کر مغرب کی طرف جمع کرے گی۔

مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ

۔ جنتی سب سے پہلے مچھلی کے جگر کا وہ چھوٹا حصہ جو ایک کنارے رہتا ہے کھائیں گے۔

فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوتٍ وَأَمَّا الشَّبَهُ فِي الْوَلَدِ فَإِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَشِيَ

لڑکے کی مشابہت تو اس کی بنیاد یہ ہے کہ مرد جب عورت سے ہمبستری کرتا ہے تو

الْمَرْأَةَ فَسَبَقَهَا مَاؤُهُ كَانَ الشَّبَهُ لَهُ وَإِذَا سَبَقَتْ كَانَ الشَّبَهُ

مرد کی منی رحم میں عورت کی منی سے پہلے پہنچتی ہے تو باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور

لَهَا قَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْيَهُودَ

اگر ماں کی منی پہلے پہنچتی ہے تو ماں کے مشابہ ہوتا ہے۔ یہ سن کر عبد اللہ بن سلام نے

قَوْمٌ بُهْتٌ إِنْ عَلِمُوا بِإِسْلَامِي قَبْلَ أَنْ تَسْأَلَهُمْ بَهَتُونِي عِنْدَكَ

کہا۔ یا رسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ بلا شبہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر کہا یا رسول اللہ!

فَجَاءَتِ الْيَهُودُ وَدَخَلَ عَبْدُ اللَّهِ الْبَيْتَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ

یہود بڑے بہتان تراش لوگ ہیں اگر وہ میرے مسلمان ہونے کو جان لیں قبل اس کے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ رَجُلٍ فِيْكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ

کہ آپ میرے بارے میں ان سے دریافت کریں تو حضور کے سامنے مجھ پر

قَالُوْا اَعْلَمُنَا وَابْنُ اَعْلَمِنَا وَاَخْيَرُنَا وَابْنُ اَخْيَرِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ

بہتان باندھیں گے اس کے بعد یہود آئے اور عبد اللہ مکان کے اندر چلے گئے۔

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ عَبْدُ اللّٰهِ

اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود سے پوچھا عبد اللہ تم میں کیسے آدمی ہیں

قَالُوْا اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ اِلَيْهِمْ فَقَالَ اَشْهَدُ

یہود نے کہا ہم سب سے زیادہ علم والے اور ہم سب سے زیادہ علم والے کے بیٹے ہیں اور ہم سب سے اچھے ہیں

اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالُوْا شَرُّنَا

اور ہم سب سے اچھے کے بیٹے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بتاؤ اگر عبد اللہ مسلمان ہو جائیں

وَابْنُ شَرِّنَا وَوَقَعُوْا فِيْهِ عه

تو یہود نے کہا اللہ اس کو اس سے بچائے اب عبد اللہ ان کے سامنے آئے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سنتے ہی یہود نے کہا عبد اللہ ہم میں سب سے زیادہ برے ہیں اور سب سے زیادہ برے کے بیٹے ہیں۔ اور ان کو برا کہنے لگے۔

**تشریحات** ۱۷۷ فزیادۃ کبد حوت، بعض روایات میں بجائے حوت کے نون آیا ہے۔ نون کے معنی بھی مچھلی کے ہیں، بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ وہ مچھلی ہے کہ جس پر زمین ٹھہری ہوئی ہے مچھلی کے جگر میں ایک حصہ الگ جیسا ہوتا ہے جو سب سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ زیادۃ کبد سے یہی مراد ہے۔

**اذا سبق ماء الرجل۔** مسلم[1] میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو حدیث مروی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ اذا علا ماء ها ماء الرجل اشبه اخواله واذا علا ماء الرجل ماء ها اشبه اعمامه۔ جب عورت کا نطفہ مرد کے نطفہ پر غالب ہوتا ہے تو بچہ اپنے ماموں کے مشابہ ہوتا ہے اور جب مرد کا نطفہ عورت کے نطفہ پر غالب ہوتا ہے تو اپنے چچاؤں کے مشابہ ہوتا ہے۔ نزار میں اسی کے مثل حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اس میں یہ زائد ہے۔ مرد کا نطفہ سفید گاڑھا ہوتا ہے اور عورت کا پیلا پتلا ہوتا ہے۔

---

عه مناقب الانصار۔ باب ۱/۵۶۱ ۔ تفسیر سورہ بقرہ۔ باب من کان عدوا لجبریل ۲/۶۴۳

[1] اول طہارت، الحیض باب وجوب الغسل علی المرأۃ ص۱۴۶

لیکن مسلم میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے مرد کا نطفہ سفید ہے اور عورت کا نطفہ پیلا۔ جب دونوں اکٹھا ہوں اور مرد کا نطفہ عورت کے نطفہ پر غالب آئے تو اللہ کے اذن سے بچہ مذکر ہوتا ہے۔ اور جب عورت کا نطفہ مرد کے نطفہ پر غالب آئے تو بچہ اللہ کے اذن سے مؤنث ہوتا ہے۔ اب یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ بچہ جب مذکر ہو تو ہمیشہ اپنے چچاؤں کے مشابہ ہوگا اور جب مؤنث ہو تو اپنے ماموؤں کے مشابہ ہوگا۔ مشاہدہ اس کے خلاف ہے اس لئے کہ کبھی بچہ ماموؤں کے مشابہ ہوتا ہے اور بچی اپنے چچاؤں کے۔

**اقول وھو المستعان**۔ حل یہ ہے کہ ام المؤمنین کی حدیث میں علو سے مراد رحم میں پہلے پہونچنا ہے جیسا کہ حضرت انس کی حدیث زیر بحث میں خود اس کی تصریح ہے کہ اذا سبق ماء الرجل اور حضرت ثوبان کی حدیث میں علو سے مراد اس کا ظاہری معنیٰ یعنی غالب آنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

**قوم بھت**۔ ہا ر ہوز کو ضمہ اور سکون دونوں۔ یہ بہیت کی جمع ہے۔ جیسے قضیب کی جمع قضب ہے اور قلیب کی جمع قلب ہے۔ یعنی وہ شخص جس کے جھوٹ گڑھنے سے سامع مبہوت ہو جائے مبہوت کرنے والا۔

**فجاءت الیھود**۔ عبداللہ بن بکر کی روایت جو حمید سے ہے اس میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود کو بلوایا۔ کن یہودیوں کو بلوایا حدیث کے ظاہری الفاظ سے تعمیم سمجھ میں آتی ہے لیکن سیاق سے یہ متبادر ہوتا ہے ان یہودیوں کو بلوایا جن کا حضرت عبداللہ بن سلام سے خاص تعلق تھا۔ جو ان کے قبیلہ بنو قینقاع کے افراد تھے۔ مناقب اور تفسیر کی روایت میں یہ زائد ہے جب یہود حضرت عبداللہ بن سلام کی تنقیص شان کرنے لگے تو عبداللہ بن سلام نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے اسی کا اندیشہ تھا۔

۱۷۷۲ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ہم معنی روایت کی یعنی

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ یَعْنِیْ لَوْلَا بَنُوْا اِسْرَائِیْلَ

اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت نہیں سڑتا اور اگر حضرت حوا نہ ہوتیں تو کوئی

لَمْ تُخَنِّزِ اللَّحْمُ وَلَوْلَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ اُنْثٰی زَوْجَهَا ؏ه

عورت اپنے شوہر سے خیانت نہ کرتی۔

۱۷۷۲ **تشریحات** یہاں اشکال یہ ہے کہ امام بخاری نے اس جگہ اس کے ہم معنی کوئی حدیث ذکر نہیں کی ہے۔ جس کی طرف نحوہ کی ضمیر لوٹے اور جس کی تفسیر یعنی سے درست ہو۔ علامہ ابن حجر عسقلانی

---

ه الانبیاء باب قول اللہ عزوجل وواعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ ص۴۸۹ مسلم رضاع

نے اس کی توجیہہ یہ فرمائی کہ امام بخاری سے ان کے شیخ نے جن الفاظ میں حدیث بیان کی تھی۔ وہ لکھتے وقت محفوظ نہ رہے۔ انھیں الفاظ کے بارے میں کچھ تردد رہا تو انھوں نے احتیاطاً یہ طریقہ اپنایا اب نحوہ کی ضمیر کا مرجع معہود فی الذہن ہے اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ صغانی کے نسخے میں نحوہ کے بعد یہ ہے میں نے اسے بطریق ابن المبارک عن معمر صرف مصنف ہی کے نزدیک پایا۔ بخاری ہی میں باب ذکر موسیٰ علیہ السلام میں عبد اللہ عن معمر کی روایت اسی لفظ کے ساتھ آرہی ہے جس کے آخر میں الدہر زائد ہے۔ علامہ عینی اور قسطلانی نے یہ توجیہہ کی کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے پہلے امام بخاری نے یہ حدیث اس سند کے ساتھ ذکر کی ہو۔ عن محمد بن رافع عن عبد الرزاق عن معمر عن ہمام عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ لولا بنو اسرائیل لم یخبث الطعام ولم یخنز اللحم ولولا حواء لم تخن انثی زوجھا الدہر۔ پھر بطریق بشر بن محمد روایت کی اور اسے نحوہ سے تعبیر کیا یعنی سے اس کی تفسیر کر دی۔

**لم یخنز**۔ بنی اسرائیل پر من وسلویٰ برف کی طرح فجر طلوع ہونے سے لے کر آفتاب کے طلوع ہونے تک آسمان سے برستا تھا۔ انھیں حکم تھا کہ اپنی ضرورت بھر جمع کر لیں۔ یعنی جو دن بھر کو کافی ہو۔ ذخیرہ اندوزی نہ کریں۔ لیکن انھوں نے لالچ میں آکر ذخیرہ اندوزی کی۔ جس کے نتیجے میں وہ سڑ کر خراب ہونے لگا اسی وقت سے کھانا اور گوشت سڑ کر خراب ہونے لگا۔ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں وہب بن منبہہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا میں نے بعض کتب الٰہیہ میں پڑھا ہے اگر میں نے مردے پر فنا مقدر نہ کی ہوتی تو اس کے اہل اپنے گھروں میں انھیں جمع رکھتے۔ اور اگر غلے پر فساد نہ مقرر کیا ہوتا تو مالدار اسے جمع کر لیتے فقراء نہ پاتے۔

**لولا حواء**۔ یعنی اگر حضرت حوا نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو شجرہ ممنوعہ کھانے پر نہ ابھارا ہوتا۔ حضرت آدم حضرت حوا علیہما السلام کو جنت میں ہر چیز کھانے کی اجازت تھی سوائے ایک درخت کے۔ شیطان کے وسوسہ سے حضرت حوا نے حضرت آدم کو اس درخت کے کھانے پر ابھارا جس پر انھوں نے اسے تناول فرمالیا۔ اسی کو حدیث میں خیانت سے تعبیر فرمایا گیا یہ شجرہ ممنوعہ کیا تھا۔ ماوردی نے کہا کہ یہ گیہوں تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ انجیر تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ کافور تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ انگور تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان سب سے الگ ایک درخت تھا جس کا نام شجرۃ الخلد تھا جسے فرشتے کھاتے تھے اس حدیث میں مردوں کو تسلی دی گئی ہے کہ وہ عورتوں کی زیادتیوں پر صبر سے کام لیں۔

۱۷۷۳ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَوْصُوْا

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو۔ اس

بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَاِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ شَيْءٍ

لئے کہ عورت پسلی کی ہڈی سے بنائی گئی ہے اور بے شک پسلی میں سب سے زیادہ ٹیڑھی

فِي الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهُ كَسَرْتَهُ وَاِنْ تَرَكْتَهُ

اوپر والی ہے اگر تم اس کو سیدھی کرنے لگو گے تو توڑ دو گے اور اگر اسے چھوڑ دو گے تو ٹیڑھی

لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ ؏ھ

ہی رہے گی اس لئے عورتوں کے بارے میں وصیت قبول کرو۔

**تشریحات** ۱۷۷۳ حضرت حوا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بائیں سب سے چھوٹی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں۔ اسی لئے ان کا نام حوا پڑا کہ وہ زندہ انسان کے جزء سے پیدا کی گئی ہیں یا ان کا نام یہ اس لئے پڑا کہ وہ ہر زندہ انسان کی ماں ہیں اس حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس کا توڑنا طلاق ہے مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی کج خلقی ان کی ایذا رسانی پر صبر کرنا چاہئے اور نباہنے کی کوشش کرنا چاہئے۔

**مطابقت باب۔** ان احادیث کو باب سے مطابقت یہ ہے کہ حضرت آدم کی اولاد حضرت حوا ہی کے بطن سے عالم وجود میں آئی ہیں یہ حضرت آدم کی اولاد کی تخلیق کا سبب ہیں۔

۱۷۷۴ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوع مروی ہے۔ کہ اللہ

عَنْهُ يَرْفَعُهُ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ لِاَهْوَنِ اَهْلِ النَّارِ

تبارک وتعالیٰ جہنمیوں میں سب سے ہلکے عذاب والے سے فرمائے گا بتا اگر تیرے

عَذَابًا لَوْ اَنَّ لَكَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَيْءٍ اَكُنْتَ تَفْتَدِيْ بِهٖ

لئے زمین میں کچھ ہو تو کیا اس کے عوض اپنے آپ کو عذاب سے بچائے گا؟ وہ

قَالَ نَعَمْ قَالَ فَقَدْ سَاَلْتُكَ مَا هُوَ اَهْوَنُ مِنْ هٰذَا وَاَنْتَ فِيْ

کہے گا ضرور۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھ سے اس سے آسان بات کہی تھی اور تو آدم کی پیٹھ

؏ھ ثانی باب الوصاۃ بالنساء ص۷۷۹

صُلْبِ آدَمَ اَنْ لَّا تُشْرِكَ بِیْ فَاَبَیْتَ اِلَّا الشِّرْكَ ۔ عہ

میں تھا کہ کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرانا تو، تو نہیں مانا اور شرک اختیار کیا۔

**تشریحات ۱۷۷۴** رقاق میں بطریق قتادہ سے جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ کافر کو قیامت کے دن لایا جائے گا۔ اور اس سے کہا جائے گا بتا اگر تیرے لئے زمین کے برابر سونا ہو تو کیا جہنم کے فدیہ میں اسے دے گا وہ کہے گا ضرور تو اس سے کہا جائے گا کہ اس سے آسان کا تجھ سے سوال کیا گیا تھا۔ (مگر تو نے اسے قبول نہیں کیا)۔

**حدیث ۱۷۷۵** عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا اِلَّا كَانَ عَلٰی ابْنِ آدَمَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا تو آدم کے پہلے بیٹے پر اس کے خون

الْاَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا لِاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ ۔ عہ

سے حصہ ہوگا اس لئے کہ وہی ہے جس نے سب سے پہلے قتل کا طریقہ ایجاد کیا۔

**تشریحات ۱۷۷۵** ابن آدم اول سے مراد قابیل ہے۔ قصہ یہ تھا کہ حضرت حوا ہر بطن میں ایک بچہ اور ایک بچی جنتی تھیں سوائے شیث علیہ السلام کے، یہ تنہا پیدا ہوئے جب حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں تشریف لائے سو سال گذر چکے تو قابیل اور اس کی جڑواں اقلیمہ اس کے بعد ہابیل اور ان کی جڑواں لیوذا پیدا ہوئیں بوجہ ضرورت ان کی شریعت میں یہ جائز تھا کہ ایک بطن کے بچہ کو دوسرے بطن کی لڑکی سے بیاہ دیا جاتا۔ البتہ یہ جائز نہیں تھا کہ ایک ہی بطن سے پیدا شدہ بچے اور بچی کا نکاح کیا جائے اقلیمہ بہت حسین وجمیل اور جاذب نظر تھیں۔ قاعدے کے مطابق جب یہ چاروں بالغ ہوگئے تو حضرت آدم نے چاہا کہ قابیل کا نکاح لیوذا سے، اور ہابیل کا نکاح اقلیمہ سے کر دیں۔ اقلیمہ چونکہ بہت حسین وجمیل تھیں وہ چاہتا تھا کہ اقلیمہ سے اس کا نکاح کر دیا جائے۔ قابیل اس پر بضد ہوا، حضرت آدم نے حکم دیا کہ دونوں اس مسئلہ کو سامنے رکھ کر بارگاہ ایزدی میں قربانی پیش کریں جس کی قربانی مقبول ہوگی اقلیمہ کا نکاح

---

عہ ثانی رقاق باب من نوقش الحساب محدّب ص۹۶۸ باب صفۃ الجنۃ والنار ص۹۷ مسلم توبہ عہ ثانی دیات باب قول اللہ ومن احیاھا ص۱۰۱۷ الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب اثم من دعا الی ضلالۃ ص۱۰۸۸ مسلم حدود، ترمذی، علم نسائی تفسیر، محاربہ، ابن ماجہ دیات،

اس کے ساتھ کر دیا جائے گا۔ قابیل کاشت کار تھا اور ہابیل بکریاں پالے ہوئے تھے۔ قابیل نے سب سے ردی غلے کا ایک ڈھیر قربانی کے لئے پیش کیا۔ اپنے جی میں اس نے سوچا مجھے پرواہ نہیں میری طرف سے قبول ہو یا نہ ہو جب کہ ہابیل ہی میری بہن سے شادی کرے گا اور ہابیل نے بہت فربہ مینڈھا اور دودھ اور مکھن قربانی کے لئے پیش کیا اور جی میں یہ سوچا کہ اللہ جو فیصلہ فرمائے گا اس پر میں راضی ہوں اس زمانے کے دستور کے مطابق آسمان سے سفید آگ آئی ہابیل کی قربانی کھا گئی۔ اور قابیل کی قربانی کو نہیں چھوا۔ اس سے قابیل کے دل میں ہابیل کی طرف سے عداوت پیدا ہو گئی۔ یہاں تک کہ اسے قتل کر ڈالا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہابیل کا یہ مینڈھا زندہ جنت میں اٹھا لیا گیا اور جنت ہی میں رہا۔ یہاں تک کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ بنا۔ چونکہ سب سے پہلے قابیل نے ناحق قتل کیا۔ گویا اسی سے انسان نے قتل کو سیکھا۔ اس لئے قیامت تک جتنا خون ناحق ہوگا سب کا وبال قابیل پر بھی ضرور ہوگا۔

## بَابُ اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ ص ۴۶۹ روحیں اکٹھا کی ہوئی لشکر ہیں۔

۵۸۲ وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ

ت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ روحیں اکٹھا کئے ہوئے

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لشکر کی طرح ہیں عالم ارواح میں جن کی آپس میں شناسائی ہوئی دنیا میں آنے کے بعد

يَقُوْلُ اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا

ان کے درمیان الفت رہی اور جن سے عالم ارواح میں بیگانگی رہی دنیا میں آنے کے بعد

تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ۔

ان کے درمیان اختلاف رہا۔

**تشریحات** ۵۸۲ علامہ خطابی نے کہا کہ اس کا ایک معنی یہ ہو سکتا ہے کہ جو ارواح خیر و شر، صلاح و فساد میں ایک دوسرے کے مثل ہوتی ہیں وہ اپنے مماثل کی طرف جھکتی ہیں یا دور رہتی ہیں یہی عالم ارواح کا تعارف اور تناکر ہے۔ ارواح کے تعارف سے مراد یہ ہے کہ جس کی جبلت میں خیر ہوتا ہے وہ اہل خیر کی طرف جھکتی ہیں اور جن میں شر ہوتا ہے وہ اہل شر کی طرف اور اس کے اختلاف سے آپس میں منافرت ہوتی ہے اور اسی کے مطابق دنیا میں ظہور ہوتا ہے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ بدر خلق میں عالم غیب میں جو کچھ پیش آیا اس کی خبر دینا مقصود ہے روحیں جسم سے پہلے پیدا کی گئی ہیں وہ سب اکٹھا تھیں آپس میں ملتی جلتی تھیں یا نفرت کرتی

197 تھیں۔ پھر جب وہ اجسام میں آئیں تو اسی کے مطابق محبت یا نفرت دوستی یا دشمنی کا ظہور ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ** ۔ اس سے مراد یا تو یہ ہے کہ جیسے لشکر میں مختلف عادات و اطوار و خصائل کے افراد اکٹھا ہوتے ہیں اسی طرح ارواح بھی اکٹھی تھیں۔ علامہ ابن جوزی نے کہا کہ اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ انسان جب اپنے اندر کسی ایسے شخص سے نفرت پائے جو صاحب فضیلت و کمال ہو تو اسے چاہئے کہ یہ غور کرکے معلوم کرے کہ اس کا سبب کیا ہے پھر اس کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ اس تعلیق کو امام بخاری نے الادب المفرد میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

**وقال یحیی بن ایوب** ۔ امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ امام لیث کی طرح یحییٰ بن ایوب نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔ مسند ابو یعلیٰ میں اسے سند متصل کے ساتھ روایت کیا اس کے شروع میں یہ زائد ہے عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے کہا کہ مکے میں ایک خوش طبع عورت تھی وہ مدینہ آئی تو اپنے ہی جیسی ایک عورت کے پاس اتری اس کی خبر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہنچی تو انھوں نے فرمایا میرے محبوب نے سچ فرمایا۔ اور یہ حدیث بیان کی۔

**بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ** ۔ صـ۴۷۰ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان ہم نے نوح کو ان کی قوم کی جانب بھیجا۔

قال ابن عباس بادی الرأی ما ظهر لنا ۔ یعنی جو بات ہمارے لئے ظاہر ہو۔ اَقْلِعِیْ اَمْسِکِیْ روک لے۔ وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۔ نَبَعَ الْمَاءُ پانی ابلا ۔ وَقَالَ عِکْرِمَةُ وَجْهُ الْاَرْضِ ۔ پانی زمین کی سطح سے بھی ابلا۔ وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْجُوْدِیُّ جَبَلٌ بِالْجَزِیْرَةِ جودی جزیرہ میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔ دَابَ ۔ حال۔ داب کے معنی حالت کے ہیں۔ انا ارسلنا نوحا الی قومہ الی آخر السورۃ ۔ یعنی اس آیت کی تفسیر بیان ہوگی۔

۱۷۷۶ **حدیث** عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُحَدِّثُكُمْ

فرمایا کیا میں تم سے دجال کے بارے میں ایسی بات نہ بیان کروں جو کسی نبی نے نہیں بیان کی ہے

حَدِیْثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَا حَدَّثَ نَبِیٌّ قَوْمَهٗ اَنَّهٗ اَعْوَرُ وَاَنَّهٗ یَجِیْءُ مَعَهٗ

کہ وہ کانا ہے وہ اپنے ساتھ جنت اور دوزخ کی مثال لائے گا جسے وہ جنت کہے گا حقیقت

بِمِثَالِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَالَّتِیْ یَقُوْلُ اِنَّهَا الْجَنَّةُ هِیَ النَّارُ وَاِنِّیْ اُنْذِرُكُمْ

میں وہ جہنم ہوگی میں تم کو دجال سے ڈراتا ہوں۔ جیسا کہ نوح نے اپنی

بِهٖ كَمَا اَنْذَرَ بِهٖ نُوْحٌ قَوْمَهٗ ۔عہ

قوم کو ڈرایا تھا۔

۱۷۷۷ **حدیث** عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُجَایٓءُ نُوْحٌ وَّاُمَّتُهٗ فَیَقُوْلُ

نے فرمایا نوح اور ان کی امت قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوگی تو اللہ تعالےٰ

اللّٰهُ هَلْ بَلَّغْتَ فَیَقُوْلُ نَعَمْ اَیْ رَبِّ فَیَقُوْلُ لِاُمَّتِهٖ هَلْ بَلَّغَكُمْ؟

حضرت نوح سے دریافت فرمائے گا کیا تم نے میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ عرض کریں گے ہاں اے

فَیَقُوْلُوْنَ لَا مَا جَآءَنَا مِنْ نَّبِیٍّ فَیَقُوْلُ لِنُوْحٍ مَنْ یَّشْهَدُ لَكَ

رب! اللہ تعالیٰ ان کی امت سے پوچھے گا کیا نوح نے تم تک میرا پیغام پہنچایا تھا؟ وہ عرض کریں گے

فَیَقُوْلُ مُحَمَّدٌ وَّاُمَّتُهٗ فَنَشْهَدُ اَنَّهٗ قَدْ بَلَّغَ وَهُوَ قَوْلُهٗ

نہیں ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا! اب اللہ تعالیٰ نوح سے فرمائے گا۔ تمہارے لئے کون گواہی

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ

دیگا تو وہ عرض کرینگے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی امت۔ اسکے بعد ہم گواہی دینگے کہ نوح نے اپنی قوم تک تیرا پیغام پہنچا دیا تھا

وَالْوَسَطُ الْعَدْلُ ۔عہ

اور یہی ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "اور ایسے ہی ہم نے تم کو عادل قوم بنایا تاکہ تم لوگ لوگوں پر گواہ ہو"۔ اور وسط کے معنی عادل کے ہیں۔

**تشریحات** ۱۷۷۷ فَیَقُوْلُوْنَ۔ بظاہر یہ اس ارشاد کے معارض ہے "اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ" آج ہم ان کے منھوں پر مہر کر دیں گے۔ تطبیق یہ ہے کہ ابتدا میں ان کو بولنے کی اجازت ہوگی پھر ان کے منھ پر مہر کر دی جائے گی۔

فیشھدون۔ یہ قصہ ہر نبی کے ساتھ ہوگا پہلے امت کے افراد یہ گواہی دیں گے کہ ان انبیائے کرام نے اپنی امتوں تک تیرا پیغام پہنچایا پھر ہم سے پوچھا جائے گا کہ تم بعد میں آئے تم کو کیسے معلوم ہوا کہ ان انبیاء نے اپنی امتوں تک میرا پیغام پہنچایا تو یہ امت عرض کرے گی کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں یہ خبر دی اور ہم نے اس کی

---

عہ مسلم، فتن، عہ ثانی تفسیر سورہ بقرہ کذالک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا ص ۶۲۵۔ الاعصام۔
باب قولہ تعالیٰ کذالک جعلناکم الخ ص ۱۰۹۲ ترمذی، تفسیر، نسائی، تفسیر، ابن ماجہ، زہد

تصدیق کی پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ گواہی دیں گے کہ ہاں ہم نے اپنی امت کو یہ بتایا ہے۔

۱۷۷۸ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِیْرٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

خدمت میں گوشت پیش کیا گیا۔ اور حضور کے سامنے دست لایا گیا۔ اور یہ حضور کو پسند تھا۔

بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَیْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَشَ مِنْهَا نَهْشَةً

حضور اسے دانتوں سے کاٹ کاٹ کر تناول فرمانے لگے۔ پھر فرمایا میں قیامت کے دن

ثُمَّ قَالَ اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَهَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّا ذٰلِكَ

تمام لوگوں کا سردار ہوں۔ اور کیا تم لوگ یہ جانتے ہو کہ یہ کس وجہ سے ہے؟۔ اولین اور

یَجْمَعُ النَّاسَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ یُسْمِعُهُمُ

آخرین کو ایک میدان میں جمع کیا جائے گا۔ سب پکارنے والے کی آواز سنیں گے اور سب تک نظر

الدَّاعِیْ وَیَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَتَدْنُوا الشَّمْسُ فَیَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ

پہنچے گی۔ اور سورج قریب ہوگا۔ لوگوں کو غم اور بے چینی اس حد تک پہنچے گی جس کی انھیں

الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا یُطِیْقُوْنَ وَلَا یَحْتَمِلُوْنَ فَیَقُوْلُ النَّاسُ اَلَا تَرَوْنَ

نہ طاقت ہوگی اور نہ جسے وہ لوگ برداشت کر پائیں گے۔ اس پر لوگ آپس میں کہیں گے۔ کیا

مَا قَدْ بَلَغَكُمْ اَلَا تَنْظُرُوْنَ مَنْ یَّشْفَعُ لَكُمْ اِلٰی رَبِّكُمْ فَیَقُوْلُ

تم لوگ نہیں دیکھتے کہ تم پر کیا افتاد پڑی ہے کیوں اسے نہیں دیکھتے جو تمہارے رب کی

بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ عَلَیْكُمْ بِاٰدَمَ فَیَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَیَقُوْلُوْنَ لَهٗ

بارگاہ میں تمہاری شفاعت کرے۔ اب کچھ لوگ کچھ لوگوں سے کہیں گے۔ حضرت آدم کی خدمت میں چلو

اَنْتَ اَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِیَدِهٖ وَنَفَخَ فِیْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَاَمَرَ

لوگ حضرت آدم کی خدمت میں حاضر ہونگے اور ان سے عرض کریں گے۔ آپ ابو البشر ہیں اللہ نے آپ کو

الْمَلٰٓئِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّكَ اَلَا تَرٰی اِلٰی مَا نَحْنُ

اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا ہے اور اپنی روح آپ میں پھونکی ہے اور فرشتوں کو حکم دیا تو انھوں نے

فِيهِ أَلَا تَرَىٰ إِلَىٰ مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ آدَمُ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ

آپ کو سجدہ کیا۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں ہم جس حال میں

غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ

ہیں کیا نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم پر کیا افتاد پڑی ہے، تو حضرت آدم فرمائیں گے۔ بیشک میرے رب نے

قَدْ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَىٰ

آج ایسا غضب فرمایا ہے کہ اس کے پہلے ایسا غضب نہیں فرمایا اور نہ اسکے بعد کبھی فرمائے گا۔ اور اوس نے

غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَىٰ نُوحٍ فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ يَا نُوحُ إِنَّكَ أَنْتَ

مجھے درخت سے منع فرمایا تھا۔ میں نے اس کا حکم نہ مانا۔ مجھے اپنی پڑی ہے۔ مجھے اپنی پڑی ہے مجھے اپنی

أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَىٰ أَهْلِ الْأَرْضِ وَقَدْ سَمَّاكَ اللَّهُ عَبْدًا شَكُورًا

پڑی ہے۔ کسی اور کے پاس جاؤ۔ نوح کے پاس جاؤ۔ اب لوگ حضرت نوح کی خدمت میں حاضر ہوں گے

اشْفَعْ لَنَا إِلَىٰ رَبِّكَ أَلَا تَرَىٰ إِلَىٰ مَا نَحْنُ فِيهِ فَيَقُولُ إِنَّ رَبِّي

اور عرض کریں گے۔ اے حضرت نوح! زمین والوں کی طرف آپ پہلے رسول ہیں۔ اور آپ کا اللہ نے عبد شکور

قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ

نام رکھا ہے اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیے۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم لوگ کس حال

بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ قَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلَىٰ قَوْمِي نَفْسِي

میں ہیں۔ یہ سن کر وہ فرمائیں گے۔ بیشک میرے رب نے آج ایسا غضب فرمایا ہے کہ اس جیسا غضب نہ

نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَىٰ غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ فَيَأْتُونَ

پہلے فرمایا تھا اور نہ اس کے بعد فرمائے گا۔ اور میں نے اپنی قوم کی ہلاکت کی دعا کی تھی۔ مجھے اپنی پڑی ہے۔ مجھے

إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ يَا إِبْرَاهِيمُ أَنْتَ نَبِيُّ اللَّهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ

اپنی پڑی ہے۔ مجھے اپنی پڑی ہے۔ کسی اور کے پاس جاؤ۔ ابراہیم کے پاس جاؤ۔ اب لوگ حضرت ابراہیم کی خدمت میں

أَهْلِ الْأَرْضِ اشْفَعْ لَنَا إِلَىٰ رَبِّكَ أَلَا تَرَىٰ إِلَىٰ مَا نَحْنُ فِيهِ فَيَقُولُ

حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اے حضرت ابراہیم! آپ اللہ کے نبی ہیں اور زمین والوں میں سے اس کے

لَهُمْ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ

خلیل ہیں۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں۔ وہ فرمائینگے

وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَاِنِّيْ قَدْ كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلٰثَ كَذِبَاتٍ

بیشک آج میرے رب نے ایسا غضب فرمایا ہے۔ کہ اس کے پہلے ایسا غضب نہیں فرمایا تھا۔ اور اس کے بعد

فَذَكَرَهُنَّ اَبُوْحَيَّانَ فِي الْحَدِيْثِ نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ اِذْهَبُوْا

کبھی نہ فرمائے گا۔ اور میں نے تین توریے کئے تھے۔ ان تینوں کو ابو حیان نے اپنی حدیث میں ذکر کیا۔ مجھے

اِلٰى غَيْرِيْ اِذْهَبُوْا اِلٰى مُوْسٰى فَيَاْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ يَا مُوْسٰى

اپنی پڑی ہے۔ مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے۔ میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ موسیٰ کے پاس

اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَضَّلَكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهٖ وَبِكَلَامِهٖ عَلَى النَّاسِ

جاؤ۔ اب سب لوگ حضرت موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہونگے اور عرض کریں گے۔ اے حضرت موسیٰ! آپ

اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ اَمَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ فَيَقُوْلُ اِنَّ رَبِّيْ

اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ نے آپ کو لوگوں پر اپنی رسالت اور کلام سے فضیلت دی اپنے رب کی بارگاہ میں

قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ يَّغْضَبَ

شفاعت فرمائیے۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم لوگ کس حال میں ہیں۔ وہ فرمائیں گے۔ آج میرے رب نے

بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَاِنِّيْ قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَّمْ اُوْمَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِيْ

ایسا غضب فرمایا کہ ایسا غضب نہ پہلے کبھی فرمایا تھا اور نہ آئندہ کبھی فرمائے گا۔ اور میں نے ایک ایسے شخص کو

نَفْسِيْ اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ اِذْهَبُوْا اِلٰى عِيْسٰى فَيَاْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ

قتل کیا ہے۔ جس کے قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا مجھے اپنی پڑی ہے۔ مجھے اپنی پڑی ہے۔ مجھے

يَا عِيْسٰى اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ

اپنی پڑی ہے۔ میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ عیسیٰ کے پاس جاؤ۔ اب لوگ حضرت عیسیٰ کی خدمت میں

وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا اِشْفَعْ لَنَا اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ

حاضر ہونگے اور عرض کرینگے اے حضرت عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول اور اس کے وہ کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم کی طرف

فِيْهِ فَيَقُوْلُ عِيْسٰى اِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ

القا فرمایا۔ اور اس کی جانب سے روح ہیں آپ نے بچپنے کی حالت میں گہوارے میں کلام فرمایا۔ ہماری شفاعت کریں۔

قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا نَفْسِيْ

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں۔ یہ سن کر حضرت عیسیٰ فرمائیں گے۔ بیشک میرے رب نے آج ایسا غضب

نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

فرمایا ہے کہ اسکے پہلے نہ ایسا غضب فرمایا تھا اور نہ آئندہ کبھی فرمائے گا اور انھوں نے کسی لغزش کو ذکر

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَاْتُوْنَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

نہیں فرمایا۔ مجھے اپنی پڑی ہے۔ مجھے اپنی پڑی ہے۔ مجھے اپنی پڑی ہے۔ تم لوگ کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت

فَیَقُوْلُوْنَ یَا مُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَقَدْ

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو۔ اب سب لوگ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّكَ

ہونگے اور عرض کریں گے۔ اے محمد! حضور اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ نے حضور کو پہلے بھی اور بعد

اَلَا تَرٰی اِلٰی مَا نَحْنُ فِیْهِ فَانْطَلِقُ فَاٰتِیْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَاَقَعُ

میں بھی ہر گناہ سے محفوظ رکھا ہے۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا حضور ملاحظہ نہیں فرما رہے ہیں کہ

سَاجِدًا لِرَبِّیْ ثُمَّ یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَیَّ مِنْ مَحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ

ہم کس حال میں ہیں۔ تو میں چلوں گا اور عرش کے نیچے حاضر ہوں گا اور اپنے رب کے سجدے میں پیشانی رکھ

عَلَیْهِ شَیْئًا لَمْ یَفْتَحْهُ عَلٰی اَحَدٍ قَبْلِیْ ثُمَّ یُقَالُ یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ

دوں گا۔ پھر اللہ عزوجل اپنی حمد اور عمدہ ثنا کی ایسی تلقین فرمائے گا کہ میرے پہلے کسی کو نہ فرمائی۔

رَاْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَرْفَعُ رَاْسِیْ فَاَقُوْلُ

اس کے بعد مجھ سے کہا جائے گا۔ اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ۔ اور سوال کرو تم کو دیا جائے گا۔ اور شفاعت کرو

اُمَّتِیْ یَا رَبِّ اُمَّتِیْ یَا رَبِّ اُمَّتِیْ یَا رَبِّ فَیُقَالُ یَا مُحَمَّدُ

تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ اب میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا میری

اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَیْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْاَیْمَنِ

امت اے میرے رب میری امت اے میرے رب میری امت اے میرے رب تو فرمایا جائے گا۔

مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِیْمَا سِوٰی ذٰلِكَ مِنَ

اے محمد! اپنی امت کے ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں جنت کے داہنے دروازے سے داخل کرو۔

الْاَبْوَابِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنَّ مَا بَیْنَ الْمِصْرَاعَیْنِ

بقیہ دروازوں میں یہ لوگ سب لوگوں کے شریک ہیں۔ پھر فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے

مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَحِمْيَرَ أَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَى ۔ع

قبضے میں میری جان ہے۔ اس کے دروازوں کے دونوں بازوؤں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور حمیر میں یا جتنا مکہ اور بصریٰ میں۔

۱۷۷۸

**تشریحات** **انا سید الناس**۔ اس حدیث میں یوم القیامۃ بیان واقع کے لئے ہے ورنہ قیامت کے دن کی تخصیص نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً دنیا و آخرت میں سید الناس ہیں۔ ناس بھی اپنے عموم پر ہے۔ خواہ یہ اگلے ہوں یا پچھلے انبیاء ہوں یا عوام۔

**تدنو منہم الشمس**۔ دوسری احادیث میں تصریح ہے کہ آج سورج کی بیٹھ زمین کی طرف ہے قیامت کے دن اس کا منہ زمین کی طرف ہوگا اور فاصلہ بقدر میل ہوگا۔ راوئ حدیث کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ اس میل سے مراد میل مسافت ہے یا سرمے کی سلائی آج سورج زمین سے نو کروڑ تیس لاکھ میل کی دوری پر ہے قیامت کے دن کیا حال ہوگا الاماں، الحفیظ۔ لوگوں کے جسم سے پسینہ نکلے گا ستر گز زمین میں جذب ہو جائے گا اس کے بعد زمین پر رہے گا۔ کسی کے ٹخنوں تک ہوگا کسی کے گھٹنوں تک کسی کے کمر تک، کسی کے سینے تک، کسی کے گلے تک اور کافر کے منہ تک چڑھ کر مثل لگام کے جکڑے گا جس میں وہ ڈوبکیاں کھائے گا اسی کو حدیث نے بیان فرمایا لوگ غم اور تکلیف میں اس حد کو پہنچ جائیں گے کہ ان کی طاقت و تحمل سے باہر ہوگا۔ اس حدیث میں چند انبیائے کرام کا ذکر ہے۔ حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا لیکن انھیں کی تخصیص نہیں سارے انبیائے کرام کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے، اور تمام حضرات معذرت فرمائیں گے اور معذرت میں اپنی لغزشات کا ذکر فرمائیں گے، پھر اخیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جاؤ۔

**نفسی نفسی**۔ پہلا نفسی مبتدا، دوسرا نفسی اس کی خبر مراد یہ ہے کہ ھی التی تستحق ان تشفع لھا یعنی میں خود اس کا مستحق ہوں کہ میرے لئے شفاعت کی جائے اس لئے کہ جب مبتدا خبر متحد ہوتے ہیں تو اس کے بعض لوازم مراد ہوتے ہیں۔ یا نفسی مبتدا ہے اس کی خبر محذوف ہے۔ کتاب التفسیر میں نفسی نفسی تین بار ہے۔

**انت اوّلُ الرسل**۔ اس پر اشکال یہ ہے کہ سب سے پہلے رسول حضرت آدم علیہ السلام ہیں اس لئے کہ وہ صاحب شریعت بھی تھے۔ ان پر صحیفہ بھی نازل ہوا اور وہ تبلیغ احکام کے مامور بھی تھے۔ اس کی توجیہ میں شراح نے فرمایا کہ زمین کی آبادی کے بعد جو سب سے پہلے رسول مبعوث ہوئے وہ حضرت نوح علیہ السلام تھے۔

---

عہ ثانی تفسیر باب قولہ ذریۃ من حملنا مع نوح ص ۶۸۴۔ اول۔ الانبیاء باب قول اللہ عزوجل ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ ص ۴۷۔ الانبیاء باب یزفون النسلان ص ۴۷۔

**فَیَاْتُوْنَ** ۔ امام غزالی نے فرمایا کہ حضرت آدم کی بارگاہ میں حاضری سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری تک ہزار سال کی مدت ہوگی اسی طرح ہر نبی کے مابین ہزار سال کی مدت ہوگی۔ اس پر اشکال یہ ہے کہ قیامت کا ایک دن ہوگا جو ہزار سال کا ہوگا۔ اس کی توجیہ یہ ہوسکتی ہے۔ کہ مخلوقات کا حساب ایک دن میں ہوگا رہ گیا انبیائے کرام کی بارگاہ میں حاضری یہ حساب وکتاب شروع ہونے سے پہلے ہوگی۔

**فَاْتِیْ تَحْتَ الْعَرْشِ** ۔ یہ منصب شفاعت کبریٰ کا ہے اسی کو دوسری حدیث میں فرمایا اَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّاَوَّلُ مُشَفَّعٍ میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلا وہ ہوں جس کی شفاعت قبول کی جائے گی اس کے بعد تمام انبیائے کرام کو شفاعت کا اذن ملے گا پھر علمائے کرام اور دوسرے محبوبان بارگاہ اور کعبہ مقدسہ کو بھی شفاعت کا اذن ملے گا۔

قیامت کے دن رسل کرام منبروں پر ہوں گے اور علمائے عاملین کرسیوں پر۔ یہ اہل محشر کے رؤسا ہیں۔

۱۷۷۹ **حدیث** عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَاَ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ مِثْلَ قِرَاءَۃِ الْعَامَّۃِ ؏

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عام قرارت کے مثل فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ پڑھا۔

**تشریحات** ۱۷۷۹ مدکر کو بعض سلف مذکر ذال سے پڑھتے تھے قتادہ سے یہ قرارت منقول ہے یہ شاذہ ہے۔ قرارت سبعہ متواترہ مُدَّکِر ہے دال کے ساتھ اس کی اصل مذتکر تھی تا کو دال سے بدلا پھر ذال کو دال سے بدل کر ادغام کر دیا مُدَّکِر ہوگیا۔ یہ آیۃ کریمہ سورہ قمر میں متعدد جگہ آئی ہے، پہلی اور دوسری جگہ حضرت نوح علیہ السلام کے قصے سے متعلق ہے کہ وہ کشتی ہمارے روبرو بہتی کافروں کی سزا کے لئے تیسری جگہ قوم عاد کے بارے میں ہے کہ آندھی نے ان کو مار کر ایسا ڈھا دیا تھا گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے ٹنڈ ہیں۔ چوتھی جگہ قوم ثمود کے بارے میں ہے کہ روح امین کی چیخ نے ان کو اس طرح مردہ ڈال دیا تھا جیسے گھر بنانے والوں کی سوکھی ہوئی گھاس۔ پانچویں جگہ قوم لوط کے بارے میں ہے کہ صبح سویرے ان پر عذاب آیا اور ان کی بستی پلٹ دی گئی۔

**بَابٌ وَاِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِہٖ اَلَا تَتَّقُوْنَ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ اَللّٰہَ رَبَّکُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِکُمُ الْاَوَّلِیْنَ فَکَذَّبُوْہُ فَاِنَّھُمْ لَمُحْضَرُوْنَ اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الْمُخْلَصِیْنَ وَتَرَکْنَا عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرِیْنَ سَلٰمٌ عَلٰی اِلْ یَاسِیْنَ** ۔ اور بیشک الیاس رسولوں میں سے ہیں جبکہ اپنی قوم سے فرمایا کیوں نہیں اللہ سے ڈرتے ہو اور ہم نے ان کا ذکر پچھلوں میں باقی رکھا۔

---

عہ الانبیاء باب:۔ قول اللہ عزوجل والی عاد اخاھم ھودا ص۴۷۲۔ باب۔ قولہ فلما جاء آل لوط المرسلون ص۴۷۵ ثانی تفسیر سورہ قمر باب:۔ قولہ تجری باعیننا۔ باب ولقد یسرنا القرآن۔ باب قولہ اعجاز نخل منقعر۔ باب:۔ فکانوا کھشیم المحتظر۔ باب۔ قولہ ولقد صبحھم بکرۃ باب وقولہ ولقد اھلکنا اشیاعکم ص۷۴۲۔ مسلم، صلوۃ، ترمذی، قرارت۔ نسائی تفسیر

۵۸۳ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یُذْکَرُ مُحَمَّدٌ بِسَلَامٍ عَلٰی

ف ابن عباس نے فرمایا۔ یعنی ان کا تذکرہ بھلائی کے ساتھ کیا جائے گا۔ آل یاسین پر سلام ہو

آلِ یَاسِیْنَ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ۔

اور ہم نیکی کرنے والوں کو یوں ہی بدلہ دیتے ہیں بیشک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے ہے۔

۵۸۴ وَیُذْکَرُ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اِلْیَاسَ ھُوَ اِدْرِیْسُ۔

ف ابن عباس و ابن مسعود سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ الیاس ادریس ہی ہیں۔

**تشریحات ۸۳-۸۴** حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ حضرت ادریس ہی کا نام الیاس ہے جیسے حضرت یعقوب کا نام اسرائیل ہے اور یہی ابن عباس کا بھی ایک قول ہے، عبداللہ ابن مسعود کی تعلیق کو عبد بن حمید نے اور ابن عباس کی تعلیق کو ابن جریر طبری نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ عکرمہ نے کہا کہ مصحف عبداللہ بن مسعود میں انَّ الیاس کے بجائے اِنَّ اِدْرِیْسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ہے۔ لیکن عام مشہور قول یہ ہے کہ حضرت الیاس انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ حضرت یسع علیہ السلام کے چچا ہیں۔ وہب ابن منبہہ اور دوسروں نے فرمایا کہ حزقیل علیہ السلام کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو بنی اسرائیل میں مبعوث فرمایا۔ حضرت الیاس زندہ آسمان میں اٹھا لئے گئے اور فرشتوں کے ساتھ رہتے ہیں یہ بعلبک میں مبعوث ہوئے تھے۔ یہاں کے باشندے بعل نامی بت کی پرستش کرتے تھے۔ یہ سونے کا بت تھا بیس ہاتھ کا لمبا تھا اس کے چار منہ تھے اور اس کے چار سو پجاری، ابلیس اس کے پیٹ میں گھس کر بولتا تھا جسے پجاری عوام میں پھیلاتے تھے۔

**آل یاسین** ۔ ابن عامر اور نافع اور یعقوب نے آل یاسین پڑھا اور باقی نے اِلْیَاسِیْنَ پڑھا۔ پہلے قاریوں نے یاسین سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مراد لی یعنی آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ مگر یہ آیت کے سیاق سے بعید معلوم ہوتا ہے بلکہ ظاہر لفظ کے اعتبار سے غلط بھی، صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت الیاس ہیں۔ الیاس میں ایک لغت آل یاسین بھی ہے، جیسے اسماعیل میں اسماعین اور میکائیل میں میکائین۔ زمخشری نے کہا کہ الیاس ہی میں ایک لغت ال یاسین ہے، جیسے ادریس میں ادریسین و ادراسین۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام یاس تھا اس پر الف لام داخل ہوا۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے جد ہیں حضرت شیث اور حضرت نوح کے درمیان ہوئے ہیں۔ اس پر یہ اشکال ہے کہ شب معراج جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ادریس پر گذرے تو انھوں نے عرض کیا مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح۔ اگر یہ حضرت نوح کے اجداد میں سے ہوتے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھی جد ہوتے، اور انھیں بجائے بالاخ الصالح کے بالابن الصالح کہنا چاہئے تھا جیسا

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا، لیکن یہ احتمال ہے کہ حضرت ادریس نے تواضع اور تلطف کے لئے اخ فرمایا ہو، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نسب نامہ میں امام مغازی محمد بن اسحٰق نے حضرت نوح کے اوپر جو ذکر کیا ہے وہ یہ ہے۔ نوح بن لمک بن متوہ شلخ بن خنوخ انھیں کا نام ادریس ہے۔

**بَابُ** قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا وَقَوْلِهٖ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ اِلٰى قَوْلِهٖ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ص۴۷۱

اللہ عزوجل کے ان ارشادات کا بیان۔ اور عاد کی طرف ان کے ہم قبیلہ ہود کو بھیجا۔ اور یاد کرو جب ہود نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا (لغایت) ایسے ہی ہم مجرموں کو بدلہ دیتے ہیں۔

**توضیح باب** قوم عاد احقاف میں رہتی تھی۔ یہ یمن کے علاقہ میں حضرموت کے قریب ایک بستی تھی یہی قول زیادہ مشہور ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ بستی شام میں تھی۔ عاد اس قبیلے کا جد اعلیٰ ہے یہ چاند کو پوجتا تھا۔ ایک ہزار سال اس کی عمر ہوئی اس نے ہزار عورتوں سے شادی کی اس نے اپنی صلب سے چار ہزار اولاد کو دیکھا حضرت نوح علیہ السلام کے بعد یہ پہلا شخص ہے جو بادشاہ ہوا۔ اسی کا بیٹا شداد ہے جس نے باغ ارم بنوایا تھا بعد میں اس کی نسل بہت پھیلی جو بڑے شوکت و قوت والے ہوئے بت پرستی اور دوسری خرابیاں ان میں پیدا ہوئیں۔ ان کی ہدایت کے لئے حضرت ہود علیہ السلام کو ان میں مبعوث فرمایا گیا، قوم عاد نے ان کی تکذیب کی، سزا میں ان پر آندھی کا عذاب آیا، یہ آندھی ان پر ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کی صبح سے چلنا شروع ہوئی اور مسلسل آٹھ دن اور سات راتیں چلتی رہی جس کے اثر سے ان کے پھیپھڑے پھٹ گئے اور خون پھینک پھینک کر یہ سب مر گئے میدانوں میں یوں مرے پڑے رہے جیسے اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے۔

**بَابُ** قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ شَدِيْدَةٍ عَاتِيَةٍ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَتَتْ عَلَى الْخُزَّانِ سُخِّرَ لَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا مُتَتَابِعَةً فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ اُصُوْلُهَا فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ۔ ص۴۷۱

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ لیکن عاد تو انھیں ہلاک کیا گیا نہایت سخت گرجتی آندھی سے ابن عیینہ نے کہا عتت یعنی مؤکلین کے قبضہ سے باہر ہوگئی وہ ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلتی رہی۔ حسوما کے معنی مسلسل، برابر تم انھیں دیکھو پچھڑے ہوئے گویا وہ کھجور کے اکھڑے ہوئے تنے ہیں۔ تو کیا تم ان میں کسی کو بچا ہوا دیکھتے ہو۔

۱۷۸۰ عَنْ اَبِيْ نُعْمٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ بَعَثَ عَلِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

**حدیث** حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذُهَيْبَةٍ فَقَسَمَهَا بَيْنَ اَرْبَعَةِ الْاَقْرَعِ بْنِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ تھوڑا سا سونا بھیجا، جسے حضور نے چار شخصوں

حَابِسٍ الْحَنْظَلِيُّ ثُمَّ الْمُجَاشِعِيُّ وَعُيَيْنَةُ ابْنُ بَدْرٍ الْفَزَارِيُّ وَزَيْدٍ

کے درمیان تقسیم کر دیا اقرع بن حابس حنظلی پھر مجاشعی اور عیینہ بن بدر فزاری اور زید طائی

الطَّائِيُّ ثُمَّ اَحَدُ بَنِي نَبْهَانَ وَعَلْقَمَةُ بْنُ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيُّ

بنی نبہان کے ایک شخص کو اور علقمہ بن علاثہ عامری پھر بنی کلاب میں سے ایک شخص

ثُمَّ اَحَدُ بَنِي كِلَابٍ فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ وَالْاَنْصَارُ فَقَالُوْا يُعْطِي

کو اس پر قریش اور انصار ناراض ہو گئے انھوں نے کہا نجد کے سرداروں کو

صَنَادِيْدَ اَهْلِ نَجْدٍ وَيَدَعُنَا قَالَ اِنَّمَا اَتَاَلَّفُهُمْ فَاَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ

دیتے ہیں اور ہمیں محروم رکھتے ہیں فرمایا میں ان کی تالیف قلب کے لئے دیتا ہوں اتنے میں

الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ نَاتِئُ الْجَبِيْنِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مَحْلُوْقُ الرَّاْسِ

دھنسی ہوئی آنکھوں والا اور ابھرے ہوئے گال والا ابھری ہوئی پیشانی والا گھنی داڑھی والا

فَقَالَ اتَّقِ اللّٰهَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ مَنْ يُّطِيْعُ اللّٰهَ اِذَا عَصَيْتُ اَيَاْمَنُنِيْ

سر گھٹا ہوا ایک شخص آیا اور کہا اللہ سے ڈر اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس پر حضور نے فرمایا اگر میں

اللّٰهُ عَلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَلَا تَاْمَنُوْنِيْ فَسَاَلَهُ رَجُلٌ قَتْلَهُ اَحْسِبُهُ خَالِدَ

اللہ کی نافرمانی کروں گا تو کون اس کی اطاعت کرے گا اللہ نے مجھے زمین پر امین بنایا تم لوگ مجھے امین

ابْنَ الْوَلِيْدِ فَمَنَعَهُ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ اِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا اَوْ فِيْ عَقِبِ هٰذَا

نہیں مانتے، ایک صاحب نے اس کے قتل کے لئے عرض کیا میں گمان کرتا ہوں کہ یہ خالد بن ولید تھے۔

قَوْمًا يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ

حضور نے انھیں منع کر دیا۔ جب وہ چلا گیا تو حضور نے فرمایا اسکی نسل سے ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی مگر انکے

مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَقْتُلُوْنَ اَهْلَ الْاِسْلَامِ وَيَدَعُوْنَ اَهْلَ

حلقوم (یعنی ٹیٹوا) سے آگے نہیں بڑھے گا دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ کو پار کر کے نکل جاتا ہے

الْاَوْثَانِ لَئِنْ اَنَا اَدْرَكْتُهُمْ لَاَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ ۔

مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ اگر میں انھیں پاؤں تو قوم عاد کی طرح قتل کر دوں۔

عہ ثانی مغازی باب بعث علی ابن ابی طالب الی الیمن ص۶۲۳ تفسیر سورۂ برأت باب المولفة قلوبهم ص۶۷۳ التوحید باب قول الله تعالیٰ۔ تعرج الملئکة والروح الیه ص۱۱۰۵ فضائل القرآن باب من رایا بقراة القرآن ص۷۵۶ الادب باب ماجاء فی قول الرجل ویلك ص۹۱۰ استتابة المرتدین باب قتل الخوارج ص۱۰۲۴ باب من ترك قتال الخوارج ص۱۰۲۴ علامات النبوة

لہ ع ۵۰۹ تو ۔ قراءة الفاجر والمنافق ص۱۱۲۸

**تشریحات** ۱۷۸۰

بنی سنبہان، زید طائی کی اور احد بن کلاب علقمہ ابن ثلاثہ کی صفت ہے۔ مغازی میں محلوق الرأس کے بعد مسلم الازار بھی ہے۔ یعنی تہبند سمیٹے ہوئے۔ نیز اخیر میں یہ بھی زائد ہے کہ جب خالد ابن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے قتل کی اجازت طلب کی تو فرمایا۔ نہیں وہ نماز پڑھتا ہے اس پر خالد ابن ولید نے عرض کیا کہ بہت سے نماز پڑھنے والے اپنی زبان سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لوگوں کے دل کو چیر کر دیکھنے اور پیٹ پھاڑ کر دیکھنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ اور اخیر میں لَاَقْتُلَنَّ قَتْلَ ثَمُوْدَ ہے۔ علامات النبوۃ میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ذوالخویصرہ آیا اور یہ بنی تمیم کا ایک شخص تھا حضرت ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ یہ منافق تھا لیکن تعجب ہے آج کل دیوبندیوں پر کہ وہ اسے صحابی مانتے ہیں۔ اسی میں اخیر میں ہے۔

يُنْظَرُ اِلٰى نَصْلِهٖ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰى رِصَافِهٖ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰى نَضِيِّهٖ وَهُوَ قِدْحُهٗ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰى قُذَذِهٖ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ آيَتُهُمْ رَجُلٌ اَسْوَدُ اِحْدٰى عَضُدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْاَةِ اَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ وَيَخْرُجُوْنَ عَلٰى حِيْنِ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فَاَشْهَدُ اِنِّيْ سَمِعْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَشْهَدُ اِنَّ عَلِيَّ ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ قَاتَلَهُمْ وَاَنَا مَعَهٗ فَاَمَرَ بِذٰلِكَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ فَاُتِيَ بِهٖ حَتّٰى نَظَرْتُ اِلَيْهِ عَلٰى نَعْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ نَعَتَهٗ۔

دیکھا جائے گا اس کے پھل کی جانب تو نہیں پایا جائے گا اس میں کچھ پھر دیکھا جائے گا اسکی بندش کی جانب تو اس میں کچھ نہیں پایا جائے گا۔ پھر دیکھا جائے گا اسکی لکڑی کی جانب تو اس میں کچھ نہیں پایا جائے گا۔ پھر دیکھا جائے گا اس کی پر کی جانب تو اس میں کچھ نہیں پایا جائے گا۔ حالانکہ وہ لید اور خون سے گذر رہا ہے۔ ان کی نشانی ایک کالا آدمی ہے۔ جس کا ایک بازو عورت کے پستان یا گوشت کے لوتھڑے کے مثل ہے۔ جو ہلتا رہے گا جب لوگوں میں اختلاف پیدا ہوگا تو ان کا خروج ہوگا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ بیشک علی بن ابی طالب نے ان سے جنگ کی۔ اور میں بھی ان کے ساتھ تھا انھوں نے اس شخص کے تلاش کرنے کا حکم دیا وہ جب لایا گیا تو اس کے اندر وہ تمام نشانیاں میں نے خود دیکھیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھیں۔

فضائل القرآن میں ہے کہ تم ان کو جہاں کہیں پاؤ تو قتل کرو۔ اس لئے کہ ان کا قتل کرنا قیامت کے دن قاتل کے لئے اجر ہوگا۔

**بَابُ قِصَّةِ يَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اِنَّ يَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ**

یاجوج ماجوج کے قصے کا بیان اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس قول کا بیان بیشک یاجوج ماجوج زمین میں فساد مچانے والی قوم ہے

## بَابُ وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ اِلٰى قَوْلِهٖ سَبَبًا طَرِيْقًا اِلٰى قَوْلِهٖ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ وَاحِدُهَا زُبْرَةٌ وَهِيَ الْقِطَعُ

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور تم سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں سبب کے معنی راستہ۔ میرے پاس لوہے کی تختیاں لاؤ زبر جمع ہے اس کا واحد زبرۃ ہے جس کے معنی ٹکڑوں کے ہیں۔

۱۷۸۱ حدیث ۵۵ حَتّٰى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ يُقَالُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

یہاں تک کہ جب دونوں پہاڑوں کو برابر کر لیا۔ ابن عباس سے روایت کرتے ہوئے

اَلْجَبَلَيْنِ السَّدَّيْنِ الْجَبَلَيْنِ۔

کہا جاتا ہے کہ صدفین سے مراد پہاڑ ہیں اور سدین دو پہاڑ ہیں

۱۷۸۱ تشریحات صدف میں چار لغت ہے۔ صاد اور دال دونوں کو ضمہ، دونوں کو فتحہ، صاد کو ضمہ اور دال کو سکون۔ یا دال کو فتحہ۔ خَرَجًا، اَجْرًا، خَرْجًا کے معنی مزدوری کے ہیں۔

قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِيْ اُفْرِغْ عَلَيْهِ

ذوالقرنین نے کہا کہ اس کو پھونکو۔ یہاں تک کہ جب اس کو آگ بنا دیا

قِطْرًا اُصُبُّ عَلَيْهِ قِطْرًا اِفْرَاغًا صَاصًا وَيُقَالُ الْحَدِيْدُ وَيُقَالُ الصُّفْرُ

فرمایا لاؤ میں اس پر گلا ہوا تانبا انڈیل دوں۔ قطر کا معنی سیسہ ہے اور کہا گیا ہے کہ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ النُّحَاسُ۔ فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا يَعْلُوْهُ

لوہا ہے اور کہا گیا ہے کہ پیتل ہے۔ اور ابن عباس نے کہا نحاس یعنی تانبا ہے۔

اِسْتَطَاعَ اِسْتَفْعَلَ مِنْ طُعْتُ لَهٗ فَلِذٰلِكَ فُتِحَ اَسْطَاعَ يَسْطِيْعُ

تو اس پر وہ چڑھ نہ سکے۔ استطاع، طاع یطیع سے باب استفعال کا صیغہ ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمُ اسْتَطَاعَ يَسْتَطِيْعُ

اور بعض کی قرارت استطاع یستطیع ہے۔

بتانا یہ چاہتے ہیں کہ فما سطاعوا باب استفعال کا فعل ماضی ہے۔ تا استفعال کو تخفیف کے لئے حذف کر دیا اس کی حرکت ہمزہ کو دے دی اب ہو گیا اِسْطَاعَ يَسْطِيْعُ۔

وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ فَاِذَا جَاءَ وَعْدُ

تو اس میں سوراخ نہیں کر سکے فرمایا کہ یہ میرے رب کی رحمت ہے پھر جب میرے

رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا

رب کا وعدہ آئے گا تو اسے پاش پاش کر دے گا۔ زمین سے چپکا دے گا۔ ناقۃ دکاء وہ

مِنَ الْاَرْضِ مِثْلُهٗ حَتّٰی صُلْبٍ مِّنَ الْاَرْضِ وَتَلْبَدَ۔ وَكَانَ

اونٹنی جس کا کوہان نہ ہو۔ والدکداک۔ برابر زمین یہاں تک کہ سخت ہو جائے اور چپٹی ہو جائے، اور میرے

وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ یَوْمَئِذٍ یَّمُوْجُ فِیْ بَعْضٍ حَتّٰی

رب کا وعدہ حق ہے۔ اور اس دن ہم انھیں چھوڑ دیں گے کہ ان کا ایک گروہ دوسرے پر ریلا آوے گا

اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ۔

یہاں تک کہ جب کھولے جائیں گے یاجوج اور ماجوج اور وہ ہر بلندی سے ڈھلکتے ہوں گے۔

قَالَ قَتَادَةُ حَدَبٌ اَكَمَةٌ۔ قتادہ نے کہا حدب کے معنی ٹیلہ ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ السُّدَّ مِثْلَ

ایک صاحب نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا میں نے سد سکندری کو دیکھا ہے

الْبُرْدِ الْمُحَبَّرِ قَالَ رَاَیْتَهٗ

دھاری دار چادر کے مثل۔ فرمایا تو نے دیکھا ہے۔

**یاجوج وماجوج**۔ یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے فسادی گروہ ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے ایک حدیث میں ہے۔ یاجوج ایک قوم ہے اور ماجوج دوسری قوم ان میں کوئی نہیں مرتا جب تک کہ اپنی صلب سے ہزار مرد نہ دیکھ لے اور ہتھیار نہ اٹھانے لگے۔

یہ لوگ زمین میں فساد کرتے تھے ربیع کے زمانے میں نکلتے تھے تو کھیتیاں اور سبزے سب کھا جاتے تھے کچھ نہ چھوڑتے تھے۔ اور خشک چیزیں لاد کر لے جاتے تھے آدمیوں کو کھا لیتے تھے۔ درندوں اور وحشی جانوروں سانپوں اور بچھوؤں تک کھا جاتے تھے۔ حضرت ذوالقرنین سے لوگوں نے شکایت کی کہ آپ کوئی ایسا انتظام کر دیں تاکہ وہ ہم تک نہ پہنچ سکیں اور ہم ان کے شر اور ایذا سے محفوظ رہیں۔

**ذوالقرنین**۔ ذوالقرنین دو ہیں۔ دونوں کا نام اسکندر یا سکندر ہے ایک اسکندر یونانی جس کا وزیر ارسطاطالیس تھا یہ مشرک تھا۔ دوسرا اسکندر مؤمن جن کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے۔ ان کا نام عبداللہ بن ضحاک بن معد تھا۔ یہ عبد صالح تھے۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے ان کو نبی بھی کہا ہے۔ ان کے وزیر خضر تھے انھوں نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا زمانہ پایا ہے۔ ان سے ملاقات بھی کی ہے۔

بلکہ ارزقی نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کعبہ کا طواف بھی کیا ہے۔ یہ اسکندر رومی سے پہلے گذرے ہیں۔ انھوں نے ہی سد سکندری بنوائی تھی جس کی پوری تفصیل سورۂ کہف میں مذکور ہے۔

**اشکال وجواب**۔ آج کل آمدورفت اور سیاحت کی جو آسانیاں ہیں وہ سب کو معلوم ہیں خصوصاً ہوائی جہاز، کہ اس کے ذریعہ فضا میں اُڑ کر زمین کے چپہ چپہ کو دیکھا جاسکتا ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ زمین کے کسی حصہ میں نہ تو سد سکندری ملی، اور نہ ہی یاجوج ماجوج ملے۔ لیکن قرآن مجید میں جب ان دونوں باتوں کا تذکرہ ہے تو ان دونوں کا وجود یقینی اور شبہ سے بالاتر ہے۔ اس سلسلے میں لوگوں نے بے جا تاویلات کرنے کی بھی کوشش کی ہیں وہ بھی اس حد تک کہ قرآن کی تحریف تک مفضی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بہت سے بڑے بڑے مشہور شہر زمینوں میں دفن ہوگئے۔ مثلاً کوتم بدھ کا شہر کپل وستو جو اپنے عہد میں دارالسلطنت تھا۔ شہرت گڈھ کے پاس "تولیہوا" کے علاقہ میں کھدائی ہوئی تو محلات تک زمین کے نیچے ملے اس قسم کے بہت سے شہر کے نشانات زمین کی کھدائی کے بعد ملے ہیں اسی طرح ہوسکتا ہے کہ سد سکندری اور یاجوج ماجوج کا علاقہ پٹ گیا ہو اس کے اوپر جنگل اُگ آئے ہوں جو ہمیں نظر نہیں آتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۱۷۸۲ **حدیث** اِنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ اَبِيْ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے

بِنْتِ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس گھبرائے ہوئے تشریف لائے یہ فرماتے ہوئے

عَنْهُنَّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا

لا الٰہ الا اللہ عرب کے لئے خرابی ہے اس شر سے جو قریب آگیا ہے آج یاجوج ماجوج

يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ

کے بند سے اتنا کھل گیا اور حضور نے اپنی دو انگلیوں انگوٹھے اور اس کے متصل

الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهٖ وَحَلَّقَ بِاِصْبَعَيْهِ

والی کا حلقہ بنایا۔ اس پر زینب بنت جحش نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

الْاِبْهَامِ وَالَّتِيْ تَلِيْهَا فَقَالَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ

کیا ہم لوگ ہلاک ہوں گے، اور ہم میں صالحین موجود ہیں فرمایا ہاں!

اللّٰہِ أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ قَالَ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ ۚ عہ

جب برائی زیادہ ہو جائے گی۔

**تشریحات ۱۷۸۲** کتاب الفتن میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے اور حضور کا چہرۂ اقدس سرخ تھا۔ اخیر میں ہے کہ راوی حدیث سفیان بن عیینہ نے نوے یا سو کی گرہ لگائی۔

**حدیث ۱۷۸۳** حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُتِحَ اللّٰهُ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلَ هٰذَا وَعَقَدَ بِيَدِهِ تِسْعِينَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا یاجوج و ماجوج کے بند سے اتنا کھول دیا گیا اور حضور نے نوے کی گرہ لگائی۔

**تشریحات ۱۷۸۳** ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ یاجوج ماجوج روزانہ بند کی دیوار کو کھودتے ہیں جب آر پار ہونے کو تھوڑا رہ جاتا ہے تو کہتے ہیں کل اس کو ہم پورا کرلیں گے مگر جب دوسرے دن جاتے ہیں تو دیوار برابر ملتی ہے۔ پھر شام تک کھودتے رہتے ہیں جب تھوڑا سا رہ جاتا ہے تو یہ کہہ کر چھوڑ دیتے ہیں کہ کل آکر اس کو آر پار کرلیں گے مگر جب دوسرے دن صبح کو پہنچتے ہیں تو پھر دیوار برابر ملتی ہے۔ امام مقاتل نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا کہ یہی چکر چلتا رہے گا۔ یہاں تک کہ ان میں ایک مسلمان پیدا ہوگا۔ اس کے ساتھ جب دیوار کھودنے جائیں گے تو وہ کہے گا بسم اللہ پڑھ کر کھودو۔ وہ کھودتے جائیں گے یہاں تک کہ انڈے کے چھلکے کے برابر دیوار رہ جائے گی اور سورج کی چمک نظر آوے گی۔ اب مسلمان کہے گا کہو بسم اللہ کل انشاء اللہ لوٹیں گے اور اسے کھودلیں گے۔ اب جب کہ دوسرے دن جائیں گے تو جتنا کھود چکے تھے اتنا کھدا ہوا پائیں گے پھر تھوڑی دیر میں نقب آر پار کرلیں گے۔ اور اس کے بعد اس میں سے نکلیں گے۔

**وَعَقَدَ تِسْعِينَ۔** حدیث کا سیاق یہ بتا رہا ہے کہ یہ گرہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

---

عہ مناقب باب علامات النبوت ص۵۰۸ ثانی۔ فتن باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویل للعرب ص۱۰۴۶ باب یاجوج ماجوج ص۱۰۵۶

لگائی تھی۔ لیکن مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ سفیان نے دس کی گرہ لگائی، بخاری کتاب الفتن کی روایت اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ وہیب نے نوے کی گرہ لگائی۔ اور حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش کی روایت میں ہے کہ انگوٹھے اور سبابہ کا حلقہ باندھا۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف حلقہ باندھا تھا۔ حدیث کے راویوں نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اس کی تعبیر کی۔ دس کی گرہ میں کلمہ کی انگلی کا سرا انگوٹھے کے پہلے پور کے نشان پر رکھا جاتا ہے اور نوے میں کلمہ کی انگلی کا سرا انگوٹھے کی جڑ میں لگایا جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی موڑ لیا جائے تو سو کا عدد بن جائے گا۔

۱۷۸۴ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَقُوْلُ

روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا۔ اے آدم! وہ عرض کریں گے

اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی یَا اٰدَمُ فَیَقُوْلُ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ

میں حاضر ہوا۔ اور ہر چیز تیرے دستِ قدرت میں ہے فرمائے گا جنھیں جہنم

فِیْ یَدَیْکَ فَیَقُوْلُ اَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ قَالَ وَمَا بَعْثُ النَّارِ

میں بھیجا جائے گا انھیں نکالو حضرت آدم عرض کریں گے کتنے جہنم میں بھیجے جائیں گے

قَالَ مِنْ کُلِّ اَلْفٍ تِسْعُ مِائَۃٍ وَتِسْعَۃً وَّتِسْعِیْنَ فَعِنْدَہٗ یَشِیْبُ

فرمائے گا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ اس وقت بچہ بوڑھا ہو جائے گا، اور ہر حمل والی کا حمل

الصَّغِیْرُ وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَھَا وَتَرَی النَّاسَ سُکَارٰی

گر جائے گا اور تم دیکھو گے لوگوں کو نشہ میں، حالاں کہ وہ نشے

وَمَا ھُمْ بِسُکَارٰی وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیْدٌ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ

میں نہیں، ہاں اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ!

اللّٰہِ وَاَیُّنَا ذَاکَ الْوَاحِدُ قَالَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ مِنْکُمْ رَجُلًا وَّمِنْ

ہم میں سے یہ کون ہے؟ فرمایا تمہیں بشارت ہو تم سے ایک ہوگا، اور یاجوج

يَاجُوْجُ وَمَاجُوْجُ اَلْفًا ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا اَرْجُوْا اَنْ
ماجوج میں سے ہزار، پھر فرمایا اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری
تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ
جان ہے میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ جنتیوں کے چوتھائی ہوگے۔ اس پر ہم نے تکبیر پڑھی
الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا
پھر فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ جنتیوں کے تہائی ہوگے پھر ہم نے تکبیر پڑھی پھر فرمایا میں امید
قَالَ مَا اَنْتُمْ فِی النَّاسِ اِلَّا كَالشَّعَرَةِ السَّوْدَاءِ فِیْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَبْيَضَ
کرتا ہوں کہ تم لوگ جنتیوں کے آدھے ہوگے پھر ہم نے تکبیر پڑھی۔ فرمایا تم لوگ، لوگوں میں ایسے ہی ہو
اَوْ كَشَعَرَةٍ بَيْضَاءَ فِیْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَسْوَدَ ؏ہ
جیسے کالا بال سفید بال کی کھال میں یا جیسے سفید بال کالے بیل کی کھال میں۔

**تشریحات** ۱۷۸۴ تفسیر میں یہ زائد ہے کہ یہ سننے کے بعد ہزار میں ایک جنتی ہوگا اور نو سو ننانوے دوزخی ہوں گے یہ لوگوں پر بہت شاق گذرا یہاں تک کہ لوگوں کے چہرے بدل گئے۔ مقامات التنزیل میں ابوالعباس نے حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں امید کرتا ہوں کہ تم جنتیوں کے آدھے ہوگے، پھر فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ جنتیوں میں سب سے زیادہ ہوگے۔

**وما انتم فی الناس۔** فی الناس میں دو احتمال ہے۔ عموم یعنی اس امت کے علاوہ بقیہ اور لوگوں کی بہ نسبت خواہ وہ کافر ہوں یا اگلی امتوں کے مسلمان یا زمانہ فترت کے موحد اور اس کا بھی احتمال ہے کہ ناس سے مراد صرف کفار ہوں۔ دونوں تقدیر پر یہاں یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ ہزار میں ایک جنتی ہوگا۔ اور نو سو ننانوے دوزخی تو بیل والی تمثیل درست نہیں ہوتی۔

**اقول وھو المستعان۔** یہ تمثیل تعداد متعین بتانے کے لئے نہیں بلکہ کثرت وقلت بتانے کے لئے ہے۔ مقصود یہ ہے کہ جنتی بہ نسبت جہنمیوں کے بہت قلیل ہوں گے۔ اور ایک ہزار اور نو سو ننانوے کے تناسب کی توجیہہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادی کہ وہ یاجوج ماجوج کے اعتبار سے ہے۔ دوسرے کفار کے اعتبار سے نہیں جب کہ انسانوں میں کافروں کی تعداد بہ نسبت مسلمانوں کے بہت زیادہ ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

---

ع۴ ثانی تفسیر سورہ حج باب وتری الناس سکاری ص۶۹۳ الرقاق باب ان زلزلۃ الساعۃ شیئ عظیم ص۹۶۶-۹۶۷ توحید باب قولہ تعالیٰ باب لا تنفع الشفاعۃ ص۱۱۱۵

## بَابُ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا وَقَوْلُهٗ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ وَقَوْلُهٗ جَلَّ ذِكْرُهٗ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ وَقَالَ اَبُوْمَيْسَرَةَ اَلرَّحِيْمُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ۔ ص ۴۷۳

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور اللہ نے ابراہیم کو خلیل بنایا اور اس ارشاد کا بیان کہ بے شک ابراہیم امام اور اللہ کے تابع فرمان تھے۔ اور اللہ کے اس ارشاد کا بیان بے شک ابراہیم اللہ کی طرف رجوع کرنے والے مرد بردبار تھے ابومیسرہ نے کہا کہ اوّاہ کے معنی مہربان کے ہیں حبشی زبان میں۔

**توضیح باب** ابراہیم سریانی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی اب رحیم کے ہیں یعنی مہربان باپ خلیل کے معنی سچی قلبی محبت کرنے والے کے ہیں یہ خلۃ سے فعیل کے وزن پر ہے خُلۃ کے معنی وہ محبت جو دل کی گہرائیوں میں ہو۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کا نام تارخ تھا۔ اور آذر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا چچا تھا۔ یہ مشرک تھا اور تارخ مومن اور موحد تھے۔ تفصیل کے لئے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ "شمول الاسلام" کا مطالعہ کریں۔ یا خادم کی کتاب اشرف السیر کا مقدمہ پڑھ لیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خطاب ابوالانبیاء بھی ہے۔ اس لئے کہ آپ کے عہد سے لے کر بعد تک جتنے انبیائے کرام تشریف لائے سب آپ ہی کی نسل سے ہوئے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے حضرت اسمٰعیل جو پہلے فرزند اور بڑے تھے دوسرے حضرت اسحاق جن کا نام اسرائیل ہے زیادہ انبیائے کرام انھیں کی نسل سے ہوئے۔ اور حضرت اسماعیل کی نسل سے صرف ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئے۔

۱۷۸۵ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ اَرَاهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ

ہیں کہ فرمایا تم لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن غیر مختون قیامت کے دن جمع کئے جاؤ گے۔ پھر تلاوت فرمایا

حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَرَأَ كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا

جیسے اسے پہلے بنایا تھا پھر کر دیں گے یہ وعدہ ہے ہمارے ذمہ ہم اس کو ضرور کریں گے (الانبیاء آیت ۱۰۴)

عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ؕ وَاَوَّلُ مَنْ يُّكْسٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِبْرٰهِيْمُ وَاِنَّ

اور قیامت کے دن سب سے پہلے جن کو لباس پہنایا جائے گا ابراہیم ہیں اور کچھ

نَاسًا مِّنْ اَصْحَابِيْ يُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ اُصَيْحَابِيْ

لوگ میرے صحابہ میں سے بائیں طرف پکڑے جائیں گے میں کہوں گا یہ میرے صحابی ہیں۔

أَصَيْحَابِي فَيَقُولُ إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ

یہ میرے صحابی ہیں تو فرمائے گا یہ اپنی ایڑیوں کے بل اپنے دین سے پھر گئے۔ جب تم ان

فَارَقْتَهُمْ فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا

سے بظاہر جدا ہو گئے۔ تو میں وہی کہوں گا جو نیک بندے نے عرض کیا تھا۔ اور میں ان پر مطلع

مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ

تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو، تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور ہر چیز تیرے

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ

سامنے حاضر ہے اگر تو انھیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو

تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ط عه

بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ (مائدہ آیت ۱۱۷-۱۱۸)

## تشریحات ۱۷۸۵

**محشورون**۔ حشر کے معنی اکٹھا کرنا ہے۔ یہاں مراد قیامت کے دن حساب وکتاب کے لئے اکٹھا کرنا ہے۔ **حفاۃ**۔ حافی کی جمع ہے۔ جیسے غازی کی غزاۃ۔ قاضی کی قضاۃ۔ ننگے پاؤں چلنے والا۔ **عراۃ** عاری کی جمع ہے۔ ننگے بدن۔ **غُرلاً**۔ غیر مختون۔ یہ اغرل کی جمع ہے اس کا مادہ غُرلَۃٌ ہے۔ اس کھال کو کہتے ہیں جو حشفہ کے اوپر ہوتی ہے جسے ختنہ کے وقت کاٹ دیتے ہیں مراد غیر مختون ہے۔

**أَوَّلُ مَنْ يُكْسَى**۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو سب سے پہلے اس لئے لباس پہنایا جائے گا کہ ان کو آگ میں ننگے بدن ظالموں نے ڈالا تھا۔ اس سے ان کی فضیلت مطلقہ ثابت نہیں ہوتی یہ ممکن ہے کہ مفضول میں کوئی ایسی خصوصیت ہو جو افضل میں نہ پائی جائے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ بقیہ انسانوں کے اعتبار سے یہ اولیت ہو۔ یعنی یہ اولیت اضافی ہے۔ متکلم اپنے کلام سے خارج ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو پہلے لباس پہنانا اس بنا پر بھی ہو سکتا ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد کریم ہیں باپ ہونے کی وجہ سے ان کو یہ کرامت عطا کی گئی ہے علامہ ابن جوزی نے غیر مختون محشور کئے جانے کی حکمت یہ بیان فرمائی کہ اس میں تلذذ زیادہ ہے۔ دنیا میں حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی سنت کی پیروی میں ختنہ ہے نیز اس میں طہارت بھی زیادہ ہے۔

---

عه باب واذکر فی الکتاب مریم۔ ثانی تفسیر سورہ مائدہ باب وکنت علیہم شہیداً۔ باب ان تعذبہم فانہم عبادک ص۶۶۵ باب کما بدأنا اول خلق ص۶۹۳ کتاب الرقاق باب کیف الحشر ص۹۶۶ تین طریقے سے مسلم ثانی صفۃ القیمۃ ترمذی ثانی زہد تفسیر۔ نسائی۔ جنائز۔

نیز بہت سے امراض سے حفاظت اگرچہ تلذذ کم ہے۔ اللہ عزوجل نے جنتیوں کو اپنے کرم سے زیادہ سے زیادہ تلذذ کے لئے غیر محتون محشور فرمائے گا۔

**اشکال وجواب۔** امام ابوداؤد[1] نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انھوں نے نئے کپڑے منگائے اور انھیں پہنا پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے میت اپنے انھیں کپڑوں میں اٹھائی جائے گی جس میں وہ مرے گی نیز ترمذی[2] میں بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ مروی ہے۔ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے تم لوگ پیدل اور سوار قیامت کے دن جمع کئے جاؤ گے۔

یہ دونوں حدیثیں اس کے معارض ہیں علماء نے اس کے جواب دو دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ جب قبروں سے اٹھیں گے۔ تو ان کے جسموں پر لباس ہوں گے پھر وہ منتشر ہو جائیں گے۔ اب حدیث زیر بحث کا مطلب یہ ہوا موقف حشر میں لوگ ابتداءً ننگے حاضر ہوں گے۔ پھر ان کو لباس پہنایا جائے گا۔ دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ یہ شہداء کے بارے میں ہے کہ وہ اسی لباس میں اٹھائے جائینگے جس لباس میں شہید ہوئے ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔

**اقول وھوالمستعان!** صحابۂ کرام کے بارے میں یہ سوءِ ظن اگر صحیح مان لیا جائے تو پھر حدیثوں سے امان اٹھ جائے گا اس لئے پہلا ہی جواب صحیح ہے اور وہ کافی ہے۔

**لم یزالوا مرتدین۔** صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد منافقین اور وہ اعراب ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مرتد ہو گئے۔

**اشکال وجواب۔** وہابی اس حدیث کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں کہ اگر علم غیب ہوتا تو انھیں پہچانتے۔

جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی نے تو یہ خبر دی ہے کہ قیامت کے دن ایسا ہوگا اور یہ غیب کی خبر ہے اس سے ثابت ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے۔ یہ حدیث خود اس کی دلیل ہے، رہ گیا قیامت کے دن نہ پہچاننا یہ دنیا میں علم غیب ہونے کے منافی نہیں ہے۔ قیامت کے دن کے اشد اہوال کی بنا پر ذہول، مطلق علم کی نفی کی دلیل نہیں۔

**العبد الصالح۔** اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں۔ قیامت کے دن ان سے سوال ہوگا کیا آپ نے اپنی قوم کو یہ حکم دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بناؤ۔ اس پر ارشاد فرمائیں گے۔ اے اللہ! تو پاک ہے میرے لئے یہ روا نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے حق نہیں اگر میں نے یہ بات کہی ہوگی تو ضرور تیرے علم میں ہوگی تو وہ بات جانتا ہے جو میرے جی میں ہے میں نے ان سے وہی کہا

---

[1] ابوداؤد ثانی جنائز باب تطھیر ثیاب المیت ص۴۴۔ [2] ترمذی ثانی، باب الحشر ص۶۵۔

ہے جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے میں ان پر مطلع تھا جب تک میں ان میں رہا۔ (الآیات)

۱۷۸۶ عَنْ سَعِيْدِ نِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ابراہیم

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَلْقٰى اِبْرَاهِيْمُ اَبَاهُ

اپنے باپ آذر سے قیامت کے دن ملاقات کریں گے اور آذر کے چہرے پر سیاہی اور غبار ہوگا ابراہیم

آزَرَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَعَلٰى وَجْهِ آزَرَ قَتَرَةٌ وَغَبَرَةٌ فَيَقُوْلُ لَهٗ اِبْرَاهِيْمُ

اس سے فرمائیں گے کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا میری نافرمانی مت کرنا تو آذر کہے گا آج تیری نافرمانی

اَلَمْ اَقُلْ لَكَ لَا تَعْصِنِيْ فَيَقُوْلُ اَبُوْهُ فَالْيَوْمَ لَا اَعْصِيْكَ فَيَقُوْلُ

نہیں کروں گا ابراہیم عرض کریں گے اے رب تو نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے بعثت کے دن رسوا نہیں فرمائے گا۔

اِبْرَاهِيْمُ يَا رَبِّ اِنَّكَ وَعَدْتَنِيْ اَلَّا تُخْزِيَنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ فَاَيُّ

اللہ کی رحمت سے بہت زیادہ دور رہنے والے باپ کے معاملے سے زیادہ اور کون رسوائی ہوگی؟ اس پر

خِزْيٍ اَخْزٰى مِنْ اَبِيْ الْاَبْعَدِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ اِنِّيْ حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ

اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے جنت کافروں پر حرام فرمائی ہے پھر کہا جائے گا اے ابراہیم! اپنے

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ يُقَالُ يَا اِبْرَاهِيْمُ مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ فَيَنْظُرُ

پاؤں کے نیچے دیکھو کیا ہے وہ دیکھیں گے کہ وہ بہت بالوں والا بجو ہے جو لتھڑا ہوا

فَاِذَا هُوَ بِذِيْخٍ مُتَلَطِّخٍ فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهٖ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ ۔ع

ہے پھر اس کے پاؤں کو پکڑ کر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

۱۷۸۶ **تشریحات** اباہ آزر۔ صحیح یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا باپ نہیں تھا چچا تھا چچا کو باپ کہنا دنیا کے ہر عرف میں شائع ہے، خود قرآن کریم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اولاد یعقوب علیہ السلام کا باپ کہا گیا ہے اولاد یعقوب علیہ السلام نے عرض کیا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہم اس کی پرستش کریں گے جو آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم اسمٰعیل اور اسحٰق کا خدا ہے۔ (بقرہ آیت ۱۳۳)

---

ع ثانی تفسیر سورہ شعراء باب ولا تخزنی یوم یبعثون ص ۷۰۲

**اشکال وجواب** ۔ اسماعیلی وغیرہ نے اس حدیث پر یہ طعن کیا کہ قرآن مجید میں یہ فرمایا گیا "وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ" اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لئے استغفار اس وعدے کی بنا پر تھا جو انھوں نے اس سے کیا تھا پس جب ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے وہ اس سے بیزار ہو گیا (سورہ توبہ آیت ۱۱۴)

جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم یہ جاننے کے بعد کہ وہ اللہ کا دشمن ہے اس سے برأت ظاہر کر لی تب قیامت کے دن اس کے بارے میں عرض ومعروض کیوں فرمائی ۔ اس کا دو جواب علامہ ابن حجر عسقلانی نے دیا ہے ایک یہ کہ تبری قیامت ہی کے دن واقع ہو گی جیسا کہ اس حدیث میں ہے اور آیت کریمہ میں اس کو ذکر فرمایا ۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت کریمہ میں جو برأت مذکور ہے وہ دنیا ہی میں ہو چکی ہے مگر جب قیامت کے دن اس سے ملاقات ہو گی تو شفقت کی وجہ سے اس پر ترس کھائیں گے پھر اخیر میں بیزار ہو جائیں گے ۔

۱۷۸۷ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے تو اس میں ابراہیم اور مریم کی تصویریں

الْبَيْتَ فَوَجَدَ فِيهِ صُورَةَ إِبْرَاهِيمَ وَصُورَةَ مَرْيَمَ فَقَالَ أَمَا لَهُمْ

پائیں فرمایا ان لوگوں نے سن لیا ہے کہ فرشتے اس گھر میں نہیں داخل ہوتے جس

فَقَدْ سَمِعُوا أَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ هٰذَا

میں تصویریں ہوتی ہیں ۔ یہ ابراہیم ہیں جن کی تصویر بنائی ہوئی ہے ۔

إِبْرَاهِيمُ مُصَوَّرٌ فَمَالَهُ يَسْتَقْسِمُ بِهِ

انھیں پانسہ پھیرنے سے کیا کام ۔

۱۷۸۸ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ

**حدیث** ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَأَى الصُّوَرَ فِي الْبَيْتِ لَمْ يَدْخُلْ

بیت اللہ کے اندر تصویروں کو دیکھا تو اندر نہیں تشریف لے گئے اور تصویروں کو مٹائے جانے کا حکم دیا

حَتّٰى أَمَرَ بِهَا فَمُحِيَتْ وَرَأَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

اور ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی تصویریں دیکھیں ۔ اور یہ دیکھا کہ ان کے ہاتھوں میں پانسے کے تیر

ع نسائی زینتہ

بِاَیْدِیْهِمَا الْاَزْلَامُ فَقَالَ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهِ اِنِ اسْتَقْسَمَا بِالْاَزْلَامِ قَطُّ۔

ہیں تو فرمایا اللہ تعالیٰ ان تصویر بنانے والوں پر لعنت فرمائے۔ بخدا ان لوگوں نے کبھی بھی پانسہ کا تیر نہیں پھینکا ہے۔

**تشریح ۱۷۸۸** یہ حدیث کتاب الحج[عله] میں گذر چکی ہے۔ وہیں اس پر مفصل بحث مذکور ہے۔

۱۷۸۹ حَدَّثَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ! سب سے

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ اَکْرَمُ النَّاسِ

بزرگ کون ہے فرمایا جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو لوگوں نے عرض کیا

قَالَ اَتْقَاهُمْ فَقَالُوْا لَیْسَ عَنْ هٰذَا نَسْئَلُكَ قَالَ فَیُوْسُفُ نَبِیُّ

ہم حضور سے اس بارے میں نہیں پوچھتے فرمایا تو یوسف ہیں جو خلیل اللہ کے

اللّٰهِ ابْنُ نَبِیِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِیْلِ اللّٰهِ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ هٰذَا نَسْئَلُكَ

بیٹے اللہ کے نبی کے بیٹے خود اللہ کے نبی ہیں لوگوں نے عرض کیا اس کے بارے میں ہم

فَقَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْئَلُوْنَ خِیَارُهُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ

نہیں پوچھتے فرمایا کیا عرب کے خاندانوں کے بارے میں پوچھتے ہو جو جاہلیت میں اچھے تھے وہ

خِیَارُهُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا۔

اسلام میں بھی اچھے ہیں جب کہ وہ دین کا علم حاصل کریں۔

**تشریحات ۱۷۸۹** **اتقاھم**۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم بیشک اللہ کے حضور تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔ اس لئے کہ تقویٰ جتنا زیادہ ہوگا آدمی اتنا ہی زیادہ اوامر کا پابند ہوگا اور نواہی سے بچے گا۔ طاعت کرنا اور معصیت سے اجتناب دینا اور آخرت دونوں جگہ عزت کا موجب ہے۔

**فیوسف**۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ آبا و اجداد اگر شریف اور کریم ہوتے ہیں تو زیادہ تر اولاد بھی شریف

---

عله نزھۃ القاری جلد چہارم ص۲۳۶ ۔ عه باب ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت ص۴۸ باب لقد کان فی یوسف واخوتہ ص۴۷۹ مناقب ص۴۹۶ ثانی تفسیر سورۃ یوسف باب لقد کان فی یوسف واخوتہ ص۶۷۹ مسلم مناقب، نسائی تفسیر،

اور کریم ہوتی ہے۔ اور یہاں تین پشتیں منصب نبوت پر فائز تھیں تو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی کرامت اور شرافت میں کیا شبہ۔

**معادن**۔ اس سے مراد عرب کے خاندان ہیں بعض خاندانوں میں دینوی شرافت جاہلیت کے زمانہ میں بھی پائی جاتی تھی اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ زمانہ جاہلیت میں دینوی اعتبار سے شریف تھے اسلام لانے کے بعد بھی وہ شریف ہی ہیں اس لئے کہ اسلام رذائل سے روکتا ہے اور فضائل سے آراستہ ہونے کا حکم دیتا ہے تو جو لوگ زمانہ جاہلیت میں شریف تھے اسلام لانے کے بعد ان کی شرافت ختم نہیں ہوتی۔ باقی رہتی ہے بلکہ اس میں چار چاند لگ جاتے ہیں مگر چونکہ شرف علم شرف نسب سے بڑھا ہوا ہے اس لئے اسلام لانے کے بعد شرافت ونجابت علم کے ساتھ مشروط ہے۔

۱۷۹۰ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول اللہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَتَنَ اِبْرَاهِیْمُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِیْنَ سَنَةً بِالْقَدُوْمِ ؏

نے اسی سال کی عمر میں بسولہ سے اپنا ختنہ کیا۔

**تشریحات** ۱۷۹۰ امام مالک اور امام اوزاعی کی روایت میں ہے کہ ایک سو بیس سال کی عمر میں ختنہ کیا اور اس کے بعد اسّی سال جئے۔ امام ماوردی نے حکایت کی کہ انھوں نے ستر سال کی عمر میں ختنہ کیا۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ ان کی عمر مبارک ایک سو ستر سال کی ہوئی واللہ تعالیٰ اعلم۔

**بالقدوم**۔ دال کی تخفیف کے ساتھ بڑھیوں کا ہتھیار بسولہ۔ اور شام میں ایک بستی کا نام بھی ہے۔ یہ دال کی تخفیف اور تشدید دونوں طرح مروی ہے۔ قرطبی نے فرمایا کہ اکثر روایتیں تخفیف کی ہیں اور اس سے مراد بڑھیوں کا ہتھیار بسولہ ہے۔

۱۷۹۱ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکْذِبْ اِبْرَاهِیْمُ اِلَّا ثَلٰثَ کَذَبَاتٍ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابراہیم نے صرف تین باتیں بظاہر واقعہ کے خلاف کہی ہیں۔ ان میں سے

ع ثانی الاستیذان ص ۹۳۲ مسلم الانبیاء

ثِنْتَيْنِ مِنْهُنَّ فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ قَوْلُهٗ اِنِّيْ سَقِيْمٌ وَقَوْلُهٗ بَلْ فَعَلَهٗ

دو اللہ کے بارے میں (اول) ان کا یہ قول میں بیمار ہونے والا ہوں۔ (دوسرا) بلکہ یہ ان کے بڑے

كَبِيْرُهُمْ هٰذَا وَقَالَ بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَارَةُ اِذْ اَتٰى عَلٰى جَبَّارٍ مِّنَ

نے کیا ہے۔ فرمایا ایک دن وہ اور سارہ ایک سرکش کے حدود سے گذرے۔ اس کو

الْجَبَابِرَةِ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّ هٰهُنَا رَجُلًا مَّعَهُ امْرَاَةٌ مِّنْ اَحْسَنِ النَّاسِ

بتایا گیا۔ کہ یہاں ایک صاحب کے ساتھ سب سے زیادہ خوبصورت عورت ہے۔ اوس

فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَسَاَلَهٗ عَنْهَا قَالَ مَنْ هٰذِهٖ قَالَ اُخْتِيْ فَاَتٰى سَارَةَ

نے حضرت ابراہیم کو بلوایا۔ اور اس عورت کے بارے میں پوچھا۔ کہ یہ کون ہے؟ فرمایا

فَقَالَ يَا سَارَةُ لَيْسَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِيْ وَغَيْرُكِ

میری بہن ہے؟ اس کے بعد سارہ کے پاس آئے فرمایا۔ اے سارہ! اس سرزمین پر میرے اور تیرے

وَاِنَّ هٰذَا سَاَلَنِيْ فَاَخْبَرْتُهٗ اِنَّكِ اُخْتِيْ فَلَا تُكَذِّبِيْنِيْ فَاَرْسَلَ

سوا اور کوئی مومن نہیں۔ اس ظالم نے مجھ سے تیرے بارے میں پوچھا تھا تو میں نے بتایا کہ میری

اِلَيْهَا فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ وَذَهَبَ يَتَنَاوَلُهَا بِيَدِهٖ فَاُخِذَ فَقَالَ

بہن ہے۔ مجھے جھٹلا نامت۔ اس ظالم نے حضرت سارہ کو بلوایا۔ جب اسکے مکان میں داخل ہوئیں اور ان کی طرف ہاتھ

اُدْعِي اللّٰهَ لِيْ وَلَا اَضُرُّكِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَاُطْلِقَ ثُمَّ تَنَاوَلَهَا ثَانِيَةً

بڑھا کر چاہا کہ انھیں پکڑے۔ کہ وہ خود پکڑا گیا۔ اس پر اس نے حضرت سارہ سے کہا۔ دعا کرو اور میں تم کو کوئی ضرر نہیں

فَاُخِذَ مِثْلَهَا اَوْ اَشَدَّ فَقَالَ اُدْعِي اللّٰهَ لِيْ وَلَا اَضُرُّكِ فَدَعَتْ

پہنچاؤنگا تو حضرت سارہ نے اللہ سے دعا کی اب وہ ٹھیک ہو گیا مگر دوبارہ پکڑنا چاہا۔ تو پھر اسی طرح دھر لیا گیا۔ اور

فَاُطْلِقَ فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهٖ فَقَالَ اِنَّكَ لَمْ تَاْتِنِيْ بِاِنْسَانٍ اِنَّمَا

کچھ سخت! پھر اس نے حضرت سارہ سے کہا دعا کرو۔ اور انھوں نے دعا کی تو چھوڑ دیا گیا۔ اب اس نے اپنے ایک دربان کو

اَتَيْتَنِيْ بِشَيْطَانٍ فَاَخْدَمَهَا هَاجَرَ فَاَتَتْهُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ فَاَوْمَاَ

بلایا۔ اور کہا۔ تم میرے پاس انسان نہیں لائے ہو شیطان لائے ہو اس نے حضرت ہاجرہ کو بطور خادمہ دیا۔ حضرت سارہ

بِيَدِهٖ مَهْيَا قَالَتْ رَدَّ اللّٰهُ كَيْدَ الْكَافِرِ الْفَاجِرِ فِيْ نَحْرِهٖ

انھیں لیکر حضرت ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو دیکھا وہ نماز پڑھ رہے ہیں تو ہاتھ کے اشارے سے پوچھا کیا خبر ہے

وَاَحْدَمُ هَاجَرَ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ فَتِلْكَ اُمُّكُمْ يَا بَنِيْ مَاءِ السَّمَاءِ ؏ھ

تو انھوں نے کہا اللہ نے کافر کے مکر کو اس کے سینے میں رد کر دیا۔ یا فاجر کہا تھا۔ اور ہاجرہ کو خدمت کے لئے دیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا۔ اے آسمان کے پانی کے بیٹو یہی تمہاری ماں ہیں۔

۱۷۹۱ **تشریحات** لَمْ يَكْذِبْ یہاں ایک اشکال یہ پیش کیا جاتا ہے کہ اس حدیث میں تین ہی میں حصر ہے لیکن مسلم[1] شریف میں شفاعت کی طویل حدیث میں چوتھے توریہ کا بھی ذکر ہے کہ جب قیامت کے دن لوگ ان کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو وہ بقیہ باتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرمائیں گے۔ کہ ستارے کے بارے میں فرمایا هٰذَا رَبِّيْ۔ اس کے جواب میں بعض شارحین حدیث نے فرمایا کہ کسی راوی سے وہم ہوگیا ہے جو واقعہ حضرت سارہ سے متعلق تھا اس کے بجائے کوکب کو ذکر کر دیا علامہ عینی نے جواب میں فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں کہ کسی راوی کی طرف وہم کی نسبت کی جائے۔ بلکہ یہ حقیقت میں نہ کذب ہے نہ توریہ اس لئے کہ جس وقت ستارے کو دیکھ کر فرمایا تھا هٰذَا رَبِّيْ اس وقت اگر نابالغ تھے تو سرے سے بات ہی ختم ہے اور اگر بالغ تھے تو یہ ارشاد بر سبیل تحقیق و اعتقاد نہیں تھا۔ بلکہ توبیخ اور تحکم کے طور پر فرمایا تھا یعنی یہ خبر حقیقت میں استفہام ہے قوم کو ستاروں کی پرستش کرتے دیکھا تو فرمایا یہ میرا رب ہے؟ یہ تو ڈوبتا ہے بدلتا رہتا ہے یہ میرا رب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے توریہ صرف تین ہی رہا۔

ان تینوں باتوں کو کذب باعتبار ظاہر کے فرمایا گیا ہے ورنہ حقیقت میں یہ توریہ ہے یعنی ظاہر معنی واقعہ کے خلاف مگر دوسرا خفی معنی واقعہ کے مطابق۔

**پہلا توریہ**۔ ان کی قوم نے ان سے کہا کہ میلے میں چلو تو آپ نے ستاروں پہ ایک نظر ڈالی اور فرمایا کہ میں بیمار ہوں۔ سقیم کے ظاہری معنی یہی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو کوئی معمولی سی تکلیف رہی ہو مثلاً دردسر وغیرہ اور بظاہر تندرست تھے تو دیکھنے والوں کے اعتبار سے سقیم کہنا خلاف واقع ہے مگر واقعہ کے اعتبار سے درست۔ علاوہ ازیں اسم فاعل استقبال کے معنی میں بھی بکثرت آتا ہے اب اس کے معنی یہ ہوئے کہ میں بیمار ہونے والا ہوں اور یہ واقعہ کے اعتبار سے درست ہے۔ کہ مستقبل میں کبھی نہ کبھی وہ علیل ضرور ہوئے۔

**دوسرا توریہ**۔ جب قوم میلے میں چلی گئی تو تبر سے چھوٹے چھوٹے تمام بتوں کو توڑ ڈالا اور کلہاڑی سب سے بڑے بت کی گردن پہ رکھ دی میلے سے واپس آکر پجاریوں نے جب اپنے معبودوں کی یہ درگت دیکھی تو انھوں نے یہ سمجھا کہ حضرت ابراہیم ہی کا فعل ہے کیوں کہ سب میلے میں تھے اور یہی واحد بستی میں رہ گئے تھے۔ سب ان کے پجاری تھے حضرت ابراہیم ان بتوں کی برائی برملا بیان کر چکے تھے۔ اس لئے پجاریوں نے ان سے پوچھا۔

---

ع۵ ثانی نکاح باب اتخاذ السراری ص۴۶۱ مسلم فضائل۔ [1] باب اثبات الشفاعۃ ص۱۱۱

یہ کس نے کیا ہے؟ فرمایا بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ یہ ان کے بڑے نے کیا ہے بظاہر اس کا یہی مطلب سمجھ میں آتا ہے کہ بتوں میں جو سب سے بڑا ہے اسی نے یہ حرکت کی ہے۔ لیکن حقیقت میں چونکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ان سب سے یقیناً بڑے تھے انھوں نے اپنے آپ کو مراد لیا۔ تو اس کا حقیقی معنیٰ درست ہے۔

**تیسرا توریہ۔** جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضرت سارہ کو لے کر ایک ظالم بادشاہ پر گذرے تو اس نے حضرت سارہ کے بارے میں پوچھا یہ کون ہیں اس ظالم کی عادت تھی نو وارد افراد کی بیویوں کو محل میں اٹھوا لیتا لیکن کسی کے ساتھ اس کی بہن ہوتی تو اس سے تعرض نہیں کرتا اس لئے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے یہ نہیں بتایا کہ میری بیوی ہے۔ بلکہ فرمایا کہ یہ میری بہن ہیں اس سے ذہن حقیقی بہن کی طرف جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد دینی بہن یا خاندانی بہن تھی کیونکہ حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی بیٹی تھیں۔ یہاں جو حدیث مذکور ہے اس سے پہلے احتمال کی تعیین ہو رہی ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم نے حضرت سارہ سے فرمایا کہ اس زمین پر سوائے میرے اور تیرے کوئی مومن نہیں۔

**فتلك امكم۔** یہ حضرت ابو ہریرہ کا ارشاد ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سارے عرب بشمول انصار کرام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں اہل عرب کو بنی ماء السماء اس بنا پر فرمایا کہ اہل عرب کی زندگی کا مدار بارش ہی کے پانی پر تھا۔ ان کے ملک میں کوئی دریا نہیں۔

**بَابُ** يَزِفُّوْنَ النَّسَلَانِ فِي الْمَشْيِ صـ۷۴۲ زفٌّ کے معنی تیز چلنا ہے۔

**توضیح باب** حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جب بتوں کو توڑ پھوڑ دیا تو ان کی بت پرست قوم ان کے پاس دوڑتی آئی اسی کو قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔ فاقبلوا اليه يزفون۔ تو کافر اس کی طرف جلدی کرتے آئے (الصافات آیت ۹۴) یہ صرف حموی اور کشمیہنی کے نسخے میں ہے مستملی اور باقیوں کی روایت میں صرف باب ہے وہ بھی بغیر ترجمہ کے اور نسفی کی روایت میں باب نہیں ہے علامہ ابن حجر نے مستملی کے نسخہ کو ترجیح دی ہے۔

۱۷۹۲ عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ وَكَثِيْرِ بْنِ كَثِيْرِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ اَبِيْ

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ سب سے پہلے عورتوں میں کمر بند

وَدَاعَةَ يَزِيْدُ اَحَدُهُمَا عَلَى الْاٰخِرِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ ابْنُ

حضرت اسماعیل کی والدہ نے بنایا۔ انھوں نے کمر بند اس لئے لگایا کہ اپنے نشان قدم کو

عَبَّاسٍ اَوَّلُ مَا اتَّخَذَ النِّسَاءُ الْمِنْطَقَ مِنْ قِبَلِ اُمِّ اِسْمٰعِيْلَ اتَّخَذَتْ

مٹا دیں تاکہ سارہ پیچھا نہ کر سکے جب ابراہیم انھیں اور ان کے بچے اسمٰعیل کو لے کر شام

مُنْطَقًا لِّتُنْسِيَ أُمَّهَا عَلَى سَارَةَ ثُمَّ جَاءَ بِهَا إِبْرَاهِيمُ وَبِابْنِهَا إِسْمَاعِيلَ

سے پہلے تھے اس وقت بچہ دودھ پیتا تھا انھیں لے جاکر بیت اللہ کے قریب زم زم کے اوپر

وَهِيَ تُرْضِعُهُ حَتَّىٰ وَضَعَهُمَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ

ایک بڑے درخت کے پاس مسجد کے بالائی حصے میں رکھا۔ اس وقت مکے میں کوئی نہیں تھا اور نہ

فِي أَعْلَى الْمَسْجِدِ وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ فَوَضَعَهُمَا

وہاں پانی تھا۔ ان دونوں کو وہاں رکھا اور ان کے پاس ایک تھیلی رکھی جس میں کھجوریں تھیں۔ اور مشکیزہ

هُنَالِكَ وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيهِ تَمْرٌ وَسِقَاءً فِيهِ مَاءٌ ثُمَّ قَفَّى

رکھا جس میں پانی تھا اس کے بعد حضرت ابراہیم واپس ہونے کے لئے مڑے تو اسمٰعیل کی ماں بھی ان کے

إِبْرَاهِيمُ مُنْطَلِقًا فَتَبِعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ فَقَالَتْ يَا إِبْرَاهِيمُ أَيْنَ

پیچھے چلیں اور کہا اے ابراہیم کہاں جارہے ہو اور ہمیں اس نالے میں چھوڑے جارہے جہاں کوئی نہ

تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا فِي هَذَا الْوَادِي الَّذِي لَيْسَ فِيهِ أَنِيسٌ وَلَا

مونس ہے اور نہ کچھ اور ہے۔ حضرت اسمٰعیل کی والدہ نے یہ کئی مرتبہ کہا۔ اور ابراہیم ان کی طرف التفات

شَيْءٌ فَقَالَتْ لَهُ ذَلِكَ مِرَارًا وَجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا فَقَالَتْ لَهُ

نہیں فرماتے۔ اس پر انھوں نے پوچھا کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے فرمایا ہاں۔

آللَّهُ أَمَرَكَ بِهَذَا قَالَ نَعَمْ قَالَتْ إِذَنْ لَا يُضَيِّعُنَا ثُمَّ رَجَعَتْ

تو ہاجرہ نے کہا ایسا ہے۔ تو اللہ ہمیں ضائع نہیں فرمائے گا۔ یہ کہہ کر پلٹ آئیں۔ اور ابراہیم

فَانْطَلَقَ إِبْرَاهِيمُ حَتَّىٰ إِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهُ

چلے گئے۔ جب گھاٹی کے پاس پہنچے جہاں سے وہ انھیں دیکھ نہ پاتے تو بیت اللہ کی طرف منہ

اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ ثُمَّ دَعَا بِهَؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ وَرَفَعَ

کر کے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعائیں کیں۔ اے پروردگار میں نے اپنی اولاد ایک

يَدَيْهِ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ

ایسے نالے میں بسائی ہے۔ جس میں کاشت نہیں ہوتی۔ تیرے عزت والے گھر کے

عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ حَتَّىٰ بَلَغَ يَشْكُرُونَ وَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ

پاس۔ تاکہ وہ تیرا شکر کریں۔ اسمٰعیل کی والدہ اسمٰعیل کو دودھ پلاتی رہیں اور وہ

تُرْضِعُ اِسْمٰعِيْلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَآءِ حَتّٰى اِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَآءِ

پانی پیتی رہیں۔ یہاں تک کہ جب مشک میں جو پانی تھا ختم ہوگیا تو انھیں پیاس لگی اور ان کے

عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ اِلَيْهِ يَتَلَوّٰى اَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ

صاحبزادے بھی پیاسے ہوگئے۔ اور تڑپنے لگے۔ راوی نے کہا ایڑیاں رگڑنے لگے اور

فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ اَنْ تَنْظُرَ اِلَيْهِ فَوَجَدَتِ الصَّفَا اَقْرَبَ جَبَلٍ

ان کی والدہ انھیں اس حال میں دیکھتیں۔ اس کی تاب نہ لاکر وہ وہاں سے چلیں۔ زمین میں ان

فِي الْاَرْضِ يَلِيْهَا فَقَامَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ

سے سب سے نزدیک پہاڑ صفا تھا وہ اس پر چڑھیں پھر نالے پر نظر ڈالی یہ دیکھنے کے

تَرٰى اَحَدًا فَلَمْ تَرَ اَحَدًا فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ

لئے کہ کوئی ہے۔ انھیں کوئی نظر نہ آیا تو صفا سے اتر کر آگے بڑھیں جب نالے میں پہنچیں تو

الْوَادِيَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الْاِنْسَانِ الْمَجْهُوْدِ

اپنے کرتے کا دامن اوٹھا کر یوں دوڑیں جیسے سخت مصیبت زدہ انسان دوڑتا ہے۔ اور مروہ

حَتّٰى جَاوَزَتِ الْوَادِيَ ثُمَّ اَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا فَنَظَرَتْ

پر آئیں۔ اس پر کھڑی ہوکر نظر دوڑائی کہ کوئی دکھائی دے مگر کوئی نظر نہیں آیا۔

هَلْ تَرٰى اَحَدًا فَلَمْ تَرَ اَحَدًا فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ قَالَ

اسی طرح سات مرتبہ کیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ

ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلِذٰلِكَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسی وجہ سے لوگ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے لگے۔

سَعَى النَّاسُ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا اَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا

ساتویں بار جب مروہ پر چڑھیں تو ایک آواز سنی اس پر انھوں نے اپنے آپ

فَقَالَتْ صَهٍ تُرِيْدُ نَفْسَهَا ثُمَّ تَسَمَّعَتْ فَسَمِعَتْ اَيْضًا فَقَالَتْ

سے کہا چپ رہو۔ اس کے بعد سننے کی کوشش کی تو پھر سنا اور کہا تو نے آواز تو سنائی کاش تیرے

قَدْ اَسْمَعْتَ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ غَوَاثٌ فَاِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ

پاس مدد کا کوئی سامان ہوتا۔ اب انھوں نے زمزم کے پاس فرشتے کو دیکھا۔ جس نے

مَوْضِعِ زَمْزَمَ فَبَحَثَ بِعَقِبِهٖ اَوْ قَالَ بِجَنَاحِهٖ حَتّٰی ظَهَرَ الْمَآءُ فَجَعَلَتْ
اپنی ایڑی یا بازو سے زمین کو کریدا۔ یہاں تک کہ پانی نکل آیا۔ حضرت ہاجرہ اسے گھیرنے
تُحَوِّضُهٗ وَتَقُوْلُ بِيَدِهَا هٰكَذَا وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ مِنَ الْمَآءِ فِیْ
لگیں۔ اور اپنے ہاتھوں سے ایسے کرنے لگیں۔ اور پانی چلو میں لے کر مشک میں بھرنے لگیں۔
سِقَآئِهَا وَهُوَ يَفُوْرُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِیُّ
چلو لینے کے بعد بھی پانی اُبلتا رہا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ اُمَّ اِسْمٰعِيْلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ اسمٰعیل کی والدہ پر رحم فرمائے اگر زم زم کو چھوڑ دیتیں۔ یا
اَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَآءِ لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَّعِيْنًا قَالَ فَشَرِبَتْ
یہ فرمایا۔ کہ اگر پانی چلو میں نہ لیتیں تو زم زم ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔ حضرت ہاجرہ نے وہ پانی
وَاَرْضَعَتْ وَلَدَهَا فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ لَا تَخَافِیْ الضَّيْعَةَ فَاِنَّ هٰهُنَا
پیا اور بچے کو دودھ پلایا۔ ان سے فرشتے نے کہا۔ کہ ضائع ہونے کا اندیشہ نہ کرو۔ یہاں بیت اللہ
بَيْتُ اللّٰهِ يَبْنِیْ هٰذَا الْغُلَامُ وَاَبُوْهُ وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضَيِّعُ اَهْلَهٗ وَكَانَ
ہے۔ جسے یہ بچہ اور اس کے والد تعمیر کریں گے اور یقین رکھو کہ اللہ اس کے باشندوں کو ضائع
الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِّنَ الْاَرْضِ كَالرَّابِيَةِ تَاْتِيْهِ السُّيُوْلُ فَتَاْخُذُ عَنْ
نہیں فرمائے گا۔ اور بیت اللہ ٹیلے کے مثل زمین سے اونچا تھا۔ سیلاب دائیں بائیں سے ہو کر
يَّمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ فَكَانَتْ كَذٰلِكَ حَتّٰی مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِّنْ جُرْهُمٍ
گذر جاتا۔ ہاجرہ ایسے ہی رہیں۔ یہاں تک کہ جرہم کے کچھ لوگ یا یہ کہا جرہم کے کچھ گھرانے
اَوْ اَهْلُ بَيْتٍ مِّنْ جُرْهُمٍ مُقْبِلِيْنَ مِنْ طَرِيْقِ كَدَآءٍ فَنَزَلُوْا فِی
"کدا" کے راستے سے آئے اور مکے کے نشیبی علاقے میں اترے انھوں نے ایک چڑے کو منڈلاتے
اَسْفَلِ مَكَّةَ فَرَاَوْا طَآئِرًا عَآئِفًا فَقَالُوْا اِنَّ هٰذَا الطَّآئِرَ لَيَدُوْرُ عَلٰی
دیکھا۔ تو انھوں نے کہا۔ کہ یہ پرندہ پانی پر منڈلا رہی ہے۔ حالانکہ اس نالے سے ہم بارہا گذرے
مَآءٍ لَعَهْدُنَا بِهٰذَا الْوَادِیْ وَمَا فِيْهِ مَآءٌ فَاَرْسَلُوْا جَرِيًّا اَوْ جَرِيَّيْنِ
ہیں اس میں پانی نہیں۔ اب انھوں نے ایک دو آدمی کو تلاش کے لئے بھیجا۔ انھوں نے پانی دیکھا۔

فَاِذَا هُمْ بِالْمَآءِ فَرَجَعُوْا فَاَخْبَرُوْهُمْ بِالْمَآءِ فَاَقْبَلُوْا قَالَ وَاُمُّ

واپس آکر ساتھیوں کو پانی کی موجودگی کی خبر دی۔ اب سب وہاں سے آگے چلے۔ اور حضرت اسمٰعیل کی

اِسْمٰعِيْلَ عِنْدَ الْمَآءِ فَقَالُوْا اَتَاْذَنِيْنَ لَنَا اَنْ نَّنْزِلَ عِنْدَكِ قَالَتْ

والدہ پانی کے پاس تھیں۔ ان لوگوں نے عرض کیا۔ کیا ہمیں یہاں اترنے کی اجازت دیتی ہیں۔ انھوں

نَعَمْ وَلٰكِنْ لَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَآءِ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ

نے فرمایا۔ اجازت ہے۔ لیکن تمہیں پانی میں کوئی مالکانہ حق نہ ہوگا۔ ان لوگوں نے کہا ہمیں منظور ہے۔

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَلْفٰى ذٰلِكَ اُمَّ اِسْمٰعِيْلَ وَهِيَ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسمٰعیل کی والدہ نے اسے غنیمت

تُحِبُّ الْاُنْسَ فَنَزَلُوْا وَاَرْسَلُوْا اِلٰى اَهْلِيْهِمْ فَنَزَلُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى

جانا۔ وہ چاہتی بھی تھیں کہ کچھ لوگ یہاں رہیں جن سے انس حاصل ہو۔ ان لوگوں نے اپنے اہل کو

اِذَا كَانَ بِهَا اَهْلُ اَبْيَاتٍ مِّنْهُمْ وَشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ

بلالیا اور وہیں بس گئے۔ یہاں تک کہ ان کے کئی گھر آباد ہو گئے۔ بچہ جوان ہو گیا اور انھیں (جرہم)

مِنْهُمْ وَاَنْفَسَهُمْ وَاَعْجَبَهُمْ حِيْنَ شَبَّ فَلَمَّا اَدْرَكَ زَوَّجُوْهُ

سے عربی سیکھی۔ جوان ہونے پر بچہ انھیں بہت بھایا اور پسند آیا۔ جب بالغ ہو گیا تو انھوں نے اپنے

اِمْرَاَةً مِّنْهُمْ وَمَاتَتْ اُمُّ اِسْمٰعِيْلَ فَجَآءَ اِبْرٰهِيْمُ بَعْدَ مَا تَزَوَّجَ

میں سے ایک عورت سے اس کی شادی کر دی۔ حضرت اسمٰعیل کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اسمٰعیل کی شادی کے بعد

اِسْمٰعِيْلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهٗ فَلَمْ يَجِدْ اِسْمٰعِيْلَ فَسَاَلَ امْرَاَتَهٗ عَنْهُ

ابراہیم اپنے ترکے کو دیکھنے کے لئے آئے۔ اسمٰعیل کو گھر موجود نہیں پایا۔ تو ان کی اہلیہ سے ان کے بارے میں

فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِيْ لَنَا ثُمَّ سَاَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ

پوچھا۔ اس نے بتایا۔ ہمارے لئے کچھ تلاش کرنے گئے ہیں۔ پھر انھوں نے اس سے ان کے گذر بسر کے بارے میں

نَحْنُ بِشَرٍّ نَحْنُ فِيْ ضِيْقٍ وَشِدَّةٍ فَشَكَتْ اِلَيْهِ قَالَ فَاِذَا جَآءَ

پوچھا تو اس نے کہا ہم بری حالت اور تنگ دستی اور سختی میں ہیں۔ اس نے ان (اجنبی) سے شکایت کی۔

زَوْجُكِ اِقْرَئِيْ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَقُوْلِيْ لَهٗ يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهٖ فَلَمَّا

فرمایا جب تمہارا شوہر آئے تو اس سے سلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالو۔

جَآءَ اِسْمٰعِيْلُ كَاَنَّهُ اٰنَسَ شَيْـًٔا فَقَالَ هَلْ جَآءَكُمْ مِّنْ اَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ

جب اسمٰعیل واپس ہوئے تو انھوں نے کچھ بو مجھے آشنائی محسوس کی۔ اپنی زوجہ سے پوچھا۔

جَآءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا فَسَاَلَنَا عَنْكَ فَاَخْبَرْتُهٗ وَسَاَلَنِيْ كَيْفَ

کیا کوئی آیا تھا۔ اس نے کہا ہاں اس حلیہ کے ایک بوڑھے شخص آئے تھے۔ انھوں نے ہمارے

عَيْشُنَا فَاَخْبَرْتُهٗ اَنَّا فِيْ جَهْدٍ وَّشِدَّةٍ قَالَ فَهَلْ اَوْصَاكِ بِشَيْءٍ

بارے میں پوچھا میں نے ان کو بتایا۔ انھوں نے پوچھا تمہاری زندگی کیسے گذر رہی ہے۔ تو میں نے

قَالَتْ نَعَمْ اَمَرَنِيْ اَنْ اَقْرَءَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ

ان کو بتایا۔ کہ ہم تنگی اور سختی میں ہیں پوچھا کیا انھوں نے تم کو کچھ وصیت کی تھی۔ اس نے بتایا ہاں مجھے

قَالَ ذَاكِ اَبِيْ وَقَدْ اَمَرَنِيْ اَنْ اُفَارِقَكِ اِلْحَقِيْ بِاَهْلِكِ فَطَلَّقَهَا

حکم دیا تھا کہ تمہیں سلام کہوں وہ یہ کہہ گئے ہیں۔ کہ اپنے دروازے کے چوکھٹ بدل دو۔ فرمایا وہ میرے والد

وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ اُخْرٰى فَلَبِثَ عَنْهُمْ اِبْرَاهِيْمُ مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ

تھے۔ اور انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم سے بدائی کرلوں۔ اپنے اہل کے یہاں چلی جا۔ اور اسے طلاق دے دیا۔

اَتٰهُمْ بَعْدُ فَلَمْ يَجِدْهُ وَدَخَلَ عَلٰى امْرَاَتِهٖ فَسَاَلَ لَهَا عَنْهُ فَقَالَتْ

اور بنی جرہم ہی میں دوسری شادی کرلی جتنے دن اللہ نے چاہا ابراہیم ان کے پاس نہیں آئے پھر اس کے بعد تشریف

خَرَجَ يَبْتَغِيْ لَنَا قَالَ كَيْفَ اَنْتُمْ وَسَاَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ

لائے۔ پھر اسمٰعیل کو گھر میں نہیں پایا۔ ان کی زوجہ کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے اسمٰعیل کو پوچھا۔ تو اس نے کہا

فَقَالَتْ نَحْنُ بِخَيْرٍ وَسَعَةٍ وَاَثْنَتْ عَلَى اللّٰهِ قَالَ مَا طَعَامُكُمْ قَالَتْ

وہ باہر ہمارے کھانے کے لئے کچھ تلاش کرنے گئے ہیں۔ پوچھا تم لوگ کس حال میں ہو اور ان کے گذر بسر کا حال پوچھا اس

اللَّحْمُ قَالَ فَمَا شَرَابُكُمْ قَالَتِ الْمَآءُ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ

نے کہا ہم اچھی حالت اور کشائش میں ہیں۔ اور اللہ کی ثنا کی۔ پوچھا تمہاری غذا کیا ہے اس نے کہا گوشت پوچھا پیتے کیا ہو اس

وَالْمَآءِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ

نے کہا پانی۔ حضرت ابراہیم نے کہا اے اللہ ان کو گوشت اور پانی میں برکت دے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حَبٌّ وَلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيْهِ قَالَ فَهُمَا لَا يَخْلُوْ عَلَيْهِمَا اَحَدٌ

اس وقت ان کے لئے دانہ نہ تھا۔ اگر ہوتا تو دانے میں بھی برکت کی دعا کرتے۔ فرمایا مکے کے علاوہ کہیں اور صرف

بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ قَالَ فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ

گوشت اور پانی پر گذارہ مزاج کے موافق نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا جب تمہارے شوہر آئیں تو ان سے

وَمُرِيهِ يُثَبِّتُ عَتَبَةَ بَابِهِ فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَعِيلُ قَالَ هَلْ أَتَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ

سلام کہنا اور کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ باقی رکھو۔ جب اسمٰعیل آئے تو پوچھا۔ کیا تمہارے پاس کوئی آیا

قَالَتْ نَعَمْ أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ فَسَأَلَنِي عَنْكَ

تھا۔ ان کی زوجہ نے بتایا ہاں ایک شاندار بزرگ تشریف لائے تھے۔ اس نے ان کی خوبیاں بیان کیں اور

فَأَخْبَرْتُهُ فَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَا بِخَيْرٍ قَالَ فَأَوْصَاكِ بِشَيْءٍ

انھوں نے آپ کو پوچھا تھا۔ میں نے ان کو بتایا پھر ہمارے گذر بسر کو پوچھا تو میں نے بتایا کہ ہم اچھی طرح

قَالَتْ نَعَمْ هُوَ يُقْرِئُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَأْمُرُكَ أَنْ تُثَبِّتَ عَتَبَةَ

ہیں۔ پوچھا چلتے چلاتے کچھ فرما گئے میں نے ان سے کہا ہاں آپ کو سلام کہہ گئے ہیں اور حکم دے گئے ہیں کہ

بَابِكَ قَالَ ذَاكِ أَبِي وَأَنْتِ الْعَتَبَةُ أَمَرَنِي أَنْ أُمْسِكَكِ ثُمَّ لَبِثَ

اپنے دروازے کی چوکھٹ باقی رکھ۔ فرمایا یہ میرے والد تھے اور تو دروازے کی چوکھٹ ہے۔ مجھے حکم

عَنْهُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذَلِكَ وَإِسْمَعِيلُ يَبْرِي نَبْلًا لَهُ

دیا ہے کہ تجھے رکھے رہوں۔ اس کے بعد جتنے دن اللہ نے چاہا نہیں آئے۔ اس کے بعد آئے اور

تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيبًا مِنْ زَمْزَمَ فَلَمَّا رَآهُ قَامَ إِلَيْهِ فَصَنَعَ كَمَا يَصْنَعُ الْوَالِدُ

اسمٰعیل تیر درست کر رہے تھے۔ بڑے درخت کے پاس زم زم کے قریب جب ان کو دیکھا تو دونوں نے وہ کیا

بِالْوَلَدِ وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ ثُمَّ قَالَ يَا إِسْمَعِيلُ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي بِأَمْرٍ قَالَ

جو باپ بیٹے کے ساتھ اور بیٹا باپ کے ساتھ کرتا ہے۔ فرمایا۔ اے اسمٰعیل اللہ نے مجھے ایک حکم دیا ہے۔

فَاصْنَعْ مَا أَمَرَكَ رَبُّكَ قَالَ وَتُعِينُنِي قَالَ وَأُعِينُكَ قَالَ فَإِنَّ اللَّهَ

عرض کیا جو حکم دیا ہے اس کی تعمیل کیجئے۔ فرمایا تم میری مدد کرو گے عرض کیا ساتھ دوں گا فرمایا۔ اللہ نے

أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِيَ هَهُنَا بَيْتًا وَأَشَارَ إِلَى أَكَمَةٍ مُرْتَفِعَةٍ عَلَى مَا حَوْلَهَا

مجھے حکم دیا ہے کہ یہاں ایک گھر بناؤں اور ایک ایسے ٹیلے کی طرف اشارہ فرمایا۔ جو اردگرد سے

قَالَ فَعِنْدَ ذَلِكَ رَفَعَ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ فَجَعَلَ إِسْمَعِيلُ يَأْتِي

بلند تھا۔ وہیں بیت اللہ کی کرسی بلند کی اسمٰعیل پتھر لاتے اور ابراہیم چنتے۔ جب

بِالْحِجَارَةِ وَاِبْرَاهِيْمُ يَبْنِيْ حَتّٰى اِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ جَاءَ بِهٰذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهٗ

عمارت اونچی ہوگئی تو یہ پتھر لائے اور حضرت ابراہیم کے لئے رکھا۔ جس پر کھڑے ہوکر تعمیر

لَهٗ فَقَامَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبْنِيْ وَاِسْمٰعِيْلُ يُنَاوِلُهٗ الْحِجَارَةَ وَهُمَا يَقُوْلَانِ رَبَّنَا

کرتے تھے۔ اور اسمٰعیل پتھر دیتے تھے۔ وہ دونوں یہ دعا بھی کرتے جاتے۔ اے رب ہماری طرف سے

تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ قَالَ فَجَعَلَا يَبْنِيَانِ حَتّٰى يَدُوْرَ حَوْلَ

قبول فرما۔ بیشک تو سننے والا علم والا ہے۔ دونوں بیت اللہ کے اردگرد گھوم گھوم کر بناتے

الْبَيْتِ وَهُمَا يَقُوْلَانِ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

رہے۔ اور یہ دعا کرتے رہے۔ اے اللہ ہماری طرف سے قبول فرما بیشک تو سنتا ہے جانتا ہے۔

۱۷۹۲

**تشریحات** حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مکہ معظمہ میں لاکر آباد فرمایا اس قصے کے اجزا امام بخاری نے کئی جگہ روایت کئے ہیں۔ یہاں دو راویوں کے بیان کئے ہوئے قصوں کو اکٹھا ملا کر اس ترتیب سے قصے کو ذکر فرمایا ہے کہ پوری بات ذہن میں آجاتی ہے۔

**اَلْمِنْطَقُ** ۔ نطاق۔ پٹکا۔ کمربند۔ عرب کی عورتیں کام کاج کے وقت کمر میں ایک کپڑا باندھ لیتی تھیں۔ اسی کو منطق اور نطاق کہتے ہیں۔ حضرت سارہ نے حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کردیا۔ حضرت ہاجرہ حاملہ ہوگئیں اس پر حضرت سارہ کو غیرت آئی تو انھوں نے قسم کھائی کہ ان کے تین عضو کو کاٹیں گی اس سے گھبرا کر حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر چھوڑ کر باہر نکل گئیں اور اپنے نطاق کے پچھلے حصہ کو زمین تک لٹکا دیا تاکہ ان کے نشان قدم مٹتے جائیں۔ حضرت ابراہیم کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے حضرت سارہ سے سفارش کی اور فرمایا۔ ان کے دونوں کانوں میں سوراخ کردے اور ان کا ختنہ کردے۔ چنانچہ حضرت سارہ نے اس پر عمل کیا پھر بحکم الٰہی حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ و اسماعیل کو لے کر مکہ معظمہ آئے۔ یہ سفر پیدل فرمایا تھا یا براق پر؟ دونوں قول ہے۔

**عند دوحة** ۔ دوحہ کے معنی بڑا درخت، بیت اللہ کے قریب جہاں زم زم شریف ہے وہاں ایک بڑا درخت تھا۔ وہیں لاکر ماں بیٹے کو حضرت ابراہیم نے رکھا۔ ایک تھیلی میں کھجوریں اور ایک مشک میں پانی انھیں دے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس ہوئے۔

**وعطش ابنها** ۔ اس وقت حضرت اسماعیل کی عمر دو سال تھی۔ حضرت ہاجرہ کا دودھ سوکھ گیا۔ حضرت اسماعیل بھوک و پیاس سے تڑپنے لگے۔ اس کو راوی نے یتلوی او یتلبط سے تعبیر کیا ہے یعنی بھوک اور پیاس کی شدت میں لوٹنے لگے۔

**غَوَاثٌ** ۔ غوث کے معنی فریادرسی کے ہیں۔ یعنی اگر تیرے پاس فریادرسی کا کوئی سامان ہو تو میری مدد کرو۔
**فَبَحَثَ بِعَقِبِهٖ** ۔ یعنی اپنی ایڑی یا اپنے بازو سے زمین کو کریدا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے پاؤں سے جبرئیل نے ایڑ ماری۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ اپنی انگلی سے زمین کو کریدا جس سے پانی ابلنے لگا۔
**مِنْ جُرْهُمَ** ۔ یہ یمن کے باشندے بنی قحطان کے فرد تھے جو سام بن نوح کی اولاد میں سے ہیں ان کے سردار کا نام مضاض بن عمرو تھا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ اس وقت یہ لوگ مکہ کے قریب ہی کسی وادی میں تھے۔ جرہم اور اس کے بھائی قطورا جو اس قبیلے کے جد اعلیٰ ہیں سب سے پہلے عربی زبان ان لوگوں نے بولنی شروع کی ہے۔ حضرت اسمٰعیل نے انھیں میں پرورش پائی اور انھیں سے عربی زبان سیکھی اور یہ اس حدیث کے منافی نہیں جو حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے عربی زبان میں حضرت اسمٰعیل نے کلام کیا۔ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اولاد ابراہیم میں سب سے پہلے حضرت اسمٰعیل نے عربی میں کلام کیا۔
**زوجوہ** ۔ بیوی کا نام کیا تھا اس میں شدید اختلاف ہے اسی طرح یہ کس کی صاحبزادی تھیں اس میں اختلاف ہے۔ سہیلی نے کہا ان کا نام جدار بنت سعد تھا۔ ابن اسحٰق سے روایت ہے کہ ان کا نام عمارہ بنت سعد بنت اسامہ تھا۔ ابو جہم کی حدیث میں ہے کہ یہ صدار کی بیٹی تھیں۔ اس میں نام مذکور نہیں۔ حضرت اسماعیل نے خود ان کے باپ کے یہاں پیغام بھیجا۔ اور انھوں نے شادی کر دی۔
**ماتت ام اسمٰعیل** ۔ اسی اثنار میں حضرت ہاجرہ کا انتقال ہو گیا حضرت اسماعیل نے انھیں حطیم میں دفن فرمایا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر نوے سال تھی۔
**فَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ اُخْرٰی** ۔ حضرت ابراہیم کے حکم کے بموجب پہلی زوجہ کو طلاق دے دیا اور پھر بنی جرہم ہی کی دوسری لڑکی سے شادی کی جن کا نام شامہ بنت محلحل یا عاتقہ بنت ہشام تھا ان کے بارے میں اور بھی روایتیں ہیں۔ انھیں سے حضرت اسماعیل کے بارہ بچے پیدا ہوئے۔
**کما یصنع الوالد بالولد** ۔ یعنی سینہ سے لگایا، مصافحہ کیا، دست بوسی کی یا پیشانی چوما اس وقت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عمر سو سال کی تھی۔ گذر چکا کہ بیت اللہ شریف کی تعمیر سب سے پہلے فرشتوں نے کی تھی۔ طوفان نوح میں اس کی عمارت اٹھا لی گئی طوفان کے بعد بیت اللہ شریف کی جگہ ایک ٹیلہ کی طرح موجود تھی وہیں پر بیت اللہ شریف کی بنیادیں کھودی گئیں اور عمارت بنا لی گئی۔
ایک حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل نے ایک بادل بھیجا۔ وہ بیت اللہ کی جگہ آکر سایہ فگن ہو گیا۔ اسی سے بیت اللہ شریف کی حد بندی کی۔ بیت اللہ شریف کی عمارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ سے نو ہاتھ اونچی تھی۔ اور اس کا دور تیس ہاتھ تھا۔
اس کے لئے چھت نہیں تھی ایک دروازہ رکھا اور اندر دروازہ کے پاس ایک گڈھا کھودا جس میں بیت اللہ شریف کا نذرانہ رکھا جاتا تھا یہ پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے بنا ہے۔ حرار، ثبیر، لبنان، جبل طور،

جبل بیت المقدس، ۔ کعبہ شریف کی دیواریں تو بدلی گئی ہیں مگر بنیاد وہی باقی ہے جو حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل نے قائم کی تھیں۔

قبل بعثت قریش نے جو تعمیر کی اس بیت اللہ کا کچھ حصہ حطیم میں شامل کرکے باہر کر دیا۔ اور آج تک اسی پر عمارت باقی ہے جس کی تفصیل نزہۃ القاری جلد اول میں مذکور ہو چکی ہے ناظرین اس کی طرف رجوع کریں۔

**جاء بھذا الحجر**۔ اس سے مراد وہ پتھر ہے جس پہ کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دیواروں کی تعمیر کی ہے جسے مقام ابراہیم کہتے ہیں جو اب بھی موجود ہے۔ مسجد حرام میں کعبہ شریف کے پورب، اتر جانب کچھ فاصلے پر رکھا ہوا ہے۔ دیواریں جتنی اونچی ہوتی جاتی تھیں یہ پتھر بھی اونچا ہوتا جاتا تھا تعمیر کرتے کرتے جب دیواریں اونچی ہوگئیں اتنی جہاں حجر اسود نصب ہے تو حضرت ابراہیم نے حضرت اسمٰعیل سے فرمایا۔ اے بیٹے! ایک اچھا پتھر تلاش کرکے لاؤ میں اسے لگا دوں۔ جہاں سے لوگ اپنے طواف کو شروع اور جہاں ختم کریں۔ انھوں نے معذرت کی کہ میں تھکا ہوا ہوں۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا پھر بھی جاؤ حضرت اسماعیل جب واپس آئے تو دیکھا کہ ایک خوبصورت پتھر وہاں لگا ہوا ہے۔ پوچھا ابا یہ کون لایا ہے فرمایا اسے وہ لایا ہے جو تیرے اوپر بھروسہ نہیں کرتا۔

یہ پتھر حضرت جبرئیل امین ہندوستان سے لائے تھے۔ یہ وہی پتھر ہے جس پر بیٹھے ہوئے حضرت آدم جنت سے تشریف لائے تھے یہ دودھ کی طرح سفید تھا بوسہ دینے والوں کی گناہوں کو جذب کرتے کرتے سیاہ ہو گیا۔

۱۷۹۳ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ التَّيْمِيُّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ قَالَ

**حدیث** حضرت ابو ذر نے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! زمین میں سب سے

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الْاَرْضِ اَوَّلُ قَالَ

پہلے کس مسجد کی بنیاد رکھی گئی ہے؟ فرمایا مسجد حرام کی پھر میں نے عرض کیا

مَسْجِدُ الْحَرَامِ قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ اَلْمَسْجِدُ الْاَقْصٰى قُلْتُ كَمْ

پھر کس کی فرمایا مسجد اقصیٰ کی۔ میں نے عرض کیا ان کے درمیان کتنی مدت ہے؟

كَانَ بَيْنَهُمَا قَالَ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً ثُمَّ اَيْنَمَا اَدْرَكَتْكَ الصَّلٰوةُ بَعْدُ

فرمایا چالیس سال۔ پھر تم کو جہاں نماز کا وقت مل جائے وہیں پڑھ لو اس

فَصَلِّهْ فَاِنَّ الْفَضْلَ فِيْهِ ۔ع۔

لئے کہ فضیلت اسی میں ہے ۔

۱۷۹۳ **تشریحات** اربعون سنة ۔ علامہ ابن جوزی نے کہا کہ یہ بہت مشکل ہے اس لئے کہ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کی ہے اور بیت المقدس کی تعمیر حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ۔ ان دونوں حضرات کے درمیان ایک ہزار سال کے عرصہ کا زمانہ ہے ۔ علامہ قرطبی نے یہ جواب دیا کہ حدیث میں بنیاد کا ذکر ہے ۔ کعبہ کی بنیاد حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے رکھی تھی ہو سکتا ہے کہ خود انھوں نے ہی چالیس سال بعد بیت المقدس کی بھی بنیاد رکھی ہو ۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابن ہشام نے اپنی کتاب التیجان میں ذکر کیا ہے کہ کعبہ کی تعمیر کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت آدم سے فرمایا کہ بیت المقدس چلو اور اس کی عمارت بناؤ ۔ تو انھوں نے اسے تعمیر کیا ۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کعبہ کی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تجدید کی ۔

۱۷۹۴ **حدیث** عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ

حضرت ابو حمید ساعدی نے مجھے خبر دی کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم حضور پر

اَنَّهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

کیسے درود پڑھیں ؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پھر کہو اے اللہ

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَ

رحمت نازل فرما ۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور ان کی ازواج اور ان کی ذریت پر جیسے تو نے

ذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ

رحمت نازل فرمائی آل ابراہیم پر اور برکت نازل فرما محمد پر اور ان کی ازواج اور ذریت پر جیسی

وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ ۔ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ع۔

تو نے برکت نازل فرمائی آل ابراہیم پر بیشک تو تعریف کیا ہوا بزرگ ہے ۔

۱۷۹۵ **حدیث** اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ لَقِيَنِيْ كَعْبُ بْنُ

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے کہا کہ مجھ سے کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ع۔ باب ۔ ووھبنا لداؤد سلیمان ص۴۸۷ مسلم صلوٰۃ ، نسائی صلوٰۃ ، وتفسیر

ع۔ ثانی دعوات باب ھل یصلی علی غیر النبی ص۹۴۱ ، مسلم ابوداؤد ، نسائی صلوٰۃ وتفسیر ابن ماجہ صلوٰۃ ۔

عُجْرَةَ فَقَالَ اَلَا اُهْدِیْ لَكَ هَدِیَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ

نے ملاقات کی اور فرمایا کیا میں تجھے وہ ہدیہ نہ پیش کروں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ بَلٰی فَاَهْدِ هَالِیْ فَقَالَ سَئَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

علیہ وسلم سے سنا ہے میں نے کہا ضرور یہ ہدیہ مجھے عطا فرمائیے تو انھوں نے کہا کہ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَیْفَ الصَّلٰوةُ عَلَیْكُمْ

ہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا اور ہم نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کے اہل بیت

اَهْلَ الْبَیْتِ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْكَ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ

پر درود کیسے ہے اللہ نے ہم کو آپ پر سلام کرنے کا طریقہ سکھا دیا ہے فرمایا کہو اے اللہ

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ

اپنی رحمت نازل فرما محمد اور آل محمد پر جیسے تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر بیشک

اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ

تو تعریف کیا ہوا بزرگ ہے۔ اے اللہ برکت نازل فرما محمد اور آل محمد پر جیسے

مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ؏۴

تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر بے شک تو تعریف کیا ہوا بزرگ ہے۔

**تشریحات ۱۷۹۵** حضرت ابوذر کی روایت میں آل ابراہیم میں لفظ آل مقحم ہے۔ مراد خود ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں۔ آل محمد سے مراد یا تو خاص اولاد سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں یا وہ تمام بنی ہاشم بنی مطلب جنھیں زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ آل سے مراد تمام مسلمان ہوں جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا۔ من تبعنی فھو آلی۔ جو میری اتباع کرے وہ میری آل ہے۔

**کما صلیت علی ابراھیم**۔ اس میں افضل کی مفضول کے ساتھ تشبیہ نہیں بلکہ غیر اعرف کی اعرف کے ساتھ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور ان کی آل پر اللہ عزوجل کی خصوصی رحمتیں اور بے پناہ برکتیں اس وقت بھی سب کو معلوم تھیں۔ اس لئے، کما صلیت علی ابراہیم وبارکت علی ابراہیم فرمایا گیا۔

**کیف الصلوٰۃ**۔ سوال کی بنیاد یہ تھی کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا۔ یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ اے ایمان والو نبی پر درود بھیجو اور ان پر سلام بھیجو جیسا کہ سلام بھیجنے کا حق ہے۔ تشہد میں سلام

---

ع۴ ثانی تفسیر۔ تفسیر سورہ احزاب باب قولہ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی ص۷۰۷ دعوات باب الصلوٰۃ علی النبی ص۹۴۰، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ۔ کلھم فی الصلوٰۃ۔

کا طریقہ سکھایا۔ کہ یوں کہو السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ حضور درود پڑھنے کا طریقہ بھی سکھادیں۔

۱۷۹۶ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

عَنْھُمَا قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَ

علیہ وسلم حسن و حسین کی حفاظت کے لئے یہ دعا پڑھتے تھے۔ اور فرماتے تھے

الْحُسَیْنَ وَیَقُوْلُ اِنَّ اَبَاکُمَا کَانَ یُعَوِّذُ بِھَا اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحَاقَ اَعُوْذُ

کہ تمہارے باپ اسماعیل و اسحٰق کی بھی حفاظت کے لئے یہ دعا پڑھتے

بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّھَامَّۃٍ وَمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ ؏

تھے۔ اعوذ بکلمات اللہ التامۃ الخ

**تشریحات** ۱۷۹۶ **وھامہ**۔ کے معنی زہریلے اور نقصان پہونچانے والے کے ہیں۔ **لامۃ** کے معنی برائی پہنچانے والے کے۔ **عین لامہ**۔ نظر بد۔

**بابُ** قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَنَبِّئْھُمْ عَنْ ضَیْفِ اِبْرَاھِیْمَ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْہِ (الآیۃ) لَاتُوْجَلْ لَاتَخَفْ وَاِذْ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ص۴۷۷

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور انھیں ابراہیم کے مہمانوں کے بارے میں بتادو جب کہ اس کے پاس حاضر ہوئے "لاتوجل" کے معنی مت ڈر۔ اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے بیان میں اور جب کہ ابراہیم نے کہا اے میرے رب مجھے دکھادے تو کیسے مردے جلائے گا۔

**توضیح باب** **ضیف ابراھیم**۔ اللہ عزوجل نے حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی قوم کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ کفر و شرک کے علاوہ اور بہت سی برائیوں کے ساتھ ان میں اغلام بہت کثرت سے پھیلا ہوا تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انھیں اسلام کی دعوت دی۔ برائیوں سے خصوصاً اغلام سے باز رہنے کی تلقین فرمائی۔ مگر یہ نہیں مانے اور ازراہ سرکشی و تمرد یہ کہدیا اگر تم سچے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب لاؤ۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کی تباہی و بربادی کی بددعا فرمائی۔ اللہ عزوجل نے ان کی بددعا قبول کی۔ اور ان پر عذاب نازل کرنے کے لئے چار فرشتوں کو بھیجا۔ جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، درد ائیل، یہ فرشتے خوبصورت بے ریش و بروت نوجوانوں کی شکل میں پیدل چل کر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

---

ع۵ ابوداؤد سنۃ ترمذی طب، نسائی نعوت، عمل الیوم و اللیلۃ۔ ابن ماجہ طب،

عادتِ کریمہ تھی کہ بغیر مہمان کے کھانا نہیں تناول فرماتے تھے۔ پندرہ روز تک تقریباً کوئی مہمان نہیں آیا تھا۔ اس کا ان پر اثر تھا۔ جب ان لوگوں کو آتے ہوئے دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور اپنی اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے اور بھنا ہوا خوب تندرست بچھڑا کھانے کے لئے لائے فرشتوں نے اس میں سے کچھ نہیں کھایا۔ اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کچھ خوف طاری ہوا تو ان فرشتوں نے عرض کیا آپ ڈریے نہیں ہم قوم لوط کو تباہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ ہم فرشتے ہیں۔ حضرت سارہ وہیں کھڑی دیکھ اور سن رہی تھیں انھیں ہنسی آگئی۔ فرشتوں نے انھیں بشارت دی کہ اللہ عزوجل آپ کو فرزند عطا فرمائے گا۔ جس کا نام اسحٰق ہوگا اور انھیں بھی ایک فرزند عطا فرمائے گا جس کا نام یعقوب ہوگا۔

**کیف تحی الموتیٰ**۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اللہ عزوجل سے یہ سوال کیا کہ مجھے دکھا دے کہ تو مردے کیسے زندہ فرمائے گا۔ فرمایا کہ کیا اس پر ایمان نہیں رکھتا؟ فرمایا ایمان تو رکھتا ہوں لیکن چاہتا ہوں کہ مجھے اطمینان قلب حاصل ہو جائے یعنی علم الیقین حاصل ہے چاہتا ہوں کہ عین الیقین حاصل ہو جائے اس کو یوں سمجھئے کہ ہر شخص کو اس بات کا یقین ہے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ موجود ہیں کسی کو اس میں ذرا بھی شک نہیں لیکن ان دونوں کی زیارت کے بعد جو انشراح اور اطمینان ہوتا ہے وہ بن دیکھے ہوئے یقین سے بڑھا ہوا ہوتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال کا بھی حاصل یہی تھا کہ احیاء موتیٰ دکھا دے کہ احیاء موتیٰ آنکھوں سے دیکھ کر جو انشراح صدر ہوگا۔ اس کی بات کچھ اور ہوگی۔ حکم ہوا کہ چار چڑیاں لے لو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مرغ، مور، کبوتر، اور کوا لیا۔ حکم ہوا کہ ان کے سر کاٹ کر اپنے پاس رکھو اور ان کے جسموں کو قیمہ کر کے آپس میں ملا دو۔ پھر چار پہاڑوں پہ جا کر ان کے اجزاء منتشر کر دو۔ اور پھر ان کو پکارو وہ سب تمہارے پاس اڑتے ہوئے حاضر ہوں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دست مبارک میں ان پرندوں کے سر تھے، پکارنے کے بعد چاروں کے دھڑ ان کے پاس آئے اگر دوسرے کا سر کسی کے دھڑ کے ساتھ ملانا چاہتے تو ہٹ جاتا اور جب اسی کا سر ملاتے تو مل جاتا۔

۱۷۹۷ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

نے فرمایا ہم بہ نسبت ابراہیم کے شک کرنے کے زیادہ لائق ہیں جب کہ انھوں نے عرض کیا تھا۔ اے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّکِّ مِنْ اِبْرٰھِیْمَ اِذْ قَالَ رَبِّ

میرے رب مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ فرمائے گا فرمایا کہ کیا تو ایمان نہیں رکھتا۔

أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِن قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي

عرض کیا ایمان رکھتا ہوں لیکن چاہتا ہوں کہ اطمینان قلب حاصل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ

وَيَرْحَمُ اللّٰهُ لُوطًا لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ

لوط پر رحم فرمائے وہ مضبوط پناہ گاہ کی طرف پناہ لینا چاہتے تھے اور اگر میں اتنے زمانے

فِي السِّجْنِ طُولَ مَا لَبِثَ يُوسُفُ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ عہ

تک جیل خانہ میں رہتا جتنے زمانہ تک یوسف رہے تو داعی کی بات مان لیتا۔

**نشریحات ۱۷۹۷ فنحن احق بالشك** ۔ یہ قیاس استثنائی کے طور پر ہے مطلب یہ ہے کہ اگر حضرت ابراہیم نے شک کیا ہوتا۔ تو وہ ہمارے جد ہیں ہم ان کی بہ نسبت زیادہ شک میں مبتلا ہوتے لیکن انھوں نے شک نہیں فرمایا۔ صاف تصریح فرمادی کہ مجھے ایمان ہے شک کے بعد ایمان کا تحقق ہی نہیں ہوتا جب انھوں نے شک نہیں کیا تو ہمیں شک کا کیا حق۔

**یرحم لوطاً** ۔ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کے لڑکے تھے اور حضرت ابراہیم پر ایمان لائے تھے ان کے ساتھ ہجرت کر کے مصر گئے پھر انھیں کے ساتھ شام واپس آئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فلسطین میں بود و باش اختیار فرمائی اور حضرت لوط نے اردن میں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط کو اہلِ سدوم کی جانب رسول بنا کر بھیجا۔

یہ بارہ بستیاں تھیں جن سب کو مؤتفکات کہا جاتا ہے یہ شام اور حجاز کے درمیان تھیں یہ لوگ بتوں کو پوجتے تھے اور بے حیائیوں کا ارتکاب کیا کرتے تھے اتنے بے حیا تھے کہ سرِ راہ اغلام بازی کیا کرتے تھے۔ جب عذاب کے فرشتے انتہائی خوبصورت بے ریش و بروت نوجوانوں کی شکل میں ان کے دولت خانہ پر پہونچے اور ان بیہودوں کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے ان کے دولت خانے کو گھیر لیا اور بدطینتی کا برملا اظہار کیا حضرت لوط علیہ السلام نے ان جنونیوں سے فرمایا کہ یہ میری لڑکیاں ہیں ان سے نکاح کر لو اس پر ان خبیثوں نے یہ جواب دیا اور تم جانتے ہو جو ہماری خواہش ہے اس پر حضرت لوط علیہ السلام نے بظاہر اپنی بیکسی پر نظر کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا۔ اے کاش مجھے تمہارے مقابل زور ہوتا۔ یا کسی مضبوط پائے کی پناہ لیتا۔ اسی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ سب سے قوی و مقبوط ماویٰ و ملجا اللہ عزوجل ہے اس کے ہوتے ہوئے حضرت لوط کا وہ فرمانا منصب نبوت کے اعلیٰ شان کے مناسب نہیں تھا۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔

---

عہ باب ولوطا اذ قال لقومہ ص۴۷۸ باب لقد کان فی یوسف واخوتہ ص۴۷۹ ثانی تفسیر سورہ بقرہ باب قولہ واذ قال ابراھیم رب ارنی ص۶۵۱ تفسیر سورہ یوسف باب قولہ لما جاءہ الرسول ص۶۸۰ تعبیر باب الرؤیاء۔ اھل السجون والفساد ص۱۰۳۵ مسلم فضائل ابن ماجہ فتن۔

**وَلَوْ لَبِثْتُ** ۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو زلیخا نے صرف اس بنیاد پر کہ انھوں نے اس کی بات نہیں مانی ۔ جیل خانہ بھیج دیا۔ اور بارہ سال تک جیل خانہ میں رہے ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت یوسف علیہ السلام کے فضل وکمال کا اعتراف فرماتے ہوئے تواضعاً وہ ارشاد فرمایا۔ اور یہ جملہ شرطیہ ہے جس کے لئے طرفین کا صدق ضروری نہیں ۔ علاقہ لزوم اگرچہ فی الجملہ ہو کافی ہے ۔ مطلب یہ ہے ۔ اتنی مدت دراز تک جیل خانہ کی صعوبتیں برداشت کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا ۔

**بَابُ** قَوْلِهٖ فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوْطِ الْمُرْسَلِيْنَ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ اَنْكَرَهُمْ وَنَكِرَهُمْ وَاسْتَنْكَرَهُمْ وَاحِدٌ يُهْرَعُوْنَ يُسْرَعُوْنَ دَابِرَ آخِرَ اَصِيْحَةً "هَلَكَةً" لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ لِلنَّاظِرِيْنَ يَسْبِيْلٍ لِلطَّرِيْقِ بِرُكْنِهٖ وَبِمَنْ مَّعَهٗ لِاَنَّهُمْ قُوَّتُهٗ تَرَكْنُوْا تَمِيْلُوْا ص ۴۷۸

جب لوط کے گھر فرشتے آئے کہا تم تو کچھ بیگانہ لوگ معلوم ہوتے ہو آیت (۶۲) انکرھم ونکرھم واستنکرھم تینوں کے ایک معنی ہیں یعنی ان کو بیگانہ جانا یھرعون کے معنی دوڑتے ہوئے دابر کے معنی آخر صیحۃ کے معنی ہلاک کرنے والی چیخ متوسمین کے معنی دیکھنے والے سبیل کے معنی راستہ رکن کے معنی پایہ یعنی وہ لوگ جو ان کے ساتھ تھے اس لئے کہ وہی ان کی قوت تھے ترکنوا کے معنی تم لوگ جھکو۔

**بَابُ** قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا وَقَوْلِهٖ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ۔ ص ۴۷۸

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور ثمود کی جانب ان کی ہم قوم صالح کو بھیجا اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور حجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا ۔

الْحِجْرِ ۔ مَوْضِعُ ثَمُوْدَ وَاَمَّا حَرُمَتْ حِجْرٌ حَرَامٌ وَكُلُّ مَمْنُوْعٍ فَهُوَ حِجْرٌ وَمِنْهُ حِجْرٌ مَّحْجُوْرٌ وَالْحِجْرُ كُلُّ بِنَاءٍ بَنَيْتَهٗ وَمَا حَجَرْتَ عَلَيْهِ مِنَ الْاَرْضِ فَهُوَ حِجْرٌ وَمِنْهُ سُمِّيَ حَطِيْمُ الْبَيْتِ حِجْرًا وَكَاَنَّهٗ مُشْتَقٌّ مِّنْ مَّحْطُوْمٍ مِثْلُ قَتِيْلٍ مِّنْ مَّقْتُوْلٍ وَيُقَالُ لِلْاُنْثٰى مِنَ الْخَيْلِ حِجْرٌ وَيُقَالُ لِلْعَقْلِ حِجْرٌ وَحِجًى وَاَمَّا حَجْرُ الْيَمَامَةِ فَهُوَ الْمَنْزِلُ ۔

حجر ثمود کی بستی ہے حرمت حجر میں حجر کے معنی حرام ہے اور ہر ممنوع حجر ہے اسی سے آیا ہے حجر محجوراً اور حجر ہر وہ عمارت ہے جس کو تو بنائے ۔ اور زمین سے جو علیحدہ کر دیا جائے وہ حجر ہے اسی سے حطیم کعبہ کو حجر کہتے ہیں گویا حطیم مشتق ہے محطوم سے جیسے قتیل مقتول سے مادہ گھوڑی کو بھی حجر کہا جاتا ہے اور عقل کو بھی حجر کہا جاتا ہے اور حجی کہا جاتا ہے ۔ لیکن حجر الیمامہ یہ بستی کا نام ہے ۔

**توضیح باب** ثمود یہ سام بن نوح کے پرپوتے کا نام ہے انھیں کی اولاد کو قوم ثمود کہا جاتا ہے یہ لوگ وادی قریٰ میں سمندر کے کنارے اور شام کے اطراف میں بستے تھے ان کی عمریں بہت ہوتی تھیں پہاڑوں کو کھود کر اپنے لئے مکان بناتے تھے ان کی بستی کا دوسرا نام حجر بھی ہے جب ان میں کفر ومعاصی کی کثرت ہوئی تو اللہ عزوجل نے حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ قوم ثمود کا ایک لوہے کا بت تھا جس

میں شیطان سال میں ایک بار گھستا اور ان سے کلام کرتا۔ حضرت صالح کے والد اس بت کے مجاور تھے ایک دفعہ ان کو غیرت آئی اور اس بت کو توڑنے کا ارادہ فرمایا تو بت کے اندر سے شیطان چیخا، پوری قوم دوڑ کے آئی انھوں نے انھیں مار کر غار میں پھینک دیا۔ ان کی اہلیہ مدت دراز تک ان کی جدائی پہ روتی رہیں پھر ایک فرشتہ آیا اور انھیں بتایا کہ تمہارے شوہر فلاں غار میں ہیں یہ وہاں گئیں تو انھیں مردہ پایا پھر اللہ نے ان کو زندہ کر دیا اس کے بعد حضرت صالح پیدا ہوئے۔ ان کی قوم نے ان سے نشانی طلب کی۔ تو بطور نشانی ان کو ایک اونٹنی دی گئی جو ایک چٹان پھٹنے سے برآمد ہوئی یہ اونٹنی اتنی بڑی تھی کہ اس کا صرف سینہ ساٹھ ہاتھ تھا یہ اس قوم کے پینے کا جتنا پانی تھا سب پی جاتی اس لئے باری مقرر کر دی گئی۔ ایک دن یہ پانی پیتی اور دوسرے دن بستی والے اس سے قوم بہت پریشان ہوگئی انھوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں اس پر عذاب آیا جبرئیل امیں نے ایک چیخ ماری اور یہ سب مر گئے۔

۱۷۹۸ حدیث حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ الَّذِيْ عَقَرَ النَّاقَةَ فَقَالَ اِنْتَدَبَ لَهَا رَجُلٌ ذُوْ عِزٍّ وَمَنَعَةٍ فِيْ قَوْمِهٖ كَاَبِيْ زَمْعَةَ۔ عہ

حضرت عبداللہ بن زمعہ سے روایت ہے انھوں نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ اس کا تذکرہ فرمایا جس نے اونٹنی کی کونچ کاٹی تھی فرمایا اس کے لئے وہ شخص تیار ہوا جو اپنی قوم میں قوت و اقتدار والا تھا مثل ابو زمعہ کے۔

۱۷۹۸ تشریحات تفسیر میں یہ ہے حضرت عبداللہ بن زمعہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے جس میں اونٹنی اور اس کا جس نے اس کی کونچیں کاٹی تھی ذکر کیا فرمایا جب ان میں کا سب سے بدبخت اٹھا یعنی اونٹنی کی کونچ کاٹنے کے لئے ایک شخص اٹھا جو اپنے قبیلے میں قوت ور تھا مثل ابو زمعہ کے اس کے بعد عورتوں کا تذکرہ فرمایا، فرمایا تم قصداً اپنی عورتوں کو مارتے ہو غلام کی طرح۔ ہو سکتا ہے اسی دن کے آخر میں اس سے ہمبستری کرو ایک شخص نے مجلس میں آواز سے ہوا خارج کر دی تھی جس پر لوگ ہنسنے لگے تھے انھیں نصیحت فرمائی کہ ایسی بات پر کیوں ہنستے ہو جو تم میں کے بعض لوگ کرتے ہیں جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھی اس کا نام قدار بن سالف تھا یہ سرخ رنگ کا تھا اسی کو احمر ثمود کہتے ہیں نحوست کے

---

عہ ثانی تفسیر سورہ والشمس وضحٰھا ص۷۳۷ مسلم، صفۃ النار، ترمذی، تفسیر نسائی تفسیر ابن ماجہ نکاح۔

لئے اس کا نام بطور ضرب المثل لیا جاتا ہے۔ یہ سرخ زرد رنگ نیلی آنکھ والا بغیر داڑھی کا ٹھگنا تھا۔

**کابی زمعہ** ۔ اس کا نام اسود بن المطلب بن اسد بن عبد العزیٰ تھا یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں استہزا کیا کرتا تھا حضرت جبرئیل امین نے اس کے چہرے پر ایک تھپڑ مارا تو وہ اندھا ہو گیا یہ مکہ کے رؤسا میں سے تھا۔

۱۷۹۹ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَ الْحِجْرَ فِيْ

علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے موقع پر جب حجر میں اترے تو لوگوں کو حکم دیا کہ اس کے

غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَمَرَهُمْ اَنْ لَّا يَشْرَبُوْا مِنْ بِئْرِهَا وَلَا يَسْقُوْا مِنْهَا فَقَالُوْا

کنوئیں کا پانی نہ پئیں اور نہ اس میں سے پانی لیں لوگوں نے عرض کیا ہم نے

قَدْ عَجَنَّا مِنْهَا وَاسْتَقَيْنَا فَاَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس کے پانی سے آٹا گوندھ لیا ہے اور اس میں سے پانی کھینچ لیا ہے نبی صلی اللہ

اَنْ يَّطْرَحُوْا ذٰلِكَ الْعَجِيْنَ وَيُهْرِيْقُوْا ذٰلِكَ الْمَاءَ وَيُرْوٰى عَنْ

تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ یہ آٹا پھینک دیں اور وہ پانی بہا دیں۔

سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ وَاَبِي السَّمُوْسِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھانا پھینکنے کا حکم دیا اور حضرت ابوذر

وَسَلَّمَ اَمَرَ بِاِلْقَاءِ الطَّعَامِ وَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جس نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اعْتَجَنَ بِمَائِهٖ۔

اس کے پانی سے آٹا گوندھا ہو اسے پھینک دے۔

۱۸۰۰ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ النَّاسَ

**حدیث** حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ

نَزَلُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْضَ ثَمُوْدَ الْحِجْرَ

تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ثمود کی سرزمین میں حجر میں اترے اور اس کے کنوؤں سے پانی

وَاسْتَقَوْا مِنْ بِئَارِهَا وَاعْتَجَنُوْا بِهٖ فَاَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

کھینچا اور اس سے آٹا گوندھا تو انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کے کنوؤں سے جو

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُهْرِيْقُوْا مَا اسْتَقَوْا مِنْ بِئَارِهَا وَاَنْ يَعْلِفُوا الْاِبِلَ

پانی کھینچا ہے اسے پھینک دیں اور گوندھا ہوا آٹا اونٹوں کو کھلا دیں اور انھیں

الْعَجِيْنَ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَسْتَقُوْا مِنَ الْبِئْرِ الَّتِيْ كَانَ تَرِدُهَا النَّاقَةُ۔

حکم دیا کہ اس کنوئیں سے پانی کھینچیں جس کا پانی اونٹنی پیتی تھی۔

۱۷۹۹-۱۸۰۰ **تشریحات** اس حدیث پر تین اشکال ہیں پہلا یہ ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کئی کنوئیں تھے جن میں سے صرف ایک اونٹنی کے لئے خاص تھا جب کہ تفاسیر کی روایتوں میں یہ ہے کہ اونٹنی اپنی باری کے دن تمام پانی پی جاتی تھی قوم کے لئے پانی بچتا نہیں تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کے عہد میں صرف ایک ہی کنواں رہا ہو جس سے باری باری اونٹنی اور قوم پانی حاصل کرتی تھی بقیہ کنوویں بعد میں کھودے گئے ہوں اونٹنی والا کنواں عذاب کے اثر سے محفوظ تھا اس لئے اس کے پانی کے استعمال کی اجازت دی بقیہ ساری سرزمین عذاب سے متاثر تھی اس لئے وہاں جو کنوئیں بنے ان میں عذاب کا اثر تھا اس بنا پر ان کے پانی پینے سے منع فرمایا۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ پہلی حدیث میں ہے کہ حکم دیا کھانوں کو پھینک دیا جائے دوسری حدیث میں ہے کہ اونٹوں کو کھلانے کا حکم دیا اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث میں یہ ہے امرھم ان یطرحوا اس سے مراد یہ ہے کہ انھیں ڈال دو یعنی تم لوگ نہ کھاؤ جانور کھالیں کوئی حرج نہیں۔ تیسرا اشکال یہ ہے کہ مغازی میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب حجر پر پہونچے تو فرمایا ان معذبین پر کم داخل نہ ہو مگر یہ کہ روتے ہوئے کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں بھی وہی پہونچ جائے جو ان کو پہنچا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے روئے انور کو چادر سے لپیٹا اور سواری کو تیز کر دیا یہاں تک کہ اس وادی سے پار ہو گئے اور یہاں یہ ہے کہ حضور حجر میں اترے اس کا جواب یہ ہے کہ حجر میں اترنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے قریب اترے یعنی وادی پار کر کے دوسری طرف۔ لوگوں کو چونکہ پانی کی ضرورت تھی انھوں نے پانی اسی کنوئیں سے لیا جو اس وادی میں تھے۔

**بَابُ** قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ۔ ص ۴۷۹

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان کہ بیشک یوسف اور ان کے بھائیوں میں پوچھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

۱۸۰۱ **حدیث** عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْتُ اُمَّ رُوْمَانَ وَهِيَ اُمُّ عَائِشَةَ عَمَّا

مسروق سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا میں نے حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے

قِيلَ فِيهَا مَا قِيلَ قَالَتْ بَيْنَمَا أَنَا مَعَ عَائِشَةَ جَالِسَتَانِ إِذْ وَلَجَتْ

پوچھا اور یہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ ماجدہ ہیں اس واقعہ کے بارے میں جو ان کے

عَلَيْنَا امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهِيَ تَقُولُ فَعَلَ اللّٰهُ بِفُلَانٍ وَفَعَلَ

بارے میں کہا گیا جو کہا گیا۔ حضرت ام رومان نے کہا میں عائشہ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی، کہ ایک انصاری خاتون اندر

قَالَتْ فَقُلْتُ لِمَا قَالَتْ إِنَّهُ نَسِيَ ذِكْرَ الْحَدِيثِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ

آئیں اور وہ کہنے لگیں اللہ فلاں کے ساتھ یہ کرے یہ کرے میں نے ان سے پوچھا کیوں؟ انھوں نے بتایا

أَيَّ حَدِيثٍ فَأَخْبَرْتُهَا قَالَتْ فَسَمِعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

اور قصہ کو تفصیل سے بیان کیا حضرت عائشہ نے پوچھا کون سی بات تو میں نے ان کو بتایا عائشہ نے کہا اسے

اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ نَعَمْ فَخَرَّ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا فَمَا

ابوبکر اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنا میں نے کہا ہاں یہ سن کر وہ بیہوش ہو کر گر پڑیں اور جب ان

أَفَاقَتْ إِلَّا وَعَلَيْهَا حُمَّى بِنَافِضٍ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کو افاقہ ہوا تو انھیں جاڑے کے ساتھ بخار آیا اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے دریافت فرمایا

فَقَالَ مَا لِهٰذِهِ قُلْتُ حُمَّى أَخَذَتْهَا مِنْ أَجْلِ حَدِيثٍ تُحُدِّثَ

اس کو کیا ہو گیا ہے تو میں نے بتایا اس بات کی وجہ سے جس کا چرچا ہو رہا ہے اس کو بخار آگیا ہے۔ حضرت

بِهِ فَقَعَدَتْ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَئِنْ حَلَفْتُ لَا تُصَدِّقُونِي وَلَئِنْ

عائشہ بیٹھ گئیں پھر کہا بخدا اگر میں قسم کھاؤں تو تم لوگ مجھے سچا نہیں جانو گے اور اگر عذر بیان کروں تو میرے عذر

اعْتَذَرْتُ لَا تَعْذِرُونِي فَمَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ يَعْقُوبَ وَبَنِيهِ وَاللّٰهُ

کو قبول نہیں کرو گے میرا اور تمہارا حال یعقوب اور ان کے صاحبزادوں کے مثل ہے تم لوگ جو بیان کرتے ہو اس پر اللہ

الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے یہ سن کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا جو نازل فرمایا حضور

فَأَنْزَلَ اللّٰهُ مَا أَنْزَلَ فَأَخْبَرَهَا فَقَالَتْ بِحَمْدِ اللّٰهِ لَا بِحَمْدِ أَحَدٍ۔ عہ

نے عائشہ کو اس کی خبر دی تو حضرت عائشہ نے کہا میں اللہ کی حمد کرتی ہوں اور کسی کی نہیں۔

---

عہ ثانی مغازی ص۵۹۷-۵۹۶ تفسیر سورہ یوسف ص۶۸۰-۶۷۹ تفسیر سورہ نور ص۶۹۸

**تشریحات** ۸۰۱ واقعہ افک پوری شرح و بسط کے ساتھ کتاب الشہادات میں گذر چکا ہے ناظرین وہیں رجوع کریں۔

**فعل اللہ بفلان وفعل** ۔ فلاں سے مراد مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب بن عبد مناف بن قصی ہیں ان کا نام عوف تھا لیکن مسطح غالب رہا ان کی والدہ سلمہ بنت صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ ہیں۔ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خالہ کی صاحبزادی ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی خالہ ہیں۔ مسطح بدر میں شریک ہوئے اور چھپن سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت علی کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے سورۂ نور نازل ہونے کے بعد ان پر حد قذف جاری کی گئی۔

**کمثل یعقوب وبنیہ** ۔ مراد یہ ہے کہ جیسے حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جب یہ فرمایا کہ میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں تو ان کے صاحبزادگان نے یہ اذیت ناک جملہ عرض کیا تھا اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ بیشک آپ اپنی پرانی وارفتگی میں ہیں اس پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے صبر فرمایا اور فرمایا وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۔

**حدیث**

اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ

عروہ بن زبیر نے ام المؤمنین حضرت عائشہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہلیہ سے سوال کیا۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتِ قَوْلَهٗ حَتّٰى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ

بتایئے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے۔ یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہو گئے اور انھیں گمان ہو گیا کہ وہ جھٹلا

وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوْا اَوْ كُذِبُوْا قَالَتْ بَلْ كَذَّبَهُمْ قَوْمُهُمْ فَقُلْتُ

دیئے گئے یا انھوں نے خلاف واقعہ بات کہی۔ تو انھوں نے فرمایا نہیں بلکہ ان کی قوم نے انھیں جھٹلا یا

وَاللّٰهِ لَقَدِ اسْتَيْقَنُوْا اَنَّ قَوْمَهُمْ كَذَّبُوْهُمْ وَمَا هُوَ بِالظَّنِّ فَقَالَتْ

میں نے عرض کیا بخدا رسولوں کو اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ ان کی قوم نے انھیں جھٹلا دیا اور یہ ظن

يَا عُرَيَّةُ لَقَدِ اسْتَيْقَنُوْا بِذٰلِكَ قُلْتُ فَلَعَلَّهَا اَوْ كُذِبُوْا قَالَتْ

نہیں تو انھوں نے فرمایا اے عریہ رسولوں کو اس کا یقین ہو گیا تھا میں نے کہا شاید یہ

مَعَاذَ اللّٰهِ لَمْ تَكُنِ الرُّسُلُ تَظُنُّ ذٰلِكَ بِرَبِّهَا وَاَمَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ قَالَتْ

اوکذبوا ہے یعنی انھوں نے خلاف واقعہ بات کہی تو ام المؤمنین نے فرمایا معاذ اللہ رسولوں

هُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَصَدَّقُوْهُمْ وَطَالَ

کی یہ شان نہیں کہ اپنے رب کے ساتھ یہ گمان کریں۔ رہ گئی یہ آیت تو فرمایا یہ رسولوں

عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ وَاسْتَاخَرَ عَنْهُمُ النَّصْرُ حَتّٰى اِذَا اسْتَيْـَٔسَتْ مِمَّنْ كَذَّبَهُمْ

کے متبعین ہیں جو ان کے رب پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی اور ان پر بلا رطویل

مِنْ قَوْمِهِمْ وَظَنُّوْٓا اَنَّ اَتْبَاعَهُمْ كَذَّبُوْهُمْ جَآءَهُمْ نَصْرُ اللّٰهِ اِسْتَيْـَٔسُوْا

ہو گئی اور مدد کی آمد میں دیر ہوئی یہاں تک کہ جب وہ ان لوگوں سے مایوس ہو گئے

اِسْتَفْعَلُوْا مِنْ يَّئِسَتْ مِنْهُ اَیْ مِنْ يُّوْسُفَ لَا تَيْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ

جنھوں نے ان کی قوم میں سے ان کو جھٹلایا تھا اور انھوں نے گمان کیا کہ ان کے متبعین نے

اللّٰهِ مَعْنَاهُ مِنَ الرَّجَآءِ عه

انھیں جھٹلا دیا تو اللہ کی مدد آئی ۔

## تشریحات ۱۸۰۲

حضرت عروہ کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ اس آیت کریمہ میں قَدْ كُذِّبُوْا تشدید کے ساتھ باب تفعیل سے ہے یا كُذِبُوا بغیر تشدید کے مجرد سے ہے ۔ ام المؤمنین کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ كُذِّبُوا تشدید کے ساتھ باب تفعیل سے ہے یعنی رسولوں کو دیر میں مدد آنے کی وجہ سے اس بات کا یقین ہو گیا کہ ان کی قوم نے انھیں جھٹلا دیا ۔ اور یہاں پر كُذِبُوا مجرد کا معنی درست ہی نہیں ہو سکتا ہے اس لئے کہ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ رسولوں کو اس کا یقین ہو گیا کہ ان سے جو مدد کا وعدہ کیا گیا تھا وہ غلط ہے یہ رسولوں کی شان سے بعید ہے اللہ کے وعدے کو جھوٹا سمجھنا کفر ہے ۔

عروہ کے دوسرے سوال کا مطلب یہ تھا کہ یہاں ظن اپنے حقیقی معنی میں ہے یا یقین کے معنی میں ہے ام المؤمنین نے ارشاد فرمایا کہ یہاں ظن بمعنی یقین ہے ۔ جیسا کہ آیت کریمہ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ الآیۃ میں ظن بمعنی یقین ہے ۔ ام المؤمنین کی تفسیر کے مطابق آیت کا مطلب یہ ہوا ۔ کہ جب بلاء کی سختی دراز ہو گئی اور ناقابل برداشت حد تک پہنچ گئی پھر بھی اللہ کی مدد نہیں آئی تو انبیائے کرام علیہم السلام کے متبعین کو اس کا یقین ہو چلا کہ مدد کا وعدہ غلط تھا جس پر انبیائے کرام علیہم السلام کو یہ یقین ہو گیا کہ ان کے متبعین نے انھیں جھٹلا دیا ۔ کتاب التفسیر میں حضرت ابن عباس کا یہ ارشاد منقول ہے کہ كُذِبُوا تخفیف کے ساتھ ہے ۔ حضرت ابن عباس اس آیت کو اور آیت کریمہ حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ یہاں تک کہ رسول اور ان کے ساتھ ان پر ایمان لانے والوں نے کہا کب اللہ کی مدد ہے ؟ کو مآل کے اعتبار سے ہم معنی بتایا ہے ۔ پھر ام المؤمنین کے اس انکار کی کیا وجہ ہے ؟ کہ یہ كُذِبُوا نہیں بلکہ تشدید الذال كُذِّبُوا ہے ۔

---

عه ثانی تفسیر سورہ بقرہ باب قولہ ان حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ص ۶۴۹ سورہ یوسف باب قولہ حتی اذا استیئس الرسل ص ۶۸۰

**اقول وھوالمستعان۔** قرارت متواترہ دونوں ہیں۔ نافع مدنی اور ابن کثیر، ابوعمرو اور ابن عامر کی قرارت تشدید کے ساتھ ہے۔ اور عاصم کوفی اور حمزہ اور کسائی کی قرارت تخفیف کے ساتھ ہے اور دونوں اپنی جگہ پر درست ہیں۔ آیت کریمہ میں دو فعل ہیں: ظنوا اور کذبوا۔ ظنوا کی ضمیر کا مرجع رسولوں کو ٹھہرایا جائے اور کذبوا کا بھی تو تشدید لازم ہے۔ اب آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ رسولوں کو اس کا یقین ہو گیا کہ انھیں جھٹلا دیا گیا اور ظنوا کی ضمیر کا مرجع مرسل الیھم کو ٹھہرایا جائے اور کذبوا کی ضمیر کا بھی مرجع۔ یعنی قوم نے اس بات کا یقین کیا کہ ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ حضرت ام المؤمنین کو کذبوا کی قرارت کا علم نہ رہا ہو اس لئے اس سے انکار فرمایا۔

**بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ (الآیۃ) اُرْکُضْ اِضْرِبْ یَرْکُضُوْنَ یَعْدُوْنَ۔ ص ۴۸۰**

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور ایوب کو یاد کر جب اس نے اپنے رب کو پکارا مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو ہر مہربان سے بڑھکر مہربان ہے۔ (انبیاء آیت ۸۳) سورہ ص آیت ۴۲ میں ہے اُرْکُضْ بِرِجْلِكَ۔ اَرْکُضْ کے معنی پاؤں سے ٹھوکر مارنے کے ہیں یَرْکُضُوْنَ کے معنی وہ دوڑتے ہوئے آئے۔

**توضیح باب** حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اولاد میں سے ہیں انھوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا زمانہ پایا ہے لیکن منصب نبوت پر حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد فائز ہوئے یہ مالدار ترین امرار میں سے تھے۔ ان کے پاس پانچ سو ہلوں کی جوڑی تھی۔ جن کی دیکھ بھال کے لئے پانچ سو غلام تھے ہر غلام کی ایک بیوی اور ضروریات کے لئے مال تھا ان کے تیرہ بیٹے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرح بہت بڑے مہمان نواز بھی تھے بیوگان یتیموں کی کفالت کرتے ضرورت مند مسافروں کی مدد فرماتے اور جب تک کسی کو کھلا نہیں لیتے خود نہیں کھاتے۔ اور جب تک کسی کو کپڑا پہنا نہیں لیتے خود نہیں پہنتے۔ ان سب کے باوجود اللہ کی عبادت میں شب و روز لگے رہتے۔ پھر آپ آزمائش میں مبتلا کئے گئے جس کی ابتداء یوں ہوئی کہ آپ کا مکان گر پڑا جس میں آپ کی اولاد اور فرزند دب کر مر گئے تمام جانور جو ہزارہا اونٹ ہزارہا بکریاں تھیں سب مر گئے۔ تمام کنبہ اور باغات برباد ہو گئے کچھ بھی باقی نہ رہا۔ جب آپ کو ان چیزوں کی اطلاع ہوئی تو ذرا بھی دلگیر نہ ہوئے۔ بلکہ اللہ کی حمد بجالائے اور فرمایا میرا کیا ہے۔ جس کا تھا اس نے لے لیا جتنے دنوں تک میرے پاس رکھا اسی کا میں شکر بجا نہیں لا سکا اور نہ ہی اس کا شکر ادا کر سکتا ہوں۔ اس کے بعد آپ بیمار پڑے پورے بدن میں آبلے پڑ گئے پورا جسم اس سے بھر گیا سوائے دل اور زبان کے جن سے اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ پھر ان میں ناقابل برداشت کھجلی پیدا ہوئی۔ ناخنوں سے اسے کھجلاتے یہاں تک کہ ناخن مبارک بھی گر گئے پھر موٹے ٹاٹ سے کھجلانے لگے۔ اس سے بھی چین نہ ملا تو ٹھیکرے اور پتھروں سے کھجلانے لگے یہاں تک کہ تمام گوشت ختم ہو گئے صرف ہڈیاں اور پٹھے باقی رہ گئے ان زخموں میں کیڑے پڑ گئے۔

زخموں سے بو آنے لگی۔ بستی والوں نے بستی سے باہر لے جاکر گھورے پر ڈال دیا۔ اور سب لوگوں نے ملنا جلنا بند کر دیا۔ سوائے ان کی اہلیہ رحمت بنت فرائیم بن یوسف کے۔ یہی ان کی دیکھ بھال اور خدمت کرتیں۔ پھر ایسا ہوا کہ ان کی اہلیہ نے ایک دن عرض کیا کہ اللہ سے دعا فرمائیے۔ فرمایا کہ آسائش کی مدت کتنی تھی انھوں نے فرمایا اسّی ۸۰ سال فرمایا مجھے اللہ سے حیا آتی ہے کہ میری آزمائش کی مدت آسائش سے کم ہو۔ ایک بار ابلیس ان کی اہلیہ کی خدمت میں آیا۔ اور ایک بکری کا بچہ دیا اور کہا یہ لے جاکر ایوب کو دیدو۔ اور ان سے کہو کہ اسے میرے نام پر ذبح کریں تو انھیں شفا ہو جائے گی۔ ان کی اہلیہ نے جاکر ان سے عرض کیا تو اس پر جلال آگیا فرمایا تو مجھے ہلاک کرنا چاہتی ہے۔ اگر اللہ نے مجھے اس مصیبت سے نجات دی تو تجھ کو سو کوڑے ماروں گا۔ تو مجھے حکم دیتی ہے کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کروں اور انھیں بھی بھگا دیا اور تنہا رہ گئے اس وقت یہ دعا فرمائی۔ رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ اے رب مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ اللہ عزوجل نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انھیں حکم دیا کہ زمین پر اپنا پاؤں مارو۔ تو تمہیں ٹھنڈے پانی کا چشمہ ملے گا۔ چنانچہ حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے پاؤں مارا تو ایک چشمہ ظاہر ہوا حکم دیا گیا کہ اس سے غسل کیجئے آپ نے اس سے غسل فرمایا تو ظاہر بدن کی ساری بیماریاں دور ہو گئیں پھر آپ چالیس قدم چلے پھر حکم ہوا کہ پاؤں ماریئے پھر ایک شیریں اور سرد پانی کا چشمہ جاری ہوا اب حکم ہوا کہ اس کا پانی پیئو آپ نے اس کا پانی نوش کیا تو اندرونی تمام بیماریاں دور ہو گئیں اور آپ کو برباد شدہ اموال کے مثل اللہ عزوجل نے عطا فرمایا اور تمام اولاد کو زندہ فرمادیا۔ اموال برباد شدہ کو صرف واپس ہی نہیں کیا بلکہ اس سے دونا عطا فرمایا گیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اور اکثر مفسرین نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے آپ کی تمام اولاد کو زندہ فرمادیا۔

**بَابٌ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسٰى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا اِلٰى قَوْلِهٖ نَجِيًّا۔** ص ۴۸۰

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کر وہ مخلص تھے۔ لغایت نجیًا۔

**يُقَالُ لِلْوَاحِدِ وَالْاِثْنَيْنِ وَالْجَمِيْعِ نَجِيٌّ وَيُقَالُ خَلَصُوْا نَجِيًّا اِعْتَزَلُوْا نَجِيًّا وَالْجَمِيْعُ اَنْجِيَةٌ۔**

نجی کے معنی سرگوشی کرنے والا۔ یہ واحد تثنیہ، جمع سب کے لئے آتا ہے۔ خَلَصُوْا نَجِیًّا کے معنی یہ ہیں لوگوں سے علیحدہ ہو کر سرگوشی کرنے لگے۔ نجی کی جمع انجیۃ ہے۔ یَتَنَاجُوْن۔ آپس میں سرگوشی کرنے لگے۔ تَلَقَّفُ۔ تَلْقَمُ۔ انھیں نگلنے لگا۔

**بَابٌ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى اِذْ رَاٰى نَارًا اِلٰى قَوْلِهٖ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى** ص ۴۸۰

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان کیا تمہارے پاس موسیٰ کا قصہ آیا۔ جب کہ انھوں نے آگ دیکھا اللہ عزوجل کے اس ارشاد تک بے شک تم طویٰ کی مقدس وادی میں ہو۔

اٰنَسْتُ اَبْصَرْتُ نَارًا لَعَلِّیْ اٰتِیْكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ (الیٰ اٰخرالاٰیۃ) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْمُقَدَّسُ

الْمُبَارَكُ طُوىً اِسْمُ الْوَادِیْ سِیْرَتَهَا حَالَتَهَا وَالنُّهٰى التُّقٰى بِمُلْكِنَا بِاَمْرِنَا هَوٰى شَقِیَّ فَارِغًا اِلَّا مِنْ ذِكْرِ مُوْسٰى رِدْاً یَصْدُقُنِیْ وَیُقَالُ مُعِیْنًا اَوْ مُعِیْنًا یَبْطِشُ وَیَبْطُشُ یَاْتَمِرُوْنَ یَتَشَاوَرُوْنَ رِدْاً عَوْنًا یُقَالُ قَدْ اَرْدَاْتُهٗ عَلٰى صَنْعَتِهٖ اَیْ اَعَنْتُهٗ عَلَیْهَا وَالْجُذْوَةُ قِطْعَةٌ غَلِیْظَةٌ مِنَ الْخَشَبِ لَیْسَ فِیْهَا لَهَبٌ سَنَشُدُّ سَنُعِیْنُكَ كُلَّمَا عَزَزْتَ شَیْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهٗ عَضُدًا وَقَالَ غَیْرُهٗ كُلُّ مَا لَمْ یَنْطِقْ بِحَرْفٍ اَوْ فِیْهِ تَمْتَمَةٌ اَوْ فَاْفَاةٌ فَهِیَ عُقْدَةٌ اَزْرِیْ ظَهْرِیْ فَیُسْحِتَكُمْ فَیُهْلِكَكُمُ الْمُثْلٰى تَابِیْثُ الْاَمْثَلِ یَقُوْلُ بِدِیْنِكُمْ یُقَالُ خُذِ الْمُثْلٰى خُذِ الْاَمْثَلَ ثُمَّ ائْتُوا صَفًّا یُقَالُ هَلْ اَتَیْتَ الصَّفَّ الْیَوْمَ یَعْنِیْ الْمُصَلّٰى الَّذِیْ یُصَلّٰى فِیْهِ فَاوْجَسَ اَضْمَرَ خَوْفًا فَذَهَبَتِ الْوَاوُ مِنْ خِیْفَةٍ لِكَسْرَةِ الْخَاءِ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ عَلٰى جُذُوْعٍ خَطْبُكَ بَالُكَ مَسَاسَ مَصْدَرُ مَاسَّهٗ مِسَاسًا لَنُسَفِّنَّهٗ لَنُذَرِّیَنَّهٗ الصَّفْحَ الْحَرُّ قُصَیِّهِ اِتَّبِعِیْ اَثَرَهٗ وَقَدْ یَكُوْنُ اَنْ تَقُصَّ الْكَلَامَ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ عَنْ جُنُبٍ عَنْ بُعْدٍ وَعَنْ جَنَابَةٍ وَعَنْ اِجْتِنَابٍ وَاحِدٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ عَلٰى قَدَرِ مَوْعِدٍ لَا تَنِیَا لَا تَضْعُفَا مَكَانًا سُوًى مُنْصَفٌ بَیْنَهُمْ یَبَسًا یَابِسًا مِنْ زِیْنَةِ الْقَوْمِ الْحُلِیِّ الَّذِیْ اسْتَعَارُوْا مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ فَقَذَفْتُهَا اَلْقَیْتُهَا اَلْقٰى صَنَعَ فَنَسِیَ مُوْسٰى هُمْ یَقُوْلُوْنَهٗ اَخْطَاَ الرَّبَّ اَنْ لَا یَرْجِعَ اِلَیْهِمْ قَوْلًا فِی الْعِجْلِ۔

میں نے آگ دیکھی ہے امید ہے کہ میں اس میں ایک چنگاری لے کر آؤں گا۔ افادہ یہ فرمایا کہ اٰنَسْتُ کے معنی اَبْصَرْتُ کے ہیں۔ ابن عباس نے فرمایا کہ مقدس کے معنی برکت والی ہے۔ طُوىً اسم لِلْوَادِی طوی ایک میدان کا نام ہے سِیْرَتَهَا۔ حَالَتَهَا۔ سیرت کے معنی حالت ہے۔ النهٰی۔ التقٰی۔ نہٰی کے معنی تقوی کے ہیں۔ بِمُلْكِنَا۔ بِاَمْرِنَا۔ ملک کے معنی حکم کے ہیں۔ هَوٰی۔ شَقِیَّ۔ ہوٰی کے معنی بدبخت ہوا فَارِغًا اِلَّا مِنْ ذِكْرِ مُوْسٰى ہر چیز کو وہ بھول گئیں سوائے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ذکر کے۔ رِدْاً کَیْ یُصَدِّقُنِیْ وَیُقَالُ مُعِیْنًا اَوْ مُعِیْنًا۔ رِدْاً کے معنی مددگار کے ہیں۔ یعنی ہارون میرے بھائی کو میرے ساتھ کر دے تاکہ وہ میرے مددگار ہوں تاکہ میری تصدیق کریں۔ یَبْطِشُ وَیَبْطُشُ یعنی اس میں دونوں قراتیں ہیں۔ طا کو کسرہ اور ضمہ۔ یَاْتَمِرُوْنَ۔ یَتَشَاوَرُوْنَ۔ یعنی آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ رِدْاً عَوْنًا یعنی مددگار۔ یُقَالُ قَدْ اَرْدَاْتُهٗ عَلٰى صَنْعَتِهٖ اَیْ اَعَنْتُهٗ عَلَیْهَا۔ رِدْاً کے معنی مددگار کے کہا جاتا ہے قَدْ اَرْدَاْتُهٗ عَلٰى صَنْعَتِهٖ یعنی میں نے اس کے کام میں اس کی مدد کی۔ وَالْجُذْوَةُ۔ قِطْعَةٌ غَلِیْظَةٌ مِنَ الْخَشَبِ۔ لَیْسَ فِیْهَا لَهَبٌ۔ جُذْوَة کے معنی جلتی ہوئی لکڑی کا موٹا ٹکڑا جس میں لپٹ نہ ہو۔ سَنَشُدُّ سَنُعِیْنُكَ كُلَّمَا عَزَزْتَ شَیْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهٗ عَضُدًا ارشاد فرمایا۔ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ۔ اس کی تفسیر میں فرمایا جب کسی چیز کو تم قوت دو تو تم اس کے لئے بازو بنا دیا۔ وَقَالَ غَیْرُهٗ كُلُّ مَا لَمْ یَنْطِقْ بِحَرْفٍ اَوْ فِیْهِ تَمْتَمَةٌ

اَوْ فَأْفَأَةٌ فَهِيَ عُقْدَةٌ۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دعا فرمائی تھی وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ میری زبان کی گرہ کو کھول دے۔ اس میں وارد عقدۃ کی تفسیر فرماتے ہیں جو کسی حرف کو نہ بول پائے۔ یا جس کی زبان میں تمتمہ یا فأفأۃ ہو تو یہ زبان کی گرہ جسے عقدہ کہتے ہیں۔ جس کو لکنت بھی کہتے ہیں۔

**لکنت کی قسمیں** لکنت کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک تمتمۃ۔ اتنی جلدی جلدی بولنا کہ سمجھ میں نہ آئے۔ فأفأۃ بولنے میں زیادہ فاسنائی دے۔ کچھ حروف کو صحیح ادا نہ کر پائے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اَزْرِیْ۔ ظَهْرِیْ۔ اَزُرٌ کے معنی پیٹھ کے ہیں۔ فَيُسْحِتَكُمْ فَيُهْلِكُكُمْ یعنی تم کو ہلاک کرے گا اَلْمُثْلٰى۔ تَانِيْثُ الْاَمْثَلِ۔ يَقُوْلُ بِدِيْنِكُمْ۔ يُقَالُ خُذِ الْمُثْلٰى خُذِ الْاَمْثَلَ ارشاد فرمایا گیا۔ وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى۔ یہ دونوں تم کو سب سے افضل راستے پر لے جائیں گے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ مثلیٰ امثل کی تانیث ہے جو معنی میں افضل کے ہے اور طریق کے معنی دین کے ہیں۔ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا۔ يُقَالُ۔ هَلْ اَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ۔ یعنی اَلْمُصَلّٰى الَّذِيْ يُصَلّٰى فِيْهِ۔ فرمایا گیا تھا پھر تم لوگ صف میں حاضر ہو۔ امام بخاری فرماتے ہیں اس سے مراد عیدگاہ ہے۔ بولتے ہیں کیا آج تم صف میں حاضر ہوئے۔ یعنی اس جگہ جہاں نماز پڑھی گئی۔ فَاَوْجَسَ اَضْمَرَ خَوْفًا فَذَهَبَتِ الْوَاوُ مِنْ خِيْفَةٍ بِكَسْرَةِ الْخَاءِ۔ ارشاد ہے فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى۔ موسیٰ نے اپنے جی میں خوف پایا اس کی تفسیر میں فرمایا کہ اَوْجَسَ کے معنی چھپایا۔ خِيْفَةٌ کا واؤ یا سے بدل گیا خاء کے کسرہ کی وجہ سے۔ یعنی خِيْفَةٌ اصل میں خِوْفَةٌ تھا۔ فِعْلَةٌ کے وزن پر۔ واو ساکن اس کے ماقبل مکسور واؤ کو یا سے بدل دیا فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ عَلٰى جُذُوْعِ۔ میں تم لوگوں کو کھجور کے تنوں پر پھانسی دوں گا۔ امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا کہ فی معنی میں علیٰ کے ہے۔ خَطْبُكَ۔ بَالُكَ۔ تیرا کیا حال ہے۔ مِسَاسَ۔ مصدر مَاسَّهٗ مِسَاسًا یعنی مَاسَّ يُمَاسُّ باب مفاعلت کا مصدر ہے۔ جیسے لَاَنْزَمَنَّكُمْ كَالْزَامِكُمْ لَنُنَسِّفَنَّهٗ۔ لَنُذَرِّيَنَّهٗ۔ یعنی ہم اس کے ذرے ذرے کو دریا میں ڈال دیں گے۔ اَلظُّهْرُ الْحَرُّ گرمی میں قُصِّيْهِ اِتَّبِعِيْ اَثَرَهٗ۔ وَقَدْ يَكُوْنُ اَنْ تَقُصَّ الْكَلَامَ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ قَصَّيْهِ کے معنی یہ ہیں کہ ان کے نشان قدم کے پیچھے چل اور کبھی بات کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ جیسے فرمایا گیا۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ ہم آپ سے بیان فرماتے ہیں۔ عَنْ جُنُبٍ۔ عَنْ بُعْدٍ۔ وَعَنْ جَنَابَةٍ وَعَنْ اِجْتِنَابٍ وَاحِدٌ۔ جُنُبٌ کے معنی دوری کے ہے جُنُبٌ جَنَابَةٌ اور اِجْتِنَابٌ سب کا معنی ایک ہے۔ افادہ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ یہ مادہ دوری کے معنی میں مستعمل ہے۔ جُنُبٌ کو جُنُبٌ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ نماز سے دور رہتا ہے۔ جَنَابَةٌ کو جَنَابَةٌ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ نماز سے دور رہنے کا سبب ہے۔ اجتناب کے معنی بچنے کے ہیں۔ بچنے والا جس سے بچتا ہے اس سے دور رہتا ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ عَلٰى قَدَرٍ مَّوْعِدٍ یعنی وعدے کے وقت۔ لَا تَنِيَا۔ لَا تَضْعُفَا کمزور نہ ہو مکانًا

سُوًی مِنْصَفٌ بَیْنَھُمْ یعنی ایسی جگہ جو دونوں کے آدھے آدھ پر ہو۔ یَبَسًا۔ یَابِسًا۔ سوکھا مِنْ زِیْنَۃِ الْقَوْمِ۔ اَلْحُلِیُّ الَّذِیْ اِسْتَعَارُوْا مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ۔ یعنی قوم کے ان زیوروں سے جو انھوں نے آل فرعون سے منگنی مانگا تھا۔ فَقَذَفْتُھَا۔ اَلْقَیْتُھَا۔ صَنَعَ۔ یعنی میں نے اس کو بنایا۔ فَنَسِیَ مُوْسٰی ھُمْ یَقُوْلُوْنَہٗ اَخْطَأَ الرَّبَّ۔ تو موسیٰ بھول گئے یعنی اپنے رب کے پہچاننے میں خطا کی۔ اَنْ لَّا یَرْجِعُ اِلَیْھِمْ قَوْلًا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ بچھڑا ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا۔

**بَابُ** قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ مُوْسٰی وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا۔ صـ۴۸۱

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان کیا تمہیں موسیٰ کا قصہ معلوم نہیں ہے اور اللہ نے موسیٰ سے کلام فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔

۱۸۰۳ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ رَاَیْتُ مُوْسٰی

نے فرمایا جس رات مجھے سیر کرائی گئی۔ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور وہ کم گوشت والے سیدھے

وَاِذَا ھُوَ رَجُلٌ ضَرْبٌ رَجِلٌ کَاَنَّہٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَۃَ وَرَاَیْتُ

بالوں والے بزرگ تھے۔ گویا وہ شنوءہ کے افراد میں سے ہیں اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا وہ میانہ قد

عِیْسٰی فَاِذَا ھُوَ رَجُلٌ رَبْعَۃٌ اَحْمَرُ کَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِیْمَاسٍ وَاَنَا

سرخ جھلکتی رنگت کے بزرگ ہیں گویا ابھی ابھی حمام سے نکلے ہیں اور میں ابراہیم علیہ السلام

اَشْبَہُ وُلْدِ اِبْرَاھِیْمَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِہٖ ثُمَّ اُتِیْتُ

کی اولاد میں سب سے زیادہ ان کے مشابہ ہوں۔ پھر میرے سامنے دو برتن پیش کیا

بِاِنَائَیْنِ فِیْ اَحَدِھِمَا لَبَنٌ وَفِی الْاٰخَرِ خَمْرٌ فَقَالَ اِشْرَبْ اَیَّھُمَا شِئْتَ

گیا ایک میں دودھ تھا دوسرے میں شراب۔ پیش کرنے والے نے کہا آپ جیسے چاہیں

فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُہٗ فَقِیْلَ اَخَذْتَ الْفِطْرَۃَ اَمَا اِنَّکَ لَوْ

پئیں میں نے دودھ کو لیا اور اس کو پیا تو کہا گیا آپ نے دین فطرت کو اختیار کیا۔ (یعنی دین اسلام کو)

اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُکَ۔ عـہ

سنیئے اگر آپ شراب لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

عـہ باب قولہ واذکر فی الکتاب صـ۴۸۹ ثانی تفسیر سورۂ اسراء باب قولہ اسریٰ بعبدہٖ لیلا صـ۶۸۴ اشربہ باب اِنما الخمر والمیسر صـ۸۳۶ باب شرب اللبن صـ۴۳۸۔ مسلم، ایمان۔ ترمذی تفسیر۔

**تشریحات ۱۸۰۳** حدیث مذکور کی تشریحات جلد ثانی میں صـ ۳۰۶ لغایت صـ ۳۲۰ میں گذر چکی ہے ناظرین وہیں ملاحظہ کریں۔

**حدیث ۱۸۰۴** سَمِعْتُ اَبَا الْعَالِيَةِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ اَنْ يَقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى وَنَسَبَهٗ اِلٰى اَبِيْهِ ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان کی کہ فرمایا کسی کو یہ مناسب نہیں کہ یہ کہے میں یونس بن متی سے بہتر ہوں اور انھیں اپنے باپ کی طرف منسوب فرمایا۔

**تشریحات ۱۸۰۴** اس ارشاد کی دو توجیہ ہیں ایک یہ ہے کہ انا سے مراد کوئی بھی قائل ہو۔ یعنی کسی کو یہ درست نہیں کہ یہ کہے میں یونس علیہ السلام سے بہتر ہوں مراد امتی ہے یہ اپنی جگہ درست ہے کیونکہ اس پر اجماع قطعی یقینی ہے کہ انبیائے کرام غیر انبیاء سے افضل ہیں حتی کہ غیر نبی کو نبی سے افضل کہنا کفر ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ انا سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں۔ اس تقدیر پر یہ ارشاد بطور تواضع ہے اور حضرت یونس علیہ السلام کے فضل وکمال کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ سورہ قلم میں فرمایا۔ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ (آیت ۴۸) اور مچھلی والے کے مثل نہ ہونا اس سے کسی کم فہم کو حضرت یونس علیہ السلام کی تخفیف شان کا واہمہ ہو سکتا تھا۔ ان کی جلالت شان کو ظاہر کرنے کے لئے یہ فرمایا۔ جیسے شفیق اساتذہ اپنے ہونہار محبوب تلمیذ کے بارے میں کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ مجھ سے بھی زیادہ قابل ہے۔

**باب** قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً ۔ صـ ۴۸۱

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ لیا انا اول المسلمین تک۔

**توضیح باب** حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بنی اسرائیل سے وعدہ فرمایا تھا جب کہ وہ مصر میں تھے کہ اگر اللہ عزوجل ان کے دشمن کو ہلاک فرما دے گا۔ تو اللہ کے حضور سے ان کے لئے ایک کتاب لائیں گے جس میں آئندہ اور گذشتہ باتوں کا ذکر ہوگا۔ جب اللہ نے فرعون کو ہلاک فرما دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کتاب کا سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ تیس روزے رکھ کر میری بارگاہ میں حاضر ہو۔ یہ ذوقعدہ کا مہینہ تھا جب تیس روزے پورے کر لئے تو منہ کی بو کو ناپسند فرمایا جس کے ازالہ

---

عـہ باب قول اللہ عزوجل ان یونس لمن المرسلین صـ ۴۸۵ ثانی تفسیر سورہ انعام باب قولہ ان یونس ولوط صـ ۶۶۶۔ توحید باب ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صـ ۱۱۲۵۔ مسلم۔ الانبیا ابوداؤد سنہ۔

کے لئے موسیٰ علیہ السلام نے مسواک کرلیا اب فرشتوں نے عرض کیا۔ ہم آپ کے دہن پاک سے مشک کی خوشبو سونگھتے تھے آپ نے مسواک کرکے اسے زائل فرمادیا۔ اب اللہ نے انھیں حکم دیا کہ دس روزے ذی الحجہ کے اور رکھ کر آؤ۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ کوہ طور پر حاضر ہوئے تو اللہ عزوجل نے ان سے بلاواسطہ کلام فرمایا اس سے ان کا شوق بڑھا اور عرض کیا۔ اے رب مجھے اپنا جلوہ دکھا۔ میں تجھے دیکھوں گا اس پر اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا۔ لَنْ تَرَانِیْ۔ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ پاؤ گے (یعنی دنیا میں) ہاں میں پہاڑ پر تجلی ڈال رہا ہوں۔ تم اسے دیکھو اگر پہاڑ اس کی تاب لاسکا اور اپنی جگہ اپنی حالت پر قائم رہا۔ تو تم مجھے دیکھ پاؤ گے جب اللہ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دارفتہ ہوش ہوکر زمین پر تشریف فرما ہوگئے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل نے ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے برابر پہاڑ پر اپنی تجلی ڈالی تھی۔ جس سے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ہوش آیا۔ تو عرض کیا اے اللہ تیرے لئے پاکی ہے۔ اور میں تیری طرف رجوع ہوتا ہوں۔ اور میں مومنین میں پہلا ہوں۔ یہ عرض اللہ عزوجل کی عظمت شان کے اظہار کے لئے تھی۔ جیسا کہ عرفا کی عادت ہے کہ اللہ عزوجل کی عظمت کی کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اس کی تسبیح وتقدیس کرتے ہیں اور اس کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ یا یہ رجوع اس بنا پر تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو محسوس ہوا کہ میں نے ایک ایسا سوال کیا ہے۔ جو مجھے نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اس سے رجوع فرمایا۔

**ایک توضیح** پہاڑ پر تجلی پڑی جس کے ملاحظہ کرنے سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دارفتہ ہوش ہوگئے اس سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ انھوں نے جلوۂ الٰہی کو ملاحظہ نہیں فرمایا مگر بنظر دقیق بالکل ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دیدار الٰہی فرمایا اگر کچھ نہیں ملاحظہ فرمایا تھا تو دارفتہ ہوش کس بنا پر ہوئے جس سے ان کے قوی بشری پر یہ اثر پڑا تھا کہ وہ تاب نہ لاسکے۔ کیا دیکھا تھا اس کا جواب صرف یہ ہے کہ وہی جلوہ دیکھا تھا جو پہاڑ پر پڑا تھا اور قرآن کی صریح نص سے ظاہر ہے کہ وہ تجلی ربانی تھی اسی کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ملاحظہ فرمایا اور تاب نہ لاکر دارفتہ ہوش ہوگئے۔

اللہ عزوجل کا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کلام فرمانا اس طرح نہیں تھا جیسے ہم اور آپ کلام کرتے ہیں۔ کہ اپنی فطری قوت کو کام میں لاکر مخصوص معانی ذہن میں رکھ کر اس پر دلالت کرنے والے الفاظ وکلمات کو ایجاد کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ہمارا یہ ایجاد کرنا حادث ہے ہماری آواز ہمارا کلام سب حادث۔ برخلاف اللہ عزوجل کے کلام کے وہ اس کی صفت اور قدیم ہے۔ لفظ اور صورت سے پاک ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے تھوڑی دیر تک اپنے صفت کلام کے کچھ حصے سے حجاب اٹھادیا تھا جس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کلام ربانی سنا۔ فتذکر وتشکر فانہ من مزال الاقدام۔

یُقَالُ دُکَّۃٌ زَلْزَلَۃٌ فَدُکِّکْنَ جُعِلْنَ الْجِبَالَ کَالْوَاحِدَۃِ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا وَلَمْ یَقُلْ کُنَّ رَتْقًا مُلْتَصِقَتَیْنِ۔

دُکَّۃ کے معنی ہلانے کے ہیں فَدُکَّتَا فَدُکِّکْنَ۔ زمین و آسمان میں زلزلہ ڈالا گیا تو ان میں زلزلہ آگیا جبال جمع کو واحد کے مثل کر دیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک آسمان و زمین چپکے ہوئے ہیں اور کن نہیں فرمایا رَتْقًا کے معنی چپکے ہوئے امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں سورہ الحاقہ میں فرمایا گیا وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً۔ اور زمین اور پہاڑ اوٹھا کر دفعۃً چور چور کر دیئے جائیں گے۔ (آیت ۱۴) اس آیت مبارکہ میں جبال جمع تھا اس کے ساتھ ارض بھی مذکور تھی اس کے لئے جمع کا صیغہ لانا چاہئے تھا یا مؤنث کا جو جمع کے حکم میں ہو مگر تثنیہ کا صیغہ لایا گیا اس کی توضیح میں امام بخاری فرماتے ہیں کہ ارض سے تقابل کی بنا پر جبال کو بتاویل نوع واحد کے حکم میں کر دیا گیا جیسا کہ آیت کریمہ۔ اِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا میں سمٰوٰت کو ارض سے تقابل کی بنا پر بتاویل نوع واحد کے حکم میں کر دیا گیا۔ زمین و آسمان ابتداء آفرینش میں آپس میں چپکے ہوئے تھے ان دونوں کے بیچ میں خلا نہیں تھا یعنی آج جو فضا کا فاصلہ ہے نہیں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے دونوں کو الگ کیا بیچ میں یہ فاصلہ رکھا۔

اُشْرِبُوْا ثَوْبٌ مُشْرَبٌ مَصْبُوْغٌ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُشْرِبُوْا شَرِبَ سے ہے۔ جس کے معنی پینے کے ہیں اس کے ازالہ کے لئے امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہ ثَوْبٌ مُشْرَبٌ سے لیا گیا ہے جس کے معنی رنگا ہوا کپڑا ہے مطلب یہ ہے کہ ان کے دلوں پر بچھڑے کا معبود ہونا اس طرح غالب کر دیا گیا تھا جیسے رنگ کپڑے پر غالب ہوتا ہے۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنْبَجَسَتْ اِنْفَجَرَتْ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ رَفَعْنَا اِنْبَجَسَتْ کے معنی ہیں پھوٹ پڑے نَتَقْنَا کے معنی ہیں ہم نے بلند فرمایا۔

## بَابُ طُوْفَانٍ مِّنَ السَّيْلِ ص ۴۸۱

سیلاب کے طوفان کا بیان۔

**توضیح باب** ارشاد ہے۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ۔ تو بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور گھن (یا کلنی یا جوئیں) اور مینڈک اور خون جدا جدا نشانیاں (سورہ اعراف آیت ۱۳۵) جب جادوگروں کے ایمان لانے کے بعد فرعونی اپنے کفر و سرکشی پر جمے رہے تو انھیں ڈرانے اور کفر سے دور کرنے کے لئے پے در پے نشانیاں ظاہر کی گئیں۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دعا کی تھی کہ یارب فرعون زمین پر بہت سرکش ہو گیا اور اس کی قوم نے عہد شکنی کی انھیں ایسے عذاب میں گرفتار کر جس کے وہ مستحق ہیں اور وہ میری قوم اور بعد والوں کے لئے عبرت ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے طوفان بھیجا ابر آیا اندھیرا چھا گیا اور کثرت سے بارش ہونے لگی قبطیوں کے گھروں میں پانی بھر گیا۔ یہاں تک کہ وہ اس میں کھڑے رہ گئے اور پانی ان کی گردنوں کی ہنسلیوں تک آگیا۔ ان میں جو بیٹھا رہا ڈوب گیا۔ نہ ہل سکتے تھے نہ کچھ کام کر سکتے تھے سنیچر سے سنیچر تک سات روز تک اس مصیبت میں گرفتار رہے اور باوجود اس کے کہ بنی اسرائیل کے گھر ان کے گھروں سے متصل تھے ان کے گھروں میں پانی نہ آیا جب یہ لوگ عاجز ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کیا کہ ہمارے لئے دعا فرما دیجئے کہ یہ مصیبت رفع ہو تو ہم آپ پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل

کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دعا فرمائی۔ طوفان کی مصیبت رفع ہوئی زمین میں وہ سرسبزی وشادابی آئی جو پہلے نہ دیکھی گئی تھی۔ کھیتیاں خوب ہوئیں درخت خوب پھلے اب فرعونی کہنے لگے۔ یہ پانی تو نعمت تھا اور ایمان نہ لائے ایک ماہ تو عافیت سے گذرا پھر اللہ تعالیٰ نے ٹڈیاں بھیجیں جو کھیتیاں اور پھل اور درختوں کے پتے مکانوں کے دروازے، چھتیں اور تختے اور سامان حتی کہ لوہے کی کیلیں تک چاٹ گئیں اور قبطیوں کے گھروں میں بھر گئیں مگر بنی اسرائیل کے یہاں نہ گئیں اب قبطیوں نے پریشان ہو کر پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے دعا کی درخواست کی اور ایمان لانے کا وعدہ کیا اس پر عہد و پیمان کیا سات روز یعنی شنبہ سے شنبہ تک ٹڈیوں کے مصیبت میں مبتلا رہے پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی دعا سے نجات پائی اور کھیتیاں اور پھل جو کچھ باقی رہ گئے تھے انھیں دیکھ کر کہنے لگے یہ ہمیں کافی ہیں۔ اور ہم اپنا دین نہیں چھوڑتے چنانچہ ایمان نہیں لائے اور عہد وفا نہ کیا اور اپنے اعمال خبیثہ میں مبتلا رہے ایک مہینہ عافیت سے گذرا پھر اللہ تعالیٰ نے قمّل بھیجے اس میں مفسرین کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ قمل گھن ہے بعض کہتے ہیں کہ جوئیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک اور چھوٹا سا کیڑا ہے اس کیڑے نے جو کھیتیاں اور پھل باقی رہ گئے تھے انھیں کھالیا کپڑوں میں گھس جاتے تھے اور جلد کو کاٹتے تھے کھانے میں بھر جاتے تھے اگر کوئی دس بوری گیہوں چکی پر لے جاتا تو تین واپس لاتا باقی سب کیڑے کھا جاتے یہ کیڑے فرعونیوں کے بال بھویں پلکیں چاٹ گئے، جسم میں چیچک کی طرح لپٹ جاتے سونا دشوار کر دیا تھا اس مصیبت سے فرعونی چیخ پڑے اور انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کیا ہم توبہ کرتے ہیں۔ آپ اس بلا کے رفع ہونے کی دعا فرمائیے۔ سات روز کے بعد یہ مصیبت حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی دعا سے رفع ہوئی۔ لیکن فرعونیوں نے پھر عہد شکنی کی اور پہلے سے زیادہ بدعمل اور سرکشی کرنے لگے۔ ایک ماہ امن میں گذرنے کے بعد پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مینڈک بھیجے اور یہ حال ہوا کہ آدمی بیٹھا ہوتا تو اس کی مجلس میں مینڈک بھر جاتے پانی پینے کے لئے منھ کھولتا تو مینڈک کود کر منھ میں پہونچ جاتا۔ ہانڈیوں میں مینڈک کھانوں میں مینڈک بھر جاتے آگ بجھ جاتی۔ لیٹتے تھے تو مینڈک اوپر سوار ہو جاتے۔ اس مصیبت سے فرعونی چیخ پڑے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا۔ اب کی بار ہم پکی توبہ کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے عہد و پیمان لے کر دعا کی تو سات روز کے بعد یہ مصیبت بھی دفع ہو گئی اور ایک ماہ عافیت سے گذرا۔ لیکن پھر انھوں نے عہد و پیمان توڑ دیا اور اپنے کفر پر اڑے رہے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بددعا فرمائی تو تمام کنوؤں کا پانی نہروں کا پانی اور چشموں کا پانی دریائے نیل کا پانی غرض ہر پانی ان کے لئے تازہ خون بن گیا انھوں نے فرعون سے اس کی شکایت کی تو کہنے لگا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جادو سے تمہاری نظر بندی کر دی تو انھوں نے کہا کیسی نظر بندی ہمارے برتنوں میں خون کے سوا پانی کا نام و نشان نہیں تو فرعون نے حکم دیا کہ قبطی بنی اسرائیل کے ساتھ ایک ہی برتن سے پانی پئیں مگر جب بنی اسرائیل نکالتے تو پانی نکلتا۔ قبطی نکالتے تو اسی برتن سے خون نکلتا یہاں تک کہ فرعونی عورتیں بنی

سے عاجز ہو کر بنی اسرائیل کی عورتوں کے پاس آئیں اور ان سے پانی مانگا اسرائیلی عورتوں نے انھیں پانی دیا۔ وہ پانی ان کے برتن میں آتے ہی خون ہو گیا فرعونی عورتیں کہنے لگیں کہ تم پانی اپنے منہ میں لے کر میرے منہ میں کلی کر دو۔ جب تک وہ پانی اسرائیلی عورتوں کے منہ میں رہتا پانی رہتا۔ مگر جب فرعونی عورتوں کے منہ میں پہنچتا خون ہو جاتا۔ فرعون خود پیاس سے مضطر ہوا۔ تو اس نے نہر درختوں کی رطوبت چوسی وہ رطوبت منہ میں پہنچتے ہی خون ہو گئی۔ سات روز تک خون کے سوا کوئی چیز پینے کو میسر نہ آئی۔ پھر ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی اور ایمان لانے کا وعدہ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ یہ مصیبت بھی رفع ہوئی مگر ایمان پھر بھی نہ لائے۔ وَيُقَالُ لِلْمَوْتِ الْكَثِيرِ طُوفَانٌ۔ بہت زیادہ موت کو طوفان کہا جاتا ہے اَلْقُمَّلُ۔ الْحَمْنَانُ يُشْبِهُ صِغَارَ الْحَلَمِ۔ جو چھوٹے جوئیں کی طرح ہوتی ہیں۔ حَقِيقٌ حَقٌّ۔ حَقِيقٌ بمعنی حق ہے۔ سَقَطَ۔ كُلُّ مَنْ نَدِمَ فَقَدْ سَقَطَ فِي يَدِهٖ سورۃ اعراف میں بنی اسرائیل کے لئے فرمایا گیا تھا جب بچھڑے کو معبود بنانے پر انھیں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے سرزنش فرمائی تو اس پر وہ نادم ہوئے وَلَمَّا سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا سورۃ اعراف آیت ۱۴۹ اور جب وہ پچھتائے اور سمجھے کہ ہم بہک گئے۔ امام بخاری فرماتے ہیں سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ کے معنی ہیں وہ پچھتائے نادم ہوئے۔

**بَابُ حَدِيثِ الْخَضِرِ مَعَ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ** ص۴۸۱ خضر علیہ السلام کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات۔

۱۸۰۵ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

**حل لغات** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا سُمِّيَ الْخَضِرُ لِأَنَّهُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خضر کا نام خضر اس لئے رکھا گیا کہ وہ سفید زمین پر بیٹھے جس کی

جَلَسَ عَلٰى فَرْوَةٍ بَيْضَاءَ فَإِذَا هِيَ تَهْتَزُّ مِنْ خَلْفِهٖ خَضْرَاءَ۔

برکت سے اس کے پیچھے سبزہ لہلہانے لگا۔

**تشریحات ۱۸۰۵** اس باب سے متعلق حدیث طویل جلد اول کتاب العلم میں گذر چکی ہے اور وہیں اس سے متعلق پوری ابحاث بھی ذکر کر دی گئیں ہیں۔

**فَرْوَةٌ۔** زمین کا اوپری حصہ روئے زمین یا سوکھی گھاس جو سوکھ کر سفید ہو گئی ہو۔ باب ص۴۸۳

۱۸۰۶ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ

عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ لِبَنِيْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل سے کہا گیا کہ دروازے میں سجدہ کرتے

اِسْرَائِيْلَ اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ فَبَدَّلُوْا فَدَخَلُوْا يَزْحَفُوْنَ

ہوئے داخل ہو اور یہ کہو کہ ہمیں معاف کر دیا جائے تو انھوں نے بدل دیا اور

عَلٰى اَسْتَاهِهِمْ وَقَالُوْا حَبَّةٌ فِيْ شَعْرَةٍ۔ عہ

چوتڑوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور کہا بالی میں دانہ دے۔

۱۸۰۶

**تشریحات** باب سے مراد بیت المقدس یا اریحا کا دروازہ ہے۔ اریحا بیت المقدس کے قریب ایک بستی کا نام تھا جس میں عمالقہ آباد تھے۔ ان بدبختوں نے اللہ عزوجل کے حکم کی نافرمانی کی بلکہ ایک طرح کا مسخرہ پن کیا تو اس کی سزا میں ان پر طاعون کا عذاب نازل کیا گیا۔

**بَابُ** قَوْلِهٖ يَعْكِفُوْنَ عَلٰى اَصْنَامٍ لَّهُمْ وہ اپنے بتوں پر آسن جمائے بیٹھے تھے۔

**توضیح باب** دریائے نیل یا بحر قلزم پار کر کے جب بنی اسرائیل فرعون سے نجات پا گئے تو شام جاتے ہوئے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ بتوں کے سامنے آسن جمائے ہوئے بیٹھے ہیں تو ان کم عقلوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا جیسے ان کے لئے معبود ہیں ہمارے لئے بھی معبود بنا دیجئے۔ اسی کا تذکرہ اس آیت کریمہ میں ہے۔ مُتَبَّرٌ۔ خُسْرَانٌ۔ نقصان۔ وَلِيُتَبِّرُوْا۔ يُدَمِّرُوْا۔ برباد کریں۔ ڈھاویں۔ مَا عَلَوْا غَلَبُوْا۔ جس کو انھوں نے بزور طاقت حاصل کیا۔

۱۸۰۷ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ

**حدیث** حضرت جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ

قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَجْنِي الْكُبَّاثَ

تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہم پیلو کا پھل چننے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَيْكُمْ بِالْاَسْوَدِ

علیہ وسلم نے فرمایا اس میں سے کالے کو لو اس لئے کہ وہ بہت مزے دار ہوتا

عہ ثانی تفسیر سورہ بقرہ باب واذ قلنا ادخلوا ہذہ القریہ ص۶۴۳ سورہ اعراف باب وقولوا حطۃ ص۶۶۸ مسلم آخری کتاب

مِنْهُ فَإِنَّهُ أَطْيَبُهُ قَالُوا أَكُنْتَ تَرْعَى الْغَنَمَ قَالَ هَلْ مِنْ نَبِيٍّ

ہے لوگوں نے عرض کیا۔ کیا حضور نے بکریاں چرائیں ہیں؟ فرمایا کیا کوئی ایسا

إِلَّا وَقَدْ رَعَاهَا۔

نبی ہے جس نے نہ چرایا ہو۔

۱۸۰۷

**تشریحات** اس حدیث کو باب سے کیا مناسبت ہے اسے اچھی طرح امام بخاری ہی بتا سکتے تھے مگر پھر بھی کچھ شارحین نے زور آزمائی کی ہے۔ صاحب توضیح نے فرمایا کہ مناسبت یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ہر نبی نے بکری چرایا ہے اس کے عموم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی داخل ہیں اور باب میں جس قصے کی طرف اشارہ ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کی قوم سے متعلق ہے۔ چونکہ پیلو کے پھل جنگل میں ہی ہوا کرتے تھے اور وہاں زیادہ تر چرواہوں ہی کا گذر تھا اس لئے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیلو کا پھل جو کالا ہوتا ہے وہ سب سے عمدہ ہوتا ہے۔ تو صحابہ کرام نے اندازہ لگایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکریاں چرائی ہیں۔

**بَابُ** وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً (الآیہ) ص ۴۸۳

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا بیشک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ کوئی گائے ذبح کرو

آیت ۶۷ لغایت ۷۱

**توضیح باب** بنی اسرائیل میں ایک شخص بہت مالدار تھا جس کا نام عامیل تھا اس کے چچازاد بھائی نے اس لالچ میں اسے قتل کر دیا کہ اس کا سب مال اس کو مل جائے اس لئے کہ تنہا وہی اس کا وارث تھا اس نے عامیل کو قتل کر کے دور کی بستی کے دروازے پر ڈال دیا صبح کو اس خون کا مدعی بنا۔ وہاں کے لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے درخواست کی کہ قاتل کا پتہ چلائیں اس پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کو حکم دیا ایک گائے ذبح کر کے گائے کے کسی عضو کو مقتول پر ماریں وہ زندہ ہو کر خود بتا دے گا کہ مجھے کس نے قتل کیا ہے اس پر ان جاہلوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر بھبتی کسی کہ آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں ہم آپ سے عرض کرتے ہیں کہ قاتل کا پتہ چلائیے اور آپ فرماتے ہیں کہ گائے ذبح کرو، دونوں میں کیا مناسبت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ مذاق کرنا جاہلوں کا کام ہے۔ خدا کی پناہ کہ میں جاہل بنوں۔ اب انھوں نے پوچھا کہ وہ گائے کیسی ہوگی یعنی کس عمر کی فرمایا نہ بوڑھی نہ اوسر بلکہ ان دونوں کی بیچ میں ادھیڑ تم سے جو کہا جا رہا ہے کرو مگر پھر بھی وہ گھاٹ نہ سمجھے اور پوچھا کہ وہ کس رنگ کی ہوگی فرمایا پیلے رنگ کی جس کا رنگ بھڑکدار ہو جسے دیکھ دیکھنے والے خوش ہو جائیں۔ اب اس کے بعد انھوں نے پوچھا اب بھی گائے کا معاملہ مشتبہ ہے آپ ذرا اور توضیح فرما دیجئے انشاء اللہ ہم منزل تک پہنچ جائیں گے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ

وہ ایسی گائے ہو جس سے خدمت نہ لی جاتی ہو۔ نہ زمین جوتے نہ کھیتی کو پانی دے۔ بے عیب ہو اس میں کوئی داغ نہ ہو یہ سن کر انھوں نے کہا اب آپ نے ٹھیک ٹھیک بتایا ہے انشاء اللہ تعالیٰ ہم ضرور مقصود تک پہنچ جائیں گے۔ اس کے بعد گائے کی تلاش شروع ہوئی۔ لیکن ان صفات کی کوئی گائے مل نہیں رہی تھی بہت تلاش کے بعد ان تمام صفات کے ساتھ موصوف صرف ایک گائے ملی۔

اس کا قصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نیک شخص تھے جن کا ایک چھوٹا بچہ تھا ان کے پاس ایک گائے کے بچہ کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ انھوں نے اس کی گردن پر مہر لگا کر اللہ کے نام پر چھوڑ دیا اور بارگاہ ایزدی میں یہ عرض کیا کہ اے رب میں اس بچھیا کو اپنے اس لڑکے کے لئے تیرے پاس امانت رکھتا ہوں۔ جب یہ لڑکا بڑا ہو جائے تو یہ گائے اس کے کام آئے اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا یہ بچھیا جنگل میں اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان میں پرورش پاتی رہی کچھ دنوں کے بعد یہ لڑکا بڑا ہوا باپ کی طرح نیک بخت نیک چلن تھا اس کی ماں زندہ تھی ماں کا اطاعت شعار رہا ایک روز اس کی ماں نے اپنے لڑکے سے کہا تیرے باپ نے فلاں جنگل میں تیرے نام پر اللہ کی حفاظت میں ایک بچھیا چھوڑ دی تھی۔ اب وہ جوان ہو گئی ہو گی۔ اس کو جنگل سے لا یہ لڑکا جنگل میں گیا اور اس گائے کو پایا۔ اس میں وہ تمام نشانیاں پائی جاتی تھیں جو اس کی ماں نے اس کو بتایا تھا۔ اس جوان نے اس گائے کو اللہ کی قسم دیکر پکارا تو اس کے پاس حاضر ہوئی جوان اس کو لے کر اپنی ماں کی خدمت میں آیا۔ ماں نے حکم دیا اس کو بازار میں لے جا کر تین دینار میں بیچ دے۔ اور یہ بھی ہدایت کر دی کہ سودا ہو جانے کے بعد پھر مجھ سے اجازت لی جائے ان ایام میں اس اطراف میں گائے کی قیمت تین ہی دینار تھی۔ جوان جب اس گائے کو بازار میں لایا تو ایک فرشتہ خریدار کی شکل میں آیا اس نے گائے کی قیمت چھ دینار لگا دی اور یہ شرط کر دی کہ سودا پکا کر لو اور والدہ کی اجازت پر موقوف نہیں رہے گا۔ جوان نے اسے منظور نہ کیا۔ اور اپنی والدہ ماجدہ سے سارا قصہ بیان کر دیا۔ اس کی والدہ نے چھ دینار قیمت منظور کرنے کی تو اجازت دی مگر یہ کہدیا کہ پھر مجھ سے پوچھ لینا یہ شخص پھر بازار میں آیا فرشتے نے اب بارہ دینار قیمت لگائی اور یہ کہا کہ والدہ ماجدہ کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ جوان نے قبول نہیں کیا اور والدہ کو اس کی اطلاع دی اس کی والدہ نے فراست ایمانی سے سمجھ لیا یہ کوئی خریدار نہیں بلکہ فرشتہ ہے جو آزمائش کے لئے آتا ہے۔ بیٹے سے کہا اب کی مرتبہ اس خریدار سے یہ کہنا کہ ہمیں گائے کے فروخت کرنے کا حکم دیتے ہیں یا نہیں لڑکے نے فرشتے سے جا کر یہی کہا۔ اس پر فرشتے نے حکم دیا اس کو ابھی نہ بیچو بنی اسرائیل اس کو خریدنے آئیں گے۔ وہ جب آئیں تو اس گائے کی قیمت یہ بتانا کہ اس کی کھال کو سونے سے بھر دو۔ جوان اس گائے کو گھر لایا ادھر بنی اسرائیل تلاش کرتے کرتے اس کے مکان پر پہونچے تو اس نے ان کو اس کی قیمت بتائی اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ضمانت پر بنی اسرائیل نے اس گائے کو ذبح کر کے اس کے کسی عضو کو مقتول پر مارا وہ بحکم الٰہی زندہ ہو گیا اس حال میں کہ اس کی حلق سے خون کے پھوارے جاری تھے اس نے بتایا کہ مجھے میرے چچازاد بھائی نے قتل کیا ہے اس اعجاز سے مرعوب ہو کر اس نے اقرار کر لیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو قصاص میں قتل کرنے کا حکم دیا اور اس کو میراث سے بھی محروم فرمایا۔

حدیث میں ہے کہ ابتدا میں کوئی بھی گائے ذبح کر دیتے تو ان کا مقصد پورا ہو جاتا۔ اور اخیر میں اگر انشاء اللہ نہ کہتے تو قیامت تک سوالات ہی کرتے رہ جاتے۔

قَالَ اَبُو الْعَالِیَۃِ عَوَانٌ النَّصَفُ بَیْنَ الْبِکْرِ وَالْھَرِمَۃِ۔ عوان کے معنی جو بکر اور بڑھاپے کے درمیان ہو ادھیڑ۔ فَاقِعٌ صَافٍ۔ صاف ستھرا بے داغ۔ لَا ذَلُوْلٌ لَمْ یُذَلِّلْھَا الْعَمَلُ۔ اس سے کوئی کام نہ لیا گیا ہو۔ تُثِیْرُ الْاَرْضَ لَیْسَتْ بِذَلُوْلٍ تُثِیْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَعْمَلُ فِی الْحَرْثِ۔ کام کرنے والی نہ ہو کہ زمین جوتے اور کھیت میں کام کرے۔ مُسَلَّمَۃٌ مِنَ الْعُیُوْبِ۔ ہر عیب سے سالم ہو۔ لَا شِیَۃَ بَیْضَاءَ صَفْرَاءَ اِنْ شِئْتَ سَوْدَاءَ وَیُقَالُ صَفْرَاءُ کَقَوْلِہٖ جِمَالَاتٌ صُفْرٌ۔ یعنی سفید جس میں زردی جھلکتی ہو پیلی جس میں سیاہی جھلکتی ہو جیسے صُفْرٌ آء اسے کہتے ہیں جس کا رنگ پیلا ہو مگر اس میں سیاہی جھلکتی ہو جیسے کہتے ہیں جِمَالَاتٌ صُفْرٌ۔ وہ پیلے رنگ کے اونٹ جس میں سیاہی جھلکتی ہو۔ فَادَّارَأْتُمْ اِخْتَلَفْتُمْ۔ آپس میں تم نے اختلاف کیا ایک دوسرے پر ٹالتے رہے۔

**بَابُ وَفَاۃِ مُوْسٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَذِکْرُہٗ بَعْدُ۔** حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات اور اس کے بعد ان کا ذکر۔ ص ۴۸۳

**توضیح باب** نزہۃ القاری جلد رابع ص ۱۰۱-۱۰۲ پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وصال کی تفصیل اور یہ کہ ان کا مزار مبارک کہاں ہے ذکر کی جا چکی ہے۔ ایک روایت کے مطابق وصال کے وقت حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عمر مبارک تقریباً ایک سو چالیس تھی۔

۱۸۰۸ عَنْ حُمَیْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنْہُ قَالَ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَّ آدَمُ

نے فرمایا کہ آدم اور موسیٰ نے آپس میں بحث فرمائی موسیٰ نے ان سے کہا آپ ہی

وَمُوْسٰی فَقَالَ لَہٗ مُوْسٰی اَنْتَ آدَمُ الَّذِیْ اَخْرَجَتْکَ خَطِیْئَتُکَ مِنَ

وہ آدم ہیں کہ آپ کی لغزش نے آپ کو جنت سے نکالا۔ تو ان سے آدم نے فرمایا آپ ہی وہ

الْجَنَّۃِ قَالَ لَہٗ آدَمُ اَنْتَ مُوْسَی الَّذِیْ اصْطَفَاکَ اللّٰہُ بِرِسَالَاتِہٖ

موسیٰ ہیں جنھیں اللہ نے اپنی رسالت اور کلام کے ساتھ مشرف فرمانے کے

وَبِکَلَامِہٖ ثُمَّ تَلُوْمُنِیْ عَلٰی اَمْرٍ قَدْ قُدِّرَ عَلَیَّ قَبْلَ اَنْ اُخْلَقَ فَقَالَ

لئے منتخب فرمایا پھر مجھے اس بات پر ملامت کرتے ہیں جو میری پیدائش سے پہلے میرے مقدر

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَحَجَّ آدَمُ مُوْسٰی مَرَّتَیْنِ عہ

میں لکھ دی گئی تھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا آدم موسیٰ پر غالب رہے۔

۱۸۰۸ **تشریحات** حضرت آدم و موسیٰ علیہما السلام کا یہ مکالمہ ہو سکتا ہے کہ عالم ارواح میں ہوا ہو یا ہو سکتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات میں ہوا ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد یہ دونوں حضرات اکٹھے ہوئے ہوں تو وہاں ہوا ہو۔ مثلاً شب معراج۔

**اشکال اور اس کا جواب**۔ حضرت آدم علیہ السلام کے جواب کا حاصل یہ ہوا کہ مجھ سے جو لغزش ہوئی وہ میری تقدیر میں لکھی ہوئی تھی وہ ٹل نہیں سکتی تھی اس لئے اس پر ملامت نہیں کرنا چاہئے اس پر اشکال یہ ہے کہ ہر عاصی کی معصیت تقدیر میں لکھی ہوئی ہے پھر کسی عاصی کی معصیت پر ملامت کرنا درست نہ ہوگا۔

علامہ نووی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ جب میں نے اس لغزش سے توبہ کر لی اور اللہ عزوجل نے میری توبہ قبول فرمائی تو آپ کو اس پر ملامت کرنا مناسب نہیں۔ اس جواب کا حاصل یہ ہوا۔ اَمرٌ قَدْ قُدِّرَ سے مراد صرف لغزش نہیں بلکہ اس کے بعد توبہ و قبول توبہ بھی ہے۔

**اقول وھو المستعان**۔ اس خادم کی سمجھ میں یہ آرہا ہے کہ اکل شجرہ سے ممانعت پھر اس کا کھانا پھر اس سے توبہ اور انابت پر ساتھ ساتھ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو زمین میں اپنا نائب بنا کر بھیجنا اور اس کے لئے اکل شجرہ کو بہانہ بنانا کچھ ایسے اسرار سربستہ پر مبنی ہیں جس کی گتھی ہماری عقلیں نہیں سلجھا سکتیں لیکن حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اسے جانتے تھے اس علم کے باوجود انھوں نے ملامت فرمایا تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ آپ تو محرم اسرار ہیں سب کچھ جانتے ہیں پھر کیوں ملامت فرما رہے ہیں۔ یہ جواب بہت ہی معقول تھا جس پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خاموش ہو گئے۔

۱۸۰۹ **حدیث** عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ لَا رُقْیَۃَ اِلَّا مِنْ عَیْنٍ

عمران بن حصین نے کہا کہ جھاڑ پھونک نہیں مگر نظر سے یا بچھو کے ڈنک سے تو میں

اَوْ حُمَۃٍ فَذَکَرْتُہٗ لِسَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ فَقَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ

نے سعید بن جبیر سے ذکر کیا تو انھوں نے کہا ہم سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث

فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَیَّ

بیان کی اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر امتیں پیش کی گئیں ایک نبی

عہ ثانی تفسیر سورۂ طٰہٰ ص۶۹۲ وباب قولہ فلا یخرجنکما من الجنۃ ص۶۹۳ القدر ! باب فحاج آدم و موسیٰ ص۹۷۹ ۔التوحید :۔ باب قولہ تعالیٰ وکلّم اللہ موسیٰ تکلیما ص۱۱۱۹ ۔مسلم ۱ قدر

201 الْاُمَمُ فَجُعِلَ النَّبِیُّ وَالنَّبِیَّانِ یَمُرُّوْنَ مَعَهُمُ الرَّهْطُ وَالنَّبِیُّ لَیْسَ مَعَهٗ

اور دو نبی گذرنے لگے کہ ان کے ساتھ ایک گروہ ہوتا اور ایسے نبی بھی گذرے جس کے ساتھ کوئی

اَحَدٌ حَتّٰی رُفِعَ لِیْ سَوَادٌ عَظِیْمٌ قُلْتُ مَا هٰذَا اُمَّتِیْ هٰذِهٖ قِیْلَ بَلْ

نہیں تھا یہاں تک کہ میرے سامنے ایک بہت بڑی جماعت پیش کی گئی میں نے کہا کیا یہ میری امت ہے؟ کہا گیا

هٰذَا مُوْسٰی وَقَوْمُهٗ قِیْلَ انْظُرْ اِلَی الْاُفُقِ فَاِذَا سَوَادٌ یَمْلَاُ الْاُفُقَ

نہیں۔ یہ موسیٰ اور ان کی قوم ہے۔ کہا گیا افق کی طرف دیکھئے تو ملاحظہ فرمایا کہ ایک بہت بڑی جماعت ہے جو افق کو

ثُمَّ قِیْلَ لِیْ انْظُرْ هٰهُنَا وَهٰهُنَا فِیْ اٰفَاقِ السَّمَآءِ فَاِذَا سَوَادٌ قَدْ مَلَاَ

بھرے ہوئے ہے۔ پھر کہا گیا دیکھئے یہاں وہاں آسمان کے کناروں میں۔ میں نے نظر اٹھائی تو ایک بہت بڑی جماعت دیکھا

الْاُفُقَ قِیْلَ هٰذِهٖ اُمَّتُكَ وَیَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ هٰؤُلَآءِ سَبْعُوْنَ

جو افق کو بھرے ہوئے ہے کہا گیا یہ آپ کی امت ہے ان میں سے ستر ہزار جنت میں داخل ہوں گے بغیر حساب کے

اَلْفًا بِغَیْرِ حِسَابٍ ثُمَّ دَخَلَ وَلَمْ یُبَیِّنْ لَهُمْ فَاَفَاضَ الْقَوْمُ وَقَالُوْا

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے اور لوگوں سے یہ نہیں بتایا کہ یہ کون ہیں قوم نے آپس میں

نَحْنُ الَّذِیْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاتَّبَعْنَا رَسُوْلَهٗ فَنَحْنُ هُمْ اَوْ اَوْلَادُنَا الَّذِیْنَ

بات کرنی شروع کی اور کچھ لوگوں نے کہا ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس کے رسول کی ہم نے اتباع کی تو ہمیں لوگ وہ ہیں

وُلِدُوْا فِی الْاِسْلَامِ فَاِنَّا وُلِدْنَا فِی الْجَاهِلِیَّةِ فَبَلَغَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ

یا ہماری وہ اولادیں جو اسلام میں پیدا ہوئیں اور ہم تو جاہلیت میں پیدا ہوئے یہ خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ فَقَالَ هُمُ الَّذِیْنَ لَا یَسْتَرْقُوْنَ وَلَا

پہنچی تو حضور باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو جھاڑ پھونک نہیں کراتے اور بدشگونی نہیں لیتے اور علاج

یَتَطَیَّرُوْنَ وَلَا یَكْتَوُوْنَ وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ فَقَالَ عُكَّاشَةُ بْنُ

کے لئے جسم کو نہیں داغتے اور صرف اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں یہ سن کر عکاشہ بن محصن نے عرض کیا۔ کیا

مِحْصَنٍ اَمِنْهُمْ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

ان میں سے میں ہوں یا رسول اللہ؟ فرمایا ہاں پھر دوسرے صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ کیا

نَعَمْ وَقَامَ اٰخَرُ فَقَالَ اَمِنْهُمْ اَنَا قَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ ۔علیہ

ان میں سے میں ہوں؟ تو فرمایا اس معاملہ میں عکاشہ تم پر سبقت لے گئے۔

۱۸۰۹ **تشریحات** **سَدَّ الْاُفُق** ۔ بظاہر افق آفاق کا واحد ہے مگر ابن اثیر نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ افق واحد جمع دونوں ہو جیسے قفل ۔ اس حیثیت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی امت اس امت کے بعد سب سے زیادہ ہے ۔

**الذین لا یسترقون** ۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ لوگ ازالہ مرض کے لئے اسباب پر عمل نہیں کرتے بلکہ راضی برضا رہیں جیسا کہ حضرت نظام شریعت والطریقت والدین محبوب الٰہی قدس سرہٗ نے عرض کیا ہے "چوں درد بلا بر تست بر جانم بادا" اس حدیث کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ امراض سے شفاء حاصل کرنے کے لئے دوا علاج، دعا تعویذ شرعاً ناجائز ہے ۔ اس کا جواز قرآن مجید اور احادیث کریمہ سے ثابت ہے اس سلسلے کی احادیث کتاب الطب میں آئیں گی مگر رضا بالقضا اور حقیقی توکل کی شان یہ ہے کہ اسباب سے قطع نظر کر کے صرف مسبب الاسباب پر بھروسہ کیا جائے وہ جس حال میں رکھے اسی حال میں خوش رہیں ۔

**بَابُ** قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا ص۴۸۴ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اللہ نے مثل

اِلٰى قَوْلِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِيْنَ ۔ آیت ۱۱ بیان فرمائی ۔ قانتین تک ۔

**توضیح باب** ان آیات میں فرعون کی اہلیہ حضرت آسیہ کا ذکر ہے کہ یہ اگرچہ فرعون کی بیوی تھیں اس کے عیال میں تھیں مگر یہ مومنہ مخلصہ تھیں یہی وہ نیک بخت خاتون ہیں جنھوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو تابوت میں دیکھ کر انھیں سمندر سے نکلوایا اور ان کی پرورش کی جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جادوگر پر غالب آ گئے تو ان پر ایمان لائیں جب فرعون کو یہ معلوم ہوا تو اس ظالم نے ان کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں میں کیلیں ٹھونک کر دھوپ میں ڈال دیا اور ایک بھاری چٹان ان پر رکھ دیا جب لوگ چٹان لیکر ان کے قریب آئے تو انھوں نے اللہ سے یہ دعا کی اے اللہ میرے لئے جنت میں ایک محل بنا ان کی دعا قبول ہوئی اور ان کو اللہ عزوجل نے ان کے جنت کا گھر دکھایا جو سفید موتی کا تھا اور ان کی روح کو اللہ نے نکال لیا ۔ جب ان پر چٹان ڈالی گئی تو یہ زندہ نہ تھیں اس لئے انھیں اس سے کوئی تکلیف نہیں پہونچی ۔ اس مثل کا حاصل یہ ہے کہ انسان اگر مومن ہے، صالح ہے تو اگرچہ کسی کافر و فاسق سے اس کا تعلق ہو اسے کوئی ضرر نہیں پہنچتا ۔

دوسرا تذکرہ حضرت مریم کا ہے فرمایا گیا کہ انھوں نے اپنے ایمان کو بھی سلامت رکھا اور کردار کو بھی اعلیٰ بنائے رکھا، اللہ نے انھیں یہ کرامت بخشی کہ ان کے شکم پاک میں اپنی روح پھونکی اور اپنے عہد کی تمام عورتوں پر ان کو فضیلت دی ۔ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِيْنَ یعنی مِنَ الْقَوْمِ الْقَانِتِيْنَ مقام کا مقتضاء یہ تھا کہ مِنَ الْقَانِتَاتِ فرمایا جاتا مِنَ الْقَانِتِيْنَ فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ عبادت و طاعت پر اتنی

---

ع۱ ثانی الطب ۔ باب من اکتوی او کوی ص۸۵۵ ۔ اول ۔ الانبیاء ۔ باب وفاۃ موسیٰ ص۴۸۴ ۔ ثانی الرقاق ۔ باب یدخل الجنۃ سبعون الفا بغیر حساب ص۹۶۸ ۔ الرقاق ۔ باب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہٗ ص۹۵۸ الادب ۔ باب من لم یرق ص۸۵۶ مسلم ۔ ایمان، ترمذی، زہد، نسائی، طب ۔

پابندی کرتی تھیں کہ مردوں کے ہمدوش ہوگئیں۔

۱۸۱۰ عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حدیث حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ

نے فرمایا مردوں میں بہت سے لوگ کامل ہوئے اور عورتوں میں صرف فرعون کی اہلیہ آسیہ

كَثِيْرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا آسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَمَرْيَمُ بِنْتُ

اور مریم بنت عمران کامل ہوئیں اور عائشہ کی برتری عورتوں پر ایسی ہے

عِمْرَانَ وَاِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى

جیسے ثرید کی برتری عام کھانوں پر ہے۔

سَائِرِ الطَّعَامِ۔ عہ

۱۸۱۱ تشریحات کچھ علماء نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے کہ حضرت آسیہ حضرت مریم نبیہ تھیں اس لئے کہ انسانیت کے کمال کا درجہ نبوت ہے حضرت امام ابوالحسن اشعری سے ایک روایت ہے کہ چھ عورتیں نبی ہوئی ہیں۔ حوا، سارہ، ہاجرہ، ام موسیٰ، آسیہ، مریم، اس پر کچھ لوگوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ سورۂ مریم میں پہلے حضرت مریم کا تذکرہ ہوا پھر کچھ اور انبیائے کرام کا اس کے بعد فرمایا گیا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ (سورۂ مریم آیت ۵۸) یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا انبیاء میں سے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اس پر اجماع امت ہے کہ نہ کوئی عورت نبی ہوئی اور نہ شرعاً ہوسکتی ہے حدیث میں کَمُلَ سے مراد اس اعلیٰ درجہ کا حصول ہے جو عورتوں کے شان کے لائق ہے نبوت چونکہ عورتوں سے اعلیٰ مقام ہے اس لئے وہ مراد نہیں ہوسکتا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ نبوت کے سوا جتنے کمالات مردوں یا عورتوں کو ملنے ممکن ہیں وہ سب ان دونوں خاتون کو حاصل ہیں۔ اور آیت کا جواب یہ ہے کہ اولٰئک کا اشارہ صرف انبیائے کرام کی جانب ہے۔

فضل عائشة على النساء۔ اس حدیث میں النساء جمع ہے جس پر الف لام استغراق کا ہے جو اگلی

---

عہ باب واذ قالت الملائکة یا مریم ص۴۸۸ مناقب فضل عائشة ص۵۳۲ ثانی باب الاطعمة باب الثرید ص۸۱۵ مسلم فضائل اطعمہ۔ نسائی مناقب عشرة النساء۔ ابن ماجہ اطعمہ۔

تمام عورتوں حتی کہ حضرت آسیہ و مریم کو بھی شامل ہے جس کا مفاد یہ ہوا کہ حضرت عائشہ مطلقاً تمام عورتوں سے افضل ہیں اگرچہ اس میں اختلاف ہے جس پر قدرے گفتگو نزھۃ القاری جلد اول ۱۸۶۔ ۱۸۸ پر گذر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مدار فضیلت قرب الٰہی اور علم اور صلاح اور تقویٰ ہے اور یہ تینوں باتیں حضرت عائشہ میں بدرجہ اتم موجود ہیں اس لئے فضیلت ان کو مطلقاً حاصل ہے ان کے اندر تین خصوصیتیں ایسی تھیں جو کسی بھی خاتون میں نہ تھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کے ساتھ بہ نسبت دیگر ازواج کے زیادہ محبت تھی علم اجتہاد میں دنیا کی ساری عورتوں سے بڑھی ہوئی تھیں حضرات خلفاء راشدین کے عہد میں فتویٰ دیتی تھیں اجلہ صحابہ کرام و تابعین عظام مشکل سے مشکل دقیق سے دقیق مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے اور تسلی بخش جواب بھی پاتے تھے آپ سے بہ نسبت عورتوں کے سب سے زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔ علماء نے فرمایا کہ دین کا چوتھائی حصہ آپ سے مروی ہے۔

**ثرید** ۔ گوشت کے شوربے میں روٹی توڑ کر بنایا جاتا ہے۔ یہ کھانا انتہائی لذیذ بھی ہوتا ہے اور کھانے میں سہل زود ہضم ان خصوصیات کی وجہ سے اہل عرب کو سب کھانوں سے زیادہ پسند تھا اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی افضلیت کی تمثیل میں اسے ذکر فرمایا۔

## بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى ص۴۸۴

بیشک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا۔

**توضیح باب** قارون عجمی اسم ہے جیسے ہارون علمیت اور عجمیت کی بنا پر غیر منصرف ہے اور کچھ لوگوں نے جو یہ کہا کہ عربی ہے قرن سے فاعولن کے وزن پر یہ غلط ہے کیونکہ سوائے علمیت کے اور کوئی سبب منع صرف نہیں پایا جائے گا۔ پھر اس کو منصرف ہونا لازم تھا علاوہ ازیں جب یہ بنی اسرائیل کا فرد ہے تو اس کے نام کے عربی ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کا رشتہ کیا تھا اس بارے میں چند اقوال ہیں حضرت موسیٰ کا چچا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا یصہر کا بیٹا تھا انکی خالہ کا بیٹا تھا یہ نہایت خوبصورت حسین و جمیل آدمی تھا اسکو منور کہتے تھے۔ اور بنی اسرائیل میں توریت کا سب سے بڑا قاری تھا لیکن یہ سامری کی طرح منافق بھی تھا۔ ناداری کے زمانہ میں نہایت متواضع اور با اخلاق تھا۔ دولت ہاتھ آتے ہی اس کا حال بدل گیا۔ اور کہا گیا ہے کہ فرعون نے اس کو بنی اسرائیل پر حاکم بنا دیا تھا۔ یہ وہی بدنصیب و بدبخت ہے جس نے ایک بدکردار عورت کو پیسہ دے کر اس پر آمادہ کیا تھا کہ اپنے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو متہم کرے۔ اس کو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون سے اس بنا پر حسد ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی تھے ان کے لئے نبوت تھی۔ اور حضرت ہارون کے ذمہ قربانیاں کرانی تھیں۔ اسے کوئی منصب نہیں ملا۔ اس پر اس نے حضرت موسیٰ سے بغاوت کی۔ یہ اتنا مالدار تھا کہ اس کے خزانے کی کنجیاں اونٹوں کی ایک جماعت پر بھاری پڑتی تھیں۔ قرآن مجید میں عُصْبَہ کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنی دس سے لے کر چالیس تک کے ہیں اور ایک کنجی انگلی کے برابر تھی لَتَنُوْءُ ع۔ لَتُثْقِلُ ۔ بھاری ہوتی تھی۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اُولِی الْقُوَّةِ لَا یَرْفَعُهَا الْعُصْبَةُ مِنَ الرِّجَالِ ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ طاقت ور مردوں کی ایک جماعت اسے نہیں اٹھا سکتی تھی۔

یُقَالُ الْفَرِحِیْنَ۔ الْمَرِحِیْنَ۔ اترانے والے وَیْکَاَنَّ اللّٰہَ مِثْلُ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ یُوَسِّعُ عَلَیْہِ وَیُضَیِّقُ۔ وَیْکَاَنَّ اللّٰہَ ایسے ہی ہے جیسے الم تر الی آخرالآیۃ ہے۔ یعنی اظہار تعبدی کے لئے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے قارون سے فرمایا کہ تجھ پر تیرے اموال کا ہزارواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کیا میں پوری زکوٰۃ دوں گا۔ لیکن جب گھر جاکر حساب لگایا تو یہ بھی بہت بڑی رقم ہوتی تھی لہٰذا اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اس کے بعد اس نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے ان سے کہا کہ تم لوگ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ہر بات مانتے آئے۔ بولو کیا کہتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ آپ ہمارے بڑے ہیں۔ جو چاہیں حکم دیں اس نے ان سے کہا فلانی آوارہ عورت کے پاس جاؤ اور اس کو اس پر آمادہ کرو کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر تہمت لگائے اس کے عوض وہ جتنا مال چاہے لے لے۔ قارون نے اس عورت کو ہزار اشرفیوں کا اور دوسرے بہت سے وعدے کر کے اس پر آمادہ کر لیا۔ دوسرے دن قارون نے بنی اسرائیل کو جمع کیا پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس آیا کہ بنی اسرائیل آپ کا انتظار کر رہے ہیں آپ چل کر انھیں وعظ و نصیحت کیجئے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بنی اسرائیل کے مجمع میں تشریف لے گئے اور یہ وعظ فرمایا کہ اے بنی اسرائیل جو چوری کرے گا اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے اور جو کسی پر زنا کی تہمت لگائے گا اس کی سزا اسی کوڑے ہیں اور اگر کوئی کسی کے ساتھ زنا کرے گا۔ اگر وہ شادی شدہ نہیں تو اسے سو کوڑے مارے جائیں گے اور اگر شادی شدہ ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

یہ سنتے ہی قارون کھڑا ہو گیا اور کہا حضور یہ حکم سب کے لئے ہے خواہ حضور ہی کیوں نہ ہوں۔ فرمایا یہ حکم سب کے لئے ہے۔ اگرچہ خود میں کیوں نہ ہوں۔ اب قارون نے کہا کہ بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ آپ نے فلاں بدچلن عورت کے ساتھ بدکاری کی ہے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ اسے بلاؤ وہ جب حاضر ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس سے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے بنی اسرائیل کے لئے دریا پھاڑا اور اس میں راستے بنائے اور تورات نازل فرمائی سچ سچ بتا۔ رعب نبوت سے وہ عورت ڈر گئی اور اس نے صاف صاف یہ کہدیا کہ قارون جو کچھ کہنا چاہتا ہے اللہ عزوجل کی قسم یہ غلط اور سراسر جھوٹ ہے اور اس نے آپ پر تہمت لگانے کے عوض بہت بھاری رقم دینے کا وعدہ کیا ہے اس سازش پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم روتے ہوئے سجدہ میں گر پڑے اور یہ عرض کرنے لگے یارب اگر میں تیرا رسول ہوں تو قارون پر غضب نازل فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس وحی بھیجی میں نے زمین کو آپ کے تابع فرمان کر دیا ہے آپ جو چاہیں اسے حکم دیں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بنی اسرائیل سے فرمایا جو قارون کا ساتھی ہو اس کے ساتھ اس کی جگہ رہے اور جو میرا ساتھی ہے قارون سے جدا ہو کر میرے پاس آ جائے۔ اس ارشاد پر سوائے دو شخصوں کے سب قارون سے جدا ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے زمین کو حکم دیا کہ اس کو پکڑ لے، یہ فرماتے ہی وہ گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے پھر آپ نے زمین سے فرمایا پکڑ لے تو کمر تک دھنس گئے آپ یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ وہ لوگ گردنوں تک دھنس گئے وہ سب بہت

منت وسماجت کرتے رہے۔ قارون نے رشتہ داری کا واسطہ دیا مگر حضرت موسیٰ کا جلال کم نہ ہوا اور قارون اور اس کے ساتھی زمین میں دھنستے چلے گئے یہاں تک کہ وہ بالکل دھنس گئے اور زمین برابر ہوگئی۔ قتادہ نے کہا کہ قیامت تک وہ اسی طرح دھنستے چلے جائیں گے اب اس پر بنی اسرائیل کے مسخروں نے یہ کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے قارون کو اس لئے زمین میں دھنسایا ہے کہ ان کے مکان اور اموال اپنے قبضہ میں کرلیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو جلال آیا تو آپ نے اس کے مکان مع خزانہ واموال زمین میں دھنسادیا۔

**بَابُ** قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا۔ صـ۴۸۴

اور ہم نے مدین والوں کی جانب انکے ہم قوم شعیب کو بھیجا

**توضیح باب** حضرت شعیب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور یہ عرب العاربہ سے ہیں اور ان کی قوم اہل مدین ڈاکو تھے۔ قافلے والوں کو لوٹتے تھے اور ناپ اور تول میں کمی کرتے تھے۔ اور اُچکے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انھیں یہ ہدایت کی صرف اللہ کی عبادت کرو۔ اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ جانو۔ اور اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ میں تم کو آسودہ دیکھتا ہوں۔ اور میں تم کو گھیرنے والے دن کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔ ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری کرو۔ اور زمین میں فساد نہ مچاتے پھرو۔ اس کے جواب میں انھوں نے کہا اے شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ داداؤں کے خداؤں کو چھوڑ دیں۔ جی ہاں آپ بہت عقلمند معلوم ہورہے ہیں۔ اگر آپ کا کنبہ نہ ہوتا ہم آپ پر پتھراؤ کردیتے اور آپ کی ہماری نگاہ میں کچھ عزت نہیں۔ اس پر حضرت شعیب نے فرمایا۔ کیا میرے کنبے کا دباؤ تم پر اللہ عزوجل سے زیادہ ہے۔ اور اسے تم نے اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے۔ بالآخر حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کے لئے دعاءِ ہلاکت کی اور یہ سب عذاب سے دوچار کردیئے گئے۔ ہوا یہ کہ ان کو سخت گرمی پہنچی جس سے پریشان ہوکر گھروں سے باہر نکل پڑے تو ایک بادل آیا جو ان پر سایہ کررہا تھا۔ یہ سب اس کے نیچے جمع ہوگئے اسی اثنار میں اس حصہ پر زلزلہ آیا اور اوپر سے سخت جان لیوا چیخ ہوئی جس کی وجہ سے سب مرگئے۔ حضرت شعیب کی عمر مبارک ایک سو چالیس سال ہوئی عذاب کے بعد یہ اپنی قوم میں ایک زمانۂ دراز تک رہے اسی اثنار میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ان کے پاس آئے۔ پھر یہ مکہ معظمہ چلے گئے وہیں ان کا وصال ہوا اور مسجد حرام میں حجر اسود کے اردگرد کہیں دفن کئے گئے۔

اِلٰى اَهْلِ مَدْيَنَ لِاَنَّ مَدْيَنَ بَلَدٌ وَمِثْلُهٗ وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ وَاسْئَلِ الْعِيْرَ يَعْنِيْ اَهْلَ الْقَرْيَةِ وَاَهْلَ الْعِيْرِ۔

اِلٰی مَدْیَنَ سے مراد یہ ہے کہ اہل مدین کی جانب رسول بنا کر بھیجے گئے۔ اس لئے کہ مدین ایک شہر ہے۔ اسی کے مثل ہے۔ وَاسْئَلِ الْقَرْیَةَ وَاسْئَلِ الْعِیْرَ۔ یعنی بستی والوں سے اور قافلہ والوں سے پوچھو۔

وَرَاءَكُمْ ظِهْرِيًّا لَمْ تَلْتَفِتُوْا اِلَيْهِ وَيُقَالُ اِذَا لَمْ نَقْضِ حَاجَتَهٗ ظَهَرْتَ حَاجَتِيْ وَجَعَلْتَنِيْ

ان کی جانب تم نے التفات نہیں کیا جب تم کسی کی حاجت پوری نہ کرو تو وہ کہے گا میں نے اپنی حاجت کا تم سے

ظِهْرِيًّا وَالظِّهْرِيُّ اَنْ تَأْخُذَ مَعَكَ دَابَّةً اَوْ وِعَاءً تَسْتَظْهِرُ بِهٖ مَكَانَتِكُمْ وَمَكَانِكُمْ وَاحِدٌ۔ يَغْنَوْا يَعِيشُوْا۔ تَأْسَ تَحْزَنْ اٰسٰى۔ اَحْزَنَ وَقَالَ الْحَسَنُ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ يَسْتَهْزِءُوْنَ بِهٖ۔ وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَيْكَةُ الْاَيْكَةُ يَوْمُ الظُّلَّةِ اِظْلَالُ الْعَذَابِ عَلَيْهِمْ

اظہار کیا اور تو نے مجھے پس پشت ڈال دیا۔ اور ظہری اس جانور اور اس برتن کو بھی کہا جاتا ہے جسے اپنے ساتھ رکھا جاتا ہے کہ وقت پر اس سے کام لیا جائے مکانتکم اور مکانکم دونوں ایک معنی میں ہیں یَغْنَوْا کا معنی یعیشوا ہے یعنی خوشگوار زندگی گذاریں۔ تَأْسَ کے معنی یہ ہیں کہ غم کرے۔ حضرت شعیب سے ان کی قوم نے کہا۔ آپ تو عقلمند نیک چلن ہیں اس سے ان کا مقصود استہزار تھا اور مجاہد نے کہا کہ لَیْکَۃُ اور اَلْاَیْکَۃُ ایک ہی چیز ہے۔ ایک جگہ کا نام ہے یوم الظلۃ سے مراد وہ دن ہے جس دن عذاب نے ان پر سایہ کیا تھا۔

## بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَهُوَ مُلِيْمٌ۔

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان کہ بے شک یونس رسولوں میں سے ہے۔ وھو ملیم تک

**توضیح باب** حضرت ابن عباس اور وہب کا قول ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم سے عذاب کا وعدہ فرمایا تھا۔ اس میں تاخیر ہوئی تو آپ قوم سے چھپ کر بستی سے نکل گئے اور ایک کشتی میں بیٹھ کر دریا کا سفر شروع فرمایا۔ بیچ دریا میں کشتی ٹھہر گئی۔ ملاحوں نے بہت کوشش کی مگر کشتی اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئی کشتی کے ٹھہرنے کا کوئی سبب بھی ظاہر نہ ہوا ملاحوں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا کشتی میں آگیا ہے۔ کون ہے بتائے جب کوئی نہیں بولا تو قرع اندازی ہوئی۔ قرع آپ ہی کے نام نکلا اب آپ نے فرمایا میں ہی وہ غلام ہوں جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہوں۔ دستور یہ تھا۔ جب تک ایسے غلام کو دریا میں پھینک نہیں دیا جاتا کشتی آگے نہیں بڑھتی چنانچہ ملاحوں نے آپ کو دریا میں ڈال دیا۔ کشتی آگے بڑھ گئی اور آپ کو مچھلی نے نگل لیا۔

**قَالَ مُجَاهِدٌ مُذْنِبٌ** ۔ امام مجاہد نے فرمایا کہ مُلِیْمٌ کے معنی مُذْنِبٌ یعنی گنہگار کے ہے مراد یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنے آپ کو گنہگار تصور کرکے اپنے نفس کو ملامت فرماتے رہے ان کی شان کے لائق یہ نہ تھا کہ عذاب آنے میں جب تاخیر ہوئی اور قوم نے ان کا استہزار کیا تو انھیں چھوڑ کر چلے آتے ان کے منصب رفیع کے لائق یہی تھا کہ وہ قوم کی ایذار پہ صبر کرتے اور اللہ کی مدد کا انتظار کرتے۔

**اَلْمَشْحُوْنُ** ۔ اَلْمَوْقَرُ۔ بھری ہوئی کشتی **فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ** ۔ یعنی حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مچھلی کے پیٹ میں تسبیح کرنے والے نہ ہوتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہ جاتے۔ مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم یہ دعا پڑھتے تھے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ سوائے تیرے کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک مجھ سے ایک بے جا کام ہوگیا۔ مطلب یہ ہوا کہ جب ان کی قوم نے دعوت قبول نہیں کی اور کفر پر اڑے رہے تو انھوں نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا اب مجھے ہجرت جائز ہے۔ لیکن ان کے منصب کے لائق یہ تھا کہ وہ اللہ کے حکم کا انتظار فرماتے۔ بغیر اذن الٰہی ہجرت کردی یہ ان کے منصب رفیع کے

کے اعتبار سے بیجا کام تھا۔

فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَآءِ لِوَجْهِ الْاَرْضِ وَهُوَ سَقِيْمٌ وَّاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ مِنْ غَيْرِ ذَاتِ اَصْلٍ اَلدُّبَّاءُ وَنَحْوُهٗ۔

تو ہم نے ان کو مچھلی کے پیٹ سے زمین پر پہنچا دیا وہ بہت ہی کمزور تھے تو ہم نے ان کے اوپر ایک بیل اگا دیا یقطین ایسی نبات کو کہتے ہیں جس کا تنا نہ ہو۔ بیلدار ہو زمین پر پھیلے جیسے کدو وغیرہ۔

مدت دراز تک مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے ان کا جسم مبارک خصوصاً کھال بہت نرم ہو گئی تھی اندیشہ تھا کہ مکھیاں بیٹھیں جس سے انھیں اذیت ہوتی تو اللہ عزوجل نے کدو کا درخت اگا دیا اس کے قریب مکھیاں نہیں جاتیں۔

وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ فَاٰمَنُوْا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ۔ كَظِيْمٌ وَهُوَ مَغْمُوْمٌ۔

اور ہم نے ان کو بھیجا ایک لاکھ اور کچھ زائد کی جانب وہ لوگ ایمان لائے اور ہم نے ان کو ایک زمانہ تک فائدہ حاصل کرنے کے لئے موقع دیا اور مچھلی والے کے مثل نہ ہو تو جب کہ انھوں نے پکارا اس حال میں کہ وہ غمزدہ تھے۔

## بَابُ قَوْلِهٖ وَاسْاَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ يَتَعَدُّوْنَ۔ يَتَجَاوَزُوْنَ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا۔ شَوَارِعَ وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ اِلٰى قَوْلِهٖ خَاسِئِيْنَ بَئِيْسٍ شَدِيْدٍ۔ ص ۴۸۵

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور ان سے پوچھو ان بستی والوں کا حال جو سمندر کے کنارے تھی جب وہ ہفتہ کے دن کے بارے میں حد سے تجاوز کرتے تھے جب کہ ان کی مچھلیاں ہفتہ کے دن پانی پر تیرتی ہوئی آتی تھیں اور ہفتہ کا دن نہ ہو تو نہیں آتی تھیں۔ خاسئین تک۔

## توضیح باب

یہ واقعہ اصحاب ایلہ کا ہے مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ بستی کون سی تھی۔ اس سلسلے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین اقوال ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ یہ بستی مدینہ طیبہ اور مصر کے درمیان تھی دوسرا یہ ہے کہ مدین اور طور کے درمیان تھی۔ تیسرا یہ ہے کہ وہ بستی خود مدین ہے۔ امام زہری نے کہا کہ وہ قریہ طبریہ ہے جو شام میں ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ ایلہ ہے۔ جمہور نے کہا کہ وہ قریہ مذکورہ ایلہ ہے جو مکہ اور مصر کے درمیان حاجیوں کے راستہ میں پڑتا ہے۔ بنی اسرائیل کے مذہب میں سنیچر بہت متبرک اور معظم دن ہے اس لئے ان کو سنیچر کے دن کسی چیز کا شکار کرنا منع تھا۔ حتی کہ مچھلیوں کا بھی۔ مگر ان کے لئے مشکل یہ تھی کہ ہفتہ کے دن مچھلیاں پانی کے اوپر تیرتی ہوئی دکھائی دیتی تھیں اور دوسرے دنوں میں ایک بھی نظر نہ آتی تھیں۔ ان لوگوں نے ایک ترکیب کی کہ دریا کے کنارے ایک چھوٹا سا گڑھا بنا لیا جسے پانی سے بھر دیا جمعہ کو شام سے پہلے پہلے جس راستے سے گڈھے میں پانی آتا اس کے حد فاصل کو توڑ دیتے سنیچر کو پانی کے ساتھ مچھلیاں بھی گڈھے میں آجاتیں سنیچر کی شام کو اُسے بند کر دیتے اور اتوار کی صبح کو گڈھے کی سب مچھلیاں پکڑ لیتے اس سلسلے میں ان کے اندر تین گروہ ہو گئے ایک وہی جو شکار کرتا اور خوب مچھلیاں کھاتا۔ ایک وہ جو انھیں سختی سے منع کرتا تیسرا اصلح کلی۔ نہ ایں کار کنم نہ انکار کنم۔ خود شکار نہیں کرتے اور شکار کرنے والوں کو منع بھی نہیں کرتے تھے۔ بالآخر منع کرنے والوں نے شکار کرنے والوں سے اپنے سارے

تعلقات منقطع کر لئے اپنے گھر الگ کر لئے بیچ میں دیوار قائم کر لی دونوں کے الگ الگ دروازے تھے جب حضرت داؤد کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے شکار کرنے والوں پر لعنت کی۔ پھر ایک دن ایسا ہوا کہ خطا کار اپنے گھروں سے نہیں نکلے اطاعت شعاروں نے دیواروں پر چڑھ کر دیکھا وہ سب بندر ہو چکے تھے۔ یہ بندر ہونے والے اپنے رشتہ داروں کو پہچانتے تھے۔ ان کے کپڑے اگر سونگھتے تھے اطاعت شعاروں نے ان سے کہا کیا ہم تم کو اس سے منع نہیں کرتے تھے تو انھوں نے سر کے اشارہ سے بتایا کہ ضرور منع کیا تھا اس کے بعد وہ سب بندر ہو گئے تھے مر گئے معذبین کی نسل باقی نہیں رہتی۔ خاسئین کے معنی سخت مایوس کے ہیں۔

**بَابُ** قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا اَلزَّبُوْرُ اَلْكُتُبُ وَاحِدُهَا زَبُوْرٌ وَزَبَرْتُ كَتَبْتُ۔

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔ الزبور کے معنی کتابیں ہیں اس کا واحد زبور ہے۔ زبرت کے معنی لکھا میں نے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ قَالَ مُجَاهِدٌ سَبِّحِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سَابِغٰتٍ الدُّرُوْعَ۔ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ اَلْمَسَامِيْرَ وَالْحَلَقَ لَا تُدِقَّ الْمِسْمَارَ فَيَتَسَلْسَلَ وَلَا تُعَظِّمْهُ فَيَقْصِمَ۔

اور ہم نے داؤد کو اپنی جانب سے اپنا بڑا فضل دیا اے پہاڑو! ان کے ساتھ رجوع کرو امام مجاہد نے فرمایا یعنی ان کے ساتھ تسبیح پڑھو۔ اور پرندے اور ہم نے انکے لئے لوہے کو نرم کر دیا وسیع زرہیں بناؤ اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھو۔

یعنی کیلوں اور حلقوں کا۔ کیلیں بہت پتلی مت رکھو کہ ڈھیلی رہیں اور نہ موٹی بناؤ کہ ٹوٹ جائیں۔ اَفْرِغْ۔ اَنْزِلْ۔ افرغ کے معنی ہیں اتار۔ طالوت جالوت کے قصے میں ہے کہ جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا تو اصحاب طالوت نے یہ دعا کی تھی رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا اے اللہ ہم پر صبر نازل فرما۔ اس لشکر میں حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تھے۔ بَسْطَةً: زِيَادَةً وَفَضْلًا۔ بسطۃ کے معنی زیادتی اور فضیلت کے ہیں۔ طالوت کے بادشاہ بنائے جانے میں وجہ ترجیح میں فرمایا تھا۔ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ، اللہ تعالیٰ نے طالوت کو علم اور جسم میں زیادتی عطا فرمائی۔

۱۸۱۱ حَدَّثَنَا مُعَمَّرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث ۱۸۱۱ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفِّفَ عَنْ دَاوٗدَ

فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام پر قرآن یعنی زبور کا پڑھنا آسان کر دیا گیا تھا وہ اپنے جانوروں پر زین کسنے کا

اَلْقُرْاٰنُ فَكَانَ يَاْمُرُ بِدَوَابِّهٖ فَتُسْرَجُ فَيَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ قَبْلَ اَنْ

حکم دیتے اور قرآن پڑھنا شروع فرماتے اور زین کسنے سے پہلے پورا پڑھ لیتے۔ اور اپنے ہاتھ کی

تُسْرِجَ دَوَابُّهٗ وَلَا یَاْكُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ یَدَیْهِ ؕ عه

کمائی ہی سے کھاتے تھے۔

۱۸۱۱

**تشریحات** القرآن۔ اس سے مراد توراۃ یا زبور ہے نبی کو جو کتاب دی جاتی ہے اس پر قرآن کا اطلاق ہوتا ہے۔ بِدَوَابِّهٖ۔ تفسیر کی روایت میں بِدَابَّةٍ واحد ہے۔ بدوابہ کی توجیہ یہ ہے کہ اس سے مراد ہمراہیوں اور خدام کے جانور ہیں۔ یہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ تھا کہ تھوڑے زمانے میں عمل کثیر کرلیا کرتے تھے اس کو طیّ زمان کہتے ہیں۔ یہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم اور اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بطور اعجاز وکرامت عطا ہوتا ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کو بھی یہ کرامت عطا ہوئی تھی۔ خود الفیوض المکیہ میں تحریر فرمایا ہے ایک فقیر قادری کو غسل کی حاجت تھی جب آنکھ کھلی تو سورج نکلنے میں صرف دس منٹ باقی تھے فقیر قادری نے بطریق مسنون مستحب غسل کیا چونکہ وہ نزلہ کا مریض ہے اس لئے بدن کو باطمینان اچھی طرح تولیہ سے پوچھا جاڑے کا موسم تھا اس کے لحاظ سے کئی کپڑے پہنے ہوئے تھا غسل سے پہلے ان کثیر کپڑوں کو اتارا غسل کرنے کے بعد ان سب کپڑوں کو پہنا جب باہر نکلا تو دیکھا کہ وقت وہی ہے یعنی سورج نکلنے میں دس منٹ باقی ہے یہ ایک خاص واقعہ ہے اعلیٰ حضرت کی کثیر تصانیف پر اگر نظر کی جائے اور اعلیٰ حضرت کی عمر مبارک پر توجہ تحقیق وتنقیح وتفصیل کے ساتھ ان کی تصانیف تقریباً لاکھ صفحات پر مشتمل ہیں یہ سب اس کی دلیل ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو طیّ زمان حاصل تھا اتنی مدت میں اتنی کثیر تصانیف ایک شخص کی بس کی بات نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بارے میں بھی اسی قسم کی روایت ہے۔

**باب** وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِ اِنَّهٗ اَوَّابٌ (اِلٰی) وَفَصْلِ الْخِطَابِ۔ ص۴۸۶

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کرو جو نعمتوں والے تھے بیشک وہ بہت رجوع کرنے والے تھے

**توضیح باب** اللہ عزوجل نے پہاڑ اور پرندے حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے مسخر فرمادیا تھا وہ جہاں تشریف لے جاتے ساتھ ساتھ پہاڑ اور پرندے بھی جاتے اور ان کے ساتھ تسبیح کرتے۔ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ننانوے بیویاں تھیں۔ اس کے باوجود آپ نے ایک ایسی عورت کو پیام دیا جسے ایک مسلمان پیام دے چکا تھا جب آپ کا پیام پہنچا تو عورت کے اعزّہ واقارب نے آپ کا پیام منظور کرلیا اور اس مسلمان کا رد کردیا اس عورت کا آپ سے نکاح ہوگیا ایک روایت یہ ہے کہ ایک عورت ایک مسلمان کے نکاح میں تھی حضرت داؤد علیہ السلام نے اس مسلمان سے اپنی رغبت ظاہر فرمائی اور چاہا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ اس نے آپ کا لحاظ کرتے ہوئے اس عورت کو طلاق دے دیا پھر بعد عدت حضرت داؤد علیہ السلام نے اس سے نکاح کرلیا

---

عه ثانی تفسیر بنی اسرائیل باب قوله واٰتینا داؤد زبورا ۱ ص۶۸۵

اس میں شرعاً کوئی خرابی نہیں اور اس زمانہ میں وہاں کا یہ دستور بھی تھا مگر چونکہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نبی تھے۔ یہ منصب نبوت کے مناسب نہ تھا اس لئے اس پر آپ کو آگاہ کیا گیا اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت داؤد علیہ السلام محراب میں مصروف عبادت تھے۔ کہ دو فرشتے کود کر مدعی مدعا علیہ کی شکل میں حاضر ہوئے انھیں دیکھ کر حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر کچھ گھبراہٹ طاری ہوئی تو انھوں نے عرض کیا گھبرائیں نہیں ہم دو فریق ہیں ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے ہمارا حق کے مطابق فیصلہ فرمادیں ہمارے اس بھائی کے پاس ننانوے نسبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے اب یہ کہتا ہے کہ اپنی یہ دنبی بھی مجھے دیدے اور مجھ پر دباؤ ڈال رہا ہے یہ سن کر حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ و التسلیم نے فرمایا کہ اتنی دُنبیوں کے ہوتے ہوئے تیری ایک دنبی کو مانگ کر اس نے تم پر ظلم کیا۔ یہ سنتے ہی دونوں فرشتے غائب ہوگئے اس پر حضرت داؤد علیہ السلام کو تنبہ ہوا اور سمجھ گئے کہ یہ ہماری جانچ کے لئے آئے تھے تو انھوں نے رب کے حضور معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑے اور اللہ کی طرف رجوع کیا اللہ عزوجل نے انھیں معاف فرمایا۔

قَالَ مُجَاهِدٌ اَلْفَهْمُ فِي الْقَضَاءِ ۔ فصل فی الخطاب کا معنی فیصلہ کی سمجھ ہے۔

وَلَا تُشْطِطْ وَلَا تَسُرْ وَاهْدِنَا اِلٰى سَوَاءِ الصِّرَاطِ اِنَّ هٰذَا اَخِيْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً يُقَالُ لِلْمَرْاَةِ نَعْجَةٌ وَيُقَالُ لَهَا اَيْضًا شَاةٌ وَلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا مِثْلَ وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ضَمَّهَا وَعَزَّنِيْ غَلَبَنِيْ صَارَ اَعَزَّ مِنِّيْ اَعْزَزْتُهٗ جَعَلْتُهٗ عَزِيْزًا فِي الْخِطَابِ يُقَالُ الْمُعَاوَرَةِ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ ۔ الشُّرَكَآءِ فَتَنّٰهُ ۔ قَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ اِخْتَبَرْنَاهُ وَقَرَءَ عُمَرُ فَتَنَّاهُ بِتَشْدِيْدِ التَّآءِ ۔ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۔

حد سے آگے نہ بڑھو زیادتی نہ کرو سیدھا راستہ بتائیے ہمارے اس بھائی کی ننانوے بیویاں ہیں۔ عورت دنبی کو کہا جاتا ہے۔ اور اس کو بکری بھی کہا جاتا ہے۔ اور میرے پاس ایک ہی دنبی ہے اب یہ کہتا ہے کہ یہ مجھے دیدو یہ ایسے ہی جیسے وکفلھا زکریا ہے یعنی زکریا نے مریم کو اپنی پرورش میں لے لیا۔ یعنی یہ مجھ پر غالب ہوگیا۔ اعزنی کے معنی ہیں میں نے اس کو غالب کر دیا بات کرنے میں۔ تیری دُنبی کو اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کے لئے سوال کر کے اس نے تجھ پر ظلم کیا۔ اور بیشک بہت سے شرکا ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فتنّٰہ کے معنی یہ ہے کہ ہم نے اسے آزمایا۔ اور حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے فتّنّٰہ تا کی تشدید کے ساتھ پڑھا۔ اب داؤد نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑے۔ اور اللہ کی طرف رجوع ہوئے۔

## بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ الرَّاجِعُ اَلْمُنِيْبُ ص ۲۸۶ ۔ وَقَوْلُهٗ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ ۔

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا وہ اچھا بندہ ہے اور ہماری طرف رجوع ہونے والا ہے ——— اور اس کے اس ارشاد کا بیان۔ اے رب مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو۔

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی یہ دعا قبول ہوئی اللہ عزوجل نے ان کے قبضہ میں ہوا کو دی وہ جہاں چاہتے ہوا کو حکم دیتے۔ ہوا نرم نرم چلتی اور دیو اُن کے قابو میں کر دیئے جن میں ہر قسم کے معمار غوطہ خور تھے اور کتنے دیو جرم میں سزا پاکر جکڑے گئے۔ تمام پرندے مسخر تھے جو ساتھ ساتھ چلتے رہتے فرش پر پورے لاؤ لشکر کے ساتھ تشریف فرما ہوتے وہ فرش سب کو صبح لے کر ایک ماہ کی مسافت پر لیجاتا۔ اور شام کو واپس لاتا۔ چنانچہ آپ صبح کو دمشق سے روانہ ہوتے تو دوپہر کو اُصطخر میں قیلولہ فرماتے جو ملک فارس میں ہے اور دمشق سے ایک ماہ کی راہ پر اور شام کو اُصطخر سے روانہ ہوتے تو شب کو کابل میں آرام فرماتے یہ بھی تیز سوار کے لئے ایک ماہ کی راہ ہے۔ آپ کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ جاری فرمایا۔ اور جن آپ کے سامنے کام کرتے۔ محرابیں تصویریں بڑے بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگر دار دیگیں بناتے۔ آپ کے حکم سے بیت المقدس کی عمارت جنوں نے تعمیر کی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس جگہ کے متصل بیت المقدس کی بنیاد رکھی جہاں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا خیمہ نصب کیا گیا تھا اس عمارت کی تکمیل سے پہلے ہی حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کا وقت آ گیا تو آپ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ اسے مکمل کر دینا۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے شیاطین کو اس کی تعمیر میں لگا دیا۔ اسی اثناء میں آپ کی وفات کا زمانہ قریب پہنچا تو آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ ایسی صورت پیدا فرما دے کہ شیاطین پر میری وفات ظاہر نہ ہو جب تک اس عمارت کو مکمل نہ کر لیں اور نیز جنوں کو جو غیب دانی کا دعویٰ ہے وہ باطل ہو جائے اس دعا کے بعد آپ محراب میں داخل ہوئے اور اپنے عصائے مبارک پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور اسی حال میں آپ کا انتقال ہوا۔ جن یہ سمجھتے رہے کہ آپ نماز میں کھڑے ہیں۔ جنوں کو دن رات کام کرنا پڑا۔ پہلے تو صرف دن میں کام کرتے اور رات میں چھٹی مل جاتی سال بھر یہی حال رہا۔ جب بیت المقدس کی عمارت مکمل ہو گئی تو عصائے مبارک تو دیمک نے کھا لیا۔ اور آپ کا جسم مبارک زمین پر آ رہا۔ اور آپ کی وفات کا حال سب کو معلوم ہو گیا۔ اب جنوں کو کہنا پڑا کہ اگر ہم غیب جانتے تو اس عذاب میں کیسے گرفتار رہتے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عمر مبارک ۵۳ سال کی ہوئی تیرہ سال کی عمر شریف میں تخت نشین ہوئے اور چالیس سال حکمرانی فرمائی۔

وَقَوْلُهٗ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ۔ اس کے ارشاد کا بیان۔ اور یہودیوں نے اس کی پیروی کی جو شیطان پڑھا کرتے تھے سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے عہد حکومت میں۔

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زمانہ میں بنی اسرائیل جادو سیکھنے میں مشغول ہوئے تو آپ نے ان کو اس سے روکا اور ان کی کتابیں لے کر اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد شیاطین نے وہ کتابیں نکلوا کر لوگوں سے کہا کہ سلیمان علیہ السلام اسی کے زور سے سلطنت کرتے تھے بنی اسرائیل کے صلحاء و علمائے اس کا انکار کیا۔ لیکن ان کے جہال جادو کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا علم بتا کر اس کے سیکھنے پر ٹوٹ پڑے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی کتابیں چھوڑ دیں۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام پر ملامت شروع کی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ تک اسی حال پر رہے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی برأت میں یہ آیت نازل فرمائی جس کا

حاصل یہ ہے کہ جادو حضرت سلیمان کا علم نہیں بلکہ شیاطین کا علم ہے۔

وَقَوْلُهٗ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ وَاَسَلْنَا لَهٗ اَذَبْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ الْحَدِيْدِ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ۔

اور سلیمان کے بس میں ہوا کو کر دیا جو صبح کو ایک ماہ کی راہ لے چلتی اور شام کو ایک ماہ اور ہم نے سلیمان کے لئے لوہے کا چشمہ بہایا۔ قطر کے معنی تانبے کے بھی ہیں لوہے کے بھی ہیں اور جنوں میں وہ تھے جو ان کے سامنے کام کرتے ان کے رب کے حکم سے اور ان میں سے جو ہمارے حکم سے ہٹے گا اسے ہم بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ قَالَ مُجَاهِدٌ بُنْيَانٌ مَادُوْنَ الْقُصُوْرِ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ كَجَوَابِ الْاِبِلِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَالْجَوْبَةِ مِنَ الْاَرْضِ۔ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ اِلَّا دَابَّةُ الْاَرْضِ الْاَرَضَةُ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ عَصَاهُ۔ فَلَمَّا خَرَّ اِلٰى فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ۔

اور سلیمان کے لئے بناتے تھے وہ جو چاہتے محرابیں مجاہد نے کہا محراب سے مراد عمارت ہے محل کے علاوہ اور تصویریں بناتے اور حوض کے مثل لگن یعنی اونٹوں کے حوض کے مثل اور ابن عباس سے فرمایا زمین کے بڑے گڈھوں کے مثل۔ اور لنگر دار دیگیں بناتے یعنی بہت بڑی بڑی، اے آل داؤد شکر کرو اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے تھوڑے ہیں جن کو ان کی وفات کا پتہ نہیں دیا مگر دیمک نے جو ان کے عصا کو کھاتی تھی۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسم اقدس زمین پر آرہا تو جنوں پر یہ ظاہر ہو گیا۔ کہ اگر وہ غیب جانتے تو رسوائی کے عذاب میں نہیں پھنسے رہتے۔

حُبَّ الْخَيْلِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ مِنْ ذِكْرِ رَبِّيْ فَطَفِقَ مَسْحًا يَّمْسَحُ اَعْرَافَ الْخَيْلِ وَعَرَاقِيْبَهَا الْاَصْفَادُ الْوِثَاقُ۔ وَقَالَ مُجَاهِدٌ۔ الصَّافِنَاتُ صِفَةُ الْفَرَسِ رَفَعَ اِحْدٰى رِجْلَيْهِ حَتّٰى تَكُوْنَ عَلٰى طَرَفِ الْحَافِرِ۔

گھوڑوں کی محبت نے میرے رب کے ذکر سے روک دیا مجھ کو۔ اس آیت میں عَنْ بمعنی مِنْ ہے۔ تو حضرت سلیمان ان گھوڑوں کی پیٹھ اور گردن پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ الاصفاد۔ بیڑی۔ مجاہد نے کہا کہ صافنات کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ گھوڑے اپنے ایک پاؤں کو اٹھا کر اس کی کھر زمین پر رکھتے تھے یہ اصیل گھوڑوں کی خاصیت ہے۔

اَلْجِيَادُ السَّرَاعُ۔ تیز دوڑنے والے۔ جَسَدًا شَيْطَانًا۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تھا میں آج رات اپنی نوے بیویوں پر دورہ کروں گا۔ ہر ایک حاملہ ہوگی۔ اور ہر ایک سے راہ خدا میں جہاد کرنے والا سوار پیدا ہوگا۔ مگر یہ فرماتے وقت زبان مبارک سے انشاء اللہ نہیں فرمایا تھا۔ تو کوئی بھی عورت حاملہ نہیں ہوئی سوائے ایک کے اور اس کو بھی ناقص الخلقت بچہ پیدا ہوا۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے انشاء اللہ

فرمایا ہوتا تو ان سب عورتوں سے لڑکے ہی پیدا ہوتے اور وہ راہِ خدا میں جہاد کرتے۔ اسی کو قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ۔

اور ہم نے سلیمان کو آزمایا۔ اور ان کے تخت پر ایک بے جان جسم ڈال دیا۔ اس کے بعد وہ ہماری طرف رجوع ہوا۔

امام بخاری نے جسدًا کی تفسیر شیطانًا سے کی ہے۔ یعنی ہم نے ان کی کرسی پر شیطان کو ڈال دیا۔ اس سے انہوں نے ایک دوسری تفسیر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شیطان سے فرمایا۔ جس کا نام آصف تھا۔ تم لوگوں کو کیسے فتنے میں ڈالتے ہو اس نے کہا کہ اپنی انگوٹھی مجھے عطا فرمائیے تو میں آپ کو بتاؤں حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے انگوٹھی اس کو دے دی اس نے وہ انگوٹھی دریا میں پھینک دی۔ اور وہ چیخا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کرسی سے اتر پڑے تو یہ شیطان کرسی پر بیٹھ گیا۔ یہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کی شکل بنا کر کرسی پہ بیٹھا تھا۔ لیکن اس کو یہ قدرت نہیں ہوئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کے قریب جا سکے یہ بات ان کی والدہ ماجدہ کو کھٹکی ایک دن مچھلی آئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک زوجہ نے اس کا پیٹ پھاڑا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری مل گئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ملک واپس آگیا۔ اور یہ شیطان بھاگ کر سمندر میں چھپ گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس جن کا نام صخر تھا۔ مگر یہ روایت بہت واہی اور ناقابل التفات ہے اسی لئے ہم نے پہلی تفسیر کو ترجیح دی۔

رُخَاءً طَيِّبَةً حَيْثُ أَصَابَ۔ حَيْثُ شَاءَ فَامْنُنْ۔ اَعْطِ۔ بِغَيْرِ حِسَابٍ بِغَيْرِ حَرَجٍ عِفْرِيتٌ۔ مُتَمَرِّدٌ مِنْ إِنْسَانٍ أَوْ جَانٍّ مِثْلُ زِبْنِيَةٍ جَمَاعَتُهُ زَبَانِيَةٌ۔

نرم نرم ہوا چلتی جہاں چاہتے لے جاتی بغیر حساب عطا فرماؤ۔ بغیر کسی حرج کے۔ عفریت کے معنی سرکش جن وانس جیسے زبینہ جس کی جمع زبانیۃ ہے۔ سپاہی کے معنی ہے۔

۱۸۱۲ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالَىٰ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَثَلِي

علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا میرا اور لوگوں کا حال اس شخص کے مثل ہے جو آگ جلائے

وَمَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ رَجُلٍ يَسْتَوْقِدُ نَارًا فَجَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ

پتنگے اور یہ جانور آگ میں گرنے لگیں۔

تَقَعُ فِي النَّارِ ۔ع۲

ع۲ ثانی۔ الرقاق۔ باب الانتہاء عن المعاصی ص۹۵۸۔ مسلم فضائل۔ ترمذی ادب۔ مسند امام احمد۔

۱۸۱۳ قَالَ وَكَانَتْ امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ

حدیث کہا اور دو عورتیں تھیں جن کے ساتھ دونوں کے بچے تھے بھیڑیا آیا ان میں سے ایک

بِابْنِ إِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ صَاحِبَتُهَا إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ وَقَالَتِ الْأُخْرَى

بچے کو لے گیا اس کے ساتھ والی نے کہا تیرے بچے کو لے گیا دوسری نے کہا کہ تیرے بچے کو لے گیا دونوں نے

إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ فَتَحَاكَمَتَا إِلَى دَاوُدَ فَقَضَى بِهِ لِلْكُبْرَى فَخَرَجَتَا

داؤد علیہ السلام کے یہاں معاملہ پیش کیا انھوں نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ دے دیا پھر دونوں

عَلَى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ فَأَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ ائْتُونِي بِالسِّكِّينِ أَشُقُّهُ

سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے پاس آئیں اور انھیں اپنا حال بتایا فرمایا چھری لاؤ بچہ کاٹ کر تم دونوں

بَيْنَهُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرَى لَا تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللَّهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضَى بِهِ

کو دیدوں تو چھوٹی والی عورت نے کہا ایسا نہ کریں اللہ آپ پر رحم فرمائے یہ بچہ اسی کا ہے۔

لِلصُّغْرَى قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَاللَّهِ إِنْ سَمِعْتُ بِالسِّكِّينِ إِلَّا يَوْمَئِذٍ

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے چھوٹی عورت کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ ابو ہریرہ نے کہا بخدا میں

وَمَا كُنَّا نَقُولُ إِلَّا الْمُدْيَةَ ۔عہ

نے اسی دن سکین سنا ہم صرف مُدیہ کہا کرتے تھے۔

**تشریحات ۱۸۱۳** یہ حقیقت میں دو حدیثیں ہیں جن دونوں کو امام بخاری نے اکٹھا ذکر فرمادیا ہے پہلی حدیث کتاب الرقاق میں ہے وہاں اخیر میں یہ زائد ہے وہ انھیں آگ سے بچانا چاہتا ہے مگر جانور اس پر غالب آکر آگ میں کود پڑتے ہیں میں تمہاری کمر کو پکڑے ہوئے ہوں آگ سے بچانے کے لئے لوگ اس میں گرے پڑتے ہیں۔

**قضیٰ للکبریٰ** ۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے حق میں کیسے فیصلہ کر دیا اس سلسلے میں شراح نے بڑی نکتہ آفرینی کی ہے لیکن وہ صرف ظن وتخمین ہے، اس عاجز کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ وہ بچہ بڑی عورت کے گود میں رہا ہوگا اور چونکہ اس کے خلاف چھوٹی عورت نے کوئی ثبوت نہیں پیش کیا اس لئے قبضہ دلیل ملک ہے کی رو سے بڑی کے حق میں فیصلہ کر دیا اس لحاظ سے ان کا فیصلہ حق تھا لیکن حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس سے زیادہ دقیق طریقے پر یہ معلوم کر لیا کہ یہ بچہ چھوٹی عورت کا ہے اس روایت میں اختصار ہے پوری روایت یہ ہے کہ بڑی عورت نے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حکم کو منظور کر لیا تھا کہ بچہ کاٹ کر آدھا

---

عہ ثانی الفرائض۔ باب اذا ادعت المرأۃ ص۱۰۰۱، نسائی قضاء

آدھا دونوں کو دے دیا جائے اور چھوٹی نے یہ کہا کہ ایسا ہے تو بچہ اسی کے پاس رہنے دیجئے۔ اس سے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے سمجھا کہ یہ بچہ حقیقت میں چھوٹی ہی کا ہے دونوں حضرات کے فیصلے اپنے اجتہاد سے تھے مگر چونکہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا اجتہاد زیادہ قوی تھا اس لئے اسے ترجیح حاصل ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

**بَابُ** قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ ص ۴۸۷۔

اللہ رب العزت کے اس ارشاد کا بیان اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی۔

**توضیح باب** امام المغازی محمد بن اسحاق نے کہا کہ لقمان کا نسب یہ ہے لقمان بن باعود بن ناہوح بن تارخ وہب کا قول ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے مقاتل نے کہا کہ یہ حضرت ایوب کے خالہ کے فرزند تھے۔ امام واقدی نے فرمایا کہ یہ بنی اسرائیل کے قاضی تھے۔ مشہور ہے کہ آپ ایک ہزار سال زندہ رہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا ان کے زمانہ میں فتویٰ دینا چھوڑ دیا پہلے فتویٰ دیا کرتے تھے۔ آپ کی نبوت میں اختلاف ہے۔ اکثر علماء اسی طرف ہیں کہ آپ حکیم تھے نبی نہ تھے حکمت کے لغوی معنی ہیں سمجھ کے، کچھ لوگوں نے کہا کہ حکمت کے معنی معرفت اور صحیح رائے قائم کرنے کے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حکمت ایک نور ہے اللہ تعالیٰ جس کے دل میں رکھتا ہے اسے روشن کر دیتا ہے۔

يَا بُنَيَّ اِنَّهَا اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اِلٰى فَخُوْرٍ۔

اے میرے بیٹے اگر برائی رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر وہ پتھر کی چٹان میں یا آسمانوں میں یا زمین میں کہیں ہو اللہ اسے لے آئے گا بے شک اللہ ہر باریکی جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔

حضرت لقمان کے صاحبزادے کا نام۔ اَنْعَمْ یا اَشْکَمْ، تھا۔ تُصَعِّرْ۔ اپنا منہ ٹیڑھا نہ کرو منہ پھیرنا۔

**بَابُ** وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ۔

اور ان کے لئے مثل بیان فرمائیے اس شہر والوں کی جب ان کے پاس فرستادے آئے۔

**توضیح باب** قریۃ سے مراد انطاکیہ ہے۔ قصہ یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے دو حواریوں صادق۔ صدوق۔ کو انطاکیہ بھیجا تاکہ وہاں کے لوگوں کو جو بت پرست تھے دین حق کی دعوت دیں۔ جب یہ دونوں شہر کے قریب پہنچے تو انھوں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ بکریاں چرا رہا ہے۔ اس شخص کا نام حبیب بخار تھا اس نے ان کا حال دریافت کیا۔ ان دونوں نے بتایا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بھیجے ہوئے ہیں تاکہ ہم تمہیں دین حق کی دعوت دیں حبیب نجار نے نشانی طلب کی تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم بیماروں کو اچھا کرتے ہیں۔ اندھوں کو بینا کرتے ہیں برص دور کرتے ہیں۔ حبیب نجار کا ایک بیٹا دو سال سے بیمار تھا۔ انھوں نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ تندرست ہو گیا حبیب بخار ایمان لائے۔ یہ خبر جب شہر میں مشہور ہوئی تو لوگ فوج در فوج بیماروں کو لانے لگے سب کو شفاء حاصل ہوئی انطاکیہ کے بادشاہ کو جب یہ سب حال معلوم ہوا تو اس

نے دونوں کو بلایا۔ اور انھیں تنبیہ کی کہ ہمارے معبودوں کے سوا کوئی معبود نہیں ان دونوں حضرات نے فرمایا معبود وہ ہے جس نے تم کو اور تمہارے معبودوں کو پیدا کیا ہے۔ بادشاہ کے شہر انطاکیہ والے ان کے پیچھے پڑ گئے انھیں مارا پیٹا۔ بادشاہ نے ان دونوں کو قید کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون کو بھیجا وہ اجنبی بن کر شہر میں داخل ہوئے اور بادشاہ کے مقربین و مصاحبین سے راہ و رسم پیدا کر کے بادشاہ تک رسائی حاصل کر لی۔ بادشاہ آپ سے بہت متاثر ہوا۔ جب آپ نے دیکھا کہ بادشاہ مجھ سے بہت متاثر ہے تو آپ نے بادشاہ سے ان قیدیوں کے بارے میں پوچھا۔ بادشاہ نے کہا کہ انھوں نے ایک نئے دین کا نام لیا تو مجھے غصہ آ گیا اس پر میں نے ان دونوں کو قید کر لیا۔ شمعون نے کہا یہ بات مناسب نہیں ان کی بات سننی چاہئے تھی۔ اگر آپ کی رائے ہو تو دونوں کو بلوایا جائے۔ اور پوچھا جائے وہ کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ وہ دونوں بلائے گئے شمعون نے ان سے پوچھا تمہیں کس نے بھیجا ہے تو انھوں نے کہا اس اللہ نے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور ہر جاندار کو روزی دی جس کا کوئی شریک نہیں۔ شمعون نے کہا تمہاری نشانی کیا ہے تو انھوں نے کہا جو بادشاہ چاہے تو بادشاہ نے ایک اندھے لڑکے کو بلوایا۔ ان دونوں نے دعا کی اور لڑکا بینا ہو گیا۔ اب شمعون نے بادشاہ سے کہا کہ آپ بھی اپنے معبودوں سے کہیں وہ ویسا ہی کر دکھائیں تاکہ تیری اور تیرے معبودوں کی عزت ظاہر ہو۔ بادشاہ نے شمعون سے کہا تم سے کیا چھپاؤں تمہیں معلوم ہے ہمارے معبود نہ دیکھتے ہیں اور نہ سنتے ہیں اور نہ کچھ بگاڑ سکتے ہیں نہ بنا سکتے ہیں۔

اس کے بعد بادشاہ نے ان دونوں حواریوں سے کہا کہ اگر تمہارے معبود مردے جلانے پر قادر ہوں تو ہم ان پر ایمان لائیں گے۔ تو حواریوں نے کہا کہ ہمارا معبود ہر شی پر قادر ہے۔ بادشاہ نے ایک دیہاتی کے لڑکے کو منگوایا جس کے مرے ہوئے سات روز ہو گئے تھے جسم خراب ہو چکا تھا بدبو اٹھ رہی تھی۔ ان دونوں کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ کر دیا اور کہنے لگا میں مشرک مرا تھا مجھ کو جہنم کی ساتوں وادیوں میں داخل کیا گیا میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ جس دین پر تم لوگ ہو وہ بہت نقصان دہ ہے۔ اسے چھوڑو اور ایمان لاؤ اس نے یہ بھی بتایا کہ جب آسمان کے دروازے کھلے تو مجھے ایک جوان نظر آیا جو ان تینوں شخصوں کی شفارش کر رہا تھا بادشاہ نے پوچھا کون تین اس نے کہا ایک شمعون اور دو یہ۔ اس پر بادشاہ کو تعجب ہوا جب شمعون نے دیکھا کہ اس کی بات بادشاہ پر اثر کر گئی تو اس بادشاہ کو نصیحت کی جس پر وہ ایمان لایا اور اس کی قوم کے کچھ لوگ بھی ایمان لائے اور کچھ لوگ ایمان نہ لائے۔ اور عذاب الٰہی سے ہلاک ہو گئے۔ اس واقعہ کو سورۂ یٰسین شریف کی ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے۔

قَالَ مُجَاهِدٌ فَعَزَّزْنَا شَدَدْنَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَائِرُكُمْ مَصَائِبُكُمْ۔

ہم نے ان کو قوت دی۔ تمہاری نحوست تمہاری مصیبت۔

**بَابُ** قَوْلِهِ ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا إِلَى قَوْلِهِ لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا۔ ص ۴۸۷

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اپنے بندہ زکریا پر تیرے رب کی رحمت کا تذکرہ اس کے اس قول تک اور ہم نے اسکے پہلے اس نام کا کوئی نہیں پیدا کیا۔

**توضیح باب** حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اولاد میں سے ہیں اور یہ بڑھئی تھے۔ ابن اسحاق نے کہا کہ جب بنی اسرائیل نے ان کو شہید کرنا چاہا تو یہ بھاگے ایک درخت کو دیکھا کہ پھٹ گیا ہے اس نے آواز دے کر کہا کہ آکر مجھ میں چھپ جائیے آپ اس میں جاکر چھپ گئے پھر درخت آپس میں جٹ گیا۔ شیطان نے ان کے کپڑے کا ایک کونہ درخت سے باہر نکال دیا اس سے ان ظالموں نے جان لیا کہ اس میں چھپے ہوئے ہیں انہوں نے آرے سے اس درخت کو چیر دیا۔ حضرت زکریا کے کمر پر آرہ پڑا اور وہ دو ٹکڑے ہو گئے یہاں شروع سورۂ مریم کی آیتیں تحریر فرمائیں جن میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر پاک ہے۔ حضرت زکریا علیہ الصلاۃ والتسلیم کی عمر جب بہتر یا اسی سال کی ہو گئی اس وقت فرزند کے لئے دعا کی۔ اس کا باعث یہ بنا کہ حضرت زکریا محراب میں جب حضرت مریم کے پاس جاتے تو وہاں گرمی کے دنوں میں جاڑے کے میوے اور جاڑوں میں گرمی کے میوے موجود پاتے۔ اس وقت آپ نے فرزند کے لئے دعا کی جس کا قصہ سورۂ مریم کی ابتدا میں مذکور ہے

یُقَالُ رَضِیًّا مَّرْضِیًّا، پسندیدہ یعنی جن کو تو بھی پسند کرے اور تیرے بندے بھی۔ عُتِیًّا عَصِیًّا۔ یہ عَتَا یَعْتُوْ سے ہے۔ سوکھنے کی حد تک۔ یعنی میں بڑھاپے کی وجہ سے اس منزل پر پہنچا ہوں کہ۔ سوکھ گیا ہوں قَالَ رَبِّ أَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ امْرَأَتِيْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا۔ عرض کیا اے میرے رب میرے لڑکا کہاں سے ہوگا میری عورت تو بانجھ ہے اور میں بڑھاپے سے سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ گیا ہوں۔ اس وقت عمر مبارک بہتر یا اسی سال کی تھی۔

ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا۔ حضرت زکریا نے عرض کیا کہ مجھے بچہ عطا ہوگا اس کی کوئی نشانی بتائی جائے۔ فرمایا گیا ہر طرح ٹھیک ٹھاک رہتے ہوئے تین دن تین رات بات نہیں کر پاؤ گے۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحٰى إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا۔ فَأَوْحٰى۔ فَأَشَارَ۔ اس کے بعد وہ مسجد سے نکل کر اپنی قوم کے پاس تشریف لائے۔ اور انھیں اشارے سے حکم دیا کہ صبح و شام تسبیح کیا کرو۔ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ (الیٰ) وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا۔ اے یحییٰ کتاب مضبوطی سے تھام اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی اور اپنی طرف سے مہربانی اور ستھرائی وہ کمال ڈر والا اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا سرکش اور نافرمان نہ تھا۔ سلامتی ہو اس پر جس دن پیدا ہوا جس دن مرے گا جس دن زندہ اٹھایا جائے گا۔

حضرت یحییٰ کی والدہ کا نام اشیاع بنت فاقوذہ تھا جو حضرت مریم کی والدہ حنہ کی بہن تھیں۔ حضرت یحییٰ کی والدہ حضرت مریم سے ملیں اور انھیں اپنے حاملہ ہونے کی خبر کی تو حضرت مریم نے فرمایا میں بھی حاملہ ہوں حضرت یحییٰ کی والدہ نے کہا اے مریم! مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرے پیٹ کا بچہ تمہارے پیٹ کے بچہ کو سجدہ کرتا ہے۔ حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ سے چھ سال عمر میں بڑے تھے خزائن العرفان تفسیر آل عمران زیر آیت (۴۰) یہ تحریر ہے کہ حضرت یحییٰ کے لئے دعا کرتے وقت حضرت زکریا کی عمر مبارک ایک سو بیس سال کی تھی اور ان کی اہلیہ اشیاع کی عمر اٹھانوے سال کی۔ مگر سورۂ مریم کی تفسیر زیر آیت (۸) یہ تحریر ہے کہ اس وقت ان کی عمر مبارک بہتر یا اسی سال کی تھی۔ غالباً یہ اختلافاتِ روایت کی

بنا پر ہے۔

حضرت یحییٰ کو نو سال کی عمر میں یا تین سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی۔ حضرت یحییٰ سے پہلے اس نام کا کوئی شخص نہیں ہوا ہے علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یحییٰ عجمی ہے کہ عربی بہر صورت یہ غیر منصرف ہے اگر عجمی ہے تو عجمہ اور علمیت کی بنا پر۔ اور اگر عربی ہے تو وزن فعل اور علمیت کی بنا پر اس خادم کی رائے یہ ہے کہ عجمی ہے اس لئے کہ یہ بنی اسرائیل سے تھے اور بنی اسرائیل کی زبان عبرانی تھی۔ حَفِیًّا لَطِیْفًا۔ سورۂ مریم ہی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے اِنَّہٗ کَانَ بِیْ حَفِیًّا۔ بے شک وہ مجھ پر مہربان ہے۔ اس کی تفسیر میں امام بخاری نے فرمایا۔ لطیفًا۔ عَاقِرًا۔ الذکر والانثیٰ یعنی یہ صیغہ مذکر و مؤنث دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔

**بَابٌ وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ مَرْیَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَھْلِھَا مَکَانًا شَرْقِیًّا۔** ص ۴۸۸

اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب اپنے گھر والوں سے پورب کی طرف ایک جگہ الگ گئی۔

**توضیح باب** یہاں سے حضرت عیسیٰ کی ولادت کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ حضرت مریم اپنے مکان میں یا بیت المقدس کی مشرقی جانب میں لوگوں سے جدا ہو کر عبادت کے لئے خلوت میں بیٹھیں اور بیچ میں ایک پردہ کر لیا حضرت جبرئیل ایک تندرست انسان کی شکل میں ان کے پاس تشریف لائے انھیں دیکھ کر حضرت مریم گھبرا گئیں اور فرمایا اگر تو خدا ترس ہے تو میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں حضرت جبرئیل نے فرمایا گھبراؤ نہیں میں تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں ایک پاکیزہ بیٹا دوں حضرت مریم نے فرمایا کہ مجھے لڑکا کیسے ہوگا نہ تو مجھے کسی انسان نے چھوا ہے اور نہ میں بدکار ہوں حضرت جبرئیل نے فرمایا اس کے باوجود تمہیں لڑکا ملے گا جو لوگوں کے لئے نشانی اور رحمت ہوگا یہ سن کر حضرت مریم کو اطمینان ہو گیا۔ حضرت جبرئیل نے ان کے گریبان یا آستین یا دامن یا منہ میں دم فرمایا اور وہ بقدرت الٰہی حاملہ ہو گئیں۔ اس وقت حضرت مریم کی عمر دس یا تیرہ سال کی تھی اس کے بعد حضرت مریم بیت اللحم میں چلی گئیں۔ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَۃٍ۔ اور یاد کرو جب فرشتوں نے حضرت مریم سے کہا کہ اللہ تم کو ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (الیٰ قولہ) بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ بے شک اللہ نے آدم و نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام دنیا پر چن لیا ہے۔ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَاٰلُ عِمْرٰنَ۔ اَلْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلُ یٰسٓ وَاٰلُ مُحَمَّدٍ۔ مراد یہ ہے کہ ان حضرات کی آل میں سے جو مومن ہیں انھیں چن لیا۔ یَقُوْلُ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰھِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ وَھٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ابراہیم سے سب سے قریب وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی اور یہ مومن ہی ہیں۔ وَیُقَالُ اٰلُ یَعْقُوْبَ اَھْلُ یَعْقُوْبَ فَاِذَا صَغَّرُوْا اٰلَ رَدُّوْہُ اِلَی الْاَصْلِ قَالُوْا اُھَیْلٌ۔ آل یعقوب یعنی اہل یعقوب آل کی جب تصغیر کرتے ہیں تو اصل کی طرف لوٹاتے ہیں کہتے ہیں اہیل۔ آل و اہل ہم معنی ہیں لیکن عرف عام میں اشراف کے لئے خواہ وہ دنیوی شرافت والے ہوں یا دینی آل بولتے ہیں۔ جیسے آل ابراہیم یا آل فرعون۔ اور

اہل عام ہے راجح یہ ہے کہ آل کے معنی متبع کے ہیں جس پر بارہا کلام ہو چکا ہے۔

**بَابُ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ (الی قولہ) اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ص۴۸۸**

اور یاد کرو جب فرشتوں نے کہا اے مریم بیشک اللہ نے تم کو چن لیا ہے اور تمہیں پاک کیا ہے اور تم کو دنیا کی تمام عورتوں سے منتخب کر لیا ہے۔ الی۔ ان میں کون مریم کی کفالت کرے گا۔

**توضیح باب** جب مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں تو فرشتوں نے ان سے یہ خطاب کیا تھا مزید یہ بھی کہا تھا۔ اے مریم! ماں کی فرماں برداری کرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جن کی آپ کی طرف اے محبوب ہم وحی کرتے ہیں۔ اور آپ اس وقت اپنے جسم اقدس کے ساتھ موجود نہیں تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ مریم کس کی پرورش میں رہے گی۔ اور تم ان کے پاس نہیں تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔

قصہ یہ ہوا کہ جب حضرت مریم پیدا ہوئیں تو آپ کی والدہ ماجدہ نے کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدس کے احبار کے پاس رکھ دیا۔ یہ احبار حضرت ہارون کی اولاد سے تھے اور یہ بیت المقدس کے کلید بردار تھے۔ چونکہ حضرت مریم ان کے امام صاحب قربان کی دختر تھیں اس لئے سب نے حضرت مریم کے لینے کی رغبت ظاہر کی۔ جن کی تعداد ستائیس تھی۔ حضرت زکریا نے فرمایا کہ میں ان کا سب سے زیادہ حقدار ہوں اس لئے کہ ان کی خالہ میری اہلیہ ہیں۔ فیصلہ اس پر ہوا کہ قرعہ ڈالا جائے یہ سب لوگ اپنی وہ قلمیں جن سے توراۃ لکھا کرتے تھے لے کر دریائے اردن پر پہنچے اپنی قلموں کو دریا میں ڈال دیا اوروں کے قلم نیچے بیٹھ گئے اور حضرت زکریا کا قلم اوپر تیرتا رہا اس لئے حضرت مریم ان کی پرورش میں دیدی گئیں يُقَالُ۔ يَكْفُلُ۔ يَضُمُّ۔ كَفَلَهَا ضَمَّهَا۔ مُخَفَّفَةٌ لَيْسَ مِنْ كِفَالَةِ الدُّيُوْنِ وَشِبْهِهَا يَكْفُلُ کے معنی ملانے کے ہیں کفلھا کے معنی اس سے اس کو ملایا بغیر تشدید کے یہ قرض وغیرہ کے کفالت سے نہیں ہے۔

**۱۸۱۴ حدیث** سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيْجَةُ ۔عہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا دنیا کی تمام عورتوں میں بہتر مریم بنت عمران ہیں اور دنیا کی تمام عورتوں سے بہتر خدیجہ ہیں۔

عہ مناقب انصار باب تزویج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدیجۃ ص۵۳۸ دو طریقے سے۔

۱۸۱۴ **تشریح** جلد اول میں گذر چکا ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مطلق تمام عورتوں سے افضل کون خاتون ہیں حضرت خدیجہ حضرت عائشہ یا حضرت فاطمہ۔ وہیں ہم نے ذکر کیا ہے کہ بہتر توقف ہے رہ گئیں حضرت مریم تو بہر حال وہ اس امت کی تمام عورتوں سے افضل نہیں ہاں بنی اسرائیل اور اپنے عہد کی تمام عورتوں سے افضل ہیں جو لوگ حضرت عائشہ یا حضرت فاطمہ کو تمام عورتوں سے افضل مطلقاً مانتے ہیں وہ اس حدیث کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ اس حدیث میں نسائھا سے مراد حضرت خدیجہ کی حیات کی تمام عورتیں ہیں اور سیاق اس کا مؤید بھی ہے اس لئے کہ اس پر اتفاق ہے کہ اس حدیث کے پہلے ٹکڑے میں "خیر نسائھا" سے مراد اس زمانے کی عورتیں ہیں۔

**بَابُ** قَوْلِهٖ جَلَّ جَلَالُهٗ، وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ (الیٰ قولہ) كُنْ فَيَكُوْنُ۔ آل عمران ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ص ۴۸۸

اللہ جل جلالہٗ کے اس ارشاد کا بیان اور یاد کرو جب فرشتوں نے کہا مریم سے بیشک اللہ تم کو اپنے پاس سے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے دنیا و آخرت میں باوقار اور مقربین میں سے ہوگا اور گہوارے اور پکی عمر میں لوگوں سے بات کرے گا اور خواص میں سے ہوگا۔ مریم نے کہا اے میرے رب میرے بچہ کہاں سے ہوگا مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ نہیں لگایا فرمایا اللہ یوں ہی جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ فرماتا ہے تو اس سے صرف یہ کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ چیز ہو جاتی ہے يُبَشِّرُكِ۔ يُبَشِّرُكِ وَاحِدٌ۔ وَجِيْهًا شَرِيْفًا۔ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ الْمَسِيْحُ الصِّدِّيْقُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْكَهْلُ الْحَلِيْمُ۔ وَالْاَكْمَهُ مَنْ يُّبْصِرُ بِالنَّهَارِ وَلَا يُبْصِرُ بِاللَّيْلِ وَقَالَ غَيْرُهٗ مَنْ يُّوْلَدُ اَعْمٰى يُبَشِّرُكِ وَيُبَشِّرُكِ مجرد اور مزید ایک معنی میں ہے۔ وجیہا کے معنی شریف ہے اور ابراہیم نے کہا مسیح کا معنی صدیق ہے اور مجاہد نے کہا الکہل کا معنی سمجھدار ہے اور اکمہ وہ ہے جو دن میں دیکھے اور رات میں نہ دیکھے اور ان کے علاوہ نے کہا جو اندھا پیدا ہو۔

۱۸۱۵ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

سے سنا فرماتے تھے کہ قریش کی عورتیں ان تمام عورتوں سے بہتر ہیں جو اونٹوں پر سوار

نِسَاءُ قُرَيْشٍ خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْاِبِلَ اَحْنَاهُ عَلٰى طِفْلٍ وَاَرْعَاهُ عَلٰى

زوج فی ذات یدہ ویقول ابو ھریرۃ علی اثر ذلک ولم ترکب

سے زیادہ حفاظت کرنے والی۔ اس کے بعد ابو ہریرہ فرماتے تھے مریم بنت عمران

مریم بنت عمران بعیرا قط۔ عہ

اونٹ پر کبھی سوار نہیں ہوئیں۔

**تشریحات** ۱۸۱۵

**احناہ علی طفل**۔ قیاس یہ چاہتا ہے کہ فرمایا جاتا احناھن لیکن اہل عرب خلاف قیاس ایسے موقع پر ہمیشہ واحد مذکر کی ضمیر لاتے ہیں۔ اور مرجع اپنے ذہن میں متعین واحد یا خلق کو مان لیتے ہیں۔ جیسے بولتے ہیں احسن الناس وجھا واحسنہ خلقا۔ اور یہی تقریر اُرْعَاہ میں ہے۔

یہ دونوں چیزیں عورت کے اعلیٰ صفات میں ہے اولاد پر شفقت اور شوہر کے مال کی حفاظت اس میں خیانت نہ کرنا۔ یہ عورت کے مکارم اخلاق میں سے ہے۔

**یقول ابو ھریرۃ**۔ یہ حضرت ابو ہریرہ نے دفع دخل مقدر فرمایا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ قریش کی عورتیں اس ارشاد کے بموجب حضرت مریم سے بھی افضل ہیں۔ اس لئے کہ یہاں قریش کی عورتوں کی برتری صرف ان عورتوں پر بیان کی گئی ہے جو اونٹوں پر سوار ہوئیں یعنی عرب کی عورتیں۔ اور حضرت مریم اونٹ پر کبھی سوار نہیں ہوئیں۔ اس لئے وہ اس کے تحت داخل نہیں اس سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک یہی تھا کہ حضرت مریم کی فضیلت اور برتری تمام عورتوں پر مطلقا ہے۔ غالبًا امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے مگر بنظر دقیق یہ صحیح نہیں اس لئے کہ یہ متفق علیہ ہے کہ یہ امت بحیثیت مجموعی اگلی امتوں سے افضل ہے

**باب** قولہ یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم (الی قولہ) وکیلا ص ۴۸۹۔

اے اہل کتاب اپنے دین میں حد سے آگے نہ بڑھو اس کے قول وکیلا تک۔

**توضیح باب** یہاں اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ دونوں ہیں اور غلو سے مراد حد سے آگے بڑھنا ہے۔ نصاریٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلو کرنے کا معنی یہ تھا۔ کہ نصاریٰ میں یعقوبیہ فرقے والے حضرت عیسیٰ کو خدا کہتے تھے۔ اور نسطوریہ فرقے والے خدا کا بیٹا اور مرقوسیہ کہتے تھے کہ تین خداؤں میں سے ایک ہے۔ اور یہود کا غلو یہ تھا۔ کہ یہ بے ایمان یہ کہتے ہیں کہ وہ اچھے آدمی نہیں تھے۔

قال ابو عبیدۃ کلمتہ کن فکان وقال غیرہ وروح منہ۔ احیاہ فجعلہ روحا ولا تقولوا ثلاثۃ"۔

ابو عبیدہ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو فرمایا گیا کہ وہ اللہ کے کلمہ ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ اسباب عادیہ کے برخلاف ان کو لفظ کن سے پیدا فرمایا۔ (یعنی بغیر باپ کے) اور انکے علاوہ نے کہا

---

عہ ثانی نکاح باب الی من ینکح وای النساء خیر ص ۷۶۰ النفقات باب حفظ المرأۃ زوجھا ص ۸۰۸ مسلم

کہ رُوْحٌ مِّنْهُ۔ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ فرمایا اور انھیں روح کر دیا۔ اور یہ نہ کہو کہ تین ہیں۔

۱۸۱۶ حَدَّثَنِیْ جُنَادَةُ بْنُ اَبِیْ اُمَیَّةَ عَنْ عُبَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ

حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَهِدَ

نے فرمایا۔ جو اس بات کی گواہی دے کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں وہ اکیلا

اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ

ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور

وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّ عِیْسٰی عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰی مَرْیَمَ

رسول ہیں۔ اور بے شک عیسیٰ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کے کلمہ ہیں

وَرُوْحٌ مِّنْهُ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَّالنَّارُ حَقٌّ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰی مَا

جنھیں مریم کی طرف القا فرمایا اور اس کی روح ہیں اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے تو

كَانَ مِنَ الْعَمَلِ (قَالَ الْوَلِیْدُ) وَزَادَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِیَةِ

اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا جو بھی اس کا عمل ہو یا اس کے عمل کے مطابق دوسرے طریقے

اَیُّهَا شَاءَ ۔عہ

میں یہ ہے۔ آٹھوں دروازوں میں سے جس سے چاہے داخل ہو۔

**تشریحات ۱۸۱۶** عَلٰی مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ۔ کا دو مفہوم ہے ایک یہ جب اس کا ایمان صحیح ہے تو بہر حال وہ جنت میں داخل ہوگا خواہ دخول اوّلی ہو یا ثانوی۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ عمل کے مطابق وہ جنت میں داخل ہوگا یعنی اگر وہ کسی گناہ کے سبب جہنم میں نہیں گیا تو ابتداءً ہی جنت میں جائے گا اور اگر وہ کسی گناہ کا مرتکب ہے اور اسے معافی نہیں ملی تو اس کے مطابق جہنم میں سزا بھگت کر پھر جنت میں آئے گا۔

**بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ مَرْیَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا** ص۴۸۸

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب وہ اپنے اہل سے ایک کنارے ہو کر جانب مشرق چلی گئیں۔

---

عہ مسلم۔ ایمان۔ نسائی تفسیر عمل الیوم واللیلۃ۔

اِعْتَزَلَتْ۔ نَبَذْنَاہُ۔ اَلْقَیْتُہٗ۔ شَرْقِیًّا۔ مِمَّا یَلِی الشَّرْقَ۔ فَاَجَاءَھَا۔ اَفْعَلُ مِنْ جِئْتُ وَیُقَالُ اَلْجَاءَھَا اِضْطَرَّھَا۔ تُسَاقِطْ۔ تُسْقِطْ رُطَبًا جَنِیًّا۔ قَاصِیًّا۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَسْیًا۔ لَمْ اَکُنْ شَیْئًا وَقَالَ غَیْرُہٗ اَلنَّسْیُ الْحَقِیْرُ وَقَالَ اَبُوْ وَائِلٍ عَلِمَتْ مَرْیَمُ اَنَّ التَّقِیَّ ذُوْ نُھْیَۃٍ حِیْنَ قَالَتْ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا۔ وَقَالَ وَکِیْعٌ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ سَرِیًّا نَھْرٌ صَغِیْرٌ بِالسُّرْیَانِیَّۃِ۔

علیحدہ ہوگئی۔ نبذناہ کے معنی ہیں۔ اس کو ڈالا۔ شرقیا۔ پورب جانب۔ اجاءھا۔ جئت کا باب افعال ہے اور ایک قول یہ ہے کہ انھیں مجبور کردیا۔ تساقط کے معنی ہیں گرائے گی۔ قصیا کے معنی ہیں دور آخری حد۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ نسیا کے معنی ہیں میں کچھ نہ ہوتی۔ ان کے علاوہ اور لوگوں نے کہا حقیر چیز اور ابو وائل نے کہا جب مریم نے جبرئیل سے کہا تھا اگر تو متقی ہے تو ان کو یقین تھا کہ متقی عقل والا ہوتا ہے۔ حضرت براء سے مروی ہے۔ کہ سریا کے معنی سریانی زبان میں چھوٹی نہر کے ہیں۔

**۱۸۱۷ حدیث** عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ عِیْسٰی وَمُوْسٰی وَاِبْرَاھِیْمَ فَاَمَّا عِیْسٰی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے عیسیٰ اور موسیٰ اور ابراہیم کو دیکھا لیکن عیسیٰ تو وہ سرخی مائل رنگ کے گھونگھریالے بال والے

فَاَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِیْضُ الصَّدْرِ وَاَمَّا مُوْسٰی فَاٰدَمُ جَسِیْمٌ سَبِطٌ کَاَنَّہٗ مِنْ رِجَالِ الزُّطِّ

چوڑے سینے والے ہیں لیکن موسیٰ تو گندم گوں بھاری جسم والے سیدھے بال والے ہیں گویا وہ زط کے افراد میں سے ہیں۔

**۱۸۱۷ تشریحات** امام بخاری نے اس حدیث کو حضرت ابن عمر سے روایت کیا اس پر سارے محدثین نے ان کی تغلیط کی بتحقیق میں یہ حدیث ابن عباس سے مروی ہے۔

**زط** ۔ ہندوستانی قوموں میں سے ایک قوم کا نام ہے۔ غالباً یہ جاٹ کا معرب ہے۔

**۱۸۱۸ حدیث** عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ ذَکَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

عبداللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن لوگوں کے سامنے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَيْنَ ظَهْرَانَيِ النَّاسِ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ

مسیح دجال کا تذکرہ کیا فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کانا نہیں سنو بے شک مسیح دجال داہنی آنکھ کا

لَيْسَ بِأَعْوَرَ أَلَا إِنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ أَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّ

کانا ہے گویا اس کی آنکھ ابھرا ہوا انگور ہے (گویا اس کی آنکھ انگور ہے بے روشنی کے) اور

عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ وَأَرَانِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فِي الْمَنَامِ فَإِذَا

آج رات میں نے خواب میں کعبہ کے پاس دیکھا کہ ایک صاحب گندم گوں لوگوں میں سب سے

رَجُلٌ أَدْمُ كَأَحْسَنِ مَا تَرَى مِنْ أُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُهُ بَيْنَ

زیادہ خوبصورت ان کی کاکل شانوں کے درمیان لہرا رہی ہے سیدھے بال والے ان کے

مَنْكِبَيْهِ رَجِلُ الشَّعْرِ يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى مَنْكِبَيْ

سر سے پانی ٹپک رہا ہے اپنے ہاتھوں کو دو صاحبوں کے مونڈھوں پہ رکھے ہوئے بیت اللہ کا

رَجُلَيْنِ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالُوا هَذَا الْمَسِيحُ

طواف کر رہے ہیں پوچھا یہ کون صاحب ہیں لوگوں نے بتایا یہ مسیح ابن مریم ہیں پھر میں نے ان

ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ رَأَيْتُ رَجُلًا وَرَاءَهُ جَعْدًا قَطَطًا أَعْوَرَ عَيْنِ الْيُمْنَى

کے پیچھے ایک شخص کو دیکھا گھونگھر والے الجھے ہوئے بالوں والا داہنی آنکھ کا کانا جن لوگوں کو میں نے دیکھا

كَأَشْبَهِ مَنْ رَأَيْتُ بِابْنِ قَطَنٍ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى مَنْكِبَيْ رَجُلٍ

ہے ان کی بہ نسبت ابن قطن کے زیادہ مشابہ ہے اپنے ہاتھوں کو ایک شخص کے مونڈھوں پہ رکھے ہوئے بیت اللہ

يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالُوا هَذَا الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ ۝۴

کا طواف کر رہا ہے میں نے پوچھا کون ہے لوگوں نے کہا یہ مسیح دجال ہے۔

۱۸۱۸

**تشریحات** اَعْوَرُ۔ بخاری کی روایات میں یہی ہے کہ دجال کی داہنی آنکھ کانی ہوگی مگر مسلم اور ابن ماجہ کی حدیث میں یہ ہے کہ اس کی بائیں آنکھ کانی ہوگی علماء نے دونوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ اس کی دونوں آنکھیں عیبی ہوں گی۔

**طافیۃ**۔ یاء کے ساتھ طفوٌ سے پانی پر ابھرنا اب اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس کی آنکھ بہ نسبت دوسری کے

---

۴ ثانی اللباس باب الجعد ص۸۷۶ التعبیر باب رؤیا اللیل ص۱۰۳۶ وباب الطواف للکعبۃ ص۱۰۴۲ فتن باب ذکر الدجال ص۱۰۵۵ مسلم ایمان فتن۔

ابھری ہوگی۔ طافئۃ۔ طفِی یطفی طفوءًا سے مہموز اللام بجھنے کے معنی میں یعنی بے نور ہوگی۔ یعنی بغیر روشنی کے ہوگی اس کے بعد امام بخاری نے اسی حدیث کو بطریق سالم تھوڑے سے تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے جس کی ابتداء یوں ہے بخدا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیسیٰ کو احمر نہیں کہا ہے بلکہ آدم فرمایا ہے (یعنی گندم گوں) البتہ مسیح دجال کو احمر کہا ہے۔

**اقول وھو المستعان**۔ معراج کی احادیث میں حضرت عیسیٰ کو احمر کہا گیا ہے دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خالص سرخ رنگ نہیں تھے آپ کا اصل رنگ گندم گوں تھا یعنی سفید جس میں سرخی جھلکتی تھی رہ گیا دجال تو وہ سرخ رنگ کا ہوگا چھچھوندر کے بچوں کے مثل۔ قال الزھری رجلٌ من خزاعۃ ھلک فی الجاھلیۃ۔ امام زہری نے کہا کہ ابن قطن خزاعہ کا ایک شخص تھا جو جاہلیت میں مرگیا۔

**ابن قطن**۔ اس کا نام عبد العزیٰ تھا یہ ہالہ بنت خویلد کے بطن سے تھا جو ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی حقیقی بہن تھیں یہ زمانہ جاہلیت میں کفر پر مرا۔

۱۸۱۹ **حدیث** اَخْبَرَنَا اَبُوْسَلَمَۃَ اَنَّ اَبَاھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَنَا اَوْلَی النَّاسِ

کو فرماتے سنا میں ابن مریم کے ساتھ سب سے زیادہ قریب ہوں انبیاء علاتی بھائی ہیں ان کی مائیں

بِابْنِ مَرْیَمَ وَالْاَنْبِیَاءُ اَوْلَادُ عَلَّاتٍ لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ نَبِیٌّ۔

مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہے میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

دوسری روایت میں یوں ہے۔ اَلْاَنْبِیَاءُ اِخْوَۃٌ لِعَلَّاتٍ اُمَّھَاتُھُمْ شَتّٰی وَدِیْنُھُمْ وَاحِدٌ انبیاء علاقائی بھائی ہیں ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہے یعنی سب کے بنیادی عقائد متحد ہیں اور فروع میں اختلافات ہیں۔

۱۸۲۰ **حدیث** عَنْ ھَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاٰی عِیْسٰی رَجُلًا یَسْرِقُ فَقَالَ لَہٗ سَرَقْتَ

ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تو اس سے فرمایا تم نے چوری کی ہے؟ تو اس نے

قَالَ کَلَّا وَاللّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَقَالَ عِیْسٰی اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ

کہا ہرگز نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں تو حضرت عیسیٰ نے فرمایا میں اللہ پر ایمان لایا

وَكَذَّبَتْ عَيْنِيْ ۔ عه

اور میری آنکھ نے مجھے غلط دکھلایا۔

۱۸۲۰ **تشریحات** اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے خود ملاحظہ فرمایا تو محض چور کے انکار سے کیسے جھٹلا دیا اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ بظاہر سرقہ ہو اور حقیقت میں یہ اسی کا مال ہو یا یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مسلمان کی قسم کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے ایسا فرمایا۔ جو لوگ یہ فرماتے ہیں کہ قاضی کو یہ جائز نہیں کہ محض اپنے علم پر فیصلہ کرے اس حدیث کو دلیل لاتے ہیں۔

۱۸۲۱ **حدیث** أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهٗ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ ۔ عه

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا منبر پر فرماتے تھے میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا میری تعریف میں حد سے آگے نہ بڑھو جیسا کہ نصاریٰ عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں حد سے آگے بڑھ گئے۔ میں اللہ کا بندہ ہی ہوں (خدا یا خدا کا بیٹا نہیں) اس لئے تم کہو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔

۱۸۲۱ **تشریحات** یعنی میری مدح میں وہ باتیں نہ کہو جو مجھ میں نہیں مثلاً خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہو جیسا کہ تشبیہ سے ظاہر ہے لیکن میرے اندر جو فضائل و کمالات واقعی ہیں ان کو بیان کرو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حقیقت میں جو فضائل و کمالات اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائے وہ بھی بیان نہ کرو ان کو بیان کرنا حد سے آگے بڑھنا نہیں اسی کو عارف جامی نے اپنے الفاظ میں یوں ادا کیا ہے۔

ع "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

مخواں اور اخدا از بہر حفظ دیں وپاس شرع دیگر ہر چہ خواہی اندر مدحش املا کن

اور علامہ بوصیری نے لکھا ہے

---

عه مسلم فضائل، نسائی اقضاۃ، ابن ماجہ۔ کفارات، مسند امام احمد۔ ۳۔ ۸۳۔ ۳۱۴۔

عله دارمی، رقاق مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۲۳

دَعْ ما ادعتہ النصاریٰ فی نبیھم واحکم بما شئت مدحًا فیہ واحتکم

نصاریٰ نے اپنے نبی کے بارے میں جو کچھ دعویٰ کیا اسے چھوڑ دو اس کے علاوہ ان کی تعریف میں جو چاہو کہو اور اس پر مضبوطی سے قائم رہو۔

## باب نُزُوْلِ عیسیٰ بْنِ مَرْیَمَ علیھما السَّلَامُ ص۴۹

عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے اترنے کا بیان۔

۱۸۲۲ عَنْ نَافِعٍ مَوْلٰی اَبِیْ قَتَادَۃَ اَلْاَنْصَارِیِّ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ

علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں ابن مریم اتریں گے

اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ۔ عہ

اور تمہارا امام تم سے ہوگا۔

۱۸۲۲ **تشریحات** اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور قرب قیامت میں پھر تشریف لائیں گے سات سال یا نو سال تشریف رکھیں گے شادی بھی کریں گے ان کی اولاد بھی ہوگی اور ہماری شریعت کے مطابق عمل فرمائیں گے اور اسی کی تبلیغ کریں گے اور ایک روایت کے مطابق چالیس برس زندہ رہیں گے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارکہ میں ایک قبر کی جگہ خالی ہے وہاں دفن ہوں گے۔

**امامکم منکم**۔ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ امام اس امت کا کوئی فرد ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ مسلم[1] میں ہے کہ حضرت عیسیٰ سے عرض کیا جائے گا کہ آپ نماز پڑھائیے تو فرمائیں گے نہیں تم میں کا بعض۔ بعض پر امیر ہے۔

---

عہ مسلم ایمان۔ [1] مسلم ج ۱ باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ص۸۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# بَابُ مَا ذُكِرَ عَنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ ص۴۹۰

## بنی اسرائیل کے بارے میں کیا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۸۲۳ قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو لِحُذَيْفَةَ اَلَا تُحَدِّثُنَا مَا سَمِعْتَ مِنْ

حدیث عقبہ بن عمرو نے حضرت حذیفہ سے کہا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اِنَّ

سے جو کچھ سنا ہے کیا ہم سے بیان نہ فرمائیں گے؟ انھوں نے فرمایا میں نے حضور کو یہ فرماتے

مَعَ الدَّجَّالِ اِذَا خَرَجَ مَاءً وَنَارًا فَاَمَّا الَّذِيْ يَرَى النَّاسُ اَنَّهَا

سنا ہے کہ دجال جب نکلے گا تو اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی۔ جسے لوگ دیکھیں گے کہ وہ

النَّارُ فَمَاءٌ بَارِدٌ وَاَمَّا الَّذِيْ يَرَى النَّاسُ اَنَّهُ مَاءٌ بَارِدٌ فَنَارٌ تُحْرِقُ

آگ ہے ٹھنڈا پانی ہوگا اور جسے لوگ دیکھیں گے کہ یہ ٹھنڈا پانی ہے وہ جلانے والی آگ ہوگی

فَمَنْ اَدْرَكَ مِنْكُمْ فَلْيَقَعْ فِي الَّذِيْ يَرَى اَنَّهَا نَارٌ فَاِنَّهُ عَذْبٌ بَارِدٌ

تم میں سے جو اسے پائے تو اس میں جائے جسے دیکھ رہا ہے کہ وہ آگ ہے کیوں کہ وہ میٹھا پانی

(اِلٰى اَنْ قَالَ) فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اِنَّ رَجُلًا حَضَرَهُ الْمَوْتُ فَلَمَّا يَئِسَ

ہے نیز انھوں نے کہا میں نے حضور کو فرماتے سنا کہ ایک شخص کی موت کا وقت قریب ہوا جب وہ

مِنَ الْحَيَاةِ اَوْصٰى اَهْلَهُ اِذَا اَنَا مِتُّ فَاجْمَعُوْا لِيْ حَطَبًا كَثِيْرًا وَاَوْقِدُوْا

زندگی سے مایوس ہوگیا تو اس نے اپنے اہل کو وصیت کی کہ میں جب مرجاؤں تو میرے لئے بہت زیادہ

فِيْهِ نَارًا حَتّٰى اِذَا اَكَلَتْ لَحْمِيْ وَخَلَصَتْ اِلٰى عَظْمِيْ فَاَمْتَحَشْتُ فَخُذُوْهَا

لکڑیاں جمع کرنا اور اس پر آگ جلا دینا جب آگ میرے گوشت کو کھا جائے اور میں جل جاؤں تو

فَاطْحَنُوْهَا ثُمَّ انْظُرُوْا يَوْمًا رَاحًا فَاذْرُوْهُ فِي الْيَمِّ فَفَعَلُوْا فَجَمَعَهُ

اسے لے لو اور اسے پیس ڈالو پھر جب کسی دن تیز ہوا ہو تو اسے سمندر میں ڈال دو اس کے اہل نے

اللّٰہُ تَعَالٰی فَقَالَ لَہٗ لِمَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ قَالَ مِنْ خَشْیَتِكَ وَغَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ

ایسا ہی کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو جمع فرمایا اور اس سے دریافت فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا وہ کہے گا تیرے ڈر سے پھر اللہ

قَالَ عُقْبَۃُ ابْنُ عَمْرٍو وَاَنَا سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ ذٰلِكَ وَكَانَ نَبَّاشًا۔ عہ

اسے بخش دے گا عقبہ بن عمرو نے کہا میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے اور یہ کفن چور تھا۔

**تشریحات ۱۸۲۳** قال عقبۃ بن عمرو۔ یہ ابو مسعود فزاری بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں یہ اخیر والی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

**۱۸۲۴ حدیث** سَمِعْتُ اَبَا حَازِمٍ قَالَ قَاعَدْتُّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ خَمْسَ سِنِیْنَ

ابو حازم نے کہا میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پانچ سال بیٹھا میں نے ان

فَسَمِعْتُہٗ یُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضور نے فرمایا کہ بنی اسرائیل پر ان کے

كَانَتْ بَنُوْا اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُھُمُ الْاَنْبِیَاءُ كُلَّمَا ھَلَكَ نَبِیٌّ خَلَفَہٗ

نبی حکمرانی کرتے تھے جب ایک نبی چلا جاتا تو اس کی جگہ دوسرے تشریف لاتے اور میرے بعد کوئی نبی

نَبِیٌّ وَاِنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَسَیَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَیَكْثُرُوْنَ قَالُوْا : فَمَا تَاْمُرُنَا

نہیں۔ اور خلفاء ہوں گے اور بکثرت ہوں گے لوگوں نے عرض کیا اس وقت کے لئے ہمیں کیا حکم

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ؟ قَالَ فُوْا بِبَیْعَۃِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ اَعْطُوْھُمْ حَقَّھُمْ

دیتے ہیں یا رسول اللہ؟ فرمایا سب سے پہلے والے کی بیعت پر قائم رہو ان کو ان کا حق دو بے شک اللہ ان سے

فَاِنَّ اللّٰہَ سَائِلُھُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاھُمْ عہ

سوال فرمائے گا اس کے بارے میں جو سلوک انھوں نے اپنے رعایا سے کیا ہوگا۔

**تشریحات ۱۸۲۴** خلفاء۔ یہ خلیفہ کی جمع ہے اس سے مراد متغلبین ہیں اس لئے کہ ایک وقت میں چند خلیفہ برحق نہیں ہو سکتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رفع فتنہ اور قیام امن کے لئے یہ ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے جس کی بیعت کر لو اسی کو نباہو اگر وہ کوئی کجروی کریں گے تو اللہ عزوجل ان سے مواخذہ فرمائے گا۔

---

عہ ص ۴۹۵ ثانی۔ فتن ص ۱۰۵۶　　عہ مسلم، مغازی، ابن ماجہ، جہاد۔

۱۸۲۵ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

**حدیث** حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَتَتْبَعُنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ

نے فرمایا تم لوگ اپنے اگلوں کے طریقے کی ضرور پیروی کرو گے بالشت کے برابر اور ہاتھ

حَتّٰى لَوْ سَلَكُوا جُحْرَ ضَبٍّ فَسَلَكْتُمُوهُ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى

کے برابر یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کی بل میں گھسے ہوں گے تو تم لوگ بھی اس میں ضرور گھسو گے ہم نے

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ عه

عرض کیا یارسول اللہ کیا یہود و نصاریٰ ؟ فرمایا پھر کون ؟

۱۸۲۵ **تشریحات** جحر ضب ۔ گوہ کے سوراخ کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ وہ بہت تنگ اور ردی ہوتا ہے مراد مبالغہ ہے یعنی تم لوگ یہود و نصاریٰ کی پوری پوری پیروی کرو گے اور چھوٹی سی چھوٹی اور نیچ سے نیچ جو حرکت یہود و نصاریٰ سے سرزد ہوئی ہے وہ کرو گے ۔

اس پر یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے انبیائے کرام کو قتل کیا ۔ کتاب اللہ میں تحریف کی اس امت میں نہ نبی ہوئے نہ ان کے قتل کا کسی نے ارتکاب کیا اور کتاب اللہ بحمدہ تعالیٰ آسمانی نزول کے ساتھ محفوظ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اتباع صرف معاصی میں مراد ہے کفر میں نہیں جیسا کہ دوسری حدیث میں فرمایا کہ اگر ان میں کسی نے اپنی ماں کے ساتھ زنا کیا ہوگا تو اس امت میں بھی ایسے نیچ ہوں گے ۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگرچہ اس امت میں انبیاء نہیں ہوئے مگر وارثین انبیاء ہوئے اور ظالموں نے انھیں شہید کیا ۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن زبیر حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت امام حسین اور ان کے رفقاء، حضرت سعید بن زبیر، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ اور کتاب اللہ میں تحریف لفظی تو نہ کر سکے مگر تحریف معنوی کی بہت کوششیں کیں ۔

۱۸۲۶ عَنْ أَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

**حدیث** مسروق ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں

كَانَتْ تَكْرَهُ أَنْ يَجْعَلَ يَدَهُ فِي خَاصِرَتِهِ وَتَقُولُ إِنَّ الْيَهُودَ تَفْعَلُهُ ۔

کہ وہ کولہے پر ہاتھ رکھنے کو ناپسند کرتی تھیں فرماتی تھیں کہ یہود ایسا کرتے تھے ۔

---

۱۰۸۵ عه ثانی ۔ الاعتصام باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لتتبعن سنن من کان قبلکم

۱۸۲۶ **تشریحات** اس روایت میں یہاں یہ مطلق ہے نماز کی تخصیص نہیں اس کا اطلاق اس کا مقتضی ہے کہ کولہے پر ہاتھ رکھنا مطلقاً مکروہ ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ یہود کا طریقہ ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ شیطان جب مردود بارگاہ ہوا تو کولہے پر ہاتھ رکھے ہوئے زمین پر آیا تھا نیز یہ متکبرین کا طریقہ ہے۔ اگرچہ دوسری روایتوں میں فی الصلوٰۃ کی تخصیص آئی ہے جیسا کہ ابونعیم اور اسماعیل کی روایت میں ہے۔

۱۸۲۷ **حدیث** عَنْ اَبِیْ کَبْشَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَۃً وَّحَدِّثُوْا عَنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ ؏

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری جانب سے لوگوں کو پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ اور بنی اسرائیل کی روایتیں بیان کرو اور کوئی حرج نہیں اور جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔

۱۸۲۷ **تشریحات** آیۃ کے معنی علامت اور نشانی کے ہیں اور شرع میں اس کا اطلاق قرآن مجید کے جز پر بھی ہوتا ہے یہاں معنی عام مراد لینا زیادہ مناسب ہے سیاق اسی کا مقتضی ہے مراد یہ ہے کہ میرے ہر قول وفعل ارشاد کی تبلیغ کرو اگرچہ وہ مختصر ہی کیوں نہ ہو۔

**حدثوا عن بنی اسرائیل** ۔ مراد یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے احوال یا علماء بنی اسرائیل کی مرویات جو ہماری شریعت کے مزاحم نہ ہوں بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں اس سے ثابت ہوا کہ اسرائیلیات بیان کرنا جرم نہیں اس سے شبلی وغیرہ مدعیان علم کی دیانت ظاہر ہوگئی کہ انھوں نے امام المغازی محمد بن اسحاق وغیرہ کی مرویات پر یہ طعن کیا کہ اسرائیلیات بیان کرتے تھے۔

**ومن کذب** ۔ اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب العلم میں پانچ صحابہ کرام سے روایت کی۔ حضرت علی، حضرت زبیر حضرت انس حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اور جنائز میں حضرت مغیرہ بن شعبہ سے اور عبداللہ بن عمرو سے اور مناقب میں واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس طرح بخاری ہی میں آٹھ صحابہ کرام سے مذکور ہے علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ سو صحابہ کرام سے مروی ہے علامہ نووی نے فرمایا کہ دوسو صحابہ کرام سے مروی ہے اگرچہ بعض میں یہ خاص وعید مذکور نہیں صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث متواترہ ہے جیسا کہ ہم نے نزہۃ القاری جلد اول صـ۴۰۱ پر تفصیل سے بیان کیا ہے۔

۱۸۲۸ **حدیث** قَالَ اَبُوْ سَلَمَۃَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

203

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی لَا

یہود و نصاریٰ رنگتے نہیں تم لوگ ان کی مخالفت کرو۔

یَصْبَغُوْنَ فَخَالِفُوْھُمْ ۱۸۲۸

**تشریحات** مراد یہ ہے کہ سر اور داڑھی کے بالوں کو کسی چیز سے رنگ لیا کرو مثلاً کسم یا مہندی سے اس لئے کہ یہود و نصاریٰ رنگتے نہیں، نیز مراد یہ ہے کہ کالا رنگ چھوڑ کر۔ کالے خضاب کی ممانعت کی متعدد حدیثیں ہیں اس لئے یہ جائز نہیں۔ رنگنا اس کے معارض نہیں کہ سفید بالوں کے اکھاڑنے سے منع فرمایا اکھاڑنا اور بات ہے رنگنا اور بات۔

۱۸۲۹ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ عَمْرَۃَ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ حَدَّثَہٗ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی۔ کہ انھوں نے نبی صلی اللہ

اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ ثَلٰثَۃً فِیْ

تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔ فرماتے تھے۔ بنی اسرائیل میں ایک سفید داغ والا ایک گنجا اور ایک اندھا

بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَبْرَصَ وَاَقْرَعَ وَاَعْمٰی بَدَا لِلّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ یَّبْتَلِیَھُمْ

تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں آزمانا چاہا۔ تو ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ سفید

فَبَعَثَ اِلَیْھِمْ مَلَکًا فَاَتَی الْاَبْرَصَ فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ

داغ والے کے پاس آیا۔ اور پوچھا تمہیں کیا سب سے زیادہ پسند ہے۔ اس نے کہا۔

لَوْنٌ حَسَنٌ وَجِلْدٌ حَسَنٌ قَدْ قَذِرَنِی النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَہٗ فَذَھَبَ

اچھا رنگ اچھی کھال۔ لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو سفید داغ

فَاُعْطِیَ لَوْنًا حَسَنًا وَجِلْدًا حَسَنًا فَقَالَ فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ

دور ہو گیا اور اسے اچھا رنگ اور اچھی کھال دی گئی پھر فرشتے نے پوچھا کون مال تجھے زیادہ پسند ہے

فَقَالَ الْاِبِلُ اَوْ قَالَ الْبَقَرُ ھُوَ شَکَّ فِیْ ذٰلِکَ اَنَّ الْاَبْرَصَ اَوِ الْاَقْرَعَ

اس نے کہا اونٹ یا کہا گائے۔ راوی حدیث اسحٰق بن عبد اللہ نے شک کیا کہ ابرص اور گنجے میں سے ایک

قَالَ اَحَدُھُمَا الْاِبِلُ وَقَالَ الْاٰخَرُ الْبَقَرُ فَاُعْطِیَ نَاقَۃً عُشَرَاءَ فَقَالَ

نے اونٹ کہا اور دوسرے نے گائے۔ اسے دس مہینے کی گابھن اونٹنی دی گئی۔ فرشتے نے دعا کی

ع ثانی باب الخضاب ص ۸۷۵ نسائی۔

يُبَارَكُ لَكَ فِيهَا قَالَ وَأَتَى الْأَقْرَعَ فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ

تیرے لئے اس میں برکت ہو۔ اور فرشتہ گنجے کے پاس آیا۔ اور پوچھا تجھے کون سی چیز زیادہ پسند ہے۔ اس نے

شَعْرٌ حَسَنٌ وَيَذْهَبُ هٰذَا عَنِّي قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهُ

کہا اچھا بال اور یہ کہ گنجا پن چلا جائے۔ لوگ گھن کرتے ہیں۔ فرشتے نے ہاتھ پھیرا تو اس کا گنجا پن دور ہو گیا۔ اور

فَذَهَبَ وَأُعْطِيَ شَعْرًا حَسَنًا قَالَ فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ

اسے عمدہ بال دیا گیا۔ فرشتے نے پوچھا کون سا مال تجھے زیادہ پسند ہے اس نے کہا گائے۔ تو اسے فرشتے نے

الْبَقَرُ فَأَعْطَاهُ بَقَرَةً حَامِلًا وَقَالَ يُبَارَكُ لَكَ فِيهَا وَأَتَى الْأَعْمَى فَقَالَ

گابھن گائے دی اور کہا تجھے اس میں برکت ہو۔ اور اندھے کے پاس آیا۔ اور کہا کیا چیز تجھے سب سے

أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ يَرُدُّ اللّٰهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَأُبْصِرُ بِهِ النَّاسَ

زیادہ پسند ہے اس نے کہا کہ اللہ میری آنکھ مجھے لوٹا دے کہ میں لوگوں کو دیکھوں۔ فرشتے نے ہاتھ پھیرا

قَالَ فَمَسَحَهُ فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ قَالَ فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ

اللہ نے اس کی آنکھ لوٹا دی فرشتے نے پوچھا کون سا مال تجھے سب سے زیادہ پسند ہے اس کے کہا

الْغَنَمُ فَأَعْطَاهُ شَاةً وَالِدًا فَأَنْتَجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا فَكَانَ لِهٰذَا

بکری۔ فرشتے نے اسے گابھن بکری دی۔ اس کے بعد ان دونوں نے بچے دیئے اور اس نے بچے دیئے

وَادٍ مِّنَ الْإِبِلِ وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنْ بَقَرٍ وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنْ غَنَمٍ ثُمَّ إِنَّهُ

اس کے لئے ایک میدان اونٹوں سے بھر گیا۔ اور اس کے لئے ایک میدان گایوں سے بھر گیا۔ اور اس

أَتَى الْأَبْرَصَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِينٌ تَقَطَّعَتْ بِيَ

کے لئے ایک میدان بکریوں سے بھر گیا۔ اس کے بعد فرشتہ سفید داغ والے کے پاس اس کی صورت اور ہیئت

الْحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ أَسْأَلُكَ بِالَّذِي

میں آیا۔ اور کہا میں مسکین شخص ہوں سفر کے اسباب منقطع ہو گئے ہیں۔ آج صرف اللہ پھر تیری مدد ہی سے گھر تک

أَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِيرًا أَتَبَلَّغُ عَلَيْهِ

پہنچ سکتا ہوں میں تم سے اس اللہ کے نام پر سوال کرتا ہوں جس نے تم کو اچھا رنگ اور اچھی کھال عطا کی اور اونٹ عطا

فِي سَفَرِي فَقَالَ لَهُ إِنَّ الْحُقُوقَ كَثِيرَةٌ فَقَالَ لَهُ كَأَنِّي أَعْرِفُكَ

فرمایا۔ کہ میرے سفر کا بندوبست کر دو۔ اس نے کہا حقوق بہت ہیں۔ اب فرشتے نے اس سے کہا۔ میں تجھے پہچانتا ہوں

اَلَمْ تَكُنْ اَبْرَصَ يَقْذَرُكَ النَّاسُ فَقِيْرًا فَاَعْطَاكَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَقَالَ
کیا تو سفید داغ والا نہیں تھا کہ لوگ تجھ سے گھن کرتے فقیر تھا تجھے اللہ نے عطا فرمایا۔ اس نے کہا میں تو
لَقَدْ وَرِثْتُ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ فَقَالَ اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ اِلٰى
باپ دادا سے اس کا وارث ہوں۔ فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے پہلی حالت پر کردے۔ پھر فرشتہ
مَا كُنْتَ وَاَتَى الْاَقْرَعَ فِيْ صُوْرَتِهٖ وَهَيْئَتِهٖ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ مَا قَالَ
گنجے کے پاس اس کی شکل و حالت میں آیا اور اس سے بھی وہی کہا جو ابرص سے کہا تھا اور اس نے بھی وہی
لِهٰذَا وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلَيْهِ هٰذَا فَقَالَ اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ
جواب دیا جو ابرص نے دیا تھا۔ فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے پہلی حالت پر کردے۔ پھر فرشتہ
اِلٰى مَا كُنْتَ وَاَتَى الْاَعْمٰى فِيْ صُوْرَتِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِيْنٌ وَابْنُ السَّبِيْلِ
اندھے کے پاس اس کی شکل و حالت میں آیا۔ اور کہا میں مسکین شخص ہوں اور مسافر سفر کے وسائل
وَتَقَطَّعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِيْ سَفَرِيْ فَلَا بَلَاغَ الْيَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ
سے محروم ہوں آج صرف اللہ اور پھر تیری مدد ہی سے گھر پہنچ سکتا ہوں۔ اس کے نام پر جس نے تیری نظر لوٹائی تجھ
اَسْئَلُكَ بِالَّذِيْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً اَتَبَلَّغُ بِهَا فِيْ سَفَرِيْ فَقَالَ
سے ایک بکری کا سوال کرتا ہوں۔ کہ اپنی منزل تک پہنچ جاؤں اس نے کہا میں نابینا تھا اللہ نے میری بینائی لوٹادی۔
قَدْ كُنْتُ اَعْمٰى فَرَدَّ اللّٰهُ بَصَرِيْ وَفَقِيْرًا فَاَغْنَانِي اللّٰهُ فَخُذْ مَا شِئْتَ
محتاج تھا اللہ نے مجھے مالدار کر دیا۔ جو چاہے لے لے۔ بخدا اللہ کے لئے جو تو لے گا لے جو چھوڑ دے
فَوَاللّٰهِ لَا اَحْمَدُكَ الْيَوْمَ لِشَيْءٍ اَخَذْتَهٗ لِلّٰهِ فَقَالَ اَمْسِكْ مَالَكَ
اس پر تری ستائش نہیں کروں گا۔ کہ بڑا اچھا آدمی تھا کل نہیں لیا۔ فرشتے نے کہا۔ اپنا مال اپنے پاس
فَاِنَّمَا ابْتُلِيْتُمْ فَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْكَ وَسَخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ ۔ عہ
رکھ تم تینوں کی آزمائش ہوئی ہے۔ اللہ تجھ سے راضی اور ان دونوں سے ناراض ہوا۔

**تشریحات** ۱۸۲۹

**بدا اللّٰہ** ۔ ہمزہ کے ساتھ یعنی اللہ نے ارادہ فرمایا جیسا کہ مسلم میں ہے ارادا اللہ اور ایک روایت بدا بھی ہے الف کے ساتھ بدا سے ظاہر ہونے کے معنی میں یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ کے حکم میں اس بات کا ظاہر ہونا ثابت ہو چکا تھا اس کو ظاہر کرنا چاہا۔

---

عہ کتاب الایمان والنذور باب لا یقول ماشاء اللہ وشئت ص ۹۸۲ مسلم آخر کتاب۔

**فذ قذرنی** ۔ یعنی لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں کرمانی نے ایک روایت یہ بھی ذکر کی ہے قذرونی الناس یہ ایسا ہی ہے جیسے بولتے ہیں اکلونی البراغیث مطلب یہ ہوا کہ جب فاعل اسم ظاہر ہے تو فعل کو واحد لانا ضروری ہوتا ہے اگرچہ فاعل جمع ہو اور یہاں جمع لائے ہیں اس کے باوجود کہ "الناس" اسم ظاہر ہے جواب کا حاصل یہ ہوا کہ عرب کی بعض لغات میں یہ جائز ہے ۔

**ھوشک فی ذلک** ۔ یعنی ابرص یا اقرع میں سے ایک نے اونٹ اور دوسرے نے گائے طلب کی تھی کسی راوی سے شک ہو گیا کہ ان میں سے کس نے اونٹ مانگا تھا اور کس نے گائے مسلم میں ہے کہ یہ شک اسحاق بن عبداللہ سے ہوا تھا ۔

**ناقۃ عشراء** ۔ یعنی جس نے اونٹ مانگا تھا اس کو دس مہینے کی گابھن اونٹنی دی گئی مطلب یہ ہے کہ ایسی اونٹنی دی گئی جو جلد ہی بچہ دینے والی تھی اس لئے کہ اونٹنی کی مدت حمل دس ماہ ہے ۔

**شاۃ والدا** ۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایسی بکری دی جس کے بچے تھے یا وہ ایسی حاملہ تھی جو قریب الولادت تھی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ وہ بکثرت بچہ دینے والی تھی ۔ شاۃ کی صفت والدا مذکر لائے اس لئے کہ شاۃ مذکر و مؤنث دونوں مستعمل ہے ۔

**فانتج ھذان** ۔ یعنی اونٹ اور گائے والوں کے بچے ہوئے باب افعال سے اس کا استعمال قلیل ہے اور فصیح نَتَجَ النَّاقَۃُ ہے یعنی اونٹنی بچہ والی ہوئی ۔

**ولد ھذا** ۔ لام کی تشدید کے ساتھ باب تفعیل سے یعنی بکری والا بچوں والا ہوا ۔ لا احمدک الیوم شیئ ۔ قاضی عیاض نے فرمایا کہ بخاری کی تمام روایات لا احمدک ہی ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہاں ترک، محذوف ہے عبارت یہ ہوئی لا احمدک علی ترک شیئ تحتاج الی من مالی ۔ یعنی میرے مال میں سے جس کا تو محتاج ہے اس کے نہ لینے پر میں تیری حمد نہیں کروں گا یعنی لے لے تو میں تیرا مشکور ہوں گا ۔ ویسے کریمہ کی روایت میں اور مسلم کی اکثر روایت میں لا اجھدک ہے یعنی مجھ سے جو تو مانگتا ہے اس کے لوٹانے میں تجھ پر کوئی سختی نہیں کروں گا یعنی تو جتنا چاہے لے لے ۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس کا بھی احتمال ہے کہ لا احمدک میم کی تشدید کے ساتھ باب تفعیل سے ہو یعنی تو میرا مال جتنا لے لے گا اس پر میں تجھ سے شکریہ کا طالب نہیں ہوں گا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

**بَابُ** قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْکَھْفِ وَالرَّقِیْمِ ص ۴۹۲ — کیا تم نے یہ گمان کر لیا کہ اصحاب کہف اور رقیم ہماری ایک عجیب نشانی تھے ۔ کہف (۹)

**توضیح باب** ۔ کہف معنی غار کھوہ ۔ رقیم معنی جنگل کا کنارہ ۔

**اصحاب کہف** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اہل انجیل گمراہ ہو گئے ۔ خود بت پرستی کرنے لگے اور دوسروں کو بھی بت پرستی پر مجبور کرنے لگے ۔ ان ایام میں افسوس ایک بہت بڑا شہر تھا وہاں کا بادشاہ

دقیانوس نام کا بہت ظالم اور جابر تھا۔ جو بت پرستی پر راضی نہ ہوتا اسے قتل کروا دیتا اسی شہر میں اصحاب کہف معزز ین ورؤسا میں اہل ایمان خدا ترس تھے۔ یہ لوگ اپنا ایمان بچانے کے لئے شہر سے بھاگے اور ایک پہاڑ کی کھوہ میں جاکر چھپ گئے وہاں انھیں نیند آگئی اور سب بے خبر سو گئے۔ دقیانوس کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے حکم دیا کہ غار کے منہ پر دیوار چن دی جائے جس کی وجہ سے یہ لوگ وہیں مر کر رہ جائیں اور یہی غار ان کی قبر ہو جائے۔ عمال حکومت میں جن لوگوں کے سپرد یہ کام تھا ان میں ایک نیک آدمی بھی تھا۔ اس نے ان کے ناموں کو رانگ کی تختی پر کندہ کرکے تانبے کے صندوق میں بند کر کے اس دیوار کی جڑ میں دفن کرا دیا۔ اور اسی قسم کی تختی شاہی خزانہ میں بھی رکھوا دی۔ کچھ دنوں کے بعد دقیانوس مر گیا۔ یہ لوگ تین سو سال تک سوتے رہے۔ زمانہ بدلتا گیا حکومتیں الٹ پلٹ ہوتی رہیں۔ پھر اس ملک کا بادشاہ ایک نیک شخص بیدروس نام کا ہوا جس نے اڑسٹھ سال حکومت کی اس کے عہد میں ملک میں فرقہ بندی ہو گئی۔ کچھ لوگ مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھنے کے منکر ہو گئے قیامت کا انکار کیا۔ بادشاہ دل برداشتہ ہو کر گھر میں بیٹھ رہا اور بارگاہ الٰہی میں گریہ وزاری کے ساتھ دعا کی یارب کوئی ایسی نشانی ظاہر فرما جس سے ان منکروں کو قیامت پر یقین حاصل ہو جائے۔ اسی زمانے میں ایک شخص نے اپنی بکریوں کے لئے آرام کی جگہ حاصل کرنے کے لئے اسی غار کو تجویز کیا اور دیوار گرا دی مگر دیوار گرنے کے بعد دیوار گرانے والوں پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ سب بھاگ گئے۔

اصحاب کہف اب جاگ پڑے بہت خوش وخرم چہرے شگفتہ شاداں وفرحاں ایک نے دوسرے کو سلام کیا پھر نمازیں پڑھیں نماز سے فارغ ہو کر یملیخا سے کہا آپ شہر جائیے کچھ کھانے پینے کو بھی لائیے اور یہ بھی معلوم کرتے آئیے کہ دقیانوس کا ہم لوگوں کے بارے میں کیا ارادہ ہے یملیخا شہر گئے دیکھا کہ شہر پناہ کے دروازے پر اسلامی علامتیں ہیں شہر میں داخل ہوئے تو بالکل اجنبی لوگوں کو پایا انھیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قسم کھاتے سنا اس پر انھیں سخت تعجب ہوا اس کے بعد وہ ایک نانبائی کی دوکان پر گئے اور کھانا خریدنے کے لئے دقیانوسی عہد کا سکہ دیا بازار والوں نے خیال کیا ان لوگوں کو پرانا خزانہ ہاتھ آگیا لوگ یملیخا کو پکڑ کر حاکم کے پاس لے گئے حاکم نے ان سے باز پرس کی کہ تم نے یہ خزانہ کہاں پایا ہے یملیخا نے کہا خزانہ کہیں نہیں یہ روپیہ ہمارا ہے حاکم نے کہا یہ بات کسی طرح یقین کے لائق نہیں تم جوان ہو ہم بوڑھے ہیں ہم نے یہ سکہ کبھی نہیں دیکھا اس میں جو سن درج ہے تین سو سال پہلے کا ہے۔

یملیخا نے کہا کہ اب میں جو کچھ پوچھوں اسے صحیح صحیح بتاؤ عقدہ حل ہو سکتا ہے بتاؤ دقیانوس کس حال میں ہے حاکم نے آج روئے زمین پر اس نام کا کوئی بادشاہ نہیں صدیوں پہلے ایک بے ایمان بادشاہ اس نام کا ہوا تھا۔ یملیخا نے کہا تعجب ہے ہم ابھی کل ہی اس کے خوف سے جان بچا کر بھاگے ہیں ہمارے ساتھی قریب کے پہاڑ میں ایک غار کے اندر موجود ہیں چلو میں تمہیں ان سے ملا دوں حاکم اور شہر کے عمائد اور خلق کثیر غار کے دہانے پر پہنچے لوگوں کی آواز سن کر غار کے اندر والوں نے سمجھا کہ یملیخا پکڑے گئے اور ہمیں گرفتار کرنے کے لئے یہ شاہی فوج آرہی ہے

اس پر یہ لوگ اللہ کی حمد اور شکر بجالائے اتنے میں یملیخا سب کو لے کر پہنچے اور سب قصہ سنایا اس سے ان لوگوں نے سمجھ لیا کہ ہم لوگ بحکم الٰہی مدتوں سوتے رہے ہیں اور اب جاگے ہیں تاکہ ان لوگوں کے لئے نشانی ہوں جو مرنے کے بعد زندہ ہونے پر یقین نہیں رکھتے حاکم نے اس تانبے کے صندوق کو دیکھا اسے کھولا تو وہ تختی نکلی جس میں اصحاب کہف اور ان کے کتے کا نام لکھا ہوا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ یہ جماعت اپنا دین بچانے کے لئے دقیانوس کے ڈر سے اس غار میں پناہ گزیں ہوئی ہے دقیانوس نے اس دیوار کے ذریعہ غار کے منہ کو بند کر دیا ہم یہ حال اس لئے لکھ دیتے ہیں کہ جب کبھی غار کھلے تو لوگوں کو اصل حال معلوم ہو جائے۔ یہ تختی پڑھ کر سب کو تعجب بھی ہوا اور بیحد خوشی بھی سب اللہ کی حمد و ثنا کرنے لگے کہ اس نے ایسی نشانی ظاہر فرما دی جس سے مرنے کے بعد جی کر اٹھنے پر یقین حاصل ہوتا ہے حاکم نے اپنے بادشاہ بیدروس کو اطلاع دی وہ اراکین اور امرا کو لے کر حاضر ہوا اور سجدۂ شکر بجالایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کی اصحاب کہف نے بادشاہ سے مصافحہ کیا اور فرمایا ہم تمہیں اللہ کے سپرد کرتے ہیں اللہ تیری اور تیرے ملک کی حفاظت فرمائے۔ جن وانس کے شر سے بچائے پھر سلام کر کے وہ حضرات اپنی خواب گاہ میں چلے گئے اور سو گئے اسی حال میں اللہ نے انھیں وفات دے دی۔ بادشاہ نے ساج کے صندوقوں میں ان کے اجسام کو رکھ کر محفوظ کر دیا اللہ عزوجل نے رعب سے ان کی حفاظت فرمائی اگر بالفرض کوئی شخص غار کے منہ پر پہونچتا ہے تو ڈر کر بھاگتا ہے۔

حضرت معاویہ روم پر چڑھائی کے ایام میں ایک بار اصحاب کہف پر گذرے انھوں نے زیارت کرنی چاہی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انھیں منع فرما دیا اور یہ آیت تلاوت کی۔ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا۔ کہف (۱۸) اگر تو ان پر جھانکے تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور ہیبت سے بھر جائے۔ پھر ایک جماعت حضرت معاویہ کے حکم سے اندر گئی تو اللہ عزوجل کے حکم سے ایک ایسی ہوا چلی کہ جس سے یہ سب جل کر خاک ہو گئے۔

یہ لوگ غار میں طلوع آفتاب کے وقت داخل ہوئے تھے اور جب سو کر اٹھے تو آفتاب غروب کے قریب تھا اس سے ان لوگوں نے یہ سمجھا کہ ہم اسی دن غار میں آئے ہیں حالانکہ وہ لوگ تین سو نو سال سوتے رہے ان لوگوں کو حیرت تھی کہ ایک ہی دن میں ہمارے ناخن اور بال کیسے بڑھ گئے اس سے ان لوگوں نے اندازہ لگایا کہ ہم لوگ ایک طویل مدت تک سوتے رہے۔ بر بنا رقول صحیح یہ سات حضرات ہیں جن کے ناموں میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کی بنا پر ان کے نام یہ ہیں، مکسلمینا، یملیخا، مرطونش، بینونس، سار یونس، ذونواس، کشفیط طنونس، ہمارے سلسلے کے عملیات میں ان کے اسمار یہ ہیں۔ مکسلمینا، یملیخا، بھی زیادہ مشہور ہے ایک قول یہ ہے کہ ان کے کتے کا نام قطمیر ہے۔

**خواص**۔ یہ اسمار لکھ کر دروازے پر لگا دیئے جائیں تو مکان جلنے سے محفوظ رہتا ہے سرمایہ پر رکھ دیئے جائیں تو چوری نہیں جاتا۔ کشتی یا جہاز ان کی برکت سے غرق نہیں ہوتا بھاگا ہوا شخص ان کی برکت سے واپس آجاتا ہے کہیں آگ لگی ہو اور یہ اسمار کپڑے میں لکھ کر ڈال دیئے جائیں تو وہ بجھ جاتی ہے بچے کے رونے، باری کے بخار درد سر

ام الصبیان خشکی و تری کے سفر میں جان و مال کی حفاظت عقل کی تیزی قیدیوں کی آزادی کے لئے یہ اسمار لکھ کر بطور تعویذ بازو میں باندھے جائیں۔[1]

**الرقیم۔** اَلْکِتَابُ الْمَرْقُوْمُ۔ مَکْتُوْبٌ مِّنَ الرَّقْمِ۔ رقیم کے معنی لکھی ہوئی کتاب یہ رقم سے اسم مفعول ہے۔ یہ تفسیر حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ابو عبیدہ نے کہا رقیم اس نالے کا نام ہے جس میں غار ہے۔ کعب احبار سے مروی ہے کہ وہ بستی کا نام ہے حضرت انس سے ایک روایت یہ ہے کہ کتے کا نام ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ رقیم اس چٹان کا نام ہے جسنے اس وادی کو بند کر رکھا ہے جس میں یہ غار ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ رقیم یعنی غار کے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ رانگ کی اس تختی کا نام ہے جس پر ان کے نام لکھے ہوئے تھے جو دیوار کی بنیاد میں رکھ دی گئی تھی۔

**ربطنا علی قلوبھم۔** اَلْھَمْنَاھُمْ صَبْرًا۔ یعنی ہم نے ان کے دل میں صبر ڈالا۔ لَوْلَا اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِھَا۔ اگر ہم اس کے دل پر صبر نہ ڈالتے۔ (سورہ قصص ع۱)

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی والدہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ حضرت موسیٰ کی جدائی میں اتنی بے چین تھیں کہ اگر ہم ان کے دل پر صبر نہ ڈالتے تو حضرت موسیٰ کا حال ظاہر کر دیتیں۔

شَطَطًا اِفْرَاطًا۔ حد سے آگے بڑھنا۔ اَلْوَصِیْدُ اَلْفِنَاءُ وَجَمْعُہٗ وَصَائِدُ وَوُصُدٌ وَیُقَالُ اَلْوَصِیْدُ اَلْبَابُ۔ وصید کے معنی صحن کے ہیں۔ اس کی جمع وصائد اور وصد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وصید کے معنی دروازے کے ہیں، مجدد اعظم اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے وصید کا ترجمہ چوکھٹ فرمایا ہے۔ جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔ اَلْمُوْصَدَۃُ اَلْمُطْبَقَۃُ اَصَدَّ الْبَابَ وَاَوْصَدَ۔ بند کیا ہوا گھیرا ہوا، دروازہ بند کیا۔ بَعَثْنٰھُمْ اَحْیَیْنٰھُمْ ہم نے انھیں زندہ فرمایا۔ اَزْکٰی اَکْثَرُ رَیْعًا۔ زیادہ سیراب کرنے والا۔ فَضَرَبَ اللّٰہُ عَلٰٓی اٰذَانِھِمْ فَنَامُوْا۔ تو ہم نے ان کے کان پر تھپکا کہ وہ سو گئے۔ رَجْمًا بِالْغَیْبِ لَمْ یَسْتَبِنْ۔ اٹکل، پچھم کچھ ظاہر نہیں کیا وَقَالَ مُجَاھِدٌ تَقْرِضُھُمْ۔ اَتْرُکُھُمْ تو انھیں چھوڑ دیتا ہے۔

## باب ص۴۹۳

**۱۸۳۰ حدیث** عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک پیاسی

عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَمَا کَلْبٌ یُطِیْفُ

سے جان بلب کتا ایک کنوئیں کے مان کے اردگرد گھوم رہا تھا بنی اسرائیل کی زانی عورتوں

بِرَکِیَّۃٍ کَادَ یَقْتُلُہُ الْعَطَشُ اِذْ رَاَتْہُ بَغِیٌّ مِّنْ بَغَایَا بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ

میں سے ایک عورت نے دیکھا اور اس نے اپنا مقررہ نکالا اور اسے پانی

[1] تفسیر جمل

فَنَزَعَتْ ثَوْبَهَا فَسَقَتْهُ فَغَفَرَ لَهَا بِهٖ علہ

پلا دیا تو اللہ نے اسے بخش دیا۔

**تشریح ۱۸۳۰** کتاب الطہارۃ میں اس قسم کا ایک قصہ مرد کے بارے میں بھی مروی ہے ظاہر ہے کہ یہ دونوں ڈھ قصے ہیں:۔

**حدیث ۱۸۳۱** عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ

حمید بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان کو

عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ فَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِّنْ شَعْرٍ وَّكَانَتْ فِيْ يَدِ حَرَسِيٍّ

منبر پر کہتے ہوئے یہ سنا جس سال انھوں نے حج کیا تھا اور بالوں کا ایک گچھا لئے

فَقَالَ يَا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ہوئے تھے جو ان کے محافظ کے ہاتھ میں تھا اے اہل مدینہ تمہارے علماء کہاں ہیں میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ مِّثْلِ هٰذِهٖ وَيَقُوْلُ اِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُوْا اِسْرَائِيْلَ

نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے حضور اس سے منع فرماتے اور فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل

حِيْنَ اتَّخَذَ هٰذِهٖ نِسَاؤُهُمْ علہ

اس وقت ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے یہ بنالیا۔

**تشریحات ۱۸۳۱** مراد یہ ہے کہ بالوں میں دوسرے بال ملا کر بالوں کو بڑھایا جائے جیسا کہ اس کی تشریح اخیر باب میں حضرت سعید بن مسیب کی حدیث میں آرہی ہے۔

**عام حج** اس سے مراد ان کا اخیر حج ہے جیسا کہ سعید بن مسیب کی حدیث میں ہے آخِرِ قَدْمَةٍ قَدِمَهَا۔ اخیر مرتبہ جب مدینہ آئے تھے یہ ۵۱ھ میں ہوا تھا۔

**این علماءکم**۔ اس سے مراد ان کی یہ تھی کہ علماء کیوں امر بالمعروف سے غافل ہو گئے اور عوام کو چھٹی دیدی کہ جو چاہیں کریں۔

---

علہ مسلم حیوان ۲۷۲ ثانی ۔ لباس باب الوصل فی الشعر ص ۸۷۸ مسلم ۔ لباس۔ ابو داؤد ترجل، ترمذی، استیذان ۔ نسائی زینۃ،

۱۸۳۲ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ

حدیث حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّہٗ قَدْ کَانَ فِیْمَا مَضٰی قَبْلَکُمْ

تم سے پہلے گذری ہوئی امتوں میں وہ لوگ ہوتے تھے جنھیں الہام ہوتا

مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ وَاَنَّہٗ اِنْ کَانَ فِیْ اُمَّتِیْ ھٰذَا مِنْھُمْ وَاِنَّہٗ

تھا اگر میری اس امت میں کوئی ایسا ہے تو وہ عمر

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ۔ عہ

بن خطاب ہیں۔

۱۸۳۲

تشریحات محدثون۔ محدث کے معنیٰ وہ شخص جسے صحیح الہام ہو یہ اولیائے کرام کے مراتب میں سے بہت بڑا مرتبہ ہے دوسرے معنیٰ اس کے یہ ہیں کہ جس کی زبان پر ہمیشہ صحیح بات جاری ہو ایک قول یہ ہے کہ جس سے فرشتے بات کریں مناقب میں یہ ہے۔ یکلمون من غیران یکون انبیاء ہے جو کلام کرتے تھے حالانکہ وہ نبی نہیں ہوتے تھے اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ فرشتے ان سے کلام کرتے تھے۔ اس تقریر پر یکلمون کی ضمیر کا مرجع ملائکہ ہیں جو اگرچہ لفظاً مذکور نہیں لیکن ذہن میں محفوظ ہیں اور دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ وہ غیب کی باتیں بتاتے تھے اور اس حدیث میں ان کلمہ شک کے لئے نہیں اس لئے کہ اگر ایسے اصحاب اگلی امتوں میں ہوتے تھے تو اس امت میں بھی ضرور ہیں کیونکہ یہ امت تمام امتوں سے افضل ہے اب اس حدیث کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت عمر بن خطاب ضرور بالضرور اس منصب پر فائز ہیں اس کی نظیر یہ ہے جیسے کسی مزدور سے کہتے ہیں اگر تو یہ کام کر دے گا تو تجھے یہ مزدوری ملے گی۔

۱۸۳۳ عَنْ اَبِی الصِّدِّیْقِ النَّاجِیْ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ

حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَ فِیْ بَنِیْ

ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو ننانوے قتل کر چکا تھا پھر نکلا پوچھتا ہوا ایک

اِسْرَائِیْلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَۃً وَّتِسْعِیْنَ اِنْسَانًا ثُمَّ خَرَجَ یَسْاَلُ فَاَتٰی

راہب کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کیا اس کے لئے توبہ ہے راہب نے کہا نہیں

عہ مناقب باب مناقب عمر ص ۵۲۱ نسائی مناقب۔

رَاهِبًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ هَلْ تَوْبَةٌ؟ قَالَ لَا فَقَتَلَهُ فَجَعَلَ يَسْأَلُ فَقَالَ

تو اس راہب کو بھی قتل کر دیا اور اس کے بعد پوچھتا پھرا تو کسی ایک شخص نے کہا فلاں بستی میں جاؤ (وہ بستی کی

لَهُ رَجُلٌ ائْتِ قَرْيَةَ كَذَا وَكَذَا فَأَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهِ نَحْوَهَا

جانب چلا راستے میں ہی) اس کی موت آگئی تو اس نے اپنے سینے کو بستی کی طرف کیا اب اس کے بارے میں

فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَى

رحمت و عذاب کے فرشتوں نے اختلاف کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی بھیجی کہ قریب ہو جا اور اس

هٰذِهِ أَنْ تَقَرَّبِي وَأَوْحَى إِلَى هٰذِهِ أَنْ تَبَاعَدِي وَقَالَ قِيسُوا مَا بَيْنَهُمَا

کی طرف وحی بھیجی کہ دور ہو جا اور فرمایا کہ دونوں کے درمیان ناپو تو وہ اس بستی کی جانب

فَوُجِدَ إِلَى هٰذِهِ أَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَ لَهُ ؏۱

ایک بالشت قریب ملا تو اسے بخش دیا گیا۔

## تشریحات ۱۸۳

مسلم میں ہے وہ یہ پوچھتا پھرا کہ زمین میں سب سے بڑا عالم کون ہے لوگوں نے اس راہب کا پتہ بتایا اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد کا ہے اس لئے کہ رہبانیت ان کے بعد ایجاد ہوئی ہے راہب کے معنی ڈرنے والے عبادت گذار کے ہیں عرف میں تارک الدنیا فقراء کو کہتے ہیں۔

**اٰیت قریۃ کذا۔** مسلم میں ہے کہ اس بستی میں کچھ لوگ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو بھی ان کے ساتھ جا کر عبادت کر اور اپنی زمین کی طرف مت لوٹنا اس لئے کہ وہ بُری زمین ہے وہ چلا آدھے راستے پر پہنچا تو اسے موت آگئی۔

**فاختصمت۔** مسلم کی روایت میں ہے کہ ملائکہ رحمت نے کہا یہ تو توبہ کرتا ہوا آیا ہے اپنے دل سے اللہ کی طرف رجوع کرتا ہوا اور ملائکہ عذاب نے کہا کہ اس نے کوئی بھی نیک کام نہیں کیا۔

**فاوحی اللہ۔** مسلم میں ہے کہ ان کے پاس ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا فرشتوں کے دونوں فریق نے اس کو اپنا حکم مان لیا اس فرشتے نے یہ کہا کہ دونوں زمین کے فاصلے کو ناپو جس کے زیادہ قریب ہو وہ اسی کا حقدار ہے۔

**الی ھذہ۔** پہلے ہٰذہ سے مراد وہ بستی ہے جہاں وہ جانے کا ارادہ رکھتا تھا یعنی اس بستی سے کہا گیا کہ تو کچھ قریب ہو جا اور دوسرے ھٰذہ سے مراد وہ بستی ہے جہاں سے وہ چلا تھا تو اس سے کہا گیا کچھ دور ہو جا

---

؏۱ مسلم، توبہ۔ ابن ماجہ۔ دیات۔ ؏۲ ثانی توبہ ص ۳۵۹

طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ وہ جس بستی کی طرف جارہا تھا اس کا نام نصرت تھا اور جہاں سے چلا تھا اس کا نام کفر تھا امام ابو اللیث سمرقندی نے تنبیہ الغافلین میں بھی ان بستیوں کے یہی نام ذکر کئے ہیں اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حقوق العباد صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے ہیں جب تک کہ صاحب حق معاف نہ کردے یا حق ادا نہ کردیا جائے جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے صاحب حق کو راضی کر کے مجرم کو بری فرمادے گا اس کی مختلف صورتیں ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں صاحب حق کے گناہ مجرم پر لاد کر اور مجرم کے اعمال صالحہ صاحب حق کو دے کر یا پھر اپنی رحمت خصوصی سے صاحب حق کو انعام واکرام دے کر۔

۱۸۳۴ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرٰی رَجُلٌ مِنْ رَجُلٍ عِقَارًا لَّهٗ فَوَجَدَ الرَّجُلُ

نے فرمایا ایک شخص نے ایک شخص سے زمین خریدی تو جس نے زمین خریدی تھی اس نے اس میں

الَّذِیْ اِشْتَرَی الْعِقَارَ فِیْ عِقَارِهٖ جَرَّةً فِیْهَا ذَهَبٌ فَقَالَ لَهٗ

ایک گھڑا پایا جس میں سونا تھا خریدار نے بیچنے والے سے کہا اپنا سونا لے میں نے تجھ سے

الَّذِیْ اِشْتَرَی الْعِقَارَ خُذْ ذَهَبَكَ مِنِّیْ اِنَّمَا اشْتَرَیْتُ مِنْكَ

صرف زمین خریدی ہے سونا نہیں خریدا ہے جس کی پہلے زمین تھی اس نے کہا میں

الْاَرْضَ وَلَمْ اَبْتَعِ الذَّهَبَ وَقَالَ الَّذِیْ لَهُ الْاَرْضُ اِنَّمَا بِعْتُكَ

نے تجھے زمین اور زمین میں جو کچھ ہے سب بیچا ہے دونوں ایک شخص کے پاس معاملہ

الْاَرْضَ وَمَا فِیْهَا فَتَحَاكَمَا اِلٰی رَجُلٍ فَقَالَ الَّذِیْ تَحَاكَمَا اِلَیْهِ

لے گئے تو اس نے کہا تم دونوں کے اولاد ہیں ایک نے کہا میرے ایک لڑکا ہے

اَلَكُمَا وَلَدٌ قَالَ اَحَدُهُمَا لِیْ غُلَامٌ وَقَالَ الْاٰخَرُ لِیْ جَارِیَةٌ قَالَ

دوسرے نے کہا میری ایک لڑکی ہے اس نے کہا لڑکے کا لڑکی سے نکاح کردو

اَنْكِحُوا الْغُلَامَ الْجَارِیَةَ وَاَنْفِقُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمَا مِنْهُ وَتَصَدَّقَا عه

اور یہ سونا اسی میں خرچ کردو اور صدقہ کرو۔

**تشریحات** ۱۸۳۴ اسحٰق بن بشیر کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جس کے پاس معاملہ لے گئے تھے وہ حکومت

عه مسلم۔ قضاء

کی طرف سے مقرر حاکم تھا۔

**أَلَكُمَا وَلَدٌ** ۔ ولد واحد ہے دو مردوں کا ایک لڑکا کیسے ہوگا توجیہ یہ ہے کہ مراد جنس ولد ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ وُلْدٌ جمع ہو۔

**انکحوا** ۔ انکحوا اور اسی طرح انفقوا مخاطب دو ہیں ان کے لئے جمع کا صیغہ لایا گیا یہ باعتبار اولاد کے ہے اس لئے کہ نکاح بے دو گواہوں کے نہیں ہو سکتا اسی طرح مال خرچ کرنے میں دو وکیل کیا جاتا ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے جمع فرمایا۔

اگر کسی نے کوئی زمین خریدی اور اس میں دفینہ ملا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ جاہلیت کے دفینے سے ہو تو رکاز کے حکم میں ہے اور اگر وہ مسلمان کے دفینے سے ہو تو وہ لقطہ ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو سکے تو اس کو بیت المال میں جمع کیا جائے گا اور اگر بیت المال نہ ہو تو فقراء اور مساکین پر صدقہ کیا جائے گا یا مسلمانوں کے رفاہ عام کے کاموں میں صرف کیا جائے گا۔ رکاز کا حکم یہ ہے کہ اس میں سے خمس سلطنت اسلام کا حق ہے اور بقیہ پانے والے کا اور اگر سلطنت اسلام نہ ہو تو خمس فقراء پر صرف کیا جائے گا۔ یا رفاہِ عام میں خرچ کیا جائے گا۔

۱۸۳۵ **عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَهُ**

**حدیث** حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ

**يَسْأَلُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ مَاذَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ**

عنہ سے پوچھا آپ نے طاعون کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے

**وَسَلَّمَ فِي الطَّاعُونِ فَقَالَ أُسَامَةُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى**

حضرت اُسامہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا طاعون ایک عذاب ہے جو

**عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّاعُونُ رِجْسٌ أُرْسِلَ عَلٰى طَائِفَةٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ**

بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر بھیجا گیا تھا یا یہ فرمایا ان لوگوں پر بھیجا گیا تھا جو تم سے پہلے

**أَوْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَإِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ وَإِذَا**

تھے جب تم سنو کہ کسی زمین میں یہ ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب تم کسی زمین میں ہو اور

**وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ فِيهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ قَالَ أَبُو النَّضْرِ لَا يُخْرِجْكُمْ**

وہاں پھیل جائے تو اس سے بھاگ کر کہیں اور نہ جاؤ۔

**إِلَّا فِرَارًا مِنْهُ** عه

عه ثانی طب باب مایذکر فی الطاعون ص۸۵۳ الحیل باب مایکرہ من الاحتیال ص۱۰۳۲
مسلم طب۔ ترمذی جنائز۔ نسائی طب۔

۱۸۳۵ **تشریحات** طاعون فاعُول کے وزن پر طعن سے مشتق ہے جس کے معنیٰ نیزہ مارنے کے ہیں لیکن عرف عام میں اس کے معنی موت عام کے ہے اس کو وبا بھی کہتے ہیں اور یہ خاص بیماری کا نام ہے جس میں بغل کنج ران اور گلے میں گلٹیاں نکل آتی ہیں۔ جس میں سخت سوزش اور درد ہوتا ہے جس کے ارد گرد سیاہ یا سبز ہو جاتا ہے شدید بخار ہوتا ہے سخت گھبراہٹ ہونے لگتی ہے اور قے آنے لگتی ہے۔

**رجس** ۔ دوسری روایتوں میں رجزٌ ہے جس کے معنی عذاب کے ہیں رجس کے معنی ناپاکی کے ہیں لیکن فارابی جوہری نے کہا رجس کے معنیٰ عذاب کے بھی ہیں جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے۔ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ اللہ یونہی عذاب ڈالتا ہے ایمان نہ لانے والوں پر۔

اطبار اس کا سبب ہوا کا فساد بتاتے ہیں اور جدید تحقیق کے موجب طاعون کے کچھ جراثیم ہوتے ہیں مسند امام احمد میں ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فَنَاءُ اُمَّتِیْ بِالطَّعْنِ وَالطَّاعُوْنِ میری امت کی فنا طعن اور طاعون سے ہے لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم طعن تو جانتے ہیں مگر طاعون کیا ہے فرمایا وَخْزُ اَعْدَائِكُمْ مِنَ الْجِنِّ وَفِيْ كُلٍّ شُهَدَاءُ تمہارے دشمن جنوں کا کونچا ہے اور سب میں شہادت ہے۔

جس زمین میں طاعون ہو وہاں جانے سے ممانعت اس بنا پر ہے کہ اس میں فساد عقیدہ کا ڈر ہے کہ اگر خدانخواستہ ہو گیا تو آدمی یہ خیال کر سکتا ہے کہ چھوت کی وجہ سے ہوا اور جہاں آدمی موجود ہو وہاں طاعون پھیل جائے تو وہاں سے بھاگنے کی ممانعت اس بنا پر ہے کہ اس میں سنگ دلی اور بے مروتی ہے۔

**قال ابو النضر لا یخرجکم الا فرارا منہ** ۔ فرارًا میں رفع اور نصب دونوں جائز ہیں اس پر تمام شارحین نے یہ اعتراض کیا کہ حدیث کے مقصود کے خلاف ہے سیاق یہ بتا رہا ہے کہ مقصود یہ ہے کہ وہاں سے نہ بھاگو اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہاں سے نہ نکلو مگر فرار کرتے ہوئے۔ اس سے اجازت ثابت ہوتی ہے دوسرا اشکال یہ ہے کہ جہاں طاعون ہو وہاں سے دوسری ضرورتوں کے لئے باہر جانا جائز ہے مثلاً جہاد، تجارت، یا کسی کی ملاقات وغیرہ کے لئے اس کا مطلب یہ ہوا کہ سوا فرار کے اور کسی ضرورت کے لئے جانا جائز نہیں اسی لئے بہت سے شراح نے فرمایا کہ یہاں الا غلط ہے لیکن محتاطین نے فرمایا کہ جب روایت صحیح ہے تو اس کی توجیہ ضروری ہے بعض حضرات نے کہا کہ الا زائد ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ فرار حال ہے۔ لا تخرجوا کی ضمیر سے کلمہ الا ایجاب کے لئے ہے استثنا کے لئے نہیں تقدیر عبارت یہ ہے لا تخرجوا اذا لم یکن خروجکم الا فرارا منہ یعنی وہاں سے نہ نکلو جبکہ تمہارا نکلنا صرف فرار کے لئے ہو بعض حضرات نے یہ توجیہ کی کہ ابو النضر نے لا تخرجوا کی تفسیر کی ہے۔ مراد اس سے حصر ہے یعنی جو نکلنا ممنوع ہے وہ فرار ہے نہ اور کوئی وجہ یعنی یہ معلل منہی کی تفسیر ہے نہی کی نہیں حاصل یہ

---

جلد چہارم ص ۳۹۵

ہوا کہ تم وہاں سے نہ نکلو یعنی فرار کی نیت سے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۸۳۶ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

**حدیث** نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا

وَسَلَّمَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں سوال کیا تو مجھے خبر دی کہ یہ ایک عذاب ہے اپنے

فَأَخْبَرَنِيْ أَنَّهُ عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَأَنَّ

بندوں میں سے جس پر اللہ چاہتا ہے بھیجتا ہے اور اللہ سبحانہٗ نے اسے مسلمانوں کے

اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ جَعَلَهٗ رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ يَقَعُ الطَّاعُوْنُ

لئے رحمت بنایا جس شہر میں طاعون ہو وہاں جو کوئی بھی صبر کے ساتھ ثواب کی امید

فَيَمْكُثُ فِيْ بَلَدِهٖ صَابِرًا مُّحْتَسِبًا يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يُصِيْبُهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ

پر ٹھہرے اور یقین کرے کہ اسے وہی پہنچے گا جو اللہ نے اس کے مقدر میں لکھ دیا

لَهٗ إِلَّا كَانَ لَهٗ مِثْلُ أَجْرِ شَهِيْدٍ ؏ه

ہے تو اسے شہید کے برابر ثواب ہوگا۔

۱۸۳۷ حَدَّثَنِيْ شَقِيْقٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

**حدیث** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا گویا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ انبیاء میں سے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِيْ نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ ضَرَبَهٗ قَوْمُهٗ فَأَدْمَوْهُ وَهُوَ

ایک نبی کا حال بیان فرما رہے ہیں کہ ان کی قوم نے ان کو مار کر لہو لہان کر دیا وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے تھے

يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ وَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ؏ه

اور کہتے جاتے تھے اے اللہ میری قوم کو بخش دے اس لئے کہ وہ مجھے نہیں جانتی۔

۱۸۳۷ **تشریحات** امام نووی نے فرمایا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انبیاء متقدمین میں سے کسی کا حال بیان فرمایا ہے امام بخاری نے اس حدیث کو ذکر بنی اسرائیل میں تحریر کیا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ واقعہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے کسی کا ہے اس کا بھی احتمال ہے کہ

---

ع۵ الطب باب اجر الصابر فی الطاعون ص۸۵۳ القدر باب قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ ص۹۷۹

ع۶ ثانی استتابۃ المرتدین باب ص۱۰۲۴ مسلم مغازی، ابن ماجہ فتن۔

خود حضور اقدس نے اپنا ہی حال بیان فرمایا ہو۔

۱۸۳۸ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَبْدِ الْغَافِرِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی

حدیث حضرت ابو سعید خدری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا

عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَجُلًا کَانَ قَبْلَکُمْ

تم سے پہلے ایک شخص تھا جس کو اللہ نے بہت مال عطا فرمایا تھا جب اس کے موت کا وقت آن

رَغَسَهُ اللّٰهُ مَالًا فَقَالَ لِبَنِیْهِ لَمَّا حُضِرَ اَیَّ اَبٍ کُنْتُ لَکُمْ قَالُوْا

پہونچا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا میں تمہارا کیسا باپ تھا لڑکوں نے کہا بہترین باپ تھے اس نے کہا

خَیْرَ اَبٍ قَالَ اِنِّیْ لَمْ اَعْمَلْ خَیْرًا قَطُّ فَاِذَا مِتُّ فَاَحْرِقُوْنِیْ ثُمَّ

کہ میں نے کبھی کوئی اچھا کام نہیں کیا ہے جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا دینا پھر پیس ڈالنا پھر تیز

اسْحَقُوْنِیْ ثُمَّ ذَرُّوْنِیْ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ فَفَعَلُوْا فَجَمَعَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

ہوا میں خاک اڑا دینا اس کے لڑکوں نے یہ سب کیا اللہ عزوجل نے اس شخص کو جمع فرمایا اور دریافت فرمایا کس چیز

فَقَالَ مَا حَمَلَکَ قَالَ مَخَافَتُکَ فَتَلَقَّاهُ رَحْمَتُهٗ عه

نے تم کو اس پر ابھارا اس نے کہا تیرے خوف نے تو اسے رحمت نے اپنی آغوش میں لے لیا۔

۱۸۳۹ عَنْ حُمَیْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کہ

عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَ رَجُلٌ یُسْرِفُ عَلٰی

ایک شخص اپنی جان پر زیادتی کرتا تھا جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا

نَفْسِهٖ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ لِبَنِیْهِ اِذَا اَنَا مِتُّ فَاَحْرِقُوْنِیْ ثُمَّ

جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا دینا پھر مجھے پیس ڈالنا پھر ہوا میں منتشر کر دینا بخدا اگر اللہ مجھ پر قدرت

اطْحَنُوْنِیْ ثُمَّ ذَرُّوْنِیْ فِی الرِّیْحِ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ اللّٰهُ عَلَیَّ لَیُعَذِّبَنِّیْ

پا جائے گا تو مجھ پر ایسا عذاب فرمائے گا کہ کسی پر نہیں کیا ہوگا جب وہ مرگیا تو اس

عَذَابًا مَا عَذَّبَهٗ اَحَدًا فَلَمَّا مَاتَ فُعِلَ بِهٖ ذٰلِکَ فَاَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی

کے ساتھ یہی کیا گیا پھر اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ اس کے اجزاء میں سے جو بھی

عه ثانی الرقاق، باب خوف من اللہ ص ۹۵۹ توحید باب قول اللہ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ص ۱۱۱۸ مسلم توبہ

الْاَرْضَ فَقَالَ اَجْمَعِیْ مَا فِیْكِ مِنْهُ فَفَعَلَتْ فَاِذَا هُوَ قَائِمٌ قَالَ

تیرے اندر ہو سب کو جمع کر اچانک وہ کھڑا تھا اللہ عزوجل نے اس سے دریافت فرمایا

مَا حَمَلَكِ عَلٰی مَا صَنَعْتِ قَالَ مَخَافَتُكَ یَا رَبِّ فَغَفَرَ لَهٗ وَقَالَ

کہ تجھے کس چیز نے اس پر ابھارا جو تم نے کیا اس نے عرض کیا تیرے خوف نے

غَیْرُهٗ خَشِیَّتُكَ عہ

اے رب اللہ نے اسے بخش دیا۔

**۱۸۳۹ تشریحات** یہ حدیث بخاری میں تین صحابہ کرام سے مروی ہے حضرت حذیفہ، حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان سب میں کچھ تھوڑا سا ردو بدل کچھ زیادتی اور کمی ہے سب کو ملانے کے بعد مضمون یہ ہوا کہ اگلی امتوں میں ایک شخص تھا جسے اللہ تعالیٰ نے کثیر مال اور اولاد عطا فرمائی تھی اس نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا تھا اور گناہوں کا ارتکاب کیا تھا مرنے کے قریب اس پر خدا کا خوف غالب آیا کہ میرے اعمال ایسے ہیں کہ اللہ عزوجل مجھ پر ایسا سخت عذاب فرمائے گا کہ کسی پر نہیں فرمائے گا تو اس نے اپنے بچوں کو یہ وصیت کی کہ مرنے کے بعد مجھے جلا دینا پھر پیس ڈالنا اور جب تیز ہوا چلتی ہو میری راکھ سمندر میں اڑا دینا اس کے لڑکوں نے ایسا ہی کیا الیٰ آخر الحدیث۔

**۱۸۴۰ حدیث** عَنْ رِبْعِیِّ بْنِ حِرَاشٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةُ قَالَ قَالَ

حضرت ابو مسعود عقبہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ

کلام نبوت سے لوگوں نے یہ پایا ہے جب تجھے حیا نہ ہو تو جو

كَلَامِ النُّبُوَّةِ اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ عہ

چاہے کر۔

**۱۸۴۰ تشریحات** اس کے بعد والی روایت میں یہ ہے من کلام النبوۃ الاولیٰ یعنی سابق انبیائے کرام کے ارشادات میں سے یہ ہے یعنی اس ارشاد پر پہلے ہی سے اتفاق چلا آرہا ہے اور یہ عقل کے مطابق بھی ہے حیا انسان کے اعلیٰ کمالات ہی سے ہے جس کی بنا پر انسان لایعنی لغو اور

---

عہ ثانی توحید باب یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ص۱۱۱۷ عہ اس کے بعد متصل۔ ثانی ادب اذا لم تستحی فاصنع ما شئت ص۹۰۳۔ ابوداؤد ادب ابن ماجہ زہد

محرمات سے بچتا ہے اور جب حیا نہیں ہوتی تو وہ بے تحاشا ناکردنی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

۱۸۴۱ اَخْبَرَنِیْ سَالِمٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

**حدیث** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ یَجُرُّ اِزَارَهٗ مِنَ الْخُیَلَاءِ خُسِفَ بِهٖ وَهُوَ

نے فرمایا کہ ایک شخص ازراہ تکبر اپنے تہبند کو گھسیٹتا تھا اسے زمین میں دھنسا دیا

یَتَجَلْجَلُ فِی الْاَرْضِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ عمہ

گیا وہ قیامت تک تڑپتا ہوا زمین میں دھنستا رہے گا۔

۱۸۴۱

**تشریحات** اس امت میں اس قسم کا کوئی واقعہ نہیں ہوا ہے۔ اس لئے متعین ہے کہ یہ واقعہ پہلی امتوں میں ہوا۔ اس کا احتمال ہے کہ یہ واقعہ بنی اسرائیل کا ہو۔ اس طرح اس حدیث کو باب سے مناسبت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد قارون ہے۔

ٹخنوں کے نیچے تک تہبند یا پاجامہ لٹکانے کی تین صورت ہے:۔ **اول**: بہ نیت تکبر، جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں رائج تھا۔ یہ حرام ہے۔ **دوسرے**:۔ بلا نیت تکبر ازراہ شوق جیسا کہ آج کل بہت سے عوام بلکہ مقررین و شعراء میں رائج ہے۔ یہ بھی ممنوع ہے۔ **تیسرے**:۔ یہ کہ تہبند یا پاجامہ از خود سرک جاتا ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اپنے کپڑے کو ازراہ تکبر زمین پر گھسیٹے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر نہیں فرمائے گا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے تہبند کا ایک کونہ لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کا خیال رکھوں تو حضور نے ارشاد فرمایا تم ان لوگوں میں سے نہیں جو ازراہِ تکبر کرتے ہوں۔

۱۸۴۲ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ قَالَ قَدِمَ مُعَاوِیَةُ بْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ

**حدیث** سعید بن مسیب نے کہا کہ معاویہ ابن سفیان جب آخری بار مدینہ آئے

اَلْمَدِیْنَةَ آخِرَ قَدْمَةٍ قَدِمَهَا فَخَطَبَنَا فَاَخْرَجَ كُبَّةً مِّنْ شَعْرٍ وَّقَالَ

تو ہمیں خطبہ دیا اور بال کا ایک گچھا نکالا اور کہا میں نہیں جانتا کہ اسے

عمہ ثانی۔ اللباس۔ باب من جر ثوبہ ص ۸۶۱ ۔ نسائی زینت۔

مَا كُنْتُ أُرَى أَنَّ أَحَدًا يَفْعَلُ هٰذَا غَيْرُ الْيَهُوْدِ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

یہود کے علاوہ کوئی اور کرتا ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام زور

وَسَلَّمَ سَمَّاهُ الزُّوْرَ يَعْنِي الْوِصَالَ فِي الشَّعْرِ۔ صہ

رکھا ہے یعنی بال میں بال ملانا۔

**تشریحات** ۱۸۴۲ گذر چکا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۵۱ھ میں اخیر حج کیا اور مدینہ طیبہ آئے اسی وقت یہ خطبہ دیا تھا۔ زور کے معنیٰ فریب کے ہیں۔ بالوں کے ساتھ دوسرے بال اور بالوں کو زیادہ تر دکھانا ضرور فریب ہے۔ یہ عادت یہودی عورتوں کی تھی۔ انھیں سے سیکھ کر مسلمان عورتوں میں بھی پھیل گئی تھی۔ علمائے مدینہ اس پر خاموش تھے اس لئے حضرت معاویہ نے اس پر تقریر فرمائی۔

---

صہ ثانی۔ لباس۔ باب الوصل فی الشعر۔ ص ۸۷۹

# بَابُ الْمَنَاقِبِ ص ۴۹۶

## فضائل کا بیان

مناقب منقبۃ کی جمع ہے جس کے معنی فضیلت کے ہیں اس کی ضد مثلبۃ ہے جس کے معنی عیب کے ہیں وقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ حجرات (۱۳) اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تم کو شاخ در شاخ اور قبیلہ در قبیلہ کیا تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

وَقَوْلُہٗ وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا وَمَا یُنْھٰی عَنْ دَعْوَی الْجَاھِلِیَّۃِ۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو اور بیشک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اور جو جاہلیت کی پکار سے منع فرمایا گیا۔

اَلشُّعُوْبُ، اَلنَّسَبُ الْبَعِیْدُ وَالْقَبَائِلُ دُوْنَ ذٰلِکَ۔ شعوب دور کے نسب کو کہتے ہیں یعنی قبائل کے رؤوس واصول کو جیسے ربیعہ و مضر واوس اور خزرج، اور اس سے کم درجے کو قبیلہ کہا جاتا ہے جیسے قریش وتمیم۔

عرب والوں نے نسب کی تفصیلات جاننے کے لئے چھ طبقے مقرر کئے ہیں شعب، قبیلہ، عمارۃ، بطن، فخذ، اور فصیلہ جیسے خزیمہ شعب ہے اور کنانہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن اور ہاشم فخذ اور عباس فصیلہ۔ لیکن اکثر بطریق تسامح سب پر قبیلہ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

حدیث ۱۸۴۳ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا۔ قَالَ الشُّعُوْبُ اَلْقَبَائِلُ الْعِظَامُ وَالْقَبَائِلُ الْبُطُوْنُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا کی تفسیر میں مروی ہے کہ شعوب سے مراد بڑے بڑے قبائل ہیں اور قبائل سے بطون ہیں۔

**تشریح ۱۸۴۳** حضرت ابن عباس ہی سے ایک روایت یہ ہے کہ قبائل افخاذ کو کہتے ہیں اس کا حاصل یہ ہوا قبائل کے اصول ورؤوس کو شعوب کہا جاتا ہے اور اس کے نیچے جو شاخین پیدا ہو چکی ہیں ان کے اگرچہ اپنے مدارج کے اعتبار سے مختلف نام ہیں۔ مثلاً بطن، فخذ مگر سب پر قبیلہ کا اطلاق آتا ہے۔ آیت کریمہ کا مفاد یہ ہے کہ قبائل کی تقسیم فخر و مباہات اور دوسروں کی تحقیر کے لئے نہیں۔ بلکہ معرفت و شناخت کے لئے ہے۔ اور مدار کرامت و عزت تقویٰ ہے پدرم سلطان بود کوئی چیز نہیں۔

**حدیث ۱۸۴۴** حَدَّثَنَا كُلَيْبٌ قَالَ حَدَّثَتْنِي رَبِيبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کلیب نے ہمیں خبر دی انھوں نے کہا مجھ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ربیبہ نے

وَأَظُنُّهَا زَيْنَبَ قَالَتْ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدُّبَّاءِ

خبر دی میں گمان کرتا ہوں کہ وہ زینب ہیں انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھوکھلے کدو

وَالْحَنْتَمِ وَالْمُقَيَّرِ وَالْمُزَفَّتِ وَقُلْتُ بِمَا أَخْبِرِينِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور ہری پالش کے گھڑے اور کھوکھلی کی ہوئی لکڑی کے برتن اور روغن زفت ملے ہوئے برتن کے

وَسَلَّمَ مِمَّنْ كَانَ مِنْ مُضَرَ كَانَ قَالَتْ فَمِمَّنْ كَانَ إِلَّا مِنْ مُضَرَ

کے استعمال سے منع فرمایا میں نے ان سے کہا مجھے بتاؤ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کس قبیلے کے تھے مضر سے تھے؟

كَانَ مِنْ وَلَدِ النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ۔

انھوں نے کہا تو کس قبیلے سے تھے۔ مضر ہی کے تھے نضر بن کنانہ کی اولاد سے۔

**تشریح ۱۸۴۴** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرۂ عالیہ یہ ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس قول کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نضر بن کنانہ کی اولاد سے ہیں جو مضر کی اولاد میں سے ہیں۔ اس لئے حضور بھی مضر کی نسل سے ہوئے یہ زینب بنت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے شوہر ابو سلمہ کی دختر ہیں ان کی پرورش حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اس لئے ان کو ربیبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہا گیا۔

**حدیث ۱۸۴۵** عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ تَجِدُوْنَ النَّاسَ مَعَادِنَ خِیَارُھُمْ

فرمایا تم لوگوں کو کانوں کے مثل پاؤ گے ۔ جو جاہلیت میں اچھے ہیں اسلام میں

فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُھُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِھُوْا وَتَجِدُوْنَ خَیْرَ النَّاسِ

اچھے ہیں جب وہ دین میں سمجھ حاصل کریں امارت کے معاملے میں سب سے بہتر

فِیْ ھٰذَا الشَّاْنِ اَشَدَّھُمْ لَہٗ کَرَاھِیَۃً وَتَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ ذَا

ان لوگوں کو پاؤ گے جو اسے سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہیں اور سب سے برا اس کو

الْوَجْھَیْنِ الَّذِیْ یَاْتِیْ ھٰؤُلَاءِ بِوَجْہٍ وَیَاْتِیْ ھٰؤُلَاءِ بِوَجْہٍ عہ

پاؤ گے جو دو رخا ہے ان لوگوں کے پاس ایک رخ سے آتا ہے اور دوسروں کے پاس دوسرے رخ سے ۔

۱۸۴۶ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ النَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَیْشٍ فِیْ ھٰذَا الشَّاْنِ

نے ارشاد فرمایا امارت کے معاملے میں لوگ قریش کے تابع ہیں ان کا مسلمان ان کے مسلمانوں

مُسْلِمُھُمْ تَبَعٌ لِمُسْلِمِھِمْ وَکَافِرُھُمْ تَبَعٌ لِکَافِرِھِمْ ۔ وَالنَّاسُ مَعَادِنُ

کے اور ان کا کافر ان کے کافروں کے ۔ یہ لوگ کان ہیں جو جاہلیت میں اچھے ہیں وہ اسلام

خِیَارُھُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُھُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِھُوْا تَجِدُوْنَ مِنْ

میں اچھے ہیں جب دین میں سمجھ حاصل کریں اس معاملے میں سب سے اچھا ان لوگوں کو پاؤ گے

خَیْرِ النَّاسِ اَشَدَّ النَّاسِ کَرَاھِیَۃً لِھٰذَا الشَّاْنِ حَتّٰی یَقَعَ فِیْہِ ۔

جو اسے سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہوں یہاں تک کہ اس میں واقع ہو جائیں ۔

**تشریحات** ۱۸۴۵ ۱۸۴۶ ان دونوں حدیثوں کا مفہوم قریب قریب ایک ہی ہے قریش کی عظمت پورے عرب کو مسلم تھی جب تک قریش اسلام سے دور رہے اکثر عرب بھی دور رہا اور جب پورے قریش حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تو پورا عرب مسلمان ہو گیا ۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اہل عرب کے نزدیک قریش کی سیادت مسلم تھی اور اب جب اسلام آیا تو بھی یہی صورت ہے کہ لوگ قریش کے علاوہ کسی اور کی تابعداری قبول نہ کریں گے اس لئے دوسری حدیث میں فرمایا ۔ "الائمۃ من قریش"

---

عہ ثانی ۔ الادب باب ما قیل فی ذی الوجھین ص ۸۹۵ ۔ الاحکام : باب مایکرہ من شناء السلطان ص ۱۰۶۳ مسلم فضائل

**حتی یقع فیہ** ۔ یعنی جو شخص امارت قبول کرنے کو ناپسند کرتا ہو اسے اگر والی بنا دیا جائے تو اللہ کی مدد اس کے شامل حال ہوگی ۔ قبول کرنے سے پہلے ناپسند کرتا تھا لیکن امیر بنائے جانے کے بعد جب اللہ کی مدد شامل حال ہوگی تو اس کی کراہیت دور ہو جائے گی ۔

## باب ص۴۹۶

**حدیث ۱۸۴۷** عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اِلَّا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیۃ کریمہ الا المودۃ فی القربیٰ

الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی قَالَ فَقَالَ سَعِیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ قُرْبٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ

کی تفسیر یہ مروی ہے کہ مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرابت دار ہیں ۔ اور

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ

کہا اس میں قریش کا کوئی بطن ایسا نہیں تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ

یَکُنْ بَطْنٌ مِّنْ قُرَیْشٍ اِلَّا وَلَہٗ فِیْہِ قَرَابَۃٌ فَنَزَلَتْ عَلَیْہِ اِلَّا

تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت نہ ہو اس سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی ۔ مراد یہ ہے کہ

اَنْ تَصِلُوْا قَرَابَۃً بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ ۔ عہ

میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے اس کا لحاظ کرو ۔

**تشریحات ۱۸۴۷** اہل عرب خصوصاً قریش میں خاندانی عصبیت اور قرابت کا پاس و لحاظ بہت تھا یہ اپنے رشتہ داروں کی بے جا باتوں کو بھی درگذر کر دیتے تھے اور یہ جانتے ہوئے کہ ہمارے رشتہ دار نے غلطی کی ہے اس کی بے جا حمایت کرتے تھے مگر اس کے باوجود کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریشی تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ستاتے تھے اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی کہ اور کچھ نہیں تو قرابت کا لحاظ و پاس کرو ۔ اور میرے ستانے سے باز رہو خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ میں حق پر ہوں یہی تفسیر سب سے راجح و مختار ہے ۔

## بَابُ مَنَاقِبِ قُرَیْشٍ ص۴۹۷

قریش کے مناقب کا بیان ۔

**توضیح باب** نزہۃ القاری جلد اول میں ہم بتا آئے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ قریش، فہر بن مالک کا لقب ہے ایک قول یہ ہے کہ نضر بن کنانہ کا لقب ہے لیکن دونوں میں تنافی نہیں حاصل دونوں کا ایک ہے اس لئے کہ نضر کے اگرچہ تین لڑکے تھے مالک، ملت، محلب، مگر نسل صرف مالک ہی سے چلی یوں ہی مالک کی نسل صرف فہر سے باقی رہی جو بھی نضر بن کنانہ کی نسل ہے وہ فہر کی بھی نسل ہے قریش خواہ نضر کا لقب مانو خواہ

---

عہ ثانی تفسیر:۔ باب قولہ الا المودۃ فی القربیٰ ص۷۱۳ ترمذی، تفسیر نسائی، تفسیر

فہر کا دونوں کا حاصل ایک ہے سارے قریش کا نسب فہر کے واسطے سے نضر بن کنانہ تک پہنچتا ہے۔
روافض نے یہ گڑھا ہے کہ قریش قصی کا لقب ہے۔ یہ سراسر باطل ہے یہ اختراع انھوں نے اس لئے کیا کہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم کو قریش سے خارج کر دیں۔ مسند امام احمد[1] میں حضرت اشعث بن قیس کی ایک روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بنو کندہ کے وفد کے ساتھ حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم گمان کرتے ہیں کہ آپ لوگ ہم میں سے ہیں فرمایا ہم نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں ہم پر بہتان نہ باندھو اور ہمارے باپ سے ہمارے نسب کی نفی نہ کرو۔

۱۸۴۸ كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ يُحَدِّثُ أَنَّهُ بَلَغَ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ

حدیث محمد بن جبیر بن مطعم حدیث بیان کرتے ہیں کہ وہ قریش کے ایک وفد کے ساتھ معاویہ کے پاس

عِنْدَهُ فِي وَفْدٍ مِنْ قُرَيْشٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

تھے کہ انھیں یہ خبر پہنچی کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص بیان کرتے ہیں کہ عنقریب قحطان میں سے ایک

يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَيَكُونُ مَلِكٌ مِنْ قَحْطَانَ فَغَضِبَ مُعَاوِيَةُ فَقَامَ

بادشاہ ہوگا اس پر معاویہ کو غصہ آگیا وہ منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ کی ثنا کی جس کا وہ اہل ہے پھر کہا

فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّ

اما بعد مجھے یہ خبر پہونچی ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ ایسی حدیثیں بیان کرتے ہیں جو نہ تو کتاب اللہ میں

رِجَالًا مِنْكُمْ يُحَدِّثُونَ أَحَادِيثَ لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ وَلَا تُؤْثَرُ

ہے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے یہ لوگ تمہارے جاہل ہیں ان سے بچو اور ان کی

عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُولَئِكَ جُهَّالُكُمْ

بیان کی ہوئی ان باتوں سے بچو جو گمراہ کن ہیں اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

فَإِيَّاكُمْ وَالْأَمَانِيَّ الَّتِي تَضِلُّ أَهْلَهَا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى

فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک یہ چیز (خلافت) قریش میں ہے اس معاملے میں جو بھی ان سے مخالفت کریگا

اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ فِي قُرَيْشٍ لَا يُعَادِيهِمْ

اللہ اسے منہ کے بل اوندھا کردے گا جب تک یہ لوگ دین قائم کرتے رہیں گے۔

أَحَدٌ إِلَّا كَبَّهُ اللهُ عَلَى وَجْهِهِ مَا أَقَامُوا الدِّينَ [2]

---

[1] جلد ۵ ص ۲۰۱ - ۲ [2] ثانی الاحکام باب الامراء من قریش ص ۱۰۵ نسائی تفسیر

**تشریحات ۱۸۴۸** **قحطان** ۔ یہ مشہور قبیلے کا نام ہے قحطان کس کا نام تھا اس بارے میں شدید اختلافات ہیں مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اہل یمن بنو قحطان ہیں ۔ عرب کی تین قسمیں ہیں عرب العاربہ یہ ارم بن سام بن نوح کی اولاد سے ۷ قبائل ہیں ۔ عاد، ثمود، امیم، عبیل، طسم، جدیس، عملیق، جرہم، وبار، دوسرے عرب المتعربہ یہ بنو قحطان ہیں اور عرب المستعربہ یہ اولاد اسماعیل ہیں ۔

**فغضب معاویۃ** ۔ حضرت معاویہ کا غضبناک ہونا اس بنا پر تھا کہ انھوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تورات میں یہ پڑھا ہے اور اسے بیان کر رہے ہیں کیونکہ ان کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ تورات پڑھتے ہیں اور اس کی باتیں نقل بھی کرتے ہیں ۔ چونکہ قرآن اور مشہور احادیث سے اس کی تائید نہیں ہوتی تھی ۔ اس لئے انھوں نے اسے ناپسند کیا ورنہ خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہی سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ غیر قریش بھی حکمراں ہوں گے کیونکہ اس میں صاف صاف مذکور ہے یہ چیز قریش میں رہے گی جب تک وہ دین کو قائم کرتے رہیں گے اس کا ایک پہلو یہ نکلتا ہے کہ جب دین قائم کرنا چھوڑ دیں گے دوسرا کوئی بادشاہ ہو سکتا ہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں مشاہدہ ہے کہ سوائے دو ایک ممالک کے کہیں کا حکمراں قریشی نہیں ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت معاویہ نے یہ سمجھا ہو کہ ان کی اس روایت کا یہ مطلب ہے کہ جلد ہی بنو قحطان سے کوئی حکمراں پیدا ہوگا جیسا کہ سیکون سے ظاہر ہوتا ہے حضرت معاویہ کو کسی ذریعہ سے معلوم رہا ہو کہ مستقبل قریب میں ایسا ناممکن ہے اور اس بات کے پھیلانے میں بنی قحطان کو حکومت حاصل کرنے کی ایک طرح سے رغبت دلائی تھی جس سے سورش کا اندیشہ تھا ۔ اس کے ازالے کے لئے غیظ ظاہر فرمایا ۔ اور بخاری ہی میں ایک ورق بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث دلالت کر رہی ہے کہ اس وقت تک قیامت نہیں قائم ہوگی جب تک بنی قحطان سے ایک ایسا شخص نہیں پیدا ہو لے گا جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا ۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت معاویہ تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو ۔

**۱۸۴۹ حدیث** حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ هُرْمُزَ الْاَعْرَجُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُرَیْشٌ وَالْاَنْصَارُ وَجُهَیْنَةُ وَمُزَیْنَةُ وَاَسْلَمُ وَاَشْجَعُ وَغِفَارُ مَوَالِیَّ لَیْسَ لَهُمْ مَوْلًی دُوْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔ع۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قریش اور انصار جہینہ، مزینہ، اسلم، و اشجع و غفار میرے مددگار ہیں ۔ اور ان کا مولیٰ اللہ و رسول کے علاوہ کوئی نہیں ۔

ع باب ذکر اسلم و غفار ص ۴۹۸

**تشریحات ۱۸۴۹** ان قبائل کو خاص طور پر اپنا حامی و مددگار اس لئے فرمایا کہ یہ بلا جھجک اسلام کی طرف راغب ہوئے اور اسے قبول کیا ان میں اگرچہ قریش کے کچھ افراد نے مدت دراز تک پوری قوت کے ساتھ اسلام کی مخالفت کی مگر ساتھ ہی ساتھ ابتداء ہی سے قریش کے کچھ افراد نے اسلام قبول کیا اور اسلام کی حمایت کی۔

**۱۸۵۰ حدیث** حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزَالُ

کرتے ہیں کہ فرمایا کہ ہمیشہ یہ چیز (خلافت) قریش میں رہے گی جب تک

ھٰذَا الْاَمْرُ فِیْ قُرَیْشٍ مَا بَقِیَ مِنْھُمْ اِثْنَانِ عہ

ان میں دو باقی ہیں۔

**تشریحات ۱۸۵۰** یہ ارشاد اگرچہ خبر ہے لیکن امر کے معنی میں ہے جس کا حاصل یہ ہوا کہ غیر قریشی کو خلیفہ بنانا درست نہیں عہد صحابہ سے لے کر آج تک اس پر امت کا اجماع ہے۔ مسٹر ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب مسئلہ خلافت و جزیرۂ عرب میں اس پر بہت زور باندھا ہے کہ خلیفہ ہونے کے لئے قریشی ہونا شرط نہیں لیکن وہ اپنے مقصد میں ناکام رہے اس کا رد بلیغ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے اپنے رسالۂ مبارکہ "دوام العیش فی ان الائمۃ من قریش" میں فرمایا ہے اہل علم اس کا ضرور مطالعہ کریں۔

**۵۸۵ حدیث** حَدَّثَنِیْ اَبُو الْاَسْوَدِ مُحَمَّدٌ عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ قَالَ ذَھَبَ

عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ عبداللہ بن زبیر بنی زہرہ کے

عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ الزُّبَیْرِ مَعَ اُنَاسٍ مِّنْ بَنِیْ زُھْرَۃَ اِلٰی عَائِشَۃَ رَضِیَ

کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا وَکَانَتْ اَرَقَّ شَیْءٍ عَلَیْھِمْ لِقَرَابَتِھِمْ مِنْ رَسُوْلِ

ہوئے اور ام المؤمنین بنی زہرہ پر بہت مہربان تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

عہ احکام باب الامراء من قریش ص ۱۰۵۔ مسلم۔ مغازی۔

**تشریحات ۵۸۵** اس تعلیق کی تشریح اس کے بعد والی حدیث میں مذکور ہے۔ بنی زہرہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کا خاندان تھا ان کا شجرۂ مبارکہ یہ ہے۔ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب۔ زہرہ قصی کے بھائی تھے۔

**۱۸۵۱ حدیث** حَدَّثَنِیْ عَوْفُ بْنُ الطُّفَیْلِ وَھُوَ ابْنُ اَخِیْ عَائِشَۃَ زَوْجِ

عوف بن الطفیل نے حدیث بیان کی، اور وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاُمِّھَا اَنَّ عَائِشَۃَ حَدَّثَتْ اَنَّ

عنہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات کے اخیافی بھائی تھے کہ حضرت عائشہ سے

عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ الزُّبَیْرِ قَالَ فِیْ بَیْعٍ اَوْ عَطَاءٍ اَعْطَتْہُ عَائِشَۃُ وَاللّٰہِ

یہ بیان کیا گیا کہ حضرت عائشہ کی بیع یا عطیہ کے بارے میں عبد اللہ بن زبیر

لَتَنْتَھِیَنَّ عَائِشَۃُ اَوْ لَاَحْجُرَنَّ عَلَیْھَا فَقَالَتْ اَھُوَ قَالَ ھٰذَا قَالُوْا

نے کہا ہے۔ بخدا یا تو عائشہ اس سے باز رہیں یا میں ان پر پابندی لگا دوں گا۔

نَعَمْ قَالَتْ ھُوَ لِلّٰہِ عَلَیَّ نَذْرٌ اَنْ لَّا اُکَلِّمَ ابْنَ الزُّبَیْرِ اَبَدًا فَاسْتَشْفَعَ

ام المؤمنین نے دریافت کیا۔ کیا اس نے یہ کہا ہے لوگوں نے کہا ہاں ام المؤمنین نے کہا اللہ کے لئے مجھ پر

ابْنُ الزُّبَیْرِ اِلَیْھَا حِیْنَ طَالَتِ الْھِجْرَۃُ فَقَالَتْ لَا وَاللّٰہِ لَا اُشَفِّعُ

منت ہے کہ میں ابن الزبیر سے کبھی بھی بات نہیں کروں گی جب ام المؤمنین کا انھیں چھوڑنا طویل ہوگیا

فِیْہِ اَبَدًا وَلَا اَتَحَنَّثُ اِلٰی نَذْرِیْ فَلَمَّا طَالَ ذٰلِکَ عَلَی ابْنِ الزُّبَیْرِ

تو انھوں نے شفارش کروائی اس پر ام المؤمنین نے فرمایا بخدا اس کے بارے میں کبھی بھی

کَلَّمَ مِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَۃَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ یَغُوْثَ

کسی کی شفارش قبول نہیں کروں گی اور اپنی قسم نہیں توڑوں گی جب اس کی مدت بہت

وَھُمَا مِنْ بَنِیْ زُھْرَۃَ وَقَالَ لَھُمَا اَنْشُدُکُمَا بِاللّٰہِ لَمَّا اَدْخَلْتُمَانِیْ عَلٰی

دراز ہوگئی تو ابن زبیر نے مسور بن مخرمہ وعبد الرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث سے بات کی یہ دونوں

عَائِشَۃَ فَاِنَّھَا لَا یَحِلُّ لَھَا اَنْ تَنْذِرَ قَطِیْعَتِیْ فَاَقْبَلَ بِہِ الْمِسْوَرُ

بنی زہرہ سے تھے ابن زبیر نے ان دونوں سے کہا میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے عائشہ

وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ مُشْتَمِلَيْنِ بِأَرْدِيَتِهِمَا حَتّٰى اسْتَأْذَنَا عَلٰى عَائِشَةَ فَقَالَ

کے پاس لے چلو اس لئے کہ انھیں حلال نہیں کہ میرے ساتھ قطع تعلق پر قسم کھائیں تو مسور اور عبدالرحمٰن اپنی چادریں

السَّلَامُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ أَنَدْخُلُ قَالَتْ عَائِشَةُ ادْخُلُوا

اوڑھے ہوئے انھیں لے کے چلے۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ سے اجازت طلب کیا اور دونوں نے کہا

قَالُوا كُلُّنَا قَالَتْ نَعَمْ ادْخُلُوا كُلُّكُمْ وَلَا تَعْلَمُ أَنَّ مَعَهُمَا ابْنَ

السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کیا ہم اندر آجائیں حضرت عائشہ نے فرمایا آجاؤ ان لوگوں نے عرض کیا ہم سب، فرمایا تم

الزُّبَيْرِ فَلَمَّا دَخَلُوا دَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ الْحِجَابَ فَاعْتَنَقَ عَائِشَةَ وَطَفِقَ

سب آجاؤ انھیں پتہ نہیں تھا کہ ان دونوں کے ساتھ ابن زبیر ہیں جب وہ لوگ اندر گئے ابن زبیر حجاب کے اندر گئے اور

يُنَاشِدُهَا وَيَبْكِي وَطَفِقَ الْمِسْوَرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ يُنَاشِدَانِهَا إِلَّا مَا

حضرت عائشہ سے لپٹ گئے اور انھیں اللہ کا واسطہ دینے لگے اور رونے لگے مسور اور عبدالرحمٰن بھی ام المؤمنین

كَلَّمَتْ وَقَبِلَتْ مِنْهُ وَيَقُولَانِ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کو اللہ کا واسطہ دینے لگے کہ ان سے کلام کریں اور ان کے عذر کو قبول کریں وہ دونوں یہ کہتے تھے کہ آپ جانتی ہیں کہ

نَهٰى عَمَّا قَدْ عَلِمْتِ مِنَ الْهِجْرَةِ وَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قطع تعلق سے منع فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین

أَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثِ لَيَالٍ فَلَمَّا أَكْثَرُوا عَلٰى عَائِشَةَ مِنَ التَّذْكِرَةِ وَالتَّحْرِيجِ

رات سے زیادہ چھوڑے رہے جب ان لوگوں نے حضرت عائشہ پر کثرت سے صلہ رحمی کو یاد دلایا اور تنگی کی

طَفِقَتْ تُذَكِّرُهُمَا وَتَبْكِي وَتَقُولُ إِنِّي نَذَرْتُ وَالنَّذْرُ شَدِيدٌ فَلَمْ يَزَالَا بِهَا

ممانعت کا ذکر کیا تو وہ ان دونوں سے اپنا حال بیان کرنے لگیں اور روتی تھیں اور کہتی تھیں کہ میں نے منت مان

حَتّٰى كَلَّمَتِ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَأَعْتَقَتْ فِي نَذْرِهَا ذٰلِكَ أَرْبَعِينَ رَقَبَةً وَكَانَتْ

لی ہے اور منت سخت ہے مگر وہ لوگ مصر رہے یہاں تک کہ ام المؤمنین نے ابن زبیر سے کلام فرمایا اور اپنی منت کے کفارے

تَذْكُرُ نَذْرَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَتَبْكِي حَتّٰى تَبُلَّ دُمُوعُهَا خِمَارَهَا۔ عہ

میں چالیس غلام آزاد کئے اس کے بعد وہ اپنی منت کو ذکر فرماتیں اور روتیں یہاں تک کہ ان کے آنسو

ان کی اوڑھنی کو تر کر دیتے۔

عہ ثانی ادب باب الھجرۃ ص۸۹۷ اول مناقب ص۴۹۷

**تشریحات ۱۸۵۱** **عوف بن طفیل**۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ ماجدہ حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلے عبداللہ بن حارث بن سنجرۃ کی زوجیت میں تھیں اس سے طفیل پیدا ہوئے تھے۔ عبداللہ کے انتقال کے بعد حضرت صدیق اکبر نے حضرت ام رومان سے نکاح کر لیا تھا اس طرح یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اخیافی بھائی ہوئے اس حدیث کے راوی عوف انھیں طفیل کے بیٹے یا پوتے ہیں علی بن مدینی نے کہا۔ میرے نزدیک صواب یہ ہے کہ عوف بن حارث بن طفیل۔ جامع الاصول میں ہے کہ یہ عوف بن مالک بن طفیل ہیں۔

مناقب میں مذکورہ بالا تعلیق کے بعد عروہ بن زبیر ہی سے قدرے تفصیل کے ساتھ یہ حدیث یوں ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نزدیک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر سب سے زیادہ پیارے تھے اور عبداللہ بن زبیر ان کے سب سے زیادہ اطاعت شعار تھے سب سے زیادہ ان کی خدمت میں نذرانہ پیش کرتے تھے حضرت ام المؤمنین کی عادت کریمہ تھی کہ جو کچھ بھی ان کے پاس آتا سب صدقہ کر دیتیں اس پر حضرت عبداللہ بن زبیر نے وہ کہا کہ میں ان کو مجبور کر دوں گا کہ ان کا کوئی بھی معاملہ نافذ نہ مانا جائے حجر کے معنیٰ روکنے یا منع کرنے کے ہیں۔ اصطلاح شرع میں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حاکم اسلام کسی ضرورت یا مصلحت کی بنا پر کسی پر یہ پابندی لگا دے کہ اس کی خرید و فروخت اور داد و دہش کالعدم ہے نافذ نہ ہوگی، ان دنوں حضرت عبداللہ بن زبیر خلیفہ تھے انھیں یہ حق حاصل تھا۔ حضرت ام المؤمنین نے اسے اپنی شان کے منافی سمجھا اسی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے دس غلام خدمت اقدس میں بھیجے کہ کفارہ میں آزاد فرما دیں مگر ام المؤمنین نے اسی پر اکتفا نہ فرمایا مزید غلام آزاد کرتی رہیں یہاں تک کہ چالیس تک آزاد فرمایا۔ عبدالرحمٰن بن اسود کی ماں کا نام بھی آمنہ تھا جو نوفل بن اُہیب بن عبد مناف بن زہرہ کی بیٹی تھیں اس رشتے سے اسود حضرت آمنہ کے بھائی کے لڑکے تھے اور مسور بن مخرمہ عبد مناف کے دوسرے صاحبزادے وہیب کی نسل سے تھے۔ جو عبد مناف بن زہرہ کے بیٹے تھے ام المؤمنین نے مبہم منت مانی تھی یعنی یہ تفصیل نہیں کی تھی کہ اگر میں عبداللہ سے کلام کروں تو مجھ پر کیا واجب ہے نماز یا روزہ یا غلام آزاد کرنا۔

**نذر مبہم**۔ منعقد ہے یا نہیں علماء کا اس میں اختلاف ہے جو لوگ منعقد مانتے ہیں وہ حنث کی صورت میں قسم کا کفارہ واجب کرتے ہیں اور قسم کے کفارہ میں ایک غلام کافی ہے مگر حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا مجتہدہ تھیں انھوں نے اپنے اجتہاد پر عمل فرمایا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ازراہِ احتیاط چالیس غلام آزاد فرمایا ہو۔

**بَابُ نَزَلَ الْقُرْآنُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ** ص۴۹۷ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔

**۱۸۵۲ حدیث** **اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ اَنَّ حُذَيْفَةَ**

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ

بْنَ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَدِمَ عَلٰى عُثْمَانَ وَكَانَ يُغَازِيْ اَهْلَ

تعالیٰ عنہ حضرت عثمان کے پاس آئے اور وہ اہل شام سے ارمینیہ آذربائیجان

الشَّامِ فِيْ فَتْحِ اَرْمِيْنِيَةَ وَاَذْرَبِيْجَانَ مَعَ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَاَفْزَعَ حُذَيْفَةَ

کی فتح میں اہل عراق کے ساتھ ہو کر جہاد کرتے تھے لوگوں کے قرآن مجید پڑھنے کے اختلاف

اِخْتِلَافُهُمْ فِي الْقِرَاءَةِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لِعُثْمَانَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَدْرِكْ

نے حذیفہ کو گھبرا دیا۔ انھوں نے عثمان سے کہا اے امیر المومنین! اس امت کی

هٰذِهِ الْاُمَّةَ قَبْلَ اَنْ يَّخْتَلِفُوْا فِي الْكِتَابِ اِخْتِلَافَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى

مدد فرمائیے قبل اس کے کہ یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب اللہ میں اختلاف کر لیں اس پر

فَاَرْسَلَ عُثْمَانُ اِلٰى حَفْصَةَ اَنْ اَرْسِلِيْ اِلَيْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسَخُهَا فِيْ

حضرت عثمان نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیجا کہ ہمیں

الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَرُدُّهَا اِلَيْكِ فَاَرْسَلَتْ بِهَا حَفْصَةُ اِلٰى عُثْمَانَ فَاَمَرَ

صحیفے عطا فرمائیں کہ اسے دوسرے صحیفوں میں لکھ لیں۔ پھر ہم اسے آپ کو واپس

زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ وَعَبْدَ

کر دیں گے حضرت حفصہ نے حضرت عثمان کے پاس وہ صحیفے بھیج دیئے اب حضرت

الرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَسَخُوْهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَقَالَ عُثْمَانُ

عثمان نے زید بن ثابت اور عبد اللہ بن زبیر اور سعید بن عاص اور عبد الرحمٰن بن حارث

لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّيْنَ الثَّلَاثَةِ اِذَا اخْتَلَفْتُمْ اَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِيْ

بن ہشام کو حکم دیا۔ ان لوگوں نے اسے صحیفوں میں لکھا اور حضرت عثمان نے تینوں قریشی اشخاص سے فرمایا

شَيْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ فَاكْتُبُوْهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَاِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوْا

جب تم لوگ اور زید بن ثابت کسی جگہ اختلاف کرو تو اسے قریش کی زبان کے مطابق لکھو اس لئے کہ قرآن قریش

حَتّٰى اِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ اِلٰى حَفْصَةَ

کی زبان کے مطابق نازل ہوا ہے ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ جب صحائف لکھے جا چکے تو حضرت عثمان نے

وَاَرْسَلَ اِلٰى كُلِّ اُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِّمَّا نَسَخُوْا۔ وَاَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنْ

اصل مصحف حضرت حفصہ کو واپس کر دیا اور ان لوگوں نے جو مصحف لکھے تھے ان میں سے ایک ایک مصحف

## اَلْقُرْآنِ فِیْ کُلِّ صَحِیْفَۃٍ اَوْ مُصْحَفٍ اَنْ یُّحْرَقَ ؏ھ

ہر طرف بھیج دیا اور اس کے ماسوا اور مصاحف کے بارے میں حکم دیا کہ جلا دیئے جائیں۔

۱۸۵۲

**تشریحات** حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم اپنی خلافت کے ایک سال بعد قریب قریب ۲۴ھ کے اواخر ۲۵ھ کے اوائل میں دیا تھا اور آرمینیہ تقریباً اسی سال فتح ہوا تھا۔

**فافزع حذیفۃ**۔ اس اختلاف کی نوعیت یہ تھی کہ اہل شام اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرارت کے مطابق پڑھتے تھے جسے اہل عراق نے نہیں سنا تھا اور اہل عراق حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرارۃ کے مطابق پڑھتے تھے جسے اہل شام نے نہیں سنا تھا ایک دوسرے کی قرارت کا انکار کرتا یہاں تک کہ تکفیر کی نوبت پہونچ جاتی اسی طرح اہل بصرہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرارت کے مطابق پڑھتے تھے اس اختلاف کی نوعیت تلفظ اعراب یا کچھ الفاظ کے ردوبدل کی تھی۔ جس سے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا مثلاً قرارۃ متواترہ ہے اتموا الحج والعمرۃ للہ ۔ کوئی اس کے مطابق پڑھتا اور کوئی پڑھتا واتموا الحج والعمرۃ للبیت اس پر حضرت حذیفہ کو وہ خیال آیا مزید برآں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں دوسرے ذرائع سے اس قسم کے اختلافات اور جھگڑے کی اطلاعات ملیں جب حضرت حذیفہ نے وہ کہا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فوراً اس جانب توجہ دی۔

**اذا اختلفتم**۔ اس جماعت میں تین قریشی تھے حضرت زید بن ثابت انصاری مدنی بعض الفاظ کے تلفظ میں اہل عرب میں اختلاف ہے مثلاً صراط، ص، سے بھی ہے اور، س، سے بھی ہے اسی طرح مصیطر بھی۔ اسی طرح اعراب میں بھی اختلاف ہے مثلاً اہل حجاز پڑھتے ہیں۔ ماھذا بشرًا اور بنی تمیم پڑھتے ہیں ماھذا بشرٌ اسی طرح بعض الفاظ کے رسم الخط میں اختلاف ہے مثلاً تابوت، ت، مطولہ کے ساتھ ہے اور حضرت زید بن ثابت (ۃ) مدورہ کے ساتھ لکھتے تھے اس قسم کے اختلاف کے بارے میں فرمایا کہ قریش کی لغت اور محاورے کے مطابق لکھا جائے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان حضرات سے کتنے مصاحف لکھوائے اس میں اختلاف ہے کسی نے سات کہا کسی نے پانچ کسی نے چار۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

## بَابُ نِسْبَۃِ الْیَمَنِ اِلٰی اِسْمَاعِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ ص۴۹۶

یمن کی نسبت اسماعیل علیہ السلام کی طرف ہے

**توضیح باب** اکثر اہل یمن بنی قحطان سے ہیں اکثر اہل النساب کا قول یہ ہے کہ قحطان بنی اسماعیل سے نہیں مگر زبیر بن بکار نے کہا کہ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ ان کا نسب نامہ یہ ہے قحطان بن الہمیسع بن یَمَنْ بن قیذار بن نبت بن اسماعیل علیہ السلام۔ باب سے ظاہر ہو رہا ہے کہ امام بخاری کا بھی اسی طرف رجحان ہے اور یہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے۔ کہ انھوں نے حضرت ہاجرہ

---

ھ ثانی فضائل القرآن باب جمع القرآن ص۷۴۶۔ اول مناقب نزل القرآن بلسان قریش ص۴۹۷، ترمذی تفسیر، نسائی فضائل القرآن

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قصے میں حضرات انصار کو مخاطب فرما کر فرمایا فتلك امكم يا بني ماء السماء سے ظاہر اور یہی اس باب کے ضمن میں ذکر کردہ حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا اِرْمُوْا بَنِیْ اِسْمَاعِیْلَ اے بنی اسماعیل! تیر چلاؤ۔

مِنْهُمْ اَسْلَمُ بْنُ اَفْصٰی بْنِ حَارِثَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ مِنْ خُزَاعَةَ۔

یعنی اہل یمن میں سے اسلم بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر ہیں جو خزاعہ سے ہیں۔

**تشریح** اسلم تین ہیں ایک بنی مذحج کی، اور ایک بجیلہ کی شاخ ہے اور ایک بنی خزاعہ کی، اسلم سے یہاں مراد بنی خزاعہ کی شاخ ہے انھیں کو متعین کرنے کے لئے امام بخاری نے اسلم بن افصی کہا افصی ہی کا دوسرا نام خزاعہ ہے خزاعہ بنی اسماعیل سے ہیں یا نہیں اس میں بھی اختلاف ہے امام بخاری کا رجحان یہی ہے کہ یہ اولاد اسماعیل سے ہیں۔

## باب ۴۹۷

**حدیث ۱۸۵۳** اِنَّ اَبَا الْاَسْوَدِ الدُّئَلِیَّ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ

عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَیْسَ مِنْ

علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص بھی اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے نسب

رَجُلٍ اِدَّعٰی لِغَیْرِ اَبِیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُهٗ اِلَّا كَفَرَ بِاللّٰهِ وَمَنِ ادَّعٰی قَوْمًا

کا دعویٰ کرے اس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اور جو شخص ایسی قوم میں اپنے نسب کا دعویٰ کرے

لَیْسَ لَهٗ فِیْهِ نَسَبٌ فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ [عہ]

جس میں اس کا نسب نہیں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔

**تشریح ۱۸۵۳** جان بوجھ کر اپنے نسب کو بدلنا حرام و گناہ ہے یہاں تک کہ اس حدیث میں اس کو کفر فرمایا ہے نسب بدلنے کی دو صورتیں ہیں ایک نفی یعنی اپنے باپ سے نسب کا انکار کرنا دوسرے اثبات یعنی جو باپ نہیں اسے اپنا باپ بتانا دونوں حرام ہے جیسا کہ آج کل رواج پڑ گیا ہے بڑی آسانی سے لوگ اپنے آپ کو سید کہنے اور کہلانے لگتے ہیں حالانکہ حقیقت میں وہ سید نہیں غالباً یہ بیماری پہلے بھی رائج تھی اسی پر کسی نے کہا ہے۔

ظہ چوں ارزاں شود
امسال سید می شوم

---

عہ ثانی الادب باب ماینھی عن السباب واللعن ص۸۹۳ مسلم ایمان۔

۱۸۵۴ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النَّصْرِیُّ قَالَ سَمِعْتُ

**حدیث** واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ

وَاثِلَةَ بْنَ الْاَسْقَعِ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بڑے جھوٹوں میں سے یہ ہے کہ اپنے باپ کے علاوہ کسی اور

وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْفِرَاءِ اَنْ یَّدَّعِیَ الرَّجُلُ اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ

کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرلے یا اپنی آنکھوں کو اس چیز کا دیکھنے والی بتائے جو

اَوْ یُرِیْ عَیْنَهٗ مَا لَمْ تَرَ اَوْ تَقُوْلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

اس نے نہ دیکھا ہو یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف وہ بات

وَسَلَّمَ مَا لَمْ یَقُلْ۔

منسوب کرے جو نہیں فرمائی ہے۔

**تشریحات** ۱۸۵۴

**فِرَاء**۔ الف مقصورہ وممدودہ دونوں کے ساتھ جھوٹ وبہتان کے معنی میں ہے۔

**اَوْ یُرِیْ عَیْنَهٗ**۔ یہ باب افعال ارأۃ سے مضارع ہے یعنی اپنی آنکھوں کو وہ دکھائے جو آنکھ نے نہیں دیکھی ہے یعنی جو خواب نہیں دیکھا ہے اسے بیان کرے اس کو اعظم الفراء اس لئے کہا گیا کہ خواب کو اجزاء نبوت میں سے ایک جز کہا گیا ہے اور یہ من جانب اللہ ہوتا ہے تو جھوٹا خواب بیان کرنے والے نے اللہ عزوجل پر بہتان باندھا اور اپنے لئے اجزائے نبوت میں سے ایک جز کا اثبات کیا۔

**بَابُ ذِکْرِ اَسْلَمَ وَغِفَارَ وَمُزَیْنَةَ وَجُهَیْنَةَ وَاَشْجَعَ** ص۴۹۸　　اسلم وغفار ومزینہ وجہینہ اور اشجع کا ذکر۔

۱۸۵۵ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

**حدیث** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَی الْمِنْبَرِ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَعُصَیَّةُ

نے منبر پر فرمایا غفار کو اللہ تعالیٰ بخش دے اور اسلم کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور عصیہ

عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ عه

نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

عه ثانی الایمان والنذور باب کیف کان یمین النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۹۸۱

۱۸۵۶ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَغِفَارٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا ۔

ہیں فرمایا اسلم کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور غفار کو بخش دے ۔

۱۸۵۷ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ الْاَقْرَعَ

حدیث حضرت ابو بکرہ سے روایت ہے اقرع بن حابس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

بْنَ حَابِسٍ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بَایَعَكَ سُرَّاقُ

وسلم سے کہا کہ حاجیوں کا سامان چرانے والوں ہی نے آپ کی بیعت کی ہے ۔ اسلم اور غفار

الْحَجِیْجِ مِنْ اَسْلَمَ وَغِفَارٍ وَمُزَیْنَةَ وَاَحْسِبُهٗ وَجُهَیْنَةَ اَبْنُ اَبِیْ

ومزینہ اور گمان کرتا ہوں جہینہ بھی ۔ اور ابن ابی یعقوب نے شک کیا تو نبی صلی اللہ

یَعْقُوْبَ شَكٌّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَیْتَ اِنْ كَانَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بتا اگر اسلم وغفار ومزینہ اور جہینہ بنی تمیم اور بنی عامر اور

اَسْلَمُ وَغِفَارٌ وَمُزَیْنَةُ وَاَحْسِبُهٗ وَجُهَیْنَةُ خَیْرًا مِّنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ وَبَنِیْ

اسد وغطفان سے بہتر ہوں تو یہ لوگ خائب وخاسر ہوئے ؟ انھوں نے کہا ہاں

عَامِرٍ وَاَسَدٍ وَغَطْفَانَ خَابُوْا وَخَسِرُوْا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری

بِیَدِهٖ اِنَّهُمْ لَاَخْیَرُ مِنْهُمْ ۔

جان ہے بیشک وہ لوگ ان سے ضرور بہتر ہیں ۔

۱۸۵۸ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا اسلم اور غفار اور کچھ

اَسْلَمُ وَغِفَارٌ وَشَیْءٌ مِّنْ مُّزَیْنَةَ وَجُهَیْنَةَ اَوْ قَالَ شَیْءٌ مِّنْ جُهَیْنَةَ

مزینہ وجہینہ کے افراد یا فرمایا کچھ جہینہ ومزینہ کے افراد اللہ کے نزدیک یا فرمایا قیامت کے دن

وَمُزَیْنَةَ خَیْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ اَوْ قَالَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ اَسَدٍ وَّتَمِیْمٍ وَهَوَازِنَ وَغَطْفَانَ

اسد اور تمیم اور ہوازن اور غطفان سے بہتر ہیں ۔

**تشریحات ۱۸۵۵ تا ۱۸۵۸**

اسلم غفار، مزینہ جہینہ اور اشجع یہ پانچ قبائل زمانۂ جاہلیت میں بھی باعزت اور طاقت ور تھے اس کے باوجود اسلام قبول کرنے میں انھوں نے بہ نسبت دوسرے قبائل کے سبقت کی اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی مدح فرمائی۔

**غفار**۔ اگر اسے حی کا علم مانا جائے تو منصرف ہے اور اگر قبیلے کا علم مانا جائے تو غیر منصرف اس لئے کہ اب اس میں علم کے ساتھ تانیث بھی پائی گئی۔

**بَابُ ذِكْرِ قَحْطَان** ۔ ص ۴۸۹ قحطان کا تذکرہ۔

**حدیث ۱۸۵۹**

عَنْ اَبِی الْغَیْثِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَخْرُجَ رَجُلٌ

کرتے ہیں کہ فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ بنی قحطان سے ایک شخص

مِنْ قَحْطَانَ یَسُوْقُ النَّاسَ بِعَصَاهُ۔ عہ

پیدا ہوگا جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا۔

**تشریحات ۱۸۵۹**

مراد یہ ہے کہ وہ غلبہ حاصل کر کے سب کو اپنی رعایا بنالے گا یعنی بادشاہ ہوگا۔ نعیم بن حماد نے فتن میں ارطاۃ بن منذر سے روایت کیا ہے کہ قحطانی مہدی کے بعد نکلے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

**بَابُ مَا یُنْهٰی مِنْ دَعْوَی الْجَاهِلِیَّةِ** ص ۴۸۹ جاہلیت کی پکار سے منع کیا گیا ہے۔

**حدیث ۱۸۶۰**

اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ دِیْنَارٍ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرًا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنْهُ یَقُوْلُ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ

کے ہمراہ ایک غزوے میں گئے تھے اور حضور کے ساتھ مہاجرین بکثرت تھے اور مہاجرین

ثَابَ مَعَهٗ نَاسٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِیْنَ حَتّٰی كَثُرُوْا وَكَانَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ

میں ایک صاحب خوش مزاح تھے انھوں نے ایک انصاری کی سرین پر مارا

عہ ثانی الفتن باب تغیر الزمان حتی تعبد الاوثان ص ۱۰۵۲ مسلم فتن۔

رَجُلٌ لَعَّابٌ فَكَسَعَ اَنْصَارِيًّا فَغَضِبَ الْاَنْصَارِيُّ غَضَبًا شَدِيْدًا حَتّٰى

جس پر انصاری بہت زیادہ غضب ناک ہو گئے (اور بات بڑھ گئی) یہاں تک کہ ہر فریق نے اپنے

تَدَاعَوْا وَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ يَالَلْاَنْصَارِ وَقَالَ الْمُهَاجِرُ يَالَلْمُهَاجِرِيْنَ

گروہ کو پکارنا شروع کیا۔ انصاری نے کہا اے انصار! مدد کو آؤ۔ اور مہاجر نے کہا اے مہاجر مدد کو آؤ۔

فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَالُ دَعْوَى اَهْلِ

اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ کیا جاہلیت کی پکار ہے پھر فرمایا کیا بات

الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ قَالَ مَا شَاْنُهُمْ فَاُخْبِرَ بِكَسْعَةِ الْمُهَاجِرِيِّ الْاَنْصَارِيَّ

ہے؟ تو مہاجر کے ساتھ انصار کی حرکت بتائی گئی اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهَا فَاِنَّهَا خَبِيْثَةٌ

فرمایا یہ پکار چھوڑو یہ خبیث ہے اور عبد اللہ بن ابی ابن سلول نے کہا۔ مہاجرین نے

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ ابْنُ سَلُوْلَ اَقَدْ تَدَاعَوْا عَلَيْنَا لَئِنْ رَّجَعْنَا

ہمارے خلاف لوگوں کو پکارا ہے اگر ہم مدینہ لوٹے تو ہم میں جو عزت والا ہے

اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ فَقَالَ عُمَرُ اَلَا نَقْتُلُ هٰذَا

ذلت والے کو نکال دے گا اس پر حضرت عمر نے کہا کیا اس خبیث کو ہم قتل نہ کر دیں

الْخَبِيْثَ يَعْنِيْ عَبْدَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یعنی عبد اللہ کو۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں ورنہ لوگ چرچا کریں گے

لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّهٗ كَانَ يَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ ۔ عہ

کہ وہ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔

**تشریحات ۱۸۶**

یہ واقعہ غزوہ بنی المصطلق میں ہوا تھا جو ۶ھ میں پیش آیا تھا یہ صاحب جھنس لعاب کہا گیا ہے جہجاہ بن قیس غفاری تھے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملازم تھے۔

دعوھا۔ اس کی ضمیر کا مرجع دعوی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جاہلیت کی پکار چھوڑ دو یہ خبیث ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجیر جہجاہ بن قیس تھے ان سے اور ایک انصاری غبرہ بن سنان سے جو عبد اللہ بن اُبی کے حلیف تھے حوض پر پانی لینے میں جھگڑا ہو گیا جس پر جہجاہ نے غبرہ کے سر پر مارا اور بات بڑھ گئی

---

عہ ثانی تفسیر سورہ منافقون باب سواء علیھم استغفرت لھم ص۷۲۸ باب قولہ یقولون لان رجعنا الی المدینۃ ص۷۲۹

انصاری یا للانصار کا نعرہ لگانے لگے اور جمجاہ یا للمہا جرین کا۔

عبداللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے جن کا نام بھی عبداللہ تھا مخلصین صحابہ میں سے تھے۔ ان کو جب اپنے باپ کی اس بیہودگی کا علم ہوا تو مدینہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ کہ میں اپنے باپ کو قتل کر دوں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو انھیں منع کر دیا۔

## بَابُ قِصَّةِ خُزَاعَةَ ص۴۹۹

خزاعہ کا قصہ۔

خزاعہ بنی قحطان میں سے ہیں یا بنی عدنان میں سے دونوں قول ہے جو خزاعہ کو بنی عدنان میں سے مانتے ہیں وہ اسے مضر کی شاخ مانتے ہیں کچھ لوگوں نے دونوں میں یہ تطبیق دی ہے۔ قمعہ بن خندف جب مرا تو اس کی بیوی حاملہ تھی اور وہ حارثہ کے پاس تھی یہیں حُمی پیدا ہوا حارثہ نے اسے متبنیٰ بنالیا اس لئے یمن کی طرف منسوب ہوا۔ ورنہ وہ باعتبار نسل کے مضر کی اولاد ہی سے ہے۔

۱۸۶۱ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَمْرُو بْنُ لُحَیِّ بْنِ قَمْعَةَ بْنِ خِنْدَفٍ اَبُوْ خُزَاعَةَ

وسلم نے فرمایا عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف ابو خزاعہ ہے۔

**تشریحات** ۱۸۶۱ یعنی عمرو بن لحی کی اولاد کو بنی خزاعہ کہتے ہیں۔

۱۸۶۲ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ الْبَحِيْرَةُ الَّتِیْ

**حدیث** سعید بن مسیب نے کہا بحیرہ وہ جانور ہے جس کا دودھ بتوں کے لئے روک دیا جاتا ہے

يُمْنَعُ دَرُّهَا لِلطَّوَاغِيْتِ وَلَا يَحْلُبُهَا اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ وَالسَّائِبَةُ الَّتِیْ كَانُوْا

جسے کوئی شخص نہیں دوہتا۔ اور سائبہ جسے اپنے معبودوں کے لئے چھوڑ دیتے تھے

يُسَيِّبُوْنَهَا لِاٰلِهَتِهِمْ فَلَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا شَیْءٌ قَالَ وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ

اس پر کچھ نہیں لادا جاتا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ

اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ عَمْرَو بْنَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا وہ اپنی آنتوں کو جہنم میں گھسیٹ

عَامِرٍ الْخُزَاعِیَ يَجُرُّ قُصْبَهٗ فِی النَّارِ وَكَانَ اَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ ؕ

رہا تھا یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے سائبہ چھوڑا۔

ع ثانی باب ما جعل اللہ من بحیرۃ ص۶۶۵

۱۸۶۲

**تشریحات** یہاں عمرو بن عامر ہے اور کتاب الصلوٰۃ باب اذا انفلتت دابۃ میں عمرو بن لحی ہے ہو سکتا ہے لحی کا نام عامر ہو۔

قِصَّۃُ اِسْلَامِ اَبِیْ ذَرٍّ۔ بَابُ قِصَّۃِ زَمْزَمَ ص۴۹۹ حضرت ابوذر کے اسلام لانے اور زمزم کا قصہ۔

۱۸۶۳ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ جَمْرَۃَ قَالَ قَالَ لَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاِسْلَامِ

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کیا میں تم کو ابوذر کے مسلمان ہونے کا

اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قُلْنَا بَلٰی قَالَ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ کُنْتُ رَجُلًا مِّنْ غِفَارٍ فَبَلَغَنَا اَنَّ

واقعہ نہ بتاؤں۔ ہم نے عرض کیا ضرور بتائیے۔ تو ابن عباس نے کہا۔ ابوذر نے بتایا کہ میں بنی غفار کا

رَجُلًا قَدْ خَرَجَ بِمَکَّۃَ یَزْعُمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ فَقُلْتُ لِاَخِیْ انْطَلِقْ اِلٰی ھٰذَا

فرد ہوں۔ ہمیں یہ خبر ملی کہ مکے میں کوئی صاحب نکلے ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ نبی ہیں۔ میں نے

الرَّجُلِ وَکَلِّمْہُ وَاْتِنِیْ بِخَبَرِہٖ فَانْطَلَقَ فَلَقِیَہٗ ثُمَّ رَجَعَ فَقُلْتُ مَا

اپنے بھائی سے کہا ان صاحب کے پاس جاؤ اور ان سے بات کرو اور ان کی خبر لاؤ۔ وہ گیا اور ان صاحب سے

عِنْدَکَ فَقَالَ وَاللّٰہِ لَقَدْ رَاَیْتُ رَجُلًا یَّاْمُرُ بِالْخَیْرِ وَیَنْھٰی عَنِ الشَّرِّ

ملاقات کر کے لوٹ آیا۔ میں نے پوچھا کیا خبر ہے۔ میرے بھائی نے بتایا۔ بخدا میں نے ایسے شخص کو دیکھا ہے جو

فَقُلْتُ لَہٗ لَمْ تَشْفِنِیْ مِنَ الْخَبَرِ فَاَخَذْتُ جِرَابًا وَّعَصًا ثُمَّ اَقْبَلْتُ اِلٰی

اچھائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں میں نے اس سے کہا تم نے پوری بات نہیں بتائی تب میں نے ایک تھیلی اور

مَکَّۃَ فَجَعَلْتُ لَا اَعْرِفُہٗ وَاَکْرَہُ اَنْ اَسْاَلَ عَنْہُ وَاَشْرَبُ مِنْ مَّاءِ زَمْزَمَ

لاٹھی لی اور مکہ کی طرف چلا اور میں مکے گیا میں حضور کو پہچانتا نہیں تھا اور ان کے بارے میں کسی سے پوچھنے کو پسند نہیں

وَاَکُوْنُ فِی الْمَسْجِدِ قَالَ فَمَرَّ بِیْ عَلِیٌّ فَقَالَ کَاَنَّ الرَّجُلَ غَرِیْبٌ قَالَ قُلْتُ

کرتا تھا اور زمزم کا پانی پیتا تھا اور مسجد میں رہتا تھا ایک دن میرے پاس حضرت علی آئے فرمایا تم مسافر معلوم ہوتے ہو میں نے

نَعَمْ فَقَالَ فَانْطَلِقْ اِلَی الْمَنْزِلِ قَالَ فَانْطَلَقْتُ مَعَہٗ لَا یَسْاَلُنِیْ عَنْ

عرض کیا جی ہاں انھوں نے فرمایا گھر چلو ان کے ساتھ چلا نہ وہ مجھ سے کچھ پوچھتے تھے اور نہ میں ان کو کچھ بتاتا تھا

شَیْءٍ وَلَا اُخْبِرُہٗ فَلَمَّا اَصْبَحْتُ غَدَوْتُ اِلَی الْمَسْجِدِ لِاَسْاَلَ عَنْہُ

صبح کو پھر میں سویرے ہی مسجد آگیا تاکہ میں حضور کے بارے میں پوچھوں لیکن مجھے کوئی نہیں ملا جو حضور

وَلَيْسَ أَحَدٌ يُخْبِرُنِي عَنْهُ بِشَيْءٍ قَالَ فَمَرَّ بِي عَلِيٌّ فَقَالَ أَمَا نَالَ لِلرَّجُلِ

کے بارے میں مجھے کچھ بتاتا۔ پھر حضرت علی میرے پاس آئے فرمایا شاید تمہیں اب تک اپنا ٹھکانہ نہ ملا۔

يَعْرِفُ مَنْزِلَهُ بَعْدُ قَالَ قُلْتُ لَا۔ قَالَ فَانْطَلِقْ مَعِي قَالَ فَقَالَ مَا

میں نے کہا نہیں فرمایا میرے ساتھ چلو اور پوچھا تمہارا کیا کام ہے اور اس شہر میں کس لئے آئے ہو میں نے

أَمْرُكَ وَمَا أَقْدَمَكَ هٰذِهِ الْبَلْدَةَ قَالَ قُلْتُ لَهُ إِنْ كَتَمْتَ عَلَيَّ

ان سے کہا اگر آپ میری بات چھپانے کا وعدہ کریں تو بتاؤں انھوں نے فرمایا کہ میں چھپاؤں گا۔ اب میں

أَخْبَرْتُكَ قَالَ فَإِنِّي أَفْعَلُ قَالَ قُلْتُ لَهُ بَلَغَنَا أَنَّهُ قَدْ خَرَجَ هٰهُنَا رَجُلٌ

نے ان سے کہا ہم کو یہ خبر ملی ہے کہ یہاں ایک صاحب ظاہر ہوئے ہیں جو اپنے کو نبی گمان کرتے ہیں

يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ فَأَرْسَلْتُ أَخِي لِيُكَلِّمَهُ فَرَجَعَ وَلَمْ يَشْفِنِي مِنَ الْخَبَرِ

میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا کہ ان سے بات کر کے آئے وہ آئے اور لوٹے ان کی بات سے مجھے انشراح صدر

فَأَرَدْتُ أَنْ أَلْقَاهُ فَقَالَ لَهُ أَمَا إِنَّكَ قَدْ رَشَدْتَ هٰذَا وَجْهِي إِلَيْهِ

نہیں ہوا تو میں نے ارادہ کر لیا کہ ان سے ملاقات کروں یہ سن کر حضرت علی نے فرمایا سنو بیشک تم اپنے

فَاتَّبِعْنِي أُدْخُلْ حَيْثُ أَدْخُلُ فَإِنِّي إِنْ رَأَيْتُ أَحَدًا أَخَافُهُ عَلَيْكَ

مقصد میں کامیاب ہوگئے میں وہیں جا رہا ہوں میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ جس گھر میں جاؤں تم بھی

قُمْتُ إِلَى الْحَائِطِ كَأَنِّي أُصْلِحُ نَعْلِي وَامْضِ أَنْتَ فَمَضَى وَمَضَيْتُ مَعَهُ

چلے آنا۔ اگر میں کسی ایسے شخص کو دیکھوں گا جس سے تم پر کوئی اندیشہ ہوگا میں دیوار کی طرف منہ

حَتَّى دَخَلَ وَدَخَلْتُ مَعَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ

کر کے کھڑا ہو جاؤں گا گویا کہ میں اپنی چپل ٹھیک کر رہا ہوں اور تم آگے بڑھ جانا وہ چلے میں بھی

أَعْرِضُ عَلَيْكَ الْإِسْلَامَ فَعَرَضَهُ فَأَسْلَمَ مَكَانَهُ فَقَالَ لِي يَا أَبَا ذَرٍّ اكْتُمْ

ان کے ساتھ چلا یہاں تک کہ وہ اور ان کے ساتھ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

هٰذَا الْأَمْرَ وَارْجِعْ إِلَى بَلَدِكَ فَإِذَا بَلَغَكَ ظُهُورُنَا فَأَقْبِلْ فَقُلْتُ

حاضر ہوئے میں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا مجھ پر اسلام پیش فرمائیے حضور نے پیش فرمایا اور میں نے

وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَصْرُخَنَّ بِهَا بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ فَجَاءَ إِلَى الْمَسْجِدِ

اسی جگہ اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد مجھ سے فرمایا اے ابوذر اس چیز کو چھپاؤ۔ اور اپنے وطن لوٹ جاؤ جب ہمارے

وَقُرَيْشٌ فِيهِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ إِنِّي أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ

غالب ہونے کی خبر تم کو نہ پہنچے تو آنا میں نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں ۔ قریش کے روبرو اس کا

مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَقَالُوا قُومُوا إِلَى هٰذَا الصَّابِئِ فَقَامُوا فَضُرِبْتُ

اعلان کروں گا۔ اور اس کے بعد مسجد میں آئے اور قریش مسجد میں تھے انھوں نے کہا اے گروہ قریش میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا

إِلَى الْمَوْتِ فَأَدْرَكَنِي الْعَبَّاسُ فَأَكَبَّ عَلَيَّ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ وَيْلَكُمْ

کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں یہ سن کر قریش نے کہا اس بے دین کی خبر لو وہ

تَقْتُلُونَ رَجُلًا مِنْ غِفَارٍ وَمَتْجَرُكُمْ وَمَمَرُّكُمْ عَلَى غِفَارٍ فَأَقْلَعُوا عَنِّي

سب کھڑے ہو گئے اور مجھے مار ڈالنے کی نیت سے مارنے لگے اتنے میں عباس میرے پاس آئے مجھے جھک کر دیکھا پھر قریش کی طرف متوجہ ہوئے

فَلَمَّا أَنْ أَصْبَحْتُ الْغَدَ رَجَعْتُ فَقُلْتُ مِثْلَ مَا قُلْتُ بِالْأَمْسِ فَقَالُوا قُومُوا

اور کہا تم غفار کے ایک شخص کو مار ڈال رہے ہو حالانکہ تمہاری تجارت کا راستہ اور گذرگاہ غفار پر ہے یہ سن کر سب مجھ سے الگ ہو گئے۔

إِلَى هٰذَا الصَّابِئِ فَصُنِعَ بِي مِثْلُ مَا صُنِعَ بِالْأَمْسِ فَأَدْرَكَنِي الْعَبَّاسُ

لیکن دوسرے دن صبح کو پھر مسجد حرام میں آیا اور جو کل گذشتہ میں نے کہا تھا وہی کہا وہ سنتے ہی ان لوگوں نے کہا۔ کہ اس بد دین کی

فَأَكَبَّ عَلَيَّ وَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ بِالْأَمْسِ قَالَ فَكَانَ هٰذَا أَوَّلَ إِسْلَامِ

خبر لو میرے ساتھ وہی کیا گیا جو کل گذشتہ کیا گیا تھا پھر عباس میرے پاس آئے مجھ پر جھکے اور کل والی بات کہی۔ حضرت ابن عباس

أَبِي ذَرٍّ عه

نے کہا حضرت ابوذر کے اسلام لانے کی ابتدا یہ ہے۔

## بَابُ جَهْلِ الْعَرَبِ ص۵۰۰ عرب کی جہالت

۱۸۶۴ حدیث عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِذَا سَرَّكَ أَنْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ اگر تجھے پسند ہے کہ عرب کی جہالت کو جانے تو سورہ

تَعْلَمَ جَهْلَ الْعَرَبِ فَاقْرَأْ مَا فَوْقَ الثَّلَاثِينَ وَمِائَةٍ فِي سُورَةِ الْأَنْعَامِ

انعام کی ایک سو تیس کے بعد کی آیتوں کو پڑھو فرمایا وہ لوگ نقصان میں رہے جنھوں نے اپنی اولاد

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (إِلَى قَوْلِهِ) قَدْ

کو بیوقوفی اور جہالت کی وجہ سے قتل کیا۔ اور وہ گمراہ ہو گئے۔

عه مناقب۔ باب اسلام ابی ذر ص۵۳۲

ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ۔

اور ہدایت یافتہ نہیں ہوئے۔

بَابُ مَنِ انْتَسَبَ إِلَى آبَائِهِ فِي الْإِسْلَامِ وَالْجَاهِلِيَّةِ ص۵۰۰

جو اپنے ان آباء کی طرف نسبت کرے جو اسلام یا جاہلیت میں اس کے تھے۔

۵۸۶ ت وَقَالَ الْبَرَاءُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

**تشریح ۵۸۶** حضرت عبدالمطلب کا وصال زمانۂ اسلام سے پہلے ہو چکا تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب فرمایا۔

۱۸۶۵ **حدیث** عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ "وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ" جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَادِيْ: يَا بَنِيْ فِهْرٍ يَا بَنِيْ عَدِيٍّ لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا جب آیۂ کریمہ "وانذر عشیرتک الاقربین" نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پکارتے تھے اے بنی فہر! اے بنی عدی قریش کے بطنوں کو۔ دوسری روایت میں ہے یدعوھم قبائل قبائل قبیلے قبیلے کو پکارتے تھے۔

**تشریحات ۱۸۶۵** ایک قول کی بناء پر قریش نضر بن کنانہ کا لقب ہے۔ فہر نضر کے پوتے ہیں۔ اس تقدیر پر بنی فہر قریش کی شاخ ہوئے مگر جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ نضر کی نسل صرف فہر ہی سے چلی ہے اس لئے باعتبار مصداق دونوں ایک ہیں۔ عدی، کعب بن لوئی بن غالب بن فہر کے صاحبزادے ہیں بنی عدی قریش کی ایک شاخ ہیں۔

۱۸۶۶ **حدیث** عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ

فرمایا اے بنی عبد مناف! اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے کچھ خرید لو، اے بنی عبد المطلب

اللّٰهِ يَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ اللّٰهِ يَا اُمَّ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ

اپنے لئے اللہ سے کچھ خرید لو، اے زبیر بن عوام کی ماں! رسول اللہ کی پھوپھی

عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ اِشْتَرِيَا اَنْفُسَكُمَا مِنَ اللّٰهِ لَا اَمْلِكُ

اے فاطمہ بنت محمد! اپنے لئے اللہ سے کچھ خرید لو میں اللہ تعالیٰ کے مقابل تم لوگوں کے لئے کسی چیز

لَكُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا سَلَانِيْ مِنْ مَالِيْ مَا شِئْتُمَا۔

کا مالک نہیں میرے مال سے تم دونوں جو چاہو مانگو۔

۱۸۶۶

**تشریحات** اعمال صالحہ کی ترغیب کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا، اس کی پوری بحث کتاب الزکوٰۃ میں گذر چکی ہے۔

**بَابُ** اِبْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ وَمَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ ۵ کسی کا بھانجا اور آزاد شدہ غلام انھیں میں سے ہے۔

۱۸۶۷ **حدیث** عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَنْصَارَ خَاصَّةً فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ اَحَدٌ مِّنْ

خاص انصار کو بلایا اور دریافت فرمایا کیا تم میں تمہارے علاوہ بھی کوئی ہے

غَيْرِكُمْ قَالُوْا لَا اِلَّا اِبْنُ اُخْتٍ لَنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

ان لوگوں نے عرض کیا نہیں: ہاں ہمارا ایک بھانجا ہے فرمایا قوم کا بھانجا

وَسَلَّمَ اِبْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ۔

قوم ہی میں سے ہے۔

۱۸۶۷

**تشریحات** باب میں مولی القوم منہم بھی ہے اس کے مطابق کوئی حدیث ذکر نہیں کی کچھ لوگوں نے کہا اس مضمون کی کوئی حدیث امام بخاری کی شرط پر ان کے پاس نہیں تھی حالانکہ ایسا نہیں فرائض میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے کہ فرمایا "مولی القوم من انفسھم" قوم کا آزاد کردہ غلام انھیں میں سے ہے۔

## بَابُ مَنْ أَحَبَّ أَلَّا يُسَبَّ نَسَبُهُ ص۵۰۰

جسے یہ پسند ہو کہ اس کے نسب کو برا نہ کہا جائے۔

۱۸۶۸ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ

**حدیث** ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حسان

اِسْتَأْذَنَ حَسَّانُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هِجَاءِ الْمُشْرِكِينَ

نے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت طلب کی فرمایا میرے نسب کا کیا ہوگا۔ حسان نے عرض کیا میں آپ

قَالَ كَيْفَ بِنَسَبِي؟ فَقَالَ حَسَّانُ لَأَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعْرَةُ مِنَ

کو ان میں سے الگ کر لوں گا جیسا کہ بال گندھے ہوئے آٹے سے الگ کیا جاتا ہے ـــــ عجین

الْعَجِينِ۔ وَعَنْ أَبِيهِ قَالَ ذَهَبْتُ أَسُبُّ حَسَّانَ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ

نے کہا میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حسان کو برا کہنے لگا فرمایا حسان کو برا مت

لَا تَسُبَّهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [1]

کہہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع کیا کرتا تھا۔

قَالَ أَبُو الْهَيْثَمِ نَفْحَتِ الدَّابَّةُ إِذَا رَمَتْ بِحَوَافِرِهَا نَفْحَهُ بِالسَّيْفِ

ابو الہیثم نے کہا نفح کے معنی ہیں جانور کا اپنے کھروں سے کسی کو مارنا اور دور سے

إِذَا تَنَاوَلَهُ مِنْ بَعِيدٍ۔

کسی پر تلوار چلانا۔

## بَابُ مَا جَاءَ فِي أَسْمَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ص۵۰۰

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء کے بیان میں۔

**توضیح باب** حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء ذات دو ہیں۔ احمد اور محمد۔ کتب سابقہ میں احمد ہے اور قرآن میں محمد۔ نیز آسمان میں احمد ہے اور زمین میں محمد۔ محمد باب تفعیل کے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں بہت زیادہ تعریف کیا ہوا۔ احمد: مجرد سے اسم تفضیل ہے اس کے معنی ہیں بہت زیادہ تعریف کرنے والا اس کا بھی احتمال ہے کہ معنی مفعول سے اسم تفضیل ہو۔ جیسے اشہر بمعنی زیادہ مشہور۔ اب احمد کے معنی ہوئے زیادہ تعریف کیا ہوا۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ اس کے معنی ہوں حمد والا۔ صفت مشبہ کا صیغہ۔ اسمائے صفات حضور کے

---

[1] ثانی۔ مغازی۔ باب الافک ص۵۹۷ الادب: باب ھجاء المشرکین ص۹۰۸۔ مسلم۔ فضائل۔

کتنے ہیں اس کا شمار اب تک نہیں ہو سکا۔ دلائل الخیرات شریف میں دو سو بارہ ۲۱۲ ہیں۔ علامہ عینی نے ابن عربی سے نقل فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء ہزار تک ہیں۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَ

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور

خَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔ وَقَوْلُهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى

خاتم النبیین ہیں۔ اور اللہ کے اس ارشاد کا بیان محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر

الْكُفَّارِ۔ وَقَوْلُهُ مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ۔

بہت سخت ہیں۔ اور اس ارشاد کا بیان حضرت عیسیٰ نے فرمایا میں اپنے بعد آنے والے رسول کی بشارت دیتا ہوں جن کا نام احمد ہے۔

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ میں سے محمد، احمد، رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔ جن میں دو پہلے والے اسماء ذات ہیں اور دو بعد والے اسماء صفات،

۱۸۶۹ حدیث عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ

جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پانچ نام

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِي خَمْسَةُ أَسْمَاءٍ أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ وَأَنَا

ہیں۔ میں محمد اور احمد ہوں میں ماحی مٹانے والا ہوں اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا

الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى

اور میں حاشر ہوں لوگ میرے قدموں پر یعنی میرے پیچھے قیامت کے روز اکٹھے ہوں گے

قَدَمَيَّ وَأَنَا الْعَاقِبُ عله

اور میں عاقب سب کے بعد آنے والا ہوں۔

۱۸۶۹ تشریحات پانچ اسماء میں حصر نہیں اس لئے کہ مفہوم عدد حجت نہیں یہاں ان پانچ کے ذکر کرنے کی وجہ غالباً یہ ہے کہ یہ اگلی امتوں اور کتابوں میں مشہور تھے یا اس بنا پر ہے کہ یہ پانچوں اسماء ایسے ہیں جو حضور کے ساتھ مختص ہیں کسی اور کے یہ نام نہیں۔

اقول وھو المستعان: مگر ان کے علاوہ بہت سے اسمائے مبارکہ وہ ہیں جو حضور کے ساتھ خاص ہیں کسی اور کے نہیں مثلاً خاتم النبیین، صاحب المقام المحمود وغیرہ۔ عاقب کے معنی یہ ہیں جس کے بعد کوئی نبی نہیں جیسا کہ

---

عله ثانی تفسیر سورہ صف باب یاتی من بعدی اسمہ احمد ص۴۷۲ مسلم فضائل۔ ترمذی استیذان وشمائل۔ نسائی تفسیر۔

یونس کی روایت میں ہے۔

۱۸۷۰ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَعْجَبُوْنَ کَیْفَ یَصْرِفُ

فرمایا کیا تم لوگ اس پر تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ قریش کی گالی اور لعنت کو مجھ سے کیسے پھیر تا

اللّٰهُ عَنِّیْ شَتْمَ قُرَیْشٍ وَلَعْنَهُمْ یَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَیَلْعَنُوْنَ مُذَمَّمًا وَاَنَا مُحَمَّدٌ

ہے وہ مذمم کو گالی دیتے ہیں مذمم پر لعنت کرتے ہیں اور میں محمد ہوں۔

## بَابُ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ ص ۵۰۱ خاتم النبیین کا بیان

۱۸۷۱ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ

**حدیث** حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی

نے فرمایا میری اور دوسرے انبیاء کی مثل اس شخص کے مثل ہے جس نے گھر بنایا

دَارًا فَاَکْمَلَهَا وَاَحْسَنَهَا اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَدْخُلُوْنَهَا

اسے مکمل کیا اور بہت اچھا بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ اس گھر میں جاتے ہیں

وَیَتَعَجَّبُوْنَ وَیَقُوْلُوْنَ لَوْلَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ ۔

اور تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں اگر ایک اینٹ کی جگہ خالی نہ ہوتی۔

۱۸۷۲ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلَ الْاَنْبِیَاءِ

نے فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثل اس شخص کے مثل ہے جس نے ایک گھر بنایا

مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بُیُوْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ

اسے بہت حسین اور خوبصورت بنایا مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ

زَاوِیَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَیَتَعَجَّبُوْنَ لَهٗ وَیَقُوْلُوْنَ هَلَّا

اس مکان کے ارد گرد گھومتے ہیں اور اس پر تعجب کرتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ کیوں

عنہ مسلم فضائل۔ ترمذی امثال۔

وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ عه

نہ رکھی گئی فرمایا میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

۱۸۷۱

**تشریحات** ۱۸۷۲ یہ دونوں حدیثیں اس پر برہان قاطع ہیں کہ خاتم النبیین کے معنی خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخری نبی، سب میں پچھلا نبی بتایا ہے اور یہی معنی صحابہ کرام نے بتایا اور اسی پر امت کا قطعی یقینی اجماع ہے اس لئے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی عوام کا خیال ہے اور اس میں کوئی فضیلت نہیں اور یہ مقام مدح میں ذکر کرنے کے قابل نہیں وہ بلاشبہ کافر ہے جیسا کہ قاسم نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس کے صفحہ تین پر لکھا ہے۔

**بَابُ** وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صه نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک کا ذکر۔

۱۸۷۳ **حدیث** عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ وَهُوَ اِبْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ عه

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف ترسٹھ سال کی عمر میں ہوئی ہے۔

۱۸۷۳ **تشریحات** یہی جمہور کا قول ہے اور یہی صحیح اور راجح ہے یہی حضرت ابن عباس حضرت معاذیہ سے بھی مروی ہے اور یہی سعید بن مسیب اور امام شعبی اور امام باقر کا قول ہے اور حضرت انس سے بھی ایک روایت یہی ہے حضرت انس سے ایک روایت یہ ہے کہ ساٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا اور حضرت ابن عباس کی ایک روایت یہ ہے کہ پینسٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں مگر صحیح اور راجح یہی ہے کہ ترسٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا یہی من حیث الروایۃ والدرایۃ راجح ہے۔

**بَابُ** صِفَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صه نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیہ مبارکہ کا بیان۔

۱۸۷۴ **حدیث** عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلّٰى اَبُوْ بَكْرٍ الْعَصْرَ ثُمَّ خَرَجَ يَمْشِيْ فَرَاٰى الْحَسَنَ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَحَمَلَهٗ عَلٰى عَاتِقِهٖ وَقَالَ بِاَبِيْ

عقبہ بن حارث سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر نے عصر کی نماز پڑھی پھر باہر نکل کر پیدل چل رہے تھے کہ حسن کو دیکھا کہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں تو انھوں نے ان کو اپنے کندھے پر اٹھایا اور کہا میرے باپ

عه مسلم فضائل۔ صه ثانی بخاری باب وفاۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۵۱۷، مسلم فضائل

شَبِيهٌ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا شَبِيهٌ بِعَلِيٍّ وَعَلِيٌّ يَضْحَكُ ۱؎

قربان ہوں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں علی کے مشابہ نہیں اور علی رضی اللہ عنہ ہنس رہے تھے۔

**تشریحات ۱۸۷۴** حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ مشابہ تھے ان کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات کے بارے میں بھی مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشابہ تھے حضرت جعفر بن ابو طالب، حضرت قثم بن عباس حضرت ابو سفیان بن حارث سائب بن عبید عبد اللہ بن عامر بن کعب بن ربیعہ انھیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکپن میں دیکھا تو فرمایا کہ یہ ہمارے مشابہ ہے اور مسلم بن معتب اور انیس بن ربیعہ بن مالک بیاضی بصری انھیں جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ دیکھتے تو ان سے معانقہ کرتے اور روتے اور فرماتے جو چاہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے تو انھیں دیکھے حضرت معاویہ کو جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے حضرت انیس بن ربیعہ کو اپنے یہاں بلوایا جب یہ ان کے یہاں پہنچے تو حضرت معاویہ کھڑے ہو گئے اور ان کو گلے سے لگایا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور انھیں مال اور زمین دی انھوں نے مال تو واپس کر دیا اور زمین قبول کر لی، ان کے علاوہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے صاحبزادے حضرت علی اکبر بھی مشابہ تھے۔ جو کربلا میں شہید ہوئے۔

**۱۸۷۵ حدیث** حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يُشْبِهُهُ قُلْتُ لِأَبِي جُحَيْفَةَ صِفْهُ لِي قَالَ كَانَ أَبْيَضَ قَدْ شَمِطَ وَأُمِرَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلٰثَةَ عَشَرَ قَلُوصًا قَالَ فَقُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ نَقْبِضَهَا ۲؎

ابو جحیفہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا حسن بن علی حضور کے مشابہ تھے میں نے ابو جحیفہ سے کہا حضور کا حلیہ بیان کیجئے انھوں نے کہا کہ گورے رنگ کے تھے کچھ بال سفید ہو گئے تھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں تیرہ اونٹنیاں دیئے جانے کا حکم دیا مگر قبل اس کے کہ ہم ان اونٹنیوں پر قبضہ کریں حضور کا وصال ہو گیا۔

**تشریحات ۱۸۷۵** ابو جحیفہ ہی کی حدیث میں اس کے بعد ہے کہ آپ کے نچلے ہونٹ کے نیچے ٹھوڑی مبارک میں کچھ بال سفید تھے ابو جحیفہ حجۃ الوداع میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے پھر وفات کے وقت مدینہ طیبہ

---

۱؎ مناقب الحسن والحسین ص۵۳، نسائی مناقب۔ ۲؎ مسلم فضائل، ترمذی استیذان۔ نسائی مناقب۔

حاضر ہوئے اسی وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو یہ اونٹنیاں دینے کا حکم دیا تھا اتنے میں حضور کا وصال ہوگیا یہ لوگ گئے کہ اونٹنیوں پر قبضہ کریں تو لوگوں نے نہیں دیا جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو یہ اعلان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ آئے یہ اعلان سن کر یہ لوگ گئے اور انھیں بتایا تو انھوں نے یہ اونٹنیاں دیں۔

۱۸۷۶ حدیث

حَدَّثَنَا حَرِيزُ بْنُ عُثْمَانَ أَنَّهُ سَأَلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بُسْرٍ صَاحِبَ

حریز بن عثمان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی عبد اللہ بن بسر سے پوچھا

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کیا آپ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے حضور بوڑھے تھے؟ انھوں نے کہا

كَانَ شَيْخًا قَالَ كَانَ فِي عَنْفَقَتِهِ شَعَرَاتٌ بِيضٌ۔

حضور کی ٹھوڑی میں چند بال سفید تھے۔

## تشریحات ۱۸۷۶

یہ امام بخاری کی ثلاثیات میں سے تیرہویں حدیث ہے شارحین نے لکھا ہے کہ دس بال سے زیادہ سفید نہیں تھے اس لئے کہ شعرات جمع قلت ہے ایک قول ہے کہ سترہ بال سفید تھے۔

۱۸۷۷ حدیث

عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ

ربیعہ بن ابو عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ

يَصِفُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَبْعَةً مِنَ الْقَوْمِ لَيْسَ

سے سنا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان فرما رہے تھے انھوں نے کہا حضور

بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ أَزْهَرَ اللَّوْنِ لَيْسَ بِأَبْيَضَ أَمْهَقَ وَلَا آدَمَ لَيْسَ

میانہ قد تھے نہ لمبے تھے نہ ٹھگنے درخشاں رنگ والے نہ بہت سفید نہ گندمی رنگ نہ گنجان

بِجَعْدٍ قَطَطٍ وَلَا سَبْطٍ رَجِلٍ أُنْزِلَ عَلَيْهِ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعِينَ فَلَبِثَ بِمَكَّةَ

گھونگھریالے بال والے تھے اور سیدھے بال والے۔ چالیس سال کی عمر میں حضور پر قرآن نازل کیا

عَشْرَ سِنِينَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ وَقُبِضَ وَلَيْسَ فِي

گیا اس کے بعد مکہ میں دس سال رہے آپ پر قرآن اترتا رہا اور مدینہ میں دس سال اور حضور کا وصال اس حال

رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ عِشْرُونَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ قَالَ رَبِيعَةُ فَرَأَيْتُ شَعْرًا مِنْ

میں ہوا کہ آپ کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے ربیعہ نے کہا میں نے حضور کا ایک بال

**شَعَرِہٖ فَاِذَا ھُوَ اَحْمَرُ فَسَاَلْتُ فَقِیْلَ اِحْمَرَّ مِنَ الطِّیْبِ** علہ

دیکھا تو وہ سرخ تھا میں نے پوچھا تو کہا گیا عطر سے سرخ ہو گیا ہے۔

## ۱۸۷۷ تشریحات

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قد مبارک بہت لمبا نہیں تھا میانہ قد سے کچھ زیادہ تھا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں ہے ھو الی الطول اقرب، رنگ مبارک کھلتا ہوا سفید سرخی جھلکتا ہوا جیسا کہ مسلم میں ہے کان ابیض مشربا بیاضہ بحمرۃ حضور گورے تھے جس میں سرخی جھلکتی تھی بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ اَسْمَر گندم گوں تھے اس سے مراد یہی ہے کہ سرخی جھلکتی ہوئی گورا رنگ۔

**وھو ابن اربعین** یہ یہی اکثر کا قول ہے کچھ لوگوں نے کہا چالیس سال دس دن کے بعد وحی نازل ہوئی تھی کچھ لوگوں نے کہا چالیس سال دو مہینہ کے بعد یہ اختلاف اس پر مبنی ہے کہ وحی کے نزول کی ابتدا رمضان میں ہوئی تھی یا ربیع الاول میں پھر کس تاریخ میں ہوئی تھی۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل اقوال ہیں بروز دوشنبہ سترہ رمضان، سات رمضان، چوبیس رمضان، اٹھارہ رمضان، دس ربیع الاول، بروز دوشنبہ آٹھ ربیع الاول۔ یکم ربیع الاول، ستائیس رجب، اسی طرح عمر مبارک میں بھی اختلاف ہے مشہور اور اکثر یہی ہے کہ چالیس سال کی عمر میں پہلی وحی نازل ہوئی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بیالیس سال پینتالیس سال۔ تینتالیس سال۔ شارحین نے ان اقوال میں تطبیق کی کوشش کی کہ وحی کی ابتدا چالیس سال کی عمر میں ہوئی تھی مگر درمیان میں کچھ دنوں تک وحی نہیں آئی جسے فترۃ وحی کا زمانہ کہتے ہیں جن لوگوں نے فترہ وحی کے بعد کا لحاظ کیا انھوں نے چالیس سال کے بعد نزول وحی کی ابتدا بتائی۔

**اقول وھو المستعان** ۔ فترۃ وحی کی مدت کتنی تھی یہ خود مختلف فیہ ہے ہم نے جلد اول ص۲۰۳ لغایت ص۲۰۵ میں اس پر مکمل بحث کی ہے میری ناقص رائے یہ ہے کہ فترۃ وحی کا زمانہ چند دن ہے جو ایک ماہ سے کم نہ تھا زیادہ سے زیادہ چالیس دن یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

**بمکۃ عشر سنین** ۔ اس تقدیر پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک ساٹھ سال ہوئی جب کہ مسلم میں حضرت انس ہی سے مروی ہے کہ عمر مبارک ترسٹھ سال تھی اور یہی راجح اور مختار ہے اس تقدیر پر مکہ معظمہ میں تیرہ سال نزول وحی کے بعد قیام فرمایا۔

## ۱۸۷۸ حدیث

**عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ**

ابو اسحاق سے مروی ہے انھوں نے کہا میں نے براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

---

علہ اسی کے بعد متصل ثانی لباس باب الجعد ص۸۷۵، مسلم فضائل، ترمذی مناقب، نسائی زینت،

يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا

سنا کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے

وَأَحْسَنَهُمْ خُلُقًا لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ ع۱

اچھے اخلاق والے تھے نہ بہت لمبے تھے اور نہ کوتاہ قد۔

۱۸۷۹ حدیث عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا هَلْ خَضَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

قتادہ سے روایت ہے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا إِنَّمَا كَانَ شَيْئٌ فِيْ صُدْغَيْهِ ع۲

علیہ وسلم نے خضاب استعمال فرمایا ہے۔ حضرت انس نے بتایا نہیں۔ حضور کی کنپٹیوں میں چند بال سفید تھے۔

۱۸۷۸

تشریحات ۱۸۷۹ ابھی عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی حدیث گذری کہ حضور کے ٹھوڑی کے کچھ بال سفید تھے دونوں حدیثوں کو ملانے سے قدر مشترک یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ کچھ بال ٹھوڑی کے سفید تھے کچھ کنپٹی کے کچھ سر کے جیسا کہ مسلم میں حضرت انس ہی کی حدیث میں ہے کہ سفیدی حضور کی ٹھوڑی اور کنپٹیوں اور سر میں متفرق طور سے تھی اسی لئے خضاب نہیں لگایا لیکن صحیحین ہی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ زردی سے بالوں کو رنگتے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی کبھی بیان جواز کے لئے پیلے رنگ کا خضاب استعمال فرماتے تھے۔

۱۸۸۰ حدیث عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد تھے

عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبُوْعًا بَعِيْدًا مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ

دونوں شانوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا حضور کے گیسو تھے جو حضور کی کانوں کی لو تک

لَهُ شَعْرٌ يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ رَأَيْتُهُ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ لَمْ أَرَ شَيْئًا قَطُّ

پہنچتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ کندھوں تک میں نے حضور کو سرخ دھاریدار

أَحْسَنَ مِنْهُ وَقَالَ يُوْسُفُ بْنُ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِيْهِ إِلٰى مَنْكِبَيْهِ ع۳

حلہ میں دیکھا حضور سے زیادہ حسین میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

ع۱ مسلم فضائل۔ ع۲ ثانی لباس باب مایذکر فی الشیب دو طریقے سے ص۸۷۵

۳ کرمانی ثانی باب لباس الثوب الاحمر ص۸۷۰ و باب الجعد ص۸۷۶ مسلم فضائل ابوداؤد لباس۔ ترمذی استیذان ادب نسائی زینت

۱۸۸۰ **تشریح** **حلۃ حمراء** ۔ مراد یہ ہے کہ سرخ دھاریدار یعنی وہ حُلّہ سیاہ تھا جس میں سرخ دھاریاں تھیں ورنہ خالص سرخ رنگ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مَردوں کے لئے ناپسند فرمایا ہے گیسوئے مبارک کبھی کانوں کی لو تک رہے کبھی کندھوں تک ۔

۱۸۸۱ **حدیث** عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ هُوَ السَّبِیْعِیُّ قَالَ سُئِلَ الْبَرَاءُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَکَانَ وَجْهُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ السَّیْفِ

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا روئے انور تلوار کے مثل تھا فرمایا

قَالَ لَا بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ ۔ عـلہ

نہیں چاند کے مثل ۔

۱۸۸۱ **تشریحات** سوال کا مقصد یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے انور تلوار کے مثل لمبا اور بالکل سفید تھا فرمایا نہیں تلوار کے مثل لمبا نہیں تھا چاند کے مثل گول تھا اور جیسے چاند کی روشنی میں کشش ہوتی ہے اسی طرح حضور کے روئے انور میں کشش تھی تابانی اور درخشانی کے باوجود ۔

۱۸۸۲ **حدیث** عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَیْهَا مَسْرُوْرًا تَبْرُقُ اَسَارِیْرُ وَجْهِهٖ وَ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ بہت خوش تھے اتنے کہ ان کے چہرے کی شکنیں چمک رہی

قَالَ اَلَمْ تَسْمَعِیْ اِلٰی مَا قَالَ الْمُدْلِجِیُّ لِزَیْدٍ وَاُسَامَةَ وَرَاٰی اَقْدَامَهُمَا

تھیں فرمایا کیا تم نے نہیں سنا جو مدلجی نے کہا زید اور اسامہ کے بارے میں ۔ اس نے ان دونوں

اِنَّ بَعْضَ هٰذِهِ الْاَقْدَامِ مِنْ بَعْضٍ ۔ عـ۲ـہ

کے قدموں کو دیکھا اور کہا بیشک یہ قدم بعض بعض سے ہیں ۔

۱۸۸۲ **تشریحات** قصہ یہ تھا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ گہرا کالا تھا اور ان کے والد زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ گورا چٹا ۔ اس بنا پر بعض لوگوں نے طعن کیا جب مجزز مدلجی قیافہ شناس

عـلہ ترمذی مناقب ۔

عـ۲ـہ فضائل صحابہ باب مناقب زید بن حارثہ ص۵۱۱ ثانی الفرقین ص۱۰۰ دو طریقے سے مسلم فضائل

نے یہ کہا کہ یہ قدم بعض بعض سے ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی ہوئی اگرچہ قیافہ شناس کا قول حجت شرعی نہیں لیکن قبل اسلام اہل عرب کے یہاں اس کا کافی وزن تھا۔ قیافہ شناس کے اس قول سے ان کے خیال باطل کی ان کے اعتقاد کے مطابق تردید ہوتی تھی۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی ہوئی۔ یہ دونوں حضرت زید اور اسامہ باپ اور بیٹے چادر اوڑھے ہوئے مسجد میں سو رہے تھے ان کے سر ڈھکے ہوئے تھے اور قدم کھلے ہوئے تھے۔ اسی حال میں ان کو مدلجی نے دیکھا تھا۔ حضرت اسامہ کی والدہ حضرت ام ایمن حبشیہ کالے رنگ کی خاتون تھیں ایسا ہوتا ہے کہ ماں باپ میں سے کسی ایک کا رنگ اولاد میں پایا جاتا ہے۔

۱۸۸۳ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ ابْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ

حدیث عبداللہ بن کعب نے کہا کہ کعب بن مالک سے میں نے سنا وہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے

حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ تَبُوْكَ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کا واقعہ بیان کر رہے تھے کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو اس وقت حضور کا چہرہ

وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهٗ مِنَ السُّرُوْرِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خوشی سے چمک رہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو حضور کا روئے انور

اِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهٗ حَتّٰى كَاَنَّهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْهُ [1]

چمک جاتا اتنا کہ معلوم ہوتا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور یہ مشہور و معروف بات ہے۔

**تشریحات ۱۸۸۳** یہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث کا ایک جزء ہے جب ان کی توبہ قبول ہوگئی اور یہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اس وقت کا حال بیان کر رہے ہیں۔ یہ حدیث بخاری میں تقریباً دس جگہ ہے مگر یہ حصہ صرف دو جگہ ہے۔ مناقب میں اور مغازی میں۔

**کانہ قطعۃ قمر** تشبیہ کے لئے ہے معنی حقیقی مراد نہیں عوام کے نزدیک جو چیز بہت اچھی تھی جس کی اچھائی سب کو مسلم تھی اس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

۱۸۸۴ عَنْ سَعِيْدِ نِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ آدَمَ

نے فرمایا کہ میں قرناً فقرناً بنی آدم کے بہترین قرن میں مبعوث فرمایا گیا ہوں یہاں تک کہ میں

[1] ثانی مغازی باب حدیث کعب بن مالک ص ۶۳۶ مسلم توبہ۔ مسند امام احمد بن حنبل ج ۳ ص ۴۵۹

قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ كُنْتُ مِنْهُ۔

اس قرن میں ہوا جس میں ہوں۔

۱۸۸۴ **تشریحات** قرن اس مدت کو کہتے ہیں جس میں ایک ہم عمر فوت ہو جائیں اسی کو طبقہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی حد کچھ لوگوں نے سو سال رکھی ہے۔ کچھ لوگوں نے ستر اور کچھ لوگوں نے پچاس حدیث میں ہے۔ اعمار امتی ما بین ستین الی سبعین میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستر تک ہیں۔ اس سے من وجہ اس کی تائید ہوتی ہے۔ کہ قرن ستر سال کا ہوتا ہے۔

اس حدیث سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت آدم وحوا سے لے کر حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام و امہات عظام مومن موحد ناجی تھے۔ ان میں کوئی کفر و شرک کی نجاست سے آلودہ نہیں ہوا۔ استدلال کی تفصیل یہ ہے کہ ایک حدیث میں ہے کہ زمین کسی زمانے میں سات مسلمانوں سے خالی نہیں رہی یعنی ہر زمانے میں کم از کم سات مسلمان ضرور رہے۔ اور قرآن کریم میں فرمایا۔ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ۔ بیشک مومن بندہ مشرک سے بہتر ہے۔ اور اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر زمانہ میں اس زمانہ کے بہترین لوگوں میں تشریف فرما رہے۔ اور جب ہر زمانہ میں کچھ مسلمان موجود اور وہ کفار سے بہتر تو ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مسلمانوں کی پشت اور رحم میں رہے۔

۱۸۸۵ **حدیث** اَخْبَرَنِیْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْدِلُ شَعَرَهٗ

اپنے بالوں کو ان کی حالت پر چھوڑے رکھتے اور مشرکین اپنے سروں میں مانگ نکالتے

وَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَفْرِقُوْنَ رُءُوْسَهُمْ وَكَانَ اَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدِلُوْنَ رُءُوْسَهُمْ

اور اہل کتاب ان کو ان کی حالت پر چھوڑے رکھتے اور جس بارے میں حضور صلی اللہ

وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ اَهْلِ الْكِتَابِ

علیہ وسلم کو کوئی حکم نہیں دیا جاتا اس میں اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے۔

فِيْمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيْهِ بِشَیْءٍ ثُمَّ فَرَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهٗ

پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگ نکالی۔

شمائل ترمذی باب الفرق ص۸۵ مسلم فضائل عنہ مناقب انصار باب ایتان الیہود النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۵۶۲ بہ ابوداؤد تر جل۔ ترمذی شمائل۔ نسائی زینت ابن ماجہ لباس

۱۸۸۵ **تشریحات** سدل کے معنی لٹکانے کے ہیں یہاں مراد یہ ہے کہ بالوں کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتے کنگھے سے سمیٹ کر اکٹھا نہیں فرماتے علماء نے فرمایا مراد یہ ہے کہ چھوڑ دیتے پیشانی پر لٹکتے رہتے یا چھوڑ دیتے ان کا گچھا بن جاتا اہل کتاب کی موافقت کرنے میں راز یہ تھا کہ وہ بہ نسبت مشرکین کے ہم سے قریب تھے ایک دین الٰہی اور ایک کتاب الٰہی پر ایمان کا دعویٰ رکھتے تھے اس کا احتمال تھا کہ جو کرتے ہیں وہ مامور من اللہ ہو بعد میں مانگ نکالنے کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ اس کا حکم دیا گیا ہو۔ یا یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو از خود پسند فرمایا ہو کیونکہ اس میں تزئین ہے۔

۱۸۸۶ **حدیث** عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَكَانَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحش گو اور بدکلامی کرنے والے نہیں تھے۔ فرماتے تھے تم میں بہتر وہ

يَقُوْلُ اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا عه

لوگ ہیں جن کے اخلاق بہتر ہیں۔

۱۸۸۶ **تشریحات** فاحشًا کے معنی ہیں فطری طور پر بدکلامی کرنے والا۔ متفحش کے معنی ہیں کوشش و تکلف کر کے بدکلامی کرنے والا مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرح بدکلام نہ تھے نہ فطری طور پر نہ کسی طور پر یہ انسان کے اعلیٰ کمالات میں سے ہے۔ غصے میں زبان کو قابو میں رکھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اور جو قابو میں رکھے وہ بہت باکمال ہے۔

۱۸۸۷ **حدیث** عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ

مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ اِلَّا اَخَذَ اَيْسَرَهُمَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی دو باتوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو اسی کو اختیار فرمایا جو ان دونوں میں زیادہ آسان ہوتی

مَا لَمْ يَكُنْ اِثْمًا فَاِنْ كَانَ اِثْمًا كَانَ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ

جب تک گناہ نہ ہو اور اگر گناہ ہو تو سب سے زیادہ اس سے دور رہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

عه فضائل الصحابہ باب مناقب عبداللہ بن مسعود ص۵۳ ثانی ادب باب لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحشًا ص۸۹۱ باب حسن الخلق ص۸۹۲ مسلم فضائل، ترمذی بر

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ اِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ بِهَا ؕ

ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا مگر یہ کہ اللہ کی حرمت کی ہتک کی جائے تو اللہ کے لئے انتقام لیا کرتے تھے۔

۱۸۸۷

**تشریحات** مراد یہ ہے کہ دنیا کی باتوں میں سے جن دو باتوں کا اختیار دیا جاتا اس لئے کہ دین کی باتوں میں اختیار کا سوال ہی نہیں اس لئے دینی باتیں یا مامور ہوں گی یا منہی عنہ مامور بہ کا ترک گناہ اور منہی عنہ کا ارتکاب گناہ۔ مطلب یہ ہے کہ دنیوی معاملات میں کسی تنازع کے وقت جب دو باتیں پیش کی جاتیں اور دونوں میں کوئی گناہ نہ ہوتا تو اسے اختیار فرماتے جو آسان ہوتی۔

۱۸۸۸ **حدیث** عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ عُتْبَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَيَاءً مِّنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا ؕ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نشین کنواری عورت سے بھی زیادہ حیا فرمانے والے تھے۔

۱۸۸۹ **حدیث** قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ مِثْلَهٗ وَاِذَا كَرِهَ شَيْئًا عُرِفَ فِيْ وَجْهِهٖ ۔

شعبہ نے اس کے مثل حدیث بیان کی اور یہ زیادہ کیا جب کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو ناگواری حضور کے چہرے میں پہچانی جاتی۔

۱۸۸۸ ۱۸۸۹ **تشریحات** خدر کے معنی پردہ کے ہیں عرب کی عادت تھی کہ کنواری لڑکیوں کے لئے مکان کے ایک گوشے میں پردہ ڈال کر علیحدہ رہنے کے لئے جگہ بنا دیتے تھے اس کو خدر کہتے ہیں عورتوں میں فطری طور پر حیا زیادہ ہوتی ہے خصوصاً کنواری عورتوں میں خاص کر وہ جو پردہ نشین ہوں۔ اس لئے تقابل میں بطور مبالغہ کے ذکر کیا۔ یہی حدیث محمد بن بشار نے مذکورہ سند کے ساتھ بعینہٖ روایت کیا اور اس میں یہ زیادہ کیا جب کوئی بات حضور کو ناگوار ہوتی اس کا اثر چہرۂ مبارکہ پر ظاہر ہوتا۔ جس کو پہچانا جاتا۔ یہ اعلیٰ خوش اخلاقی کی بنا پر تھا۔

۱۸۹۰ **حدیث** عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا عَابَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ اِنِ اشْتَهَاهُ اَكَلَهٗ وَاِلَّا تَرَكَهٗ ؕ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کا عیب نہیں بیان فرمایا اگر حضور کو اشتہا ہوتی تو تناول فرماتے ورنہ چھوڑ دیتے۔

عہ ثانی ادب باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیسروا ولا تعسروا ص۹۰۴ الحدود باب اقامۃ الحدود ص۱۰۰۳ المحاربین باب کم التعزیر والادب ص۱۰۱۳ مسلم فضائل، ابو داؤد ادب۔ عہ ثانی ادب باب من لم یواجہ الناس ص۹۰۱ باب الحیاء ص۹۳۰ مسلم فضائل، ترمذی شمائل، ابن ماجہ زہد۔ عہ ثانی اطعمہ باب۔ ما عاب النبی طعاما ص۸۱۴ مسلم ابو داؤد اطعمہ ترمذی بر ابن ماجہ اطعمہ۔

**تشریحات ۱۸۹۰** یہ بھی اعلیٰ مکارمِ اخلاق سے تھا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ساتھ کھانے والے بھوکے ہوتے ہیں اور جب کھانے کا عیب بیان کر دیا جاتا ہے تو شرما کر چھوڑ دیتے ہیں اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھانے کے عیب کو بیان نہ فرماتے۔

**۱۸۹۱ حدیث** عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحَدِّثُ حَدِيْثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَاَحْصَاهُ عه

اس طرح بات فرماتے تھے کہ اگر کوئی گننے والا گنتا تو گن لیتا۔

**تشریح ۱۸۹۱** یعنی ٹھہر ٹھہر کر کلام فرماتے کہ اگر سننے والا چاہتا تو اس کے کلمات کو یا اس کے حروف کو گن لیتا۔ اس کے سننے والے یا سمجھنے والے کو سمجھ کر یاد کر لینے میں آسانی ہوتی۔

**۱۸۹۲ حدیث** اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ کیا تم کو اس پر تعجب نہیں۔ کہ

اَنَّهَا قَالَتْ اَلَا يُعْجِبُكَ اَبُوْ فُلَانٍ جَاءَ فَجَلَسَ اِلٰى جَانِبِ حُجْرَتِيْ يُحَدِّثُ

ابو فلاں آئے اور میرے حجرے کے کنارے بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْمِعُنِيْ ذٰلِكَ وَكُنْتُ اُسَبِّحُ

حدیث بیان کرتے رہے۔ مجھے سناتے رہے۔ میں نفل پڑھ رہی تھی۔ میرے نفل

فَقَامَ قَبْلَ اَنْ اَقْضِيَ سُبْحَتِيْ وَلَوْ اَدْرَكْتُهُ لَرَدَدْتُ عَلَيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

کے فارغ ہونے کے پہلے ہی چلے گئے اگر میں ان کو پاتی تو ان سے کہتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَسْرُدُ الْحَدِيْثَ كَسَرْدِكُمْ۔

تمہاری طرح سڑسڑ حدیث نہیں بیان فرماتے تھے۔

**تشریحات ۱۸۹۲** یہ صاحب حضرت ابو ہریرہ تھے جیسا کہ اسماعیلی کی روایت میں ہے سَرد کے معنی جلدی جلدی تیزی سے بولنا ہے جس کو ہماری زبان میں سڑسڑ بولنا کہتے ہیں۔ حضرت ام المؤمنین کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بہت تیزی سے کلام نہیں فرماتے۔ ٹھہر ٹھہر کر آہستہ آہستہ کلام فرماتے۔ تاکہ سننے والا اسے اچھی طرح سمجھ بھی لے اور یاد بھی کر لے جب کہ اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات جدا جدا ہوتی کہ

---

عه ابو داؤد علم

دل اس کو سمجھ لیتے۔

**اَبَا فُلَانٍ** یہ یعجبک کا فاعل ہے اس لئے چاہئے تھا کہ ابو فلانٍ ہوتا مگر یہ اس لغت پر ہے جس میں اسمائے ستہ مکبرہ کا اعراب تینوں حالتوں میں الف کے ساتھ ہوتا ہے۔ جیسا کہ غزوۂ بدر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ ابو جہل سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا اَنْتَ اَبَاجَهْلٍ جیسا کہ اس نسخے میں ہے جسے فتح الباری میں لیا گیا ہے۔ [1]

اس سے معاند غیر مقلدین کو اپنی اصلاح کر لینی چاہئے جو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد پر طعن کرتے ہیں وَاِنْ سَمَّاهُ بِاَبَا قُبَيْسٍ۔

**بَابُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ۔** ص ۵۰۳

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھ سوتی تھی اور دل نہیں سوتا تھا۔

**حدیث ۱۸۹۳** عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے جس رات رسول اللہ

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں سیر کرانے کے لئے لے جایا گیا۔ تین شخص

مِنْ مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ اَنَّهٗ جَاءَهٗ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ قَبْلَ اَنْ يُّوْحٰى اِلَيْهِ وَهُوَ

آئے قبل اس کے کہ حضور کی جانب وحی کی جاتی اور حضور مسجد حرام

نَائِمٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ اَوَّلُهُمْ اَيُّهُمْ هُوَ فَقَالَ اَوْسَطُهُمْ

میں سو رہے تھے ان میں جو سب سے آگے تھے انھوں نے کہا کون

هُوَ خَيْرُهُمْ وَقَالَ آخِرُهُمْ خُذُوْا خَيْرَهُمْ فَكَانَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةَ

ہیں وہ؟ تو ان کے بیچ والے نے کہا جو ان میں سب سے بہتر ہیں ان کو لو

فَلَمْ يَرَهُمْ حَتّٰى اَتَوْهُ لَيْلَةً اُخْرٰى فِيْمَا يَرٰى قَلْبُهٗ وَتَنَامُ عَيْنُهٗ

پھر اس رات اتنا ہی ہوا اس کے بعد حضور نے ان کو نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ وہ دوسری رات

وَلَا يَنَامُ قَلْبُهٗ وَكَذٰلِكَ الْاَنْبِيَاءُ تَنَامُ اَعْيُنُهُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوْبُهُمْ

خواب میں آئے ان کی آنکھ سوتی ہے اور دل نہیں سوتا ایسے ہی انبیاء

[1] باب قتل ابی جہل تیسری حدیث جلد سابع ص ۲۹۳

فَلَمْ يَكْلِمُوْهُ حَتّٰى احْتَمَلُوْهُ فَوَضَعُوْهُ عِنْدَ بِئْرِ زَمْزَمَ فَتَوَلَّاهُ مِنْهُمْ

کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کے دل نہیں سوتے انھوں نے کوئی بات نہیں کی پھر انھیں

جِبْرِيْلُ فَشَقَّ جِبْرِيْلُ مَا بَيْنَ نَحْرِهٖ إِلٰى لَبَّتِهٖ حَتّٰى فَرَغَ مِنْ صَدْرِهٖ

اٹھایا۔ اور زمزم کے پاس رکھا۔ ان میں سے کام کا ذمہ حضرت جبرئیل نے لیا۔ جبرئیل نے

وَجَوْفِهٖ فَغَسَلَهٗ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ بِيَدِهٖ حَتّٰى اَنْقٰى جَوْفَهٗ ثُمَّ اُتِيَ

ان کے سینے کو گردن تک پھاڑا یہاں تک کہ ان کے سینے اور شکم کو الٹ کر جو اس میں تھا نکالا

بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ فِيْهِ تَوْرٌ مِنْ ذَهَبٍ مَحْشُوًّا إِيْمَانًا وَحِكْمَةً

پھر اس کو اپنے ہاتھ سے آب زمزم سے دھویا۔ یہاں تک کہ اندر بالکل صاف کر دیا پھر سونے کا

فَحَشَا بِهٖ صَدْرَهٗ وَلَغَادِيْدَهٗ يَعْنِيْ عُرُوْقَ حَلْقِهٖ ثُمَّ اَطْبَقَهٗ ثُمَّ

ایک طشت لایا گیا۔ جس میں سونے کا ایک چھوٹا برتن تھا جو ایمان و حکمت سے بھرا ہوا تھا اسے ان کے سینے اور

عَرَجَ بِهٖ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا۔ الحديث ..... عه

حلق کی رگوں میں بھرا پھر اس کو درست کر دیا۔ پھر انھیں آسمان دنیا کی طرف لے گئے۔ پوری حدیث۔ معراج ...

**تشریحات** ان تین اشخاص میں ایک جبرئیل تھے اور دوسرے میکائیل، اور تیسرے اسرافیل۔

**قبل ان یوحی الیہ** :- تمام شارحین حدیث اس پر متفق ہیں کہ یہ شریک سے وہم ہوگیا۔ اس لئے کہ واقعہ معراج ہجرت کے تین سال یا دو سال یا ایک سال پہلے ہوا تھا۔

**ایھم ھو** :- قریش کی عادت تھی کہ وہ مسجد حرام میں سویا کرتے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حمزہ اور ابوطالب کے درمیان سوئے ہوئے تھے۔

**حتی اتوہ لیلۃ اخری** ۔ ان دونوں راتوں میں کتنا فصل تھا معلوم نہیں ہو سکا ہو سکتا ہے کہ پہلی بار فرشتوں کی حاضری بعثت سے قبل رہی ہو اور دوسری بار شب معراج اس طرح جو شارحین نے شریک کی طرف وہم کی نسبت کی ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔ اس روایت کا حاصل یہ ہوا کہ پہلی بار کی حاضری وحی سے پہلے ہوئی تھی۔

**فیما یری قلبہ** ۔ جو لوگ معراج کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ خواب میں ہوئی تھی وہ اسی کو دلیل میں لاتے ہیں نیز جو حدیث کے اخیر میں ہے " فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ "، اور حضور بیدار ہوئے اور مسجد حرام ہی میں تھے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ معراج بیداری میں ہوئی تھی مگر چونکہ متعدد بار ہوئی ہے اور ایک کے علاوہ

---

عه ثانی توحید باب قول اللہ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما ص۱۱۲ ۔ اول :- مناقب :- باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنام عینہ ولا ینام قلبہ ص۵۰۴ :- ثانی :- تفسیر سورہ کوثر ص۷۴۳ اشربہ باب شرب اللبن ص۸۳۹ کتاب الحوض باب قول اللہ انا اعطیناک الکوثر ص۹۷۴

بقیہ اوقات میں خواب میں ہوئی ہے۔ اس لئے کوئی اشکال نہیں۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ فرشتے جس وقت حاضر ہوئے تھے اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے۔ بعد میں بیدار ہو گئے اور فَاسْتَيْقَظَ کا مطلب یہ ہے کہ معراج کے وقت جو استغراق تھا اس سے افاقہ ہوا۔

**فَحُشُوًّا** ۔ محشوًّا جار مجرور کے متعلق کی ضمیر سے حال ہے اور کتاب الصلوٰۃ میں "بذھب فحشوٍ" ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# بَابُ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ فِی الْاِسْلَامِ ۵۰۴

## اسلام میں نبوت کی علامتوں کا بیان

**توضیح** ۔ معجزات نہیں کہا علامات کہا اس لئے کہ یہ عام ہے معجزے کو بھی اور کرامت کو بھی۔ خرق عادات کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) ارہاص نبی سے قبل دعوئ نبوت جو خرق عادت اس کے ارادے کے مطابق ظاہر ہو اس کو ارہاص کہتے ہیں۔ (۲) معجزہ نبی سے دعوئ نبوت کے بعد جو خرق عادت مقصود کے مطابق ظاہر ہو وہ معجزہ ہے (۳) کرامت کسی متقی صالح امتی سے جو خرق عادت اس کے ارادے کے مطابق ہو اسے کرامت کہتے ہیں۔ (۴) استدراج، کسی کافر یا فاسق سے جو خرق عادت اس کے مقصود کے مطابق ہو وہ استدراج ہے۔ (۵) اہانت، کسی کافر یا فاسق سے جو خرق عادت اس کے مقصود کے خلاف ہو یہ اہانت ہے۔ جیسے مسیلمہ کذاب کے یہاں ایک کانا آیا کہ اس کی کانی آنکھ کو ٹھیک کردے اس نے کانی آنکھ پر ہاتھ پھیرا تو اچھی آنکھ بھی بہہ گئی۔ علامات نبوت ارہاص، معجزہ، کرامت سب پر صادق ہے۔ کسی ولی کی کرامت اس کی دلیل ہے۔ کہ وہ جس نبی کے امتی ہیں وہ نبی برحق ہے۔ اس طرح ولی کی کرامت حقیقت میں نبی کا معجزہ ہے۔

**۱۸۹۴ حدیث** عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاِنَاءٍ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زوراء

وَھُوَ بِالزَّوْرَاءِ فَوَضَعَ یَدَہٗ فِی الْاِنَاءِ فَجَعَلَ الْمَاءُ یَنْبَعُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِہٖ

میں تھے کہ حضور کی خدمت میں ایک برتن لایا گیا حضور نے اپنا دست مبارک برتن میں رکھا تو پانی

فَتَوَضَّاَ الْقَوْمُ قَالَ قَتَادَۃُ قُلْتُ لِاَنَسٍ کَمْ کُنْتُمْ قَالَ ثَلَاثَ مِائَۃٍ

حضور کی انگلیوں کے درمیان سے ابلنے لگا اور پوری قوم نے وضو کرلیا۔ قتادہ نے کہا میں نے

اَوْ زُھَاءَ ثَلَاثَ مِائَۃٍ عہ

حضرت انس سے پوچھا آپ لوگ کتنے تھے فرمایا تین سو یا تین سو کی مقدار۔

عہ مسلم فضائل

**تشریح ۱۸۹۴** زوراء مدینہ کے بازار میں ایک جگہ کا نام ہے، ابونعیم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس ہی نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے یہ برتن لاتے تھے جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔

**۱۸۹۵ حدیث** سَمِعْتُ الْحَسَنَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے

قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ مَخَارِجِهٖ وَمَعَهٗ

بعض سفر میں تشریف لے گئے اور حضور کے ساتھ حضور کے کچھ اصحاب بھی تھے وہ چلے

نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَانْطَلَقُوْا یَسِیْرُوْنَ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلَمْ یَجِدُوْا

جارہے تھے کہ نماز کا وقت آگیا ان لوگوں کے پاس اتنا پانی نہیں تھا جس سے سب لوگ

مَاءً یَتَوَضَّؤُنَ فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِقَدَحٍ مِّنْ مَّاءٍ یَسِیْرٍ

وضو کر سکیں ان میں سے ایک صاحب گئے اور ایک پیالہ لائے جس میں تھوڑا سا پانی تھا

فَاَخَذَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ مَدَّ اَصَابِعَهٗ

اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لیا اور وضو فرمایا۔ پھر اپنی چار انگلیوں کو پھیلا

الْاَرْبَعَ عَلَی الْقَدَحِ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا تَوَضَّؤُا فَتَوَضَّاَ الْقَوْمُ حَتّٰی بَلَغُوْا

کر پیالہ میں رکھا پھر فرمایا چلو وضو کرو تو پوری قوم نے وضو کیا یہاں تک کہ سب نے

فِیْمَا یُرِیْدُوْنَ مِنَ الْوَضُوْءِ وَكَانُوْا سَبْعِیْنَ اَوْ نَحْوَهٗ۔

وضو کر لیا اور یہ ستر یا اس کے قریب قریب تھے۔

**تشریح ۱۸۹۵** ابونعیم کی روایت میں حضرت انس ہی سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبا تشریف لے گئے تو حضرت انس ہی کسی گھر سے چھوٹے سے پیالہ میں پانی لائے۔

**۱۸۹۶ حدیث** عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن

تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ عَطِشَ النَّاسُ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَةِ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ

لوگ پیاسے ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چمڑے کا چھوٹا برتن تھا جس سے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ یَدَیْہِ رَکْوَۃٌ فَتَوَضَّاءَ فَجَھَشَ النَّاسُ نَحْوَہٗ
وضو فرما رہے تھے لوگ اس کی طرف تیزی سے بڑھے حضور نے دریافت فرمایا تمہارا کیا حال ہے لوگوں
فَقَالَ مَالَکُمْ قَالُوْا لَیْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّاءُ وَلَا نَشْرَبُ اِلَّا مَا بَیْنَ
نے عرض کیا کہ ہمارے پاس پانی نہیں ہے کہ وضو کریں اور پئیں مگر وہی جو حضور کے سامنے ہے حضور نے
یَدَیْکَ فَوَضَعَ یَدَہٗ فِی الرَّکْوَۃِ فَجَعَلَ الْمَاءُ یَثُوْرُ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ
اپنا ہاتھ برتن میں رکھا تو حضور کے انگلیوں کے درمیان سے پانی چشموں کے مثل ابلنے لگا جسے ہم نے
کَاَمْثَالِ الْعُیُوْنِ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّاْنَا قُلْتُ کَمْ کُنْتُمْ قَالَ لَوْ کُنَّا مِاَۃَ
پیا اور جس سے ہم نے وضو کیا سالم نے کہا میں نے حضرت جابر سے پوچھا آپ لوگ کتنے تھے فرمایا اگر ہم
اَلْفٍ لَکَفَانَا کُنَّا خَمْسَ عَشْرَۃَ مِاَۃً ؏ھ
ایک لاکھ ہوتے تو ہمیں کافی ہوتا ہم پندرہ سو تھے۔

۱۸۹۶

**تشریح** اس حدیث میں ہے کہ ہم پندرہ سو تھے لیکن اس کے بعد حضرت براء کی حدیث آرہی ہے کہ ہم حدیبیہ میں چودہ سو تھے اور اکثر روایات میں یہی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ تیرہ سو تھے غالباً جس نے تیرہ سو یا چودہ سو کہا اس نے صرف مہاجرین وانصار کو بتایا بقیہ دوسرے جو لوگ ادھر ادھر سے آکر شریک ہوگئے تھے انھیں نظر انداز کر دیا اور جس نے پندرہ سو کہا اس نے انھیں بھی شمار کیا۔

۱۸۹۷ **حدیث** عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَآءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنَّا
حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم یوم حدیبیہ چودہ سو تھے اور حدیبیہ
یَوْمَ الْحُدَیْبِیَۃِ اَرْبَعَ عَشْرَۃَ مِاَۃً وَالْحُدَیْبِیَۃُ بِئْرٌ فَنَزَحْنَاھَا
ایک کنواں ہے ہم نے اس کا پانی نکال لیا یہاں تک کہ ہم نے اس میں ایک قطرہ بھی نہیں چھوڑا
حَتّٰی لَمْ نَتْرُکْ فِیْھَا قَطْرَۃً فَجَلَسَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کنویں کے کنارے پر بیٹھے اور پانی منگایا کلی کیا اور

ھ ثانی مغازی باب غزوۃ الحدیبیہ ص۵۹۷ تین طریقے سے، تفسیر سورۂ فتح باب اذ یبایعونک ص۷۱۷۔ الاشربہ باب شرب البرکۃ ص۸۴۲، مسلم مغازی نسائی طہارت۔

وَسَلَّمَ عَلٰی شَفِیْرِ الْبِئْرِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ وَمَجَّ فِی الْبِئْرِ فَمَکَثْنَا غَیْرَ

کنویں میں ڈال دیا ہم تھوڑی دیر ٹھہرے پھر ہم نے اس کا پانی نکالا یہاں تک کہ ہم

بَعِیْدٍ ثُمَّ اسْتَقَیْنَا حَتّٰی رَوِیْنَا وَرَوِیَتْ اَوْ صَدَرَتْ رِکَابُنَا ؎

سیراب ہو گئے اور ہماری سواریاں بھی سیراب ہو گئیں۔

**تشریح** مغازی میں اس حدیث کے شروع میں یہ ہے کہ تم لوگ فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو بیشک مکہ کی فتح فتح ۸۹۷ ا ہے اور ہم فتح بیت رضوان یوم حدیبیہ کو شمار کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید نے فرمایا ہے اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا، ہم نے تم کو کھلی ہوئی فتح عطا فرمائی اور واقع میں بھی یہ فتح تھی صلح حدیبیہ سے پہلے لڑائیوں کی وجہ سے مشرکین وکفار مسلمانوں سے دور دور رہتے تھے صلح حدیبیہ کے بعد آپس میں آمد ورفت اور ملاقاتیں ہونے لگیں جس سے انھیں موقع ملا کہ وہ اسلام کے احکام کو سنیں اور سمجھیں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ صلح حدیبیہ کے قبل انیس سال کی طویل مدت میں جتنے مسلمان ہوتے تھے اتنے بلکہ اس سے زیادہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے چند سالوں مین ہوئے یہ واقعہ حضرت جابر کی حدیث میں مذکور واقعے کے علاوہ ہے، علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ حدیث جابر کا واقعہ نماز عصر کے وقت ہوا تھا جب لوگوں کو وضو کرنے کی ضرورت تھی اور کنویں والا واقعہ اس کے علاوہ ہے۔

۸۹۸ ا **حدیث** عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ کُنَّا

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم نشانیوں کو برکت جانتے تھے

نَعُدُّ الْاٰیَاتِ بَرَکَةً وَاَنْتُمْ تَعُدُّوْنَهَا تَخْوِیْفًا کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

اور تم لوگ اس کو تخویف جانتے ہو۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَقَلَّ الْمَاءُ وَقَالَ اُطْلُبُوْا فَضْلَةً

پانی ختم ہو گیا فرمایا تھوڑا سا بچا ہوا پانی تلاش کرو تو لوگ ایک برتن لائے اس میں تھوڑا پانی تھا حضور

مِّنْ مَاءٍ فَجَاءُوْا بِاِنَاءٍ فِیْهِ مَاءٌ قَلِیْلٌ فَاَدْخَلَ یَدَهٗ فِی الْاِنَاءِ ثُمَّ قَالَ

نے اپنے دست مبارک کو برتن میں ڈالا پھر فرمایا آؤ پاک کرنے والے برکت والے پانی پر اور

حَیَّ عَلَی الطُّهُوْرِ الْمُبَارَکِ وَالْبَرَکَةُ مِنَ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَیْتُ الْمَاءَ

برکت اللہ کی طرف سے ہے بے شک میں نے دیکھا کہ پانی رسول اللہ صلی اللہ

عہ المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ ص۵۹۸ دو طریقے سے

يَنْبَعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ

تعالےٰ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے ابل رہا ہے کھانا کھایا جاتا اور ہم

كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيْحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُؤْكَلُ۔ عنہ

کھانے کی تسبیح سنتے تھے۔

**تشریحات ۱۸۹۸** حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ وہ تابعین سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو معجزات ظاہر ہوتے اس کو ہم صحابہ کرام برکت جانتے تھے اس سے ہمارے ایمان و یقین میں طمانیت اور قوت پیدا ہوتی تھی اور تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ معجزات کافروں کو ڈرانے کے لئے ظاہر ہوتے تھے معجزات کے دونوں فائدے ہیں کچھ معجزات ایسے ہیں کہ جس میں برکت اور بشارت ہے۔ مثلاً بھوکوں کا پیٹ بھرا جانا پیاسوں کا سیراب ہو جانا اور بعض تخویف و انذار کے لئے ہیں، مثلاً سورج گہن، زمین میں دھنسانا یا ناگہانی طور پر کسی کا ہلاک ہو جانا۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کون پانی افضل ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتان مبارک سے جو پانی جاری ہوا وہ سب پانیوں سے افضل ہے۔ حتی کہ زم زم شریف سے بھی۔

**تسبیح الطعام**۔ اس سے ثابت ہوا کہ جمادات میں بھی ایک گونہ حیات ہے وہ تسبیح پڑھتے ہیں جسے اہل باطن سنتے بھی ہیں یہ تسبیح تسبیح قہری کے علاوہ ہے۔

۱۸۹۹ **حدیث** قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ اِلٰى جِذْعٍ فَلَمَّا اتُّخِذَ الْمِنْبَرُ

تنے پر ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے جب منبر بنایا گیا تو منبر پر تشریف لے گئے وہ کھجور کا تنہ رویا حضور

تَحَوَّلَ اِلَيْهِ فَحَنَّ الْجِذْعُ فَاَتَاهُ فَمَسَحَ يَدَهُ عَلَيْهِ

اس کے پاس تشریف لائے اور اس پر اپنا ہاتھ پھیرا۔

**تشریح ۱۸۹۹** اس پر مفصل کلام نزہۃ القاری جلد ثالث ص ۲۵۵ پر ہو چکا ہے ناظرین وہیں رجوع کریں۔

---

عنہ ترمذی مناقب

۱۹۰۰ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ
**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَلَیَاْتِیَنَّ عَلٰی اَحَدِکُمْ زَمَانٌ لَاَنْ
تم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگوں کے نزدیک میرا دیدار بہت زیادہ پیارا ہوگا بہ نسبت اس
یَرَانِیْ اَحَبُّ اِلَیْہِ مِنْ اَنْ یَکُوْنَ لَہٗ مِثْلُ اَھْلِہٖ وَمَالِہٖ۔
کے کہ اس کے لئے اس کے اہل و مال کے برابر اور ہو۔

**تشریح ۱۹۰۰** یہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی تین حدیثوں کو امام بخاری نے اکٹھا ذکر کر دیا ہے جن میں سے دو پہلے گذر چکی ہیں ایک حَتّٰی تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُھُمُ الشَّعْرُ اور دوسری حَتّٰی تُقَاتِلُوا التُّرْکَ تیسری حدیث کہیں مذکور نہیں تھی اس لئے ہم نے اس کو یہاں ذکر کر دیا۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ان کے دلوں میں میری محبت بہت زیادہ ہوگی جس کی وجہ سے انھیں میرے دیدار کا شوق شدید ہوگا۔ اتنا کہ وہ یہ آرزو رکھیں گے کہ کسی بھی قیمت پہ ہم حضور کا دیدار کر لیں۔ اپنے اہل و عیال مال و دولت کی ان کے نظر میں میرے دیدار کے مقابلے میں کوئی قیمت نہ ہوگی۔

۱۹۰۱ عَنْ ھَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی
**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تُقَاتِلُوْا خُوْزًا وَّکِرْمَانَ مِنَ
کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم خوز اور کرمان سے لڑائی نہ کر لوگے (یعنی
الْاَعَاجِمِ حُمْرَ الْوُجُوْہِ فُطْسَ الْاُنُوْفِ صِغَارَ الْاَعْیُنِ کَاَنَّ وُجُوْھَھُمُ
خوز اور کرمان کے عجمیوں سے لڑائی نہ کر لوگے) سرخ چہرے والے چپٹی ناک والے چھوٹی آنکھ والے
الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَۃُ نِعَالُھُمُ الشَّعْرُ تَابَعَہٗ غُنَیْرٌ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ۔
ان کے چہرے تہہ بہ تہہ منڈھی ہوئی ڈھال کی طرح ہوں گے اور ان کا جوتا بال ہوگا۔

**تشریحات ۱۹۰۱** خوز اہواز اور تستر کے بلاد کو کہتے ہیں۔ "کرمان" خراسان اور بحر ہند عراق عجم اور سجستان کے بلاد کو کہتے ہیں۔

۱۹۰۲ اَخْبَرَنِیْ قَیْسٌ قَالَ اَتَیْنَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَقَالَ
**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں تین سال حضور کی صحبت میں رہا حضور اقدس

صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ سِنِیْنَ لَمْ اَکُنْ

صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو اس کا سب سے زیادہ شوق تھا کہ میں حضور کی حدیث کو

فِیْ شَیْءٍ اَحْرَصَ عَلٰی اَنْ اَرْعٰی الْحَدِیْثَ مِنِّیْ فِیْھِنَّ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ وَ

یاد کروں میں نے ان تین سالوں میں حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا اپنے ہاتھوں

قَالَ ھٰکَذَا بِیَدِہٖ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نِعَالُھُمُ الشَّعْرُ

سے ایسے اشارہ فرمایا قیامت کے پہلے تم لوگ ایسی قوم سے لڑو گے جن کے جوتے بال

وَھُوَ ھٰذَا الْبَارِزُ قَالَ سُفْیَانُ مَرَّۃً وَھُمْ اَھْلُ الْبَارِزِ۔

کے ہوں گے اور وہ یہ بارز ہے، اور سفیان کبھی کہتے یہ اہل بارز ہیں۔

**تشریح** ۱۹۰۲ فیھنّ ضمیر مجرور متصل کا مرجع سنین ہے۔ یعنی اس تین سال کی مدت میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشادات واحوال زیادہ سے زیادہ سنکر اور دیکھ کر میں یاد کرلوں۔

**بارز**:۔ اس سے مراد یا تو لغوی معنی ہیں۔ یعنی جو لوگ مسلمانوں سے لڑنے کے لئے ابھریں۔ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد سرزمین فارس ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ کُرد مراد ہیں، کچھ لوگوں نے کہا کہ دیلمی مراد ہیں۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ سرزمین جیل ہو۔ اس لئے کہ یہ زمین پر ابھرا ہوا علاقہ ہے۔

۱۹۰۳ **حدیث** عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ وَاَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

وسلم نے فرمایا عنقریب فتنے ہوں گے اس میں بیٹھنے والا کھڑے رہنے والے سے بہتر

وَسَلَّمَ سَتَکُوْنُ فِتَنٌ اَلْقَاعِدُ فِیْھَا خَیْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِیْھَا خَیْرٌ

ہوگا اور اس میں کھڑا رہنے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا اس میں دوڑنے

مِنَ الْمَاشِیْ، وَالْمَاشِیْ فِیْھَا خَیْرٌ مِنَ السَّاعِیْ مَنْ تَشَرَّفَ لَھَا

والے سے بہتر ہوگا اور جو ان فتنوں کی طرف جھانکے گا فتنے اس کو اپنی طرف کھینچ

تَسْتَشْرِفْہُ وَمَنْ وَجَدَ مَلْجَاً اَوْ مَعَاذًا فَلْیَعُذْ بِہٖ ؎

لیں گے جو شخص کوئی ٹھکانا یا پناہ پائے تو وہاں پناہ لے لے۔

؎ ثانی فتن باب قول النبی ممتن القاعد الخ ص ۱۴۱۰ دو طریقے سے۔ مسلم

**تشریحات ۱۹۰۳** اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ سب سے بہتر وہ شخص ہے جو ان فتنوں سے بالکلیہ کنارہ کش رہے اسی کو قاعدے سے تعبیر کیا ہے۔ پھر اس کے بعد ان فتنوں سے جو جتنا ہی کم لگاؤ رکھے گا وہ زیادہ لگاؤ رکھنے والے سے بہتر ہوگا۔ عنایت احتیاط یہ ہے کہ ان فتنوں کے معلوم کرنے کی بھی کوشش نہ کی جائے اس میں خطرہ ہے کہ آدمی فتنے میں مبتلا ہو جائے گا۔

(فی طریق أخری) أَلَا إِنَّ أَبَا بَكْرٍ يَزِيدُ مِنَ الصَّلٰوةِ صَلٰوةً ثُمَّ مَنْ فَاتَتْهُ

ایک دوسری سند کے ساتھ ابن شہاب ہی سے حدیث مذکور کے مثل مروی ہے مگر اس میں یہ زیادہ

فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ

ہے نمازوں میں ایک نماز ایسی ہے جس سے وہ فوت ہوگئی گویا اس کے اہل و مال چھین لئے گئے۔

**تشریح** مطلب یہ ہے کہ بطریق ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث جو روایت ہے اس میں مذکورہ بالا مضمون کے بعد یہ بھی زائد ہے، "من الصلوٰۃ صلوٰۃ الخ"

**حدیث ۱۹۰۴** عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتَكُونُ أَثَرَةٌ وَأُمُورٌ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب ترجیحی سلوک ہوگا اور ایسی باتیں ہوں گی جو تم کو ناگوار

تُنْكِرُونَهَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ تُؤَدُّونَ الْحَقَّ الَّذِي

ہوں گی لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ تو ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا تم پر جو حق

عَلَيْكُمْ وَتَسْأَلُونَ اللّٰهَ الَّذِي لَكُمْ

ہے اسے ادا کرو اور تمہارا جو حق ہے اللہ سے مانگو۔

**تشریح ۱۹۰۴** یعنی تمہارا جو حق ہے تمہیں نہیں ملے گا۔ اور جو لوگ حق دار نہیں انھیں دیا جائے گا اور بھی باتیں ہوں گی جو نامناسب ہوں گی اور یہ سب باتیں حکام کی طرف سے ہوں گی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدایت کا مطلب یہ تھا کہ اس کے باوجود تم لوگ جائز باتوں میں حکام کی اطاعت کرنا۔ جہاد کے لئے بلائے تو شریک ہونا۔ عشر و زکوٰۃ انھیں ادا کرنا تاکہ فتنہ اور شورش نہ ہو۔

---

عمدۃ القاری فتن قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سترون بعدی الخ ص ۱۰۲۵ مسلم، مغازی ترمذی فتن

۱۹۰۵ عَنْ اَبِیْ زُرْعَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ،

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُھْلِکُ النَّاسَ ھٰذَا الْحَیُّ

نے فرمایا اس قبیلۂ قریش کے کچھ لوگ لوگوں کو ہلاک کریں گے لوگوں نے پوچھا پھر ہمیں

مِنْ قُرَیْشٍ قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ لَوْ اَنَّ النَّاسَ اعْتَزَلُوْھُمْ عہ

کیا حکم دیتے ہیں فرمایا کاش کہ لوگ ان سے علیحدہ رہتے۔

**تشریحات ۱۹۰۵** یعنی قریش کے کچھ افراد فتنے فساد اٹھا کر لڑائیاں کریں گے جس میں لوگ ہلاک ہوں گے ایسے وقت میں لوگوں کے لئے بہتر یہی ہے کہ ان لوگوں سے علیحدہ رہیں۔

۱۹۰۶ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ یَحْیٰی بْنِ سَعِیْدِ نِ الْاُمَوِیُّ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ

**حدیث** سعید بن عمرو نے کہا کہ میں مروان اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ

کُنْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ فَسَمِعْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ یَقُوْلُ۔ سَمِعْتُ الصَّادِقَ

تھا تو میں نے سنا کہ ابو ہریرہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے صادق و مصدوق صلی اللہ

الْمَصْدُوْقَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ھَلَاکُ اُمَّتِیْ عَلٰی یَدَیْ غِلْمَۃٍ

تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے لونڈوں کے

مِنْ قُرَیْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ۔ غِلْمَۃٌ؟ قَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ اِنْ شِئْتَ اَنْ

ہاتھوں پر ہے۔ اس پر مروان نے کہا لونڈے؟ تو ابو ہریرہ نے فرمایا اگر تو چاہے

اُسَمِّیَھُمْ بَنِیْ فُلَانٍ وَبَنِیْ فُلَانٍ عہ

تو میں ان کا نام لے لوں بنی فلاں بنی فلاں ہیں۔

**تشریحات ۱۹۰۶** فتن میں یہ ہے کہ مروان نے کہا ان پر اللہ کی لعنت ہو لونڈے؟ نیز وہاں اُغَیْلِمَۃٌ ہے جو غلام کی جمع اَغْلِمَۃٌ کی تصغیر ہے، غلام نابالغ بچے کو کہتے ہیں نیز غلام اس نوجوان کو بھی کہتے ہیں جس کی ریکھیں بھیگ رہی ہوں سبزہ آغاز ہو۔ سلاطین بنی امیہ ہوں یا بنی عباس بعضوں نے امت میں فساد پھیلایا خونریزیاں کیں مثلاً یزید، خود یہ مروان۔ اس کا بیٹا عبدالملک سفاک اور ابوالعباس

---

عہ مسلم، فتن، عہ ثانی بہ فتن باب قول النبی ھلاک امتی الخ ص ۱۰۴۶

سفاح ان میں سے کوئی بھی نوعمر نہیں تھا لامحالہ شراح کو اس کی توجیہ کرنی پڑی کہ یہاں اس کا لازمی معنی مراد ہے یعنی کم عقل، زود رنج، ضدی۔ ناخدا ترس، فتن میں یہ بھی زائد ہے۔ عمرو بن یحیٰ کہتے ہیں کہ میں اپنے دادا سعید بن عمرو کے ساتھ شام جاتا تھا، بنی مروان کے پاس جب وہ شام کے مالک ہوئے میں نے ان کو دیکھا کہ نوعمر بچے تھے تو انہوں نے ہم سے کہا ہوسکتا ہے کہ یہ ان میں سے ہوں تو میں نے کہا آپ خوب جانتے ہیں۔ اس حصے نے متعین کر دیا کہ غلام سے مراد ناتجربہ کار کم عقل والا ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ اس حدیث میں مذکورین سے مراد بنی مروان ہوں اور ان میں سب سے پہلا، یزید ہو جس پر قرینہ وہ حدیث بھی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی کہ فرمایا ستروں دہائی کی ابتدا اور بچوں کی امارت سے پناہ مانگو حضرت معاویہ کا ۶۰ھ میں وصال ہوا اور یزید بادشاہ ہوا۔

**حدیث ۱۹۰۷** عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَقْتَتِلَ

کرتے ہیں کہ فرمایا اس وقت تک قیامت نہیں قائم ہوگی جب تک کہ دو گروہ آپس

فِئَتَانِ فَتَکُوْنَ بَیْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِیْمَةٌ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ لَا تَقُوْمُ

میں لڑ نہ لیں ان کے درمیان بھاری لڑائی ہوگی اور ان دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا

السَّاعَةُ حَتّٰی یُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ قَرِیْبًا مِنْ ثَلَاثِیْنَ

اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ جھوٹے دجال تیس کے قریب نہ پیدا ہو لیں

کُلُّهُمْ یَزْعُمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

جو یہ سب گمان کریں گے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔

**تشریحات ۱۹۰۷** شراح نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان ہونے والی انتہائی خونریز تباہ کن جنگ صفین ہے جہاں ایک سو دن مقابلہ ہوتا رہا اور ستر مرتبہ یا نوے مرتبہ خونریز لڑائیاں ہوئیں جس میں ستر ہزار مسلمان مارے گئے اور پچیس بدری صحابی شہید ہوئے اور مقتولین کی اتنی کثیر تعداد تھی کہ ایک قبر میں پچاس پچاس آدمی دفن کئے جاتے تھے۔

**دجّال:** دجل کا اسم مبالغہ ہے اس کے معنی فریب اور دھوکا دینے کے ہیں ان تیس دجالوں میں سے کچھ گذر چکے ہیں۔ مثلاً مسیلمۃ الکذاب، اسود عنسی، مختار، اس کے علاوہ اور بہت سے جھوٹے مدعیان نبوت پیدا

ہوئے ہیں ماضی قریب میں غلام احمد قادیانی دجّال ہوا ہے اور جو باقی ہیں وہ آئندہ ہوں گے۔

۱۹۰۸ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ، قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب میں تم سے رسول اللہ صلی اللہ

إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَأَنْ أَخِرَّ مِنَ

تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کروں تو مجھے آسمان سے گرنا زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس

السَّمَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكْذِبَ عَلَيْهِ وَإِذَا حَدَّثْتُكُمْ فِيمَا بَيْنِي وَ

کے کہ میں حضور پر جھوٹ باندھوں اور جب میں تم سے ایسی بات بیان کروں تو وہ میرے

بَيْنَكُمْ فَإِنَّ الْحَرْبَ خُدْعَةٌ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اور تمہارے درمیان ہے بے شک لڑائی خفیہ تدبیر ہے میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَأْتِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ حُدَثَاءُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ

سے سنا فرماتے تھے کہ اخیر زمانے میں ایک قوم آئے گی جو نوعمر اور بے وقوف ہوگی تمام مخلوق

الْأَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ

کے بہتر کے قول کو کہے گی اسلام سے نکل جائے گی جیسا کہ تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے۔

كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ إِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ فَأَيْنَمَا

ان کا ایمان ان کے ٹٹوئے سے آگے نہ بڑھے گا تم ان کو جہاں بھی پاؤ قتل کرو اس لئے کہ

لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔ عہ

ان کا قتل کرنا قتل کرنے والے کے لئے قیامت کے دن ثواب ہوگا۔

**تشریحات ۱۹۰۸** "خدعۃ" لڑائی میں اس کی اجازت ہے کہ ایسی تدبیر کی جائے کہ دشمن چنگل میں پھنس جائے لیکن جہاں تک ہو سکے توریہ اور تعریض سے کام لیا جائے لیکن اگر موقعہ ایسا نازک آجائے کہ بغیر صریح غلط بیانی کے کام نہ چل سکے تو اس کی بھی اجازت ہے۔

**فی آخر الزمان** ۔ شراح نے لکھا ہے کہ اس سے مراد خوارج ہیں۔ لیکن ان حضرات نے آخر الزمان

---

عہ ثانی: فضائل القرآن باب من رأیا بقراءۃ القرآن ص۷۵۶ استتابہ: باب قتال الخوارج ص۱۰۲۴ مسلم: زکوٰۃ، ابوداؤد، السنۃ، نسائی، محاربہ،

پر غور نہیں فرمایا خوارج بالکل ابتدا اسلام میں پیدا ہوئے ہیں اس لئے وہ اس حدیث سے مراد نہیں ہو سکتے البتہ نجدی ہو سکتے ہیں جس کی تائید میں متعدد احادیث ہیں جن کو ہم نے تفصیل کے ساتھ اس کتاب میں متعدد جگہ ذکر کیا ہے اور اپنے رسالہ "فتنوں کی سرزمین کون" میں یکجا کر دیا ہے۔

۱۹۰۹ حَدَّثَنَا قَيْسٌ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ قَالَ شَكَوْنَا إِلَى النَّبِيِّ

**حدیث** حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے رسول اللہ سے شکایت کی اور حضور

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَهُ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ

کعبہ کے سایہ میں اپنی چادر پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے تو انھوں نے حضور سے عرض کیا آپ

فَقُلْنَا أَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا أَلَا تَدْعُو اللّٰهَ لَنَا قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِيمَنْ

ہمارے لئے کیوں مدد نہیں مانگتے آپ اللہ سے کیوں دعا نہیں فرماتے۔ فرمایا تم سے پہلے

قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيهَا فَيُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوضَعُ

ایک شخص ہوتا جس کے لئے زمین میں گڑھا کھودا جاتا اس کو گڑھے میں کیا جاتا پھر آرا لاکر اس کے

عَلٰى رَأْسِهِ فَيُشَقُّ بِاثْنَيْنِ وَمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِينِهِ وَيُمْشَطُ

سر پر رکھا جاتا اور اسے دو ٹکڑے کر دیا جاتا یہ چیز بھی اس کو دین سے روکتی نہیں تھی۔ اور لوہے کا

بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ مَا دُونَ لَحْمِهِ مِنْ عَظْمٍ أَوْ عَصَبٍ وَمَا يَصُدُّهُ

کنگھا کر کے گوشت کو ہڈی اور پٹھے سے الگ کیا جاتا اور یہ اسے اللہ کے دین سے نہیں روکتی تھی

ذٰلِكَ عَنْ دِينِهِ وَاللّٰهِ لَيُتِمَّنَّ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يَسِيرَ الرَّاكِبُ

بخدا یہ دین تام ہوگا پورا ہو کر رہے گا یہاں تک کہ سوار صنعاء سے حضر موت

مِنْ صَنْعَاءَ إِلٰى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا اللّٰهَ أَوِ الذِّئْبَ عَلٰى

تک جائے گا اللہ کے سوا اسے کسی کا خوف نہ ہوگا یا اپنی بکریوں پر بھیڑیے کا۔

غَنَمِهِ وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُونَ ۝۲

لیکن تم لوگ جلدی چاہتے ہو۔

**۱۹۰۹ تشریحات** باب ما لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ زائد ہے کہ انھیں مشرکین سے سخت تکلیف پہونچی تھی حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلام تھے ان کا مکے میں کوئی حامی و یاور نہ تھا اس لئے ان

---

۲ باب ما لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۵۳۳ ثانی۔ الاکراہ۔ باب من اختار الضرب والقتل ص۱۰۳ ابوداؤد جہاد، نسائی علم۔ الزینۃ

پر ستم گر ایسے ایسے مظالم ڈھاتے تھے جسے سن کر روح لرز جاتی ہے انھیں دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا کر سینہ پر بھاری پتھر رکھ کر چڑھ جاتے اور اس وقت تک نہ چھوڑتے جب تک انگارے بجھ نہ جاتے ایک دفعہ ان کے ظالم آقا نے لوہا تپا کر ان کے سر کو داغ دیا ان جان لیوا مصائب سے تنگ آکر انھوں نے درخواست پیش کی تھی۔

**صنعاء** ۔ یمن کا دارالسلطنت تھا اور وہاں کا سب سے بڑا شہر۔

**حضرموت** ۔ صنعاء سے چار دن سے زیادہ کی مسافت پر ایک شہر ہے۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ صنعاء سے مراد شام کا صنعاء ہو جو شام میں دمشق کے باب الفرادیس کے اطراف میں ایک بستی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آج ایک انسان کا ایک شہر سے دوسرے شہر میں جانا خطرہ سے خالی نہیں لیکن وقت آئے گا کہ پورے عرب میں اسلام پھیل جائے گا اور ایسا امن قائم ہوگا کہ کسی سفر میں کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوگا۔ اگرچہ وہ لمبا سفر ہو۔

۱۹۱۰ **حدیث** اَنْبَأَنِیْ مُوْسَی بْنُ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَیْسٍ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ

نے ثابت بن قیس کو تلاش کرایا تو ایک شخص نے عرض کیا! یا رسول اللہ میں آپ کو ان کا

اللّٰهِ اَنَا اَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهٗ فَاَتَاهُ فَوَجَدَهٗ جَالِسًا فِیْ بَیْتِهٖ مُنَكِّسًا رَاْسَهٗ

حال بتاؤں گا یہ صاحب ثابت بن قیس کے پاس آئے ان کو اپنے گھر میں سر جھکائے ہوئے بیٹھا پایا

فَقَالَ مَا شَاْنُكَ فَقَالَ شَرٌّ كَانَ یَرْفَعُ صَوْتَهٗ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ صَلَّی

پوچھا آپ کا کیا حال ہے انھوں نے کہا برا ہے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز

اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَاَتَی

بلند کرتے تھے تو ان کا عمل اکارت ہوگیا اور وہ اہل نار سے ہیں یہ صاحب

الرَّجُلُ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ قَالَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ مُوْسَی بْنُ اَنَسٍ فَرَجَعَ

خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ انھوں نے ایسا ایسا کہا ہے اب

الْمَرَّةَ الْاٰخِرَةَ بِبِشَارَةٍ عَظِیْمَةٍ فَقَالَ اِذْهَبْ اِلَیْهِ فَقُلْ لَهٗ

یہ صاحب دوسری مرتبہ ان کے پاس بشارت عظیم لے کر گئے فرمایا اس کے

اِنَّكَ لَسْتَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَلٰكِنْ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔ عـه

پاس جاؤ اور اس سے کہو تم اہل نار سے نہیں بلکہ جنتیوں میں سے ہو۔

## ۱۹۱۰ تشریحات

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند آواز بزرگ تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھی اونچی آواز سے بات کیا کرتے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۔ حجرات آیت ۲

اے ایمان والو نبی کی آواز پر آواز اونچی نہ کرو اور ان سے بات بلند آواز میں نہ کرو جیسے تم میں بعض بعض سے کرتا ہے کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

تو حضرت ثابت بن قیس نے سمجھا کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے اور وہ گھر میں بیٹھ رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ یہ بے ادبی کی نیت سے اونچی آواز سے بات نہیں کرتے فطری طور پر ان کی آواز ہی اونچی ہے فرمایا کہ یہ قابل تعریف زندگی گذارینگے اور شہید ہو کر مرینگے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ ہم ان کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ جنتی ہیں۔ کتاب الجہاد میں گذر چکا کہ جنگ یمامہ میں جب مسلمانوں میں کچھ ابتری پیدا ہو گئی تھی تو انھوں نے اپنے بدن میں خوشبو ملی اور کفن پہنا لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

## ۱۹۱۱ حدیث

عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ قَالَ قَرَءَ رَجُلٌ الْكَهْفَ وَفِي الدَّارِ دَابَّةٌ فَجَعَلَتْ تَنْفِرُ فَسَلَّمَ فَاِذَا ضَبَابَةٌ اَوْ سَحَابَةٌ غَشِيَتْهُ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِقْرَءْ فُلَانُ فَاِنَّهَا السَّكِيْنَةُ نَزَلَتْ لِلْقُرْاٰنِ اَوْ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْاٰنِ۔ عـه

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا ایک صاحب نے سورہ کہف پڑھا اور گھر میں ایک جانور تھا جو بدکنے لگا تو اس نے سلامتی کی دعا مانگی پھر اچانک دیکھا کہ بادل اس کو گھیرے ہوئے ہے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو فرمایا اے فلاں پڑھتے رہو یہ سکینہ تھا جو قرآن کے لئے اترا۔

عـه ثانی کتاب التفسیر سورۂ حجرات باب لا ترفعوا اصواتکم ص۷۱۸

عـه تفسیر سورہ فتح باب ھو الذی انزل السکینۃ ص۷۱۷ فضائل القرآن باب فضل الکہف ص۷۴۹ مسلم صلوٰۃ۔ ترمذی فضائل القرآن۔

۱۹۱۱ **تشریحات** یہ صاحب حضرت اُسَید بن حُضَیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اِقْرَءْ فُلَان" یعنی تم کو پڑھتے رہنا چاہیئے تھا۔ قرارت بند نہیں کرنی چاہیئے تھی۔ سکینہ" اللہ کی طرف سے ایک نشانی ہے۔ جو قبولیت اور نزول رحمت کی دلیل ہے۔ جس کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں جو قرآن سنتے ہیں۔

۱۹۱۲ **حدیث** حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُوْلُ

ابو اسحاق نے کہا کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے

جَاءَ اَبُوْ بَكْرٍ اِلٰى اَبِيْ فِيْ مَنْزِلِهٖ فَاشْتَرٰى مِنْهُ رَحْلًا فَقَالَ لِعَازِبٍ

ابو بکر میرے باپ کے پاس ان کے گھر آئے اور ان سے کجاوہ خریدا اور عازب سے کہا اپنے

اِبْعَثْ اِبْنَكَ يَحْمِلْهُ مَعِيْ قَالَ فَحَمَلْتُهُ مَعَهٗ وَخَرَجَ اَبِيْ يَنْتَقِدُ

بیٹے کو بھیج دیجئے کہ اسے میرے گھر پہنچا دے میں اسے اٹھا کر ان کے ساتھ چلا اور

ثَمَنَهٗ فَقَالَ لَهٗ اَبِيْ يَا اَبَا بَكْرٍ حَدِّثْنِيْ كَيْفَ صَنَعْتُمَا حِيْنَ سَرَيْتُمَا

میرے باپ باہر نکل کر قیمت پر کھنے لگے حضرت ابو بکر سے میرے باپ نے کہا کہ مجھ سے

مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ اَسْرَيْنَا

بیان فرمایئے آپ دونوں حضرات نے کیا کیا تھا جب آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

لَيْلَتَنَا وَمِنَ الْغَدِ حَتّٰى قَامَ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ وَخَلَا الطَّرِيْقُ لَا

رات میں چلے تھے انھوں نے فرمایا ہاں بیان کروں گا۔ ہم رات بھر چلے اور صبح کو چلتے رہے یہاں تک

يَمُرُّ فِيْهِ اَحَدٌ فَرُفِعَتْ لَنَا صَخْرَةٌ طَوِيْلَةٌ لَهَا ظِلٌّ لَمْ تَأْتِ

کہ ٹھیک دوپہر ہو گئی اور راستہ خالی ہو گیا اس میں کوئی نہیں گذر رہا تھا کہ ہمارے سامنے ایک لمبی

عَلَيْهَا الشَّمْسُ فَنَزَلْنَا عِنْدَهَا وَسَوَّيْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سایہ دار چٹان آئی جس میں دھوپ نہیں تھی ہم وہاں اتر پڑے میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مَكَانًا بِيَدِيْ يَنَامُ عَلَيْهِ وَبَسَطْتُ عَلَيْهِ فَرْوَةً وَقُلْتُ نَمْ يَا رَسُوْلَ

کے لئے زمین برابر کی اور میں نے حضور کے لئے ایک پوستین بچھا دی اور عرض کیا یا رسول اللہ سو جائیں

اللّٰهِ وَاَنَا اَنْفُضُ لَكَ مَا حَوْلَكَ فَنَامَ وَخَرَجْتُ اَنْفُضُ مَا حَوْلَهٗ

اور میں آپ کے ارد گرد نظر رکھوں گا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو گئے اور میں اِدھر

فَاِذَا اَنَا بِرَاعٍ مُقْبِلٍ بِغَنَمِهٖ اِلَى الصَّخْرَةِ يُرِيْدُ مِنْهَا مِثْلَ الَّذِيْ اَرَدْنَا

اُدھر دیکھتا رہا اتنے میں ایک چرواہے کو دیکھا کہ وہ اسی چٹان کی طرف اپنی بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ

فَقُلْتُ لَهٗ لِمَنْ اَنْتَ يَا غُلَامُ فَقَالَ لِرَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اَوْ

آرہا ہے وہ بھی اس چٹان سے وہی فائدہ حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا جو ہم حاصل کر رہے تھے

مَكَّةَ قُلْتُ اَفِيْ غَنَمِكَ لَبَنٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ اَفَتَحْلُبُ قَالَ نَعَمْ فَاَخَذَ

میں نے پوچھا اے لڑکے تو کس کا غلام ہے؟ اس نے مدینہ یا مکہ کے کسی شخص کا نام لیا۔ میں نے پوچھا

شَاةً فَقُلْتُ اُنْفُضِ الضَّرْعَ مِنَ التُّرَابِ وَالشَّعَرِ وَالْقَذٰى قَالَ

کیا تیری بکریوں میں دودھ ہے اس نے کہا ہاں کیا تو دودھ دوہے گا اس نے کہا ہاں میں نے اس سے

فَرَاَيْتُ الْبَرَاءَ يَضْرِبُ اِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى يَنْفُضُ فَحَلَبَ

کہا تھن کو دھول اور بال اور گندگی سے صاف کرلے۔ ابو اسحاق نے کہا کہ میں نے براء کو دیکھا کہ

فِيْ قَعْبٍ كُثْبَةً مِّنْ لَبَنٍ وَمَعِيَ اِدَاوَةٌ حَمَلْتُهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر جھاڑنے کے لئے مار رہے ہیں تو اس نے ایک پیالہ میں دودھ دوہا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْتَوِيْ مِنْهَا يَشْرَبُ وَيَتَوَضَّاُ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

میرے پاس ایک چھاگل تھی میں نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ساتھ رکھا تھا جس سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَهٗ فَوَافَقْتُهٗ حِيْنَ اسْتَيْقَظَ فَصَبَبْتُ

حضور پانی پیتے اور وضو فرماتے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مجھے یہ اچھا نہ

مِنَ الْمَاءِ عَلَى اللَّبَنِ حَتّٰى بَرَدَ اَسْفَلُهٗ فَقُلْتُ اِشْرَبْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

معلوم ہوا کہ میں آپ کو جگاؤں لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ میں پہونچا تو حضور بیدار ہو چکے تھے میں نے دودھ

قَالَ فَشَرِبَ حَتّٰى رَضِيْتُ ثُمَّ قَالَ اَلَمْ يَاْنِ لِلرَّحِيْلِ قُلْتُ بَلٰى

میں پانی ڈالا اتنا کہ وہ نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ پیجئے حضور نے پیا اتنا کہ میں خوش

قَالَ فَارْتَحَلْنَا بَعْدَ مَا مَالَتِ الشَّمْسُ وَاتَّبَعَنَا سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ

ہو گیا پھر حضور نے فرمایا کہ کیا ابھی چلنے کا وقت نہیں ہوا۔ ہم سورج ڈھل جانے کے بعد وہاں سے چلے۔

فَقُلْتُ اُتِيْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَدَعَا

سراقہ بن مالک ہمارے پیچھے آرہا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کوئی شخص ہمارے پاس آن پہونچا

عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَطَمَتْ بِهٖ فَرَسُهٗ

فرمایا تم غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی ہلاکت کی دعا کی تو اس

اِلٰى بَطْنِهَا اُرٰى فِيْ جَلَدٍ مِنَ الْاَرْضِ شَكَّ زُهَيْرٌ فَقَالَ اِنِّيْ

کا گھوڑا مع اس کے پیٹ تک دھنس گیا میں گمان کرتا ہوں کہ انھوں نے یہ بھی کہا تھا سخت زمین میں

اُرٰاكُمَا قَدْ دَعَوْتُمَا عَلَيَّ فَادْعُوَا اللّٰهَ لِيْ وَاللّٰهِ لَكُمَا اَنْ اَرُدَّ عَنْكُمَا

زہیر کو شک ہو گیا سراقہ نے کہا میرا گمان ہے کہ تم دونوں نے میرے لئے بددعا کی ہے۔ اب میرے چھٹکارے

الطَّلَبَ فَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَجَا فَجَعَلَ

کی دعا کرو۔ خدا کی قسم تمہیں ڈھونڈھنے والوں کو واپس کر دوں گا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

لَا يَلْقٰى اَحَدًا اِلَّا قَالَ قَدْ كَفَيْتُكُمْ مَا هُنَا فَلَا يَلْقٰى اَحَدًا اِلَّا

اس کے چھٹکارے کی دعا کی تو وہ زمین سے نکل آیا اس کے بعد وہ کسی سے ملتا تو کہتا کہ میں یہاں تلاش کر چکا

رَدَّهٗ قَالَ وَوَفٰى لَنَا۔ ع۱

ہوں جس سے بھی اس کی ملاقات ہوتی اس کو لوٹا دیتا اس نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا اس کو اس نے پورا کیا۔

**تشریحات** ۱۲۱۹ حدیث ہجرت کے مرکزی راوی ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ سبیعی ہیں ان سے زہیر بن معاویہ اور ان کے بھائی خدیج اور اسرائیل نے روایت کیا ہے نیز ان کے پوتے یوسف بن اسحاق نے بھی اور شعبہ نے بھی لیکن ہر روایت میں کچھ تھوڑا بہت تغیر اور کمی بیشی ہے۔ یہاں جو روایت ہے وہ غار سے نکلنے کے بعد کے واقعات پر مشتمل ہے جس کی ابتدا یہاں سے کی ہے کہ ہم رات بھر چلے اور دوسرے دن دوپہر تک چلتے رہے "الی آخرہ"

ہجرت کا ابتدائی حصہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے مفصل گذر چکا ہے اس حدیث میں صرف دو اہم واقعے ہیں ایک دودھ کا دوسرا سراقہ کا۔ مزید تفصیل باب الہجرت میں آئیگی۔

اس حدیث سے علمائے سور نے یہ استدلال کیا ہے کہ حدیث کی تعلیم پر اجرت یعنی جائز ہے اس لئے کہ بعض روایتوں میں ابتدار حدیث میں یہ ہے کہ جب حضرت ابو بکر نے حضرت عازب سے کہا برائے کہ دو کہ یہ کجاوہ میرے گھر پہنچا دے۔ اس پر عازب نے کہا نہیں جب تک آپ ہجرت کا واقعہ نہ بیان فرمائیں۔ لیکن ان کا یہ استدلال غلط ہے۔ یہ کجاوہ گھر پہنچانا حدیث سنانے کی اجرت میں نہیں تھا بلکہ اس زمانے کے دستور

---

ع۱ اللقطہ باب ص۳۳۱ باب فضائل المہاجرین ص۵۱۵۔ باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۵۵۵ ثانی الاشربہ۔ باب شرب اللبن ص۸۳۹ مسلم الاشربہ۔ ہجرت۔ زہ۔

کے مطابق تھا کہ سامان تاجروں کے نوکر مشتری کے گھر پہونچا دیا کرتے تھے۔ یا بطور تبرع تھا اصل حکم یہی ہے کہ دینی تعلیم پر اجرت لینا جائز نہیں۔ لیکن اب بضرورت اجازت ہے یہ البتہ طے ہے کہ جو لوگ اجرت پر تعلیم دیتے ہیں وہ ثواب کے مستحق نہیں۔ اس زمانے کے مدرسین کو خدا کا خوف کرنا چاہئے۔ کہ وہ صرف تنخواہ ہی کے لئے تعلیم دیتے ہیں خلوص اور للّٰہیت دلوں سے رخصت ہو چکی ہے اسی کا ثمرہ اور نتیجہ ہے کہ علم اٹھتا جا رہا ہے اور اس سے زیادہ تکلیف دہ یہ بات ہے کہ تعلیم و تعلم کو صرف ذریعہ معاش بنا لیا گیا ہے۔ علم دین کی نشر و اشاعت یا دین کی خدمت کا صحیح جذبہ قریب قریب ختم ہو چکا ہے۔ کاش مدرسین خلوص و للّٰہیت اور علم دین کی نشر و اشاعت اور دین کی خدمت کے جذبے سے تعلیم دیں تو اس کے فوائد ان کو دنیا میں بھی حاصل ہوں اور آخرت میں بھی،،

۱۹۱۳ حدیث حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ایک نصرانی شخص مسلمان ہوا اس نے بقرہ اور

رَجُلٌ نَصْرَانِيًّا فَاَسْلَمَ وَقَرَأَ الْبَقَرَةَ وَاٰلَ عِمْرَانَ فَكَانَ يَكْتُبُ لِلنَّبِيِّ

آل عمران پڑھا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے وہ لکھتا تھا پھر وہ مرتد ہو کر نصرانی ہو گیا اور

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَادَ نَصْرَانِيًّا فَكَانَ يَقُوْلُ مَا يَدْرِيْ

کہا کرتا تھا کہ محمد و ہی جانتے ہیں جو میں نے ان کے لئے لکھ دیا ہے۔ پھر وہ مر گیا اس کے آدمیوں

مُحَمَّدٌ اِلَّا مَا كَتَبْتُ لَهٗ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ فَدَفَنُوْهُ فَاَصْبَحَ وَلَقَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ

نے اس کو دفن کیا صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ زمین نے اس کو پھینک دیا ہے اس کے

فَقَالُوْا هٰذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِهٖ لَمَّا هَرَبَ مِنْهُمْ نَبَشُوْا عَنْ

آدمیوں نے کہا کہ یہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کا کام ہے۔ یہ جب ان

صَاحِبِنَا فَاَلْقَوْهُ فَحَفَرُوْا لَهٗ فَاَعْمَقُوْا لَهٗ فِي الْاَرْضِ مَا اسْتَطَاعُوْا

سے بھاگ آیا تو انھوں نے ہمارے ساتھی کی قبر کو ادھیڑ دیا اور اسے پھینک دیا اب پھر

فَاَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ فَقَالُوْا هٰذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِهٖ

اس کے آدمیوں نے اس کے لئے گڈھا کھودا اور جہاں تک ہو سکا خوب گہرا کھودا۔ پھر صبح کو دیکھا تو

نَبَشُوْا عَنْ صَاحِبِنَا لَمَّا هَرَبَ مِنْهُمْ فَاَلْقَوْهُ فَحَفَرُوْا لَهٗ فَاَعْمَقُوْا

زمین نے اس کو پھینک دیا تھا اب پھر لوگوں نے کہا کہ یہ محمد اور ان کے اصحاب کا کام ہے انھوں نے ہمارے ساتھی

عہ فضائل المہاجرین ص۵۱۵

لَهُ فِي الْأَرْضِ مَا اسْتَطَاعُوا فَأَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْأَرْضُ فَعَلِمُوا أَنَّهُ
کی قبر کو ادھیڑ دیا اور اسے باہر پھینک دیا کیونکہ یہ ان سے بھاگ آیا تھا۔ پھر اس کے لئے گڑھا کھودا اور جتنا گہرا کھود سکتے
لَيْسَ مِنَ النَّاسِ فَأَلْقَوْهُ۔
تھے اتنا گہرا کھودا پھر صبح کو دیکھا کہ زمین نے اسکو پھینک دیا اب انہوں نے جانا یہ انسانوں کی طرف سے نہیں تھوں نے بھی اسکو پھینک دیا۔

**تشریحات ۱۹۱۳** ایک روایت میں ہے کہ اللہ نے اس کی گردن توڑ دی۔ یعنی اس کی موت بھی غیر فطری طریقے سے ہوئی تھی۔

**۱۹۱۴ حدیث** حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مسیلمہ کذاب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ
قَدِمَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
میں آیا اور کہتا تھا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنا ولی عہد بنا دیں میں تو ان کا اتباع کر لوں گا اور وہ
فَجَعَلَ يَقُولُ إِنْ جَعَلَ لِي مُحَمَّدٌ الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ سَمِعْتُهُ وَقَدِمَهَا
مدینہ طیبہ اپنی قوم کے بہت سے لوگوں کے ساتھ آیا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے
فِي بَشَرٍ كَثِيرٍ مِنْ قَوْمِهِ فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
پاس تشریف لے گئے اور حضور کے ساتھ ثابت بن قیس بن شماس تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَفِي يَدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی ٹہنی کا ٹکڑا تھا حضور مسیلمہ کے پاس کھڑے ہوئے وہ اپنے ہمراہیوں
وَسَلَّمَ قِطْعَةُ جَرِيدٍ حَتَّى وَقَفَ عَلَى مُسَيْلِمَةَ فِي أَصْحَابِهِ فَقَالَ لَهُ
میں تھا فرمایا تو اگر مجھ سے اس ٹکڑے کو بھی مانگے گا تو میں تجھے نہیں دوں گا تیرے بارے میں اللہ کا جو
لَوْ سَأَلْتَنِي هَذِهِ الْقِطْعَةَ مَا أَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ تَعْدُوَ أَمْرَ اللهِ فِيكَ
فیصلہ ہے اس سے وہ خطا نہیں کر سکتا اور اگر تو مجھ سے روگردانی کرکے جائے گا تو اللہ ضرور ضرور تجھے ہلاک
وَلَئِنْ أَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللهُ وَإِنِّي لَأَرَاكَ الَّذِي أُرِيتُ فِيكَ مَا رَأَيْتُ [علہ]
کرے گا اور مجھے یقین ہے کہ تو ہی وہ ہے جس کے بارے میں مجھے دکھایا گیا ہے جو میں نے دیکھا ہے۔

علہ ثانی مغازی باب وفد بنی حنیفہ باب قصۃ اسود العنسی ص۶۲۸۔ الرویا باب اذا طار الشی فی المنام ص۱۰۴۱ توحید باب قول اللہ انما امرنا لشی ص۱۱۱۱ مسلم، ترمذی، نسائی، المرویا۔

فَاَخْبَرَنِیْ اَبُوْھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

مجھے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا

بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَیْتُ فِیْ یَدَیَّ سِوَارَیْنِ مِنْ ذَھَبٍ فَاَھَمَّنِیْ شَاْنُھُمَا

کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں سونے کی دو کنگن دیکھے جس نے مجھے پریشانی میں ڈال دیا

فَاُوْحِیَ اِلَیَّ فِی الْمَنَامِ اَنِ انْفُخْھُمَا فَنَفَخْتُھُمَا فَطَارَا فَاَوَّلْتُھُمَا کَذَّابَیْنِ

خواب ہی میں میری جانب وحی کی گئی کہ ان پر پھونک مارو میں نے ان دونوں پر پھونکا تو دونوں

یَخْرُجَانِ بَعْدِیْ فَکَانَ اَحَدُھُمَا الْعَنْسِیَ وَالْاٰخَرُ مُسَیْلَمَۃُ صَاحِبُ

اڑ گئے۔ میں نے اس کی تعبیر یہ کی ہے کہ یہ دو کذاب ہیں جو میرے بعد نکلیں گے ان میں سے

الْیَمَامَۃِ ؏ھ

ایک عنسی ہے دوسرا مسیلمہ یمامہ والا۔

۱۹۱۴

**تشریحات** مغازی میں ہے کہ مسیلمہ مدینہ طیبہ آیا تو حارث کی بیٹی کے گھر ٹھہرا جس کا نام کبیشہ تھا یہ مسیلمہ کذاب کی زوجیت میں تھی۔ مسیلمہ سنۃ الوفود ۹ھ میں بنی حنیفہ کے وفد کے ساتھ آیا تھا۔ یہ دس سے کچھ اوپر آدمی تھے۔ مسیلمہ کذاب پڑاؤ پر رہ گیا وفد کے بقیہ افراد مسجد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت تک اس نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ مدینہ طیبہ سے واپسی کے بعد یہ سب مرتد ہو گئے اور مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ یہ کچھ طلسم بھی جانتا تھا مثلاً انڈے کو شیشی میں داخل کر دیتا۔

**یَخْرُجَانِ مِنْ بَعْدِیْ** ۔ اسود عنسی یمن کے مشہور شہر صنعاء میں رہتا تھا اسے فیروز دیلمی صحابی نے قتل کیا۔ ایک قول کی بنا پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض وصال میں یہ مارا گیا۔ اور ایک قول کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلافت کے ابتدائی ایام میں۔ مسیلمہ کذاب عہد صدیقی میں جنگ یمامہ میں مارا گیا۔ اسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی نے قتل کیا تھا۔ ان دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس لئے یخرجان من بعدی کا مطلب یہ ہے کہ میرے ظہور کے بعد یہ دونوں خروج کریں گے یہ مراد نہیں کہ میرے وصال کے بعد نکلیں گے۔

---

ع ھ ثانی مغازی باب وفد بنی حنیفہ ص ۶۲۸

الرویا۔ باب النفخ فی الرویا ص ۱۰۴۲

۱۹۱۵ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهٖ اَبِيْ

حدیث حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے میں گمان کرتا ہوں کہ وہ

بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى اُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا میں نے خواب دیکھا کہ میں مکہ سے ایسی زمین

رَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اُهَاجِرُ مِنْ مَكَّةَ اِلٰى اَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ

کی جانب ہجرت کر رہا ہوں جہاں کھجوریں ہیں میرا خیال اس جانب گیا کہ وہ یمامہ یا ہجر ہے مگر

وَهْلِيْ اِلٰى اَنَّهَا الْيَمَامَةُ اَوِ الْهَجَرُ فَاِذَا هِيَ الْمَدِيْنَةُ يَثْرِبُ وَرَاَيْتُ فِيْ

وہ مدینہ یثرب ہے میں نے اپنے خواب میں دیکھا کہ میں نے ایک تلوار ہلائی اس کا اگلا حصہ ٹوٹ

رُؤْيَايَ اَنِّيْ هُزِزْتُ سَيْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهٗ فَاِذَا هُوَ مَا اُصِيْبَ مِنَ

گیا یہ وہ نقصان ہے جو مومنوں کو احد میں پہنچا پھر میں نے اس کو دوبارہ ہلایا تو جیسی

الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ اُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهٗ اُخْرٰى فَعَادَ اَحْسَنَ مَا كَانَ فَاِذَا

پہلے تھی اس سے عمدہ ہوگئی یہ وہ ہے جو اللہ نے فتح عطا فرمایا اور مسلمانوں

هُوَ مَا جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَرَاَيْتُ فِيْهَا بَقَرًا

کا اجتماع۔ اور میں نے خواب ہی میں دیکھا ایک گائے کو جو ذبح کی جا رہی ہے

وَاللّٰهُ خَيْرٌ فَاِذَا هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ اُحُدٍ وَاِذَا الْخَيْرُ مَا جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ

اور اللہ کا فعل بہتر ہے یہ وہ ہے جو مومنوں کے ساتھ یوم احد میں ہوا اور خیر

مِنَ الْخَيْرِ وَثَوَابِ الصِّدْقِ الَّذِيْ اٰتَانَا اللّٰهُ بَعْدَ يَوْمِ بَدْرٍ ۔علہ

وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے یوم بدر کے بعد عطا فرمایا۔

۱۹۱۶ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَقْبَلَتْ

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا فاطمہ چلتی ہوئی آئیں ان

فَاطِمَةُ تَمْشِيْ كَاَنَّ مِشْيَتَهَا مَشْيُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کی رفتار گویا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفتار ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

علہ ثانی مغازی۔ باب ص۵۶۸ باب من قتل من المسلمین یوم احد ص۵۸۴ تعبیر رویا۔
باب اذا رای بقرا تنحرا ص۱۰۴۱ باب اذا رای انہ ھز سیفا ص۱۰۴۲ اول ہجرت ص۵۵۱
مسلم، نسائی، ابن ماجہ، الرویا۔

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْحَبًا بِابْنَتِي ثُمَّ اَجْلَسَهَا عَنْ

نے ان سے فرمایا میری بیٹی کو مرحبا ہو پھر ان کو بٹھایا اپنی دائیں طرف یا بائیں طرف پھر

يَمِيْنِهٖ اَوْ عَنْ شِمَالِهٖ ثُمَّ اَسَرَّ اِلَيْهَا حَدِيْثًا فَبَكَتْ فَقُلْتُ لَهَا لِمَ

ان سے آہستہ کوئی بات کہی جس پر وہ روئیں میں نے ان سے کہا کیوں روتی ہو؟ پھر

تَبْكِيْنَ ثُمَّ اَسَرَّ اِلَيْهَا حَدِيْثًا فَضَحِكَتْ قُلْتُ مَا رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ فَرَحًا

ان سے ایک اور بات آہستہ فرمائی جس پر وہ ہنسیں میں نے کہا آج کے دن جیسی خوشی

اَقْرَبَ مِنْ حُزْنٍ فَسَاَلْتُهَا عَمَّا قَالَ فَقَالَتْ مَا كُنْتُ لِاُفْشِيَ سِرَّ

غم سے بہت قریب میں نے کبھی نہیں دیکھی میں نے ان سے پوچھا کہ حضور نے کیا فرمایا

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

تو انھوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو فاش نہیں کروں گی۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْتُهَا عَمَّا قَالَ فَقَالَتْ اَسَرَّ اِلَيَّ اَنَّ جِبْرَئِيْلَ

یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اب میں نے ان سے پوچھا کہ حضور نے کیا

كَانَ يُعَارِضُنِي الْقُرْاٰنَ كُلَّ سَنَةٍ مَرَّةً وَاَنَّهٗ عَارَضَنِي الْعَامَ مَرَّتَيْنِ

فرمایا تھا۔ تو حضرت فاطمہ نے بتایا کہ حضور نے مجھ سے راز کی یہ بات بتائی تھی کہ جبرئیل ہر سال

وَلَا اُرَاهُ اِلَّا حَضَرَ اَجَلِي وَاِنَّكِ اَوَّلُ اَهْلِ بَيْتِي لَاحِقًا بِي فَبَكَيْتُ

میرے ساتھ قرآن کا ایک مرتبہ دور کیا کرتے تھے اور اس سال دو مرتبہ کیا ہے اس سے میں سمجھ

فَقَالَ اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَوْ نِسَاءِ

رہا ہوں کہ میرے وصال کا وقت قریب ہے۔ اور بیشک تم میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے مجھ سے ملوگی

الْمُؤْمِنِيْنَ فَضَحِكْتُ لِذٰلِكَ عله

اس پر میں روئی تو فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں کہ جنتیوں کی عورتوں یا مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو۔ اس پر میں ہنسی۔

**تشریحات ۱۹۱۶** اس روایت میں وہ دوسری بات جس پر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہنسی

---

عله اسی کے بعد متصل فضائل صحابہ باب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص۵۲۶ ثانی مغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۶۳۸ استیذان باب من ناجی بین یدی الناس ص۹۳۔ ثانی فضائل القرآن باب کان جبرئیل یعرض القرآن ص۷۴۸

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم جنتی عورتوں کی سردار ہو۔ اور بطریق عروہ حضرت ام المؤمنین سے جو روایت ہے اس میں یہ تصریح ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس اطلاع پر خوش ہوئی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ میرے اہل بیت میں تم سب سے پہلے مجھ سے ملوگی علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ راجح مسروق والی روایت ہے۔

۱۹۱۷ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ابن عباس کو

كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُدْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ

قریب رکھتے تھے تو ان سے عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا بیشک ہمارے بیٹے بھی

عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِنَّ لَنَا اَبْنَاءً مِثْلَهُ فَقَالَ اِنَّهُ مِنْ حَيْثُ

اسی جیسے ہیں حضرت عمر نے فرمایا یہ اس وجہ سے ہے کہ تم جانتے ہو اس کے بعد حضرت

تَعْلَمُ فَسَئَلَ عُمَرُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ

عمر نے ابن عباس سے اس آیت اذا جاء نصر اللہ والفتح کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے

وَالْفَتْحُ فَقَالَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَمَهُ اِيَّاهُ

کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر اللہ نے حضور کو دیا ہے تو حضرت عمر

قَالَ مَا اَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّا مَا تَعْلَمُ عه

نے کہا اس سے میں بھی وہی جانتا ہوں جو تم جانتے ہو۔

۱۹۱۷

تشریحات دوسری روایتوں میں یہ تفصیل ہے کہ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت عمر مجھے بدر میں شریک ہونے والے مشائخ کے ساتھ مجلس میں شریک کرتے تھے اس پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کو کچھ ناگواری ہوئی اور انھوں نے وہ فرمایا۔ کہ ہمارے بیٹے بھی ان کے ہم عمر ہیں ان کو قریب نہیں فرماتے فرمایا تم جانتے ہو کہ ایسا کیوں ہے یعنی تمہیں معلوم ہے کہ وہ سب سے زیادہ سمجھ دار ہیں پھر ایک دن حضرت ابن عباس کو بلایا اور سب کے ساتھ بیٹھایا اور پوچھا کہ اذا جاء نصر اللہ والفتح کے بارے میں کیا کہتے ہو تو بعضوں نے کہا کہ ہمیں اللہ کی حمد کرنے اور استغفار کا حکم دیا گیا ہے اس جواب

---

عه ثانی مغازی باب ص۶۱۵ باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۶۳۸ تفسیر سورۃ اذا جاء باب قولہ ورأیت الناس یدخلون ص۷۴۳ باب قولہ فسبح بحمد ربک ص۷۴۳

کا حاصل یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں فتح کی نعمت عطا فرمائی ہے ہمیں اس پر اس کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اور کچھ صاحبان تو کچھ نہیں بولے۔ پھر حضرت ابن عباس سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ اس میں حضور کو اپنے وصال کے نزدیک ہونے کی خبر دی گئی ہے کہ اب آپ کا وقت وصال قریب آچکا ہے۔ جس کام کے لئے بھیجا گیا تھا وہ پورا ہو چکا ہے۔ اب اللہ کی طرف رجوع کیجئے۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا کہ میں بھی یہی جانتا ہوں۔

۱۹۱۸ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

**حدیث** حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہارے

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكُمْ مِنْ أَنْمَاطٍ قُلْتُ وَأَنّٰى

پاس قالین ہیں میں نے کہا ہمارے پاس کہاں سے قالین ہوں گے فرمایا سنو! بہت جلد

تَكُوْنُ لَنَا الْأَنْمَاطُ قَالَ أَمَا إِنَّهَا سَتَكُوْنُ لَكُمُ الْأَنْمَاطُ فَأَنَا أَقُوْلُ لَهَا

تمہارے پاس قالین ہوں گے پس میں اس سے یعنی اپنی بیوی سے کہتا ہوں اپنا قالین

يَعْنِي امْرَأَتَهُ أَخِّرِي عَنِّي أَنْمَاطَكِ فَتَقُوْلُ أَلَمْ يَقُلِ النَّبِيُّ صَلَّى

میرے پاس سے ہٹاؤ تو وہ کہتی ہے کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا ہے کہ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا سَتَكُوْنُ لَكُمُ الْأَنْمَاطُ فَأَدَعُهَا [1]

تمہارے پاس قالین ہوں گے۔ تو میں اسے چھوڑ دیتا ہوں۔

**تشریحات ۱۹۱۸** نمط۔ ایسا بچھونا جس میں باریک روئیں ہوں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب شادی کی تھی تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ فرمایا تھا۔

۱۹۱۹ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ

**حدیث** حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ سعد بن معاذ عمرہ کی نیت سے

عَنْهُ قَالَ انْطَلَقَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ مُعْتَمِرًا قَالَ فَنَزَلَ عَلٰى أُمَيَّةَ بْنِ

مدینے کی نیت سے چلے مکہ پہونچ کر امیہ بن خلف ابو صفوان کے یہاں اترے۔ امیہ جب

أَبِي خَلَفٍ أَبِي صَفْوَانَ وَكَانَ أُمَيَّةُ إِذَا انْطَلَقَ إِلَى الشَّامِ فَمَرَّ أُمَيَّةَ

شام جاتے ہوئے مدینہ سے گذرتا تو سعد کے یہاں ٹھہرتا امیہ نے سعد سے کہا انتظار کرو

[1] ثانی۔ نکاح۔ باب الانماط ص۷۷۵۔ ترمذی۔ استیذان مسلم لباس۔ نسائی نکاح۔ ابوداؤد لباس

بِالْمَدِيْنَةِ نَزَلَ عَلٰى سَعْدٍ فَقَالَ اُمَيَّةُ لِسَعْدٍ اِنْتَظِرْ حَتّٰى اِذَا انْتَصَفَ

تاکہ دوپہر ہو جائے اور لوگ غافل ہو جائیں تو میں چلوں گا اور طواف کروں گا سعد

النَّهَارُ وَغَفَلَ النَّاسُ اِنْطَلَقْتَ فَطُفْتَ فَبَيْنَا سَعْدٌ يَطُوْفُ اِذَا

طواف کر ہی رہے تھے کہ ابوجہل آگیا اور پوچھا یہ کون ہے جو طواف کر رہا ہے۔

اَبُوْجَهْلٍ فَقَالَ مَنْ هٰذَا الَّذِيْ يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ فَقَالَ سَعْدٌ اَنَا

سعد نے کہا کہ میں سعد ہوں تو ابوجہل نے کہا تو بلا خطر کعبے کا طواف کر رہا ہے اور تم

سَعْدٌ فَقَالَ اَبُوْجَهْلٍ تَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ اٰمِنًا وَقَدْ اٰوَيْتُمْ مُحَمَّدًا

نے محمد اور ان کے اصحاب کو پناہ دے رکھی ہے۔ سعد نے فرمایا ہاں اور دونوں لڑ

وَاَصْحَابَهٗ فَقَالَ نَعَمْ فَتَلَاحَيَا بَيْنَهُمَا فَقَالَ اُمَيَّةُ لِسَعْدٍ لَا تَرْفَعْ

پڑے امیہ نے سعد سے کہا کہ اپنی آواز ابوالحکم پر بلند مت کر بیشک وہ اس وادی

صَوْتَكَ عَلٰى اَبِي الْحَكَمِ فَاِنَّهٗ سَيِّدُ اَهْلِ الْوَادِيْ ثُمَّ قَالَ سَعْدٌ

والوں کا سردار ہے پھر سعد نے کہا خدا کی قسم اگر تو نے مجھے بیت اللہ کا طواف کرنے

وَاللّٰهِ لَئِنْ مَنَعْتَنِيْ اَنْ اَطُوْفَ بِالْبَيْتِ لَاَقْطَعَنَّ مَتْجَرَكَ بِالشَّامِ

سے روک دیا تو میں تیری تجارت گاہ شام کا راستہ کاٹ دوں گا امیہ سعد سے یہی کہتا

قَالَ فَجَعَلَ اُمَيَّةُ يَقُوْلُ لِسَعْدٍ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ فَجَعَلَ يُمْسِكُهٗ

رہا اپنی آواز اونچی مت کر اور انھیں روکتا رہا اس پر سعد کو غصہ آگیا اور کہا کہ ہمیں چھوڑ دے

فَغَضِبَ سَعْدٌ فَقَالَ دَعْنَا عَنْكَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ

میں نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ تجھے قتل فرمائیں گے امیہ نے کہا مجھے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزْعُمُ اَنَّهٗ قَاتِلُكَ قَالَ اِيَّايَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَاللّٰهِ

سعد نے کہا ہاں امیہ نے کہا کہ بخدا محمد جب کوئی بات بیان کرتے ہیں تو جھوٹی نہیں ہوتی اور

مَا يَكْذِبُ مُحَمَّدٌ اِذَا حَدَّثَ فَرَجَعَ اِلٰى امْرَاَتِهٖ فَقَالَ اَمَا تَعْلَمِيْنَ

وہ اپنی بیوی کے پاس لوٹ کر آیا اور اس سے کہا کہ کیا تو نہیں جانتی کہ میرے یثربی بھائی

مَا قَالَ لِيْ اَخِي الْيَثْرِبِيُّ قَالَتْ وَمَا قَالَ قَالَ زَعَمَ اَنَّهٗ سَمِعَ

نے کیا کہا اس نے پوچھا کیا کہا ہے امیہ نے کہا اس کا گمان ہے کہ اس نے محمد کو یہ کہتے ہوئے

مُحَمَّدًا اَیَزْعَمُ اَنَّهٗ قَاتِلِیْ قَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا یَکْذِبُ مُحَمَّدٌ قَالَ فَلَمَّا

سنا ہے کہ وہ مجھے قتل کرنے والے ہیں۔ اس کی بیوی نے کہا بخدا محمد کی بات جھوٹی نہیں ہوتی جب قریش

خَرَجُوْا اِلٰی بَدْرٍ وَجَاءَ الصَّرِیْخُ قَالَتْ لَهٗ اِمْرَاَتُهٗ اَمَا ذَکَرْتَ مَا

بدر کی طرف نکلے اور پکار ہوئی تو امیہ کی بیوی نے اس سے کہا کیا تجھے یاد نہیں جو تجھ سے

قَالَ لَکَ اَخُوْکَ الْیَثْرِبِیُّ قَالَ فَاَرَادَ اَنْ لَّا یَخْرُجَ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْجَهْلٍ

تیرے یثربی بھائی نے کہا تھا اس پر امیہ نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ نہیں نکلے گا۔ مگر ابوجہل

اِنَّکَ مِنْ اَشْرَافِ الْوَادِیْ فَسِرْ بِنَا یَوْمًا اَوْ یَوْمَیْنِ فَسَارَ مَعَهُمْ فَقَتَلَهُ

نے اس سے کہا تو اس وادی کے رؤسا میں سے ہے۔ ہمارے ساتھ ایک دو دن چل

اللّٰهُ عَلَیْهِ

اس پر وہ ان کے ساتھ چلا اور اللہ نے اسے مار ڈالا۔

۱۹۱۹

**تشریحات** سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ انصار کے قبیلہ خزرج کے سردار تھے۔ عقبہ اولیٰ اور ثانیہ کے درمیان حضرت مصعب بن عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بدر و احد۔ اور خندق کے مشاہد میں شریک رہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر ہاتھ کی شہ رگ میں ایک تیر آکر لگا اور بالآخر یہی شہادت کا سبب بنا یہ مشرکین کے رؤسا میں تھا اور اسلام کا جانی دشمن۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے اسی کے غلام تھے۔ اسی سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خریدا تھا غزوۂ بدر میں حضرت بلال کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔

قبل اسلام حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کے درمیان دوستی تھی۔ اسی بنا پر وہ جب شام تجارت کے لئے جاتا تو اس کے یہاں ٹھہرتا، اور یہ جب مکہ معظمہ جاتے تو اس کے یہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ ابتدار مدینہ طیبہ کے مسلمانوں اور مکہ شریف کے مشرکین کے درمیان آمد و رفت تھی اور صحابۂ کرام عمرہ کرنے کے لئے مکہ معظمہ جایا کرتے تھے۔

۱۹۲۰ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی

**حدیث** حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ

علہ ثانی مغازی باب ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من یقتل ببدر ص ۵۶۳

عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ النَّاسَ مُجْتَمِعِيْنَ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے لوگوں کو دیکھا ایک میدان میں اکٹھا ہیں۔ ابو بکر کھڑے ہوئے

فِيْ صَعِيْدٍ فَقَامَ اَبُوْبَكْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَيْنِ وَفِيْ بَعْضِ نَزْعِهٖ

انھوں نے ایک یا دو ڈول نکالا اور ان کے نکالنے میں کچھ کمزوری ہے، اللہ انھیں

ضَعْفٌ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهٗ ثُمَّ اَخَذَهَا عُمَرُ فَاسْتَحَالَتْ بِيَدِهٖ غَرْبًا

بخش دے۔ پھر اسے عمر نے لیا تو ان کے ہاتھ میں وہ بڑا ڈول بن گیا، میں نے

فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَفْرِيْ فَرِيَّهٗ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ

لوگوں میں ایسا کوئی طاقت ور نہیں دیکھا۔ جو ان کی طرح چرس کو کھینچے یہاں تک کہ

بِعَطَنٍ وَقَالَ هَمَّامٌ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

لوگوں کو سیراب کر دیا، اور ہمام نے کہا۔ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ نبی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَعَ اَبُوْبَكْرٍ ذَنُوْبَيْنِ [1]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، کہ ابو بکر نے دو ڈول کھینچا۔

## تشریحات ۱۹۲۰

ذنوب۔ وہ ڈول جو پانی سے بھرا ہو۔ غربٌ۔ وہ بڑا ڈول جس کو اونٹ کھینچتا ہو۔ اس حدیث میں اختصار ہے۔ باب۔ لوکنت متخذاً خلیلاً میں شروع میں یہ ہے کہ میں نے یہ دیکھا کہ میں ایک کنوئیں پر ہوں۔ اور چرخے سے ڈول کھینچ رہا ہوں کہ ابو بکر آئے۔ عَبْقَرِیٌّ۔ وہ شخص جو اپنے کام کا ماہر ہو۔ قوم کا سردار۔ ہر شئی میں عبقری وہ ہے جو اس کے حد کمال تک پہنچا ہوا ہو۔ فَرِیٌّ۔ ایسا کام کرنا۔ جو مصلحت کے مطابق ہو جس پر لوگ تعجب کرتے ہوں۔

**وفی بعض نزعہ ضعفٌ**:۔ حدیث کے سیاق سے یہ ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت سے مسلمانوں کو کیا فوائد حاصل ہوئے، کنوئیں سے پانی کھینچ کر لوگوں کو پلانے کی تعبیر یہی ظاہر ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت کے ایام میں اکثر مدت تک مرتدین اور مسیلمہ کذاب کے قلع قمع کرنے میں مشغول رہے، دوسرے ممالک کی فتوحات بہت کم حاصل ہوئیں، مرتدین اور مسیلمہ کذاب کے قلع قمع سے فارغ ہونے کے بعد ایران اور شام کے طرف افواج بھیجیں۔ ابھی ان دونوں علاقوں میں سے کسی میں

---

[1] فضائل صحابہ۔ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لوکنت متخذاً خلیلاً ص۵۱۹۔ باب مناقب عمر ص۵۲۰ ثانی تعبیر باب نزع الماء من البیر و باب نزع الذنوب والذنوبین ص۱۰۳۹۔ مسلم۔ فضائل ترمذی۔ نسائی، الرویا۔

کوئی معتد بہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی کہ وصال ہوگیا، جس کی وجہ سے ان کے زمانہ میں مال غنیمت اور اور فتوحات برائے نام ہی حاصل ہوتیں۔ اور عوام کو ان کی خلافت سے وہ کشائش اور فراخی حاصل نہ ہوگی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں حاصل ہوئی۔ اس کو ضعف سے تعبیر فرمایا۔ اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں۔ بلکہ بنظر دقیق دیکھا جائے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ کی ساری فتوحات بلکہ بعد تک کی حضرت ابوبکر صدیق کی مرہون منت ہے۔ حضرت صدیق اکبر کا محیر العقول اور عظیم کارنامہ مرتدین کی سرکوبی اور اصلاح اور مسیلمہ کذاب کی بیخ کنی ہے۔ اگر خدانخواستہ ان دونوں فتنوں پر قابو حاصل نہ ہوتا تو نہ ایران فتح ہوسکتا تھا۔ نہ شام مسلمان عرب ہی میں الجھ کر رہ جاتے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی خداداد فراست، تدبیر اور استقامت سے ان دونوں اندرونی فتنوں کو اس طرح سرکیا کہ ان کی رگ بھی باقی نہ رہی۔ اور پورا عرب ایک کلمہ پر متفق ہوگیا۔ عرب میں اندرونی طور پر کوئی خلفشار نہ رہا۔ اور اس طرف سے بالکلیہ اطمینان ہوگیا۔ حضرت ابوبکر کا یہ وہ کارنامہ ہے، کہ اس سے متاثر ہوکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا۔ ولقد قام ابوبکر یوم الردۃ فقام نبی من الانبیاء ۔ ابوبکر نے یوم ردت نبی کی جانشینی کا حق ادا کردیا۔

حاصل یہ نکلا کہ کنوئیں سے پانی کھینچ کر لوگوں کو پلانا یہ اشارہ ہے۔ دنیوی کشائش اور فراخی کی جانب یہ بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں برائے نام تھی۔ اس لئے اس کو ضعف سے تعبیر فرمایا۔ یعنی جتنی فراخی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں حاصل ہوئی وہ ان کی خلافت میں نہ حاصل ہوسکی۔ واللہ یغفر لہ ۔ یہ کلمہ ترحم ہے اس کا حقیقی معنیٰ مراد نہیں کہ اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ حضرت صدیق اکبر سے کوئی غلطی سرزد ہوئی جس کی بنا پر ان کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالثواب۔

**قال ھمام** ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث میں ذنوبا او ذنوبین شک کے ساتھ اور حضرت ابوہریرہ کی روایت میں بلاشک ذنوبین ہے۔ افادہ یہ فرمایا کہ صحیح روایت ذنوبین ہے۔

**۱۹۲۱ حدیث** حَدَّثَنَا اَبُوْعُثْمَانَ قَالَ اُنْبِئْتُ اَنَّ جِبْرَئِیْلَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَہٗ اُمُّ سَلَمَۃَ فَجَعَلَ یَتَحَدَّثُ ثُمَّ قَامَ

ابوعثمان نے کہا مجھے خبر دی گئی کہ بے شک جبرئیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضور کے پاس ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُمِّ سَلَمَةَ مَنْ هٰذَا أَوْ كَمَا قَالَ

تعالیٰ عنہما تھیں جبرئیل حضور سے بات کرتے رہے، پھر کھڑے ہوئے اور چلے گئے، نبی

قَالَتْ هٰذَا دِحْيَةُ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ أَيْمُ اللّٰهِ مَا حَسِبْتُهُ إِلَّا إِيَّاهُ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ سے پوچھا یہ کون تھے یا اس کے مثل اور کچھ فرمایا۔ حضرت ام سلمہ

حَتّٰى سَمِعْتُ خُطْبَةَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْبِرُ جِبْرَائِيلَ

نے کہا یہ دحیہ تھے۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا، بخدا میں نے گمان کیا تھا، کہ دحیہ یہی ہیں یہاں تک کہ

أَوْ كَمَا قَالَ قَالَ فَقُلْتُ لِأَبِي عُثْمَانَ مِمَّنْ سَمِعْتَ هٰذَا قَالَ مِنْ

میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سنا کہ جبرئیل کی خبر کو بیان فرما رہے تھے۔ یا اس کے مثل اور کچھ فرمایا۔ راوی

أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ ۱؎

حدیث سلمان نے کہا میں نے ابوعثمان سے پوچھا تم نے کس سے سنا ہے یہ۔ تو انھوں نے کہا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔

۱۹۲۱

**تشریحات** اس حدیث کے راوی ابوعثمان اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہو چکے تھے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بوجہ کم عمری تحمل حدیث نہیں کر سکے تھے نیز رویت بھی ثابت نہیں، ان کا شمار اکابر تابعین میں ہے، اس لئے ابتدا کے لحاظ سے یہ حدیث مرسل ہے، کیونکہ انھوں نے ان صحابی کو یہاں ذکر نہیں کیا جن سے انھوں نے یہ حدیث سنی ہے، لیکن جب اخیر میں پوچھنے پر بتا دیا کہ میں نے یہ حدیث حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنی ہے، تو اب متصل ہو گئی۔

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں اکثر تشریف لایا کرتے تھے۔ اکثر یہی ہوتا تھا اگرچہ کبھی کبھی اعرابی کی شکل میں بھی حاضر ہوا کرتے تھے، جیسا کہ حدیث جبرئیل میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُؤَالُ الْمُشْرِكِيْنَ إِنْ يُرِيَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةً فَأَرَاهُمْ إِنْشِقَاقَ الْقَمَرِ ص۵۱۳

مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ انھیں کوئی نشانی دکھائیں، تو حضور نے ان کو چاند کے دو ٹکڑے ہونا دکھایا۔

۱۹۲۲ **حدیث** عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ

۱؎ ثانی فضائل القرآن باب کیف نزل الوحی ص۷۴۶ مسلم فضائل ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

عَنْهُ قَالَ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شِقَّتَیْنِ

علیہ وسلم کے زمانے میں چاند دو ٹکڑے ہوا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِشْهَدُوْا ۱؎

نے فرمایا کہ گواہ ہو جاؤ۔

**تشریحات ۱۹۲۲** باب انشقاق القمر میں یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ چاند دو ٹکڑے ہوا اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں تھے۔ کہ فرمایا گواہ ہو جاؤ۔ اور اس کا ایک ٹکڑا پہاڑ کی طرف چلا گیا۔ اور ابو الضحیٰ سے بطریق مسروق حضرت عبداللہ ابن مسعود ہی سے مروی ہے، کہ چاند کے میں دو ٹکڑے ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ چاند کا ایک ٹکڑا اپنی جگہ رہا اور ایک ٹکڑا پہاڑ کی طرف چلا گیا، اور اس پہاڑ سے مراد حرا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ چاند دو پارہ ہوا تو لوگوں نے حرا کو دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ اس حاصل یہ ہوا کہ پہاڑ کی طرف جانے کا مطلب یہ ہے کہ پہاڑ سے کچھ آگے نکل گیا، اور منیٰ اور مکہ میں تطبیق یہ ہے کہ یہ واقعہ منیٰ ہی میں ہوا تھا، اور منیٰ مکہ ہی میں ہے۔

مسلم میں یہ ہے کہ انھیں چاند کے دو ٹکڑے ہونے کو دو مرتبہ دکھایا اور یہی مصنف عبدالرزاق میں بھی ہے۔ لیکن بخاری و مسلم دونوں کی روایتیں اس پر متفق ہیں کہ فرقتین فرمایا تھا۔ اور ایک روایت میں فلقتین۔ اس لئے دونوں روایتوں میں تطبیق کے لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مرتین سے مراد فرقتین ہے۔ اس لئے علماء حدیث میں سے کسی نے بھی اس واقعہ کے دوبارہ ہونے کا قول نہیں کیا ہے۔

**۱۹۲۳ حدیث** عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے حدیث بیان کی کہ مکہ والوں

حَدَّثَهُمْ اَنَّ اَهْلَ مَكَّةَ سَئَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ انھیں کوئی نشانی دکھائیں۔ تو انھیں

اَنْ یُّرِیَهُمْ اٰیَةً فَاَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ ۲؎

چاند کے دو ٹکڑے ہونے کو دکھایا۔

۱؎ مناقب الانصار باب انشقاق القمر ثانی تفسیر سورہ قمر ص ۷۲۱ دو طریقے سے مسلم توبہ

۲؎ مناقب انصار باب انشقاق القمر ص ۵۴۶ ثانی تفسیر سورۂ قمر ص ۷۲۲ مسلم

۱۹۲۴ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ الْقَمَرَ انْشَقَّ فِيْ زَمَانِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں چاند دو ٹکڑے ہوا۔

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؏ه

۱۹۲۴ ۱۹۲۴ تشریحات انشقاق القمر کی حدیث امام بخاری نے تین صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے روایت کی ہے ایک حضرت عبد اللہ بن مسعود۔ دوسرے حضرت انس بن مالک تیسرے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ان میں سے اخیر کے دو صاحبان اسوقت موجود نہیں تھے۔ حضرت انس مدینہ طیبہ میں تھے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے کہ یہ واقعہ ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوا ہے حضرت عبد اللہ بن عباس ۳ سنہ بعثت میں پیدا ہوئے تو بظاہر ان دونوں حضرات سے روایت مروی ہوئی پھر بھی اس میں کوئی حرج نہیں اس پر محدثین کا اتفاق ہے کہ صحابی کی مرسل حدیث متصل کے حکم میں ہے، اس لئے کہ صحابی نے یا تو اسے کسی صحابی سے سن کر روایت کیا ہے۔ یا خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنکر۔

رہ گیا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو وہ اس وقت موجود تھے جیسا کہ مناقب اور تفسیر کی روایت میں تصریح ہے، بیہقی ابو نعیم نے دلائل میں انھیں سے روایت کی ہے کہ میں نے چاند کے ایک ٹکڑے کو اس پہاڑ پر دیکھا ہے جو منیٰ میں تھا اور ہم مکہ میں تھے۔ اس روایت سے مناقب کی ان دونوں روایتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ یہ واقعہ مکہ معظمہ میں ہوا تھا، اور چاند کا ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر تھا جو منیٰ میں تھا۔ مکہ معظمہ سے حرا اور منیٰ دونوں پورب جانب ہیں۔ اس لئے یہ روایت اس کے بھی معارض نہیں کہ حرا کو دونوں ٹکڑوں کے بیچ دیکھا۔

ان صحابہ کرام کے علاوہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ معجزہ مروی ہے۔ نیز حضرت جبیر بن معظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ جیسا کہ ترمذی نے روایت کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چاند دو پارہ ہوا۔ یہاں تک کہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس پہاڑ پر اور اس پہاڑ پر۔ تو مشرکین نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جادو کر دیا ہے۔ ان کے بعض نے بعض سے کہا اگر انہوں نے جادو کر دیا ہے تو استطاعت رکھتے ہیں کہ سب لوگوں پر جادو کر دیں۔

---

؏ه مناقب انصار باب انشقاق القمر ص۵۴۶ ثانی تفسیر سورۂ قمر ص۷۲۱ ۔ ؏ه اکمال

علاوہ ازیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے وہ فرماتے ہیں چاند دو ٹکڑے ہوا اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ نیز حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس کے مثل مروی ہے یہ کل سات صحابہ کرام ہوئے۔

**شبہ اور اس کا جواب** اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر چاند کا دو ٹکڑے ہونا صحیح ہوتا۔ تو ایسی عجیب و غریب بات لوگوں سے چھپی نہیں رہتی اور یہ بطریق تواتر منقول ہوتا نیز اہل نجوم اور تاریخ والے اسے جانتے اور اپنی کتابوں میں ذکر کرتے۔

**جواب** جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ رات میں ہوا۔ اس وقت لوگ گھروں میں ہوتے ہیں۔ اور سوئے رہتے ہیں، پھر یہ واقعہ ایک آن کے لئے ہوا تھا۔ اسے وہی شخص دیکھ سکتا تھا جو اس وقت چاند پر نظر رکھتا ہو عام طور پر لوگ رات کو جاگتے بھی ہیں تو اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں، کون ہے جو آسمان کے طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا۔ چاند میں گہن لگتا ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اگر وہ معمولی اور تھوڑی دیر رہتا ہے تو اس کو چند ہی لوگ دیکھ پاتے ہیں، علامہ عینی نے نقل فرمایا ہے کہ مکہ والوں نے کہا کہ یہ ابن ابو کبشہ کا جادو ہے۔ سفر کرنے والوں سے پوچھو اگر انھوں نے دیکھا ہو تو سچ ہے ورنہ جادو ہے۔

جو لوگ سفر میں گئے تھے جب واپس آئے تو انھوں نے بتایا کہ ہم نے چاند دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ نیز ایک خاص بات یہ بھی ہے، کہ یہ واقعہ مکہ معظمہ میں ہوا اسے صرف وہی لوگ دیکھ سکتے تھے۔ جو مکہ معظمہ کے آس پاس ان حدود میں تھے جو مکہ میں چاند کو دیکھ سکیں۔ رہ گئے دور دراز کے لوگ اختلاف مطالعے کی بنا پر مکہ پر چمکنے والے چاند کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ وہ بھلا کس طرح دیکھ سکتے ہیں۔

قاضی بیضاوی نے فلاسفہ کی تقلید جامد میں آیت کریمہ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ کی تفسیر میں کہا۔ سَيَنْشَقُّ عِنْدَ مَجِيْءِ الْقِيٰمَةِ۔ یعنی قیامت آنے پر شق ہوگا۔ اسے علماء نے کئی طرح سے رد کیا ہے، اوّلاً انشق ماضی کا صیغہ ہے، اور نصوص کے ظاہر سے عدول بلا دلیل جائز نہیں۔ ثانیاً اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ اس کی دلیل ہے، کہ یہ اعجاز قیامت قائم ہونے سے پہلے ہوگا۔ ثالثاً آگے فرمایا گیا۔ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔ اگر یہ لوگ کوئی آیت دیکھتے ہیں تو اس سے روگردانی کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ ہمیشہ رہنے والا جادو ہے۔ ظاہر ہے کہ قیامت کے دن کفار اس قسم کی بات نہیں کہیں گے۔ اس دن تو ان پر حق واضح ہو جائے گا، رابعاً اسے نشانی فرمایا گیا۔ اور نشانی کی ضرورت اسی دنیا میں ہے۔ قیامت کے روز کوئی نشانی طلب کرنے والا نہیں رہے گا۔

**باب** ص ۵۱۴

۱۹۲۵ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

**حدیث** حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ

کرتے ہیں کہ فرمایا ہماری امت کے کچھ لوگ ہمیشہ غالب رہیں گے یہاں تک کہ اللہ

النَّاسُ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ [1]

کا حکم ان کے پاس آئے اور وہ غالب ہی رہیں گے۔

۱۹۲۶ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ

**حدیث** عمیر بن ہانی نے حدیث بیان کی انھوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ قَائِمَةٌ

یہ کہتے ہوئے سنا۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے میری امت سے

بِأَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ

ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گا، ان کو وہ لوگ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ جو

أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ فَقَالَ مَالِكُ ابْنِ

ان سے الگ رہیں گے یا ان کے مخالف ہوں گے یہاں تک کہ اللہ کا حکم آئے گا اور وہ اسی پر

يُخَامِرَ قَالَ مُعَاذٌ وَهُمْ بِالشَّامِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ هٰذَا مَالِكٌ يَزْعُمُ

رہیں گے۔ مالک ابن یخامر نے کہا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور وہ شام میں ہوں گے! اس پر

أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاذًا يَقُولُ وَهُمْ بِالشَّامِ [2]

معاویہ نے کہا۔ یہ مالک ہیں جو گمان کرتے ہیں کہ انھوں نے معاذ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ لوگ شام میں ہوں گے۔

**تشریحات** ۱۹۲۵ "ظاہرین" اس کے معنی ہیں غالب رہنے والے۔ امر اللہ سے مراد وہ ہوا ہے جو قیامت کے قریب آوے گی اور ہر مومن مرد اور عورت کی روح نکالے گی یہ گروہ کون ہے؟ امام بخاری نے فرمایا کہ یہ اہل علم ہیں اور یہی راجح ہے۔ علم سے مراد علم دین اور قرآن و حدیث

---

[1] ثانی الاعتصام باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تزال طائفۃ من امتی ص۱۰۸۵ توحید باب قول اللہ تعالیٰ انما امرنا لشیئ ص۱۱۱۱ مسلم، جہاد۔ [2] ثانی الاعتصام باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تزال من امتی ص۱۰۸۵ توحید باب قول اللہ تعالیٰ انما امرنا لشیئ ص۱۱۱۱ مسلم، جہاد

کا علم ہے۔ اور غالب ہونے سے مراد، دلیل اور حجت سے غلبہ ہے، یعنی قریب قیامت تک روئے زمین پر کچھ لوگ ایسے ضرور رہوں گے جو دلیل اور حجت میں پوری دنیا کے اسلام کے مخالفین پر غالب رہیں گے یہ مخالفین خواہ مدعیان اسلام ہوں یا عیاناً اسلام کی مخالفت کرتے ہوں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ علم سے مراد معنیٔ عام ہو، یعنی علم ظاہر اور علم باطن۔ اللہ کی زمین اولیائے کرام سے کبھی خالی نہ ہوگی۔

**وھم بالشام**۔ یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا ارشاد ہے۔ غالباً ان کی مراد ابدال سے ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے، کہ ابدال شام میں ہوں گے۔ اس تصویر پر انھوں نے خاص اولیائے کرام کو مراد لیا ہے، لیکن صحیح تعمیم ہے، بعض شارحین نے اس میں اور تعمیم کی کہ اس سے مراد مجاہدین وغیرہ بھی ہو سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# بَابُ فَضَائِلِ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ص۵۱۵

## نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے فضائل

وَمَنْ صَحِبَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ رَاٰہُ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَھُوَ مِنْ اَصْحَابِہٖ۔

مسلمانوں میں سے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی یا دیکھا وہ حضور کے اصحاب میں سے ہے۔

**توضیح** صحبت کا لفظ اپنے اطلاق کے اعتبار سے تھوڑی دیر کی صحبت کو بھی شامل ہے۔ اسی طرح رؤیت بھی۔ نیز یہ عام ہے کہ قریب سے دیکھا ہو، یا دور سے حقیقتاً دیکھنا ہو یا حکماً۔ جیسے نابینا کا حاضر دربار ہونا شرط یہ ہے۔ کہ ایمان کی حالت میں دیکھا اور ایمان ہی پر مرا ہو۔ اگرچہ بیچ میں ردت طاری ہوگئی ہو۔ جیسے عبداللہ بن سرح اور اشعث بن قیس ان لوگوں نے ایمان قبول کیا، پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ پھر مرتد ہوگئے پھر اللہ نے توفیق دی مسلمان ہوئے۔

عبداللہ بن سرح عہد رسالت ہی میں مرتد ہوئے، اور فتح مکہ کے موقع پر ایمان سے مشرف ہوئے۔ اور اشعث بن قیس بعد رسالت مرتد ہوئے، پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا، کچھ لوگوں نے صحابی ہونے کے لئے ایک مدت تک خدمت اقدس میں حاضر رہنے کی شرط کی ہے۔ عام محدثین کا یہی رجحان ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ الْمُھَاجِرِیْنَ وَفَضْلِھِمْ مِنْھُمْ اَبُوْبَکْرٍ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ اَبِیْ قُحَافَۃَ التَّیْمِیُّ وَقَوْلُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ لِلْفُقَرَاءِ الْمُھَاجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ۔ سورہ حشر آیت ۸

مہاجرین کے مناقب اور ان کی فضیلت کا بیان۔ ان میں ابوبکر عبداللہ بن ابوقحافہ تیمی ہیں۔ اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ ان محتاج مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے۔ اللہ کا فضل اور اس کی رضا طلب کرنے کے لئے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انھیں باہر تشریف لیجانا ہوا صرف دو جان

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ سورۂ توبہ آیت ۴۰ سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کر بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

**توضیح باب** مہاجرین ان مسلمانوں کو کہتے ہیں جو قبل فتح مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے۔ اور ایک تعریف یہ ہے کہ انصار اور فتح مکہ کے موقع پر یا اس کے بعد جو لوگ مسلمان ہوئے ان کو چھوڑ کر تمام مسلمان مہاجرین خواہ وہ کہیں کے باشندے ہوں، اس سے ظاہر ہو گیا کہ صحابۂ کرام کی تین قسمیں ہیں۔ مہاجر، انصار، فتح مکہ کے موقع پر یا اس کے بعد مسلمان ہونے والے۔ انصار اس خزرج اور ان کے حلفاء کو کہتے ہیں۔

**منھم ابوبکر:** حضرت امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت صدیق اکبر کا نام نامی عبداللہ تھا۔ تلویح میں ہے کہ جاہلیت میں ان کا نام عبدالکعبۃ تھا اسلام میں عبداللہ رکھا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کا نام عتیق تھا کہا گیا ہے عتیق نام نہیں بلکہ ان کا خطاب ہے جیسے کہ صدیق۔ اور یہ خطاب من جانب اللہ ہے شب معراج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کون میری تصدیق کرے گا انھوں نے عرض کیا کہ آپ کی تصدیق ابوبکر کریں گے اور وہ صدیق ہیں۔ ایک قول پر آپ مطلقاً سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں۔ آپ کے والدین بھی مشرف باسلام ہوئے۔ اور آپ کی اولاد بھی۔ آپ کی تین پشت صحابی ہے۔ اس کو آپ کی خصوصیات میں شمار کیا گیا ہے۔

| |
|---|
| ۵۸۷ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاَبُوْسَعِيْدٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى |
| ت ام المؤمنین حضرت عائشہ اور حضرت ابو سعید اور ابن عباس رضی اللہ |
| عَنْهُمْ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ |
| عنہم نے کہا کہ ابو بکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں تھے۔ |
| وَسَلَّمَ فِي الْغَارِ۔ |

**تشریحات ۵۸۷** ام المؤمنین کا ارشاد باب ہجرت میں آرہا ہے۔ اور حضرت ابو سعید کا قول ابن حبان نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم امیر الحج بنا کر بھیج رہے تھے تو فرمایا اَنْتَ اَخِيْ وَصَاحِبِيْ فِي الْغَارِ۔ تم میرے بھائی میرے غار کے ساتھی ہو۔ اور حضرت ابن عباس کے قول کو امام احمد اور امام حاکم نے ہجرت کی حدیث میں نقل کیا ہے جس میں یہ ہے کہ ابوبکر چلے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں داخل ہوئے اس کے بعد امام بخاری نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طویل حدیث ہجرت ذکر کی ہے جو ابھی گذری ہے یہاں اس کا

ابتدائی حصہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر نے عازب سے تیرہ درہم میں کجاوہ خریدا تو ابو بکر نے عازب سے کہا کہ براء سے کہدیں کہ اسے میرے گھر تک پہنچا دیں تو عازب نے کہا نہیں جب تک آپ ہم سے وہ حدیث نہ بیان فرمائیں کہ جب آپ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے سے نکلے تھے اور مشرکین تلاش کر رہے تھے تو آپ لوگوں نے کیا کہا تھا۔

۱۹۲۷ حدیث: عَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِیِّ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنَّا فِی الْغَارِ لَوْ اَنَّ اَحَدَھُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَیْہِ

کہا اور ہم غار میں تھے کہ اگر مشرکین میں سے کوئی اپنے قدموں کے نیچے نظر کرے تو ہمیں دیکھ لے گا

لَاَبْصَرَنَا فَقَالَ مَا ظَنُّکَ یَا اَبَا بَکْرٍ بِاثْنَیْنِ اللّٰہُ ثَالِثُھُمَا ۱؎

فرمایا تیرا کیا گمان ہے ابو بکر ان دو کے ساتھ جن کا تیسرا اللہ ہے۔

**تشریحات ۱۹۲۷**: مشرکین نشان قدم دیکھتے ہوئے غار ثور کے منہ پر پہونچ گئے۔ اس کے بعد انھیں نشان قدم کہیں نہیں ملا غار کے دہانے پر کھڑے تھے حضرت صدیق اکبر نے دیکھ لیا اس وقت یہ عرض کیا تھا اس وقت اللہ کی نصرت یہ ظاہر ہوئی کہ انھوں نے غار کے اندر جھانک کر نہیں دیکھا۔ ظاہری سبب اس کا ارباب سیر نے یہ لکھا ہے کہ غار کے منہ پر ببول کا ایک درخت تھا جس پر مکڑی نے جالے تن دیئے تھے اور ایک کبوتر کا گھوسلہ تھا جب مشرکین وہاں پہنچے تو کبوتری گھوسلے سے نکل کر اڑ گئی تو انھوں نے کہا کہ اگر غار میں جاتے تو مکڑی کے جالے سلامت نہ رہتے اور نہ یہ گھوسلہ رہتا مشہور ہے کہ جو مسجد حرام میں کبوتر رہتے ہیں وہ اسی کبوتر کی نسل سے ہیں۔

**بَابُ فَضْلِ اَبِیْ بَکْرٍ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ** ص ۵۱۶

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر کا سب سے افضل ہونا۔

۱۹۲۸ حدیث: عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ کُنَّا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں

نُخَیِّرُ بَیْنَ النَّاسِ فِیْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنُخَیِّرُ

لوگوں کے درمیان ایک دوسرے پر فضیلت دیتے تھے ہم سب سے افضل ابو بکر کو مانتے تھے پھر

۱؎ مناقب الانصار باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۵۵۸ ثانی تفسیر باب قولہ ثانی اثنین اذ ھما فی الغار ص ۶۷۲ مسلم فضائل ترمذی تفسیر

اَبَابَكْرٍ ثُمَّ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ع۱

عمر بن خطاب پھر عثمان بن عفان کو ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔

۱۹۲۸ **تشریحات** طبرانی میں ہے کہ ہم یہ کہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیات ظاہری کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اس امت کے سب سے افضل ابو بکر، عمر اور عثمان ہیں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے تھے اور انکار نہیں فرماتے تھے ۔ مناقب عثمان میں اس حدیث کے الفاظ ہیں: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ابو بکر کے زمانے میں خود ابو بکر کے برابر کسی کو نہیں جانتے تھے پھر عمر کو پھر عثمان کو پھر اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیتے تھے ان کے مابین کسی کو دوسرے سے افضل نہیں کہتے تھے ۔

اس پر اہلسنت کا اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بلکہ انبیائے کرام کے بعد سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۔

اور اہلسنت کا مذہب صحیح اور راجح یہ ہے کہ حضرت عثمان حضرت علی سے بھی افضل ہیں اگرچہ اس میں اختلاف ہے بہت سے اسلاف کا مذہب یہ ہے کہ حضرت علی حضرت عثمان سے افضل ہیں ۔ غالباً اسی اختلاف کے پیش نظر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب پوچھا گیا کہ اہل سنت کی علامت کیا ہے تو فرمایا تفضیل الشیخین وحب الختنین والمسح علی الخفین ۔ شیخین کو سب سے افضل ماننا دونوں داماد سے محبت کرنا اور موزوں پر مسح کرنا ۔

**بَابُ** قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذَ خَلِيْلًا قَالَهُ اَبُوْ سَعِيْدٍ ۔ ص۵۱۶

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان اگر میں کسی کو خلیل بناتا اسے ابو سعید سے روایت کی ہے ۔

۱۹۲۹ **حدیث** عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ اُمَّتِيْ خَلِيْلًا لَا تَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ وَلٰكِنْ اَخِيْ وَصَاحِبِيْ ۔ ع۲

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور میرے دوست ہیں ۔

ع۱ مناقب عثمان بن عفان ص۵۲۲ ع۲ بخاری ثانی الرقاق باب التواضع ص۹۶۳

۱۹۲۹

**تشریحات** اس کے بعد بطریق ایوب جو روایت ہے اس میں یہ ہے لکن اخوۃ الاسلام افضل۔ لیکن اسلام کی بھائی چارگی افضل ہے۔

**خلیل:** خلیل خلۃ سے مشتق ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ جو سب سے رشتہ ناطہ توڑ کر صرف اللہ کے ساتھ تعلق قائم رکھے اور صرف اسی کے ساتھ محبت رکھے ایسی جس میں کوئی غرض یا خلل نہ ہو اور ایک قول یہ ہے کہ خلیل کے معنیٰ یہ ہیں جو کسی کے ساتھ مختص ہو کر رہ جائے۔ ابو بکر بن فورک نے کہا خلۃ کے معنی یہ ہیں کہ کسی کے ساتھ ایسی خالص محبت ہو کہ وہ اسی کا ہو کر رہ جائے اور آپس میں وہ راز و نیاز ہوں جس سے دوسرے محروم ہوں۔

اکثر علماء کا مختار یہ ہے کہ محبت خلۃ سے ارفع ہے اس لئے کہ حبیب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ جو خلیل علیہ السلام کے درجہ سے بلند ہے۔ محبت کے اصل معنی یہ ہیں کہ اس کی طرف جھکنا جو محب چاہے۔ لیکن میل مخلوق کا خاصہ ہے اللہ عزوجل کی ذات میں اس کا لازمی معنی مراد ہے یعنی سعادت پر اسے قادر کرنا اور لایعنی بات سے محفوظ رکھنا اور ہر خیر کی توفیق دینا اور قرب کے اسباب کو مہیا کرنا اور اپنی رحمت کا اس پر فیضان کرنا اور اس کا اعلیٰ درجہ قلب سے حجاب کو اٹھا دینا ہے یہاں تک کہ وہ اس حدیث کا مظہر بن جائے کہ فرمایا۔

جب[1] میں کسی بندے کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔

اس کو کما حقہٗ وہی سمجھ سکتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ خالص ہو جائے۔ اور غیر اللہ سے انقطاع کلی حاصل ہو جائے اور صفائے قلب بہ تمامہا حاصل ہو جائے۔ اس سلسلے میں علماء نے بہت لمبی چوڑی بحثیں کی ہیں جس کا اجمالی بیان یہ ہے خلیل وہ ہے جس کا وصول بواسطہ ہو جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے فرمایا گیا وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اور ایسے ہی ہم ابراہیم کو آسمانوں اور ساری زمین کی بادشاہی دکھاتے ہیں۔ انعام (۷۵) اور حبیب وہ ہے جو صرف محب کی عنایت سے وصال سے شاد کام ہو۔ فرمایا فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔ تو وہ جلوہ دو کمانوں کی مقدار بلکہ اس سے بھی کم فاصلے پر محبوب کے قریب ہوا۔

خلیل وہ ہے جنھوں نے یہ عرض کیا وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ وہ ذات ہے جس سے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میری لغزش سے درگذر فرمائے گا۔ شعراء (۸۲) اور حبیب وہ ہے جس کے بارے میں یہ فرمایا گیا۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ تاکہ اللہ آپ کی وجہ سے آپ کے متعلقین کے اگلے پچھلے گناہوں کو بخش دے۔ فتح (۲) خلیل وہ ہے جس

---

[1] بخاری ثانی الرقاق باب التواضع ص۹۶۳

نے یہ عرض کیا وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ۔ جس دن لوگوں کو اٹھائے مجھے رسوا مت کرنا۔ شعراء (۸۷) اور جبیب سے یوں فرمایا گیا۔ یوم لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ۔ اس دن اللہ نبی کو رسوا نہیں کرے گا۔ تحریم (۸) خلیل وہ ہے جنھوں نے یوں عرض کیا۔ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ اور میری سچی ناموری رکھ۔ شعراء (۸۴) اور جبیب سے یوں فرمایا گیا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ اور ہم نے تیرے لئے تیرا ذکر بلند فرمایا (بغیر کسی سوال کے) خلیل وہ ہیں جنھوں نے عرض کیا۔ وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۔ اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں سے بچا۔ ابراہیم (۳۵) حبیب وہ ہیں جن سے فرمایا گیا۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ۔ اے اہل بیت نبوت اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمائے۔ (احزاب)

اُخُوَّۃُ الْاِسْلَامِ۔ حدیث کے اس حصے پر یہ اعتراض ہے کہ خلۃ سے اخوۃ الاسلام کو افضل کہنا صحیح نہیں اسی لئے داؤدی نے کہا یہ حصہ محفوظ نہیں لیکن اس کی توضیح یہ ہے کہ صدیق اکبر کے حق میں میرا ان سے جو اخوت اسلام کا تعلق ہے افضل ہے مطلقاً اخوت کو خلت سے افضل بتانا مقصود نہیں ہے۔

**۱۹۳۰ حدیث** عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ مُلَیْكَةَ قَالَ كَتَبَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ

عبد اللہ بن ابو ملکیہ سے روایت ہے کہ اہل کوفہ نے عبد اللہ بن زبیر کو دادا کے

اِلَیَّ اَبْنِ الزُّبَیْرِ فِی الْجَدِّ فَقَالَ اَمَّا الَّذِیْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

بارے میں لکھا (کہ میراث میں اس کا کتنا حصہ ہے) تو انھوں نے کہا سنو جن کے بارے میں رسول اللہ

اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُهٗ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اس امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو انھیں بناتا یعنی ابو بکر

اَبَا یَعْنِیْ اَبَا بَكْرٍ۔

انھوں نے دادا کو باپ کی جگہ رکھا۔

**۱۹۳۰ تشریحات** یہ لکھنے والے عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود تھے ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر باپ نہ ہو تو دادا کو میراث سے حصہ ملے گا یا نہیں اگر ملے گا تو کتنا ملے گا تو حضرت عبد اللہ بن زبیر نے فرمایا اس صورت میں دادا باپ کی جگہ ہے باپ کی طرح وہ چھٹا حصہ پائے گا جب کہ اولاد ہو ورنہ عصبہ ہے۔ یہ حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا ہے۔

**باب** ص ۵۱۶

---

علہ بخاری ثانی۔ الرقاق باب التواضع ص ۹۶۳

۱۹۳۱ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَتِ امْرَأَةٌ
**حدیث** حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم
إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ قَالَتْ
کی خدمت میں حاضر ہوئی تو حضور نے اسے حکم دیا کہ پھر آنا اس نے عرض کیا فرمائیے اگر میں
أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ كَأَنَّهَا تَقُولُ الْمَوْتَ قَالَ إِنْ لَمْ
آؤں اور آپ کو نہ پاؤں گویا وہ کہہ رہی تھی کہ آپ کا وصال ہو جائے تو فرمایا اگر تو
تَجِدِينِي فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ ۔ عـلـه
مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس آنا۔

**تشریحات ۱۹۳۱** اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میرے بعد خلیفہ بلافصل ابو بکر ہوں گے اس مضمون کی اور بھی حدیثیں ہیں۔ اسماعیلی نے اپنی معجم میں سہل بن ابی حشمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور پوچھا آپ کا وقت موعود آجائے تو کون فیصلہ کرے گا۔ فرمایا ابو بکر پھر پوچھا ان کے بعد کون فیصلہ کرے گا۔ فرمایا عمر اسی طرح طبرانی نے عصمہ بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بعد ہم اپنے مال کے صدقے کسے دیں گے فرمایا ابو بکر کو اس حدیث میں کچھ ضعف ہے۔ مگر جب دوسری صحیح حدیث سے یہ مضمون ثابت ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۱۹۳۲ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ سَمِعْتُ عَمَّارًا يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ
**حدیث** ہمام نے کہا کہ میں نے حضرت عمار سے سنا کہتے تھے ایک وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا مَعَهُ إِلَّا خَمْسَةُ أَعْبُدٍ وَامْرَأَتَانِ وَأَبُو بَكْرٍ ۔ عـلـه
علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حضور کے ساتھ صرف پانچ غلام اور دو عورتیں اور ابو بکر تھے۔

**تشریحات ۱۹۳۲** وہ پانچ غلام یہ تھے حضرت بلال، زید بن حارثہ، عامر بن فہیرہ، ابو فکیہہ اور حضرت عمار کے والد یاسر، دو عورتیں یہ تھیں۔ ام المؤمنین حضرت خدیجہ اور حضرت عمار کی

---

عـلـه ثانی کتاب الاحکام باب الاستخلاف ص۱۰۷۲ الاعتصام باب الاحکام ص۱۰۹۴ مسلم فضائل۔
ترمذی مناقب۔ عـلـه مناقب انصار باب اسلام ابی بکر ص۵۴۲۔

والدہ حضرت سُمیّہ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آزاد مَردوں میں سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔

۱۹۳۳ عَنْ عَائِذِ اللّٰهِ اَبِیْ اِدْرِیْسَ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ

**حدیث** حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

بیٹھا تھا کہ سامنے سے ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اپنے تہبند کا کنارہ پکڑے ہوئے یہاں تک کہ ان

اِذْ اَقْبَلَ اَبُوْبَكْرٍ اٰخِذًا بِطَرَفِ ثَوْبِهٖ حَتّٰی اَبْدٰی عَنْ رُكْبَتَیْهِ فَقَالَ

کا گھٹنہ کھل گیا تھا۔ یہ دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے دوست نے کسی سے جھگڑا

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَّا صَاحِبُكُمْ فَقَدْ غَامَرَ فَسَلَّمَ

کر لیا ہے حضرت ابو بکر نے سلام کیا اور عرض کیا کہ میرے اور ابن خطاب کے درمیان کچھ ہو گیا

فَقَالَ اِنِّیْ كَانَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ ابْنِ الْخَطَّابِ شَیْءٌ فَاَسْرَعْتُ اِلَیْهِ

تھا میں نے ان سے صفائی کرنے میں جلدی کی پھر میں شرمندہ ہوا میں نے ان سے سوال کیا

ثُمَّ نَدِمْتُ فَسَاَلْتُهٗ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ فَاَبٰی عَلَیَّ ذٰلِكَ فَاَقْبَلْتُ اِلَیْكَ

مجھے معاف کر دیں انھوں نے انکار کر دیا اب میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ حضور نے

فَقَالَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ یَا اَبَا بَكْرٍ ثَلَاثًا ثُمَّ اِنَّ عُمَرَ نَدِمَ فَاَتٰی مَنْزِلَ

تین مرتبہ فرمایا اللہ تجھے معاف کر دے اے ابو بکر اس کے بعد عمر شرمندہ ہوئے اور حضرت ابو بکر

اَبِیْ بَكْرٍ فَسَاَلَ اَثَمَّ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالُوْا لَا فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

کے گھر آئے۔ پوچھا کہ ابو بکر یہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ نہیں۔ پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

فَجَعَلَ وَجْهُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَمَعَّرُ حَتّٰی اَشْفَقَ اَبُوْبَكْرٍ

کی خدمت میں حاضر ہوئے انھیں دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے انور بدلنے لگا یہاں تک

فَجَثَا عَلٰی رُكْبَتَیْهِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ اَنَا كُنْتُ اَظْلَمَ مَرَّتَیْنِ

ابو بکر ڈر گئے اور اپنے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے پھر دو مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ بخدا میں نے ان

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِیْ اِلَیْكُمْ فَقُلْتُمْ

پر ظلم کیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا تم نے کہا آپ جھوٹے ہیں

كَذَبْتَ وَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ صَدَقَ وَوَاسَانِيْ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَهَلْ اَنْتُمْ

اور ابو بکر نے کہا سچ فرمایا اور اپنے جان و مال میں مجھے شریک کیا اور دو مرتبہ فرمایا کیا تم

تَارِكُوْا لِيْ صَاحِبِيْ مَرَّتَيْنِ فَمَا اُوْذِيَ بَعْدَهَا [عه]

میرے دوست کو چھوڑ دو گے اس کے بعد حضرت ابو بکر کو ایذا نہیں دی گئی۔

۱۹۳۳ **تشریحات** تفسیر[لہ] میں یہ ہے کہ حضرت ابوالدرداء کہتے ہیں کہ ابو بکر عمر کے درمیان کچھ تکرار ہو گئی تو ابو بکر نے عمر کو غصہ دلا دیا وہاں لفظ محاورہ کا ہے جس کے معنی بات کرنے کے میں مراجعت کے ہیں یعنی بات کرنے میں تکرار، نیز یہ بھی ہے کہ حضرت عمر نے دروازہ بند کر لیا اور حضرت عبداللہ بن مبارک کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر حضرت عمر کے پیچھے پیچھے بقیع تک گئے مگر وہ اپنے گھر میں داخل ہو کر دوسرے دروازے سے باہر نکل گئے۔ جہاں دو برتن ہوتے ہیں ٹکر ہو جاتی ہے باپ بیٹے بھائی بھائی میاں بیوی احباب کے درمیان اختلاف ہو جاتا ہے کبھی غصے کی شدت سے بے قابو ہو کر ایک دوسرے کو نامناسب الفاظ کہہ دیتے ہیں مگر مسلمان کی شان یہ ہے کہ کینہ و بغض نہ رکھے اور جس قدر جلد ممکن ہو صفائی کرے، حدیث[لہ] میں ہے کہ مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے تعلقات منقطع کئے رہے اور فرمایا جنت اس کی طرف ہے جو سلام کی ابتدا کرے نیز فرمایا کہ اگر ایک معافی مانگ لے تو گناہ اس پر ہوتا ہے جو روگردانی کرے اسی جذبے کے تحت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد میں نادم ہوئے اس حدیث سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں حضرت صدیق اکبر کی کتنی عظمت و محبت تھی نیز اشارۃً ثابت ہوا کہ حضرت صدیق اکبر تمام صحابہ سے افضل ہیں نیز ثابت ہوا کہ جو افضل ہو اس سے اگر کسی کو دل شکنی ہو وہ صفائی کی کوشش کرے ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا۔ اعراف (۲۰۱)

جن کے دل میں ڈر ہے جب ان کو شیطان کی طرف سے ٹھیس لگتی ہے تو ہوشیار ہو جاتے ہیں۔

۱۹۳۴ **حدیث** عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِيَّ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

[عه] مناقب انصار باب اسلام ابی بکر ص ۵۴۴

[لہ] بخاری ثانی۔ ادب، باب الہجرۃ ص ۸۹۷

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ عَلٰى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ فَاَتَيْتُهُ
نے ان کو جیش ذات السلاسل پر امیر بنا کر بھیجا میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے پوچھا
فَقُلْتُ اَيُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ فَقُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ
سب سے زیادہ آپ کو کون پیارا ہے فرمایا عائشہ تو میں نے عرض کیا مردوں میں سے۔ فرمایا
قَالَ اَبُوْهَا قَالَ فَقُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَعَدَّ رِجَالًا۔
ان کے باپ۔ میں نے پوچھا پھر کون پھر فرمایا عمر بن خطاب اس کے بعد چند آدمیوں کو اور گنایا[عہ]

**تشریحات ۱۹۳۴** مغازی کی روایت میں اخیر میں یہ زائد ہے کہ پھر میں چپ ہو گیا اس ڈر سے کہ مجھے سب کے آخر میں نہ کر دیں۔

**غزوۂ ذات السلاسل**۔ غزوۂ ذات السلاسل ۷ھ یا ۸ھ میں ہوا تھا اس سریّے کے امیر حضرت عمرو بن عاص بنائے گئے تھے اس لشکر میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر بھی تھے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مصلحت رکھی ہو گی غالباً حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ خیال گذرا کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت ابو بکر حضرت عمر سے بھی زیادہ پیارا ہوں اس لئے انھوں نے حضور سے وہ سوال کیا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی خاص مصلحت کی بنا پر یہ جائز ہے کہ کسی مفضول کو افضل پر امیر بنایا جائے۔ اور افضل پر لازم ہے کہ اسے تسلیم کرے۔

**حدیث ۱۹۳۵** اَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَمَا اَنَا
وسلم سے سنا کہ فرمایا میں سو رہا تھا کہ اپنے آپ کو ایک کنوئیں پر دیکھا جس پر ڈول ہے
نَائِمٌ رَاَيْتُنِي عَلٰى قَلِيْبٍ عَلَيْهَا دَلْوٌ فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَا شَاءَ اللّٰهُ
تو میں نے اس سے اللہ نے جتنا چاہا نکالا۔ پھر اس کو ابن ابی قحافہ نے لیا۔ اس نے ایک
ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ فَنَزَعَ مِنْهَا ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَيْنِ وَفِيْ
یا دو ڈول نکالا اور ان کے نکالنے میں کچھ ضعف ہے اور اللہ اس کے ضعف کو معاف

عہ ثانی مغازی باب غزوۂ ذات السلاسل ص ۶۲۵۔ مسلم فضائل۔ ترمذی۔ نسائی۔ مناقب

نَزْعِهٖ ضَعْفٌ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهٗ ضَعْفَهٗ ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا

فرمادے پھر وہ ڈول چرس ہو گیا پھر اسے ابن خطاب نے لیا

فَاَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِيًّا مِّنَ النَّاسِ يَنْزِعُ

تو میں نے کسی ماہر کو نہیں دیکھا کہ عمر کی طرح نکالے یہاں تک

نَزْعَ عُمَرَ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ ؏

کہ لوگوں کو سیراب کر دیا۔

۱۹۳۶ حدیث عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے فرمایا جو اپنے کپڑے کو تکبر سے زمین پر گھسیٹے گا قیامت کے دن

مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ

اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ اس پر ابو بکر نے

اِنَّ اَحَدَ شِقَّيْ ثَوْبِيْ يَسْتَرْخِيْ اِلَّا اَنْ اَتَعَاهَدَ ذٰلِكَ مِنْهُ فَقَالَ

عرض کیا میرے کپڑے کا ایک کنارہ لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کا

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ لَسْتَ تَصْنَعُ ذٰلِكَ خُيَلَاءَ

خیال رکھوں کہ ایسا نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ایسا براہ تکبر

قَالَ مُوْسٰى قُلْتُ لِسَالِمٍ اَذَكَرَ عَبْدُ اللّٰهِ مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ قَالَ لَمْ

نہیں کرتے موسیٰ نے کہا میں نے سالم سے پوچھا کیا عبداللہ نے مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ کہا تھا تو انھوں نے

اَسْمَعْهُ ذَكَرَ اِلَّا ثَوْبَهٗ ؏

نے کہا میں نے یہی سنا ہے کہ انھوں نے ثوبہٗ ہی ذکر کیا۔

ع ثانی تعبیر باب نزع الذنوب ص۱۰۳۹ ص۱۰۴۰ باب الاستراحۃ فی المنام ص۱۰۴۰ توحید باب فی المشیۃ والارادۃ ص۱۱۱۳ مسلم فضائل۔

ع ثانی لباس باب قول اللہ تعالیٰ قل من حرم زینۃ اللہ ص۸۶۰ باب من جر ازارہٗ ص۸۶۰ باب من جر ثوبہ من الخیلاء ص۸۶۱ ادب باب من اثنی علی اخیہ ص۸۹۵ ابو داؤد لباس ترمذی زینت۔

۱۹۳۵، ۱۹۳۶

**تشریحات** بہ نیت تکبر تہبند پائجامے یا کرتے یا جبے کو ٹخنے کے نیچے تک رکھنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر بہ نیت تکبر نہ ہو بطور عادت وشوق ہو تو مکروہ تنزیہی لیکن اگر وہ کوشش کرتا ہو کہ کپڑا ٹخنوں کے نیچے تک نہ لٹکے لیکن وہ سرک کر لٹک جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ آج کل مقررین وپیرزادگان کی عادت ہوگئی ہے کہ وہ پائجامے اور تہبند ٹخنوں کے نیچے تک لٹکائے رکھتے ہیں۔ اور بہت سے لوگ آج کل علماء جبے بھی زمین تک گھسٹتا رکھتے ہیں ٹوکنے پر کہہ دیتے ہیں ہم براہ تکبر ایسا نہیں کرتے۔ یہ زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی خلاف اولیٰ ہے اس پر دار وگیر مناسب نہیں مگر ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ عوام اس کو سخت معیوب مانتے ہیں۔ حتی کہ ان کی اکثریت یہ خیال کئے ہوئے ہے کہ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز جائز نہیں ان مدعیان رہنمائی کو خبر نہیں کہ حدیث میں فرمایا گیا کہ اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّھَمِ۔ تہمت کی جگہوں سے بچو اور فرمایا گیا اِیَّاکُمْ وَمَا یُعْتَذَرُ مِنْہُ ایسے کاموں سے بچو جس کا عذر بیان کرنا پڑے۔

**قال موسیٰ** ۔ اس سوال کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مَنْ جَرَّ اِزَارَہٗ روایت کیا ہے یا مَنْ جَرَّ ثَوْبَہٗ سالم نے بتایا کہ مَنْ جَرَّ ثَوْبَہٗ روایت کیا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ وعید صرف ازار کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر کپڑے کو عام ہے خواہ وہ کرتا ہو، جبہ ہو یا پائجامہ ہو۔

۱۹۳۷ **حدیث** اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

کی رفیقۂ حیات سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا۔

وَسَلَّمَ مَاتَ (اِلٰی اَنْ قَالَ) وَاجْتَمَعَتِ الْاَنْصَارُ اِلٰی سَعْدِ بْنِ

اور انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہ کے پاس اکٹھا ہوئے اور انھوں

عُبَادَۃَ فِیْ سَقِیْفَۃِ بَنِیْ سَاعِدَۃَ فَقَالُوْا مِنَّا اَمِیْرٌ وَمِنْکُمْ اَمِیْرٌ

نے کہا ہم میں سے ایک امیر ہوگا اور تم میں سے ایک امیر ہوگا۔ یہ

فَذَھَبَ اِلَیْھِمْ اَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاَبُوْ عُبَیْدَۃَ بْنُ

سن کر ان کے پاس ابوبکر عمر بن خطاب اور ابو عبیدہ بن جراح گئے۔ عمر نے

الْجَرَّاحِ فَذَهَبَ عُمَرُ يَتَكَلَّمُ فَاسْكَتَهُ أَبُوْ بَكْرٍ وَكَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ

چاہا کہ بات کریں تو ابو بکر نے انھیں چپ کرا دیا۔ عمر کہتے تھے بخدا یہ ارادہ میرا

وَاللّٰهِ مَا أَرَدْتُ بِذٰلِكَ إِلَّا أَنِّيْ قَدْ هَيَّأْتُ كَلَامًا قَدْ أَعْجَبَنِيْ

اس بنا پر تھا کہ میں نے ایک مضمون ذہن میں تیار کر لیا تھا جو مجھے بہت اچھا

خَشِيْتُ أَنْ لَّا يَبْلُغَهُ أَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ تَكَلَّمَ أَبُوْ بَكْرٍ فَتَكَلَّمَ أَبْلَغَ النَّاسِ

لگا تھا مجھے اندیشہ تھا کہ اس کو ابو بکر نہیں کہہ پائیں گے اس کے بعد ابو بکر

فَقَالَ فِيْ كَلَامِهِ نَحْنُ الْأُمَرَاءُ وَأَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ فَقَالَ حُبَابُ بْنُ

نے بات کی تو سب لوگوں سے زیادہ بلیغ بات کی انھوں نے اثنائے گفتگو میں کہا ہم امیر

الْمُنْذِرِ لَا وَاللّٰهِ لَا نَفْعَلُ مِنَّا أَمِيْرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيْرٌ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ

ہوں گے اور تم لوگ وزیر تو حباب بن منذر نے کہا بخدا ہم ایسا نہیں کریں گے ہم میں

لَا وَلٰكِنَّا الْأُمَرَاءُ وَأَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ هُمْ أَوْسَطُ الْعَرَبِ دَارًا

سے ایک امیر ہوگا اور تم میں سے ایک امیر ہوگا اس پر ابو بکر نے کہا ہم ایسا نہیں کر سکتے

وَأَعْرَبُهُمْ أَحْسَابًا فَبَايِعُوْا عُمَرَ أَوْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ

ہم امیر ہوں گے اور تم وزیر قریش تمام عرب سے افضل ہیں گھر کے اعتبار سے اور خالص ہیں حسب

فَقَالَ عُمَرُ بَلْ نُبَايِعُكَ أَنْتَ فَأَنْتَ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَأَحَبُّنَا إِلَى

کے اعتبار سے اس لئے تم لوگ عمر یا ابو عبیدہ بن جراح کی بیعت کرو تو عمر نے کہا

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ عُمَرُ بِيَدِهٖ فَبَايَعَهُ

ہم آپ کی بیعت کریں گے آپ ہمارے سردار ہیں ہم سے بہتر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وَبَايَعَهُ النَّاسُ فَقَالَ قَائِلٌ قَتَلْتُمْ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ قَالَ عُمَرُ

کو ہم سب سے زیادہ پیارے ہیں اس کے بعد عمر نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان کی بیعت کر لی پھر سب لوگوں

قَتَلَهُ اللّٰهُ

نے ان کی بیعت کر لی کسی کہنے والے نے کہا تم نے سعد بن عبادہ کو مار ڈالا عمر نے کہا انھیں اللہ نے مار ڈالا۔

**تشریحات** کتاب الجنائز میں اس حدیث کا ابتدائی حصہ تھوڑے ردوبدل کے ساتھ گذر چکا ہے ۱۹۳۷

مضمون دونوں کا ایک ہے یہاں ہم نے سقیفہ بنی ساعدہ کا حصہ لیا ہے جو پہلے کہیں نہیں گذرا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام پر جو غم واندوہ حیرانی و پریشانی طاری تھی حضرت صدیق اکبر کے خطبے سے اس میں قدرے سکون پیدا ہوگیا تھا حضرت ابوبکر حضرت عمر وغیرہ بیٹھے تھے غالباً تجہیز وتکفین کے سلسلے میں بات چیت ہو رہی ہوگی کہ ایک صاحب نے باہر سے پکارا اے ابن خطاب ادھر آیئے حضرت عمر نے کہا جاؤ ہم مصروف ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں تو انھوں نے کہا کہ ایک خطرناک بات پیدا ہوگئی ہے انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھا ہوگئے ہیں آپ لوگ ان کے پاس جاؤ قبل اس کے کہ وہ کوئی ایسی بات پیدا کردیں جس سے آپس میں اختلاف پیدا ہو جائے۔ انھوں نے حضرت ابوبکر سے کہا چلئے اب ہم انصار کی طرف چلیں تو ہمیں دو نیک بخت صاحبان ملے اور دونوں نے کہا آپ لوگ وہاں نہ جائیں تو کوئی حرج نہیں آپ لوگ اپنے معاملے کا فیصلہ کرلیں۔ میں نے کہا کہ ہم وہاں (یعنی حضرت عمر نے کہا کہ ہم وہاں جائیں گے) وہاں جاکر دیکھا کہ ان کے درمیان ایک صاحب کمبل اوڑھے ہوئے بیٹھے ہیں حضرت عمر نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں لوگوں نے بتایا کہ سعد بن عبادہ ہیں انھوں نے پوچھا کیا بات ہے کمبل اوڑھے ہوئے ہیں لوگوں نے بتایا بیمار ہیں۔

بات یہ ہوئی کہ انصار کرام کے دونوں قبیلے اس بات پر متفق ہوگئے تھے کہ حضرت سعد بن عبادہ کو امیر بنا دیا جائے جب حضرت ابوبکر وغیرہ وہاں پہونچے تو انھیں دیکھ کر اور ان کے دلائل سن کر قبیلہ اوس نے اپنی رائے بدل دی اور یہ حضرت ابوبکر کے حق میں ہوگئے پھر بہت لمبی چوڑی بحث ہوئی حضرت صدیق اکبر نے وہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی سنایا الائمۃ من قریش جس سے تقریباً سبھی سمجھ دار لوگ مطمئن ہوگئے لیکن پھر بھی کچھ آپس میں نوک جھونک ہوتی رہی اسی اثنار میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ عمر یا ابوعبیدہ بن جراح کی بیعت کرلو جس پر حضرت عمر نے کہا کہ نہیں آپ ہاتھ لائیے ہم آپ کی بیعت کریں گے حضرت ابوبکر نے ہاتھ پھیلایا سب سے پہلے حضرت عمر نے بیعت کی پھر مہاجرین نے پھر جتنے وہاں انصار کرام موجود تھے سب نے، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی اور وہ شام چلے گئے اور وہیں ان کا وصال ہوگیا پھر دوسرے دن مسجد نبوی میں بیعت عامہ ہوئی اور تمام انصار ومہاجرین نے بیعت کی حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سقیفہ بن ساعدہ تشریف نہیں لے گئے تھے یہ بیت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں بنی ہاشم کو لے کر آپس میں مشورہ کر رہے تھے دوسرے دن بیعت عامہ کے وقت حضرت زبیر کو بھی بلوایا انھوں نے بھی بیعت کرلی اور بروایت صحیحہ حضرت علی کو بھی بلوایا انھوں نے بھی بیعت کرلی۔

## شبہات وجوابات

اس سلسلے میں روافض کی طرف سے بہت سے وسوسے پھیلائے جاتے ہیں اس میں سے ایک یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شریک نہیں کیا گیا۔ جواب۔ یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جو مجمع اکٹھا ہوا تھا اسے حضرت ابوبکر یا حضرت عمر نے اکٹھا نہیں کیا تھا انصار کرام خود جمع ہو گئے تھے ان دونوں حضرات کو کسی نے بلایا نہیں تھا ان حضرات کو جب یہ اطلاع ملی تو از خود تشریف لے گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کو کس نے منع کیا تھا وہ بھی تشریف لے جاتے۔

دوسرا وسوسہ یہ پھیلایا جاتا ہے کہ حجۃ الوداع سے واپسی میں غدیر خم پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر نص جلی کر دی تھی اس کے بعد کسی کو بھی اس کے خلاف کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

جواب یہ ہے کہ یہ سراسر جعل اور فریب ہے غدیر خم پر خلافت کی بات ہی نہیں آئی تھی قصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تھا۔ وہاں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شریعت کے احکام کے مطابق دار وگیر فرمائی اب تک وہ لوگ کسی باقاعدہ حاکم کے ماتحت نہیں رہے تھے جس کی وجہ سے انھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کشیدگی پیدا ہو گئی تھی غدیر خم وہ جگہ ہے جہاں تک مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ اور یمن دونوں جگہوں کے حجاج کا راستہ ایک ہی تھا یہاں سے یمن کا راستہ مدینہ طیبہ سے الگ ہو رہا تھا اہل یمن کی اصلاح کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا من کنت مولاہ فعلی مولاہ ،، میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ مولیٰ کے معنی صرف مالک کے نہیں ہوتے بلکہ محب، محبوب، ناصر حامی کے بھی ہوتے ہیں یہاں مولیٰ بمعنی مالک درست نہیں اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انبیائے کرام کے بھی اس معنی کر مولیٰ ہیں اور اس پر فریقین کا اتفاق ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرات انبیائے کرام کے آقا نہیں۔ ہاں محب، محبوب، ناصر سب کے ہیں اس لئے یہاں حدیث میں یہی دوسرے معنی متعین ہیں۔ اگر اس حدیث میں مولیٰ بمعنی مالک یا آقا ہونا اور یہ ارشاد خلافت پر نص ہوتی تو حضرت علی پر فرض تھا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں تشریف لے جاتے اور سب کو حضور کا یہ ارشاد سناتے اگر وہاں تشریف نہ لے جا سکے تھے تو دوسرے دن جب مسجد نبوی میں بیعت عامہ کے لئے سب لوگ اکٹھا ہو رہے تھے وہاں حضرت علی کو از خود تشریف لا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پیش کرنا فرض تھا یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ انھیں اس کی اطلاع نہیں تھی اس لئے کہ ان کا دولت خانہ مسجد نبوی سے بالکل متصل تھا۔ بہ روایت صحیحہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بلانے سے وہ آئے مگر پھر بھی اس ارشاد کو نہیں پیش کیا بلکہ غیر حاضری کا سبب صرف یہ بیان فرمایا کہ ہمیں اس سے

تکلیف ہوئی کہ مشورے میں ہمیں شریک نہیں کیا گیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس ارشاد کا جو مطلب روافض بیان کرتے ہیں اور اس سے خلافت پر نص جلی کہتے ہیں غلط ہے نیز اسی سے یہ ثابت ہوا کہ اس کے علاوہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے بارے میں ان سے یا کسی سے کوئی وصیت نہیں فرمائی تھی ورنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش نہیں رہتے اس موقعہ پر بر بنائے صدق روافض ان کا خاموش رہنا کتمان حق ہے جو بہت بڑا جرم ہے۔ تیسرا وسوسہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ مبارکہ رکھا رہا صحابۂ کرام کو کفن دفن کی فکر نہیں تھی۔ خلافت کی فکر میں لگے رہے یہاں تک کہ چوبیس گھنٹے سے زائد جنازۂ مبارکہ رکھا رہا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہی اعتراض حضرت علی پر بھی پڑتا ہے بلکہ اور سخت پڑتا ہے اس لئے کہ کسی میت کے کفن دفن کی ذمہ داری سب سے پہلے گھر والوں پر عائد ہوتی ہے پھر حضرت علی نے کیوں تاخیر کی۔ بات یہ ہے کہ کسی بھی قوم کو بغیر سلطان یا امیر کے ایک منٹ چھوڑنا بین الاقوامی طور پر آج بھی خلاف قانون ہے اس وقت جو صورت حال تھی اگر خدانخواستہ کسی صحیح شخصیت کا خلافت کے لئے انتخاب نہ ہوتا پھر کیا ہوتا یہ کسی سے مخفی نہیں ایک ایسی وسیع سلطنت جس کا رقبہ پورے عرب کو محیط تھا وہ بھی ایسے لوگوں پر مشتمل تھا جو اب تک کسی اجتماعی حکومت کے ماتحت رہنے کے عادی نہیں تھے اگر انہیں یونہی چھوڑ دیا جاتا یا خدانخواستہ صحیح انتخاب نہ ہوتا تو یہ سلطنت باقی بھی رہتی یہ غور طلب بات ہے ؟ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب سے اہم اقدم کام یہی تھا کہ جانشین کو منتخب کر لیا جاتا اسی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی لگے ہوئے تھے اور دوسرے صحابۂ کرام بھی۔ پہلا دن سقیفہ بنی ساعدہ کے قصے میں ختم ہو گیا دوسرے دن بیعت عامہ ہوئی پھر یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ کہاں دفن کیا جائے یہ طے ہونے کے بعد غسل دیا گیا پھر فرداً فرداً اس طرح نماز جنازہ ہوئی کہ جنازہ مبارکہ حجرہ مقدسہ میں رکھا رہا اس میں جتنی گنجائش تھی اتنے آدمی وہاں جا کر فرداً فرداً بغیر کسی امام کے نماز جنازہ پڑھتے اس میں تاخیر ہو گئی۔

اس سلسلے میں مولانا روم کی مثنوی شریف کا ایک شعر پیش کیا جاتا ہے ؎

چوں صحابہ حب دنیا داشتند مصطفٰے را بے کفن بگذاشتند

چونکہ صحابۂ کرام دنیا کی محبت رکھتے تھے اس لئے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو بے کفن کے چھوڑ دیا یہ شعر حضرت مولانا روم کا ہرگز نہیں کسی رافضی کا الحاق ہے جیسے کہ ایک اور شعر مثنوی کی طرف منسوب ہے ؎

کور کورا نہ مرو در کربلا تا نیفتی چوں حسین اندر بلا

اندھا دھند کربلا میں مت جاؤ تاکہ حسین کی طرح بلا میں نہ پڑ جاؤ یہ شعر بھی حضرت مولانا روم کا

نہیں کسی ناصبی کا ہے الحاق ہے۔

**بل قتلہ اللہ** ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی امید لگائے ہوئے تھے کہ میں خلیفہ بنایا جاؤں گا لیکن انتخاب ہوگیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا — یہ منجانب اللہ ہوا۔

**۱۹۳۸ حدیث** اَخْبَرَنِی الْقَاسِمُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ

شَخَصَ بَصَرُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ فِی الرَّفِیْقِ

علیہ وسلم کی نظر مبارک اوپر اٹھ گئی پھر تین بار فرمایا رفیق اعلیٰ میں اور پوری حدیث

الْاَعْلٰی ثَلَاثًا وَقَصَّ الْحَدِیْثَ قَالَتْ فَمَا كَانَتْ مِنْ خُطْبَتِهِمَا مِنْ

بیان کیا ام المؤمنین نے فرمایا ان دونوں نے جو بھی خطبہ دیا اس سے اللہ نے نفع پہونچایا

خُطْبَةٍ اِلَّا نَفَعَ اللّٰهُ بِهَا لَقَدْ خَوَّفَ عُمَرُ النَّاسَ وَاِنَّ فِیْهِمْ

عمر نے لوگوں کو ڈرایا اور ان میں نفاق تھا اللہ نے انھیں رد فرمایا اس خطبے کی وجہ

لَنِفَاقًا فَرَدَّهُمُ اللّٰهُ بِذٰلِكَ ثُمَّ لَقَدْ بَصَّرَ اَبُوْبَكْرٍ النَّاسَ الْهُدٰی

سے اس کے بعد ابوبکر نے لوگوں کو ہدایت دکھائی اور انھیں وہ حق پہنوایا جو ان پر تھا

وَعَرَّفَهُمُ الْحَقَّ الَّذِیْ عَلَیْهِمْ وَخَرَجُوْا بِهٖ یَتْلُوْنَ وَمَا مُحَمَّدٌ

لوگ ان کے خطبے کو لے کر نکلے اور یہ تلاوت کرتے ہوئے کہ محمد اللہ کے رسول ہی ہیں

اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (اِلٰی) الشَّاكِرِیْنَ ۔

ان سے پہلے بہت سے رسول دنیا سے تشریف لے گئے۔ الشاکرین تک۔

**تشریحات ۱۹۳۸** مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مخلص مسلمانوں میں ایک ہیجان اور مایوسی پیدا ہوگئی تھی اور منافقین کے حوصلے بڑھ گئے تھے حضرت عمر نے جو فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو اس کی گردن اڑادوں گا اس سے منافقین ڈر گئے اور ان کی شورش بڑھنے نہ پائی اور مخلصین و مومنین میں جو مایوسی اور بددلی تھی وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبے سے دور ہوگئی کہ انہوں نے یہ فرمایا کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا سن لے وہ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور جو

اللہ کی عبادت کرتا تھا سن لے بے شک اللہ حی قیوم ہے اور آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ"، اس سے لوگوں کے دماغ پر پڑے ہوئے پردے اٹھ گئے اور حقیقت حال ان کی سمجھ میں آگئی۔ اس وقت یہ آیت کریمہ صحابۂ کرام کے ذہن میں نہ آئی مگر جب حضرت صدیق اکبر نے تلاوت کی تو سب کو یاد آگئی ایسا محسوس ہوا کہ جیسے ابھی نازل ہوئی ہے اور مدینہ کی گلیاں اس کی تلاوت سے گونج گئیں۔

**حدیث ۱۹۳۹** عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ اَیُّ النَّاسِ خَيْرٌ

محمد بن حنفیہ نے کہا میں نے اپنے والد (حضرت علی) سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ

بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ قُلْتُ

علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر کون ہیں انھوں نے فرمایا ابو بکر میں نے پوچھا

ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ وَخَشِيْتُ اَنْ يَقُوْلَ عُثْمَانُ قُلْتُ ثُمَّ اَنْتَ

پھر کون فرمایا عمر۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ اب کہیں گے عثمان تو میں نے پوچھا پھر آپ۔ فرمایا

قَالَ مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ عہ

میں نہیں ہوں مگر مسلمانوں میں سے ایک مرد۔

**تشریحات ۱۹۳۹** گذر چکا کہ اہلسنت میں سے کچھ لوگ حضرت علی کو حضرت عثمان سے افضل کہتے ہیں اور حضرت امام مالک توقف فرماتے ہیں مگر اہلسنت کی اکثریت کا مذہب یہ ہے کہ افضلیت خلافت کی ترتیب پر ہے اور یہی صحیح اور مختار ہے، حضرت محمد بن حنفیہ کے قول سے بھی یہ ظاہر ہے کہ اس عہد میں اذعان عام یہی تھا کہ حضرت عمر کے بعد حضرت عثمان کا درجہ ہے پھر حضرت علی کا ورنہ پھر اس اندیشے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

**حدیث ۱۹۴۰** سَمِعْتُ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِیِّ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو اگر تم میں کوئی احد کے

اَصْحَابِیْ وَلَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَّا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ

برابر سونا راہ خدا میں خرچ کرے تو بھی ان کے مدیا نصف مد کو نہیں

عہ ابوداؤد

وَلَا نَصِيفَهُ۔

پہونچے گا۔

**تشریحات ۱۹۴۰**

**مطابقت**۔ یہاں باب ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل کا ان کا اس حدیث میں خاص ذکر نہیں مگر اصحابی کے عموم میں وہ بھی داخل ہیں۔

**مد**۔ مد دو حجازی رطل ہوتا ہے اور ایک رطل چھتیس ۳۶ روپے بھر موجودہ اعشاریہ اوزان کے ۴۱۹ گرام ۹۰۴ ملی گرام ہوا۔

مد۔ غلے کا پیمانہ ہے اس سے بظاہر متبادر یہ ہے کہ اگر غیر صحابی احد کے برابر سونا خرچ کرے پھر بھی وہ صحابہ کرام کے ایک مد یا نصف مد غلہ خیرات کرنے کے برابر نہیں پہونچ سکتا اور اس کا بھی احتمال ہے کہ اس میں تعمیم ہو۔

**حدیث ۱۹۴۱**

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَخْبَرَنِي أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ أَنَّهُ

سعید بن مسیب سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ مجھے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ

تَوَضَّأَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ خَرَجَ فَقُلْتُ لَأَلْزَمَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ

عنہ نے خبر دی کہ انھوں نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر نکلے (ابو موسیٰ نے کہا) میں نے اپنے جی میں کہا میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَأَكُونَنَّ مَعَهُ يَوْمِي هٰذَا قَالَ فَجَاءَ الْمَسْجِدَ فَسَأَلَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ آج رہوں گا یہ سوچ کر وہ مسجد میں آئے۔ اور حضور

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا خَرَجَ وَوَجَّهَ هٰهُنَا

کے بارے میں پوچھا لوگوں نے بتایا کہ مسجد کے باہر تشریف لے گئے ہیں اور ادھر کا رخ فرمایا۔ (وہ

فَخَرَجْتُ عَلَى إِثْرِهِ أَسْأَلُ عَنْهُ حَتّٰى دَخَلَ بِئْرَ أَرِيسٍ فَجَلَسْتُ

کہتے ہیں) کہ میں حضور کو پوچھتا ہوا حضور کے نشان قدم پر چلا بیر اریس پر پہونچا میں دروازے

عِنْدَ الْبَابِ وَبَابُهَا مِنْ جَرِيدٍ حَتّٰى قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

کے پاس بیٹھ گیا اس کا دروازہ کھجوروں کی شاخوں کا تھا میں اتنی دیر دروازے کے پاس بیٹھا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهُ فَتَوَضَّأَ فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلَى

رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قضاء حاجت کر چکے پھر وضو فرمایا اب میں حضور کی خدمت میں

بِئْرَ اَرِیْسَ وَتَوَسَّطَ قُفَّهَا وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ
حاضر ہوا حضور بیر اریس کے منڈیر پر بیچ میں بیٹھے ہوئے تھے اور اپنی پنڈلیاں کھولے
فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ فَقُلْتُ لَاَكُوْنَنَّ
ہوئے تھے اور پاؤں کنوئیں میں لٹکائے ہوئے تھے میں حضور کو سلام کر کے لوٹا اور دروازہ
بَوَّابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ فَجَاءَ اَبُوْ بَكْرٍ فَدَفَعَ
پر بیٹھ گیا اور اپنے جی میں کہا کہ آج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دربان رہوں گا اس
الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَقُلْتُ عَلٰى رِسْلِكَ ثُمَّ
کے بعد ابو بکر آئے اور دروازہ کو دھکا دیا میں نے پوچھا کون صاحب ؟ انھوں نے کہا ابو بکر ہیں
ذَهَبْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا
نے کہا ٹھہریئے میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ! یہ ابو بکر اجازت
اَبُوْ بَكْرٍ يَسْتَاْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَاَقْبَلْتُ
طلب کر رہے ہیں ؟ فرمایا انھیں اجازت دے دو اور انھیں جنت کی بشارت دے دو اب میں
حَتّٰى قُلْتُ لِاَبِيْ بَكْرٍ ادْخُلْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
آیا اور میں نے ابو بکر سے کہا اندر آجایئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کو جنت کی
يُبَشِّرُكَ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ فَجَلَسَ عَنْ يَمِيْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ
بشارت دے رہے ہیں ابو بکر اندر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی داہنی طرف
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهٗ فِي الْقُفِّ وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ كَمَا
حضور کے ساتھ منڈیر پر بیٹھ گئے اور جیسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا تھا اپنے پاؤں کو کنوئیں
صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ ثُمَّ رَجَعْتُ
میں لٹکایا اور اپنی پنڈلیوں کو کھول لیا پھر میں لوٹا اور دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے بھائی کو گھر وضو
فَجَلَسْتُ وَقَدْ تَرَكْتُ اَخِيْ يَتَوَضَّاُ وَيَلْحَقُنِيْ فَقُلْتُ اِنْ يُّرِدِ اللّٰهُ
کرتے ہوئے چھوڑا تھا وہ میرے ساتھ ملنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ میں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ فلاں کے ساتھ
بِفُلَانٍ يُّرِيْدُ اَخَاهُ خَيْرًا يَاْتِ بِهٖ فَاِذَا اِنْسَانٌ يُّحَرِّكُ الْبَابَ
بھلائی کا ارادہ فرمائے گا یعنی ان کے بھائی کے ساتھ تو اسے یہاں لائے گا پھر ایک صاحب دروازہ ہلانے

فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ عَلٰى رِسْلِكَ
لگے میں نے پوچھا کون صاحب ؟ انھوں نے کہا عمر بن خطاب میں نے کہا ٹھہریئے پھر میں رسول اللہ
ثُمَّ جِئْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور کو سلام کیا اور عرض کیا عمر بن خطاب اجازت طلب
فَقُلْتُ هٰذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ
کرتے ہیں ؟ فرمایا انھیں اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی دے دو۔ میں آیا اور میں نے
بِالْجَنَّةِ فَجِئْتُ وَقُلْتُ اُدْخُلْ وَبَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
کہا اندر آجایئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کو جنت کی بشارت دے رہے ہیں وہ
وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اندر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ منڈیر پر بائیں طرف بیٹھ گئے اور
فِى الْقُفِّ عَنْ يَسَارِهٖ وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِى الْبِئْرِ ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ
اپنے پاؤں کو کنویں میں لٹکا لیا پھر میں واپس آیا اور دروازے پر بیٹھ گیا اور اپنے جی میں کہا
فَقُلْتُ اِنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا يَاْتِ بِهٖ فَجَاءَ الْاِنْسَانُ يُحَرِّكُ
اگر اللہ فلاں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے گا تو اسے یہاں لائے گا اتنے میں ایک صاحب
الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقُلْتُ عَلٰى
اور آئے اور دروازہ ہلانے لگے میں نے پوچھا کون صاحب ؟ انھوں نے کہا عثمان بن عفان
رِسْلِكَ وَجِئْتُ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ
میں نے کہا ٹھہریئے اور میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بتایا فرمایا اسے
فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُهٗ فَجِئْتُهٗ
اجازت دے دو اور انھیں جنت کی بشارت دے دو اور انھیں اس مصیبت کی خبر دیدو جو انھیں
فَقُلْتُ لَهٗ اُدْخُلْ وَبَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
پہونچے گی میں واپس آیا اور میں نے کہا کہ اندر آجایئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُكَ فَدَخَلَ فَوَجَدَ الْقُفَّ قَدْ مُلِئَ فَجَلَسَ
آپ کو جنت کی بشارت دی ہے اور ایک مصیبت کی جو آپ کو پہونچے گی وہ اندر آئے

وَجَاهَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ قَالَ شَرِيكٌ قَالَ سَعِيدُ بْنُ

منڈیر بھر چکی تھی تو حضور کے سامنے دوسری جانب بیٹھ گئے ـــــ سعید بن مسیب نے

الْمُسَيَّبِ فَأَوَّلْتُهَا قُبُورَهُمْ ؏۴

کہا۔ میں نے اس کی تاویل ان کی قبروں سے کی

**تشریحات ۱۹۴۱**

**بئر اریس** ۔ قبا کے قریب ایک باغ ہے جس میں یہ کنواں تھا یہی وہ کنواں ہے جس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی گر گئی تھی۔

**قُفّ** ۔ قف کے اصل معنی ابھری ہوئی سوکھی زمین کے ہیں یہاں مراد کنویں کی منڈیر ہے ۔۔۔ کتاب الادب کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ میں تھے اور حضور کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی جسے پانی اور کیچڑ کے درمیان ہلا رہے تھے۔

**فجلس وجاهه** ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب حاضر ہوئے تو منڈیر ایک طرف بھر چکی تھی بیچ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور داہنی طرف حضرت ابوبکر صدیق اور بائیں طرف حضرت عمر فاروق اس لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مقابل کی سمت حضور کے سامنے بیٹھ گئے۔

**فاولتها قبورهم** ۔ حضرت سعید بن المسیب نے اپنی فراست ایمانی سے یہ تعبیر بیان کی اس میں بھی ایک گونہ تاویل ہے اس لئے کہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر کی قبریں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں جانب نہیں بلکہ دونوں حضرات کی قبریں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف ہیں یہاں مراد قرب ہے یعنی ان دونوں حضرات کی قبریں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب ہوں گی البتہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک جنت البقیع میں ہے اور اس اعتبار سے مقابل کہی جا سکتی ہے کہ ان حضرات کے پائنتی کے مقابل جانب شرق ہے۔

**۱۹۴۲ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى**

**حدیث ۳۱** انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ع۴ فضائل صحابہ باب مناقب عمر ص۵۲۲ باب مناقب عثمان ص۵۲۲ ثانی الادب من نکس العود بین الماء والطین ص۹۱۸ فتن باب الفتنۃ التی تموج کموج البحر ص۱۰۱۵ الآحاد باب قول اللہ لاتدخلوا بیوت النبی ص۱۰۷ مسلم فضائل۔

عَنْهُ حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا وَ

احد پر چڑھے اور ابو بکر و عمر و عثمان بھی تو وہ کانپنے لگا فرمایا

اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ وَقَالَ اُثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا

اے احد اپنی جگہ رہ بے شک تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق

عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيْقٌ وَشَهِيْدَانِ عه

اور دو شہید ہیں۔

**تشریحات** ۱۹۴۲ مسند ابو یعلی میں ایک دوسری سند کے ساتھ حضرت سعید بن مسیب ہی سے اسی مضمون کی ایک حدیث ہے اس میں بجائے احد کے حراء ہے۔ یہ اصل میں متعدد قصہ ہے۔ مسند امام احمد میں بطریق بریدہ اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں حراء ہے۔

۱۹۴۳ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں ایک قوم میں کھڑا تھا ان

قَالَ اِنِّيْ لَوَاقِفٌ فِيْ قَوْمٍ فَدَعُوا اللّٰهَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ وُضِعَ

لوگوں نے عمر بن خطاب کے لئے اللہ سے دعا کی اور وہ میت کی چارپائی پہ رکھے

عَلٰى سَرِيْرِهٖ اِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِيْ قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهٗ عَلٰى مَنْكِبِيْ

ہوئے تھے کہ ایک صاحب میرے پیچھے تشریف لائے اور اپنی کہنی میرے شانے پر رکھی اور

يَقُوْلُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ اِنْ كُنْتُ لَاَرْجُوْا اَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ

فرمانے لگے اللہ آپ پر رحم کرے میں امید کرتا ہوں کہ اللہ آپ کو اپنے دونوں دوستوں کے

لِاَنِّيْ كَثِيْرًا مَا كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

ساتھ کرے گا اس لئے کہ میں نے بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے میں تھا

كُنْتُ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَانْطَلَقْتُ وَاَبُوْ بَكْرٍ

اور ابو بکر و عمر اور میں نے کہا اور ابو بکر و عمر نے اور میں چلا اور ابو بکر و عمر میں امید کرتا ہوں

وَعُمَرُ اِنْ كُنْتُ لَاَرْجُوْا اَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَهُمَا فَالْتَفَتُّ فَاِذَا

کہ آپ کو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ساتھ رکھے گا میں نے مڑ کے دیکھا

عه باب مناقب عمر ص۵۲۲ باب مناقب عثمان ص۵۲۳ ابو داؤد السنۃ۔ ترمذی نسائی مناقب

عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ عہ

تو وہ علی ابن ابی طالب تھے۔

**تشریحات** ۱۹۴۱ یہ حدیث رافضیوں کے اس ادعاء باطل کا صریح رد ہے جو وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر منافق تھے انھوں نے خلافت غصب کر لی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کی بیعت ازراہ تقیہ کی تھی اس وقت نہ حضرت علی پہ کوئی دباؤ تھا اور نہ کوئی جبر کہ وہ ان دونوں کے فضائل و مناقب کا برملا اعتراف کرتے اور اسے اعلانیہ بیان فرماتے۔ مناقب عمر میں اتنا اور زیادہ ہے کہ حضرت علی نے فرمایا۔ آپ نے اپنے پیچھے کسی ایسے شخص کو نہیں چھوڑا جو مجھے آپ سے زیادہ محبوب ہو اور خدا کی بارگاہ میں آپ جیسا عمل لے کر جائے اخیر میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر یہ فرماتے ہوئے سنا۔ میں گیا اور ابو بکر و عمر میں اندر گیا اور ابو بکر و عمر اور میں نکلا اور ابو بکر و عمر۔

۱۹۴۴ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو

**حدیث** عروہ بن زبیر نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو سے پوچھا کہ مشرکین نے

عَنْ اَشَدِّ مَا صَنَعَ الْمُشْرِكُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے برا سلوک جو کیا وہ کیا تھا۔ تو انہوں نے بتایا میں نے

قَالَ رَاَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ اَبِيْ مُعَيْطٍ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عقبہ بن ابی معیط کو دیکھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور حضور نماز پڑھ رہے

وَهُوَ يُصَلِّيْ فَوَضَعَ رِدَائَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ فَخَنَقَهٗ بِهٖ خَنْقًا شَدِيْدًا

تھے اس نے اپنی چادر حضور کے گردن میں لپیٹی اور بہت سختی کے ساتھ گلا گھونٹا اتنے میں

فَجَاءَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى دَفَعَهٗ عَنْهُ فَقَالَ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ

ابو بکر آ گئے اور اسے دھکا دے کر حضور سے الگ کیا اور فرمایا کیا تم لوگ ایسے شخص کو مار ڈالنا

رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَّبِّكُمْ عہ

چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلی ہوئی نشانیاں

عہ مناقب عمر ص ۵۲۰

عہ مناقب۔ ما لقی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ ص ۵۴۴ ثانی تفسیر سورہ المومن ص ۷۱۱

۱۹۴۴ تشریحات

عقبہ بن ابی معیط یہ مشرکین کے رؤساء میں تھا جنگ بدر میں گرفتار ہوا واقعہ بدر کے ایک دن بعد قتل کیا گیا یہ حضرت صدیق اکبر کے دفتر فضائل کے زریں ابواب میں سے ہے کہ ایسے وقت جب کہ پورا شہر دشمنوں سے بھرا ہوا تھا انھوں نے ہمت کر کے اس شیطان کو اس کا مونڈھا پکڑ کر دھکا دے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ کیا یہ ان کا اتنا بڑا جہاد ہے۔ جو سارے جہادوں سے بڑھ چڑھ کر ہے۔

اسی قصہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مسند بزار میں مروی ہے کہ حضرت علی نے خطبہ دیا اور پوچھا سب سے زیادہ بہادر کون ہے لوگوں نے عرض کیا آپ ہیں فرمایا میں نے ہمیشہ جو بھی میرے مقابلے میں آیا اس کو میں نے مزہ چکھا دیا۔ سب سے بہادر ابوبکر ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ قریش انھیں پکڑے ہوئے ہیں کوئی ادھر کھینچ رہا ہے کوئی ادھر کھینچ رہا ہے اور کہتے جارہے ہیں تو نے چند معبودوں کو ایک بنا دیا بخدا ہم سے کوئی سوائے ابوبکر کے قریب نہیں ہوا اس کو مارتے اور اس کو ڈھکیلتے اور فرماتے تمہارے لئے خرابی ہے تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے یہ کہہ کر حضرت علی روئے پھر پوچھا میں تم لوگوں کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آل فرعون کا مومن افضل ہے یا ابوبکر سب لوگ خاموش رہے تو حضرت علی نے فرمایا بخدا ابوبکر کی ایک ساعت اس سے بہتر ہے وہ اپنے ایمان کو چھپا رہا تھا اور یہ اعلان کر رہے تھے۔

## مَنَاقِبُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَبِیْ حَفْصٍ الْقُرَشِیِّ الْعَدَوِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۲۵

حضرت عمر بن خطاب ابوحفص قرشی عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ کعب بن لؤی بن غالب پر پہونچ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے ان کی والدہ کا نام حنتمہ یا خیثمہ ہے ان کی کنیت ابوحفص ہے ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی سب سے بڑی اولاد ہیں انھیں کے نام پر یہ کنیت ہے یہ کنیت خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔

۱۹۴۵ حدیث

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُنِیْ دَخَلْتُ الْجَنَّۃَ فَاِذَا اَنَا

میں نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا کہ جنت میں داخل ہوا ہوں اچانک ابوطلحہ کی بیوی

بِالرُّمَیْصَاءِ امْرَاَۃِ اَبِیْ طَلْحَۃَ وَسَمِعْتُ خَشْفَۃً فَقُلْتُ مَنْ ھٰذَا

رمیصا کو دیکھا اور میں نے کچھ آہٹ سنی تو میں نے پوچھا کون ہیں یہ تو کہا یہ

فَقَالَ هٰذَا بِلَالٌ وَرَأَيْتُ قَصْرًا بِفِنَائِهٖ جَارِيَةٌ فَقُلْتُ لِمَنْ
بلال ہیں اور میں نے ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک نوعمر عورت تھی میں نے
هٰذَا فَقَالَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَأَرَدْتُ أَنْ
پوچھا یہ کس کا ہے تو کہا یہ عمر بن خطاب کا ہے تو میں نے ارادہ کیا کہ اس کے اندر جاؤں
أَدْخُلَهٗ فَأَنْظُرَ إِلَيْهِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ فَقَالَ عُمَرُ بِأَبِيْ وَأُمِّيْ
اور اسے دیکھوں پھر میں نے تمہاری غیرت کو یاد کیا اس پر عمر نے کہا میرے ماں باپ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَعَلَيْكَ أَغَارُ ؏
آپ پر قربان یا رسول اللہ! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا۔

**الرمیصاء**۔ یہ رمصہ کی تصغیر ہے جو ارمص کی تانیث ہے جس کی آنکھ میں کیچڑ ہو ان کا نام سہیلہ یا رمیلہ تھا یہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ اور رسول اللہ کی رضاعی خالہ ہیں۔
**قال**:۔ یہ کہنے والے یا تو جبرئیل ہیں یا اور کوئی فرشتہ یا خود حضرت بلال ہیں دوسری جگہ قال میں دو پہلے والے احتمال ہیں۔ اور ایک روایت فقالت ہے یعنی اس لڑکی نے کہا۔

۱۹۴۶ حدیث: إِنَّ زَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ حَدَّثَهٗ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَأَلَنِيْ ابْنُ
اسلم کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن عمر نے عمر کے کچھ حالات پوچھے
عُمَرَ عَنْ بَعْضِ شَأْنِهٖ يَعْنِيْ عُمَرَ فَأَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا
تو میں نے انہیں بتایا۔ تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
قَطُّ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حِيْنِ قُبِضَ كَانَ
وصال کے بعد میں نے کبھی کسی کو عمر بن خطاب سے زیادہ بیک اور سخی نہیں
أَجَدَّ وَأَجْوَدَ حَتّٰى انْتَهٰى مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ۔
دیکھا یہ خوبیاں ان میں عمر بھر رہیں۔

۱۹۴۷ حدیث: عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے

ع۔ ثانی نکاح باب الغیرۃ ص۷۸۶ تعبیر باب القصر فی المنام ص۱۰۴۷ مسلم فضائل۔ نسائی مناقب

سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّاعَةِ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ کب قیامت ہے حضور نے

قَالَ وَمَاذَا أَعْدَدْتَّ لَهَا قَالَ لَا شَيْءَ إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ

فرمایا تو نے اس کے لئے کیا مہیا کر رکھا ہے اس نے کہا کچھ نہیں لیکن میں اللہ اور اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فَقَالَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ فَمَا فَرِحْنَا بِشَيْءٍ فَرَحَنَا

سے محبت کرتا ہوں تو حضور نے فرمایا تو اس کے ساتھ رہے گا جس سے تو نے محبت کی ہے۔ تو حضرت انس

بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ

نے فرمایا ہم کسی چیز سے اتنا خوش نہیں ہوئے جتنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے خوش ہوئے

أَنَسٌ فَأَنَا أُحِبُّ النَّبِيَّ (صلی اللہ علیہ وسلم) وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَأَرْجُو

کہ تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے تو نے محبت کی حضرت انس نے کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر سے محبت

أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِحُبِّي إِيَّاهُمْ وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ[1]

کرتا ہوں اور میں امید کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ محبت کرنے کی وجہ سے ان کے ساتھ رہوں گا۔ اگرچہ میں نے ان کے جیسے عمل نہیں کئے ہیں

**تشریحات** ۱۹۴۷ یہ سوال کرنے والے صاحب ذوالخویصرہ یمانی تھے جنھوں نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا تھا۔ کتاب الادب میں یہ حدیث آرہی ہے کہ یہ سائل اعرابی تھے۔ دار قطنی میں حضرت مسعود کی حدیث میں ہے کہ یہ سائل وہ اعرابی تھے جنھوں نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا۔ ویسے ابن یشکوال نے گمان کیا کہ یہ ابو موسیٰ اشعری یا حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے لیکن منافات نہیں ہو سکتا ہے واقعہ متعدد ہو۔ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں کتاب الطہارت میں مسجد میں پیشاب کرنے والے اعرابی کا نام ذوالخویصرہ تمیمی چھپ گیا ہے یہ ناسخین کے قلم کی لغزش ہے صحیح یمانی ہے۔

۱۹۴۸ حدیث عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ لَمَّا طُعِنَ عُمَرُ جَعَلَ يَأْلَمُ

مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب حضرت عمر کو زخمی کیا گیا تو وہ

فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكَأَنَّهُ يُجْزِعُهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَلَئِنْ

تکلیف محسوس کرنے لگے تو ان سے ابن عباس نے کہا گویا وہ انھیں تسلی دے رہے

[1] مسلم ادب۔ ثانی ادب باب ماجاء فی قول الرجل ویلک ص۹۱۱ باب علامۃ الحب فی اللہ ص۹۱۱ کتاب الاحکام باب القضاء والفتیا فی الطریق ص۱۰۵۹۔

كَانَ ذَاكَ لَقَدْ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تھے اے امیر المؤمنین! یہ بات تو ہو گئی بے شک آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَهٗ ثُمَّ فَارَقْتَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ اَبَا بَكْرٍ

رہے اور آپ نے ان کا اچھا ساتھ دیا (یعنی حضور کا) پھر آپ ان سے جدا ہوئے

فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَهٗ ثُمَّ فَارَقْتَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ صُحْبَتَهُمْ

اور وہ آپ سے راضی رہے پھر آپ ابو بکر کے ساتھ رہے اور اچھی طرح ان کا

فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُمْ وَلَئِنْ فَارَقْتَهُمْ لَتُفَارِقَنَّهُمْ وَهُمْ عَنْكَ رَاضُوْنَ

ساتھ دیا پھر آپ ان سے جدا ہوئے اور وہ آپ سے راضی رہے پھر آپ مسلمانوں

قَالَ اَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

کے ساتھ رہے اور اچھی طرح ان کا ساتھ دیا اور اگر آپ ان سے جدا ہوں گے تو اس

وَسَلَّمَ وَرِضَاهُ فَاِنَّمَا ذَاكَ مَنٌّ مِنَ اللّٰهِ مَنَّ بِهٖ عَلَيَّ وَاَمَّا مَا

حال میں جدا ہوں گے کہ وہ لوگ آپ سے راضی ہیں حضرت عمر نے فرمایا تم نے جو رسول اللہ

ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَرِضَاهُ فَاِنَّمَا ذَاكَ مَنٌّ مِنَ اللّٰهِ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے اور ان کی خوشنودی کا ذکر کیا یہ اللہ کی طرف سے احسان

جَلَّ ذِكْرُهٗ مَنَّ بِهٖ عَلَيَّ وَاَمَّا مَا تَرٰى لِيْ مِنْ جَزْعِيْ فَهُوَ مِنْ

تھا جو اللہ نے میرے اوپر کیا اور تم نے جو ابو بکر کے ساتھ رہنے اور ان کی خوشنودی کا ذکر کیا یہ اللہ کا

اَجْلِكَ وَمِنْ اَجْلِ اَصْحَابِكَ وَاللّٰهِ لَوْ اَنَّ لِيْ طِلَاعَ الْاَرْضِ

احسان تھا جو اس نے مجھ پر کیا اور وہ جو تم نے میری گھبراہٹ کا ذکر کیا وہ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی وجہ سے

ذَهَبًا لَافْتَدَيْتُ بِهٖ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ اَرَاهُ۔

ہے بخدا اگر میرے پاس زمین بھر سونا ہوتا تو اسے دیکر اللہ کے عذاب سے اپنے آپ کو بچا لیتا قبل اس کے کہ عذاب کو دیکھوں

**تشریحات ۱۹۴۸** حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی تفصیل نزہتہ القاری جلد رابع ص ۱۵۲ ص ۱۵۳ پر مذکور ہے۔

**مِنْ اَجْلِكَ** ۔ اس سے خاص کر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد نہیں بلکہ عامۃ المسلمین مراد ہیں چونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم تھا کہ میرے بعد مسلسل فتنے اٹھیں گے جس سے

ملت اسلامیہ کو شدید نقصان پہونچے گا اسی کے تصور سے گھبرا رہے تھے۔ اور یہ جو فرمایا کہ اگر میرے پاس زمین بھر سونا ہو تو اسے دے کر اللہ کے عذاب سے اپنے آپ کو بچا لیتا تو بطور تواضع اور اللہ عزوجل کی شان بے نیازی اور جلال کے تصور کا نتیجہ تھا۔

۱۹۴۹ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ عَقِیْلٍ زُھْرَۃُ بْنُ مَعْبَدٍ اَنَّہٗ سَمِعَ جَدَّہٗ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ ھِشَامٍ قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ آخِذٌ بِیَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ[1]

حدیث

عبد اللہ بن ہشام نے کہا ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور حضور عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔

تشریح ۱۹۴۹ کتاب الایمان والنذور میں یہ حدیث پوری یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم لوگ تھے حضور عمر بن خطاب کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ حضور سے حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یہاں تک کہ میں تجھے تیری جان سے زیادہ محبوب ہوں تو حضرت عمر نے عرض کیا اب بخدا حضور مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب (اے عمر) تیرا ایمان کامل ہو گیا۔

اس پر پوری بحث نزہۃ القاری جلد اول صـ ۲۶۲ میں تفصیل کے ساتھ گذر چکی ہے ناظرین وہیں رجوع کریں۔

مَنَاقِبُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَبِیْ عَمْرٍو الْقُرَشِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ صـ ۵۲۲۔

حضرت عثمان بن عفان ابو عمرو قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب نامہ عبد مناف پہ جا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے مل جاتا ہے آپ کی کنیت ابو عمرو ہے اور ذوالنورین، غنی، جامع القرآن القاب ہیں۔ قبل اسلام یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خصوصی احباب میں سے تھے انھیں کی تحریک پہ مشرف باسلام ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت سیدہ رقیہ اور حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کی زوجیت میں آئیں اس لئے آپ کا خطاب ذوالنورین ہے۔

---

[1] ثانی الاستیذان باب المصافحہ صـ ۹۲۶ کتاب الایمان والنذور باب کیف کانت یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم صـ ۹۸۱

اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ پہلے حبشہ کی جانب ہجرت کی پھر مدینہ طیبہ کی طرف۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے بھی ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد پہلی محرم الحرام ۲۴ھ کو اصحاب شوریٰ کے انتخاب سے مسند آرائے خلافت ہوئے بارہ سال کے بعد ذوالحجہ ۳۶ھ ایام تشریق میں یا اٹھارہ ذوالحجہ کو شہید کئے گئے۔

**حدیث ۱۹۵۰** عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی بِنَحْوِہٖ وَزَادَ فِیْہِ عَاصِمٌ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث طویل میں عاصم نے یہ زیادہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ قَاعِدًا فِیْ مَکَانٍ فِیْہِ مَاءٌ قَدِ انْکَشَفَ عَنْ

کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی جگہ بیٹھے تھے جہاں پانی تھا اور اپنے گھٹنوں یا ایک

رُکْبَتَیْہِ اَوْ رُکْبَتِہٖ فَلَمَّا دَخَلَ عُثْمَانُ غَطَّاھَا۔

گھٹنے کو کھولے ہوئے تھے جب عثمان آئے تو اسے چھپا لیا۔

**تشریحات ۱۹۵۰** یہ حدیث تعلیقاً نزہۃ القاری جلد ثانی ص۳۴۷ پر ذکر کی جا چکی ہے ناظرین وہیں رجوع کرلیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ گھٹنا اور ران عورت نہیں وہ حضرات اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں لیکن یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ گھٹنا کھلے رہنے سے مراد یہ ہے کہ اس پر کرتا نہیں تھا صرف تہبند تھا جب حضرت عثمان غنی آئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کرتا پھیلا کر گھٹنے پر ڈال لیا۔ اس لئے کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ گھٹنہ عورت نہیں پھر بھی دوسروں کے سامنے گھٹنا کھول کر بیٹھنا وقار کے خلاف ہے۔ اور یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے بعید تر ہے۔ اس حدیث میں عاصم کی اس زیادتی کو کچھ لوگوں نے وہم قرار دیا ہے۔

حدیث یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے گھر میں لیٹے ہوئے تھے اپنی رانوں یا پنڈلیوں کو کھولے ہوئے تھے کہ ابوبکر نے اذن طلب کیا انھیں اجازت دی اور وہ اندر آئے حضور اسی حال پر رہے انھوں نے بات کی پھر حضرت عمر نے اجازت طلب کی انھیں اجازت دی اور حضور ویسے ہی رہے انھوں نے بات کی پھر عثمان نے اجازت طلب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور اپنے کپڑوں کو درست فرمالیا حضرت ام المؤمنین نے وجہ دریافت کی تو فرمایا ایسے شخص سے میں کیوں نہ حیا کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں [1]۔

---

[1] مسلم ثانی فضائل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص۲۷۷

علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ عاصم کی زیادتی کو وہم کہنے کی کوئی وجہ نہیں یہ دونوں دو واقعے ہیں دونوں کے مخرج علیحدہ علیحدہ ہیں اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔

۱۹۵۱ اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَسْوَدَ بْنِ عَبْدِ

حدیث عبید اللہ بن عدی بن خیار نے خبر دی کہ مسور بن مخرمہ اور عبد الرحمن بن اسود بن عبد

يَغُوْثَ قَالَا مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تُكَلِّمَ عُثْمَانَ لِاَخِيْهِ الْوَلِيْدِ فَقَدْ اَكْثَرَ

یغوث نے کہا کہ عثمان سے ان کے بھائی ولید کے بارے میں بات کرنے سے کیا چیز تجھے روک رہی

النَّاسُ فِيْهِ فَقَصَدْتُّ لِعُثْمَانَ حِيْنَ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ قُلْتُ

ہے اس کے بارے میں لوگ بہت کچھ کہہ رہے ہیں عبید اللہ نے کہا کہ عثمان جب نماز کے لئے نکلے

اِنَّ لِيْ اِلَيْكَ حَاجَةً وَّهِيَ نَصِيْحَةٌ لَّكَ قَالَ يَا اَيُّهَا الْمَرْءُ قَالَ

تو میں ان کے پاس گیا میں نے ان سے کہا مجھے آپ سے کچھ بات کرنا ہے اور یہ آپ کی خیرخواہی

اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اُرَاهُ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ فَانْصَرَفْتُ فَرَجَعْتُ

کے لئے ہے حضرت عثمان نے کہا اے شخص میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں یہ سن کر میں

اِلَيْهِمْ اِذْ جَاءَ رَسُوْلُ عُثْمَانَ فَاَتَيْتُهُ فَقَالَ مَا نَصِيْحَتُكَ فَقُلْتُ

لوٹ آیا اور ان لوگوں کے پاس آگیا کہ حضرت عثمان کا قاصد آیا تو میں حضرت عثمان کے پاس

اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ

گیا انھوں نے پوچھا کہ تیری کیا نصیحت ہے میں نے کہا بے شک اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو

وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ وَكُنْتَ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ

حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان پر کتاب نازل کی اور آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَاجَرْتَ الْهِجْرَتَيْنِ وَصَحِبْتَ

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو قبول کیا آپ نے دونوں ہجرتیں کیں اور آپ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاَيْتَ هَدْيَهٗ وَقَدْ اَكْثَرَ

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اور ان کی سیرت کو دیکھا لوگ ولید کے بارے میں

النَّاسُ فِيْ شَاْنِ الْوَلِيْدِ قَالَ اَدْرَكْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

بہت چہ میگوئیاں کر رہے ہیں انھوں نے کہا تو نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے میں نے

وَسَلَّمَ قُلْتُ لَا وَلٰكِنْ خُلِّصَ اِلَيَّ مِنْ عِلْمِهٖ مَا يُخَلَّصُ اِلَى الْعَذَارٰى

کہا نہیں۔ لیکن حضور کا تھوڑا تھوڑا سا علم مجھ تک پہونچا ہے جتنا دوشیزہ کو پردہ میں پہونچتا

فِيْ سِتْرِهَا قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

ہے حضرت عثمان نے فرمایا امابعد بے شک اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو

وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ فَكُنْتُ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَآمَنْتُ

حق کے ساتھ بھیجا اور میں ان لوگوں میں سے ہوا جنھوں نے اللہ اور اس کے

بِمَا بُعِثَ بِهٖ وَهَاجَرْتُ الْهِجْرَتَيْنِ كَمَا قُلْتَ وَصَحِبْتُ رَسُوْلَ

رسول کے پیغام کو قبول کیا اور حضور جس کے ساتھ مبعوث ہوئے اس پر ایمان لایا اور

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَايَعْتُهٗ فَوَاللّٰهِ مَا عَصَيْتُهٗ وَلَا غَشَشْتُهٗ

میں نے دونوں ہجرتیں کیں جیسا کہ تو نے کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی۔ اور ان کی

حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ اَبَا بَكْرٍ مِثْلَهٗ ثُمَّ عُمَرَ مِثْلَهٗ

بیعت کی۔ واللہ میں نے نہ تو ان کی نافرمانی کی اور نہ خیانت کی یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے انھیں اٹھالیا

ثُمَّ اسْتُخْلِفْتُ اَفَلَيْسَ لِيْ مِنَ الْحَقِّ مِثْلُ الَّذِيْ لَهُمْ قُلْتُ بَلٰى

پھر ابوبکر کے ساتھ یہی معاملہ رہا پھر عمر کے ساتھ یہی معاملہ رہا پھر میں خلیفہ بنایا گیا تو کیا مجھے وہ حق حاصل

قَالَ فَمَا هٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ الَّتِيْ تَبْلُغُنِيْ عَنْكُمْ اَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ

نہیں جو انھیں حاصل تھا۔ (عبیدہ نے کہا) ہاں ہے تو فرمایا پھر یہ باتیں کیسی ہیں جو تمہاری جانب سے

شَاْنِ الْوَلِيْدِ فَسَنَاْخُذُ فِيْهِ بِالْحَقِّ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ دَعَا عَلِيًّا

مجھ تک پہنچ رہی ہیں رہ گیا جو تو نے ولید کا معاملہ ذکر کیا تو ہم انشاء اللہ حق کے ساتھ مواخذہ کریں گے

فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّجْلِدَهٗ فَجَلَدَهٗ ثَمَانِيْنَ ۵۵

پھر حضرت علی کو بلایا اور حکم دیا کہ ولید کو کوڑے ماریں تو انھوں نے اسّی کوڑے مارے۔

**تشریحات ۱۹۵** ان تکلم عثمان۔ مناقب انصار میں یہ ہے کہ مسور بن مخرمۃ اور عبدالرحمن بن اسود نے عبید اللہ بن عدی بن خیار سے کہا کہ آپ کو کیا چیز مانع ہے کہ آپ اپنے ماموں عثمان سے ان کے بھائی ولید بن عقبہ کے بارے میں بات کریں۔

---

۵۵ مناقب الانصار باب ہجرۃ الحبشۃ ص۵۵۶ باب مقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ ص۵۵۹

عبید اللہ بن عدی حضرت عثمان بن عفان کے بھانجے تھے۔ اور ولید بن عقبہ حضرت عثمان کا اخیافی بھائی تھا یہ اسی عقبہ بن ابی معیط کا لڑکا تھا جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز پڑھنے کی حالت میں گلا گھونٹنے کی کوشش کی تھی حضرت عثمان نے ولید بن عقبہ کو کوفے کا گورنر بنا دیا تھا۔ یہ شرابی تھا اس نے شراب پی کر نشہ کی حالت میں صبح کی نماز چار رکعت پڑھائی۔ پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے پوچھا اور زیادہ پڑھاؤں۔ اس کی خبر حضرت عثمان کو پہونچی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولید کو کوفہ کی ولایت سے فوراً معزول کر دیا اور اس کی شراب نوشی کے بارے میں تحقیقات کر ہی رہے تھے کہ عبید اللہ نے ان سے وہ عرض کیا۔ پھر جب گواہوں سے ثابت ہو گیا کہ واقعی اس نے شراب پی تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر اس پر حد جاری کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسّی کوڑے اس کو مارے۔

۱۹۵۲ حدیث حَدَّثَنَا عُثْمَانُ هُوَ ابْنُ مَوْهَبٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ

عثمان بن موہب نے کہا کہ مصر کا ایک شخص آیا اور حج کیا اس نے کچھ لوگوں کو

اَهْلِ مِصْرَ وَحَجَّ الْبَيْتَ فَرَاٰى قَوْمًا جُلُوْسًا فَقَالَ مَنْ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ

بیٹھے ہوئے دیکھا پوچھا یہ کون لوگ بیٹھے ہوئے ہیں لوگوں نے بتایا کہ یہ لوگ

فَقَالُوْا هٰؤُلَاءِ قُرَيْشٌ قَالَ فَمَنِ الشَّيْخُ فِيْهِمْ قَالُوْا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ

قریش ہیں اس نے پوچھا ان کے درمیان یہ شیخ کون ہے لوگوں نے بتایا کہ عبد اللہ بن عمر

عُمَرَ قَالَ يَا ابْنَ عُمَرَ اِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ فَحَدِّثْنِيْ هَلْ تَعْلَمُ

اس نے کہا اے ابن عمر آپ سے کچھ پوچھ رہا ہوں مجھے بتائیے کیا آپ جانتے ہیں

اَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ تَغَيَّبَ عَنْ

کہ عثمان احد کے دن بھاگے تھے ابن عمر نے فرمایا ہاں اس نے کہا آپ

بَدْرٍ وَّلَمْ يَشْهَدْ قَالَ نَعَمْ قَالَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ

جانتے ہیں کہ وہ بدر سے غائب تھے اور وہاں حاضر نہ تھے ابن عمر نے فرمایا

الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ قَالَ ابْنُ

ہاں اب اس نے کہا آپ جانتے ہیں کہ بیعت رضوان سے وہ غائب رہے اور

عُمَرَ تَعَالَ اُبَيِّنْ لَكَ اَمَّا فِرَارُهٗ يَوْمَ اُحُدٍ فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ

اس میں حاضر نہ تھے ابن عمر نے فرمایا ہاں اب اس نے کہا اللہ اکبر ابن عمر نے فرمایا یہاں

عَفَا عَنْهُ وَغَفَرَ لَهُ وَاَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَاِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ

آؤ میں تجھ سے اس کی وجہ بیان کرتا ہوں احد کے دن ان کا بھاگنا تو میں گواہی دیتا

بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيْضَةً

ہوں کہ اللہ نے انھیں معاف کر دیا اور انھیں بخش دیا لیکن بدر میں حاضر نہ ہونا تو اس

فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَكَ اَجْرَ رَجُلٍ

وجہ سے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ان کی زوجیت میں تھیں اور بیمار

مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ وَاَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَوْ

تھیں ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے لئے شرکاء بدر کا ثواب ہے

كَانَ اَحَدٌ اَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ فَبَعَثَ

اور انھیں مال غنیمت سے حصہ بھی دیا اور بیعت رضوان میں حاضر نہ ہونے کی

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ

وجہ ہے کہ اگر مکہ میں ان سے زیادہ کوئی شخص عزت والا ہوتا تو ان کی جگہ بھیجتے

بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ اِلٰى مَكَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

رسول اللہ نے عثمان کو بھیجا اور بیعت رضوان ان کے مکہ جانے کے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذِهٖ يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى

بعد ہوئی تھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیعت کے وقت اپنے داہنے

يَدِهٖ فَقَالَ هٰذِهٖ لِعُثْمَانَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ اِذْهَبْ بِهَا

ہاتھ کو لیا اور فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اسے دوسرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا یہ عثمان

الْاٰنَ مَعَكَ۔

کی بیعت ہے اب جا اور ان کو اپنے ساتھ لے جا۔

**تشریحات ۱۹۵۲** مصر کے کچھ لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مخالف تھے وہ لوگ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر بے جا باتیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے انھیں لوگوں میں بدنام کرنے کی کوشش کرتے تھے ان میں سے یہ تین باتیں تھیں۔ میدان جنگ سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے اس لئے اس نے پہلا اعتراض یہ کیا کہ احد کے دن میدان چھوڑ کر بھاگے تھے۔

لیکن اسے معلوم نہ تھا کہ جو صورت حال پیدا ہوئی تھی اس کی وجہ سے چودہ حضرات کے علاوہ سب منتشر ہو گئے تھے اور یہ سب کچھ اضطراری طور پر ہوا تھا اور حالت اضطراری میں جو کچھ سرزد ہو وہ قابل مواخذہ نہیں اس کے باوجود ان لوگوں کے بارے میں قرآن کریم میں ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ۔ سورۂ آل عمران آیت ۱۵۵

بے شک وہ لوگ جو تم میں سے میدان سے ہٹ گئے جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں انھیں شیطان نے ہی لغزش دی ان کے بعض اعمال کے باعث اور بے شک اللہ نے انھیں معاف فرمایا بیشک اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

اس آیت میں یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ سے مراد یوم احد ہے جب اللہ عزوجل نے ان کی بے اختیاری اضطراری لغزش معاف کر دیا ہے تو اس پر اعتراض کرنا غلط ہے۔

اسی طرح بدر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضور کی صاحبزادی حضرت رقیہ کی تیمار داری کے لئے گھر رہ جانا قابل اعتراض نہیں بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بعد صاحبزادی کو گھر چھوڑ کر جنگ میں شریک ہوتے تو یہ قابل اعتراض بات تھی بایں ہمہ وہ اصحاب بدر میں معدود ہیں اس لئے ان کو مال غنیمت سے حصہ بھی ملا۔

بیعت رضوان میں شریک نہ ہونے پر اعتراض صرف ایک شرارت تھی انھیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اس غرض سے بھیجا تھا کہ وہ صلح کی بات چیت کریں اور اپنے ذاتی اثر و رسوخ سے اہل مکہ کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ عمرہ کرنے سے نہ روکیں۔

یہ مکہ معظمہ گئے واپسی میں کچھ تاخیر ہوئی کسی نے اڑا دیا کہ وہ شہید کر دیئے گئے اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی تھی اور حضرت عثمان کو یہ شرف بخشا کہ اپنے دست مبارک کو ان کا ہاتھ فرمایا اور ان کی طرف سے خود بیعت فرمائی انصاف اور ایمان کی نظر میں یہ بیعت سے بدرجہا بہتر اور افضل تھی جو بیعت کرنے والوں نے از خود کی۔

بَابُ قِصَّةِ الْبَیْعَةِ وَالْاِتِّفَاقِ عَلٰی عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَفِیْهِ مَقْتَلُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ص۵۲۳

حضرت عثمان بن عفان پر اتفاق اور بیعت کا قصہ۔ اس میں عمر بن خطاب کی شہادت کا بھی ذکر ہے۔

۱۹۵۳ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْنٍ قَالَ رَأَیْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

حدیث حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے زخمی ہونے سے

قَبْلَ اَنْ يُّصَابَ بِاَيَّامٍ بِالْمَدِيْنَةِ وَقَفَ عَلٰى حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ

چند دن پہلے عمر بن خطاب کو مدینہ میں دیکھا۔ کہ وہ حذیفہ بن یمان اور عثمان بن حنیف

وَعُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ كَيْفَ فَعَلْتُمَا اَتَخَافَانِ اَنْ تَكُوْنَا قَدْ

کے پاس کھڑے ہیں۔ اور ان سے کہہ رہے ہیں۔ (عراق کی زمین کا بندوبست) تم لوگوں

حَمَّلْتُمَا الْاَرْضَ مَا لَا تُطِيْقُ قَالَ حَمَّلْنَاهَا اَمْرًا هِيَ لَهٗ مُطِيْقَةٌ

نے کیسے کیا۔ کیا تم دونوں کو اس کا اندیشہ ہے کہ زمین پر طاقت سے زیادہ تم نے

مَا فِيْهَا كَبِيْرُ فَضْلٍ قَالَ اُنْظُرَا اَنْ تَكُوْنَا حَمَّلْتُمَا الْاَرْضَ مَا لَا

محصول لگا دیا ہے۔ ان دونوں نے کہا۔ ہم نے زمین کی طاقت بھر ہی محصول لگایا ہے

تُطِيْقُ قَالَا لَا فَقَالَ عُمَرُ لَاِنْ سَلَّمَنِيَ اللّٰهُ لَاَدَعَنَّ اَرَامِلَ

اور ہم نے زیادہ نہیں بڑھایا ہے۔ فرمایا غور کر لو۔ کہیں طاقت سے زیادہ تو نہیں

اَهْلِ الْعِرَاقِ لَا يَحْتَجْنَ اِلٰى رَجُلٍ بَعْدِيْ اَبَدًا قَالَ فَمَا اَتَتْ

لاد دیا ہے۔ ان دونوں نے کہا نہیں۔ پھر عمر نے فرمایا اگر اللہ نے مجھ کو سلامت رکھا تو

عَلَيْهِ اِلَّا رَابِعَةٌ حَتّٰى اُصِيْبَ قَالَ اِنِّيْ لَقَائِمٌ مَا بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ

عراق کی بیوگان کو اتنا فارغ البال کر دوں گا کہ میرے بعد کسی کی محتاج نہ رہیں گی۔ عمرو بن

اِلَّا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ غَدَاةَ اُصِيْبَ وَكَانَ اِذَا مَرَّ بَيْنَ

میمون نے کہا کہ اس کے بعد چار دن بھی نہیں گذرا تھا کہ زخمی کر دیئے گئے جس صبح کو زخمی کئے گئے

الصَّفَّيْنِ قَالَ اسْتَوُوْا حَتّٰى اِذَا لَمْ يَرَ فِيْهِنَّ خَلَلًا تَقَدَّمَ

میں یوں کھڑا تھا کہ میرے اور حضرت عمر کے درمیان سوائے حضرت عبداللہ بن عباس کے کوئی اور نہیں

فَكَبَّرَ وَرُبَّمَا قَرَاَ بِسُوْرَةِ يُوْسُفَ اَوِ النَّحْلِ اَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ

تھا۔ ان کی عادت تھی کہ جب دو صفوں کے درمیان گذرتے تو کہنے صفیں درست کر لو۔ جب دیکھ لیتے کہ

فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى حَتّٰى يَجْتَمِعَ النَّاسُ فَمَا هُوَ اِلَّا اَنْ كَبَّرَ

صفوں میں کوئی خلل نہیں تو آگے بڑھتے اور تکبیر کہتے۔ اور اکثر پہلی رکعت میں سورہ یوسف یا نحل یا

فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ قَتَلَنِيْ اَوْ اَكَلَنِي الْكَلْبُ حِيْنَ طَعَنَهٗ فَطَارَ

اس کے مثل پڑھتے۔ تاکہ لوگ اکٹھے ہو جائیں۔ اس دن اتنا ہی ہوا کہ انھوں نے تکبیر کہی کہ میں نے ان کو

الْعِلْجُ بِسِكِّيْنٍ ذَاتِ طَرَفَيْنِ لَا يَمُرُّ عَلٰى اَحَدٍ يَمِيْنًا وَّلَا شِمَالًا اِلَّا
یہ کہتے ہوئے سنا۔ مجھے مار ڈالا یا مجھے کتے نے کھالیا۔ کافر دو دھاری چھری لے کر تیزی سے بھاگا۔ جس کے 211
طَعَنَهٗ حَتّٰى طَعَنَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا مَاتَ مِنْهُمْ سَبْعَةٌ فَلَمَّا
پاس دائیں بائیں پہنچتا زخمی کر دیتا۔ یہاں تک کہ تیرہ آدمیوں کو زخمی کر دیا۔ جن میں سے سات مر گئے
رَاٰى ذٰلِكَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ طَرَحَ عَلَيْهِ بُرْنُسًا فَلَمَّا ظَنَّ الْعِلْجُ
مسلمانوں میں سے جب ایک شخص نے یہ دیکھا۔ تو اس پر اپنا کمبل پھینکا۔ کافر نے جب گمان کر لیا کہ وہ
اَنَّهٗ مَاخُوْذٌ نَحَرَ نَفْسَهٗ وَتَنَاوَلَ عُمَرُ يَدَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ
پکڑا جائے گا تو اپنے آپ کو ذبح کر لیا۔ حضرت عمر نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کا ہاتھ پکڑا اور
عَوْفٍ فَقَدَّمَهٗ فَمَنْ يَّلِيْ عُمَرَ فَقَدْ رَاٰى الَّذِيْ اَرٰى وَاَمَّا
انھیں آگے کر دیا۔ جو حضرت عمر کے قریب تھا اس نے وہ دیکھا جو میں نے دیکھا۔ لیکن مسجد کے کناروں
نَوَاحِي الْمَسْجِدِ فَاِنَّهُمْ لَا يَدْرُوْنَ غَيْرَ اَنَّهُمْ قَدْ فَقَدُوْا صَوْتَ
والے کو کچھ معلوم نہیں ہوا سوائے اس کے کہ انھوں نے حضرت عمر کی آواز نہیں سنی تو سبحان اللہ
عُمَرَ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَصَلّٰى بِهِمْ عَبْدُ
سبحان اللہ کہنے لگے۔ عبدالرحمن بن عوف نے انھیں مختصر نماز پڑھائی جب لوگ نماز سے فارغ
الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ صَلٰوةً خَفِيْفَةً فَلَمَّا انْصَرَفُوْا قَالَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ
ہو گئے۔ تو حضرت عمر نے کہا۔ ابن عباس دیکھو مجھے کس نے قتل کیا۔ وہ تھوڑی دیر ادھر ادھر
اُنْظُرْ مَنْ قَتَلَنِيْ فَمَالَ سَاعَةً ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ غُلَامُ الْمُغِيْرَةِ قَالَ
گھوم پھر آئے اور بتایا مغیرہ کے غلام نے۔ پوچھا کاریگر نے۔ ابن عباس نے کہا۔ ہاں فرمایا
الصَّنَعُ قَالَ نَعَمْ قَالَ قَاتَلَهُ اللّٰهُ لَقَدْ اَمَرْتُ بِهٖ مَعْرُوْفًا اَلْحَمْدُ
اللہ اسے مار ڈالے میں نے اسے اچھا ہی حکم دیا تھا۔ اس اللہ کا شکر ہے جس نے میری موت
لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَجْعَلْ مَنِيَّتِيْ بِيَدِ رَجُلٍ يَّدَّعِي الْاِسْلَامَ قَدْ كُنْتَ
ایسے شخص کے ہاتھ پر نہیں رکھی جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہو۔ تم اور تمہارے باپ پسند کرتے
اَنْتَ وَاَبُوْكَ تُحِبُّ اَنْ تَكْثُرَ الْعُلُوْجُ بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانَ الْعَبَّاسُ
کہ مدینے میں مجوسی بکثرت رہیں اور عباس کے پاس۔ سب سے زیادہ غلام تھے۔ ابن عباس

اَکْثَرُھُمْ رَفِیْقًا فَقَالَ اِنْ شِئْتَ فَعَلْتُ اَیْ اِنْ شِئْتَ قَتَلْنَا

نے کہا اگر آپ چاہیں تو میں کر دوں۔ یعنی آپ چاہیں تو ہم ان کو قتل کر دیں۔ حضرت عمر نے کہا

فَقَالَ کَذَبْتَ بَعْدَ مَا تَکَلَّمُوْا بِلِسَانِکُمْ وَصَلُّوْا قِبْلَتَکُمْ وَحَجُّوْا

اس کے بعد کہ انھوں نے ہمارا کلمہ پڑھ لیا ہمارے قبلے کی طرف منھ کر کے نماز پڑھ لی ہماری

حَجَّکُمْ فَاحْتُمِلَ اِلٰی بَیْتِہٖ فَانْطَلَقْنَا مَعَہٗ وَکَانَ النَّاسُ لَمْ

طرح حج کر لیا۔ یہ غلط بات ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر اٹھا کر اپنے گھر لائے گئے۔ میں بھی ان کے

تُصِبْھُمْ مُصِیْبَۃٌ قَبْلَ یَوْمِئِذٍ فَقَائِلٌ یَقُوْلُ لَا بَاْسَ وَقَائِلٌ

ساتھ چلا اور لوگوں کا حال یہ تھا کہ گویا ان کو اس سے پہلے کوئی مصیبت ہی نہیں پہنچی ہے۔

یَقُوْلُ اَخَافُ عَلَیْہِ فَاُتِیَ بِنَبِیْذٍ فَشَرِبَہٗ فَخَرَجَ مِنْ جُرْحِہٖ ثُمَّ

کوئی کہتا ہے کوئی حرج نہیں۔ ٹھیک ہو جائیں گے۔ کوئی کہتا ہے کہ مجھے اندیشہ ہے انھیں

اُتِیَ بِلَبَنٍ فَشَرِبَ فَخَرَجَ مِنْ جُرْحِہٖ فَعَرَفُوْا اَنَّہٗ مَیِّتٌ فَدَخَلْنَا

نبیذ پلائی گئی جو پیٹ کے زخم سے باہر نکل آئی پھر دودھ پلایا گیا وہ بھی نکل گیا۔ اب لوگوں

عَلَیْہِ وَجَاءَ النَّاسُ فَجَعَلُوْا یُثْنُوْنَ عَلَیْہِ وَجَاءَ رَجُلٌ شَابٌّ

کو یقین ہو گیا۔ کہ وہ بچیں گے نہیں۔ اب ہم لوگ اندر گئے لوگ آتے اور ان کی تعریف کرتے

فَقَالَ اَبْشِرْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِبُشْرَی اللّٰہِ لَکَ مِنْ صُحْبَۃِ رَسُوْلِ

ایک جوان شخص آیا۔ اور کہا اے امیر المؤمنین۔ آپ کو اللہ کی طرف سے بشارت ہو آپ کو نبی صلی اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدَمٍ فِی الْاِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ

تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت اور اسلام میں سبقت نصیب ہوئی جو آپ جانتے ہیں پھر آپ والی بنائے

ثُمَّ وُلِّیْتَ فَعَدَلْتَ ثُمَّ شَھَادَۃً قَالَ وَدِدْتُّ اَنَّ ذٰلِکَ کَفَافٌ

گئے تو آپ نے انصاف کیا پھر شہادت نصیب ہوئی۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں

لَا عَلَیَّ وَلَا لِیَ فَلَمَّا اَدْبَرَ اِذَا اِزَارُہٗ یَمَسُّ الْاَرْضَ قَالَ رُدُّوْا عَلَیَّ

کہ یہ سب برابر سرابر ہو جائے۔ جب وہ جوان مڑے تو حضرت عمر نے دیکھا کہ اس کا تہبند

الْغُلَامَ قَالَ یَا ابْنَ اَخِیْ اِرْفَعْ ثَوْبَکَ فَاِنَّہٗ اَنْقٰی لِثَوْبِکَ وَاَتْقٰی

زمین کو چھو رہا ہے۔ فرمایا۔ اس بچے کو واپس بلاؤ جب وہ آگیا تو فرمایا۔

لِرَبِّكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ انْظُرْ مَا عَلَيَّ مِنَ الدَّيْنِ فَحَسِبُوهُ
اے بھتیجے! اپنے کپڑے کو اٹھالے یہ تیرے کپڑے کو زیادہ صاف رکھے گا۔ اور تمہارے
فَوَجَدُوهُ سِتَّةً وَثَمَانِينَ أَلْفًا أَوْ نَحْوَهُ قَالَ إِنْ وَفَى لَهُ مَالُ
پروردگار کے نزدیک زیادہ پرہیزگاری کی بات ہے۔ پھر اپنے صاحبزادے سے فرمایا۔
آلِ عُمَرَ فَأَدِّهِ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَإِلَّا فَسَلْ فِي بَنِي عَدِيِّ بْنِ
اے عبداللہ بن عمر! مجھ پر کتنا قرض ہے اسے دیکھو۔ لوگوں نے حساب لگایا۔
كَعْبٍ فَإِنْ لَمْ تَفِ أَمْوَالُهُمْ فَسَلْ فِي قُرَيْشٍ وَلَا تَعْدُهُمْ إِلَى
تو ترا سی ہزار یا اس کے قریب قریب پایا۔ فرمایا۔ اگر آل عمر کے مال سے پورا ہو جائے تو
غَيْرِهِمْ فَأَدِّ عَنِّي هٰذَا الْمَالَ انْطَلِقْ إِلَى عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ
ان کے مالوں سے ادا کردے ورنہ بنی عدی بن کعب سے کہہ۔ اور ان کے مالوں
فَقُلْ يَقْرَأُ عَلَيْكِ عُمَرُ السَّلَامَ وَلَا تَقُلْ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فَإِنِّي
سے بھی اگر پورا نہ ہو تو قریش سے کہو ان کے علاوہ کسی اور سے مت کہنا۔ میرا یہ
لَسْتُ الْيَوْمَ لِلْمُؤْمِنِينَ أَمِيرًا وَقُلْ يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ
قرض ادا کر دینا۔ عائشہ ام المومنین کی خدمت میں جاؤ ان سے عرض کرو۔ عمر آپ کو
أَنْ يُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيْهِ فَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهَا
سلام عرض کرتا ہے۔ امیر المومنین مت کہنا اس لئے کہ آج میں امیر المومنین نہیں۔ اور ان سے عرض کرنا۔
فَوَجَدَهَا قَاعِدَةً تَبْكِي فَقَالَ يَقْرَأُ عَلَيْكِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ
اپنے ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی عمر اجازت طلب کرتا ہے۔ عبداللہ کے۔ ام المومنین کو سلام
السَّلَامَ وَيَسْتَأْذِنُ أَنْ يُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيْهِ فَقَالَتْ كُنْتُ
عرض کیا پھر اجازت طلب کی۔ پھر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ بیٹھی رو رہی تھیں۔ عبداللہ نے
أُرِيدُ لِنَفْسِي وَلَأُوثِرَنَّ بِهِ الْيَوْمَ عَلَى نَفْسِي فَلَمَّا أَقْبَلَ
عرض کیا۔ عمر بن خطاب آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ
قِيلَ هٰذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَدْ جَاءَ قَالَ ارْفَعُونِي فَأَسْنَدَهُ
دفن ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ ام المومنین نے فرمایا۔ میں خود یہاں دفن ہونا چاہتی تھی۔

رَجُلٌ إِلَيْهِ فَقَالَ مَا لَدَيْكَ قَالَ الَّذِي تُحِبُّ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ

لیکن آج انھیں اپنے اوپر ترجیح دے رہی ہوں۔ جب وہ وہاں سے واپس آکر سامنے

قَدْ أَذِنَتْ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ مَا كَانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذَلِكَ

آ گئے تو کہا گیا۔ کہ عبد اللہ بن عمر واپس آ گئے۔ فرمایا مجھے اٹھا کر بیٹھاؤ۔ تو ایک شخص نے

فَإِذَا أَنَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُونِي ثُمَّ سَلِّمْ فَقُلْ يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ

انھیں سہارا دے کر بٹھایا۔ پوچھا کیا خبر ہے۔ عرض کیا۔ وہی جو آپ پسند کرتے تھے یا

الْخَطَّابِ فَإِنْ أَذِنَتْ لِي فَأَدْخِلُونِي وَإِنْ رَدَّتْنِي فَرُدُّونِي إِلَى

امیر المؤمنین۔ ام المومنین نے اجازت دے دیا۔ فرمایا اللہ کا شکر ہے۔ میرے نزدیک اس سے

مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ وَجَاءَتْ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ حَفْصَةُ وَالنِّسَاءُ تَسِيرُ

زیادہ اہم کوئی چیز نہیں تھی۔ پھر جب میری روح قبض کر لی جائے۔ تو مجھے اٹھا کر وہاں

مَعَهَا فَلَمَّا رَأَيْنَاهَا قُمْنَا فَوَلَجَتْ عَلَيْهِ فَبَكَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً

لے جانا۔ پھر تم سلام کہنا۔ پھر عرض کرنا۔ عمر بن خطاب اجازت طلب کر رہا ہے اگر ام المومنین پھر اجازت

وَاسْتَأْذَنَ الرِّجَالُ فَوَلَجَتْ دَاخِلًا لَهُمْ فَسَمِعْنَا بُكَاءَهَا

دیدیں تو مجھے ان کے حجرے میں داخل کرنا اور اگر درخواست مسترد فرما دیں تو مجھے مسلمانوں

مِنَ الدَّاخِلِ فَقَالُوا أَوْصِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اسْتَخْلِفْ قَالَ

کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ اور ام المومنین حضرت حفصہ آئیں اور ان کے ساتھ بہت سی عورتیں

مَا أَجِدُ أَحَقَّ بِهَذَا الْأَمْرِ مِنْ هَؤُلَاءِ النَّفَرِ أَوِ الرَّهْطِ الَّذِينَ

ہم نے جب ان کو دیکھا تو وہاں سے اٹھ آئے ام المومنین اندر گئیں اور تھوڑی دیر وہاں روئیں

تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ

اب مردوں نے اجازت طلب کیا تو ام المومنین اندر چلی گئیں تاکہ آنے والوں کے لئے جگہ ہو جائے۔

فَسَمَّى عَلِيًّا وَعُثْمَانَ وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَسَعْدًا وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ

ہم نے اندر سے ان کے رونے کی آواز سنی۔ اب حاضرین نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین وصیت فرما دیجئے

عَوْفٍ وَقَالَ يَشْهَدُكُمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَلَيْسَ لَهُ مِنَ الْأَمْرِ

کسی کو خلیفہ بنا دیجئے فرمایا۔ اس چیز کا حقدار ان لوگوں سے زیادہ میں کسی کو نہیں پاتا جن سے راضی

شَيْءٌ كَهَيْئَةِ التَّعْزِيَةِ لَهُ فَإِنْ أَصَابَتِ الْإِمْرَةُ سَعْدًا فَهُوَ

رہتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے۔ علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد اور عبدالرحمن

ذَاكَ وَإِلَّا فَلْيَسْتَعِنْ بِهِ أَيُّكُمْ مَا أُمِّرَ فَإِنِّي لَمْ أَعْزِلْهُ

بن عوف کا نام لیا۔ اور فرمایا کہ تمہارے مشورے میں عبداللہ بن عمر شریک رہے گا۔ مگر خلافت کا حق اس کو نہیں

مِنْ عَجْزٍ وَلَا خِيَانَةٍ وَقَالَ أُوصِي الْخَلِيفَةَ مِنْ بَعْدِي

جیسے ان کی تسلی کے لئے فرمارہے ہوں۔ اب اگر حکومت سعد کو ملے تو وہ اس کے اہل ہیں ورنہ تم میں سے

بِالْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ أَنْ يُعْرَفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ وَيُحْفَظَ

جو بھی امیر بنایا جائے وہ ان سے مدد لے۔ اس لئے کہ ان کو میں نے عاجز ہونے یا خیانت کی وجہ سے

لَهُمْ حُرْمَتُهُمْ وَأُوصِيهِ بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا الَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ

معزول نہیں کیا۔ اور اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو مہاجرین اولین کے بارے میں وصیت کرتا ہوں

وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ أَنْ يُقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَأَنْ

کہ ان کے حق کو پہچانے اور ان کی عزت کا پاس کرے اور میں اسے انصار کے ساتھ بھلائی کی

يُتَجَاوَزَ عَنْ مُسِيئِهِمْ وَأُوصِيهِ بِأَهْلِ الْأَمْصَارِ خَيْرًا فَإِنَّهُمْ

وصیت کرتا ہوں۔ کہ جنھوں نے مہاجرین سے پہلے اس شہر میں ایمان اور گھر بنالیا تھا کہ ان

رِدْءُ الْإِسْلَامِ وَجُبَاةُ الْمَالِ وَغَيْظُ الْعَدُوِّ وَأَنْ لَا يُؤْخَذَ

کے احسان کرنے والوں کو قبول کیا جائے اور لغزش کرنے والوں کو معاف کردیا جائے۔ اور میں

مِنْهُمْ إِلَّا فَضْلُهُمْ عَنْ رِضَاهُمْ وَأُوصِيهِ بِالْأَعْرَابِ

تمام شہر کے باشندوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں اس لئے کہ وہ لوگ اسلام کے

خَيْرًا فَإِنَّهُمْ أَصْلُ الْعَرَبِ وَمَادَّةُ الْإِسْلَامِ أَنْ يُؤْخَذَ

مددگار اور مال حاصل کرنے والے ہیں اور دشمن کی جلن ہیں اور یہ کہ ان سے نہ لیا جائے مگر ان کا

مِنْ حَوَاشِّي أَمْوَالِهِمْ وَيُرَدَّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ وَأُوصِيهِ

فاضل مال وہ بھی ان کی رضامندی سے اور اسے دیہاتیوں کے بارے میں اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں

بِذِمَّةِ اللَّهِ وَذِمَّةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس لئے کہ وہ عرب کی اصل اور اسلام کے مادہ ہیں۔ اور ان کے معمولی مال لئے جائیں اور ان کے محتاجوں پر

اَنْ يُّوْفِيَ لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَاَنْ يُّقَاتَلَ مِنْ وَّرَائِهِمْ وَلَا يُكَلَّفُوْا

لوٹایا جائے۔ اور اسے وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کے ذمہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

اِلَّا طَاقَتَهُمْ فَلَمَّا قُبِضَ خَرَجْنَا بِهٖ فَانْطَلَقْنَا نَمْشِيْ فَسَلَّمَ عَبْدُ

ذمے کے بارے میں کہ ان کے ساتھ جو عہد ہو اس کو پورا کیا جائے۔ اور ان کی حفاظت میں لڑا جائے۔ اور

اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ يَسْتَاْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَتْ اَدْخِلُوْهُ

طاقت سے زیادہ ان کو تکلیف نہ دی جائے۔ جب حضرت عمر کا وصال ہو گیا تو ہم انھیں لے کر

فَاَدْخِلَ فَوُضِعَ هُنَالِكَ مَعَ صَاحِبَيْهِ فَلَمَّا فُرِغَ مِنْ دَفْنِهٖ

پیدل چلتے ہوئے نکلے۔ عبداللہ بن عمر نے ام المومنین کو سلام کیا۔ عرض کیا۔ عمر بن خطاب اجازت طلب

اجْتَمَعَ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطُ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ اجْعَلُوْا اَمْرَكُمْ

کر رہا ہے۔ ام المومنین نے فرمایا۔ انھیں اندر لاؤ اب انھیں اندر لے گئے۔ اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ

اِلٰى ثَلٰثَةٍ مِّنْكُمْ قَالَ الزُّبَيْرُ قَدْ جَعَلْتُ اَمْرِيْ اِلٰى عَلِيٍّ فَقَالَ

رکھے گئے۔ جب ان کے دفن سے فراغت ہو گئی تو مذکورہ بالا افراد اکٹھا ہوئے تو عبدالرحمٰن نے ان لوگوں

طَلْحَةُ قَدْ جَعَلْتُ اَمْرِيْ اِلٰى عُثْمَانَ وَقَالَ سَعْدٌ قَدْ جَعَلْتُ

سے کہا۔ تم لوگ اپنا حق اپنے میں سے تین کو دے دو۔ اس پر زبیر نے کہا میں نے اپنا حق علی کو دیدیا

اَمْرِيْ اِلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ اَيُّكُمَا

اور طلحہ نے کہا۔ میں نے اپنا حق عثمان کو دیا۔ اور سعد نے کہا میں نے اپنا حق عبدالرحمٰن بن عوف کو

تَبَرَّاُ مِنْ هٰذَا الْاَمْرِ فَنَجْعَلُهٗ اِلَيْهِ وَاللّٰهُ عَلَيْهِ وَالْاِسْلَامُ

دیا۔ اب عبدالرحمٰن نے علی اور عثمان سے کہا۔ تم دونوں میں جو شخص کنارہ کش ہوگا ہم اسی کو سپرد

لَيَنْظُرَنَّ اَفْضَلَهُمْ فِيْ نَفْسِهٖ فَاَسْكَتَ الشَّيْخَانِ فَقَالَ عَبْدُ

کر دیں گے۔ اور اللہ اور اسلام وہ اپنے جی میں ضرور غور کرے کہ کون افضل ہے۔ دونوں بزرگ

الرَّحْمٰنِ اَفَتَجْعَلُوْنَهٗ اِلَيَّ وَاللّٰهُ عَلَيَّ اَنْ لَّا اٰلُوَ عَنْ اَفْضَلِكُمْ

خاموش رہے۔ اس پر عبدالرحمٰن نے کہا۔ کیا آپ لوگ اسے میرے سپرد کرتے ہیں بخدا میں بھی کوشش

قَالَ نَعَمْ فَاَخَذَ بِيَدِ اَحَدِهِمَا فَقَالَ لَكَ قَرَابَةٌ مِّنَ رَّسُوْلِ

کروں گا کہ آپ لوگوں میں جو افضل ہو اسی کو میں دوں۔ ان دونوں حضرات نے فرمایا۔ ہاں۔ اس

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْقِدَمُ فِی الْاِسْلَامِ مَا قَدْ

کے بعد انھوں نے ان میں سے ایک کا ہاتھ پکڑا۔ اور کہا آپ کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو رشتہ داری

عَلِمْتُ فَاللّٰہُ عَلَیْکَ لَئِنْ اَمَّرْتُکَ لَتَعْدِلَنَّ وَلَئِنْ اَمَّرْتُ

ہے اور اسلام میں سبقت ہے وہ آپ جانتے ہیں۔ اللہ آپ کا سب حال جانتا ہے۔ اگر میں آپ کو امیر بناؤں

عُثْمَانَ لَتَسْمَعَنَّ وَلَتُطِیْعَنَّ ثُمَّ خَلَا بِالْاٰخَرِ فَقَالَ لَہٗ مِثْلَ

تو آپ ضرور انصاف کریں گے۔ اور اگر میں عثمان کو امیر بناؤں تو آپ یقیناً ان کی بات سنیں گے۔ اور

ذٰلِکَ فَلَمَّا اَخَذَ الْمِیْثَاقَ قَالَ اِرْفَعْ یَدَکَ یَا عُثْمَانُ فَبَایَعَہٗ

مانیں گے۔ اس کے بعد خلوت میں جاکر دوسرے سے وہی بات کہی۔ جب پختہ عہد لے لیا۔ تو کہا اپنا ہاتھ بڑھاؤ

فَبَایَعَ لَہٗ عَلِیٌّ وَوَلَجَ اَھْلُ الدَّارِ فَبَایَعُوْہُ۔

اے عثمان اور ان کی بیعت کی پھر حضرت علی نے ان کی بیعت کی اور اہل مدینہ اندر داخل ہوئے اور سب نے ان کی بیعت کی۔

**نشریحات ۱۹۵۳** اس وقت جو صورت حال تھی اس کے پیش نظر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے از خود کسی کو ولی عہد بنانا پسند نہیں فرمایا۔ اور ایک مجلس شوریٰ بنادی جس میں سبھی عشرہ مبشرہ کے افراد تھے۔ سبھی انتہائی ذہین فطین، اسلام اور مسلمانوں کے مخلص سابقین اولین میں سے تھے۔ جن پر اس وقت بھی اور آج بھی پوری امت کا اعتماد تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک طرف عوام سے مل کر ان کا رجحان معلوم کرتے رہے۔ اور دوسری طرف خود بھی غور وخوض کرتے رہے۔ انھوں نے ان دونوں باتوں سے یہی اندازہ لگایا کہ حضرت عثمان کو خلیفہ بنایا جانا ہی ضروری ہے۔ اس لئے انھوں نے بڑی خوبصورتی سے پہلے اپنے حق سے خود دست برداری کرلی پھر حضرت زبیر حضرت سعد بن وقاص سے بھی دست برداری کا اقرار کرالیا۔ اور انتخاب کا حق سب سے اپنے لئے لے لیا کہ جسے وہ منتخب کردیں اسے سب تسلیم کرلیں۔ اس طرح انھوں نے بڑی خوبصورتی اور دانشمندی سے اس اہم معاملہ کو طے کیا۔

**بَابُ مناقب علی بن ابی طالب ابی الحسن القرشی الھاشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۵۲۵**

حضرت علی بن ابی طالب ابوالحسن قرشی ہاشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب۔

**حدیث ۱۹۵۴** عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَیْدَۃَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی ابْنِ عُمَرَ

سعد بن عبیدہ نے کہا کہ ایک شخص ابن عمر کے پاس آیا۔ اور حضرت عثمان کے

فَسَأَلَهُ عَنْ عُثْمَانَ فَذَكَرَ عَنْ مَحَاسِنِ عَمَلِهِ قَالَ لَعَلَّ ذٰلِكَ

بارے میں ان سے پوچھا۔ حضرت ابن عمر نے ان کے اچھے اعمال کا تذکرہ فرمایا

يَسُوْؤُكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَرْغَمَ اللّٰهُ بِأَنْفِكَ ثُمَّ سَأَلَهُ

کہا۔ یہ شاید تجھے برا لگے اس نے کہا ہاں اللہ تیری ناک خاک آلود کرے پھر اس نے علی

عَنْ عَلِيٍّ فَذَكَرَ عَنْ مَحَاسِنِ عَمَلِهِ قَالَ هُوَ ذَاكَ بَيْتُهُ

کے بارے میں پوچھا۔ تو حضرت ابن عمر نے علی کے اچھے اعمال کا تذکرہ کیا

أَوْسَطُ بُيُوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَعَلَّ

اور یہ بھی کہا۔ کہ یہ وہ ہیں کہ ان کا گھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھروں

ذَاكَ يَسُوْءُكَ قَالَ أَجَلْ قَالَ فَأَرْغَمَ اللّٰهُ بِأَنْفِكَ انْطَلِقْ

کے درمیان ہے پھر حضرت ابن عمر نے کہا۔ شاید یہ تجھے برا لگے۔ اس نے کہا ہاں۔ ابن عمر

فَاجْهَدْ عَلَيَّ جَهْدَكَ۔

نے کہا اللہ تیری ناک خاک آلود کرے اور جو کچھ تجھ سے ہو سکے میرے خلاف کر۔

**حدیث ۱۹۵۵** سَمِعْتُ إِبْرَاهِيْمَ بْنَ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ

وسلم نے حضرت علی سے فرمایا۔ کیا تو راضی نہیں کہ میرے نزدیک اس مرتبہ پر رہے جو

هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى۔ عہ

ہارون کا موسیٰ کے نزدیک تھا۔

**تشریحات ۱۹۵۵** مغازی میں ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک تشریف لے جانے لگے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب بنایا۔ اس پر حضرت علی نے عرض کیا۔ کہ آپ مجھے عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہیں تو حضور نے وہ فرمایا۔ امام حاکم نے اکلیل میں روایت فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا۔ تم میرے اہل میں میرے جانشین رہو مجرموں کو سزا دو۔ زکوٰۃ وغیرہ وصول کرو۔ نصیحت کرو۔ پھر اپنی ازواج کو بلایا۔

---

عہ ثانی مغازی غزوہ تبوک ص۶۳۳ مسلم فضائل نسائی مناقب۔ ابن ماجہ سنۃ

اور فرمایا۔ علی کی بات سننا اور ماننا۔
مغازی میں اخیر میں یہ بھی ہے۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

**ردروافض**۔ روافض اس حدیث سے دلیل لاتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی رو سے حضرت علی کو اپنے بعد ولی عہد بنا دیا تھا۔ لیکن ان کا یہ استدلال دو طرح سے فاسد ہے۔ ایک حضرت ہارون و موسیٰ کی تمثیل سے حضرت موسیٰ جب کوہ طور پر توراۃ لینے جانے لگے تو حضرت ہارون کو عارضی طور پر اپنی واپسی تک کے لئے اپنا جانشین بنایا تھا جو ان کی واپسی کے بعد ختم ہو گیا۔ اس تمثیل نے ظاہر کر دیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو عارضی طور پر تبوک سے واپسی تک کے لئے اپنا نائب بنایا تھا دوسرے یہ کہ یہ نیابت بھی محدود تھی صرف انتظامی معاملات تک امامت جو سب سے اہم تھی وہ حضرت علی کو تفویض نہیں فرمائی بلکہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو امام بنایا تھا اگر یہ ولی عہدی کی طرف اشارہ ہوتا تو حضرت علی کو امام بھی بناتے جب کہ وہ عبداللہ بن ام مکتوم سے اعلم تھے اقرأ تھے۔ جزوی نیابت ولی عہدی کے ادعائے باطل کو قلع قمع کر دیتی ہے۔

۱۹۵۶ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

**حدیث** حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم لوگ فیصلہ کرو جیسا کہ تم لوگ

اِقْضُوْا كَمَا كُنْتُمْ تَقْضُوْنَ فَاِنِّيْ اَكْرَهُ الْاِخْتِلَافَ حَتّٰى يَكُوْنَ

فیصلہ کرتے تھے اس لئے کہ میں اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں یہاں تک کہ لوگ ایک جماعت ہو جائیں

النَّاسُ جَمَاعَةً اَوْ اَمُوْتُ كَمَا مَاتَ اَصْحَابِيْ وَكَانَ ابْنُ

یا میں وفات پا جاؤں جیسے کہ میرے اصحاب وفات پا گئے ابن سیرین یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ عام

سِيْرِيْنَ يَرٰى اَنَّ عَامَّةَ مَا يُرْوٰى عَنْ عَلِيٍّ اَلْكَذِبُ۔

طور پر جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جا رہا ہے جھوٹ ہے۔

۱۹۵۶

**تشریحات** حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام ولد کے بارے میں باتفاق صحابہ بشمول حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ ام ولد کو بیچنا جائز نہیں لیکن جب حضرت علی عراق آئے تو اس سے رجوع فرما لیا اور فرمایا کہ انھیں بیچنا درست ہے اس پر عبیدہ نے ان سے عرض کیا کہ آپ کی اور حضرت عمر کی متفقہ رائے آپ کی تنہا رائے سے زیادہ پسند ہے اس میں اتفاق ہے اور آپ کی تنہا رائے میں اختلاف۔ اس پر حضرت علی نے یہ فرمایا میں اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں

تم لوگ پہلے جو فیصلہ کرتے تھے وہی کیا کرو۔

**وکان ابن سیرین** ۔ مطلب یہ ہے کہ روافض حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خلاف جو باتیں روایت کرتے ہیں وہ سب جھوٹ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ ان دونوں حضرات کے مخالف نہیں تھے ان کے محب اور مؤید تھے یہاں تک اپنی رائے پر ان حضرات کی رائے کو مقدم رکھتے تھے۔

## بَابُ مَنَاقِبِ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ الْهَاشِمِیِّ

حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمی رضی اللہ عنہ کے مناقب۔

یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی بھائی اور ان سے دس سال بڑے تھے سابقین اولین میں سے ہیں پہلے حبشہ ہجرت کی وہیں خیبر کے وقت تک رہے انھیں کی تبلیغ سے نجاشی مسلمان ہوئے بہت بہادر اور سخی تھے ۸ھ میں ان کو غزوۂ موتہ میں بھیجا تھا پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا مگر یہ بھی فرمایا اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر جھنڈا لیں وہیں شہید ہو گئے ان کے دونوں ہاتھ کٹ گئے تھے جن کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے دو بازو عطا فرمائے جس سے جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے رہتے ہیں اسی لئے ان کا لقب ذوالجناحین ہے۔ اور جعفر طیار بھی ہے۔

**۱۹۵۷ حدیث** عَنْ سَعِیْدِ نِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ کہتے تھے ابوہریرہؓ نے

عَنْهُ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا یَقُوْلُوْنَ اَكْثَرَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ وَاِنِّیْ كُنْتُ

بہت روایت کر دیا اور میں اپنے پیٹ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

اَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِشِبَعِ بَطْنِیْ حِیْنَ لَا

رہتا تھا جب میں ــــ روٹی نہیں کھاتا تھا اور نہ عمدہ لباس پہنتا تھا اور نہ فلاں اور فلانہ

اَكُلُ الْخَمِیْرَ وَلَا اَلْبَسُ الْحَبِیْرَ وَلَا یَخْدُمُنِیْ فُلَانٌ وَفُلَانَةٌ

میری خدمت کرتے تھے اور میں بھوک کی شدت سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا

وَكُنْتُ اُلْصِقُ بَطْنِیْ بِالْحَصْبَاءِ مِنَ الْجُوْعِ وَاِنِّیْ كُنْتُ

تھا اور میں کسی شخص سے آیت پوچھتا اور وہ مجھے یاد ہوتی تاکہ وہ

لَاَسْتَتْرِیُ الرَّجُلَ الْاٰیَۃَ وَھِیَ مَعِیَ کَیْ یَنْقَلِبَ لِیْ فَیُطْعِمَنِیْ

مجھے لے جائے اور کھلائے اور مسکین کے ساتھ سب سے زیادہ بھلائی

وَکَانَ اَحْیَرَ النَّاسِ لِلْمُسْلِمِیْنَ جَعْفَرُ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ وَکَانَ

کرنے والے جعفر بن ابی طالب تھے وہ ہمیں لے جایا کرتے اور کھلاتے جو بھی

یَنْقَلِبُ بِنَا فَیُطْعِمُنَا مَا کَانَ فِیْ بَیْتِہٖ حَتّٰی اِنْ کَانَ لَیُخْرِجُ

ان کے گھر میں ہوتا حتی کہ ہمارے لئے وہ کپی نکال دیتے جس میں کچھ نہیں ہوتا

اِلَیْنَا الْعُکَّۃَ الَّتِیْ لَیْسَ فِیْھَا شَیْءٌ فَنَشُقُّھَا فَنَلْعَقُ مَا فِیْھَا ۱؎

اور وہ اسے پھاڑ دیتے اور اس پر جو کچھ لپٹا ہوتا اسے ہم چاٹتے۔

۱۹۵۸ عَنِ الشَّعْبِیِّ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ کَانَ اِذَا سَلَّمَ عَلٰی ابْنِ جَعْفَرٍ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جعفر کے بیٹے عبد اللہ کو سلام کرتے تو کہتے

قَالَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ ذِی الْجَنَاحَیْنِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ یُقَالُ

تم پر سلام ہو اے ابن ذو الجناحین۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا کہا جاتا ہے کہ فی جناحی

کُنْ فِیْ جَنَاحِیْ کُنْ فِیْ نَاحِیَتِیْ کُلُّ جَانِبَیْنِ جَنَاحَانِ ۲؎

ہمارے طرف میں ہو جا۔ ہر دو جانب دو بازو ہیں۔

**تشریحات** ۱۹۵۸ طبرانی میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن جعفر سے فرمایا کہ تمہیں خوشخبری ہو تمہارے باپ فرشتوں کے ساتھ اڑتے ہیں نیز امام ترمذی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات جعفر فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ میرے قریب سے گذرے اور ان کے دونوں بازو خون سے رنگین تھے۔

**قال ابو عبد اللہ** ۔ حضرت امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جناح کا معنی طرف کے ہیں۔

**بَابُ مَنَاقِبِ قَرَابَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ** صـ۵۲۶

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رشتہ داری کے فضائل۔

---

۱؎ ثانی۔ اطعمہ باب الحلواء والعسل صـ۸۱۷

۲؎ ثانی۔ مغازی۔ باب غزوۃ موتہ من ارض الشام صـ۶۱۱ نسائی۔ مناقب

**توضیح باب** قرابت سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اقرب یعنی عبدالمطلب کی نسل سے ہیں جنھوں نے ایمان کے ساتھ حضور کی صحبت کی ہو یا حضور کو دیکھا ہو اور ایمان پر ان کا انتقال ہوا ہو یہ بنیادی طور پر دس صنفیں ہیں اول حضرت علی کی اولاد یہ چار افراد ہیں۔ حضرت حسن حضرت حسین حضرت محسن حضرت ام کلثوم یہ سب حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہیں۔ دوسرے حضرت جعفر اور ان کی اولاد یہ تین ہیں عبداللہ عون۔ محمد۔ تیسرے حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے مسلم بن عقیل۔ چوتھے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور ان کی اولاد۔ یعلی۔ عمارہ یا امامہ۔ پانچویں حضرت عباس بن مطلب اور ان کے دسوں صاحبزادے معقل، عبداللہ، قثم، عبیداللہ، حارث، معبد، عبدالرحمٰن، کثیر، عون، اور تمام۔

چھٹے معقب بن ابی لہب اور عباس بن عتبہ بن ابی لہب۔ ساتویں عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب اور ان کی بہن ضباعہ۔ آٹھویں ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اور ان کے صاحبزادے جعفر۔ اور نویں نوفل بن حارث بن عبدالمطلب اور ان کے بیٹے مغیرہ اور حارث۔ دسویں امیمہ، عزہ، عاتکہ اور صفیہ حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادیاں۔

**حدیث ۱۹۵۹** عَنْ وَاقِدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ اِرْقُبُوْا مُحَمَّدًا فِیْ اَھْلِ بَیْتِہٖ [1]

ان کے اہل بیت کے بارے میں لحاظ رکھو۔

**تشریحات ۱۹۵۹** مراد یہ ہے کہ ان کے حقوق اور مراتب کا لحاظ کرو صحیح یہ ہے کہ اہل بیت میں ازواج مطہرات بھی داخل ہیں اور حدیث عباء کی وجہ سے حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت حسن و حضرت حسین بھی داخل ہیں۔

**حدیث ۱۹۶** عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِنِّیْ فَمَنْ اَبْغَضَھَا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے انھیں ناراض کیا

[1] فضائل صحابہ۔ باب مناقب الحسن والحسین ص ۵۳۰

| |
|---|
| اَبْغَضَنِیْ عه |
| اس نے مجھے ناراض کیا ۔ |

بَابُ مَنَاقِبِ زُبَیْرِ بْنِ عَوَّامٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ صـ۵۲۷ زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب۔

یہ بنی اسد کے چشم و چراغ تھے ان کا نسب نامہ شجرۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قصی بن کلاب پر جاکر مل جاتا ہے ان کی والدہ ماجدہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب ہیں یہ بھی سابقین اولین میں سے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے احباب خصوصی میں تھے۔ انھیں کی ترغیب سے اس وقت مشرف باسلام ہوئے جب ابھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دارارقم میں تشریف نہیں لائے تھے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ دس سال یا آٹھ سال کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے۔ جمادی الاولیٰ ۳۶ھ میں جمل سے واپس ہو رہے تھے وادی سبع میں عمرو بن جرموز نے انھیں شہید کیا۔ ان کا مزار پاک وہیں ہے۔

| |
|---|
| ۵۸۸ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ حَوَارِیُّ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ |
| حضرت ابن عباس نے فرمایا وہ یعنی زبیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری ہیں۔ حواریوں |
| وَسُمِّیَ الْحَوَارِیُّوْنَ لِبِیَاضِ ثِیَابِهِمْ۔ |
| کو اس لئے حواری کہا گیا کہ ان کے کپڑے سفید تھے۔ |

تشریح ۵۸۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کتاب التفسیر کی طویل حدیث میں مذکور ہے حواری کے معنی مددگار، مخلص دوست۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کا خطاب حواری ہے۔ ان کو حواری کس بنا پر کہا گیا اس بارے میں مختلف توجیہات مذکور ہیں۔

یہ لوگ دھوبی تھے، کپڑے دھوتے تھے۔ حواری کے معنی کپڑا دھونے والے کپڑا سفید کرنے والے کے ہیں۔ ضحاک نے کہا کہ اپنے دل کی صفائی کی وجہ سے ان کو حواری کہا گیا حضرت عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ عبادت کی وجہ سے ان کے چہروں پر ایک نور اور چمک تھی اس لئے ان کو حواری کہا گیا یہ حوار کی طرف سے منسوب ہے۔ حوار کے اصل معنی سفیدی کے ہیں۔

---

عه باب مناقب فاطمه صـ۵۳۲

۱۹۶۱ **حدیث** أَخْبَرَنِي مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ أَصَابَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رُعَافٌ شَدِيدٌ سَنَةَ الرُّعَافِ حَتَّى حَبَسَهُ عَنِ الْحَجِّ

مروان بن حکم نے کہا سنۃ الرعاف میں عثمان بن عفان کو شدید نکسیر کا عارضہ ہوگیا یہاں تک کہ ان کو حج سے روک دیا اور انھوں نے وصیت کردی۔ ایک شخص قریش کا ان کے پاس آیا اور اس نے کہا

وَأَوْصَى فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ اسْتَخْلِفْ فَقَالَ

کسی کو اپنا جانشین بنا دیجئے حضرت عثمان نے دریافت فرمایا کیا لوگوں نے یہ کہا ہے اس نے کہا ہاں۔ پوچھا

وَقَالُوهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمَنْ فَسَكَتَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ آخَرُ

کس نے تو وہ چپ رہا اس کے بعد ایک دوسرا شخص آیا میں گمان کرتا ہوں کہ وہ حارث تھا اس نے بھی کہا

أَحْسِبُهُ الْحَارِثَ فَقَالَ اسْتَخْلِفْ فَقَالَ عُثْمَانُ وَقَالُوا فَقَالَ

کسی کو جانشین بنا دیجئے۔ تو حضرت عثمان نے پوچھا کیا لوگوں نے کہا ہے اس نے بتایا ہاں دریافت فرمایا

نَعَمْ قَالَ وَمَنْ هُوَ قَالَ فَسَكَتَ قَالَ فَلَعَلَّهُمْ قَالُوا الزُّبَيْرُ

کون ہے اس پر وہ چپ رہا حضرت عثمان نے فرمایا شاید ان لوگوں نے زبیر کے لئے کہا ہے اس نے

قَالَ نَعَمْ قَالَ أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُ لَخَيْرُهُمْ مَا

کہا ہاں فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جہاں تک میں جانتا ہوں وہ ان سب

عَلِمْتُ وَإِنْ كَانَ لَأَحَبَّهُمْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[1]

سے بہتر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پیارے ہیں۔

۱۹۶۱ **تشریحات** **من هو** ۳۱ھ میں مدینہ طیبہ میں نکسیر کی وبا عام پھیلی ہوئی تھی اسی سال یہ مکالمہ ہوا۔ سے مراد یہ ہے کہ کس کو خلیفہ بنائے جانے کے بارے میں کہا گیا ہے۔ حارث سے مراد حارث بن الحکم بن عاص ہے۔

۱۹۶۲ **حدیث** أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كُنْتُ يَوْمَ الْأَحْزَابِ جُعِلْتُ

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا یوم احزاب میں اور عمر بن ابوسلمہ عورتوں میں کر دیئے گئے تھے میں نے نظر اٹھائی تو زبیر کو دیکھا کہ اپنے گھوڑے پر

[1] اسی کے بعد اسی کے متصل۔ نسائی مناقب۔

أَنَا وَعُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ فِي النِّسَاءِ فَنَظَرْتُ فَإِذَا أَنَا بِالزُّبَيْرِ

سوار دو یا تین مرتبہ بنی قریظہ کی طرف آئے اور گئے جب میں لوٹا تو میں نے

عَلَى فَرَسِهِ يَخْتَلِفُ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا فَلَمَّا

پوچھا اے ابا میں نے آپ کو آتے جاتے دیکھا ہے فرمایا کیا تو نے مجھے دیکھا تھا

رَجَعْتُ قُلْتُ يَا أَبَتِ رَأَيْتُكَ تَخْتَلِفُ قَالَ أَوَهَلْ رَأَيْتَنِي

اے بیٹے میں نے کہا ہاں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے

يَا بُنَيَّ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جو بنی قریظہ میں جائے اور ان کی خبر لائے تو میں گیا تھا پھر جب لوٹ کر آیا تو

قَالَ مَنْ يَأْتِ بَنِي قُرَيْظَةَ فَيَأْتِنِي بِخَبَرِهِمْ فَانْطَلَقْتُ فَلَمَّا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے اپنے والدین کو جمع

رَجَعْتُ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَوَيْهِ

فرمایا اور ارشاد فرمایا تم پر میرے ماں

فَقَالَ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي ؏

باپ فدا۔

**تشریحات ۱۹۶۲** یوم احزاب جسے غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں یہ بہت ہی اہم اور خطرناک معرکہ تھا قریش اپنی پوری قوت کے ساتھ بنی غطفان کو لے کر مدینہ طیبہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ بقایا یہود بنی قریظہ سے بھی ساز باز کر لیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو ایک قلعے میں اکٹھا کر دیا تھا۔ چونکہ بنی قریظہ سے ہر وقت خطرہ تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو بھیجا تاکہ صحیح حالات معلوم ہو جائیں یہ کام بہت ہی خطرناک تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کے لئے جب پکارا تو سوائے حضرت زبیر کے کوئی نہیں بولا تین بار حضور نے آواز دی ہر بار حضرت زبیر نے بیشک کہا اس پر حضور نے فرمایا تھا کہ ہر نبی کے کچھ حواری ہیں میرے حواری زبیر ہیں۔

**حدیث ۱۹۶۳** أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم یرموک

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا لِلزُّبَيْرِ يَوْمَ الْيَرْمُوكِ أَلَا نَشُدُّ
زبیر نے کہا آپ کیوں نہیں کوئی سخت حملہ کرتے تو ہم بھی آپ کے ساتھ ویسا ہی
فَنَشُدُّ مَعَكَ فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ فَضَرَبُوهُ ضَرْبَتَيْنِ عَلَى عَاتِقِهِ
حملہ کریں تو انھوں نے حملہ فرمایا دشمنوں نے انھیں دو زخم لگائے ان کے
بَيْنَهُمَا ضَرْبَةٌ ضُرِبَ بِهَا يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ عُرْوَةُ فَكُنْتُ أُدْخِلُ
شانے پر جن دونوں کے درمیان ایک وہ زخم تھا جو یوم بدر ان کو لگا تھا عروہ
أَصَابِعِي فِي تِلْكَ الضَّرَبَاتِ أَلْعَبُ وَأَنَا صَغِيرٌ۔ علہ
نے کہا میں اپنے بچپنے میں ان زخموں میں اپنی انگلیاں ڈال کر کھیلتا تھا۔

۱۹۶۳

**تشریحات** جنگ یرموک یہ عظیم فیصلہ کن جنگ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں دمشق کی فتح کے بعد ۵ رجب ۱۵ھ کو مسلمانوں اور رومیوں کے مابین ہوئی تھی۔ مسلمانوں کے لشکر کے سالار اعظم امین الامت سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور رومیوں کے لشکر کا سپہ سالار باہان ارمنی تھا رومیوں کا لشکر سات لاکھ تھا اور مسلمانوں کا لشکر چھتیس یا پینتالیس ہزار پانچ بار بہت گھمسان کے رن پڑے اخیر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور رومیوں میں سے ایک لاکھ پانچ ہزار مارے گئے اور چالیس ہزار گرفتار ہوئے اور مسلمانوں میں سے چار ہزار شہید ہوئے مسلمانوں کی مسلسل فتوحات سے گھبرا کر ہرقل نے اپنی پوری قوت اکٹھا کر کے یرموک میں بھیجی تھی۔ یرموک کی شکست کے بعد پھر کبھی رومیوں کو حوصلہ نہیں ہوا کہ کہیں جم کر مقابلہ کرتے۔

**تکمیل** مغازی میں یہ تفصیل ہے کہ صحابہ کرام نے زبیر بن عوام سے یوم یرموک کہا کہ آپ اپنی شان کے لائق کوئی حملہ نہیں کرتے آپ حملہ کریں تو ہم بھی آپ کے ساتھ حملہ کریں حضرت زبیر نے فرمایا اگر میں اپنی شان کے لائق ان پر حملہ کر دوں گا تو تم لوگ میرا ساتھ چھوڑ دو گے لوگوں نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے حضرت زبیر نے رومیوں پر حملہ فرمایا اور ان کی صفوں کو پھاڑتے ہوئے لشکر کے پار ہو گئے اور ان کے ساتھ کوئی نہیں تھا پھر پلٹے تو رومیوں نے ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور ان کے شانے پر دو گہرے زخم لگائے ایسا کہ اچھا ہونے کے بعد گڈھے پڑ گئے تھے جن میں انگلیاں ڈال کر حضرت عروہ بچپن میں کھیلا

---

علہ ثانی مغازی۔ باب قتل ابی جہل ص۵۶۶ دو طریق سے

کرتے تھے۔

212 ذِكْرُ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ۵۲۶ حضرت طلحہ بن عبید اللہ کا تذکرہ۔

**توضیح باب** حضرت طلحہ بھی سابقین اولین میں اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ان کا نسب شجرۂ نبوی سے مُرّہ بن کعب پر جاکر مل جاتا ہے۔ ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ یہ یوم جمل ۳۶ھ میں شہید ہوئے۔ کسی طرف سے ناگہانی ایک تیر آکر لگا اور شہید ہو گئے۔ مشہور ہے کہ یہ تیر مروان نے چلایا تھا۔

یہ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خاص احباب میں سے تھے اور ان کی ترغیب سے مشرف باسلام ہوئے۔ اور یہ ان آٹھ بزرگوں میں ہیں۔ جو سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔

۱۹۶۴ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ قَالَ لَمْ يَبْقَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

**حدیث** ابو عثمان نے کہا کہ جن دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی کی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ تِلْكَ الْاَيَّامِ الَّتِيْ قَاتَلَ فِيْهِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ

تھی ان کے بعض دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طلحہ اور سعد کے سوا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ طَلْحَةَ وَسَعْدٍ عَنْ حَدِيْثِهِمَا ۱؎

کوئی نہیں تھا جیسا کہ ان دونوں حضرات نے خود بیان فرمایا۔

**تشریحات ۱۹۶۴** یہ احد کا قصہ ہے۔ غالباً کسی خاص موقع پر تھوڑی دیر کے لئے ایسا ہوا ہوگا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوائے ان دونوں حضرات کے اور کوئی نہیں رہا ہوگا ورنہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ چودہ حضرات حصار کئے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد موجود تھے جن میں ان دونوں کے علاوہ حضرت ابو بکر اور حضرت علی بھی تھے۔

۱۹۶۵ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ رَاَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ الَّتِيْ

**حدیث** قیس بن حازم نے کہا کہ میں نے طلحہ کا وہ ہاتھ دیکھا ہے جس سے نبی صلی اللہ

وَقَى بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شُلَّتْ ۲؎

علیہ وسلم کی حفاظت کی تھی وہ شل ہو گیا تھا۔

۱؎ مغازی۔ باب اذ ھمت طائفتان منکم ان تفشلا ص ۵۸۱ : ۲؎ مغازی۔ باب اذ ھمت طائفتان منکم ان تفشلا ص ۵۸۱

۱۹۶۵

**تشریحات** غزوۂ احد کے موقع پر جب مشرکین نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ہجوم کرکے یہ چاہا کہ شہید کردیں تو حضرت طلحہ نے اپنے ہاتھ کو سپر بنا دیا جس میں ان کی کلمہ کی انگلی کٹ گئی اور ہاتھ شل ہوگیا۔ اس دن انھیں ستر سے زائد زخم لگے تھے ہمارے واعظین کو صرف یہ یاد ہے کہ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بہتر زخم پہونچے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوانوں کی یہ جاں نثاری کسی کو یاد نہیں اللہ تعالیٰ واعظین کو ہدایت دے۔

مَنَاقِبُ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ الزُّھْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ص۵۲۷

حضرت سعد بن ابی وقاص زہری رضی اللہ عنہ کے مناقب۔

**تشریح** ان کا نسب شجرۂ نبوی سے کلاب بن مُرّہ پر جاکر مل جاتا ہے یہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاندان بنی زہرہ کے چشم وچراغ تھے۔

ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھ کر فرمایا یہ ہمارے ماموں ہیں کوئی ایسا ماموں تو لائے یہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور فاتح ایران۔ کوفے کو انھوں نے بسایا تھا۔ خدا کی راہ میں سب سے پہلا تیر انھوں نے چلایا ایمان قبول کرنے والوں میں ان کا ساتواں نمبر ہے۔ ۵۵ھ میں اپنے محل میں وصال فرمایا جو مدینہ طیبہ سے دس میل کے فاصلہ پر وادی عقیق میں تھا وہاں سے جنازہ مبارکہ لوگ کندھوں پر اٹھا کر مدینہ طیبہ لائے اور بقیع میں دفن کیا۔ مروان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ وصال کے وقت عمر مبارک ۸۳ یا ۷۳ سال کی تھی عشرہ مبشرہ میں سب سے اخیر میں انھیں کا وصال ہوا۔

وَبَنُوْ زُھْرَۃَ اَخْوَالُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ سَعْدُ بْنُ مَالِکٍ۔

اور بنو زہرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہیں۔ اور یہ سعد بن مالک ہیں۔

امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ حضرت سعد کے والد ابو وقاص کا نام مالک تھا۔ ان کے دادا وہیب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے چچا تھے۔

۱۹۶۶ سَمِعْتُ یَحْیٰی قَالَ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ قَالَ

**حدیث** سعید بن مسیب نے کہا کہ میں نے سعد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ

سَمِعْتُ سَعْدًا یَقُوْلُ جَمَعَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبَوَیْہِ

علیہ وسلم نے میرے لئے یوم احد فرمایا۔ تم پر میرے ماں اور باپ فدا۔

یَوْمَ اُحُدٍ ؏ہ

؏ہ ثانی مغازی۔ اذھمت طائفتان منکم ان تفشلا ص۵۸۰ ص۵۸۱ تین طریقوں سے۔ مسلم فضائل۔ ترمذی الاستیذان مناقب نسائی سنۃ۔

۱۹۶۶ **تشریحات** غزوۂ احد کے موقع پر جب لڑائی کا رخ صحابۂ کرام کے خلاف ہوگیا اور ان میں انتشار عام پیدا ہوگیا تو دشمنوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لڑائی کا سارا زور جھونک دیا۔ اس وقت حضرت سعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں تھے حضور نے انھیں ترکش دیا اور فرمایا اِرْمِ یَا سَعْدُ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ ۔ اے سعد تیر چلاتے جاؤ تم پر میرے ماں باپ قربان ۔

۱۹۶۷ **حدیث** سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ

سعید بن مسیّب کہتے تھے ۔ کہ سعد بن ابو وقاص سے میں نے سنا وہ کہا کرتے

اَبِیْ وَقَّاصٍ یَقُوْلُ مَا اَسْلَمَ اَحَدٌ اِلَّا فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ اَسْلَمْتُ

تھے کہ جو بھی مسلمان ہوا اسی دن ہوا جس دن میں مسلمان ہوا۔ اس سے پہلے کوئی بھی

فِیْهِ وَلَقَدْ مَكَثْتُ سَبْعَةَ اَیَّامٍ وَاِنِّیْ لَثُلُثُ الْاِسْلَامِ ۔

مسلمان نہ ہوا سات دن تک میں مسلمانوں کا تہائی تھا ۔

۱۹۶۷ **تشریحات** صحیح یہ ہے کہ حضرت سعد نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ترغیب پر ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔ اب وہ جو یہ فرمارہے ہیں یہ اپنے علم و اطلاع کی بنا پر فرمارہے ہیں ان کے علم میں یہی بات تھی کہ آج سے پہلے کوئی مسلمان نہیں ہوا ہے اسی طرح ان کا یہ فرمانا کہ میں اسلام کا تہائی تھا یعنی میرے علاوہ صرف دو صاحبان مسلمان ہوئے تھے تیسرا میں تھا سات دن تک یہی حال رہا۔ یہ بھی اپنے علم کی بنا پر فرمارہے ہیں ابتدائی دور تھا اور خفیہ خفیہ اسلام کی تبلیغ ہو رہی تھی جو لوگ اسلام قبول کرتے اپنے آپ کو بر ملا ظاہر نہیں کرتے اس لئے انھیں صحیح حالات معلوم نہیں ہوئے ۔ بر بنائے تحقیق اسلام قبول کرنے والوں میں ان کا چھٹا یا ساتواں نمبر ہے ۔ تہائی اسلام ہونے کی توجیہ یہ ہے کہ ان کو یہ معلوم تھا کہ اب تک صرف حضرت خدیجہ اور حضرت ابو بکر مسلمان ہوئے ہیں ۔

۱۹۶۸ **حدیث** عَنْ قَیْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ

قیس نے کہا میں نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے

رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَكُنَّا نَغْزُوْا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ

سنا کہ میں پہلا عرب ہوں جس نے راہ خدا میں پہلا تیر چلایا ۔ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَا لَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتّٰی اِنَّ اَحَدَنَا

کے ہمراہ رہ کر جہاد کرتے اور ہماری غذا درخت کے پتوں کے سوا اور کچھ نہ

لَیَضَعُ کَمَا یَضَعُ الْبَعِیْرُ اَوِ الشَّاۃُ مَالَہٗ خِلْطٌ ثُمَّ اَصْبَحَتْ بَنُوْا

ہوتی ۔ یہاں تک کہ ہم اونٹ یا بکری کی طرح پاخانہ کرتے جس میں کوئی آمیزش

اَسَدٍ یُعَزِّرُنِیْ عَلَی الْاِسْلَامِ لَقَدْ خِبْتُ اِذًا وَّضَلَّ عَمَلِیْ وَکَانُوْا

نہیں ہوتی ۔ پھر بھی بنو اسد میرے اسلام پر نکتہ چینی کرتے ہیں اگر ایسا ہے

وَشَوَوْا بِہٖ اِلٰی عُمَرَ قَالُوْا لَا یُحْسِنُ یُصَلِّیْ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ

تو میں نامراد رہا ۔ اور میرا عمل ضائع ہوگیا بنو اسد نے حضرت عمر کے یہاں

ثُلُثُ الْاِسْلَامِ یَقُوْلُ اَنَا ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

یہ شکایت کی تھی کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے ۔ ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا ۔

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔ع

ثلث اسلام کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تین کے تیسرے تھے ۔

## تشریحات ۱۹۶۸

ہجرت کے پہلے سال یہ اطلاع ملی کہ ابوسفیان قریش کے تجارتی قافلے کے ساتھ گذر رہے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب کی سرکردگی میں ساٹھ یا ستر مہاجرین کو رابغ کی طرف بھیجا جس کو سریہ سیف البحر بھی کہتے ہیں ۔ وہاں ابوسفیان سے مڈبھیڑ ہوئی اس لشکر میں حضرت سعد بھی تھے ۔ اسی موقع پر انہوں نے سب سے پہلا تیر راہ خدا میں چلایا تھا اور یہی پہلی جنگ ہے جو مسلمانوں اور قریش کے درمیان ہوئی ۔

**یُعَزِّرُنِیْ عَلَی الْاِسْلَامِ** ۔ حضرت سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر تھے بنو اسد کے کچھ افراد نے ان کی شکایت کی کہ یہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے ۔ جہاد کے لئے نہیں جاتے اور انصاف کے ساتھ تقسیم نہیں کرتے اس موقع پر سعد نے یہ فرمایا تھا ۔ اور شکایت کرنے والوں کے لئے یہ بددعا کی کہ اے اللہ اس کی عمر اور اس کی محتاجی کو دراز فرما اور اس کو

---

عہ ثانی اطعمہ باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یاکلون ص۸۱۴ الرقاق کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۹۵۶ مسلم آخر کتاب ۔ ترمذی الزہد نسائی مناقب ۔ رقائق ابن ماجہ سنۃ ۔

فتنہ میں گرفتار فرما۔ یہ دعا قبول ہوئی یہ شخص بہت بوڑھا کھوسٹ ہوگیا۔ اس کی بھنویں لٹک آئیں بھیک مانگ کر گذارا کرتا اور راہ چلتی بچیوں کو چھیڑتا ان کی چٹکیاں لیتا۔ جب لوگ اس کو سرزنش کرتے تو کہتا مجھے سعد کی دعا لگ گئی ہے۔ ابو عبداللہ امام بخاری نے فرمایا کہ انا ثلث الاسلام سے ان کی مراد یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیسرا تھا۔

**بَابُ مَنَاقِبِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ** صـ ۵۲۸ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب

۱۹۶۹ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

ایک لشکر بھیجا اور اس کا امیر اسامہ بن زید کو بنایا کچھ لوگوں نے ان کے امیر

وَسَلَّمَ بَعْثًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ بَعْضُ النَّاسِ[۱]

بنائے جانے پر طعن کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم

فِي إِمَارَتِهِ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ تَطْعَنُوا فِي

لوگ ان کے امیر بنائے جانے پر طعن کرتے ہو تو اس کے پہلے ان کے والد

إِمَارَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُونَ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلُ وَأَيْمُ

کے امیر بنائے جانے پر طعن کر چکے ہو۔ اور بخدا وہ امیر بنائے جانے

اللّٰهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِلْإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ

کے لائق تھے اور بے شک وہ مجھے سب سے زیادہ پیارے تھے اور بے شک

إِلَيَّ وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ۔ [۲]

ان کے بعد یہ مجھے سب سے زیادہ پیارا ہے۔

[۱] ثانی مغازی باب غزوۃ زید بن حارثہ صـ ۶۱۰ ثانی مغازی باب بعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسامۃ بن زید صـ ۶۴۱ ثانی کتاب الایمان والنذور باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم صـ ۹۸۰ کتاب الاحکام باب من لم یکثر الطعن صـ ۱۰۶۶۔

۱۹۶۹ **تشریحات** حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حالات نزہۃ القاری جلد رابع ص ۲۷-۲۸ پر مذکور ہیں حضرت اسامہ ان کے صاحبزادے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وصال میں رومیوں سے قتال کے لئے ایک لشکر ترتیب دیا جس میں اکابر صحابہ حضرت ابوبکر حضرت عمر وغیرہ کو شرکت کا حکم دیا اور اس کا امیر حضرت اسامہ کو بنایا چوں کہ یہ نوعمر تھے اشیاخ پر ان کا امیر بنانا لوگوں کے لئے باعث تعجب تھا حضرت عیاش بن ربیعہ نے اس پر کچھ عرض کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو غزوہ موتہ میں امیر بنایا تھا اس وقت کچھ لوگوں نے طعن کیا تھا۔

**بَابُ ذِكْرِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ** ص ۵۲۸ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر

۱۹۷۰ **حدیث** أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ نَظَرَ ابْنُ عُمَرَ يَوْمًا

عبد اللہ بن دینار نے کہا کہ ابن عمر ایک دن مسجد میں تھے ایک شخص

وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ إِلٰى رَجُلٍ يَسْحَبُ ثِيَابَهُ فِي نَاحِيَةٍ مِّنَ

کو دیکھا کہ مسجد کے ایک گوشے میں اپنے کپڑے کو گھسیٹ رہا ہے فرمایا دیکھو

الْمَسْجِدِ فَقَالَ انْظُرْ مَنْ هٰذَا لَيْتَ هٰذَا عِنْدِي فَقَالَ

کون ہے یہ کاش یہ میرے پاس ہوتا تو ان میں سے ایک شخص نے کہا اسے

لَهُ إِنْسَانٌ أَمَا تَعْرِفُ هٰذَا يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هٰذَا مُحَمَّدُ

آپ نہیں پہچانتے اے ابو عبد الرحمن یہ محمد بن اسامہ ہیں انھوں نے کہا

بْنُ أُسَامَةَ قَالَ فَطَأْطَأَ ابْنُ عُمَرَ رَأْسَهُ وَنَقَرَ بِيَدَيْهِ

یہ سن کر ابن عمر نے اپنے سر کو جھکا لیا اور اپنے ہاتھوں کو زمین میں

فِي الْأَرْضِ ثُمَّ قَالَ لَوْ رَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

ٹھوکا پھر کہا اگر انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو ان سے

وَسَلَّمَ لَأَحَبَّهُ۔

محبت کرتے۔

۱۹۷۰ **تشریحات** یہ محمد بن اسامہ اپنے والد ماجد کی طرح کالے رنگ کے تھے زمین پر

کپڑا گھسیٹنا ممنوع ہے وہ بھی مسجد میں حضرت عبداللہ بن عمر کا مقصد یہ تھا کہ اگر یہ شخص میرے قریب ہوتا تو میں اس کو نصیحت کرتا۔

۱۹۷۱ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ

حدیث حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضور اقدس

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يَأْخُذُهُ وَالْحَسَنَ فَيَقُوْلُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو اور حسن کو پکڑتے اور دعا کرتے اے اللہ تو ان دونوں

اَللّٰهُمَّ اَحِبَّهُمَا فَاِنِّيْ اُحِبُّهُمَا عله

سے محبت فرما اس لئے کہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔

۱۹۷۲ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنِيْ مَوْلٰى اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ

حدیث اسامہ بن زید کے آزاد کردہ غلام نے خبر دی کہ ایمن

الْحَجَّاجَ بْنَ اَيْمَنَ بْنِ اُمِّ اَيْمَنَ وَكَانَ اَيْمَنُ اَخَا اُسَامَةَ

اسامہ کے اخیافی بھائی تھے اور وہ انصار کے ایک فرد تھے ان کے

لِاُمِّهٖ وَهُوَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَرَاٰهُ ابْنُ عُمَرَ لَمْ يُتِمَّ

بیٹے حجاج بن ایمن بن ام ایمن کو ابن عمر نے دیکھا کہ انھوں نے اپنا رکوع

رُكُوْعَهٗ وَلَا سُجُوْدَهٗ فَقَالَ اَعِدْ۔ (وَبِطَرِيْقٍ آخَرَ زَادَ)

و سجدہ پورا نہیں کیا تو فرمایا نماز لوٹاؤ۔ (دوسرے طریقے میں ہے جب وہ جانے کے لئے

فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ لِيْ ابْنُ عُمَرَ مَنْ هٰذَا قُلْتُ الْحَجَّاجُ بْنُ اَيْمَنَ

مڑے تو مجھ سے ابن عمر نے پوچھا یہ کون ہے میں نے کہا حجاج بن ایمن بن ام ایمن۔

بْنِ اُمِّ اَيْمَنَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَوْ رَاٰى هٰذَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

تو ابن عمر نے فرمایا انھیں اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھتے تو ضرور

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَحَبَّهٗ فَذَكَرَ حُبَّهٗ وَمَا وَلَدَتْهُ

ان سے محبت کرتے پھر ان کی محبت اور ام ایمن کی اولاد کی محبت کا ذکر۔

عه اول باب مناقب الحسن والحسین ص۵۳ ثانی ادب باب وضع الشئ علی الفخذ ص۸۸۸ نسائی مناقب۔

اُمُّ اَیْمَنَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ وَزَادَنِیْ بَعْضُ اَصْحَابِیْ عَنْ

کیا اور ام ایمن نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دایہ تھیں۔

سُلَیْمَانَ وَکَانَتْ خَاضِنَۃَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

## تشریحات ۱۹۷۲

ام ایمن ان کا نام برکۃ تھا مگر ان کے نام پر ان کی کنیت غالب رہی یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کنیز تھیں جنھیں انھوں نے آزاد کر دیا تھا۔ آزاد ہونے کے بعد انھوں نے یہ مقدس گھر نہیں چھوڑا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت آمنہ کی کنیز تھیں انھوں نے حبشہ بھی ہجرت کی اور مدینہ طیبہ بھی۔ ابتدائی دور ہی میں مسلمان ہوئیں انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرورش بھی کی تھی اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو کہا کرتے تھے کہ یہ میری ماں کے بعد میری ماں ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے گھر ان کی ملاقات کے لئے جایا کرتے تھے نیز حضرت ابوبکر حضرت عمر بھی یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کچھ دن زندہ رہیں انھوں نے زمانۂ جاہلیت میں عبید بن عمرو بن ہلال سے شادی کی تھی جو اصل میں مدینہ طیبہ کا باشندہ تھا مگر مکے آکر بود و باش اختیار کر لی تھی شادی کے کچھ دنوں بعد حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کے ساتھ مدینہ طیبہ چلی گئیں۔ یہیں ایمن پیدا ہوئے پھر عبید مر گیا تو حضرت ام ایمن مکہ معظمہ لوٹ آئیں۔ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایما پر نکاح کر لیا[1] ۳ھ یا ۴ھ بعد بعثت حضرت اسامہ پیدا ہوئے[2] اس طرح حضرت اسامہ ایمن کے اخیافی بھائی ہوئے۔ ایمن کو بجائے باپ کے ان کی والدہ ام ایمن کی طرف اس وجہ سے نسبت کیا جاتا ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دایہ ہونے کی وجہ سے زیادہ مشہور بھی ہیں اور عبید سے شرف میں بہت زیادہ ہیں انھیں ایمن کے لڑکے حجاج تھے جن کا تذکرہ اس حدیث میں ہے۔

اس حدیث کے ابتدائی راوی نعیم مجمر ہیں جن کا نام حماد بن معاویہ ہے امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں انھوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر بہت سے بہتان باندھے ہیں۔ جس کے عتاب میں مدتوں جیل خانوں میں رہے اسی حالت میں مرے ان کو بغیر غسل و کفن و نماز جنازہ ایک گڈھے میں ڈال دیا گیا۔

---

[1] اصابہ ۹۲/۱　　[2] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۴۳

## بَابُ مَنَاقِبِ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ بْنِ الْجَرَّاحِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مناقب۔ صـ۵۳۰

**تعارف** حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی عامر ہے۔ کنیت ابو عبیدہ لقب امین الامت، جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیا ہوا ہے۔ باپ کا نام عبد اللہ ہے۔ مگر دادا کی طرف نسبت کر کے ابن الجراح کہا جاتا ہے۔ ان کا نسب پانچویں پشت پر نسب نبوی سے فہر پر مل جاتا ہے۔ ان کی والدہ بھی فہری خاتون ہیں۔ جو مشرف باسلام ہوئیں۔

**قبول اسلام** حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلقین پر اسلام قبول فرمایا۔ وہ بھی بالکل ابتدا میں کہ ابھی دار ارقم کی مجلس رشد و ہدایت قائم بھی نہ ہوئی تھی۔ قبول اسلام کے جرم میں طرح طرح ستائے گئے۔ جس کی وجہ سے دو بار حبشہ ہجرت کی۔ پھر مدینہ طیبہ آ گئے۔ ان کے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عقد مواخات قائم فرمایا۔

تمام مشاہد میں ہم رکاب سعادت رہے۔ اور جان بازی کا حق ادا کر دیا۔ غزوۂ بدر میں ان کا باپ عبد اللہ زد پر آ گیا۔ تو اسے ختم کر دیا۔ غزوۂ احد میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر اقدس میں خود کی کڑیاں چبھ گئی تھیں جس سے بہت زیادہ تکلیف تھی۔ حضرت ابو عبیدہ نے اپنے دانت سے پکڑ کر ان کڑیوں کو کھینچا۔ ان کڑیوں کے ساتھ دو اگلے دانت بھی اکھڑ گئے۔ جو ان کے لئے سرمایہ افتخار بن گیا۔

مختلف سرایا میں بھی حصہ لیا۔ سریہ سیف البحر آپ ہی کی سرکردگی میں روانہ ہوا تھا۔ علاوہ جنگی مہمات کے مختلف عہدے پر بھی فائز رہے۔ سنہ ۹ھ میں جب اہل نجران نے ایک معلم اور قاضی کی درخواست کی تو انہیں مامور فرمایا۔ ایک دفعہ بحرین جزیے کی رقم وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب سقیفہ بنی ساعدہ میں خلیفہ کے انتخاب کی میٹنگ ہوئی تو شیخین کریمین کے ساتھ یہ بھی وہاں موجود تھے۔ اور انصار کرام کی افہام وتفہیم میں بہت اہم رول ادا فرمایا۔ ایک موقعہ پر ان سے کہا۔ اے انصار کرام تم نے سب سے پہلے اسلام کی مدد کی اب امت میں سب سے پہلے انتشار پیدا کرنے والے نہ بنو۔

ان کی جلالت شان کا اندازہ اس سے ہوتا ہے۔ کہ اس موقعہ پر خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر کے ساتھ ان کا نام پیش فرمایا۔ مگر ان دونوں بزرگوں نے بیک زبان اپنے استحقاق سے انکار کر دیا۔ اور حضرت صدیق اکبر سے فرمایا کہ آپ اپنا ہاتھ بڑھایئے تاکہ ہم بیعت کریں۔ حضرت صدیق اکبر نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ پہلے حضرت عمر نے پھر حضرت ابو عبیدہ نے بیعت کی۔ پھر تمام مہاجرین

وانصار نے بیعت عامہ کی۔ اس طرح خلیفۃ المسلمین کا انتخاب بحسن وخوبی انجام پاگیا۔

**سپہ سالاری** جب حضرت صدیق اکبر مانعین زکوۃ مرتدین جھوٹے مدعیان نبوت کے فتنوں کے قلع قمع سے فارغ ہوگئے اور پورے عرب میں اندرونی طور پر مکمل امن و امان ہوگیا۔ تو ۱۳ھ میں شام کو مسخر کرنے کے لئے مختلف حصوں پر فوجیں بھیجیں۔

حضرت ابو عبیدہ کو حمص کی جانب حضرت یزید بن ابو سفیان کو دمشق کی جانب، حضرت عمرو بن عاص کو فلسطین کی جانب حضرت شرجیل بن حسنہ کو اردن کی جانب روانہ فرمایا۔ سب کو ہدایت کردی کہ اگر کبھی سب فوجیں اکٹھی ہوں تو سپہ سالار اعظم ابو عبیدہ ہوں گے۔

یہ لوگ جب شام کی حدود میں داخل ہوئے تو رومیوں کی ٹڈی دل فوجوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس لئے سب فوجوں کو اکٹھا کرلیا۔ اور دربار خلافت میں مزید کمک کے لئے درخواست بھیجی۔ حضرت صدیق اکبر نے سیف اللہ حضرت خالد بن ولید کو لکھا کہ وہ شام ابو عبیدہ سے جاکر مل جائیں۔ یہ فارس کی جنگ پر مامور تھے۔ حکم نامہ ملتے ہی سیف اللہ راستے میں پڑنے والی بستیوں کو فتح کرتے ہوئے ان سے مل گئے۔ اس متحدہ فوج نے، بصرہ۔ فحل، اجنادین کے معرکے سر کرنے کے بعد دمشق کا محاصرہ کرلیا۔

**فتح دمشق** اسی اثناء میں حضرت صدیق اکبر کا وصال ہوگیا۔ حضرت فاروق اعظم کی سوانح حیات کا پہلا زریں باب یہ ہے کہ ان کے مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی دمشق فتح ہوگیا۔

رومی لشکر بھاگ کر مقام فحل پر اکٹھا ہوگیا۔ مجاہدین نے بڑھ کر ان کا صفایا کردیا۔ پھر یہ سیل رواں آگے بڑھا۔ اور بڑھتا چلا گیا۔ شام کا دارالسلطنت حمص فتح کیا۔ پھر لاذقیہ کو زیر نگیں کیا۔

**جنگ یرموک** ان مسلسل شکستوں سے ہرقل بوکھلا گیا۔ اس نے تمام عمائد سلطنت کی ایک میٹنگ کی۔ باہمی مشورے کے بعد چھ لاکھ کا لشکر جرار مجاہدین کو شام سے نکالنے کے لئے روانہ کردیا۔ اس کی اطلاع جب امین الامت کو ہوئی تو تمام اصحاب رائے کے مشورے سے یہ طے ہوا کہ اس وقت دانشمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ پیچھے ہٹ کر کسی ایسی جگہ مورچہ قائم کیا جائے جہاں پشت پر سرزمین عرب ہو۔ تاکہ امدادی افواج کے پہنچنے میں دشواری نہ ہو۔ اس کے لئے یرموک کا میدان تجویز ہوا۔ اس کی اطلاع جب حضرت فاروق اعظم کو ہوئی تو انھیں سخت تکلیف ہوئی کہ مفتوحہ علاقہ پھر دشمن کو سپرد کردیا۔ پیچھے ہٹ کر اپنا رعب کم کردیا۔ خفا بھی ہوئے مگر جب معلوم ہوا کہ یہ متفقہ فیصلہ تھا تو اطمینان ہوگیا۔ فرمایا۔ اسی میں بہتری ہوگی۔

میدان یرموک میں پہلے قاصدوں کی آمد ورفت ہوئی بالآخر قیامت خیز جنگ شروع ہوئی۔

رومیوں کو مسلسل شکستوں پر غصہ تھا۔ اس کے انتقام میں جان پر کھیل کھیل کر حملے کر رہے تھے۔ اور ادھر اعلاء کلمۃ الحق کا جذبہ لے کر رضائے الٰہی کے طلبگار دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر دشمنوں سے بھڑے ہوئے تھے۔ تین دن تک ایسا گھمسان کا رن پڑا کہ اس کے قبل چشم فلک نے اتنی زبردست خوں ریزی دیکھی نہ تھی۔ کئی بار ایسا ہوا کہ دشمن کا دباؤ اتنا بڑھا کہ مجاہدین کے کچھ حصے کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ سب کچھ ہوا مگر بوڑھا سپہ سالار پہاڑ کی طرح قلب لشکر میں جما رہا۔ اور حسب ضرورت ہدایات جاری کرتا رہا۔

تین دن کی مسلسل جنگ کے بعد بالآخر رومیوں کو شکست فاش ہوئی۔ باہان آرمنی مارا گیا اور رومیوں کی لاشوں سے میدان ہی نہیں یرموک نامی نالہ بھی پٹ گیا۔ ستر ہزار رومی مارے گئے۔

یرموک اسلام کی سب سے اہم سب سے عظیم جنگ۔ یہ جنگ ایام اللہ میں سے ایک عظیم یوم ہے۔ اسی جنگ کا نتیجہ ہے کہ ہرقل اپنی ایشیا کوچک کی پوری حکومت کھو بیٹھا۔ اس عظیم جنگ میں حواری رسول اللہ حضرت زبیر بن عوام، سیف اللہ حضرت خالد بن ولید، ابوجہل کے بیٹے عکرمہ حضرت شرحبیل بن حسنہ حضرت ضرار بن ازور وغیرہ نے شجاعت، بہادری اور جنگی مہارت کا وہ ثبوت دیا کہ آج تک دنیا عاجز ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

**بیت المقدس** یرموک کی یادگار زمانہ فتح کے بعد اب مجاہدین کے لئے میدان صاف تھا۔ حضرت ابوعبیدہ بلا کسی خاص مزاحمت کے انطاکیہ تک فتح کر لیا اور پھر پلٹ کر بیت المقدس کے محاصرے میں شریک ہو گئے۔ بیت المقدس کے عیسائیوں نے جب یقین کر لیا کہ اب ہم بچ نہیں سکتے تو یہ شرط پیش کی۔ ہم صلح کے لئے تیار ہیں۔ شرط یہ ہے کہ امیر المؤمنین خود آکر صلح کی دفعات طے کریں اور لکھیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے دربار خلافت میں درخواست پیش کی۔ حضرت فاروق ایک غلام کو لے کر شام تشریف لائے۔

جب مقام جابیہ پر پہنچے تو حضرت ابوعبیدہ نے اکابر لشکر کے ساتھ آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ بیت المقدس کے نمائندے بھی یہیں آ گئے۔ صلح نامہ لکھا گیا جس کی رو سے عیسائیوں نے بیت المقدس مجاہدین کے حوالے کر دیا اور بیت المقدس پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

**اخیر معرکہ** رومیوں نے جب دیکھا کہ شام جیسا زرخیز ملک ہمارے قبضے سے نکل گیا۔ تو پھر انھیں جوش آیا۔ اور اپنی منتشر قوت اکٹھی کر کے جزیرۂ آرمینیہ والوں کی مدد سے پھر میدان میں آئے۔ اس کی اطلاع جب حضرت ابوعبیدہ کو ہوئی تو دربار خلافت میں امداد کی درخواست پیش کی۔ اور صورت حال کی اطلاع دی۔ اور شام میں جہاں جہاں مجاہدین تھے سب کو اکٹھا کیا۔ حضرت فاروق اعظم نے عراق سے بہت بڑی جمعیت بھیجی۔ حمص کے قریب

پھر ایک بار قیامت خیز معرکہ ہوا۔ فرزندان توحید نے یہاں بھی رومیوں کو شکست فاش دی۔ اور اب کی باران کا پورا کس بل نکال دیا۔ اس کے بعد رومیوں کو کبھی بھی ہمت نہ ہوئی کہ مقابلے پر آئے۔

تمام شام کو مسخر کر کے اسلامی افواج مقام عمواس، میں اکٹھا ہوئیں۔ اتفاق کی بات کہ یہاں طاعون پھیل گیا۔ اس کی اطلاع جب حضرت فاروق اعظم کو ہوئی تو خود تشریف لے گئے۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جہاں طاعون ہو وہاں نہ جاؤ۔ اس لئے مقام سَرغ پر پہنچ کر رک گئے۔ یہیں حضرت ابو عبیدہ حاضر ہوئے۔ تفصیلی حالات سن کر تمام مہاجرین وانصار سے مشورہ طلب کیا۔ سب نے مختلف رائیں دیں۔ اس کے بعد مہاجرین فتح کے معمر تجربہ کاروں کو بلایا۔ اوران سے رائے طلب کی۔ ان لوگوں نے مشورہ دیا کہ فوجیں یہاں سے ہٹالی جائیں۔ اس پر حضرت فاروق اعظم نے حکم دیا کہ میں صبح کو واپس ہوں گا۔ فوجیں میرے ساتھ واپس چلیں۔ حضرت ابو عبیدہ کو یہ حکم ناگوار ہوا عرض کیا۔ افرار امن قدر اللہ اللہ کی تقدیر سے بھاگنے کے لئے۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ۔ تقدیر الٰہی سے تقدیر الٰہی کی طرف جارہا ہوں۔ کاش تمہارے علاوہ اور کوئی یہ بات کہتا۔

حضرت عمر واپس مدینہ چلے آئے اور حضرت ابو عبیدہ فوجیں لئے وہیں رہ گئے۔ مدینہ پہنچ کر حضرت ابو عبیدہ کو لکھا۔ تم چند دن کے لئے میرے پاس آجاؤ تم سے کچھ کام ہے۔ حضرت ابو عبیدہ سمجھ گئے اور مدینہ نہیں آئے۔ بالآخر حضرت عمر نے ان کے نام حکم نامہ لکھا کہ وہ جگہ نشیبی اور مرطوب ہے۔ فوج وہاں سے ہٹا کر کسی بلند صحت بخش جگہ پر لے جاؤ۔ حضرت عمر کے حکم سے مجبور ہو کر حضرت ابو موسیٰ اشعری کے مشورہ پر حضرت ابو عبیدہ پوری فوج لے کر جابیہ اٹھ آئے۔

یہاں پہنچنے کے بعد ان کو طاعون ہو گیا۔ جب امید زیست نہ رہی تو حضرت معاذ بن جبل کو اپنی جگہ مقرر فرمایا۔ جب نماز کا وقت آیا۔ تو حضرت معاذ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ ادھر نماز ختم ہوئی اور ادھر امین امت کی زندگی کے ایام بھی اختتام کو پہنچ گئے۔ ۵۸ سال کی عمر پائی۔ ۱۸ھ میں واصل بحق ہوئے۔ تین سال خدمت نبوی کا شرف حاصل ہوا اور سات سال شیخین کریمین کے دور خلافت میں جہاد میں گذارے۔ اور اسی حالت میں معبود برحق سے جا ملے۔

۱۹۷۳ عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ ثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ

عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر امت کے لئے ایک امین ہے

لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِيْنًا وَإِنَّ أَمِيْنَنَا أَيَّتُهَا الْأُمَّةُ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ ؏۱

اور بیشک ہمارا امین اے میری امت ابو عبیدہ بن جراح ہے۔

۱۹۷۴ حدیث عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نجران کے حاکم عاقب اور

الْعَاقِبُ وَالسَّيِّدُ صَاحِبَا نَجْرَانَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

سید رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مباہلہ کرنے کے ارادے

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدَانِ أَنْ يُّلَاعِنَاهُ قَالَ فَقَالَ أَحَدُهُمَا ؏۲

سے حاضر ہوئے۔ حاضری کے بعد ایک نے اپنے ساتھی سے کہا۔ مباہلہ مت کر

لِصَاحِبِهٖ لَا تَفْعَلْ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَاعَنَّا لَا نُفْلِحُ نَحْنُ

بخدا یہ اگر نبی ہوئے اور ہم نے ان سے مباہلہ کر لیا۔ تو نہ ہم فلاح پائیں گے

وَلَا عَقِبُنَا مِنْ بَعْدِنَا قَالَا إِنَّا نُعْطِيْكَ مَا سَأَلْتَنَا وَابْعَثْ مَعَنَا

اور نہ ہمارے بعد والے فلاح پائیں گے۔ ان دونوں نے خدمت اقدس

رَجُلًا أَمِيْنًا وَلَا تَبْعَثْ مَعَنَا إِلَّا أَمِيْنًا فَقَالَ لَأَبْعَثَنَّ مَعَكُمْ

میں عرض کیا۔ آپ نے ہم پر جو خراج لگایا ہے ہم آپ کو دیں گے اور ہمارے

رَجُلًا أَمِيْنًا حَقَّ أَمِيْنٍ حَقَّ أَمِيْنٍ فَاسْتَشْرَفَ لَهَا أَصْحَابُ

ساتھ کسی امین کو کر دیجئے۔ امین ہی کو بھیجئے گا۔ فرمایا میں ایسے شخص کو بھیجونگا

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُمْ يَا أَبَا عُبَيْدَةَ

جو امین برحق امین برحق ہے۔ اس پر تمام حاضرین صحابہ نے گردنیں اٹھالیں۔

بْنَ الْجَرَّاحِ فَلَمَّا قَامَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضور نے ارشاد فرمایا اے ابو عبیدہ کھڑے ہو جاؤ۔ جب وہ کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ

وَسَلَّمَ هٰذَا أَمِيْنُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ ؏۳

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ اس امت کے امین ہیں۔

؏۱ ثانی مغازی باب قصۃ اھل نجران ص۶۲۹ خبر الآحاد ص۱۰۷۶ مسلم فضائل نسائی مناقب۔

؏۲ ثانی مغازی۔ باب قصۃ اھل نجران ص۶۲۹ اول مناقب ابی عبیدۃ بن الجراح ص۵۳ ثانی الآحاد باب اول ص۱۰۷۶ مسلم فضائل۔ ترمذی نسائی مناقب۔ ابن ماجہ سنت۔

**تشریحات** ۱۹۷۴

نجران یمن کے قریب مکہ معظمہ سے سات منزل جانب جنوب ایک خطے کا نام ہے۔ جس میں تہتر بستیاں تھیں جو اتنے رقبے پر پھیلی ہوئی تھیں جسے تیز سوار ایک دن میں طے کر پاتا۔

عاقب۔ کا نام اَیْہَم تھا یا شرحبیل۔ سید کا نام عبدالمسیح تھا۔ یہ لوگ نصرانی تھے۔ یہ سنہ الوفود ۹ھ میں حاضر ہوئے تھے۔ یہ کل کتنے فرد تھے اس میں بہت اختلاف ہے۔ ابن اسحاق نے بیس افراد کی بھی روایت کی ہے۔ اور چوبیس کی بھی۔ ابن سعد نے کہا۔ چودہ تھے۔

انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے انکار کیا۔ اس پر فرمایا آؤ مباہلہ کرلیں۔ صبح کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا کے ساتھ حسنین کریمین کا ہاتھ پکڑ کر مباہلہ کے لئے نکلے۔ ان سے فرمایا۔ جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔ اہل نجران کے سب سے بڑے پادری نے کہا۔ میں ایسی جماعت دیکھ رہا ہوں کہ اگر پہاڑ کو ہٹانے کی دعا کریں تو وہ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائے گا۔ ان سے مباہلہ نہ کرنا۔ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ بچے گا۔ اپنے پادری سے یہ سن کر اہل نجران نے کہا کہ ہم مباہلہ نہیں کریں گے۔ ان میں سے سید اور عاقب بعد میں مسلمان ہو گئے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ لوگ اگر مباہلہ کرتے تو بندر سؤر بنا دیئے جاتے۔ پورا نجران تباہ ہو جاتا۔ پورے جنگل میں آگ لگ جاتی۔ روئے زمین کے تمام نصاری مر جاتے۔

**ما سألتنا**۔ ان سے سالانہ دو ہزار حلے پر صلح ہوئی۔ ایک ہزار حلے گرمی میں ایک ہزار جاڑے میں۔

اگرچہ تمام صحابۂ کرام امین تھے۔ مگر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ وصف سب سے نمایاں تھا۔ اس لئے انھیں امین ھٰذہ الامۃ فرمایا۔

ترمذی[1] کی حدیث کے اول میں ہے ــــ میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکر ہیں۔ اور اللہ کے معاملے میں سب سے سخت عمر ہیں۔ اور سب سے زیادہ سخی حیا کرنے والے عثمان ہیں۔ اور سب سے بڑے قاری اُبی ہیں۔ اور سب سے زیادہ فرائض کے ماہر زید ہیں۔ اور حلال و حرام کے سب سے زیادہ جاننے والے معاذ ہیں ــــ سنو ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابو عبیدہ ہیں۔

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں تم میں ایک امین برحق کو بھیجوں گا۔ تو تمام حاضرین کو اشتیاق ہوا کہ کاش وہ میں ہوتا۔ حتی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

---

[1] ثانی مناقب معاذ بن جبل ص ۲۲۰ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۱۸۴ ص ۱۸۱

میں نے کبھی امارۃ کی خواہش نہیں کی سوائے اس دن کے۔

مَنَاقِبُ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا۔ صـ۵۳۰

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مناقب۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سب سے بڑے اور پہلے شہزادے ہیں۔ بربنائے روایت مختارہ ۳ھ نصف رمضان میں پیدا ہوئے۔ ان کی کنیت ابو محمد اور ریحانہ رسول اللہ، سبط اکبر القاب ہیں۔ ان کے فضائل و مناقب سے کتب احادیث مالا مال ہیں۔ اور پوری امت میں مشہور و معلوم ہیں۔

حضرت اسد اللہ کی شہادت کے بعد تمام اہل حل وعقد نے ان کو بالاتفاق خلیفہ منتخب کیا۔ چالیس ہزار افراد نے ان کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی۔ مگر عین موقعہ پر امت کو خونریزی سے بچانے کے لئے بخوشی بلا کسی جبر و اکراہ و کمزوری وضعف کے ۱۵ جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں خلافت حضرت امیر معاویہ کو سپرد فرمادی۔ اور مدینہ طیبہ واپس آگئے۔ ۴۴ھ یا ۴۹ھ یا ۵۰ھ یا ۵۸ھ میں زہر خورانی کے نتیجے میں شہید ہوگئے۔ نماز جنازہ سعید بن عاص حاکم مدینہ نے پڑھائی۔ اور جنت البقیع میں اپنی والدہ ماجدہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ۵ شعبان ۴ھ کو پیدا ہوئے۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ اور ریحانہ رسول، سبط رسول اللہ، سید شباب اہل الجنۃ، القاب ہیں۔ ان کے بھی فضائل و مناقب کثیر ہیں اور مسلمانوں میں مشہور و معروف، اکثر فضائل میں یہ اپنے برادر عالی وقار کے شریک ہیں۔ اسی لئے امام بخاری نے ان دونوں حضرات کے مناقب ایک ساتھ ذکر فرمایا۔

جب یزید نے تخت حکومت پر بیٹھنے کے بعد ان سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ تو مدینے سے مکہ معظمہ چلے آئے۔ کوفیوں کو جب یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے ڈیڑھ سو خطوط لکھے کہ آپ کوفے تشریف لائیں ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ اجلہ صحابۂ کرام وخلص احباب کے منع کرنے کے باوجود کوفہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ عبید اللہ بن زیاد نے عمرو بن سعد کی سرکردگی میں چار ہزار کی فوج بھیج کر مع رفقاء و اعوان کے شہید کرادیا۔ یہ حادثۂ فاجعہ یوم جمعہ بوقت نماز جمعہ دس محرم ۶۱ھ کو ہوا۔

ان سنگ دلوں نے سارے شہداء کے سروں کو کاٹ کر نیزوں پر اٹھالیا اور کوفہ ابن زیاد کے پاس لائے۔ پھر دمشق یزید کے پاس لے گئے۔ شہداء کی لاشوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ اور بے گور وکفن کھلے میدان میں چھوڑ کر چلے آئے۔ تین دن کے بعد قریب کے گاؤں والوں نے دفن کیا۔

۱۹۶۵ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ عبید اللہ بن زیاد

قَالَ اُتِیَ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ زِیَادٍ بِرَاْسِ الْحُسَیْنِ فَجُعِلَ فِیْ

کے پاس حسین کا سر لایا گیا۔ ایک طشت میں رکھا گیا۔ عبید اللہ ان کی

طَسْتٍ فَجَعَلَ یَنْکُتُ وَقَالَ فِیْ حُسْنِہٖ شَیْئًا فَقَالَ اَنَسٌ کَانَ

آنکھ اور ناک میں چھڑی کو چبھنے لگا۔ اور ان کے حسن کے بارے میں

اَشْبَھُھُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ

کچھ کہا۔ اس پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مَخْضُوْبًا بِالْوَسْمَۃِ۔

کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ تھے اور وسمے کا خضاب لگاتے تھے۔

## تشریحات

**عبید اللہ بن زیاد۔** یہ ستم گر مشہور زمانہ بدنام زمانہ زیاد بن ابیہ کا بیٹا تھا۔ اس کی ماں کا نام مرجانہ تھا۔ جو مجوسیہ لونڈی تھی۔ جو اصفہان کی قیدیوں میں تھی۔ ابن زیاد ۳۳ھ یا ۳۹ھ میں پیدا ہوا۔ گذر چکا کہ زیاد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ان کی جانب سے فارس کا گورنر تھا۔ اور حضرت علی کا زبردست حامی۔ حتی کہ جب حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل شام سے صلح فرمائی تھی تو یہ بھی حضرت معاویہ کی بیعت پر راضی نہ تھا۔ انتہائی ذہین۔ مدبر سیاست کا ماہر تھا۔ حضرت معاویہ کے لئے دردسر تھا زیاد میں ایک بڑا عیب یہ تھا کہ یہ ولد الزنا تھا اسی لئے اسے زیاد بن ابیہ کہا جاتا تھا۔ مشہور تھا کہ حضرت معاویہ کے والد حضرت ابو سفیان نے قبل اسلام اس کی ماں سمیہ سے زنا کیا تھا۔ انھیں کے نطفے سے زیاد تھا۔ اسی لئے اسے زیاد بن ابیہ کہا جاتا تھا۔ اس عار کی بنا پر زیاد کو جو داغ جگر میں تھا۔ اس کی کسک وہ ضرور محسوس کرتا رہا ہوگا۔

حضرت معاویہ نے اپنی ترکش کا آخری تیر نکالا۔ زیاد کے پاس پیغام بھیجا۔ کہ اگر تم میری اطاعت کرلو تو قانونی طور پر تم کو میں بھائی بنالوں گا تیر نشانے پر لگا اور زیاد نے سپر ڈال دیا۔ نہ یہ کہ صرف سپر ہی ڈال دیا بلکہ اس اعزاز کے بعد وہ حضرت معاویہ کا خون گرم حامی بن گیا۔ اور حضرت علی اور ان کی اولاد کا دشمن۔ اس حادثے پر ایک یمنی دل جلے نے کیا خوب کہا ہے۔

الا بلغ معاویۃ بن صخر — مغلغلۃ من الرجل الیمانی

سنو! معاویہ بن صخر تک — ایک یمنی شخص کی زوردار بات پہنچادو

اتغضب ان یقال ابوک عف — وترضیٰ ان یقال ابوک زانی

اگر کہا جائے کہ تیرا باپ پاکدامن ہے تو تو خفا ہوتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ تیرا باپ زانی تھا تو تو خوش ہوتا ہے۔

سنہ ۵۳ھ میں جب زیاد مر گیا۔ تو حضرت معاویہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عراق کا والی بنا دیا۔ ڈیڑھ سال تک اس منصب پر رہے۔ پھر ان کو معزول کر کے، عبداللہ بن عمرو بن غیلان بن سلمہ کو بنایا۔ چھ ماہ کے بعد انھیں بھی علیحدہ کر کے عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ کا والی مقرر کیا۔ جب یزید تخت پر بیٹھا اور اسے یہ اطلاع ملی کہ حضرت مسلم بن عقیل کوفے آ کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت لے رہے ہیں۔ اور کوفے والوں کا رجحان عام ان کی طرف ہے۔ اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت کوفے کے والی تھے۔ خاموش ہیں بلکہ اندر اندر لوگوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی ترغیب دے رہے ہیں۔ تو یزید پلید نے انھیں معزول کر کے سنہ ۶۰ھ میں عبیداللہ بن زیاد کو کوفے کا بھی والی بنا دیا۔ یہ بصرے سے کوفے آیا۔ اور اپنی فطری عیاری اور بے مثال تہور سے کام لے کر کوفے کا رخ پلٹ دیا۔ حضرت مسلم کے ساتھ جو جمعیت تھی اسے منتشر کر دیا۔ انھیں اور ان کے مخلص حامیوں کو شہید کر دیا اور کربلا میں لشکر بھیج کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرا دیا ــــ یہ اپنے محل میں تھا کہ اسے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہادت کی خبر ملی۔ اس وقت اس کے چہرے پر ایک آگ کا شعلہ اٹھا جسے آستین سے چھپا لیا۔ اس وقت محل میں صرف اس کا حاجب تھا۔ ابن زیاد نے اسے منع کر دیا کہ کسی کو بتانا مت۔ اس کی ماں مرجانہ کو اس حادثے کی اطلاع ملی تو اس نے ابن زیاد سے کہا۔ اے خبیث تو نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہزادی کے نورِ نظر کو شہید کر دیا ہے۔ جنت میں داخل نہ ہوگا۔[1]

جب ۱۴ ربیع الاول سنہ ۶۴ھ کو یزید اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا تو یزید نے اپنی حیات ہی میں اپنے بیٹے معاویہ بن یزید کو ولی عہد بنا دیا تھا۔ اس لئے اس کے مرنے کے بعد یہ تخت نشین ہوا۔ یہ بہت نیک شخص تھا۔ اور مریض بھی۔ اپنے ایام حکومت میں کبھی باہر نہیں نکلا۔ سارے امور ضحاک بن قیس انجام دیتا تھا۔ یہ زیادہ سے زیادہ چار مہینے جیا۔ اس نے کسی کو ولی عہد نہیں بنایا۔ اس لئے بہت سے حوصلہ مند حکومت کی تمنا کرنے لگے۔ حجاز پر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پہلے ہی سے یک گونہ قابض تھے۔ اور ان کا پورا قبضہ ہو گیا۔ دمشق میں مروان نے دعوی حکومت کر کے اپنی بیعت لے لی۔ بصرے اور کوفے والوں نے ابن زیاد کے ہاتھ پر اس وقت تک کے لئے بیعت کر لی جب تک کوئی امیر المومنین منتخب نہ ہو۔ پھر خوارج نے نافع بن ازرق کی سرکردگی میں ابن زیاد کو عراق سے مار بھگایا۔ ابن زیاد شام مروان کے پاس چلا گیا۔ اس بدطینت اور حصین بن نمیر نے مروان کو اس پر آمادہ کیا۔

---

[1] ابن کثیر جلد ثامن ص ۲۸۶

کہ وہ خلیفہ ہو جائے۔ مروان پہلے پہل اس کے لئے آمادہ نہ ہوتا تھا۔ مگر جب ان دونوں نے اسے ڈرایا کہ اگر ابن زبیر بنی امیہ پر قابو پا جائیں گے تو ایک کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ وہ تیار ہو گیا۔ مروان کی سب سے پہلے انھیں دونوں نے بیعت کی۔

ادھر کوفے میں حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقام حسین کی تحریک چلا دی۔ مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کے دماغ میں نبی بننے کا کیڑا کلبلا رہا تھا۔ وہ بھی کوفہ پہنچا اور حضرت محمد بن حنفیہ کو مہدی مشہور کر کے خفیہ خفیہ ان کی بیعت لینے لگا۔ جس کی وجہ سے کوفے میں دو گروہ ہو گئے۔ ایک حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا۔ جنھوں نے اپنا نام توابین رکھا تھا جن کا مقصد انتقام حسین تھا۔ دوسرا گروہ مختار کے ساتھ تھا۔

اس کی اطلاع جب مروان کو ملی تو بہت بڑے لشکر کے ساتھ ابن زیاد حصین بن نمیر شرحبیل بن ذوالکلاع حمیری کی سرکردگی میں کوفے کی طرف بھیجا۔ ادھر حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کوفے سے نکل کر شام کا رخ کر چکے تھے۔ لیکن جوں جوں آگے بڑھتے ان کے رفقاء چھٹتے جاتے بہت تھوڑے لوگ ان کے ساتھ رہ گئے تھے۔ دونوں لشکروں کا عین الوردہ پر مقابلہ ہوا۔ بہت گھمسان کا رن پڑا۔ تین دن تک خون ریز جنگ ہوتی رہی۔ بالآخر حضرت سلیمان بن صرد شہید ہو گئے۔ اور توابین کو بھیانک شکست ہوئی۔

حضرت سلیمان کی شہادت کے بعد مختار کے لئے میدان صاف ہو گیا۔ اس نے اپنی چالاکیوں اور عیاریوں سے پورے کوفے کو رام کر لیا۔ ادھر ابن زیاد عین الوردہ سے آگے بڑھ کر کوفے کی طرف چلا۔ مگر راستے میں رکاوٹیں کھڑی ہوئیں۔ رک گیا۔ پھر ۲۲ ذوالحجہ کو ابن زیاد آگے بڑھا ادھر سے ابراہیم بن اشتر کی قیادت میں مختار نے ایک فوج بھیجی۔ دونوں کا مقابلہ موصل کے قریب نہر خازر کے کنارے ہوا۔ ابراہیم بن اشتر کی جمعیت مختصر تھی مگر اس کی دانائی تجربہ کاری، تدبر اور شجاعت کی بدولت شامیوں کو شکست فاش ہوئی۔ حصین بن نمیر، ابن زیاد، شرحبیل وغیرہ تمام بڑے سردار مارے گئے۔ ابراہیم نے ابن زیاد کا سر کاٹ کر مختار کے پاس کوفے بھیجا۔ اور اسی قصر امارت میں زمین پر رکھا گیا۔ جہاں حضرت امام حسین کا سر ابن زیاد کے سامنے رکھا گیا تھا۔ یہ واقعہ ۶۷ھ دس محرم کو ہوا۔

ترمذی[1] میں ہے کہ جب ابن زیاد وغیرہ کے سر آئے تو انھیں مسجد کے صحن میں رکھا گیا۔ اتنے میں لوگوں نے کہنا شروع کیا۔ آیا آیا ایک سانپ آیا۔ سروں کے درمیان سے گذر کر ابن زیاد کی ناک میں داخل ہوا۔ اور کچھ دیر بعد نکل کر غائب ہو گیا۔ پھر آیا اور ناک کے راستے داخل ہو گیا۔ دو یا تین بار ایسا ہی ہوا۔

---

[1] ثانی مناقب الحسن والحسین ص ۲۱۹

۱۹۷۶ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمْ
حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کوئی بھی حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے
يَكُنْ أَحَدٌ أَشْبَهَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَسَنِ
زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں تھا۔
بْنِ عَلِيٍّ ؓ

۱۹۷۶ تشریح بخاری ہی میں ابھی حدیث گذری کہ خود حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے ـــــ مگر یہ بات حضرت انس نے حضرت امام حسن مجتبیٰ کی شہادت کے بعد فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دونوں شاہزادے بہ نسبت دوسرے افراد کے اپنے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ اور ان دونوں میں حضرت امام حسن مجتبیٰ بہ نسبت امام حسین کے زیادہ مشابہ تھے۔ جب ان کا وصال ہوگیا تو حضرت امام حسین مطلقاً سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ نیز امام ترمذیؒ نے اور ابن حبانؒ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا کہ حسن سر سے سینہ تک رسول اللہ کے مشابہ ہیں اور حسین اس کے نیچے پاؤں تک اسی طرح اسماعیلی نے بطریق عبدالاعلیٰ اسی حدیث کو ان الفاظ میں روایت کیا کہ حضرت امام حسن کا چہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھا۔

فائدہ ان دونوں صاحبزادگان کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے ـــــ جعفر بن ابی طالب۔ اور ان کے صاحبزادے عبداللہ بن جعفر قثم بن عباس۔ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب۔ مسلم بن عقیل بن ابی طالب۔ سائب بن یزید مطلبی (حضرت امام شافعی کے جد اعلیٰ) عبداللہ بن عامر بن کریز حبشی اور کابس بن ربیعہ بن عدی۔ مسلم بن معتب بن ابی لہب۔ عبداللہ بن حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب علی بن علی بن النجاد بن رفاعہ۔ ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی۔ یحییٰ بن قاسم بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی۔ عبداللہ بن ابی طلحہ خولانی۔ ان کے علاوہ حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں گے علاوہ ازیں حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اپنے والد مکرم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھیں ـــ ان میں گیارہ افراد بنی ہاشم سے ہیں۔ کل اٹھارہ افراد ہوئے[۳]

---

حدیث ترمذی مناقب۔ مسند امام احمد جلد اول ص۹۹ جلد رابع ص۲۶۰ ۔ ۱ ترمذی ثانی مناقب باب مناقب الحسن والحسین ص۲۱۹ ۔ ۲ فتح الباری جلد سابع ص۹۷ ۳ فتح الباری جلد سابع ص۹۷-۹۸

۱۹۷۷ سَمِعْتُ بْنَ اَبِیْ نُعْمٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ وَسَاَلَہٗ

**حدیث** حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک شخص نے پوچھا کہ محرم

رَجُلٌ عَنِ الْمُحْرِمِ قَالَ شُعْبَۃُ اَحْسِبُہٗ یَقْتُلُ الذُّبَابَ فَقَالَ

اگر مکھی مار ڈالے تو کیا حکم ہے تو فرمایا کہ عراق والے مکھی مارنے کے بارے میں

اَھْلُ الْعِرَاقِ یَسْئَلُوْنَ عَنْ قَتْلِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوْا ابْنَ بِنْتِ

پوچھتے ہیں حالانکہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

صاحبزادی کے بیٹے کو قتل کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ

ھُمَا رَیْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْیَا[1]

دونوں میرے دنیا کے پھول ہیں۔

۱۹۷۷

**تشریحات** شہزادگان کو پھول کہنا اس بنا پر ہے کہ جس طرح پھول کی طرف سب کی رغبت ہوتی ہے اسے سبھی محبوب رکھتے ہیں اسے سونگھتے ہیں اور چومتے ہیں۔ اسی طرح یہ شہزادے بھی مجھے محبوب ہیں۔ میں انھیں سونگھتا بھی ہوں بوسہ بھی دیتا ہوں۔ ترمذی[1] میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حسن اور حسین کو بلاتے انھیں سونگھتے اور چمٹا لیتے ـــــ طبرانی نے اوسط میں ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حسنین کریمین حضور کے سامنے کھیل رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ان دونوں سے محبت کرتے ہیں فرمایا کیسے نہ محبت کروں حالانکہ یہ دونوں دنیا کے میرے پھول ہیں جنھیں میں سونگھتا ہوں۔

**بَابُ** مَنَاقِبِ بِلَالِ بْنِ رَبَاحٍ مَوْلٰی اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا۔ صـ۵۳ بلال بن رباح ابو بکر کے آزاد کردہ غلام کے فضائل رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات جلد پنجم میں ذکر کئے جا چکے ہیں یہ حبشی نژاد ضرور ہیں مگر ان کی پیدائش مکہ معظمہ میں ہوئی تھی۔

---

[1] ثانی ادب باب رحمۃ الولد صـ۸۸۶ مسند امام احمد جلد دوم صـ۸۵

[1] ثانی مناقب الحسن والحسین صـ۲۱۸۔

۱۹۷۸ أَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ أَبُوْ بَكْرٍ

**حدیث** حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا

سَيِّدُنَا وَأَعْتَقَ سَيِّدَنَا يَعْنِيْ بِلَالًا۔

کرتے تھے ابو بکر ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کو آزاد کیا یعنی بلال کو۔

۱۹۷۹ عَنْ قَيْسٍ اِنَّ بِلَالًا قَالَ لِاَبِيْ بَكْرٍ اِنْ كُنْتَ اِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِيْ

**حدیث** قیس سے مروی ہے کہ بلال نے حضرت ابو بکر سے کہا اگر آپ نے مجھے اپنے لئے

لِنَفْسِكَ فَأَمْسِكْنِيْ وَاِنْ كُنْتَ اِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِيْ لِلّٰهِ فَدَعْنِيْ وَعَمَلَ اللّٰهِ۔

خریدا ہے تو مجھے روک رکھئے اور اگر آپ نے اللہ کے لئے مجھے خریدا ہے تو مجھے چھوڑ دیجئے میں اللہ کا کام کروں۔

۱۹۷۹

**تشریحات** طبقات ابن سعد[1] میں اور مسند امام احمد میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت بلال نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ مومن کا سب سے افضل عمل جہاد ہے اس لئے میں بھی راہ خدا میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں اس پر حضرت صدیق اکبر نے حضرت بلال سے فرمایا کہ میں تم کو اللہ اور اپنے حق کا واسطہ دیتا ہوں (مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ) حضرت بلال نے مان لیا جب حضرت صدیق اکبر کا وصال ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پھر اجازت طلب کی انھوں نے ان کے اصرار سے مجبور ہو کر بادل ناخواستہ اجازت دے دی وہ شام تشریف لے گئے اور مجاہدین کی فوج میں شامل ہو گئے وہیں طاعون عمواس میں وفات پائی اور شام ہی میں کہیں مدفون ہیں۔

**بَابُ مَنَاقِبِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا** ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مناقب۔ ص ۵۳۱

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات جلد اول میں ذکر کئے جا چکے ہیں اور اسی جلد کتاب العلم میں اس باب کے تحت مذکور حدیث کی تشریح درج ہے۔

(قال البخاری) وَالْحِكْمَةُ الْاِصَابَةُ فِيْ غَيْرِ النُّبُوَّةِ۔ حکمت کے معنی امور نبوت کے علاوہ میں صاحب الرای ہونا ہے۔

**تشریحات** باب کے ضمن میں یہ حدیث مذکور تھی کہ حضرت ابن عباس نے کہا مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا اے اللہ اس کو

---

[1] فتح الباری جلد سابع ص ۹۹

حکمت سکھا۔ امام بخاری نے بتایا کہ حکمت کے معنی یہ ہیں کہ بغیر وحی کے صائب الرای ہونا بعض روایتوں میں یہ وارد ہے کہ اے اللہ اس کو دین میں سمجھ عطا فرما اور اس کو تاویل سکھا، بعض روایتوں میں صراحۃً تاویل قرآن بھی وارد ہے۔ حکمت سے کیا مراد ہے اس کی ایک شرح حضرت امام بخاری نے فرمائی ہے جو ابھی گذری اور یہ سب سے جامع ہے کچھ لوگوں نے کہا حکمت سے مراد قرآن کے معانی سمجھنا ہے، کچھ لوگوں نے کہا اس سے مراد خداداد سمجھ ہے، کچھ لوگوں نے کہا اس سے مراد وہ بات ہے جس کو عقل تسلیم کرے، کچھ لوگوں نے کہا ایک نور ہے جو الہام اور وسواس میں فرق کرتا ہے، کچھ لوگوں نے کہا اس سے مراد حاضر جوابی ہے۔ حضرت ابن عباس تمام صحابہ سے زیادہ قرآن کی تفسیر کے عالم تھے ان کا خطاب ترجمان القرآن ہے۔ جس زمانے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ محصور تھے تو حضرت ابن عباس کو امیر الحج بنا کر بھیجا تھا انھوں نے ان ایام میں سورۂ نور یا سورۂ بقرہ کی تفسیر بیان کرنی شروع کی تو ایک شخص نے کہا کہ اگر اسے دیلم سن لیں تو سب مسلمان ہو جائیں۔

**بَابُ مَنَاقِبِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ۔** ص ۵۳۱

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل۔

حضرت خالد بن ولید کے فضائل چوتھی جلد میں مذکور ہو چکے ہیں، ابن حبان[1] اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خالد کو ایذا نہ دو اس لئے کہ یہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں جسے اللہ نے کفار پر چلائی ہے۔

**بَابُ مَنَاقِبِ سَالِمٍ مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا** ص ۵۳۱

ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم کے فضائل رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عتبہ بن ربیعہ کے صاحبزادے تھے جو بدر میں مارا گیا تھا جس سے ان کو بہت تکلیف ہوئی انھوں نے فرمایا مجھے امید تھی کہ یہ اسلام قبول کرلے گا اس لئے کہ وہ عقلمند تھا، حضرت حذیفہ اکابر صحابہ میں سے ہیں بدر اور تمام مشاہد میں شریک ہوئے جنگ یمامہ کے معرکہ میں شہید ہوئے۔

حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ ہجرت کر کے جب مہاجرین قبا پہنچے تو ان کے یہی امام تھے یہ ان منتخب روزگار صحابہ میں سے ہیں جو معانی قرآن کے عارف تھے کہا گیا ہے کہ ان کے باپ کا نام معقل تھا۔ یہ ایک انصاری خاتون کے آزاد کردہ غلام تھے جن سے

---

[1] فتح الباری جلد سابع ص ۱۰۱

حضرت حذیفہ نے شادی کرلی تھی حضرت سالم کو حضرت ابو حذیفہ نے متبنی بنالیا تھا۔ اس لئے ان کی طرف منسوب کئے جانے لگے۔

۱۹۸۰ حدیث عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ ذُكِرَ عَبْدُ اللّٰهِ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ
مسروق نے کہا کہ عبداللہ بن عمرو کے پاس عبداللہ بن (مسعود) کا تذکرہ
عَمْرٍو فَقَالَ ذَاكَ رَجُلٌ لَا أَزَالُ أُحِبُّهُ بَعْدَ مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ
ہوا تو انھوں نے کہا میں اس وقت سے ان سے محبت کرنے لگا ہوں جب سے رسول اللہ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اسْتَقْرِءُوا الْقُرْآنَ مِنْ
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ قرآن چار شخصوں سے پڑھو۔ عبداللہ بن مسعود
أَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَبَدَأَ بِهٖ وَسَالِمٍ مَوْلٰى
سے حضور نے پہلے انھیں کا نام لیا اور ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم سے اور
أَبِيْ حُذَيْفَةَ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ وَلَا أَدْرِيْ
ابی بن کعب اور معاذ بن جبل سے۔ مسروق نے کہا مجھے یاد نہیں کہ پہلے ابی بن کعب
بَدَأَ بِأُبَيٍّ أَوْ مُعَاذٍ بْنِ جَبَلٍ ؏
کا نام لیا تھا یا معاذ بن جبل کا۔

## بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ص۵۳۱

حضرت عبداللہ بن مسعود کے فضائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۹۸۱ حدیث عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ سَأَلْنَا حُذَيْفَةَ
عبدالرحمن بن یزید نے کہا میں نے حذیفہ سے پوچھا ایسے شخص کے
عَنْ رَجُلٍ قَرِيْبِ السَّمْتِ وَالْهَدْيِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
بارے میں جو صورت اور سیرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہوتا
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى نَأْخُذَ عَنْهُ قَالَ مَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَقْرَبَ

کہ ہم اس سے کچھ حاصل کریں تو انھوں نے فرمایا میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو

؏ مناقب عبداللہ بن مسعود ص۵۳۱۔ کتاب مناقب الانصار باب مناقب معاذ بن جبل ص۵۳۶
باب مناقب ابی بن کعب ص۵۳۷۔ ثانی کتاب فضائل القرآن باب القراء من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۷۴۸

سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ[1]

ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعود سے زیادہ صورت اور سیرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہو۔

۱۹۸۲ حدیث ثَنِي الْأَسْوَدُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ

اسود بن یزید نے کہا کہ میں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے سنا

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَدِمْتُ أَنَا وَأَخِي مِنَ الْيَمَنِ فَمَكَثْنَا

کہ میں اور میرے بھائی یمن سے (مدینہ) میں آئے زمانہ دراز تک ہم یہی جانتے

حِينًا مَا نَرَى إِلَّا أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ

رہے کہ عبداللہ بن مسعود اہل بیت میں سے ہیں کیونکہ ہم ان کو اور ان

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا نَرَى مِنْ دُخُولِهِ وَدُخُولِ

کی والدہ کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر میں بکثرت

أُمِّهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

آتے جاتے دیکھتے۔

## بَابُ ذِكْرِ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ[2] حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ۔

۱۹۸۳ حدیث عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ أَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَاءِ

ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ معاویہ نے عشار کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی وہاں ابن عباس

بِرَكْعَةٍ وَعِنْدَهُ مَوْلًى لِابْنِ عَبَّاسٍ فَأَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ

کے ایک غلام (کریب) موجود تھے وہ حضرت ابن عباس کے پاس آئے (اور اس کو بیان کیا) تو حضرت ابن

دَعْهُ فَإِنَّهُ قَدْ صَحِبَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

عباس نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے۔

**تشریحات ۱۹۸۳** اس کے متصل ہی یہی حدیث ان الفاظ میں مروی ہے ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں آپ کی امیر المومنین معاویہ کے بارے میں کیا رائے ہے وہ ایک ہی رکعت وتر پڑھتے ہیں تو ابن عباس نے فرمایا کہ انھوں نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا اس لئے کہ وہ فقیہ ہیں۔

---

[1] ثانی ادب باب البدی الصالح ص۹۰۱ ثانی مغازی باب قدوم الاشعریین ص۶۲۹

وتر کی نماز ایک رکعت ہے یا تین اس کی مفصل بحث تیسری جلد میں ہو چکی ہے۔
حضرت ابن عباس کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت معاویہ صحابی اور مجتہد ہیں انھوں نے اپنے اجتہاد سے یہی سمجھا کہ وتر کی ایک ہی رکعت ہے اس لئے ان پر کوئی مواخذہ نہیں انھوں نے جو کچھ کیا وہ کسی دلیل کی بنا پر کیا ہے جو ان کے پاس ہوگی مجتہد پر کسی کی تقلید واجب نہیں۔ بلکہ اسے کسی کی تقلید کرنا حرام ہے اسے اپنے اجتہاد ہی پر عمل کرنا واجب ہے اس لئے ان پر ایک رکعت وتر پڑھنے پر طعن درست نہیں۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فروعی مسائل میں اگر دلیل کی بنا پر اختلاف رائے ہو جائے تو ایک دوسرے پر طعن جائز نہیں بلکہ یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ وہ مستحق ثواب ہے۔ جس کی تائید خود حدیث سے ہوتی ہے کہ خطا کے باوجود ثواب کا مستحق ہے۔

۱۹۸۴ سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ اَبَانٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ اِنَّكُمْ
حدیث ۱۹۸۴ حمران بن ابان سے میں نے سنا کہ معاویہ نے کہا کہ تم لوگ ایک نماز پڑھتے ہو ہم لوگ
لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوةً لَقَدْ صَحِبْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہم نے حضور کو یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں
رَاَيْنَاهُ يُصَلِّيْهِمَا وَلَقَدْ نَهٰى عَنْهُمَا يَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ۔
دیکھا۔ اور حضور نے ان دونوں سے منع فرمایا ہے۔ یعنی عصر کے بعد کی دو رکعتوں سے۔

تشریح ۱۹۸۴ عصر کے بعد نفل نماز مکروہ ہے اس پر اتفاق ہے جس پر پورا کلام کتاب الصلوٰۃ میں گذر چکا ہے ——— ان تینوں حدیثوں سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو فضیلتیں ثابت ہوئیں ایک تو یہ کہ وہ صحابی تھے اور یہ اعلیٰ درجہ کی فضیلت ہے دوسرے یہ کہ وہ فقیہ تھے یہ بھی اعلیٰ درجہ کی فضیلت ہے۔ غالباً حضرت معاویہ کے فضائل میں جو احادیث مرفوعہ آئی ہیں وہ امام بخاری کی شرط پر اس لائق نہ ہوں گی کہ وہ انھیں اس اپنی اصح کتب بعد کتاب اللہ میں درج کرتے۔ ورنہ حقیقت میں حضرت معاویہ کے فضائل میں متعدد مرفوع صحیح حدیثیں وارد ہیں۔

باب مَنَاقِبِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ص۵۳۲ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل
اس باب میں حضرت امام بخاری نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں یہ دونوں حدیثیں گذر چکی ہیں۔

باب فَضْلِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ص۵۳۲ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت کا بیان۔

۱۹۸۵ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ

**حدیث** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر

یَقُوْلُ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَی النِّسَاءِ کَفَضْلِ الثَّرِیْدِ عَلٰی سَائِرِ الطَّعَامِ علہ

ایسے ہی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔

۱۹۸۶ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ اَنَّ عَائِشَةَ اِشْتَكَتْ فَجَاءَ ابْنُ

**حدیث** قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار ہوئیں تو ابن

عَبَّاسٍ فَقَالَ یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ تَقْدَمِیْنَ عَلٰی فَرَطِ صِدْقٍ عَلٰی رَسُوْلِ

عباس خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے ام المومنین! آپ سچے پیش رو کے پاس

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اَبِیْ بَكْرٍ۔

جا رہی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر کے پاس۔

**تشریحات** ۱۹۸۶ کتاب التفسیر میں یہ حدیث مفصل یوں ہے کہ حضرت ابن عباس نے ام المومنین کی وفات سے قبل جب کہ وہ سخت علیل تھیں حاضری کی اجازت طلب کی تو ام المومنین نے فرمایا مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ میری تعریف کریں گے عرض کیا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے صاحبزادے سربرآوردہ لوگوں میں ہیں (اجازت مرحمت فرمادیں) فرمایا انھیں اجازت دے دو۔ حاضر ہو کر انھوں نے عرض کیا آپ اپنے آپ کو کیسا پاتی ہیں فرمایا بہتر اگر میں نے تقویٰ اختیار کیا ہو۔ ابن عباس نے عرض کیا انشاء اللہ آپ خیر ہی کے ساتھ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ ہیں آپ کے علاوہ کسی اور کنواری عورت سے حضور نے نکاح نہیں فرمایا اور آپ کا عذر آسمان سے اترا۔ ان کے جانے کے بعد ابن زبیر آئے تو ام المومنین نے فرمایا ابن عباس آئے تھے انھوں نے میری تعریف کی اور میری خواہش ہے کہ میں نسیاً منسیاً ہوتی۔

۱۹۸ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَ عَلِیٌّ عَمَّارًا وَالْحَسَنَ

**حدیث** ابو وائل نے کہا جب حضرت علی نے حضرت عمار اور حضرت حسن کو کوفہ

علہ ثانی الاطعمہ باب الثرید ۸۱۵ باب ذکر الطعام ص ۸۱۶

إِلَى الْكُوفَةِ لِيَسْتَنْفِرَهُمْ خَطَبَ عَمَّارٌ فَقَالَ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّهَا

بھیجا تاکہ کوفہ والوں کو ان کی حمایت میں نکلنے پر آمادہ کریں اس وقت حضرت عمار نے یہ

زَوْجَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَكِنَّ اللهَ ابْتَلَاكُمْ لِتَتَّبِعُوهُ

خطبہ دیا - میں یقین سے جانتا ہوں کہ وہ دنیا اور آخرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں

أَوْ إِيَّاهَا ۔ع۵

لیکن اللہ نے تمہیں آزمایا ہے کہ تم لوگ حضرت علی کی اتباع کرتے ہو یا ام المومنین کی ۔

**تشریحات ۱۹۸۷** یہ حدیث کتاب الفتن میں ابو مریم عبد اللہ بن زیاد اسدی کی روایت سے مفصل یوں ہے (جنگ جمل کے موقع پر جب طلحہ اور زبیر اور عائشہ بصرہ کی جانب چلے تو حضرت علی نے عمار بن یاسر اور حسن بن علی کو کوفہ بھیجا یہ لوگ کوفہ ہمارے پاس آئے اور منبر پر چڑھے حسن بن علی منبر کے اوپر سب سے اونچے درجے پہ تھے۔ عمار ان سے نیچے تھے ہم سب وہاں اکٹھا ہوئے میں نے عمار کو یہ کہتے ہوئے سنا عائشہ بصرہ کی جانب گئی ہیں بخدا بیشک وہ تمہارے نبی کی دنیا اور آخرت میں زوجہ ہیں لیکن اللہ نے تم لوگوں کو آزمایا ہے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ تم لوگ حضرت علی کی اطاعت کرتے ہو یا ام المومنین کی ۔ یقیناً بڑا سخت اور نازک مرحلہ تھا ایک طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم اور داماد تھے۔ جن کے اسلام کی نشر و اشاعت اور بقا و تحفظ میں بڑے اہم کارنامے تھے جنھیں اہل حل وعقد نے خلیفہ منتخب کر لیا تھا دوسری طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین رفیقۂ حیات تھیں جن کی عظمت وجلالت ہر مسلمان کے دل میں جاگزیں تھی جنھیں ہر مسلمان حتیٰ کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ام المومنین کہتے تھے ــــ اس نازک مرحلہ پر کسی ایک کے خلاف تلوار اٹھاتے ہوئے سب کے دل لرز رہے تھے لیکن بہر حال حق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا اور حضرت ام المومنین کو لوگوں نے بدگمان کر دیا تھا اس لئے جنھوں نے حضرت علی کا ساتھ دیا انھوں نے وقت پر اہم فرض کو ادا کیا گذر چکا کہ جنگ سے قبل سنجیدہ افراد نے حضرت علی اور حضرت ام المومنین کے درمیان پڑ کر حضرت ام المومنین کی تمام غلط فہمیاں دور کر دی تھیں طے ہو گیا تھا کہ اب لڑائی نہ ہوگی دونوں فریق واپس چلے جائیں گے مگر سبائی شر پسندوں نے جب دیکھا کہ بنا بنایا کھیل بگڑ رہا ہے اور اب نہ ہم گھر کے ہوں گے نہ گھاٹ کے تو انھوں نے رات کے پچھلے پہر اندھیرے میں شور مچایا ــــ ایک طرف یہ کہ حضرت علی نے حملہ کر دیا دوسری طرف یہ کہ ام المومنین نے حملہ کر دیا۔ اس طرح یہ آپسی پہلی وہ خونریز جنگ ہو گئی جس نے مسلمانوں

---

ع۵ ثانی تفسیر سورہ نور باب ولولا اذ سمعتموہ قلتم الآیہ ص۶۹۸ ع۵ ثانی فتن باب ص ــــ

کی بنیادیں ہلادیں اور ایسی ہلادیں کہ آج تک جم نہ سکیں وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۔

۱۹۸۸ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

**حدیث** عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

لَمَّا كَانَ فِيْ مَرَضِهٖ جَعَلَ يَدُوْرُ فِيْ نِسَائِهٖ وَيَقُوْلُ اَيْنَ اَنَا غَدًا

وسلم بیمار ہوئے تو اپنی ازواج کی باری پر ان کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور پوچھتے

اَيْنَ اَنَا غَدًا حِرْصًا عَلٰى بَيْتِ عَائِشَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَمَّا كَانَ

تھے میں کل کہاں رہوں گا میں کل کہاں رہوں گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری کے شوق میں حضرت

يَوْمِيْ سَكَنَ۔

عائشہ نے کہا جب میری باری کا دن آیا تو حضور کو سکون حاصل ہوگیا۔

## بَابُ مَنَاقِبِ الْاَنْصَارِ ص۵۳۳ انصار کے فضائل

۱۹۸۹ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ اَرَاَيْتَ اِسْمَ

**حدیث** غیلان بن جریر نے کہا کہ میں نے حضرت انس سے پوچھا بتائیے آپ لوگوں

الْاَنْصَارِ كُنْتُمْ تُسَمَّوْنَ بِهٖ اَمْ سَمَّاكُمُ اللّٰهُ قَالَ بَلْ سَمَّانَا اللّٰهُ كُنَّا

نے اپنا نام انصار خود رکھا یا اللہ نے رکھا ہے تو انھوں نے کہا بلکہ اللہ نے رکھا ہے۔

نَدْخُلُ عَلٰى اَنَسٍ فَيُحَدِّثُنَا بِمَنَاقِبِ الْاَنْصَارِ وَمَشَاهِدِهِمْ

ہم انس کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے وہ انصار کے فضائل اور ان کے جنگی

وَيُقْبِلُ عَلَيَّ اَوْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَزْدِ فَيَقُوْلُ فَعَلَ قَوْمُكَ يَوْمَ

کارنامے ہم سے بیان کرتے اور میری طرف یا ازد کے کسی شخص کی طرف منھ کرکے فرماتے

كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا عه

تیری قوم نے فلاں دن یہ کیا اور یہ کیا یہ کیا اور یہ کیا۔

**تشریحات** ۱۹۸۹ انصار ناصر کی جمع ہے جیسے صاحب کی جمع اصحاب یا نصیر کی جمع ہے جیسے شریف کی اشراف۔ اسی سے انصاری ہے خلاف قیاس۔ اوس وخزرج کی اولاد

عه باب ایام الجاهلية ص۵۴۲

اوران کے حلفاء اوران کے موالی پر انصار کا اطلاق ہوتا ہے۔
وفعل قومك ۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت انس ہمارے قوم کے ان کارناموں کو بیان فرماتے جو اسلام کی حمایت میں انجام دیئے تھے۔

۱۹۹۰ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اللہ نے جنگ بعاث

قَالَتْ كَانَ يَوْمُ بُعَاثٍ يَوْمًا قَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

کو اپنے رسول کی کامیابی کا پیش خیمہ بنادیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ

وَسَلَّمَ فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ افْتَرَقَ

تشریف لائے تو ان کی جماعت متفرق ہو چکی تھی ان کے سردار مارڈالے گئے تھے

مَلَؤُهُمْ وَقُتِلَتْ سَرَوَاتُهُمْ وَجُرِحُوْا فَقَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ

اور وہ مجروح ہو چکے تھے اللہ نے اسے اپنے رسول کی کامیابی کے لئے انصار

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دُخُوْلِهِمْ فِي الْاِسْلَامِ عه

کے اسلام میں داخل ہونے کا پیش خیمہ بنا دیا۔

۱۹۹۰ تشریحات بعاث ۔ یہ ایک جگہ یا قلعہ کا نام ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کھیت تھا جو مدینہ طیبہ سے دو میل کے فاصلے پر بنی قریظہ کی بستی کے پاس ہے۔ یہاں ہجرت سے پانچ سال قبل اوس وخزرج کے درمیان ایک بہت ہی تباہ کن جنگ ہوئی تھی جس میں دونوں قبیلوں کے بڑے بڑے سردار اور جنگ... جو افراد مارڈالے گئے تھے اوس کے سردار حضیر تھے جن کو حضیر الکتائب بھی کہا جاتا ہے یہ بھی جنگ میں مارڈالے گئے اور خزرج کا سردار عمرو بن نعمان بیاضی تھا یہ بھی مارڈالا گیا۔ ابتداءً خزرج کا پلہ بھاری تھا مگر حضیر کی تدبیر اور شجاعت اور بار بار جوش دلانے کی بدولت اخیر میں اوس غالب رہے ۔ اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ دونوں قبائل میں یہ بات طے تھی کہ اگر کوئی اصل حریف کو قتل کردے۔ تو اصیل کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ اوس کے ایک شخص نے خزرج کے ایک حریف کو قتل کردیا خزرج نے اس کا قصاص لینا چاہا۔ اوس نے انکار کردیا جس پر لڑائی چھڑ گئی جس میں دونوں قبیلوں کے بڑے بڑے سردار مارڈالے گئے اور دونوں قبیلے کا زور ختم ہوگیا جو سبب بنا انصار کرام کے اسلام لانے کا جس کی قدرے تفصیل

---

عه مناقب الانصار باب القسامه فی الجاهلیه ص۵۴۲ باب مقدم النبی واصحابه فی المدینه ص۵۵۹

جلد اول میں بیعت عقبہ کے بیان میں ہو چکی ہے۔

**بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ مِنَ الْأَنْصَارِ** صـ۵۳۳

حضور کا ارشاد، اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار سے ہوتا۔

**۱۹۹۱ حدیث** عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں یا یہ کہا فرمایا

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى

ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگر انصار کسی نالے یا گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کے

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّ الْأَنْصَارَ سَلَكُوا وَادِيًا أَوْ شِعْبًا

نالے میں چلوں گا اور اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا اس پر حضرت

لَسَلَكْتُ فِي وَادِي الْأَنْصَارِ وَلَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِّنَ

ابو ہریرہ نے فرمایا حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ غلط نہیں فرمایا

الْأَنْصَارِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ مَا ظَلَمَ يَأْبِي وَأُمِّي آوَوْهُ وَنَصَرُوهُ

ان پر میرے ماں باپ قربان۔ انصار کرام نے حضور کو پناہ دی اور حضور کی مدد کی یا

أَوْ كَلِمَةً أُخْرٰى عه

ابو ہریرہ نے کوئی اور لفظ کہا تھا۔

**بَابُ حُبِّ الْأَنْصَارِ** صـ۵۳۴

انصار کی محبت کا بیان۔

**۱۹۹۲ حدیث** أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ

عدی بن ثابت نے کہا کہ میں نے براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا انھوں نے

تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ

کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔ یا یہ کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا

فرمایا انصار سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور انصار سے سوائے منافق کے کوئی بغض

عه کتاب التمنی باب ما یجوز من اللو وقولہ تعالیٰ ص۱۰۷۶ دو طریقہ سے مسلم کتاب الایمان، مسند امام احمد ج ۴ ص۸۳۔

مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ

نہیں رکھے گا جو انصار سے محبت رکھے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا اور جو انصار سے

أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللّٰهُ۔

بغض رکھے اللہ تعالیٰ اسے ناپسند فرماتے گا۔

**تشریحات ۱۹۹۲** مراد یہ ہے کہ انصار کرام سے انصاری ہونے کی بنا پر محبت رکھنا مومن ہونے کی علامت ہے اور انصار سے انصاری ہونے کی بنا پر بغض رکھنا منافق ہونے کی نشانی ہے اس لئے کہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ انصار کرام سے اسلام کی حمایت و نصرت کی بنا پر بغض رکھ رہا ہے جو حقیقت میں اسلام سے بغض کی دلیل ہے۔

**بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْأَنْصَارِ أَنْتُمْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ** ص۵۳۴

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار کرام سے اس ارشاد کا بیان۔ تم مجھے سب سے زیادہ پیارے ہو۔

**حدیث ۱۹۹۳** عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ عورتوں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانَ مُقْبِلِينَ قَالَ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ

اور بچوں کو آتے ہوئے دیکھا۔ راوی نے کہا میرا گمان ہے کہ انھوں نے کہا

مِنْ عُرْسٍ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُمَثِّلًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ

تھا شادی میں شریک ہوکر تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے کھڑے ہوگئے اور فرمایا

أَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ قَالَهَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ عه

تم لوگ مجھے سب سے زیادہ پیارے ہو اسے تین مرتبہ فرمایا۔

**حدیث ۱۹۹۴** أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ایک انصاری خاتون رسول

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى رَسُولِ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان کے ساتھ ان کا بچہ تھا۔ رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَهَا فَكَلَّمَهَا رَسُولُ اللّٰهِ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بات چیت کی اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں

عه ثانی نکاح باب ذھاب النساء والصبیان الی العرس ص۷۷۸

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ إِنَّكُمْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ مَرَّتَيْنِ[ع]

میری جان ہے تم لوگ مجھے سب سے زیادہ پیارے ہو دو مرتبہ فرمایا۔

## بَابُ اتِّبَاعِ الْأَنْصَارِ صـ۵۳۴ انصار کے متبعین کا بیان

**۱۹۹۵ حدیث** سَمِعْتُ أَبَا حَمْزَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَتِ الْأَنْصَارُ

(ایک انصاری بزرگ) ابو حمزہ سے میں نے سنا وہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے

يَا رَسُولَ اللّٰهِ لِكُلِّ نَبِيٍّ أَتْبَاعٌ وَإِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاكَ فَادْعُ اللّٰهَ

روایت کرتے ہیں کہ انصار نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ نبی کے متبعین ہیں اور ہم نے حضور کی اتباع

أَنْ يَجْعَلَ أَتْبَاعَنَا مِنْكَ فَدَعَا بِهٖ فَنَمَيْتُ ذٰلِكَ إِلَى بْنِ أَبِي

کی اللہ سے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے آپ کے متبعین پیدا فرمادے تو حضور نے یہ دعا فرمائی میں

لَيْلٰى قَالَ قَدْ زَعَمَ ذٰلِكَ زَيْدٌ۔

نے اسے ابن ابی لیلیٰ کے سامنے بیان کیا تو انھوں نے کہا زید نے یہ بات کہی ہے۔

**۱۹۹۵ تشریحات** انصار کرام کی درخواست کا مقصد یہ تھا کہ جیسے ہم نے حضور کی اتباع کی اسی طرح ہمارے بعد ایسے لوگوں کو پیدا فرما جو ہماری اتباع کریں یعنی ہماری طرح حضور کی اتباع کریں جس پر اس کے بعد والی روایت کا یہ جملہ نص ہے۔ کہ انصار نے یہ عرض کیا تھا کہ ــــــ فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَ أَتْبَاعَنَا مِنَّا ــــــ ان کی درخواست پر حضور نے یہ دعا فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ أَتْبَاعَهُمْ مِنْهُمْ۔

زعم۔ قال کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ اس روایت میں یہی معنیٰ متعین ہے ــــــ زید نام کے کئی صحابی تھے تعیین کرنے کے لئے دوسری روایت میں شعبہ کا یہ قول نقل فرمایا کہ یہ زید بن ارقم ہی ہیں۔

## بَابُ فَضْلِ دُوْرِ الْأَنْصَارِ صـ۵۳۴ انصار کرام کے گھروں کی فضیلت کا باب

**۱۹۹۶ حدیث** عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابو اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

ع ثانی النکاح باب ما یجوز ان یخلو الرجل للمرأۃ صـ۷۷۸ ثانی کتاب الایمان والنذور باب کیف کان یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم صـ۹۸۳

قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ دُوْرِ الْأَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ

فرمایا انصار کے گھروں میں سب سے بہتر بنو النجار ہیں پھر بنی عبدالاشہل

ثُمَّ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ

ہیں ۔ پھر بنو حارث بن خزرج ہیں پھر بنو ساعدہ ہیں اور انصار

وَفِيْ كُلِّ دُوْرِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ وَفِيْ كُلِّ دُوْرِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ فَقَالَ

کے ہر گھر میں بہتری ہے ۔ اس پر حضرت سعد بن عبادہ نے کہا کہ میں دیکھ

سَعْدٌ مَا أَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَدْ فَضَّلَ عَلَيْنَا

رہا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر دوسروں کو فضیلت دی ۔ اس پر کہا گیا کہ

فَقِيْلَ قَدْ فَضَّلَكُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ عه

تم کو بہت سے لوگوں پر فضیلت دی ۔

1996

**تشریحات** ان قبائل میں سے بنو النجار اور بنو ساعدہ خزرج کی شاخیں ہیں اور بنو عبدالاشہل اور بنو حارث بن خزرج اوس کی شاخیں ہیں بنو النجار میں حضرت عبدالمطلب کا ننہال تھا ان کے والد حضرت ہاشم شام تجارت کے لئے جاتے ہوئے کچھ دن مدینہ طیبہ ٹھہرے تھے اور بنو النجار کی ایک خاتون سلمیٰ نامی سے شادی کر لی تھی ۔ انھیں کے بطن سے حضرت عبدالمطلب ہیں ۔

بعض روایتوں میں بنو عبدالاشہل کا سب سے پہلے ذکر ہے مگر راجح اور مختار یہی ہے کہ سب سے مقدم بنو النجار ہیں ان کی یہ دو اہم خصوصیتیں ہیں ۔ ایک تو یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جد کریم کی ننہال ہے ۔ دوسرے یہ کہ مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد بنو النجار ہی میں قیام فرمایا تھا ۔ حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بنو نجار ہی کے چشم و چراغ تھے ۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس پر رشک ہوا کہ ان کے قبیلے سے تین قبائل کو مقدم رکھا اس کے بعد والی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابو اسید نے حضرت سعد سے یہ کہا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی ایک دوسرے پر برتری بیان فرمائی ہے ۔ اور ہمیں سب سے اخیر میں کر دیا ہے یہ سن کر حضرت سعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ! حضور نے انصار کے گھروں کی ایک دوسرے پر فضیلت و برتری

---

عه ثانی کتاب الادب باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر دور الانصار ص ۸۹۴

بیان فرمائی ہے۔ اور ہمیں سب سے آخر میں کر دیا تو حضور نے فرمایا کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ بہترین لوگوں میں تم بھی ہو۔

**بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْأَنْصَارِ اِصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ** ص۵۳۵

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انصار سے یہ ارشاد صبر کرو یہاں تک کہ مجھ سے حوض پر ملو۔

۱۹۹۷ **حدیث** عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلَا تَسْتَعْمِلُنِيْ كَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا قَالَ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ اَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ عه

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور مجھے کیوں نہیں عامل بناتے جیسا کہ فلاں کو بنایا ہے۔ فرمایا تم لوگ میرے بعد ترجیحی سلوک دیکھو گے اس وقت صبر کرنا یہاں تک مجھ سے حوض پر ملو۔

**تشریحات ۱۹۹۷** انصار کرام کی غالب اکثریت کاشتکار تھی حکومت چلانے کے لئے جس درجہ کی فہم وذکا درکار تھی وہ مہاجرین کرام میں زیادہ تھی اس لئے ملکی مناصب پر زیادہ تر خود عہد رسالت میں مہاجرین ہی فائز کئے گئے اور خلفائے راشدین کے عہد مبارک میں بھی یہ ہوا اس پر انصار کرام کا دل شکستہ ہونا ایک فطری بات تھی اس لئے ان کی تسلی تشفی کے لئے وہ ارشاد فرمایا۔

**بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْلِحِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ** ص۵۳۵

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا انصار اور مہاجرین کو درست رکھ۔

۱۹۹۸ **حدیث** عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ نَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَحْفِرُ الْخَنْدَقَ وَنَنْقُلُ التُّرَابَ

حضرت سہل (بن سعد ساعدی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم خندق کھود رہے تھے اور اپنے

عه ثانی کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ستروں بعدی امورا تنکرونھا ص۱۰۴۶

عَلٰی اَکْتَافِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اَللّٰھُمَّ لَا
شانوں پر مٹی ڈھو رہے تھے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ نے فرمایا۔ اے اللہ
عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ فَاغْفِرِ الْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارَ ع۱
عیش صرف آخرت کا عیش ہے۔ مہاجرین اور انصار کو بخش دے۔

1998

**تشریحات** اس دعا میں چار کلمات مروی ہیں۔ فاصلح، فاکرم، وارحم، واغفر، اور ان سب میں کوئی منافات نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ بار بار تکرار فرمایا ہو۔ کبھی یہ فرمایا ہو کبھی وہ۔ اسی طرح کلمات کی ترتیب میں بھی اختلاف ہے۔ عام روایت میں الانصار مقدم ہے اور بجائے مہاجرین کے مہاجرہ ہے۔ لیکن اس روایت میں بجائے المہاجرہ کے مہاجرین ہے اور یہ انصار پر مقدم ہے۔

**بَابُ وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ** ص ۵۳۵ — اس بات کا بیان (کہ انصار کرام) اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انھیں فاقہ ہو۔

1999 **حدیث** عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا اَتَی
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب
النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ اِلٰی نِسَائِہٖ فَقُلْنَ مَا مَعَنَا اِلَّا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (وہ بھوکے تھے) حضور نے اپنی ازواج کے
الْمَاءُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَضُمُّ اَوْ
پاس آدمی بھیجا ازواج مطہرات نے عرض کیا ہمارے پاس پانی کے سوا اور کچھ نہیں تو رسول اللہ
یُضِیْفُ ھٰذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَا فَانْطَلَقَ بِہٖ اِلٰی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی کون مہمانی کرے گا تو ایک انصاری نے عرض
اِمْرَاَتِہٖ فَقَالَ اَکْرِمِیْ ضَیْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
کیا میں یہ اس شخص کو اپنی بیوی کے پاس لے کر آئے اور کہا کہ رسول اللہ
فَقَالَتْ مَا عِنْدَنَا اِلَّا قُوْتُ صِبْیَانِیْ فَقَالَ ھَیِّئِیْ طَعَامَکِ وَاَصْبِحِیْ
صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کی اچھی طرح خاطر داری کر ان کی بیوی نے

ع۱ ثانی کتاب الرقاق باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا عیش الا عیش الآخرہ ص ۹۴۹
ثانی کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب ص ۵۸۸

سِرَاجَكِ وَنَوِّمِي صِبْيَانَكِ إِذَا أَرَادُوا عَشَاءً۔ فَهَيَّأَتْ طَعَامَهَا

کہا ہمارے پاس صرف بچوں کے کھانے بھر ہے۔ انھوں نے کہا کھانا تیار کر اور چراغ جلا اور

وَأَصْبَحَتْ سِرَاجَهَا وَنَوَّمَتْ صِبْيَانَهَا ثُمَّ قَامَتْ كَأَنَّهَا تُصْلِحُ

جب کھانے کا وقت ہو تو بچوں کو سلا دے اس خاتون نے کھانا تیار کیا چراغ جلایا اور بچوں کو سلا دیا

سِرَاجَهَا فَأَطْفَأَتْهُ فَجَعَلَ يُرِيَانِهِ أَنَّهُمَا يَأْكُلَانِ فَبَاتَا طَاوِيَيْنِ

پھر کھڑی ہوئیں ایسا ظاہر کیا کہ چراغ ٹھیک کر رہی ہیں اور اسے بجھا دیا۔ (دونوں مہمان کے ساتھ)

فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِكَ

کھانے پر بیٹھ گئے۔ مہمان کو یہ دکھاتے رہے کہ وہ دونوں کھا رہے ہیں (حالانکہ کچھ نہیں کھایا)

اللّٰهُ اللَّيْلَةَ أَوْ عَجِبَ مِنْ فَعَالِكُمَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ وَيُؤْثِرُونَ عَلَى

بھوکے رہ کر رات گذاری صبح کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو

أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ

حضور نے فرمایا۔ رات کو اللہ تعالیٰ تمہارے فعل سے خوش ہو گیا اور اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور یہ لوگ اپنے اوپر

فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ع۔

دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ انھیں فاقہ ہو۔ اور جو لوگ نفس کے بخل سے محفوظ رہے۔ وہی کامیاب ہیں۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوا عَنْ مُسِيْئِهِمْ ص ۵۳۶

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان۔ انصار کے نیکوکاروں کو قبول کرو اور لغزش کرنے والوں سے درگذر کرو۔

۲۰۰۰ حدیث عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ حضرت ابو بکر اور

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ مَرَّ أَبُو بَكْرٍ وَالْعَبَّاسُ بِمَجْلِسٍ

عباس انصار کی ایک مجلس پر گذرے۔ دیکھا کہ وہ لوگ رو رہے ہیں تو پوچھا کیوں

مِنْ مَجَالِسِ الْأَنْصَارِ وَهُمْ يَبْكُونَ فَقَالَ مَا يُبْكِيكُمْ قَالُوا

رو رہے ہو! ان لوگوں نے کہا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ع ثانی کتاب التفسیر باب ویؤثرون علیٰ انفسھم ص ۷۲۵

ذَكَرْنَا مَجْلِسَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَّا فَدَخَلَ عَلَى
کا ہمارے ساتھ اٹھنا بیٹھنا یاد آگیا ہے تو وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ بِذٰلِكَ قَالَ فَخَرَجَ
وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور کو بتایا۔ یہ سن کر نبی صلی
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ عَصَبَ عَلٰى رَاْسِهٖ
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور حضور اپنے سر پر چادر کے کنارے
حَاشِيَةَ بُرْدٍ قَالَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ وَلَمْ يَصْعَدْهُ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ
کی پٹی باندھے ہوئے تھے۔ حضور منبر پر چڑھے، اس کے بعد پھر کبھی نہیں چڑھے
فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اُوْصِيْكُمْ بِالْاَنْصَارِ فَاِنَّهُمْ
پھر اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا، میں تم لوگوں کو انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں اس
كَرِشِيْ وَعَيْبَتِيْ وَقَدْ قَضَوُا الَّذِيْ عَلَيْهِمْ وَبَقِيَ الَّذِيْ لَهُمْ
لئے کہ یہ لوگ میرے لئے بمنزلہ معدہ اور زنبیل کے ہیں ان پر جو واجب تھا وہ انھوں نے ادا
فَاقْبَلُوْا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِيْئِهِمْ ؏
کرلیا اور جس ثواب کے وہ مستحق ہیں وہ باقی ہے تو ان کے نیکوکاروں کو قبول کرو اور لغزش کرنے والوں سے درگزر کرو

**تشریحات** انصار کرام سے ان دو بزرگوں میں سے کسی نے پوچھا تھا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کس نے خبر دی تھی اس کی تعیین نہیں ہو سکی، یہ واقعہ مرض وصال میں ہوا تھا جیسا کہ خود اس روایت سے ظاہر ہے کہ فرمایا کہ اس کے بعد پھر حضور منبر پر نہیں چڑھے "کتاب الصلوٰۃ" میں ہم تفصیل سے یہ بتا آئے ہیں کہ مرض وصال میں کتنی بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تھے، انصار کرام کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا معدہ اور زنبیل فرمایا اس سے مراد قوت اور رازدار ہونا ہے، معدے میں غذا جمع ہوتی ہے جسے ہضم کر کے معدہ پورے جسم کو غذا پہونچاتا ہے جس سے جسم کی نشو و نما ہوتی ہے اور قوت پہنچتی ہے، زنبیل میں انسان اپنے پسندیدہ اموال رکھتا ہے جو اس کے زندگی کے اسباب میں سے ہیں معدہ باطنی قوت کا مخزن ہے اور زنبیل ظاہری قوت کا، اب مطلب یہ ہوا کہ انصار کرام میری باطنی اور ظاہری دونوں قوت کے مخزن ہیں۔ یہ بطور تواضع باعتبار ظاہر کے فرمایا ورنہ حقیقت

---

؏ اس کے متصل ہی۔ نسائی، مناقب،

میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سارے عالم سے مستغنی ہیں۔ انصار کرام نے لیلۃ العقبیٰ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امداد و اعانت کا وعدہ کیا تھا، اسے انھوں نے کما حقہٗ پورا کیا اسی کو فرمایا " قد قضوا ما علیھم" اس کا ثواب باقی ہے اس کو " وبقی الذی لھم" سے واضح فرمایا۔

**بَابُ مَنْقَبَةِ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ وَعَبَّادِ بْنِ بِشْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔** ص ۵۳۱

اسید بن حضیر اور عباد بن بشر کی فضیلت۔

**۲۰۰۱ حدیث** عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلَيْنِ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ وَاِذَا نُوْرٌ بَيْنَ اَيْدِيْهِمَا حَتّٰى تَفَرَّقَ فَتَفَرَّقَ النُّوْرُ مَعَهُمَا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اندھیری رات میں دو صاحبان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت سے باہر آئے تو ایک روشنی ان دونوں کے آگے تھی جب دونوں الگ ہو گئے تو روشنی بھی دونوں کے ساتھ ہو گئی۔

**۲۰۰۱ تشریحات** اس حدیث میں ان دونوں صاحبان کا نام مذکور نہیں، مگر امام بخاری نے تعلیقاً بطریق معمر حضرت انس ہی سے ایک روایت یہ کی ہے کہ اسید بن حضیر اور ایک صاحب انصار میں سے اور بطریق حماد یہ روایت کیا ہے کہ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، اسی بنا پر امام بخاری نے باب میں ان دونوں کا نام ذکر فرمایا ہے۔ پہلی تعلیق کو امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں اس تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ اسید بن حضیر اور انصار میں سے ایک صاحب اندھیری رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بات کرتے رہے یہاں تک کہ رات کا ایک حصہ گذر گیا پھر وہاں سے نکلے، دونوں کے ہاتھ میں عصا تھا، ایک کا عصا روشن ہو گیا اتنا کہ اس کی روشنی میں دونوں نے راستہ طے کیا، جب دونوں کا راستہ الگ الگ ہوا تو دوسرے کا عصا بھی روشن ہو گیا، دونوں اپنے عصا کی روشنی میں اپنے گھر پہونچے۔

اور دوسری تعلیق کو امام احمد[1] نے مسند میں اور امام حاکم نے مستدرک میں اس لفظ سے روایت کیا ہے۔ کہ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر ایک سخت اندھیری رات میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے۔

---

[1] مسند امام احمد جلد ۳ ص ۱۳۸۔

بَابُ مَنَاقِبِ أُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ص۵۳۷

حضرت ابی ابن کعب کے مناقب کا بیان۔

۲۰۰۲ حدیث عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَسَلَّمَ لِاُبَيٍّ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَقْرَأَ عَلَيْكَ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ

وسلم نے حضرت اُبَی سے فرمایا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں لم یکن الذین کفروا پڑھ کر سناؤں

كَفَرُوْا، قَالَ وَسَمَّانِيْ قَالَ نَعَمْ فَبَكٰى ع۱

انھوں نے عرض کیا اور اللہ نے میرا نام لیا ہے۔ فرمایا ہاں! اس پر وہ خوشی میں رو پڑے۔

۲۰۰۲ تشریحات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ حکم اس لئے دیا گیا تھا کہ حضرت ابی ابن کعب اسے بغور سنیں اس کے تلفظ کی ادائیگی محفوظ رکھیں وقف وصل کو ذہن نشین کرلیں اور تاکہ قرآن مجید کا دوسرے کو سنانا مشروع ہو جائے اگرچہ سامع قاری سے رتبے میں کم ہو، اس لئے نہیں تھا کہ معاذ اللہ حضور ان سے کچھ حاصل کریں۔

بَابُ مَنَاقِبِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ ص۵۳۸

زید ابن ثابت کے فضائل۔

۲۰۰۳ حدیث عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ

کے زمانے میں چار حضرات نے قرآن جمع کیا تھا سب کے سب انصار کے تھے اُبَی اور معاذ

مِنَ الْاَنْصَارِ۔ اُبَيٌّ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَاَبُوْ زَيْدٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ

بن جبل اور ابو زید اور زید بن ثابت (قتادہ نے کہا) میں نے حضرت انس سے پوچھا

قُلْتُ لِاَنَسٍ مَنْ اَبُوْ زَيْدٍ قَالَ اَحَدُ عُمُوْمَتِيْ ع۲

کون ابو زید؟ فرمایا میرے چچا۔

ع۱ ثانی تفسیر سورۂ لم یکن ص۷۴۱ تین طریقے سے مسلم، صلوٰۃ، فضائل، ترمذی، مناقب، نسائی، مناقب، تفسیر، ع۲ ثانی فضائل قرآن باب القراء من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۷۴۸ دو طریقے سے مسلم فضائل، ترمذی، نسائی، مناقب

۲۰۰۳ **تشریحات** اس حدیث میں جمع قرآن سے مراد ترتیب کے ساتھ یاد کرلینا ہے، کسی ایک مصحف میں لکھنا مراد نہیں، یہ کام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جنگ یمامہ کے بعد انجام پذیر ہوا تھا۔ حضرت ابو زید کے نام کے بارے میں مختلف روایتیں آئی ہیں۔ ابن مدینی نے کہا کہ ان کا نام اوس تھا، یحیٰی بن معین نے کہا کہ ثابت بن زید بن مالک اشہلی، ایک قول یہ ہے سعد بن عبید بن نعمان تھا مغازی میں ہے، بدری صحابی تھے اور لاولد تھے، قادسیہ کی جنگ میں شریک ہوئے اور وہیں ۱۵ھ میں شہید ہوئے۔

**بَابُ** مَنَاقِبُ أَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ص۵۳۷ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے فضائل۔

۲۰۰۴ **حدیث** عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ انْهَزَمَ
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جنگ اُحد میں جب لوگ نبی
النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو طَلْحَةَ بَيْنَ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر منتشر ہو گئے تو ابو طلحہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُجَوِّبٌ عَلَيْهِ بِحَجَفَةٍ
سامنے موجود تھے ڈھال سے حضور پر آڑ کئے ہوئے تھے اور ابو طلحہ بہت عمدہ تیر انداز
لَهُ وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ رَجُلًا رَامِيًا شَدِيدَ الْقِدِّ يَكْسِرُ يَوْمَئِذٍ
تھے اس دن دو یا تین کمانیں ان سے ٹوٹی تھیں جب کوئی ترکش لے کر گذرتا تو حضور فرماتے
قَوْسَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً وَكَانَ الرَّجُلُ يَمُرُّ مَعَهُ الْجَعْبَةُ مِنَ النَّبْلِ
ابو طلحہ کے لئے تیر چھوڑ جاؤ۔ گردن اٹھا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فَيَقُولُ انْثُرْهَا لِأَبِي طَلْحَةَ فَأَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
دشمنوں کو دیکھتے تو ابو طلحہ کہتے آپ پر میرے ماں باپ قربان
يَنْظُرُ إِلَى الْقَوْمِ فَيَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ يَا نَبِيَّ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي لَا
گردن نہ اٹھائیں کہیں دشمن کا کوئی تیر نہ آپ کو لگ جائے میرا سینہ
تُشْرِفْ يُصِيبُكَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ الْقَوْمِ نَحْرِي دُونَ نَحْرِكَ
حضور کے سینے کے لئے آڑ ہے۔

۲۰۰۴ تشریحات جنگ احد میں ایک ایسا نازک مرحلہ بھی آن پڑا تھا کہ مسلمانوں میں ابتری پھیل گئی تھی اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس صرف چودہ جانباز موجود تھے جن میں ایک حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ جس کا تذکرہ اس حدیث میں کیا گیا ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ص ۵۳۸ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل

۲۰۰۵ حدیث عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَا سَمِعْتُ

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے سوائے عبداللہ بن سلام

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِاَحَدٍ يَمْشِيْ عَلَى الْاَرْضِ اَنَّهٗ

کے کسی زمین پر چلنے والے کے بارے میں حضور کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ وہ اہل جنت سے

مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ وَفِيْهِ نَزَلَتْ هٰذِهِ

ہے اور انھیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے بنی اسرائیل میں سے ایک

الْاٰيَةُ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ الْاٰيَةَ قَالَ لَا اَدْرِيْ

گواہ نے گواہی دی۔ راوی نے کہا مجھے یہ نہیں معلوم کہ آیت کا لفظ

قَالَ مَالِكٌ الْاٰيَةَ اَوْ فِي الْحَدِيْثِ عه

امام مالک نے اپنی طرف سے کہا ہے یا حدیث میں ہے۔

۲۰۰۵ تشریحات اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بہت سے حضرات کو جنت کی بشارت دی خصوصاً عشرہ مبشرہ کو جن میں خود حضرت سعد بھی داخل ہیں۔ علامہ ابن حجر نے اس کی یہ توجیہ فرمائی کہ حضرت سعد کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ آج کے بعد جتنے لوگ زمین پر چل رہے ہیں یعنی زندہ ہیں ان میں سے کسی کے بارے میں یہ نہیں فرمایا مگر پھر بھی یہ اشکال باقی ہے کہ حضرت سعد خود موجود تھے۔ اور حضرت سعید بن زید بھی باحیات تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۲۰۰۶ حدیث عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَّادٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ

حضرت قیس بن عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں مدینہ کی مسجد میں

عه مسلم، نسائی۔ فضائل

جَالِسًا فِی مَسْجِدِ الْمَدِیْنَةِ فَدَخَلَ رَجُلٌ عَلٰی وَجْهِهٖ اَثَرُ الْخُشُوْعِ

بیٹھا ہوا تھا کہ ایک صاحب آئے جن کے چہرہ پر خشوع کا نشان تھا لوگوں نے کہا یہ شخص

فَقَالُوْا هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَصَلّٰی رَكْعَتَیْنِ تَجَوَّزَ فِیْهِمَا

اہل جنت سے ہے۔ انھوں نے دو رکعت مختصر پڑھی پھر نکلے میں ان کے پیچھے چلا اور

ثُمَّ خَرَجَ وَتَبِعْتُهٗ فَقُلْتُ اِنَّكَ حِیْنَ دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ قَالُوْا هٰذَا

میں نے کہا آپ جب مسجد کے اندر آئے تو لوگوں نے کہا یہ شخص اہل جنت سے ہے۔

رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ وَاللّٰهِ مَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ یَّقُوْلَ مَا لَا

انھوں نے کہا بخدا کسی کو مناسب نہیں کہ ایسی بات کہے جو وہ نہیں جانتا اور میں تجھ سے

یَعْلَمُ وَسَاُحَدِّثُكَ لِمَ ذَاكَ رَاَیْتُ رُؤْیَا عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی

بیان کرتا ہوں کہ ایسا کیوں لوگوں نے تجھ سے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے

اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَصْتُهَا عَلَیْهِ وَرَاَیْتُ كَاَنِّیْ فِیْ رَوْضَةٍ ذَكَرَ

میں ایک خواب دیکھا تھا جس کو حضور سے بیان بھی کیا تھا میں نے دیکھا گویا میں ایک

مِنْ سَعَتِهَا وَخُضْرَتِهَا وَوَسْطَهَا عَمُوْدٌ مِّنْ حَدِیْدٍ اَسْفَلُهٗ

باغ میں ہوں جو بہت وسیع اور ہرا بھرا ہے اور اس کے بیچ میں ایک لوہے کا ستون ہے

فِی الْاَرْضِ وَاَعْلَاهُ فِی السَّمَآءِ فِیْ اَعْلَاهُ عُرْوَةٌ فَقِیْلَ لِیْ اِرْقَهْ

جس کا نچلا حصہ زمین میں ہے اور اوپر کا حصہ آسمان میں ہے جس کی بلندی میں ایک دستہ

قُلْتُ لَا اَسْتَطِیْعُ فَاَتَانِیْ مِنْصَفٌ فَرَفَعَ ثِیَابِیْ مِنْ خَلْفِیْ فَرَقِیْتُ

ہے مجھ سے کہا گیا کہ اس پر چڑھو۔ میں نے کہا میں نہیں چڑھ سکتا۔ تو ایک خادم آیا

حَتّٰی كُنْتُ فِیْ اَعْلَاهَا فَاَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقِیْلَ لِیْ اِسْتَمْسِكْ

اس نے پیچھے سے میرا کپڑا اٹھایا تو میں اس پر چڑھا یہاں تک کہ اس کے اوپر پہونچ گیا اور

فَاسْتَیْقَظْتُ وَاِنَّهَا لَفِیْ یَدَیَّ فَقَصَصْتُهَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ

دستے کو پکڑ لیا مجھ سے کہا گیا مضبوطی سے پکڑ اب میں جاگا اور وہ دستہ میرے ہاتھ میں تھا

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تِلْكَ الرَّوْضَةُ الْاِسْلَامُ وَذٰلِكَ الْعَمُوْدُ عَمُوْدُ

میں نے یہ خواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو یہ تعبیر بیان فرمائی۔ یہ باغ اسلام ہے

الْاِسْلَامِ وَتِلْكَ الْعُرْوَةُ عُرْوَةُ الْوُثْقٰى فَاَنْتَ عَلَى الْاِسْلَامِ حَتّٰى

اور وہ ستون اسلام کا ستون ہے اور وہ دستہ عروۃ الوثقیٰ ہے تو موت کے وقت

تَمُوْتَ وَذٰلِكَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ ؏ه

تک اسلام پر قائم رہے گا۔ اور وہ شخص عبد اللہ بن سلام تھے۔ (وفی روایۃ)

وَقَالَ وَصِيْفٌ مَكَانَ مُنْصَفٌ۔

اور ایک روایت میں منصف کی جگہ وصیف ہے۔

**تشریحات ۲۰۰۶** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب یہ فرمایا ہے کہ تم مرتے دم تک اسلام پر قائم رہو گے تو اس کی وجہ سے ان کا جنتی ہونا لازم ہے اسی بنا پر لوگ انھیں جنتی کہا کرتے تھے اور حضرت عبد اللہ بن سلام نے جو کچھ فرمایا وہ ان کی تواضع اور انکساری تھی۔

یہی روایت بطریق خلیفہ بن خیاط ہے۔ اس میں منصف کی جگہ وصیف آیا ہے اس کے معنیٰ بھی چھوٹے خادم کے ہیں مرد ہو یا عورت۔

**حدیث ۲۰۰۷** عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ

ابو بردہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں مدینہ آیا اور عبد اللہ

فَلَقِيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ فَقَالَ اَلَا تَجِيْئُ فَاُطْعِمَكَ سَوِيْقًا

بن سلام سے ملاقات کی۔ تو عبد اللہ بن سلام نے کہا تم میرے پاس کیوں نہیں آتے کہ

وَتَمْرًا وَتَدْخُلَ فِيْ بَيْتٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّكَ بِاَرْضٍ الرِّبَا بِهَا

میں تم کو ستو اور چھوہارہ کھلاؤں اور تم کو اس گھر میں لے جاؤں (جس میں رسول اللہ صلی اللہ

فَاشٍ اِذَا كَانَ لَكَ عَلٰى رَجُلٍ حَقٌّ فَاَهْدٰى اِلَيْكَ حِمْلَ تِبْنٍ

علیہ وسلم تشریف لے گئے ہیں) پھر کہا تم ایسی زمین میں ہو جہاں سود پھیلا ہوا ہے جب تیرا کسی

اَوْ حِمْلَ شَعِيْرٍ اَوْ حِمْلَ قَتٍّ فَلَا تَاْخُذْهُ فَاِنَّهُ رِبًا ـــــ وَلَمْ

شخص پر کوئی حق ہو اور وہ تجھے تحفہ میں ایک بوجھ بھس یا ایک بوجھ جو یا ایک بوجھ چارہ

ع ثانی کتاب التعبیر باب الخضر فی المنام والروضۃ الخضراء ص ۱۰۳۸
باب التعلیق بالعروۃ ص ۱۰۳۸ مسلم فضائل۔

یَذْکُرِ النَّضْرُ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَوَھْبٌ عَنْ شُعْبَۃَ اَلْبَیْتِ عہ

دے تو اسے نہ لینا اس لئے کہ یہ سود ہے۔

**تشریحات ۲۰۰۷** یہ حدیث کتاب الاعتصام میں ان الفاظ میں مروی ہے کہ مجھے عبداللہ بن سلام نے کہا کہ میرے گھر چلو میں تم کو اس پیالے میں پلاؤں گا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا ہے اور تم اس جگہ نماز پڑھو گے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے۔ ان کے کہنے پر میں ان کے ساتھ گیا اور انھوں نے مجھ کو ستو پلایا اور چھوہارا کھلایا اور میں نے ان کے گھر کی مسجد میں نماز پڑھی (جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی)

**بَابُ تَزْوِیْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَدِیْجَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا وَفَضْلِھَا** ص ۵۳۸

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح کرنے کا باب اور ان کی فضیلت کا بیان۔

**۲۰۰۸ حدیث** عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلٰی اِمْرَاَۃٍ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلٰی خَدِیْجَۃَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ پر مجھے اتنی غیرت نہیں آئی جتنی خدیجہ پر آئی میرے ساتھ شادی کرنے سے پہلے وہ وفات

ھَلَکَتْ قَبْلَ اَنْ یَّتَزَوَّجَنِیْ لِمَا کُنْتُ اَسْمَعُہٗ یَذْکُرُھَا وَاَمَرَہٗ

پا چکی تھیں۔ غیرت کی وجہ یہ تھی کہ حضور سے میں سنتی تھی کہ ان کا بکثرت تذکرہ فرماتے

اللّٰہُ اَنْ یُّبَشِّرَھَا بِبَیْتٍ مِّنْ قَصَبٍ وَاِنْ کَانَ لَیَذْبَحُ الشَّاۃَ

اور اللہ نے انھیں حکم دیا کہ انھیں جنت میں موتی کے گھر کی بشارت دیدیں۔ اور حضور بکری

فَیُھْدِیْ فِیْ خَلَائِلِھَا مِنْھَا مَا یَسَعُھُنَّ عہ

ذبح فرماتے اور ان کی سہیلیوں کو تحفہ دیتے اتنا کہ انھیں کافی ہو جاتا۔

**تشریحات ۲۰۰۸** اس حدیث کی سند میں یہ ہے حدثنا اللیث قال کتب الیّ ھشام عن ابیہ عن عائشۃ لیث نے کہا کہ میرے پاس ہشام نے اپنے باپ سے اور وہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث لکھی اس کا مطلب یہ ہے کہ امام لیث نے

---

عہ ثانی ا عتصام باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۹۰-۱۹۱ عہ ثانی الادب۔ باب حسن العھد من الایمان ص ۸۸۸۔ توحید باب قول اللہ تعالیٰ لا تنفع الشفاعۃ ص ۱۱۱۵ مسلم۔ فضائل

حضرت ہشام سے یہ حدیث براہ راست سنی نہیں ہے پھر بھی روایت کر رہے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت امام لیث کا مذھب یہ تھا کہ شیخ کی لکھی ہوئی حدیث جو کسی ثقہ کے ذریعہ پہونچی ہو۔ اور براہ راست شیخ سے سنی ہوئی حدیث ایک درجہ کی ہیں اور غالباً امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے اسی لئے امام بخاری نے اس کو اپنی اس کتاب میں درج کیا۔

**اقول وھوالمستعان** ۔ اس سے یہ لازم نہیں کہ دونوں ایک درجہ کی ہیں البتہ یہ ضرور لازم ہے کہ حدیث مکتوب بھی مقبول ہے اور یہ کافی ہے۔ ویسے اسماعیلی نے دوسرے طریقے سے ان الفاظ میں روایت کی ہے۔ عن اللیث حدثنی ھشام بن عروۃ۔

غیرت ۔ ایک فطری جذبہ ہے جس پر انسان کو قابو نہیں ہوتا۔ اگر اس حد تک ہو کہ مقابل کو نقصان نہ پہونچائے یا اس کی تحقیر و تذلیل نہ کرے اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ ام المومنین نے کبھی کبھی جوش غیرت میں یہ بھی عرض کر دیا حضور خدیجہ کا ایسا ذکر کرتے ہیں گویا دنیا میں سوا خدیجہ کے کوئی عورت ہی نہیں تھی۔ اس پر حضور فرماتے بے شک وہ ایسی تھی ایسی تھی اور مجھے اس سے اولاد بھی ہوئی۔

**۲۰۰۹ حدیث** عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتِ اسْتَأْذَنَتْ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ أُخْتُ خَدِيجَةَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَفَ اسْتِئْذَانَ خَدِيجَةَ فَارْتَاعَ لِذٰلِكَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ هَالَةُ قَالَتْ فَغِرْتُ فَقُلْتُ مَا تَذْكُرُ مِنْ عَجُوزٍ مِنْ عَجَائِزِ قُرَيْشٍ حَمْرَاءِ الشِّدْقَيْنِ هَلَكَتْ فِي الدَّهْرِ قَدْ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ خَيْرًا مِنْهَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ خدیجہ کی بہن ہالہ بنت خویلد نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اذن طلب کیا حضور نے خدیجہ کے اذن کو یاد کر لیا جس سے حضور کانپ گئے پھر فرمایا یا اللہ ہالہ ہیں حضرت عائشہ کہتی ہیں مجھے غیرت آئی میں نے عرض کیا قریش کی بوڑھیوں میں سے ایک سرخ جبڑے والی ایک بوڑھی کا کیا تذکرہ کرتے ہیں۔ جسے وفات پائے ہوئے زمانہ گذرا اور حضور کو اللہ نے اس سے بہتر عطا فرمایا۔

**تشریحات ۲۰۰۹** ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دندان مبارک گر گئے تھے منہ کھولتیں تو جبڑوں اور زبان کی سرخی نظر آتی اس کو حضرت عائشہ نے حمراء الشدقین سے تعریض کی ہے۔

**بَابُ ذِكْرِ هِنْدِ بِنْتِ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ط۵۳۹** ہند بنت عتبہ بن ربیعہ کا تذکرہ۔

۲۰۱۰ **حَدَّثَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ**

**حدیث** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہندہ بنت عتبہ آئی اور کہا یا

**جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ**

رسول اللہ! روئے زمین پر کسی خیمہ والے کا ذلیل ہونا آپ کے خیمہ والوں

**الْأَرْضِ مِنْ أَهْلِ خِبَاءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ يَذِلُّوا مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ**

سے زیادہ مجھے پسند نہیں تھا پھر آج یہ حال ہو گیا کہ روئے زمین پر کسی خیمہ والے کا

**ثُمَّ مَا أَصْبَحَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَهْلُ خِبَاءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ**

عزت پانا آپ کے خیمہ والوں سے زیادہ مجھے پسند نہیں۔ ارشاد فرمایا اور میرا بھی یہی

**يَعِزُّوا مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ قَالَ وَأَيْضًا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ**

حال ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ ہندہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوسفیان

**قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِسِّيكٌ فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ**

بخیل شخص ہے کیا مجھ پر کوئی حرج ہے (بغیر ان کی اجازت کے) ان کا مال اپنے بچوں کو کھلاؤں یا

**أَنْ أُطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهٗ عِيَالَنَا قَالَ لَا أُرَاهُ إِلَّا بِالْمَعْرُوفِ عله**

فرمایا بھلائی کے ساتھ کھلانے کو جائز جانتا ہوں۔

**تشریحات ۲۰۱۰** ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مفصل حالات کتاب الجہاد میں گذر چکے ہیں قبل اسلام یہ اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعداء میں تھیں مگر اسلام کے بعد مخلصہ مؤمنہ ہوئیں قبل اسلام انھوں نے جو کچھ کیا تھا وہ سب عفو ہو گیا۔ حدیث میں ہے الاسلام یھدم ما قبلہ یہ دنیا کی عقلمند ترین عورتوں میں سے ایک ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں واصل بحق ہوئیں۔

**بَابُ حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ ط۵۳۹** زید بن عمرو بن نفیل کا قصہ۔

---

عله ثانی نفقات باب اذا لم ینفق الرجل فللمرأۃ ان تاخذ ص۸۰۸ الایمان والنذور باب کیف کان یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۹۸۲

۲۰۱۱ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ

**حدیث** حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقِیَ زَیْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَیْلٍ بِاَسْفَلِ بَلْدَحٍ

وسلم نے زید بن عمرو بن نفیل سے ملاقات کی بلدح کے نیچے قبل اس کے کہ نبی صلی اللہ علیہ

قَبْلَ اَنْ یُّنْزَلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْیُ فَقُدِّمَتْ

وسلم پر وحی نازل ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دسترخوان لایا گیا حضور نے

اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُفْرَةٌ فَاَبٰی اَنْ یَّاْکُلَ مِنْهَا ثُمَّ

اس میں سے کھانے سے انکار کیا تو زید نے کہا بتوں پر ذبح کیا ہوا جانور میں نہیں کھاتا

قَالَ زَیْدٌ اِنِّیْ لَسْتُ آکُلُ مِمَّا تَذْبَحُوْنَ عَلٰی اَنْصَابِکُمْ وَلَا آکُلُ

اور نہ وہ کھاتا ہوں جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کیا جائے۔ اور بیشک زید

اِلَّا مَا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَاَنَّ زَیْدَ بْنَ عَمْرٍو کَانَ یَعِیْبُ

بن عمرو بن نفیل قریش پر نکتہ چینی کرتے تھے ان کے ذبیحوں پر اور کہتے تھے کہ بکری

عَلٰی قُرَیْشٍ ذَبَائِحَهُمْ وَیَقُوْلُ الشَّاةُ خَلَقَهَا اللّٰهُ وَاَنْزَلَ لَهَا

کو اللہ نے پیدا فرمایا اس کے لئے آسمان سے پانی اتارا اس کے لئے زمین سے چارہ اگایا۔

مِنَ السَّمَاءِ الْمَاءَ وَاَنْبَتَ لَهَا مِنَ الْاَرْضِ ثُمَّ تَذْبَحُوْنَهَا عَلٰی

پھر تم اسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہو قریش کے اس فعل سے انکار کرتے

غَیْرِ اسْمِ اللّٰهِ اِنْکَارًا لِذٰلِکَ وَاِعْظَامًا لَهٗ علہ

ہوئے اور اسے بڑا گناہ سمجھتے ہوئے۔

۲۰۱۲ قَالَ مُوْسٰی حَدَّثَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُهٗ

**حدیث** حضرت عبد اللہ بن عمر ہی سے مروی ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل شام

اِلَّا یُحَدِّثُ بِهٖ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ زَیْدَ

گئے دین کی تلاش میں تاکہ اس کی پیروی کریں وہاں ایک یہودی مولوی سے ملے

علہ ثانی کتاب الذبائح باب ماذبح علی النصب ص۸۲۷ نسائی مناقب

بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ خَرَجَ إِلَى الشَّامِ يَسْأَلُ عَنِ الدِّيْنِ وَ

اس سے یہودیوں کے دین کے بارے میں پوچھا اور کہا میں چاہتا ہوں کہ تمہارا دین

يَتَّبِعُهُ فَلَقِيَ عَالِمًا مِنَ الْيَهُوْدِ فَسَأَلَهُ عَنْ دِيْنِهِمْ فَقَالَ

اختیار کرلوں اس لئے اپنے دین کے بارے میں بتاؤ اس مولوی نے کہا اگر تم ہمارے دین

إِنِّيْ لَعَلِّيْ أَنْ أَدِيْنَ دِيْنَكُمْ فَأَخْبِرْنِيْ فَقَالَ لَا تَكُوْنُ عَلَى

پر سوار ہوگے اللہ کے غضب سے تجھے حصہ ملے گا۔ زید نے کہا میں اللہ کے غضب سے بچنے ہی

دِيْنِنَا حَتّٰى تَأْخُذَ بِنَصِيْبِكَ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ قَالَ زَيْدٌ مَا أَفِرُّ

کے لئے یہ سوال کر رہا ہوں اور اپنی استطاعت بھر اللہ کے غضب سے کوئی حصہ نہیں لوں گا

إِلَّا مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَلَا أَحْمِلُ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ شَيْئًا أَبَدًا وَأَنَا

تم کسی اور کو بتا سکتے ہو اس نے کہا میں نہیں جانتا ہوں سوائے اس کے کہ تو دین حنیف

أَسْتَطِيْعُهُ فَهَلْ تَدُلُّنِيْ عَلٰى غَيْرِهِ قَالَ مَا أَعْلَمُهُ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ

پر رہے۔ زید نے کہا دین حنیف کیا ہے اس نے کہا ابراہیم کا دین جو نہ یہودی تھے نہ

حَنِيْفًا قَالَ زَيْدٌ وَمَا الْحَنِيْفُ قَالَ دِيْنُ إِبْرَاهِيْمَ لَمْ يَكُنْ يَهُوْدِيًّا

نصرانی اور نہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے تھے۔ زید وہاں سے نکلے اور نصاریٰ کے

وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَا يَعْبُدُ إِلَّا اللّٰهَ فَخَرَجَ زَيْدٌ فَلَقِيَ عَالِمًا مِنَ

ایک مولوی سے ملے اور اس سے بھی وہی بات کہی اس نے کہا اگر تو ہمارے دین پر ہوگا تو

النَّصَارٰى فَذَكَرَ مِثْلَهُ فَقَالَ لَنْ تَكُوْنَ عَلٰى دِيْنِنَا حَتّٰى تَأْخُذَ

اللہ کی لعنت سے اپنا حصہ پائے گا۔ زید نے کہا میں اللہ کی لعنت ہی سے بچنا چاہتا ہوں اور

بِنَصِيْبِكَ مِنْ لَعْنَةِ اللّٰهِ قَالَ مَا أَفِرُّ إِلَّا مِنْ لَعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا

جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا اللہ کی لعنت اور اس کے غضب کا مستحق نہ بنوں گا اس کے علاوہ

أَحْمِلُ مِنْ لَعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا مِنْ غَضَبِهِ شَيْئًا أَبَدًا وَأَنَا أَسْتَطِيْعُ

کسی اور کا پتہ بتا سکتا ہے تو اس نے کہا میں نہیں جانتا ہوں سوائے اس کے کہ تو حنیف ہو جائے

فَهَلْ تَدُلُّنِيْ عَلٰى غَيْرِهِ قَالَ مَا أَعْلَمُهُ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ حَنِيْفًا

زید نے کہا حنیف کیا ہے اس مولوی نے کہا ابراہیم کا دین جو نہ یہودی تھے

قَالَ وَمَا الْحَنِيفُ قَالَ دِينُ إِبْرَاهِيمَ لَمْ تَكُنْ يَهُودِيًّا وَلَا
اور نہ نصرانی اور سوائے اللہ کے کسی کی پوجا نہیں کرتے تھے ۔ جب
نَصْرَانِيًّا وَلَا يَعْبُدُ إِلَّا اللَّهَ ۔ فَلَمَّا رَأَى زَيْدٌ قَوْلَهُمْ فِي
زید نے ابراہیم کے بارے میں ان کے قول کو جان لیا تو وہاں سے چلے
إِبْرَاهِيمَ خَرَجَ فَلَمَّا بَرَزَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أُشْهِدُكَ
آئے جب باہر نکلے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا کہا اے اللہ میں تجھے گواہ
أَنِّي عَلَى دِينِ إِبْرَاهِيمَ ۔
بناتا ہوں کہ میں دین ابراہیم پر ہوں ۔

۵۸۹ وَقَالَ اللَّيْثُ كَتَبَ إِلَيَّ هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَسْمَاءَ
اسماء بنت ابو بکر نے کہا میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو کعبہ سے
بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَتْ رَأَيْتُ زَيْدَ بْنَ
اپنی پیٹھ کی ٹیک لگائے دیکھا یہ فرماتے تھے اے قریش کے گروہ ۔ بخدا تم میں
عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ قَائِمًا مُسْنِدًا ظَهْرَهُ إِلَى الْكَعْبَةِ يَقُولُ يَا
میرے علاوہ کوئی بھی دین ابراہیم پر نہیں اور زندہ درگور کی جانے والی بچیوں کو
مَعْشَرَ قُرَيْشٍ وَاللَّهِ مَا مِنْكُمْ عَلَى دِينِ إِبْرَاهِيمَ غَيْرِي وَ
بچاتے تھے ۔ جب کوئی بچی کو مار ڈالنا چاہے تو اس سے کہتے تھے ۔ اس کو مت مارو
كَانَ يُحْيِي الْمَوْءُودَةَ يَقُولُ لِلرَّجُلِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَقْتُلَ ابْنَتَهُ
میں اس کا بار برداشت کروں گا پھر اسے لیتے تھے ۔ جب بڑی ہو جاتی تو اس کے باپ سے
لَا تَقْتُلْهَا أَنَا أَكْفِيكَهَا مُؤْنَتَهَا فَيَأْخُذُهَا فَإِذَا تَرْعَرَعَتْ قَالَ
کہتے تھے اگر تو چاہے تو تجھے دیدوں اور اگر تو چاہے تو اس کا بار اٹھالوں ۔
لِأَبِيهَا إِنْ شِئْتَ دَفَعْتُهَا إِلَيْكَ وَإِنْ شِئْتَ كَفَيْتُكَ مُؤْنَتَهَا[1]

تشریحات ۵۸۹ زید بن عمرو بن نفیل حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا کے صاحبزادے

---

[1] نسائی مناقب

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ یہ شرک، کفر اور زمانۂ جاہلیت کی خرافات سے بیزار تھے اور قریش پر ہمیشہ نکتہ چینی کیا کرتے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ قیامت کے دن ایک مستقل امت ہوں گے، فرمایا میں نے زید بن نفیل کو جنت میں دیکھا کہ وہ دامن گھسیٹ رہے ہیں ابن سعد نے عامر بن ربیعہ سے روایت کی کہ زید بن عمرو نے مجھ سے کہا میں نے اپنی قوم کی مخالفت کی، میں نے ابراہیم و اسمٰعیل کے مذہب کی پیروی کی اور اس کی جس کی وہ عبادت کرتے تھے وہ دونوں اس قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے اور میں بنی اسمٰعیل میں سے ایک نبی کا انتظار کر رہا ہوں میرا گمان یہ ہے کہ میں ان کا زمانہ نہیں پاؤں گا۔ میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور میں ان کی تصدیق کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں اگر تیری زندگی دراز ہو تو ان سے میرا اسلام کہنا عامر نے کہا کہ جب میں مسلمان ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا حضور نے ان کے سلام کا جواب دیا اور ان کے لئے دعائے رحمت فرمائی اور فرمایا میں نے ان کو جنت میں دیکھا ہے کہ وہ دامن گھسیٹ رہے ہیں اس کے علاوہ اور بھی حدیثیں ان کے بارے میں وارد ہیں جو ان کے جنتی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

## بَابُ بنیان الکعبۃ صنہ ۵۴ کعبہ کی تعمیر کا بیان۔

کعبہ کی تعمیر کے مختلف مراحل کا ذکر پوری تفصیل سے پہلے ہو چکا ہے یہاں امام بخاری کا مقصود قریش کی تعمیر بیان کرنا ہے اس کی بھی تفصیل گذر چکی ہے۔

۲۰۱۳ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ يَزِيْدَ قَالَا

**حدیث** عمرو بن دینار اور عبید اللہ بن یزید نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ

لَمْ يَكُنْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوْلَ الْبَيْتِ

وسلم کے زمانہ میں بیت اللہ کے ارد گرد دیوار نہیں تھی لوگ بیت اللہ کے گرد

حَائِطٌ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ حَوْلَ الْبَيْتِ حَتّٰى كَانَ عُمَرُ فَبَنَا حَوْلَهٗ

نماز پڑھتے یہاں تک کہ جب حضرت عمر کا زمانہ ہوا تو انھوں نے اس کے اطراف میں دیوار

حَائِطًا قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ جِدْرُهٗ قَصِيْرٌ فَبَنَاهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ۔

بنائی عبید اللہ نے کہا کہ یہ دیوار چھوٹی تھی پھر ابن زبیر نے اس کو (بلند اور لمبی) بنا یا۔

## بَابُ اَيَّامِ الْجَاهِلِيَّةِ صنہ ۵۴ ایام جاہلیت کا تذکرہ۔

ایام جاہلیت سے مراد زمانہ فترت ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سے لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک کا زمانہ اور اس کا اطلاق مولد نبی اور بعثت کے درمیانی ایام پر ہوتا ہے۔ بلکہ کبھی کبھی فتح مکہ تک کو بھی شامل ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا مجھے میرے باپ نے جاہلیت میں کہا کہ مجھے لبالب پیالہ پلا۔ باب کا مقصد یہ ہے کہ ان ایام میں دو باتیں رائج تھیں خواہ وہ فی نفسہ صحیح ہوں یا غلط ان کا بیان جیسا کہ ایام جاہلیت میں روزہ رائج تھا لیکن اکثر اس کا اطلاق غیر مشروع رسوم اور آداب پر ہوتا ہے۔

۲۰۱۴ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ جاہلیت میں

قَالَ جَاءَ سَيْلٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَكَسَى مَا بَيْنَ الْجَبَلَيْنِ قَالَ

ایک سیلاب آیا جس میں دونوں پہاڑوں کے درمیان جو کچھ تھا اس کو غرق کر دیا۔

سُفْيَانُ وَيَقُولُ إِنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ لَهُ شَأْنٌ۔

سفیان نے کہا اور عمرو کہتے تھے اس واقعہ کی بڑی شان ہے۔

۲۰۱۴ تشریحات: عمرو بن دینار کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ ایک طویل قصہ ہے۔ بات یہ تھی کہ کعبہ مقدسہ نشیبی جگہ میں تعمیر ہوا تھا۔ جہاں سے سیلاب کے زمانہ میں پانی بہا کرتا تھا جس سے کچھ نقصان ہو جایا کرتا تھا اس سیلاب کی وجہ سے کعبہ کی دیواریں شق ہو گئی تھیں اس لئے قریش نے چاہا کہ اس کی عمارت بہت پختہ اور مضبوط بنا دی جائے۔ اس کے لئے سارے قبائل نے دل کھول کر چندہ دیا۔ حضرت سعید بن مسیب کے دادا حسن نے کہا کہ اس میں صرف حلال وطیب مال صرف کیا جائے اسی تجویز کے مطابق پرانی عمارت ڈھا کر نئی عمارت بنائی گئی اس کی پوری تفصیل گذر چکی۔

۲۰۱۵ حدیث: عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى امْرَأَةٍ

قیس بن ابو حازم نے کہا کہ حضرت ابو بکر احمس کی ایک عورت کے پاس

مِنْ أَحْمَسَ يُقَالُ لَهَا زَيْنَبُ فَرَآهَا لَا تَكَلَّمُ فَقَالَ مَا لَهَا

گئے جس کا نام زینب تھا اسے دیکھا کہ بول نہیں رہی ہے پوچھا وہ کیوں نہیں

لَا تُكَلِّمُ قَالُوا حَجَّتْ مُصْمِتَةً فَقَالَ لَهَا تَكَلَّمِي فَإِنَّ هٰذَا لَا يَحِلُّ هٰذَا

بول رہی ہے لوگوں نے بتایا اس نے حج کیا ہے اس شرط پر کہ چپ رہے گی حضرت ابو بکر

مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ فَتَكَلَّمَتْ فَقَالَتْ مَنْ أَنْتَ قَالَ امْرَأٌ مِّنَ

نے اس عورت سے کہا کہ بات کر یہ حلال نہیں یہ جاہلیت کے کاموں سے ہے۔ اب وہ بولنے لگی اور

الْمُهَاجِرِينَ قَالَتْ أَيُّ الْمُهَاجِرِينَ قَالَ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَتْ مِنْ أَيِّ

پوچھا آپ کون ہیں فرمایا مہاجرین میں سے ایک شخص ہوں اس نے پوچھا کون سے مہاجرین

قُرَيْشٍ أَنْتَ قَالَ إِنَّكِ لَسَؤُولٌ أَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَتْ مَا بَقَاؤُنَا عَلَى هٰذَا

فرمایا قریش سے اس نے پوچھا قریش کی کس شاخ سے آپ ہیں فرمایا تو بہت سوال کرنے والی ہے میں ابو بکر ہوں

الْأَمْرِ الصَّالِحِ الَّذِي جَاءَ اللّٰهُ بِهِ بَعْدَ الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ بَقَاؤُكُمْ

اس نے کہا اس نیک کام پر جو جاہلیت کے بعد اللہ لایا کب تک ہم باقی رہیں گے فرمایا جب تک

عَلَيْهِ مَا اسْتَقَامَتْ بِكُمْ أَئِمَّتُكُمْ قَالَتْ وَمَا الْأَئِمَّةُ قَالَ أَمَا كَانَ

تمہارے حاکم درست رہیں گے اس نے پوچھا یہ ائمہ کون ہیں فرمایا کیا تیرے قوم کے رئیس اور

لِقَوْمِكِ رُؤُسٌ وَأَشْرَافٌ يَأْمُرُونَهُمْ فَيُطِيعُونَهُمْ قَالَتْ بَلٰى

سربرآوردہ نہیں ہوتے تھے جو حکم دیتے اور لوگ ان کی اطاعت کرتے اس نے کہا کہ ہاں تھے

فَهُمْ أُولٰئِكَ عَلَى النَّاسِ۔

فرمایا یہی لوگ مراد ہیں۔

**حدیث ۲۰۱۶**

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفُ إِلَّا بِاللّٰهِ فَكَانَتْ

ہیں کہ فرمایا جو قسم کھائے تو وہ صرف اللہ ہی کی قسم کھائے قریش اپنے باپ دادا کی

قُرَيْشٌ تَحْلِفُ بِاٰبَائِهَا فَقَالَ لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ [1]

قسم کھاتے تھے پس فرمایا اپنے باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ۔

**حدیث ۲۰۱۷**

اِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهٗ اَنَّ الْقَاسِمَ يَمْشِيْ بَيْنَ يَدَيِ الْجَنَازَةِ وَلَا يَقُوْمُ لَهَا وَيُخْبِرُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ اَهْلُ

قاسم بن محمد جنازہ کے آگے چلتے تھے اور جنازہ کے لئے کھڑے نہیں ہوتے تھے حضرت عائشہ سے روایت کرتے تھے کہ انھوں نے فرمایا اہل جاہلیت جنازہ کے لئے کھڑے ہوتے تھے۔ جب جنازہ

الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْمُوْنَ لَهَا يَقُوْلُوْنَ اِذَا رَاَوْهَا كُنْتَ فِيْ اَهْلِكَ مَا اَنْتِ مَرَّتَيْنِ۔

دیکھتے تو کہتے تھے۔ تو اپنے لوگوں میں ہے جیسے پہلے تھا۔ دو مرتبہ کہتے۔

**حدیث ۲۰۱۸**

حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عِكْرِمَةَ وَكَاْسًا دِهَاقًا قَالَ مَلْاٰءُ

عکرمہ نے کاسًا دھاقًا کی تفسیر فرمائی۔ بھرا ہوا پیالہ پے در پے۔ اور کہا

مُتَتَابِعَةً قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اسْقِنَا

کہ ابن عباس نے فرمایا کہ میں اپنے باپ کو سنا کہ زمانہ جاہلیت میں کہتے تھے

كَاْسًا دِهَاقًا۔

مجھ کو لبالب پیالا پے در پے پلا۔

**حدیث ۲۰۱۹**

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

**تشریحات ۲۰۱۷**

اس کی بحث گذر چکی کہ ہمارے یہاں افضل یہی ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلے اور امام شافعی کے یہاں آگے چلنا افضل ہے رہ گیا جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا یہ بھی مختلف فیہ ہے۔

[1] مسلم ایمان والنذور۔ نسائی ایمان۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ اَلَا كُلُّ

نے فرمایا سب سے سچی بات جو شاعر نے کہی ہے وہ لبید کی بات ہے۔ سنو اللہ کے علاوہ ہر چیز

شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ وَكَادَ اُمَيَّةُ ابْنُ اَبِي الصَّلْتِ[1]

باطل ہے۔ امیہ بن ابوالصلت قریب تھا کہ مسلمان ہو جاتا۔

**حدیث ۲۰۲۰**

عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ لِاَبِيْ بَكْرٍ غُلَامٌ يُخْرِجُ لَهُ الْخَرَاجَ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ حضرت ابو بکر کا ایک غلام تھا جو ان کے لئے کما کر لاتا ابو بکر اس کی کمائی سے کھایا کرتے ایک دن وہ کچھ لایا اس میں سے

**تشریحات ۲۰۱۹**

لبید بن ربیعہ زمانہ جاہلیت کے مشہور ترین شاعروں میں سے تھے فصاحت و بلاغت کے علاوہ سخی و عاقل بھی تھے ان کی کنیت ابو عقیل ہے مخضرمی ہیں جنھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانہ پایا۔ سنہ الوفود میں خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ قبول اسلام کے بعد پھر شعر نہیں کہا کوفے میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں وفات پائی۔ ایک سو چالیس یا ایک سو ستاون سال کی عمر پائی۔

امیہ بن ابی الصلت کا نام عبداللہ بن ابی ربیعہ تھا اس نے جاہلیت میں نبوت کا بھی دعویٰ کیا تھا۔ شروع شروع ٹھیک تھا پھر بہک گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت کی جب خبر سنی تو اپنے بچوں کو لیکر یمن بھاگ گیا پھر طائف آکر رہنے لگا۔ ہجرت کے دوسرے سال مرگیا۔ ایمان سے محروم رہا۔ اس نے چونکہ اگلی کتابیں پڑھی تھیں اسلئے اپنے اشعار میں کچھ اچھی باتیں بھی ذکر کر دی ہیں۔ اسی کو حضور نے فرمایا کہ قریب تھا کہ وہ مسلمان ہو جاتا۔

ہندوستانی مطبوعہ نسخے میں یہاں اَنْ يُّسْلِمَ نہیں مگر اور نسخوں میں ہے۔ بخاری کتاب الادب کی روایت میں ان یسلم موجود ہے۔ مسلم میں شرید بن سوید سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

[1] ثانی کتاب الادب باب مایجوز من الشعر ص ۹۰۸ کتاب الرقاق باب الجنة اقرب الی احدکم من شراک نعله ص ۹۶۰۔

يَأْكُلُ مِنْ خَرَاجِهِ فَجَاءَ يَوْمًا بِشَيْءٍ فَأَكَلَ مِنْهُ أَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ

پھر ابوبکر نے کھایا ان سے غلام نے کہا آپ جانتے ہیں یہ کیا ہے حضرت ابوبکر نے پوچھا یہ کیا ہے اس

تَدْرِيْ مَا هٰذَا فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ وَمَا هُوَ قَالَ كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِإِنْسَانٍ فِي

نے بتایا کہ میں نے جاہلیت میں ایک انسان کے لئے کہانت کی تھی حالانکہ میں کہانت جانتا نہیں تھا مگر

الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا أُحْسِنُ الْكِهَانَةَ إِلَّا أَنِّيْ خَدَعْتُهُ فَلَقِيَنِيْ فَأَتَانِيْ بِذَالِكَ

میں نے اس کو دھوکا دیا۔ وہ مجھے ملا تو اس نے مجھے اس کا عوض دیا یہی وہ ہے جسے آپ نے کھایا ہے

فَهٰذَا الَّذِيْ أَكَلْتَ مِنْهُ فَأَدْخَلَ أَبُوْبَكْرٍ يَدَهُ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِيْ بَطْنِهِ۔

ابوبکر نے اپنے ہاتھ کو حلق میں داخل کیا اور پیٹ میں جو کچھ تھا سب قے کر دیا۔

وفد کے ساتھ حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا کہ امیہ بن ابی الصلت کا کوئی شعر سناؤ میں نے سنایا فرمایا اور سناؤ میں نے سو شعر سنایا تو فرمایا اپنے شعر میں قریب تھا کہ مسلمان ہو جاتا۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے اشعار میں اس نے اسلام کی باتیں ذکر کی ہیں۔"

www.sirat-e-mustaqeem.net

## بَابُ الْقَسَامَةِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ص ۵۴۲ جاہلیت میں قسامت کا کیا طریقہ تھا۔

**حدیث ۲۰۲۱**

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ اَوَّلَ قَسَامَةٍ كَانَتْ

حضرت ابن عباس نے کہا کہ زمانہ جاہلیت میں پہلی قسامت ہم بنی ہاشم

فِي الْجَاهِلِيَّةِ لَفِيْنَا بَنِي هَاشِمٍ كَانَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي هَاشِمٍ اسْتَاجَرَهُ

میں ہوئی بنی ہاشم کے ایک شخص کو قریش کی ایک دوسری شاخ کے ایک شخص

رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ مِّنْ فَخِذٍ اُخْرٰى فَانْطَلَقَ مَعَهُ فِيْ اِبِلِهٖ فَمَرَّ رَجُلٌ

نے مزدوری پر کام کرنے کے لیے رکھا۔ بنی ہاشم کا یہ شخص اس کے ساتھ اونٹوں میں گیا۔

قسامت یا تو اسم مصدر ہے قسم کے معنیٰ میں یا مصدر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اقسم۔ یقسم۔ قسامۃ۔ کبھی قسامت کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو قتل کے سلسلے میں قسم کھاتے ہیں۔ شریعت میں قسامت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی محلہ میں اگر کوئی مقتول پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ ہو تو محلے والوں سے قسم لی جاتی ہے کہ بخدا نہ ہم نے اسے قتل کیا ہے۔ اور نہ اس کے قاتل کو جانتے ہیں۔ اس میں ائمہ کرام کے مابین کثیر اختلاف ہے قسامت میں قصاص نہیں خواہ عمداً قتل کا دعویٰ ہو یا خطأً البتہ دیت ہے۔ قسامت کا زمانہ جاہلیت میں رواج تھا اسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے باقی رکھا۔ اس کے جزئیات کی تفصیل کتب فقہ سے معلوم کی جائے۔

**تشریحات ۲۰۲۱**

فَخِذ۔ قبیلے کی شاخ کو کہتے ہیں۔ زبیر بن بکار نے کہا کہ جس شخص کو اجرت پر لیا گیا تھا۔ اس کا نام عمرو بن علقمہ بن مطلب بن عبد مناف تھا۔ اور ابن کلبی نے کہا کہ اس کا نام عامر تھا۔ اور جس نے اجرت پر لیا تھا۔ اس کا نام خداش بن عبداللہ بن ابو القیس عامری تھا۔

ابوطالب نے جب قاتل سے یہ کہا کہ تجھے تین باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے۔ چاہے تو مقتول کی دیت سو اونٹ تو ادا کر دے۔ اور اگر یہ منظور نہیں تو تیرے قبیلے کے پچاس آدمی قسم کھائیں کہ تو نے اسے قتل نہیں کیا ہے۔ اور اگر یہ منظور نہیں کرے گا تو ہم قصاص میں تجھ کو قتل کریں گے۔ اس پر نہ اس نے کوئی اعتراض کیا اور نہ اس کی قوم نے۔ قسم کھانے پر پوری قوم تیار ہو گئی سوائے ایک کے۔ اس سے سمجھ

بِهٖ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ قَدِ انْقَطَعَتْ عُرْوَةُ جُوَالِقِهٖ فَقَالَ اَغِثْنِیْ

بنی ہاشم کے ایک شخص کا اس پر گزر ہوا جس کی بوریوں کی بندش ٹوٹ گئی تھی

بِعِقَالٍ اَشُدُّ بِهٖ عُرْوَةَ جُوَالِقِیْ لَا تَنْفِرُ الْاِبِلُ فَاَعْطَاهُ عِقَالًا فَشَدَّ بِهٖ

اس شخص نے کہا۔ ایک رسی دیکر میری مدد کرو جس سے میں اپنی بوریوں کی بندش

عُرْوَةَ جُوَالِقِهٖ فَلَمَّا نَزَلُوْا عُقِلَتِ الْاِبِلُ اِلَّا بَعِیْرًا وَّاحِدًا فَقَالَ

باندھ لوں کہ اونٹ نہ بھاگ سکے۔ اس مزدور نے اس کو ایک رسی دی جس سے

الَّذِیْ اسْتَاْجَرَهٗ مَا شَاْنُ هٰذَا الْبَعِیْرِ لَمْ یُعْقَلْ مِنْ بَیْنِ الْاِبِلِ

اس نے اپنی بوریوں کی بندش درست کر لی۔ جب یہ لوگ ایک جگہ اترے تو سوائے

قَالَ لَیْسَ لَهٗ عِقَالٌ قَالَ فَاَیْنَ عِقَالُهٗ قَالَ فَحَذَفَهٗ بِعَصًا كَانَ

ایک اونٹ کے تمام اونٹ باندھ دیئے گئے۔ مزدوری پر لینے والے شخص نے

فِیْهَا اَجَلُهٗ فَمَرَّ بِهٖ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْیَمَنِ فَقَالَ اَتَشْهَدُ الْمَوْسِمَ

مزدور سے کہا۔ کیا بات ہے اونٹوں کے درمیان اس اونٹ کو نہیں باندھا گیا۔ تو مزدور

میں آتا ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک سو اونٹ کا دیت ہونا اور قسامت معلوم و معروف تھی۔ اگر یہ دونوں باتیں نئی ہوتیں تو ضرور وہ اعتراض کرتے بحث کرتے تکرار کرتے۔

دیت کے سلسلے میں ایک روایت کے بموجب یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت عبدالمطلب نے دیت کے لئے سو اونٹ مقرر فرمایا تھا۔ تمام کتب سیر میں مذکور ہے کہ جب اپنے خواب کے بموجب حضرت عبدالمطلب نے چاہ زمزم شریف کو کھودنا شروع کیا۔ تو قریش اس بنا پر مزاحم ہوئے کہ وہاں ان کے دو بت اساف اور نائلہ نصب تھے۔ لیکن کسی طرح حضرت عبدالمطلب نے چاہ زمزم شریف کھودا۔ اسی وقت منت مانی تھی کہ اگر اللہ نے مجھے دس بیٹے دیئے اور وہ سب جوان ہوئے تو ایک بیٹے کو اللہ کے نام قربان کروں گا۔ اللہ عزوجل نے حضرت عبدالمطلب کو دس بیٹے عطا فرمائے۔ دسویں حضرت عبداللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد ماجد تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے

قَالَ مَا اَشْهَدُ وَرُبَّمَا شَهِدْتُهُ قَالَ هَلْ اَنْتَ مُبَلِّغٌ عَنِّیْ رِسَالَةً مَرَّةً

نے کہا۔ اس کے لئے رسی نہیں۔ مستاجر نے کہا۔ اس کی رسی کہاں ہے۔ اور اسے لاٹھی سے مارا۔

مِّنَ الدَّهْرِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكُنْتُ اِذَا اَنَا شَهِدْتُ الْمَوْسِمَ فَنَادِيَا اٰلَ

اس میں اسکی موت ہو گئی۔ مرنے سے پہلے یمن کا ایک شخص اس کے پاس پہنچا۔ مزدور نے

قُرَيْشٍ فَاِذَا اَجَابُوْكَ فَنَادِيَا اٰلَ بَنِیْ هَاشِمٍ فَاِنْ اَجَابُوْكَ فَسَلْ عَنْ

یمنی سے کہا۔ کیا تو حج کے زمانے میں حاضر ہوتا ہے۔ یمنی نے کہا۔ پابندی سے حاضر نہیں

اَبِیْ طَالِبٍ فَاَخْبِرْهُ اَنَّ فُلَانًا قَتَلَنِیْ فِیْ عِقَالٍ وَمَاتَ الْمُسْتَاْجِرُ فَلَمَّا

ہوتا۔ کبھی کبھار حاضر ہو جاتا ہوں۔ مزدور نے کہا۔ کیا تو میرا ایک پیغام کبھی بھی

قَدِمَ الَّذِیْ اسْتَاْجَرَهٗ اَتَاهُ اَبُوْ طَالِبٍ فَقَالَ مَا فَعَلَ صَاحِبُنَا قَالَ

پہونچا سکتا ہے۔ یمنی نے کہا۔ ضرور۔ مزدور نے کہا۔ جب موسم میں تو حاضر ہو تو پکار

مَرِضَ فَاَحْسَنْتُ الْقِيَامَ عَلَيْهِ فَوَلِيْتُ دَفْنَهٗ قَالَ قَدْ كَانَ اَهْلُ ذَاكَ

اے آل قریش! جب وہ تیرے پاس آجائیں۔ تو پکار۔ اے آل بنی ہاشم! جب

مِنْكَ فَمَكَثَ حِيْنًا ثُمَّ اِنَّ الرَّجُلَ الَّذِیْ اَوْصٰی اِلَيْهِ اَنْ يُّبَلِّغَ عَنْهُ وَافَی

یہ لوگ آجائیں۔ تو ابو طالب کو پوچھ اور انہیں خبر دے کہ فلاں نے مجھے ایک رسی کے

الْمَوْسِمَ فَقَالَ اٰلَ قُرَيْشٍ قَالُوْا هٰذِهٖ قُرَيْشٌ قَالَ يَا اٰلَ بَنِیْ هَاشِمٍ

سبب قتل کیا ہے۔ یہ کہہ کر مزدور مر گیا۔ جب مستاجر مکہ آیا تو اس کے پاس ابو طالب آئے

اپنے بیٹوں کے سامنے اپنی یہ منت بیان کی۔ دسوں نے سر اطاعت خم کر دیا۔ کہ آپ ہم میں سے جس کو چاہیں اللہ کے نام پر قربان کر دیں۔ حضرت عبد المطلب نے قرعہ ڈالا۔ اتفاق کی بات کہ قرعہ حضرت عبد اللہ کے نام نکلا۔ حضرت عبد المطلب نے حضرت عبد اللہ کا ہاتھ پکڑا اور کعبے کے قریب قربان گاہ پر لے چلے۔ جب قریش کو یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے حضرت عبد المطلب کو سختی سے روکا۔ خصوصاً حضرت عبد اللہ کے

قَالُوْا هٰذِهٖ بَنُوْهَاشِمٍ قَالَ اَيْنَ اَبُوْطَالِبٍ قَالُوْا هٰذَا اَبُوْطَالِبٍ قَالَ

اس سے پوچھا۔ ہمارا آدمی کیا ہوا۔ مستاجر نے کہا۔ بیمار ہوا۔ میں نے اس کا دوا علاج

اَمَرَنِیْ فُلَانٌ اَنْ اُبَلِّغَكَ رِسَالَةً اَنَّ فُلَانًا قَتَلَهٗ فِیْ عِقَالٍ فَاَتَاهُ

اچھی طرح کیا۔ لیکن وہ مرگیا۔ میں نے اس کو دفن کر دیا۔ ابو طالب نے کہا۔ تیرے ایسے ہی

اَبُوْطَالِبٍ فَقَالَ اِخْتَرْ مِنَّا اِحْدٰی ثَلٰثٍ اِنْ شِئْتَ اَنْ تُؤَدِّیَ مِائَةً

سلوک کا وہ اہل تھا۔ ایک زمانہ گزر گیا۔ پھر وہ یمنی شخص جسے پیغام پہونچانے کیلئے مرنے

مِّنَ الْاِبِلِ فَاِنَّكَ قَتَلْتَ صَاحِبَنَا وَاِنْ شِئْتَ حَلَفَ خَمْسُوْنَ مِنْ

والے نے وصیت کی تھی وہ حج کے زمانے میں مکے آیا۔ اور پکارا۔ اے آل قریش! لوگوں نے کہا۔ یہ

قَوْمِكَ اِنَّكَ لَمْ تَقْتُلْهُ فَاِنْ اَبَيْتَ قَتَلْنَاكَ بِهٖ فَاَتٰی قَوْمَهٗ فَقَالُوْا

قریش ہیں۔ اس نے کہا اے آل بنی ہاشم! لوگوں نے کہا۔ یہ بنی ہاشم ہیں۔ اس نے کہا۔ ابو طالب

نَخْلُفُ فَاَتَتْهُ اِمْرَاَةٌ مِّنْ بَنِیْ هَاشِمٍ كَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِّنْهُمْ

کہاں ہے۔ لوگوں نے کہا۔ یہ ابو طالب ہیں۔ یمنی نے ابو طالب سے کہا کہ فلاں شخص نے مجھے

ماموؤں نے جو بنی مخزوم سے تھے۔ کچھ بحث و تکرار کے بعد طے یہ پایا کہ فلاں کاہنہ عورت کے پاس چلو وہ جو فیصلہ کردے اس پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب قریش کے کچھ افراد کے ساتھ اس کاہنہ کے پاس گئے۔ اس کو سارا ماجرا سنایا۔ اس نے کہا۔ آج جاؤ، کل آنا۔ میں اپنے مؤکل سے پوچھ لوں وہ کیا کہتا ہے۔ یہ لوگ جب دوسرے دن گئے تو اس کاہنہ نے پوچھا کہ تمہارے یہاں ایک آدمی کی دیت (خون بہا) کتنے اونٹ ہیں۔ ان لوگوں نے بتایا کہ دس۔ کاہنہ نے کہا کہ جاؤ عبداللہ اور دس اونٹ پر قرعہ ڈالو۔ اگر اونٹوں کے نام قرعہ نکلے تو بجائے عبداللہ کے دس اونٹ کی قربانی کر دینا اور اگر عبداللہ کے نام نکلے تو دس اونٹ اور بڑھا کر بیس اونٹ اور عبداللہ پر قرعہ ڈالنا۔ اب بھی اگر عبداللہ ہی کے نام قرعہ نکلے تو پھر دس اونٹ بڑھا کر تیس اونٹ اور عبداللہ پر قرعہ ڈالنا۔ اسی طرح دس دس اونٹ بڑھاتے جانا یہاں تک کہ عبداللہ کے بجائے اونٹوں کے نام قرعہ نکلے۔ کاہنہ کا یہ فیصلہ سن کر سب لوگ خوش ہوکر واپس آئے۔

قَدْ وَلَدَتْ لَهٗ فَقَالَتْ يَا اَبَا طَالِبٍ اُحِبُّ اَنْ تُجِيْزَ اِبْنِيْ هٰذَا بِرَجُلٍ

حکم دیا تھا کہ آپ کو یہ پیغام پہنچا دوں۔ کہ فلاں نے اسے ایک رسی کے سبب قتل کیا ہے

مِنَ الْخَمْسِيْنَ وَلَا تُصَبِّرْ يَمِيْنَهٗ حَيْثُ تُصَبَّرُ الْاَيْمَانُ فَفَعَلَ فَاَتَاهُ

یہ سن کر ابو طالب مستاجر کے پاس آئے۔ اور کہا ہماری طرف سے تمہیں تین باتوں میں سے

رَجُلٌ مِنْهُمْ فَقَالَ يَا اَبَا طَالِبٍ اَرَدْتَ خَمْسِيْنَ رَجُلًا اَنْ يَّحْلِفُوْا

ایک کا اختیار ہے۔ اگر تو چاہے تو سو اونٹ دیت میں دے کیونکہ تو نے ہمارے آدمی کو

مَكَانَ مِائَةٍ مِّنَ الْاِبِلِ يُصِيْبُ كُلَّ رَجُلٍ بَعِيْرَانِ هٰذَانِ بَعِيْرَانِ

قتل کیا ہے۔ اور اگر تو چاہے تو تیری قوم کے پچاس آدمی قسم کھائیں کہ تو نے اسکو قتل نہیں کیا ہے

اور اونٹوں اور عبداللہ میں قرعہ اندازی ہوئی یہاں تک کہ جب سو اونٹ ہو گئے تو بجائے حضرت عبداللہ کے اونٹوں کے نام قرعہ نکلا۔ ایک بار کے قرعہ میں حضرت عبدالمطلب کو اطمینان نہ ہوا۔ انھوں نے بار بار قرعہ اندازی کی اب ہر بار اونٹوں ہی کے نام قرعہ نکلا۔ اس سے حضرت عبدالمطلب کو اطمینان ہو گیا اب انھوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور ان سو اونٹوں کی قربانی کی جس سے تمام عوام و خواص حتی کہ وحوش وطیور سیراب ہوئے۔ اسی وقت سے دیت کی مقدار سو اونٹ ہو گئی۔ اسلام نے بھی اسی کو باقی رکھا۔ لیکن ایک قول یہ ہے کہ نضر بن کنانہ بن خزیمہ نے اپنے سوتیلے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔ تو انھوں نے سو اونٹ دیت میں دیئے تھے۔ لیکن پہلی روایت تمام کتب سیر میں اس تفصیل کے ساتھ مذکور ہے کہ واقعہ سے پہلے عرب میں دیت دس اونٹ تھی۔ حضرت عبداللہ کے اس واقعہ کے بعد سے سو اونٹ ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

رہ گئی قسامت تو اس کا کوئی حال معلوم نہیں کہ حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے اس کے پہلے بھی کبھی قسامت پر فیصلہ ہوا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اہل عرب نے باہمی سمجھوتے کے مطابق پہلے سے یہ قانون بنا لیا ہو کہ اگر قتل کے لئے کوئی گواہ نہ ہو اور قاتل انکار کرے یا گواہ ہو مگر صرف ایک جیسا کہ اس واقعہ میں ہے۔ تو اس کے قبیلے کے پچاس آدمیوں سے قسم لی جائے گی۔ اسی وجہ سے قاتل کے قبیلے والوں نے اس پر بحث و تکرار نہیں کی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قسامت پر پہلے بھی عمل ہوا ہو،

فَاقْبَلْهُمَا عَنِّيْ وَلَا تَصْبِرْ يَمِيْنِيْ حَيْثُ تُصْبَرُ الْأَيْمَانُ فَقَبِلَهُمَا

اور اگر یہ دو باتیں منظور نہیں کرتا تو اس کے عوض ہم مجھے قتل کریں ۔ اب وہ ستاجر اپنی قوم

وَجَاءَ ثَمَانِيَةً وَأَرْبَعُوْنَ فَحَلَفُوْا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ

کے پاس آیا اور انھیں بتایا۔ انھوں نے کہا۔ ہم قسم کھائیں گے ۔ البتہ بنی ہاشم کی ایک عورت آئی جو

بِيَدِهٖ مَا حَالَ الْحَوْلُ وَمِنَ الثَّمَانِيَةِ وَأَرْبَعِيْنَ عَيْنٌ تَطْرِفُ ۔

اس قبیلے کے ایک شخص کی زوجیت میں تھی اس شخص سے اسکی اولاد بھی تھی۔ اس عورت نے کہا اے

ابو طالب ! میں چاہتی ہوں کہ میرے اس بیٹے کو قسم سے بری کر دیں اور قسم کیلئے وہاں نہ کھڑا کریں

جہاں قسم کے لئے کھڑا کیا جاتا ہے ۔ ابو طالب نے منظور کر لیا اس کے بعد اس قبیلے کا ایک شخص آیا

اور اس نے کہا ۔ اے ابو طالب ! آپ چاہتے ہیں کہ پچاس آدمی سو اونٹ کے عوض قسم کھائیں ۔ اسطرح

ہر شخص کے مقابلے میں دو اونٹ ہے ۔ یہ دو اونٹ میری طرف سے قبول کر لیجیے ۔ اور مجھے قسم کیلئے وہاں

نہ کھڑا کیجیے جہاں قسم کے لئے کھڑا کیا جاتا ہے ۔ ابو طالب نے اسے بھی منظور کر لیا ۔ اور اڑتالیس آدمی

آئے اور انھوں نے قسم کھائی ۔ ابن عباس نے فرمایا ۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے ۔

سال بھی پورا نہیں ہوا ۔ اڑتالیس میں سے ایک آنکھ بھی حرکت کرنے والی نہ رہی ۔

اور لوگوں کو معلوم رہا ہو مگر حضرت عبداللہ بن عباس کو معلوم نہ رہا ہو ۔ زبیر بن بکار نے بیان کیا کہ دونوں فریق ولید بن مغیرہ کے پاس فیصلے کیلئے آئے تو اس نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ قاتل کے قبیلے کے پچاس آدمی قسم کھائیں ۔ اب حضرت ابن عباس کا یہ فرمانا کہ یہ پہلی قسامت تھی درست ہے ۔

وَلَا تَصْبِرْ يَمِيْنِيْ ۔ یہاں صبر کے معنی یہ ہیں کہ کسی کو قسم کھانے پر مجبور کر لیا جائے ۔ اہل مکہ رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان قسم کھایا کرتے تھے ۔ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ یہاں جو جھوٹی قسم کھائیگا وہ ضرور عذاب میں مبتلا ہوگا ۔ اور اس پر مختلف تجربے بھی شاہد تھے ۔ فاکہی نے ایک روایت ذکر کی ہے کہ کچھ لوگوں نے بیت اللہ کے پاس قسامت کے سلسلے میں جھوٹی قسم کھائی تھی ۔ قسم کھانے کے بعد باہر نکلے ۔ اور ایک چٹان کے نیچے ٹھہرے ۔ وہ چٹان ان پر ڈھ پڑی ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ حال زمانہ جاہلیت تک رہا ۔ یہ اس لئے تھا کہ وہ لوگ ظلم سے باز رہیں کیونکہ آخرت کی جزا و سزا پر ان کا اعتقاد نہ تھا جب اسلام آگیا تو سزا قیامت کے لئے مؤخر کر دی گئی ۔

**ت ۵۹۰**

اِنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا صفا اور مروہ کے درمیان

لَيْسَ السَّعْيُ بِبَطْنِ الْوَادِي بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سُنَّةٌ اِنَّمَا كَانَ اَهْلُ

وادی کے نشیب میں دوڑنا سنت نہیں اہل جاہلیت یہاں دوڑتے تھے اور کہتے تھے ہم نشیبی

الْجَاهِلِيَّةِ يَسْعَوْنَهَا وَيَقُوْلُوْنَ لَا نُجِيْزُ الْبَطْحَاءَ اِلَّا شَدًّا

زمین کو دوڑ کر ہی پار کریں گے۔

**حدیث ۲۰۲۲**

سَمِعْتُ اَبَا السَّفَرِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ

ابوالسفر کہتے تھے کہ میں نے ابن عباس کو فرماتے ہوئے سنا اے لوگو

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اسْمَعُوْا مِنِّيْ مَا اَقُوْلُ لَكُمْ وَاسْمَعُوْنِيْ مَا تَقُوْلُوْنَ

میں تم سے جو کہتا ہوں سنو اور تم جو کہنا چاہتے ہو مجھے سناؤ۔ یونہی نہ چلے جاؤ

وَلَا تَذْهَبُوْا فَتَقُوْلُوْا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ فَلْيَطُفْ

پھر کہو کہ ابن عباس نے یہ کہا جو شخص بیت اللہ کا طواف کرے وہ حجر کے پیچھے کرے

**تشریحات ۵۹۰**

یہ حضرت ابن عباس کی ذاتی رائے تھی ورنہ صفا اور مروہ کے درمیان نشیبی علاقہ میں تیز دوڑنا امام مالک امام شافعی امام احمد کے یہاں فرض ہے۔ اور ہمارے یہاں واجب ہے۔ اب وہ نشیب نہ رہا لیکن جہاں سے نشیب شروع ہوتا تھا اور جہاں ختم ہوتا تھا دونوں جگہ مسجد حرام کی دیواروں میں ہری میل بطور نشان لگادی گئی ہے اس تعلیق کو ابونعیم نے مستخرج میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

**تشریحات ۲۰۲۲**

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس حطیم کو حطیم کہنا ناپسند فرماتے تھے اور اس کو حجر کہنے کو پسند فرماتے تھے اس لئے کہ یہ زمانہ جاہلیت کا نام تھا۔ حطیم کے معنی پھینکنے کے ہیں۔ جب وہ قسم کھاتے تو کوڑا کمان جوتا اس میں پھینکا کرتے تھے یہ قسم منعقد ہونے کی علامت ہوتی تھی۔ یہ بھی حضرت ابن عباس کی اپنی پسند تھی۔ ورنہ حطیم کو حطیم کہنا پوری امت میں زمانہ رسالت سے معمول ہے۔

مِنْ وَرَاءِ الْحِجْرِ وَلَا تَقُوْلُوا الْحَطِيْمَ فَإِنَّ الرَّجُلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ

اور اسے حطیم نہ کہو اس لئے کہ جب جاہلیت میں کوئی قسم کھاتا تو اپنا کوڑا یا

كَانَ يَحْلِفُ فَيُلْقِي سَوْطَهُ أَوْ نَعْلَهُ أَوْ قَوْسَهُ ۔

جوتا یا کمان حطیم میں پھینک دیتا۔

**حدیث ۲۰۲۳**

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے جاہلیت میں ایک بندر کو دیکھا

رَأَيْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قِرْدَةً اجْتَمَعَ عَلَيْهَا قِرَدَةٌ قَدْ زَنَتْ فَرَجَمُوْهَا

جس کے ارد گرد بہت سے بندر جمع تھے۔ اس بندر نے زنا کیا تھا سب بندروں نے اس کو

فَرَجَمْتُهَا مَعَهُمْ ۔

سنگسار کیا میں نے بھی ان کے ساتھ اس پر پتھر برسایا۔

**حدیث ۲۰۲۴**

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ خِلَالٌ مِّنْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، جاہلیت کی عادتوں میں

خِلَالِ الْجَاهِلِيَّةِ الطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ وَالنِّيَاحَةُ وَنَسِيَ الثَّالِثَةَ

سے نسب میں طعن کرنا ہے اور نوحہ کرنا ہے۔ عبید اللہ تیسرا بھول گئے

**تشریحات ۲۰۲۳**

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حیوانات غیر مکلف ہیں۔ اس لئے بندروں کی طرف زنا کی نسبت اور ان پر حد قائم کرنا ایک عجیب سی بات ہے۔

علامہ ابن عبدالبر نے یہ جواب دیا کہ ہو سکتا ہے یہ قوم جن سے رہے ہوں اور جن مکلف ہیں۔

**اقول ھوالمستعان** :۔ بندروں کا طریقہ یہ ہے کہ ایک نر اور مادہ ساتھ ساتھ رہتے ہیں، نہ نر دوسرے مادہ کی طرف بڑھتا ہے اور نہ اس مادہ پر دوسرے نر جھپٹتے ہیں۔ بلکہ اگر کسی نر کی مخصوص مادہ پر کوئی دوسرا نر جھپٹے تو بندر اسے اپنی جماعت سے خارج کر دیتے ہیں۔ اس حدیث میں زنا سے حقیقی معنیٰ مراد نہیں۔ ہو سکتا ہے کسی

قَالَ سُفْيَانُ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهَا الْاِسْتِسْقَاءُ بِالْاَنْوَاءِ۔

سفیان نے کہا اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ تیسری چیز پچھتروں سے پانی طلب کرنا ہے۔

21

نر نے کسی کی مخصوص مادہ پر تعدی کی ہو اور اس سے بھڑک کر سب بندروں نے اس نر کو سزا دی ہو اور یہ سزا سنگساری کی شکل میں ہو۔



www.sirat-e-mustaqeem.net

# بَابُ مَبْعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا بیان صـ ۵۴۳

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ

بْنِ قُصَيِّ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ بْنِ فِهْرٍ

بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ مُدْرِكَةَ بْنِ إِلْيَاسَ

بْنِ مُضَرَ بْنِ نِزَارِ بْنِ مَعَدِّ بْنِ عَدْنَانَ

**حدیث ۲۰۲۵**

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا رسول اللہ صلے اللہ

أُنْزِلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعِيْنَ

علیہ وسلم پر چالیس سال کی عمر میں قرآن اتارا گیا پھر تیرہ سال مکہ میں رہے

**تشریحات ۲۰۲۵**

امام بخاری نے شجرۂ نبویہ کو صرف عدنان تک بیان فرمایا اسلئے کہ یہ متفق علیہ ہے۔ اس کے بعد حضرت اسماعیل تک اور اسکے بعد حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک میں شدید اختلافات ہیں، عدنان سے حضرت اسمٰعیل تک کتنی پیڑھیاں ہیں اس میں چار قول ہیں۔ سات نو، پندرہ، چالیس، راجح چالیس ہی ہے جیسا کہ اشرف السیر میں ہم نے ثابت کیا ہے۔ حضرت اسمٰعیل سے لیکر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک کتنی پیڑھیاں ہیں اور ان کے کیا اسماء ہیں اس میں بھی شدید اختلافات ہیں، بعض ماہر انساب نے بتایا کہ بیس پیڑھیاں ہیں۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

فَمَكَثَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً ثُمَّ أُمِرَ بِالْهِجْرَةِ فَهَاجَرَ

پھر ہجرت کا حکم دیا گیا پھر مدینہ ہجرت فرمائی، تو وہاں دس سال قیام فرمایا

إِلَى الْمَدِينَةِ فَمَكَثَ بِهَا عَشْرَ سِنِينَ ثُمَّ تُوُفِّيَ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [1]

پھر وصال فرمایا۔

| | |
|---|---|
| بَابُ مَا لَقِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ بِمَكَّةَ | نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ نے مکہ میں مشرکین سے کیا کیا اذیتیں اٹھائیں |

**حدیث ۲۰۲۶**

قَالَ أَمَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبْزَى قَالَ سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ مَا أَمْرُهُمَا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان دونوں آیتوں کے بارے میں سوال کیا گیا کہ ان کا کیا مطلب ہے (سورہ انعام میں ہے) اسے نہ قتل کرو جس کا

آبا کرام کے اسمار مبارکہ جاننا بڑی سعادتمندی ہے، لیکن جو حقیقت میں آبا کرام میں نہ ہوں انھیں آبا کرام میں شمار کرنا بہت بڑی بدبختی، اسلئے احتیاط اسی میں ہے کہ عدنان تک شجرۂ نبویہ بیان کیا جائے اور آگے خاموشی اختیار کی جائے۔

**تشریحات ۲۰۲۵**

اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ عمر مبارک ترسٹھ سال ہوئی اس بارے میں راویوں کے درمیان اختلافات بھی ہیں جن کو ہم نے چھٹی جلد میں تفصیل کے ساتھ ذکر کر دیا ہے۔

**تشریحات ۲۰۲۶**

سورۂ فرقان میں فرمایا گیا تھا۔ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا۔

[1] باب هجرة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ص۵۵۳ (دوطریقے سے) ثانی مغازی باب وفاة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ص۶۳۱ فضائل قرآن باب كيف نزل الوحي ص۷۴۳

حَرَّمَ اللّٰهُ ۔ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَسَئَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ

قتل کرنا اللہ نے حرام فرمایا اور وہ جو سورہ نساء میں ہے جو کسی مومن کو قصداً قتل

لَمَّا اُنْزِلَتِ الَّتِيْ فِي الْفُرْقَانِ قَالَ مُشْرِكُوْ اَهْلِ مَكَّةَ فَقَدْ قَتَلْنَا النَّفْسَ

کرے گا تو اس کا بدلہ جہنم ہے تو ابن عباس نے فرمایا جب وہ آیت نازل ہوئی جو

الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ وَدَعَوْنَا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَقَدْ اَتَيْنَا الْفَوَاحِشَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ

فرقان میں ہے تو مکہ کے مشرکین نے کہا ہم نے اسے قتل کیا ہے جسکو قتل کرنا اللہ نے

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ الْاٰيَةَ فَهٰذِهٖ لِاُولٰٓئِكَ وَاَمَّا الَّتِيْ فِي النِّسَاءِ الرَّجُلُ اِذَا

حرام فرمایا اور ہم نے اللہ کے ساتھ دوسرے معبودوں کو پکارا بھی ہے اور ہم نے بے حیائیوں کا ارتکاب

عَرَفَ الْاِسْلَامَ وَشَرَائِعَهٗ ثُمَّ قَتَلَ فَجَزَاءُهٗ جَهَنَّمُ فَذَكَرْتُهٗ

بھی کیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ فرقان کی یہ آیت نازل فرمائی، مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا یہ ان

اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جس کی اللہ نے حرمت رکھی ناحق نہیں مارتے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا۔ سورۂ فرقان نمبر ۶۸۔

یہ آیت کریمہ جب نازل ہوئی تو مکہ کے مشرکین نے یہ کہا، ہم نے ناحق قتل بھی کیا ہے، ہم اللہ کے علاوہ دوسرے معبودوں کو پوجتے بھی ہیں، ہم نے بے حیائیوں کا ارتکاب بھی کیا ہے جن کے بارے میں قرآن میں ہے کہ وہ سزا پائے گا۔ پھر ہمارے مسلمان ہونے سے کیا فائدہ؟ تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے آیت نمبر ۷۰۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ قتل ناحق کے بعد بھی توبہ مقبول ہے اور سورہ نساء میں یہ فرمایا گیا۔ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے۔ سورۂ نساء آیۃ نمبر ۹۳ ـــــ اس کا مفاد یہ ہے کہ ناحق قتل کرنے والے کو ضرور سزا ملے گی توبہ سے سزا معاف نہ ہوگی ـــــ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے

لِمُجَاهِدٍ فَقَالَ اِلَّا مَنْ نَدِمَ [1]

لوگوں کیلئے ہے اور وہ جو نساء میں ہے یہ اس شخص کیلئے ہے (جو مسلمان ہوا، اسلام اور اسکے احکام کو پہچانا پھر کسی مومن کو قتل کیا تو اسکی جزا جہنم ہے) عبدالرحمٰن بن ابزی نے کہا میں نے اسے مجاہد سے ذکر کیا تو فرمایا مگر وہ جو نادم ہوا۔

| | | |
|---|---|---|
| بَابُ ذِكْرِ الْجِنِّ وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ | ۱۱۴۲ | جن کا ذکر اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا۔ |

**حدیث ۲۰۲۷**

قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَ سَاَلْتُ مَسْرُوْقًا مَنْ اٰذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِنِّ لَيْلَةَ اسْتَمَعُوا الْقُرْاٰنَ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ

معن نے کہا کہ میں نے اپنے باپ عبدالرحمٰن سے سنا انھوں نے مسروق سے پوچھا جس رات جنوں نے قرآن سنا تھا کس نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جنوں کی آمد

اس کا جواب یہ دیا کہ سورہ فرقان کی آیت مشرکین کفار کے بارے میں ہے، انھوں نے حالت کفر میں جو قتل وغیرہ کیا ہو اسلام لانے کے بعد اس کا گناہ معاف ہے، حدیث میں ہے۔ الاسلام یھدم ما قبلہ۔ اور سورہ نساء کی آیت مومن کے بارے میں ہے جو جان بوجھ کر قصداً قتل ناحق کرے، اس کیلئے توبہ نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہی مذہب تھا کہ قتل ناحق کرنیوالے کیلئے توبہ نہیں، لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے اور حضرت ابن عباس سے بھی یہ قول مروی ہے کہ اس کیلئے بھی توبہ ہے، اس لئے کہ مطلقاً فرمایا گیا۔ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ جو برائی کرے یا اپنے جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے توبہ کرے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ حق العبد جب تک صاحب حق معاف نہ کرے گا معاف نہ ہوگا۔

[1] ثانی تفسیر سورہ نساء باب من یقتل مؤمنا متعمدا ص۶۶۰ سورہ فرقان باب والذین لایدعون مع اللہ الٰھا آخر ص۷۰۰ و ص۷۰۱ باب یضاعف لہ العذاب و باب الا من تاب و امن، مسلم آخر کتاب، ابوداؤد فتن، نسائی محاربہ،

اَبُوْكَ يَعْنِي عَبْدَ اللّٰهِ اَنَّهٗ اٰذَنَتْ بِهِمْ شَجَرَةٌ۔

بتائی تھی تو مسروق نے کہا مجھ سے تیرے باپ یعنی عبداللہ نے حدیث بیان کی کہ انہیں ایک درخت نے بتایا تھا۔

**حدیث ۲۰۲۸**

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يَحْمِلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے

مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَدَاوَةً لِوَضُوْئِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَبَيْنَمَا

ساتھ رہتے اور حضور کے وضوء اور حاجت کے لئے برتن ساتھ رکھتے۔ ایک دفعہ وہ

هُوَ يَتْبَعُهٗ بِهَا فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقَالَ اَنَا اَبُوْهُرَيْرَةَ فَقَالَ اِبْغِنِيْ اَحْجَارًا

حضور کے پیچھے جا رہے تھے۔ برتن لے کر تو حضور نے پوچھا کون ہے یہ۔ عرض کیا ابوہریرہ

اَسْتَنْفِضْ بِهَا وَلَا تَاْتِنِيْ بِعَظْمٍ وَّلَا بِرَوْثَةٍ فَاَتَيْتُهٗ بِاَحْجَارٍ

فرمایا میرے لئے چند پتھر تلاش کر جس سے طہارت حاصل کروں ہڈی اور گوبر نہ لانا۔ میں نے

اَحْمِلُهَا فِيْ طَرَفِ ثَوْبِيْ حَتّٰى وَضَعْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ ثُمَّ انْصَرَفْتُ حَتّٰى

اپنے کپڑے کے کنارے میں (یعنی دامن میں) چند پتھر حاضر کیا۔ اور حضور کے پہلو میں رکھ دیا

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس پر مہربان ہوگا صاحب حق کو کسی نہ کسی طرح راضی کر کے معاف کرا دے گا۔ غالباً غفور کے ساتھ رحیم کا ذکر اسی کی طرف اشارہ ہے۔

**تشریحات ۲۰۲۷**

ہم نے جلد اول میں جنوں کی حاضری اور قرآن مجید سننے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی پوری تفصیل ذکر کر دی ہے۔ اور یہ کہ جنوں سے ملاقات بار بار ہوئی ہے اس سے اس قسم کی روایتوں کے درمیان سارا تعارض ختم ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

**تشریحات ۲۰۲۸**

جلد ثانی میں ہم نے پوری تفصیل سے بیان کیا ہے کہ جس ہڈی کو یہ لوگ لیتے تو اس پر گوشت ملتا اور جس گوبر کو لیتے وہ دانہ بن جاتا یا پھل، اس لئے اب اس شبہ کی گنجائش نہیں کہ گوبر ناپاک ہے اس کا کھانا جائز نہیں اور جن بھی مکلف ہیں۔ قلب ماہیت سے ناپاک چیز پاک ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ شراب سے سرکہ۔ اب اس تقریر کی بھی حاجت نہیں

إِذَا فَرَغَ مَشَيْتُ فَقُلْتُ مَا بَالُ الْعَظْمِ وَالرَّوْثَةِ قَالَ هُمَا مِنْ

پھر پلٹ آیا۔ حضور جب فارغ ہو گئے میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور میں نے پوچھا ہڈی اور گوبر میں

طَعَامِ الْجِنِّ وَإِنَّهُ أَتَانِي وَفْدُ جِنِّ نَصِيبِينَ وَنِعْمَ الْجِنُّ فَسَأَلُونِي

کیا بات ہے۔ فرمایا یہ دونوں جنوں کی خوراک ہیں۔ میری خدمت میں نصیبین کے جنوں کا وفد آیا اور وہ اچھے

الزَّادَ فَدَعَوْتُ اللهَ لَهُمْ أَنْ لَا يَمُرُّوا بِعَظْمٍ وَلَا بِرَوْثَةٍ إِلَّا

جن تھے۔ ان لوگوں نے مجھ سے زادراہ کا سوال کیا۔ میں نے اللہ سے ان کے لئے دعا کی یہ لوگ

وَجَدُوا عَلَيْهَا طَعَامًا۔

جس ہڈی اور گوبر پہ گزریں تو اس پر کھانا پائیں۔

## إِسْلَامُ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ صفحہ ۵۴۵

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام

**حدیث ۲۰۲۹**

عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو

حضرت قیس نے کہا کہ میں نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے کوفہ کی

بْنِ نُفَيْلٍ فِي مَسْجِدِ الْكُوفَةِ يَقُولُ وَاللهِ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنَّ

کی مسجد میں سنا وہ کہہ رہے تھے۔ بخدا میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ

عُمَرَ لَمُوثِقِي عَلَى الْإِسْلَامِ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ عُمَرُ وَلَوْ إِنَّ أُحُدًا

عمر مجھے اسلام لانے پر باندھے ہوئے تھے قبل اس کے کہ عمر مسلمان ہوں اور تم نے

جو جناب مولوی محمود الحسن صاحب نے تقریر ترمذی میں کی ہے۔ کہ ہو سکتا ہے کہ جنوں کیلئے گوبر ناپاک نہ ہو اور حلال ہو۔

**تشریحات ۲۰۲۹**

حضرت سعید بن زید سابقین اولین اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہنوئی بھی تھے اور ان کے چچازاد بھائی زید بن عمرو بن نفیل کے صاحبزادے

اِرْفَضَّ لِلَّذِیْ صَنَعْتُمْ بِعُثْمَانَ لَكَانَ [1]

جو کچھ عثمان کے ساتھ کیا ہے اس پر اگر احد ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا تو اسے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا حق تھا۔

## بَابُ اِسْلَامِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ صف ۵۴۵

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلمان ہونا۔

**حدیث ۲۰۳۰** عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم ہمیشہ غالب رہے جب سے

مَا زِلْنَا اَعِزَّۃً مُنْذُ اَسْلَمَ عُمَرُ۔

حضرت عمر مسلمان ہوئے۔

**حدیث ۲۰۳۱** فَاَخْبَرَنِیْ جَدِّیْ زَیْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنْ

حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا عمر خوفزدہ گھر میں تھے۔ کہ عاص بن وائل سہمی

اَبِیْہِ قَالَ بَیْنَمَا ھُوَ فِی الدَّارِ خَائِفًا اِذْ جَاءَہُ الْعَاصُ بْنُ وَائِلِ السَّھْمِیُّ

ابو عمرو حضرت عمر کے پاس آیا اس پر یمنی حلہ تھا اور ایسا کرتا جس کے کناروں پر

اَبُوْ عَمْرٍو وَعَلَیْہِ حُلَّۃٌ حِبَرَۃٌ وَّقَمِیْصٌ مَکْفُوْفٌ بِحَرِیْرٍ وَھُوَ مِنْ

حریر چڑھا ہوا تھا یہ بنی سہم سے تھا۔ بنی سہم جاہلیت میں ہمارے حلیف تھے۔

بَنِیْ سَھْمٍ وَھُمْ حُلَفَاؤُنَا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَقَالَ لَہٗ مَا بَالُكَ قَالَ

اس نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے حضرت عمر نے کہا تمہاری قوم کا گمان ہے کہ اگر

زَعَمَ قَوْمُكَ اَنَّھُمْ سَیَقْتُلُوْنِیْ اِنْ اَسْلَمْتُ قَالَ لَا سَبِیْلَ

میں مسلمان ہوا تو مجھے قتل کر دیں گے عاص نے کہا اس کا کوئی راستہ نہیں حضرت عمر نے کہا

---

[1] باب اسلام عمر صف ۵۴۶ ثانی کتاب الاکراہ باب من اختار الضرب والقتل والہوان علی الکفر صف ۱۰۲۶-۱۰۲۷

اِلَیْكَ بَعْدَ اَنْ قَالَهَا اَمِنْتُ فَخَرَجَ الْعَاصُ فَلَقِیَ النَّاسَ قَدْ

اس کے بعد میرا خوف دور ہو گیا۔ اس کے بعد عاص باہر نکلا تو اتنے آدمیوں سے اس نے ملاقات کی کہ

سَأَلَ بِهِمِ الْوَادِیَ فَقَالَ اَیْنَ تُرِیْدُوْنَ قَالُوْا نُرِیْدُ هٰذَا ابْنُ

میدان بھرا ہوا تھا اس نے پوچھا تم لوگ کہاں کا ارادہ رکھتے ہو انھوں نے کہا ابن خطاب نے دین بدل دیا ہے

الْخَطَّابِ الَّذِیْ صَبَا قَالَ لَا سَبِیْلَ اِلَیْهِ فَكَرَّ النَّاسُ۔

ہم اس کا ارادہ رکھتے ہیں عاص نے کہا اسکی طرف کوئی راستہ نہیں یہ سن کر لوگ پلٹ گئے۔

## حدیث ۲۰۳۲

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا

مَا سَمِعْتُ عُمَرَ لِشَیْءٍ قَطُّ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَظُنُّهُ كَذَا اِلَّا كَانَ كَمَا یَظُنُّ

میں نے حضرت عمر کو جب کبھی یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں گمان کرتا ہوں کہ ایسا ہے تو وہ ویسا ہوتا۔

بَیْنَمَا عُمَرُ جَالِسٌ اِذْ مَرَّ بِهٖ رَجُلٌ جَمِیْلٌ فَقَالَ لَقَدْ اَخْطَاَ ظَنِّیْ

جیسا کہ وہ گمان کرتے۔ ایک دفعہ حضرت عمر بیٹھے تھے کہ ایک صاحب خوبصورت قریب سے گزرے

اَوْ اِنَّ هٰذَا عَلٰی دِیْنِهٖ فِی الْجَاهِلِیَّةِ اَوْ لَقَدْ كَانَ كَاهِنُهُمْ عَلَی الرَّجُلَ

تو فرمایا میرا گمان غلطی کر رہا ہے یا تو یہ شخص اپنے جاہلیت والے دین پر ہے یا کاہن تھا۔

اس دُہرے رشتے کی بنا پر حضرت عمر کو غصہ تھا۔

**تشریحات ۲۰۳۲**

یہ صاحب جن سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گفتگو ہوئی تھی سواد بن قارب دوسی ہیں ابو حاتم نے کہا یہ صحابی تھے۔ زمانہ جاہلیت میں یہ کاہن بھی تھے اور شاعر بھی پھر مسلمان ہو گئے ایک دفعہ حضرت عمر نے ان کو بلایا اور کہا اپنی کہانت کو تو نے کیا گیا، اس پر ان کو غصہ آگیا اور کہا ہم اور تم جاہلیت میں تھے اور ہمارا کفر کہانت سے بدتر تھا آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ مجھے ایسی بات پر عار دلاتے ہیں جس سے میں نے توبہ کر لیا ہے۔ اور اللہ سے امید کرتا ہوں کہ اسے معاف فرما دیگا۔

ابلاس کے معنی متحیر ہونا ہے۔ قلاص۔ یہ قلوص کی جمع ہے۔ جس کے معنی جوان اونٹنی کے ہیں۔

فَدُعِيَ لَهُ فَقَالَ لَهُ ذَالِكَ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ اسْتُقْبِلَ بِهِ رَجُلٌ

اس شخص کو بلاؤ وہ بلائے گئے حضرت عمر نے اس شخص سے وہ بات کہی اس پر اس نے کہا آج جیسا

مُسْلِمٌ قَالَ فَإِنِّي أَعْزِمُ عَلَيْكَ إِلَّا مَا أَخْبَرْتَنِي قَالَ كُنْتُ كَاهِنَهُمْ

میں نے معاملہ کبھی نہیں دیکھا کہ ایک مسلمان نے ایسی بات کہی حضرت عمر نے کہا میں تجھے قسم دیتا ہوں

فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ فَمَا أَعْجَبُ مَا جَاءَتْكَ بِهِ جِنِّيَّتُكَ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا يَوْمًا

کہ بتا اصل قصہ کیا ہے انھوں نے کہا میں جاہلیت میں کاہن تھا حضرت عمرؓ نے پوچھا تیری موکلہ

فِي السُّوقِ إِذْ جَاءَتْنِي أَعْرِفُ فِيهَا الْفَزَعَ فَقَالَتْ أَلَمْ تَرَ الْجِنَّ

جنیہ سے سب سے زیادہ تعجب انگیز بات کیا بتائی ہے اس نے کہا میں ایک دن بازار میں تھا کہ وہ

وَإِبْلَاسَهَا وَيَأْسَهَا مِنْ بَعْدِ إِنْكَاسِهَا وَلُحُوقِهَا بِالْقِلَاصِ وَأَحْلَاسِهَا

میرے پاس گھبرائی ہوئی آئی اور اس نے کہا کیا تم نے جن کو نہیں دیکھا اور ان کے دہشت زدہ اور

قَالَ عُمَرُ صَدَقَ بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ عِنْدَ آلِهَتِهِمْ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ بِعِجْلٍ

مایوس ہونے کو اوندھے کئے جانے اور اونٹوں اور ان کے ٹاٹوں کے ساتھ ملا دیے جانے کے بعد حضرت عمر نے

فَذَبَحَهُ فَصَرَخَ بِهِ صَارِخٌ لَمْ أَسْمَعْ صَارِخًا قَطُّ أَشَدَّ صَوْتًا مِنْهُ

کہا سچ کہا۔ میں ایک دن ان کے معبودوں کے پاس سو رہا تھا کہ ایک شخص ایک بچھڑا لایا اور اسے ذبح

يَقُولُ يَا جَلِيحُ أَمْرٌ نَجِيحٌ رَجُلٌ فَصِيحٌ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَوَثَبَ

کیا ایک چیخنے والے نے چیخا اتنی زور سے کہ میں نے کبھی کسی چیخنے والے کو اس سے زیادہ زور سے چیختے

الْقَوْمُ قُلْتُ لَا أَبْرَحُ حَتَّى أَعْلَمَ مَا وَرَاءَ هَذَا ثُمَّ نَادَى يَا جَلِيحُ أَمْرٌ

نہیں سنا اے دشمن کامیابی کی بات ہے ایک فصیح شخص کہہ رہا ہے۔ سوائے تیرے کوئی معبود نہیں

نَجِيحٌ رَجُلٌ فَصِيحٌ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقُمْتُ فَمَا نَشِبْنَا أَنْ قِيلَ

یہ سن کر قوم اچھل پڑی۔ میں نے کہا میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا جب تک یہ نہ جان لوں کہ اسکے پیچھے

ھٰذا نَبِیٌّ۔

کیا ہے۔ اب میں اٹھ کر کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر بھی نہیں گذری تھی کہ کہا گیا کہ یہ نبی ہیں۔

اَحلاس۔ حِلس کی جمع ہے۔ جس کے معنی ٹاٹ کے ہیں۔ یا وہ موٹا کپڑا جو زین کے نیچے ڈالا جاتا ہے مراد یہ ہے کہ جن آسمانوں پر جانے سے روک دیئے گئے۔ جاتے ہیں تو منھ کے بل گرا دیئے جاتے ہیں۔ گھبرا کر منہ کے بل اوندھے گرتے ہیں۔ انھیں یہ بھی ہوش نہیں رہتا کہ ہم کہاں گرے۔ جہاں اونٹنیاں بندھی رہتی ہیں وہاں گر پڑتے ہیں ـــــ ھٰذا ما ظھر لی والعلم عند ربی۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

# بابُ قصۃ ابی طالب ۵۴۸

ابوطالب کا قصہ

**حدیث ۲۰۳۲**

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

عباس بن عبد المطلب نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے اپنے چچا کو

قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَغْنَيْتَ عَنْ عَمِّكَ

کیا فائدہ پہونچایا وہ آپ کی حمایت کرتے تھے اور وہ لوگوں پر آپ کے لئے غصہ کرتے تھے

فَإِنَّهُ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ قَالَ هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ

فرمایا وہ ٹخنہ کے برابر آگ میں ہیں اگر میں نہ ہوتا تو جہنم کے نچلے

وَلَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔

طبقے میں ہوتے۔

**حدیث ۲۰۳**

عَنْ أَبِي سَعِيدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذُكِرَ عِنْدَهُ عَمُّهُ فَقَالَ لَعَلَّهُ

تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا اور حضور کے پاس ان کے چچا کا تذکرہ ہوا تو فرمایا قیامت کے دن انکو میری

**تشریحات ۲۰۳**

کافروں کے لئے شفاعت نہیں ابوطالب کافر مرے پھر ان کو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے کیسے فائدہ پہونچا۔ جواب، یہ ہے کہ یہ خصائص میں سے ہے، ابوطالب نے کفر پر ہوتے ہوئے ہر طرح حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت کی اس کا فائدہ ان کو پہونچا۔ ایک اشکال یہ ہے کہ ابوطالب کا وہ کون سا جرم ہے جس کی بنا پر وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے کے مستحق تھے، شراح نے اس کی کوئی تفصیل نہیں لکھی ہے۔ میرا گمان یہ ہے

تَنْفَعُهٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیُجْعَلُ فِیْ ضَحْضَاحٍ مِّنَ النَّارِ یَبْلُغُ

شفاعت نفع دے گی۔ وہ جہنم کے پچھلے حصے میں کیے جائیں گے آگ ان کے ٹخنوں تک رہے گی

کَعْبَیْهِ یَغْلِیْ عَنْهُ دِمَاغُهٗ وَ فِیْ رِوَایَةٍ یَغْلِیْ مِنْهُ اُمُّ دِمَاغِهٖ۔

جس سے ان کا دماغ اُبلے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اس سے ان کا بھیجا اُبلے گا۔

کہ چونکہ وہ یقینی طور پر جانتے تھے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں پھر بھی ایمان قبول نہیں کیا۔ انھوں نے خود قصیدۂ لامیہ میں عرض کیا ہے ؎

ودعوتنی وعلمت انک صادق ولقد صدقت وکنت قبل امینا

آپ نے مجھے ایمان کی دعوت دی اور میں جانتا ہوں کہ آپ سچے ہیں اور بلاشبہ آپ نے سچ کہا اور آپ پہلے ہی سے امین ہیں۔ سب کچھ جانتے ہوئے ایمان قبول نہ کرنا ایک طرح کا تمرد ہے۔ اسی بنا پر وہ درک اسفل کے مستحق تھے۔ جانتے ہوئے انکار یقیناً بے جا جسارت ہے۔

## بَابُ، حَدِیْثُ الْاِسْرَاءِ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی

اسراء کی حدیث اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو

بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی ص۴۸۰

لے گئی رات کے تھوڑے سے حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔

**تشریحات** امام بخاری نے "اسراء" کے لئے علیحدہ باب باندھا اور "معراج" کا علیحدہ۔ اس سے ابن دحیہ نے یہ سمجھا کہ امام بخاری کا رجحان یہ ہے کہ "اسراء اور معراج" دو ہیں علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ امام بخاری۔ اسراء اور معراج کو ایک ہی مانتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ کتاب الصلوٰۃ میں انھوں نے یہ باب قائم کیا ہے۔ کیف فرضت الصلوٰۃ لیلۃ الاسراء" شب اسراء کیسے نماز فرض کی گئی۔ اور یہ متفق علیہ ہے کہ نماز شب معراج ہی میں فرض ہوئی ہے۔

معراج کے سلسلے میں کئی اختلافات ہیں۔

(۱) اسراء اور معراج ایک ہی واقعہ کے دو نام ہیں یا دونوں الگ الگ دو واقعے ہیں۔ بعض علماء نے کہا کہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے واقعات کو "اسراء" کہتے ہیں کیونکہ قرآن مجید میں اس کی اخیر حد مسجد اقصیٰ بیان فرمائی گئی ہے۔ ارشاد ہے

| | |
|---|---|
| سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔ | پاک ہے وہ ذات جو اپنے (خاص) بندے کو رات کے تھوڑے سے حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔ |

اور اسے اسریٰ سے بیان فرمایا۔

مسجد اقصیٰ کے بعد کے واقعات کو "معراج" کہتے ہیں۔ اسلئے کہ اسے حدیث میں فَعُرِجَ بِیْ اِلَی السَّمَاءِ سے تعبیر کیا گیا۔ نیز بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ پھر مسجد اقصیٰ سے آسمان تک ایک سیڑھی لگائی گئی ——— لیکن جمہور فقہاء، محدثین متکلمین کا قول یہی ہے کہ "اسراء" اور "معراج" ایک ہی ہے ——— بیت ام ہانی یا حطیم سے مسجد اقصیٰ اور پھر وہاں سے جہاں تک اللہ عزوجل نے چاہا تشریف لیجانے ہی کو "اسراء" بھی کہتے ہیں اور معراج بھی ——— پورے واقعے کو "اسراء" نام رکھنے کی وجہ تو ظاہر ہے اور چونکہ اس کا اکثر حصہ عالم علوی سے متعلق ہے۔ جب کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم بالا میں تشریف لے گئے۔ اسلئے اسے معراج بھی کہتے ہیں۔ احادیث کے کلمات پر نظر کرتے ہوئے یہی صحیح ہے۔

کتاب الصلوٰۃ میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں اور یہاں حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں سرے سے بیت المقدس جانے کا ذکر ہی نہیں۔ صرف آسمانوں پر تشریف لے جانے کا تذکرہ ہے۔ مگر پھر بھی وہ فرماتے ہیں ——— حَدَّثَہٗ عَنْ لَیْلَۃِ اُسْرِیَ بِہٖ"

(۲) معراج بیداری کی حالت میں ہوئی یا خواب میں ——— روحانی تھی کہ جسمانی۔

صحیح یہ ہے کہ معراج جسمانی تھی اور بیداری میں ہوئی۔ اصل یہ ہے کہ نصوص اپنے ظاہری معنی پر محمول ہوں گے۔ جب تک ظاہر سے عدول پر دلیل نہ ہو اور سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر معراج منامی اور روحانی ہوتی تو قریش اس سے انکار نہ کرتے۔ کیونکہ اس میں کوئی استبعاد نہیں کہ کوئی شخص یہ خواب دیکھ لے کہ میں بیت المقدس گیا۔ استبعاد اسی وقت پیدا ہوگا کہ جب کوئی یہ کہے کہ میں بیداری میں اپنے جسم کے ساتھ بیت المقدس گیا اور پھر رات ہی میں واپس آیا۔

پھر یہ کہ معراج حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عظیم معجزات میں سے ہے۔ اور معجزہ اسی وقت ہوگا کہ یہ خرق عادت ہو۔ اس کا وقوع عادۃً محال ہو۔ اس قسم کا خواب دیکھ لینا خرق عادت نہیں۔ خرق عادت یہ ہے کہ جاگتے ہوئے جسم کے ساتھ یہ سیر کی گئی ہو۔

(۳) معراج ایک بار ہوئی کہ متعدد بار۔ اہل اسلام کے عرف میں معراج بول کر جو مراد لیتے ہیں

وہ صرف ایک بار ہوئی۔ اس کے علاوہ مزید متعدد بار خواب میں معراج ہوئی۔ زرقانی علی المواہب میں ہے کہ بعض عارفین نے فرمایا کہ چونتیس بار معراج ہوئی۔ ایک بار بیداری میں جسم اور روح کے ساتھ اور تینتیس ۳۳ بار خواب میں صرف روح کے ساتھ[1] اور یہی اس باب میں وارد مختلف روایات میں تطبیق کی وجہ ہے۔ مثلاً قبل بعثت ہوئی کہ بعد بعثت، قبل ہجرت ہوئی کہ بعد ہجرت اور یہی محمل ہے۔ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس ارشاد کا کہ شب معراج حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسد اطہر میں نے غائب نہیں پایا[2]

(۴) معراج کب ہوئی اس بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) قبل بعثت ہوئی جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث میں ہے جو بطریق شریک بن عبداللہ مروی ہے[3] اس میں تصریح ہے۔ قبل ان یوحی الیہ۔ وحی سے قبل۔

اقول وھوالمستعان۔ اس حدیث پر ایک اشکال قوی یہ ہے کہ اس میں نماز پنجگانہ کے فرض کئے جانے کا بھی تذکرہ ہے۔ حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ نماز پنجگانہ بعد بعثت فرض ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے امام خطابی ابن حزم عبدالحق قاضی عیاض نے فرمایا کہ اس روایت میں شریک بن عبداللہ سے بہت سے وہم ہو گئے۔ لیکن علامہ ابن حجر نے اس کی توجیہ یہ فرمائی کہ اس حدیث کے دو حصے ہیں ایک یہ کہ تین حضرات آئے۔ ان کے اول نے کہا۔ کون ہیں وہ۔ تو ان کے درمیانی نے کہا۔ وہ ان میں سب سے بہتر ہیں۔ اب اخیر والے نے کہا۔ ان میں سب سے بہتر کو لے لو۔ اس رات اتنا ہی ہوا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو نہیں دیکھا۔ اتنے واقعے کو کہا گیا کہ یہ بعثت سے قبل ہوا۔

اس کے بعد دوسری رات میں آئے۔ اس وقت کوئی بات نہیں کی۔ اور حضور کو اٹھا لیا۔ اور بیر زمزم کے پاس رکھا۔ ان دونوں راتوں میں کتنا وقفہ تھا یہ مذکور نہیں۔ یہ وقفہ ایک رات کا بھی ہو سکتا ہے اور برس دس برس کا بھی۔ لفظ ان سب کا محتمل ہے۔ یہ اس پر محمول ہوگا۔ کہ دوبارہ آمد بعد بعثت تھی۔

---

[1] زرقانی علی المواہب سادس بحوالہ شفا ص شرح شفا للملا علی قاری اول ص ۴۰۳

[2] زرقانی علی المواہب سادس بحوالہ شفا ص شرح شفا للملا علی قاری اول ص ۴۰۳

[3] ثانی توحید باب قول اللہ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما ص ۱۱۲۰

اب اشکال ختم ہوگیا۔ اور اس حدیث سے یہ استدلال کہ قبل بعثت معراج ہوئی۔ ساقط ہوگیا۔

مگر بعض عارفین نے فرمایا کہ اس کا بھی احتمال ہے کہ حقیقی معراج سے قبل خواب میں بیت اسماں دکھا دیا گیا ہو کہ ان احوال سے یک گونہ انسیت ہوجائے۔ اور شب معراج چشم سر سے دیکھنے میں معاون ہو جیسے قبل وحی رویائے صادقہ اور صالحہ دکھائے گئے تھے۔ اب اس میں بھی کوئی اشکال نہیں رہ جاتا کہ اس میں نماز پنجگانہ کی فرضیت بھی مذکور ہے۔ کیونکہ قبل بعثت کے خواب وحی نہیں۔ اس لئے خواب میں نماز پنجگانہ کی فرضیت دیکھنے سے لازم نہیں آتا کہ وہ ذمے میں لازم ہوں۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ اس حدیث کے کچھ اجزاء سے ثابت ہوتا ہے کہ دوسری رات کچھ احوال بھی خواب میں دیکھے تھے۔ جیسا کہ شروع میں ہے۔

فیما یری قلبہ وتنام عینہ — ان آنے والوں کو اس حال میں دیکھا کہ حضور کا دل جاگ رہا تھا اور آنکھ سو رہی تھی۔

اور اخیر میں فرمایا:

فاستیقظ وھو فی المسجد — حضور جاگے اس حال میں کہ مسجد ہی میں تھے۔

اس حدیث کا اول و آخر کا ظاہر اس کی دلیل ہے۔ کہ سارا واقعہ عالم خواب کا ہے۔ اب علامہ خطابی نے اس حدیث میں جو دس وہم بتائے تھے۔ سب ختم ہوگئے۔

ثم اقول وھو المستعان۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ قبل بعثت جو رویائے صالحہ دکھائے گئے تھے۔ ان میں یہ بھی داخل ہو۔ اور۔ فمارای رؤیا الاجاءت مثل فلق الصبح۔ اور جو خواب بھی ملاحظہ فرماتے وہ سپیدہ سحر کی طرح ظاہر ہوتا۔ سے مراد یہ نہیں کہ جس رات میں خواب دیکھتے اس کے دوسرے ہی دن وہ ظاہر ہوتا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ کبھی نہ کبھی ظاہر ہوتا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب دیکھا۔ کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع صحابہ کرام مسجد حرام میں داخل ہوئے ہیں۔ مگر حدیبیہ میں روک دیئے گئے۔ صلح کر لینے کے بعد صلح کی شرائط کے بموجب واپس ہوگئے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ حضور نے فرمایا تھا کہ ہم مسجد حرام میں داخل ہوں گے۔ اور ہوا یہ کہ ہمیں واپس ہونا پڑ رہا ہے فرمایا۔ میں نے یہ کب کہا تھا کہ اسی سال داخل ہوں گے۔ وقت آئے گا کہ ایک دن ہم ضرور داخل ہونگے اور ایک سال بعد عمرۃ القضاء کے وقع پر یہ وقت آبھی گیا۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ معراج کے بعد بعثت ہونے کی سب سے قوی دلیل حضرت شریک کی روایت کا

یہ لفظ ہے۔ وقد بعث۔ وہ بھیجے جا چکے۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ واقعہ معراج بعثت کے بعد ہوا ہے۔ لیکن یہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے کہ بعثت کے شرعی معنی مراد لئے جائیں۔ لیکن اگر اس کے لغوی معنی مراد لئے جائیں یعنی بھیجنا تو علامہ ابن حجر کا استدلال صحیح نہ ہو سکے گا۔ بلکہ علامہ نووی نے شرح مسلم[1] میں اور علامہ قسطلانی نے جو متن لیا ہے۔ اس میں " وقد بعث الیہ " ہے۔ جو لغوی معنی مراد لینے کی تعیین کر رہا ہے۔ جس کی شرح یہ فرمائی۔ للاسراء و صعود السموات۔ کیا ان کے پاس کسی کو اسراء کے لئے اور آسمانوں کے اوپر لانے کے لئے بھیجا گیا ہے؟

حاصل کلام یہ نکلا کہ شریک بن عبداللہ کی روایت کو اگر قبل بعثت پر محمول کر کے اسے ان رویا صادقہ کے قبیل سے مانا جائے۔ جو قبل بعثت حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دکھائے جاتے تھے تو اس حدیث پر کوئی اشکال سرے سے وارد ہی نہ ہوگا۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

(۲) بعد بعثت قبل ہجرت ہوئی۔ یہی صحیح ہے۔

(۳) ہجرت کے کتنے پہلے ہوئی۔ ایک سال پہلے۔ اسے ابن سعد وغیرہ نے کہا اور علامہ نووی نے اسی پر جزم فرمایا۔ بلکہ ابن حزم نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا۔ اگرچہ ابن حزم کا یہ دعویٰ صحیح نہیں۔ کیونکہ اس میں کثیر اختلافات ہیں۔

(۴) علامہ ابن جوزی نے کہا کہ ہجرت کے آٹھ مہینے پہلے ہوئی۔

(۵) چھ مہینے پہلے ہوئی۔ اسے ابوالربیع بن سالم نے حکایت کی۔

(۶) گیارہ مہینے پہلے۔ اس پر ابراہیم حربی نے جزم کیا۔ اور ابن منیر نے علامہ ابن عبدالبر کی سیرت کی شرح میں اسے ترجیح دی۔

(۷) ہجرت سے پندرہ مہینے پہلے۔ اسے امام سدی نے کہا۔

(۸) ہجرت سے بارہ مہینے قبل۔ اسے ابن عبدالبر نے نقل کیا۔

(۹) ہجرت سے تیرہ مہینے پہلے۔ اسے ابن فارس نے نقل کیا۔ اس پر امام واقدی نے جزم فرمایا۔

(۱۰) ہجرت سے اٹھارہ مہینے پہلے۔ اس کو ابن سعد نے ابن ابی سبرہ سے نقل کیا۔

(۱۱) ہجرت سے تین سال پہلے۔ اسے ابن اثیر نے نقل کیا۔

---

[1] جلد اول۔ ص۹۱ [2] ارشاد الساری عاشر التوحید باب قولہ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما ص۲۴۸ ایضا۔ المواہب اللدنیہ مع الزرقانی سادس ص۵۵

(۱۲) ہجرت سے پانچ سال پہلے، یہ امام زہری کا قول ہے۔ جسے امام قاضی عیاض نے نقل کیا۔ علامہ قرطبی اور علامہ نووی نے اسی کا اتباع کیا۔

(۴) کس مہینے میں ہوئی۔ ربیع الاوّل میں۔ ربیع الآخر میں۔ رجب میں۔ شوال میں۔ رمضان میں

(۵) اسراء اور معراج۔ ایک ہی ہیں یا دو۔ دو ہیں تو دونوں ایک ہی رات میں ایک ساتھ مسلسل بیداری کے عالم میں جسم اور روح کے ساتھ ہوئے۔ یا علیحدہ علیحدہ اور ان میں ایک بیداری میں اور دوسرا خواب میں۔ اس بارے میں بھی سلف میں اختلاف رہا۔

(۱) جمہور فقہاء محدثین متکلمین کا مختار یہی ہے کہ اسراء اور معراج ایک ہی رات میں اور یہ ایک رات میں مسلسل بہ ترتیب واقع ہوئے۔ اور یہ سب بیداری میں جسم اور روح کے ساتھ ہوئے۔

(۲) بعض نے کہا کہ اسراء ایک رات میں ہوا اور معراج دوسری رات میں۔

(۳) کچھ حضرات نے کہا کہ اسراء دوبار ہوئی اور معراج بھی دوبار ہوئی۔ ایک مرتبہ خواب میں بطور تمہید دوبارہ بیداری میں۔

(۴) اسراء بیداری میں اور معراج خواب میں ہوئی۔

جن لوگوں نے یہ کہا کہ اسراء ایک رات میں ہوا۔ اور معراج دوسری رات میں۔ انھوں نے یہ تفصیل کی ہے۔ کہ اسراء میں بیت المقدس تک جا کر واپس مکہ معظمہ آگئے۔ اس کی صبح کو قریش کے ساتھ وہ واقعہ پیش آیا۔ اور معراج میں پہلے بیت المقدس تشریف لے گئے۔ پھر وہاں سے ملأ اعلیٰ میں جلوہ فرمایا۔

(۱۳) تاریخ سترہ[1] یا ستائیس ربیع الاول۔ یا ستائیس ربیع الآخر یا ستائیس رجب یا ستائیس رمضان تھی۔ علامہ زرقانی[2] نے فرمایا۔ کہ مختار یہی ہے کہ ستائیس رجب تھی اور اسی پر عمل ہے۔

(۱۴) دن دوشنبے کا تھا۔ حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوشنبے کو پیدا ہوئے۔ دوشنبے کو مبعوث ہوئے۔ دوشنبے کو معراج ہوئی، دوشنبے کو ہی کو وصال فرمایا[3] ایک قول یہ ہے کہ جمعے کا دن تھا۔

**حاصل کلام** ان سب اقوال میں راجح و مختار یہ ہے۔ معراج ستائیس رجب دوشنبے کی شب میں ہوئی اور بیداری میں جسم اور روح کے ساتھ ہوئی۔ اور مسجد حرام سے بیت المقدس تک پھر وہاں سے

---

[1] زرقانی علی المواہب سادس ص۹ [2] ایضاً ص۹

[3] ارشاد الساری ص۲۳ بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ۔

جہاں تک اللہ عزوجل نے چاہا ۔ سب ایک ہی رات میں واقعہ ہوا ۔ اور بعد بعثت قبل ہجرت ہوئی ۔
البتہ اسکے علاوہ متعدد بار اور بقول بعض عرفاء مزید تینتیس بار معراج منامی ہوئی ۔ جو مکہ معظمہ میں بھی ہوئی اور مدینہ طیبہ میں بھی ۔ قبل بعثت بھی اور بعد بعثت بھی ۔

سُبحانَ الَّذی ۔ سبحان فعل محذوف سبحۃ کا مفعول مطلق ہے فعل کو حذف کرکے مفعول کو اس کی جگہ ذکر کیا ۔ سبحان ، ان مفعول مطلق میں سے ہے جن کے عامل کا حذف واجب ہے ۔ سبحان ، کے بارے میں تین قول ہیں ، اول یہ کہ یہ اسم مصدر ہے ۔ اس لئے کہ تسبیح بمعنی تنزیہہ ، مجرد سے نہیں آتا ۔ صرف باب تفعیل سے آتا ہے ۔ قاضی نے شرح سلم کے منہیہ میں کہا ۔ قال سیبویہ سبحت اللہ تسبیحا و سبحانا فالمصدر التسبیح و سبحان اسم یقوم مقام المصدر ۔ اور امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا ۔ سبحان اسم للتسبیح یقال سبحت اللہ تسبیحا او سبحانا فالتسبیح ھو المصدر و سبحان اسم للتسبیح لقولھم کفرت الیمین تکفیرا و کفرانا ۔ اور باب تفعیل کا مصدر اگر صحیح ہے تو تفعیل یا فعال کے وزن پر آتا ہے ۔ فعلان کے وزن پر نہیں آتا ۔ اور یہاں سبحان بمعنی تنزیہہ ہی ہے ۔ اسلئے کہنا پڑے گا کہ یہ یا تو اسم مصدر ہے یا علم مصدر ۔ علم مصدر ہونا زیادہ صحیح نہیں کہ امیہ ورقہ بن نوفل نے کہا ہے ۔

سبحانہ ثم سبحانا نعوذ بہ وقبلنا سبح الجودی والجمد

اس نے ، سبحانا ، کو تنوین کے ساتھ استعمال کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ منصرف ہے ۔ اور اگر علم مصدر ہوتا تو الف نون زائدتان اور علمیت کی بنا پر غیر منصرف ہوتا ۔

دوم علم مصدر ہے ۔ جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے ۔

قد قلت لما جاء فی فخرہ سبحان من علقمۃ الفاخر

اس نے سبحان کو بغیر تنوین کے استعمال کیا ہے ۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ غیر منصرف ہے ۔ یہ تو درست ہے ۔ کہ غیر منصرف کو ضرورت شعری کی بنا پر منصرف تنوین کے ساتھ لایا جائے ۔ مگر اس کی اجازت نہیں کہ منصرف کو غیر منصرف بغیر تنوین کے استعمال کیا جائے ۔ اگرچہ ضرورت ہو ۔ اس لئے یہ کہا جائے گا کہ ورقہ بن نوفل کے شعر میں ضرورت شعری کی وجہ سے تنوین کے ساتھ آیا ہے ۔ فیہ ما فیہ ۔ زمخشری نے کشاف میں اسی کو اختیار کیا ہے ۔ اسی طرح علامہ نسفی نے بھی اپنی تفسیر میں ۔ قاموس میں ہے ۔ سبحان اللہ تنزیھا للہ عن المناجیۃ والولد ۔ معرفۃ ۔ و نصب علی المصدر ۔ اس کو معرفہ کہنا اس کی دلیل ہے کہ یہ علم مصدر ہے ۔ صراح میں ہے ۔ معناہ التنزیہ للہ نصب علی المصدر ۔ تنزیہہ کو معرف باللام لانا اس کی دلیل ہے کہ وہ بھی اسے علم مان رہے ہیں اور نصب علی المصدر ہے ۔ مراد یہ ہے کہ یہ مفعول مطلق ہے ۔

قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ یہ کبھی علم مصدر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس وقت مضاف نہ ہوگا۔ یہ ان اقوال کی روشنی میں درست نہیں کیونکہ انھوں نے سبحان کو اسم جلالت کی طرف مضاف ہونے کی حالت میں علم مصدر مانا ہے۔

سوم۔ مصدر ہے۔ اور ثلاثی مجرد سے آتا ہے۔ فتح یفتح سے۔ جیسا کہ قاموس میں ہے۔ وسبح کمنع سبحانا وسبح تسبیحا قال سبحان اللہ ـــــ اور شرح لباب میں ہے۔

معنی سبحان اللہ اسبح تسبیحا ای انزھہ تنزیھا وھو فی الاصل مصدر کغفر غفرانا قال الشاعر ـــــ قبح الالہ وجوہ تغلب کلما سبح الحجیج وکبروا اھلالا

اسے اسم مصدر یا علم مصدر کہنے کی وجہ یہی تھی کہ ثلاثی مجرد سے تنزیہہ کے معنی میں وارد نہیں۔ نیز یہ کہ مجرد کا مصدر سبحان کے وزن پر مسموع نہیں۔ اب جبکہ قاموس اور شرح لباب میں تصریح ہے۔ ثلاثی مجرد سے بھی تنزیہہ کے معنی میں ہے۔ اور ثلاثی مجرد سے بھی فعلان کے وزن پر مصدر آیا ہے تو اس سے انکار کی کوئی وجہ نہیں کہ یہ مصدر ہے۔

صیغہ تسبیح عرف عام میں کسی غیر متوقع یا دشوار یا محال چیز کے ہونے پر تعجب وحیرت ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل تعجب اور حیرت سے منزہ ہے کیونکہ یہ نہ جاننے اور عجز کی بنا پر ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں تسبیح کا حقیقی لغوی معنی تنزیہہ مراد ہے۔ اور یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ عزوجل اس سے منزہ ہے کہ شب معراج واقع ہونے والے عظیم خرق عادت امور کے واقع کرنے کی بنا پر اس پر اعتراض کیا جائے کیونکہ وہ ہر عیب ہر نقص عجز سے منزہ ہے۔ اور ہر شی پر قادر ہے۔ ہماری عقلیں جن چیزوں کو مستبعد بلکہ محال جانیں ان کا واقع کرنا بھی اس کیلئے کوئی بڑی بات نہیں۔ اذا اراد امرا الآیۃ۔

**الذی** اسم موصول ابہام کے لئے ہے جو عظمت شان کے اظہار کیلئے ہے کہ اس کی ذات وہ سر الاسرار ہے جس کے حریم قدس تک انسانی عقول کی رسائی نہیں۔ نہ صرف یہ کہ اس کی ذات ہی تک رسائی نہیں بلکہ اسکے افعال کے اسباب وعلل تک بھی کسی کی باریابی نہیں۔ الامن یختص برحمتہ من یشاء۔

**اسری** اس کا مادہ سُریٰ ہے۔ اسکے معنی رات میں چلنے کے ہیں۔ اس کا مصدر سَرْیٌ اور سَرَایَۃٌ اور سَرَیَانٌ بھی آتا ہے۔ اَسْرٰی باب افعال سے بھی لازم ہے۔ اسی لئے بارلا کر بعبدہ میں متعدی فرمایا۔ مطلب یہ ہوا کہ اپنے بندے کو رات کے تھوڑے سے حصے میں لے گئی۔ یہاں لیلاً کے ذکر کی وجہ سے تجریداً صرف لے جانے کے معنی میں ہے لیلاً کے ذکر کرنے سے دو فائدے ہیں۔ اول یہ کہ اسریٰ کبھی مجازاً دن میں چلنے کو بھی کہتے ہیں۔ اس کے ازالے کے لئے لیلاً فرمایا۔ دوسرا یہ کہ عرب والے جب سَرٰی فُلَانٌ لَیْلًا بغیر تاء کے بولتے تو ان کی مراد یہ ہوتی کہ رات کے کچھ حصے میں چلا۔ جب پوری رات سیر کرنے کو

بتانا ہوتا ہے تو کہتے ہیں سری فلان لیلۃ ۔ تار کے ساتھ ۔ اسی میں یہ ارشاد بھی ہے ۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا ۔ فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا ۔ افادہ یہ کرنا ہے کہ یہ مبارک سیر پوری رات نہ تھی ۔ رات کے کچھ حصے میں تھی ۔ لیلا ۔ کی تنوین برائے تقلیل نے اس معنی کو اور واضح کر دیا ۔

**الی المسجد الاقصیٰ** اس سے مراد بیت المقدس ہے ۔ اقصیٰ اسم تفضیل مذکر ہے ۔ اس کا مادہ قَصُوَ ہے ۔ جس کے معنی دور ہونے کے ہیں ۔ اقصیٰ کے معنی زیادہ دور یہ مکہ معظمہ سے چالیس دن کی دوری پر ہے ۔ اس لئے اس کو مسجد اقصیٰ کہتے ہیں ۔ اس کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کعبے کی تعمیر کے چالیس سال بعد ڈالی تھی ۔

**بارکنا حولہ** مسجد اقصیٰ انبیاء سابقین کا مولد مسکن اور مدفن اور ان کا قبلہ ہے ۔ اس لئے اس کے ارد گرد بے شمار برکات دینیہ ہیں اور وہ خطہ بڑا زرخیز ہے ۔ اس کے آس پاس باغات کھیتیاں نہریں بکثرت ہیں ۔ جن میں ہر قسم کے میوے غلے پھل پھول وافر مقدار میں پیدا ہوتے ہیں ۔

**مِن اٰیاتنا** اس سے صرف ان نشانیوں کو مراد لینا جو مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ تک دکھائی گئیں تخصیص بلا مخصص ہے ۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ ان آیات کو بھی عام ہو جو مسجد اقصیٰ کے بعد سدرۃ المنتہیٰ تک دکھائی گئیں ـــــ اس آیت کریمہ میں صرف مسجد اقصیٰ تک کا تذکرہ اس بنا پر ہے کہ یہ معلوم تھا کہ کفار قریش اس کا انکار کریں گے اور تصدیق کی صورت یہ ہوگی کہ وہ مسجد اقصیٰ کی تفصیلی ہیئت دریافت کریں گے ۔ اور صحیح بتانے کی صورت میں اس کی زبانیں بند ہو جائیں گی ۔ اور سعادتمند قلوب کو اطمینان ہو جائے گا ۔

**احکام** مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک معراج کا ثبوت قطعی یقینی ہے ۔ اس کا منکر کافر ہے ۔ اور مسجد حرام سے لیکر سدرۃ المنتہیٰ تک کا ثبوت احادیث کثیرہ سے ہے اس کا منکر گمراہ ہے ۔ معراج کی حدیث قریب قریب تیس صحابہ سے مروی ہے ۔ خود بخاری میں میرے تتبع کے مطابق سات صحابہ کی روایت مطول مختصر درج ہے ۔ حضرت جابر ، حضرت انس ، حضرت ابو ہریرہ ، حضرت ابوذر ، حضرت ابن عباس ، حضرت ابو حیہ انصاری ، حضرت صعصعہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔

**تشریحات** ۲۰۳۷ معراج کی صبح کو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب سے ابو جہل کا گزر ہوا ۔ اس نے پوچھا ۔ کیا کوئی اور بات ہوئی ؟ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رات مجھے بیت المقدس لیجایا گیا ۔ اس نے کہا اور تم صبح کو ہمارے سامنے آموجود ہوئے ۔ فرمایا ۔ ہاں ۔

| حدیث ۲۰۲۵ | حَدَّثَنِیْ اَبُوْ سَلَمَۃَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ |
|---|---|
| | حضرت جابر بن عبداللہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ |
| | عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَمَّا کَذَّبَنِیْ |
| | کہ جب قریش نے مجھے (معراج کے بارے میں) جھٹلایا۔ تو میں حطیم میں کھڑا ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے |
| | قُرَیْشٌ قُمْتُ فِی الْحِجْرِ فَجَلَّی اللّٰہُ لِیْ بَیْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُھُمْ |
| | میرے لئے بیت المقدس کو روشن کردیا۔ میں قریش کو اس کی نشانیاں بتانے لگا۔ اور میں |
| | عَنْ اٰیَاتِہٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْہِ۔ |
| | بیت المقدس دیکھ رہا تھا۔ |

اس نے کہا میں اپنی قوم کو بلاتا ہوں۔ کیا ان کے سامنے بھی یہ سب بیان کردو گے۔ فرمایا۔ ضرور بیان کردوں گا ابو جہل نے پکارا۔ اے بنی کعب بن لوی! یہ سنتے ہی سب لوگ سمٹ کر ان دونوں کے پاس جمع ہوگئے۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب کے سامنے پورا واقعہ سنایا۔ سنانے کے اثنا کچھ مسخرے سیٹی بجاتے رہے کچھ جوکروں کی طرح سروں پر ہاتھ رکھ کر دیتے۔ ان میں کچھ ایسے افراد بھی تھے جو بیت المقدس جاچکے تھے۔ انھوں نے کہا۔ کیا تم مسجد اقصیٰ کا نقشہ ہمیں بتاسکتے ہو۔ اس پر مسجد اقصیٰ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر کردی گئی۔ انھوں نے مسجد اقصیٰ کے بارے میں جو کچھ پوچھا۔ سب بتادیا سننے کے بعد ان لوگوں نے تصدیق کی۔ کہ آپ نے صحیح بتایا ہے[1]۔

امام بیہقی نے دلائل میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت کیا۔ اسرار کی صبح کو بہت سے لوگ فتنے میں پڑگئے۔ کچھ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور ان سے تذکرہ کیا تو انھوں نے فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ سچے ہیں۔ اس پر حیرت زدہ ہوکر لوگوں نے کہا۔ آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک رات میں شام گئے اور رات میں مکہ واپس ہوگئے۔ صدیق اکبر نے فرمایا۔ ہاں میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ یہ کیا ہے میں تو اس سے زیادہ مستبعد بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ ان کے پاس آسمان کی خبر آتی ہے

[1] فتح الباری سابع ص۱۹۹ بحوالہ مسند امام احمد و بزار بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

# بَابُ المعراج

ص ۵۴۸

معراج کا بیان

**حدیث ۲۰۳۶**

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ

حضرت انس بن مالک حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِيَ بِهٖ بَيْنَمَا اَنَا فِي الْحَطِيْمِ

کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج کا قصہ یوں بیان کیا کہ میں حطیم میں

وَرُبَّمَا قَالَ فِي الْحِجْرِ مُضْطَجِعًا اِذْ اَتَانِيْ اٰتٍ فَقَدَّ قَالَ وَسَمِعْتُهٗ

اور کبھی کہتے میں حجر میں لیٹا ہوا تھا کہ ایک آنے والے آئے اور انھوں نے یہاں سے یہاں تک

يَقُوْلُ فَشَقَّ مَا بَيْنَ هٰذِهٖ اِلٰى هٰذِهٖ فَقُلْتُ لِلْجَارُوْدِ وَهُوَ اِلٰى جَنْبِيْ مَا يَعْنِيْ بِهٖ

کے درمیان پھاڑا جارود میرے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے ان سے میں نے پوچھا - کیا مطلب؟

اسی بنا پر ان کا نام صدیق پڑا -

**فَجَلَّى لِيْ**

مسلم[1] میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے - کہ وہ لوگ مجھ سے ایسی باتیں پوچھنے لگے جنھیں میں نے ذہن نشین نہیں کیا تھا - مثلاً اس کے کتنے دروازے ہیں - اس پر مجھے اتنی سخت اُلجھن ہوئی کہ کبھی نہ ہوئی تھی - اللہ عزوجل نے بیت المقدس میرے پیش نظر کر دیا - جس کی وجہ سے وہ لوگ جو بھی پوچھتے بتاتا جاتا -

اس میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک کے سارے حجابات اٹھا دیئے گئے تھے - مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث جو ابھی گزری ہے اس میں ہے کہ مسجد اقصیٰ

[1] اول باب الاسراء ص ۹۶ -

قَالَ مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهٖ اِلٰى شِعْرَتِهٖ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ مِنْ قَصِّهٖ اِلٰى

تو انھوں نے کہا۔ سینے کے اوپری حصے سے لے کر پیڑو تک۔ تو انھوں نے میرا

شِعْرَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِىْ ثُمَّ اُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوْءَةٍ

دل نکالا۔ پھر میرے پاس ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ پھر

اِيْمَانًا فَغُسِلَ قَلْبِىْ ثُمَّ حُشِىَ ثُمَّ اُعِيْدَ ثُمَّ اُتِيْتُ بِدَابَّةٍ دُوْنَ

میرا دل دھویا گیا۔ پھر دل کو ایمان سے بھرا گیا اس کے بعد اپنی جگہ رکھ دیا گیا۔

الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ اَبْيَضَ فَقَالَ لَهُ الْجَارُوْدُ هُوَ الْبُرَاقُ

پھر سواری کیلئے میرے پاس ایک جانور لایا گیا جو خچر سے نیچا اور گدھے سے اونچا

يَا اَبَا حَمْزَةَ قَالَ اَنَسٌ نَعَمْ يَضَعُ خَطْوَهٗ عِنْدَ اَقْصٰى طَرْفِهٖ فَحُمِلْتُ

تھا سفید رنگ جارود نے حضرت انس سے پوچھا۔ کیا یہ براق تھا اے ابو حمزہ۔ تو حضرت

عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ بِىْ جِبْرِيْلُ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ فَقِيْلَ

انس نے فرمایا۔ ہاں۔ وہ اپنا قدم منتہائے نظر پر رکھتا۔ مجھے اس پر سوار کرایا گیا

مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ

اس کے بعد جبریل مجھ کو لے کر چلے یہاں تک کہ پہلے آسمان تک پہنچے۔ اور دروازہ

وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ

کھولنے کے لئے کہا پوچھا گیا کون ہیں؟ انھوں نے کہا میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا

فَفَتَحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا فِيْهَا اٰدَمُ فَقَالَ هٰذَا اَبُوْكَ اٰدَمُ

اور آپ کے ساتھ کون ہیں۔ انھوں نے بتایا محمد (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں

داروغہ کے پاس رکھی گئی۔ وہ لوگ پوچھتے جاتے میں دیکھ دیکھ کر بتاتا جاتا۔ مسند ابو یعلیٰ میں ہے کہ یہ پوچھنے والا مطعم بن عدی تھا۔

فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ

پوچھا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا۔ ہاں کہا گیا۔ مرحبا خوش آمدید۔ پھر

الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ

دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ اس میں آدم علیہ السلام

مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ

ہیں تو جبریل نے کہا یہ آپ کے والد آدم ہیں انھیں سلام کیجئے تو میں نے انھیں سلام

وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ

کیا اور انھوں نے سلام کا جواب دیا پھر انھوں نے فرمایا نیک فرزند اور صالح نبی کو مرحبا ہو۔

جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ اِذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى وَهُمَا ابْنَا الْخَالَةِ

پھر اوپر چلے یہاں تک کہ دوسرے آسمان تک پہنچے اور اس کا دروازہ کھولنے کیلئے کہا تو پوچھا گیا

قَالَ هٰذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا

کون ہیں انھوں نے کہا میں جبریل ہوں پوچھا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہیں انھوں نے کہا محمد (صلی اللہ

مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ

تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں پوچھا گیا کیا انھیں بلایا گیا ہے تو جبریل نے کہا ہاں۔ تو کہا گیا انھیں مرحبا اور

الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ

خوش آمدید ہو۔ اب دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو خالہ زاد بھائی یحییٰ اور عیسیٰ

مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ

مجھے ملے۔ جبریل نے کہا۔ یہ یحییٰ اور عیسیٰ ہیں ان دونوں کو سلام کیجئے میں نے ان دونوں کو سلام کیا

مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ بِهٖ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ اِذَا يُوْسُفُ

اور ان دونوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر ان دونوں نے کہا نیک بھائی اور نبی صالح کو مرحبا ہو۔ پھر مجھے

قَالَ هٰذَا يُوْسُفُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ

تیسرے آسمان تک لے گئے۔ جبریل نے دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا میں

مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى

جبریل ہوں۔ پوچھا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہیں۔ انھوں نے کہا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ پوچھا گیا

اَتَى السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ

انھیں بلایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا ہاں تو کہا گیا انھیں مرحبا اور خوش آمدید ہو۔ اب دروازہ

جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ اَوَقَدْ اُرْسِلَ

کھولدیا گیا۔ جب تیسرے آسمان پر پہنچا تو یوسف علیہ السلام ملے۔ جبریل نے کہا یہ یوسف ہیں انھیں

اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا

سلام کیجئے۔ تو میں نے سلام کیا اور انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر کہا نیک بھائی اور نبی صالح

خَلَصْتُ اِلٰى اِدْرِيْسَ قَالَ هٰذَا اِدْرِيْسُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ

کو مرحبا ہو۔ پھر مجھے اوپر لے چلے یہاں تک کہ چوتھے آسمان تک پہنچے۔ جبریل نے دروازہ

عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ

کھولنے کیلئے کہا۔ تو پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا آپ کے ساتھ

صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ

کون ہیں۔ انھوں نے بتایا محمد (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں پوچھا گیا کیا انکو بلایا گیا ہے؟ جبریل نے

هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ

کہا ہاں۔ تو کہا گیا انھیں مرحبا اور خوش آمدید ہو۔ اور دروازہ کھولدیا گیا۔ پس جب میں ادریس

اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ

علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ تو جبریل نے کہا یہ ادریس ہیں انھیں سلام کیجئے۔ میں نے انھیں سلام کیا

فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا هَارُوْنُ قَالَ هٰذَا هَارُوْنُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ

اور انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر کہا۔ برادر صالح اور نبی صالح کو مرحبا ہو۔ پھر مجھے اور اوپر

فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ

لے چلے یہاں تک کہ پانچویں آسمان تک پہنچے۔ انھوں نے دروازہ کھولنے کیلئے کہا۔ تو پوچھا گیا کون؟

الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِي حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ السَّادِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ

انھوں نے کہا میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہیں انھوں نے بتایا کہ محمد (صلی اللہ

قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ

تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ تو انھوں نے کہا ہاں۔ اب کہا گیا انھیں مرحبا اور

قِيْلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ

خوش آمدید ہو جب میں پانچویں آسمان پر پہنچا تو ہارون علیہ السلام ملے جبریل نے کہا یہ ہارون ہیں

الْمَجِيْءُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا مُوْسٰى قَالَ هٰذَا مُوْسٰى فَسَلِّمْ

انھیں سلام کیجئے۔ میں نے انھیں سلام کیا اور انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر انھوں نے کہا برادرِ

عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ

صالح اور نبی صالح کو مرحبا ہو پھر مجھے اور اوپر لے گئے یہاں تک کہ چھٹے آسمان تک پہنچے۔ جبریل نے

الصَّالِحِ فَلَمَّا تَجَاوَزْتُ بَكٰى قِيْلَ لَهٗ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ أَبْكِيْ

دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا میں جبریل ہوں پوچھا گیا اور آپکے ساتھ

لِأَنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِيْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِهٖ

کون ہیں؟ تو انھوں نے بتایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا انھیں بلایا گیا ہے تو جبریل نے

اَكْثَرُ مَنْ يَدْخُلُهَا مِنْ اُمَّتِيْ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ

کہا ہاں۔ تو کہا انھیں مرحبا اور خوش آمدید ہو۔ جب میں چھٹے آسمان پر پہنچا تو موسیٰ علیہ السلام ملے تو

فَاسْتَفْتَحَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ

جبریل نے کہا یہ موسیٰ ہیں انھیں سلام کیجیے۔ میں نے انھیں سلام کیا اور انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر انھوں

مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَرْحَبًا

نے کہا۔ برادر صالح اور نبی صالح کو مرحبا ہو جب میں ان سے آگے بڑھ گیا تو وہ روئے۔ ان سے پوچھا گیا کیوں رو رہے

بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا اِبْرَاهِيْمُ قَالَ هٰذَا

ہیں۔ تو انھوں نے بتایا۔ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ ایک صاحبزادے میرے بعد مبعوث ہوئے جن کی امت سے

اَبُوْكَ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ قَالَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ قَالَ مَرْحَبًا

جنت میں میری امت سے زیادہ افراد داخل ہونگے۔ پھر مجھے ساتویں آسمان تک لے گئے۔ جبریل نے دروازہ کھولنے کو

بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى

کہا پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہیں۔ انھوں نے کہا محمد (صلی اللہ

فَاِذَا نَبِقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرَ وَاِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ اٰذَانِ الْفِيَلَةِ

تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا۔ کیا انھیں بلانے کیلئے بھیجا گیا تھا۔ انھوں نے کہا۔ ہاں۔ اس نے کہا۔ انھیں مرحبا ہو

قَالَ هٰذِهٖ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى فَاِذَا اَرْبَعَةُ اَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ

خوش آمدید ہو۔ جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا تو ابراہیم علیہ السلام ملے انھوں نے کہا یہ آپ کے والد ہیں انھیں

وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ فَقُلْتُ مَا هٰذَانِ يَا جِبْرَئِيْلُ قَالَ اَمَّا

سلام کیجیے۔ تو میں نے انھیں سلام کیا انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ انھوں نے کہا فرزند صالح اور نبی صالح کو مرحبا ہو

الْبَاطِنَانِ فَنَهَرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَ اَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيْلُ

پھر مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ اس کے پھل ہجر کے مٹکوں کے برابر تھے اور اسکے پتے

وَ الْفُرَاتُ ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ ثُمَّ اُتِيْتُ بِاِنَاءٍ

ہاتھی کے کان کے برابر۔ جبریل نے کہا۔ یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ پھر میں نے چار نہریں دیکھیں۔ دو باطن

مِّنْ خَمْرٍ وَّ اِنَاءٍ مِّنْ لَبَنٍ وَّ اِنَاءٍ مِّنْ عَسَلٍ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ

دو ظاہر۔ میں نے پوچھا۔ یہ کیا ہیں اے جبریل۔ انھوں نے کہا۔ باطنی دو نہریں جنت میں جارہی ہیں

فَقَالَ هِيَ الْفِطْرَةُ اَنْتَ عَلَيْهَا وَ اُمَّتُكَ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ

اور ظاہری نہریں نیل و فرات ہیں۔ پھر میرے سامنے بیت المعمور کیا گیا۔ پھر میرے سامنے شراب

الصَّلَوَاتُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلٰى

کا ایک برتن ایک دودھ کا برتن اور ایک شہد کا برتن پیش کیا گیا۔ میں نے دودھ لے لیا۔ جبریل نے کہا۔

مُوْسٰى فَقَالَ بِمَا اُمِرْتَ قَالَ اُمِرْتُ بِخَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ

یہ فطرت ہے جس پر آپ اور آپ کی امت ہے۔ پھر۔ مجھ پر روزانہ پچاس وقت کی نمازیں فرض

يَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ

کی گئیں۔ اسکے بعد میں واپس ہوا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے قریب پہنچا۔ انھوں نے

وَ اِنِّيْ وَاللّٰهِ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَ عَالَجْتُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ

پوچھا آپ کو کیا حکم دیا گیا ہے۔ کہا۔ روزانہ پچاس نمازوں کا حکم دیا گیا ہے۔ انھوں نے

اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِاُمَّتِكَ

کہا۔ آپ کی امت روزانہ پچاس وقتوں کی نماز کی استطاعت نہیں رکھتی۔ اور میں بخدا

آپ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں۔ اور اس سلسلے میں بنی اسرائیل پر بہت سختی

فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ

کر چکا ہوں۔ اس لئے آپ اپنے رب کی جانب واپس تشریف لے جائیے۔ اوران سے

فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ

اپنی امت کے لئے تخفیف کا سوال کیجئے۔ میں واپس حاضر ہوا۔ تو مجھ سے دس معاف فرمادی

مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَأُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ

پھر میں موسیٰ کے پاس لوٹ کر آیا تو انھوں نے وہی کہا۔ پھر میں واپس اللہ عزوجل کی بارگاہ

فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَأُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ

میں حاضر ہوا تو دس معاف کردی۔ پھر میں لوٹ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ تو انھوں نے

فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ بِمَا أُمِرْتَ قُلْتُ أُمِرْتُ بِخَمْسٍ

وہی کہا۔ پھر میں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں لوٹ کر گیا تو اس نے دس کم فرمادی پھر میں موسیٰ علیہ السلام

صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسَ صَلَوَاتٍ

کے پاس لوٹ کر آیا تو انھوں نے وہی کہا۔ پھر میں بارگاہِ خداوندی میں واپس ہوا تو مجھے روزانہ

كُلَّ يَوْمٍ وَإِنِّيْ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ

دس نمازوں کا حکم دیا گیا۔ پھر میں لوٹ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انھوں نے وہی کہا

أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِأُمَّتِكَ

پھر میں بارگاہِ خداوندی میں لوٹ کر گیا تو مجھے روزانہ پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا۔ پھر

قَالَ سَأَلْتُ رَبِّيْ حَتّٰى اسْتَحْيَيْتُ وَلٰكِنِّيْ أَرْضٰى وَأُسَلِّمُ

میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا تو انھوں نے کہا کہ آپ کو کس بات کا حکم دیا گیا۔

میں نے کہا روزانہ پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا۔ انھوں نے کہا۔ آپ کی امت روزانہ پانچ

قَالَ فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادٰی مُنَادٍ اَمْضَیْتُ فَرِیْضَتِیْ وَ

نمازوں کی استطاعت نہیں رکھتی اور میں نے آپ سے پہلے لوگوں کو آزمالیا ہے اس سلسلے میں

وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِیْ [1]

بنی اسرائیل پر مجھے بہت سختی کرنی پڑی اسلئے اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کا سوال کیجئے۔ انھوں نے کہا میں نے اپنے رب سے سوال کیا اتنا کہ مجھے حیا آئی میں اس پر راضی ہوں اور اسے تسلیم کرتا ہوں۔ حضور نے فرمایا جب میں آگے بڑھا تو ایک ندا دینے والے نے ندا دی۔ میں نے اپنا فرض نافذ کر دیا اور اپنے بندوں پر تخفیف کر دی۔

**حدیث ۲۰۳۷**

عَنْ عِکْرِمَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اللہ عزوجل کے اس ارشاد۔

فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَۃً

ہم نے آپ کو جو جلوہ دکھایا اسے لوگوں کے لئے آزمائش کر دی ۔۔۔ کی تفسیر

**تشریحات ۲۰۳۶**

واقعہ معراج کے سلسلے میں جو روایات مختلف آئی ہیں ان کے بعض میں اختصار ہے اور بعض میں تفصیل ہے اور ساری تفصیلات کسی ایک روایت میں مذکور نہیں۔ ان سب روایتوں کا ذکر کرنا اور پھر ان میں تطبیق پیدا کرنا بہت طویل ابحاث کا خواہاں ہے۔ اور مجھے اختصار منظور ہے اسلئے ان سے صرف نظر کرتے ہوئے میں آگے بڑھ رہا ہوں۔

**تشریحات ۲۰۳۷**

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول اس کی دلیل ہے کہ معراج بیداری میں جسم کے ساتھ ہوئی تھی۔ رویا جس طرح رویت قلبی کے معنی میں مستعمل ہے اسی طرح رویت بصری کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ یعنی اس کے معنی

[1] بدء الخلق باب ذکر الملئکۃ ص۴۵۵ الانبیاء باب قولہ ذکر رحمۃ ربک عبدہ زکریا ص۴۸۷

لِلنَّاسِ قَالَ هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ أُرِيهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

یہ مروی ہے کہ اس سے آنکھ سے دیکھنا مراد ہے جسے اس رات دکھایا گیا تھا جب

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً أُسْرِيَ بِهِ إِلَى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ قَالَ

حضور بیت المقدس تک تشریف لے گئے تھے۔ کہا ۔ قرآن میں شجرہ

وَالشَّجَرَةُ الْمَلْعُونَةُ فِي الْقُرْآنِ هِيَ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ [1]

ملعونہ سے مراد تھوہڑ کا درخت ہے۔

بَابُ وُفُودِ الْأَنْصَارِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

انصار کا مکہ معظمہ میں نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

بِمَكَّةَ وَبَيْعَةِ الْعَقَبَةِ ص ۵۵۰

ہونا ۔ اور بیعۃ عقبہ کا بیان ۔

جاگنے کے بھی ہیں اور آنکھ سے دیکھنے کے بھی۔ اور خواب کے معنی میں بھی آتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس ارشاد میں ھی رؤیا عین یہ آنکھ سے دیکھنا تھا۔ اس کی دلیل ہے کہ آیت مبارکہ میں رویا سے مراد خواب نہیں بلکہ جاگتے ہوئے چشم سر سے دیکھنا مراد ہے۔

**تشریح** ہجرت سے قبل انصار کرام کی نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جمرۃ العقبہ کے قریب گھاٹی میں جہاں مسجد بنی ہوئی ہے تین بار ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ جس کی تفصیل جلد اول میں گزر چکی ہے۔

[1] کتاب التفسیر باب قولہ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک ص ۶۸۶ کتاب القدر باب قولہ وَمَا جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس ص ۹۷۸ ترمذی تفسیر، نسائی تفسیر۔

**حدیث ۲۰۳۸** قَالَ جَابِرٌ اَنَا وَاَبِیْ وَخَالِیْ مِنْ اَصْحَابِ الْعَقَبَةِ

حضرت جابر نے فرمایا میں اور میرے باپ اور میرے ماموں اصحاب عقبہ میں سے ہیں۔

**حدیث ۲۰۳۹** عَنِ الصُّنَابِحِیِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّهٗ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں ان نقیبوں

قَالَ اِنِّیْ مِنَ النُّقَبَاءِ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

میں سے ہوں جنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی اور فرمایا

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَایَعْنَاهُ عَلٰی اَنْ لَّا نُشْرِكَ بِاللّٰهِ

ہم نے جنت کے عوض حضور سے بیعت کی اس بات پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک

**تشریحات ۲۰۳۸** اور نسخوں میں خالی کے بجائے خالای تثنیہ ہے یعنی میرے دونوں ماموں بھی شریک تھے۔ ان سے مراد ثعلبہ اور عمرو ہیں یہ دونوں عقبہ ثانیہ کے موقع پر حاضر تھے۔ بخاری ہی میں سفیان بن عیینہ کا قول یہ نقل کیا ہے کہ ان میں سے ایک براء ابن معرور تھے یہ حضرت جابر کے ماموں نہیں تھے لیکن علامہ کرمانی اور علامہ عسقلانی نے فرمایا کہ یہ حضرت جابر کی والدہ کے رشتے داروں میں سے ہیں اسلئے مجازاً ان کو ماموں کہنا درست ہے۔ حضرت براء بن معرور انصار کے پہلے وہ خوش نصیب انسان ہیں جو مشرف باسلام ہوئے اور پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے عقبہ ثانیہ کے موقع پر بیعت کی اور انصار کے پہلے وہ فرد ہیں جنھوں نے کعبہ کی طرف منھ کر کے نماز پڑھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ تشریف لانے سے ایک ماہ قبل وفات پا گئے تھے۔

**تشریحات ۲۰۳۹** اس حدیث کے ہم معنی مفصل حدیث جلد اول کتاب العلم میں گزر چکی ہے وہیں اس پر مفصل کلام بھی مذکور ہے۔ بعض نسخوں میں ولا نعصی کے بجائے لا نقضی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم کسی کے بارے میں قطعی حکم نہیں لگائیں گے کہ

شَيْئًا وَلَا نَزْنِيْ وَلَا نَسْرِقُ وَلَا نَقْتُلُ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا

نہ کریں گے اور نہ زنا کریں گے اور نہ چوری کریں گے اور نہ اسے قتل کریں گے اللہ نے جس کی حرمت رکھی ہے مگر

بِالْحَقِّ وَلَا نَنْتَهِبُ وَلَا نَعْصِيْ بِالْجَنَّةِ اِنْ فَعَلْنَا ذٰلِكَ فَاِنْ

حق کے ساتھ اور نہ لوٹیں گے نہ نافرمانی کریں گے اسکی جزا جنت ہے اگر ہم نے یہ کیا تو۔ اور اگر ہم نے ان

غَشِيْنَا مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا كَانَ قَضَاءُ ذٰلِكَ اِلَى اللّٰهِ ؏۵

میں سے کسی چیز کا ارتکاب کیا تو اس کا فیصلہ اللہ پر ہے

## بَابُ تَزْوِيْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِشَةَ وَقُدُوْمِهَا الْمَدِيْنَةَ وَبِنَاءِهٖ بِهَا ص۵۵۱

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے نکاح کرنا اور حضور کا مدینہ تشریف لانا اور حضرت عائشہ سے زفاف کرنا

**حدیث ۲۰۴۰**

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَنِيْ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ فَقَدِمْنَا

نے شادی کی اور میں چھ سال کی تھی اس کے بعد ہم مدینہ

الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلْنَا فِيْ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ فَوُعِكْتُ فَمَرِقَ

آئے۔ اور بنی حارث بن خزرج میں اترے۔ مجھے بخار آگیا جس سے میرا بال جھڑ گیا

وہ جنتی ہے اس تقدیر پر بالجنۃ متعلق ہے نقضی کے اور لا نعصی والے نسخے کی بنا پر بالجنۃ متعلق ہے بایعناہ کے مطلب یہ ہوا کہ ہم نے بیعت کی کہ یہ سب کام ہم نہیں کرینگے تاکہ اسکے عوض ہمکو جنت ملے

؏۵ ثانی دیات باب قول اللہ ومن احیاہا ص۱۰۱۵ مسلم حدود

شَعَرِیْ فَوَفَّیٰ جُمَیْمَۃً فَاَتَتْنِیْ اُمِّیْ اُمُّ رُوْمَانَ وَاِنِّیْ لَفِیْ اُرْجُوْحَۃٍ وَمَعِیَ

البتہ کانوں کے اوپر کے بال بڑھ گئے تھے۔ میری ماں ام رومان میرے پاس آئیں اور میں

صَوَاحِبُ لِیْ فَصَرَخَتْ بِیْ فَاَتَیْتُھَا مَا اَدْرِیْ مَا تُرِیْدُ بِیْ فَاَخَذَتْ

جھولے میں تھی اور میرے ساتھ میری سہیلیاں تھیں میری ماں نے مجھے پکارا میں انکے پاس آئی میں

بِیَدِیْ حَتّٰی اَوْقَفَتْنِیْ عَلٰی بَابِ الدَّارِ وَاِنِّیْ لَاُنْھِجُ حَتّٰی سَکَنَ

نہیں جانتی تھی کہ وہ کیا چاہتی ہیں انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور لیکر چلیں یہاں تک کہ گھر کے دروازہ پر کھڑا کیا

بَعْضُ نَفْسِیْ ثُمَّ اَخَذَتْ شَیْئًا مِّنْ مَّاءٍ فَمَسَحَتْ بِہٖ رَاْسِیْ وَوَجْھِیْ

اور میں بہت تیز تیز سانس لے رہی تھی پھر کچھ میرا سانس درست ہوا میری ماں نے پانی لیکر میرے چہرے اور سر کو

وَرَاْسِیْ ثُمَّ اَدْخَلَتْنِی الدَّارَ فَاِذَا نِسْوَۃٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فِی الْبَیْتِ

دھویا پھر مجھے گھر کے اندر کر دیا جہاں انصار کی کچھ عورتیں تھیں انھوں نے کہا خیر و برکت پہ آئے

فَقُلْنَ عَلَی الْخَیْرِ وَالْبَرَکَۃِ وَعَلٰی خَیْرِ طَائِرٍ فَاَسْلَمَتْنِیْ اِلَیْھِنَّ

اور اچھے نصیبہ پر آئے میری ماں نے مجھے ان عورتوں کے حوالہ کر دیا ان عورتوں نے

فَاَصْلَحْنَ مِنْ شَاْنِیْ فَلَمْ یَرُعْنِیْ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

میرا بناؤ سنگار کیا۔ مجھے کسی چیز نے نہیں گھبرایا سوائے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضُحًی فَاَسْلَمَنِیْ اِلَیْہِ وَاَنَا یَوْمَئِذٍ بِنْتُ تِسْعِ سِنِیْنَ ۴

علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور یہ چاشت کا وقت تھا ان عورتوں نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے سپرد کر دیا اسوقت میں نو سال کی تھی

۴ ثانی کتاب النکاح باب نکاح الرجل ولدۃ الصغار صفحہ ۷۷۱

باب الدعاء للنساء اللاتی یھدین صفحہ ۷۷۸ باب البناء بالنھار باب من بنی بامرأۃ

وھی بنت تسع سنین صفحہ ۷۷۵ ابن ماجہ نکاح

**حدیث ۲۰۴۱** عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا اُرِيْتُكِ فِي الْمَنَامِ مَرَّتَيْنِ اَرٰى اَنَّكِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا مجھے خواب میں مجھے دو بار دکھلایا گیا میں نے تم کو

فِيْ سَرَقَةٍ مِّنْ حَرِيْرٍ وَيَقُوْلُ هٰذِهٖ اِمْرَاَتُكَ فَاَكْشِفُ عَنْهَا

دیکھا ریشمی کپڑے کے ٹکڑے میں اور کہنے والا کہتا ہے کہ یہ آپکی زوجہ ہیں اب میں اسے کھولتا

فَاِذَا هِيَ اَنْتِ فَاَقُوْلُ اِنْ يَّكُ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهٖ

ہوں تو وہ تم ہو میں کہتا ہوں اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو ہو کر رہے گا۔

**حدیث ۲۰۴۲** عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ تُوُفِّيَتْ خَدِيْجَةُ

حضرت عروہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے سے تین سال

قَبْلَ مَخْرَجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ بِثَلٰثِ سِنِيْنَ فَلَبِثَ سَنَتَيْنِ

قبل خدیجہ کی وفات ہوگئی دو سال یا دو سال کے قریب حضور یونہی رہے اور عائشہ

اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذَالِكَ وَنَكَحَ عَائِشَةَ وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ ثُمَّ بَنٰى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ

سے نکاح کیا جبکہ وہ چھ سال کی تھیں پھر ان کے ساتھ زفاف کیا جب کہ وہ نو سال کی ہوئیں

**تشریحات ۲۰۴۲** صحیح یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات سنہ نبوی کے رمضان میں ہوئی ہے اور ہجرت کے ایک سال قبل حضرت عائشہ سے نکاح ہوا اور واقعۂ بدر کے بعد شوال ۲ھ میں زفاف ہوا۔ نیز یہ کہ حضرت عائشہ سے نکاح کے قبل حضرت سودہ سے نکاح فرمایا تھا۔

ع ثانی نکاح باب النظر الی المرأۃ قبل التزویج صفحہ ۷۶۸، ثانی نکاح باب نکاح الابکار صفحہ ۷۷۰
کتاب التعبیر باب کشف المرأۃ فی المنام صفحہ ۱۰۳۸ باب الحریر فی المنام صفحہ ۱۰۳۸

## بابُ هِجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ صفحہ ۵۵۱

نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی مدینے کی جانب ہجرت

**حدیث ۲۰۴۳**

قَالَ هِشَامٌ فَاَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہوئے خبر دی

عَنْهَا اَنَّ سَعْدًا قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيَّ

کہ سعد بن معاذ نے کہا اے اللہ تو جانتا ہے کہ مجھے تیری راہ میں ان لوگوں سے جہاد کرنے سے

اَنْ اُجَاهِدَهُمْ فِيْكَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوْا رَسُوْلَكَ وَاَخْرَجُوْهُ اَللّٰهُمَّ

زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں جنھوں نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور انھیں اپنے گھر سے نکالا اے اللہ

فَاِنِّيْ اَظُنُّ اَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ

میں گمان کرتا ہوں کہ تو نے ہمارے اور ان کے درمیان سے لڑائی اٹھا دی

**حدیث ۲۰۴۴**

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَاَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ

ابن شہاب نے کہا۔ کہ مجھے سراقہ بن مالک بن جعشم کے بھتیجے

مَالِكٍ الْمُدْلِجِيُّ وَهُوَ ابْنُ اَخِيْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ

عبد الرحمٰن بن مالک مدلجی نے خبر دی کہ ان کے والد نے بتایا

**تشریحات ۲۰۴۳**

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اس وقت عرض کیا تھا جب انھیں اپنی زندگی سے مایوسی ہوگئی تھی۔ گزر چکا کہ غزوۂ خندق کے موقع پر انکی شہ رگ میں ایک تیر لگا تھا علاج کی ہر چند کوشش ہوئی مگر زخم مندمل نہ ہوسکا۔ بالآخر اسی میں وہ واصل بحق ہوگئے۔ یہاں قوم سے مراد قریش ہیں — جیسا کہ بطریق ابان بن یزید کی روایت میں تصریح ہے جو اس حدیث کے متصل مذکور ہے۔ نیز مغازی میں اس کے بعد حضرت سعد کا یہ جملہ مذکور ہے وَاِنْ كَانَ بَقِيَ مِنْ حَرْبِ قُرَيْشٍ شَيْءٌ فَاَبْقِنِيْ لَهُمْ حَتّٰى اُجَاهِدَهُمْ فِيْكَ وَاِنْ كُنْتَ وَضَعْتَ الْحَرْبَ اگر قریش کی لڑائی سے کچھ باقی ہے تو مجھے بھی ان کیلئے باقی رکھ یہاں تک کہ میں ان سے تیری راہ میں جہاد کرلوں۔

اَنَّ اَبَاہُ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ سُرَاقَۃَ بْنَ جُعْشُمٍ یَقُوْلُ جَاءَنَا رُسُلُ

کہ انھوں نے سراقہ بن جعشم سے سنا کہ ہمارے پاس کفار قریش کے قاصد

کُفَّارِ قُرَیْشٍ یَجْعَلُوْنَ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

آئے کہ انھوں نے اس شخص کو جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر کو قتل

وَاَبِیْ بَکْرٍ دِیَۃَ کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا لِمَنْ قَتَلَہٗ اَوْ اَسَرَہٗ فَبَیْنَمَا

کردے یا گرفتار کرے، پوری دیت دیں گے ۔ (سواونٹ) ۔ اپنی قوم بنی مدلج

اَنَا جَالِسٌ فِیْ مَجْلِسٍ مِّنْ مَجَالِسِ قَوْمِیْ بَنِیْ مُدْلِجٍ اَقْبَلَ

کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا ۔ کہ ان میں سے ایک شخص آیا ۔ جو ہمارے

رَجُلٌ مِّنْھُمْ حَتّٰی قَامَ عَلَیْنَا وَنَحْنُ جُلُوْسٌ فَقَالَ یَا سُرَاقَۃُ

پاس کھڑا ہوگیا ۔ اور ہم بیٹھے ہی رہے ۔ اس نے کہا ۔ اے سراقہ ! میں نے

اِنِّیْ قَدْ رَاَیْتُ اٰنِفًا اَسْوِدَۃً بِالسَّاحِلِ اُرَاھَا مُحَمَّدًا وَّ

ابھی ساحل پر کچھ لوگوں کو دیکھا ہے میں گمان کرتا ہوں کہ وہ محمد اور ان کے ساتھی

اَصْحَابَہٗ قَالَ سُرَاقَۃُ فَعَرَفْتُ اَنَّھُمْ ھُمْ فَقُلْتُ لَہٗ اِنَّھُمْ

ہیں ۔ سراقہ نے کہا ۔ میں تو سمجھ گیا کہ یہ وہی لوگ ہیں ۔ لیکن اس سے میں نے کہا ۔

لَیْسُوْا بِھِمْ وَلٰکِنَّکَ رَاَیْتَ فُلَانًا وَّفُلَانًا اِنْطَلَقُوْا بِاَعْیُنِنَا ثُمَّ

یہ وہ لوگ نہیں ۔ لیکن تو نے فلاں اور فلاں کو دیکھا ہوگا ۔ جو ہمارے سامنے گئے ہیں ۔ پھر

لَبِثْتُ فِی الْمَجْلِسِ سَاعَۃً ثُمَّ قُمْتُ فَدَخَلْتُ فَاَمَرْتُ

میں وہاں تھوڑی دیر رکا رہا پھر کھڑا ہوگیا ۔ اور گھر کے اندر گیا ۔ میں نے اپنی لونڈی کو

جَارِيَتِي اَنْ تَخْرُجَ بِفَرَسِي وَهِيَ مِنْ وَّرَاءِ اَكَمَةٍ فَتَحْبِسُهَا عَلَيَّ

حکم دیا کہ میرا گھوڑا لے کر چل اور یہ ٹیلے کے پیچھے ہے اسے روکے رہنا۔ اور میں نے

وَاَخَذْتُ رُمْحِي فَخَرَجْتُ بِهٖ مِنْ ظَهْرِ الْبَيْتِ فَخَطَطْتُ بِزُجِّهٖ

اپنا نیزہ لیا۔ اور گھر کی پچھیت سے نکلا۔ زمین پر اسکی انی سے خط کھینچتا جاتا تھا۔ اس

الْاَرْضَ وَخَفَضْتُ عَالِيَهٗ حَتّٰى اَتَيْتُ فَرَسِي فَرَكِبْتُهَا فَرَفَعْتُهَا

کے اوپری حصہ کو نیچے کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ اپنے گھوڑے کے پاس آیا اور اس پر سوار ہوا

تُقَرِّبُ بِي حَتّٰى دَنَوْتُ مِنْهُمْ فَعَثَرَتْ بِيْ فَرَسِي فَخَرَرْتُ عَنْهَا

اور اسے سرپٹ دوڑایا۔ یہاں تک کہ میں انکے نزدیک پہونچ گیا۔ تو میرا گھوڑا پھسل گیا اور میں گر پڑا

فَقُمْتُ فَاَهْوَيْتُ يَدِيْ اِلٰى كِنَانَتِيْ فَاسْتَخْرَجْتُ مِنْهَا الْاَزْلَامَ

اٹھ کر اپنے ترکش سے تیر نکالا کہ فال نکالوں۔ میں نے یہ فال نکالنی چاہی کہ ان لوگوں کو نقصان پہونچا

فَاسْتَقْسَمْتُ بِهَا اَضُرُّهُمْ اَمْ لَا فَخَرَجَ الَّذِيْ اَكْرَهُ فَرَكِبْتُ فَرَسِي وَ

سکوں گا کہ نہیں۔ تو فال وہ نکلی جو مجھے ناپسند تھی۔ مگر میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور فال کی نافرمانی

عَصَيْتُ الْاَزْلَامَ تُقَرِّبُ بِيْ حَتّٰى اِذَا سَمِعْتُ قِرَاءَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

کی۔ گھوڑے کو سرپٹ دوڑانے لگا۔ یہاں تک کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تلاوت

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ لَا يَلْتَفِتُ وَاَبُوْبَكْرٍ يُكْثِرُ الْاِلْتِفَاتَ

کی آواز سنی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی طرف دیکھ نہیں رہے تھے اور ابوبکر بکثرت ادھر ادھر دیکھتے

سَاخَتْ يَدَا فَرَسِيْ فِي الْاَرْضِ حَتّٰى بَلَغَتَا الرُّكْبَتَيْنِ فَخَرَرْتُ

تھے۔ کہ میرے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ میں گھوڑے سے گر پڑا۔

عَنْهَا ثُمَّ زَجَرْتُهَا فَنَهَضَتْ فَلَمْ تَكَدْ تُخْرِجُ يَدَيْهَا فَلَمَّا اسْتَوَتْ قَائِمَةً

میں نے اسے ڈانٹا۔ وہ کھڑے ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ بمشکل اپنے پاؤں کو نکالا جب وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔

إِذَا الْأَثَرُ يَدَيْهَا غُبَارٌ سَاطِعٌ فِي السَّمَاءِ مِثْلُ الدُّخَانِ فَاسْتَقْسَمْتُ

تو اس کے پاؤں سے آسمان میں بلند ہوتا ہوا ایک غبار اٹھا دھوئیں کے مثل۔ پھر میں نے پانسے کی

بِالْأَزْلَامِ فَخَرَجَ الَّذِي أَكْرَهُ فَنَادَيْتُهُمْ بِالْأَمَانِ فَوَقَفُوا فَرَكِبْتُ

تیروں سے فال نکالی۔ اب پھر فال وہی نکلی جو مجھے ناپسند تھی۔ میں نے پکار کر ان سے امان مانگی۔ اب وہ

فَرَسِي حَتَّى جِئْتُهُمْ وَوَقَعَ فِي نَفْسِي حِينَ لَقِيتُ مَا لَقِيتُ مِنَ

لوگ کھڑے ہو گئے۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ان کے پاس حاضر ہوا اس واقعے سے میرے جی میں

الْحَبْسِ عَنْهُمْ أَنْ سَيَظْهَرُ أَمْرُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

یہ بات آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت جلد غالب آئیں گے۔ میں نے خدمت اقدس میں

وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ إِنَّ قَوْمَكَ قَدْ جَعَلُوا إِلَيْكَ الدِّيَةَ وَأَخْبَرْتُهُمْ

عرض کیا کہ آپ کی قوم نے آپ کے معاملے میں دیت مقرر کر دی ہے۔ اور میں نے ان لوگوں کو لوگوں

أَخْبَارَ مَا يُرِيدُ النَّاسَ بِهِمْ وَعَرَضْتُ عَلَيْهِمُ الزَّادَ وَالْمَتَاعَ

کے ارادوں کی خبریں دی۔ اور انکی خدمت میں زاد راہ اور سامان پیش کیا۔ انھوں نے نہیں قبول کیا

فَلَمْ يَرْزَأْنِي وَلَمْ يَسْأَلَانِي إِلَّا أَنْ قَالَ اخْفِ عَنَّا فَسَأَلْتُهُ أَنْ

اور نہ مجھ سے کچھ سوال کیا۔ سوائے اس کے کہ فرمایا۔ ہمارے معاملے کو چھپائے رکھنا۔ میں نے حضور سے

يَكْتُبَ لِي كِتَابَ أَمْنٍ فَأَمَرَ عَامِرَ بْنَ فُهَيْرَةَ فَكَتَبَ لِي فِي رُقْعَةٍ

عرض کیا۔ کہ میرے لئے امان کی سند لکھ دیں۔ حضور نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا۔ تو انھوں نے چمڑے کے ٹکڑے پر

مِنْ أَدَمٍ ثُمَّ مَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ــــ

لکھ دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے ــــ

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ

ابن شہاب نے کہا۔ کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقِيَ الزُّبَيْرَ فِيْ رَكْبٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ

کی زبیر سے ملاقات ہوئی ۔ شام سے لوٹنے والے مسلمانوں کے ایک کاروان تجارت میں۔

كَانُوْا تُجَّارًا قَافِلِيْنَ مِنَ الشَّامِ فَكَسَا الزُّبَيْرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

تو زبیر نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر کو سفید کپڑے پہنائے ۔ مدینہ کے مسلمانوں

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ ثِيَابَ بَيَاضٍ وَّسَمِعَ الْمُسْلِمُوْنَ بِالْمَدِيْنَةِ

نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ سے نکل چکے ہیں ۔ تو یہ لوگ روزانہ صبح کو حرہ

بِمَخْرَجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَّكَّةَ فَكَانُوْا

تک جاکر انتظار کرتے یہاں تک کہ دوپہر کی گرمی انھیں لوٹاتی

يَغْدُوْنَ كُلَّ غَدَاةٍ اِلَى الْحَرَّةِ فَيَنْتَظِرُوْنَهٗ حَتّٰى يَرُدَّهُمْ حَرُّ الظَّهِيْرَةِ

طویل انتظار کے بعد ایک دن یہ لوگ لوٹ کر اپنے گھروں

فَانْقَلَبُوْا يَوْمًا بَعْدَ مَا اَطَالُوْا انْتِظَارَهُمْ فَلَمَّا اٰوَوْا اِلٰى بُيُوْتِهِمْ اَوْفٰى

میں آچکے تھے کہ ایک یہودی کسی ٹیلہ پر چڑھا ۔ کسی اپنی ضرورت

رَجُلٌ مِّنْ يَهُوْدَ عَلٰى اُطُمٍ مِّنْ اٰطَامِهِمْ لِاَمْرٍ يَنْظُرُ اِلَيْهِ فَبَصُرَ بِرَسُوْلِ

سے ۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ مُبَيَّضِيْنَ يَزُوْلُ بِهِمُ السَّرَابُ

اور حضور کے ہمراہیوں کو سفید کپڑا پہنے ہوئے آتے دیکھا ۔ تو یہودی بے اختیار اپنی بلند آواز

فَلَمْ يَمْلِكِ الْيَهُوْدِيُّ اَنْ قَالَ بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ يَا مَعَاشِرَ الْعَرَبِ

سے پکار اٹھا ۔ اے اہل عرب ! یہ تمھارے پیشوا آگئے

هٰذَا جَدُّكُمُ الَّذِيْ تَنْتَظِرُوْنَ فَثَارَ الْمُسْلِمُوْنَ اِلَى السِّلَاحِ فَتَلَقَّوْا

جن کا تم انتظار کرتے تھے یہ سنتے ہی مسلمان ہتھیاروں کی طرف لپکے

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِظَہْرِ الْحَرَّۃِ فَعَدَلَ بِہِمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حرہ کے ابتدائی حصہ میں آکر ملے۔ رسول اللہ صلی اللہ

حَتّٰی نَزَلَ بِہِمْ فِیْ بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَذٰلِکَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ مِنْ

تعالیٰ علیہ وسلم داہنی طرف مڑ گئے۔ اور بنی عمرو بن عوف میں اترے۔ اور یہ ربیع الاول کے مہینے میں دوشنبہ

شَہْرِ رَبِیْعٍ الْاَوَّلِ فَقَامَ اَبُوْبَکْرٍ لِلنَّاسِ وَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

کو ہوا۔ ابو بکر لوگوں سے ملاقات کے لئے کھڑے رہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَامِتًا فَطَفِقَ مَنْ جَاءَ مِنَ الْاَنْصَارِ مِمَّنْ لَمْ یَرَ رَسُوْلَ اللّٰہِ

خاموش بیٹھے رہے۔ انصار میں سے جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں تھا۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحْیَّ اَبَابَکْرٍ حَتّٰی اَصَابَتِ الشَّمْسُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

وہ ابو بکر کے پاس آتے۔ یہاں تک کہ دھوپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پڑنے لگی۔ تو ابو بکر نے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ اَبُوْبَکْرٍ حَتّٰی ظَلَّلَ عَلَیْہِ بِرِدَائِہٖ فَعَرَفَ النَّاسُ رَسُوْلَ

اپنی چادر سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سایہ کر دیا۔ اس وقت لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِکَ فَلَبِثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچانا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی عمرو بن عوف

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِضْعَ عَشْرَۃَ لَیْلَۃً وَ

میں دس دن سے کچھ زیادہ قیام فرمایا اور اس مسجد کی بنیاد رکھی

اَسَّسَ الْمَسْجِدَ الَّذِیْ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی وَصَلّٰی فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

جس کی بنیاد تقوے پر ہے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَکِبَ رَاحِلَتَہٗ فَسَارَ یَمْشِیْ مَعَہُ النَّاسُ حَتّٰی

پڑھا۔ اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مدینے کی طرف چلے۔ لوگ حضور کے ساتھ پیدل

بَرَكَتْ عِنْدَ مَسْجِدِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ

ساتھ ہولئے ۔ یہاں تک کہ اونٹنی مسجد نبوی کے پاس بیٹھ گئی ۔ اس وقت

وَهُوَ يُصَلِّيْ فِيْهِ يَوْمَئِذٍ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَكَانَ مِرْبَدًا لِّلتَّمْرِ

اس جگہ کچھ مسلمان نماز پڑھا کرتے تھے ۔ یہ زمین دو یتیم بچے سہیل اور

لِسُهَيْلٍ وَّسَهْلٍ غُلَامَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِيْ حَجْرِ اَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ

سہل کے چھوہاروں کے سکھانے کی جگہ تھی یہ دونوں بچے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَرَكَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ هٰذَا اِنْ شَاءَ

اسعد بن زرارہ کی پرورش میں تھے ۔ جب وہاں حضور کی اونٹنی بیٹھ گئی تو رسول اللہ

اللّٰهُ الْمَنْزِلُ ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغُلَامَيْنِ فَسَاوَمَهُمَا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ یہ ان شاء اللہ ہمارے قیام کی جگہ ہے ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

بِالْمِرْبَدِ لِيَتَّخِذَهٗ مَسْجِدًا فَقَالَا بَلْ نَهَبُهٗ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَبٰى رَسُوْلُ

نے ان دونوں بچوں کو بلایا ۔ اور ان سے اس زمین کو مسجد بنانے کے لئے خریدنے کی

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّقْبَلَهٗ مِنْهُمَا هِبَةً حَتّٰى ابْتَاعَهٗ مِنْهُمَا ثُمَّ

بات چیت کی ۔ تو ان دونوں نے کہا ۔ ہم قیمت نہیں لیں گے بلکہ ہم آپ کو یا رسول اللہ نذر کرتے

بَنَاهُ مَسْجِدًا وَّطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ مَعَهُمُ اللَّبِنَ

ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بطور ہبہ لینے سے انکار فرمایا ۔ اس کو ان دونوں سے

فِيْ بُنْيَانِهٖ وَيَقُوْلُ وَهُوَ يَنْقُلُ اللَّبِنَ هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالُ خَيْبَرَ ۞

خریدا ۔ پھر وہاں مسجد بنائی ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ اینٹ

ڈھو کر لاتے اور اس کی بنیاد میں رکھتے ۔ اینٹ ڈھوتے وقت یہ فرماتے ۔ یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں ۔

هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْهَرُ ۔ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ

یہ ہمارے رب کی بارگاہ میں زیادہ نیک کام اور پاک ہے۔ اور کہتے ہے اے اللہ بیشک اجر آخرت کا اجر

الْاٰخِرَةِ ۞ فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ فَتَمَثَّلَ بِشِعْرِ رَجُلٍ مِّنَ

ہے انصار اور مہاجرین پر رحم فرما ۔ حضور نے مسلمانوں میں سے کسی کا شعر پڑھا۔

الْمُسْلِمِيْنَ لَمْ يُسَمِّ لِيْ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَلَمْ يَبْلُغْنَا فِي الْاَحَادِيْثِ اَنَّ رَسُوْلَ

جس کا نام مجھ سے نہیں بیان کیا گیا ۔ ابن شہاب نے کہا۔ احادیث میں ہم تک نہیں پہونچا کہ رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمَثَّلَ بِبَيْتِ شِعْرٍ تَامٍّ غَيْرَ هٰذِهِ الْاَبْيَاتِ ۔

تعالیٰ علیہ وسلم نے ان اشعار کے علاوہ کبھی کوئی پورا شعر پڑھا ہو۔

**تشریحات ۲۰۴۴**

سراقہ بن مالک بن جُعشم :۔ حضرت سراقہ کے باپ کا نام مالک ہے یا جعشم۔ دونوں اقوال ہیں۔ مشہور یہی ہے کہ یہ مالک کے بیٹے ہیں۔ لیکن یہاں بخاری میں عبد الرحمٰن بن مالک کے بارے میں جو یہ فرمایا ۔ وھو ابن اخی سراقۃ بن مالک ۔ یہ اس پر دلیل ہے کہ سراقہ جعشم کے لڑکے نہیں۔ جیسا کہ ابوذر کے علاوہ بقیہ روایتوں میں مالک کے حذف کے ساتھ ۔ وھو ابن اخی سراقۃ بن جعشم ۔ اور عبد الرحمٰن سراقہ بن جعشم کے بھتیجے تھے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ سراقہ اور مالک بھائی تھے۔ اور جعشم کے لڑکے۔ علامہ عینی نے اسی کو معتمد فرمایا۔ اگرچہ مشہور یہی ہے کہ مالک کے لڑکے ہیں۔ غزوۂ طائف کے بعد جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جعرانہ میں مقیم تھے مشرف باسلام ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت تک باحیات رہے۔ سنہ ۲۴ھ میں واصل بحق ہوئے ۔

**فَرَفَعَتْهَا** گھوڑوں کی رفتار کی ایک قسم مرفوع ہے اور دوسری قسم موضوع۔ اور تیسری قسم عَدْو ۔ موضوع معتاد چال کو کہتے ہیں۔ اور مرفوع اس سے کچھ تیز کو۔ اور عَدْو پوری قوت سے دوڑنے کو ۔ مراد یہ ہے کہ گھوڑے کو تیز دوڑایا۔

**تَقْرِيْبٌ** معتاد چال اور دوڑنے کے درمیان کی رفتار کو تقریب کہتے ہیں۔ اس طرح کہ گھوڑا اپنے اگلے دونوں پاؤں ایک ساتھ اٹھائے اور ایک ساتھ رکھے۔ جسے اردو میں سرپٹ کہتے ہیں۔ غالباً تقریب اور مرفوع ایک ہی قسم کی چال کا نام ہے۔

سے زرقانی جلد اول صـ ۳۴۸

**حدیث ۲۰۴۵** عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَمَّا اَقْبَلَ

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ کی طرف چلے تو حضور کا

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ تَبِعَہٗ سُرَاقَۃُ بْنُ مَالِکِ بْنِ جُعْشُمٍ فَدَعَا

سراقہ بن مالک بن جعشم نے پیچھا کیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسکے خلاف دعا کی تو اس کا

عَلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَاخَتْ بِہٖ سُنْبُذٌ فَقَالَ اُدْعُ اللّٰہَ لِیْ وَلَا اَضُرُّکَ فَدَعَا لَہٗ۔

گھوڑا اسکو لیکر زمین میں دھنس گیا تو اس نے کہا میری خلاصی کیلئے اللہ سے دعا کیجئے اور میں آپکو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤنگا تو حضور نے اسکی خلاصی کی دعا کی

**سَاخَتْ یَدَا فَرَسِہٖ** بخاری میں یہ ہے کہ گھوڑے کے اگلے پاؤں گھٹنے تک زمین میں دھنس گئے۔ لیکن بزار اور اسمٰعیلی کی روایت میں ہے کہ گھوڑا پیٹ تک دھنس گیا تھا۔ اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ سراقہ منہ کے بل گر گئے تھے۔ یہ واقعہ قدید سے نکلنے کے بعد شنبہ کو ہوا تھا[1]

مدارج[2] میں ہے کہ میں ان لوگوں کے اتنے قریب ہوگیا کہ ایک دو نیزے سے زیادہ کا فاصلہ نہیں تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری طرف نگاہ کی اور یہ دعا کی۔ اللھم اکفناشرہ بما شئت۔ اے اللہ جیسے چاہے اس کے شر سے ہمیں بچا کہ گھوڑے کے چاروں پاؤں زانو تک زمین میں دھنس گئے۔

اسی موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سراقہ سے فرمایا تھا کہ تیرا کیا حال ہوگا جب تو کسریٰ کے کنگن پہنے گا۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں کسریٰ کے کنگن اور تاج کمر بند مال غنیمت میں حاضر ہوئے۔ تو سراقہ کو بلایا۔ اور انھیں پہنایا۔ اور حکم دیا کہ ہاتھوں کو اٹھا کر یہ کہو۔ الحمد للہ الذی سلبھا کسریٰ بن ھرمز و البسھا سراقۃ الاعرابی۔ اس اللہ کے لئے حمد ہے جس نے ان دونوں کو کسریٰ بن ہرمز سے چھینا اور سراقہ دیہاتی کو پہنایا[3]

**سیظھر امر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** اس سے ثابت ہوا کہ حضرت سراقہ کے دل میں اسی وقت ایمان کی کرن پہونچ چکی تھی۔ علاوہ ازیں ایک دفعہ انھوں نے ابوجہل کو مخاطب کر کے کہا تھا۔[4]

ابا حکم واللہ لو کنت شاھدا ٭ لامر جوادی اذ تسوخ قوائمہ

اے ابوحکم اگر تم اس وقت موجود ہوتے جب میرے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے تھے

علمت و لم تشکک بان محمدا ٭ رسول ببرھان فمن ذا یقاومہ

تو جان لیتے اور شک نہ کرتے کہ محمد رسول ہیں برہان کے ساتھ۔ ان کی مزاحمت کون کر سکتا ہے

---

[1] زرقانی جلد اول ص ۳۴۷ [2] مدارج النبوۃ جلد ثانی ص ۶۲ [3] اصابہ جلد ثانی ص ۱۹ [4] ایضاً

حدیث ۲۰۴۶

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ عبداللہ بن زبیر کے

عَنْهَا اَنَّهَا حَمَلَتْ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَتْ فَخَرَجْتُ وَاَنَا مُتِمٌّ فَاَتَيْتُ

ساتھ حاملہ تھیں انھوں نے کہا میں مکہ سے نکلی اس حالت میں کہ میرے دن پورے تھے میں

الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلْتُ بِقُبَاءٍ فَوَلَدْتُّهٗ بِقُبَاءٍ ثُمَّ اَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

مدینہ آئی اور قبا میں اتری اور وہیں عبداللہ پیدا ہوئے پھر میں انکو لے کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهٗ فِيْ حَجْرِهٖ ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَغَهَا ثُمَّ تَفَلَ فِيْ فِيْهِ فَكَانَ اَوَّلَ شَيْءٍ

کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے انکو حضور کی گود میں رکھا پھر حضور نے ایک چھوہارا منگایا اسے چبایا پھر

دَخَلَ جَوْفَهٗ رِيْقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ حَنَّكَهٗ بِتَمْرَةٍ ثُمَّ دَعَا

انکے منہ میں اسے ڈالا پہلی چیز جو انکے منہ میں داخل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لعاب تھا پھر

لَهٗ وَبَرَّكَ عَلَيْهِ وَكَانَ اَوَّلَ مَوْلُوْدٍ وُلِدَ فِي الْاِسْلَامِ (فی روایۃ) عَنْ

ایک چھوہارا چبا کر انکے تالو پر لگایا پھر انکے لئے دعائے خیر و برکت کی۔ مدینے میں اسلام کے زمانے میں یہ پہلا بچہ

اَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا هَاجَرَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ مُحْبَلٌ ۂ

پیدا ہوا تھا (دوسری روایت میں ہے) کہ حضرت اسماء نے حمل کی حالت میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی۔

تشریحات ۲۰۴۶

ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے اس پر مسلمان بہت خوش ہوئے۔ یہود نے یہ پروپیگنڈہ کر رکھا تھا کہ ہم نے جادو کر دیا ہے مہاجرین کی کوئی اولاد نہ ہوگی انکی ولادت سے ان کا پروپیگنڈا باطل ہوگیا۔ حبشہ کے مہاجرین میں سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئے تھے اور ہجرت کے بعد انصار کرام میں سب سے پہلے محمد بن مخلد یا نعمان بن بشیر پیدا ہوئے۔

ۂ ثانی عقیقہ باب تسمیۃ مولود ص ۲۲-۸۲۱ مسلم استنبول

| حدیث | حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ اَقْبَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ |
|---|---|
| ۲۰۴۷ | حضرت انس بن مالک نے کہا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے کی |

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ مُرْدِفٌ اَبَا بَكْرٍ وَاَبُوْ بَكْرٍ شَيْخٌ

طرف چلے۔ اور وہ ابو بکر کو اپنے پیچھے بٹھائے ہوئے تھے۔ اور ابو بکر سفید ریش بزرگ تھے۔

يُعْرَفُ وَنَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَابٌّ لَا يُعْرَفُ قَالَ

جو پہچانے جاتے تھے۔ اور اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جوان تھے جنھیں لوگ پہچانتے نہ تھے۔ ابو بکر

فَيَلْقَى الرَّجُلُ اَبَا بَكْرٍ فَيَقُوْلُ يَا اَبَا بَكْرٍ مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بَيْنَ

سے کوئی ملتا تو پوچھتا اے ابو بکر! یہ آپ کے آگے کون شخص ہیں۔ وہ فرماتے۔ یہ میرے رہنما ہیں۔ سننے والا

يَدَيْكَ فَيَقُوْلُ هٰذَا الرَّجُلُ يَهْدِيْنِي الطَّرِيْقَ قَالَ فَيَحْسِبُ

گمان کرتا کہ ان کی مراد راستہ بتانیوالا ہے اور وہ مراد لیتے۔ بھلائی کا راستہ۔ ابو بکر نے

الْحَاسِبُ اَنَّهٗ اِنَّمَا يَعْنِيْ بِالطَّرِيْقِ وَاِنَّمَا يَعْنِيْ سَبِيْلَ الْخَيْرِ فَالْتَفَتَ

مڑکر دیکھا۔ ایک سوار ان کے قریب پہونچ گیا ہے تو انھوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ!

اَبُوْ بَكْرٍ فَاِذَا هُوَ بِفَارِسٍ قَدْ لَحِقَهُمْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا فَارِسٌ قَدْ

یہ سوار ہم تک آگیا ہے۔ تو اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مڑکر دیکھا۔

لَحِقَ بِنَا فَالْتَفَتَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اصْرَعْهُ

اور یہ دعا کی۔ اے اللہ اسے پچھاڑ دے۔ کہ گھوڑے نے اس کو گرا دیا۔

فَصَرَعَهُ الْفَرَسُ ثُمَّ قَامَتْ تَحْمَحِمُ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مُرْنِيْ بِمَا شِئْتَ

پھر گھوڑا کھڑا ہو کر ہنہنانے لگا۔ اس شخص نے کہا۔ اے اللہ کے نبی آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں۔

قَالَ فَقِفْ مَكَانَكَ لَا تَكُوْنَنَّ لِاَحَدٍ يَلْحَقُ بِنَا قَالَ فَكَانَ اَوَّلَ النَّهَارِ

فرمایا۔ تم یہیں ٹھہرے رہو۔ اور کسی کو ہم تک پہونچنے نہ دو۔ یہ دن کے پہلے حصے میں

جَاهِدًا عَلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اٰخِرَ

اللہ کے نبی سے لڑنے والا تھا۔ اور اخیر دن میں اللہ کے نبی کا حامی بن گیا۔ مدینہ پہونچ کر

النَّهَارِ مُسْلِحَةً لَّهٗ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرہ کے کنارے ٹھہرے۔ پھر انصار کے پاس خبر بھیجی

جَانِبَ الْحَرَّةِ ثُمَّ بَعَثَ اِلَى الْاَنْصَارِ فَجَاءُوْا اِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

وہ حاضر ہوئے۔ انھوں نے سلام کیا اور عرض کیا۔ آپ لوگ تشریف لے چلیں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمُوْا عَلَيْهِمَا وَقَالُوْا اِرْكَبَا اٰمِنَيْنِ مُطَاعَيْنِ فَرَكِبَ

آپ لوگوں کے لئے امن ہے اور آپ لوگ مطاع ہیں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ

نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَحَفُّوْا دُوْنَهُمَا بِالسِّلَاحِ

علیہ وسلم اور ابو بکر سوار ہو کر چلے۔ اور انصار کرام ہتھیار لگائے ہوئے گھیرے میں لئے

فَقِيْلَ فِي الْمَدِيْنَةِ جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ اَشْرَفُوْا يَنْظُرُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ

ہوئے تھے۔ مدینے میں شور مچ گیا۔ کہ اللہ کے نبی آئے۔ اللہ کے نبی آئے۔ سر اٹھا کر لوگ دیکھنے لگے

جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ فَاَقْبَلَ يَسِيْرُ حَتّٰى نَزَلَ جَانِبَ دَارِ اَبِيْ

اور کہنے لگے کہ اللہ کے نبی آئے۔ اللہ کے نبی آئے۔ حضور چلتے رہے۔ یہاں تک کہ ابو ایوب کے گھر کے

اَيُّوْبَ فَاِنَّهٗ لَيُحَدِّثُ اَهْلَهٗ اِذَا سَمِعَ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ وَ

ایک کنارے اترے حضور ان کے گھر والوں سے بات کر ہی رہے تھے کہ حضور کی آمد کی خبر عبد اللہ بن سلام

هُوَ فِيْ نَخْلٍ لِاَهْلِهٖ يَخْتَرِفُ لَهُمْ فَعَجِلَ اَنْ يَّضَعَ الَّذِيْ يَخْتَرِفُ لَهُمْ

نے سنی۔ اس وقت وہ اپنی کھجور کی باغ میں کھجوریں توڑ رہے تھے تو جلدی سے کچھ توڑی ہوئی

فِيْهَا فَجَاءَ وَهِيَ مَعَهٗ فَسَمِعَ مِنْ نَّبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَجَعَ

کھجوریں باغ میں چھوڑ دیں۔ اور کچھ اپنے ساتھ لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور اللہ کے

اِلٰی اَھْلِہٖ فَقَالَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ بُیُوْتِ اَھْلِنَا

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ باتیں سنیں۔ پھر اپنے گھر لوٹ گئے ـــــ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَقْرَبُ فَقَالَ اَبُوْ اَیُّوْبَ اَنَا یَا نَبِیَّ اللّٰہِ ھٰذِہٖ دَارِیْ وَھٰذَا بَابِیْ

نے پوچھا۔ ہمارے رشتہ داروں میں سے کس کا گھر سب سے زیادہ قریب ہے۔ تو ابو ایوب نے عرض کیا۔

قَالَ فَانْطَلِقْ فَھَیِّئْ لَنَا مَقِیْلًا قَالَ قُوْمَا عَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ فَلَمَّا جَاءَ

میں ہوں اے اللہ کے نبی! یہ میرا گھر ہے اور یہ دروازہ ہے۔ فرمایا چلو۔ ہمارے لئے قیلولہ کی جگہ بناؤ

نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَاءَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالَ

فرمایا۔ کھڑے ہو جاؤ اللہ کی برکت پر۔ جب اللہ کے نبی تشریف لے آئے۔ تو عبداللہ بن سلام

اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاَنَّکَ جِئْتَ بِحَقٍّ وَقَدْ عَلِمَتْ یَھُوْدُ

حاضر ہوئے۔ اور کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بلاشبہہ اللہ کے رسول ہیں۔ اور بلاشبہہ آپ حق

اَنِّیْ سَیِّدُھُمْ وَابْنُ سَیِّدِھِمْ وَاَعْلَمُھُمْ وَابْنُ اَعْلَمِھِمْ فَادْعُھُمْ فَسَلْھُمْ

لائے ہیں۔ اور یہود جانتے ہیں کہ میں انکا سردار ہوں اور ان کے سردار کا بیٹا ہوں۔ میں ان میں سب سے

عَنِّیْ قَبْلَ اَنْ یَعْلَمُوْا اَنِّیْ قَدْ اَسْلَمْتُ فَاِنَّھُمْ اِنْ یَعْلَمُوْا اَنِّیْ قَدْ اَسْلَمْتُ

زیادہ علم والا ہوں۔ اور ان میں سب سے زیادہ علم والے کا بیٹا ہوں۔ حضور انھیں بلوائیں۔ اور میرے مسلمان ہونے کا

قَالُوْا فِیَّ مَا لَیْسَ فِیَّ فَاَرْسَلَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلُوْا

حال معلوم ہونے سے پہلے میرے بارے میں ان سے پوچھیں۔ اگر وہ یہ جان جائیں کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں تو وہ

فَدَخَلُوْا عَلَیْہِ فَقَالَ لَھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا

میرے بارے میں ایسی باتیں کہیں گے جو مجھ میں نہیں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود کو بلوایا۔ وہ آئے اور حضور

مَعْشَرَ الْیَھُوْدِ وَیْلَکُمْ اِتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اِنَّکُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ

کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے گروہ یہود! تمھارے لئے خرابی ہو اس اللہ سے

219 رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا وَاِنِّیْ جِئْتُكُمْ بِحَقٍّ فَاَسْلِمُوْا قَالُوْا مَا نَعْلَمُهٗ قَالُوْا

ڈر و جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تم لوگ بلا شبہہ یقینی طور پر جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول برحق ہوں اور میں

لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَهَا ثَلٰثَ مِرَارٍ قَالَ فَاَیُّ رَجُلٍ فِیْكُمْ

تمھارے پاس حق لایا ہوں۔ تم لوگ اسلام قبول کرو۔ یہود نے کہا۔ ہم اسے نہیں جانتے۔ انھوں نے نبی صلی اللہ

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا اَذَاكَ سَیِّدُنَا وَابْنُ سَیِّدِنَا وَاَعْلَمُنَا وَابْنُ

تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ جواب دیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے یہ بات تین بار کہی۔ فرمایا۔ عبداللہ بن سلام

اَعْلَمِنَا قَالَ اَفَرَاَیْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ قَالُوْا حَاشٰی لِلّٰهِ مَا كَانَ لِیُسْلِمَ قَالَ اَفَرَاَیْتُمْ

تم میں کس پائے کے شخص ہیں۔ یہود نے کہا۔ وہ ہمارے سردار ہیں اور سردار کے بیٹے ہیں۔ ہمارے سب سے بڑے

اِنْ اَسْلَمَ قَالُوْا حَاشٰی لِلّٰهِ مَا كَانَ لِیُسْلِمَ قَالَ اَفَرَاَیْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ قَالُوْا

عالم ہیں اور ہمارے سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں۔ پوچھا۔ بتاؤ اگر وہ اسلام قبول کریں؟ انھوں نے کہا حاشا للہ کہ

حَاشٰی لِلّٰهِ مَا كَانَ لِیُسْلِمَ قَالَ یَا ابْنَ سَلَامٍ اُخْرُجْ عَلَیْهِمْ فَخَرَجَ فَقَالَ

وہ اسلام قبول کریں۔ فرمایا۔ اگر وہ اسلام قبول کریں؟ یہود نے کہا حاشا للہ کہ وہ اسلام قبول کریں۔ فرمایا بتاؤ کہ

یَا مَعْشَرَ الْیَهُوْدِ اتَّقُوا اللّٰهَ فَوَاللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنَّكُمْ لَتَعْلَمُوْنَ

اگر وہ اسلام قبول کریں یہود نے کہا۔ حاشا للہ کہ وہ اسلام قبول کریں۔ اب فرمایا۔ اے ابن سلام انکے پاس آؤ۔ وہ اندر سے

**تشریحات ۲۰۴۷** یہ حدیث واقعۂ ہجرت کی طویل حدیث کا ایک حصہ ہے جو مفصل گزر چکی ہے حضرت عبداللہ بن سلام کے واقعے کی تفصیل بھی گزر چکی ہے۔

**تشریحات ۲۰۴۸** مہاجرین اولین سے مراد وہ مہاجرین ہیں۔ جنھوں نے دونوں قبلے کی طرف نماز پڑھی ہے یعنی تحویل قبلہ سے قبل مدینہ آ گئے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ حضرات ہیں جو بدر میں شریک ہوئے۔

**فی اربعۃ** اکثر نسخوں میں فی اربعۃ ہے لیکن نسفی کی روایت میں فی نہیں ہے۔ اور یہی واضح ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر فصل میں ایک ایک ہزار مقرر تھا۔ فصلیں چار ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ چار ہزار چار قسطوں میں مقرر تھا۔

اَنَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاَنَّہٗ جَاءَ بِحَقٍّ فَقَالُوْا لَا نَدْرِیْ حَتّٰی اَتَیْنَاھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ان کے پاس آئے اور کہا اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو۔ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ تم لوگ یقیناً بلاشبہہ جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ اور یہ حق لائے ہیں۔ اس پر یہود نے کہا۔ تم جھوٹے ہو۔ یہود کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نکلوا دیا۔

**حدیث ۲۰۴۸**

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنْ عُمَرَ بْنِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے مہاجرین اولین کا وظیفہ

الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ فَرَضَ لِلْمُھَاجِرِیْنَ الْاَوَّلِیْنَ اَرْبَعَۃَ اٰلَافٍ فِیْ

چار چار ہزار مقرر فرمایا۔ اور ابن عمر کا ساڑھے تین ہزار۔ تو ان سے عرض کیا گیا

اَرْبَعَۃٍ وَفَرَضَ لِابْنِ عُمَرَ ثَلَاثَۃَ اٰلَافٍ وَخَمْسَمِاَۃٍ فَقِیْلَ لَہٗ ھُوَ مِنَ الْمُھَاجِرِیْنَ فَلِمَ نَقَصْتَہٗ

کہ ابن عمر مہاجرین میں سے ہیں۔ آپ نے ان کا وظیفہ چار ہزار سے کم کیوں مقرر کیا۔ فرمایا۔

مِنْ اَرْبَعَۃِ اٰلَافٍ فَقَالَ اِنَّمَا ھَاجَرَ بِہٖ اَبَوَاہُ یَقُوْلُ لَیْسَ ھُوَ کَمَنْ ھَاجَرَ بِنَفْسِہٖ

اس نے اپنے ماں باپ کے ساتھ ہجرت کی ہے۔ کہتے تھے۔ یہ اس کے مثل نہیں جس نے خود ہجرت کی ہو۔

**حدیث ۲۰۴۹**

حَدَّثَنِیْ اَبُوْ بُرْدَۃَ ابْنُ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ

ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری نے کہا مجھ سے عبداللہ بن عمر

لِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ ھَلْ تَدْرِیْ مَا قَالَ اَبِیْ لِاَبِیْکَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ

نے کہا کیا تمھیں معلوم ہے کہ میرے والد نے تمھارے والد سے کیا کہا؟ میں نے کہا نہیں

**اقول وھو المستعان:** فی کے ہوتے ہوئے بھی کوئی خلل نہیں۔ معنی واضح ہے کہ چار ہزار فصلوں میں مقرر تھا

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عمر کا وظیفہ اسلئے گھٹایا کہ ہجرت کے وقت ان کی عمر مبارک گیارہ سال تھی۔ گویا وہ ہجرت میں اپنے والدین کے تابع تھے۔ لیکن اس کے باوجود حضرات حسنین کریمین کا وظیفہ چار چار ہزار تھا۔

فَإِنَّ أَبِي قَالَ لِأَبِيكَ يَا أَبَا مُوسَى هَلْ يَسُرُّكَ إِسْلَامُنَا مَعَ رَسُولِ

انھوں نے کہا کہ میرے والد نے تمھارے والد سے یہ کہا اے ابو موسیٰ۔ کیا آپ کو یہ بات خوش رکھتی

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِجْرَتُنَا مَعَهُ وَجِهَادُنَا مَعَهُ وَعَمَلُنَا كُلُّهُ

ہے کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ اسلام لائے اور ہم نے حضور کے ساتھ ہجرت کی اور ہم نے حضور کیساتھ جہاد کیا اور ہم

مَعَهُ بَرَدَ لَنَا وَإِنَّ كُلَّ عَمَلٍ عَمِلْنَاهُ بَعْدَهُ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَأْسًا بِرَأْسٍ فَقَالَ

نے حضور کے ساتھ جو کچھ بھی کیا وہ باقی رہے اور جو عمل ہم نے حضور کے بعد کئے اس میں برابر سرابر ہو کر ہم نجات پا جائیں

لَا وَاللّٰهِ قَدْ جَاهَدْنَا بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّيْنَا

تو میرے والد نے کہا نہیں بخدا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا اور نمازیں پڑھیں اور

وَصُمْنَا وَعَمِلْنَا خَيْرًا كَثِيرًا وَأَسْلَمَ عَلَى أَيْدِينَا بَشَرٌ كَثِيرٌ وَإِنَّا لَنَرْجُو ذَالِكَ

روزے رکھے اور بہت سے اچھے کام کئے اور ہمارے ہاتھ پر بہت سے لوگ مسلمان ہوتے اور ہم ان سب کی جزا کی امید

فَقَالَ أَبِي لَكِنِّي أَنَا وَالَّذِي نَفْسُ عُمَرَ بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ وَأَنَّ ذَالِكَ بَرَدَ لَنَا وَأَنَّ

رکھتے ہیں تو میرے والد نے فرمایا لیکن میں اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں عمر کی جان ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ

كُلَّ شَيْءٍ عَمِلْنَا بَعْدُ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَأْسًا بِرَأْسٍ فَقُلْتُ إِنَّ أَبَاكَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ مِنْ أَبِي

ہمارے لئے باقی رہے اور جو عمل ہم نے حضور کے بعد کیا اس سے برابر سرابر نجات پا جائیں تو میں نے کہا تمھارے والد بخدا بہتر ہیں میرے والد سے

**تشریحات ۲۰۴۹**

اس روایت میں پہلی بار جو "فقال لی" آیا ہے یہ خطا ہے صحیح یہ ہے "فقال ابوک" اس لئے کہ اسکے بعد والا مقولہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اور "فقال لی" کے قائل ابن عمر ہیں اسلئے صحیح ابوک ہونا چاہئے، یہ حدیث "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگرست" کی مصداق ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ان اعمال خیر پر بھی ثواب کی امید تھی جو انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کئے تھے، ان پر رجاء کا غلبہ تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خوف کا غلبہ تھا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اگر کسی سے خطا واقع ہوتی تو انھیں متنبہ کر دیا جاتا۔ اسلئے عہد رسالت میں صحابہ کرام نے جو کچھ کیا اسکا مقبول ہونا عند اللہ یقینی ہے اور بعد میں اپنے اجتہاد سے جو کچھ کیا اس میں خطا کا احتمال باقی ہے اگرچہ اجتہادی امور میں خطا پر بھی ثواب کا وعدہ ہے مگر ع جلکے رہتے ہیں سوا ان کے سوا مشکل ہے ــــ

**حدیث ۲۰۵۰**

عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

ابوعثمان سے روایت ہے انھوں نے کہا میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

اِذَا قِیْلَ لَہٗ ھَاجَرَ قَبْلَ اَبِیْہِ یَغْضَبُ قَالَ فَقَدْ مُتُّ اَنَا وَعُمَرُ عَلٰی رَسُوْلِ

سنا جب ان سے کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنے والد سے پہلے ہجرت کی ہے تو خفا ہوتے انھوں نے کہا میں اور عمر

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْنَاہُ قَائِلًا فَرَجَعْنَا اِلَی الْمَنْزِلِ فَاَرْسَلَنِیْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے حضور کو قیلولہ کرتے ہوئے پایا پھر ہم اپنے گھر آئے

عُمَرُ وَقَالَ اِذْھَبْ فَانْظُرْ ھَلِ اسْتَیْقَظَ فَاَتَیْتُہٗ فَدَخَلْتُ عَلَیْہِ فَبَایَعْتُہٗ

پر لوٹ آئے، کچھ دیر کے بعد عمر نے مجھ کو بھیجا اور کہا جاؤ دیکھو کیا حضور جاگ گئے تو میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا

ثُمَّ انْطَلَقْتُ اِلٰی عُمَرَ فَاَخْبَرْتُہٗ اَنَّہٗ قَدِ اسْتَیْقَظَ فَانْطَلَقْنَا اِلَیْہِ یَھْرُوْلُ ھَرْوَلَۃً حَتّٰی

اور میں نے حضور سے بیعت کرلی پھر میں عمر کے پاس گیا اور انھیں بتایا کہ حضور جاگ گئے ہیں، اب ہم دونوں حضور

دَخَلَ عَلَیْہِ فَبَایَعَہٗ ثُمَّ بَایَعْتُہٗ۔

کی جانب دوڑتے ہوئے چلے خدمت میں حاضر ہوئے تو عمر نے حضور سے بیعت کی پھر میں نے بیعت کی۔

غلبۂ خوف کی بنا پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ فرمایا۔ اللہ عزوجل کی شان جلال وجبروت کے تصور کے وقت خاصان خدا غلبۂ خوف کی حالت میں بطور عجز ونیاز جو کچھ عرض کرتے ہیں وہ اس کی دلیل نہیں! کہ واقعی انھوں نے غلطیاں کی ہیں، جنھیں دلیل بنا کر ان پر طعن کیا جائے وکم لہ من نظیر۔

**تشریحات ۲۰۵۰**

صحیح یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے والد کے ساتھ ہجرت کی تھی اسلئے جب کوئی یہ کہتا کہ انھوں نے اپنے والد سے پہلے ہجرت کی ہے تو خفا ہوتے، لوگوں کی غلط فہمی کی بنیاد یہ تھی کہ حضرت ابن عمر نے اپنے والد سے قبل ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ اسی سے کچھ لوگوں کو شبہہ ہوا کہ ہجرت سے پہلے کی ہے، یہ بیعت کون سی تھی، اس بارے میں شارحین کا اختلاف ہے، کچھ لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد بیعت رضوان ہے۔ مغازی میں تفصیل کے ساتھ ہے کہ حضرت ابن عمر نے بیعت رضوان اپنے والد سے پہلے کی تھی، پھر والد کے بعد بھی کی لیکن بیعت رضوان پہلے کرنے کی وجہ سے ہجرت پہلے کرنے کا شبہہ نہیں ہوسکتا اسلئے کہ وہ ہجرت کے چھ سال کے بعد ہوئی، غالباً یہ کوئی خاص بیعت تھی جو مدینہ طیبہ پہونچ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لی تھی

حدیث ۲۰۵۱ قَالَ الْبَرَاءُ فَدَخَلْتُ مَعَ اَبِیْ بَکْرٍ عَلٰی اَھْلِہٖ فَاِذَا عَائِشَۃُ ابْنَتُہٗ

حضرت براء نے کہا۔ میں ابو بکر کے ساتھ انکے اہل کے پاس گیا تو انکی صاحبزادی عائشہ کو دیکھا کہ لیٹی

مُضْطَجِعَۃٌ قَدْ اَصَابَتْھَا حُمّٰی فَرَاَیْتُ اَبَاھَا فَقَبَّلَ خَدَّھَا وَقَالَ کَیْفَ اَنْتِ یَا بُنَیَّۃُ

ہوئی ہیں انھیں بخار ہو گیا ہے میں نے انکے والد کو دیکھا کہ انکے رخسار پر بوسہ دیا اور پوچھا کیسی ہے تو اے بٹیا!

حدیث ۲۰۵۲ عَنْ اَنَسٍ خَادِمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی تعالیٰ

قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَیْسَ فِیْ

علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے اور حضور کے اصحاب میں سوائے ابو بکر کے کوئی ایسا نہیں تھا جن کے کچھ بال سفید ہوں

اَصْحَابِہٖ اَشْمَطُ غَیْرُ اَبِیْ بَکْرٍ فَغَلَّفَھَا بِالْحِنَّاءِ وَالْکَتَمِ

انھوں نے اسکو حنا اور وسمہ سے رنگا۔

حدیث ۲۰۵۳ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ تَزَوَّجَ امْرَاَۃً مِنْ کَلْبٍ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ابو بکر نے بنی کلب کی ایک عورت

اور یہ قتال پر نہیں تھی، اسلئے کہ ہجرت کے وقت حضرت ابن عمر کی عمر اتنی کم تھی کہ وہ قتال کے لائق نہیں تھے۔ اسلئے کہ ہجرت کے تین سال کے بعد غزوۂ احد کے موقعہ پر ان کو قتال کیلئے پیش کیا گیا تو حضور نے انھیں اجازت نہیں دی، اس کی تفصیل گزر چکی۔

تشریحات ۲۰۵۲ اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ صحابہ میں ابو بکر سے زیادہ عمر والا کوئی نہیں تھا انھوں نے حنا اور وسمہ کا بالوں پر خضاب لگایا یہاں تک کہ انکا رنگ تیز سرخ ہو گیا، وسمہ کا خضاب لگانا حرام ہے۔ اس کے بارے میں متعدد حدیثیں وارد ہیں، غالباً خالص وسمہ کا خضاب حرام ہے جس سے بال سیاہ ہو جاتے ہیں لیکن اگر مہندی میں تھوڑی مقدار ہو کہ غلبہ مہندی کے رنگ کو رہے تو ممنوع نہیں۔ کتم۔ کرمانی نے کہا کہ یہ وسمہ ہے، تلویح میں ہے کہ ایک پہاڑی درخت ہے جسے حنا میں ملا کر خضاب لگایا جاتا ہے جس سے بالوں کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مہندی ہی کی ایک قسم ہے جس کا رنگ زرد ہے اس قول پر سرے سے اشکال ہی نہیں اسلئے کہ حرام وہ خضاب ہے جس سے بال کالے ہو جائیں۔

يُقَالُ لَهَا أُمُّ بَكْرٍ فَلَمَّا هَاجَرَ أَبُوبَكْرٍ طَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا ابْنُ عَمِّهَا هٰذَا

سے شادی کی جسکو ام بکر کہا جاتا تھا، جب ابو بکر نے ہجرت کی تو اسے طلاق دے دیا پھر اس سے اس کے

الشَّاعِرُ الَّذِي قَالَ هٰذِهِ الْقَصِيدَةَ رَثٰى كُفَّارَ قُرَيْشٍ

چچا کے لڑکے نے شادی کرلی، اس شاعر نے جس نے کفار قریش کے مرثیہ میں یہ قصیدہ کہا ہے

| | |
|---|---|
| وَمَا ذَا بِالْقَلِيبِ قَلِيبِ بَدْرٍ | اور بدر کے کنویں پر کتنے پڑے ہیں |
| مِنَ الشَّيْزٰى تُزَيَّنُ بِالسَّنَامِ | عمدہ پیالے جو اونٹ کی کوہان سے مزین ہیں |
| وَمَا ذَا بِالْقَلِيبِ قَلِيبِ بَدْرٍ | بدر کے کنویں میں کتنی پڑی ہیں |
| مِنَ الْقَيْنَاتِ وَالشَّرْبِ الْكِرَامِ | گانے والیاں اور باعزت پینے والے |
| تُحَيِّينِي بِالسَّلَامَةِ أُمُّ بَكْرٍ | ام بکر سلامتی کا پیغام دیتی ہے |
| وَهَلْ لِي بَعْدَ قَوْمِي مِنْ سَلَامٍ | اور میری قوم کے مارے جانے کے بعد کیا میرے لئے سلامتی ہے؟ |
| يُحَدِّثُنَا الرَّسُولُ بِأَنْ سَنَحْيَا | رسول ہم سے بیان کرتے ہیں کہ ہم زندہ کئے جائیں گے |
| وَكَيْفَ حَيَاةُ أَصْدَاءٍ وَهَامٍ | اور کھوپڑیوں کو زندگی کیسے ملے گی؟ |

## بَابُ مَقْدَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ ۵۵۸

### نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کا مدینہ میں آنا

حدیث ۲۰۵۴

عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ قَالَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ سب سے پہلے ہمارے پاس مصعب

أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ وَكَانُوا يُقْرِءُونَ

بن عمیر اور ابن مکتوم آئے اور یہ لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے پھر بلال اور سعد اور عمار بن یاسر آئے

النَّاسَ فَقَدِمَ بِلَالٌ وَسَعْدٌ وَعَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ ثُمَّ قَدِمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

پھر عمر بن خطاب بیس صحابہ کے ساتھ آئے پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے

نِیْ عِشْرِیْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَدِمَ النَّبِیُّ

میں نے اہل مدینہ کو کسی چیز پر اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا رَأَیْتُ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ فَرِحُوْا بِشَیْءٍ فَرَحَھُمْ

تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر خوش ہوئے یہاں تک کہ

بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی جَعَلَ الْاِمَاءُ یَقُوْلُوْنَ قَدِمَ

باندیاں کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئے

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا قَدِمَ حَتّٰی قَرَأْتُ سَبِّحِ اسْمَ

حضور کے تشریف لانے سے پہلے ہی میں نے سبح اسم ربك الاعلیٰ مفصل

رَبِّكَ الْاَعْلٰی فِیْ سُوَرٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ

کی سورتوں میں سے یاد کر لیا تھا

**حدیث ۲۰۵۵**

اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَخْبَرَہٗ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ عبد الرحمٰن بن عوف اپنے

بْنَ عَوْفٍ رَجَعَ اِلٰی اَھْلِہٖ وَھُوَ بِمِنًی فِیْ اٰخِرِ حَجَّۃٍ حَجَّھَا عُمَرُ

اہل کے پاس واپس آئے اور وہ منیٰ میں تھے۔ حضرت عمر کے اخیر حج میں تو مجھے وہاں موجود پایا

فَوَجَدَنِیْ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّ الْمَوْسِمَ

عبد الرحمٰن نے حضرت عمر سے کہا اے امیر المومنین حج کے موقع پر ہر قسم کے لوگ اکٹھا

**تشریحات ۲۰۵۴**

سب سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہونچنے والے ابو سلمہ بن عبد الاسد ہیں لیکن یہ ازخود مشرکین کے خوف سے بھاگ کر مدینہ پہونچے تھے اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار کرام کی درخواست پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے سب سے پہلے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تھے ــــــ

قرآن کریم کے اخیر ساتویں جزو کو مفصل کہا جاتا ہے جس کی ابتدا سورۂ حجرات سے ہے، حجرات سے سورۂ بروج تک طوال مفصل، اور اسکے بعد سورۂ بینہ تک اوساط مفصل اور اسکے بعد سے اخیر تک قصار مفصل۔

يَجْمَعُ رِعَاعَ النَّاسِ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تُمْهِلَ حَتَّى تَقْدَمَ الْمَدِينَةَ وَ

ہوتے ہیں میں مناسب جانتا ہوں کہ آپ ٹھہر جائیں یہاں تک کہ مدینہ طیبہ پہونچیں اسلئے کہ وہ دارالہجرت

إِنَّهَا دَارُ الْهِجْرَةِ وَالسُّنَّةِ وَتَخْلُصَ لِأَهْلِ الْفِقْهِ وَأَشْرَافِ النَّاسِ

والسنۃ ہے اور وہاں سمجھ دار شریف لوگ اور عقل والے اکٹھا ہونگے۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا میں مدینہ پہونچکر سب سے پہلے خطبہ دوں گا۔

وَذَوِي رَأْيِهِمْ فَقَالَ عُمَرُ لَأَقُومَنَّ فِي أَوَّلِ مَقَامٍ أَقُومُهُ بِالْمَدِينَةِ ؏

**حدیث ۲۰۵۶**

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ

عمر بن عبدالعزیز نے — نمر کے بھانجے — سائب سے پوچھا

عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَسْأَلُ السَّائِبَ ابْنَ أُخْتِ النَّمِرِ مَا سَمِعْتَ فِي

مکہ میں ٹھہرنے کے بارے میں — تم نے کیا سنا ہے — انھوں نے

سُكْنَى مَكَّةَ قَالَ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ

کہا میں نے — علاء بن حضرمی سے سنا — کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لِلْمُهَاجِرِينَ بَعْدَ الصَّدَرِ ؏

نے فرمایا — طواف صدر کے بعد مہاجرین کیلئے تین دن تک ٹھہرنے کی اجازت ہے۔

**تشریحات ۲۰۵۵**

محاربین میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اخیر حج کیا تو اس موقعہ پر کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ جب عمر کی وفات ہو جائیگی تو میں فلاں کی بیعت کروں گا یعنی خلیفہ بناؤں گا، ابوبکر کی بیعت بھی اچانک ہوئی تھی اور وہ کامیاب ہوئی اس پر حضرت عمرؓ کو جلال آگیا اور فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ شام کو میں لوگوں میں خطبہ دوں گا اور ان لوگوں کو ڈراؤں گا جو مسلمانوں سے مسلمانوں کا حق غصب کرنا چاہتے ہیں، اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے وہ مشورہ دیا جس کی پوری تفصیل کتاب المحاربین میں آئے گی۔

ع جلد ثانی محاربین۔ باب رجم المحبلی من الزناء صـ۱۰۰۱ اعتصام باب ماذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صـ۱۰۸۹ مسند امام احمد ج اول صـ۵۵۔ ع مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی: ج، ابن ماجہ: صلوٰۃ۔

## بَابُ ص۵۶۰

**حدیث ۲۰۵۷** عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا عَدُّوا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا لوگوں نے تاریخ کا شمار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت

مِنْ مَبْعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مِنْ وَفَاتِهِ مَا عَدُّوا إِلَّا مِنْ مَقْدَمِ الْمَدِينَةِ

یا وصال سے نہیں کیا بلکہ لوگوں نے مدینہ آنے کے وقت سے شمار کیا۔

**تشریحات ۲۰۵۶** جن حضرات نے قبل فتح مکہ ہجرت کرلی تھی انھیں مکہ میں ٹھہرنا جائز نہیں تھا۔ صرف حج اور عمرہ کے لئے اجازت تھی۔ وہ بھی قید کے ساتھ منیٰ سے واپسی کے بعد صرف تین دن ٹھہریں گے۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں تھی یہی جمہور کا مذہب ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ فتح مکہ کے بعد مہاجرین کو بھی مکہ میں رہنے کی اجازت نہیں تھی۔ فتح مکہ تک کسی مہاجر کو یہ اجازت نہیں تھی کہ مدینہ طیبہ کے علاوہ کہیں اور سکونت اختیار کرے ہر مسلمان پر واجب تھا کہ ہجرت کرکے مدینہ طیبہ سکونت پذیر رہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت اور اپنے جان، مال و دین کی حفاظت کے لئے۔ فتح مکہ کے بعد یہ وجوب ختم ہوگیا۔

**تشریحات ۲۰۵۷** علامہ ابن جوزی نے امام شعبی سے روایت کیا کہ جب بنی آدم کی کثرت ہوئی اور وہ دنیا میں پھیل گئے تو حضرت آدم کے دنیا میں تشریف لانے کے وقت سے تاریخ شمار کی جاتی تھی، پھر طوفان نوح سے، پھر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے آگ میں ڈالے جانے کے وقت سے، پھر یوسف علیہ السلام کے زمانے سے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر سے خروج کے وقت سے، پھر داؤد علیہ السلام کے زمانے سے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے سے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے، عرب والے مشہور لڑائیوں سے وقت کی تعیین کرتے تھے مثلاً جنگ بسوس کے سال یا اس سے دو سال پہلے یا تین سال بعد، یہی حال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت کے چار ابتدائی سالوں میں رہا۔ جب فتوحات کثیر ہوئیں اور بکثرت دستاویز لکھے جانے لگے تو طرح طرح کی گڑبڑی پیدا ہوئی مثلاً حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک خط پیش ہوا جس میں شعبان لکھا ہوا تھا حضرت عمر نے پوچھا یہ کون شعبان ہے اس سال کا یا گزشتہ یا آنے والا، حضرت فاروق اعظم نے صحابہ کرام کو اکٹھا کیا اور اس بارے میں ان سے مشورہ کیا، حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یوم وفات سے سال کی گنتی شروع کی جائے۔ حضرت طلحہ نے کہا کہ حضور کی بعثت سے شروع کی جائے، کچھ لوگوں نے کہا کہ حضور کے یوم پیدائش سے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

# بابُ اِتیانِ الیَھُودِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ قَدِمَ المَدِیْنَۃَ ص۵۶۱

## نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں یہود کا آنا جب حضور مدینہ تشریف لائے

هَادُوْا : صَارُوْا یَھُوْدًا وَاَمَّا قَوْلُہٗ هُدْنَا : تُبْنَا : هَائِدٌ : تَائِبٌ ۔

ہادو کے معنی ہے یہودی ہوگئے اور ھُدنا کے معنی یہ ہے کہ ہم تیری طرف رجوع ہوئے ۔ ھائد کے معنی رجوع ہونے والا' توبہ کرنے والا ۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے ۔ وَمِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا ۔ سورہ نساء آیت ۴۶ اس آیت میں هَادُوْا کے معنی ہیں ۔ یہودی ہوگئے ۔ سورہ اعراف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا نقل فرمائی ۔ وَاکْتُبْ لَنَا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ اِنَّا هُدْنَا اِلَیْكَ (۱۰۶) اور ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی لکھ اور آخرت میں بھی ہم تیری طرف رجوع ہوئے ۔ افادہ فرمایا کہ اس آیت میں ھُدنا کے معنی تائب توبہ کرنے والے کے ہیں ۔ یہ ھاد یھود سے امر ہے ۔ جس کے معنی رجع یرجع کے ہیں ۔ اسی سے ھائد آتا ہے تائب کے معنی میں ۔

**حدیث ۲۰۵۸** عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اٰمَنَ بِیْ عَشَرَۃٌ مِّنَ الْیَھُوْدِ لَاٰمَنَ بِیَ الْیَھُوْدُ ۔ ع۵

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ۔ اگر مجھ پر دس یہود ایمان لاتے تو سب یہود ایمان لاتے ۔

نے فرمایا کہ ہجرت سے شروع کی جائے ۔ اسی نے حق و باطل کے درمیان فرق کیا ہے ۔ پھر کس مہینہ سے پہلا سال شروع کیا جائے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ رجب سے ۔ حضرت طلحہ نے کہا رمضان سے حضرت علی نے فرمایا کہ محرم سے اسلئے کہ یہ سال کا پہلا مہینہ ہے اسی پر سب کی رائے متفق ہوئی ۔ جس سال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تھی اس سال کے محرم سے پہلا سنہ ہجری شروع ہوا اسی پر عمل درآمد ہے کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ آئندہ سال کے محرم سے شروع ہوا مگر یہ مرجوح ہے ۔

ع۵ مسلم توبہ

**حدیث ۲۰۵۹** عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ ھُمْ اَھْلُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ کہ یہ اہل کتاب

الْکِتٰبِ جَزَّءُوْہُ اَجْزَاءً فَاٰمَنُوْا بِبَعْضِہٖ وَکَفَرُوْا بِبَعْضِہٖ ۔ ع۲

ہیں جنھوں نے کتاب اللہ (قرآن) کے کئی حصے کر ڈالے۔ اس کے بعض پر ایمان لائے اور بعض کے ساتھ کفر کیا۔

**تشریحات ۲۰۵۸** اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ دس ہی نہیں بلکہ سیکڑوں یہود خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ہی میں مشرف باسلام ہوئے۔ پھر یہ فرمانا کیسے درست ہے۔ شارحین نے اس کے دو جوابات دیئے ہیں۔ کہ مراد یہ ہے کہ میرے مدینے آمد سے پہلے یا مدینہ تشریف لاتے ہی دس یہود مسلمان ہو گئے ہوتے تو سب یہود مسلمان ہو جاتے۔ دوسرا جواب یہ دیا ہے۔ کہ اس سے مراد وہ دس رؤسا یہود ہیں۔ جن کا ذکر سورہ مائدہ میں ہے۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ کل یہود انھیں دس کے تابع تھے۔ اگر وہ دسوں مشرف باسلام ہو جاتے تو ان کے متبعین بھی ہو جاتے۔ کعب احبار کی روایت میں ہے کہ اگر بارہ مسلمان ہو جاتے تو سب مسلمان ہو جاتے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام۔ بنو نضیر سے ابو یاسر بن اخطب۔ اور اس کا بھائی حی بن اخطب، کعب بن اشرف۔ رابع بن ابی الحقیق، اور بنی قینقاع میں سے عبداللہ بن صنیف اور فنحاص، رفاعہ بن زید، بنی قریظہ میں سے زبیر بن باطیا۔ کعب بن اسد، اور شمویل بن زید۔

اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو ابو نعیم نے دلائل میں ذکر کی ہے۔ کہ فرمایا۔ اگر مجھ پر زبیر بن باطیا اور اس جیسے یہود کے رؤسا اسلام لاتے تو سب مسلمان ہو جاتے مگر مشیت ایزدی کہ ان میں سے صرف حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام کی توفیق ہوئی۔

**تشریحات ۲۰۵۹** سورہ حجر میں فرمایا گیا تھا۔ الذین جعلوا القرآن عضین۔ جنھوں نے قرآن کو تکے بوٹی کر لیا۔ اسکی تفسیر میں حضرت ابن عباس نے یہ فرمایا کہ اس سے مراد اہل کتاب ہیں جنھوں نے قرآن کے جن مضامین کو اپنے نفس کے موافق پایا ان کو مانا اور جنھیں اسکے خلاف پایا اس سے کفر کیا۔ عضین عضۃ کی جمع مذکر سالم۔ حالت نصب میں ہونے کی وجہ سے یاء کے ساتھ اعراب ہے۔ عضۃ کے معنی ٹکڑے کے ہیں

ع۲ ثانی تفسیر سورہ حجر باب قولہ الذین جعلوا القرآن عضین ص ۶۸۳ دو طریقے سے

## ۰ بَابُ اِسْلَامِ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ ۵۶ھ حضرت سلمان فارسی کے مسلمان ہونے کا بیان

**حدیث ۲۰۶۰**

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ اَنَّهٗ تَدَاوَلَهٗ بِضْعَةَ عَشَرَ مِنْ رَبٍّ اِلٰی رَبٍّ ۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ۔ کہ انھیں دس سے اوپر آقاؤں نے یکے بعد دیگرے لیا ۔

**حدیث ۲۰۶۱**

عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَلْمَانَ یَقُوْلُ اَنَا مِنْ رَامَهُرْمُزَ

سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ میں رامہرمز کا باشندہ ہوں ۔

**حدیث ۲۰۶۲**

عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ عَنْ سَلْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ فَتْرَةٌ بَیْنَ عِیْسٰی وَمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سِتُّمِائَةِ سَنَةٍ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔ کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مابین انقطاع نبوت کا زمانہ چھ سو سال ہے ۔

**تشریحات ۲۰۶۰** حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کی پوری تفصیل جلد پنجم صفحہ ۲۶۲ تا ۲۶۵ میں گزر چکی ہے ۔ یہاں رب سے مراد آقا ہے ۔ وہ دین حق کی تلاش میں گھر سے نکلے ۔ یکے بعد دیگرے دس سے زائد پادریوں کے پاس رہے ۔ اخیر میں عمودیہ کے پادری نے بتایا ۔ کہ اب دین حق پر روئے زمین میں کوئی نہیں ۔ عنقریب نبی آخر الزماں مبعوث ہونے والے ہیں ۔ ان کے شہر کی یہ یہ نشانیاں ہیں ۔ اور ان کی خاص نشانی یہ تین ہیں ۔ وہ صدقہ نہیں کھاتے ۔ ہدیہ کھاتے ہیں ۔ ان کے شانوں کے بیچ مہر نبوت ہے ۔ پوری تفصیل جلد پنجم میں دیکھیں ۔

**تشریحات ۲۰۶۱** رامہرمز عراق عرب کے قریب فارس کی ایک بستی کا نام ہے ۔ جلد پنجم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت گزر چکی ۔ کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔ کہ میں اصفہان کے ایک دیہات جَیّ کا باشندہ ہوں میرے والد وہاں کے زمیندار تھے ۔ ہو سکتا ہے کہ یہ دیہات رامہرمز کے توابع میں سے ہو ۔ رامہرمز کوئی بڑا شہر رہا ہو ۔

**تشریحات ۲۰۶۲** حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد اس میں نص ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مابین کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا ۔

لیکن فتح الباری اور عینی دونوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے ۔ کہ زمانہ فترت میں ایک نبی حنظلہ بن صفوان اصحاب الرس کی جانب مبعوث ہوئے تھے ۔ یہ اولاد اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے تھے ۔ نیز ان دونوں نے بحوالہ طبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے ۔ کہ خالد بن سنان کی صاحبزادی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں حضور نے ان کے لئے اپنا کپڑا بچھایا ۔ اور فرمایا ۔ کہ یہ ایک نبی کی بیٹی ہیں جنھیں انکی قوم نے ضائع کر دیا ۔ حضرت عطاء سے بروایت ابن عباس یہ بھی مروی ہے ۔ کہ یہ بہت بوڑھی تھیں ۔ اور یہ مکے میں فتح مکہ کے وقت حاضر ہوئی تھیں ۔ عمدۃ القاری میں ہے ۔ کہ سہیلی نے ذکر کیا ۔ کہ زمانہ فترت میں ایک نبی مبعوث ہوئے تھے جن کا نام شعیب بن مہزم تھا ۔ اور یہ معد بن عدنان کے زمانے میں اہل عرب کی طرف مبعوث ہوئے تھے ۔ لیکن ان روایتوں کے معارض بخاری اور مسلم کی یہ روایت ہے ۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اِنَّا اَولی الناسِ بِعیسیٰ بنِ مریمَ لیس بَینی وَبینہ نبیٌ[1] میں عیسیٰ بن مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں ۔ میرے انکے درمیان کوئی نبی نہیں ۔ تاویل میں یہ کہا جا سکتا ہے ۔ کہ یہاں نبی سے مراد رسول ہیں ۔ اور یہ لوگ رسول نہیں تھے ۔ صرف نبی تھے ۔ جو کسی رسول کی شریعت کی جانب دعوت دیتے تھے ۔ اس حدیث میں نبی سے مراد رسول ہے ۔ اس پر سورہ مائدہ کی یہ آیت دلیل ہے ۔ فرمایا گیا ۔ یا اھل الکتٰب قد جاءکم رسولنا یبین لکم علیٰ فترۃ من الرسل (۱۹) اے کتاب والو ! تمھارے پاس ہمارے یہ رسول اس وقت تشریف لائے جبکہ مدتوں رسولوں کا آنا بند رہا ۔ اور تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں ۔

اس حدیث میں یہ ہے کہ زمانہ فترت چھ سو سال ہے ۔ اس مدت کے بارے میں اور بھی اقوال ہیں ۔ امام عبدالرزاق نے قتادہ سے روایت کیا ۔ کہ پانچ سو چھیاسٹھ سال ہے ۔ اور کلبی سے روایت ہے ۔ کہ پانچ سو چالیس سال ۔ اور ایک قول یہ ہے کہ چار سو سال ۔ خازن میں ہے کہ پانچ سو پچھتر سال ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مطابقت** پہلی حدیث کو باب سے یوں مطابقت ہے ۔ کہ حضرت سلمان فارسی تلاش حق میں ایک آقا سے دوسرے آقا کی طرف منتقل ہوتے رہے ۔ تب کہیں جا کر گوہر مقصود ہاتھ آیا ۔ دوسری حدیث میں یہ مناسبت ہے ۔ کہ وہ فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ میں اصل باشندہ ایران کا ہوں ۔ حق کی تلاش میں وطن سے بے وطن ہوا ۔ تب کہیں جا کر اسلام نصیب ہوا ۔ تیسری حدیث کو باب سے کوئی مناسبت نہیں ۔

---

[1] بخاری اول الانبیاء باب قول اللہ عزوجل واذکر فی الکتٰب مریم اذا انتبذت من اہلہا ۔ ص ۴۸۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب المغازی ص ۵۶۳

مغازی، مَغْزیٰ کی جمع ہے یہ اصل میں مصدر بھی ہے کہتے ہیں غزیٰ یَغْزُو غَزْوًا و مَغْزًی و مَغْزَاۃً۔ اور یہ اسم ظرف بھی ہے ـــــ یہاں مصدر ہونا متعین ہے اس کے اصل معنی ہیں دشمن پر حملہ کرنا، چڑھائی کرنا، یہاں مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غزوات ہیں ـــــ غزوات کی تعداد کتنی ہے اس میں اختلافات ہیں۔ کسی نے کہا انیس ۱۹، کسی نے کہا سولہ ۱۶، جن میں سے آٹھ میں لڑائی ہوئی وہ یہ ہیں۔ بدر۔ احد۔ احزاب۔ مُرَیْسِیع۔ خندید۔ خیبر۔ مکہ۔ حنین ـــــ سرایا کی تعداد سینتیس ۳۷ ہے۔ یہ ابن اسحٰق کا قول ہے۔ ابن سعد نے کہا کہ سینتالیس ۴۷۔ پہلا سریہ سریہ حمزہ بن عبد المطلب، یا سریہ عبیدہ بن حارث ہے، اور آخری سریہ اُسامہ بن زید ہے۔ جسے مرض وصال میں روانہ فرمایا تھا۔ اور انھیں حکم دیا تھا کہ بلقاء اور دارِ روم تک جانا جو ارض فلسطین میں ہے۔ اصحاب سیر نے اس لشکر کو جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ نفس نفیس شریک ہوئے غزوہ کہا اور جس میں خود شریک نہ ہوئے کسی صحابی کو امیر لشکر بنا کر بھیجا اسے سریہ اور بعث کہا۔

## باب غَزْوَۃِ الْعُشَیْرَۃِ اَوِ الْعُسَیْرَۃِ ص ۵۶۳

غزوۂ عُشیرہ یا عُسیرہ کا بیان۔

**۵۹۱** قَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ اَوَّلُ مَا غَزَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْاَبْوَاءَ ثُمَّ بُوَاطَ ثُمَّ الْعُشَیْرَۃَ۔

ابن اسحاق نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب سے پہلا غزوۂ ابواء پر کیا پھر بواط پر۔ پھر عُشیرہ پر۔

**تشریحات ۵۹۱** امام محمد بن اسحاق ائمۂ تابعین سے ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی ہے، مدنی الاصل تھے پھر بغداد آبسے۔ وہیں ۱۵۰ھ میں وفات فرمایا۔ اور مقبرۂ خیزران میں دفن ہوئے جو آج مشہد ابو حنیفہ کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ امام بخاری نے صحیح میں ان کے قول سے استشہاد فرمایا ہے اور اپنی کتاب قرأت خلف الامام میں ان کی روایت بھی لی ہے اور امام مسلم نے متابعات میں ان سے روایت کی ہے چاروں ائمہ کے نزدیک وہ قابل احتجاج ہیں ـــــ آج کل دیوبندی ان پر طرح طرح کی جرحیں کرتے

ہیں اور ان کو ساقط الاعتبار کرنے کی کوشش کرتے ہیں صرف اس ضد پر کہ ابوداؤد کی وہ حدیث جسمیں یہ مذکور ہے کہ خطبہ کی اذان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم کے زمانہ میں مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی انھیں سے مروی ہے۔ دیوبندیوں کی ان ہرزہ سرائیوں کا رد بلیغ حضرت مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہٗ نے وقایۃ اہل السنہ عن اہل العناد والفتنہ میں کما حقہٗ فرمادیا ہے۔ جس کا بقدر ضرورت اختصاراً عزیز سعید جناب مولانا عبدالحق صاحب سلمہٗ استاذ الجامعۃ الاشرفیہ بانی دارالعلوم قادریہ رضا میموریل گونڈہ نے اپنی کتاب (اذان خطبہ کہاں ہو) میں ذکر کردیا ہے۔

**غزوۂ ابواء** :- امام محمد بن اسحاق اور امام واقدی دونوں اس پر متفق ہیں کہ سب سے پہلا غزوہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا وہ غزوۂ ابواء ہے جس کو غزوۂ وُدّان بھی کہا جاتا ہے۔ جہاں ہجرت کے بعد بارہویں مہینہ کے شروع ماہ صفر میں نکلے تھے اور مدینہ پر سعد بن عبادہ کو حاکم بنایا تھا اطلاع ملی تھی کہ قریش کا قافلہ جارہا ہے اسی کے ارادے سے نکلے تھے نیز مقصد یہ تھا کہ وہاں کنانہ کی ایک شاخ بنی ضمرہ بن بکر بن عبد مناف رہتی تھی ان سے خیرسگالی کا معاہدہ کرلیں۔ قریش کا قافلہ تو نہیں ملا مگر بنی ضمرہ سے معاہدہ فرماکر واپس آگئے۔

ابواء۔ مکہ مدینہ کے مابین ایک بستی ہے جو بہ نسبت مکہ کے مدینہ سے زیادہ قریب ہے۔ فرع کے ملحقات میں سے ہے ـــــ وَدّان ابواء سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک بستی کا نام ہے۔

**غزوۂ بُواط** ذی خشب کے اطراف میں جہینہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے جو مدینہ طیبہ سے تین بریدیا اس سے کچھ زیادہ فاصلے پر ہے اس غزوہ میں حضور ۲ھ کے ربیع الاول میں تشریف لے گئے تھے دوسو مجاہدین ہمراہ تھے علمبردار حضرت سعد بن ابی وقاص تھے۔ یہ اطلاع ملی تھی کہ امیہ بن خلف سو افراد اور پانچ سو اونٹ کے ساتھ گذر رہا ہے۔ لیکن ملاقات نہ ہوسکی وہاں حضور ربیع الآخر کے پورے مہینہ اور کچھ جمادی الاولیٰ میں قیام فرمایا۔

**غزوۂ عُشَیرہ** :- اس میں دونوں قول ہیں بڑی شین کے ساتھ بھی چھوٹی سین کے ساتھ بھی۔ اطلاع ملی کہ قریش کا ایک قافلہ شام جارہا ہے۔ عشیرہ تک گئے وہاں پورے جمادی الاولیٰ اور جمادی الآخرۃ کے کچھ دنوں میں قیام فرمایا۔ بنی مدلج اور ان کے حلفاء سے معاہدہ امن واتحاد کرکے مدینہ طیبہ واپس آگئے۔ عشیرہ ینبوع کے علاقہ میں ایک جگہ کا نام ہے اس غزوہ میں علمبردار حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

۲۰۶۳ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ کُنْتُ اِلٰی جَنْبِ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ فَقِیْلَ

**حدیث** ابواسحاق نے کہا میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں تھا ان سے پوچھا گیا

لَہٗ کَمْ غَزَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَۃٍ قَالَ تِسْعَ عَشْرَۃَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غزوے کئے ہیں۔ تو انھوں نے کہا انیس ۱۹ ان سے پوچھا گیا حضور کے ساتھ آپ

قِيلَ كَمْ غَزَوْتَ أَنْتَ مَعَهُ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ قُلْتُ فَأَيُّهُمْ كَانَتْ أَوَّلَ

کتنے غزوؤں میں شریک رہے تو انھوں نے کہا سترہ میں۔ میں نے پوچھا ان میں سب سے پہلا کون تھا تو انھوں

قَالَ الْعُشَيْرُ أَوِ الْعُسَيْرَةُ فَذَكَرْتُ لِقَتَادَةَ فَقَالَ الْعُشَيْرَةُ [1]

نے کہا عشیرہ یا عسیرۃ پھر میں نے قتادہ سے ذکر کیا تو انھوں نے عشیرہ بتایا۔

**غزوات کی تعداد:** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تعداد کتنی ہے۔ اس میں مختلف اقوال ہیں کسی نے سولہ[16] کہا کسی نے انیس[19] کسی نے تیس[30] کسی نے ستائیس[27] ــــ اور سریے سینتالیس[47] غزوۂ عشیرہ پہلا غزوہ نہیں اس کے قبل دو یا تین غزوے ہو چکے ہیں ــــ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میں جس پہلے غزوے میں شریک ہوا وہ عشیر یا عسیرہ ہے۔

غزوات کی تعداد کے بارے میں اور بھی اقوال ہیں بعض حضرات نے سرایا اور غزوات ملا کر سو سے زیادہ تعداد بتائی ہے۔ تعداد کے اختلافات کی بنیاد اس پر بھی قائم ہے کہ بعض غزوات بعض کے متصل بلکہ اس کے تابع ہیں جیسے غزوۂ بنی قریظہ، غزوۂ خندق کے۔ اور غزوۂ وادی القری، غزوۂ خیبر کے، اور غزوۂ طائف اوطاس کے۔ جن حضرات نے ان سب کو دو شمار کیا ان کے نزدیک تعداد بڑھ گئی اور جن لوگوں نے ایک شمار کیا ان کے نزدیک تعداد گھٹ گئی۔ ان غزوات میں کچھ ایسے بھی ہیں کہ جن میں مقصود لڑائی نہیں تھی بلکہ مدینہ طیبہ کے ارد گرد کے باشندوں کے ساتھ عہد و پیمان تھا۔ اس کا شدید خطرہ تھا کہ دینی عصبیت کی بنا پر یہ سارے قبائل بھڑک اٹھتے یا انھیں قریش بھڑکا دیتے۔ تو بڑی دشواریاں پیش آتیں اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابتدا میں بہت سے سفر اسی مقصد کے لئے کئے تھے۔ جنھیں بھی غزوات سے تعبیر کر دیا گیا۔

**غزوات کی بنیاد:** جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ تو قریش کو بہت برا لگا۔ انھوں نے خود چھیڑ خوانی کی ابتدا کی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ پہنچنے کے چند ہی دنوں کے بعد کرز بن جابر فہری نے مدینہ کی چراگاہ پر ڈاکہ ڈالا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا تعاقب فرماتے ہوئے صفران تک پہنچے جو بدر کے نواحی میں ہے۔ کرز بچ کر نکل گیا۔ اسی کو بدر اولیٰ کہا جاتا ہے۔ پھر قریش نے انصار کو لکھا۔ تم نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کو پناہ دی ہے انھیں مدینہ سے نکال دو۔

جس کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کی تادیب کے لئے ضروری سمجھا کہ قریش کے قافلوں کو گھیرا جائے تاکہ قریش کو معلوم ہو جائے کہ ہم سے چھیڑ خوانی انھیں سستی نہیں پڑے گی۔ اسی سلسلے میں کئی ابتدائی غزوات اور سریے ہوئے ہیں۔

---

[1] باب حجۃ الوداع ص۶۳۲ باب کم غزا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۶۴۲ مسلم مغازی، مناسک ترمذی جہاد۔

## بَابُ قِصَّةِ غَزْوَةِ بَدْرٍ ص۵۶۳ واقعۂ بدر

۲۰۶۴ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ

**حدیث** عبد اللہ بن کعب نے کہا میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا فرماتے

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ لَمْ اَتَخَلَّفْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

تھے سوائے تبوک کے کسی غزوے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حاضری سے

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا اِلَّا فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ

محروم نہیں رہا ہاں بدر میں بھی شریک نہیں ہو سکا مگر بدر میں شریک نہ ہونے والوں میں

غَيْرَ اَنِّيْ تَخَلَّفْتُ فِيْ غَزْوَةِ بَدْرٍ وَلَمْ يُعَاتَبْ اَحَدٌ تَخَلَّفَ

سے کسی پر عتاب نہیں ہوا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریش کے قافلے

عَنْهَا اِنَّمَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ

کے ارادہ سے نکلے تھے یہاں تک کہ اللہ نے حضور اور حضور کے دشمنوں کے

عِيْرَ قُرَيْشٍ حَتّٰى جَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلٰى غَيْرِ مِيْعَادٍ۔

درمیان بغیر وعدے کے جمع فرما دیا۔

**تشریحات** ۲۰۶۴ بدر۔ مدینہ طیبہ سے اسّی میل کے فاصلے پر ایک کنویں کا نام ہے جسے بدر بن یخلد بن نذر بن کنانہ نے کھدوایا تھا۔ جنگ بدر اسی کنویں کے پاس ۱۷ رمضان ۲ھ میں ہوئی تھی اس کا سبب یہ ہوا کہ ابھی گذرا کہ قریش نے اہل مدینہ کو دھمکی بھی دی تھی اور مدینے پر انھوں نے حملے بھی شروع کر دیئے تھے، جس سے خطرہ محسوس ہوا، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام قریش کے قافلوں کی تاک میں رہتے تھے مقصد صرف یہ تھا کہ انھیں عقل آجائے اور ریشہ دوانی اور مدینہ طیبہ پر حملے سے باز رہیں کیونکہ قریش کی زندگی کا مدار تجارت تھی ان کی سب سے بڑی تجارت گاہ شام تھی جس کا راستہ مدینہ کے قریب سے تھا، قریش کو تنبیہ کرنی تھی کہ اگر تم اپنی حرکت سے باز نہیں آؤ گے تو تمہارے تجارتی قافلے سلامت نہیں رہیں گے۔

**سریۂ عبد اللہ بن جحش** ؛ اسی سلسلے کی کڑی یہ بھی تھی، ۲ھ کے رجب میں یہ اطلاع ملی کہ قریش کا ایک قافلہ شام سے واپس آرہا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ سواروں کے ساتھ بھیجا۔ نخلہ میں دونوں سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ حضرت عبد اللہ بن جحش نے قافلے پر حملہ کر دیا۔ قافلے کے کچھ افراد مارے گئے اور کچھ قید ہوئے اور سارے اموال مال غنیمت بنے۔

مقتولین میں عبداللہ بن حضرمی بھی تھا جو عامر بن حضرمی راہب کا بھائی تھا۔ یہ واقعہ ۳۰ رجب کو ہوا تھا۔ اس کی اطلاع جب مکہ معظمہ پہونچی تو قریش آگ بگولہ ہو گئے۔ عامر بن حضرمی راہب نے اپنے بھائی کے قتل کی دہائی دی اور ابوجہل وغیرہ کو قصاص پر آمادہ کیا اتفاق کی بات کہ حضرت ابوسفیان جو اس وقت کافر تھے ایک بہت بڑے قافلے کے ساتھ شام تجارت کے لئے گئے ہوئے تھے اس کاروانِ تجارت میں مکے کے جس مرد یا عورت کی کچھ حیثیت تھی سب نے اپنا مال لگا دیا تھا۔ اب یہاں غور طلب ایک بات یہ ہے کہ آخر قریش کو ایسی کیا ضرورت آن پڑی تھی کہ اپنا سارا سرمایا لگا دیا تھا۔ اس کا امکان قوی ہے کہ قریش نے یہ طے کیا ہو کہ اس کے نفع سے جنگی ساز و سامان کر کے مدینہ طیبہ پر حملہ کریں گے ایسی صورت میں اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قافلے کا قصد فرمایا تو کوئی قابل اعتراض نہیں۔ بلکہ دور اندیشی کا مقتضیٰ یہی تھا۔

رمضان میں اطلاع ملی کہ ابوسفیان اس قافلے کے ساتھ واپس ہو رہے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین سو کچھ افراد کے ساتھ اس قافلے کی تاک میں نکلے، ابوسفیان کو پہلے ہی سے خطرہ تھا انھوں نے جاسوس لگا دیئے تھے ان کو جب اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے مکہ معظمہ اطلاع بھیجی۔ جہجاہ بن عمرو غفاری کو مکہ معظمہ بھیجا اس نے جاکر مکہ والوں کو قافلہ بچانے پر ابھارا، ادھر عامر بن حضرمی نے آگ لگا رکھی تھی جس کے نتیجہ میں ابوجہل کی سرکردگی میں ایک ہزار منتخب افراد مسلح ہو کر پورے ساز و سامان کے ساتھ چلے۔

ادھر حضرت ابوسفیان عام راستہ چھوڑ کر ساحل سمندر کی طرف مڑ کر بچ نکلے، انھوں ابوجہل وغیرہ کے پاس اطلاع بھیجی کہ میں بحفاظت مکہ معظمہ پہونچ گیا تم لوگ واپس آجاؤ لیکن ابوجہل نہیں مانا بالآخر جنگ ہوئی اور قریش کو ذلت آمیز شکست ہوئی، ان کے ستر سربرآوردہ افراد مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ جنگ بدر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لڑائی کی نیت سے نہیں نکلے تھے مقصود صرف قافلہ تھا اسی لئے افراد بھی بہت تھوڑے تھے اور اسلحے بھی بہت کم تعداد میں۔ شبلی صاحب نے سیرت النبی میں اس پر بہت زور باندھا ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قافلے کی نیت سے نہیں نکلے تھے بلکہ ابوجہل کے لشکر کی آمد سن کر اس سے جنگ کے ارادے سے نکلے تھے مگر یہ صرف ان کا قیاس ہے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ان کے رد کے لئے کافی ہے۔

**بَابُ** قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِينَ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ

جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری سن لی (اور فرمایا) میں صف بستہ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا۔ یہ اللہ نے صرف تمہاری خوشی کے لئے کیا اور تاکہ تمہارے دل کو چین حاصل ہو جائے۔ اور مدد صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ جب اس نے تم کو اونگھ سے گھیر دیا جو

مَاءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ط

اس کی طرف سے چین تھی اور آسمان سے تم پر پانی برسایا تاکہ تمہیں پاک وصاف کردے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور فرمادے اور تمہارے دلوں کو ڈھارس بندھائے اور اس سے تمہارے قدم جمادے جب اے محبوب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم مسلمانوں کو ثابت رکھو۔ میں جلد ہی کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈال دوں گا۔ تم کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو اور ان کی ایک ایک پور پر ضرب لگاؤ۔ یہ اسلئے کہ انھوں نے اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کی۔ اور جو اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کرے تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (سورۂ انفال (۹) تا (۱۲)

۲۰۶۵ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ شَهِدْتُ مِنَ الْمِقْدَادِ بْنِ

حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے۔ میں نے مقداد بن اسود سے ایک

الْاَسْوَدِ مَشْهَدًا لَاَنْ اَكُوْنَ صَاحِبَهٗ اَحَبَّ اِلَيَّ مِمَّا عُدِلَ بِهٖ

ایسی بات سنی کہ اگر وہ بات میرے منھ سے نکلتی تو مجھے اس کے مقابلے میں ہر چیز سے زیادہ

اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَدْعُوْ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ

پیاری ہوتی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ حاضر ہوئے اور حضور لوگوں کو مشرکین

فَقَالَ لَا نَقُوْلُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰى اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا

سے لڑنے کے لئے دعوت دے رہے تھے تو مقداد نے عرض کیا ہم وہ نہیں کہیں گے جو

وَلٰكِنَّا نُقَاتِلُ عَنْ يَّمِيْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ

قوم موسیٰ نے کہا تھا آپ اور آپ کے رب جائیں اور لڑیں ہم آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے

فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْرَقَ وَجْهُهٗ وَسَرَّهٗ [1]

لڑیں گے تو میں نے دیکھا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہ چہرۂ انور خوشی سے چمکنے لگا۔

۲۰۶۵

تشریح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب یہ اطلاع ملی کہ ابوسفیان بچ کر نکل گئے اور ابوجہل لشکر لے

---

[1] کتاب التفسیر باب فاذھب انت وربک فقاتلا ص ۶۶۳ نسائی تفسیر

لے کر آرہا ہے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے مشورہ طلب فرمایا۔ حضرت ابوبکر و حضرت عمر وغیرہ مہاجرین نے جانثاری کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا اسی موقع پر حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ عرض کیا تھا مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا روئے سخن انصار کرام کی طرف تھا اس لئے کہ انصار کرام نے عہد یہ کیا تھا کہ اگر کوئی مدینے پر حملہ کرے گا تو ہم حضور کا ساتھ دیں گے لیکن مدینہ سے نکل کر کسی پر حملہ کرنے کے لئے کوئی معاہدہ نہ تھا، انصار کرام سمجھ گئے اس پر ایک انصاری نے کہا اے انصار! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارا عندیہ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو انھوں نے عرض کیا ہم وہ نہیں کہتے جو موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا تھا کہ آپ اور آپ کے رب جائیں لڑیں ہم یہاں بیٹھے رہیں گے، اگر آپ برک الغماد تک جائیں گے تو ہم حضور کے ساتھ ساتھ رہیں گے۔

## باب ص۵۶۴

**۲۰۶۶ حدیث** اَنَّهٗ سَمِعَ مِقْسَمًا مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُوْلُ لَا يَسْتَوِي الْمُؤْمِنِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَنْ بَدْرٍ وَالْخَارِجُوْنَ اِلٰى بَدْرٍ ع

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آیہ کریمہ لا یستوی القاعدون من المؤمنین کی تفسیر میں فرمایا بدر میں شریک نہ ہونے والے اور شریک ہونے والے برابر نہیں۔

**تشریحات** اس پر اہلسنت کا اجماع ہے کہ بدر کے شرکا بقیہ تمام صحابۂ کرام اور پوری امت سے افضل ہیں۔

## باب عِدَّةِ اَصْحَابِ بَدْرٍ ص۵۶۴ اصحاب بدر کی تعداد

**۲۰۶۷ حدیث** عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُسْتُصْغِرْتُ اَنَا وَابْنُ عُمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ وَكَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ يَوْمَ بَدْرٍ نَيِّفًا عَلٰى سِتِّيْنَ وَالْاَنْصَارُ نَيِّفٌ وَاَرْبَعُوْنَ وَمِائَتَانِ

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں اور ابن عمر یوم بدر کم عمر ہونے کی وجہ سے نہیں لئے گئے اور مہاجرین یوم بدر ساٹھ سے کچھ اوپر تھے اور انصار دو سو چالیس سے کچھ اوپر۔

ع کتاب التفسیر باب لا یستوی القاعدون من المومنین ص۶۶۱ ترمذی تفسیر

۲۰۶۸ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حدیث حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے بدر میں شریک صحابۂ کرام

یَقُوْلُ حَدَّثَنِیْ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَہِدَ

نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ اصحاب بدر ان اصحاب طالوت کے برابر

بَدْرًا اَنَّھُمْ کَانُوْا عِدَّۃَ اَصْحَابِ طَالُوْتَ الَّذِیْنَ جَاوَزُوْا مَعَہٗ النَّھَرَ

تھے جنھوں نے اس کے ساتھ دریا پار کیا تھا تین سو دس سے کچھ زیادہ

بِضْعَۃَ عَشَرَ وَثَلَاثَ مِائَۃٍ، قَالَ الْبَرَاءُ لَا وَاللّٰہِ مَا جَاوَزَ مَعَہٗ

براء نے کہا۔ طالوت کے ساتھ دریا صرف مومن ہی نے

النَّھْرَ اِلَّا مُؤْمِنٌ عہ

پار کیا تھا۔

۲۰۶۸

**تشریحات** نیف۔ دہائیوں کے درمیانی عدد کو نیف کہا جاتا ہے۔ بضع۔ تین سے لے کر نو تک کو کہا جاتا ہے اصحاب بدر کی تعداد تین سو تیرہ ہے، لڑائی میں صرف تین سو چھ شریک تھے ثبات افراد میں کچھ وہ تھے جنھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جاسوسی کے لئے مقرر فرمایا تھا اور کچھ حضرات وہ تھے جنھیں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ رہنے کا حکم دیا تھا جیسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی اہلیہ حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سخت علیل تھیں ان کی تیمارداری کے لئے حضرت عثمان کو مدینہ طیبہ رہنے کا حکم دیا۔ اسی طرح حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت سعید بن زید کو قافلہ کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا حضرت ابولبابہ، حضرت عاصم بن عدی، اور حارث بن حاطب کو مدینہ طیبہ رہنے کا حکم صادر فرمایا تھا اسی طرح اور افراد تھے ان کی مجموعی تعداد آٹھ تھی، بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اصحاب بدر کی تعداد تین سو انیس تھی، یہ اختلاف اس پر ہے کہ کچھ کم عمر صحابۂ کرام جنگ بدر میں شریک تھے کچھ لوگوں نے ان کو شمار نہیں کیا اس بنا پر کہ وہ قتال کے لائق نہیں تھے اور نہ انھوں نے قتال کیا جیسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کیا آپ بدر میں شریک تھے انھوں نے فرمایا میں بدر سے کیسے غائب رہتا، ان کی مراد یہ ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، اسی طرح حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں بدر کے موقعہ پر صحابۂ کرام کو پانی پلاتا تھا۔

اصحاب بدر کی تعداد درج ذیل آئی ہے۔ تین سو تیرہ۔ یہی مشہور ہے۔ تین سو چودہ، تین سو پندرہ، تین سو سترہ، تین سو انیس۔ قتال میں تین سو پانچ یا چھ افراد شریک ہوئے۔ یہ اختلاف اس پر محمول ہے کہ جنھوں نے

---

عہ اسی کے بعد مزید اور دو طریقے سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شمار کیا انھوں نے تین سو چھ کہا اور جنھوں نے صرف صحابۂ کرام کو شمار کیا انھوں نے تین سو پانچ کہا۔ آٹھ افراد تھے جو جنگ میں شریک نہیں ہوئے جنھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ رہنے کا حکم دیا، یا قافلہ کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا، ان لوگوں کا شمار اصحاب بدر میں ہے، انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مال غنیمت سے حصہ بھی دیا تھا۔

## بَابُ قَتْلِ اَبِیْ جَهْلٍ ص ۵۶۵ ابو جہل کے قتل کا بیان

۲۰۶۹ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ اَتٰی اَبَا جَهْلٍ وَبِهٖ رَمَقٌ یَوْمَ بَدْرٍ

**حدیث** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے دن وہ ابو جہل کے پاس آئے

فَقَالَ اَبُوْجَهْلٍ هَلْ اَعْمَدُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ ۔

اور اس کی کچھ سانس باقی تھی تو ابو جہل نے کہا یہ کیا تعجب کی بات ہے کہ ایک شخص کو تم نے قتل کیا۔

۲۰۶۹

**تشریحات** گذر چکا کہ ابو جہل کو عفراء کے بیٹوں نے زخمی کر کے گرا دیا تھا۔ اخیر وقت میں حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس کے سر کو کاٹا اور خدمت اقدس میں لاکر پیش کیا اس وقت ابو جہل نے یہ کہا تھا کہ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ تم نے اپنی قوم کے ایک شخص کو قتل کیا۔ اور نہ اس میں کوئی فخر کی بات۔

۲۰۷۰ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ التَّیْمِیُّ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی

**حدیث** حضرت انس نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّنْظُرُ مَا صَنَعَ اَبُوْجَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ

کوئی دیکھ آوے ابو جہل کا کیا حال ہوا تو ابن مسعود گئے تو اسے اس حال میں پایا کہ عفراء کے

مَسْعُوْدٍ فَوَجَدَهٗ قَدْ ضَرَبَهٗ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتّٰی بَرَدَ قَالَ اَنْتَ اَبُوْجَهْلٍ

بیٹوں نے اسے مار کر ٹھنڈا کر دیا تھا پوچھا تو ابو جہل ہے پھر انھوں

قَالَ فَاَخَذَ بِلِحْیَتِهٖ قَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ اَوْ رَجُلٌ قَتَلَهٗ

نے اس کی داڑھی پکڑی تو ابو جہل نے کہا کہ کیا بڑی بات ہے کہ ایک شخص کو تم نے قتل

قَوْمُهٗ (وفی روایۃ) هَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلَهٗ قَوْمُهٗ اَوْ قَالَ قَتَلْتُمُوْهُ ۔

کیا یا ایک شخص کو اس کی قوم نے قتل کیا۔

**تشریحات** ایک روایت یہ بھی ہے کہ ابو جہل نے یہ کہا وَلَوْ غَیْرُ اَکَّارٍ قَتَلَنِیْ (کاش کہ کاشتکار کے علاوہ

کسی اور نے مجھے قتل کیا ہوتا ——— یہاں انت ابوجہل میں دوسرے نسخے میں انت اباجھل ہے۔ بلکہ صـ۵۷۳ پر جو روایت ہے اس میں صرف ایک نسخہ انت اباجھل ہے یہ اس بنا پر ہے کہ بعض لغات میں اسماء ستہ مکبرہ کا اعراب تینوں حالتوں میں الف کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ قتل مثقل میں قصاص ہے کہ نہیں تو فرمایا نہیں وَاِنْ رَمَاهُ بِاَبَا قُبَيْسٍ اگرچہ وہ کوہِ ابوقبیس سے مار ڈالا گیا۔ اس پر آج کل کے غیر مقلدین اپنی جہالت اور اسلاف دشمنی کے نتیجے میں اعتراض کرتے ہیں بلکہ ایک جاہل نے یہاں تک لکھ دیا کہ انھیں عربی زبان بھی نہیں آتی تھی۔ ان جاہل بد باطنوں کو بخاری کی یہ روایت دکھا دینی چاہیے قَالَ اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ اَنْتَ اَبُوْجَهْلٍ یعنی حضرت انس کی اس حدیث میں عام راویوں نے انت اباجھل روایت کیا ہے۔ لیکن احمد بن یونس نے انت ابوجھل واؤ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۲۰۷۱ عَنْ صَالِحِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ فِيْ بَدْرٍ

حدیث صالح بن ابراہیم عن ابیہ عن جدہ بدر کے بارے میں روایت کرتے ہیں

يَعْنِيْ حَدِيْثَ اِبْنَيْ عَفْرَاءَ

یعنی عفراء کے دونوں بیٹوں کی حدیث۔

۲۰۷۲ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَّادٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ

حدیث قیس بن عباد سے روایت ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں

تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَّجْثُوْ بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ

نے کہا کہ قیامت کے دن فیصلہ کے لئے رحمٰن کے حضور سب سے پہلے میں گھٹنے کے بل کھڑا ہوں گا اور قیس بن

لِلْخُصُوْمَةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَقَالَ قَيْسُ بْنُ عُبَّادٍ وَفِيْهِمْ اُنْزِلَتْ

عباد نے کہا کہ انھیں کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے یہ دو مقابل ہیں جنھوں نے اپنے رب کے بارے

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ قَالَ هُمُ الَّذِيْنَ تَبَارَزُوْا

میں لڑائی کی کہا یہ وہ لوگ ہیں جو بدر کے دن ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔ حمزہ اور علی اور عبیدہ یا ابوعبیدہ بن

يَوْمَ بَدْرٍ حَمْزَةُ وَعَلِيٌّ وَعُبَيْدَةُ اَوْ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْحَارِثِ وَ

حارث اور شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ اور ولید بن عتبہ۔

شَيْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ وَعُتْبَةُ وَالْوَلِيْدُ بْنُ عُتْبَةَ ؏ه

؏ه اسی کے بعد تین طریقے سے کتاب التفسیر هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ صـ۶۹۴ دو طریقے سے نسائی تفسیر

**تشریحات ۲۰۷۲** جنگ بدر میں قریش کی طرف سے سب سے پہلے مقابلے کے لئے شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نکلے ان کے مقابلے کے لئے انصار کرام میں سے تین صاحب گئے تو شیبہ نے کہا ہم کاشتکاروں سے لڑنے نہیں آئے ہیں اے محمد ہمارے برابر کے لوگوں کو ہم سے لڑنے کے لئے بھیج۔ اس پر حضرت حمزہ حضرت علی حضرت عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب نکلے۔ شیبہ کو حضرت حمزہ نے اور عتبہ کو حضرت علیؓ نے قتل کر ڈالا ولید نے حضرت عبیدہ کی ٹانگ پر تلوار ماری جس سے ان کی ٹانگ کٹ گئی پھر حضرت علی اور حمزہ نے بڑھکر ولید کو قتل کر ڈالا۔

چونکہ بدر اسلام میں حق و باطل کا پہلا معرکہ تھا اور اس معرکہ میں یہ چھ افراد سب سے پہلے مقابلے میں آئے اس پر حضرت علی نے وہ فرمایا۔ کہ میں مجاہدین اسلام میں سب سے پہلے اللہ عزوجل کے حضور حاضر ہو کر اپنا معاملہ پیش کروں گا ــــــــ اور حضرت ابن عباد نے یہ جو کہا کہ آیہ کریمہ ھٰذان خصمان اختصموا فی ربھم ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہ خود حضرت علی نے فرمایا ہے کہ یہ آیہ کریمہ ہم لوگوں کے بارے میں اتری ہے نیز حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جیسا کہ بعد کی روایتوں میں ہے۔

**۲۰۷۳ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ سُئِلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ وَاَنَا اَسْمَعُ اَشَھِدَ**

**حدیث** ابو اسحاق سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت براء سے پوچھا اور میں سن رہا تھا کیا

**عَلِیٌّ بَدْرًا قَالَ بَارَزَ وَظَاھَرَ حَقًّا۔**

حضرت علی بدر میں شریک ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ کھل کر شریک ہوئے اور حق کو خوب ظاہر فرمایا۔

**۲۰۷۴ عَنْ قَتَادَۃَ قَالَ ذَکَرَ لَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ عَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ**

**حدیث** ہم سے انس بن مالک نے کہا کہ ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

**اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ یَوْمَ بَدْرٍ بِاَرْبَعَۃٍ وَّعِشْرِیْنَ**

بدر کے دن بدر کے سرداروں میں سے چوبیس کے بارے میں حکم دیا۔ کہ وہ بدر کے کنوؤں میں سے ایک

**رَجُلًا مِنْ صَنَادِیْدِ قُرَیْشٍ فَقُذِفُوْا فِیْ طَوِیٍّ مِّنْ اَطْوَاءِ بَدْرٍ**

کنویں میں ڈال دیئے جائیں۔ جو گندا گھنا ونا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم پر غالب

**خَبِیْثٍ مُخْبِثٍ وَکَانَ اِذَا ظَھَرَ عَلٰی قَوْمٍ اَقَامَ بِالْعَرْصَۃِ ثَلٰثَ لَیَالٍ**

ہوتے تو وہاں تین دن قیام فرماتے۔ جب بدر کے بعد تیسرا دن ہوا تو سواری پر کجاوہ کسے جانے کا

**فَلَمَّا کَانَ لِبَدْرٍ اَلْیَوْمُ الثَّالِثُ اَمَرَ بِرَاحِلَتِہٖ فَشُدَّ عَلَیْہِ رَحْلُھَا**

حکم دیا۔ اس کے بعد پیدل چلے اور حضور کے پیچھے صحابۂ کرام چلے اور صحابہ نے کہا ہم یہی سمجھ

ثُمَّ مَشٰی وَاتَّبَعَہٗ اَصْحَابُہٗ وَقَالُوْا مَا نَرٰی یَنْطَلِقُ اِلَّا لِبَعْضِ
رہے تھے کہ اپنی کسی ضرورت سے جا رہے ہیں یہاں تک کہ اس کنویں کی مڈیر پر
حَاجَتِہٖ حَتّٰی قَامَ عَلٰی شَفَۃِ الرَّکِیِّ فَجَعَلَ یُنَادِیْھِمْ بِاَسْمَائِھِمْ
کھڑے ہوئے اور ان کفار کا اور ان کے باپ کا نام لے لے کر پکارنا شروع کیا
وَاَسْمَاءِ اٰبَائِھِمْ یَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ وَیَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ اَیَسُرُّکُمْ
اے فلاں بن فلاں اور اے فلاں بن فلاں کیا اب تم کو یہ پسند ہے کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول
اَنَّکُمْ اَطَعْتُمُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا
کی اطاعت کی ہوتی ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا بلاشبہ ہم نے اسے حق پایا۔
فَھَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّکُمْ حَقًّا قَالَ فَقَالَ عُمَرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
کیا تم نے بھی اسے حق پایا جو تم سے تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا۔ اس پر عمر نے عرض
اَتُکَلِّمُ مِنْ اَجْسَادٍ لَّا اَرْوَاحَ لَھَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
کیا یا رسول اللہ! آپ ایسے جسموں سے کلام فرما رہے ہیں جس میں روح نہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْھُمْ ــــ
نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے جو میں فرما رہا ہوں اسے تم لوگ ان سے
قَالَ قَتَادَۃُ اَحْیَاھُمُ اللّٰہُ حَتّٰی اَسْمَعَھُمْ قَوْلَہٗ تَوْبِیْخًا وَتَصْغِیْرًا
زیادہ نہیں سنتے ــــ قتادہ نے کہا اللہ نے ان کو زندہ فرمایا۔ یہاں تک کہ حضور کا قول انہیں سنایا۔ تو
نَقِمَۃً وَحَسْرَۃً وَنَدَمًا۔
بچ کے لئے ذلیل کرنے کے لئے اور سزا کے لئے ندامت کے لئے حسرت کے لئے۔

۲۰۷۵ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیہ کریمہ (الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا) جن لوگوں نے
"اَلَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ کُفْرًا" قَالَ ھُمْ وَاللّٰہِ کُفَّارُ قُرَیْشٍ
اللہ کی نعمت کے بدلے کفر اختیار کیا) کی تفسیر میں کہا وہ بخدا کفار قریش ہیں ــ عمرو نے اپنی روایت میں کہا یہ قریش
قَالَ عَمْرٌو ھُمْ قُرَیْشٌ وَمُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِعْمَۃُ اللّٰہِ
ہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کی نعمت ہیں ــ اور انھوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر پہونچا دیا۔

وَاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ قَالَ النَّارُ يَوْمَ بَدْرٍ ۔ع۔

بوار سے مراد جہنم ہے۔ یعنی بدر کے دن انھوں نے اپنی قوم کو جہنم میں پہونچایا۔

۲۰۷۵

**تشریحات** سورۂ ابراہیم میں فرمایا گیا الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا واحلوا قومھم دار البوار جھنم ۔ کیا تم نے انھیں نہ دیکھا جنھوں نے اللہ کی نعمت ناشکری سے بدل دی اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر لا اتارا وہ جو دوزخ ہے ۔۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد کفار قریش ہیں اور نعمۃ اللہ سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں مطلب یہ ہے کہ قریش نے اللہ کی نعمت یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کفر اختیار کیا جس کے نتیجے میں بدر کے دن اپنی قوم کو تباہی کے گھر جہنم میں پہونچایا۔

## بابٌ

ص ۵۶۷

۵۹۲ وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ذَكَرُوا مُرَارَةَ

ت اور کعب بن مالک نے کہا لوگوں نے مرارہ بن ربیع

بْنَ الرَّبِيْعِ الْعُمْرِيَّ وَهِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ الْوَاقِفِيَّ رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ

عمری اور ہلال بن امیہ واقفی کو ذکر کیا یہ دونوں نیک شخص تھے جو

قَدْ شَهِدَا بَدْرًا۔

بدر میں شریک ہوئے۔

**تشریحات ۵۹۲** کچھ لوگوں نے مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ کے بارے میں یہ کہا ہے کہ یہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے ان کے رد کے لئے امام بخاری نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ قول ذکر کیا۔ یہ حدیث طویل کا ایک ٹکڑا ہے جو غزوۂ تبوک میں مفصل آرہی ہے۔

۲۰۷۶ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ذُكِرَ لَهٗ

**حدیث** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جمعہ کے دن ذکر کیا گیا کہ سعید

اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ وَكَانَ بَدْرِيًّا مَرِضَ

بن زید بن عمرو بن نفیل جو بدری تھے بیمار ہیں تو دن چڑھنے کے بعد سوار

عہ ثانی تفسیر باب الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ ص ۶۸۲ نسائی تفسیر

فِيْ يَوْمِ جُمُعَةٍ فَرَكِبَ إِلَيْهِ بَعْدَ أَنْ تَعَالَى النَّهَارُ وَاقْتَرَبَتِ الْجُمُعَةُ وَ

ہو کر وہاں گئے جمعہ کے قریب اور جمعہ چھوڑ دیا۔

تَرَكَ الْجُمُعَةَ۔

۲۰۷۶ تشریحات غالباً حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ اطلاع ملی ہوگی کہ حضرت سعید کی حالت بہت نازک ہے۔ اس لئے انھوں نے جمعہ چھوڑا اور انھیں دیکھنے کے لئے گئے ان کے ساتھ دوہرا رشتہ تھا، یہ حضرت عمر کے چچازاد بھائی بھی تھے اور بہنوئی بھی۔

۵۹۳ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَاهُ كَتَبَ

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد نے عمر

إِلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْأَرْقَمِ الزُّهْرِيِّ يَأْمُرُهُ أَنْ يَدْخُلَ

بن عبد اللہ بن ارقم زہری کو لکھا کہ سبیعہ بنت حارث اسلمیہ کے پاس جائیں

عَلٰى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْأَسْلَمِيَّةِ فَيَسْأَلُهَا عَنْ حَدِيْثِهَا وَ

اور ان سے ان کی حدیث پوچھیں اور یہ پوچھیں کہ جب انھوں نے رسول اللہ

عَمَّا قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اسْتَفْتَتْهُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا تھا تو حضور نے کیا جواب دیا تھا۔ تو

فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْأَرْقَمِ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ

عمر بن عبد اللہ بن ارقم نے عبد اللہ بن عتبہ کو لکھا کہ سبیعہ بنت حارث

يُخْبِرُهُ أَنَّ سُبَيْعَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ

نے خبر دیا کہ وہ سعد بن خولہ کی زوجیت میں تھیں اور یہ بنی عامر بن لوی کے

سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ وَهُوَ مِنْ بَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ مِمَّنْ

قبیلے سے تھے اور بدر کے شرکاء میں سے تھے کہ حجۃ الوداع میں ان کے شوہر کی

شَهِدَ بَدْرًا فَتُوُفِّيَ عَنْهَا فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهِيَ حَامِلٌ فَلَمْ

وفات ہوگئی اس وقت وہ حاملہ تھیں شوہر کی وفات کے تھوڑی ہی

تَنْشَبْ اَنْ وَضَعَتْ حَمْلَهَا بَعْدَ وَفَاتِهٖ فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا

دیر کے بعد ان کے بچہ پیدا ہو گیا جب وہ نفاس سے پاک ہو گئیں تو بناؤ

تَجَمَّلَتْ لِلْخُطَّابِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا اَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ رَجُلٌ

سنگار کرنے لگیں منگنی کرنے والوں کے لئے اس حال میں ان کے پاس ابو سنابل بن

مِّنْ بَنِيْ عَبْدِ الدَّارِ فَقَالَ لَهَا مَالِيْ اَرَاكِ تَجَمَّلْتِ لِلْخُطَّابِ

بعکک بنی عبدالدار کے ایک صاحب گئے اور ان سے کہا تو منگنی کرنے والوں کے لئے بناؤ سنگار

تَرَجِّيْنَ النِّكَاحَ وَاِنَّكِ وَاللّٰهِ مَا اَنْتِ بِنَاكِحٍ حَتّٰى تَمُرَّ عَلَيْكِ اَرْبَعَةُ

کر رہی ہے نکاح کرنا چاہتی ہے اور بخدا تو اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک تجھ پر

اَشْهُرٍ وَّعَشْرٌ قَالَتْ سُبَيْعَةُ فَلَمَّا قَالَ لِيْ ذٰلِكَ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِيْ

چار مہینے دس دن نہ گذر لیں۔ سبیعہ نے کہا جب انھوں نے مجھ سے یہ کہا تو میں نے شام کے

حِيْنَ اَمْسَيْتُ وَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْتُهٗ

وقت پورے کپڑے پہنے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئی

عَنْ ذٰلِكَ فَاَفْتَانِيْ بِاَنِّيْ قَدْ حَلَلْتُ حِيْنَ وَضَعْتُ حَمْلِيْ وَاَمَرَنِيْ

اور میں نے حضور سے اس کے بارے میں پوچھا تو حضور نے حکم دیا کہ جس وقت تو نے وضع حمل کیا

بِالتَّزَوُّجِ اِنْ بَدَا لِيْ ؏ه

اسی وقت تو حلال ہو گئی اور مجھے نکاح کی اجازت دے دی اگر میرا جی چاہے۔

۵۹۴ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ مَوْلٰى بَنِيْ عَامِرٍ

ت بنی عامر بن لوی کے آزاد کردہ غلام محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان نے مجھے خبر دی کہ محمد

بْنِ لُؤَيٍّ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ اِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ وَكَانَ اَبُوْهُ شَهِدَ بَدْرًا اَخْبَرَهٗ

بن ایاس بن بکیر نے انھیں یہ خبر دی۔ اور ان کے والد بدر میں حاضر تھے۔

## بَابُ شُهُوْدِ الْمَلٰٓئِكَةِ بَدْرًا ص۵۶۹ فرشتوں کا بدر میں حاضر ہونا۔

۲۰۷۷ عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ اَبِيْهِ

حدیث رفاعہ بن رافع زرقی سے روایت ہے اور یہ اہل بدر سے تھے کہ جبرئیل

؏ه طلاق باب اولات الاحمال اجلھن ص۸۰۲

وَكَانَ أَبُوْهُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ قَالَ جَاءَ جِبْرَئِيْلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور پوچھا آپ لوگ اہل بدر کو اپنے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا تَعُدُّوْنَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيْكُمْ قَالَ مِنْ أَفْضَلِ

میں کس درجہ میں شمار کرتے ہو فرمایا تمام مسلمانوں سے افضل لوگوں میں، یا اسی

الْمُسْلِمِيْنَ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَ وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْمَلٰئِكَةِ

کے مثل کوئی کلمہ کہا جبرئیل نے کہا اور ایسے ہی ان فرشتوں کو جو بدر میں شریک ہوئے۔

**تشریحات ۲۰۷۷** کان ابوہ کی ضمیر مجرور متصل کا مرجع معاذ ہیں، مطلب یہ ہوا کہ معاذ کے والد رفاعہ بن رافع اہل بدر سے ہیں، اس حدیث کے راوی بھی یہی ہیں، یہ بدر اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے اور جنگ جمل اور صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے، حضرت معاویہ کی ابتدار امارت میں واصل بحق ہوئے۔ ان کے والد رافع بدر میں شریک نہیں ہوئے مگر یہ بیعت عقبہ میں شریک تھے اور بارہ نقیبوں میں سے ایک یہ بھی تھے۔

**حدیث ۲۰۷۸** عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ وَكَانَ رِفَاعَةُ مِنْ أَهْلِ

معاذ بن رفاعہ رافع سے روایت ہے۔ اور رفاعہ اہل بدر سے تھے اور رافع

بَدْرٍ وَكَانَ رَافِعٌ مِنْ أَهْلِ الْعَقَبَةِ وَكَانَ يَقُوْلُ لِابْنِهِ مَا يَسُرُّنِيْ

اہل عقبہ سے وہ اپنے لڑکے سے کہتے تھے کہ عقبہ میں شریک ہونا بہ نسبت بدر کی

أَنِّيْ شَهِدْتُّ بَدْرًا بِالْعَقَبَةِ قَالَ سَأَلَ جِبْرَئِيْلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

شرکت سے مجھے زیادہ پسند ہے تو انھوں نے کہا کہ جبرئیل نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا۔

وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا۔

**تشریحات ۲۰۷۸** بہت سے صحابۂ کرام عقبہ کی شرکت کو بدر کی شرکت سے افضل سمجھتے تھے انھیں میں حضرت رافع بھی تھے اس لئے کہ بیعت عقبہ ہی اس کی بنیاد بنی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے جو اسلام کی ساری ترقیوں کی بنیاد ہے لیکن صحیح اور ارجح یہ ہے کہ بدر کی شرکت عقبہ کی شرکت سے بھی افضل ہے۔

۲۰۷۹ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ
**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی
النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ بَدْرٍ هٰذَا جِبْرَئِيْلُ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم بدر فرمایا یہ جبرئیل اپنے گھوڑے کی لگام
اٰخِذٌ بِرَاْسِ فَرَسِهٖ عَلَيْهِ اَدَاةُ الْحَرْبِ ؏
پکڑے ہوئے ہیں ان کے اوپر ہتھیار ہے۔

**تشریحات ۲۰۷۹** بدر میں ملائکہ کا حاضر ہونا اور قتال کرنا یقینی طور پر ثابت ہے ملائکہ میں سے حضرت جبرئیل حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل کی شرکت ثابت ہے، حضرت میکائیل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے داہنی طرف تھے وہیں ابوبکر بھی تھے اور اسرافیل بائیں طرف جہاں حضرت علی تھے، امام احمد ابویعلی اور حاکم نے حضرت علی سے روایت کیا کہ مجھ سے اور ابوبکر سے یوم بدر کہا گیا تم میں سے ایک کے ساتھ جبرئیل ہیں اور دوسرے کے ساتھ میکائیل اور اسرافیل علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔

باب غزوۂ احد میں یہی حدیث ابراہیم بن موسیٰ سے اسی سند کے ساتھ مذکور ہے وہاں یوم بدر کے بجائے یوم احد ہے یہ کسی راوی کا وہم ہے۔ صحیح یوم بدر ہے۔

**باب** صـ۵۷۰

۲۰۸۰ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَاتَ اَبُوْ
**حدیث** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابوزید نے انتقال کیا اور انھوں نے
زَيْدٍ وَلَمْ يَتْرُكْ عَقِبًا وَكَانَ بَدْرِيًّا۔
کوئی اولاد نہیں چھوڑی اور یہ بدری تھے۔

**تشریحات ۲۰۸۰** حضرت ابوزید کا نام قیس بن سکن ہے حضرت انس کے چچا انصاری صحابی ہیں یہ ان بزرگوں میں ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن جمع فرمایا جیسا کہ گذرا۔

۲۰۸۱ عَنِ ابْنِ خَبَّابٍ اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ بْنِ مَالِكٍ الْخُدْرِيَّ
**حدیث** ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر سے آئے تو ان کے سامنے

؏ مغازی باب غزوۂ احد صـ۵۷۸

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَقَدَّمَ اِلَیْہِ اَھْلُہٗ لَحْمًا

ان کے اہل نے قربانی کا گوشت رکھا تو انھوں نے فرمایا میں نہیں کھاؤں گا

مِنَ لُحُوْمِ الْاَضَاحِیِّ فَقَالَ مَا اَنَا بِاٰکِلِہٖ حَتّٰی اَسْئَلَ فَانْطَلَقَ اِلٰی

یہاں تک کہ پوچھ لوں۔ وہ اپنے علاتی بھائی قتادہ بن نعمان کے

اَخِیْہِ لِاُمِّہٖ وَکَانَ بَدْرِیًّا قَتَادَۃَ بْنِ النُّعْمَانِ فَسَئَلَہٗ فَقَالَ اِنَّہٗ

پاس آئے اور وہ بدری تھے ان سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ تمہارے

حَدَثَ بَعْدَکَ اَمْرٌ نَقَضَ لِمَا کَانُوْا یَنْھَوْنَ عَنْہُ مِنْ اَکْلِ

بعد ایسی صورت پیدا ہو گئی جس نے اس حکم کو ختم کر دیا جس کی بناء پر تین دن

لُحُوْمِ الْاَضَاحِیِّ بَعْدَ ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ رعہ

کے بعد قربانی کا گوشت کھانا منع تھا۔

۲۰۸۱

**تشریحات** حضرت قتادہ بن نعمان تمام مشاہد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے۔ یوم احد ان کی آنکھ میں ایک تیر آکر لگا جس سے ان کے ایک آنکھ کا ڈھیلا نکل کر چہرہ پر لٹک گیا۔ لوگوں نے اسے کاٹ ڈالنا چاہا وہ اپنے آنکھ کے ڈھیلے کو ہاتھ میں لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے پوچھا اے قتادہ یہ کیا ہے تو انھوں نے عرض کیا وہی ہے جو آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں فرمایا اگر تم چاہو تو صبر کرو اور اگر چاہو تو اس کو اپنی جگہ ٹھیک کر دوں اور اللہ سے دعا کروں تو انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بیشک جنت جزاء جزیل اور عطاء جمیل ہے لیکن میں ایسا شخص ہوں کہ عورتوں سے محبت کرتا ہوں اور میرے عقد میں ایک عورت ہے جس سے میں محبت کر رہا ہوں مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے اس حال میں دیکھے تو کہیں مجھ سے نفرت نہ کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈھیلے کو گڈھے میں رکھ کر اپنی ہتھیلی سے دبا دیا وہ بالکل ٹھیک ہو گئی اور یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ اس کو جمال عطا فرما یہ ان کی آنکھ دوسری آنکھ سے جمیل تر و حسین تر ہو گئی اور کبھی پھر بیمار نہ ہوئی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنت کی بھی دعا کی[1]۔

ابتداء میں جب عسرت اور تنگدستی تھی تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے کی اجازت نہ تھی لیکن جب فراخی اور خوشحالی آگئی تو اجازت مرحمت فرما دی گئی۔ یہی جمہور کا مذہب ہے۔

---

رعہ کتاب الاضاحی باب مایوکل من لحوم الاضاحی ص ۸۳۵

[1] عمدۃ القاری جلد سابع عشر ص ۱۰۵-۱۰۶

۲۰۸۲ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ الزُّبَيْرُ

حدیث حضرت عروہ نے کہا کہ زبیر نے کہا۔ بدر کے دن میرے سامنے عبیدہ بن

لَقِيتُ يَوْمَ بَدْرٍ عُبَيْدَةَ بْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ هُوَ مُدَجَّجٌ

سعید بن عاص آیا اور وہ پورے ہتھیاروں سے لیس تھا صرف اس کی دونوں

لَا يُرَى مِنْهُ إِلَّا عَيْنَاهُ وَهُوَ يُكْنَى أَبَا ذَاتِ الْكَرِشِ فَقَالَ أَنَا أَبُو

آنکھیں نظر آتی تھیں اس کی کنیت ابو ذات الکرش تھی تو اس نے کہا میں ابو ذات الکرش

ذَاتِ الْكَرِشِ فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ بِالْعَنَزَةِ فَطَعَنْتُهُ فِي عَيْنِهِ فَمَاتَ

ہوں میں نے اس پر برچھی سے حملہ کیا اور اس کی آنکھ میں مارا اس کے صدمے سے وہ

قَالَ هِشَامٌ فَأُخْبِرْتُ أَنَّ الزُّبَيْرَ قَالَ لَقَدْ وَضَعْتُ رِجْلِي عَلَيْهِ

مرگیا۔ ہشام نے کہا مجھے خبر دی گئی کہ زبیر نے کہا میں نے اپنا پاؤں اس پر رکھا پھر دونوں

ثُمَّ تَمَطَّأْتُ فَكَانَ الْجُهْدُ أَنْ نَزَعْتُهَا وَقَدِ انْثَنَى طَرَفَاهَا قَالَ

ہاتھوں سے کھینچا پوری طاقت صرف کر کے میں نے اسے نکالا اس کے دونوں کنارے مڑ گئے

عُرْوَةُ فَسَأَلَهُ إِيَّاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُ

تھے۔ عروہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ برچھی ان سے مانگ لی تو انھوں نے خدمت

فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا ثُمَّ طَلَبَهَا

اقدس میں پیش کردی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو زبیر نے وہ برچھی لے لی پھر

أَبُو بَكْرٍ فَأَعْطَاهُ فَلَمَّا قُبِضَ أَبُو بَكْرٍ سَأَلَهَا إِيَّاهُ عُمَرُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا

ابو بکر نے اسے مانگا تو انھیں دیدی پھر جب ان کا وصال ہوگیا تو عمر نے اسے مانگا تو انھیں دے دیا

فَلَمَّا قُبِضَ عُمَرُ أَخَذَهَا ثُمَّ طَلَبَهَا عُثْمَانُ مِنْهُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا

پھر جب ان کا وصال ہوگیا تو لے لیا پھر حضرت عثمان نے مانگا تو انھیں دے دیا جب حضرت عثمان

فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ وَقَعَتْ عِنْدَ آلِ عَلِيٍّ فَطَلَبَهَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ

شہید ہوگئے تو حضرت علی کی آل کے پاس رہی جن سے عبد اللہ بن زبیر نے مانگ لیا۔ تو ان کی

الزُّبَيْرِ فَكَانَتْ عِنْدَهُ حَتَّى قُتِلَ۔

شہادت کے وقت تک انھیں کے پاس رہی۔

۲۰۸۳ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات سے روایت ہے

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَبَا حُذَیْفَۃَ وَکَانَ مِمَّنْ شَھِدَ بَدْرًا مَعَ

کہ ابو حذیفہ ان لوگوں میں سے تھے جو بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَبَنّٰی سَالِمًا وَاَنْکَحَہٗ بِنْتَ اَخِیْہِ

شریک تھے انھوں نے سالم کو متبنّٰی بنالیا تھا اور اپنی بھتیجی ولید بن عتبہ کی بیٹی ہند

ھِنْدَ بِنْتَ الْوَلِیْدِ بْنِ عُتْبَۃَ وَھُوَ مَوْلًی لِاِمْرَاَۃٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ کَمَا

سے ان کا نکاح کر دیا تھا۔ سالم ایک انصاری خاتون کے آزاد کردہ غلام تھے جیسا کہ

تَبَنّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَیْدًا وَکَانَ مَنْ تَبَنّٰی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو متبنّٰی بنالیا تھا اور جاہلیت میں جب کوئی شخص کسی کو تبنی

رَجُلًا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ دَعَاہُ النَّاسُ اِلَیْہِ وَوُرِثَ مِنْ مِیْرَاثِہٖ

بناتا تو لوگ اسی کی طرف نسبت کرکے اس کو پکارتے۔ اور وہ اس کی میراث پاتا

حَتّٰی اَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَآئِھِمْ فَجَآءَتْ سَھْلَۃُ النَّبِیَّ

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ اتاری ان (متبنّٰی کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کرکے پکارو)

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ عہ

اس کے بعد سہلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور پوری حدیث بیان کی۔

**تشریحات ۲۰۸۳** سالم بن معقل ایک انصاری خاتون ثبیتہ کے آزاد کردہ غلام تھے جنھیں حضرت حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متبنی بنالیا تھا۔ متبنی کی حیثیت زمانۂ جاہلیت میں حقیقی بیٹے کے بمنزلہ تھی وہ حقیقی بیٹے کی طرح گھر میں رہتا۔ جب آیۃ کریمہ نازل ہوئی ادعوھم لآبائھم تو حضرت حذیفہ کی بیوی سہلہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ اس آیۃ کریمہ کے نزول کے بعد بھی سالم حسب سابق میرے پاس آتے جاتے ہیں جسے ابو حذیفہ ناگوار سمجھتے ہیں تو حضور نے ارشاد فرمایا اسے دودھ پلاوے تو انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ وہ داڑھی والے ہیں فرمایا تم اسے دودھ پلادو۔ تمہارے اس کے درمیان حرمت ثابت ہو جائے گی۔ پھر ابو حذیفہ کو سالم کا تمہارے پاس آنا جانا ناگوار نہ ہوگا۔ تو انھوں نے ایسا ہی کیا۔

---

عہ کتاب النکاح الاکفار فی الدین ص۴۶۲

فذکر الحدیث سے امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہی مراد ہے دو یا ڈھائی سال سے زائد عمر والے کے دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خصوصی اختیارات سے کام لے کر جوان ہو کر دودھ پی لینے سے حرمت رضاعت کے ثابت ہونے کا حکم ارشاد فرمایا۔

۲۰۸۴ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حدیث ربیع بنت معوذ نے کہا جس رات میرا زفاف ہوا اس کی صبح کو نبی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ بُنِيَ عَلَيَّ فَجَلَسَ عَلٰى فِرَاشِيْ كَمَجْلِسِكَ مِنِّيْ

صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ اور میرے فرش پر ایسے ہی بیٹھے جیسے تم بیٹھے

وَجُوَيْرِيَاتٌ يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ يَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِهِنَّ

ہو۔ اور کچھ چھوٹی بچیاں دف بجا رہی تھیں اور اپنے ان آباء کا احوال جو بدر کے دن

يَوْمَ بَدْرٍ حَتّٰى قَالَتْ جَارِيَةٌ ـــــ وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ

شہید ہوئے تھے گا رہی تھیں کہ ایک لڑکی نے یہ گایا اور ہم میں ایک نبی

غَدٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْلِيْ هٰكَذَا وَقُوْلِيْ مَا

ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ اس پر حضور نے فرمایا یہ نہ گاؤ

كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ ۔ عہ

اور پہلے جو تم گا رہی تھیں وہی گاؤ۔

تشریحات ۲۰۸۴ یہاں من آبائھن ہے اور کتاب النکاح میں من آبائی ہے، دونوں میں منافات نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ لڑکیاں وہ ہوں کہ ان کے آباء بدر میں شہید ہوئے ہوں ان کا بھی تذکرہ کیا ہو۔

ربیع بنت معوذ کے آباء میں سے جو شہید ہوئے ہیں ان کا بھی ذکر کیا ہو۔ یا یہ لڑکیاں ان کی ہم قبیلہ تھیں۔ اوپر دونوں کا نسب مل جاتا ہو۔ بدر میں کوئی ایسا بزرگ شہید ہوا ہو۔ جو دونوں کے آباء میں شامل ہو ـــــ بدر میں ربیع کے والد معوذ اور ان کے چچا عوف یا عوذ شہید ہوئے تھے اور خزرج سے ان کے قریبی رشتہ دار حارثہ بن سراقہ ـــــ وہابی اس حدیث سے یہ دلیل لاتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل نہیں تھا۔ تبلیغی نصاب میں یہ حدیث نوکر کر کے یہ پچر لگا دیا ہے کہ کیونکہ میں علم غیب نہیں جانتا۔ یہ ان کا جزاف ہے

---

عہ کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح والولیمۃ ص۷۷۳ ابو داؤد، ادب ترمذی نکاح۔ ابن ماجہ

اگر ممانعت اسی بنا پر ہوتی تو حضور صاف صاف فرما دیتے کہ یہ مت کہو کیونکہ میں علم غیب نہیں جانتا۔

غور طلب یہ بات ہے وہابیوں کے عقیدے کے مطابق کسی مخلوق کے لئے اگرچہ وہ نبی ہو علم غیب کا اعتقاد شرک ہے۔ شرکیہ بات سن کر یہ بعید ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس پر صراحت کے ساتھ تنبیہ نہ فرمائیں۔ یہ منع کرنا صرف اس بنا پر تھا یہ لڑکیاں جاں نثاروں کا ذکر کر رہی تھیں۔ جسے زیادہ پسند فرمایا۔ بہ نسبت اپنے ذکر کے۔

۲۰۸۵ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ أَنْفَذَهُ لَنَا ابْنُ الْأَصْبَهَانِيِّ سَمِعَهُ

حدیث ابن معقل نے کہا حضرت علی نے سہل بن حنیف کے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھی

مِنَ ابْنِ مَعْقِلٍ أَنَّ عَلِيًّا كَبَّرَ عَلَى سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ فَقَالَ إِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا

اور فرمایا یہ بدر میں شریک تھے۔

۲۰۸۵

تشریحات اس حدیث کی سند میں یہ ہے انفذہ لنا ابن الاصبہانی۔ مطلب یہ ہے کہ ابن الاصبہانی یہ حدیث لکھ کر سفیان بن عیینہ کے پاس بھیجی تھی ابن عیینہ نے یہ حدیث ابن الاصبہانی سے براہ راست نہیں سنی تھی گذر چکا کہ جمہور کے نزدیک کتاب مثل سماع ہے ابن الاصبہانی کا نام عبد الرحمن بن عبد اللہ تھا۔

۲۰۸۶ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حفصہ بنت

يُحَدِّثُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حِينَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ

عمر خنیس بن حذافہ سہمی سے بیوہ ہو گئیں اور یہ رسول اللہ کے ان صحابہ میں

مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ

سے تھے جو بدر میں شریک ہوئے تھے اور مدینہ طیبہ میں وفات پائی تھی

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا تُوُفِّيَ بِالْمَدِينَةِ قَالَ عُمَرُ

عمر نے کہا میں نے عثمان بن عفان سے ملاقات کی اور میں نے ان پر

فَلَقِيتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ إِنْ شِئْتَ

حفصہ کو پیش کیا میں نے کہا اگر تم چاہو تو حفصہ سے تمہارا نکاح کر دوں

اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ قَالَ سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ

انھوں نے کہا۔ میں اپنے معاملہ میں غور کروں گا میں کئی دن رکا رہا پھر انھوں نے کہا

فَقَالَ قَدْ بَدَا لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هٰذَا قَالَ عُمَرُ فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ

میری رائے یہی ہے کہ میں اس وقت شادی نہیں کروں گا اس کے بعد عمر نے ابو بکر سے

فَقُلْتُ إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ فَصَمَتَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ

ملاقات کی اور ان سے کہا اگر تم چاہو تو حفصہ بنت عمر کا تم سے نکاح کر دوں ابو بکر خاموش رہے اور

يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا فَكُنْتُ عَلَيْهِ أَوْجَدَ مِنِّي عَلَى عُثْمَانَ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ

انھیں کچھ جواب نہیں دیا۔ مجھے ان کے اوپر عثمان سے بھی زیادہ غصہ آیا میں کچھ دن رکا رہا پھر

ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ فَلَقِيَنِي

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کے لئے پیغام دیا تو میں نے حفصہ کا نکاح حضور سے کر دیا اس کے

أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِينَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ

بعد ابو بکر مجھ سے ملے اور کہا شاید تم مجھ سے خفا ہو گئے ہو جب تم نے حفصہ کو مجھ پر پیش کیا تھا اور

أَرْجِعْ إِلَيْكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيمَا

میں نے تم کو کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میں نے کہا ہاں۔ تو انھوں نے کہا تمہاری پیش کش کے بارے

عَرَضْتَ إِلَّا أَنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں کوئی جواب دینے سے مجھے اس بات نے روکا تھا کہ میں جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے حفصہ کا ذکر کیا ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو فاش نہیں کر سکتا تھا۔ اگر حضور ان

وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتُهَا ۔ھ

سے شادی نہ کرتے تو میں قبول کر لیتا۔

## تشریحات ۲۰۸۶

خنیس بن حذافہ سہمی یہ مہاجرین اولین میں سے ہیں حبشہ کی جانب بھی ہجرت کی پھر مدینہ طیبہ کی طرف تمام اصحاب سیر نے لکھا ہے کہ بدر میں بھی شریک ہوئے اور احد میں بھی۔ جنگ احد میں

---

ھ النکاح باب عرض الانسان ابنتہ۔ او اختہ علی اھل الخیر ص۷۶۷ باب من قال لانکاح الا بولی ص۷۷۰ باب تفسیر ترک الخطبۃ ص۷۷۳ نسائی نکاح

ان کو ایک کاری زخم لگا جس کے صدمہ سے مدینہ طیبہ میں وفات پا گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہجرت کے پچیس یا تیس ماہ کے بعد نکاح فرمایا تھا اور احد کا واقعہ ہجرت کے اکتیس ماہ کے بعد رونما ہوا اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت خنیس اس زخم سے واصل بحق ہوئے جو احد میں انھیں لگا تھا بلکہ یہ زخم ان کو بدر میں لگا تھا اور احد سے قبل ہی یہ وفات پا چکے تھے۔

۲۰۸۷ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ نِ الْبَدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حدیث عبدالرحمٰن بن یزید علقمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو مسعود بدری نے

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاٰیَتَانِ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَاَهُمَا فِیْ

کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں جو رات میں پڑھے

لَیْلَةٍ كَفَتَاهُ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَلَقِیْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ وَهُوَ یَطُوْفُ

وہ دونوں اسے کافی ہیں ــــ عبدالرحمٰن نے کہا اس کے بعد میں ابو مسعود سے ملا وہ بیت اللہ کا

بِالْبَیْتِ فَسَاَلْتُهُ فَحَدَّثَنِیْهِ عه

طواف کر رہے تھے اور میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی۔

تشریحات ۲۰۸۷ کفتاہ۔ یعنی جسے قیام اللیل کا موقع نہ ملے اس کے لئے یہ دونوں آیتیں کافی ہیں۔ یا مراد یہ ہے کہ اس کے پڑھنے کی برکت سے اس رات ناگوار باتوں سے حفاظت رہے گی۔

۲۰۸۸ اَخْبَرَنِیْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِیْعِ اَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ وَكَانَ

حدیث مجھے محمود بن ربیع نے خبر دی بیشک عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ

مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ انصار کے ان

بَدْرًا مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَّهُ اَتَی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

صحابۂ کرام میں سے تھے جو بدر میں شریک ہوئے تھے۔

عه کتاب فضائل القرآن فضل البقرہ ط۷۴۲ باب من لم یر باسا ان یقول۔ سورۃ البقرۃ والسورۃ کذا ص۷۵۳ باب فی کم یقرأ القرآن وقول اللہ تعالیٰ فاقرءوا ما تیسر منہ ص۷۵۵

مسلم ابو داؤد صلوٰۃ، ترمذی، نسائی فضائل القرآن ابن ماجہ صلوٰۃ

۲۰۸۹ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَۃَ وَکَانَ مِنْ اَکْبَرِ

**حدیث** عبداللہ بن عامر بن ربیعہ نے مجھے خبر دی اور یہ بنی عدی کے سب سے

بَنِیْ عَدِیٍّ وَکَانَ اَبُوْہُ شَھِدَ بَدْرًا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

معمر بزرگ تھے اور ان کے والد بدر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک

اَنَّ عُمَرَ اِسْتَعْمَلَ قُدَامَۃَ بْنَ مَظْعُوْنٍ عَلَی الْبَحْرَیْنِ وَکَانَ شَھِدَ

تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے قدامہ بن مظعون کو بحرین کا عامل بنایا اور یہ بدر

بَدْرًا وَھُوَ خَالُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ وَحَفْصَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ۔

میں شریک تھے اور یہ عبداللہ بن عمر اور حفصہ رضی اللہ عنہم کے ماموں تھے۔

۲۰۹۰ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ سَدَّادِ بْنِ الْھَادِ اللَّیْثِیَّ قَالَ رَاَیْتُ

**حدیث** حضرت عبداللہ بن شداد بن ہاد لیثی نے کہا میں نے رفاعہ بن

رِفَاعَۃَ بْنَ رَافِعٍ الْاَنْصَارِیَّ وَکَانَ شَھِدَ بَدْرًا۔

رافع انصاری کو دیکھا ہے اور یہ بدر میں شریک تھے۔

۲۰۹۱ اَنَّ عُبَیْدَ اللّٰہِ بْنَ عَدِیِّ بْنِ الْخِیَارِ اَخْبَرَہٗ اَنَّ الْمِقْدَادِ

**حدیث** عبید اللہ بن عدی بن خیار نے خبر دیا کہ مقداد بن عمرو کندی نے انھیں

بْنَ عَمْرٍو الْکِنْدِیَّ وَکَانَ حَلِیْفًا لِبَنِیْ زُھْرَۃَ وَکَانَ مِمَّنْ شَھِدَ

خبر دی اور یہ بنی زہرہ کے حلیف تھے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ قَالَ لِرَسُوْلِ

ساتھ بدر میں شریک تھے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَاَیْتَ اِنْ لَقِیْتُ رَجُلًا مِّنَ الْکُفَّارِ

عرض کیا بتایئے اگر کسی کافر سے میری مڈبھیڑ ہو جائے اور آپس میں

فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ اِحْدٰی یَدَیَّ بِالسَّیْفِ فَقَطَعَھَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّیْ بِشَجَرَۃٍ

لڑیں اور وہ میرے ایک ہاتھ کو تلوار سے کاٹ دے پھر مجھ سے بچنے

فَقَالَ اَسْلَمْتُ لِلّٰہِ اَاَقْتُلُہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بَعْدَ اَنْ قَالَھَا فَقَالَ رَسُوْلُ

کے لئے درخت کی پناہ لے لے پھر کہے کہ میں اللہ کے لئے مسلمان ہوگیا یا رسول اللہ!

اللہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْہُ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَّہٗ

اس کے اس کہنے کے بعد اسے مار ڈالوں! تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسے

قَطَعَ اِحْدٰی یَدَیَّ ثُمَّ قَالَ ذٰلِکَ بَعْدَ مَا قَطَعَھَا فَقَالَ رَسُوْلُ

قتل مت کر تو مقداد نے کہا یا رسول اللہ! اس نے میرے ایک ہاتھ کو کاٹ دیا ہے، ہاتھ کاٹنے کے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْہُ فَاِنْ قَتَلْتَہٗ فَاِنَّہٗ بِمَنْزِلَتِکَ

بعد وہ کہا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسے قتل مت کر اگر تو اسے قتل کرے گا تو وہ تیری جگہ

قَبْلَ اَنْ تَقْتُلَہٗ وَاِنَّکَ بِمَنْزِلَتِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّقُوْلَ کَلِمَتَہُ الَّتِیْ قَالَ ؎

ہو جائے گا تیرے قتل کرنے سے پہلے اور تو اس کی جگہ ہو جائے گا قبل اس کے کہ اس نے وہ کلمہ کہا۔

۲۰۹۱ تشریحات: مقداد بن عمرو کندی یہ مشہور ہیں مقداد بن اسود کے ساتھ خود امام بخاری نے کتاب الطہارت میں مقداد بن اسود کہا ہے۔ ویسے ان کے والد کا نام عمرو ہے۔ عمرو نے بنی کندہ سے عقد حلف کر لیا تھا۔ اس لئے کندی کہلاتے ہیں۔ اسود نے ان کو پالا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ ان کو متبنیٰ بنا لیا تھا اس لئے مقداد بن اسود کے ساتھ مشہور ہوئے حضرت مقداد بن اسود اجلۂ صحابۂ کرام میں سے ہیں مصر کی فتح میں شریک ہوئے اور وہیں مقام جرف میں ۳۳ھ میں وفات پائی ان کا جنازہ مدینہ طیبہ لایا گیا جنت البقیع میں دفن ہوئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

فان قتلتہ مطلب یہ ہے کہ اس نے تیرا ہاتھ اسلام قبول کرنے سے پہلے کاٹا تھا اس نے جب اسلام قبول کر لیا تو پہلے کے سارے جرم اس کے ختم ہو گئے۔ الاسلام یھدم ما قبلہ۔ اسلام اپنے پہلے کے سارے گناہ مٹا دیتا ہے۔ اب تو اسے قتل کرے گا تو ایک مسلمان کو قتل کرے گا۔

۲۰۹۲ حدیث: حَدَّثَنِیْ بْنُ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ لَمَّا تُوُفِّیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابن عباس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے حدیث

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لِاَبِیْ بَکْرٍ انْطَلِقْ بِنَا اِلٰی اِخْوَانِنَا مِنَ الْاَنْصَارِ

بیان کی کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو میں نے ابو بکر سے کہا ہمارے ساتھ ہمارے

فَلَقِیَنَا مِنْھُمْ رَجُلَانِ صَالِحَانِ شَھِدَا بَدْرًا فَحَدَّثَ عُرْوَۃُ بْنُ

انصاری بھائیوں کے پاس چلئے تو ان سے دو نیک مرد ملے جو بدر میں شریک ہوئے تھے میں نے عروہ بن

؎ کتاب الدیات باب قول اللہ تعالیٰ ومن قتل مومنا متعمدا ۱ ص ۱۰۱۴ مسلم ایمان، ابوداؤد جہاد نسائی سیر

الزُّبَيْرِ وَقَالَ هُمَا عُوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ وَمَعْنُ بْنُ عَدِيٍّ۔

زبیر سے بیان کیا تو انھوں نے کہا یہ عویم بن ساعدہ اور معن بن عدی تھے۔

۲۰۹۳ عَنْ قَيْسٍ كَانَ عَطَاءُ الْبَدْرِيِّينَ خَمْسَةَ آلَافٍ خَمْسَةَ

حدیث قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ بدریوں کا وظیفہ پانچ ہزار پانچ ہزار

آلَافٍ وَقَالَ عُمَرُ لَأُفَضِّلَنَّهُمْ عَلَى مَنْ بَعْدَهُمْ۔

تھا۔ اور حضرت عمر نے کہا میں اہل بدر کو ان کے بعد والوں پر فضیلت دوں گا۔

۲۰۹۴ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ

حدیث جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے مغرب میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ وَذٰلِكَ أَوَّلُ مَا وَقَرَ الْإِيمَانُ

کو سورۂ طور پڑھتے ہوئے سنا یہ پہلا موقع تھا کہ ایمان نے میرے دل میں جگہ بنائی۔

فِي قَلْبِي

۲۰۹۴ تشریحات یہ بدر کے قیدیوں کی رہائی کے لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تھے اس وقت کافر تھے مگر ان کا دل اسی وقت اسلام کی طرف مائل ہو گیا تھا فتح مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے۔

۵۹۵ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الْأُولَى يَعْنِي مَقْتَلَ

ث سعید بن مسیب نے کہا کہ پہلا فتنہ یعنی حضرت عثمان کی شہادت واقع ہوئی اور اس نے

عُثْمَانَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ أَصْحَابِ بَدْرٍ أَحَدًا ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ

اصحاب بدر میں سے کسی کو باقی نہیں رکھا۔ پھر دوسرا فتنہ یعنی حرہ کا واقعہ ہوا تو اس

الثَّانِيَةُ يَعْنِي الْحَرَّةَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ أَصْحَابِ الْحُدَيْبِيَةِ أَحَدًا ثُمَّ

نے اصحاب حدیبیہ میں سے کسی کو باقی نہیں رکھا۔ پھر تیسرا فتنہ واقع ہوا اور وہ نہیں اٹھا

وَقَعَتِ الثَّالِثَةُ فَلَمْ تَرْتَفِعْ وَلِلنَّاسِ طَبَاخٌ۔

اور لوگوں میں بے عقل اور لاخیرے رہ گئے۔

۵۹۵ تشریحات حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ۳۵ھ میں ہوئی اس وقت اس کے بعد بھی اصحاب بدر میں سے بہت سے حضرات موجود تھے جیسے حضرت علی حضرت طلحہ حضرت

زبیر، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت سعید بن مسیب کا یہ فرمانا باعتبار اغلب واکثر کے ہے۔

**واقعہ حرّہ** ۶۳ھ یا ۶۳ھ میں ہوا۔ اس کے بعد بھی اصحاب حدیبیہ میں سے کچھ افراد حیات تھے یہ بھی باعتبار اغلب واکثر کے ہے تیسرے فتنہ سے مراد کیا ہے اس میں شارحین کا اختلاف ہے داؤدی نے کہا کہ ازارقہ کا فتنہ ہے ابن تین نے کہا کہ اس سے مراد ابو حمزہ خارجی کا خروج ہے جو مروان الحمار کی حکومت میں ۱۳۰ھ میں پیش آیا تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت ہے جو مشہور مروانی سفاک عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں ۷۳ھ میں پیش آیا کہ حجاج بن یوسف نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کیا اور کعبہ مقدسہ پر منجنیقوں سے پتھر برسایا۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیر کو شہید کیا۔ طباخ کے معنی قوت اور موٹاپن کے ہیں۔ لفظی ترجمہ یہ ہوگا۔ کہ یہ فتنہ نہیں اٹھا۔ اور لوگوں میں موٹے مشٹنڈے لوگ رہے لیکن مراد اس سے یہ ہے کہ ان میں نہ عقل ہے نہ خیر۔

مطلب یہ ہے کہ تیسرے فتنہ کے بعد کوئی صاحب عقل نہیں بچا بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی صحابی نہیں بچا۔

۵۹۶ فَجَمِيعُ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنْ قُرَيْشٍ ضُرِبَ لَهُ بِسَهْمِهِ أَحَدٌ

ف قریش کے جو لوگ بدر میں شریک تھے جن کو حصہ دیا گیا وہ سب

وَثَمَانُونَ رَجُلًا وَكَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يَقُولُ قَالَ الزُّبَيْرُ فَسُمِتَ

اکاسی تھے اور عروہ بن زبیر کہتے تھے کہ زبیر نے کہا ان کے حصے

سُهْمَانُهُمْ فَكَانُوا مِائَةً وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

تقسیم کئے گئے تو سو تھے واللہ اعلم۔

**تشریحات ۵۹۶** یہ بھی مغازی موسیٰ بن عقبہ کا حصہ ہے جو ابن شہاب سے مروی ہے اکاسی اور سو میں تطبیق یہ ہے کہ کچھ حضرات کے پاس گھوڑے تھے تو ان کو دو حصے دیئے گئے نیز کچھ لوگ جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری خدمت پر مامور فرمایا تھا وہ سب ملا کر سو حصے ہوئے جنگ میں شریک ہونے والے مہاجرین اکاسی تھے۔

**بَابُ تَسْمِيَةِ مَنْ سُمِّيَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ فِي الْجَامِعِ** صـ۵۷۰

جامع میں جن اہل بدر کا نام لیا گیا ان کا شمار۔

۲۰۹۵ حدثنا النَّبِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْهَاشِمِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث نبی محمد بن عبداللہ ہاشمی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ـــــ ایاس بن بکیر۔

اَیَاسُ بْنُ الْبُکَیْرِ بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ مَوْلٰی اَبِیْ بَکْرِ الْقُرَشِیُّ، حَمْزَۃُ بْنُ

بلال بن رباح ۔ ابو بکر قریشی کے آزاد کردہ غلام ۔ حمزہ بن عبدالمطلب

عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الْھَاشِمِیُّ، حَاطِبُ بْنُ اَبِیْ بَلْتَعَۃَ حَلِیْفُ لِقُرَیْشٍ

ہاشمی ۔ حاطب بن ابو بلتعہ قریش کے حلیف ۔ ابو حذیفہ بن عتبہ بن

اَبُوْحُذَیْفَۃَ بْنُ عُتْبَۃَ بْنِ رَبِیْعَۃَ الْقُرَشِیُّ حَارِثَۃُ بْنُ الرَّبِیْعِ

ربیعہ قرشی ۔ حارثہ بن ربیع انصاری، یہ بدر کے دن شہید

الْاَنْصَارِیُّ قُتِلَ یَوْمَ بَدْرٍ وَھُوَ حَارِثَۃُ بْنُ سُرَاقَۃَ کَانَ فِی النَّظَّارَۃِ

ہو گئے اور یہ حارثہ بن سراقہ ہیں اور یہ پانی کی نگرانی کرنے

خُبَیْبُ بْنُ عَدِیِّ الْاَنْصَارِیُّ ۔ حُنَیْسُ بْنُ حُذَافَۃَ السَّھْمِیُّ رِفَاعَۃُ

والوں میں تھے ۔ خبیب بن عدی انصاری، خنیس بن حذافہ سہمی ۔ رفاعہ بن

بْنُ رَافِعِ الْاَنْصَارِیُّ ۔ رِفَاعَۃُ بْنُ رَافِعِ الْاَنْصَارِیُّ ۔ رِفَاعَۃُ

رافع انصاری، رفاعہ بن عبدالمنذر ابو لبابہ انصاری ۔ زبیر بن عوام

بْنُ عَبْدِ الْمُنْذِرِ اَبُوْلُبَابَۃَ الْاَنْصَارِیُّ زُبَیْرُ بْنُ الْعَوَّامِ الْقُرَشِیُّ

قرشی ۔ زید بن سہل ۔ ابو طلحہ انصاری ۔ ابو زید

زَیْدُ بْنُ سَھْلٍ ۔ اَبُوْطَلْحَۃَ الْاَنْصَارِیُّ ۔ اَبُوْزَیْدٍ الْاَنْصَارِیُّ ۔ سَعْدُ

انصاری ۔ سعد بن مالک زہری ۔ سعد بن خولہ قرشی ۔

بْنُ مَالِكٍ الزُّھْرِیُّ ۔ سَعْدُ بْنُ خَوْلَۃَ الْقُرَشِیُّ ۔ سَعِیْدُ بْنُ زَیْدِ

سعید بن زید بن عمرو بن نفیل قرشی ۔ سہل بن حنیف

بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَیْلٍ الْقُرَشِیُّ ۔ سَھْلُ بْنُ حُنَیْفٍ الْاَنْصَارِیُّ ظُھَیْرُ

انصاری ۔ ظہیر بن رافع انصاری ۔ اور ان کے بھائی عبداللہ

بْنُ رَافِعٍ الْاَنْصَارِیُّ وَاَخُوْہُ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُثْمَانَ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ

بن عثمان ۔ ابو بکر صدیق قرشی ۔ عبداللہ بن مسعود ہذلی ۔

الْقُرَشِیُّ ۔ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ الْھُذَلِیُّ ۔ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ

عبدالرحمن بن عوف زہری ۔ عبیدہ بن حارث قرشی

الزُّھْرِیُّ۔ عُبَیْدَۃُ بْنُ الْحَارِثِ الْقُرَشِیُّ۔ عُبَادَۃُ بْنُ الصَّامِتِ الْاَنْصَارِیُّ

عبادہ بن صامت انصاری ۔ عمر بن خطاب عدوی ۔ عثمان بن

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْعَدَوِیُّ۔ عُثْمَانُ بْنُ الْعَفَّانِ الْقُرَشِیُّ۔ خَلَّفَہُ النَّبِیُّ

عفان قرشی ۔ انھیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِبْنَتِہٖ وَضَرَبَ لَہٗ بِسَھْمِہٖ۔ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ

صاحبزادی کی دیکھ بھال کے لئے مدینہ چھوڑ دیا تھا اور ان

الْھَاشِمِیُّ۔ عَمْرُو بْنُ عَوْفٍ حَلِیْفُ بَنِیْ عَامِرِ بْنِ لُؤَیٍّ۔ عُقْبَۃُ بْنُ

کے لئے حصہ مقرر فرمایا ۔ علی بن ابو طالب ہاشمی ۔ عمرو بن

عَمْرٍو الْاَنْصَارِیُّ۔ عَامِرُ بْنُ رَبِیْعَۃَ الْعَنَزِیُّ۔ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ

عوف بنی عامر بن لوی کے حلیف ، عقبہ بن عمرو انصاری ۔ عامر بن ربیعہ عنزی ۔

الْاَنْصَارِیُّ۔ عُوَیْمُ بْنُ سَاعِدَۃَ الْاَنْصَارِیُّ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ

عاصم بن ثابت انصاری ۔ عویم بن ساعدہ انصاری ۔ عتبان بن مالک

الْاَنْصَارِیُّ۔ قُدَامَۃُ بْنُ مَظْعُوْنٍ۔ قَتَادَۃُ بْنُ النُّعْمَانِ الْاَنْصَارِیُّ

انصاری ۔ قدامہ بن مظعون ۔ قتادہ بن نعمان انصاری ۔ معاذ بن

مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ۔ مُعَوَّذُ بْنُ عَفْرَاءَ وَاَخُوْہُ مَالِكُ بْنُ

عمرو بن جموح ۔ معوذ بن عفراء اور ان کے بھائی مالک بن

رَبِیْعَۃَ اَبُوْ اُسَیْدِ نِ الْاَنْصَارِیُّ۔ مُرَارَۃُ بْنُ رَبِیْعٍ الْاَنْصَارِیُّ مَعْنُ بْنُ

ربیعہ ۔ ابو اسید انصاری ۔ مرارہ بن ربیع انصاری ۔ معن بن

عَدِیٍّ الْاَنْصَارِیُّ وَمِسْطَحُ بْنُ اُثَاثَۃَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ

عدی انصاری اور مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب بن عبد

مَنَافٍ مِقْدَادُ بْنُ عَمْرٍو الْکِنْدِیُّ حَلِیْفُ بَنِیْ زُھْرَۃَ ھِلَالُ بْنُ

مناف مقداد بن عمرو کندی بنی زہرہ کے حلیف ۔ ہلال بن

اُمَیَّۃَ الْاَنْصَارِیُّ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ)

امیہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ ۔

**۲۰۹۵ تشریحات** اس باب سے مقصود یہ ہے کہ جامع صحیح بخاری میں جن اصحاب بدر کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ ذکر ہوا ہے کہ اصحاب بدر میں سے تھے ان سب کے نام اکٹھا ذکر کر دیئے جائیں نہ تو یہ مقصود ہے کہ بخاری میں جن جن اصحاب بدر کا تذکرہ آیا ہے ان کو بھی ان میں شامل کیا جائے اس لئے کہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالاتفاق اصحاب بدر میں سے ہیں اور بخاری میں متعدد جگہ ان کا ذکر ہے مگر ان کا نام یہاں ذکر نہیں کیا۔ اور نہ یہ مقصود ہے کہ جن اصحاب بدر سے بخاری میں کوئی حدیث مروی ہے ان کا نام لکھا جائے۔

**حارثہ بن سراقہ:۔** حارثہ بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے کہ وہ نظارہ میں تھے اس سے مراد یہ ہے کہ یہ ان افراد میں تھے جو پانی کی نگرانی پر مامور تھے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے کہ انھیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمارداری کے لئے مدینہ طیبہ ہی میں چھوڑ دیا تھا۔ اس کے باوجود بدر کے مال غنیمت سے ان کو حصہ دیا۔ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ اگرچہ یہ جنگ میں شریک نہیں ہوئے مگر ان کا شمار اصحاب بدر میں ہے یہ جنگ میں شریک ہونا چاہتے تھے مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعمیل حکم میں مدینہ طیبہ رہ گئے۔

**بَابُ حَدِيْثِ بَنِي النَّضِيْرِ وَمَخْرَجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فِيْ دِيَةِ الرَّجُلَيْنِ وَمَا اَرَادُوْا مِنَ الْغَدْرِ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ص ۵۷۴**

بنی نضیر کا قصہ اور دو شخصوں کی دیت کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی نضیر کے پاس تشریف لے جانا اور اس غداری کا بیان جو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرنی چاہی تھی۔

**۵۹۷ قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ كَانَتْ عَلٰى رَأْسِ سِتَّةِ اَشْهُرٍ مِّنْ**

**ت** عروہ سے مروی ہے کہ بنی نضیر کا قصہ واقعہ بدر کے چھ ماہ بعد

**وَقْعَةِ بَدْرٍ قَبْلَ اُحُدٍ۔**

احد سے قبل ہوا تھا۔

**وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى هُوَ الَّذِيْ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ**

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اللہ وہی ہے جس نے اہل کتاب

**الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ۔**

کے کافروں کو ان کے گھروں سے حشر کے پہلے نکالا۔

**۵۹۸ وَجَعَلَهُ ابْنُ اِسْحَاقَ بَعْدَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ وَاُحُدٍ**

**ت** اور ابن اسحٰق نے اسے بئر معونہ اور احد کے بعد کیا۔

صحیح یہ ہے کہ غزوۂ بنی نضیر احد اور بئر معونہ کے بعد ہوا ہے اس لئے کہ بنی نضیر کے محاصرے کا سبب یہ ہوا کہ بئر معونہ میں صحابۂ کرام کو شہید کرنے والوں کے سرغنہ عامر بن طفیل نے عمرو بن امیہ کو یہ کہہ کر زندہ چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی اس لئے میں تم کو آزاد کرتا ہوں۔ عمرو بن امیہ مدینہ آرہے تھے کہ راستے میں بنی عامر کے دو ایسے شخص ملے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد و پیمان کر لیا تھا۔ عمرو بن امیہ یہ نہیں جانتے تھے کہ عمرو نے ان دونوں سے پوچھا تم کس قبیلے کے ہو انھوں نے بتایا کہ بنی عامر سے یہ ان کی تاک میں رہے جب وہ دونوں سو گئے تو عمرو نے ان دونوں کو قتل کر دیا اور آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو حضور نے فرمایا چونکہ ان دونوں نے مجھ سے معاہدہ کر رکھا تھا اس لئے مجھے ان دونوں کے قتل کی دیت دینی ہے۔

بنی نضیر اور مدینہ کے تمام یہود سے ابتدا ہی میں یہ عہد و پیمان ہو چکا تھا کہ فریقین میں سے کسی پر اگر دیت واجب ہوگی تو دونوں مل کر ادا کریں گے۔

اس معاہدہ کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بنی نضیر کے یہاں تشریف لے گئے ان بد باطنوں نے یہ سازش کی کہ اوپر سے حضور کے سر پر پتھر گرا کر ہلاک کر دیا جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس ارادہ فاسد پر مطلع ہو گئے اور وہاں سے چلے آئے اور بنی نضیر کا محاصرہ فرمالیا۔ بنی نضیر نے عاجز آکر اس شرط پر صلح کر لی کہ ہم اپنے جو اموال و اسباب ساتھ لے جا سکیں ساتھ لے جانے دیا جائے ہم اپنی بستی خالی کر دیتے ہیں۔ اسی کے مطابق بنی نضیر نے اپنی بستی خالی کر دی اور اپنے ساتھ جتنے مال و اسباب لیجا سکے لے گئے بنی نضیر کے جو بقیہ اموال تھے وہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھے جیسا کہ گذر چکا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے بعد صفر میں بئر معونہ کی جانب قاریوں کو بھیجا تھا اس لئے ثابت کی بنی نضیر کا قصہ احد اور بئر معونہ کے بعد پیش آیا۔

۲۰۹۶ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا نضیر اور قریظہ نے جنگ کی تو بنی نضیر کو جلا وطن

تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ حَارَبَتِ النَّضِيْرُ وَقُرَيْظَةُ فَاَجْلٰى بَنِي النَّضِيْرِ وَاَقَرَّ

کر دیا اور قریظہ کو باقی رکھا ان پر احسان فرمایا یہاں تک کہ قریظہ نے جنگ کی تو ان کے مردوں کو

قُرَيْظَةَ وَمَنَّ عَلَيْهِمْ حَتّٰى حَارَبَتْ قُرَيْظَةُ وَقُتِلَ رِجَالُهُمْ وَقُسِّمَ

قتل کیا گیا ان کی عورتوں اور بچوں اور مالوں کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کیا گیا مگر ان کے کچھ

نِسَاءُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ وَاَمْوَالُهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا بَعْضَهُمْ لَحِقُوْا

افراد کو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لاحق ہو گئے تو انھیں امن دے دیا انھوں نے اسلام

بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآمَنَهُمْ وَاَسْلَمُوْا وَاَجْلٰى يَهُوْدَ الْمَدِيْنَةِ

قبول کیا اور مدینہ کے تمام یہود کو جلا وطن فرمایا بنو قینقاع

كُلَّهُمْ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ وَهُمْ رَهْطُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَيَهُوْدَ بَنِيْ حَارِثَةَ

کو اور یہ عبد اللہ بن سلام کے گروہ ہیں اور بنی حارثہ کے یہود کو اور

وَكُلَّ يَهُوْدَ بِالْمَدِيْنَةِ۔

مدینہ کے تمام یہود کو۔

**تشریحات ۲۰۹۶** حضرت موسیٰ بن عقبہ نے مدینے کے یہود کی پوری تاریخ اجمال کے ساتھ بیان کردی ان سب کی تفصیلات بخاری میں متفرق طور پہ مذکور ہو چکی ہیں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

**حدیث ۲۰۹۷** عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ سُوْرَةُ الْحَشْرِ

سعید بن جبیر نے کہا کہ میں نے ابن عباس سے کہا سورۃ الحشر تو

قَالَ قُلْ سُوْرَةُ النَّضِيْرِ ع

انھوں نے کہا سورۃ النضیر کہو۔

**تشریحات ۲۰۹۷** اس سورت کا نام سورہ حشر ہی ہے جو منزل من اللہ ہے۔ اس میں چونکہ بنی نضیر کے محاصرہ اور ان کی جلاوطنی کا عبرت ناک واقعہ مذکور ہے اس لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس کو سورۂ نضیر کہو۔

**بَابُ قَتْلِ كَعْبِ بْنِ اَشْرَفَ ص۵۷۶** کعب بن اشرف کے قتل کا بیان

کعب بن اشرف یہودی قرظی یہود کا سردار اور شاعر تھا یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتا تھا اور مشرکین کو حضور کے خلاف ورغلایا کرتا تھا۔

بدر میں جب مشرکین مارے گئے تو اس نے بہت دردناک مرثیہ کہا۔ اس کی ایذاؤں پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعب بن اشرف کے لئے کون ہے جس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی تو حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہو گئے اور حضور سے اجازت لے کر اپنے کچھ ساتھیوں کو لے کر اسے قتل کر دیا جس کی تفصیل کتاب الجہاد میں گذر چکی ہے۔

**بَابُ قَتْلِ اَبِيْ رَافِعٍ ص۵۷۷** ابو رافع کے قتل کا بیان

---

ع کتاب التفسیر سورۃ الحشر دو طریقے سے ص۷۲۵

اس کا نام عبداللہ بن ابی الحُقَیق تھا۔ یا سلّام بن ابی الحُقَیق تھا۔ یہ خیبر کے قریب ایک قلعہ میں رہتا تھا۔ یہ بھی بہت موذی تھا اس بنا پر حضرت عبداللہ بن عتیک کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھیجا کہ اسے قتل کر دیں حضرت عبداللہ بن عتیک چار آدمیوں کے ساتھ گئے اور رات میں اس کو قتل کر دیا اس کی تفصیل بھی کتاب الجہاد میں گذر چکی ہے۔

## بَابُ غَزْوَةِ أُحُدٍ ص ۵۷۸

## غزوۂ احد کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ۝ وَقَوْلِهِ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُمْ بِإِذْنِهِ ..... قَتْلًا بِإِذْنِهِ حَتَّى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ مَا تُحِبُّونَ مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا۔ الآية

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ اور یاد کرو اے محبوب! جب تم صبح کو اپنے دولت خانہ سے برآمد ہوئے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے ہوئے اور اللہ سنتا جانتا ہے (آل عمران آیت ۱۲۱) اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان ــ اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ لوگ بھی ویسے ہی تکلیف پا چکے ہیں۔ اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لئے باریاں رکھی ہیں۔ اور اس لئے کہ اللہ پہچان کرا دے ایمان والوں کی اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور اس لئے کہ اللہ مسلمانوں کو نکھار دے اور کافروں کو مٹا دے۔ کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہیں لیا اور نہ صبر کرنے والوں کی آزمائش کی۔ اور تم تو موت کی تمنا کیا کرتے تھے اس کے سامنے آنے سے پہلے۔ لو اب تمہیں نظر آئی آنکھوں کے سامنے۔ (آیت ۱۳۹ تا ۱۴۲) ــ اور اس ارشاد کا بیان ــ اور بیشک اللہ نے تمہیں سچ کر دکھایا اپنا وعدہ جبکہ تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کرتے تھے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور حکم میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی اس کے بعد کہ اللہ تمہیں دکھا چکا تھا تمہاری خوشی کی بات۔ تم میں کوئی دنیا چاہتا تھا اور تم میں کوئی آخرت چاہتا تھا پھر تمہارا منہ ان سے پھیر دیا تاکہ تمہیں آزمائے اور بیشک اس نے تمہیں معاف کر دیا اور اللہ مسلمانوں پر فضل کرتا ہے (آیت ۱۵۲) اور اس ارشاد کا بیان اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال مت کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور روزی پاتے ہیں (آیت ۱۶۹)

سورۂ آل عمران کی یہ آیات غزوۂ احد کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جن میں اس معرکہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی

ڈالی گئی ہے ابتداء میں مسلمانوں کی کامیابی پھر بعد میں پسپائی اور اس پسپائی کا بنیادی سبب بیان کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو تسلی و تشفی دی گئی ہے اور شہید ہونے والوں کے مراتب بیان کئے گئے ہیں ان آیات کو ذہن میں رکھ کر غزوۂ احد کی پوری تفصیل پڑھنے والے کے ایمان میں جلا پیدا ہوگی۔ اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اعتماد مستحکم ہوگا۔

۱۹۹۸ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَجُلٌ

**حدیث** حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ یوم احد ایک شخص نے نبی صلی اللہ

لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فَأَيْنَ

تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا فرمائیے اگر میں قتل کر دیا گیا تو کہاں ہوں گا فرمایا جنت میں اس کے ہاتھ میں چند

أَنَا قَالَ فِي الْجَنَّةِ فَأَلْقَى تَمَرَاتٍ فِي يَدِهِ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ ؏

کھجوریں تھیں یہ سن کر اس نے انھیں پھینک دی پھر لڑا یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا۔

۱۹۹۸

**تشریحات** غزوۂ احد ۳ھ کے شوال میں ہوا تھا تاریخ کے بارے میں اختلافات ہیں ۷ شوال ۱۱ شوال ۱۵ شوال سنیچر کے دن۔ احد مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ کا نام ہے اس پہاڑ میں حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر مبارک بھی ہے یہ بھی آیا ہے کہ قیامت کے دن جنت کے اندر دروازے پر ہوگا اس کا دوسرا نام ذو عینین بھی ہے۔ اس غزوہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کو اپنی پشت پر رکھ کر صف بندی کی تھی اس پہاڑ میں ایک درّہ تھا اس کا خطرہ تھا کہ دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر دیں اس کے سد باب کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ متعین کر دیا تھا اور انھیں تاکیدی حکم دیدیا تھا کہ خواہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم لوگ اپنی جگہ سے مت ہٹنا یہاں تک فرما دیا تھا کہ اگر یہ دیکھو کہ ہمیں چڑیاں اچک لے گئیں جب بھی اپنی جگہ سے مت ہٹنا جنگ کے پہلے ہی دور میں قریش کو شکست ہوگئی وہ میدان چھوڑ کر بھاگے درے کے محافظین نے یہ کہا کہ اب ہمارا یہاں ٹھہرنا بیکار ہے عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو روکا لیکن چالیس افراد نہیں مانے درہ چھوڑ کر مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے حضرت خالد بن ولید اس وقت تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے انھوں نے جب دیکھا کہ درہ خالی ہے تو انھوں نے ادھر سے حملہ کر دیا مسلمان اس سے غافل ہو کر مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول تھے اس اچانک حملہ سے گھبرا گئے پھر سامنے سے حضرت ابو سفیان نے حملہ کر دیا اسی میں آندھی چل گئی اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا پوری فوج منتشر ہوگئی دشمنوں نے سارا زور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صرف کر دیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے دندان مبارک شہید ہوئے سر اقدس پر چوٹ لگی خود کی کڑیاں چبھ گئیں اور حضور ایک گڑھے میں جا پڑے شور مچ گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیئے

---

ع مسلم جہاد۔ نسائی جہاد

گئے اس سے مسلمانوں کے اوسان خطا کر گئے پھر ایک صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا گڈھے سے حضور کو نکالا گیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ پہاڑ پر چڑھ جائیں چنانچہ سارے مجاہدین پہاڑ پر چڑھ گئے دشمنوں نے پہاڑ پر چڑھ کر حملہ کرنا چاہا تو پتھر لڑھکا لڑھکا کر انھیں پسپا کر دیا گیا اب مشرکین بے بس ہو گئے اس جنگ میں ستر صحابۂ کرام شہید ہوئے اور زخمیوں کی کوئی گنتی نہ تھی اس غزوہ میں سات سو مجاہدین ہمراہ رکاب تھے، مشرکین تین ہزار تھے مشرکین نے بدر کا بدلہ لینے کی نیت سے بڑے جوش و خروش کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کی تھی اس غزوہ کی تفصیلات متفرق طور پر کتاب الجہاد وغیرہ میں گذر چکی ہیں۔

**بَابُ** اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ص ۵۸۰

یاد کرو جب تم میں سے دو گروہ نے بزدلی دکھانے کا ارادہ کر لیا تھا اور اللہ ان دونوں کا ولی ہے اور اللہ ہی پر مومن بھروسہ کرتے ہیں۔

۱۹۹۹ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَزَلَتْ هٰذِهِ

ترجمہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

الْاٰيَةُ فِيْنَا — اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا بَنِيْ سَلِمَةَ وَبَنِيْ

— یاد کرو جب کہ تم میں سے دو گروہ نے بزدلی دکھانے کا ارادہ کر لیا تھا یہ بنی سلمہ اور بنی حارثہ

حَارِثَةَ وَمَا اُحِبُّ اَنَّهَا لَمْ تَنْزِلْ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا۔

تھے اور مجھے پسند نہیں کہ یہ نازل نہ ہوئی ہوتی (کیونکہ) اللہ فرماتا ہے اور اللہ ان دونوں کا ولی ہے عہ

**تشریح** ۱۹۹۹ جنگ احد کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار افراد کے ساتھ مدینہ طیبہ سے نکلے تھے عبداللہ بن ابی ابن سلول اپنے تین سو ہمراہیوں کے ساتھ واپس ہو گیا انھیں واپس جاتے دیکھ کر بنو سلمہ جو خزرج کی ایک شاخ ہے اور بنو حارثہ جو اوس کی ایک شاخ ہے بھی ڈگمگا گئے تھے انھوں نے بھی چاہا تھا کہ واپس ہو جائیں پھر اللہ نے ان کی مدد کی اور ان پر اپنا فضل فرمایا اور یہ واپس نہیں ہوئے جنگ میں شریک ہوئے۔

ایسے اہم اور سنگین موقع پر بزدلی دکھانے کا ارادہ مذموم تھا اس کا تذکرہ ان افراد کے لئے یا ان کے متعلقین کے لئے یقیناً تکلیف دہ ہے مگر حضرت جابر فرماتے ہیں کہ چونکہ اس میں اخیر میں یہ فرمایا کہ اللہ ان دونوں کا ولی ہے یہ ہمارے لئے بہت ہی فضیلت کی بات ہے اس لئے اس آیت کے نزول سے مجھے کوئی تکلیف نہیں بنو سلمہ اور بنو حارثہ کا تذبذب دشمنوں کی کثرت اور شوکت دیکھ کر بتقاضائے بشری بغیر اختیار کے تھا اس لئے اس پر مواخذہ نہیں خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ وہ ثابت قدم رہے۔

---

عہ کتاب التفسیر سورۂ آل عمران ص ۵۵-۶۵۴ مسلم فضائل

۲۱۰۰ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ لِيْ

**حدیث** حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا اے جابر!

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَكَحْتَ يَا جَابِرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ

کیا تو نے نکاح کر لیا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، پوچھا کنواری سے یا ثیب سے میں نے عرض

مَاذَا أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ لَا بَلْ ثَيِّبًا قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُكَ قُلْتُ

کیا نہیں بلکہ ثیب سے فرمایا کیوں نہیں چھوٹی عمر کی عورت سے شادی کی جو تیرے ساتھ کھیلتی میں نے عرض

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ أَبِي قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ وَتَرَكَ تِسْعَ بَنَاتٍ كُنَّ لِي تِسْعَ أَخَوَاتٍ

کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ احد کے دن شہید کر دیئے گئے اور انھوں نے نو لڑکیاں چھوڑیں اسطرح

فَكَرِهْتُ أَنْ أَجْمَعَ إِلَيْهِنَّ جَارِيَةً خَرْقَاءَ مِثْلَهُنَّ وَلٰكِنِ امْرَأَةً تَمْشُطُهُنَّ

میری نو بہنیں ہوگئیں مجھے یہ بات پسند نہیں آئی کہ ان کے ساتھ انھیں کی طرح کمسن ناتجربہ کار عورت کو جمع کروں

وَتَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ قَالَ أَصَبْتَ۔

میں نے یہ پسند کیا کہ ایک ایسی عورت ہو جو انھیں کنگھا کرے اور ان کی دیکھ بھال کرے فرمایا تو نے ٹھیک کیا۔

## بَابُ قَوْلِهٖ ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُعَاسًا يَغْشٰى طَائِفَةً مِنْكُمْ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ يُخْفُوْنَ فِيْ أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هٰهُنَا قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلٰى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان پھر تم پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری کہ تمہاری ایک جماعت کو گھیرے ہوئے تھی اور ایک گروہ کو اپنی جان کی پڑی تھی اللہ پر بیجا جاہلیت جیسا گمان کرتے تھے کہتے کیا اس کام میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے۔ تم فرماؤ اختیار تو سارا اللہ کا ہے اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں ہمارا کچھ بس ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے تم فرماؤ کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جا چکا تھا اپنی قتل گاہوں تک نکل کر آتے اور اس لئے کہ اللہ تمہارے سینوں کو آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے کھول دے اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے

وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا یوم احد

عَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ قَالَ کُنْتُ فِیْ مَنْ تَغَشّٰہُ النُّعَاسُ یَوْمَ اُحُدٍ حَتّٰی سَقَطَ سَیْفِیْ مِنْ یَدِیْ مِرَارًا یَسْقُطُ وَاٰخُذُہٗ وَیَسْقُطُ وَ اٰخُذُہٗ ص ۵۸۲ ع۴

میں ان لوگوں میں تھا جن پر نیند طاری تھی اتنی کہ میرے ہاتھ سے تلوار کئی مرتبہ گر گر پڑی اور میں اسے لیتا پھر گر پڑتی اور میں اسے لیتا۔

**تشریحات** جنگ احد میں عین اس گھڑی جبکہ مسلمان سراسیمہ اور پریشان تھے دشمن دو طرفہ تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے مجاہدین پر نیند طاری ہو گئی اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ دشمن کا خوف دل سے نکل گیا۔ اسی لئے قرآن مجید نے اس کو چین کی نیند فرمایا۔

**بَابٌ** لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْہِمْ اَوْ یُعَذِّبَہُمْ فَاِنَّہُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝

اس آیت کا بیان یہ بات تمہارے اختیار میں نہیں کہ انھیں توبہ کی توفیق دو یا ان پر عذاب کرو وہ ظالم ہیں۔

**۲۱۰۱ حدیث** عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ شُجَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ کَیْفَ یُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوْا نَبِیَّہُمْ فَنَزَلَتْ لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ یوم احد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر اقدس زخمی کیا گیا تو فرمایا۔ وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے سر کو زخمی کیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی آپ کے اختیار میں کچھ نہیں۔

**۲۱۰۲ حدیث** حَدَّثَنِیْ سَالِمٌ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ مِنَ الرَّکْعَۃِ الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْفَجْرِ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا وَفُلَانًا بَعْدَمَا یَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ لَیْسَ لَکَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب فجر کی اخیر رکعت کے رکوع سے سر اٹھاتے تو کہتے اے اللہ فلاں اور فلاں اور فلاں پر لعنت کر۔ سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہنے کے بعد اس پر اللہ تعالیٰ نے اتارا تمہارے اختیار میں یہ نہیں

ع تفسیر آل عمران باب اَمَنَۃً نُعَاسًا ص ۶۵۵

مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اِلٰی قَوْلِہٖ فَاِنَّھُمْ ظٰلِمُوْنَ۔

فانھم ظالمون تک۔

۵۹۹ سَمِعْتُ سَالِمَ عَبْدَ اللّٰہِ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

ت سالم بن عبد اللہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفوان بن امیہ اور سہیل

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْا عَلٰی صَفْوَانَ بْنِ اُمَیَّۃَ وَسُھَیْلِ بْنِ عَمْرٍو وَّحَارِثِ

بن عمرو حارث بن ہشام کی بربادی کی دعا کرتے تھے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی

بْنِ ھِشَامٍ فَنَزَلَتْ لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اِلٰی قَوْلِہٖ فَاِنَّھُمْ ظٰلِمُوْنَ ؏

تمہیں یہ اختیار نہیں اس کے قول فانھم ظالمون تک۔

**تشریحات** آیت کریمہ لیس لک من الامر شیئ کے شان نزول کا بیان ہے یہ دعا اس کے علاوہ ہے جو رعل و ذکوان پر فرمائی تھی حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے بعد ان تین افراد کی بربادی کی دعائیں کی تھیں۔ صفوان بن امیہ۔ سہل بن عمرو۔ حارث بن ہشام۔ مگر چونکہ یہ بعد میں مسلمان ہونے والے تھے اس لئے ان کی بربادی کی دعا سے روک دیا گیا۔ صفوان بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے موقع پر مولفۃ القلوب میں سے تھے غزوۂ طائف کے بعد مشرف باسلام ہوئے اور سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتداءً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتے تھے ان کا ہونٹ کٹا ہوا تھا۔ ایک موقع پر گرفتار ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اجازت دیں تو اس کے اگلے دانت اکھاڑ دیئے جائیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہنے دو مجھے امید ہے کہ ایک دن اس سے اسلام کو نفع پہونچے گا۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مکہ معظمہ میں کچھ سورش کے آثار پیدا ہو چکے۔ حضرت سہیل بن عمرو نے بعینہٖ وہی خطبہ دیا جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ طیبہ میں دیا تھا۔

**باب** قَتْلِ حَمْزَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ص۵۸۲ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا بیان۔

۲۱۰۳ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ اُمَیَّۃَ الضَّمْرِیِّ قَالَ خَرَجْتُ

**حدیث** جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری نے کہا۔ میں عبید اللہ بن عدی بن خیار کے

مَعَ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عَدِیِّ بْنِ الْخِیَارِ فَلَمَّا قَدِمْنَا حِمْصَ قَالَ لِیْ

ساتھ نکلا۔ جب حمص آئے تو مجھ سے عبید اللہ نے کہا۔ کیا تجھے وحشی سے ملاقات

ع تفسیر آل عمران باب قولہ لیس لک من الامر شیئ ص۶۵۵ الاعتصام باب قول اللہ تعالیٰ لیس لک من الامر شیئ ص۱۰۹۱ نسائی صلوٰۃ۔ تفسیر۔

عُبَيْدُ اللّٰهِ هَلْ لَكَ فِيْ وَحْشِيٍّ نَسْأَلُهٗ عَنْ قَتْلِ حَمْزَةَ قُلْتُ نَعَمْ

کی خواہش ہے۔ ہم حمزہ کے قتل کے بارے میں ان سے پوچھیں میں نے کہا۔

وَكَانَ وَحْشِيٌّ يَسْكُنُ حِمْصَ فَسَأَلْنَا عَنْهُ فَقِيْلَ لَنَا هُوَ ذَاكَ فِيْ

ضرور۔ اور وحشی حمص میں سکونت پذیر ہو چکے تھے۔ ہم نے لوگوں سے ان کے بارے

ظِلِّ قَصْرِهٖ كَأَنَّهٗ حَمِيْتٌ قَالَ فَجِئْنَا حَتّٰى وَقَفْنَا عَلَيْهِ بِيَسِيْرٍ فَسَلَّمْنَا فَرَدَّ

میں پوچھا کہ کہاں ہیں۔ ہم کو بتایا گیا۔ کہ یہ اپنے محل کے سائے میں ہیں وہ اتنے

السَّلَامَ قَالَ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ مُعْتَجِرٌ بِعِمَامَتِهٖ مَا يَرٰى وَحْشِيٌّ إِلَّا عَيْنَيْهِ

موٹے تھے گویا کہ چکنی مشک تھے۔ جعفر نے کہا کہ ہم وحشی کے پاس آئے۔ ان کے پاس تھوڑی دیر

وَرِجْلَيْهِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ يَا وَحْشِيُّ أَتَعْرِفُنِيْ قَالَ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ثُمَّ

کھڑے رہے۔ پھر ہم نے ان کو سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا عبید اللہ اپنے عمامے کو منہ پر لپیٹے

قَالَ لَا وَاللّٰهِ إِلَّا أَنِّيْ أَعْلَمُ أَنَّ عَدِيَّ بْنَ الْخِيَارِ تَزَوَّجَ امْرَأَةً

ہوئے تھے۔ وحشی صرف ان کی آنکھوں اور پاؤں کو دیکھ رہے تھے۔ عبید اللہ نے کہا۔ اے وحشی! آپ مجھے

يُقَالُ لَهَا أُمُّ قِتَالٍ بِنْتُ أَبِي الْعِيْصِ فَوَلَدَتْ لَهٗ غُلَامًا بِمَكَّةَ

پہچان رہے ہیں۔ وحشی نے انھیں دیکھا پھر کہا کہ نہیں بخدا۔ مگر میں یہ جانتا ہوں کہ عدی بن خیار نے ایک

فَكُنْتُ أَسْتَرْضِعُ لَهٗ فَحَمَلْتُ ذٰلِكَ الْغُلَامَ مَعَ أُمِّهٖ فَنَاوَلْتُهَا إِيَّاهُ

عورت سے شادی کی جسے ام قتال بنت ابی العیص کہا جاتا تھا اس عورت سے ان کے لئے مکے میں ایک لڑکا پیدا

فَكَأَنِّيْ نَظَرْتُ إِلٰى قَدَمَيْكَ قَالَ فَكَشَفَ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ وَجْهِهٖ

ہوا۔ میں اس بچے کو دودھ پلانے کے لئے لے جایا کرتا تھا پس گویا میں تیرے قدموں کو دیکھ رہا ہوں (اس بچے کا قدم

ثُمَّ قَالَ أَلَا تُخْبِرُنَا بِقَتْلِ حَمْزَةَ قَالَ نَعَمْ إِنَّ حَمْزَةَ قَتَلَ طُعَيْمَةَ

ہے) اب عبید اللہ نے اپنا چہرہ کھولا۔ اور کہا۔ کیا ہم کو حمزہ کی شہادت کا واقعہ نہ بتائیں گے؟ وحشی نے

بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ بِبَدْرٍ فَقَالَ لِيْ مَوْلَايَ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ

کہا ضرور بتاؤں گا۔ حمزہ نے طعیمہ بن عدی بن خیار کو بدر میں قتل کیا تھا۔ تو مجھ سے میرے آقا جبیر بن مطعم نے کہا

إِنْ قَتَلْتَ حَمْزَةَ بِعَمِّيْ فَأَنْتَ حُرٌّ قَالَ فَلَمَّا أَنْ خَرَجَ النَّاسُ عَامَ

کہ اگر تو حمزہ کو میرے چچا کے عوض قتل کر دے تو تو آزاد ہے۔ جب لوگ عام عینین نکلے۔ اور عینین

عَيْنَيْنِ وَعَيْنَيْنِ جَبَلٌ بِجَبَلِ اُحُدٍ وَبَيْنَهُ وَادٍ خَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ

احد کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے احد اور اس کے درمیان ایک نالہ ہے۔ میں بھی

اِلَى الْقِتَالِ فَلَمَّا اَنِ اصْطَفُّوْا لِلْقِتَالِ خَرَجَ سِبَاعٌ فَقَالَ هَلْ مِنْ

لوگوں کے ساتھ لڑائی کے لئے نکلا۔ جب لوگوں نے لڑائی کے لئے صف باندھ لی تو سباع نکلا اور اس

مُبَارِزٍ قَالَ فَخَرَجَ اِلَيْهِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ يَا سِبَاعُ يَا ابْنَ

نے کہا۔ کیا کوئی مقابل ہے۔ تو حمزہ بن عبدالمطلب اس کے مقابلے کے لئے نکلے اور کہا اے سباع! اے

اُمِّ اَنْمَارٍ مُقَطِّعَةِ الْبُظُوْرِ اَتُحَادُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ قَالَ ثُمَّ شَدَّ عَلَيْهِ

عورتوں کی شرمگاہ کاٹنے والی ام انمار کے بیٹے تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتا ہے پھر حمزہ نے اس پر سخت

فَكَانَ كَاَمْسِ الذَّاهِبِ قَالَ وَكَمَنْتُ لِحَمْزَةَ تَحْتَ صَخْرَةٍ فَلَمَّا

حملہ کیا۔ اور وہ گزرے ہوئے کل کی طرح ہو گیا۔ اور میں حمزہ کی گھات میں ایک چٹان کے نیچے چھپا تھا۔

دَنَا مِنِّيْ رَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِيْ فَاَضَعُهَا فِيْ ثُنَّتِهِ حَتّٰى خَرَجَتْ مِنْ

جب وہ میرے قریب آئے تو میں نے ان کو اپنے چھوٹے نیزے سے مارا۔ پیڑو پر مارا یہاں تک کہ وہ

بَيْنِ وَرِكَيْهِ قَالَ فَكَانَ ذَاكَ الْعَهْدُ بِهِ فَلَمَّا رَجَعَ النَّاسُ رَجَعْتُ

پار ہو کر ان کے دونوں سرین کے درمیان نکلا۔ یہی ان کا آخیر وقت ہوا۔ جب لوگ لوٹے میں بھی

مَعَهُمْ فَاَقَمْتُ بِمَكَّةَ حَتّٰى فَشَا فِيْهَا الْاِسْلَامُ ثُمَّ خَرَجْتُ اِلَى

لوگوں کے ساتھ لوٹا۔ اور مکے میں مقیم رہا۔ یہاں تک کہ ان میں اسلام پھیل گیا۔ تو میں طائف چلا

الطَّائِفِ فَاَرْسَلُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُسُلًا

گیا۔ طائف والوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں قاصد بھیجے۔ مجھے بتایا گیا کہ

فَقِيْلَ لِيْ اِنَّهُ لَا يَهِيْجُ الرُّسُلَ قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَهُمْ حَتّٰى قَدِمْتُ

حضور قاصدوں سے تعرض نہیں فرماتے میں قاصدوں کے ساتھ طائف سے نکلا یہاں تک کہ رسول اللہ

عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاٰنِيْ قَالَ اَنْتَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور نے جب مجھے دیکھا۔ فرمایا تو وحشی

وَحْشِيٌّ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَنْتَ قَتَلْتَ حَمْزَةَ قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنَ الْاَمْرِ

ہے میں نے عرض کیا جی ہاں۔ پوچھا کیا تو نے حمزہ کو قتل کیا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ آپ تک

مَا بَلَغَكَ قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّيْ قَالَ فَخَرَجْتُ

جو بات پہونچی ہے واقعہ ایسا ہی ہوا۔ فرمایا۔ تو اپنے چہرے کو مجھ سے غائب رکھ۔

فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ مُسَيْلِمَةُ

میں وہاں سے چلا آیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور مسیلمہ نے

اَلْكَذَّابُ قُلْتُ لَاَخْرُجَنَّ اِلٰى مُسَيْلِمَةَ لَعَلِّيْ اَقْتُلُهٗ فَاَكَافِئُ بِهٖ حَمْزَةَ

خروج کیا۔ تو میں نے جی میں کہا۔ میں مسیلمہ کے مقابلے پر جاؤں گا۔ شاید اسے

قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ فَكَانَ مِنْ اَمْرِهٖ مَا كَانَ قَالَ فَاِذَا رَجُلٌ

قتل کروں جس سے حمزہ کے قتل کی مکافات ہو جائے۔ میں لوگوں کے ساتھ مسیلمہ کے مقابلے

قَائِمٌ فِيْ ثُلْمَةِ جِدَارٍ كَاَنَّهٗ جَمَلٌ اَوْرَقُ ثَائِرُ الرَّاْسِ قَالَ فَرَمَيْتُهٗ

کے لئے نکلا اور اس کے حالات سے جو کچھ ہونا تھا ہوا۔ اچانک میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ دیوار

بِحَرْبَتِيْ فَاَضَعُهَا بَيْنَ ثَدْيَيْهِ حَتّٰى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ كَتِفَيْهِ قَالَ

کے شگاف میں کھڑا ہے۔ گویا وہ چتکبرا اونٹ ہے، سر کے بال پراگندہ ہیں۔ میں نے

وَوَثَبَ اِلَيْهِ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَضَرَبَهٗ بِالسَّيْفِ عَلٰى هَامَتِهٖ

اپنے چھوٹے نیزے کو پھینکا۔ تاک کر اس کے سینے پر مارا جو پار ہو کر دونوں شانوں

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ فَاَخْبَرَنِيْ سُلَيْمٰنُ بْنُ يَسَارٍ اَنَّهٗ سَمِعَ

کے درمیان سے نکل گیا۔ پھر ایک انصاری نے جھپٹ کر اس کی کھوپڑی پر تلوار ماری۔ عبداللہ

عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ فَقَالَتْ جَارِيَةٌ عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ وَاَمِيْرُ

بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے۔ کہ ایک بچی نے جو گھر کے چھت پر کھڑی تھی کہا۔ امیر المؤمنین

الْمُؤْمِنِيْنَ قَتَلَهُ الْعَبْدُ الْاَسْوَدُ۔

کو حبشی غلام نے قتل کر دیا۔

۲۱۰۳

**تشریحات** حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کی کنیت ابو عمارہ اور لقب سید الشہداء ہے۔ یہ لقب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطا فرمایا۔ معجم بغوی میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری زندگی ہے کہ ساتویں آسمان میں اللہ عزوجل کے حضور لکھا ہوا ہے۔ حمزہ اللہ کا شیر اور اس کے رسول کا شیر ہے۔ ان کی والدہ کا

نام ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ ہے۔ وہیب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے چچا تھے۔ حضرت حمزہ نے بھی ابولہب کی لونڈی ثویبہ کا دودھ پیا تھا۔ اس رشتے کی وجہ سے یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہوئے۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو سال یا چار سال بڑے تھے بعثت کے دوسرے سال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے سے تین دن پہلے مشرف باسلام ہوئے۔

ان کے اسلام لانے کا قصہ یہ ہے کہ ایک دن ابوجہل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا پہنچائی تھی اور شان اقدس میں بیہودہ کلمات استعمال کئے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے برداشت فرمایا۔ حضرت حمزہ شکار کے لئے گئے ہوئے تھے۔ جب واپس ہوئے تو ان کی لونڈی نے انھیں بتایا۔ یہ سنتے ہی غضب ناک ہو کر ابوجہل کے پاس گئے اور اس کے سر پر کمان مار کر اس کے سر کو توڑ دیا پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ میں ابوجہل کی مرمت کر آیا ہوں۔ حضور نے فرمایا۔ اس سے مجھے خوشی حاصل نہیں ہوئی۔ انھوں نے پوچھا کس چیز سے خوش ہوگے فرمایا اگر آپ اسلام قبول کرلیں تو مجھے خوشی حاصل ہوگی۔ بلا تاخیر کلمہ پڑھ کر مشرف باسلام ہوگئے۔

یہ اسلام کے وہ پہلے مجاہد ہیں کہ سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے جھنڈا بنایا۔ اور سب سے پہلا سریہ انھیں کی سرکردگی میں بھیجا۔

اسلام لانے کے بعد ہمیشہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت کرتے رہے۔ جنگ بدر میں انھوں نے عتبہ بن ربیعہ کو یا شیبہ بن ربیعہ کو تنہا قتل کیا۔ اور ان میں سے ایک کو علی اختلاف الروایات حضرت علی کے ساتھ مل کر قتل کیا۔ علاوہ ازیں بدر ہی میں طعیمہ بن عدی کو مارا تھا۔ اتنے ماہر جنگجو تھے کہ احد کے روز شہید ہونے سے پہلے تیس افراد کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان سے بے پناہ محبت تھی۔ فرماتے تھے۔ میرے سب چچاؤں سے بہتر حمزہ ہیں۔ اختتام جنگ پر جب ان کی نعش کو دیکھا تو صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اتنا روئے کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ بے ہوش ہوگئے۔ دردناک الفاظ میں یہ کلمات ادا فرمائے۔

یاحَمْزَۃُ عم رسول اللہ یا اسد اللہ واسد رسولہ یاحمزۃ یا فاعل الخیرات یا حمزۃ یا کاشف الکربات یاحمزۃ یا ذابّ عن وجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب حضرت حمزہ کی لاش کو دیکھا تو فرمایا بخدا اگر یہ لوگ مجھے مل گئے تو ان میں سے ستر کا یہی حال کروں گا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی

| | |
|---|---|
| اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ | اگر تم بدلہ لو تو اسی کے مثل لو جو تمہارے ساتھ کیا گیا ہے اور |
| وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۔ | اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے۔ |

اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں صبر کروں گا اور قسم کا کفارہ ادا فرمادیا۔

اور شہداء پر ان کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں پڑھیں اور ان کے جنازے پر سات تکبیریں۔
انھیں حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک قبر میں دفن فرمایا۔
حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل مدینہ کے لئے ایک نہر کا پلان بنایا۔ جو شہداء احد کے مزارات سے ہو کر گذر رہی تھی۔ حضرت جابر کہتے ہیں۔ کہ کھدائی میں جب شہداء کی لاشیں برآمد ہوئیں سب تر و تازہ تھیں۔ ایک پھاوڑا، حضرت حمزہ کے پاؤں پر پڑا تو اس سے تازہ خون ابل پڑا[1]
شہادت کے وقت ان کی عمر ۵۹ سال کی تھی[2]

**حضرت وحشی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ حبشی نژاد بنی نوفل کے غلام تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ طعیمہ بن عدی کے غلام تھے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مطعم بن عدی کے غلام تھے۔ فتح مکہ کے روز جن لوگوں کے بارے میں یہ اعلان ہو گیا تھا کہ انھیں جہاں پاؤ قتل کرو۔ انھیں میں یہ بھی تھے۔ فتح مکہ کے بعد یہ بھاگ کر طائف چلے گئے۔ جب طائف کا وفد خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو یہ بھی حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تو نے حمزہ کو قتل کیا تھا۔ انھوں نے اقرار کیا۔ پھر فرمایا حمزہ کے قتل کی کیفیت بیان کرو۔ انھوں نے بیان کی۔ پھر حضور نے فرمایا۔ کہ تم میری نظر سے ہٹ جاؤ۔ اور میرے سامنے کبھی نہ آنا۔
جب مسیلمہ کذاب کے استیصال کے لئے لشکر روانہ ہونے لگا۔ تو یہ بھی شریک ہو گئے۔ اور از خود طے کر لیا تھا۔ کہ مسیلمہ کذاب کو ماروں گا۔ چنانچہ اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق یہ مسیلمہ کذاب ایک گھات میں رہے جب شکست کھا کر مسیلمہ کذاب ایک باغ میں بھاگا۔ اور مسلمان تعاقب کرتے ہوئے۔ باغ میں گھس گئے تو یہ بھی ساتھ ساتھ گئے۔ مسیلمہ کذاب ایک جگہ کھڑا ہو کر اپنے آدمیوں کو لڑنے کی ہدایتیں دے رہا تھا۔ وحشی نے تاک کر وہی نیزہ جس سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا، مسیلمہ کذاب پر پھینکا جو اس کے سینے کے بیچ میں لگا اور پار ہو کر دونوں شانوں کے درمیان نکلا۔ اور وہ گر پڑا۔ یہ دیکھ کر ایک لونڈی چیخی۔ کہ مسیلمہ کو ایک حبشی غلام نے مار ڈالا۔ یہ خود کہا کرتے تھے۔ کہ حالت کفر میں سب سے بہتر انسان کو مارا اور حالت اسلام میں سب سے بدتر انسان کو قتل کیا۔
خلفائے راشدین کے عہد مبارک میں جو جنگیں ہوئیں ان میں ان کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ رومیوں سے سب سے عظیم اور فیصلہ کن جو معرکہ ہوا تھا جسے جنگ یرموک کہتے ہیں اس میں یہ شریک تھے۔ اخیر عمر میں حمص میں آکر خانہ نشین ہو گئے تھے۔ عام ارباب سیر لکھتے ہیں کہ اخیر عمر میں شراب بہت پینے لگے تھے اور شراب ہی میں ان کی موت واقع ہوئی۔ حتی کہ حدیث زیر بحث کی تفصیلات میں یہ بھی ہے۔ کہ جب جعفر بن عمرو بن امیہ اور عبید اللہ بن عدی نے ایک شخص سے پوچھا کہ وحشی کہاں رہتے ہیں تو اس نے یہ کہا کہ ان کے پاس جانا اگر وہ نشے میں ہوں تو واپس چلے آنا۔ اور اگر نشے میں نہ ہوں تو ان سے بات کرنا ــــــ لیکن مجھے اس

---

[1] اصابہ جلد اول ص ۳۵۴ [2] الاستیعاب جلد اول ص ۲۷۳

روایت میں کلام ہے۔ غالباً دشمنان صحابہ نے صحابۂ کرام کی عظمت کو داغدار کرنے کے لئے اسے گڑھا ہے۔ اس عہد مبارک میں جب کہ صحابۂ کرام کا دور عروج تھا۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ کوئی شخص مسلسل شراب پیتا رہے۔ انتہائی سختی سے حدود جاری کئے جاتے تھے۔ اس میں کسی کی رعایت نہیں کی جاتی تھی۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے وہ بھی حمص جیسے شہر میں کہ ایک شخص مسلسل شراب پیئے اور اس سے مواخذہ نہ ہو۔ کتب سیر اور تواریخ میں صحابۂ کرام کے ناموس کو داغدار کرنے کے لئے بے شمار روایتیں دشمنان صحابہ نے گڑھ کر پھیلادی ہیں۔ انھیں میں یہ روایت بھی ہے۔

جعفر بن عمرو بن امیہ اور عبید اللہ بن عدی کی ملاقات حضرت وحشی سے اس وقت ہوئی تھی۔ جب یہ لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں سائفہ کی جنگ سے واپس ہو رہے تھے[1]

**باب** ما اصاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الجراح یوم احد ص۵۸۳

یوم احد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو زخم پہونچا۔

۲۱۰۴ **حدیث** عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى

فرمایا اللہ کا سخت غضب اس قوم پر ہے جنھوں نے اللہ کے نبی کے ساتھ یہ کیا

قَوْمٍ فَعَلُوْا بِنَبِيِّهٖ يُشِيْرُ اِلٰى رَبَاعِيَتِهٖ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى رَجُلٍ

اپنے دندان مبارک کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے۔ اللہ کا سخت غضب اس

يَقْتُلُهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ

شخص پر ہے جس کو اللہ کے رسول نے راہ خدا میں مار ڈالا ہو۔

۲۱۰۵ **حدیث** عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ کا سخت غضب اس

قَالَ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

شخص پر ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے راہ خدا میں مار ڈالا

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ دَمَّوْا وَجْهَ نَبِيِّ اللّٰهِ

ہو اللہ کا سخت غضب اس قوم پر ہے جنھوں نے اللہ کے نبی کے چہرے

[1] فتح الباری جلد سابع ص۳۶۸ ؎ مسلم مغازی

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عہ

کو لہو لہان کیا۔

**تشریح** یوم احد جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پہ زخم لگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک بھی زخمی ہو گئے تو امیہ بن ابی خلف جہمی سامنے آیا اور قسم کھائی کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ضرور قتل کروں گا۔ حضور نے فرمایا بلکہ میں اس کو قتل کروں گا اور فرمایا اے کذاب کہاں بھاگ رہا ہے یہ کہہ کر اس پر حملہ فرمایا اور اس کی گریبان میں نیزہ مارا نیزہ لگتے ہی گر پڑا اور بیل کی طرح آواز نکالنے لگا اس کے ساتھی اس کو اٹھا لے گئے اسی دن وہ مر گیا اسی پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرمایا تھا۔ فی سبیل اللہ کی قید اس لئے ہے کہ حد یا قصاص میں اگر کسی کو کوئی نبی قتل کرے تو اس کا یہ حکم نہیں۔

**بَابُ الَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ** ص۵۸۴ اس آیت کا بیان زخم پہونچنے کے بعد جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کا بلاوا قبول کیا۔

۲۱۰۶ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا

حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عروہ سے

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ

فرمایا۔ جو لوگ اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہوئے بعد اس کے کہ انہیں زخم پہونچ چکا تھا ان کے

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ قَالَتْ لِعُرْوَةَ یَا ابْنَ اُخْتِیْ

نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لئے بڑا ثواب ہے۔ آل عمران آیت ۱۷۲ — اے بھانجے تمہارے

کَانَ اَبَوَایَ مِنْهُمُ الزُّبَیْرُ وَاَبُوْ بَكْرٍ لَمَّا اَصَابَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

باپ ان میں تھے زبیر اور ابو بکر احد کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تکلیف پہونچی تھی

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَصَابَ یَوْمَ اُحُدٍ وَانْصَرَفَ عَنْهُ الْمُشْرِكُوْنَ خَافَ

تو مشرکین وہاں سے واپس ہو گئے۔ حضور کو اندیشہ ہوا کہ وہ پھر کہیں لوٹ نہ پڑیں تو فرمایا

اَنْ یَّرْجِعُوْا فَقَالَ مَنْ یَّذْهَبُ فِیْ اِثْرِهِمْ فَانْتَدَبَ مِنْهُمْ سَبْعُوْنَ

کہ ان کے تعاقب میں کون جائے گا۔ تو ستر اشخاص تیار ہو گئے ان میں ابو بکر اور زبیر بھی تھے۔

رَجُلًا قَالَ كَانَ فِیْهِمْ اَبُوْ بَكْرٍ وَالزُّبَیْرُ۔

عہ ایک باب کے بعد ص۵۸۴

۲۱۰۶ **تشریحات** جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے اور مشرکین بے بس ہو گئے تو یہ کہکر لوٹ پڑے کہ ہمارا تمہارا مقابلہ سال آئندہ بدر میں ہوگا۔ کچھ دور جاکر حضرت ابوسفیان کو یہ خیال ہوا کہ ہم نے کام ادھورا چھوڑ دیا۔ پھر پلٹیں اس کی اطلاع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو ستر جانبازوں کو لے کر مشرکین کا پیچھا کیا۔ حمراء الاسد تک پہونچے مگر ابوسفیان کے دل میں من جانب اللہ رعب ڈال دیا گیا تو وہ واپس نہ ہو سکے۔ ان ستر جانبازوں میں خلفاء اربع کے علاوہ حضرت طلحہ حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت عبد الرحمن بن عوف۔ حضرت عمار۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔

**باب** مَنْ قُتِلَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَ اُحُدٍ مِنْهُمْ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَالْيَمَانُ وَالنَّضْرُ بْنُ اَنَسٍ وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ ص ۵۸۴۔

احد میں شہید ہونے والے مسلمانوں کا بیان ان میں حمزہ بن عبد المطلب اور یمان اور نضر بن انس۔ مصعب بن عمیر ہیں۔

۲۱۰۷ **حدیث** عَنْ قَتَادَةَ قَالَ مَا نَعْلَمُ حَيًّا مِنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ اَكْثَرَ شَهِيْدًا اَعَزَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ قَتَادَةُ وَحَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ قُتِلَ مِنْهُمْ يَوْمَ اُحُدٍ سَبْعُوْنَ وَيَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ سَبْعُوْنَ وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ سَبْعُوْنَ قَالَ وَكَانَ بِئْرُ مَعُوْنَةَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ عَلٰى عَهْدِ اَبِيْ بَكْرٍ يَوْمَ مُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابِ۔

قتادہ نے کہا انصار سے زیادہ شہید اور قیامت کے دن معزز عرب کے کسی قبیلے کو ہم نہیں جانتے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ انصار میں سے یوم احد ستر اور یوم بیئر معونہ ستر اور یوم الیمامہ میں ستر شہید ہوئے — بیئر معونہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا تھا اور یوم یمامہ حضرت ابو بکر صدیق کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب والے دن۔

۲۱۰۷ **تشریحات** جنگ بدر میں کل شہداء کی تعداد ۱۴ تھی جن میں ۶ مہاجر تھے اور چودہ ۶۴ انصار کرام حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ باعتبار اغلب واکثر کے فرمایا ہے۔

اسی طرح بیئر معونہ میں کل شہداء انصار کرام سے نہیں تھے ان میں کچھ مہاجرین بھی تھے جیسے عامر بن فہیرہ مولی

ابی بکر اور نافع بن ورقاء الخزاعی جنگ یمامہ میں پانچ سو یا چھ سو مسلمان شہید ہوئے تھے۔ ہو سکتا ہے ستر بلکہ اس سے زیادہ انصار کرام رہے ہوں۔

**باب** غزوۃ الرجیع ورعل وذکوان وبئر معونہ وحدیث عضل والقارۃ وعاصم بن ثابت وخبیب واصحابہ ص۵۸۵

غزوۂ رجیع اور رعل اور ذکوان اور بئر معونہ کا بیان اور عضل اور قارہ اور عاصم بن ثابت اور خبیب اور ان کے اصحاب کا بیان۔

**توضیح** رجیع: بلاد ہذیل میں سے ایک جگہ کا نام ہے یہاں ۴ھ کے صفر میں حضرت عاصم بن ثابت اور ان کے اصحاب کو شہید کیا گیا تھا۔

بئر معونہ: یہ مکہ اور عسفان کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ جہاں ستر قراء کو شہید کیا گیا تھا۔ یہ دونوں واقعے قریب قریب پیش آئے تھے ان دونوں کی خبر میں ایک ہی رات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی تھیں۔ جس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک قنوت نازلہ پڑھی۔ جس کی پوری تفصیل گذر چکی ہے۔

۶۰۰ قال ابن اسحٰق حدثنا عاصم بن عمر انہا بعد احد

ابن اسحٰق نے کہا ہم سے عاصم بن عمر نے بیان کیا کہ واقعۂ رجیع احد کے بعد ہوا تھا۔

**تشریحات** ۶۰۰ احد شوال ۳ھ میں رونما ہوا تھا اور رجیع صفر ۴ھ میں۔

۲۱۰۸ **حدیث** عن عمرو سمع جابرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول الذی قتل خبیبا ھو ابو سروعۃ۔

حضرت جابر نے فرمایا جس نے حضرت خبیب کو شہید کیا تھا یہ ابو سروعہ ہے۔

**سروعۃ**۔ اس کا نام عتبہ بن حارث تھا۔

۲۱۰۹ **حدیث** عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سبعین رجلا لحاجۃ یقال لہم القراء فعرض

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ستر افراد کو ایک ضرورت سے بھیجا تھا جن کو قراء کہا جاتا تھا ان کے سامنے

لَهُمْ حَيَّانِ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ رِعْلٌ وَّذَكْوَانُ عِنْدَ بِئْرٍ يُقَالُ لَهَا

بنی سلیم کے دو قبیلے رعل و ذکوان بئر معونہ کے پاس سامنے آئے

بِئْرُ مَعُوْنَةَ فَقَالَ الْقَوْمُ وَاللّٰهِ مَا إِيَّاكُمْ أَرَدْنَا إِنَّمَا نَحْنُ مُجْتَازُوْنَ

تو قوم نے کہا بخدا ہم تمہارے ارادے سے نہیں آئے ہیں ہم نبی صلی اللہ

فِيْ حَاجَةٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلُوْهُمْ فَدَعَا النَّبِيُّ

تعالیٰ علیہ وسلم کی حاجت میں جارہے ہیں۔ رعل و ذکوان نے ان قاریوں

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ شَهْرًا فِيْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ وَذٰلِكَ

کو شہید کر دیا۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں

بَدْءُ الْقُنُوْتِ وَمَا كُنَّا نَقْنُتُ۔

ان کی بربادی کی دعا کی۔ یہی قنوت کی ابتدا ہے۔ اور ہم قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

۶۰۱ ق قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَسُئِلَ رَجُلٌ أَنَسًا عَنِ الْقُنُوْتِ أَبَعْدَ

عبدالعزیز بن صہیب نے کہا ایک شخص نے حضرت انس سے قنوت کے بارے میں پوچھا کہ رکوع

الرُّكُوْعِ أَوْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِنَ الْقِرَاءَةِ قَالَ لَا بَلْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِنَ الْقِرَاءَةِ

کے بعد ہے یا قرارت سے فارغ ہونے کے وقت فرمایا نہیں بلکہ قرارت سے فارغ ہونے کے وقت ہے۔

۶۰۱ تشریحات قنوت نازلہ اور وتر کے قنوت کے بارے میں پوری بحثیں گذر چکی ہیں۔ حضرت انس کا یہ ارشاد اس بات پر نص جلی ہے کہ قنوت قبل رکوع ہے۔

۲۱۱۰ حدیث حَدَّثَنِيْ أَنَسٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ

مجھ سے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

خَالَهُ أَخَا أُمِّ سُلَيْمٍ فِيْ سَبْعِيْنَ رَاكِبًا وَكَانَ رَئِيْسُ الْمُشْرِكِيْنَ

نے ان کے ماموں ام سلیم کے بھائی کو ستر سواروں میں بھیجا۔ اور مشرکین کا رئیس عامر بن طفیل

عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ خَيَّرَ بَيْنَ ثَلَاثِ خِصَالٍ فَقَالَ يَكُوْنُ لَكَ أَهْلُ

تھا جس نے تین باتیں پیش کیں کہ ان میں سے ایک کو اختیار کرلو اس نے حضور سے کہا

السَّهْلِ وَلِيَ أَهْلُ الْمَدَرِ أَوْ أَكُوْنُ خَلِيْفَتَكَ أَوْ أَغْزُوْكَ بِأَهْلِ

آپ کے لئے ہموار زمین والے لوگ ہیں اور میرے لئے مٹی کے گھر والے یا میں

غَطَفَانَ بِأَلْفٍ وَأَلْفٍ فَطَعَنَ عَامِرٌ فِي بَيْتِ أُمِّ فُلَانٍ فَقَالَ غُدَّةٌ

آپ کا خلیفہ ہوں یا میں غطفان کے ہزار اور ہزار سواروں کو لے کر آپ سے جنگ کروں۔ پھر عامر کو ام فلاں

كَغُدَّةِ الْبَعِيرِ فِي بَيْتِ امْرَأَةٍ مِنْ آلِ فُلَانٍ ائْتُونِي بِفَرَسِي فَمَاتَ

کے گھر میں طاعون ہوگیا تو اس نے کہا گلٹی اونٹ کے گلٹی کے مثل آل فلاں کی عورت کے گھر میں میرا گھوڑا لاؤ تو وہ اپنے

عَلَى ظَهْرِ فَرَسِهِ فَانْطَلَقَ حَرَامٌ أَخُو أُمِّ سُلَيْمٍ وَهُوَ رَجُلٌ أَعْرَجُ الْحَدِيثَ

گھوڑے پر ہی مر گیا اور ام سلیم کے بھائی حرام چلے اور وہ لنگڑے تھے۔ (بقیہ حدیث کتاب الجہاد میں گذر چکی ہے)

**تشریحات ۲۱۱۰** اہل سہل سے مراد دیہات والے ہیں اور اہل مدر سے مراد شہر اور قصبات والے ہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم ملک تقسیم کرلیں شہر اور قصبات میرے لئے سہوں جہاں میری حکومت رہے اور دیہات آپ کے لئے وہاں آپ کی حکومت رہے۔ حضرت انس کے ماموں کا نام حرام بن ملحان تھا یہاں روایت میں سہو ہے یہ لنگڑے نہیں تھے جو صاحب لنگڑے تھے ان کا نام کعب بن زید تھا اور دوسرے صاحب کا نام منذر بن عمرو تھا۔ عامر بن طفیل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہاں سے نامراد ہو کر لوٹا تو بنی سلول کی ایک عورت کا مہمان ہوا وہیں اس کو طاعون ہوگیا گلے میں گلٹی نکل آئی اس پر اس کو غیرت آئی اور اس نے یہ کہا "غُدَّةٌ كَغُدَّةِ الْبَعِيرِ وَمَوْتٌ فِي بَيْتِ امْرَأَةٍ مِنْ سَلُولٍ" (بڑی شرم کی بات ہے کہ اونٹ کی طرح گلٹی نکل آئی اور سلولی عورت کے گھر موت ہو۔)

بئر معونہ کی پوری تفصیل کتاب الجہاد میں گذر چکی ہے۔

**۲۱۱۱ حدیث** حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ جب ان کے

رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ لَمَّا طُعِنَ حَرَامُ بْنُ مِلْحَانَ وَكَانَ

ماموں حرام بن ملحان کو بئر معونہ کے موقع پر نیزہ لگا تو خون انھوں نے

خَالَهُ يَوْمَ بِئْرِ مَعُونَةَ قَالَ بِالدَّمِ هَكَذَا فَنَضَحَهُ عَلَى وَجْهِهِ

اس طرح پھیلایا کہ اسے اپنے چہرے اور سر پر ملا۔ پھر کہا رب کعبہ کی قسم

وَرَأْسِهِ ثُمَّ قَالَ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ۔

میں کامیاب ہوگیا۔

۶۰۲ قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ فَاَخْبَرَنِیْ اَبِیْ قَالَ لَمَّا قُتِلَ الَّذِیْنَ

ت عروہ نے کہا جب وہ لوگ شہید کر دیئے گئے جو بئر معونہ میں تھے اور عمرو بن

بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ وَاُسِرَ عَمْرُو بْنُ اُمَیَّةَ الضَّمْرِیُّ قَالَ لَهٗ عَامِرُ بْنُ الطُّفَیْلِ

امیہ ضمری قید کر لئے گئے۔ ان سے عامر بن طفیل نے کہا یہ کون ہے اور ایک مقتول

مَنْ هٰذَا؟ فَاَشَارَ اِلٰی قَتِیْلٍ فَقَالَ لَهٗ عَمْرُو بْنُ اُمَیَّةَ هٰذَا عَامِرُ بْنُ

کی جانب اشارہ کیا تو اس سے عمرو بن امیہ نے کہا یہ عامر بن فہیرہ ہیں۔ تو

فُهَیْرَةَ فَقَالَ لَقَدْ رَاَیْتُهٗ بَعْدَ مَا قُتِلَ رُفِعَ اِلَی السَّمَاءِ حَتّٰی اِنِّیْ لَاَنْظُرُ

عامر بن طفیل نے کہا کہ قتل کئے جانے کے بعد میں نے ان کو دیکھا کہ آسمان کی

اِلَی السَّمَاءِ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْاَرْضِ ثُمَّ وُضِعَ فَاُتِیَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

طرف اٹھائے گئے ہیں یہاں تک کہ میں نے دیکھا آسمان کی طرف آسمان و زمین

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَبَرُهُمْ فَنَعَاهُمْ فَقَالَ اِنَّ اَصْحَابَكُمْ قَدْ اُصِیْبُوْا

کے درمیان ہیں۔ پھر وہ زمین پر رکھے گئے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس

وَاِنَّهُمْ قَدْ سَاَلُوْا رَبَّهُمْ فَقَالُوْا رَبَّنَا اَخْبِرْ عَنَّا اِخْوَانَنَا بِمَا رَضِیْنَا

ان کی خبر آئی تو حضور نے ان کے شہید ہونے کا حال بتایا اور فرمایا تمہارے اصحاب شہید کر دیئے گئے

عَنْكَ وَرَضِیْتَ عَنَّا فَاَخْبَرَهُمْ عَنْهُمْ وَاُصِیْبَ یَوْمَئِذٍ فِیْهِمْ عُرْوَةُ

اور انھوں نے اپنے رب سے سوال کیا تھا اور کہا تھا اے ہمارے پروردگار! ہمارے بھائیوں کو ہمارے بارے

بْنُ اَسْمَاءَ بْنِ الصَّلْتِ فَسُمِّیَ عُرْوَةَ بِهٖ وَمُنْذِرُ بْنُ عَمْرٍو سُمِّیَ

میں خبر دیدے۔ کہ ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو ان کی خبر دی۔ اور شہداء

بِهٖ مُنْذِرًا۔

میں اس دن عروہ بن اسماء بن صلت تھے جنکے نام پر عروہ بن زبیر کا نام رکھا گیا۔ اور منذر بن عمرو تھے جنکے نام پر منذر بن زبیر کا نام رکھا گیا۔

## بَابُ غَزْوَةِ الْخَنْدَقِ وَهِیَ الْاَحْزَابُ ص۵۸۸

غزوۂ خندق کا بیان اسی کا نام احزاب بھی ہے۔

۶۰۳ قَالَ مُوْسٰی بْنُ عُقْبَةَ كَانَتْ فِیْ شَوَّالٍ سَنَةَ اَرْبَعٍ۔

ت موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ غزوۂ خندق ۴ھ کے شوال میں ہوا تھا۔

**تشریحات ۹۰۳ موسیٰ بن عقبہ** امام مالک کی رائے یہی ہے کہ غزوۂ خندق ۴ھ کے شوال میں ہوا تھا لیکن ابن اسحٰق اور ابن سعد نے کہا کہ یہ ۵ھ میں ہوا تھا۔ ابن سعد نے کہا کہ ذوقعدہ کی آٹھ تاریخ کو ہوا تھا اور یہی راجح ہے اس لئے کہ غزوۂ احد سے لوٹتے وقت ابوسفیان نے کہا تھا کہ ہمارا تمہارا مقابلہ آئندہ سال بدر میں ہوگا چنانچہ سال آئندہ ابوسفیان پھر یہ کہہ کر لوٹ گئے کہ اس سال خشک سالی ہے اور لڑائی فراخ سالی میں ہونی چاہئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی مدینہ طیبہ سے نکلے بدر تک پہنچے اور جب یہ اطلاع ملی کہ ابوسفیان عسفان تک آکر واپس ہو گئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ واپس آگئے یہ ۴ھ میں ہوا اور غزوۂ خندق اس کے ایک سال بعد ہوا ہے۔ ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ یہ اختلاف اس پر مبنی ہے کہ سلف کی ایک جماعت سنہ ھ کی ابتدا اس محرم سے کرتی ہے جو ہجرت کے بعد ہے اس حساب سے ۵ھ کا ۴ھ ہو جائے گا۔ لیکن جمہور سنہ ہجری کی ابتدا اسی سال کے محرم سے کرتے ہیں جس سال ہجرت واقع ہوئی تھی۔ اس کی بنا پر غزوۂ خندق ۵ھ میں ہوگا۔

**غزوۂ خندق** :۔ بنی نضیر جب مدینہ طیبہ سے جلاوطن کر دیئے گئے تو حیی بن اخطب مکہ قریش کے پاس گیا اور انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جنگ پر آمادہ کیا اور کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق بنی غطفان کے پاس گیا انھیں ابھارا اور یہ پیش کش کی کہ انھیں خیبر کی نصف پیداوار پیش کی جائے گی۔ اس طرح پورے عرب میں مسلمانوں کے خلاف ایک طوفان کھڑا ہو گیا، بنی فزارہ، بنی اسد، بنی غطفان، قریش کا متحدہ لشکر جن کی تعداد دس ہزار تھی بڑے جوش و خروش کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف بڑھا جب اس کی اطلاع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملی تو مدافعت کی تیاریاں شروع کر دیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے سے جس طرف مدینہ طیبہ خالی میدان تھا خندق کھودی گئی۔ مشرکین کا متحدہ لشکر بڑے جوش و خروش سے بڑھا اور مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر لیا۔ مدینہ کے یہود بنی قریظہ نے بھی مشرکین سے وعدہ کیا تھا کہ ہم عین موقع پر تمہارا ساتھ دیں گے۔ ستائیس ۲۷ یا چوبیس ۲۴ دن محاصرہ رہا۔ خندق کی وجہ سے مشرکین کا بس نہیں چلتا تھا، خندق کے باہر سے تیر اور پتھر پھینکتے تھے پھر اللہ کی مدد نازل ہوئی محاصرہ کی طوالت سے مشرکین گھبرا گئے اسی میں آندھی چلی اس زور کی کہ مشرکین کے خیمے میں چولہے پر سے دیگیں الٹ گئیں۔ خیمے کی طنابیں ٹوٹ ٹوٹ گئیں۔ گھوڑے بدک بدک کر بھاگنے لگے۔ جس سے گھبرا کر محاصرین میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس غزوہ کا نام "احزاب" بھی ہے۔ احزاب۔ حزب کی جمع ہے جس کے معنی گروہ کے ہیں چونکہ اس غزوہ میں عرب کے مختلف قبائل متحد ہو کر حملہ آور ہوئے تھے اس لئے اس کا نام غزوۂ احزاب بھی ہے۔ سورہ احزاب میں اس غزوہ کا ذکر ہے۔

اس غزوہ میں انتہائی صبر آزما حالات پیش آئے بہت سے راسخ العقیدہ حضرات متزلزل ہونے لگے جن کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا۔

وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا۔ دل حلق تک پہونچ گئے اور تم لوگ اللہ کے ساتھ طرح طرح کا گمان کرنے لگے۔

بالآخر اللہ کی مدد آئی اور چوبیس یا ستائیس دن کے بعد یہ سیلاب بلا ٹل گیا۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "الآن نغزوھم ولا یغزوننا"[1] اب ہم ان پر چڑھ کر جائیں گے وہ ہم پر حملہ نہیں کریں گے اور ہوا یہی۔ کہ اس کے بعد پھر کبھی بھی قریش کو مدینہ طیبہ پر حملہ کی جرأت نہ ہو سکی۔ بالآخر وہ دن آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ فتح فرمالیا۔

۲۱۱۲ **حدیث** قَالَ وَرُبَّمَا تَوَّنَ بِمِلْءِ كَفِّيْ مِنَ الشَّعِيْرِ فَيُصْنَعُ لَهُمْ بِاهَالَةٍ سَنِخَةٍ

حضرت انس نے کہا ایک چلو جو لایا جاتا تو بودار سالن کے ساتھ پکایا جاتا اور قوم کے سامنے

تُوْضَعُ بَيْنَ يَدَيِ الْقَوْمِ وَالْقَوْمُ جِيَاعٌ وَهِيَ بَشِعَةٌ فِي الْحَلْقِ وَلَهَا رِيْحٌ

رکھا جاتا اور قوم بھوکی رہتی اور یہ حلق میں پھنس جاتا اور اس میں ناگوار بو ہوتی۔

مُنْتِنٌ۔

**تشریحات** ۲۱۱۲ مقصود یہ ہے کہ اس وقت انتہائی عسرت و تنگدستی تھی یہاں تک کہ لوگ اس قسم کے کھانے کھاتے۔

۲۱۱۳ **حدیث** حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَتَيْتُ جَابِرًا

ایمن نے کہا میں حضرت جابر کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے بتایا کہ ہم یوم خندق

فَقَالَ إِنَّا يَوْمَ خَنْدَقٍ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَاءُوا النَّبِيَّ

کھود رہے تھے کہ ایک سخت چٹان سامنے آگئی لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا هٰذِهِ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ

خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یہ سخت چٹان خندق میں سامنے آگئی

فَقَالَ أَنَا نَازِلٌ ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهُ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ وَلَبِثْنَا ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ

ہے فرمایا میں اتروں گا پھر کھڑے ہوئے اور حضور کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا

لَا نَذُوْقُ ذَوَاقًا فَأَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِعْوَلَ

اور ہم نے تین دن سے کچھ نہیں چکھا تھا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھاوڑا لیا اور مارا تو وہ

[1] بخاری جلد ثانی باب غزوۂ خندق ص۵۹۔ مسند امام احمد ج ۴ ص۲۶۲ لفظ مسند "ولا یغزونّ" ۱۲

فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِيبًا أَهْيَلَ أَوْ أَهْيَمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِي

بہتا ہوا ریت ہوگیا۔ پھر میں نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے گھر جانے کی اجازت دے

إِلَى الْبَيْتِ فَقُلْتُ لِامْرَأَتِي رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دیجئے میں نے گھر آکر اپنی بیوی سے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس

شَيْئًا مَا فِي ذَلِكَ صَبْرٌ فَعِنْدَكِ شَيْءٌ قَالَتْ عِنْدِي شَعِيرٌ وَعَنَاقٌ

حال میں دیکھا ہے جسے برداشت کرنے کی طاقت نہیں کیا تیرے پاس کچھ ہے اس نے کہا

فَذَبَحْتُ الْعَنَاقَ وَطَحَنَتِ الشَّعِيرَ حَتَّى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ثُمَّ

میرے پاس جو ہے اور ایک سال سے کم عمر کا بکری کا بچہ ہے میں نے بکری کے بچے کو ذبح کیا اور اس

جِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَجِينُ قَدِ انْكَسَرَ وَالْبُرْمَةُ

نے جو کو پیسا ہم نے گوشت کو ہانڈی میں کیا پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آٹا گوندھا جا

بَيْنَ الْأَثَافِيِّ قَدْ كَادَتْ أَنْ تَنْضَجَ فَقَالَ طُعَيِّمٌ لِي فَقُمْ أَنْتَ يَا رَسُولَ

چکا تھا اور ہانڈی چولہے پر تھی جو پکنے کے قریب تھی میں نے عرض کیا میرے پاس تھوڑا سا کھانا ہے

اللّٰهِ وَرَجُلٌ أَوْ رَجُلَانِ قَالَ كَمْ هُوَ فَذَكَرْتُ لَهُ قَالَ كَثِيرٌ طَيِّبٌ

یارسول اللہ! حضور اور ایک دو آدمی اور چلیں دریافت فرمایا کتنا ہے وہ تو میں نے بتایا فرمایا بہت اچھا ہے

قَالَ قُلْ لَهَا لَا تَنْزِعِ الْبُرْمَةَ وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّورِ حَتَّى آتِيَ فَقَالَ

پاک ہے، فرمایا اپنی بیوی سے کہو کہ ہانڈی چولہے سے نہ اتارے اور روٹی تنور سے نہ نکالے تب تک

قُومُوا مَقَامَ الْمُهَاجِرُونَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ قَالَ وَيْحَكِ جَاءَ

کہ میں آجاؤں اس کے بعد فرمایا چلو تو مہاجرین اور (انصار) ساتھ ہوگئے۔ حضرت جابر جب اپنی بیوی

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَمَنْ

کے پاس آئے تو کہا تیرے لئے خرابی ہو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار اور ان کے

مَعَهُمْ قَالَتْ هَلْ سَأَلَكَ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ ادْخُلُوا وَلَا تَضَاغَطُوا

ساتھیوں کو لے کر آگئے بیوی نے پوچھا کیا حضور نے تم سے پوچھا تھا (کتنا کھانا ہے) میں کہا ہاں حضور

فَجَعَلَ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللَّحْمَ وَيَخُمِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُّورَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اندر چلو اور بھیڑ مت کرنا روٹی توڑی جاتی اور اس پر گوشت ڈالا جاتا

اِذَا اُخِذَ مِنْهُ وَيُقَرَّبُ اِلٰى اَصْحَابِهٖ ثُمَّ يُنْزَعُ فَلَمْ يَزَلْ يَكْسِرُ

ہانڈی اور تنور کو چھپا دیا جاتا جب اس سے لیا جاتا اور اصحاب کے قریب کیا جاتا پھر نکالا جاتا اسی طرح روٹی

الْخُبْزَ وَيَغْرِفُ حَتّٰى شَبِعُوْا وَبَقِيَ بَقِيَّةٌ قَالَ كُلِيْ هٰذَا وَاَهْدِيْ

توڑتے رہے اور گوشت نکالتے رہے یہاں تک کہ خوب سیراب ہو گئے اور بچ بھی رہا (حضرت جابر کی بیوی سے)

فَاِنَّ النَّاسَ اَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ ۔ عہ

فرمایا اسے کھاؤ اور لوگوں کو ہدیہ دو اس لئے کہ لوگ بھوکے ہیں۔

**تشریحات** ۲۱۳ امام احمد نے اپنی مسند میں اور نسائی نے اپنی سنن میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو روایت کی ہے اور طبرانی نے حضرت عبد اللہ بن عمرو سے اور بیہقی نے حضرت عمرو بن عوف سے جو روایت کی ہے ان سب کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دس دس ہاتھ کی حد مقرر کر کے مجاہدین کو خندق کھودنے کے لئے مقرر فرما دیا تھا۔ خندق کھودی جا رہی تھی کہ ایک جگہ سخت چٹان آگئی جس پر پھاوڑا اثر نہیں کرتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع کی گئی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھاوڑا لے کر تین بار بسم اللہ پڑھا اور اس چٹان پر مارا ایک تہائی چٹان ٹوٹ گئی اس سے روشنی چمکی، حضور نے اور مسلمانوں نے تکبیر پڑھی پھر حضور نے دوسری مرتبہ چٹان پر پھاوڑا مارا جس سے ایک تہائی اور ٹوٹ گئی اس سے روشنی چمکی حضور نے اور صحابۂ کرام نے تکبیر پڑھی۔ پھر تیسری بار مارا پوری چٹان ٹوٹ گئی۔ اس سے بھی روشنی چمکی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ نے تکبیر پڑھی۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ تکبیر کاہے پر تھی فرمایا پہلی بار مجھے شام کی کنجیاں دی گئیں بخدا میں اس کے سرخ محلوں کو اب بھی دیکھ رہا ہوں، اور دوسری ضرب پر مجھے فارس کی کنجیاں دی گئیں میں اس کے سفید محلوں کو دیکھ رہا ہوں۔ تیسری ضرب پر مجھے یمن کی کنجیاں دی گئیں بخدا میں صنعاء کے دروازوں کو اس جگہ سے اب بھی دیکھ رہا ہوں فرمایا جبریل نے مجھے خبر دی میری امت ان سب کو فتح کرے گی۔ اس پر مسلمان بہت خوش ہوئے۔

حضرت جابر کی دوسری روایت جو اسی بخاری میں اسی حدیث کے بعد ہے اس میں یہ تفصیل ہے کہ جو ایک صاع تھا۔ اور حضرت جابر کی بیوی نے یہ بھی کہا تھا (کھانا تھوڑا ہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اتنے لوگوں کو مت بلا لینا کہ میں رسوا ہوں حضرت جابر نے خدمت اقدس میں آکر آہستہ حضور سے عرض کیا کہ ہم نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور ایک صاع جو پیسا ہے جو ہمارے پاس تھا حضور اور حضور کے ساتھ کچھ لوگ چلیں یہ سن کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلند آواز سے پکارا اے اہل خندق!

---

عہ مسند امام احمد ج رابع ص ۳۰۳ ۔ نسائی، جہاد، باب ۴۳

تمہارے لئے جابر نے کھانا تیار کیا ہے سب لوگ چلو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا جب تک میں آنہ جاؤں ہانڈی نہ اتارنا اور آٹے کی روٹی نہ بنانا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب لوگ میرے گھر آئے تو میری بیوی نے خفا ہو کر کہا اللہ تیرے ساتھ یہ کرے یہ کرے۔ میں نے کہا تم نے جو کہا تھا (وہی میں نے کیا ہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب کو لے کر آگئے تو میں کیا کروں میری بیوی نے گوندھا ہوا آٹا حضور کی خدمت میں پیش کیا حضور نے اس میں لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا کی۔ پھر ہانڈی میں لعاب مبارک ڈالا پھر فرمایا روٹی پکانے والیوں کو بلاؤ تیرے ساتھ روٹی پکائیں۔ اور ہانڈی میں سے نکالو اس کو اتارنا مت لوگ ہزاروں تھے بخدا سب نے کھایا اور جب کھا کر واپس ہوئے ہماری ہانڈی ابل رہی تھی جیسے پہلے تھی اور ہمارے آٹے سے روٹی پکائی جا رہی تھی اور وہ اتنا ہی رہا، خندق میں تین ہزار مجاہدین شریک تھے قیاس یہی ہے کہ سب نے جا کر وہاں کھایا۔ اگرچہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ وہ تین سو یا آٹھ سو یا نو سو تھے۔ اور غالباً وہ راوی کا اندازہ ہے اور حضرت جابر کا قصہ ہے وہ خود فرماتے ہیں کہ وہ ہزار تھے۔ ابھی حدیث گذری کہ حضرت جابر نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہاجرین و انصار اور ان کے ساتھیوں کو لے کر آگئے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ خندق کے سارے مجاہدین شریک ہوئے۔

۲۱۱۴ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سورۂ احزاب

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ

میں یہ جو فرمایا گیا جب کافر تم پر تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے آئے اور جب

قَالَتْ كَانَ ذٰلِكَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ۔

نگاہیں ٹھٹک کر رہ گئیں (آیت منا) یہ جنگ خندق میں ہوا تھا۔

۲۱۱۴

تشریح امام ابن اسحٰق نے مغازی میں اس کی تفصیل یہ بیان کی ہے کہ قریش دس ہزار کا لشکر لیکر نشیبی علاقے میں پڑے تھے اور عیینہ بن حصین، غطفان اور اپنے ہمراہی نجدیوں کو لے کر احد کی جانب پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے اور بنی قریظہ مدینہ طیبہ کے بالائی حصہ میں ٹاک میں بیٹھے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین ہزار مجاہدین کو لے کر کوہ سلع کو پشت پر رکھ کر مورچہ بندی کی تھی مشرکین اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان خندق حائل تھی عورتوں اور بچوں کو ایک قلعہ میں رکھا گیا تھا جب بنی قریظہ کی غداری کی اطلاع ملی تو مسلمان گھبرا گئے، یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چاہا کہ عیینہ بن حصین اور اس کے ساتھیوں کو مدینہ کی پیداوار کا ایک تہائی دینے کے وعدے پر ان کو واپس کر دیا جائے

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارادہ ظاہر فرمایا تو حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا جب ہم حالت کفر میں تھے تو ان کو ایک جَو نہیں دیتے تھے اب جب کہ اللہ عزوجل نے ہم کو اسلام کے ساتھ معزز فرمایا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم انھیں کچھ دیں ہم انھیں صرف تلوار دیں گے جب محاصرہ کی سختی بڑھی تو منافقین بہانہ بنا کر اپنے گھروں کو واپس جانے لگے اس جنگ میں ایک موقعہ یہ بھی آیا کہ عمرو بن عبد ود عامری نے ایک جگہ خندق کی چوڑائی کم دیکھی تو اپنے گھوڑے کو کُدا کر خندق پار کر گیا اور اس کے ساتھ اور بھی چند افراد خندق کے اس پار آ گئے جس کے ساتھ نوفل عبداللہ بن مغیرہ مخزومی بھی تھا عمرو بن عبد ود کو حضرت علی نے اور اس کے ساتھی نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی کو حضرت زبیر نے قتل کیا بقیہ سوار بھاگ گئے مسلمانوں پر خوف و ہراس کا عالم یہ تھا کہ حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ ایک رات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کون شخص ہے جو مخالفین میں جا کر ان کی خبر لائے اللہ اس کو قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رفیق بنائے گا مگر کوئی نہیں بولا دوسری بار بھی حضور نے یہی فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ اسے میرا ساتھی بنائے گا تو حضرت ابوبکر نے فرمایا حذیفہ کو بھیجئے تو حضور نے فرمایا حذیفہ جاؤ حضرت حذیفہ نے عرض کیا مجھے ڈر ہے کہیں قید نہ کر لیا جاؤں فرمایا تم جاؤ قید نہیں ہو گے وہ گئے تو دیکھا کہ قریش آپس میں جھگڑ رہے ہیں اور اللہ نے ان پر آندھی بھیجی جس نے ان کے خیمہ کو اکھاڑ دیا۔ اور ان کے برتنوں کو الٹ دیا۔ جب میں قریش کے لشکر سے واپس ہوا مجھے راستے میں کچھ سوار ملے جنھوں نے کہا کہ حضور کو خبر کر دو کہ اللہ عزوجل نے قوم کے شر سے ان کو بچا لیا۔ قریش کے پڑاؤ میں آندھی زور کی تھی کہ خیمے اکھڑ گئے دیگ چولہے سے الٹ گئے گھوڑے بدکتے پھر رہے تھے مگر خندق کے پار مسلمانوں کی طرف اس کا کوئی اثر نہ تھا، چراغ تک جلتے رہے، ابوسفیان یہ کہہ کر محاصرہ اٹھا کر واپس ہو گئے کہ آندھی نے ہمارا یہ حال کر رکھا ہے اور یہود نے ہمارا ساتھ نہیں دیا واپس چلو۔ صبح کو میدان صاف تھا۔

۲۱۱۵ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ اَوَّلُ یَوْمٍ شَهِدْتُهٗ یَوْمَ الْخَنْدَقِ۔

**حدیث** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا سب سے پہلی جنگ جسمیں شریک ہوا وہ خندق ہے۔

**تشریح ۲۱۱** کتاب الشہادات میں یہ گذر چکا کہ غزوۂ احد کے موقع پر یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کئے گئے اس وقت ان کی عمر چودہ سال کی تھی اس لئے ان کو واپس کر دیا خندق کے موقع پر ان کی عمر پندرہ سال سے زیادہ کی ہو گئی تھی اس لئے ان کو قبول فرما لیا گیا۔

۲۱۱۶ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی حَفْصَةَ وَنَوَاصِیْهَا تَنْطُفُ

**حدیث** حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں حفصہ کے پاس گیا اور ان کے بالوں سے پانی

قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ فَلَمْ يُجْعَلْ لِي مِنَ الْأَمْرِ
ٹیک رہا تھا میں نے ان سے کہا لوگوں کا معاملہ یہاں تک پہونچ چکا ہے جسے آپ دیکھ رہی ہیں اور مجھے
شَيْءٌ فَقَالَتِ الْحَقْ فَإِنَّهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ وَأَخْشَى أَنْ يَكُونَ فِي احْتِبَاسِكَ
کوئی حق نہیں دیا گیا تو حضرت حفصہ نے کہا ان کے پاس جاؤ وہ لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں اور مجھے
عَنْهُمْ فُرْقَةٌ فَلَمْ تَدَعْهُ حَتَّى ذَهَبَ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ
اندیشہ ہے کہ تمہارے وہاں نہ جانے سے اختلاف نہ ہو جائے حضرت حفصہ نے انھیں نہیں چھوڑا یہاں تک
مُعَاوِيَةُ فَقَالَ مَنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَتَكَلَّمَ فِي هَذَا الْأَمْرِ فَلْيَطْلُعْ لَنَا
کہ وہ گئے جب لوگ چھٹ گئے تو معاویہ نے خطبہ دیا اور کہا جو اس معاملے میں بات کرنا چاہتا ہو تو اپنا سر اٹھائے
قَرْنُهُ فَلَنَحْنُ أَحَقُّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيهِ قَالَ حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ
بلاشبہہ ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں اس سے بھی اور اس کے باپ سے بھی۔ حبیب بن مسلمہ نے کہا آپ نے
فَهَلَّا أَجَبْتَهُ قَالَ عَبْدُ اللهِ فَحَلَلْتُ حُبْوَتِي وَهَمَمْتُ أَنْ أَقُولَ
معاویہ کو جواب کیوں نہیں دیا عبداللہ نے کہا میں نے اپنا پٹکا کھولا تھا ارادہ کیا تھا کہ کہوں اس چیز کے زیادہ
أَحَقُّ بِهَذَا الْأَمْرِ مِنْكَ مَنْ قَاتَلَكَ وَأَبَاكَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَخَشِيتُ
مستحق بنسبت تیرے وہ لوگ ہیں جنھوں نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام پر جنگ کی ہے پھر مجھے اندیشہ
أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمِيعِ وَتَسْفِكُ الدَّمَ وَيُحْمَلُ عَنِّي
ہوا کہ میں ایسی بات کہوں جس سے جماعت میں پھوٹ پڑے اور خوں ریزی ہو۔ اور میری بات کا وہ مطلب
غَيْرُ ذَلِكَ فَذَكَرْتُ مَا أَعَدَّ اللهُ فِي الْجِنَانِ قَالَ حَبِيبٌ حُفِظْتَ
لیا جائے جو میری مراد نہیں تو میں نے وہ یاد کیا جو اللہ نے جنت میں مہیا کر رکھی ہے ــــ حبیب نے کہا
وَعُصِمْتَ ــــ قَالَ مَحْمُودٌ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَنُوسَانُهَا۔
تم محفوظ رہے اور بچ گئے ــــ محمود نے عبدالرزاق سے روایت کرتے ہوئے نُوسَانُهَا کہا ہے۔

۲۱۱۶: تشریح: جنگ صفین کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاویہ کا معاملہ حکمین کے سپرد ہوا اور یہ طے ہوا کہ چھ ماہ کے بعد دومۃ الجندل میں دونوں فریق اپنے اپنے حکموں کے ساتھ جمع ہوں اور اپنا متفقہ فیصلہ سنا دیں اسی موقع پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور انھوں نے ان کو مجبور کر کے دومۃ الجندل بھیجا۔ وہاں جب

حکمین خود آپس ہی میں لڑ پڑے کوئی متفقہ فیصلہ نہیں ہو سکا اور سب لوگ واپس ہو گئے تو بچے کھچے آدمیوں میں حضرت معاویہ نے وہ کہا تھا۔ جس کا قصہ اس حدیث میں مذکور ہے حدیث میں یہ لفظ وارد تھا ونوساتھا ینطف اس میں ایک نسخہ ننسواتہا ہے اسی سلسلے میں بطریق محمود عن عبد الرزاق سے جو روایت ہے وہ نوساتھا ہے۔

۲۱۱۷ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ صُرَدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

**حدیث** سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ حِيْنَ أُجْلِيَ الْأَحْزَابُ عَنْهُ الْآنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَنَا

ہوئے سنا جب احزاب چھٹ گیا اب ہم ان پر حملہ کریں گے اور وہ ہم پر حملہ نہیں کریں گے

نَحْنُ نَسِيْرُ إِلَيْهِمْ ؏ه

اور ہم ان کی طرف جائیں گے۔

۲۱۱۸ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ أَعَزَّ جُنْدَهُ

تھے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اس نے اپنے لشکر کو غالب کیا اور اپنے

وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ

بندے کی مدد کی اور اکیلے احزاب کو شکست دی پس اس کے بعد کچھ نہیں۔

**تشریحات** بعدہٗ کی ضمیر کا مرجع اللہ عزوجل بھی ہو سکتا ہے اب مطلب یہ ہوگا کہ حقیقی وجود صرف اللہ عزوجل کا ہے بقیہ چیزیں مثل معدوم کے ہیں اور اس کا مرجع احزاب بھی ہو سکتا ہے بتاویل مفرد اب مطلب یہ ہوگا کہ واقعہ احزاب کے بعد اب کوئی خوف وخطر نہیں۔ دشمنوں نے متحدہ قوت کے ساتھ زور آزمائی کر لی اور پسپا ہو گئے۔ ان کا کس بل نکل گیا۔

**باب** مَرْجِعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَحْزَابِ وَمَخْرَجِهِ إِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ وَمُحَاصَرَتِهِ إِيَّاهُمْ۔ ص۵۹۰

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احزاب سے مراجعت اور بنی قریظہ کی طرف جانا اور ان کا محاصرہ کرنا۔

غزوۂ خندق کے رونما ہونے میں بنی قریظہ کا بھی ہاتھ تھا اس لئے جب خندق سے فراغت ہو گئی تو اللہ عزوجل

---

؏ه مسند امام احمد

نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان غداروں کا بھی علاج کر دیجئے، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ فرمایا، عاجز آکر یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے پر راضی ہوئے، انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے جوان قتل کئے جائیں بچوں اور عورتوں کو غلام اور کنیز بنا لیا جائے اور ان کے اموال کو غنیمت، حضرت امام بخاری نے اس باب میں جتنی حدیثیں ذکر کی ہیں وہ سب گذر چکی ہیں۔

**بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ** (وَهِيَ غَزْوَةُ مُحَارِبِ خَصَفَةَ مِنْ بَنِي ثَعْلَبَةَ مِنْ غَطَفَانَ فَنَزَلَ نَخْلًا وَهِيَ بَعْدَ خَيْبَرَ لِأَنَّ أَبَا مُوسَى جَاءَ بَعْدَ خَيْبَرَ) ص ۵۹۲

غزوۂ ذات الرقاع: اور یہ غطفان کی ایک شاخ بنی ثعلبہ سے محارب خصفہ کے ساتھ ہوا تھا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نخل میں اترے تھے، یہ غزوۂ خیبر کے بعد ہوا تھا اس لئے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری خیبر کے بعد خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور یہ اس میں شریک تھے۔

**نخل** ۔ نخل مدینہ طیبہ سے دو دن کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے۔

**محارب خصفۃ** ۔ یہاں امام بخاری نے محارب کے بعد ثعلبہ ذکر کیا اس سے شبہ ہوتا ہے یہ دونوں ایک ہیں حالانکہ محارب الگ قبیلہ ہے اور ثعلبہ الگ، ثعلبہ غطفان کی شاخ ہے غطفان سعد بن قیس کی اولاد ہیں اور محارب خصفہ بن قیس کی اولاد ہیں دونوں الگ الگ قبیلے ہیں۔

غزوۂ ذات الرقاع بنی ثعلبہ سے ہوا تھا، اس لئے یہ کہنا کہ محارب خصفہ غطفان کی شاخ بنی ثعلبہ سے ہیں درست نہیں۔

۶۰۴ **قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ** (إِلَى أَنْ قَالَ) **عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِأَصْحَابِهِ فِي الْخَوْفِ فِي غَزْوَةِ السَّابِعَةِ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ**

ق حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ساتویں غزوے ذات الرقاع میں صلوٰۃ الخوف پڑھائی۔

۶۰۵ **وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَوْفَ بِذِي قَرَدٍ**

ق ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز خوف ذو قرد میں پڑھی۔

۶۰۶ **وَقَالَ بَكْرُ بْنُ سَوَادَةَ** (إِلَى أَنْ قَالَ) **أَنَّ جَابِرًا أَحَدَّثَهُمْ صَلَّى**

ق جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ يَوْمَ مُحَارِبٍ وَّثَعْلَبَةَ۔

علیہ وسلم نے نماز خوف یوم محارب اور ثعلبہ پڑھائی۔

۶۰۷ ت وَقَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ سَمِعْتُ وَهْبَ بْنَ كَيْسَانَ سَمِعْتُ جَابِرًا

وہب بن کیسان نے کہا میں نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى ذَاتِ الرِّقَاعِ مِنْ نَخْلٍ

تعالیٰ علیہ وسلم نخل سے ذات الرقاع کے لئے چلے، غطفان کی ایک جماعت سے

فَلَقِيَ جَمْعًا مِّنْ غَطَفَانَ فَلَمْ يَكُنْ قِتَالٌ وَّاَخَافَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ

آمنا سامنا ہوا کوئی لڑائی نہیں ہوئی لوگوں نے ایک دوسرے کو ڈرایا۔ تو نبی

بَعْضًا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيِ الْخَوْفِ۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز خوف دو رکعت پڑھی۔

۶۰۸ ت وَقَالَ يَزِيْدُ عَنْ سَلَمَةَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْقَرَدِ

حضرت سلمہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمرکابی میں غزوۂ یوم القرد میں شریک ہوا۔

**تشریحات** غزوۂ ذات الرقاع۔ رقاع رُقْعَۃٌ کی جمع ہے جس کے معنی پیوند کے ہیں، اس غزوہ میں ۶۰۷ تا ۶۰۸ جھنڈا پیوند لگے ہوئے کپڑوں کا تھا اس لئے اس کو ذات الرقاع کہا گیا اور ایک قول یہ ہے کہ پیدل چلنے کی وجہ سے مجاہدین کے پاؤں زخمی ہو گئے ان زخموں پر کپڑے لپیٹے تھے۔

امام واقدی نے فرمایا کہ جس پہاڑ کے پاس یہ غزوہ ہوا تھا اس پر سرخ سفید سیاہ چتی دار پتھر تھے اس لئے اس کو ذات الرقاع کہا گیا۔

غزوۂ ذات الرقاع کب ہوا تھا، خیبر کے پہلے یا خیبر کے بعد؟ امام ابن اسحٰق نے کہا قبل خیبر، امام بخاری کا رجحان یہ ہے کہ بعد خیبر ہوا تھا، اس کی پوری بحث گذر چکی ہے۔ اسی غزوے میں صلوٰۃ الخوف مشروع ہوئی۔

غزوۂ ذات القرد۔ یہ غزوۂ ذات الرقاع کے علاوہ دوسرا غزوہ ہے۔ یہ غزوہ اس موقع پر ہوا تھا کہ عبدالرحمٰن فزاری نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں پر ڈاکہ ڈالا تھا جس کا پیچھا پہلے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا اور سارے اونٹوں کو دشمنوں سے چھین لیا، بعد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی کچھ مجاہدین کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ غزوۂ ذات القرد میں بھی نماز خوف پڑھی گئی تھی۔

۲۱۱۹ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزَاۃٍ وَّنَحْنُ سِتَّۃٌ

کے ساتھ ایک غزوے میں نکلے اور ہم چھ شخص تھے اور ہمارے بیچ میں صرف ایک

نَفَرٍ بَیْنَنَا بَعِیْرٌ نَّعْتَقِبُہٗ فَنَقِبَتْ اَقْدَامُنَا وَنَقِبَتْ قَدَمَایَ وَسَقَطَتْ

اونٹ تھا جس پر ہم باری باری سوار ہوتے تھے پیدل چلنے کی وجہ سے ہمارے

اَظْفَارِیْ فَکُنَّا نَکُفُّ عَلٰی اَرْجُلِنَا الْخِرَقَ فَسُمِّیَتْ غَزْوَۃَ ذَاتِ الرِّقَاعِ

قدم زخمی ہو گئے اور میرے دونوں قدم زخمی ہو گئے اور ناخن گر پڑے جس کی وجہ سے ہم اپنے پاؤں

لِمَا کُنَّا نَعْصِبُ مِنَ الْخِرَقِ عَلٰی اَرْجُلِنَا وَحَدَّثَ اَبُوْمُوْسٰی بِھٰذَا

پر کپڑے لپٹے ہوئے تھے اس کا نام ذات الرقاع اسی لئے پڑا کہ ہم اپنے پاؤں

ثُمَّ کَرِہَ ذَاکَ قَالَ مَا کُنْتُ اَصْنَعُ بِاَنْ اَذْکُرَہٗ کَاَنَّہٗ کَرِہَ اَنْ یَّکُوْنَ

پر کپڑوں کی پٹی باندھے ہوئے تھے، پھر اس کو ناپسند فرمایا کہا اس کے تذکرے سے

شَیْءٌ مِّنْ عَمَلِہٖ اَفْشَاہُ۔

میرا کیا کام انھوں نے اپنا عمل ظاہر کرنے کو ناپسند کیا۔

۲۱۲۰ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَمَّنْ شَھِدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی

حدیث صالح بن خوات سے روایت ہے وہ اس شخص سے روایت کرتے ہیں جو رسول اللہ

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلٰوۃَ الْخَوْفِ اَنَّ طَائِفَۃً

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ ذات الرقاع اور صلوٰۃ الخوف میں شریک تھا کہ ایک گروہ نے

صَفَّتْ مَعَہٗ وَطَائِفَۃٌ وِجَاہَ الْعَدُوِّ فَصَلّٰی الَّتِیْ مَعَہٗ رَکْعَۃً ثُمَّ ثَبَتَ

حضور کے ساتھ صف لگائی اور دوسری گروہ دشمن کے سامنے رہی حضور نے اپنے ساتھ والوں کو ایک

قَائِمًا وَاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِھِمْ ثُمَّ انْصَرَفُوْا فَصَفُّوْا وِجَاہَ الْعَدُوِّ وَجَاءَتِ

رکعت پڑھائی پھر کھڑے رہے اور ان لوگوں نے اپنی نماز پوری کر لی پھر چلے گئے اور دشمن کے سامنے

الطَّائِفَۃُ الْاُخْرٰی فَصَلّٰی بِھِمُ الرَّکْعَۃَ الَّتِیْ بَقِیَتْ مِنْ صَلَاتِہٖ ثُمَّ

صف بندی کی اور دوسری گروہ آئی انھیں حضور نے وہ رکعت پڑھائی جو حضور کی نماز سے باقی رہ گئی تھی

ثَبَتَ جَالِسًا وَاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ سَلَّمَ بِهِمْ۔

پھر بیٹھے رہے ان لوگوں نے بھی اپنی نماز پوری کی پھر ان کے ساتھ سلام پھیرا۔

**تشریحات** ۲۱۲ صلوٰۃ خوف کے بارے میں مختلف روایتیں آئی ہیں جس پر تفصیلی بحث تیسری جلد میں ہو چکی ہے۔

۶۰۹ ت وَقَالَ مُعَاذٌ (اِلٰی اَنْ قَالَ) عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نخل

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَخْلٍ فَذَكَرَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ قَالَ مَالِكٌ وَذٰلِكَ اَحْسَنُ

میں تھے انھوں نے صلوٰۃ الخوف کا ذکر کیا۔ امام مالک نے کہا کہ صلوٰۃ الخوف کے بارے

مَا سَمِعْتُ فِيْ صَلٰوةِ الْخَوْفِ

میں جو کچھ میں نے سنا ہے ان سب سے اچھی یہ روایت ہے۔

تَابَعَهُ اللَّيْثُ (اِلٰی اَنْ قَالَ) اَنَّ قَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهُ صَلَّى

قاسم بن محمد نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ بَنِيْ اَنْمَارٍ۔

صلوٰۃ الخوف غزوۂ بنی انمار میں پڑھی۔

**تشریحات** ۲۱۳ بنی انمار قبیلہ کی ایک شاخ ہے یہ لوگ بنی ثعلبہ کے قریب ہی رہتے تھے۔ غالباً یہ دونوں غزوے ایک ہی ہیں۔ امام واقدی نے ذکر کیا کہ غزوۂ ذات الرقاع کا سبب یہ ہوا تھا کہ ایک اعرابی حلب سے مدینہ طیبہ آئے اور انھوں نے بتایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ بنی ثعلبہ اور بنی انمار نے تمہارے مقابلے کے لئے جمعیت اکٹھا کر رکھی ہے، یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سات سو افراد لے کر نکلے، اس تقدیر پر غزوۂ ذات الرقاع اور غزوۂ بنی انمار ایک ہی ہیں۔

۲۱۲۱ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ قَالَ

**حدیث** حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا (صلوٰۃ الخوف میں)

يَقُوْمُ الْاِمَامُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَطَائِفَةٌ مِّنْهُمْ مَعَهٗ وَطَائِفَةٌ مِّنْ

امام قبلہ رو کھڑا ہو ایک گروہ مجاہدین میں سے امام کے ساتھ رہے اور ایک گروہ

قِبَلَ الْعَدُوِّ وَجُوْهُهُمْ اِلَى الْعَدُوِّ وَفَيُصَلِّي بِالَّذِيْنَ مَعَهٗ رَكْعَةً ثُمَّ

دشمن کے سامنے ان کا رخ دشمن کی طرف رہے جو لوگ امام کے ساتھ ہیں انھیں ایک

يَقُوْمُوْنَ فَيَرْكَعُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً وَّيَسْجُدُوْنَ سَجْدَتَيْنِ

رکعت پڑھائے پھر کھڑے ہوں اور اپنی ایک رکعت پڑھیں اور دو سجدے کریں اپنی

فِيْ مَكَانِهِمْ ثُمَّ يَذْهَبُ هٰؤُلَاءِ اِلٰى مَقَامِ اُولٰٓئِكَ فَيَجِيْٓءُ اُولٰٓئِكَ

جگہ پھر یہ لوگ ان لوگوں کی جگہ چلے جائیں (دشمن کے سامنے) اب وہ لوگ آئیں اور امام انھیں

فَيَرْكَعُ بِهِمْ رَكْعَةً فَلَهٗ ثِنْتَانِ ثُمَّ يَرْكَعُوْنَ وَيَسْجُدُوْنَ سَجْدَتَيْنِ

ایک رکعت پڑھائے، امام کی دو رکعت ہوگئی پھر یہ لوگ ایک رکعت پڑھیں اور دو سجدے کریں۔

۶۱۰ وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ

ت اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ نَجْدٍ صَلٰوةَ الْخَوْفِ — وَاِنَّمَا

کے ساتھ غزوۂ نجد میں صلوٰۃ الخوف پڑھی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جَاءَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَّامَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں خیبر کے دنوں میں آئے تھے۔

خَيْبَرَ۔

**تشریحات** ۶۱۰ غزوۂ ذات الرقاع کا نام بھی غزوۂ نجد ہے، بنی محارب، بنی ثعلبہ نجد ہی کے باشندے تھے، امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ غزوۂ ذات الرقاع خیبر کے بعد ہوا ہے، اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں شریک تھے اور وہ خیبر میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے۔

**بَابُ** غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ مِنْ خُزَاعَةَ وَهِيَ غَزْوَةُ الْمُرَيْسِيْعِ ص ۵۹۳

غزوۂ بنی مصطلق کا بیان یہ خزاعہ کی شاخ تھی، اس کا نام غزوۂ مریسیع بھی ہے۔

۶۱۱ قَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ وَذٰلِكَ سَنَةَ سِتٍّ وَقَالَ مُوْسٰى بْنُ عُقْبَةَ سَنَةَ اَرْبَعٍ

ت امام محمد بن اسحٰق نے کہا کہ یہ غزوہ ۶ھ میں ہوا تھا اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا ۴ھ میں۔

۶۱۲ وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ كَانَ حَدِيْثُ الْاِفْكِ فِيْ

ت امام زہری سے روایت ہے کہ واقعۂ افک غزوۂ مریسیع میں رونما ہوا تھا۔

## غَزْوَةُ الْمُرَيْسِيْع

۶۱۱، ۶۱۲

**تشریحات** غزوۂ بنی مصطلق کس سنہ میں ہوا تھا اسمیں اختلاف ہے امام محمد بن اسحٰق نے کہا کہ ۶ھ میں اور امام موسیٰ بن عُقبہ اور امام واقدی نے کہا ۵ھ کے شعبان میں، یہاں امام بخاری نے جو امام موسیٰ بن عقبہ کا قول یہ نقل کیا ہے کہ یہ ۴ھ میں ہوا تھا یہ کسی کاتب کا سہو ہے، مغازی موسیٰ بن عقبہ میں ۵ھ ہے اس غزوے کی تفصیل گذر چکی ہے۔

## بَابُ حَدِيْثِ الْاِفْكِ ص ۵۹۳

حدیث افک کا بیان

اَلْاِفْكُ وَالْاَفَكُ بِمَنْزِلَةِ النَّجَسِ وَالنَّجَسِ يُقَالُ اَفَكَهُمْ وَاَفَكَهُمْ وَاَفَكَهُمْ۔

امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اس میں تین لغات ہیں ہمزہ کو کسرہ اور فا ساکن اِفْكٌ۔ ہمزہ کو فتحہ فا ساکن اَفْكٌ۔ ہمزہ کو بھی فتحہ اور فا کو بھی فتحہ اَفَكٌ۔ اس کے معنی بہتان باندھنے اور الزام تراشنے کے ہیں اِفْكٌ اور اس کی پوری تشریح اور اس پر پوری بحث گذر چکی ہے۔

۲۱۲۲ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

**حدیث** ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پڑھتی تھیں اِذْ تَلِقُوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ

كَانَتْ تَقْرَاُ اِذْ تَلِقُوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُ اَلْوَلْقُ الْكَذِبُ قَالَ

اور فرماتی تھیں اَلْوَلْقُ کے معنی جھوٹ بولنا ہے ۔ ابن ابی ملیکہ نے کہا اس کو وہ

ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ وَكَانَتْ اَعْلَمَ مِنْ غَيْرِهَا بِذٰلِكَ لِاَنَّهٗ نَزَلَ فِيْهَا۔

دوسروں کی بنسبت زیادہ جانتی تھیں اس لئے کہ وہ ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

**تشریحات** ۲۱۲۲ سورۂ نور میں فرمایا گیا اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ مگر ام المؤمنین اسے تَلِقُوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ پڑھتی تھیں فرماتی تھیں اس کا مادہ وَلَقٌ ہے جس کے معنی جھوٹ بولنے کے ہیں۔ اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم اپنی زبانوں سے جھوٹ بول رہے تھے۔

۲۱۲۳ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ

**حدیث** مسروق سے روایت ہے کہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَعِنْدَهَا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ يُنْشِدُهَا

میں حاضر ہوا وہاں حسان بن ثابت بیٹھے ہوئے انھیں شعر سنا رہے تھے جس میں ان کا تذکرہ

شِعْرًا يُشَبِّبُ بِأَبْيَاتٍ لَّهُ وَقَالَ — حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ

تھا۔ حضرت حسان نے کہا — پاکدامن باوقار جن کی شان میں کسی

بِرِيبَةٍ — وَتُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ فَقَالَتْ لَهُ

برائی کی گنجائش نہیں۔ اور یہ کبھی کسی کی غیبت نہیں فرماتیں۔ تو فرمایا لیکن

عَائِشَةُ لٰكِنَّكَ لَسْتَ كَذٰلِكَ قَالَ مَسْرُوقٌ فَقُلْتُ لَهَا لِمَ تَأْذَنُ

تم ایسے نہیں۔ مسروق نے کہا میں نے عرض کیا ان کو اپنے پاس حاضری

لَهُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيْكِ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهُ

کی اجازت کیوں دیتی ہیں حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور وہ جس نے اس میں

مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ قَالَتْ وَأَيُّ عَذَابٍ أَشَدُّ مِنَ الْعَمٰى

سب سے زیادہ حصہ لیا اس کے لئے بھاری عذاب ہے۔ ام المؤمنین نے فرمایا — کہ

فَقَالَتْ لَهُ إِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ أَوْ يُهَاجِي عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى

نابینائی سے بڑھ کر اور کیا سخت عذاب ہے اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ع

سے مدافعت کرتے تھے۔ اور مشرکین کی ہجو کرتے تھے۔

## بَابُ غَزْوَةِ الْحُدَيْبِيَةِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ص ۵۹۷

غزوۂ حدیبیہ کا بیان اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیشک اللہ مومنین سے راضی ہوا جب وہ تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

۶ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابۂ کرام کے ساتھ شوال المکرم کے اخیر میں عمرہ کرنے کے ارادے سے مکہ معظمہ چلے۔ جب حضور حدیبیہ پر پہونچے جو مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلے پر ہے تو قریش نے روک دیا یہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ ذوقعدہ میں دوشنبہ کے دن صحابۂ کرام سے ایک ببول کے درخت کے نیچے اخیر دم تک ساتھ دینے کی بیعت لی تھی جس کا نام بیعت رضوان ہے جس کی پوری تفصیل گذر چکی ہے۔ اس باب کے ضمن میں امام بخاری نے جو احادیث ذکر کی ہیں ان میں سے اکثر گذر چکی ہیں۔ چند حدیثیں جو گذری نہیں ہیں انھیں ہم ذکر کر رہے ہیں۔

---

ع ثانی تفسیر سورۂ نور باب قولہ یعظکم اللہ۔ باب قولہ یبین اللہ لکم الآیات ص ۶۹۹

۲۱۲۴ عَنْ قَيْسٍ اَنَّهٗ سَمِعَ مِرْدَاسَ الْاَسْلَمِيَّ يَقُوْلُ وَكَانَ مِنْ
حدیث مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا اور یہ اصحاب شجرہ سے تھے نیک لوگ
اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ يُقْبَضُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ وَتَبْقٰى حُفَالَةٌ
اٹھالئے جائیں گے سب سے افضل پہلے پھر اس کے بعد اور ردی لوگ رہ جائیں گے جیسے جَو اور
كَحُفَالَةِ التَّمْرِ وَالشَّعِيْرِ لَا يَعْبَاُ اللّٰهُ بِهِمْ شَيْئًا۔ عہ
کھجور کے ردی دانے رہ جاتے ہیں۔ جن کی اللہ کے نزدیک کوئی وقعت نہ ہوگی۔

۲۱۲۵ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ
حدیث اسلم نے کہا میں عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بازار گیا ان کے سامنے
الْخَطَّابِ اِلَى السُّوْقِ فَلَحِقَتْ عُمَرَ امْرَاَةٌ شَابَّةٌ فَقَالَتْ يَا اَمِيْرَ
ایک جوان عورت آئی اس نے کہا امیر المومنین میرا شوہر فوت ہوگیا اور چھوٹی چھوٹی بچیاں
الْمُؤْمِنِيْنَ هَلَكَ زَوْجِيْ وَتَرَكَ صِبْيَةً صِغَارًا وَاللّٰهِ مَا يُنْضِجُوْنَ
چھوڑا بخدا نہ تو وہ جانوروں کا پایہ بھونتے ہیں اور نہ ان کے لئے کھیت ہے اور نہ
قُرَاعًا وَلَا لَهُمْ زَرْعٌ وَلَا ضَرْعٌ وَخَشِيْتُ اَنْ تَاْكُلَهُمُ الضَّبُعُ وَاَنَا
دودھ والے جانور۔ مجھے اندیشہ ہے کہ انھیں بجو کھا جائے اور میں خفاف بن ایما ء
بِنْتُ خُفَافِ بْنِ اِيْمَاءَ الْغِفَارِيِّ وَقَدْ شَهِدَ اَبِيْ الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ النَّبِيِّ
غفاری کی بیٹی ہوں میرے والد حدیبیہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَفَ مَعَهَا عُمَرُ وَلَمْ يَمْضِ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا
تھے۔ حضرت عمر اس کے پاس کھڑے ہوگئے اور آگے نہیں بڑھے پھر فرمایا
بِنَسَبٍ قَرِيْبٍ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلٰى بَعِيْرٍ ظَهِيْرٍ كَانَ مَرْبُوْطًا فِي الدَّارِ
خوش آمدید قریبی نسب والی کو پھر ایک تندرست اونٹ کے پاس تشریف لے گئے جو گھر میں بندھا ہوا
فَحَمَلَ عَلَيْهِ غَرَارَتَيْنِ مَلَاَهُمَا طَعَامًا وَحَمَلَ بَيْنَهُمَا نَفَقَةً وَثِيَابًا
تھا غلہ سے بھری ہوئی دو بوریاں اس پر لادیں اور بوریوں کے درمیان کچھ نقد اور کپڑا رکھا پھر اس کی
ثُمَّ نَاوَلَهَا بِخِطَامِهٖ ثُمَّ قَالَ اقْتَادِيْهِ فَلَنْ يَفْنٰى حَتّٰى يَاْتِيَكُمُ اللّٰهُ
نکیل اس عورت کو تھمادی اور فرمایا اسے لیجا ان کے ختم ہونے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ تمہارے پاس خیر لائیگا ایک صاحب

عہ ثانی رقاق باب ذھاب الصالحین ص۹۹۲

بِخَيْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَكْثَرْتَ لَهَا قَالَ عُمَرُ ثَكِلَتْكَ

نے کہا اے امیر المؤمنین آپ نے اس کو بہت دیدیا۔ تو حضرت عمر نے فرمایا تیری ماں تجھے

أُمُّكَ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرَى أَبَاهُ وَأَخَاهُ قَدْ حَاصَرَا حِصْنًا زَمَانًا

روئے۔ بخدا میں اس کے باپ اور بھائی کو جانتا ہوں کہ دونوں نے ایک قلعہ کا ایک زمانہ تک محاصرہ کیا

فَافْتَتَحَاهُ ثُمَّ أَصْبَحْنَا نَسْتَفِيءُ سُهْمَانَهُمَا فِيهِ ــــــ

پھر اسے فتح کیا اب ہم اس میں ان دونوں کے جو حصے تھے لے رہے ہیں۔

۲۱۲۶ عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ انْطَلَقْتُ حَاجًّا فَمَرَرْتُ

ترجمہ حدیث طارق بن عبد الرحمٰن نے کہا میں حج کے ارادے سے چلا میں ایک قوم کے پاس

بِقَوْمٍ يُصَلُّونَ قُلْتُ مَا هٰذَا الْمَسْجِدُ قَالُوا هٰذِهِ الشَّجَرَةُ حَيْثُ

سے گذرا جو نماز پڑھ رہی تھی میں نے پوچھا یہ کون سی مسجد ہے لوگوں نے کہا یہی وہ درخت

بَايَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ فَأَتَيْتُ

ہے جہاں بیعت رضوان ہوئی تھی

سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ سَعِيدٌ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ كَانَ

۔ اس کے بعد میں سعید بن مسیب کے پاس آیا اور میں نے ان کو بتایا تو انھوں نے

فِيمَنْ بَايَعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ قَالَ

کہا میرے والد نے مجھ سے حدیث بیان کی اور وہ ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے درخت کے نیچے

فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ نَسِينَاهَا فَلَمْ نَقْدِرْ عَلَيْهَا فَقَالَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت لی تھی۔ انھوں نے بتایا جب ہم آئندہ سال وہاں پہونچے تو ہم اس

سَعِيدٌ إِنَّ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَعْلَمُوهَا وَ

درخت کو بھول گئے اور اس کو متعین نہیں کر سکے۔ سعید نے کہا صحابہ کرام اسے نہیں جانتے اور

عَلِمْتُمُوهَا أَنْتُمْ فَأَنْتُمْ أَعْلَمُ۔

تم لوگوں نے اسے جان لیا۔ تو تم لوگ زیادہ جاننے والے ہو۔

تشریحات ۲۱۲۶ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جہاں کسی بزرگ نے قیام کیا ہو یا وہاں کوئی خاص اہم دینی بات ہوئی ہو۔ وہاں تبرکاً نماز پڑھنا۔ تابعین کے زمانے سے رائج ہے اس سے

ثابت ہوا کہ بزرگان دین کے چلّے اور ان کی قیام گاہ کی زیارت کرنا جائز ہے۔ ۱۲ اسلاف کا طریقہ ہے۔
حضرت سعید بن مسیب نے وہاں نماز پڑھنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا ان کا فرمانا یہ تھا کہ صحابہ کرام کو بعینہٖ وہ درخت یاد نہیں رہا۔ تم کو کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ وہی درخت ہے یا یہیں وہ درخت تھا ـــــ مطلب یہ تھا کہ تم لوگ اس درخت کے پاس نماز نہیں پڑھتے اپنے جی سے ایک درخت کو متعین کر لیا ہے کہ یہ وہی درخت ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ جب صحابہ کرام کو معلوم نہیں تھا کہ یہ کونسا درخت ہے تو تمہیں کیسے معلوم ہو گیا۔

۲۱۲۷ حدیث

حَدَّثَنَا اِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ وَكَانَ
ایاس بن سلمہ بن اکوع نے کہا مجھ سے میرے باپ نے حدیث بیان کی اور وہ
مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اصحاب شجرہ میں سے تھے انھوں نے کہا ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھتے پھر
الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ وَلَيْسَ لِلْحِيْطَانِ ظِلٌّ يُسْتَظَلُّ فِيْهِ ؏
پلٹتے تو دیواروں کے لئے سایہ نہ ہوتا جسمیں سایہ حاصل کیا جاتا۔

۲۱۲۷ تشریحات

مواقیت الصلوٰۃ میں ہم یہ بتا آئے کہ گرمیوں میں کچھ دن ایسے آتے ہیں کہ حرمین طیبین میں سایہ اصلی زوال کے وقت بالکل نہیں ہوتا۔ پھر حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطلقاً سایہ کی نفی نہیں فرماتے۔ فرماتے ہیں کہ اتنا سایہ نہیں ہوتا کہ ہم اس سایہ میں بیٹھ سکیں یا کھڑے ہو سکیں۔

۲۱۲۸ حدیث

عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَقِيْتُ الْبَرَاءَ بْنَ
مسیب نے کہا کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی تو میں
عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقُلْتُ طُوْبٰى لَكَ صَحِبْتَ رَسُوْلَ
نے کہا آپ کو بشارت ہو آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی اور آپ نے
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَايَعْتَهٗ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَقَالَ يَا ابْنَ
بیعت رضوان کی تو انھوں نے فرمایا اے بھتیجے تم نہیں جانتے کہ حضور کے بعد ہم نے کیا کیا۔
اَخِيْ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثْنَا بَعْدَهٗ ؏۔

؏ مسلم۔ ابوداؤد نسائی ابن ماجہ صلوٰۃ

۲۱۲۹ عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ اَنَّ ثَابِتَ بْنَ ضَحَّاکٍ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ بَایَعَ

حدیث ابو قلابہ سے روایت ہے کہ ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ ۔

خبر دی کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت رضوان کی تھی ۔

۲۱۳۲ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حدیث قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا قَالَ اَلْحُدَیْبِیَۃُ قَالَ اَصْحَابُہٗ ھَنِیْئًا مَّرِیْئًا

انھوں نے کہا انا فتحنا لک فتحا مبینا میں فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ ہے ۔ صحابہ نے حضور سے عرض

فَمَا لَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ قَالَ

کیا حضور کو مبارک ہو ہمارے لئے کیا ہے ؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری تاکہ مومن مردوں اور عورتوں کو

شُعْبَۃُ فَقَدِمْتُ الْکُوْفَۃَ فَحَدَّثْتُ بِھٰذَا کُلِّہٖ عَنْ قَتَادَۃَ ثُمَّ

جنت میں داخل فرمائے ۔ شعبہ نے کہا اس کے بعد میں کوفہ آیا اور میں نے یہ سب قتادہ سے بیان کیا اس کے بعد

رَجَعْتُ فَذَکَرْتُ لَہٗ فَقَالَ اَمَّا اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَعَنْ اَنَسٍ وَاَمَّا ھَنِیْئًا

پھر لوٹا تو میں نے قتادہ سے بیان کیا تو انھوں نے کہا کہ انا فتحنا لک فتحا مبینا کی تفسیر حضرت انس

مَّرِیْئًا فَعَنْ عِکْرِمَۃَ ۔ عہ

سے مروی ہے لیکن ھنیئا مریئا یہ عکرمہ سے ۔

۲۱۳۱ عَنْ مُجَزَّاَۃَ بْنِ زَاھِرٍ الْاَسْلَمِیِّ عَنْ اَبِیْہِ وَکَانَ مِمَّنْ شَھِدَ

حدیث زاہر اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اور یہ بیعت رضوان کے شرکاء میں سے ہیں کہ میں

الشَّجَرَۃَ قَالَ اِنِّیْ لَاُوْقِدُ تَحْتَ الْقُدُوْرِ بِلُحُوْمِ الْحُمُرِ اِذْ نَادٰی

(یوم خیبر) ہانڈیوں میں دیسی گدھوں کا گوشت پکا رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منادی نے پکارا

مُنَادِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم کو دیسی گدھوں کے کھانے سے منع فرماتے ہیں

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْھَاکُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ ۔

عہ تفسیر سورۂ فتح باب انا فتحنا لک فتحا مبینا ص۷۱۶ نسائی تفسیر

**تشریحات ۲۱۳۱** بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیسی گدھوں کے کھانے کی ممانعت حدیبیہ کے موقع پر ہوئی تھی حالانکہ ایسا نہیں اس سے ممانعت سب سے پہلے غزوۂ خیبر میں ہوئی، حضرت زاہر اسلمی نے اسی کو بیان کیا ہے راوئ حدیث نے ان کے تعارف میں یہ بڑھایا کہ بیعت رضوان کے شرکاء میں سے تھے۔

**۲۱۳۲ حدیث** وَعَنْ مُجَزَّأَةَ عَنْ رَجُلٍ مِّنْهُمْ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ اِسْمُهُ

مجزاۃ روایت کرتے ہیں صحابۂ کرام ہی میں سے ایک صاحب سے جو اصحاب

أُهْبَانُ بْنُ أَوْسٍ وَكَانَ اشْتَكَى رُكْبَتَهُ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ جَعَلَ

شجرہ سے تھے جن کا نام اہبان بن اوس تھا ان کے گھٹنے میں تکلیف تھی تو سجدے کے

تَحْتَ رُكْبَتِهِ وِسَادَةً۔

وقت اپنے گھٹنے کے نیچے تکیہ رکھ لیتے۔

**۲۱۳۳ حدیث** عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ

حضرت سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ اصحاب شجرہ سے تھے کہ

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ أُتُوا بِسَوِيقٍ فَلَاكُوهُ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کے پاس ستو لایا جاتا تو لوگ اسے پھانک کر نگل جاتے۔

**۲۱۳۴ حدیث** عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ

ابو حمزہ نے کہا کہ میں نے عائذ بن عمرو سے پوچھا اور یہ نبی صلی اللہ

تَعَالٰى عَنْهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ اور اصحاب شجرہ میں سے تھے، کیا (سونے سے)

مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ هَلْ يُنْقَضُ الْوِتْرُ؟ قَالَ إِذَا أَوْتَرْتَ مِنْ

وتر ٹوٹ جاتا ہے؟ تو انھوں نے کہا جب تو شروع رات میں وتر پڑھ لے

أَوَّلِهِ فَلَا تُوتِرْ مِنْ آخِرِهِ۔

تو اس کے آخر میں مت پڑھ۔

**تشریحات ۲۱۳۴** ایک حدیث میں فرمایا گیا اِجْعَلُوا آخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا۔ رات میں اپنی اخیر نماز وتر کو کرو اب کوئی شخص وتر پڑھ کر سو گیا پھر وہ جاگا تو دوبارہ وتر پڑھے گیا

نہیں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہی تھا کہ سونے سے پہلا وتر ختم ہوگیا اب دوبارہ پڑھے۔

۲۱۳ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ترجمہ حدیث حضرت اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسِيرُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

ایک بار رات میں سفر فرما رہے تھے اور عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی

يَسِيرُ مَعَهُ لَيْلًا فَسَأَلَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُولُ

حضور کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے، عمر بن خطاب نے حضور سے کچھ پوچھا، رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا پھر پوچھا پھر جواب

يُجِبْهُ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا عُمَرُ نَزَرْتَ رَسُولَ

نہیں دیا پھر پوچھا پھر کوئی جواب نہیں دیا۔ عمر بن خطاب نے اپنے آپ سے کہا اے عمر!

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ كُلُّ ذٰلِكَ لَا يُجِيبُكَ

تمہیں تمہاری ماں روئے تونے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تین بار ایک

قَالَ عُمَرُ فَحَرَّكْتُ بَعِيرِي ثُمَّ تَقَدَّمْتُ أَمَامَ الْمُسْلِمِينَ وَخَشِيتُ

بات پوچھی اور حضور نے ایک بار بھی جواب نہیں دیا۔ حضرت عمر نے کہا میں نے اپنے اونٹ کو تیز ہانکا۔

أَنْ يُنْزَلَ فِيَّ قُرْآنٌ فَمَا نَشِبْتُ أَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَصْرُخُ بِي

اور مسلمانوں کے آگے بڑھ گیا اور میں ڈرا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن نہ اترے، تھوڑی ہی دیر کے بعد

قَالَ فَقُلْتُ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ قَدْ نَزَلَ فِيَّ قُرْآنٌ وَجِئْتُ

میں نے سنا کہ ایک پکارنے والا مجھے پکار رہا ہے میں ڈرا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن نہ اتر چکا ہو

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَقَدْ أُنْزِلَتْ

اور میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور کو سلام کیا تو فرمایا

عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُورَةٌ لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ ثُمَّ

کہ آج رات مجھ پر ایک سورۃ نازل کی گئی ہے جو مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ پیاری ہے جس پر

قرأ "انا فتحنا لك فتحا مبينا" عه

سورج نے طلوع کیا پھر تلاوت فرمایا "انا فتحنا لك فتحا مبينا"

۲۱۳۶ حدیث عن المسور بن مخرمة ومروان بن الحكم يزيد احدهما

حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے روایت ہے ان میں سے

على صاحبه قالا خرج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عام

ایک نے دوسرے کی روایت پر کچھ زیادہ کیا ہے ان دونوں نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

الحديبية في بضع عشرة مائة من اصحابه فلما اتى ذا الحليفة

حدیبیہ کے سال ایک ہزار سے کچھ زیادہ اصحاب کے ساتھ مدینے سے عمرے کی نیت سے

قلد الهدى واشعره واحرم منها بعمرة وبعث عينا له من

جب ذوالحلیفہ پہنچے تو قربانی کے جانوروں کو قلادہ پہنایا اور اشعار کیا اور وہاں سے عمرے کا احرام

خزاعة وسار النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حتى اذا كان

باندھا اور خزاعہ کے کچھ افراد کو جاسوس بنا کر بھیجا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں سے چلے

بغدير الاشطاط اتاه عينه قال ان قريشا جمعوا لك جموعا

جب غدیر الاشطاط پر پہونچے تو جاسوس خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے بتایا کہ قریش نے

وقد جمعوا لك الاحابيش الاشطاط وهم مقاتلوك وصادوك

آپ کے مقابلے کے لئے لشکر جمع کر لیا ہے اور احابیش الاشطاط کو جمع کر لیا ہے وہ آپ سے لڑنے

عن البيت وما نعوك فقال اشيروا ايها الناس على ترون

کا ارادہ رکھتے ہیں اور آپ کو بیت اللہ جانے سے روکنے کا، حضور نے فرمایا اے لوگو! مجھے مشورہ

ان اميل الى عيالهم وذراريهم هؤلاء الذين يريدون ان

دو۔ کیا تم لوگ مناسب جانتے ہو کہ جو لوگ ہم کو بیت اللہ سے روکنا چاہتے ہیں ان کے اہل وعیال پر

يصدونا عن البيت فان يأتونا كان الله قد قطع عينا من

ہم جا پڑیں پس اگر وہ لوگ ہمارے مقابلے پر آئیں تو اللہ ہمارا مددگار ہے جس نے ہمارے جاسوس

المشركين وان لا تركناهم محروبين قال ابو بكر يا رسول الله

کو مشرکین سے محفوظ رکھا ورنہ ہم ان کو ایسا چھوڑیں گے گویا لڑائی سے بھاگے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے

عه تفسیر سورۂ فتح باب انا فتحنا لك فتحا مبينا ص۷۱۶۔ فضائل قرآن باب فضل سورۃ الفتح ص۷۴۹

خَرَجْتَ عَامِدًا لِهٰذَا الْبَيْتِ لَا تُرِيْدُ قَتْلَ اَحَدٍ وَلَا حَرْبَ اَحَدٍ

عرض کیا یا رسول اللہ! آپ بیت اللہ کے ارادے سے نکلے ہیں کسی کے قتل یا کسی سے لڑنے کا ارادہ نہیں رکھتے حضور

فَتَوَجَّهْ لَهٗ فَمَنْ صَدَّنَا عَنْهُ قَاتَلْنَاهُ قَالَ امْضُوْا عَلٰى اسْمِ اللّٰهِ۔

بیت اللہ کی طرف چلیں جو ہم کو بیت اللہ سے روکے گا اس سے ہم لڑیں گے حضور نے ارشاد فرمایا اللہ کے نام پر آگے بڑھو

**تشریحات** ۲۱۳۶ احابیش۔ حبیشؒ کی جمع ہے جس کے معنیٰ جماعت کے ہے، مراد متفرق قبائل کے لوگ، مکہ معظمہ کے آس پاس کے کچھ قبائل نے ایک پہاڑ کے پاس جس کا نام حبیش ہے قریش کے ساتھ عقد محالفہ کیا تھا ان کو احابیش کہا جاتا ہے۔ قریش نے یہ سن کر کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرے کے ارادے سے مکہ معظمہ آرہے ہیں اپنے حلیف تمام قبائل کو اکٹھا کر لیا تھا۔ غدیر الاشطاط عسفان کے آگے حدیبیہ کے اطراف میں ایک تالاب کا نام ہے۔

۲۱۳۷ عَنْ نَافِعٍ قَالَ اِنَّ النَّاسَ يَتَحَدَّثُوْنَ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَسْلَمَ

**حدیث** نافع نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ ابن عمر، عمر سے پہلے اسلام لائے حالانکہ ایسا نہیں

قَبْلَ عُمَرَ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ وَلٰكِنَّ عُمَرَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ اَرْسَلَ عَبْدَ اللّٰهِ

ہاں حدیبیہ کے دن حضرت عمر نے عبداللہ کو بھیجا کہ ان کا ایک گھوڑا ایک انصاری کے پاس

اِلٰى فَرَسٍ لَهٗ عِنْدَ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَاْتِيْ بِهٖ لِيُقَاتِلَ عَلَيْهِ وَرَسُوْلُ

ہے اسے لاؤ تاکہ اس پر سوار ہو کر جنگ کریں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درخت

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَايِعُ عِنْدَ الشَّجَرَةِ وَعُمَرُ لَا يَدْرِيْ

کے نیچے بیعت لے رہے تھے اور حضرت عمر کو خبر نہیں تھی عبداللہ نے بیعت کر لی

بِذٰلِكَ فَبَايَعَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ ثُمَّ ذَهَبَ اِلَى الْفَرَسِ فَجَاءَ بِهٖ اِلٰى عُمَرَ وَعُمَرُ

پھر گئے اور گھوڑا لے کر حضرت عمر کے پاس آئے اور حضرت عمر لڑائی کے لئے ہتھیار پہن رہے تھے۔

يَسْتَلْئِمُ لِلْقِتَالِ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَايِعُ

عبداللہ نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درخت کے نیچے بیعت لے رہے ہیں تو حضرت عمر اعبداللہ

تَحْتَ الشَّجَرَةِ قَالَ فَانْطَلَقَ فَذَهَبَ مَعَهٗ حَتّٰى بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

کے ساتھ گئے اور بیعت کی۔ یہی بات ہے جس کو لوگ یوں بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر حضرت عمر سے پہلے مسلمان ہوئے۔

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ الَّتِيْ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ

**تشریحات** ۲۱۳۷ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ قریش کے پاس بھیجا تھا کہ وہ قریش کو سمجھائیں کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں ہم صرف عمرہ کرنا چاہتے ہیں ان کے آنے میں تاخیر ہوئی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہی اس وقفہ میں متفرق درختوں کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے اسی اثناء میں یہ خبر اڑ گئی کہ قریش نے حضرت عثمان کو شہید کر دیا ہے، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے بیعت لینی شروع کی اسی اثناء میں حضرت عمر نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو اپنا گھوڑا لینے کے لئے بھیجا، انھوں نے دیکھا کہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گھیرے ہوئے ہیں اور بیعت کر لی واپس آکر اپنے والد کے ساتھ حاضر ہوئے اور حضرت عمر کے بیعت کرنے کے بعد پھر دوبارہ بیعت کی۔ یہ حدیث پہلے گذر چکی ہے، مگر یہاں قدرے تفصیل کے ساتھ ہے اس لئے ہم نے اس کو لکھا

## بَابُ قِصَّةِ عُكْلٍ وَعُرَيْنَةَ ص ۶۰۲

عکل اور عرینہ کا قصہ۔

عکل و عرینہ کا پورا قصہ کتاب الطہارۃ میں گذر چکا ہے۔

۲۱۳۸ **حدیث** حَدَّثَنِي أَبُو رَجَاءٍ مَوْلَى أَبِي قِلَابَةَ كَانَ مَعَهُ بِالشَّامِ

ابو رجاء ابو قلابہ کے آزاد کردہ غلام نے حدیث بیان کی اور یہ ان

أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ اسْتَشَارَ النَّاسَ يَوْمًا قَالَ مَا تَقُولُونَ

کے ساتھ شام میں تھے کہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک دن لوگوں سے مشورہ کیا فرمایا تم لوگ اس قسامت

فِي هَذِهِ الْقَسَامَةِ فَقَالُوا حَقٌّ قَضَى بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا حق ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَضَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ قَبْلَكَ قَالَ وَأَبُو قِلَابَةَ

فیصلہ فرمایا اور آپ سے پہلے خلفاء نے فیصلہ فرمایا اور ابو قلابہ عمر بن عبدالعزیز کے تخت

خَلْفَ سَرِيرِهِ فَقَالَ عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ فَأَيْنَ حَدِيثُ أَنَسٍ فِي

کے پیچھے تھے، عنبسہ بن سعید نے کہا پھر کہاں ہے حضرت انس کی حدیث عرنیین کے بارے

الْعُرَنِيِّينَ قَالَ أَبُو قِلَابَةَ إِيَّايَ حَدَّثَهُ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ

میں؟ ابو قلابہ نے کہا یہ حدیث حضرت انس بن مالک نے مجھ سے بیان فرمائی ہے۔

عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ مِنْ عُرَيْنَةَ وَقَالَ أَبُو قِلَابَةَ

بطریق عبدالعزیز بن صہیب بن عرینہ ہے (عکل نہیں ہے) اور بطریق ابو قلابہ من

عَنْ اَنَسٍ مِنْ عُكْلٍ ذَكَرَ الْقِصَّةَ۔

عُکل ہے (عرینہ نہیں)

**تشریحات** قسامۃ کی پوری تفصیل گذر چکی۔ عَنْبَسَہ بن سعید کے کہنے کا مطلب یہ تھا عرنیین ۲۱۳۸ کے قصہ میں یہ ہے کہ ان ظالموں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چرواہے کو شہید کیا تھا اور یہ معلوم نہیں تھا کہ بعینہٖ کس نے شہید کیا ہے اور نہ یہ معلوم تھا کہ سب نے مل کر شہید کیا ہے تو یہاں واقعے کی صورت یہ تھی کہ قسامۃ کے اصول کے مطابق فیصلہ کیا جاتا مگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سب سے قصاص لیا۔

جواب یہ ہے کہ اس وقت تک قسامۃ مشروع نہیں ہوئی تھی نیز ان ظالموں نے ڈاکہ ڈالا تھا اس کی سزا میں ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اور بقیہ سزائیں سیاسۃً دی گئیں۔

## بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ الْقَرَدِ ص ۶۰۳

غزوۂ ذات القرد کا بیان

وَهِيَ الْغَزْوَةُ الَّتِي اَغَارُوْا عَلٰى لِقَاحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ خَيْبَرَ بِثَلَاثٍ

یہ وہ غزوہ ہے جس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں پر ڈاکہ ڈالا تھا غزوۂ خیبر سے تین دن پہلے۔

**قَرَد** ۔ مدینے سے ایک دو دن کے فاصلے پر بلاد غطفان کے قریب ایک بستی کا نام ہے یہ غزوہ ۶ھ میں ہوا تھا حدیبیہ سے پہلے تھا یا حدیبیہ کے بعد۔ حلبی نے اپنی سیرت میں کہا کہ یہ حدیبیہ سے پہلے ہوا تھا لیکن امام بخاری، امام مسلم کی رائے یہ ہے کہ حدیبیہ کے بعد خیبر سے تین دن پہلے ہوا تھا اور یہی راجح ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ عیینہ بن حصین فزاری نے تین بار ڈاکہ ڈالا تھا اخیر میں یہ واقعہ پیش آیا اس کی پوری تفصیل کتاب الجہاد میں گذر چکی ہے۔

## بَابُ غَزْوَةِ خَيْبَرَ ص ۶۰۳

غزوۂ خیبر کا بیان

**خیبر** ۔ مدینہ طیبہ سے آٹھ منزل دور شام کی طرف واقع تھا یہ یہودیوں کی بستی تھی بہت زرخیز علاقہ تھا یہاں متعدد قلعے تھے یہود مدینہ جلاوطن ہو کر یہیں آباد ہو گئے تھے وہاں سے ہمیشہ ریشہ دوانیاں کیا کرتے تھے اس لئے ان کا قلع قمع کرنا ضروری تھا اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر حملہ کیا اور بالآخر اس کو فتح فرمایا۔ غزوۂ خیبر کی بہت سی تفصیلات گذر چکی ہیں۔

۲۱۳۹ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ

**حدیث** حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی خَیْبَرَ

کے ساتھ ہم لوگ خیبر کی طرف چلے ہم رات کو چلے - قوم میں

فَسِرْنَا لَیْلًا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لِعَامِرٍ یَا عَامِرُ اَلَا تُسْمِعُنَا مِنْ

سے ایک شخص نے عامر سے کہا - اے عامر ہمیں اپنے کچھ اشعار کیوں

ھُنَیْھَاتِکَ وَکَانَ عَامِرٌ رَجُلًا شَاعِرًا فَنَزَلَ یَحْدُوْ بِالْقَوْمِ یَقُوْلُ -

نہیں سناتے اور عامر شاعر تھے وہ اتر کر قوم کو حدی سنانے لگے، کہنے لگے -

اَللّٰھُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اھْتَدَیْنَا — وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا

اے اللہ - حضور! اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ہدایت نہ پاتے - اور نہ صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے -

فَاغْفِرْ فِدَاءً لَّکَ مَا اَبْقَیْنَا — وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَیْنَا

ہمیں بخش دیجئے ہم آپ پر فدا ہوں جب تک جئیں - اور ہمارے قدم ثابت رکھئے اگر ہم دشمن سے لڑیں -

وَاَلْقِیَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا — اِنَّا اِذَا صِیْحَ بِنَا اَبَیْنَا

ہم پر سکینہ نازل فرمائیے - ہم کو جب باطل کی طرف بلایا جاتا ہے تو ہم انکار کر دیتے ہیں -

وَبِالصِّیَاحِ عَوَّلُوْا عَلَیْنَا —

اور صبح کے دشمنوں نے ہمارے خلاف اپنے حامیوں کو بلایا ہے -

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ ھٰذَا السَّائِقُ

اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا یہ ہانکنے والا کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا عامر بن

قَالُوْا عَامِرُ بْنُ الْاَکْوَعِ قَالَ یَرْحَمُہُ اللّٰہُ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ

اکوع فرمایا - اللہ اس پر رحم کرے - ایک صاحب (حضرت عمر) نے عرض کیا

وَجَبَتْ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ لَوْلَا اَمْتَعْتَنَا بِہٖ فَاَتَیْنَا خَیْبَرَ فَحَاصَرْنَاھُمْ حَتّٰی

اس پر شہادت واجب ہو گئی اے اللہ کے نبی کیوں نہیں ان کو زندہ رکھا کہ ہم ان سے

اَصَابَتْنَا مَخْمَصَۃٌ شَدِیْدَۃٌ ثُمَّ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی فَتَحَھَا عَلَیْھِمْ فَلَمَّا

فائدہ حاصل کرتے - حضرت سلمہ کہتے ہیں کہ ہم خیبر پہونچے اور ہم نے ان کا

اَمْسَی النَّاسُ مَسَاءَ الْیَوْمِ الَّذِیْ فُتِحَتْ عَلَیْھِمْ اَوْقَدُوْا نِیْرَانًا

محاصرہ کیا یہاں تک کہ ہم کو سخت بھوک پہنچی پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر خیبر کو فتح فرمایا جس دن

كَثِيرَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذِهِ النِّيرَانُ عَلٰى

خیبر فتح ہوا اس کی شام کو لوگوں نے بہت زیادہ آگ جلائی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَيِّ شَيْءٍ تُوقِدُونَ قَالُوا عَلٰى لَحْمٍ قَالَ عَلٰى اَيِّ لَحْمٍ قَالُوا لَحْمِ

نے پوچھا یہ آگ کیسی؟ کس چیز پر لوگ جلا رہے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا گوشت پر

حُمُرِ الْاِنْسِيَّةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْرِيقُوهَا وَاكْسِرُوهَا

دریافت فرمایا کس چیز کے گوشت پر؟ فرمایا دیسی گدھوں کے گوشت پر۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ

فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَوْ نُهَرِيقُهَا وَنَغْسِلُهَا قَالَ اَوْ ذَاكَ فَلَمَّا

علیہ وسلم نے فرمایا اسے گرادو اور ہانڈیوں کو توڑ دو تو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ!

تَصَافَّ الْقَوْمُ كَانَ سَيْفُ عَامِرٍ قَصِيرًا فَتَنَاوَلَ بِهِ سَاقَ يَهُودِيٍّ

اسے بہادیں اور دھولیں فرمایا یہی سہی۔ جب قوم نے صف بندی کی عامر کی تلوار چھوٹی تھی تو

لِيَضْرِبَهُ فَيَرْجِعُ ذُبَابُ سَيْفِهِ فَاَصَابَ عَيْنَ رُكْبَةِ عَامِرٍ فَمَاتَ

انھوں نے ایک یہودی کی پنڈلی کا نشانہ لگاکر مارا۔ تلوار کا پھل لوٹ آیا اور عامر کے گھٹنے

مِنْهُ قَالَ فَلَمَّا قَفَلُوا قَالَ سَلَمَةُ رَاٰنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کو لگا جس کے صدمے سے وہ فوت ہوگئے۔ حضرت سلمہ نے کہا جب لوگ خیبر سے لوٹے تو مجھے

فَهُوَ اٰخِذٌ بِيَدِي قَالَ مَا لَكَ؟ قُلْتُ لَهُ فِدَاكَ اَبِي وَاُمِّي زَعَمُوا اَنَّ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ میں نے عرض

عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَبَ مَنْ قَالَهُ

کیا آپ پر میرے ماں باپ قربان، لوگ گمان کرتے ہیں کہ عامر کے نیک کام اکارت ہوگئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَاِنَّ لَهُ لَاَجْرَيْنِ وَجَمَعَ بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ اِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ قَلَّ

فرمایا جس نے یہ کہا اس نے غلط کہا اس کے لئے دوہرا اجر ہے اور حضور نے اپنی دو انگلیوں کے درمیان جمع

عَرَبِيٌّ مُشَابِهًا مِثْلَهُ۔

فرمایا، بیشک اس نے راہِ خدا میں مشقت اٹھایا اور جہاد کیا، کم عربی اس کے مثل ہوں گے۔

**تشریحات** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خوش آوازی کے ساتھ حمد و نعت کے اشعار پڑھنا سنت ہے
۴۱ ۲۱ حضرت عامر کی آواز بہت عمدہ تھی انھوں نے جب یہ اشعار پڑھنے شروع کئے تو ایک سماں

بندھ گیا لوگوں پر کیف و وجد طاری ہوگیا اونٹ مست ہو کر تیزی سے چلنے لگے ساتھ میں خواتین بھی تھیں اونٹوں کے تیز چلنے کی وجہ سے انھیں جھٹکے لگنے لگے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رویدک بالقواریر (شیشیوں کا خیال کرو) نیز یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ جانتے تھے کہ کون کہاں مرے گا نیز یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ موت و زیست حضور کے اختیار میں ہے حضرت عمر کی یہ عرض داشت لولا امتعتنا بہ اس پر نص ہے نیز یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لڑائیوں میں لوگوں کو ثابت قدم رکھتے ہیں اور لوگوں کے دلوں پر سکینہ نازل فرماتے ہیں۔ حضرت عامر کے اشعار کے شروع میں اَللّٰھُمَّ برکت کے لئے ہے اور لَوْلَا اَنْتَ سے خطاب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس پر قطعی ظاہر قرینہ یہ ہے کہ عرض کیا فداء لک۔ فداء کے معنی ہوتے ہیں کہ اپنی جان یا مال دے کر کسی کی جان بچائی جائے اور یہ اللہ عزوجل کی جناب میں محال ہے اس لئے یہ اللہ سے خطاب ہو ہی نہیں سکتا ان سب باتوں کو علامہ احمد خطیب قسطلانی نے شرح بخاری میں بیان فرمایا ہے اس پر سہارنپوری صاحب کا حاشیہ بخاری میں یہ جھک مارنا کہ فداء سے محبت اور تعظیم مراد ہے خروج عن الظاہر اور تاسف ہے نصوص اپنے ظاہر ہی پر محمول ہوں گے جب تک کہ ظاہر سے صارف کے لئے کوئی قرینہ شرعیہ نہ ہو اور یہاں کوئی قرینہ نہیں بلکہ اس کے ظاہر پر محمول ہونے کے لئے کثیر احادیث مؤید ہیں تفصیل کے لئے مجدد اعظم اعلیٰحضرت قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ الامن والعلیٰ کا مطالعہ کریں۔

یہاں بخاری میں اخیر حدیث میں مشابھا مثلہٗ ہے اور دوسرے نسخوں میں مشیٰ بھا مثلہٗ ہے یعنی عامر بن اکوع ابھی صفات کے ساتھ متصف تھے۔ ان صفات کے ساتھ متصف کم ہی کوئی عربی زمین پر چلا ہوگا۔ حاصل دونوں نسخوں کا ایک ہے۔

۲۱۴۰ عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ صُهَیْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ

**حدیث** حضرت انس کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صفیہ کو قید

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقُوْلُ سَبَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَفِیَّةَ

کیا پھر انھیں آزاد کیا پھر ان سے شادی کر لی۔ ثابت نے حضرت انس

فَاَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَقَالَ ثَابِتٌ لِاَنَسٍ مَا اَصْدَقَهَا قَالَ اَصْدَقَهَا نَفْسَهَا

سے پوچھا ان کو مہر کیا دیا۔ فرمایا خود ان کی ذات۔ کہ ان کو آزاد کیا۔

فَاَعْتَقَهَا۔

**تشریحات** ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پورا واقعہ گذر چکا ہے، یہ حدیث بخاری

میں دس بارہ طرق سے مروی ہے ان سب طرق کا احاطہ اوران میں تطبیق وتوجیہ گذر چکی ہے۔

۲۱۴۱ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ رَأَيْتُ أَثَرَ ضَرْبَةٍ فِي سَاقِ

حل لغات یزید بن ابو عبید نے کہا میں نے حضرت سلمہ کی پنڈلی میں زخم کا نشان دیکھا تو پوچھا۔

سَلَمَةَ فَقَالَ يَا أَبَا مُسْلِمٍ مَا هَذِهِ الضَّرْبَةُ قَالَ هَذِهِ ضَرْبَةٌ أَصَابَتْهَا

اے ابو مسلم! یہ کیا نشان ہے؟ انھوں نے بتایا یہ زخم ان کو خیبر کے دن لگا تھا جس پر لوگوں نے

يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّاسُ أُصِيبَ سَلَمَةُ فَأَتَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

کہا سلمہ زخمی ہوگئے تو میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور نے

وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِيهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ۔

اس پر تین بار دم فرمایا (وہ فوراً ٹھیک ہوگیا) ایسا کہ اس میں اس وقت تک کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

تشریحات ۲۱۴۱ یہ حدیث بھی امام بخاری کے ثلاثیات میں سے ہے جو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے تلمیذ مکی بن ابراہیم کے واسطہ سے انکو ملی ہے

۲۱۴۲ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الرَّبِيعِ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ قَالَ نَظَرَ أَنَسٌ إِلَى

حل لغات ابو عمران نے کہا کہ حضرت انس نے جمعہ کے دن لوگوں پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ لوگ چادر اوڑھے

النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَرَأَى طَيَالِسَةً فَقَالَ كَأَنَّهُمُ السَّاعَةَ يَهُودُ خَيْبَرَ۔

ہوئے ہیں تو فرمایا یہ لوگ اس وقت ایسے لگ رہے ہیں گویا خیبر کے یہود ہیں۔

تشریحات طَيَالِسَةً۔ طیلسان کی جمع ہے یہ ایک قسم کی چادر تھی جسے خیبر کے یہود اوڑھا کرتے تھے ۲۱۴۲ مسلمانوں کو اسی قسم کی چادر اوڑھے ہوئے دیکھا تو ناپسندیدگی ظاہر کرتے ہوئے وہ فرمایا۔

۲۱۴۳ عَنْ نَافِعٍ وَسَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ

حل لغات نافع اور سالم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ أَكْلِ الثُّومِ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کے دن لہسن اور دیسی گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ لہسن کھانے سے

۔ نَهَى عَنْ أَكْلِ الثُّومِ هُوَ عَنْ نَافِعٍ وَحْدَهُ وَلُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ

منع فرمایا یہ تنہا نافع سے مروی ہے۔ اور دیسی گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا یہ صرف سالم سے مروی ہے

عَنْ سَالِمٍ۔

**تشریحات ۲۱۴۳** دیسی گدھوں کا گوشت کھانا تو حرام ہے، لیکن لہسن کا کھانا حرام نہیں، ناپسندیدہ ہے، اس لئے کہ مسلم میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انھوں نے دریافت کیا کہ کیا لہسن کھانا حرام ہے فرمایا نہیں مگر میں اس کی بو کی وجہ سے اسے ناپسند کرتا ہوں۔

**حدیث ۲۱۴۴** عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ

تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے متعہ اور دیسی گدھوں کے کھانے سے

اَكْلِ الْحُمُرِ الْاِنْسِيَّةِ ۲

منع فرمایا۔

**تشریحات ۲۱۴۴** متعہ کی پوری بحث کتاب النکاح میں آئے گی۔

**حدیث ۲۱۴۵** عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت امام محمد بن علی باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ

عَنْهُمْ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ

عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کے دن

عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ وَرَخَّصَ فِي الْخَيْلِ ۲

دیسی گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا اور گھوڑے کی اجازت دی۔

**تشریحات ۲۱۴۵** گھوڑے کی حرمت وحلت میں اختلاف ہے بہت سے اسلاف مثلاً قاضی شریح، حسن بصری، عطاء بن ابو رباح، سعید بن جبیر، حماد بن ابی سلیمان الحمش اس کو حلال جانتے ہیں اور یہی امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ایک جماعت اسے

---

۲ ثانی متعہ باب نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن النکاح المتعۃ اخیراً ص۷۶۶، کتاب الذبائح والصید باب لحوم الحمر الانسیۃ ص۸۲۹

حیل باب ص۱۰۲۹ ۔ مسلم، ترمذی نکاح، نسائی صید، ابن ماجہ نکاح۔

۲ ثانی کتاب الصید والذبائح باب لحوم الخیل ص۸۲۹ ۔ باب لحوم الحمر الانسیۃ ص۸۳۰ ۔ مسلم ذبائح ۔ ابو داؤد ۔ اطعمہ ۔ نسائی ۔ صید

حرام جانتی ہے اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلا قول یہی ہے۔ لیکن بعد میں اپنی وفات سے تین دن پہلے اس سے رجوع فرمالیا۔ ہمارے یہاں اصل میں گھوڑا حلال ہے مگر اس کے کھانے میں آلۂ جہاد کی تقلیل ہے اس لئے مکروہ ہے۔

۲۱۴۶ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَمَرَنَا النَّبِيُّ

حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہمیں نبی صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ اَنْ نُلْقِيَ لُحُوْمَ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں حکم دیا کہ دیسی گدھوں کا گوشت پھینک دیں کچا اور پکا دونوں۔

نِيْئَهَا وَنَضِيْجَهَا ثُمَّ لَمْ يَاْمُرْنَا بِاَكْلِهٖ بَعْدُ ۔ عه

پھر اس کے بعد اس کے کھانے کی ہمیں اجازت نہیں دی۔

**تشریحات** حضرت براء بن عازب کی یہ حدیث امام بخاری نے چار طریقے سے تخریج کی ہے دو طریقے ۲۱۴۶ میں حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ بھی ہیں اور دو طریقے میں تنہا یہ۔

۲۱۴۷ عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں نہیں جانتا کہ دیسی گدھوں

لَا اَدْرِيْ اَنَهٰى عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ

سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیوں منع فرمایا تو اس وجہ سے کہ وہ لوگوں

اَجْلِ اَنَّهٗ كَانَ حَمُوْلَةَ النَّاسِ فَكَرِهَ اَنْ تَذْهَبَ حَمُوْلَتُهُمْ اَوْ

کی بار برداری کا ذریعہ تھا تو ناپسند فرمایا کہ بوجھ ڈھونے والے ختم نہ ہو جائیں۔

حَرَّمَهٗ فِيْ يَوْمِ خَيْبَرَ لَحْمَ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ ۔

یا ان کے گوشت کو خیبر کے دن حرام فرمایا۔

۲۱۴۷ **تشریحات** یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنا اجتہاد تھا صحیح اور راجح یہی ہے کہ مطلقاً حرام فرمایا۔

---

عه مسلم۔ ذبائح۔ نسائی۔ صید۔ ابن ماجہ ذبائح

۲۱۴۸ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَسَمَ

**حدیث** نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ رسول اللہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ خَیْبَرَ لِلْفَرَسِ سَہْمَیْنِ وَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گھوڑے کے لئے دو حصہ دیا اور پیادے

لِلرَّاجِلِ سَہْمًا قَالَ فَسَّرَہٗ نَافِعٌ فَقَالَ اِذَا کَانَ مَعَ الرَّجُلِ فَرَسٌ فَلَہٗ

کے لئے ایک حصہ، نافع نے اس کی تفسیر یہ کی کہ جب کسی کے ساتھ گھوڑا ہوتا تو اس کو

ثَلَاثَۃُ اَسْہُمٍ فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہٗ فَرَسٌ فَلَہٗ سَہْمٌ

تین حصہ! اور اگر گھوڑا نہ ہوتا تو اسے ایک حصہ دیتے۔

**تشریحات** ہمارے یہاں سوار کو دو حصہ دیا جائے گا ایک سوار کا ایک گھوڑے کا۔ اور پیدل والے کو ایک حصہ اس کی پوری بحث کتاب الجہاد میں گذر چکی ہے۔ ۲۱۴۸

۲۱۴۹ حَدَّثَنِیْ سَالِمٌ مَوْلَی ابْنِ مُطِیْعٍ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ہم نے خیبر فتح کیا۔ اور ہمیں

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ اِفْتَتَحْنَا خَیْبَرَ فَلَمْ نَغْنَمْ ذَھَبًا وَّلَا فِضَّۃً اِنَّمَا

مال غنیمت میں سونا اور چاندی نہیں ملا ہم کو گائے اور اونٹ اور سامان اور باغ مال غنیمت میں

غَنِمْنَا الْبَقَرَ وَالْاِبِلَ وَالْمَتَاعَ وَالْحَوَائِطَ ثُمَّ انْصَرَفْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ

ملے فتح کے بعد ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ لوٹتے ہوئے وادی القریٰ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی وَادِی الْقُرٰی وَمَعَہٗ عَبْدٌ لَّہٗ یُقَالُ

میں پہونچے اور حضور کے ساتھ ایک حبشی غلام تھے جن کا نام مدعم تھا جسے بنی ضباب

لَہٗ مِدْعَمٌ اَھْدَاہُ لَہٗ اَحَدُ بَنِی الضِّبَابِ فَبَیْنَمَا ھُوَ یَحُطُّ رَحْلَ رَسُوْلِ

کے ایک شخص نے پیش کیا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوہ کھول رہا تھا

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَہٗ سَہْمٌ عَائِرٌ حَتّٰی اَصَابَ

اچانک اس کو ایک تیر آکر لگا لوگوں نے کہا اسے شہادت مبارک ہو تو رسول اللہ

ذٰلِکَ الْعَبْدَ فَقَالَ النَّاسُ ھَنِیْئًا لَّہُ الشَّھَادَۃُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلٰى وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِيْ

قبضے میں میری جان ہے کہ بیشک وہ کمبل جسے اس نے خیبر کے دن

اَصَابَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا

مال غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے لیا تھا آگ بن کر اس پر بھڑک رہا

فَجَاءَ رَجُلٌ حِيْنَ سَمِعَ ذٰلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہے۔ پھر ایک شخص ایک یا دو تسمے لے کر آیا جب یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بِشِرَاكٍ اَوْ شِرَاكَيْنِ فَقَالَ هٰذَا شَيْءٌ كُنْتُ اَصَبْتُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ

سے سنا اس نے کہا میں نے اس کو لے لیا تھا فرمایا ایک یا دو تسمے آگ کے ہیں۔

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِرَاكٌ اَوْ شِرَاكَيْنِ مِنْ نَّارٍ ؎

۲۱۴۹

تشریح: یہ غلام حبشی تھے جیسا کہ مؤطا میں ہے حدیبیہ کے موقع پر حضرت رفاعہ بن زید بن وہب جذامی ضبیبی اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا اور اس غلام کو نذر پیش کیا ہندوستانی مطبوعہ بخاری میں بَلٰی ہے اور نسخوں میں بَلْ ہے علامہ عینی نے فرمایا کہ بلٰی کسی کاتب کی غلطی ہے اس لئے کہ مسلم میں ہے کَلَّا یعنی ہرگز نہیں یعنی وہ شہید کیسے ہو سکتا ہے۔

۲۱۵۰ اَخْبَرَنِيْ زَيْدٌ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ اَمَا

حدیث: اسلم روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا سنو!

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْلَا اَنْ اَتْرُكَ اٰخِرَ النَّاسِ بَبَانًا لَيْسَ لَهُمْ شَيْءٌ

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ بعد کے لوگ ایک ہی طریقہ پر رہ جائیں گے کہ ان

مَا فُتِحَتْ عَلٰى قَرْيَةٌ اِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

کے لئے کچھ نہ ہوگا تو جو بھی بستی فتح ہوتی اسے مجاہدین پر تقسیم کر دیتا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر تقسیم فرمایا لیکن

وَسَلَّمَ خَيْبَرَ وَلٰكِنِّيْ اَتْرُكُهَا خِزَانَةً لَّهُمْ يَقْتَسِمُوْنَهَا۔

میں اسے باقی رکھتا ہوں تاکہ وہ مسلمانوں کے لئے اندوختہ ہو جائے جسے وہ بوقت ضرورت آپس میں بانٹ لیں۔

؎ ثانی الایمان والنذور۔ باب ھل یدخل فی الایمان والنذور الارض ص ۹۹۲ مسلم۔ ایمان و نذور۔ ابو داؤد نسائی۔ سیر۔

**تشریحات ۲۱۵۱** اس حدیث کی شرح پہلے گذر چکی ہے۔ اس حدیث میں ایک لفظ بَیَّانًا آیا ہے اس کے معنی شئ واحد کے ہیں یا برابر کے، مطلب یہ ہے کہ اگر میں مفتوحہ علاقے مجاہدین پر تقسیم کردوں گا وہ انکی ملک ہو جائیں گے جو بعد میں ان کے وارثین کو ملیں گے جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ مسلمان جنھوں نے جہاد نہیں کیا مثلاً اسی بستی کے لوگ اسلام قبول کرلیں تو ان کے پاس کچھ نہیں رہے گا سب یکساں محتاج ہو جائیں گے۔ اس لئے میں مفتوحہ علاقوں کو مجاہدین کی رضامندی سے باقی رکھتا ہوں تاکہ بعد کے مسلمانوں کی ضرورتیں پوری ہوں۔

**حدیث ۲۱۵۱** عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا فُتِحَتْ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جب خیبر فتح ہوگیا تو ہم نے

خَيْبَرُ قُلْنَا الْآنَ نَشْبَعُ مِنَ التَّمْرِ۔

کہا اب ہم پیٹ بھر کر کھجور کھائیں گے۔

**حدیث ۲۱۵۲** عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا شَبِعْنَا حَتّٰى فَتَحْنَا خَيْبَرَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہمیں پیٹ بھر کھانا اسوقت تک نصیب نہ ہوا جبتک ہم نے خیبر فتح نہ کرلیا

## بَابُ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ ص۶۱۰ عمرۃ القضاء کا بیان۔

صلح حدیبیہ کے قرار داد کے مطابق ایک سال کے بعد ۷ھ اوائل ذیقعدہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان تمام صحابۂ کرام کو جو حدیبیہ میں شریک تھے حکم دیا کہ سال گذشتہ کے عمرے کی قضاء میں سب لوگ عمرے کے لئے چلیں سرکار حدیبیہ میں سے کوئی رہ نہ جائے مزید اور مسلمان بھی ساتھ ہوگئے جو حدیبیہ میں شریک نہ تھے عورتوں بچوں کے علاوہ دو ہزار افراد ساتھ تھے اسی کو عمرۃ القضاء کہا جاتا ہے نیز اس کا نام عمرۃ القضیہ، عمرۃ القصاص اور عمرۃ الصلح بھی ہے۔

**ت ۶۱۳** ذَكَرَهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

عمرۃ القضاء کا تذکرہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے حضرت انس نے کیا۔

**تشریحات ۶۱۳** اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے موقعہ پر مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے سامنے یہ پڑھتے جاتے تھے۔

خَلُّوْا بَنِی الْکُفَّارِ عَنْ سَبِیْلِہٖ ـــــ قَدْ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ فِیْ تَنْزِیْلِہٖ
کفار کی اولاد ان کے لئے راستہ خالی کردو ـــــ رحمٰن نے قرآن میں اتارا ہے
بِاَنَّ خَیْرَ الْقَتْلِ فِیْ سَبِیْلِہٖ ـــــ نَحْنُ قَاتَلْنَاکُمْ عَلٰی تَاْوِیْلِہٖ
بہترین لڑائی وہ ہے جو اسکے راستے میں ہو ـــــ ہم تم سے اسی کے حکم کے بموجب لڑے ہیں
وَیَذْھَلُ الْخَلِیْلُ عَنْ خَلِیْلِہٖ ـــــ یَارَبِّ اِنِّیْ مُؤْمِنٌ بِقِیْلِہٖ
دوست دوست کو بھول جائے گا ـــــ ہم ان کے کہنے پر ایمان لائے ہیں

اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے ابن رواحہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے شعر پڑھتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر اسے چھوڑ دو اس لئے کہ یہ اشعار کافروں پر تیر سے زیادہ سخت ہیں۔

۲۱۵۳ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ
حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اِنَّمَا سَعَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْبَیْتِ وَبَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ
نے بیت اللہ کے گرد اور صفا مروہ کے درمیان سعی صرف اس لئے کی تھی تاکہ مشرکین کو
لِیُرِیَ الْمُشْرِکِیْنَ قُوَّتَہٗ۔
اپنی قوت دکھائیں۔

## بَابُ غَزْوَۃِ مُؤْتَۃَ مِنْ اَرْضِ الشَّامِ ص۶۱۱

سرزمین شام میں غزوۂ موتہ کا بیان

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بصریٰ کے حاکم کے پاس بھیجا تھا جنھیں شام کے ایک حاکم شرحبیل بن عمرو غسانی نے شہید کر دیا تھا ان کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور کوئی قاصد کو کہیں شہید نہیں کیا گیا ان متمردین کی سرکوبی کے لئے ۸ھ کے جمادی الاولیٰ میں تین ہزار مجاہدین کا ایک لشکر ترتیب دیا جن پر امیر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا اور فرمایا اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر جھنڈا لیں گے اور اگر وہ شہید ہو جائیں تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ جھنڈا لینگے یہ لشکر موتہ تک گیا یہ بیت المقدس سے دو منزل کے فاصلہ پر بلقاء کے قریب ہے رومی ایک لاکھ سے زیادہ فوج لے کر مقابلہ پر آئے خود حرقل ایک لاکھ کی فوج لے کر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا سخت خونریز جنگ ہوئی حضرت زید شہید ہو گئے تو حضرت جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا لیا وہ بھی شہید ہو گئے تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا یہ بھی شہید ہو گئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا لیا اس وقت مسلمان منتشر

ہو چکے تھے انھوں نے بہت پامردی اور تدبیر سے کام لے کر مسلمانوں کو اکٹھا کیا ترتیب بدل دی میمنہ کو میسرہ پر اور میسرہ کو میمنہ پر کر دیا اور ساقہ کو مقدمہ پر اور مقدمہ کو ساقہ پر کر دیا اس سے رومیوں نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کے لئے مدد آچکی ہے مسلمانوں کو اکٹھا کر کے حضرت خالد نے پوری قوت سے رومیوں پر حملہ کر دیا حضرت خالد اس جوش سے لڑے کہ اس دن ان کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں جس کے نتیجے میں رومیوں کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا حضرت خالد بن ولید نے اتنے ہی کو غنیمت جانا۔ بچے کھچے مسلمانوں کو لے کر مدینہ واپس ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے میدانِ جنگ کا پورا نقشہ تھا حضرت زید حضرت جعفر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کی خبر بتا دیں اور فرمایا پھر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا لیا اللہ نے اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی اس غزوہ کی تفصیلات پہلے ابواب میں گذر چکی ہیں۔

۲۱۵۴ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

**حدیث** عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا غزوۂ موتہ میں رسول اللہ صلی اللہ

اَمَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ مُؤْتَةَ زَيْدَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو امیر بنایا اور فرمایا اگر زید شہید ہو جائیں

بْنَ حَارِثَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ قُتِلَ

تو جعفر امیر ہوں گے اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ

زَيْدٌ فَجَعْفَرٌ وَاِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ

امیر ہوں گے حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا میں ان کے ساتھ اس

كُنْتُ فِيْهِمْ فِيْ تِلْكَ الْغَزْوَةِ فَالْتَمَسْنَا جَعْفَرَ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ فَوَجَدْنَاهُ

غزوہ میں تھا ہم نے جعفر بن ابی طالب کو تلاش کیا تو انھیں مقتولین میں

فِي الْقَتْلٰى وَوَجَدْنَا مَا فِيْ جَسَدِهٖ بِضْعًا وَّتِسْعِيْنَ مِنْ طَعْنَةٍ وَّرَمْيَةٍ۔

پایا ان کے جسم میں نوے سے زیادہ زخم پائے کچھ نیزے کے کچھ تیر کے۔

**تشریحات** ۲۱۵۴ اس کے پہلے والی روایت میں ہے کہ کوئی زخم پیٹھ پر نہیں تھا۔ حضرت جعفر جھنڈا لیکر جوش جہاد میں گھوڑے سے اتر پڑے اس کی کوچیں کاٹ دیں لڑتے رہے ایک ہاتھ کٹ گیا تو جھنڈا دوسرے ہاتھ میں لیا وہ بھی کٹ گیا تو کٹے ہوئے دونوں ہاتھ کو سمیٹ کر جھنڈا دبائے رہے اسی حال میں ایک رومی نے کمر پر تلوار ماری کہ دو ٹکڑے ہو گئے ہمارے اہلسنت کے واعظین کو بھی

سوائے اس کے کچھ یاد نہیں کہ کربلا میں حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہتر زخم لگے تھے ان واعظین کو چاہئے کہ کبھی کبھی عہد رسالت کے ان جانبازوں کا بھی ذکر کر دیا کریں جن کے جسم پر نوے سے زیادہ زخم آئے مگر پیچھے نہیں ہٹے اسی طرح ہمارے واعظین کو یہ یاد ہے کہ کربلا میں مشک بچانے کے لئے حضرت عباس کے دونوں بازو قلم ہوئے مگر حضرت جعفر کی یہ جانبازی کسی کو یاد نہیں کہ اسلامی جھنڈا بچانے کے لئے ان کے دونوں ہاتھ کٹے اور لاش دو ٹکڑے ہوئی۔

خوشا رسے بنا کردند بخاک وخوں غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

۲۱۵۵ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ

حدیث حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے یوم موتہ میرے

يَقُولُ لَقَدِ انْقَطَعَتْ فِي يَدِي يَوْمَ مُؤْتَةَ تِسْعَةُ أَسْيَافٍ فَمَا بَقِيَ

ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں اخیر میں میرے ہاتھ میں صرف ایک چوڑی

فِي يَدِي إِلَّا صَفِيحَةٌ يَمَانِيَةٌ۔

یمنی تلوار رہ گئی تھی۔

۲۱۵۶ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ أُغْمِيَ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ رَوَاحَةَ

حدیث حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ایک بار عبد اللہ بن

فَجَعَلَتْ أُخْتُهُ عَمْرَةُ تَبْكِي وَاجَبَلَاهُ وَاكَذَا وَاكَذَا تَعَدِّدُ عَلَيْهِ

رواحہ پر بے ہوشی طاری ہو گئی تو ان کی بہن عمرہ رو کر کہنے لگیں ہائے پہاڑ ہائے ایسے

فَقَالَ حِينَ أَفَاقَ مَا قُلْتِ شَيْئًا إِلَّا قِيلَ لِي آنْتَ كَذَاكَ۔

ہائے ایسے ان کی خوبیاں گنانے لگیں افاقے کے بعد کہا تم جب کچھ کہتی تھی تو مجھ سے کہا جاتا تم ایسے ہو؟

## تشریحات ۲۱۵۶

اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ جب عبد اللہ بن رواحہ شہید ہو گئے تو ان کی بہن ان پر نہیں روئیں۔

**بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ إِلَى الْحُرَقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ ص ۶۱۲**

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسامہ بن زید کو جہینہ کے حرقات کی طرف بھیجنا۔

جہینہ کی ایک شاخ کا نام حرقات ہے اس کے مورث کا نام جہیش بن عامر بن ثعلبہ بن مورعہ بن جہینہ ہے اس کا نام حرقہ اس لئے پڑا کہ اس نے ایک قوم کو بڑی بے دردی سے جلایا تھا اس شاخ میں کئی بطون

تھے اس لئے جمع کا صیغہ لائے۔

۲۱۵۷ اَخْبَرَنَا اَبُوْطُبْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ يَقُوْلُ بَعَثَنَا

**حدیث** حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْحُرَقَةِ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ

علیہ وسلم نے حرقہ کی جانب بھیجا صبح ہی کو ہم قوم کے پاس پہونچ گئے ہم نے

فَهَزَمْنَاهُمْ وَلَحِقْتُ اَنَا وَرَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ رَجُلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا غَشِيْنَاهُ

انھیں شکست دیدی پھر مجھے اور ایک انصاری کو ان میں سے ایک شخص ملا جب ہم نے

قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَكَفَّ الْاَنْصَارِيُّ فَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِيْ حَتّٰى قَتَلْتُهُ

اس کو گھیر لیا تو اس نے کہا لاالٰہ الا اللہ انصاری نے ہاتھ روک لیا مگر میں نے اس کو نیزے سے

فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اُسَامَةُ

مار کر قتل کر دیا پھر جب ہم مدینہ آئے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ خبر پہونچی تو فرمایا اے اسامہ لاالٰہ الا اللہ

اَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قُلْتُ كَانَ مُتَعَوِّذًا فَمَا زَالَ

کہنے کے بعد بھی تو نے اس کو قتل کر دیا میں نے عرض کیا کہ اس نے جان بچانے کے لئے یہ کہا تھا مگر حضور بار بار

يُكَرِّرُهَا حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنِّيْ لَمْ اَكُنْ اَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ ؏

اسے دہراتے رہے یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ کاش اس دن سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔

**تشریحات ۲۱۵۷** جس شخص کو حضرت اسامہ نے قتل کیا تھا اس کا نام مرداس بن نہیک فزاری تھا یہ ان کا چرواہا تھا حضرت اسامہ کی یہ تمنا اس کے قتل پر افسوس ظاہر کرنے میں مبالغہ کے طور پر تھی یا ان کی مراد یہ تھی اگر میں نے حالت کفر میں یہ کام کیا ہوتا پھر اسلام لاتا تو مجھ پر کوئی مواخذہ نہ ہوتا اس لئے کہ اسلام اپنے ماقبل کے گناہ کو مٹا دیتا ہے۔

۲۱۵۸ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْاَكْوَعِ

**حدیث** حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے نبی صلی اللہ

يَقُوْلُ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ

تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہ کر سات غزوے کئے اور جو سریے بھیجتے تھے

عہ ثانی الدیات باب قول اللہ ومن احیاھا ص۱۰۱۵، مسلم ایمان، ابوداؤد، جہاد، نسائی سیر،

وَخَرَجْتُ فِيمَا يَبْعَثُ مِنَ الْبُعُوثِ تِسْعَ غَزَوَاتٍ مَرَّةً عَلَيْنَا أَبُو بَكْرٍ وَمَرَّةً عَلَيْنَا أُسَامَةُ۔

ان میں سے صرف نو میں شریک ہوا کبھی ہم پر ابو بکر امیر ہوتے اور کبھی اسامہ۔

۲۱۵۸ تشریحات: یہ سات غزوات یہ تھے۔ حدیبیہ، غزوۂ قرد، خیبر، فتح مکہ، غزوۂ حنین، غزوۂ طائف، غزوۂ تبوک، بعض روایتوں میں نو آیا ہے یہ اس بنا پر ہے کہ خیبر کے بعد متصل ہی غزوۂ وادی القریٰ ہوا تھا اسے الگ شمار کیا اور عمرۃ القضاء کو غزوہ شمار کیا۔

باب غَزْوَةِ الْفَتْحِ وَمَا بَعَثَ بِهِ حَاطِبُ بْنُ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِغَزْوِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ص۶۱۲

غزوۂ فتح کا بیان اور وہ جو حاطب بن ابی بلتعہ نے اہل مکہ کو لکھا تھا انھیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حملے کی خبر دیتے ہوئے۔

تشریحات: حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل مکہ کو جو خبر دی تھی اس کی پوری تفصیل گذر چکی ہے، اس خط میں انھوں نے یہ لکھا تھا۔ اے گروہ قریش! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے پاس ریت کے مثل لشکر کے ساتھ جا رہے ہیں جو سیلاب کے مثل رواں ہے، بخدا اگر وہ اکیلے ہی تمہارے پاس پہونچ جائیں تو اللہ ان کی مدد فرمائے گا اور اپنا وعدہ پورا فرمائے گا، اپنے لئے سوچو! والسلام۔

باب غَزْوَةِ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ ص۶۱۲ غزوۂ فتح رمضان میں ہوا تھا۔

۲۱۵۹ حدیث: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا غَزْوَةَ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ فتح رمضان میں کیا تھا۔

۲۱۵۹ تشریحات: مکہ معظمہ پر حملے کے اسباب پوری تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ فتح کرنے کے ارادے سے بدھ کے دن دس رمضان ۸ھ کو نکلے تھے، مدینہ طیبہ پر حضرت ابو رہم غفاری کو اپنا نائب بنایا تھا۔

۲۱۶۰ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ إِلَى حُنَيْنٍ وَالنَّاسُ

علیہ وسلم رمضان میں حنین کی طرف چلے ہمراہی مختلف حالت میں تھے کچھ روزے سے

مُخْتَلِفُونَ فَصَائِمٌ وَمُفْطِرٌ فَلَمَّا اسْتَوٰى عَلٰى رَاحِلَتِهِ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ

تھے کچھ بغیر روزے کے حضور جب اپنی سواری پر سیدھے بیٹھ گئے تو ایک برتن دودھ

أَوْ مَاءٍ فَوَضَعَهُ عَلٰى رَاحَتِهِ أَوْ عَلٰى رَاحِلَتِهِ ثُمَّ نَظَرَ النَّاسَ فَقَالَ لِلْمُفْطِرِينَ

یا پانی کا منگایا اس کو اپنی ہتھیلی یا اپنے کجاوے پر رکھا پھر لوگوں پر نظر ڈالی، اب

أَفْطِرُوا أَوْ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ إِلَى أَنْ قَالَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

روزہ نہ رکھنے والوں نے روزے داروں سے کہا کہ روزہ توڑ دو! ۔ اور دوسری روایت میں ابن عباس

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ ۔

ہی سے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح کے سال نکلے ۔

۲۱۶۰ تشریحات اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ غزوۂ حنین شوال میں ہوا تھا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسط رمضان میں مکہ معظمہ پہونچے تھے اور وہاں انیس ۱۹ دن قیام فرمایا تھا اس کے بعد حنین کی طرف تشریف لے گئے تھے ۔ اس کا جواب محب طبری نے یہ دیا کہ خروج سے مراد ارادۂ خروج ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۔

غالباً امام بخاری اس اشکال کے رفع کے لئے بطریق عبدالرزاق والی روایت ذکر کیا ہے جس میں حنین کا ذکر نہیں، بلکہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح کے سال رمضان کے مہینے میں نکلے اور روزہ رکھا، یہاں تک کہ راستے میں ایک تالاب پر پہونچے تو پانی یا دودھ منگایا غالباً امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ کسی راوی نے سہواً حنین کہہ دیا ۔

باب أَيْنَ رَكَزَ النَّبِيُّ الرَّايَةَ يَوْمَ الْفَتْحِ ص ۶۱۳ — یوم فتح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہاں جھنڈا گاڑا تھا ۔

۲۱۶۱ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ لَمَّا سَارَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ قُرَيْشًا خَرَجَ اَبُوْ سُفْيَانَ ابْنُ حَرْبٍ

عام الفتح چلے تو یہ خبر قریش تک پہونچی ابو سفیان بن حرب حکیم بن حزام

وَحَكِيْمُ بْنُ حِزَامٍ وَبُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ يَلْتَمِسُوْنَ الْخَبَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ

اور بدیل بن ورقاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبر معلوم کرنے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلُوْا يَسِيْرُوْنَ حَتّٰى اَتَوْا مَرَّ الظَّهْرَانِ

کے لئے نکلے وہ چلتے چلتے مرّ الظہران تک پہونچے تو انھوں نے بکثرت

فَاِذَا هُمْ بِنِيْرَانٍ كَاَنَّهَا نِيْرَانُ عَرَفَةَ فَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ مَا هٰذِهٖ

آگ دیکھی گویا وہ عرفہ کی آگ ہے ابو سفیان نے پوچھا یہ کیا ہے ؟

لَكَاَنَّهَا نِيْرَانُ عَرَفَةَ فَقَالَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ نِيْرَانُ بَنِيْ عَمْرٍو

بلا شبہ یہ عرفہ کی آگ کے مثل ہے ، بدیل بن ورقاء نے کہا کہ بنی عمرو کی آگ

فَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ عَمْرٌو اَقَلُّ مِنْ ذٰلِكَ فَرَاٰهُمْ نَاسٌ مِّنْ حَرَسِ

ہے۔ ابو سفیان نے کہا بنی عمرو اس سے کم ہیں اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَدْرَكُوْهُمْ فَاَخَذُوْهُمْ

علیہ وسلم کے پہرے داروں میں سے کچھ حضرات نے ان کو دیکھ لیا تو ان کو جا لیا پس

فَاَتَوْا بِهِمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَ اَبُوْ سُفْيَانَ

پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے ابو سفیان مسلمان ہو گئے

فَلَمَّا سَارَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ اِحْبِسْ اَبَا سُفْيَانَ عِنْدَ خَطْمِ الْخَيْلِ حَتّٰى

جب حضور کے کوچ کا وقت آیا تو حضرت عباس سے فرمایا کہ ابو سفیان کو سواروں کے بھیڑ

يَنْظُرَ اِلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَحَبَسَهُ الْعَبَّاسُ فَجَعَلَتِ الْقَبَائِلُ تَمُرُّ مَعَ النَّبِيِّ

کی جگہ روکے رہو تاکہ مسلمانوں کو دیکھے حضرت عباس نے ایسا ہی کیا اب ایک ایک قبیلے رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمُرُّ كَتِيْبَةٌ كَتِيْبَةٌ عَلٰى اَبِيْ سُفْيَانَ ثُمَّ مَرَّتْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ گذرنے لگے ایک ایک لشکر ابو سفیان پر گذرتا

كَتِيْبَةٌ قَالَ يَا عَبَّاسُ مَنْ هٰذِهٖ قَالَ هٰذِهٖ غِفَارٌ قَالَ مَا لِيْ وَلِغِفَارٍ

ایک لشکر گذرا تو ابو سفیان نے حضرت عباس سے پوچھا یہ لوگ کون ہیں ؟ انھوں نے

ثُمَّ مَرَّتْ جُهَيْنَةُ قَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ مَرَّتْ سَعْدُ بْنُ هُزَيْمٍ فَقَالَ

بتایا یہ غفار ہیں تو انھوں نے کہا مجھے غفار سے کیا کام پھر جہینہ گذرے تو وہی کہا پھر سعد بن

مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ مَرَّتْ سُلَيْمٌ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى اَقْبَلَتْ كَتِيْبَةٌ

ہزیم گذرے تو وہی کہا پھر سلیم گذرے تو وہی کہا یہاں تک کہ ایک بڑا لشکر گذرا

لَمْ يُرَ مِثْلُهَا قَالَ مَنْ هٰذِهٖ ؟ قَالَ هٰؤُلَاءِ الْاَنْصَارُ عَلَيْهِمْ سَعْدُ

جس کے مثل دیکھا نہیں گیا تھا تو پوچھا یہ کون لوگ ہیں حضرت عباس نے بتایا یہ انصار ہیں

بْنُ عُبَادَةَ مَعَهُ الرَّايَةُ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ يَا اَبَا سُفْيَانَ ـ

ان کے امیر حضرت سعد بن عبادہ تھے ان کے پاس جھنڈا تھا ابو سفیان کو دیکھ کر حضرت سعد بن

اَلْيَوْمُ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ ـ اَلْيَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ ـ فَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ

عبادہ نے کہا اے ابو سفیان ـ آج لڑائی کا دن ہے ـ آج کعبہ میں لڑائی حلال ہوگی ـ ابو سفیان نے

يَا عَبَّاسُ حَبَّذَا يَوْمُ الذِّمَارِ ثُمَّ جَاءَتْ كَتِيْبَةٌ وَهِيَ اَقَلُّ الْكَتَائِبِ

کہا اے عباس مبارک ہو ہلاکت کا دن ـ پھر ایک لشکر سامنے آیا جو سب سے چھوٹا تھا جن

فِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ وَرَايَةُ النَّبِيِّ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خاص صحابہ تھے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فَلَمَّا مَرَّ رَسُوْلُ

کا جھنڈا زبیر بن عوام کے ساتھ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو سفیان

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَبِيْ سُفْيَانَ قَالَ اَلَمْ تَعْلَمْ مَا

کے قریب سے گذرے تو انھوں نے عرض کیا کہ حضور کو معلوم نہیں سعد بن

قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ مَا قَالَ قَالَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ كَذَبَ

عبادہ نے کیا کہا؟ فرمایا کیا کہا؟ انھوں نے بتایا یہ کہا ہے یہ کہا ہے فرمایا سعد

سَعْدٌ وَلٰكِنْ هٰذَا يَوْمٌ يُعَظِّمُ اللّٰهُ فِيْهِ الْكَعْبَةَ وَيَوْمٌ تُكْسٰى فِيْهِ

بن عبادہ نے غلط کہا آج کعبہ کی تعظیم کی جائے گی آج کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا اور رسول اللہ

الْكَعْبَةُ قَالَ وَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُرْكَزَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کا جھنڈا حجون میں گاڑا جائے ـ

رَایَتُہٗ بِالْحَجُوْنِ۔

**تشریحات** ۲۱۶۱ مرالظہران مکہ معظمہ کے قریب تیرہ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے فتح مکہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دس ہزار مجاہدین تھے یہاں پہونچ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ آج رات کو جتنی زیادہ ہو سکے آگ جلاؤ انھیں کو دیکھ حضرت ابوسفیان نے وہ کہا تھا حاجی لوگ مزدلفہ میں اپنے اپنے پڑاؤ پر کھانا وغیرہ پکانے کے لئے آگ جلایا کرتے تھے جو کثیر تعداد میں ہوتی تھی اتنا بڑا اجتماع عرب میں کہیں نہیں ہوتا تھا حضرت ابوسفیان کا مقصد یہ تھا کہ بہت بڑی تعداد میں لوگ جمع ہیں۔

بنی عمرو سے مراد بنی خزاعہ ہیں جن کا فرد عمرو بن لحی تھا اس دن پہرے پر انصار کرام تھے جن کے امیر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

**حطم الخیل**۔ حطم کے معنی منقطع ہونے اور کاٹنے کے ہیں مطلب یہ تھا کہ کسی ایسی جگہ ان کو کھڑا کرو جہاں راستہ تنگ ہو کہ چلتے چلتے سلسلہ منقطع ہو جاتا ہو جس کی وجہ سے بھیڑ ہو جاتی ہو۔ ایک روایت خطم الجبل کی بھی ہے جس کا ترجمہ پہاڑ کی ناک یعنی جہاں پہاڑ کا حصہ باہر ابھرا ہوا ہو کوئی مخصوص جگہ رہی ہوگی جہاں راستہ تنگ ہوگا جس کی وجہ سے وہاں ازدحام ہو جاتا رہا ہوگا۔

**حجون**۔ یہ مکہ معظمہ کے مضافات میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں قبرستان ہے اب یہ جنت المعلیٰ کے ساتھ مشہور ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب سنا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ کہا ہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ جھنڈا ان سے لیکر ان کے صاحبزادے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا جائے۔

۲۱۶۲ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُغَفَّلٍ

**حدیث** حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

يَقُوْلُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ عَلٰى

وسلم کو فتح مکہ کے دن اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر سورہ فتح پڑھتے ہوئے دیکھا جسمیں ترجیع فرماتے انھوں نے کہا اگر

نَاقَتِهٖ وَهُوَ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفَتْحِ يُرَجِّعُ وَقَالَ لَوْلَا اَنْ يَجْتَمِعَ النَّاسُ حَوْلِيْ

اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ میرے ارد گرد جمع ہو جائیں گے تو میں ترجیع کرتا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی۔

لَرَجَّعْتُ كَمَا رَجَّعَ ؕ

ؕ ثانی تفسیر سورۂ فتح باب انا فتحنا لک ص۷۱۶ فضائل قرآن باب القراءۃ علی الدابۃ ص۷۵۳ وباب الترجیع ص۷۵۴ التوحید باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وروایۃ عن ربہ ص۱۱۲۵ مسلم، ابوداؤد قراءت ترمذی شمائل، نسائی فضائل القرآن

**تشریحات** ۲۱۶۲ **ترجیع** ۔ کے معنی لوٹانے کے ہیں، مراد یہ ہے کہ اونٹنی پر سوار ہونے کی وجہ سے اس کی رفتار سے جسم اقدس میں حرکت ہوتی جس سے آواز میں کھینچاؤ پیدا ہوتا اسی کو ترجیع سے تعبیر کیا۔ کتاب التوحید میں یہ ہے کہ راوئ حدیث شعبہ نے معاویہ بن قرہ سے پوچھا کہ یہ ترجیع کیسے تھی تو انہوں نے پڑھ کر بتایا آ آ آ تین بار

**باب** مَنْزِلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ صـ ۶۱۴ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فتح مکہ کے دن قیامگاہ۔

گذر چکا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شعب ابی طالب خیف بنی کنانہ میں یعنی محصب میں قیام فرمایا تھا اور غسل کرنے کے لئے حضرت امّ ہانی بنت ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے تھے۔

**باب** صـ ۶۱۵

**حدیث** ۲۱۶۳ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ ثَعْلَبَةَ بْنِ صُعَيْرٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر نے خبر دی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَسَحَ وَجْهَهُ عَامَ الْفَتْحِ عه

نے فتح کے سال ان کے چہرے پر دست مبارک پھیرا تھا۔

**تشریحات** ۲۱۶۳ حضرت عبد اللہ بن ثعلبہ کو فتح مکہ کے موقعہ پر خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا۔ اس وقت ان کی عمر چار سال تھی۔ یہ اور ان کے والد ثعلبہ دونوں صحابی ہیں۔ کتاب الدعوات میں یہ زائد ہے کہ انھوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایک رکعت وتر پڑھتے تھے۔

**حدیث** ۲۱۶۴ عَنْ سُنَيْنٍ أَبِي جَمِيلَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا وَنَحْنُ مَعَ ابْنِ الْمُسَيَّبِ

امام زہری نے کہا کہ ہمیں سنین ابو جمیلہ نے خبر دی اور ہم ابن مسیب کے ساتھ تھے

قَالَ وَزَعَمَ أَبُو جَمِيلَةَ أَنَّهُ أَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور ابو جمیلہ نے گمان کیا کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے اور حضور کے

وَخَرَجَ مَعَهُ عَامَ الْفَتْحِ۔

ساتھ فتح مکہ میں شریک تھے۔

عه الدعوات باب الدعاء للصبيان للبركة صـ ۹۴۰

**تشریحات** جمہور اصولیین نے یہ کہا کہ جب کوئی عادل شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہو یہ کہے کہ میں صحابی ہوں اس کو مان لیا جائے گا۔

۲۱۶۵ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ قَالَ قَالَ لِيْ اَبُوْ قِلَابَةَ اَلَا تَلْقَاهُ فَتَسْاَلَهُ

**حدیث** ایوب نے کہا کہ مجھ سے ابو قلابہ نے کہا تم کیوں نہیں عمرو بن سلمہ سے ملاقات کر کے

قَالَ فَلَقِيْتُهُ فَسَاَلْتُهُ فَقَالَ كُنَّا بِمَاءٍ مَمَرَّ النَّاسِ وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا الرُّكْبَانُ

پوچھ لیتے ابو قلابہ نے کہا کہ میں عمرو بن سلمہ سے ملا اور ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا ہم ایک ایسے پانی

فَنَسْاَلُهُمْ مَا لِلنَّاسِ مَا لِلنَّاسِ مَا هٰذَا الرَّجُلُ فَيَقُوْلُوْنَ يَزْعَمُ اَنَّ

پر تھے جو لوگوں کی گذرگاہ تھا جہاں سوار آیا کرتے تھے ہم ان سے پوچھتے لوگوں کا کیا حال ہے لوگوں کا

اللّٰهَ اَرْسَلَهُ اَوْحَى اِلَيْهِ اَوْحَى اللّٰهُ بِكَذَا وَكُنْتُ اَحْفَظُ ذٰلِكَ الْكَلَامَ فَكَاَنَّمَا

کیا حال ہے یہ صاحب کون ہیں تو بتاتے کہ وہ کہتے ہیں اللہ نے ان کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور ان کی جانب وحی

يُقَرُّ فِيْ صَدْرِيْ وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَلَوَّمُ بِاِسْلَامِهِمُ الْفَتْحَ فَيَقُوْلُوْنَ

کی ہے اللہ نے یہ وحی کی ہے میں اس کلام کو یاد کر لیتا اور اپنے جی میں پڑھتا رہتا۔ اہل عرب اسلام قبول کرنے میں

اُتْرُكُوْهُ وَقَوْمَهُ فَاِنَّهُ اِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِيٌّ صَادِقٌ فَلَمَّا كَانَتْ وَقْعَةُ

فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے کہتے تھے ان کو اور ان کی قوم کو چھوڑ دو اگر وہ اپنی قوم پر غالب آ گئے تو سچے نبی

اَهْلِ الْفَتْحِ بَادَرَ كُلُّ قَوْمٍ بِاِسْلَامِهِمْ وَبَدَرَ اَبِيْ قَوْمِيْ بِاِسْلَامِهِمْ فَلَمَّا

ہیں پس جب مکہ فتح ہو گیا تو ہر قوم نے اسلام کی طرف سبقت کیا تو میرے والد نے اپنی قوم پر اسلام لانے میں

قَدِمَ قَالَ جِئْتُكُمْ وَاللّٰهِ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا فَقَالَ

سبقت کی جب وہ حضور کے پاس سے واپس ہوئے تو کہا میں تمہارے پاس بخدا نبی برحق کے پاس سے آیا ہوں

صَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا وَصَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا فَاِذَا

انھوں نے فرمایا ہے یہ نماز پڑھو فلاں وقت۔ اور یہ نماز پڑھو فلاں وقت جب نماز کا وقت آ جائے تو تم

حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْثَرُكُمْ قُرْاٰنًا فَنَظَرُوْا

میں سے کوئی اذان کہے اور تم میں سے جس کو زیادہ قرآن یاد ہو امامت کرے انھوں نے

فَلَمْ يَكُنْ اَحَدٌ اَكْثَرَ قُرْاٰنًا مِنِّيْ لِمَا كُنْتُ اَتَلَقَّى مِنَ الرُّكْبَانِ فَقَدَّمُوْنِيْ

جائزہ لیا تو مجھ سے زیادہ قرآن یاد کرنے والا کوئی نہ تھا کیوں کہ میں سواروں سے سیکھا

بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَأَنَا ابْنُ سِتٍّ أَوْ سَبْعِ سِنِينَ وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ كُنْتُ

کرتا تھا تو لوگوں نے مجھے آگے کیا اور میں چھ یا سات سال کا تھا اور میرے پاس ایک کمبل تھا

إِذَا سَجَدْتُ تَقَلَّصَتْ عَنِّي فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْحَيِّ أَلَا تُغَطُّونَ عَنَّا

جب میں سجدہ کرتا تو سرک جاتا اس پر قبیلہ کی ایک عورت نے کہا تم لوگ ہماری نظروں سے اپنے

اِسْتَ قَارِئِكُمْ فَاشْتَرَوْا فَقَطَعُوا لِي قَمِيصًا فَمَا فَرِحْتُ بِشَيْءٍ فَرَحِي

قاری کی سرین کو کیوں نہیں چھپاتے تو لوگوں نے کپڑا خریدا اور میرے لئے کرتا بنا دیا اس کرتے پر

بِذَالِكَ الْقَمِيصِ۔

میں جتنا خوش ہوا کسی چیز پر خوش نہیں ہوا۔

**تشریحات** اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نابالغ کی امامت درست ہے لیکن یہ ابتدا اسلام کی بات ہے اور ان لوگوں نے عمرو بن سلمہ کو امام بنایا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت نہیں لی تھی اپنے طور پر بنا لیا تھا ابھی یہ لوگ بالکل نئے نئے مسلمان ہوئے تھے احکام شرع سے واقف نہ تھے اس لئے حجت نہیں۔ صحیح یہی ہے کہ نابالغ کسی نماز میں بالغ کا امام نہیں ہو سکتا۔ ۲۱ ۶ ۵

**حدیث ۲۱۶۶** أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ فِي عَهْدِ رَسُولِ

عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ الْفَتْحِ فَفَزِعَ قَوْمُهَا إِلَى أُسَامَةَ

کے زمانے میں غزوۂ فتح کے موقعہ پر چوری کی جس پر اس کی قوم گھبرا گئی اور حضرت

بْنِ زَيْدٍ يَسْتَشْفِعُونَهُ قَالَ عُرْوَةُ فَلَمَّا كَلَّمَهُ أُسَامَةُ فِيهَا تَلَوَّنَ وَجْهُ

اسامہ بن زید کے پاس آئی کہ وہ سفارش کر دیں اسامہ نے اس بارے میں جب حضور سے

رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتُكَلِّمُنِي فِي حَدٍّ مِنْ

بات کی تو حضور کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور کہا تم اللہ کے حدود میں مجھ سے بات

حُدُودِ اللهِ؟ قَالَ أُسَامَةُ اسْتَغْفِرْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ فَلَمَّا كَانَ الْعَشِيُّ

کرتے ہو؟ اسامہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے دعائے مغفرت کیجئے۔ دن کے

قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا

اخیر حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اللہ کی شان کے لائق

هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ النَّاسَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا

اس کی ثنا کی پھر فرمایا بعد ثنا کے سنو! تم سے پہلے والوں کو اسی چیز نے ہلاک کر دیا کہ

إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا

جب اس میں کوئی شریف آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی معمولی درجے

عَلَيْهِ الْحَدَّ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ

کا آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے

سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے گی تو اس کا ہاتھ کاٹوں گا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ

وَسَلَّمَ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ فَقُطِعَتْ يَدُهَا فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا بَعْدَ ذَلِكَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا اس عورت کا ہاتھ کاٹا گیا اس کے بعد اس نے اچھی توبہ کی

وَتَزَوَّجَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَأْتِي بَعْدَ ذَلِكَ فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا

اور شادی کی۔ ام المؤمنین نے فرمایا اس کے بعد وہ میرے پاس حاضر ہوتی۔ میں اس کی

إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حاجت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتی۔

**تشریحات ۶۶/۲۱** یہ حدیث بالاختصار کتاب الشہادات میں گذر چکی ہے وہیں اس پر مفصل کلام مذکور ہے اس عورت کا نام بھی فاطمہ تھا۔ یہ بنی مخزوم کی تھی۔

## بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ ثُمَّ أَنْزَلَ اللهُ سَكِينَتَهُ (إِلَى قَوْلِهِ) ..... غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ ص ۶۱۷

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان کہ جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے حنین کے دن تو تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اتنی وسیع ہوتے ہوئے تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ دے کر پھر گئے پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری۔ توبہ (آیت ۲۶-۲۵)

**تشریحات** مکہ فتح ہونے کے بعد یہ اطلاع ملی کہ ہوازن فوج جمع کر رہے ہیں تاکہ حضور سے لڑیں اور بڑے زور و شور کے ساتھ نکلے ہیں اپنی عورتوں بچوں اور مویشیوں اور کل مال و متاع کے ساتھ جمع ہو گئے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ان کے مقابلے کے لئے نکلے، طائف اور مکہ معظمہ کے درمیان حنین نامی نالے میں دونوں فریقوں کا مقابلہ ہوا

صبح کو بھور میں اسلامی لشکر حنین کی وادی میں گذرا ہوازن نے اپنے تیراندازوں کو گھات میں بیٹھا دیا تھا مجاہدین کے نالے میں اترتے ہی تیروں کی بارش شروع ہوگئی اور تلواریں برسنے لگیں۔ اس غیر متوقع حملے سے گھبرا کر عام مسلمان پیچھے پلٹ گئے مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے سو جانبازوں کے ساتھ اپنی جگہ قائم رہے جوش کے ساتھ یہ رجز پڑھتے تھے۔ انا النبی لاکذب انا ابن عبد المطلب۔ اور اپنی سواری کو آگے بڑھانے کی کوشش فرما رہے تھے حضرت عباس حضرت سفیان بن حارث بن عبد المطلب سواری کی لگام پکڑے ہوئے آگے بڑھنے سے روک رہے تھے حضرت عباس کی آواز بلند تھی ان سے فرمایا اصحاب شجرہ، اصحاب سورہ بقرہ کو پکارو حضرت عباس نے پکارا۔ اس پر لبیک لبیک کہتے ہوئے صحابۂ کرام رکاب اقدس کے گرد جمع ہوگئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مٹھی خاک اٹھا کر کافروں پر پھینکی جو ہر ہر فرد کی آنکھ اور منھ میں بھر گئی پھر صحابۂ کرام نے حملہ کیا ایک ہی حملہ میں دشمن اپنی آل اولاد مویشی مال و متاع چھوڑ کر بھاگے۔ ابتدار میں بعض لوگوں نے یہ کہدیا تھا کہ جب ہم تعداد میں تھوڑے تھے تو ہم ہمیشہ غالب رہے آج تو ہماری تعداد اتنی بڑی ہے آج ہمیں کون شکست دے سکتا ہے یہ بات اللہ عزوجل کو پسند نہ آئی بطور عتاب ابتدار میں شکست ہوئی پھر اللہ کی مدد آئی اور فتح حاصل ہوئی اس سے مقصود یہ تھا کہ فتح کثرت و قلت پر نہیں اللہ کی مدد پر ہے۔

۲۱۶۷ حدیث اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِیْلُ قَالَ رَاَیْتُ بِیَدِ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی ضَرْبَۃً

اسمٰعیل نے کہا میں نے عبد اللہ ابن ابی اوفی کے ہاتھ میں زخم کا نشان

قَالَ ضَرَبْتُھَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ حُنَیْنٍ قُلْتُ شَھِدْتَ

دیکھا انھوں نے کہا یہ کھاؤ مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یوم حنین لگا تھا میں نے پوچھا

حُنَیْنًا قَالَ قَبْلَ ذٰلِکَ۔

آپ حنین میں شریک ہوئے تھے انھوں نے کہا اس کے پہلے ہی خدمت میں حاضر ہو چکا تھا۔

۲۱۶۷ تشریح حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میں حنین کے پہلے سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتا تھا سب سے پہلے جس غزوے میں شریک ہوئے تھے وہ خندق ہے۔

باب غَزْوَۃِ اَوْطَاسٍ ص ۶۱۹ غزوۂ اوطاس کا بیان

توضیح غزوۂ حنین میں شکست کھانے کے بعد ہوازن تین طرف بھاگے کچھ طائف بھاگے اور کچھ نخلہ بھاگے اور ایک گروہ اوطاس بھاگا۔ یہ حنین ہی میں ایک وادی کا نام ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کے چچا ابو عامر اشعری کو امیر بنا کر اوطاس کی جانب بھیجا۔ ان کا سردار درید بن صمہ تھا درید مارا گیا اور پورے ہوازن بھاگ گئے۔ اس کی پوری تفصیل کتاب الجہاد میں گذر چکی ہے۔ یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو حدیث اس کے ضمن میں ذکر کی ہے اس کے مختلف ٹکڑے گذر چکے ہیں ہم پھر اس حدیث کو ذکر کرتے ہیں تاکہ پورا مضمون ذہن میں آجائے۔

۲۱۶۵ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَمَّا فَرَغَ النَّبِیُّ صَلَّی

حدیث حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ حُنَیْنٍ بَعَثَ اَبَا عَامِرٍ عَلٰی جَیْشٍ اِلٰی اَوْطَاسٍ

تعالیٰ علیہ وسلم حنین سے فارغ ہو گئے۔ تو ابو عامر کو ایک لشکر کا سردار بنا کر اوطاس

فَلَقِیَ دُرَیْدُ بْنُ الصِّمَّۃِ فَقُتِلَ دُرَیْدٌ وَھَزَمَ اللّٰہُ اَصْحَابَہٗ قَالَ اَبُوْ

کی جانب بھیجا۔ ان کی مڈبھیڑ درید بن صمہ سے ہوئی۔ درید مار ڈالا گیا۔ اور اللہ نے

مُوْسٰی وَبَعَثَنِیْ مَعَ اَبِیْ عَامِرٍ فَرُمِیَ اَبُوْ عَامِرٍ فِیْ رُکْبَتِہٖ رَمَاہُ جُشَمِیٌّ

اس کے ساتھیوں کو شکست دی۔ ابو موسیٰ نے کہا کہ مجھے حضور نے ابو عامر کے ساتھ بھیجا۔

بِسَھْمٍ فَاَثْبَتَہٗ فِیْ رُکْبَتِہٖ فَاَنْتَھَیْتُ اِلَیْہِ فَقُلْتُ یَا عَمِّ مَنْ رَمَاکَ

ابو عامر کے گھٹنے میں تیر مارا گیا۔ ایک جشمی نے تیر چلایا تھا جسے ان کے گھٹنے میں جما دیا۔ میں ابو عامر کے

فَاَشَارَ اِلٰی اَبِیْ مُوْسٰی فَقَالَ ذَاکَ قَاتِلِیَ الَّذِیْ رَمَانِیْ فَقَصَدْتُ لَہٗ

پاس گیا۔ اور ان سے پوچھا اے چچا کس نے آپ کو تیر مارا ہے تو انھوں نے تیر چلانے والے کی جانب

فَلَحِقْتُہٗ فَلَمَّا رَاٰنِیْ وَلّٰی فَاتَّبَعْتُہٗ وَجَعَلْتُ اَقُوْلُ لَہٗ اَلَا تَسْتَحْیِیْ اَلَا

اشارہ کر کے بتایا تو میں اس کی طرف بڑھا اور اس کے قریب پہونچ گیا جب اس نے مجھ کو دیکھا۔ تو بھاگا میں نے

تَثْبُتُ فَکَفَّ فَاخْتَلَفْنَا ضَرْبَتَیْنِ بِالسَّیْفِ فَقَتَلْتُہٗ ثُمَّ قُلْتُ لِاَبِیْ

اس کا پیچھا کیا۔ اور میں اس سے کہتا جاتا۔ شرم نہیں کرتا۔ ٹھہرتا نہیں۔ وہ رک گیا تو ہم میں تلوار کا دو بار تبادلہ

عَامِرٍ قَتَلَ اللّٰہُ صَاحِبَکَ قَالَ فَانْزِعْ ھٰذَا السَّھْمَ فَنَزَعْتُہٗ فَنَزَا مِنْہُ

ہوا۔ میں نے اس کو قتل کر دیا پھر میں نے ابو عامر سے کہا کہ اللہ نے تمہارے قاتل کو قتل کر دیا۔ انھوں نے کہا

الْمَاءُ قَالَ یَا ابْنَ اَخِیْ اَقْرِءِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اس تیر کو نکالو۔ میں نے نکالا تو زخم سے پانی بہا۔ یہ دیکھکر انھوں نے کہا اے بھتیجے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

السلام وقل له استغفر لي واستخلفني أبو عامر على الناس

سے سلام کہنا اور عرض کرنا میرے لئے استغفار فرمائیں۔ اور ابو عامر نے لوگوں پر مجھے اپنا جانشین بنایا۔ پھر تھوڑی

فمكث يسيرا ثم مات فرجعت فدخلت على النبي صلى الله تعالى

دیر کے بعد انتقال کر گئے۔ غزوے سے لوٹنے کے بعد میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دولت کدے پر حاضر ہوا اور حضور

عليه وسلم في بيته على سرير مرمل وعليه فراش قد أثر رمال

اپنے گھر میں کھجور کی چھال کے بان سے بُنی ہوئی چارپائی پر لیٹے تھے جس پر بستر بچھونا تھا۔ چارپائی کے بان کے نشانات حضور

السرير بظهره وجنبيه فأخبرته بخبرنا وخبر أبي عامر وقال

کی پیٹھ اور پہلوؤں پر پڑے ہوئے تھے میں نے حضور کو اپنی اور ابو عامر کی خبر سنائی اور بتایا کہ ابو عامر نے یہ درخواست

قل له استغفر لي فدعا بماء فتوضأ ثم رفع يديه فقال اللهم

پیش کی ہے کہ حضور میرے لئے دعائے استغفار فرمائیں تو حضور نے پانی منگایا اور وضو کیا پھر اپنے ہاتھوں کو اٹھایا

اغفر لعبيد أبي عامر ورأيت بياض إبطيه ثم قال اللهم اجعله

اور دعا کی اے اللہ عبید اور ابو عامر کو بخش دے۔ میں نے حضور کے بغل کی سفیدی دیکھی پھر فرمایا اے اللہ اس کو قیامت

يوم القيامة فوق كثير من خلقك ومن الناس فقلت ولي فاستغفر

کے دن اپنی بہت سی مخلوق کے اوپر کرنا۔ پھر میں نے عرض کیا اور حضور میرے لئے بھی استغفار فرمائیں تو دعا فرمائی

فقال اللهم اغفر لعبد الله بن قيس ذنبه وأدخله يوم القيامة

اے اللہ عبد اللہ بن قیس کے گناہ کو بخش دے اور انھیں قیامت کے دن شاندار جگہ عطا فرما راوی حدیث سے

مدخلا كريما۔ قال أبو بردة إحداهما لأبي عامر والأخرى

ابو بردہ نے کہا۔ ان دعاؤں میں سے ایک دعا ابو عامر کے لئے تھی اور

لأبي موسى عه

دوسری ابو موسیٰ کے لئے۔

**تشریحات** ۲۱۶۸ اس حدیث کے کچھ اجزاء کتاب الجہاد میں گذر چکے ہیں۔ وہیں غزوۂ اوطاس کی تفصیل بھی مذکور ہے۔

ابو عامر کا نام عبید بن سلیم بن حضار اشعری تھا۔ یہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے چچا تھے۔ کسی زخم سے بچائے

عه دعوات باب الوضوء عند الدعا ص ۹۴۴ مسلم فضائل۔

خون کے پانی ٹپکنا اس کی دلیل ہے کہ جسم میں خون نہیں رہا۔ اور یہ قرب موت کی علامت ہے۔ اس لئے حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو اپنا جانشین بنایا اور وہ وصیت کی۔

روایت میں ہے وعلیہ فراش۔ لیکن شیخ ابو الحسن نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہاں ما علیہ فراش ہو۔ یعنی چارپائی پر بچھونا نہیں تھا۔ پشت مبارک اور پہلوئے اقدس پر بان کے نشان اس کی دلیل ہیں کہ کوئی بستر نہیں تھا۔

اقول وھو المستعان۔ یہ ضروری نہیں ہو سکتا کہ چارپائی پر ہلکی چادر رہی ہو جس کے ہوتے ہوئے بان کے نشانات جسم اقدس پر پڑ گئے تھے۔ اور اگر شیخ ابو الحسن کی تصحیح مان لی جائے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بستر نہیں تھا۔ یہ اس وقت کی خصوصیت تھی کہ بغیر بستر ہی کے چارپائی پر آرام فرمایا۔

**بَابُ غَزْوَةِ الطَّائِفِ فِي شَوَّالٍ سَنَةَ ثَمَانٍ** غزوۂ طائف ۸ھ کے شوال میں ہوا تھا۔

قالہ موسیٰ بن عقبۃ ص ۶۱۹

۲۱۶۹ **حدیث** عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّهَا أُمِّ سَلَمَةَ دَخَلَ عَلَيَّ

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میرے

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي مُخَنَّثٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ

پاس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے پاس ایک مخنث بیٹھا ہوا تھا میں نے

لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الطَّائِفَ

اس کو سنا کہہ رہا تھا عبد اللہ بن ابو امیہ سے۔ اے عبد اللہ! دیکھو اگر اللہ کل طائف فتح

غَدًا فَعَلَيْكَ بِابْنَةِ غَيْلَانَ فَإِنَّهَا تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ

کر دے گا تو میں تمہیں بنت غیلان کا پتہ بتاؤں گا جو سامنے آتی ہے چار بلٹوں کے ساتھ اور

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلْنَ هٰؤُلَاءِ

پیچھے جاتی ہے آٹھ بلٹوں کے ساتھ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ لوگ تم پر ہرگز داخل نہ ہوں۔

عَلَيْكُمْ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ الْمُخَنَّثُ هِيتٌ ؎

ابن عیینہ نے کہا، ابن جریج نے کہا اس مخنث کا نام ہیت تھا۔

؎ ثانی نکاح باب ما ینھی من دخول المتشبھین بالنساء علی المرأۃ ص ۷۸۸، کتاب اللباس باب اخراجھم ص ۸۷۴ مسلم استیذان، نسائی عشرۃ النساء، ابن ماجہ نکاح حدود۔

**تشریحات ۲۱۶۹** عبداللہ بن ابوامیہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی تھے، اس مخنث کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ سے جلاوطن کر کے حمی بھیج دیا تھا، اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ یہ بات اس مخنث نے اس وقت کہی تھی جب طائف کا محاصرہ ہوا تھا

**حدیث ۲۱۷۰** عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا حَاصَرَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّائِفَ فَلَمْ يَنَلْ مِنْهُمْ

تعالیٰ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا تو کوئی کامیابی نہیں ہوئی فرمایا انشاء اللہ

شَيْئًا قَالَ اِنَّا قَافِلُوْنَ اِنْشَاءَ اللّٰهُ فَثَقُلَ عَلَيْهِمْ وَقَالُوْا نَذْهَبُ وَلَا

ہم اب لوٹ جائیں گے، تو یہ بات لوگوں پر گراں گذری اس پر لوگوں نے

نَفْتَحُهُ وَقَالَ مَرَّةً نَقْفُلُ فَقَالَ اُغْدُوْا عَلَى الْقِتَالِ فَغَدَوْا فَاَصَابَهُمْ

کہا ہم اس کو فتح کئے بغیر واپس لوٹ جائیں اور کبھی کہتے۔ لوٹ جائیں۔ فرمایا

جِرَاحٌ فَقَالَ اِنَّا قَافِلُوْنَ غَدًا اِنْشَاءَ اللّٰهُ فَاَعْجَبَهُمْ فَضَحِكَ النَّبِيُّ

صبح کو لڑائی پر جاؤ لوگ گئے اور انھیں کافی زخم پہونچا، اس پر حضور نے فرمایا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً فَتَبَسَّمَ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ

ہم کل انشاء اللہ تعالیٰ لوٹ جائیں گے اب یہ بات لوگوں کو پسند آئی، اس پر

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كُلَّهُ بِالْخَبَرِ ۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسکرائے۔

**تشریحات ۲۱۷۰** غزوۂ اوطاس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ فرمایا، چونکہ طائف پہاڑ کی بلندی پر تھا اور اس کے گرد مضبوط دیوار تھی اور طائف والوں نے سامان رسد وغیرہ کافی جمع کر لیا تھا اس لئے محاصرہ بہت طویل ہو گیا، بعض روایتوں میں آیا کہ چالیس دن تک محاصرہ رہا اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محاصرہ اٹھانے کی بات کہی تھی جو جوشیلے حضرات کو پسند نہیں آئی۔ لیکن بالآخر جب دوسرے دن ان کو نقصان پہونچا تو سب کی سمجھ میں آگیا کہ مناسب

---

عہ ثانی ادب باب التبسم والضحک ص۸۹۹۔ توحید باب فی المشیئۃ والارادۃ ص۱۱۱۴ مسلم مغازی، نسائی سیر۔

یہی ہے کہ محاصرہ اٹھا لیا جائے اس کی پوری تفصیل گذر چکی ہے۔ اس حدیث کی روایت میں سفیان بن عیینہ سے دو جگہ شک مروی ہے، ایک تو کبھی وہ روایت کرتے کہ لوگوں نے یہ کہا نذھب ولا نفتحہ اور کبھی کہتے نقفل اسی طرح کبھی روایت کرتے فضحک النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کبھی فتبسم۔

سفیان بن عیینہ کی حدیث معنعن کے قبول و رد میں محدثین کو کلام ہے اس لئے امام بخاری نے قال الحمیدی سے یہ بتایا کہ سفیان نے پوری حدیث صیغۂ خبر کے ساتھ روایت کی ہے، یعنی معنعن روایت نہیں کی ہے۔

۲۱۷۱ حدیث سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا وَهُوَ أَوَّلُ مَنْ رَمَى

ابو عثمان نے کہا میں نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا اور یہ وہ

بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ وَأَبَا بَكْرَةَ وَكَانَ تَسَوَّرَ حِصْنَ الطَّائِفِ فِي

پہلے شخص ہیں جنھوں نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور ابو بکرہ سے سنا جو طائف کے قلعہ کی دیوار

أُنَاسٍ فَجَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَمِعْنَا النَّبِيَّ

پر چڑھ کر کچھ لوگوں کے ساتھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ

ان دونوں نے کہا ہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو اپنے باپ

يَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ. قَالَ هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَاصِمٍ

کے علاوہ کسی اور کی طرف نسب کا دعویٰ کرے اور وہ جان رہا ہو تو اس پر جنت حرام ہے۔

عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ أَوْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا وَ

ہشام نے کہا ہم کو معمر نے خبر دی عاصم سے روایت کرتے ہوئے اور وہ ابو العالیہ یا ابو عثمان نہدی

أَبَا بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَاصِمٌ

سے روایت کرتے ہیں کہ کہا کہ میں نے سعد اور ابو بکرہ سے سنا وہ دونوں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قُلْتُ لَقَدْ شَهِدَ عِنْدَكَ رَجُلَانِ حَسْبُكَ بِهِمَا قَالَ أَجَلْ. أَمَّا

سے روایت کرتے ہیں عاصم نے کہا کہ میں نے کہا آپ کے سامنے دو صاحبوں نے گواہی دی یہ دونوں کافی

أَحَدُهُمَا فَأَوَّلُ مَنْ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَنَزَلَ

ہیں؟ کہا ہاں! ان میں سے ایک وہ ہیں جنھوں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر چلایا دوسرے

اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَالِثَ ثَلٰثَۃٍ وَعِشْرِیْنَ مِنَ

وہ ہیں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں تیئیسویں[۲۳] صاحب ہیں جو طائف سے اترے تھے۔

## الطَّائِفِ ؏۴

**تشریحات** ۲۱۷۱ اللہ کی راہ میں سب سے پہلا تیر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چلایا تھا اور یہ غزوۂ ابواء میں ہوا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب طائف کا محاصرہ فرمایا تو حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قلعے کی دیوار پر چڑھ کر چرخی باندھ کر رسی کے ذریعہ باہر اترتے تھے انھیں دیکھکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "ھٰذا ابوبکرۃ" یہ چرخی والا ہے، بکرہ کے معنی چرخی کے ہیں۔ ان کا نام نفیع ہے لیکن یہ کنیت نام پر غالب آئی۔ تیئیس[۲۳] غلام کسی نہ کسی طرح طائف کے قلعے سے نکل کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھے ان کے حالات تفصیل سے بیان کئے جا چکے ہیں۔

۲۱۷۲ **حدیث** عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ النَّبِیِّ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ نَازِلٌ بِالْجِعِرَّانَۃِ بَیْنَ مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃِ

کی خدمت میں حاضر تھا اور حضور مکہ اور مدینہ کے درمیان جعرانہ میں مقیم تھے اور

وَمَعَہٗ بِلَالٌ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ

حضور کے ساتھ بلال بھی تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی آئے

اَلَا تُنْجِزُ لِیْ مَا وَعَدْتَّنِیْ فَقَالَ لَہٗ اَبْشِرْ فَقَالَ قَدْ اَکْثَرْتَ عَلَیَّ

اور انھوں نے کہا آپ نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا کیا اسے پورا نہیں کریں گے؟ تو حضور

مِنْ اَبْشِرْ فَاَقْبَلَ عَلٰی اَبِیْ مُوْسٰی وَبِلَالٍ کَھَیْئَۃِ الْغَضْبَانِ فَقَالَ رَدَّ

نے اس سے فرمایا تجھے بشارت ہو اس پر انھوں نے کہا، بشارت ہو بہت کہہ چکے اب حضور نے

الْبُشْرٰی فَاقْبَلَا اَنْتُمَا قَالَا قَبِلْنَا ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ فِیْہِ مَاءٌ فَغَسَلَ

ابو موسیٰ اور بلال کی طرف رخ فرمایا جیسے غضبناک ہوں اور فرمایا اس نے بشارت رد کر دی اب

یَدَیْہِ وَوَجْھَہٗ فِیْہِ وَمَجَّ فِیْہِ ثُمَّ قَالَ اشْرَبَا مِنْہُ وَاَفْرِغَا عَلٰی

تم دونوں قبول کرو ان دونوں نے عرض کیا ہم نے قبول کیا پھر ایک پیالہ منگایا جس میں پانی تھا

۲۱۷۲ صحیح بخاری باب من ادعی الی غیر ابیہ صلے

وَجُوْهَكُمَا وَمَحْوِرَكُمَا وَأَبْشِرَا فَأَخَذَ الْقَدَحَ فَفَعَلَا فَنَادَتْ أُمُّ

اس نے اپنے ہاتھ اور چہرے کو اسمیں دھویا اور کلی کی پھر فرمایا تم دونوں اس میں سے کچھ پی لو اور اپنے چہروں اور

سَلَمَةَ مِنْ وَّرَاءِ السِّتْرِ أَنْ أَفْضِلَا لِأُمِّكُمَا فَأَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ

سینوں پر ڈال لو اور تمہیں بشارت ہو ان دونوں نے پیالہ لیا، اور حکم کی تعمیل کی، ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

طَائِفَةً۔

نے پردے کے پیچھے سے آواز دی کہ اپنی ماں کے لئے بھی بچالینا تو ان دونوں نے اسمیں سے کچھ بچالیا۔

۲۱۷۳ حدیث عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ لَمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى

عبداللہ بن زید بن عاصم نے کہا جب اللہ نے اپنے رسول کو یوم حنین

رَسُوْلِهٖ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَسَمَ فِي النَّاسِ فِي الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَلَمْ يُعْطِ

مال غنیمت عطا فرمایا تو اسے مؤلفۃ القلوب میں تقسیم فرمادیا اور انصار کو کچھ

الْأَنْصَارَ شَيْئًا فَكَأَنَّهُمْ وَجَدُوْا إِذْ لَمْ يُصِبْهُمْ مَا أَصَابَ النَّاسَ

نہیں دیا، اس پر انصار کو غم ہوا کہ انھیں وہ نہیں ملا جو لوگوں کو ملا اس پر رسول اللہ

أَوْ كَأَنَّهُمْ وَجَدُوْا إِذْ لَمْ يُصِبْهُمْ مَا أَصَابَ النَّاسَ فَخَطَبَهُمْ فَقَالَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کو خطبہ دیا اور فرمایا۔ اے گروہ انصار۔ کیا میں نے

يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَمْ أَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللّٰهُ بِيْ وَكُنْتُمْ

تم کو گمراہ نہیں پایا تھا تو اللہ نے میرے ذریعہ تم کو ہدایت دی کیا تم لوگ

مُتَفَرِّقِيْنَ فَأَلَّفَكُمُ اللّٰهُ بِيْ وَعَالَةً فَأَغْنَاكُمُ اللّٰهُ بِيْ كُلَّمَا قَالَ

جدا جدا نہیں تھے؟ تو اللہ نے تم کو میری وجہ سے اکٹھا کیا، کیا تم لوگ تنگدست

شَيْئًا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمَنَّ قَالَ: مَا يَمْنَعُكُمْ أَنْ تُجِيْبُوْا رَسُوْلَ

نہیں تھے؟ تو اللہ نے میرے ذریعہ تم کو مالدار کیا حضور جو بھی فرماتے انصار

اللّٰهِ كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمَنَّ قَالَ لَوْ شِئْتُمْ قُلْتُمْ

عرض کرتے، اللہ اور اس کے رسول سب سے زیادہ احسان فرمانے والے ہیں فرمایا تم کو

جِئْتَنَا كَذَا وَكَذَا أَتَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَ

رسول اللہ کو جواب دینے سے کیا چیز روک رہی ہے حضور کچھ بھی فرماتے انصار عرض کرتے اللہ اور

الْبَعِيرِ وَتَذْهَبُونَ بِالنَّبِيِّ إِلَى رِحَالِكُمْ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً

اس کے رسول زیادہ احسان فرمانے والے ہیں فرمایا اگر تم چاہو تو کہو آپ ہمارے پاس اس حال میں آئے تھے کیا

مِنَ الْأَنْصَارِ وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَشِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ

تم لوگ اس پر راضی نہیں کہ لوگ بکری اور اونٹ لے جائیں اور تم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے گھر لیجاؤ، اگر ہجرت

وَشِعْبَهَا۔ الْأَنْصَارُ شِعَارٌ وَالنَّاسُ دِثَارٌ إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً

نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا اگر لوگ کسی وادی یا گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی اور گھاٹی میں چلوں گا،

فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ ۔ع

انصار شعار ہیں اور لوگ دثار تم لوگ اپنے ساتھ میرے بعد ترجیحی سلوک دیکھو گے اسوقت صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے حوض پر ملنا۔

**تشریحات ۲۱** اس مضمون کی حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی گذر چکی ہے اور اس کے بعد بھی کئی طریقے سے مروی ہے۔ اس کے بعض طرق میں یہ زائد ہے کہ یوم حنین ہوازن، غطفان وغیرہ اپنے مویشیوں اور آل اولاد کے ساتھ مقابلے پر آئے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار تھے اور طلقاء تھے یہ سب لوگ حضور کو چھوڑ کر منتشر ہو گئے یہاں تک کہ تنہا رہ گئے حضور نے دو آوازیں دیں داہنی طرف منھ کر کے فرمایا۔ اے گروہ انصار! انھوں نے عرض کیا حاضر ہیں ہم یا رسول اللہ! ہم حضور کے سامنے ہیں۔ پھر بائیں طرف رخ کر کے پکارا اے گروہ انصار! لوگوں نے عرض کیا ہم حاضر ہیں یا رسول اللہ! حضور خوش ہوں ہم حضور کے ساتھ ہیں حضور کے سامنے ہیں۔ اور حضور اپنے سفید خچر پر تھے اب اس سے اترے اور فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اس کے بعد مشرکین شکست کھا گئے۔ اس دن بہت غنیمت ہاتھ آئی اسے مہاجرین اور طلقاء میں تقسیم کیا اور انصار کو کچھ نہیں دیا اس پر انصار نے کہا جب سختی ہوتی ہے ہم بلائے جاتے ہیں اور غنیمت ہمارے غیروں کو دی جاتی ہے یہ خبر حضور کو پہونچی تو سب انصار کو ایک گول خیمے میں جمع کیا اور فرمایا اے گروہ انصار! یہ کیسی بات ہے جو تمہاری طرف سے مجھے پہنچی ہے جس پر انصار کرام چپ رہے اب حضور نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں کہ لوگ دنیا لے جائیں اور تم رسول اللہ کو ساتھ لے جاؤ جنھیں اپنے گھروں میں رکھو۔ انصار نے کہا ہاں ہم راضی ہیں۔

اس باب میں تمام روایتوں پر نظر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انصار کرام نے یہ دیکھ کر کہ نوازش و اکرام سے ہم اس وقت محروم ہیں دلگیر ہوئے انھوں نے یہ سمجھا کہ شاید حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل میں اب ہماری وہ وقعت نہ رہی یہ فطری بات ہے کہ محبوب کی نوازش دوسروں پر دیکھ کر اور خود کو محروم پا کر انسان دل شکستہ ہوتا ہے اس پر کچھ تو عمر انصار کرام نے چہ میگوئیاں کی ہیں۔

---

ع۔ ثانی التمنی باب ما یجوز من اللّو ص ۱۰۷۲ مسلم زکوٰۃ

اس حدیث میں یہ ہے کہ اگر تم چاہو تو کہو آپ ہمارے پاس ایسے آئے تھے ویسے آئے تھے مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت انس ہی سے یہ مروی ہے کہ فرمایا تم کیوں نہیں کہتے کہ آپ ڈرے ہوئے آئے تھے ہم نے آپ کو امن دیا، آپ کی قوم نے آپ کو نکال دیا تھا ہم نے آپ کو جگہ دی آپ کی قوم نے آپ کو جھوڑ دیا تھا ہم نے آپ کی مدد کی بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ آپ تنگدست آئے تھے ہم نے آپ کی مدد کی۔ اس پر انصار کرام نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ! بلکہ ہم پر اللہ و رسول کا احسان ہے۔

**بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اِلٰى بَنِيْ جَذِيْمَةَ۔** نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنی جذیمہ کی جانب بھیجنا۔ ص ۶۲۲

۲۱۷۴ **عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ**

**حدیث** حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خالد

**وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اِلٰى بَنِيْ جَذِيْمَةَ فَدَعَاهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ**

بن ولید کو بنی جذیمہ کی جانب بھیجا انھوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی وہ اچھی طرح

**فَلَمْ يُحْسِنُوْا اَنْ يَقُوْلُوْا اَسْلَمْنَا فَجَعَلُوْا يَقُوْلُوْنَ صَبَأْنَا صَبَأْنَا فَجَعَلَ**

اسلمنا نہیں کہہ سکتے تھے وہ لوگ "صبانا صبانا" کہنے لگے خالد انھیں قتل کرنے لگے

**خَالِدٌ يَقْتُلُ وَيَاْسِرُ وَدَفَعَ اِلٰى كُلِّ رَجُلٍ مِّنَّا اَسِيْرَهٗ حَتّٰى اِذَا كَانَ**

اور قید کرنے لگے اور ہم میں سے ہر شخص کو اس کا قیدی دیا یہاں تک کہ ایک دن خالد نے

**يَوْمٌ اَمَرَ خَالِدٌ اَنْ يَّقْتُلَ كُلُّ رَجُلٍ مِّنَّا اَسِيْرَهٗ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا**

حکم دیا کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کر دے اس پر میں نے کہا کہ میں اپنے قیدی

**اَقْتُلُ اَسِيْرِيْ وَلَا يَقْتُلُ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِيْ اَسِيْرَهٗ حَتّٰى قَدِمْنَا**

کو قتل نہیں کروں گا اور نہ ہمارے ساتھیوں میں سے کوئی اپنے قیدی کو قتل کرے گا یہاں تک

**عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَاهُ لَهٗ فَرَفَعَ النَّبِيُّ**

کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے حضور سے واقعہ مذکورہ ذکر کیا تو

**صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَبْرَاُ اِلَيْكَ**

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو اٹھایا اور فرمایا اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا اس سے میں تیری بارگاہ

مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ مَرَّتَيْنِ عه

میں برارت ظاہر کرتا ہوں۔ دو مرتبہ فرمایا۔

**تشریحات** فتح مکہ کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ساڑھے تین سو مہاجرین وانصار کے ۲۱۷۴ ساتھ حضرت خالد بن ولید کو بنی کنانہ کی شاخ بنی حذیمہ کی طرف بھیجا یہ مکہ کے نیچے یلملم کے اطراف میں رہتے تھے۔

**صبانا** :۔ اس کے معنی دین بدلنے کے ہیں اگر کوئی اسلام قبول کرتا تو قریش کہتے صَبَأَ یعنی اس نے اپنا دین بدل دیا صابی ہوگیا۔ اسی عرف کے مطابق حضرت ابن عمر نے ان کے صبانا صبانا کہنے سے یہ سمجھا کہ یہ واقعی مسلمان ہوگئے ہیں مگر چونکہ یہ لفظ اسلام قبول کرنے میں صریح نہیں تھا اس لئے حضرت خالد نے سمجھا کہ یہ اسلام قبول کرنے سے بہانہ بنا کر انکار کر رہے ہیں ان کو اسلمنا کہنے میں کیا دشواری تھی۔ اس لئے انھوں نے قتل کیا اور قید کیا مگر یہ ان کی خطا تھی اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برارت ظاہر کی۔ اور چونکہ حضرت خالد نے جو کچھ کیا تھا اور سمجھا تھا اس کا بھی ایک محمل تھا اس لئے قصاص واجب نہیں فرمایا۔

**بَابُ** سَرِيَّةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ وَعَلْقَمَةَ بْنِ مُجَزِّزٍ الْمُدْلِجِيِّ يُقَالُ إِنَّهَا سَرِيَّةُ الْأَنْصَارِ۔ ص ۶۲۲

عبداللہ بن حذافہ سہمی اور علقمہ بن مجزز مدلجی کا سریہ اور اس کو سریۃ الانصار بھی کہا جاتا ہے۔

۲۱۷۵ **حدیث** عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَاسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُّطِيعُوهُ فَغَضِبَ فَقَالَ أَلَيْسَ أَمَرَكُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُطِيعُونِي قَالُوا بَلٰى؟ قَالَ فَاجْمَعُوا لِي حَطَبًا فَجَمَعُوا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا اور اس پر انصار میں سے ایک صاحب کو امیر بنایا اور سرکار کو حکم دیا کہ ان کی اطاعت کریں۔ وہ کسی بات پر خفا ہو گئے اور کہا کیا تم کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے ان لوگوں نے کہا کہ ہاں دیا ہے۔ انھوں نے کہا تو میرے لئے لکڑی

عه احکام: باب اذا قضی الحاکم بجور ط ۱۰۶۶۔ نسائی سیر، قضا۔

فَقَالَ اَوْقِدُوْا نَارًا فَاَوْقَدُوْهَا فَقَالَ اُدْخُلُوْهَا فَهَمُّوْا وَجَعَلَ

جمع کرو لوگوں نے جمع کیا انھوں نے کہا اسے جلاؤ لوگوں نے اسے جلایا اب انھوں نے کہا

بَعْضُهُمْ يُمْسِكُ بَعْضًا وَيَقُوْلُوْنَ فَرَرْنَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اس میں داخل ہو کچھ لوگوں نے داخل ہونے کا ارادہ کیا تو کچھ لوگوں نے انھیں پکڑ لیا اور کہنے لگے

وَسَلَّمَ مِنَ النَّارِ۔ فَمَازَالُوْا حَتّٰى خَمَدَتِ النَّارُ فَسَكَنَ غَضَبُهٗ فَبَلَغَ النَّبِيَّ

ہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن میں پناہ آگ سے بچنے ہی کے لئے لی ہے۔ یہی قصہ رہا یہاں تک کہ آگ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ دَخَلُوْهَا مَا خَرَجُوْا مِنْهَا اِلٰى يَوْمِ

بجھ گئی اب ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا یہ خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہونچی تو فرمایا اگر یہ لوگ اس میں داخل

الْقِيٰمَةِ اَلطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ ع۔

ہوتے تو اس سے قیامت تک نہ نکلتے۔ فرمانبرداری اچھے کام میں ہے۔

۲۱۷۵ تشریح ربیع الآخر ۹ھ میں تین سو افراد پر حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی کو امیر بنا کر حبشہ کی جانب بھیجا تھا۔ اس میں یہ قصہ پیش آیا تھا۔ یہ جو فرمایا کہ اگر یہ لوگ اس آگ میں داخل ہو گئے ہوتے تو قیامت تک نہ نکلتے یہ اس بنا پر تھا کہ یہ لوگ اس آگ میں داخل ہونے کو کارِ ثواب نہیں تو مباح سمجھ کر اپنے آپ کو جلاتے کیونکہ اپنے امیر کے حکم سے داخل ہوتے اور حضور نے خود اطاعت کا حکم دیا تھا ان کو گمان ہوتا کہ یہ کارِ ثواب ہے حالانکہ یہ خودکشی ہے اور خودکشی حرام ہے۔ آحاد کی روایت میں یہ زائد ہے "لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ" اللہ کی نافرمانی میں طاعت نہیں۔

بَابُ بَعْثِ اَبِيْ مُوْسٰى وَمُعَاذٍ اِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔ حضرت ابو موسیٰ اور حضرت معاذ کو یمن کی جانب بھیجنا حجۃ الوداع سے پہلے۔ ص ۶۲۲

۲۱۷۶ حدیث عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا مُوْسٰى وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ بَعَثَ كُلَّ وَاحِدٍ

ابو بردہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو موسیٰ و معاذ بن جبل کو یمن کی طرف بھیجا ان میں سے ہر ایک کو ایک علاقہ پر بھیجا

عہ الاحکام۔ باب السمع والطاعۃ للامام ص ۱۰۵۸ کتاب اخبار الاحاد۔ باب ماجاء فی اجازۃ الخبر الواحد ص ۱۰۷۶۔ مسلم مغازی ابوداؤد جہاد نسائی سیر۔

مِنْهُمَا عَلٰى مِخْلَافٍ قَالَ وَالْيَمَنُ مِخْلَافَانِ ثُمَّ قَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا

اور یمن کے دو حصے تھے پھر فرمایا آسانی کرنا دشواری مت کرنا لوگوں کو خوشخبری دینا نفرت

وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا فَانْطَلَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إِلٰى عَمَلِهٖ قَالَ وَكَانَ

مت دلانا ان میں سے ہر ایک اپنی عملداری میں گیا اور ان میں سے ہر ایک جب اپنے علاقے

كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إِذَا سَارَ فِيْ أَرْضِهٖ كَانَ قَرِيْبًا مِّنْ صَاحِبِهٖ أَحْدَثَ

میں دوسرے سے قریب رہتا تو ملاقات کرتا اور سلام کرتا، ایک دفعہ اپنے علاقے میں حضرت

بِهٖ عَهْدًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَسَارَ مُعَاذٌ فِيْ أَرْضِهٖ قَرِيْبًا مِّنْ صَاحِبِهٖ

معاذ اپنے ساتھی حضرت ابو موسیٰ کے علاقے کے قریب تھے اور اپنے خچر پر سوار

أَبِيْ مُوْسٰى فَجَاءَ يَسِيْرُ عَلٰى بَغْلَتِهٖ حَتّٰى انْتَهٰى إِلَيْهِ وَإِذَا هُوَ بِمَكَانٍ

آئے یہاں تک کہ ان کے پاس پہونچے وہ بیٹھے ہوئے تھے اور وہاں بہت سے لوگ

وَقَدِ اجْتَمَعَ إِلَيْهِ النَّاسُ وَإِذَا رَجُلٌ عِنْدَهٗ قَدْ جُمِّعَتْ يَدَاهُ إِلٰى

اکٹھا تھے اور ایک شخص تھا جس کے ہاتھ کو اکٹھا کر کے گردن پر باندھ دیا گیا تھا تو

عُنُقِهٖ فَقَالَ لَهٗ مُعَاذٌ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ أَيُّ هٰذَا قَالَ هٰذَا

معاذ نے ان سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انھوں نے بتایا اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد

رَجُلٌ كَفَرَ بَعْدَ إِسْلَامِهٖ قَالَ لَا أَنْزِلُ حَتّٰى يُقْتَلَ قَالَ إِنَّمَا جِيْءَ بِهٖ

کفر کیا ہے تو حضرت معاذ نے کہا میں نہیں اتروں گا جب تک کہ یہ قتل نہ کر لیا جائے۔ حضرت

لِذٰلِكَ فَانْزِلْ قَالَ مَا أَنَا بِنَازِلٍ حَتّٰى يُقْتَلَ فَأَمَرَ بِهٖ فَقُتِلَ ثُمَّ نَزَلَ

ابو موسیٰ نے کہا کہ اسی لئے یہ لایا گیا ہے، اتر جاؤ تو حضرت معاذ نے کہا جب تک یہ قتل نہیں کیا

فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ كَيْفَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَالَ أَتَفَوَّقُهٗ تَفَوُّقًا قَالَ

جائے گا میں نہیں اتروں گا تو انھوں نے حکم دیا اور وہ قتل کر دیا گیا پھر اترے پھر حضرت معاذ نے پوچھا

فَكَيْفَ تَقْرَأُ أَنْتَ يَا مُعَاذُ قَالَ أَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ مَا قُمْتُ وَقَدْ

اے عبداللہ تم قرآن کیسے پڑھتے ہو؟ تو انھوں نے کہا کہ میں وقفے وقفے سے پڑھتا ہوں تو انھوں نے پوچھا

قَضَيْتُ جُزْئِيْ مِنَ النَّوْمِ فَأَقْرَأُ مَا كَتَبَ اللّٰهُ لِيْ فَأَحْتَسِبُ نَوْمَتِيْ

اے معاذ! تم کیسے پڑھتے ہو؟ انھوں نے کہا میں شروع رات میں سو جاتا ہوں پھر اٹھتا ہوں اور میں اپنی نیند کا ایک حصہ

كَمَا أَحْتَسِبُ قَوْمَتِي ۔

پورا کرلیتا ہوں، پھر پڑھتا ہوں جو اللہ نے میرے مقدر میں لکھا ہے تو میں اپنی نیند کو بھی ثواب میں شمار کرتا ہوں جیساکہ قیام کو شمار کرتا ہوں۔

۲۱۷۷ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ

حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ فَسَأَلَهُ عَنْ أَشْرِبَةٍ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو یمن کی جانب بھیجا، انھوں نے حضور سے ان شرابوں کے بارے میں پوچھا

تُصْنَعُ بِهَا فَقَالَ وَمَا هِيَ قَالَ الْبِتْعُ وَالْمِزْرُ فَقُلْتُ لِأَبِي بُرْدَةَ وَمَا

جو وہاں بنائی جاتی تھیں، فرمایا کیا ہے وہ؟ انھوں نے کہا، بتع اور مزر، میں نے ابو بردہ سے پوچھا بتع

الْبِتْعُ؟ قَالَ نَبِيذُ الْعَسَلِ وَالْمِزْرُ نَبِيذُ الشَّعِيرِ فَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ

کیا ہے؟ کہا شہد کی نبیذ اور مزر جَو کی نبیذ، فرمایا ہر نشہ آور حرام ہے۔

۲۱۷۷ تشریحات یہ دونوں حدیثیں حقیقت میں ایک ہی ہیں جیساکہ اس کے بعد والی روایت سے یہ ظاہر ہے۔ مخلاف کے معنیٰ حصہ کے ہیں جس کو صوبے سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ یمن کے بالائی حصے عدن کی سمت کا حاکم حضرت معاذ کو بنایا تھا اور نشیبی علاقہ حضرت ابو موسیٰ کو سپرد کیا تھا۔ بعد والی روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ نے کہا کہ میں کھڑے ہونے کی حالت میں بھی پڑھتا ہوں اور بیٹھنے کی حالت میں بھی اور اپنی سواری پر بھی۔ اور وقفے وقفے سے پڑھتا ہوں اسی میں یہ بھی ہے کہ جو شخص مرتد ہوا تھا یہ پہلے یہودی تھا۔

۲۱۷۸ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ أَنَّ مُعَاذًا قَدِمَ الْيَمَنَ صَلَّى

حدیث عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معاذ جب یمن آئے تو انھوں نے

بِهِمُ الصُّبْحَ فَقَرَأَ وَاتَّخَذَ اللهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ

انھیں صبح کی نماز پڑھائی جس میں یہ آیت تلاوت کی۔ اور اللہ نے ابراہیم کو خلیل بنایا۔ تو قوم میں

الْقَوْمِ لَقَدْ قَرَّتْ عَيْنُ أُمِّ إِبْرَاهِيمَ۔

سے ایک شخص نے کہا۔ ابراہیم کی والدہ کی آنکھ ٹھنڈی ہوئی۔

## بَابُ بَعْثِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ إِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ ص۲۲۳

حضرت علی بن ابی طالب اور خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حجۃ الوداع سے پہلے یمن بھیجا۔

۲۱۷۹ **حدیث** عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ إِلَى الْيَمَنِ

ابو اسحاق نے کہا کہ میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سنا کہ فرمایا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کے ساتھ یمن بھیجا پھر حضرت علی کو اس کے بعد

قَالَ ثُمَّ بَعَثَ عَلِيًّا بَعْدَ ذٰلِكَ مَكَانَهُ فَقَالَ مُرْ أَصْحَابَ خَالِدٍ مَنْ شَاءَ مِنْهُمْ أَنْ يُعَقِّبَ مَعَكَ فَلْيُعَقِّبْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُقْبِلْ

ان کی جگہ بھیجا اور فرمایا، خالد کے ساتھیوں سے کہو ان میں سے جو دوبارہ تمہارے ساتھ جانا چاہے وہ جائے اور جو چاہے مدینہ لوٹ آئے۔ حضرت براء نے کہا میں ان لوگوں میں تھا جو ان کے ساتھ گیا تھا۔ تو مجھے کئی عدد اوقیے مال غنیمت ملا۔

فَكُنْتُ فِيمَنْ عَقَّبَ مَعَهُ قَالَ فَغَنِمْتُ أَوَاقِيَ ذَوَاتِ عَدَدٍ۔

**تشریحات** غزوۂ طائف سے فراغت کے بعد جعرانہ میں مال غنیمت تقسیم کر لینے کے بعد ان لوگوں کو یمن بھیجا تھا۔ اواقی۔ اوقیہ کی جمع ہے ایک اوقیہ چالیس درم چاندی کا ہوتا تھا۔ ۲۱۷۹

۲۱۸۰ **حدیث** عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا إِلَى خَالِدٍ لِيَقْبِضَ الْخُمُسَ وَكُنْتُ أُبْغِضُ عَلِيًّا

حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خالد کے پاس بھیجا تاکہ خمس وصول کریں۔ بریدہ نے کہا، میں حضرت علی سے کدورت رکھتا تھا، انھوں نے غسل کر لیا تھا تو میں نے

وَقَدِ اغْتَسَلَ فَقُلْتُ لِخَالِدٍ أَلَا تَرَى إِلٰى هٰذَا فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ يَا بُرَيْدَةُ أَتُبْغِضُ عَلِيًّا فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَا تُبْغِضْهُ فَإِنَّ لَهُ فِي الْخُمُسِ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ۔

خالد سے کہا آپ انھیں نہیں دیکھتے جب ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے میں نے حضور سے اس کا تذکرہ کیا تو دریافت فرمایا اے بریدہ؟ تم علی سے کدورت رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں! فرمایا ان سے کدورت مت رکھو خمس میں ان کا اس سے زیادہ حق ہے۔

**تشریحات ۲۱۸۰** اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے حضرت خالد بن ولید کو بھیجا تھا جہاد کے لئے۔ پھر بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ مال غنیمت سے خمس وصول کرلیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خمس میں سے ایک کنیز اپنے حصے میں لے لیا۔ اور پھر رات میں اس سے ہم بستری کی، یہ بات حضرت بریدہ کو ناگوار گذری دو وجہ سے، ایک تو یہ کہ بغیر استبرا کے انھوں نے کنیز سے وطی کی دوسرے یہ کہ انھوں نے از خود کنیز کو اپنے لئے چن لیا، چاہئے یہ تھا کہ خمس وصول کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے مستحقین میں تقسیم فرماتے یہ عام شراح کا خیال ہے۔ مگر حدیث کا سیاق یہ بتا رہا ہے کہ حضرت بریدہ کو ناگواری اس بنا پر ہوئی کہ انھوں نے یہ سمجھا کہ حضرت علی نے اپنے حق سے زیادہ لے لیا تھا اس پر قرینہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ خمس میں ان کا حق اس سے زیادہ ہے، لیکن شراح کا اشکال بھی اپنی جگہ پر درست ہے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے وہ کنیز نابالغہ رہی ہو یا کنواری رہی ہو اور حضرت علی کا مسلک یہی رہا ہو کہ نابالغ یا کنواری کنیز کے لئے استبرا ضروری نہیں اس لئے کہ استبرا اس اطمینان کے لئے مشروع ہے کہ کہیں یہ حاملہ نہ ہو اور جب وہ نابالغ ہے تو استقرار حمل کا شبہ ہی نہیں اور کنواری ہونا اس کی دلیل ہے کہ ابھی اس کے ساتھ ہمبستری نہیں کی گئی ہے پھر حمل کے خبیثے کی گنجائش نہیں، دوسرے اشکال کا جواب یہ دیا گیا کہ جس طرح امام کو یہ حق ہے کہ مال غنیمت میں سے جو چاہے اپنے لئے چن لے اسی طرح امام کے نائب کو بھی یہ حق ہے، اسی بنا پر حضرت علی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہونے کی حیثیت سے اس کنیز کو اپنے لئے خاص کر لیا تھا۔

## بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ ص ۶۲۵ غزوۂ ذات سلاسل

**حدیث ۲۱۸۱** وَهِيَ غَزْوَةُ لَخْمٍ وَجُذَامٍ قَالَهُ إِسْمٰعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ وَ

اسمٰعیل بن ابی خالد نے کہا کہ یہ غزوۂ لخم و جذام ہے اور ابن اسحٰق نے عروہ

قَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ عَنْ يَزِيدَ عَنْ عُرْوَةَ هِيَ بِلَادُ بَلِيٍّ وَعُذْرَةَ

سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ یہ بلاد بلی اور عذرہ اور بنی القین ہے۔

وَبَنِي الْقَيْنِ۔

**تشریحات ۲۱۸۱** غزوۂ موتہ کے بعد جمادی الآخرہ ۸ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنا کر تین سو مجاہدین کے ساتھ

بھیجا تھا پھر بعد میں حضرت ابو عبیدہ بن جرّاح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو سو افراد کے ساتھ بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ عمرو کے ساتھ شامل ہو جاؤ اور آپس میں اختلاف مت کرنا وہاں پہونچ کر حضرت ابو عبیدہ نے چاہا کہ نماز پڑھائیں تو حضرت عمرو بن عاص نے روک دیا اور کہا آپ مدد کے لئے آئے ہیں۔ امیر میں ہوں، حضرت ابو عبیدہ نے اسے مان لیا، اس غزوے کا سبب یہ تھا کہ یہ اطلاع ملی کہ قضاعا کے کچھ لوگ فوج اکٹھا کر رہے ہیں تاکہ مدینے پر حملہ کریں۔ اس غزوے میں ان کی ماتحتی میں حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے، دشمن کی سرزمین پر پہونچ کر مجاہدین نے چاہا کہ آگ جلائیں، حضرت عمرو بن عاص نے روک دیا، لوگوں نے حضرت ابو بکر سے شکایت کی، انھوں نے فرمایا، کہ کوئی آگ نہ جلائے ورنہ اس کو اسی میں جھونک دوں گا، دشمن سے مقابلہ ہوا، دشمن شکست کھا کر بھاگے، لوگوں نے تعاقب کرنا چاہا تو حضرت عمرو بن عاص نے منع فرما دیا واپس ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی، حضور نے ان سے دریافت فرمایا تو حضرت عمرو بن عاص نے عرض کیا میں نے آگ جلانے سے اس لئے منع کیا کہ ہم تعداد میں تھوڑے تھے دشمن دیکھ لیتے اور تعاقب سے اس لئے روکا کہ اس کا اندیشہ تھا کہ کہیں دشمن کی کسی طرف سے مدد نہ آجائے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی تحسین کی۔ اس غزوے کو ذات السلاسل اس لئے کہتے ہیں کہ دشمن نے اپنے پاؤں میں زنجیریں ڈال لی تھیں تاکہ ہم بھاگیں نہ۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہاں ایک تالاب تھا جس کا نام سلسل تھا یہ قبائل وادی القریٰ کے پیچھے رہتے تھے مدینے سے ان کا فاصلہ دس دن کا تھا، یہ سب یمنی قبائل ہیں بنی قضاعا کی شاخ ۔ حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم کے ہوتے ہوئے حضرت عمرو بن عاص کو امیر لشکر اس بنا پر بنایا تھا کہ ان کی والدہ قبیلۂ بلی سے تھیں، ان کے امیر ہونے سے ان قبائل کی تالیف قلب منظور تھی۔

## بَابُ ذِهَابِ جَرِيرٍ إِلَى الْيَمَنِ ص ۶۲۵

جریر رضی اللہ عنہ کا یمن جانا۔

۲۱۸۲ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ

حدیث حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں یمن میں تھا، میں نے یمن کے

بِالْيَمَنِ فَلَقِيتُ رَجُلَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ ذَا كَلَاعٍ وَذَا عَمْرٍو

دو شخص ذو کلاع اور ذو عمرو سے ملاقات کی۔ میں ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

فَجَعَلْتُ أُحَدِّثُهُمْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وسلم کے حالات بیان کرنے لگا تو ذو عمرو نے کہا۔ کہ تم جو اپنے

فَقَالَ لَهُ ذُو عَمْرٍو لَئِنْ كَانَ الَّذِي تَذْكُرُ مِنْ أَمْرِ صَاحِبِكَ

صاحب کی بات بیان کرتے ہو اگر صحیح ہے تو ان کی وفات کو تین

لَقَدْ مَرَّ عَلٰی اَجَلِہٖ مُنْذُ ثَلَاثٍ وَاَقْبَلَا مَعِیَ حَتّٰی اِذَا کُنَّا فِیْ بَعْضِ
دن گذر چکے ہیں، وہ دونوں میرے ساتھ آگے چلے راستے ہی میں مدینے
الطَّرِیْقِ رُفِعَ لَنَا رَکْبٌ مِنْ قِبَلِ الْمَدِیْنَۃِ وَسَاَلْنَاھُمْ فَقَالُوْا اَقْبَضَ
کی طرف سے آئے ہوئے کچھ سوار ہم کو ملے ہم نے ان سے پوچھا۔ تو ان لوگوں نے
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ اَبُوْبَکْرٍ وَالنَّاسُ
کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا ہے اور ابوبکر خلیفہ بنائے گئے ہیں اور لوگ
صَالِحُوْنَ فَقَالَا اَخْبِرْ صَاحِبَکَ اِنَّا قَدْ جِئْنَا وَلَعَلَّنَا سَنَعُوْدُ اِنْشَاءَ
خوش ہیں اس پر ان دونوں نے کہا، اپنے صاحب کو خبر دو کہ ہم یہاں تک آگئے ہیں (اب ہم
اللّٰہُ وَرَجَعْنَا اِلَی الْیَمَنِ فَاَخْبَرْتُ اَبَابَکْرٍ بِحَدِیْثِھِمْ قَالَ اَفَلَا
واپس جارہے ہیں) انشاء اللہ ہو سکتا ہے ہم پھر لوٹیں بس دونوں یمن لوٹ گئے۔ میں نے حضرت
جِئْتَ بِھِمْ فَلَمَّا کَانَ بَعْدُ قَالَ لِیْ ذُوْعُمَرَ وَیَا جَرِیْرُ اِنَّ بِکَ
ابوبکر کو ان کی بات بتائی تو انھوں نے فرمایا انھیں لایا کیوں نہیں؟۔ اس کے بعد مجھ سے ذوعمرو نے
عَلَیَّ کَرَامَۃً وَاِنِّیْ مُخْبِرُکَ خَبَرًا اِنَّکُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ لَنْ تَزَالُوْا
کہا اے جریر! تمہارا مجھ پر احسان ہے میں تم کو ایک خبر بتارہا ہوں، اے گروہ عرب! تم لوگ
بِخَیْرٍ مَّا کُنْتُمْ اِذَا ھَلَکَ اَمِیْرٌ تَاَمَّرْتُمْ فِیْ اٰخَرَ فَاِذَا کَانَتْ بِالسَّیْفِ
ہمیشہ خیر میں رہوگے جب تک ایک امیر کے مرنے کے بعد باہمی مشورے سے امیر بناؤگے اور جب امارت تلوار سے حاصل کی
کَانُوْا مُلُوْکًا یَغْضَبُوْنَ غَضَبَ الْمُلُوْکِ وَیَرْضَوْنَ رَضَی الْمُلُوْکِ۔

جائیگی تو بادشاہ ہوجائیں گے، بادشاہوں کی طرح ناراض ہوں گے اور بادشاہوں کی طرح خوش ہوں گے۔

**تشریح ۲/۸۲** حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور نے ذوالخلصہ بت خانے کو ڈھانے کے لئے بھیجا تھا اور ایک بار اہل یمن کے مشرکین سے جہاد کے لئے بھیجا تھا، اہل سیر میں سے کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ذوالخلصہ ڈھانے کے لئے بعد میں بھیجا تھا لیکن یہ صحیح نہیں اس لئے کہ اس واقعہ میں تصریح ہے کہ حضرت جریر راستے ہی میں تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اس لئے ظاہر یہ ہے کہ ذوالخلصہ ڈھانے کے لئے پہلے بھیجا تھا اور یہ واقعہ بعد میں پیش آیا، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب ذوالخلصہ ڈھانے کے لئے بھیجا تھا اسی وقت یہ واقعہ بھی پیش آیا ہو۔

ذوالکلاع اور ذوعمرو یہ یمن کے ملوک میں سے تھے، یہ دونوں مدینہ طیبہ حاضری کے ارادے سے چلے تھے جب ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کی خبر ملی تو واپس یمن لوٹ گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ہجرت کر کے مدینہ طیبہ واپس ہوئے۔ ذوالکلاع جب مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو ان کے ساتھ بارہ ہزار غلام تھے، حضرت عمر نے ان سے کہا کہ انھیں بیچ دو اور ان کی قیمت سے لڑائی کا سامان کرو تو ذوالکلاع نے کہا نہیں یہ سب آزاد ہیں۔ ذوعمرو نے حضرت جریر سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احوال سن کر جو یہ کہا کہ تین دن ہوا ان کا وصال ہو چکا ہے، یہ انھوں نے کیسے کہا؟ — شارحین میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ کسی خفیہ ذریعہ سے انھیں معلوم ہو چکا ہو یا ہو سکتا ہے کہ یہ جاہلیت میں کاہن رہے ہوں اور اسلام میں محدث یعنی ملہم رہے ہوں۔ یا ہو سکتا ہے کہ انھوں نے اگلی کتابیں پڑھی ہوں اس سے ان کو یہ معلوم ہوا ہو، کیونکہ یمن میں یہودی پہونچ گئے تھے۔ حضرت علامہ ابن حجر نے اسی کو ترجیح دی۔

## بابُ غَزْوَةِ سِيفِ الْبَحْرِ ص۶۲۵ غزوۂ سیف البحر

**وَهُمْ يَتَلَقَّوْنَ عِيرًا لِقُرَيْشٍ وَأَمِيرُهُمْ أَبُو عُبَيْدَةَ۔**

اس غزوے والے قریش کے قافلے کی تاک میں نکلے تھے اور ان کے امیر ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

سیف۔ کے معنیٰ ساحل کے ہیں، حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین سو مجاہدین کے ساتھ سمندر کے ساحل کی طرف بھیجا تھا، اسی لئے اس کا نام غزوہ سیف البحر ہے۔ اس کی پوری تفصیل کتاب الشرکۃ جلد پنجم ص۴۲۶ میں گذر چکی ہے۔ یہاں بطریق علی بن عبداللہ جو روایت ہے اس کے آخر میں یہ ہے۔

۲۱۸۳ **وَكَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ثُمَّ نَحَرَ ثَلَاثَ**

حدیث اور قوم میں ایک صاحب تھے جنھوں نے تین اونٹ ذبح کئے پھر تین اونٹ ذبح کئے

**جَزَائِرَ ثُمَّ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ثُمَّ إِنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ نَهَاهُ وَكَانَ عَمْرٌو**

پھر تین اونٹ ذبح کئے۔ پھر ابو عبیدہ نے ان کو منع کر دیا۔ اور عمرو بن دینار کہتے تھے مجھے ابو صالح

**يَقُولُ أَخْبَرَنَا أَبُو صَالِحٍ أَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ لِأَبِيهِ كُنْتُ فِي**

نے خبر دی کہ قیس بن سعد نے اپنے والد سے کہا میں لشکر میں تھا تو لوگ بھوکے ہوئے ان کے

**الْجَيْشِ فَجَاعُوا قَالَ انْحَرْ قَالَ نَحَرْتُ قَالَ ثُمَّ جَاعُوا قَالَ انْحَرْ**

والد نے کہا تم کو ذبح کرنا چاہئے تھا انھوں نے کہا میں نے اونٹ ذبح کیا اس کے بعد پھر بھوکے

قَالَ نَحَرْتُ ثُمَّ جَاعُوْا قَالَ اِنْحَرْ قَالَ نَحَرْتُ قَالَ ثُمَّ جَاعُوْا

ہوئے ان کے والد نے کہا تمکو اونٹ ذبح کرنا چاہئے تھا انھوں نے کہا میں نے ذبح کیا، پھر لوگ بھوکے ہوئے ان کے

قَالَ اِنْحَرْ قَالَ نُهِيْتُ۔

والد نے کہا تمکو اونٹ ذبح کرنا چاہئے تھا انھوں نے کہا میں نے ذبح کیا انھوں نے کہا پھر لوگ بھوکے ہوئے انھوں نے کہا کہ تم کو اونٹ ذبح کرنا چاہئے تھا انھوں نے کہا مجھے روک دیا گیا۔

**تشریحات** جزائر۔ جزور کی جمع ہے جس کے معنی اونٹ کے ہیں، نر ہو یا مادہ ویسے لفظ جزور مؤنث ہے۔ یہ صاحب حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے جو خزرج کے سردار تھے، حضرت قیس بن سعد بہت قدآور بہادر سخی اور عقلمند شخص تھے، ان کا شمار دہاۃ العرب میں سے ہے، حضرت علی اور حضرت معاویہ کے اختلاف میں یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص حامیوں، ان کے خصوصی معتمد تھے۔ ایک دفعہ ایک عورت ان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا کہ ہمارا یہ حال ہے کہ ہمارے گھر کے چوہے لاٹھی کے سہارے چلتے ہیں یعنی کھانے کو کچھ نہیں، بھوک سے چوہوں کا یہ حال ہو گیا ہے تو حضرت قیس نے فرمایا کہ چل میں ایسا کر دوں گا کہ شیر کی طرح اچھلیں گے کودینگے۔ پھر انھوں نے اس عورت کا گھر کھانے پینے کے سامان سے بھر دیا۔

**باب** حَجِّ اَبِیْ بَکْرٍ بِالنَّاسِ فِیْ سَنَةِ تِسْعٍ ص ۹۲۶ حضرت ابوبکر کا لوگوں کو سنہ ۹ھ میں حج کرانا۔

سنہ ۹ھ میں چونکہ عرب کے دور دراز علاقوں سے وفود کی آمد کا سلسلہ تھا اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر الحج بنا کر بھیجا، ان کے ہمراہ تین سو صحابہ کرام تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیس اونٹ قربانی کے لئے بھیجے تھے پھر بعد میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا کہ وہ سورۂ برارت وہاں جاکر اعلانیہ سب کو سنادیں۔

حضرت علی کو اس لئے بھیجا تھا کہ اس میں ان ساری مراعات کے ختم ہونے کا اعلان تھا جو مشرکین کو حاصل تھیں چونکہ اہل عرب کا دستور تھا کہ کسی معاہدہ کے ختم ہونے کا اعلان وہی کرتا جو معاہد کے اہل بیت میں سے ہوتا۔ اس کی پوری تفصیل کتاب الحج میں گذر چکی ہے۔

۲۱۸۴ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اٰخِرُ

**حدیث** حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا سب سے آخر میں پوری سورہ

سُوْرَةٍ نَزَلَتْ كَامِلَةً سُوْرَةُ بَرَاءَةٌ وَاٰخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ خَاتِمَةُ

سورۂ برارت نازل ہوئی ہے اور آخری سورہ سورۂ نساء کی اخیر یہ آیت نازل ہوئی۔

## سُوْرَةُ النِّسَاءِ - يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ع۴

آپ سے لوگ پوچھتے ہیں فرمادو اللہ کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے۔

**تشریحات** اس کی بحث گذر چکی کہ اخیر آیت کون نازل ہوئی، یہاں مراد یہ ہے کہ سورۂ نساء کی سب سے اخیر کی یہ آیت نازل ہوئی، یہاں روایت میں "آخر سورۃ من النساء" ہے لیکن صحیح آخر آیۃ ہے۔ کلالہ اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے بعد نہ باپ چھوڑے نہ اولاد۔ ۲۱۸۴

**بَابٌ** قَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ غَزْوَةُ عُيَيْنَةَ بْنِ حِصْنِ بْنِ حُذَيْفَةَ بْنِ بَدْرٍ بَنِي الْعَنْبَرِ مِنْ بَنِي تَمِيْمٍ بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فَاَغَارَ وَاَصَابَ مِنْهُمْ نَاسًا وَسَبٰى مِنْهُمْ نِسَاءً۔ ص۶۲۶

عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر کا غزوہ بنی تمیم کی شاخ بنی عنبر کے ساتھ عیینہ کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی عنبر کی جانب بھیجا انھوں نے ان پر اچانک حملہ کیا ان میں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو قید کیا۔

**توضیح** سنہ ۹ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پچاس آدمیوں کے ساتھ بنی تمیم کی شاخ بنی عنبر کی سرکوبی کے لئے بھیجا تھا، انھوں نے ان پر حملہ کر کے گیارہ مرد گیارہ عورتوں اور تیس بچوں کو گرفتار کیا اور مدینہ طیبہ لے کر حاضر ہوئے۔ اسی پر بنی تمیم کے رؤسار خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور حجرے کے باہر کھڑے ہو کر چیخ چیخ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آوازیں دی تھیں۔ اس کارروائی کا سبب یہ تھا کہ بنی تمیم نے بنی خزاعہ کے کچھ لوگوں کو لوٹا تھا بنی خزاعہ حضور کے حلیف تھے۔

۲۱۸۵ **حدیث** اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَخْبَرَهُمْ اَنَّهُ

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ بنی تمیم کے کچھ

قَدِمَ رَكْبٌ مِّنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سوار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ابو بکر نے کہا قعقاع

فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَمِّرِ الْقَعْقَاعَ بْنَ مَعْبَدِ بْنِ زُرَارَةَ قَالَ عُمَرُ بَلْ

بن معبد بن زرارہ کو ان کا امیر بنائیے حضر عمر نے کہا نہیں اقرع بن حابس

ع۴ ثانی تفسیر باب یستفتونک قل اللہ یفتیکم ص۶۶۲۔ باب قولہ براءۃ من اللہ ورسولہ ص۶۷۱ فرائض باب یستفتونک قل اللہ ص۹۹۸

أَمِّرِ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ مَا أَرَدْتُ إِلَّا خِلَافِيْ قَالَ
کو امیر بنایئے ابو بکر نے کہا کہ تم صرف مجھ سے اختلاف کے ارادے سے یہ بات کہہ رہے ہو
عُمَرُ مَا أَرَدْتُ خِلَافَكَ فَتَمَارَيَا حَتّٰى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا فَنَزَلَ
حضرت عمر نے کہا میں نے آپ کے اختلاف کا ارادہ نہیں کیا دونوں آپس میں الجھ پڑے یہاں تک کہ ان کی
فِيْ ذٰلِكَ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
آوازیں بلند ہوگئیں اسی بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے
حَتّٰى انْقَضَتْ ۲ھ
آگے نہ بڑھو۔ سورۂ حجرات کی دوسری آیت تک۔

**تشریح** ۸۵۲۱ اعتصام اور تفسیر باب تنابزوا بالالقاب بعد الاسلام میں ابن ابی ملیکہ سے مرسلاً یہ مروی ہے کہ دونوں برگزیدہ ابو بکر و عمر قریب تھا کہ ہلاک ہو جاتے انھوں نے اپنی آوازوں کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور بلند کر دیا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے اتارا۔ اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو اخیر آیت تک، ابن زبیر نے کہا کہ اس کے بعد حضرت عمر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ عرض نہ کرتے جب تک کہ حضور ان سے پوچھتے نہیں، اور انھوں نے اپنے نانا یعنی حضرت ابو بکر کے بارے میں کچھ ذکر نہیں کیا۔ کتاب الاعتصام میں یہ زائد ہے کہ عظیم تک نازل ہوئی یعنی دو آیتیں۔ نیز یہ بھی زائد ہے کہ حضرت عمر اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی بات کرتے تو رازداروں کی طرح کرتے، ان روایتوں میں تنافی نہیں ہو سکتا ہے کہ شروع سورۃ سے لے کر تین آیتیں نازل ہوئیں۔ بعض راویوں نے اختصار کر دیا ہے۔

## بَابُ وَفْدِ بَنِيْ حَنِيْفَةَ وَحَدِيْثِ ثُمَامَةَ بْنِ أُثَالٍ۔ ص ۶۲۷

بنی حنیفہ کا وفد اور ثمامہ بن اثال کا قصہ۔

**توضیح** بنی حنیفہ کا وفد ۹ھ میں فتح مکہ کے بعد آیا تھا جس میں مسیلمہ کذاب بھی تھا اس کے ساتھ ۱۷ آدمی تھے اور حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ فتح مکہ سے پہلے پیش آیا تھا۔ حضرت امام بخاری نے بنی حنیفہ کے وفد کے ساتھ ثمامہ بن اثال کا قصہ صرف اس لئے ذکر کر دیا گیا ہے کہ یہ بھی بنی حنیفہ سے تھے، مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کا پورا قصہ علامات نبوت میں بیان ہو چکا ہے۔ اور حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بھی کتاب الصلوٰۃ میں اختصار کے ساتھ مذکور ہے۔ یہاں پوری

---

عہ ثانی: تفسیر حجرات باب لا ترفعوا اصواتکم ص۷۱۸، وباب قولہ ان الذین ینادونک... ص۷۱۸ والاعتصام باب ما یکرہ من التعمق والتنازع ص۱۰۸۴۔ ترمذی: تفسیر، قضاء۔

تفصیل کے ساتھ ہے اس لئے پھر ذکر کر دیتے ہیں۔

۲۱۸۶ حدیث حَدَّثَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ سَعِیْدٍ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ سوار

تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْلًا قِبَلَ

نجد کی جانب بھیجے تھے یہ لوگ بنی حنیفہ کے ایک شخص کو پکڑ لائے جن کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا

نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِیْ حَنِیْفَةَ یُقَالُ لَهٗ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ فَرَبَطُوْهُ

تھا لوگوں نے ان کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے باندھ دیا نبی صلی اللہ

بِسَارِیَةٍ مِّنْ سَوَارِی الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ اِلَیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا؟ تیرے پاس کیا

وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا عِنْدَكَ یَا ثُمَامَةُ! فَقَالَ عِنْدِیْ خَیْرٌ یَا مُحَمَّدُ! اِنْ

ہے؟ اے ثمامہ! انھوں نے عرض کیا میرے پاس خیر ہے اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

تَقْتُلْنِیْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ وَاِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰی شَاكِرٍ وَاِنْ كُنْتَ تُرِیْدُ الْمَالَ

اگر آپ قتل کریں گے تو خون کے مجرم کو قتل کریں گے اور اگر آپ احسان کریں گے تو احسان

فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ فَتُرِكَ حَتّٰی كَانَ الْغَدُ ثُمَّ قَالَ لَهٗ مَا عِنْدَكَ

ماننے والے پر احسان کریں گے۔ اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو فرمائیے کتنا چاہئے حضور نے ان کو یونہی

یَا ثُمَامَةُ! قَالَ عِنْدِیْ مَا قُلْتُ لَكَ اِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰی شَاكِرٍ فَتَرَكَهٗ

چھوڑ دیا پھر دوسرے دن ان سے پوچھا کیا ہے تیرے پاس اے ثمامہ! انھوں نے عرض کیا

حَتّٰی كَانَ بَعْدَ الْغَدِ فَقَالَ مَا عِنْدَكَ یَا ثُمَامَةُ؟ فَقَالَ عِنْدِیْ

میرے پاس وہی ہے جو میں نے آپ سے عرض کیا تھا اگر آپ احسان کریں گے

مَا قُلْتُ لَكَ فَقَالَ اَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ۔ فَانْطَلَقَ اِلٰی نَخْلٍ قَرِیْبٍ مِّنَ

تو احسان ماننے والے پر احسان کریں گے۔ پھر حضور نے ان کو یونہی چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ جب تیسرا

الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ

دن آیا تو پھر پوچھا کیا ہے تیرے پاس اے ثمامہ! انھوں نے عرض کیا وہی ہے جو میں نے آپ سے عرض

اِلَّا اللّٰہُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ یَا مُحَمَّدُ! وَاللّٰہِ مَا کَانَ عَلَی الْاَرْضِ

کیا تھا اب فرمایا ثمامہ کو کھول دو وہ مسجد سے قریب ایک کھجور کے باغ میں گئے اور غسل کیا

وَجْہٌ اَبْغَضَ اِلَیَّ مِنْ وَّجْھِکَ فَقَدْ اَصْبَحَ وَجْھُکَ اَحَبَّ الْوُجُوْہِ

پھر مسجد میں آئے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اِلَیَّ وَاللّٰہِ مَا کَانَ مِنْ دِیْنٍ اَبْغَضَ اِلَیَّ مِنْ دِیْنِکَ فَاَصْبَحَ دِیْنُکَ

اللہ کے رسول ہیں۔ اے محمد! بخدا زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے زیادہ مجھے مبغوض نہیں تھا اور

اَحَبَّ الدِّیْنِ اِلَیَّ وَاللّٰہِ مَا کَانَ مِنْ بَلَدٍ اَبْغَضَ اِلَیَّ مِنْ بَلَدِکَ

اب آپ کا چہرہ سب چہروں سے زیادہ محبوب ہوگیا۔ بخدا کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مجھے ناپسند

فَاَصْبَحَ بَلَدُکَ اَحَبَّ الْبِلَادِ اِلَیَّ وَاِنَّ خَیْلَکَ اَخَذَتْنِیْ وَاَنَا اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ

نہیں تھا اور اب آپ کا دین سب دین سے زیادہ پسند ہوگیا۔ بخدا آپ کے شہر سے زیادہ کوئی شہر

فَمَاذَا تَرٰی؟ فَبَشَّرَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَہٗ

مجھے مبغوض نہیں تھا اور اب آپ کا شہر سارے شہروں سے زیادہ محبوب ہوگیا۔ آپ کے سواروں نے مجھے

اَنْ یَّعْتَمِرَ فَلَمَّا قَدِمَ مَکَّۃَ قَالَ لَہٗ قَائِلٌ صَبَوْتَ؟ قَالَ لَا وَلٰکِنْ

پکڑ لیا اور میں عمرے کے ارادے سے جا رہا تھا میرے بارے میں کیا فرماتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا

نے ان کو بشارت دی اور انھیں حکم دیا کہ عمرہ کرلیں، اور جب وہ مکہ آئے تو ایک کہنے والے نے ان سے کہا تم

وَاللّٰہِ لَا تَاْتِیْکُمْ مِنَ الْیَمَامَۃِ حَبَّۃُ حِنْطَۃٍ حَتّٰی یَاْذَنَ فِیْھَا النَّبِیُّ صَلَّی

صابی ہوگئے انھوں نے کہا نہیں؟ میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمان ہوا ہوں۔ بخدا تمہارے پاس

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ نہیں آئے گا یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجازت دیں۔

**تشریحات** حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمامہ کے باشندے بنی حنیفہ کے رؤسا میں سے تھے اسلام لانے کے بعد فضلاء صحابہ میں ان کا شمار ہونے لگا۔ ۸۶ ۲۱

"ذادم" کے ایک معنی یہ ہیں کہ آپ ایسے شخص کو قتل کریں گے جو رئیس اور عزت والا ہے اس کے خون کی قیمت ہے اس کا قتل کرنا بڑی بات ہے۔ اور ایک معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس نے کسی

کو قتل کیا ہے اس کے قصاص میں اسے قتل کرنا مطلوب ہے، یہاں ایک روایت "ذاذمۃ" بھی ہے جس کے معنی لازم حرمت و عزت کے ہیں زمانۂ قید میں ان کے سامنے جتنا کھانا رکھا جاتا سب کھا جاتے اور ان کا پیٹ نہیں بھرتا مسلمان ہونے کے بعد جب کھانا پیش کیا گیا تو بہت تھوڑا کھایا اس پر لوگوں کو تعجب ہوا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک آنت میں۔

جب ان سے کہا گیا کہ تم صابی ہو گئے۔ انھوں نے جواب دیا نہیں بلکہ میں مسلمان ہو گیا ہوں یہ ان کی فراست ایمانی کی آواز تھی انھوں نے یہ بتایا کہ بت پرستی کوئی دین نہیں ہے جس کا چھوڑنا دین سے نکلنا ہو۔ جب میں بت پرست تھا میرا کوئی دین نہیں تھا اسلام قبول کیا تو اب دیندار ہوا۔ یہ جب مکہ معظمہ پہنچے تو بطن مکہ سے تلبیہ شروع کر دیا یہ پہلے شخص ہیں جو مکہ میں لبیک لبیک کہتے ہوئے داخل ہوئے، قریش نے ان کو پکڑ لیا اور کہا تو نے ہمارے خلاف بڑی جرارت کی ہے اور انھیں قتل کرنا چاہا تو کسی نے کہا انھیں چھوڑ دو۔ یہ یمامہ کے باشندے ہیں وہاں کے غلہ کے تم محتاج ہو۔ عمرہ کر کے جب یمامہ پہونچے تو انھوں نے اپنی قوم میں اعلان کر دیا کہ مکہ کوئی شخص غلہ نہ لے جائے۔ مکہ والوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھا کہ آپ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ اور ثمامہ نے یہ کہا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ثمامہ کو لکھا کہ مکہ غلہ جانے کو مت روکو۔

۲۱۸۷ سَمِعْتُ اَبَا رَجَاءِ الْعُطَارِدِيَّ يَقُوْلُ كُنَّا نَعْبُدُ الْحَجَرَ فَاِذَا وَجَدْنَا

**حدیث** ابو رجاء عطاردی کہتے تھے ہم پتھر پوجتے تھے اور جب کوئی اس سے عمدہ پتھر

حَجَرًا هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ اَلْقَيْنَاهُ وَاَخَذْنَا الْاٰخَرَ فَاِذَا لَمْ نَجِدْ حَجَرًا جَمَعْنَا

مل جاتا تو اسے پھینک دیتے اور دوسرے کو لے لیتے اور جب ہم کو کوئی پتھر نہیں ملتا تو ہم دھول

جُثْوَةً مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ جِئْنَا بِالشَّاةِ فَحَلَبْنَا عَلَيْهِ ثُمَّ طُفْنَا بِهٖ فَاِذَا دَخَلَ

جمع کرتے پھر بکری لاتے جس پر ہم دوہتے پھر اس کا طواف کرتے جب رجب کا مہینہ داخل ہوتا

شَهْرُ رَجَبَ قُلْنَا مُنْصَلِ الْاَسِنَّةِ فَلَا نَدَعُ رُمْحًا فِيْهِ حَدِيْدَةٌ وَلَا سَهْمًا

تو ہم کہتے یہ نیزوں سے انیوں کے نکالنے والا مہینہ ہے ہم کسی نیزے میں انی اور کسی تیر میں پھل

فِيْهِ حَدِيْدَةٌ اِلَّا نَزَعْنَاهُ فَاَلْقَيْنَاهُ شَهْرَ رَجَبَ۔ قَالَ۔ وَسَمِعْتُ اَبَا

نہیں رہنے دیتے۔ اسے نکال کر رجب کے مہینے بھر پھینکے رہتے۔ ابو رجاء۔ یہ بھی کہتے

رَجَاءٍ يَقُوْلُ كُنْتُ يَوْمَ بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا

تھے۔ کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوئے میں بچہ تھا۔ اپنے اہل کا اونٹ چراتا

اَرْعَى الْاِبِلَ عَلٰى اَهْلِىْ فَلَمَّا سَمِعْنَا بِخُرُوْجِهٖ فَرَرْنَا اِلَى النَّارِ اِلٰى

تھا جب ہم نے حضور کے غالب ہونے کو سنا تو ہم آگ یعنی مسیلمہ کذاب کی طرف بھاگے۔

مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ۔

۲۱۸۷ **تشریحات** بنی عُطارد، بنی تمیم کی شاخ ہے۔ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں مشرف باسلام ہوئی مگر حضور کی زیارت سے محروم رہی۔ ابو رجا عُطاردی مسیلمہ کذاب کے ساتھ یوں ہوا کہ بنی تمیم کی ایک عورت سجاح نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور بنی تمیم کے کچھ لوگ اس کے تابع بھی ہو گئے تھے یہ مسیلمہ کذاب سے ملاقات کے لئے چلی راستے میں ایک جگہ دونوں ایک خیمے میں اکٹھا ہوئے مسیلمہ نے اس کو شیشے میں اتار کر اپنی بیوی بنا لیا اور سجاح کے سب ساتھی مسیلمہ کے ساتھی ہو گئے۔

**بَابُ** قُدُوْمِ الْاَشْعَرِيِّيْنَ وَاَهْلِ الْيَمَنِ ۶۲۹ ص ۲ ج ۲ اشعریین اور اہل یمن کا مدینہ طیبہ آنا۔

اشعریین کی آمد کی تفصیل گذر چکی ہے۔

۲۱۸۸ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَاكُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ

علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کہ تمہارے پاس یمن والے

اَرَقُّ اَفْئِدَةً وَاَلْيَنُ قُلُوْبًا اَلْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ

آئے یہ بہت نرم دل ہیں ایمان یمن والوں کا ہے اور حکمت یمن والوں کی

وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِى اَصْحَابِ الْاِبِلِ وَالسَّكِيْنَةُ وَالْوَقَارُ فِىْ اَهْلِ

اور غرور و تکبر اونٹ والوں میں ہے اور بردباری و وقار بکری والوں

الْغَنَمِ

میں ہے۔

۲۱۸۹ عَنْ اَبِى الْغَيْثِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَالْفِتْنَةُ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان یمن والوں کا ہے اور فتنہ وہاں ہے جہاں سے

هَاهُنَا، هَاهُنَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔

شیطان کا سینگ نکلتا ہے۔

**تشریحات** "یمان"، اصل میں یمانی تھا یا کو تخفیف کے لئے حذف کر دیا۔ حضرت ابو ہریرہ ۸۹ ۲۱ ہی سے بطریق اعرج جو روایت ہے اس میں بجائے "الایمان" کے "الفقہ" ہے یعنی سمجھ داری۔ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں صرف یہ ہے "الفخر والخیلاء فی اصحاب الابل" غرور و گھمنڈ اونٹ والوں میں ہے یہ کون لوگ ہیں اسے حضرت مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں بیان فرمایا "ربیعۃ ومضر"۔

۲۱۹۰ **حدیث** عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ

حضرت علقمہ نے کہا ہم ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ

فَجَاءَ خَبَّابٌ فَقَالَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَيَسْتَطِيعُ هٰؤُلَاءِ الشَّبَابُ

خباب آئے اور کہا اے ابو عبد الرحمٰن! کیا یہ جوان تمہاری طرح قرآن مجید پڑھ سکتے

اَنْ يَقْرَءُوا كَمَا تَقْرَأُ قَالَ اَمَا اِنَّكَ لَوْ شِئْتَ اَمَرْتُ بَعْضَهُمْ يَقْرَأُ

ہیں انھوں نے فرمایا سنو! اگر تم چاہو تو میں حکم دوں کہ ان میں سے کوئی پڑھ کر تمہیں

عَلَيْكَ قَالَ اَجَلْ قَالَ اِقْرَأْ يَا عَلْقَمَةُ فَقَالَ زَيْدُ بْنُ حُدَيْرٍ اَخُو

سنائے خباب نے کہا ضرور عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا اے علقمہ پڑھو اس پر زید بن

زِيَادِ بْنِ حُدَيْرٍ اَتَامُرُ عَلْقَمَةَ اَنْ يَقْرَأَ وَلَيْسَ بِاَقْرَئِنَا قَالَ

حدیر زیاد بن حدیر کے بھائی نے کہا آپ علقمہ کو پڑھنے کا حکم دیتے ہیں حالانکہ وہ ہم سے

اَمَا اِنَّكَ اِنْ شِئْتَ اَخْبَرْتُكَ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اچھا قاری نہیں ابن مسعود نے کہا اگر تم چاہو تو تم کو خبر دوں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ فِي قَوْمِكَ وَقَوْمِهِ فَقَرَأَتْ خَمْسِينَ اٰيَةً مِنْ سُوْرَةِ مَرْيَمَ

نے تیری قوم اور اس کی قوم کے بارے میں کیا فرمایا ہے (علقمہ نے کہا) پھر میں نے سورۂ مریم کی

فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى قَالَ قَدْ اَحْسَنَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ مَا

پچاس آیتیں پڑھیں۔ اب عبد اللہ نے خباب سے کہا کیسا رہا انھوں نے کہا بہت اچھا عبد اللہ نے کہا

اَقْرَأُ شَيْئًا اِلَّا وَهُوَ يَقْرَأُهُ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰى خَبَّابٍ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ

میں جو کچھ بھی پڑھتا ہوں اسے یہ بھی پڑھتا ہے پھر عبد اللہ نے خباب کی طرف نگاہ کی وہ سونے کی

مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ اَلَمْ يَاْنِ لِهٰذَا الْخَاتَمِ اَنْ يُّلْقٰى قَالَ اَمَا اِنَّكَ

انگوٹھی پہنے ہوتے تھے تو عبد اللہ نے فرمایا کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ یہ انگوٹھی پھینک دی جاتی خباب نے

لَنْ تَرَاهُ عَلَيَّ بَعْدَ الْيَوْمِ فَاَلْقَاهُ۔

کہا سنو آج کے بعد مجھے اسے پہنے ہوئے نہیں دیکھو گے اس کے بعد انگوٹھی اتار دی۔

**تشریحات ۲۱۹۰** باب تھا اشعریین و اہل یمن کا آنا اس حدیث کے کسی جز کو باب سے مناسبت نہیں علامہ عینی وغیرہ نے فرمایا کہ مناسبت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے ہے جو انھوں نے زید بن حدیر سے کہا تھا۔ اگر تم چاہو تو تمہیں خبر دوں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیری اور علقمہ کی قوم کے بارے میں کیا فرمایا ہے۔ علقمہ بنی نخع سے تھے جو یمن کا ایک قبیلہ ہے اور زید بن حدیر بنی اسد سے تھے قصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی نخع کی تعریف فرمائی تھی امام احمد اور بزار نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس مجلس میں حاضر تھا اور حضور اس قبیلے نخع کے لئے دعاء خیر فرما رہے تھے اور ان کی تعریف کر رہے تھے اتنی کہ میں نے تمنا کی کہ کاش میں اسی قبیلے کا ایک فرد ہوتا بنی اسد کے بارے میں روایت مناقب میں گذری کہ جہینہ وغیرہ بنی اسد اور غطفان سے بہتر ہیں مناسبت صرف اتنی ہے کہ بنی نخع یمن کے رہنے والے تھے۔

**بَابُ قِصَّةِ وَفْدِ طَيِّئٍ وَحَدِيْثِ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ** صـ ۶۳۰ — طے کے وفد کا قصہ اور عدی بن حاتم کا واقعہ۔

طیٔ یمن کا مشہور قبیلہ ہے یشجب بن قحطان کی اولاد ہیں طی کا نام طیٔ اس لئے پڑا کہ سب سے پہلے اس نے کنوؤں کو پختہ بنوایا یا پختہ پنگھٹ بنوایا اس کا نام جلہمہ تھا عدی بن حاتم عرب کے مشہور سخی حاتم کے صاحبزادے تھے پہلے یہ نصرانی تھے مجاہدین نے ان کی بہن کو گرفتار کر کے خدمت اقدس میں حاضر کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشارے کے بموجب ان کو بغیر فدیہ لئے ہوئے آزاد کر دیا انھوں نے عرض کیا میرے والد فوت ہو گئے اور میرا سرپرست غائب ہو گیا مجھ پر احسان فرمائیے اللہ آپ پر احسان فرمائے گا فرمایا تمہارا وافد (سرپرست) کون ہے انھوں نے عرض کیا عدی بن حاتم فرمایا اللہ و رسول سے بھاگنے والا عدی بن حاتم بھاگ کر روم کے قریب چلے گئے تھے مگر وہاں رہنا ان کو پسند نہیں تھا عدی کی بہن ان کے پاس پہونچیں اور خدمت اقدس میں حاضری

کی ترغیب دی تو انھوں نے کہا کہ چلو اگر جھوٹے ہوں گے تو مجھ سے چھپ نہ سکیں گے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضور نے فرمایا اسلام لا سلامت رہے گا انھوں نے اسلام قبول کر لیا ترمذی میں ہے کہ عدی بن حاتم کی آمد سے پہلے ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ کو میرے ہاتھ میں کرے گا ـــــ اسلام قبول کرنے کے بعد یہ بہت سچے راسخ العقیدہ مسلمان رہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب ردّت کی وبا پھیلی اس وقت بھی یہ ثابت قدم رہے اور لوگوں کو مرتد ہونے سے روکتے رہے۔

**حدیث ۲۱۹۱** عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ أَتَيْنَا

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا حضرت عمر کی خدمت میں ہم

عُمَرَ فِي وَفْدٍ فَجَعَلَ يَدْعُو رِجَالًا رِجَالًا وَيُسَمِّيهِمْ فَقُلْتُ أَمَا تَعْرِفُنِي

ایک وفد کے ساتھ حاضر ہوئے وہ ایک ایک شخص کا نام لے لے کر پکارنے لگے تو میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! کیا آپ مجھے

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! قَالَ بَلَى، أَسْلَمْتَ إِذْ كَفَرُوا وَأَقْبَلْتَ إِذْ أَدْبَرُوا

پہچانتے ہیں۔ انھوں نے کہا ہاں پہچانتا ہوں تم اسلام لائے جب لوگوں نے کفر کیا تم اس وقت آگے بڑھے جب دوسروں نے

وَوَفَيْتَ إِذْ غَدَرُوا وَعَرَفْتَ إِذْ أَنْكَرُوا فَقَالَ عَدِيٌّ فَلَا أُبَالِي إِذًا،

پیٹھ دکھائی تم نے اسوقت وفاداری کی جب لوگوں نے غداری کی تم نے اسوقت حق پہچانا جب لوگوں نے انکار کیا اس پر عدی نے کہا اب مجھے پرواہ نہیں

**تشریحات** حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ۲۱۹۱ بنی طی کے کچھ لوگوں کے ساتھ حاضر ہوئے اور یہ کہا کہ پہلا صدقہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کے چہرے کو روشن کیا طی کا صدقہ ہے جس کو لے کر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت عمر اور لوگوں کی طرف متوجہ تھے اور حضرت عدی جب سامنے آتے تو متوجہ نہ ہوتے اس پر انھوں نے وہ عرض کیا تھا۔

## بَابُ حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔ ص ۶۳۱ حجۃ الوداع کا قصہ

سنہ ۱۰ھ میں جب پورا عرب حلقہ بگوش اسلام ہو گیا تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس حج کا ارادہ فرمایا اس کا اعلان عام ہوا اطراف و جوانب سے ہر چہار طرف سے دیوانے ٹوٹ پڑے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ذوالحلیفہ سے احرام باندھ کر نزہت فرمایا اور میں نے مجمع پر نظر دوڑائی تو ہر چہار طرف حد نظر تک آدمیوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ساتھ تھا۔ حجۃ الوداع میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابۂ کرام تھے اس کا نام حجۃ الوداع ہے اس لئے کہ اس

حج میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو وداع فرمایا تھا۔ اور اس کا نام حجۃ الاسلام بھی ہے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ پہونچ کر سوائے اس کے اور کوئی حج نہیں فرمایا اور اس کا نام حجۃ البلاغ بھی ہے اس لئے کہ اس حج میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انتہائی اہم پیغامات پہونچائے تھے اور اس کا نام حجۃ التمام والکمال بھی ہے اس لئے کہ اسی حج کے موقع پر آیہ کریمہ "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی" نازل ہوئی تھی حجۃ الوداع کی پوری تفصیل کتاب الحج میں گذر چکی ہے یہاں اس باب کے ضمن میں امام بخاری جو حدیثیں لائے ہیں وہ اکثر گذر چکی ہیں۔ چند حدیثیں رہ گئی ہیں جس کو ہم بیان کریں گے۔

۲۱۹۲ حَدَّثَنِیْ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اِذَا

حدیث عطاء نے مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے حدیث

طَافَ بِالْبَیْتِ فَقَدْ حَلَّ فَقُلْتُ مِنْ اَیْنَ قَالَ ھٰذَا ابْنُ عَبَّاسٍ

بیان کی کہ وہ کہتے تھے کہ جب کسی نے بیت اللہ کا طواف کر لیا وہ احرام سے باہر ہو گیا۔ (ابن جریج نے

قَالَ مِنْ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی ثُمَّ مَحِلُّھَا اِلَی الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ "وَمِنْ اَمْرِ النَّبِیِّ

کہا) میں نے عطاء سے پوچھا یہ ابن عباس نے کہاں سے کہا۔ انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَہٗ اَنْ یَّحِلُّوْا فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ

سے کہ فرمایا "پھر ان کا محل بیت عتیق ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو جو حکم حجۃ الوداع میں

قُلْتُ اِنَّمَا کَانَ ذٰلِکَ بَعْدَ الْمَعْرِفِ قَالَ کَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ یَرَاہُ قَبْلَ

دیا تھا کہ طواف کرتے ہی عمرے سے باہر ہو جائیں میں نے کہا یہ وقوف عرفہ کے بعد تھا عطاء نے کہا کہ

وَبَعْدُ۔

ابن عباس وقوف عرفہ سے پہلے بھی جائز جانتے تھے اور بعد بھی۔

**تشریحات ۲۱۹۲** جمہور اور سلف وخلف کا مذہب یہی ہے کہ رمی جمار قربانی حلق سے پہلے احرام کھولنا جائز نہیں، لیکن حضرت ابن عباس کا مذہب یہ تھا کہ طواف قدوم کرتے ہی احرام کھولا جا سکتا ہے ہمارے یہاں افعال حج میں ترتیب واجب ہے وقوف عرفہ کے بعد وقوف مزدلفہ پھر جمرۃ العقبہ کی رمی پھر قارن اور متمتع پر قربانی کرنا اس کے بعد حلق یا قصر کرنا اس کے بعد احرام کھولنے کی اجازت ہے عورتوں کے علاوہ تمام ممنوعات احرام مباح ہو گئے طواف زیارت کے بعد عورتیں بھی حلال ہو جاتی ہیں اس پر تفصیلی

بحث کتاب الحج میں ہو چکی ہے۔

۲۱۹۳ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ

**حدیث** حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَقْبَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ وَھُوَ مُرْدِفٌ

فتح مکہ کے سال قصواء پر سوار ہو کر اسامہ کو اپنے پیچھے بیٹھائے ہوئے تشریف لائے

اُسَامَۃَ عَلَی الْقَصْوَاءِ وَمَعَہٗ بِلَالٌ وَّعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَۃَ ، حَتّٰی

اور حضور کے ساتھ بلال اور عثمان بن طلحہ تھے قصواء کو بیت اللہ کے پاس

اَنَاخَ عِنْدَ الْبَیْتِ ثُمَّ قَالَ لِعُثْمَانَ ائْتِنَا بِالْمِفْتَحِ فَجَاءَہٗ بِالْمِفْتَحِ فَفَتَحَ لَہُ الْبَابَ

بٹھایا پھر عثمان سے فرمایا کہ کنجی لاؤ وہ کنجی لائے اور حضور کے لئے دروازہ کھولا گیا

فَدَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاُسَامَۃُ وَبِلَالٌ وَّ

پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسامہ، بلال اور عثمان اندر گئے اس کے بعد لوگوں نے

عُثْمَانُ ثُمَّ غَلَّقُوْا عَلَیْھِمُ الْبَابَ فَمَکَثَ نَھَارًا طَوِیْلًا ثُمَّ خَرَجَ

دروازہ بند کر لیا حضور اندر بہت دیر تک رہے پھر باہر تشریف لائے پھر کعبہ میں داخل

فَابْتَدَرَ النَّاسُ الدُّخُوْلَ فَسَبَقْتُھُمْ فَوَجَدْتُ بِلَالًا قَائِمًا مِّنْ

ہونے کے لئے لوگ تیزی سے آگے بڑھے میں سب سے پہلے پہونچا میں نے بلال کو دروازہ

وَّرَاءِ الْبَابِ فَقُلْتُ لَہٗ اَیْنَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

کے پیچھے کھڑا ہوا پایا میں نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہاں نماز

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلّٰی بَیْنَ ذَیْنِکَ الْعَمُوْدَیْنِ الْمُقَدَّمَیْنِ وَ

پڑھی انھوں نے کہا دونوں اگلے ستونوں کے درمیان اس وقت بیت اللہ چھ ستونوں پر تھا

کَانَ الْبَیْتُ عَلٰی سِتَّۃِ اَعْمِدَۃٍ سَطَرَیْنِ صَلّٰی بَیْنَ الْعَمُوْدَیْنِ

دو قطار میں۔ حضور نے پہلی قطار کے ستون کے درمیان نماز پڑھی اور

مِنَ السَّطْرِ الْمُقَدَّمِ وَجَعَلَ بَابَ الْبَیْتِ خَلْفَ ظَھْرِہٖ

228

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِيْنَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَا اُحِبُّ

بدر کی حاضری زیادہ پسند نہیں۔ اگرچہ لوگوں میں بدر کا تذکرہ لیلۃ العقبہ سے زیادہ

اَنَّ لِيْ بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ وَاِنْ كَانَتْ بَدْرٌ اَذْكَرَ فِي النَّاسِ مِنْهَا

ہے۔ میری خبر یہ ہے کہ جب میں اس غزوے سے پیچھے رہ گیا اس وقت سے زیادہ

كَانَ مِنْ خَبَرِيْ اَنِّيْ لَمْ اَكُنْ قَطُّ اَقْوٰى وَلَا اَيْسَرَ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ

قوی اور مالدار کبھی نہیں تھا۔ بخدا میرے اس سے پہلے کبھی دو سواریاں نہیں جمع ہوئی تھیں

عَنْهُ فِيْ تِلْكَ الْغَزَاةِ وَاللّٰهِ مَا اجْتَمَعَتْ عِنْدِيْ قَبْلَهُ رَاحِلَتَانِ

ہاں اس غزوے میں دو سواریاں جمع تھیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی غزوے کا

قَطُّ حَتّٰى جَمَعْتُهُمَا فِيْ تِلْكَ الْغَزَاةِ وَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ارادہ فرماتے تو غیر کے ساتھ توریہ فرماتے۔ یہاں تک کہ یہ غزوہ ہوا جسے رسول اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ غَزْوَةً اِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سخت گرمی میں کیا۔ اور لمبے سفر اور لمبی مسافت کے لئے نکلے

تِلْكَ الْغَزْوَةُ غَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ

اور کثیر دشمن کا سامنا کیا۔ تو مسلمانوں سے کھل کر بتایا تاکہ اس کے مطابق سامان کرلیں

حَرٍّ شَدِيْدٍ وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيْدًا وَمَفَازًا وَعَدُوًّا كَثِيْرًا فَجَلَّى

اور مسلمانوں کو وہ رخ بتایا جدھر کا ارادہ تھا اور مسلمان اس وقت رسول اللہ

لِلْمُسْلِمِيْنَ اَمْرَهُمْ لِيَتَاَهَّبُوْا اُهْبَةَ غَزْوِهِمْ فَاَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بہت تھے۔ لیکن ان سب کا نام کسی دفتر میں

الَّذِيْ يُرِيْدُ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

محفوظ نہیں تھا۔ اتنے مسلمان تھے کہ ایک شخص چاہتا کہ اپنے کو چھپا لے

وَسَلَّمَ كَثِيْرٌ وَلَا يَجْمَعُهُمْ كِتَابُ حَافِظٍ يُرِيْدُ الدِّيْوَانَ قَالَ

تو اسے ظن غالب تھا کہ چھپا لے گا جب تک اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ وحی

كَعْبٌ فَمَا رَجُلٌ يُرِيْدُ اَنْ يَتَغَيَّبَ اِلَّا ظَنَّ اَنَّهُ سَيُخْفٰى لَهُ مَا لَمْ

نہ نازل فرمائے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ غزوہ اس

يَنْزِلُ فِيهِ وَحَيُّ اللّٰهِ وَغَزَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

وقت کیا تھا جب پھل تیار ہو رہے تھے اور سایے اچھے لگ رہے تھے

وَسَلَّمَ تِلْكَ الْغَزْوَةَ حِينَ طَابَتِ الثِّمَارُ وَالظِّلَالُ وَتَجَهَّزَ

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کے ساتھ مسلمانوں نے تیاری کر لی۔ میں

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ

روز یہی سوچتا کہ ان کے ساتھ میں بھی سامان کروں لیکن کچھ کرتا نہیں اور میں اپنے

فَطَفِقْتُ أَغْدُو إِلَى أَتَجَهَّزَ مَعَهُمْ فَأَرْجِعُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا

جی میں کہتا کہ میں اس پر قادر ہوں (جب چاہوں گا سامان کر لوں گا) اسی طرح دیر ہوتی

فَأَقُولُ فِي نَفْسِي وَأَنَا قَادِرٌ عَلَيْهِ فَلَمْ يَزَلْ يَتَمَادَى بِي حَتَّى

گئی یہاں تک کہ لوگوں کی کوشش تیز ہو گئی۔ پھر ایک صبح کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اشْتَدَّ بِالنَّاسِ الْجِدُّ فَأَصْبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

علیہ وسلم اور مسلمان حضور کے ساتھ روانہ ہو گئے اور میں نے ابھی کوئی تیاری

وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ وَلَمْ أَقْضِ مِنْ جَهَازِي شَيْئًا فَقُلْتُ

نہیں کی تھی۔ میں نے جی میں کہا کہ اس کے ایک دو دن بعد تیاری کر لوں گا۔ پھر

أَتَجَهَّزُ بَعْدَهُ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ ثُمَّ أَلْحَقُهُمْ فَغَدَوْتُ بَعْدَ

ان میں شامل ہو جاؤں گا۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد میں صبح کو نکلا کہ تیاری کروں

أَنْ فَصَلُوا لِأَتَجَهَّزَ فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا ثُمَّ غَدَوْتُ

لیکن میں لوٹا اور کوئی تیاری نہ کر سکا۔ پھر دوسری صبح کو نکلا اور لوٹا اور کوئی تیاری

فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا فَلَمْ يَزَلْ بِي حَتَّى أَسْرَعُوا وَتَفَارَطَ

نہ کر سکا۔ میرا یہی حال رہا یہاں تک کہ مجاہدین بہت آگے بڑھ گئے اور دور ہو گئے۔

الْغَزْوُ وَهَمَمْتُ أَنْ أَرْتَحِلَ فَأُدْرِكَهُمْ وَلَيْتَنِي فَعَلْتُ فَلَمْ

میں نے چاہا کہ میں جا کر ان سے مل جاؤں اور کاش کہ میں نے ایسا کر لیا ہوتا مگر میری

يُقَدَّرْ لِي ذٰلِكَ فَكُنْتُ إِذَا خَرَجْتُ فِي النَّاسِ بَعْدَ خُرُوجِ

تقدیر میں ایسا نہیں تھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چلے جانے کے بعد جب میں

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَطَفِقْتُ فِیْھِمْ اَحْزُنُنِیْ

لوگوں میں جاتا اور گھومتا تو اس بات سے مجھے بہت رنج ہوتا کہ مدینے میں صرف

اَنِّیْ لَا اَرٰی اِلَّا رَجُلًا مَغْمُوْصًا عَلَیْہِ النِّفَاقُ اَوْ رَجُلًا مِّمَّنْ عَذَرَ

وہی لوگ رہ گئے ہیں جن پر نفاق کا شبہ ہے یا وہ کمزور لوگ رہ گئے ہیں جنھیں اللہ

اللّٰہُ مِنَ الضُّعَفَاءِ وَلَمْ یَذْکُرْنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

نے معذور رکھا ہے۔ راستے بھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرا تذکرہ نہیں فرمایا۔

وَسَلَّمَ حَتّٰی بَلَغَ تَبُوْکَ فَقَالَ وَھُوَ جَالِسٌ فِی الْقَوْمِ بِتَبُوْکَ مَا

یہاں تک کہ تبوک پہونچ گئے لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ فرمایا۔ کعب نے کیا کیا؟

فَعَلَ کَعْبٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ سَلِمَۃَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ حَبَسَہٗ

اس پر بنی سلمہ کے ایک شخص نے کہا۔ یا رسول اللہ! اس کو اس کی چادر اور اپنے

بُرْدَاہُ وَنَظَرُہٗ فِیْ عِطْفِہٖ فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِئْسَ مَا قُلْتَ

مونڈھوں پر نظر نے روک لیا (خوشحالی پر اترانے) نے۔ اس پر معاذ بن جبل نے فرمایا۔ تم نے

وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْہِ اِلَّا خَیْرًا فَسَکَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

بہت خراب بات کہی ہے۔ بخدا یا رسول اللہ! ہم ان کے بارے میں صرف خیر ہی جانتے ہیں

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَعْبُ بْنُ مَالِکٍ فَلَمَّا بَلَغَنِیْ اَنَّہٗ

اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ کعب بن مالک نے کہا جب مجھے

تَوَجَّہَ قَافِلًا حَضَرَنِیْ ھَمِّیْ وَطَفِقْتُ اَتَذَکَّرُ الْکَذِبَ وَاَقُوْلُ

یہ خبر پہونچی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوٹ رہے ہیں تو میرا غم تازہ ہو گیا۔ اور

بِمَاذَا اَخْرُجُ مِنْ سَخَطِہٖ غَدًا وَاَسْتَعِیْنُ عَلٰی ذٰلِکَ بِکُلِّ ذِیْ

میں سوچنے لگا کہ جھوٹ بولوں گا اور وہ کہدوں گا جس سے کل حضور کی ناراضگی سے بچ

رَاْیٍ مِّنْ اَھْلِیْ فَلَمَّا قِیْلَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

جاؤں گا۔ اس سلسلے میں اپنے اہل میں سے ہر صاحب رائے سے مشورہ کیا۔ جب یہ مشہور

وَسَلَّمَ قَدْ اَظَلَّ قَادِمًا زَاحَ عَنِّی الْبَاطِلُ وَعَرَفْتُ اَنِّیْ لَنْ

ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آہی گئے تو میرے ذہن سے باطل چھٹ گیا اور میں

اَخْرُجَ مَعَهٗ اَبَدًا بِشَيْءٍ فِيْهِ كَذِبٌ فَاجْتَمَعَتْ صِدْقَهٗ وَاَصْبَحَ

نے پہچان لیا کہ حضور سے جھوٹ بول کر عہدہ برآ نہیں ہو سکتا اب میں نے سچ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَادِمًا وَكَانَ اِذَا قَدِمَ

بولنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور صبح کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آ گئے۔

مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَيَرْكَعُ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ

عادت کریمہ یہ تھی جب سفر سے واپس ہوتے تو سب سے پہلے مسجد میں جاتے

فَلَمَّا فَعَلَ ذٰلِكَ جَاءَهُ الْمُخَلَّفُوْنَ فَطَفِقُوْا يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْهِ وَيَحْلِفُوْنَ

اس میں دو رکعت نماز پڑھتے۔ پھر لوگوں سے ملاقات کے لئے بیٹھتے۔ مسجد میں داخل

لَهٗ وَكَانُوْا بِضْعَةً وَّثَمَانِيْنَ رَجُلًا فَقَبِلَ مِنْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

ہو کر نماز پڑھ کر جب لوگوں سے ملاقات کے لئے بیٹھے تو پیچھے رہ جانے والے آئے

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَانِيَتَهُمْ وَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَ

اور عذر بیان کرنے لگے۔ اور قسم کھانے لگے اور یہ لوگ کچھ اوپر اسی آدمی تھے۔ رسول اللہ

وَكَلَ سَرَائِرَهُمْ اِلَى اللّٰهِ فَجِئْتُهٗ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے عذر کو قبول فرمالیا اور ان سے بیعت فرمالی ان کے لئے استغفار

الْمُغْضَبِ ثُمَّ قَالَ تَعَالَ فَجِئْتُ اَمْشِيْ حَتّٰى جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ

کیا اور ان کے اندر کی بات اللہ تعالیٰ کے سپرد کی پھر میں حاضر ہوا۔ جب میں نے حضور

فَقَالَ لِيْ مَا خَلَّفَكَ اَلَمْ تَكُنْ قَدِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ فَقُلْتُ بَلٰى

حضور پر سلام عرض کیا تو غضبناک شخص کی طرح تبسم فرمایا۔ پھر فرمایا۔ آؤ۔ پھر میں چلا یہاں تک کہ حضور

اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَوْ جَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا لَرَاَيْتُ

کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر مجھ سے فرمایا۔ کس چیز نے تجھ کو غزوے سے پیچھے رکھا۔ کیا تو نے

اَنْ سَاَخْرُجَ مِنْ سَخَطِهٖ بِعُذْرٍ وَلَقَدْ اُعْطِيْتُ جَدَلًا

سواری نہیں خریدی تھی۔ میں نے عرض کیا۔ ضرور۔ بخدا اگر میں حضور کے علاوہ کسی اور کے

وَلٰكِنِّيْ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ حَدِيْثَ

پاس دنیاداروں میں بیٹھتا تو مجھے یقین ہے کہ کوئی عذر کر کے اس کی ناراضگی سے بچ جاتا۔ اور

كَذِبٍ تَرْضٰى بِهٖ عَنِّيْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يُّسْخِطَكَ عَلَيَّ وَلَئِنْ

مجھے بحث کا ملکہ دیا گیا۔ لیکن بخدا میں جانتا ہوں کہ اگر میں آج آپ سے کوئی ایسی جھوٹی بات کہوں

حَدَّثْتُكَ حَدِيْثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَيَّ فِيْهِ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ فِيْهِ عَفْوَ اللّٰهِ

جس سے آپ مجھ سے راضی ہو جائیں تو بہت جلد اللہ حضور کو مجھ پر ناراض کر دے گا۔ اور اگر میں

لَا وَاللّٰهِ مَا كَانَ لِيْ مِنْ عُذْرٍ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ قَطُّ اَقْوٰى وَلَا اَيْسَرَ

آپ سے سچی بات عرض کروں جس سے حضور مجھ پر ناراض ہو جائیں۔ تو اس بارے میں امید کرتا ہوں

مِنِّيْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اللہ تعالیٰ کے معافی کی۔ بخدا میرے لئے کوئی عذر نہیں تھا۔ بخدا اس وقت کے علاوہ کبھی اتنا

وَسَلَّمَ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ فَقُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ فِيْكَ فَقُمْتُ

قوی اور مالدار نہیں تھا یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سنو! اس نے سچ کہا تم اٹھو

وَسَارَ رِجَالٌ مِّنْ بَنِيْ سَلِمَةَ فَاتَّبَعُوْنِيْ فَقَالُوْا لِيْ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْنَاكَ

جاؤ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تیرے بارے میں کوئی فیصلہ فرمائے۔ میں اٹھ کر چلا آیا۔ اور بنی سلمہ

كُنْتَ اَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هٰذَا وَلَقَدْ عَجَزْتَ اَنْ لَّا تَكُوْنَ اعْتَذَرْتَ

کے کچھ لوگ بھی میرے پیچھے پیچھے چلے۔ ان لوگوں نے کہا۔ بخدا ہم نہیں جانتے کہ آپ نے اس کے پہلے

اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا اعْتَذَرَ اِلَيْهِ

کوئی گناہ کیا ہو اور آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اس قسم کا عذر بیان کرنے سے

الْمُخَلَّفُوْنَ قَدْ كَانَ كَافِيَكَ ذَنْبَكَ اِسْتِغْفَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ

عاجز رہے جو اور پیچھے رہنے والوں نے بیان کیا۔ اور بیشک آپ کے گناہ کو رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ فَوَاللّٰهِ مَا زَالُوْا يُؤَنِّبُوْنِيْ

تعالیٰ علیہ وسلم کا استغفار کافی تھا۔ بخدا وہ لوگ مسلسل مجھے ملامت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ

حَتّٰى اَرَدْتُّ اَنْ اَرْجِعَ فَاُكَذِّبَ نَفْسِيْ ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ هَلْ

میرے جی میں آیا کہ لوٹ کر اپنے آپ کو جھٹلا دوں پھر میں نے ان سے پوچھا۔ کیا

لَقِيَ هٰذَا مَعِيَ اَحَدٌ قَالُوْا نَعَمْ رَجُلَانِ قَالَ مِثْلَ مَا قُلْتَ فَقِيْلَ

اس معاملے میں میرے ساتھ اور بھی کوئی ہے۔ لوگوں نے کہا۔ ہاں دو شخص اور ہیں۔ انھوں نے

لَهُمَا مِثْلَ مَا قِيلَ لَكَ فَقُلْتُ مَنْ هُمَا قَالُوا مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيعِ

ویسے ہی عرض کیا ہے جو آپ نے عرض کیا۔ ان دونوں سے وہی فرمایا گیا جو آپ سے فرمایا گیا

الْعَمْرِيُّ وَهِلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ الْوَاقِفِيُّ فَذَكَرُوا لِي رَجُلَيْنِ

میں نے پوچھا وہ دونوں کون ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ مرارہ بن ربیع عمروی۔ اور ہلال بن امیہ

صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا فِيهِمَا أُسْوَةٌ فَمَضَيْتُ حِينَ ذَكَرُوهُمَا

واقفی۔ یہ دونوں نیک شخص تھے اور بدر میں شریک ہو چکے تھے (میں نے جی میں کہا ان دونوں

لِي وَنَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِينَ عَنْ

کی ذات نمونہ عمل ہے۔ جب لوگوں نے ان دونوں کا ذکر کیا تو میں آگے بڑھ گیا۔ اور رسول اللہ

كَلَامِنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ مِنْ بَيْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ فَاجْتَنَبَنَا النَّاسُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم تینوں غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں سے مسلمانوں کو

وَتَغَيَّرُوا لَنَا حَتَّى تَنَكَّرَتْ فِي نَفْسِي الْأَرْضُ فَمَا هِيَ الَّتِي

بات کرنے سے منع کر دیا پس لوگ ہم سے الگ اور ہمارے لئے بدل گئے۔ یہاں تک کہ

أَعْرِفُ فَلَبِثْنَا عَلَى ذَلِكَ خَمْسِينَ لَيْلَةً فَأَمَّا صَاحِبَايَ فَاسْتَكَانَا

میرے جی میں زمین تک بدل گئی۔ یہ وہ زمین نہیں جسے میں پہچان رہا ہوں۔ اسی حال پر

وَقَعَدَا فِي بُيُوتِهِمَا يَبْكِيَانِ أَمَّا أَنَا فَكُنْتُ أَشَبَّ الْقَوْمِ وَأَجْلَدَهُمْ

ہم پچاس دن رہے۔ لیکن وہ دو صاحبان اپنے گھروں میں بیٹھ کر روتے رہے۔ لیکن

فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَشْهَدُ الصَّلَاةَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ وَأَطُوفُ فِي الْأَسْوَاقِ

میں ان لوگوں کے بہ نسبت جوان اور قوی تھا۔ میں نکلتا تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ نماز

وَلَا يُكَلِّمُنِي أَحَدٌ وَآتِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پڑھتا تھا اور بازاروں میں گھومتا تھا۔ اور حال یہ تھا کہ مجھ سے کوئی نہیں بولتا اور

فَأُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي مَجْلِسِهِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَأَقُولُ فِي نَفْسِي هَلْ

میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا حضور پر سلام عرض کرتا

حَرَّكَ شَفَتَيْهِ بِرَدِّ السَّلَامِ عَلَيَّ أَمْ لَا ثُمَّ أُصَلِّي قَرِيبًا مِنْهُ

اور حضور نماز کے بعد اپنی بیٹھک میں ہوتے۔ میں اپنے جی میں کہتا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ

فَاَسَارِقُهُ النَّظَرَ فَاِذَا اَقْبَلْتُ عَلٰی صَلَاتِیْ اَقْبَلَ اِلَیَّ وَاِذَا الْتَفَتُّ
تعالٰے علیہ وسلم نے اپنے ہونٹوں کو سلام کے جواب میں ہلایا ہے یا نہیں۔ پھر حضور ہی
نَحْوَهٗ اَعْرَضَ عَنِّیْ حَتّٰی اِذَا طَالَ عَلَیَّ ذٰلِكَ مِنْ جَفْوَةِ النَّاسِ
کے قریب نماز پڑھتا اور حضور کو چوری چھپے دیکھتا۔ میں جب نماز پڑھنے لگتا تو حضور
مَشَیْتُ حَتّٰی تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ اَبِیْ قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّیْ
میری طرف متوجہ ہوتے اور جب کنکھیوں سے حضور کی طرف دیکھتا تو حضور منہ پھیر لیتے۔
وَاَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ فَوَاللّٰهِ مَا رَدَّ عَلَیَّ السَّلَامَ
یہاں تک کہ جب لوگوں کی روگردانی بہت طویل ہوگئی تو میں چلا۔ یہاں تک کہ ابو قتادہ کے
فَقُلْتُ یَا اَبَا قَتَادَةَ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُنِیْ اُحِبُّ اللّٰهَ
باغ کی دیوار کو پھاند کر میں ان کے پاس گیا وہ میرے چچازاد بھائی تھے۔ مجھے سب سے زیادہ
وَرَسُوْلَهٗ فَسَكَتَ فَعُدْتُ لَهٗ فَنَشَدْتُّهٗ فَسَكَتَ فَعُدْتُ
پیارے تھے میں نے انھیں سلام کیا۔ بخدا انھوں نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے ان
لَهٗ فَنَشَدْتُّهٗ فَقَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَفَاضَتْ عَیْنَایَ
سے کہا اے ابو قتادہ! میں تم سے اللہ کے واسطے پوچھتا ہوں۔ کیا تم مجھے جانتے ہو۔
وَتَوَلَّیْتُ حَتّٰی تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ قَالَ فَبَیْنَا اَنَا اَمْشِیْ بِسُوْقِ
میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں تو وہ چپ رہے پھر میں نے دوبارہ
الْمَدِیْنَةِ اِذَا نَبَطِیٌّ مِّنْ اَنْبَاطِ اَهْلِ الشَّامِ مِمَّنْ قَدِمَ
اللہ کا واسطہ دے کر ان سے پوچھا۔ اس پر بھی وہ چپ رہے۔ پھر میں ان سے
بِالطَّعَامِ یَبِیْعُهٗ بِالْمَدِیْنَةِ یَقُوْلُ مَنْ یَّدُلُّ عَلٰی كَعْبِ بْنِ
اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا۔ اس پر انھوں نے کہا۔ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے
مَالِكٍ فَطَفِقَ النَّاسُ یُشِیْرُوْنَ لَهٗ حَتّٰی اِذَا جَاءَنِیْ دَفَعَ
ہیں۔ اس پر میری آنکھ سے آنسو بہنے لگا۔ اور میں لوٹا۔ یہاں تک کہ دیوار پھاند لی۔
اِلَیَّ كِتَابًا مِّنْ مَلِكِ غَسَّانَ فَاِذَا فِیْهِ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهٗ قَدْ بَلَغَنِیْ
انھوں نے کہا۔ میں ایک دن مدینے کے بازار میں چل رہا تھا کہ شام کے کاشتکاروں میں سے ایک

اَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللّٰهُ بِدَارِ هَوَانٍ

کاشتکار جو غلہ لے کر مدینے میں بیچنے کے لئے آیا تھا۔ کہہ رہا ہے۔ مجھے کعب بن مالک

وَلَا مَضْيَعَةٍ فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ فَقُلْتُ لَمَّا قَرَأْتُهَا وَهٰذَا

کا پتہ کون بتائے گا۔ لوگ اسے اشارہ کرنے لگے یہاں تک کہ وہ میرے پاس آیا اور مجھے شاہ غسان

اَيْضًا مِّنَ الْبَلَاءِ فَتَيَمَّمْتُ بِهَا التَّنُّوْرَ فَسَجَرْتُهُ بِهَا حَتّٰى اِذَا

کا ایک خط دیا جس میں یہ تھا۔ امابعد۔ مجھے یہ خبر پہونچی کہ تمہارے صاحب نے تم پر ظلم کیا ہے حالانکہ

مَضَتْ اَرْبَعُوْنَ لَيْلَةً مِّنَ الْخَمْسِيْنَ اِذَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

اللہ نے تم کو ذلت و رسوائی کے گھر میں نہیں رکھا ہے۔ ہمارے پاس چلے آؤ۔ ہم تمہارے ساتھ اچھا

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْنِيْ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

سلوک کریں گے۔ جب میں نے یہ خط پڑھا تو اپنے جی میں کہا۔ یہ بھی آزمائش میں سے ہے۔ میں

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُكَ اَنْ تَعْتَزِلَ امْرَاَتَكَ فَقُلْتُ

نے یہ خط تنور میں ڈال دیا۔ اور اسے جلا دیا۔ جب پچاس دنوں میں سے چالیس دن پورے ہو گئے

اُطَلِّقُهَا اَمْ مَاذَا اَفْعَلُ قَالَ لَا بَلِ اعْتَزِلْهَا وَلَا تَقْرَبْهَا وَ

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرستادہ میرے پاس آتا ہے۔ اور اس نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ

اَرْسَلَ اِلٰى صَاحِبَيَّ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لِامْرَاَتِيْ اِلْحَقِيْ بِاَهْلِكِ

تعالیٰ علیہ وسلم تم کو حکم دے رہے ہیں کہ اپنی عورت سے الگ رہو۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اسے طلاق

فَتَكُوْنِيْ عِنْدَهُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ قَالَ كَعْبٌ

دیدوں یا کیا کروں۔ اس نے کہا نہیں۔ بلکہ اس سے علیحدہ رہو اس کے قریب نہ جاؤ۔ اور حضور نے میرے

فَجَاءَتِ امْرَاَةُ هِلَالِ بْنِ اُمَيَّةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

ساتھیوں کے پاس بھی اسی کے مثل کہلایا۔ اس پر میں نے اپنی بیوی سے کہا۔ اپنے اہل کے پاس چلی جاؤ

وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ

اور انھیں کے یہاں رہنا یہاں تک کہ اللہ عزوجل فیصلہ فرمائے۔ حضرت کعب نے کہا۔ ہلال بن امیہ کی بیوی

لَيْسَ لَهٗ خَادِمٌ فَهَلْ تَكْرَهُ اَنْ اَخْدُمَهٗ قَالَ لَا وَلٰكِنْ لَا يَقْرَبْكِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا یارسول اللہ ہلال بن امیہ بہت کمزور بوڑھا

قَالَتْ إِنَّهُ وَاللّٰهِ مَا بِهِ حَرَكَةٌ إِلٰى شَيْءٍ وَاللّٰهِ مَا زَالَ يَبْكِي مُنْذُ

ہے اور ان کے پاس کوئی خادم نہیں تو کیا آپ ناپسند فرماتے ہیں کہ میں ان کی خدمت کروں۔ فرمایا۔

كَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ إِلٰى يَوْمِهِ هٰذَا فَقَالَ لِي بَعْضُ أَهْلِي

نہیں۔ اس کی خدمت کرو لیکن وہ تجھ سے ہمبستری نہ کرے ان کی بیوی نے عرض کیا۔ بخدا اس میں کسی

لَوِ اسْتَأْذَنْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي امْرَأَتِكَ

چیز کی حرکت نہیں بخدا وہ مسلسل رو رہا ہے جب سے اس کا معاملہ یہ ہوا آج تک۔ تو مجھ سے میرے بعض اہل

كَمَا أَذِنَ لِامْرَأَةِ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ أَنْ تَخْدُمَهُ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ

نے کہا۔ تم بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنی بیوی کے بارے میں اجازت حاصل کر لیتے جیسا کہ

لَا أَسْتَأْذِنُ فِيهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا

ہلال بن امیہ کی بیوی نے خدمت کرنے کی اجازت حاصل کر لی ہے۔ میں نے کہا۔ بخدا اس بارے میں

يُدْرِينِي مَا يَقُولُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت کی درخواست نہیں کروں گا۔ میں نہیں جانتا کہ اجازت طلب

اسْتَأْذَنْتُهُ فِيهَا وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ فَلَبِثْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ عَشْرَ لَيَالٍ

کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا فرمائیں گے۔ اور میں جوان شخص ہوں۔ اس کے بعد دس دن

حَتّٰى كَمُلَتْ لَنَا خَمْسُونَ لَيْلَةً مِنْ حِينَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

ہم اسی حال میں رہے یہاں تک کہ پچاس دن پورے ہو گئے۔ پچاسویں رات کی صبح کو جب میں فجر کی

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَلَامِنَا فَلَمَّا صَلَّيْتُ صَلٰوةَ الْفَجْرِ صُبْحَ

نماز پڑھ چکا اور میں اپنے گھر کی چھت پر اس حالت میں بیٹھا ہوا تھا جسے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا

خَمْسِينَ لَيْلَةً وَأَنَا عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِنَا فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ

ہے کہ میں جان سے تنگ آ گیا۔ اور زمین کشادگی کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی کہ میں نے جبل سلع

عَلَى الْحَالِ الَّتِي ذَكَرَ اللّٰهُ قَدْ ضَاقَتْ عَلَيَّ نَفْسِي وَضَاقَتْ عَلَيَّ

پر چڑھے ہوتے ایک بلند آواز سے پکارنے والے کی آواز سنی۔ اے کعب بن مالک!

الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِخٍ أَوْفٰى عَلٰى جَبَلِ سَلْعٍ

تمہیں بشارت ہو۔ حضرت کعب نے کہا۔ یہ سن کر سجدہ شکر میں میں گر گیا۔ اور میں نے

بِاَعْلٰی صَوْتِہٖ یَا کَعْبُ بْنَ مَالِكٍ اَبْشِرْ قَالَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا وَ
جان لیا کہ کشادگی آئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب صبح کی
عَرَفْتُ اَنْ قَدْ جَاءَ فَرَجٌ وَّاٰذَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
نماز پڑھی تو اس کی خبر دی کہ اللہ نے ہماری توبہ قبول فرمالی۔ اب لوگ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِتَوْبَۃِ اللّٰہِ عَلَیْنَا حِیْنَ صَلّٰی صَلٰوۃَ الْفَجْرِ فَذَھَبَ
ہمیں بشارت دینے کے لئے چلے۔ اور ہمارے دونوں ساتھیوں کی جانب بھی بشارت
النَّاسُ یُبَشِّرُوْنَنَا وَذَھَبَ قِبَلَ صَاحِبَیَّ مُبَشِّرُوْنَ وَرَکَضَ اِلَیَّ
دینے والے گئے۔ اور میرے پاس ایک شخص گھوڑا دوڑاتے ہوئے آیا۔ اور قبیلہ اسلم
رَجُلٌ فَرَسًا وَسَعٰی سَاعٍ مِنْ اَسْلَمَ فَاَوْفٰی عَلَی الْجَبَلِ وَکَانَ
کا ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔ اور پہاڑ پر چڑھ گیا تو آواز گھوڑے سے زیادہ
الصَّوْتُ اَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ فَلَمَّا جَاءَنِیْ الَّذِیْ سَمِعْتُ صَوْتَہٗ
تیز ثابت ہوئی۔ جب وہ شخص میرے پاس آیا جس کی بشارت کی آواز میں نے
یُبَشِّرُنِیْ نَزَعْتُ لَہٗ ثَوْبَیَّ فَکَسَوْتُہٗ اِیَّاھُمَا بِبُشْرَاہُ وَاللّٰہِ مَا اَمْلِكُ
سنی تھی تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس کی بشارت دینے کے عوض
غَیْرَھُمَا یَوْمَئِذٍ وَاسْتَعَرْتُ ثَوْبَیْنِ فَلَبِسْتُھُمَا وَانْطَلَقْتُ اِلٰی رَسُوْلِ
اس کو پہنا دیا۔ بخدا اس دن ان دونوں کے علاوہ اور کپڑوں کا مالک نہیں تھا۔
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَتَلَقَّانِیَ النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا
میں نے دو کپڑے مانگ کر پہنا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں
یُھَنِّئُوْنِیْ بِالتَّوْبَۃِ یَقُوْلُوْنَ لِتَھْنِكَ تَوْبَۃُ اللّٰہِ عَلَیْكَ قَالَ
چلا تو لوگ مجھ سے فوج در فوج ملتے مجھے توبہ قبول ہونے پر مبارکباد دیتے۔ کہتے
کَعْبٌ حَتّٰی دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَاِذَا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
تمہیں مبارک ہو اللہ نے تمہاری توبہ قبول کرلی۔ یہاں تک کہ میں مسجد کے اندر حاضر
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ حَوْلَہُ النَّاسُ فَقَامَ اِلَیَّ طَلْحَۃُ بْنُ عُبَیْدِ
ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اردگرد لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ طلحہ بن

اللّٰہِ یُھَرْوِلُ حَتّٰی صَافَحَنِیْ وَھَنَّأَنِیْ وَاللّٰہِ مَا قَامَ اِلَیَّ رَجُلٌ
عبید اللہ دوڑتے ہوئے آئے اور مجھ سے مصافحہ کیا۔ اور مجھے مبارکباد دی۔ بخدا
مِّنَ الْمُھَاجِرِیْنَ غَیْرُہٗ وَلَا اَنْسَاھَا لِطَلْحَۃَ قَالَ کَعْبٌ فَلَمَّا سَلَّمْتُ
مہاجرین میں سے ان کے علاوہ کوئی نہیں میرے پاس آیا۔ میں طلحہ کی یہ بات بھول
عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
نہیں سکتا۔ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام عرض کیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ
وَسَلَّمَ وَھُوَ یَبْرُقُ وَجْھُہٗ مِنَ السُّرُوْرِ اَبْشِرْ بِخَیْرِ یَوْمٍ مَرَّ عَلَیْکَ مُنْذُ وَلَدَتْکَ اُمُّکَ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور حضور کا چہرۂ انور خوشی سے چمک رہا تھا۔ تمہیں ایسے خیر کی
قَالَ قُلْتُ اَمِنْ عِنْدِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمْ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ قَالَ
بشارت ہو جو تم کو پیدائش کے وقت سے آج تک نصیب نہیں ہوا۔ میں نے عرض کیا۔
لَا بَلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
یارسول اللہ! یہ حضور کی بارگاہ سے ہے یا اللہ کی بارگاہ سے۔ فرمایا نہیں بلکہ اللہ کی
وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ اِسْتَنَارَ وَجْھُہٗ حَتّٰی کَاَنَّہٗ قِطْعَۃُ قَمَرٍ وَکُنَّا
بارگاہ سے ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو چہرۂ اقدس
نَعْرِفُ ذٰلِکَ مِنْہُ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَیْنَ یَدَیْہِ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
اتنا روشن ہو جاتا گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور ہم اسے پہچانتے تھے۔ جب میں حضور کے
اِنَّ مِنْ تَوْبَتِیْ اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَالِیْ صَدَقَۃً اِلَی اللّٰہِ وَاِلٰی
سامنے بیٹھا تو عرض کیا یارسول اللہ! میری توبہ میں سے یہ بھی ہے کہ میں اپنا مال اللہ اور رسول اللہ
رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
کی بارگاہ میں صدقہ کرتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنا کچھ مال اپنے
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمْسِکْ عَلَیْکَ بَعْضَ مَالِکَ فَھُوَ
پاس رکھو وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا۔ میں اپنا وہ حصہ روک رہا ہوں جو
خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ فَاِنِّیْ اُمْسِکُ سَھْمِیَ الَّذِیْ بِخَیْبَرَ فَقُلْتُ یَا
خیبر میں ہے۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! بے شک اللہ نے سچ بولنے کی

رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ اِنَّمَا نَجَّانِیْ بِالصِّدْقِ وَاِنَّ مِنْ تَوْبَتِیْ

وجہ سے مجھے نجات دی۔ اور بے شک میری توبہ میں سے یہ بھی ہے کہ میں جب تک زندہ

اَنْ لَّا اُحَدِّثَ اِلَّا صِدْقًا مَا بَقِیْتُ فَوَاللّٰہِ مَا اَعْلَمُ اَحَدًا

رہوں گا سچ بولوں گا۔ بخدا مسلمانوں میں سے میں کسی کو نہیں جانتا کہ اللہ نے اس کو سچی

مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَبْلَاہُ اللّٰہُ فِیْ صِدْقِ الْحَدِیْثِ مُنْذُ ذَکَرْتُ

بات کے بارے میں آزمائش میں ڈالا ہو۔ اور جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی یَوْمِیْ

وسلم سے یہ کہدیا آج تک اور یہ سب سے اچھی آزمائش ہے۔ جب سے میں نے رسول اللہ

ھٰذَا اَحْسَنَ مِمَّا اَبْلَانِیْ وَمَا تَعَمَّدْتُّ مُنْذُ ذَکَرْتُ ذٰلِکَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا اس وقت سے آج تک قصداً جھوٹ نہیں بولا۔

لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی یَوْمِیْ کَذِبًا وَ

اور میں امید کرتا ہوں کہ جب تک میں زندہ رہوں گا اللہ مجھے محفوظ رکھے گا۔ اور اللہ

اِنِّیْ لَاَرْجُوْا اَنْ یَّحْفَظَنِیَ اللّٰہُ فِیْمَا بَقِیْتُ وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی

نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ لقد تاب اللہ

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ تَّابَ اللّٰہُ عَلَی

علی النبی والمھاجرین۔ کونوا مع الصادقین تک

النَّبِیِّ وَالْمُھَاجِرِیْنَ اِلٰی قَوْلِہٖ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ فَوَاللّٰہِ

اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت دینے کے بعد مجھ پر اس سے بڑی کوئی نعمت

مَا اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیَّ مِنْ نِّعْمَۃٍ قَطُّ بَعْدَ اَنْ ھَدَانِیْ لِلْاِسْلَامِ

نہیں کی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سچ بولا۔ اور جھوٹ نہیں بولا

اَعْظَمَ فِیْ نَفْسِیْ مِنْ صِدْقِیْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ اَنْ لَّا اَکُوْنَ کَذَبْتُہٗ

ورنہ ہلاک ہو جاتا جیسا کہ جھوٹ بولنے والے ہلاک ہوئے۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ

فَاَھْلِکَ کَمَا ھَلَکَ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا اِنَّ اللّٰہَ قَالَ لِلَّذِیْنَ کَذَبُوْا

نے جب وحی نازل فرمائی تو ان جھوٹوں کے بارے میں اتنی سخت بات فرمائی جو کسی

حِيْنَ اَنْزَلَ الْوَحْيَ شَرَّ مَا قَالَ لِاَحَدٍ فَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى

کے لئے نہیں فرمائی۔ فرمایا۔ اللہ کی قسم کھائیں گے جب تم لوٹ کر ان کے پاس جاؤ گے۔ لغایت

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ

بے شک اللہ فاسقوں سے راضی نہیں۔ حضرت کعب نے کہا۔ ہم تینوں کا معاملہ ان لوگوں

لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ قَالَ كَعْبٌ وَكُنَّا خُلِّفْنَا اَيُّهَا الثَّلٰثَةُ

سے الگ ہے جن کے قسم کھانے پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا عذر

عَنْ اَمْرِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ قَبِلَ مِنْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

قبول فرمالیا تھا۔ اور ان سے بیعت لے لی تھی۔ اور ان کے لئے استغفار فرمایا تھا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ حَلَفُوْا لَهٗ فَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَاَرْجَا

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارا معاملہ موخر فرمایا یہاں تک کہ اللہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْرَنَا حَتّٰى قَضَى اللّٰهُ

نے اس کے بارے میں فیصلہ فرمایا۔ تو یہی ہے جو اللہ نے فرمایا وعلی الثلثۃ

فِيْهِ فَبِذٰلِكَ قَالَ اللّٰهُ وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا وَلَيْسَ

الذین خلفوا ــــ اور اللہ نے ان تینوں کی توبہ قبول فرمائی جو موقوف

الَّذِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ مِمَّا خُلِّفْنَا عَنِ الْغَزْوِ وَاِنَّمَا هُوَ تَخْلِيْفُهٗ اِيَّانَا

رکھے گئے تھے۔ اس سے مراد وہ لوگ نہیں جو غزوے میں جانے سے رہ گئے تھے۔ اس سے مراد حضور اقدس صلی اللہ

وَاِرْجَاءُهٗ اَمْرَنَا عَمَّنْ حَلَفَ لَهٗ وَاعْتَذَرَ اِلَيْهِ فَقَبِلَ مِنْهُ۔

تعالیٰ علیہ وسلم کا ہمارے معاملے کو موقوف رکھنا اور موخر کرنا ہے بہ نسبت ان لوگوں کے جنھوں نے حضور

کے سامنے قسم کھائی اور عذر بیان کیا۔ ان کا عذر فوراً قبول فرمالیا۔

**تشریحات** ۹ تا ۱۱۸ غزوۂ تبوک میں دنیا کی سب سے بڑی طاقت روم سے مقابلہ تھا۔ اس لئے نفیر عام کا حکم ارشاد فرمایا تھا کہ جو بھی جہاد کی استطاعت رکھتا ہے وہ ضرور ساتھ ہو لے اور زمانہ سخت عسرت کا تھا۔ اور کھجوریں قریب قریب پک چکی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اخراجات جنگ کے لئے چندہ فرمایا۔ اسی موقع پر حضرت صدیق اکبر نے اپنا کل مال اور فاروق اعظم نے اپنا آدھا مال نذر کیا تھا۔ لیکن اس غزوے کی تجہیز کا سہرا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے سر رہا۔

اسی وجہ سے جو لوگ استطاعت کے باوجود اس غزوے میں شریک نہ ہوئے ان پر سخت عتاب ہوا۔ انصار میں سے اسی سے کچھ زیادہ افراد غزوے میں شریک نہیں ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اس غزوے سے مدینہ طیبہ واپس ہوئے۔ تو تین کے علاوہ بقیہ تمام پیچھے رہ جانے والوں نے جھوٹے عذر بیان کر کے جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی صفائی پیش کی جن سے کوئی مواخذہ نہیں ہوا۔ اس لئے کہ یہ لوگ مومن مخلص نہ تھے۔ منافق تھے۔ البتہ تین حضرات مومنین مخلصین میں سے تھے۔ انھوں نے اپنی کوتاہی کا اعتراف کیا۔ جس کی وجہ سے ان پر عتاب ہوا۔ اس عتاب کی پوری تفصیل اور اس کے ایمان افروز احوال حدیث میں سن چکے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذوق یہی تھا کہ لیلۃ العقبہ کی بیعت غزوۂ بدر سے اہم ہے۔ اس لئے اسی بیعت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ جس کے نتیجے میں غزوۂ بدر اور دیگر محاربے وجود میں آئے۔ حضرت کعب کا اعتقاد یہ تھا۔ کہ چونکہ غزوۂ بدر کی بھی بنیاد لیلۃ العقبہ کی بیعت ہے اس لئے وہ انھیں بدر سے زیادہ پیاری تھی۔ لیکن حقیقت میں بدر کے معرکہ حق و باطل کی شان ہی کچھ اور ہے۔ بیعت کر لینا اور بات ہے لیکن وقت پر جان کی بازی لگا دینا شئ دیگر ہے۔ لیلۃ العقبہ میں جو بیعت ہوئی تھی۔ اس کی وفاداری کا پہلا موقع غزوۂ بدر تھا۔ جب کہ قریش کی ایک ہزار منتخب جنگجو غیظ و غضب میں بھرے ہوئے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے ڈٹ گئے تھے۔ قریش میں ایسے ایسے منتخب روزگار سورما تھے جو اپنے آپ کو ہزار سوار کے برابر سمجھتے تھے۔ ان کی دھاک پورے عرب پر بیٹھی ہوئی تھی علاوہ ازیں قریش کی ریاست پورے عرب پر مسلم تھی۔ اسلامی لشکر میں زیادہ تر انصار کرام تھے۔ جو قریش کی عظمت و شوکت سے ایک گونہ مرعوب بھی تھے۔ لیکن اسلام کے نشے نے انھیں ایسا سرشار کر دیا تھا کہ ان پر نہ تو دشمنوں کی کثرت کا اثر پڑا نہ ان کی شان و شوکت کا نہ ان کی عظمت کا۔ تھوڑی تعداد ہوتے ہوئے بے سروسامانی کے باوجود وہ عرب کی سب سے بڑی طاقت سے بھڑ گئے۔ اور پھر انھیں ذلت آمیز شکست دی۔ معرکہ بدر کی نزاکت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں دعا کی۔ اے اللہ! اگر تو نے اس مٹھی بھر جماعت کی مدد نہ کی تو قیامت تک تیری عبادت نہ ہو گی اس نازک موقع پر جن لوگوں نے جاں نثاریاں کیں ان کی عظمت کو کون پہنچ سکتا ہے۔ اسی لئے امت کا اس پر اجماع ہے۔ کہ شرکاء بدر انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل ہیں۔ جاں نثاری کی بیعت کر لینا بھی کمال ہے مگر وقت آنے پر اس بیعت کو سچا کر دکھانا اس سے بدرجہا اعلیٰ کمال ہے۔

**بَابُ** كِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى كِسْرٰى وَقَيْصَرَ۔ صـ ۶۳۷

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کسریٰ اور قیصر کی جانب مفاوضہ عالیہ بھیجنا۔

کسریٰ شاہان ایران کا لقب ہے اور قیصر شاہان روم کا صلح حدیبیہ کے بعد جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قریش اور ان کے حلفاء کی طرف سے ایک گونہ اطمینان ہوگیا تو عرب کے اردگرد جو سلطنتیں تھیں انھیں اسلام کی دعوت دی اور ہر ایک کے نام مفاوضات روانہ فرمایا قیصر کے نام جو والا نامہ روانہ فرمایا تھا وہ حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدست بھیجا تھا جس کی پوری تفصیل پہلی جلد میں گذر چکی ہے کسریٰ کے نام والا نامہ روانہ فرمایا تھا وہ حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدست روانہ فرمایا تھا جس کا ذکر کتاب العلم میں گذر چکا ہے۔

۲۱۹۵ **حدیث** عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَقَدْ نَفَعَنِي اللّٰهُ بِكَلِمَةٍ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّامَ الْجَمَلِ بَعْدَ مَا كِدْتُ أَنْ أَلْحَقَ بِأَصْحَابِ الْجَمَلِ فَأُقَاتِلَ مَعَهُمْ قَالَ لَمَّا بَلَغَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَهْلَ فَارِسٍ قَدْ مَلَّكُوا عَلَيْهِمْ بِنْتَ كِسْرٰى قَالَ لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً۔ عـه

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ایام جمل میں مجھے اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد سے نفع پہونچایا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا تھا اس کے بعد کہ قریب تھا کہ میں اصحاب جمل میں شامل ہو جاتا اور ان کے ساتھ شریک ہو کر جنگ کرتا ــــ انھوں نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ فارس والوں نے کسریٰ کی لڑکی کو بادشاہ بنالیا ہے تو فرمایا وہ قوم کبھی فلاح نہیں پاسکتی جو اپنی حکومت کسی عورت کو سپرد کرے۔

عـه ثانی تفسیر سورہ برأت باب قولہ لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار وباب قولہ علی الثلاثۃ الذین خلفوا صـ ۶۷۵ وباب قولہ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ صـ ۶۷۶۔ واحکام: باب ہل الامام ان یمنع المجرمین صـ ۱۰۷۶ مسلم توبہ، ابو داؤد، نسائی، طلاق واستیذان: باب من لم یسلم علی من اقترف ذنبا صـ ۹۲۵۔ عـه ثانی فتن باب ۲ صـ ۱۰۵۱، ترمذی فتن، نسائی فضائل،

**تشریحات** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے والا نامہ خسرو پرویز کے پاس بھیجا تھا اس نے والا نامہ میں جب یہ لکھا دیکھا "من محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس" تو غصہ میں لال بھبھو کا ہو کر والا نامہ کو پھاڑ دیا اور یہ کہا میرا غلام ہو کر اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھتا ہے اور اس نے بحرین کے حاکم منذر بن ساوی ابدی کے پاس یہ حکم نامہ بھیجا کہ انھیں گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گرفتار کرنے کے لئے دو آدمی بھیجے یہ دونوں شخص جب مدینہ طیبہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور نے ان سے فرمایا تم لوگ واپس جاؤ اور اپنے آقا کو اطلاع دو کہ ان کے بادشاہ کو اس کے لڑکے نے قتل کر دیا ہے۔

اور یہ قصہ ہوا کہ شیرویہ پرویز کے لڑکے نے اسے قتل کر دیا پھر اپنے سب بھائیوں کو بھی مروا ڈالا پرویز نے اپنے خزانے میں ایک شیشی میں زہر بھر کر یہ لکھ دیا تھا کہ یہ قوت باہ کی دوا ہے شیرویہ کو یہ شیشی ملی اور اس نے کھا لیا جس کے نتیجے میں مر گیا اپنے باپ کے قتل کے بعد صرف چھ مہینہ جیا چونکہ تخت کا کوئی وارث نہیں تھا اس لئے ایرانیوں نے پرویز کی لڑکی پوران دخت کو تخت پر بیٹھایا اس کی اطلاع ملی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ فرمایا کہ وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پا سکتی جو اپنی حکومت کسی عورت کو سپرد کرے۔

گذر چکا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ خسرو پرویز نے والا نامہ چاک کر دیا ہے تو فرمایا کہ اس نے میرے والا نامہ کو چاک کیا وہ خود ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔

اور یہی ہوا پوران دخت کے ایام میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فارس پر حملہ کیا جب ہر محاذ پر ایرانی فوجیں شکست کھانے لگیں تو ایرانیوں نے پوران دخت کو معزول کر کے یزدجرد کو تخت پر بٹھایا مگر پھر بھی مجاہدین کا ریلا کسی کے روکے نہ رکا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے ہی میں پورے فارس اور ایران پر اسلامی جھنڈا لہرا گیا یزدجرد کو ایران چھوڑ کر بھاگنا پڑا پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں یزدجرد مارا گیا اس طرح صدیوں کی ایرانی شہنشاہی نیست و نابود ہو گئی۔

**باب** مَرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَاتِهٖ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ج ۶۳ ص ۲

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیماری اور وصال کا بیان اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان بیشک تم انتقال فرمانے والے ہو اور وہ لوگ مرنے والے ہیں اس کے بعد اپنے رب کے حضور جھگڑو گے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت بعثت ہجرت اور وصال اور عمر مبارک کے بارے میں چھٹی جلد میں پوری بحث ہو چکی ہے اس پر اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ربیع الاوّل کے دوشنبہ کے دن ہوا تھا تاریخ کیا تھی اس بارے میں مختلف اقوال ہیں اہل ترزیج کا اس پر اتفاق

ہے کہ دس ربیع الاول کو ہوا تھا لیکن پوری دنیائے اسلام میں یہی مشہور ہے کہ بارہ ربیع الاول کو وصال ہوا تھا اور عمر مبارک پورے ترسٹھ سال کی تھی۔

229

۶۱۴ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

ت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ يَا عَائِشَةُ

وسلم مرض وصال میں بار بار فرماتے تھے اے عائشہ میں اس کھانے کی تکلیف ہمیشہ

مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِيْ أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهٰذَا أَوَانُ

پاتا رہا جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اس وقت اس زہر کی وجہ سے محسوس کر رہا ہوں

وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِيْ مِنْ ذٰلِكَ السَّمِّ۔

کہ میری شہ رگ ٹوٹ گئی ہے۔

**تشریحات** اس تعلیق کو بزار حاکم اور اسماعیلی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے گذر چکا کہ ۶۱۴ خیبر میں زینب نامی یہودی عورت نے زہر آلود بکری پیش کی تھی جس سے چند لقمے حضور نے تناول فرمائے تھے۔ اَبْہر یہ دو رگیں ہیں جو دل سے نکلتی ہیں پھر اسی سے چھوٹی چھوٹی رگیں نکل کر پورے جسم میں پھیلی ہیں۔

مرض وصال میں ظاہر طور پر شدید بخار تھا اس حدیث نے ثابت کر دیا کہ بخار زہر کے اثر سے تھا بعض گستاخ بے ادب لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال نمونیے کی وجہ سے ہوا تھا ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ نمونیہ سے انبیاء کرام معصوم ہیں۔

۲۱۹۶ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ

**حدیث** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں سنا کرتی تھی کہ کوئی

كُنْتُ أَسْمَعُ أَنَّهُ لَا يَمُوْتُ نَبِيٌّ حَتّٰى يُخَيَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

نبی وصال نہیں فرماتا جب تک کہ اسے دنیا و آخرت کے درمیان اختیار نہ دیدیا جائے

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ

میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرض وصال میں یہ فرماتے ہوئے سنا اور حضور کی آواز

مَاتَ فِيهِ وَاَخَذَتْهُ بُحَّةٌ يَقُوْلُ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

بیٹھ چکی تھی فرماتے تھے ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے اس سے میں نے گمان کیا

اَلْاٰيَةَ وَظَنَنْتُ اَنَّهٗ خُيِّرَ ۔عہ

کہ حضور کو اختیار دے دیا گیا (حضور نے آخرت کو پسند فرمالیا)

**تشریحات ۲۱۹۶** ام المؤمنین ہی کی دوسرے طریقے سے بخاری ہی میں حدیث آرہی ہے کہ ام المؤمنین نے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی سے سنا تھا کہ کوئی نبی دنیا سے نہیں اٹھایا جاتا یہاں تک کہ جنت میں اس کی جو جگہ ہے دیکھ لیتا ہے پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے۔

۲۱۹۷ قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اِنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ

**حدیث** ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَحِيْحٌ يَقُوْلُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ

تندرستی کی حالت میں فرمایا کرتے تھے کہ کوئی نبی اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھایا جاتا

قَطُّ حَتّٰى يُرٰى مَقْعَدُهٗ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُحَيَّى اَوْ يُخَيَّرُ فَلَمَّا اشْتَكٰى

جب تک جنت میں اس کی جو جگہ ہے اسے دیکھ نہ لے پھر اس کو اختیار دیا جاتا ہے (جو چاہے

وَحَضَرَهُ الْقَبْضُ وَرَاْسُهٗ عَلٰى فَخِذِ عَائِشَةَ غُشِيَ عَلَيْهِ فَلَمَّا اَفَاقَ شَخَصَ بَصَرُهٗ نَحْوَ

پسند کرے دنیا میں رہنا یا آخرت میں) پھر جب حضور بیمار ہوئے اور وفات کا وقت قریب آیا

سَقْفِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى فَقُلْتُ اِذًا لَا يُجَاوِرُنَا فَاَدْرَكْتُ

تو حضور پر بیہوشی طاری ہوئی اس وقت حضور کا سر عائشہ کی ران پر تھا جب افاقہ ہوا تو حضور کی نظر گھر کے چھت کی

اَنَّهٗ حَدِيْثُهُ الَّذِيْ كَانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَحِيْحٌ ۔عہ

طرف اٹھی پھر فرمایا اے اللہ رفیق اعلیٰ میں، تو میں نے کہا" اب حضور ہمارے ساتھ نہیں رہیں گے اس وقت میں نے جانا کہ یہ وہ حدیث ہے جو تندرستی کی حالت میں فرمایا کرتے تھے

۲۱۹۸ اَخْبَرَتْنِيْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

**حدیث** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عہ ثانی تفسیر باب اولئک مع الذین انعم اللہ علیہم ص۶۶۰

عہ ثانی باب آخر ما تکلم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۶۴۲، کتاب الدعوات باب دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۹۳۹
کتاب الرقاق باب من احب لقاء اللہ ص۹۶۳

اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا

جب بیمار پڑتے تو اپنے اوپر معوّذات پڑھ کر دم فرماتے اور ہاتھوں پر

اشْتَكٰى نَفَثَ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهٖ فَلَمَّا اشْتَكٰى

دم کر کے پورے جسم پر ملتے ، جب حضور مرض وصال میں مبتلا ہوئے تو میں

وَجَعَهُ الَّذِىْ تُوُفِّىَ فِيْهِ اَنْفُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّذِىْ

معوذات پڑھ کر حضور پر دم کرتی اور حضور کے ہاتھ پر پھونک کر جسم پر ملتی۔ عہ

كَانَ يَنْفُثُ وَاَمْسَحُ بِيَدِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ

**تشریحات** ومسح عنہ بیدہ سے مراد یہ ہے کہ معوّذات پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر دم ۲۱۹۸
فرماتے پھر ان کو اپنے چہرے اور پورے بدن پر پھیرتے۔ معوذات سے مراد قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس ہے اور جمع اس اعتبار سے ہے۔ کہ کبھی دو پر بھی جمع کا اطلاق ہوتا ہے یا یہ کہ ان دونوں سورتوں کے ساتھ سورۂ اخلاص بھی شامل کر لیتے یا یہ کہ معوذات سے مراد وہ دعائیہ کلمات ہیں جن میں شیطان، امراض اور آفات سے تعوّذ وارد ہے۔

۲۱۹۹ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ

**حدیث** ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دیا کہ میں نے نبی صلی اللہ

اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْغَتْ اِلَيْهِ قَبْلَ

تعالیٰ علیہ وسلم کو وصال سے پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا اور وہ کان لگائے ہوئے

اَنْ يَّمُوْتَ وَهُوَ مُسْنِدٌ اِلٰى ظَهْرِهٖ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِىْ وَارْحَمْنِىْ

تھیں اور حضور اپنی پیٹھ میرے سہارے لگائے ہوئے تھے کہ اے اللہ مجھے بخشدے

وَاَلْحِقْنِىْ بِالرَّفِيْقِ عہ

اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ کے ساتھ ملا۔

عہ ثانی کتاب الطب باب الرقی بالقرآن والمعوذات ص۸۵۴ ، فضائل قرآن باب فضل المعوذات ص۷۵۰
باب المرأۃ ترقی الرجل ص۸۵۶ مسلم طب ،
عہ ثانی کتاب المرضی باب نہی التمنی المریض الموت ص۸۴۷ مسلم فضائل ، ترمذی دعوات، نسائی وفات

**تشریحات** ۲۱۹۹ مغفرت کی دعا اظہار عبودیت کے لئے تواضعاً تھی یا امت کی تعلیم کے لئے۔

۲۲۰۰ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ

**حدیث** ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَتْ مَاتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حالت میں وفات پائی کہ حضور کا سر اقدس میری گردن کی ہنسلی

وَسَلَّمَ وَاِنَّهٗ لَبَیْنَ حَاقِنَتِیْ وَذَاقِنَتِیْ فَلَا اُكْرِهُ شِدَّتَ الْمَوْتِ

اور تھوڑی کے درمیان تھا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کی موت کی

لِاَحَدٍ اَبَدًا بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

سختی مجھے گوارہ نہیں۔

**تشریحات** ۲۲۰۰ دوسری حدیثوں میں وفات کے وقت کی تفصیل یہ درج ہے کہ کبھی چادر کو منہ پہ ڈالتے پھر کبھی ہٹاتے قریب ہی ایک برتن میں پانی رکھا ہوا تھا، ہاتھ ڈال کر پانی لیکر چہرے پر ملتے پھر فرماتے لا الٰہ الا اللہ، بیشک موت کے لئے سکرات ہیں اے اللہ موت کے سکرات برداشت کرنے میں میری مدد فرما۔

۲۲۰۱ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْاَنْصَارِیُّ

**حدیث** عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری نے مجھے خبر دی۔ اور کعب بن

وَكَانَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَحَدَ الثَّلَاثَةِ

مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں میں ان تین

الَّذِیْنَ تِیْبَ عَلَیْهِمْ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

میں سے ایک تھے جنھیں اللہ نے معاف فرمادیا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ

اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ خَرَجَ مِنْ

عنہما نے ان کو خبر دی کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ

عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ وَجْعِہِ الَّذِیْ
تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض وصال میں حضور کے پاس سے باہر نکلے تو لوگوں نے ان سے پوچھا
تُوُفِّیَ فِیْہِ فَقَالَ النَّاسُ یَا اَبَا حَسَنٍ کَیْفَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
اے ابوالحسن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ بحمد اللہ تعالیٰ اچھے
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰہِ بَارِئًا فَاَخَذَہٗ
ہیں تو حضرت عباس بن عبدالمطلب نے ان کا ہاتھ پکڑا اور کہا تم بخدا تین دن کے بعد لاٹھی
بِیَدِہٖ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَہٗ اَنْتَ وَاللّٰہِ بَعْدَ ثَلَاثٍ
کے غلام ہوگے میں بخدا دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی بیماری
عَبْدُ الْعَصَا وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاَرٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
میں وصال فرمائیں گے، بیشک میں بنی عبدالمطلب کے چہروں کو پہچانتا ہوں کہ موت کے وقت
وَسَلَّمَ سَوْفَ یُتَوَفّٰی مِنْ وَّجْعِہٖ ھٰذَا اِنِّیْ لَاَعْرِفُ وُجُوْہَ بَنِیْ
کیسا رہتا ہے، ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس چلیں اور حضور سے پوچھیں
عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ اِذْھَبْ بِنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی
خلافت کس میں ہوگی؟ اگر ہم میں ہو تو ہم جان لیں اور اگر ہمارے غیر میں ہو تو اسے جان
اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَسْاَلُہٗ فِیْمَنْ ھٰذَا الْاَمْرُ اِنْ کَانَ
لیں اور حضور ہمیں وصیت فرمادیں یہ سن کر حضرت علی نے فرمایا بخدا اگر
فِیْنَا عَلِمْنَا ذٰلِکَ وَاِنْ کَانَ فِیْ غَیْرِنَا عَلِمْنَاہُ فَاَوْصٰی بِنَا فَقَالَ
ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا سوال کیا۔ اور حضور
عَلِیٌّ اِنَّا وَاللّٰہِ لَئِنْ سَاَلْنَاھَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
نے منع کر دیا تو حضور کے بعد لوگ ہم کو نہیں دیں گے واللہ ہم رسول اللہ
وَسَلَّمَ فَمَنَعَنَاھَا لَا یُعْطِیْنَاھَا النَّاسُ بَعْدَہٗ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَا
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا سوال نہیں کریں گے۔
اَسْاَلُھَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؎

؎ ثانی استیذان باب المعانقۃ وقول الرجل کیف اصبحت ص۹۲۷

**تشریحات ۲۲۰۱** فاوصی بنا، یہاں حذف ہے، عبارت یہ تھی اگر ہمارے لئے ہے تو اس کی وصیت فرما دیجئے۔ چنانچہ مرسل شعبی میں ہے والاّ اوصی بنا فحفظنا من بعد، لیکن جو عبارت یہاں ہے وہ بھی بے داغ ہے مطلب یہ ہے کہ جسے بھی خلافت ہو خواہ ہمیں یا کسی اور کو اس کے مطابق ہمیں وصیت فرما دیجئے۔ یہ حدیث رافضیوں کے اس ادعائے باطل کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے واپسی میں غدیر خم پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے پر نص جلی فرما دی تھی، اگر یہ بات صحیح ہوتی تو حضرت علی فرما دیتے کہ اب اس کی ضرورت ہی کیا، ہمارے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نص جلی فرما دی ہے۔ ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت علی نے حضرت عباس سے فرمایا، کیا ہمارے علاوہ اور بھی کوئی اس کا امیدوار ہے؟ حضرت عباس نے فرمایا میرا گمان ہے بخدا ایسا ہوگا۔ اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد ہی سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو اپنا جانشین نامزد نہیں فرمایا تھا بلکہ یہ حق امت کو دیا تھا جبھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ لوگ ہمیں نہیں دیں گے اس سے ثابت کہ خلیفہ کے انتخاب کا حق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کو دیدیا تھا۔

**حدیث ۲۲۰۲** اِنَّ اَبَا عَمْرٍو ذَکَوَانَ مَوْلٰی عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں بیشک اللہ کی نعمتوں

عَنْہَا اَخْبَرَہٗ اَنَّ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کَانَتْ تَقُوْلُ

میں سے مجھ پر یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا

اِنَّ مِنْ نِّعَمِ اللّٰہِ عَلَیَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

میرے گھر میں اور میری باری میں اور میرے سینے اور گلے کے درمیان اور

وَسَلَّمَ تُوُفِّیَ فِیْ بَیْتِیْ وَفِیْ یَوْمِیْ وَبَیْنَ سَحْرِیْ وَنَحْرِیْ وَاَنَّ

اللہ نے میرے اور ان کے لعاب کو ان کے وصال کے وقت جمع فرمایا۔ عبدالرحمٰن

اللّٰہَ جَمَعَ بَیْنَ رِیْقِیْ وَرِیْقِہٖ عِنْدَ مَوْتِہٖ دَخَلَ عَلَیَّ عَبْدُ

میرے پاس اندر آئے اور ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

الرَّحْمٰنِ وَبِیَدِہِ السِّوَاکُ وَاَنَا مُسْتَنِدَۃٌ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

علیہ وسلم مجھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے تو میں نے حضور کو دیکھا کہ مسواک کی طرف دیکھ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُهُ يَنْظُرُ إِلَيْهِ وَعَرَفْتُ أَنَّهُ يُحِبُّ السِّوَاكَ

دیکھ رہے ہیں ۔ میں نے پہچانا کہ حضور مسواک کو پسند فرماتے ہیں میں نے پوچھا آپ

فَقُلْتُ آخُذُهُ لَكَ فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ أَنْ نَعَمْ فَتَنَاوَلْتُهُ فَاشْتَدَّ

کے لئے مسواک لے لوں تو آپنے سر سے اشارہ فرمایا کہ ہاں تو میں نے مسواک لیا (اور حضور کو دیا)

عَلَيْهِ وَقُلْتُ أُلَيِّنُهُ لَكَ فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ أَنْ نَعَمْ فَلَيَّنْتُهُ فَأَمَرَّهُ

لیکن وہ حضور سے چبھ نہ سکی تو میں نے عرض کیا۔ آپ کے لئے نرم کردوں تو آپ نے سر سے اشارہ

وَبَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ أَوْ عُلْبَةٌ يَشُكُّ عُمَرُ فِيهَا مَاءٌ فَجَعَلَ يُدْخِلُ

فرمایا کہ ہاں تو میں نے اس کو نرم کر دیا پھر حضور نے اس کو اپنے منھ میں پھیرا حضور کے سامنے ایک

يَدَيْهِ فِي الْمَاءِ فَيَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ

بڑا پیالہ تھا جس میں پانی تھا حضور اپنے ہاتھوں کو پانی میں ڈالتے پھر چہرہ پر ملتے فرماتے

لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ ثُمَّ نَصَبَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَقُولُ فِي الرَّفِيقِ

لا الٰہ الا اللہ بیشک موت کے لئے سختیاں ہیں پھر حضور نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور کہنے لگے رفیق اعلیٰ

الْأَعْلَى حَتَّى قُبِضَ وَمَالَتْ يَدُهُ۔

میں یہاں تک کہ روح قبض کرلی گئی ـــــ اور حضور کا ہاتھ ڈھلک گیا ۔

**تشریحات ۲۲** یہ حدیث بطریق عبدالرحمٰن بن قاسم گذر چکی ہے اس پر تفصیلی گفتگو بھی ہو چکی ہے یہاں یہ ہے فَأَمَرَّهُ ۔ لیکن بطریق عبدالرحمٰن جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ اس سے زیادہ عمدہ طریقہ سے مسواک کرتے ہوئے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

**حدیث ۲۲۰۳** عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

قَالَتْ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي وَفِي

علیہ وسلم نے میرے گھر میں میری باری کے دن میں اور میرے سینے اور تھوڑی کے درمیان

يَوْمِي وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي وَكَانَ أَحَدُنَا يَعُوذُهُ بِدُعَاءٍ إِذَا

وصال فرمایا ہے اور جب کوئی بیمار ہوتا تو ہم ایک دعا پڑھ کر اس پر دم

مَرَضِ فَذَهَبْتُ أُعَوِّذُهُ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَ فِي الرَّفِيقِ
کیا کرتے تھے تو میں نے بھی یہی کیا پھر حضور نے اپنے سر کو آسمان کی طرف
الْأَعْلَى فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى۔
اٹھایا اور کہا۔ رفیق اعلیٰ میں رفیق اعلیٰ میں۔

۲۲۰۴ حدیث عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ
ام المؤمنین حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ
أَبَا بَكْرٍ قَبَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَوْتِهِ عه
حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کی پیشانی کو وصال کے بعد بوسہ دیا)

تشریحات ۲۲۰۴ اس کی پوری تفصیل کتاب الجنائز میں گذر چکی ہے۔ ناظرین حضرات وہیں رجوع فرمائیں۔

۲۲۰۵ حدیث وَقَالَتْ عَائِشَةُ لَدَدْنَاهُ فِي مَرَضِهِ فَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا
ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہم نے حضور کی بیماری میں حضور
أَنْ لَا تَلُدُّونِي فَقُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ فَلَمَّا أَفَاقَ
کے منہ میں دوا ڈالی تو حضور ہماری طرف اشارہ فرماتے کہ میرے منہ میں دوا مت ڈالو تو ہم نے
قَالَ أَلَمْ أَنْهَاكُمْ أَنْ تَلُدُّونِي قُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ
کہا مریض دوا کو ناپسند کرتا ہے اس لئے حضور منع فرما رہے ہیں جب حضور کو افاقہ ہوا تو فرمایا کیا میں نے تم کو منع میں دوا
فَقَالَ لَا يَبْقَى أَحَدٌ فِي الْبَيْتِ إِلَّا لُدَّ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَّا الْعَبَّاسَ
ڈالنے سے منع نہیں فرمایا تھا تو ہم نے عرض کیا (ہم نے یہ سمجھا) مریض دوا کو ناپسند کرتا ہے اسلئے منع فرما رہے ہیں اب فرمایا گھر میں جتنے لوگ
فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ عه
ہیں سب کے منہ میں دوا ڈالی جائے میری نظر کے سامنے کوئی باقی نہ رہے سوائے عباس کے اس لئے کہ وہ اس وقت موجود نہیں تھے۔

تشریحات ۲۲۰۵ یہاں امام بخاری نے تقبیل کی حدیث کو لدود والی حدیث سے الگ ذکر کیا ہے لیکن کتاب الطب میں بطریق علی بن عبد اللہ مدینی دونوں متن ساتھ ساتھ ذکر کیا ہے۔

---

عه ثانی الطب باب اللدود ص۸۵۱ ۔ ترمذی شمائل، نسائی جنائز، ابن ماجہ جنائز۔

عه ثانی الطب باب اللدود ص۸۵۱ ۔ الدیات باب القصاص بین الرجل والنساء فی الجراحات ص۱۰۱۷ باب اذا اصاب قوم من رجل ص۱۰۱۸

۲۲۰۶ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِیُّ

**حدیث** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرض

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَعَلَ یَتَغَشَّاہُ فَقَالَتْ فَاطِمَۃُ وَاکَرْبَ

بڑھ گیا اور غشی طاری ہونے لگی تو فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہائے میرے ابا

اَبَاہُ فَقَالَ لَھَا لَیْسَ عَلٰی اَبِیْکِ کَرْبٌ بَعْدَ الْیَوْمِ۔ فَلَمَّا مَاتَ

کی تکلیف! تو حضور نے فرمایا آج کے بعد تمہارے ابا کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی جب حضور کا

قَالَتْ یَا اَبَتَاہُ اَجَابَ رَبًّا دَعَاہُ یَا اَبَتَاہُ مَنْ جَنَّۃُ الْفِرْدَوْسِ

وصال ہوگیا تو حضرت فاطمہ نے کہا اے ابا جان! رب نے آپ کو بلایا آپ

مَاْوَاہُ یَا اَبَتَاہُ اِلٰی جِبْرَئِیْلَ نَنْعَاہُ فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَۃُ

نے اس کا بلاوا قبول فرمایا، جنت الفردوس آپ کی قیامگاہ ہے۔ اے ابا! میں جبرئیل کو

یَا اَنَسُ اَطَابَتْ اَنْفُسُکُمْ اَنْ تَحْثُوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

آپ کے وصال کی خبر دیتی ہوں، جب دفن کئے جا چکے تو فاطمہ زہراء نے کہا اے انس!

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ۔ عہ

کیسے تم کو گوارہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مٹی ڈالی۔

**تشریحات** ۲۲۰۶ حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جن دردناک الفاظ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مفارقت پر اپنے غم کا اظہار فرمایا یہ شدت غم میں حالت اضطرار میں ان کے دہن پاک سے نکلا۔ یہ نیاحت ممنوعہ نہیں جو اپنے قصد و اختیار سے چیخ چیخ کر آواز بنا بنا کر کیا جاتا ہے جس میں جھوٹ بھی ہوتا ہے کسی کے فوت ہونے پر حالت اضطرار میں آنسو نکل آئیں یا کچھ کلمات ایسے نکل آئیں جن سے اندرونی غم واندوہ کا اظہار ہو یہ ممنوع نہیں بلکہ مستحب ہے۔ جیسا کہ حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمان مبارک سے آنسو جاری ہوگئے تھے اور یہ فرمایا تھا العین تدمع ولا نقول الا ما یحب ربنا ویرضیٰ وانا بفراقک لمحزونون یا ابراھیم، آنکھ سے آنسو جاری ہے مگر ہم وہی کہتے ہیں جو ہمارے رب کو پسند ہے اور ہم تمہاری جدائی میں اے ابراہیم غمزدہ ہیں۔ اسی قبیل سے حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہ کلمات ہیں۔

---

عہ ابن ماجہ جنائز

## بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ ص۶۴۱

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے مرض وصال میں اسامہ بن زید کو (روم کی طرف) بھیجنا۔

مرض وصال میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنا کر اپنے ہاتھ سے جھنڈا باندھ کر ان کو دیا اور فرمایا کہ جاؤ اور جہاں تمہارے والد شہید کئے گئے تھے وہاں جا کر اپنے والد کے خون ناحق کا بدلہ لو اور کافروں سے جہاد کرو۔ اس لشکر میں تمام مہاجرین اولین کو شریک ہونے کا حکم دیا حتیٰ کہ حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم، حضرت ابو عبیدہ بن جراح امین امت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھی شریک ہونے کا حکم دیا، سنیچر کے دن حضرت اسامہ مدینہ طیبہ سے نکل کر مقام جرف پر قیام کیا تاکہ سارے مجاہدین آجائیں پھر یہاں سے کوچ کریں اتنے میں یہ اطلاع ملی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حالت بہت نازک ہے وہ رک گئے، پھر دوشنبہ کی صبح کو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کافی افاقہ ہے وہ چلے کہ آج لشکر کے ساتھ کوچ کریں کہ اچانک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حالت غیر ہوگئی، ان کی والدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے پاس خبر بھیجا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حال اچھا نہیں تم رک جاؤ حضرت اسامہ اور پورا لشکر کوچ کے لئے تیار تھا، حضرت اسامہ گھوڑے پر سوار ہونے ہی والے تھے کہ ان کی والدہ کا پیغام ملا وہ فوراً پلٹ پڑے اور جھنڈا لا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاشانۂ اقدس کے دروازے پر گاڑ دیا تمام لشکر بھی واپس ہو گئے پھر حضور کا دوپہر ڈھلنے کے بعد وصال ہو گیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ منتخب ہو گئے ان کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا کہ حضرت اسامہ کے لشکر کو بھیجا جائے یا نہیں اس لئے کہ مدینہ طیبہ کے اطراف وجوانب سے اطلاعات ملیں کہ اعراب مرتد ہو گئے ہیں، بڑا نازک مرحلہ تھا اکثر صحابۂ کرام کی رائے یہ تھی کہ اس لشکر کو روک دیا جائے مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس لشکر کو روانہ فرمایا ہے ابن ابی قحافہ کی مجال نہیں کہ اسے روکے اور جس جھنڈے کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باندھا ہے اس کو کھولے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اسامہ کو مع لشکر کے ان کی مہم پر بھیجا۔ اس لشکر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، حضرت صدیق اکبر کو مدینہ طیبہ میں مشورے کے لئے ضرورت تھی، اس لئے حضرت اسامہ سے اجازت لے کر ان کو روک لیا۔

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ بلقا کے قریب تک پہونچے اور مظفر ومنصور ہو کر بیس دن کے بعد واپس ہوئے اس کا فائدہ یہ ہوا کہ جب یہ لشکر مدینے سے چلا تو بہت سے مذبذبین یہ کہہ کر ارتداد سے باز رہے کہ اگر ان لوگوں کے پاس طاقت نہ ہوتی تو اتنا بڑا لشکر روم سے لڑنے کے لئے کیوں جاتا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ (القرآن)

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو

# تحفظِ عقائدِ اہلِ سنّت

عفی عنہ

مع

# ایمانی آیات

بجواب

# شیطانی خرافات


مرتب

مولانا علامہ محمد ظہیر الدین قادری مدظلہ العالی



ناشر فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور



www.sirat-e-mustaqeem.net

# اشعۃ اللمعات

۷ جلد

شرح مشکوٰۃ

تصنیف منیف

عارف باللہ شیخ محقق حضرت ولی شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ حواشی

حضرت علامہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مدظلہ العالی

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

# فیوض غوث یزدانی

ترجمہ

# الفتح الربانی

از محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ: مولانا مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ

# شواہد الحق اردو

فی الاستعانۃ بسید الخلق

تصنیف: امام علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہ

ترجمہ: مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ

# موطا امام مالک (مکمل) علیہ الرحمۃ

ترجمہ و تحشیہ: علامہ مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری مدظلہ

مدلل

صحیح البخاری، سنن ابن ماجہ، سنن ابوداؤد وغیرہا

# غنیۃ الطالبین (اردو)

از محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ: مولانا علامہ محمد صدیق ہزاروی سعیدی

تقدیم: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، جامعہ غائبیہ رضویہ لاہور

# حجۃ اللہ البالغہ اردو

تالیف

حضرت قطب الملۃ حکیم الامۃ مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: مولانا عبدالحق حقانی

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور ۲ فون ۷۳۱۲۱۷۳ / ۷۲۲۴۸۹۹


www.sirat-e-mustaqeem.net

## شرح صحیح مسلم (۷ جلد)

تصنیف:
علامہ غلام رسول سعیدی شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۰

اس صدی کی بہترین شرح جس میں عصر حاضر کے جدید مسائل کا محققانہ حل پیش کیا گیا ہے۔

● ——— یہ شرح قارئین کو دوسری شرحوں سے بے نیاز کر دے گی۔

## اشعۃ اللمعات (۷ جلد)

### شرح مشکوٰۃ

تصنیف منیف:
عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولینا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ و حواشی
حضرت علامہ مولینا محمد سعید احمد نقشبندی مدظلہ العالی
علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

## بخاری شریف مترجم (۳ جلد)

امام المحدثین ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمہ اللہ

مترجم: مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری

## سنن نسائی مترجم (۳ جلد)

امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن بحر نسائی رحمہ اللہ

ترجمہ مولینا دوست محمد شاکر و مولینا حافظ محمد عبدالستار قادری

## جامع ترمذی مترجم مع شمائل ترمذی (۲ جلد)

محدث جلیل امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ

مترجم: مولینا علامہ محمد صدیق سعیدی ہزاروی

## مشکوٰۃ شریف مترجم (۳ جلد)

امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب رحمہ اللہ تعالیٰ

مترجم فاضل شہیر مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری

## سنن ابن ماجہ مترجم (۲ جلد)

امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ الربعی القزوینی رحمہ اللہ

مترجم: مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری

## طحاوی شریف مترجم (اردو ادب میں پہلی بار) مع خلاصۃ مضامین (سیٹ چار جلد پر مشتمل)

محدث جلیل امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ

مترجم: علامہ محمد صدیق ہزاروی مترجم ترمذی شریف و ریاض الصالحین

تقدیم: علامہ غلام رسول سعیدی شارح مسلم شریف

## سنن ابوداؤد شریف مترجم

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ (۳ جلد)

مترجم: مولینا عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری

## ریاض الصالحین مترجم (۲ جلد)

شیخ الاسلام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی

مترجم: مولانا محمد صدیق ہزاروی مدظلہ

تقدیم: محمد عبدالحکیم شرف قادری


فرید بک سٹال ◎ ۳۸۔ اردو بازار ◎ لاہور ۲ فون ۷۳۱۲۱۷۳ / ۷۲۲۴۸۹۹



www.sirat-e-mustaqeem.net

# زجاجۃ المصابیح

# حنفی مشکوٰۃ شریف

مع اردو ترجمہ

# نور المصابیح

جلد دوم


تالیف : محدثِ دکن حضرت علامہ الحاج ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ : مولانا علامہ محمد منیر الدین شیخ الادب جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن

نظر ثانی : ڈاکٹر محمد عبدالستار خاں سابق لیکچرار جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن (حال امریکہ)



ناشر فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور



www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

سات ضخیم جلدوں میں شرح صحیح مسلم کی تکمیل اور عالمگیر مقبولیت اور شاندار پذیرائی کے بعد

شیخ الحدیث علامہ **غلام رسول سعیدی** عم فیوضہ

کی ایک اور فکر انگیز اور علمی تصنیف قرآن مجید کی تفسیر بنام

# تبیان القرآن

## چند خصوصیات :

قرآنِ مجید کا سلیس اور بامحاورہ ترجمہ اور آسان اردو میں قرآنِ کریم کی تشریح ،

احادیث ، آثار اور اقوال تابعین پر مبنی قرآنی آیات کی تشریح ،

قرآنِ پاک کی آیات سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت ، جلالت اور آپ کی خصوصیات کا استنباط ،

عقائدِ اسلامیہ میں عقائدِ اہلسنت کی حقانیت اور فقہی مذاہب میں فقہ حنفی کی ترجیح ،

مفسرین کی چودہ سو سالہ کاوشوں کا حاصل ، مجتہدین کی آراء پر نقد و تبصرہ اور تصوف کی چاشنی ،

مشکلاتِ اعرابِ قرآن کا حل ، عصری مسائل پر محققانہ ابحاث اور مذاہب باطلہ کا مہذب رد ،

یہ ایک ایسی تفسیر ہوگی جس کی مدتوں سے اہلِ ذوق کو تلاش اور پیاس تھی جسکی ضرورت ، اہمیت اور افادیت صدیوں تک باقی رہے گی۔

پیشکش

فرید بک سٹال

۳۸۔ اردو بازار ، لاہور

www.sirat-e-mustaqeem.net

# نزهة القاري
## شرح
# صحيح البخاري

الجزء الخامس

www.sirat-e-mustaqeem.net

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگار ہو تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔ (القرآن) (۲۴/۵۲)

# نزھۃ القاری

شرح

# صحیح البخاری


فقیہ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ

سابق صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور (انڈیا)



فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)

۳۸۔ اردو بازار لاہور



www.sirat-e-mustaqeem.net

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔





الطبع الاول : ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ/جولائی ۲۰۰۰ء
الطبع الثانی : رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ ستمبر ۲۰۰۷ء
مطبع : روی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت : =/ روپے (مکمل سیٹ)

www.sirat-e-mustaqeem.net

Farid Book Stacc®
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

# فہرست مضامین

# نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری (جلد پنجم)


| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| **کتاب التفسیر** | |
| سورۂ فاتحہ کی تفسیر | ۴۷ |
| سعید بن معلیٰ کی حدیث | ۴۷ |
| سورۂ فاتحہ قرآن کی سب سے عظیم سورۃ ہے | ۴۷ |
| بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزء نہیں | ۴۷ |
| **سورۃ بقرہ** | ۴۹ |
| آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھائے | ۴۹ |
| حدیث شفاعت | ۵۰ |
| شیاطین سے مراد مشرکین کے وہ ساتھی ہیں جو مشرک یا منافق ہیں | ۵۳ |
| آیۃ کریمہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ | ۵۴ |
| حدیث شرک سب سے بڑا گناہ ہے | ۵۴ |
| حدیث سانپ کی چھتری من سے ہے | ۵۵ |
| حدیث حضرت عمر کا ارشاد ہم ابی کے قول کو چھوڑتے ہیں اور اس کی وجہ | ۵۶ |
| اس آیت کی تفسیر: انہوں نے کہا اللہ نے بیٹا بنالیا ہے | ۵۶ |
| اس آیت کی تفسیر: ہم اللہ پر ایمان لائے الخ | ۵۷ |
| حدیث نہ اہل کتاب کی تصدیق کرو اور نہ تکذیب | ۵۷ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث حضرت انس نے کہا: جن لوگوں نے دو قبلہ کی جانب نماز پڑھی ان میں سے میرے سوا کوئی باقی نہیں بچا | ۵۸ |
| قصاص کا بیان | ۵۹ |
| حدیث بنی اسرائیل میں صرف قصاص تھا دیت نہیں تھی | ۵۹ |
| حدیث اللہ کا فریضہ قصاص ہے | ۶۰ |
| روزے کی فرضیت کا بیان | ۶۰ |
| مریض اور مسافر کے روزے کا بیان | ۶۰ |
| حضرت ابن عباس کی قرات یطوقونہ ہے | ۶۲ |
| روزے کی رات میں عورتوں سے جماع جائز ہے | ۶۲ |
| گھروں کی پچھیت سے آنا جانا نیکی نہیں | ۶۳ |
| اس آیت کی تفسیر: ان سے لو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے | ۶۳ |
| حدیث حضرت ابن زبیر کے عہد میں حضرت ابن عمر کی روش | ۶۴ |
| اس آیت کی تفسیر: اللہ سے ڈرو اور اس کے راستے میں خرچ کرو | ۶۵ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| تمتع کا بیان | ۶۶ |
| حدیث قریش اور ان کے حلیف وقوف عرفہ نہیں کرتے تھے | ۶۷ |
| حدیث صرف طواف سے کوئی احرام سے باہر نہیں ہوتا | ۶۷ |
| دعائے جامع | ۶۸ |
| نسآئکم حرث لکم کی تفسیر | ۶۹ |
| حدیث یہود کے توہم کا رد | ۷۰ |
| آیت کریمہ واذا طلقتم النسآء فبلغن اجلھن الآیۃ کی تفسیر | ۷۰ |
| عدت وفات | ۷۱ |
| عدت وفات کی دوسری حدیث | ۷۲ |
| ت حضرت ابن عباس کا قول : عدت گزارنے والی عورت جہاں چاہے رات گزارے | |
| تیسری حدیث | ۷۳ |
| حدیث آیت کریمہ ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ کی تفسیر | ۷۷ |
| "لا یسئلون الناس الحافا" کی تفسیر | ۷۸ |
| واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ کی تفسیر | ۷۸ |
| حدیث یہ آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی | ۷۸ |
| ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ کی تفسیر | ۷۸ |
| **سورۃ آل عمران** | ۷۹ |
| آیات محکمات | ۸۰ |
| حدیث جو لوگ متشابہات کی تاویل کرتے ہیں وہ لوگ اہل زیغ ہیں | ۸۱ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| لیس لک من الامر شئی کی تفسیر | ۸۲ |
| آیت کریمہ یدعوھم الرسول کی تفسیر | ۸۳ |
| ان الناس قد جمعوا لکم کی تفسیر | ۸۳ |
| حضرت ابراہیم علیہ السلام جب آگ میں ڈالے جارہے تھے تو حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھا تھا | ۸۳ |
| کسی بھی پریشانی کے وقت اس دعا کو پڑھنے سے پریشانی دور ہو جاتی ہے | ۸۳ |
| آیت کریمہ ولا تسمعن من الذین اوتوا الکتاب کی تفسیر | ۸۴ |
| حدیث ابن ابی بن سلول کے عداوت کی خاص وجہ | ۸۵ |
| لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا کی تفسیر | ۸۷ |
| حدیث آیت مذکورہ کی تفسیر | ۸۸ |
| **سورۃ نساء** | ۸۹ |
| واذ حضر القسمۃ اولوا القربی الایۃ کی تفسیر | ۹۰ |
| حدیث لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھا کی تفسیر | ۹۰ |
| ولکل جعلنا موالی کی تفسیر | ۹۱ |
| ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ کی تفسیر | ۹۱ |
| قیامت کے دن اللہ کا دیدار حق ہے | ۹۱ |
| اذا جئنا من کل امۃ بشھید کی تفسیر | ۹۲ |
| وان کنتم مرضی او علی سفر کی تفسیر | ۹۴ |
| واولی الامر منکم کی تفسیر | ۹۴ |
| واذا جآء ھم امر من الامن کی تفسیر | ۹۵ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم کی تفسیر | ۹۵ |
| لا یستوی القاعدون من المومنین کی تفسیر | ۹۶ |
| ان الذین توفھم الملئکۃ کی تفسیر | ۹۷ |
| فتح مکہ سے پہلے ہجرت فرض تھی | ۹۷ |
| لا جناح علیکم ان کان بکم کی تفسیر | ۹۸ |
| وان امراۃ خافت من بعلھا نشوزا کی تفسیر | ۹۸ |
| ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار کی تفسیر | ۹۸ |
| انا اوحینا الیک کما اوحینا کی تفسیر | ۹۹ |
| حدیث جس نے یہ کہا میں یونس بن متی سے بہتر ہوں وہ جھوٹا ہے اس کی توجیہ | ۹۹ |
| قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ کی تفسیر | ۱۰۰ |
| **سورۃ مائدہ** | ۱۰۰ |
| فلم تجدوا ماء فتیمموا کی تفسیر | ۱۰۱ |
| انما جزآء الذین یحاربون اللہ ورسولہ کی تفسیر | ۱۰۱ |
| یایھا الرسول بلغ ما انزل کی تفسیر | ۱۰۳ |
| لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم کی تفسیر | ۱۰۳ |
| یایھا الذین امنوا لا تحرموا طیبات کی تفسیر | ۱۰۴ |
| حدیث قسم توڑنا بہتر ہو تو قسم توڑ دے اور کفارہ ادا کرے | ۱۰۴ |
| حدیث حلال چیزوں کو حرام کرنا گناہ ہے | ۱۰۴ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| انما الخمر والمیسر کی تفسیر | ۱۰۵ |
| حدیث تحریم خمر سے پہلے شراب نوشی کا ایک منظر | ۱۰۵ |
| حدیث شراب پانچ چیزوں سے بنتی تھی | ۱۰۶ |
| لا تسئلوا عن اشیاء کی تفسیر | ۱۰۶ |
| حدیث کثرت سوال پر غضب کا سبب | ۱۰۷ |
| ما جعل اللہ من بحیرۃ الایۃ کی تفسیر | ۱۰۷ |
| حدیث عمرو بن عامر خزاعی کی جہنم میں درگت | ۱۰۸ |
| **سورۃ انعام** | ۱۰۸ |
| ھوالقادر علی ان یبعث علیکم عذابا کی تفسیر | ۱۰۹ |
| اولئک الذین ھدی اللہ کی تفسیر | ۱۱۰ |
| وعلی الذین ھادوا حرمنا الایۃ کی تفسیر | ۱۱۱ |
| ولا تقربوا الفواحش کی تفسیر | ۱۱۱ |
| اللہ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں | ۱۱۱ |
| ھلم شھدآءکم کی تفسیر | ۱۱۲ |
| لا ینفع نفسا ایمانھا کی تفسیر | ۱۱۳ |
| حدیث جب تک سورج پچھم سے طلوع نہ ہو لے گا قیامت نہیں آئے گی اور یہ قیامت کی آخری نشانی ہے | ۱۱۳ |
| **سورۃ اعراف** | ۱۱۳ |
| ولما جاء موسی لمیقاتنا کی تفسیر | ۱۱۵ |
| خذ العفو وامر بالعرف کی تفسیر | ۱۱۶ |
| حدیث عیینہ بن حصن پر حضرت عمر کا غضب اور پھر عفو | ۱۱۶ |
| **سورۃ انفال** | ۱۱۷ |
| یسئلونک عن الانفال الایۃ کی تفسیر | ۱۱۷ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث سورۂ انفال بدر کے بارے میں نازل ہوئی | ۱۱۸ |
| حدیث ان شر الدواب کی تفسیر | ۱۱۹ |
| ان کان هذا هوالحق الاية کی تفسیر | ۱۱۹ |
| مطر کا استعمال قرآن مجید میں عذاب کیلئے ہے اور اس کی توضیح | ۱۱۹ |
| حدیث وماکان الله ليعذبهم کا شان نزول | ۱۲۰ |
| حرض المومنين على القتال الاية کی تفسیر | ۱۲۰ |
| حدیث اگر بیس صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آجائیں گے | ۱۲۱ |
| حدیث مذکورہ بالا ارشاد میں تخفیف | ۱۲۲ |
| **سورۃ برأت** | ۱۲۲ |
| براءة من الله ورسوله الاية کی تفسیر | ۱۲۴ |
| اذان من الله ورسوله الاية کی تفسیر | ۱۲۴ |
| حج اکبر سے کیا مراد ہے؟ | ۱۲۵ |
| فقاتلوا ائمة الكفر کی تفسیر | ۱۲۵ |
| اس آیت کے مصداق صرف چار زندہ ہیں | ۱۲۵ |
| ابن زبیر کے کمالات کا ابن عمر کو اعتراف ہے | ۱۲۶ |
| ان دونوں بزرگوں میں شکر رنجی کی وجہ | ۱۲۷ |
| يحلفون لكم لترضوا عنهم کی تفسیر | ۱۲۸ |
| حدیث حضور اقدس ﷺ کا ایک خواب | ۱۲۹ |
| حدیث جمع قرآن | ۱۳۰ |
| صحیفہ ابوبکر کی تاریخ | ۱۳۱ |
| وجاوزنا ببنی اسرائيل البحر کی تفسیر | ۱۳۳ |
| فرعون کافر ہے اس پر اجماع ہے | ۱۳۴ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| **سورۃ هود** | ۱۳۴ |
| حدیث الا انهم يثنون صدورهم کی تفسیر | ۱۳۵ |
| وكان عرشه على الماء کی تفسیر | ۱۳۶ |
| حدیث اللہ تعالیٰ کا دست قدرت ہمیشہ بھرا ہوا ہے | ۱۳۶ |
| والى مدين اخاهم شعيبا کی تفسیر | ۱۳۷ |
| وكذالك اخذ ربك کی تفسیر | ۱۳۸ |
| حدیث اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے | ۱۳۸ |
| **سورۃ یوسف** | ۱۳۸ |
| متکا کے معنی کی تحقیق | ۱۳۹ |
| وراودته التى کی تفسیر | ۱۴۰ |
| هيت لك کی قرائتیں | ۱۴۱ |
| فلما جاوزه الرسول کی تفسیر | ۱۴۱ |
| **سورۃ رعد** | ۱۴۲ |
| **سورۃ ابراهيم** | ۱۴۳ |
| **سورۃ حجر** | ۱۴۴ |
| ولقد اتيناك سبعا من المثانى کی تفسیر | ۱۴۴ |
| **سورۃ نحل** | ۱۴۵ |
| **سورہ بنی اسرائیل** | ۱۴۶ |
| حدیث سورۂ بنی اسرائیل اور کہف اور مریم اعلیٰ درجے کی ہیں | ۱۴۶ |
| ولقد كرمنا بنى ادم کی تفسیر | ۱۴۸ |
| واذ اردنا ان نهلك قرية کی تفسیر | ۱۴۹ |
| قل ادعوا الذين زعمتم من دونه کی تفسیر | ۱۴۹ |
| ولا تجهر بصلاتك کی تفسیر | ۱۵۱ |
| **سورۃ کہف** | ۱۵۲ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| وکان الانسان اکثر شئی جدلا کی تفسیر | ۱۵۳ |
| قل هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا کی تفسیر | ۱۵۴ |
| حدیث اس آیت کے مصداق یہود و نصاریٰ اور خارجی ہیں | ۱۵۴ |
| اولئك الذين كفروا بايت ربهم کی تفسیر | ۱۵۵ |
| حدیث ایک لمبا تڑنگا موٹا شخص جس کا وزن پسو کے برابر نہیں ہوگا | ۱۵۵ |
| **سورۃ کہٰیعص (مریم)** | ۱۵۶ |
| وانذرهم يوم الحسرة کی تفسیر | ۱۵۷ |
| حدیث موت کے ذبح کی تفصیل | ۱۵۷ |
| **سورۃ طٰہٰ** | ۱۵۸ |
| طٰہٰ کے معنی | ۱۵۸ |
| قرآن مجید میں کوئی غیر عربی لفظ نہیں | ۱۵۸ |
| **سورۃ انبیاء** | ۱۶۰ |
| **سورۃ حج** | ۱۶۱ |
| ومن الناس من يعبد الله على حرف کی تفسیر | ۱۶۱ |
| حدیث نو مسلم کی بیوی اگر لڑکا جنتی تو کہتے یہ دین اچھا ہے | ۱۶۲ |
| **سورۃ مومنون** | ۱۶۲ |
| **سورۃ نور** | ۱۶۳ |
| وليضربن بخمرهن کی تفسیر | ۱۶۴ |
| **سورۃ فرقان** | ۱۶۴ |
| الذين يحشرون على وجوههم کی تفسیر | ۱۶۵ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| **سورہ نمل** | ۱۶۶ |
| **سورۃ قصص** | ۱۶۶ |
| ان الذى فرض عليك القران کی تفسیر | ۱۶۸ |
| **سورۃ عنکبوت** | ۱۶۸ |
| **سورۃ الم غلبت الروم** | ۱۶۸ |
| بعثت کے وقت روم و ایران کی خونریز جنگ | ۱۶۸ |
| جس دن بدر میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اسی دن یہ اطلاع ملی کہ رومی ایرانیوں پر غالب آگئے | ۱۶۹ |
| تنزیل السجدہ | ۱۷۰ |
| **سورۃ الاحزاب** | ۱۷۰ |
| حدیث متبنی بیٹا نہیں | ۱۷۱ |
| وقل لازواجك ان كنتن کی تفسیر | ۱۷۱ |
| وتخفى فى نفسك ما الله مبديه کی تفسیر | ۱۷۱ |
| ترجی من تشاء منهن کی تفسیر | ۱۷۲ |
| حدیث حضرت عائشہ کی غیرت | ۱۷۲ |
| حدیث حضور پر باری کی پابندی لازم نہیں تھی | ۱۷۲ |
| لا تدخلوا بيوت النبى کی تفسیر | ۱۷۳ |
| حدیث حضرت زینب کے ولیمے کا قصہ | ۱۷۴ |
| ان الله وملئكته يصلون کی تفسیر | ۱۷۷ |
| صلوٰۃ کے معنی | ۱۷۷ |
| **سورۃ سبا** | ۱۷۸ |
| الملئكة | ۱۷۹ |
| **سورۃ یس** | ۱۸۰ |
| **سورۃ والصافات** | ۱۸۰ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| سورۃ ص | ۱۸۱ |
| سورۃ الزمر | ۱۸۱ |
| یا عبادی الذین اسرفوا کی تفسیر | ۱۸۲ |
| وما قدروا اللہ حق قدرہ کی تفسیر | ۱۸۳ |
| والارض جمیعا قبضتہ یوم القیمہ کی تفسیر | ۱۸۴ |
| ونفخ فی الصور کی تفسیر | ۱۸۴ |
| حدیث انسان کے جسم کی ہر چیز گل جائے گی مگر ریڑھ کی ہڈی کے باریک اجزاء | ۱۸۴ |
| دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا | ۱۸۶ |
| سورۃ المومن | ۱۸۶ |
| سورہ حم سجدہ | ۱۸۷ |
| تین آیات میں تخالف کی تطبیق | ۱۸۹ |
| وما کنتم تستترون کی تفسیر | ۱۹۰ |
| سورہ حم عسق | ۱۹۱ |
| سورہ حم الزخرف | ۱۹۲ |
| ونادوا یا مالک کی تفسیر | ۱۹۳ |
| سورۃ الدخان | ۱۹۴ |
| سورۃ الجاثیۃ | ۱۹۴ |
| سورۃ الاحقاف | ۱۹۵ |
| والذی قال لوالدیہ اف کی تفسیر | ۱۹۵ |
| حدیث مروان کا عبدالرحمٰن بن ابی بکر پر بہتان اور ام المومنین کا منہ توڑ جواب | ۱۹۵ |
| سورۃ الذین کفروا | ۱۹۷ |
| وتقطعوا ارحامکم کی تفسیر | ۱۹۷ |
| صلہ رحمی کی فضیلت | ۱۹۸ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| سورۃ الفتح | ۱۹۹ |
| سورۃ الحجرات | ۱۹۹ |
| ولا تنابزوا کی تفسیر | ۱۹۹ |
| سورۃ ق | ۱۹۹ |
| وتقول ھل من مزید کی تفسیر | ۲۰۰ |
| حدیث جنت دوزخ کا مکالمہ | ۲۰۱ |
| فسبح بحمد ربک کی تفسیر | ۲۰۲ |
| سورۃ والذریت | ۲۰۳ |
| سورۃ والطور | ۲۰۵ |
| سورۃ والنجم | ۲۰۵ |
| سورہ اقتربت الساعۃ | ۲۰۶ |
| سورۃ الرحمن | ۲۰۷ |
| فاکھہ کے معنی | ۲۰۸ |
| ومن دونھما جنتن کی تفسیر | ۲۱۰ |
| حور مقصورات کی تفسیر | ۲۱۰ |
| سورۃ الواقعۃ | ۲۱۰ |
| سورۃ الحدید المجادلۃ الحشر | ۲۱۲ |
| وما اتکم الرسول فخذوہ کی تفسیر | ۲۱۳ |
| حدیث گودنے والیوں اور گدانے والیوں پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے | ۲۱۳ |
| یوثرون علی انفسھم کی تفسیر | ۲۱۴ |
| سورۃ الممتحنۃ | ۲۱۴ |
| اذا جاء ک المومنت کی تفسیر | ۲۱۵ |
| سورۃ الصف | ۲۱۶ |
| سورۃ الجمعۃ | ۲۱۶ |
| سورۃ اذا جاء ک المنافقون | ۲۱۷ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ابن ابی بن سلول کی گستاخی اور اس سے مکرنا | ۲۱۸ |
| خشب مسندة کی تفسیر | ۲۱۹ |
| واذا قیل لهم تعالوا کی تفسیر | ۲۱۹ |
| هم الذین یقولون لا تنفقوا علی من کی تفسیر | ۲۱۹ |
| حدیث انصار اور انصار کے بیٹوں کے لئے دعائے مغفرت | ۲۲۰ |
| سورة التغابن | ۲۲۱ |
| سورة الطلاق | ۲۲۱ |
| حدیث ابن عمر نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی | ۲۲۱ |
| واولات الاحمال اجلهن کی تفسیر | ۲۲۲ |
| ایک تعارض میں تطبیق | ۲۲۳ |
| سورہ التحریم | ۲۲۴ |
| تبتغی مرضات ازواجك کی تفسیر | ۲۲۴ |
| وان تظاهر اعلیه کی تفسیر | ۲۲۷ |
| سورہ تبرك الذی بیده الملك | ۲۲۷ |
| سورہ ن والقلم | ۲۲۷ |
| عتل بعد ذالك کی تفسیر | ۲۲۸ |
| گستاخ رسول کی اصل میں خطا | ۲۲۸ |
| یوم یکشف عن ساق کی تفسیر | ۲۲۹ |
| سورة الحاقة | ۲۲۹ |
| سورہ سال سائل | ۲۳۰ |
| سورة انا ارسلنا | ۲۳۰ |
| ودا ولا سواعا کی تفسیر | ۲۳۱ |
| سورہ قل اوحی الی کی تفسیر | ۲۳۲ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| سورة المزمل | ۲۳۲ |
| سورة المدثر | ۲۳۲ |
| حدیث کون سی سورۃ پہلے نازل ہوئی؟ | ۲۳۲ |
| سورة القیامة | ۲۳۴ |
| سورہ هل اتی علی الانسان | ۲۳۴ |
| سورہ والمرسلت | ۲۳۵ |
| انها ترمی بشرر کالقصر کی تفسیر | ۲۳۵ |
| سورہ عم یتساءلون | ۲۳۶ |
| سورہ والنزعت | ۲۳۶ |
| حدیث میری بعثت اور قیامت ان دونوں انگلیوں کی طرح ہیں | ۲۳۷ |
| سورہ عبس | ۲۳۷ |
| حدیث جو قرآن پڑھتا ہے سفرۂ کرام کے ساتھ ہے | ۲۳۸ |
| سورہ اذاالشمس کورت | ۲۳۹ |
| سورہ اذا السماء انفطرت | ۲۴۰ |
| سورہ ویل للمطففین | ۲۴۰ |
| حدیث قیامت کے دن کچھ لوگ آدھے کان تک پسینے میں ڈوبے ہوں گے | ۲۴۱ |
| سورة اذا السماء انشقت | ۲۴۱ |
| حدیث جو بھی حساب کیا جائے گا ہلاک ہوگا | ۲۴۱ |
| لترکبن طبقاعن طبق کی تفسیر | ۲۴۲ |
| سورة البروج | ۲۴۲ |
| سورة الطارق | ۲۴۳ |
| سورة سبح اسم ربك | ۲۴۳ |
| سورة هل اتك حدیث الغاشیه | ۲۴۳ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| سورہ والفجر | ۲۴۳ |
| سورہ لا اقسم | ۲۴۴ |
| سورہ والشمس وضحها | ۲۴۵ |
| سورہ والیل اذا یغشی | ۲۴۵ |
| سورہ والضحی | ۲۴۶ |
| سورہ الم نشرح | ۲۴۷ |
| سورہ والتین والزیتون | ۲۴۷ |
| سورہ اقرا باسم ربك | ۲۴۸ |
| کلا لئن لم ینته کی تفسیر | ۲۴۸ |
| سورہ انا انزلنه فی لیلة القدر | ۲۴۸ |
| سورہ لم یکن | ۲۴۹ |
| سورہ اذا زلزلت | ۲۴۹ |
| سورہ والعدیت | ۲۴۹ |
| سورہ القارعة | ۲۵۰ |
| سورہ الهکم سورہ والعصر | ۲۵۰ |
| سورہ ویل لکل همزة | ۲۵۰ |
| سورہ الم ترکیف فعل ربك | ۲۵۰ |
| سورہ لایلف قریش | ۲۵۱ |
| سورہ ارایت | ۲۵۱ |
| سورہ انا اعطینك الکوثر | ۲۵۱ |
| کوثر سے کیا مراد ہے؟ | ۲۵۳ |
| سورہ قل یا ایهاالکافرون | ۲۵۳ |
| سورہ اذا جاء نصرالله والفتح | ۲۵۴ |
| فسبح بحمد ربك کی تفسیر | ۲۵۴ |
| سورہ تبت یدا ابی لهب | ۲۵۴ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| وامراته حمالة الحطب کی تفسیر | ۲۵۴ |
| سورہ قل هو الله احد | ۲۵۴ |
| الله الصمد کی تفسیر | ۲۵۵ |
| سورہ قل اعوذبرب الفلق | ۲۵۵ |
| سورہ قل اعوذبرب الناس | ۲۵۶ |
| کتاب فضائل القرآن | ۲۵۷ |
| باب وحی کیسے نازل ہوئی اور پہلے کیا نازل ہوا؟ | ۲۵۷ |
| حدیث ہر نبی کو اسی کے مطابق معجزے دیئے گئے جتنے لوگ ان پر ایمان لائے | ۲۵۷ |
| حدیث اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر وفات کے قریب مسلسل وحی بھیجنی شروع کی | ۲۵۸ |
| باب قرآن کے جمع کرنے کا بیان | ۲۵۸ |
| قرآن میں سب سے پہلے سورۂ مفصل نازل ہوئی | ۲۵۸ |
| حضرت عائشہ کے پاس ایک مصحف تھا | ۲۵۹ |
| باب صحابہ کرام میں قاری کتنے تھے؟ | ۲۶۰ |
| حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود کتاب اللہ کے سب سے بڑے عالم تھے | ۲۶۰ |
| حدیث حضرت ابن مسعود کی قراءت پر ایک شخص کا اعتراض | ۲۶۰ |
| حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کا علم رکھنے والا کوئی نہیں | ۲۶۱ |
| قراء صحابہ کی تعداد | ۲۶۱ |
| باب قل هو الله احد کی فضیلت | ۲۶۲ |
| حدیث قل هوالله احد ایک تہائی قرآن کے برابر ہے | ۲۶۲ |
| معوذات کی فضیلت | ۲۶۲ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| معوذات میں قل ھو اللہ احد بھی داخل ہے | ۲۶۲ |
| حدیث بیمار پر معوذات پڑھ کر دم کرنا | ۲۶۳ |
| حدیث سوتے وقت کا عمل | ۲۶۳ |
| باب دفتین کے درمیان جو کچھ ہے اس کے سوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ نہیں چھوڑا | ۲۶۴ |
| حدیث حضرت ابن عباس اور محمد بن حنفیہ کی تصریح | ۲۶۴ |
| باب قرآن مجید کی تمام کلام پر فضیلت | ۲۶۵ |
| حدیث قرآن مجید پڑھنے والے کی مثل | ۲۶۵ |
| "اترجۃ" کا صحیح ترجمہ | ۲۶۶ |
| باب تغنی بالقرآن کا بیان | ۲۶۶ |
| تغنی کے معنی | ۲۶۶ |
| حدیث اچھی آواز سے قرآن پڑھنا | ۲۶۶ |
| 'اذن' کے معنی | ۲۶۷ |
| قرآن' صاحب قرآن پر رشک ہونا | ۲۶۷ |
| حدیث دو شخصوں پر رشک | ۲۶۷ |
| حدیث ایضاً | ۲۶۸ |
| باب تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور دوسرے کو سکھایا | ۲۶۸ |
| باب قرآن کو یاد کرتے رہنا اور پابندی سے پڑھنا | ۲۶۹ |
| حدیث قرآن کے حافظ کی مثال بندھے ہوئے اونٹ کی | ۲۷۰ |
| حدیث یہ کہنا برا ہے کہ میں قرآن کی فلاں آیت بھول گیا | ۲۷۰ |
| باب بچوں کو قرآن کی تعلیم | ۲۷۱ |
| حدیث حضرت ابن عباس نے کہا: میں عہد نبوی میں محکم پڑھ چکا تھا | ۲۷۱ |
| باب قراءت میں مد کا بیان | ۲۷۱ |
| حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مد کے ساتھ قرآن پڑھتے تھے | ۲۷۱ |
| مد کی تفصیل | ۲۷۲ |
| باب قرآن پڑھتے وقت آواز کو اچھی کرنا | ۲۷۲ |
| حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری کو آل داؤد کے مزامیر میں سے ایک مزمار دیا گیا | ۲۷۲ |
| باب جب تک دل جمعی رہے قرآن پڑھو | ۲۷۳ |
| حدیث مضمون مذکورہ | ۲۷۳ |
| **کتاب النکاح** | ۲۷۵ |
| نکاح کی حکمت | ۲۷۵ |
| پہلا رشتہ نکاح ہی ہے | ۲۷۵ |
| نکاح من وجہ عبادت ہے اور من وجہ معاملہ | ۲۷۵ |
| نکاح کے احکام | ۲۷۵ |
| نکاح میں رغبت دلانے کا بیان | ۲۷۵ |
| حدیث تین شخص ازواج مطہرات کے پاس آئے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادت کو پوچھنے لگے | ۲۷۶ |
| حدیث جو میری سنت سے اعراض کرے' وہ ہم میں سے نہیں | ۲۷۷ |
| غفرلہ ما تقدم کی تشریح | ۲۷۷ |
| حدیث جب ان کے جنازے کو اٹھاؤ تو اسے ہلانا مت | ۲۷۸ |
| نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیویاں تھیں | ۲۷۸ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حضور نے گیارہ خواتین سے نکاح کیا | ۲۷۸ |
| حدیث اس امت کے سب سے بہتر سب سے زیادہ عورتوں والے تھے | ۲۷۹ |
| حدیث غیر شادی شدہ رہنے کی ممانعت | ۲۷۹ |
| حدیث خصی ہونا حرام ہے | ۲۸۰ |
| ت جو توکرنے والا ہے اس پر قلم سوکھ چکا | ۲۸۱ |
| حدیث حضرت عائشہ صدیقہ کے علاوہ اور کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی | ۲۸۱ |
| حدیث ابوبکر سے ارشاد: تو اللہ تعالیٰ کے دین میں میرا بھائی ہے | ۲۸۲ |
| باب شادی کرنے والے کا دین میں برابر ہونا | ۲۸۲ |
| حدیث ضباعہ سے فرمایا: حج کر اور یہ شرط کرلے: اے اللہ! جہاں تو روک دے گا وہی میرے احرام کھولنے کی جگہ ہے | ۲۸۳ |
| مرد اگر علم و تقویٰ میں فائق ہو تو اپنے سے اعلیٰ نسب کا کفو ہو سکتا ہے | ۲۸۳ |
| حدیث عورتوں سے چار باتوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے | ۲۸۳ |
| حدیث مالدار محتاج کا بیان | ۲۸۳ |
| عورت کی نحوست سے بچا جائے | ۲۸۴ |
| نحوست کے معنی | ۲۸۴ |
| حدیث عورتوں سے زیادہ مردوں کو مضر کوئی فتنہ نہیں | ۲۸۴ |
| باب آزاد عورت غلام کی زوجیت میں | ۲۸۵ |
| حدیث والا اس کے لیے ہے جو آزاد کرے | ۲۸۵ |
| وہ بریرہ کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ | ۲۸۵ |
| بریرہ کے شوہر مغیث غلام تھے کہ آزاد | ۲۸۵ |
| باب رضاعی ماؤں کی حرمت کا بیان | ۲۸۶ |
| ام حبیبہ کی درخواست کہ میری بہن سے شادی کر لیجئے | ۲۸۷ |
| ثویبہ نے حضور کو دودھ پلایا | ۲۸۷ |
| جہنم میں ابولہب کو انعام | ۲۸۷ |
| ابو طالب کو بھی خدمت کا صلہ ملا | ۲۸۸ |
| باب کون عورتیں حلال ہیں اور کون حرام ہیں؟ | ۲۸۸ |
| ت محصنات سے مراد شوہر والی آزاد عورتیں ہیں | ۲۸۹ |
| ت چار سے زیادہ عورتیں حرام ہیں | ۲۸۹ |
| حدیث نسب سے سات رشتے حرام ہیں اور صہر سے بھی سات | ۲۸۹ |
| ت کسی کی بیوی اور اس کی بیٹی کو نکاح میں جمع کرنا جائز ہے | ۲۹۰ |
| دو چچا کی لڑکیوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز ہے | ۲۹۱ |
| ت جابر بن عبداللہ اسے ناپسند کرتے تھے | ۲۹۱ |
| ت بیوی کی بہن سے زنا کرنے سے نکاح حرام نہیں ہوتا | ۲۹۱ |
| ت لواطت سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی | ۲۹۱ |
| ت ابن عباس نے کہا' بیوی کی ماں کے ساتھ زنا کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوگی | ۲۹۲ |
| ت انہیں کا دوسرا قول ہے کہ حرام ہو جائے گی | ۲۹۲ |
| ت دوسرے حضرات کا قول ہے کہ حرام ہو جائے گی | ۲۹۳ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے کہ حرام ہو جائے گی | ۲۹۳ |
| ت ابن مسیّب اور عروہ وزہری نے کہا کہ حرام نہیں ہو گی | ۲۹۳ |
| ت حضرت علی نے فرمایا کہ حرام نہیں ہو گی | ۲۹۳ |
| ہمارا مذہب ہے کہ زنا اور دواعی زنا دونوں سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے | ۲۹۳ |
| مدخولہ کی بیٹیاں حرام ہیں | ۲۹۳ |
| ت دخول مسیس اور الماس سے مراد جماع ہے | ۲۹۳ |
| ت مدخولہ کی پوتیاں بھی حرام ہیں | ۲۹۳ |
| ت ربیبہ نابالغ کی پرورش میں نہ ہو جب بھی حرام ہے | ۲۹۳ |
| پھوپھی اور اس کی بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے | ۲۹۴ |
| حدیث بیوی اور اس کی پھوپھی اور خالہ کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے | ۲۹۴ |
| حدیث ایضاً | ۲۹۴ |
| بیوی کے باپ کی خالہ کو بھی جمع کرنا حرام ہے | ۲۹۵ |
| جو نسب سے حرام ہے' اسے رضاعت سے بھی حرام جانو | ۲۹۵ |
| باب نکاح شغار | ۲۹۵ |
| حدیث نکاح شغار سے منع فرمایا | ۲۹۵ |
| حدیث اخیر میں متعہ سے منع فرمایا | ۲۹۶ |
| خیبر میں متعہ اور دیسی گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا | ۲۹۶ |
| حدیث شدت میں اور عورتوں کی کمی کے وقت ابتداء میں متعہ کی اجازت تھی | ۲۹۶ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت حضرت علی کا ارشاد کہ متعہ منسوخ ہے | ۲۹۷ |
| باب کسی نیک شخص پر عورت کا اپنے آپ کو پیش کرنا | ۲۹۷ |
| حدیث ایک خاتون نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کو میری حاجت ہے؟ | ۲۹۷ |
| باب عدت میں کنایۃً پیغام دینا | ۲۹۸ |
| ت کنایہ کے چند الفاظ | ۲۹۹ |
| ت چند دوسرے الفاظ | ۲۹۹* |
| ت چند اور الفاظ | ۲۹۹ |
| ت امام حسن بصری نے کہا' خفیہ وعدے سے مراد زنا ہے | ۲۹۹ |
| ت ابن عباس نے کہا "کتاب" سے مراد عدت ہے | ۲۹۹ |
| باب بغیر ولی کے نکاح نہیں | ۳۰۰ |
| حدیث زمانہ جاہلیت میں چار قسم کا نکاح رائج تھا | ۳۰۱ |
| باب جب منگنی کرنے والا ولی ہو | ۳۰۴ |
| ت پیغام دینے والا جب خود ہی ولی ہو تو دوسرے سے نکاح پڑھوائے گا | ۳۰۴ |
| ت چاہے تو خود ہی ایجاب وقبول کرلے | ۳۰۴ |
| ت دونوں کی اجازت ہے | ۳۰۵ |
| باب مرد اپنی نابالغ اولاد کا نکاح کرے | ۳۰۵ |
| باب باپ یا کوئی بھی عورت کی رضا کے بغیر نکاح نہ کرے | ۳۰۶ |
| حدیث ثیب اور بکر کا اذن | ۳۰۶ |
| حدیث بالغہ کا چپ رہنا اذن ہے | ۳۰۶ |
| باب باپ لڑکی کا نکاح کرے اور وہ راضی نہ ہو تو نکاح رد کر دیا جائے گا | ۳۰۷ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث ایک کنواری کا نکاح ان کے باپ نے کر دیا انہوں نے اس کو ناپسند کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو رد فرمایا | ۳۰۷ |
| باب یتیمہ کے نکاح کا بیان | ۳۰۷ |
| کسی نے ولی سے کہا' میری فلاں سے شادی کر دے اس نے کچھ دیر بعد کی تو نکاح صحیح ہے | ۳۰۷ |
| باب خطبہ | ۳۰۸ |
| حدیث بعض بیان جادو ہیں | ۳۰۹ |
| نکاح میں خطبہ سنت ہے فرض نہیں | ۳۰۹ |
| باب مہر کی زیادتی اور کم سے کم مقدار کا بیان | ۳۱۰ |
| حدیث کھجور کی گٹھلی کے ہم وزن مہر | ۳۱۰ |
| باب نکاح میں جو شرطیں جائز نہیں | ۳۱۱ |
| ت اپنی بہن کی طلاق کی شرط نہ کرے | ۳۱۱ |
| حدیث ایضاً | ۳۱۱ |
| باب بیوی کو شوہر کے یہاں زفاف کے لیے بھیجنے والی عورتیں | ۳۱۲ |
| حدیث زفاف کے وقت جائز طور پر دف بجانا جائز ہے | ۳۱۲ |
| باب ایک بکری سے کم کا ولیمہ | ۳۱۲ |
| حدیث بعض ازواج مطہرات کا ولیمہ دو مد جو تھا | ۳۱۲ |
| باب ولیمہ کی دعوت قبول کرنا اور ولیمہ کتنے دنوں تک جائز ہے؟ | ۳۱۳ |
| حدیث جب تم ولیمہ کے لیے بلائے جاؤ تو حاضر ہو | ۳۱۳ |
| حدیث ابو اسید نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی شادی کی دعوت میں بلایا | ۳۱۳ |
| باب جس نے دعوت چھوڑی' اس نے نافرمانی کی | ۳۱۴ |
| حدیث بدترین کھانا ولیمہ کا کھانا ہے | ۳۱۴ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب ہر دعوت کا قبول کرنا | ۳۱۵ |
| حدیث دعوت کو قبول کرو | ۳۱۵ |
| باب جب کوئی ناجائز بات دیکھے تو دعوت سے لوٹ آئے | ۳۱۵ |
| ت ابن مسعود نے گھر میں تصویر دیکھی تو لوٹ آئے | ۳۱۵ |
| ت ابو ایوب انصاری نے دیوار پر پردہ دیکھا تو لوٹ آئے | ۳۱۶ |
| باب عورتوں کے ساتھ مدارات | ۳۱۶ |
| حدیث عورت پسلی کے مثل ہے | ۳۱۶ |
| حدیث صحابہ کرام عہد رسالت میں عورتوں سے خوش طبعی کے ساتھ کلام کرنے سے ڈرتے تھے | ۳۱۶ |
| باب اہل کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا | ۳۱۷ |
| حدیث حدیث ام زرع | ۳۱۷ |
| اس حدیث کی تشریحات | ۳۲۰ |
| **جلس احدی عشرۃ کی توجیہ** | ۳۲۱ |
| یہ عورتیں یمن کی تھیں اور زمانہ جاہلیت کی | ۳۲۱ |
| غیایاء عیایاء طباقاء کی شرح | ۳۲۲ |
| کمثل شطبه کی شرح | ۳۲۴ |
| باب شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کو نفل روزہ رکھنا | ۳۲۵ |
| حدیث عورت شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے | ۳۲۵ |
| باب شوہر کی بلا اجازت عورت کسی کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دے | ۳۲۶ |
| حدیث ایضاً | ۳۲۶ |
| باب | ۳۲۶ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث جنت میں زیادہ تر مساکین داخل ہوں گے | ۳۲۶ |
| باب نبی علیہ السلام کا اپنی بیویوں سے الگ رہنا | ۳۲۷ |
| ت عورت سے قطع تعلق کر کے اس کے گھر ہی میں رہا جائے | ۳۲۷ |
| باب گناہ میں شوہر کی اطاعت نہ کرے | ۳۲۸ |
| حدیث بال ملانے والوں پر لعنت کی گئی ہے | ۳۲۸ |
| باب عزل کا بیان | ۳۲۹ |
| حدیث صحابہ عہد نبوی میں عزل کرتے تھے | ۳۲۹ |
| باب سفر میں ساتھ جانے میں عورتوں میں قرعہ ڈالے | ۳۲۹ |
| حدیث حضور جب سفر میں باہر جانے کا ارادہ فرماتے تو ساتھ لے جانے کے لیے اپنی عورتوں کے درمیان قرعہ ڈالتے | ۳۳۰ |
| باب عورت اپنی باری اپنی سوکن کو بخش دے | ۳۳۱ |
| حدیث حضرت سودہ نے اپنی باری حضرت عائشہ کو بخش دی تھی | ۳۳۱ |
| باب ثیب کے نکاح میں ہوتے ہوئے کنواری سے نکاح کرے تو باری کیسے مقرر کرے؟ | ۳۳۱ |
| حدیث ثیب کے نکاح میں ہوتے ہوئے بکر سے نکاح کرے تو اس کے پاس سات دن رہے | ۳۳۱ |
| باب جو نہ ملا ہو اس پر آسودگی ظاہر کرنے کی ممانعت | ۳۳۲ |
| حدیث ایسا شخص فریب کا دو کپڑا پہننے والا ہے | ۳۳۲ |
| باب غیرت کا بیان | ۳۳۲ |
| حدیث اللہ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں | ۳۳۳ |
| حدیث اللہ کی غیرت یہ ہے کہ مومن وہ کام کرے جسے اللہ نے حرام کیا ہے | ۳۳۳ |
| باب عورتوں کی غیرت اور ناراضگی | ۳۳۳ |
| حدیث جب تم مجھ سے خوش یا ناخوش رہتی ہو تو میں جان لیتا ہوں | ۳۳۳ |
| باب محرم کے علاوہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں اکٹھا نہ ہو | ۳۳۴ |
| حدیث عورتوں پر داخل ہونے سے بچو | ۳۳۴ |
| دیور موت ہے | ۳۳۴ |
| **کتاب الطلاق** | ۳۳۶ |
| طلاق کی قسمیں | ۳۳۶ |
| باب کیا مرد اپنی عورت کے رو در رو طلاق دے؟ | ۳۳۶ |
| حدیث بنت الجون کا قصہ | ۳۳۷ |
| حدیث ایضاً | ۳۳۷ |
| بنت الجون سے نکاح ہوا تھا کہ نہیں؟ | ۳۳۹ |
| حضرت عائشہ کی طرف منسوب ایک یہودہ روایت کا رد | ۳۳۹ |
| باب جس نے تین طلاقوں کو نافذ جانا | ۳۴۰ |
| ت مرض وفات میں طلاق دی تو کیا حکم ہے؟ | ۳۴۱ |
| ت شعبی اور ابن شبرمہ کا مکالمہ | ۳۴۱ |
| باب عورتوں کی تخییر کا بیان | ۳۴۲ |
| حدیث تخییر طلاق نہیں | ۳۴۳ |
| حدیث ایضاً | ۳۴۳ |
| باب طلاق کنائی کے چند الفاظ | ۳۴۳ |
| باب "انت علی حرام" کا حکم | ۳۴۴ |
| ت امام حسن نے فرمایا: یہ کہنے والے کی نیت پر ہے | ۳۴۴ |
| یہ ملحق بالصریح ہے | ۳۴۵ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی ہیں' اس پر ایک استدلال | ۳۴۶ |
| باب حلال کو حرام کرنا | ۳۴۷ |
| حدیث اس کا قصہ | ۳۴۷ |
| ت نکاح سے قبل طلاق نہیں | ۳۵۰ |
| ت ابن عباس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کے بعد طلاق مقرر کی ہے | ۳۵۱ |
| ت چند صحابہ اور تابعین کا مذہب | ۳۵۱ |
| باب گھر میں بند کر کے اور مجبور کر کے طلاق حاصل کیا | ۳۵۲ |
| ت پاگل اور نشے والے کی طلاق طلاق نہیں | ۳۵۳ |
| ت ایضاً | ۳۵۴ |
| ت وسوسہ زدہ کی طلاق درست نہیں | ۳۵۴ |
| طلاق پہلے بولا اور شرط بعد میں ذکر کی تو کیا حکم ہے؟ | ۳۵۴ |
| ت گھر سے نکلنے پر طلاق معلق کیا | ۳۵۵ |
| ت اگر کہا' اگر میں ایسا ایسا نہ کروں تو میری عورت کو طلاق | ۳۵۵ |
| ت مجھے تیری حاجت نہیں' نیت پر موقوف ہے | ۳۵۵ |
| ت ہر قوم کی طلاق اس کی زبان میں ہے | ۳۵۶ |
| ت جب یہ کہا' جب تجھ کو حمل ہو تو تجھ کو تین طلاق | ۳۵۶ |
| ت اپنے اہل کے ساتھ مل جاؤ' نیت پر ہے | ۳۵۶ |
| ت تین شخصوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے | ۳۵۷ |
| ت معتوہ کی طلاق نافذ نہیں | ۳۵۸ |
| حدیث پاگل کا اقرار معتبر نہیں | ۳۵۸ |
| حدیث ایضاً | ۳۵۹ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب خلع کا بیان | ۳۶۰ |
| خلع کی تعریف اور شرط | ۳۶۱ |
| ت خلع کے لیے قضائے قاضی شرط نہیں | ۳۶۲ |
| ت بدل خلع کی کوئی حد نہیں | ۳۶۳ |
| ت خلع کی اجازت کب ہے؟ | ۳۶۳ |
| حدیث ثابت بن قیس کی بیوی کا قصہ | ۳۶۳ |
| باب ضرر کے وقت خلع کا اشارہ کر سکتا ہے | ۳۶۴ |
| حدیث بنی مغیرہ نے حضرت علی سے اپنی بیٹی کا نکاح کرنے کے لیے اذن طلب کیا | ۳۶۵ |
| باب حضرت بریرہ کے شوہر کا قصہ | ۳۶۵ |
| حدیث ایضاً | ۳۶۶ |
| باب مشرکہ عورتوں سے نکاح جائز نہیں | ۳۶۶ |
| حدیث حضرت ابن عمر نصرانیہ اور یہودیہ سے نکاح جائز نہیں جانتے تھے | ۳۶۷ |
| باب مشرکہ عورت مسلمان ہو جائے تو اس کے نکاح اور عدت کا بیان | ۳۶۸ |
| حدیث مضمون بالا کی تفصیل | ۳۶۸ |
| باب ذمی یا حربی کی مشرکہ یا نصرانیہ بیوی مسلمان ہو تو کیا حکم ہے؟ | ۳۶۹ |
| ت ابن عباس کا مذہب یہ ہے کہ نصرانیہ شوہر سے پہلے مسلمان ہو تو نکاح باطل | ۳۶۹ |
| ت ایضاً | ۳۶۹ |
| ت مجاہد نے کہا' عدت میں اسلام لائے تو اس کا شوہر اس سے نکاح کرے | ۳۷۰ |
| ت حسن اور قتادہ نے کہا' اگر مجوسی مرد و عورت ساتھ ساتھ اسلام لائیں تو نکاح باقی ہے ورنہ نہیں | ۳۷۰ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت اگر کسی مشرک کی عورت مسلمان ہو کر آئے تو مشرک کو معاوضہ دیا جائے گا یا نہیں | ۳۷۱ |
| ت یہ حکم صلح حدیبیہ کے ایام میں تھا | ۳۷۱ |
| باب ایلاء کا بیان | ۳۷۱ |
| حدیث ایلاء کی مدت ختم ہونے کے بعد شوہر پر واجب ہے کہ بیوی کو بھلائی کے ساتھ طلاق دے دے | ۳۷۲ |
| حدیث ایلاء کی مدت گزرنے کے بعد طلاق نہیں پڑے گی جب تک شوہر طلاق نہ دے گا | ۳۷۳ |
| ت یہی بارہ سے زائد صحابہ کرام کا مذہب ہے ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر شوہر نے مدت میں رجوع نہیں کیا تو عورت پر طلاق پڑ جائے گی' اس کے دلائل | ۳۷۴ |
| باب مفقود کا حکم | ۳۷۴ |
| ت ابن مسیّب نے کہا' لڑائی میں غائب ہو تو اس کی عورت ایک سال انتظار کرے گی | ۳۷۵ |
| ت حضرت ابن مسعود نے ایک لونڈی خریدی اس کا مالک غائب ہو گیا تو یہ فقیروں پر ایک ایک درہم دو درہم صدقہ کیا کرتے تھے | ۳۷۵ |
| ت ابن عباس نے بھی یہی کہا | ۳۷۵ |
| ت زہری نے کہا' قیدی کہاں ہے معلوم ہو تو اس کی عورت نکاح نہ کرے | ۳۷۵ |
| باب ظہار کا بیان | ۳۷۶ |
| ت امام مالک نے کہا کہ غلام کا ظہار آزاد کے مثل ہے | ۳۷۸ |
| ت امام مالک نے کہا' غلام کے کفارہ میں روزہ دو مہینہ ہے | ۳۷۸ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت حسن نے کہا' مرد آزاد ہو یا غلام' عورت آزاد ہو یا باندی' سب کا ظہار برابر ہے | ۳۷۸ |
| ت عکرمہ نے کہا' باندی سے ظہار کیا تو کچھ نہیں | ۳۷۹ |
| باب طلاق وغیرہ میں اشارہ کا بیان | ۳۸۰ |
| حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قتل میں اشارے کو معتبر مانا | ۳۸۰ |
| باب لعان کا بیان | ۳۸۱ |
| گونگا اپنی عورت پر زنا کا الزام لگائے تو اس پر لعان ہے یا نہیں؟ | ۳۸۲ |
| اس بارے میں ہمارا مذہب | ۳۸۳ |
| ت طلاق کی تعداد میں انگلی کا اشارہ معتبر ہے | ۳۸۵ |
| ت اور ابراہیم نخعی نے کہا گونگا طلاق لکھے تو اسے لازم ہے | ۳۸۵ |
| ت حماد نے کہا' گونگے اور بہرے کے سر کا اشارہ معتبر ہے | ۳۸۵ |
| حدیث میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ایسے رہیں گے | ۳۸۶ |
| باب لڑکے کے نسب سے کنایۃً انکار کرے۔ | ۳۸۶ |
| حدیث یا رسول اللہ! میرا بچہ کالا ہے | ۳۸۶ |
| باب حضور کا ارشاد اگر میں کسی کو بغیر بینہ کے رجم کرتا تو اسے کرتا | ۳۸۷ |
| حدیث لعان پر عاصم بن عدی کی تنقید کا نتیجہ | ۳۸۷ |
| باب ملاعنہ کے مہر کا بیان | ۳۸۹ |
| حدیث ملاعنہ کو مہر نہیں دلایا | ۳۸۹ |
| ہمارا مذہب یہ ہے کہ مدخول بہا عورت لعان کے بعد مہر کی مستحق ہے | ۳۹۰ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب نابالغہ اور آئسہ کی عدت تین مہینے ہے | ۳۹۰ |
| باب مطلقہ عورتوں کی عدت تین قروء ہے | ۳۹۱ |
| ت جس عورت نے عدت میں نکاح کیا اور اسے تین حیض آ گیا اس کا کیا حکم ہے ؟ | ۳۹۱ |
| باب فاطمہ بنت قیس کا قصہ | ۳۹۲ |
| فاطمہ بنت قیس کی احادیث کو اجلہ صحابہ نے قبول نہیں کیا | ۳۹۳ |
| حدیث فاطمہ بنت قیس پر حضرت عائشہ کی تنقید | ۳۹۴ |
| حدیث فاطمہ اللہ سے کیوں نہیں ڈرتی ؟ | ۳۹۵ |
| حدیث حضرت عائشہ کا قول "فاطمہ بنت قیس کی حدیث کے ذکر میں خیر نہیں | ۳۹۶ |
| باب مطلقہ کو شوہر کے گھر رہنے پر جب کوئی اندیشہ ہو | ۳۹۶ |
| حدیث فاطمہ بنت قیس کو شوہر کے علاوہ دوسرے کے گھر میں رہنے کی اجازت کس بنا پر ملی ؟ | ۳۹۶ |
| باب شوہر کی وفات پر چار مہینہ دس دن کا سوگ ہے | ۳۹۶ |
| ت جس بچی کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے ' وہ بھی خوشبو نہ لگائے | ۳۹۷ |
| حدیث متوفی عنہا زوجہا عدت میں سرمہ نہ لگائے | ۳۹۷ |
| زمانہ جاہلیت میں وفات کی عدت | ۳۹۷ |
| باب زانیہ اور نکاح فاسد کا مہر | ۳۹۸ |
| ت امام حسن نے کہا ' جب کسی محرم عورت سے نکاح کرے تو اس کا مہر دے | ۳۹۸ |
| باب جن عورتوں سے نکاح ہوا اور مہر مقرر نہیں ہوا اور قبل خلوت طلاق دی تو متعہ دینا ہے | ۳۹۹ |
| ت جس عورت سے لعان کیا گیا اس کے لیے متعہ نہیں | ۳۹۹ |
| **کتاب النفقات** | ۴۰۰ |
| نفقات کا بیان | ۴۰۰ |
| باب خرچ کی فضیلت | ۴۰۰ |
| حدیث بیوہ اور مسکینوں کو کھلانے والا خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثل ہے | ۴۰۰ |
| باب اہل و عیال کا نفقہ واجب ہے | ۴۰۱ |
| حدیث اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے | ۴۰۲ |
| پہلے اس پر خرچ کر جو تیرے عیال میں ہے | ۴۰۲ |
| باب اپنے اہل کیلئے ' ایک سال کی خوراک جمع کرنا | ۴۰۲ |
| حدیث رسول اللہ ﷺ اپنے اہل کے لیے سال بھر کی خوراک بچا کر رکھتے تھے | ۴۰۳ |
| باب مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں | ۴۰۳ |
| رضاعت کے مسائل | ۴۰۳ |
| ت زہری نے کہا ' اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا کہ والدہ کو بچے کی وجہ سے ضرر دیا جائے | ۴۰۴ |
| باب جب مرد خرچہ نہ دے تو اسے بتائے بغیر عورت بقدر معروف خرچ کر سکتی ہے | ۴۰۴ |
| **کتاب الاطعمہ** | ۴۰۶ |
| باب ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں | ۴۰۶ |
| حدیث آل محمد نے تین دن تک مسلسل کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا | ۴۰۶ |
| حدیث ایک پیالہ دودھ تمام اصحاب صفہ کو کافی ہو گیا | ۴۰۶ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب کھانے پر بسم اللہ پڑھنا اور داہنے ہاتھ سے کھانا | ۴۰۷ |
| حدیث داہنے ہاتھ سے کھا اور اپنے قریب سے کھا | ۴۰۸ |
| باب کھانا وغیرہ میں داہنی طرف سے شروع کرنا | ۴۰۸ |
| حدیث حضور ﷺ طہارت اور ہر کام میں داہنے سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے | ۴۰۸ |
| باب جس نے پیٹ بھر کر کھایا | ۴۰۸ |
| حدیث حضرت عائشہ نے کہا 'حضور کے وصال کے وقت تک ہم کھجور اور پانی سے سیراب ہو جاتے تھے | ۴۰۸ |
| باب پتلی روٹی' خوان اور سفرہ پر کھانا | ۴۰۹ |
| حدیث نبی ﷺ نے پتلی نرم روٹی اور بھنی ہوئی بکری نہیں کھائی | ۴۰۹ |
| حدیث نبی ﷺ نے کبھی چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں نہیں کھایا | ۴۱۰ |
| حدیث حضرت اسماء کا نام ذات النطاقین حضور نے رکھا | ۴۱۰ |
| باب نبی ﷺ اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاتے جب تک یہ جان نہ لیتے کہ کیا ہے؟ | ۴۱۱ |
| حدیث خالد بن ولید سیف اللہ ہیں | ۴۱۲ |
| گوہ حلال ہے یا حرام؟ | ۴۱۲ |
| باب ایک کا کھانا دو کو کافی ہے | ۴۱۳ |
| دو کا کھانا تین کو کافی ہے | ۴۱۳ |
| باب مومن ایک آنت میں کھاتا ہے | ۴۱۴ |
| حدیث اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے | ۴۱۴ |
| حدیث ایضاً | ۴۱۴ |
| حدیث ایضاً | ۴۱۴ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب ٹیک لگا کر کھانا | ۴۱۵ |
| حدیث حضور نے فرمایا: میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا | ۴۱۵ |
| باب گوشت کو دانتوں سے کھانا اور ہانڈی سے نکال کر کھانا | ۴۱۵ |
| حدیث حضور نے گوشت کھایا تازہ وضو نہیں فرمایا اور نماز پڑھی | ۴۱۵ |
| حدیث حضور نے ہانڈی سے ہڈی والا گوشت نکالا اور کھایا | ۴۱۵ |
| باب جو کے آٹے کو پھونکنا | ۴۱۶ |
| حدیث حضور کے زمانے میں میدہ نہیں تھا | ۴۱۶ |
| حدیث حضور نے کبھی پیٹ بھر کر جو کی روٹی نہیں کھائی | ۴۱۶ |
| حدیث مدینے میں کبھی حضور نے تین دن تک مسلسل گیہوں کی روٹی نہیں کھائی | ۴۱۷ |
| حدیث تلبینہ بنانے کا طریقہ اور اس کا فائدہ | ۴۱۷ |
| باب چاندی کے برتن میں کھانا | ۴۱۸ |
| حدیث حریر اور دیبا نہ پہنو' سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ کھاؤ | ۴۱۸ |
| باب میٹھی چیز اور شہد کا بیان | ۴۱۹ |
| حدیث حضور شہد اور میٹھا پسند فرماتے تھے | ۴۱۹ |
| باب دستر خوان سے کچھ لینا یا اپنے ساتھی کے پاس کچھ رکھنا | ۴۲۰ |
| ت ابن مبارک نے کہا' اس میں کوئی حرج نہیں کہ اپنے دستر خوان والے کو کوئی کچھ دے | ۴۲۰ |
| باب تازہ کھجوریں ککڑی کے ساتھ کھانا | ۴۲۰ |
| حدیث حضور نے تازہ کھجوریں ککڑی کے ساتھ کھائیں | ۴۲۰ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب | ۴۲۱ |
| باب تازہ اور سوکھی کھجور کا بیان | ۴۲۱ |
| حدیث حضرت جابر کی کھجوروں میں برکت | ۴۲۱ |
| مشہور واقعہ کے علاوہ ایک دوسرا واقعہ | ۴۲۳ |
| باب عجوہ (کھجور) کا بیان | ۴۲۳ |
| حدیث عجوہ کی فضیلت | ۴۲۳ |
| باب دس دس آدمیوں کا باری باری کھانا | ۴۲۴ |
| حدیث ام سلیم کے کھانے میں برکت | ۴۲۴ |
| باب کھانے کے بعد انگلیوں کا چاٹنا اور چوسنا | ۴۲۴ |
| حدیث مضمون بالا | ۴۲۵ |
| باب رومال کا بیان | ۴۲۵ |
| حدیث آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا | ۴۲۵ |
| باب کھانے سے فارغ ہو کر کیا پڑھے | ۴۲۶ |
| حدیث اس موقع کی دعا | ۴۲۶ |
| حدیث اس موقع کی دوسری دعا | ۴۲۶ |
| دسترخوان اٹھانے سے پہلے دعا پڑھے یا بعد میں | ۴۲۷ |
| باب کھا کر شکر کرنے والا روزہ دار کے مثل ہے | ۴۲۷ |
| ت اس مضمون کی حدیث | ۴۲۷ |
| باب مدعو شخص کسی اور کو اپنے ساتھ لے | ۴۲۷ |
| ت حضرت انس سے اس کی اجازت مروی ہے | ۴۲۸ |
| باب جب کھانا موجود ہو اور خواہش ہو تو پہلے کھانا کھائے | ۴۲۸ |
| حدیث حضرت ابن عمر نے ایک دفعہ شام کا کھانا کھایا اور وہ امام کی قراءت سن رہے تھے | ۴۲۸ |
| حدیث حضور کا ارشاد، جب نماز قائم کی جائے اور کھانا آجائے تو پہلے کھانا کھائے | ۴۲۸ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| **کتاب العقیقہ** | ۴۲۹ |
| عقیقہ کا حکم | ۴۲۹ |
| باب پیدائش کی صبح کو بچے کا نام رکھا جائے | ۴۲۹ |
| حدیث حضور نے ایک بچے کا نام رکھا اور اس کی تحنیک کی | ۴۲۹ |
| باب بچے کے پیدائشی بال دور کرنا | ۴۳۰ |
| حدیث بچے کے ساتھ عقیقہ ہے | ۴۳۰ |
| عقیقے کی حدیث سمرہ بن جندب سے بھی مروی ہے | ۴۳۱ |
| باب فرع کا بیان | ۴۳۱ |
| فرع اور عتیرہ کچھ نہیں اور اس کی تفصیل | ۴۳۲ |
| **کتاب الصید والذبائح والتسمیۃ** | ۴۳۳ |
| کچھ حرام چیزوں کی تفصیل | ۴۳۳ |
| باب تیر کی ڈنڈی کا شکار | ۴۳۴ |
| ت ابن عمر نے فرمایا: غلے سے مارا ہوا موقوذہ ہے | ۴۳۴ |
| باب کمان کے شکار کا بیان | ۴۳۵ |
| ت شکار کے جسم سے جو حصہ الگ ہو گیا، وہ حرام ہے | ۴۳۵ |
| ت ابراہیم نے کہا، اگر گردن جدا ہو گئی یا کمر پر مارا اور دو ٹکڑے ہو گئی، وہ حلال ہے | ۴۳۵ |
| ت جو جانور بے قابو ہو جائے تو جہاں ہو سکے زخم لگاؤ | ۴۳۵ |
| حدیث شکاری کتے کا شکار حلال ہے | ۴۳۶ |
| باب روڑا اور غلہ مارنا | ۴۳۶ |
| حدیث آبادی میں روڑا یا غلہ مارنا منع ہے | ۴۳۶ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب اگر کتا شکار سے کچھ کھالے اسے نہ کھاؤ | ۴۳۷ |
| کلب معلم کی تعریف | ۴۳۸ |
| ت ابن عباس نے فرمایا: کتا اگر شکار کو کھالے تو حرام ہو گیا | ۴۳۸ |
| باب دریا کا شکار حلال ہے | ۴۳۹ |
| ت حضرت ابوبکر نے فرمایا: جو مچھلی پانی کے اوپر خود آجائے، وہ حلال ہے | ۴۳۹ |
| ت دریا کا مردہ جانور حلال ہے مگر جس سے گھن آئے | ۴۴۰ |
| باب مچھلی حلال ہے | ۴۴۰ |
| ت ابو شریح صحابی نے فرمایا: سمندر کی ہر چیز ذبح کی ہوتی ہے | ۴۴۱ |
| ت عطاء نے کہا، چڑیے کو ذبح کرو | ۴۴۱ |
| ت دریا سے نکلی ہوئی نہروں اور سیلاب کے جانور کا بیان | ۴۴۱ |
| ت امام حسن دریائی کتے کی کھال کی زین پر سوار ہوئے | ۴۴۱ |
| ت امام شعبی نے کہا کہ مینڈک حلال ہے مگر ہمارے یہاں حرام ہے | ۴۴۱ |
| ت امام حسن بصری کچھوا حلال جانتے تھے | ۴۴۲ |
| ت ابن عباس نے فرمایا: دریا کا شکار کافر بھی کرے تو حلال ہے | ۴۴۲ |
| ت ابو درداء نے فرمایا: مری حلال ہے | ۴۴۲ |
| مری کی تفسیر | ۴۴۲ |
| باب ٹڈی کھانے کا بیان | ۴۴۲ |
| صحابہ کرام عہد رسالت میں ٹڈی کھاتے تھے | ۴۴۳ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا قصداً چھوڑ دیا، کیا حکم ہے؟ | ۴۴۳ |
| ت ابن عباس نے فرمایا: اگر بسم اللہ پڑھنا بھول گیا تو کوئی حرج نہیں | ۴۴۳ |
| باب اہل کتاب کے ذبیحے | ۴۴۴ |
| ت زہری نے کہا، عرب کے نصاریٰ کا ذبیحہ کھانے میں کوئی حرج نہیں | ۴۴۴ |
| ت حضرت علی سے بھی ایسی ہی روایت بیان کی جاتی ہے | ۴۴۵ |
| ت غیر مختون کا ذبیحہ حلال ہے | ۴۴۵ |
| ت اس آیت میں طعام سے مراد اہل کتاب کا ذبیحہ ہے | ۴۴۵ |
| باب پالتو جانور جو بھڑک جائے، وہ بمنزلہ وحشی کے ہے | ۴۴۵ |
| ت ابن مسعود نے اسے جائز کہا | ۴۴۵ |
| ت حضرت ابن عباس نے بھی اس کی اجازت دی | ۴۴۵ |
| ت حضرت علی، ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم نے بھی اسے جائز جانا | ۴۴۶ |
| باب نحر اور ذبح کا بیان | ۴۴۶ |
| ت امام عطاء نے کہا، ذبح صرف ذبح کی جگہ اور نحر کرنے کی جگہ ہے | ۴۴۶ |
| ت ابن عباس نے کہا، ذبح حلق اور لبہ میں ہے | ۴۴۷ |
| ت ذبح کرتے وقت سر کٹ کر الگ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں | ۴۴۷ |
| حدیث گھوڑا حلال ہے | ۴۴۸ |
| باب مثلہ کرنا اور زندہ جانور کا نشانہ بنانا | ۴۴۸ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث چوپایوں کو نشانہ بنانے سے منع فرمایا | ۴۴۸ |
| حدیث مضمون مذکور | ۴۴۹ |
| حدیث جانوروں کو نشانہ بنانے والوں اور مثلہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی | ۴۴۹ |
| باب کیلے دار درندوں کے کھانے کا بیان | ۴۵۰ |
| حدیث ہر کیلے دار درندے کے کھانے سے منع فرمایا | ۴۵۰ |
| بجو اور لومڑی حرام ہے | ۴۵۰ |
| جن جانوروں کا گوشت کھانا حرام ہے' ان کا دودھ پینا بھی حرام ہے | ۴۵۰ |
| بکری کے سات عضو کے کھانے سے منع فرمایا | ۴۵۰ |
| باب چہرے کو داغنا اور اس پر نشان لگانا | ۴۵۱ |
| حدیث ابن عمر نے چہرے پر نشان بنانے کو مکروہ جانا | ۴۵۱ |
| چہرے پر مارنے سے منع فرمایا | ۴۵۱ |
| حدیث حضور نے ایک بکری کے کان کو داغا | ۴۵۱ |
| باب تقسیم سے پہلے مال غنیمت کا کھانا حرام ہے | ۴۵۲ |
| ت مسروقہ جانور کھانا جائز نہیں | ۴۵۲ |
| باب مضطر کا کھانا | ۴۵۲ |
| حالت اضطرار میں جان بچانے کی مقدار حرام کھانے کی اجازت ہے | ۴۵۴ |
| **کتاب الاضاحی** | ۴۵۵ |
| باب قربانی سنت ہے | ۴۵۵ |
| ت قربانی سنت ہے | ۴۵۵ |
| ہمارے یہاں بشرائط واجب ہے | ۴۵۵ |
| حدیث نماز سے قبل قربانی صحیح نہیں | ۴۵۵ |
| باب حاکم اسلام کا لوگوں کے درمیان قربانی کے جانور تقسیم کرنا | ۴۵۶ |
| حدیث حضرت عمر کو سال بھر سے کم عمر کے بکری کے بچے کی قربانی کرنے کی اجازت دی | ۴۵۶ |
| باب قربانی اور نحر عید گاہ میں ہونا چاہیے | ۴۵۷ |
| حدیث عبداللہ بن عمر منحر نبی میں قربانی کرتے تھے | ۴۵۷ |
| حدیث حضور عید گاہ میں قربانی کرتے تھے | ۴۵۷ |
| باب حضور نے دو مینڈھوں کی قربانی کی | ۴۵۷ |
| حدیث ایضاً | ۴۵۸ |
| باب جس نے دوسرے کی قربانی ذبح کی | ۴۵۸ |
| ت اونٹ کو نحر کرنے میں ایک شخص نے ابن عمر کی مدد کی | ۴۵۸ |
| ت حضرت ابو موسیٰ اشعری نے اپنی لڑکیوں کو حکم دیا کہ اپنے ہاتھوں سے قربانیاں کریں | ۴۵۹ |
| حضور نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی | ۴۵۹ |
| باب قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنا جائز ہے | ۴۵۹ |
| حدیث حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم قربانی کے گوشت میں نمک لگا کر رکھتے تھے | ۴۵۹ |
| حدیث عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے ہے | ۴۶۰ |
| ابتداءً تین دن سے زیادہ قربانی کے گوشت رکھنے کی اجازت نہیں تھی' پھر ہو گئی | ۴۶۱ |
| **کتاب الاشربۃ** | ۴۶۲ |
| حدیث جو دنیا میں شراب پیئے گا' آخرت میں نہیں پیئے گا | ۴۶۲ |
| باب شراب انگور ہی سے ہے | ۴۶۳ |
| خمر کسے کہتے ہیں؟ | ۴۶۳ |
| شراب کی حرمت نازل ہونے کے وقت مدینے میں زیادہ کھجور کی شراب تھی | ۴۶۴ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب شراب کی حرمت نازل ہونے کے وقت صرف کھجور کی شراب تھی | ۴۶۴ |
| حدیث مضمون مسطور | ۴۶۴ |
| باب شہد کی شراب | ۴۶۴ |
| ت حضرت مالک نے فقاع کے بارے میں فرمایا جب نشہ نہ لائے تو کوئی حرج نہیں | ۴۶۴ |
| ت ابن درا وردی نے کہا کہ فقاع نشہ نہیں لاتی' اس لیے اس میں کوئی حرج نہیں | ۴۶۵ |
| حدیث ہر نشہ آور پینے کی چیز حرام ہے | ۴۶۵ |
| حدیث دبا' مزفت' حنتم اور نقیر میں نبیذ بنانا منع تھا | ۴۶۶ |
| باب پینے والی جو چیز عقل ضائع کر دے وہ خمر ہے | ۴۶۶ |
| حدیث تین چیزوں کی پوری تفصیل حضور نے بیان فرمائی | ۴۶۶ |
| باب اس کے بارے میں جو شراب کو حلال جانے اور نام بدل دے | ۴۶۸ |
| حدیث میری امت میں کچھ قومیں ہوں گی جو شرمگاہ اور ریشمی کپڑا اور شراب اور باجے کو حلال جانیں گی | ۴۶۸ |
| اس امت میں بھی جزوی طور پر مسخ ہوگا | ۴۶۸ |
| باب کچھ برتنوں کے استعمال کی ممانعت کے بعد اجازت | ۴۶۹ |
| حدیث مضمون مذکور | ۴۶۹ |
| حدیث ایضاً | ۴۶۹ |
| حدیث ایضاً | ۴۶۹ |
| حدیث حضرت عائشہ نے فرمایا: حضور نے ہم اہل بیت کو دبا' مزفت میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا | ۴۷۰ |
| حدیث ہرے کے ساتھ سفید | ۴۷۰ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب باذق کا بیان | ۴۷۱ |
| حضرت عمر اور ابو عبیدہ اور معاذ نے ایسے طلاء کو جائز جانا جسے اتنا پکایا جائے کہ دو تہائی جل جائے | ۴۷۱ |
| حضرت براء اور ابو جحیفہ نے اسے پیا جو آدھا جلا دیا گیا تھا | ۴۷۱ |
| ت ابن عباس نے فرمایا "میں انگور کے شیرے کو پیوں گا جب تک اس میں جوش نہ آ جائے" | ۴۷۲ |
| ت اور حضرت عمر نے عبید اللہ کے بارے میں فرمایا: "میں نے اس کے منہ میں شراب کی بو پائی۔" | ۴۷۲ |
| حدیث جو نشہ لائے وہ حرام ہے | ۴۷۳ |
| باب بسر اور تمر ملا کر نبیذ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ | ۴۷۳ |
| حدیث نبی ﷺ نے منقی چھوہارے' ادھ پکی کھجور اور تازہ کھجور کی نبیذ سے منع فرمایا | ۴۷۳ |
| حدیث نبی ﷺ نے پکی اور ادھ پکی' نیز کھجوروں اور منقیٰ کے شیرے کو ملانے سے منع فرمایا | ۴۷۴ |
| باب دودھ پینے کا بیان | ۴۷۴ |
| حدیث ایک صاحب کھلے ہوئے برتن میں دودھ لائے تو فرمایا: اسے ڈھک کیوں نہیں لیا؟ | ۴۷۵ |
| باب دودھ میں پانی ملا کر پینا | ۴۷۵ |
| حدیث رسول اللہ ﷺ نے دودھ میں پانی ملا کر پیا | ۴۷۵ |
| باب میٹھی چیز اور شہد کا پینا | ۴۷۶ |
| ت انسان کا پیشاب پینا جائز نہیں | ۴۷۷ |
| ت اللہ نے تمہاری شفا حرام میں نہیں رکھی ہے | ۴۷۷ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب کھڑے ہو کر پینے کا بیان | ۴۷۸ |
| حدیث حضرت علی کی حدیث کہ حضور نے کھڑے ہو کر وضو کا پانی پیا | ۴۷۸ |
| باب مشک کا منہ پھاڑ کر موڑ کر پانی پینا | ۴۷۹ |
| حدیث مشک کے منہ سے پانی پینے سے منع فرمایا | ۴۸۰ |
| حدیث ایضاً | ۴۸۰ |
| باب دو یا تین سانسوں میں پینا | ۴۸۰ |
| حدیث حضرت انس دو یا تین سانسوں میں پیتے تھے | ۴۸۰ |
| باب چاندی کے برتن کا بیان | ۴۸۱ |
| حدیث جو چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ گھسیڑتا ہے | ۴۸۲ |
| ت حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا کیا میں تم کو نبی ﷺ کے پیالے سے نہ پلاؤں | ۴۸۲ |
| حدیث صحابۂ کرام نے اس پیالے سے پانی پیا جس میں نبی ﷺ نے پیا تھا | ۴۸۲ |
| حدیث حضرت انس کے پاس حضور کا پیالہ تھا | ۴۸۲ |
| **کتاب المرضیٰ** | ۴۸۴ |
| باب بیماری کفارہ ہے | ۴۸۴ |
| حدیث مسلمان کو جو مصیبت پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے | ۴۸۴ |
| حدیث مسلمان کو جو تکلیف بھی پہنچتی ہے حتیٰ کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے | ۴۸۵ |
| حدیث مومن کی مثال کھیتی کے پودے کی طرح ہے | ۴۸۵ |
| حدیث ایضاً | ۴۸۶ |
| حدیث اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے آزمائش میں ڈالتا ہے | ۴۸۷ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب بیماری کی سختی | ۴۸۷ |
| حدیث حضرت عائشہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے زیادہ سخت مرض میں مبتلا میں نے کسی کو نہیں دیکھا | ۴۸۷ |
| حدیث مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے درخت کے پتے | ۴۸۸ |
| باب مرگی کے مرض کی فضیلت | ۴۸۹ |
| حدیث مرگی کے مریض کے لیے جنت ہے | ۴۸۹ |
| حدیث عطاء نے کہا میں نے ایک خاتون کو کعبہ کے پردے پر دیکھا | ۴۸۹ |
| باب اس کی فضیلت جس کی آنکھ جائے | ۴۹۰ |
| حدیث اس کا عوض جنت ہے | ۴۹۰ |
| باب بیمار پرسی کے لیے سوار ہو کر پیدل اور کسی کے ساتھ گدھے پر سوار ہو کر جانا | ۴۹۰ |
| حدیث حضرت جابر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ میری عیادت کیلئے آئے کسی سواری پر نہیں تھے | ۴۹۱ |
| باب موت کی تمنا کرنے کی ممانعت | ۴۹۱ |
| حدیث تم میں سے کوئی کسی تکلیف کی وجہ سے موت کی ہرگز تمنا نہ کرے | ۴۹۱ |
| حدیث حضور نے ہم کو موت کی دعا سے منع فرمایا | ۴۹۳ |
| حدیث ایضاً | ۴۹۳ |
| حدیث رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ سے لاحق فرما | ۴۹۴ |
| باب عیادت کرنے والے کیلئے مریض کا دعا کرنا | ۴۹۴ |
| حدیث رسول اللہ ﷺ جب کسی مریض کے پاس تشریف لے جاتے یا کوئی مریض آپ کے پاس لایا جاتا تو آپ یہ دعا پڑھتے | ۴۹۴ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| **کتاب الطب** | ۴۹۶ |
| باب اللہ نے ہر بیماری کے لیے شفا اتاری ہے | ۴۹۶ |
| حدیث مضمون مذکور - باب - تین چیزوں میں شفا ہے | ۴۹۶ |
| حدیث وہ تین چیزیں یہ ہیں : شہد پینے میں، سینگی لگوانے میں اور آگ سے داغنے میں | ۴۹۶ |
| شہد سے علاج | ۴۹۷ |
| حدیث اگر تمہاری کچھ دواؤں میں خیر ہوتا تو سینگی میں، شہد میں، داغنے میں ہوتا | ۴۹۷ |
| حدیث شہد کو شفا بخشی | ۴۹۹ |
| باب کلونجی کا بیان | ۴۹۹ |
| حدیث کلونجی ہر بیماری کی شفا ہے سوائے موت کے | ۵۰۰ |
| حدیث ایضاً - باب - مریض کو تلبینہ پلانا | ۵۰۰ |
| حدیث ام المومنین نے فرمایا : تلبینہ ناپسند نفع دینے والا ہے | ۵۰۰ |
| باب قسط کو ناک میں ڈالنا | ۵۰۰ |
| حدیث عود ہندی میں سات بیماریوں سے شفا ہے | ۵۰۱ |
| باب بیماری سے سینگی لگوانا | ۵۰۱ |
| حدیث دواؤں میں سب سے بہتر سینگی اور قسط بحری ہے | ۵۰۱ |
| حدیث رسول اللہ نے فرمایا : کہ سینگی میں شفاء ہے | ۵۰۲ |
| باب جذام کا بیان | ۵۰۲ |
| ت نہ بیماری کی چھوت ہے نہ بدشگونی، نہ ہامہ اور نہ صفر اور کوڑھی سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو | ۵۰۲ |
| باب نمونیہ کا بیان | ۵۰۴ |
| حدیث حضرت انس نے کہا : نمونیہ کے باعث عہد رسالت میں مجھے داغا گیا | ۵۰۴ |
| باب طاعون کے بارے میں کیا ذکر کیا جاتا ہے ؟ | ۵۰۵ |
| حدیث جہاں طاعون ہو، وہاں جانا منع ہے اور وہاں سے بھاگنا بھی منع ہے | ۵۰۵ |
| طاعون عمواس کا بیان | ۵۰۵ |
| باب دم کرنے پر بکری کے ایک ریوڑ کی شرط | ۵۰۷ |
| حدیث ایک ڈنک خوردہ پر صحابہ کرام نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم فرمایا اور اجرت میں تیس بکریاں لیں | ۵۰۸ |
| باب نظر لگنے کی دعا | ۵۰۹ |
| حدیث نبی ﷺ نے حکم دیا کہ نظر لگنے پر دم کرنے والے کو بلایا جائے | ۵۰۹ |
| حدیث ایک بچی کے چہرے پر دھبہ تھا، فرمایا : اس کے لیے دم کرنے والے کو بلاؤ، اس کو نظر لگ گئی ہے | ۵۰۹ |
| باب نظر کا لگنا حق ہے | ۵۰۹ |
| حدیث نظر حق ہے | ۵۰۹ |
| باب سانپ، بچھو کے ڈنک مارنے پر دم کرنا | ۵۱۰ |
| حدیث جانوروں کے کاٹنے پر دم کرنے کی اجازت دی ہے | ۵۱۰ |
| باب نبی ﷺ کی دعا | ۵۱۱ |
| حدیث ہر بیماری سے شفا کی دعا | ۵۱۲ |
| حدیث دوسری دعا | ۵۱۲ |
| حدیث تیسری دعا | ۵۱۲ |
| باب بدشگونی کا بیان | ۵۱۳ |
| حدیث بدشگونی نہیں | ۵۱۳ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب اچھا شگون لینا | ۵۱۳ |
| حدیث رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اچھی فال پسند ہے | ۵۱۳ |
| باب کہانت کا بیان | ۵۱۴ |
| حدیث ہذیل کی دو عورتیں لڑیں ایک نے دوسرے کا حمل ساقط کر دیا | ۵۱۴ |
| کہانت کا معنی اور اس کا حکم | ۵۱۵ |
| باب کیا جادو نکالا جائے گا؟ | ۵۱۵ |
| ت جادو سے علاج کی اجازت ہے | ۵۱۵ |
| باب ہامہ کچھ نہیں | ۵۱۵ |
| حدیث حضرت ابو ہریرہ نے کہا: مریض جانور کو تندرست کے پاس نہ لایا جائے | ۵۱۶ |
| **کتاب اللباس** | ۵۱۷ |
| باب کس نے اس زینت کو حرام کیا جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالی؟ | ۵۱۷ |
| ت کھاؤ، پیو، پہنو، اسراف اور تکبر کے بغیر | ۵۱۷ |
| ت ابن عباس نے کہا جو چاہو کھاؤ پہنو، البتہ دو غلطیاں نہ کرو، اسراف اور تکبر | ۵۱۷ |
| باب جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو، وہ آگ میں ہے | ۵۱۸ |
| حدیث مضمون مذکور | ۵۱۸ |
| باب جو کپڑے کو تکبر سے ٹخنوں کے نیچے گھسیٹے | ۵۱۸ |
| حدیث ایسے کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر رحمت نہیں فرمائے گا | ۵۱۸ |
| حدیث ایسا ایک شخص زمین میں دھنسا دیا گیا | ۵۱۹ |
| حدیث جو کپڑا برائے تکبر گھسیٹے گا قیامت کے دن اللہ اس پر نظر رحمت نہیں فرمائے گا | ۵۲۰ |
| باب پھدنے دار ازار | ۵۲۱ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت تابعین پھدنے والا کپڑا پہنتے تھے | ۵۲۱ |
| باب برانس کا بیان | ۵۲۱ |
| ت حضرت انس اون کی زرد برنس پہنتے تھے | ۵۲۱ |
| باب دھاری دار کمبل اور چادر پہننا | ۵۲۲ |
| حدیث رسول اللہ ﷺ کو یمنی چادر بہت زیادہ پسند تھی | ۵۲۲ |
| حدیث رسول اللہ ﷺ کو وفات کے بعد یمنی چادر اوڑھائی گئی | ۵۲۲ |
| باب ہرے کپڑوں کا بیان | ۵۲۲ |
| حدیث زفاعہ قرظی کی بیوی ہری چادر اوڑھے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں | ۵۲۳ |
| یہ تیرے لیے جائز نہیں جب تک تو اس کے شہد میں سے کچھ چکھ نہ لے | ۵۲۳ |
| باب سفید کپڑوں کا بیان | ۵۲۴ |
| حدیث نبی ﷺ سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے | ۵۲۴ |
| ابو الاسود نحو کے موجد | ۵۲۵ |
| باب ریشمی کپڑے پہننے اور بچھانے کا بیان | ۵۲۵ |
| حدیث ریشمی کپڑا پہننا منع ہے مگر اتنا | ۵۲۵ |
| حدیث ایضاً | ۵۲۶ |
| حدیث جو ریشمی کپڑا دنیا میں پہنے گا وہ آخرت میں نہیں پہنے گا | ۵۲۶ |
| حدیث ریشمی کپڑا دنیا میں وہی پہنتا ہے جس کا اس سے آخرت میں کوئی حصہ نہیں | ۵۲۷ |
| باب قسی کا پہننا | ۵۲۸ |
| ت قسی کی تشریح | ۵۲۸ |
| ت ایضاً | ۵۲۸ |
| باب عورتوں کے لیے ریشمی کپڑا | ۵۲۹ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ سرخ ریشمی چادر اوڑھتی تھیں | ۵۲۹ |
| باب مردوں کو زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننا | ۵۳۰ |
| حدیث نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا | ۵۳۰ |
| باب پہلے بایاں جوتا نکالا | ۵۳۰ |
| حدیث مضمون مذکور | ۵۳۰ |
| مسجد میں جاتے ہوئے پہلے کیا کرے؟ | ۵۳۰ |
| باب صرف ایک جوتے میں نہ چلے | ۵۳۱ |
| حدیث مضمون مذکور | ۵۳۱ |
| سونے کی انگوٹھیاں | ۵۳۱ |
| حدیث نبی ﷺ نے سونے کی انگوٹھیوں سے منع فرمایا ہے | ۵۳۱ |
| باب چاندی کی انگوٹھی کا بیان | ۵۳۱ |
| حدیث رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنائی حضرت عثمان کے ہاتھ سے یہ انگوٹھی بئر اریس میں گر پڑی | ۵۳۲ |
| انگشتری مبارک کے نقش کی ہیئت | ۵۳۲ |
| حدیث رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی پہنی یہ دیکھ کر اور لوگوں نے بھی چاندی کی انگوٹھی بنائی، الحدیث | ۵۳۳ |
| باب انگوٹھی کے نگ کا بیان | ۵۳۳ |
| حدیث حضور کی انگوٹھی کا نگ بھی چاندی کا تھا | ۵۳۴ |
| باب لوہے کی انگوٹھی کا بیان | ۵۳۴ |
| لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں | ۵۳۵ |
| باب انگوٹھی چھوٹی انگلی میں | ۵۳۵ |
| حدیث ہماری انگوٹھی کا نقش کوئی نہ کھدوائے | ۵۳۵ |
| باب عورتوں کے لیے انگوٹھی | ۵۳۶ |
| ت حضرت عائشہ سونے کی انگوٹھیاں پہنتی تھیں | ۵۳۶ |
| باب عورتوں کی مشابہت کرنے والے مرد اور مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتوں کا بیان | ۵۳۶ |
| حدیث ایسے لوگوں پر حضور نے لعنت فرمائی ہے | ۵۳۶ |
| باب ایسے لوگوں کو گھر سے نکال دینا | ۵۳۶ |
| حدیث فرمایا ایسے لوگوں کو گھروں سے نکال دو | ۵۳۷ |
| باب مونچھوں کا کترنا | ۵۳۷ |
| ت حضرت عمر مونچھوں کو اتنا پست کراتے کہ کھال کی سفیدی نظر آتی | ۵۳۷ |
| حدیث مونچھوں کا قطرنا فطرت سے ہے | ۵۳۸ |
| حدیث پانچ چیزیں فطرت سے ہیں | ۵۳۹ |
| حدیث زیر ناف کا بال مونڈنا فطرت سے ہے | ۵۳۹ |
| دس چیزیں فطرت سے ہیں | ۵۳۹ |
| حدیث مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیاں وافر رکھو اور مونچھوں کو پست کراؤ | ۵۳۹ |
| حضرت ابن عمر ایک مشت سے زائد داڑھی کاٹ دیتے تھے | ۵۴۰ |
| ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا جائز نہیں | ۵۴۰ |
| باب سفید بال کے بارے میں کیا ہے؟ | ۵۴۱ |
| حدیث حضرت ام سلمہ کے پاس حضور اقدس ﷺ کے کچھ موئے مبارک تھے جس سے لوگ شفا حاصل کرتے تھے۔ یہ بال سرخ رنگ کے تھے | ۵۴۱ |
| باب گھنگھریالے بال | ۵۴۲ |
| حدیث گیسو مبارک کندھے تک تھے | ۵۴۲ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث گیسو مبارک نہ گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے | ۵۴۳ |
| حدیث ایضاً | ۵۴۳ |
| حدیث سر اقدس بڑا تھا اور قدمان مبارک پر گوشت تھے | ۵۴۳ |
| حدیث حلیہ مبارک | ۵۴۴ |
| باب بالوں کو گوندو غیرہ سے جمانا | ۵۴۵ |
| حدیث رسول اللہ ﷺ نے گوند سے بالوں کو جمایا | ۵۴۵ |
| باب گیسوؤں کا بیان | ۵۴۵ |
| حدیث حضرت ابن عباس نے فرمایا: حضور نے میرے گیسوؤں کو پکڑا | ۵۴۶ |
| باب بالوں کو چھوٹے بڑے رکھنا | ۵۴۶ |
| رسول اللہ ﷺ قزع سے منع فرماتے تھے | ۵۴۶ |
| قزع کی تشریح | ۵۴۷ |
| باب بیوی اپنے ہاتھ سے شوہر کو خوشبو ملے | ۵۴۷ |
| حدیث حضرت عائشہ نے کہا' میں نے نبی ﷺ کو احرام کے وقت خوشبو ملی | ۵۴۷ |
| باب سر اور داڑھی میں خوشبو لگانا | ۵۴۸ |
| حدیث حضرت عائشہ نے کہا' میں نے خوشبو کی چمک حضور کے سر اور داڑھی میں پائی | ۵۴۸ |
| باب بالوں میں کنگھا کرنا | ۵۴۸ |
| حدیث نبی ﷺ کے گھر میں ایک شخص نے سوراخ سے جھانک کر دیکھا | ۵۴۸ |
| یہ بد نصیب مروان کا باپ حکم بن عاص تھا | ۵۴۹ |
| باب ذریرہ کا بیان | ۵۴۹ |
| حدیث حضرت عائشہ نے کہا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذریرہ ملا | ۵۴۹ |
| باب بال میں بال ملانا | ۵۴۹ |
| حدیث حضور نے بال ملانے والی اور ملوانے والی پر لعنت فرمائی | ۵۵۰ |
| حدیث ایضاً | ۵۵۰ |
| باب گودنے والی کا بیان | ۵۵۰ |
| حدیث حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا | ۵۵۱ |
| باب تصویروں کا بیان | ۵۵۱ |
| کیمرے وغیرہ مشینوں سے بنائی ہوئی تصویریں بھی حرام ہیں | ۵۵۲ |
| باب قیامت کے دن تصویر بنانے والوں کا عذاب | ۵۵۲ |
| اللہ کے نزدیک سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں پر ہوگا | ۵۵۲ |
| صورت اور تمثال ایک ہی چیز ہیں | ۵۵۲ |
| حدیث تصویر بنانے والوں سے قیامت کے دن کہا جائے گا جو تم نے بنایا ہے اس میں جان ڈالو | ۵۵۳ |
| باب تصویروں کو مٹانا | ۵۵۳ |
| حدیث حضور ﷺ گھر میں جو تصویر بھی پاتے مٹا دیتے | ۵۵۳ |
| مطب یا دکان کے بورڈ پر صلیب کا نشان بنانا جائز نہیں | ۵۵۴ |
| حدیث ان سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی تخلیق کی طرح تخلیق کرے؟ | ۵۵۴ |
| باب | ۵۵۵ |
| حدیث جو کوئی دنیا میں تصویر بنائے گا قیامت کے دن اس کو تکلیف دی جائے گی کہ اس میں روح پھونکے | ۵۵۵ |
| باب چوپایہ کا مالک اپنے آگے دوسرے کو بٹھا سکتا ہے | ۵۵۶ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت چوپایہ کا مالک آگے بیٹھنے کا زیادہ حقدار ہے | ۵۵۶ |
| حدیث رسول اللہ ﷺ نے قثم اور فضل کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھایا | ۵۵۶ |
| باب | ۵۵۷ |
| حدیث حضرت معاذ نے کہا' میں نبی ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا تھا | ۵۵۷ |
| **کتاب الادب** | ۵۵۹ |
| باب اچھے سلوک کا سب سے زیادہ کون مستحق ہے؟ | ۵۵۹ |
| حدیث اچھے سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ماں ہے | ۵۵۹ |
| باب کوئی اپنے باپ کو برا نہ کہے | ۵۵۹ |
| حدیث سب سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ پر لعنت کرے | ۵۶۰ |
| باب رشتہ کاٹنے والے کا گناہ | ۵۶۰ |
| حدیث رشتہ کاٹنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا | ۵۶۰ |
| باب صلہ رحمی کی وجہ سے رزق میں برکت دی جائے گی | ۵۶۰ |
| حدیث مضمون مذکور | ۵۶۰ |
| حدیث ایضاً | ۵۶۱ |
| باب جو صلہ رحمی کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر خصوصی کرم فرمائے گا | ۵۶۱ |
| حدیث رحم رحمٰن سے مشتق ہے | ۵۶۱ |
| حدیث ایضاً | ۵۶۱ |
| باب رشتے کو اس کی تری کے ساتھ تر رکھا جائے | ۵۶۲ |
| حدیث ابی فلاں کی آل میرے اولیاء نہیں۔ الحدیث | ۵۶۲ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب بدلہ دینے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں | ۵۶۳ |
| حدیث رشتہ جوڑنے والا وہ ہے کہ جب کاٹا جائے تو وہ جوڑے | ۵۶۳ |
| باب بچے پر مہربانی کرنا اور اسے چومنا | ۵۶۳ |
| حدیث جو بچیوں کے ساتھ آزمائش میں ڈالا جائے اور ان کے ساتھ بھلائی کرے تو وہ اس کے لیے آگ سے آڑ ہوں گی۔ | ۵۶۴ |
| حدیث جو رحم نہیں کرتا' اس پر رحم نہیں کیا جاتا | ۵۶۵ |
| حدیث ایک اعرابی سے فرمایا: میں کیا کروں جب اللہ نے تیرے دل سے رحم نکال دیا | ۵۶۵ |
| اللہ تعالیٰ بندوں پر سب سے زیادہ مہربان ہے | ۵۶۶ |
| باب | ۵۶۶ |
| حدیث اللہ نے رحمت کے سو جزء کیے' الحدیث | ۵۶۶ |
| باب انسانوں اور چوپایوں پہ مہربانی کرنا | ۵۶۷ |
| حدیث حضور کا ارشاد ایک دیہاتی سے تم نے کشادہ چیز میں پتھر بھر دیا | ۵۶۷ |
| حدیث مومن کی مثال جسم جیسی ہے | ۵۶۷ |
| حدیث جو رحم نہ کرے گا' اس پر رحم نہیں کیا جائے گا | ۵۶۸ |
| باب پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت | ۵۶۸ |
| حدیث جبرئیل مجھے مسلسل پڑوسی کے بارے میں حکم دیتے رہے' یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ اسے وارث ٹھہرائیں گے | ۵۶۸ |
| باب جس کے ضرر سے پڑوسی محفوظ نہ رہے اس کا گناہ | ۵۶۹ |
| حدیث جس کے ضرر سے پڑوسی محفوظ نہ رہے' وہ مومن نہیں | ۵۶۹ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے' وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے | ۵۶۹ |
| حدیث مضمون مذکور | ۵۷۰ |
| حدیث جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے' وہ اپنے پڑوسی اور مہمان کا اکرام کرے | ۵۷۰ |
| باب ہر نیکی صدقہ ہے | ۵۷۱ |
| حدیث مضمون مذکور | ۵۷۱ |
| باب نبی ﷺ فحش گو نہ تھے | ۵۷۱ |
| حدیث مضمون مذکور | ۵۷۱ |
| حدیث قیامت کے دن سب سے بدتر وہ ہوگا جس کے شر سے بچنے کے لیے لوگ اسے چھوڑ دیں | ۵۷۲ |
| باب اچھی عادت اور سخاوت کا بیان | ۵۷۳ |
| حدیث حضور سے جب بھی کچھ مانگا گیا تو "نہیں" کبھی نہیں فرمایا | ۵۷۳ |
| حدیث زمانہ قریب ہو جائے گا' علم گھٹا دیا جائے گا اور لالچ دلوں میں ڈال دی جائے گی | ۵۷۳ |
| حدیث حضرت انس نے کہا' رسول اللہ ﷺ نے مجھے کبھی اف نہیں کہا | ۵۷۴ |
| باب کون سی غیبت ناپسند ہے؟ | ۵۷۴ |
| "لمز" کے معنی | ۵۷۴ |
| حدیث چغل خور جنت میں نہیں جائے گا | ۵۷۵ |
| باب آپس میں حسد رکھنا منع ہے | ۵۷۵ |
| حدیث بدگمانی سے بچو' اس لیے کہ یہ سب سے جھوٹی بات ہے | ۵۷۶ |
| حدیث ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو' الحدیث | ۵۷۶ |
| باب کون سا گمان درست ہے؟ | ۵۷۶ |
| حدیث مجھے یقین نہیں کہ فلاں اور فلاں ہمارے دین کو سمجھتے ہیں | ۵۷۷ |
| باب مومن کی اپنی پردہ پوشی | ۵۷۷ |
| حدیث میری امت کے ہر فرد کو معاف کر دیا جائے گا مگر ان لوگوں کو جو علانیہ گناہ کرتے ہیں | ۵۷۷ |
| باب مسلمان سے تعلقات منقطع کرنا | ۵۷۸ |
| حدیث کسی کو حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رہے | ۵۷۸ |
| باب اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ | ۵۷۸ |
| حدیث سچ نیکی تک پہنچاتا ہے اور جھوٹ بدکاری تک | ۵۷۹ |
| باب صبر اور تکلیف کا بیان | ۵۷۹ |
| حدیث اللہ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں | ۵۷۹ |
| باب جو دوسروں کو عتاب نہ کرے | ۵۷۹ |
| حدیث حضور کی اجازت سے کچھ لوگوں نے رخصت پر عمل کیا اور کچھ لوگ اس سے الگ ہو گئے' الحدیث | ۵۷۹ |
| باب جس نے کسی مسلمان کو بغیر تاویل کے کافر کہا' وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کہا | ۵۸۰ |
| مسلمان کو کافر کہنے کا تفصیلی حکم | ۵۸۰ |
| حدیث جس نے اپنے بھائی کو کافر کہا' تو ان میں سے ایک پر لوٹا | ۵۸۲ |
| باب جس نے کلمہ کفر تاویل کی بنا پر بکا اسے جو شخص کافر نہ کہے | ۵۸۲ |
| حدیث اللہ نے تم کو اپنے باپ دادا کی قسم کھانے سے منع فرمایا | ۵۸۲ |
| باب غصے سے بچنا | ۵۸۳ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے کو قابو میں رکھے | ۵۸۳ |
| حدیث ایک شخص نے عرض کیا مجھے وصیت فرمایئے' فرمایا: غصہ مت کر' بار بار فرمایا | ۵۸۳ |
| باب حیا کا بیان | ۵۸۴ |
| حدیث حیا بھلائی ہی لاتی ہے | ۵۸۴ |
| ت لوگوں سے ملتے رہو اور دین بچاتے رہو | ۵۸۵ |
| حدیث حضور ﷺ ایک چھوٹے صاحبزادے سے فرماتے: یا اباعمیر! نغیر کیا ہوا؟ | ۵۸۵ |
| اس حدیث سے علماء نے ساٹھ ہزار مسائل اخذ کیے | ۵۸۵ |
| حدیث حضرت عائشہ نے کہا: میں اپنی سہیلیوں کے ہمراہ گڑیوں کے ساتھ کھیلتی | ۵۸۶ |
| باب لوگوں کے ساتھ نرمی کرنا | ۵۸۶ |
| ت حضرت ابودرداء نے کہا: ہم بہت سے لوگوں کو دیکھ کر مسکراتے ہیں حالانکہ ہمارے دل ان پر لعنت کرتے ہیں | ۵۸۶ |
| باب مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا | ۵۸۶ |
| حدیث مضمون مذکور | ۵۸۷ |
| باب شعر' رجز اور حدی میں کیا جائز ہے؟ | ۵۸۷ |
| حدیث بعض شعر حکمت ہوتے ہیں | ۵۸۷ |
| حدیث اے انجشہ! شیشیوں کو تیز چلانے سے چھوڑ دے | ۵۸۸ |
| باب ناپسندیدہ یہ ہے کہ انسان پر شعر اتنا غالب ہو کہ ذکر اور علم اور قرآن سے روک دے | ۵۸۸ |
| حدیث کسی کا پیٹ پیپ سے بھرے یہ بہتر ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ شعر سے بھرے | ۵۸۹ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث ایضاً | ۵۸۹ |
| حدیث آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے | ۵۹۰ |
| باب یہ نہ کہیں میرا نفس خبیث ہوگیا | ۵۹۰ |
| حدیث مضمون مذکور | ۵۹۰ |
| باب کرم مومن کا دل ہے | ۵۹۱ |
| حدیث مضمون مذکور | ۵۹۲ |
| باب اللہ تعالیٰ کو کون سا نام سب سے زیادہ پسند ہے؟ | ۵۹۲ |
| حدیث ایک شخص نے اپنے لڑکے کا نام کافر رکھا۔ الحدیث | ۵۹۳ |
| باب حزن نام رکھنے کا بیان | ۵۹۳ |
| حدیث نبی ﷺ نے حزن نام بدل کر سہل رکھا | ۵۹۳ |
| باب کسی نام کو پہلے والے کی بہ نسبت اچھے نام سے بدلنا | ۵۹۳ |
| حدیث نبی ﷺ نے ایک بچے کا نام بدل کر منذر رکھا | ۵۹۴ |
| حدیث نبی ﷺ نے ایک خاتون کا نام برہ سے بدل کر زینب رکھا | ۵۹۵ |
| باب جس نے انبیاء کے نام پر نام رکھا | ۵۹۵ |
| حدیث اگر نبی ﷺ کے بعد نبی ہونا مقدر ہوتا تو حضور کے صاحبزادے ابراہیم زندہ رہتے | ۵۹۵ |
| حدیث ابراہیم کے لیے جنت میں ایک دایہ ہے | ۵۹۵ |
| باب اللہ تعالیٰ کو سب سے ناپسند نام | ۵۹۶ |
| حدیث سب سے ذلیل نام ملک الاملاک ہے | ۵۹۶ |
| باب چھینکنے والے کا حمد کرنا | ۵۹۶ |
| حدیث نبی ﷺ کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی اس نے حمد نہیں کی یہ حضور کو ناپسند ہوا | ۵۹۶ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب چھینک پسندیدہ ہے اور جماہی ناپسندیدہ | ۵۹۷ |
| حدیث مضمون مذکور | ۵۹۷ |
| کتاب الاستیذان | ۵۹۸ |
| باب اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں اجازت لیے بغیر نہ جاؤ | ۵۹۹ |
| ت امام حسن بصری نے فرمایا: ان سے اپنی نظریں پھیر لو | ۵۹۹ |
| "خائنة الاعين" کی تفسیر | ۵۹۹ |
| ت مشتہاۃ نابالغہ کی طرف نظر کرنا جائز نہیں | ۶۰۰ |
| ت جو خریدنا نہ چاہتا ہو اسے بکنے والی باندیوں کو دیکھنا مکروہ ہے | ۶۰۰ |
| باب تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں | ۶۰۰ |
| حدیث چھوٹا بڑے کو سلام کرے | ۶۰۰ |
| باب سوار پیادہ کو سلام کرے | ۶۰۰ |
| حدیث مضمون مذکور | ۶۰۱ |
| باب استیذان دیکھنے سے بچنے کے لیے | ۶۰۱ |
| حدیث ایک شخص نے نبی ﷺ کے حجرے میں جھانک کر دیکھا | ۶۰۱ |
| باب شرمگاہ کے علاوہ دوسرے اعضاء کا زنا | ۶۰۲ |
| حدیث آنکھ کا زنا دیکھنا ہے۔ الحدیث | ۶۰۲ |
| باب جب کسی کو بلایا جائے تو کیا وہ بھی اجازت لے گا؟ | ۶۰۳ |
| ت بلانا اذن ہے | ۶۰۳ |
| حدیث رسول اللہ ﷺ نے اصحاب صفہ کو بلایا' الحدیث | ۶۰۳ |
| باب بچوں کو سلام کرنا | ۶۰۴ |
| حدیث نبی ﷺ بچوں کو سلام کرتے تھے | ۶۰۴ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب کسی نے پوچھا کون؟ اس نے کہا: میں | ۶۰۴ |
| حدیث نبی ﷺ نے اس کو ناپسند فرمایا | ۶۰۴ |
| باب جو گناہ میں مبتلا ہو اسے کوئی سلام نہ کرے' اور گنہ گار کی توبہ کب ظاہر ہوگی؟ | ۶۰۴ |
| ت شراب پینے والے کو سلام نہ کرے | ۶۰۵ |
| باب ذمی کے سلام کا جواب کیسے دے؟ | ۶۰۵ |
| حدیث ذمی کے سلام کے جواب میں "کہے "وعليك" | ۶۰۵ |
| حدیث اہل کتاب کے سلام کے جواب میں کہو "وعليك" | ۶۰۶ |
| باب مصافحہ کا بیان | ۶۰۶ |
| حدیث صحابہ کرام میں مصافحہ رائج تھا | ۶۰۶ |
| حدیث نبی ﷺ حضرت عمر کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے | ۶۰۷ |
| باب مصافحے میں دونوں ہاتھوں کا پکڑنا | ۶۰۷ |
| ت حماد بن زید نے ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا | ۶۰۷ |
| باب جب کہا جائے کہ مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو | ۶۰۷ |
| حدیث مضمون مذکور | ۶۰۸ |
| باب ہاتھ سے احتباء کا بیان | ۶۰۸ |
| حدیث رسول اللہ ﷺ کعبہ کے صحن میں احتباء کیے بیٹھے تھے | ۶۰۸ |
| باب جو کسی سے ملاقات کے لیے گیا اور وہاں قیلولہ کیا | ۶۰۸ |
| حدیث نبی ﷺ جہاں جاتے وہیں قیلولہ فرماتے | ۶۰۸ |
| حضرت ام سلیم پسینہ مبارکہ کو جمع فرماتیں | ۶۰۹ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب چت لیٹنا | ۶۰۹ |
| حدیث رسول اللہ ﷺ مسجد میں چت لیٹے ہوئے تھے | ۶۰۹ |
| باب مجلس میں جب تین شخص ہوں تو دو کو سرگوشی کرنا جائز نہیں | ۶۱۰ |
| باب راز محفوظ رکھنا | ۶۱۰ |
| حدیث حضرت انس کو ایک راز بتایا' انہوں نے کسی کو نہیں بتایا | ۶۱۱ |
| حدیث تین آدمی ہوں تو دو آدمی سرگوشی نہ کریں | ۶۱۱ |
| حدیث مضمون مذکور | ۶۱۱ |
| باب سوتے وقت گھر میں آگ نہ چھوڑی جائے | ۶۱۲ |
| حدیث مضمون مذکور | ۶۱۲ |
| حدیث یہ آگ تمہاری دشمن ہے جب سو جاؤ تو بجھا دو | ۶۱۲ |
| باب بڑے ہونے کے بعد ختنہ کرنا | ۶۱۲ |
| حدیث نبی ﷺ کے وصال کے وقت حضرت ابن عباس کا ختنہ نہیں ہوا تھا | ۶۱۲ |
| عرب والے بالغ ہونے سے پہلے ختنہ نہیں کرتے تھے | ۶۱۲ |
| حضرت ابن عباس کی ولادت شعب ابی طالب میں ہوئی | ۶۱۳ |
| باب عمارت بنانے کے بارے میں | ۶۱۳ |
| حدیث حضرت ابن عمر نے کہا' میں نے اپنے ہاتھ سے گھر بنایا | ۶۱۳ |
| حدیث حضرت ابن عمر نے فرمایا: نبی ﷺ کے بعد میں نے کوئی اینٹ اینٹ پر نہیں رکھی اور نہ کوئی کھجور کا درخت بویا | ۶۱۳ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| **کتاب الدعوات** | ۶۱۵ |
| باب مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا | ۶۱۵ |
| حدیث جو اللہ سے سوال نہ کرے' اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے | ۶۱۵ |
| حدیث اللہ تعالیٰ سوال کو پسند فرماتا ہے | ۶۱۵ |
| حدیث اللہ تعالیٰ گڑگڑا کر دعا کرنے والے کو دوست رکھتا ہے | ۶۱۶ |
| حدیث دعا کرنا عبادت ہے | ۶۱۶ |
| حدیث دعا عبادت کا مغز ہے | ۶۱۶ |
| باب ہر نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہے | ۶۱۶ |
| حدیث میں نے اپنی دعا محفوظ رکھی ہے' آخرت میں اپنی امت کی شفاعت کے لیے | ۶۱۶ |
| حدیث ایضاً | ۶۱۷ |
| باب افضل الاستغفار | ۶۱۷ |
| آیت میں تسامح | ۶۱۷ |
| حدیث سید الاستغفار | ۶۱۸ |
| اور اس کی فضیلت | ۶۱۸ |
| باب نبی ﷺ کا استغفار | ۶۱۸ |
| حدیث فرمایا روزانہ میں ستر بار سے زیادہ استغفار کرتا ہوں | ۶۱۸ |
| باب توبہ کا بیان | ۶۱۹ |
| حدیث مومن اپنے گناہ کو ایسا دیکھتا ہے گویا پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے | ۶۱۹ |
| توبہ کرنے والے کی ایک بہترین تمثیل | ۶۲۰ |
| حدیث ایضاً | ۶۲۰ |
| باب سوتے وقت کیا پڑھے؟ | ۶۲۱ |
| حدیث سونے کے وقت کی دعا | ۶۲۱ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب | ۶۲۱ |
| حدیث آیت "ولا تجهر بصلوتك" دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے | ۶۲۲ |
| باب نماز کے بعد کی دعا | ۶۲۳ |
| حدیث ہر نماز کے بعد دس دس بار تسبیح، تحمید، تکبیر پڑھ لیا کریں | ۶۲۳ |
| باب اور ان کے حق میں دعاء خیر کرو | ۶۲۳ |
| حدیث حضرت انس کے لیے دعا اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر اور جو دیا ہے اس میں برکت عطا فرما | ۶۲۴ |
| باب دعا میں سجع مکروہ ہے | ۶۲۴ |
| حدیث حضرت ابن عباس نے فرمایا: لوگوں سے ہر ہفتے ایک بار حدیث بیان کرو | ۶۲۴ |
| باب قطعی طور پر سوال کرو | ۶۲۵ |
| حدیث یوں دعا نہ مانگے اگر چاہے دے | ۶۲۵ |
| حدیث ایضاً | ۶۲۶ |
| باب دعا میں جب تک جلدی نہ کی جائے قبول ہوتی ہے | ۶۲۶ |
| حدیث مضمون مذکور | ۶۲۶ |
| باب بے چینی کے وقت کی دعا | ۶۲۷ |
| حدیث مضمون مذکور | ۶۲۷ |
| باب بلا کی مشقت سے پناہ مانگنا | ۶۲۷ |
| حدیث حضور اس سے پناہ مانگا کرتے تھے | ۶۲۷ |
| باب حضور کی دعا اے اللہ! اگر میں کسی کو ایذا دوں تو اسے اس کے گناہوں کے لیے کفارہ کر دے | ۶۲۸ |
| حدیث مضمون مذکور | ۶۲۸ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب فتنوں سے پناہ مانگنا | ۶۲۹ |
| حدیث ایک بار لوگوں نے سوالوں کی بھرمار کر دی۔ الحدیث | ۶۲۹ |
| جنت دوزخ میرے سامنے پیش کی گئی | ۶۲۹ |
| باب عذاب قبر سے پناہ مانگنا | ۶۳۱ |
| ام خالد بنت خالد | ۶۳۱ |
| باب گناہ اور قرض سے پناہ مانگنا | ۶۳۱ |
| حدیث اللهم انی اعوذبك من الكسل والهرم | ۶۳۱ |
| باب اے اللہ! میرے لیے بخش دے جو میں نے آگے کیا اور جو میں نے بعد میں کیا | ۶۳۲ |
| اللهم اغفرلی خطایای وعمدی کی توجیہ | ۶۳۳ |
| باب تہلیل کی فضیلت | ۶۳۴ |
| باب تسبیح کی فضیلت | ۶۳۵ |
| لفظ سبحن کی تحقیق | ۶۳۶ |
| وزن اعمال کی بحث | ۶۳۶ |
| معتزلہ کا رد | ۶۳۷ |
| اعمال کا وزن ہو گا یا صحائف کا | ۶۳۸ |
| کیفیت میزان | ۶۳۸ |
| باب اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت | ۶۳۹ |
| حدیث اللہ کے کچھ فرشتے ہیں جو اہل ذکر کی تلاش میں گھومتے رہتے ہیں | ۶۴۰ |
| باب اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو نام ہیں | ۶۴۲ |
| حدیث اللہ وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے | ۶۴۲ |
| باب وقفے وقفے کے بعد نصیحت کرنا | ۶۴۲ |
| **کتاب الرقاق** | ۶۴۴ |
| باب کوئی زندگی نہیں آخرت کی زندگی کے سوا | ۶۴۴ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث دو نعمت ایسی ہیں تندرستی اور فراغ' الحدیث | ۶۴۴ |
| باب دنیا میں یوں رہ گویا تو مسافر ہے | ۶۴۴ |
| باب آرزو اور دنیائے آرزو کے بیان میں | ۶۴۵ |
| حدیث ابناء آخرت سے ہونا' ابناء دنیا سے مت ہونا | ۶۴۵ |
| باب جو ساٹھ سال کا ہو جائے اس کا عذر قبول نہیں | ۶۴۷ |
| باب بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے | ۶۴۸ |
| باب مال کے فتنے سے بچا جائے | ۶۴۹ |
| حدیث ابن آدم کا پیٹ مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھرے گی | ۶۵۰ |
| باب جتنا مال آگے بھیج دیا جائے وہ اس کا ہے | ۶۵۱ |
| باب نفس کا غنیٰ' غنیٰ ہے | ۶۵۲ |
| باب نبی ﷺ اور صحابہ کی زندگی | ۶۵۲ |
| حدیث دودھ کے کثیر ہونے کا معجزہ | ۶۵۲ |
| حدیث عہد نبوی میں عسرت کا بیان | ۶۵۶ |
| حدیث بستر مبارک چمڑے کا تھا' جس میں کھجور کے ریشے بھرے تھے | ۶۵۶ |
| حدیث کاشانہ اقدس میں ایک ایک مہینے تک آگ نہیں جلتی تھی | ۶۵۶ |
| باب میانہ روی اور عمل پر پابندی کا بیان | ۶۵۶ |
| ایک اشکال کا حل | ۶۵۷ |
| حدیث اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب وہ عمل ہے جس پر پابندی کی جائے | ۶۵۸ |
| باب زبان کی حفاظت کرنا | ۶۵۸ |
| باب گناہوں سے باز رہنا | ۶۵۹ |
| باب اس ارشاد کا بیان جو میں جانتا ہوں اگر تم لوگ جانتے تو کم ہنستے | ۶۶۰ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب جہنم خواہشات سے گھرا ہوا ہے | ۶۶۰ |
| باب جنت اور جہنم تمہارے قریب ہیں | ۶۶۱ |
| باب اس کی جانب دیکھو جو تم سے کم درجہ کا ہو | ۶۶۱ |
| باب جس نے کسی نیکی اور برائی کا ارادہ کیا | ۶۶۱ |
| باب چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بچنا | ۶۶۲ |
| باب امانت کا اٹھ جانا | ۶۶۳ |
| باب ریا اور سمعہ کا بیان | ۶۶۴ |
| باب تواضع کا بیان | ۶۶۵ |
| حدیث میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے | ۶۶۵ |
| اس حدیث پر جرح اور اس کا جواب | ۶۶۷ |
| سلف کے عرف میں تشیع کا معنیٰ | ۶۶۷ |
| میاں نذیر حسین کی جہالت | ۶۶۷ |
| اس حدیث کے راویوں کی تعداد | ۶۶۷ |
| اس حدیث کی توجیہ | ۶۶۸ |
| ولی کا معنیٰ | ۶۶۹ |
| یہ حدیث متشابہات سے ہے | ۶۷۰ |
| اس حدیث کی آٹھ توجیہات | ۶۷۱ |
| "وما ترددت عن شئی" کی توجیہ | ۶۷۱ |
| باب قیامت مثل ان دونوں کے قریب ہے | ۶۷۳ |
| باب | ۶۷۴ |
| حدیث سورج کا مغرب سے طلوع ہونا | ۶۷۴ |
| باب جو اللہ کی ملاقات پسند کرتا ہے | ۶۷۵ |
| باب موت کی شدت کا بیان | ۶۷۶ |
| حدیث جب کوئی مر جاتا ہے تو اپنے ٹھکانے پر صبح و شام پیش کیا جاتا ہے | ۶۷۸ |
| باب صور پھونکنے کا بیان | ۶۷۹ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| صور دو بار پھونکا جائے گا | ۶۷۹ |
| باب اللہ تعالیٰ زمین کو مٹھی میں لے لے گا | ۶۸۰ |
| باب حشر کیسے ہوگا؟ | ۶۸۲ |
| حدیث یہ امت جنتیوں کی آدھی ہوگی | ۶۸۳ |
| باب قیامت کے دن بدلہ | ۶۸۵ |
| باب جنت میں بغیر حساب ستر ہزار داخل ہوں گے | ۶۸۶ |
| باب جنت دوزخ کا بیان | ۶۸۸ |
| **کتاب الحوض** | ۶۹۵ |
| حدیث کچھ لوگ حوض کی طرف آئیں گے پھر میرے قریب سے کھینچ لیے جائیں گے | ۶۹۵ |
| حدیث میرا حوض اتنا بڑا ہے جتنی جرباء اور اذرح کے درمیان مسافت ہے | ۶۹۶ |
| اس باب کی مختلف احادیث کے درمیان تطبیق | ۶۹۶ |
| حدیث میرے حوض کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے | ۶۹۷ |
| حدیث حوض میں ستاروں کے برابر لوٹے ہیں | ۶۹۷ |
| حدیث جو میرے حوض سے پی لے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا | ۶۹۸ |
| **کتاب القدر** | ۷۰۳ |
| باب اللہ کے علم کے مطابق علم سوکھ چکا | ۷۰۳ |
| باب اور اللہ کا کلام مقرر تقدیر ہے | ۷۰۴ |
| حدیث حضور نے ایسا خطبہ دیا جس میں قیامت تک کی کسی چیز کا ذکر نہیں چھوڑا | ۷۰۴ |
| باب منت تقدیر ہی کی طرف ڈال دیتی ہے | ۷۰۵ |
| باب معصوم وہ ہے جسے اللہ بچائے | ۷۰۵ |
| حدیث ہر خلیفہ کے دو اندرونی کارگزار ہوتے ہیں | ۷۰۶ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب جس بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا-الایۃ | ۷۰۶ |
| باب انسان اور اس کے دل میں حائل ہو جاتا ہے | ۷۰۷ |
| باب ہمیں نہیں پہنچتی مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لیے کیا | ۷۰۷ |
| **کتاب الایمان والنذور** | ۷۰۹ |
| باب اللہ ان قسموں میں نہیں پکڑتا جو بے ارادہ زبان سے نکل جائیں | ۷۰۹ |
| قسم کی تین قسمیں ہیں | ۷۰۹ |
| حدیث قسم توڑنا بہتر ہو تو توڑ دے | ۷۱۰ |
| باب نبی علیہ السلام کی قسمیں کیسی تھیں؟ | ۷۱۱ |
| باب اپنے باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ | ۷۱۲ |
| باب یمین غموس کا بیان | ۷۱۴ |
| باب جب کہا بخدا! میں بات نہ کروں گا۔ پھر نماز پڑھی | ۷۱۴ |
| باب نبیذ نہ پینے کی قسم کھائی، پھر طلاء پی لیا | ۷۱۶ |
| باب منت طاعت ہی میں ہے | ۷۱۷ |
| باب جس کا مالک نہ ہو اس کی منت ماننا | ۷۱۸ |
| باب کچھ دنوں کے روزے رکھنے کی منت مانی | ۷۱۹ |
| اتفاق سے یوم النحر یا یوم الفطر پڑ گیا | ۷۱۹ |
| قسموں کے کفارہ کا بیان | ۷۲۰ |
| کفارے کی ترتیب | ۷۲۲ |
| باب مدینے کے صاع اور نبی علیہ السلام کے مد کا بیان | ۷۲۳ |
| باب مدبر اور ام ولد اور مکاتب کا کفارے میں آزاد کرنا | ۷۲۵ |
| **کتاب الفرائض** | ۷۲۵ |
| باب تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تم کو حکم دیتا ہے | |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| سورۃ النساء میں بارہ اصناف کی میراث مذکور ہے | ۷۲۵ |
| مقررہ حصص پانچ ہیں | ۷۲۶ |
| کلالہ کی تفسیر | ۷۲۶ |
| باب فرائض کا سیکھنا | ۷۲۶ |
| باب ہمارا کوئی وارث نہیں، ہمارا ترکہ صدقہ ہے، اس پر اشکال کا جواب | ۷۲۷ |
| باب بیٹے کی میراث کا بیان | ۷۲۹ |
| حدیث عصبہ میں الاقرب فالاقرب راجح ہے | ۷۳۰ |
| باب لڑکیوں کی میراث کا بیان | ۷۳۰ |
| باب پوتوں کی میراث کا بیان | ۷۳۱ |
| بیٹے کی موجودگی میں پوتوں کے محجوب ہونے کی علت | ۷۳۲ |
| باب بیٹی کے ساتھ پوتی کی میراث | ۷۳۳ |
| باب باپ اور بھائیوں کے ساتھ دادا کی میراث | ۷۳۴ |
| باب زوجین کی میراث بیٹوں وغیرہ کے ساتھ | ۷۳۶ |
| باب کسی عورت نے چچا کے دو لڑکوں کو چھوڑا ان میں سے ایک اخیافی بھائی ہے اور دوسرا شوہر | ۷۳۷ |
| باب ملاعنہ کی میراث کا بیان | ۷۳۸ |
| باب ولاء اس کے لیے جس نے آزاد کیا | ۷۳۹ |
| باب جو کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا | ۷۴۰ |
| باب قوم کا آزاد کردہ غلام انہیں میں سے ہے | ۷۴۱ |
| باب قیدی کی میراث | ۷۴۲ |
| **کتاب الحدود** | ۷۴۳ |
| حدود کفارہ ہیں | ۷۴۳ |
| شراب پینے کی حد | ۷۴۴ |
| باب شرابی کو کھجور کی ٹہنی اور جوتے سے مارنا | ۷۴۵ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث حضرت عمر نے شراب کی حد چالیس سے اسی تک مقرر فرمائی | ۷۴۶ |
| باب شرابی کو لعنت کرنا منع ہے | ۷۴۶ |
| برا نام رکھنے کا حکم | ۷۴۷ |
| باب چور چوری کرتے وقت مسلمان رہتا ہے یا نہیں؟ | ۷۴۸ |
| باب بغیر نام لیے ہوئے چور پر لعنت کرنا | ۷۴۹ |
| باب چور کے ہاتھ کاٹو | ۷۴۹ |
| چور کا ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے؟ | ۷۵۰ |
| کتنی مقدار کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا؟ | ۷۵۱ |
| باب چور کی توبہ کا بیان | ۷۵۲ |
| **کتاب المحاربین من اھل الکفر والردۃ** | ۷۵۳ |
| باب محصن کو سنگسار کرنا | ۷۵۳ |
| محصن کے معنی | ۷۵۳ |
| حدیث رسول اللہ ﷺ نے رجم فرمایا | ۷۵۵ |
| باب پاگل کو سنگسار نہیں جائے گا | ۷۵۵ |
| باب عیدگاہ میں سنگسار کرنا | ۷۵۶ |
| ماعز اسلمی کی حضور نے نماز جنازہ پڑھی | ۷۵۷ |
| باب گناہ کر کے فتویٰ پوچھنے آیا تو کیا حکم ہے؟ | ۷۵۸ |
| باب زنا کے معترف کا حکم | ۷۵۹ |
| باب زنا سے حاملہ محصنہ کو سنگسار کرنا | ۷۶۰ |
| حدیث رجم حق اور ثابت ہے | ۷۶۱ |
| حضرت صدیق اکبر کی بیعت کی تفصیل | ۷۶۱ |
| سقیفہ بنی ساعدہ کی بحث اور فیصلہ | ۷۶۱ |
| حضرت صدیق اکبر کی بیعت اچانک تھی اس کی توجیہ | ۷۶۷ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حضرت علی کی یہ خواہش تھی کہ انہیں خلیفہ بنایا جائے | ۷۷۰ |
| سقیفہ بن ساعدہ پر رافضیوں کے اعتراض کا جواب | ۷۷۱ |
| باب کنوارے زانی کو کوڑا مارا جائے اور جلاوطن بھی کیا جائے | ۷۷۳ |
| باب سزا اور ادب کتنا دیا جائے؟ | ۷۷۵ |
| صحیح یہ ہے کہ تعزیر کی کوئی حد نہیں | ۷۷۶ |
| باب غلاموں پر زنا کی تہمت لگانا | ۷۷۷ |
| **کتاب الدیات** | ۷۷۹ |
| حدیث قتل ناحق کی وعید | ۷۷۹ |
| باب جس نے اسے زندہ رکھا | ۷۸۰ |
| باب جان کے عوض جان | ۷۸۱ |
| باب جو کسی مسلمان کے خون کا بغیر حق کے طلبگار ہو | ۷۸۱ |
| باب جس نے بادشاہ کے بغیر اپنا حق لے لیا | ۷۸۳ |
| باب کسی نے کسی کو دانت کاٹا اور اس کے دانت جھڑ گئے | ۷۸۴ |
| باب انگلیوں کی دیت کا بیان | ۷۸۵ |
| باب ایک قوم کسی ایک شخص کو مارے یا زخمی کرے تو کیا حکم ہے؟ | ۷۸۵ |
| باب قسامت کا بیان | ۷۸۸ |
| قسامت کے سلسلے میں ایک بحث | ۷۸۹ |
| قسامت میں جھوٹی قسم کھانے والوں کا وبال | ۷۹۲ |
| رؤس اجناد کی تفصیل | ۷۹۳ |
| قسامت کے سلسلے میں مذاہب | ۷۹۵ |
| ایک اشکال اور اس کا جواب | ۷۹۶ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب حمل ساقط کرنے کا حکم | ۷۹۷ |
| باب جنین کی دیت باپ اور اس کے عصبہ پر ہے | ۷۹۸ |
| باب جس نے غلام یا بچے کو کام کرنے کیلئے مانگا | ۷۹۹ |
| باب جانوروں کی جنایت پر کچھ نہیں | ۸۰۰ |
| **کتاب استتابة المعاندین والمرتدین** | ۸۰۲ |
| مرتد ایمان لائے تو قبل ارتداد کے اعمال حسنہ اکارت ہی رہیں گے | ۸۰۲ |
| باب مرتد کا حکم | ۸۰۳ |
| باب جو ذمی وغیرہ شان رسالت میں کنایۃً گستاخی کریں | ۸۰۵ |
| باب خوارج اور ملحدین سے قتال | ۸۰۷ |
| خوارج بدترین خلق ہیں | ۸۰۸ |
| تالیف قلب کے لیے خوارج سے قتال نہ کرنا | ۸۰۸ |
| خوارج دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے، یہ پینتیس صحابہ کرام سے مروی ہے | ۸۰۹ |
| **کتاب الاکراہ** | ۸۱۰ |
| باب مگر وہ جو مجبور کیا جائے مگر اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہے | ۸۱۱ |
| اکراہ کے معنی | ۸۱۱ |
| باب مکرہ کا نکاح جائز نہیں | ۸۱۳ |
| احناف کے یہاں مکرہ کا نکاح صحیح ہے | ۸۱۴ |
| باب غلام کو ہبہ کرنے یا بیچنے پر مجبور کیا گیا | ۸۱۴ |
| امام بخاری کی احناف پر مہربانی اور اس پر ہماری عرض | ۸۱۴ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب جب عورت کو زنا پر مجبور کیا جائے تو اس پر حد نہیں | ۸۱۵ |
| باب کسی کا اپنے ساتھی کے بارے میں یہ قسم کھانا کہ یہ میرا بھائی ہے | ۸۱۶ |
| احناف پر مہربانی اور اس پر ہماری عرض | ۸۱۷ |
| **کتاب الحیل** | ۸۱۹ |
| حیلے کا ثبوت | ۸۱۹ |
| باب حیلوں کو چھوڑنے کا بیان | ۸۲۱ |
| باب نماز کے اندر حیلے کا بیان | ۸۲۱ |
| باب زکوٰۃ سے بچنے کے حیلوں کا بیان | ۸۲۳ |
| امام بخاری کی احناف پر پہلی مہربانی اور ہماری ناز برداری | ۸۲۳ |
| دوسری مہربانی اور ناز برداری | ۸۲۴ |
| تیسری مہربانی اور ناز برداری | ۸۲۵ |
| چوتھی مہربانی اور ناز برداری | ۸۲۵ |
| باب بیوع میں حیلہ کا مکروہ ہونا | ۸۲۶ |
| باب بیوع میں دھوکہ سے ممانعت ہے | ۸۲۷ |
| باب جب کسی لونڈی پر غصب کیا اور دعویٰ کیا کہ وہ مر گئی | ۸۲۷ |
| پانچویں مہربانی اور ناز برداری | ۸۲۸ |
| باب نکاح میں حیلہ کا بیان | ۸۲۹ |
| چھٹی مہربانی اور اس کی ناز برداری | ۸۲۹ |
| قاضی کا فیصلہ ظاہراً باطناً نافذ ہے یا نہیں؟ | ۸۳۰ |
| باب ہبہ اور شفعہ میں حیلہ کا بیان | ۸۳۱ |
| امام بخاری کی احناف پر ساتویں مہربانی اور اس کی ناز برداری | ۸۳۱ |
| آٹھویں مہربانی اور اس کی ناز برداری | ۸۳۲ |
| نویں مہربانی اور اس کی ناز برداری | ۸۳۳ |
| دسویں مہربانی اور اس کی ناز برداری | ۸۳۳ |
| باب عامل کا ہدیہ وصول کرنے کے لیے حیلہ کرنا | ۸۳۴ |
| امام بخاری کی گیارہویں مہربانی اور اس کی ناز برداری | ۸۳۴ |
| **کتاب التعبیر** | ۸۳۶ |
| باب نیک لوگوں کے خواب | ۸۳۸ |
| حدیث اچھا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک ہے | ۸۳۹ |
| اس مضمون کی مختلف احادیث اور ان کی توجیہ | ۸۳۹ |
| باب خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں | ۸۴۰ |
| حدیث اپنا خواب دیکھے تو بیان کرے برا خواب دیکھے تو کسی سے نہ بتائے | ۸۴۰ |
| باب اچھا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے | ۸۴۱ |
| باب بشارت دینے والے خواب | ۸۴۲ |
| باب قیدیوں، فسادیوں اور مشرکین کے خواب | ۸۴۲ |
| باب جس نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا | ۸۴۵ |
| باب رات کے خواب کا بیان | ۸۴۸ |
| باب دن کا خواب | ۸۴۹ |
| باب خواب میں بیڑی دیکھنے کا بیان | ۸۴۹ |
| خواب کے اقسام | ۸۵۱ |
| یہ خواب دیکھا کہ اس نے کسی بستی سے کچھ نکال کر دوسری جگہ رکھ دیا | ۸۵۳ |
| باب جو جھوٹا خواب بیان کرے | ۸۵۳ |
| باب جب ناپسندیدہ خواب دیکھے تو کسی کو نہ بتائے | ۸۵۵ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب جس کا یہ اعتقاد ہو کہ پہلے معبر کی تعبیر لازم ہے | ۸۵۶ |
| حدیث خلفاء ثلاثہ کی خلافت کی طرف اشارہ | ۸۵۷ |
| **کتاب الفتن** | ۸۶۱ |
| باب میرے بعد تم لوگ کچھ ایسی باتیں دیکھو گے جو تمہیں ناپسند ہوں گی | ۸۶۱ |
| حدیث جو جماعت سے بالشت بھر بھی جدا ہو وہ جاہلیت کی موت مرے گا | ۸۶۱ |
| فتنوں کا ظاہر ہونا | ۸۶۲ |
| باب ہر بعد والا زمانہ پہلے سے بدتر ہوگا | ۸۶۳ |
| باب ہم پر جو ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں | ۸۶۴ |
| باب جب دو مسلمان تلواروں سے لڑیں | ۸۶۵ |
| باب فتنے کے زمانے میں دیہات میں رہنا | ۸۶۷ |
| باب | ۸۶۸ |
| باب جب اللہ کسی قوم پر عذاب نازل فرمائے | ۸۶۹ |
| باب حضرت حسن سے ارشاد "یہ میرا بیٹا صلح کرائے گا" | ۸۶۹ |
| باب جب کسی کے منہ پر کچھ کہے باہر نکل کر کچھ اور کہے | ۸۷۰ |
| حدیث نفاق صرف عہد رسالت تک تھا | ۸۷۲ |
| باب قیامت نہیں قائم ہوگی جب تک قبر والوں پر رشک نہیں کیا جائے گا | ۸۷۲ |
| باب زمانے کا بدل جانا یہاں تک کہ بت پوجا جائے | ۸۷۳ |
| باب آگ کا نکلنا | ۸۷۴ |
| حدیث عنقریب فرات سونے کا خزانہ کھولے گی | ۸۷۴ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب | ۸۷۵ |
| حدیث قیامت سے پہلے، تیس کے قریب دجال پیدا ہوں گے | ۸۷۵ |
| باب دجال کا بیان | ۸۷۶ |
| مدعی الوہیت سے خرق عادت کا صدور ممکن ہے مگر مدعی نبوت سے نہیں | ۸۷۷ |
| حدیث دجال کے وقت مدینے میں منافق بھی ہوں گے اور کافر بھی | ۸۷۷ |
| **کتاب الاحکام** | ۸۸۰ |
| احکام کی تعریف | ۸۸۰ |
| باب اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، الآیۃ | ۸۸۰ |
| "اولوالامر" کون ہیں؟ | ۸۸۰ |
| عالم کون ہیں؟ | ۸۸۱ |
| باب امراء قریش سے ہوں گے | ۸۸۱ |
| حدیث "الائمۃ من قریش" معنی مشہور ہے | ۸۸۱ |
| مسٹر ابوالکلام کا رد | ۸۸۲ |
| باب امارت کی لالچ ناپسندیدہ ہے | ۸۸۳ |
| باب جو حاکم رعایا کے ساتھ خیر خواہی نہ کرے | ۸۸۳ |
| باب راستہ چلتے ہوئے فیصلہ کرنا اور فتویٰ دینا | ۸۸۴ |
| باب جس کی سزا قتل ہو اس کا حکم اس کا حاکم دے گا | ۸۸۵ |
| باب غصے کی حالت میں فیصلہ کرنا یا فتویٰ دینا | ۸۸۶ |
| باب قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ | ۸۸۶ |
| باب خط مختوم پر شہادت | ۸۸۷ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| وقال بعض الناس | ۸۸۸ |
| حدیث کتاب القاضی الی القاضی پر عمل درآمد | ۸۹۱ |
| کتاب القاضی الی القاضی ہمارے یہاں حدود میں معتبر نہیں | ۸۹۲ |
| باب کوئی شخص کب قاضی بنائے جانے کے لائق ہوگا؟ | ۸۹۲ |
| قاضی کے شرائط | ۸۹۳ |
| قاضی مقرر کرنا کس کا کام ہے؟ | ۸۹۴ |
| حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما الصلوۃ والسلام کے فیصلے | ۸۹۴ |
| باب حاکم اور عاملین کی تنخواہ | ۸۹۴ |
| باب مسجد میں فیصلہ کرانا اور لعان کرانا | ۸۹۵ |
| باب مسجد میں فیصلہ کرنا | ۸۹۸ |
| مسجد میں حد قائم کرنے کی اجازت نہیں | ۸۹۹ |
| باب حاکم ہی کسی معاملے کا گواہ ہو تو کیا حکم ہے | ۸۹۹ |
| باب حاکم کی دعوت قبول کرنا | ۹۰۰ |
| باب آزاد شدہ غلاموں کو قاضی اور عامل بنانا | ۹۰۴ |
| باب بادشاہ کے منہ پر اس کی تعریف کرنا اور پیٹھ پیچھے اس کے خلاف کہنا | ۹۰۵ |
| حدیث حضرت عمر نے فرمایا: اس کو ہم نفاق شمار کرتے تھے | ۹۰۵ |
| باب حکام کا ترجمہ کرنے والا | ۹۰۶ |
| ت نبی ﷺ نے زید بن ثابت کو حکم دیا کہ یہودیوں کا خط سیکھیں | ۹۰۶ |
| باب امام لوگوں سے کیسے بیعت لے؟ | ۹۰۶ |
| حدیث حضرت ابن عمر کی عبدالملک سفاک کی بیعت | ۹۰۸ |
| حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی تفصیل | ۹۰۹ |
| حضرت عمر نے چھ افراد کے سپرد یہ کام کیا تھا | ۹۱۰ |
| باب کسی کو اپنے بعد خلیفہ بنانے کا بیان | ۹۱۱ |
| حدیث حضرت عمر کی احتیاط | ۹۱۱ |
| حدیث حضرت ابوبکر کی بیعت عامہ | ۹۱۲ |
| خلیفہ کی تقرری تین طریقے سے ہوتی ہے | ۹۱۳ |
| حدیث وفد بزاخہ | ۹۱۴ |
| باب | ۹۱۵ |
| حدیث بارہ امیر ہوں گے | ۹۱۵ |
| اس حدیث کے مختلف الفاظ | ۹۱۵ |
| اس حدیث کی مختلف توجیہات | ۹۱۶ |
| **کتاب التمنی** | ۹۱۸ |
| باب تمنا کا بیان | ۹۱۸ |
| تمنا کا معنی | ۹۱۸ |
| حدیث شہادت کی تمنا | ۹۱۸ |
| **کتاب الاخبار الاحاد** | ۹۱۹ |
| اخبار آحاد کا بیان | ۹۱۹ |
| ایک سچے شخص کی خبر کے معتبر ہونے کا بیان | ۹۱۹ |
| اس پر امام بخاری کے استدلالات | ۹۱۹ |
| خبر واحد کے سلسلے میں ہمارا مذہب | ۹۲۰ |
| **کتاب الاعتصام** | ۹۲۱ |
| باب کتاب وسنت کو مضبوطی کے ساتھ تھامنا | ۹۲۱ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کا بیان | ۹۲۲ |
| حدیث جب تک میں تم کو چھوڑے رہوں مجھ سے سوال نہ کرنا | ۹۲۳ |
| باب کثرت سے سوال کرنا اور لایعنی باتوں میں پڑنا ناپسندیدہ ہے | ۹۲۳ |
| حدیث سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس کے پوچھنے کی بناء پر کوئی چیز حرام کر دی گئی | ۹۲۳ |
| اصل اشیاء میں اباحت ہے | ۹۲۴ |
| حدیث ہم تکلف سے منع کیے گئے | ۹۲۵ |
| حدیث لوگ یہ سوال کرتے رہیں گے ہر چیز کو اللہ نے پیدا کیا اور اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ | ۹۲۵ |
| اس کا جواب | ۹۲۵ |
| باب رائے اور متکلف قیاس کی برائی | ۹۲۶ |
| حدیث علم سینے سے نہیں نکالا جائے گا' ہاں علماء کے اٹھانے کے ساتھ اٹھایا جائے گا | ۹۲۷ |
| قیاس کی کس کو اجازت ہے؟ | ۹۲۷ |
| باب نبی ﷺ رائے اور قیاس سے کچھ نہیں کہتے تھے | ۹۲۸ |
| اس بات کی بناء پر امام بخاری پر تعقب | ۹۲۸ |
| حضور ﷺ کے ارشادات قیاس نہیں ہیں | ۹۲۹ |
| حضور ﷺ سے خطائے اجتہادی نہیں ہوئی | ۹۲۹ |
| امام بخاری پر تعقب | ۹۲۹ |
| باب حاکم جب اجتہاد کرے تو اس کا ثواب | ۹۳۰ |
| حدیث مضمون مذکور | ۹۳۰ |
| باب نبی ﷺ کا انکار نہ کرنا حجت ہے | ۹۳۰ |
| کل یا اکثر صحابہ کرام کے سامنے جو کام ہوا اور کسی نے انکار نہیں کیا' یہ بھی حجت ہے | ۹۳۰ |
| ابن صیاد دجال ہے یا نہیں؟ | ۹۳۱ |
| باب اہل کتاب سے کچھ نہ پوچھو | ۹۳۱ |
| حضرت معاویہ کی کعب احبار پر تنقید | ۹۳۱ |
| وقائع اور اخبار میں اہل کتاب کی باتیں سننے میں کوئی حرج نہیں | ۹۳۲ |
| امام ابن اسحاق پر تھانوی صاحب کی ایک جرح کا رد | ۹۳۲ |
| باب ان کا کام آپس میں مشورہ کرنا ہے | ۹۳۲ |
| **کتاب الرد علی الجهمیة وغیرهم التوحید** | ۹۳۵ |
| توحید و شرک کے معنی | ۹۳۵ |
| باطل فرقوں کا رد | ۹۳۵ |
| باب نبی ﷺ نے توحید کی دعوت دی | ۹۳۶ |
| حدیث سورۂ اخلاص کی فضیلت | ۹۳۶ |
| یہ سورہ ثلث قرآن ہے | ۹۳۷ |
| باب اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی کو اپنے غیب پر مسلط نہیں فرماتا | ۹۳۸ |
| مسئلہ علم غیب کی بحث | ۹۳۸ |
| حضور ﷺ کو قیامت کا علم دیا گیا | ۹۴۰ |
| حدیث حضرت ام المومنین کے دو ارشادات | ۹۴۰ |
| حضرت ام المومنین کے چار ارشادات اور ان کی توجیہ | ۹۴۰ |
| صحیح یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کا جلوہ دیکھا | ۹۴۱ |
| نظم قرآن میں تغیر | ۹۴۲ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب اللہ تعالیٰ عزیز اور حکیم ہے | ۹۴۳ |
| حدیث حضور ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے اعوذ بعزتك-الحدیث | ۹۴۳ |
| حدیث اللہ عزوجل جہنم میں اپنا قدم پاک رکھے گا | ۹۴۴ |
| باب اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر ہے | ۹۴۴ |
| باب اللہ تعالیٰ پر نفس کا اطلاق | ۹۴۵ |
| حدیث میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں | ۹۴۵ |
| ملائکہ اور بشر میں کون افضل ہیں؟ | ۹۴۶ |
| باب اور اس لیے کہ تم میری نگاہ کے سامنے تیار ہو | ۹۴۷ |
| اللہ عزوجل کی طرف عین کی اضافت اور اس کی توجیہ | ۹۴۷ |
| باب اللہ عزوجل پر شخص کا اطلاق | ۹۴۷ |
| اللہ تعالیٰ پر شخص کا اطلاق درست نہیں | ۹۴۸ |
| باب سب سے بڑی گواہی کس کی؟ | ۹۴۸ |
| اللہ عزوجل پر شئے کا اطلاق | ۹۴۸ |
| شئے کے تین معنی | ۹۴۹ |
| عرش پر استواء کا معنی | ۹۴۹ |
| باب ملائکہ اور جبرئیل اس کی بارگاہ کی طرف عروج کرتے ہیں | ۹۵۰ |
| باب کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے | ۹۵۱ |
| قیوم اللہ کی صفت خاص ہے | ۹۵۱ |
| باب آسمان زمین کے پیدا کرنے میں جو کچھ آیا ہے | ۹۵۲ |
| باب اللہ کے یہاں شفاعت کام نہیں دے گی مگر جس کے لیے اذن ہو | ۹۵۲ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ت اللہ سے کلام کے وقت آسمان والوں کی حالت | ۹۵۳ |
| ت حشر کے دن اللہ تعالیٰ بندوں کو ایسی آواز سے ندا دے گا' الحدیث | ۹۵۴ |
| باب اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے علم سے نازل فرمایا | ۹۵۴ |
| باب یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں | ۹۵۵ |
| حدیث ایک بندے کا بار بار گناہ کرنا اور توبہ کرنا | ۹۵۵ |
| باب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا انبیاء علیہم السلام وغیرہم کے ساتھ کلام | ۹۵۶ |
| حدیث شفاعت کی ایک جھلک | ۹۵۷ |
| باب اللہ تعالیٰ کے بندوں کو یاد کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اسے حکم دیتا ہے | ۹۵۹ |
| باب اللہ تعالیٰ کے لیے شریک نہ بناؤ | ۹۶۰ |
| خلق اور اکتساب کا فرق | ۹۶۱ |
| باب ہر دن اسے ایک کام ہے | ۹۶۳ |
| باب تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو | ۹۶۳ |
| باب ایک شخص وہ ہے جسے اللہ نے قرآن دیا جو اس پر رات دن قائم رہتا ہے | ۹۶۴ |
| باب اے رسول! جو آپ پر اتارا گیا اسے پہنچادو | ۹۶۴ |
| باب تورات لاؤ اور اسے پڑھو اگر سچے ہو | ۹۶۵ |
| باب نبی ﷺ کا اپنے رب کی طرف سے روایت کرنا | ۹۶۷ |
| حدیث جب بندہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے-الحدیث | ۹۶۷ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| باب توراۃ وغیرہ کی عربی وغیرہ میں تفسیر جائز ہے | ۹۶۸ |
| باب ہم نے قرآن کو آسان کیا یاد کرنے کے لیے | ۹۶۸ |
| باب وہ کمال شرف والا قرآن ہے | ۹۶۸ |
| باب اللہ نے تم کو پیدا کیا اور اسے بھی جو تم کرتے ہو | ۹۷۰ |
| امر اور خلق کا فرق | ۹۷۱ |
| باب ہم قیامت کے دن انصاف کا ترازو رکھیں گے | ۹۷۱ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| وزن اعمال پر معتزلہ کے شبہات کا جواب | ۹۷۲ |
| میزان | ۹۷۳ |
| سب کے اعمال وزن کیے جائیں گے | ۹۷۴ |
| قسط اور قرطاس کی تحقیق | ۹۷۴ |
| حدیث دو کلمے ہیں جو رحمٰن کو پیارے ہیں | ۹۷۵ |
| تکمیل شرح کی تاریخ | ۹۷۸ |
| تعداد احادیث | ۹۷۹ |
| شرح کے معاونین | ۹۸۰ |
| میری مروی ایک مسند حدیث | ۹۸۱ |


www.sirat-e-mustaqeem.net

# كِتَابُ التَّفْسِيرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلرَّحْمٰنُ، اَلرَّحِيْمُ اِسْمَانِ مِنَ الرَّحْمَةِ، اَلرَّحِيْمُ وَالرَّاحِمُ بِمَعْنًى وَاحِدٍ كَالْعَلِيْمِ وَالْعَالِمِ

رحمٰن، رحیم دونوں اسم ہیں جو رحمت سے مشتق ہیں، رحیم اور راحم کے ایک معنی ہیں! جیسے علیم اور عالم۔

**تفسیر** باب تفعیل کا مصدر ہے اس کے معنی لغوی کسی چیز کے ظاہر کرنے کے ہیں۔ اصطلاح میں تفسیر کے معنی ہیں نظم قرآن کے مدلولات کو بیان کرنا ——— امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ رحمٰن اور رحیم دونوں رحمت سے مشتق ہیں، رحمت کے معنی جھکنے کے ہیں تو رحمٰن اور رحیم کے معنی ہوئے جھکنے والا۔ اللہ عزوجل جھکنے سے منزہ ہے، یہاں مراد مجازی معنی ہے یعنی عطاء وانعام ——— تحقیق یہ ہے کہ رحمٰن اور رحیم یہ دونوں صفت مشبہ ہیں جو اسپر دلالت کرتا ہے کہ موصوف کے لئے معنی مشتق منہ علی الدوام ثابت ہے، رحمٰن اللہ عزوجل کی صفت خاصہ ہے اس کا اطلاق کسی مخلوق پر جائز نہیں، رحیم عام ہے، اس کا اطلاق مخلوق پر بھی درست ہے۔ قرآن مجید میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے فرمایا گیا۔ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِيْمُ ——— امام بخاری نے جو یہ فرمایا کہ رحیم وراحم ایک معنی ہیں ہے جیسے علیم اور عالم غالباً ان کی مراد یہی ہے کہ جیسے راحم کا اطلاق مخلوق پر درست ہے ویسے ہی رحیم کا بھی درست ہے جیسے علیم اور عالم کا اطلاق مخلوق پر درست ہے۔

## بَابُ مَاجَاءَ فِي فَاتِحَةِ الْكِتَابِ — ص ۶۴۲ — فاتحۃ الکتاب کے بارے میں کیا وارد ہے

وَسُمِّيَتْ اُمُّ الْكِتَابِ لِاَنَّهٗ يُبْدَأُ بِكِتَابَتِهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَيُبْدَءُ بِقِرَاءَتِهَا فِي الصَّلٰوةِ

سورہ فاتحہ کا نام ام الکتاب بھی ہے، کیونکہ مصاحف میں یہی سب سے پہلے لکھی جاتی ہے اور نماز میں قرآن مجید میں سب سے پہلے یہی پڑھی جاتی ہے۔

**سورہ فاتحہ کے تیرہ نام ہیں** اول۔ فاتحۃ الکتاب۔ اس لئے کہ مصاحف میں یہی سب سے پہلے لکھی جاتی ہے اور تعلیم اسی سے شروع کی جاتی ہے اور اس لئے کہ ایک قول کی بنا پر یہی سب سے پہلی

سورت نازل ہوئی ہے۔ دوسرے۔ ام القرآن، اس کی وجہ آگے آرہی ہے، تیسرے، کنز، چوتھے وافیہ، پانچویں حمد، چھٹے سورۃ الصلوٰۃ، ساتویں السبع المثانی اس لئے کہ سات آیتیں اس کی ہیں اور ہر نماز میں کم از کم دو بار پڑھی جاتی ہے۔ آٹھویں شفا اور شافیہ، اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ یہ ہر زہر سے شفا ہے، نویں کافیہ، دسویں اساس، گیارہویں سوال، بارہویں شکر، تیرہویں سورۃ الدعاء۔

حضرت امام بخاری نے ام الکتاب کی وجہ تسمیہ میں جو کچھ تحریر فرمایا وہ اس بنیاد پر ہے کہ ام کے معنی ماں کے ہیں اور ماں ہر شئے کی ابتدا اور اس کی اصل ہے جیسے مکہ کا نام ام القریٰ ہے اس لئے کہ زمین وہیں سے پھیلائی گئی ہے۔

الدین الجزاء فی الخیر والشر کما تدین تدان وقال مجاھد بالدین بالحساب مدینین محاسبین

دین کے معنی بدلے کے ہیں خواہ اچھا ہو یا برا مثل مشہور ہے کما تدین تدان جیسا کرے گا ویسا بدلہ پائے گا۔

سورہ انفطار میں فرمایا گیا کلا بل تکذبون بالدین ۔ ہرگز نہیں بلکہ تم حساب کو جھٹلاتے تھے۔ اسی طرح سورۂ واقعہ میں فرمایا گیا۔ فلولا ان کنتم غیر مدینین۔

امام مجاہد نے فرمایا کہ دین کے معنی حساب کے ہیں، اور مدینین کے معنی محاسبین جن سے حساب لیا جائے۔

## حدیث ۲۰۰۲

عن ابی سعید بن المعلی قال قلت اصلی فی المسجد فدعانی

حضرت ابو سعید بن معلی نے کہا میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم اجبہ فقلت یا رسول اللہ انی کنت اصلی فقال

نے بلایا تو میں حاضر نہیں ہوا۔ اور میں نے عرض کیا یا رسول ؟ میں نماز پڑھ رہا تھا تو فرمایا کیا اللہ نے یہ ارشاد

الم یقل اللہ استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم ثم قال لی لاعلمنک سورۃ ھی

نہیں فرمایا ہے اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو جب وہ تم کو بلائیں پھر مجھ سے فرمایا مسجد سے نکلنے سے

اعظم السور فی القرآن قبل ان تخرج من المسجد ثم اخذ بیدی فلما اراد ان

پہلے میں تم کو ایک سورہ بتاؤں گا جو قرآن مجید کی تمام سورتوں سے افضل ہے۔ پھر حضور نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر جب مسجد

یخرج قلت لہ الم تقل لاعلمنک سورۃ ھی اعظم سورۃ من القرآن قال الحمد

سے باہر جانے کا ارادہ فرمایا تو میں نے عرض کیا کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا میں تم کو ایک ایسی سورہ بتاؤں گا جو قرآن کی تمام سورتوں سے

للہ رب العلمین ھی السبع المثانی والقرآن العظیم الذی اوتیتہ [1]

عظیم تر ہے فرمایا (یہ سورۃ) الحمد للہ رب العلمین ہے یہ سبع مثانی ہے اور قرآن عظیم ہے۔ جو مجھے عطا فرمایا گیا۔

---

[1] ثانی تفسیر ص ۶۶۹ سورہ حجر ص ۶۸۳ ولقد اتینک سبعا من المثانی کتاب فضائل القرآن باب فضل فاتحۃ الکتاب ص ۷۴۹ ابوداؤد صلوٰۃ، نسائی صلوٰۃ فضائل القرآن ابن ماجہ۔ صلوٰۃ التسبیح

**تشریحات** ۲۲۰

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسے بلائیں تو اس پر واجب ہے کہ بلا تاخیر خدمت اقدس میں حاضر ہو۔ اگرچہ چلنا پڑے اور اس حاضری سے اس کی نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوگا۔ یہ حضور کے خصائص میں سے ہے _____ سورہ فاتحہ کا نام سبع مثانی اس بنا پر ہے کہ بالاتفاق سات آیتیں ہیں۔ شوافع بسم اللہ کو جزء مانتے ہیں وہ لوگ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَالضَّالِّيْنَ تک ایک آیت مانتے ہیں۔ اور احناف تسمیہ کو سورہ فاتحہ کا جز نہیں مانتے۔ یہ لوگ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کو ایک الگ آیت مانتے ہیں۔ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَالضَّالِّيْنَ کو الگ آیت _____ اور اس کا نام مثانی اس لئے ہے کہ مثانی جمع ہے مثنیٰ کی جس کے معنیٰ دو دو کے ہیں چونکہ ہر نماز میں یہ کم از کم دو بار پڑھی جاتی ہے۔ اسلئے اس کو مثانی کہا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سبع مثانی سے مراد سات لمبی لمبی سورتیں ہیں بقرہ۔ آل عمران۔ نساء مائدہ۔ انعام۔ اعراف۔ یونس _____ حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا کہ ساتویں کہف ہے۔ انہوں نے سورہ یونس کا ذکر نہیں کیا _____ داؤدی نے ذکر کیا کہ بقرہ سے لے کر سورہ برات تک سبع مثانی ہے _____ ایک قول یہ ہے کہ سبع سے مراد سورہ فاتحہ ہے اور مثانی سے مراد قرآن عظیم ہے _____ سورہ فاتحہ کا نام قرآن عظیم اس بنا پر ہے کہ قرآن کو بمعنی لغوی لیا جائے یعنی وہ چیزیں جو آپس میں ملی ہوئی ہوں _____ یا بمعنیٰ مقروء لیا جائے یا مجازاً تسمیۃ الجزء باسم الکل ہو۔ اور عظیم سے مراد ثواب میں عظیم یا اس لئے کہ قرآن مجید تفصیلی طور پر جن مضامین پر محیط ہے وہ سب سورہ فاتحہ میں مذکور ہیں۔ ثناء۔ دعاء۔ ذکر معاد و مبداء۔ صفات۔ ذات۔ وغیرہ۔ جیسا کہ منقول ہے جو کچھ قرآن مجید میں ہے وہ سب سورہ فاتحہ میں ہے _____ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھنا چاہوں تو ستر اونٹ کو بوجھل کر دوں

## سُوْرَةُ البقرة | ص ۶۴۲ | سورہ بقرہ

سورہ، عمارت کی ایک منزل کو کہتے ہیں یہاں مراد قرآن مجید کا ایک حصہ ہے۔ جو دوسرے سے علیحدہ ہے جس کا اول و آخر ہے جس کے لئے ایک نام ہے _____ سورہ بقرہ مدنی ہے صرف اس کی ایک آیت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ حجۃ الوداع کے موقع پر یوم نحر میں نازل ہوئی ہے۔ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ مگر یہ مدنی ہونے میں قادح نہیں اس لئے کہ بر بنا رقول صحیح مکی سورتیں وہ ہیں جو قبل ہجرت نازل ہوئی ہیں _____ اور مدنی سورتیں وہ ہیں جو بعد ہجرت نازل ہوئی ہیں اسی وجہ سے آیت کریمہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ مدنی ہے حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ یہ حجۃ الوداع میں یوم عرفہ عرفات میں نازل ہوئی ہے _____ سورہ بقرہ پہلی سورت ہے جو سب سے پہلے مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے اس کا نام فسطاط القرآن بھی ہے۔

233

## بَابُ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا — ص ۶۴۲ — آدم کو تمام چیزوں کے سب نام سکھایا

صحیح یہ ہے کہ الاسماء اپنے استغراق حقیقی پر ہے یعنی ازل سے ابد تک جو چیزیں وجود میں آچکی تھیں یا آنے والی تھیں ان سب کے وہ سارے نام سکھائے جو قیامت تک مختلف لغات میں ہوں گے اس میں کسی قسم کی تخصیص نہیں۔ حتیٰ کہ معمولی سے معمولی چیزوں کے بھی نام بتائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، حتی القصعۃ والقصیعۃ والفسوۃ والفسیۃ والملعقۃ۔ حتیٰ کہ پیالے اور پیالی اور آواز کے ساتھ ریاح خارج کرنے اور بغیر آواز خارج کرنے اور چمچے کا بھی نام بتایا۔ تمام مسمیات کو اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سامنے حاضر فرما دیا اور سب کا نام بتایا۔

## حدیث ۲ ۲۰۸

عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت انس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا مومن قیامت کے

يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُوْلُوْنَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا اِلٰى رَبِّنَا فَيُرِيْحُنَا فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ

دن ایک جگہ جمع ہوں گے اور کہیں گے کاش ہم لوگ اپنے رب کے حضور کسی کو شفیع بنائیں تو سب لوگ حضرت آدم کی

اَنْتَ اَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَاَسْجَدَ لَكَ مَلَآئِكَتَهٗ وَعَلَّمَكَ اَسْمَآءَ كُلِّ

خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اور کہیں گے آپ سب لوگوں کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے یدقدرت

شَيْءٍ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَّكَانِنَا هٰذَا فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ

سے پیدا کیا اور فرشتوں سے آپ کا سجدہ کرایا اور تمام چیزوں کے نام سکھائے۔ آپ اپنے رب کے حضور ہماری

وَيَذْكُرُ ذَنْبَهٗ فَيَسْتَحْيِيْ اِئْتُوْا نُوْحًا فَاِنَّهٗ اَوَّلُ رَسُوْلٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ

شفاعت فرمایئے اور ہم کو اس جگہ سے نجات دلایئے تو وہ فرمائیں گے میں اس منصب کا حامل نہیں اور اپنی لغزش ذکر

فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ سُؤَالَهٗ رَبَّهٗ مَا لَيْسَ لَهٗ بِهٖ عِلْمٌ فَيَسْتَحْيِيْ

فرمائیں گے اور حیا کریں گے اور کہیں گے۔ جاؤ نوح کے پاس پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے زمین والوں کی

فَيَقُوْلُ اِئْتُوْا خَلِيْلَ الرَّحْمٰنِ فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ اِئْتُوْا مُوْسٰى عَبْدًا كَلَّمَهُ

طرف بھیجا تو لوگ نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ بھی فرمائیں گے میں اس منصب پر نہیں اور

اللّٰهُ وَاَعْطَاهُ التَّوْرَاةَ فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ قَتْلَ النَّفْسِ بِغَيْرِ

اپنا وہ سوال ذکر کریں گے جس کا انہیں علم نہیں تھا اور حیا فرمائیں گے اور کہیں گے خلیل الرحمٰن کے پاس جاؤ لوگ ان کی

نَفْسٍ فَيَسْتَحْيِيْ مِنْ رَّبِّهٖ فَيَقُوْلُ اِئْتُوْا عِيْسٰى عَبْدَ اللّٰهِ وَرَسُوْلَهٗ وَكَلِمَةَ اللّٰهِ وَرُوْحَهٗ

خدمت میں حاضر ہوں گے وہ بھی فرمائیں گے میں اس منصب کا نہیں۔ موسیٰ کے پاس جاؤ یہ وہ بندے ہیں جن سے اللہ

فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ ايْتُوْا مُحَمَّدًا عَبْدًا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ

نے کلام فرمایا اور انہیں توریت عطا فرمائی لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ فرمائیں گے۔ میں اس منصب پر نہیں اور یاد کریں

مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ فَيَاْتُوْنِيْ فَانْطَلِقُ حَتّٰى اَسْتَاْذِنَ عَلٰى رَبِّيْ فَيُؤْذَنُ

گے ایک شخص کو بغیر دوسرے شخص کے عوض قتل کرنے کو اور اپنے رب سے حیا فرمائیں گے۔ فرمائیں گے عیسیٰ کے پاس جاؤ وہ اللہ کے بندے

فَاِذَا رَاَيْتُ رَبِّيْ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَا شَاءَ ثُمَّ يُقَالُ

اور اس کے رسول اسکے کلمہ اور اس کی روح ہیں حضرت عیسیٰ بھی فرمائیں گے میں اس منصب پر نہیں تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَرْفَعُ

پاس جاؤ یہ وہ بندے ہیں جنہیں اللہ نے گناہوں سے محفوظ رکھا۔ اب سب لوگ میرے پاس حاضر ہوں گے۔ میں سب کو لے کر چلوں گا

رَاْسِيْ فَاَحْمَدُهٗ بِتَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا

۔ یہاں تک کہ اپنے رب سے حاضری کا اذن طلب کروں گا مجھے اذن ملے گا جب میں اپنے رب کا جلوہ دیکھوں گا تو سجدے میں گر جاؤں گا۔ اللہ

فَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ اِلَيْهِ فَاِذَا رَاَيْتُ رَبِّيْ مِثْلَهٗ ثُمَّ اَشْفَعُ

عزوجل مجھے یوں ہی رہنے دے گا جب تک چاہے گا پھر مجھ سے فرمائے گا۔ اپنے سر کو اٹھاؤ مانگو جو مانگو گے تم کو دیا جائے گا کہو جو کچھ

فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا فَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ الرَّابِعَةَ فَاَقُوْلُ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ

کہو گے سنا جائے گا شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ اب میں اپنے سر کو اٹھاؤں گا۔ اپنے رب کی حمد کروں گا۔

اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ وَوَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُوْدُ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ

ایسی حمد جو مجھے میرا رب اس وقت تعلیم دے گا پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی اتنے لوگوں کو

حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ يَعْنِيْ قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ خَالِدِيْنَ فِيْهَا

جنت میں داخل کروں گا۔ پھر دوبارہ حاضر ہوں گا۔ پھر جب اپنے رب کو دیکھوں گا وہی کروں گا جو میں نے پہلے کیا۔ پھر شفاعت کروں گا۔ تو میرے لئے ایک حد مقرر فرما دے گا۔ ان لوگوں کو میں جنت میں داخل کروں گا۔ پھر چوتھی بار حاضر ہوں گا۔ تو اب میں کہوں گا کہ اب جہنم میں وہی لوگ رہ گئے ہیں جسے قرآن نے روک رکھا ہے اور جنہیں جہنم میں ہمیشہ رہنا ضروری ہے ــــــ ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا الا من حبسہ القرآن سے مراد اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے خَالِدِيْنَ فِيْهَا ــــــ یہ لوگ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

## تشریحات

حتی یریحنا ــــــ مراد یہ ہے کہ قیامت کے ہولناک موقف سے ہم کو نجات دلائیے۔ اور ہمارا فیصلہ کرائیے جو بھی ہو ــــــ لست ھناکم ــــــ یعنی یہ حق یہ منصب شفاعت عظمیٰ کا ہے جو مجھے حاصل نہیں ــــــ اس جلیل منصب پر فائز کوئی اور ذات ہے ــــــ ذنبہ ۔ اس سے مراد جنت میں شجرۂ ممنوعہ کا کھانا ہے۔ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ فرمائیں گے ۔ میں اپنی لغزش ہی کی وجہ سے نکالا گیا ہوں۔ یہ بحث جلد اول

میں گزر چکی کہ ذنب کی اسناد انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی جانب کی جاتی ہے تو اس سے مراد گناہ نہیں ہوتا ہے بلکہ لغزش یا ایسا کام جو ان کی شایان شان نہ ہو مراد ہوگا ـــــ اول رسول ـــــ بر بنائے تحقیق سب سے پہلے رسول حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں جو نئی شریعت نئی کتاب لے کر اپنی اولاد کی جانب تبلیغ پر مامور تھے۔ ـــــ حضرت نوح کو اول الرسل اس بنا پر فرمایا ـــــ کہ کفر و شرک پھیلنے کے بعد جو سب سے پہلے رسول مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں وہ یہ ہیں ویذکر سوالہ ربہ ـــــ اس سے مراد اپنے بیٹے کے لئے سوال ہے۔ کہ عرض کیا تھا اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ ـــــ بیشک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے۔ اس پر فرمایا گیا۔

اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (سورہ ہود آیت ۴۶) وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ جس کا تجھے علم نہیں۔

کتاب الرقاق میں یہ ہے۔ وَیذکر خطیئتہ التی اصاب ـــــ اور اپنی اس لغزش کو یاد فرمائیں گے جو ان سے ہوگئی تھی۔ اس سے مراد یہی بیٹے کے ڈوب جانے پر مذکورہ بالا عرض ہے۔ یا مراد اپنے زمانے کے کفار کی بربادی کی دعا ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں ہے۔ کہ وہ فرمائیں گے۔ میں نے ایک دعا کر کے زمین والوں کو غرق کر دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ متمرد سرکش کفار و مشرکین کی ہلاکت کی دعا کرنا گناہ نہیں لیکن کمال رحمت کے شایان شان نہیں۔ اسلئے اس روایت میں "خطیئتہ" سے مراد وہ کام ہے جو شایان شان نہ ہو۔ اس سلسلے کی تمام روایتوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام معذرت میں دو باتیں فرمائیں گے۔ ایک یہی کہ میں پہلے ایک دعا کر کے زمین والوں کو غرق کر چکا ہوں۔ اور دوسرے یہ کہ میں نے ایک ایسا سوال کیا تھا جس کا مجھے علم نہیں تھا۔ اس لئے مجھے حیا آتی ہے۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ معذرت میں یہ فرمائیں گے کہ حتمی طور پر ایک دعا کے قبول ہونے کا وعدہ فرمایا تھا وہ میں اپنی قوم کی ہلاکت کی دعا کر کے کر چکا۔ اب مجھے حیا آتی ہے۔

کتاب الرقاق کی روایت میں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بارے میں یہ بھی ہے۔ کہ وہ اپنی لغزش ذکر فرمائیں گے۔ اور اس لغزش کی تصریح ھمام کی روایت میں ہے کہ وہ اپنا تینوں توریہ بیان فرمائیں گے جو مشہور ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام معذرت میں قبطی کے قتل کو بیان فرمائیں گے۔ کہ اس نے کوئی قتل نہیں کیا تھا مگر میں نے اسے مار ڈالا مگر حقیقت میں یہ کوئی گناہ نہیں تھا۔ وہ قبطی ظالم بنی اسرائیل کے کمزور فرد کو ستا رہا تھا۔ قبطی اس کو مجبور کر رہا تھا کہ بلا عوض لکڑیوں کا گٹھر لاد کر فرعون کے مطبخ میں پہنچائے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جلال آگیا۔ ظلم سے باز رہنے کے لئے بہ نیت تادیب قبطی کو ایک گھونسہ رسید کیا جس سے وہ جہنم رسید ہوگیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بارے میں بخاری کی روایتوں میں کسی لغزش کا ذکر نہیں لیکن ترمذی کی روایت میں بطریق ابونضرہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ وہ فرمائیں گے۔ انی عُبِدْتُ من دون اللہ۔ اللہ کے علاوہ میری پرستش کی گئی ـــــ اور حضرت امام احمد اور نسائی کی روایت میں حضرت ابن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے انی اتخذت الٰھا من دون اللہ ـــــ اللہ کے علاوہ مجھے معبود بنالیا گیا ظاہر ہے کہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی قصور نہیں۔ لیکن ان کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میری نالائق قوم نے میری پرستش کی مجھے معبود بنالیا، تو مجھے حیا آتی ہے۔

قد غفر اللہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر ـــــ کا ہم نے ترجمہ یہ کیا۔ ـــــ کہ اللہ نے انہیں گناہوں سے محفوظ رکھا ـــــ اس لئے کہ غفر کے اصل معنی ستر کے ہیں جیسا کہ جلد اول میں ہم نے ثابت کیا ہے ـــــ اس ارشاد ما تقدم وما تاخر سے مراد عمر مبارک ہے یعنی ماضی اور مستقبل سب میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے بچائے رکھا ـــــ یہ حدیث اس پر نص ہے کہ شفاعت کے لئے چار بار عرض معروض فرمائیں گے۔ پہلی بار کوئی حد مقرر کی جائے گی۔ مثلاً یہ کہ جاؤ جو لوگ نماز کے پابند تھے مگر جماعت چھوڑنے کے عادی تھے۔ انہیں دوزخ سے نکالو دوسری بار فرمایا جائے گا، جاؤ بے نمازیوں کو دوزخ سے نکال لو۔ علیٰ ھذا القیاس۔ یہاں تک کہ صرف وہی لوگ جہنم میں رہ جائیں گے جن کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| بَابٌ قَالَ مُجَاهِدٌ اِلٰى شَيَاطِيْنِهِمْ اَصْحَابِهِمْ مِّنَ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ۔ | ص ۶۴۳ | مجاہد نے کہا شیاطین سے مراد ان کے منافق اور مشرک ساتھی ہیں۔ |

مُحِيْطٌ بِالْكَافِرِيْنَ ـــــ اَللّٰهُ جَامِعُهُمْ ـــــ محیط بالکافرین سے مراد یہ ہے کہ اللہ کافروں کو اپنے قابو میں لئے ہوئے ہے ـــــ عَلَى الْخَاشِعِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَقًّا ـــــ خاشعین سے مراد سچے مومن ہیں قال مجاھد بقوۃ بعمل بما فیہ ـــــ ارشاد تھا خُذُوْا مَا اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ ـــــ ہم نے تم کو جو عطا فرمایا اسے قوت کے ساتھ لو ـــــ امام مجاہد نے فرمایا کہ قوت سے مراد یہ ہے کہ اس میں جو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرو۔ قال ابو العالیۃ مرضٌ شکٌّ ـــــ ابو العالیہ نے کہا کہ یہ جو فرمایا گیا کہ منافقین کے دلوں میں بیماری ہے اس سے مراد شک ہے ـــــ صِبْغَةً ۔ دِيْنٌ ـــــ فرمایا گیا تھا۔ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ـــــ اللہ سے بہتر کس کا رنگ ہے کہ صبغۃ سے مراد دین ہے ـــــ وما خلفھا عبرۃ لمن بقی ـــــ ما خلفھا سے مراد وہ لوگ ہیں جو باقی رہے ـــــ لاشیۃ فیھا لابیاض ـــــ یعنی اس میں سفیدی نہ ہو ـــــ وقال غیرہ ـــــ يَسُوْمُوْنَكُمْ يُوْلُوْنَكُمْ ۔ اَلْوَلَايَةُ ۔ مفتوحۃ ۔ مصدر الولاء وھی الربوبیۃ وَاِذَا كُسِرَتِ الْوَاوُ فَھِیَ الامارۃ ـــــ اور ان کے غیر نے کہا ـــــ يَسُوْمُوْنَكُمْ کے معنی ہیں مسلط کرتے تھے۔ اَلْوَلَايَةُ واؤ کے فتحہ کے ساتھ وَلَاءٌ کا مصدر ہے، اس کے معنی پالنے کے ہیں۔ اور جب واؤ کو کسرہ دیا جائے تو امارت کے معنی میں ہے۔ ـــــ وَقَالَ بَعْضُھُمُ الْحُبُوْبُ الَّتِیْ تُوْكَلُ كُلُّھَا فُوْمٌ ـــــ اور بعضوں نے کہا فوم ان دانوں

کو کہا جاتا ہے جو پورے کھائے جاتے ہیں ـــــ فَاِذَا رَأَيْتُمُ اخْتَلَفْتُمْ آپس میں اختلاف کرلیا ایک دوسرے پر ڈالنے لگے وقال قتادۃ نباءوا انقلبوا ـــــ وہ پلٹے ـــــ یستفتحون ۔ یستنصرون مدد طلب کرتے تھے۔ شَرَوْا ۔ باعوا ـــــ اس کو بیچا ۔ یہ افادہ فرمایا کہ شراء اضداد میں سے ہے ۔ خریدنے کے معنی میں بھی ہے اور بیچنے کے معنی میں بھی ـــــ یہاں بیچنے کے معنی میں ہے ـــــ رَاعِنَا مِنَ الرُّعُوْنَةِ اِذَا اَرَادُوْا اَنْ يَّحْمَقُوْا اِنْسَانًا قَالُوْا رَاعِنَا ۔ رَاعِنَا رعونت سے بنا ہے ۔ یہودی جب کسی انسان کو بیوقوف بنانا چاہتے تو کہتے راعنا ۔ یہ ہمارا بیوقوف ہے لَاتَجْرِیْ لَاتُغْنِیْ ۔ وہ بے پرواہ نہیں کرے گا ۔ ابتلیٰ ۔ اختبر ۔ آزمایا ـــــ خُطُوَاتٍ من الخطو والمعنی آثارہ ۔ خطوات خطوء سے مشتق ہے اس کے معنی نشان قدم کے ہیں ۔ خطوات خطو کی جمع ہے چلتے وقت دونوں قدم کے درمیان جو فاصلہ ہوتا ہے اسے خطوۃ کہتے ہیں اس کی جمع قلت خطوات ہے اور جمع کثرت خُطًی

## بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

ص ۶۴۳

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر ـــــ اللہ کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اس حال میں کہ تم جانتے ہو۔

## حدیث ۲۰۹ ۲

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيْلَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

عَنْهُ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ

میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ

الذَّنْبِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ

اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے ۔ فرمایا کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا ۔ حالانکہ اللہ نے تجھ کو

قُلْتُ اِنَّ ذَالِكَ لَعَظِيْمٌ قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ وَاَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ

پیدا فرمایا ۔ میں نے عرض کیا بلاشبہ یہ بھاری گناہ ہے ۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا ؟ فرمایا اپنی اولاد کو قتل کرنا

تَخَافُ اَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ اَنْ تُزَانِيَ

اس ڈر سے کہ تیرے ساتھ کھائے گی ؟ میں نے کہا پھر کون سا فرمایا اپنے پڑوسی کی عورت کے ساتھ زنا کرنا۔

حَلِيْلَةَ جَارِكَ [1]

## بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى

ص ۶۴۳

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان ۔ اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا اور تم پر من وسلویٰ اتارا

[1] توحید باب قولہ تعالیٰ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا ص ۱۱۲۱

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ

ہماری ان پاک روزیوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دیا ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا ہاں وہ اپنے اوپر خود ظلم کرتے تھے۔

---

وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْمَنُّ صَمْغَةٌ وَالسَّلْوٰى اَلطَّيْرُ

مجاہد نے کہا مَنّ ایک قسم کی گوند تھی اور سلویٰ ایک چڑیا تھی۔

## حدیث ۲۲۱۰

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَمْاَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِّلْعَيْنِ [1]

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سانپ کی چھتری من میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کی شفا ہے۔

---

## تشریحات ۲۲۱۰

غمام ـــــ اس سفید بادل کو کہتے ہیں جس میں ٹھنڈک ہو جب بنی اسرائیل میدان تیہ میں پھنسے تھے۔ اللہ عزوجل نے سفید ٹھنڈا بادل ان کے اوپر بھیج دیا تھا تاکہ دھوپ کی تیزی سے بچیں اور ان پر من وسلویٰ نازل فرمایا تھا تاکہ اسے کھائیں ـــــ من ترنجبین کی طرح ایک میٹھا پھل تھا اور سلویٰ بٹیر کی شکل بھنا ہوا پرندہ۔

كَمْاَةٌ ـــــ سانپ کی چھتری ـــــ برسات میں جہاں لکڑیاں یا نباتات سڑتے ہیں وہاں ایک پودا سفید رنگ کا نکلتا ہے چھتری کے مثل کا۔

قَوْلُهٗ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان جو جبریل کا دشمن ہے۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ جَبْرُ وَمِيْكُ وَسَرَافُ عَبْدُ اِيْلُ اَللّٰهُ

اور ـــــ عکرمہ نے کہا کہ جبر اور میک اور سَراف کے معنی عبد کے ہیں اور ایل اللہ کا نام ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا ـــــ کہ جبریل میکائیل اور اسرافیل تینوں کے معنی اللہ کے بندے کے ہیں یہ اسماء ثلثہ سریانی زبان کے کلمات ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے۔ کہ ایل کے معنی بندے کے ہیں اور اس کے قبل جو لفظ ہے وہ اللہ کے اسماء ہیں۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جبریل کے معنی عبداللہ کے ہیں اور میکائیل کے معنی عبیداللہ کے ہیں عبد کی تصغیر کے ساتھ اور اسرافیل کے معنی عبدالرحمٰن کے ہیں۔

---

[1] طب باب المن شفاء للعین ص۸۵۰ مسلم اطعمۃ۔ ترمذی طب۔ نسائی طب۔ ابن ماجہ طب

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا ـــــــ ہم جو آیت منسوخ فرماتے ہیں یا اسے مٹا دیتے ہیں تو اس سے بہتر لاتے ہیں

## حدیث ۲۲۱۱

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ عُمَرُ اَقْرَاُنَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ حضرت عمر نے فرمایا

اُبَيٌّ وَاَقْضَانَا عَلِيٌّ وَاِنَّا لَنَدَعُ مِنْ قَوْلِ اُبَيٍّ وَذٰلِكَ اَنَّ اُبَيًّا يَقُوْلُ لَا اَدَعُ شَيْئًا

ہم میں سب سے بڑے قاری ابی ہیں اور ہم میں سب سے اچھے قاضی علی ہیں اس کے باوجود ہم ابی کے قول کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہ اس لئے کہ

سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ مَا نَنْسَخْ

ابی کہا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ بھی سنا ہے کسی کو نہیں چھوڑ دونگا (سب کو بیان کر دونگا) حالانکہ

مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم کسی آیت کو منسوخ فرماتے ہیں یا مٹاتے ہیں تو اس سے بہتر لاتے ہیں۔

## تشریحات ۲۲۱۱

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اس کے باوجود کہ ابی سب سے بڑے قاری ہیں۔ ان کی قرأت کے بہت سے حصے کو ہم نہیں لیتے انہیں ہم چھوڑ دیتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ منسوخ اور غیر منسوخ سب کی قرأت کرتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ بھی قرآن سنا ہے۔ ان میں سے کسی کی قرأت نہیں چھوڑوں گا۔ حالانکہ بہت سی آیتوں کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔ اللہ عزوجل نے خود فرمایا ہے ـــــ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا ہم جس آیت کو بھی منسوخ فرماتے ہیں یا مٹا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کے مثل لاتے ہیں۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ حضرت ابی نسخ کے قائل نہ تھے۔ حالانکہ نسخ کا ثبوت قرآن مجید سے ہے حضرت عمر فاروق اعظم کے ارشاد کا حاصل یہ نکلا کہ قرآن مجید کی بہت سی آیات منسوخ ہیں جن کی ہم تلاوت نہیں کرتے یا جن کے احکام پر ہم عمل نہیں کرتے۔

## باب قَوْلُهٗ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ

ص ۶۴۴

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر ـــ انہوں نے کہا اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے وہ پاک ہے۔

## حدیث ۲۲۱۲

حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ اللّٰهُ كَذَّبَنِيْ ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِيْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ

کرتے ہیں کہ کہا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا بنی آدم مجھے جھٹلاتا ہے اور یہ جائز نہیں کہ مجھے جھٹلائے وہ مجھے گالی

فَاَمَّا تَكْذِيبُهُ اِيَّايَ فَيَزْعُمُ اَنِّيْ لَا اَقْدِرُ اَنْ اُعِيْدَهٗ كَمَا كَانَ

دیتا ہے اور اسے جائز نہیں کہ مجھے گالی دے اس کا جھٹلانا مجھے یہ ہے کہ وہ گمان کرتا ہے کہ میں دوبارہ اس کو لوٹانے پر قدرت نہیں

وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِيَّايَ فَقَوْلُهٗ لِيْ وَلَدٌ فَسُبْحَانِيْ اَنْ اَتَّخِذَ صَاحِبَةً اَوْ وَلَدًا —

رکھتا جیسا کہ وہ تھا اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرے بیٹا ہے میں اس سے پاک ہوں کہ بیوی یا بیٹا بناؤں۔

## باب قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا ص ۶۴۴

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر تم لوگ کہو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر ایمان لائے جو ہماری جانب اتارا گیا۔

## حدیث ۲۲۱۳

عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اہل کتاب تورات کو عبرانیہ میں پڑھتے

اَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَءُوْنَ التَّوْرَاةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُوْنَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِاَهْلِ

تھے اور مسلمانوں کے لئے اس کی عربی میں تفسیر کرتے تھے تو

الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَدِّقُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو

وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ وَقُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ (الایۃ) [1]

نہ تکذیب اور یہ کہو ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو ہم پر اتارا گیا۔

## تشریحات ۲۲۱۳

اہل کتاب کی تصدیق اور تکذیب دونوں سے اس لئے منع فرمایا کہ متیقن ہے کہ تورات میں تحریف ہے اور یہودی جو کچھ بیان کریں گے اس کے بارے میں دو احتمال ہے۔ محرف ہے یا نہیں بصورت اول اس کی تصدیق حرام ہے۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ وہ مما انزل اللہ ہو تو اس کی تکذیب حرام۔ اس لئے سلامتی اسی میں ہے کہ نہ تصدیق کی جائے اور نہ تکذیب۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ موجودہ تورات و انجیل میں جو کچھ ہے اس کی تین قسمیں ہیں ایک تو وہ جو ہماری شریعت کے مطابق ہیں ان کی تصدیق کی جائے گی۔ دوسرے وہ جو ہماری شریعت کے خلاف ہیں ان کی تکذیب واجب ہے۔ تیسرے وہ جو ہماری شریعت کے مطابق ہیں نہ مخالف ان میں سکوت واجب ہے۔ یہی اس حدیث کا مفاد ہے یہ در بار عقائد و احکام ہے رہ گیا قصص و حکایات اس کی اجازت دوسری حدیث میں مصرح ہے۔ فرمایا حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج [2] بنی اسرائیل سے بیان کرو۔ اور اس میں حرج

---

[1] ثانی الاعتصام باب قول النبی صلے اللہ علیہ وسلم لا تسئلوا اھل الکتاب ص ۱۰۹۴ توحیدنا ما یجوز من تفسیر التوراۃ ص ۱۱۲۵

[2] بخاری کتاب الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل ص ۴۹۱ مسلم زھد باب التثبت فی الحدیث ص ۴۱۴ ترمذی کتاب العلم باب ما جاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل ص ۹۱ مسند امام احمد جلد ثالث

نہیں ۔ اسی سے نیچری اور آزاد خیال محقق بننے والوں کے اس مغالطہ کی تردید ہوگئی کہ وہ امام ابن اسحٰق وغیرہ کو صرف اس بنا پر ناقابل اعتبار ٹھہراتے ہیں کہ وہ اسرائیلیات کی روایت کرتے ہیں ۔

## بَابُ قَوْلِهٖ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ اِلٰى عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ص ۶۴۵

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر ہم آپ کے آسمان کی طرف منہ پھیرنے کو دیکھ رہے ہیں عما تعملون تک

## حدیث ۱۴ ۲ ۲

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمْ يَبْقَ مِمَّنْ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جن لوگوں نے دونوں قبلوں کی

صَلَّى الْقِبْلَتَيْنِ غَيْرِيْ [1]

جانب نماز پڑھی ہے ان میں سے سوائے میرے کوئی باقی نہیں ۔

## تشریحات ۲ ۲ ۱

تحویل قبلہ پر پوری بحث کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہیں ۔ امام بخاری نے یہاں جتنی حدیثیں ذکر کی ہیں سب تقریباً پہلے مذکور ہو چکی ہیں ۔

## بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ص ۶۴۵

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر بیشک صفا و مروہ اللہ کے دین کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو بھی اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ دونوں کے پھیرے کرے اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے ۔ آیت ۱۵۸

## شعائر

شعائر ۔ علامات واحدہا شعرۃ ۔ شعائر کے معنی علامتیں ہیں ۔ یہ جمع ہے اس کا واحد شعرۃ ہے مراد یہ ہے کہ دین کی نشانیاں ہیں ۔

وقال ابن عباس الصفوان الحجر ويقال الحجارة الملس التي لا تنبت شيئًا واحدته صفوانة بمعنى الصفا ۔ والصفا للجميع ـــــ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا صفوان پتھر ہے جو پتھر کچھ نہیں اگاتا اس کو کہا جاتا ہے الحجارة الملس ـــــ الملس املس کی جمع ہے یعنی چکنا ـــــ واحد صفوانۃ ہے ۔ صفا کے معنی میں اور صفا جمع کے لئے ہے ـــ یعنی صفا صفوانۃ کی جمع ہے ۔

---

[1] نسائی تفسیر

## باب

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ إِلَى قَوْلِهِ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۔ عفی ترک

ص ۶۴۶

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اے ایمان والو تم پر فرض کیا گیا جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام عذاب الیم تک۔ عفی کے معنی ہے اس نے چھوڑ دیا۔

## حدیث

حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ

مجاہد نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا فرماتے

يَقُولُ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ الْقِصَاصُ وَلَمْ تَكُنْ فِيهِمُ الدِّيَةُ فَقَالَ اللَّهُ لِهَذِهِ

تھے کہ بنی اسرائیل میں قصاص تھا اور ان میں دیت نہیں تھی۔ تو اللہ نے اس امت کے لئے فرمایا تم پر

الْأُمَّةِ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ

قصاص فرض کیا گیا مقتولین کے بارے میں آزاد آزاد کے عوض اور غلام غلام کے عوض

الْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَالْعَفْوُ أَنْ يَقْبَلَ الدِّيَةَ

عورت عورت کے عوض تو جو اپنے بھائی کے لئے کچھ معاف کردے ــــ معاف کرنا یہ ہے کہ قتل عمد میں

فِي الْعَمْدِ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ يَتْبَعُ بِالْمَعْرُوفِ

دیت قبول کرے تو بھلائی کے ساتھ تقاضہ کرنا ہے اور اس پر واجب ہے کہ اچھائی کے ساتھ ادا کرے

وَيُؤَدِّي بِإِحْسَانٍ ذَالِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ مِمَّا كُتِبَ عَلَى

یعنی بھلائی سے تقاضہ کرے اور وہ اچھائی سے ادا کردے۔ یہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے تخفیف ہے اور تم پر سہولت ہے

مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَالِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ قَتَلَ بَعْدَ

اسکے جو تمہارے پہلے والوں پر فرض تھا۔ اب اسکے بعد جو حد سے آگے بڑھے اسکے لئے دردناک عذاب ہے۔ یعنی دیت قبول کرنے

قَبُولِ الدِّيَةِ [1]

کے بعد اگر قاتل کو قتل کرے تو یہ حد سے آگے بڑھنا ہوگا اور عذاب کا موجب ہوگا۔

## تشریحات

جب کوئی شخص کسی مسلمان کو ناحق قتل کرے تو اصل واجب یہ ہے کہ اولیاء مقتول قاتل کو قصاص میں قتل کریں۔ لیکن اولیاء مقتول چاہیں تو بالکلیہ قصاص معاف کرسکتے ہیں یا پھر تو اسکے عوض پوری دیت وصول کرسکتے ہیں اور یہ بھی اختیار ہے کہ دیت بھی کچھ وصول کریں کچھ معاف کریں۔ بنی اسرائیل

---

[1] ثانی کتاب الدیات باب من قتل له قتیلا فله بخیر النظرین ص ۱۰۱۶ نسائی تفسیر قصاص

میں یہودیوں پر صرف قصاص واجب تھا نہ دیت لینے کی اجازت تھی نہ معاف کرنے کی اور اہل انجیل پر واجب تھا کہ معاف کریں نہ انہیں قصاص لینے کی اجازت تھی نہ دیت کی۔ یہ سب باتیں فطرت اور اصولِ تمدن کے مطابق نہ تھیں مگر اس زمانے کے لحاظ سے یہی مناسب تھا۔ اسلام نے پوری دنیا کی فطرت اور اصول تمدن کو سامنے رکھ کر قصاص عفو یا دیت میں سے جو اولیاء مقتول چاہیں اس کی اجازت دی۔ ——— اگر تمام اولیاء مقتول بالکلیہ خون معاف کردیں تو نہ قصاص کی اجازت ہے نہ دیت کی۔ اسی لئے فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ کو "شَيْءٌ" سے مقید کیا اس کے عموم کا مفاد یہ ہے کہ اگر سارے اولیاء مقتول نے قصاص معاف کردیا تو نہ قصاص واجب نہ دیت لیکن اگر کچھ معاف کیا تو اس کی تین صورتیں ہیں۔ سارے اولیاء مقتول نے قصاص معاف کیا اور دیت کا مطالبہ کیا، کچھ اولیاء نے قصاص کا مطالبہ کیا کچھ نے دیت کا، کچھ اولیاء نے بالکلیہ معاف کردیا۔ اور کچھ اولیاء نے قصاص یا دیت کا مطالبہ کیا، ان تمام صورتوں پر "فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ شَيْءٌ" صادق اور قصاص بہرحال ساقط، دیت کل یا جزء واجب ہے۔

## حدیث ۲۲۱۶

حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ عَنِ النَّبِيِّ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی فرمایا اللہ کا فریضہ قصاص ہے۔

## تشریحات ۲۲۱۶

یہ اصل میں ایک طویل حدیث کا حصہ ہے جو کتاب الصلح اور تفسیر اور دیات میں مفصل مذکور ہے کہ حضرت انس کی پھوپھی رُبَیِّع نے ایک بچی کا دانت توڑ دیا تھا انہوں نے معافی کی درخواست کی وہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور نے قصاص کا حکم دیا اس پر حضرت انس بن نذر نے کہا یا رسول اللہ! رُبیع کا دانت نہیں توڑا جائے گا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے انس اللہ کا فریضہ قصاص ہی ہے پھر افہام وتفہیم کے بعد وہ لوگ دیت پر راضی ہو گئے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصل واجب قصاص ہی ہے عفو یا دیت رخصت ہے۔ قصاص سے متعلق بقیہ مباحث کتاب الدیات میں آئیں گی۔

## بَابُ قَوْلِهٖ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ص ۶۴۶

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسے تمہارے پہلے والوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم اللہ سے ڈرو۔

## حدیث ۲۲۱۷

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلَ عَلَيْهِ الْاَشْعَثُ وَهُوَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ان کے پاس اشعث آئے اور

يَطْعَمُ فَقَالَ الْيَوْمَ عَاشُوْرَاءُ فَقَالَ كَانَ يُصَامُ قَبْلَ اَنْ يُنْزَلَ

حضرت عبداللہ کھا رہے تھے تو اشعث نے ان سے کہا آج عاشورا ہے تو حضرت عبداللہ نے جواب دیا عاشورا کو رمضان کے

رَمَضَانَ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ تُرِكَ فَاَدْنُ فَكُلْ [1]

روزے کے حکم کے نازل ہونے سے پہلے روزہ رکھا جاتا تھا جب رمضان کے روزے کا حکم اترا تو چھوڑ دیا گیا، تم بھی قریب آؤ اور کھاؤ۔

**تشریحات** ۱۷ ۲ ۲

مطلب یہ ہے کہ رمضان سے پہلے عاشورا کا روزہ فرض تھا اب فرض نہیں۔ یہ مستحب ہونے کے منافی نہیں۔ اس سے متعلق ساری بحثیں کتاب الصوم میں گزر چکی ہیں۔

## بَابُ قَوْلِهٖ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ص ۶۴

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر "چند گنتی کے دن تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں ہیں اور جنہیں اسکی طاقت نہ ہو وہ بدلے میں ایک مسکین کا کھانا دیں پھر اپنی جانب سے جو نیکی زیادہ کرے تو وہ اسکے لئے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لئے اچھا ہے اگر تم جانو۔ آیت ۔ ۱۸۴

وَقَالَ عَطَاءٌ يُفْطِرُ مِنَ الْمَرَضِ كُلِّهٖ كَمَا قَالَ اللّٰهُ ـــ وَ

امام عطا نے فرمایا کہ ہر بیماری میں روزہ چھوڑ سکتا ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔

قَالَ الْحَسَنُ وَاِبْرَاهِيْمُ فِي الْمُرْضِعِ وَالْحَامِلِ اِذَا خَافَتَا عَلٰى اَنْفُسِهِمَا

امام حسن بصری اور امام ابراہیم نخعی نے فرمایا دودھ پلانے والی اور حاملہ کو روزہ رکھنے کی وجہ سے اگر اپنے اوپر یا اپنی

اَوْ وَلَدِهِمَا تُفْطِرَانِ ثُمَّ تَقْضِيَانِ وَاَمَّا الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ اِذَا لَمْ

اولاد پر اندیشہ ہو تو روزہ نہیں رکھیں گی پھر قضا کریں گی لیکن بہت بوڑھا جب روزے کی طاقت نہ رکھے (تو وہ کیا

يُطِقِ الصِّيَامَ فَقَدْ اَطْعَمَ اَنَسٌ بَعْدَ مَا كَبُرَ عَامًا اَوْ عَامَيْنِ كُلَّ

کرے) حضرت انس نے بہت بوڑھے ہونے کے بعد ایک سال یا دو سال روزہ نہیں رکھا اور روزانہ ایک مسکین کو روٹی

يَوْمٍ مِسْكِيْنًا خُبْزًا وَلَحْمًا وَاَفْطَرَ قِرَاءَةُ الْعَامَّةِ يُطِيْقُوْنَهٗ وَهُوَ اَكْثَرُ

اور گوشت کھلاتے تھے۔ قرأت عامہ "یطیقونہ" ہے اور یہی اکثر ہے۔

حضرت ابن عباس کی قرأت "یُطَوَّقُوْنَهٗ" ہے یعنی جنہیں روزے سے تکلیف ہوتی ہو، اور بہت زیادہ بوڑھے مرد عورت ہیں

[1] مسلم صوم

## حدیث ۱۸۲۲

عَنْ عَطَاءٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ وَعَلَى الَّذِينَ يُطَوَّقُونَهُ

عطاء سے روایت ہے انہوں نے حضرت ابن عباس کو یہ پڑھتے ہوئے سنا ان لوگوں پر جنہیں

فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ

روزہ مشقت میں ڈال دے فدیہ ہے۔ ایک مسکین کا کھانا۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَيْسَتْ بِمَنْسُوخَةٍ هُوَ الشَّيْخُ الْكَبِيرُ وَالْمَرْأَةُ الْكَبِيرَةُ

حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ منسوخ نہیں، یہ بہت بوڑھے مرد عورت کے لئے ہے

لَا يَسْتَطِيعَانِ أَنْ يَصُومَا فَيُطْعِمَانِ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينًا

جو روزہ نہ رکھ سکتے ہوں یہ ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔

## تشریحات ۱۸۲۲

حضرت عبداللہ بن مسعود کی بھی یہی قرأت ہے "يُطَوَّقُونَهُ" جس کے معنی ہیں کہ روزہ رکھنے کی وجہ سے وہ مشقت میں پڑیں یعنی بہت بوڑھے مرد اور عورت۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیت کریمہ ویطیقونہ منسوخ ہے یا محکم، حضرت عبداللہ بن عباس کے نزدیک منسوخ نہیں محکم ہے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے لیکن بہت سے حضرات جیسے حضرت ابن عمر حضرت سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں منسوخ ہے۔ ابتداء میں چونکہ روزہ رکھنے کی عادت نہیں تھی لوگوں پر روزہ شاق ہوا تو انہیں اختیار دیا گیا کہ چاہیں تو روزہ رکھیں چاہیں تو فدیہ دیں۔ پھر یہ حکم فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ سے منسوخ ہوگیا حضرت سلمہ بن اکوع کی حدیث اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کتاب الصوم میں بھی گزری ہے اور یہاں بھی اسکے بعد مذکور ہے۔ اس کی پوری بحث کتاب الصوم میں گزر چکی ہے۔ دوبارہ ذکر کی حاجت نہیں جو لوگ نسخ کے قائل ہیں ان پر ایک سنگین اعتراض یہ پڑتا ہے کہ جب یہ آیت روزے کی استطاعت رکھنے والوں کے بارے میں ہے تو شیخ فانی کا حکم کہاں سے ثابت ہے فلیتامل۔ ۱۲

حضرت ابن عباس کی مذکورہ بالا قرأت اور اس کی تفسیر حضرت مجاہد سے بھی مروی ہے جو ایک حدیث کے بعد یہیں بخاری میں مذکور ہے۔

---

## باب قَوْلِهِ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر روزہ کی راتوں میں بیویوں کے پاس جانا تمہارے لئے حلال کیا گیا۔ وہ تمہارے لئے لباس ہیں تم ان کے لئے لباس ہو۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں پر خیانت کرتے تھے تو اس نے تو تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمایا تو اب ان سے صحبت

لَكُمْ ص ۶۴۷ کرو اور اللہ نے تمہارے نصیب میں جو لکھا ہے اسے طلب کرو۔

ابتدار اسلام میں سورج ڈوبنے کے بعد سے لے کر صرف عشار کی نماز تک یا صرف سونے کے پہلے تک کھانے پینے اور جماع کی اجازت تھی اس کے بعد حرام کر دی گئی تھی۔ یہ بہت شاق تھا بہت سے صحابہ کرام عشار کے بعد کھانے پینے اور جماع میں مبتلا ہو گئے۔ اس کی پوری تفصیل کتاب الصوم میں گزر چکی ہے۔ یہ لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آیت مذکورہ نازل ہوئی اور صبح صادق تک کی اجازت مل گئی۔ اور جو لغزش ہو گئی تھی اس سے معافی کا پروانہ بھی۔

## باب قَوْلِهٖ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ آیت ۱۸۹

پارہ ۲

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر یہ کچھ بھلائی نہیں کہ گھروں میں پچھیت توڑ کر آؤ ہاں بھلائی پرہیزگاری ہے اور گھروں میں دروازوں سے آؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

## حدیث ۲۱۱۲

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانُوْا اِذَا اَحْرَمُوْا فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَتَوُا الْبَيْتَ مِنْ ظَهْرِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ــ

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جاہلیت میں جب اہل عرب احرام باندھتے تو گھروں پچھیت سے آتے تو اللہ نے آتارا یہ کوئی نیکی کی بات نہیں کہ اپنے گھروں میں اس کے پچھواڑے سے آؤ لیکن نیک وہ ہے جو اللہ سے ڈرے اور اپنے گھروں میں دروازوں سے آئے۔

## تشریحات ۲۱۱۹

کتاب الصوم میں پوری تفصیل سے بتایا جا چکا کہ قریش اور ان کے حلیف جن کو حمس کہا جاتا ہے احرام کے بعد اپنے گھر کے دروازوں سے اندر آتے جاتے ان کے علاوہ بقیہ سارے عرب حتیٰ کہ انصار کرام بھی احرام باندھنے کے بعد دروازے سے گھر میں نہ جا سکتے تھے نہ باہر نکل سکتے تھے۔ پچھواڑے کی دیوار میں نقب لگا کر آتے جاتے تھے۔ اس پہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

## باب قَوْلِهٖ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ص ۶۴۸

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور ایک اللہ کی پوجا ہو پھر اگر وہ باز آئیں تو زیادتی نہیں مگر ظالموں پر۔

## حدیث ۲۲۲۰

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَتَاهُ

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ حضرت ابن عمر سے روایت

رَجُلَانِ فِيْ فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَا اِنَّ النَّاسَ ضَيَّعُوْا وَاَنْتَ ابْنُ

کرتے ہیں کہ ان کے پاس دو شخص آئے ابن زبیر کے فتنے کے زمانہ میں۔ ان دونوں نے کہا لوگ ضائع کر دیئے

عُمَرَ وَصَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا يَمْنَعُكَ اَنْ تَخْرُجَ

گئے اور آپ حضرت عمر کے صاحبزادے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ کو لڑائی کے لئے نکلنے سے کیا چیز روکے ہوئے

فَقَالَ يَمْنَعُنِيْ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ دَمَ اَخِيْ قَالَا اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ فَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا

ہے۔ ابن عمر نے فرمایا مجھے اس بات نے روکا ہے کہ اللہ نے اپنے بھائی کا خون حرام فرمایا ہے ان دونوں نے کہا کیا اللہ نے یہ

تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَقَالَ قَاتَلْنَا هُمْ حَتّٰى لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ وَكَانَ الدِّيْنُ

نہیں فرمایا ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہ جائے انہوں نے فرمایا ہم ان سے لڑے یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہیں

لِلّٰهِ فَاَنْتُمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تُقَاتِلُوْا حَتّٰى تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ

رہ گیا۔ اور پرستش صرف اللہ ہی کے لئے ہونے لگی اور تم لوگ چاہتے ہو کہ لڑو تاکہ فتنہ ہو اور اللہ کے

لِغَيْرِ اللّٰهِ وَزَادَ عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ فُلَانٌ

علاوہ اوروں کی پرستش ہو (دوسرے طریقے سے نافع ہی سے یوں مروی ہے) کہ ایک شخص ابن عمر کی خدمت میں آیا

وَحَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو الْمَعَافِرِيِّ اَنَّ بُكَيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ

اور اس نے کہا اے ابو عبد الرحمٰن آپ کو کس چیز نے اس پر آمادہ کیا کہ ایک سال حج کرتے ہیں اور

حَدَّثَهٗ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ رَجُلًا اَتَى ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا حَمَلَكَ

ایک سال عمرہ کرتے ہیں اور راہِ خدا میں جہاد چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ

عَلٰى اَنْ تَحُجَّ عَامًا وَتَعْتَمِرَ عَامًا وَتَتْرُكَ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْتَ

اللہ نے جہاد کی کتنی رغبت دلائی ہے

مَا رَغَّبَ اللّٰهُ فِيْهِ قَالَ يَا ابْنَ اَخِيْ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ اِيْمَانٍ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

تو انہوں نے فرمایا اے بھتیجے؟ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اللہ و

وَالصَّلٰوةِ الْخَمْسِ وَالصِّيَامِ رَمَضَانَ وَاَدَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ

رسول پر ایمان اور پانچوں نماز رمضان کے روزے زکوٰۃ کی ادائیگی اور بیت اللہ کا حج

قَالَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَلَا تَسْمَعُ مَا ذَكَرَ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ وَاِنْ طَآئِفَتَانِ

اس نے کہا اے ابو عبد الرحمٰن کیا آپ نہیں سنتے ہیں کہ اللہ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا اِلٰى اَمْرِ اللّٰهِ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا

آپس میں لڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو اور اللہ کے اس حکم کو آپ نے نہیں سنا ان سے لڑو تاکہ کوئی

تَكُوْنَ فِتْنَةٌ قَالَ فَعَلْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فتنہ نہ رہ جائے فرمایا ہم نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں

وَكَانَ الْاِسْلَامُ قَلِيْلًا فَكَانَ الرَّجُلُ يُفْتَنُ فِيْ دِيْنِهٖ اِمَّا قَتَلُوْهُ وَاِمَّا يُعَذِّبُوْنَهٗ

کیا اسلام تھوڑا تھا (یعنی مسلمان تھوڑے تھے) دین کے معاملے میں لوگوں کو آزمایا جاتا تھا۔ یا تو اسے قتل کرتے یا عذاب

حَتّٰى كَثُرَ الْاِسْلَامُ فَلَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ ـــــ قَالَ فَمَا قَوْلُكَ فِيْ عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ قَالَ

دیتے یہاں تک کہ مسلمان زیادہ ہوگئے اور کوئی فتنہ نہیں رہا۔ ـــــ اس نے کہا علی و عثمان کے بارے میں کیا کہتے ہو فرمایا

اَمَّا عُثْمَانُ فَكَانَ اللّٰهُ عَفَا عَنْهُ وَاَمَّا اَنْتُمْ فَكَرِهْتُمْ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُ وَاَمَّا عَلِيٌّ

عثمان کو اللہ نے معاف فرمادیا تم لوگوں کو یہ بات ناگوار ہے کہ انہیں معاف کیا گیا۔ اور علی رسول اللہ کے چچا کے

فَابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَتَنُهٗ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ فَقَالَ هٰذَا بَيْتُهٗ حَيْثُ تَرَوْنَ

صاحبزادے ہیں اور حضور کے داماد ہیں اور اشارہ کرکے بتایا یہ ان کا گھر ہے جہاں تم دیکھ رہے ہو۔

## تشریحات ۲۲۲۰

فتنہ ابن زبیر سے مراد وہ زمانہ ہے جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کا دعویٰ کیا تھا۔ پورے حرمین طیبین اور حجاز و عراق میں بلکہ اکثر بلاد اسلام میں ان کو خلیفۃ المسلمین تسلیم کرلیا گیا تھا۔ مگر مروان اور اس کے بیٹے عبدالملک سفاک نے ان کے خلاف فوجیں بھیجیں ـــــ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا رویہ بربنائے احتیاط تھا وہ یہ نہیں طے کرپائے ہوں گے کہ حق کس کے ساتھ ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ اس شخص نے حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں جو کچھ پوچھا وہ اس بنا پر تھا کہ اس وقت مسلمانوں میں دو طبقے پیدا ہوگئے تھے عثمانی اور شیعی ـــــ ایک فریق دوسرے پر لعن وطعن کرتا تھا علانیہ نکتہ چینیاں کرتا۔ اس لئے اس شخص نے خصوصیت سے ان دونوں صاحبان کے بارے میں پوچھا ـــــ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فیصلہ کن اطمینان بخش جواب ارشاد فرمایا۔

## باب قَوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ـ اَلتَّهْلُكَةُ وَالْهَلَاكُ وَاحِدٌ ص ۶۴۸

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور بھلائی کرو اللہ بھلائی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ تہلکہ اور ہلاک ایک ہی ہے یعنی دونوں کا معنی ایک اور دونوں مصدر ہیں۔

234

## حدیث ۲۲۲۱

عَنْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آیت مذکورہ راہ خدا میں

تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ قَالَ نَزَلَتْ فِی النَّفَقَۃِ [1]

خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

## تشریحات ۲۲۲۳

ابو داؤد و ترمذی نسائی میں حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت کریمہ ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو عزت دی اور اس کے مددگار کثیر ہو گئے تو ہم نے چاہا کہ جہاد چھوڑ کر اپنے آبائی کاروبار کاشت کاری میں لگ جائیں۔ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ جہاد چھوڑ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ حضرت حذیفہ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہما کے ارشاد کا حاصل ایک ہی ہے حضرت حذیفہ کا مقصد یہ ہے کہ جہاد کی تیاری کے لئے خرچ کرو تاکہ جہاد باقی رہے اور حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کا مطلب بھی یہی ہے۔

## باب قَوْلِہٖ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَۃِ اِلَی الْحَجِّ ص ۶۴۸

جو حج کے ساتھ عمرہ ملانے کا فائدہ حاصل کرے۔

## حدیث ۲۲۲۲

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اُنْزِلَتْ اٰیَۃُ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اللہ کی کتاب میں

الْمُتْعَۃِ فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ فَفَعَلْنَاھَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یَنْزِلْ

تمتع کی آیت نازل کی گئی اور ہم نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا اور کوئی ایسی آیت

قُرْاٰنٌ یُحَرِّمُہٗ وَلَمْ یَنْہَ عَنْھَا حَتّٰی مَاتَ قَالَ رَجُلٌ بِرَاْیِہٖ مَا شَاءَ۔

نہیں نازل ہوئی جو اسے حرام کرے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے اس سے منع فرمایا یہاں تک کہ وصال پاگئے ایک شخص نے اپنی رائے سے کہا جو چاہا۔

## تشریحات ۲۲۲۲

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمتع سے منع فرماتے تھے یہ انہیں پر تعریض ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ان کی مراد حضرت عمر ہوں اس لئے کہ وہ بھی تمتع سے منع فرماتے تھے اس کی پوری تفصیل مع دلائل و براہین کتاب الحج میں گزر چکی ہے۔

## باب قَوْلِہٖ ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ ص ۶۴۸

پھر اے قریشیو تم بھی وہیں سے پلٹو جہاں سے لوگ پلٹتے ہیں۔

---

[1] ترمذی ثانی ص ۱۲۱ ابن ماجہ تفسیر باب قولہ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔

## حدیث ۲۲۳

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَانَتْ قُرَيْشٌ وَمَنْ دَانَ دِيْنَهَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش اور جو ان کے طریقہ کار پر

يَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَكَانُوْا يُسَمُّوْنَ الْحُمْسَ وَكَانَ سَائِرُ الْعَرَبِ يَقِفُوْنَ

تھے مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور وہ اپنا نام حمس رکھتے تھے اور بقیہ عرب عرفات میں وقوف

بِعَرَفَاتٍ فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ اَمَرَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّاْتِيَ عَرَفَاتٍ

کرتے تھے پھر جب اسلام آیا تو اللہ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حکم دیا کہ عرفات جائیں پھر وہاں

ثُمَّ يَقِفَ بِهَا ثُمَّ يُفِيْضَ مِنْهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ

ٹھہریں پھر وہاں سے واپس ہوں۔ یہی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد پھر وہاں سے واپس ہو جہاں سے اور لوگ واپس ہوتے ہیں۔

## تشریحات ۲۲۳

حُمُسٌ۔ احمس کی جمع ہے اس کا مادہ حَمَاسَہ ہے جس کے معنی سخت لڑائی لڑنے کے ہیں عرب کے قبائل میں بنو عامر بن صعصعہ ثقیف۔ اور خزاعہ کا قریش سے ایک خاص معاہدہ تھا۔ اس لئے ان کو بھی حمس کہا جاتا تھا۔ احرام باندھنے کے بعد یہ لوگ گھی اور پنیر نہیں کھاتے تھے۔ اور حج میں وقوف عرفہ نہیں کرتے تھے۔ صرف وقوف مزدلفہ کرتے تھے۔ اسی کو دور کرنے کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے۔

## حدیث ۲۲۴

اَخْبَرَنِيْ كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ مکہ معظمہ میں ایک شخص بغیر

يَطُوْفُ الرَّجُلُ بِالْبَيْتِ مَا كَانَ حَلَالًا حَتّٰى يُهِلَّ بِالْحَجِّ فَاِذَا رَكِبَ اِلٰى عَرَفَةَ فَمَنْ

احرام باندھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کرتا۔ یہاں تک کہ حج کا احرام باندھتا پھر جب عرفہ جانے کے لئے سوار ہوتا تو

تَيَسَّرَ لَهٗ هَدْيٌ مِنَ الْاِبِلِ اَوِ الْبَقَرِ اَوِ الْغَنَمِ مَا تَيَسَّرَ لَهٗ مِنْ ذٰلِكَ اَيُّ ذٰلِكَ

اپنے ساتھ اس کو جو بھی میسر ہوتا اونٹ گائے بکری میں سے قربانی کا جانور ساتھ لیتا۔ اور جسے قربانی کا جانور

شَاءَ غَيْرَ اَنْ لَّمْ يَتَيَسَّرْ لَهٗ فَعَلَيْهِ ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَذٰلِكَ قَبْلَ يَوْمِ عَرَفَةَ

میسر نہ ہوتا وہ عرفہ کے دن سے پہلے پہلے حج کے دنوں میں تین دن روزہ رکھتا

فَاِنْ كَانَ اٰخِرُ يَوْمٍ مِّنَ الْاَيَّامِ الثَّلٰثَةِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ ثُمَّ لْيَنْطَلِقْ حَتّٰى

اگر تین دنوں کا آخر عرفہ کا دن ہوتا تو اس پر کوئی گناہ نہیں تھا پھر وہ چلے اور

يَقِفَ بِعَرَفَاتٍ مِّنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى اَنْ يَّكُوْنَ الظَّلَامُ ثُمَّ لِيَدْفَعُوْا مِنْ عَرَفَاتٍ

عرفات میں وقوف کرے عصر کی نماز سے لے کر اندھیرا ہونے تک۔ پھر عرفات سے لوگ چلیں یہاں تک کہ

اِذَا اَفَاضُوْا مِنْهَا حَتّٰى يَبْلُغُوْا جَمْعًا الَّذِيْ يُتَبَرَّرُ بِهٖ ثُمَّ لِيَذْكُرُوا اللّٰهَ

مقام جمع پہنچیں جہاں نیکی حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہاں اللہ کا کثرت سے ذکر کریں صبح ہونے سے

كَثِيرًا أَوْ أَكْثِرُوا التَّكْبِيرَ وَالتَّهْلِيلَ قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوا ثُمَّ أَفِيضُوا

پہلے پہلے تکبیر و تہلیل کی کثرت کریں۔ پھر وہاں سے واپس ہوں اس لئے کہ اور لوگ بھی واپس

فَإِنَّ النَّاسَ كَانُوا يُفِيضُونَ وَقَالَ اللهُ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ

ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر وہاں سے واپس ہو جہاں سے اور لوگ واپس ہوتے ہیں اللہ

النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللهَ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ حَتَّى تَرْمُوا الْجَمْرَةَ

سے مغفرت چاہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ یہاں تک کہ جمرہ (عقبہ) پر کنکری مارو۔

## تشریحات

یہ حقیقت میں تمتع کا بیان ہے مطلب یہ ہے کہ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ حاضر ہو۔ عمرہ کر کے احرام کھول دے اور بغیر احرام کے جتنا چاہے بیت اللہ کا طواف کرے پھر آٹھ ذی الحجہ کو یا اس سے پہلے حج کا احرام باندھے اس پر قربانی واجب ہے اور اگر قربانی کی استطاعت نہ ہو۔ تو اس پر دس روزے واجب ہیں۔ تین ایام حج میں یوم عرفہ سے پہلے پہلے اور سات حج سے فراغت کے بعد اور وقوف عرفہ ضروری ہے اس کو لاجناح سے تعبیر کیا۔ تعبیر اس بنا پر کیا کہ قریش اور حمس عرفات جانے کو گناہ سمجھتے تھے اخیر میں فرمایا کہ اللہ عزوجل نے جو فرمایا ہے وہاں سے واپس ہو۔ جہاں سے سب لوگ واپس ہوتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ پہلے عرفات جاؤ پھر سورج ڈوبنے کے بعد وہاں سے مزدلفہ آؤ۔ پھر وہاں سے آؤ۔ اور جمرۃ العقبہ پر کنکری مارو۔

## باب قَوْلِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ص ۶۴۹

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور ان میں سے کچھ لوگ یہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا۔

## حدیث ۲۲۲۳

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ

وسلم فرماتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بھلائی عطا کر

فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ [1]

اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور جہنم کے عذاب سے بچا۔

[1] کتاب الدعوات باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار ص ۹۳۵ ابوداؤد

## تشریحات ۲۲۲۵

حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ کچھ دیہاتی موقف میں پہنچ کر یہ دعا مانگتے اے اللہ اس کو بارش کا سال بنا اور فراخ سالی کا اور اچھی اولاد کا اور آخرت کا کوئی ذکر نہیں کرتے انہیں لوگوں کے بارے میں یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔ ان میں کا بعض یہ کہتا اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بھلائی دے۔ اس کیلئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور مومنین یہ کہتے ہیں ہم کو دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی دے۔ اور جہنم کی آگ سے بچا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اتارا ان لوگوں کے لئے ان کی کمائی کا پورا حصہ ہے اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے ـــــ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا۔ دنیا میں بھلائی نیک عورت ہے اور آخرت میں جنت۔ عذاب نار بری عورت ہے۔

---

## باب قَوْلِهٖ تَعَالٰى نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تم اپنی کھیتی پر آؤ جیسے چاہو اور اپنے لئے آگے بھیج لو

ص ۶۴۹

## حدیث ۲۲۲۶

عَنْ نَّافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اِذَا قَرَأَ الْقُرْاٰنَ لَمْ يَتَكَلَّمْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ فَاَخَذْتُ عَلَيْهِ يَوْمًا فَقَرَأَ سُوْرَةَ

جب قرآن کی تلاوت کرتے تو بات نہیں کرتے جب تک کہ فارغ نہ ہو جاتے۔ ایک دن میں ان کے پاس حاضر

الْبَقَرَةِ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى مَكَانٍ قَالَ تَدْرِيْ فِيْمَ اُنْزِلَتْ قُلْتُ لَا قَالَ نَزَلَتْ

رہا۔ انہوں نے سورہ بقرہ کی تلاوت کی یہاں تک کہ ایک جگہ پہنچے پوچھا تم جانتے ہو کس بارے میں اتاری گئی ہے

فِيْ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ مَضٰى وَفِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالُوْا حَرْثُكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ

میں نے کہا نہیں فرمایا فلاں فلاں معاملہ میں اتری ہے پھر آگے تلاوت کرنے لگے (حضرت ابن عمر سے دوسری روایت میں

قَالَ يَاْتِيْهَا ـــــ فِيْ

ہے۔ فاتوا حرثکم انی شئتم کا مطلب یہ ہے)... میں دخول کرے

## تشریحات ۲۲۲۶

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہ تھا کہ اَنّٰى شِئْتُمْ کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کے پچھلے مقام میں مقاربت جائز ہے فی کذا و کذا سے یہی مراد ہے۔ اور دوسری روایت میں فی کے بعد الدبر کو امام بخاری نے قصداً نہیں تحریر فرمایا ہے ـــــ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں صراحت کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے۔ لیکن یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وہم ہے۔ جس پر خود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار فرمایا ہے۔ لیکن علامہ عینی نے تحریر کیا کہ حمیدی نے جمع بین الصحیحین

میں یہ نقل کیا ہے یاتیہا فی الفرج اور امام بخاری نے فی کے بعد بیاض چھوڑ دی تھی غالباً ان کے نزدیک یہ مدۃ العمر متعین نہیں ہوگا کہ یہاں کیا لفظ ہے۔ فرج یا دبر ——— اس پر کثیر حدیثیں وارد ہیں کہ عورتوں کے ساتھ پچھلے مقام میں مقاربت حرام ہے اور خود آیۃ کریمہ میں وارد لفظ حرث بھی التزاماً اس کی ممانعت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ اس لئے کہ فرج ہی حرث ہے نہ کہ دبر۔ دبر موضع فرث ہے۔ اَنّٰی شِئْتُمْ کا عموم زیادہ سے زیادہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ کہ موضع حرث میں تم جیسے چاہو ویسے مقاربت کرو خواہ آگے سے خواہ پیچھے سے۔

## حدیث ۲۲۲۷

عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ

ابن منکدر نے کہا میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا

قَالَ كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ اِذَا جَامَعَهَا مِنْ وَّرَائِهَا جَاءَ الْوَلَدُ اَحْوَلَ

انہوں نے فرمایا یہودی کہتے تھے جب کوئی پیچھے سے اپنی عورت کیساتھ جماع کرے گا تو اولاد بھینگی ہوگی تو اس پر یہ

فَنَزَلَتْ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ

آیت کریمہ نازل ہوئی۔ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تم اپنی کھیتی پر جیسے چاہو آؤ

## تشریحات ۲۲۲۷

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تشریح نے واضح کر دیا کہ انّٰی شئتم سے مراد طریقہ کار کی تعمیم ہے نہ موضع جماع کی۔

---

## باب قولہ واذا طلقتم النساء فبلغن اجلہن فلا تعضلوہن ان ینکحن ازواجہن ص ۶۴۹

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو انہیں پہلے شوہروں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو۔

## حدیث ۲۲۲۸

عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ اُخْتَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا

حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ معقل بن یسار کی بہن کو ان کے شوہر نے طلاق دیا

فَتَرَكَهَا حَتّٰى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَخَطَبَهَا فَاَبٰى مَعْقِلٌ فَنَزَلَتْ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ

اور رجعت نہیں کی۔ یہاں تک کہ ان کی عدت پوری ہوگئی اس کے بعد ان کو نکاح کا پیغام دیا تو معقل نے انکار کر دیا اس پر یہ

اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ ع

آیت کریمہ نازل ہوئی اپنے پہلے شوہروں سے نکاح کرنا چاہیں تو انہیں منع نہ کرو۔

---

ع ثانی نکاح باب لا نکاح الا بولی ص ۷۷۔ طلاق باب قولہ وبعولتہن احق بردہن ص ۸۰۲۔ ابو داؤد نکاح۔ ترمذی تفسیر نسائی تفسیر۔

## تشریحات ۲۲۲۸

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان بہن کا نام کیا تھا اس میں مختلف اقوال ہیں جمیل ۔ جمیلہ ۔ لیلیٰ ۔ فاطمہ ۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے کئی ایک نام رہے ہوں۔ جن صاحب کے ساتھ ان کا نکاح ہوا تھا۔ ان کا نام ابوالبداح بن عاصم انصاری تھا۔ کتاب النکاح میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت معقل بن یسار نے اپنی بہن کا نکاح ابوالبداح کے ساتھ کر دیا۔

---

## باب قَوْلِهٖ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۔۔۔ اِلٰى بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۔۔۔ يَعْفُوْنَ ۔۔۔ يَعْفُوْ ص ۶۵۰

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر۔ تم میں جو لوگ وفات پائیں اور بیویاں چھوڑیں تو وہ چار ماہ دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں پوری آیت کریمہ تک۔ یعفون کے معنی ہیں دے دیں۔

## حدیث ۲۲۲۹

عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ

حضرت عبداللہ بن زبیر نے کہا میں نے عثمان بن عفان سے کہا کہ آیۃ کریمہ

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا قَالَ قَدْ نَسَخَتْهَا الْاٰيَةُ الْاُخْرٰى فَلِمَ

تم میں سے جو لوگ وفات پائیں اور بیویاں چھوڑیں تو ان پر وصیت کرنا فرض ہے کہ پورے سال ان کو نفقہ دیں اور گھر سے نہ نکالیں

تَكْتُبُهَا اَوْ تَدَعُهَا قَالَ يَا ابْنَ اَخِيْ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْهُ مِنْ مَكَانِهٖ [1]

بقرہ آیت ۲۴۰ کے بارے میں کیا کہتے ہیں) فرمایا اسے دوسری آیت نے منسوخ کر دیا۔ ابن زبیر نے کہا تو آپ اسے کیوں لکھتے ہیں اور مصاحف میں رہنے دیتے ہیں انہوں نے فرمایا اے بھتیجے قرآن کے کسی حصہ کو اس کی جگہ سے نہیں بدلوں گا۔

---

## تشریحات ۲۲۲۹

متوفی عنہا زوجہا کی عدت کے بارے میں سورہ بقرہ ہی میں دو آیتیں ہیں ایک یہی جو ابھی متن میں ہم نے ذکر کی کہ ان کی عدت سال بھر ہے اور شوہروں پر واجب ہے کہ سال بھر تک ان کے نان نفقہ کی وصیت کر جائیں ۔ دوسری وہ جو باب میں مذکور ہے کہ ان کی عدت چار ماہ دس دن ہے ۔ دونوں آپس میں متعارض ہیں ۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسی کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت جس میں مذکور ہے کہ متوفی عنہا زوجہا کی عدت سال بھر ہے منسوخ ہے ۔ اسے اس آیت نے جس میں یہ مذکور ہے کہ ان کی عدت چار ماہ دس دن ہے منسوخ کر دیا۔ اس پر انہوں نے پوچھا جب وہ آیت منسوخ ہے تو اس کو آپ مصحف میں کیوں لکھتے ہیں فرمایا کہ حضور اقدس

---

[1] بَابُ قَوْلِهٖ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ص ۶۵۱

صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید جس ترتیب کے ساتھ جمع فرمایا تھا۔ اس میں یہ آیت ہے اسی لئے میں بھی اس کو لکھتا ہوں۔
اس کی تفصیل یہ ہے کہ منسوخ کی تین قسمیں ہیں۔ اول منسوخ الحکم منسوخ التلاوت۔ دوسری منسوخ التلاوت اور محکم ان دونوں قسموں کی آیتیں مصحف میں نہیں لکھی ہوئی ہیں۔ تیسری منسوخ الحکم اور متلو۔ ایسی آیتیں مصحف میں لکھی جاتی ہیں۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۰ تیسری قبیل سے ہے۔ اس کا حکم منسوخ اور تلاوت باقی ہے۔
اشکال کی بظاہر ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آیت کریمہ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا آیت ۲۳۴ پہلے ہے اور آیت کریمہ وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم مَّتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ نمبر ۲۴۰ بعد میں ہے اس کے بعد میں ہونے سے کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ ناسخ ہے اور منسوخ ــــ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ نسخ کا تعلق نزول سے ہے تلاوت کی ترتیب سے نہیں۔

## حدیث ۲۲۳۰

عَنِ ابْنِ اَبِیْ نُجَیْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ

امام مجاہد سے روایت ہے (یہ جو اللہ عزوجل نے فرمایا) تم میں سے جو لوگ وفات پائیں اور بیویاں

وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا قَالَ كَانَتْ هٰذِهِ الْعِدَّةُ تَعْتَدُّ عِنْدَ اَهْلِ زَوْجِهَا وَاجِبٌ

چھوڑیں وہ اپنے آپ کو چار مہینہ دس دن روکے رہیں۔ یہ عدت واجب ہے کہ عورت اپنے شوہر کے اہل کے یہاں گزارے۔ اسکے

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَصِیَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ

بعد اللہ نے اتارا۔ تم میں سے جو لوگ وفات پاجائیں اور بیویاں چھوڑیں ان کے شوہروں پر اپنی بیویوں کے لئے وصیت کرنا

مَتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَیْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْ

واجب ہے کہ سال بھر تک ان کو نفقہ دیں اور گھر سے نہ نکالیں اور اگر وہ خود گھر سے نکل جائیں تو تم پر کوئی گناہ

اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ قَالَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهَا تَمَامَ السَّنَةِ سَبْعَةَ اَشْهُرٍ وَّ

نہیں اس بارے میں جنہوں نے اپنے آپ کو بھلا کام کر لیا ــــ مجاہد نے کہا اللہ تعالیٰ نے اسکے

عِشْرِیْنَ لَیْلَةً وَصِیَّةً اِنْ شَاءَتْ سَكَنَتْ فِیْ وَصِیَّتِهَا وَاِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ

لئے پورے سال عدت مقرر فرمائی۔ سات مہینے بیس دن یا اگر وہ چاہے وصیت کے مطابق رہے اور اگر چاہے چلی جائے

وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى غَیْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فَالْعِدَّةُ كَمَا

یہی ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مطلب "نکالنا نہیں ہے اگر خود چلی جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔ پس عدت جیسی

هِیَ وَاجِبٌ عَلَیْهَا زَعَمَ ذَاكَ عَنْ مُّجَاهِدٍ [1]

کہ ہے واجب ہے اس پر ابن نجیح نے گمان کیا کہ مجاہد سے یہی مروی ہے۔

---

[1] ثانی الطلاق باب وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ص ۸۰۴

## تشریحات ۲۲۳

اس کا حاصل یہ ہے کہ دونوں آیتیں محکم ہیں ان میں کوئی منسوخ نہیں۔ پہلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر عورت پر چار مہینے دس دن عدت بہر حال واجب ہے جو اپنے شوہر کے گھر گزارے گی۔ ان ایام میں گھر سے باہر نہیں جا سکتی اور دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر شوہر پر واجب ہے کہ یہ وصیت کرے کہ عورت چاہے تو پورے سال میرے اس گھر میں رہے ان دنوں نان و نفقہ شوہر کے ورثہ پر دینا واجب ہے لیکن عورت کو اختیار ہے چاہے شوہر کے گھر رہے یا اگر وہ اپنی مصلحت یہ سمجھتی ہے کہ شوہر کے گھر نہ رہے تو کہیں اور بھی جا سکتی ہے لیکن اگر وہ شوہر کے گھر رہے تو کسی کو جائز نہیں کہ اس کو نکالے۔ وارثین پر نان و نفقہ دینا واجب ہے۔

## ت ۶۱۵

وَقَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَسَخَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عِدَّتَهَا

اور عطاء نے کہا حضرت ابن عباس نے کہا اس آیت نے شوہر کے گھر عدت گزارنے کو منسوخ کر دیا وہ

عِنْدَ اَهْلِهَا فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ لِقَوْلِ اللّٰهِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ قَالَ عَطَاءٌ اِنْ شَاءَتْ

جہاں چاہے عدت گزارے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کہا فرمایا "نکالنا نہیں" اور عطاء نے کہا اگر چاہے شوہر کے اہل کے یہاں عدت

اِعْتَدَّتْ عِنْدَ اَهْلِهٖ وَسَكَنَتْ فِيْ وَصِيَّتِهَا وَاِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ لِقَوْلِ اللّٰهِ

گزارے اور وصیت کے مطابق رہے اور اگر چاہے ان کے یہاں سے کہیں اور چلی جائے کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ قَالَ عَطَاءٌ ثُمَّ جَاءَ الْمِيْرَاثُ فَنَسَخَ السُّكْنٰى

انہوں نے اپنے آپ جو کچھ کر لیا اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں، عطاء نے کہا، پھر میراث کا حکم آیا تو اس نے سکنیٰ کو منسوخ

فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ وَلَا سُكْنٰى لَهَا

کر دیا، جہاں چاہے عدت گزارے اسے رہائشی مکان کا حق نہیں۔

## تشریحات ۶۱۵

جمہور سلف و خلف کا مذہب یہ ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت ۲۴۰ جس میں وصیت کا حکم ہے یہ منسوخ ہے اس کی ناسخ آیت ۲۳۴ ہے جس میں یہ فرمایا گیا کہ بیوہ کی عدت چار مہینے دس دن ہے نیز یہ کہ اس پر شوہر کے اسی گھر میں عدت گزارنا واجب ہے جس میں شوہر کے انتقال کے وقت سکونت پذیر تھی اس کے علاوہ کسی دوسرے مکان میں عدت گزارنا جائز نہیں مگر یہ کہ ان مخصوص صورتوں میں جن میں ضرورت شرعیہ کا تحقق ہو۔

## حدیث ۲۲۳۱

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰى مَجْلِسٍ

محمد بن سیرین نے کہا کہ میں ایک مجلس میں حاضر ہوا جس میں بڑے بڑے انصار کرام موجود

فِيْهِ عُظْمٌ مِنَ الْاَنْصَارِ وَفِيْهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ لَيْلٰى فَذَكَرَتْ حَدِيْثَ

تھے جن میں عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بھی تھے میں نے عبداللہ بن عتبہ کی حدیث جو سبیعہ بنت حارث کے

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ فِيْ شَانِ سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لٰكِنَّ

کے بارے میں ذکر کی تو عبدالرحمٰن نے کہا

عَمَّهُ كَانَ لَا يَقُوْلُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ اِنِّيْ لَجَرِيٌّ اِنْ كَذَبْتُ عَلٰى رَجُلٍ فِيْ جَانِبِ

لیکن ان کے چچا یہ نہیں کہتے۔ تو میں نے کہا کہ میں جسری ہوں گا اگر میں کوفہ کے گوشے میں رہنے والے

الْكُوْفَةِ وَرَفَعَ صَوْتَهٗ قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ فَلَقِيْتُ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ اَوْ مَالِكَ

ایک شخص پر جھوٹ باندھوں۔ اور ابن سیرین نے اپنی آواز کو اونچی کیا انہوں نے کہا میں وہاں سے نکلا تو میں

بْنَ عَوْفٍ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ قَوْلُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِي الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا وَهِيَ حَامِلٌ

نے مالک بن عامر سے یا مالک بن عوف سے ملاقات کی تو میں نے کہا۔ ابن مسعود کا کیا قول ہے؟ متوفی عنہا زوجہا کے بارے میں جب وہ حاملہ

فَقَالَ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ : اَتَجْعَلُوْنَ عَلَيْهَا التَّغْلِيْظَ وَلَا تَجْعَلُوْنَ لَهَا الرُّخْصَةَ

ہو تو انہوں نے کہا۔ کہ ابن مسعود نے فرمایا تم لوگ اس پر سختی کرتے ہو اسے رخصت پر عمل کرنے نہیں دیتے۔

لَنَزَلَتْ سُوْرَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرٰى بَعْدَ الطُّوْلٰى۔ وَقَالَ اَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدٍ

چھوٹی سورہ نساء بڑی کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اور ایوب نے محمد بن سیرین سے روایت کرتے

لَقِيْتُ اَبَا عَطِيَّةَ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ [1]

ہوئے کہا" میں نے ابوعطیہ مالک بن عامر سے ملاقات کی۔

## تشریحات ۲۲۳۱

سورۂ طلاق میں اس مجلس کی تفصیل یہ ہے کہ وہاں یہ تذکرہ تھا کہ جس عورت کا شوہر مرجائے اور وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت کیا ہوگی؟ وضع حمل یا چار مہینے دس دن؟ اس لئے کہ سورۂ بقرہ میں اس کی عدت چار مہینے دس دن بتائی گئی ہے۔ حاملہ وغیر حاملہ کی تخصیص نہیں۔ اس کے اطلاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر متوفی عنہا زوجہا حاملہ ہو تو بھی اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے اور سورہ طلاق میں حاملہ کی عدت مطلقاً وضع حمل بتائی گئی ہے۔ خواہ متوفی عنہا زوجہا ہو یا مطلقہ ہو اس کا عموم یہ چاہتا ہے کہ متوفی عنہا زوجہا اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت بھی وضع حمل ہے۔ اس مجلس میں جب یہ ذکر آیا تو عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے بتایا کہ اس کی عدت ابعد الاجلین ہے یعنی دونوں عدتوں میں جو زیادہ ہو تو محمد بن سیرین نے ٹوکا اور سبیعہ بنت حارث کے بارے میں جو عبداللہ بن عتبہ کی حدیث مروی ہے اس کو بیان کیا۔ یہ حدیث یہ ہے" کہ سبیعہ بنت حارث کا نکاح حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوا تھا ان کا مکے میں وصال ہوگیا۔ شوہر کی وفات کے بعد پچیس دن یا اس سے کم پر ان کے بچہ پیدا ہوا ابوالسنابل نے ان سے کہا تمہاری عدت چار مہینے دس دن ہے۔ سبیعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] ثانی تفسیر باب واولات الاحمال اجلھن ص ۷۲۹

خدمت میں حاضر ہوئیں اور سارا قصہ بتایا۔ حضور نے ان سے ارشاد فرمایا کہ عدت پوری ہوگئی تو جس سے چاہے نکاح کرلے اس حدیث کو سن کر عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے کہا کہ عبداللہ بن عتبہ کے چچا یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود اس حدیث کے مطابق فتویٰ نہیں دیتے یعنی وہ متوفی عنہا زوجہا حاملہ کی عدت ابعد الاجلین قرار دیتے ہیں تو محمد بن سیرین نے کہا کہ میں نے ابو مالک بن عامر سے ملاقات کی یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے ان سے میں نے پوچھا۔ کہ عبداللہ بن مسعود اس سلسلے میں کیا فتویٰ دیتے تھے؟ تو انہوں نے بتایا کہ سورۂ طلاق سورہ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اللہ نے اسکے لئے آسانی کی ہے اور تم لوگ سختی کرتے ہو۔ سورۂ نساء قصریٰ سے مراد سورہ طلاق ہے جو اٹھائیسویں پارے میں ہے اور سورۂ نساء طولیٰ سے مراد سورۂ بقرہ ہے۔ ——— اب اشکال یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے کیسے کہہ دیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسکی عدت ابعد الاجلین بتاتے تھے ——— ہوسکتا ہے کہ جب تک نسخ کا علم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نہیں تھا تو وہی فتویٰ دیتے رہے ہوں کہ اسکی عدت ابعد الاجلین ہے لیکن جب نسخ کا علم ہوگیا تو اس سے رجوع فرمالیا۔ سورۂ طلاق کی روایت میں یہ ہے " فَضَمَّنَ بِیَدِہٖ بَعْضَ اَصْحَابِہٖ " اس پر علامہ کرمانی وغیرہ نے فرمایا کہ صحیح لفظ " ض م ذ " ہے جس کے معنی چپ کرانے کے ہیں۔ چونکہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی لوگوں کے دلوں میں بڑی عزت تھی ان کے خلاف جب محمد بن سیرین نے یہ جرأت کی تو لوگوں پر گراں گزرا اور لوگوں نے ان کو چپ رہنے کو اشارہ کیا۔ یہاں ایک روایت فَغَضَّ کی ہے اس کے معنیٰ ہیں اس کے معنیٰ ہیں کہ آنکھ کو میچا جس سے ان کا مقصود تھا چپ کرانا " ضمن " کی روایت کو علامہ ابن حجر نے فرمایا، اس کا معنی ظاہر نہیں۔ لیکن علامہ عینی نے فرمایا اس کی توجیہہ یہ ہے۔ قاموس میں ہے۔

والضمن کمعظوم من الاصوات مالا یستطاع الوقوف علیہ حتی یوصل لاٰخرہ

جیسے بہت سی آوازیں ایسی ہیں جو سمجھ میں نہیں آتی ہیں کہ اس کا مدلول دوسرے تک پہنچایا جائے

یہاں چپ رہنے کا اشارہ مراد ہے خواہ ہونٹ بند کرکے یا آنکھ میچ کے۔ یعنی ان لوگوں نے کیا کہا یہ تو سمجھ میں نہیں آیا مگر اتنی بات سمجھ میں آگئی کہ وہ لوگ چپ رہنے کا اشارہ کررہے ہیں۔ وقال ابن جبیر کرسیہ علمہ۔

حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ میں کرسی سے مراد اللہ عزوجل کا علم ہے۔ یعنی اس کا علم آسمان وزمین کو وسیع ہے۔ یہ حضرت سعید بن جبیر کا قول ہے۔ جمہور کرسی سے مراد۔ کرسی ہی لیتے ہیں۔ اور اس کی حقیقت کیا ہے یہ متشابہات میں سے ہے۔ اس لئے کہ کرسی بیٹھنے والے کو گھیرے رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے کہ کوئی اسے گھیرے۔

یقال بسطۃً زیادۃ وفضلا۔ طالوت کے بارے میں فرمایا گیا زَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ۔ اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی ——— افرغ انزل، اصحاب طالوت کی دعا میں ہے۔ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا۔ اے رب ہمارے ہم پر صبر انڈیل۔ امام بخاری نے فرمایا کہ افرغ کے معنیٰ انزل ہیں یعنی انڈیل

یؤدہ۔ یثقلہ، اَدَنِیْ اثقلنی۔ وَدَّ والاید۔ القوۃ۔ آیۃ الکرسی میں ہے وَلَا یَؤُدُہٗ حفظھما اور اسے بھاری نہیں ان کی نگہبانی۔ امام بخاری نے فرمایا۔ یؤد کے معنی ثقلہ ہے۔ جیسے بولتے ہیں اَدَنِیْ اس نے مجھ کو بوجھل کر دیا۔ اد اور ایدکے معنی قوت کے ہیں ـــــ فَبُھِتَ۔ ذھبت حجتہ۔ نمرود کے بارے میں فرمایا گیا ہے فَبُھِتَ الَّذِیْ کَفَرَ، کافر کے ہوش اڑ گئے ـــــ امام بخاری نے فرمایا کہ اس کے معنی ہیں "اس کی دلیل ختم ہو گئی ـــــ خاویۃٌ لا انیس فیھا ـــــ حضرت عزیر ایک ویران بستی پر گزرے اس بستی کے بارے میں فرمایا گیا خاویۃ علیٰ عروشھا وہ ڈھئی پڑی تھی اپنی چھتوں پر۔ امام بخاری فرماتے ہیں۔ خَاوِیَۃٌ کے معنی ہیں کہ وہاں پر کوئی مونس نہیں تھا۔ ـــــ عروشھا، ابنیتھا۔ امام بخاری نے فرمایا کہ عروش سے مراد بنیادیں ہیں ـــــ السنۃ النعاس آیۃ الکرسی میں ہے لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ۔ اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔ امام بخاری نے فرمایا کہ سنۃ کے معنی اونگھ کے ہیں ـــــ حضرت عزیر کے قصے میں ہے کہ اللہ عزوجل نے ان پر نیند طاری فرمادی اور وہ پورے سو سال سوتے رہے صبح کے وقت لیٹے تھے اور شام کو ان کی آنکھ کھلی۔ اللہ عزوجل نے ان سے دریافت فرمایا تم یہاں کتنی دیر ٹھہرے عرض کیا دن بھر یا کم فرمایا۔ تو تو سو سال اسی حال میں رہا اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ اب تک بو نہ لایا اور اپنے گدھے کو دیکھ کہ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں۔ فرمایا وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحما اور ان ہڈیوں کو دیکھ کیوں کر ہم انہیں اٹھان دیتے پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں ـــــ امام بخاری نے فرمایا کہ ننشزھا کے معنی نخرجھا ہے ـــــ اعصارٌ ریح عاصف تھب من الارض الی السماء کعمودٍ فیہ نارٌ۔ اعصار کے معنی تیز ہوا جو زمین سے آسمان کی طرف ستون کی طرح اٹھتی ہے، بگولہ، جس میں آگ ہے۔ وقال ابن عباسٍ صلدا لیس علیہ شیءٌ پتھر جس پر کچھ نہ ہو ـــــ وقال عکرمۃ وَابِلٌ مطر شدیدٌ، وابل کے معنی تیز بارش ہے ـــــ الطل الندی تری (اوس) وھذا مثل عمل المؤمن، یہ مومن کے عمل کی مثال ہے کہ وہ بہر حال سود مند ہوتا ہے ـــــ یتسنہ، یتغیر، بدلتا ہے۔ حضرت عزیر کے کھانے پانی کے بارے میں فرمایا گیا تھا لَمْ یَتَسَنَّہ وہ بدلا نہیں جیوں کا تیوں ہے۔

## تشریحات

حضرت امام بخاری نے اس کے اوپر باب قائم کیا تھا۔ صلوٰۃ خوف کا اب مذکورہ بالا عبارات کا صلوٰۃ خوف سے کیا تعلق ہے اس کو میں سمجھ نہیں پایا۔ ہندوستان کے مطبوعہ نسخوں میں اسی طرح ہے۔ لیکن علامہ عینی نے بعد میں وقال ابن جبیر سے باب کے بعد پہلے وہ حدیث ذکر کی ہے جس میں صلوٰۃ خوف کی تفصیل مذکور ہے۔

---

## بَابُ قَوْلِہٖ اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر کیا تم میں سے کوئی یہ

لَہٗ جَنَّۃٌ اِلٰی قَوْلِہٖ تَتَفَکَّرُوْنَ ص ۶۵۱ پسند کرتا ہے کہ اسکے لئے باغ ہو پوری آیت۔

## حدیث ۲۲۳۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا وَعَنْ عُبَیْدِ بْنِ عُمَیْرٍ قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ ایک روز

قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَوْمًا لِاَصْحٰبِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَ

حضرت عمر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے دریافت کیا کہ اللہ عزوجل کے اس ارشاد، کیا تم میں سے

تَرَوْنَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ نَزَلَتْ اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَہٗ جَنَّۃٌ قَالُوْا اَللّٰہُ اَعْلَمُ

کوئی اسے پسند کرے گا کہ اس کے پاس ایک باغ ہو اس کے بارے میں آپ لوگ کیا جانتے ہو ان لوگوں نے عرض

فَغَضِبَ عُمَرُ فَقَالَ قُوْلُوْا نَعْلَمُ اَوْ لَا نَعْلَمُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِیْ نَفْسِیْ مِنْھَا شَیْءٌ

کیا اللہ خوب جانتا ہے اس پر حضرت عمر کو جلال آگیا فرمایا کہو ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے ہیں اس پر ابن عباس نے عرض کیا اسکے بارے میں میرے

یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ عُمَرُ یَا ابْنَ اَخِیْ قُلْ وَلَا تَحْقِرْ نَفْسَکَ قَالَ ابْنُ

جی میں کچھ ہے اے امیر المومنین؟ حضرت عمر نے فرمایا اے بھتیجے کہہ اور اپنے آپ کو حقیر نہ جان۔ ابن عباس نے عرض

عَبَّاسٍ ضُرِبَتْ مَثَلًا لِعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ اَیُّ عَمَلٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ

کیا یہ عمل کی مثل بیان فرمائی گئی ہے حضرت عمر نے پوچھا کون سا عمل ابن عباس نے عرض کیا عمل کی حضرت عمر

لِرَجُلٍ غَنِیٍّ یَعْمَلُ بِطَاعَۃِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ بَعَثَ اللّٰہُ لَہُ الشَّیْطَانَ

نے فرمایا ایک ایسے مالدار کی جو اللہ عزوجل کی طاعت کرتا ہے پھر اللہ نے اس پر شیطان مسلط فرمادیا اور وہ

فَعَمِلَ بِالْمَعَاصِیْ حَتّٰی اَغْرَقَ اَعْمَالَہٗ

گناہ کرنے لگا یہاں تک کہ اسکے تمام اعمال حسنہ غرق ہو گئے

## تشریحات ۲۲۳۲

پوری آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے، کیا تم میں سے کوئی یہ بات پسند کرتا ہے کہ اس کے پاس کوئی باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا جس کے نیچے ندیاں بہیں اس کے لئے اس میں ہر قسم کے پھلوں سے ہے اور اسے بوڑھاپا آیا اور اس کے ناتواں بچے ہیں تو آیا اس پر ایک بگولہ جس میں آگ تھی تو جل گیا ایسا ہی بیان کرتا ہے اللہ تم سے اپنی آیتیں کہ کہیں تم دھیان لگاؤ۔ (آیت ۲۶۶) حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تفسیر میں یہ فرمایا کہ ایک مالدار شخص ہے وہ گناہوں سے بچتا ہے تمام فرائض وواجبات کو کماحقہ ادا کرتا ہے تمام مستحبات کی بھی پابندی کرتا ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک شخص سے جس کا ایک باغ ہے جس میں قسم قسم کے پھل لگے ہیں۔ باغ کے سینچنے کے لئے پانی بھی قریب ہی ہے یہ شخص کتنا خوش حال فارغ البال ہوگا۔ لیکن اچانک آتشیں بگولے سے اس کا باغ جل گیا، وہ بھی اس وقت جب کہ وہ بوڑھا ہو چکا تھا اس کے چھوٹے چھوٹے ناتواں

بچے تھے تو اس کا حال کیا ہوگا؟ اسی طرح وہ نیک صالح مالدار مرنے کے قریب اچانک گناہوں میں مبتلا ہوگیا تو حشر کے دن اس کا حال وہی ہوگا جو اس باغ کے مالک کا ہوا تھا۔

## بابُ قَوْلِ اللّٰہِ لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ص۶۵۱

لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔

یُقَالُ اَلْحَفَّ عَلَیَّ وَاَلَحَّ عَلَیَّ وَاَحْفَانِیْ بِالْمَسْئَلَۃِ فَیُحْفِکُمْ یُجْھِدْکُمْ ـــــ کہا جاتا ہے الحف علی والح علی وہ میرے سامنے گڑگڑایا۔ انتہائی عاجزی کے ساتھ سوال کیا۔ اور سوال کرنے میں اس نے بہت عاجزی کی۔ سورہ محمد میں فرمایا گیا۔ اِنْ یَّسْئَلْکُمُوْھَا فَیُحْفِکُمْ تَبْخَلُوْا وَیُخْرِجْ اَضْغَانَکُمْ۔ اگر انہیں تم سے طلب کرے اور زیادہ طلب کرے تو تم بخل کروگے اور وہ بخل تمہارے دلوں کے میل کو ظاہر کردے گا۔ آیت ۳۷ ـــــ امام بخاری نے فیحفکم کی تفسیر بجھد کم سے کی اس سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ الحاف الحاح اور احفار سب کے معنی ایک ہیں مانگنے میں گڑگڑانا عاجزی کرنا۔

## بابُ قَوْلِہٖ وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ

اس دن سے ڈرو جس دن اللہ کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

## حدیث ۲۲۳۳

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اٰخِرُ اٰیَۃٍ نَزَلَتْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰیَۃُ الرِّبَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا سب سے اخیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آیت نازل کی گئی۔ وہ آیت ربا ہے

## تشریحات ۲۲۳۴

سب سے اخیر میں کون سی آیت نازل ہوئی اس بارے میں علماء کے مابین جو اختلافات ہیں اور ان میں جو تطبیق ہے وہ پہلے ذکر کی جاچکی ہے۔

## بابُ قَوْلِہٖ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ص۶۵۲

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر تمہارے جی میں جو کچھ ہے اسے ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ اس کا حساب لے گا پھر جسے چاہے بخشے جسے چاہے عذاب دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

## حدیث ۲۲۳۳

عَنْ مَرْوَانَ الْاَصْفَرِ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

مروان اصفر سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ عُمَرَ اَنَّهَا قَدْ نُسِخَتْ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَلْاٰيَةَ

ایک صاحب سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابن عمر ہیں کہ آیت کریمہ ان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ منسوخ ہو چکی ہے۔

## تشریحات ۳۴ ۲۲

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام کو غم لاحق ہوا۔ اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ؟ ہم ہلاک ہو گئے اس لئے کہ ہمارے دل ہمارے اختیار میں نہیں فرمایا تم لوگ یہ کہو ہم نے سنا اور مانا، لوگوں نے کہا وان تبدوا مافی انفسکم کو لایکلف اللہ نفساً الا وسعہا۔ اللہ ہر شخص کو اس کی وسعت کے مطابق ہی تکلیف دیتا ہے"۔ نے منسوخ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ابتداءً اس کے منسوخ ہونے کا علم نہیں تھا۔ اسی بنا پر ان سے مروی ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور روئے۔ بعد میں نسخ کا علم ہوا جیسا کہ بخاری کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے اس کے بعد والے باب میں یہی حدیث خود حضرت ابن عمر ہی سے اس تصریح کے ساتھ مروی ہے کہ آیت کریمہ وان تبدوا مافی انفسکم کو اس آیت نے منسوخ کر دیا۔ جو اس کے بعد ہے۔ یعنی لایکلف اللہ نفساً الا وسعہا۔

## باب قَوْلِهٖ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ ص ۶۵۲

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر۔ رسول اس پر ایمان لایا جو اس کی جانب اسکے رب کی طرف سے اتارا گیا۔

۶۱۱ ت وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِصْرِيْ عَهْدِيْ۔ ابن عباس نے فرمایا اصر کے معنی عہد و پیمان ہے۔ ویقال غفرانک مغفرتک نا غفرلنا غفران معنی میں مغفرت کے ہے۔ اور یہ فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے اصل عبارت تھی فَاغْفِرْ لَنَا غفرانک

# سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرَانَ ص ۶۵۲ سورۂ آل عمران مدنی ہے جو قرآن کی تیسری سورۃ ہے

تقاۃ۔ وتقیۃ واحدۃ۔ ان دونوں کے معنی ایک ہیں۔ بچنا ڈرنا۔ صِرٌّ۔ برد ـــــ شفا حفرۃ۔ مثل شفا الرکیۃ وھو حرفھا۔ گڑھے کے کنارے جیسے کنوئیں کی من یعنی اس کا کنارہ ـــــ تبوئ تتخذ معسکراً۔ لشکر کی جگہ بنا رہے تھے۔ مورچے قائم کر رہے تھے۔ والمسومۃ الذی لہٗ سیماء بعلامۃ او بصوفۃ او مکان۔ مسوم کے معنی یہ ہے جس کے اوپر کوئی نشان لگایا گیا ہو کوئی علامت بنا دی گئی ہو اون سے ہو یا کسی اور چیز سے ہو ـــــ ربیون الجمیع والواحد ربی۔ ربیون جمع ہے اس کا واحد ربی ہے ربی کے معنی اللہ والے کے ہیں۔

تحسونھم تستاصلونھم قتلا۔ ان کو قتل کر کے ان کی بنیاد ختم کر رہے تھے غزا واحدھا

غازٍ ـــــ غزاً غازی کی جمع ہے جنگ کرنے والے حملہ کرنے والے ـــــ سنکتب۔ سنحفظ لکھنے سے مراد یہ ہے کہ اسے محفوظ کرلیں گے۔ نُزُلاً۔ ثواباً ویجوز ومُنزَل من عند اللہ کقولک اَنزَلتُہٗ نزلٌ کے معنیٰ ثواب ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ اللہ کے یہاں سے آتارا ہوا ـــــ وَقَالَ مجاھد وَالخَیلُ المُسَوَّمَۃُ المُطَھَّمَۃُ الحِسَانُ۔ نشان لگائے ہوئے تندرست گھوڑے ـــــ وَقَالَ ابن جبیر وحصور الایاتی النساء۔ اور ابن جبیر نے کہا حصور وہ ہے جو عورتوں کے قریب نہ جائے۔ وَقَالَ عکرمۃ من فورھم من غضبھم یوم بدر۔ بدر کے دن ان کے غضب کی وجہ سے ـــــ وَقَالَ مجاھد ـــــ یخرج الحیَّ النطفۃ تخرج میتۃً وَیَخرُجُ مِنھا الحیُّ۔ مجاہد نے کہا زندہ کو مردے سے نکالتا ہے یعنی نطفہ بے جان نکلتا ہے اور اس سے زندہ پیدا ہوتا ہے ـــــ الابکار اول الفجر ابکار کے معنیٰ فجر کا ابتدائی حصہ والعشی میل الشمس الی ان اداء تغرب۔ عشی کے معنیٰ سورج ڈھلنے سے لے کر سورج ڈوبنے تک ہے۔

## بَابٌ مِنہُ اٰیَاتٌ مُحکَمَاتٌ ص ۶۵۲

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اور اسکی کچھ آیتیں محکم ہیں۔

ـــــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ اَلحَلَالُ وَالحَرَامُ ـــــ آیات محکم سے مراد وہ آیتیں ہیں جن میں حلال وحرام کا بیان ہے ـــــ وَاُخَرُ مُتَشَابِھَاتٌ یصدق بعضہ بعضاً۔ متشابہ سے مراد یہ ہے کہ بعض آیتیں بعض کی تصدیق کرتی ہیں۔ کقولہ تعالیٰ وَمَا یُضِلُّ بِہٖ اِلَّا الفٰسِقِینَ ـــــ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ اس سے صرف فاسق ہی گمراہ ہوتے ہیں اور گمراہ ہیں۔ ـــــ وکقولہ جَلَّ ذِکرُہٗ وَیَجعَلُ الرِّجسَ عَلَی الَّذِینَ لَا یَعقِلُونَ جیسے اللہ جل ذکرہ کا ارشاد ہے اور اللہ گندگی ان لوگوں پر ڈالتا ہے جو بے سمجھ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی بے عقلی سے متشابہات کی ایسی تاویل کرتے ہیں جو محکمات کے معارض ہیں وہ نا سمجھ ہیں اور گندگی یعنی کفر کے مرتکب۔ وَکَقَولِہٖ وَالَّذِینَ اھتَدَوا زَادَھُم ھُدًی۔ اور جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور جن لوگوں نے ہدایت پائی اللہ نے ان کی ہدایت اور بڑھادی مطلب یہ ہے کہ جنہوں نے متشابہات کے علم کو اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کیا اور یہ اعتقاد رکھا کہ یہ حق ہے یا اس کی کوئی تاویل کی تو محکمات کے مطابق کی یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں ـــــ زیغ، شک۔ زیغ کے معنیٰ کجی سے مراد شک ہے ـــــ اِبتِغَاءَ الفِتنَۃِ المُشتَبِھَاتِ فتنہ تلاش کرتے ہوئے مشتبہات میں اس کی دو صورتیں ہیں یا تو اسکے حق ہونے سے انکار کریں یا ان کی ایسی تاویل کریں جو محکمات کی معارض ہیں ـــــ وَالرَّاسِخُونَ یعلمون یقولون اٰمنا بہ۔ والرَّاسخون فی العلم کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے۔

## حدیث ۲۲۳۵

عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

قَالَتْ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ هُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ

یہ آیت تلاوت فرمائی ——— اللہ وہی ہے جس نے تم پر کتاب اتاری ——— جس میں

عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ

سے کچھ آیتیں محکم ہیں یہ اصل کتاب ہیں - دوسری کچھ متشابہات ہیں وہ لوگ جن کے

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ

دلوں میں کجی ہے ——— وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں فتنہ طلب کرتے ہوئے

وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ اِلٰى قَوْلِهٖ اُولُوا الْاَلْبَابِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

اور اس کی تاویل ڈھونڈھتے ہوئے اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

ایمان لائے - سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے - آیت ۷ - ام المومنین نے کہا کہ رسول اللہ

سَمَّى اللّٰهُ فَاحْذَرُوْهُمْ [1]

علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کی پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں (جن کا زائغین) اللہ نے نام رکھا ہے - ان سے بچو -

## تشریحات ۲۲۳۵

متشابہات کے سلسلے میں تین مذہب ہے - اسلم کہ ان کی کوئی تاویل نہ کی جائے اور اس کا علم اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کیا جائے اور ان کے حق ہونے پر ایمان لایا جائے ——— سالم بضرورت ان کی تاویل کی جائے مگر ایسی جو محکمات کے مطابق ہو ان کے معارض نہ ہو ——— زائغ وہ لوگ ہیں جو اس کی من مانی ایسی تاویلیں کرتے جو محکمات کے معارض ہیں - آیۃ کریمہ میں فرمایا گیا - وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ اس کے بعد ہے وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا - جو لوگ اِلا اللہ پر وقف کو لازم قرار دیتے ہیں اور والراسخون فی العلم کو الگ جملہ مانتے ہیں وہ مذہب اسلم کے پابند ہیں - وہ کہتے ہیں کہ سوائے اللہ کے کوئی ان کی تاویل نہیں جانتا - لیکن اس کا بھی احتمال ہے والراسخون فی العلم کا عطف اللہ پر ہو - اب اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کی تاویل اللہ اور راسخین فی العلم کے علاوہ کوئی نہیں جانتا یہ مذہب سالم والے ہوئے اسی بنا پر یہ لوگ متشابہات کے ایسے معنی بیان کرتے ہیں جو محکمات کے مطابق ہیں معارض نہیں -

---

[1] مسلم وقدر ابوداؤد قدرسنت ترمذی تفسیر

صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو متشابہات کے معانی کا علم ہے ورنہ خطاب لغو ہو جائے گا عرفاء نے فرمایا
235 بہت سے ارباب باطن بھی ان کے معانی جانتے ہیں غالباً ابریز شریف میں ہے کہ کوئی قطب اس وقت تک قطب نہیں ہو سکتا جب تک کہ متشابہات کے معانی نہ جانے۔

## باب قَوْلِهٖ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ ص ۶۵۵ آپ کو بے اذن الٰہی کوئی اختیار نہیں۔

### حدیث ۲۲۳۶

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّدْعُوَ عَلٰٓى اَحَدٍ اَوْ يَدْعُوَ لِاَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ

جب کسی کی بربادی کی دعا کرنا چاہتے یا کسی کے لئے اچھی دعا کرنا چاہتے تو رکوع کے بعد قنوت پڑھتے

الرُّكُوْعِ فَرُبَّمَا قَالَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ

کبھی کبھی سمع اللہ لمن حمدہ اللھم ربنا لک الحمد کہنے کے بعد دعا فرماتے۔ اے اللہ ولید بن ولید اور

اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ اَبِیْ رَبِيْعَةَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ

سلمی بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ اپنا سخت عذاب نازل فرما

وَطْاَتَكَ عَلٰی مُضَرَ وَاجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِیْ يُوْسُفَ يَجْهَرُ بِذٰلِكَ وَكَانَ

مضر پر اور ان پر خشک سالی نازل فرما یوسف علیہ السلام کی خشک سالی کے مثل اسے بلند آواز سے کہتے اور فجر کی نماز میں کہتے

يَقُوْلُ فِیْ بَعْضِ صَلٰوتِهٖ فِیْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا لِاَحْيَاءٍ

اے اللہ فلاں اور فلاں پر لعنت فرما۔ عرب کے کچھ قبیلوں کے لئے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا

مِنَ الْعَرَبِ حَتّٰٓى اَنْزَلَ اللّٰهُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ الاٰية

بے عطار الٰہی آپ کو کچھ اختیار نہیں کہ ان کی توبہ قبول کریں یا انہیں عذاب دیں۔

### تشریحات ۲۲۳۶

قنوت نازلہ کی پوری بحث باب الوتر میں گزر چکی ہے، یہ منسوخ نہیں جیسا کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے۔ اگر مسلمانوں پر کوئی عام بلا نازل ہو تو اب بھی مشروع ہے اور راجح و مختار یہ ہے کہ قنوت نازلہ بھی قبل رکوع ہے علماء احناف میں سے کچھ لوگوں نے بعد رکوع کا قول کیا ہے مگر یہ مرجوح ہے۔

## باب قَوْلِهٖ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِیْٓ اُخْرٰىكُمْ ص ۶۵۵ اور رسول تم کو بلاتے ہیں آخری حصے میں۔

هو تانيث اٰخركم۔ اُخریٰ آخر کا مؤنث ـــــ وقال ابْنُ عَبَّاسٍ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ فَتْحًا او

شہادۃ دو اچھائیوں میں سے ایک فتح ہے یا شہادت

## حدیث ۲۲۳۷

حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِیَ

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ جَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الرَّجَّالَۃِ

نے یوم احد پیادوں پر عبداللہ بن جبیر کو امیر بنایا وہ لوگ شکست کھا گئے

یَوْمَ اُحُدٍ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ جُبَیْرٍ فَاَقْبَلُوْا مُنْھَزِمِیْنَ فَذَاکَ اِذْ یَدْعُوْھُمُ

اسی وقت رسول ان کو دوسری طرف پکار رہے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

الرَّسُوْلُ فِیْ اُخْرَاھُمْ وَلَمْ یَبْقَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَیْرُ اِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا

کے ساتھ بارہ شخص کے علاوہ اور کوئی نہیں رہ گیا تھا۔

## تشریحات ۲۲۳۷

فاقبلوا منھزمین کا ظاہری معنیٰ یہ ہے کہ وہ لوگ شکست کھا کر بھاگے حالانکہ ایسا نہیں ہوا جب پہلے دہلہ میں قریش کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب شروع کیا تو حضرت عبداللہ بن جبیر کے بار بار منع کرنے کے باوجود چالیس آدمی وہاں سے مال غنیمت لوٹنے کے ارادہ سے چلے آئے دس آدمی صرف رہ گئے وہ سب کے سب شہید ہو گئے۔ اسلامی لشکر دو طرفہ گھیرے میں آگیا پیچھے سے خالد بن ولید حملہ آور تھے اور آگے سے ابوسفیان پورا لشکر لے کر پلٹ پڑے اس ناگہانی افتاد کی بدولت مجاہدین میں افراتفری مچ گئی جو جہاں تھا وہیں پھنس کے رہ گیا اس وقت حضور کے ساتھ صرف چودہ آدمی رہ گئے تھے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہ بتایا ہے انہوں نے اپنے علم کے مطابق کہا ہے۔

## باب اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ

ص ۶۵۵

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان (جبکہ لوگوں نے) کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے بہت بڑا لشکر جمع کر رکھا ہے۔

## حدیث ۲۲۳۸

عَنْ اَبِی الضُّحٰی عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ قَالَھَا اِبْرَاھِیْمُ حِیْنَ اُلْقِیَ فِی النَّارِ وَقَالَھَا

ابراہیم جب آگ میں ڈالے جا رہے تھے تو انہوں نے حسبنا اللہ ونعم الوکیل کہا تھا۔ اور محمد صلی اللہ

مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ قَالُوْا اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ

علیہ وسلم نے کہا تھا جب ان سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ان لوگوں نے تمہارے لئے لشکر جمع کر لیا ہے

فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ [1]

تو ان سے ڈرو تو اس نے انکے ایمان کو بڑھا دیا۔ اور انہوں نے کہا حسبنا اللہ ونعم الوکیل (اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے

**تشریحات** ۳۸ ۲۲

تفسیر طبری میں ہے کہ ابوسفیان کی ملاقات عبدالقیس کے کچھ سواروں سے ہوئی تو انہوں نے ان سے کہا جب تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جانا تو انہیں بتانا ہم نے ان پر حملہ کرنے کے لئے لشکر جمع کر لیا ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا تو کہا۔ اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے قصہ یہ تھا کہ ابوسفیان یوم احد پلٹتے پلٹتے یہ کہہ آئے تھے ہمارے تمہارے وعدے کی جگہ سال آئندہ بدر ہے جہاں تم نے ہمارے لوگوں کو قتل کیا ہے۔ اس کے مطابق سال پورا ہونے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بدر تک تشریف لے گئے ابوسفیان مکہ سے نکلے عسفان تک پہنچے اور یہ کہہ کر لوٹ گئے کہ امسال بارش نہیں ہوئی ہے خشک سالی ہے اس لئے لڑنا مناسب نہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ مال تجارت لے کر گئے تھے اسے وہاں بیچا جس میں کافی نفع ہوا اسی کو اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔

فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ

تو وہ لوگ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس ہوئے ان کو کوئی ضرر نہیں پہنچا اور اللہ کی خوشی پر چلے۔ اور اللہ بھاری فضل والا ہے۔

**باب** قَوْلِهِ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا [2]

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر تم اہل کتاب اور مشرکین سے بہت اذیت ناک باتیں سنو گے۔

**حدیث** ۲۲۳۹

أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ

عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ اسامہ بن زید نے انہیں بتایا کہ

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ عَلَى قَطِيفَةٍ فَدَكِيَّةٍ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہوئے جس پر فدک کا بنا ہوا موٹا کمبل

وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَرَاءَهُ يَعُودُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فِي بَنِي الْحَارِثِ

تھا۔ اور اسامہ بن زید کو اپنے پیچھے بٹھایا۔ بدر کے واقعہ سے پہلے بنی حارث بن خزرج

بْنِ الْخَزْرَجِ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ قَالَ حَتَّى مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ

نے سعد بن عبادہ کی بیمار پرسی کے لئے جا رہے تھے۔ حضور کا گزر ایسی مجلس پر ہوا

أُبَيٍّ ابْنِ سَلُولَ وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ فَإِذَا فِي الْمَجْلِسِ

جس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا ——— یہ واقعہ عبداللہ بن ابی کے بظاہر اسلام لانے سے قبل کا

[1] ثانی تفسیر

اَخْلَاطٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَعَبَدَةِ الْاَوْثَانِ وَالْيَهُوْدِ وَالْمُسْلِمِيْنَ

ہے اور اس مجلس میں مسلمان مشرک بت پرست اور یہود ملے جلے تھے۔ اور اس مجلس میں

وَفِي الْمَجْلِسِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَلَمَّا غَشِيَتِ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ الدَّابَّةِ

عبداللہ بن رواحہ بھی تھے۔ جب مجلس پر چوپائے کا اڑایا ہوا غبار چھا گیا۔ تو

خَمَّرَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ اَنْفَهٗ بِرِدَائِهٖ ثُمَّ قَالَ لَا تُغَبِّرُوْا عَلَيْنَا فَسَلَّمَ

عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک اپنی چادر سے چھپالی۔ پھر کہا۔ ہم پر غبار مت اڑاؤ۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ وَقَفَ فَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں سلام کیا۔ پھر رک گئے اور سواری سے اترے

اِلَى اللّٰهِ وَقَرَأَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنَ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ ابْنُ سَلُوْلَ اَيُّهَا

انہیں اللہ کی طرف بلایا۔ اور قرآن پڑھ کر سنایا۔ تو عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا۔ اے

الْمَرْءُ اَنَّهٗ لَا اَحْسَنَ مِمَّا تَقُوْلُ اِنْ كَانَ حَقًّا فَلَا تُؤْذِنَّا بِهٖ فِيْ مَجَالِسِنَا ارْجِعْ

شخص آپ جو پڑھ کر سناتے ہیں اس سے بہتر کوئی کلام نہیں۔ اگر یہ حق ہے تو بھی اسے سنا کر ہمیں

اِلٰى رَحْلِكَ فَمَنْ جَاءَكَ فَاقْصُصْ عَلَيْهِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ بَلٰى

ہماری مجلسوں میں آکر ایذا نہ پہنچائیں۔ اپنی قیام گاہ پر لوٹ جاؤ جو آپ کے پاس حاضر ہو اسے سناؤ

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاغْشَنَا بِهٖ فِيْ مَجَالِسِنَا فَاِنَّا نُحِبُّ ذٰلِكَ فَاسْتَبَّ الْمُسْلِمُوْنَ

اس پر عبداللہ بن رواحہ نے کہا۔ ہاں یارسول اللہ! اسے سنانے کیلئے ہماری مجلسوں میں تشریف

وَالْمُشْرِكُوْنَ وَالْيَهُوْدُ حَتّٰى كَادُوْا يَتَثَاوَرُوْنَ فَلَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

لایئے۔ ہم اسے پسند کرتے ہیں۔ یہ سنکر مسلمان اور یہود اور مشرکین آپس میں گالی گلوچ کرنے لگے۔ قریب تھا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّضُهُمْ حَتّٰى سَكَنُوْا ثُمَّ رَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ مشتعل ہو کر لڑ پڑتے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کو ٹھنڈا فرمانے کی کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ وہ لوگ ٹھنڈے ہو گئے پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوار ہو کر سعد بن

دَابَّتَهٗ فَسَارَ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

عبادہ کے یہاں تشریف لے گئے۔ ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سعد کیا تم نے وہ نہیں سنا جو ابو حباب نے کہا۔ ابو حباب سے ان کی مراد عبداللہ

وَسَلَّمَ يَا سَعْدُ اَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالَ اَبُوْ حُبَابٍ يُرِيْدُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَيٍّ قَالَ

بن ابی تھا۔ حضور نے فرمایا کہ اس نے ایسے ایسے کہا ہے۔ تو سعد بن عبادہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ اسے معاف

كَذَا وَكَذَا قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اعْفُ عَنْهُ وَاصْفَحْ عَنْهُ

فرمادیں اور اس سے درگزر فرمائیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے

فَوَالَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتَابَ لَقَدْ جَاءَ اللّٰهُ بِالْحَقِّ الَّذِیْ نَزَّلَ

آپ پر کتاب اتارا۔ بے شک اللہ وہ حق لایا ہے جو آپ پر اتارا۔ اس بحیرہ

عَلَیْكَ لَقَدِ اصْطَلَحَ اَهْلُ هٰذِهِ الْبُحَیْرَةِ عَلٰی اَنْ یُّتَوِّجُوْهُ فَیُعَصِّبُوْنَهٗ

والوں نے طے کر لیا تھا کہ اس کے سر پر تاج رکھیں گے۔ لیکن اللہ نے اسے منظور

بِالْعِصَابَةِ فَلَمَّا اَبَی اللّٰهُ ذٰلِكَ بِالْحَقِّ الَّذِیْ اَعْطَاكَ اللّٰهُ شَرِقَ بِذٰلِكَ

نہیں فرمایا۔ اس کے عوض وہ حق دین دیا جو آپ کو اللہ نے عطا فرمایا ہے۔

فَذٰلِكَ فَعَلَ بِهٖ مَا رَاَیْتَ فَعَفَا عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اس پر اس کو جلن ہے۔ اسی لئے وہ کیا ہے جو آپ نے دیکھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ یَعْفُوْنَ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ

نے اسے معاف فرما دیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ مشرکین اور اہل کتاب سے درگزر

وَاَهْلِ الْكِتَابِ كَمَا اَمَرَهُمُ اللّٰهُ وَیَصْبِرُوْنَ عَلَی الْاَذٰی قَالَ اللّٰهُ وَلَتَسْمَعُنَّ

فرماتے تھے۔ اور ان کی ایذا پر صبر فرماتے تھے جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے اللہ نے

مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا اَذًی كَثِیْرًا

فرمایا۔ تم سے پہلے جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے ان سے اور مشرکین سے بہت تکلیف دہ باتیں سنو گے۔

الْاٰیَةَ وَقَالَ اللّٰهُ وَدَّ كَثِیْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ یَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِیْمَانِكُمْ

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ بہت سے اہل کتاب یہ پسند کرتے کہ کاش تم کو تمہارے ایمان کے بعد

كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ اِلٰی آخِرِ الْاٰیَةِ وَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ

کافر بنا کر لوٹا دیں۔ حسد کی بنا پر جو ان کے اندر ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَاَوَّلُ فِی الْعَفْوِ مَا اَمَرَهُ اللّٰهُ بِهٖ حَتّٰی اَذِنَ اللّٰهُ فِیْهِمْ

کے حکم کے مطابق درگزر فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ اللہ نے ان کے بارے میں اذن دیا

فَلَمَّا غَزَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَدْرًا فَقَتَلَ اللّٰهُ صَنَادِیْدَ

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کیا اور اللہ نے کفار قریش کے بڑے بڑے

كُفَّارِ قُرَیْشٍ قَالَ ابْنُ اُبَیِّ بْنِ سَلُوْلَ وَمَنْ مَّعَهٗ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ وَعَبَدَةِ

سرداروں کو مار ڈالا۔ تو ابن ابی ابن سلول اور اس کے مشرک اور بت پرست ساتھیوں نے کہا۔ یہ

الْاَوْثَانِ هٰذَا اَمْرٌ قَدْ تَوَجَّهَ فَبَایِعُوا الرَّسُوْلَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

دین تو غالب ہوتا نظر آ رہا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت

عَلَى الْاِسْلَامِ فَاَسْلَمُوْا

کر لی اور مسلمان ہو گئے۔

**تشریحات ۲۲۳۹**

جنگ بغاث میں انصار کرام کی دونوں شاخوں کے سربرآوردہ سردار اور بہادر مار ڈالے گئے۔ جس کی وجہ سے دونوں قبیلوں اوس اور خزرج کمزور ہو گئے۔ اس کا جب انصار کرام کو احساس ہوا تو دونوں قبیلوں کے لوگوں نے بیٹھ کر سنجیدگی سے یہ طے کیا کہ ہم لوگوں کا مشترک ایک سردار ہو از سر پھر باتفاق رائے اس بدنصیب عبداللہ بن ابی ابن سلول کا انتخاب ہوا۔ سب کی رائے ہوئی کہ ایک تاج تیار کر کے اس کے سر پر باندھ دیا جائے۔ اسی اثنار میں مدینہ طیبہ میں اسلام پہنچ گیا۔ ابتدار میں کچھ انصار کرام ایام حج میں عقبہ پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے اسلام قبول کر لیا۔ پھر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مدینہ پہنچے تو بہت زوروں سے اسلام کی اشاعت ہونے لگی۔ گھر گھر اسلام کا چرچا شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مہاجرین مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ عبداللہ بن ابی نے جب یہ دیکھا کہ میری سیادت متفقہ طور پر طے ہونے کے بعد ختم ہو رہی ہے تو اس نے ابتداءً کھل کر مخالفت کی پھر بظاہر مسلمان ہوا اور اندر اندر کافر رہا۔ اور اسی حال میں مرا۔

اس حدیث میں اَسْلَمُوْا سے مراد حقیقت میں اسلام قبول کرنا نہیں بلکہ بظاہر مسلمان ہونا مراد ہے۔

---

**بَابُ** قَوْلِهٖ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَا اَتَوْ ص ۶۵۶

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر ان لوگوں کو ن مت کرو جو اپنے کیے پر خوش ہوتے ہیں۔

**حدیث ۲۲۴۰**

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رِجَالًا مِّنَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

الْمُنَافِقِيْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں کچھ منافقین تھے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْغَزْوِ وَتَخَلَّفُوْا عَنْهُ وَفَرِحُوْا

میں تشریف لے جاتے تو وہ پیچھے رہ جاتے اور

بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا قَدِمَ رَسُوْلُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھ رہنے پر خوش ہوتے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَذَرُوْا اِلَيْهِ وَحَلَفُوْا وَاَحَبُّوْا اَنْ

تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لاتے تو حضور کی خدمت میں معذرت پیش کرتے اور قسم

يُحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَنَزَلَتْ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ الْاٰيَةَ

کھاتے اس کو پسند کرتے کہ جو انہوں نے نہیں کیا ہے۔ اس پر ان کی تعریف کی جائے۔ اس پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔

## تشریحات ۲۲۴

پوری آیت کریمہ یہ ہے۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَا اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

اور ہرگز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کئے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کئے ان کی تعریف ہو۔ ایسوں کو ہرگز عذاب سے دور نہ جاننا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

## حدیث ۲۲۴۱

اَنَّ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ مَرْوَانَ قَالَ لِبَوَّابِهٖ اِذْهَبْ

علقمہ بن وقاص نے خبر دی کہ مروان نے اپنے دربان سے کہا کہ اے

يَا رَافِعُ اِلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْ لَئِنْ كَانَ كُلُّ امْرِئٍ فَرِحَ بِمَا اُوْتِيَ وَاَحَبَّ اَنْ يُّحْمَدَ

رافع ابن عباس کے پاس جا اور ان سے پوچھو، اگر وہ شخص عذاب دیا جائے جسے کوئی چیز حاصل ہو وہ اس

بِمَا لَمْ يَفْعَلْ مُعَذَّبًا لَيُعَذَّبَنَّ اَجْمَعُوْنَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَمَا لَكُمْ وَلِهٰذِهٖ اِنَّمَا

بر خوشی منائے اور چاہے کہ جو اس نے نہیں کیا ہے اس پر اس کی تعریف کی جائے تو اس صورت

دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُوْدَ فَسَاَلَهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَكَتَمُوْهُ اِيَّاهُ وَ

میں سب پر عذاب ہوگا۔ ابن عباس نے فرمایا تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ یہ پوچھ رہے ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اَخْبَرُوْهُ بِغَيْرِهٖ فَاَرَوْهُ اَنْ قَدِ اسْتَحْمَدُوْا اِلَيْهِ بِمَا اَخْبَرُوْهُ عَنْهُ فِيْمَا سَاَلَهُمْ

نے یہودیوں کو بلایا اور ان سے کچھ پوچھا جو صحیح بات تھی اس کو چھپایا اور غلط بات بتائی تو انہوں نے

وَفَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا مِنْ كِتْمَانِهِمْ ثُمَّ قَرَاَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ

جانا کہ انہوں نے جو بتایا ہے سوال کے جواب میں اس پر ان کی تعریف کی جائے گی۔

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ حَتّٰى قَوْلِهٖ يَفْرَحُوْنَ بِمَا اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ

اور چھپانے پر خوش ہوئے پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تلاوت فرمائی۔ "اور یاد کرو جب اللہ نے

يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا

اہل کتاب سے عہد لیا۔ بما لم یفعلوا تک۔ الآیۃ

## تشریحات ۲۲۴۱

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ خاص یہودیوں کے بارے میں ہے۔ اہل کتاب سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ کتاب اللہ میں جو کچھ ہے اسے

صاف صاف بیان کریں گے اور چھپائیں گے نہیں مگر ان سے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا تو انہوں نے سچی بات چھپائی اور غلط بات بتائی اور اس پر خوش ہوئے اور اپنے جی میں یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم نے جو غلط بات بتائی ہے اس پر ہماری تعریف کی جائے گی۔ یہ فریب دہی یقیناً جرم ہے وہ بلاشبہ عذاب کے مستحق ہونگے۔

## سُورَۃُ النِّسَآء ص ۶۵۷ ـــــ یہ مدنی ہے اس میں ایکسو چھبیس آیتیں ہیں

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَسْتَنْكِفُ يَسْتَكْبِرُ ، ماننے سے انکار کرتا ہے ـــــ قِوَامًا ، قِوَامُكُمْ مِنْ مَعَايِشِكُمْ ، جس پر تمہاری زندگی کا دارومدار ہے ـــــ لَهُنَّ سَبِيلًا ـــــ يَعْنِي الرَّجْمَ لِلثَّيِّبِ وَالْجَلْدَ لِلْبِكْرِ یہ سبیل یہ ہے کہ ثیب کو سنگسار کیا جائے اور کنواری کو کوڑا مارا جائے۔ پوری آیت یہ ہے فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا پس اگر لوگ گواہی دیں زنا پر تو ان کو گھروں میں بند کئے رہو یہاں تک کہ مرجائیں یا اللہ ان کے لئے کوئی راستہ پیدا فرمائے۔

ابتدا میں زانیہ عورتوں کے لئے حبس دوام کا حکم تھا اسی کو اس آیت میں بیان فرمایا کہ جب تک دوسرا حکم نہ نازل ہو اور اللہ ان کے لئے دوسرا کوئی راستہ نہ تجویز فرمائے ان کو گھروں میں بند رکھو۔ اب یہ راستہ کیا ہے اسی کو بیان فرمایا کہ زانیہ اگر کنواری ہے تو اس کو کوڑا مارا جائے گا اور اگر کنواری نہیں ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا۔

وَقَالَ غَيْرُهُ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ يَعْنِي اثْنَيْنِ ثَلَاثَ وَأَرْبَعَ وَلَا تَجَاوَزَ الْعَرَبُ رُبَاعَ مراد یہ ہے کہ ہر شخص دو یا تین یا چار بیویوں سے نکاح کرے۔ اور اہل عرب رباع کے بعد تکرار عدد کے لئے فعال کا وزن نہیں لاتے مطلب یہ ہے کہ مثلث اور رباع فعال کے وزن پر ہے جس کے معنی تکرار عدد ہے یعنی تین تین چار چار اس کے لئے بقیہ اعداد میں یہ طریقہ جاری نہیں مثلاً خماس کے معنی پانچ پانچ یا سداس بمعنی چھ چھ نہیں بولتے۔ علامہ ابن حاجب نے فرمایا اس میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ ثابت نہیں۔

## بَابُ قَوْلِهِ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينُ ص ۶۵۸

جب میراث کی تقسیم کے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آجائیں تو انھیں بھی کچھ دو۔

### حدیث ۲۲۴۲

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينُ قَالَ هِيَ مُحْكَمَةٌ وَلَيْسَتْ بِمَنْسُوخَةٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب تقسیم کے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مساکین آجائیں تو انہیں بھی کچھ دو۔ یہ آیت محکم ہے اور منسوخ نہیں

**تشریحات ۲۲۴۲**

یہ آیت منسوخ ہے کہ محکم ؟ اور محکم ہے تو اس کا کیا مطلب ہے اس کی پوری بحث کتاب الوصایہ میں گزر چکی ہے۔

---

**بَابُ قَوْلِهٖ لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ص ۶۵۸**

اللہ رب العزت کے اس ارشاد کی تفسیر تمہیں حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لَا تُقْهِرُوْهُنَّ۔ ان کو مجبور نہ کرو۔ حُوْبًا اِثْمًا۔ حوب کے معنی گناہ ہے ــــــ تَعُوْلُوْا تَمِيْلُوْا، حق سے ہٹ جاؤ۔ نِحْلَةً فَالنِّحْلَةُ الْمَهْرُ نحلہ کے معنی عطیہ ہے یہاں مراد مہر ہے۔

**حدیث ۲۲۴۳**

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ

اے ایمان والو تمہیں حلال نہیں کہ زبردستی

لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ

عورتوں کے وارث بن جاؤ اور عورتوں کو روکو نہیں اس نیت سے کہ جو مہر ان کو دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو کے بارے میں

قَالَ: كَانُوْا اِذَا مَاتَ الرَّجُلُ كَانَ اَوْلِيَاءُهٗ اَحَقَّ بِامْرَاَتِهٖ اِنْ شَاءَ بَعْضُهُمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ اہل عرب کا طریقہ تھا جب کوئی شخص مرجاتا تو اسکے اولیاء اس کی بیوی کے

تَزَوَّجَهَا وَاِنْ شَاءُوْا زَوَّجُوْهَا وَاِنْ شَاءُوْا لَمْ يُزَوِّجُوْهَا فَهُمْ اَحَقُّ بِهَا

سب سے زیادہ حقدار ہوتے، اولیاء میں سے کوئی چاہتا تو اس سے شادی کر لیتا اور اگر سب چاہتے تو کسی اور سے اس کا نکاح

مِنْ اَهْلِهَا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ ذٰلِكَ [1]

کر دیتے اور اگر چاہتے اسکی شادی نہیں کرتے۔ متوفی کے اولیاء عورت کے اولیاء کے بنسبت عورت کے زیادہ حقدار ہوتے تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

**تشریحات ۲۲۴۳**

کسی بھی عورت کے نکاح کرنے کا حق اس کے اولیاء کو ہے لیکن عرب میں اس کے برخلاف بیوہ کے بارے میں یہ رواج تھا کہ متوفی شوہر کے اولیاء اس کی بیوہ کے مختار کل بن جاتے اس میں ان کے فوائد تھے مثلاً وہ عورت مالدار ہے تو اس سے خود نکاح کر لیتے تاکہ اس کا مال ان کو مل جاتا اس کا شوہر مالدار تھا اس سے عورت کو میراث مل جاتی اس عورت سے شادی کر لیتے تاکہ یہ میراث انہیں کو ملے وغیرہ وغیرہ اس ظالمانہ رسم کو ختم کرنے کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

---

[1] ثانی کتاب الاکراہ باب من الاکراہ کرھا وکرھا واحد۔ ص ۱۰۳ ابوداؤد نکاح۔ نسائی تفسیر

## بابُ قَوْلِہٖ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ص ۶۵۸

اللہ رب العزت کے اس ارشاد کی تفسیر اور ہم نے سب کے لئے مال کے مستحق بنا دیئے ہیں جو کچھ چھوڑ جائیں ماں باپ اور قرابت والے۔

مَوَالِيَ أَوْلِيَاءُ وَرَثَةٌ ـــــ عَاقَدَتْ هُوَ مَوْلَى الْيَمِيْنِ وَهُوَ الْحَلِيْفُ وَالْمَوْلَى أَيْضًا ابْنُ الْعَمِّ وَالْمَوْلَى الْمُنْعِمُ الْمُعْتِقُ وَمَوْلَى الْمُعْتَقِ وَمَوْلَى الْمِلَّةِ وَالْمَوْلَى مَوْلَى فِي الدِّيْنِ، موالی سے مراد وہ لوگ ہیں جو وارث ہوں، آیت کریمہ میں آگے تھا وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ اور وہ جن سے تمہارا حلف بندھ چکا ہے اس آیت میں مراد حلیف ہے یعنی جن دو یا متعدد اشخاص نے آپس میں قسم کھا کر یہ معاہدہ کیا کہ ہم ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور مولیٰ سے مراد چچا کا بیٹا بھی ہے اور مولیٰ آزاد کرنے والے کو بھی کہتے ہیں اور آزاد کردہ غلام کو بھی اور مولیٰ کے معنی مالک کے بھی ہیں اور ایک مولیٰ دینی ہوتا ہے۔

---

## بابُ قَوْلِہٖ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ يَعْنِيْ زِنَةَ ذَرَّةٍ ص ۶۵۹

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر بیشک اللہ ذرہ کے برابر ظلم نہیں فرمائے گا۔

## حدیث ۲۲۴۴

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ أُنَاسًا فِيْ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے

زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

میں کچھ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے فرمایا ہاں، کیا دوپہر کے وقت جب

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ! هَلْ تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ بِالظَّهِيْرَةِ

روشنی خوب پھیلی ہو اور بادل نہ ہو سورج کے دیکھنے میں کوئی دقت ہوتی ہے لوگوں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا کیا

ضَوْءٌ لَيْسَ فِيْهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا قَالَ فَهَلْ تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ

چودہویں رات کو جب چاندنی خوب پھیلی ہو اور بادل نہ ہو تو چاند کے دیکھنے میں کچھ تکلف ہوتا ہے لوگوں نے

ضَوْءٌ لَيْسَ فِيْهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تُضَارُّوْنَ

عرض کیا نہیں، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جیسے تم کو ان میں سے کسی ایک کے دیکھنے میں تکلف نہیں ہوتا

فِيْ رُؤْيَةِ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِلَّا كَمَا تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ أَحَدِهِمَا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ

اسی طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں کوئی تکلف نہیں ہوگا۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو

أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ لِيَتْبَعْ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ فَلَا يَبْقَى مَنْ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللّٰهِ

ایک منادی پکارے گا ہر شخص اس کے پیچھے لگ جائے گا جسے وہ پوجتا تھا تو جتنے بھی غیر اللہ

مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْاَنْسَابِ اِلَّا يَتَسَاقَطُوْنَ فِي النَّارِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ اِلَّا مَنْ كَانَ

اصنام اور انساب کو پوجتے ہوں گے سب جہنم میں گر پڑیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ لوگ رہ جائیں

يَعْبُدُ اللّٰهَ بَرٌّ اَوْ فَاجِرٌ وَغُبَّرَاتُ اَهْلِ الْكِتَابِ فَتُدْعَى الْيَهُوْدُ فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ

گے جو اللہ کو پوجتے تھے نیک ہوں یا برے اور بقایا اہل کتاب تو یہودیوں کو بلایا جائے گا ان سے پوچھا جائے گا

تَعْبُدُوْنَ قَالُوْا كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرَ بْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ

تم کس کو پوجتے تھے تو وہ کہیں گے ہم اللہ کے بیٹے عزیر کو پوجتے تھے ان سے کہا جائے گا تم جھوٹے ہو اللہ نے

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلَا وَلَدٍ فَمَاذَا تَبْغُوْنَ قَالُوْا عَطِشْنَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا فَيُشَارُ اَلَا

بیوی اور بچے نہیں بناتے اور تم لوگ کیا چاہتے ہو وہ کہیں گے اے رب! ہمیں پیاس لگی ہے ہمیں پانی پلا تو اشارہ کیا جائے

تَرِدُوْنَ فَيُحْشَرُوْنَ اِلَى النَّارِ كَاَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُوْنَ فِي

گا کہ ادھر کیوں نہیں جاتے؟ تو وہ آگ کی طرف بڑھیں گے گویا وہ سراب ہے (دیکھنے میں پانی معلوم ہوگی) مگر حقیقت میں آگ

النَّارِ ثُمَّ تُدْعَى النَّصَارٰى فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ قَالُوْا كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيْحَ

ہوگی جس کا بعض کو بھار ہا ہے اور پھر وہ آگ میں گر پڑیں گے پھر نصاریٰ کو بلایا جائیگا اور انسے پوچھا جائے گا تم کس کو پوجتے تھے وہ

ابْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلَا وَلَدٍ فَيُقَالُ لَهُمْ

کہیں گے اللہ کے بیٹے مسیح کو تو ان سے کہا جائے گا تم جھوٹے ہو۔ اللہ نے بیوی اور بچے نہیں بنائے ان سے کہا جائے گا تم کیا چاہتے

مَا تَبْغُوْنَ فَكَذٰلِكَ مِثْلَ الْاَوَّلِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ اِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ مِنْ بَرٍّ

ہو یہ بھی پہلے والے کی طرح کہیں گے اور انکا حال بھی وہی ہوگا جب صرف وہی لوگ رہ جائیں گے جو اللہ کی پرستش کرتے تھے

اَوْ فَاجِرٍ اَتَاهُمْ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فِيْ اَدْنٰى صُوْرَةٍ مِنَ الَّتِيْ رَاَوْهُ فِيْهَا فَيُقَالُ مَاذَا

نیک یا برے تو اللہ تعالیٰ ان پر جلوہ فرمائے گا اس جلوے سے قریب جس میں انہوں نے اسے دیکھا تھا ان سے کہا جائے گا کیا

تَنْظُرُوْنَ تَتْبَعُ كُلُّ اُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ قَالُوْا فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا عَلٰى

انتظار کر رہے ہو ہر قوم اس کے پیچھے لگ جائے گی جس کو وہ پوجتی تھی۔ وہ لوگ عرض کریں گے۔ ہم نے سب لوگوں کو دنیا

اَفْقَرِ مَا كُنَّا اِلَيْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ وَنَحْنُ نَنْتَظِرُ رَبَّنَا الَّذِيْ كُنَّا نَعْبُدُ فَيَقُوْلُ

میں چھوڑ دیا اور کسی کا ساتھ نہیں دیا جب کہ ہم سب سے زیادہ ان کے محتاج تھے اور ہم اپنے اس رب کا انتظار کر رہے ہیں جس کی

اَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ لَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا [1]

ہم پرستش کرتے تھے فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں تو وہ دو یا تین مرتبہ کہیں گے ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔

[1] ثانی توحید باب قول اللہ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ ص ۱۱۰۷

## تشریحات ۲۲۴

تضارُّون اس میں کئی روایتیں ہیں تُضَارُّوْنَ ۔ ضَیر سے جس کے معنی ضرر کے ہیں دوسرے تَضَارُّوْنَ ضرر سے ہے یعنی دوسروں کو ضرر پہنچاتے ہو یعنی کیا اتنی بھیڑ ہوتی ہے کہ دوسروں کو دھکے دیتے ہو تیسرے تَضَامُّوْن ۔ ضَمّ سے یعنی کیا ایک دوسرے سے چپکتے ہو۔ چوتھے تُضَامُوْنَ ضَیْمٌ سے جس کے معنی مشقت کے ہیں ان سب کا حاصل یہ ہے کہ جیسے فضا صاف ہونے کی حالت میں دوپہر میں سورج کو اور چودھویں رات میں چاند کو بلا تکلف بغیر کسی مشقت کے بغیر دھکم دھکا کے دیکھتے ہو اسی طرح قیامت کے دن رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھو گے۔

قیامت کے دن مومنین کے لئے اللہ تعالیٰ کا دیدار حق ہے۔ اس کی پوری بحث گزر چکی ہے التی رأوہ فیھا حدیث میں کہیں اس کا ذکر نہیں کہ اس کے پہلے مسلمانوں نے اللہ عزوجل کا جلوہ دیکھا ہو۔ اس لئے رأوہ سے یہاں رؤیۃ بصری مراد نہیں بلکہ رؤیۃ قلبی مراد ہے۔ ہر مومن کے ذہن میں اللہ عزوجل کے جلوے کا ایک تصور ہوتا ہے۔ یہاں مراد یہی ہے کہ ہر مومن نے اللہ عزوجل کے جلوے کا جو تصور ذہن میں رکھا ہوگا یہ جلوہ اس کے قریب ہوگا یعنی اس سے ملتا جلتا ہوگا۔

---

## بَابُ قَوْلِہٖ فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیْدًا ص ۶۵۹

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر تو کیسا ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔

المختال والختّال واحد مختال اور ختّال کے ایک معنی ہیں۔ متکبر اترانے والا۔ اس پر شارحین نے اعتراض کیا کہ دونوں کے ایک معنی کیسے ہو سکتے ہیں۔ مختال کا مادہ خیلاء ہے جس کے معنی تکبر اور اترانے کے ہیں ختّال کا مادہ خَتْلٌ ہے جس کے معنی فریب اور بے وفائی کے ہیں اکثر روایتوں میں یہی ہے۔ لیکن اُصیلی کی ایک روایت میں مختال کے بجائے الخال بغیر تا کے ہے خال کے چالیس معنی آتے ہیں اس کا ایک معنی تکبر کا ہے۔ اسے بمعنی فاعل لیا جائے تو یہ بھی مختال کے معنی میں ہو جائے گا۔ نطمس نسویھا حتی تعود کأقفائھم طمس الکتاب محاہ فرمایا گیا۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْھًا فَنَرُدَّھَا عَلٰٓی اَدْبَارِھَا

اے کتاب والو ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا تمہارے ساتھ والی کتاب کی تصدیق فرماتا قبل اس کے کہ ہم بگاڑ دیں کچھ مونہوں کو تو انہیں پھیر دیں ان کی پیٹھ کی طرف" میں مذکور لفظ نطمس کی تفسیر فرماتے ہیں ہم چہروں کو برابر کر دیں گے کہ وہ ان کے پچھلے حصہ کی طرح ہو جائے گا۔ بولتے ہیں طمس الکتاب جب اس کو مٹا دے۔ سیراً وقوداً بھڑکتی ہوئی۔

## حدیث ۲۲۵

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ یَحْیٰی بَعْضُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

الْحَدِيْثِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ ـــــ قَالَ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَاْ

مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا میں آپ کو سناؤں حالانکہ آپ ہی پر اتارا

عَلَيَّ قُلْتُ اَقْرَاُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَيْرِيْ فَقَرَاْتُ

گیا ہے۔ فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ کسی اور سے سنوں۔ تو میں نے حضور کو سورہ نساء پڑھ

عَلَيْهِ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰى بَلَغْتُ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا

کر سنائی جب آیت کریمہ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید الایۃ تک پہنچا تو فرمایا بس کر ـــــ اور

بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا۔ قَالَ اَمْسِكْ فَاِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ [1]

حضور کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

## بَابُ قَوْلِهٖ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَاءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ ص ۶۵۹

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم سے کوئی قضاء حاجت سے آیا ہو۔

صَعِيْدًا وَجْهَ الْاَرْضِ۔ روئے زمین۔ وَقَالَ جَابِرٌ كَانَتِ الطَّوَاغِيْتُ الَّتِيْ يَتَحَاكَمُوْنَ اِلَيْهَا فِيْ جُهَيْنَةَ وَاحِدٌ وَفِيْ اَسْلَمَ وَاحِدٌ وَفِيْ كُلِّ حَيٍّ وَاحِدٌ كُهَّانٌ يَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا وہ طاغوت جن کے پاس فیصلے کے لئے جاتے تھے۔ جہینہ میں ایک تھا اسلم میں ایک تھا اور ہر قبیلے میں ایک تھا۔ یہ کاہن تھے جن پر شیطان اترتے تھے۔ ـــــ وَقَالَ عُمَرُ الْجِبْتُ السِّحْرُ وَالطَّاغُوْتُ الشَّيْطٰنُ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جبت سے مراد جادو ہے اور طاغوت سے شیطان۔ ـــــ وَقَالَ عِكْرِمَةُ الْجِبْتُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ الشَّيْطٰنُ وَالطَّاغُوْتُ الْكَاهِنُ۔ اور عکرمہ نے کہا حبشی زبان میں جبت کے معنی شیطان کے ہیں اور طاغوت کے معنی کاہن کے۔

## بَابُ قَوْلِهٖ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ذَوِي الْاَمْرِ ص ۶۵۹

اپنے میں سے اولی الامر کی پیروی کرو۔

## حَدِيْث ۲۲۴۶

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آیت کریمہ اطیعوا اللہ

عَنْهُمَا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ قَالَ نَزَلَتْ فِيْ

واطیعوا الرسول اولی الامر منکم عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

---

[1] ثانی فضائل القرآن باب من احب ان یسمع القرآن من غیرہ۔ باب قول المقری للقاری حسبک ص ۷۵۵ باب البکاء عند قراءۃ القرآن ص ۷۵۶ تین طریق سے۔ مسلم صلوٰۃ۔ ابوداؤد علم۔ ترمذی تفسیر

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ بْنِ قَيْسِ بْنِ عَدِيٍّ اِذْ بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَرِيَّةٍ

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک سریہ میں بھیجا تھا۔ (جس کا قصہ ابھی جلد ہی گزرا ہے)

**تشریحات** ۲۲۴۶

داؤدی نے اس پر یہ کہا کہ حضرت ابن عباس کے علاوہ کسی اور راوی سے یہ وہم ہوگیا ہے کہ آیت حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصے میں نازل ہوئی ہے اس نے کہا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ امیر کی اطاعت واجب ہے۔ اور ان کے قصے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے ان کی اطاعت کیوں نہیں کی بلکہ فرمایا اطاعت صرف اچھی بات میں ہے۔ علامہ ابن حجر نے اس کا جواب یہ دیا کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ کے واقعہ پر آیت کریمہ ــــ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ نازل ہوئی پس اگر تم لوگ کسی معاملے میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔ اور ان کے سریہ میں یہی ہوا تھا کچھ لوگ ان کی اطاعت کرنا چاہتے تھے اور کچھ لوگوں نے روکا پھر معاملہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فیصلہ فرمایا۔ کہ امیر کی اطاعت صرف نیکی میں ہے معصیت میں نہیں۔

---

**بَابُ** قَوْلِهٖ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ص ۶۶۰

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اور جب انکے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو اسے پھیلا دیتے ہیں۔

يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ يَسْتَخْرِجُوْنَهٗ یعنی اس سے نکالیں ــــ حَسِيْبًا كَافِيًا حسیب کے معنی کافی ــــ اِلَّا اِنَاثًا الْمَوَاتُ حِجَارًا اَوْ مَدَرًا وَمَا اَشْبَهَهٗ اناث کے معنی بے جان کے ہیں۔ پتھر یا ڈھیلا یا اس کے مثل کچھ اور ــــ مَرِيْدًا مُمَرَّدًا سرکش ــــ فَلَيُبَتِّكُنَّ بَتَّكَهٗ قَطَعَهٗ تو وہ کاٹیں گے بتکہ کے معنی ہیں اسے کاٹا۔ قِيْلًا قَوْلًا۔ واحد۔ قیل اور قول کے ایک معنی ہیں۔ بات۔ طُبِعَ خُتِمَ مہر کر دی گئی۔

---

**بَابُ** قَوْلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ص ۶۶۰

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر جو تمہیں سلام کرے اس کو مت کہو کہ مومن نہیں۔

اَلسَّلْمُ وَالسَّلَامُ وَاحِدٌ تینوں کا معنی ایک ہے۔

**حَدِيْث** ۴۷ ۲۲۲

عَنْ عَطَآءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آیت کریمہ ولا تقولوا لمن القی

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

الیکم السلام لست مؤمنا کا شان نزول یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بکریوں میں تھا وہاں مسلمان پہنچے

كَانَ رَجُلٌ فِي غُنَيْمَةٍ لَهُ فَلَحِقَهُ الْمُسْلِمُونَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَتَلُوهُ وَأَخَذُوا

اس نے کہا السلام علیکم پھر بھی مسلمانوں نے اسے قتل کر دیا اور

غُنَيْمَتَهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ فِي ذٰلِكَ إِلَى قَوْلِهِ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا تِلْكَ الْغُنَيْمَةُ

اس کی بکریاں لے لیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی عرض الحیوۃ الدنیا

قَالَ قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ السَّلَامَ لَهُ

تک۔ اس سے مراد وہ بکریاں ہیں۔ عطاء نے کہا کہ حضرت ابن عباس نے السلام پڑھا۔

## تشریحات ۴۶ ۲۲

اس زمانہ میں عرب میں صرف دو ہی گروہ تھے مشرکین اور مسلمان، مشرکین کے سلام کا طریقہ اور تھا یا پھر یہود و نصاریٰ تھے جن کے بھی سلام کا طریقہ اور تھا۔ السلام علیکم مسلمانوں کا شعار تھا۔ یہ صرف مسلمانوں ہی میں رائج تھا اس لئے اس زمانہ میں جب کوئی السلام علیکم کہتا تو اقات کے وقت تو یہ دلیل تھی اس بات کی کہ یہ کہنے والا مسلمان ہے اور اس وقت گمراہ فرقے پیدا نہیں ہوئے تھے کہ یہ احتمال ہوتا کہ شاید یہ کلمہ گو بددین ہے لیکن آج جب کہ کلمہ گو طبقہ میں بکثرت بددین پیدا ہو چکے ہیں اور یہ سب سلام کے لئے السلام علیکم ہی استعمال کرتے ہیں اس لئے آج اس سے کسی کے قطعی یقینی مسلمان ہونے پر دلیل نہیں لائی جا سکتی ہو سکتا ہے کہ وہ قادیانی ہو، ہو سکتا ہے کہ وہ نیچری ہو، ہو سکتا ہے کہ وہ چکڑالوی منکر حدیث ہو ہو سکتا ہے کہ وہابی ہو ——— آیت مذکورہ میں ایک قرأت سلوٰ بغیر الف کے بھی ہے۔ لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قرأت السلام الف کے ساتھ ہے۔

## بَابُ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ص ۶۶

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اللہ کی راہ سے بیٹھ رہنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں۔

## حدیث ۴۸ ۲۲

عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب آیۃ کریمہ لا یستوی القاعدون

نَزَلَتْ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

من المومنین نازل ہوئی۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں (زید) کو بلاؤ وہ دوات لوح اور شانہ

وَسَلَّمَ ادْعُوا فُلَانًا فَجَاءَهُ وَمَعَهُ الدَّوَاةُ وَاللَّوْحُ وَالْكَتِفُ فَقَالَ اكْتُبْ

لے کر حاضر ہوئے۔ فرمایا لکھو۔ لا یستوی القاعدون من المومنین والمجاہدون فی سبیل اللہ اور نبی

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَخَلْفَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے ابن ام مکتوم تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نابینا ہوں

لہ مسلم آخر کتاب۔ ابوداؤد حروف نسائی سیر و تفسیر

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَنَا ضَرِيْرٌ

فَنَزَلَتْ مَكَانَهَا لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ

تو اسی جگہ یہ (آیۃ کریمہ) نازل ہوئی۔ لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر والمجاہدون فی سبیل اللہ

وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

## بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ قَالُوْا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ص ۶۶۱

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے ان سے فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے۔ کہتے ہیں زمین میں کمزور تھے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے۔

## حدیث ۲۲۴۹

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَبُو الْاَسْوَدِ قَالَ قُطِعَ عَلٰى

محمد بن عبد الرحمٰن ابوالاسود نے کہا اہل مدینہ

اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ بَاسٌ فَاكْتُتِبْتُ فِيْهِ فَلَقِيْتُ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَاَخْبَرْتُهٗ

کا ایک لشکر تیار کیا گیا میرا نام بھی اس میں لکھا گیا پھر میں ابن عباس کے آزاد کردہ غلام عکرمہ سے

فَنَهَانِيْ عَنْ ذٰلِكَ اَشَدَّ النَّهْيِ ثُمَّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

ملا اور میں نے ان کو بتایا تو انہوں نے مجھے سختی کے ساتھ منع کیا پھر کہا مجھے ابن عباس نے خبر دی کہ

اَنَّ نَاسًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَانُوْا مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ يُكَثِّرُوْنَ سَوَادَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلٰى

کچھ مسلمان مشرکین کے ساتھ تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشرکین کی

رَسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِي السَّهْمُ يُرْمٰى بِهٖ فَيُصِيْبُ اَحَدَهُمْ فَيَقْتُلُهٗ

تعداد بڑھاتے تھے کوئی تیر ماری جاتی اور آکر ان میں سے کسی کو لگتی اور اسے مار ڈالتی یا خود اس کو مار کر قتل

اَوْ يُضْرَبُ فَيُقْتَلُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْ اَنْفُسِهِمُ الْاٰيَةَ

کر دیا جاتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ان الذین توفاہم الملئکۃ ظالمی انفسہم [1]

## تشریحات ۲۲۴۹

قصہ یہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ان کے والی نے مدینہ طیبہ میں ایک لشکر جمع کرنا چاہا جو اہل شام سے جنگ کرے کیونکہ ان لوگوں نے حضرت

[1] کتاب الفتن باب من کرہ ان یکثر سواد الفتن ص ۱۰۴۹ نسائی تفسیر

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت تسلیم نہیں کی تھی اسی میں ابوالاسود کا بھی نام لکھا گیا تھا۔ حضرت عکرمہ کا منع کرنا اس بنا پر ہوگا کہ وہ مسلمانوں کا آپس میں لڑنا پسند نہیں کرتے تھے۔

## بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ص ۶۶۱

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اور تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم کو تکلیف ہو بارش سے یا تم بیمار ہو کہ اپنے ہتھیار رکھ دو۔

## حدیث ۲۲۵۰

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ كَانَ جَرِيْحًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ آیت کریمہ ان کان بکم اذی من مطر او کنتم مرضی کے بارے میں فرمایا کہ عبدالرحمٰن بن عوف زخمی تھے۔

## تشریحات

مطلب یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زخمی تھے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ ایسی صورت میں وہ ہتھیار کھول سکتے ہیں۔ یعنی جب مریض کو ہتھیار کھولنے کی اجازت ہے تو زخمی کو بھی ہوگی کہ وہ بھی مریض میں داخل ہے۔

## بَابُ قَوْلِهٖ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا ص ۶۶۱

اللہ عزوجل کے اس قول کی تفسیر اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے علیحدگی یا اعراض کا اندیشہ کرے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شِقَاقٍ تَفَاسُدٌ ـــــ شقاق کے معنی فساد کرنے کے ہیں وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ هَوَاهُ فِي الشَّيْءِ يَحْرِصُ شُحٌّ کے معنی کسی چیز کی لالچ کرنے کے ہیں ـــــ كَالْمُعَلَّقَةِ لَا هِيَ اَيِّمٌ وَلَا ذَاتُ زَوْجٍ نشوز ا البغض معلقہ کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو وہ بیوہ ہے اور نہ شوہر والی ـــــ نشوز کے معنی بغض کے ہیں۔

## بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ص ۶۶۱

اللہ عزوجل کے اس قول کی تفسیر بیشک منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَسْفَلِ النَّارِ ـــ مراد ہے جہنم کے سب سے نچلے میں رہیں گے۔ نَفَقًا سَرَبًا۔ سرنگ۔ سورہ انعام میں فرمایا تھا فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ میں یہ بتایا کہ اس آیت میں نفقا سے مراد سرنگ ہے ـــــ اب آیت کا ترجمہ یہ ہوا اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں سرنگ تلاش کرو۔

## حدیث ۲۲۵۱

عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ كُنَّا فِيْ حَلْقَةٍ عَبْدِ اللّٰهِ فَجَاءَ حُذَيْفَةُ حَتّٰى قَامَ

اسود نے کہا کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے حلقہ میں تھے کہ حذیفہ آئے اور ہمارے

عَلَيْنَا فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ اُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلٰى قَوْمٍ خَيْرٌ مِّنْكُمْ قَالَ الْاَسْوَدُ سُبْحَانَ

قریب کھڑے ہوئے پھر سلام کیا پھر کہا نفاق ایسی قوم پر اتارا گیا ہے جو تم سے بہتر تھی۔ اسود نے کہا سبحان اللہ!

اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ فَتَبَسَّمَ عَبْدُ اللّٰهِ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں اس پر عبداللہ مسکرائے اور حذیفہ مسجد کے ایک

وَجَلَسَ حُذَيْفَةُ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ فَتَفَرَّقَ اَصْحَابُهٗ فَرَمَانِيْ

گوشہ میں بیٹھ گئے۔ اب عبداللہ کھڑے ہو گئے اور ان کے اصحاب متفرق ہو گئے تو مجھے انہوں نے کنکری ماری تو

بِالْحَصَا فَاَتَيْتُهٗ فَقَالَ حُذَيْفَةُ عَجِبْتُ مِنْ ضَحْكِهٖ وَقَدْ عَرَفَ مَا قُلْتُ لَقَدْ

میں ان کے پاس آیا تو حذیفہ نے کہا مجھے عبداللہ کے ہنسنے پر تعجب ہوا اور جو میں نے کہا تھا اس کو وہ جانتے

اُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلٰى قَوْمٍ كَانُوْا خَيْرًا مِّنْكُمْ ثُمَّ تَابُوْا فَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

ہیں بے شک نفاق اتارا گیا ایسی قوم پر جو تم سے بہتر تھی پھر انہوں نے توبہ کیا تو اللہ نے اسکی توبہ قبول فرمائی۔ [1]

## تشریحات ۲۲۵۱

مراد یہ ہے کہ بہت سے وہ لوگ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھے۔ انہوں نے بظاہر اسلام قبول کیا لیکن درحقیقت وہ منافقین میں سے تھے۔ پھر اللہ نے انہیں ہدایت دی اور انہوں نے نفاق سے توبہ کی اور مومن و مخلص اور صحابی ہو گئے ان کو بہتر اسی اعتبار سے کہا کہ صحابی ہوئے اور صحابہ کا مرتبہ مطلقاً افضل ہے ــــــ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصود یہ تھا کہ دل بدلتے دیر نہیں لگتی ہے ہر وقت اس سے ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں آدمی کا ایمان نہ سلب ہو جائے۔

---

## بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَيُوْنُسَ وَهَارُوْنَ وَسُلَيْمَانَ ص ۶۶۲

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر بیشک ہم نے آپکی طرف وحی کی اس کے قول ویونس و ہارون وسلیمان تک۔

## حدیث ۲۲۵۲

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى فَقَدْ كَذَبَ

کرتے ہیں کہ فرمایا۔ جس نے یہ کہا میں یونس بن متی سے بہتر ہوں تو وہ جھوٹ بولا۔

---

[1] نسائی تفسیر

## نشریحات ۲۲ ۵۲

متکلم اپنے کلام سے خارج ہوتا ہے، مراد یہ ہے کہ میرے علاوہ کوئی اور کہے مثلاً تم لوگ کہو کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں تو یہ جھوٹ ہے۔

## بَابُ قَوْلِهٖ يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ـــــــ ص ۶۶۲

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرما دو کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اسکی بہن کا آدھا ہے اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کی اولاد نہ ہو۔ آیت

وَالْكَلٰلَةُ مَنْ لَّمْ يَرِثْهُ اَبٌ اَوْ اِبْنٌ وَهُوَ مَصْدَرٌ مِّنْ تَكَلَّلَهُ النَّسَبُ ۔ کلالہ وہ شخص ہے جس کا باپ یا بیٹا وارث نہ ہو یہ تکللہ النسب کا مصدر ہے ـــــ تکلل کے معنی ہیں کنارہ اختیار کرنے کے۔ مطلب یہ ہوا کہ اس نے باپ کی طرف سے ایک کنارہ اور بیٹے کی طرف سے ایک کنارہ لیا۔ حالانکہ اس کے باپ ہے نہ بیٹا۔ اور یہاں صورت حال یہی ہے۔ بہن کا ایک تعلق باپ سے بھی ہوتا ہے اور بھائی سے بھی ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

## سُوْرَةُ الْمَآئِدَةِ ص ۶۶۲

ـــــ یہ سورہ مدنی ہے اس میں ایک سو بیس آیتیں ہیں، یا ایک سو بائیس یا ایک سو تیس ـــــ مائدہ اس خوان کو کہتے ہیں جس پر کھانا ہو اور اگر کھانا نہ ہو تو اس کو مائدہ نہیں کہیں گے۔ حُرُمٌ واحدھا حَرَامٌ ۔ حرام بمعنی عزت والا اس کی جمع حُرُم ہے۔ فرمایا گیا منھا اربعۃ حُرُم ۔ بارہ مہینوں میں چار عزت والے مہینے ہیں۔ فبما نقضھم بنقضھم اشارہ کیا کہ ما مصدریہ ہے یعنی ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے ـــ اللتی کتب اللہ ـــــ اللتی جعل اللہ جسے اللہ نے فرض فرمایا اشارہ کیا کہ کَتَبَ بمعنی فرض ہے ـــــ تَبُوْءَ تَحْمِلُ ۔ اٹھائے گا فرمایا گیا تھا تبوء بآثمی وآثمک ہابیل نے قابیل سے کہا تم میرے اور اپنے گناہ کو لادو گے ـــــ وقال غیرہ الاغراء التسلیط اغرار کا معنی مسلط کرنا ہے فرمایا گیا تھا فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ہم نے یہود و نصاریٰ کے درمیان دشمنی اور بغض قیامت کے دن تک ڈال دی۔ دائرۃ کے معنی دولۃ کے ہیں اجورھن مھورھن اجر سے مراد مہر ہے ـــــ مَخْمَصَة ۔ مجاعۃ ۔ بھوک ـــــ

قَالَ سُفْيَانُ مَا فِي الْقُرْاٰنِ اٰيَةٌ اَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ـــــ سفیان ثوری نے کہا قرآن میں کوئی آیت اس سے زیادہ مجھ پر سخت نہیں کہ فرمایا تم کچھ نہیں ہو یہاں تک کہ تورات اور انجیل اور جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اتارا گیا اس کو قائم کرو ـــــ یہ آیت سخت اس بنا پر ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان تورات اور انجیل اور قرآن مجید میں جو کچھ ہے سب کو بخوبی جانیں کیونکہ

اگر جانے گا نہیں تو عمل کیسے کرے گا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بہت ہی مشکل کام ہے۔ مَنْ اَحْیَاهَا یَعْنِیْ مَنْ حَرَّمَ قَتْلَهَا اِلَّا بِحَقٍّ۔ فرمایا گیا مَنْ اَحْیَاهَا فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا۔ جس نے کسی جان کو زندہ رکھا گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ رکھا۔ اس کی تفسیر میں فرمایا یعنی جس نے کسی جان کے قتل ناحق کو حرام جانا۔ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ــــ وسُنَّةً شَرْعَةً ومنہاج کے معنی طریقے کے ہیں ــــ اَلْمُهَیْمِنُ الْاَمِیْنُ ــــ اَلْقُرْاٰنُ اَمِیْنٌ عَلٰی کُلِّ کِتَابٍ قَبْلَهٗ ــــ مُهَیْمِنٌ کے معنی امین کے ہے۔ قرآن پہلی ہر کتاب پر امین ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید اگلی کتابوں میں جو بنیادی عقائد ہیں۔ ان سب کو بیان فرماتا ہے۔ اور ان کی حفاظت کرتا ہے۔ جیسے امین امانت کی کرتا ہے ــــ اس طرح اس کے لازمی معنی ہوئے محافظت کرنے کے ــــ قرآن مجید کے بارے میں فرمایا گیا "وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ" (آیت ۴۸ مائدہ) قرآن اُن کا محافظ ہے۔

---

**بَابُ** قَوْلِهٖ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا ص ۶۶۲

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔

تیمموا، تعمدوا۔ یعنی تیمم کے معنی قصد کرنے کے لغوی معنی یہی ہے مراد یہ ہے کہ پاکی حاصل کرنے کے ارادے سے پاک مٹی استعمال کرو ــــ آمین، عامدین، اَمَّمْتُ وَتَیَمَّمْتُ واحدٌ فرمایا گیا وَاٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ، یعنی جو لوگ بیت الحرام کا ارادہ رکھتے ہیں، امام بخاری نے فرمایا کہ اَمَّمَ تیمم مجرد مزید کے ایک ہی معنی ہیں ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَامَسْتُمُوْهُنَّ وَمَسَسْتُمُوْهُنَّ وَاللَّاتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ وَالْاِفْضَاءُ النِّکَاحُ یعنی آیۃ کریمہ "اَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَآءَ" میں مُلَامَسَتْ سے اور آیت کریمہ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ میں "مَسَسْتُمُوْهُنَّ" سے اور آیت کریمہ "مِنْ نِّسَآئِکُمُ اللّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ" میں دخول سے و آیت کریمہ وَقَدْ اَفْضٰی بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ" میں اِفضاء سے مراد نکاح یعنی وطی ہے۔

---

**بَابُ** قَوْلُهٗ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اِلٰی... قَوْلِهٖ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ. اَلْمُحَارَبَةُ لِلّٰهِ الْکُفْرُ بِهٖ ص ۶۶۳

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر ان لوگوں کی سزا جو اللہ و رسول سے لڑیں یا زمین میں فساد مچائیں یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا ان کو پھانسی دی جائے یا جلاوطن کیا جائے اللہ سے لڑائی اس کے ساتھ کفر ہے۔

**حدیث ۲۲۵۳** حَدَّثَنِیْ سُلَیْمَانُ اَبُوْ رَجَاءٍ مَوْلٰی اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ

ابوقلابہ سے روایت ہے کہ وہ عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے بیٹھے تھے تو لوگوں نے

إِنَّهُ كَانَ جَالِسًا خَلْفَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَذَكَرُوا وَذَكَرُوا فَقَالُوا وَقَالُوا قَدْ

قسامت کا ذکر کیا اور کہا قسامت پر خلفا نے قصاص لیا ہے۔ تو انہوں نے ابو قلابہ کی جانب دیکھا اور وہ ان کے

أَقَادَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ فَالْتَفَتَ إِلَى أَبِي قِلَابَةَ وَهُوَ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَقَالَ مَا تَقُولُ يَا

پیچھے تھے۔ فرمایا یا عبداللہ بن زید یا کہا اے ابو قلابہ! تم کیا کہتے ہو، تو میں نے کہا میں نہیں جانتا کہ اسلام

عَبْدَ اللهِ بْنَ زَيْدٍ أَوْ قَالَ مَا تَقُولُ يَا أَبَا قِلَابَةَ قُلْتُ مَا عَلِمْتُ نَفْسًا حَلَّ قَتْلُهَا

میں کسی کا قتل کرنا حلال ہو سوائے اس شخص کے جس نے احصان کے بعد زنا کیا یا

فِي الْإِسْلَامِ إِلَّا رَجُلٌ زَنَى بَعْدَ إِحْصَانٍ أَوْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ حَارَبَ

ناحق کسی کا قتل کیا، یا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لڑا۔ تو

اللهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَنْبَسَةُ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ بِكَذَا

عنبسہ نے کہا، کہ ہم سے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث بیان کی۔ میں نے کہا کہ انس

وَكَذَا قُلْتُ: إِيَّايَ حَدَّثَ أَنَسٌ قَالَ: قَدِمَ قَوْمٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

نے مجھ سے یہ حدیث یوں بیان کی ہے، تو انہوں نے کہا، ایک قوم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمُوهُ فَقَالُوا: قَدِ اسْتَوْخَمْنَا هَذِهِ الْأَرْضَ فَقَالَ هَذِهِ نَعَمٌ

مسلمان ہوئی پھر حضور سے بات کی اور کہا اس زمین کی ہوا ہمارے ناموافق ہوگئی تو فرمایا یہ ہمارے

لَنَا تَخْرُجُ فَاخْرُجُوا فِيهَا فَاشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا فَخَرَجُوا فِيهَا فَشَرِبُوا

اونٹ ہیں وہاں چلے جاؤ۔ اور اس کا دودھ اور پیشاب پیو۔ وہ لوگ وہاں گئے

مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا وَاسْتَصَحُّوا وَمَالُوا عَلَى الرَّاعِي فَقَتَلُوهُ وَاطْرَدُوا

اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیا اور تندرست ہوگئے اور چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ ہانک لے گئے

النَّعَمَ: فَمَا يُسْتَبْطَأُ مِنْ هَؤُلَاءِ قَتَلُوا النَّفْسَ وَحَارَبُوا اللهَ وَرَسُولَهُ وَ

ان لوگوں سے کیا باقی رہ گیا کہ وہ قتل نہ کئے جاتے۔ ان لوگوں نے قتل کیا اللہ و رسول سے

خَوَّفُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللهِ فَقُلْتُ تُتَّهَمُنِي

لڑے۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ڈرایا، تو عنبسہ نے کہا سبحان اللہ! میں

قَالَ حَدَّثَنَا بِهَذَا أَنَسٌ، قَالَ وَقَالَ: يَا أَهْلَ كَذَا، إِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوا بِخَيْرٍ مَا

نے کہا تم مجھ کو متہم کرتے ہو پھر انہوں نے کہا۔ اسے انس نے ہم سے بیان کیا۔ اے اہل شام!

أُبْقِيَ هَذَا فِيكُمْ أَوْ مِثْلُ هَذَا

تم لوگ ہمیشہ بھلائی میں رہو گے جب تک یہ تم میں باقی رکھا جائے گا یا اس کے مثل باقی رکھا جائے گا۔

## تشریحات ۲۲۵۳

یہ حدیث اختصار کے ساتھ مغازی میں گذر چکی ہے۔ وہیں ہم نے اس کی پوری تفصیل لکھ دی ہے۔

## باب قَوْلِهٖ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ص ۶۶۴

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر۔ اے رسول ان سب کو پہنچا دو جو تمہارے رب کی طرف سے تم تک اتارا گیا۔

## حدیث ۲۲۵۴

عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَنْ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جو شخص یہ کہے کہ محمد

حَدَّثَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَمَ شَيْئًا مِّمَّا اُنْزِلَ عَلَيْهِ فَقَدْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ چھپایا جو ان پر اتارا گیا اس نے جھوٹ کہا

كَذَبَ، وَاللّٰهُ يَقُوْلُ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ [1]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے رسول! ان سب کو پہنچا دو جو تم پر اتارا گیا۔

## باب قَوْلِهٖ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ ص ۶۶۴

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر کہ اللہ تمہیں نہیں پکڑتا تمہاری غلط فہمی کی قسموں پر۔

## حدیث ۲۲۵۵

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا یہ آیت کریمہ "اللہ تمہاری نہیں پکڑتا

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ فِيْ قَوْلِ الرَّجُلِ: لَا وَاللّٰهِ، وَبَلٰى وَاللّٰهِ [2]

تمہاری غلط فہمی کی قسموں پر" لوگوں کے اس قول کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگ بات بات میں کہتے ہیں لا واللہ اور بلیٰ واللہ

## تشریحات ۲۲۵۵

قسم کی تین قسمیں ہیں، غموس، لغو، منعقدہ۔ غموس۔ جھوٹی قسم کو کہتے ہیں۔ یعنی جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا مثلاً وہ جانتا ہے کہ زید نہیں آیا ہے اور قسم کھائی کہ زید آیا۔ اس میں گناہ ہے۔ کفارہ نہیں۔ لغو، غلط فہمی کی بنا پر کوئی قسم کھائی مثلاً وہ یہ جانتا تھا کہ زید آیا ہے مگر حقیقت میں نہیں آیا تھا اور قسم کھائی کہ زید آیا اس میں نہ گناہ ہے نہ کفارہ۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ لغو وہ قسم ہے کہ بغیر نیت قسم زبان پر جاری ہو جائے۔ منعقدہ وہ قسم ہے کہ آئندہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی پھر اس کام کو نہیں کیا یا کر لیا

---

[1] کتاب التوحید: باب قول اللہ یا ایہا الرسول بلغ... ص ۱۱۲۴ مسلم: ایمان۔ ترمذی: تفسیر۔ نسائی: تفسیر

[2] کتاب الایمان والنذور: باب لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ص ۹۸۶ ابوداؤد۔

اس میں کفارہ ہے ایک غلام آزاد کرنا، اس کی استطاعت نہ ہو تو دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا کپڑا پہنانا یا مسلسل بلاناغہ تین روزے رکھنا۔

## حدیث ۲۲۵۶

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ اَبَاهَا كَانَ لَا يَحْنَثُ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ان کے والد کسی قسم کو

فِيْ يَمِيْنٍ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ كَفَّارَةَ الْيَمِيْنِ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: لَا اَرٰى يَمِيْنًا اَرٰى غَيْرَهَا

نہیں توڑتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ نے قسم کا کفارہ نازل فرمایا تو ابو بکر نے کہا کہ جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ جس بات

خَيْرًا مِنْهَا اِلَّا قَبِلْتُ رُخْصَةَ اللّٰهِ وَفَعَلْتُ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ [1]

میں قسم کھائی ہے اس سے بہتر اسکی ضد ہے تو میں اللہ کی رخصت کو قبول کر لیتا ہوں اور اسے کرتا ہوں جو بہتر ہے۔

## باب

قَوْلُهٗ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ ص ۶۶۴

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر "اے ایمان والو! تم ان پاک چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں۔

## حدیث ۲۲۵۷

عَنْ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَغْزُوْ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ مَعَنَا نِسَاءٌ فَقُلْنَا اَلَا نَخْتَصِيْ فَنَهَانَا

ہم رکاب ہو کر جہاد کرتے تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں نہیں ہوتیں تو ہم نے عرض کیا کیا ہم خصی نہ ہو جائیں۔ تو ہمیں اس

عَنْ ذَالِكَ فَرَخَّصَ لَنَا بَعْدَ ذَالِكَ اَنْ نَتَزَوَّجَ الْمَرْاَةَ بِالثَّوْبِ ثُمَّ قَرَاَ "يٰٓاَيُّهَا

سے منع فرمایا اور اس کے بعد ہمیں اجازت دی کہ ایک کپڑے کے عوض عورتوں سے نکاح کر لیں پھر انہوں نے پڑھا۔ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ [2]

ایمان والو! تم ان پاک چیزوں کو کیوں حرام ٹھہراتے ہو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کیں۔

## تشریحات ۲۲۵۷

اس حدیث سے متعہ کا جواز ثابت ہوتا ہے کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی متعہ کو جائز جانتے تھے ابتداء اسلام میں بضرورت متعہ کی اجازت تھی عرب گرم ملک ہے وہاں صبر مشکل ہے اس بنا پر اجازت تھی پھر متعہ کی حرمت پر اجماع منعقد ہو گیا اور سوائے گمراہ رافضیوں

---

[1] کتاب الایمان والنذور، باب قول اللہ لا یؤاخذکم اللہ باللغو ص ۹۸۰ [2] کتاب النکاح: باب تزویج المعسر ص ۷۵۹ وایضاً باب ما یکرہ من التبتل الخ ص ۷۵۹ مسلم: نکاح ثانی: تفسیر

کے کوئی اس کے جواز کا قائل نہیں ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی اس حدیث سے اگر جواز ثابت بھی ہوتا ہے تو سفر میں۔ اس کی تاویل یہی ہے کہ ابتداء میں بوجہ ضرورت اس کی اجازت تھی۔ بعد میں یہ حرام کر دیا گیا تو سفر حضر سب میں حرام کر دیا گیا

## بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر بیشک شراب اور جوا

وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ صـ ۶۶۴ اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں۔ شیطانی کام۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْاَزْلَامُ، الْقِدَاحُ يَقْتَسِمُوْنَ بِهَا فِي الْاُمُوْرِ وَالنُّصُبُ: اَنْصَابٌ يَذْبَحُوْنَ عَلَيْهَا ـــــ وَقَالَ غَيْرُهٗ: اَلزَّلَمُ الْقِدْحُ لَا رِيْشَ لَهٗ وَهُوَ وَاحِدُ الْاَزْلَامِ وَالْاِسْتِقْسَامُ اَنْ يُجِيْلَ الْقِدَاحَ فَاِنْ نَهَتْهُ انْتَهٰى وَاِنْ اَمَرَتْهُ فَعَلَ مَا تَاْمُرُهٗ۔ وَقَدْ اَعْلَمُوا الْقِدَاحَ اَعْلَامًا بِضُرُوْبٍ يَسْتَقْسِمُوْنَ بِهَا وَفَعَلْتُ مِنْهُ قَسَمْتُ وَالْقُسُوْمُ مِنْهُ الْمَصْدَرُ۔ اور ابن عباس نے کہا ازلام، تیر جن سے اپنے معاملات میں قرعہ اندازی کرتے تھے اور نصب وہ بت تھے جن پر وہ جانوروں کو ذبح کرتے تھے ـــــ اور ان کے غیر نے کہا زلم، بغیر پر کا تیر ہے، اور یہ ازلام کا واحد ہے اور استقسام یہ تھا کہ تیروں کو گھماتے پس اگر وہ اس کام سے منع کر دیتا تو نہیں کرتے اور اگر حکم دیتا کرتے۔ اور انہوں نے تیروں پر قسم قسم کے نشان لگا دیئے تھے جس سے وہ قرعہ اندازی کرتے، اور استقسام کا مجرد قسمت ہے اور "قسوم" اسی کا مصدر ہے۔ ازلام کی پوری تفصیل گزر چکی ہے

## حدیث ۲۲۵۸

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ وَاِنَّ فِي الْمَدِيْنَةِ يَوْمَئِذٍ لِخَمْسَةِ اَشْرِبَةٍ مَا فِيْهَا شَرَابُ الْعِنَبِ[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ شراب کی حرمت نازل ہوئی اور اس دن مدینے میں پانچ قسم کی شرابیں تھیں جس میں انگور کی شراب نہیں تھی۔

## حدیث ۲۲۵۹

قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَا كَانَ لَنَا خَمْرٌ غَيْرُ فَضِيْخِكُمْ هٰذَا الَّذِيْ تَسْمُوْنَهُ الْفَضِيْخَ، فَاِنِّيْ لَقَائِمٌ اَسْقِيْ اَبَا طَلْحَةَ وَفُلَانًا وَفُلَانًا اِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ وَهَلْ بَلَغَكُمُ الْخَبَرُ فَقَالُوْا وَمَا ذَاكَ قَالَ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ فَقَالُوْا اَهْرِقْ هٰذِهِ الْقِلَالَ يَا اَنَسُ قَالَ فَمَا سَاَلُوْا عَنْهَا وَلَا رَاجَعُوْهَا بَعْدَ خَبَرِ الرَّجُلِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہمارے پاس تمہاری اس فضیخ کے علاوہ کوئی شراب نہیں تھی۔ میں کھڑا ابوطلحہ اور فلاں اور فلاں کو پلا رہا تھا۔ ایک صاحب آئے اور انہوں نے کہا کیا تم کو خبر پہنچی ہے۔ ان لوگوں نے کہا کیا ہے اس نے کہا شراب حرام کر دی گئی۔ لوگوں نے کہا ان گھڑوں کو بہا دے اے انس! ان لوگوں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا اور نہ تکرار کی اس شخص کی خبر کے بعد۔

[1] کتاب الاشربہ: باب ان الخمر من العنب صـ ۸۳۶

**تشریحات ۲۲۵۹**

یہ پانچ قسم کی شرابیں یہ تھیں، شہد کی، کھجور کی، گیہوں کی، جو کی اور چنیاں کی۔
فضیخ: ادھ پکے کھجور کو پانی میں ڈال کر کسی برتن میں رکھ دیتے ہیں یہاں تک کہ اس میں نشہ آجائے
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو طلحہ کے ساتھ جن جن کو شراب پلا رہے تھے وہ یہ تھے۔ ابو دجانہ، سہل بن بیضا، ابو عبیدہ بن الجراح، ابی بن کعب، معاذ بن جبل اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

**حدیث ۲۲۶۰**

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَلٰی مِنْبَرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَمَّا بَعْدُ اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّہٗ نَزَلَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر پر حضرت عمر کو فرماتے ہوئے سنا بعد حمد کے اے لوگو! شراب کی

تَحْرِیْمُ الْخَمْرِ وَھِیَ مِنْ خَمْسَۃٍ مِنَ الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْعَسَلِ وَالْحِنْطَۃِ وَالشَّعِیْرِ

حرمت نازل ہوئی اور یہ پانچ چیزوں سے تھی۔ انگور اور کھجور اور شہد اور گیہوں اور جو

وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ [1]

خمر وہ چیز ہے جو عقل کو چھپا دے۔

**تشریحات ۲۲۶۶**

حرمت انہیں پانچ قسموں میں منحصر نہیں۔ ہر سیال چیز جو نشہ آور ہو خواہ کسی چیز سے بنائی گئی ہو اور جس طریقے سے بنائی گئی ہو۔ سب حرام ہیں۔ اس حدیث میں ان پانچ چیزوں کا ذکر اس بنا پر ہے کہ اس عہد میں یہی پانچ قسم کی شرابیں تیار ہوتی تھیں۔

## بَابُ قَوْلِہٖ لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ ص ۶۶۵

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر۔ بہت سی باتیں نہ پوچھو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں گی تو تمہیں بری لگیں گی۔

**حدیث ۲۲۶۱**

عَنْ مُوْسَی بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُطْبَۃً مَا سَمِعْتُ مِثْلَھَا قَطُّ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار ایسا خطبہ دیا کہ میں نے ویسا خطبہ کبھی نہیں سنا فرمایا جو میں جانتا ہوں اگر تم لوگ جانتے

[1] کتاب الاشربہ: باب ان الخمر من العنب ص ۸۳۶ باب ما جاء ان الخمر ما خامر العقل دو طریق سے ص ۸۳۷
کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ: باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۰۹۰ مسلم آخر کتاب ابوداؤد اشربہ
ترمذی اشربہ۔ نسائی اشربہ ولیمہ

قَالَ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا قَالَ فَغَطّٰى اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ

تو ہنستے کم اور روتے زیادہ صحابہ کرام نے اپنے چہرے کو ڈھانک لیا وہ لوگ سسکیاں لے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُجُوْهَهُمْ لَهُمْ حَنِيْنٌ فَقَالَ رَجُلٌ مَنْ اَبِيْ قَالَ فُلَانٌ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ

رہے تھے کہ ایک شخص نے پوچھا میرا باپ کون ہے فرمایا فلاں۔ اس پر یہ

الْاٰيَةُ لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ [1]

آیت کریمہ نازل ہوئی

## حدیث ۲۲۶۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ قَوْمٌ يَسْئَلُوْنَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کچھ لوگ رسول اللہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتِهْزَاءً فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ مَنْ اَبِيْ وَيَقُوْلُ الرَّجُلُ تَضِلُّ

صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور استہزاء پوچھا کرتے تھے ایک کہتا میرا باپ کون ہے کسی شخص کی

نَاقَتُهٗ اَيْنَ نَاقَتِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِمْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ

اونٹنی غائب ہو جاتی تو وہ کہتا میری اونٹنی کہاں ہے انہیں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی

اَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ حَتّٰى فَرَغَ مِنَ الْاٰيَةِ كُلِّهَا

اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو بری لگیں گی یہاں تک کہ پوری آیت کریمہ تلاوت فرمائی

## باب قَوْلِهٖ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ص ۶۶۵

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اللہ نے مقرر نہیں کیا ہے کان چرا ہوا اور بحار اور نہ وسیلہ اور نہ حامی

بحیرہ۔ سائبہ۔ وسیلہ۔ اور حامی کی تفسیر گزر چکی ہے۔

اذ قال اللہ یقول قال اللہ واذ ھٰھنا صلۃ فرمایا گیا وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ

_____ اور جب اللہ فرمائے گا اے عیسیٰ بن مریم کیا تم نے یہ کہا تھا _____ یہ ارشاد قیامت کے دن ہوگا

اور آیت میں قال ماضی کا صیغہ ہے۔ امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا کہ یہ یقول کے معنی میں ہے تو اذ زائد ہوا _____

المائدۃ اصلھا مفعولۃ کعیشۃ راضیۃ وتطلیقۃ بائنۃ والمعنی میدیھا صاحبھا من خیر یقال مادنی یمیدنی مائدہ معنی میں مفعول کے ہے جیسے عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ۔ پسندیدہ زندگی اور تطلیقہ بائنۃ معنی یہ ہے کہ دسترخوان والے نے خیر جمع کیا۔ یہ مادنی یمیدنی سے ہے یعنی ضرب یضرب سے ہے _____ وَقَالَ ابن عباس متوفیك مُمِيْتُكَ وفات دینے والا ہوں تم کو _____ سورۂ آل عمران میں فرمایا گیا تھا۔ یا عیسیٰ انی متوفیك

---

[1] الرقاق باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم ص ۹۶۰ الاعتصام باب ما یکرہ من کثرۃ السوال ص ۱۰۸۳
مسلم فضائل ترمذی تفسیر۔ نسائی رقاق

اس کی تفسیر فرمائی حضرت ابن عباس نے کہ وفات بمعنی موت ہے ۔ اس کا ذکر اس مناسبت سے ہے کہ سورہ مائدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ عرضی منقول ہے فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم ۔ جب تو نے مجھ کو اٹھالیا تو ان کا نگہبان تو رہا چونکہ متوفی اور توفیت کا مادہ ایک ہی ہے اس مناسبت سے امام بخاری نے متوفیک کی تفسیر فرمائی ۔

## حدیث ۲۲۶۳

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا

نے فرمایا میں نے جہنم دیکھا اس کا بعض حصہ بعض کو توڑ رہا ہے اور میں نے عمرو بن عامر

وَرَأَيْتُ عَمْرًا يَجُرُّ قُصْبَهُ وَهُوَ أَوَّلُ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ ۔

خزاعی کو دیکھا کہ وہ اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا ہے یہی پہلا شخص ہے جس نے سائبہ چھوڑا

## سورۃ الانعام ص ۶۶۵

یہ سورہ مکی ہے سوائے تین آیتوں کے یہ مدنی ہیں ۔ اس میں ایک سو بیس آیتیں ہیں ۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِتْنَتُهُمْ مَعْذِرَتُهُمْ مَعْرُوْشَاتٍ ـــــ مَا يُعْرَشُ مِنَ الْكَرْمِ وَغَيْرِ ذَالِكَ ۔ چڑھائے ہوئے انگور کی بیلیں وغیرہ جو اوپر چڑھائی جاتی ہیں ،

لِأُنْذِرَكُمْ بِهٖ يَعْنِيْ أَهْلَ مَكَّةَ یہ خطاب اہل مکہ سے ہے تاکہ قرآن کے ذریعہ تم کو ڈراؤں ـــــ حَمُوْلَةً مَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا ـــــ بوجھ اٹھانے والے ـــــ وَلَلَبَسْنَا وَشَبَّهْنَا ـــــ ان پر مشتبہ کر دیتے ۔ يَأْوُنَ ـــــ يَتَبَاعَدُوْنَ

ایک دوسرے کو اس سے دور کرتے ہیں یعنی قرآن یا رسول سے مُبْلِسُ مُفْضَحُ رسوا ہوں گے اُبْسِلُوا فُضِحُوا ۔ یہ لوگ رسوا ہوئے ۔ بَاسِطُوْا اَیْدِیَهُمْ اِبْسَطُ الضَّرْبُ اپنا ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں ۔ اِسْتَكْثَرْتُمْ اَضْلَلْتُمْ كَثِيْرًا ۔ تم نے بہتوں کو گمراہ کیا ۔ ذَرَءَ مِنَ الْحَرْثِ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِنْ ثَمَرَاتِهِمْ وَمَالِهِمْ نَصِيْبًا وَلِلشَّيْطَانِ وَالْاَوْثَانِ نَصِيْبًا ۔ ان لوگوں نے اپنے پھلوں اور مال میں سے اللہ کے لئے ایک حصہ مقرر کرلیا اور ایک حصہ شیطان اور بتوں کے لئے ۔ اَمَّا اشْتَمَلَتْ یَعْنِیْ هَلْ تَشْتَمِلُ اِلَّا عَلٰی ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی فَلِمَ تُحَرِّمُوْنَ اَوْ بَعْضًا وَتُحِلُّوْنَ بَعْضًا ۔ یعنی مادہ کے پیٹ یا تو نر پر مشتمل ہیں یا مادہ پر ۔ تو کیوں بعض کو حرام کرتے ہو اور بعض کو حلال کرتے ہو ۔ مَسْفُوْحًا مُهْرَاقًا ۔ بہایا ہوا ۔ صَدَفَ اَعْرَضَ ۔ منہ پھیر لیا ۔ اُبْلِسُوْا اَوْ یَئِسُوْا وَاُبْسِلُوْا اُسْلِمُوْا فَتُرْمَدًا دَائِمًا ۔ وہ لوگ مایوس ہوگئے محتاج ہوگئے ہلاکت کے قریب ہوگئے ہمیشہ ہمیش ۔ اِسْتَهْوَتْهُ اَضَلَّتْهُ ۔ اسے گمراہ کردیا ۔ تَمْتَرُوْنَ تَشُكُّوْنَ ۔ تم لوگ شک کرتے ہو ۔ وَقْرٌ صَمَمٌ ۔ بہرا ہونا ۔ واما الوِقْرُ فَاِنَّهُ الْحِمْلُ ۔ وقر واؤ کے کسرہ کے ساتھ اس کے معنی بوجھ ہیں ۔ اَسَاطِيْرُ وَاحِدُهَا اُسْطُوْرَةٌ وَاِسْطَارَةٌ وَهِیَ التَّرَّهَاتُ ۔ اساطیر کا واحد اُسطورۃ ہے اور اسطارۃ ہے باطل چیزیں ۔ اَلْبَاْسَاءُ مِنَ الْبَاْسِ وَتَكُوْنُ مِنَ الْبُؤْسِ ۔ باساء سختی یہ باس سے بنا ہے اور بوس سے بھی ہوسکتا ہے ۔ جَهْرَةً مُعَايَنَةً ۔ کھلے بند ۔ اَلصُّوَرُ جَمَاعَةُ صُوْرَةٍ كَقَوْلِهٖ سُوْرَةٌ وَسُوَرٌ ۔ صور صورت کی جمع ہے جیسے اس کا قول سورت کی جمع سور ۔ ملکوت ۔ ملک مثل رَهْبُوْتٌ خَيْرٌ مِّنْ رَحَمُوْتٍ وَتَقُوْلُ تُرْهَبُ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تُرْحَمَ ۔ ملکوت کے معنی ملک کے ہیں جیسے بولتے ہیں ڈرانا بہتر ہے مہربانی کیئے اور جیسے کہتے ہیں کہ تو ڈرایا جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ تجھ پر رحم کیا جائے ۔ امام بخاری بتانا یہ چاہتے ہیں کہ ملکوت رہبوت رحموت کے وزن پر بمعنی ملک ہے ۔ جَنٌّ اَظْلَمَ ۔ اندھیری والی ۔ يُقَالُ عَلَى اللّٰهِ حُسْبَانُهٗ اَیْ حِسَابُهٗ ویقال حسبانا مرامی ورجوما للشیاطین ۔ حسبان کے معنی حساب کے ہیں جیسے بولتے ہیں علی اللہ حسبانہٗ اور حسبان کے معنی سباب کے بھی ہیں جس سے شیطانوں کو سنگسار کیا جاتا ہے ۔ مُسْتَقَرٌّ فِی الصُّلْبِ وَمُسْتَوْدَعٌ فِی الرَّحِمِ تم لوگ باپ کی پیٹھ میں ٹھہرے رہتے ہو اور ماں کے پیٹ میں امانت رکھے جاتے ہو ۔ اَلْقِنْوُ الْعِذْقُ وَالْاِثْنَانِ قِنْوَانِ وَالْجَمَاعَةُ اَیْضًا قِنْوَانٌ مِثْلُ صِنْوٍ وَصِنْوَانٍ ۔ قنو کے معنی خوشہ اس کا تثنیہ بھی قنوان ہے اور جمع بھی جیسے صنو اور صنوان ۔

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان فرمادو وہ قادر ہے اس پر کہ تم پر عذاب بھیجے تمہارے اوپر سے ۔

## بَابُ قَوْلِهٖ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ ۔ صـ ٦٦٦

يلبسكم يخلطكم من الالتباس يلبسوا يخلطوا شِيَعًا اَحْزَابًا ۔ لبس کے معنی مشتبہ کرنے کے ہیں ۔ شیعا ۔ کے معنی مختلف گروہ ۔

۲۲۶۴ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ

حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب یہ آیت اتری ۔۔۔ تم فرما دو کہ وہ

الْاٰيَةُ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ قَالَ

قادر ہے ۔ اس پر کہ تم پر تمہارے اوپر سے عذاب بھیجے ۔۔۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ قَالَ اَوْ مِنْ تَحْتِ

علیہ وسلم نے کہا میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہا ۔۔۔ یا تو تمہارے پاؤں کے نیچے سے حضور

اَرْجُلِكُمْ قَالَ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ

نے کہا تیری پناہ مانگتا ہوں ۔۔۔ یا تمہیں لڑا دے مختلف گروہ کر کے اور ایک کو دوسرے کی

بَعْضٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اَهْوَنُ اَوْ قَالَ هٰذَا

سختی چکھائے ۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ہلکا ہے یا فرمایا یہ آسان ہے ۔

اَيْسَرُ ؏ه

بَابُ قَوْلِهٖ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ص ۶۶۶

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ان کے طریقے کی پیروی کرو ۔

۲۲۶۵ اَنَّ مُجَاهِدًا اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَاَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ اَفِيْ صٓ سَجْدَةٌ

حدیث مجاہد نے کہا کہ انھوں نے ابن عباس سے پوچھا کیا سورہ ص میں سجدہ ہے

فَقَالَ نَعَمْ ثُمَّ تَلَا وَهَبْنَا اِلٰى قَوْلِهٖ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ثُمَّ قَالَ

تو انھوں نے فرمایا ہاں پھر یہ آیت تلاوت کی اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا اللہ عزوجل

هُوَ مِنْهُمْ (وَفِيْ طَرِيْقٍ اٰخَرَ) فَقَالَ نَبِيُّكُمْ مِّمَّنْ اُمِرَ اَنْ يَّقْتَدِيَ

کے اس ارشاد تک تم ان کے طریقے کی پیروی کرو پھر کہا داؤد ان میں ہیں دوسرے طریقے

بِهِمْ ؏ه

میں ہے کہ فرمایا تمہارے نبی ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں ان کی اقتدار کا حکم دیا گیا ۔

؏ه کتاب الاعتصام باب قول اللہ تعالیٰ اویلبسکم شیعا ص ۱۰۸۱ کتاب التوحید باب قول اللہ عزوجل کل شیء ھالک الا وجھہ ص ۱۱۰۱ نسائی تفسیر سورہ صاد دو طریقے سے ص ۷۰۹

**تشریحات** سورہ ص میں سجدہ ہے یا نہیں اس سلسلے میں پوری بحث ہو چکی ہے۔ حضرت ابن عباس کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ سورہ ص میں مذکور ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے سجدہ فرمایا ۲۴ پ ۲۵ ارشاد ہے فَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے طریقے کی اقتدار کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے اس میں سجدہ ہے۔

**بابُ** قَوْلُهٗ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَا ص ۶۶۷

اور یہودیوں پر ہم نے حرام کیا ہر ناخن والا جانور، اور گائے (بھینس) کی چربی۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُلُّ ذِيْ ظُفُرٍ الْبَعِيْرُ وَالنَّعَامَةُ وَالْحَوَايَا الْمَبْعَرُ ص ۶۶۷

حضرت ابن عباس نے فرمایا ناخن والے جانور سے مراد اونٹ اور شتر مرغ ہے اور ہوایا سے مراد آنتیں ہیں۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ هَادُوْا صَارُوْا يَهُوْدًا وَاَمَّا قَوْلُهٗ تَعَالٰى هُدْنَا تُبْنَا هَائِدٌ تَائِبٌ ص ۶۶۷

اور ان کے غیر نے کہا، ہادوا کے معنی یہ ہیں کہ وہ یہودی ہو گئے هُدْنَا کے معنی ہم نے توبہ کیا اور ہائد کے معنی توبہ کرنے والے کے ہیں۔

**تشریحات** "ذی ظُفُر" سے مراد وہ جانور ہیں جن کے پنجوں میں انگلیاں ہوں مگر انگلیاں الگ الگ نہ ہوں جیسے اونٹ اور شتر مرغ یہ جانور خواہ چوپایہ ہوں یا پرندے، اسی بنا پر بعض لوگوں نے کہا کہ اس میں بط بھی داخل ہے۔

اَلْحَوَايَا۔ جمع حَوِيَّةٌ کی ہے۔ اس سے مراد چربی ہے جو آنتوں کے اوپر چڑھی ہوتی ہے آیت میں آگے ارشاد تھا۔

اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَا اَوِ الْحَوَايَا اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ۔

مگر جو ان کی پیٹھ سے لگی ہو یا آنت یا ہڈی سے ملی ہو۔

مطلب یہ ہوا کہ یہود پر گائے، بھینس، بکری کی چربی حرام کر دی گئی، ہاں جو آنتوں سے چپکی ہو یا پیٹھ پر ہو یا ہڈی سے ملی ہو وہ ان کے لئے بھی حلال تھی۔

**بابُ** قَوْلِهٖ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ص ۶۶۷

بے حیائیوں کے قریب نہ جاؤ خواہ وہ ظاہر ہو یا چھپی ہوئی۔

عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَا اَحَدَ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ وَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا شَيْءَ اَحَبُّ اِلَيْهِ الْمَدْحُ

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں اسی وجہ سے بے حیائیوں کو حرام فرمایا خواہ ظاہر ہو یا چھپی ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی اپنی تعریف کو پسند کرنے والا نہیں اور اسی

مِنَ اللّٰهِ وَلِذٰلِكَ مَدَحَ نَفْسَهٗ قُلْتُ سَمِعْتَهٗ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ رَفَعَهٗ قَالَ نَعَمْ عه

وجہ سے اپنی ذات کی تعریف فرمائی۔ عمرو بن مرہ نے کہا میں نے ابو وائل سے پوچھا کیا آپ نے اس کو عبداللہ سے سنا ہے انھوں نے کہا ہاں! پھر میں نے ان سے پوچھا اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہونچایا ہے تو انھوں نے کہا ہاں!

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَكِيْلٌ حَفِيْظٌ وَمُحِيْطٌ بِهٖ

ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا وکیل اسے کہتے ہیں جو حفاظت بھی کرے اور اسے اپنی پناہ میں لئے رہے

قُبُلًا ۔ جَمْعُ قَبِيْلٍ وَالْمَعْنٰى اَنَّهٗ ضُرُوْبٌ لِلْعَذَابِ كُلُّ ضَرْبٍ مِنْهَا قَبِيْلٌ

قُبُلًا قبیل کی جمع ہے جس کے معنی یہاں قسم کے ہیں معنی یہ ہے کہ قسم قسم کے عذاب ہوں گے ہر قسم ان میں سے قبیل ہے

ارشاد ہے۔

وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا

اور ہم ہر چیز ان کے سامنے اٹھا لاتے۔

اس ارشاد میں قُبُلًا سے مراد قسم قسم کے عذاب ہیں یہ قبیل کی جمع ہے۔

رُخْرُفٌ ۔ كُلُّ شَيْءٍ حَسَّنْتَهٗ وَوَشَّيْتَهٗ وَهُوَ بَاطِلٌ فَهُوَ زُخْرُفٌ

اس سے مراد وہ باطل ہے جسے تم سنوارو اور اس پر ملمع کرو۔

وَحَرْثٌ حِجْرٌ ـــــ حَرَامٌ وَكُلُّ مَمْنُوْعٍ فَهُوَ حِجْرٌ مَحْجُوْرٌ وَالْحِجْرُ كُلُّ بِنَاءٍ بَنَيْتَهٗ وَيُقَالُ لِلْاُنْثٰى مِنَ الْخَيْلِ حِجْرٌ وَيُقَالُ لِلْعَقْلِ حِجْرٌ وَحِجًى وَاَمَّا الْحِجْرُ نَوْضِعُ ثَمُوْدَ وَمَا حَجَرْتَ عَلَيْهِ مِنَ الْاَرْضِ فَهُوَ حِجْرٌ وَمِنْهُ سُمِّيَ حَطِيْمُ الْبَيْتِ حِجْرًا كَاَنَّهٗ مُشْتَقٌّ مِنْ مَحْطُوْمٍ مِثْلُ قَتِيْلٍ مِنْ مَقْتُوْلٍ وَاَمَّا حِجْرُ الْيَمَامَةِ فَهُوَ مَنْزِلٌ ۔

حجر کے ایک معنی حرام کے ہیں، ہر ممنوع کو حجر اور محجور کہتے ہیں ـــــ نیز حجر ہر عمارت کو کہتے ہیں اور گھوڑی کو بھی حجر کہا جاتا ہے اور عقل کو بھی حجر اور حجا کہا جاتا ہے لیکن "حجر"، یہ ثمود کی بستی کا نام ہے اور زمین کے جس حصہ کو دوسرے سے الگ کر دو وہ حجر ہے اسی سے بیت اللہ شریف کے حطیم کو حجر کہا جاتا ہے۔ حطیم گویا مشتق ہے محطوم سے جیسے قتیل مقتول سے، اور حجر الیمامہ یہ ایک منزل کا نام ہے۔

**بَابُ** قَوْلِهٖ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمْ ص۶۶۷

لُغَةُ اَهْلِ الْحِجَازِ هَلُمَّ لِلْوَاحِدِ وَالْاِثْنَيْنِ وَالْجَمِيْعِ ۔

اپنے گواہوں کو لاؤ۔

اہل حجاز کی لغت یہ ہے کہ هَلُمَّ واحد، تثنیہ، جمع سب کے لئے آتا ہے۔

---

عه باب قول اللّٰه عزوجل قل انما حرم ربی الفواحش ص۶۶۷ النکاح باب الغیرۃ ص۷۸۶ کتاب التوحید باب قول اللّٰه وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ص۱۱۰۱

اور اہل نجد کہتے ہیں سب کے لئے الگ الگ آتا ہے۔ واحد مذکر کے لئے هَلُمَّ اور واحد مؤنث کے لئے هَلُمِّي دونوں کے تثنیہ کے لئے هَلُمَّا ۔ جمع مذکر کے لئے هَلُمُّوا اور جمع مؤنث کے لئے هَلُمُمْنَ۔ ان کے نزدیک یہ فعل ہے جس کا ماضی هَلُمَّ ہے اور اہل حجاز کے نزدیک یہ اسم فعل ہے جو مبنی علی الفتح ہے۔

**بَابُ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا** اس وقت کسی کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا۔

**حدیث ۲۲۶۶**

حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ

نے فرمایا۔ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ سورج پچھم سے نہیں

السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا رَآهَا النَّاسُ آمَنَ

نکلے گا جب لوگ اسے دیکھ لیں گے تو روئے زمین پر جتنے لوگ ہیں سب کے سب

مَنْ عَلَيْهَا فَذَاكَ حِينَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ

ایمان لائیں گے یہی وہ وقت ہے کہ کسی کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا جو پہلے سے

مِنْ قَبْلُ [1]

ایمان نہ لایا ہو۔

**تشریحات ۲۲۶۶** پچھم سے سورج کا طلوع ہونا قیامت کی اخیر نشانیوں میں سے ہے جیسا کہ امام بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں روایت کیا ہے۔ کہ قیامت کی نشانیوں میں سے پہلی نشانی دجّال کا ظاہر ہونا ہے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا ہے پھر یاجوج ماجوج کا نکلنا ہے پھر دابۃ الارض کا نکلنا ہے۔ پھر سورج کا پچھم سے طلوع ہونا ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تمام لوگ مسلمان ہو جائیں گے صرف ایک دین رہے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد جب اکثر کافر ہو جائیں گے تھوڑے مسلمان رہ جائیں گے۔ تو سورج پچھم سے طلوع کرے گا۔ اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا کوئی کافر مسلمان ہوگا تو ایمان قبول نہ ہوگا اسی کو آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ کسی کو اس کا ایمان نفع نہ دیگا اسی طرح کوئی مؤمن گناہ سے توبہ کرے گا تو اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ ص ۶۶۷

---

[1] مسلم ایمان۔ ابوداؤد ملاحم نسائی وصایا ابن ماجہ فتن

237

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ آیت مکی ہے سوائے آٹھ آیتوں کے ـــــ وَاسْئَلْھُمْ سے لے کر وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَھُمْ تک مکی ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَرِیَاشًا الْمَالُ ـــــ ریاش اور ریش کے معنی مال کے ہیں ـــ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ فِی الدُّعَاءِ وَفِیْ غَیْرِہٖ ـــــ اللہ حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا خواہ وہ دعا میں حد سے آگے بڑھیں یا کسی اور چیز میں ـــــ عَفَوْا کَثُرُوْا وَکَثُرَتْ اَمْوَالُھُمْ ان کی تعداد زیادہ ہوگئی اور ان کے مال زیادہ ہو گئے ـــــ اَلْفَتَّاحُ الْقَاضِیْ ـــــ اِفْتَحْ بَیْنَنَا ، اِقْضِ بَیْنَنَا ـــــ فیصلہ فرمانے والا ـــــ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمادے ـــــ نَتَقْنَا الْجَبَلَ رَفَعْنَا ـــــ ہم نے پہاڑ کو بلند کیا ـــــ اِنْبَجَسَتْ اِنْفَجَرَتْ ـــ پھٹ پڑے ـــ مُتَبَّرٌ خُسْرَانٌ ـــــ نقصان ـــــ آسٰی ، اَحْزُنُ ـــــ میں غم کروں ـــــ تَاسٰی تَحْزَنْ ـــــ تو غم کرے ـــــ

وَقَالَ غَیْرُہٗ اَنْ لَّا تَسْجُدَ ، اَنْ تَسْجُدَ ـــــ اور ان کے غیر نے کہا اَنْ لَّا تَسْجُدَ میں لَا زائد ہے ، مراد یہ ہے کہ تجھ کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے منع کیا ـــــ یَخْصِفَانِ ـــ اَخَذَا الْخِصَافَ مِنْ وَرَقِ الْجَنَّۃِ یُؤَلِّفَانِ الْوَرَقَ وَیَخْصِفَانِ الْوَرَقَ بَعْضَہٗ اِلٰی بَعْضٍ ـــــ یعنی جنت کے پتوں سے ستر چھپانے لگے یعنی پتوں کو ایک دوسرے سے ملانے لگے ـــــ سَوْاٰتُھُمَا ـــ کِنَایَۃٌ عَنْ فَرْجَیْھِمَا ـــ یعنی اپنی شرمگاہ کو چھپانے لگے ـــــ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ـــــ ھٰھُنَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ـــــ وَالْحِیْنُ عِنْدَ الْعَرَبِ مِنْ سَاعَۃٍ اِلٰی مَا لَا یُحْصٰی ـــــ اور مدت تک نفع حاصل کرنے کا سامان یعنی اس وقت سے لے کر قیامت تک ـــــ عرب کے نزدیک حین کے معنی یہ ہیں کہ بولے جانے کے وقت سے لے کر غیر متناہی مدت تک ـــــ اَلرِّیَاشُ وَالرِّیْشُ وَاحِدٌ وَھُوَ مَا ظَھَرَ مِنَ اللِّبَاسِ ـــــ ریاش اور ریش ایک ہی ہے اس کے معنی ظاہری لباس کے ہیں ـــــ قَبِیْلُہٗ ـــ جِیْلُہُ الَّذِیْ ھُوَ مِنْھُمْ ـــــ وہ نوع ہے جس میں سے وہ ہو ـــــ اِدَّارَکُوْا ـــــ اِجْتَمَعُوْا ـــ وہ اکٹھا ہو گئے ـــــ وَمَشَاقُّ الْاِنْسَانِ وَالدَّابَّۃِ کُلُّھُمْ تُسَمِّیْ سُمُوْمًا وَاحِدُھَا سَمٌّ وَھِیَ عَیْنَاہُ وَمَنْخِرَاہُ وَفَمُہٗ وَاُذُنَاہُ وَدُبُرُہٗ وَاِحْلِیْلُہٗ ـــــ سم انسان اور چوپائے کے سوراخ کو کہتے ہیں یعنی اس کی دونوں آنکھیں ناک کے دونوں سوراخ منہ دونوں کان ، پائخانے کا مقام ، پیشاب کا سوراخ ، یہ کل نو ہوئے ۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا تھا لَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ـــــ کافر جنت میں نہ جائیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے ـــــ اس آیت میں لفظ سم آیا تھا امام بخاری نے اس کی تفسیر فرمائی کہ سم کے معنی سوراخ کے ہیں ـــــ

غَوَاشِ مَاغَشُوْا ـــــ غواشٍ غَاشِیَۃٌ کی جمع ہے وہ چیزیں جو دوسروں کو ڈھک لیں ـــــ تُشْرًا مُتَفَرِّقَۃً ـــــ شرہ ـــــ نَکِدًا قَلِیْلًا ـــــ تھوڑا ـــــ یَغْشَوْا یَعِیْشُوْا ـــــ جیش ـــــ حَقِیْقٌ حَقٌّ ـــــ اِسْتَرْھَبُوْھُمْ مِنَ الرَّھْبَۃِ ـــــ استرہبوہم، رہبۃ سے مزید فیہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جادوگروں نے بنی اسرائیل کو ڈرایا ـــــ تَلْقَفُ تَلْقِمُ ـــــ انھیں لگنے لگا ـــــ طَائِرُھُمْ حَظُّھُمْ ـــــ ان کا حصہ ـــــ طُوْفَانٌ مِّنَ السَّیْلِ وَیُقَالُ لِلْمَوْتِ الْکَثِیْرِ الطُّوْفَانُ ـــــ ہم نے ان پر سیلاب کا طوفان بھیجا موت کی بھرمار کو طوفان کہا جاتا ہے ـــــ اَلْقُمَّلُ۔ اَلْحُمْنَانُ تُشْبِہُ صِغَارَ الْحَلَمِ ـــــ جوئیں جو چھوٹی کلنی کے مشابہ ہوتی ہیں ـــــ عُرُوْشٌ عَرِیْشٌ بِنَاءٌ ـــــ عمارت ـــــ سُقِطَ کُلُّ مَنْ نَدِمَ فَقَدْ سُقِطَ فِیْ یَدِہٖ ـــــ جو بھی شرمندہ ہوا وہ گر پڑا ـــــ اَلْاَسْبَاطُ قَبَائِلُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ ـــــ بنی اسرائیل کے قبیلے ـــــ یَعْدُوْنَ یَتَعَدَّوْنَ یُجَاوِزُوْنَ قَعَدَ تُجَاوِزُ حَدِّہٖ سے آگے بڑھتے تھے ـــــ شُرَّعًا شَوَارِعُ ـــــ پانی کے اوپر تیرتے ہوتے ـــــ بِئِیْسٍ شَدِیْدٍ ـــــ سخت ـــــ اَخْلَدَہٗ قَعَدَ وَتَقَاعَسَ بیٹھا رہا۔ سَنَسْتَدْرِجُھُمْ مِنْ مَأْمَنِہٖ ـــــ ان کے اڈوں سے ان کو ہم لائیں گے ـــــ کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی فَاَتٰھُمُ اللّٰہُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا ـــــ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب پہونچ گیا اس طرح سے کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے ـــــ مِنْ جِنَّۃٍ مِنْ جُنُوْنٍ ـــــ جنون پاگل پن ـــــ فَمَرَّتْ بِہٖ اِسْتَمَرَّ بِھَا الْحَمْلُ فَاَتَمَّتْہُ ـــــ حمل باقی رہا یہاں تک کہ جنین کو مکمل کر دیا ـــــ یَنْزَغَنَّکَ یَسْتَخِفَّنَّکَ ـــــ کونچا مارے ـــــ طَیْفٌ مُلِمٌّ بِہٖ طَمَعٌ وَیُقَالُ طَائِفٌ وَھُوَ وَاحِدٌ ـــــ کونچا ـــــ یَمُدُّوْنَھُمْ یُزَیِّنُوْنَ ـــــ سنوارتے ہیں ـــــ وَخِیْفَۃً فَوْقًا ـــــ ڈر ـــــ وَخِیْفَۃً مِنَ الْاِخْفَاءِ ـــــ آہستہ ـــــ وَاٰصَالَ وَاحِدُھَا اَصِیْلٌ ـــــ وَھُوَ مَا بَیْنَ الْعَصْرِ اِلَی الْمَغْرِبِ کَقَوْلِہٖ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ـــــ آصال کا واحد اصیل ہے ـــــ عصر و مغرب کے درمیانی وقت کو کہتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے صبح و شام۔

## بَابُ قَوْلِہٖ وَلَمَّا جَاءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَکَلَّمَہٗ رَبُّہٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَکَ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ص ۶۶۸

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَرِنِیْ اَعْطِنِیْ ـــــ

اور جب موسیٰ ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا عرض کی اے میرے رب مجھے اپنا دیدار دکھا تو میں تجھے دیکھوں فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔ ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ دیکھ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب مجھے دیکھ لیگا پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بیہوش پھر جب ہوش ہوا تو بولا پاکی ہے تجھے میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں ـــــ آیت ۱۴۵

ابن عباس نے کہا اَرِنِیْ کے معنی اَعْطِنِیْ ہے یعنی مجھے عطا فرما۔

**تشریحات** معتزلہ اور روافض اسی آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ رویت باری محال ہے۔ اس لئے کہ لَنْ تَرَانِیْ میں لَنْ نفی کی تاکید کے لئے ہے جو تابید پر دلالت کرتا ہے۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ تمہارا یہ کہنا خود اس آیۃ کریمہ کے اخیر حصہ کے معارض ہے کہ فرمایا، خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا۔ حضرت موسیٰ وارفتۂ ہوش ہوکر زمین پر آرہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کچھ دیکھا نہیں تھا تو وارفتۂ ہوش کیسے ہوئے اس لئے یہ نفی کی تاکید مخصوص ہوئی عامۂ مؤمنین کے لئے اس دنیا کے ساتھ اور حضرات انبیاء کرام کے لئے یہ کہا جائے گا کہ یہ نفی کمال کے لئے ہے کہ اللہ عزوجل کی ذات کو بتمامہٖ انبیائے کرام بھی نہیں دیکھ سکتے۔ اور اس تخصیص کی دلیل وہ احادیث کریمہ ہیں جو رویت باری کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں اور حد شہرت تک پہونچی ہوئی ہیں اور اس پر اتفاق ہے کہ احادیث مشہورہ سے کتاب اللہ کی تخصیص جائز ہے۔

**بَابُ** قولہٗ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ الْعُرْفُ الْمَعْرُوْفُ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر عفو لو اور اچھائی کا حکم کرو اور جاہلوں سے درگذر کرو۔

ص ۶۶۹

**حدیث** ۲۲۶۷ إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنِ بْنِ حُذَيْفَةَ

حضرت ابن عباس نے کہا کہ عیینہ بن حصین بن حذیفہ آئے اور اپنے بھتیجے

فَنَزَلَ عَلَى ابْنِ أَخِيْهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسٍ وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِيْنَ يُدْ

حر بن قیس کے یہاں ٹھہرے اور حر ان لوگوں سے تھے جنھیں حضرت عمر اپنے قریب

نِيْهِمْ عُمَرُ وَكَانَ الْقُرَّاءُ أَصْحَابَ مَجَالِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهٖ كُهُوْلًا

رکھتے تھے اور قراء حضرت عمر کی مجلسوں اور مشاورت کے افراد تھے، ادھیڑ عمر کے ہوں

كَانُوْا أَوْ شُبَّانًا فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ أَخِيْهِ يَا ابْنَ أَخِيْ لَكَ وَجْهٌ

یا جوان۔ عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا تمہاری ان امیر کے یہاں عزت ہے تو میرے

عِنْدَ هٰذَا الْأَمِيْرِ فَاسْتَأْذِنْ لِيْ عَلَيْهِ قَالَ سَأَسْتَأْذِنُ لَكَ عَلَيْهِ

لئے حاضری کی ان سے اجازت طلب کرو حر نے کہا، میں تمہارے لئے اجازت طلب

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاسْتَأْذَنَ الْحُرُّ لِعُيَيْنَةَ فَأَذِنَ لَهٗ عُمَرُ فَلَمَّا

کروں گا۔ ابن عباس نے کہا کہ حر نے عیینہ کے لئے اجازت طلب کی، حضرت عمر نے اجازت

دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ هِيْ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ فَوَاللّٰهِ مَا تُعْطِيْنَا الْجَزْلَ وَلَا

دے دی جب عیینہ حضرت عمر کے یہاں حاضر ہوا تو اس نے کہا ھِیْ اے ابن خطاب تم ہمیں

تَحْكُمُ بَيْنَنَا بِالْعَدْلِ فَغَضِبَ عُمَرُ حَتّٰى هَمَّ اَنْ يُوْقِعَ بِهٖ فَقَالَ
زیادہ نہیں دیتے اور ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ نہیں کرتے، اس پر حضرت عمر کو
لَهُ الْحُرُّ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِنَبِيِّهٖ خُذِ الْعَفْوَ
جلال آگیا اور اسے سزا دینے کا ارادہ فرمالیا، اس پر حر نے عرض
وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ اِنَّ هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِيْنَ
کیا اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا۔ عفو لو اور بھلائی کا حکم کرو اور
وَاللّٰهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِيْنَ تَلَاهَا عَلَيْهِ وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ
جاہلوں سے درگذر کرو۔ بیشک یہ جاہلوں میں سے ہے بخدا حضرت عمر آگے نہیں بڑھے جب حر نے یہ آیت
كِتَابِ اللّٰهِ عه
تلاوت کی، اور حضرت عمر کتاب اللہ کے ارشاد پر بہت زیادہ ثابت قدم تھے۔

**تشریحات** ھٰذَا کلمہ زجر ہے، آیہ کریمہ میں عفو کی تین تفسیریں مروی ہیں ایک یہ کہ لوگوں کے ظاہر اخلاق ۲۲۶۷ اعمال کے لحاظ سے ان پر حکم لگاؤ، ان کے اندرونی حالات میں کرید نہ کرو اور ایک یہ کہ لوگوں کے اموال سے جو فاضل ہے وہ لو، اس تقدیر پر یہ آیت زکوٰۃ سے منسوخ ہے، تیسری یہ کہ مشرکین سے درگذر کرو یہ آیت قتال سے منسوخ ہے۔

**حدیث** ۲۲۶۸ عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ مَا اُنْزِلَ اللّٰهُ
حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آیہ کریمہ لوگوں کے اخلاق
اِلَّا فِيْ اَخْلَاقِ النَّاسِ
ہی کے بارے میں نازل ہوئی۔

مطلب یہ ہوا کہ لوگوں کی بدخلقیوں پر درگذر کرو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ وَقَوْلُهٗ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ
اے محبوب تم سے غنیمتوں کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں تو اللہ سے

---

عه الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ص۱۰۸۲

وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ص۶۶۹ سورۃ الانفال سے ڈرو اور اپنے آپس میں میل رکھو۔

سورۂ انفال مدنی ہے سوائے پانچ آیتوں کے۔ ایک اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ دو آیتیں اور وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بغایت بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ تین آیتیں۔ بعض آیات کے بارے میں مکی، مدنی ہونے کے بارے میں اختلاف بھی ہیں۔

یہ سورۂ بقرہ کے بعد اور آلِ عمران سے پہلے نازل ہوئی۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ۔ اَلْاَنْفَالُ اَلْمَغَانِمُ انفال کے معنی غنیمت ہے۔

یہ نفل کی جمع ہے۔

وَقَالَ قَتَادَةُ رِيْحُكُمْ اَلْحَرْبُ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

اس میں ریح سے مراد لڑائی ہے ـــــ يُقَالُ نَافِلَةٌ عَطِيَّةٌ ـــــ نافلہ کے معنی عطیہ ہے۔

۲۲۶۹ حدیث عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ قَالَ نَزَلَتْ فِيْ بَدْرٍ

سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس سے پوچھا کہ سورہ انفال کب نازل ہوئی تو فرمایا بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اَلشَّوْكَةُ اَلْحَدُّ ـــــ دبدبہ ـــــ مُرْدِفِيْنَ۔ فَوْجًا بَعْدَ فَوْجٍ رَدِفَنِيْ وَاَرْدَفَنِيْ اَيْ جَاءَ بَعْدِيْ ـــــ یکے بعد دیگرے آنے والی فوجیں۔ بولتے ہیں رَدِفَنِيْ وَاَرْدَفَنِيْ ـــــ یعنی میرے بعد آیا ـــــ ذُوْقُوْا بَاشِرُوْا وَحَرِّبُوْا وَلَيْسَ هٰذَا مِنْ ذَوْقِ الْفَمِ۔ ذوقوا کے معنی ہیں چکھو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اسے سہو اور تجربہ کرو یہ منہ سے چکھنے کے معنی میں نہیں ـــــ فَيَرْكُمَهٗ يَجْمَعُهٗ ـــــ پس اسے جمع کرتا ہے ـــــ شَرِّدْ فَرِّقْ ـــــ انھیں منتشر کردو ـــــ وَاِنْ جَنَحُوْا طَلَبُوا السَّلَمَ وَالسِّلْمُ وَالسَّلَامُ وَاحِدٌ ـــــ اگر وہ صلح کے لئے جھکیں سَلْم اور سلام کے معنی ایک ہیں ـــــ يُثْخِنَ يُغْلِبَ ـــــ غالب ہو جائے ـــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَكَاءً اِدْخَالُ اَصَابِعِهِمْ فِيْ اَفْوَاهِهِمْ ـــــ مکاء کے معنی اپنی انگلیاں منہ میں ڈال کر آواز نکالنا ہے ـــــ تَصْدِيَةً ـــــ الصَّفِيْرُ ـــــ سیٹی ـــــ يُثْبِتُوْكَ۔ لِيَحْبِسُوْكَ ـــــ تاکہ تمہیں قید کرلیں۔

**بَابٌ** اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ص۶۶۹

بیشک چوپاؤں میں سب سے بدتر اللہ کے حضور وہ بہرے گونگے ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔

۲۲۷۰ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ

**حدیث** حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آیۃ کریمہ اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ سے

اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ قَالَ هُمْ نَفَرٌ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ الدَّارِ

مراد بنی عبد الدار کے کچھ لوگ ہیں۔

**تشریحات** بنی عبد الدار قریش کی ایک شاخ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علی عبد ۲۲۷۰ مناف کے بڑے بھائی کا نام عبد الدار ہے۔ ان کے والد قصی نے حرم محترم کے تمام مناصب عبد الدار کو دے دیئے تھے مگر عبد الدار اور ان کی اولاد نے اپنی نااہلی کی بدولت کوتاہیاں کیں جس پر ہاشم نے ان سے افادہ اور سقایہ کا عہدہ کیا۔ اس طرح دونوں میں ایک چشمک چلی آرہی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخالفین میں بنی عبد الدار سب سے نمایاں تھے۔ جنگ احد میں قریش کے دستور کے مطابق مشرکین کا جھنڈا بنی عبد الدار سنبھالا ہوئے تھے جو یکے بعد دیگرے سب قتل کر دیئے گئے ان کو گونگے اس لئے کہا گیا کہ یہ حق نہیں بولتے اور بہرے اس لئے کہا گیا کہ حق بات سن کر قبول نہیں کرتے گویا سنتے ہی نہیں ان کو تمام چوپایوں سے بدتر اس لئے کہا گیا کہ دیگر چوپائے اللہ کے مطیع اور فرمانبردار ہیں بخلاف ان کے۔ یہ آیت اگرچہ بنی عبد الدار کے بارے میں نازل ہوئی ہے مگر ہر کافر مشرک کو عام ہے۔

**بَابُ** وَقَوْلُهٗ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ص ۶۶۹

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان یاد کرو جب کفار نے کہا اے اللہ اگر یہ تیرے پاس سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر دردناک عذاب لا۔

**ت ۲۱۷** قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَا سَمَّى اللّٰهُ مَطَرًا فِي الْقُرْاٰنِ اِلَّا عَذَابًا

ابن عیینہ نے کہا اللہ نے قرآن مجید میں مطر کا استعمال عذاب ہی کے موقع پر کیا ہے

وَتُسَمِّيْهِ الْعَرَبُ الْغَيْثَ وَهُوَ قَوْلُهٗ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ

اور بارش کو عرب والے غیث کہتے ہیں جیسا کہ اس ارشاد میں ہے ان کے مایوس ہونے کے

مَا قَنَطُوْا

بعد بارش اتارتا ہے۔

اس پر یہ ایراد کی گئی ہے کہ آیت تیمم میں یہ فرمایا گیا اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ۔ اگر تمہیں بارش سے ایذا ہو۔ اس آیت میں قطعی طور پر مطر سے مراد بارش ہی ہے۔ ابن عیینہ نے جو کہا یہ باعتبار اغلب و اکثر کے ہے۔

۲۲۷۱ عَنْ عَبْدِ الْحُمَيْدِ وَهُوَ ابْنُ كَرْدِيدٍ صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ

حدیث حضرت انس ابن مالک نے فرمایا کہ ابو جہل نے یہ کہا اگر یہ تیرے پاس

سَمِعَ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ قَالَ أَبُوْ جَهْلٍ اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ

سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر دردناک عذاب لا تو یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی ــــ

الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ

اللہ کی شان یہ نہیں کہ انھیں عذاب دے اس حالت میں کہ تم ان میں موجود ہو۔ اور اللہ

أَلِيْمٍ فَنَزَلَتْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ

انھیں عذاب نہ دے گا اس حال میں کہ وہ استغفار کر رہے ہوں اور

اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ مَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ

انھیں کیا ہے کہ اللہ انھیں عذاب نہ کرے حالانکہ وہ مسجد حرام سے

يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

روک رہے ہیں۔

تشریحات ۲۲۷۱ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت عالم ہیں اسی کا صدقہ ہے کہ حضور کے وجود باوجود کی برکت سے ان کی پوری امت دعوت ایسے عذاب سے محفوظ ہے جو ان کا استیصال کر دے جب تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں رہے مکہ والے باوجود ہزار ایذا رسانیوں کے عذاب سے محفوظ رہے۔ اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو مکہ معظمہ میں جو کمزور بچے کھچے مسلمان رہ گئے تھے جو استغفار کیا کرتے تھے۔ اور جب مسلمان وہاں سے مدینہ طیبہ آگئے تو ان پر عذاب آیا۔ اس عذاب سے مراد یا تو دھوئیں اور قحط سالی کا عذاب ہے جو مکہ والوں پر نازل ہوا یا فتح مکہ مراد ہے کہ مکہ کے تمام سرکش مغلوب اور مفتوح ہوئے ــــ مَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ میں عذاب سے مراد وہ عذاب نہیں جو قوموں کو ختم کر دے۔

باب قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْا أَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ص ۶۷

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اے نبی مومنوں کو قتال پر ابھارو اگر تم میں کے بیس صبر کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں کے سو ہوں تو ہزار پر غالب آئیں گے کافروں پر اس لئے کہ وہ ایسی قوم ہیں جو سمجھتی نہیں۔

۲۲۷۲ حدیث عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لَمَّا نَزَلَتْ اِنْ
حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اگر تم میں
یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ فَکُتِبَ عَلَیْھِمْ اَنْ
کے بیس صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آویں گے تو ان پر فرض کیا گیا
لَّا یَفِرَّ وَاحِدٌ مِّنْ عَشَرَۃٍ وَقَالَ سُفْیَانُ غَیْرَ مَرَّۃٍ اَنْ لَّا یَفِرَّ عِشْرُوْنَ
کہ ایک دس کے مقابلے سے نہ بھاگے۔ سفیان نے کتنی بار یہ کہا کہ بیس دو سو کے مقابلے
مِنْ مِائَتَیْنِ ثُمَّ نَزَلَتِ الْاٰنَ خَفَّفَ اللّٰہُ عَنْکُمْ الْاٰیَۃَ فَکُتِبَ اَنْ
سے نہ بھاگیں۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ اب اللہ نے تم پر تخفیف کی۔ تو ان پر فرض کیا گیا
لَّا یَفِرَّ مِائَۃٌ مِّنْ مِائَتَیْنِ فَزَادَ سُفْیَانُ مَرَّۃً۔ نَزَلَتْ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ
کہ سو دو سو کے مقابلے سے نہ بھاگیں۔ اور ایک بار سفیان نے یہ زیادہ کیا کہ آیت کریمہ حَرِّضِ
عَلَی الْقِتَالِ اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ قَالَ سُفْیَانُ قَالَ
الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ نازل ہوئی سفیان نے کہا اور ابن شبرمہ نے کہا کہ میں امر بالمعروف
ابْنُ شُبْرُمَۃَ وَاَرٰی الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیَ عَنِ الْمُنْکَرِ مِثْلَ ھٰذَا۔
اور نہی عن المنکر کو بھی اسی کے مثل جانتا ہوں۔

**تشریحات** ۲۲۷۲ اس حدیث کی روایت میں سفیان بن عیینہ سے خلط ہو گیا ہے۔ کبھی وہ یہ روایت کرتے کہ ابن عباس سے یہ مروی ہے کہ ان پر یہ فرض کیا گیا تھا کہ ایک دس کے مقابلے سے نہ بھاگے اور کبھی یہ روایت کرتے کہ بیس دو سو کے مقابلے سے نہ بھاگے۔ لیکن حقیقت میں یہ اختلاط نہیں بلکہ اپنی فہم کے مطابق روایت بالمعنیٰ ہے اس لئے دونوں روایتوں کا حاصل یہی ہے کہ ابتداء میں یہی حکم تھا کہ اگر کفار دس گنے تک ہوں تو بھاگنا جائز نہیں اس کا بھی احتمال ہے کہ خود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کبھی وہ فرمایا ہو اور کبھی یہ۔

**وزاد سفیان**۔ مطلب یہ ہے کہ سفیان ابن عیینہ اس روایت کو بھی کچھ زیادتی کے ساتھ روایت کرتے اور کبھی کچھ کمی کے ساتھ۔

**وَقَالَ ابْنُ شُبْرُمَۃَ**:۔ ابن شبرمہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ جہاد ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بھی اسی تناسب کے اعتبار سے حکم ہے۔ کہ اگر دو شخص کوئی ناجائز کام کر رہے ہوں اور ایک شخص دیندار ہو۔ تو اس پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے۔

**احکام** اگر سو مسلمان ہوں اور دو سو کفار تو قتال واجب ہے اس پر اتفاق ہے کہ یہ نص قرآنی سے ثابت ہے البتہ کچھ علماء نے اسمیں اختلاف کیا کہ اگر مسلمانوں کی تعداد سو سے کم ہو مگر کفار مسلمانوں کے دونا ہوں۔ تو قتال واجب ہے یا نہیں مثلاً ایک مسلمان ہو اور دو کافر۔

۲۲۷۳ **حدیث** عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اگر

قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ

تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب ہوں گے تو یہ بات مسلمانوں پر شاق

شَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ حِيْنَ فُرِضَ عَلَيْهِمْ اَنْ لَّا يَفِرَّ وَاحِدٌ

ہوئی جب ان پر یہ فرض کیا گیا کہ ایک دو کے مقابلے سے نہ بھاگے تو اس کے بعد تخفیف آئی

مِّنْ عَشَرَةٍ فَجَاءَ التَّخْفِيْفُ فَقَالَ اَلْاٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ

فرمایا اب اللہ نے تم سے تخفیف کی اور جان لیا کہ تم میں کمزوری ہے اب اگر تم میں سو صبر

اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ

کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب ہوں گے۔ ابن عباس نے فرمایا جب اللہ نے عدد میں تخفیف

قَالَ فَلَمَّا خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مِّنَ الْعِدَّةِ نَقَصَ مِنَ الصَّبْرِ بِقَدْرِ

کردی تو صبر میں اتنی مقدار میں تخفیف کردی۔

مَا خَفَّفَ عَنْهُمْ۔

**تشریحات** ۲۲۷۳ یہ روایت اس پر نص ہے کہ آیت کریمہ میں جو عدد مذکور ہے اس سے مراد تناسب ہے یعنی اس لئے اب ایک مسلمان کے مقابلے پر دو کافر ہوں تو مسلمان کو راہ فرار اختیار کرنا جائز نہیں۔

## سُوْرَةُ بَرَاءَةٍ ص ۱۷۶

یہ سورۂ مدنی ہے سوائے دو آیتوں کے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ سے اخیر تک یہ مکی ہے۔ اس سورہ کے دس سے زیادہ نام ہیں۔ اس کا ایک نام توبہ بھی ہے اس لئے کہ توبہ پر آمادہ کرتی ہے اس کا دوسرا نام فاضحہ بھی ہے اس لئے یہ منافقین اور مشرکین کو رسوا بھی کرتی ہے۔

سورہ انفال اور اس کے مابین بسم اللہ شریف نہیں لکھی گئی اس کا سبب یہ ہے کہ عرب کی عادت تھی جب کسی معاہدہ کے توڑنے کی تحریر لکھتے تو بسم اللہ نہیں لکھتے تھے اسی کے مطابق سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے جب اسے پہلے حج کے موقع پر تلاوت فرمائی تو بسم اللہ نہیں پڑھی۔ دوسری وجہ یہ ہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ انفال پہلے نازل ہوئی اور برأت اس کے آخر میں اور ایک کا قصہ دوسرے کے مشابہ تھا۔ اب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کوئی حکم نہیں ارشاد فرمایا اس لئے فصل کی علامت بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔ تیسرا سبب یہ ہے کہ تسمیہ میں اللہ تعالیٰ کی بیکراں کا ذکر ہے۔ اور سورہ برأت پورے قہر و جلال سے پڑھے ۔ خزائن العرفان میں ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام اس سورۃ کے ساتھ بسم اللہ لے کر نہیں نازل ہوتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ لکھنے کا حکم نہیں فرمایا۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بسم اللہ امان ہے اور یہ سورۃ تلوار کے ساتھ امن اٹھا دینے کے لئے نازل ہوئی۔

وَلِيجَةً كُلُّ شَيْءٍ أَدْخَلْتَهُ فِي شَيْءٍ۔ ولیجہ اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسرے میں داخل ہو یعنی فعیل معنیٰ میں اسم مفعول کے ہے۔ محرم راز ۔ الشَّقَّةُ الشَّعْرُ الْخَبَالُ الْفَسَادُ وَالْخَبَالُ الْمَوْتُ ۔ خبال کے معنیٰ فساد اور موت کے ہیں ۔ وَلَا تَفْتِنِّي وَلَا تُؤْيِسْنِي ۔ مجھے ڈانٹتے نہیں ۔ كَرْهًا وَكُرْهًا وَاحِد یعنی دونوں کے معنیٰ ایک ہیں ۔ مُدْخَلًا يَدْخُلُونَ فِيهِ۔ جس میں لوگ داخل ہوں ۔ يَجْمَحُونَ يُسْرِعُونَ ۔ تیزی سے لپکتے ہیں ۔ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ ائْتَفَكَتْ انْقَلَبَتْ بِهَا الْأَرْضُ ۔ جن کا تختہ الٹ دیا گیا ۔ أَهْوَى أَلْقَاهُ فِي هُوَّةٍ ۔ اس کو گڈھے میں ڈال دیا۔ عَدْنٍ خُلْدٍ عَدَنْتُ بِأَرْضِ أَيْ أَقَمْتُ وَمِنْهُ مَعْدِنٌ وَيُقَالُ فِي مَعْدِنِ صِدْقٍ فِي مَنْبَتِ صِدْقٍ عَدْنٍ ۔ کے معنیٰ ہمیشہ رہنا۔ عَدَنْتُ بِأَرْضٍ کا معنیٰ ہے میں نے وہاں قیام کر لیا اور اسی سے متدان کان کے معنیٰ میں ہے۔ کہتے ہیں معدن صدق منبت صدق ۔ الْخَوَالِفُ ۔ الْخَالِفُ الَّذِي خَلَفَنِي فَقَعَدَ بَعْدِي وَمِنْهُ يُخْلِفُهُ فِي الْغَابِرِينَ وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ النِّسَاءُ مِنَ الْخَالِفَةِ وَإِنْ كَانَ جَمْعُ الذُّكُورِ فَإِنَّهُ لَمْ يُوجَدْ عَلَى تَقْدِيرِ جَمْعِهِ إِلَّا حَرْفَانِ فَارِسٌ وَفَوَارِسُ وَهَالِكٌ وَهَوَالِكُ ۔ خوالف خالف کی جمع ہے۔ اسے کہتے ہیں جو میرے پیچھے آئے اور میرے بعد بیٹھے جانشین اسی سے ہے اور اسے باقی رہنے والوں میں ان کا جانشین بنائے گا اور جائز ہے کہ یہ خالفۃ مؤنث کی جمع ہو اور اگر مذکر کی جمع ہے تو اس کی جمع کی تقدیر پر صرف دو ہی حرف ہیں فارس و فوارس اور ہالک و ہوالک ۔ الْخَيْرَاتُ وَاحِدَتُهَا الْخَيْرَةُ وَهِيَ الْفَوَاضِلُ خیرات خیرۃ کی جمع ہے ۔ بھلائیاں وَمُرْجَوْنَ مُؤَخَّرُونَ ۔ جن کے بارے میں دیر کی گئی ۔ الشَّفَا شَفِيرٌ وَهُوَ حَدُّهُ ۔ شفا کنارے کو کہتے ہیں جُرُفٍ مَا تَجَرَّفَ مِنَ السُّيُولِ وَالْأَوْدِيَةِ ۔ نالیاں جو سیلاب سے بن جاتی ہیں ۔ هَارٍ هَائِرٍ يُقَالُ تَهَوَّرَتِ الْبِئْرُ إِذَا انْهَدَمَتْ وَانْهَارَتْ مِثْلُهُ ۔ ہار کے معنیٰ گرنے والے کے ہیں۔ بولتے ہیں تَهَوَّرَتِ الْبِئْرُ ۔

کنواں گر گیا اور انہارت اسی کے مثل ہے لَاوَاهُ شَفَقًا وَفَرَقًا اللہ سے ڈرنے والا
وَقَالَ الشَّاعِرُ اِذَا مَا كُنْتُ اَرْحُلُهَا بِلَيْلٍ تَاَدَّهُ آهَةَ الرَّجُلِ الْحَزِيْنِ
جب میں رات میں اس کا کجاوہ درست کرتا ہوں تو اونٹنی غم زدہ شخص کی طرح آہ کرتی ہے۔

**بَابُ** قَوْلُهٗ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ص۶۷۰

یہ بیزاری کا اعلان ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکوں سے جنھوں نے تم سے معاہدہ کیا تھا (لیکن انھوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اُذُنٌ يُصَدِّقُ ـــــ یعنی ان سے جو کہا جائے اسے مان لیتے ہیں ـــــ تُطَهِّرُهُمْ بِهَا وَتُزَكِّيْهِمْ وَنَحْوُهَا كَثِيْرٌ وَالزَّكٰوةُ الطَّاعَةُ وَالْاِخْلَاصُ ـــــ یعنی یہاں عطف تفسیری ہے۔ طہارت سے مراد باطنی طہارت ہے اس لئے کہ زکوٰۃ کے اصل معنی طاعت اور اخلاص کے ہیں جو باطنی اوصاف ہیں ـــــ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ لَا يَشْهَدُوْنَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ـــــ اور وہ لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے یعنی لا الٰہ الا اللہ کی شہادت نہیں دیتے ـــــ يُضَاهُوْنَ يُشَبِّهُوْنَ مشابہت کرتے ہیں ـــــ

**بَابُ** قَوْلِهٖ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ اٰذَنْتُهُمْ اَعْلَمْتُهُمْ ص۶۷۱

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور یہ بنیادی ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں میں بڑے حج کے دن کہ اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول لو اگر تم یہ کرو تو تمہارا بھلا ہے اور اگر تم منھ پھیرو تو جان لو کہ تم اللہ کو نہ تھکا سکو گے اور کافروں کو خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی۔ آذن کے معنی ہے خبردار کیا

**تشریحات** حج اکبر سے کیا مراد ہے اس میں شارحین، مفسرین کے مختلف اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یوم عرفہ ہے۔ اس سلسلے میں ایک حدیث مرسل بھی آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عرفہ خطبہ دیا اور فرمایا یہ حج اکبر کا دن ہے علاوہ ازیں حضرت ابن عباس اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مجاہد عکرمہ طاؤس اور ابو جحیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یوم حج اکبر سے مراد یوم نحر ہے جیسا کہ حضرت علی سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا یوم حج اکبر یوم النحر ہے۔ نیز یہی حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے بھی مروی ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس کا بھی یہی ایک قول ہے ـــــ نیز ابن ابی جحیفہ اور سعید بن زبیر ابراہیم نخعی اور مجاہد اور امام باقر اور زہری اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے ـــــ نیز حضرت عمر سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر حجۃ الوداع میں جمرات کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا۔ یوم الحج الاکبر

ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حج، حج اکبر ہے۔ اور عمرہ حج اصغر۔ اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں ــــــ ایک قول یہ ہے کہ گیارہویں ذی الحجہ ہے ــــ ایک قول یہ ہے کہ حج کے تمام دن یوم حج اکبر ہیں ــــــ اور ایک قول یہ ہے کہ خاص اس سال کے حج کو حج اکبر کہتے ہیں جس سال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اذن سے حضرت صدیق اکبر نے حج کرایا تھا۔ یعنی سنہ ۹ھ کا حج اس باب کے ضمن میں حضرت امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث لائے ہیں اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یوم نحر ہی یوم حج اکبر ہے۔

پوری دنیا کے عوام میں یہ بات جو مشہور ہے کہ جو حج جمعہ کو پڑے وہ حج اکبر ہے غالباً اس کی اصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو حج فرمایا تھا اس میں یوم عرفہ جمعہ کو تھا۔

بَابُ قَوْلِهٖ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ ص ۶۷۱ — تو کفر کے سرغنوں سے لڑو بیشک ان کی قسمیں کچھ نہیں۔

۲۲۷۴ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ حُذَيْفَةَ فَقَالَ

**حدیث** زید بن وہب نے کہا ہم حذیفہ کے پاس تھے تو انھوں نے فرمایا ان

مَا بَقِيَ مِنْ اَصْحَابِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ اِلَّا ثَلٰثَةٌ وَّلَا مِنَ الْمُنٰفِقِيْنَ

آیت والوں میں سے صرف تین باقی ہیں اور منافقین میں سے صرف چار اس پر ایک

اِلَّا اَرْبَعَةٌ فَقَالَ اَعْرَابِيٌّ اِنَّكُمْ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ تُخْبِرُوْنَا فَلَا نَدْرِيْ

اعرابی نے کہا آپ لوگ صحابہ ہو ہمیں خبر دو ہم نہیں جانتے وہ کون لوگ ہیں جو

فَمَا بَالُ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَنْقُرُوْنَ بُيُوْتَنَا وَيَسْرِقُوْنَ اَعْلَاقَنَا قَالَ

ہمارے گھروں میں نقب لگاتے ہیں اور ہمارے عمدہ مال چرا لیتے ہیں حذیفہ نے فرمایا یہ

اُولٰئِكَ الْفُسَّاقُ اَجَلْ لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ اِلَّا اَرْبَعَةٌ اَحَدُهُمْ

لوگ فاسق ہیں۔ ہاں۔ ان میں سے صرف چار باقی ہیں ان میں ایک بہت بوڑھا کہ اگر ٹھنڈا

شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَوْ شَرِبَ الْمَاءَ الْبَارِدَ لَمَا وَجَدَ بَرْدَهٗ۔

پانی پیئے تو اس کی ٹھنڈک محسوس نہ کرے۔

**تشریحات** اَلَّا ثَلٰثَةٌ ان تین میں سے صرف دو کا نام معلوم ہو سکا۔ ایک حضرت ابو سفیان بن حرب دوسرے سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہما۔ اِلَّا اَرْبَعَةٌ یہ چار منافق اسوقت تک ۲۲۷۴ کون کون زندہ تھے ان کا نام بھی معلوم نہ ہو سکا۔ يَنْقُرُوْنَ۔ نقرہ کے معنی لکڑی میں سراخ کرنے

کے ہیں یہاں تجریداً صرف سراخ کرنے کے معنیٰ میں ہے۔ دوسرا نسخہ یَبْقُرُنَ کا ہے "بقرہ کے معنیٰ پھاڑنے کے ہے۔ اَعْلَاقَنَا ــــ یہ عِلْقٌ کی جمع ہے اس کے معنیٰ عمدہ مال کے ہیں اس میں دوسرا نسخہ اَغْلَاقَنَا ہے جو غَلْقٌ کی جمع ہے جس کے معنی قُفْلٌ اور تالے کے ہیں مراد یہ ہے کہ تالیاں چرا لیتے ہیں۔ لَمَّا وَجَدَ بَرْدَہٗ۔ آدمی جب بہت بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کے منہ کا مزہ خراب ہو جاتا ہے اسے کسی چیز کی لذت نہیں ملتی۔ حضرت حذیفہ کی یہی مراد ہے۔

**بَابُ** قَوْلِہٖ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ ص ۶۷۲ دو کا دوسرا ہے جب وہ دونوں غار میں تھے۔

معناہ ناصِرُنا مراد یہ ہے کہ وہ ہمارا مددگار تھا ــــ السَّکِیْنَۃُ فَعِیْلَۃٌ مِنَ السُّکُوْنِ بمعنی سکون۔

**حدیث ۲۲۷۵** قَالَ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ وَکَانَ بَیْنَھُمَا شَیْءٌ فَغَدَوْتُ عَلٰی

ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن زبیر کے درمیان

ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ اَتُرِیْدُ اَنْ تُقَاتِلَ ابْنَ الزُّبَیْرِ فَتَحِلَّ حُرْمَۃَ

کچھ بات تھی تو میں ابن عباس کے پاس صبح کو گیا میں نے کہا کیا آپ ابن زبیر سے

اللّٰہِ فَقَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ ابْنَ الزُّبَیْرِ وَبَنِیْ اُمَیَّۃَ

لڑنا چاہتے ہیں اور اللہ کے حرم کو حلال کرنا چاہتے ہیں تو انھوں نے فرمایا اللہ کی پناہ

مُحِلِّیْنَ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَا اُحِلُّہٗ اَبَدًا قَالَ فَقَالَ النَّاسُ بَایِعْ لِابْنِ

بے شک اللہ نے ابن زبیر اور بنی امیہ کے لئے یہ لکھ دیا ہے کہ وہ اسے حلال کریں اور میں

الزُّبَیْرِ فَقُلْتُ وَاَیْنَ بِھٰذَا الْاَمْرِ عَنْہُ اَمَّا اُمُّہٗ فَعَمَّۃُ النَّبِیِّ

بخدا اسے کبھی بھی حلال نہیں کروں گا ابن عباس نے کہا کہ لوگوں نے مجھ سے کہا ابن زبیر کی بیعت

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُرِیْدُ الزُّبَیْرَ وَاَمَّا جَدَّتُہٗ فَصَاحِبُ الْغَارِ

کر لیجئے تو میں نے کہا یہ چیز ان سے کچھ دور نہیں ان کے باپ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حواری ہیں

یُرِیْدُ اَبَا بَکْرٍ وَاُمُّہٗ ذَاتُ النِّطَاقِ یُرِیْدُ اَسْمَاءَ وَاَمَّا خَالَتُہٗ

ان کی مراد تھی زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے نانا غار میں رسول اللہ کے ساتھی ہیں اس سے مراد

فَاُمُّ الْمُؤْمِنِیْنَ یُرِیْدُ عَائِشَۃَ وَاَمَّا عَمَّتُہٗ فَزَوْجُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو بکر تھے اور ان کی ماں ذات النطاق ہیں اس سے مراد اسماء ہیں اور ان کی خالہ ام المؤمنین ہیں ان کی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ خَدِيْجَةَ وَاَمَّا عَمَّتُهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مراد عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کی پھوپھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں اس سے مراد ام المؤمنین حضرت خدیجہ

فَجَدَّتُهُ يُرِيْدُ صَفِيَّةَ ثُمَّ عَفِيْفٌ فِي الْاِسْلَامِ قَارِئٌ لِلْقُرْاٰنِ

ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی ان کی دادی ہیں اس سے مراد حضرت صفیہ تھیں اس سب کے باوجود اسلام

وَاللّٰهِ اِنْ وَصَلُوْنِيْ وَصَلُوْنِيْ مِنْ قَرِيْبٍ وَاِنْ رَبُّوْنِيْ رَبَّنِيْ اَلْفَاءُ

میں پاک دامن ہیں قرآن کی تلاوت کرنے والے ہیں بخدا اگر وہ لوگ یعنی بنی امیہ میرے ساتھ صلہ رحمی کریں گے

كِرَامٌ فَاَثَرَ التُّوَيْتَاتِ وَالْاُسَامَاتِ وَالْحُمَيْدَاتِ يُرِيْدُ اَلْبُطْنَا مِنْ

تو قریبی رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی کریں گے لیکن ابن زبیر تُوَیتات اور اسامات اور حمیدات کو ہم پر

بَنِيْ اَسَدٍ بَنِيْ تُوَيْتٍ وَبَنِيْ اُسَامَةَ وَبَنِيْ اَسَدٍ اِنَّ ابْنَ اَبِي الْعَاصِ

ترجیح دی ہے اس سے مراد ان کی بنی اسد کے بطن تھے یعنی بنی تویت اور بنی اسامہ اور

بَرْزَ يَمْشِيْ الْقُدَمِيَّةَ يَعْنِيْ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ وَاِنَّهُ لَوَى

بنی اسد بے شک ابن ابی العاص پیش قدمی کرتے ہوئے نکلا ہے یہ عبد الملک بن مروان ہے

ذَنَبَهُ يَعْنِيْ اِبْنَ الزُّبَيْرِ۔

اور ابن ابی زبیر نے اپنی دم موڑ لی ہے۔

**تشریحات** ۲۲۷۵ وَكَانَ بَيْنَهُمَا شَيْءٌ۔ یعنی حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر میں کچھ بات ہو گئی تھی اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے مکہ معظمہ میں اپنی خلافت کی بیعت لی۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محمد بن حنیفہ ان دونوں مکہ معظمہ میں ہی تھے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں سے بیعت کے لئے کہا ان دونوں نے انکار کیا اور یہ کہا! ہم اس وقت تک کسی کی بیعت نہیں کریں گے جب تک کہ سب لوگ ایک خلیفہ پر اتفاق نہ کر لیں اس پر حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں پر سختی کی یہاں تک کہ ان کا محاصرہ کر لیا اس کی خبر جب مختار بن ابی عبید ثقفی کو ہوئی تو لشکر بھیج کر ان دونوں حضرات کو محاصرے سے نکالا۔ مختار نے ان دونوں بزرگوں سے حضرت ابن زبیر سے لڑنے کی اجازت مانگی ان دونوں نے منع کر دیا۔ اور یہ لوگ طائف چلے گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما طائف ہی میں رہ گئے اور وہیں وصال فرمایا ان کا مزار پاک بھی طائف ہی میں ہے اور محمد بن حنیفہ طائف سے اضویٰ پہاڑ میں چلے گئے جو ینبوع میں ہے پھر وہاں سے شام میں ایلہ چلے گئے اور وہیں ان کا

وصال ہوا۔ وَاَیْنَ بِھٰذَا الامر عنہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ خلافت کے مستحق ہیں۔

وَاَمَّا عَمَّتُہٗ۔ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی پھوپھی کہنا یہاں مجازاً ہے۔ یہ حقیقت میں ان کے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں۔ اس لئے کہ حضرت زبیر کے والد عوّام اور حضرت خدیجہ دونوں بھائی بہن، خویلد کی اولاد ہیں۔

فَاَثَرَ التَّوْیِیْتَات۔ یعنی ابن زبیر نے انھیں چھوڑ کر بنی اسد کی مختلف شاخوں کو ترجیح دی ہے۔ جب کوئی موقع آتا ہے تو پہلے ان لوگوں کو آواز دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی بنی اسد ہی سے تھے۔ صحیح یہ ہے کہ یہاں بنی تویت کے بجائے ابن تویت ہے۔ تویت کا نسب نامہ یہ ہے۔ ابن الحارث بن عبد العزیٰ بن قصیّ۔ اسامہ کا نسب نامہ یہ ہے اسامہ بن اسد بن عبد العزیٰ۔ حمید کا نسب نامہ یہ ہے حمید بن زہیر بن حارث بن اسد بن عبد العزیٰ۔ اور حضرت زبیر کا نسب نامہ یہ ہے ابن عوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ۔ اس طرح یہ چاروں شاخیں اسد بن عبد العزیٰ پر مل جاتی ہیں کیونکہ یہ سب یکجدی تھے اور حضرت ابن زبیر کے دل سے حامی۔ اس لئے فطری طور پر حضرت ابن زبیر کا رجحان ان قبائل کی طرف زیادہ تھا یہ بات بنی ہاشم بنی عبد مناف وغیرہ کو ناگوار تھی اسی کا اظہار حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہاں کیا ہے۔

لَوَیْ ذَنَبِہٖ۔ مطلب یہ ہے کہ عبد الملک نے تو یہ جوانمردی دکھائی ہے کہ شام سے لشکر جرار ترتیب دیکر ابن زبیر پر حملہ کے لئے بھیجا ہے اور ابن زبیر ہیں کہ مکہ سے باہر نہیں نکلے۔

**بَابُ** قَوْلِہٖ یَحْلِفُوْنَ لَکُمْ لِتَرْضَوْا عَنْھُمْ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْھُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِیْنَ ـــــ وَقَوْلُہٗ آخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِھِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ آخَرَ سَیِّئًا عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْھِمْ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ص ۶۷۴

تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم ان سے راضی ہوجاؤ پس اگر تم ان سے راضی بھی ہوجاؤ تو بیشک اللہ فاسقوں سے راضی نہیں ہوتا ـــــ دوسرے وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنی گناہ کا اعتراف کیا نیک عمل کے ساتھ برے عمل ملائے۔ عنقریب اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۲۲۷۸ حَدَّثَنَا سَمُرَۃُ بْنُ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

**حدیث** حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے روایت بیان کی کہ رسول اللہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنَا اَتَانِیْ اللَّیْلَۃَ اٰتِیَانِ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ آج رات میرے پاس دو آنے والے آئے اور

فَانْبَعَثَانِیْ فَانْتَهَیْنَا اِلٰی مَدِیْنَةٍ مَبْنِیَّةٍ بِلَبِنٍ ذَهَبٍ وَلَبِنٍ فِضَّةٍ

انھوں نے مجھے اٹھایا ہم ایک ایسے شہر میں پہونچے جو سونے کی اینٹ اور چاندی کی

فَتَلَقَّانَا رِجَالٌ شَطْرٌ مِّنْ خَلْقِهِمْ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ وَشَطْرٌ

اینٹ سے بنا ہوا تھا اب ہماری ملاقات ایسے لوگوں سے ہوئی کہ ان کا آدھا دھڑ بہترین

كَاَقْبَحِ مَا اَنْتَ رَاءٍ قَالَا لَهُمْ اِذْهَبُوْا فَقَعُوْا فِیْ ذٰلِكَ النَّهَرِ فَوَقَعُوْا

خوبصورت تھا اور آدھا بدترین بدصورت۔ ان دونوں نے ان لوگوں سے کہا جاؤ اور اس

فِیْهِ ثُمَّ رَجَعُوْا اِلَیْنَا قَدْ ذَهَبَ ذٰلِكَ السُّوْءُ عَنْهُمْ فَصَارُوْا فِیْ

نہر میں غوطہ لگاؤ انھوں نے اس نہر میں غوطہ لگایا پھر لوٹے تو ان کی بدصورتی جا چکی

اَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ لِیْ هٰذِهٖ جَنَّةُ عَدْنٍ وَهٰذَاكَ مَنْزِلُكَ

تھی اور بہت خوبصورت ہو گئے تھے ان دونوں نے مجھ سے کہا یہ جنت عدن ہے اور

قَالَا اَمَّا الْقَوْمُ الَّذِیْنَ كَانُوْا شَطْرٌ مِّنْهُمْ حَسَنٌ وَشَطْرٌ مِّنْهُمْ قَبِیْحٌ

یہ آپ کی جگہ ہے اور وہ لوگ جو آدھے خوبصورت تھے اور آدھے بدصورت یہ وہ لوگ ہیں جنھوں

فَاِنَّهُمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَاٰخَرَ سَیِّئًا تَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

نے اچھے عمل کو برے کے ساتھ ملایا اللہ نے ان سے درگذر فرمایا۔

**تشریحات** اس حدیث کے کچھ حصے کتاب الصلوٰۃ، جنائز، بیوع، جہاد، صلوٰۃ اللیل، بدء الخلق احادیث الانبیاء میں گذر چکے ہیں۔ یہاں چونکہ مکمل تھی اس لئے ذکر کر دیا۔ اپنے اپنے مقام پر سب کی شرح ہو چکی ہے۔

**بَابُ** قَوْلِهٖ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ صـ۶۷۶

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان بیشک تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آئے۔ جن پر گراں ہے وہ بات جو تمہیں مشقت میں ڈالے تمہاری خیر خواہی کے خواہشمند ہیں اور مؤمنوں پر بہت مہربان۔

## سُوْرَةُ یُوْنُس صـ۶۷۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ آیت مکی ہے، البتہ چند آیتوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ مکی ہیں یا مدنی۔ اس میں ایک سو نو آیتیں ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاخْتَلَطَ فَنَبَتَ بِالْمَاءِ مِنْ كُلِّ لَوْنٍ ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کہ پانی کے سبب زمین کے نباتات اگ آئے، کی تفسیر میں فرمایا کہ پانی کے ساتھ ہر قسم کے نباتات اگے ــــ رنگ برنگ

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ وَهُوَ الْغَنِيُّ ــــ　ان لوگوں نے کہا اللہ نے بیٹا بنالیا وہ پاک ہے اور بے پرواہ ہے۔

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ اِنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ خَيْرٌ وَيُقَالُ تِلْكَ آيَاتُ يَعْنِيْ هٰذِهٖ اَعْلَامُ الْقُرْاٰنِ ــــ　اور زید بن اسلم نے کہا کہ "قدم صدق" سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور مجاہد نے کہا ہر بھلائی۔ ــــ آیات سے مراد قرآن میں مذکور نشانیاں ہیں ــــ

۲۲۷۷ حدیث　اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَ

حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

كَانَ مِمَّنْ يَكْتُبُ الْوَحْيَ قَالَ اَرْسَلَ اِلَيَّ اَبُوْ بَكْرٍ مَقْتَلَ اَهْلِ الْيَمَامَةِ

اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جو عہد رسالت میں وحی لکھتے تھے کہ ابوبکر

وَعِنْدَهٗ عُمَرُ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اِنَّ عُمَرَ اَتَانِيْ فَقَالَ اِنَّ الْقَتْلَ قَدِ

نے اہل یمامہ کے قتل کے موقع پر مجھے بلایا اور ان کے پاس عمر بھی تھے ابوبکر

اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِالنَّاسِ وَاِنِّيْ اَخْشٰى اَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ

نے کہا عمر میرے پاس آئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یمامہ کی جنگ میں لوگ بہت قتل

فِي الْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيْرٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا اَنْ تَجْمَعُوْهُ وَاِنِّيْ لَاَرٰى

ہوگئے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں مختلف جنگوں میں قراء اسی طرح ہوتے رہے تو قرآن کریم

اَنْ تَجْمَعَ الْقُرْاٰنَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ اَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ

کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا اب یہی ضروری ہے کہ تم لوگ قرآن کو جمع کرو اور میری

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ

رائے قرآن جمع کرنے کی ہے ابوبکر نے عمر سے کہا میں وہ کام کیسے کروں جو رسول اللہ صلی اللہ

يُرَاجِعُنِيْ فِيْهِ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ لِذٰلِكَ صَدْرِيْ وَرَاَيْتُ الَّذِيْ

علیہ وسلم نے نہیں کیا اس پر عمر نے کہا بخدا یہ بہتر ہے عمر مسلسل اپنی بات کہتے رہے یہاں تک

رَأَى عُمَرُ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعُمَرُ عِنْدَهُ جَالِسٌ لَا يَتَكَلَّمُ
کہ اللہ نے اس کے لئے میرے سینے کو کھول دیا اور میری رائے بھی وہی
فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ وَلَا نَتَّهِمُكَ كُنْتَ تَكْتُبُ
ہے جو عمر کی ہے اور عمر وہاں بیٹھے تھے کچھ بول نہیں رہے تھے ابو بکر نے مجھ سے
الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ
کہا تم جوان ذہین ہو اور ہم تم کو متہم نہیں جانتے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فَوَاللَّهِ لَوْ كَلَّفَنِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي
کے لئے وحی لکھتے تھے قرآن کو تلاش کرو اور جمع کرو، بخدا اگر وہ مجھے کسی پہاڑ کے ہٹانے
بِهِ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ كَيْفَ تَفْعَلَانِ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ النَّبِيُّ صَلَّى
کا حکم دیتے تو قرآن جمع کرنے سے بھاری نہ ہوتا میں نے کہا آپ صاحبان ایسا
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ هُوَ وَاللَّهِ خَيْرٌ فَلَمْ أَزَلْ أُرَاجِعُهُ
کام کیوں کرتے ہیں جس کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا اس پر ابو بکر نے
حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ اللَّهُ لَهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ
کہا یہ بخدا بہتر ہے میں ان سے بار بار اپنی بات دہراتا رہا یہاں تک کہ اللہ نے اس
فَقُمْتُ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعُهُ مِنَ الرِّقَاعِ وَالْأَكْتَافِ وَالْعُسُبِ
کام کے لئے مجھے انشراح صدر عطا فرمایا جس کے لئے ابو بکر و عمر کو انشراح صدر عطا فرمایا
وَصُدُورِ الرِّجَالِ حَتَّى وَجَدْتُ مِنْ سُورَةِ التَّوْبَةِ آيَتَيْنِ مَعَ
تھا اور میں اٹھا میں نے قرآن کو تلاش کیا میں قرآن کو کپڑوں کے ٹکڑوں اور شانے
خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ لَمْ أَجِدْهُمَا مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهِ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ
کی ہڈیوں اور کھجور کی شاخوں اور لوگوں کے سینے سے جمع کرنے لگا یہاں تک
مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ إِلَى آخِرِهَا
کہ میں نے سورہ توبہ کی اخیر دو آیتیں خزیمہ انصاری کے پاس پایا ان کے علاوہ
وَكَانَتِ الصُّحُفُ الَّتِي جُمِعَ فِيهَا الْقُرْآنُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ حَتَّى تَوَفَّاهُ
کسی اور کے پاس نہیں پایا ۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم سے

اللّٰہُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہُ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَۃَ بِنْتِ عُمَرَ
آخر تک، میرے لکھے ہوئے صحیفے ابو بکر کی زندگی بھر ان کے پاس رہا یہاں تک کہ
تَابَعَہٗ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ وَاللَّیْثُ عَنْ یُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِہَابٍ وَ
اللہ نے ان کو وفات دی پھر عمر کے پاس رہا یہاں تک کہ اللہ نے ان کو وفات
قَالَ اللَّیْثُ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِہَابٍ وَ
دی پھر ام المؤمنین حضرت حفصہ کے پاس رہا۔ حضرت ابن شہاب زہری ہی سے بطریق
قَالَ مَعَ اَبِیْ خُزَیْمَۃَ الْاَنْصَارِیِّ وَقَالَ مُوْسٰی عَنْ اِبْرَاھِیْمَ حَدَّثَنَا
موسیٰ جو روایت ہے اس میں خزیمہ کے بجائے ابو خزیمہ ہے، تیسری روایت میں
ابْنُ شِہَابٍ مَعَ اَبِیْ خُزَیْمَۃَ وَتَابَعَہٗ یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ
شک ہے کہ خزیمہ ہے یا ابو خزیمہ۔
اَبِیْہِ وَقَالَ اَبُوْ ثَابِتٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ وَقَالَ مَعَ خُزَیْمَۃَ اَوْ اَبِیْ
خُزَیْمَۃَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ
رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔

**تشریحات** قرآن مجید کے جمع کی پوری تفصیل کتاب الجہاد میں گذر چکی ہے صحیح اور راجح یہ ہے کہ وہ صحابی جن کے پاس سورۃ توبہ کی اخیر دونوں آیتیں تھیں ابو خزیمہ انصاری ہیں ۲۲۷۷

---

وَمِثْلُہٗ حَتّٰٓی اِذَا کُنْتُمْ فِی الْفُلْکِ وَجَرَیْنَ بِھِمْ ـــــ اسی کے مثل یہ ارشاد ہے یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ تم کو لے کر چلتی ہیں۔ بِھِمْ سے مراد بکم ہے۔ یعنی اس آیت میں التفات عن الخطاب الی الغیبت ہے ـــــ دَعْوٰیھُمْ دُعَاؤُھُمْ ـــــ دعویٰ بمعنی دعا ہے اُحِیْطَ بِھِمْ وَنُوْا مِنَ الْھَلَکَۃِ اَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْئَتُہٗ ـــــ مراد یہ ہے کہ وہ لوگ ہلاک کے قریب پہونچ گئے تھے ان کے گناہوں نے انھیں گھیر لیا تھا ـــــ فَاَتْبَعَھُمْ وَاَتْبَعَھُمْ وَاحِدٌ فَاَتْبَعَ اور اَتْبَعَ ایک ہی معنی میں ہے ـــــ عَدْوًا مِنَ الْعُدْوَانِ۔ عَدْوٌ عدوان سے مشتق ہے ـــــ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اِسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ قَوْلُ الْاِنْسَانِ لِوَلَدِهٖ وَمَالِهٖ اِذَا غَضِبَ اَللّٰهُمَّ لَا تُبَارِكْ لَهٗ فِيْهِ وَالْعَنْهُ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ لَاَهْلَكَ مَنْ دُعِيَ اِلَيْهِ وَلَا مَاتَهٗ ـــــ اور اگر اللہ لوگوں پر برائی ایسی جلد بھیجتا جیسی وہ بھلائی کی جلدی کرتے ہیں، انسان کا غصہ کی حالت میں اپنی اولاد اور مال کے بارے میں کہنا اے اللہ! اس کے لئے اس میں برکت نہ دے اور اسے اپنی رحمت سے دور کر دے، تو ان کا وعدہ پورا ہو چکا ہوتا، یعنی جس پر بد دعا کی گئی وہ ہلاک ہو گیا ہوتا اور مر گیا ہوتا ـــــ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى مِثْلُهَا حُسْنٰى وَزِيَادَةٌ مَغْفِرَةٌ وَقَالَ غَيْرُهٗ اَلنَّظَرُ اِلٰى وَجْهِهٖ ـــــ یعنی نیکو کاروں کو نیک کام کے بدلے اچھی جزا ملیگی اور زیادتی ملے گی یعنی مغفرت، امام مجاہد کے علاوہ دوسرے نے کہا زیادۃ سے مراد رویت باری ہے۔ اَلْكِبْرِيَاءُ اَلْمُلْكُ۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ص۶۷۷

اور ہم بنی اسرائیل کو دریا پار لے گئے تو فرعون اور اس کے لشکروں نے ان کا پیچھا کیا سرکشی اور ظلم سے یہاں تک کہ جب وہ غرقاب ہونے لگا بولا میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو یہ خبر ملی کہ فرعون انھیں قتل کرنے کا قطعی ارادہ کر چکا ہے تو بحکم الٰہی مصر سے بنی اسرائیل کو لے کر شام کی طرف ہجرت کے ارادے سے چلے، بنی اسرائیل کی تعداد چھ لاکھ بیس ہزار تھی، بیچ میں بحر قلزم حائل تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باذن الٰہی دریا پر اپنا عصا مارا جس سے سمندر میں بارہ راستے بن گئے، بیچ بیچ میں سے پانی ہٹ گیا، بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے، ہر ہر قبیلہ ایک ایک راستے سے گذرنے لگا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مع لشکر بحر قلزم کے بیچ میں پہونچے تو فرعون مع اپنے لشکر کے سمندر کے کنارے پہونچ چکا تھا، فرعون کے ساتھ ستر کمانڈر تھے اور ہر کمانڈر کے تحت ستر ہزار فوج تھی، سمندر کے کنارے پہونچ کر جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا یہ عظیم معجزہ دیکھا تو مبہوت ہو کر رک گیا آگے بڑھنے کی اس کی ہمت نہ ہوئی، بحکم ایزدی حضرت جبریل امین گھوڑی پر سوار ہو کر فرعون کے آگے نمودار ہوئے جسے دیکھ کر فرعون کا گھوڑا اس کے قابو سے باہر ہو کر آگے بڑھ گیا جس کے پیچھے پیچھے تمام لشکر ان بارہ راستوں سے دریا کے اندر آ گیا۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بعافیت سمندر کے دوسرے کنارے پہونچ گئے اور فرعون مع لشکر بیچ دریا میں پہونچا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور بنی اسرائیل کے سمندر پار ہوتے ہی سمندر کا پانی مل گیا فرعون اور اس کا پورا لشکر غرقاب ہو گیا جب فرعون ڈوبنے لگا تو اس نے ایمان کا اقرار کیا مگر اس وقت کا ایمان معتبر نہیں۔ اس لئے رد کر دیا گیا۔ فرمایا گیا۔ اٰلْاٰنَ

وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ـــــ کیا اب؟ اور پہلے سے نافرمان رہا اور تو فسادی تھا سورۂ یونس آیت ۹۱۔

نُنَجِّيْكَ نُلْقِيْكَ عَلٰى نَجْوَةٍ مِنَ الْاَرْضِ وَهُوَ النَّشْزُ الْمَكَانُ الْمُرْتَفِعُ ۔ ہم تمہارے جسم کو کسی اونچی جگہ پر ڈال دیں گے۔ نجوہ کے معنی اونچی جگہ کے ہیں ـــــ علماء تفسیر کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کو ان کے ہلاکت کی خبر دی تو بعض بنی اسرائیل کو شبہ رہا اور اس کی عظمت اور ہیبت جو ان کے قلوب میں تھی اس کے باعث انھیں اس کی ہلاکت کا یقین نہ آیا، بامر الٰہی دریا نے فرعون کی لاش ساحل پر پھینک دی بنی اسرائیل نے اس کو دیکھ کر پہچانا۔

## سُوْرَةُ هُوْدٍ ص ۶۷۷

سورۂ ہود مکی ہے البتہ دو آیتوں کے بارے میں اختلاف ہے اس میں ایک سو تیئس ۱۲۳ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

قَالَ اَبُوْ مَيْسَرَةَ اٰلٓرٰ اٰ اَنَا اللّٰهُ الرَّحِيْمُ بِالْحَبْشِيَّةِ — اٰلٓرٰ کے معنی حبشی زبان میں میں مہربان کے ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَادِيَ الرَّاْيِ مَا ظَهَرَ لَنَا — بادی الرّاء کے معنی بیوقوف لوگ۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْجُوْدِيُّ جَبَلٌ بِالْجَزِيْرَةِ ۔ جودی جزیرے میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔

دریائے فرات اور دریائے دجلہ کے دوآبے کو عرب والے جزیرہ کہتے ہیں، جودی پہاڑ نہاوند کے قریب ہے" تین پہاڑوں کو اللہ عزوجل نے تین انبیاء کرام سے فضیلت بخشی، جودی کو حضرت نوح علیہ السلام سے کہ ان کی کشتی جودی پر ٹھہری، طور کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اور حرا کو جس کو جبل نور بھی کہا جاتا ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ اسی پہاڑ پر شق صدر ہوا اور اسی کے غار میں قبل نبوت خلوت گزیں ہوئے اور یہیں سے نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا۔

وَقَالَ الْحَسَنُ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ يَسْتَهْزِءُوْنَ بِهٖ ۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے اسے کہا، بیشک تمہیں عقلمند ہو، وہ لوگ ان کا استہزا کرتے تھے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَقْلِعِيْ اَمْسِكِيْ ـــــ اور حضرت ابن عباس نے کہا اقلعی کے معنی یہ ہیں اے آسمان اپنی بارش روک دے ـــــ عَصِيْبٌ شَدِيْدٌ ـــــ عصیب کے معنی سخت ـــــ لَاجَرَمَ بَلٰى ـــــ کوئی جرم نہیں ٹھیک ہے ـــــ وَفَارَ التَّنُّوْرُ نَبَعَ الْمَاءُ ـــــ تنور سے پانی ابلا ـــــ

وَقَالَ عِكْرِمَةُ وَجْهُ الْاَرْضِ ـــــ اور عکرمہ نے کہا کہ تنور روئے زمین کو کہتے ہیں یعنی حضرت مجاہد یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں تنور سے مراد کوئی مخصوص تنور نہیں بلکہ سطح زمین مراد ہے جس کے ہر حصہ سے پانی ابلا لیکن جمہور کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ایک مخصوص تنور ہے۔ مشہور ہے کہ کوفے میں تھا حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جہاں اب کوفے کی مسجد ہے وہاں کشتی بنائی تھی اسی کے قریب

تنور بھی تھا۔ حضرت علی اور حضرت زر بن حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مقاتل نے کہا اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کا تنور ہے جو شام میں تھا۔

**بَابُ** اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ص ۶۷۷

سنو وہ اپنے سینے دوہرے کرتے ہیں کہ اللہ سے پردہ کریں سنو جس وقت وہ اپنے کپڑوں سے سارا بدن ڈھانپ لیتے ہیں اس وقت بھی اللہ ان کا چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے بیشک وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ وَحَاقَ نَزَلَ يَحِيْقُ يَنْزِلُ ــــ اتر آیا اترتا ہے ــــ يَؤُسُ فَعُوْلٌ مِنْ يَئِسْتُ ــــ مایوس ہونے والا ــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَبْتَئِسْ تَحْزَنْ ــــ غم کرتا ہے ــــ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ شَكٌّ وَامْتِرَاءٌ فِي الْحَقِّ ــــ حق کے بارے میں شک وشبہ کرنا ــــ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ مِنَ اللّٰهِ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ــــ تاکہ اللہ سے چھپائیں اگر ان سے ہو سکے ــــ

۲۲۸۸ **حدیث** اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقْرَءُ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنِيْ صُدُوْرَهُمْ قَالَ سَاَلْتُهٗ

محمد بن عباد جعفر نے کہا کہ انھوں نے ابن عباس کو یہ پڑھتے ہوئے سنا اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنِيْ صُدُوْرَهُمْ تو میں نے اس کے بارے میں ان سے پوچھا

عَنْهَا فَقَالَ اُنَاسٌ كَانُوْا يَسْتَحْيُوْنَ اَنْ يَتَخَلَّوْا فَيُفْضُوْا اِلَى السَّمَاءِ

تو انھوں نے فرمایا کہ کچھ لوگ قضائے حاجت کرتے وقت تنہائی میں بھی کھلے آسمان کے نیچے

وَاِنْ يُجَامِعُوْا نِسَائَهُمْ فَيُفْضُوْا اِلَى السَّمَاءِ فَنَزَلَ ذٰلِكَ فِيْهِمْ۔

قضائے حاجت کرنے سے کتراتے تھے اور کھلے آسمان کے نیچے جماع کرنے سے بھی تو ان کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

۲۲۸۹ **حدیث** قَالَ قَرَاَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ

عمرو نے کہا ابن عباس نے یوں پڑھا اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ

يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ عَلٰى حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ۔

حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْتَغْشُوْنَ يُغَطُّوْنَ رُؤُسَهُمْ ــــ اپنے سروں کو ڈھانک لیتے تھے کپڑوں سے ــــ سِيْئَ بِهِمْ سَاءَ ذَرْعًا ظَنَّهٗ بِقَوْمِهٖ ــــ قوم کے ساتھ وہ بدگمان

ہوا ـــــ وَضَاقَ بِهٖ ذَرْعًا بِاَضْيَافِهٖ ـــــ مہمانوں کے آنے سے وہ دل تنگ ہوئے۔ یعنی جب حضرت لوط علیہ السلام کے پاس عذاب کے فرشتے خوبصورت بے ریش و بروت لڑکوں کی شکل میں ان کے گھر آئے تو اپنی قوم کی عادت بد کی وجہ سے انھیں گرانی خاطر ہوئی اور وہ دل تنگ ہوئے ورنہ وہ نبی تھے مہمانوں کی آمد سے خوش ہوتے نہ کہ تنگدل ـــــ بِقِطَعٍ مِنَ اللَّيْلِ بِسَوَادٍ ۔ یعنی رات کی تاریکی میں ـــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اُنِيْبُ اَرْجِعُ ـــــ میں اللہ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ ص۶۷۷ اور اس کا عرش پانی پر تھا۔

۲۲۸۰ حدیث عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَيْكَ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے بنی آدم خرچ کر میں تجھے عطا کروں گا

وَقَالَ يَدُ اللّٰهِ مَلْاٰى لَا تَغِيْضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَقَالَ

اور فرمایا اللہ کا دست قدرت بھرا ہوا ہے رات و دن خرچ کرنا اسے ختم نہیں کرے گا۔

اَرَءَيْتُمْ مَا اَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ فَاِنَّهٗ لَمْ يَغِضْ مَا

اور فرمایا کیا تم جانتے ہو اس نے کیا خرچ فرمایا جب سے آسمان و زمین بنایا پھر بھی جو اس کے قبضہ میں ہے

فِيْ يَدِهٖ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ وَبِيَدِهِ الْمِيْزَانُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ ؕ

اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور اس کا عرش پانی پر ہے اور اسی کے ہاتھ میں میزان جھکاتا ہے اور بلند کرتا ہے۔

اَعْتَرَاكَ ۔ اِفْتَعَلَتْ مِنْ عَرَوْتُهٗ اَيْ اَصَبْتُهٗ وَمِنْهُ يَعْرُوْهُ ـــــ وَاعْتَرَانِيْ ۔ تجھ پر جھپٹ پہونچی یہ باب افتعال سے آتا ہے اس کا مادہ عَرَوٌ ہے یَعْرُوْہُ ۔ وَاعْتَرَانِیْ آتا ہے۔

اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اَيْ فِيْ مُلْكِهٖ وَسُلْطَانِهٖ ـــــ اس کی پیشانی پکڑے ہوئے ہے ۔ یعنی اس کی حکومت میں ہے۔

عَنِيْدٌ وَعَنُوْدٌ وَعَانِدٌ وَاحِدٌ ۔ وَهُوَ تَاْكِيْدُ التَّحَيُّرِ ـــــ یہ تینوں ایک معنی میں ہیں۔ زیادہ سرکشی کرنے والے ـــــ اِسْتَعْمَرَكُمْ ۔ جَعَلَكُمْ عُمَّارًا اَعْمَرْتُهُ الدَّارَ فَهِيَ عُمْرَىٰ ۔

---

علہ کتاب التوحید باب قولہ وکان عرشہ علی الماء ص۱۱۰۳ باب قول اللہ لما خلقت بیدی ص۱۱۰۲ المنفقات باب فضل النفقۃ علی الاھل ص۸۰۵ کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ص۱۱۱۶ نسائی تفسیر۔

جَعَلْتُهَا لَهٗ ـــ ہم نے تم کو اس میں بسایا۔ کہتے ہیں ـــ اَعْمَرْتُهُ الدَّارَ ـــ میں نے اس کو گھر عمر بھر رہنے کے لئے دیا ـــ نَكِرَهُمْ وَاَنْكَرَهُمْ وَاسْتَنْكَرَهُمْ وَاحِدٌ ـــ انھیں ناگوار جانا ـــ حَمِيْدٌ وَّمَجِيْدٌ كَاَنَّهٗ فَعِيْلٌ مِنْ مَاجِدٍ مَحْمُوْدٌ مِنْ حَمِدَ ـــ مَجِيْدٌ ماجِدٌ سے اور حَمِيْدٌ حَمِدَ سے صفت مشبہ ہے۔ بزرگ تعریف کیا ہوا ـــ سِجِّيْلٍ ـ الشَّدِيْدُ الْكَبِيْرُ ـــ سِجِّيْلٌ وَسِجِّيْنٌ وَاللَّامُ وَالنُّوْنُ اُخْتَانِ وَقَالَ تَمِيْمُ اَتِّ مُقْبِلٍ ـــ وَرِجْلَةٍ يَضْرِبُوْنَ الْبَيْضَ ـ صَاحِيَةً ـ ضَرْبًا ـ تَوَاهٰى بِهِ الْاَبْطَالُ سِجِّيْنًا ـــ سجیل کے معنی سخت بڑے کے ہیں۔ سجین اور سجیل کے ایک ہی معنی ہیں۔ تمیم بن مقبل نے کہا۔ اور بہت سے پیادے ہیں جو مارتے ہیں خود پر چاشت کے وقت سخت مار جس کی وجہ سے بڑے بڑے بہادر ایک دوسرے سے وصیت کرنے لگتے ہیں۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا اِلٰى اَهْلِ مَدْيَنَ لِاَنَّ مَدْيَنَ بَلَدٌ وَمِثْلُهٗ وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ سَلِ الْعِيْرَ يَعْنِيْ اَهْلَ الْقَرْيَةِ وَالْعِيْرِ۔

اور ہم نے مدین والوں کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا مدین سے مراد اہل مدین ہیں اس لئے کہ مدین شہر ہے اور اسی کے مثل ہے اس بستی سے پوچھو اور قافلے سے پوچھو یعنی بستی والوں اور قافلے والوں سے پوچھو۔

وَرَاءَكُمْ ظِهْرِيًّا يَقُوْلُ لَمْ تَلْتَفِتُوْا اِلَيْهِ وَيُقَالُ اِذَا لَمْ يَقْضِ الرَّجُلُ حَاجَتَهٗ ظَهَرَتْ بِحَاجَتِيْ وَجَعَلَنِيْ ظِهْرِيًّا وَالظِّهْرِيُّ هٰهُنَا اَنْ تَاْخُذَ مَعَكَ دَابَّةً اَوْ وِعَاءً تَسْتَظْهِرُ بِهٖ ـــ اور تم نے اس کو اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے۔ یہ اس موقع پر کہتے ہیں جب تم اس کی طرف توجہ نہ کرو۔ جب کوئی شخص کسی کی حاجت پوری نہیں کرتا تو وہ کہتا ہے تو نے میری حاجت کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا ـــ تو نے مجھے پیٹھ پیچھے کر دیا ـــ اور ظہری یہاں اس معنی میں ہے کہ تم اپنے ساتھ کوئی فاضل چوپایہ یا برتن لے لو۔ جس سے بوقت ضرورت کام لو ـــ اَرَادِلْنَا مُسَقَّاطُنَا ـــ ہمارے نیچے لوگ ـــ اِجْرَامِيْ هُوَ مَصْدَرٌ مِنْ اَجْرَمْتُ وَبَعْضُهُمْ يَقُوْلُ جَرَمْتُ ـــ اجرامی اَجْرَمْتُ کا مصدر ہے اور بعضوں نے کہا جَرَمْتُ کا ـــ اَلْفُلْكُ وَالْفُلْكُ وَاحِدٌ وَجَمْعٌ وَهِيَ السَّفِيْنَةُ وَالسُّفُنُ ـــ فلک واحد و جمع دونوں آتا ہے۔ کشتی اور کشتیوں کے معنی میں ـــ مَجْرَاهَا مَوْقِفُهَا وَهُوَ مَصْدَرُ اَجْرَيْتُ۔ مَجْرَاهَا، اَجْرَيْتُ کا مصدر ہے ـــ ہندوستانی نسخہ میں مجراہا کی تفسیر موقفہا سے کی ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا یہ درست نہیں عام نسخوں میں مَدْفَعُهَا ہے اور یہی صحیح ہے۔ مراد چلانا ہے یا راستہ ـــ وَاَرْسَيْتُ حَبَسْتُ وَيُقْرَأُ مَرْسَاهَا مِنْ رَسَتْ هِيَ وَمَجْرَاهَا مِنْ جَرَتْ هِيَ ـــ اَرْسَيْتُ کا معنی ہے میں نے روکا۔ اور ایک قرارت مَرْسَاهَا ہے یہ رَسَتْ کا مصدر ہے ـــ وَمُجْرِيْهَا وَمُرْسِيْهَا مَنْ فُعِلَ بِهَا الرَّاسِيَاتُ الثَّابِتَاتُ ـــ اور مجراہا ہے یہ جَرَتْ کا مصدر ہے ـــ وَمُجْرِيْهَا وَمُرْسِيْهَا ـــ اس کا چلانے والا اور روکنے والا ـــ الرَّاسِيَاتُ ـــ اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے۔

**بَابُ** قَوْلِهٖ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ص ۶۷۸

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور ایسی ہی تیرے پروردگار کی گرفت ہے جب بستی والوں کی گرفت کرے جبکہ وہ ظالم ہوں۔ بیشک اس کی گرفت سخت دردناک ہے۔

اَلرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ الْعَوْنُ الْمُعِيْنُ رَفَدْتُهٗ اَعَنْتُهٗ۔ مدد جو کی گئی کہتے ہیں رَفَدْتُهٗ میں نے اس کی مدد کی ــــ تَرْكَنُوْا تَمِيْلُوْا ــــ تم لوگ جھکو ــــ فَلَوْلَا كَانَ فَهَلَّا كَانَ ــــ کیوں نہیں ہوا ــــ اُتْرِفُوْا اُهْلِكُوْا ــــ ہلاک کردیئے گئے ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ زَفِيْرٌ وَشَهِيْقٌ صَوْتٌ شَدِيْدٌ وَصَوْتٌ ضَعِيْفٌ ــــ سخت آواز اور ہلکی آواز۔

۲۲۸۱ **حدیث** عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِىْ لِلظَّالِمِ حَتّٰى اِذَا اَخَذَهٗ لَمْ

وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے یہاں تک کہ جب اس کو پکڑ لیتا ہے تو چھوڑتا

يُفْلِتْهُ قَالَ ثُمَّ قَرَاَ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ

نہیں۔ پھر حضور نے تلاوت فرمائی ایسی ہی تیرے پروردگار کی گرفت ہے جب بستی والوں کو گرفت میں لیتا

ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ۔

ہے جب وہ ظلم کرنے والے ہوں بیشک اس کی گرفت سخت دردناک ہے۔

**بَابُ** قَوْلِهٖ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَىِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ۔ ص ۶۷۸

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر بیشک نمازوں کے دونوں کناروں میں قائم کرو اور رات کے کچھ حصوں میں بیشک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں اور یہ یاد دہانی ہے یاد رکھنے والوں کیلئے۔

وَزُلَفًا سَاعَاتٌ يَعْدُ سَاعَاتٍ وَمِنْهُ سُمِّيَتِ الْمُزْدَلِفَةُ اَلزُّلْفُ مَنْزِلَةٌ بَعْدَ مَنْزِلَةٍ وَاَمَّا زُلْفٰى زُلَفًا کا معنیٰ کچھ ساعتوں کے بعد ساعتیں اسی سے مزدلفہ نام رکھا گیا ہے۔ زُلْفٌ کے معنیٰ ایک منزل کے بعد دوسری منزل فَمَصْدَرٌ مِّنَ الْقُرْبٰى اِزْدَلَفُوْا اِجْتَمَعُوْا اَزْلَفْنَا اَجْمَعْنَا لیکن زُلْفٰى یہ مصدر ہے قربیٰ سے یعنی معنی میں قربیٰ کے ہے۔ اِزْدَلَفُوْا کے معنیٰ اکٹھا ہوئے۔ اَزْلَفْنَا کے معنیٰ ہم نے جمع کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

**سُوْرَةُ يُوْسُفَ** ص ۶۷۸ یہ سورت مکی ہے سوائے چار آیتوں کے جو مدنی ہیں

اس میں ایک سو گیارہ آیتیں ہیں تین ابتدائی آیتیں اور ایک لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِينَ ـــ اس میں ایک سو گیارہ آیتیں ہیں۔

عَنْ مُجَاهِدٍ مُتَّكَأً اَلْأُتْرُجُّ وَقَالَ فُضَيْلٌ اَلْأُتْرُجُّ بِالْحَبَشِيَّةِ مُتَكًا وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ مُجَاهِدٍ مُتَّكَأً كُلَّ شَيْءٍ قُطِعَ بِالسِّكِّينِ ـــ مجاہد سے روایت ہے مُتَّكَأً کا معنی اترنج ہے اور فضیل نے کہا اترنج حبشی زبان میں مُتَكًا کو کہتے ہیں۔ امام مجاہد ہی سے ایک روایت ہے مُتَّكَأً ہر وہ چیز ہے جو چھری سے کاٹی جائے ـــ سورۂ یوسف میں فرمایا تھا ـــ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً ـــ اور زلیخا نے مصر کی عورتوں کے لئے مسندیں تیار کیں۔ صحیح یہ ہے کہ اس آیت میں مُتَّكَأً سے مراد مسندیں ہیں مگر مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ اس سے مراد لیموں ہے ـــ اور کچھ لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو چھری سے کاٹی جائے۔

وَقَالَ قَتَادَةُ لَذُو عِلْمٍ عَامِلٌ بِمَا عَلِمَ ذو علم سے مراد یہ ہے کہ وہ عالم باعمل ہے ـــ وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ صُوَاعُ الْمَلِكِ الْفَارِسِيُّ الَّذِي يَلْتَقِي كَرْفَاهُ كَانَتْ تَشْرَبُ بِهِ الْأَعَاجِمُ ـــ صُواع کو فارسی میں مکوک کہتے ہیں جس کے اوپر کا حصہ تنگ ہوتا تھا جس میں عجمی پیتے تھے ـــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تُفَنِّدُونِ تُجَهِّلُونِ ـــ تم لوگ مجھے نادان نہ بتاؤ ـــ وَقَالَ غَيْرُهُ غَيَابَةٌ كُلُّ شَيْءٍ غَيَّبَ عَنْكَ شَيْئًا فَهُوَ غَيَابَةٌ ـــ جو چیز تیری چیز کو غائب کردے وہ غیابت ہے ـــ وَالْجُبُّ الرَّكِيَّةُ الَّتِي لَمْ تُطْوَ ـــ رکیۃ کے معنی کچا کنواں ـــ بِمُؤْمِنٍ لَنَا بِمُصَدِّقٍ لَنَا ـــ ہم پر یقین کرنے والا ـــ اَشُدَّهُ قَبْلَ اَنْ يَاخُذَ فِي النُّقْصَانِ يُقَالُ بَلَغَ اَشُدَّهُ وَبَلَغُوا اَشُدَّهُمْ وَقَالَ بَعْضُهُمْ وَاحِدُهَا ـــ شَدٌّ ـ اَشُدٌّ ـ عمر کی اس حد کو کہتے ہیں کہ ڈھلنی نہ شروع ہو اور بعضوں نے کہا اس کا واحد شَدٌّ ہے ـــ وَالْمُتَّكَاءُ مَا اتَّكَئْتَ عَلَيْهِ لِشَرَابٍ اَوْ لِحَدِيثٍ اَوْ لِطَعَامٍ وَاَبْطَلَ الَّذِي قَالَ اَلْأُتْرُجُّ وَلَيْسَ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ اَلْأُتْرُجُّ فَلَمَّا اُحْتُجَّ عَلَيْهِمْ بِاَنَّهُ الْمُتَّكَاءُ مِنْ نَمَارِقَ فَرُّوا اِلَى اَشَرَّ مِنْهُ فَقَالُوا اِنَّمَا هُوَ الْمُتْكُ سَاكِنَةُ التَّاءِ وَاِنَّمَا الْمُتْكُ طَرَفُ الْبَظْرِ وَمِنْ ذٰلِكَ قِيلَ لَهَا مُتْكَاءُ وَابْنُ الْمُتْكَاءِ فَاِنْ كَانَ ثَمَّ اُتْرُجٌّ فَاِنَّهُ بَعْدَ الْمُتَّكَاءِ ـــ

مُتَّكَاء وہ چیز ہے جس پر پینے یا بات کرنے یا کھانے کے لئے ٹیک لگایا جائے۔ اور جس نے یہ کہا تھا کہ متکار کا معنی لیموں ہے اس کو انھوں نے غلط قرار دیدیا اور کلام عرب میں اترنج آیا ہی نہیں جب یہ دلیل قائم کردی کہ یہ مسند ہے تو اس سے بدتر کی طرف انھوں نے فرار اختیار کیا اور کہا یہ مُتک ہے تارساکنہ حالانکہ مُتک شرمگاہ کے کنارے کو کہتے ہیں اسی لئے عورت کو مُتکاء کہا جاتا ہے اور مرد کو ابن المُتکاء۔ پس اگر وہاں لیموں تھا تو مسند کے بعد تھا ـــ

شَغَفَهَا يُقَالُ إِلَى شَغَافِهَا وَهُوَ غِلَافُ قَلْبِهَا وَأَمَّا شَعَفَهَا فَمِنَ الْمَشْعُوفِ ـــــ شَغَفَهَا ۔ کے معنی یہ ہے کہ اس کے دل کے پردے تک پہونچ گئی تھی لیکن تَشَعَّفَهَا کے معنی ہیں محبت میں دیوانہ ہونا ـــــ أَصْبُ أَمِلْ ـــــ میں جھکوں ـــــ أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ مَا لَا تَأْوِيلَ لَهُ وَالضِّغْثُ مِلْءُ الْيَدِ مِنْ حَشِيشٍ وَمَا أَشْبَهَهُ وَمِنْهُ خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا لَا مِنْ قَوْلِهِ أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ وَاحِدُهَا ضِغْثٌ ـــــ ایسا خواب جس کی تاویل نہیں اور ضغث کے معنی ایک مٹھا گھاس وغیرہ اسی سے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے ۔ اور اپنے ہاتھ میں جھاڑو لو یہ أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ سے نہیں، اس کا واحد ضِغْثٌ ہے ـــــ

امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ ضِغْث کے دو معنی ہیں ایک گھاس وغیرہ کا مٹھا دوسرے لایعنی بات، سورۂ یوسف میں جو فرمایا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ اس سے مراد ایسے خواب ہیں جن کی کوئی تعبیر نہیں، اور حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں جو آیا ہے خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا ـــــ اس سے مراد شاخوں کا مٹھا ہے ـــــ بَعِيرٍ مِيرَةٍ ـــــ غلہ لائیں گے ہم ـــــ وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ مَا يَحْمِلُ بَعِيرٌ ـــــ اور ہم ایک اونٹ کا بوجھ زیادہ لائیں گے ـــــ أَوَى إِلَيْهِ ضَمَّ إِلَيْهِ ـــــ اپنے سے چپکا لیا ـــــ السِّقَايَةُ مِكْيَالٌ ـــــ غلہ ناپنے کا پیمانہ ـــــ تَفْتَؤُ لَا تَزَالُ ـــــ ہمیشہ ـــــ حَرَضًا مُحْرِضًا يُذِيبُكَ الْهَمُّ ـــــ غم آپ کو گھلا دیگا ـــــ تَحَسَّسُوا تَخَبَّرُوا ـــــ تلاش کرو ـــــ مُزْجَاةٍ قَلِيلَةٍ تھوڑی ـــــ غَاشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ اللهِ عَامَّةٌ مُجَلِّلَةٌ ـــــ اللہ کے عذاب سے غاشیہ اس سزا کو کہتے ہیں جو سب کے لئے عام ہو ـــــ

## بَابُ قَوْلِهِ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ

جس عورت کے گھر میں وہ تھے اس نے انھیں اپنی طرف لبھایا اور دروازہ بند کر دیا اور کہا آؤ ۔

ص ۶۸۰

قَالَ عِكْرِمَةُ هَيْتَ لَكَ بِالْحَوْرَانِيَّةِ هَلُمَّ ۔ عکرمہ نے کہا هَيْتَ لَكَ ۔ حورانی لغت کا لفظ ہے اس کے معنی هَلُمَّ کے ہیں یعنی آؤ ـــــ وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ تَعَالَهْ ـــــ اور ابن جبیر نے کہا اس کے معنی ہیں آؤ ۔

۲۲۸۲ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ وَإِنَّمَا نَقْرَؤُهَا كَمَا عُلِّمْنَاهَا ۔

حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے یوں تلاوت کی قَالَتْ هَيْتَ لَكَ اور فرمایا جیسی مجھے تعلیم دی گئی ہے ویسی ہی میں اسے پڑھتا ہوں ۔

**تشریحات** ۲۲۸۲ قَالَتْ هَيْتُ لَكَ میں قرأتیں مختلف ہیں اور خود حضرت عبداللہ بن مسعود ہی سے تین قرأتیں مروی ہیں ایک هَيْتُ لَكَ یعنی ہ اور ت دونوں کو فتحہ دوسرے هَيْتُ، ت کو ضمہ اور تیسرے ہ کو کسرہ هِيْتَ ۔ جب ان سے عرض کیا گیا آپ ایسے کیوں پڑھتے ہیں؟ تو فرمایا مجھے اسی طرح تعلیم دی گئی ہے۔

**اقول وھوالمستعان**۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تینوں قرأتیں مروی ہیں لیکن خاص یہ روایت جو بخاری میں مذکور ہے۔ هَيْتُ لَكَ کے ساتھ ہے یعنی یہ جو فرمایا ایسا مجھ کو سکھایا گیا اور میں پڑھتا ہوں ہ کے فتحہ کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ مسند عبد بن حمید میں بطریق وائل مروی ہے، علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ اقویٰ ہے۔ مَثْوَاهُ مُقَامُهُ وَاَلْفَيَا وَجَدَا ۔ ان دونوں نے پایا ۔ اَلْفَوْا اٰبَاءَهُمْ وَاَلْفَنَا ۔ انھوں نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقے پر پایا۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ بَلْ عَجِبْتُ وَيَسْخَرُوْنَ ۔

**تشریحات** یہ آیت سورۂ صافات کی ہے اس کے پہلے تھا۔ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۔ بیشک ہم نے ان کو چپکی مٹی سے بنایا بلکہ تمہیں اچنبا آیا اور وہ ہنسی کرتے ہیں ۔ کفار مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کا انکار کرتے تھے اس پر یہ دلیل قائم فرمائی کہ ہم نے تم کو مٹی ہی سے پیدا فرمایا تو جب ایک بار ہم نے تم کو مٹی سے بنایا تو دوبارہ بنانے میں کیا اشکال ہے اس واضح برہان کے ہوتے ہوئے تم کو تعجب ہوتا ہے کہ کیسے بے عقل ہیں اتنی سی بات نہیں سمجھ پاتے اور وہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں اس آیت کو یہاں امام بخاری نے کس مقصد سے ذکر فرمایا ہے وہ سمجھ میں نہیں آیا، علامہ کرمانی نے فرمایا کہ صرف اس مناسبت سے ذکر فرمایا کہ جیسے قرأت مشہورہ هَيْتَ لَكَ ہے ہ کے فتحہ کے ساتھ مگر حضرت ابن مسعود کی ایک قرأت ہ کے ضمہ کے ساتھ اسی طرح یہاں عَجِبْتَ کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عَجِبْتُ پڑھتے تھے، اس پر اشکال یہ ہے کہ اب ترجمہ یہ ہوگا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ مجھے اچنبا آیا، اور اللہ تعالیٰ اچنبے سے منزہ ۔

علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ اب یہ متشابہات میں ہوگا اور مراد ایسا تعجب ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔ **اقول وھوالمستعان** ۔ اس کی تاویل یہ کی جاسکتی ہے کہ کفار کے انکار کی سخافت کی تاکید کے لئے اور ان کے عناد اور مکابرہ کو ابلغ وجوہ پر ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

**بَابُ** قَوْلِهٖ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاسْاَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر جب ان کے پاس قاصد آیا تو فرمایا اپنے مالک کے پاس پھر جاؤ اور اس سے ان عورتوں کا حال پوچھو جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ بیشک میرا پروردگار ان کے مکر کو جانتا ہے، اس نے ان عورتوں

قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ ص۶۸ سے پوچھا بولو کیا کہتی ہو جب تم نے یوسف کو لبھایا تھا عورتوں نے کہا حاشا للہ۔

وَحَاشَ وَحَاشَا تَنْزِيهٌ وَاسْتِثْنَاءٌ ـــ حاش اور حاشا پاکی ظاہر کرنے اور استثنار کے لئے ہے ـــ حَصْحَصَ وَضَحَ ـــ ظاہر ہوگیا۔

## سُوْرَةُ الرَّعْدِ ص۶۸۰ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۂ رعد کے بارے میں اختلاف ہے کہ مکی ہے یا مدنی، ایک قول یہ ہے کہ اس کی کچھ آیتیں مکی ہیں اور کچھ مدنی ـــ اور اس میں تینتالیس آیتیں ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ مَثَلُ الْمُشْرِكِ الَّذِيْ عَبَدَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا غَيْرَهٗ كَمَثَلِ الْعَطْشَانِ الَّذِيْ يَنْظُرُ اِلٰى خَيَالِهٖ فِي الْمَاءِ مِنْ بَعِيْدٍ وَهُوَ يُرِيْدُ اَنْ يَتَنَاوَلَهٗ وَلَا يَقْدِرُ ـــ فرمایا گیا تھا اس کی مثل اس شخص کے مثل ہے جو اپنی ہتھیلیوں کو پانی تک پھیلائے ہوئے ہے تاکہ منہ تک پانی لے جائے حالانکہ وہ نہیں لے جاسکتا، اس کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ اس مشرک کی مثل ہے جس نے اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو بھی پوجا جیسے وہ پیاسا جسے اپنے خیال میں بہت دور پانی نظر آئے اور اسے حاصل کرنا چاہے اور حاصل نہ کرسکے۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ سَخَّرَ ذَلَّلَ ـــ تابع کردیا ـــ مُتَجَاوِرَاتٌ مُتَدَانِيَاتٌ ـــ قریب قریب الْمُثُلَاتُ وَاحِدُهَا مَثُلَةٌ وَهِيَ الْاَشْبَاهُ وَالْاَمْثَالُ وَقَالَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مُثُلَات ـــ مُثُلَة کی جمع ہے اس کے معنیٰ ہم شکل ہم جنس کے ہیں، ارشاد فرمایا، مگر ان کے دنوں کے مثل جو گذر گئے ـــ بِمِقْدَارٍ بِقَدَرٍ ـــ اندازہ ـــ مُعَقِّبَاتٌ مَلَائِكَةٌ حَفَظَةٌ تُعَقِّبُ الْاُوْلٰى مِنْهَا الْاُخْرٰى وَمِنْهُ قِيْلَ الْعَقِيْبُ يُقَالُ عَقَبْتُ فِيْ اِثْرِهٖ ـــ معقبات سے مراد انسانوں کی حفاظت کرنے والے وہ فرشتے ہیں کہ ایک گروہ کے بعد دوسرے آتے ہیں۔ اسی سے عقیب مشتق ہے کہتے ہیں۔ عَقَبْتُ فِيْ اِثْرِهٖ ـــ میں اس کے نشان قدم کے پیچھے آیا ـــ اَلْحَالُ الْعُقُوْبَةُ ـــ ـــ كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاءِ لِيَقْبِضَ عَلَى الْمَاءِ ـــ جیسے پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے تاکہ پانی حاصل کرلے ـــ رَابِيًا مِنْ رَبَا يَرْبُوْا ـــ ابھر آیا ـــ وَمَتَاعٍ زَبَدُ الْمَتَاعُ مَا تَمَتَّعْتَ بِهٖ۔ متاع اسے کہتے ہیں جس سے نفع حاصل کرے تو ـــ جُفَاءً اَجْفَأَتِ الْقِدْرُ اِذَا غَلَتْ فَعَلَاهَا الزَّبَدُ ثُمَّ تَسْكُنُ فَيَذْهَبُ الزَّبَدُ بِلَا مَنْفَعَةٍ فَكَذٰلِكَ يُمَيِّزُ الْحَقَّ مِنَ الْبَاطِلِ ـــ جفاء کے معنی جھاگ ہے جو بہہ جاتے بولتے ہیں ـــ اَجْفَأَتِ الْقِدْرُ ـــ جب ہانڈی ابلنے لگے اور اس کے اوپر جھاگ آئے پھر ابال ختم ہوجائے تو جھاگ ختم ہوجاتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ حق کو باطل

سے تمیز دیتا ہے ـــــ اَلْمِهَادُ اَلْفِرَاشُ ـــ بچھونا ـــــ یَدْرَؤُنَ یَدْفَعُوْنَ وَرَأَتْهُ دَفَعَتْهُ ـــــ یَدْرَؤُن کے معنی ہیں دور کرتے ہیں ـــــ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ اَیْ یَقُوْلُوْنَ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ ـــــ یعنی سَلَامٌ عَلَیْکُمْ کہتے ہیں ـــــ وَاِلَیْهِ مَتَابِ تَوْبَتِیْ ـــ اشارہ فرمایا کہ متاب مصدر میمی ہے۔ ـــــ اَفَلَمْ یَایْئَسْ لَمْ یَتَبَیَّنْ ـــــ کیا ظاہر نہیں ہوا ـــــ قَارِعَةٌ دَاهِیَةٌ ـــــ دہشت میں ڈالنے والی ـــــ فَامْلَیْتُ اَطْلُبُ مِنَ الْمَلِیِّ وَالْمَلَاوَةِ وَمِنْهُ مَلِیًّا وَیُقَالُ لِلْوَاسِعِ الطَّوِیْلِ مِنَ الْاَرْضِ مَلْأٌ مِنَ الْاَرْضِ ـــــ فَامْلَیْتُ کے معنی ہیں میں نے اس کو دراز کیا اس کا مصدر مَلِیٌّ اور مَلَاوَہ ہے اسی سے مَلِیًا ہے، لمبی چوڑی زمین کو کہتے ہیں ـــــ مَلْأٌ مِنَ الْاَرْضِ ـــــ اَشَقُّ اَشَدُّ مِنَ الْمَشَقَّةِ ـــــ اشق کے معنی زیادہ سخت ہے ـــــ مُعَقِّبٌ مُغَیِّرٌ ـــــ بدلنے والا ـــــ قَالَ مُجَاهِدٌ مُتَجَاوِرَاتٌ طَیِّبُهَا وَخَبِیْثُهَا السِّبَاخُ ـــــ یعنی ان کی اچھی اور بری قابل کاشت اور بنجر زمین، سباخ معنی بنجر زمین ـــــ صِنْوَانٌ النَّخْلَتَانِ اَوْ اَکْثَرُ فِیْ اَهْلِ وَاحِدٍ جڑواں یعنی دو یا دو سے زیادہ کھجور کے تنے ایک جڑ سے نکلے ہوئے ـــــ وَغَیْرُ صِنْوَانٍ وَحْدَهَا ـــ ایک جڑ سے ایک تنا ـــــ بِمَاءٍ وَاحِدٍ کَصَالِحِ بَنِیْ اٰدَمَ وَخَبِیْثِهِمْ اَبُوْهُمْ وَاحِدٌ ـــــ جیسے بنی آدم کے نیک اور بد حالانکہ ان کے باپ ایک ہیں ـــــ اَلسَّحَابُ الثِّقَالُ الَّذِیْ فِیْهِ الْمَاءُ ـــــ بوجھل بادل جس میں پانی ہے ـــــ کَبَاسِطِ کَفَّیْهِ یَدْعُوْ الْمَاءَ بِلِسَانِهٖ وَلَیْسَ یَبْلُغُ اِلَیْهِ بِیَدِهٖ فَلَا یَاْتِیْهِ اَبَدًا ـــــ جیسے اپنا ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے پانی کو اپنی زبان سے بلاتا اور اس کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے مگر وہ اس کے پاس کبھی بھی نہیں آئے گا ـــــ سَالَتْ اَوْدِیَةٌ بِقَدَرِهَا تَمْلَأُ بَطْنَ وَادٍ ـــــ نالے کے پیٹ کو بھر دیتی ہے ـــــ زَبَدًا رَابِیًا زَبَدُ السَّیْلِ خُبْثُ الْحَدِیْدِ وَالْحِلْیَةِ ـــــ جھاگ اوپر اوپر زبدٌ کے معنی سیلاب کی جھاگ، لوہے اور زیور کی میل کے ہیں ـــــ

## سُوْرَةُ اِبْرَاهِیْمَ ص ۶۸۱ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۂ ابراہیم مکی ہے مگر یہ آیۂ کریمہ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ کُفْرًا ـــ اور اس کے بعد والی آیت ـــ اس میں باون آیتیں ہیں۔

بَابٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا ہادی سے مراد حق کی دعوت دینے والے ہیں۔ هَادٍ دَاعٍ ـــ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ صَدِیْدٌ قَیْحٌ وَدَمٌ ـــــ مجاہد نے کہا صدید کے معنی پیپ اور خون ـــــ وَقَالَ ابْنُ عُیَیْنَةَ اُذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ ـ اَیَادِیَ اللّٰهِ عِنْدَکُمْ وَاٰیَامَهٗ ـــــ تم پر جو اللہ کے احسان ہیں اس کو یاد کرو۔ اور جن دنوں میں احسان ہوا ہے۔ اس کو یاد کرو ـــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مِنْ کُلِّ مَا سَئَلْتُمُوْهُ رَغِبْتُمْ اِلَیْهِ فِیْهِ ـــــ جو کچھ بھی تم مانگو جس کی تمہیں خواہش ہو ـــــ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا

تَلْتَمِسُوْنَ لَهَا عِوَجًا ـــ اسمیں کجی تلاش کرتے ہو ـــ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ اَعْلَمَكُمْ اَذَنَكُمْ ـــ اور یاد کرو جب تمہارے رب نے تم کو خبردار کیا ـــ رَدُّوْا اَيْدِيَهُمْ فِيْ اَفْوَاهِهِمْ هٰذَا مَثَلُ كَفُّوْا عَمَّا اُمِرُوْا بِهٖ ـــ انھوں نے اپنے ہاتھوں کو اپنے مونھوں میں ڈال لیا یعنی جس کے کرنے کا حکم دیا اسے نہیں کیا ـــ مَقَامِیْ ۔ حَيْثُ يُقِيْمُهُ اللّٰهُ بَيْنَ يَدَيْهِ ـــ جہاں اسے اللہ اپنے حضور کھڑا کرے گا ـــ مِنْ وَرَائِهٖ قُدَّامَهٗ لَكُمْ ـــ مراد یہ ہے کہ اپنے سامنے ـــ تَبَعًا وَاحِدُهَا تَابِعٌ مِثْلُ غَيْبٌ وَغَائِبٌ ـــ تَبَعٌ تابع کی جمع ہے جیسے غائب کی جمع غَيْبٌ بِمُصْرِخِكُمْ اِسْتَصْرَخَنِيْ اِسْتَغَاثَنِيْ يَسْتَصْرِخُهٗ مِنَ الصُّرَاخِ ـــ تمہاری فریاد سننے والا ـــ اِسْتَصْرَخَنِيْ کے معنی ہیں اس نے میری فریاد سنی ـــ يَسْتَصْرِخُهٗ ۔ یہ صراخ سے بنا ہے ـــ وَلَا خِلَالَ مَصْدَرُ خَالَلْتُهٗ خِلَالًا وَيَجُوْزُ اَيْضًا جَمْعُ خُلَّةٍ وَخِلَالٍ ـــ اور نہ دوستی ہوگی یہ خَالَلْتُهٗ کا مصدر ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے خُلَّہ اور خِلَال کی جمع ہو معنی میں دوستی کے ـــ اِجْتُثَّتْ اِسْتُوْصِلَتْ یعنی اس کو جڑ سے کاٹ دیا۔

## سُوْرَةُ الْحِجْرِ ص ۶۸۲ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ سورۃ مکی ہے، اس میں ننانوے آیتیں ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ اَلْحَقُّ يَرْجِعُ اِلَى اللّٰهِ وَعَلَيْهِ طَرِيْقُهٗ ـــ صراط سے مراد راہِ حق ہے جو اللہ تک پہونچائے ـــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَعَمْرُكَ لَعَيْشُكَ تیری زندگی کی قسم قَوْمٌ مُنْكَرُوْنَ اَنْكَرَهُمْ لُوْطٌ ـــ انجانے لوگ جنھیں حضرت لوط نے نہیں پہچانا ـــ وَقَالَ غَيْرُهٗ كِتَابٌ مَعْلُوْمٌ اَجَلٌ ـــ جس کی میعاد معلوم ہے ـــ لَوْمَا تَاْتِيْنَا هَلَّا تَاْتِيْنَا یعنی لَوْمَا تخصیص کے لئے ہے ـــ شِيَعُ اُمَمٌ وَالْاَوْلِيَاءُ ـــ قومیں اور مددگار ـــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُهْرَعُوْنَ مُسْرِعِيْنَ ـــ اور ابن عباس نے فرمایا دوڑتے ہوئے گئے ـــ لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ لِلنَّاظِرِيْنَ ـــ دیکھنے والوں کے لئے ـــ قَالَ سُكِّرَتْ غُشِّيَتْ ـــ ان پر بے ہوشی طاری ہوگئی ـــ بُرُوْجًا مَنَازِلَ لِلشَّمْسِ وَالْقَمَرِ ـــ سورج اور چاند کی منزلیں ـــ لَوَاقِحَ ـ مَلَاقِحَ ـــ مُلْقِحَةٌ ـــ حمل والی ـــ حَمَاٍ ـ جماعة حَمَاَةٍ ـــ وَهُوَ الطِّيْنُ الْمُتَغَيِّرُ ـــ حَمَاٌ ۔ حماۃ کی جمع ہے جس کے معنی بودار گارا۔ کیچڑ ـــ وَالْمَسْنُوْنُ ۔ الْمَصْبُوْبُ ـــ سیاہ رنگ ـــ تَوْجَلْ ۔ تَخَفْ ـــ ڈرتا ہے تو ـــ دَابِرٌ آخِرٌ ـــ دابر کے معنی پچھلا ـــ اَلْاِمَامُ ـــ كُلُّ مَا ائْتَمَمْتَ وَاهْتَدَيْتَ بِهٖ ـــ جس کی تو اقتدار کرے ۔ جس کا طریقہ اختیار کرے ـــ اَلصَّيْحَةُ اَلْهَلَكَةُ ۔

**بَابٌ** قَوْلُهٗ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ص ۶۸۳ — اور بیشک ہم نے تم کو سات آیتیں دیں جو دہرائی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن۔

۲۲۸۳ حَدَّثَنَا سَعِيدُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمُّ الْقُرْآنِ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ۔

239

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ام القرآن، سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے۔

**بَابُ قَوْلِهِ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ** ص ۶۸۳ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر جن لوگوں نے قرآن کو تکا بوٹی کر ڈالا۔

الْمُقْسِمِينَ الَّذِينَ حَلَفُوا وَمِنْهُ لَا أُقْسِمُ إِلَى أُقْسِمُ وَيُقْرَأُ لَأُقْسِمُ ــــ یعنی جن لوگوں نے قسم کھائی اور اسی کے مادے سے بنا ہے لَا أُقْسِمُ جو معنی میں أُقْسِمُ کے ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں یعنی اس میں لا زائد ہے۔ ایک قرارت لَأُقْسِمُ بھی ہے لام تاکید کے ساتھ ــــ فَاسْمَهُمَا حَلَفَ لَهُمَا وَلَمْ يَحْلِفَا لَهُ ــــ یعنی شیطان نے حضرت آدم و حوا کے سامنے قسم کھائی ــــ افادہ ــــ یہ فرمایا کہ باب مفاعلت مجرد کے معنی میں ہے ــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَقَاسَمُوا تَحَالَفُوا ــــ امام مجاہد نے فرمایا کہ باب تفاعل میں اس کے معنی تشارک ہے ــــ

سُورَةُ النَّحْلِ ص ۶۸۳ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

سورۂ نحل مکی ہے البتہ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ، سے آخر تک کی آیتیں مدنی ہیں اس میں اور بھی اقوال ہیں۔ اس سورت میں ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) آیتیں ہیں۔

"رُوحُ الْقُدُسِ جِبْرِيلُ" روح القدس سے مراد جبرئیل ہیں۔ ارشاد ہے "اسے روح امین نے اتارا" ــــ فِي ضَيْقٍ يُقَالُ أَمْرٌ ضَيْقٌ وَضَيِّقٌ مِثْلُ هَيْنٍ وَهَيِّنٍ وَلَيْنٍ وَلَيِّنٍ وَمَيْتٍ وَمَيِّتٍ ــــ ضَيْقٌ کے معنی تنگی کے ہیں اس میں دو لغتیں ہیں یا کے سکون کے ساتھ ضَيْقٌ اور یا کی تشدید کے ساتھ ــــ ضَيِّقٌ ــــ جیسے هَيْنٌ اور هَيِّنٌ اور لَيْنٌ اور لَيِّنٌ اور مَيْتٌ اور مَيِّتٌ ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِي تَقَلُّبِهِمْ اخْتِلَافِهِمْ ــــ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تقلب سے مراد ان کا شہر بہ شہر آنا جانا ہے ــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَمِيدُ تَكُفُّ ــــ انھیں جھکاتی ہے ــــ مُفْرَطُونَ مَنْسِيُّونَ ــــ وہ بھلا دیئے جائیں گے ــــ وَقَالَ غَيْرُهُ فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ هٰذَا مُقَدَّمٌ وَمُؤَخَّرٌ وَذٰلِكَ أَنَّ الِاسْتِعَاذَةَ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَمَعْنَاهَا الِاعْتِصَامُ بِاللّٰهِ ــــ اور ان کے علاوہ نے کہا۔ کہ آیۃ کریمہ "جب تو قرآن پڑھے تو اللہ کی پناہ مانگ" میں تقدم و تاخر ہے اس لئے کہ استعاذہ قرارت سے پہلے ہے اور آیت میں قرارت کا ذکر پہلے ہے استعاذہ کے معنی ہیں اللہ کی پناہ لینا۔

لیکن حقیقت میں آیت میں تقدم وتاخر نہیں قرارت سے مراد ارادۂ قرارت ہے اور مجاز شائع وذائع ہے۔ مثلاً آیت وضو میں فرمایا ــــ اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ ــــ یعنی جب نماز پڑھنا چاہو تو اپنے چہروں کو دھوو ــــ شَاکِلَتِہٖ تَاجِیَّتِہٖ ــــ اپنے طریقہ پر ــــ قَصْدُ السَّبِیْلِ ــــ البیان ــــ بیان کرنا ــــ الدَّفُّ مَا اسْتَدَّ فَاْتَ ــــ جس سے تو گرمی حاصل کرے ــــ تُرِیْحُوْنَ بِالْعَشِیِّ ــــ شام کرتے ہو ــــ وَتَسْرَحُوْنَ بِالْغَدَاۃِ ــــ اور صبح کرتے ہو۔ بِشِقٍّ یَعْنِیْ الْمَشَقَّۃَ اِلَّا بِخَرْقٍ تَنَقُّصٍ ــــ نقصان اٹھا کر ــــ اَلْاَنْعَامُ لِعِبْرَۃٌ وَھِیَ تُؤَنَّثُ وَتُذَکَّرُ وَکَذٰلِکَ النَّعَمُ اَلْاَنْعَامُ جَمَاعَۃُ النَّعَمِ ــــ انعام مذکر بھی استعمال کیا جاتا ہے اور مؤنث بھی اور ایسی ھِیَ النَّعِیْمِ ــــ الانعام نعم کی جمع ہے بمعنی چوپایہ ــــ سَرَابِیْلَ قُمُصٌ ــــ کرتے ــــ تَقِیْکُمُ الْحَرَّ ــــ جو تم کو گرمی سے بچاتا ہے ــــ واما سرابیل تقیکم باسکم فانھا الدروع ــــ وہ کرتے جو تمہاری لڑائی میں حفاظت کرتے ہیں زرہیں، ہیں ــــ دَخَلًا بَیْنَکُمْ کُلُّ شَیْءٍ لَمْ یَصِحَّ فَھُوَ دَخَلٌ ــــ جو چیز درست نہ ہو وہ دخل ہے ــــ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَفَدَۃٌ مِنْ وَلَدِ الرَّجُلِ ــــ ابن عباس نے کہا آدمی کی اولاد کو حفید کہا جاتا ہے ــــ السَّکَرُ مَا حُرِّمَ مِنْ ثَمَرَتِھَا ــــ نشہ آور جو حرام ہو ــــ وَالرِّزْقُ الْحَسَنُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ ــــ اچھی روزی وہ ہے جسے اللہ نے حلال فرمایا ہے ــــ وَقَالَ ابْنُ عُیَیْنَۃَ عَنْ صَدَقَۃَ اَنْکَاسًا ھِیَ خَرْقَاءُ کَانَتْ اِذَا اُبْرِمَتْ غَزْلَھَا نَقَضَتْہُ ــــ ٹکڑے ٹکڑے کرنا یہ خرقاء نامی عورت تھی جو سارا دن سوت کاتتی اور شام کے وقت توڑ کر پھینک دیتی ــــ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَلْاُمَّۃُ مُعَلِّمُ الْخَیْرِ ــــ امت سے مراد بھلائی سکھانے والے ہیں ــــ وَالْقَانِتُ الْمُطِیْعُ ــــ قانت کے معنی فرمانبردار کے ہیں ــــ

## سُوْرَۃُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ صـ۶۸۳ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس کا نام سورۂ اسراء اور سورۂ سبحان بھی ہے۔ وَاِنْ کَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَکَ سے نَصِیْرًا تک آٹھ آیتوں کے سوا یہ سورۃ مکی ہے جیسا کہ قتادہ نے کہا علامہ بیضاوی نے یقینی طور پر کہا کہ یہ پوری سورۃ مکی ہے اس میں ایک سو دس آیتیں بصری ہیں ایک سو گیارہ کوفی۔

**حدیث ۲۲۸۴** سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وَالْکَھْفِ وَمَرْیَمَ اِنَّھُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْاُوَلِ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے بنی اسرائیل، کہف، مریم کے بارے میں فرمایا کہ یہ اعلیٰ درجہ کی ہیں اور ان کو میں نے بہت

## وَهُنَّ مِنْ تِلَادِیْ علہ

پہلے یاد کر لیا ہے۔

**تشریحات** سورۃ الانبیاء اور فضائل القرآن میں ان تینوں سورتوں کے ساتھ الانبیاء کا اضافہ ۲۲۸۴ ہے۔ العقاق، عقیق کی جمع ہے بمعنی عمدہ۔ اُوَل، اُوْلیٰ کی جمع ہے مراد یہ ہے۔ ان سورتوں کی خصوصیتیں یہ ہیں کہ ان میں ایسے قصص مذکور ہیں جو بڑے عجیب وغریب اور معجزانہ ہیں مثلاً اسرار یہودیوں کی تباہی اصحاب کہف کا واقعہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے حالات ذوالقرنین کا ذکر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور انبیائے کرام ایمان افروز حالات تلاد کے معنی ہیں کہ میں نے پہلے ان کو یاد کیا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فَسَیُنْغِضُوْنَ یَھُزُّوْنَ ــــ ہلاتے ہیں ــــ وَقَالَ غَیْرُہٗ نَغَضَتْ سِنُّكَ اِیْ تَحَرَّكَتْ ــــ تیرا دانت ہل گیا ــــ وَقَضَیْنَا اِلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَخْبَرْنَاھُمْ اَنَّھُمْ سَیُفْسِدُوْنَ ــــ وَالْقَضَاءُ عَلٰی وُجُوْہٍ وَقَضٰی رَبُّكَ اَمَرَ رَبُّكَ وَمِنْہُ الْحُكْمُ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَھُمْ وَمِنْہُ الْخَلْقُ فَقَضَاھُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ ــــ اور ہم نے بنی اسرائیل کو خبر دی کہ وہ عنقریب فساد مچائیں گے اور قضیٰ کے کئی معنی ہیں۔ ایک حکم کرنا ارشاد ہے۔ وَقَضٰی رَبُّكَ یعنی تیرے رب نے حکم دیا، اور ایک فیصلہ کرنا ہے ارشاد ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَھُمْ ــــ بے شک تیرا پروردگار ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ اور ایک پیدا کرنا ہے ارشاد ہے ــــ فَقَضَاھُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ ــــ تو انھیں سات آسمان بنا دیا ــــ نَفِیْرًا مَنْ یَنْفِرُ مَعَہٗ ــــ جو لڑنے کے لئے ساتھ چلیں ــــ وَلِیُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا ــــ شہروں پر غالب آکر انھیں برباد کر دیں ــــ حَصِیْرًا مَحْبِسًا مَحْصَرًا ــــ جیل خانہ ــــ فَحَقَّ وَجَبَ ــــ لازم ہو گیا ــــ مَیْسُوْرًا لَیِّنًا ــــ نرم آسان ــــ خَطَاءً اِثْمًا وَھُوَ اسْمٌ مِنْ خَطِئَ وَالْخَطَاءُ مَفْتُوْحٌ مَصْدَرُہٗ مِنَ الْاِسْمِ خَطِئَ بِمَعْنٰی اَخْطَاَ ــــ خَطَاءً کے معنی گناہ یہ خَطِئَ کا اسم مصدر ہے اور اَلْخَطَاءُ مفتوح اس کا مصدر ہے معنی میں گناہ کے ــــ خَطِئَ اَخْطَاَ کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی متعدی ــــ لَنْ تَخْرِقَ لَنْ تَقْطَعَ ــــ ہرگز نہیں پھاڑے گا ہرگز نہیں کاٹے گا ــــ وَاِذْھُمْ نَجْوٰی مَصْدَرٌ مِنْ نَاجَیْتُ فَوَصَفَھُمْ بِھَا وَالْمَعْنٰی یُنَاجُوْنَ ــــ نَجْوٰی، نَاجَیْتُ کا مصدر ہے بمعنی اسم فاعل اس لئے صفت واقع ہوا،

---

علہ سورۃ الانبیاء ص۶۹۳ فضائل القرآن باب تالیف القرآن ص۴۷

مراد یہ ہے کہ وہ آپس میں سرگوشی کرتے ہیں ـــــ رُفَاتًا حُطَامًا ـــــ ایندھن بنا دینا ـــــ وَاسْتَفْزِزْ اِسْتَخِفَّ ـــــ ہلکا کرنا ـــــ بِخَيْلِكَ الْفُرْسَانُ وَالرَّجُلِ وَالرِّجَالَةُ وَاحِدُهَا رَاجِلٌ مِثْلُ صَاحِبٍ وَحَجَبٍ وَتَاجِرٍ وَتَجَرٍ ـــــ اپنے سواروں اور پیادوں کو اور ـــ رِجَالَةٌ رَاجِلٌ کی جمع ہے جیسے صَاحِبٌ کی حَجَبٌ اور تَاجِرٌ کی تَجَرٌ ـــــ حَاصِبًا الرِّيحُ الْعَاصِفُ وَالْحَاصِبُ اَيْضًا مَا تَرْمِي بِهِ الرِّيحُ وَمِنْهُ حَصَبُ جَهَنَّمَ يُرْمٰى بِهٖ فِيْ جَهَنَّمَ هُوَ حَصَبُهَا وَيُقَالُ حَصَبَ فِي الْاَرْضِ ذَهَبَ وَالْحَصَبُ مُشْتَقٌّ مِنَ الْحَصْبَاءِ وَالْحِجَارَةِ ـــــ حَاصِبًا آندھی نیز وہ چیز ہیں جسے ہوا اڑا کر لاتی ہے اور اسی سے حَصَبُ جہنم ہے یعنی وہ چیزیں جو جہنم میں پھینکی جائیں کی کہا جاتا ہے۔ حَصَبَ فِي الْاَرْضِ زمین میں گیا، اور اَلْحَصَبُ، حصباء اور الحجارۃ سے مشتق ہے ـــــ حَصْبَاء کے معنی کنکری ہے۔ کیونکہ تیز ہوائیں کنکریوں کو اڑاتی ہیں اس لئے ان کو حصبا کہا جاتا ہے ـــــ والحجارۃ کا عطف حصباء پر تفسیری ہے یہ اس افادہ کے لئے کہ حصباء سے مراد کنکری ہے یہ مطلب نہیں کہ حصب حجارۃ سے مشتق ہے ـــــ اَللّٰهُمَّ مگر یہ کہا جائے کہ اشتقاق سے مراد اشتقاق اکبر ہے ـــــ تَارَةً مَرَّةً وَجَمَاعَتُهُ تِيَرٌ وَتَارَاتٌ ـ ایک مرتبہ کبھی ـــــ لَاَحْتَنِكَنَّ لَاَسْتَاصِلَنَّهُمْ يُقَالُ اِحْتَنَكَ فُلَانٌ مَا عِنْدَ فُلَانٍ مِنْ عِلْمٍ اِسْتَقْصَاهُ ـــــ ضرور بالضرور جڑ سے اکھاڑ دوں گا کہتے ہیں ـــ احتنک فلان ما عند فلانٍ من علمٍ ـــــ یعنی فلاں نے فلاں کے سارے علوم حاصل کر لئے ـــــ طَائِرَهٗ حَظُّهٗ ـــــ اس کی قسمت ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كُلُّ سُلْطَانٍ فِي الْقُرْاٰنِ فَهُوَ حُجَّةٌ ـــــ قرآن میں جہاں کہیں لفظ سلطان آیا ہے اس کے معنی حجت کے ہیں ـــــ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ لَمْ يُحَالِفْ اَحَدًا ـــــ کمزوری کی وجہ سے کسی کو حامی نہیں بنایا، کسی سے عقد حلف نہیں کیا ـــــ قَاصِفًا رِيحٌ تَقْصِفُ كُلَّ شَيْءٍ وہ آندھی جو ہر چیز کو برباد کر دے۔

## بَابُ قَوْلِهٖ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ ص ۶۸۴

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان بیشک ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی۔

كَرَّمْنَا وَاَكْرَمْنَا وَاحِدٌ ـــــ دونوں کے معنی ایک ہیں ـــــ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ عَذَابَ الْحَيٰوةِ وَعَذَابَ الْمَمَاتِ ـــــ یعنی دنیا و آخرت کی عذاب کا دونا ـــــ خِلَافَكَ وَخَلْفَكَ سَوَاءٌ ـــــ خلاف اور خلف کے معنی ایک ہیں یعنی آپ کے پیچھے ـــــ وَنَاٰى تَبَاعَدَ ـــــ دور ہوا ـــــ شَاكِلَتِهٖ نَاحِيَتِهٖ وَهِيَ مِنْ شَكَلَتُهٗ ـــــ اپنے طریقے پر یہ شکلتہ سے ہے ـــــ صَرَّفْنَا وَجَّهْنَا ـــــ ہم نے واضح کر دیا ـــــ قَبِيْلًا مُعَايَنَةً وَمُقَابَلَةً وَقِيْلَ الْقَابِلَةُ لِاَنَّهَا مُقَابِلَتُهَا وَتَقْبُلُ وَلَدَهَا ـــ قَبِيْلًا کے معنی سامنے دایہ کو قابلہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنا منہ بچے کے سامنے کرتی ہے ـــــ

خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ اَنْفَقَ الرَّجُلُ اَمْلَقَ وَنَفَقَ الشَّيْءُ ذَهَبَ ـــــ محتاجی کے ڈر سے۔ اَنْفَقَ الرجل کے معنی ہیں خرچ کر ڈالا، محتاج ہوا اور نَفَقَ الشَّيْءُ کے معنی ہیں وہ چیز چلی گئی ـــــ قَتُوْرًا مقترا ـــــ بخیل ـــــ لِلْاَذْقَانِ مجتمع اللحیین وَالْوَاحِدُ ذَقَنٌ ـــــ ٹھوڑی، دونوں جبڑوں کے ملنے کی جگہ یہ ذقن کی جمع ہے ـــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَوْفُوْرًا وَافِرًا ـــــ بکثرت ـــــ تَبِيْعًا تأثرا ـــــ بدلہ لینے والا ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَصِيْرًا ـــــ اور ابن عباس نے کہا تبیع کے معنی مددگار کے ہیں ـــــ خَبَتْ طَفِئَتْ ـــــ بجھ گئی ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَاتُبَذِّرْ لَاتُنْفِقْ فِي الْبَاطِلِ ـــــ باطل میں خرچ مت کر ـــــ اِبْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ـــــ رحمت سے مراد روزی ہے ـــــ مَثْبُوْرًا ملعونا ـــــ لعنت کیا ہوا ـــــ لَاتَقْفُ لَاتَقُلْ ـــــ مت کہہ ـــــ فَتَيَمَّمُوْا ـــــ ارادہ کیا ـــــ يُزْجِيْ الْفُلْكَ يجري الفلك ـــــ کشتیوں کو بڑھاتی ہے ـــــ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ اَلْوُجُوْهُ ـــــ منہ کے بل گر پڑتے ہیں ـــــ

**بَابُ** قَوْلِهٖ وَاِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا ص ۶۸۴

اور جب ہم ارادہ فرماتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کریں تو اس کے مالداروں کے دل میں ڈال دیتے ہیں۔

**۲۲۸۵ حدیث** عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ لِلْحَيِّ اِذَا كَثُرُوْا فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَمْرُ بَنِيْ فُلَانٍ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا جب کسی قبیلے والوں کی تعداد زمانۂ جاہلیت میں بہت ہو جاتی۔ تو ہم کہتے تھے اَمْرُ بَنِيْ فُلَانٍ۔ بنی فلاں کا معاملہ بہت بڑھ گیا۔

**بَابُ** قَوْلِهٖ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ص ۶۸۵

فرما دو ان لوگوں کو بلاؤ جن کو اللہ کے سوا اپنا معبود گمان کرتے تھے۔ وہ تکلیف تمہاری دور کرنے اور پھیرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔

**۲۲۸۶ حدیث** عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ قَالَ كَانَ نَاسٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعْبُدُوْنَ نَاسًا مِّنَ الْجِنِّ فَاَسْلَمَ الْجِنُّ وَتَمَسَّكَ هٰؤُلَاءِ بِدِيْنِهِمْ۔ زَادَ الْاَشْجَعِيُّ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آیۂ کریمہ اولٰئک الذین یبتغون الی ربھم الوسیلۃ وہ لوگ جس کو پکارتے ہیں وہ خود اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈھتے ہیں۔ کے بارے میں فرمایا کہ کچھ انسان کچھ جنوں کی پرستش کرتے تھے یہ جن

عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ۔

مسلمان ہو گئے اور وہ انسان اپنے باطل طریقہ پر رہے

۲۲۸۶

**تشریح** حضرت امام بخاری نے اس حدیث پر دو باب قائم کیا ایک آیہ کریمہ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ــــ فرمادو۔ پکارو انھیں جنھیں تم نے معبود گمان کیا وہ تکلیف دور کرنے اور پھیرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ دوسرا باب اس آیت پر قائم کیا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ ــــ یہ لوگ جنھیں پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب تک پہونچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔

پہلے باب میں زَادَ الْاَشْجَعِيُّ کہہ کر یہ افادہ فرمایا کہ انھوں نے بطریق اعمش جو روایت کی ہے اس میں ابتدا میں قال عبداللہ کے بعد اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ نہیں بلکہ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حدیث میں جو قصہ مشہور ہے اس سے یہ آیت متعلق ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ انسانوں کے کچھ مشرکین جنوں کو پوجتے تھے وہ مسلمان ہو گئے۔ مگر مسلمان ہونے کے بعد بھی مصیبت یا بلائیں دور کرنے کی ان کو قدرت نہیں مشرکین اب بھی انھیں پوجتے ہیں اور مصیبتوں میں انھیں پکارتے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے انھیں مصیبت دور کرنے اور بلائیں ٹالنے کی قدرت نہیں عطا فرمائی ہے یعنی خاص ان جنوں کو۔ اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ نے کسی نبی ولی کو مصیبتیں دور کرنے بلائیں ٹالنے کا اختیار نہیں دیا ہے۔ یہاں بات خاص ان جنوں کی ہو رہی ہے جنھیں مشرکین پوجتے تھے کچھ مخصوص افراد کو عالم میں تصرف کی قدرت نہ ملنا اس کی دلیل کہاں کہ کسی کو بھی نہیں ملتی ہے اصل حدیث کی بنا پر یہ قصہ متعلق ہے آیہ کریمہ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ سے اب مطلب یہ ہوا کہ وہ جن جنھیں مشرکین پوجتے ہیں مسلمان ہونے کے بعد اللہ تک پہونچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ کون سا وسیلہ اللہ تک پہونچنے کا ہے اور ان میں کون قریب تر ہے اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تک پہونچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرنا اور وسیلہ اختیار کرنا شرک نہیں بلکہ صحابۂ کرام کا طریقہ ہے کیونکہ یہ جن مسلمان ہونے کے بعد صحابی کے مرتبہ پر فائز تھے۔ وسیلہ کو شرک کہنا صحابۂ کرام کو مشرک بنانا ہے بلکہ بنظر دقیق اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی۔ اس لئے کہ اللہ عزوجل نے وسیلہ تلاش کرنے کا ذکر بطور تعریف فرمایا ہے جس سے پسندیدگی ثابت ہوتی ہے اور شرک پسند کرنا بھی شرک۔ پھر جب اس کو اللہ عزوجل نے پسند فرمایا تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ضرور پسند فرمایا۔ اب لازم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مشرک ہوئے ــــ خلاصہ کلام یہ نکلا کہ اللہ عزوجل تک پہونچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرنا، اختیار کرنا شرک نہیں۔ اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے اگر یہ ناپسند ہوتا تو اسے ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ ضرور رد فرماتا اور اپنے ان بندوں کی اصلاح فرماتا۔

**بَابُ قَوْلِهٖ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا** — اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ۔ ص ۶۸۶

**۲۲۸۷ حدیث** عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا قَالَ

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں ولا تجھر بصلاتك یہ اس وقت نازل ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ

نَزَلَتْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُخْتَفٍ بِمَكَّةَ كَانَ إِذَا صَلّٰى بِأَصْحَابِهٖ رَفَعَ صَوْتَهٗ بِالْقُرْآنِ فَإِذَا سَمِعَ الْمُشْرِكُوْنَ سَبُّوا الْقُرْآنَ وَمَنْ أَنْزَلَهٗ وَمَنْ جَاءَ بِهٖ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ أَيْ بِقِرَاءَتِكَ فَيَسْمَعُ الْمُشْرِكُوْنَ فَيَسُبُّوا الْقُرْآنَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا عَنْ أَصْحَابِكَ فَلَا تُسْمِعُهُمْ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔

علیہ وسلم مکہ میں پوشیدہ تھے جب اپنے صحابہ کو نماز پڑھاتے تو قرآن پڑھنے کے وقت آواز کو بلند کرتے مشرکین سنتے تو قرآن کو اور نازل کرنے والے کو اور لانے والے کو برا کہتے اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔ کہ نماز نہ بہت آواز سے پڑھو (یعنی نماز میں قرآن) کہ مشرکین سنیں اور قرآن کو برا کہیں۔ اور نہ بالکل آہستہ کہ صحابہ سن نہ سکیں دونوں کے درمیان میں پڑھو۔

**۲۲۸۸ حدیث** عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا قَالَتْ أُنْزِلَ ذٰلِكَ فِي الدُّعَاءِ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا آیہ کریمہ ولا تجھر بصلاتك دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

**تشریحات ۲۲۸۸** آیہ مذکورہ میں صلوٰۃ سے مراد نماز ہے یا دعا اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد نماز میں قرآن مجید پڑھنا ہے۔ اور ام المؤمنین

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مطلقاً دعا ہے خواہ نماز میں ہو یا نماز کے باہر بلکہ طبری نے حضرت ابن عباس کا بھی ایک قول یہی نقل کیا ہے کہ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے علامہ نووی وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پہلے قول کو ترجیح دی ہے لیکن ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس جب نماز پڑھتے دعا کے وقت آواز بلند فرماتے اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## سورۃ الکھف ص ۶۸۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

یہ سورت مکی ہے اس میں ایک سو گیارہ آیتیں ہیں ۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَقْرِضُهُمْ تَتْرُكُهُمْ ۔ اور مجاہد نے کہا۔ انھیں چھوڑ دیتا۔ یعنی کترا جاتا ہے ۔ وَكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ذَهَبٌ وَفِضَّةٌ ۔ اس آیت میں ثمر سے مراد سونا اور چاندی ہے ۔ وَقَالَ غَيْرُهٗ جَمَاعَةُ الثَّمَرِ ۔ امام مجاہد کے علاوہ نے کہا کہ یہ ثمر بمعنیٰ پھل کی جمع ہے ۔ یعنی اس کے پاس قسم قسم کے بہت سے پھل تھے ۔ بَاخِعٌ مُهْلِكٌ ۔ ہلاک کرنے والے یعنی اپنی جان پر کھیل جانے والے ۔ اَسَفًا نَدَمًا ۔ غم کی وجہ سے ۔ الكهف اَلْفَتْحُ فِي الْجَبَلِ ۔ پہاڑ کا سوراخ غار ۔ وَالرَّقِيْمُ اَلْكِتَابُ مَرْقُوْمٌ مَكْتُوْبٌ مِّنَ الرَّقْمِ ۔ یہ رقم سے فعیل کے وزن پر اسم مفعول ہے ۔ لکھی ہوئی کتاب ۔ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ۔ اَلْهَمْنَاهُمْ صَبْرًا ۔ ہم نے ان کی ڈھارس بندھائی ۔ یعنی ہم نے ان کے دل میں صبر ڈالا ۔ لَوْلَا اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا ۔ یعنی اسی قبیل سے یہ آیۂ کریمہ ہی ہے ۔ اگر ہم اس کے دل پر ڈھارس نہ بندھاتے ۔ یہ سورہ قصص کی آیت ہے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے بارے میں ہے ۔ شَطَطًا ۔ اِفْرَاطًا ۔ حد سے گذری ہوئی بات ۔ اَلْوَصِيْدُ اَلْفِنَاءُ وَجَمْعُهٗ وَصَائِدُ وَوُصُدٌ وَيُقَالُ اَلْوَصِيْدُ اَلْبَابُ مُوْصَدَةٌ مُطْبَقَةٌ آصَدَ الْبَابَ وَاَوْصَدَ ۔ وصید کے معنی صحن کے ہیں اس کی جمع وصائد اور وُصُدٌ آتی ہے ۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وصید کے معنیٰ دروازہ ہے مراد چوکھٹ ہے ۔ مُؤْصَدَةٌ مُطْبَقَةٌ ۔ کے معنی ہیں گھیرے ہوئے ۔ یہ باب افعال سے اسم مفعول ہے ۔ اسی سے آتا ہے ۔ آصَدَ الْبَابَ وَاَوْصَدَ ۔ یعنی دروازہ بند کر دیا ۔ بَعَثْنَاهُمْ اَحْيَيْنَاهُمْ ۔ ہم نے ان کو بیدار کیا ۔ اَزْكٰى اَكْثَرُ يُقَالُ اَحَلُّ ۔ وَيُقَالُ اَكْثَرُ رَيْعًا ۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَكْلُهَا ۔ ازکیٰ سے مراد یہ ہے کہ زیادہ ہو ۔ اور بعض کہتے ہیں کہ خوب حلال اور بعض کہتے ہیں کہ وہ غذا جو پکانے پر بڑھ جائے اور ابن عباس کا قول ہے کہ ان کی خوراک ۔ وَلَمْ تَظْلِمْ ۔ لَمْ تَنْقُصْ ۔ کم نہ ہو ۔ وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الرَّقِيْمُ اَلْوَحُ مِنْ رَصَاصٍ ۔ كَتَبَ عَامِلُهُمْ اَسْمَائَهُمْ

ثُمَّ طَرَحَهُ فِي خِزَانَتِهِ ـــــ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رقیم سے مراد رانگے کی تختی ہے جس پر ان کے عامل نے ان کے اسماء مبارکہ لکھ کر اپنے خزانہ میں رکھ دیا تھا ـــــ فَضَرَبَ اللّٰهُ عَلٰى اٰذَانِهِمْ فَنَامُوْا ـــــ تو ہم نے ان کے کانوں پر تھپکا۔ اور وہ سو گئے ـــــ وَقَالَ غَيْرُهٗ وَاَلَتْ تَئِلُ نَجَوْا وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَوْئِلًا مُحْرِزًا ـــــ اور ان کے غیر نے کہا وَاَلَتْ تَئِلُ کے معنیٰ ہے نجات پا گئے۔ اور مجاہد نے کہا ـــــ مَوْئِلًا مُحْرِزًا محفوظ جگہ ـــــ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا لَا يَعْقِلُوْنَ ـــــ سن نہیں سکتے یعنی سمجھتے نہیں۔

## بَابُ قَوْلِهٖ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور انسان ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔ ص ۶۸۷

**مطابقت:** اس باب کے ضمن میں حضرت امام بخاری نے یہ حدیث ذکر کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات میں حضرت علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کا دروازہ کھٹکھٹایا اور فرمایا تم دونوں نماز کیوں نہیں پڑھتے حدیث کے اتنے حصے سے باب کو کوئی مناسبت نہیں مگر صَغَانِیْ کے نسخے یہاں یہ زائد ہے ـــــ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَالْاٰيَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ـــــ یعنی پوری حدیث ذکر کی اور آیہ کریمہ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا تک ـــــ یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ صلوٰۃ[1] اللیل میں مفصل یوں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات ان کا اور فاطمہ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور فرمایا تم دونوں اس وقت نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہماری جانیں اللہ کے قبضے میں ہیں جب وہ چاہے کہ ہمیں جگائے تو ہمیں جگاتا ہے یہ سنکر حضور پلٹ گئے اور مجھ سے کچھ نہیں فرمایا۔ پھر میں نے سنا کہ لوٹنے کے بعد اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے یہ فرماتے تھے کہ انسان سب سے بڑا جھگڑالو ہے۔

رَجْمًا بِالْغَيْبِ ـــ لَمْ يَسْتَبِنْ ـــــ بے دیکھے اٹکل پچھو ـــــ فُرُطًا نَدَمًا ـــــ شرمندگی کی وجہ سے ـــــ سُرَادِقُهَا مِثْلُ السُّرَادِقِ وَالْحُجْرَةُ الَّتِيْ تُطِيْفُ بِالْفَسَاطِيْطِ ـــــ قناتوں کے مثل یعنی جہنم کی آگ جہنمیوں کو اس طرح گھیرے ہوئے ہوگی جیسے دیوار مکان کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے۔ ان کا ٹھکانہ ایسا حجرہ بن جائے گا جو قناتوں سے گھیر دیا گیا ہو ـــــ مُحَاوَرَةً مِنَ الْمُحَاوَرَةِ ـــــ یہ محاورہ سے مشتق ہے ردوبدل ایر پھیر کرنا ـــــ لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ اَيْ لٰكِنْ اَنَا هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ ثُمَّ حَذَفَ الْاَلِفَ وَاُدْغِمَ اِحْدَى النُّوْنَيْنِ فِي الْاُخْرٰى ـــــ لیکن میرا رب اللہ ہی ہے ـــــ لکنا اصل میں لٰكِنْ اَنَا تھا۔ الف کو حذف کیا پھر نون کو نون میں ادغام کر دیا لٰكِنَّ ہو اسی لئے اسے بغیر

---

[1] باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قیام اللیل ص ۱۵۲

الف کے پڑھا جاتا ہے۔

زَلَقًا۔ لَایَثْبُتُ فِیْہِ قَدَمٌ ــــ پھسلن جس میں قدم ثابت نہ رہے ــــ ھُنَالِکَ الْوِلَایَۃُ ــــ مَصْدَرُ الْوَلِیِّ ــــ یہاں سے ظاہر ہے کہ حکومت اللہ ہی کے لئے ہے۔ ولی بمعنی مالک کا مصدر ہے ــــ عُقْبًا عَاقِبَۃٌ وَعُقْبٰی وَعَقِبَۃٌ وَاحِدٌ وَھِیَ الْاٰخِرَۃُ انجام عاقبت و عقبیٰ و عقبۃ کے ایک معنیٰ ہیں ــــ یعنی آخرت ۔ انجام ــــ قِبَلًا وَقُبُلًا وَقَبْلًا اِسْتِیْنَافًا ــــ از سر نو۔ قبلاً اور قُبُلاً اور قبلاً کے معنیٰ ایک ہیں ان پر قسم قسم کا عذاب ہوگا یعنی ایک قسم کے عذاب کے بعد از سر نو دوسرا عذاب ہوگا ــــ لِیُدْحِضُوْا لِیُزِیْلُوْا اَلدَّحْضُ الزَّلَقُ ــــ تاکہ وہ دور کریں۔ دحض کے معنی پھسلانے والی چیز ــــ حُقُبًا زمانًا وَجَمْعُہٗ اَحْقَابٌ ــــ حُقُبًا کے معنی زمانہ ہے مدت دراز اس کی جمع احقاب ہے ــــ سَرْبًا۔ مَذْھَبًا یَسْرُبُ یَسْلُکُ وَمِنْہُ وَسَارِبٌ بِالنَّھَارِ۔ سربًا کے معنیٰ راستہ سرنگ، یسرب کے معنیٰ چلتا ہے۔ اسی سے ہے کہ فرمایا سَارِبٌ بِالنَّھَارِ۔ دن میں چلنے والا ــــ صُنْعًا۔ عَمَلًا۔ کوئی کام ــــ حِوَلًا تَحَوُّلًا۔ بدلنا ــــ اِمْرًا وَنُکْرًا دَاھِیَۃً ــــ ناگوار بات ــــ یَنْقَضَّ یَنْقَاضُ کَمَا تَنْقَاضُ السِّنُّ ــــ اُدھڑ رہی تھی جیسے دانت گرتا ہے۔ لَتَخِذْتَ وَاتَّخَذْتَ وَاحِدٌ ــــ یعنی مجرد اور مزید فیہ کا ایک معنی ہے ــــ رُحْمًا مِنَ الرَّحِمِ وَھِیَ الشِّدَّۃُ مُبَالِغَۃٌ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَیُظَنُّ اَنَّہٗ مِنَ الرَّحِیْمِ وَتُدْعٰی مَکَّۃُ اُمَّ الرُّحُمِ اَیِ الرَّحْمَۃُ تُنْزِلُ بِھَا ــــ رُحْمًا رَحِمٌ سے بنا ہے۔ زیادہ مہربانی کرنا اور گمان کیا جاتا ہے کہ یہ رحیم سے ہے اور مکہ کو ام الرحم کہا جاتا ہے یعنی وہاں رحمت نازل ہوتی ہے۔

**بَابُ قَوْلِہٖ قُلْ ھَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا** اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر تم فرماؤ کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے بڑھکر ناقص عمل کن کے ہیں۔ صـ ۶۹

**حدیث ۲۲۸۹** عَنْ مُصْعَبٍ قَالَ سَئَلْتُ اَبِیْ قُلْ ھَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ

مصعب بن سعد نے کہا میں نے اپنے والد سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اَعْمَالًا اَھُمُ الْحَرُوْرِیَّۃُ قَالَ لَا ھُمُ الْیَھُوْدُ وَالنَّصَارٰی اَمَّا الْیَھُوْدُ

سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جن کا تذکرہ اس آیت میں ہے۔ کیا یہ حروریہ ہیں؟ یعنی خارجی۔ فرمایا

فَکَذَّبُوْا مُحَمَّدًا وَاَمَّا النَّصَارٰی فَکَفَرُوْا بِالْجَنَّۃِ وَقَالُوْا لَا طَعَامَ فِیْھَا

نہیں یہ یہود و نصاریٰ ہیں۔ یہود نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور نصاریٰ نے جنت کا انکار کیا

وَلَا شَرَابَ وَالْحَرُوْرِیَّۃُ الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ

اور کہا جنت میں کھانا پینا نہیں۔ حروریہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے عہد کو پختہ اقرار کے بعد توڑتے

مِیْثَاقِہٖ وَکَانَ سَعْدٌ یُسَمِّیْھِمُ الْفَاسِقِیْنَ ۔

ہیں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ خارجیوں کو فاسق کہتے تھے ۔

**تشریحات** ۲۲۸۹ آیۃ کریمہ میں یہ فرمایا گیا۔ کیا ہم تمہیں بتادیں سب سے زیادہ ناقص عمل کس کے ہیں ۔ سب سے زیادہ ناقص عمل کفر ہے آیت کا حاصل ہوا کہ کیا ہم تمہیں بتادیں کہ کافر کون ہیں عہد صحابہ میں اپنے ابتدائی دور میں خارجیوں سے کوئی کفر سرزد نہیں ہوا تھا اس لئے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد خارجی نہیں یہود و نصاریٰ ہیں جنھوں نے کفر کیا۔ خارجیوں نے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی پھر اسے توڑ دیا اور ان سے بغاوت کی اور لڑے حضرت سعد نے افادہ یہ فرمایا۔ کہ کسی خلیفہ برحق کی بیعت توڑنا یا معاذ اللہ اس سے لڑنا کفر نہیں گناہ اور فسق ہے اسی لئے وہ خارجیوں کو فاسق کہتے تھے کافر نہیں جانتے تھے ۔

**بَابُ** اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ وَلِقَآئِہٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ ص ۶۹۱

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر۔ یہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کی آیتیں اور اس کا ملنا نہ مانا تو ان کا کیا، دھرا سب اکارت ہے ۔

۲۲۹۰ **حدیث** عَنِ الْاَجْ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، روایت ہے کہ رسول اللہ

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّہٗ لَیَاْتِیْ الرَّجُلُ الْعَظِیْمُ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک لمبا تڑنگا موٹا شخص قیامت کے دن آئے گا۔ جو اللہ کے حضور

السَّمِیْنُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ لَا یَزِنُ عِنْدَ اللّٰہِ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ وَقَالَ اقْرَءُوْا

پسو کے برابر بھی وزن نہیں رکھے گا۔ اور کہا پڑھو ہم ان کے لئے قیامت کے دن

فَلَا نُقِیْمُ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَزْنًا ۔

کوئی تول نہ قائم کریں گے ۔

**تشریحات** ۲۲۹۰ حدیث کی ابتدائے سند میں تھا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ یہ محمد بن یحییٰ بن عبداللہ ذہلی ہیں۔ عبداللہ ان کے دادا کا نام ہے اس کے بعد سعید بن ابو مریم ہیں ان سے امام بخاری کبھی بواسطہ روایت کرتے ہیں جیسا کہ یہاں ہے اور کبھی بلاواسطہ ۔ ابن مردویہ نے دوسرے طریقے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے یوں روایت کی ہے ۔ اَلطَّوِیْلُ الْعَظِیْمُ

اَلْاَکُوْلُ الشَّرُوْبُ ۔ لمبا اژدہا، بہت کھانے والا بہت پینے والا۔

(اقرأوا) اس میں دو احتمال ہے ہوسکتا ہے کہ یہ ابو ہریرہ کا قول ہو اور ہوسکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو۔

اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ کفار سے حساب نہ ہوگا یہ بلا حساب دوزخ میں جائیں گے اس لئے ان کے نامۂ اعمال میں کوئی نیک عمل ہوگا ہی نہیں جو برے اعمال سے تولا جائے۔ حساب کے سلسلے میں تین قسم کے لوگ ہوں گے۔ اول وہ لوگ جو بلا حساب وکتاب جنت میں جائیں گے۔ دوسرے وہ لوگ جو بلا حساب دوزخ میں جائیں گے۔ تیسرے وہ لوگ جو حساب وکتاب کے بعد ابتداءً جنت میں جائیں گے یا کچھ دنوں کے لئے دوزخ میں پھر جنت میں جائیں گے۔

## کٓهٰیٰعٓصٓ ص ۶۹۱ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ سورت مکی ہے مقاتل نے کہا سوائے آیت سجدہ کے کہ یہ مدنی ہے اور اس میں اٹھانوے آیتیں ہیں ـــــ کٓهٰیٰعٓصٓ کے معنی کیا ہیں اس میں اختلاف ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ک کریم سے ہ ہادی سے اور ی حکیم سے اور ع علیم سے اور ص صادق سے ـــــ انھیں سے ایک قول یہ ہے کہ یہ اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ہے نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ یہ دعا کرتے تھے یا کٓهٰیٰعٓصٓ اِغْفِرْلِیْ ـــــ قتادہ سے مروی ہے کہ قرآن کے اسماء میں سے ہے، ایک شخص نے محمد بن علی مرتضیٰ غالباً محمد بن حنفیہ سے اس کی تفسیر پوچھی تو انھوں نے کہا کہ اگر میں اس کی تفسیر تم کو بتادوں تو تم پانی پر اس طرح چلوگے کہ قدم بھی پانی میں نہیں ڈوبے گا۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَبْصِرْ بِهِمْ وَاَسْمِعْ اَللّٰهُ یَقُوْلُهٗ وَهُمُ الْیَوْمَ لَا یَسْمَعُوْنَ وَلَا یُبْصِرُوْنَ فِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ یَعْنِیْ قَوْلَهٗ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرِ الْکُفَّارُ یَوْمَئِذٍ اَسْمَعُ شَیْءٍ وَاَبْصَرُهٗ ـــــ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کہ "وہ کتنا دیکھیں گے کتنا سنیں گے" کفار کے بارے میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آج کفار نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں کھلی گمراہی میں ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ـــــ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ـــــ یہ کفار کے بارے میں ہے، کہ وہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سننے والے اور دیکھنے والے ہوں گے ـــــ آیۂ کریمہ کی صحیح ترتیب یہ ہے ـــــ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ـــــ شروع میں حضرت امام بخاری سے تسامح ہوگیا کہ ترتیب الٹ گئی ہے ـــــ وَلَاَیْمَنُّکَ لَاَشْتِمَنَّکَ ـــــ اے ابراہیم ہم تم پر گالیوں کی بوچھار کریں گے ـــــ وَرِءْیًا مَنْظَرًا، دیکھنے کی چیز ـــــ وَقَالَ ابْنُ عُیَیْنَةَ تَؤُزُّهُمْ تُزْعِجُهُمْ اِلَی الْمَعَاصِیْ اِزْعَاجًا ـــــ اور ابن عیینہ نے کہا کہ تؤزھم ازا کے معنی یہ ہیں کہ شیطان ان کو گناہوں پر خوب ابھارتا ہے ـــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اِدًّا اِعْوِجَاجًا، کجی ـــــ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وِرْدًا عِطَاشًا، پیاسے ـــــ اِثَاثًا مَالًا، یعنی مال ـــــ اِدًّا قَوْلًا

عَظِیْمًا، بھاری بات ـــــ رِکْزًا صَوْتًا، آواز ـــــ عِتِیًّا بُکِیًّا جَمَاعَۃُ بَاکٍ، روتے ہوئے ـــــ صِلِیًّا صَلٰی یَصْلٰی، بھننا ـــــ نَدِیًّا وَالنَّادِیْ مَجْلِسًا، بیٹھک ـــــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ فَلْیَمْدِدْ فَلْیَدْعُہٗ، چاہیئے کہ بلائے ـــــ

**بَابُ** قَوْلِہٖ وَاَنْذِرْھُمْ یَوْمَ الْحَسْرَۃِ ص۶۹۱ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر "اور انھیں حسرت کے دن سے ڈراؤ"

**حدیث ۲۲۹۱** عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُؤْتٰی بِالْمَوْتِ کَھَیْئَۃِ کَبْشٍ اَمْلَحَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن موت کو چتکبرے مینڈھے کی شکل میں

فَیُنَادِیْ مُنَادٍ یَا اَھْلَ الْجَنَّۃِ فَیَشْرَئِبُّوْنَ وَیَنْظُرُوْنَ فَیَقُوْلُ ھَلْ

لایا جائے گا پھر ایک پکارنے والا پکارے گا اے جنت والو! تو وہ سر اٹھا کر دیکھیں گے

تَعْرِفُوْنَ ھٰذَا فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ ھٰذَا الْمَوْتُ وَکُلُّھُمْ قَدْ رَاٰہُ ثُمَّ

منادی ان سے کہے گا کیا تم لوگ اسے پہچانتے ہو؟ تو وہ کہیں گے ہاں! یہ موت ہے اور

یُنَادِیْ یَا اَھْلَ النَّارِ فَیَشْرَئِبُّوْنَ وَیَنْظُرُوْنَ فَیَقُوْلُ ھَلْ تَعْرِفُوْنَ

سب نے اسے دیکھ لیا ہوگا، اس کے بعد پھر منادی پکارے گا اے جہنم والو! تو سر

ھٰذَا فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ ھٰذَا الْمَوْتُ وَکُلُّھُمْ قَدْ رَاٰہُ فَیُذْبَحُ ثُمَّ

اٹھا کر دیکھیں گے وہ کہے گا اسے پہچانتے ہو وہ کہیں گے کہ ہاں! یہ موت ہے اور سب نے اسے

یَقُوْلُ یَا اَھْلَ الْجَنَّۃِ خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ وَیَا اَھْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ

دیکھ لیا ہوگا، پھر وہ ذبح کیا جائے گا پھر منادی کہے گا اے جنت والو! تم ہمیشہ رہنے والے ہو تمہارے لئے

ثُمَّ قَرَاَ وَاَنْذِرْھُمْ یَوْمَ الْحَسْرَۃِ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ وَھُمْ فِیْ غَفْلَۃٍ

موت نہیں اور اے جہنم والو! تم ہمیشہ رہنے والے ہو تمہارے لئے موت نہیں پھر پڑھا انھیں حسرت کے دن سے ڈرائیے جب

وَّھٰٓؤُلَآءِ فِیْ غَفْلَۃٍ اَھْلُ الدُّنْیَا وَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ [1]

فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ لوگ غفلت میں ہیں یہ غفلت میں رہنے والے دنیا دار ہیں جو ایمان نہیں لائے۔

**تشریحات ۲۲۹۱** ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دوسرے شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے

---

[1] مسلم جنت، ترمذی تفسیر، دارمی رقاق، مسند احمد ج ۲ ص۳۷۷

تمام گنہگار مسلمان اور موحدین جہنم سے نکال کر جنت میں پہونچا دیئے جائیں گے اور جہنم میں وہی لوگ رہ جائینگے جن کو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے، اس وقت موت کو ذبح کر دیا جائے گا۔ اس وقت جنتی اتنے خوش ہوں گے کہ حدیث میں فرمایا گیا اگر کوئی خوشی سے مرتا تو اس وقت جنتی مرتے اور جہنمیوں کو اتنا غم ہوگا کہ حدیث میں فرمایا گیا اگر کوئی غم سے مرتا تو اس وقت جہنمی مرتے۔

حق یہ ہے کہ موت وزیست وجودی چیزیں ہیں۔ یہ آیۃ کریمہ "خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ" سے ثابت ہے اور یہی اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے، رہ گیا یہ دونوں عرض ہیں یا جوہر؟ عام رجحان یہی ہے کہ اعراض ہیں اور یہ حدیث جوہر ہونے پر قطعی نہیں، اعراض کو مجسم کرنا قدرت خداوندی سے کوئی بعید نہیں، ایک روایت میں ہے کہ موت کو پُلصراط پر ذبح کیا جائے گا۔

## طٰهٰ ص ۶۹۲ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ سورت مکی ہے اور اس میں ایک سو چونتیس آیتیں ہیں۔

قَالَ ابْنُ جبير بالنَّبَطِيَّةِ طٰهٰ يَا رَجُلُ ـــــ ابن جبیر نے کہا نبطی زبان میں طٰہٰ کے معنی ہیں اے شخص! ـــــ ابن انباری نے کہا کہ قریش کی لغت میں بھی اس کے یہی معنی ہیں، یعنی یہ نبطی لفظ بھی ہے اور عربی خالص قریش کا لفظ بھی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید قریش کی لغت میں اتارا دوسری کسی زبان میں نہیں اتارا اسی لئے قرآن مجید کے تمام الفاظ عربی اور خاص قریش کی لغت کے ہیں اور یہ جو مفسرین کہیں کہیں فرما دیتے ہیں کہ یہ لفظ حبشی ہے یا ہندی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ عربی کے علاوہ ان لغات میں بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے اور اسی معنی میں مستعمل ہے جس معنی میں عربی میں مستعمل ہے اور ایسا بہت ہے کہ ایک ہی لفظ دو مختلف زبانوں میں بولا جائے اور ہر لغت میں اس کا معنیٰ ایک ہی ہو۔ جیسے برادر، پدر، مادر، یہ فارسی زبان کے بھی الفاظ ہیں اور انگریزی زبان کے بھی۔ اور دونوں زبانوں میں معنی ایک ہی ہیں۔

طٰہٰ کے معنی کچھ بھی ہوں، اس سے مراد بہر حال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اس پر دلیل بعد والی آیت ہے کہ فرمایا۔ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى ۝ اے محبوب! ہم نے یہ قرآن اس لئے تم پر نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو ـــــ يُقَالُ كُلُّ مَا لَمْ يَنْطِقْ بِحَرْفٍ اَوْ فِيْهِ تَمْتَمَةٌ اَوْ فَاْفَاةٌ فَهِيَ عُقْدَةٌ ـــــ عُقْدَةٌ۔ زبان کے ایسے عیب کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے کوئی حرف ادا نہ ہو یا کے۔ یا ہکلا کر یا لکنت کے ساتھ ادا کرے۔

ایک دن فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو گود میں لیا تو انھوں نے اس کی داڑھی پکڑ کر نوچ لی جس پر اس نے غصہ ہو کر انھیں قتل کرنے کا حکم دے دیا (کہ یہ وہی بچہ معلوم ہوتا ہے جو میری تباہی کا سبب بنے گا) حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا یہ ناسمجھ بچہ ہے تم نے کیسے فیصلہ کر لیا یہ تو یاقوت اور انگارے کے درمیان بھی فرق نہیں کر سکتا جی چاہے تو آزما لو۔ فرعون نے انگارا اور یاقوت منگا کر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ

والتسلیم کے سامنے رکھا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انگارہ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔ جس سے زبان مبارک متاثر ہوگئی۔ جب منصب نبوت پر فائز ہوئے اور حکم ہوا کہ فرعون کے پاس جاؤ تو یہ دعا فرمائی اے اللہ میرے سینہ کو کھولدے اور میرے کام کو آسان فرما۔ اور میری زبان کی بندش اتنی کھولدے کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔ اس دعا کے بعد ایک حد تک زبان کی لکنت ختم ہوگئی مگر قدرے پھر بھی باقی رہی چونکہ دعا میں تجدید تھی کہ اتنی بندش کھولدے کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔ اگر یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ نہ فرماتے تو بالکلیہ لکنت دور ہو جاتی ـــــ چونکہ تبلیغ کے لئے سوال تھا اس لئے بقصد ضرورت مانگا۔ محبوبان خدا اور بوقت ضرورت اللہ سے کچھ مانگتے ہیں تو بقدر ضرورت مانگتے ہیں ـــــ اَزْرِیْ ظَهْرِیْ میری پیٹھ ـــــ فَیُسْحِتَكُمْ یُهْلِكُمْ ـــــ پس تم کو ہلاک کردے گا ـــــ اَلْمُثْلٰی تَانِیْثُ الْاَمْثَلِ ـــــ یَقُوْلُ بِدِیْنِكُمْ یُقَالُ خُذِ الْمُثْلٰی خُذِ الْاَمْثَلَ ـــــ مُثْلٰی اَمْثَلُ کی مؤنث ہے اس کے معنی افضل کے ہیں ـــــ ارشاد ہے وَیَذْهَبَا بِطَرِیْقَتِكُمُ الْمُثْلٰی ـــــ یہ دونوں تمہارا اچھا دین لے جائیں ـــــ امام بخاری نے فرمایا کہ طریقۃ سے مراد دین ہے ـــــ ثُمَّ ائْتُوا صَفًّا یُقَالُ هَلْ اَتَیْتُ الصَّفَّ الْیَوْمَ یَعْنِیْ الْمُصَلّٰی الَّذِیْ یُصَلّٰی فِیْهِ ـــــ پھر تم صف لگانے کی جگہ آؤ۔ بولتے ہیں کیا تم آج صف میں آئے یعنی اس جگہ جہاں نماز پڑھی جاتی ہے ـــــ فَاَوْجَسَ اَضْمَرَ خَوْفًا فَذَهَبَتِ الْوَاؤُ مِنْ خِیْفَةٍ لِكَسْرَةِ الْخَاءِ ـــــ اپنے جی میں خوف پایا ـــــ خِیْفَةٌ میں واؤ یاء سے بدل گیا خاء کے کسرہ کی وجہ سے ـــــ فِیْ جُذُوْعِ عَلٰی جُذُوْعٍ ـــــ کھجور کے تنوں پر ـــــ افادہ فرمایا کہ فی معنی میں علی کے ہے ـــــ خَطْبُكَ بَالُكَ، تیرا حال ـــــ مِسَاسَ مصدر مَاسَّهٗ مِسَاسًا۔ یہ باب مفاعلت کا مصدر ہے۔ لَنَنْسِفَنَّهٗ لَنُذَرِّیَنَّهٗ۔ ہم اس کو ریزہ ریزہ کردیں گے ـــــ قَاعًا صَفْصَفًا یَعْلُوْهُ الْمَاءُ وَالصَّفْصَفُ الْمُسْتَوِیْ مِنَ الْاَرْضِ ـــــ قَاعٌ نشیبی زمین جس پر پانی چڑھ جائے۔ صفصف برابر زمین ـــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مِنْ زِیْنَةِ الْقَوْمِ الْحُلِیِّ الَّذِیْ اسْتَعَارُوْا مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ ـــــ مجاہد نے کہا زینت قوم سے مراد وہ زیور ہیں جو ان لوگوں نے فرعونیوں سے بطور منگنی لیا تھا ـــــ فَقَذَفْتُهَا فَاَلْقَیْتُهَا ـــــ میں نے اس کو پھینک دیا ـــــ اَلْقٰی صَنَعَ۔ یہاں القٰی کے معنی ہیں بنایا ـــــ فَنَسِیَ مُوْسٰی هُمْ یَقُوْلُوْنَهٗ اَخْطَاَ الرَّبَّ ـــــ تو موسیٰ بھول گئے۔ یعنی وہ کہتے تھے کہ موسیٰ نے رب کو پہچاننے میں خطا کی مطلب یہ ہے سامری وغیرہ کہتے تھے کہ ہمارا رب یہ بچھڑا یہاں موجود ہے اور حضرت موسیٰ طور پر گئے ہیں یہ ان کی خطا ہے ـــــ لَا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا ـــــ اَلْعِجْلُ ـــــ بچھڑا ان کی بات کا جواب نہیں دیتا ـــــ قصہ یہ ہوا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کوہ طور پر تشریف لے گئے تو سامری نے بنی اسرائیل کے پاس جتنے زیور تھے سب کو جمع کرکے ایک بچھڑا بنایا اور اس کے منہ میں وہ خاک ڈالی جو حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری کے قدم تلے کی اس نے لے لی تھی جس سے وہ بچھڑا بولنے

لگا ـــــ دریائے قلزم میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام فرعون کے آگے آگے چل رہے تھے جہاں ان کی سواری کا قدم پڑتا وہاں سبزہ اُگ آتا۔ سامری نے ایک مٹھی یہ خاک لے لی تھی۔ اسی کو بچھڑے کے منہ میں ڈالا جس کے اثر سے وہ بچھڑے کی طرح آواز نکالنے لگا ـــــ هَمْسًا حِسَّ الْاَقْدَامِ ـــــ قدم کی آہٹ ـــــ حَشَرْتَنِیْ اَعْمٰی عَنْ حُجَّتِیْ ـــــ تو نے مجھے اندھا اٹھایا ـــــ یعنی میں دلیل نہیں دیکھ سکا ـــــ وَكُنْتُ بَصِيْرًا فِی الدُّنْيَا ـــــ حالانکہ میں دنیا میں بینا تھا ـــــ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ اَمْثَلُهُمْ اَعْدَلُهُمْ ـــــ ان میں سب سے عمدہ ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَضْمًا لَا يُظْلَمُ فَيُهْضَمُ مِنْ حَسَنَاتِهٖ ـــــ اس پر ظلم نہ ہوگا کہ اس کی نیکیاں ضائع کر دی جائیں ـــــ عِوَجًا وَاِدِيًا، نالہ ـــــ اُنَاسًا رَابِيَةً، ٹیلہ ـــــ سِيْرَتَهَا حَالَتَهَا الْاُوْلٰی، اس کی پہلی حالت پر ـــــ اَلنُّهٰی اَلتُّقٰی ـــــ پرہیزگار ـــــ ضَنْكًا اَلشَّقَاءُ، بدبختی۔ ہَوٰی ـــــ شَقِیَ، بدبخت ہوا ـــــ اَلْمُقَدَّسِ الْمُبَارَكِ برکت والی ـــــ طُوًی، اسم الوادی ـــــ بِمُلْكِنَا بِاَمْرِنَا، ہمارے حکم سے ـــــ مَكَانًا سُوًی مَنْصِفٌ بَيْنَهُمْ، ان کے درمیان بیچ میں ہو ـــــ تَبْيًا يَابِسًا، خشک زمین ـــــ عَلٰی قَدَرِ مَوْعِدٍ وعدہ پر ـــــ لَا تَنِيَا تَضْعُفَا، کمزور نہ پڑو ـــــ

## سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاءِ ص ۳۹۳

یہ سورۃ مکی ہے۔ اس میں ایک سو بارہ آیتیں ہیں ـــــ وَقَالَ قَتَادَةُ جُذَاذًا قِطَعًا ـــــ انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جُذَاذًا۔ جذیذ کی جمع ہے ـــــ جیسے خفیف کی جمع خِفَافٌ ہے ـــــ وَقَالَ الْحَسَنُ فِیْ فَلَكٍ مِثْلُ فِلْكَةِ الْمِغْزَلِ ـــــ ارشاد ہے كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ـــــ چاند، سورج، ستارے سب ایک گھیرے میں پیر رہے ہیں اس آیت میں فلک کی تفسیر میں امام حسن بصری نے فرمایا کہ وہ ایک گھیرے میں جو چرخی کے دُھرے کے مثل ہے گھوم رہے ہیں۔ يَسْبَحُوْنَ کے معنی يَدُوْرُوْنَ (گھومتے ہیں) تفسیر مدارک میں ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ فلک سے مراد موج مکفوف ہے جو آسمان کے نیچے ہے۔ جس میں چاند سورج اور ستارے چلتے ہیں یہی راجح ہے جس کی تائید دوسری احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ جس کی پوری بحث ہماری کتاب اسلام اور چاند کے سفر میں مذکور ہے ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نَفَشَتْ رَعَتْ، چر لیا ـــــ يُصْحَبُوْنَ يُمْنَعُوْنَ ـــــ روکے جائیں گے ـــــ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً قَالَ دِيْنُكُمْ دِيْنٌ وَّاحِدٌ ـــــ تم سب کا دین ایک ہے یعنی اس آیت میں امت سے مراد دین ہے ـــــ وَقَالَ عِكْرِمَةُ حَصَبُ حَطَبٌ بِالْحَبَشِيَّةِ۔ حَصَبُ حبشی لفظ ہے ایندھن کے معنی میں ـــــ وَقَالَ غَيْرُهٗ اَحَسُّوْا تَوَقَّعُوْهُ مِنْ اَحْسَسْتُ۔ اور دوسرے نے کہا کہ اَحَسُّوْا کے معنی ہیں جب ان کو عذاب کا اندیشہ ہوا یہ اَحْسَسْتُ کا واحد مذکر غائب ہے۔ احساس سے مطلب یہ ہے کہ جب انھوں نے محسوس کر لیا کہ

رب کا عذاب آکر رہے گا تو بستی سے نکل کر بھاگنے لگے ـــــ ھ خَامِدِیْنَ ھَامِدِیْنَ، بجھے ہوئے ـــــ حَصِیْدٌ مُسْتَاصِلٌ یَقَعُ عَلَی الْوَاحِدِ وَالْاِثْنَیْنِ وَالْجَمِیْعِ، جڑ سے کٹا ہوا۔ حَصِیْدٌ۔ واحد، تثنیہ، جمع سب کے لئے آتا ہے ـــــ لَا یَسْتَحْسِرُوْنَ لَا یَعْیُوْنَ مِنْہُ حَسِیْرٌ وَحَسَرْتُ بَعِیْرِیْ ـــــ وہ اکتاتے نہیں۔ حَسِیْر بمعنیٰ تھکا ہوا۔ اور حَسَرْتُ بَعِیْرِیْ۔ میں نے اپنے اونٹ کو تھکا دیا اسی سے ہے ـــــ عَمِیْقٌ بَعِیْدٌ ـــــ عمیق کے معنیٰ دور کے ہیں ـــــ نُکِسُوْا رُدُّوْا ـــــ اوندھے ڈالے جائیں گے ـــــ صَنْعَۃَ لَبُوْسٍ الدُّرُوْعُ ـــــ زرہوں کا بنانا ـــــ تَقَطَّعُوْا اَمْرَھُمْ اِخْتَرَقُوْا ـــــ اپنے معاملے میں اختلاف کیا ـــــ اَلْحَسِیْسُ وَالْحِسُّ وَالْجَرْسُ وَالْھَمْسُ وَاحِدٌ وَھُوَ مِنَ الصَّوْتِ الْخَفِیِّ ـــــ ان سب کے معانی ہلکی آواز کے ہیں ـــــ آذَنَّاکَ اَعْلَمْنَاکَ اٰذَنْتُکُمْ اِذَا اَعْلَمْتُہٗ فَاَنْتَ وَھُوَ عَلٰی سَوَاءٍ لَمْ تُعْذِرْ ـــــ آذَنَّا کے معنیٰ ہیں ہم نے تم کو بتا دیا۔ کہتے ہیں آذَنْتُکَ میں نے تجھے جتا دیا اب کوئی عذر نہیں سنا جائے گا ـــــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ لَعَلَّکُمْ تُسْئَلُوْنَ تُفْھَمُوْنَ ـــــ شاید تم سمجھ جاؤ ـــــ اِرْتَضٰی رَضِیَ، راضی ہونا ـــــ اَلتَّمَاثِیْلُ الْاَصْنَامُ، بت ـــــ اَلسِّجِلُّ الصَّحِیْفَۃُ، دفتر۔

## سُوْرَۃُ الْحَجِّ ص ۶۹۳

یہ مدنی سورت ہے اور کچھ لوگوں نے کہا اس میں کچھ آیتیں مکی بھی ہیں، اس میں اٹھہتر آیتیں ہیں۔ وَقَالَ ابْنُ عُیَیْنَۃَ الْمُخْبِتِیْنَ الْمُطْمَئِنِّیْنَ، اللہ پر بھروسہ کرنے والے ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فِیْ اُمْنِیَّتِہٖ اِذَا حَدَّثَ اَلْقَی الشَّیْطَانُ فِیْ حَدِیْثِہٖ فَیُبْطِلُ اللّٰہُ مَا یُلْقِی الشَّیْطَانُ وَیُحْکِمُ اٰیَاتِہٖ وَیُقَالُ اُمْنِیَّتُہٗ قِرَاءَتُہٗ اَلْاَمَانِیُّ یَقْرَءُوْنَ وَلَا یَکْتُبُوْنَ ـــــ اور ابن عباس نے کہا اس کے پڑھنے میں یعنی جب وہ کچھ بیان کرتے ہیں تو شیطان ان کے بیان میں کچھ ملا دیتا ہے، پھر اللہ اسے مٹا دیتا ہے اور اپنی آیتوں کو محکم کرتا ہے اور کہا جاتا ہے اُمْنِیَّتُہٗ اس کی قرأت اَلْاَمَانِیُّ وہ لوگ جو پڑھتے ہیں اور لکھتے نہیں ـــــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ مَشِیْدٌ بِالْقَصَّۃِ، چونے سے پختہ کی ہوئی ـــــ وَقَالَ غَیْرُہٗ یَسْطُوْنَ یُفْرِطُوْنَ مِنَ السَّطْوَۃِ وَیُقَالُ یَسْطُوْنَ یَبْطِشُوْنَ، حد سے آگے بڑھتے ہیں، سَطْوَۃ سے مشتق ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے معنیٰ پکڑنے کے ہیں ـــــ وَھُدُوْا اِلَی الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِ اُلْھِمُوْا ـــــ اچھی بات ان کے دل میں ڈالی گئی ـــــ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِسَبَبٍ بِحَبْلٍ اِلٰی سَقْفِ الْبَیْتِ ـــــ گھر کی چھت تک لٹکی ہوئی رسی کے ذریعہ ـــــ تَذْھَلُ تَشْغَلُ، بھول جائے گی۔

**بَابٌ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰہَ عَلٰی حَرْفٍ شَکٍّ فَاِنْ اَصَابَہٗ خَیْرٌ اطْمَاَنَّ بِہٖ**

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان، کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں شک کے ساتھ اگر اسے بھلائی

وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ اَتْرَفْنَاهُمْ وَسَّعْنَاهُمْ ص ۶۹۴

پہونچے تو مطمئن ہو جاتے ہیں اور اگر اسے کوئی فتنہ پہونچے تو اپنے منہ کے بل پلٹ جاتے ہیں دنیا اور آخرت میں وہ خاسر ہوئے، لغایۃ یہی بڑی گمراہی ہے، اَتْرَفْنَاهُمْ یعنی ہم نے ان کو کشائش دی۔

۲۲۹۲ حدیث

عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ كَانَ الرَّجُلُ يَقْدِمُ الْمَدِيْنَةَ فَاِنْ وَلَدَتِ امْرَاَتُهٗ غُلَامًا وَنُتِجَتْ خَيْلُهٗ قَالَ هٰذَا دِيْنٌ صَالِحٌ وَاِنْ لَّمْ تَلِدِ امْرَاَتُهٗ وَلَمْ تُنْتَجْ خَيْلُهٗ قَالَ هٰذَا دِيْنٌ سَوْءٌ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا آیۂ کریمہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ کی تفسیر میں فرمایا کہ ایک شخص مدینہ آتا (ایمان قبول کرتا) اگر اس کی عورت کے لڑکا پیدا ہوتا اور اس کے گھوڑی کے بچہ پیدا ہوتا کہتا یہ دین اچھا ہے اور اگر اس کی عورت کے بچہ نہیں پیدا ہوتا اور اس کی گھوڑی کے بچہ نہ ہوتا تو کہتا یہ دین برا ہے۔

**تشریحات ۲۲۹۲** جعفر کی روایت میں ہے کہ اگر قحط سالی کا سال پاتے اور بری اولاد ہوتی کہتے اس دین میں خیر نہیں ـــــ اور عوفی کی روایت میں ہے اگر اسے مدینے کی بیماری ہو جاتی اور اس کی عورت کے لڑکی پیدا ہوتی تو اس کے پاس شیطان آتا تو کہتا بخدا اس دین میں شر ہی ہے۔

## سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ ص ۶۹۴ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ سورت مکی ہے اس میں ایک سو اٹھارہ آیتیں ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ سَبْعَ طَرَائِقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ، اور ابن عیینہ نے کہا کہ طرائق سے مراد آسمان ہیں۔ ـــــ لَهَا سَابِقُوْنَ سَبَقَتْ لَهُمُ السَّعَادَةُ، پہلے سے ان کے لئے سعادت مقدر ہو چکی ـــــ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ خَائِفِيْنَ، ان کے دل لرز رہے ہیں ڈر رہے ہیں ـــــ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ بَعِيْدٌ بَعِيْدٌ ـــــ هَيْهَاتَ کے معنی دور کے ہیں ـــــ فَسْئَلِ الْعَادِّيْنَ الْمَلَائِكَةَ، تو گننے والوں سے پوچھو یعنی فرشتوں سے، اس سے مراد یا تو حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں یا حساب کرنے والے ـــــ كَاتِبُوْنَ لَعَادِلُوْنَ ـــــ

راستے سے ہٹ جانے والے ـــــ کَالِحُوْنَ عَابِسُوْنَ، منہ بگاڑنے والے ـــــ مِنْ سُلَالَةٍ اَلْوَلَدُ وَالنُّطْفَةُ السُّلَالَةُ، سلالہ سے مراد لڑکا ہے اور نطفہ بھی سلالہ ہے، سلالہ کے معنیٰ خلاصہ کسی چیز کا عمدہ نچوڑ ـــــ وَالْجِنَّةُ وَالْجُنُوْنُ وَاحِدٌ، دونوں کے معنی ایک ہیں پاگل پن ـــــ وَالْغُثَاءُ الزَّبَدُ وَمَا اَرْتَفَعَ عَنِ الْمَاءِ وَمَا لَا يُنْتَفَعُ بِهٖ، غثاء کے معنی جھاگ اور جو پانی کے اوپر ہو اور ہر وہ چیز جو قابل نفع نہ ہو۔

## سُوْرَةُ النُّوْرِ ص ۶۹۴ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ سورت مدنی ہے اس میں چوسٹھ آیتیں ہیں۔

مِنْ خِلَالِهٖ مِنْ بَيْنِ اَضْعَافِ السَّحَابِ، بارش بادلوں کی تہوں سے نکلتی ہے ـــــ سَنَا بَرْقِهِ اَلضِّيَاءُ، بجلی کی چمک ـــــ مُذْعِنِيْنَ يُقَالُ لِلْمُسْتَخْذِيْ مُذْعِنٌ، مذعنین کے معنیٰ عاجزی کرنے والے، یہ مُذْعِنٌ کی جمع ہے ـــــ اَشْتَاتًا وَشَتّٰى وَشَتَاتٌ وَشَتٌّ وَاحِدٌ ـــــ ان سب کے معنی ہیں مختلف ـــــ وَقَالَ سَعْدُ ابْنُ عِيَاضٍ اَلثِّمَالِيُّ اَلْمِشْكٰوةُ اَلْكُوَّةُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ، سعد بن عیاض ثمالی نے کہا مشکوٰۃ حبشی لفظ ہے اس کے معنیٰ طاق کے ہیں ـــــ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سُوْرَةٌ اَنْزَلْنَاهَا بَيَّنَّاهَا وَقَالَ غَيْرُهٗ سُمِّيَ الْقُرْاٰنُ لِجَمَاعَةِ السُّوَرِ وَسُمِّيَتِ السُّوْرَةُ لِاَنَّهَا مَقْطُوْعَةٌ مِنَ الْاُخْرٰى فَلَمَّا قُرِنَ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ سُمِّيَ قُرْاٰنًا وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ تَاْلِيْفُ بَعْضِهٖ اِلٰى بَعْضٍ فَاِذَا قَرَاْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ فَاِذَا جَمَعْنَاهُ وَاَلَّفْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ اَيْ مَا جُمِعَ فِيْهِ فَاعْمَلْ بِمَا اَمَرَكَ وَانْتَهِ عَمَّا نَهَاكَ اللّٰهُ وَيُقَالُ لَيْسَ لِشِعْرٍ قُرْاٰنٌ اَيْ تَاْلِيْفٌ وَسُمِّيَ الْفُرْقَانُ لِاَنَّهٗ يَفْرُقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَيُقَالُ لِلْمَرْاَةِ مَا قَرَاَتْ سَلًى قَطُّ اَيْ لَمْ تَجْمَعْ فِيْ بَطْنِهَا وَلَدًا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا سُوْرَةٌ اَنْزَلْنَاهَا کے معنی ہیں ہم نے اس کو بیان کیا اور ان کے غیر نے کہا قرآن کا نام قرآن اس لئے رکھا گیا کہ اس میں چند سورتیں جمع ہیں اور سورت کو سورت اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہے جب بعض بعض سے ملا دی گئیں تو مجموعہ کا نام قرآن رکھا گیا ـــــ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے بیشک ہمارے ذمے اس کا جمع فرمانا اور اس کو ایک دوسرے سے ملانا ہے تو جب ہم اسے ملا چکیں تو جو ملایا جا چکا ہے اس کی اتباع کرو، اللہ نے جس کا حکم دیا ہے اسے کرو اور جس سے منع فرمایا ہے اس سے باز رہو اور کہا جاتا ہے اس کے شعر میں قرآن نہیں یعنی تالیف نہیں اور اس کا نام فرقان رکھا گیا اس لئے کہ وہ حق و باطل کے درمیان فرق کرتا ہے عورت سے کہا جاتا ہے مَا قَرَاَتْ سَلًى قَطُّ یعنی اس کے پیٹ میں لڑکا جمع نہیں ہوا۔

وَقَالَ فَرَضْنَاهَا اَنْزَلْنَا هَا فِيْهَا فَرَائِضَ مُخْتَلِفَةً وَمَنْ قَرَاَ فَرَّضْنَاهَا يَقُوْلُ فَرَضْنَا عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنْ بَعْدَكُمْ، اور کہا فرضناھا کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے اس میں مختلف فرائض نازل فرمائے ـــــ

اور جس نے فرضنا ھا پڑھا وہ کہتا ہے ہم نے تم پر اور تمہارے بعد والوں پر فرض فرمایا ـــــ قَالَ مُجَاهِدٌ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْ لَمْ یَظْهَرُوْا لَمْ یُدْرِكُوْا لِمَا بِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ، اور وہ چھوٹے بچے جو واقف نہیں کیونکہ وہ ابھی بہت کم عمر ہیں۔

**بَابُ** قَوْلِهٖ وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ ص:۷۰ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور عورتیں اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال لیں۔

**حدیث ۲۲۹۳** عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ یَرْحَمُ اللّٰهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْاُوَلَ لَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ شَقَقْنَ مُرُوْطَهُنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهٖ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ رحم فرمائے پہلے، پہلی ہجرت کرنے والی عورتوں پر جب اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا اور اپنی اوڑھنیوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالیں، تو انھوں نے تہبند پھاڑ کر اس کا نقاب بنایا۔

**تشریحات ۲۲۹۳** اس کے بعد کی حدیث جو بطریق صفیہ بنت شیبہ ہے اس میں یہ ہے کہ کناروں کی جانب سے اپنے تہبند کو انھوں نے پھاڑا تھا۔

**سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ** ص:۷۰ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ سورت مکی ہے البتہ دو آیتوں کے بارے میں اختلاف ہے ایک "وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ" الآیۃ دوسرے "اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا" الآیۃ اس میں سشہتر آیتیں ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا هَبَاءً مَّنْثُوْرًا مَا تَسْفِیْ بِهِ الرِّیْحُ، باریک گرد و غبار جو ہوا کے ساتھ اڑتا رہتا ہے ـــــ مَدَّ الظِّلَّ مَا بَیْنَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلٰی طُلُوْعِ الشَّمْسِ، سایہ پھیلایا، اس سے مراد طلوع فجر سے طلوع شمس تک کا وقت ہے ـــــ سَاكِنًا دَائِمًا عَلَیْهِ، جو اس پر ہمیشہ رہتا ہے ـــــ دَلِیْلًا طُلُوْعُ الشَّمْسِ، سورج کا نکلنا ـــــ خِلْفَةً مَنْ فَاتَهٗ فِیْ اللَّیْلِ عَمِلَ اَدْرَكَهٗ بِالنَّهَارِ اَوْ فَاتَهٗ بِالنَّهَارِ اَدْرَكَهٗ بِاللَّیْلِ، بدل یعنی جو کام رات کو رہ جائے وہ دن میں کیا جائے اور جو دن میں رہ جائے اسے رات میں کیا جائے ـــــ وَقَالَ الْحَسَنُ هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَمَا شَیْءٌ اَقَرَّ لِعَیْنِ الْمُؤْمِنِ مِنْ اَنْ یَّرٰی حَبِیْبَهٗ فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ۔ ہم کو ہماری بیویوں اور اولاد سے ایسے افراد عطا کر جو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو یعنی ہمیں ایسی بیویاں اور

اولاد عطا فرما جو اللہ کی اطاعت کریں۔ مومن کی آنکھوں کو اس سے زیادہ کوئی چیز ٹھنڈی کرنے والی نہیں کہ اپنے محبوب کو اللہ کی اطاعت میں دیکھے ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ صُبُوْرًا اَوْیِلًا ـــــ وَقَالَ غَیْرُہٗ اَلسَّعِیْرُ مُذَکَّرٌ وَالتَّسَعُّرُ وَالْاِضْطِرَامُ اَلتَّوَقُّدُ اَلسَّدِیْدُ ـــ سعیر، معنی بھڑکنے والا یہ مذکر ہے، تسعّر اور اضطرام کے معنی سخت بھڑکنا ہے ـــــ تُمْلٰی عَلَیْہِ تُقْرَأُ عَلَیْہِ مِنْ اَمْلَیْتُ وَاَمْلَلْتُ، اس پر پڑھی جائے یہ اَمْلَیْتُ اور اَمْلَلْتُ سے ہے۔ تُمْلٰی اَمْلَیْتُ کا واحد مؤنث حاضر مضارع مجہول ہے، اَمْلَلْتُ اسی کے ہم معنی ہے یہ مراد نہیں کہ تُمْلٰی بھی اَمْلَلْتُ سے بنا ہے ـــــ اَلرَّسُّ اَلْمَعْدِنُ وَجَمْعُہٗ رَسَاسٌ، کأن اس کی جمع رساس ہے ـــــ مَا یَعْبَأُ یُقَالُ مَا عَبَأْتُ بِہٖ شَیْئًا لَا یُعْتَدُّ بِہٖ، جس کی کچھ قدر نہیں ـــــ غَرَامًا ھَلَاکًا ـــــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ وَعَتَوْا طَغَوْا، انھوں نے سرکشی کیا ـــــ وَقَالَ ابْنُ عُیَیْنَۃَ عَاتِیَۃٌ عَتَتْ عَلَی الْخُزَّانِ، اور ابن عیینہ نے کہا "عاتیۃ" وہ ہوا جو خازنوں کے قابو سے باہر ہوگئی تیز آندھی۔

**بَابُ قَوْلِہِ اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْھِھِمْ اِلٰی جَھَنَّمَ اُولٰٓئِکَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّاَضَلُّ سَبِیْلًا**

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر۔ وہ لوگ جو منہ کے بل جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے ان کا ٹھکانہ سب سے برا اور سب سے زیادہ گمراہ ہیں۔

**حدیث ۲۲۹۴** حَدَّثَنَا اَنَسُ ابْنُ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ

حضرت انس بن مالک نے حدیث بیان کی کہ ایک شخص نے عرض کیا اے

رَجُلًا قَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ یُحْشَرُ الْکَافِرُ عَلٰی وَجْھِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قَالَ

اللہ کے نبی! کافر قیامت کے دن منہ کے بل چلایا جائے گا فرمایا کیا جس ذات نے اس کو دنیا میں

اَلَیْسَ الَّذِیْ اَمْشَاہُ عَلَی الرِّجْلَیْنِ فِی الدُّنْیَا قَادِرًا عَلٰی اَنْ

دو پاؤں پر چلایا وہ اس پر قادر نہیں کہ قیامت کے دن اس کو منہ کے بل چلائے، قتادہ

یُّمْشِیَہٗ عَلٰی وَجْھِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قَالَ قَتَادَۃُ بَلٰی وَعِزَّۃِ رَبِّنَا۔

نے کہا ہاں ضرور ہمارے رب کی عزت کی قسم۔ (یعنی وہ ضرور اس پر قادر ہے) ؎

## سُوْرَۃُ الشُّعَرَاءِ صـ۷۰۲ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ سورت مکی ہے اس میں دو سو ستائیس آیتیں ہیں۔

---

؎ کتاب الرقاق باب کیف الحشر ص۹۶۶ مسلم توبہ۔ نسائی تفسیر

وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَعْبَثُوْنَ تَبْنُوْنَ، بناتے ہو ـــــ هَضِيْمٌ يَتَفَتَّتُ اِذَا مُسَّ، چھونے سے ریزہ ریزہ ہو جائے ـــــ مُسَحَّرِيْنَ اَلْمَسْحُوْرِيْنَ، جس پر جادو کر دیا گیا ہو ـــــ اَلْاَيْكَةُ وَالْاَيْكَةُ جَمْعُ اَيْكَةٍ وَهِيَ جَمِيْعُ شَجَرٍ، درختوں کا جھنڈ، جنگل ـــــ يَوْمَ الظُّلَّةِ اِظْلَالُ الْعَذَابِ اِيَّاهُمْ، جس دن ان پر عذاب کا سایہ ہوگا ـــــ مَوْزُوْنٌ مَعْلُوْمٌ كَالطَّوْدِ كَالْجَبَلِ، پہاڑ کے مثل ـــــ لَشِرْذِمَةٌ طَائِفَةٌ قَلِيْلَةٌ، چھوٹا گروہ ـــــ فِي السَّاجِدِيْنَ فِي الْمُصَلِّيْنَ نماز پڑھنے والوں میں ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ كَاَنَّكُمْ، جیسے تم اس میں ہمیشہ رہو گے ـــــ اَلرِّيْعُ اَلْيَفَاعُ مِنَ الْاَرْضِ وَجَمْعُهُ رِيْعَةٌ وَاَرْيَاعٌ وَاحِدُهُ الرِّيْعَةُ، ٹیلہ ـــــ مَصَانِعَ كُلُّ بِنَاءٍ فَهُوَ مَصْنَعَةٌ، محل ـــــ فَرِهِيْنَ فَرِحِيْنَ فَارِهِيْنَ بِمَعْنَاهُ وَيُقَالُ فَارِهِيْنَ حَاذِقِيْنَ، فرہین کے معنی اترائے ہوئے اور کچھ لوگوں نے کہا فارہین کے معنی ماہرین کے ہیں ـــــ تَعْثَوْا هُوَ اَشَدُّ الْفَسَادِ وَعَاثَ يَعِيْثُ عَيْثًا، بہت فساد مچاتے ہو، عیث کے معنی سخت فساد مچانا ـــــ یہ افادہ فرمایا کہ عَاثَ معتل العین عَثِیَ معتل اللام ہم معنی ہیں، یہ مراد نہیں کہ تَعْثَوْا عَاثَ سے مشتق ہے ـــــ اَلْجِبِلَّةُ اَلْخَلْقُ جُبِلَ خُلِقَ وَمِنْهُ جِبِلًّا وَجِبِلًّا وَجُبْلًا وَجُبُلًّا بِمَعْنَى الْخَلْقِ، سرشت، مخلوق جُبل کے معنی خلق کے ہیں۔

## اَلنَّمْلُ ص ۷۰۲ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ مکی ہے، اس میں تراسی آیتیں ہیں۔

اَلْخَبْءُ مَا خَبَأْتَ، جس کو تو چھپائے ـــــ لَا قِبَلَ لَهُمْ لَا طَاقَةَ، انھیں طاقت نہیں ـــــ اَلصَّرْحُ كُلُّ مِلَاطٍ اُتُّخِذَ مِنَ الْقَوَارِيْرِ وَالصَّرْحُ اَلْقَصْرُ وَجَمَاعَتُهُ صُرُوْحٌ، وہ کارا جو شیشہ ملا کر تیار کیا گیا ہو، اور محل، اس کی جمع صروح ہے ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ سَرِيْرٌ كَرِيْمٌ حَسَنُ الصَّنْعَةِ وَغَلَاءُ الثَّمَنِ، بھاری تخت، اچھی کاریگری کا، بیش قیمت ـــــ مُسْلِمِيْنَ طَائِعِيْنَ، تابع دار ہو کر ـــــ رَدِفَ اِقْتَرَبَ، قریب ہوا ـــــ جَامِدَةً قَائِمَةً، ٹھہرا ہوا ـــــ اَوْزِعْنِيْ اِجْعَلْنِيْ، مجھ کو بنا دے ـــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ نَكِّرُوْا غَيِّرُوْا، بدل ڈالو ـــــ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ يَقُوْلُهُ سُلَيْمَانُ، سلیمان علیہ السلام نے فرمایا مجھے پہلے ہی سے علم دیا گیا ـــــ وَالصَّرْحُ بِرَكَةُ مَاءٍ ضَرَبَ عَلَيْهَا سُلَيْمَانُ قَوَارِيْرَ اَلْبَسَهَا اِيَّاهُ، صرح کے معنی پانی کا حوض جس پر سلیمان علیہ السلام نے شیشہ چڑھا دیا تھا۔

## سُوْرَةُ اَلْقَصَصِ ص ۷۰۲ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ سورت مکی ہے اور اس میں اٹھاسی آیتیں ہیں۔

یُقَالُ اِلَّا وَجْهَهٗ اِلَّا مُلْكَهٗ وَيُقَالُ اِلَّا مَا اُرِيْدَ بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ ، یعنی اس کا ملک اور بعض لوگوں نے کہا وہ جس سے اللہ کی خوشنودی مقصود ہو ـــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْبَاءُ اَلْحُجَجُ ، ان پر خبریں اندھی ہو جائیں گی یعنی دلیلیں۔ انباء سے مراد دلیلیں ہیں ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اُولِي الْقُوَّةِ لَا يَرْفَعُهَا الْعَصَبَةُ مِنَ الرِّجَالِ ، قارون کے خزانوں کی کنجیاں طاقتور مردوں کی ایک جماعت اٹھا نہیں پاتی تھیں ـــــ لَتَنُوْءُ لَتَثْقُلُ ، بھاری پڑتی تھیں ـــــ فَارِغًا اِلَّا مِنْ ذِكْرِ مُوْسٰى ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یاد کے علاوہ ان کی والدہ کے دل میں اور کوئی خیال نہیں رہتا ـــــ اَلْفَرِحِيْنَ اَلْمَرِحِيْنَ ، اتراتے ہوئے ـــــ قُصِّيْهِ اِتَّبِعِيْ اَثَرَهٗ وَقَدْ يَكُوْنُ اَنْ يَقُصَّ الْكَلَامَ ، اس کے نشانِ قدم کا پیچھا کرو اور کبھی بات کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے ـــــ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ عَنْ جُنُبٍ عَنْ بُعْدٍ وَعَنْ جَنَابَةٍ وَاحِدٌ وَعَنْ اِجْتِنَابٍ اَيْضًا۔ دور سے ـــــ نَبْطِشُ وَنَبْطُشُ يَاْتَمِرُوْنَ يَتَشَاوَرُوْنَ ، آپس میں مشورہ کرتے تھے ـــــ اَلْعُدْوَانُ وَالْعِدَاءُ وَالتَّعَدِّيْ وَاحِدٌ۔ ان سب کا معنی ایک ہے حد سے آگے بڑھنا ـــــ اٰنَسَ اَبْصَرَ ، دیکھا ـــــ اَلْجَذْوَةُ قِطْعَةٌ غَلِيْظَةٌ مِنَ الْخَشَبِ لَيْسَ فِيْهَا لَهَبٌ وَالشِّهَابُ فِيْهِ لَهَبٌ ، دبیز آگ کا انگارہ جس میں لپٹ نہ ہو۔ شہاب اس انگارہ کو کہتے ہیں جس میں لپٹ ہو ـــــ وَالْحَيَّاتُ اَجْنَاسٌ اَلْجَانُّ وَالْاَفَاعِيْ وَالْاَسَاوِدُ ، قسم قسم کے سانپ ـــــ رِدْاً مُعِيْنًا ، مددگار ـــــ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُصَدِّقُنِيْ ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جو میری تصدیق کرے ـــــ وَقَالَ غَيْرُهٗ سَنَشُدُّ سَنُعِيْنُكَ كُلَّ مَا عَزَّزْتَ شَيْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهٗ عَضُدًا ـــــ ہم تجھے قوت دیں گے جب تو کسی کی مدد کرے تو اس کے لئے بازو ہو گیا ـــــ مَقْبُوْحِيْنَ مُهْلَكِيْنَ۔ ہلاک کئے ہوئے ـــــ وَصَّلْنَا بَيَّنَّاهُ وَاَتْمَمْنَاهُ ـــــ ہم نے اس کو بیان کر دیا اور پورا کر دیا ـــــ يُجْبٰى يُجْلَبُ۔ نفع حاصل کرتا ہے ـــــ بَطِرَتْ اَشِرَتْ ، اترا گیا ـــــ فِيْ اُمِّهَا رَسُوْلًا۔ اس کی مرکزی بستی میں رسول بھیجتے ہیں ـــــ ام القریٰ مکہ اور اس کے اردگرد کو کہتے ہیں ـــــ تُكِنُّ تُخْفِيْ اَكْنَنْتُ الشَّيْءَ اَخْفَيْتُهٗ وَكَنَنْتُهٗ خَفَيْتُهٗ اَظْهَرْتُهٗ يُكِنُّ کے معنی تو چھپاتا ہے ـــ اَكْنَنْتُ الشَّيْءَ کے معنی ہیں میں نے اس کو چھپایا یہ اضداد میں سے ہے اس کے معنی چھپانے کے بھی ہیں اور ظاہر کرنے کے بھی ہیں ـــــ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ مِثْلُ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ يُوَسِّعُ عَلَيْهِ وَيُضَيِّقُ عَلَيْهِ۔ وَيْكَ ـــــ اَلَمْ تَرَ کے معنی میں ہے۔ یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس پر چاہتا ہے۔

رزق وسیع کرتا ہے اور جس پر چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔

**باب قَوْلِهٖ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ** اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر بیشک جس نے تم پر قرآن فرض کیا۔

**۲۲۹۵ حدیث** عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا

لَرَادُّكَ اِلٰی مَعَادٍ - قَالَ اِلٰی مَكَّةَ۔

لرادك الی معاد سے مراد یہ ہے کہ تم کو پھر مکہ لوٹائے گا۔

**تشریح ۲۲۹۵** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس تفسیر کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت آیت بحکم الٰہی مکہ معظمہ سے ہجرت کر رہے ہیں مگر ایک دن آئے گا کہ آپ پھر مکہ معظمہ پلٹ آئیں گے۔ اس سے مراد یا تو عمرۃ القضاء میں واپسی ہے یا فتح مکہ کے دن ۔ عمرۃ القضاء کے موقع پر واپسی عارضی تھی وہاں کفار کا تسلط تھا تین یوم سے زیادہ نہیں رک پائے مگر فتح مکہ کے موقع پر واپسی حاکمانہ تھی۔ مکہ زیر نگیں تھا مطیع تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم وہاں نافذ تھا۔ چاہتے تو وہاں مستقل بود و باش اختیار فرما لیتے۔ مگر اپنے اختیار سے مکہ معظمہ میں سکونت اختیار نہیں فرمائی۔

**اَلْعَنْكَبُوْتُ** صـ ۷۰۳

یہ سورت مکی ہے۔ اس میں انہتر آیتیں ہیں۔

قَالَ مُجَاهِدٌ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ ضَلَلَةٌ ــــ انھیں گمراہی سوجھتی ہے ــــ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ عَلِمَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِنَّمَا هِیَ بِمَنْزِلَةِ فَلْیُمَیِّزَ اللّٰهُ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰی لِیَمِیْزَ اللّٰهُ الْخَبِیْثَ ــــ یہاں علم سے مراد تمیز پیدا کرنا علیحدہ کر دینا ہے ــــ جیسا کہ آیۃ کریمہ تاکہ اللہ خبیث کو طیب سے جدا کر دے ــــ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ اَوْزَارَهُمْ ــــ بوجھ پر بوجھ ــــ

**الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ** صـ ۷۰۳ ــــ یہ سورت مکی ہے۔ اس میں ساٹھ آیتیں ہیں۔

روم دو ہیں۔ ایک روم بن لنطی بن لونان بن یافث اور دوسرا روم بن عیص بن اسحاق علیہ السلام یہاں اس کے ملک کے باشندے مراد ہیں۔ روم بن عیص کے نام پر ان تمام مقبوضات کا نام پڑ گیا جو اس کے حدود سلطنت میں تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت روم اور ایران میں بڑی خونریز جنگ چھڑ گئی تھی۔ ایرانی سپہ سالار رستم نے رومیوں کے ایشیائے کوچک کے تمام مقبوضات کو فتح کر کے رومی بادشاہ ہرقل کو سمندر پار ڈھکیل دیا تھا۔ رومیوں نے انتہائی ذلت کے ساتھ صلح کی پیش کش کی۔ لیکن مغرور ایرانی شہنشاہ خسرو نے ٹھکرا دیا۔ اور یہ کہا مجھے یہ سب نہیں چاہئے زنجیروں میں جکڑا ہوا ہرقل

چاہیئے۔ جو میرے پاس آکر سورج دیوتا کو سجدہ کرے اس پر ہرقل کو غیرت آئی اس نے اپنی پوری قوت جمع کر کے ایرانیوں پر حملہ کیا اور انھیں ڈھکیلتا گیا اور اپنے سارے مقبوضات واپس لے کر ایرانیوں کو اپنے حدود میں ڈھکیل دیا۔ جب ایرانی رومیوں پر غالب آئے تو مکہ کے مشرکین بہت خوش ہوئے۔ مشرک میں اتحاد کی وجہ سے مشرکین ایرانیوں کے حامی تھے، اور مسلمانوں کا یک گونہ رجحان رومیوں کی طرف تھا اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مشرکین نے کہا جیسے ہمارے بھائی تمہارے بھائی پر غالب آئے ہیں ایسے ہی اگر ہمارے تمہارے درمیان جنگ ہوگی تو ہم تم پر غالب آئیں گے۔ اس سے مسلمان دل شکستہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی دلجمعی کے لئے یہ سورہ نازل فرمائی۔

رومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں۔ اور اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے چند برس میں جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت صدیق اکبر نے مشرکین کو سنائیں بات بڑھی اور سو اونٹوں کی شرط لگی۔ مشرکین نے کہا میعاد مقرر کرو۔

بالآخر جس دن بدر کے میدان میں مسلمانوں کو مشرکین پر فتح حاصل ہوئی اسی دن یہ اطلاع بھی ملی کہ ہرقل ایرانیوں پر غالب آگیا ہے۔ ابی بن خلف تو جنگ بدر میں مارا گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی اولاد سے شرط کے سو اونٹ وصول کئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے صدقہ کر دیئے۔ یہ شرط حقیقت میں جوا تھا مگر اس وقت تک جوئے کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی نیز مکہ والے حربی تھے۔ اس لئے اس مال کے لینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔

فَلَا يَرْبُوْا مَنْ اَعْطٰى يَبْتَغِيْ اَفْضَلَ فَلَا اَجْرَ لَهٗ ـــ جو اس لئے دے کہ اسے عوض میں اس سے زیادہ ملے اسے اجر نہیں ـــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ يُحْبَرُوْنَ يُنْعَمُوْنَ ـــ نعمت دیئے جائیں ـــ فَلَاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ يُسَوُّوْنَ الْمَضَاجِعَ ـــ اپنے لئے بستر ٹھیک کرتے ہیں ـــ اَلْوَدْقُ الْمَطَرُ بارش ـــ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا۔ هَلْ لَكُمْ مِّمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فِي الْاٰلِهَةِ وَفِيْهِ تَخَافُوْنَهُمْ اَنْ يَّرِثُوْكُمْ كَمَا يَرِثُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ـــ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ آیہ کریمہ ـــ هل لكم ممّا ملكت ايمانكم شركاء ـــ معبودان باطل کے بارے میں نازل ہوئی اور ان کے بارے میں تم ڈرتے ہو کہ کہیں وہ تمہارے وارث نہ ہوں جیسے تم میں بعض بعض کا وارث ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے تم اپنے غلاموں کو اپنے اموال کا شریک ہونا پسند نہیں کرتے کہ وہ تمہاری ملکیت میں برابر کے ساجھیدار ہوں اسی طرح اللہ تعالیٰ یہ کیسے پسند فرمائے گا کہ اس کی مخلوق اور اس کے مملوک خدائی میں اس کے شریک ہوں۔

يُصَّدَّعُوْنَ يَتَفَرَّقُوْنَ فَاصْدَعْ ـــ جدا جدا ہو جائیں گے اسی سے فاصدع ہے کھلم کھلا بیان فرمایئے ـــ وَقَالَ غَيْرُهٗ ضُعْفٌ وَضَعْفٌ لُغَتَانِ ـــ کمزوری ضاد کے ضمہ و فتحہ

دونوں کے ساتھ ہے ـــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلسُّوْآیٰ اَلْاِسَاءَۃُ جَزَاءُ الْمُسِیْئِیْنَ۔ برائی کا بدلہ۔

## تَنْزِیْلُ السَّجْدَۃِ ص ۴۰۷

یہ سورہ مکی ہے اور اس میں تیس ۳۰ آیتیں ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَهِیْنٌ ضَعِیْفٌ نُطْفَۃُ الرَّجُلِ ـــ بے قدر برامرد کا نطفہ ہے ـــــ ضَلَلْنَا هَلَكْنَا ـــ ہم نے ان کو ہلاک کیا ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَلْجُرُزُ الَّتِیْ لَا تُمْطَرُ اِلَّا مَطَرًا لَا یُغْنِیْ عَنْهَا شَیْئًا ـــ وہ بادل جو برسے نہیں یا اتنی بارش برسے جو بے فائدہ ہو ـــــ نَهْدِ فَهْدِ تُبَیِّنْ ـــ ہم واضح کر دیتے ہیں۔

## اَلْاَحْزَاب ص ۴۰۷

یہ سورۃ مدنی ہے۔ اور اس میں تہتر ۷۳ آیتیں ہیں۔

قَالَ مُجَاهِدٌ صَیَاصِیْهِمْ قُصُوْرِهِمْ ان کے محلوں سے

**بَابٌ** قَوْلِهٖ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ ص ۴۰۷ متبنّٰی کو ان کے حقیقی باپ کی طرف نسبت کر کے پکارو۔

۲۲۹۶ حَدَّثَنِیْ سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ

**حدیث** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ

تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ زَیْدَ ابْنَ حَارِثَۃَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہہ کر کے پکارتے

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنَّا نَدْعُوْهُ اِلَّا زَیْدَ ابْنَ مُحَمَّدٍ حَتّٰی نَزَلَ الْقُرْاٰنُ

تھے یہاں تک کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ انھیں ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے پکارو

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ

یہ اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے۔

**تشریحات** ۲۲۹۶ زمانۂ جاہلیت کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص کسی بچے کو گود لیتا۔ یعنی متبنّٰی بنا لیتا تو بچہ اس کی طرف منسوب ہوتا۔ اور اس کی میراث پاتا۔ اسی معاہدہ کے مطابق حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی زید بن محمد کہتے تھے۔ جب یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔ دونوں باتیں ختم ہو گئیں۔

**بَابٌ** قَوْلِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر "ان میں سے کچھ

---

۱؎ مسلم فضائل ترمذی تفسیر مناقب نسائی تفسیر

مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ص۷۰ — لوگوں نے اپنی منت پوری کرلی اور کچھ لوگ انتظار کر رہے ہیں اور وہ ذرا نہ بدلے۔

نَحْبَهٗ عَهْدَهٗ — عہد کو — اَقْطَارُهَا جَوَانِبُهَا — اسکے کنارے — اَلْفِتْنَةَ لَاَتَوْهَا لَاَعْطَوْهَا — فتنے میں پڑتے۔

**بَابُ** قَوْلِهٖ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۔ ص۷۰۵

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر "اپنی بیویوں سے فرمادو اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں۔

اَلتَّبَرُّجُ اَنْ تُخْرِجَ مَحَاسِنَهَا — اپنی آرائشوں کو ظاہر کرو — سُنَّةَ اللّٰهِ اِسْتَنَّهَا جَعَلَهَا — جسے اللہ نے اپنا طریقہ مقرر فرمالیا۔

**بَابُ** قَوْلِهٖ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ص۷۰۵

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر "اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے اسکا خوف رکھو۔

**حدیث** ۲۲۹۷ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ "نَزَلَتْ فِيْ شَاْنِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَّزَيْدِ ابْنِ حَارِثَةَ عله

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آیہ کریمہ "وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ" زینب بنت جحش اور زید بن حارثہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے

**تشریحات** ۲۲۹۷ قصہ یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا، حضرت زید بن حارثہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام تھے جنھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا تھا اور اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا۔ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنی اسد کی چشم و چراغ تھیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں، دونوں میں نباہ نہ ہو سکا، نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت زید نے حضرت زینب کو طلاق دے دیا، اس سے حضرت زینب بہت دلگیر تھیں ان کی دلداری کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کا ارادہ فرمایا لیکن اندیشہ یہ تھا کہ لوگ طعن کریں گے اس لئے کہ زمانہ جاہلیت

---

عله التوحید باب کان عرشه علی الماء ص۱۱۱ ترمذی تفسیر، نسائی تفسیر

میں لوگ متبنّٰی کو حقیقی بیٹے کے مثل جانتے تھے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تردد تھا، اس آیت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس تردد کو دور فرمایا گیا ہے۔

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح اللہ تعالیٰ نے حضور کے ساتھ کیا تھا جس پر حضرت زینب دوسری ازواج مطہرات پر فخر کیا کرتی تھیں، فرماتی تھیں۔ تم لوگوں کا نکاح تمہارے اہل نے کیا ہے اور میرا نکاح اللہ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر کیا ہے۔

**باب** قَوْلِہٖ تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْھُنَّ وَتُؤْوِیْٓ اِلَیْکَ مَنْ تَشَآءُ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکَ ص ۷۰۶

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر "پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو اور اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو اور جسے تم نے کنارے کر دیا تھا اسے تمہارا جی چاہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں

قَالَ ابن عباس تُرْجِیْ تُؤَخِّیْ اَرْجِئْہُ اَخِّرْہُ ۔ ترجی کے معنی ہے اسے ہٹاؤ

۲۲۹۸ **حدیث** قَالَ ھِشَامٌ حَدَّثَنَا عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ کُنْتُ اَغَارُ عَلَی اللَّاتِیْ وَھَبْنَ اَنْفُسَھُنَّ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَقُوْلُ اَتَھَبُ الْمَرْاَۃُ نَفْسَھَا فَلَمَّا اَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی "تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْھُنَّ" الْاٰیَۃَ قُلْتُ مَا اَرٰی رَبَّکَ اِلَّا یُسَارِعُ فِیْ ھَوَاکَ ؏

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں ان عورتوں پر غیرت کرتی تھی جنھوں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا تھا اور میں کہتی کیا عورت اپنے آپ کو ہبہ کر سکتی ہے؟ جب اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ نازل فرمائی تو میں نے حضور سے عرض کیا "میں یہی دیکھتی ہوں کہ اللہ آپ کی خواہش پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے۔

۲۲۹۹ **حدیث** عَنْ مُعَاذَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَسْتَاْذِنُ فِیْ یَوْمِ الْمَرْاَۃِ مِنَّا بَعْدَ اَنْ اُنْزِلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْھُنَّ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باری کے دن ہم سے اذن طلب فرماتے اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد ان میں سے جسے چاہو اپنے سے پیچھے کر دو اور اپنے قریب کرو

؏ کتاب النکاح باب ھل المرأۃ ان تھب نفسھا لاحد ص ۷۶۶ مسلم نکاح، نسائی نکاح عشرۃ النساء

وَتُؤْوِیْٓ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ

جسے چاہو اور ان میں سے بھی جن سے تم نے علیحدگی اختیار کرلی اگر کسی کو قریب کرلو تو آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

عَلَیْكَ ذٰلِكَ اَدْنٰٓی اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ وَلَا یَحْزَنَّ وَیَرْضَیْنَ بِمَآ اٰتَیْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ

معاذہ نے ام المؤمنین سے پوچھا اس وقت آپ کیا عرض کرتی تھیں انھوں نے بتایا میں عرض کرتی اگر یہ

كَانَ ذَاكَ اِلَیَّ فَاِنِّیْ لَآ اُرِیْدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ اُوْثِرَ عَلَیْكَ اَحَدًا [علہ]

میرے اختیار میں ہے تو میں یارسول اللہ اسے پسند نہیں کرتی کہ آپ پر کسی کو ترجیح دوں۔

**تشریحات** كُنْتُ اُغَارُ۔ متعدد عورتوں نے اپنے آپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ۲۲۹۹ میں پیش کیا کہ حضور ہمیں اپنی زوجیت میں رکھ لیں۔ وہ عورتیں یہ ہیں۔ خولہ بنت حکیم، ام شریک۔ فاطمہ بنت شریح۔ لیلہ بنت حطیم۔ میمونہ بنت الحارث۔ اسی کو ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ مجھے اس پر غیرت آئی لیکن جب آیہ کریمہ تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ نازل ہوئی تو میں نے یہ سمجھا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبیت کا اثر ہے۔ اور من جانب اللہ ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر باری کی پابندی واجب نہیں تھی یہ دوسری بات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کرم سے ازواج مطہرات کی باری مقرر فرمادی تھی اور اس کی پابندی بھی فرماتے تھے۔

**بَابُ** قَوْلِهٖ لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا ص۷۰

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اے ایمان والو نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ مثلاً کھانے کے لئے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ بیشک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا اور جب تم ازواج مطہرات سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر مانگو اس میں زیادہ ستھرائی ہے۔ تمہارے دلوں اور انکے دلوں کی اور تمہیں نہیں پہونچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔

---

علہ مسلم طلاق۔ ابوداؤد نکاح۔ نسائی۔ عشرۃ النساء۔

یُقَالُ اِنَاہُ اِذَا رَاکَہٗ اَنٰی یَانِیْ اَنَاۃً ـــــ اناہ کے معنیٰ کھانا تیار ہونا۔ یہ ضرب یضرب سے آتا ہے اس کا مصدر اَنَاۃ ہے ـــــ لَعَلَّ السَّاعَۃَ تَکُوْنُ قَرِیْبًا ـــــ اِذَا وَضَعْتَ صِفَۃَ الْمُؤَنَّثِ قُلْتَ قَرِیْبَۃٌ وَاِذَا جَعَلْتَہٗ ظَرْفًا وَبَدَلًا فَلَمْ تُرِدِ الصِّفَۃَ نَزَعْتَ الْھَاءَ مِنَ الْمُؤَنَّثِ وَکَذَالِکَ لَفْظُھَا فِی الْوَاحِدِ وَالْاِثْنَیْنِ وَالْجَمِیْعِ لِلذَّکَرِ وَالْاُنْثٰی۔ قریب کو جب تم مؤنث کی صفت ٹھہراؤ تو قریبۃ کہو گے۔ جب اس ظرف یا بدل بنا اور صفت کا ارادہ نہ کرو۔ تو مؤنث سے ہا نکالدو گے۔ اور ایسے ہی اس کا لفظ واحد۔ تثنیہ۔ جمع مذکر اور مؤنث میں ہے آیۃ مذکورہ میں بظاہر قریبًا کو مؤنث ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ تکون کے اسم وخبر میں مطابقت ضروری ہے۔

امام بخاری اس کا جواب دیتے ہیں کہ قریب اگر کسی مؤنث کی صفت واقع ہو تو مؤنث لانا ضروری ہے۔ اور اگر مؤنث کی صفت نہ ہو بلکہ کسی لفظ مؤنث کا ظرف یا بدل واقع ہو تو مؤنث نہیں لایا جائے گا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں اس لئے کہ آیۃ کریمہ میں قریبًا نہ تو ظرف ہے نہ بدل۔ صحیح توجیہ یہ ہے کہ قریب فعیل کے وزن پر ہے۔ اور معنیٰ میں اسم مفعول کے ہے۔ اور فعیل جب معنیٰ میں اسم مفعول کے ہوتا ہے۔ تو اس میں مذکر مؤنث برابر ہوتا ہے۔ جیسے انّ رحمۃ اللہ قریب من المحسنین۔

۲۳۰۰ حَدَّثَنَا اَبُوْ مِجْلَزٍ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَمَّا تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

جب زینب بنت جحش سے شادی کی تو قوم کو کھانے کے لئے بلایا۔ لوگوں نے کھایا پھر بیٹھ

زَیْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ دَعَا الْقَوْمَ فَطَعِمُوْا ثُمَّ جَلَسُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ

کر باتیں کرنے لگے۔ تو حضور نے ایسا ظاہر کیا کہ کھڑے ہونا چاہتے ہیں۔ پھر بھی وہ

وَاِذَا ھُوَ کَاَنَّہٗ یَتَھَیَّاُ لِلْقِیَامِ فَلَمْ یَقُوْمُوْا فَلَمَّا رَاٰی ذَالِکَ قَامَ

لوگ نہیں اٹھے۔ جب حضور نے یہ دیکھا تو کھڑے ہو گئے جب حضور کھڑے ہو گئے تو

فَلَمَّا قَامَ قَامَ مَنْ قَامَ وَقَعَدَ ثَلٰثَۃُ نَفَرٍ فَجَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

کچھ لوگ کھڑے ہوئے اور تین شخص بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیَدْخُلَ فَاِذَا الْقَوْمُ جُلُوْسٌ ثُمَّ اِنَّھُمْ قَامُوْا

لے جانے کے ارادے سے واپس آئے تو دیکھا کہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد

فَانْطَلَقْتُ فَجِئْتُ فَاَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُمْ قَدْ

وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ میں نے جاکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ وہ لوگ چلے گئے۔ اب حضور

انْطَلَقُوْا فَجَاءَ حَتّٰى دَخَلَ فَذَهَبْتُ اَدْخُلُ فَاَلْقَى الْحِجَابَ بَيْنِيْ وَ

تشریف لائے۔ اندر تشریف لے گئے۔ میں نے بھی اندر داخل ہونا چاہا تو حضور نے میرے اور اپنے

بَيْنَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ الْاٰيَةَ عـه

درمیان پردہ لٹکا دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ نازل فرمائی۔

۲۳۰۱ حدیث حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت

تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَنٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَيْنَبَ بِنْتِ

جحش کے ولیمہ کے لئے روٹی اور گوشت کا انتظام فرمایا اور مجھے کھانے کے لئے لوگوں کو

جَحْشٍ بِخُبْزٍ وَلَحْمٍ فَاَرْسَلْتُ عَلَى الطَّعَامِ دَاعِيًا فَيَجِيْءُ قَوْمٌ

بلانے کے واسطے بھیجا لوگ آتے اور کھاتے اور چلے جاتے۔ پھر لوگ آتے

فَيَاْكُلُوْنَ وَيَخْرُجُوْنَ ثُمَّ يَجِيْءُ قَوْمٌ فَيَاْكُلُوْنَ وَيَخْرُجُوْنَ

اور کھا کر چلے جاتے میں لوگوں کو بلاتا رہا یہاں تک کہ کوئی ایسا نہیں رہ گیا جسے

فَدَعَوْتُ حَتّٰى مَا اَجِدُ اَحَدًا اَدْعُوْهُ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا اَجِدُ

بلاؤں میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! میں اب کسی کو نہیں پاتا جسے بلاؤں فرمایا کھانا

اَحَدًا اَدْعُوْهُ قَالَ اِرْفَعُوْا طَعَامَكُمْ وَبَقِيَ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ يَتَحَدَّثُوْنَ

اٹھا دو۔ تین شخص گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ عائشہ

فِي الْبَيْتِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَ اِلَى حُجْرَةِ

کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے اہل بیت تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت

عـه النکاح۔ باب ص۷۷۴ باب الهدية لِلْعَرُوْسِ ص۷۷۵ باب الوليمة حق ص۷۷۶ باب الوليمة ولو بشاة ص۷۷۷ باب من اولم على بعض نسائه اكثر من بعض ص۷۷۷ اطعمه باب قوله فاذا اطعتم فانتشروا ص۸۲۱ الاستيذان باب آية الحجاب ص۹۲۱ باب من قام من مجلسه ص۹۲۸ التوحيد باب وقام عرشه على الماء ص۱۱۰۴ مسلم۔ نکاح۔ نسائی تفسیر

عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ

انھوں نے عرض کیا آپ پر بھی سلام عرض ہو اور (اللہ کی رحمت آپ نے اپنے

وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَقَالَتْ وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ كَيْفَ وَجَدْتَ

اہل کو کیسا پایا (اللہ آپ کو برکت دے اس کے بعد اپنی تمام ازواج کے حجروں

اَهْلَكَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فَتَقَرَّى حُجَرَ نِسَائِهٖ كُلِّهِنَّ يَقُوْلُ لَهُنَّ

کے پاس باری باری تشریف لے جاتے ان سے وہی فرماتے جو عائشہ سے فرمایا

كَمَا يَقُوْلُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَيَقُلْنَ لَهٗ كَمَا قَالَتْ

تھا اور وہ وہی عرض کرتیں جو حضرت عائشہ نے عرض کیا تھا پھر نبی صلی (اللہ علیہ وسلم

عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ثُمَّ رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ اب بھی وہ تینوں آدمی بیٹھے باتیں کر رہے ہیں اور نبی

وَسَلَّمَ فَاِذَا ثَلٰثَةُ رُهْطٍ فِي الْبَيْتِ يَتَحَدَّثُوْنَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

صلی (اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ حیا فرمانے والے تھے پھر حضور عائشہ کے حجرہ کی طرف

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَدِيْدَ الْحَيَاءِ فَخَرَجَ مُنْطَلِقًا نَحْوَ حُجْرَةِ

چلے گئے مجھے یاد نہیں میں نے حضور کو خبر دی یا کسی اور نے کہ وہ لوگ

عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَمَا اَدْرِيْ اَخْبَرْتُهٗ اَوْ اُخْبِرَ اَنَّ

جاچکے اب حضور لوٹے اپنا ایک پاؤں دروازہ کی چوکھٹ کے اندر رکھا

الْقَوْمَ خَرَجُوْا فَرَجَعَ حَتّٰى اِذَا وَضَعَ رِجْلَهٗ فِيْ اُسْكُفَّةِ الْبَابِ

اور دوسرا باہر اور میرے اور اپنے درمیان پردہ لٹکا دیا۔ اور

دَاخِلَةً وَّاُخْرٰى خَارِجَةً اَرْخَى السِّتْرَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ وَاُنْزِلَتْ

آیت حجاب نازل ہوئی۔

اٰيَةُ الْحِجَابِ۔

**تشریحات** ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی (اللہ تعالیٰ عنہا کے ولیمہ اور آیت حجاب ۲۳۰ کے نزول پر تفصیلی گفتگو جلد اول میں گذر چکی ہے ناظرین وہیں رجوع کریں۔ وہیں ہم نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ واقعہ ۵ھ کا ہے۔ (جلد اول ص ۴۷۵)

حضرت امام بخاری نے اس واقعہ کو تیرہ جگہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ذکر فرمایا ہے۔ کہیں بطریق ابو مجلز کہیں بطریق ابو قلابہ کہیں بطریق عبدالعزیز بن صہیب کہیں بطریق حمید کہیں بطریق ثابت۔ ہر روایت میں کچھ زیادتی اور کمی اجمال و تفصیل ہے۔

ولیمہ میں کیا کھانا تھا۔ یہاں عبدالعزیز بن صہیب کی روایت میں ہے کہ روٹی اور گوشت تھا لیکن کتاب النکاح باب الولیمہ میں بطریق زہری جو روایت ہے۔ اس میں یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو میں دس سال کا تھا۔ میری ماں پابندی کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا حکم دیتی تھیں۔ میں نے دس سال حضور کی خدمت کی ہے۔ وصال کے وقت بیس سال کا تھا۔ اس لئے حجاب کے بارے میں سب سے زیادہ مجھے علم ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ حجاب کب اترا۔ زینب بنت جحش کے ولیمہ کے موقع پر پہلے پہل آیت حجاب نازل ہوئی۔ قصہ یہ ہوا کہ زینب بنت جحش کے زفاف کی صبح کو حضور نے لوگوں کو ولیمہ پر بلایا۔

اور کتاب النکاح ہی میں باب الولیمۃ ولو بشاۃ میں بطریق انس جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بیوی کا ولیمہ اتنا بڑا کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنا زینب بنت جحش پر کیا ایک بکری کا ولیمہ کیا تھا۔ نیز اسی میں باب الھدیۃ للعروس میں بطریق عثمان جو روایت ہے۔ اس میں یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کے ساتھ شادی کی تو مجھے ام سلیم نے کہا کاش ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ ہدیہ پیش کریں میں نے کہا پیش کرو تو انھوں نے کھجور۔ پنیر۔ گھی لیا ان سب کا ہانڈی میں مالیدہ بنایا۔ اور میرے ہاتھ حضور کی خدمت میں بھیجا۔ حضور نے فرمایا اسے رکھ دے پھر کچھ لوگوں کا نام لے کر فرمایا کہ انھیں بلاؤ اور راستے میں جو مل جائے اسے بھی بلاؤ میں نے ایسا ہی کیا جب لوٹ کر آیا تو دیکھا کہ گھر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو اس مالیدہ پر رکھا۔ پھر دس دس آدمی کو بلاتے جو اس میں سے کھاتے۔ حضور فرماتے کہ اللہ کا نام لو اور ہر شخص اپنے قریب سے کھائے یہاں تک کہ سب لوگوں نے کھالیا۔ اور کھا کر چلے گئے۔ کچھ لوگ تو چلے گئے کچھ لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ ان سب روایتوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ولیمہ میں روٹی بھی تھی اور بکری کا گوشت بھی۔ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نذر کیا ہوا مالیدہ بھی تھا۔

**باب** قَوْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ص۷۰

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی ان پر درود بھیجو۔ اور خوب سلام بھیجو۔

**قَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ صَلٰوةُ اللّٰهِ ثَنَاءُهٗ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلٰٓئِكَةِ**

ابو العالیہ نے کہا اللہ کی صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ فرشتوں کے سامنے

241 وَصَلٰوۃُ الْمَلٰئِکَۃِ الدُّعَاءُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

حضور کی تعریف کرتا ہے اور فرشتوں کی صلواۃ یہ ہے کہ وہ دعا کرتا ہے ابن عباس رضی اللہ

یُصَلُّوْنَ یُبَرِّکُوْنَ

تعالیٰ عنہما نے فرمایا یصلون کے معنی یہ ہے کہ وہ دعاء برکت کرتے ہیں۔

لَنُغْرِیَنَّکَ لَنُسَلِّطَنَّکَ ۔ ہم تم کو مسلط کر دیں گے۔

حدیث ۲۳۰۲ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ہم

قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا التَّسْلِیْمُ فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ قَالَ قُوْلُوْا

حضور کو سلام کرنے کو جانتے ہیں حضور پر درود کیسے پڑھیں فرمایا کہو اے اللہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ

درود بھیج محمد اپنے بندہ اور رسول پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا آل ابراہیم پر۔ اور برکت دے

اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ [عہ]

محمد اور آل محمد کو جیسے تو نے برکت دی ابراہیم کو۔

تشریحات ۲۳۰۲ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو اور خوب خوب سلام بھیجو۔ تو سلام تو ہم جانتے کہ کیسے کیا جاتا ہے۔ مگر درود نہیں جانتے۔ ہمیں بتائیے ہم حضور پر کیسے درود بھیجیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہو جائے۔

سبا یہ سورت مکی ہے۔ اس میں بچپن آیتیں ہیں۔ ص ۷۰۸

سبا عرب کا ایک قبیلہ ہے جو حدود یمن میں رہتا تھا۔ اور اپنے جد کے نام سے مشہور ہے اور وہ جد سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان ہے۔ اس سورت میں ان کے آبادیوں کی سرسبزی زرخیزی کا ذکر ہے پھر اس کی تباہی کا۔ اسی لئے سورت کا نام سورۂ سبا رہے۔

یُقَالُ مُعَاجِزِیْنَ مُسَابِقِیْنَ بِمُعْجِزِیْنَ بِفَائِتِیْنَ کہا گیا ہے معاجزین سے مراد آگے نکل جانے والے ہیں۔

---

عہ الدعوات باب الصلواۃ علی النبی ص ۹۴۰

مُغَالِبِيْنَ سَبَقُوْا فَاتُوْا لَا يُعْجِزُوْنَ لَا يُفْوِتُوْنَ يَسْبِقُوْنَا يُعْجِزُوْنَا قَوْلُهٗ مُعْجِزِيْنَ بِاٰيٰتِيْنَ وَمَعْنٰى مُعَاجِزِيْنَ مُغَالِبِيْنَ يُرِيْدُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اَنْ يُظْهِرَ عَجْزَ صَاحِبِهٖ۔

بمعجزین کے معنیٰ ہاتھوں سے نکل جانے والے جیسے کہتے ہیں لایعجزون وہ ہمیں عاجز نہیں کر سکتے۔ بمعجزین میں دوسری قرارت بمعاجزین ہے۔ یعنی ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے والے ایک دوسرے کا عجز ظاہر کرنے والے۔

مِعْشَارٌ عُشْرُ الْاُكُلُ اَلثَّمَرُ کھانے اور پھلوں کا دسواں حصہ ــــ بَاعِدْ وَبُعِّدْ۔ واحد یعنی دوری کر دے ــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا يَعْزُبُ لَا يَغِيْبُ ــــ غائب نہیں رہتا ــــ اَلْعَرِمُ السَّدُّ مَاءٌ اَحْمَرُ اَرْسَلَهٗ فِي السَّدِّ فَشَقَّهٗ وَهَدَمَهٗ وَحَفَرَ الْوَادِيَ فَارْتَفَقَتَا عَنِ الْجَنَّتَيْنِ وَغَابَ عَنْهُمَا الْمَاءُ فَيَبِسَتَا فَلَمْ يَكُنِ الْمَاءُ الْاَحْمَرُ مِنَ السَّدِّ وَلٰكِنْ كَانَ عَذَابًا اَرْسَلَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَيْثُ شَاءَ ــــ عَامٌ کے معنیٰ باندھ ہے سرخ پانی جس کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا بند ھ میں جس نے اسے پھاڑ دیا اور ڈھا دیا اور وادی کو کھو دیا پانی کے دونوں کنارے اونچے ہو گئے اور پانی غالب ہو گیا اور دونوں باغ سوکھ گئے۔ سرخ پانی باندھ سے نہیں آیا تھا لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا جس کو اللہ نے ان پر بھیجا تھا جہاں سے چاہا تھا ــــ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ شُرَحْبِيْلَ اَلْعَرِمُ الْمُسَنَّاةُ بِلَحْنِ اَهْلِ الْيَمَنِ وَقَالَ غَيْرُهٗ اَلْعَرِمُ الْوَادِيْ۔ اور عمرو بن شرحبیل نے کہا اہل یمن کی زبان میں عَرِم کے معنیٰ اونچی زمین کے ہیں اور ان کے غیر نے کہا اس کے معنیٰ نالے کے ہیں۔ ــــ اَلسَّابِغَاتُ الدُّرُوْعُ ــــ زرہیں۔ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مُجَازِيْ نُعَاقِبُ ــــ اور مجاہد نے کہا مجازی کے معنیٰ ہیں کہ ہم سزا دیتے ہیں ــــ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ بِطَاعَةِ اللّٰهِ۔ میں تم کو ایک نصیحت کرتا ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ــــ مَثْنٰى وَفُرَادٰى وَاحِدٌ اَوِاثْنَيْنِ ــــ ایک ایک اور دو دو کے ہیں ــــ اَلتَّنَاوُشُ اَلرَّدُّ مِنَ الْاٰخِرَةِ اِلَى الدُّنْيَا ــــ آخرت سے دنیا کی طرف لوٹانا ــــ وَبَيْنَمَا يَشْتَهُوْنَ مِنْ مَالٍ اَوْ وَلَدٍ اَوْ زَهْرَةٍ ــــ جسے تم چاہو مال یا اولاد یا دنیا کی تازگی ــــ بِاَشْيَاعِهِمْ بِاَمْثَالِهِمْ ــــ ان کے جیسے ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَالْجَوَابِ كَالْجَوْبَةِ مِنَ الْاَرْضِ ــــ زمین کے حوض کے مثل۔ وَالْخَمْطُ اَلْاَرَاكُ ــ وَالْاَثْلُ ــ اَلطَّرْفَاءُ ــ جھاؤ ــ اَلْعَرِمُ ــ اَلشَّدِيْدُ ــ سخت۔

## اَلْمَلٰٓئِكَةُ

یہ مکی ہے۔ اس میں پھیالیس آیتیں ہیں ۴۵

قَالَ مُجَاهِدٌ ــ اَلْقِطْمِيْرُ لِفَافَةُ النَّوَاةِ ــــ گٹھلی کا باریک چھلکا ــــ مُثْقَلَةٌ مُتَقَلَّةٌ بھاری بوجھ ــــ وَقَالَ غَيْرُهٗ اَلْحَرُوْرُ بِالنَّهَارِ مَعَ الشَّمْسِ ــــ دن میں دھوپ کی سخت تیزی ــ یعنی دن کی لوہ ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَلْحَرُوْرُ بِاللَّيْلِ وَالسَّمُوْمُ بِالنَّهَارِ ــــ حرور رات کی لوہ اور سموم دن کی لو ــــ وَغَرَابِيْبُ اَشَدُّ سَوَادٍ

اَلْغَرَابِیْبُ اَلشَّدِیْدُ السَّوَادُ ـــ غرابیب غربیب کی جمع ہے جس کے معنیٰ سخت کالے بھجنگ کے ہیں۔

## سُوْرَۃُ یٰسٓ

یہ سورت مکی ہے اس میں تراسی ۸۳ آیتیں ہیں ص ۷۰۹

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَعَزَّزْنَا شَدَّدْنَا ـــ ہم نے ان کو قوی کیا ـــ یَاحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ كَانَ حَسْرَةً عَلَيْهِمْ ـــ اِسْتِهْزَائُهُمْ بِالرُّسُلِ ـــ ان پر حسرت اس لئے تھی کہ وہ رسولوں سے ٹھٹھا کرتے تھے ـــ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ لَا يَسْتُرُ ضَوْءُ اَحَدِهِمَا ضَوْءَ الْاٰخَرِ وَلَا يَنْبَغِيْ لَهُمَا ذٰلِكَ ـــ مراد یہ ہے کہ چاند اور سورج میں سے ایک کی روشنی دوسرے کے روشنی کو چھپاتی نہیں۔ اور یہ ان دونوں کے لائق بھی نہیں ـــ سَابِقُ النَّهَارِ يَتَطَالَبَانِ حَثِيْثَيْنِ ـــ ایک دوسرے کے پیچھے چلتے رہتے ہیں ـــ نَسْلَخُ نُخْرِجُ اَحَدَهُمَا مِنَ الْاٰخَرِ وَيَجْرِيْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ـــ دن اور رات میں سے ایک کو دوسرے سے نکالتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک چلتا رہتا ہے ـــ مِنْ مِثْلِهٖ مِنَ الْاَنْعَامِ ـــ چوپاؤں سے چوپاؤں کے مثل ـــ فَكِهُوْنَ مُعْجَبُوْنَ ـــ اترائے ہوئے ـــ جُنْدٌ مُحْضَرُوْنَ عِنْدَ الْحِسَابِ ـــ حساب کے وقت حاضر کئے جائیں گے ـــ وَيُذْكَرُ عَنْ عِكْرِمَةَ اَلْمَشْحُوْنُ اَلْمُوْقَرُ ـــ بھری ہوئی ـــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَائِرُكُمْ مَصَائِبُكُمْ ـــ تمہاری مصیبتیں ـــ يَنْسِلُوْنَ يَخْرُجُوْنَ ـــ نکلیں گے ـــ مَرْقَدِنَا ـ مَخْرَجِنَا ـــ نکلنے کی جگہوں سے ـــ اَحْصَيْنَاهُ حَفِظْنَاهُ ـــ ہم نے ان کو محفوظ ـــ مَكَانَتِهِمْ وَمَكَانِهِمْ وَاحِدٌ ـــ یعنی مکانۃ و مکان کے معنیٰ ایک ہیں۔

## وَالصَّافَّاتُ

یہ سورت مکی ہے۔ اس میں ایک سو بیاسی ۱۸۲ آیتیں ہیں۔ ص ۷۰۹

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَكَانٍ بَعِيْدٍ۔ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ ـــ اور مجاہد نے کہا انجانی جگہ سے دور سے۔ یعنی ہر طرف سے پھینک کر مارتے ہیں ـــ وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ يُرْمَوْنَ ـــ ہر طرف سے پھینک کر مارے جاتے ہیں ـــ وَاصِبٌ دَائِمٌ ـــ ہمیشہ رہنے والا ـــ لَازِبٌ ـــ لازم چپک جانے والا ـــ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ يَعْنِي الْحَقَّ اَلْكُفَّارُ تَقُوْلُهُ لِلشَّيْطَانِ ـــ تم دہنی طرف بہکانے آتے تھے ہمیں۔ یعنی حق سے یعنی کفار شیطان سے کہیں گے۔ غَوْلٌ ـ وَجَعُ بَطْنٍ ـــ پیٹ کا درد ـــ يُنْزَفُوْنَ لَا تَذْهَبُ عُقُوْلُهُمْ ـــ ان کی عقلیں نہیں جائیں گی ـــ قَرِيْنٌ ـــ شیطان۔ ہمزاد ـــ يُهْرَعُوْنَ كَهَيْئَةِ الْهَرْوَلَةِ ـــ یعنی دوڑتے ہوئے ـــ يَزِفُّوْنَ ـ اَلزَّلَقُ فِي الْمَشْيِ ـــ تیز چلنا ـــ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا قَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ اَلْمَلٰٓئِكَةُ بَنَاتُ اللّٰهِ وَاُمَّهَاتُهُمْ بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ ـــ انھوں

نے اللہ اور جن کے درمیان میں نسب ٹھہرایا۔ قریش کے کفار کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ان کی مائیں جن سرداروں کی بیٹیاں ہیں ـــ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّۃُ اِنَّھُمْ لَمُحْضَرُوْنَ سَتُحْضَرُ لِلْحِسَابِ ـــ اور بیشک جن جانتے ہیں کہ وہ عنقریب حساب کے لئے حاضر کئے جائیں گے۔ ـــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ الْمَلٰٓئِکَۃُ ـــ یعنی فرشتے کہیں گے کہ ہم صف باندھے ہوئے ہیں ـــ صِرَاطَ الْجَحِیْمِ سَوَآءَ الْجَحِیْمِ وَوَسْطَ الْجَحِیْمِ ـــ جہنم کے بیچ میں ـــ لَشَوْبًا یُخْلَطُ طَعَامُھُمْ وَیُسَاطُ بِالْحَمِیْمِ ـــ کھانا کھولتے ہوئے پانی میں ملایا جائے گا ـــ مَدْحُوْرًا مَطْرُوْدًا ـــ دھتکارے ہوئے ـــ بَیْضٌ مَکْنُوْنٌ اللُّؤْلُؤُ الْمَکْنُوْنُ ـــ سفید چھپائے ہوئے موتی ـــ وَتَرَکْنَا عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرِیْنَ یُذْکَرُ بِخَیْرٍ ـــ ہم نے ان کا ذکر خیر پیچھلے لوگوں میں باقی رکھا ـــ یَسْتَسْخِرُوْنَ یَسْخَرُوْنَ ـــ ٹھٹھا کریں گے ـــ افادہ یہ فرمایا کہ استفعال معنیٰ میں مجرد کے ہے ـــ بَعْلًا رَبًّا ـــ پروردگار ـــ

**صٓ** یہ سورت مکی ہے اور اس میں پچاسی آیتیں ہیں۔ ص ۷۰۹

عُجَابٌ عَجِیْبٌ اَلْقِطُّ الصَّحِیْفَۃُ وَھُوَھٰھُنَا صَحِیْفَۃُ الْحَسَنَاتِ ـــ قطٌّ کے معنیٰ دفتر یہاں مراد نیکیوں کا دفتر ہے ـــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ فِیْ عِزَّۃٍ مُعَانِدِیْنَ ـــ سرکشی کرنے والا ـــ اَلْمِلَّۃُ الْاٰخِرَۃِ ـــ ملۃ قریش ـــ اَلْاِخْتِلَاقُ اَلْکَذِبُ ـــ جھوٹ من گڑھت ـــ اَلْاَسْبَابُ طُرُقُ السَّمَآءِ فِیْ اَبْوَابِھَا ـــ آسمان کے راستے جو ان کے دروازوں سے ہیں ـــ جُنْدٌ مَّا ھُنَالِکَ مَھْزُوْمٌ ـــ یعنی قریش۔ ایک لشکر یہاں ہزیمت خوردہ ہے۔ یعنی قریش کا لشکر ـــ اُولٰٓئِکَ الْاَحْزَابُ اَلْقُرُوْنُ الْمَاضِیَۃُ ـــ گذرے ہوئے لوگ ـــ فَوَاقٌ۔ رُجُوْعٌ ـــ لوٹنا ـــ قِطَّنَا۔ عَذَابَنَا ـــ یہاں قط کے معنیٰ عذاب کے ہیں ـــ اِتَّخَذْنَاھُمْ سُخْرِیًّا اَحَطْنَا بِھِمْ ـــ ہم نے ان کو گھیر لیا ـــ اَتْرَابٌ اَمْثَالٌ ـــ ہمولی ـــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَلْاَیْدُ الْقُوَّۃُ فِی الْعِبَادَۃِ ـــ عبادت میں قوت ـــ اَلْاَبْصَارُ الْبَصَرُ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ ـــ اللہ کے معاملہ میں سمجھ بوجھ ـــ حُبُّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ مِنْ ذِکْرِ ـــ مال کی محبت نے اللہ کی یاد سے روک دیا ـــ طَفِقَ مَسْحًا یَمْسَحُ اَعْرَافَ الْخَیْلِ وَعَرَاقِیْبَھَا ـــ گھوڑوں کی گردنوں اور پاؤں پر ہاتھ پھیرنے لگے ـــ اَلْاَصْفَادُ اَلْوَثَاقُ ـــ بیڑیاں ـــ

**الزُّمَرُ** یہ سورت مکی ہے مگر دو آیتیں ـــ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا۔ الآیۃ ـــ یہ وحشی بن حرب کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور آیۃ کریمہ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ ـــ یہ دونوں آیتیں مدنی ہیں اس میں بہتر آیتیں ہیں۔ ص ۷۱۰

وَقَالَ مُجَاھِدٌ یُتَّقٰی بِوَجْھِہٖ یُجَرُّ عَلٰی وَجْھِہٖ فِی النَّارِ وَھُوَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی اَفَمَنْ یُّلْقٰی

فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمَّنْ یَّاْتِیْ اٰمِنًا ـــــ جو منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیا جو منہ کے بل آگ میں ڈالا جائے بہتر ہے یا جو امن والا ہو ـــــ ذِیْ عِوَجٍ لَّبْسٍ ـــــ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ مَثَلًا لِاٰلِهَتِهِمُ الْبَاطِلَةِ وَاللّٰهِ الْحَقِّ ـــــ یہ معبودان باطل اور معبود برحق کی مثال ہے ـــــ وَیُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ بِالْاَوْثَانِ ـــــ اور تمہیں ڈراتے ہیں اس سے جو اس سے کمتر درجہ کا ہے یعنی بتوں سے ـــــ خَوَّلْنٰهُ اَعْطَیْنَا ـــــ ہم نے ان کو دیا ـــــ اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ الْقُرْاٰنِ ـــــ جو سچ لائے یعنی قرآن کو ـــــ وَصَدَّقَ بِهِ الْمُؤْمِنُ ـ یَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَقُوْلُ هٰذَا الَّذِیْ اَعْطَیْتَنِیْ عَلِمْتُ بِمَا فِیْهِ ـــــ وہ جو سچ لایا یعنی قرآن اور اس کی تصدیق کی۔ یعنی مومن یہ قیامت کے دن اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو کہے گا تو نے مجھے یہ عطا فرمایا اور میں نے اس کے مطابق عمل کیا ـــــ مُتَشَاكِسُوْنَ اَلتَّشَكُّسُ اَلْعَسِرُ لَا یَرْضٰی بِالْاِنْصَافِ ـــــ وہ بدمزاج جو انصاف پر راضی نہ ہو ـــــ وَرَجُلًا سَلَمًا وَیُقَالُ سَالِمًا صَالِحًا ـــــ نیک شخص ـــــ اِشْمَأَزَّتْ نَفَرَتْ ـــــ نفرت کرے ـــــ بِمَفَازَتِهِمْ مِنَ الْفَوْزِ ـــــ کامیابی کے معنی ہیں ـــــ حَافِّیْنَ ـ اَطَافُوْا بِهٖ مُطِیْفِیْنَ بِحَفَافَیْهِ بِجَوَانِبِهٖ ـــــ گھیرے ہوئے۔ اپنے بازوؤں سے اسے گھیرے رہیں گے ـــــ مُتَشَابِهًا ـ لَیْسَ مِنَ الْاِشْتِبَاهِ وَلٰكِنْ تَشْبَهُ بَعْضُهٗ بَعْضًا فِی التَّصْدِیْقِ ـــــ مراد یہ ہے کہ تصدیق میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے۔

**بَابٌ** قَوْلُهٗ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ـ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ع ۷

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ بیشک اللہ تمام گناہ بخش دیگا بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

**۲۳۰۳ حدیث** اِنَّ سَعِیْدَ ابْنَ جُبَیْرٍ اَخْبَرَهٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ کچھ مشرک ایسے تھے جنھوں نے

اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ نَاسًا مِّنْ اَهْلِ الشِّرْكِ كَانُوْا قَدْ قَتَلُوْا وَاَكْثَرُوْا

قتل کیا تھا اور بہت کیا تھا اور زنا کیا تھا اور بہت کیا تھا۔ یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

وَزَنَوْا وَاَكْثَرُوْا فَاَتَوْا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِنَّ

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا آپ جو فرماتے ہیں اور جس کی دعوت دیتے ہیں اچھا

الَّذِیْ تَقُوْلُ وَتَدْعُوْا اِلَیْهِ لَحَسَنٌ لَوْ تُخْبِرُنَا اَنَّ لِمَا عَمِلْنَا كَفَّارَةً

ہے اگر آپ یہ بتائیں کہ ہم نے جو کچھ کیا ہے اس لئے کفارہ ہو جائے گا تو اس پر یہ آیت کریمہ

فَنَزَلَ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ

نازل ہوئی جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرنے میں جسکی

الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَنَزَلَ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا

اللہ نے حرمت رکھی ہے مگر حق کے ساتھ۔ اور زنا نہیں کرتے اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اے میرے

عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ [1]

وہ بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

**تشریحات** اس حدیث کی سند میں یہ ہے۔ یعلیٰ نے کہا بیشک سعید بن جبیر نے خبر دی الی آخرہ۔ یعلیٰ دو ۲۳۰۲ ہیں۔ ابن مسلم بن ہرمز اور ابن حکیم یہ دونوں سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں اور ابن جریج ان دونوں سے روایت کرتے ہیں اس کی وجہ سے اس کی سند میں اشتباہ ہو گیا کہ یہ کون یعلی ہیں اور سند میں اشتباہ نقص ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ ایسے اشتباہ میں کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ دونوں بخاری کی شرط پر ہیں۔ ویسے اس میں دو رائے نہیں کہ یہاں یعلی بن مسلم ہی ہیں۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حافظ مزی نے اطراف میں اس حدیث پر ذکر کیا ہے کہ یہ یعلی بن مسلم ہیں۔ اور امام مسلم نے صحیح مسلم میں اس کی تشریح بھی کی ہے۔

اِنَّ نَاسًا۔ طبرانی میں ایک دوسرے طریقے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے روایت کیا کہ یہ وحشی بن حرب تھے۔

**بَابُ** قَوْلُهٗ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ص ۷۱ سورۂ زمر — اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور انھوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا کہ قدر کا حق تھا۔

۲۳۰۴ **حدیث** عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ حِبْرٌ مِّنَ الْاَحْبَارِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم ہم تورات میں یہ لکھا ہوا

پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو قیامت کے دن ایک انگلی پر اٹھائے گا۔ اور زمینوں کو ایک انگلی پر

[1] مسلم ایمان۔ ابو داؤد فتن۔ نسائی۔ محاربہ اور تفسیر۔

اِصْبَعٍ وَالْمَاءَ عَلٰی اِصْبَعٍ وَالثَّرٰی عَلٰی اِصْبَعٍ وَسَائِرَ الْخَلَائِقِ عَلٰی

اور تمام درختوں کو ایک انگلی پر اور پانی کو ایک انگلی پر اور نم مٹی ایک انگلی پر۔ اور تمام مخلوقات

اِصْبَعٍ فَیَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ فَضَحِكَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

کو ایک انگلی پر۔ پھر کہے گا میں بادشاہ ہوں۔ تو حضور مسکرانے لگے یہاں تک کہ داڑھ کھل گئے

حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ تَصْدِیْقًا لِقَوْلِ الْحِبْرِ ثُمَّ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

تصدیق کرتے ہوئے اس مولوی کے قول کی۔ پھر حضور نے تلاوت فرمائی اور اللہ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ [1]

کی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا۔

**تشریحات** یہاں یہ تفصیل نہیں کہ یہ حبر یہودی تھا کہ نصرانی مگر دوسری جگہ روایتوں میں ہے کہ یہ یہودی ۲۳۰۴ تھا یہ حدیث متشابہات میں سے ہے۔ اصبع سے کیا مراد ہے اس کو کما حقہٗ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانیں۔ اللہ عزوجل اعضاء وجوارح جسم وجسمانیات سے منزہ ہے۔ جسم وجسمانیات حادث کے لئے ہوتے ہیں۔ اللہ عزوجل کے لئے اعضاء کا اثبات جائز نہیں۔ نصوص میں جہاں وارد ہیں۔ بس وہیں تک محدود رکھا جائے گا۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عزوجل ایسا قوی وقیوم ہے کہ ساتوں آسمان کی حیثیت ایسی بے وقعت ہے جیسے کوئی چیز انگلی پر اٹھالی جائے۔ تصدیقاً لقول الحبر دوسری روایتوں میں نہیں۔ اسی لئے بعض حضرات نے کہا کہ یہ راوی کا اضافہ ہے۔ کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ضحک سے یہی سمجھا کہ اس کی تصدیق فرمارہے ہیں۔ لیکن میرے جی میں یہ خلش ہے کہ آیت کریمہ کی تلاوت یہ بتارہی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق نہیں فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**بَابُ** قَوْلِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ص۱۱۷۱

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان، اور وہ قیامت کے دن سب زمینوں کو سمیٹ دے گا اور اسکی قدرت سے سب آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے اور ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔

۲۳۰۵ **حدیث** عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَقْبِضُ اللّٰهُ

کو فرماتے ہوئے سنا (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ زمین کو مٹھی میں لے لے گا اور

[1] التوحید باب قول اللہ تعالیٰ لما خلقت بیدی ص۱۱۰۲ ص۱۱۰۳ باب قول اللہ تعالیٰ ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا ص۱۱۰۱ باب کلام الرب یوم القیمۃ مع الانبیاء وغیرھم ص۱۱۱۹ ۔ مسلم توبہ۔ ترمذی تفسیر۔ نسائی

الْاَرْضَ وَيَطْوِي السَّمَاوَاتِ بِيَمِينِهِ ثُمَّ يَقُولُ اَنَا الْمَلِكُ اَيْنَ مُلُوكُ الْاَرْضِ علہ

آسمانوں کو لپیٹ دے گا پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں زمین کے بادشاہ ؟

بَابُ قَوْلِهِ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُوْنَ ۔ ص ۱۱۷

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر "اور صور پھونکا جائیگا تو بیہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں مگر جسے اللہ چاہے پھر وہ دوبارہ پھونکا جائیگا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے"۔

**توضیح** نفخۂ اولیٰ کے بعد کون لوگ زندہ رہیں گے اس میں مفسرین کا اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ شہداء ہیں جو تلواریں حمائل کئے ہوئے عرش کے گرد حاضر ہوں گے، ایک قول یہ ہے کہ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل ہیں۔ کعب احبار نے کہا کہ یہ بارہ افراد ہیں آٹھ حاملین عرش جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، ملک الموت ضحاک نے کہا کہ یہ رضوان خازن جنت اور حوریں اور مالک اور جہنم کے فرشتے زبانیہ ہیں، ایک قول یہ ہے کہ جہنم کے سانپ اور بچھو ہیں، حضرت امام حسن بصری نے فرمایا کہ اس سے مراد اللہ عزوجل کی ذات ہے۔

۲۳۰۶ **حدیث** سَمِعْتُ اَبَا صَالِحٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ اَرْبَعُوْنَ ! قَالُوْا يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا قَالَ اَبَيْتُ قَالَ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً قَالَ اَبَيْتُ قَالَ اَرْبَعُوْنَ شَهْرًا قَالَ اَبَيْتُ وَيُبْلٰى كُلُّ شَيْءٍ مِنَ الْاِنْسَانِ اِلَّا عَجْبَ ذَنَبِهٖ فِيْهِ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ علہ

میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا دونوں صور پھونکنے کے درمیان چالیس ہے لوگوں نے کہا اے ابو ہریرہ چالیس دن ؟ وہ فرماتے ہیں میں نے انکار کر دیا لوگوں نے کہا چالیس سال تو انھوں نے کہا میں نے انکار کر دیا، اس نے کہا چالیس مہینہ انھوں نے کہا میں نے انکار کر دیا اور انسان کے جسم کی ہر چیز گل جائے گی مگر اس کے ریڑھ کی ہڈی کے باریک اجزاء اسی پر دوبارہ اسکے جسم کی تخلیق ہوگی۔

علہ کتاب الرقاق باب یقبض اللہ الارض یوم القیمۃ ص ۹۶۵ التوحید باب قول اللہ تعالیٰ ملک الناس ص ۱۰۹۸ باب قول اللہ تعالیٰ لما خلقت بیدی ص ۱۱۰۲

علہ تفسیر سورہ نبا باب یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا زمرا ص ۷۳۵

**تشریحات** دونوں نفخہ کے درمیان چالیس دن کا فاصلہ ہوگا یا چالیس مہینہ یا چالیس سال کا اس سلسلہ ۱۲ میں ابن مردویہ بطریق زید بن اسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ لوگوں نے جب پوچھا کیا چالیس؟ تو انھوں نے کہا میں نے ایسے ہی سنا ہے، ابن مردویہ ہی بروجہ ضعیف ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ انھوں نے کہا دونوں نفخے کے درمیان چالیس سال ہے اور حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ چالس ہے۔ حلیمی نے کہا، روایتیں اس پر متفق ہیں کہ دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے [1]

**عَجَبُ ذَنَبِہٖ** ابن ابی الدنیا نے کتاب البعث میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا پوچھا گیا یا رسول اللہ عجب کیا ہے؟ فرمایا رائی کے دانے کے مثل، مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انسان کی ایک ہڈی ہے جسے کبھی بھی زمین نہیں کھاتی، اسی پر قیامت کے دن انسان کا جسم بنے گا، لوگوں نے عرض کیا، کون سی ہڈی ہے وہ؟ فرمایا عَجَبُ الذَّنَبِ حاصل یہ نکلا کہ انسان کی ڑیڑھ کی ہڈی میں کچھ باریک باریک بہت چھوٹے اجزاء ہوتے ہیں جو باقی رہ جائیں گے نہ گلیں گے نہ سڑینگے اسی پر انسان کی دوبارہ خلقت ہوگی [2]

**المؤمن ۴۰** یہ سورت مکی ہے اور اس میں پچاسی آیتیں ہیں۔

قَالَ مُجَاهِدٌ حٰمٓ مَجَازُهَا مَجَازُ اَوَائِلِ السُّوَرِ وَيُقَالُ بَلْ هُوَ اِسْمٌ لِقَوْلِ شُرَيْحِ ابْنِ اَبِي اَوْفَى الْعَبْسِيِّ ـــــ يُذَكِّرُنِيْ حٰمٓ وَالرُّمْحُ شَاجِرٌ فَهَلَّا تَلَا حٰمٓ قَبْلَ التَّقَدُّمِ حٰمٓ کا حکم وہی ہے جو سورتوں کے ابتدائی اس قسم کے کلمات کا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سورت کا نام ہے اس کی دلیل شریح ابن ابواوفی عبسی کا یہ قول ہے ـــــ وہ مجھے حٰمٓ یاد دلاتا ہے حالانکہ نیزہ چل رہا ہے، کیوں نہیں آگے بڑھنے سے پہلے حٰمٓ کی تلاوت کی ـــــ مطلب یہ ہے کہ حٰمٓ سورت کا نام ہے ـــــ اس قائل کا صحیح نام شریح بن اوفی ہے، یہ جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے، جنگ جمل میں حضرت علی کے فوجیوں کا شعار حٰمٓ تھا، شریح نے محمد بن طلحہ بن عبید اللہ سجاد کو جب نیزہ مارا تو انھوں نے حٰمٓ کہا اس پر شریح نے کہا اب مجھے حٰمٓ سناتا ہے ـــــ الطَّوْلُ التَّفَضُّلُ، بڑے انعام والا ـــــ دَاخِرِيْنَ خَاضِعِيْنَ ـــــ عاجزی کرتے ہوئے ـــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اِلَى النَّجَاةِ الْاِيْمَانُ ـــــ یہاں نجات سے مراد ایمان ہے ـــــ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ يَعْنِي الْوَثَنَ ـــــ یعنی بتوں کی ـــــ يُسْجَرُوْنَ يُوْقَدُ بِهِمُ النَّارُ ـــــ ان سے آگ جلائی جائے گی ـــــ تَمْرَحُوْنَ تَبْطَرُوْنَ ـــــ اتراتے ہوئے ـــــ وَكَانَ

---

[1] ارشاد الساری سابع ص۳۲۳ [2] مسلم ثانی ص۴۰

الْعَلَاءُ بْنُ زِيَادٍ يُذَكِّرُ النَّارَ فَقَالَ رَجُلٌ لِمَا تُقَنِّطُ النَّاسَ قَالَ وَاَنَا اَقْدِرُ اَنْ اُقَنِّطَ النَّاسَ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحَابُ النَّارِ وَلٰكِنَّكُمْ تُحِبُّوْنَ اَنْ تُبَشِّرُوْا بِالْجَنَّةِ عَلٰى مَسَاوِئِ اَعْمَالِكُمْ وَاِنَّمَا بَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُبَشِّرًا بِالْجَنَّةِ لِمَنْ اَطَاعَهٗ وَمُنْذِرًا بِالنَّارِ مَنْ عَصَاهُ ۔ علاء بن زیاد جہنم کا ذکر کر رہے تھے تو ایک شخص نے کہا کیوں تم لوگوں کو ناامید کر رہے ہو انھوں نے فرمایا کیا میں اس کی قدرت رکھتا ہوں کہ لوگوں کو ناامید کروں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو اور وہ فرماتا ہے بیشک اسراف کرنے والے جہنمی ہیں لیکن تم لوگ پسند کرتے ہو کہ میں لوگوں کو ان کے برے اعمال کے باوجود جنت کی بشارت دوں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا کہ وہ اسے جنت کی بشارت دیں جو اللہ کی اطاعت کرے اور اسے جہنم سے ڈرائیں جو اس کی نافرمانی کرے ۔

## حٰمٓ السَّجْدَة ۴۱

یہ سورت مکی ہے اور اس میں چون ۵۴ آیتیں ہیں ۔

وَقَالَ طَاوٗسٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَتَيْنَا طَوْعًا اَتَيْنَا قَالَتَا اَتَيْنَا اَعْطَيْنَا ـــــ اور طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہا ـــــ دونوں خوشی سے حاضر ہو۔ ان دونوں نے کہا ہم خوشی سے حاضر ہیں ـــــ وَقَالَ لِنَهَّالٍ عَنْ سَعِيْدٍ قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِنِّيْ اَجِدُ فِي الْقُرْاٰنِ اَشْيَاءَ تَخْتَلِفُ عَلَيَّ قَالَ فَلَا اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُوْنَ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَاءَلُوْنَ ـــــ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ فَقَدْ كَتَمُوْا فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَقَالَ وَالسَّمَاءَ بَنَاهَا اِلٰى قَوْلِهٖ دَحٰهَا فَذَكَرَ خَلْقَ السَّمَاءِ قَبْلَ خَلْقِ الْاَرْضِ ثُمَّ قَالَ اِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ اِلٰى طَائِعِيْنَ فَذَكَرَ فِيْ هٰذِهٖ خَلْقَ الْاَرْضِ قَبْلَ السَّمَاءِ ـــــ وَقَالَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا عَزِيْزًا حَكِيْمًا سَمِيْعًا بَصِيْرًا فَكَاَنَّهٗ كَانَ ثُمَّ مَضٰى ـــــ فَقَالَ فَلَا اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ فِي النَّفْخَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَا اَنْسَابَ عِنْدَ ذَالِكَ وَلَا يَتَسَاءَلُوْنَ ثُمَّ فِي النَّفْخَةِ الْاٰخِرَةِ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَاءَلُوْنَ ـــــ وَاَمَّا قَوْلُهٗ مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ لِاَهْلِ الْاِخْلَاصِ ذُنُوْبَهُمْ وَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ تَعَالَوْا نَقُوْلُ لَمْ تَكُنْ مُّشْرِكِيْنَ فَخُتِمَ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ فَتَنْطِقُ اَيْدِيْهِمْ فَعِنْدَ ذَالِكَ عُرِفَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَكْتُمُ حَدِيْثًا

وَعِنْدَهٗ يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الآيَةَ ـــ وَخَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ ثُمَّ خَلَقَ السَّمَاءَ ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَاءِ فَسَوّٰهُنَّ فِيْ يَوْمَيْنِ آخَرِيْنَ ثُمَّ دَحٰى الْاَرْضَ وَدَحْيُهَا اَنْ اَخْرَجَ مِنْهَا الْمَاءَ وَالْمَرْعٰى وَخَلَقَ الْجِبَالَ وَالْجَمَادَ وَالْاٰكَامَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ يَوْمَيْنِ آخَرِيْنَ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ دَحٰهَا وَقَوْلُهٗ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ ـــ فَجُعِلَتِ الْاَرْضُ وَمَا فِيْهَا مِنْ شَيْءٍ فِيْ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ وَخُلِقَتِ السَّمٰوٰتُ فِيْ يَوْمَيْنِ ـــ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا سَمّٰى نَفْسَهٗ ذٰلِكَ ـــ وَذٰلِكَ قَوْلُهٗ اَيْ لَمْ يَزَلْ كَذٰلِكَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يُرِدْ شَيْئًا اِلَّا اَصَابَ بِهِ الَّذِيْ اَرَادَ فَلَا يَخْتَلِفُ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنُ فَاِنَّ كُلًّا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ـــ

ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا میں قرآن میں کچھ ایسی باتیں پاتا ہوں جو میرے خیال میں آپس میں مختلف ہیں ـــ اس نے کہا فرمایا ان کے درمیان نسب نہ ہوگا اس دن اور نہ آپس میں وہ پوچھ گچھ کریں گے ـــ اور فرمایا ان کے بعض بعض سے پوچھ گچھ کریں گے ۔ دونوں آپس میں مختلف ہیں ۔ اور فرمایا ۔ اور اللہ سے کوئی بات چھپائیں گے نہیں حالانکہ مشرکین عرض کریں کہ ہم مشرک نہیں تھے ۔ اس آیت سے ان کا چھپانا ثابت ہوا ـــ اور فرمایا اور اللہ نے آسمان کو بنایا اور اس کی چھت اونچی کی پھر اسے ٹھیک کیا ۔ الیٰ اَنْ قال ۔ اور اس کے بعد زمین پھیلائی اس میں سے اس کا پانی اور چارہ نکالا ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ۔ آسمان کو زمین کے پہلے پیدا فرمایا ۔ پھر فرمایا بیشک تم لوگ کفر کرتے ہو اس ذات کے ساتھ جس نے زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا ـــ جس نے دو دن میں زمین بنائی اور اس کے ہمسر ٹھہراتے ہو ۔ وہ سارے جہان کا رب اور اس نے اس کے اوپر سے لنگر ڈالے اور اس میں برکت رکھی اور اس میں بسنے والوں کی روزیاں مقرر کیں یہ سب ملا کر چار دن میں ٹھیک جواب پوچھنے والوں کو پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں تھا ۔ تو اس سے اور زمین سے فرمایا دونوں حاضر ہو خوشی سے چاہے ناخوشی سے دونوں نے عرض کی کہ ہم بخوشی حاضر ہوئے ـــ تو انھیں پورے سات آسمان کر دیا دو دن میں ۔

اس آیت میں ذکر فرمایا زمین کی تخلیق آسمان سے پہلے ہے اور کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کو کان کے ساتھ ذکر فرمایا ہے ۔ جس کا عام طور پر ترجمہ کیا جاتا ہے کہ "تھا" جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہلے تھا اب نہیں ۔

اس کے ان شبہات کو سن کر حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ تیرے پہلے شبہہ کا جواب یہ ہے یہ جو فرمایا کہ ان کے درمیان نسب نہیں اور نہ وہ ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کریں گے یہ نفخۂ اولیٰ کے وقت ہوگا اور یہ جو فرمایا کہ ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کریں گے یہ نفخۂ ثانیہ کے بعد ہوگی ۔

دوسرے سوال کا جواب یہ دیا کہ ابتدائے حساب کے وقت جب اللہ تعالیٰ اہل اخلاص کے گناہوں کو

معاف فرمائے گا تو اس وقت مشرکین کہیں گے آؤ ہم اپنا عقیدہ چھپائیں اور کہیں۔ ہم مشرک نہیں تھے۔ پھر ان کے منہ پر مہر کی جائے گی اور ان کے ہاتھ اس وقت کلام کریں گے اس وقت پہچانا جائے گا کہ یہ لوگ اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکتے۔ اس وقت کافر پسند کرے گا کہ اس پر زمین برابر کر دی جائے۔

تیسرے شبہہ کا جواب یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا پھر آسمان پیدا فرمایا پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور انھیں ٹھیک سات آسمان کر دیئے۔ دوسرے دو دنوں میں اس کے بعد زمین کو پھیلایا۔ زمین کے پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پانی اور چارہ نکالا ــــ پہاڑوں اور چوپاؤں اور اونٹوں اور ٹیلوں کو اور آسمان اور زمین کے درمیان جو کچھ ہے ان کو دوسرے دنوں میں پیدا فرمایا۔ اور یہ جو فرمایا زمین دو دن میں پیدا فرمایا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ زمین کو اور زمین میں جو کچھ ہے سب کو چار دن میں پیدا فرمایا ــــ اور آسمانوں کو دو دن میں۔

اور چوتھے شبہہ کا جواب یہ دیا کہ کَانَ معنیٰ میں لم یزل کے ہے اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اللہ غفور رحیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے یہاں کان کا ترجمہ "تھا" کرنا غلط ہے ــــ قرآن میں اختلاف کا یقین نہ کر اس لئے پورا قرآن اللہ کی طرف سے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول یہی ہے کہ زمین آسمان سے پہلے پیدا کی گئی مگر بہت سے مفسرین مثلاً امام مقاتل، امام قتادہ، امام سدی کا قول ہے کہ آسمان پہلے پیدا فرمایا گیا اور زمین بعد میں اس کی دلیل سورۂ نازعات کی یہ آیت ہے۔ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا اور زمین اس کے بعد پھیلایا اس آیت میں دَحٰهَا سے مراد زمین کی پیدائش بھی ہے اور اس کا پھیلانا بھی ہے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی یہی تحقیق ہے جو انھوں نے اپنے رسالے کشف حقائق میں تحریر فرمایا ہے اور یہی الملفوظ جلد اول میں بھی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ الملفوظ میں کتابت کی غلطی کی وجہ سے کچھ اغلاط ہو گئی ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَمْنُوْنٍ مَحْسُوْبٍ اَقْوَاتُهَا۔ اَرْزَاتُهَا ــــ ان کی غذا ــــ فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا۔ مِمَّا اُمِرَ بِهٖ ــــ یعنی جن باتوں کا انھیں حکم دیا گیا ــــ نَحِسَاتٍ مَشَائِیْمَ ــــ منحوس ــــ وَقَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ عِنْدَ الْمَوْتِ ــــ یعنی ہم ان پر موت کے وقت فرشتے نازل کرتے ہیں ــــ اِهْتَزَّتْ بِالْنَّبَاتِ ــــ سبزہ زار ہو گئی ــــ وَرَبَتْ اِرْتَفَعَتْ ــــ اونچی ہوئی ــــ وَقَالَ غَیْرُهٗ مِنْ اَكْمَامِهَا حِیْنَ تَطْلَعُ ــــ اور ان کے غیر نے کہا اپنے غلافوں سے جب کہ وہ پھوٹے ــــ لَیَقُوْلَنَّ هٰذَا لِیْ اِیْ بِعَمَلِیْ اَنَا مَحْقُوْقٌ بِهٰذَا ــــ میرے عمل سے میں اس کا حقدار ہوں ــــ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ قَدَّرْنَاهَا سَوَآءً ــــ یعنی ان کو مقرر کیا پوچھنے والوں کے لئے ٹھیک جواب ــــ فَهَدَیْنٰهُمُ دَلَلْنَاهُمْ عَلَى الْخَیْرِ وَالشَّرِّ كَقَوْلِهٖ وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ وَكَقَوْلِهٖ وَهَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ وَالْهُدٰى الَّذِیْ

هُوَ الْإِرْشَادُ بِمَنْزِلَةِ اَصْعَدْنَاهُ مِنْ ذَالِكَ قَوْلُهُ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ ـــ ہم نے ان کو اچھائی اور برائی کا راستہ دکھایا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور ہم نے اسے دو ابھری چیزوں کی راہ بتائی اور جیسے اس کا ارشاد ہے اور ہم نے اس کو راستہ دکھایا ـــ اور ہدایت کے معنیٰ اور وہ ہدایت جو ارشاد کے معنیٰ میں ہے ـــ بِمَنْزِلَةِ اَصْعَدْنَاهُ ہے ـــ یعنی ہدایت کے ایک معنیٰ یہ بھی ہیں کہ اس کو راستے پر چلا کر مقصود تک پہونچایا یعنی ایصال الی المطلوب جیسے اصعدناہ کے معنیٰ ہے کہ ہم نے اس کو اوپر چڑھایا اسی طرح ہدایت کے معنیٰ ہوں گے کہ ہم نے اسے راستہ چلا کر مطلوب تک پہونچایا اسی معنیٰ میں ہے یہ آیت کریمہ ہم نے ان لوگوں کو ہدایت دی تو ان کے طریقے کی پیروی کرو ـــ يُوْزَعُوْنَ يُكَفُّوْنَ ـــ روکے جائیں گے ـــ مِنْ اَكْمَامِهَا ـــ غلافوں سے ـــ قِشْرُ الْكُفْرٰى هِيَ الْكُمُّ ـــ کھجور کے غنچے کے غلاف کو کُم کہتے ہیں ـــ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ اَلْقَرِيْبُ ـــ مددگار قریبی ـــ مِنْ مَّحِيْصٍ ـــ حاص۔ حاد۔ ٹھکانہ۔ لوٹنے کی جگہ ـــ مِرْيَةٍ مُرِيَةٍ ـــ واحدای ـــ اِمْتِرَاءٌ ـــ شک ـــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اَلْوَعِيْدُ ـــ یہ ارشاد کہ جو چاہو کرو دھمکی ہے ـــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ۔ اَلَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اَلصَّبْرُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَالْعَفْوُ عِنْدَ الْاِسَاءَةِ فَاِذَا فَعَلُوْهُ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ وَخَدَعَ لَهُمْ عَدُوَّهُمْ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ـــ احسن طریقہ یہ ہے کہ غصہ کے وقت صبر کرے اور برائی کے وقت معاف کرے پس لوگ جب اس کو کرلیں گے اللہ ان کی حفاظت فرمائے گا اور ان کے دشمن کو ان کے لئے رحم کردے گا گویا وہ قریبی حمایتی ہے۔

**بَابُ** قَوْلِهٖ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ص ۱۲

اور تم اس سے چھپ کر کہاں جاتے کہ تم پر گواہی دیں تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں لیکن تم تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اللہ تمہارے بہت سے کام نہیں جانتا۔

۲۳۰۷ **عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ الْاٰيَةَ قَالَ كَانَ رَجُلَانِ**

حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے باب میں مذکور آیت کے شان نزول فرمایا دو قریشی مرد تھے اور ان کی سسرال ثقیف کا ایک شخص تھا یا دو شخص

مِنْ قُرَيْشٍ وَخَتَنٌ لَهُمَا مِنْ ثَقِيفٍ اَوْ رَجُلَانِ مِنْ ثَقِيفٍ وَ

ثقیف کے تھے اور ان کی سسرال قریش کا ایک شخص تھا یہ سب ایک گھر

خَتَنٌ لَهُمَا مِنْ قُرَيْشٍ فِيْ بَيْتٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اَتَرَوْنَ

میں تھے ان میں سے بعض نے بعض سے کہا کیا تم لوگوں کا خیال

اَنَّ اللّٰهَ يَسْمَعُ حَدِيْثَنَا قَالَ بَعْضُهُمْ يَسْمَعُ بَعْضَهُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ

ہے کہ (اللہ ہماری بات سنتا ہے تو ان کے بعض نے کہا بعض بات سنتا ہے اور ان کے بعض نے

لَئِنْ كَانَ يَسْمَعُ بَعْضَهُ لَقَدْ يَسْمَعُ كُلَّهُ فَاُنْزِلَتْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ

کہا اگر (اللہ بعض بات سنتا ہے تو پوری بات ضرور سنتا ہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ تم

اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا اَبْصَارُكُمْ عله

کہاں تک چھپو گے تم پر تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں گواہی دیں گی۔

**تشریحات** ۲۳ کتاب التوحید میں یہ ہے کہ یہ لوگ بیت اللہ کے پاس اکٹھا ہوئے ان کے پیٹوں پہ چربی بہت تھی اور دلوں میں سمجھ کم۔ اخیر میں یہ ہے کہ انھوں نے یہ کہا تھا اگر ہم بلند آواز سے بولتے ہیں تو وہ سنتا ہے اور جب آہستہ بولتے ہیں تو نہیں سنتا اس پر دوسرے نے کہا اگر ہماری بلند آواز سنتا ہے تو وہ ہماری پست آواز بھی سنتا ہے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ دو قریشی تھے ایک ثقفی یا برعکس یہ شک راوی حدیث معمر سے ہوا۔ امام عبدالرزاق نے بطریق وحدب بن ربیعہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے بغیر شک کے یہ روایت کیا۔ ایک ثقفی اور دو اس کے سسرال کے قریشی۔ ابن بشکوال نے مبہمات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ قرشی اسود بن عبد یغوث زہری تھا۔ اور ثقفی ایک اخنس بن شریق تھا۔ اور دوسرے کا نام انھوں نے نہیں بتایا۔ ثعلبی اور بغوی نے بتایا کہ ثقفی عبد یالیل بن عمرو بن عمیر اور دو قرشی امیہ بن خلف کے بیٹے صفوان اور ربیعہ تھے۔ اسمٰعیل بن محمد تیمی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا کہ قرشی صفوان بن امیہ تھا اور دو ثقفی ربیعہ اور حبیب عمرو کے بیٹے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**حٰمٓ عٓسٓقٓ** یہ سورت مکی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس کی چار آیتیں مدنی ہیں۔ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا سے لے کر وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ

---

عله اس کے بعد ہی فوراً متصل۔ کتاب التوحید باب ما کنتم تستترون ان یشھد علیکم ص ۱۱۲۲ مسلم توبہ۔ ترمذی۔ تفسیر۔ نسائی۔ تفسیر۔

مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيْلٍ تک۔ اس میں تیرپن ۵۳ آیتیں ہیں۔

ـــــ وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَقِيْمًا لَا تَلِدُ ـــــ بانجھ ـــــ رُوْحًا مِنْ اَمْرِنَا اَلْقُرْاٰنَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ يَدُرُّ وَكُمْ فِيْهِ نَسْلٌ بَعْدَ نَسْلٍ ـــــ پھیلاتا ہے ایک نسل کے بعد دوسری ـــــ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا لَا خُصُوْمَةَ ـــــ ہمارے تمہارے درمیان جھگڑا نہیں طَرْفٍ۔ خَفِيٍّ۔ ذَلِيْلٍ ـــــ حقیر نگاہ ـــــ وَقَالَ غَيْرُهٗ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ يَتَحَرَّكْنَ وَلَا يَجْرِيْنَ فِي الْبَحْرِ ـــــ ہلتی ہیں اور سمندر میں چلتی نہیں ـــــ شَرَعُوْا اِبْتَدَعُوْا

## حٰمٓ الزُّخْرُف

یہ سورت مکی ہے اور اس میں نواسی آیتیں ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ عَلٰى اُمَّةٍ اِمَامٍ ـــــ امت کے یہاں معنی پیشوا کے ہیں ـــــ وَقِيْلِهٖ يَا رَبِّ تَفْسِيْرُهٗ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَلَا نَسْمَعُ قِيْلَهُمْ ـــــ اور ان کے اس کے کہنے کی قسم اے میرے رب! اس کی تفسیر یہ ہے کیا وہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کی پست آواز اور ان کی سرگوشی کو نہیں سنتے اور ہم ان کی بات کو نہیں سنتے ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَلَوْلَا اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَوْلَا اَنْ اَجْعَلَ النَّاسَ كُلَّهُمْ كُفَّارًا اَجْعَلْتُ لِبُيُوْتِ الْكُفَّارِ سَقْفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ مِنْ فِضَّةٍ وَهِيَ دَرَجٌ وَسُرُرٌ فِضَّةٌ ـــــ کیوں نہیں۔ کہ سب کو کفار بنا یا اگر ایسا ہوتا تو کفار کے گھروں کی چھتیں چاندی کی ہوتیں اور سیڑھیاں چاندی کی اور تخت چاندی کے ـــــ مُقْرِنِيْنَ مُطِيْقِيْنَ ـــــ ہم طاقت رکھتے ہیں ـــــ اٰسَفُوْنَا اَسْخَطُوْنَا ـــــ ہم کو ناراض کر دیا ـــــ يَعْشُ يَعْمٰى ـــــ اندھا ہوتا ہے ـــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ اَيْ تُكَذِّبُوْنَ بِالْقُرْاٰنِ ثُمَّ لَا تُعَاقَبُوْنَ عَلَيْهِ ـــــ یعنی تم قرآن کو جھٹلاؤ پھر یہ گمان کرو کہ اس پر سزا نہیں دیئے جاؤ گے ـــــ وَمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ـــــ اگلوں کا طریقہ گذر چکا ـــــ مُقْرِنِيْنَ يَعْنِي الْاِبِلَ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ ـــــ طاقت رکھنے والے یعنی اونٹ اور گھوڑے اور خچر اور گدھے ـــــ يُنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ اَلْجَوَارِيْ جَعَلْتُمُوْهُنَّ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا وَكَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ـــــ زیور میں پلے بچیاں جن کو تم نے رحمٰن کی اولاد ٹھہرایا۔ پس تم کیسا فیصلہ کرتے ہو۔ یہ تعریض ہے مشرکین عرب پر جو بچیوں کو پسند نہیں کرتے تھے پھر کیسے کہتے ہو کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں ـــــ لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ يَعْنُوْنَ الْاَوْثَانَ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ اَمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ـــــ اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان کو نہ پوجتے یعنی بتوں کو اللہ عزوجل کے اس قول کی وجہ سے

انھیں اس کا علم نہیں یعنی بت نہیں جانتے ـــــ فِی عَقِبِهٖ وَلَدِهٖ ـــــ اس کی اولاد میں
ـــــ مُقْتَرِنِيْنَ يَمْشُوْنَ مَعًا ـــــ ساتھ ساتھ چلتے ہیں ـــــ سَلَفًا قَوْمَ فِرْعَوْنَ سَلَفًا
لِكُفَّارِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـــــ سلف سے مراد قوم فرعون ہے جو اس امت کے
کفار کے اگلے ہیں ـــــ وَمَثَلًا عِبْرَةً يَصُدُّوْنَ يَفِجُّوْنَ ـــــ غل مچاتے ہیں ـــــ
مُبْرِمُوْنَ مُجْمِعُوْنَ ـــــ جمع کرنے والے ـــــ اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ـــــ
عابد سے یہاں مراد مومن ہیں ـــــ اِنَّنِيْ بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ اَلْعَرَبُ تَقُوْلُ نَحْنُ مِنْكَ
اَلْبَرَاءُ وَالْخَلَاءُ وَالْوَاحِدُ وَالْاِثْنَانِ وَالْجَمِيْعُ مِنَ الْمُذَكَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ يُقَالُ فِيْهِ
بَرَاءٌ لِاَنَّهٗ مَصْدَرٌ وَلَوْ قَالَ بَرِيْءٌ لَقِيْلَ فِي الْاِثْنَيْنِ بَرِيْئَانِ وَفِي الْجَمْعِ بَرِيْئُوْنَ
وَقَرَاَ عَبْدُ اللّٰهِ اِنَّنِيْ بَرِيٌّ بِالْيَاءِ ـــــ افادہ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ براء مصدر ہے اس لئے
واحد تثنیہ جمع مؤنث مذکر سب کے لئے آتا ہے۔ اور بری تثنیہ کے لئے بریان اور جمع کے لئے
بریئون اس لئے کہ یہ صفت مشبہہ ہے فعیل کے وزن پر اور عبداللہ ابن مسعود نے پڑھا بَرِیٌّ
یاء کے ساتھ ـــــ وَالزُّخْرُفُ الذَّهَبُ ـــــ سونا عرف میں اب اس کے معنیٰ آرائش و
زیبائش کے ہیں ـــــ مَلٰٓئِكَةٌ يَخْلُفُوْنَ يَخْلُفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا ـــــ فرشتے یکے بعد دیگرے
آتے جاتے ہیں۔

**بَابٌ** قَوْلِهٖ وَنَادَوْا يٰمَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ص ۷۱۳ — اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اور جہنمی پکاریں گے اے مالک! تیرا رب ہمارا کام تمام کردے۔

وَقَالَ قَتَادَةُ مَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ عِظَةً ـــــ اور قتادہ نے کہا مثلاً مراد نصیحت ہے ـــــ
وَقَالَ غَيْرُهٗ مُقْرِنِيْنَ ضَابِطِيْنَ يُقَالُ فُلَانٌ مُقْرِنٌ بِفُلَانٍ ضَابِطٌ لَّهٗ ـــــ اور ان
کے غیر نے کہا مقرنین کے معنیٰ ہیں قابو میں کرنے والے کو کہا جاتا ہے ـــــ فُلَانٌ مُقْرِنٌ بِفُلَانٍ
ـــــ یعنی اس کو قابو میں کئے ہوئے ہے ـــــ وَالْاَكْوَابُ الْاَبَارِيْقُ الَّتِيْ لَا خَرَاطِيْمَ
لَهَا ـــــ وہ لوٹے جس میں ٹونٹیاں نہ ہوں ـــــ اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ اَيْ مَا كَانَ فَاَنَا اَوَّلُ
الْاٰنِفِيْنَ وَهُمَا لُغَتَانِ رَجُلٌ عَابِدٌ وَعَبِدٌ وَقَرَاَ عَبْدُ اللّٰهِ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ وَيُقَالُ
اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ الْجَاحِدِيْنَ مِنْ عَبِدَ يَعْبَدُ۔

ارشاد ہے ـــــ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ ـــــ فرمادو اگر رحمٰن
کی کوئی اولاد ہے تو میں سب سے پہلا اسے پوجنے والا ہوں۔ عابدین میں دو احتمال ہے۔ ایک یہ کہ
عَبَدَ يَعْبُدُ نَصَرَ يَنْصُرُ سے آئے۔ اس کے معنیٰ عبادت کرنے والے کے ہیں۔ دوسرے یہ کہ عَبِدَ يَعْبَدُ
سَمِعَ يَسْمَعُ سے آئے اس کے معنیٰ انکار کرنے والے کے ہیں۔ امام بخاری نے یہاں دوسرے احتمال

کولیا۔ اور اِن کو نافیہ مانا یعنی اللہ کی کوئی اولاد نہیں میں سب سے پہلا انکار کرنے والا ہوں۔ کہتے ہیں
242 اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ یعنی جاحدین انکار کرنے والے عَبِدَ یَعْبَدُ سے۔ انکار کرنے کے معنیٰ میں ـــــ
اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے وَقِیْلِہٖ یَارَبِّ کی جگہ وَقَالَ الرَّسُوْلُ یَارَبِّ پڑھا ہے۔ ان کی
یہ قرأت شاذہ ہے۔ مناسب یہ تھا کہ یہ وہیں ہوتا جہاں قِیْلِہٖ یَارَبِّ کی تفسیر مذکور ہے یہاں یوں
بھی غیر مناسب ہے کہ عابدین کی تفسیر کے درمیان اس کو ذکر کیا۔ لیکن غالباً یہ ناسخوں کا کام ہے۔
وَقَالَ قَتَادَۃُ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ جُمْلَۃِ الْکِتَابِ اَصْلِ الْکِتَابِ۔ اَفَنَضْرِبُ عَنْکُمُ الذِّکْرَ
صَفْحًا اِنْ کُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِیْنَ وَاللّٰہِ لَوْاَنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ رُفِعَ حَیْثُ رَدَّہٗ اَوَائِلُ ھٰذِہِ
الْاُمَّۃِ لَھَلَکُوْا ـــــ تو کیا ہم تم سے ذکر کا پہلو پھیر دیں۔ اس پر کہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو۔
یعنی مشرک ہو۔ بخدا اگر یہ قرآن اٹھا لیا جاتا جب کہ اسے اس امت کے اگلوں نے رد کیا تھا تو ہلاک ہو جاتے۔
فَاَھْلَکْنَا اَشَدَّ مِنْھُمْ بَطْشًا وَمَضٰی مَثَلُ الْاَوَّلِیْنَ عُقُوْبَۃُ الْاَوَّلِیْنَ ـــــ تو ہم نے ان کو
ہلاک کر دیا جو ان سے بھی پکڑ میں سخت تھے اور اگلوں کا حال گذر چکا ہے۔ یعنی سزا۔ جزءً۔ عِدلاً۔
برابر۔

**اَلدُّخَانُ** یہ سورت مکی ہے اس میں اُنسٹھ ۵۹ آیتیں ہیں ص ۷۱۴۔ ترمذی میں ہے جو رات میں
سورۂ حٰمٓ۔ دُخان۔ پڑھے گا صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کریں گے۔ اور ایک حدیث
میں ہے جو شب جمعہ حٰمٓ۔ دخان۔ پڑھے گا۔ اسے بخش دیا جائے گا ـــــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ رَھْوًا
طَرِیْقًا یَابِسًا ـــــ خشک راستہ ـــــ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ عَلٰی مَنْ بَیْنَ ظَھْرَیْہِ ـــــ پوری دنیا
پر یعنی ان تمام لوگوں پر جو اس وقت زمین پر تھے ـــــ فَاعْتِلُوْہُ اِدْفَعُوْہُ ـــــ اس کو دفع کرو۔
دور کرو ـــــ وَزَوَّجْنٰھُمْ بِحُوْرٍ اَنْکَحْنَاھُمْ حُوْرًا عِیْنًا یَحَارُ فِیْہِ الطَّرْفُ ـــــ ہم نے
ان کا نکاح کیا حورعین سے۔ جنھیں دیکھنے سے آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں ـــــ تَرْجُمُوْنَ الْقَتْلُ
ـــــ یعنی قتل کر ڈالو ـــــ وَرَھْوًا سَاکِنًا ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی
عَنْھُمَا کَالْمُھْلِ اَسْوَدَ کَمُھْلِ الزَّیْتِ ـــــ کالا۔ روغن زیتون کے تلچھٹ کے مثل ـــــ وَقَالَ
غَیْرُہٗ تُبَّعٍ مُلُوْکِ الْیَمَنِ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْھُمْ یُسَمّٰی تُبَّعًا لِاَنَّہٗ یَتْبَعُ صَاحِبَہٗ وَالظِّلُّ
یُسَمّٰی تُبَّعًا لِاَنَّہٗ یَتْبَعُ الشَّمْسَ تُبَّعٌ ـــــ یمن کے بادشاہوں کا لقب ہے۔ ہر بادشاہ کو تبع کہا
جاتا ہے۔ کیونکہ وہ دوسرے کے پیچھے آتا ہے اور سایہ کو بھی تبع کہتے ہیں اس لئے کہ وہ سورج کے
تابع ہوتا ہے۔

**اَلْجَاثِیَۃُ** یہ سورت مکی ہے اور اس میں سینتیس ۳۷ آیتیں ہیں۔ ص ۷۱۵
جَاثِیَۃً مُّسْتَوْفِزِیْنَ عَلَی الرُّکَبِ ـــــ گھٹنے کے بل کھڑے ہو جانے والے ـــــ وَقَالَ

مُجَاهِدٌ: نَسْتَنْسِخُ۔ نَكْتُبُ ـــ لکھتے ہیں ـــ نَنْسَاكُمْ۔ نَتْرُكُكُمْ ـــ تم کو چھوڑ دیں گے۔

**الأحقاف** یہ سورت مکی ہے مگر دو آیتیں مدنی ہیں۔ ایک قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ ـــ اور دوسری ـــ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَا سَبَقُوْنَا إِلَيْهِ۔ اس میں پینتیس ۳۵ آیتیں ہیں ص ۱۵۷

**الأحقاف**۔ حَقْفٌ کی جمع ہے۔ ریت کا گول ٹیلہ۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ احقاف عمان اور مہرہ کے درمیان ایک میدان ہے۔ دیگر لوگوں نے اور بھی اس کی تفسیریں کی ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: تُفِيْضُوْنَ۔ تَقُوْلُوْنَ ـــ کہتے ہیں ـــ وَقَالَ بَعْضُهُمْ۔ أَثَرَةٌ وَ إِثْرَةٌ وَأَثَارَةٌ بَقِيَّةُ عِلْمٍ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ۔ لَسْتُ بِأَوَّلِ الرُّسُلِ ـــ نیا رسول نہیں ہوں ـــ وَقَالَ غَيْرُهٗ۔ أَرَأَيْتُمْ هٰذِهِ الْأَلِفُ إِنَّمَا هِيَ تُوَعِّدُ إِنْ صَحَّ مَا تَدَّعُوْنَ لَا يَسْتَحِقُّ أَنْ يُعْبَدَ۔ وَلَيْسَ قَوْلُهٗ أَرَأَيْتُمْ بِرُؤْيَةِ الْعَيْنِ إِنَّمَا هُوَ أَتَعْلَمُوْنَ أَبَلَغَكُمْ أَنَّ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ خَلَقُوْا شَيْئًا۔ أَرَأَيْتُمْ کا الف ہمزۂ استفہامیہ دھمکی کے لئے ہے۔ یعنی اگر تمہارا خیال صحیح ہو کہ جن چیزوں کو تم پوجتے ہو وہ عبادت کے لائق نہیں۔ یہ أَرَأَيْتُمْ آنکھ سے دیکھنے والی رویت نہیں بلکہ اس سے مراد ہے کہ کیا تم جانتے ہو؟ کیا تمہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو انھوں نے کوئی چیز پیدا کی ہے؟

**بَابٌ** قَوْلِهٖ وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا، أَتَعِدَانِنِيْ أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ وَهُمَا يَسْتَغِيْثَانِ اللّٰهَ وَيْلَكَ آمِنْ۔ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَا إِلَّا أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ۔ ص ۱۵۷

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر وہ جس نے اپنے والدین سے کہا اف تم سے دل پک گیا کیا مجھے وعدہ دیتے ہو کہ پھر زندہ کیا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے سنگتیں گذر چکی اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں تیری خرابی ہو ایمان لا بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ تو وہ کہتا ہے یہ تو نہیں مگر اگلوں کی کہانیاں۔

**حدیث ۲۳۰۸** عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ قَالَ كَانَ مَرْوَانُ عَلَى الْحِجَازِ اسْتَعْمَلَهٗ مُعَاوِيَةُ فَخَطَبَ فَجَعَلَ يَذْكُرُ يَزِيْدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ لِكَيْ يُبَايَعَ لَهٗ بَعْدَ أَبِيْهِ۔ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ

یوسف بن ماہک سے روایت ہے انھوں نے کہا مروان حجاز کا حکم تھا معاویہ نے اس کو حاکم بنایا تھا۔ مروان نے خطبہ دیا اور یزید بن معاویہ کا ذکر کرنے لگا۔ تاکہ اس کے لئے بیعت کی جائے اس کے باپ کے بعد۔ تو ان سے عبدالرحمٰن

شَيْئًا فَقَالَ خُذُوهُ فَدَخَلَ بَيْتَ عَائِشَةَ فَلَمْ يَقْدِرُوا فَقَالَ

بن ابوبکر نے کچھ کہا تو مروان نے کہا اسے پکڑو وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ کے گھر میں چلے گئے

مَرْوَانُ إِنَّ هٰذَا الَّذِي أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيهِ "وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ

اس لئے لوگ انھیں پکڑ نہ سکے۔ مروان نے کہا بیشک یہ وہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ

أُفٍّ لَّكُمَا أَتَعِدَانِنِي" فَقَالَتْ عَائِشَةُ مِنْ وَّرَاءِ الْحِجَابِ مَا

فرمایا۔ اور وہ جس نے اپنے والدین سے کہا تم دونوں کو اف تم سے دل پک گیا ہے کیا مجھے وعدہ دیتے ہو۔ اس پر حضرت

أَنْزَلَ اللّٰهُ فِينَا شَيْئًا مِّنَ الْقُرْآنِ إِلَّا أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ عُذْرِي۔

عائشہ نے حجاب کے پیچھے سے فرمایا۔ اللہ ہم لوگوں کے بارے میں قرآن میں کچھ نازل نہ فرمایا سوائے اسکے کہ اللہ نے میرا عذر نازل فرمایا ہے

**تشریحات** حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانۂ حکومت میں مروان کو مدینہ کا حاکم بنایا۔ ۲۳۸ اخیر عمر میں جب انھوں نے یہ طے کر لیا کہ یزید کو اپنا ولی عہد بنائیں تو یہ ضروری جانا کہ اپنی حیات ہی میں یزید کی بیعت پورے ممالک اسلامیہ سے لے لیں۔ اس کے لئے انھوں نے اپنے مختلف عمال حکومت کو لکھا اس میں مروان بھی تھا۔ مروان نے خطبہ دیا اور یزید کی ولی عہدی کی بیعت کی ترغیب میں کہا، کہ امیر المؤمنین نے ایک اچھی بات سوچی ہے وہ ابوبکر و عمر کی سنت کے مطابق اپنی حیات ہی میں یہ چاہتے ہیں کہ لوگوں سے اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کی بیعت لے لیں۔ انھوں نے اس کو اپنے بعد خلیفہ بنا دیا ہے جیسا کہ ابوبکر و عمر نے خلیفہ بنایا تھا اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے کہا کہ یہ ہرقل اور قیصر کا طریقہ ہے ابوبکر نے خلافت نہ کسی اپنے لڑکے کو دی اور نہ اپنے اہل بیت میں سے کسی کو اس پر مروان نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ انھیں گرفتار کر لو حضرت عبدالرحمٰن بھاگ کر ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں چلے گئے۔ مروان منبر سے اتر کر ام المؤمنین کے دروازہ پر آیا اور ام المؤمنین سے بہت کچھ باتیں کی اسی میں اس نے یہ بھی کہا کہ عبدالرحمٰن وہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ہے۔ وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا۔ ام المؤمنین نے فرمایا ہم اولاد ابوبکر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سوائے میرے عذر کے اور کچھ نازل نہیں فرمایا ہے۔ وہ جھوٹ بولا ہے۔ یہ فلاں بن فلاں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اگر میں چاہوں تو ان کا نام لے سکتی ہوں۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ پر لعنت فرمائی اور مروان اس کی پیٹھ میں تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت ہے کہ یہ آیت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابوبکر اور ام رومان حضرت عبدالرحمٰن کی والدہ مسلمان ہو چکے

تھے ان دونوں نے عبدالرحمٰن سے بھی مسلمان ہونے کو کہا بلکہ بار بار اسلام کی ترغیب دیتے رہے۔ اور وہ انکار کرتے رہے۔ اور کہتے رہے کہ فلاں اور فلاں کہاں ہیں۔ یعنی قریش کے کچھ مشائخ کے بارے میں جو انتقال کر چکے تھے۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن مسلمان ہوئے اور مخلص مسلمان ہوئے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح وہی ہے جو حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ یہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے بارے میں نازل نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ یہ ایک کافر ماں باپ کے نافرمان بیٹے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

فینا۔ اس سے مراد اولاد ابوبکر ہیں۔ ورنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں متعدد آیتیں نازل ہوئی ہیں مثلاً ثَانِیَ اِثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ ـــــ اور وَسَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی ـــــ اور السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ ـــــ اور وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ وَغَیْرُہٗ کثیر آیتیں ہیں۔

**اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا** یہ سورت مکی ہے یا مدنی دونوں قول ہیں ـــــ عام مفسرین کا رجحان یہی ہے کہ یہ مدنی ہے۔ اور اس میں اڑتیس ۳۸ آیتیں ہیں ص ۱۵

اَوْزَارَھَا آثَامَھَا حَتّٰی لَا یَبْقٰی اِلَّا مُسْلِمٌ ـــــ ارشاد ہے فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَھَا ـــــ پھر اس کے بعد چاہے احسان کر کے چھوڑ دو چاہے فدیہ لے لو یہاں تک کہ لڑائی اپنا بوجھ رکھ دے ـــــ امام بخاری نے فرمایا کہ اوزارہا سے مراد آثام ہیں یہ وِزْرٌ کی جمع ہے جس کے معنیٰ گناہ کے ہیں۔ مراد یہ ہے یہاں تک کہ مسلمان کے سوا کوئی باقی نہ رہے لیکن امام بخاری کے علاوہ تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ اوزار سے مراد اسلحے ہیں۔ اور یہ وِزْرٌ بمعنیٰ بوجھ کے ہے لیکن یہ معنیٰ امام بخاری کی تفسیر کے منافی نہیں۔ گناہ بھی ایک بوجھ ہے ـــــ عَرَّفَھَا بَیَّنَھَا ـــــ اس کو بیان کیا ـــــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ مَوْلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلِیُّھُمْ ـــــ مولیٰ بمعنیٰ والی اور حاکم کے ہیں ـــــ عَزَمَ الْاَمْرُ جَدَّ الْاَمْرُ ـــــ پختہ ارادہ کر لیا ـــــ لَا تَھِنُوْا لَا تَضْعُفُوْا ـــــ کمزوری نہ دکھاؤ ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَضْغَانَھُمْ حَسَدَھُمْ ـــــ اَضْغَان ضِغْنٌ کی جمع ہے۔ اس کے معنیٰ حسد کے ہیں ـــــ آسِنٌ۔ مُتَغَیِّرٌ ـــــ

**بَابُ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَکُمْ** ص ۱۶ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اور رشتوں کو تم لوگ کاٹو

**حدیث ۲۳۰۹** عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ

کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ تعالیٰ جب مخلوقات کی تخلیق سے فارغ ہوگیا۔ تو رشتے نے

فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَاَخَذَتْ بِحَقْوِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ لَهٗ

کھڑے ہوکر اللہ سے فریاد کی اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا ٹھہر رشتے نے کہا

مَهْ قَالَتْ هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِیْعَةِ قَالَ اَلَا تَرْضَیْنَ

رشتہ قطع کرنے سے تیری پناہ لینے والوں کی یہی جگہ ہے۔ فرمایا کیا تو اس سے راضی

اَنْ اَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلٰی یَا رَبِّ

نہیں کہ جو تجھے ملائے اسے میں ملاؤں جو تجھے کاٹے اسے میں کاٹوں رشتے

قَالَ فَذَاكَ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِقْرَءُوْا اِنْ

نے کہا ہاں اے پروردگار! فرمایا جا یہی ہوگا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اگر

شِئْتُمْ فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ

تم چاہو تو پڑھو۔ تو کیا تمہارے یہ لچھن نظر آتے ہیں۔ کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں

تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ [علہ]

فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔

**تشریح** فَاَخَذَتْ بِحَقْوِ الرَّحْمٰنِ۔ حقو کے معنیٰ کوکھ کے ہیں۔ انسان انتہائی پریشانی ۲۳/۰۹ میں جب کسی کی پناہ لینے کے لئے کسی کے پاس جاتا ہے تو اس کی کمر پکڑ لیتا ہے یہ انتہائی الحاح وزاری کے ساتھ فریاد کی ایک صورت ہے اللہ عزوجل جسم وجسمانیات سے پاک ہے۔ اس لئے اس حدیث میں حقو الرحمٰن متشابہات میں سے ہے اس سے حقیقی مراد کیا ہے۔ یہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانیں۔ اس خادم کی رائے یہ ہے کہ یہ کنایہ ہے انتہائی الحاح وزاری کے ساتھ فریاد کرنے سے صلہ رحمی۔ تمدن کی ایک بہت اعلیٰ خوبی ہے۔ اور قطع رحمی بدترین عیب اسی لئے اللہ تعالیٰ نے وہ فرمایا۔ کہ جو صلہ رحمی کرے گا اسے میں ملاؤں گا اور جو قطع رحمی کرے گا اسے کاٹ دونگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ صلہ رحمی یہ نہیں جو تم سے اچھا سلوک کرے اس کے ساتھ تم اچھا

---

علہ اس کے بعد ہی متصل دو طریقے سے۔ ادب باب مَن وصل وَصلة الله ص۸۸۵ التوحید۔ باب قول الله تعالیٰ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّبَدِّلُوْا کَلَامَ اللّٰهِ ص۱۱۱۷ مسلم۔ ادب۔ نسائی۔ تفسیر۔

سلوک کرو بلکہ صلہ رحمی یہ ہے۔ جو رشتہ کاٹنا چاہے اس کے ساتھ رشتہ باقی رکھا جائے اور اچھا سلوک کیا جائے۔ جو اس زمانے میں نایاب ہے۔

**سُوْرَۃُ الْفَتْح** یہ سورت مدنی ہے یہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان نازل ہوئی۔ جب حدیبیہ سے واپس ہو رہے تھے اس میں انتیس ۲۹ آیتیں ہیں۔ ص ۷۱۶

وَقَالَ مُجَاهِدٌ :۔ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمُ السِّمْنَةُ ـــــ ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے۔ یعنی زیبائش خوبصورتی ـــــ قَالَ مَنْصُوْرٌ عَنْ مُجَاهِدٍ، التَّوَاضُعُ ـــــ منصور نے مجاہد ہی سے روایت کی کہ یہ علامت تواضع ہے ـــــ شَطْئَهُ فَرَاخَهُ ـــــ اس نے اپنا پٹھا ـــــ فَاسْتَغْلَظَ۔ غَلُظَ ـــــ پھر دبیز ہوئی ـــــ سُوْقِهِ، اَلسَّاقُ حَامِلَةُ الشَّجَرِ ـــــ ساق ڈنٹھل، تنا، ـــــ وَيُقَالُ دَائِرَةُ السَّوْءِ، كَقَوْلِكَ رَجُلُ السَّوْءِ وَدَائِرَةُ السَّوْءِ الْعَذَابُ ـــــ یہ ایسے ہیں جیسے کہتے ہیں برا شخص، اور بری گردش سے مراد عذاب ہے ـــــ تُعَزِّرُوْهُ تَنْصُرُوْهُ۔ شَطْأَهُ، شَطْءُ السُّنْبُلِ تَنْبُتُ الْحَبَّةُ عَشَرًا أَوْ ثَمَانِيًا وَسَبْعًا۔ فَيَقْوٰى بَعْضُهُ بِبَعْضٍ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى فَآزَرَهُ، قَوَّاهُ وَلَوْ كَانَتْ وَاحِدَةً لَمْ تَقُمْ عَلٰى سَاقٍ۔ وَهُوَ مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ خَرَجَ وَحْدَهُ ثُمَّ قَوَّاهُ بِأَصْحَابِهِ كَمَا قَوَّى الْحَبَّةَ بِمَا يَنْبُتُ مِنْهَا ـــــ بالی کے پٹھے جس میں دانے پیدا ہوتے ہیں یعنی دس، آٹھ یا سات اور ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ تو اس نے اس کو قوت دی۔ اور اگر ایک پٹھا ہوتا تو بالی کھڑی نہ رہتی۔ پس یہ مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے یہ بیان فرمائی کہ تنہا نکلے پھر اللہ نے صحابہ سے انھیں قوت دی جیسا کہ دانے کو قوت دی اس سے جو دانے ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

**اَلْحُجُرَات** یہ سورت مدنی ہے اس میں اٹھارہ آیتیں ہیں۔ ص ۷۱۷

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا تُقَدِّمُوْا لَا تُفْتَاتُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِهِ ـــــ اور مجاہد نے کہا لَا تُقَدِّمُوْا سے مراد کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھنے میں پہل نہ کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی زبان سے فیصلہ سنا دے۔ اِمْتَحَنَ اَخْلَصَ ـــــ پرکھ لیا۔

**بَابٌ** تَنَابَزُوْا بِدُعَاءٍ بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ ص ۷۱۷ برے نام رکھو یعنی اسلام کے بعد کفر کے ساتھ پکارو۔

يَلِتْكُمْ يَنْقُصْكُمْ۔ اَلَتْنَا۔ نَقَصْنَا ـــــ اس نے کم نہیں کیا۔ اَلَتْنَا کے معنی ہم نے کم کیا۔

**سورۃ قٓ** یہ سورۃ مکی ہے اس میں پینتالیس آیتیں ہیں۔ ق اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ قرضی سے روایت ہے کہ یہ اسمائے حسنہ قدیر۔ قادر، قاہر، قریب، قاضی، قابض میں سے کسی

کا رمز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ قرآن کا نام ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد کوہ قاف ہے۔
رَجْعٌ بَعِيْدٌ، رَدٌّ ــــ پلٹنا دور ہے ــــ فُرُوْجٍ، فُتُوْقٍ، وَاحِدُهَا فَرْجٌ ــــ یہ فرجٌ کی جمع ہے ــــ وَرِيْدُهُ فِيْ حَلْقِهٖ۔ وَالْحَبْلُ حَبْلُ الْعَاتِقِ ــــ ورید ایک رگ ہے معنی حلق میں اور حبل سے مراد شانے کی رگ ہے۔ ورید، اصل میں شہ رگ کو کہتے ہیں، جو دل سے نکل کر پورے جسم میں پھیلی ہوئی ہے گردن اور شانے میں بھی ہے۔
وَقَالَ مُجَاهِدٌ۔ مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْ عِظَامِهِمْ ــــ اور ان کی ہڈیوں کو کم کرتی ہے ــــ بَصِيْرَةٌ، بَصِيْرَةٌ۔ حَبَّ الْحَصِيْدِ۔ اَلْحَنْطَةَ ــــ حب کے معنیٰ دانہ اور حصید کے معنیٰ کاٹا ہوا۔ مراد گیہوں ہے ــــ باسقاتٍ۔ اَلطِّوَال ــــ لمبے ــــ اَفَعَيِيْنَا أَفَاعَيٰ عَلَيْنَا ــــ تو کیا اس نے ہم کو تھکا دیا ــــ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ، اَلشَّيْطَانُ الَّذِيْ قُيِّضَ لَهٗ ــــ وہ شیطان جو اس پر مقرر کیا ہوا ہے ــــ فَنَقَّبُوْا ضَرَبُوْا ــــ چلو پھرو ــــ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهٗ بِغَيْرِهٖ ــــ کان لگا کر سنے۔ ادھر ادھر متوجہ نہ ہو ــــ حِيْنَ اَنْشَاَكُمْ وَاَنْشَاَ حَلْقَكُمْ ــــ جب تم کو پیدا کیا ــــ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ رَصَدٌ ــــ محافظ تیار ــــ سَائِقٌ وَشَهِيْدٌ، اَلْمَلَكَيْنِ، كَاتِبٌ وَشَهِيْدٌ وَشَهِيْدٌ شَاهِدٌ بِالْقَلْبِ ــــ دو فرشتے کاتب اور گواہ، شہید بمعنیٰ شاہد بالقلب ہے ــــ لُغُوْبٌ، اَلنَّصَبُ ــــ تھکن ــــ وَقَالَ غَيْرُهٗ نَضِيْدٌ اَلْكُفْرِيٰ۔ مَادَامَ فِيْ اَكْمَامِهٖ وَمَعْنَاهُ مَنْضُوْدٌ بَعْضُهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَاِذَا خَرَجَ مِنْ اَكْمَامِهٖ فَلَيْسَ بِنَضِيْدٍ ــــ گابھا جب تک اپنے چھلکے میں ہو اس کا معنیٰ یہ ہے یعنی تہ بتہ ہو اور جب اپنے چھلکے سے باہر آجائے تو نضید نہیں ــــ فِيْ اَدْبَارِ النُّجُوْمِ وَاَبَارِ السُّجُوْدِ كَانَ عَاصِمٌ يَفْتَحُ الَّتِيْ فِيْ ق وَيَكْسِرُ الَّتِيْ فِي الطُّوْرِ وَتُكْسَرَانِ جَمِيْعًا وَتُنْصَبَانِ ــــ ادبار میں عاصم سورۂ ق میں الف کو فتحہ پڑھتے ہیں اور طور میں کسرہ اور دونوں کو کسرہ پڑھا جاتا ہے اور دونوں کو نصب پڑھا جاتا ہے ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَوْمُ الْخُرُوْجِ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْقُبُوْرِ ــــ جس دن قبروں سے نکلیں گے۔

**بَابُ** قَوْلِهٖ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ص۱۸۷ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور جہنم کہے گی کیا اور زیادہ ہے

۲۳۱۰ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت انس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُلْقٰى فِي النَّارِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ حَتّٰى

ہیں فرمایا جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اور جہنم کہے گی کچھ اور زیادہ ہے یہاں تک

يَضَعُ قَدَمَهُ فَتَقُولُ قَطْ قَطْ عه

کہ اپنا قدم رکھے گا تو وہ کہے گی بس بس۔

حدیث ۲۳۱۱ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ وَاَكْثَرُ مَا كَانَ

محمد بن سیرین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

يُوْقِفُهُ اَبُوْ سُفْيَانَ يُقَالُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ

مرفوعاً، اور ابو سفیان اکثر اس کو موقوفاً روایت کرتے تھے اور بہت کم مرفوعاً۔ جہنم سے کہا جائیگا

مَّزِيْدٍ فَيَضَعُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَدَمَهُ عَلَيْهَا فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ۔

کیا تو بھر گئی تو کہے گی کچھ اور زیادہ ہے رب تبارک وتعالیٰ اپنا قدم اس پر رکھے گا تو کہے گی بس بس۔

حدیث ۲۳۱۲ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ

فرمایا، جنت اور دوزخ نے آپس میں بحث کی، جہنم نے کہا میرے حصہ میں متکبرین اور متجبرین

فَقَالَتِ النَّارُ اُوْثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِيْنَ وَالْمُتَجَبِّرِيْنَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ

آئے ہیں، جنت کہے گی، میرا کیا حال ہے کہ میرے اندر کمزور اور گئے گذرے لوگ آئے

مَالِیْ لَا يَدْخُلُنِیْ اِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ

ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ جنت سے فرمائے گا تو میری رحمت ہے تیرے ذریعہ سے اپنے بندوں

وَتَعَالٰى لِلْجَنَّةِ اَنْتِ رَحْمَتِیْ اَرْحَمُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِیْ

میں سے جس پر چاہوں مہربانی فرماؤں اور جہنم سے فرمائے گا تو میرا عذاب ہے تیرے

وَقَالَ لِلنَّارِ اِنَّمَا اَنْتِ عَذَابُ اُعَذِّبُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ

ذریعہ سے جس پر چاہوں عذاب کروں اور ان میں سے ہر ایک کے لئے بھرنا ہے جہنم نہیں

عِبَادِیْ وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا مِلْاُهَا فَاَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِیْءُ

بھرے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم رکھے گا تو جہنم کہے گی بس بس۔ اس وقت بھر جائیگی

حَتّٰى يَضَعَ رِجْلَهُ فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ فَهُنَالِكَ تَمْتَلِیْءُ وَيُزْوٰى

عه کتاب الأیمان والنذور باب الحلف بعزۃ اللہ ص۹۸۵۔ کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ وھو العزیز الحکیم ص۱۰۹۸

يَعْضُهَا إِلَىٰ بَعْضٍ وَلَا يَظْلِمُ اللَّهُ مِنْ خَلْقِهِ أَحَدًا وَأَمَّا الْجَنَّةُ

اور اس کے بعض حصے بعض سے سمٹ کر مل جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر

فَإِنَّ اللَّهَ يُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا ۝

ظلم نہیں فرمائے گا اور جنت بھرنے کے لئے اللہ تعالیٰ دوسری مخلوق پیدا فرمائے گا۔

**تشریحات** ۲۳۱۳ متکبرین و متجبرین ہم معنیٰ ہیں البتہ ثانی میں کچھ معنیٰ کی زیادتی ہے کچھ لوگوں نے کہا متکبر وہ شخص ہے جو اپنے مال، علم، عزت، عقل پر غرور کرے اور متجبر وہ ہے کہ اس کے پاس کچھ نہیں مگر پھر بھی غرور کرتا ہے اس سے مراد کفار و مشرکین ہیں جنھوں نے اپنے بڑائی کے غرور میں ایمان نہیں قبول کیا، ضعفاء سے مراد وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی نظروں میں حقیر سمجھے جاتے ہیں۔ اور یہی سَقَطٌ سے مراد ہے جن کو لوگ اپنی نظروں سے گرا دیتے ہیں یا ضعفاء و سقط سے مراد وہ لوگ ہیں جو تواضعاً اپنے آپ کو حقیر اور کم حیثیت سمجھتے ہیں، پہلی توجیہ پر یہ ارشاد باعتبار اغلب و اکثر ہے۔

**حَتَّىٰ يَضَعَ رِجْلَهُ** یہ ارشاد بھی متشابہات سے ہے اس کا حقیقی معنیٰ اللہ عزوجل جانے یا اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانیں، عرف عام میں کسی چیز پر قدم رکھنے سے مراد یہ ہوتا ہے کہ اسے مسل کر حقیر و ذلیل کر دیا گیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ جہنم جوش میں عرض کرے گی کہ کیا اور کچھ زیادہ ہے؟ اللہ عزوجل اس کے اس جوش اور شورش کو اپنی قدرت سے ختم کر دے گا اور بجائے ھَلْ مِنْ مَزِيدٍ کے وہ پکارے گی بس بس بس ــــ دوسری روایتوں میں بجائے رجل کے قدم ہے، بعض شارحین نے فرمایا کہ قدم معنیٰ میں اسم مفعول کے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے پہلے روز ازل جو فیصلہ فرمایا ہے اس کے مطابق کچھ نئی مخلوق پیدا کر کے جہنم بھرے گا۔ مگر اس پر دو اشکال ہیں۔ اول یہ کہ اس حدیث میں رجل ہے۔ قدم نہیں بعض لوگوں نے بتکلف اس میں بھی پہلا معنیٰ پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن وہ تکلف بامرد ہے، دوسرے یہ کہ کتاب التوحید میں جو روایت ہے اس میں وضع قدم سے پہلے یہ زائد ہے کہ اللہ تعالیٰ جہنم کے لئے جسے چاہے گا پیدا فرمائے گا اور انھیں اس میں ڈالے گا پھر بھی وہ کہے گی ھَلْ مِنْ مَزِيدٍ پھر اس میں ڈالے گا پھر کہے گی ھَلْ مِنْ مَزِيدٍ تین بار یہی ہوگا، یہاں تک کہ اپنا قدم ڈالیگا۔ تو وہ کہے گی بس بس۔

**بَابُ قَوْلِهِ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ** ص ۱۹۷

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اپنے رب کی پاکی بیان کرو اسکی حمد کے ساتھ آفتاب نکلنے سے پہلے اور اسکے ڈوبنے سے پہلے۔

---

عہ کتاب التوحید باب ماجاء فی قول اللہ انّ رحمت اللہ ص ۱۱۱ مسلم

۲۳۱۳ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو

اَمَرَهٗ اَنْ يُّسَبِّحَ فِيْ اَدْبَارِ الصَّلَوٰتِ كُلِّهَا يَعْنِيْ قَوْلَهٗ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ

حکم دیا کہ تمام نمازوں کے بعد تسبیح پڑھیں۔ ان کی مراد یہ ارشاد تھا۔ تو اس کی پاکی بیان کرو سجدوں کے بعد۔

**تشریحات** حضرت ابن عباس کی تفسیر کا حال یہ ہے کہ آیت کریمہ۔ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ۔ اور کچھ رات گئے اس کی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد اس سے مراد نماز نہیں بلکہ ذکر ہے وہ بھی خاص ذکر تسبیح۔

**وَالذّٰرِيٰتِ** یہ سورت مکی ہے۔ اور اس میں ساٹھ آیتیں ہیں۔ صـ ۷۱۹

وَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَلرِّيَاحُ وَقَالَ غَيْرُهٗ تَذْرُوْهُ تُفَرِّقُهٗ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ذاریات سے مراد ہوائیں ہیں اور ان کے غیر نے کہا کہ تَذْرُوْہ کے معنی ہیں انھیں منتشر کر دیتی ہیں۔ ذَارِيَاتِ ذَرْوًا اور ذَرِيًّا سے جمع مؤنث اسم فاعل ہے۔ اس سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو اپنے ساتھ دھول کوڑا، کرکٹ اڑاتی ہوئی چلتی ہیں بکھیرنے والی ہوائیں یہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کا مطلب ہے۔

امام حاکم وغیرہ نے روایت کیا۔ ابن الکوی نے کہا میں نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے والذاریات ذَرْوًا کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔ اس سے مراد ہوائیں ہیں۔ اور وَالْحَامِلَاتِ وِقْرًا کے بارے میں پوچھا تو فرمایا اس سے مراد بادل ہیں۔ اور وَالْجَارِيَاتِ يُسْرًا کے بارے میں پوچھا تو فرمایا اس سے مراد کشتیاں ہیں۔ وَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا کے بارے میں پوچھا تو فرمایا اس سے مراد فرشتے ہیں۔ امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں ابوالطفیل سے روایت کی کہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ خطبہ دے رہے تھے۔ فرما رہے تھے لوگو مجھ سے پوچھو۔ بخدا قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس میں سے کچھ بھی پوچھو گے تو میں تمہیں بتاؤں گا۔ مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں پوچھو بخدا میں ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ رات میں اتری ہے یا دن میں، ہموار زمین پہ اتری ہے یا پہاڑ پہ۔ ابن الکوی نے کہا کہ اسی موقع پر فرمایا۔ فالذاریات ذَرْوًا سے مراد ہوائیں ہیں۔ اور فرمایا تیرے لئے خرابی ہو۔ سمجھنے کے لئے پوچھ سرکشی کی نیت سے نہ پوچھ۔ [1]

---

[1] عمدۃ القاری۔ تاسع عشر صـ ۱۹۰

وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ تَاکُلُوْنَ وَتَشْرَبُوْنَ فِیْ مَدْخَلٍ وَّاحِدٍ وَیَخْرُجُ مِنْ مَّوْضَعَیْنِ ـــــ اپنے آپ میں غور کرو۔ کھاتا اور پیتا ہے ایک راستے سے اور نکلتا ہے دو جگہ سے ـــــ فَرَاغَ فَرَجَعَ۔ لوٹا ـــــ فَصَکَّتْ فَجَمَعَتْ اَصَابِعَهَا فَضَرَبَتْ بِهٖ جَبْهَتَهَا ـــــ انھوں نے اپنی انگلیاں اکٹھا کیں اور اپنی پیشانی پر مارا ـــــ جب قوم لوط کے اوپر عذاب نازل کرنے کے لئے فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر آئے اور انھوں نے ایک فربہ بچھڑا بھنا ہوا کھانے کے لئے ان کے سامنے پیش کیا اور انھوں نے نہیں کھایا تو حضرت ابراہیم نے ان سے فرمایا تم کھاتے کیوں نہیں اور انھیں یہ معلوم ہو گیا کہ یہ عذاب کے فرشتے ہیں جس سے انھیں کچھ خوف طاری ہوا۔ تو انھوں نے کہا ڈریئے نہیں ؛ آپ کو اللہ تعالیٰ ایک علم والا بچہ عطا فرمائے گا۔ اسے جب حضرت سارہ نے سنا تو حیرت زدہ ہو کر غایت خوشی میں چلاتی ہوئی آئیں اور اپنا ماتھا ٹھوکا اور فرمایا میں بڑھیا بانجھ ہوں اور مجھے لڑکا ہوگا۔ اس وقت حضرت سارہ کی عمر مبارک نوے یا ننانوے سال کی ہو چکی تھی ـــــ فَصَکَّتْ کی ایک تفسیر یہ ہے جو امام بخاری نے ذکر فرمائی کہ انھوں نے حیرت سے اپنا ماتھا ٹھوکا۔ اور ایک تفسیر ہے کہ انھیں حیض آگیا ـــــ وَالرَّمِیْمِ نَبَاتُ الْاَرْضِ اِذَا یَبِسَ وَرَیْسَ ـــــ رمیم نباتات ہیں جب سوکھ جائیں اور ان کو گاہ لیا جائے ـــــ اَلْمُوْسِعُوْنَ اَیْ لَذُوْ سَعَةٍ وَکَذٰلِكَ عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ یَعْنِی الْقَوِیَّ ـــــ یعنی ہم وسعت دینے والے ہیں اور موسع سے مراد قوی ہے باعتبار معاش کے ـــــ زَوْجَیْنِ الذَّکَرُ وَالْاُنْثٰی ـــــ وَاخْتِلَافُ الْاَلْوَانِ حُلْوٌ وَحَامِضٌ فَهُمَا زَوْجَاتٍ ـــــ ارشاد ہے اور ہم نے ہر چیز سے جوڑ بنائے۔ مراد یہ ہے کہ نر اور مادہ ـــــ یا مختلف رنگ کے ـــــ یا مختلف مزے کے میٹھا اور کھٹا یہ بھی دو زوج ہیں ـــــ فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰهِ مِنَ اللّٰهِ اِلَیْهِ ـــــ یعنی اللہ سے اللہ کی طرف بھاگو ـــــ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ مَا خَلَقْتُ اَهْلَ السَّعَادَةِ مِنْ اَهْلِ الْقَرْیَتَیْنِ اِلَّا لِیُوَحِّدُوْنَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ خَلَقَهُمْ لِیَفْعَلُوْا فَفَعَلَ بَعْضٌ وَتَرَكَ بَعْضٌ وَلَیْسَ فِیْهِ حُجَّةٌ لِاَهْلِ الْقَدَرِ ـــــ ارشاد ہے ہم نے جن انسانوں کو عبادت ہی کے لئے پیدا فرمایا۔ اس پر اعتراض یہ پڑتا ہے کہ پھر کچھ انسان اور جن اللہ کی عبادت کیوں نہیں کرتے۔

امام بخاری نے اس کا جواب دو طریقہ سے دیا ایک تو یہ ہے کہ الف لام عہد کا ہے اس سے مراد مخصوص جن وانس ہیں۔ یعنی سعید لوگ۔

دوسرا جواب یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے جن وانس کے پیدا کرنے کی حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں۔ اس میں کچھ لوگوں نے کیا اور کچھ لوگوں نے نہیں کیا۔

وَالدُّرُّ تُوْبُ اللُّؤْلُؤِ الْعَظِیْمُ ـــــ یعنی بڑا ڈول ـــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ صَرَّةٍ۔ صَیْحَةٍ

چیخ ـــ ذُنُوْبًا سَبِیْلًا ـــ ذنوب سے مراد راستہ ہے ـــ اَلْعَقِیْمُ الَّتِیْ لَا تَلِدُ ـــ بانجھ جو بچہ نہ دیتی ہو ـــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا ۔ وَالْحُبُكِ ـ دلکش ـــ فِیْ غَمْرَتِھِمْ فِیْ ضَلَالَتِھِمْ یَتَمَادَوْنَ ـــ نشہ میں یعنی اپنی گمراہیوں میں بہکے پھرتے ہیں ـــ وَقَالَ غَیْرُہٗ ۔ تَوَاصَوْ تَوَاطَؤُا ـــ ایک دوسرے کو وصیت کرتے رہے ـــ وَقَالَ مُسَوَّمَۃٌ مُعْلَمَۃٌ مِنَ السِّیْمَا ـــ نشان لگائے ہوئے ۔

**وَالطُّوْرِ** یہ سورت مکی ہے ۔ اس میں انچاس ۴۹ آیتیں ہیں صـ ۷۱۹

وَقَالَ قَتَادَۃُ مَسْطُوْرٍ مَكْتُوْبٍ ـــ مسطور سے مراد لکھی ہوئی ـــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ اَلطُّوْرُ ۔ اَلْجَبَلُ ۔ بِالسُّرْیَانِیَّۃِ ـــ سریانی زبان میں طور کے معنیٰ پہاڑ ہیں ۔ نیز طور اس مخصوص پہاڑ کا بھی نام ہے ۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام فرمایا تھا یہاں دونوں مراد ہو سکتے ہیں ـــ رَقٍّ مَنْشُوْرٍ ۔ صَحِیْفَۃٍ ـــ رق کے معنی دفتر کے ہیں ۔ منشور کے معنی کھلا ہوا ـــ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ـــ اور بلند چھت کی قسم اس سے مراد آسمان ہے ـــ وَالْمَسْجُوْرِ اَلْمُوْقَدِ ـــ سلگایا ہوا ـــ وَقَالَ الْحَسَنُ ـــ تَسْجُرُ حَتّٰی یَذْھَبَ مَاءُھَا فَلَا یَبْقٰی فِیْھَا قَطْرَۃٌ ـــ امام حسن بصری نے فرمایا کہ یہ تسجر سے ہے جس کے معنیٰ ہیں ۔ اس کا پانی ختم ہو گیا ۔ ایک قطرہ بھی باقی نہیں رہا ـــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ اَلَتْنَاھُمْ نَقَصْنَا ـــ ہم نے کم کیا ـــ وَقَالَ غَیْرُہٗ تَمُوْرُ تَدُوْرُ ـــ گردش کرے گا ہلے گا ـــ اَحْلَامُھُمُ الْعُقُوْلُ ـــ حُلُم کے معنی عقل کے ہیں ـــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا ـــ اَلْبَرُّ اللَّطِیْفُ ـــ بر کے معنیٰ لطف کرنے والا ۔ نیکوکار ـــ كِسَفًا قِطَعًا ـــ ٹکڑا ـــ اَلْمَنُوْنُ اَلْمَوْتُ ۔ وَقَالَ غَیْرُہٗ یَتَنَازَعُوْنَ یَتَعَاطَوْنَ ـــ ایک دوسرے سے چھینیں گے ۔

**وَالنَّجْمِ** یہ سورت مکی ہے ۔ اس میں باسٹھ آیتیں ہیں صـ ۷۲۰

یہاں النجم سے مراد ثریا ہے ۔ اگرچہ نجم ۔ مطلقاً ہر ستارے کو کہتے ہیں لیکن اہل عرب الف لام کے ساتھ خاص ثریا کو بھی کہتے ہیں ۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ مراد مطلقاً ہر ستارہ ہو ۔ یہاں ستارے کی قسم میں نکتہ یہ ہے کہ ستاروں کا مستقر فضا ہے ۔ ان کا خیر طبعی بھی اوپر ہی ہے ۔ ان کی کشش ثقل بھی اوپر ہی ہے ورنہ اپنی جگہ قائم نہیں رہتے ۔ اس لئے خیر طبعی سے باہر رکھنے والا کوئی تاسر موجود نہیں مگر پھر بھی تم دیکھتے ہو کہ اس کے ٹکڑے اوپر سے نیچے گرتے ہیں تو جیسے قدرت خداوندی سے ستارے اپنے خیر طبعی اور کشش ثقل کے برخلاف نیچے آتے ہیں ۔ اسی طرح تمہاری سمجھ میں یہ کیوں نہیں آتا ۔ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہوتے ہوئے بشر کے خیر طبعی اور کشش ثقل کے برخلاف آسمانوں پر گئے ۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ذُوْمِرَّةٍ قُوَّةٍ ـــ قوت والے ـــ قَابَ قَوْسَيْنِ ـ حَيْثُ الْوَتَرِ مِنَ الْقَوْسِ ـــ قَابَ کمان کے اس حصہ کو کہتے ہیں جہاں اس کی تانت ہوتی ہے ـــ ضِيْزٰى ـ عِوَجًا ـــ ٹیڑھی ـــ وَاَكْدٰى قَطَعَ عَطَائَهٗ ـــ یعنی اس کی عطاء کو قسط وار کر دیا ـــ رَبُّ الشِّعْرٰى هُوَ مِرْزَمُ الْجَوْزَاءِ ـــ شعریٰ ایک ستارے کا نام ہے جو جوزیٰ کے بعد طلوع ہوتا ہے ـــ وَالَّذِيْ وَفّٰى وَفِّيْ مَا فُرِضَ عَلَيْهِ ـــ اس پر جو فرض کیا گیا اس کو پورا ادا کیا ـــ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ ـــ قیامت قریب آگئی ـــ سَامِدُوْنَ اَلْبَرْطَمَةُ هُوَ ضَرْبٌ مِنَ اللَّهْوِ ـــ کھیل میں بڑے ہو۔ برطمۃ کو بھی کہتے ہیں جو ایک قسم کا کھیل ہے ـــ وَقَالَ عِكْرِمَةُ يَتَغَنَّوْنَ بِالْحِمْيَرِيَّةِ ـــ حمری زبان میں سمدٌ کے معنیٰ گانے کے ہیں ـــ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ اَفَتُمَارُوْنَهٗ اَفَتُجَادِلُوْنَهٗ وَمَنْ قَرَأَ اَفَتَمْرُوْنَهٗ يَعْنِيْ اَفَتَجْحَدُوْنَهٗ ـــ تو کیا تم ان سے جھگڑتے ہو اور جس نے اس کو اَفَتَمْرُوْنَهٗ پڑھا اس کے نزدیک اس کے معنیٰ ہیں تو کیا تم ان کو جھٹلاتے ہو ـــ مَازَاغَ الْبَصَرُ بَصَرُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـــ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ـــ وَمَا طَغٰى وَلَا جَاوَزَ مَا رَاٰى ـــ حد سے آگے نہیں بڑھی ـ فَتَمَارَوْا اَكَذَّبُوْا ـــ جھٹلایا ـــ وَقَالَ الْحَسَنُ اِذَا هَوٰى غَابَ ـــ جب نظر سے غائب ہو جائے ڈوب جائے ـــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَغْنٰى وَاَقْنٰى اَعْطٰى فَاَرْضٰى ـــ اور راضی کر دیا۔

## اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ ص ۴۲۱

اس سورت کا نام سورۂ قمر بھی ہے یہ مکی ہے صرف مگر یہ آیت سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ـــ یہ مدنی ہے۔ یہ بدر کے موقع پر ابوجہل وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس میں پچپن ۵۵ آیتیں ہیں۔

قَالَ مُجَاهِدٌ مُسْتَمِرٌّ ذَاهِبٌ ـــ ہمیشہ رہنے والا ـــ مُزْدَجَرٌ مُتَنَاهٍ ـــ رکاوٹ ـــ وَازْدُجِرَ ـ فَاسْتُطِيْرَ ـ جُنُوْنًا ـــ پاگل ہو گیا ـــ دُسُرٍ ـ اَضْلَاعِ السَّفِيْنَةِ ـــ کشتی کے تختے ـــ لِمَنْ كَانَ كُفِرَ ـ يَقُوْلُ ـ كُفِرَ لَهٗ ـــ جس کے ساتھ کفر کیا گیا ـــ جَزَاءً مِّنَ اللّٰهِ ـــ اعشیٰ کی طرف سے اس کے کفر کا بدلہ ـــ مُحْتَضَرٌ ـ يَحْتَضِرُوْنَ الْمَاءَ ـــ پانی پر جانے کی باری ـــ وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ مُهْطِعِيْنَ النَّسَلَانُ الْخَبَبُ السِّرَاعُ ـــ دوڑے ہوئے ـ نسلان کے معنیٰ ہیں تیز دوڑنا ـــ وَقَالَ غَيْرُهٗ فَتَعَاطٰى فَعَاطَهَا بِيَدِهٖ ـــ اپنے ہاتھ سے لیا ـــ فَعَقَرَ هَا ـــ اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ اَلْمُحْتَظِرِ كَحَظَائِرِ مِنَ الشَّجَرِ ـ مُحْتَرِقٍ ـــ درخت سے بنایا ہوا گھیرا ـ ٹٹی ـــ

وَانْزُجِرَ اُفْتُعِلَ مِنْ زَجَرْتُ ـــــ زَجَرَ سے باب افتعال کا ماضی مجہول کا واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ جھڑکا گیا ـــــ کَفَرْنَا بِهٖ وَبِهِمْ مَا فَعَلْنَا جَزَاءً لِمَا صُنِعَ بِنُوْحٍ وَاَصْحَابِهٖ ـــــ ہم نے نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے ساتھ جو کیا یہ بدلہ تھا اس کا جو نوح اور ان کے اصحاب کے ساتھ کیا گیا تھا۔ یعنی ہم نے قوم نوح کو غرق کیا یہ ان کے کفر کی سزا تھی ـــــ مُسْتَقِرٌّ۔ عَذَابَ حَقٍّ ـــــ عذاب برحق ہے ـــــ يُقَالُ الْعَشِرُ الْمَرِحُ وَالتَّجَبُّرُ ـــــ اترانا اور گھمنڈ۔

## سورۃ الرحمن۔ ص ۴۲۳

یہ سورت مکی ہے ابوالعباس نے کہا کہ لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ مکی ہے ہمام نے قتادہ سے روایت کیا کہ انھوں نے کہا یہ کیسے مدنی ہو سکتی ہے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بازار عکاظ میں پڑھا جسے جن نے سنا قرآن کا حصہ جو سب سے پہلے قریش نے بلند آواز سے سنا وہ سورۂ رحمن ہے اس کو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حطیم کے پاس پڑھا تو لوگوں نے انھیں مارا یہاں تک کہ ان کے چہرہ پر نشان پڑ گیا اور قتادہ سے روایت ہے کہ یہ مکی ہے۔

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ۔ يُرِيْدُ لِسَانَ الْمِيْزَانِ ـــــ اور تول قائم کرو مراد یہ ہے کہ ترازو کی زبان کو سیدھی رکھو ـــــ وَالْعَصْفُ بَقْلُ الزَّرْعِ اِذَا قُطِعَ مِنْهُ شَيْءٌ قَبْلَ اَنْ يُّدْرِكَ فَذَالِكَ الْعَصْفُ ـــــ کچی فصل جب کہ اسے پکنے سے پہلے کاٹا جائے عَصْفٌ کے معنی بھس کے بھی آتے ہیں ـــــ وَالرَّيْحَانُ وَرَقُهٗ وَالْحَبُّ الَّذِيْ يُؤْكَلُ مِنْهُ وَالرَّيْحَانُ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ الرِّزْقُ وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْعَصْفُ يُرِيْدُ الْمَاْكُوْلَ مِنَ الْحَبِّ وَالرَّيْحَانُ النَّضِيْجُ الَّذِيْ لَمْ يُؤْكَلْ وَقَالَ غَيْرُهٗ وَالْعَصْفُ وَرَقُ الْحِنْطَةِ وَقَالَ الضَّحَّاكُ اَلْعَصْفُ التِّبْنُ وَقَالَ اَبُوْ مَالِكٍ اَلْعَصْفُ اَوَّلُ مَا يَنْبُتُ تُسَمِّيْهِ النَّبَطُ هَبُوْرًا وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْعَصْفُ وَرَقُ الْحِنْطَةِ وَالرَّيْحَانُ الرِّزْقُ ـــــ ریحان۔ اس کے پتے اور حب وہ ہے جو اس میں سے کھایا جائے۔ اہل عرب کی زبان میں ریحان روزی کو کہتے ہیں اور بعضوں نے کہا عصف سے مراد وہ دانہ ہے جو کھایا جائے۔ اور ریحان۔ پکا ہوا وہ دانہ جو کھایا نہ گیا ہو ـــــ وَقَالَ غَيْرُهٗ وَالْعَصْفُ وَرَقُ الْحِنْطَةِ ـــــ اور ان کے غیر نے کہا عصف گیہوں کے پتے کو کہتے ہیں اور ضحاک نے کہا بھس کو۔ اور ابو مالک نے کہا سب سے پہلے جو اگتا ہے وہ عصف ہے جس کو نبطی لوگ ہبور کہتے ہیں۔ اور مجاہد نے کہا عصف گیہوں کا پتہ اور ریحان روزی ـــــ راجح مختار یہ ہے کہ عصف سے مراد بھس ہے اور ریحان سے مراد خوشبودار پھول ـــــ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ نے ـــــ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ـــــ کا ترجمہ یہ فرمایا اور بھس کے ساتھ اناج اور خوشبو کے پھول ـــــ وَالْمَارِجُ اللَّهَبُ الْاَصْفَرُ وَالْاَخْضَرُ الَّذِيْ يَعْلُوا النَّارَ اِذَا اُوْقِدَتْ ـــــ پیلی اور ہری لٹ کو کہتے ہیں جو آگ کے اوپر اٹھتی ہے جب کہ آگ

جلائی جائے ـــــ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ مُجَاهِدٍ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ لِلشَّمْسِ فِي الشِّتَاءِ مَشْرِقٌ وَمَشْرِقٌ فِي الصَّيْفِ ـــــ سورج کا جاڑے میں ایک مطلع ہے اور ایک مطلع گرمی میں ہے ـــــ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ مَغْرِبُهَا فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ـــــ جاڑے اور گرمی میں اس کے ڈوبنے کی جگہ ـــــ لَا يَبْغِيَانِ لَا يَخْتَلِطَانِ ـــــ ایک دوسرے پر غالب نہیں آتے کہ دونوں آپس میں مل جائیں ـــــ اَلْمُنْشَآتُ مَا رُفِعَ مِنْ قِلْعِهِ مِنَ السُّفُنِ فَأَمَّا مَا لَمْ يُرْفَعْ قِلْعُهُ فَلَيْسَ بِمُنْشَاةٍ ـــــ ایسے جہاز جن کے بادبان بلند کر دیئے گئے ہوں اور جس کے بادبان بلند نہ کئے گئے ہوں تو وہ منشات نہیں ـــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَنُحَاسٌ الصُّفْرُ يُصَبُّ عَلَى رُءُوسِهِمْ يُعَذَّبُونَ بِهِ ـــــ پیتل جو کھولا کر جہنمیوں کے سروں پر ڈالا جائے گا جس سے وہ لوگ عذاب دیئے جائیں گے۔ راجح یہ ہے کہ یہاں نحاس سے مراد وہ کالا دھواں ہے جس میں لپٹ نہ ہو ـــــ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ يَهُمُّ بِالْمَعْصِيَةِ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ فَيَتْرُكُهَا ـــــ اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا۔ گناہ کا ارادہ کرتا ہے پھر اللہ کو یاد کرتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے ـــــ الشُّوَاظُ لَهَبٌ مِنْ نَارٍ ـــــ آگ کی لپٹ ـــــ مُدْهَامَّتَانِ ـــــ سودا ـــــ وَإِنَّ مِنَ الرَّيِّ ـــــ سیرابی کی وجہ سے کالے نظر آتے ہیں ـــــ صَلْصَالٍ۔ خُلِطَ بِرَمْلٍ۔ فَصَلْصَلَ كَمَا يُصَلْصِلُ الْفَخَّارُ وَيُقَالُ مُنْتِنٌ يُرِيدُونَ بِهِ صَلَّ يُقَالُ صَلْصَالٌ كَمَا يُقَالُ صَرَّ الْبَابُ عِنْدَ الْإِغْلَاقِ وَصَرْصَرَ مِثْلُ كَبْكَبْتُهُ يَعْنِي كَبَبْتُهُ ـــــ اس مٹی سے جس میں بالو ملایا گیا ہر جس کی وجہ سے وہ کھنکھناتی ہے جیسے ٹھیکری کھنکھناتی ہے۔ اور کہا گیا بودار۔ صَلٌّ کے معنی بودار مٹی مراد یہ ہے کہ صل سڑ گلی اور صلصال رباعی ہم معنی ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ مٹی ایسے آواز کرتی ہے جیسے بند کرتے وقت دروازہ آواز کرتا ہے ـــــ صَرَّ الْبَابُ وَصَرْصَرَ الْبَابُ ـــــ ہم معنی ہیں جیسے ـــــ كَبْكَبْتُهُ اور كَبَبْتُهُ ہم معنی ہیں ـــــ فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ الرُّمَّانُ وَالنَّخْلُ بِالْفَاكِهَةِ وَأَمَّا الْعَرَبُ فَإِنَّهَا تَعُدُّهَا فَاكِهَةً كَقَوْلِهِ تَعَالَى حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى فَأَمَرَهُمْ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى كُلِّ الصَّلَوَاتِ ثُمَّ أَعَادَ الْعَصْرَ تَشْدِيدًا لَهَا۔ كَمَا أُعِيدَ النَّخْلُ وَالرُّمَّانُ وَمِثْلُهَا أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ قَالَ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَقَدْ ذَكَرَهُمْ فِي أَوَّلِ قَوْلِهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ـــــ اور ان کے بعضوں نے کہا کہ انار اور کھجور فاکہہ نہیں لیکن عرب والے اس کو فاکہہ شمار کرتے ہیں۔ جیسے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔ تمام نمازوں کی محافظت کرو اور بیچلی نماز کی۔ انھیں حکم دیا تمام نمازوں کی محافظت کا پھر عصر کو لوٹایا۔ عصر کی اہمیت بتانے کے لئے۔ اسی طرح کھجور اور انار کو لوٹایا۔ اسی کے مثل یہ ارشاد ہے کیا تو نے نہیں دیکھا۔ کہ اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں وہ لوگ جو

زمینوں میں ہیں اور وہ لوگ جو آسمانوں میں ہیں پھر فرمایا اور بہت سے لوگ اور بہت سے وہ ہیں جن پر عذاب واجب ہو چکا حالانکہ ان کا ذکر شروع میں ہی مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ میں فرما دیا تھا۔

امام بخاری علیہ الرحمہ ان بحثوں سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ عرب کے عرف میں انار اور کھجور فاکہہ میں داخل ہیں۔ مگر فاکہہ کے بعد نخل و رمان کو ذکر فرمایا ان کی اہمیت کو بتانے کے لئے جیسا کہ نماز عصر حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ میں داخل تھی مگر پھر علیحدہ اس کی اہمیت کو بتانے کے لئے ذکر فرمایا۔ اور جیسے کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ میں داخل تھے مگر اپنے اطاعت شعار بندوں کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے ان کا علیحدہ ذکر فرمایا ـــــ قَالَ غَیْرُہٗ اَفْنَانٍ اَغْصَانٌ شاخیں ـــ وَجَنَی الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ مَا یُجْتَنٰی قَرِیْبٌ ـــــ جن کو قریب سے جن لیا جائے ـــــ وَقَالَ الْحَسَنُ فَبِاَیِّ آلَاءِ نِعَمِہٖ ـــــ اس کی نعمتیں ـــــ وَقَالَ قَتَادَۃُ رَبُّکُمَا یُغْنِی الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ وَقَالَ اَبُوْ الدَّرْدَاءِ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ ـــــ روز آنہ وہ ایک نئی شان میں ہے۔ ـــــ یَغْفِرُ ذَنْبًا وَیُکْشِفُ کَرْبًا وَیَرْفَعُ قَوْمًا وَیَضَعُ آخَرِیْنَ ـــــ کسی کی گناہ بخشتا ہے کسی کی تکلیف دور کرتا ہے کسی کو عزت دیتا ہے دوسرے کو ذلیل کرتا ہے ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَرَجَ حَاجِزٌ ـــ رکاوٹ ـــ اَلْاَنَامُ الْخَلْقُ ـ نَضَّاخَتَانِ نَیَّاخَتَانِ ـــــ چلتے ہوئے ـــــ ذُوْ الْجَلَالِ ذُوْ الْعَظَمَۃِ وَقَالَ غَیْرُہٗ مَارِجٍ خَالِصٍ مِنَ النَّارِ یُقَالُ مَرَجَ الْاَمِیْرُ رَعِیَّتَہٗ اِذَا خَلَاھُمْ یَعْدُوْ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ مَرَجَ اَمْرُ النَّاسِ مَرِیْجٌ مُلْتَبِسٌ مَرَجَ اِخْتَلَطَ الْبَحْرَیْنِ مِنْ مَرَجْتَ دَابَّتَکَ تَرَکْتَھَا ـــــ اور ان کے غیر نے کہا مارج معنی ہیں خالص آگ کہا جاتا ہے مَرَجَ الْاَمِیْرُ رَعِیَّتَہٗ ـــــ جب انھیں چھوڑ دے کہ ان کا بعض بعض پر تعدی کرے اور لوگوں کا معاملہ خلط ملط ہو جائے۔ مریج کے معنی ہیں مشتبہ۔ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک دوسرے میں خلط ملط ہو گئے ایک دوسرے سے مل گئے۔ جیسے کہتے ہیں۔ مَرَجْتَ دَابَّتَکَ تو نے چوپایہ کو چھوڑ دیا، کہ جیسے چاہیں چریں چگیں جہاں چاہیں آئیں جائیں۔ سَنَفْرُغُ سُنُحَاسِبُکُمْ لَا یَشْغَلُہٗ شَیْءٌ عَنْ شَیْءٍ وَھُوَ مَعْرُوْفٌ فِیْ کَلَامِ الْعَرَبِ یُقَالُ لَا تَفْرُغَنَّ لَکَ وَمَا بِہٖ شُغْلٌ یَقُوْلُ لَاُخُذَنَّکَ عَلٰی غِرَّتِکَ ـــــ جلد سب کام نپٹا کر ہم تمہارا حساب کریں گے۔ سنفرغ پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ جب یہ فرمایا کہ ہم جلد فارغ ہوں گے۔ تو شبہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی ایک کام اتنا مشغول رکھتا ہے کہ اس وقت کوئی دوسرا کام نہیں کر سکتا۔ امام بخاری اس شبہے کا ازالہ یوں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ ایک کام میں مشغولیت دوسرے کو اس سے باز نہیں رکھتی۔ اور یہ محاورہ کلام عرب میں مشہور ہے کہ کسی شخص کا کوئی کام نہیں اور وہ کہتا ہے لَاُفَرِّغَنَّ لَکَ۔ یعنی میں ہر کام چھوڑ کر تجھے پکڑوں گا۔

243

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ — اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں۔ ص ۷۲۳

۲۳۱۴ حدیث عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَیْسٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ

عبد اللہ بن قیس یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَنَّتٰنِ مِنْ فِضَّةٍ اٰنِیَتُهُمَا وَمَا فِیْهِمَا وَجَنَّتٰنِ مِنْ ذَهَبٍ اٰنِیَتُهُمَا وَمَا فِیْهِمَا وَمَا بَیْنَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دو جنتیں چاندی کی ہیں ان دونوں کے تمام برتن اور سارے ساز و سامان چاندی ہی کے ہیں۔ اور دو جنتیں سونے کی ہیں۔ ان کے تمام برتن اور ساز و سامان سونے کے ہیں۔ جنتیوں اور ان کے رب کے دیدار کے درمیان

الْقَوْمِ وَبَیْنَ اَنْ یَّنْظُرُوْٓا اِلٰی رَبِّهِمْ اِلَّا رِدَآءُ الْكِبْرِ عَلٰی وَجْهِهٖ

صرف ردائے کبریائی حائل ہے جنت عدن میں۔

فِیْ جَنَّةِ عَدْنٍ ۝ عہ

عہ اس کے متصل ایک حدیث کے بعد۔ کتاب التوحید باب قولہ وجوہ یومئذ ناضرۃ ص ۱۱۰۹

بَابُ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ — اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر "حوریں ہیں خیموں میں پردہ نشین"

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْحُوْرُ اَشَدُّ سَوَادًا مِّنَ الْحَدَقِ ـــــ حور حوراء کی جمع ہے جس کے معنی ہے کالی پتلی والی ـــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَّقْصُوْرٰتٌ مَّحْبُوْسَاتٌ، قُصِرَ طَرْفُهُنَّ وَاَنْفُسُهُنَّ عَلٰی اَزْوَاجِهِنَّ ـــــ بند ہیں ان کی آنکھ اور ان کی ذات کو شوہر کے علاوہ غیروں سے روک دیا گیا ہے ـــــ قٰصِرٰتٌ لَا یَبْغِیْنَ غَیْرَ اَزْوَاجِهِنَّ ـــــ شوہروں کے علاوہ کسی کو نہیں چاہتیں۔

اَلْوَاقِعَةُ — یہ سورت مکی ہے اور اس میں چھیانوے (۹۶) آیتیں ہیں۔ ص ۷۲۴

وَقَالَ مُجَاهِدٌ رُجَّتْ زُلْزِلَتْ ـــــ کانپے گی ـــــ بُسَّتْ، فُتَّتْ وَلُتَّتْ كَمَا یُلَتُّ السَّوِیْقُ ـــــ ریزے ریزے کر دیا جائیگا ـــــ اَلْمَخْضُوْدُ، اَلْمَوْقَرُ حَمْلًا، ـــــ بوجھ سے لدا ہوا وَیُقَالُ اَیْضًا لَا شَوْكَ لَهٗ ـــــ ایک قول یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ اس کے لئے کانٹے نہیں ـــــ مَنْضُوْدٍ، اَلْمَوْزُوْنُ ـــــ کیلا ـــــ وَالْعُرُبُ اَلْمُحَبَّبَاتُ اِلٰی اَزْوَاجِهِنَّ ـــــ

عُرُبًا جمع ہے عَرُوْبَۃٌ کی جس کے معنیٰ ہے اپنے شوہروں سے محبت کرنے والی ـــــ ثُلَّۃٌ۔ اُمَّۃٌ ـــــ گروہ ـــــ یَحْمُوْمٍ دُخَانٍ اَسْوَدَ ـــــ کالا دھواں ـــــ یُصِرُّوْنَ۔ یُدِیْمُوْنَ ـــــ ہمیشہ رہیں گے ـــــ اَلْھِیْمِ۔ اَلْاِبِلِ۔ اَلظِّمَاءُ ـــــ پیاسا اونٹ ـــــ لَمُغْرَمُوْنَ۔ لَمُلْزَمُوْنَ ـــــ ہم پر الزام لگایا گیا ـــــ رَوْحٌ۔ جَنَّۃٌ وَّرَخَاءٌ ـــــ جنت اور کشائش ـــــ وَرَیْحَانٌ۔ اَلرِّزْقُ ـــــ ریحان سے مراد روزی ہے ـــــ وَنُنْشِئَکُمْ فِیْ اَیِّ خَلْقٍ نَشَاءُ ـــــ ہم تجھ کو پیدا کریں گے جس صورت میں چاہیں گے ـــــ وَقَالَ غَیْرُہٗ تَفَکَّھُوْنَ۔ تَعْجَبُوْنَ ـــــ تعجب کرتے ہوئے ـــــ عُرُبًا۔ مُثَقَّلَۃٌ وَاحِدُھَا عَرُوْبٌ مِثْلُ صَبُوْرٍ وَصُبُرٍ یُسَمِّیْھَا اَھْلُ مَکَّۃَ۔ اَلْعَرِبَۃُ وَاَھْلُ الْمَدِیْنَۃِ اَلْغَنِجَۃُ وَاَھْلُ الْعِرَاقِ الشَّکِلَۃُ ـــــ عُرُبًا کی راء کو ضمہ اس کا واحد عروب ہے جیسے صبور صبر کا اہل مکہ اسے عربہ کہتے ہیں اور اہل مدینہ غنجہ اور اہل عراق شکلہ ـــــ وَقَالَ فِیْ خَافِضَۃٍ لِقَوْمٍ اِلَی النَّارِ وَرَافِعَۃٍ اِلَی الْجَنَّۃِ ـــــ اور خافضہ کے بارے میں کہا اس کے معنی ہیں ایک گروہ کو جہنم میں گرائے گا۔ رافعۃ سے مراد یہ ہے کہ ایک گروہ کو جنت میں لے جائے گا ـــــ مَوْضُوْنَۃٍ۔ مَنْسُوْجَۃٍ وَمِنْہُ وَضِیْنُ النَّاقَۃِ وَالْکُوْبُ لَا اٰذَانَ لَہٗ وَلَا عُرْوَۃَ ـــــ موضونۃ کے معنی بنا ہوا اسی سے ہے ـــــ وَضِیْنُ النَّاقَۃِ ـــــ اونٹنی کے ہودج کا استر وہ بچھونا جو اونٹنی پر بچھا کر پھر ہودج باندھتے ہیں۔ کوب اس برتن کو کہتے ہیں جس میں نہ ٹونٹی ہو نہ دستہ ـــــ وَالْاَبَارِیْقُ ذَوَاتُ الْاٰذَانِ وَالْعُرَی ـــــ ٹونٹی اور دستے والا لوٹا ـــــ مَسْکُوْبٍ۔ جَارٍ ـــــ بہنے والا ـــــ وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَۃٍ بَعْضُھَا فَوْقَ بَعْضٍ ـــــ اور بچھونے جو ایک دوسرے پر تہہ بچھائے ہوں گے ـــــ مُتْرَفِیْنَ مُتَمَتِّعِیْنَ ـــــ اس کو استعمال میں لانے والے ـــــ مَا تُمْنُوْنَ ھِیَ النُّطْفَۃُ فِیْ اَرْحَامِ النِّسَاءِ ـــــ جسے تم گراتے ہو عورتوں کے رحم میں یعنی نطفہ ـــــ لِلْمُقْوِیْنَ۔ لِلْمُسَافِرِیْنَ ـــــ مسافروں کے لئے ـــــ وَالْقِیْعُ۔ اَلْقَفْرُ ـــــ یہ مشتق ہے قِیْعٌ سے جس کے معنی چٹیل میدان کے ہیں ـــــ بِمَوْقِعِ النُّجُوْمِ۔ بِمُحْکَمِ الْقُرْاٰنِ وَیُقَالُ بِمَسْقِطِ النُّجُوْمِ اِذَا سَقَطْنَ وَمَوَاقِعُ وَمَوْقِعٌ وَاحِدٌ ـــــ مَوْقِعُ النُّجُوْمِ سے مراد قرآن کی محکم آیتیں ہیں اور کہا گیا اس سے مراد ستاروں کے گرنے کی جگہ ہیں جب وہ گریں اور مواقع اور موقع ایک ہیں ـــــ مُدْھِنُوْنَ۔ مُکَذِّبُوْنَ مِثْلُ لَوْ تُدْھِنُ فَیُدْھِنُوْنَ ـــــ جھٹلانے والے جیسے فرمایا گیا اگر آپ نرمی کریں تو وہ بھی نرم ہو جائیں ـــــ فَسَلَامٌ لَّکَ اَیْ مُسَلَّمٌ لَّکَ۔ اِنَّکَ مِنْ اَصْحَابِ الْیَمِیْنِ وَاُلْقِیَتْ اِنَّ وَھُوَ مَعْنَاھَا کَمَا تَقُوْلُ اِنَّکَ مُصَدَّقٌ مُسَافِرٌ عَنْ قَلِیْلٍ اِذَا کَانَ قَدْ قَالَ اِنِّیْ مُسَافِرٌ عَنْ قَلِیْلٍ وَقَدْ یَکُوْنُ کَالدُّعَاءِ

لَهٗ كَقَوْلِكَ فَسَقْيًا مِّنَ الرِّجَالِ اِنْ رَفَعْتَ السَّلَامَ فَهُوَ مِنَ الدُّعَاءِ ـــــ یعنی تیرے لئے سلامتی ہے کیونکہ تو داہنی جانب والوں سے ہے یہاں لفظ اِنَّ کو محذوف کر کے اس کا معنی برقرار رکھا گیا ہے جیسے کہتے ہیں ـــــ اَنْتَ مُصَدَّقٌ مُسَافِرٌ عَنْ قَلِيْلٍ ـــــ تمہاری تصدیق کی جاتی ہے کہ عنقریب تم سفر کرو گے جب اس نے پہلے بتایا ہو کہ میں عنقریب سفر کرنے والا ہوں۔ کبھی یہ دعاء کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں ـ فَسُقْيًا مِّنَ الرِّجَالِ ـ اگر لفظ سلام مرفوع ہو تو دعاء کے معنی میں ہوتا ہے ـــــ تُؤْرُوْنَ۔ تَسْتَخْرِجُوْنَ۔ أَوْرَيْتُ أَوْقَدْتُ ـــــ تم نکالتے ہو أوريتُ کے معنی ہیں جلانے کے ـــــ لَغْوًا۔ بَاطِلًا۔ تَأْثِيْمًا۔ كِذْبًا ـــــ لغوًا سے مراد باطل ہے اور تاثیم سے مراد جھوٹ ہے۔

## الحدید ص ۲۴

یہ سورۃ مدنی ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ مکی ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اس میں منافقین کا تذکرہ ہے اور منافقین کا وجود مکے میں نہیں تھا، مدینہ طیبہ میں ہوا۔ نیز اس میں یہ آیت بھی ہے۔ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۔ یہ فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے پھر اس میں قتال کا ذکر ہے اور قتال کا حکم ہجرت کے بعد نازل ہوا ہے۔ اس میں انتیس ۲۹ آیتیں ہیں۔

قَالَ مُجَاهِدٌ! جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ، مُعَمَّرِيْنَ فِيْهِ ـــــ تم کو ایک دوسرے کا جانشین کیا۔ زمین میں تم کو ایک مدت دراز تک رکھا ـــــ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ۔ مِنَ الضَّلَالَةِ اِلَى الْهُدٰى ـــــ تاریکی سے روشنی کی جانب گمراہی سے ہدایت کی طرف ـــــ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ جُنَّةٌ وَّسِلَاحٌ ـــــ ڈھال اور ہتھیار ـــــ مَوْلَاكُمْ۔ أَوْلٰى بِكُمْ ـــــ تمہارے زیادہ لائق ہے ـــــ لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتَابِ۔ لِيَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتَابِ ـــــ تاکہ اہل کتاب جان لیں ـــــ يُقَالُ الظَّاهِرُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ـــــ ظاہر سے مراد یہ ہے یعنی ہر چیز اس پر ظاہر ہے یعنی معلوم ہے ـــــ وَالْبَاطِنُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ـــــ اور باطن سے مراد یہ ہے کہ ہر چیز کا اندرونی علم رکھتا ہے ـــــ اُنْظُرُوْنَا۔ اِنْتَظِرُوْنَا ـــــ ہمارا انتظار کرو۔

## المجادلہ

یہ سورۃ مدنی ہے اس میں بائیس ۲۲ آیتیں ہیں۔ ص ۲۲۵

وَقَالَ مُجَاهِدٌ! يُحَادُّوْنَ۔ يُشَاقُّوْنَ ـــــ عداوت رکھتے ہیں ـــــ كُبِتُوْا اُخْزُوْا مِنَ الْخِزْيِ ـــــ ذلیل کئے گئے ـــــ اِسْتَحْوَذَ۔ غَلَبَ ـــــ غالب ہوا۔

## الحشر

یہ مدنی ہے اس میں چوبیس ۲۴ آیتیں ہیں۔ ص ۲۲۵

اَلْجَلَاءُ۔ اَلْاِخْرَاجُ مِنْ اَرْضٍ اِلٰى اَرْضٍ ـــــ ایک زمین سے نکال کر دوسری زمین

کی طرف بھیجنا جلاوطن کرنا۔

**بَابُ قَوْلِهٖ وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ص ۷۲۵** اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور رسول تمہیں جو کچھ دیں اسے لو

۲۳۱۵ **حدیث** عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ نے لعنت فرمائی

الْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ

گودنے والی اور گودانے والی پر۔ چہرے کا بال نوچنے والی اور دانتوں کو رگڑنے والی

اللّٰهِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ امْرَأَةً مِنْ بَنِيْ أَسَدٍ يُقَالُ لَهَا أُمُّ يَعْقُوْبَ

عورتوں پر کیونکہ وہ اللہ کی تخلیق کو بدلتی ہیں۔ یہ بات بنی اسد کی ایک عورت کو پہنچی جس کو

فَجَاءَتْ فَقَالَتْ إِنَّهُ بَلَغَنِيْ أَنَّكَ لَعَنْتَ كَيْتَ وَكَيْتَ فَقَالَ وَمَا لِيَ

ام یعقوب کہا جاتا ہے یہ عورت حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس حاضر ہوئی اور کہا کہ مجھ کو

لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خبر پہونچی ہے کہ آپ نے ایسی اور ایسی عورتوں پر لعنت کی ہے تو انھوں نے فرمایا میں

وَمَنْ هُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَتْ لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ

کیوں نہ اس پر لعنت کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اور جس پر

فَمَا وَجَدْتُ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ قَالَ لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيْهِ لَقَدْ وَجَدْتِيْهِ

کتاب اللہ میں لعنت ہے۔ اس عورت نے کہا کہ جو کچھ دونوں تختیوں کے درمیان ہے میں نے پڑھا یعنی

أَمَا قَرَأْتِ "وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ

پورا قرآن پڑھا اس میں میں نے نہیں پایا۔ اب آپ کیا کہتے ہیں حضرت عبداللہ نے فرمایا اگر تو نے پڑھا

فَانْتَهُوْا" قَالَتْ بَلٰى قَالَ فَإِنَّهُ قَدْ نَهٰى عَنْهُ قَالَتْ فَإِنِّيْ

ہوتا اسمیں ضرور پایا ہوتا کیا تو نے نہیں پڑھا؟ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "جو تم کو رسول دیں اسے لو اور جس

أَرٰى أَهْلَكَ يَفْعَلُوْنَهُ قَالَ فَاذْهَبِيْ فَانْظُرِيْ، فَذَهَبَتْ

سے منع کریں اس سے باز رہو" اس عورت نے کہا ہاں یہ ہے حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ حضور نے اس سے منع فرمایا

فَنَظَرَتْ فَلَمْ تَرَ مِنْ حَاجَتِهَا شَيْئًا فَقَالَ لَوْ كَانَتْ كَذٰلِكَ

ہے اس عورت نے کہا میں آپ کے اہل کو دیکھتی ہوں کہ وہ ایسا کرتی ہیں فرمایا جاؤ اور دیکھو وہ عورت گئی اور دیکھا

## مَا جَامَعْتُنَا ۵۵

تو اس نے کچھ نہیں پایا۔ فرمایا اگر ایسا ہوتا تو وہ ہمارے ساتھ کبھی نہ رہتی۔

**تشریحات** لَعَنَ اللّٰہُ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ لَعَنَ النَّبِیُّ ۱۵ ۲۳ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْوَاصِلَۃَ وَالْمُسْتَوْصِلَۃَ وَالْوَاشِمَۃَ وَالْمُسْتَوْشِمَۃَ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بال ملانے والی اور ملوانے والی اور گودنے والی اور گودانے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے اور قرآن مجید میں فرمایا گیا "مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا" رسول جو تمہیں دیں اسے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو اس ارشاد کی روشنی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول ارشاد الٰہی ہے تو جب حضور نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی تو اللہ نے بھی لعنت فرمائی اور قرآن میں بھی اس پر لعنت آئی۔ ام یعقوب نے قرآن مجید میں جب صراحۃً ان عورتوں پر لعنت نہیں پائی تو اس نے عرض کیا میں نے پورا قرآن پڑھا ہے اس میں کہیں ان عورتوں پر لعنت نہیں۔ اس کے جواب میں حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ جب قرآن مجید یہ ارشاد ہے کہ تم کو جو رسول دیں اسے لو اور رسول اللہ نے لعنت فرمائی تو اس آیت کی روشنی میں قرآن نے بھی اس عورت پر لعنت فرمائی۔

**بابُ** قَوْلِہٖ "وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ"۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر۔ اور وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں فاقہ ہو۔ ص ۷۲۵

اَلْخَصَاصَۃُ ۔ اَلْفَاقَۃُ۔ اَلْمُفْلِحُوْنَ۔ اَلْفَائِزُوْنَ بِالْخُلُوْدِ۔ اَلْفَلَاحُ اَلْبَقَاءُ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ عَجِّلْ ۔ وہ جنت میں ہمیشہ رہ کر کامیاب ہونے والے ہیں۔ اور فلاح کے معنی بقا ہے حیّ علی الفلاح کے معنی ہیں کامیابی کی طرف جلدی آؤ ـــــ وَقَالَ اَلْحَسَنُ حَاجَۃً۔ حَسَدًا ارشاد تھا ـــــ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِھِمْ حَاجَۃً" ـــــ اور وہ اپنے سینوں میں حاجت یعنی حسد نہیں پاتے۔

**اَلْمُمْتَحِنَۃُ** یہ سورۃ مدنی ہے اور اس میں تیرہ آیتیں ہیں۔ ص ۷۲۶

وَقَالَ مُجَاھِدٌ : لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَۃً۔ لَا تُعَذِّبْنَا بِاَیْدِیْھِمْ فَیَقُوْلُوْنَ لَوْ کَانَ ھٰٓؤُلَآءِ عَلَی الْحَقِّ مَا اَصَابَھُمْ ھٰذَا ـــــ اور مجاہد نے کہا کہ یہ دعا کہ ہمیں آزمائش نہ بنانے کا مطلب

---

عہ کتاب اللباس باب المتفلجات للحسن ص ۸۷۸ وایضاً فی باب المتنمصات وفی باب الموصولۃ ص ۸۷۹ وایضاً فی باب المستوشمۃ ص ۸۸۰۔ مسلم۔ لباس۔ ابوداؤد۔ ترجل۔ ترمذی، استیذان، نسائی، زینت، ابن ماجہ، نکاح۔

یہ ہے کہ ان کے ہاتھوں کے ہم پر عذاب نہ بھیج۔ کہ وہ کہیں کہ اگر یہ لوگ حق پر ہوتے تو انھیں یہ مصیبت نہ پہونچتی ـــــ بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ۔ أَمَرَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفِرَاقِ نِسَائِهِمْ كُنَّ كَوَافِرَ بِمَكَّةَ ـــــ ارشاد تھا ـــــ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ ـــــ کافر عورتوں کے نکاح پر جمے نہ رہو یعنی صحابۂ کرام کو حکم دیا گیا کہ مکے میں جو تمہاری کافر عورتیں ہیں ان سے علیحدہ ہو جاؤ۔

۲۳۱۶ **حدیث** حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قِيلَ لِسُفْيَانَ فِي هٰذَا نَزَلَتْ لَا تَتَّخِذُوا

علی بن مدینی نے حدیث بیان کی سفیان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا حاطب بن ابی بلتعہ

عَدُوِّي قَالَ سُفْيَانُ هٰذَا فِي حَدِيثِ النَّاسِ حَفِظْتُهُ مِنْ

کے قصے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے "لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ" تو سفیان نے کہا کہ یہ لوگوں کی حدیث میں ہے۔

عَمْرٍو مَا تَرَكْتُ مِنْهُ حَرْفًا وَمَا أُرَى أَحَدًا حَفِظَهُ غَيْرِي۔

میں نے اسکو عمرو سے یاد کیا اور میں نے اسمیں سے ایک حرف بھی نہیں چھوڑا ہے اور میں نہیں جانتا ہوں کہ میرے علاوہ کسی نے اسکو یاد کیا ہے۔

**تشریحات** ۲۳۱۶ اس کے پہلے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مفصل حدیث گذری ہے اس میں یہ تھا کہ حضرت عمرو بن دینار نے فرمایا کہ انھیں کے بارے میں "لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ" نازل ہوئی ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ سے سوال کا مقصد یہ تھا کہ سائل اس تذبذب میں تھا اس نے مزید توثیق چاہی۔

سابق حدیث میں بھی یہ فرمایا تھا کہ اس قصے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے اس میں دونوں احتمال ہیں، ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی ارشاد ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرو بن دینار پر موقوف ہو انھوں نے کسی اور ذریعہ سے جانا ہو کہ یہ آیت اسی قصے میں نازل ہوئی ہے۔

**باب** قَوْلِهِ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ ص۷۶۲ جب تمہارے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کے لئے آئیں۔

۲۳۱۷ **حدیث** عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِي

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر

قَوْلِهِ تَعَالٰى وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ قَالَ إِنَّمَا هُوَ شَرْطٌ شَرَطَهُ

میں مروی ہے کہ کسی اچھے کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔ یہ ایک شرط ہے جسے اللہ

اللّٰہُ لِلنِّسَاءِ

نے عورتوں کے لئے بیان فرمایا۔

**تشریحات** مفسرین نے فرمایا کہ معروف سے مراد نوحہ نہ کرنا ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد ۲۳۱۷ یہ ہے کہ کسی غیر محرم کے ساتھ خلوت میں اکٹھی نہ ہو اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اپنا چہرہ نہیں نوچیں گی گریبان نہیں پھاڑیں گی وغیرہ اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت مراد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہر وہ کام ہے جس میں ان کی بھلائی ہو اور ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ اچھا کام ہے جس کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا تین اخیر والوں کا حاصل ایک ہی ہے اور معنی عام مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔

**سُوْرَۃُ الصَّفِّ** یہ سورت مدنی ہے اس میں چودہ آیتیں ہیں۔ ص ۷۲۷

قَالَ مُجَاهِدٌ مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰهِ مَنْ تَبَعَنِیْ اِلَی اللّٰهِ ـــــ مراد یہ ہے کہ اللہ کے راستہ میں میری کون اتباع کرتا ہے ـــــ حواری کی تحقیق گذر چکی ہے ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَرْصُوْصٌ مُلْصَقٌ بَعْضُهٗ بِبَعْضٍ ـــــ بعض بعض سے ملا ہوا ـــــ وَقَالَ غَیْرُهٗ بِالرَّصَاصِ ـــــ سیسہ سے ملا دیا گیا ہے۔

**اَلْجُمُعَۃُ** ص ۷۲۷ یہ سورت مدنی ہے اور اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔

**بَابُ** قَوْلِهٖ وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ـــــ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور ان میں سے کچھ اوروں کو پاک کرتے ہیں اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے ـــــ وَقَرَءَ عُمَرُ فَامْضُوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ ـــــ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ کے بجائے فَامْضُوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ پڑھا معنی ایک ہی ہے کہ اللہ کے ذکر کی طرف چلو۔

۲۳۱۸ عَنْ اَبِی الْغَیْثِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ

قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاُنْزِلَتْ عَلَیْهِ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضور پر سورۂ جمعہ نازل ہوئی جس میں یہ بھی ہے

سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ

اور کچھ اور ہیں جو ان سے نہیں ملے میں نے عرض کیا وہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہ!

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَلَمْ یُرَاجِعْہُ حَتّٰی سَاَلَ ثَلٰثًا وَفِیْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ

تو حضور نے کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ تین بار پوچھا اور ہم میں سلمان فارسی

وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَہٗ عَلٰی سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ

بھی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک سلمان پر رکھا پھر فرمایا اگر

لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِنْ ھٰؤُلَآءِ ؎۱

ایمان ثریا کے پاس ہوتا تو ان لوگوں کے کچھ افراد یا ایک فرد اسے حاصل کر لیتا۔

**تشریحات** ۱۸ / ۲۳ وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ کا تعلق پہلی آیت سے ہے۔ ارشاد ہے۔ ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ رَسُوْلًا فِی الْاُمِّیّٖنَ مِنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ

اللہ وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انھیں پاک کرتے ہیں اور انھیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلا گمراہی میں تھے۔ اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے۔ وَاٰخَرِیْنَ یعلمھم کی ضمیر منصوب پر معطوف ہے مطلب یہ ہے کہ یہ رسول صرف ان امیوں کو ہی نہیں علم عطا فرماتے بلکہ دوسرے اور بہت سے لوگ ہیں جو بعد میں آنے والے ہیں انھیں بھی پاک کرتے ہیں اور علم عطا فرماتے ہیں۔ حدیث کا مفاد تر یہی ہے کہ اس سے مراد اہل فارس ہیں بعد کے واقعات نے بتایا کہ سرزمین فارس سے اجلہ محدثین و فقہا بلکہ مجتہدین پیدا ہوئے۔ ابنائے فارس ہی میں سے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ بہت سے علماء نے تصریح کی ہے کہ اس سے مراد حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اس پر مفصل بحث مقدمے میں ہو چکی ہے۔ ویسے آیۂ کریمہ اپنے اطلاق کے اعتبار سے ابنائے فارس کے ساتھ خاص نہیں۔ قیامت تک پوری امت کے ارباب علم و فضل مراد ہیں۔ مگر چونکہ صحابۂ کرام کے بعد اہل فارس ہی زیادہ تر اہل علم و فضل ہوئے ہیں اس لئے خصوصیت سے حدیث میں ان کا ذکر فرمایا۔

**اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ** یہ مدنی ہے اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔ ص ۷۲۷

**حدیث** ۲۳۲۹ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ کُنْتُ فِیْ غَزَاۃٍ فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا میں

؎۱ اس کے بعد متصل ہی۔ مسلم فضائل۔ ترمذی تفسیر اور مناقب، نسائی، مناقب اور تفسیر

بْنَ أُبَيٍّ يَقُوْلُ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا

ایک غزوے میں تھا۔ کہ عبد اللہ بن ابی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ان لوگوں پر خرچ مت کرو جو

مِنْ حَوْلِهٖ وَلَئِنْ رَّجَعْنَا مِنْ عِنْدِهٖ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ

رسول اللہ کے خاص ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے ارد گرد سے چھٹ جائیں اور اگر ہم ان کے

فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمِّيْ اَوْ لِعُمَرَ فَذَكَرَهٗ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

پاس سے لوٹیں تو ہم میں عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا۔ تو میں نے اس کا تذکرہ اپنے

وَسَلَّمَ فَدَعَانِيْ فَحَدَّثْتُهٗ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

چچا یا حضرت عمر سے کیا انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا پھر حضور نے مجھے بلایا میں نے مذکورہ

وَسَلَّمَ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ وَاَصْحَابِهٖ فَحَلَفُوْا مَا قَالُوْا فَكَذَّبَنِيْ

بات بیان کردی اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی اور اس کے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَدَّقَهٗ فَاَصَابَنِيْ هَمٌّ

ساتھیوں کو بلایا (اور پوچھا) ان لوگوں نے قسم کھالی کہ ہم نے نہیں کہا ہے۔ اس پر رسول اللہ

لَمْ يُصِبْنِيْ مِثْلُهٗ قَطُّ فَجَلَسْتُ فِي الْبَيْتِ فَقَالَ لِيْ عَمِّيْ مَا اَرَدْتَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے جھٹلایا اور اس کو سچا جانا اس کی وجہ سے مجھ کو اتنا غم پہونچا کہ کبھی

اِلٰى اَنْ كَذَّبَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَقَتَكَ

نہیں پہونچا تھا۔ اور میں گھر میں بیٹھ رہا میرے چچا نے مجھ سے کہا تو نے کیا ارادہ کیا تھا کہ رسول اللہ

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى "اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ" فَبَعَثَ اِلَيَّ النَّبِيُّ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجھ کو جھٹلایا اور تجھ سے ناراض ہو گئے۔ اس اللہ تعالیٰ نے اتارا۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ

"اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ" نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے بلوایا اور فرمایا بیشک

يَا زَيْدُ! عه

اللہ نے تیری تصدیق کی ہے اے زید!

عه اس کے بعد متصل ہی چار طریقے سے۔ مسلم، توبہ، ترمذی، تفسیر، نسائی، تفسیر

**تشریحات** نسائی کی روایت میں ہے یہ واقعہ غزوۂ تبوک میں واقع ہوا تھا۔ لیکن ارباب سیر
۲۱۹ ۲۳ کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ بنی مصطلق میں ہوا تھا۔ اور یہی صحیح ہے۔ اس لئے کہ غزوۂ تبوک سے پہلے ہی عبداللہ بن ابی مر چکا تھا۔

قصہ یہ ہوا کہ پانی کے سلسلے میں مہاجرین اور انصار میں کچھ تناؤ پیدا ہو گیا تھا، جس پر عبداللہ بن ابی نے وہ کہا تھا۔

لِعَمِّیْ أَوْ لِعُمَرَ۔ یہاں تک ہے لیکن اس کے بعد والی روایتوں میں بلا تردد لِعَمِّیْ ہے اور ایسا ہی ترمذی میں بھی ہے۔ ابن مردویہ میں ہے کہ چچا سے مراد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ ان کے حقیقی چچا نہیں۔ مگر چونکہ یہ ان کی قوم خزرج کے سردار تھے اس لئے عمی کہہ دیا۔ حضرت زید بن ارقم کے حقیقی چچا ثابت بن قیس ہیں۔ اور عینی نے فرمایا یہاں عمی سے مراد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ مگر یہ بھی حقیقی چچا نہیں، مگر چونکہ زید بن ارقم کی والدہ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شادی کر لی تھی، اور یہ ان کی پرورش میں تھے اس لئے ان کو عم کہہ دیا۔ اس روایت میں یہ ہے کہ میں نے یہ اپنے چچا کو بتایا۔ اور چچا نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ اور بعد کی دو روایتوں میں ہے میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ جب حضرت زید بن ارقم نے اپنے چچا کو بتایا اور انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گویا بواسطہ حضرت زید ہی نے حضور کو بتایا۔ اگرچہ بواسطہ اس کا بھی امکان ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دریافت کرنے پر انھیں بتایا۔

**بَابُ** قَوْلُهٗ خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ قَالَ كَانُوْا رِجَالًا أَجْمَلَ شَيْءٍ ص ۷۲۸

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر گویا وہ لکڑیاں ہیں دیوار سے ٹکائی ہوئی۔ حالانکہ لوگ بہت خوبصورت تھے۔

**بَابُ** قَوْلِهٖ وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انھیں دیکھو کہ غرور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں

حَرَّكُوْا اِسْتَهْزَءُوْا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُقْرَأُ بِالتَّخْفِيْفِ مِنْ لَوَيْتُ ص ۷۲۸

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ استہزا کرتے ہوئے سروں کو ہلاتے ہیں اور ایک قراءت بلا تشدید لَوَوْا ہے لَوَيْتُ سے۔ اس کے معنی موڑا۔

**بَابُ** قَوْلِهٖ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں۔ یہاں تک کہ پریشان ہو جائیں اور اللہ ہی کے لئے ہیں آسمانوں اور

لَا یَفْقَهُوْنَ۔ ص ۷۲۸ زمین کے خزانے۔ مگر منافقوں کو سمجھ نہیں۔

۲۳۲۰ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ

**حدیث** حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ واقعۂ حرہ میں جو لوگ

یَقُوْلُ حُزِنْتُ عَلٰی مَنْ اُصِیْبَ بِالْحَرَّةِ فَكَتَبَ اِلَیَّ زَیْدُ بْنُ اَرْقَمَ

شہید کئے گئے ان پر مجھے غم ہوا۔ تو میرے پاس زید بن ارقم نے لکھا اور انھیں میرے

فَبَلَغَهٗ شِدَّةُ حُزْنِیْ یَذْكُرُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

شدت غم کی خبر پہونچی وہ ذکر کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَلِاَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ وَشَكَّ

علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اے اللہ انصار کو اور انصار کے بیٹوں کو

ابْنُ الْفَضْلِ فِیْ اَبْنَاءِ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ فَسَئَلَ اَنَسٌ بَعْضَ مَنْ

بخش دے۔ اور ابن فضل نے ابناء ابناء انصار کے بارے میں شک کیا تو

كَانَ عِنْدَهٗ فَقَالَ هُوَ الَّذِیْ یَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

انس سے بعض موجودین نے پوچھا۔ تو انھوں نے بتایا یہ وہ شخص ہیں جن کے بارے میں

وَسَلَّمَ هٰذَا الَّذِیْ اَوْفَی اللّٰهُ لَهٗ بِاُذُنِهٖ۔

رسول اللہ نے فرمایا ان کو سنی ہوئی بات کی اللہ نے تصدیق فرمائی ہے۔

**تشریحات** ۲۳۲۰ واقعۂ حرہ ۶۳ھ میں ہوا تھا، یزید پلید نے مسلم بن عقبہ کو بہت بڑا لشکر بھیج کر مدینہ طیبہ پر حملہ کرایا تھا جس میں اہل مدینہ کو شکست ہوئی، مسلم بن عقبہ نے ہزاروں کو شہید کیا تین دن مدینے لوٹا، خواتین حرم کی عصمت دری کی، اس وقت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرے میں تھے انھیں جب اس کی خبر ملی تو انھیں سخت غم لاحق ہوا، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفے میں تھے، جب ان کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال معلوم ہوا تو بطور تعزیت ان کو یہ لکھا۔

**شَكَّ ابْنُ الْفَضْلِ** ۔ یعنی عبد اللہ ابن فضل کو شک ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابناء ابناء الانصار فرمایا تھا یا نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ ابناء ابناء الانصار بھی فرمایا تھا جیسا کہ مسلم

میں ہے نیز ترمذی میں ہے کہ زید بن ارقم نے یہ لکھا، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے اللہ انصار کو بخش اور انصار کی زریت کو اور انصار کی زریت کی زریت کو۔

اَوَ اَوْفَی اللّٰہُ لَہٗ بِاُذُنِہٖ ۔ یعنی زید بن ارقم وہ شخص ہیں کہ اللہ عزوجل نے ان کی تصدیق فرمائی ہے۔ اس سے مراد یہی عبد اللہ بن ابی والی بات ہے جو ابھی اوپر گذری ہے۔

**سُوْرَۃُ التَّغَابُنِ** یہ سورت مدنی ہے اور اس میں اٹھارہ آیتیں ہیں۔ ص ۷۲۹

وَقَالَ عَلْقَمَۃُ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ یَھْدِ قَلْبَہٗ ھُوَ الَّذِیْ اِذَا اَصَابَتْہُ مُصِیْبَۃٌ رَضِیَ وَعَرَفَ اَنَّھَا مِنَ اللّٰہِ ــــ اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت فرما دے گا، یہ وہ ہے جب اس کو کوئی مصیبت پہونچے تو راضی رہے اور تعین کرے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

**سُوْرَۃُ الطَّلَاقِ** یہ سورت مدنی ہے اور اس میں بارہ آیتیں ہیں۔ ص ۷۲۹

وَقَالَ مُجَاھِدٌ وَبَالَ اَمْرِھَا جَزَاءَ اَمْرِھَا ــ یعنی اپنے کرنی کا بدلہ۔

**حدیث ۲۲۲۱** اَخْبَرَنِیْ سَالِمٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

سالم نے خبر دی کہ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کو خبر دی کہ انھوں نے اپنی بیوی کو

عَنْھُمَا اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ طَلَّقَ اِمْرَاَتَہٗ وَھِیَ حَائِضٌ فَذَکَرَ عُمَرُ لِرَسُوْلِ

حیض کی حالت میں طلاق دے دی حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کو ذکر کیا تو رسول اللہ صلی

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَغَیَّظَ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خفا ہوئے پھر فرمایا وہ رجعت کرلے پھر اسے روکے رہے یہاں تک کہ پاک ہو جائے پھر حیض

وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لِیُرَاجِعْھَا ثُمَّ یُمْسِکُھَا حَتّٰی تَطْھُرَ ثُمَّ تَحِیْضَ فَتَطْھُرَ

حیض آئے پھر پاک ہو جائے اب اگر وہ طلاق دینا چاہے تو اسے طلاق دے، اس حالت میں کہ وہ پاک ہو قبل

فَاِنْ بَدَا لَہٗ اَنْ یُّطَلِّقَھَا فَلْیُطَلِّقْھَا طَاھِرًا قَبْلَ اَنْ یَّمَسَّھَا فَتِلْکَ

اس سے کہ اس سے جماع کرے پس یہی وہ عدت ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

الْعِدَّۃُ کَمَا اَمَرَہُ اللّٰہُ عہ

عہ کتاب الطلاق باب قول اللہ یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء ص ۷۹۰ باب اذا طلقت الحائض یعتد بذلک ص ۷۹۰ باب من طلق وھل یواجد الرجل ص ۷۹۱ باب من قال لامرأتہ انت علیّ حرام ص ۷۹۲ باب قولہ وبعولتھن احق بردھن ص ۸۰۳ باب مراجعۃ الحائض ص ۸۰۳ باب ھل یقضی الحاکم او یفتی وھو غضبان ص ۱۰۶۰ مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔

**تشریحات** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس حدیث کو ان سے آٹھ حضرات نے روایت ۲۳۲۱ کیا ہے۔ سالم، نافع، عبداللہ بن دینار، انس بن سیرین، طاؤس، ابوالزبیر، سعید بن جبیر اور ابووائل نے۔ حالت حیض میں طلاق دینا منع ہے۔ طلاق دینے والا گنہگار ہوگا لیکن اگر کوئی حالت حیض میں طلاق دے تو طلاق پڑ جائے گی اس کی دلیل یہی حدیث ہے، اس لئے کہ اگر طلاق واقع نہ ہوتی تو رجعت کا حکم دینے کا کوئی معنی نہیں تھا۔ اگر کوئی شخص حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دے گا خواہ ایک یا دو یا تین پڑ جائے گی۔ تین طلاق دے گا یا بائن طلاق دے گا تو رجعت کا حق نہیں رہے گا، ہاں اگر ایک یا دو طلاق رجعی دی تھی تو مستحب ہے کہ رجعت کرے جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے۔ حالت حیض میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے اس پر نص بخاری کی دوسری روایتیں ہیں مثلاً کتاب الطلاق میں ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ کیا یہ طلاق شمار کی جائے گی تو فرمایا کیوں نہیں شمار ہوگی؟ دوسری روایت میں یہ جواب دیا کہ اگر وہ عاجز ہو جائے یا حماقت کر بیٹھے تو کیا معذور ہوگا۔؟ اور اگر حالت حیض میں تین طلاق دی تو تینوں پڑ جائے گی اس کی دلیل اسی کتاب الطلاق میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ ارشاد ہے "اِنْ كُنْتَ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْكَ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ" اگر تم تین طلاق دو گے تو وہ تم پر حرام ہو جائے گی یہاں تک کہ تیرے علاوہ کسی اور شوہر سے نکاح کرے۔ یہ سارے احکام مدخول بھا کے لئے ہیں اور اگر مدخول بھا نہیں تو حالتِ حیض میں طلاق دینا ممنوع بھی نہیں اور یہ طلاق بائن ہوگی، رجعت کا حق نہیں رہے گا۔

**بَابُ قَوْلِهٖ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا۔** ص ۷۲۹

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے کام میں آسانی فرما دے گا۔

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ وَاحِدُهَا ذَاتُ حَمْلٍ ۔ اولات جمع ہے ذات کی من غیر لفظہ

۲۳۲۲ **اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبُوْ هُرَيْرَةَ**

**حدیث** ابوسلمہ نے کہا ایک شخص ابن عباس کے پاس آئے اور ابوہریرہ وہاں بیٹھے ہوئے

**جَالِسٌ عِنْدَهٗ قَالَ اَفْتِنِيْ فِيْ امْرَاَةٍ وَرَدَتْ بَعْدَ زَوْجِهَا بِاَرْبَعِيْنَ**

تھے اس نے کہا اس عورت کے بارے میں مجھے بتائیے جس کے شوہر کے مرنے کے چالیس دن

**لَيْلَةً فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ آخِرُ الْاَجَلَيْنِ قُلْتُ اَنَا وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ**

کے بعد بچہ پیدا ہوا۔ ابن عباس نے فرمایا دونوں میعادوں میں جو آخر ہو وہ اس کی عدت ہے۔

أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ أَنَا مَعَ ابْنِ أَخِيْ يَعْنِيْ

میں نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حمل والیوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں ابو ہریرہ نے کہا

أَبَا سَلَمَةَ فَأَرْسَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ غُلَامَهُ كُرَيْبًا إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

میں اپنے بھتیجے یعنی ابو سلمہ کے ساتھ ہوں تو ابن عباس نے اپنے غلام کریب کو ام المومنین حضرت

تَعَالٰى عَنْهُمَا يَسْأَلُهَا فَقَالَتْ قُتِلَ زَوْجُ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةِ وَهِيَ حُبْلٰى

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت بھیجا کہ ان سے پوچھیں۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا سبیعہ اسلمی حاملہ تھیں اور ان کے شوہر شہید

وَوَضَعَتْ بَعْدَ مَوْتِهِ بِأَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فَخُطِبَتْ فَأَنْكَحَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

کر دیئے گئے چالیس دن کے بعد ان کے بچہ پیدا ہوا اور انھیں پیغام دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَبُو السَّنَابِلِ فِيْ مَنْ خَطَبَهَا ؏

نکاح کر دیا اور ابو سنابل ان لوگوں میں تھے کہ انھیں پیغام دیتے تھے۔

**تشریحات** سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا کہ عدت وفات چار مہینہ دس دن ہے یہ عام ہے حاملہ، غیر حاملہ ۲۳۲۱ دونوں کو۔ اور یہاں فرمایا گیا کہ حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے یہ مطلقہ اور متوفی عنہا زوجہا دونوں کو شامل ہے۔ تب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی عورت کا شوہر مر گیا اور وہ حاملہ ہے تو اس کی عدت چار مہینہ دس ہوگی یا وضع حمل حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہ تھا کہ عدت وفات اور وضع حمل میں جو امجد ہو یہ عورت وہ عدت گذارے گی اب اگر کسی عورت کو چار مہینہ دس دن سے کم میں بچہ پیدا ہو گیا وہ عدت وفات چار مہینہ دس دن پوری کرے گی اور اگر چار مہینہ دس دن پر بھی بچہ پیدا نہ ہوا تو جب تک وضع حمل نہ ہو جائے وہ عدت میں ہے۔ حضرت عمر اور عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن مسعود اور ابو مسعود بدری اور ابو ہریرہ اور تمام فقہاء کا مذہب ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے اس کی بنیاد اس پر ہے کہ سورۂ طلاق، سورۂ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کا قول گذر چکا اور خود یہیں اس کے متصل موجود ہے کہ سورۂ نساء قصریٰ، طولیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے سورہ نساء قصریٰ سے مراد سورۂ طلاق ہے، سورۂ نساء طولیٰ سے مراد سورۂ بقرہ ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ سورۂ بقرہ کی آیہ کریمہ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔ اور وہ لوگ جو تم میں سے وفات پائیں اور بیویاں

---

؏ مسلم، ترمذی۔ نسائی طلاق

چھوڑیں یہ بیویاں چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں کا جز آیت کریمہ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ سے منسوخ ہے یعنی متوفی عنہا زوج اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ نیز اس حدیث سے بھی سورۂ بقرہ کی آیۂ کریمہ کی تخصیص ثابت ہوتی ہے کیونکہ سبیعہ کا واقعہ حجۃ الوداع کے بعد کا ہے اور قیاس بھی اسی کا مؤید ہے کیونکہ عدت کا مقصد دو ہے ایک تو برأت رحم کا جاننا کہ کہیں اس کو حمل تو نہیں اور اگر حاملہ ہے تو عدت کا مقصد یہ ہے جو حدیث بیان فرمایا گیا لئلا یستقی ماءہ زرع غیرہ تاکہ اس کا پانی دوسرے کی کھیتی نہ سینچے اور جب وضع حمل ہو گیا تو اس کا سوال ہی نہ رہا اس لئے حاملہ کے بارے میں عدت وضع حمل ہونا ہی قرین قیاس ہے۔

اس حدیث میں اقتصار ہے اور کچھ تغیر بھی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ سبیعہ اسلمیہ کے شوہر قتل کئے گئے حالانکہ وہ قتل نہیں ہوئے تھے بلکہ مکہ معظمہ میں وفات پائی تھی ان کے شوہر کا نام سعد بن خولہ تھا اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح کر دیا حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اجازت دی تھی۔ قصہ یہ ہوا تھا کہ جب سبیعہ اسلمی کے شوہر کے وفات کے بعد ان کے بچہ پیدا ہوا تو ابو سنابل نے ان کو پیغام دیا۔ انھوں نے کہا میں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہیں لوں گی انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو حضور نے انھیں نکاح کی اجازت دی۔ یہ بھی متفق علیہ نہیں کہ ان کے شوہر کی وفات کے بعد چالیس دن پر بچہ پیدا ہوا تھا، ایک روایت یہ ہے کہ پینتیس ۳۵ دن پر بچہ پیدا ہوا تھا، ایک روایت ہے پچیس دن پر ایک میں ہے تیئیس دن پر ایک میں ہے بیس دن پر۔

## سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ

یہ سورت مدنی ہے اس میں بارہ آیتیں ہیں۔ ص ۷۲۹

### بَابُ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر "اپنی بیویوں کی مرضی چاہتے ہوئے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے" ص ۷۲۹

**حدیث ۲۳۲۲** عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ فِي الْحَرَامِ يُكَفِّرُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۝ عه

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اگر کسی حلال کو اپنے اوپر حرام کرے تو کفارہ دے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا بیشک تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں بہترین نمونۂ عمل ہے۔

عه طلاق باب لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ص ۷۹۲

**تشریحات** کتاب الطلاق میں یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب کوئی شخص اپنی ۲۲ ۲۳ عورت کو حرام کرے تو کچھ نہیں بیشک تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات میں بہترین نمونۂ عمل ہے۔ اور یہاں یہ ہے کہ کفارہ دے۔ دونوں میں کوئی تعارض نہیں کتاب الطلاق کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ حرام کر لینے سے عورت حرام نہ ہوگی، رہ گیا کفارہ واجب ہے یا نہیں یہ ایک الگ بات ہے، چونکہ کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا قسم ہے، قسم توڑنے پر کفارہ ہے تو دونوں روایتوں کا حاصل یہ ہوا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے تو حرام نہ ہوگی اسے بیوی کی طرح رکھے مگر چونکہ یہ قسم ہے اس لئے کفارہ دے۔

حضرت ابن عباس کے اس ارشاد سے کہ وہ کفارہ دے کون سا کفارہ مراد ہے اس میں اختلاف ہے کچھ لوگوں نے کہا قسم کا کفارہ کچھ لوگوں نے کہا ظہار کا کفارہ۔ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا تو مجھ پر حرام ہے تو کیا حکم ہے؟ اس بارے میں علماء کے مابین کثیر اختلاف ہے۔ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے دس مذہب شمار کرائے ہیں۔ ہمارا مذہب یہ ہے اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا تو مجھ پر حرام ہے تو اس کی بیوی پر ایک طلاق بائن پڑ جائے گی جیسا کہ شامی میں ہے نیز مجدد اعظم اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے جد الممتار میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔

۲۳۲۴ **حدیث** عَنْ عُبَيْدِ ابْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زینب

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ وَيَمْكُثُ

بنت جحش کے یہاں شہد پیتے اور کچھ دیر زیادہ ٹھہرتے تو میں نے اور حفصہ نے آپس میں رائے کر لی کہ

عِنْدَهَا فَوَاطَئْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ عَنْ أَيَّتِنَا دَخَلَ عَلَيْهَا فَلْتَقُلْ لَهُ

ہم میں سے جس کے پاس حضور تشریف لائیں وہ یہ کہے آپ نے مغافیر کھایا ہے میں حضور کے دہن پاک

أَكَلْتَ مَغَافِيرَ إِنِّي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ مَغَافِيرَ قَالَ لَا وَلٰكِنِّي كُنْتُ

سے مغافیر کی بو پاتی ہوں (جب حضور سے یہ کہا گیا) تو فرمایا میں نے مغافیر نہیں کھایا البتہ زینب بنت جحش کے

أَشْرَبُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ فَلَنْ أَعُوْدَ لَهُ وَقَدْ حَلَفْتُ

یہاں میں شہد پیتا تھا اب دوبارہ نہیں پیوں گا اور میں نے قسم کھالیا، اس کی کسی کو خبر نہ کرنا۔

لَا تُخْبِرِي بِذٰلِكِ أَحَدًا ۴

۴ الایمان والنذور۔ بَابُ إِذَا حَرَّمَ طَعَامًا ص۹۹ طلاق بَابُ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ص۷۹۲

**تشریحات** مغافیر مغفور کی جمع ہے یہ ایک قسم کا گوند ہے جو بعض جنگلی درختوں سے نکلتا ہے کچھ لوگوں نے کہا یہ درخت عرفط ہے اس میں مٹھاس ہوتی ہے اسے پانی میں گھول کر لوگ پیتے تھے اس میں ناگوار قسم کی بو بھی ہوتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ عصر کے بعد روزآنہ تھوڑی تھوڑی دیر تمام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے تھے اسی وقت یہ قصہ پیش آیا تھا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہد کس کے پاس پیا تھا اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں، یہاں یہ ہے کہ حضرت زینب بنت جحش کے یہاں پیتے تھے۔ کتاب الطلاق میں ہے کہ حضرت حفصہ کے یہاں پیا تھا۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت سودہ کے یہاں پیا تھا، علامہ عینی نے اس کو ترجیح دی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں پیا تھا کیونکہ ازواج مطہرات میں دو گروہ تھا، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور سودہ اور حفصہ اور صفیہ ایک گروہ میں تھیں، زینب اور ام سلمہ اور بقیہ ازواج مطہرات دوسری گروہ میں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر حضرت حفصہ و سودہ کے یہاں شہد پینے کی وجہ سے زیادہ قیام فرماتے تو حضرت عائشہ کو غیرت آنے کا سوال نہیں تھا۔ نیز اسی بخاری میں اسی حدیث کے بعد مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس نے جب حضرت عمر سے پوچھا وہ کون عورتیں ہیں؟ جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر زور باندھا تھا تو انھوں نے فرمایا حفصہ اور عائشہ اگر حضرت حفصہ کے یہاں شہد پیا ہوتا تو حضرت حفصہ کے زور باندھنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ اسی اختلاف پر یہ بھی مبنی ہے کہ امہات المؤمنین میں سے کس نے حضور سے یہ عرض کیا تھا کہ میں حضور کے دہن پاک سے مغافیر کی بو محسوس کرتی ہوں یہاں جو روایت مذکور ہے اس کے مطابق یہ کہنے والی حضرت عائشہ یا حضرت حفصہ تھیں۔ اور کتاب النکاح کی روایت کی بنا پر یہ کہنے والی حضرت عائشہ یا سودہ یا صفیہ تھیں۔ اور تیسری روایت کی بنا پر حضرت عائشہ یا حفصہ تھیں ـــــ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ امہات المؤمنین میں سے کوئی بھی ہوں خواہ حضرت عائشہ ہوں یا حفصہ انھیں یہ کیسے جائز تھا کہ خلاف واقعہ کوئی بات کہتیں وہ بھی ایسی بات جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایذا ہو ـــــ مگر یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جو محبت کے رموز سے واقف نہیں، کوئی محب جب محبوب کو کسی کے اوپر زیادہ مہربان دیکھتا ہے تو غیرت میں اختیار کھو بیٹھتا ہے یہاں تک کہ کہنے والے نے کہا (ع) باسایہ ترا منمی پسندند

یہاں امہات المؤمنین سے جو کچھ ہوا وہ جوش غیرت میں بلا قصد و اختیار ہوا اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے برا نہیں مانا بلکہ ان کی خوشنودی میں شہد کو اپنے اوپر حرام فرمالیا۔

اس سورت "سورۂ تحریم" کے شان نزول میں ایک قول یہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں رونق افروز ہوئے وہ حضور کی اجازت سے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئیں اس اثناء میں حضور نے حضرت ماریہ قبطیہ کو سرفراز فرمایا۔

یہ حضرت حفصہ پر گراں گذرا تو حضور نے ان کی دلجوئی کے لئے فرمایا کہ میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام فرمایا اور تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ میرے بعد امت کے امور کے مالک ابوبکر اور عمر ہوں گے۔

**بَابُ** وَاِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ صنہ ۷۳

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور اگر ان پر وہ دونوں زور باندھیں تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبرئیل اور نیک مومن اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

ظَهِيْرٌ عَوْنٌ ــــ مدد کرنے والے ــــ تَظَاهَرُوْنَ تَعَاوَنُوْنَ کسی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرنا ــــ قَالَ مُجَاهِدٌ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَاَدِّبُوْهُمْ ــــ خود کو اور اپنے کو جہنم کی آگ سے بچاؤ اللہ کا خوف دلا کر اور انھیں ادب سکھاؤ۔

**تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ** یہ سورت مکی ہے اس کا نام سورۂ ملک بھی ہے اسمیں تیس ۳۰ آیتیں ہیں۔ صنہ ۷۳۱

اَلتَّفَاوُتُ، اَلْاِخْتِلَافُ وَالتَّفَاوُتُ وَالتَّفَوُّتُ وَاحِدٌ ــــ تفاوت کے معنی اختلاف ہے تفاوت اور تفوت کے ایک ہی معنی ہیں ــــ تَمَيَّزُ تَقَطَّعُ ــــ پھٹ جائے گی ــــ مَنَاكِبُهَا جَوَانِبُهَا ــــ اس کے کناروں پر یعنی زمین کے مراد راستے ہیں ــــ تَدَّعُوْنَ وَتَدْعُوْنَ مِثْلُ تَذَكَّرُوْنَ وَتَذْكُرُوْنَ ــــ یعنی دال کی تشدید اور تخفیف کے ساتھ دونوں کے معنی ایک ہیں۔ مانگتے تھے ــــ وَيَقْبِضْنَ يَضْرِبْنَ بِاَجْنِحَتِهِنَّ ــــ اور سمیٹتے ہیں اپنے بازوؤں کو ــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ صٰفّٰتٍ بُسُطٍ اَجْنِحَتِهِنَّ ــــ اپنے بازوؤں کو پھیلاتے ہیں ــــ وَنُفُوْرًا لِكُفُوْرٍ ــــ نفور معنی نفرت ارشاد تھا ــــ بَلْ لَجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَنُفُوْرٍ ــــ ڈھیٹ بنے ہوئے ہیں سرکشی اور نفرت میں یعنی کفر کرنے میں۔

**نٓ وَالْقَلَمِ** یہ سورت مکی ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا شروع سے سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ تک مکی ہے اور اس کے بعد مدنی، اس میں باون آیتیں ہیں۔ صنہ ۷۳۱

وَقَالَ قَتَادَةُ حَرْدٍ جِدٍّ فِيْ اَنْفُسِهِمْ ــــ اپنا پختہ ارادہ ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّا لَضَآلُّوْنَ اَضْلَلْنَا مَكَانَ جَنَّتِنَا ــــ ہم اپنے باغ کی جگہ بھول گئے ــــ قَالَ غَيْرُهٗ كَالصَّرِيْمِ كَالصُّبْحِ اِنْصَرَمَ مِنَ اللَّيْلِ وَاللَّيْلُ اِنْصَرَمَ مِنَ النَّهَارِ وَهُوَ اَيْضًا كُلُّ رَمْلَةٍ اِنْصَرَمَتْ مِنْ مُعْظَمِ الرَّمْلِ وَالصَّرِيْمُ اَيْضًا الْمَصْرُوْمُ مِثْلُ قَتِيْلٍ وَمَقْتُوْلٍ ــــ صبح کی طرح جو رات سے جدا ہوتی ہے، رات کی طرح جو دن سے الگ ہوتی ہے، نیز ریت کا چھوٹا ٹیلہ جو بڑے ٹیلے

سے الگ ہوا اور حریم معنی میں محروم کے ہے، کٹا ہوا جیسے قتیل معنی میں مقتول کے۔

**بابُ قَوْلِهٖ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ** اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر، درشت خو اس پر طرہ یہ ہے کہ اس کی اصل میں خطا ہے۔

یہ سورت پاک ولید بن مغیرہ یا اسود بن عبد یغوث یا اخنس بن شریف کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ان میں سے کسی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مجنون کہا تھا اس پر یہ سورت نازل ہوئی اس میں اللہ عزوجل نے اس قائل کے دس عیوب بیان فرمائے آیت کے نزول کے بعد یہ اپنی ماں کے پاس گیا اور اس سے کہا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے دس عیب بیان فرمائے ہیں اس میں سے نو میں اپنے اندر پاتا ہوں اور دسویں کی تصدیق یا تکذیب تو کر سکتی ہے، انھوں نے مجھ کو زنیم کہا ہے یعنی اصل میں خطا ہے بتا یہ صحیح ہے کہ غلط؟ اس کی ماں نے کہا تیرا باپ نامرد تھا اور مال و دولت بہت تھا مجھے اندیشہ ہوا کہ اس کے مرنے کے بعد یہ سب دوسروں کا ہوگا تو میں نے چرواہے کو اندر بلا لیا تھا اسی کے نطفہ سے تو ہے۔

**حدیث ۲۳۲۵** عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ قَالَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ لَهٗ زَنَمَةٌ مِثْلُ زَنَمَةِ الشَّاةِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ کی تفسیر میں یہ مروی ہے کہ زنیم قریش کا ایک شخص تھا جس کی اصل میں خطا ہونے کا نشان ایسے ظاہر ہے جیسے بکری کا نشان۔

**حدیث ۲۳۲۶** سَمِعْتُ حَارِثَةَ ابْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ[عه]

حارثہ بن وہب خزاعی نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، کیا میں تم کو خبر نہ دوں کہ کون جنتی ہے؟ ہر کمزور جسے حقیر سمجھا جائے لیکن اگر وہ اللہ پر اعتماد کر کے قسم کھا بیٹھے تو اللہ اس کی قسم کو پوری کر دے اور کیا میں تجھے جہنمیوں کو نہ بتاؤں ہر درشت خو جھگڑالو۔

[عه] ادب باب الکبر ص۸۹۷ الایمان باب قول اللہ و أقسموا باللہ، متکبر۔ جهد أیمانهم ص۹۸۵ مسلم صفة النار۔ ترمذی صفة جهنم۔ نسائی تفسیر۔ ابن ماجه زهد۔

**باب** قَوْلِهٖ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ ص۷۳۱ — اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر، جس دن ساق سے پردہ ہٹایا جائے گا۔

۲۳۲۷ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی

**حدیث** حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا

اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یُكْشَفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقٍ فَیَسْجُدُ لَهٗ كُلُّ مُؤْمِنٍ

میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا (قیامت کے دن) ہمارا رب اپنے ساق سے

وَمُؤْمِنَةٍ وَیَبْقٰی مَنْ كَانَ یَسْجُدُ فِی الدُّنْیَا رِیَاءً وَسُمْعَةً فَیَذْهَبُ

پردہ ہٹائے گا تو اسے ہر مومن مرد عورت سجدہ کریں گے اور وہ لوگ رہ جائیں گے جو دنیا میں دکھاوے یا شہرت

لِیَسْجُدَ فَیَعُوْدُ ظَهْرُهٗ طَبَقًا وَاحِدًا۔

کے لئے سجدہ کرتے تھے وہ سجدہ کرنا چاہیں گے تو ان کی پیٹھ تختہ کے مثل ہو جائے گی۔

۲۳۲۷

**تشریحات** ساق سے کیا مراد ہے؟ صحیح یہ ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہے اس کے معنی اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانیں۔ مفسرین نے اہل تاویل کے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں۔ اس خادم کے سمجھ میں یہ آتا ہے کہ اس سے مراد قلیل جلوہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**الحاقۃ** یہ سورت مکی ہے اس میں بانوے آیتیں ہیں۔ ص۷۳۱

عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ یُرِیْدُ فِیْهَا الرِّخَا ـــــ پسندیدہ زندگی اس طرف اشارہ فرمایا کہ رَاضِیَةٍ فاعل ذیکذا ہے ـــــ اَلْقَاضِیَةَ اَلْمَوْتَةَ الْاُوْلٰی الَّتِیْ مُتَّهَا لَمْ اُحْیَ بَعْدَهَا ـــــ قاضیہ کے معنی ہے فیصلہ کرنے والی، مراد یہ ہے کہ کاش ہماری پہلی موت ہی ہوتی جس کے بعد ہم زندہ نہ کئے جاتے وہی ہمارا قصہ چکا دیتی ـــــ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِیْنَ اَحَدٌ یَكُوْنُ لِلْجَمِیْعِ وَالْوَاحِدِ ـــــ احدٌ جمع واحد دونوں کے لئے ہوتا ہے، پھر تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا، مطلب یہ ہے کہ بچانے والا نہ ایک ہوتا نہ متعدد، نکرہ تحت نفی عموم کا افادہ کرتا ہے ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْوَتِیْنُ تیاطُ الْقَلْبِ ـــــ رگ جاں ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا طَغٰی كَثُرَ وَیُقَالُ بِالطَّاغِیَةِ بِطُغْیَانِهِمْ وَیُقَالُ طَغَتْ عَلَی الْخُزَّانِ كَمَا طَغَی الْمَاءُ عَلٰی قَوْمِ نُوْحٍ ـــــ طغٰی کے معنی زیادہ ہوا اور کہا گیا کہ طاغیہ مصدر ہے اور بار سبب کے لئے یعنی اپنی سرکشی کی وجہ سے ثمود ہلاک کئے گئے۔ اور کہا گیا کہ وہ خازنوں کے قابو سے باہر ہو گئی جیسے پانی قوم نوح پر۔ ـــــ علامہ ابن حجر نے اس پر یہ تعقب فرمایا ہے کہ طغت کا فاعل کیا ہے یہ مجھ پر ظاہر نہیں ہو سکا اس

لئے کہ قوم ثمود کے بارے میں فرمایا گیا ہے ـــــ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ـــــ ثمود حد سے زیادہ چنگھاڑ سے ہلاک کئے گئے، چنگھاڑ کے لئے کوئی خازن نہیں، ہاں قوم عاد حد سے زیادہ تیز آندھی سے ہلاک کئے گئے اور ہوا کے لئے ضرور خازن ہیں جیسا کہ احادیث انبیاء میں عاتیۃ کی تفسیر حضرت ابن عیینہ سے یہ منقول ہے ـــــ عَتَتْ عَلَى الْخُزَّانِ ـــــ خازنوں کے قابو سے باہر ہو گئی[1] اور علامہ ابن حجر کا مقصد یہ ہے کہ حضرت امام بخاری سے تسامح ہو گیا۔

**سَأَلَ سَائِلٌ** اس کا نام سورۂ معارج بھی ہے یہ مکی ہے اس میں چوالیس آیتیں ہیں ص ۷۳۱

وَالْفَصِيْلَةُ اَصْغَرُ اٰبَائِهِ الْقُرْبٰى اِلَيْهِ يَنْتَمِيْ مَنِ انْتَمٰى ـــــ کنبہ، اس کے آباء واجداد میں جو سب سے قریب ہو جس کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہو ـــــ لِلشَّوٰى اَلْيَدَانِ وَالرِّجْلَانِ وَالْاَطْرَافُ وَجِلْدَةُ الرَّاْسِ يُقَالُ لَهَا شَوَاةٌ وَمَا كَانَ غَيْرَ مَقْتَلٍ فَهُوَ شَوًى ـــــ فرمایا گیا تھا ـــــ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ـــــ کھال اتارنے والی، دونوں ہاتھ دونوں پیر پہلو اور سر کی کھال کو شواۃ کہتے ہیں اور جن کے کٹنے سے آدمی نہ مرے وہ شوی ہے ـــــ وَالْعِزُوْنَ الْحِلَقُ وَالْجَمَاعَاتُ وَاحِدُهَا عِزَةٌ ـــــ حلقے اور جماعتیں، اس کا واحد عزۃ ہے۔

**اِنَّا اَرْسَلْنَا** اس کا نام سورۂ نوح بھی ہے، یہ مکی ہے، اس میں اٹھائیس آیتیں ہیں ص ۷۳۱

اَطْوَارًا اَطْوَرًا اَكْذَا وَطَوْرًا اَكْذَا ـــــ طرح طرح، کہا جاتا ہے ـــــ عَدَا طَوْرَهٗ اَیْ قَدْرَهٗ ـــــ یعنی اپنے مرتبے سے بڑھ گیا ـــــ وَالْكُبَّارُ اَشَدُّ مِنَ الْكِبَارِ كَذَا لَكَ جُمَّالٌ وَجَمِيْلٌ لِاَنَّهَا اَشَدُّ مُبَالَغَةً وَكُبَّارًا اَلْكَبِيْرُ وَكِبَارًا اَيْضًا بِالتَّخْفِيْفِ وَالْعَرَبُ تَقُوْلُ رَجُلٌ حُسَّانٌ وَجُمَّالٌ وَحُسَانٌ مُخَفَّفٌ وَجُمَالٌ مُخَفَّفٌ ـــــ کبار بہت بڑا، کبار کے بہ نسبت اس میں معنی کی زیادتی ہے، ایسے ہی جُمّال اور جمیل جمال میں بہ نسبت جمیل کے زیادہ مبالغہ ہے اور کُبّار اور کِبار معنی میں کبیر کے، عرب والے کہتے ہیں، رجلٌ حُسّان بہت زیادہ حسین جُمّال بہت زیادہ خوبصورت اور حُسان بمعنی حسین اور جُمال بمعنی جمیل ـــــ دَيَّارًا مِنْ دَوْرٍ وَلٰكِنَّهٗ فَيْعَالٌ مِنَ الدَّوَرَانِ كَمَا قَرَأَ عُمَرُ الْحَيُّ الْقِيَامُ وَهِيَ مِنْ قُمْتُ ـــــ دیارًا کے معنی بسنے والا یہ دور سے فاعل ذیکذا ہے، امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہ دور سے فیعال کے وزن پر بنا ہے اصل میں دَیْوار تھا یا اور واؤ اکٹھا ہوئے پہلا ساکن واؤ کو ی سے بدل دیا کایا میں ادغام کر دیا دَیّار ہوا، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الحیّ القیوم میں القیوم کو القیام پڑھا یہ قوام سے بنا ہے فیعال کے وزن پر ـــــ وَقَالَ غَيْرُهٗ دَيَّارًا اَحَدًا ـــــ اور اس کے غیر نے کہا کہ دیار

---

[1] بخاری ج ۱ ص ۴۷۱

کے معنی احدا کے ہیں یعنی کسی کو۔

**تنبیہ** قَالَ غیرہٗ بتا رہا ہے کہ اوپر دیارا کی جو تفسیر ہے اس کے قائل کا نام امام بخاری نے لکھا ہوگا جو ناقلین کی غفلت کی وجہ سے رہ گیا ـــــ تَبَارًا هَلَاكًا ـــــ ہلاکت ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مِدْرَارًا يَتْبَعُ بَعْضُهَا بَعْضًا ـــــ موسلا دھار کہ یکے بعد دیگرے برستا رہے ـــــ وَقَارًا عَظَمَةً ـــــ عظمت۔

**بَابُ** وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ص ۷۳۲

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور ہرگز نہ چھوڑنا ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو۔

**۲۳۲۸ حدیث** وَقَالَ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا صَارَتِ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے وہ بت جو قوم نوح میں تھے بعد میں

الْأَوْثَانُ الَّتِي كَانَتْ فِي قَوْمِ نُوحٍ فِي الْعَرَبِ بَعْدُ أَمَّا وُدٌّ كَانَتْ

عرب میں آ گئے لیکن وُدّ دومۃ الجندل میں بنی کلب کے لئے تھا اور سواع ہذیل کے لئے اور

لِكَلْبٍ بِدَوْمَةِ الْجَنْدَلِ وَأَمَّا سُوَاعٌ كَانَتْ لِهُذَيْلٍ وَأَمَّا يَغُوثُ

یغوث مراد کے لئے پھر بنی عطیف کے لئے جوف میں سبا کے پاس اور یعوق ہمدان کا اور نسر

فَكَانَتْ لِمُرَادٍ ثُمَّ لِبَنِي غُطَيْفٍ بِالْجَوْفِ عِنْدَ سَبَإٍ وَأَمَّا يَعُوقُ

حمیر آل ذوکلاع کا، یہ پانچوں قوم نوح کے صالحین کے نام تھے جب یہ لوگ وفات پا گئے تو

فَكَانَتْ لِهَمْدَانَ وَأَمَّا نَسْرٌ فَكَانَتْ لِحِمْيَرَ لِآلِ ذِي الْكَلَاعِ وَنَسْرًا

شیطان نے ان کی قوم کے دل میں ڈالا کہ جہاں تم بیٹھتے ہو ان کے مجسمے نصب کرو اور ان کے

أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِينَ مِنْ قَوْمِ نُوحٍ فَلَمَّا هَلَكُوا أَوْحَى الشَّيْطَانُ

نام پر نام رکھو، قوم نے ایسے ہی کیا۔ ان کی پرستش نہیں

إِلَى قَوْمِهِمْ أَنِ انْصِبُوا إِلَى مَجَالِسِهِمْ الَّتِي كَانُوا يَجْلِسُونَ أَنْصَابًا

ہوئی یہاں تک کہ جب یہ لوگ مر گئے اور علم گھٹ گیا تو ان کی پوجا

وَسَمُّوهَا بِأَسْمَائِهِمْ فَفَعَلُوا فَلَمْ تُعْبَدْ حَتَّى إِذَا هَلَكَ أُولٰئِكَ وَتَنَسَّخَ

ہونے لگی۔

الْعِلْمُ عُبِدَتْ

**تشریحات** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صالحین کی تصویریں بنا کر گھر میں رکھنا بہ نسبت عوام ۲۳۲۸ کے زیادہ مضر ہے، قوم نوح نے اپنے ان صالحین کی تصویریں ابتداءً برکت ہی کے لئے بنا کر رکھی تھیں اور اس لئے کہ ان کی زیارت کریں لیکن رفتہ رفتہ ان کی پوجا ہونے لگی، عوام کی تصویریں گھر میں ہوتی ہیں تو اس کی کوئی تعظیم نہیں کرتا لیکن مشاہدہ سے معلوم ہے کہ اگر کسی بزرگ کی تصویر ہوتی ہے تو لوگ اس کی حد درجہ تعظیم و تکریم کرتے ہیں اسے سلام کرتے ہیں، چومتے ہیں، خوشبو لگاتے ہیں، اگربتی سلگاتے ہیں، اس لئے بزرگوں کی تصویریں گھر میں رکھنا بہ نسبت عوام کے زیادہ حرام ہے

**قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ** اس کا نام سورۂ جن بھی ہے، یہ مکی ہے اس میں بائیس آیتیں ہیں ص ۷۳۲

وَقَالَ الْحَسَنُ جَدُّ رَبِّنَا غِنَا رَبُّنَا وَقَالَ عِکْرِمَۃُ جَلَالُ رَبِّنَا وَقَالَ اِبْرَاھِیْمُ اَمْرُ رَبِّنَا ـــــ ارشاد تعالیٰ جَدُّ رَبِّنَا ـــــ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے ۔ امام بخاری نے فرمایا کہ جد کے معنی غنا ہے اور عکرمہ نے کہا جلال ہے اور ابراہیم نے کہا حکم ہے۔ ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لُبَدًا اَعْوَانًا ـــــ لُبَدًا کے معنی مددگار نیز اس کے معنی ہیں بھیڑ کرنا، ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ جانا۔

**اَلْمُزَّمِّلُ** یہ سورت مکی ہے، مقاتل نے کہا مگر ایک آیت "یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ" اس میں بیس آیتیں ہیں ص ۷۳۲

وَقَالَ مُجَاھِدٌ تَبَتَّلْ اَخْلِصْ ـــــ سب سے الگ ہو کر اسی کے ہو رہو ـــــ وَقَالَ الْحَسَنُ اَنْکَالًا قُیُوْدًا ـــــ بیڑیاں ـــــ مُنْفَطِرٌ بِہٖ مُثْقَلَۃٌ بِہٖ ـــــ اس کی وجہ سے بھاری ہو جائے ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ کَثِیْبًا مَّھِیْلًا اَلرَّمْلُ السَّائِلُ ـــــ اڑتی ہوئی ریت ـــــ وَبِیْلًا شَدِیْدًا ـــــ سخت ـــــ

**اَلْمُدَّثِّرُ** یہ سورت مکی ہے، اس میں چھپن آیتیں ہیں ص ۷۳۲

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سَاَرْھِقُہٗ صَعُوْدًا ـــــ سخت ـــــ قَسْوَرَۃٌ رُکَّزُ النَّاسِ وَاَصْوَاتُھُمْ ـــــ لوگوں کا شور و غل ـــــ قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ اَلْاَسَدُ وَکُلُّ شَدِیْدٍ قَسْوَرَۃٌ ـــــ ابوہریرہ نے کہا شیر اور ہر سخت چیز قسورہ ہے ـــــ مُسْتَنْفِرَۃٌ نَافِرَۃٌ مَذْعُوْرَۃٌ ـــــ بھڑکے ہوئے ـــــ

۲۳۲۹ عَنْ یَحْیَی ابْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ سَئَلْتُ اَبَا سَلَمَۃَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

**حدیث** یحیٰی بن کثیر سے روایت ہے کہ میں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے پوچھا کہ

عَنْ اَوَّلِ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُلْتُ یَقُوْلُوْنَ
قرآن میں سے سب سے پہلے کیا نازل ہوا تو انھوں نے کہا یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ میں نے کہا لوگ کہتے ہیں اِقْرَاْ
اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ فَقَالَ اَبُوْسَلَمَةَ سَاَلْتُ جَابِرَ بْنَ
بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ تو ابوسلمہ نے کہا میں نے جابر بن عبداللہ سے اس کے بارے میں پوچھا اور تو نے
عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ ذٰلِكَ وَقُلْتُ لَهٗ مِثْلَ الَّذِیْ قُلْتَ فَقَالَ جَابِرٌ
جو کہا ہے میں نے ان سے کہا تو جابر نے فرمایا کہ میں تجھ سے وہی بیان کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ
لَا اُحَدِّثُكَ اِلَّا مَا حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے بیان فرمایا ہے، حضور نے فرمایا میں نے حرا میں اعتکاف کیا جب
قَالَ جَاوَرْتُ بِحِرَاءَ فَلَمَّا قَضَیْتُ جِوَارِیْ هَبَطْتُّ فَنُوْدِیْتُ فَنَظَرْتُ
اعتکاف پورا کر چکا تو نیچے اترا کسی نے مجھے پکارا میں نے داہنی طرف نظر دوڑائی
عَنْ یَمِیْنِیْ فَلَمْ اَرَ شَیْئًا وَنَظَرْتُ عَنْ شِمَالِیْ فَلَمْ اَرَ شَیْئًا وَنَظَرْتُ
تو کچھ نہیں دیکھا بائیں طرف نظر دوڑائی تو کچھ نہیں دیکھا پھر میں نے اپنا سر اٹھایا تو کچھ
اَمَامِیْ فَلَمْ اَرَ شَیْئًا وَنَظَرْتُ خَلْفِیْ فَلَمْ اَرَ شَیْئًا فَرَفَعْتُ رَاْسِیْ
دیکھا اس کے بعد میں خدیجہ کے پاس آیا اور میں نے کہا مجھے چادر اوڑھاؤ اور مجھ پر ٹھنڈا
فَرَاَیْتُ شَیْئًا فَاَتَیْتُ خَدِیْجَةَ فَقُلْتُ دَثِّرُوْنِیْ وَصُبُّوْا عَلَیَّ مَاءً
پانی ڈالو لوگوں نے چادر اوڑھا دی اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی
بَارِدًا قَالَ فَدَثَّرُوْنِیْ وَصَبُّوْا عَلَیَّ مَاءً بَارِدًا قَالَ فَنَزَلَتْ یٰاَیُّهَا
اے بالا پوش اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب
الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔
ہی کی بڑائی بولو۔

**تشریحات** اس کے بعد بطریق ابن شہاب نیز بطریق ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن جو روایت ہے کہ میں نے
۲۳۲۹ سر اٹھایا تو اس فرشتے کو دیکھا جو میرے پاس حرا میں آیا تھا جو زمین و آسمان کے درمیان
کرسی پر بیٹھا تھا اسے دیکھ کر میرے اوپر خوف طاری ہوا، اتنا کہ میں زمین پر آ رہا۔ صحیح یہ ہے کہ مطلقاً
سب سے پہلے سورۂ اقرأ نازل ہوئی ہے جیسا کہ بدء الوحی میں ام المؤمنین کی حدیث گذری اور مدثر کا

نزول فترت وحی کے بعد سب سے پہلے ہوا ہے، اس کی پوری تحقیق جلد اول بدء الوحی میں گذر چکی ہے۔

## سُوْرَةُ الْقِيَامَةِ

وَقَوْلُهٗ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۔ تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ یہ سورت مکی ہے اس چالیس آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۳

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا سُدًى هَمَلًا ـــــ آزاد ـــــ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ سَوْفَ اَتُوْبُ سَوْفَ اَعْمَلُ ـــــ انسان چاہتا ہے کہ اس کے سامنے بدی کرے سوچتا رہتا ہے۔ جلد توبہ کرلوں گا جلد نیک عمل کروں گا ـــــ لَا وَزَرَ لَا حِصْنَ ـــــ کوئی پناہ نہیں ـــــ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى تَوَعَّدَ ـــــ تیری خرابی قریب آئی اور قریب آئی یہ دھمکی ہے۔

## هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ

اس سورت کا نام دہر بھی ہے یہ سورت مکی ہے، اس میں اکتیس آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۴

يُقَالُ مَعْنَاهُ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ وَهَلْ يَكُوْنُ جَحْدًا وَيَكُوْنُ خَبَرًا وَهٰذَا مِنَ الْخَبَرِ يَقُوْلُ كَانَ شَيْئًا فَلَمْ يَكُنْ مَذْكُوْرًا وَذٰلِكَ مِنْ حِيْنٍ خَلَقَهٗ مِنْ طِيْنٍ اِلٰى اَنْ يُنْفَخَ فِيْهِ الرُّوْحُ ـــــ معنی اس کے ہیں کہ انسان پر ایسا وقت گذرا اور ہل انکار کے لئے ہوتا ہے اور خبر کے لئے ہوتا ہے اور یہ خبر سے ہوتا ہے، فرماتا ہے انسان کچھ تھا لیکن قابل ذکر نہ تھا، اور یہ معنی سے پیدا ہونے کے وقت سے لے کر روح پھونکنے تک ہے ـــــ اَمْشَاجٍ اَلْاَخْلَاطُ مَاءُ الْمَرْاَةِ وَمَاءُ الرَّجُلِ الدَّمُ وَالْعَلَقَةُ وَيُقَالُ اِذَا خُلِطَ مَشِيْجٌ كَقَوْلِكَ خَلِيْطٌ وَمَمْشُوْجٌ مِثْلُ مَخْلُوْطٍ ـــــ امشاج ملی ہوئی عورت اور مرد کی منی خون اور بستہ خون، اور کہا جاتا ہے جب چند چیزوں کو ملایا جائے مشیج جیسے خلیط اور ممشوج مخلوط کے مثل ہے، بتانا یہ چاہتے ہیں کہ مشیج فعیل کے وزن پر اسم مفعول کے معنی میں ہے ـــــ وَيُقَالُ سَلَاسِلًا وَاَغْلَالًا لَا وَلَمْ يُجْرِهٖ بَعْضُهُمْ ـــــ اور بعضوں نے اس کو جائز نہیں رکھا ـــــ مُسْتَطِيْرًا مُمْتَدَّ الْبَلَاءِ ـــــ لمبی بلا ـــــ وَالْقَمْطَرِيْرُ الشَّدِيْدُ يُقَالُ يَوْمٌ قَمْطَرِيْرٌ وَيَوْمٌ قَمَاطِرُ وَالْعَبُوْسُ وَالْقَمْطَرِيْرُ وَالْقَمَاطِرُ وَالْعَصِيْبُ اَشَدُّ مَا يَكُوْنُ مِنَ الْاَيَّامِ فِي الْبَلَاءِ ـــــ قمطریر کے معنی سخت کہا جاتا ہے یوم القمطریر و یوم قماطر اور عبوس اور قمطریر اور قماطر اور عصیب بلا کے سب سے سخت دنوں کو کہتے ہیں ـــــ وَقَالَ غَيْرُهٗ اَسْرُهُمْ شِدَّةُ الْخَلْقِ وَكُلُّ شَيْءٍ شَدَدْتَهٗ مِنْ قَتَبٍ فَهُوَ مَاسُوْرٌ ـــــ اسر کے معنی مضبوط پیدائش اور ہر وہ چیز جس کو مضبوطی سے باندھا جائے جیسے پالان وغیرہ، فرمایا گیا ـــــ وَشَدَدْنَا اَسْرَهُمْ ـــــ ہندوستانی نسخے میں وَقَالَ غَيْرُهٗ ہے یہاں وہی شبہ وارد ہوتا ہے کہ پہلے جو کچھ ذکر کیا اس میں کہیں قائل کا نام نہیں لیا غالباً یہ بھی ناسخوں کی غلطی ہے، لیکن فتح الباری، عمدۃ القاری، ارشاد الساری میں غیرہ کے بجائے

قال معمرؒ ہے۔

**وَالْمُرْسَلَاتُ** یہ سورت مکی ہے اس میں پچاس آیتیں ہیں۔ صـ ۷۳۴

جُمَالَاتٌ جِبَالٌ، رسیاں، یہاں دو قراتیں ہیں جُمالات یہ جُمالۃ کی جمع ہے اس کے معنی وہ پہاڑ جو کشتی کے مشابہ ہوتے ہیں اور ایک قرارت جِمالات ہے یہ جِمالۃ کی جمع ہے، اونٹنی ——— اِرْكَعُوْا صَلُّوْا لَا يَرْكَعُوْنَ لَا يُصَلُّوْنَ ——— افادہ فرمایا کہ یہاں رکوع سے مراد نماز ہے ——— وَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا يَنْطِقُوْنَ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ فَقَالَ اِنَّهٗ ذُوْ اَلْوَانٍ مَرَّةً يَنْطِقُوْنَ وَمَرَّةً يُخْتَمُ عَلَيْهِمْ ——— حضرت ابن عباس سے سوال ہوا، ایک جگہ فرمایا کہ وہ بولیں گے نہیں اور فرمایا گیا، اور ہم ان کے مونہوں پر مہر کر دینگے اور ایک جگہ فرمایا تو وہ کہیں گے بخدا اے ہمارے رب ہم مشرک نہیں تھے یہ کیا معاملہ ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا قیامت بہت لمبا دن ہے اور اس میں مختلف موقع آئیں گے کسی وقت کسی جگہ بولیں گے اور کسی وقت کسی جگہ نہیں بولیں گے۔

**بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ** اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر، دوزخ چنگاریاں اڑاتی ہے اونچے محل کے مثل گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔

۲۳۳۰ **حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَابِسٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَامِرٍ**

**حدیث** عبدالرحمٰن ابن عباس نے کہا میں نے ابن عامر سے آیۃ کریمہ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ

**اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ قَالَ كُنَّا نَرْفَعُ الْخَشَبَ بِقَصْرِ ثَلٰثَةِ اَذْرُعٍ**

کالقصر کی تفسیر یہ سنی انھوں نے کہا کہ ہم لوگ تین ہاتھ کے برابر یا اس سے کچھ کم جاڑے کے

**اَوْ اَقَلَّ فَنَرْفَعُهٗ لِلشِّتَاءِ فَنُسَمِّيْهِ الْقَصَرَ۔**

لئے لکڑی اٹھا رکھتے تھے اس کو ہم قصر کہتے تھے۔

**تشریحات** ہندوستانی نسخوں میں سَمِعْتُ ابْنَ عامر ہے، دوسرے نسخے کا نشان لگاکر ۲۳۳۰ حاشیہ میں ابن عباس ہے، فتح الباری، عمدۃ القاری، ارشاد الساری میں بھی ابن عباس ہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس کے بعد والی روایت میں یہ ہے کہ ہم تین ہاتھ یا اس سے کچھ اوپر لکڑی جاڑے کے لئے اٹھا رکھتے تھے جس کو ہم قصر کہتے تھے ——— كَاَنَّهٗ جِمَالَاتٌ صُفْرٌ جِبَالُ السُّفُنِ تَجْمَعُ حَتّٰى تَكُوْنَ كَاَوْسَاطِ الرِّجَالِ ——— کشتیوں کی رسیاں، گویا وہ زرد رنگ کی کشتی

کی رسیاں ہیں جو اتنی جمع کی جائیں جو متوسط قد کے آدمی کے برابر ہو جائے۔

**بَابُ قَوْلِهٖ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ** ص ۷۳۵ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر، اس دن یہ لوگ بولیں گے نہیں

**تنبیہ** اس کے تحت امام بخاری حضرت عبداللہ ابن مسعود کی وہ حدیث لائے ہیں جس میں یہ مذکور ہے کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ کے غار میں تھے کہ سورۂ والمرسلات نازل ہوئی، حضور اس کی تلاوت فرما رہے تھے اور ہم اسے حضور سے سنکر یاد کر رہے تھے کہ ایک سانپ نکلا حضور نے فرمایا اسے مار ڈالو، سانپ بھاگ گیا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تمہارے شر سے بچ گیا جیسا کہ تم اس کے شر سے بچ گئے، اس حدیث کو باب سے کوئی مناسبت نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ سوائے اس کے کہ یہ آیت سورۂ مرسلات کی ہے اور اس حدیث میں اس کے نزول کی جگہ بیان کی گئی ہے۔ اگر اس باب کے ضمن میں وہ تعلیق ذکر کرتے ـــــ وَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا يَنْطِقُوْنَ اِلٰى اٰخِرِهٖ ـــ تو زیادہ مناسب تھا، غالباً نُسّاخ سے تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے۔

**عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ** ص ۷۳۵ اس سورت کا نام سورۂ نبا بھی ہے یہ مکی ہے اور اسمیں چالیس آیتیں ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا لَا يَخَافُوْنَهٗ ـــــ یعنی وہ لوگ حساب سے نہیں ڈرتے

ـــــ لَا يَمْلِكُوْنَ فِيْهِ خِطَابًا لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُمُ ـــــ اس سے بات کرنے کا اختیار نہیں رکھیں گے، اس سے بات نہیں کر پائیں گے مگر یہ کہ انھیں اجازت دے ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَهَّاجًا مُضِيْئًا ـــــ نہایت چمکتا ـــــ عَطَآءً حِسَابًا جَزَآءً كَافِيًا اَعْطَانِيْ مَا اَحْسَبَنِيْ اَيْ كَفَانِيْ ـــــ کافی عطا مجھے دیا اتنی جو مجھے کافی ہے۔

**وَالنّٰزِعٰتِ** اس کا نام سورۂ ساہرہ بھی ہے یہ مکی ہے اسمیں چھیالیس آیتیں ہیں ص ۷۳۵

ـــــ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ـــــ قسم ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں، حضرت ابن عباس کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں جو روح قبض کرتے ہیں اور سعید بن جبیر نے کہا کہ اس سے مراد موت ہے ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ستارے ہیں جو نکلتے اور ڈوبتے ہیں اور عطاء و عکرمہ نے کہا کہ اس سے مراد مجاہدین تیر انداز ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْاٰيَةُ الْكُبْرٰى عَصَاهُ وَيَدُهٗ ـــــ آیت کبریٰ سے مراد حضرت موسیٰ کا عصا اور ان کا دست مبارک ہے ـــــ وَيُقَالُ وَالنَّاخِرَةُ وَالنَّخِرَةُ سَوَاءٌ مِثْلُ الطَّامِعِ وَالطَّمِعِ وَالْبَاخِلِ وَالْبَخِلِ وَقَالَ بَعْضُهُمُ النَّخِرَةُ الْبَالِيَةُ وَالنَّاخِرَةُ الْعَظْمُ الْمُجَوَّفُ الَّذِيْ تَمُرُّ فِيْهِ الرِّيْحُ فَتَنْخَرُ ـــــ ناخرہ اور نخرہ کے ایک معنی ہیں گلی ہوئی ہڈیاں جیسے طامع اور طمع اور باخل اور بخل اور بعض نے کہا نخرہ کے معنی گلی ہوئی اور ناخرہ کے معنی وہ کھوکھلی

ہڈی جس میں ہو اگذرتی ہے اور آواز کرتی ہے ـــــ وَالطَّامَّةُ تَطُمُّ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ ـــــ وہ مصیبت جو سب کو عام ہو ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْحَافِرَةُ اِلٰى اَمْرِنَا الْاَوَّلِ اِلَى الْحَيٰوةِ۔ الٹے قدم لوٹنے والے، پہلی حالت کی طرف یعنی زندگی کی طرف ـــــ وَقَالَ غَيْرُهٗ اَيَّانَ مُرْسٰهَا مَتٰى مُنْتَهٰهَا وَمُرْسَى السَّفِيْنَةِ حَيْثُ تَنْتَهِىْ ـــــ اس کا منتہیٰ، مرسی السفینۃ کہتے ہیں جہاں کشتی پہنچے۔

**حدیث ۲۳۳۱** حَدَّثَنَا سَهْلُ ابْنُ سَعْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِاِصْبَعَيْهِ

کو دیکھا کہ حضور نے اشارہ فرمایا اپنی دو انگلیوں سے ایسے بچلی انگلی سے اور اس سے جو انگوٹھے سے

هٰكَذَا بِالْوُسْطٰى وَالَّتِىْ تَلِى الْاِبْهَامَ بُعِثْتُ وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ ؎

ملی ہوئی ہے۔ میری بعثت اور قیامت ان دونوں انگلیوں کی طرح ہیں۔

**تشریحات** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کلمہ کی انگلی اور بچلی انگلی ملا کر اشارہ کر کے بتایا ۲۳۳۱ کہ میری بعثت اور قیامت ملی ہوئی ہیں یعنی دونوں میں کوئی فاصلہ نہیں اور ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان دونوں انگلیوں کے طول میں جو فرق ہے وہ میری بعثت اور قیامت کے درمیان ہے اس معنی پر قتادہ کی یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ فرمایا ـــ کفضل احدھما علی الاخری ـــ

عبس اس کا نام سورۃ السفرۃ بھی ہے اور یہ مکی ہے اور اس میں بیالیس ۴۲ آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۵

عَبَسَ كَلَحَ واعرض ـــــ تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا ـــــ وَقَالَ غَيْرُهٗ مُطَهَّرَةٌ لَا يَمَسُّهَا اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ وَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهٰذَا مِثْلُ قَوْلِهٖ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا اَجْعَلَ الْمَلَائِكَةَ وَالصُّحُفَ مُطَهَّرَةً لِاَنَّ الصُّحُفَ لَا يَقَعُ عَلَيْهَا التَّطْهِيْرُ فَجُعِلَ التَّطْهِيْرُ لِمَنْ حَمَلَهَا اَيْضًا ـــــ پاک صحیفے جسے صرف پاک لوگ چھوتے ہیں اور وہ فرشتے ہیں اور یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ـــــ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ـــــ فرشتوں کو اور صحیفوں کو پاک کہا گیا اس لئے کہ صحیفوں پر پاک کرنا صادق نہیں آتا اس لئے تطہیر اس کے حاملین کے لئے بھی ثابت کی گئی، بتانا یہ چاہتے ہیں کہ جب صحیفے پاک ہیں تو صحیفے اٹھانے والوں یعنی فرشتوں کو بھی پاک کہا گیا یہ ایسے ہی ہے جیسے فرمایا "قسم ہے ان گھوڑوں کی جو کاموں کی تدبیر کرنے

---

عہ طلاق باب اللعان ص ۷۹۹ باب قول النبی بعثت انا والساعۃ کھاتین ص ۹۶۳

والے ہیں اس سے مراد غازیوں کے گھوڑے ہیں، تدبیر گھوڑے نہیں کرتے گھوڑوں پر محمول یعنی ان پر سوار غازی کرتے ہیں مگر مقارنت کی وجہ سے گھوڑوں کو مدبرات کہا گیا، اصل معاملہ یہ ہے مطہر باب تفعیل سے ہے اس کا مصدر تطہیر ہے جس کے معنی پاک کرنے کے ہیں اور پاک کرنے کو لازم ہے نجس ہونا اور صحیفے پہلے نجس نہیں تھے کہ پاک کئے گئے ہوں۔ تو اشارہ فرمایا یہ مطہرہ معنی میں طاہرہ کے ہے۔ صحیفے بھی طاہر ہیں اور جو اس کے حاملین ہیں وہ بھی طاہر ہیں ــــ سَفَرَۃٌ اَلْمَلَائِکَۃُ وَاحِدُھُمْ سَافِرٌ سَفَرْتُ اَصْلَحْتُ بَیْنَھُمْ وَجُعِلَتِ الْمَلَائِکَۃُ اِذَا نَزَلَتْ بِوَحْیِ اللّٰہِ وَتَادِیَتِہٖ کَالسَّفِیْرِ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ الْقَوْمِ ــــ اس سے مراد فرشتے ہیں اس کا واحد سافر ہے، سفرت کے معنی ہیں میں نے ان کے درمیان اصلاح کی، ان فرشتوں کو جو وحی لے کر اترتے ہیں اور رسولوں تک پہنچاتے ہیں سفیر کے مثل بنایا جو قوم کی اصلاح کرتا ہے ــــ وَقَالَ غَیْرُہٗ تَصَدّٰی تَغَافَلَ عَنْہُ ــــ اس سے غفلت برتا ــــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ لَمَّا یَقْضِ لَا یَقْضِیْ اَحَدُ مَا اُمِرَ بِہٖ ــــ جس کا اسے حکم دیا گیا اسے وہ ادا نہیں کیا ــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا تُرْھِقُھَا تُغَشّٰھَا شِدَّۃٌ ــــ الْبُرْ شدت چڑھی ــــ مُسْفِرَۃٌ مُشْرِقَۃٌ ــــ چمکتے ہوئے ــــ بِاَیْدِیْ سَفَرَۃٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کَتَبَۃٍ۔ لکھنے والے فرشتے ــــ اَلْاَسْفَارُ اَلْکُتُبُ ــــ کتابیں ــــ تَلَھّٰی تَشَاغَلَ ــــ ایک کو چھوڑ کر دوسرے میں مشغول ہوا ــــ وَیُقَالُ وَاحِدُ الْاَسْفَارِ سِفْرٌ ــــ اسفار کا واحد سفر ہے۔

۲۳۳۲ حدیث عَنْ سَعْدِ ابْنِ ھِشَامٍ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الَّذِیْ یَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس شخص کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس کا حافظ ہے

وَھُوَ حَافِظٌ لَہٗ مَعَ السَّفَرَۃِ الْکِرَامِ وَمَثَلُ الَّذِیْ یَقْرَءُ وَھُوَ یَتَعَاھَدُہٗ

سفرۃ الکرام کے ساتھ ہے اور اس شخص کی مثال جو پڑھتا ہے اور اسے یاد رکھنے کی کوشش کرتا

وَھُوَ عَلَیْہِ شَدِیْدٌ فَلَہٗ اَجْرَانِ ؏

رہتا ہے حالانکہ وہ اس پر دشوار ہے تو اس کے لئے دو اجر ہے۔

؏ مسلم تفسیر، ابوداؤد تفسیر، ترمذی فضائل القرآن، نسائی فضائل القرآن، ابن ماجہ ثواب القرآن

**تشریحات** سفرۃ الکرام سے مراد وہ فرشتے ہیں جو قرآن مجید کو لوح محفوظ سے نقل کرتے ہیں۔ سفرۃ
۲۳۳۲ کے معنی لکھنے والے جیسا کہ ابھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفسیر گذری، مراد یہ ہے کہ جس شخص نے قرآن کو اچھی طرح یاد کر لیا اور پھر اسے پڑھتا رہتا ہے وہ ان فرشتوں کے ثواب کا مستحق ہے، لیکن جس شخص کو قرآن یاد رکھنے میں دشواری پیش آتی ہے پھر بھی وہ ہمت نہیں ہارتا۔ کوشش کر کے، مشقت اٹھا کر اسے یاد رکھنے کی کوشش کرتا ہے اس کے لئے دوہرا ثواب ہے۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ص ۳۵ ۷۳ ـــــ اس کا دوسرا نام سورۃ تکویر بھی ہے یہ سورت مکی ہے اس میں انتیس ۲۹ آیتیں ہیں ـــــ اِنْكَدَرَتْ اِنْتَثَرَتْ ـــــ جھڑ پڑیں ـــــ وَقَالَ الْحَسَنُ سُجِّرَتْ ذَهَبَ مَاءُهَا فَلَا تَبْقَى قَطْرَةٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْمَسْجُوْرُ الْمَمْلُوْءُ وَقَالَ غَيْرُهٗ سُجِّرَتْ اُفْضِيَ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ فَصَارَتْ بَحْرًا وَاحِدًا ـــــ امام حسن بصری نے کہا کہ اس کا پانی چلا جائے اور ایک قطرہ بھی باقی نہ رہے، اور مجاہد نے کہا مسجور سے مراد یہ ہے کہ بھرا ہوا ہے، اور ان کے غیر نے کہا سجرت سے مراد یہ ہے کہ بعض بعض سے مل جائیں گے اور وہ ایک سمندر ہو جائیگا۔ وَالْخُنَّسِ تَخْنُسُ فِيْ مَجْرَاهَا تَرْجِعُ وَتَكْنِسُ تَسْتَتِرُ كَمَا تَكْنِسُ الظِّبَاءُ ـــــ جو اپنی روش میں الٹے پھیریں، لوٹیں اور چھپ جائیں جیسا کہ ہرن چھپ جاتا ہے۔

اَلْخُنَّسِ۔ خانس کی جمع ہے اور کُنَّسٌ کانس کی جمع ہے جیسے راکع کی جمع رُکَّعٌ، خانس نَصَرَ اور ضَرَبَ سے آتا ہے، اس کا مصدر خُنُوْسٌ خَنْسٌ خَنَاسٌ ہے اس کے معنی پیچھے ہونا، علیحدہ ہونا، سکوڑنا ہے۔ کانس ضَرَبَ یَضْرِبُ سے آتا ہے اس کا مصدر کُنُوْسٌ ہے اور اس کے معنی ہے، ہرن کا اپنے جائے پناہ میں گھس جانا، جَوَارِ جَارِيَةٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہے چلنے والی۔ ارشاد ہے فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ـــــ تو قسم ہے ان کی جو الٹے پھریں، سیدھے چلیں، تھم رہیں اس سے مراد پانچ وہ ستارے ہیں جو سیارے ہیں جن کو خمسہ متحیرہ بھی کہا جاتا ہے، وہ عطارد، زہرہ مریخ، مشتری، زحل ہیں۔ ان کی رفتار یکساں نہیں، کبھی یہ سیدھے چلتے ہیں کبھی الٹے چلتے ہیں، کبھی ایک جگہ تھمے ہوئے نظر آتے ہیں جیسے کوئی گم کردہ راہ حیران ہو کر کبھی آگے چلتا ہے کبھی پیچھے چلتا ہے کبھی کھڑا ہو کر سوچنے لگتا ہے اسی لئے ان کو متحیرہ کہتے ہیں۔ ان پانچوں کی رفتار کی پوری تحقیق ہماری کتاب "اسلام اور چاند کے سفر" میں ملاحظہ کریں ـــــ تَنَفَّسَ اِرْتَفَعَ النَّهَارُ ـــــ دن بلند ہو گیا ـــــ وَالظَّنِيْنُ اَلْمُتَّهَمُ وَالضَّنِيْنُ يُضَنُّ بِهٖ ـــــ ارشاد ہے ـــــ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ـــــ وہ غیب پر بخیل نہیں، اس میں دو قراءتیں ہیں۔ ظ کے ساتھ ظنین جس کے معنی متہم کے ہیں اور ض کے ساتھ ضنین جس کے معنی بخیل کے ہیں۔

وَقَالَ عُمَرُ النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ يُزَوَّجُ نَظِيْرُهٗ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ قَرَاَ

اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَھُمْ ـــــ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ کی تفسیر میں فرمایا جنتی اپنے مثل اور دوزخی اپنے مثل کے ساتھ ملا لئے جائیں گے۔ پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی ہانکو ظالموں اور ان کے جوڑوں کو ـــــ عَسْعَسَ، اَدْبَرَ ـــــ پیٹھ پھیر لے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ :۔ اس کو سورۃ انفطار بھی کہتے ہیں یہ مکی ہے، اسمیں انیس ۱۹ آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۶

وَقَالَ الرَّبِیْعُ بْنُ خُثَیْمٍ فُجِّرَتْ فَاضَتْ ـــــ بہا دیئے جائیں۔ اور میٹھا کھاری کے ساتھ اور کھاری میٹھے کے ساتھ مل کر ساتوں سمندر ایک ہو جائیں ـــــ وَقَرَاَ الْاَعْمَشُ وَعَاصِمٌ فَعَدَلَكَ بِالتَّخْفِیْفِ وَقَرَاَءَۃُ اَھْلِ الْحِجَازِ بِالتَّشْدِیْدِ وَاَرَادَ مُعْتَدِلَ الْخَلْقِ وَمَنْ خَفَّفَ یَعْنِیْ فِیْ اَیِّ صُوْرَۃٍ شَاءَ اِمَّا حَسَنٍ وَاِمَّا قَبِیْحٍ وَطَوِیْلٍ اَوْ قَصِیْرٍ ـــــ امام اعمش امام عاصم نے فَعَدَلَكَ بالتخفیف پڑھا۔ اور اہل حجاز کی قرارت تشدید کے ساتھ ہے۔ یعنی معتدل الخلق بنایا۔ اور جس نے تخفیف کے ساتھ پڑھا اس نے مراد لیا۔ جس صورت میں چاہا بنایا، اچھی یا بری صورت میں لمبا یا ٹھگنا۔

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ :۔ یہ سورت مکی ہے اس میں چھتیس ۳۶ آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۶

ویل جہنم میں ایک وادی ہے جس کی گہرائی ستر سال مسافت ہے جسمیں ستر ہزار شاخیں ہیں۔ اور ہر شاخ میں ستر ہزار شگاف ہیں اور ہر شگاف میں ستر ہزار غار ہیں اور ہر غار میں ستر ہزار محل ہیں، لوہے کے تابوتوں کے مقفل۔ ہر تابوت میں ستر ہزار درخت ہیں اور ہر درخت میں ستر ہزار آگ کی شاخیں ہیں۔ اور ہر شاخ میں ستر ہزار پھل ہیں۔ جن کی لمبائی ستر ہزار ہاتھ ہے۔ ہر درخت کے نیچے ستر ہزار اژدہے اور ستر ہزار بچھو ہیں۔ اور ہر اژدہا ایک مہینے کی راہ کی مسافت کے برابر لمبا ہے۔ اور اس کی موٹائی پہاڑ کے مثل ہے۔ اس کے دانت کھجور کے درخت کے مثل ہیں۔ اور اس کے تین سو سر ہتھیلی ہے، ہر ہتھیلی میں ایک مٹکا زہر ہے۔ مُطَفِّفِیْن کے معنیٰ ہیں کم تولنے والے ـــــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ رَانَ ثَبَتَ الْخَطَایَا ـــــ رنگ چڑھ گیا، ان کی کتابیں نقش ہو گئیں۔ حدیث میں ہے جب کوئی آدمی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں زنگ لگ جاتا ہے ـــــ ثُوِّبَ، جُوْزِیَ ـــــ بدلہ دیا گیا ـــــ وَقَالَ غَیْرُہٗ اَلْمُطَفِّفُ لَا یُوَفِّیْ ـــــ مطفف وہ ہے جو پورا نہیں دیتا ہے۔

۲۳۳۳ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ

تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم یقوم الخ کی تفسیر میں فرمایا یعنی جس دن سب لوگ رب العلمین

الْعٰلَمِیْنَ حَتّٰی یَغِیْبَ اَحَدُھُمْ فِیْ رَشْحِہٖ اِلٰی اَنْصَافِ اُذُنَیْہِ ؏ھ

کے حضور کھڑے ہوں گے کوئی اپنے پسینے میں آدھے کان تک ڈوبا ہوگا۔

**تشریحات** ۲۳۳۴ کتاب الرقاق میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کو پسینہ ہوگا۔ یہاں تک کہ ستر ہاتھ پسینہ زمین میں جذب ہو جائیگا اور ان کے منہ تک پہنچے گا۔ یہاں تک کہ کانوں تک۔

**اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ** :۔ اس کا نام سورۂ انشقاق بھی ہے اور اسمیں تیئیس ۲۳ آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۶

قَالَ مُجَاھِدٌ اِکْتَابُہٗ بِشِمَالِہٖ یَاخُذُ کِتَابَہٗ مِنْ وَّرَآءِ ظَھْرِہٖ ـــــ وہ اپنے اعمال کے دفتر کو بائیں ہاتھ میں لے گا اپنے پیٹھ کے پیچھے سے ـــــ وَسَقَ۔ جَمَعَ مِنْ دَابَّۃٍ ـــــ یعنی رات نے جن چوپایوں کو جمع کیا ـــــ وَظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَا، اَنْ لَّا یَرْجِعَ اِلَیْنَا ـــــ لن یحور کے معنی ہماری طرف نہیں لوٹے گا۔

**حدیث** ۲۳۳۴ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ اَحَدٌ یُّحَاسَبُ

نے فرمایا جس کسی سے بھی حساب کیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ!

اَلَا ھَلَکَ قَالَتْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاءَکَ اَلَیْسَ

اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے۔ کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا۔ "تو وہ جسے اپنا نامۂ اعمال

یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَہٗ بِیَمِیْنِہٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ

داہنے ہاتھ میں دیا جائے اس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا"، فرمایا یہ پیش کرنا ہے ان کے اعمال

حِسَابًا یَّسِیْرًا قَالَ ذَاکَ الْعَرْضُ یُعْرَضُوْنَ وَمَنْ نُّوْقِشَ الْحِسَابَ

ان پر پیش کئے جائیں گے۔ مگر جس سے سختی اور تفصیل سے حساب لیا گیا وہ ہلاک ہوا۔

ھَلَکَ ؏ھ

ع۱ کتاب الرقاق۔ باب قول اللہ الا یظن اولئک الخ ص ۹۶۷۔ مسلم۔ صفۃ جھنم

ع۲ کتاب العلم۔ باب من سمع شیئاً فلم یفھم ص ۲۱۔ کتاب الرقاق۔ باب من نوقش الحساب الخ ص ۹۶۷ مسلم: صفۃ النار۔ ترمذی، تفسیر، نسائی، تفسیر

**تشریحات** یہ حدیث عبداللہ بن ابو ملیکہ نے براہ راست ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی سنی ہے۔ اور بواسطہ قاسم بن محمد بھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے حساب یسیر سے مراد یہ ہے کہ اس کے اعمال اس کے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے اور اس سے کچھ پوچھ گچھ نہ ہوگی کہ تونے یہ کیوں کیا اور تونے یہ کیوں نہیں کیا۔ ایسے شخص کو بخش دیا جائے گا۔ لیکن حساب کے وقت جس سے پوچھ گچھ ہوگی یہ تونے کیوں نہیں کیا اور یہ کیوں کیا؟

**بابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ** (اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر "کہ ضرور تم منزل بہ منزل چڑھو گے۔" ص ۷۳۶

**حدیث ۲۳۳۵** عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس ارشاد "تم ضرور منزل بہ منزل چڑھو گے"

لَتَرْكَبُنَّ لَيَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ حَالًا بَعْدَ حَالٍ قَالَ هٰذَا

یعنی ایک حال کے بعد دوسرے حال پر۔ یہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

**نَبِيُّكُمْ**

**تشریحات** یہاں دو قراءتیں ہیں لَتَرْكَبُنَّ لَيَرْكَبُنَّ۔ خطاب عام انسانوں سے ہے۔ مراد یہ ہے کہ تم لوگ ایک حال پر نہیں رہو گے۔ ایک کے بعد دوسری منزل آتی رہے گی۔ پہلے نطفہ تھے پھر مضغہ ہوئے پھر جنین پھر پیدا ہوئے بچے تھے جوان ہوئے بوڑھے ہو گئے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ حال کو عام رکھا جائے یعنی تم ہمیشہ یکساں حالت میں نہ رہو گے۔ حالات بدلتے رہیں گے۔ دوسری قراءت لترکبنّ ہے اور خطاب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے اور طبق سے مراد عالم کے منازل ہیں۔ مراد ہے کہ اے محبوب آپ شب معراج ملاء اعلیٰ کے منازل طے کرو گے اس قراءت کی بنا پر بھی طبق بمعنی حال ہو سکتا ہے اور حال بمعنی عام ہو یعنی اس وقت جو کفار سے اذیتیں پہنچ رہی ہیں ہمیشہ یہی حال نہیں رہے گا۔ رفتہ رفتہ آپ کو فتح و نصرت حاصل ہوگی۔ اور آپ غالب و منصور ہوں گے۔

**البُرُوْج**: یہ سورت مکی ہے اس میں بائیس ۲۲ آیتیں ہیں ص ۷۳۶

بروج سے یا تو آسمان کے بارہ برج مراد ہیں جو مشہور ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: اَلْاُخْدُوْدُ شَقٌّ فِي الْاَرْضِ ـــــ زمین کا گڑھا۔ کھائی ـــــ
فُتِنُوْا عُذِّبُوْا ـــــ ان کو آزمائش میں ڈالا گیا یعنی عذاب دیا گیا۔

**الطَّارِقُ**: یہ سورت مکی ہے اس میں سترہ آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۶

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ذَاتِ الرَّجْعِ: سَحَابٌ يَرْجِعُ بِالْمَطَرِ ذَاتِ الصَّدْعِ: تَتَصَدَّعُ بِالنَّبَاتِ ـــــ اور مجاہد نے کہا ذات الرجع سے مراد وہ بادل ہے جو بارش لے کر آتا ہے اور ذات الصدع سے مراد زمین ہے جو نباتات سے پھٹتی ہے۔

**سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ**: اس کا نام سورۃ الاعلیٰ بھی ہے۔ یہ مکی ہے اور اسمیں اُنیس ۱۹ آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۶

**هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ**: اس کا نام سورہ غاشیہ بھی ہے، یہ مکی ہے اور اس میں چھبیس ۲۶ آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۶

غاشیہ کے معنی چھا جانے والی۔ یہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ: النَّصَارٰى ـــــ کام کریں مشقت جھیلیں یہ نصاریٰ ہیں ـــــ
وَقَالَ مُجَاهِدٌ: عَيْنٌ اٰنِيَةٌ بَلَغَ اِنَاهَا وَحَانَ شُرْبُهَا ـــــ اس کے پینے کا وقت آگیا ـــــ اٰنَةٌ ـــــ معنی میں حان کے ہے۔ نیز اٰنَةٌ کے معنی یہ بھی ہیں۔ کہ اس کی گرمی انتہا کو پہنچ گئی
حَمِيْمٍ اٰنٍ: بَلَغَ اِنَاهُ ـــــ جس کی گرمی حد کو پہنچی ہوئی ہو ـــــ لَا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ـــــ اس میں کوئی بیہودہ بات نہ سنیں گے۔ یعنی گالی ـــــ الضَّرِيْعُ: نَبْتٌ يُقَالُ لَهُ الشِّبْرِقُ يُسَمِّيْهِ اَهْلُ الْحِجَازِ الضَّرِيْعَ اِذَا يَبِسَ وَهُوَ سَمٌّ ـــــ ضریع ایک کانٹے دار گھاس ہے جس کو شبرق کہا جاتا ہے۔ اہل حجاز اسے ضریع کہتے ہیں جب سوکھ جائے اور یہ زہر ہے ـــــ بِمُسَيْطِرٍ بِمُسَلَّطٍ. وَيُقْرَاُ بِالصَّادِ وَالسِّيْنِ ـــــ آپ ان پر مسلط نہیں۔ اور یہ صاد اور سین دونوں طرح پڑھا جاتا ہے ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِيَابَهُمْ مَرْجِعَهُمْ ـــــ ان کا لوٹنا ـــــ

**وَالْفَجْرِ**: یہ سورت مکی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مدنی ہے۔ اس میں تیس ۳۰ آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۶

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: اَلْوَتْرِ: اللّٰهُ. اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ: اَلْقَدِيْمَةِ وَالْعِمَادُ اَهْلُ عَمُوْدٍ لَا يُقِيْمُوْنَ يَعْنِيْ اَهْلَ خِيَامٍ ـــــ اِرَم سے مراد قدیمہ یعنی ارم اولیٰ ہیں۔ ستون والوں سے مراد یہ ہے کہ وہ خیموں میں زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک جگہ اقامت پذیر نہیں تھے۔ عماد کے ایک معنی وہ ہیں جو امام بخاری نے ذکر فرمایا۔ دوسرا عماد کے معنی ہے لمبائی کے۔ اور طاقت وقوت کے۔ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان میں سے کوئی پوری چٹان اٹھا لاتا اور کسی پر پھینک کر مار ڈالتا۔ کلبی سے ہے وہ چار سو ہاتھ لمبے تھے: مقاتل نے کہا بارہ ہاتھ

ملے تھے۔ حضرت ابن عباس کی تفسیر میں ہے ان میں سب سے لمبا ستّر ہاتھ کا تھا اور سب سے چھوٹا بارہ ہاتھ کا ـــــ سَوْطَ عَذَابٍ: اَلَّذِیْنَ عُذِّبُوْا بِہٖ ـــــ سوط کے معنی کوڑے کے ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں، ہر وہ چیز جس سے عذاب دیا جائے "سَوْطَ عذاب" ہے ـــــ اَکْلًا لَّمًّا: اَلسَّفُّ وَجَمًّا: اَلْکَثِیْرُ: لَمًّا کے معنی ہے بلا در یغ کھانا، اور جمًّا کے معنی زیادہ کے ہیں ـــــ وَقَالَ مُجَاھِدٌ: کُلُّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ فَھُوَ شَفْعٌ اَلسَّمَاءُ شَفْعٌ وَالْوَتْرُ اَللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی ـــــ اور مجاہد نے کہا ہر وہ چیز جسے اللہ نے پیدا کیا وہ جفت ہے۔ آسمان زمین کا جفت ہے۔ وتر، اکیلا صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہے ـــــ وَقَالَ غَیْرُہٗ: سَوْطَ عَذَابٍ کَلِمَۃٌ تَقُوْلُھَا الْعَرَبُ لِکُلِّ نَوْعٍ مِنَ الْعَذَابِ تَدْخُلُ فِیْہِ السَّوْطُ ـــــ اور ان کے غیر نے کہا "سوطِ عذاب" عرب والے ہر قسم کے عذاب کو کہتے ہیں اس میں کوڑا بھی داخل ہے ـــــ لَبِالْمِرْصَادِ: اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ـــــ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ـــــ تَحَاضُّوْنَ: تَحَافِظُوْنَ وَتَحُضُّوْنَ تَاْمُرُوْنَ بِاِطْعَامِہٖ ـــــ تحاضون کے معنی تم حفاظت کرتے ہو اور تحضون کے معنی ہے تم اس کے کھلانے کا حکم دیتے ہو ـــــ اَلْمُطْمَئِنَّۃُ: اَلْمُصَدَّقَۃُ بِالثَّوَابِ ـــــ ثواب پر یقین رکھنے والے ـــــ وَقَالَ الْحَسَنُ اَیَّتُھَا النَّفْسُ اِذَا اَمَرَ اللّٰہُ قَبَضَھَا اِطْمَأَنَّتْ اِلَی اللّٰہِ وَاطْمَأَنَّ اللّٰہُ اِلَیْھَا وَرَضِیَتْ عَنِ اللّٰہِ وَرَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فَاَمَرَ بِقَبْضِ رُوْحِھَا وَاَدْخَلَھَا اللّٰہُ الْجَنَّۃَ وَجَعَلَہٗ مِنْ عِبَادِہِ الصَّالِحِیْنَ ـــــ اور امام حسن بصری نے "یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ" کی تفسیر میں فرمایا "جب اللہ تعالیٰ ایسی جان کو قبض کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ پر مطمئن ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر سکون نازل فرماتا ہے۔ وہ اللہ سے راضی ہو جاتی ہے اور اللہ اس سے راضی ہو جاتا ہے تو اس کی روح کے قبض کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور اسے جنت میں داخل فرماتا ہے اور اسے اپنے نیک بندوں میں شامل کر لیتا ہے ـــــ وَقَالَ غَیْرُہٗ جَابُوْا نَحَتُوْا مِنْ جِیْبَ الْقَمِیْصُ قُطِعَ لَہٗ جَیْبٌ یَجُوْبُ الْفَلَاۃَ یَقْطَعُھَا فرمایا تھا "وَجَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ" جنھوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں" مراد یہ ہے کہ چٹانوں کو کھود کر اس میں مکان بنایا۔ کہا جاتا ہے جَیْبُ الْقَمِیْصُ ـــــ جب کرتے کے لئے گریبان کاٹا جائے نیز اس کے معنی راستہ طے کرنے کے بھی ہیں۔ کہا جاتا ہے ـــــ "یَجُوْبُ الْفَلَاۃَ" جب میدان طے کر لے ـــــ لَمَمْتُہٗ اَجْمَعُ اَتَیْتُ عَلٰی آخِرِہٖ ـــــ بولتے ہیں لَمَمْتُہٗ اَجْمَعُ۔ اس کے آخر تک میں پہنچا۔

**لَآ اُقْسِمُ:** اس کا نام سورۂ بلد بھی ہے اس میں بیس آیتیں ہیں۔ ص ۴۳۷

وَقَالَ مُجَاھِدٌ: بِھٰذَا الْبَلَدِ مَکَّۃَ لَیْسَ عَلَیْکَ مَا عَلَی النَّاسِ فِیْہِ مِنَ الْاِثْمِ ـــــ اور مجاہد نے کہا کہ اس شہر سے مراد مکہ ہے۔ آپ پر اس میں وہ گناہ نہیں جو لوگوں پر

ہے ـــــ وَوَالِدٍ آدَمَ وَمَا وَلَدَ ـــــ اور حضرت آدم کی قسم اور ان کے اولاد کی ـــــ لُبَدًا کَثِیْرًا ـــــ بہت ـــــ وَالنَّجْدَیْنِ . اَلْخَیْرُ وَالشَّرُّ ـــــ اس سے مراد خیر و شر ہیں ـــــ مَسْغَبَۃٌ مَجَاعَۃٌ ـــــ بھوک ـــــ مَتْرَبَۃُ السَّاقِطُ فِی التُّرَابِ ـــــ جو مٹی پر پڑا ہوا ہو ـــــ وَیُقَالُ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَۃَ فَلَمْ یَقْتَحِمِ الْعَقَبَۃَ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ فَسَّرَ الْعَقَبَۃَ فَقَالَ وَمَا اَدْرَاکَ مَا الْعَقَبَۃُ فَکُّ رَقَبَۃٍ اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَۃٍ ـــــ پھر بے تامل گھاٹی میں نہ کود ا دنیا میں پھر عقبہ کی تفسیر فرمائی "اور تو نے کیا جانا وہ گھاٹی کیا ہے"۔ غلام آزاد کرنا۔ یا بھوک کے دن کھانا دینا۔ مراد یہ ہے کہ نیک اعمال کر کے صالحین میں شامل نہیں ہوا۔ اعمال صالحہ کرنے کو گھاٹی میں کودنے سے تعبیر اس لئے فرمایا کہ وہ نفس پر شاق ہوتے ہیں۔

**وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا** ۔ اس کا نام سورۂ شمس بھی ہے یہ مکی ہے اس میں پندرہ آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : بِطَغْوٰهَا . مَعَاصِیْهَا ـــــ ان کے گناہوں کی وجہ سے ـــــ وَلَا یَخَافُ عُقْبٰی اَحَدٍ ـــــ کسی کے پیچھے کرنے کا اسے خوف نہیں۔

**وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی** ۔ اس کا نام سورہ اللیل بھی ہے۔ یہ مکی ہے اسمیں اکیس ۲۱ آیتیں ہیں ص ۷۳۷

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جب انھوں نے حضرت بلال کو آزاد کیا۔ اور امیہ بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ص ۷۳۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِالْحُسْنٰی : بِالْخَلَفِ ـــــ حسنیٰ سے مراد عطا کی جزا اور عوض ہے ـــــ وَقَالَ مُجَاهِدٌ : تَرَدّٰی : مات ـــــ اور مجاہد نے کہا کہ تردی کے معنی ہے مرگیا ـــــ وَتَلَظّٰی تَوَهَّجَ ـــــ جو بھڑک رہی ہے ـــــ وَقَرَاَ عُبَیْدُ بْنُ عُمَیْرٍ تَتَلَظّٰی ۔

**سُوْرَۃُ وَالضُّحٰی** ۔ یہ مکی ہے اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی : اِسْتَوٰی : وَقَالَ غَیْرُهٗ اَظْلَمَ . وَسَکَنَ سجی کے معنی ہے درست ہو جائے۔ اور ان کے غیر نے کہا جب تاریک ہو جائے اور پر سکون ہو جائے ـــــ عَائِلًا فَاَغْنٰی : ذَا عِیَالٍ ـــــ عائلاً کے معنی ہیں کثیر عیال والا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا تَرَکَکَ وَمَا اَبْغَضَکَ ـــــ حضرت ابن عباس نے فرمایا نہ تو آپ کو چھوڑا ہے نہ تو آپ کو دشمن بنایا ہے۔

## سورۃ الم نشرح :۔ اس کا دوسرا نام سورۃ انشراح ہے یہ مکی ہے اسمیں آٹھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ مُجَاھِدٌ: وِزْرَكَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ـــــ یعنی آپ کے وہ کام جو جاہلیت میں ایسے صادر ہوتے تھے جو منصب نبوت کے مناسب نہیں تھے یعنی ترک افضل۔ اور صحیح تفسیر یہ ہے کہ وزر کے معنی بوجھ ہے ـــــ اَنْقَضَ :۔ اَثْقَلَ ـــــ جو آپ پر بھاری تھے ـــــ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا :۔ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: اَيْ مَعَ ذَالِكَ الْعُسْرِ يُسْرًا اٰخَرَ لِقَوْلِهٖ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَا اِلَّا اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ وَلَنْ يَّغْلِبَ عُسْرٌ يُسْرَيْنِ ـــــ دشواری کے ساتھ آسانی ہے یعنی اس دشواری کے ساتھ دوسری آسانی بھی ہے۔ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر کی وجہ سے "تم دو بھلائیوں میں سے ایک کا انتظار کر رہے تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے۔ کہ ایک دشواری دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکتی۔

**توضیح** اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایک دشواری کے ساتھ دو آسانیاں ہیں۔ یہ اس قاعدے پر مبنی ہے کہ جب کوئی اسم معرف باللام مکرر ہوگا تو دوسرے سے بعینہٖ وہی پہلا مراد ہوگا۔ اور اگر کوئی اسم نکرہ مکرر ہو تو دونوں کے دو الگ الگ مصداق ہوں گے۔ ان دونوں آیتوں میں العُسر معرف باللام ہے۔ اور یسرًا نکرہ۔ اس لئے حاصل یہ ہوا کہ ایک دشواری میں دو آسانیاں ہیں۔ اسی کو کسی شاعر نے کہا ہے ؎

اِذَا اشْتَدَّتْ بِكَ الْبَلْوٰى ۔۔۔ فَفَكِّرْ فِيْ اَلَمْ نَشْرَحْ

فَعُسْرٌ بَيْنَ يُسْرَيْنِ ۔۔۔ اِذَا فَكَّرْتَهٗ فَافْرَحْ

جب تم پر مصیبت سخت ہو تو الم نشرح میں غور کرو دو آسانیوں کے درمیان ایک سختی ہے اسے سمجھ کر خوش ہو۔

وَقَالَ مُجَاھِدٌ: فَانْصَبْ فِيْ حَاجَتِكَ اِلٰى رَبِّكَ ـــــ تو اپنے رب کی طرف اپنی حاجت طلب کرنے میں پوری کوشش کرو۔ یعنی جب عبادت سے فارغ ہو جاؤ تو حاجتوں کے لئے دعا کرنے میں کوشش کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جب فرض نمازوں سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ سے مانگو اور اس کی طرف راغب ہو۔ اور اس کے لئے کوشش کرو۔ اور قتادہ نے کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہوا جب اپنی نماز سے فارغ ہو لو تو دعا میں مبالغہ کرو ـــــ وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ـــــ حضرت ابن عباس نے فرمایا مراد یہ ہے کہ اللہ نے حضور کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا۔

**وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْن** :۔ اس کا نام سورہ تین ہے یہ مکی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مدنی ہے اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔ ص ۷۳۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ مُجَاھِدٌ وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ اَلَّذِیْ یَاْکُلُ النَّاسَ ـــــ اور امام مجاہد نے کہا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد قسم ہے انجیر اور زیتون کی جسے لوگ کھاتے ہیں ـــــ وَیُقَالُ فَمَا یُکَذِّبُکَ فَمَا الَّذِیْ یُکَذِّبُکَ بِاَنَّ النَّاسَ یُدَانُوْنَ بِاَعْمَالِھِمْ کَاَنَّہٗ قَالَ وَمَنْ لَقَدِرُ عَلٰی تَکْذِیْبِ بِالثَّوَابِ وَالْعِقَابِ ـــــ ارشاد ہے ـــــ فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ـــــ اب کیا چیز انصاف کے جھٹلانے پر باعث ہے یعنی کس چیز نے ابھارا کہ وہ آپ کی اس بات کی تکذیب کریں کہ لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا گویا اللہ نے فرمایا آپ جو ثواب عقاب کی باتیں کرتے ہیں اس کے جھٹلانے پر کون قادر ہے؟۔

**سُوْرَۃُ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ** :۔ اس سورت کا نام سورہ علق بھی ہے یہ سورت مکی ہے اس میں بیس آیتیں ہیں۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ حدیث۔ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ اَلْکُتُبُ فِی الْمُصْحَفِ فِیْ اَوَّلِ الْاِمَامِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاجْعَلْ بَیْنَ السُّوْرَتَیْنِ خَطًّا ـــــ امام حسن بصری نے فرمایا مصحف میں امام یعنی سورۂ فاتحہ کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھو اور اسے دو سورتوں کے درمیان فصل کے لئے لکھو۔

**تشریحات** امام سے مراد قرآن ہے یعنی قرآن کے شروع میں بسم اللہ لکھو، یعنی سورۂ فاتحہ کے شروع میں یہ جو فرمایا کہ ہر دو سورۃ کے درمیان خط بنا۔ یعنی دونوں سورتوں میں فصل کی علامت ہے اس کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دو سورت کے درمیان خط کھینچ دو تاکہ یہ فصل کی علامت رہے۔ یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ بسم اللہ لکھو اس کو فصل کی علامت بناؤ۔ حضرت امام حسن بصری کا مذہب پہلا ہے لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کے درمیان فصل کے لئے لکھا جائے۔ اور صحیح یہ ہے کہ بسم اللہ قرآن کا جزء ہے جو سورتوں کے درمیان فصل کے لئے نازل ہوا ہمارا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ یا کسی سورت کا جزء نہیں ہاں قرآن مجید کا جزء ہے۔ ہاں امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ اور ہر سورۃ کا جزء ہے۔ ابن قصار مالکی نے کہا کہ بسم اللہ جو سورتوں کے شروع میں ہے وہ قرآن نہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ مستقل قرآن مجید کی آیت ہے اس لئے کہ یہ مصاحف میں لکھا ہے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ مصحف میں قرآن کے علاوہ کچھ اور نہیں لکھا گیا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: نَادِيَهُ عَشِيرَتُهُ الزَّبَانِيَةُ الْمَلٰئِكَةُ ـــــ نادیہ سے مراد قبیلہ والے ہیں ـــــ الزبانیۃ: سپاہی مراد فرشتے ہیں ـــــ وَقَالَ مَعْمَرٌ: اَلرُّجْعٰى: اَلْمَرْجِعُ ـــــ لوٹنے کی جگہ ـــــ لَنَسْفَعًا قَالَ لَنَاخُذًا وَلَنَسْفَعَنْ بِالنُّوْنِ وَهِيَ الْخَفِيفَةُ سَفَعْتُ بِيَدِهٖ اَخَذْتُ ـــــ لنسفعًا کے معنی ہیں ہم ضرور پکڑیں گے یہ نون خفیفہ تاکید کے ساتھ ہے۔ بولتے ہیں۔ سَفَعْتُ بِيَدِهٖ میں نے اس کو پکڑا۔

**باب** قَوْلِهٖ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٌ كَاذِبَةٌ خَاطِئَةٌ ص ۷۴۰

(اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر) ہاں ہاں اگر باز نہ آیا تو ضرور ہم پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے کیسی پیشانی جھوٹی، خطا کار۔

**حدیث ۲۳۳۶** عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ ابو جہل نے کہا اگر میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ

اَبُوْ جَهْلٍ لَئِنْ رَأَيْتُ مُحَمَّدًا يُصَلِّيْ عِنْدَ الْكَعْبَةِ لَأَطَأَنَّ عَلٰى عُنُقِهٖ

علیہ وسلم) کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لوں تو ان کی گردن کو پاؤں سے روند دوں گا اس

فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ فَعَلَهٗ لَأَخَذَتْهُ

کی خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا اگر وہ ایسا کرتا تو فرشتے اس کو ضرور دیکھ لیتے۔

الْمَلٰئِكَةُ عه

**تشریحات** "زبانیہ" یہ اللہ کے بارہ فرشتے ہیں ان کے سر آسمان میں ہیں اور پاؤں زمین میں ہیں۔ نسائی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بار کعبے کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو جہل بڑھا مگر پھر الٹے قدم پھرا اور ہاتھوں سے ایسے اشارہ کر رہا تھا جیسے کسی چیز سے بچ رہا ہے۔ اس سے پوچھا گیا کیا بات ہے اس نے کہا میرے ان کے درمیان آگ کی خندق ہے اور سخت ہولناک چیزیں ہیں اور کچھ بازو ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ قریب ہوتا تو فرشتے اس کے عضو عضو کو اچک لیتے۔

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ: اس کا نام سورۂ قدر بھی ہے۔ یہ سورۃ مدنی ہے اور ماوردی نے حکایت کی کہ یہ مکی ہے اور یہی ابوالعباس نے کہا اس میں پانچ آیتیں ہیں۔ ص ۷۴۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُقَالُ اَلْمَطْلَعُ: هُوَ الطُّلُوْعُ وَالْمَطْلَعُ هُوَ الْمَوْضِعُ الَّذِيْ يَطْلَعُ مِنْهُ ـــــ مطلع مصدر بھی ہے اور اسم ظرف بھی۔ طلوع ہونے کی جگہ ـــــ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ: اَلْهَاءُ كِنَايَةٌ

عه ترمذی، نسائی، تفسیر

عَنِ الْقُرْآنِ اَنْزَلْنَاہُ فَخَرَجَ الْجَمْعُ وَالْمُنْزِلُ ھُوَاللّٰہُ وَالْعَرَبُ تُؤَکِّدُ فِعْلَ الْوَاحِدِ فَتَجْعَلَہٗ بِلَفْظِ الْجَمْعِ لِیَکُوْنَ اَثْبَتَ وَاَوْکَدَ ـــــ ہم نے اس کو نازل فرمایا۔ اس سے مراد قرآن ہے۔ اَنْزَلْنَا جمع کا صیغہ استعمال فرمایا حالانکہ نازل فرمانے والا اللہ ہے اہل عرب بطور تاکید واحد کو جمع سے تعبیر کرتے ہیں تاکہ وہ اثبت ہو۔ جمع کا صیغہ بطور تعظیم ہے۔

**سورۃ لَمْ یَکُنْ :** ص۴۰۷ اس سورت کا نام سورۃ منفکین بھی ہے اور سورۃ بینہ بھی یہ سورت مدنی ہے لیکن حضرت ابن عباس سے ایک قول مروی ہے کہ یہ مکی ہے۔ اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُنْفَکِّیْنَ زَائِلِیْنَ ـــــ چھوڑنے والا ـــــ قَیِّمَۃُ الْقَائِمَۃُ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ اَضَافَ الدِّیْنَ اِلَی الْمُؤَنَّثِ ـــــ القیمۃ معنی سیدھا، اصل عبارت یہ تھی ـــــ دِیْنُ الْمِلَّۃِ الْقَیِّمَۃِ ـــــ دین کی اضافت ملت کی طرف تھی جو مؤنث ہے اسی کی صفت اَلْقَیِّمَۃِ ـــ

**اِذَا زُلْزِلَتْ :** اس کا نام سورۃ زلزال بھی ہے یہ سورت مکی ہے، اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔ ص۴۰۷

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یُقَالُ اَوْحٰی لَھَا وَاَوْحٰی اِلَیْھَا وَوَحٰی لَھَا وَوَحٰی اِلَیْھَا وَاحِدٌ ـــــ اسے حکم بھیجا اوحی اور وحی یعنی مجرد و مزید فیہ ہم معنی ہیں اس کا صلہ لام بھی آتا ہے اور الی بھی۔

**وَالْعٰدِیٰتِ :** یہ سورت مکی ہے اس میں اگیارہ آیتیں ہیں۔ ص۴۰۷۔ عادیات سے مراد وہ گھوڑے ہیں جو راہِ خدا میں دوڑتے ہیں ـــــ ضَبْحًا کے معنی گھوڑے کے سینے کی وہ آواز جو تیز دوڑتے وقت نکلتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ مُجَاھِدٌ: اَلْکَنُوْدُ الْکَفُوْرُ ـــــ ناشکری کرنے والا ـــــ یُقَالُ فَاَثَرْنَ بِہٖ نَقْعًا رَفَعْنَ بِہٖ غُبَارًا ـــــ غبار اڑاتے ہیں لِحُبِّ الْخَیْرِ مِنْ اَجْلِ حُبِّ الْخَیْرِ ـــــ مال کی چاہت کی وجہ سے ـــــ لَشَدِیْدٌ لَبَخِیْلٌ وَیُقَالُ لِلْبَخِیْلِ شَدِیْدٌ ـــــ شدید کے معنی بخیل کے ہیں ـــــ حُصِّلَ مُیِّزَ ـــــ ممتاز کردی جائے گی۔

**بَابُ سُوْرَۃِ الْقَارِعَۃِ :** یہ سورت مکی ہے اس میں اگیارہ آیتیں ہیں۔ ص۴۰۷

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ کَغَوْغَاءِ الْجَرَادِ یَرْکَبُ بَعْضُھُمْ بَعْضًا کَذٰلِکَ النَّاسُ یَجُوْلُ بَعْضُھُمْ فِیْ بَعْضٍ ـــــ بکھرے ہوئے پتنگے جیسے ٹڈی کا دل بعض بعض پر چڑھا ہوتا ہے اسی طرح قیامت کے دن لوگ ایک دوسرے پر گریں گے ـــــ کَالْعِھْنِ کَاَلْوَانِ الْعِھْنِ

وَقَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ كَالصُّوْفِ ـــــ جیسے رنگ برنگ کے اون، اور عبداللہ ابن مسعود نے عہن کی جگہ پر صوف پڑھا۔

اَلْهٰكُمُ ۔ ص ۴۱۰ اس کا نام سورۂ تکاثر بھی ہے یہ مکی ہے اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَلتَّكَاثُرُ مِنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ـــــ مال اور اولاد کی بہت کثرت۔

وَالْعَصْرِ ۔ ص ۴۱۰ یہ مکی ہے اس میں تین آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيُقَالُ الدَّهْرُ اَقْسَمَ بِهٖ ـــــ کہا جاتا ہے کہ عصر سے مراد زمانہ ہے جس کی اللہ نے قسم یاد فرمائی۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ ۔ ص ۴۱۰ اس کا نام سورۂ ہُمَزَہ بھی ہے یہ سورت مکی ہے اسمیں نو آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حضرت ابن عباس نے فرمایا ھُمَزَہ سے مراد چغل خور ہیں جو دوستوں کے درمیان جدائی کرتے ہیں قتادہ سے روایت ہے۔ اس کے معنی ہیں غیبت کرنے والے اور لُمَزَۃ کے معنی ہیں طعنہ دینے والے ـــــ اَلْحُطَمَةِ اسْمُ النَّارِ مِثْلُ سَقَرَ وَلَظٰى ـــــ حطمۃ، ایک جہنم کا نام ہے جیسے سقر اور لظی، حطمہ کے معنی ہیں روندنے والی۔

سُوْرَةُ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ ۔ ص ۴۱۰ اس کا دوسرا نام سورہ فیل بھی ہے اس میں پانچ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ مُجَاهِدٌ اَبَابِيْلَ مُتَتَابِعَةً مُجْتَمِعَةً ـــــ اَبابیل ابالۃ کی جمع ہے اور ایک قول ہے کہ اس کا واحد نہیں، اس کا معنی ہے پے در پے اکٹھی ہو کر ـــــ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا سِجِّيْلٍ، مِنْ سَنْكٍ وَكِلٍ ـــــ پتھر اور مٹی کی۔

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۔ ص ۴۱۰ اس کا نام سورۂ قریش بھی ہے یہ سورت مکی ہے لیکن ضحاک اور عطاء بن سائب نے کہا یہ مدنی ہے۔ اس میں چار آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لِاِيْلٰفِ اَلْفُوْا ذٰلِكَ فَلَا يَشُقُّ عَلَيْهِمْ فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ خوگر ہونے کی وجہ سے، وہ اس کے خوگر تھے اس لئے ان پر گرمی اور جاڑوں میں سفر کرنا شاق نہیں تھا ـــــ وَاٰمَنَهُمْ مِّنْ كُلِّ عَدُوٍّ هِمْ فِيْ حَرَمِهِمْ ـــــ اور انھیں ہر دشمن سے امن دیا

ان کے حرم میں ـــــ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ لِنِعْمَتِيْ عَلٰى قُرَيْشٍ ـــــ اور ابن عیینہ نے کہا ایلاف سے مراد نعمت ہے۔

اَرَءَيْتَ :۔ صـ۷۴۲ اس کا دوسرا نام سورہ ماعون بھی ہے یہ مکی ہے اس میں سات آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ يُدَعُّ يُدْفَعُ عَنْ حَقِّهٖ يُقَالُ هُوَ مَنْ دَعَعْتَ يُدَعُّوْنَ يُدْفَعُوْنَ ـــــ اور مجاہد نے کہا حق وصول کرنے سے دھکا دیتا ہے اور کہا جاتا ہے یہ دَعَعْتُ سے ہے۔ يُدَعُّوْنَ کے معنی ہے دھکا دھکے دیئے جاتے ہیں ـــــ سَاهُوْنَ لَاهُوْنَ ـــــ غافل ہیں بھولے ہوئے ہیں ـــــ وَالْمَاعُوْنُ اَلْمَعْرُوْفُ كُلُّهٗ وَقَالَ بَعْضُ الْعَرَبِ اَلْمَاعُوْنُ اَلْمَاءُ وَقَالَ عِكْرِمَةُ اَعْلَاهَا الزَّكٰوةُ الْمَفْرُوْضَةُ وَاَدْنَاهَا عَارِيَةُ الْمَتَاعِ ـــــ ماعون ہر اچھی بات۔ اور بعض عرب نے کہا کہ ماعون سے مراد پانی ہے اور عکرمہ نے کہا اس کا سب سے اعلیٰ فرض زکوٰۃ ہے اور ادنیٰ منگنی کا برتن۔

اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ :۔ صـ۷۴۲ اس کا ایک نام سورۂ کوثر بھی ہے جمہور کا قول یہ ہے کہ یہ مکی ہے اور قتادہ، حسن بصری، اور عکرمہ نے کہا کہ یہ مدنی ہے، اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ اس کی شان نزول میں اختلاف ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ عاص بن وائل کے بارے میں نازل ہوئی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہزادے حضرت قاسم کا وصال ہوا تو عاص بن وائل یا عقبہ بن ابی مُعیط یا ابوجہل یا قریش کی ایک جماعت نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابتر کہا، سہیلی نے کہا کہ کعب بن اشرف کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اس تقدیر پر یہ سورت مدنی ہوگی مگر اس میں کچھ کلام ہے اس لئے کہ اگر کعب بن اشرف نے اگر یہ کہا ہوگا تو حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے موقع پر کہا ہوگا حالانکہ کعب بن اشرف حضرت ابراہیم کی ولادت سے پہلے ہی مارا جا چکا تھا واللہ تعالیٰ اعلم اس میں تین آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا شَانِئَكَ عَدُوَّكَ ـــــ تیرا دشمن۔

**حدیث ۲۳۳۷** حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آسمان

لَمَّا عُرِجَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى السَّمَاءِ قَالَ اُتِيْتُ

پر لے جایا گیا (معراج کی شب) فرمایا میں ایک نہر پر گیا جس کے دونوں کناروں

عَلٰی نَھْرٍ حَافَتَاہُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ مُجَوَّفٌ فَقُلْتُ مَا ھٰذَا یَا جِبْرَئِیْلُ قَالَ

پر جوف دار موتی کے گول خیمے تھے میں نے پوچھا یہ کیا ہے اے جبرئیل؟

ھٰذَا الْکَوْثَرُ عہ

عرض کیا یہ کوثر ہے۔

۲۳۳۸ حدیث عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَ

ابو عبیدہ نے کہا میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ

سَئَلْتُھَا عَنْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ قَالَتْ نَھْرٌ اُعْطِیَہٗ

تعالیٰ کے قول انا اعطینٰک الکوثر کی تفسیر پوچھی تو فرمایا یہ ایک نہر ہے جو تمہارے

نَبِیُّکُمْ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَاطِئَاہُ عَلَیْہِ دُرٌّ مُجَوَّفٌ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہے جس کے کناروں پر جوف دار موتی ہیں اس کے

اٰنِیَتُہٗ کَعَدَدِ النُّجُوْمِ عہ

برتن ستاروں کی تعداد کے مثل ہیں۔

۲۳۳۹ حدیث عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوثر کی تفسیر میں فرمایا، اس سے مراد

اَنَّہٗ قَالَ فِی الْکَوْثَرِ ھُوَ الْخَیْرُ الَّذِیْ اَعْطَاہُ اللّٰہُ اِیَّاہُ قَالَ اَبُوْ

وہ خیر ہے جو اللہ نے حضور کو عطا فرمایا۔ ابو بشر نے کہا میں نے سعید ابن جبیر

بِشْرٍ قُلْتُ لِسَعِیْدِ ابْنِ جُبَیْرٍ فَاِنَّ نَاسًا یَزْعُمُوْنَ اَنَّہٗ نَھْرٌ فِی

سے پوچھا لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ جنت میں ایک نہر کا نام ہے۔

فِی الْجَنَّۃِ فَقَالَ سَعِیْدٌ اَلنَّھْرُ الَّذِیْ فِی الْجَنَّۃِ مِنَ الْخَیْرِ الَّذِیْ

تو سعید نے فرمایا یہ جنت کی نہر بھی اسی خیر سے ہے جو اللہ نے

اَعْطَاہُ اللّٰہُ اِیَّاہُ۔

حضور کو عطا فرمایا۔

عہ مسلم عہ نسائی تفسیر، کتاب الرقاق باب الحوض ص۹۷۴ نسائی تفسیر

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ :۔ ص۷۴۲ اس کا دوسرا نام سورہ کافرون بھی ہے یہ مکی ہے اسمیں چھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، حارث بن قیس سہمی، اسود بن عبد یغوث اور اسود بن عبد المطلب امیہ بن خلف نے کہا۔ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ ہمارے دین کی پیروی کیجئے تو ہم آپ کے دین کی پیروی کریں گے اور ہم آپ کو اپنے ہر معاملے میں شریک کرلیں گے۔ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی پرستش کیجئے، ایک سال ہم آپ کے معبود کی پرستش کریں گے، حضور نے فرمایا مَعَاذَ اللّٰہ! میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کروں؟

یُقَالُ لَكُمْ دِیْنُكُمُ الْكُفْرُ وَلِیَ دِیْنِ الْاِسْلَامُ وَلَمْ یَقُلْ دِیْنِیْ لِاَنَّ الْاٰیَاتِ بِالنُّوْنِ فَحُذِفَتِ الْیَاءُ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَهُوَ یَهْدِیْنِ وَیَسْقِیْنِ ـــــ کہا گیا مراد یہ ہے تمہارے لئے تمہارا دین کفر ہے اور میرے لئے میرا دین اسلام ہے اور دینی نہیں فرمایا اس لئے کہ شروع آیتوں کے آخر میں نون تھا تو یا ران کی رعایت کی وجہ سے یا کو حذف کر دیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول یہدین و یسقین میں ہے کہ اصل میں یہدینی و یسقینی تھا رعایت فصل کے لئے یا کو حذف کر دیا گیا۔ اسی طرح یہاں دینی تھا۔ یا کو حذف کر دیا ـــــ وَقَالَ غَیْرُهٗ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ اَلْاٰنَ وَلَاۤ اُجِیْبُكُمْ فِیْمَا بَقِیَ مِنْ عُمُرِیْ ـــــ یعنی جن کو تم پوجتے ہو ان کی پرستش نہ اب کروں گا اور نہ عمر بھر ـــــ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ وَهُمُ الَّذِیْنَ قَالَ وَلَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا وَّكُفْرًا ـــــ اور نہ تم لوگ اس کی پرستش کرو گے جس کی میں عبادت کرتا ہوں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں فرمایا تمہاری جانب تمہارے رب کی طرف سے جو کچھ اتارا گیا کافروں میں سے بہتوں کے کفر اور سرکشی کو زیادہ کر دیتا ہے۔

سُوْرَةُ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ :۔ ص۷۴۲ اس کا نام سورۂ نصر اور سورۂ فتح بھی ہے۔ پوری سورہ سب سے آخری یہی نازل ہوئی ہے۔ حنین سے واپس ہوتے وقت نازل ہوئی تھی اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریب قریب دو سال حیات ظاہری میں رہے۔ یہ سورہ جب نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سنایا لیکن عبد اللہ بن عباس نے سنا تو روئے حضور نے ان سے پوچھا کیوں رو رہے ہو تو انھوں نے عرض کیا کہ حضور نے اپنے دنیا سے تشریف لے جانے کی اس میں خبر دی ہے، حضور نے فرمایا تو نے سچ کہا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی اے اللہ اس کو دین میں سمجھ عطا فرما اور اس کو تاویل سکھا۔ اس میں تین آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

**بَابُ قَوْلِہٖ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا** ص ۷۴۳

اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

تَوَّابٌ عَلَى الْعِبَادِ وَالتَّوَّابُ مِنَ النَّاسِ التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ ـــــ بندوں کی توبہ قبول فرمانے والا ہے، اور لوگوں میں تواب وہ ہے جو گناہ سے توبہ کرے، یعنی توبہ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں توبہ قبول کرنے والا اور جب بندوں کی طرف ہوتی ہے تو اس کا معنی ہوتے ہیں گناہوں سے توبہ کرنے والا، گناہ چھوڑنے والا۔

**تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ** ۔ ص ۷۴۳ اس کا نام سورۂ لہب بھی ہے یہ مکی ہے اسمیں پانچ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ سورت ابولہب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا، ابولہب اس کی کنیت ہے اس بنا پر کہ اس کے ایک بیٹے کا نام لہب تھا یا اس لئے کہ اس کا چہرہ بہت سرخ تھا۔ انجام کار میں اس کی کنیت اس پر حقیقی معنی کے اعتبار سے صادق ہوئی وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں گیا۔

ـــ تَبَابٌ خُسْرَانٌ تَتْبِيْبٌ تَدْمِيْرٌ ـــــ تباب کے معنیٰ ہیں نقصان اور تبیب کے معنی ہیں ہلاک کرنا۔

**بَابُ قَوْلِہٖ وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ** ص ۷۴۳

اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر اور اس کی جورو لکڑیوں کی گٹھا سر پر اٹھاتی۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ تَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ ـــــ حمالۃ الحطب سے مراد چغلی کرتی پھرتی ہے۔

ـــ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِنْ مَسَدٍ يُقَالُ مِنْ مَسَدِ لِيْفِ الْمُقْلِ وَهِيَ السِّلْسِلَةُ الَّتِيْ فِي النَّارِ ـــــ اس کی گردن میں موئج کی رسی ہے۔ یعنی گوگل کی چھال کی رسی اور یہ وہ زنجیر ہے جو جہنم میں ہوگی۔

**قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ** ۔ ص ۷۴۳ اس سورت کا دوسرا نام سورۂ اخلاص بھی ہے یہ مکی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مدنی ہے، اس میں چار آیتیں ہیں ـــــ جب قریش یا کعب بن اشرف یا مالک بن سعد یا عامر بن طفیل عامری نے کہا ہمارے رب کا نسب بیان کیجئے یا یہ کہا ہمارے رب کا حلیہ بیان کیجئے تو اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يُقَالُ لَا يُنَوَّنُ اَحَدٌ اَيْ وَاحِدٌ ـــــ کہا گیا کہ احد پر تنوین نہیں پڑھی جائے گی، جیسے

وقف کیا جائے گا، یعنی وہ ایک ہے۔

**بَابُ قَوْلِهٖ اللّٰهُ الصَّمَدُ** ص ۷۴۴ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اللہ بے نیاز ہے۔

وَالْعَرَبُ تُسَمِّيْ اَشْرَافَهَا الصَّمَدَ وَقَالَ اَبُوْ وَائِلٍ هُوَ السَّيِّدُ الَّذِيْ انْتَهٰى سُؤْدُدُهٗ۔

اہل عرب اپنے رؤسا کو صمد کہا کرتے تھے، ابو وائل نے کہا صمد کے معنی ہیں وہ سردار جو سیادت میں انتہا کو پہونچا ہو۔

**اقول:** اسی لئے صمد کا اطلاق کسی مخلوق پر جائز نہیں بلکہ فقہاء نے کفر لکھا ہے ـــــ كُفُوًا وَ كَفِيًا وَكَفَاءً وَاحِدٌ، سب کا معنی ایک ہے، جوڑ

**قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ:** اس کا دوسرا نام سورۂ فلق بھی ہے، یہ مدنی ہے اس میں پانچ آیتیں ہیں۔ ص ۷۴۴۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ غَاسِقٌ اَللَّيْلُ اِذَا وَقَبَ غُرُوْبُ الشَّمْسِ يُقَالُ هُوَ اَبْيَنُ مِنْ فَرْقِ الصُّبْحِ وَفَلَقِ الصُّبْحِ وَقَبَ اِذَا دَخَلَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ وَاَظْلَمَ ـــــ اور مجاہد نے کہا غاسق اندھیری ڈالنے والی، اس سے مراد رات ہے، اذا وقب، سورج ڈوب جائے، کہا جاتا ہے وہ فرق الصبح، فلق الصبح سے زیادہ ظاہر ہے۔ یعنی لفظ فلق، وقب کے معنی ہیں جب ہر چیز میں داخل ہو جائے اور اسے تاریک کر دے۔

**حدیث ۲۳۴۰** عَنْ زِرٍّ قَالَ سَأَلْتُ اُبَيَّ ابْنَ كَعْبٍ عَنِ الْمُعَوِّذَتَيْنِ

زر سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے

فَقَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

معوذتین کے بارے میں پوچھا یہ قرآن سے ہے یا نہیں۔ انھوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ

قِيْلَ لِيْ فَقُلْتُ فَنَحْنُ نَقُوْلُ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ پوچھا تو فرمایا مجھ سے کہا گیا کہو تو میں نے کہا، حضرت ابی نے فرمایا پس ہم بھی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عه

وہی کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

**تشریحات ۲۳۴۰** حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ معوذتین

عه نسائی تفسیر

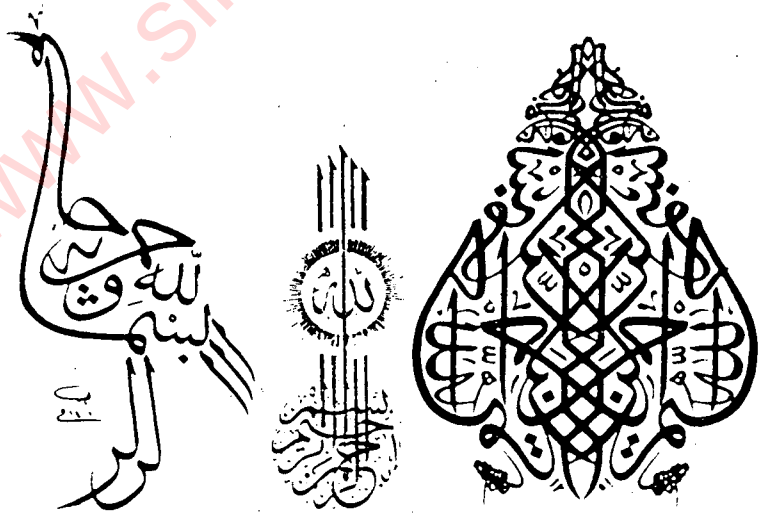
قرآن سے نہیں، اسی لئے انھوں نے اسے اپنے مصحف میں نہیں لکھا، اسی کو دوسری روایت میں یوں بیان کیا کہ زر نے حضرت ابی ابن کعب سے یوں کہا آپ کے بھائی ابن مسعود ایسا ایسا کہتے ہیں یہ قرآن کا جز نہیں یہ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہوا تھا کہ ان کلمات کے ساتھ تعوذ کریں۔ حضرت ابی ابن کعب کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ قرآن سے ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اسی پر امت کا اجماع ہے کہ معوذتین قرآن مجید کے جز ہیں اور یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بتواتر منقول ہیں اور سارے مصاحف میں مکتوب ہیں، اور حضرت عبداللہ ابن مسعود نے جو کچھ فرمایا اپنے اجتہاد سے فرمایا ہو سکتا ہے ان کو تواتر کا علم نہ رہا ہو اور ایک دو آدمیوں کے اختلاف سے اجماع میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔

**قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ** :- صـ۴۴۷ اس کا دوسرا نام سورۂ ناس بھی ہے، یہ سورت مدنی ہے اس میں چھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيُذْكَرُ عَنْ اَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَلْوَسْوَاسُ اِذَا وُلِدَ خَنَسَهُ الشَّيْطَانُ فَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ ذَهَبَ وَاِذَا لَمْ يُذْكَرِ اللّٰهُ ثَبَتَ عَلٰى قَلْبِهٖ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے، دلوں میں برے خطرے ڈالنے والا۔ یہ وہ شیطان ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسے کوچے مارتا ہے۔ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو چلا جاتا ہے اور اگر اللہ کا ذکر نہ کیا جائے تو دل پر جم جاتا ہے۔

**توضیح** خَنَسَ کے معنی لوٹنے کے ہیں جو یہاں بنتا نہیں، امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ کاتبوں کی تصحیف ہے یہ اصل میں نخسہٗ تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔۱۲



# کِتَابُ اَبْوَابِ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ ص۴۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

**بَابُ** کَیْفَ نَزَلَ الْوَحْیُ وَاَوَّلُ مَانَزَلَ ص۴۴ اس کا بیان کہ وحی کیسے نازل ہوئی اور پہلے کیا نازل ہوا۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْمُهَیْمِنُ اَلْاَمِیْنُ اَلْقُرْاٰنُ اَمِیْنٌ عَلٰی کُلِّ کِتَابٍ قَبْلَهٗ ــــ مہیمن کے معنی امین کے ہیں قرآن اپنے سے پہلے کی ہر کتاب پر امین ہے۔

ارشاد تھا ــــ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْکِتَابِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ (المائدہ آیت ۴۸) اور ہم نے آپ پر کتاب اتاری حق کے ساتھ جو اپنے سامنے کی تمام کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے۔

۲۳۴۱ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ نِ الْمَقْبُرِیُّ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَامِنَ الْاَنْبِیَاءِ

ہر نبی کو اسی کے مطابق معجزے دیئے گئے جتنے لوگ ان پر ایمان لائے اور مجھے وہ وحی دی

نَبِیٍّ اِلَّا اُعْطِیَ مَامِثْلُهٗ اٰمَنَ عَلَیْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا کَانَ الَّذِیْ اُوْتِیْتُ

گئی جو اللہ نے میری طرف کی ۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن

وَحْیًا اَوْحَاهُ اللّٰهُ اِلَیَّ وَاَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ اَکْثَرَهُمْ تَابِعًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عه

میرے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے۔

**تشریحات** ۲۳۴۱ مراد یہ ہے کہ ہر نبی کو دعوائے نبوت کے ثبوت کے لئے معجزہ دیا گیا اور یہ معجزہ اس نبی کے عہد کے مطابق ہوتا تھا جیسے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زمانے میں

---

عه الاعتصام باب قول النبی بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الکلم ص۱۰۸۰ مسلم ایمان، نسائی تفسیر و فضائل القرآن۔

246

جادوگروں کا زور رہتا تو آپ کو عصا دیا گیا جو اژدہا ہو جاتا تھا جس نے تمام ساحروں کے سحر کو باطل کر دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زمانے میں طب کا زور رہتا تو ان کو مردہ جلانے کا معجزہ عطا فرمایا گیا جس سے تمام اطباء عاجز تھے اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں بلاغت کا زور تھا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن مجید دیا گیا جس کی چھوٹی سی سورت سورۂ کوثر کے معارضہ سے پوری دنیا عاجز رہی۔

۲۳۴۲ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ

حدیث ۲۳۴۲ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے

تَابَعَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ قَبْلَ وَفَاتِهٖ حَتّٰی تُوُفِّیَ اَكْثَرَ مَا كَانَ الْوَحْیُ ثُمَّ تُوُفِّیَ

رسول پر وفات کے قریب مسلسل وحی بھیجنی شروع کی، پہلے کی بہ نسبت بہت زیادہ پھر اس کے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ ؏

بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اٹھا لیا گیا۔

## بَابُ تَالِیْفِ الْقُرْاٰنِ ص ۷۴۷ قرآن کے جمع کرنے کا بیان۔

۲۳۴۳ اَخْبَرَنِیْ یُوْسُفُ بْنُ مَاهَكَ قَالَ اِنِّیْ عِنْدَ عَائِشَةَ اُمِّ

حدیث ۲۳۴۳ یوسف بن ماہک نے کہا میں حضرت عائشہ ام المؤمنین کی خدمت میں حاضر تھا

الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ جَاءَهَا عِرَاقِیٌّ فَقَالَ اَیُّ الْكَفَنِ خَیْرٌ قَالَتْ وَیْحَكَ

کہ ایک عراقی آیا اور اس نے پوچھا کون کفن بہتر ہے، فرمایا تیرے لئے خرابی ہو اور تجھے

وَمَا یَضُرُّكَ قَالَ یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَرِیْنِیْ مُصْحَفَكِ قَالَتْ لِمَ قَالَ

کیا چیز ضرر دے گی؟ اس نے کہا اے ام المؤمنین اپنا مصحف مجھے دکھائیے فرمایا کیوں؟

لَعَلِّیْ اُؤَلِّفُ الْقُرْاٰنَ عَلَیْهِ فَاِنَّهٗ یُقْرَاُ غَیْرَ مُؤَلَّفٍ قَالَتْ وَمَا یَضُرُّكَ

اس نے کہا تاکہ میں اس کے مطابق قرآن کی ترتیب دے لوں اس لئے کہ قرآن بغیر ترتیب کے

اَیَّهٗ قَرَاْتَ قَبْلُ اِنَّمَا نَزَلَ اَوَّلُ مَا نَزَلَ مِنْهُ سُوْرَةٌ مِّنَ الْمُفَصَّلِ

پڑھا جاتا ہے۔ فرمایا تیرا کچھ نقصان نہیں جو بھی پہلے پڑھے، پہلے قرآن سے سورۂ مفصل نازل

ع۵ مسلم، نسائی فضائل القرآن

فِيهَا ذِكْرُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ حَتّٰى إِذَا ثَابَ النَّاسُ إِلَى الْإِسْلَامِ ثُمَّ
ہوئی جس میں جنت و دوزخ کا ذکر ہے یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کی طرف بڑھے تو حلال و
نَزَلَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ وَلَوْ نَزَلَ أَوَّلَ شَيْءٍ لَا تَشْرَبُوا الْخَمْرَ لَقَالُوا
حرام نازل ہوا اگر پہلے ہی نازل ہو جاتا کہ شراب نہ پیو تو لوگ کہتے ہم کبھی بھی شراب نہیں
لَا نَدَعُ الْخَمْرَ أَبَدًا وَلَوْ نَزَلَ لَا تَزْنُوا لَقَالُوا لَا نَدَعُ الزِّنَا أَبَدًا
چھوڑیں گے اور اگر نازل ہوتا کہ زنا مت کرو، تو لوگ کہتے ہم زنا کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ مکہ میں
وَقَدْ نَزَلَ بِمَكَّةَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنِّي لَجَارِيَةٌ
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جب میں بچی تھی کھیلا کرتی
أَلْعَبُ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ وَمَا
تھی بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت سخت ہولناک اور کڑوی ہے۔
نَزَلَتْ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَالنِّسَاءِ إِلَّا وَأَنَا عِنْدَهُ قَالَ فَأَخْرَجَتْ
اور سورۂ بقرہ اور نساء اس وقت نازل ہوئی کہ میں حضور کے پاس تھی، اس کے بعد ام المومنین
لَهُ الْمُصْحَفَ فَأَمْلَتْ عَلَيْهِ آيَ السُّوَرِ عه
نے مصحف نکالا اور اسے سورتوں کی آیتیں لکھوائیں۔

**تشریحات** یوسف بن ماہک، ماہک غیر منصرف ہے، عجمہ اور علمیت کی وجہ سے۔ وَمَا يَضُرُّكِ ۲۴۳ یعنی جب تو مر گیا تو تجھے کیسا ہی کفن دیا جائے تجھے کیا تکلیف ہوگی۔
حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنے اہتمام سے مصاحف لکھوا کر بلاد اسلامیہ میں بھیجے اور یہ حکم صادر فرمایا کہ اسی کے مطابق قرآن پڑھا جائے اور لکھا جائے اور بقیہ دوسرے مصاحف کو ضائع کر دیا جائے جب کوفہ میں یہ مصحف عثمانی پہونچا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس سے موافقت نہیں فرمائی نہ تو اپنا مصحف ضائع کیا اور نہ اپنی قراءت سے رجوع کیا غالباً اس عراقی کے پاس ایسا ہی کوئی مصحف تھا جو مصحف عثمانی کی تالیف سے الگ تھا۔ ام المومنین کے فرمانے کا مطلب یہ تھا کہ تمہارے پاس جو مصحف ہے اس کے مطابق پڑھو اس میں کوئی حرج نہیں۔

---

عه نسائی تفسیر فضائل القرآن

لیکن اس پر اجماع منعقد ہو گیا کہ قرآن مجید کو مصحف عثمانی کے مطابق لکھا جائے اور اسی کے مطابق پڑھا جائے اور اب اس کے خلاف لکھنا اور پڑھنا جائز نہیں۔

**بَابُ الْقُرَّاءِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے قاریوں کا بیان۔ ص ۷۴۸

۲۳۴۴ **حَدَّثَنَا شَقِيْقُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ خَطَبَنَا عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ وَاللّٰهِ**

**حدیث** شقیق بن سلمہ نے کہا عبد اللہ بن مسعود نے ہمیں خطبہ دیا، اور فرمایا

**لَقَدْ اَخَذْتُ مِنْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِضْعًا**

بخدا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دہن پاک سے ستر اوپر کچھ سورتیں

**وَّسَبْعِيْنَ سُوْرَةً وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى**

سیکھی ہیں۔ بخدا صحابہ جانتے ہیں میں ان سب سے زیادہ کتاب اللہ کا جاننے والا

**عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّيْ مِنْ اَعْلَمِهِمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَمَا اَنَا بِخَيْرِهِمْ قَالَ**

ہوں اور میں ان سے بہتر نہیں ہوں۔ شقیق نے کہا میں حلقے میں بیٹھا تھا

**شَقِيْقٌ فَجَلَسْتُ فِي الْحِلَقِ اَسْمَعُ مَا يَقُوْلُوْنَ فَمَا سَمِعْتُ رَادًّا يَقُوْلُ**

تاکہ سنوں لوگ کیا کہتے ہیں میں نے نہیں سنا کہ کسی رد کرنے والے نے

**غَيْرَ ذٰلِكَ** عه

اس کے علاوہ کچھ اور کہا۔

۲۳۴۵ **عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنَّا بِحِمْصَ فَقَرَاَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ سُوْرَةَ يُوْسُفَ**

**حدیث** علقمہ سے روایت ہے کہ ہم حمص میں تھے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے

**فَقَالَ رَجُلٌ مَا هٰكَذَا اُنْزِلَتْ قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ**

سورۂ یوسف پڑھی ایک شخص نے کہا اس طرح نہیں نازل کی گئی ہے ابن مسعود نے فرمایا

**تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحْسَنْتَ وَوَجَدَ مِنْهُ رِيْحَ الْخَمْرِ فَقَالَ**

میں نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پڑھا ہے۔ اس نے کہا اچھا کیا آپ نے اور اس کے منہ سے شراب کی

**اَتَجْمَعُ اَنْ تُكَذِّبَ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَتَشْرَبَ الْخَمْرَ فَضَرَبَهُ الْحَدَّ۔**

بو محسوس کی فرمایا دو جرم تو اکٹھا کرتا ہے، کتاب اللہ کو جھٹلاتا ہے اور شراب پیتا ہے پھر اس پر حد ماری۔

عه مسلم، فضائل

**تشریحات** ۲۳۴۵ کہا گیا ہے یہ کہنے والے نہیک بن سنان تھے اس حدیث پر دو اشکال ہیں۔ اس پر اجماع ہے کہ اگر کسی نے قرآن مجید کے کسی ایک حرف کا انکار کیا تو وہ کافر ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا اس شخص کا انکار لاعلمی کی بنا پر تھا وہ نہیں جانتا تھا کہ جس طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود نے پڑھا ہے اسی طرح نازل ہوا ہے اس عہد میں مصاحف کا اختلاف اور قراءتوں کا اختلاف سب کو معلوم تھا، اس کا بھی احتمال ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے کوئی قراءت شاذہ پڑھی ہو۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ محض شراب کی بو منہ سے آنے کی بنا پر حد قائم کرنا جائز نہیں، کبھی کبھی بعض چیزیں کھانے کے بعد منہ سے شراب کی بو آتی ہے۔ حد جاری کرنے کے لئے ضروری ہے یا تو اقرار کرے یا گواہوں سے ثابت ہو نیز حد جاری کرنا حاکم اسلام کا کام ہے اس کا جواب یہ دیا گیا کہ جب اس سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تو شراب پیتا ہے تو اس نے انکار نہیں کیا اپنے اجتہاد سے انھوں نے اس سکوت کو اقرار سمجھا۔ اور اس کا امکان ہے کہ امیر کی جانب سے انھیں حد جاری کرنے کی اجازت رہی ہو۔ پھر وہ مجتہد تھے ہو سکتا ہے ان کا مذہب یہ ہو کہ جو عالم مقتدیٰ ہو وہ حد جاری کر سکتا ہے۔

۲۳۴۶ **حدیث** عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَاللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ غَیْرُهٗ مَا

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود

اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ اِلَّا اَنَا اَعْلَمُ اَیْنَ اُنْزِلَتْ وَلَا اُنْزِلَتْ

نہیں کتاب اللہ کی جو سورت بھی نازل ہوئی اس کے بارے میں، میں جانتا ہوں کہاں نازل ہوئی اور

آیَةٌ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ اِلَّا اَنَا اَعْلَمُ فِیْمَا اُنْزِلَتْ وَلَوْ اَعْلَمُ اَحَدًا

کتاب اللہ کی کوئی آیت بھی نازل ہوئی تو میں جانتا ہوں کس بارے میں نازل ہوئی اور اگر میں کسی کو جانتا کہ وہ مجھ سے

اَعْلَمُ مِنِّیْ بِكِتَابِ اللّٰهِ تَبْلُغُهُ الْاِبِلُ لَرَكِبْتُ اِلَیْهِ۔

زیادہ کتاب اللہ کا علم رکھتا ہے اور وہ دور دراز ہوتا جہاں اونٹ سے جانا پڑتا میں سوار ہو کر اسکے پاس جاتا۔

**تشریحات** ۲۳۴۶ باب تھا صحابۂ کرام میں قرآن کتنے تھے اس سلسلے میں پہلے امام بخاری نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث ذکر کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن چار اشخاص سے سیکھو۔ (۱) عبد اللہ بن مسعود (۲) سالم (۳) معاذ بن جبل (۴) ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ لیکن یہ حصر کے لئے نہیں خلفاء اربعہ بھی قراء میں شامل تھے، اسی طرح اس حدیث کے بعد مذکور ہے کہ حضرت انس نے فرمایا کہ قرآن کو چار اشخاص کے علاوہ اور کسی نے جمع نہیں کیا۔ ابو الدرداء۔ معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت اور ابو زید۔ یہ بھی حصر کے لئے نہیں۔ مفہوم عدد حجت

نہیں علامہ عینی نے فرمایا کہ ان کے علاوہ خلفاء اربعہ اور عبداللہ بن عمرو بن عاص، عبادہ بن صامت، ابو ایوب انصاری، ابو موسیٰ اشعری، قیس بن ابی شعثاء، عمرو بن زید انصاری بدری ان کے علاوہ اور حضرات کے نام شمار کرائے ہیں حتیٰ کہ امہات المؤمنین میں سے حضرت عائشہ، حضرت حفصہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو بھی ذکر کیا ہے۔

**بَابُ فَضْلِ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ"** صفحہ ۷۵ "قل ھو اللہ احد" کی فضیلت کا بیان۔

۲۳۴۷ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا

**حدیث** حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے

سَمِعَ رَجُلًا یَقْرَأُ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" یُرَدِّدُهَا فَلَمَّا اَصْبَحَ جَاءَ اِلٰی

ایک صاحب کو سنا کہ "قل ھو اللہ احد" پڑھ رہے ہیں اور اسے بار بار دہرا رہے ہیں تو جب صبح

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ ذٰلِكَ لَهٗ وَکَاَنَّ

ہوئی تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا تذکرہ کیا

الرَّجُلَ یَتَقَالُّهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

وہ صاحب گویا اسے کم سمجھ رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ ۴

کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ تہائی قرآن کے برابر ہے۔

**تشریحات** ۲۳۴۷ اس کے بعد والی روایت میں ہے۔ تو وہ صبح تک "قل ھو اللہ احد" پڑھتے رہے۔ اس پر کچھ زیادہ نہیں کیا۔ اور تیسری روایت میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کیا تم اس سے عاجز ہو کہ ایک رات میں تہائی قرآن پڑھو یہ لوگوں پر شاق ہوا۔ لوگوں نے عرض کیا ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے یا رسول اللہ! فرمایا اللہ الواحد الصمد ثلث قرآن ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس کا ثواب تہائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔

**بَابُ فَضْلِ الْمُعَوِّذَاتِ** صفحہ ۷۵ معوذات کی فضیلت کا بیان۔

معوذات میں قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس کے ساتھ قل ھو اللہ احد بھی داخل ہے اسی لئے جمع کا صیغہ لائے۔

---

۴ کتاب التوحید: باب دعاء النبی ص ۱۰۹۶۔ کتاب الایمان والنذور: باب کیف کانت یمین النبی ص ۹۸۳

۲۳۴۸ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ

**حدیث** ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اشْتَكٰى يَقْرَءُ عَلٰى نَفْسِهٖ

تعالیٰ علیہ وسلم جب بیمار پڑتے تو معوذات پڑھ کر اپنے اوپر دم فرماتے، پس جب

بِالْمُعَوِّذَاتِ وَيَنْفُثُ فَلَمَّا اشْتَدَّ وَجَعُهٗ كُنْتُ اَقْرَأُ عَلَيْهِ

حضور کی بیماری سخت ہوئی تو میں حضور پر پڑھتی اور حضور کے ہاتھ کو حضور کے جسم پر

وَاَمْسَحُ بِيَدِهٖ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا ؕ

پھیرتی اس کی برکت کی امید سے۔

۲۳۴۹ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ

**حدیث** حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اٰوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ

جب اپنے بچھونے پر تشریف لے جاتے تو ہر رات اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جمع فرماتے

كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيْهِمَا فَقَرَاَ فِيْهِمَا قُلْ هُوَ اللّٰهُ

پھر ان میں پھونکتے پھر اس میں قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق، اور

اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ يَمْسَحُ

قل اعوذ برالناس پڑھتے۔ پھر جہاں تک ہاتھ پہونچتا اپنے جسم پر ہتھیلیوں

بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهٖ يَبْدَاُ بِهِمَا عَلٰى رَاْسِهٖ وَوَجْهِهٖ

کو پھیرتے شروع کرتے سر اور چہرے سے اور اپنے جسم کے

وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ؕ

اگلے حصے سے تین مرتبہ کرتے۔

**تشریحات** ۲۳۴۸-۴۹ کتاب الطب کی روایت میں ہے کہ ام المؤمنین نے فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیمار ہوتے تو مجھے حکم دیتے میں ایسا ہی کرتی۔ یونس نے کہا میں

---

ؕ مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ طب۔ ؕ الطب باب النفث فی الرقیۃ ص ۸۵۵ الدعوات باب التعوذ والقرأت عند النوم ص ۹۳۵

دیکھتا تھا ابن شہاب بھی ایسا ہی کرتے تھے جب بچھونے پر جاتے۔

مظہری نے شرح المصابیح میں کہا کہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلے اپنی ہتھیلی میں پھونکتے پھر پڑھتے حالانکہ اسے کسی نے نہیں کہا اور اس میں کوئی فائدہ نہیں غالباً یہ راوی کا سہو ہے۔ تلاوت کے بعد پھونکنا چاہئے تاکہ قرآن کی برکت پہونچے، علامہ طیبی نے اس پر یہ تعقب فرمایا کہ جو روایت صحیح ہو اس میں طعن جائز نہیں، پھر یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ قَرَأَ معنی میں ارادۂ قرارت کے ہے جیسے آیت کریمہ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ میں ہے۔

**اقول** ۔ اس تاویل کی بھی حاجت نہیں، جب روایت میں صراحت ہے کہ ہتھیلی میں پھونکنا قرارت سے مقدم ہے اس کے تسلیم کرنے میں کوئی حرج نہیں، غالباً اس سے جادوگروں کی مخالفت مقصود ہوگی کہ وہ منتر پڑھ کر پھر کسی چیز پر پھونکتے ہیں۔

**بَابُ مَنْ قَالَ لَمْ يَتْرُكِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ ص۵۱۰** جس نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دفتین کے درمیان جو کچھ ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑا۔

**۲۳۵۰ حدیث** عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَشَدَّادُ بْنُ مَعْقِلٍ عَلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ لَهٗ شَدَّادُ بْنُ مَعْقِلٍ اَتَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ شَيْءٍ قَالَ مَا تَرَكَ اِلَّا مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ قَالَ وَدَخَلْنَا عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ فَسَاَلْنَاهُ فَقَالَ مَا تَرَكَ اِلَّا مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ۔

عبد العزیز بن رفیع نے کہا کہ میں اور شداد بن معقل ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس گئے ان سے شداد بن معقل نے پوچھا کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ چھوڑا ہے۔ فرمایا دفتین کے درمیان جو کچھ ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑا عبد العزیز نے کہا ہم محمد بن حنفیہ کے پاس گئے اور ان سے بھی پوچھا تو انھوں نے بھی یہی کہا کہ دفتین کے درمیان جو کچھ ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں چھوڑا۔

**تشریحات** ۲۳۵۰ روافض یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید چالیس پارے تھا جسمیں ایک سورۂ امامت بھی تھی یہ دس پارے مع سورۂ امامت کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا۔ اس کے علاوہ اور کچھ مخصوص مکتوبات بھی عطا فرمایا تھا اسی سلسلے میں ان لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ سے

پوچھا۔ ان دونوں حضرات نے روافض کے اس قول کی تردید فرمائی اور فرمایا کہ مابین الدفتین جو کچھ ہے اس کے علاوہ قرآن کا اور کوئی حصہ کسی کے پاس نہیں۔

**بَابُ** فَضْلِ الْقُرْآنِ عَلٰی سَائِرِ الْكَلَامِ ص۷۵۰ قرآن مجید کی فضیلت تمام کلام پر

۲۳۵۱ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ اَبِیْ

**حدیث** حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ اس کا حال جو قرآن پڑھتا ہے ترنج کے مثل ہے کہ اس کا مزہ

قَالَ مَثَلُ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ كَالْاُتْرُجَّةِ طَعْمُهَا طَیِّبٌ وَّرِیْحُهَا

اچھا ہے اور اس کی بو بھی اچھی ہے اور وہ جو قرآن نہیں پڑھتا مثل

طَیِّبٌ وَالَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ كَالتَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَیِّبٌ وَّلَا رِیْحَ لَهَا

کھجور کے ہے کہ اس کا مزہ اچھا ہے اور اس میں خوشبو نہیں۔ اور اس بدکار کی

مَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ رَیْحَانَةٍ رِیْحُهَا طَیِّبٌ

مثال جو قرآن پڑھتا ہے پھول کے مثل ہے اس کی بو اچھی ہے مزا کڑوا

وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ

ہے اور اس بدکار کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا اندرائن کے مثل ہے اس کا مزہ کڑوا ہے

طَعْمُهَا مُرٌّ وَّلَا رِیْحَ لَهَا ۵ھ

اور اس میں کوئی بو نہیں۔

**تشریحات** ص۷۵۰ پر جو روایت ہے اس میں یہ ہے، اس مومن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے ۲۳۵۱ اور اس پر عمل کرتا ہے نارنگی کے مثل ہے تو اس کا مزہ بھی اچھا ہے اور خوشبو بھی اچھی ہے نیز حجم میں بھی بڑی ہوتی ہے نیز دیکھنے میں اچھی لگتی ہے اسی طرح جو مومن قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔ اس کا ظاہر بھی اچھا ہے اور باطن بھی۔ اور وہ مومن جو قرآن پڑھتا نہیں مگر اس پر عمل کرتا ہے وہ کھجور کے مثل ہے کہ اس کا مزہ اچھا ہے مگر اس میں خوشبو نہیں

---

عہ فضائل القرآن باب من رائی بقراءۃ القرآن ص۷۵۰ باب ذکر الطعام ص۸۱۶ توحید باب قراءۃ الفاجر والمنافق الخ ص۱۱۲۸ مسلم صلوٰۃ۔ ابوداؤد ادب، ترمذی امثال، نسائی ولیمہ۔ ابن ماجہ

ہوتی، اور آگے بجائے فاجر کے یہ ہے۔ اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے پھول کے مثل ہے اس سے ظاہر ہوا کہ فاجر سے مراد منافق ہے۔ اس کا بھی امکان ہے کہ فاجر سے مراد معنیٰ عام ہے اور منافق سے بھی اس کا معنیٰ عام مراد ہو یعنی منافق فی الاعتقاد اور منافق فی العمل، ظاہر ہے کہ جو مسلمان بدکار ہو قرآن پر عمل نہیں کرتا تو اس کا قرآن پڑھنا مثل پھول کی خوشبو کے ہے اور باطن پھول کے مزے کی طرح کڑوا۔ اترجۃ کا ترجمہ مصباح اللغات میں لیموں کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔ منجد میں ہے کہ لیموں کی قسم سے ایک پھل ہے جس کو عوام کباد کہتے ہیں۔ اور کُبّاد کا ترجمہ مصباح میں چکوترہ کیا ہے۔

**بَابُ مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ أَوْ لَمْ يَجْهَرْ إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ ص ۷۵۱**

اس کا بیان جو قرآن خوش آوازی سے نہ پڑھے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر، کیا انھیں یہ کافی نہیں کہ ہم نے ان پر کتاب اتاری جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔ (عنکبوت ۵۱)

**توضیح باب:** تغنی سے کیا مراد ہے اس میں دو قول ہے ایک یہ کہ قرآن اسے دوسری کتابوں سے مستغنی کرنے والی ہے ——— اور ایک یہ کہ خوش آوازی کہ اچھی آواز اور اچھے لہجے سے پڑھا جائے۔ امام بخاری نے باب میں آیۃ کریمہ ذکر کرکے یہ افادہ فرمایا کہ ان کے نزدیک تغنی سے مراد غنا یعنی بے پرواہ ہونا ہے یعنی جو قرآن پر اکتفا کرے اور اس کے علاوہ دوسری کتابوں کی ضرورت محسوس نہ کرے۔ لیکن جمہور کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ تغنی سے مراد اچھے لہجے اور خوش آوازی سے پڑھنا ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام بخاری نے کتاب التوحید میں تعلیقاً ذکر فرمایا۔ زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ۔ قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو۔ نیز اسی میں یہ حدیث بھی ذکر فرمائی۔ مَا أَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ حُسْنَ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهِ اللہ کسی چیز کو اتنی پسندیدگی سے نہیں سنتا جتنا کسی اچھی آواز والے نبی کے بلند آواز سے قرآن پڑھنے کو سنتا ہے۔

۲۳۵۲ **حدیث** أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ

أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے کسی نبی کا قول اتنی توجہ سے نہیں

لَمْ يَأْذَنِ اللّٰهُ لِنَبِيٍّ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سنا جتنا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خوش آوازی سے قرآن پڑھنا سنا، ان کے

يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ وَقَالَ صَاحِبٌ لَهُ يُرِيدُ يَجْهَرُ بِهِ — قَالَ

ایک ساتھی نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ جب وہ قرآن بلند آواز سے پڑھتے ہیں، — سفیان بن

سُفْيَانُ تَفْسِيرُهُ يَسْتَغْنِي بِهِ عَنْهُ

عیینہ نے کہا اس کی تفسیر یہ ہے کہ قرآن پر اکتفا کرے۔

**تشریحات** مَا أَذِنَ — اذن ذ کے فتحہ کے ساتھ اس کے معنیٰ ہیں کسی کی بات کو بغور سننا، ۲۳۵۲ کان لگانا، اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے، یہ بھی متشابہات میں سے ہے، اس کے اصل معنی اللہ اور اس کے رسول جانیں، تاویل میں یہ کہا جاتا ہے کہ مراد خصوصی رحمت کا نزول ہے اور قاری کا اکرام اور اسے زیادہ سے زیادہ ثواب دینا مراد ہے اور اس کا بھی احتمال ہے کہ اذن ذ کے کسرہ کے ساتھ ہو جس کے معنی اجازت دینے کے ہیں۔ اب اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو تغنی یعنی اچھے لہجے کے ساتھ پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ ہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی اجازت دی کہ قرآن مجید اچھے لہجے کے ساتھ پڑھیں۔

صاحب لہ۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ صاحب سے مراد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوئی تلمیذ ہوں لیکن فتح الباری اور عینی وغیرہ نے کہا کہ لہ کی ضمیر ابوسلمہ کی طرف لوٹ رہی ہے اور مراد عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب ہیں جیسا کہ زبیدی نے ابن شہاب سے اسی حدیث میں روایت کیا ہے۔ یجہر بہ سے مراد یہ ہے کہ آواز کو اچھی کرکے، اچھے لہجے میں بلند آوازی سے پڑھیں اور سفیان بن عیینہ نے یتغنی بالقرآن کی تفسیر کی یستغنی بہ، یعنی قرآن کے ہوتے ہوئے اور کتابوں سے مستغنی ہو جائیں پھر قرآن پر اکتفا کریں۔

**بَابُ** اِغْتِبَاطِ صَاحِبِ الْقُرْآنِ ص۷۵۱ صاحب قرآن پر رشک ہونا۔

۲۳۵۳ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ

**حدیث** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا حسد نہیں مگر دو پر، ایک وہ شخص جس کو

وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا حَسَدَ إِلَّا عَلَى اثْنَيْنِ رَجُلٍ آتَاهُ اللهُ الْكِتَابَ

اللہ نے کتاب دیا وہ اس پر رات بھر قائم ہے اور وہ شخص جسے اللہ

عہ توحید باب قولہ ولا تنفع الشفاعۃ ص۱۱۱۵ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الماھر بالقرآن ص۱۱۲۶

وَقَامَ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يَتَصَدَّقُ بِهٖ

نے مال دیا اور وہ رات و دن صدقہ کرتا ہے۔

اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ع۵

۲۳۵۴ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِي

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حسد نہیں مگر دو شخصوں پر۔ ایک وہ جسے

اثْنَيْنِ رَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَتْلُوْهُ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ

اللہ نے قرآن کا علم دیا تو وہ شب و روز اس کی تلاوت کرتا ہے جسے اس

فَسَمِعَهُ جَارٌ لَهُ فَقَالَ لَيْتَنِيْ اُوْتِيْتُ مِثْلَ مَا اُوْتِيَ فُلَانٌ فَعَمِلْتُ

کے پڑوسی نے سنا تو کہا کاش کہ مجھے بھی اس کے مثل دیا گیا ہوتا جو

مِثْلَ مَا يَعْمَلُ وَرَجُلٌ[۲] اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ مُهْلِكُهٗ فِي الْحَقِّ فَقَالَ

فلاں کو دیا گیا ہے۔ تو میں بھی اسی جیسا عمل کرتا۔ اور وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا جسے وہ حق میں خرچ کرتا ہے

رَجُلٌ لَيْتَنِيْ اُوْتِيْتُ مِثْلَ مَا اُوْتِيَ فُلَانٌ فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَا يَعْمَلُ مُحَمَّ

جسے دیکھکر ایک شخص نے کہا کاش مجھے بھی اسکے مثل دیا گیا ہوتا جو فلاں کو دیا گیا ہے تو میں بھی اسی جیسا عمل کرتا۔

تشریحات اس حدیث کی پوری شرح کتاب العلم میں گذر چکی ہے۔ "حسد" کے معنی ہیں کسی کے فضل و کمال کو دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ اس سے زائل ہو جائے اور مجھے مل جائے یہ حرام ہے اس لئے حدیث کی تاویل میں یہ کہا جائے گا کہ حسد سے مراد غبطہ یعنی رشک ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی کے فضل و کمال کو دیکھ کر یہ آرزو کرنا کہ مجھے بھی یہ فضل و کمال ملے بغیر اس کے کہ اس سے زائل ہو، یہ جائز ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اس معنی کی دلیل ہے کہ فرمایا گیا کہ پڑوسی نے یہ دیکھ کر یہ تمنا کی کاش مجھے بھی اس کے مثل دیا گیا ہوتا مثل شئی شئی کی ضد ہوتی ہے اسی لئے دقیق اشارہ ہے کہ اسے جو فضل و کمال ملا ہے وہ اس کے پاس رہے۔

---

ع۵ توحید باب قول النبی رجل اٰتاہ اللہ القرآن ص۱۱۲۳ ع۶ کتاب التمنی باب تمنی القرآن والعلم ص۱۰۷۴ توحید باب قول النبی رجل اٰتاہ اللہ القرآن ص۱۱۲۳

اور مجھے بھی اس کے مثل عطا کیا جائے۔

**باب** خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ ص۷۵۲ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن کا علم حاصل کیا اور دوسروں کو تعلیم دی

**حدیث ۲۳۵۵** عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ عَنْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ

فرمایا تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے اور دوسرے کو سکھائے۔ سعد بن عبیدہ

الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ قَالَ وَاَقْرَاَنِیْ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِیْ اِمْرَاَۃِ عُثْمَانَ

نے کہا کہ مجھے ابو عبد الرحمٰن نے حضرت عثمان کی خلافت میں پڑھایا یہاں تک کہ حجاج ہوا

حَتّٰی کَانَ الْحَجَّاجُ قَالَ وَذَاکَ الَّذِیْ اَقْعَدَنِیْ مَقْعَدِیْ ھٰذَا ۔ع۱

انھوں نے کہا اسی چیز نے مجھ کو اس جگہ بیٹھایا ہے۔

**تشریحات ۲۳۵۵** اس کے بعد والی روایت میں ہے اِنَّ اَفْضَلَکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ یعنی تم میں سب سے افضل وہ ہے جس نے قرآن کا علم حاصل کیا اور دوسرے کو تعلیم دی۔

قَالَ وَاَقْرَاَنِیْ: یعنی مجھے ابو عبد الرحمٰن نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں پڑھایا اور وہ اس وقت سے لے کر آج تک جبکہ حجاج کی حکومت قائم ہے وہ لوگوں کو قرآن پڑھا رہے ہیں۔ حضرت عثمان کی شہادت اور حجاج کی شروع ولایت کے درمیان ۳۸ سال کی مدت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت ابو عبد الرحمٰن سُلمی اتنی مدت سے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دے رہے ہیں۔ جو بہر حال ۳۸ سال سے زیادہ کی ہے۔ "قَالَ وَذَاکَ الَّذِیْ" یہ ابو عبد الرحمٰن سُلمی کا قول ہے اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ وہ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ قرآن کی تعلیم کی جو فضیلت مذکور ہوئی اسی کی وجہ سے میں اتنی طویل مدت سے قرآن پڑھا رہا ہوں اور ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "ذا" کا اشارہ ہو اتنی طویل مدت تک قرآن کی تعلیم دینے کی جانب اور مراد یہ ہو کہ آج میرا جو مرتبہ ہے وہ اسی وجہ سے ہے کہ میں اتنی مدت سے قرآن کی تعلیم دے رہا ہوں۔

**باب** اِسْتِذْکَارِ الْقُرْآنِ وَتَعَاھُدِہٖ ص۷۵۲ قرآن کا یاد کرتے رہنا اور اس کو پابندی سے پڑھنا۔

---

ع۱ ابوداؤد، صلاۃ، ترمذی، فضائل قرآن، نسائی، فضائل قرآن، ابن ماجہ، سنت۔

۲۳۵۶ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن یاد کرنے والے کی مثال باندھے ہوئے اونٹ کی ہے

کَمَثَلِ صَاحِبِ الْاِبِلِ الْمُعَلَّقَۃِ اِنْ عَاھَدَ عَلَیْھَا اَمْسَکَھَا وَاِنْ اَطْلَقَھَا

اگر اس کی دیکھ بھال کرتا رہے گا تو اونٹ کو روکے رہے گا اور اگر

ذَھَبَتْ ؎

کھول دے گا چلا جائے گا۔

۲۳۵۷ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِئْسَ مَا لِاَحَدِھِمْ اَنْ یَّقُوْلَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بری بات ہے کہ کوئی یہ کہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول

نَسِیْتُ اٰیَۃَ کَیْتَ وَکَیْتَ بَلْ نُسِّیَ فَاسْتَذْکِرُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّہٗ

گیا بلکہ وہ بھلا دیا گیا اس لئے قرآن کو یاد کرتے رہا کرو اس لئے کہ وہ لوگوں کے سینوں

اَشَدُّ تَفَصِّیًا مِنْ صُدُوْرِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ ؎

سے تیزی کے ساتھ نکل جانے والا ہے بہ نسبت جانوروں کے۔

تشریح ۲۳۵۶ "بِئْسَ مَا" یعنی یہ کہنا ناپسندیدہ ہے اچھا نہیں کہ کوئی یہ کہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا کیونکہ یہ قرآن کی تلاوت میں غفلت اور تساہلی میں ہوگا تو اس کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ گویا وہ اعلان کر رہا ہے کہ میں قرآن کی تلاوت پابندی سے نہیں کرتا۔ اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ برائی حالت کی طرف راجع ہو یعنی اس شخص کا حال برا ہے جو قرآن یاد کر کے بھول جائے پھر یہ کہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا۔

## بَابُ تَعْلِیْمِ الصِّبْیَانِ الْقُرْاٰنَ ص۷۵۳ بچوں کو قرآن کی تعلیم کا بیان۔

---

؎ مسلم، صلاۃ، ترمذی، فضائل۔ ؎ باب نسیان القرآن ص۷۵۳۔ مسلم، صلاۃ، ترمذی، قرآن، نسائی، صلاۃ، فضائل قرآن۔

۲۳۵۸ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ قَالَ اِنَّ الَّذِيْ تَدْعُوْنَهُ الْمُفَصَّلَ

حدیث سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا

هُوَ الْمُحْكَمُ قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا تُوُفِّيَ

جس کو تم لوگ مفصل کہتے ہو وہی محکم ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا ابْنُ عَشْرِ سِنِيْنَ

نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور میں دس سال کا تھا

وَقَدْ قَرَأْتُ الْمُحْكَمَ۔

اور میں محکم پڑھ چکا تھا۔

**تشریحات** یہاں محکم سے مراد وہ آیتیں ہیں جو منسوخ نہ ہوں، اس روایت میں مفصل کی تفسیر ۲۳۵۸ محکم کے ساتھ حضرت سعید بن جبیر کی ہے اور اس کے بعد والی روایتوں میں محکم کی تفسیر مفصل کے ساتھ حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت سعید بن جبیر نے جو تفسیر کی ہے وہ حضرت ابن عباس سے سن کر کی ہے۔ اس روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں دس سال کا تھا یہ صحیح نہیں۔ غالباً کسی راوی کا وہم ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت بروایت صحیحہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر تیرہ ۱۳ سال تھی۔

## بَابُ مَدِّ الْقِرَاءَةِ ص ۷۵۴

قراءت میں مد کا بیان۔

۲۳۵۹ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ

حدیث قتادہ نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

کی قرارت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا حضور مد کے ساتھ پڑھتے تھے۔

كَانَ يَمُدُّ مَدًّا۔

۲۳۶۰ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سُئِلَ اَنَسٌ كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ

حدیث قتادہ نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَتْ مَدًّا ثُمَّ قَرَأَ۔

قرارت کیسی تھی تو فرمایا کہ مد کے ساتھ تھی پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَيَمُدُّ بِبِسْمِ اللّٰهِ وَيَمُدُّ بِالرَّحْمٰنِ وَيَمُدُّ بِالرَّحِيْمِ

اور بسم اللہ پر آواز کھینچی اور رحمٰن پر بھی آواز کھینچی اور رحیم پر بھی آواز کھینچی۔

**تشریحات** مراد یہ ہے کہ ہر حرف کو عرب کے تلفظ کے مطابق جتنا کھینچنا چاہئے اتنا کھینچ کر ۲۳۶۰ ادا کرتے تھے یہاں تک کہ جہاں اہل عرب آواز دوسرے حروف کی بہ نسبت زیادہ کھینچتے تھے وہ آواز کو زیادہ کھینچتے۔ قرّاء کے نزدیک مد کی دو قسمیں ہیں۔ طبعی اور سببی۔ طبعی تین جگہ ہے۔ حرف علت ساکن جس کے ماقبل کی حرکت اس کے موافق ہو۔ واو یا الف۔ ان کو دوسرے حروف کی بہ نسبت دونا ادا کیا جائے گا۔ دوسرے سببی، اس کی دو قسمیں ہیں۔ مد لازم، حرف علت ساکن کے ماقبل جس کی حرکت اس کے موافق ہو اس کے بعد ہمزہ ہو جیسے جَاءَ، غیر لازم، جس میں ایسے حرف علت کے بعد کوئی حرف ساکن ہو جیسے۔ ضالّین۔ ایسے مد کو دوسرے حروف کی بہ نسبت تین گنا سے پانچ گنا تک دراز پڑھا جاتا ہے۔ اسم جلالت پر تعظیماً مد پڑھا جاتا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جہاں جیسا مد ہونا چاہئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی کے مطابق مد فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً بسم اللہ پر اسم جلالت کا مد اور رحمٰن کے الف پر مد طبعی اور رحیم میں وقف کی وجہ سے مد سببی پیدا ہو جاتا اس میں اس قسم کا مد فرماتے۔

**بَابُ حُسْنِ الصَّوْتِ بِالْقِرَاءَةِ** ص۵۵۷ قرآن پڑھتے وقت آواز کو اچھی کرنا۔

۲۳۶۱ **حدیث** عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ يَا اَبَا مُوْسٰى لَقَدْ اُوْتِيْتَ مِزْمَارًا مِّنْ

علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے ابو موسیٰ تم کو داؤد علیہ السلام کے مزماروں میں سے

مَزَامِيْرِ اٰلِ دَاوٗدَ عه

ایک مزمار دیا گیا ہے۔

عه مسلم مسافرین۔ ترمذی مناقب، نسائی افتتاح، ابن ماجہ اقامہ، مسند امام احمد ج ۲۔

**تشریحات** مزمار کے معنیٰ بانسری کے ہیں یہاں مراد خوش آوازی ہے اور آل داؤد میں آل مقحم ۲۳۶۱ ہے مراد حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں اس لئے کہ ان کی اولاد میں کسی کے بارے میں مروی نہیں کہ اسکی آواز اتنی اچھی رہی ہو حضرت داؤد علیہ السلام زبور کو شیریں لہجے میں پڑھتے تھے اور ایسا عمدہ پڑھتے تھے کہ غمزدہ بھی سن کر ہشاش بشاش ہو جاتا اور جب پڑھتے ان پر گریہ طاری ہو جاتا تو خشکی اور تری کے تمام جانور خاموش ہو جاتے اور اسے بغور سنتے اور روتے۔

**باب** اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ قُلُوْبُكُمْ اس وقت تک قرآن پڑھو جب تک دلجمعی رہے۔

۲۳۶۲ **حدیث** عَنْ اَبِیْ عِمْرَانَ الْجَوْنِیِّ عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ

جندب بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ

روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جب تک دلجمعی رہے قرآن پڑھو اور جب دل

قُلُوْبُكُمْ فَاِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُوْمُوْا عَنْهُ عه

اچاٹ ہو جائے تو اٹھ جاؤ۔

**تشریحات** اس حدیث کی سند میں دو اختلاف ہے ایک یہ کہ حضرت جندب بن عبد اللہ سے ۲۳۶۲ مروی ہے یا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مشہور اور کثیر روایت یہ ہے کہ حضرت جندب سے مروی ہے چنانچہ امام بخاری نے سلام بن ابو مطیع حارث بن عبید اور سعید بن زید کی متابعت ذکر کی کہ یہ سب بطریق ابو عمران حضرت جندب سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں نیز حماد بن سلمہ اور ابان بھی حضرت جندب سے روایت کرتے ہیں مگر یہ دونوں اسے حضرت جندب پر موقوف بتاتے ہیں اور غندر نے شعبہ سے ابو عمران ہی سے روایت کیا کہ میں نے جندب سے یہ سنا یعنی غندر بھی اسے موقوف بتاتے ہیں۔ یہ چھ رواۃ اسے جندب سے روایت کرتے ہیں، تین مرفوع بتاتے ہیں اور تین موقوف، البتہ ابن عون عن ابی عمران عن عبد اللہ بن صامت عن عمر روایت کرتے ہیں امام بخاری نے فرمایا اور جندب سے اس کی روایت زیادہ صحیح اور زیادہ ہے۔ اس لئے یہی راجح ہے ابو بکر بن ابو داؤد نے کہا کہ ابن عون نے کبھی غلطی نہیں کی مگر اس روایت میں صحیح یہی ہے کہ جندب سے مروی ہے، نیز صحیح یہ ہے کہ یہ روایت مرفوع ہے اس لئے کہ اس کے مرفوع بتانے والے

---

عه اس کے متصل الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب کراھیۃ الاختلاف ص ۱۰۹۵ دو طریقے سے، مسلم قدری، نسائی فضائل القرآن

ثقہ اور حافظ ہیں۔

**اِقرؤا ما ائتلفت** :۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ جب تک تمہیں نشاط ہو، دل و دماغ حاضر ہوں اس وقت تک قرآن پڑھو اور جب تکان طاری ہو جائے اور حضور قلب نہ ہو تو پڑھنا چھوڑ دو۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس قرارت پر تمہارے اصحاب کا اتفاق ہو اس کو پڑھو اور اگر اختلاف ہو جائے تو چپ چاپ وہاں سے اٹھ جاؤ نہ اس کا انکار کرو نہ اقرار، اسی دوسرے احتمال کی بنا پر حضرت امام بخاری نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ذکر کی جس میں یہ ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا جس کو انھوں نے خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے خلاف سنا تھا اس کو لے کر کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں کی قرارت سن کر فرمایا کہ تم دونوں ٹھیک ہو۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# کتاب النکاح ص۷۵۷

نسل انسانی کی بقاء توالد وتناسل پر ہے اور باتفاق تمام عقلائے عالم ومذاہب دنیا اس کی بنیاد نکاح پر ہے۔ انسان کسی بھی مذہب کا ہو کسی بھی قوم کا ہو وہ اپنے طور پر شادی اور بیاہ کو ضرور قرار دیتا ہے بغیر بیاہ یا شادی کے اگر مرد عورت اختلاط رکھیں تو پوری دنیا اس کو معیوب جانتی ہے شادی بیاہ اور نکاح گویا انسان کی فطری ضرورت ہے، اسی وجہ سے اسلام نے نکاح کے اصول وضوابط بہت تفصیل سے بیان فرمائے ہیں، نکاح کی خصوصیت یہ ہے کہ سب سے پہلا عقد عقد نکاح ہی وجود میں آیا ہے، حضرت آدم علیہ السلام وحضرت حوا آپس میں اجنبی تھے۔ عقد نکاح ہی کی بدولت رشتۂ زوجیت میں منسلک ہوئے، اس طرح پہلا عقد عقد نکاح ہوا۔ پہلا رشتہ جو وجود میں آیا وہ زن وشوہر کا ہے۔ اور نکاح من وجہٍ عبادت ہے اور من وجہٍ معاملہ۔

اعتدال کی حالت میں یعنی نہ شہوت کا بہت زیادہ غلبہ ہو نہ عنین (نامرد) ہو اور مہر ونفقہ پر قدرت بھی ہو تو نکاح سنت مؤکدہ ہے اس صورت میں نکاح نہ کرنے پر اڑا رہنا گناہ ہے اور اگر حرام سے بچنے یا اتباع سنت وتعمیل حکم یا اولاد حاصل کرنے کی نیت سے نکاح کرے گا تو ثواب بھی پائے گا اور اگر محض لذت یا قضاء شہوت منظور ہو تو ثواب نہیں۔ شہوت کا غلبہ ہے اس کا اندیشہ قوی ہے کہ اگر نکاح نہ کرے گا تو زنا یا حرام کاری میں مبتلا ہو جائے گا اور مہر ونفقہ پر قدرت بھی ہو تو نکاح واجب اور اگر اس کا یقین ہو کہ اگر نکاح نہیں کرے گا تو حرام کاری میں ضرور مبتلا ہو جائے گا تو فرض ہے اور اگر یہ اندیشہ ہے کہ اگر نکاح کرے گا تو نان ونفقہ نہ دے سکے گا یا حقوق واجبہ نہ ادا کر پائے گا تو مکروہ ہے اور اگر ان باتوں کا یقین ہو تو حرام۔ نکاح اور اس کے حقوق ادا کرنے میں اور اولاد کی تربیت میں مشغول رہنا نوافل میں مشغولی سے بہتر ہے۔ (بہار شریعت ہفتم ص۵ بحوالہ درمختار ورد المحتار)

**بَابُ التَّرْغِیْبِ فِی النِّکَاحِ لِقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی** نکاح میں رغبت دلانے کا بیان۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے، عورتوں میں سے جو تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔ **فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَاءِ** ص۷۵۷

**توضیح** :- علامہ ابن حجر نے فرمایا، اس آیت سے نکاح کی ترغیب یوں ثابت ہوتی ہے کہ فانکحوا امر ہے

جو طلب پر دلالت کرتا ہے اور طلب کا ادنیٰ درجہ استحباب ہے، علامہ عینی نے اس پر یہ تعقب فرمایا کہ ہمیں یہ تسلیم نہیں کہ اس آیت میں امر استحباب کے لئے ہے اس لئے کہ اس کا سیاق یہ بیان کرنے کے لئے ہے کہ تم ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرو اور یہ بالاتفاق مباح ہے، مستحب نہیں۔ اور امر بکثرت اباحت کے لئے وارد ہے، ارشاد ہے واذا حللتم فاصطادوا جب احرام کھولدو تو شکار کرو، اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس وقت شکار مستحب بھی نہیں صرف مباح ہے۔

۲۳۶۳ حدیث أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ أَبِي حُمَيْدٍ الطَّوِيلُ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ ابْنَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ تین شخص نبی صلی اللہ

مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ جَاءَ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ إِلٰى بُيُوتِ أَزْوَاجِ

تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج کے گھروں کے پاس آئے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْئَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى

عبادت کو پوچھنے لگے جب انھیں بتایا گیا تو ایسا محسوس ہوا گویا انھوں نے حضور

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا فَقَالُوا وَأَيْنَ

کی عبادت کو کم سمجھا اور انھوں نے کہا حضور کے سامنے ہم لوگ کیا ہیں، ان کو

نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ

زمانہ گذشتہ بھی اور آئندہ بھی گناہوں سے بچایا گیا ہے ان میں سے ایک نے

مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أَحَدُهُمْ أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا

کہا میں رات بھر نماز پڑھوں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا

وَقَالَ آخَرُ أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ وَقَالَ آخَرُ وَأَنَا أَعْتَزِلُ

کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے علیحدہ رہوں گا کبھی

النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

بھی شادی نہیں کروں گا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے

وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّي

پاس تشریف لائے اور فرمایا تم لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے سنو! بخدا میں تم لوگوں سے زیادہ

لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهٗ لٰكِنِّیْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّیْ وَاَرْقُدُ

اللہ سے ڈرنے والا ہوں پھر بھی میں روزہ رکھتا ہوں اور چھوڑتا ہوں اور نماز پڑھتا ہوں اور سوتا ہوں

وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔

اور عورتوں سے نکاح کرتا ہوں جو میری سنت سے اعراض کرے گا وہ ہم میں سے نہیں۔

**تشریحات** ۶۳ ۲۳ اسی کے ہم معنی ایک حدیث کتاب الایمان کے شروع میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہیں اس پر مفصل کلام گذر چکا ہے۔

غَفَرَ کے معنی سَتَرَ کے بھی ہیں۔ مراد یہ ہے کہ حضور معصوم ہیں۔ حضور سے گناہ صادر نہیں ہو سکتا اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کم عبادت کرتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو جواب ارشاد فرمایا وہ بلاغت کے حد اعجاز تک پہونچا ہوا ہے، مطلب یہ ہے کہ عبادت پر باعث معبود کی عظمت کا عقیدہ اور اس سے خشیت ہے۔ بندے کے دل میں معبود کی جتنی زیادہ عظمت ہوگی جتنی زیادہ خشیت ہوگی اتنی ہی زیادہ اس کی عبادت کرے گا۔ چونکہ میں تم سب سے زیادہ اللہ کی معرفت رکھتا ہوں جیسا کہ ام المؤمنین کی حدیث میں اعلمکم باللہ ہے اور تم سب سے زیادہ اللہ کا خوف بھی میرے دل میں ہے اس لئے میں تم سب سے زیادہ اللہ کی عبادت کرتا ہوں۔ اصل عبادت میری اتباع ہے، میں روزہ رکھتا بھی ہوں چھوڑتا بھی ہوں، رات کو نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح کئے ہوئے ہوں یہ سب عبادت ہے، جو میرے طریقے سے اعراض کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

**فائدہ:** نکاح کے خطبے میں یہ حدیث پڑھی جاتی ہے۔ اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔ یہ دونوں ٹکڑے اکٹھے ان الفاظ کے ساتھ مجھے کہیں نہیں ملے، ہاں دونوں جز الگ الگ مروی ہیں، یہاں یہ ہے۔ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔ ہاں ابن ماجہ میں اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ لَمْ یَعْمَلْ بِسُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ[عہ] ہے۔

مراد یہ ہے کہ جو میرے طریقہ سے اسے ہلکا اور معمولی جانتے ہوئے اعراض کرے وہ ہمارے گروہ میں سے نہیں یا مراد یہ ہے کہ میرے طریقہ سے اعراض کر کے کوئی اور طریقہ اختیار کرے مثلاً رہبانیت اختیار کرے اس اعتقاد کے ساتھ کہ رہبانیت نکاح سے بہتر ہے۔

## بَابُ کَثْرَةِ النِّسَاءِ ص ۷۵۸

۲۳۶۴ **حدیث** اَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ قَالَ حَضَرْنَا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ جَنَازَةَ

عطاء نے کہا، حضرت ابن عباس کے ساتھ ہم لوگ حضرت میمونہ کے

عہ النکاح باب ماجاء فی فضل النکاح ص ۱۳۴

مَيْمُوْنَةَ بِسَرِفَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هٰذِهٖ زَوْجَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

جنازے پر سرف میں حاضر تھے ابن عباس نے فرمایا یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَفَعْتُمْ نَعْشَهَا فَلَا تُزَعْزِعُوْهَا وَلَا تُزَلْزِلُوْهَا

علیہ وسلم کی زوجہ ہیں جب تم ان کے جنازے کو اٹھاؤ تو اسے ہلانا مت آہستگی

وَارْفُقُوْا فَاِنَّهٗ كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعٌ

سے اٹھانا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نو بیبیاں تھیں آٹھ کی باری

كَانَ يَقْسِمُ لِثَمَانٍ وَلَا يَقْسِمُ لِوَاحِدَةٍ ؏ه

مقرر تھی اور ایک کی نہیں تھی۔

**تشریحات** سرف۔ مکہ معظمہ کے قریب بارہ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے، اس جگہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اسی جگہ ۶ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۲۳۶۴ حالتِ احرام میں ام المؤمنین حضرت میمونہ سے نکاح کیا تھا اور پھر مکے سے واپسی کے بعد اسی جگہ ان کے ساتھ زفاف فرمایا اور یہیں ۵۱ھ یا ۵۳ھ یا ۶۶ھ میں ان کا وصال ہوا، اور یہیں وہ مدفون ہیں، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ بھی تھیں۔

تِسْعٌ:۔ یعنی وصال کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجیت میں نو خواتین تھیں۔ حضرت سودہ۔ عائشہ، حفصہ، ام سلمہ، زینب بنت جحش، ام حبیبہ، جویریہ، صفیہ، میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ ان میں سے ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی باری بخوشی ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا۔ اس لئے باری صرف آٹھ ازواج کی تھی۔ ازواج مطہرات کی کل تعداد گیارہ ہے۔ نو یہ۔ اور ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حضرت خدیجہ کا وصال مکہ معظمہ میں ہی ہو گیا تھا اور حضرت زینب بنت خزیمہ سے نکاح مدینہ طیبہ میں ہوا، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں مدینہ طیبہ میں ہی ۴ھ میں وصال ہو گیا تھا، چار سے زیادہ عورتوں سے بیک وقت نکاح یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ امتی کو چار سے زیادہ کی اجازت نہیں، کثرتِ نساء کا باب باندھ کر امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا کہ عورتوں کی کثرت جتنی شریعت نے اجازت دی ہے معیوب نہیں بلکہ بہ نیت حسن مستحسن

---

ع۵ مسلم نکاح، نسائی نکاح

ہے بلکہ بعض دفعہ ایک سے زیادہ عورتیں کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ ہمارے ہندوستان کے مسلمانوں پر ہندو تہذیب غالب ہے اس لئے ایک سے زیادہ عورتوں کو معیوب سمجھا جاتا ہے، اتنا کہ اگر کوئی ایک سے زیادہ عورت کرلے تو اس پر طرح طرح سے طعن کیا جاتا ہے یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ ہندوستان میں جن لوگوں کو وسعت ہو انھیں مناسب ہے کہ ایک سے زائد بیویاں کریں تاکہ مسلمانوں کی تعداد بڑھے، میرا ذوق یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مسلمانوں کی تعداد بڑھانے کی نیت سے ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرے اور ان کے درمیان عدل کرے تو وہ ثواب کا مستحق ہوگا۔

۲۳۶۵ حدیث عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ لِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ هَلْ تَزَوَّجْتَ

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا

قُلْتُ لَا قَالَ فَتَزَوَّجْ فَاِنَّ خَيْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَكْثَرُهَا نِسَاءً

کیا تونے شادی کی ہے میں نے کہا نہیں فرمایا شادی کرلے اسلئے کہ اس امت کے سب سے بہتر سب سے زیادہ عورتوں والے تھے۔

تشریحات ۲۳۶۵ اس سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ ہٰذہ الامہ کی قید سے حضرت داؤد علیہ السلام نکل گئے کہ ان کی ننانوے بیویاں تھیں۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام بھی جن کی ایک ہزار بیویاں تھیں تین سو آزاد اور سات سو کنیزیں، اس کا بھی احتمال ہے کہ امت سے مراد امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو، مطلب یہ ہے کہ اس امت میں جن کی زیادہ بیویاں ہوں گی وہ سب سے بہتر ہوگا جب کہ اور کوئی وجہ ترجیح نہ ہو۔

باب مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّبَتُّلِ وَالْخِصَاءِ ص۷۵۹ غیر شادی شدہ رہنا اور خصی ہونا مکروہ ہے۔

۲۳۶۶ حدیث سَمِعْتُ سَعْدَ ابْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ رَدَّ

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عُثْمَانَ ابْنِ مَظْعُوْنٍ

تعالیٰ علیہ وسلم نے عثمان ابن مظعون کی غیر شادی شدہ رہنے کی درخواست کو رد فرمادیا اگر

اَلتَّبَتُّلَ وَلَوْ اَذِنَ لَهُ لَاخْتَصَيْنَا۔

انھیں اجازت دے دیتے تو ہم خصی ہو جاتے۔

۲۳۶۷ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت عبد اللہ ابن مسعود نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہ کر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ لَنَا شَيْءٌ فَقُلْنَا اَلَا نَسْتَخْصِيْ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ

غزوہ کرتے تھے اور ہمارے پاس کچھ نہیں تھا تو ہم نے عرض کیا، کیا ہم خصی نہ ہو جائیں۔ تو ہمیں

ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا اَنْ نَنْكِحَ الْمَرْاَةَ بِالثَّوْبِ ثُمَّ قَرَاَ عَلَيْنَا يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ

اس سے منع فرمایا پھر ہمیں رخصت دی کہ ہم عورت سے کپڑے کے عوض نکاح کریں پھر ہم پر یہ آیت

اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ

تلاوت کی، اے ایمان والو! ان پاک چیزوں کو حرام نہ کرو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال فرمایا ہے اور حد سے

لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۔

آگے نہ بڑھو بیشک اللہ حد سے آگے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

تشریحات بالثوب: یہ اشارہ ہے متعہ کی طرف، ہو سکتا ہے اس وقت متعہ حرام نہ کیا گیا ہو یا ۲۳۶۷ اس روایت کے وقت تک حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متعہ کی حرمت کا علم نہ رہا ہو۔

۶۱۸ وَقَالَ اَصْبَغُ اِلٰى اَنْ قَالَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

ق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں

عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ رَجُلٌ شَابٌّ وَاَنَا اَخَافُ عَلٰى

جوان مرد ہوں اور میں اپنے اوپر زنا سے ڈرتا ہوں اور میں وہ نہیں پاتا

نَفْسِيْ الْعَنَتَ وَلَا اَجِدُ مَا اَتَزَوَّجُ بِهِ النِّسَاءَ فَسَكَتَ عَنِّيْ ثُمَّ

جس سے عورتوں سے شادی کروں تو حضور خاموش رہے پھر میں نے وہی عرض

قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَسَكَتَ عَنِّيْ ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَسَكَتَ عَنِّيْ

کیا پھر خاموش رہے پھر میں نے وہی عرض کیا تو حضور چپ رہے پھر میں

ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ

نے وہی عرض کیا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابو ہریرہ! قلم

جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا أَنْتَ لَاقٍ فَاخْتَصِرْ عَلَى ذٰلِكَ أَوْ ذَرْ۔

سوکھ چکا اس پر جس سے تو ملاقات کرنے والا ہے اب تو اسی پر اختصار کر یا چھوڑ دے۔

**تشریحات** اصبغ:۔ اس سے مراد اصبغ بن فرج ہیں منفرج عبداللہ ابن وہب کے وراق ہیں بخاری کے اساتذہ میں کوئی اصبغ نام کے نہیں، اسماعیلی نے اس کو یوں روایت کیا ہے۔ حدثنا ابن الحارحدثنا اصبغ۔ ۶۱۸

فاختصر:۔ ہندوستانی نسخوں میں فاختصر ہے لیکن فتح الباری اور عمدۃ القاری میں یہاں فاختصِ ہے۔ علامہ عینی وغیرہ نے لکھا ہے کہ بعض اصول میں اقتصر ہے۔ اختصِ کی روایت پر مطلب یہ ہوا کہ تم جو کچھ کرنے والے ہو سب لوح محفوظ میں لکھا جا چکا تم خصی بنو چاہے نہ بنو وہ ہو کر رہے گا اور اختصر اور اقتصر کا مطلب یہ ہے کہ میں نے جو کچھ ذکر کر دیا اس پر اختصار کرو اور اللہ کی قضا پر راضی رہو۔ یا اسے جانے دو اور جو تم چاہو کرو چاہو تو خصی ہو جاؤ، بہر تقدیر یہ تہدید ہے جیسے فرمایا گیا من شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر، جس کا جی چاہے مومن ہو، جس کا جی چاہے کافر ہو۔

**بَابُ نِكَاحِ الْأَبْكَارِ** صـ ۷۶۰ کنواری عورتوں سے نکاح کرنا۔

۲۳۶۸ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

**حدیث** ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے بتائیے اگر آپ

تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ لَوْ نَزَلْتَ وَادِيًا وَفِيهِ

کسی میدان میں جائیں اور اس میں کچھ درخت ایسے ہوں جس میں سے کھایا گیا ہو اور آپ ایسے درخت بھی

شَجَرَةٌ قَدْ أُكِلَ مِنْهَا وَوَجَدْتَ شَجَرًا لَمْ يُؤْكَلْ مِنْهَا فِي أَيِّهَا كُنْتَ

پائیں جس سے کچھ نہیں کھایا گیا ان میں سے کہاں آپ اپنے اونٹ کو چرائیں گے فرمایا وہاں

تُرْتِعُ بَعِيرَكَ قَالَ فِي الَّذِي لَمْ يُرْتَعْ مِنْهَا تَعْنِي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ

جو چرا نہیں گیا ہے مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ اور کسی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَتَزَوَّجْ بِكْرًا غَيْرَهَا۔

کنواری عورت سے شادی نہیں کی ہے۔

**بَابُ تَجْوِيزِ الصِّغَارِ مِنَ الْكِبَارِ** صـ ۷۶۰ چھوٹی عمر والوں کا بڑی عمر والوں سے شادی کرنا۔

۲۳۶۹ عَنْ اَرَاكِ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث عروہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو بکر سے عائشہ کی منگنی کی۔

خَطَبَ عَائِشَةَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ اِنَّمَا اَنَا اَخُوْكَ فَقَالَ

تو ابو بکر نے عرض کیا میں تو آپ کا بھائی ہوں فرمایا تم اللہ کے دین اور اس کی کتاب میں

اَنْتَ اَخِيْ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ وَكِتَابِهٖ وَهِيَ لِيْ حَلَالٌ۔

میرے بھائی ہو اور وہ میرے لئے حلال ہے۔

**تشریحات** مطابقت:۔ یہ سب کو معلوم و مشہور ہے کہ نکاح کے وقت ام المؤمنین کی عمر چھ سال تھی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت پچاس سے متجاوز تھی۔ یہ حدیث بظاہر مرسل ہے اس لئے کہ عروہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ نہیں پایا لیکن حقیقت میں متصل ہے۔ عروہ نے یہ حدیث ام المؤمنین سے سنی ہے جیسا کہ ابو العباس طرقی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو خصوصی تعلق تھا وہ حقیقی بھائیوں کے تعلق سے بڑھا ہوا تھا۔ اس بنا پر ان کو خیال ہوا کہ جیسے حقیقی بھائی کی بچی حلال نہیں اسی طرح یہاں بھی ہوگا۔ مگر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بات صاف کر دی اور فرمایا کہ ہماری اور تمہاری اخوت دینی ہے نسبی نہیں اس لئے عائشہ میرے لئے حلال ہے۔ تو حضرت صدیق اکبر نے بلا تامل نکاح کر دیا۔

**بَابُ الْاَكْفَاءِ فِي الدِّيْنِ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا۔** ص ۷۶۲

شادی کرنے والوں کا دین میں برابر ہونا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اللہ وہی ہے جس نے نطفہ سے بشر بنایا پھر اس کو خاندان اور سسرال والا بنایا اور تیرا رب قدرت والا ہے۔

۲۳۷۰ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انھوں نے کہا

عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ضُبَاعَةَ

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضباعہ بنت زبیر کے پاس تشریف لے گئے اور ان

بِنْتِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ لَهَا لَعَلَّكِ اَرَدْتِ الْحَجَّ قَالَتْ وَاللّٰهِ لَا اَجِدُنِيْ

سے فرمایا، شاید تو نے حج کا ارادہ کیا ہے انھوں نے کہا بخدا میں اپنے آپ کو بیمار پاتی

إِلَّا وَجِعَةً فَقَالَ لَهَا حُجِّي وَاشْتَرِطِي وَقُولِي اللّٰهُمَّ مَحِلِّي حَيْثُ
ہوں، حضور نے ان سے فرمایا حج کر اور شرط کر دے اور کہہ اے اللہ! میرے احرام کھولنے کی جگہ وہی
حَبَسْتَنِي وَكَانَتْ تَحْتَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ۔
ہے جہاں تو مجھے روکے اور یہ مقداد بن اسود کی زوجیت میں تھیں۔

**تشریحات** یہ حدیث کتاب الحج میں گذر چکی ہے، حج سے متعلق بحث کتاب الحج میں ہو چکی ہے۔

۲۳۷۰ یہاں ہم نے اس لئے ذکر کیا ہے کہ باب سے امام بخاری کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کے لئے نسب میں کفات شرط نہیں، صرف دین میں کفارت شرط ہے، اس لئے کہ حضرت ضباعۃ بنت الزبیر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا زبیر بن عبد المطلب کی صاحبزادی قرشیہ ہاشمیہ تھیں۔ اور حضرت مقداد بن اسود قریشی نہیں تھے یہ اصل میں کندی تھے، اسود بن عبد یغوث کے حلیف تھے اور اس نے ان کو اپنا متبنیٰ بنالیا تھا لیکن یہاں دو باتیں ہیں، یہ ابتدائے اسلام کی بات ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ یہ نکاح اسلام سے پہلے ہوا ہو علاوہ ازیں حضرت مقداد بن اسود سابقین اولین میں سے اکابر و افاضل صحابہ میں سے تھے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اسلام کو سات افراد نے ظاہر کیا، ان میں سے ایک مقداد بن اسود بھی تھے اور اس پر اجماع ہے کہ اگر مرد میں علم، فضل، تقویٰ، ورع ہو تو وہ اپنے سے اعلیٰ نسب کا کفو ہو سکتا ہے۔

۲۳۷۱ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى
**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا
کرتے ہیں کہ فرمایا عورت سے چار باتوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال
وَلِدِينِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ۔
کی وجہ سے اس کی عزت کی وجہ سے اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے تو دین والی کو حاصل کر تیرا ہاتھ خاک آلود ہو۔

۲۳۷۲ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ عَلَى رَسُولِ
**حدیث** حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِیْ ھٰذَا؟ قَالُوْا

علیہ وسلم کے قریب سے گذرے تو حضور نے پوچھا ان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے

حَرِیٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ یُّنْکَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ یُّشَفَّعَ وَاِنْ قَالَ اَنْ

کہا یہ اس لائق ہیں کہ اگر منگنی کریں تو ان سے نکاح کیا جائے اور اگر شفاعت کریں تو ان کی شفاعت

یُّسْتَمَعَ قَالَ ثُمَّ سَکَتَ فَمَرَّ رَجُلٌ مِّنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ فَقَالَ مَا

قبول کی جائے اور اگر کچھ کہیں تو ان کی بات بغور سنی جائے یہ سن کر حضور کچھ دیر خاموش رہے، پھر

تَقُوْلُوْنَ فِیْ ھٰذَا قَالُوْا حَرِیٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ لَّا یُنْکَحَ وَاِنْ شَفَعَ

غریب مسلمانوں میں سے ایک صاحب گذرے تو حضور نے پوچھا ان کے بارے میں کیا کہتے ہو لوگوں نے کہا یہ ایسے ہیں

اَنْ لَّا یُشَفَّعَ وَاِنْ قَالَ اَنْ لَّا یُسْتَمَعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

کہ اگر منگنی کریں تو نکاح نہ کیا جائے اور اگر سفارش کریں تو قبول نہ کی جائے اور اگر کچھ کہیں تو سنا نہ جائے اس پر

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَا خَیْرٌ مِّنْ مِّلْءِ الْاَرْضِ مِثْلِ ھٰذَا ۴۸

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس شخص جیسے زمین بھر سے بہتر ہے۔

**بَابُ مَا یُتَّقٰی مِنْ شُؤْمِ الْمَرْأَۃِ وَقَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ۔** ص ۷۶۳

اس کا بیان کہ عورت کی نحوست سے بچا جائے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان بیشک تمہاری بیویوں اور تمہارے اولاد میں سے تمہارے دشمن ہیں۔

**توضیح** تحقیق یہ ہے کہ نحوست کسی چیز میں نہیں جیسا کہ باب میں ذکر کی ہوئی دوسری حدیث سے ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو گھر میں اور عورت میں اور گھوڑے میں ہوتی۔ بعض لوگوں نے یہ تاویل کی ہے۔ عورت کی نحوست یہ ہے کہ وہ بانجھ ہو اس کا مہر بہت ہو، بدخلق ہو۔

۲۳۷۳ عَنْ اُسَامَۃَ ابْنِ زَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

**حدیث** اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا میں نے اپنے

قَالَ مَا تَرَکْتُ بَعْدِیْ فِتْنَۃً اَضَرَّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ۔

بعد کوئی فتنہ عورتوں سے زیادہ مردوں کو نقصان پہونچانے والا نہیں چھوڑا۔

۴۸ الرقاق باب فضل الفقر ص ۹۹۴ ۔ ابن ماجہ زہد

## بَابُ الْحُرَّةِ تَحْتَ الْعَبْدِ ۔ ص۷۶۳ آزاد عورت غلام کی زوجیت میں ہو۔

۲۳۷۴ عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

**حدیث** ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ بریرہ کی ذات سے

قَالَتْ كَانَ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ سُنَنٍ عَتَقَتْ فَخُيِّرَتْ وَقَالَ رَسُولُ

تین احکام معلوم ہوئے وہ آزاد ہوئیں ان کو اختیار دیا گیا اور رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ وَدَخَلَ رَسُولُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ولاء اس کے لئے ہے جو آزاد کرے اور رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبُرْمَةٌ عَلَى النَّارِ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے اور ہانڈی آگ پر تھی، حضور کے قریب روٹی

خُبْزٌ وَأُدْمٌ مِنْ أُدْمِ الْبَيْتِ فَقَالَ لَمْ أَرَ الْبُرْمَةَ فِيهَا لَحْمٌ

اور گھر کے سالنوں میں سے کوئی سالن قریب کیا گیا فرمایا کیا میں نے ہانڈی کو نہیں

تُصَدِّقَ عَلَى بَرِيرَةَ وَأَنْتَ لَا تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ قَالَ هُوَ عَلَيْهَا

دیکھا؟ عرض کیا گیا یہ صدقہ کا گوشت ہے جو بریرہ کے پاس آیا تھا اور آپ صدقہ نہیں

صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ عه

کھاتے۔ فرمایا وہ ان کے لئے صدقہ ہے ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

**تشریحات** ۲۳۷۴ یہ حدیث گذر چکی ہے۔ اس کے متعلق ابحاث بھی گذر چکی ہیں، یہاں صرف یہ بتانے کے لئے میں نے اس کو ذکر کیا ہے کہ حضرت بریرہ کے شوہر کا نام مغیث تھا وہ غلام تھے کہ آزاد اس سلسلہ میں دونوں روایتیں آئی ہیں۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی نے روایت کیا ہے کہ وہ آزاد تھے، لیکن خود ابوداؤد میں دوسری روایت میں یہ ہے کہ وہ غلام تھے اور یہی مسلم میں بھی ہے پھر بخاری میں باب الطلاق میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ غلام تھے جن کا نام مغیث تھا۔ ان روایات کی تطبیق میں شراح نے بہت کوشش کی ہے، علامہ عینی کی رائے یہ ہے کہ پہلے وہ غلام تھے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ کو اختیار دیا اس وقت

---

عه طلاق باب لایکون بیع الامۃ طلاقا ص۷۹۵ اطعمہ باب الادم ص۸۱۶ مسلم زکوٰۃ۔ نسائی طلاق۔

آزاد تھے، یہاں یہ بتانا ہے کہ باندی اگر کسی کے نکاح میں ہو خواہ وہ آزاد ہو یا غلام جب وہ آزاد ہو جائے گی تو اسے اختیار ہے خواہ سابق شوہر کے نکاح میں رہے خواہ اس سے الگ ہو جائے۔

گوشت کے بارے میں اطعمہ میں یہ زائد ہے کہ ام المؤمنین نے فرمایا کہ بریرہ نے یہ گوشت ہمیں ہدیہ میں دے دیا ہے۔ پہلے ہی گوشت حضور کی خدمت میں اس لئے نہیں پیش کیا کہ بہر حال وہ حقیقت میں صدقہ تھا۔ ام المؤمنین نے یہ خیال فرمایا کہ اگرچہ بریرہ نے ہم کو ہدیہ کر دیا ہے شاید اب بھی حضور نہ تناول فرمائیں۔

**بَابُ أُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَيَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ** ص ۷۶۲

اس بات کا بیان کہ تم پر تمہاری وہ مائیں حرام ہیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور رضاعت سے بھی وہ حرام جو نسب سے حرام ہیں۔

۲۳۷۵ **أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ زَيْنَبَ ابْنَتَ أَبِي سَلَمَةَ**

**حدیث** زینب بنت ابی سلمہ نے خبر دیا کہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان نے انھیں خبر دیا کہ

**أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ ابْنَتَ أَبِي سُفْيَانَ أَخْبَرَتْهَا أَنَّهَا قَالَتْ يَا**

انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری بہن ابو سفیان کی بیٹی سے نکاح

**رَسُولَ اللَّهِ انْكِحْ أُخْتِي بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ فَقَالَ أَوَتُحِبِّينَ ذَلِكِ**

فرمالیں، تو حضور نے فرمایا کیا تم اس کو پسند کرتی ہو، میں نے عرض کیا ہاں۔

**فَقُلْتُ نَعَمْ لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ وَأَحَبُّ مَنْ شَارَكَنِي فِي خَيْرٍ أُخْتِي**

آپ کے لئے تنہا میں ہی نہیں ہوں۔ اور میں پسند کرتی ہوں کہ خیر میں میری بہن

**فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ ذَلِكِ لَا يَحِلُّ لِي قُلْتُ**

میری شریک ہو۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ میرے لئے حلال نہیں

**فَإِنَّا نُحَدَّثُ أَنَّكَ تُرِيدُ أَنْ تَنْكِحَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ بِنْتَ**

تو میں نے عرض کیا، ہمیں بتایا گیا ہے کہ حضور ابو سلمہ کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے

**أُمِّ سَلَمَةَ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لَوْ أَنَّهَا لَمْ تَكُنْ رَبِيبَتِي فِي حَجْرِي مَا حَلَّتْ**

ہیں فرمایا ام سلمہ کی لڑکی سے میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا اگر وہ میری گود میں

**لِي إِنَّهَا لَابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ أَرْضَعَتْنِي وَأَبَا سَلَمَةَ ثُوَيْبَةُ**

ربیبہ نہ ہوتی تو وہ بھی میرے لئے حلال نہ ہوتی۔ اس لئے کہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔

فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ ۔ قَالَ عُرْوَةُ وَثُوَيْبَةُ

مجھے اور ابو سلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے ۔ تم لوگ ہرگز اپنی بہنوں ۔ بیٹیوں کو مجھ پر پیش نہ کرو۔

مَوْلَاةٌ لِأَبِي لَهَبٍ قَالَ أَبُو لَهَبٍ أَعْتَقْتُهَا فَأَرْضَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى

عروہ نے کہا ثویبہ ابو لہب کی آزاد کردہ لونڈی تھیں ۔ ابو لہب نے انھیں آزاد کر دیا تھا۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ أُرِيَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ بِشَرِّ حِيبَةٍ

انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا ۔ جب ابو لہب مرگیا تو اس کے بعض اہل کو خواب میں دکھایا گیا

قَالَ لَهُ مَاذَا لَقِيتَ قَالَ أَبُو لَهَبٍ لَمْ أَلْقَ بَعْدَكُمْ غَيْرَ أَنِّي سُقِيتُ

بدترین حالت میں انھوں نے ابو لہب سے پوچھا کیا ملا ۔ تو ابو لہب نے کہا تمہارے بعد مجھ کو خیر نہیں ملا

فِي هٰذِهِ بِعَتَاقَتِي ثُوَيْبَةَ عه

سوائے اس کے کہ اس کے ذریعہ سے مجھ کو پلایا جاتا ہے ۔ ثویبہ کے آزاد کرنے کی وجہ سے ۔

## تشریحات : زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ

۲۳۷۵ یہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صاحبزادی تھیں جو ان کے سابق شوہر حضرت ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد سے تھیں ۔ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ان بہن کا نام یا تو عِزّہ تھا یا حُمنہ یا دُرّہ ۔

انّ ذالك لا يحل لی یعنی زینب میرے لئے دو وجہ سے حرام ہیں ایک تو یہ کہ وہ میری زوجہ ام سلمہ کی بیٹی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ـــــ اور حرام ہیں تم پر ان کی وہ بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں ان بیویوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو ۔ دوسرے اس بنا پر کہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہیں مجھے اور اس کے باپ ابو سلمہ کو ابو لہب کی لونڈی ثویبہ کے دودھ پلایا ہے ۔

قال عروۃ ۔ یہ تعلیق نہیں سند مذکور کے ساتھ متصل ہے قصہ یہ ہوا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو ابو لہب کی لونڈی ثویبہ نے اسے بشارت دی اس پر خوش ہو کر کے ابو لہب نے اسے آزاد کر دیا ۔ جب وہ مرگیا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سال بھر کے بعد اس کو

---

عه باب ربائبکم اللاتی ص۷۶۵ باب وان تجمعوا بین الاختین ص۷۶۶ باب عرض الانسان ابنتہ ص۷۶۸ کتاب النفقات باب المراضع من الموالیات وغیرھن ص۸۰۹ مسلم نکاح ۔ نسائی نکاح ۔

خواب میں دیکھا۔ پوچھا کیا حال ہے اس نے کہا برے حال میں ہوں۔ مگر ہر دوشنبہ کو عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ اور اس نے اپنے انگوٹھے اور کلمے کی انگلی کے درمیان ایک سوراخ کی طرف اشارہ کر کے کہا اس سے تھوڑا سا پانی مل جاتا ہے۔

ائمہ دین نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ اصل ہے ان لوگوں کے لئے جو میلاد شریف منعقد کرتے ہیں۔ کہ جب ایک کافر کو جہنم میں ولادت کی خوشی منانے پر یہ انعام ملا ہے تو جو مسلمان صدق نیت کے ساتھ میلاد پاک کی خوشی منائے گا۔ اسے کیا کچھ انعام نہ ملے گا۔

امت کا اس پر اجماع ہے کہ کسی کافر کو اس کے کسی عمل خیر پر آخرت میں کوئی اجر نہ ملے گا لیکن یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ ابو طالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کی تو انھیں آخرت میں اجر ملا کہ فرمایا۔ "لولا أنا لكان في الدرك الاسفل" اگر میں نہ ہوتا تو ابو طالب جہنم کے نچلے طبقے میں ہوتے۔ اسی طرح ابو لہب کو بھی ملا۔

**بَابُ مَا يَحِلُّ مِنَ النِّسَاءِ وَمَا يَحْرُمُ وَقَوْلِهِ** عورتوں میں سے کون حلال ہیں اور کون حرام ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کا بیان حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں

**تَعَالَى حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ إِلَى آخِرِ الْآيَتَيْنِ... إِلَى قَوْلِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا** اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں... (اللہ تعالیٰ کے قول إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا تک۔

**توضیح** اس آیت میں ہے "اور حرام کی گئیں تم پر تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں اور عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں ان بیویوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں میں حرج نہیں اور تمہارے نسلی بیٹوں کی بیویاں اور دو بہنیں اکٹھی کرنا مگر جو ہو گذرا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں مگر کافروں کی عورتیں جو تمہاری ملک میں آجائیں یہ اللہ کا نوشتہ ہے تم پر اور ان کے سوا جو عورتیں ہیں وہ تمہیں حلال ہیں کہ اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو، قید لاتے نہ پانی گراتے تو جن عورتوں کو نکاح میں لانا چاہو ان کے بندھے ہوئے مہر انھیں دو اور قرار داد کے بعد اگر تمہارے آپس میں کچھ رضامندی ہو جاوے تو اس میں گناہ نہیں بیشک اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں صراحت کے ساتھ چودہ[۱۴] قسم کی عورتوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ تم پر حرام ہیں۔ لیکن انھیں میں حصر نہیں۔ جس طرح دو بہنوں کا جمع کرنا حرام ہے۔ اسی طرح پھوپھی اور اس کی بھتیجی اور بھانجی اور خالہ اور اس کی بھتیجی اور بھانجی کو بھی جمع کرنا حرام ہے۔ اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ہر ایسی دو عورتوں کو جمع کرنا حرام ہے جن میں سے کسی ایک کو اگر مرد فرض کریں تو دوسری

سے اس کا نکاح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو۔ اسی طرح رضاعی پھوپھی رضاعی خالہ وغیرہ بھی حرام ہیں۔ جنکی تفصیل کتب فقہ میں درج ہے۔

ت ۶۱۹ وَقَالَ اَنَسٌ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ ذَوَاتُ الْاَزْوَاجِ اَلْحَرَائِرُ حَرَامٌ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ لَا يُرٰى بَاْسًا اَنْ يَّنْزِعَ الرَّجُلُ جَارِيَتَهٗ مِنْ عَبْدِهٖ وَقَالَ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۔ ص ۷۶۵

اور حضرت انس نے فرمایا اس آیت میں محصنٰت سے مراد وہ عورتیں ہیں جو آزاد شوہروں کے نکاح میں ہوں ہاں باندیاں حلال ہیں مثلاً مسلمانوں نے جہاد میں کفار کی عورتوں پر قبضہ کر لیا اور وہ باندی ہوگئیں تو وہ حلال ہیں اگرچہ ان کے شوہر زندہ ہوں جنھوں نے انکو طلاق نہ دیا ہو اسی طرح اس میں بھی حرج نہیں کہ کسی کی باندی اس کے غلام کے نکاح میں ہو اور اس کا آقا اس کے غلام شوہر کے نکاح سے الگ کر کے اپنے پاس رکھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں۔

مطلب یہ ہے کہ ان چودہ قسم کی عورتوں کے علاوہ مشرکہ عورتوں سے بھی نکاح حرام ہے۔ اس آیت میں مشرکہ بمعنی کافرہ ہے اور یہود و نصاریٰ اہل کتاب اس سے مستثنیٰ ہیں کہ فرمایا گیا۔ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی۔ اور اہل کتاب خاص ہیں یہود و نصاریٰ کے ساتھ۔ ان دو کے علاوہ کسی بھی کافرہ عورت سے نکاح صحیح نہیں اگرچہ وہ مشرکہ نہ ہو۔

ت ۶۲۰ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا زَادَ عَلٰى اَرْبَعٍ فَهُوَ حَرَامٌ كَاُمِّهٖ وَابْنَتِهٖ وَاُخْتِهٖ

ابن عباس نے فرمایا جو چار سے زیادہ ہوں وہ بھی حرام ہیں۔ ماں اور بیٹی اور بہن کی طرح۔

۲۳۷۶ وَقَالَ لَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيٰنَ قَالَ حَدَّثَنِيْ حَبِيْبٌ عَنْ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حُرِّمَ مِنَ النَّسَبِ سَبْعٌ وَّمِنَ الصِّهْرِ سَبْعٌ ثُمَّ قَرَاَ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ اَلْاٰيَةَ

**حدیث** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نسب سے سات حرام کی گئیں اور مہر سے سات حرام کی گئیں پھر انھوں نے تلاوت کیا کہ حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں ..... پوری آیت۔

**تشریحات** قَالَ لَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ ۔ اس حدیث کو امام بخاری نے حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذاکرۃً سنا ہے۔ صِہر سے مراد سسرالی رشتہ ہے۔ مثلاً زید نے ہندہ سے نکاح کیا تو ہندہ کی ماں ہندہ کی دادی ہندہ کی نانی زید پر حرام ہو جاتی ہیں۔ آیت میں نسب سے جو سات عورتیں حرام ہیں۔ وہ تو تصریح کے ساتھ مذکور ہیں۔ (۱) مائیں (۲) بیٹیاں (۳) بہنیں (۴) پھوپھیاں (۵) خالائیں (۶) بھتیجیاں (۷) اور بھانجیاں۔ لیکن صِہر سے جو سات عورتیں حرام ہیں۔ وہ سب صراحۃً مذکور نہیں۔ صرف تین مذکور ہیں ــــ (۱) بیویوں کی مائیں (۲) مدخولہ کی بیٹیاں (۳) اور بیٹوں کی بیویاں۔ اس لئے اس کے استشہاد میں آیۂ کریمہ کی تلاوت درست نہیں۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ صِہر سے مراد یہاں سبب ہے تو اب اس میں رضاعی مائیں رضاعی بہنیں اور جمع بین الاختین اور شوہر والیاں بھی داخل ہو جائیں گی۔ اس طرح سات ہوئیں۔

طبرانی نے حضرت ابن عباس ہی سے اس حدیث کے اخیر میں یوں روایت کیا ہے۔ پھر عبد اللہ ابن عباس نے پڑھا حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں یہاں تک کہ بنات الاخ و بنات الاخت تک پہنچے۔ پھر فرمایا یہ نسب ہے۔ پھر پڑھا اور تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا یہاں تک کہ پہنچے اور یہ کہ تم دو بہنوں کو جمع کرو اور پڑھا اور ان سے نکاح نہ کرو جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہے فرمایا یہ صِہر ہے۔

اس روایت میں "والمحصنٰت" مذکور نہیں۔ اس کے بجائے وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَاۗؤُكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مذکور ہے۔ رضاعت پر صِہر کا اطلاق یا تو تغلیباً ہے یا مجازاً۔ مصاہرت کی وجہ سے مزید چار یہ عورتیں حرام ہیں۔ زوجہ کی دادیاں، نانیاں۔ اصول باپ دادا وغیرہ کی بیبیاں فروع بیٹے پوتوں وغیرہما کی بیبیاں۔

ف ۲۱ وَجَمَعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ بَيْنَ اِبْنَةِ عَلِيٍّ وَامْرَاَةِ عَلِيٍّ۔ وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَا بَاْسَ بِهٖ۔ وَكَرِهَهُ الْحَسَنُ مَرَّةً ثُمَّ قَالَ لَا بَاْسَ بِهٖ۔

اور جمع کیا عبد اللہ بن جعفر نے حضرت علی کی صاحبزادی اور اور حضرت علی کی بیوی کے درمیان۔ اور ابن سیرین نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور حسن نے اس کو ایک مرتبہ مکروہ کہا پھر کہا اس میں حرج نہیں۔

حضرت عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی کی صاحبزادی زینب سے نکاح کیا اور انھیں کے ساتھ ان کی بیوی لیلہ بنت مسعود سے نکاح کیا اور جب زینب کا انتقال ہو گیا تو حضرت علی کی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم سے نکاح کیا۔ اس نکاح میں کوئی حرج نہیں اس کے جواز پر سب کا اتفاق ہے۔ حضرت امام حسن بصری سے کراہت منقول ہے مگر رجوع بھی ثابت ہے ہاں ابن بطال نے کہا ابن ابی لیلہ نے کہا یہ نکاح جائز نہیں، لیکن پوری امت کا اتفاق ہے

کہ یہ درست ہے۔ اور از روئے اصول اس میں کوئی حرج نہیں۔

ت ۶۲۲ وَجَمَعَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بَيْنَ ابْنَتَيْ عَمٍّ فِي لَيْلَةٍ۔ اور حسن بن حسن بن علی (حسن مثنیٰ) نے چچا کی دو بیٹیوں کے درمیان ایک رات میں جمع کیا۔

**تشریحات** ۶۲۲ امام حسن مثنیٰ نے اپنے چچا محمد بن علی کی صاحبزادی اور دوسرے چچا عمر بن علی کی صاحبزادی سے ایک رات میں نکاح کے بعد ہمبستری کی۔

ت ۶۲۳ وَكَرِهَهُ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ لِلْقَطِيعَةِ وَلَيْسَ فِيهِ تَحْرِيمٌ لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَالِكُمْ۔ جابر بن زید نے اس کو مکروہ جانا۔ قطع رحمی کی وجہ سے اور اس میں تحریم نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے لئے حلال کی گئیں اس کے ماسوا۔

**تشریح** ۶۲۳ ابن بطال نے کہا کہ امام مالک نے بھی اس کو مکروہ جانا حرام نہیں کہا۔ اور یہی عطا کا بھی قول ہے ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ عورت کی کسی رشتہ دار عورت سے نکاح نہ کیا جائے قطع رحمی کے اندیشے سے اس لئے کہ سوکنوں میں عموماً جھگڑا ہو جاتا ہے۔ جو قطع رحم کا سبب بنے گا۔

ت ۶۲۴ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِذَا زَنَا بِأُخْتِ امْرَأَتِهِ لَمْ تَحْرُمْ عَلَيْهِ امْرَأَتُهُ ابن عباس نے فرمایا جب اپنی عورت کی بہن کے ساتھ زنا کرے تو اس پر اس کی بیوی حرام نہیں۔

ت ۶۲۵ وَيُرْوَى عَنْ يَحْيَى الْكِنْدِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ وَأَبِي جَعْفَرٍ فِي مَنْ يَلْعَبُ بِالصَّبِيِّ إِنْ أَدْخَلَهُ فِيهِ فَلَا يَتَزَوَّجَنَّ أُمَّهُ۔ یحیی کندی، شعبی اور ابو جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی لڑکے سے لواطت کرے تو اس کی ماں سے شادی نہ کرے۔

لواطت سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے احناف اور امام مالک امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔ امام نووی امام اوزاعی نے فرمایا اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اور یہی امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی قول ہے۔

وَيَحْيَى هٰذَا غَيْرُ مَعْرُوفٍ لَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ اور یہ یحیی معروف نہیں ہیں۔ ان کی متابعت نہیں کی گئی۔

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ ان کی عدالت مشہور نہیں۔ ورنہ ان سے ثوری، ابو عوانہ اور شریک نے روایت کیا ہے۔ نیز امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابن ابی حاتم نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ اور ان کے بارے میں کوئی جرح ذکر نہیں کی اور ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے، اور یحیی کندی کا یہ قول سفیان ثوری اور اوزاعی اور امام احمد نے بھی کیا ہے۔

ت ۶۲۶ وَقَالَ عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذَا زَنَا بِهَا اور عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت

لَا تَحْرُمُ عَلَيْهِ امْرَأَتُهُ۔ کرتے ہوئے کہا جب کوئی بیوی کی ماں کے ساتھ زنا کرے تو اس پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی۔

ت ۶۲ وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ نَضْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ حَرَّمَهٗ۔ ابو نضر سے روایت کرتے ہوئے ابن عباس سے ذکر کیا جاتا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ حرام ہو جائے گی۔

وَاَبُوْ نَضْرٍ هٰذَا لَمْ يُعْرَفْ بِسَمَاعِهٖ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔ اور ان ابو نضر کا ابن عباس سے سماع ثابت نہیں۔

لیکن ابو زرعہ نے کہا کہ یہ اسدی ہیں اور ثقہ ہیں اور انھوں نے ابن عباس سے روایت بھی کی ہے کہ انھوں نے ابن عباس سے اللہ عزوجل کے اس قول کے معنیٰ پوچھے۔ "وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ"۔

ت ۶۲ وَرُوِيَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَالْحَسَنِ وَبَعْضِ اَهْلِ الْعِرَاقِ تَحْرُمُ عَلَيْهِ۔ عمران بن حصین اور جابر بن زید اور حسن بصری اور بعض اہل عراق سے مروی ہے کہ اس پر حرام ہو جائے گی۔

ت ۶۳ وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ لَا تَحْرُمُ عَلَيْهِ حَتّٰى يَلْتَزِقَ بِالْاَرْضِ يَعْنِيْ يُجَامِعُ۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس پر حرام نہیں ہوگی یہاں تک کہ زمین سے چپکا دے یعنی ہمبستری کر لے۔

ت ۶۳ وَجَوَّزَهُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةُ وَالزُّهْرِيُّ۔ ابن مسیب عروۃ اور زہری بھی یہی کہتے ہیں کہ حرام نہیں۔

ت ۶۳ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ قَالَ عَلِيٌّ لَا تَحْرُمُ وَهٰذَا مُرْسَلٌ۔ اور زہری نے کہا کہ حضرت علی نے فرمایا کہ یہ حرام نہیں۔

**تشریحات** ۶۳ اگر کوئی معاذ اللہ اپنی ساس کے ساتھ زنا کرے تو اس کی بیوی اس پر حرام ہوگی یا نہیں یہ فرع ہے اس بات کی کہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔ سلف کا اس میں اختلاف رہا۔ ہمارے یہاں ثابت ہوتی ہے اس لئے اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے تو زانی کے اصول و فروع مزنیہ پر اور مزنیہ کے اصول و فروع زانی پر حرام ہو جائیں گے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی ان کا قیاس یہ ہے کہ حرمت ایک نعمت ہے اور حرام سے نعمت نہیں ثابت ہوتی جیسا کہ حضرت علی عروہ بن زبیر اور سعید بن المسیب نے فرمایا کہ حرام کسی حلال کو حرام نہیں کرتا۔

**بَابُ** قَوْلِهٖ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور جن بیبیوں سے تم

مِنْ نِّسَاۗىِٕكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۔۔۔ صحبت کر چکے ہو ان کی وہ بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں۔ تم پر حرام ہیں۔

۶۳۲ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلدُّخُوْلُ وَ الْمَسِيْسُ وَالْلِّمَاسُ هُوَالْجِمَاعُ۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ قرآن مجید میں دخول اور مسیس اور لمس سب سے مراد جماع ہے۔

وَمَنْ قَالَ بَنَاتُ وَلَدِهَا هُنَّ بَنَاتُهٗ فِي التَّحْرِيْمِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُمِّ حَبِيْبَةَ لَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَ لَا اَخَوَاتِكُنَّ۔ اور جس نے کہا عورت کی اولاد کی بیٹیاں اس کی بیٹیاں ہیں تحریم کے معاملے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے کہ ام حبیبہ سے فرمایا۔ مجھ پر اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو نہ پیش کرو۔

مقصد یہ ہے کہ ربائب سے مراد صرف اپنی زوجہ کی بیٹیاں ہی نہیں بلکہ پوتیاں اور نواسیاں بھی مراد ہیں۔ اور حدیث سے استدلال کی بنیاد لفظ بنات کا عموم ہے کہ اس سے مراد بیٹیاں بھی ہیں اور پوتیاں اور نواسیاں بھی۔

وَكَذٰلِكَ حَلَائِلُ وَلَدِ الْاَبْنَاءِ هُنَّ حَلَائِلُ الْاَبْنَاءِ۔ اور ایسے ہی پوتوں کی بیویاں بیٹوں کی بیویوں کے حکم میں ہیں۔

حاصل کلام یہ نکلا کہ بیویوں کی فروع اسی طرح فروع کی بیویاں سب حرام ہیں۔

وَهَلْ تُسَمَّى الرَّبِيْبَةَ وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ فِيْ حُجُوْرِهٖ۔ اور کیا عورت کی اس لڑکی کو بھی ربیبہ کہیں گے جو شوہر کی پرورش میں نہ ہو۔

جمہور کا مسلک اس خصوص میں یہ ہے کہ فِيْ حُجُوْرِكُمْ کی قید واقعی ہے احترازی نہیں چونکہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ عورت دوسرے شوہر کی چھوٹی بچی کو عقد ثانی کے بعد بھی اپنے پاس رکھتی ہے۔ لہٰذا بیوی کی لڑکی مطلقاً حرام ہے اگرچہ شوہر کی پرورش میں نہ ہو۔

ظاہریہ یہ کہتے ہیں کہ اگر شوہر کی پرورش میں نہیں تو حرام نہیں ان کے نزدیک یہ قید احترازی ہے۔

وَدَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبِيْبَةً لَهٗ اِلٰى مَنْ يَّكْفُلُهَا۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ایک ربیبہ اس شخص کے حوالہ کی جو اس کی کفالت کرے۔

بزار اور حاکم نے بطریق ابواسحاق فروہ ابن نوفل اشجعی عن ابیہ سے روایت کیا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت ام سلمہ کو انہیں دیا اور فرمایا کہ تم میری دایہ ہو۔ وہ لے گئے پھر آئے تو حضور نے پوچھا کہ بچی کو کیا کیا تو انہوں نے عرض کیا وہ اپنی رضاعی ماں کے پاس ہے۔ بحث یہ چل رہی تھی کہ ربیبہ اگر کسی کی پرورش میں نہ ہو تو وہ حرام ہے کہ نہیں؟ امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا کہ زینب بنت ام سلمہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں نہیں تھیں پھر بھی ابھی حدیث

گذری کہ حضور نے فرمایا کہ اگر وہ میری ربیبہ میری پرورش میں نہ ہوتی ۔ الیٰ آخرہ ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کے باوجود کہ زینب بنت ام سلمہ حضور کی پرورش میں نہیں تھیں مگر وہ حضور کے لئے حلال نہیں تھیں ربیبہ ہونے کی وجہ سے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ پرورش ہونے کی قید احترازی نہیں واقعی ہے ۔ اس کے لئے مفہوم نہیں ۔

وَسَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَ بِنْتِهِ ابْنًا ۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسہ کو بیٹا فرمایا ۔

مناقب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گذری کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا یہ میرا بیٹا سردار ہے ۔

## بَابُ لَا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا ص ۷۶۶

پھوپھی کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی بھتیجی سے نکاح نہ کیا جائے ۔

۲۳۷۷ عَنِ الشَّعْبِيِّ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

**حدیث** حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلٰى

اس سے منع فرمایا کہ بیوی اور اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ کو نکاح میں جمع کیا جائے ۔

عَمَّتِهَا اَوْ خَالَتِهَا ؏۱

**تشریح** حدیث میں صرف پھوپھی اور خالہ کا ذکر ہے لیکن انھیں کی تخصیص نہیں ہر ایسی دو عورتوں کو جمع کرنا جائز نہیں کہ ان میں سے اگر ایک مرد فرض کر لیا جائے تو ان کا آپس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو اور اس صورت میں حرمت عارضی ہے دوامی نہیں مثلاً عورت کو طلاق دے دیا، یا مر گئی تو عدت کے بعد اس کی بہن پھوپھی خالہ وغیرہ سے نکاح حرام نہیں ۔

۲۳۷۸ حَدَّثَنِيْ قَبِيْصَةُ ابْنُ ذُؤَيْبٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ

**حدیث** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ

نے منع فرمایا کہ عورت کے ساتھ اس کی پھوپھی سے اور اس کی خالہ سے نکاح

؏۱ نسائی، نکاح

تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا وَالْمَرْأَةُ وَخَالَتُهَا فَنَرٰى خَالَةَ أَبِيهَا

کیا جائے ـــــ (زہری نے کہا) ہم جانتے ہیں کہ اس کے باپ کی خالہ بھی اسی مرتبہ میں

بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ لِأَنَّ عُرْوَةَ حَدَّثَنِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ حَرِّمُوا

ہے اس لئے کہ عروہ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت

مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ۔

کرتے ہوئے کہ انھوں نے فرمایا کہ رضاعت سے اس کو حرام جانو جو نسب سے حرام ہے۔

**تشریحات ۲۳۷۸** یہ تو صحیح ہے کہ عورت کے باپ کی خالہ عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے حرام ہے۔ اس لئے کہ اگر ان میں سے عورت کو مرد فرض کیا جائے تو اس کا نکاح باپ کی خالہ سے درست نہیں لیکن امام زہری نے اس پر حدیث رضاعت سے جو استدلال فرمایا ہے وہ محل نظر ہے۔

## بَابُ الشِّغَارِ

ص ۷۶۶ شغار کا بیان

**حدیث ۲۳۷۹** عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الشِّغَارِ وَالشِّغَارُ

صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا ـــ اور شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بچی

أَنْ يُزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلٰى أَنْ يُزَوِّجَ الْآخَرُ ابْنَتَهُ لَيْسَ بَيْنَهُمَا

کی شادی کسی سے اس شرط پر کرے کہ وہ اپنی بچی کی شادی اس کے ساتھ کردے اور مہر کچھ نہ ہو۔

صَدَاقٌ[1]

**تشریحات ۲۳۷۹** شغار کی جو تفسیر مذکور ہوئی یہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے لیکن کتاب الحیل میں یہ تصریح ہے کہ عبید اللہ نے نافع سے پوچھا کہ شغار کیا ہے تو انھوں نے مذکورہ بالا تفسیر ذکر کی اور یہ اضافہ کیا کہ کوئی شخص اپنی بہن کا نکاح کسی سے کرے اس شرط پر کہ وہ اپنی بہن کا نکاح اس کے ساتھ کرے بغیر مہر کے۔ امام شافعی نے فرمایا۔

---

[1] حیل ص ۱۰۲۹ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی، نسائی۔ ابن ماجہ۔ کلھم فی النکاح

کہ میں نہیں جانتا کہ حدیث میں شغار کی تفسیر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے یا ابن عمر سے ہے یا نافع سے یا مالک سے ہے ـــــ بہر حال یہ تفسیر کسی کی بھی ہو شغار کے یہی معنیٰ ہیں کہ کوئی شخص اپنی کسی عورت کا نکاح کسی اور کے ساتھ کرے جو اس کی ولیہ ہو اس شرط پر کہ دوسرا اپنی ولیہ کا نکاح اس کے ساتھ کر دے اور مہر کچھ نہ ہو ـــ یہ نکاح ممنوع ہے یعنی کرنے والا گنہ گار ہوگا لیکن اگر کوئی کرے گا تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔ اور دونوں پر مہر مثل واجب ہوگا۔

**بَابُ** نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ اَخِيْرًا ص ۷۶۶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے اخیر میں منع فرما دیا تھا۔

۲۲۸۰ **اَخْبَرَنِي الْحَسَنُ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ وَاَخُوْهُ عَبْدُ اللّٰهِ**

**حدیث** حسن بن محمد بن علی اور ان کے بھائی عبداللہ اپنے والد (محمد بن حنفیہ) سے

**عَنْ اَبِيْهِمَا اَنَّ عَلِيًّا قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا**

روایت کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن عباس سے فرمایا کہ نبی

**اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ۔**

صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ اور دیسی گدھوں کے گوشت سے خیبر کے زمانہ میں منع فرمایا۔

۲۲۸۱ **عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ**

**حدیث** ابو جمرہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا ابن عباس سے متعہ کے بارے

**النِّسَاءِ فَرَخَّصَ فَقَالَ لَهٗ مَوْلًى لَهٗ اِنَّمَا ذَاكَ فِي الْحَالِ الشَّدِيْدِ**

میں پوچھا گیا تو انھوں نے اجازت دی اس پر ان کے غلام نے کہا کہ یہ اجازت سخت حالت میں

**وَفِي النِّسَاءِ قِلَّةٌ اَوْ نَحْوُهٗ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَعَمْ۔**

تھی اور عورتوں میں کمی تھی یا اور کسی ضرورت سے ابن عباس نے کہا ہاں۔

۲۲۸۲ **عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ كُنَّا**

**حدیث** حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے

فِي جَيْشٍ فَأَتَانَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَدْ أُذِنَ

کہ ہم لوگ ایک لشکر میں تھے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد آیا کہ تم

لَكُمْ أَنْ تَسْتَمْتِعُوا فَاسْتَمْتِعُوا۔

لوگوں کو متعہ کی اجازت دے دی گئی ہے تو متعہ کرو۔

ت ۶۳۳ وَقَالَ ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنِي إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ تَوَافَقَا فَعِشْرَةُ مَا بَيْنَهُمَا ثَلَاثُ لَيَالٍ فَإِنْ أَحَبَّا أَنْ يَتَزَايَدَا أَوْ يَتَتَارَكَا تَتَارَكَا فَمَا أَدْرِي أَشَيْءٌ كَانَ لَنَا خَاصَّةً أَمْ لِلنَّاسِ عَامَّةً قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ وَبَيَّنَهُ عَلِيٌّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ۔

ابن ابی ذئب نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت کرتے ہوئے کہا، اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا جو مرد اور عورت آپس میں طے کرلیں وہ تین رات آپس میں گذار لیں۔ اور اگر چاہیں تو زیادہ کرلیں یا چاہیں تو چھوڑ دیں تو چھوڑ دیں ـــ تو میں نہیں جانتا کہ ہمارے لئے خاص تھا یا سب کے لئے عام۔

اور ابو عبداللہ (یعنی امام بخاری) نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بیان فرمایا، کہ وہ منسوخ ہے۔

**تشریحات** ۶۳۳ متعہ کے سلسلے میں بقدر ضرورت پہلے گفتگو ہو چکی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ابتداء میں متعہ کی اجازت تھی۔ غزوۂ خیبر کے موقع پر اسے حرام فرمایا۔ پھر بضرورت غزوہ اوطاس میں اجازت دی۔ پھر ہمیشہ ہمیش کے لئے حرام فرما دیا۔

**بَابُ** عَرْضِ الْمَرْأَةِ نَفْسَهَا عَلَى الرَّجُلِ الصَّالِحِ ص ۷۶۷ کسی عورت کا اپنے آپ کو کسی نیک شخص پر پیش کرنا۔

۲۳۸۲ **حدیث** حَدَّثَنَا مَرْحُومٌ قَالَ سَمِعْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ

ثابت بنانی نے کہا کہ میں حضرت انس کے یہاں بیٹھا تھا اور وہاں

أَنَسٍ وَعِنْدَهُ ابْنَةٌ لَهُ قَالَ أَنَسٌ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ

ان کی ایک صاحبزادی بھی تھیں تو حضرت انس نے یہ حدیث بیان کی کہ ایک عورت

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْرِضُ عَلَيْهِ نَفْسَهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حضور پر اپنے آپ کو پیش کیا اور عرض

أَلَكَ بِي حَاجَةٌ فَقَالَتْ بِنْتُ أَنَسٍ مَا أَقَلَّ حَيَاءَهَا وَاسَوْءَتَاهُ

کیا کہ یا رسول اللہ! کیا حضور کو میری حاجت ہے۔ اس پر حضرت انس کی صاحبزادی نے کہا کتنی

وَاسْوَءَتَاهُ قَالَ هِيَ خَيْرٌ مِنْكِ رَغِبَتْ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَضَتْ عَلَيْهِ نَفْسَهَا ۔

بے حیا تھی وہ ۔ ہائے برائی ہائے برائی حضرت انس نے فرمایا وہ تجھ سے بہتر تھی اس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف رغبت کی اور اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا۔

**نشریحات** ۲۳۸۳

یہ عورت کون تھیں ان کا نام معلوم نہیں ہوسکا، علامہ ابن حجر نے قیاس سے فرمایا یہ لیلیٰ بنت قیس بنت خطیم تھیں۔ علامہ عینی نے اس پر تعقب فرمایا کہ لیلیٰ بنت قیس کا قصہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ قصہ اور ہے اور حضرت انس کی حدیث میں جو قصہ مروی ہے یہ قصہ اور ہے۔

اقول وھو المستعان ۔ دونوں قصوں کو مختلف کہنا محل نظر ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں اختصار کے ساتھ صرف پیش کرنے کا ذکر ہے پوری تفصیل مذکور نہیں اس کا احتمال ہے کہ یہ لیلیٰ بنت قیس ہی ہوں۔

---

## بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ جَلَّ وَعَزَّ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ إِلَى قَوْلِهِ غَفُورٌ حَلِيمٌ ص ۷۶۸

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان تم پر گناہ نہیں کہ تم عورتوں کی منگنی کنایۃً کرو یا اپنے جی میں چھپاؤ غفور حلیم تک۔

**توضیح** عورتیں جب عدت میں ہوں تو انہیں صراحۃً نکاح کا پیغام دینا حرام ہے ہاں اشارہ کنایہ میں کوئی حرج نہیں یا اپنے جی میں طے کر لیا جائے کہ اس مطلقہ سے نکاح کرنا ہے۔

أَكْنَنْتُمْ أَضْمَرْتُمْ یعنی تم نے چھپایا وَكُلُّ شَيْءٍ صُنْتَهُ فَهُوَ مَكْنُونٌ اور جس چیز کو تم چھپا لو تو وہ مکنون ہے۔

**ف ۵۵** ۶۳۴

وَقَالَ لِي طَلْقٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِيمَا عَرَّضْتُمْ

ابن عباس نے کہا کہ تعریض سے مراد یہ ہے کہ کہے کہ میں شادی کا ارادہ رکھتا ہوں

---

ع ادب۔ باب مالا یستحی من الحق ص۹۰۲، نسائی، ابن ماجہ نکاح۔

يَقُوْلَ اِنِّيْ اُرِيْدُ التَّزْوِيْجَ وَلَوَدِدْتُّ اَنَّهٗ تُيَسِّرُ لِيْ اِمْرَاَةٌ صَالِحَةٌ .

اور میں چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی نیک عورت میسر آئے .

ت ۶۳۵ وَقَالَ الْقَاسِمُ يَقُوْلُ اِنَّكِ عَلَيَّ كَرِيْمَةٌ وَاِنِّيْ فِيْكِ لَرَاغِبٌ

اور قاسم نے کہا کہ یوں کہے تو میرے نزدیک بزرگ ہے میں تیرے اندر خواہش رکھتا ہوں

وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَائِقٌ اِلَيْكِ خَيْرًا اَوْ نَحْوَ هٰذَا .

بے شک اللہ تجھ تک خیر ہی پہونچائے گا۔ یا اس جیسی باتیں .

ت ۶۳۶ وَقَالَ عَطَاءٌ يُعَرِّضُ وَلَا يَلُوْحُ يَقُوْلُ اِنَّ لِيْ حَاجَةً

اور عطاء نے کہا اشارہ کنایہ میں بات کرے اور صراحۃً نہ کرے مثلاً یوں کہے بے شک

وَاَبْشِرِيْ وَاَنْتِ بِحَمْدِ اللّٰهِ نَافِقَةٌ وَتَقُوْلُ هِيَ قَدْ اَسْمَعُ مَا تَقُوْلُ

مجھے ضرورت ہے اور تجھے بشارت ہو اور تو بحمداللہ سکۂ رائج الوقت ہے۔ اور وہ عورت کہے

وَلَا تَعِدُ شَيْئًا وَلَا يُوَاعِدُ وَلِيُّهَا بِغَيْرِ عِلْمِهَا وَاِنْ وَاعَدَتْ رَجُلًا فِيْ

میں سنتی ہوں جو تو کہتا ہے اور وہ وعدہ نہ کرے اور نہ اس کا ولی وعدہ کرے اگرچہ عورت کو علم نہ ہو اور اگر کسی

عِدَّتِهَا ثُمَّ نَكَحَهَا بَعْدُ لَمْ يُفَرَّقْ بَيْنَهُمَا .

عورت نے عدت میں کسی مرد سے نکاح کا وعدہ کر لیا پھر عدت گزرنے کے بعد نکاح کر لیا (تو نکاح صحیح ہے) انکے درمیان تفریق نہ کی جائیگی

ت ۶۳۷ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اَلزِّنَا .

اور حسن نے کہا ان سے خفیہ وعدہ نہ لو اس سے مراد زنا ہے .

ت ۶۳۸ وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا الْكِتَابُ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ الکتاب اجلہ سے مراد

اَجَلَهٗ تَنْقَضِي الْعِدَّةُ .

یہ ہے کہ اس کی عدت پوری ہو جائے .

تشریح :۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعلیق میں يَنْقَضِي الْعِدَّةُ ہے

۶۳۸

ہندوستانی کتب خانہ رشیدیہ کے مطبوع میں "العدۃ" کو کسرہ ہے اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی[1] یہاں دوسرا نسخہ "اِنْقِضَاءُ الْعِدَّةِ" ہے اس نسخے کے اعتبار سے کسرہ صحیح ہے۔

**بَابُ مَنْ قَالَ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ.**

جس نے کہا کہ بغیر ولی کے نکاح نہیں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد پوری ہو جائے تو انہیں نہ روکو۔

صفحہ ۷۶۹

فَدَخَلَ فِيْهِ الثَّيِّبُ وَكَذٰلِكَ الْبِكْرُ وَقَالَ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى

اس ارشاد میں ثیب بھی داخل ہے اور ایسی ہی کنواری اور فرمایا مشرکین سے نکاح نہ کرو یہاں

يُؤْمِنُوْا وَقَالَ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ.

تک کہ وہ ایمان لائیں ۔ اور فرمایا۔ اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں۔

**توضیح** حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہی ہے کہ عورت خواہ کنواری ہو یا ثیب، بالغ ہو یا نابالغ بغیر ولی کی اجازت کے اگر وہ نکاح کرے تو نکاح نہ ہوگا ۔ یہی مذہب امام بخاری کا بھی ہے۔ اس کی دلیل میں ابو داؤد اور ترمذی کی وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا نکاح الا بولیّ بغیر ولی کے نکاح نہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کو باب کا عنوان قرار دیا۔ لیکن اس کو اپنی کتاب میں درج نہیں کیا اس لیے کہ یہ حدیث ان کی شرط پر نہیں اسی طرح امام مسلم نے بھی اس کی تخریج نہیں کی۔

علامہ بدرالدین محمود عینی نے اس پر بہت کلام فرمایا ہے۔

پھر امام بخاری نے ان آیتوں سے استدلال فرمایا۔ پہلی آیت سورہ بقرہ کی ہے کہ فرمایا۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ۔

جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی عدت پوری ہو جائے تو انہیں اپنے سابق شوہروں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اگر اولیاء کو نکاح کرنے کا حق نہ ہوتا تو روکنے کا حق بھی

---

[1] اس لیے کہ "العدۃ" "تنقضی" کا فاعل ہے۔

نہ ہوتا ــــ ہمارا یہ کہنا ہے کہ اس آیت میں خطاب طلاق دینے والے سابق شوہروں سے ہے کہ جب تم اسے طلاق دے چکے تو تم کو یہ حق نہ رہا کہ اگر وہ کسی پسندیدہ شخص سے نکاح کرنا چاہیں تو انہیں روکو اور انہیں ازواج باعتبار مایؤل کے کہا گیا ہے یا خطاب اولیاء ہی سے مانا جائے تو اس کا حاصل یہ ہے کہ بعض دفعہ اولیاء عورتوں کو بلا استحقاق کے بھی اپنی خواہش کا پابند رکھنا چاہتے ہیں اور عرف میں شادی کے معاملے میں بلا اجازت شرع سارا حق اپنے لیے محفوظ رکھتے ہیں اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ تمہیں نکاح کرنے سے روکنے کا حق نہیں تم نے زبردستی یہ اپنا حق بنا لیا ہے یعنی لوگوں کی عادت کی بنا پر یہ حکم دیا گیا ہے اس طرح یہ آیت ہماری مؤید ہو جائے گی مطلب یہ ہوگا کہ تمہیں روکنے کا حق نہیں

دوسری آیت یہ پیش کی ہے ولا تنکحوا المشرکین حتیٰ یومنوا۔ اور مشرکین سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں ــ ہمارا جواب یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ اس ارشاد سے کہ فرمایا ــــ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ ــ نیز[1] ایسی صورت میں اولیاء کے لیے حق نکاح ثابت کرنا صحیح نہ ہوگا۔

تیسری آیت یہ پیش کی ہے وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ اپنے میں سے بے شوہر عورتوں کا اور اپنے نیک غلاموں کا نکاح کرو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اَیِّمٌ جس کی جمع ایامیٰ ہے۔ اس عورت کو بھی کہتے ہیں جس کا شوہر نہ ہو۔ اور اس مرد کو بھی کہتے ہیں جس کی بیوی نہ ہو تو اگر انکحوا سے ولایت نکاح مراد لی جائے تو لازم آئے گا کہ مرد کا بھی نکاح بغیر ولی کے صحیح نہ ہو حالانکہ اس کا قائل کوئی نہیں۔

| | |
|---|---|
| **حدیث** ۲۳۸۴ | اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ |
| | ام المومنین حضرت عائشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات نے خبر دی کہ جاہلیت |
| عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ النِّكَاحَ فِی الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَنْحَاءٍ | |
| میں نکاح کے چار طریقے تھے ایک تو وہی نکاح تھا جو آج ہے کہ ایک شخص اپنی ولیہ یا بیٹی کی منگنی کرتا کسی | |
| فَنِكَاحٌ مِنْهَا نِكَاحُ النَّاسِ الْيَوْمَ يَخْطُبُ الرَّجُلُ اِلٰى الرَّجُلِ وَلِيَّتَهٗ | |
| شخص کے ساتھ پھر مہر مقرر کرتا پھر نکاح کرتا ــــ اور دوسرا نکاح یہ تھا کہ ایک شخص اپنی عورت سے | |

[1] اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ خطاب اولیاء سے نہیں بلکہ عورتوں سے ہے۔

اَوْ اِبْنَتَهٗ فَيُصْدِقُهَا ثُمَّ يَنْكِحُهَا وَنِكَاحُ الْاٰخَرِ كَانَ الرَّجُلُ

کہتا جب تو حیض سے پاک ہو جائے تو فلاں کو اپنے پاس بُلالے اور اُس سے جماع کرا اور اس کا

يَقُوْلُ لِامْرَاَتِهٖ اِذَا طَهُرَتْ مِنْ طَمْثِهَا اَرْسِلِيْ اِلٰى فُلَانٍ فَاسْتَبْضِعِيْ

شوہر اس سے الگ رہتا اس وقت تک اسے نہیں چھوتا جب تک اس شخص کا اس سے حمل ظاہر نہ

مِنْهَا وَيَعْتَزِلُهَا زَوْجُهَا وَلَا يَمَسُّهَا اَبَدًا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ حَمْلُهَا مِنْ

ہوتا۔ اور جب حمل ظاہر ہو جاتا تو اس کا شوہر اس کے قریب جاتا اگر چاہتا اور یہ اچھا لڑکا

ذٰلِكَ الرَّجُلِ الَّذِيْ تَسْتَبْضِعُ مِنْهُ فَاِذَا تَبَيَّنَ حَمْلُهَا اَصَابَهَا

حاصل کرنے کی رغبت میں کیا جاتا۔ یہ نکاح نکاحِ استبضاع کہلاتا ہے اور دوسرا نکاح یہ تھا

زَوْجُهَا اِذَا اَحَبَّ وَاِنَّمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ رَغْبَةً فِيْ نَجَابَةِ الْوَلَدِ

کہ کچھ لوگ جن کی تعداد دس سے کم ہوتی کسی عورت کے پاس جاتے اور اس سے ہمبستری کرتے پس

فَكَانَ هٰذَا النِّكَاحُ نِكَاحَ الْاِسْتِبْضَاعِ وَنِكَاحٌ اٰخَرُ يَجْتَمِعُ الرَّهْطُ

جب وہ حاملہ ہو جاتی اور بچہ پیدا ہو لیتا اور اس پر بچے کی پیدائش کے بعد کچھ راتیں گزر جاتیں تو

مَادُوْنَ الْعَشَرَةِ فَيَدْخُلُوْنَ عَلَى الْمَرْاَةِ كُلُّهُمْ يُصِيْبُهَا فَاِذَا حَمَلَتْ

ان سب کو بلواتی ان میں سے سب کو آنا پڑتا۔ سب اکٹھا ہوتے تو وہ عورت ان سے کہتی تم

وَوَضَعَتْ وَمَرَّ عَلَيْهَا لَيَالٍ بَعْدَ اَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا اَرْسَلَتْ اِلَيْهِمْ

جانتے ہو جو تمہارا معاملہ ہوا اور میرے بچہ پیدا ہوا ان میں سے جس کو بھی چاہتی نام لے کر کہتی۔ اے

وَلَمْ يَسْتَطِعْ رَجُلٌ مِّنْهُمْ اَنْ يَّمْتَنِعَ حَتّٰى يَجْتَمِعُوْا عِنْدَهَا تَقُوْلُ لَهُمْ

فلاں! یہ تیرا بچہ ہے تو وہ بچہ اسی کا مانا جاتا اور وہ شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔

قَدْ عَرَفْتُمُ الَّذِيْ كَانَ مِنْ اَمْرِكُمْ وَقَدْ وَلَدْتُ فَهُوَ اِبْنُكَ يَا فُلَانُ

چوتھا نکاح یہ تھا کہ بہت سے لوگ اکٹھا ہوتے اور ایک عورت کے یہاں جاتے وہ کسی آنے

تُسَمِّيْ مَنْ اَحَبَّتْ بِاسْمِهٖ فَيُلْحَقُ بِهٖ وَلَدَهَا فَلَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ

والے کو روکتی نہیں یہ بغایا تھیں (زانیہ عورتیں) اپنے دروازوں پر جھنڈے کھڑے کیے رہتیں تاکہ علامت ہو

يَمْتَنِعَ بِهِ الرَّجُلُ وَنِكَاحُ الرَّابِعِ يَجْتَمِعُ النَّاسُ الْكَثِيرُ فَيَدْخُلُونَ

پس جو چاہتا ان کے پاس جاتا جب اُن میں سے کوئی حاملہ ہو جاتی اور بچہ پیدا

عَلَى الْمَرْأَةِ لَا تَمْتَنِعُ مِمَّنْ جَاءَهَا وَهُنَّ الْبَغَايَا كُنَّ يَنْصِبْنَ عَلَى

ہو جاتا تو اس عورت کے پاس سب جمع ہو جاتے اور قیافہ شناس کو بلایا جاتا۔

أَبْوَابِهِنَّ رَايَاتٍ تَكُونُ عَلَمًا فَمَنْ أَرَادَهُنَّ دَخَلَ عَلَيْهِنَّ فَإِذَا

قیافہ شناس جس کے بارے میں کہہ دیتا کہ یہ اس کا بچہ ہے تو وہ

حَمَلَتْ إِحْدَاهُنَّ وَوَضَعَتْ حَمْلَهَا جُمِعُوا لَهَا وَدَعَوْا لَهُمُ الْقَافَةَ

اسی کا بچہ مانا جاتا اور اسی کا بیٹا پکارا جاتا تو وہ شخص اس سے انکار

ثُمَّ أَلْحَقُوا وَلَدَهَا بِالَّذِي يَرَوْنَ فَالْتَاطَ بِهِ وَدُعِيَ ابْنَهُ لَا يَمْتَنِعُ

نہیں کر سکتا تھا جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مِنْ ذَالِكَ فَلَمَّا بُعِثَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ هَدَمَ

حق کے ساتھ مبعوث ہوئے تو جاہلیت کے تمام نکاح

نِكَاحَ الْجَاهِلِيَّةِ كُلَّهُ إِلَّا نِكَاحَ النَّاسِ الْيَوْمَ.

کو ختم کر دیا مگر وہ نکاح جو آج باقی ہے۔

## تشریحات ۲۳۸۴

ام المومنین نے چار قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ داؤدی نے تین قسموں کا اور ذکر کیا ہے۔ پہلے نکاح خدن ــــ ایک شخص کسی عورت کے پاس چپکے چپکے جاتا اور کوشش یہی کرتا کہ کوئی جان نہ پائے اسی کو اللہ عزوجل نے ولا متخذات اخدان میں بیان فرمایا ہے۔

دوسرے نکاح متعہ جو معلوم و مشہور ہے ــــ تیسرے نکاح بدل۔ اس کی صورت یہ تھی کہ ایک شخص کسی سے کہتا کہ تو اپنی عورت کے حق سے دستبردار ہو کر مجھے دیدے اور میں اپنی عورت سے دستبردار ہو کر تجھے دے دوں اور میں تجھے میعاد کچھ زیادہ دوں گا۔

## باب سے مطابقت

حدیث کے اخیر جملے سے مطابقت ہے کہ فرمایا جاہلیت کے تمام نکاح کو ختم کر دیا سوائے اس نکاح کے جو آج باقی ہے جس کی تفسیر پہلے بیان فرما چکی ہیں کہ ایک شخص اپنی ولیہ یا بیٹی کی منگنی کسی کے ساتھ کرتا

پھر اس سے نکاح کرنا اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے نکاح کا حق ولی کو حاصل ہے لیکن یہ استدلال مفہوم مخالف سے ہے جو حجت نہیں یہ عام رواج اور طریقہ کار کا بیان ہے۔

بَابُ اِذَا كَانَ الْوَلِيُّ هُوَ الْخَاطِبُ صفحہ ۷۷ — جب ولی ہی منگنی کرنے والا ہو۔

مقصد یہ بتانا ہے کہ ولی اپنے لیے اس عورت کی منگنی کر سکتا ہے یا نہیں جو اس کی ولایت میں ہو۔

| | |
|---|---|
| ف ۵۵ ۶۳۹ | وَخَطَبَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ اِمْرَاَةً هُوَ اَوْلَى النَّاسِ بِهَا |
| | اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کی منگنی کی حالانکہ وہ اس عورت کے سب سے |
| فَاَمَرَ رَجُلًا فَزَوَّجَهٗ . | |
| قریبی ولی تھے۔ پھر انہوں نے ایک دوسرے صاحب کو حکم دیا۔ انہوں نے حضرت مغیرہ کا نکاح اس عورت کے ساتھ کیا۔ | |

**تشریحات ۶۳۹**

اس تعلیق کو سعید بن منصور نے بطریق شعبی یوں روایت کیا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے چچا عروہ بن مسعود کی لڑکی سے منگنی کی اور عبداللہ بن ابی عقیل کو بلایا اور کہا اس سے میرا نکاح کر دے انہوں نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا آپ شہر کے امیر ہیں اور اس کے چچا کے لڑکے ہیں (مقصد یہ تھا کہ آپ خود نکاح کر لیں) میری کیا ضرورت ہے۔ اس کے بعد حضرت مغیرہ نے عثمان بن ابی العاص کو بلایا۔ انہوں نے اس عورت کا نکاح مغیرہ کے ساتھ کر دیا۔

| | |
|---|---|
| ف ۵۶ ۶۴۰ | وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ لِاُمِّ حَكِيْمٍ بِنْتِ قَارِضٍ |
| | اور عبدالرحمٰن بن عوف نے ام حکیم بنت قارض سے کہا کیا تو اپنا معاملہ میرے سپرد |
| اَتَجْعَلِيْنَ اَمْرَكِ اِلَيَّ قَالَتْ نَعَمْ فَقَالَ قَدْ تَزَوَّجْتُكِ . | |
| کرتی ہے تو انہوں نے کہا ہاں۔ تو فرمایا میں نے اپنا نکاح تجھ سے کر لیا۔ | |

**تشریحات ۶۴۰**

اس اثر کو ابن سعد نے بطریق ابن ابی ذئب سعید بن خالد سے یوں روایت کیا ہے کہ ام حکیم بنت قارض نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا مجھے بہت سے لوگوں نے نکاح کا پیغام دیا ہے تو آپ ان میں سے جن کے ساتھ چاہیں

میرا نکاح کر دیں۔ تو عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کیا تو یہ حق مجھے دیتی ہے۔ تو ام حکیم نے کہا ہاں تو انہوں نے کہا میں نے اپنا نکاح تجھ سے کر لیا۔ ابن ابی ذئب نے کہا یہ نکاح جائز رہا۔ لیکن اس اثر میں اس کا کوئی نشان نہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اس عورت کے ولی تھے۔ بلکہ سیاق سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ام حکیم نے ان کو اپنا وکیل بنا دیا تھا۔ اب صورت یہ ہوئی کہ ایک ہی شخص وکیل اور اصیل دونوں رہا۔

249

| ت | وَقَالَ عَطَاءٌ لِيُشْهِدْ أَنِّي قَدْ نَكَحْتُكِ أَوْ لِيَأْمُرْ رَجُلًا مِنْ عَشِيرَتِهَا. |
|---|---|
| ۶۴۱ | اور عطاء نے کہا گواہ بنائے کہ میں نے نکاح کیا یا اس عورت کے قبیلے میں سے کسی کو حکم دے۔ |

**تشریحات ۶۴۱** مسند عبدالرزاق میں ابن جریج سے ہے کہ انہوں نے کہا میں نے عطاء سے پوچھا ایک عورت کو اس کے چچا کے لڑکے نے پیغام دیا ہے اور اس شخص کے علاوہ اس عورت کا اور کوئی مرد قریبی نہیں۔ تو عطاء نے کہا کہ وہ گواہ بنائے کہ فلاں نے اس کو نکاح کا پیغام دیا۔ اور میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس سے نکاح کیا یا اپنے قبیلے میں سے کسی شخص کو حکم کرے۔

**بَابُ إِنْكَاحِ الرَّجُلِ وَلَدَهُ الصِّغَارَ** مرد کا اپنی چھوٹی اولاد کا نکاح کرنا جائز

**بِقَوْلِهِ تَعَالَى وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ فَجَعَلَ عِدَّتَهُنَّ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ قَبْلَ الْبُلُوغِ.** ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے اور جن عورتوں کو حیض نہ آیا ہو (ان کی عدت تین ماہ ہے) تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عدت بالغ ہونے سے قبل تین مہینہ رکھی۔

ص ۷۷۱

**توضیح** وَلَدَهُ الصِّغَارَ۔ اس میں دو روایتیں ہیں۔ وُلْدَهُ ــ وَلَدٌ کی جمع ــ دوسرے وَلَدَهُ ــ یہ واحد ہے ــ اب اس کی صفت صغار لانا بظاہر صحیح نہیں لیکن وَلَدٌ ایسا لفظ ہے جس کا اطلاق واحد تثنیہ جمع سب پر ہوتا ہے اس لحاظ سے اس کی صفت جمع لانا درست ہے۔

آیۂ کریمہ کے ساتھ باب کی مطابقت کی جانب حضرت امام بخاری نے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا ــــ اللہ عزوجل نے نابالغ عورتوں کی عدت تین مہینے مقرر فرمائی ــــ عدت فرع ہے طلاق کی اور طلاق نکاح کے بعد ہی ہوتی ہے اس لیے کہ طلاق نکاح کی قید اٹھانے کو کہتے ہیں اگر نکاح نہ ہو تو پھر طلاق کیسی؟ ــــ تو ثابت ہے کہ نابالغہ کا نکاح صحیح ہے۔ نابالغہ

عورت خود نکاح نہیں کرسکتی۔ اس کا کوئی ولی کرے گا۔ باپ دادا بھی اولیاء میں ہیں تو ثابت ہوگیا کہ باپ دادا کا اپنی نابالغ اولاد کا نکاح کرنا صحیح ہے

بَابٌ لَا يُنْكِحُ الْأَبُ وَغَيْرُهُ الْبِكْرَ وَالثَّيِّبَ إِلَّا بِرِضَاهَا۔

باپ یا کوئی بھی بکر اور ثیب کا نکاح بغیر اس کی رضا کے نہیں کرے گا۔

ص ۷۷۱

**حدیث ۲۳۸۵**

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں سے حدیث بیان کی کہ

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتّٰى تُسْتَأْمَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثیب کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے پوچھ نہ لیا جائے اور کنواری کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس

حَتّٰى تُسْتَأْذَنَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَكَيْفَ إِذْنُهَا قَالَ أَنْ تَسْكُتَ [1]

سے اذن نہ لے لیا جائے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیسے اس سے اذن لیا جائے فرمایا کہ چپ رہے۔

**تشریحات ۲۳۸۵**

اَیِّم کے اصل معنیٰ وہ عورت جو شادی شدہ ہو یا وہ مرد جو شادی شدہ ہو۔ لیکن یہاں مراد ثیب ہے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں بکر آیا ہے یہ حدیث ہماری دلیل ہے کہ عورت اگر بالغہ ہو تو بغیر اس کی اجازت کے ولی اس کا نکاح نہیں کرسکتا وہ بالغہ خواہ ثیب ہو یا کنواری یعنی بالغہ عورت پر اولیاء کو ولایت اجبار حاصل نہیں۔

**حدیث ۲۳۸۶**

عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أَبِي عَمْرٍو مَوْلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! کنواری عورت

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الْبِكْرَ تَسْتَحِي قَالَ

حیاء کرتی ہے فرمایا اس کی رضا اس کی خاموشی ہے۔

رِضَاهَا صُمَاتُهَا [2]

[1] کتاب الحیل باب فی النکاح ص ۱۰۳۰۔ ص ۱۰۳۱ مسلم، نسائی، نکاح

[2] الاکراہ باب لا یجوز نکاح المکرہ ص ۱۰۲۶ حیل ص ۱۰۳۱ مسلم، نسائی نکاح۔ اسی کے بعد متصلاً پھر اکراہ باب لا یجوز نکاح المکرہ ص ۱۰۲۷ حیل باب فی النکاح ص ۱۰۳۱۔

**تشریح ۲۳۸۶** حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ان غلام ابوعمرو کا نام ذکوان تھا یہ بہت ہی اعلیٰ درجہ کے قاری تھے ام المومنین نے ان کو مدبر بنا دیا تھا۔

**بَابُ إِذَا زَوَّجَ ابْنَتَهُ وَهِيَ كَارِهَةٌ فَنِكَاحُهُ مَرْدُوْدٌ.** ص ۷۷۱

جب کسی نے اپنی لڑکی کی شادی کی اور وہ اسے پسند نہ کرے تو نکاح رد کر دیا جائے۔

**حدیث ۲۳۸۷** عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِذَامٍ الْأَنْصَارِيَّةِ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا

خنساء بنت خذام الانصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے باپ نے ان کی

وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذَالِكَ فَأَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

شادی کر دی تھی اور وہ ثیب تھیں تو انہوں نے اس کو ناپسند کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

فَرَدَّ نِكَاحَهَا.

خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضور نے ان کے نکاح کو رد فرما دیا۔

**تشریحات ۲۳۸۷** یہ نکاح رد کرنا اس بنا پر تھا کہ جب ان کے باپ کو ولایت اجبار حاصل نہیں تھی تو اس کا کیا ہوا نکاح فضول ہوا۔ وہ خنساء کی اجازت پر موقوف تھا جب انہوں نے اس کو ناپسند کیا تو ختم ہو گیا۔

**بَابُ تَزْوِيْجِ الْيَتِيْمَةِ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ.** ص ۷۷۲

یتیمہ کے نکاح کے بیان میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو عورتوں میں سے جو پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔

وَإِذَا قَالَ لِلْوَلِيِّ زَوِّجْنِي فُلَانَةَ فَمَكَثَ سَاعَةً أَوْ قَالَ مَا مَعَكَ فَقَالَ مَعِيَ كَذَا وَكَذَا أَوْ لَبِثَ ثُمَّ قَالَ زَوَّجْتُكَهَا فَهُوَ جَائِزٌ فِيْهِ سَهْلٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

جب ولی سے کہا کہ فلاں سے میری شادی کر دے اور وہ کچھ دیر رکا یا پوچھا تیرے پاس کیا ہے اس نے کہا میرے پاس اتنا اور اتنا ہے یا دونوں کچھ دیر رکے پھر ولی نے کہا میں نے تیری شادی اس سے کر دی تو یہ نکاح صحیح ہے اس میں حضرت سہل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث ہے۔

امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی نے اپنے ولی سے کہا میرا نکاح فلاں سے کردے تو اس نے کچھ دیر سکوت اختیار کیا یا اسی مجلس میں کچھ آپس میں بات چیت کی جو نکاح ہی سے متعلق تھی نکاح میں کچھ تاخیر بھی ہوگئی۔ اور ولی نے اسی مجلس میں یہ کہا کہ میں نے تیرے ساتھ اس کا نکاح کر دیا تو نکاح صحیح ہو گیا۔ اس لیے کہ ایجاب وقبول ایک مجلس میں پایا گیا۔ مجلس نہیں بدلی اس کا حاصل یہ ہوا کہ اگر ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہو اور ایجاب وقبول کے درمیان کچھ تخلل ہو جائے تو نکاح صحیح ہے۔ ہاں اگر ایجاب وقبول کی مجلس بدل جائے تو نکاح صحیح نہیں ــــــ اور حضرت سہل کی حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو بخاری میں کئی ایک جگہ مذکور ہے ــــ کہ ایک خاتون نے اپنے آپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو حضور نے قبول نہیں فرمایا تو ایک صاحب نے کھڑے ہو کر عرض کیا حضور ان کی شادی میرے ساتھ کر دیں تو حضور نے ان سے پوچھا کیا تیرے پاس کچھ ہے تو انہوں نے کہا میرے پاس کچھ نہیں تو حضور نے فرمایا گھر جاؤ دیکھو کچھ ہو۔ گئے اور لوٹ کر آئے اور عرض کیا کچھ نہیں ہے تو فرمایا جاؤ دیکھو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو ــــ تو انہوں نے آکر عرض کیا کہ لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہاں میرا یہ تہبند ہے میں اس کو آدھا دے دوں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے کیا ہو گا۔ اگر تو پہنے گا تو اس کے پاس کچھ نہیں رہے گا اور اگر وہ پہنے گی تو تیرے پاس کچھ نہیں رہے گا۔ اب وہ بیٹھ گئے بہت دیر تک بیٹھے رہے پھر وہ اٹھ کر جانے لگے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلوایا۔ جب وہ آئے تو پوچھا کیا تجھے کچھ قرآن یاد ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ ہاں فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں پوچھا کیا تم ان کو زبانی پڑھ لیتے ہو تو انہوں نے عرض کی۔ ہاں حضور نے فرمایا جاؤ میں نے تیرے ساتھ اس کی شادی کر دی اس قرآن کے عوض جو تجھے یاد ہے۔

اس حدیث میں تصریح ہے کہ ان صاحب کے اس عرض کرنے کی مجلس اور تھی کہ میری اس سے شادی کر دیجیے اور حضور کے شادی کرنے کی جس مجلس میں ان کی شادی کی وہ دوسری مجلس تھی، مجلس بدل چکی تھی۔ غالباً حضرت امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر ایجاب وقبول کی مجلس بدل بھی جائے تو نکاح صحیح ہے حالانکہ یہ کسی کا مذہب نہیں۔

## بَابُ الْخُطْبَةِ ص۷۷۳ خطبہ کا بیان

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۳۸۸ | عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ جَاءَ رَجُلَانِ |
| | زید بن اسلم نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ |

مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ

دو شخص مشرق سے آئے دونوں نے خطبہ دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک بعض

الْبَیَانِ سِحْرًا [1]

بیان جادو ہیں۔

**تشریحات ۲۳۸۸**

اس حدیث کو یہاں ذکر کرنا کس مناسبت سے ہے۔ اس پر شراح نے بہت زور آزمائی کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کوئی شارح مناسبت نہیں پیدا کر سکا ان تقریروں میں کچھ لگتی ہوئی علامہ عینی کی بات ہے وہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو خطبہ دیا یہ کسی نہ کسی مقصد کے حصول کے لیے تھا وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی مقصد لے کر آئے ہوں گے اس سے یہ ثابت ہوا کہ کسی مقصد سے پہلے خطبہ دیا جائے اور نکاح ایک اہم مقصد ہے اس کے لیے بھی خطبہ ہونا چاہیے ـــــ تعجب ہے خاص نکاح کے لیے خطبہ مسنون ہے اس سلسلے میں صریح حدیثیں موجود ہیں جن میں سب سے مشہور حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے ـــــ انہوں نے فرمایا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز میں تشہد سکھایا نماز میں تشہد اور حاجت میں تشہد۔ اور حاجت میں تشہد یہ ہے الحمد للہ نستعینہ ونستغفرہ ـــــ اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن کہا اور اس پر یہ باب قائم فرمایا باب ما جاء فی خطبۃ النکاح ـــــ لیکن غالباً یہ امام بخاری علیہ الرحمہ کی شرط پر نہیں اس لیے اس کو ذکر نہیں فرمایا۔ اصحاب ظاہر نے کہا کہ نکاح میں خطبہ فرض ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے وقت خطبہ پڑھا تھا اور حضور کے افعال دلیل وجوب ہیں ـــــ ہمارا یہ کہنا ہے کہ یہی صحیح نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام افعال دلیل وجوب ہیں ہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ افعال جو پوری پابندی کے ساتھ کیے جس میں تخلف نہ ہوا ہو وہ دلیل وجوب ہیں اور یہاں تخلف ثابت ہے۔ ابھی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گزری کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاتون کا نکاح ایک صاحب کے ساتھ کیا اور خطبہ نہیں پڑھا۔ بلکہ نکاح کے وقت خطبہ کا دوام ہی ثابت نہیں۔

---

[1] کتاب الطب ص۸۵۸ باب من البیان سحرا۔

## بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقٰتِھِنَّ نِحْلَۃً وَکَثْرَۃِ الْمَھْرِ وَاَدْنٰی مَا یَجُوْزُ مِنَ الصَّدَاقِ وَقَوْلِہٖ جَلَّ ذِکْرُہٗ وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْہُ شَیْئًا وَقَوْلِہٖ جَلَّ ذِکْرُہٗ اَوْ تَفْرِضُوْا لَھُنَّ۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور عورتوں کو ان کی مہرین دو اور مہر کی کثرت اور کم سے کم مہر کا بیان۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر اور تم میں ان میں سے کسی ایک کو ڈھیروں مال دے چکے ہو۔ تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو اور اللہ جل ذکرہ کے اس ارشاد کی تفسیر یا تم ان کے لیے کچھ مقرر کرو۔

ص ۷۷۳

اور حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔

**توضیح** حسب عادت حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ واضح نہیں فرمایا کہ ان کا مذہب اس سلسلے میں کیا ہے کہ اکثر مہر یا اقل مہر کی کوئی مقدار ہے یا نہیں؟ سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مذہب بھی یہی ہے کہ اکثر مہر کی جس طرح کوئی مقدار نہیں اقل مہر کی بھی اسی طرح کوئی مقدار نہیں ـــــ ہمارے یہاں اکثر مہر کی کوئی حد نہیں مگر اقل مہر کی حد دس درم ہے جس کو ہم پہلے تفصیل سے بتا چکے۔

**حدیث ۲۳۸۹**

عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ صُھَیْبٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ

عَنْہُ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تَزَوَّجَ اِمْرَاَۃً عَلٰی

عنہ نے کھجور کی گٹھلی کے برابر مہر پر ایک عورت سے شادی کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن

وَزْنِ نَوَاۃٍ فَرَاٰی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَشَاشَۃَ الْعُرْسِ فَسَئَلَہٗ

بن عوف کے چہرہ پر شادی کی بشاشت دیکھی تو پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے ایک

فَقَالَ اِنِّیْ تَزَوَّجْتُ اِمْرَاَۃً عَلٰی وَزْنِ نَوَاۃٍ

عورت سے کھجور کی گٹھلی کے ہم وزن مہر پر نکاح کیا ہے۔

**تشریحات ۲۳۸۹** بطریق قتادہ جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ کھجور کی گٹھلی کے ہم وزن سونے پر نکاح کیا ہے۔ نواۃ کے معنیٰ کھجور کی گٹھلی کے ہیں اس کا وزن

کتنا تھا۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ اس کی قیمت پانچ درم تھی اور ایک روایت میں ہے ۳½ درم تھی اس باب میں اور بھی اقوال ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہمارے یہاں مہر کی مقدار کم از کم دس درم ہے جیسا کہ دار قطنی[1] نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کا نکاح حسب کفو سے کرو اور ان کی شادیاں صرف ولی کریں اور دس درم سے کم مہر نہیں ــــ یہ حدیث سی سندوں کے ساتھ مروی ہے اور سب ضعیف ہیں لیکن چند طرق ملنے سے حسن ہوگئی جیسا کہ علامہ نووی نے شرح مہذب میں ذکر کیا ہے نیز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا کم از کم جس کے عوض عورت حلال ہوگی دس درم ہے اسے امام بیہقی اور ابو عمر بن عبدالبر نے روایت کیا ہے۔

## بَابُ الشُّرُوطِ الَّتِیْ لَا تَحِلُّ فِی النِّکَاحِ۔ صـ۷۷۴

ان شروط کا بیان جو نکاح میں حلال نہیں۔

**ت** ۶۴۲

قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لَا تَشْتَرِطُ الْمَرْاَۃُ طَلَاقَ اُخْتِھَا

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ عورت اپنی بہن کے طلاق کی شرط نہ کرے

**تشریحات** ۶۴۳

اس حدیث میں اخت سے مراد حقیقی بہن نہیں بلکہ دینی بہن ہے مراد وہ عورت ہے جو پہلے سے مرد کے نکاح میں ہو۔

**حدیث** ۲۳۹۰

عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کسی

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَحِلُّ لِاِمْرَاَۃٍ تَسْئَلُ طَلَاقَ اُخْتِھَا

عورت کو یہ حلال نہیں کہ اپنی بہن کے طلاق کا سوال کرے تاکہ اس کے برتن کو اوندھیل دے اس لیے کہ

لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَھَا فَاِنَّمَا لَھَا مَا قُدِّرَ لَھَا۔

اس کے لیے وہی ہے جو اس کا مقدر ہو چکا ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری جلد عشرون صفحہ ۱۳۷۔

## بَابُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي يُهْدِيْنَ الْمَرْأَةَ اِلٰى زَوْجِهَا ص ۷۷۵

ان عورتوں کا بیان جو بیوی کو شوہر کی طرف زفاف کے لیے بھیجیں۔

**حدیث ۲۳۹۱**

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو

عَنْهَا اَنَّهَا زَفَّتْ اِمْرَأَةً اِلٰى رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

ایک انصاری کے یہاں زفاف کے لیے بھیجا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے ساتھ کھیل نہیں تھا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ مَا كَانَ مَعَكُمْ لَهْوٌ فَاِنَّ الْاَنْصَارَ يُعْجِبُهُمُ اللَّهْوُ.

اس لیے کہ انصار کو کھیل پسند ہے۔

**تشریحات ۲۳۹۱**

شریک کی روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا تھا کہ کیا تم نے کسی بچی کو بھیجا جو دف بجاتی اور گاتی ہو اس سے ظاہر ہو گیا کہ لھو سے مراد یہ ہے کہ چھوٹی نابالغ بچی دف بجائے اور گائے۔ بغیر جھانجھ کا دف بجانا جائز ہے۔ اور یہی مراد ہے یہاں۔

## بَابُ مَنْ اَوْلَمَ بِاَقَلَّ مِنْ شَاةٍ. ص ۷۷۵

جس نے ایک بکری سے کم کا ولیمہ کیا۔

**حدیث ۲۳۹۲**

عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ صَفِيَّةَ عَنْ اُمِّهٖ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ

حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

قَالَتْ اَوْلَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَعْضِ نِسَائِهٖ بِمُدَّيْنِ مِنْ شَعِيْرٍ.

اپنی بعض بیویوں کے ولیمہ میں دو مد جو صرف فرمایا تھا۔

**تشریحات ۲۳۹۲**

یہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کے وقت میں ہوا تھا۔ دو مد ایک سو چوالیس روپے بھر ہوتا ہے اور روپیہ سوا گیارہ ماشے کا۔

---

www.sirat-e-mustaqeem.net

## بَابُ حَقِّ اِجَابَةِ الْوَلِيْمَةِ وَالدَّعْوَةِ وَمَنْ اَوْلَمَ بِسَبْعَةِ اَيَّامٍ وَنَحْوِهٖ وَلَمْ يُوَقِّتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَلَا يَوْمَيْنِ ص۷۷۷

ولیمہ اور دعوت کا قبول کرنا حق ہے اور جس نے سات دن یا کم و بیش ولیمہ کیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کے لیے نہ ایک دن مقرر فرمایا ہے نہ دو دن۔

**حدیث ۲۳۹۳**

عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْوَلِيْمَةِ فَلْيَاْتِهَا[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ولیمہ کے لیے بلایا جائے تو وہاں جائے۔

**تشریحات ۲۳۹۳**

فَلْيَاْتِهَا یہ امر وجوب کے لیے نہیں بلکہ یہ استحباب کے لیے ہے امام بخاری نے یہ فرمایا کہ ولیمہ کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ایک دن مقرر فرمایا ہے نہ دو دن۔ حالانکہ ابوداؤد میں حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولیمہ پہلے دن حق ہے اور دوسرے دن اچھا ہے اور تیسرے دن ریاء اور سمعہ ہے ـــــ یہ حدیث عام لوگوں کے مزاج کے مطابق ارشاد فرمایا کہ زیادہ دنوں تک ولیمہ کرنے والے اپنی شان و شوکت ظاہر کرنے ہی کے لیے کرتے ہیں ورنہ حقیقت میں یہ تحدید نہیں اور نہ ممانعت ہے۔ اگر کوئی شخص بغیر ریاء، سمعہ کے دو دن سے زیادہ ولیمہ کرے یا دعوت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

**حدیث ۲۳۹۴**

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَعَا اَبُوْ اُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عُرْسِهٖ وَكَانَتِ امْرَاَتُهٗ يَوْمَئِذٍ خَادِمَهُمْ وَهِيَ الْعَرُوْسُ قَالَ سَهْلٌ تَدْرُوْنَ مَا سَقَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابو اسید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شادی میں دعوت دی اور ان کی بیوی ہی اس دن ان کی خادمہ تھیں اور حالانکہ وہ ہی دلہن تھیں سہل نے کہا تم لوگ جانتے ہو کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا پلایا تھا۔ رات میں

---

[1] نکاح۔ باب اجابۃ الداعی فی العرس ص۷۷۷ ابوداؤد۔ اطعمہ، نسائی۔ ولیمہ۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْقَعَتْ لَهٗ تَمَرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا اَكَلَ سَقَتْهُ اِيَّاهُ[1]

کچھ کھجوریں پانی میں بھگو دی تھیں. جب حضور کھانا کھا چکے تو یہی حضور کو پلایا تھا۔

**تشریحات ۲۳۹۴**

لفظ خادم مذکر اور مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے. اسی طرح لفظ عروس بھی دولہا دلہن دونوں پر بولا جاتا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبیذ پینا جائز ہے جب کہ اس میں نشہ نہ ہو۔

**بَابُ مَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ. ص۷۷۸**

جس نے دعوت چھوڑی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

**حدیث ۲۳۹۵**

عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے بدترین کھانا ولیمہ کا کھانا

يَقُوْلُ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُدْعٰى لَهَا الْاَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ

ہے جس میں مالداروں کو بلایا جاتا ہے اور فقیروں کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور جس نے

وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ.

دعوت چھوڑی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

**تشریحات ۲۳۹۵**

محقق یہ ہے کہ دعوتِ ولیمہ سنت ہے جب کہ منہیات شرعیہ سے خالی ہو. اور حضرت ابو ہریرہ نے جو فرمایا وہ عارض کی بنا پر کہ چاہیے تو یہ کہ ولیمہ کی دعوت میں فقیر و غنی کا امتیاز نہ رہے لیکن اب لوگوں نے طریقہ بنا رکھا ہے کہ مال داروں کو بلاتے ہیں غریبوں کو چھوڑ دیتے ہیں جس سے فقیروں کی دل آزاری ہوتی ہے. اس لیے اب یہ شر ہو گئی. گزر چکا ولیمہ کی دعوت قبول کرنا مستحب ہے یا سنت ہے. جب کہ وہاں کوئی شرعی منکر نہ ہو گناہ نہیں. حضرت ابو ہریرہ نے جو فرمایا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی یہ

---

[1] اشربہ. باب نقیع التمر مالم یسکر ص۸۳۸ مسلم، اشربہ، ابن ماجہ، النکاح باب قیام المرأۃ علی الرجال فی العرس ص۷۷۸ باب النقیع والشراب الذی لا یسکر ص۷۷۹. باب الانتباذ فی الاوعیۃ ص۸۳۷ کتاب الایمان والنزور باب ان حلف ان لا یشرب نبیذاً ص۹۸۹ مسلم، ۲ اشربہ، ابن ماجہ.

استحباب کی تاکید کے لیے ہے۔

یہاں جو سند درج ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث موقوف ہے اور امام مالک سے اکثر راویوں نے اسی طرح روایت کی ہے۔ البتہ ایک طریقے سے مرفوع مروی ہے۔ ابن بطال نے کہا اس حدیث کا پہلا حصہ موقوف ہے اور اخیر حصہ کو مرفوع ہونا چاہیئے اس لیے کہ کسی چیز پہ عصیان کا حکم رائے سے نہیں ہو سکتا۔

**بَابُ إِجَابَةِ الدَّاعِي فِي الْعُرْسِ وَغَيْرِهَا.** صفحہ ۷۷۸

دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنا شادی وغیرہ میں۔

**حدیث ۲۳۹۶**

عَنْ نَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ

نافع نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجِيبُوا هٰذِهِ الدَّعْوَةَ إِذَا دُعِيتُمْ إِلَيْهَا قَالَ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دعوت کو قبول کرو جب بلائے جاؤ اور عبداللہ دعوت

كَانَ عَبْدُ اللهِ يَأْتِي الدَّعْوَةَ فِي الْعُرْسِ وَغَيْرِ الْعُرْسِ وَهُوَ صَائِمٌ.

میں شریک ہوتے تھے شادی کی ہو یا کچھ اور حالانکہ وہ روزہ دار ہوتے۔

**تشریحات ۲۳۹۶**

روزے کی حالت میں دعوت میں جانے سے دعوت دینے والے کی دل داری مقصود تھی۔ دین دار لوگ علماء مشائخ کو صرف کھانے ہی کے لیے نہیں بلاتے تھے بلکہ حصول برکت اور دعاء خیر کے لیے بھی بلاتے تھے، اگر کھانا نہ کھانے سے صاحب دعوت کی دل شکنی ہو تو نفل روزے کو توڑ سکتا ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔

**بَابٌ هَلْ يَرْجِعُ إِذَا رَأَى مُنْكَرًا فِي الدَّعْوَةِ** صفحہ ۷۷۸

اگر دعوت میں کوئی ناگوار بات دیکھے تو کیا لوٹ سکتا ہے۔

**ت ۶۴۳**

وَرَأَى ابْنُ مَسْعُودٍ صُوْرَةً فِي الْبَيْتِ فَرَجَعَ.

اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے گھر میں تصویر دیکھی تو لوٹ گئے۔

**ت ۶۴۴**

وَدَعَى ابْنُ عُمَرَ أَبَا أَيُّوبَ فَرَأَى فِي الْبَيْتِ سِتْرًا عَلَى الْجِدَارِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت دی تو انہوں

فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ غَلَبْنَا عَلَيْهِ النِّسَاءُ فَقَالَ مَنْ كُنْتُ أَخْشَى عَلَيْهِ فَلَمْ أَكُنْ

نے گھر میں دیوار پر پردہ دیکھا ابن عمر نے معذرت میں کہا ہم پر عورتیں غالب ہوگئی ہیں. حضرت ابو ایوب نے کہا

أَخْشَى عَلَيْكَ وَاللّٰهِ لَا أَطْعَمُ لَكُمْ طَعَامًا فَرَجَعَ.

اس سے میں ڈرتا تھا مگر آپ کے بارے میں کوئی اندیشہ نہیں تھا بخدا میں تمہارے ساتھ کھانا نہیں کھاؤں گا تو واپس ہوگئے.

**تشریحات ۶۴۴**

دیواروں پر پردہ ڈالنا بہ نیت زینت سلف ناپسند فرماتے تھے اسی لیے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ناپسند فرمایا اور لوٹ آئے۔

## بَابُ الْمُدَارَاةِ مَعَ النِّسَاءِ ص۷۷۹ عورتوں کیساتھ مدارات کا بیان

**حدیث ۲۳۹۷**

عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ إِنْ

فرمایا عورت پسلی کے مثل ہے اگر اسے سیدھی کرنا چاہو گے تو توڑ دو گے اور اگر اس سے

أَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا وَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عِوَجٌ.

فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو کجی کے باوجود اس سے نفع حاصل کرو.

**تشریحات ۲۳۹۷**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی دوسری حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کے بارے میں خیر کی وصیت قبول کرو، وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی میں سب سے ٹیڑھی اوپر والی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا توڑنا طلاق ہے.

**حدیث ۲۳۹۸**

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم

قَالَ كُنَّا نَتَّقِي كَلَامَ وَالِانْبِسَاطَ إِلَى نِسَائِنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

عورتوں سے بات کرنے اور ان کے ساتھ خوش طبعی کرنے سے بچتے تھے اس ڈر کی وجہ سے کہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَیْبَۃً اَنْ یُّنْزَلَ فِیْنَا شَیْءٌ فَلَمَّا تُوُفِّیَ النَّبِیُّ صَلَّی

کہیں ہمارے بارے میں کچھ نازل نہ کر دیا جائے جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَکَلَّمْنَا فَانْبَسَطْنَا.

ہو گیا تو ہم کھل کر عورتوں سے بات کرتے اور خوش طبعی کرتے۔

## بَابُ حُسْنِ الْمُعَاشَرَۃِ مَعَ الْاَھْلِ ص۷۷۹.

اہل کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کا بیان۔

**حدیث ۲۳۹۹** عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ جَلَسَ اِحْدٰی

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ گیارہ عورتیں بیٹھیں

عَشْرَۃَ اِمْرَاَۃً فَتَعَاھَدْنَ وَتَعَاقَدْنَ اَنْ لَّا یَکْتُمْنَ مِنْ اَخْبَارِ

اور آپس میں عہد و پیمان کیا کہ اپنے شوہروں کے حالات سے کچھ چھپائیں گی نہیں۔ پہلی نے کہا

اَزْوَاجِھِنَّ شَیْئًا۔ قَالَتِ الْاُوْلٰی زَوْجِیْ لَحْمُ جَمَلٍ غَثٍّ عَلٰی

میرا شوہر پہاڑ کی چوٹی پر پڑے ہوئے دبلے اونٹ کا گوشت ہے نہ راستہ ہموار ہے کہ آسانی سے وہاں

رَاْسِ جَبَلٍ لَا سَھْلٍ فَیُرْتَقٰی وَلَا سَمِیْنٍ فَیُنْتَقَلُ۔

چڑھا جائے اور اسے لایا جائے اور نہ گوشت فربہ ہے جس کی رغبت ہو کہ مشقت اٹھا کر پہاڑ کی چوٹی

قَالَتِ الثَّانِیَۃُ زَوْجِیْ لَا اَبُثُّ خَبَرَہٗ اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ لَّا اَذَرَہٗ

سے اسے منتقل کیا جائے۔ دوسری نے کہا میں اپنے شوہر کی خبر کو پھیلاؤں گی نہیں مجھے ڈر ہے کہ میں کہیں

اِنْ اَذْکُرْہُ اَذْکُرْ عُجَرَہٗ وَبُجَرَہٗ۔ قَالَتِ الثَّالِثَۃُ زَوْجِیْ

اس کو چھوڑ نہ دوں اگر میں اس کا تذکرہ کروں اسکے ظاہری و باطنی عیوب کو ذکر کروں گی۔ تیسری نے کہا میرا شوہر

اَلْعَشَنَّقُ اِنْ اَنْطِقْ اُطَلَّقْ وَاِنْ اَسْکُتْ اُعَلَّقْ۔ قَالَتِ

بے ڈھنگا لمبا ہے اگر میں کچھ بولوں تو طلاق دے دی جاؤں اور اگر چپ رہوں تو معلق چھوڑ دی جاؤں۔

الرَّابِعَۃُ زَوْجِیْ کَلَیْلِ تِھَامَۃَ لَا حَرٌّ وَلَا قَرٌّ وَلَا مَخَافَۃَ وَلَا

چوتھی نے کہا میرا شوہر تہامہ کی رات کے مثل ہے جس میں نہ گرمی ہے نہ بہت سردی اور نہ ڈر اور نہ ملال

سَأْمَةٌ قَالَتِ الْخَامِسَةُ۔ زَوْجِیْ اِنْ دَخَلَ فَهِدَ وَاِنْ خَرَجَ اَسِدَ

پانچویں نے کہا میرا شوہر اگر گھر میں آئے تو چیتا ہے یعنی لاپرواہی سے سوجاتا ہے اور اگر باہر

وَلَا یَسْأَلُ عَمَّا عَهِدَ۔ قَالَتِ السَّادِسَةُ زَوْجِیْ اِنْ اَكَلَ لَفَّ وَاِنْ

نکلتا ہے تو شیر ہے اور جو کچھ گھر میں ہے اس کے بارے میں کچھ پوچھتا نہیں ہے۔ چھٹی نے کہا میرا شوہر اگر کھاتا

شَرِبَ اِشْتَفَّ وَاِنِ اضْطَجَعَ اِلْتَفَّ وَلَا یُوْلِجُ الْكَفَّ لِیَعْلَمَ الْبَثَّ

ہے تو سب چٹ کر جاتا ہے اور اگر پیتا ہے تو برتن خالی کر دیتا ہے اور اگر سوتا ہے تو تنہا چادر میں

قَالَتِ السَّابِعَةُ زَوْجِیْ غَیَایَاءُ اَوْ عَیَایَاءُ طَبَاقَاءُ كُلُّ دَاءٍ لَهٗ دَاءٌ

لپٹ کر سوتا ہے اور ہاتھ داخل نہیں کرتا تاکہ بے چینی کو جانے۔ ساتویں نے کہا میرا شوہر بود اہے نامرد احمق

شَجَّكِ اَوْ فَلَّكِ اَوْ جَمَعَ كُلًّا لَّكِ قَالَتِ الثَّامِنَةُ۔ زَوْجِیْ اَلْمَسُّ مَسُّ

ہے ہر بیماری اس میں ہے تیرا سر پھوڑ دے گا یا تیرا عضو توڑ دے گا یا سب جمع کر دے گا۔ آٹھویں نے کہا

اَرْنَبٍ وَالرِّیْحُ رِیْحُ زَرْنَبٍ قَالَتِ التَّاسِعَةُ۔ زَوْجِیْ رَفِیْعُ الْعِمَادِ

میرے شوہر کا چھونا خرگوش کا چھونا ہے اور اس کی خوشبو زرنب کی خوشبو ہے۔ نویں نے کہا

طَوِیْلُ النِّجَادِ عَظِیْمُ الرَّمَادِ قَرِیْبُ الْبَیْتِ مِنَ النَّادِ۔ قَالَتِ

میرا شوہر اونچے ستون کی عمارت والا ہے لمبے پرتلے والا ہے بہت زیادہ راکھ والا ہے۔ اس کی بیٹھک گھر کے

الْعَاشِرَةُ۔ زَوْجِیْ مَالِكٌ وَمَا مَالِكٌ مَالِكٌ خَیْرٌ مِّنْ ذَالِكَ لَهٗ اِبِلٌ

قریب ہے۔ دسویں نے کہا میرا شوہر مالک ہے اور تم کیا جانو کیا ہے مالک، مالک اس سے بہتر ہے

كَثِیْرَاتُ الْمَبَارِكِ قَلِیْلَاتُ الْمَسَارِحِ وَاِذَا سَمِعْنَ صَوْتَ الْمِزْهَرِ

اس کے اونٹ زیادہ تر تھان پر رہتے ہیں چراگاہ میں کم جاتے ہیں اور جب وہ مزہر کی آواز سنتے ہیں یقین

اَیْقَنَّ اَنَّهُنَّ هَوَالِكُ۔ قَالَتِ الْحَادِیَةُ عَشْرَةَ زَوْجِیْ اَبُوْ زَرْعٍ فَمَا

کر لیتے ہیں کہ یہ ذبح ہونے والے ہیں۔ گیارہویں نے کہا میرا شوہر ابوزرع ہے اور تم کیا جانو

اَبُوْ زَرْعٍ اَنَاسَ مِنْ حُلِیٍّ اُذُنَیَّ وَمَلَأَ مِنْ شَحْمٍ عَضُدَیَّ وَبَجَّحَنِیْ

کیا ہے ابوزرع؟ اس نے میرے کانوں کو زیوروں سے جھلا دیا میرے بازوؤں کو چربی سے بھر دیا۔

فَبَجَحَتْ اِلَیَّ نَفْسِیْ وَجَدَنِیْ فِیْ اَهْلِ غُنَیْمَةٍ بِشَقٍّ فَجَعَلَنِیْ فِیْ اَهْلِ

اس نے مجھ کو خوش کیا اور میں خوش ہو گئی۔ اس نے مجھے مقام شق میں تھوڑی سی بکری والوں میں پایا تو اس نے

صَهِیْلٍ وَّ اَطِیْطٍ وَّ دَائِسٍ وَّمُنَقٍّ فَعِنْدَهٗ اَقُوْلُ فَلَا اُقَبَّحُ وَاَرْقُدُ

مجھ کو کر دیا گھوڑے اور لجاوے اور گاہنے والے اور صاف کرنے والوں میں۔ میں اس کے یہاں بولتی

فَاَتَصَبَّحُ وَاَشْرَبُ فَاَتَقَنَّحُ اُمُّ اَبِیْ زَرْعٍ فَمَا اُمُّ اَبِیْ زَرْعٍ عُكُوْمُهَا

ہوں تو بری نہیں مانی جاتی اور سوتی ہوں تو صبح کر دیتی ہوں اور پیتی ہوں تو خوب سیر ہو کر

رَدَاحٌ وَبَیْتُهَا فَسَاحٌ اِبْنُ اَبِیْ زَرْعٍ فَمَا ابْنُ اَبِیْ زَرْعٍ مَضْجَعُهٗ

پیتی ہوں۔ ام ابی زرع کی ماں تو کیا جانے کیا ہے ابوزرع کی ماں اس کے توشہ دان بھرے ہوئے ہیں

كَمَسَلِّ شَطْبَةٍ وَتُشْبِعُهٗ ذِرَاعُ الْجَفْرَةِ بِنْتُ اَبِیْ زَرْعٍ فَمَا بِنْتُ

اور اس کا گھر کشادہ ہے۔ ابوزرع کا بیٹا اور تو کیا جانے کیا ہے ابوزرع کا بیٹا اس کی خواب گاہ چوکور منالے

اَبِیْ زَرْعٍ طَوْعُ اَبِیْهَا وَطَوْعُ اُمِّهَا وَمِلْءُ كِسَائِهَا وَغَیْظُ جَارَتِهَا

کے مثل تخت ہے جس کا پیٹ چار مہینے کی بکری کا دست بھر دیتا ہے۔ ابوزرع کی بیٹی اور تو کیا جانے کیا ہے

جَارِیَةُ اَبِیْ زَرْعٍ فَمَا جَارِیَةُ اَبِیْ زَرْعٍ لَا تَبُثُّ حَدِیْثَنَا تَبْثِیْثًا

ابوزرع کی بیٹی اپنے ماں باپ کی فرماں بردار اتنی موٹی کہ اپنی چادر بھرے ہوئے ہے اور اپنے پڑوسن کی جلن ابوزرع

وَلَا تُنَقِّثُ مِیْرَتَنَا تَنْقِیْثًا وَلَا تَمْلَأُ بَیْتَنَا تَعْشِیْشًا قَالَتْ خَرَجَ

کی لونڈی اور تو کیا جانے کیا ہے ابوزرع کی لونڈی ہماری بات قطعاً نہیں پھیلاتی اور ہمارے اندوختہ کو ضائع نہیں

اَبُوْ زَرْعٍ وَالْاَوْطَابُ تُمْخَضُ فَلَقِیَ اِمْرَاَةً مَعَهَا وَلَدَانِ لَهَا

کرتی اور ہمارے گھر کو کوڑا کرکٹ سے بھرتی نہیں۔ اس نے کہا ابوزرع صبح کو اس وقت نکلا کہ دودھ بلوئے جا

كَالْفَهْدَیْنِ یَلْعَبَانِ مِنْ تَحْتِ خَصْرِهَا بِرُمَّانَتَیْنِ فَطَلَّقَنِیْ وَنَكَحَهَا

رہے تھے تو اس نے ایک ایسی عورت سے ملاقات کیا جس کے ساتھ چیتے کے مثل اس کے دو بچے تھے جو اس

فَنَكَحْتُ بَعْدَهٗ رَجُلًا سَرِیًّا رَكِبَ شَرِیًّا وَاَخَذَ خَطِّیًّا وَاَرَاحَ عَلَیَّ

کی کوکھ کے نیچے دو اناروں سے کھیل رہے تھے ابوزرع نے مجھے طلاق دے دیا اور اس عورت سے نکاح کر لیا

نَعَمًا ثَرِيًّا وَاَعْطَانِيْ مِنْ كُلِّ رَائِحَةٍ زَوْجًا وَقَالَ كُلِيْ اُمَّ زَرْعٍ

ابو زرع کے بعد میں نے ایک شریف آدمی سے نکاح کیا جو عمدہ گھوڑے پر سوار ہوا اور نیزہ لیا اور بعد زوال مجھے

وَمِيْرِيْ اَهْلَكِ فَالَتْ فَلَوْ جَمَعْتُ كُلَّ شَيْءٍ اَعْطَانِيْهِ مَا بَلَغَ اَصْغَرَ آنِيَةِ

بہت سے مویشی دیئے اور ہر آرام دہ چیز کا جوڑا دیا اور کہا اے ام زرع کھا اور اپنے اہل کو بھی بھیج اس نے کہا اس نے مجھ کو جو

اَبِيْ زَرْعٍ قَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ

کچھ دیا اگر میں سب کو جمع کروں تو ابو زرع کے سب سے چھوٹے برتن کے برابر بھی نہیں۔ حضرت عائشہ نے کہا رسول اللہ

لَكِ كَاَبِيْ زَرْعٍ لِاُمِّ زَرْعٍ [1]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں تیرے لیے ایسا ہی ہوں جیسا ابو زرع ام زرع کے لیے تھا۔ (وفی روایۃ)

اس نے اسے طلاق دے دیا لیکن میں تجھے طلاق نہیں دوں گا۔

## تشریحات ۲۳۹۹

ہیثم بن عدی کی روایت کے اخیر میں یہ ہے میں تمہارے لیے ایسا ہی ہوں جیسے ابو زرع ام زرع کے لیے تھا الفت اور وفا میں نہ فرقت اور جدائی میں۔ اور زبیر کی روایت کے آخر میں ہے سوائے اس کے کہ ابو زرع نے ام زرع کو طلاق دے دیا تھا اور میں تمہیں طلاق نہیں دوں گا اور اسی کے مثل طبرانی کی روایت میں ہے نسائی نے اپنی ایک روایت میں اور طبرانی نے یہ زیادہ کیا — کہ عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ بلکہ حضور ابو زرع سے بہتر ہیں۔ صحیحین میں اس حدیث کا اکثر حصہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر موقوف ہے اور مرفوع صرف اخیر کا یہ حصہ ہے "كُنْتُ لَكِ كَاَبِيْ زَرْعٍ لِاُمِّ زَرْعٍ"، لیکن پوری حدیث مرفوع معنوی ہے اس لیے کہ اخیر میں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ام المومنین نے شروع سے اخیر تک جو کچھ ذکر کیا اسے سن کر ذکر فرمایا ہے۔ تو یہ حقیقت میں حدیث تقریری ہوئی لیکن صحیحین کے علاوہ میں یہ حدیث مرفوعاً مروی ہے نسائی میں ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میں تیرے لیے ایسا ہی ہوں جیسے ابو زرع ام زرع کے لیے تو ام المومنین نے فرمایا آپ پر میرے ماں باپ قربان — یا رسول اللہ کون تھا ابو زرع؟ اس کے بعد پوری حدیث حضور نے بیان فرمائی — اس کے علاوہ اور محدثین نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

[1] مسلم فضائل، نسائی عشرۃ النساء، ترمذی، شمائل۔

اس حدیث کے ارشاد کا سبب یہ ہے کہ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ میں نے اس مال پر جو جاہلیت میں میرے والد کے پاس تھا فخر کیا اور یہ دس لاکھ اوقیہ تھا اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ چپ رہ میں تیرے لیے ایسا ہی ہوں جیسا کہ ابو زرع ام زرع کے لیے تھا۔ ابوالقاسم عبدالحکیم ابن حبان نے اسود بن جبر مغافری سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عائشہ و فاطمہ کے پاس تشریف لائے اور ان میں کچھ ہو گیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حمیرا میری بیٹی سے باز نہیں رہے گی میری اور تیری مثل، مثل ابو زرع کے ہے ام زرع کے ساتھ۔ اس پر ام المومنین نے عرض کیا یا رسول اللہ ان دونوں کا واقعہ بیان فرمائیے فرمایا ایک بستی میں گیارہ عورتیں تھیں اور مرد غائب تھے تو انہوں نے کہا آؤ ہم اپنے شوہروں کے حالات بیان کریں الیٰ آخرہ۔

**جلس احدی عشرۃ**۔ قاعدے کے اعتبار سے جلست ہونا چاہیئے تھا جیسا کہ ابو عوانہ کی روایت میں ہے مگر یہاں تقدیر عبارت یہ ہے **جلس جماعۃ احدی عشرۃ**۔ اور جماعۃ چونکہ مؤنث غیر حقیقی ہے اس لیے فعل کو مذکر لانا درست ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں جلس ہے اور ابو یعلیٰ کی ایک روایت میں اجتمعن ہے امام قرطبی نے فرمایا۔ کہ جمع مؤنث لانا اکلونی البراغیث کی لغت پر ہے اس کی نظیر خود قرآن مجید میں ہے فرمایا۔ **واسروا النجوی الذین ظلموا** اور فرمایا **فَعَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ** اور حدیث میں ہے **یتعاقبون فیکم ملائکۃ**۔

یہ عورتیں یمن کی تھیں اور قبیلۂ خثعم کی اور یہ زمانۂ جاہلیت کی بات ہے۔

**غثّ** غین کو فتحہ تا کو تشدید اس کو جمل کی صفت مان کر کسرہ پڑھنا بھی درست ہے اور لحم کی صفت مان کر ضمہ پڑھنا بھی درست ہے علامہ ابن جوزی نے فرمایا مشہور کسرہ ہے ابن ناصر نے کہا عمدہ رفع پڑھنا ہے اس کے معنی اتنا دبلا کہ جو ناگوار ہو جسے لوگ چھوتے نہ ہوں۔

**علی رأس جبل**۔ ابو عبید اور ترمذی کی روایت میں علی جبل وعر ہے اور زبیر ابن بکار کی روایت میں جبل وَعْسٍ ہے اور یہ سبع کے زیادہ موافق ہے وعر کے معنی بہت سخت۔ وعث ایسی بلند جگہ جس پر چڑھنا دشوار ہو قدم پھسلتے ہوں۔

**لا سہل** فتح کے ساتھ بغیر تنوین کے اور ایسے ہی **ولا سمین** ان دونوں میں رفع بھی جائز ہے اس بنا پر کہ یہ مبتدائے مقدر کی خبر ہو یعنی **لا ھو سہل ولا سمین** اور ان میں جر بھی جائز ہے اس بنا پر کہ یہ جمل اور جبل کی صفت ہے۔ نسائی میں بطریق عقبہ ابن خالد جو روایت ہے وہ تنوین اور نصب کے ساتھ ہے **لا سہلاً ولا سمیناً** امام قاضی عیاض نے فرمایا میرے

نزدیک دونوں کلموں میں رفع احسن ہے سیاق کلام کی مناسبت سے مطلب یہ ہوا کہ میرا شوہر ایسا ہے جس میں کوئی نفع نہیں کوئی کشش نہیں۔ کسی شارح نے اس پہلی عورت کا نام نہیں بتایا ہے۔ ان لا اذرہ ضمیر منصوب میں دو احتمال ہے ایک یہ کہ اس کا مرجع خبر ہو اب معنی یہ ہوں گے کہ میرے شوہر کے حالات اتنے کثیر ہیں کہ میں اگر سب کو بیان کرنا چاہوں تو کچھ نہ کچھ رہ جائیں گے سب بیان نہ کر پاؤں گی دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کا مرجع خود شوہر ہو اب مطلب یہ ہوگا کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر میں اپنے شوہر کے حالات بیان کروں اور اسے معلوم ہو جائے تو وہ مجھے جدا کر دے گا اس دوسری عورت کا نام عمرہ بنت عمرو تھا۔

عجرہ و بجرہ۔ یہ عجرۃ اور بجرۃ کی جمع ہے عجرۃ کا معنی گرہ ہے خواہ جسم میں ہو یا کہیں اور۔ بجرۃ وہ گرہ جو پیٹ میں ہو نیز عجرۃ کا معنی پیٹھ کا کبڑی ہونا اور بجرۃ کا معنی ناف کا ابھری ہونا ابن ابی اویس نے کہا عجرۃ وہ گرہ ہے جو پیٹ یا زبان میں ہو بجرۃ کا معنی عیب۔ یہ اس کا اصل لغوی معنی ہے۔ عرف عام میں غم واندوہ ظاہر کرنے کے لیے بولا جاتا ہے امیر المومنین، مولی المسلمین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوم جمل میں عرض کیا تھا۔

اشکو الی اللہ عجری و بجری

یہاں مراد عیوب ظاہرہ و باطنہ ہیں۔

عشنق بے تکا لمبا، لمبی گردن والا جرأت کے ساتھ بڑھ کر ہر کام کرنے والا۔ مراد یہ ہے کہ بے ڈھنگا لمبائی کے ساتھ وہ بدخلق بھی ہے اس تیسری عورت کا نام حیی بنت اخطب ہے۔

لاحسا ولاقس۔ اس میں دو روایتیں ہیں فتح کے ساتھ بغیر تنوین، رفع تنوین کے ساتھ۔ اس کی نظیر اس آیت کریمہ میں ہے لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ اور لَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ۔ اس چوتھی عورت کا نام مہدد بنت ابی ھزومہ تھا۔ پانچویں عورت کا نام گبشہ تھا چھٹی کا ہند ساتویں کا حیی بنت علقمہ آٹھویں کا یاسر بنت اوس بن عبد۔ ان عورتوں میں پہلی اور نویں کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

عنیاياء او عیایاء طباقاء۔

عنیاياء۔ أو عیایاء یہ عیسیٰ بن یونس سے شک ہوا جیسا کہ ابو یعلیٰ نے اس کی تصریح کی ہے اور نسائی میں عنیاياء بغیر شک کے ہے یہ دونوں اور طباقاء صفت مشبہ کے صیغے ہیں۔ عنیاياء کا مادہ عنیایۃ ہے اس کے معنی وہ بودا ہے جو معاملات کو سمجھ نہ سکے۔ عیایاء کا مادہ عَیٌّ ہے

---

ے رکاز الاصول۔

اس کا معنی وہ اونٹ ہے جو جفتی پر قدرت نہ رکھے طباقاء کا مادہ طبق" ہے اس کا معنی بھی بے وقوف ہے نیز وہ جو اچھی طرح جماع نہ کر سکے اور جاحظ نے کہا اس کے معنی وہ شخص ہے جو جماع کے وقت اپنا سینہ عورت کے سینے پر چپکا لے اور نچلا حصہ اٹھائے عورتیں ایسے شخص کو ناپسند کرتی ہیں۔ امرء القیس کی بیوی اس کی برائی بیان کرتے ہوئے کہتی ہے" وہ بھاری سینے والا ہلکی سرین والا سریع الانزال ہے۔

اب اس کا ترجمہ یہ ہوا۔" میرا شوہر بودا ناسمجھ نامرد اور بے وقوف ہے۔

کچھ لوگوں نے غیایاء کا ترجمہ کیا" گمراہ" انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ غنیٌ سے مشتق ہے اس کا مادہ غوی ہے اور یہ نہیں سوچا کہ پھر غیایاء میں واؤ، یا سے کیسے بدل گیا۔ کل داءلہ داء یعنی جو عیوب لوگوں میں متفرق ہیں وہ سب اس میں اکٹھا جمع ہیں۔ اس تقدیر پر کہ لہ داء، کل داء کی خبر ہوگی اور اس کا بھی احتمال ہے کہ لہ داء کی صفت ہو اور صرف داء کل کی خبر ہو مراد یہ ہے کہ ہر عیب اس میں پورا پورا ہے جیسے بولتے ہیں کہ بے شک زید زید ہے اور یہ گھوڑا گھوڑا ہے۔

نسانب :۔ ایک پتلی خوشبو دار گھاس ہے۔

مبارک :۔ یہ مبرک اسم ظرف کی جمع ہے اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ۔

مسارح :۔ مُسْرَح کی جمع ہے چراگاہ۔ مزھر، ایک قسم کا باجا، عرب کی عادت تھی کہ جب کوئی مہمان آجاتا تو اونٹ کے ذبح سے پہلے یہ باجا بجاتے تھے۔

اَنَاسَ :۔ اس کا مادہ نُوْسٌ ہے جس کے معنیٰ ہے ہر لٹکی ہوئی چیز کا ہلنا۔ مراد یہ ہے میرے کانوں میں بکثرت زیور پہنائے جو لٹکے ہوئے ہل جائیں۔

وَ بَجَّهَنِي فَبَجَّهْتُ :۔ یعنی اس نے مجھ کو ہر طرح خوش کیا اور میں خوش ہوں۔ ابن الانباری نے کہا معنی یہ ہیں کہ اس نے مجھ کو بڑا بنایا اور میں اپنے آپ کو بڑی سمجھنے لگی۔

بشِقٍّ۔ خطابی نے کہا کہ روایت شِ کے کسرہ کے ساتھ ہے مگر صحیح شَقٌّ ہے یہ ایک جگہ کا نام ہے۔ ابن ابی اویس اور ابن حبیب نے کہا کہ کسرہ کے ساتھ شِقٌّ ہے مراد پہاڑ کا ایک کونا ہے اس کا بھی احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ بہت ہی تنگ دستی میں تھے۔

صھیل معنی گھوڑا ــــ وَاَطِیْطِ اونٹ پر رکھے ہوئے کجاوے اور محملوں کی آواز مراد یہاں پر اونٹ ہیں۔

دائِس: غلہ گاہنے والا ــــ ومُنْقٍ۔ علامہ کرمانی نے کہا اس سے مراد وہ ہے جو غلے کو بھُس سے صاف کرنے والا ہو اس صورت میں اس کا مادہ نَقِیَ ہے مراد یہ ہے کہ وہ ایک بڑا کاشت کار ہے جس کے یہاں ہر شعبے کے الگ الگ ملازم ہیں گاہنے والا الگ ہے پھٹکنے والا

الگ اور یہی معنی یہاں زیادہ مناسب ہے ابن ابی اویس نے کہا یہ لفظ مُنِقٌ ہے جس کا مادہ نقیقٌ ہے جس کا معنیٰ مویشیوں کی آواز کے ہیں یعنی اس کے پاس بکثرت مویشی ہے۔

فَاَتَقَنَّحُ۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ صحیحین کی روایت میں نون ہی کے ساتھ ہے فتح الباری عمدۃ القاری، ارشاد الساری میں اخیر حدیث میں یہ زائد ہے۔

قال ابو عبد اللہ قال بعضھم فاتقمح بالمیم وھذا اصح. امام بخاری نے کہا اتقمح میم کے ساتھ ہے اور یہ زیادہ صحیح ہے ابو عبید نے کہا میں اتنا پیتی ہوں کہ پینے سے منہ بھر جاتا ہے یہ ماخوذ ہے عرب کے اس قول سے الناقۃ القامح وہ اونٹنی جو حوض پر آئے اور پانی نہ پیئے سر اٹھا دے۔

عُکُوْمُھَا رِدَاحٌ۔ عکوم عِکْمٌ کی جمع ہے وہ بوریاں اور جھولے جن میں کپڑے وغیرہ رکھے جاتے ہیں۔ رداحٌ، بڑے بھرے ہوئے۔

کَمَسَلِّ شَطْبَۃٍ ـــ مَسَلٌّ سَلَّ یَسُلُّ سے مصدر میمی بھی ہو سکتا ہے یعنی کسی چیز سے کسی چیز کو آہستہ آہستہ نکالا۔ سَلَّ السَّیْفَ تلوار کو سونتا اور یہ اسم ظرف بھی ہو سکتا ہے ـــ نیز فراعنہ کے بنوائے ہوئے اہرام مصر کو بھی کہتے ہیں ـــ شَطْبَۃٌ۔ چٹائی بُننے کے لیے کھجور کی پتیوں کو چیرتے ہیں اس کے ایک ٹکڑے کو شطبۃ کہتے ہیں ـــ فتح الباری میں ہے کہ ابن حبیب نے کہا شطبۃ ستون کے مثل چوکور لکڑی کو کہتے ہیں اس احقر کے خیال میں اس کا سب سے مناسب معنی یہ ہے ـــ کہ اس کی خواب گاہ چوکور منارے کے مثل تخت تھی ـــ یا یہ کہ شطبۃ سے کھجور سے نصف چری ہوئی پتی مراد لی جائے اب معنی یہ ہوں گے کہ اس کی خواب گاہ مینارے کے مثل کھجور کی پتی سے بنی ہوئی تھی۔

الجفرۃ۔ چار مہینے کا بکری کا بچہ جس کو ماں سے جدا کر کے چرائی میں لگا دیا گیا ہو مراد یہ ہے کہ وہ کم خوراک ہے۔

ملء کساء ھا۔ وہ اپنی چادر کو بھرے ہوئے ہے یعنی وہ بہت تندرست موٹی تازی ہے کہ اس کا لباس اس پر تنگ ہے اہل عرب موٹی عورت کو پسند کرتے تھے۔

لا تبث حدیثنا تبثیثًا۔ اور ایک روایت میں باء کی جگہ نون ہے دونوں کا معنی ایک ہے۔ ولا تنقث میرتنا۔ تنقیث کا معنی خیانت کرنا اور چرانا میرۃ کا معنی گھر میں جمع کیا ہوا مال۔ زیادہ تر اس کا استعمال غلہ اور کھانے پینے کے سامان پر ہوتا ہے یعنی ہمارے جمع کیے ہوئے مال کو چرا کر دوسرے کو نہیں دیتی۔

تعشیش ـــ اس کا مادہ عشٌّ ہے اس کا معنی سوکھی گھاس کے بھی ہیں اور پھپھوند لگی

ہوئی روٹی کے بھی یعنی وہ ہمارے گھر کو صاف ستھرا رکھتی ہے گھر میں کوڑا کرکٹ جمع نہیں کرتی۔

والأوطاب تمخض۔ اوطاب وطبٌ کی جمع ہے دودھ کا برتن۔ مخض کا معنی دودھ کو بلو کر مکھن نکالنا چونکہ عموماً صبح کو دودھ بلو کر مکھن نکالا جاتا ہے اس لیے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ صبح کو نکلا۔

شریاً۔ شریف انسان۔ شریا۔ عمدہ گھوڑا۔ خطیاً۔ موضع خط کا نیزہ۔ خط بحرین کے نواحی میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں کے نیزے مشہور ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اصل میں یہ نیزے ہندوستان کے ہوتے ہیں جو کشتیوں کے ذریعہ مقام خط میں آتے ہیں۔

أراح علیّ۔ یعنی بعد زوال اس نے مجھ کو دیا۔

نَعَمٌ۔ ایک ایسی جمع ہے جس کے لفظ سے واحد نہیں اس کا معنی خاص اونٹ کے ہیں لیکن تمام مویشیوں پر اسکا اطلاق ہوتا ہے جب ان میں اونٹ ہوں۔ ثریا۔ بہت زیادہ۔

رائحتا۔ اس کا مادہ روح ہے شام کے وقت آنے والی چیز مراد یہ ہے کہ شام کو گھر واپس آتا تو جو کچھ لاتا اس میں سے دودھ دیتا ہے وہ اونٹ جو شام کو چر کر اپنے باڑے کی طرف واپس آئیں مطلقاً مویشی کہا جاتا ہے "مالہ سارحۃ ولا رائحۃ" یعنی اس کے پاس مویشی میں سے کچھ نہیں اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ راحت سے بنا ہو یعنی خوش کرنے والی چیز۔

مِیرِی اھلَكِ۔ مِیرِی کا مادہ المِیرَۃ ہے جس کے معنی غلے کے ہیں یہاں مراد یہ ہے کہ اپنے رشتہ داروں کو دے۔

**بَابُ** صوم المرأۃ باذن زوجھا تطوعًا۔ عورت کا اپنے شوہر کی اجازت سے نفل روزہ رکھنا۔ ص ۷۸۲

**حدیث** ۲۴۰۰

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُوْمُ الْمَرْاَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

فرمایا عورت کا شوہر موجود ہو تو اس کی بلا اجازت روزہ نہ رکھے۔

**تشریحات** ۲۴۰۰

اس سے مراد نفل روزہ ہے، رمضان کے فرض روزے میں شوہر کی اجازت کی ضرورت نہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

## بَابٌ لَا تَأْذَنُ الْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِهِ. ص۷۸۲

عورت شوہر کی بلا اجازت شوہر کے گھر میں کسی کو آنے کی اجازت نہ دے۔

**حدیث ۲۴۰۱**

عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُومَ وَ

فرمایا کسی عورت کو یہ حلال نہیں کہ اس کا شوہر موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے اور اس کی

زَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَلَا تَأْذَنَ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَمَا أَنْفَقَتْ

اجازت کے بغیر کسی کو اس کے گھر میں نہ آنے دے اور بغیر اس کی اجازت کے جو کچھ

مِنْ نَفَقَةٍ عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَإِنَّهُ يُؤَدَّى إِلَيْهِ شَطْرُهُ.

خرچ کرے گی تو اسے اس کا آدھا ملے گا۔ ؎

## تشریحات ۲۴۰۱

عن غیر امرہ سے مراد یہ ہے کہ صریح اجازت نہ ہو بلکہ اجازت عام ہو خواہ صراحۃً یا عرفاً مثلاً یہ کہ مسلمانوں میں رواج ہے عورتیں شوہر کے مال سے غرباء و مساکین کو دیتی رہتی ہیں اور تمام شوہر اس کو جانتے ہیں اور اس کو برا نہیں مانتے، یہ عرفاً اجازت ہے۔

یُؤَدَّی الیہ شطرہ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اسے آدھا ثواب ملے گا جیسا کہ بیوع و نفقات کی حدیث میں تصریح ہے۔ فرمایا فلها نصف اجره۔

## بَابٌ ص۷۸۲

**حدیث ۲۴۰۲**

عَنْ أُسَامَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

وَسَلَّمَ قَالَ قُمْتُ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةَ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِينُ وَ

کرتے ہیں کہ فرمایا میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس کے اندر عام

؎ نفقات، باب نفقة المرأة اذا غاب عنها زوجها ص۸۰۷

أَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوسُونَ غَيْرَ أَنَّ أَصْحَابَ النَّارِ قَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى

داخل ہونے والے مساکین ہیں اور مال دار روکے ہوئے ہیں، ہاں جہنمیوں کو جہنم میں لے جانے کا حکم ہو چکا ہوگا، اور

النَّارِ وَقُمْتُ عَلَى بَابِ النَّارِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ ۔

میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس میں داخل ہونے والی عام طور پر عورتیں ہیں۔

## تشریحات ۲۴۰۲

جَدٌّ۔ کے معنی مال داری اور حصہ اور دادا کے ہیں ــــ جدٌّ کے معنی کوشش کرنے کے ہیں مال داروں کو اپنے اموال کے حساب کے لیے روک لیا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ مساکین اور فقراءِ امت مال داروں سے پہلے جنت میں جائیں گے۔

**بَابُ هِجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءَهُ فِي غَيْرِ بُيُوتِهِنَّ۔** ص ۷۸۳

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں سے ان کے گھروں کے علاوہ کہیں اور الگ رہنا۔

**ت** ۶۴۵

وَيُذْكَرُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ رَفْعُهُ "غَيْرَ أَنْ لَا تُهْجَرَ إِلَّا

معاویہ بن حیدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے جس کو انہوں نے مرفوع کیا

فِي الْبَيْتِ" وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ

سوائے اس حصے کے کہ عورت سے قطع تعلق کر کے اس کے گھر ہی میں رہا جائے اول زیادہ صحیح ہے۔

## توضیح

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناراض ہو کر ایک مہینے تک ازواج مطہرات سے الگ رہے۔ اور ان کے حجروں سے الگ ایک بالاخانے پر تشریف رکھتے تھے۔ یہ روایت صحیح ہے۔ پھر امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی حضور نے فرمایا ہے کہ اگر عورتوں سے قطع تعلق کرے تو ان کے گھروں کے علاوہ کہیں اور نہ رہے اس پر اشکال یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات سے ایک ماہ تک علیحدگی کی روایت معاویہ بن حیدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نہیں۔ پھر امام بخاری کا یہ کہنا کہ پہلی روایت بہ نسبت اس کے زیادہ صحیح ہے۔ کیسے درست ہے؟ علامہ عینی نے فرمایا کہ اگر کسی شارح کو یہ روایت نہیں ملی اس سے کہاں لازم آتا ہے کہ یہ حدیث

---

ے کتاب الرقاق باب صفۃ الجنۃ والنار ص ۹۶۹ مسلم۔ دعوات، نسائی عشرۃ النساء۔

مروی ہی نہیں۔ جب امام بخاری فرمارہے ہیں تو انہیں کوئی روایت ملی ہوگی ۔ ابوداؤد میں انہیں سے یہ مروی ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم پر زوجہ کا کیا حق ہے فرمایا جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ اور جب پہنو تو اسے بھی پہناؤ اور چہرے پر مت مارو۔ اور اسے سخت سست نہ کہو اور اسے گھر کے علاوہ کہیں مت چھوڑو۔ صاحب تلویح نے کہا امام بخاری کی مراد یہی حدیث ہے۔ عورتوں سے قطع تعلق کرکے انہیں کے گھر میں رہنا اُن کے لیے زیادہ تکلیف دہ ہوگا بہ نسبت اس کے کہ کسی اور گھر میں رہے۔ اس لیے یہ فرمایا کہ قطع تعلق کرے تو ان کے گھروں ہی میں رہے تاکہ صلح جلد ہوجائے لیکن بروایت صحیحہ ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات سے قطع تعلق کیا اور علیحدہ مکان میں تشریف فرمارہے اِن دونوں سے نتیجہ یہ نکلا کہ شوہر کی صوابِ دید پر موقوف ہے اگر وہ یہ مناسب سمجھے تو اُنہیں کے گھروں میں رہے تو اس کی بھی اجازت ہے اور اگر یہ مناسب سمجھے کہ علیحدہ دوسرے گھر میں رہے تو اس کی بھی اجازت ہے ۔ امام بخاری نے جو یہ فرمایا کہ "والاوّل اَصَحّ"، اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت انس کی جو روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناراضگی کے زمانے میں ازواجِ مطہرات کے حجروں سے الگ ایک بالاخانے میں تشریف فرما تھے یہ بہ نسبت روایت معاویہ بن حیدۃ کی حدیث کے زیادہ صحیح ہے۔

## بَابٌ لَا تُطِيعُ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا فِي مَعْصِيَةٍ۔ ص ۷۸۴

عورت گناہ میں اپنے شوہر کی اطاعت نہ کرے۔

حدیث ۲۴۰۳

عَنْ صَفِيَّةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ امْرَاءَةً مِّنَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک انصاری عورت نے

الْاَنْصَارِ زَوَّجَتْ اِبْنَتَهَا فَتَمَعَّطَ شَعْرُ رَاْسِهَا فَجَاءَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

اپنی لڑکی کی شادی کی اس کے بعد اس کا بال جھڑ گیا وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذَالِكَ لَهٗ فَقَالَتْ اِنَّ زَوْجَهَا اَمَرَنِيْ اَنْ اَصِلَ فِيْ

حاضر ہوئی اور حضور سے اس کا تذکرہ کیا اور کہا کہ میرے شوہر نے مجھے حکم دیا ہے کہ دوسرا

شَعْرِهَا فَقَالَ لَا اِنَّهٗ قَدْ لُعِنَ الْمُوَصِّلَاتُ عه

بال اپنے بالوں میں ملاؤں فرمایا نہیں بال ملانے والیوں پر لعنت کی گئی ہے۔

عه کتاب اللباس۔ باب الوصل فی الشعر ص ۸۷۸۔ مسلم: لباس۔ نسائی: زینت۔

## بَابُ الْعَزْلِ صـ۷۸۴ عزل کا بیان

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۴۰۴ | عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنَّا نَعْزِلُ |
| | حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں |
| | عَلٰی عَہْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْاٰنُ یَنْزِلُ |
| | عزل کرتے تھے اور قرآن کا نزول ہوتا رہتا۔ |

**تشریحات ۲۴۰۴** عزل کے معنی یہ ہیں کہ بوقت جماع منی باہر گرائی جائے اس کے بارے میں محقق حکم یہ ہے کہ یہ جائز ہے باندیوں سے مطلقاً ان سے اجازت لینے کی بھی حاجت نہیں اور آزاد عورتوں سے ان کی اجازت کے بعد۔ اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں مسلم میں جذامہ بنت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث مروی ہے کہ لوگوں نے حضور سے عزل کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ یہ وَئدِ خفی ہے۔ وئد کے معنی زندہ درگور کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ عزل اسی لیے کیا جاتا ہے کہ بچہ پیدا نہ ہو یہ ایسے ہی ہے جیسے بچے کے پیدا ہونے کے بعد زندہ درگور کر دیا جائے۔ اس حدیث سے حرمت ثابت ہو رہی ہے اور حضرت جابر کی ایک حدیث میں ہے کہ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم عزل کرتے ہیں تو یہود نے گمان کیا کہ یہ مؤودۃ صغریٰ ہے فرمایا یہود جھوٹے ہیں اللہ تعالیٰ جب کوئی چیز پیدا کرنا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ شارحین نے اس کے مختلف جواب دیے ہیں۔ پہلا یہ کہ جیسے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود غلط کہتے ہیں کہ قبر میں عذاب ہوگا۔ کیوں کہ اس وقت تک عذاب قبر پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطلع نہیں فرمایا گیا تھا۔ اسی طرح یہ احتمال ہے کہ بعد میں عزل میں اجازت دے دی گئی۔

دوسرا جواب امام طحاوی نے یہ دیا کہ جذامہ بنت وہب کی حدیث حضرت جابر کی حدیث سے منسوخ ہے۔

تیسرا جواب یہ دیا گیا کہ حضرت جابر کی حدیث جذامہ کی حدیث کے بہ نسبت زیادہ صحیح ہے اور اس کی مؤید اور بھی حدیثیں ہیں جو حضرت ابوسعید خدری اور دوسرے صحابۂ کرام سے مروی ہیں۔

## بَابُ الْقُرْعَۃِ بَیْنَ النِّسَاءِ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا۔ صـ۷۸۴

جب سفر کا ارادہ کرے تو عورتوں کے درمیان قرعہ اندازی کرے۔

حدیث ۲۴۰۵

عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ اَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهٖ فَطَارَتِ الْقُرْعَةُ لِعَائِشَةَ

جب باہر تشریف لے جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے ایک دفعہ قرعہ عائشہ اور حفصہ

وَحَفْصَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ بِاللَّيْلِ سَارَ مَعَ عَائِشَةَ

کے نام نکلا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات میں عائشہ کے ساتھ سفر فرماتے ان سے باتیں کرتے ایک دفعہ حفصہ نے عائشہ

يَتَحَدَّثُ فَقَالَتْ حَفْصَةُ اَلَا تَرْكَبِيْنَ اللَّيْلَةَ بَعِيْرِيْ وَاَرْكَبُ بَعِيْرَكِ

سے کہا کیا آج رات تم میرے اونٹ پہ سوار نہیں ہو جاؤ گی اور میں تیرے اونٹ پہ سوار ہو جاؤں تو بھی دیکھے اور

تَنْظُرِيْنَ وَاَنْظُرُ فَقَالَتْ بَلٰى فَرَكِبَتْ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى

میں بھی دیکھوں حضرت عائشہ نے کہا ٹھیک ہے اور وہ حفصہ کے اونٹ پہ سوار ہو گئیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ کے

جَمَلِ عَائِشَةَ وَعَلَيْهَا حَفْصَةُ فَسَلَّمَ عَلَيْهَا ثُمَّ سَارَ حَتّٰى نَزَلُوْا وَافْتَقَدَتْهُ

اونٹ کے پاس آئے اور اس پر حفصہ سوار تھیں انہیں سلام کیا پھر چلے پھر ایک جگہ اترے ۔ عائشہ نے حضور کو اپنے

عَائِشَةُ فَلَمَّا نَزَلُوْا جَعَلَتْ رِجْلَيْهَا بَيْنَ الْاِذْخِرِ وَتَقُوْلُ يَا رَبِّ سَلِّطْ

پاس نہیں پایا جب لوگ اترے تو عائشہ نے اپنے دونوں پاؤں کو اذخر کے درمیان کر دیا۔ اور کہتی تھیں اے

عَلَيَّ عَقْرَبًا اَوْ حَيَّةً تَلْدَغُنِيْ وَلَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَقُوْلَ شَيْئًا ۔ علیہ

رب مجھ پر بچھو یا سانپ مسلط کر دے جو مجھے ڈس لے اور میں حضور کو کچھ نہیں کہہ سکتی تھی ۔

## تشریحات ۲۴۰۵

جس کی چند بیویاں ہوں جب وہ سفر کرنا چاہے اور اپنی بیویوں میں سے کسی کو ساتھ لے جانا چاہے تو مستحب یہ ہے کہ قرعہ اندازی کرے لیکن اگر قرعہ نہیں ڈالا اور اپنی مرضی سے کسی کو ساتھ لے لیا تو بھی کوئی حرج نہیں صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر باری واجب نہیں تھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غایت کرم اور شفقت کی بنا پر باری کی پابندی کرتے تھے اسی طرح سفر کے وقت قرعہ اندازی واجب نہیں تھی قرعہ اندازی غایت کرم کی بنا پر تھی ۔

علیہ مسلم ۔ فضائل ۔ نسائی ۔ عشرۃ النساء ۔

## بَابُ الْمَرْأَةُ تَهَبُ يَوْمَهَا مِنْ زَوْجِهَا لِضَرَّتِهَا وَكَيْفَ يُقْسَمُ ذَالِكَ صـ ۷۸۴

عورت اپنی باری اپنی سوکن کو بخش دے تو کیسے باری مقرر کی جائے گی۔

**حدیث ۲۴۰۶**

عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سودہ بنت زمعہ نے اپنی

سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا لِعَائِشَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

باری عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بخش دی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ کے لیے دو دن مقرر فرما

وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ بِيَوْمِهَا وَيَوْمِ سَوْدَةَ علہ

دیا تھا۔ ایک عائشہ کا ایک سودہ کا۔

## بَابُ اِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ صـ ۷۸۵

جب کنواری سے ثیّب پر نکاح کرے۔

**حدیث ۲۴۰۷**

عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مِنَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا سنت یہ ہے کہ جب کوئی ثیب بیوی کے ہوتے ہوئے

السُّنَّةِ اِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ اَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَ

کنواری سے نکاح کرے تو اس کے پاس سات دن رہے اس کے بعد باری کی پابندی کرے اور جب کنواری کے

قَسَمَ وَاِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ عَلَى الْبِكْرِ اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلٰثًا ثُمَّ قَسَمَ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ

ہوتے ہوئے ثیب سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین دن قیام کرے پھر باری کی پابندی کرے۔ ابو قلابہ نے کہا

وَلَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ اِنَّ اَنَسًا رَفَعَهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ اگر میں چاہوں تو کہوں کہ انس نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کیا۔

**تشریحات ۲۴۰۷**

حضرت انس کا یہ فرمانا کہ یہ سنت ہے یہی دلیل ہے، یہ حدیث مرفوع ہے، مزید براں ابو قلابہ اور خالد کا یہ کہنا کہ اگر میں چاہوں تو کہوں کہ

علہ مسلم۔ نکاح۔

حضرت انس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اس کو مرفوع کیا تو کہہ سکتا ہوں"۔ یہ دلیل ہے کہ حدیث مرفوع ہے۔

## بَابُ الْمُتَشَبِّعِ بِمَا لَمْ يَنَلْ وَمَا يُنْهَى مِنَ افْتِخَارِ الضَّرَّةِ۔ ص ۷۸۵

جو اسے نہ ملا ہو اس پر آسودگی ظاہر کرنے والا اور سوکنوں کے فخر کرنے سے ممانعت کا بیان۔

**حدیث ۲۴۰۸**

حَدَّثَتْنِي فَاطِمَةُ عَنْ أَسْمَاءَ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ!

إِنَّ لِي ضَرَّةً فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِي غَيْرَ الَّذِي

میری ایک سوکن ہے تو کیا مجھ پر کوئی گناہ ہے کہ میں یہ ظاہر کروں کہ شوہر نے مجھے یہ دیا حالانکہ اس نے

يُعْطِينِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّعُ بِمَا

مجھے نہیں دیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو اسے نہ دیا گیا ہو اس کے حصول کو ظاہر کرنے

لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُورٍ[1]

والا ایسے ہی ہے جیسے فریب کا دو کپڑا پہننے والا۔

**تشریحات ۲۴۰۸**

مطلب یہ ہے کہ اپنی سوکن کو چڑھانے کے لیے کوئی سوکن اس سے یہ کہے کہ میرے شوہر نے مجھ کو یہ دیا ہے وہ دیا ہے حالانکہ شوہر نے نہ دیا ہو۔ یا یہ کہے کہ شوہر میرے ساتھ یہ خصوصیت برتتا ہے وہ خصوصیت برتتا ہے، حالانکہ ایسا نہ ہو، فرمایا کہ یہ جائز نہیں یہ فریب دینا ہے، جیسے کوئی شخص ریا کاری کے لیے صلحاء اور زہاد کا لباس پہنے حالانکہ صالح اور زاہد نہ ہو۔

## بَابُ الْغَيْرَةِ۔ ص ۷۸۵

غیرت کا بیان

**حدیث ۲۴۰۹**

إِنَّ عُرْوَةَ ابْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ عَنْ أُمِّهِ أَسْمَاءَ أَنَّهَا سَمِعَتْ

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

[1] مسلم، نسائی۔

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا شَیْءَ اَغْیَرُ مِنَ اللّٰہِ .

علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی بھی اللہ سے زیادہ غیرت والا نہیں .

**حدیث ۲۴۱۰** عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَاھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَغَارُ وَغَیْرَۃُ

کہ فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ غیرت کرتا ہے اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ مومن وہ کام

اللّٰہِ اَنْ یَاْتِیَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ

کرے جو اللہ نے حرام فرمایا .

## بَاب غیرۃ النساء ووجدھن ص ۷۸۷

عورتوں کی غیرت اور ان کی ناراضگی کا بیان .

**حدیث ۲۴۱۱** عَنْ ھِشَامٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اِذَا کُنْتِ عَنِّیْ

نے فرمایا، میں جانتا ہوں جب تم مجھ سے راضی رہتی ہو اور جب تم خفا رہتی ہو میں نے پوچھا کیسے

رَاضِیَۃً وَاِذَا کُنْتِ عَلَیَّ غَضْبٰی قَالَتْ فَقُلْتُ مِنْ اَیْنَ تَعْرِفُ ذٰلِکَ

پہچانتے ہیں حضور؟ فرمایا جب تو مجھ سے خوش رہتی ہے تو رب محمد کی قسم اور جب ناراض رہتی ہو تو کہتی

فَقَالَ اَمَّا اِذَا کُنْتِ عَنِّیْ رَاضِیَۃً فَاِنَّکِ تَقُوْلِیْنَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَ

ہو رب ابراہیم کی قسم۔ میں نے عرض کیا ہاں یہی بات ہے۔ لیکن میں صرف

اِذَا کُنْتِ غَضْبٰی قُلْتِ لَا وَرَبِّ اِبْرَاھِیْمَ قَالَتْ قُلْتُ اَجَلْ وَاللّٰہِ یَا

حضور کا نام نہیں لیتی .

رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا اَھْجُرُ اِلَّا اِسْمَکَ ؎

؎ کتاب الادب باب ما یجوز من الھجران ص ۸۹۷ ۔ مسلم ۔ فضائل عائشہ .

**تشریحات ۲۴۱۱**

یہ حدیث حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اعلیٰ درجہ کی ذہانت و ذکاوت کے ساتھ ساتھ انتہائی با ادب ہونے کی بھی دلیل ہے کہ ناراضگی کی حالت میں بھی کوئی ایسا فعل ان سے سرزد نہیں ہوتا جس سے ناراضگی ظاہر ہو ورنہ حضور بتاتے، لیکن انتہائی خوب صورت پیرائے میں ناراضگی کو ظاہر بھی کر دیتیں جس میں نہ تو حضور کی دل آزاری اور نہ کوئی بے ادبی، ناراضگی سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید محبت کا تعلق قطع ہو گیا۔ اس شبہ کو ام المومنین نے اپنی اس عرض سے دفع فرما دیا کہ ناراضگی کے وقت بھی آپ کے ساتھ محبت اسی طرح باقی رہتی، اس میں کوئی کمی نہیں آتی، حقیقت یہ ہے کہ اس ناراضگی کو ناراضگی کہنا ہی غلط ہے، اس کے لیے اردو میں سب سے موزوں لفظ "روٹھنا" ہے محبوب کے روٹھنے میں بھی ایک لذت ہوتی ہے جس سے اہل دل خوب واقف ہیں یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ اسم مسمیٰ عین نہیں مغائر ہیں۔ ہاں ذات باری تعالیٰ میں عین ہیں۔

## بَابُ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا ذُو مَحْرَمٍ وَالدُّخُولُ عَلَى الْمُغِيبَةِ۔

محرم کے علاوہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں اکٹھا نہ ہو اور جن عورتوں کے شوہر غائب ہوں ان کے پاس جانے کا حکم۔

ص ۷۸۷

**حدیث ۲۴۱۲**

عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، عورتوں کے پاس جانے سے بچو ایک انصاری نے عرض

فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ

کیا یا رسول اللہ! دیور کے بارے میں کیا فرماتے ہیں

قَالَ الْحَمْوُ الْمَوْتُ ؎

فرمایا دیور موت ہے

**تشریحات ۲۴۱۲**

"حمو" شوہر کے رشتہ دار یہ اپنے اطلاق کے اعتبار سے

؎ مسلم سلام، ترمذی رضاع، نسائی، عشرۃ النساء۔

باپ کو بھی شامل ہے لیکن یہاں بقرینۂ عقلیہ باپ مراد نہیں. اس لیے کہ وہ محرم ہے. شوہر کے بھائی، چچا، چچا کی اولاد وغیرہ مراد ہیں. ہمارے ہندوستان میں ہندوؤں سے سیکھ کر مسلمانوں میں بھی یہ بلا عام ہے کہ شوہر کے بھائی وغیرہ پردہ نہیں کرتے ــ پردہ کیا کرتے اپنی بھابی کو آدھی بیوی سمجھتے ہیں. دیور اور بھابی آپس میں انتہائی بے تکلفی سے ملتے جلتے ہیں اور بلا جھجک ہنسی مذاق کرتے ہیں یہ سب حرام و گناہ ہے اور انتہائی خطرناک ــ اسی طرح عورت کی بہن سے بھی پردہ نہیں ہوتا ہے بلکہ ہر بہنوئی اپنی سالی کو اپنی آدھی بیوی سمجھتا ہے جس کے انتہائی خطرناک نتائج آئے دن نکلتے رہتے ہیں. یہ بھی ہندو تہذیب کی دین ہے. مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کریں ہندو تہذیب اپنے گھروں سے نکالیں.

www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# کتاب الطلاق ص۷۹۰

وَقَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِھِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّۃَ۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کے عدت کے وقت پر دو اور عدت شمار کرو۔

اَحْصَیْنَاہُ: حَفِظْنَاہُ وَعَدَدْنَاہُ، ہم نے اس کو محفوظ رکھا اور گن لیا۔ وَطَلَاقُ السُّنَّۃِ اَنْ یُّطَلِّقَھَا طَاھِرًا مِّنْ غَیْرِ جِمَاعٍ وَیُشْھِدَ شَاھِدَیْنِ۔ طلاق سنت یہ ہے کہ اسے ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو۔ اور دو گواہ بنالے۔

طلاق کی تین قسمیں ہیں۔ احسن، حسن، بدعی۔ احسن یہ ہے جس طہر میں وطی نہ کی اس میں ایک طلاق رجعی دے اور چھوڑ دے یہاں تک کہ عدت گزر جائے۔ حسن یہ ہے کہ موطوءہ کو تین طہر میں تین طلاقیں دے بشرطیکہ ان طہروں میں وطی نہ کی ہو اور نہ حیض میں وطی کی ہو یا نابالغہ یا حاملہ یا آئسہ کو تین مہینے میں تین طلاقیں دے۔ بدعی یہ ہے کہ ایک طہر میں دو یا تین طلاق دے دے۔ تین دفعہ یا دو دفعہ، یا یوں کہہ دیا کہ تجھے تین طلاق ہے۔

اصل حکم یہ ہے کہ طلاق دینا جائز ہے مگر بے وجہ شرعی ممنوع اور وجہ شرعی ہو تو مباح بلکہ بعض صورتوں میں مستحب۔ اگر عورت شوہر کو یا شوہر کے اعزا کو ایذا دیتی ہے یا بدکار ہے تو طلاق دینا مستحب، اور اگر شوہر نامرد ہے یا ہجڑا ہے کہ جماع کرنے پر قادر نہیں تو واجب۔

## بَابُ مَنْ طَلَّقَ وَھَلْ یُوَاجِہُ الرَّجُلُ اِمْرَاَتَہٗ بِالطَّلَاقِ ص۷۹۰

جس نے طلاق دیا اور کیا مرد اپنی عورت کے رُو در رو طلاق دے۔

| حدیث | حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِیُّ قَالَ سَئَلْتُ الزُّھْرِیَّ اَیُّ اَزْوَاجِ |
|---|---|
| ۲۴۱۳ | اوزاعی نے ہم سے حدیث بیان کی انہوں نے کہا میں نے زہری سے پوچھا کہ |

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَعَاذَتْ مِنْهُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ عَنْ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے کس نے حضور سے پناہ مانگا تھا تو انہوں نے کہا مجھے عروہ نے خبر دی عائشہ رضی اللہ

عَائِشَةَ اَنَّ اِبْنَةَ الْجَوْنِ لَمَّا اُدْخِلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہوئے کہ جون کی لڑکی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجی گئی خلوت میں اور حضور اس سے

وَدَنٰى مِنْهَا قَالَتْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ فَقَالَ لَهَا لَقَدْ عُذْتِ بِعَظِيْمٍ اَلْحَقِيْ بِاَهْلِكِ

قریب ہوئے تو اس نے کہا میں اللہ کی پناہ مانگتی ہوں آپ سے تو حضور نے اس سے فرمایا تو نے ایک عظیم

ہستی کی پناہ لی اپنے اہل کے ساتھ مل جا

**حدیث ۲۴۱۴** عَنْ حَمْزَةَ بْنِ اَبِيْ اُسَيْدٍ عَنْ اَبِيْ اُسَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابو اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے یہاں

قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى انْطَلَقْنَا اِلٰى حَائِطٍ يُقَالُ

تک کہ ایک باغ تک پہنچے جس کو شوط کہا جاتا تھا یہاں تک کہ ہم دو باغوں تک پہنچے ان دونوں

لَهُ الشَّوْطُ حَتّٰى انْتَهَيْنَا اِلٰى حَائِطَيْنِ فَجَلَسْنَا بَيْنَهُمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى

باغوں کے درمیان ہم بیٹھ گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہاں بیٹھے رہو اور خود اندر تشریف لے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْلِسُوْا هٰهُنَا وَدَخَلَ وَقَدْ اُتِيَ بِالْجَوْنِيَّةِ فَاُنْزِلَتْ فِيْ

گئے اور جونیہ کو لایا گیا اور اسے ایک نخلستان کے گھر میں اتارا گیا جس کا نام امیمہ بنت نعمان

بَيْتٍ فِيْ نَخْلٍ فِيْ بَيْتِ اُمَيْمَةَ بِنْتِ النُّعْمَانِ بْنِ شَرَاحِيْلَ وَمَعَهَا دَايَتُهَا

بن شراحیل تھا اس کے ساتھ اس کی وہ دایہ بھی تھی جس نے اس کو پالا تھا جب حضور اس کے پاس اندر

حَاضِنَةً لَهَا فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَبِيْ نَفْسَكِ

تشریف لے گئے تو حضور نے فرمایا اپنے آپ کو مجھے بخش دے تو اس نے کہا کیا ملکہ اپنے آپ کو معمولی لوگوں

لِيْ قَالَتْ وَهَلْ تَهَبُ الْمَلِكَةُ نَفْسَهَا لِلسُّوْقَةِ قَالَ فَاَهْوٰى بِيَدِهٖ يَضَعُ

کو بخشتی ہے پھر حضور نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس کے اوپر رکھا تاکہ اس کو سکون مل جائے تو اس نے کہا میں

يَدَهٗ عَلَيْهَا لِتَسْكُنَ فَقَالَتْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ فَقَالَ قَدْ عُذْتِ بِمَعَاذٍ

اللہ کی پناہ مانگتی ہوں آپ سے فرمایا تو نے ایسے کی پناہ لی جس کی پناہ لی جاتی ہے۔ پھر حضور ہمارے

251

ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ يَا اَبَا اُسَيْدٍ اُكْسُهَا رَازِقِيَّتَيْنِ وَ اَلْحِقْهَا بِاَهْلِهَا

پاس تشریف لائے اور فرمایا اے ابو اسید اس کو دو رازقیہ کپڑا پہنا دے اور اس کو اس کے اہل کے

وَقَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ الْوَلِيْدِ النَّيْسَابُوْرِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبَّاسٍ

پاس پہونچا دے ـــــ دوسرے طریقے سے سہل اور ابو اسید سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امیمہ

بْنِ سَهْلٍ عَنْ اَبِيْهِ وَ اَبِيْ اُسَيْدٍ قَالَا تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمَيْمَةَ

بنت شراحیل سے شادی کی جب وہ حضور کی خدمت میں خلوت میں پیش کی گئی اور حضور نے اس کی طرف

بِنْتَ شَرَاحِيْلَ فَلَمَّا اُدْخِلَتْ عَلَيْهِ بَسَطَ يَدَهٗ اِلَيْهَا فَكَاَنَّهَا كَرِهَتْ

ہاتھ بڑھایا تو اس نے ایسی حرکت کی جس سے اندازہ ہوا کہ اس نے اس کو ناپسند کیا تو ابو اسید کو حکم

ذٰلِكَ فَاَمَرَ اَبَا اُسَيْدٍ اَنْ يُجَهِّزَهَا وَيَكْسُوَهَا ثَوْبَيْنِ رَازِقِيَّيْنِ ؎

دیا اس کا سامان درست کر دو اس کو دو رازقیہ کپڑا پہنا دو۔

## تشریحات ۲۴۱۴

اس سلسلہ میں شراح کے بیان میں شدید اختلاف ہے یہاں جو روایت ہے اس کے مطابق قسطلانی میں ابن سعد کے حوالے سے یہ واقعہ مذکور ہے ـــــ نعمان بن جون کندی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا، کیا میں حضور کی شادی عرب کی سب سے زیادہ خوب صورت عورت سے نہ کر دوں۔ انہوں نے اپنی لڑکی امیمہ بنت نعمان کی شادی حضور سے کر دی اور ابو اُسید کے ساتھ امیمہ کو مدینے بھیجا انہوں نے اسے لاکر بنی ساعدہ میں اتارا، اس کے پاس قبیلے کی عورتیں خوش خوش آئیں اور وہاں سے واپس آکر اس کے جمال کا تذکرہ کیا، وہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امیمہ کے پاس گئے امیمہ نے حضور کو پہچانا نہیں اور یہ کہہ دیا اعوذ باللہ منک۔ کتاب الاشربہ کی روایت سے ظاہر ہے کہ امیمہ نے حضور کو پہچانا نہیں بعد میں جب اس کو بتایا گیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں تو وہ بہت پچھتائی۔ اس حدیث میں ایک اشکال یہ ہے کہ اگر امیمہ کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح ہو گیا تھا جیسا کہ ابن سعد کی روایت سے ظاہر ہے تو پھر حضور کے اس ارشاد کا کیا مطلب۔ هَبِي نَفْسَكِ لِيْ ؟ اور یہی یہاں اخیر کی روایت تزوج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امیمۃ بنت شراحیل سے ظاہر ہے پھر یہاں کی پہلی حدیث کی ابتدا میں یہ ہے

؎ اشربہ باب الشرب من قدح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ۱ نیتہ ص ۸۴۲۔

کہ زہری سے یہ پوچھا گیا تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے کس نے حضور سے پناہ مانگی تھی۔ ان سب سے ظاہر ہوتا ہے کہ نکاح ہو گیا تھا مگر کتاب الاشربہ کی روایت میں یہ ہے ذُکِرَ للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امرأۃٌ من العرب فامر ابا اسید الساعدی ان یرسل الیھا فارسل الیھا فقدمت کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرب کی ایک عورت کا تذکرہ کیا گیا تو حضور نے ابو اسید ساعدی کو بھیجا۔ پھر وہیں اخیر میں یہ ہے ھذا رسول اللہ جاء لیخطبک یہ حضور تھے جو تجھے نکاح کا پیغام دینے آئے تھے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نکاح نہیں ہوا تھا۔ پھر اخیر میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ خلوت صحیحہ ہو چکی تھی، خلوت صحیحہ کے بعد پورا مہر مؤکد ہو جاتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں مہر نہیں دیا صرف متعہ دیا ایک خاص بات یہ ہے کہ شراح نے یہاں پر کثیر روایتیں ذکر کی ہیں مگر اس گتھی کو کسی نے نہیں سلجھایا کہ نکاح ہوا تھا کہ نہیں ــــ میں نے جہاں تک اس سلسلہ کی روایات پر گہری نظر ڈالی اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ نکاح نہیں ہوا تھا اور زوج کا اطلاق اور تزوج کا اطلاق مجازاً ہوا ہے، قصہ یہی ہوا تھا کہ وہ مدینہ طیبہ آئی تھی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے نکاح کا ارادہ فرمایا تھا مگر اس نے بے ادبی کے کلمات استعمال کیے تو حضور نے اس کو جوڑا دے کر رخصت کر دیا اور یہ متعہ نہیں تھا، اس لیے کہ متعہ اس وقت مشروع ہے جب نکاح ہوا ہو اور مہر مقرر نہ ہو۔ اور خلوت سے پہلے طلاق دے دے۔ اگر نکاح ہوا ہوتا تو خلوت صحیحہ ثابت ہے پھر مہر بھی حضور دیتے اور عدت کا خرچہ بھی دیتے اور یہ جو حضور نے فرمایا کہ الحقی باھلک یہ طلاق کے لیے نہیں۔ بلکہ اپنے لغوی معنی پر محمول ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ سب روایتیں اس پر متفق ہیں کہ امیمہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تنہائی میں اس طرح اکٹھی ہوئی کہ جماع سے کوئی چیز مانع نہیں تھی اور خلوت صحیحہ پائی گئی۔ تو اگر نکاح ہوا ہوتا اور الحقی باھلک سے حضور کی مراد طلاق ہوتی تو مہر بھی واجب ہوتا اور عدت کا خرچہ بھی، یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے صرف جوڑا دے کر رخصت کر دیتے اس لیے جن کلمات سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ نکاح ہو گیا تھا وہ ارادۂ نکاح پر محمول ہیں اور زوجہ کا اطلاق باعتبار مایؤل کے ہے۔

اس سلسلے میں ایک بہت بے ہودہ روایت یہ ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ اور ام المومنین حضرت حفصہ بھی امیمہ کو دیکھنے گئیں اور ان دونوں نے اس کا بناؤ سنگار بھی کیا اور انہیں میں سے کسی نے اس کو سکھا دیا تھا کہ جب حضور تمہارے پاس آئیں تو یہ کہنا اعوذ باللہ منک، حضور کو یہ جملہ بہت پسند ہے مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر جملۂ مذکورہ کہنا کفر ہے اور کفر کی تلقین بھی کفر، اور ام المومنین حضرت عائشہ اور ام المومنین حضرت حفصہ سے یہ بعید ہے کہ وہ کسی کو کفر کی تلقین کریں۔

اس کی تردید کتاب الاشربہ کی روایت سے صراحۃً ہو رہی ہے جس میں اس کی صراحت ہے کہ امیمہ نے حضور کو پہچانا نہیں تھا۔ قصہ یہ ہوا ہوگا کہ وہ ملکہ تھی اس نے سوچا تھا کہ میرا شوہر بھی بڑے آن بان کا ہوگا زرق برق لباس پہن کر آئے گا کسی شاہی محل میں جو لوازمات شاہانہ سے مرصع ہوگا خلوت ہوگی، اس کی امیدوں کے برخلاف نخلستان کے گھر میں اس کو ٹھہرایا گیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزمرہ کے لباس میں اس کے پاس تشریف لے گئے تو وہ چڑھ گئی اور اس نے وہ کلمات کہہ دیے، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچانا بھی نہیں، پہچانتی تو شاید ایسی گستاخی نہ کرتی۔ ہو سکتا ہے اس کے دماغ میں یہ بات آئی ہو کہ یہ کوئی معمولی آدمی آگیا ہے اس لیے جو منہ میں آیا کہہ دیا واللہ تعالیٰ اعلم۔

**بَابُ مَنْ اَجَازَ طَلَاقَ الثَّلَاثِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ.**

جس نے تین طلاق کو نافذ جانا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے طلاق دو بار ہے پھر بھلائی کے ساتھ روکنا ہے یا اچھائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ ص ۷۹۱

**توضیح:۔** ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں یا نہیں؟ اور واقع ہوتی ہیں تو تینوں یا ایک؟ جمہور امت کا مذہب یہ ہے کہ ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی ہیں خواہ ایک لفظ سے دے مثلاً یوں کہے کہ میں نے تجھے تین طلاقیں دیں خواہ تین جملوں میں کہے یعنی میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی ہاں اگر عورت غیر مدخولہ ہے تو دوسری صورت میں صرف ایک ہی پڑے گی دو لغو ہو جائیں گی اس لیے کہ وہ پہلے ہی جملے سے بائن ہو جائے گی، شوہر کے نکاح سے نکل جائے گی بقیہ طلاقوں کے لیے محل ہی نہیں رہے گی لیکن عورت اگر مدخولہ ہے تو تینوں پڑ جائیں گی۔ اسی پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں صحابہ کرام کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اور یہی چاروں ائمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ہے۔ اصحاب ظواہر یہ کہتے ہیں ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک ہی ہیں۔ آج کل غیر مقلدین نے اصحاب ظواہر کے اسی مذہب کو اختیار کر لیا ہے ــــ ایک قول یہ ہے کہ کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی اس کا قائل اس زمانے میں کوئی نہیں۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بھی یہی ہے کہ ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیۂ کریمہ "اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ" سے ثابت ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ "الطلاق مرتان" کے معنی یہ ہیں کہ ایک طلاق کے بعد دوبارہ دینا ہے جب ایک مجلس میں دی ہوئی دو طلاقیں دو ہیں تو تین بھی تین ہی ہوں گی ــــ علامہ عینی وغیرہ نے فرمایا کہ اس کا اثبات

"تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ" سے ہے یہ اپنے عموم کے اعتبار سے جس طرح دو طلاق کے بعد عورت کو چھوڑ دینے کو شامل ہے کہ عدت گزر جائے اسی طرح اس کو بھی شامل ہے کہ تیسری طلاق دے کر اس سے پورے طور پر چھٹکارا حاصل کرے۔ یہاں احسان اسی معنی میں ہے جو فرمایا گیا۔ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْإِحْسَانَ فِي كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز میں احسان کو پسند فرماتا ہے جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو۔ علاوہ ازیں بعد میں فرمایا گیا "فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره" پھر اگر اس کو طلاق دے دیا تو اس کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ اس کے علاوہ کسی اور شوہر سے نکاح کرے اس آیت میں "فا" ہے۔ فاء تعقیب کے لیے آتی ہے خواہ تراخی کے ساتھ ہو یا بغیر تراخی۔ تو آیت اپنے اطلاق کے اعتبار سے اس صورت کو بھی شامل ہوئی کہ اسی مجلس میں تیسری طلاق دے اس لیے آیت کے سیاق سے ثابت "کہ ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی ہیں"۔

**ت** وَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ فِي مَرِيضٍ طَلَّقَ لَا أَرَى أَنْ تَرِثَ مَبْتُوتَةً۔

۶۴۶ ابن زبیر نے کہا اس مریض کے بارے میں جس نے اپنی عورت کو طلاق دی میں نہیں جانتا کہ متبوتہ وارث ہوگی۔

**تشریحات ۶۴۶**

اس پر اتفاق ہے کہ اگر کسی نے اپنی عورت کو مرض الموت میں طلاق رجعی دی اور عدت ہی میں شوہر مر گیا تو وہ عورت وارث بنے گی لیکن اگر طلاق بائن تھی تو اس میں اختلاف ہے ہمارا مذہب یہ ہے کہ وارث ہوگی اگرچہ یہ طلاق بائن تین ہو لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر کا مذہب یہ ہے کہ وارث نہ ہوگی۔ خواہ یہ طلاق بائن ایک ہو یا دو یا تین۔

**ت** وَقَالَ الشَّعْبِيُّ تَرِثُهُ فَقَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ تَزَوَّجَ إِذَا انْقَضَتِ

۶۴۷ امام شعبی نے کہا کہ وہ وارث ہوگی تو ابن شبرمہ نے کہا جب اس کی عدت گزر جائے تو وہ شادی

الْعِدَّةُ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ مَاتَ الزَّوْجُ الْآخَرُ فَرَجَعَ عَنْ ذَالِكَ

کرے گی یا نہیں تو کہا کرے گی کہا بتایئے اگر بعد والا شوہر مر گیا تو، تو انہوں نے اس سے رجوع کر لیا۔

**تشریحات ۶۴۷**

امام شعبی کا پہلے مذہب یہ تھا کہ عورت اس حالت میں بھی وارث ہوگی کہ عدت گزرنے کے بعد شوہر مرے اس پر ابن شبرمہ نے یہ اعتراض کیا کہ یہ عورت عدت گزرنے کے بعد کسی اور سے اگر شادی کرلے اور یہ دوسرا شوہر بھی مرجائے تو

لازم آئے گا کہ بحیثیت زوجہ دونوں شوہروں کا ترکہ پائے اور یہ کسی طرح درست نہیں تو انہوں نے رجوع کر لیا یعنی یہ قول کیا کہ بعد عدت اگر اس کا شوہر مرے گا تو میراث نہ پائے گی عدت کے اندر مرے گا تو پائے گی اور اس میں کوئی حرج نہیں ــــ اور یہی ہمارا مذہب ہے بشرطیکہ شوہر نے عورت کی رضامندی سے طلاق دی ہو اور طلاق کے وقت عورت وارث ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو مثلاً آزاد مسلمان ہو کنیز یا کتابیہ نہ ہو اور شوہر نے جس مرض میں طلاق دی ہے اس مرض کے باقی رہتے ہوئے مرا ہو خواہ اسی مرض کے سبب سے مرا ہو یا کسی اور سبب سے۔ مثلاً قتل کر ڈالا گیا۔

اس کے بعد حضرت امام بخاری نے عُوَیمر عجلانی کی وہ حدیث نقل کی ہے جس میں لعان کے مشروع ہونے کا ذکر ہے۔ اس کے اخیر میں ہے "فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ يَّاْمُرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" تو عویمر نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیا قبل اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں حکم دیں۔ حضرت امام بخاری کا اشارہ یہ ہے کہ عُوَیمر نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک ساتھ تین طلاقیں دیں مگر حضور نے انکار نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینی بدعت نہیں۔ "اقول وھو المستعان" یہاں ایک نکتہ قابلِ لحاظ ہے کہ لعان کے بعد عورت مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئی اگرچہ قاضی تفریق کا حکم نہ کرے تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ طلاق کی محل نہ رہی اب اسے طلاق دینا نہ دینا برابر ہے لیکن نظر دقیق سے دیکھا جائے تو وہ اب بھی طلاق کی محل ہے اس لیے کہ قاضی کی تفریق سے پہلے وہ نکاح سے باہر نہیں ہوتی اور جب نکاح میں ہے تو طلاق کی محل بھی ہے ــــ یہاں حضرت عُوَیمر نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تفریق سے پہلے طلاق دی تھی۔ اس لیے ان کا طلاق دینا صحیح اور اپنے محل میں ہوا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینا بدعت اس وقت ہے جب کہ طلاق رجعی کے بعد شوہر کو رجعت کا حق رہے لیکن اگر صورت حال ایسی ہو کہ شوہر کو رجعت کا حق نہ رہے تو ایک ساتھ تین طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں۔ فیہ ما فیہ۔

## بَابُ مَنْ خَيَّرَ نِسَاءَهُ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۔

(احزاب آیت ۲۸) ص ۷۹۱

جس نے اپنی عورتوں کو اختیار دے دیا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اے نبی اپنی بیویوں سے فرما دیں اگر تم دنیا کی زندگی اور آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور تمہیں اچھی طرح چھوڑ دوں۔

**حدیث ۲۴۱۵** عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ خَیَّرَنَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرْنَا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَلَمْ یُعَدَّ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیا تو ہم نے اللہ و رسول کو اختیار کیا تو یہ ہم پر کچھ یعنی

ذَالِكَ عَلَیْنَا شَیْئًا.

طلاق نہیں شمار کیا گیا۔

**حدیث ۲۴۱۶** عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْخِیَرَةِ قَالَتْ خَیَّرَنَا

مسروق نے کہا میں نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خیار کے بارے میں

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفَكَانَ طَلَاقًا قَالَ مَسْرُوْقٌ لَا اُبَالِیْ خَیَّرْتُهَا

پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا تو کیا طلاق ہوئی۔ مسروق نے کہا

وَاحِدًا اَوْ مِائَةً بَعْدَ اَنْ تَخْتَارَنِیْ۔

مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اپنی بیوی کو ایک اختیار دوں یا سو اس کے بعد کہ وہ مجھے اختیار کرلے۔

**تشریحات ۲۴۱۶**

جب تک عسرت تھی ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن صبر و شکر کے ساتھ رہیں جب بعد میں فراخی حاصل ہوئی تو انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نان و نفقے کا سوال کیا جس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی اس کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو اختیار دے دیا مگر سب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کیا اس کا بیان مفصل گزر چکا ہے۔ اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا تجھے اپنے نفس کا اختیار ہے اور بیوی نے شوہر کو اختیار کر لیا تو طلاق نہیں پڑے گی اور اگر اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو اس سے ایک طلاق بائن پڑ جائے گی۔

**بَابُ اِذَا قَالَ فَارَقْتُكِ اَوْ سَرَّحْتُكِ اَوِ الْخَلِیَّةُ اَوِ الْبَرِیَّةُ اَوْ مَا عُنِیَ بِهِ الطَّلَاقُ فَهُوَ عَلٰی نِیَّتِهٖ وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا وَقَالَ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا وَ**

کسی نے جب اپنی بیوی سے کہا میں نے تجھ کو جدا کر دیا یا میں نے تجھ کو علیحدہ کر دیا۔ یا تو خلیہ ہے یا تو بریہ ہے یا کوئی ایسا لفظ بولا جس سے طلاق مراد لی جاتی ہو تو وہ اس کی نیت پر ہے۔ اور اللہ عزوجل کے ان

قَالَ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ وَقَالَ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ص ۷۹۲

ارشادات کا بیان اور انہیں اچھی طرح علاحدہ کر دو ہے۔ اور میں تم کو اچھی طرح علیحدہ کر دوں۔ پھر بھلائی کے ساتھ روکنا ہے یا اچھائی کے ساتھ چھوڑنا ہے۔ یا ان کو بھلائی کے ساتھ جدا کر دو۔

**توضیح** اس باب سے امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جس طرح لفظ طلاق سے طلاق پڑ جاتی ہے جو طلاق کے معنی میں صریح ہے اسی طرح کنائی الفاظ سے بھی طلاق پڑ جاتی ہے جب کہ شوہر نے اسے بہ نیت طلاق کہا ہو اور طلاق کے کنائی الفاظ کی کوئی حد نہیں ہر وہ لفظ جو عرف عام میں بطور کنایہ طلاق کے لیے استعمال کیا جاتا ہو وہ طلاق کنائی کا لفظ ہے حضرت امام بخاری نے ان میں سے چند الفاظ کو شمار کرایا ہے۔ طلاق خصوصاً کنائی طلاق فقہ کے اہم ابواب میں سے ہے اور اس میں اثبات و نفی دونوں خطرے کا پہلو موجود ہے مثلاً شوہر نے کوئی لفظ استعمال کیا جس سے واقع میں کوئی طلاق پڑ گئی اور کسی خام کار مفتی نے فتویٰ دے دیا کہ طلاق نہیں پڑی اور وہ دونوں میاں بیوی کی طرح رہے تو حرام کاری میں مبتلا رہے اس کے برعکس اگر جس جملے سے طلاق نہیں پڑی اور کسی نے فتویٰ دے دیا کہ طلاق پڑ گئی تو عورت اور دوسرا شوہر حرام میں مبتلا رہے اور مفتی کے فتوی کی آڑ اس موقع پر کام نہ دے گی جو حقیقت میں مفتی نہ ہو اسے مفتی بنانے کے بارے میں حدیث میں فرمایا وَاتَّخَذَ النَّاسُ رُءُسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا[1] لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے ان سے سوال کیا جائے گا تو بغیر علم کے فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ عوام یہ نہ گمان کریں کہ ہم بچے رہیں گے "اَضَلُّوْا" سے صاف ظاہر ہے کہ جاہل کے فتوے پر عمل کرنے والا گمراہ ہے پھر دوسری حدیث میں نہایت واضح طریقے پر فرمایا۔ مَنْ اُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ اِثْمُهٗ عَلٰى مَنْ اَفْتَاهُ[2] کسی بے علم سے فتویٰ پوچھا گیا تو گناہ اس پر ہے جس نے اس سے فتویٰ پوچھا۔

## بَابُ مَنْ قَالَ لِاِمْرَاَتِهٖ اَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ۔ ص ۷۹۲

جس نے اپنی عورت سے کہا تو مجھ پر حرام ہے۔

| ت ۶۴۸ | قَالَ الْحَسَنُ نِيَّتُهٗ |
|---|---|
| | یعنی اگر اس کی نیت طلاق کی ہے تو طلاق ہے ورنہ یمین |

[1] مشکوٰۃ ص ۳۳۔ [2] مشکوٰۃ ص ۳۵۔

اور یہی قول امام نخعی، امام شافعی اور امام اسحٰق کا ہے اور اسی کے مثل حضرت ابن مسعود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور طاؤس سے بھی مروی ہے امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس سے تین طلاق پڑ جائے گی عورت مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا لیکن اگر اس سے تین سے کم کی نیت کی اور عورت غیر مدخول بہا ہے تو جتنی نیت کی اتنی پڑے گی اور احناف کے یہاں متون میں مذکور ہے کہ یہ طلاق کنائی کا لفظ ہے اگر بہ نیت طلاق کہا تو ایک طلاق بائن پڑ جائے گی اگر تین کی نیت ہے تو تین۔ اور اگر دو کی نیت ہے تو ایک ہی پڑے گی جیسا کہ ہدایہ میں ہے[1] لیکن در مختار اور رد المحتار وغیرہ میں ہے کہ یہ ملحق بالصریح ہے بلا نیت بھی اس سے ایک طلاق بائن پڑ جائے گی[2] وجہ یہ تحریر فرمائی کہ اب عرف میں یہ لفظ طلاق صریح کے معنیٰ میں مستعمل ہے مجدد اعظم اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صـ۵۰۸ (مطبوعہ سنی دار الاشاعت مبارکپور) میں بھی یہی فتویٰ دیا۔ نیز حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ نے بہار شریعت حصہ ہشتم صـ۱۳ میں اسی کو اختیار فرمایا۔

امام حسن کی تعلیق کو امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں اور بیہقی نے سند متصل کے ساتھ نقل کیا۔ علامہ عینی نے تحریر فرمایا کہ اس قول میں چودہ[14] مذہب ہیں جیسا کہ توضیح میں ہے قرطبی نے اٹھارہ[18] مذہب ذکر کیا کچھ لوگوں نے اس سے زیادہ بتایا، ابن بطال نے ان میں سے آٹھ مذہب کو ذکر کیا۔ وَقَالَ اَھْلُ الْعِلْمِ اِذَا طَلَّقَ ثَلَاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَیْہِ فَسَمُّوْہُ حَرَامًا بِالطَّلَاقِ وَالْفِرَاقِ وَلَیْسَ ھٰذَا کَالَّذِیْ یُحَرِّمُ الطَّعَامَ لِاَنَّہٗ لَا یُقَالُ لِطَعَامِ الْحِلِّ حَرَامٌ وَیُقَالُ لِلْمُطَلَّقَۃِ حَرَامٌ وَقَالَ فِی الطَّلَاقِ ثَلَاثٌ لَا تَحِلُّ لَہٗ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ۔ اور اہل علم نے کہا جب تین طلاق دے تو اس پر اس کی عورت حرام ہو گئی تو انہوں نے اسے طلاق یا فراق کی وجہ سے حرام کہا اور یہ ایسا نہیں جیسے کوئی کھانا حرام کرے اس لیے کہ یہاں حلال کھانے کو حرام نہیں کہا جاتا اور مطلقہ کو حرام کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے تین طلاق کے بارے میں فرمایا کہ اب اسے حلال نہیں یہاں تک کہ کسی اور شوہر سے نکاح کرلے۔

**توضیح** امام بخاری نے باب کا عنوان یہ باندھا تھا جس نے اپنی عورت سے کہا تو مجھ پر حرام ہے اور اس کا جواب نہیں ذکر فرمایا۔ اب اپنے اس قول سے جواب کی طرف اشارہ فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ عورت شوہر پر حرام ہو گئی اس قول کا ماحصل یہ ہے کہ طلاق کی وجہ سے عورت کا طلاق دینے والے پر حرام ہونا ایک الگ بات ہے اور اگر

---

[1] ہدایہ صـ۳۵۴ ج ۲۔ [2] باب الصریح صـ۲۵۲ و کنایات صـ۲۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

کسی نے یہ کہا کہ یہ کھانا مجھ پر حرام ہے تو یہ ایک دوسری بات ہے اس لیے کہ طلاق کی وجہ سے جو عورت نکاح سے باہر ہو جائے اس کو تو علما کہتے ہیں کہ حرام ہے لیکن قول مذکور کی وجہ سے کھانے کو حرام نہیں کہتے اور مطلقہ کو حرام کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس عورت کو تین طلاق دے دی گئی وہ طلاق دینے والے کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ کسی اور شخص سے نکاح کرے "حلال نہیں" کی دوسری تعبیر ہے "حرام"۔

اقول وھو المستعان ــــ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس سے فائدہ کیا حاصل ہوا بلکہ بنظر دقیق کوئی فرق نہیں، جس کھانے کے نہ کھانے کی قسم کھائی ہے اس کھانے کو بھی یہ کہنا صحیح ہے کہ قسم کھانے والے کو اس کا کھانا حرام ہے اگرچہ یہ حرمت عارضی اور قسم کھانے کی وجہ سے ہے مگر حرام کا اطلاق تو صحیح ہے میرے خیال میں امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ جب عورت کو کہا تو مجھ پر حرام ہے تو اس سے طلاق بائن پڑ جائے گی اس میں قسم کا احتمال نہیں کہ اگر اس کی نیت قسم کی ہے تو قسم ہے بخلاف اس کے کہ جب کسی کھانے کے لیے کہے کہ یہ مجھ پر حرام ہے تو یہ یمین ہے اگر کھائے گا تو قسم توڑنے کا اس پر وبال ہو گا مگر کھانا کھانے کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے مال حرام کھایا بخلاف عورت کے کہ اگر اسے ہاتھ لگائے گا تو اس کا یہ فعل حرام ہو گا اس کا بھی احتمال ہے کہ حضرت امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس سے تین طلاق پڑ جائے گی اگرچہ اس کی نیت ایک طلاق کی ہو۔ بہر حال ان کی مراد مخفی ہے بات صاف نہیں ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

| | |
|---|---|
| ف ۶۴۹ | وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِذَا |
| | نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب تین طلاق دینے والے کے بارے |
| | سُئِلَ عَمَّنْ طَلَّقَ ثَلَاثًا قَالَ لَوْ طَلَّقْتَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ |
| | میں سوال ہوتا تو فرماتے کاش کہ ایک یا دو طلاق دیتا اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کا حکم دیا |
| | عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنِي بِهٰذَا فَإِنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا حَرُمَتْ حَتّٰى تَنْكِحَ |
| | پس اگر اپنی عورت کو تین طلاق دے دے تو وہ اس پر حرام ہو گئی یہاں تک کہ اس کے علاوہ کسی اور |
| | زَوْجًا غَيْرَهُ۔ |
| | شوہر سے نکاح کرے۔ |

**تشریحات ۶۴۹** اس تعلیق کو امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم[1] میں روایت کیا ہے قصہ یہ ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی ایک بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت عرض کی فرمایا اسے حکم دو کہ رجعت کرلے اور اس کے قریب نہ جائے یہاں تک کہ یہ حیض ختم ہو جائے اور طہر کے ایام بھی گزر جائیں پھر دوسرا حیض آئے اور وہ بھی گزر جائے پھر اگر وہ چاہے تو اسے طلاق دے دے بشرطیکہ اس طہر میں جماع نہ کیا ہو۔

اَمَرَنِی بِھٰذَا ــــ اس سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں ایک یا دو طلاق کا حکم دیا تھا حالانکہ ایسا نہیں بلکہ رجعت کا حکم دیا تھا اور "بھٰذا" سے رجعت ہی مراد ہے یعنی مجھے ایک طلاق کے بعد رجعت کا حکم دیا تھا اور اسی کے حکم میں دو طلاق بھی ہے اور اگر تین طلاق دیدیا تو رجعت کا حکم نہ رہا بلکہ اب بے حلالہ اس سے نکاح بھی جائز نہیں۔

**بَابُ لِمَا تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ۔** صد ۷۹۲ — اللہ نے آپ کے لیے جو حلال فرمایا ہے اسے کیوں حرام فرماتے ہو۔

| | |
|---|---|
| **حدیث ۲۴۱۷** | عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ |
| | ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ |
| | تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحِبُّ الْعَسَلَ |
| | علیہ وسلم شہد یا میٹھے کو پسند فرماتے تھے اور جب عصر سے فارغ ہو جاتے تو اپنی ازواج کے |
| | وَالْحَلْوَاءَ وَکَانَ اِذَا انْصَرَفَ مِنَ الْعَصْرِ دَخَلَ عَلٰی نِسَائِہٖ فَیَدْنُوْا |
| | پاس تشریف لے جاتے اور ان سے قریب ہوتے ایک دن حفصہ بنت عمر کے پاس تشریف لے |
| | مِنْ اِحْدٰھُنَّ فَدَخَلَ عَلٰی حَفْصَۃَ بِنْتِ عُمَرَ فَاحْتَبَسَ اَکْثَرَ مَا کَانَ |
| | گئے جتنی دیر ٹھہرنے کی عادت تھی وہاں اس سے کچھ زیادہ ٹھہرے اس پر مجھے غیرت آئی تو میں |
| | یَحْتَبِسُ فَغِرْتُ فَسَاَلْتُ عَنْ ذَالِکَ فَقِیْلَ لِیْ اِھْدَتْ لَھَا اِمْرَاَۃٌ |
| | نے اس کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ ان کی قوم کی کسی عورت نے ان کے پاس ایک گپّا |

[1] مسلم جلد اوّل صد ۴۷۶

مِنْ قَوْمِهَا عُكَّةً مِّنْ عَسَلٍ فَسَقَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ

شہد کا یہ چھتا بھیجا ہے انہوں نے اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پلایا ہے میں نے اپنے جی میں کہا اس

شَرْبَةً فَقُلْتُ أَمَا وَاللّٰهِ لَنَحْتَالَنَّ لَهُ فَقُلْتُ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ إِنَّهُ سَيَدْنُوْا

کے سڈ باب کے لیے میں ضرور کوئی حیلہ کروں گی یہ سوچ کر میں نے سودہ بنت زمعہ سے کہا کہ حضور

مِنْكِ فَإِذَا دَنٰى مِنْكِ فَقُوْلِيْ أَكَلْتَ مَغَافِيْرَ فَإِنَّهُ سَيَقُوْلُ لَكِ لَا فَقُوْلِيْ

تیرے قریب ہوں گے جب حضور تجھ سے قریب ہوں تو کہنا حضور نے مغافیر کھایا ہے تو تجھ سے

مَا هٰذِهِ رِيْحُ الَّتِيْ أَجِدُ فَإِنَّهُ سَيَقُوْلُ لَكِ سَقَتْنِيْ حَفْصَةُ شَرْبَةَ

فرمائیں گے نہیں تم کہنا آپ کے دہن پاک سے یہ کیسی بو محسوس کر رہی ہوں اس پر فرمائیں گے مجھے حفصہ نے

عَسَلٍ فَقُوْلِيْ لَهُ جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ فَيَقُوْلُ لَهُ ذَالِكِ وَقُوْلِيْ أَنْتَ

شہد پلایا ہے تو تم عرض کرنا اس کی مکھی نے عرفط کا رس چوسا ہے اور میں بھی یہی کہوں گی تم بھی اے صفیہ

يَا صَفِيَّةُ ذَالِكِ قَالَتْ تَقُوْلُ سَوْدَةُ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ قَامَ عَلَى الْبَابِ

یہی کہنا۔ سودہ کہتی ہیں واللہ رسول اللہ تشریف لا کر دروازے پر کھڑے ہی ہوئے تھے کہ تیرے ڈر سے

فَأَرَدْتُ أَنْ أُنَادِيَهُ بِمَا أَمَرْتَنِيْ فَرَقًا مِّنْكَ فَلَمَّا دَنٰى مِنْهَا قَالَتْ

اس بات کے کہنے کا ارادہ کر لیا جو تو نے مجھ سے کہا تھا سودہ نے کہا یا رسول اللہ آپ نے مغافیر کھایا

لَهُ سَوْدَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَكَلْتَ مَغَافِيْرَ قَالَ لَا قَالَتْ فَمَا هٰذِهِ رِيْحُ

ہے فرمایا نہیں عرض کیا یہ کیسی بو ہے کہ جو حضور کے دہن پاک سے آ رہی ہے فرمایا حفصہ نے مجھے شہد

الَّتِيْ أَجِدُ مِنْكَ قَالَ سَقَتْنِيْ حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ فَقَالَتْ جَرَسَتْ

پلایا ہے تو سودہ نے کہا اس کی مکھی نے عرفط کا رس چوسا ہے پھر جب حضور میرے پاس تشریف لائے

نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ فَلَمَّا دَارَ إِلَيَّ قُلْتُ لَهُ نَحْوَ ذَالِكَ فَلَمَّا دَارَ إِلٰى صَفِيَّةَ

تو میں نے بھی وہی بات کہی پھر جب صفیہ کے پاس تشریف لے گئے تو صفیہ نے بھی وہی بات کہی اس کے

قَالَتْ لَهُ مِثْلَ ذَالِكَ فَلَمَّا دَارَ إِلٰى حَفْصَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَا

بعد جب حفصہ کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کو شہد میں سے کچھ نہ پلاؤں فرمایا

أَسْقِيكَ مِنْهُ قَالَ لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ قَالَتْ تَقُولُ سَوْدَةُ وَاللّٰهِ لَقَدْ

اس کی مجھے حاجت نہیں، اس پر سودہ کہتی تھیں بخدا حضور پر ہم نے شہد کو حرام کر دیا ہیں نے سودہ

حَرَمْنَاهُ قُلْتُ لَهَا اُسْكُتِي.

سے کہا چپ رہ۔

## تشریحات ۲۴۱۷

اکثر روایتوں میں یہی ہے کہ عصر کے بعد یہ دورہ فرماتے لیکن کچھ روایتوں میں یہ آیا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد تشریف لے جاتے جیسا کہ عبد بن حمید نے اور ابن مَرْدَوَیہ نے اپنی اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ صحیح یہی کہ عصر کے بعد تشریف لے جایا کرتے تھے اور فجر کے بعد والی روایت شاذ ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فجر بعد سب ازواج کے پاس تشریف لے جاتے صرف سلام اور دعا پر اکتفا کرتے اور عصر بعد کچھ دیر بیٹھتے باتیں کرتے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کبھی فجر بعد تشریف لے جاتے اور کبھی عصر بعد اس روایت میں یہ ہے کہ حفصہ کے وہاں شہد پیا تھا اور پہلے ایک روایت میں گزرا ہے کہ زینب کے گھر پیا تھا ابن مردویہ نے بطریق ابن ملیکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ سودہ کے یہاں شہد پیا تھا۔ لیکن صحیح یہ ہے حضرت زینب بنت جحش کے یہاں پیا تھا۔

**مغافیر** ایک قسم کی گوند ہوتی ہے جس میں تیز ناگوار بُو ہوتی ہے۔

**عُرفُط** ایک خاردار درخت ہے اس میں بھی ناگوار بُو ہوتی ہے۔ شہد کی مکھیاں جن پھولوں سے رس چوستی ہیں اگر پھولوں کی بُو تیز ہوتی ہے تو شہد میں محسوس ہوتی ہے یوں ہی کچھ کچھ مزا بھی محسوس ہوتا ہے میں نے خود بعض دفعہ شہد میں گلاب کی خوشبو محسوس کی ہے۔

بظاہر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حرکت اچھی نہیں لیکن محبوب و محب کے ناز و ادا ہمارے اور آپ کی پسند سے بالا تر ہوتے ہیں۔ غیرت ایک خطرناک چیز ہے ایک فارسی شاعر نے کہا ہے ؎

با سایہ ترا منی پسندم ــــ عشق است و ہزار بد گمانی

غالب نے اسی غیرت کو اس طرح بیان کیا کہ کفر ہو گیا کہتا ہے ؎

غضب یہ ہے کہ ہووے مدعی کا ہم سفر غالب
وہ دشمن جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غیرت کے جوش میں جو کچھ کر گئیں اس کی حیثیت محبوبانہ ناز و ادا سے زیادہ نہیں۔ آیۂ کریمہ لماتحرم ما احل اللہ لك سے کچھ لوگوں نے یہ استدلال

کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے کا اختیار نہیں تھا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ مواخذہ نہ فرماتا یہ نہ فرماتا کہ اللہ نے جو چیز آپ کے لیے حلال کیا ہے اسے کیوں حرام کرتے ہو

**اقول وھو المستعان** اسے مواخذہ سمجھنا ہی غلط فہمی ہے آیت کا سیاق بتا رہا ہے کہ یہاں عتاب نہیں، نہ مواخذہ ہے بلکہ پیار بھرے لہجے میں فرمایا گیا کہ جو چیز تمہیں پسند ہے وہ اپنی بیویوں کی خوشنودی کے لیے کیوں اپنے اوپر حرام فرمایا اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے جب کوئی خادم اپنی طاقت سے زیادہ کوئی کام کرے تو اسے کہا جاتا ہے کہ اتنا کام کیوں کیا ایک دو نہیں متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت سی حرام چیزوں کو حلال فرمادیا۔ مثلاً حضرت سراقہ کو کسریٰ کا سونے کا کنگن اور حضرت ابو خزیمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ریشمی کپڑا پہننے کی اجازت دے دی اس کے تفصیلی دلائل دیکھنا ہو تو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ "منبہ اللبیب بان التشریع بید الحبیب" کا مطالعہ کریں یا اس خادم کے مقالات میں یہ عنوان پڑھ لیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قانون ساز بھی ہیں۔

**بَابُ لَا طَلَاقَ قَبْلَ النِّكَاحِ۔** وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۔ احزاب آیت ۴۹ ص ۷۹۳

نکاح سے قبل طلاق نہیں اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ اے ایمان والو جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر ان کو ان کے چھونے سے پہلے طلاق دو تو ان پر کوئی عدت نہیں جسے وہ شمار کریں انہیں کچھ سامان دو اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو۔

**توضیح** حضرت امام بخاری نے باب باندھ کر اس کا حکم تحریر نہیں فرمایا لیکن سیاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یہی افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ قبل نکاح طلاق دینے سے طلاق واقع نہ ہوگی یہ ایک طرح صحیح بھی ہے مثلاً کسی اجنبیہ عورت سے کہا اگر تو فلاں کے گھر گئی تو تجھ کو طلاق پھر اس سے نکاح کر لیا نکاح کے بعد یہ عورت اس کے گھر گئی تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی مگر یہ صورت متنازع فیہ نہیں سب کا اتفاق ہے کہ طلاق واقع نہ ہوگی۔ متنازع فیہ صورت یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی اجنبیہ عورت سے کہا اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق ہمارے یہاں نکاح کرتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی کچھ ائمہ فرماتے ہیں کہ واقع نہ ہوگی کیونکہ نکاح سے پہلے طلاق دینے سے طلاق واقع نہ ہوگی ہمارا کہنا یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کہ بلا نکاح طلاق نہیں اس لیے کہ طلاق نکاح کی قید اٹھانے کا نام ہے لیکن جب طلاق نکاح پر معلق ہے نکاح شرط ہے اور طلاق جزا اور جزا کا وجود شرط کے بعد ہی ہوتا ہے تو یہ طلاق قبل نکاح نہ ہوئی۔

ت ۶۵۰ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جَعَلَ اللّٰہُ الطَّلَاقَ بَعْدَ النِّکَاحِ

حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ نے نکاح کو طلاق کے بعد کیا۔

**تشریحات ۶۵۰** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مقصد یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اس آیت میں طلاق کو نکاح کے بعد کیا فرمایا جب تم نکاح کرو پھر طلاق دو اس سے ظاہر کہ قبل نکاح طلاق دینا لغو، لیکن آیۃ کریمہ یا اس تعلیق کو مسئلہ تعلیق سے کوئی لگاؤ نہیں جیسا کہ ہم بتا آئے۔

ت ۶۵۱ وَیُرْوٰی فِیْ ذَالِکَ عَنْ عَلِیٍّ وَسَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ وَعُرْوَۃَ بْنِ

حضرت علی اور سعید بن مسیب اور عروہ بن زبیر اور ابو بکر

الزُّبَیْرِ وَاَبِیْ بَکْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ

بن عبد الرحمٰن اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ اور ابان بن عثمان اور

عُتْبَۃَ وَاَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَعَلِیِّ بْنِ حُسَیْنٍ وَشُرَیْحٍ وَسَعِیْدِ بْنِ

علی بن حسین اور شریح اور سعید بن جبیر اور قاسم اور سالم اور طاؤس

جُبَیْرٍ وَالْقَاسِمِ وَسَالِمٍ وَطَاؤُسٍ وَالْحَسَنِ وَعِکْرِمَۃَ وَعَطَاءٍ وَعَامِرٍ

اور حسن اور عکرمہ اور عطاء اور عامر بن سعد اور جابر بن زید اور نافع

بْنِ سَعْدٍ وَجَابِرِ بْنِ زَیْدٍ وَنَافِعِ بْنِ جُبَیْرٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ کَعْبٍ وَ

بن جبیر اور محمد بن کعب اور سلیمان بن یسار اور مجاہد اور قاسم بن عبد الرحمٰن

سُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ وَمُجَاھِدٍ وَالْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَمْرِو بْنِ

اور عمرو بن ہرم اور شعبی سے اس بارے میں روایت کی گئی ہے

ھَرِمٍ وَالشَّعْبِیِّ اَنَّھَا لَا تُطْلَقُ۔

کہ اس پر طلاق واقع نہ ہوگی۔

**تشریحات ۶۵۱** ان سب تعلیقات کا حاصل یہی ہے کہ اگر کسی نے قبل نکاح یہ کہا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق اور پھر

نکاح کرلیا تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ یہی حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی مذہب ہے اس بارے میں تین مرفوع حدیثیں بھی وارد ہیں لیکن ان تینوں حدیثوں میں سے ایک بھی لائق احتجاج نہیں ان میں بعض راوی وضاع اور بعض کے کذاب تک ہیں جیسا کہ عمدۃ القاری میں علامہ عینی نے بہت فاضلانہ بحث فرمائی ہے رہ گئیں تعلیقات تو خود حضرت امام بخاری نے ان کو "یُذْکَرُ وَیُرْوٰی" سے ذکر فرمایا جو صیغۂ تمریض ہے اس سے ظاہر ہے کہ امام بخاری کے نزدیک یہ سب تعلیقیں ضعیف ہیں ان سب کے ضعف کو علامہ عینی نے شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

## بَابُ الطَّلَاقِ فِی الْاِغْلَاقِ وَالْکُرْهِ وَالسَّکْرَانِ وَالْمَجْنُوْنِ وَاَمْرِهِمَا وَالْغَلَطِ وَالنِّسْیَانِ فِی الطَّلَاقِ وَالشِّرْکِ وَغَیْرِهٖ۔

لِقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّةِ وَلِکُلِّ امْرِءٍ مَانَوٰی وَقَالَ الشَّعْبِیُّ لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا وَمَا لَا یَجُوْزُ مِنْ اِقْرَارِ الْمُوَسْوَسِ۔

ص ۷۹۳

گھر میں بند کرنے اور جبر کی حالت میں طلاق کا بیان اور نشے والے اور پاگل کے طلاق کا حکم اور ان دونوں کا حکم ایک ہے یا نہیں؟ اور طلاق اور شرک وغیرہ میں بھول چوک کا بیان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے اعمال نیت ہی پر ہیں اور ہر شخص کے لیے وہ ہے جو اس نے نیت کی اور امام شعبی نے اس پر یہ تلاوت کی اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں تو ہم سے مواخذہ نہ فرمانا اور وسوسہ زدہ کا اقرار معتبر نہیں۔

**توضیح** باب کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی کو گھر میں بند کرکے یا ڈرا دھمکا کر طلاق لی گئی یا کسی نے نشے کی حالت میں طلاق دی یا جنون کی حالت میں طلاق دی تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور طلاق کے معاملے میں نشہ اور جنون میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ یا چوک کر طلاق دی مثلاً کہنا کچھ اور چاہتا تھا اور زبان سے طلاق نکل گئی یا بھول کر طلاق دی تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں اسی طرح کوئی وسوسے کا بیمار ہے اور اس حال میں کچھ اقرار کرلیا تو یہ اقرار معتبر ہے یا نہیں؟ حضرت امام بخاری نے اپنا کوئی فیصلہ تحریر نہیں فرمایا لیکن جو دلائل ذکر کیے اس سے ظاہر ہے کہ ان کا مذہب یہ ہے کہ ان صورتوں میں طلاق واقع نہ ہوگی اور وسوسہ زدہ کا اقرار معتبر نہیں اپنی تائید میں امام بخاری نے مندرجہ ذیل باتیں ذکر کی ہیں۔

**اوّل** — مشہور حدیث "الاعمال بالنیۃ" کہ اعمال نیت ہی پر ہیں، امام بخاری "بالنیۃ" کا متعلق صحت کو مانتے ہیں ان کے نزدیک صحت کا مطلب یہ ہے کہ اعمال کی صحت نیت پر ہے —

جلد اول میں ہم اس حدیث کے تحت ثابت کر آئے کہ صحت مقدر ماننا صحیح نہیں، بلکہ یہاں مقدر ثواب ہے اس لیے اس حدیث سے استدلال درست نہیں۔ 252

**دوم** — عامر بن شرحبیل شعبی سے مخطی اور ناسی کے طلاق کے بارے میں سوال ہوا، یعنی چوکنے والے اور بھولنے والے کے طلاق کے بارے میں تو انہوں نے یہ آیۃ کریمہ تلاوت کی اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں تو ہم سے مواخذہ نہ فرمانا۔

لیکن ہر عاقل پر روشن ہے کہ کسی چیز پر مواخذہ نہ ہونا اور بات ہے اور دنیوی حکم شرع کا مرتب ہونا اور بات ہے۔ مثلاً کسی نے شکار پر گولی چلائی گولی بجائے شکار کے انسان کو لگ گئی اور انسان مرگیا — اس صورت میں گولی چلانے والا گنہگار نہیں مگر دیت واجب ہے۔

**سوم** — حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر زنا کا اقرار کیا تو حضور نے ان سے فرمایا کیا تجھے جنون ہے —؟ اس سے ثابت ہوا کہ مجنون کا اقرار معتبر نہیں —

مجنون کے سلسلے میں ہمارا بھی یہی مذہب ہے کہ نہ اس کی طلاق واقع نہ اس کا اقرار معتبر —

**چہارم** — اسد اللہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اونٹنیوں کی کوکھ پھاڑ ڈالی اس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نشے میں تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ تو حضرت حمزہ کو کوئی سزا دی اور نہ ان پر کوئی تاوان واجب کیا اس سے ثابت ہوا کہ نشے کی حالت میں جرم، جرم نہیں، اسی طرح نشے والے کی طلاق، طلاق نہیں — لیکن علماء احناف فرماتے ہیں کہ نشے والے کی طلاق واقع ہے جس پر انتہائی محققانہ بحث علامہ بدرالدین محمود عینی نے عمدۃ القاری اور امام کمال الدین بن ہمام نے فتح القدیر میں فرمائی ہے ہمیں اختصار ملحوظ ہے اس لیے اسے نہیں لکھتے۔

رہ گیا حضرت حمزہ کو کوئی سزا نہ دینا، اور ان پر کوئی تاوان واجب نہ کرنا یہ غالباً اس بنا پر ہے کہ یہ واقعہ ابتداء اسلام کا ہے اس وقت تک ہو سکتا ہے کہ اس سلسلے میں تعزیری حکم مشروع نہ ہوا ہو، یا ہو سکتا ہے کہ حضرت علی نے درگزر فرمایا ہو —

| | |
|---|---|
| ت ۶۵۲ | وَقَالَ عُثْمَانُ لَيْسَ لِمَجْنُونٍ وَلَا لِسَكْرَانَ طَلَاقٌ. |
| | اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سکران اور مجنون کے لیے طلاق نہیں۔ |

252

**تشریحات ۶۵۲** اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے گزر چکا کہ ہمارے یہاں مجنون اور سکران میں فرق ہے مجنون کی طلاق واقع نہیں اور نشے والے کی واقع ہے۔

**ت** وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَلَاقُ السَّكْرَانِ وَالْمُسْتَكْرَهِ لَيْسَ بِجَائِزٍ۔

۶۵۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نشے والے اور مکرہ کی طلاق نافذ نہیں۔

اس تعلیق کو بھی امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ سکران اور مستکرہ کے لیے طلاق نہیں اس کے معنی مقہور و مغلوب کے ہیں ہمارے یہاں اگرچہ اکراہ حد شرعی تک پہونچا ہوا ہو اس حالت میں کوئی طلاق دے تو بھی واقع ہو جائے گی۔ اور یہی مذہب سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ہے جیسا کہ مروی ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کو طلاق دینے پر مجبور کیا تو اس نے طلاق دے دی معاملہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پیش ہوا انہوں نے اس طلاق کو نافذ فرمادیا اور یہی مذہب حضرت ابراہیم نخعی اور ابو قلابہ اور حضرت سعید بن مسیب اور قاضی شریح اور امام زہری اور قتادہ اور سعید بن جبیر کا بھی ہے۔

**ت** وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ لَا يَجُوزُ طَلَاقُ الْمُوَسْوِسِ۔

۶۵۴ اور عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ موسوس کی طلاق درست نہیں۔

**تشریح ۶۵۴** یہ صحیح ہے اس لیے کہ وسوسہ کہتے ہیں ان خیالات کو جو آدمی کے دماغ میں پیدا ہوتے ہیں اور اس سے طلاق واقع ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں طلاق اس وقت واقع ہوگی جب آدمی اپنی زبان سے اتنی آواز میں طلاق دے کہ خود سن سکے محض سوچنے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔

**ت** وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا بَدَءَ بِالطَّلَاقِ فَلَهُ شَرْطُهُ۔

۶۵۵ اور امام عطاء نے کہا جب طلاق دے تو اس کے لیے اس کی شرط ہے۔

**توضیح** یعنی طلاق کو کسی شرط پر معلق کر دے خواہ شرط کو مقدم کرے یا مؤخر مثلاً یوں کہے اگر تو باہر نکلی تو تجھے طلاق، یا تجھے طلاق ہے اگر تو گھر سے باہر نکلی۔ دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں۔

ت ۶۵۶ وَقَالَ نَافِعٌ طَلَّقَ رَجُلٌ اِمْرَاتَهٗ اَلْبَتَّةَ اِنْ خَرَجَتْ

اور نافع نے کہا ایک شخص نے اپنی عورت کو قطعی طلاق دی اس شرط پر کہ اگر وہ

فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اِنْ خَرَجَتْ فَقَدْ بُتَّتْ

باہر نکلی حضرت ابن عمر نے فرمایا اگر وہ عورت باہر نکلی تو قطعی طلاق پڑ گئی اور اگر

مِنْہُ وَاِنْ لَمْ تَخْرُجْ فَلَیْسَ بِشَیْءٍ .

نہیں نکلی تو کچھ نہیں

ت ۶۵۷ وَقَالَ الزُّھْرِیُّ فِیْ مَنْ قَالَ اِنْ لَمْ اَفْعَلْ کَذَا وَکَذَا فَامْرَاتِیْ

اور امام زہری نے کہا اگر کسی نے یہ کہا اگر میں ایسا ایسا نہ کروں تو میری

طَالِقٌ ثَلَاثًا یُسْئَلُ عَمَّا قَالَ وَعَقَدَ عَلَیْہِ قَلْبُہٗ حِیْنَ حَلَفَ بِتِلْکَ

بیوی کو تین طلاق اس نے جو کہا ہے اس کے بارے میں اس سے پوچھا جائے کہ

الْیَمِیْنِ فَاِنْ سَمّٰی اَجَلًا اَرَادَہٗ وَعَقَدَ عَلَیْہِ قَلْبُہٗ حِیْنَ حَلَفَ

یہ قسم کھاتے وقت اس کے دل میں کیا تھا اب اگر وہ کسی مقررہ مدت کو بتائے جس کا اس نے دل میں پختہ

جُعِلَ ذَالِکَ فِیْ دِیْنِہٖ وَاَمَانَتِہٖ .

ارادہ کیا تھا قسم کھاتے وقت تو دیانۃً اسے مان لیا جائے گا .

**توضیح** احناف کے یہاں اگر کوئی قرینہ یمین فور کا ہو یعنی اس بات پر کہ اس کی مراد یہ ہے کہ ابھی اگر نہ کر دوں تو مجلس بدلتے ہی طلاق پڑ جائے گی اور اگر یمین فور پر کوئی قرینہ نہ ہو تو یہ تابید پر محمول ہو گا اب اگر زندگی بھر اس نے یہ کام نہیں کیا تو مرنے کے بعد اس کی زوجہ پر طلاق پڑ جائے گی .

ت ۶۵۸ وَقَالَ اِبْرَاھِیْمُ اِنْ قَالَ لَا حَاجَۃَ لِیْ فِیْکِ نِیَّتُہٗ .

اور حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا اگر یہ کہا مجھے تیری حاجت نہیں تو اس کی نیت پر موقوف ہے .

**توضیح** یعنی اگر اس نے یہ جملہ بہ نیت طلاق کہا ہے تو طلاق پڑ گئی ورنہ نہیں .

www.sirat-e-mustaqeem.net

ف ۶۵۹ وَطَلَاقُ كُلِّ قَوْمٍ بِلِسَانِهِمْ .

ہر قوم کی طلاق ان کی زبان میں ہے .

**توضیح** یعنی طلاق واقع ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ لفظ طلاق ہی استعمال کرے بلکہ ہر شخص کی زبان یعنی لغت میں ایسا لفظ جو ان کے عرف میں طلاق کے لیے مستعمل ہو جب وہ لفظ عورت کی طرف اضافت کرکے بولا جائے تو وہ طلاق کا لفظ ہے اس کے بولنے سے اس کی زوجہ پر طلاق پڑ جائے گی خواہ اس کی نیت طلاق کی ہو یا نہ ہو، جیسے فارسی میں "ہشتم ترا از زنی" یا "بہشتم ترا از زنی" بلکہ اگر "از زنی" نہ کہا تو بھی صرف "ہشتم ترا" اور "بہشتم ترا"[ع] اور اردو میں "میں نے تجھ کو چھوڑا" بلکہ بہت سے اقوام کے عرف میں "فارغ خطی" دی بھی طلاق صریح ہے ۔

ف ۶۶۰ وَقَالَ قَتَادَةُ إِذَا قَالَ إِذَا حَمَلْتِ فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا يُغْشَاهَا عِنْدَ كُلِّ طُهْرٍ مَرَّةً فَإِنِ اسْتَبَانَ حَمْلُهَا فَقَدْ بَانَتْ .

اور قتادہ نے کہا جب کسی نے اپنی عورت سے کہا جب تجھے حمل ٹھہر جائے تو تجھے تین طلاق ہر طہر میں اس سے ایک مرتبہ ہمبستری کرے پس اگر حمل ظاہر ہو جائے تو یہ عورت اس کے نکاح سے نکل گئی .

**تشریح** ۶۶۰ حضرت قتادہ کا یہ ارشاد بر بنائے احتیاط ہے اس لیے کہ اس کا احتمال ہے کہ ایک بار جماع سے استقرار حمل ہو گیا ہو اور اس کا علم حیض کے رکنے ہی سے ہو گا اس لیے ایک طہر میں دو بار ہمبستری نہ کرے جب حیض آجائے تو اس سے ثابت ہو گا کہ استقرار حمل نہیں ہوا اس لیے اس کے بعد والے طہر میں ہمبستری بلا شبہ جائز ہے لیکن ابن سیرین نے فرمایا کہ جب تک حمل ظاہر نہ ہو طہر میں جتنی بار چاہے جماع کرے اور یہی جمہور کا مذہب ہے

ف ۶۶۱ وَقَالَ الْحَسَنُ إِذَا قَالَ الْحَقِي بِأَهْلِكِ نِيَّتُهُ .

اور امام حسن بصری نے فرمایا جب اپنی عورت سے یہ کہے اپنے اہل کے ساتھ مل جا تو دار و مدار اس کی نیت پر ہے

ع فتاوی عالمگیری ص ۳۷۹ ج اول پاکستانی الفصل الرابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیہ .

**توضیح** یعنی اگر اس نے یہ قول طلاق کی نیت سے کہا ہے تو طلاق پڑ گئی اور اگر بغیر طلاق کی نیت کے کہا ہے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

**ت** ۶۶۲ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَلطَّلَاقُ عَنْ وَطَرٍ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا طلاق ضرورت سے ہے اور عتاق

وَالْعَتَاقُ مَا اُرِیْدَ بِہٖ وَجْہُ اللّٰہِ۔

سے صرف اللہ کی رضا مقصود ہوتی ہے۔

**تشریح** ۶۶۲ یعنی طلاق ضرورت کے وقت دینی چاہیئے مثلاً عورت بدکردار ہے یا ناشزہ ہے رہ گیا عتاق یعنی لونڈی اور غلام آزاد کرنا یہ اللہ عزوجل کی رضا ہی کے لیے ہوتا ہے اس میں آزاد کرنے والے کی کوئی غرض نہیں ہوتی۔

**ت** ۶۶۳ وَقَالَ الزُّھْرِیُّ مَا اَنْتِ بِامْرَاَتِیْ نِیَّتُہٗ اِنْ نَوٰی طَلَاقًا فَھُوَ مَا نَوٰی۔

اور امام زہری نے فرمایا اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا تو میری بیوی نہیں تو اعتبار اس کی نیت کا ہے اگر طلاق کی نیت کی تو وہی ہے جو اس نے نیت کی۔

**تشریح** ۶۶۳ یعنی یہ کہنا کہ تو میری بیوی نہیں طلاق کنائی کا جملہ ہے بغیر نیت اس سے طلاق واقع نہ ہوگی ـــــ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ طلاق صریح کا جملہ ہو لیکن چونکہ زوجیت کا ختم ہونا طلاق ہی پر موقوف نہیں طلاق کے علاوہ اور بھی صورتیں ہیں جس سے زوجیت ختم ہو جاتی ہے مثلاً شوہر کا مرتد ہونا اور ظاہر الروایہ کے مطابق عورت کا مرتد ہونا یا شوہر کا عورت کی بیٹی یا ماں سے ہمبستری کر لینا یا عورت کے ساتھ شوہر کے باپ یا بیٹے کا ہمبستری کر لینا، تو جب زوجیت کا ختم ہونا طلاق ہی پر موقوف نہیں، طلاق کے علاوہ اور صورتیں ہیں جن سے زوجیت ختم ہو جاتی ہے تو یہ صیغہ طلاق صریح کا نہ ہوا کنایہ کا ہوا ـــــ

---

**ت** ۶۶۴ وَقَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ الْقَلَمَ رُفِعَ عَنْ

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا آپ نہیں جانتے کہ تین شخصوں سے قلم اٹھا لیا گیا پاگل سے

ثَلٰثٍ عَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰی یُفِیْقَ وَعَنِ الصَّبِیِّ حَتّٰی یُدْرِكَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ.

یہاں تک کہ اس کی عقل درست ہوجائے اور بچے سے یہاں تک بالغ ہوجائے اور سونے والے سے یہاں تک کہ جاگ جائے۔

**تشریح ۶۶۴**

ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک عورت لائی گئی جس نے بدکاری کی تھی حضرت عمر نے اس کے سنگ سار کرنے کا حکم دیا اتفاق سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا گزر ہوا تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا اس کی خبر حضرت عمر کو کی گئی فرمایا علی کو بلاؤ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے اور فرمایا اے امیر المومنین آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تین سے قلم اٹھا لیا گیا ہے بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہوجائے اور سونے والے سے یہاں تک کہ جاگ جائے اور معتوہ (بوہرے سے) یہاں تک کہ وہ شفایاب ہوجائے اور یہ بنی فلاں کی معتوہ ہے ہوسکتا ہے جو اس کے پاس آیا وہ اس وقت آیا ہو کہ یہ جنون کی حالت میں رہی ہو حضرت عمر نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں بھی نہیں جانتا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کب یہ حرکت کی گئی اور یہی حضرت علی کے فرمانے مطلب ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اب اس میں شبہہ پیدا ہوگیا تو اس کے ساتھ زنا افاقے کی حالت میں ہوئی یا جنون کی حالت میں اور شبہہ سے حد ساقط ہوجاتی ہے علہ

**ف ۶۶۵**

وَقَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَکُلُّ الطَّلَاقِ جَائِزٌ اِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوْہِ.

ہر طلاق نافذ ہے سوائے معتوہ کی طلاق کے۔

**تشریح ۶۶۵**

معتوہ حقیقت میں مجنون ہی کی ایک قسم ہے جس کے جنون میں شدت کم ہوتی ہے مگر اچھے برے نفع نقصان کی تمیز ختم ہوجاتی ہے۔

**حدیث ۲۴۱۸**

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَسْلَمَ اَتَی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلۂ اسلم کے ایک صاحب

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ اِنَّہٗ قَدْ زَنٰی فَاَعْرَضَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور مسجد میں جلوہ فرما تھے اور انہوں نے کہا کہ اس نے

علہ کتاب الحدود باب فی المجنون یسرق او یصیب حدا ص ۲۴۸۔

عَنْهُ فَتَنَحّٰى لِشِقِّهِ الَّذِيْ اَعْرَضَ فَشَهِدَ عَلٰى نَفْسِهٖ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ

زنا کیا ہے حضور نے اپنا رخ انور پھیر لیا تو وہ اس طرف جاکر کھڑے ہو گئے جدھر حضور نے رخ انور

فَدَعَاهُ فَقَالَ هَلْ بِكَ جُنُوْنٌ هَلْ اَحْصَنْتَ قَالَ نَعَمْ فَاَمَرَ بِهٖ اَنْ

پھیرا تھا اور انہوں نے چار بار اقرار کیا اب حضور نے انہیں بلایا اور پوچھا کیا تجھے جنون ہے؟ کیا تو محصن ہے انہوں نے

يُّرْجَمَ بِالْمُصَلّٰى فَلَمَّآ اَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ جَمَزَ حَتّٰى اُدْرِكَ بِالْحَرَّةِ فَقُتِلَ ؏

عرض کیا ہاں اب حضور نے ان کے بارے میں حکم دیا کہ اسے عید گاہ میں لے جاکر سنگسار کیا جائے جب ان پر پتھر پڑنے

لگے تو وہ بھاگے۔ یہاں تک کہ حرّہ میں پکڑے گئے اور مار ڈالے گئے۔

**حدیث ۳۴۱۹** اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا قبیلۂ اسلم کے ایک صاحب رسول اللہ

اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَتٰى رَجُلٌ مِّنْ اَسْلَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور مسجد میں تشریف فرما تھے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اس نے حضور کو پکارا اور کہا یا رسول اللہ! کم ترین نے زنا کر لیا ہے وہ اپنے آپ کو مراد لے رہے تھے

اِنَّ الْاٰخَرَ قَدْ زَنٰى يَعْنِيْ نَفْسَهٗ فَاَعْرَضَ عَنْهُ فَتَنَحّٰى لِشِقِّ وَجْهِهٖ

تو حضور نے رُخ انور پھیر لیا اب وہ اس طرف گئے جدھر حضور نے رخ انور پھیرا تھا اور

الَّذِيْ اَعْرَضَ قِبَلَهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْاٰخَرَ قَدْ زَنٰى فَاَعْرَضَ

عرض کیا یا رسول اللہ! کم ترین نے زنا کر لیا ہے اب پھر حضور نے رخ انور پھیر لیا ہے تو یہ اس

عَنْهُ فَتَنَحّٰى لِشِقِّ وَجْهِهِ الَّذِيْ اَعْرَضَ قِبَلَهٗ فَقَالَ لَهٗ ذٰلِكَ

طرف گئے جدھر حضور نے رخ انور پھیرا تھا اور حضور سے وہی عرض کیا حضور نے پھر رخ انور پھیر لیا

---

ع اسی باب میں ایک حدیث کے بعد۔ حدود باب رجم المحصن ص۱۰۰۶ باب لا یرجم المجنون ولا المجنونۃ ص۱۰۰۶ باب الرجم بالمصلی ص۱۰۰۶ باب یقول الامام للمقر لعلک لمست ص۱۰۰۸ احکام من حکم فی المسجد ص۱۰۶۲ مسلم، ابو داؤد، ترمذی، حدود، نسائی، جنائز۔

فَاَعْرَضَ فَتَنَحّٰی لَهُ الرَّابِعَةَ فَلَمَّا شَهِدَ عَلٰی نَفْسِهٖ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ دَعَاهُ

وہ اس طرف گئے چوتھی بار جب انہوں نے چار بار اقرار کر لیا تو حضور نے انہیں بلایا اور دریافت

فَقَالَ هَلْ بِكَ جُنُوْنٌ قَالَ لَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

فرمایا کیا تجھے جنون ہے انہوں نے عرض کیا نہیں! اب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے

اِذْهَبُوْا بِهٖ فَارْجُمُوْهُ فَكَانَ قَدْ اَحْصَنَ ؏

لے جاؤ اور سنگسار کرو اور وہ محصن تھے۔

**تشریحات** ۲۴۱۹

یہ صاحب حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے امام احمد نے اپنی مسند میں نعیم بن ہزال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ماعز بن مالک اسلمی میرے باپ کی پرورش میں تھے انہوں نے قبیلے کی ایک لڑکی کے ساتھ زنا کیا تو ان سے میرے باپ نے کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو اور جو تم نے کیا ہے بتاؤ، حضور تمہارے لیے استغفار کریں گے ان کا مقصد یہ تھا کہ ان کی نجات کا کوئی راستہ نکل آئے وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے الیٰ آخرہ ـــــ اَخِیْ ـ یعنی جو سعادت سے پیچھے رہ گیا مراد ذلیل اور کمینہ ہے ـــــ مُحْصَنْ سے یہاں مراد وہ شخص ہے جو آزاد عاقل بالغ ہو اور نکاح صحیح کے ساتھ کسی عورت سے وطی کی ہو۔

حضرت ماعز اسلمی کے رجم کی تفصیل جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی گئی تو حضور نے از راہ شفقت فرمایا تم نے اسے کیوں نہیں چھوڑ دیا شاید وہ توبہ کرتا تو اللہ اس کی توبہ قبول فرما لیتا، مسند امام احمد میں یہ زائد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ہزال سے فرمایا اے ہزال اگر تو اس پر پردہ ڈال دیتا تو تیرے لیے بہتر ہوتا۔

## بَابُ الْخُلْعِ وَكَيْفَ الطَّلَاقُ

اور خلع میں کیسی طلاق ہوئی اور اللہ

فِيْهِ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّا اَنْ يَّخَافَا اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ

تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور تمہیں حلال نہیں کہ تم نے جو عورتوں کو دیا تھا اس میں سے کچھ واپس لو مگر جب دونوں کو

ع محاربین لا یرجم المجنون والمجنونۃ ص۱۰۰ محاربین باب ھل یقول الامام للمقر لعلك لمست ص۱۰۰ احکام باب من حکم فی المسجد۔ مسلم حدود، نسائی، رجم۔

خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۗ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

(سورہ بقرہ آیت ۲۲۹) ص ۷۹۴

اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کریں گے پھر اگر تمہیں خوف ہو تو وہ دونوں انہی حدود پر ٹھیک نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں کہ عورت کچھ بدلہ دے کر چھٹی لے یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے وہی ظالم ہے۔

(بقرہ۔ آیت ع ۲۴۹)

**توضیح** کبھی کسی سبب سے اور کبھی بلا سبب بھی میاں بیوی میں محبت پیدا نہیں ہو پاتی بلکہ شدید نفرت رہتی ہے ہزار افہام و تفہیم کے باوجود موانست نہیں ہو پاتی ایسی صورت میں ضروری ہوتا ہے کہ میاں بی بی میں جدائی کر دی جائے اسی حکمت کے پیش نظر طلاق مشروع ہوئی ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ صرف بیوی کو شوہر سے نفرت ہوتی ہے اس کے لیے خلع مشروع ہوا۔ اصطلاح فقہ میں خلع اسے کہتے ہیں کہ نکاح کے رشتے کو مال کے عوض لفظ خلع یا اس کے ہم معنی کسی لفظ سے ختم کر دینا۔ خلع صحیح ہونے کے لیے عورت کا قبول کرنا شرط ہے طلاق کی طرح خلع بھی شرعاً ناپسندیدہ چیز ہے کہ یہ بھی اسی کی ایک قسم ہے امام ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابغض الحلال الی اللہ الطلاق" اللہ تعالیٰ کو حلال چیزوں میں سب سے ناپسند طلاق ہے (مشکوٰۃ ص ۲۸۳)

امام احمد ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — ایما امراۃ سالت زوجھا طلاقا فی غیر ما باس فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ — جس عورت نے بغیر ضرورت اپنے شوہر سے طلاق کا سوال کیا اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے[1] — اور خاص خلع کے بارے میں فرمایا — المنتزعات والمختلعات ھن المنافقات[2] — شوہروں سے چھٹکارا حاصل کرنے والیاں خلع کرنے والیاں منافقہ ہیں۔ اس کے باوجود عند الضرورۃ مباح بعض صورتوں میں مستحب اور بعض صورتوں میں واجب۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ خلع جائز ہے یا نہیں؟ بکر بن عبداللہ مزنی تابعی

---

[1] مشکوٰۃ ص ۲۸۳ [2] مشکوٰۃ ص ۲۸۴۔

اسے جائز نہیں جانتے تھے امام ابن سیرین اس کو اسی وقت جائز کہتے تھے جب عورت بدکرداری کی مرتکب ہو لیکن جمہور کا قول وہ ہے جو اوپر گزرا۔ اسی لیے امام بخاری نے خلع کا باب باندھا، خلع سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟ خلع طلاق ہے یا فسق؟ اس بارے میں بھی علماء کے مابین اختلاف ہے۔ ہمارے یہاں خلع اور مال کے عوض دی ہوئی طلاق، طلاق بائن ہے حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول قدیم فسخ ہے طلاق نہیں۔ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ طلاق رجعی ہے اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک قول یہی مروی ہے مگر حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صحیح تر قول یہ ہے کہ یہ طلاق بائن ہے جیسا کہ ہمارا مذہب ہے جیسا کہ امام عبدالرزاق اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنے اپنے مصنف میں سعید بن مسیب سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خلع کو طلاق کہا، علاوہ ازیں دار قطنی، بیہقی، ابن عدی نے کامل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خلع کو طلاق بائن قرار دیا ــــ اگرچہ اس کے ایک راوی عبّاد بن کثیر ثقفی کے بارے میں کلام کیا گیا ہے نیز دار قطنی نے حضرت ابن عباس ہی سے اس کے برخلاف روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ خلع فرقت ہے اور طلاق نہیں ــــ ان روایات سے قطع نظر قیاس کا مقتضیٰ یہی ہے کہ یہ طلاق بائن ہو جیسا کہ ہمارے علماء نے شروح میں ثابت فرمایا ہے ــــ

امام بخاری نے آیۃ مذکورہ یہ افادہ کرنے کے لیے ذکر فرمائی ہے کہ خلع جائز ہے۔ صاف تصریح ہے لَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا۔ ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں اگر تفریق شوہر کی طرف سے ہو تو اسے بدل خلع لینا مکروہ ہے اور اگر عورت کی طرف سے ہو تو لینے میں کراہت بھی نہیں البتہ مہر سے زائد لینا بہرحال مکروہ ہے [1]

| | |
|---|---|
| ت ۶۶۶ | وَاَجَازَ عُمَرُ الْخُلْعَ دُوْنَ السُّلْطَانِ۔ |
| | اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلع کو سلطان کے بغیر جائز جانا۔ |

**توضیح** یعنی خلع صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ معاملہ بادشاہ یا قاضی کے یہاں پیش کیا جائے اور وہ اس کا فیصلہ کریں، زوجین باہمی بات چیت

[1] عالمگیری صـــ ۱۶۹ ج ثانی۔

کرکے بھی خلع کرسکتے ہیں۔

**ت** ۶۶۷ وَاَجَازَ عُثْمَانُ الْخُلْعَ دُوْنَ عِقَاصِ رَاْسِهَا۔

اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سر باندھنے کے دھاگے کے ماسوا پر خلع جائز رکھا۔

**توضیح** یعنی عورت اپنے سر باندھنے کے دھاگے کو چھوڑ کر اپنا کل مال خلع کے عوض دے سکتی ہے۔

**ت** ۶۶۸ وَقَالَ طَاؤُسُ اِلَّا اَنْ یَّخَافَا اَنْ لَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فِیْمَا

اور امام طاؤس نے فرمایا حدود الٰہی قائم نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ زوجین

اِفْتُرِضَ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلٰی صَاحِبِهٖ فِی الْعِشْرَةِ وَالصُّحْبَةِ وَلَمْ

میں سے ہر ایک کا دوسرے پر جو حق ثابت ہے معاشرے میں اسے ادا نہ کرے تو خلع جائز ہے اور

یَقُلْ قَوْلَ السُّفَهَاءِ لَا تَحِلُّ حَتّٰی تَقُوْلَ لَا اَغْتَسِلُ لَكَ مِنْ جَنَابَةٍ.

بے وقوفوں کی بات نہیں کہی کہ خلع اس وقت حلال ہے جب وہ یہ کہے کہ میں غسل جنابت نہیں کروں گی۔

**حدیث** ۲۴۲۰ عَنْ عِکْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

اِمْرَاَةَ ثَابِتِ بْنِ قَیْسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ

ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثَابِتُ بْنُ قَیْسٍ مَا اَعْتِبُ

حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! ثابت بن قیس عادت اور دین کے

عَلَیْهِ فِیْ خُلُقٍ وَّلَا دِیْنٍ وَّلٰکِنِّیْ اَکْرَهُ الْکُفْرَ فِی الْاِسْلَامِ فَقَالَ

بارے میں معتوب نہیں لیکن میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتَرُدِّیْنَ عَلَیْهِ حَدِیْقَتَهٗ قَالَتْ

یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس کا باغ اس کو لوٹا دو گی انہوں نے

نَعَمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِقْبَلِ الْحَدِیْقَۃَ وَ

عرض کیا ہاں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ثابت سے فرمایا اپنا

طَلِّقْھَا تَطْلِیْقَۃً۔

باغ لے لے اور اسے ایک طلاق دے دے۔

**تشریحات** ۲۴۲۰

یہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلۂ خزرج کے فرد تھے بہت عمدہ مقرر تھے اسی لیے ان کا لقب خطیب انصار بلکہ خطیب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے احد اور اس کے بعد کے تمام مشاہد میں شریک ہوئے سیدنا صدیق اکبر کی خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

ان بیوی کا نام جمیلہ بنت اُبی بن سلول تھا راس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کی بہن تھیں جیسا کہ امام بخاری نے اس باب کے اخیر میں تصریح کی ہے لیکن دوسری روایتوں میں ان کا نام مریم المغالیہ آیا ہے بعض روایتوں میں زینب بھی آیا ہے بعض روایتوں میں حبیبہ بنت سہل بھی آیا بعض علماء نے یہ تطبیق دی کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعدد بار خلع کیا ہے۔

قصہ یہ تھا کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رنگ وروپ کے اچھے نہ تھے یہ اپنی بیوی کو اس قدر ناپسند تھے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر خدا کا خوف نہ ہوتا تو جب وہ میرے پاس آتا تو میں اس کے منہ پر تھوک دیتی خلع کی اصل وجہ یہی تھی اور ان کی بیوی نے یہ جو عرض کیا کہ میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں اس میں کفر سے مراد شوہر کی ناشکری ہے۔

یہی حدیث خلع کے مشروعیت کی اصل ہے لیکن یہ حقیقت میں مال کے عوض طلاق دینا ہے۔

**بَابُ الشِّقَاقِ وَھَلْ یُشِیْرُ بِالْخُلْعِ عِنْدَ الضَّرُوْرَۃِ وَقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِھِمَا فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَحَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا اٰلَایَۃَ۔**

ص ۷۹۵

اختلاف کا بیان اور کیا ضرر کے وقت خلع کا اشارہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اگر تم ان دونوں کے درمیان جدائی کا اندیشہ کرو تو شوہر کے اہل میں سے ایک حکم اور بیوی کے اہل میں سے ایک حکم بھیجو یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں

میل کردے گا بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ (آیت ۳۵ سورہ نساء)

**توضیح** باب کا مطلب یہ ہے کہ اگر میاں بیوی میں جھگڑا ہو جائے تو کیا کیا جائے اور کیا اگر رضامندی کی کوئی صورت نہ نکلے تو خلع کا مشورہ دیا جا سکتا ہے آیت کریمہ ذکر کر کے امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا کہ میاں بیوی میں ناچاقی کے بعد صلح صفائی کی پوری کوشش کرنی چاہیئے اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ شوہر والوں کی طرف سے بیچ مقرر ہوں اور بیوی والوں کی طرف سے بیچ مقرر ہوں اس کی تخصیص نہیں ایک یاد دو، یہ بیچ جو بھی فیصلہ کریں میاں بیوی مان لیں۔ اگر حالات کے پیش نظر بیچ چاہیں تو خلع کا بھی مشورہ دے سکتے ہیں۔

**حدیث ۲۴۲۱**

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ بَنِي الْمُغِيْرَةِ اِسْتَاذَنُوْنِيْ اَنْ يَّنْكِحَ عَلِيٌّ اِبْنَتَهُمْ فَلَا آذَنُ.

کو فرماتے ہوئے سنا کہ بنی مغیرہ نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ علی ان کی لڑکی سے نکاح کر لیں میں انہیں اجازت نہیں دیتا۔

**تشریحات ۲۴۲۱**

یہ حدیث مناقب فاطمہ میں گزر چکی ہے یہاں جتنی حدیث مذکور ہے اس سے باب کو کوئی مناسبت نہیں۔ لیکن کتاب النکاح "باب ذب الرجل عن ابنته" میں جو تفصیل ہے اس سے یک گونہ مناسبت ہے۔ وہاں یہ ہے ـــــ مگر یہ کہ ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دیدے اور ان کی بیٹی سے نکاح کرلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنے پر اپنی صاحبزادی کا طلاق طلب فرمایا۔ اور خلع بھی طلاق ہی طلب کرتا ہے۔ نیز یہ افادہ فرمایا کہ زوجین میں اختلاف کا سبب دوسری شادی بھی بن سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ سبب شقاق کو شقاق سے پوری مناسبت ہے۔

**بَابُ شَفَاعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ زَوْجِ بَرِيْرَةَ.**

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بریرہ کے شوہر کے بارے میں سفارش کرنا۔

ص ۷۹۵

**حدیث ۲۴۲۲**

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بریرہ کے شوہر (حبشی)

زَوْجَ بَرِيْرَةَ كَانَ عَبْدًا يُقَالُ لَهٗ مُغِيْثٌ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ يَطُوْفُ خَلْفَهَا

غلام تھے ان کا نام مغیث تھا گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ (مدینے کی گلیوں میں) ان کے پیچھے

يَبْكِيْ وَدُمُوْعُهٗ تَسِيْلُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبَّاسٍ

روتے ہوئے گھوم رہے ہیں اتنے کہ ان کے آنسو ان کی داڑھی پر بہہ رہے ہیں اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

يَا عَبَّاسُ اَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيْثٍ بَرِيْرَةَ وَمِنْ بُغْضِ بَرِيْرَةَ مُغِيْثًا

عباس سے کہا اے عباس مغیث کی بریرہ کے ساتھ محبت اور بریرہ کی مغیث کے ساتھ بغض پر آپ کو

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ رَاجَعْتِهٖ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

تعجب نہیں؟ پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بریرہ سے کہا کاش تم رجعت کر لیتی بریرہ نے کہا یا رسول اللہ!

تَاْمُرُنِيْ قَالَ اِنَّمَا اَشْفَعُ قَالَتْ فَلَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ .

آپ مجھے حکم دیتے ہیں فرمایا میں سفارش کرتا ہوں تو بریرہ نے کہا مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں .

## تشریحات ۲۴۲۲

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں چار طریقے سے روایت کیا ہے چاروں طریقوں میں یہ ہے کہ بریرہ کے شوہر غلام تھے لیکن ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ بریرہ جب آزاد ہوئیں تو ان کے شوہر آزاد تھے اور ان کو اختیار دیا گیا۔ تطبیق یہ ہے کہ بریرہ کے آزاد ہونے سے پہلے وہ غلام تھے لیکن جس وقت بریرہ آزاد ہوئیں تو وہ آزاد تھے اس سے یہ ثابت ہوا کہ کنیز اگر کسی کی بیوی ہو خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام تو اسے خیار حاصل ہے چاہے تو اپنے سابق شوہر کے نکاح میں رہے اور چاہے تو اپنے نفس کو اختیار کر کے اس سے علیحدہ ہو جائے شوہر آزاد ہو یا غلام۔

قصہ یہ تھا کہ بریرہ کسی انصاری کی کنیز تھیں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا اس موقع پر انہوں نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا اور وہ اپنے شوہر مغیث کے نکاح سے باہر ہو گئیں ——

---

## بَاب قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَلَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکٰتِ حَتّٰی یُؤْمِنَّ وَلَاَمَۃٌ مُّؤْمِنَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکَۃٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْکُمْ.

ص ۷۹۶

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور بے شک مومن باندی مشرکہ سے بہتر ہے اگرچہ ان کا حسن تم کو لبھائے۔

**حدیث ۲۴۲۳**

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کَانَ اِذَا سُئِلَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب نصرانیہ اور یہودیہ سے نکاح کے

عَنْ نِکَاحِ النَّصْرَانِیَّۃِ اَوِ الْیَھُوْدِیَّۃِ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ الْمُشْرِکٰتِ عَلَی

بارے میں پوچھا جاتا تو وہ کہتے بے شک اللہ نے مشرک عورتوں کو مومن مردوں

الْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا اَعْلَمُ مِنَ الْاِشْرَاکِ شَیْئًا اَکْثَرَ مِنْ اَنْ تَقُوْلَ الْمَرْاَۃُ رَبُّھَا

پر حرام فرمایا اور میں اس سے زیادہ اور کوئی شرک نہیں جانتا کہ ایک عورت کہے کہ اس کا رب عیسیٰ

عِیْسٰی وَھُوَ عَبْدٌ مِّنْ عِبَادِ اللّٰہِ.

ہے حالانکہ وہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے ہیں۔

**تشریحات ۲۴۲۳**

حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت مذکورہ ذکر کر دی مگر انہوں نے یہ واضح نہیں فرمایا کہ ان کا مقصد کیا ہے؟ یہ آیۃ کریمہ اپنے عموم پر ہے یا اس میں تخصیص ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ یہ اپنے عموم پر ہے اور اس میں یہود و نصاریٰ داخل ہیں اس لیے کہ وہ بھی مشرک ہیں لیکن انہیں چھوڑ کر تمام صحابۂ کرام اور پوری امت کا مذہب یہ ہے کہ اہل کتاب اس سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ سورہ مائدہ میں فرمایا۔ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ. اور جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان میں سے پارسا عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں اور اس پر بھی اجماع ہے کہ اہل کتاب صرف یہود و نصاریٰ ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ یہودیہ و نصرانیہ عورت سے نکاح صحیح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نکاح کے بعد ان سے ہمبستری حرام نہ ہوگی۔ اولاد اولاد حرام نہ ہوگی۔ صحیح النسب ہوگی مگر یہودیہ نصرانیہ سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ آج کل یورپ کے عیسائی بننے والے عیسائی نہ رہے دہریہ ملحد ہیں جب عیسائی نہ رہے تو اہل کتاب نہ رہے ان عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔

## بَابُ نِكَاحِ مَنْ اَسْلَمَ مِنَ الْمُشْرِكٰتِ وَعِدَّتِهِنَّ۔ ص ۷۹۶

مشرک عورتوں میں سے جو مسلمان ہوں ان کے نکاح اور عدت کا بیان۔

| حدیث ۲۴۲۴ | وَقَالَ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ |
|---|---|
| | اور عطاء نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ |
| | الْمُشْرِكُوْنَ عَلٰى مَنْزِلَتَيْنِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ |
| | نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مومنین کے تعلق سے مشرکین دو فریق تھے ایک اہل حرب |
| | كَانُوْا مُشْرِكِيْ اَهْلِ حَرْبٍ يُقَاتِلُهُمْ وَيُقَاتِلُوْنَهٗ وَمُشْرِكِيْ اَهْلِ عَهْدٍ لَا |
| | جو مسلمانوں سے لڑتے تھے اور مسلمان ان سے لڑتے تھے اور دوسرے مشرکین اہل عہد جو |
| | يُقَاتِلُهُمْ وَلَا يُقَاتِلُوْنَهٗ وَكَانَ اِذَا هَاجَرَتِ امْرَاَةٌ مِنْ اَهْلِ الْحَرْبِ |
| | نہ مسلمانوں سے لڑتے تھے اور نہ مسلمان ان سے لڑتے تھے اور جب اہل حرب کی کوئی عورت |
| | لَمْ تُخْطَبْ حَتّٰى تَحِيْضَ وَتَطْهُرَ فَاِذَا طَهُرَتْ حَلَّ لَهَا النِّكَاحُ فَاِنْ هَاجَرَ |
| | ہجرت کرتی تو جب اسے حیض آجاتا اور وہ پاک ہو جاتی تو اسے نکاح کا پیغام دیا جاتا |
| | زَوْجُهَا قَبْلَ اَنْ تَنْكِحَ رُدَّتْ اِلَيْهِ وَاِنْ هَاجَرَ عَبْدٌ مِّنْهُمْ اَوْ اَمَةٌ فَهُمَا |
| | جب پاک ہو جاتی تو اسے نکاح کرنا حلال ہو جاتا، اگر نکاح سے پہلے اس کا شوہر ہجرت کر لیتا تو اسے لوٹا |
| | حُرَّانِ وَلَهُمَا مَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ ثُمَّ ذَكَرَ مِنْ اَهْلِ الْعَهْدِ مِثْلَ حَدِيْثِ |
| | دی جاتی اور اگر ان میں سے کوئی باندی یا غلام ہجرت کرتے تو وہ دونوں آزاد ہو جاتے اور |
| | مُجَاهِدٍ وَاِنْ هَاجَرَ عَبْدٌ اَوْ اَمَةٌ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَهْلِ الْعَهْدِ لَمْ يُرَدُّوْا |
| | انہیں وہی حقوق حاصل ہوتے جو مہاجرین کو حاصل تھے پھر ذکر کیا اہل عہد کا قصہ مجاہد کی |
| | وَرُدَّتْ اَثْمَانُهُمْ قَالَ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَتْ |
| | حدیث کے مثل اور اگر مشرکین اہل عہد کا کوئی غلام یا باندی ہجرت کرتی تو وہ لوٹائے نہیں جاتے |

قُرَيْبَةُ بِنْتُ أَبِي أُمَيَّةَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَطَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا

ان کی قیمتیں دے دی جائیں۔ عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے

مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ وَكَانَتْ أُمُّ الْحَكَمِ ابْنَةُ أَبِي سُفْيَانَ

ہوئے کہا کہ قریبہ بنت ابی امیہ عمر بن خطاب کے پاس تھی انہوں نے اس کو طلاق دے دیا تو انہوں نے معاویہ

تَحْتَ عِيَاضِ بْنِ غَنْمٍ الْفِهْرِيِّ فَطَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا عَبْدُ اللهِ

بن ابوسفیان سے نکاح کر لیا اور ابوسفیان کی بیٹی ام الحکم عیاض بن غنم فہری کی زوجیت میں تھی انہوں نے اس کو

بْنُ عُثْمَانَ الثَّقَفِيُّ.

طلاق دے دیا تو عبداللہ بن عثمان ثقفی نے اس سے نکاح کر لیا۔

## تشریحات ۲۴۲۴

"مثل حدیث مجاہد" سے کیا مراد ہے اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد بعد کی روایت ہے" وان ھاجر عبد او امۃ" الخ" اور ایک احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد کوئی اور کلام ہو جو اہل عہد کی عورتوں سے متعلق ہو مگر وہ کیا ہے اس کی تعیین کوئی نہیں کر سکا۔ امام عبید بن حمید نے " وان فاتتکم شی من ازواجکم الی الکفار فعاقبتم" بطریق ابن ابی نجیح امام مجاہد سے یہ تفصیل نقل کی ہے کہ اگر قریش سے مال غنیمت ان کو ملے تو جن کی بیویاں چلی گئیں انہیں اتنا دو جو انہوں نے عوض دیا تھا یعنی مہر۔

## بَابُ إِذَا أَسْلَمَتِ الْمُشْرِكَةُ أَوِ النَّصْرَانِيَّةُ تَحْتَ الذِّمِّيِّ أَوِ الْحَرْبِيِّ.

جب وہ مشرکہ یا نصرانیہ اسلام لائے جو ذمی یا حربی کی زوجیت میں ہو۔

ص ۷۹۶

ت ۶۶۹ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذَا أَسْلَمَتِ النَّصْرَانِيَّةُ قَبْلَ زَوْجِهَا

نصرانیہ اپنے شوہر سے تھوڑی دیر پہلے اسلام قبول کرے تو اس پر حرام

بِسَاعَةٍ حَرُمَتْ عَلَيْهِ.

ہو جائے گی

ت ۶۷۰ سُئِلَ عَطَاءٌ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِ الْعَهْدِ أَسْلَمَتْ ثُمَّ أَسْلَمَ

امام عطاء سے ذمی عورت کے بارے میں سوال ہوا کہ وہ مسلمان ہو گئی پھر

253

زَوْجُهَا فِي الْعِدَّةِ أَهِيَ امْرَأَتُهُ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَشَاءَ هِيَ بِنِكَاحٍ

عدت میں اس کا شوہر مسلمان ہو گیا کیا یہ اس کی عورت ہے فرمایا نہیں مگر یہ کہ

جَدِيدٍ وَصَدَاقٍ.

وہ عورت چاہے نکاح جدید اور مہر کے ساتھ۔

ف ۲۷۱ وَقَالَ مُجَاهِدٌ إِذَا أَسْلَمَ فِي الْعِدَّةِ يَتَزَوَّجُهَا

اور مجاہد نے کہا جب عدت میں اسلام لائے اس کا شوہر اس سے نکاح کرے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ حِلٌّ لَهُنَّ.

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کافر عورتیں نہ مسلمانوں کو حلال ہیں اور نہ مسلمان مرد ان کے لیے حلال ہیں۔

**تشریح ۲۷۱** امام بخاری یہ آیت امام مجاہد کے قول کی تائید میں لائے ہیں اس کی صورت یہ ہے ایک عورت مسلمان ہوئی اور اس کا شوہر مسلمان نہیں ہوا تو نکاح ختم نہیں ہوا پھر اس کا شوہر مسلمان ہوا اگرچہ عدت ہی میں تو جدید نکاح کی ضرورت ہے۔

ف ۲۷۲ وَقَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ فِي مَجُوسِيَّيْنِ أَسْلَمَا هُمَا عَلَى

امام حسن اور قتادہ نے مجوسی مرد و عورت کے بارے میں فرمایا اگر دونوں ساتھ ساتھ

نِكَاحِهِمَا وَإِذَا سَبَقَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ وَأَبَى الْآخَرُ بَانَتْ لَا سَبِيلَ

مسلمان ہوئے تو اپنے نکاح پر ہیں اور جب ان میں سے ایک پہلے مسلمان ہوا اور دوسرے نے اسلام لانے سے

لَهُ عَلَيْهَا.

انکار کیا تو نکاح ختم ہو گیا۔ مرد کے لیے اس پر کوئی راہ نہیں رہی۔

ف ۶۷۳ وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ امْرَأَةٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ جَاءَتْ

ابن جریج نے کہا میں نے عطاء سے پوچھا مشرکین کی کوئی عورت مسلمانوں کے پاس آئی

إِلَى الْمُسْلِمِينَ أَيُعَاوَضُ زَوْجُهَا مِنْهَا لِقَوْلِهِ تَعَالٰى وَآتُوهُمْ مَا

کیا اس کے شوہر کو اس کا عوض دیا جائے گا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے اور انہیں

اَنْفَقُوْا قَالَ لَا اِنَّمَا كَانَ ذَالِكَ بَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دو جو انہوں نے خرچ کیا ہے فرمایا نہیں، یہ معاملہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اہل عہد

وَبَيْنَ اَهْلِ الْعَهْدِ۔

کے درمیان تھا۔

ت ۶۷۴ وَقَالَ مُجَاهِدٌ هٰذَا كُلُّهٗ فِيْ صُلْحٍ بَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور امام مجاہد نے کہا یہ سب اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کی

وَسَلَّمَ وَبَيْنَ قُرَيْشٍ۔

صلح کی مدت میں تھا۔

**تشریحات** ۶۷۴ قول محقق یہ ہے کہ زوجین اگر ساتھ ساتھ ایمان قبول کریں تو دونوں کا سابق نکاح باقی رہے گا اور اگر ان میں سے کسی نے پہلے اسلام قبول کیا تو دوسرے پر اسلام پیش کیا جائے گا اگر وہ اسلام قبول کرلے تو سابق نکاح باقی رہے گا اور اگر انکار کرے تو نکاح فسخ ہو جائے گا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کی رات میں مرالظہران میں اسلام قبول کر چکے تھے جب وہ مکہ گئے تو ان کی زوجہ ھندہ بنت عتبہ نے ان کی داڑھی پکڑ لی اور ان کے مسلمان ہونے کو ناپسند کیا حضرت ابوسفیان نے اشارہ کیا تم بھی مسلمان ہو جاؤ انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا ان کے علاوہ حضرت حکیم بن حزام، حضرت عکرمہ بن ابوجہل وغیرہ کے بارے میں بھی ہے ان کی اہلیہ نے پہلے ایمان قبول کیا پھر ان کی فرمائش پر حضرت عکرمہ نے قبول کیا اس کے علاوہ اور بھی صحابہ اور صحابیات ایسے ہیں جن کے اسلام قبول کرنے میں تقدم اور تاخر ہوا مگر کسی میں تفریق نہیں کی گئی اور نہ تجدید نکاح ہوا۔

**بَابُ** قَوْلِهٖ تَعَالٰى لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ اِلٰى قَوْلِهٖ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ــــ فَاۤءُوْا رَجَعُوْا۔

ص ۷۹۷

جو لوگ اپنی عورتوں کے پاس جانے کی قسم کھا بیٹھتے ہیں انہیں چار مہینے کی مہلت ہے پس اگر اس مدت میں وہ لوگ رجوع کر لیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر چھوڑ دینے کا ارادہ پکا کر لیا تو اللہ سنتا جانتا ہے۔

بقرہ ۲۲۶ — ۲۲۷۔

**توضیح** زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ کچھ بے غیرت مرد اپنی عورتوں سے مال طلب

کرتے اگر وہ مال دے دیتیں فبہا ورنہ سال دو سال تین سال اور اس سے زائد عرصے تک ان کے پاس نہ جانے اور ہمبستری نہ کرنے کی قسم کھا لیتے اور انہیں معلق چھوڑ دیتے۔ نہ وہ بے شوہر تھیں کہ کہیں اپنا ٹھکانہ کرلیں نہ شوہر دار شوہر سے آرام پاتیں۔ اسلام نے اس ظلم کو مٹایا اور ایسی قسم کھانے والوں کے لیے چار مہینے کی مدت معین فرمادی کہ ان لوگوں کے لیے چار مہینے انتظار کی مہلت ہے اس عرصے میں شوہر خوب سوچ سمجھ لے اگر اسے رکھنا چاہے تو اس مدت کے اندر رجوع کرلے اس صورت میں نکاح باقی رہے اور شوہر پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔ اور اس مدت میں رجوع نہیں کیا اور قسم نہ توڑی تو عورت نکاح سے باہر ہوگئی اور اس پر طلاق بائن واقع ہوگئی اس صورت میں رجوع ہمبستری ہی سے ہوگا اور اگر کسی وجہ سے مرد ہمبستری پر قادر نہ ہو تو شوہر یہ کہہ دے کہ جب ہمبستری کی قدرت ہوگی ہمبستری کروں گا یہ بھی رجوع ہے اس کو اصطلاح فقہ میں ایلا کہتے ہیں ایلاء کے لغوی معنی قسم کھانے کے ہیں فقہ کی اصطلاح میں ایلا اسے کہتے ہیں کہ شوہر یہ قسم کھالے کہ میں عورت سے چار مہینے یا اس سے زائد ہمبستری نہیں کروں گا یا کسی مدت کا ذکر کیے بغیر یوں کہے میں تجھ سے صحبت نہیں کروں گا اس کی پوری بحث "کتاب الصلوٰۃ" میں گزر چکی ہے۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۴۲۵ | عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ فِي الْاِيْلَاءِ الَّذِيْ سَمَّى اللّٰهُ |
| | ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس ایلا کے بارے میں کہتے تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا |
| | تَعَالٰى لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ بَعْدَ الْاَجَلِ اِلَّا اَنْ يُّمْسِكَ بِالْمَعْرُوْفِ اَوْ يَعْزِمَ |
| | ہے میعاد پوری ہونے کے بعد کسی کو حلال نہیں مگر یہ کہ بھلائی کے ساتھ روکے یا طلاق کا |
| | الطَّلَاقَ كَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ . |
| | پختہ ارادہ کرلے جیسا کہ اللہ عزوجل نے اس کو حکم دیا۔ |
| حدیث ۲۴۲۶ | عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِذَا مَضَتْ اَرْبَعَةُ |
| | حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا جب چار مہینے گزر جائیں تو موقوف رہے |
| | اَشْهُرٍ يُوْقَفُ حَتّٰى يُطَلِّقَ وَلَا يَقَعُ عَلَيْهِ الطَّلَاقُ حَتّٰى يُطَلِّقَ . |
| | گی یہاں تک کہ شوہر طلاق دیدے اور طلاق واقع نہیں ہوگی یہاں تک کہ شوہر طلاق دے دے۔ |
| ف ۶۷۵ | وَيُذْكَرُ ذٰلِكَ عَنْ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَاَبِي الدَّرْدَاءِ وَعَائِشَةَ وَاِثْنَا عَشَرَ |
| | اور یہی یعنی توقف حضرت عثمان حضرت علی حضرت ابودرداء اور حضرت عائشہ اور |

رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

بارہ صحابہ کرام سے ذکر کیا جاتا ہے .

**تشریحات** ۶۷۵ ہمارا مذہب وہ ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ اگر شوہر نے مدت میں رجوع نہیں کیا تو عورت پر طلاق پڑ جائے گی جیسا کہ طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن مسعود سے اور دوسری غیر مجروح سند کے ساتھ حضرت علی سے روایت کیا کہ فرمایا ایلا میں اگر چار مہینے گزر جائیں اور شوہر رجوع نہ کرے تو اس پر طلاق بائن پڑ جائے گی نیز سند حسن کے ساتھ حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی کے مثل مروی ہے نیز امام سعید بن منصور نے بطریق جابر بن زید روایت کیا کہ جب ایلا کرے اور چار مہینے گزر جائیں تو اس پر طلاق بائن پڑ جائے گی اور اس پر عدت نہیں۔ اور امام قاضی اسماعیل نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی کے مثل روایت کیا ہدایہ میں فرمایا کہ ہمارا مذہب حضرت عثمان حضرت علی اور عبادلہ ثلثہ اور زید بن ثابت سے مروی ہے عینی میں ہے کہ یہی حضرت عمر بن خطاب حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے اور درایت کا بھی مقتضیٰ یہی ہے گزر چکا کہ آیت ایلاء زمانۂ جاہلیت کے اس ظلم کو دفع کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے اگر میعاد گزرنے کے بعد توقف ہی رہے گا تو خدا ترس حریص عورت کو لٹکائے رہیں گے ان کے ظلم کا دفیعہ اسی طرح ہوگا کہ مدت ایلاء ختم ہونے کے بعد عورت نکاح سے باہر ہو جائے۔ یہ مفصل ہے اور حضرت امام بخاری نے جو فرمایا وہ مبہم ہے نیز انہوں نے اسے صیغۂ تمریض سے ذکر فرمایا ہے۔

## بَابُ حُكْمِ الْمَفْقُوْدِ فِيْ أَهْلِهٖ وَمَالِهٖ. صـ ۷۹۷

مفقود کا حکم اس کے اہل اور مال کے بارے میں۔

**توضیح** مفقود وہ مرد ہے جس کا کچھ پتہ نہ ہو یہ بھی معلوم نہیں کہ زندہ ہے یا مر گیا ہمارا مذہب مفقود کے بارے میں یہ ہے کہ عورت شوہر کے ہم جولیوں کی موت تک انتظار کرے گی سالوں سے تعیین کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ ایک سو بیس سال کی عمر تک انتظار کرے گی یعنی جب شوہر کی عمر ایک سو بیس سال کی ہو جائے تو قاضی اس کی موت کا حکم کرے گا لیکن فتویٰ اس پر دیا جاتا ہے کہ جب شوہر کی عمر ستر سال کی ہو جائے تو اس کی موت کا حکم دیا جائے گا اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا أَعْمَارُ أُمَّتِيْ مَا بَيْنَ سِتِّيْنَ إِلٰى سَبْعِيْنَ[1] میری

[1] ترمذی، دعوات، ابن ماجہ زہد ۱۲ .

امت کی عمریں ساٹھ سال سے ستر تک ہیں۔ لیکن اب زمانے کا لحاظ کرتے ہوئے اور فتنوں سے بچنے کے لیے ہمارے علماء نے بھی حالت ملجئہ کے وقت عورت کے لئے جب کوئی چارۂ کار نہ ہو تو حضرت امام مالک کے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے۔

بعض ترقی یافتہ ہمارے علماء یہ فرماتے ہیں کہ جب ضرورت شرعیہ کی بناء پر امام مالک کے مذہب پر عمل کی اجازت ہے تو کیوں نہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر عمل کی اجازت دی جائے اس میں زیادہ آسانی ہے ـــــ اس میں کوئی شک نہیں کہ مذہب امام شافعی میں زیادہ آسانی ہے کہ چٹ منگنی پٹ بیاہ ہو جائے لیکن اس پر عمل اس کے بہ نسبت امام مالک کے مذہب پر عمل کرنے میں لِم یہ ہے کہ بعض دفعہ آپس کے مناقشہ یا اور الجھنوں کی بناء پر شوہر اپنے آپ کو چھپائے رکھتا ہے اور جب اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ اگر میں اپنے آپ کو ظاہر نہیں کروں گا تو میری بیوی دوسرا نکاح کرلے گی تو ظاہر کر دیتا ہے اور حضرت امام مالک کے مذہب پر عمل کرنے میں اس کا زیادہ موقع ہے اس لیے ہمارے علماء نے اس کو اختیار کیا۔ عورت قاضی کے یہاں دعویٰ کرے گی قاضی تحقیق حال کرے گا، پھر چار سال مہلت دی جائے گی۔ اس میں ظن غالب ہے کہ شوہر کو یہ سب علم ہو جائے گا اور وہ ظاہر ہونا چاہے تو وہ ظاہر ہو جائے گا اس لیے حضرت امام مالک کا مذہب حضرت امام شافعی کی بہ نسبت احتیاط کے زیادہ قریب ہے۔

ان کا مذہب یہ ہے کہ مفقود الخبر کی عورت قاضی کے یہاں درخواست کرے قاضی اس کو مزید چار سال انتظار کا حکم کرے چار سال پورا ہونے پر بھی کچھ پتہ نہ چلے تو قاضی مفقود کی موت کا حکم کرے اس حکم کے بعد عورت عدت وفات چار ماہ دس دن گزار کر کہیں نکاح کر سکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ حکم بضرورت صرف نکاح کے لیے ہے لیکن میراث کے سلسلے میں اب بھی فتویٰ وہی ہے کہ جب اس کی عمر کے ستر سال پورے ہو جائیں تو میراث کے احکام جاری کیے جائیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب اس کی عمر کے ستر سال پورے ہو جائیں اس وقت اس کے جو وارث موجود ہوں گے انہیں میں اس کی میراث تقسیم ہوگی اور جو اس کے پہلے مر گئے وہ وارث نہ ہوں گے اسی طرح مفقود بھی ان کا وارث نہ ہوگا جو اس اثناء میں مرے ہوں ـــــ

| | |
|---|---|
| ت ۶۷۶ | وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ إِذَا فُقِدَ فِي الصَّفِّ عِنْدَ الْقِتَالِ تَرَبَّصُ |
| | اور ابن مسیب نے کہا کہ جب کوئی لڑائی کے وقت صف میں مارا جائے تو اس کی |

اِمْرَاتُہٗ سَنَۃً۔

عورت سال بھر انتظار کرے ؎

ت ۶۷۷ وَاشْتَرٰی ابْنُ مَسْعُوْدٍ جَارِیَۃً وَالْتَمَسَ صَاحِبَھَا سَنَۃً

اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لونڈی خریدا اور اس کے مالک کو سال بھر

فَلَمْ یَجِدْ وَفُقِدَ فَاَخَذَ یُعْطِیْ دِرْھَمًا اَوْ دِرْھَمَیْنِ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ عَنْ فُلَانٍ

تلاش کیا اسے نہیں پایا اور وہ غائب ملا تو وہ مسکینوں کو ایک دو درم دیتے اور کہتے اے اللہ یہ فلاں کی طرف

فَاِنْ اُتِیَ فَلِیْ وَعَلَیَّ وَقَالَ ھٰکَذَا فَافْعَلُوْا بِاللُّقَطَۃِ۔

سے ہے پس اگر وہ آگیا تو میرے لیے اس کا ثواب ہے اور مجھ پر اس کی قیمت ہے اور کہا ایسے ہی لقطہ میں کرو۔

ت ۶۷۸ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَحْوَہٗ۔

اور ابن عباس نے بھی اسی کے مثل فرمایا۔

## تشریحات

اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعید بن مسیب کا مذہب یہ تھا کہ مفقود کا سال بھر تک انتظار کیا جائے اگر سال پورا ہو جائے اور نہ آئے تو اس کی عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے اور اس کی میراث تقسیم کر دی جائے گی۔

ت ۶۷۹ وَقَالَ الزُّھْرِیُّ فِی الْاَسِیْرِ یُعْلَمُ مَکَانُہٗ لَا تَتَزَوَّجُ اِمْرَاتُہٗ وَلَا

اور امام زہری نے اس اسیر کے بارے میں فرمایا کہ جس کی جگہ جانی جاتی ہو اس کی عورت شادی نہیں

یُقْسَمُ مَالُہٗ فَاِذَا انْقَطَعَ خَبَرُہٗ فَسُنَّتُہٗ سُنَّۃُ الْمَفْقُوْدِ۔

کرے گی اور اس کا مال تقسیم نہیں کیا جائے گا جب اس کی خبر منقطع ہو جائے تو اس پر مفقود کا حکم جاری کیا جائے گا۔

باب سے یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ امام بخاری کا مفقود کے بارے میں کیا مذہب ہے لیکن باب کے ضمن میں جو تعلیقات لائے ہیں پھر لقطے والی جو حدیث ذکر کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مذہب بھی یہی ہے کہ سال بھر تک اس کا انتظار کیا جائے گا اور سال بھر کے بعد اس کی موت کا حکم دیا جائے گا لیکن علامہ عینی نے امام بخاری کا مذہب یہ بتایا کہ جب تک مفقود کی وفات کا علم نہ ہو جائے نہ اس کی عورت دوسری شادی کر سکتی ہے نہ اس کا مال تقسیم کیا جائے گا۔

مفقود کی زوجہ کا مسئلہ بڑا سنگین اور حساس ہے اگر اس کی عورت دوسرا نکاح کرلے اور اس کا پہلا شوہر آجائے تو سنسنی پھیل جاتی ہے خود میرے یہاں ایک معاملہ پیش ہوا کچھ لوگ ایک عورت کو لوا کر آئے اور یہ بیان دیا اس کا شوہر برسوں سے غائب ہے چار یا چھ سال بتایا تھا اس کی کوئی خبر نہیں ملتی بہت تلاش کیا گیا کہیں پتہ نہیں کچھ معلوم نہیں زندہ ہے یا مر گیا اس عورت نے بھی یہی بیان دیا میں نے اس سے جرحی سوالات کیے لیکن کہیں سے بھی کوئی شبہہ نہیں ہوا کہ یہ غلط بیانی کر رہی ہے۔ دو متسرع مردوں نے اس پر گواہی بھی دی جب مجھے ہر طرح اطمینان ہو گیا کہ اس عورت کا شوہر مفقود الخبر ہے میں نے ان سے کہا کہ جائیے ایک ہفتے کے بعد فلاں تاریخ کو اس کے باپ کو لیوا کر آئیے ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے بلانے پر نہیں آئے گا آپ کچھ لکھ دیجیے میں نے ان کو شوہر کے باپ کی طلبی کی تحریر لکھ کر دی وہ لوگ چلے گئے غالباً چوتھے یا پانچویں دن ایک شخص دو آدمیوں کو لیوا کر آیا اس نے بتایا کہ میں اس عورت کا شوہر ہوں اور میں امرتسر ایک سکھ کے قبضے میں تھا وہ مجھے آنے نہیں دیتا تھا اتفاق ایسا کہ برسوں اس کا باپ مر گیا وہ سب اس کا کریا کرم کرنے لے گئے مجھے گھر کی حفاظت کے لیے چھوڑ گئے اس طرح میں بھاگ کر آگیا گھر آنے کے بعد والد صاحب نے یہ قصہ سنایا تو میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ اس لیے ہمارے علماء احناف نے اس باب میں بہت احتیاط برتی ہے۔

اس سلسلے میں لوگ طرح طرح کے بہانے پیش کرتے ہیں لیکن اس کی صدہا نظیریں ہیں کہ جوانی کی حالت میں کسی عورت کا شوہر مر گیا اس نے پارسائی و انتہائی شرافت کے ساتھ پوری زندگی گزار دی اور اب بھی عرفی شرفاء میں نکاح ثانی معیوب سمجھا جاتا ہے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کبھی کبھی مفقود کی زوجہ کے لیے نکاح ثانی کے لیے ضرورت شرعیہ درپیش ہو جاتی ہے اسی لیے موجودہ علماء احناف نے خاص نکاح کے لیے حضرت امام مالک کے مذہب پر عمل کی اجازت دی ہے۔

## بَابٌ

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا اٰيِۗ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝

## اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان

بے شک اللہ نے اس کی بات سنی جو تم سے اپنے شوہر کے معاملے میں بحث کرتی ہے اور اللہ سے شکایت کرتی ہے اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے اور تم میں جو لوگ اپنی بیویوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں، ان کی

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ

مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں اور وہ بے شک بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔ اور بے شک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے اور جو لوگ اپنی بیویوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو اُن پر ایک غلام آزاد کرنا لازم ہے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں یہ ہے جو نصیحت تمہیں کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے پھر جسے غلام نہ ملے تو لگاتار دو مہینے کے روزے اس پر ہیں قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پھر جس سے روزے بھی نہ ہو سکیں تو اس پر ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلانا ہے۔

(مجادلہ آیت ۱ تا ۴)

## توضیح

عہد رسالت میں عرب میں ایک رسم "ظہار" کی تھی شوہر اپنی بیوی سے خفا ہوا ہوتا تو ظہار کر لیا کرتا اور یہ زمانہ جاہلیت میں طلاق تھا۔

ایک بیوی خولہ بنت ثعلبہ تھیں ایک بار ان کے شوہر اوس بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اپنی طرف بلایا انہوں نے انکار کر دیا وہ کچھ زود رنج تھے انہوں نے کہہ دیا "تو مجھ پر میری ماں کے پیٹھ کی مثل ہے" چونکہ زمانہ جاہلیت میں ظہار طلاق میں شمار ہوتا تھا اس لیے وہ پچھتائے ان کی زوجہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت عالی میں حاضر ہوئیں سارا قصہ عرض کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "تو اس پر حرام ہو گئی" انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمایا وہ طلاق کا لفظ نہیں بولا ہے اور وہ مجھے سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اس پر بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس پر حرام ہو گئی۔ اب انہوں نے عرض کیا میں اپنے فاقہ اور تنہائی کی شکایت اللہ تعالیٰ سے کرتی ہوں وہ زمانہ دراز تک میرے ساتھ رہا میرے بطن سے اس کے لیے بہت بچے پیدا ہوئے یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہی جانتا ہوں کہ تو اس پر حرام ہو گئی۔ خولہ بار بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض معروض کرتی رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ تو اس پر حرام ہو گئی۔

خولہ نے بے قرار ہو کر بلند آواز میں کہا میں اپنے فاقہ اور سختی کی اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی ہوں اے اللہ اپنے نبی کی زبان پر کچھ نازل فرما جس پر سورۂ مجادلہ نازل ہوئی۔

اصطلاح فقہ میں ظہار کے معنی یہ ہیں کہ اپنی بیوی یا اس کے کسی جزء شائع کو مثلاً آدھے یا تہائی کو یا ایسے جزء کو جس سے کل کی تعبیر ہوتی ہو ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو یا اس کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کا دیکھنا حرام ہو مثلاً یہ کہا تو مجھ پر میری ماں کے مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا آدھا میری ماں کے پیٹھ کے مثل ہے۔

اسلام میں ظہار طلاق نہیں، البتہ اس سے عارضی طور پر عورت حرام ہو جاتی ہے اس سے کفارہ لازم آتا ہے جب تک شوہر کفارہ ادا نہیں کرے گا عورت کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو دو مہینے مسلسل بلا ناغہ روزہ رکھے اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے۔

۶۸۰ وَقَالَ لِيْ إِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ شِهَابٍ عَنْ ظِهَارِ

امام مالک نے کہا میں نے ابن شہاب سے غلام کے ظہار کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے

الْعَبْدِ فَقَالَ نَحْوَ ظِهَارِ الْحُرِّ.

کہا کہ آزاد کے ظہار کے مثل ہے۔

۶۸۱ قَالَ مَالِكٌ وَصِيَامُ الْعَبْدِ شَهْرَانِ.

امام مالک نے کہا غلام کا روزہ دو مہینے ہے۔

**تشریح ۶۸۱** یعنی ظہار میں جتنا کفارہ آزاد پر ہے اتنا ہی کفارہ غلام پر ہے ایسا نہیں کہ غلام پر آدھا کفارہ واجب ہو جائے۔

۶۸۲ وَقَالَ الْحَسَنُ ظِهَارُ الْحُرِّ وَالْعَبْدِ مِنَ الْحُرَّةِ وَالْأَمَةِ سَوَاءٌ.

اور امام حسن بصری نے کہا کہ آزاد اور غلام کا ظہار آزاد عورت اور باندی سے برابر ہے۔

**تشریح ۶۸۲** اس قول میں "اَمَۃٌ" سے مراد وہ لونڈی ہے جو کسی کے نکاح میں ہو رہ گئی اپنی مملوکہ لونڈی جو کسی کے نکاح میں نہ ہو اس سے ظہار نہیں۔ ظہار

کے لیے ضروری ہے کہ بیوی سے ظہار کے کلمات کہے خواہ آزاد ہو یا باندی۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ إِنْ ظَاهَرَ مِنْ أَمَتِهِ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ إِنَّمَا الظِّهَارُ مِنَ النِّسَاءِ۔

اور عکرمہ نے کہا اگر اپنی باندی سے ظہار کیا تو کچھ نہیں، ظہار صرف بیویوں سے ہوتا ہے۔

وَفِي الْعَرَبِيَّةِ لِمَا قَالُوا أَيْ فِيمَا قَالُوا وَفِي نَقْضِ مَا قَالُوا وَهٰذَا أَوْلٰى

اور عربی زبان میں "لِمَا قَالُوا" معنی میں "فِيمَا قَالُوا" اور "فِي نَقْضِ مَا قَالُوا" کے معنی میں وارد ہے اور یہ مراد لینا زیادہ

لِأَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَدُلَّ عَلَى الْمُنْكَرِ وَقَوْلِ الزُّورِ۔

بہتر ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بُرے فعل اور جھوٹ کا حکم نہیں دیا ہے۔

**تشریح** ۶۸۳

ارشاد ہے "وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ الْآيَةَ"۔ جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کریں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو اُن پر ایک غلام آزاد کرنا واجب ہے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔

اس آیۃ کریمہ میں "ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا" سے مراد یہ ہے ظہار کے بعد اپنی عورت سے قربت کرنا چاہیں لیکن ظاہر لفظ کا جو معنیٰ متعارف ہے وہ اس کے مطابق معلوم نہیں ہوتا، ظاہر میں اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ پھر وہ لوگ دوبارہ اسی بات کو کہیں جو کہہ چکے یعنی دوبارہ ظہار کا کلمہ بولیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ظہار کا کفارہ اس وقت واجب ہوگا جب مکرر ظہار کریں اور کفارہ کا جو فائدہ ہے اس کا بیان محذوف ہوگا جو آیت کے سیاق کے بالکل منافی ہے۔ آیت کا صریح سیاق یہ ہے کہ ظہار کے بعد اپنی بیوی سے ہمبستری کرنا چاہیں تو کفارہ دے دیں اس شبہہ کو دور کرنے کے لیے امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہاں لام معنی میں "فی" کے ہے یعنی جس کے بارے میں اتنی بڑی بات وہ کہہ چکے۔ یا یہ کہ "لام" معنی میں "فی" کے اور مضاف محذوف ہے "أَيْ فِي نَقْضِ مَا قَالُوا" یعنی جو کہہ چکے اس کی تلافی کرنا چاہتے ہو، اسے ختم کرنا چاہتے ہو ـــــ امام بخاری نے فرمایا یہ معنی مراد لینا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ یہ کہا جائے کہ اس سے مراد لفظ ظہار کی تکرار ہے اور ظہار کو پہلے فرما چکا کہ یہ بُری اور جھوٹی بات ہے اور "ثُمَّ يَعُودُونَ" سے اشارہ ملتا ہے کہ ایسا کرو تو اگر اس سے مراد لفظ ظہار کی تکرار ہوتی تو لازم آتا کہ اللہ تعالیٰ نے بری اور جھوٹی بات کا حکم دیا ہے یہ داؤد ظاہری کا رد ہے جنہوں نے کہا تھا کہ "قَوْل" سے مراد کلمۂ ظہار کی تکرار ہے۔

## بَابُ الاشارۃ فی الطلاق والامور ص۷۹۷

طلاق اور دوسرے معاملات میں اشارے کا بیان۔

عام فقہاء نے فرمایا کہ طلاق اور دوسرے دینی معاملات میں ایسا اشارہ جو بالکل واضح ہو جس میں کوئی خفا نہ ہو معتبر ہے خواہ وہ اشارہ تندرست کرے یا گونگا اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک حبشیہ باندی لائی گئی تو حضور نے اس سے پوچھا اللہ کہاں ہے تو اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا حضور نے فرمایا کہ اس کو آزاد کرو اس لیے کہ یہ مؤمنہ ہے جب ایمان میں اشارہ معتبر ہے جو تمام دیانات کی اصل ہے تو سب میں بدرجۂ اولیٰ معتبر ہوگا۔ امام مالک نے فرمایا گونگا طلاق کا اشارہ کرے تو اسے لازم ہے اور امام شافعی نے فرمایا جس شخص کی زبان بیماری کی وجہ سے مختل ہوگئی تو طلاق اور رجعت میں گونگے کی طرح اس کا اشارہ معتبر ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے فرمایا کہ اگر وہ اشارہ طلاق یا نکاح، بیع و شراء میں معروف و مشہور ہو یا اس طرح اشارہ کیا کہ اس میں کوئی شک نہ ہو تو معتبر ہے اور اگر اس میں شک ہو تو باطل ہے اور یہ قیاس نہیں استحسان ہے اس پر ابن منذر نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر بہت سخت لہجے میں تعریض کی ہے کہ ایک طرف تو امام ابو حنیفہ قیاس کو حق مانتے ہیں اور پھر اس کی ضد میں استحسان کو معتبر مانتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ قیاس کو باطل مانتے ہیں علامہ عینی نے اسی لہجے میں ان کو جواب دیا کہ چونکہ وہ قیاس اور استحسان کے فرق کو نہیں سمجھتے اسی لیے انہوں نے امام ابو حنیفہ پر تعریض کی قیاس جلی ہوتا ہے اور قیاس خفی کو استحسان کہتے ہیں استحسان بھی حقیقت میں قیاس ہی ہے لیکن وہ بہ نسبت قیاس کے زیادہ دقیق ہوتا ہے۔

**حدیث ۲۴۲۷**

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَدَا يَهُوْدِيٌّ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جَارِيَةٍ فَاَخَذَ اَوْضَاحًا كَانَتْ عَلَيْهَا وَرَضَخَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک بچی پر تعدی کی اسے پکڑا اور اس کے زیورات لے لیے

رَاْسَهَا فَاَتٰى بِهَا اَهْلُهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ فِيْ اٰخِرِ

اور اس کے سر کو پتھر سے کچل دیا بچی کے گھر والے بچی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے وہ

رَمَقٍ وَقَدْ اُصْمِتَتْ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ

اخیر سانس لے رہی تھی اس کا بولنا بند ہو چکا تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تجھے کس نے

قَتَلَكِ فُلَانٌ لِغَيْرِ الَّذِيْ قَتَلَهَا فَاَشَارَتْ بِرَاْسِهَا اَنْ لَا قَالَ فَفُلَانٌ

قتل کیا ہے؟ قاتل کے علاوہ دوسرے کا نام لے کر پوچھا فلاں نے۔ لڑکی نے سر کے اشارے سے بتایا کہ نہیں

لِرَجُلٍ اٰخَرَ غَيْرِ الَّذِيْ قَتَلَهَا فَاَشَارَتْ اَنْ لَا فَقَالَ فَفُلَانٌ لِقَاتِلِهَا

پھر قاتل کے علاوہ کسی اور کا نام لے کر پوچھا فلاں نے لڑکی نے سر کے اشارے سے بتایا کہ نہیں۔

فَاَشَارَتْ اَنْ نَعَمْ فَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُضِخَ

پھر قاتل کا نام لے کر پوچھا تو اس نے سر کے

رَاْسُهٗ بَيْنَ حَجَرَيْنِ۔ ع

اشارے سے بتایا کہ ہاں۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کے بارے میں حکم دیا تو اس کا سر دو پتھروں کے بیچ میں رکھ کر کچل دیا گیا۔

## بَابُ اللِّعَانِ وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاءُ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔

(سورۂ نور آیت ۶ تا ۹) ص ۷۹۸

لعان کا بیان اور جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا کا الزام لگائیں اور ان کے پاس سوائے اپنے کوئی گواہ نہ ہوں تو ایسے شخص کی گواہی یہ ہے کہ چار بار اللہ کے نام سے گواہی دے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں بار یہ کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر یہ جھوٹا ہے اور عورت سے سزا یوں ٹل جائے گی کہ وہ اللہ کا نام لے کر چار بار گواہی دے کہ مرد جھوٹا ہے اور پانچویں بار یوں کہ عورت پر اللہ کا غضب ہے اگر مرد سچا ہے۔

**توضیح** لعان باب مفاعلۃ کا مصدر ہے اس کے معنیٰ ایک دوسرے پر لعنت کرنے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں لعان اس کو کہتے ہیں کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور چار گواہ نہ پیش کر سکے اور دونوں اہل شہادت

ع دیات باب من عقاب بحجر، مسلم حدود، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ دیات۔

سے ہوں اور عورت قاضی کے یہاں مطالبہ کرے تو قاضی پہلے مرد سے چار بار ان الفاظ میں گواہی دلائے میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے اس عورت پر جو زنا کی تہمت لگائی ہے خدا کی قسم میں اس میں سچا ہوں پھر پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی لعنت اگر میں نے اس پر جو زنا کی تہمت لگائی ہے جھوٹا ہوں ـــــ اور ہر مرتبہ لفظ اِس سے عورت کی طرف اشارہ کرے ـــ اس کے بعد قاضی چار مرتبہ عورت سے یہ کہلائے میں شہادت دیتی ہوں کہ اس نے مجھ پر جو زنا کی تہمت لگائی ہے خدا کی قسم یہ جھوٹا ہے ـــــ اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب ہو اگر یہ اس بات میں سچا ہو جو مجھ پر زنا کی تہمت لگائی ہے ـــ اس کے بعد قاضی ان دونوں میں تفریق کر دے گا اور یہ تفریق طلاق بائن ہوگی اور عورت پر عدت ہے شوہر پر عدت کا نفقہ ہے۔ لعان کے بعد اگر قاضی نے تفریق نہ کی جب بھی اس عورت سے وطی اور دواعی وطی حرام ہے ـــــ لعان اور تفریق کے بعد پھر اس عورت سے نکاح نہیں کر سکتا جب تک دونوں لعان کی اہلیت رکھتے ہوں اگر شوہر لعان سے انکار کرے تو قاضی شوہر کو قید کر دے گا جب تک لعان نہ کرے یا اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے ـــ

فَاِذَا قَذَفَ الْاَخْرَسُ اِمْرَاَتَهٗ بِكِتَابَةٍ اَوْ اِشَارَةٍ اَوْ بِاِيْمَاءٍ مَعْرُوْفٍ فَهُوَ كَالْمُتَكَلِّمِ لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَجَازَ الْاِشَارَةَ فِي الْفَرَائِضِ وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ اَهْلِ الْحِجَازِ وَاَهْلِ الْعِلْمِ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا وَقَالَ الضَّحَّاكُ اِلَّا رَمْزًا اِلَّا اِشَارَةً ـــ

جب گونگا اپنی عورت پر زنا کی تہمت لگائے لکھ کر یا مشہور و معروف اشارے سے تو وہ کلام کرنے والے کے مثل ہے اس لیے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرائض میں اشارے کی اجازت دی اور یہی بعض اہل حجاز اور اہل علم کا قول ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا قوم نے کہا ہم اس سے کیسے بات کریں جو پالنے میں بچہ ہے۔

اور سورۂ آل عمران میں حضرت مریم ہی کے واقعے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اٰيَتُكَ اَنْ لَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا۔

تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین دن تک لوگوں سے بات نہ کر سکے گی مگر اشارے سے۔ امام ضحاک نے فرمایا کہ "رَمْزًا" سے مراد اشارہ ہے۔

**تشریح** امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ گونگا اگر اپنی عورت پر زنا کی تہمت لگائے تو اس پر بھی لعان ہے اور اگر زنا کے ارتکاب کا اقرار کرے تو گونگے

پر بھی حد ہے اُن کی دلیل یہ ہے کہ جب فرائض میں اشارہ معتبر ہے تو لعان اور حد میں کیوں نہیں معتبر ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قیام یا رکوع سجدہ پر قادر نہیں تو اشارے سے نماز پڑھ لے۔ دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی پیدائش کے وقت جب حضرت مریم کی قوم نے ان سے پوچھا یہ بچہ کیسے ہوگیا تو انہوں نے بچے کی طرف اشارہ کیا قوم نے اس اشارے کو قبول کیا البتہ یہ عذر کر دیا اتنے چھوٹے بچے سے ہم کیسے بات کریں نیز جب بطور اعجاز حضرت مریم کو کلام کرنے سے عاجز کر دیا گیا تو وہ اپنا مافی الضمیر اشارے میں ادا کرتی تھیں اگر اشارہ معتبر نہ ہوتا تو وہ ایسا کیوں کرتیں۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَا حَدَّ وَلَا لِعَانَ ثُمَّ زَعَمَ اِنْ طَلَّقَ بِكِتَابٍ اَوْ

اور بعض الناس نے کہا کہ گونگے پر حد اور لعان نہیں پھر اس نے گمان کیا کہ اگر لوگ خط

اِشَارَةٍ اَوْ اِيْمَاءٍ جَازَ وَلَيْسَ بَيْنَ الطَّلَاقِ وَالْقَذْفِ فَرْقٌ فَاِنْ قَالَ

یا اشارے سے طلاق دیں تو وہ نافذ ہے اور طلاق اور قذف میں کوئی فرق نہیں پس

اَلْقَذْفُ لَا يَكُوْنُ اِلَّا بِكَلَامٍ قِيْلَ لَهٗ كَذٰلِكَ الطَّلَاقُ لَا يَكُوْنُ اِلَّا

اگر یہ کہے کہ قذف بغیر کلام کے نہیں ہوتا تو اس سے کہا جائے گا کہ طلاق بھی

بِكَلَامٍ وَاِلَّا بَطَلَ الطَّلَاقُ وَالْقَذْفُ وَكَذٰلِكَ الْعِتْقُ وَكَذٰلِكَ

بغیر کلام کے نہیں ہوتا ورنہ طلاق اور قذف باطل ہو جائے گا ایسے ہی عتق بھی

الْاَصَمُّ يُلَاعِنُ۔

اور ایسے ہی بہرا بھی لعان کرے گا۔

## تشریح

یہ احناف پر تعریض ہے ہمارے یہاں گونگے پر نہ حد ہے نہ لعان ہے حضرت امام بخاری احناف کو الزام دیتے ہیں کہ اگر گونگا طلاق لکھ دے اور طلاق کے لیے کوئی ایسا واضح اشارہ کر دے جس سے طلاق بغیر کسی شبہہ کے سمجھی جاتی ہو تو طلاق پڑ جائے گی طلاق اور قذف میں کیا فرق ہے کہ گونگے کی طلاق واقع اور زنا کی تہمت لگائے تو اس پر کچھ نہیں۔

اقول وباللہ التوفیق۔ ان دونوں میں بیّن فرق ہے حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں ترمذی میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان له مخرج فخلوا سبیله فان الامام ان یخطی فی العفو خیر من ان یخطی فی العقوبة۔ [1]

جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دفع کرو، اگر اس کے لیے کوئی مخرج ہو تو اس کا راستہ خالی کر دو اس لیے کہ امام (حاکم) معاف کرنے میں خطا کرے یہ اس سے بہتر ہے کہ سزا میں خطا کرے۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو دو طریقوں سے روایت کیا ہے ایک میں یزید بن زیاد دمشقی ہیں اس طریقے میں یہ حدیث مرفوع ہے دوسرے میں یزید بن زیاد کوفی ہیں اس طریق کی روایت کو کہا کہ مرفوع نہیں اور اس روایت کو اصح کہا، یزید بن زیاد دمشقی کو ضعیف بتایا۔

اگر اس حدیث کو موقوف بھی مانیں تو یہ حکم میں مرفوع کے ہے اس لیے کہ یہ مالا یدرک الا بالسمع کے قبیل سے ہے گونگا کتنے ہی صریح اشارہ کرے زنا کی ایسی صریح تعبیر نہیں کر سکتا جس میں کوئی شبہہ باقی نہ رہے اور یہی حال لعان کا ہے کہ اس میں بھی شرط ہے کہ شوہر اپنی زوجہ پر صریح زنا کا الزام لگائے علاوہ ازیں لعان میں یہ بھی شرط ہے کہ شوہر چار بار یہ گواہی دے کہ وہ الزام میں سچا ہے ظاہر ہے کہ گونگا اشارے سے شہادت نہیں دے سکتا اسی لیے اس پر اتفاق ہے کہ کسی معاملے میں گونگے کی گواہی مقبول نہیں ــــ اسی لیے کنایۃً زنا کا الزام دینے سے نہ قذف ہے نہ لعان بخلاف طلاق کے اس لیے طلاق کے لیے جو لفظ استعمال کیا گیا اگر وہ عرف میں طلاق کے لیے مستعمل ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی آپ خود لفظ طلاق کو لے لیجیے اس کے معنی لغت میں چھوڑنے کے ہیں بلکہ بول چال میں کبھی چھوڑنے کے معنی میں بولا جاتا ہے مگر عرف میں عورت کی طرف اضافت کر کے یہ لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے طلاق صریح مراد لیتے ہیں اس لیے دوسرے معنی کا احتمال رکھتے ہوئے طلاق کا حکم دیا جاتا ہے اگرچہ اس احتمال کی وجہ سے کہ اس کا لغوی معنیٰ چھوڑنا ہے شرعی معنیٰ کے تعیین میں ایک قسم کا شبہہ پیدا ہو گیا اور یہی وجہ ہے کہ کنائی الفاظ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے بلکہ کسی نے بطور ہزل و مذاق طلاق دی تو واقع ہو جاتی ہے۔ حضرت امام بخاری نے احناف کو الزام دیا کہ اگر احناف یہ کہیں کہ قذف صرف کلام ہی سے ہو گا ان سے کہا جائے گا کہ طلاق بھی بغیر کلام کے نہیں ہو گی ــــ

اقول و باللہ التوفیق! ہمیں کلیۃً یہ تسلیم نہیں کہ طلاق بغیر کلام کے واقع نہیں ہوتی، یہ خاص ہے اس شخص کے ساتھ جو بولنے پر قادر ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ کسی نے اپنے جی

---

[1] ترمذی ج ۱ ص ۱۷۱۔

میں بغیر آواز کے طلاق دیا تو طلاق واقع نہ ہوگی ضروری ہے کہ اتنی آواز سے طلاق دے کہ کم از کم خود سن سکے۔ گونگے کے لیے یہ حکم نہیں اس کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ طلاق کے مفہوم کو ایسے اشارے سے ادا کر دے جس سے ہر شخص سمجھ لے کہ وہ طلاق دے رہا ہے اتنا کہا جا سکتا ہے کہ طلاق واقع ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ طلاق دینے والا طلاق کے مفہوم کو اس طرح ظاہر کر دے کہ مخاطب سمجھ جائے اگر بولنے پر قادر ہے تو کلام کے ذریعے اور اگر بولنے کی قدرت نہیں رکھتا تو اشارے کے ذریعے۔

254

| |
|---|
| وَقَالَ الشَّعْبِیُّ وَقَتَادَۃُ اِذَا قَالَ اَنْتِ طَالِقٌ فَاَشَارَ بِاَصَابِعِہٖ |
| اور شعبی اور قتادہ نے کہا جب کسی نے کہا کہ تجھے طلاق اور اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا تو اس کے اشارے کے |
| تَبِیْنُ بِاِشَارَتِہٖ۔ |
| مطابق طلاق بائن ہو جائے گی۔ |

**تشریح ۶۸۴** یعنی تین انگلیوں سے اشارہ کیا تو تین طلاق پڑ جائے گی اسی طرح اگر دو انگلیوں سے اشارہ کیا تو دو اور ایک سے اشارہ کیا تو ایک۔

| | |
|---|---|
| ت ۶۸۵ | وَقَالَ اِبْرَاھِیْمُ الْاَخْرَسُ اِذَا کَتَبَ الطَّلَاقَ بِیَدِہٖ لَزِمَہٗ |
| | اور ابراہیم نے کہا کہ گونگا جب اپنے ہاتھ سے طلاق لکھے تو اس پر لازم ہو جائے گی۔ |
| ت ۶۸۶ | وَقَالَ حَمَّادُ الْاَخْرَسُ وَالْاَصَمُّ اِنْ قَالَ بِرَاْسِہٖ جَازَ۔ |
| | اور حماد نے کہا کہ گونگا اور بہرا اگر اپنے سر سے اشارہ کرے تو جائز ہے |

**تشریح ۶۸۶** حضرت حماد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں حضرت امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ استاذ گونگے کے اشارے کو تو معتبر جانتے ہیں اور شاگرد اس سے انکار کرتے ہیں یہ الزام کتنا طفلانہ ہے ظاہر ہے حضرت حماد نے یہ کہاں فرمایا ہے کہ ہر معاملے میں گونگے کا اشارہ مقبول ہے اور حضرت امام اعظم یہ کہاں فرماتے ہیں کہ اشارہ کہیں مقبول نہیں ــــ اختلاف حدود اور لعان کے سلسلے میں ہے اگر حضرت امام بخاری حیات ظاہری میں تشریف رکھتے تو میں ان سے دریافت کرتا کیا گونگے کی گواہی مقبول ہے خصوصاً باب زنا میں۔

254 اس کے بعد امام بخاری نے اشارہ کے مقبول ہونے کے سلسلے میں پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں مگر یہ احادیث ہم پر الزام اس وقت ہوتیں جب ہم کسی موقع پر بھی اشارے کو معتبر نہ جانتے جب ہم خود سوائے مخصوص احکام کے سیکڑوں جگہ اشارے کو معتبر مانتے ہیں تو ان احادیث سے ہم پر کیسے الزام ہوگا۔

**حدیث ۲۴۲۸** عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَ

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور یتیم کی

كَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَ اَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا[1]

کفالت کرنے والا جنت میں ایسے رہیں گے کلمہ اور بیچلی انگلیوں سے اشارہ فرمایا اور ان دونوں کے درمیان کچھ فاصلہ رکھا۔

## بَابُ اِذَا عَرَّضَ بِنَفْيِ الْوَلَدِ. جب لڑکے کے نفی کی تعریض کرے۔ ص ۷۹۹

**توضیح** یعنی اگر کوئی کنایۃً یہ کہے کہ یہ لڑکا میرا نہیں تو اس پر لعان ہے یا نہیں؟ جو حدیث لائے ہیں اس سے یہ ثابت ہے کہ لعان نہیں۔

**حدیث ۲۴۲۹** عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وُلِدَ لِيْ غُلَامٌ اَسْوَدُ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اِبِلٍ

میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے ایک سیاہ رنگ کا بچہ پیدا ہوا ہے۔ فرمایا کیا تیرے پاس کچھ اونٹ ہیں؟

قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا اَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيْهَا مِنْ اَوْرَقَ قَالَ نَعَمْ قَالَ

عرض کیا جی ہاں۔ دریافت فرمایا ان کے کیا رنگ ہیں اس نے عرض کیا سرخ رنگ ہیں دریافت فرمایا کیا اس میں کوئی خاکی رنگ کا

فَاَنّٰى ذٰلِكَ قَالَ لَعَلَّ نَزَعَهُ عِرْقٌ قَالَ فَلَعَلَّ ابْنَكَ هٰذَا نَزَعَهُ[2]

بھی ہے اس نے عرض کیا کہ ہے دریافت فرمایا یہ کہاں سے آگیا اس نے عرض کیا شاید کوئی رگ جھٹکی ہو فرمایا ہو سکتا ہے تمہارا بھی لڑکا جھٹکی ہوئی رگ ہو۔

---

[1] باب ادب، فضل من یعول الیتیم ص ۸۸۸ ترمذی، بر۔

[2] محاربین باب تعریض ص ۱۰۱۲ اعتصام بالکتاب والسنۃ باب من شبہ اصلا معلوما باصل مبین ص ۱۰۸۸

## تشریحات ۲۴۲۹

حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ عزوجل احناف کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر بیوی پر صراحۃً زنا کی تہمت نہ لگائی گئی ہو تعریضاً ہو تو لعان نہیں کوئی کتنا بھی صریح اشارہ کرے گا تعریض سے آگے نہیں بڑھے گا۔

**بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ.** ص ۸۰۰

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان کہ اگر میں کسی کو بغیر بینہ کے رجم کرتا تو اسے کرتا۔

**حدیث ۲۴۳۰**

**عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى**

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

**عَنْهُمَا أَنَّهُ ذُكِرَ التَّلَاعُنُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ**

کے سامنے تلاعن (لعان) کا تذکرہ ہوا تو عاصم بن عدی نے اس بارے میں کچھ کہا پھر وہ اپنے

**عَاصِمُ بْنُ عَدِيٍّ فِي ذَالِكَ قَوْلًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ**

گھر گئے ان کے پاس ان کی قوم کا ایک شخص آیا اس نے ان سے یہ شکایت کی کہ اس

**يَشْكُوْ إِلَيْهِ أَنَّهُ قَدْ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا فَقَالَ عَاصِمٌ مَا ابْتُلِيْتُ**

نے اپنی عورت کے ساتھ ایک شخص کو (زنا کرتے ہوئے) پایا ہے یہ سن کر عاصم نے کہا

**بِهٰذَا إِلَّا بِقَوْلِي فَذَهَبَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ**

میں اس میں اپنی اس بات کی وجہ سے مبتلا کیا گیا ہوں عاصم اس شخص کو لے کر

**بِالَّذِي وَجَدَ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ وَكَانَ ذَالِكَ الرَّجُلُ مُصْفَرًّا قَلِيْلَ اللَّحْمِ**

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور کو وہ بات بتائی اور یہ شخص

**سَبْطَ الشَّعْرِ وَكَانَ الَّذِي ادَّعٰى عَلَيْهِ أَنَّهُ وَجَدَهُ عِنْدَ أَهْلِهِ خَدِلًا**

زرد رنگ دبلے پتلے، سیدھے بال والے تھے اور جس پر الزام لگایا تھا وہ بھری پنڈلیوں

آدَمَ كَثِيرُ اللَّحْمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ

والا گندم گوں موٹا تھا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! بات کو واضح فرما دے۔ اس

فَجَاءَتْ شِبْهًا بِالرَّجُلِ الَّذِي ذُكِرَ زَوْجُهَا أَنَّهُ وَجَدَهُ فَلَاعَنَ

عورت کے جو لڑکا پیدا ہوا وہ اس شخص کے مشابہ تھا جس کے بارے میں اس عورت کے شوہر نے کہا تھا کہ اسے

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ فِي

اپنی بیوی کے ساتھ پایا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کے مابین لعان فرمایا مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک

الْمَجْلِسِ هِيَ الَّتِي قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ رَجَمْتُ أَحَدًا

شخص نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کیا یہی وہ عورت ہے جس کے بارے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر میں کسی

بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ رَجَمْتُ هٰذِهِ فَقَالَ لَا تِلْكَ الْمَرْأَةُ كَانَتْ تُظْهِرُ فِي الْإِسْلَامِ السُّوْءَ ع

کو بغیر بینہ کے سنگسار کرتا تو اسے کرتا فرمایا نہیں یہ عورت نہیں۔ یہ عورت اسلام میں علانیہ برائی ظاہر کرتی تھی۔

## تشریحات ۲۴۳۰

حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت جلیل القدر صحابی تھے اُحد، خندق اور تمام مشاہد میں شریک رہے، غزوۂ بدر میں میدانِ جنگ میں حاضر نہ تھے چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو قبا اور عوالی مدینہ پر اپنی نیابت میں حاکم بنایا تھا اس لیے ان کا شمار اصحاب بدر میں ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر کے مال غنیمت میں سے حصہ بھی عطا فرمایا تھا۔ قریب قریب ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔

اَلْتَلَاعُنُ — ابھی آیات لعان نازل نہیں ہوئی تھیں اور نہ اہل عرب لعان سے واقف تھے اس لیے اس سے مراد لعان کا سبب ہے یعنی یہ ذکر ہوا ہوگا کہ اگر کوئی شخص کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ زنا کرتے ہوئے پائے تو کیا ہونا چاہیئے۔ چونکہ راوی لعان کے مشروع ہونے کے بعد روایت کر رہے ہیں اس بنا پر انہوں نے تلاعن کہہ دیا۔

قَوْلًا — انہوں نے یہ کہہ دیا تھا کہ اگر یہ اپنی عورت کے ساتھ کسی کو پائیں گے تو اس کو تلوار سے مار کر ختم کر دیں گے چونکہ اس قول میں شدت غیرت کی بنا پر ایک نخوت ٹپک رہی ہے

---

ع باب اللعن بین ص۸۰۱۔ مجاربین۔ باب من اظہر الفاحشۃ ص۱۰۱۳ تمنی۔ باب ماتجور من اللو ص۱۰۷۵ مسلم۔ لعان۔ نسائی۔ طلاق۔ رجم۔

اس لیے اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو یہ فرمایا کہ میں اس میں مبتلا کیا گیا ہوں حالانکہ قصہ عُوَیمر بن عمرو کا تھا چونکہ حضرت عاصم کی صاحبزادی یا ان کی بھتیجی حضرت عویمر کی زوجیت میں تھیں جن کا یہ قصہ ہے۔ ان کا نام خولہ تھا۔

قَالَ رَجُلٌ ۔ یہ پوچھنے والے حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جیسا کہ بخاری کی کتاب الحدود وغیرہ کی روایتوں میں ہے۔

## بَابُ صُدَاقِ الْمُلَاعَنَةِ ۔

جس عورت سے لعان کیا گیا اس کے مہر کا بیان۔

ص ۸۰۰

**حدیث ۲۴۳۱**

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَجُلٌ قَذَفَ امْرَاَتَهٗ

سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر سے پوچھا کہ ایک شخص

فَقَالَ فَرَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ وَ

نے اپنی عورت پر زنا کا الزام لگایا (اس کا کیا حکم ہے) ابن عمر نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی عجلان

قَالَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ فَاَبَيَا وَقَالَ اللّٰهُ

کے دو افراد کے درمیان تفریق کردی اور فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے تو کیا تم دونوں میں سے کوئی

يَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ فَاَبَيَا فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا ــــ

اپنے قول سے رجوع کرتا ہے دونوں نے انکار کیا (پھر فرمایا) اللہ جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے تو کیا

قَالَ اَيُّوْبُ فَقَالَ لِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّ فِي الْحَدِيْثِ شَيْئًا لَا اَرَاكَ تُحَدِّثُهٗ

تم میں سے کوئی رجوع کرتا ہے دونوں نے رجوع کرنے سے انکار کردیا اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کے

قَالَ قَالَ الرَّجُلُ مَالِيْ قَالَ قِيْلَ لَا مَالَ لَكَ اِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَقَدْ دَخَلْتَ

درمیان تفریق کردی ایوب نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن دینار نے کہا حدیث میں کچھ اور ہے جس کو تم بیان نہیں کرتے۔ وہ

بِهَا وَاِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَهُوَ اَبْعَدُ مِنْكَ ع

یہ ہے کہ اس شخص نے کہا میرا مال۔ کہا گیا تیرا مال تجھے نہیں ملے گا اگر تو سچا ہے تو نے اس کے ساتھ دخول کر لیا اور اگر تو جھوٹا ہے تو مال طلب کرنا بہت دور ہے۔

ع اسی کے متصل ــ باب المہر للمدخول علیہا ص ۸۰۵ باب المتعۃ ص ۸۰۵

۲۴۳۱

## تشریحات

لعان کے بعد عورت مہر کی مستحق ہے یا نہیں اس بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر وہ عورت مدخول بہا ہے تو مہر کی مستحق ہے اور اگر مدخول بہا نہیں تو مستحق نہیں یہ حدیث حضرت سعید بن جبیر سے دو بزرگوں نے روایت کی ایک ایوب سختیانی نے جو مختصر فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا تک ہے دوسرے عمرو بن دینار نے ان کی روایت میں زیادتی ہے۔ جو روایت ہم نے ذکر کی ہے اس میں یہ ہے قِيْلَ لَا مَالَ لَكَ یعنی جب اس شخص نے یہ عرض کیا میرا مال یعنی جو مہر میں نے دیا ہے وہ مجھے ملنا چاہیئے قِيْلَ لَا مَالَ لَكَ. اس کے جواب میں کہا گیا تیرے لیے مال نہیں قائل کا نام مبہم ہے لیکن عمرو بن دینار کی روایت میں بلکہ باب المهر للمدخول علیها میں خود بطریق اسماعیل ہی کی روایت میں تصریح ہے کہ اس کے قائل خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

قال بين اخوي بني عجلان۔ متلاعنین میاں بیوی تھے۔ شوہر کا نام عویمر بن عمرو اور بیوی کا نام خولہ تھا۔ ان کو بھائی اس بنا پر کہا گیا کہ اہل عرب کبھی اخ بول کر فرد مراد لیتے ہیں جیسے اخو تمیم، اخو قریش بولتے ہیں۔ مراد ہوتا ہے قبیلۂ تمیم کا فرد، قبیلۂ قریش کا فرد اسی طرح یہاں پر اخ بول کر فرد مراد ہے چونکہ دونوں بنی عجلان کے فرد تھے۔

ثلث مرات — ہم نے جو متن لیا ہے اس میں فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ صرف دوبار ہے لیکن بطریق سفیان بن عیینہ حضرت عمرو بن دینار کی روایت میں ثلاث مرات ہے یعنی تین بار یہ فرمایا تھا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ ارشاد لعان سے پہلے کا ہے۔

قَالَ سُفْيَانُ حَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو وَأَيُّوبَ كَمَا أَخْبَرْتُكَ۔ سفیان نے کہا میں نے اس حدیث کو عمرو بن دینار اور ایوب دونوں سے ویسے ہی سنا ہے جیسا کہ میں نے تجھ کو خبر دی۔

## بَابُ قَوْلِهِ وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ ص ۸۰۱

اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہی اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا۔ (سورۂ طلاق آیت ۴)

## توضیح

نابالغہ اور وہ عورت جو سن بلوغ کو پہنچ چکی ہے مگر ابھی اسے حیض نہیں آیا ہے اور وہ بوڑھی عورتیں جن کا بڑھاپے کی وجہ سے حیض منقطع ہو گیا ہے اور اب یہ امید نہ رہی کہ حیض آئے گا ان سب کی عدت تین مہینے ہے۔

اِنِ ارْتَبْتُمْ — اگر تمہیں کچھ شک ہو اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے احکام میں شک ہو اس پر قرینہ شان نزول ہے۔ جب آیۂ کریمہ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ

نازل ہوئی یعنی جن عورتوں کو طلاق دی گئی وہ اپنے آپ کو تین حیض روکے رہیں تو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ حیض والیوں کی عدت ہمیں معلوم ہوگئی جو عورتیں حیض والی نہ ہوں ان کی عدت ہمیں معلوم نہیں اس پر آیہ کریمہ نازل ہوئی قَالَ مُجَاهِدٌ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا يَحِضْنَ أَوْلَا يَحِضْنَ وَاللَّاتِي قَعَدْنَ عَنِ الْحَيْضِ وَاللَّاتِي لَمْ يَحِضْنَ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ ــــ اور امام مجاہد نے کہا وہ عورتیں جن کے بارے میں تمہیں معلوم نہیں کہ انہیں حیض آرہا ہے یا نہیں اور وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں اور وہ عورتیں جنہیں حیض نہیں آیا ان سب کی عدت تین حیض ہے۔

**بَابُ** قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ ۔ جن عورتوں کو طلاق ہوئی وہ اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رہیں ۔

ص ۸۰۲

## تشریحات

قُرُوْء اضداد میں سے ہے اس کے معنی حیض کے بھی ہیں اور طہر کے بھی ہیں۔ ہمارے یہاں مراد حیض ہے۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں اس سے مراد طہر ہے۔ ہر ایک کے دلائل ان کے مذہب کی کتابوں میں درج ہیں۔

ت ۶۸۷ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ فِيمَنْ تَزَوَّجَ فِي الْعِدَّةِ فَحَاضَتْ عِنْدَهُ ثَلَاثَ حِيَضٍ بَانَتْ مِنَ الْأَوَّلِ وَلَا يَحْتَسِبُ بِهِ مِمَّنْ بَعْدَهُ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ يَحْتَسِبُ وَهٰذَا أَحَبُّ إِلَى سُفْيَانَ يَعْنِي قَوْلَ الزُّهْرِيِّ ــــ اور ابراہیم نے کہا اس کے بارے میں جس نے عدت میں نکاح کیا اور اس کے پاس اسے تین حیض آگیا۔ تو پہلے شوہر کے نکاح سے نکل گئی اور یہ حیض بعد والے کی عدت میں شمار نہیں کرے گی اور زہری نے کہا شمار کرے گی اور یہی یعنی امام زہری کا قول سفیان ثوری کو زیادہ پسند تھا۔

**تشریح ۶۸۷** اس پر اتفاق ہے کہ عدت میں نکاح فاسد ہے اگر کوئی عدت میں نکاح کرے تو ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دینا فرض ہے اب مسئلہ کی صورت یوں ہوئی کہ زید نے شہر بانو کو طلاق دیا شہر بانو نے عدت ہی میں کاظم ہی سے نکاح کر لیا نکاح کے بعد کچھ دن یہ عورت کاظم کے پاس رہی پھر دونوں کو الگ کر دیا گیا اس صورت خاص میں حضرت امام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ اگر کاظم کے پاس شہر بانو کو تین حیض آگیا تو زید کے نکاح سے نکل گئی اور عدت پوری ہوگئی اب اگر کاظم اور شہر بانو میں تفریق ہوئی تو یہ تین حیض کاظم کی عدت میں شمار نہ ہوں گے بلکہ شہر بانو کو اس کے لیے مستقل عدت گزارنی ہوگی جس کا حاصل یہ ہوا کہ حضرت ابراہیم نخعی عدت میں تداخل کے قائل نہیں تھے ــــ امام زہری قائل تھے اور سفیان ثوری بھی ــــ

اور ہمارے یہاں بھی تداخل عدتین ہے۔ فرض کرو زید نے شہر بانو کو پہلی محرم کو طلاق دی شہر بانو نے دسویں محرم کو کاظم سے نکاح کیا کاظم نے وطی کی پھر شہر بانو کو اپنے سے الگ کر دیا اور متارکہ بھی کر لیا اس اثناء میں شہر بانو کو حیض نہیں آیا کاظم کے متارکہ کے بعد حیض آیا تو تین حیض گزرتے ہی دونوں عدتیں پوری ہو جائیں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَقَالَ مَعْمَرٌ يُقَالُ اَقْرَأَتِ الْمَرْاَةُ اِذَا دَنَا حَيْضُهَا وَاَقْرَأَتْ اِذَا دَنَا طُهْرُهَا وَيُقَالُ مَا قَرَأَتْ بِسَلًى قَطُّ اِذَا لَمْ تَجْمَعْ وَلَدًا فِيْ بَطْنِهَا ــــ معمر نے کہا عورت کا حیض قریب ہو جب بھی اور طہر قریب ہو جب بھی دونوں موقعوں پر کہا جاتا ہے اَقْرَأَتِ الْمَرْاَةُ ــــ اور جس عورت کے کبھی حمل نہ ٹھہرا ہو اس کے بارے میں بولتے ہیں مَا قَرَأَتْ بِسَلًى قَطُّ ــــ سَلًى اس جھلی کو کہتے ہیں جو ماں کے پیٹ میں بچے کے اوپر سنڈھی ہوتی ہے مطلب یہ ہوا کہ اس عورت کے پیٹ میں کبھی یہ جھلی پیدا نہیں ہوئی۔ حضرت امام بخاری کا مطلب یہی ہے کہ قُرُوء اضداد میں سے ہے اس کے معنی طہر کے بھی ہیں اور حیض کے بھی ہیں۔

## بَاب قصة فاطمة بنت قيس رضي الله تعالىٰ عنها ــــ صـ۸۰۲

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قصہ ــــ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور اپنے رب اللہ سے ڈرو عدت میں عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں مگر یہ کہ کسی صریح بے حیائی کا ارتکاب کریں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تمہیں نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے اور عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر اور انہیں ضرر نہ دو اس طرح کہ ان پر تنگی کرو اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں نان نفقہ دو یہاں تک ان کے بچے پیدا ہو جائیں پھر اگر وہ تمہارے لیے بچے کو دودھ پلائیں تو انہیں اس کی اجرت دو اور آپس میں معقول طور پر مشورہ کرو اور اگر باہم مضائقہ

وَقَوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ط لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ــــ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗ اُخْرٰى لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ

رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا۔
(سورہ طلاق آیت ۷)

کرو تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ پلانے والی مل جائیں گی ــ مقدور والا اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اسے اللہ نے دیا۔ اللہ کسی پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے قریب ہے کہ اللہ دشواری کے بعد آسانی فرمادے گا۔

**توضیح** حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا قریشی خاتون تھیں۔ حضرت ضحاک بن قیس کی بڑی بہن تھیں ان سے دس سال بڑی تھیں۔ سابقین اولین ہجرت کرنے والی خواتین میں تھیں۔ صاحب جمال وعقل اور شریف خاتون تھیں۔ ان کی شادی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا کے لڑکے ابوعمرو بن حفص سے ہوئی تھی ــــــــــ ابوعمرو بن حفص کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ یمن بھیج دیا تھا، وہیں سے انہوں نے فاطمہ بنت قیس کو تین طلاق دے دیا تھا اور اپنے چچازاد بھائیوں حارث بن ہشام اور عیش بن ابی ربیعہ کو حکم دیا کہ فاطمہ کو عدت کے نفقہ کے لیے پانچ صاع کھجور اور پانچ صاع جَو دیدیں۔ فاطمہ بنت قیس نے اسے کم جانا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر شکایت کی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تیرے لیے نہ نفقہ ہے نہ سُکنیٰ اور تو ام شریک کے گھر جاکر عدت گزار پھر بعد میں کہلایا کہ ام شریک کے گھر مہاجرین اٹھتے بیٹھتے ہیں تو اپنے چچازاد بھائی عبداللہ بن ام مکتوم کے گھر عدت گزار وہ نابینا ہیں اگر گھر میں بغیر چادر کے بھی رہے گی تو کوئی حرج نہیں عدت گزر جائے تو مجھے بتانا۔ عدت گزرنے کے بعد خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ مجھے دو صاحبوں نے نکاح کا پیغام دیا۔ ابوجہم اور معاویہ بن ابی سفیان نے فرمایا ابوجہم اپنی لاٹھی کاندھے پر نہیں رکھتے اور معاویہ قلاش ہیں ان کے پاس کچھ نہیں تم اُسامہ بن زید سے نکاح کرلو۔ انہوں نے اسے ناپسند کیا۔ حضور نے پھر فرمایا اور حضرت اُسامہ سے نکاح کرلیا یہ نکاح بہت بہتر ہوا یہاں تک کہ عورتیں ان پر رشک کرتی تھیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس عورت کو تین طلاق دے دیا جائے وہ نہ رہائشی مکان کی مستحق ہے اور نہ نان نفقہ کی۔

فاطمہ بنت قیس کی اس حدیث کو اجلۂ صحابہ کرام نے قبول نہیں فرمایا مثلاً حضرت عمر، حضرت عائشہ، حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم ــــ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

صحابۂ کرام کے مجمع عام میں فرمایا کہ ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ایک عورت کے کہنے سے نہیں چھوڑیں گے جس سے وہم ہوا یا بھول گئی ہو۔ دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا ہم نہیں جانتے ہیں کہ اس نے یاد رکھا یا بھول گئی اور ایسی عورت کے لیے سکنیٰ اور نفقہ کا فیصلہ فرمایا۔

اسی حدیث سے کچھ لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ عدت میں عورت اپنے گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ عدت وفات میں اگر اس کے پاس نفقہ نہ ہو تو بقدر نفقہ کام کرنے کے لیے دن میں جا سکتی ہے مگر یہ ضروری ہے کہ رات گھر میں آ کے گزارے، طلاق کی عدت میں نہیں جا سکتی نہ دن میں نہ رات میں۔

امام بخاری نے جو آیتیں نقل کی ہیں کہ مطلقہ عدت کا نان نفقہ اور سکنیٰ عدت کے دنوں میں شوہر پر واجب ہے جب کہ یہ عدت عدت طلاق ہو۔

**حدیث ۲۴۳۲**

عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَهُمَا

قاسم بن محمد اور سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ ان دونوں نے سنا یہ دونوں ذکر کرتے

يَذْكُرَانِ أَنَّ يَحْيَى بْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ طَلَّقَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ

ہیں کہ یحییٰ بن سعید بن العاص نے عبد الرحمٰن بن حکم کی بیٹی کو طلاق دے دیا عبد الرحمٰن اپنی اس لڑکی کو

الْحَكَمِ فَانْتَقَلَهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَأَرْسَلَتْ عَائِشَةُ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ

اپنے گھر لایا اس کا علم جب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہوا تو انہوں نے مروان کے پاس

إِلَى مَرْوَانَ وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ اتَّقِ اللّٰهَ وَارْدُدْهَا إِلَى بَيْتِهَا قَالَ

پیغام بھیجا وہ اس وقت مدینہ کا امیر تھا کہ اللہ سے ڈر اور عبد الرحمٰن کی لڑکی کو اس کے گھر واپس کر۔

مَرْوَانُ فِي حَدِيثِ سُلَيْمَانَ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَكَمِ غَلَبَنِي وَقَالَ

سلیمان کی روایت میں ہے کہ مروان نے کہا مجھ پر عبد الرحمٰن غالب آ گیا اور قاسم بن محمد کی روایت میں

الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَوَمَا بَلَغَكِ شَأْنُ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ

ہے کہ مروان نے کہا کیا آپ تک فاطمہ بنت قیس کا قصہ نہیں پہنچا ہے ام المومنین نے فرمایا فاطمہ کی

لَا يَضُرُّكِ أَلَّا تُحَدِّثَ حَدِيثَ فَاطِمَةَ فَقَالَ مَرْوَانُ إِنْ كَانَ بِكِ شَرٌّ

حدیث کو ذکر کرنا تجھے مناسب نہیں تو مروان نے کہا کہ اگر آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ فاطمہ کو اس کے گھر سے کسی حرج

فَحَسْبُكِ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ مِنَ الشَّرِّ۔

کی وجہ سے دوسرے گھر میں عدت گزارنے کی اجازت تھی تو آپ کے اطمینان کے لیے یہ کافی ہے کہ ان دونوں کے درمیان بھی شر ہے۔

## تشریحات ۲۴۳۲

یحییٰ کا باپ سعید بن عاص بن اُمیہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مدینہ طیبہ کا والی رہ چکا ہے۔ اسی کا بیٹا عمرو بن سعید ہے جس کو لوگ اشدق کہتے تھے یہ یزید کی طرف سے مدینہ طیبہ کا والی تھا۔ عبدالرحمٰن بن حکم مروان کا حقیقی بھائی تھا اس کی اس لڑکی کا نام عمرہ تھا۔

غَلَبَنِي ــ یعنی عبدالرحمٰن نے میری بات نہیں مانی یا مطلب یہ ہے کہ اس نے ایسا عذر بیان کیا جس کے سبب سے وہ یحییٰ کے گھر نہیں رہ سکتی ہے مثلاً یحییٰ کے گھر والے اس کو ستاتے ہوں یا یہ عورت نیز طرار گالی گلوچ بکنے والی ہو۔

لَا يَضُرُّكِ ــ عام شراح نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ام المومنین کی مراد یہ تھی کہ فاطمہ کی حدیث سے تجھ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا کیونکہ فاطمہ کے شوہر کا مکان مدینہ کے کنارے تھا جہاں فاطمہ کو اکیلے رہنے میں خطرہ تھا یا یہ کہ فاطمہ تیز زبان تھیں اور اپنے دیوروں کو جو جی میں آتا کہہ ڈالتیں جس سے لڑائی جھگڑے کا ماحول رہتا تھا اس بنا پر ان کو اجازت دی گئی کہ وہ دوسرے گھر میں عدت گزاریں۔ مروان نے جواب میں کہا کہ وہی بات یہاں بھی ہے اس لیے باپ کے یہاں عدت گزارنے میں کوئی حرج نہیں۔

## حدیث ۲۴۳۳

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا فاطمہ کا

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ مَا لِفَاطِمَةَ أَنْ لَا تَتَّقِيَ اللّٰهَ لَعَنِيْ

کیا حال ہے؟ اپنے اس کہنے میں اللہ سے کیوں نہیں ڈرتی کہ اس کے لیے

فِي قَوْلِهَا لَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةَ.

نہ سکنیٰ ہے نہ نفقہ۔

حدیث ۲۴۳۴

قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ لِعَائِشَةَ اَلَمْ تَرَىٰ إِلَىٰ فُلَانَةَ بِنْتِ

عروہ بن زبیر نے ام المومنین حضرت عائشہ سے فرمایا کیا آپ نے فلانہ بنت حکم کو نہیں

الْحَكَمِ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا اَلْبَتَّةَ فَخَرَجَتْ فَقَالَتْ بِئْسَ مَاصَنَعَتْ اَلَمْ

دیکھا کہ اس کے شوہر نے اس کو قطعی طلاق دیدیا اور وہ اس کے گھر سے چلی آئی ام المومنین نے فرمایا اس نے برا کیا عروہ نے کہا کیا آپ

تَسْمَعِيْ فِيْ قَوْلِ فَاطِمَةَ قَالَتْ أَمَا اَنَّهَا لَيْسَ لَهَا خَيْرٌ فِيْ ذِكْرِ هٰذَا الْحَدِيْثِ .

نے فاطمہ کا قول نہیں سنا فرمایا سنو حکم کی بیٹی کے لیے اس حدیث کے ذکر میں کوئی بھلائی نہیں۔

تشریح ۲۴۳۴

بھلائی نہیں کا مطلب یہ ہے کہ فاطمہ بنت قیس کا قصہ عبدالرحمن بن حکم کی لڑکی کو مفید نہیں اولاً اس بنا پر کہ یہ روایت قرآن کی نص صریح کے معارض ہے یا اس بنا پر کہ فاطمہ کو عذر کی بنا پر دوسری جگہ عدت گزارنے کی اجازت ملی تھی اور حکم کی بیٹی کے لیے وہ عذر نہیں۔

بَابُ الْمُطَلَّقَةِ إِذَا خَشِيَ عَلَيْهَا فِيْ مَسْكَنِ زَوْجِهَا اَنْ يُّفْتَحَمَ عَلَيْهَا اَوْ تَبْذُوَ اَعَلَىٰ اَهْلِهَا بِفَاحِشَةٍ ص ۸۰۲

مطلقہ کو اپنے شوہر کے گھر میں رہنے پر جب یہ اندیشہ ہو کہ وہاں بھیڑ رہے گی یا وہ عورت گھر والوں سے بدزبانی کرے۔

حدیث ۲۴۳۵

عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ اَبَتْ عَائِشَةُ اَشَدَّ الْعَيْبِ وَقَالَتْ

عروہ سے روایت ہے کہ عدت کے دنوں میں شوہر کے گھر سے نکلنے کو ام المومنین حضرت

اِنَّ فَاطِمَةَ كَانَتْ فِيْ مَكَانٍ وَحْشٍ فَخِيْفَ عَلَىٰ نَاحِيَتِهَا فَلِذٰلِكَ

عائشہ نے سخت تر معیوب جانا اور فرمایا کہ فاطمہ اکیلے خوف ناک مکان میں مدینہ کے کنارے تھیں اسی لیے نبی

اَرْخَصَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو دوسرے مکان میں عدت گزارنے کی اجازت دی۔

بَابُ تُحِدُّ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا ۔ ص ۸۰۳

جس عورت کے شوہر کی وفات ہوگئی ہو وہ چار مہینے دس دن سوگ منائے گی۔

**ت** ۶۸۸ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا أَرَى أَنْ تَقْرَبَ الصَّبِيَّةُ الْمُتَوَفَّى

اور زہری نے کہا میں جائز نہیں جانتا جس بچی کے شوہر کی وفات ہوگئی ہو وہ خوشبو کے

عَنْهَا الطِّيبَ لِأَنَّ عَلَيْهَا الْعِدَّةَ.

قریب ہو کیونکہ اس پر عدت ہے۔

**حدیث** ۲۴۳۶ قَالَتْ زَيْنَبُ وَسَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

زینب بنت ابی سلمہ نے کہا کہ میں نے (اپنی والدہ) ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ

جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ

تعالیٰ عنہا سے سنا فرماتی تھیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں

اللّٰهِ إِنَّ ابْنَتِي تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنُهَا أَفَنَكْحُلُهَا فَقَالَ

اور عرض کیا یا رسول اللہ! میری بیٹی کے شوہر کی وفات ہوگئی ہے اور اس کی آنکھ دکھ رہی ہے تو کیا

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا كُلَّ ذٰلِكَ يَقُولُ

ہم اسے سرمہ لگا دیں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ دو بار یا تین بار ہر بار فرماتے تھے نہیں

لَا ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا هِيَ أَرْبَعَةُ

پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا شوہر کا سوگ چار مہینے دس دن ہے اور تم جاہلیت میں

أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ وَقَدْ كَانَتْ إِحْدَانَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلَى

سال پورا ہونے پر مینگنی پھینکتی تھی — حمید نے زینب سے پوچھا سال بھر پر مینگنی پھینکنے

رَأْسِ الْحَوْلِ قَالَتْ زَيْنَبُ كَانَتِ الْمَرْأَةُ إِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا دَخَلَتْ

کا کیا قصہ ہے تو زینب نے کہا جب کسی عورت کے شوہر کی وفات ہو جاتی تو وہ ایک

حِفْشًا وَلَبِسَتْ شَرَّ ثِيَابِهَا وَلَمْ تَمَسَّ طِيبًا حَتّٰى تَمُرَّ بِهَا سَنَةٌ ثُمَّ

انتہائی تنگ مکان کے اندر رہتی اور سب سے خراب کپڑا پہنتی اور خوشبو نہیں سونگھتی یہاں تک کہ اس پر سال

تُؤْتٰى بِدَابَّةٍ حِمَارٍ أَوْ شَاةٍ أَوْ طَائِرٍ فَتَفْتَضُّ بِهِ فَقَلَّ مَا تَفْتَضُّ بِشَيْءٍ

گزر جاتا پھر کوئی چوپایہ گدھا یا بکری یا کوئی چڑیا لائی جاتی جس کے بیٹھ اور کھال پر وہ عورت ہاتھ پھیرتی۔ ایسا

اِلَّا مَاتَ ثُمَّ تَخْرُجُ فَتُعْطٰی بَعْرَۃً فَتَرْمِیْ ثُمَّ تُرَاجِعُ بَعْدُ مَا شَاءَتْ مِنْ

جانور کم ہی بچتا اکثر مرجاتا پھر وہ عورت باہر نکلتی اسے اونٹ کی مینگنی دی جاتی جسے پھینکتی اس کے بعد یہ عورت

طِیْبٍ اَوْ غَیْرِہٖ۔ سُئِلَ مَالِکٌ مَا تَفْتَضُّ بِہٖ قَالَ تَمْسَحُ بِہٖ جِلْدَھَا۔

خوشبو وغیرہ جو چاہتی استعمال کرتی۔ امام مالک سے پوچھا گیا تفتض کے کیا معنی ہیں فرمایا اس کی کھال کو چھوتی۔

## تشریحات ۲۴۳۶

اس کے بعد والی روایت میں یہ ہے تَمْکُثُ فِیْ شَرِّ اَحْلَاسِھَا اَوْ شَرِّ بَیْتِھَا۔ وہ سب سے خراب ٹاٹ یا سب سے خراب گھر میں رہتی۔ اور آگے ہے فَمَرَّ کَلْبٌ۔ سال گزرنے پر کوئی کتا گزرتا۔ اس روایت کو سامنے رکھتے ہوئے سابقہ روایت میں مذکور لفظ دَابَّۃ کے لغوی معنی مراد ہوں گے عرفی معنی نہیں۔ عرفی معنیٰ کے اعتبار سے دَابَّۃ کا اطلاق کتے پر نہیں ہوتا لیکن لغوی معنیٰ کے اعتبار سے زمین پر ہر چلنے والے رینگنے والے کو دابۃ کہتے ہیں۔ آنے والی بیوی کا نام عاتکہ بنت جسم تھا۔ اس حدیث میں آنکھ دکھنے کی حالت میں بھی سرمہ لگانے کی ممانعت تنزیہی کے لیے ہے۔ اگر تکلیف شدید ہو تو سرمہ لگانے کی اجازت ہے آج کل آنکھ دکھنے کی بہت سی دوائیں ایجاد ہو چکی ہیں جن میں مطلق زینت نہیں۔ انہیں استعمال کرے۔ اور عہد رسالت میں بھی ایسی دوائیں رہی ہوں گی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ سرمے کے بجائے اور کوئی علاج کرو جس میں زینت نہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

## بَابُ مَھْرِ الْبَغِیِّ وَالنِّکَاحِ الْفَاسِدِ۔ زانیہ اور نکاح فاسد کا مہر۔

ص ۸۰۵

## تشریح

بَغِیٌّ فَعِیْلٌ کے وزن پر بَغَاءٌ سے ہے اسم فاعل کے معنی میں۔ یہ مرد عورت دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اس کی جمع بَغَایَا ہے۔ زانیہ کا کوئی مہر نہیں یہاں مراد اجرت ہے جو مال خبیث و حرام ہے۔ البتہ نکاح فاسد میں وطی کے بعد مہر واجب ہے۔

ف ۵۵ ۶۰۹ وَقَالَ الْحَسَنُ اِذَا تَزَوَّجَ مُحَرَّمَۃً وَھُوَ لَا یَشْعُرُ فُرِّقَ بَیْنَھُمَا

اور امام حسن بصری نے فرمایا جب کسی محرم عورت سے شادی کرے اور جانتا نہ ہو تو ان دونوں

وَلَھَا مَا اَخَذَتْ وَلَیْسَ لَھَا غَیْرُہٗ ثُمَّ قَالَ بَعْدُ یُعْطِیْھَا صَدَاقَھَا۔

کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور تفریق سے قبل عورت نے جو کچھ لیا وہ اس کا ہے پھر بعد میں کہا اس کو اس کا مہر دے۔

ہمارے یہاں اگر وطی ہوگئی ہے تو مہر بھی واجب ہے اور عدت کے ایام کا نفقہ اور سکنیٰ بھی۔

## بَابُ الْمُتْعَةِ لِلَّتِیْ لَمْ یُفْرَضْ لَهَا بِقَوْلِهٖ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِیْضَةً وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ (اِلٰى قَوْلِهٖ) اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ وَقَوْلِهٖ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِیْنَ۔

اس عورت کے لیے متعہ ہے جس کا مہر مقرر نہ ہو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے اور تم پر کچھ مطالبہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دو حالانکہ ابھی تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا کوئی مہر مقرر نہ کیا ہو اور ان کو کچھ استعمال کرنے کو دو مقدور والے پر اس کے لائق اور تنگ دست پر اسکے لائق اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی وجہ سے جن عورتوں کو طلاق ہوگئی ان کو مناسب طور پر نان و نفقہ دو اور یہ پرہیزگاروں پر واجب ہے۔

ص ۸۰۵

| | |
|---|---|
| ت ۶۹۰ | فَلَمْ یَذْكُرِ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمُلَاعِنَةِ مُتْعَةً |
| | اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعان کرنے والی عورت کے بارے میں |
| | حَتّٰى طَلَّقَهَا زَوْجُهَا۔ |
| | متعہ کو ذکر نہیں فرمایا یہاں تک کہ اس کا شوہر اس کو طلاق دے دے۔ |

**تشریح** ۶۹۰

امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ لعان کی جو روایتیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہیں کسی میں لعان کرنے والی کے لیے متعہ مذکور نہیں، ہاں لعان کرنے والا مرد طلاق دے دے تو دوسری بات ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ لعان کے بعد تفریق ہوگئی۔ نکاح باقی نہ رہا۔ اب طلاق کیسی۔ اور حدیث میں جو طلاق کا ذکر ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے نہیں تھا انہوں نے از خود دیا تھا۔ اور تفریق سے پہلے دیا تھا۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# کِتَابُ النَّفَقَاتُ ۵۰۸ نفقات کا بیان

## بَابُ فَضْلُ النَّفَقَةِ عَلَى الْأَهْلِ ـــــ اہل و عیال پر خرچ کرنے کی فضیلت

وَقَوْلُهٗ وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ اِلٰى قَوْلِهٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ.

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں تم فرمادو جو فاضل بچے۔ اسی طرح تم سے اللہ تعالیٰ آیتیں بیان فرماتا ہے۔ تاکہ تم دنیا اور آخرت میں فکر کرو۔

ت ۶۹۱ | قَالَ الْحَسَنُ اَلْعَفْوُ اَلْفَضْلُ.

امام حسن بصری نے فرمایا کہ اس آیت میں عفو سے مراد وہ مال ہے جو فاضل ہو۔

**حدیث** ۷ ج ۴ ص ۴ | عَنْ اَبِي الْغَيْثِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّاعِيْ عَلَى الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ

بیوہ عورتوں اور مسکین کو کما کر کھلانے والا خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے یا رات میں قیام کرنے

كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ الْقَائِمِ اللَّيْلَ وَالصَّائِمِ النَّهَارَ ۵۸

والے دن میں روزہ رکھنے والے کی طرح ہے

**تشریحات** ۲۴ ۳۷ | کتاب الادب میں قعنبی کی روایت سے امام مالک سے یہ ہے کہ میں گمان کرتا ہوں کہ فرمایا مثل اس کے ہے جو شب بیداری کرتا ہے اور تھکتا نہیں اور اس روزہ دار کے مثل ہے جو روزہ چھوڑتا نہیں ساعی سے مراد وہ شخص ہے جو بیوہ گان اور مسکینوں کی خبر گیری کرتا رہتا ہے۔ ان کی ضرورتیں پوری کرتا رہتا ہے۔

---

۵۸ باب الساعی علی الارملۃ ص ۸۸۸ باب الساعی علی المسکین ص ۸۸۸ مسلم زھد، ترمذی برّ، نسائی، زکوٰۃ، ابن ماجہ تجارات، مسند امام احمد جلد دوم صفحہ ۳۶۱۔

## بَابُ وُجُوبِ النَّفَقَةِ عَلَى الْأَهْلِ وَالْعِيَالِ ص۸۰۶ اہل وعیال پر نفقہ کا واجب ہونا

۳۴۳۸ حدیث

حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین صدقہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ مَا تَرَكَ غِنًى وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ

وہ ہے جو آدمی کو محتاج نہ بنا دے اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے

الْيَدِ السُّفْلَى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ تَقُولُ الْمَرْأَةُ إِمَّا أَنْ تُطْعِمَنِي وَإِمَّا أَنْ

بہتر ہے اور پہلے اس پر خرچ کر جو تیرے عیال میں ہے ورنہ عورت کہے گی یا تو مجھے

تُطَلِّقَنِي وَيَقُولُ الْعَبْدُ أَطْعِمْنِي وَاسْتَعْمِلْنِي وَيَقُولُ الْعَبْدُ

کھانا دے یا تو مجھے طلاق دے اور غلام کہے گا کہ مجھے کھلا اور کام میں لگا۔

أَطْعِمْنِي إِلَى مَنْ تَدَعُنِي قَالُوا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُولِ

اور بیٹا کہے گا کہ مجھے کھانا دے کس کے حوالہ کر کے مجھے چھوڑتا ہے لوگوں نے پوچھا اے ابوہریرہ یہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا هٰذَا مِنْ كِيسِ أَبِي هُرَيْرَةَ۔

آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرمایا یہ ابوہریرہ کی سمجھ سے ہے۔

۳۴۳۸ تشریحات

اس حدیث میں تقول المرأۃ سے آخر تک حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے جو انہوں نے حدیث کے اس جملہ سے "وابدأ بمن تعول" پہلے ان پر خرچ کرو جو تمہارے عیال میں ہیں سے استنباط فرمایا ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر اپنے اہل وعیال کو نفقہ نہ دوگے تو بیوی وہ کہے گی غلام وہ کہے گا بیٹا وہ کہے گا ــــ اور یہ استخراج اپنی جگہ پر درست ہے۔ وابدأ فعل امر ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اسی سے بات ثابت ہے کہ اہل وعیال پر نفقہ واجب ہے۔ اس کی پوری تفصیل کتب فقہ میں دیکھی جائے۔

## بَابُ حَبْسِ الرَّجُلِ قُوتَ سَنَةٍ عَلَى أَهْلِهِ وَكَيْفَ نَفَقَاتُ الْعِيَالِ. ص۸۰۶

آدمی کو اپنے اہل کے لیے ایک سال کی خوراک کا روکنا اور اہل وعیال کے نفقات کیسے ہیں۔

حدیث ۲۴۳۹

قَالَ لِیْ مَعْمَرٌ قَالَ لِی الثَّوْرِیُّ هَلْ سَمِعْتَ فِی الرَّجُلِ

معمر نے کہا کہ مجھ سے سفیان ثوری نے پوچھا کیا تو نے اس شخص کے بارے میں

یَجْمَعُ لِأَهْلِهٖ قُوْتَ سَنَتِهٖ أَوْ بَعْضِ السَّنَةِ قَالَ مَعْمَرٌ فَلَمْ یَحْضُرْنِیْ

کچھ سنا ہے جو اپنے اہل کے لیے سال بھر یا سال کے کچھ حصہ کی خوراک جمع رکھتا ہے

شَیْءٌ ثُمَّ ذَکَرْتُ حَدِیْثًا حَدَّثَنَاهُ ابْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِیُّ عَنْ مَالِكِ ابْنِ

تو معمر نے کہا اس وقت میرے ذہن میں کوئی بات نہیں آئی اس کے بعد مجھے ایک حدیث یاد

أَوْسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ۔ أَنَّ النَّبِیَّ

آئی جسے ابن شہاب زہری نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ حضرت عمر سے مروی ہے کہ

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَبِیْعُ نَخْلَ بَنِی النَّضِیْرِ وَیَحْبِسُ لِأَهْلِهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی نضیر کے کھجور کے باغ کی (پیداوار) بیچتے تھے اور اپنے

قُوْتَ سَنَتِهِمْ.

اہل کے لیے سال بھر کی خوراک بچا رکھتے تھے۔

## بَابُ قَوْلِهٖ وَالْوَالِدَاتُ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور مائیں

یُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ

اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں یہ حکم

لِمَنْ أَرَادَ أَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَی

اس کے لیے ہے جو رضاعت کی مدت پوری کرنے کا

الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَکِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

ارادہ رکھتا ہے اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں

لَا تُکَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ

کا کھانا پہننا ہے حسب دستور کسی جان پر بوجھ نہ

بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَعَلَی الْوَارِثِ

رکھا جائے گا مگر اس کے مقدور بھر۔ ماں کو ضرر نہ

مِثْلُ ذٰلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ

دیا جائے اس کے بچے سے اور نہ اولاد والے کو

مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا وَإِنْ

اس کی اولاد سے یا ماں ضرر نہ دے اپنے بچے کو

أَرَدْتُّمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوْا أَوْلَادَکُمْ

اور نہ اولاد والا اپنی اولاد کو اور جو باپ کا قائم

فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَّا

مقام ہے اس پر بھی ایسا ہی واجب ہے پھر اگر

آتَیْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا

ماں باپ دونوں آپس کی رضا اور مشورہ سے

أَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ وَقَالَ وَحَمْلُهٗ

دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر گناہ نہیں اور اگر تم

وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا وَقَالَ وَإِنْ

تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗ أُخْرٰی

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا

(سورہ بقرہ آیت ۲۳۳، سورۂ احقاف آیت ۱۵، سورہ طلاق آیت ۶-۷)

چاہو کہ دائیوں سے اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو بھی تم پر مضائقہ نہیں جب کہ جو دینا ٹھہرا تھا بھلائی کے ساتھ انہیں ادا کر دو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور جان رکھو اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ (اور فرمایا اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھوڑانا تیس ماہ میں ہے۔ احقاف آیت ۱۵ ۔ بقرہ آیت ۲۳۳

**توضیح** اپنے بچے کو دودھ پلانا ماں پر واجب ہے خواہ وہ بچے کے باپ کے نکاح میں ہو یا نہ ہو۔ بشرطیکہ باپ کو اجرت پر دودھ پلانے کی قدرت و استطاعت نہ ہو یا کوئی دودھ پلانے والی دایہ نہ مل سکے یا بچہ ماں کے سوا اور کسی کا دودھ نہیں پیتا ہو۔ اور اگر یہ باتیں نہ ہوں یعنی بچے کی پرورش خاص ماں کے دودھ پہ موقوف نہ ہو تو ماں پر دودھ پلانا واجب نہیں مستحب ہے۔ حولین کاملین پورے دو سال بچے کو دودھ پلانا واجب نہیں اگر اس سے کم میں بچہ بغیر دودھ کے جی سکے تو چھڑایا جا سکتا ہے۔ بچے کی پرورش اور اس کو دودھ پلوانا باپ کے ذمہ واجب ہے۔ اگر باپ کو وسعت ہو تو دودھ پلانے والی مقرر کرے۔ شوہر اپنی زوجہ پر بچے کو دودھ پلانے کے لیے جبر نہیں کر سکتا ہے اور نہ عورت شوہر سے بچے کو دودھ پلانے کی اجرت طلب کر سکتی ہے۔ جب تک اس کے نکاح یا عدت میں ہے۔ ہاں اگر نکاح سے باہر ہو گئی ہے اور عدت گزر چکی ہے تب بچے کو دودھ پلانے کی اجرت لے سکتی ہے اگر باپ نے کسی عورت کو اپنے بچے کو دودھ پلانے پر باجرت مقرر کیا۔ اور اس کی ماں اسی اجرت پر یا بلا اجرت دودھ پلانے پر راضی ہے تو ماں ہی دودھ پلانے کی زیادہ مستحق ہے اور اگر ماں نے زیادہ اجرت طلب کی تو مستحق نہیں ہے۔

لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ مطلب یہ ہے ماں کا بچے کو ضرر دینا یہ ہے کہ اس کو وقت پر دودھ نہ دے یا اس کی نگرانی نہ رکھے یا بلا وجہ زود کوب کرے یا اپنے ساتھ مانوس کر لینے کے بعد چھوڑ دے۔ اور باپ کا بچے کو ضرر دینا یہ ہے کہ جو بچہ ماں سے مانوس ہو اسے ماں سے چھین لے۔ یا ماں کو حق پرورش حاصل ہو تو اس کے پاس نہ رہنے دے یا ماں کے حق میں کوتاہی کرے جس سے بچے کو ضرر کا اندیشہ ہو۔ مثلاً پوری خوراک نہیں دیتا جس کی وجہ سے دودھ کم ہو گیا۔

حَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اقل مدت حمل چھ ماہ ہے اس لیے کہ اوپر گزر چکا کہ مدت رضاعت دو سال ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مدت رضاعت دو سال ہے۔ چھ ماہ مدت حمل دو سال مدت رضاعت حضرت امام اعظم فرماتے ہیں کہ مدت رضاعت ڈھائی سال ہے۔ احتیاطاً فتویٰ یہ دیا جاتا ہے کہ بچے کو دو

سال سے زیادہ دودھ پلانا جائز نہیں لیکن اگر کوئی بچہ ڈھائی سال کی عمر میں کسی عورت کا دودھ پی لے تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی ــــ اس سلسلے میں مالہ وما علیہ کی پوری بحث اصول فقہ اور فقہ کی شروح میں ہیں ــــ پس اگر تم اتفاق رائے نہ کر سکو تو دوسری عورت اسے دودھ پلائے۔ وسعت والا اپنی وسعت بھر خرچ کرے۔ مطلب یہ ہے کہ ماں بہ نسبت دائی کے زیادہ اجرت مانگتی ہو اور باپ زیادہ اجرت دینے پر راضی نہ ہو تو ماں کو استحقاق نہیں۔

ت وَقَالَ يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ نَهَى اللّٰهُ اَنْ تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا

۶۹۲ یونس نے کہا امام زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا کہ والدہ کو

وَذٰلِكَ اَنْ تَقُوْلَ الْوَالِدَةُ لَسْتُ مُرْضِعَتَهٗ وَهِيَ اَمْثَلُ لَهٗ غِذَاءً وَ

بچے کی وجہ سے ضرر دیا جائے اور یہ ایسے ہے کہ ماں کہے میں اسے دودھ نہیں پلاؤں گی حالانکہ اس کا دودھ بچے کے

اَشْفَقُ عَلَيْهِ وَاَرْفَقُ بِهٖ مِنْ غَيْرِهَا فَلَيْسَ لَهَا اَنْ تَاْبٰى بَعْدَ اَنْ

لیے بطور غذا زیادہ موافق ہے اور وہ بچے پر زیادہ مہربان ہے بہ نسبت دوسرے کے۔ تو اسے جائز

يُّعْطِيَهَا مِنْ نَّفْسِهٖ مَا جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَيْسَ لِلْمَوْلُوْدِ لَهٗ اَنْ يُّضَارَّ

نہیں کہ اگر اس کا شوہر اپنے پاس سے اتنا دے جو اللہ نے مقرر فرمایا ہے تو دودھ پلانے سے

بِوَلَدِهٖ وَالِدَتَهٗ فَيَمْنَعُهَا اَنْ تُرْضِعَهٗ ضِرَارًا لَّهَا اِلٰى غَيْرِهَا

انکار کرے۔ اور اسی طرح باپ کو بھی جائز نہیں کہ بچے کی وجہ سے اس کی ماں کو ضرر پہونچائے کہ

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يَّسْتَرْضِعَا عَنْ طِيْبِ نَفْسِ الْوَالِدِ وَالْوَالِدَةِ

اسے تکلیف پہونچانے کی نیت سے دودھ پلانے سے روک دے

فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا بَعْدَ اَنْ يَّكُوْنَ ذٰلِكَ عَنْ

اور کسی عورت کو دے دے۔ اور ان دونوں پر کوئی حرج نہیں کہ

تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فِصَالُهٗ فِطَامُهٗ۔

ماں باپ باہمی رضامندی سے کسی اور سے دودھ پلوائیں۔

پس اگر دونوں دودھ چھڑانا چاہیں تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں جبکہ یہ باہمی رضامندی اور مشورہ سے ہو۔ فصالہا سے مراد بچے کا دودھ چھڑانا ہے۔

بَابُ اِذَا لَمْ يُنْفِقِ الرَّجُلُ جب کوئی خرچہ نہ دے تو عورت کو جائز

فَلِلْمَرْأَةِ اَنْ تَأْخُذَ بِغَيْرِ عِلْمِهٖ مَا يَكْفِيْهَا وَوَلَدَهَا بِالْمَعْرُوْفِ ص۸۰۸

ہے کہ اسے جتائے بغیر اتنا لے لے جو اسے اور اس کی اولاد کو دستور کے مطابق کافی ہو۔

**حدیث ۲۴۴۰**

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ هِنْدًا بِنْتَ عُتْبَةَ قَالَتْ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ہندہ بنت عتبہ

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ وَلَيْسَ يُعْطِيْنِيْ مَا يَكْفِيْنِيْ

نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوسفیان بخیل آدمی ہیں مجھے اتنا نہیں دیتے جو مجھے اور میرے بچوں

وَوَلَدِيْ اِلَّا مَا اَخَذْتُ مِنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ فَقَالَ خُذِيْ مَا

کو کافی ہو لیکن وہ جو میں لے لوں بغیر ان کے علم کے فرمایا اتنا لے لے جو دستور کے مطابق

يَكْفِيْكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ۔

تجھے اور تیرے بچوں کو کافی ہو۔

**تشریحات ۲۴۴۰**

بیوی کا نفقہ شوہر پر اور بچوں کا نفقہ باپ پر واجب ہے استطاعت ہوتے ہوئے جب شوہر یا باپ کمی کرے تو بقدر ضرورت دستور کے مطابق اس کے مال سے بغیر اسے بتائے ہوئے لینا جائز ہے۔ ضرورت سے زیادہ لینا جائز نہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب الاطعمۃ صـ۸۰۹ کھانے کی چیزوں کا بیان

## باب قول اللہ تعالیٰ کلوا صـ۸۰۹

کلوا من طیبات ما رزقنکم وقولہ کلوا من طیبات ما کسبتم وقولہ کلوا من الطیبات واعملوا صالحا۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دیا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو تم نے کمایا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان پاک چیزوں سے کھاؤ اور اچھے کام کرو۔

**توضیح** طیبات کے معنی اچھی پاکیزہ چیزیں ہیں اور یہاں مراد حلال چیزیں ہیں۔

**حدیث ۲۴۴۱**

عن ابی حازم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ما شبع

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین

آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من طعام ثلثۃ ایام حتی قبض۔

دن تک مسلسل پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا یہاں تک کہ حضور کا وصال ہو گیا۔

**حدیث ۲۴۴۲**

وعن ابی حازم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے کہا کہ مجھے فاقہ کی وجہ سے شدید

اصابنی جھد شدید فلقیت عمر بن الخطاب فاستقرأتہ

مشقت پہونچی تو میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی اور ان

ایۃ من کتاب اللہ عز وجل فدخل دارہ وفتحھا علیّ فمشیت

سے اللہ عزوجل کی کتاب سے ایک آیت پڑھنے کو کہا وہ اپنے گھر کے اندر چلے گئے

غیر بعید فخررت لوجھی من الجھد فاذا رسول اللہ صلی اللہ

اور وہ آیت مجھے پڑھ کر سنادی میں تھوڑی دور چلا کہ مشقت کی وجہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ عَلٰی رَاْسِیْ فَقَالَ یَا اَبَاھِرٍّ فَقُلْتُ لَبَّیْکَ

سے مُنہ کے بل گر پڑا آنکھ کھلی تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے سر پر کھڑے ہیں اور فرمایا

رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَاَقَامَنِیْ وَعَرَفَ الَّذِیْ بِیْ

اے ابا ہر میں نے عرض کی حاضر ہوں یا رسول اللہ اور حاضر ہوں حضور نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھڑا کیا اور میرا جو

فَانْطَلَقَ بِیْ اِلٰی رَحْلِہٖ فَاَمَرَ لِیْ بِعُسٍّ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْہُ ثُمَّ

حال تھا پہچان لیا اور مجھے اپنے کاشانہ مبارک لے گئے اور حکم دیا کہ مجھے ایک پیالے میں بھر کر دودھ دیا

قَالَ عُدْ یَا اَبَاھُرَیْرَۃَ فَعُدْتُ فَشَرِبْتُ ثُمَّ قَالَ عُدْ فَعُدْتُ

جائے میں نے اس میں سے پیا پھر فرمایا دوبارہ پی اے ابو ہریرہ میں نے دوبارہ پیا پھر فرمایا اور پی میں نے اتنا پیا

فَشَرِبْتُ حَتّٰی اسْتَوٰی بَطْنِیْ فَصَارَ کَالْقِدْحِ قَالَ فَلَقِیْتُ عُمَرَ

کہ میرا پیٹ تیر کی طرح سیدھا ہو گیا حضرت ابو ہریرہ نے کہا۔ پھر میں نے حضرت عمر سے ملاقات کی اور ان سے پورا واقعہ

وَذَکَرْتُ لَہُ الَّذِیْ کَانَ مِنْ اَمْرِیْ وَقُلْتُ لَہُ تَوَلَّی اللّٰہُ ذَالِکَ مِنْکَ

ذکر کیا اور میں نے ان سے کہا اللہ نے یہ کام اس کے سپرد فرمایا جو آپ سے زیادہ اس کا حقدار تھا اے عمر واللہ میں

کَانَ اَحَقَّ بِہٖ مِنْکَ یَا عُمَرُ وَاللّٰہِ لَقَدِ اسْتَقْرَاْتُکَ الْاٰیَۃَ وَلَاَنَا اَقْرَاُ

نے آپ سے ایک آیت پڑھنے کو کہا تھا حالانکہ میں اس آیت کا تم سے زیادہ پڑھنے والا

لَھَا مِنْکَ قَالَ عُمَرُ وَاللّٰہِ لَاَنْ اَکُوْنَ اَدْخَلْتُکَ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ یَّکُوْنَ لِیْ مِثْلُ حُمْرِ النَّعَمِ

تھا حضرت عمر نے فرمایا۔ واللہ اس حال میں تم کو اپنے گھر لانا مجھے زیادہ پیارا ہوتا بہ نسبت اسکے کی میرے لئے سرخ اونٹ ہوتے۔

**تشریحات** ۲۴۴۲:۔ وعن ابی حازم مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث بھی پہلی سند کے ساتھ مروی ہے۔ جُھد کے معنی مشقت کے ہیں مراد یہ ہے کہ بھوک کی وجہ سے میں شدید اذیت میں تھا۔ یہ حدیث مفصل گزر چکی ہے یہاں اختصار کے ساتھ ہے مگر کچھ مزید باتیں بھی ہیں اس لیے میں نے اس کو دوبارہ لکھا۔

## بَابُ التَّسْمِیَۃِ عَلَی الطَّعَامِ وَالْاَکْلِ بِالْیَمِیْنِ صف ۸۰۹ ۔

کھانے پر بسم اللہ پڑھنا اور داہنے ہاتھ سے کھانا۔

حدیث ۲۴۴۳ اِنَّہٗ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ اَبِیْ سَلَمَۃَ یَقُوْلُ کُنْتُ غُلَامًا فِیْ حَجْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

انہوں نے عمر بن ابی سلمہ سے سنا کہ میں بچہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں تھا اور

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَتْ یَدِیْ تَطِیْشُ فِی الصَّحْفَۃِ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

میرا ہاتھ برتن میں ہر طرف جاتا تھا تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بچے بسم اللہ پڑھ اور

وَسَلَّمَ یَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰہَ وَکُلْ بِیَمِیْنِکَ وَکُلْ مِمَّا یَلِیْکَ فَمَا زَالَتْ تِلْکَ طِعْمَتِیْ بَعْدُ۔

اپنے داہنے ہاتھ سے کھا اور اپنے قریب سے کھا اس کے بعد میرے کھانے کا یہی طریقہ رہا۔

## بَابُ التَّیَمُّنِ فِی الْاَکْلِ وَغَیْرِہٖ صفحہ ۸۱۰

کھانے وغیرہ میں داہنے ہاتھ سے شروع کرنا۔

حدیث ۲۴۴۴ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحِبُّ التَّیَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِیْ

علیہ وسلم داہنے کو پسند فرماتے جہاں تک ہو سکتا۔ اپنی طہارت میں اور نعلین پہننے میں اور

طُھُوْرِہٖ وَتَنَعُّلِہٖ وَتَرَجُّلِہٖ وَکَانَ قَالَ بِوَاسِطٍ قَبْلَ ھٰذَا فِیْ شَانِہٖ کُلِّہٖ۔

کنگھا کرنے میں اور شعبہ نے واسط میں اس کے پہلے یہ زائد بیان کیا تھا اپنے ہر کام میں۔

## بَابُ مَنْ اَکَلَ حَتّٰی شَبِعَ صفحہ ۸۱۰

جس نے پیٹ بھر کھانا کھایا۔

حدیث ۲۴۴۵ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ تُوُفِّیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ شَبِعْنَا مِنَ الْاَسْوَدَیْنِ التَّمْرِ وَالْمَاءِ[1]

وصال اس وقت ہوا جب ہم دو کالی چیزوں یعنی کھجور اور پانی پیٹ بھر کھانے لگے تھے۔

تشریحات ۲۴۴۵:۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ ابتداء میں پیٹ بھر کھانا نصیب نہیں ہوتا تھا

---

[1] اطعمہ، باب الرطب والتمر صفحہ ۸۱۸

اخیر میں فراخی آئی اور یہ خیبر فتح ہونے کے بعد حاصل ہوئی۔ غزوۂ خیبر میں خود ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث گزری فرماتی ہیں جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا اب ہم پیٹ بھر کھجور کھائیں گے۔ اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث گزری انہوں نے فرمایا ہم نے پیٹ بھر نہیں کھایا یہاں تک کہ ہم نے خیبر فتح کیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پانی کا رنگ کالا ہے یہی وجہ ہے کہ سفید کپڑے پر پانی کی چھینٹیں پڑتی ہیں تو دھبے سیاہ نظر آتے ہیں۔ احیاء العلوم میں ہے کہ کھانے کی حد سات درجے ہے اول جس سے زندگی باقی رہے۔ دوسرے اتنا کھائے کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے یہ دونوں واجب ہیں تیسرے اتنا زیادہ کھائے کہ نوافل ادا کرنے کی قوت ہو۔ چوتھے اتنا کھائے کہ کسب پر قادر ہو۔ یہ دونوں مستحب ہیں۔ پانچویں تہائی پیٹ تک کھائے یہ مباح ہے چھٹے یہ کہ اس سے زیادہ کھائے جس سے بدن بوجھل ہو جائے اور نیند زیادہ آئے ساتویں یہ کہ اتنا زیادہ کھائے کہ بدہضمی ہو جائے یہ حرام ہے۔

## بَابُ الْخُبْزِ الْمُرَقَّقِ وَالْاَكْلِ عَلَى الْخِوَانِ وَالسُّفْرَةِ صـ ۸۱۱

پتلی روٹی اور خوان اور سفرہ پہ کھانے کا باب۔

**حدیث ۲۴۴۶** عَنْ قَتَادَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ اَنَسٍ وَعِنْدَهٗ خَبَّازٌ لَهٗ فَقَالَ مَا اَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا مُرَقَّقًا وَلَا شَاةً مَسْمُوْطَةً حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ ۝

قتادہ سے مروی ہے انہوں نے کہا ہم حضرت انس کے پاس تھے اور وہیں ان کا روٹی پکانے والا بھی تھا تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پتلی نرم روٹی اور نہ بھنی ہوئی بکری کھائی یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے ملاقات کی

**تشریحات ۲۴۴۶:** خبز مرقق ایسی روٹی جو بہت پتلی اور نرم ہو اس عہد میں تنور میں موٹی روٹیاں پکتی تھیں اور چھلنیاں بھی نہیں تھیں موٹے آٹے کی جس میں بھوسی ملی ہوئی ہوتی۔ روٹیاں پکا کرتی تھیں۔ مَسْمُوْطَةً۔ اس سے مراد یہ ہے کہ گرم پانی میں بکری کو ڈال کر بال اتار دیتے پھر اسے بھون کر کھاتے۔ اصل میں چھوٹے بچے ذبح کیے جاتے تو ان کے بالوں کو گرم پانی سے اتار دیتے پھر بھون کر کھاتے۔ اب حاصل یہ ہوا کہ بکری کا بہت چھوٹا بچہ جسے لوگ بطریق مذکور کھاتے تھے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کھایا اور اس سے بھی مراد یہ ہے کہ اکثر یعنی اس کے کھانے کی عادت نہیں تھی۔ ورنہ احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات ایسی بھنی ہوئی بکری کھائی ہے۔

حدیث ۲۴۴۷

عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ مَا عَلِمْتُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکَلَ عَلٰی سُکُرُّجَةٍ قَطُّ وَلَا خُبِزَ لَہٗ

چھوٹی پیالیوں میں کھایا ہو اور نہ کبھی حضور کے لیے پتلی نرم روٹی بنائی گئی اور نہ کبھی

مُرَقَّقٌ قَطُّ وَلَا اَکَلَ عَلٰی خِوَانٍ قَطُّ قِیْلَ لِقَتَادَةَ فَعَلٰی مَا کَانُوْا یَاْکُلُوْنَ قَالَ عَلَی السُّفَرِ

خوان پر کھایا۔ قتادہ سے پوچھا گیا کہ لوگ کس پر کھاتے تھے فرمایا سفرہ پر۔

## تشریحات ۲۴۴۷

سُکُرُّجَةٍ۔ اس میں صحیح لغت یہ ہے کہ سین اور کاف اور رمشدد کو ضمہ اور جیم کو فتحہ اس کے معنی ہیں چھوٹی چھوٹی پیالیاں چوں کہ اس وقت عرب میں کھانے کے لئے چھوٹے چھوٹے برتن نہیں تھے ان کی عادت تھی کہ بڑے بڑے برتنوں میں کھانا نکال کر سب لوگ اکٹھا کھاتے تھے۔ اس لئے اس حدیث سے چھوٹے برتنوں میں کھانے کی کراہیت پر دلیل لانا درست نہیں ہے۔

خِوَان۔ اس میں دونوں لغت ہے خاء کو فتحہ اور کسرہ عجمیوں کی عادت تھی کہ وہ تپائی کی طرح دسترخوان اونچا بناتے تھے جس پر کھانا رکھ کر کھاتے تھے تاکہ کھانے میں سر نہ جھکانا پڑے۔ اسی تپائی کو خوان کہتے تھے۔ عرب میں خوان کا رواج نہیں تھا۔ زمین پر چمڑا وغیرہ بچھا کر اس پر رکھ کر کھانا کھاتے تھے۔ خوان پر کھانا کھانا اس بنا پر ناپسندیدہ ہے کہ اس میں متکبرین کے ساتھ مشابہت ہے۔

حدیث ۲۴۴۸

حَدَّثَنَا ھِشَامٌ عَنْ اَبِیْہِ وَعَنْ وَھْبِ بْنِ کَیْسَانَ قَالَ کَانَ

عروہ بن زبیر اور وہب بن کیسان سے روایت ہے کہ اہل شام ابن زبیر کو

اَھْلُ الشَّامِ یُعَیِّرُوْنَ ابْنَ الزُّبَیْرِ یَقُوْلُوْنَ یَا ابْنَ ذَاتِ النِّطَاقَیْنِ

عار دلانے کیلئے کہتے اے ذات النطاقین کے بیٹے اس پر اسماء نے ان سے کہا اے بیٹے!

فَقَالَتْ لَہٗ اَلْاَسْمَاءُ یَا بُنَیَّ اِنَّھُمْ یُعَیِّرُوْنَکَ بِالنِّطَاقَیْنِ ھَلْ تَدْرِیْ مَا

وہ تم کو نطاقین کے ساتھ عار دلاتے ہیں۔ کیا تم جانتے ہو دو نطاق نہیں تھا میرا

کَانَ النِّطَاقَانِ اِنَّمَا کَانَ نِطَاقِیْ شَقَقْتُہٗ نِصْفَیْنِ فَاَوْکَیْتُ قِرْبَةَ

ایک نطاق تھا جس کو میں نے شب ہجرت آدھا آدھا پھاڑا ایک سے رسول اللہ

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَحَدِھِمَا وَجَعَلْتُ فِیْ سُفْرَتِہٖ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشک کا مُنھ باندھا اور دوسرے سے توشہ دان کا مُنھ

اٰخَرَ قَالَ فَکَانَ اَھْلُ الشَّامِ اِذَا عَیَّرُوْہُ بِالنِّطَاقَیْنِ یَقُوْلُ اِیْھًا

باندھا اس کے بعد اہل شام جب عبداللہ بن زبیر کو نطاقین کے ساتھ عار دلاتے تو کہتے ہاں

وَالْاٰلِہِ تِلْکَ شِکَاۃٌ ظَاھِرٌ عَنْکِ عَارُھَا

بخدا یہ سچ ہے۔ یہ جو تم چلّا کر کہتے ہو اس میں کوئی عار نہیں۔

**تشریحات** ۲۴۴۸

ہجرت کے موقع پر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے توزادِ راہ کے لیے ایک مشک پانی اور تھیلے میں کھانا رکھا گیا۔ مشک کا مُنھ باندھنے اور توشہ دان کا مُنھ باندھنے کے لیے کوئی رسّی نہیں ملی تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا پٹکا پھاڑ دیا آدھے سے مشک کا مُنھ باندھا اور آدھے سے توشہ دان۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خوش ہو کر ان کو فرمایا تم ذات النطاقین ہو۔ یہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے فخر کی بات تھی جسے حجاج بن یوسف کے لشکری بطور طعن بولتے تھے۔ آزاد شریف عورتیں صرف ایک نطاق باندھتی تھیں — اور خادمائیں دو دو نطاق۔

ذَاتُ النِّطَاقَیْن کنایہ ہے خادمہ سے اس طرح یہ طعن ہو گیا۔

تلک شکاۃ ظاھر عنک عارھا:۔ یہ بھی ذؤیب ھذلی کے ایک طویل قصیدے کا ایک مصرعہ ہے جو اس نے نُصَیْبَہ بنت عُنَس بن محرص کے مرثیے میں کہا ہے پورا شعر یہ ہے ؎

وعیرھا الواشون انی احبھا ؛ تلک شکاۃ ظاھر عنک عارھا

اور اسے چغل خوروں نے عار دلایا کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اس شور مچانے میں تیرے لیے کوئی عار نہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ مجھے ابن ذات النطاقین کہہ کر عار دلاتے ہو حقیقت میں یہ عار نہیں فخر کی بات ہے کیونکہ یہ خطاب میری والدہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا تھا۔

**بَابُ مَا کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَاْکُلُ حَتّٰی یُسَمّٰی لَہٗ فَیَعْلَمُ مَاھُوَ۔** صفحہ ۸۱۲

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک کوئی چیز نہیں کھاتے جب تک اس کا نام نہ بتا دیا جاتا اور جان لیتے کہ وہ کیا ہے۔

حدیث ۲۴۴۹

إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ خَالِدَ بْنَ

حضرت ابن عباس نے خبر دی کہ انہیں خالد بن ولید سیف اللہ نے خبر

الْوَلِيدِ الَّذِي يُقَالُ لَهُ سَيْفُ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ

دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ام المومنین حضرت میمونہ کے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَيْمُونَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ وَخَالَةُ ابْنِ

گھر میں گئے اور یہ ان کی اور ابن عباس کی خالہ تھیں تو انہوں نے وہاں بھنی ہوئی گوہ

عَبَّاسٍ فَوَجَدَ عِنْدَهَا ضَبًّا مَحْنُوذًا قَدِمَتْ بِهِ أُخْتُهَا حُفَيْدَةُ

پائی جسے ام المومنین کی بہن حفیدہ بنت حارث نجد سے لائی تھیں

بِنْتُ الْحَارِثِ مِنْ نَجْدٍ فَقَدَّمَتِ الضَّبَّ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت میمونہ نے گوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ قَلَّ مَا يُقَدِّمُ يَدَهُ لِطَعَامٍ حَتّٰى يُحَدَّثَ بِهِ

سامنے پیش کیا۔ اور کم ایسا ہوتا کہ حضور کے سامنے کھانا پیش کیا جاتا

وَيُسَمّٰى لَهُ فَأَهْوٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ إِلَى الضَّبِّ

تو حضور اسے تناول فرماتے یہاں تک کہ اسے بتایا جاتا اور اس کا نام لیا جاتا۔ رسول اللہ

فَقَالَتْ إِمْرَأَةٌ مِنَ النِّسْوَةِ الْحُضُورِ أَخْبِرْنَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ گوہ کی طرف بڑھایا تو موجود عورتوں میں سے ایک نے کہا کہ رسول اللہ کو

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدَّمْتُنَّ لَهُ هُوَ الضَّبُّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَرَفَعَ رَسُولُ

بتاؤ کہ حضور کے سامنے کیا پیش کیا ہے۔ یہ گوہ ہے یا رسول اللہ! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَنِ الضَّبِّ فَقَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ

ہاتھ گوہ سے اٹھا لیا تو اس پر خالد بن ولید نے پوچھا کیا گوہ حرام ہے یا رسول اللہ! فرمایا

أَحَرَامُ الضَّبِّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ لَا! وَلٰكِنْ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي

نہیں لیکن میری قوم کی زمین میں نہیں۔ مجھے اس سے گھن آتی ہے خالد نے کہا

فَاَجِدُنِیْ اَعَافُہٗ قَالَ خَالِدٌ فَاجْتَرَرْتُہٗ فَاَکَلْتُہٗ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْظُرُ اِلَیَّ [1]

میں نے اس کو کھینچا اور کھایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جانب دیکھ رہے تھے۔

۲۴۴۹

**تشریحات:** زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کو حلال و حرام کی تمیز نہ تھی مردار تک کھاتے تھے اسلام نے بہت سے جانوروں کو حرام بتایا جس کی خبر سب کو نہ تھی اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ جب کھانے کے لیے کوئی چیز پیش کی جاتی تو دریافت فرمالیا کرتے کہ یہ کیا چیز ہے ابوداؤد وغیرہ میں ایسی حدیثیں ہیں جن سے گوہ کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے اور جب معاملہ حلت وحرمت میں دائر ہو تو احتیاط اسی میں ہے کہ حرمت کو ترجیح دی جائے اسی کے مطابق احناف کا مذہب یہ ہے کہ گوہ کھانا حرام ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ ابتداءً گوہ کھانا مباح تھا پھر اسے منسوخ کرکے حرام کر دیا گیا اگرچہ صراحۃً حرام ہونے کی تاریخ نہیں معلوم لیکن اگر اباحت کو مؤخر مانا جائے تو دو بار نسخ لازم آئے گا اور یہ باتفاق جائز نہیں یہ اس طرح کہ قبل اسلام گوہ مباح تھی۔ پھر اسے حرام کیا گیا اب اگر مانا جائے کہ بعد میں پھر مباح کیا گیا تو دو بار نسخ لازم آئے گا۔

## بَابُ طَعَامُ الْوَاحِدِ یَکْفِی الْاِثْنَیْنِ صف ۸۱۲

## ایک کا کھانا دو کو کافی ہے

**توضیح** باب کا عنوان ایک حدیث ہے جسے ابن ماجہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک کا کھانا دو کو کافی ہے اور دو کا کھانا تین اور چار کو اور چار کا کھانا پانچ اور چھ کو کافی ہے۔

**حدیث ۲۴۵۰**

عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامُ الْاِثْنَیْنِ کَافِی الثَّلٰثَۃِ وَطَعَامُ الثَّلٰثَۃِ کَافِی الْاَرْبَعَۃِ ۔

وسلم نے فرمایا دو کا کھانا تین کو کافی ہے اور تین کا کھانا چار کو

[1] باب الشواء صف ۸۱۳ کتاب الذبائح باب الضب صف ۸۳۱ مسلم، صید، ابوداؤد، اطعمہ۔

## بَابُ الْمُؤْمِنُ يَاكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ ص۸۱۲ مومن ایک آنت میں کھاتا ہے

**حدیث ۲۴۵۱**

عَنْ نَافِعٍ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَاكُلُ حَتّٰى يُؤْتٰى بِمِسْكِيْنٍ يَاكُلُ مَعَهٗ

نافع سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس وقت تک نہیں کھاتے جب

فَاَدْخَلْتُ رَجُلًا يَاكُلُ مَعَهٗ فَاَكَلَ كَثِيْرًا فَقَالَ يَا نَافِعُ لَا تُدْخِلْ عَلَيَّ هٰذَا سَمِعْتُ

تک کوئی مسکین نہ لایا جاتا جو ان کے ساتھ کھائے ایک دفعہ ایک شخص کو میں نے کھانے میں شریک کیا تو اس

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ يَاكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ وَالْكَافِرُ يَاكُلُ فِي سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ

نے بہت کھالیا تو فرمایا اے نافع! اس کو کبھی مت لانا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا مومن ایک آنت میں کھاتا اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے

۲۴۵۱

**تشریح:** اس کے بعد جو روایت بطریق محمد بن سلام ہے اس میں راوی کا شک ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کافر فرمایا تھا یا منافق۔

**حدیث ۲۴۵۲**

عَنْ عَمْرٍو وَقَالَ كَانَ اَبُوْ نَهِيْكٍ رَجُلًا اَكُوْلًا فَقَالَ لَهٗ ابْنُ عُمَرَ

عمرو بن دینار نے کہا کہ ابو نہیک بہت کھانے والے شخص تھے ان سے ابن عمر نے کہا

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْكَافِرَ يَاكُلُ فِيْ

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے ابو نہیک نے

سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ قَالَ فَاَنَا اُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہا کہ میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہوں۔

۲۴۵۲

**تشریح:** مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باعتبار اغلب و اکثر کے فرمایا کہ کافر یا منافق کا یہ حال ہے یہ مطلب نہیں کہ زیادہ کھانا کفر ہے جو زیادہ کھائے کافر ہو جائے میں مومن ہوں زیادہ کھاتا ہوں۔ زیادہ کھانے کی وجہ سے میں کافر نہیں ہو گیا۔

**حدیث ۲۴۵۳**

عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک شخص بہت کھاتا تھا پھر وہ

كَانَ يَأْكُلُ أَكْلًا كَثِيرًا فَأَسْلَمَ فَكَانَ يَأْكُلُ أَكْلًا قَلِيلًا فَذُكِرَ ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ

مسلمان ہوگیا اور تھوڑا کھانے لگا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا گیا تو فرمایا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ

مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں

تشریح ۲۴۵۳:۔ امام قاضی عیاض نے اہل طب وتشریح سے حکایت کی کہ انسان کی آنتیں سات ہیں۔ معدہ پھر اس سے متصل تین آنتیں۔ بواب، صائم، رقیق یہ سب پتلی ہیں۔ پھر تین موٹی ہیں۔ اعور، قولون، مستقیم۔ اسی کے سرے پر دبر ہے۔

## بَابُ الْأَكْلِ مُتَّكِئًا صف ۸۱۲ ٹیک لگا کر کھانا

حدیث ۲۴۵۴

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نبی صلی اللہ

وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ لَا آكُلُ وَأَنَا مُتَّكِئٌ.

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا تو حضور نے ایک شخص سے فرمایا جو اس جگہ موجود تھا میں اس حالت میں نہیں کھاتا کہ ٹیک لگائے ہوئے ہوں۔

## بَابُ النَّهْشِ وَاِنْتِشَالِ اللَّحْمِ صف ۸۱۳ گوشت کو دانتوں سے نوچنا اور ہانڈی سے نکال کر کھانا۔

حدیث ۲۴۵۵

عَنْ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَعَرَّقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتِفًا ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ — عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ

علیہ وسلم نے ایک شانے کے اوپر کا گوشت تناول فرمایا پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی وضو نہیں کیا

عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اِنْتَشَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عباس ہی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گوشت والی

عَرْقًا مِنْ قِدْرٍ فَأَكَلَ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

ہڈی ہانڈی سے نکالی اور کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا

## بَابُ النَّفْخِ فِی الشَّعِیْرِ صف ۸۱۴ جو میں پھونکنا۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۴۵۶ | حَدَّثَنِیْ اَبُوْ حَازِمٍ اَنَّهٗ سَاَلَ سَهْلًا هَلْ رَاَیْتُمْ فِیْ زَمَانِ |
| | ابو حازم نے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا تم نے |
| | النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ النَّقِیَّ قَالَ لَا فَقُلْتُ کُنْتُمْ تَنْخُلُوْنَ |
| | نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں میدہ دیکھا تھا انہوں نے فرمایا نہیں۔ پھر میں نے |
| | الشَّعِیْرَ قَالَ لَا وَلٰکِنْ کُنَّا نَنْفُخُهٗ ۝ |
| | پوچھا کیا تم لوگ جو کو چھانتے تھے انہوں نے کہا کہ نہیں صرف پھونک لیتے تھے۔ |

۲۴۵۶

**تشریحات:۔** دو حدیث کے بعد اسی باب میں یہی حدیث تفصیل کے ساتھ یوں ہے ــــ ابو حازم نے کہا میں نے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میدہ کھایا؟ انھوں نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعثت کے وقت سے وصال کے وقت تک میدہ نہیں دیکھا انہوں نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں تمہارے پاس چھلنیاں تھیں انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعثت کے وقت سے وصال کے وقت تک چھلنی نہیں دیکھی ابو حازم نے کہا پھر میں نے پوچھا کہ تم لوگ بغیر چھنا ہوا کیسے کھاتے تھے انہوں نے کہا ہم اسے پھونکتے تھے اڑنے والی چیز اڑ جاتی اور جو باقی رہ جاتا اسے سانتے اور کھاتے ــــ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خُبز مرقق سے مراد وہ روٹی ہے جو میدے سے بنتی ہے یا جو ایسے آٹے سے بنتی ہے جسے چھلنی میں چھان لیا گیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۴۵۷ | عَنْ سَعِیْدِنِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ |
| | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ ایک قوم کے پاس سے گزرے |
| | اَنَّهٗ مَرَّ بِقَوْمٍ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ شَاةٌ مُصْلِیَةٌ فَدَعَوْهُ فَاَبٰی اَنْ یَّاْکُلَ |
| | جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری تھی۔ انہوں نے ان کو بلایا تو انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا |
| | فَقَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْیَا وَلَمْ یَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِیْرِ |
| | نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور پیٹ بھر کر جو کی روٹی نہیں کھائی۔ |

www.sirat-e-mustaqeem.net

**حدیث ۲۴۵۸**

عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ مَا شَبِعَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ مدینہ آنے کے

اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ

بعد آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلسل تین دن گیہوں کی روٹی پیٹ بھر نہیں کھائی یہاں

ثَلٰثَ لَیَالٍ تِبَاعًا حَتّٰی قُبِضَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۱؎

تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔

## بَابُ التَّلْبِیْنَةِ صفحہ ۸۱۵ تلبینہ کا بیان

**حدیث ۲۴۵۹**

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

اَنَّہَا کَانَتْ اِذَا مَاتَ الْمَیِّتُ مِنْ اَہْلِہَا فَاجْتَمَعَ لِذٰلِکَ النِّسَاءُ ثُمَّ

روایت ہے کہ جب کوئی مرتا تو عورتیں جمع ہوتیں پھر چلی جاتیں سوائے میت کے اہل اور اس

تَفَرَّقْنَ اِلَّا اَہْلَہَا وَخَاصَّتَہَا اَمَرَتْ بِبُرْمَةٍ مِنْ تَلْبِیْنَةٍ فَطُبِخَتْ

کے خاص لوگوں کے۔ تو ہانڈی میں تلبینہ پکانے کا حکم دیتیں۔ پھر ثرید تیار کیا جاتا اس پر

ثُمَّ صُنِعَ ثَرِیْدٌ فَصُبَّتِ التَّلْبِیْنَةُ عَلَیْہَا قَالَتْ کُلْنَ مِنْہَا فَاِنِّیْ سَمِعْتُ

تلبینہ انڈیل دیا جاتا۔ فرماتیں اسے کھاؤ اس لیے کہ میں نے رسول اللہ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ التَّلْبِیْنَةُ مُجِمَّةٌ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ تلبینہ مریض کے دل کو آرام

لِفُؤَادِ الْمَرِیْضِ تَذْہَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ ۲؎

پہونچانے والی ہے اس کے کچھ غم کو دور کر دیتی ہے۔

---

۱؎ رقاق: باب کیف کان عیش النبی والصحابہ صفحہ ۹۵۶ مسلم اواخر کتاب، نسائی ولیمہ، ابن ماجہ اطعمہ۔

۲؎ طب: باب التلبینة للمریض صفحہ ۸۴۹ مسلم: طب، ترمذی: طب۔ نسائی: ولیمہ وطب۔

۲۴۵۹

**تشریحات:۔** "تلبینہ" یہ ایک حریرا تھا جو آٹے یا بھوسی سے تیار کیا جاتا تھا کبھی اس میں شہد بھی ڈال دیا جاتا تھا۔ "مجمّۃٌ" میم۔ جیم۔ میم ثانی مشددہ سب کو فتحہ۔ مصدر میمی۔ معنی میں استراحت کے۔ ایک روایت میں مُجِمَّۃ بھی ہے اسم فاعل۔ معنی میں آرام پہونچانے والا۔ اَمَرَتْ۔ اس کی ضمیر مرفوع متصل کا مرجع ام المومنین ہیں اس کا تعلق "زوج النبی انہا کانت" سے ہے اصل عبارت یہ ہے۔ "انہا کانت اَمَرَتْ" اس پر قرینہ کتاب الطب کی روایت ہے جس میں ہے "کانت تأمر"۔

## بَابُ الْاَكْلِ فِيْ اِنَاءٍ مُفَضَّضٍ۔ صف ۸۱۶

چاندی کے برتن میں کھانا۔

**حدیث ۲۴۶۰**

حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ لَيْلٰى اَنَّهُمْ كَانُوْا عِنْدَ

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے حدیث بیان کی کہ یہ لوگ حضرت حذیفہ کے

حُذَيْفَةَ فَاسْتَسْقٰى فَسَقَاهُ مَجُوْسِيٌّ فَلَمَّا وَضَعَ الْقَدَحَ

پاس (مدائن میں) تھے انہوں نے پینے کے لیے پانی مانگا تو ایک مجوسی نے انہیں

فِيْ يَدِهٖ رَمَا بِهٖ وَقَالَ لَوْلَا اَنِّيْ نَهَيْتُهٗ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا

پانی دیا۔ جب پیالہ اُس نے اُن کے ہاتھ میں رکھا تو انہوں نے پھینک دیا اور فرمایا۔ اگر

مَرَّتَيْنِ كَاَنَّهٗ يَقُوْلُ لَمْ اَفْعَلْ هٰذَا وَلٰكِنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ

میں نے اس کو بار بار نہ منع کیا ہوتا گویا وہ فرماتے ہیں تو میں ایسا نہیں کرتا۔ لیکن میں نے نبی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيْرَ وَلَا الدِّيْبَاجَ

صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے حریر اور دیباج نہ پہنو اور سونے اور چاندی

وَلَا تَشْرَبُوْا فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَاْكُلُوْا

کے برتن میں نہ پیو اور ان کے پیالوں میں نہ کھاؤ اس لیے کہ

فِيْ صِحَافِهَا فَاِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَهِيَ لَكُمْ

وہ ان (کافروں) کے لیے دنیا میں ہے اور تمہارے لیے

## فِی الْاٰخِرَۃِ [1]

آخرت میں

**تشریحات ۲۴۶:** ۔ جو برتن خالص سونے اور چاندی کے بنے ہوں یا کسی چیز سے مخلوط ہوں اور ان میں سونا چاندی غالب ہو تو اس میں کھانا پینا حرام ہے۔ اور اگر کسی برتن پر سونے چاندی کا کام ہو تو اس میں اس طرح کھانا پینا کہ ہونٹ چاندی یا سونے پر لگے حرام ہے۔ اور اگر ہونٹ وہاں نہ لگے تو جائز ہے۔ اور جس برتن پہ سونے اور چاندی کی پالش ہو تو اس کا استعمال بھی جائز ہے باب میں مفضض سے مراد چاندی کا بنا ہوا برتن ہے۔ پالش کیا ہوا مراد نہیں ورنہ حدیث کو باب سے مطابقت نہ رہے گی۔

## بَابُ الْحَلْوَاءِ وَالْعَسَلِ صفحہ ۸۱۷ میٹھی چیز اور شہد کھانے کا بیان

| | |
|---|---|
| **حدیث** | عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا |
| ۲۴۶۱ | ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں |
| | قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحَلْوٰى وَالْعَسَلَ [2] |
| | کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میٹھا اور شہد پسند فرماتے تھے۔ |

## بَابُ الْقَدِيْدِ صفحہ ۸۱۷ سوکھے ہوئے گوشت کا بیان

| | |
|---|---|
| **حدیث** | عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ |
| ۲۴۶۲ | ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ |

---

[1] اشربہ۔ باب الشرب فی آنیۃ الذھب و باب اٰنیۃ الذھب صفحہ ۸۴۱۔ اللباس۔ باب لبس الحریر و افتراشہ للرجال صفحہ ۸۶۷ و باب افتراش الحریر صفحہ ۸۶۸ مسلم، اطعمہ ابوداؤد۔ اشربہ۔ ترمذی اشربہ۔ نسائی۔ زینۃ و ولیمہ۔ ابن ماجہ۔ اشربہ و لباس۔

[2] اشربہ۔ باب شراب الحلواء والعسل صفحہ ۸۴۰ کتاب الطب باب الدواء بالعسل صفحہ ۸۴۸ کتاب الحیل باب مایکرہ من احتیال المرأۃ مع الزوج صفحہ ۱۰۳۱ مسلم، طلاق، ابوداؤد اشربہ۔ ترمذی اطعمہ۔ نسائی۔ ولیمہ۔ ابن ماجہ اطعمہ۔

تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ مَا فَعَلَهُ إِلَّا فِیْ عَامٍ جَاعَ النَّاسُ أَرَادَ أَنْ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے اس سال منع فرمایا تھا جس

يُّطْعِمَ الْغَنِيُّ الْفَقِيْرَ وَإِنْ كُنَّا لَنَرْفَعُ الْكُرَاعَ بَعْدَ خَمْسَ عَشَرَةَ مَا

سال لوگ بھوکے تھے حضور نے یہ چاہا کہ مالدار فقیر کو کھلائے اور ہم دست کو اس کے بعد پندرہ دن

شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ بُرٍّ مَادُوْمَ ثَلٰثًا.

تک رکھتے تھے اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سالن کے ساتھ گیہوں کی روٹی تین دن تک مسلسل پیٹ بھر نہیں کھائی۔

تشریحات: ابتداء میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنا جائز نہیں تھا عام طور پر تنگ دستی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ عید کے دنوں میں کوئی بھوکا نہ رہے بعد میں اس کی اجازت ہو گئی کہ تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھ سکتے ہیں۔

بَابُ مَنْ نَاوَلَ أَوْ قَدَّمَ إِلٰى صَاحِبِهٖ عَلَى الْمَائِدَةِ شَيْئًا. صفحہ ۸۱۸

جس نے دسترخوان سے کچھ لیا یا اپنے ساتھی کے سامنے دسترخوان پر کچھ رکھا۔

**ت** ۶۹۳

وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ لَا بَأْسَ أَنْ يُّنَاوِلَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا

اور ابن مبارک نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں کہ دسترخوان پر لوگ ایک دوسرے

وَلَا يُنَاوِلُ مِنْ هٰذِهِ الْمَائِدَةِ إِلٰى مَائِدَةٍ أُخْرٰى.

کو کچھ دیں لیکن اس دسترخوان سے دوسرے پر نہ لے جائیں۔

## بَابُ الرُّطَبِ بِالْقِثَّاءِ صفحہ ۸۱۸ تازہ کھجوریں ککڑی کے ساتھ کھانا

**حدیث** ۲۴۶۳

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ

حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ.

کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تازہ کھجوریں ککڑی کے ساتھ کھاتے تھے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

**تشریحات ۲۴۶۳:۔** کھجور میں گرمی ہوتی ہے اور ککڑی میں ٹھنڈک دونوں ملا کر کھانے سے اعتدال پیدا ہو جاتا ہے۔

**عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب** یہ حبشہ میں پیدا ہوئے تھے جب کہ ان کے والد اور والدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے وہاں گئے تھے حبشہ میں مسلمانوں میں یہ سب سے پہلے پیدا ہوئے تھے پھر اپنے والد کے ساتھ مدینہ طیبہ آئے نوّے سال کی عمر میں ۸۰ھ میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی ان کی نماز جنازہ ابان بن عثمان نے پڑھائی جو اس وقت مدینہ طیبہ کے امیر تھے۔ ان کا لقب بحر الجود تھا۔

**بَابُ الرُّطَبِ وَالتَّمْرِ وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا۔** صـ ۸۱۸ تازہ اور سوکھی کھجور کا بیان اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور اے مریم اپنی طرف کھجور کی ٹہنی ہلاؤ وہ تجھ پر چنی ہوئی تازہ کھجوریں گرائے گی۔

**حدیث ۲۴۶۴** عَنْ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي رَبِيعَةَ عَنْ

حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک یہودی تھا جو

جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ بِالْمَدِينَةِ يَهُودِيٌّ وَكَانَ يُسْلِفُنِي

کاٹنے تک میرے کھجوروں کو ادھار لیتا تھا اور جابر کی ایک زمین تھی رومہ کے راستے میں ایک سال

فِي تَمْرِي إِلَى الْجُذَاذِ وَكَانَتْ لِجَابِرٍ الْأَرْضُ الَّتِي بِطَرِيقِ رُومَةَ فَجَلَسْتُ فَخَلَى

پیداوار کچھ نہیں ہوئی یہودی کھجور کاٹنے کے وقت میرے پاس آیا اور میں نے کھجور میں سے کچھ نہیں

عَامًا فَجَاءَنِي الْيَهُودِيُّ عِنْدَ الْجُذَاذِ وَلَمْ أَجْزِ مِنْهَا شَيْئًا فَجَعَلْتُ أَسْتَنْظِرُهُ

کاٹا تھا میں اس سے آئندہ سال تک کے لیے مہلت مانگ رہا تھا۔ اور وہ انکار کرتا تھا

إِلَى قَابِلٍ فَيَأْبَى فَأُخْبِرَ بِذَالِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِأَصْحَابِهِ

اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی تو حضور نے اپنے اصحاب سے فرمایا چلو جابر کے لیے

حوالہ

باب القثاء ۔ باب جمع اللونین صـ ۸۱۹ مسلم۔ اطعمہ۔ ابوداؤد۔ اطعمہ ترمذی۔ اطعمہ۔ ابن ماجہ۔ اطعمہ۔

اِمْشُوا نَسْتَنْظِرْ لِجَابِرٍ مِنَ الْيَهُوْدِيِّ فَجَاءُوْنِيْ فِيْ نَخْلِيْ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

یہودی سے مہلت مانگیں تو وہ حضرات میرے باغ میں آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہودی سے بات

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ الْيَهُوْدِيَّ فَيَقُوْلُ اَبَا الْقَاسِمِ لَا اُنْظِرُهٗ فَلَمَّا رَاٰهُ النَّبِيُّ

کرنے لگے یہودی کہتا رہا اے ابوالقاسم میں اس کو مہلت نہیں دوں گا پس جب نبی صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فَطَافَ فِي النَّخْلِ ثُمَّ جَاءَهٗ فَكَلَّمَهٗ فَاَبٰى فَقُمْتُ

علیہ وسلم نے یہ دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور باغ میں گھومے پھر یہودی کے پاس آئے پھر

فَجِئْتُ بِقَلِيْلِ رُطَبٍ فَوَضَعْتُهٗ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہودی سے کلام کیا اس نے انکار کیا اب میں کھڑا ہوا اور تھوڑی سی تازہ کھجوریں لا کر نبی صلی اللہ

فَاَكَلَ ثُمَّ قَالَ اَيْنَ عَرِيْشُكَ يَا جَابِرُ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَفْرُشْ لِيْ فِيْهِ

علیہ وسلم کے سامنے رکھیں جن کو حضور نے کھایا پھر فرمایا تیری چھپر کہاں ہے اے جابر میں نے حضور کو

فَفَرَشْتُهٗ فَدَخَلَ فَرَقَدَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَجِئْتُهٗ بِقَبْضَةٍ اُخْرٰى فَاَكَلَ

بتایا فرمایا اس میں بچھونا بچھاؤ میں نے بچھایا اب حضور اس میں تشریف لے گئے اور سوئے

مِنْهَا ثُمَّ قَامَ فَكَلَّمَ الْيَهُوْدِيَّ فَاَبٰى عَلَيْهِ فَقَامَ فِي الرَّطَابِ فِي النَّخْلِ

پھر جاگے میں حضور کی خدمت میں ایک اور مٹھی کھجور لایا تو حضور نے اس میں سے

الثَّانِيَةِ ثُمَّ قَالَ يَا جَابِرُ جُذَّ وَاقْضِ فَوَقَفَ فِي الْجَدَادِ فَجَدَدْتُ

کھایا پھر اٹھ کر یہودی سے بات کی اس نے پھر انکار کیا اب حضور باغ میں دوسری

مَا قَضَيْتُهٗ وَفَضَلَ مِثْلُهٗ فَخَرَجْتُ حَتّٰى جِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

بار گھومے پھر فرمایا اے جابر کھجور کاٹ اور اس کو دے حضور کھڑے رہے

وَسَلَّمَ فَبَشَّرْتُهٗ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ

تو میں نے قرض ادا کرنے بھر کاٹا اور جتنا ادا کیا تھا اتنا بچ رہا میں وہاں سے

عَرْشٌ وَعَرِيْشٌ بِنَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَعْرُوْشَاتٍ مَا يُعْرَشُ

چلا یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور کو بشارت

مِنَ الْكُرُومِ وَغَيْرِ ذَالِكَ عُرُوشُهَا أَبْنِيَتُهَا ۝

دی۔ فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں بلاشبہ اللہ کا رسول ہوں۔

ابو عبداللہ امام بخاری نے کہا عرش اور عریش کے معنیٰ عمارت ہے۔ ابن عباس نے کہا معروشات کے معنیٰ یہ ہیں کہ انگور کی بیلوں کے لیے جو چیزیں بنائی جاتی ہیں عروشہا کے معنیٰ اس کی عمارتیں ہیں۔

**تشریحات ۲۴۶۴** عام روایتوں میں یہ ہے کہ قرض حضرت جابر کے والد پر تھا اور اس میں یہ ہے کہ خود حضرت جابر پہ تھا۔ اسی لیے بعض شارحین نے اس حدیث پہ کلام کیا ہے ایک اور اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ یہ بیع سلم کی صورت تھی اور بیع سلم کی صحت کے لیے منجملہ اور شرائط کے ایک شرط یہ بھی ہے کہ ادائیگی کی تاریخ معین ہو اور اس میں یہ ہے کہ کھجور کاٹنے تک کی میعاد تھی یہ معین نہیں کھجور کاٹنے کا وقت ہفتہ دو ہفتہ مقدم و متاخر بھی ہو سکتا ہے علامہ عینی نے ان سب باتوں کا جواب یہ دیا کہ قصہ متعدد ہے عام روایتوں میں ان کے والد کے قرض کا ذکر ہے۔ یہ اور واقعہ ہے اور اس حدیث میں جو مذکور ہے یہ دوسرا واقعہ ہے اور میعاد کے بیان میں حضرت جابر نے اختصار سے کام لیا تاریخ معین ہی رہی ہوگی اختصاراً اجذاذ سے تاریخ کی تعبیر کر دی۔

**اقول وھو المستعان** :۔ مشہور واقعہ کے علاوہ یہ دوسرا واقعہ ہے اس پر اس واقعہ میں مذکور تفسیر دلیل ہے مشہور روایت میں یہ نہیں۔ کہ اس سال پھل نہیں آیا تھا۔ اور نہ ان روایتوں میں یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھجوریں پیش کیں یا عریش میں جاکر سوئے اس لیے صحیح یہی ہے کہ یہ دوسرا واقعہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## بَابُ الْعَجْوَةِ صفحہ ۸۱۹ عجوہ کا بیان

**حدیث ۲۴۶۵** أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ

سعد نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص روزانہ صبح کو

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَبَّحَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعَ غَرَاتٍ عَجْوَةٍ لَمْ يَضُرَّهُ فِي

سات عدد عجوہ کھجور کھائے اس دن اسے نہ زہر

ذَالِكَ الْيَوْمِ سَمٌّ وَلَا سِحْرٌ ۝

ضرر پہونچائے نہ جادو۔

۝ الطب، باب الدواء بالعجوۃ للسحر صفحہ ۸۵۹ دو طریقے سے باب شرب السم وبالدواء به صفحہ ۸۶۰ مسلم اطعمۃ ابوداؤد طب نسائی، ولیمہ۔

بَابُ مَنْ أَدْخَلَ الضِّيفَانَ عَشَرَةً عَشَرَةً وَالْجُلُوسِ عَلَى الطَّعَامِ عَشَرَةً عَشَرَةً صفحہ ۸۱۹

جس نے دس دس مہمان کو اندر بلایا اور دس دس آدمی کا کھانے پر بیٹھنا۔

حدیث ۵۴۶۶ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَمَّهُ عَمَدَتْ إِلٰى مُدٍّ مِنْ شَعِيرٍ جَشَتَهُ وَجَعَلَتْ مِنْهُ خَطِيفَةً وَعَصَرَتْ عُكَّةً عِنْدَهَا ثُمَّ بَعَثَتْنِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ فِي أَصْحَابِهِ فَدَعَوْتُهُ الْحَدِيثَ ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی والدہ ام سلیم نے ایک مد جو کا موٹا آٹا پیسا اور اس سے خطیفہ تیار کیا اور ان کے پاس جو کپہ تھا اسے نچوڑا پھر مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا حضور اپنے اصحاب میں تھے تو میں نے حضور کی خدمت میں دعوت پیش کی۔

یہ قصہ علامات نبوت میں پورا گزر چکا ہے یہاں ہم نے صرف چند الفاظ کی وجہ سے اس کو لکھا ہے۔ جَشَتَهُ اس کے معنیٰ ہیں جو کا موٹا آٹا پیسنا۔ خطیفہ دودھ پر آٹا چھڑک کر پکایا جاتا ہے جسے لوگ چاٹتے ہیں وہ کپہ جس کو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے نچوڑا تھا وہ گھی کا تھا۔

بَابُ لَعْقِ الْأَصَابِعِ وَمَصِّهَا قَبْلَ أَنْ تُمْسَحَ بِالْمِنْدِيلِ صفحہ ۸۲۰

انگلیوں کا چاٹنا اور اور اس کا چوسنا رومال سے پونچھنے سے پہلے۔

**توضیح** امام بخاری نے باب میں ان تمسح بالمندیل کی جو قید بڑھائی ہے یہ مسلم شریف میں ایک حدیث میں وارد ہے جو حضرت جابر سے مروی ہے۔ فرمایا فلا یمسح یدہ بالمندیل اپنے ہاتھوں کو رومال سے نہ پونچھو اور مصھا کی قید بھی حضرت جابر کی حدیث کے بعض طرق میں مذکور ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ فرمایا اذا طعم احدکم فلا یمسح یدہ حتیٰ یمصھا جب تم میں سے کوئی کھائے تو اپنا ہاتھ نہ پونچھے یہاں تک کہ اسے چوس لے۔

**حدیث ۲۴۶۷**

عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَلَا یَمْسَحْ یَدَہٗ حَتّٰی

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کھا چکو تو اپنے ہاتھ کو نہ پوچھو یہاں

یَلْعَقَھَا اَوْ یُلْعِقَھَا[1]

تک کہ اسے چاٹ لو یا اسے چٹالے۔

**تشریحات ۲۴۶۷**

حدیث کے اخیر میں حتیٰ یَلْعَقَھَا اَوْ یُلْعِقَھَا شک راوی نہیں بلکہ یہ تنویع کے لیے ہے یعنی اسے اختیار ہے خود چاٹ لے یا کسی ایسے شخص سے کہے جسے گھن نہ آتی ہو کہ تو چاٹ لے مثلاً خادم یا بیوی وغیرہ سے کہے۔

کھانے کے بعد انگلیاں صاف کیے بغیر رومال سے پونچھنا رومال کو بلا وجہ گندہ کرنا ہے اس لیے مستحب یہ ہے کہ انگلیاں صاف کر کے پھر رومال سے پونچھے اس زمانے میں پانی کی بہت کمی تھی عادت یہ تھی کہ کھانا کھا کر انگلیاں مُنھ سے صاف کر لیتے اور رومال سے پونچھ لیا کرتے یا ہاتھ مَل لیتے پنڈلیوں اور قدموں پہ پونچھ لیتے جیسا کہ حدیث آرہی ہے اب جب کہ ہمارے یہاں پانی بافراط ہے تو مستحب یہ ہے کہ دھولے اور پھر رومال سے پونچھے۔

## بَابُ الْمِنْدِیْلِ صف۸۲۰ رومال کا بیان

**حدیث ۲۴۶۸**

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْحَرِثِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ

سعید بن حارث نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا

عَنْہُ اَنَّہٗ سَئَلَہٗ عَنِ الْوَضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ فَقَالَ لَا! قَدْ

آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو ہے یا نہیں؟ فرمایا نہیں۔ ہم حضور اقدس

کُنَّا زَمَانَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا نَجِدُ مِثْلَ ذَالِکَ مِنَ الطَّعَامِ

صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسا کھانا بہت کم پاتے تھے۔ اگر کبھی پاتے

حوالہ

[1] مسلم، اطعمہ، نسائی، ولیمہ، ابن ماجہ اطعمہ۔

إِلَّا قَلِيلًا فَإِذَا نَحْنُ وَجَدْنَاهُ لَمْ تَكُنْ لَنَا مَنَادِيلُ إِلَّا أَكُفُّنَا وَسَوَاعِدُنَا

اور ہمارے لیے رومال نہیں تھے ہاں ہتھیلیاں اور کلائیاں اور قدم تھے (ان میں پونچھ

وَأَقْدَامُنَا ثُمَّ نُصَلِّي وَلَا نَتَوَضَّأُ ۱؎

لیتے) پھر نماز پڑھتے اور وضوء نہیں کرتے۔

**تشریحات** ۲۴۶۸ اس کا محل وہی ہے جو مذکور ہوا کہ پانی کی قلت کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔ نیز اس عہد میں کپڑے کی بھی کمی تھی عام طور پر لوگ رومال نہیں رکھتے تھے اور آج جب کہ پانی کی بھی فراوانی ہے اور کپڑے کی بھی تو مستحب یہ ہے کہ ہاتھ دھولیا جائے اور کپڑے سے پونچھ لیا جائے۔ اس لیے کہ اس میں صفائی زیادہ ہے۔

## بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهِ۔ صف ۸۲۰

کھانے سے فارغ ہوکر کیا پڑھے۔

**حدیث ۲۴۶۹** عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب دسترخوان اٹھا لیا

وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رُفِعَ مَائِدَتُهُ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا طَيِّبًا

جاتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھتے۔ سب تعریف اللہ کے لیے ہے بہت زیادہ پاکیزہ اور برکت

مُبَارَكًا فِيهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبُّنَا ۲؎

والی اے ہمارے رب یہ کبھی ختم نہ ہو اور نہ ایک بار مل کر دوبارہ نہ ملے اور نہ ایسی کہ جسکی حاجت نہ رہے

**حدیث ۲۴۷۰** عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ

حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهِ وَقَالَ مَرَّةً إِذَا رُفِعَ مَائِدَتُهُ

فارغ ہوئے اور کبھی کہا جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو کہتے۔ سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جو ہمیں کافی ہے جس نے

حوالہ

۱؎ ابن ماجہ، اطعمہ ۲؎ ابوداؤد، اطعمہ ترمذی، دعوات، نسائی، ولیمہ، وعمل الیوم واللیلۃ ابن ماجہ اطعمہ۔

قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَفَانَا وَاَرْوَانَا غَیْرَ مَكْفِیٍّ وَلَا مَكْفُوْرٍ وَقَالَ

ہمیں سیراب کیا جو منقطع نہ ہو جسمیں ناشکری نہ کی جائے اور کبھی کہتے تیرے لیے سب تعریف ہے اے ہمارے پروردگار

مَرَّةً لَكَ الْحَمْدُ رَبَّنَا غَیْرَ مَكْفِیٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًی رَبَّنَا۔

جو منقطع نہ ہو اور جو ایک بار آنے کے بعد دوبارہ نہ آئے۔ اور نہ ایسی جس کی طرف حاجت نہ رہے اے ہمارے پروردگار۔

**تشریحات** ۲۴۷

پہلے طریقے میں صرف یہ ہے جب دسترخوان اٹھا لیا جاتا تو یہ دعا پڑھتے اور دوسرے طریقے میں یہ ہے کہ جب کھانے سے فارغ ہوتے اور کبھی کہا جب دسترخوان اٹھا لیا جاتا اس سے ظاہر ہے کہ اختیار ہے فارغ ہوتے ہی فوراً دعا مانگ لے یا جب دسترخوان اٹھا لیا جائے تب دعا مانگے بزرگوں کا طریقہ ہم نے یہ دیکھا ہے کہ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد کھانا اٹھانے سے پہلے دعا مانگا کرتے ہیں کھانے کے بعد اسی دعا کی تخصیص نہیں احادیث میں متعدد دعائیں وارد ہیں جن کو حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ نے بہار شریعت کے سولہویں حصے میں جمع فرما دیا ہے جسے توفیق ہو سب دعائیں پڑھے ورنہ کوئی ایک پڑھ لے ــــ غَیْرَ مَكْفِیٍّ یہ کفایت سے اسم مفعول ہے اصل میں مکفوی تھا سید کے قاعدہ سے واؤ کو یاء سے بدلا یاء کا یاء میں ادغام کر دیا۔ اور فاء کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا ــــ مراد یہ ہے کہ منقطع نہ ہو۔

**بَابُ الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ مِثْلُ الصَّائِمِ الصَّابِرِ.** صف ۸۲۰

کھا کر شکر کرنے والا روزہ دار صبر کرنے والے کے مثل ہے۔

**ت** ۶۹۴ فِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

**تشریحات** ۶۹۴

ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الطاعم الشاکر بمنزلۃ الصائم الصابر اور امام حاکم نے مثل الصائم الصابر روایت کیا۔ جیسا کہ باب میں ہے۔

**بَابُ الرَّجُلِ یُدْعٰی اِلٰی طَعَامٍ فَیَقُوْلُ وَهٰذَا مَعِیَ** صف ۸۲۱

ایک شخص کھانے کے لیے بلایا گیا اور اس کے ساتھ کوئی اور ہو گیا تو وہ یہ کہے کہ یہ میرے ساتھ ہے۔

| ت ۶۹۵ | وَقَالَ اَنَسٌ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰی مُسْلِمٍ لَا یُتَّھَمُ فَکُلْ |
|---|---|
| | اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب تم کسی مسلمان کے پاس جاؤ |
| | مِنْ طَعَامِہٖ وَاشْرَبْ مِنْ شَرَابِہٖ ۔ |
| | جو متہم نہ ہو تو اس کے کھانے سے کھاؤ اور اسکے پینے کی چیز سے پیو ۔ |

**تشریحات ۶۹۵** اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا پوری تفصیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کوئی مسلمان کسی مسلمان کے پاس گیا خواہ بلایا گیا ہو یا نہ بلایا گیا ہو اور وہاں کھانے یا پینے کی چیز پائی تو کھائے یا نہیں؟ حضرت انس نے فرمایا کھائے اور پیے جب کہ وہ شخص جس کے پاس گیا ہے اپنے دین و مال میں متہم نہ ہو۔ مثلاً بد مذہب نہ ہو یا فاسق معلن نہ ہو۔ اور اس کی آمدنی حرام کی نہ ہو۔

**بَابُ اِذَا حَضَرَ الْعَشَاءُ فَلَا یَعْجَلْ عَنْ عَشَائِہٖ** صف ۸۲۱ — جب شام کا کھانا موجود ہو تو کھانا چھوڑ کر نماز پڑھنے میں جلدی نہ کرے۔

| حدیث ۲۴۷۱ | وَعَنْ اَیُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّہٗ |
|---|---|
| | حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ شام کا کھانا کھایا |
| | تَعَشّٰی مَرَّۃً وَھُوَ یَسْمَعُ قِرَاْۃَ الْاِمَامِ |
| | اور وہ امام کی قرات سن رہے تھے |

| حدیث ۲۴۷۲ | عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ |
|---|---|
| | ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے |
| | وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ وَحَضَرَ الْعَشَاءُ فَابْدَؤُا بِالْعَشَاءِ ۔ |
| | فرمایا جب نماز قایم کی جائے اور شام کا کھانا آجائے تو پہلے کھانا کھاؤ ۔ |

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب العقیقۃ صـ۸۲۱ عقیقہ کا بیان

عقیقہ اس بال کو کہتے ہیں جو ساتویں دن مولود کے سر سے مونڈا جاتا ہے اور عرف میں اس بکری کو کہتے ہیں جو ساتویں دن بچے کی پیدائش کے شکریہ میں ذبح کی جاتی ہے۔

نیز اس خاص ذبح کو عقیقہ کہتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ عقیقہ مستحب ہے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ سنت نہیں اس سے مراد ہے کہ سنت مؤکدہ نہیں۔ عقیقہ ساتویں روز مستحب ہے اور اگر ساتویں دن نہ ہو سکا تو جب توفیق ہو کرے بہتر یہ ہے کہ بچے کی پیدائش کا دن یاد رکھا جائے اس سے ایک دن پہلے کیا جائے مثلاً بچہ ہفتہ کو پیدا ہوا تو جمعہ کے دن کیا جائے ــــ عقیقہ کر کے بچے کا بال مونڈا جائے اور بال کو چاندی سے تول کر صدقہ کیا جائے۔ پائی میں زعفران بھگو کر بچے کے سر پہ ملا جائے۔ اور ساتویں دن اس کا نام رکھا جائے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا ساتویں دن عقیقہ کیا اور ان کا نام رکھا اگر کسی کا عقیقہ نہ ہوا ہو تو وہ خود اپنی طرف سے عقیقہ کر سکتا ہے خواہ کتنی ہی عمر ہو گئی ہو۔ فتاوی تنقیح الحامدیہ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عقیقہ کیا۔ صـ۲۳۳ ج دوم۔

## بَابُ تَسْمِيَةِ الْمَوْلُوْدِ غَدَاةَ يُوْلَدُ لِمَنْ لَمْ يُعَقَّ عَنْهُ وَتَحْنِيْكِهِ۔ صـ۸۲۱

پیدائش کے دن اس بچے کا نام رکھنا جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو اور اس کی تحنیک

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۴۷۳ | عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ وُلِدَ لِیْ غُلَامٌ |
| | حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرے ایک بچہ پیدا |
| | فَاَتَیْتُ بِہِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَمَّاہُ اِبْرَاھِیْمَ فَحَنَّکَہٗ بِتَمْرَۃٍ وَ |
| | ہوا میں اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا حضور نے ان کا نام ابراہیم رکھا اور چھوہارا چبا کر |

دَعَالَهٗ بِالْبَرَكَةِ وَدَفَعَهٗ اِلَيَّ وَكَانَ اَكْبَرَ وَلَدِ اَبِيْ مُوْسٰى [1]

ان کے تالو میں چپکایا اور ان کے لیے برکت کی دعاء کی اور ان کو مجھے دیا اور یہ ابو موسیٰ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔

**تشریحات ۲۴۷۳**:۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عقیقہ کرنے سے پہلے بھی نام رکھنا جائز ہے مگر افضل وہی ہے جو ہم نے پہلے لکھا۔

**تحنیک**: تحنیک کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ چھوہارا چبا کر بچے کے تالو میں چپکا دیا جائے یہ بھی مستحب ہے کہ جب بچہ پیدا ہو علماء، مشائخ، صالحین میں سے کسی کی خدمت میں پیش کیا جائے اور وہ کھجور یا کوئی میٹھی چیز چبا کر اس کے منہ میں ڈالدیں۔

## بَابُ إِمَاطَةِ الْاَذٰى عَنِ الصَّبِيِّ فِي الْعَقِيْقَةِ . صـ ۸۲۲

عقیقے میں بچے سے گندگی دور کرنا۔

**حدیث ۲۴۷۴** حَدَّثَنَا سَلْمَانُ بْنُ عَامِرٍ الضَّبِّيُّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَعَ الْغُلَامِ عَقِيْقَةٌ فَاَهْرِيْقُوْا عَنْهُ دَمًا وَّاَمِيْطُوْا عَنْهُ الْاَذٰى .

سلمان بن عامر ضبی نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے بچے کے ساتھ عقیقہ ہے اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے گندگی دور کرو۔

**تشریحات ۲۴۷۴**:۔ اس حدیث کو امام بخاری نے یہاں پانچ طریقے سے تخریج کی ہے چار پہلے والے طریقوں میں صرف یہ ہے "مَعَ الْغُلَامِ عَقِيْقَةٌ" اور اخیر طریقے میں وہ زیادتی ہے جو ہم نے ذکر کیا ان احادیث میں بعض طرق کو شراح نے معلق کہا لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔

"مع الغلام عقیقۃ":۔ اس سے ان لوگوں نے استدلال کیا جو یہ کہتے ہیں کہ عقیقہ واجب ہے نیز امام حسن وقتادہ کا مذہب یہ ہے کہ عقیقہ صرف بچے کی طرف سے کیا جائے گا اور بچی کی طرف سے نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ عقیقہ مستحب ہے بچے اور بچی دونوں کی طرف سے کیا جائے گا۔ ترمذی[2] میں ہے کہ حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خبر دی کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ بچے کی طرف سے



[1] الادب، باب من سمی باسماء الانبیاء صـ ۹۱۵ مسلم، الاستیذان۔

[2] ترمذی۔ اول باب ماجاء فی العقیقۃ صـ ۱۸۳۔

دو بکری پورے سال کی اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے۔ نیز اسی میں ہے کہ اُم کُرز نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عقیقے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا بچے کی طرف سے دو بکریاں اور بچی کی طرف سے ایک۔ اس سے تم پر کوئی ضرر نہ ہوگا۔ کہ وہ مادہ ہوں یا نر۔

**اذیٰ**:۔ اذیٰ سے مراد وہ بال ہے جو پیدائش کے وقت سر پر ہوتا ہے۔

| | |
|---|---|
| **حدیث ۲۴۷۵** | عَنْ حَبِيْبِ بْنِ الشَّهِيْدِ قَالَ أَمَرَنِي ابْنُ سِيْرِيْنَ أَنْ أَسْئَلَ |
| | حبیب بن شہید نے کہا مجھے ابن سیرین نے حکم دیا کہ میں حسن بصری سے پوچھوں کہ |
| | الْحَسَنَ مِمَّنْ سَمِعَ حَدِيْثَ الْعَقِيْقَةِ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ مِنْ |
| | عقیقے کی حدیث انہوں نے کس سے سنی تو میں نے ان سے پوچھا پس کہا کہ |
| | سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ |
| | سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ |

**تشریحات ۲۴۷۵**:۔ اس حدیث کے متن کو امام بخاری نے ذکر نہیں کیا۔ اصحاب سنن نے قتادہ کی روایت سے اس کا متن یہ ذکر کیا ہے" الغلام مرتھن بعقیقتہ یذبح عنہ یوم السابع ویحلق راسہ ویسمیٰ" بچہ اپنے عقیقے میں مرتہن ہے اس کی جانب سے ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے اور اس کے سر کو منڈایا جائے اور نام رکھا جائے۔ اس حدیث کی سند پر کچھ کلام کیا گیا ہے ایک یہ کہ عبداللہ بن ابی الاسود کے شیخ قریش بن انس کو خلط ہوتا تھا اسی طرح کچھ لوگوں نے کہا کہ حسن بصری کا سماع سمرہ بن جندب سے ثابت نہیں۔ اس کا جواب کچھ لوگوں نے یہ دیا کہ ہو سکتا ہے کہ عبداللہ بن ابی الاسود نے قریش بن انس سے اختلاط سے پہلے سنا ہو اور ابن حزم نے کہا کہ امام حسن بصری کا حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقیقے کی حدیث کے سوا سماع ثابت نہیں اسی لیے امام ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسی پر اہل علم کا عمل ہے۔

## بَابُ الْفَرَعِ صفحہ ۸۲۲ — فرع کا بیان

| | |
|---|---|
| **حدیث ۲۴۷۶** | عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ |
| | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا فَرَعَ وَلَا عَتِیْرَۃَ وَالْفَرَعُ اَوَّلُ

سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا فرع اور عتیرہ نہیں۔ فرع جانور کے اس پہلے بچے کو کہتے تھے

النِّتَاجِ کَانُوْا یَذْبَحُوْنَہٗ لِطَوَاغِیْتِھِمْ وَالْعَتِیْرَۃُ فِیْ رَجَبَ.

جس کو مشرکین اپنے بتوں کے لیے ذبح کرتے تھے اور عتیرہ رجب میں ہوتا تھا۔

## تشریحات ۲۴۷۶

عام روایتیں یہی ہیں کہ فرع اور عتیرہ نہیں مگر نسائی کی ایک روایت میں یہ ہے "نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الفرع والعتیرۃ" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرع اور عتیرہ سے منع فرمایا۔ اس کے برخلاف بہت سی حدیثوں میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرع اور عتیرہ کی اجازت دی۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ عہد جاہلیت میں اس کو قربت سمجھ کر کرتے تھے اور فرع بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے ممانعت کا محمل یہ ہے کہ بتوں کے نام پر ذبح کرنا مطلقاً منع ہے بلکہ کفر ہے اللہ کے نام پر ذبح کرنے کی اجازت ہے وہ بھی کوئی قربت نہیں صرف مباح ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

257

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب الذبائح والصید والتسمیۃ

صفحہ ۸۲۳

## ذبیحہ اور شکار اور بسم اللہ پڑھنے کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَمَا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ وَالْمُنْخَنِقَۃُ وَالْمَوْقُوْذَۃُ وَالْمُتَرَدِّیَۃُ وَالنَّطِیْحَۃُ وَمَا اَکَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِکُمْ فِسْقٌ ط اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْھُمْ وَاخْشَوْنِ (سورہ مائدہ آیت ۳)

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور وہ جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کر لو اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا۔ اور پانسے ڈال کر فال نکالنا۔ یہ گناہ کا کام ہے آج تمہارے دین کی طرف کافروں کی آس ٹوٹ گئی تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔ (مائدہ آیت ۳)

وَقَوْلِہٖ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّکُمُ اللّٰہُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُہٗٓ اَیْدِیْکُمْ وَرِمَاحُکُمْ لِیَعْلَمَ اللّٰہُ مَنْ یَّخَافُہٗ بِالْغَیْبِ فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَلَہٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (سورہ مائدہ آیت ۹۴)

اے ایمان والو! ضرور اللہ تمہیں آزمائے گا ایسے بعض شکار سے جس تک تمہارا ہاتھ اور نیزے پہونچیں کہ اللہ پہچان کرا دے ان کی جو اس سے بن دیکھے ڈرتے ہیں پھر اس کے بعد جو حد سے بڑھے اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(مائدہ آیت ۹۴)

ب ۵۵ ۶۹۶ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْعُقُوْدُ الْعُهُوْدُ مَا اُحِلَّ وَحُرِّمَ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ۔

پوری آیت یہ تھی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ

اے ایمان والو! اپنے قول پورے کرو تمہارے لیے حلال ہوئے بے زبان مویشی مگر وہ جو تم کو آگے سنایا جائے گا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا یہاں عقود سے مراد جن چیزوں کو حلال فرمایا اسے حلال سمجھنا اور جن چیزوں کو حرام فرمایا اسے حرام سمجھنا اور چوپائے حلال ہیں مگر وہ جن کے حرام ہونے کا ذکر آگے ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس سے مراد خنزیر ہے۔ یعنی چوپاؤں کی نوع میں خنزیر کی حرمت صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ بقیہ جانوروں کا حرام ہونا عوارض کی وجہ سے ہے مثلاً حالتِ احرام کا شکار یا نطیحہ وغیرہ۔

يَجْرِمَنَّكُمْ، یحملنکم، شنآن، عداوۃ۔ تم کو عداوت برانگیختہ نہ کرے۔ اَلْمُنْخَنِقَةُ تُخْنَقُ فَتَمُوْتُ، جس کا گلا گھونٹ دیا جائے اور مرجائے۔ الموقوذۃ تُضْرَبُ بِالْخَشَبِ تُوْقَذُهَا فَتَمُوْتُ۔ جس کو لکڑی سے مارا جائے یہاں تک کہ مرجائے مراد یہ ہے کہ بغیر دھار دار آلے سے مارا جائے۔ المتردیۃ تتردّیٰ من الجبل۔ جو پہاڑ سے گر کر مرے پہاڑ کی تخصیص نہیں کسی بلندی سے گر کر مرے یا کنویں یا گڑھے میں گر کر مرے۔ النطیحۃ۔ تنطح الشاۃ فما ادرکتہ یتحرك بذنبہ او بعینہ فاذبح وکل۔ جسے بکری نے سینگ مار دیا ہو تو جس کو پاؤ تم کہ دُم یا آنکھ ہلا رہی ہو اسے ذبح کرو اور کھاؤ۔ بکری کی تخصیص نہیں کسی بھی جانور نے سینگ مارا ہو یا پاؤں سے روند دیا ہو اور مرجائے تو اس کا کھانا حرام ہے لیکن اگر وہ زندہ ہو تو ذبح کر کے کھایا جا سکتا ہے۔ زندہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ دم ہلا رہا ہو یا پاؤں ہلا رہا ہو یا آنکھ ہلا رہا ہو۔

بَابُ صَيْدِ الْمِعْرَاضِ۔ صـ۸۲۳ تیر کی ڈنڈی کا شکار۔

**توضیح** شکار پر تیر چلایا مگر اس کا پھل شکار کو نہ لگا مگر اس کی ڈنڈی اتنی زور سے لگی کہ شکار مرگیا مثلاً پرندہ تھا یا خرگوش اس کا کھانا حرام ہے۔ اسی طرح لاٹھی یا پتھر وغیرہ سے مارا اور جانور مرگیا تو وہ بھی حرام ہے یہ وقیذہ میں داخل ہے۔

ب ۵۵ ۶۹۷ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فِي الْمَقْتُوْلَةِ بِالْبُنْدُقَةِ تِلْكَ الْمَوْقُوْذَةُ

اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جو غلّے سے مارا گیا ہو موقوذہ ہے یعنی

وَكَرِهَهُ سَالِمٌ وَالْقَسِمُ وَمُجَاهِدٌ وَإِبْرَاهِيمُ وَعَطَاءٌ وَالْحَسَنُ وَكَرِهَ الْحَسَنُ

حرام ہے اور اسے سالم اور قاسم اور مجاہد اور ابراہیم اور عطاء اور حسن نے مکروہ جانا اور حسن

رَمْيَ الْبُنْدُقَةِ فِي الْقُرَى وَالْأَمْصَارِ وَلَا يَرَى بَأْسًا فِيمَا سِوَاهُ.

نے یہ بھی مکروہ جانا کہ بستیوں اور شہروں میں گلے پھینکے جائیں اور بستی کے علاوہ میں کوئی حرج نہیں جانا۔

**تشریحات** ۶۹۷ اس زمانے میں مٹی کے گلے بنائے جاتے تھے اسی کا یہ حکم مذکور ہے اسی پر قیاس کرکے بندوق کے سیسے کی گولی سے جو جانور شکار کیا جائے وہ بھی حرام ہے۔

## بَابُ صَيْدِ الْقَوْسِ صفحہ ۸۲۳ کمان کے شکار کا بیان

**ت** ۶۹۸ وَقَالَ الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمُ إِذَا ضَرَبَ صَيْدًا فَبَانَ مِنْهُ يَدٌ

امام حسن بصری اور ابراہیم نخعی نے فرمایا جب کسی شکار کو مارا اور اس کا ہاتھ یا پاؤں کٹ

أَوْ رِجْلٌ فَلَا يَأْكُلِ الَّذِي بَانَ وَيَأْكُلُ سَائِرَهُ.

کر الگ ہوگیا ہو تو جو الگ ہوگیا اسے نہ کھائے اور بقیہ کو کھائے۔

**ت** ۶۹۹ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ إِذَا ضَرَبْتَ عُنُقَهُ أَوْ وَسَطَهُ فَكُلْهُ.

اور امام ابراہیم نخعی نے فرمایا جب تو اس کی گردن کو مارے یا کمر کو مارے تو اسے کھا۔

**ت** ۷۰۰ وَقَالَ الْأَعْمَشُ عَنْ زَيْدٍ اسْتَعْصَى عَلَى آلِ عَبْدِ اللهِ حِمَارٌ

اور اعمش نے کہا زید بن وہب سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود کی آل کے قبضے سے ایک گورخر

فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَضْرِبُوهُ حَيْثُ تَيَسَّرَ دَعُوا مَا سَقَطَ مِنْهُ وَكُلُوهُ.

نکل گیا تو انہوں نے انہیں حکم دیا کہ جہاں ہو سکے اس کو مارو جو اس کے جسم سے کٹ کر گر جائے اسے چھوڑ دو بقیہ کھاؤ۔

**تشریحات:** ذبح کی دو قسمیں ہیں اختیاری اور اضطراری ــــ اختیاری یہ ہے کہ جانور اپنے قابو میں ہو تو یہ ضروری ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر گردن کی چار رگیں کاٹی جائیں یا کم از کم تین ــــ اضطراری یہ ہے کہ جانور قابو میں نہیں مثلاً جانور بھاگ رہا ہے یا گڑھے وغیرہ میں گر گیا ہے اس کا ظنِ غالب ہے

کہ گڑھے سے نکالتے نکالتے مرجائے گا تو ایسی حالت میں کسی دھار دار آلے سے جسم کے کسی حصے میں زخم لگا دیا جائے بسم اللہ پڑھ کر ــــ ہاں جسم کا کوئی عضو اگر کٹ کر الگ ہو جائے اس کا کھانا جائز نہیں۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۴۷۷ | عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ قَالَ قُلْتُ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اِنَّا بِاَرْضِ قَوْمٍ |
| | حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! ہم اہل |
| | اَھْلِ کِتَابٍ اَفَنَاْکُلُ فِیْ اٰنِیَتِھِمْ وَبِاَرْضِ صَیْدٍ اَصِیْدُ بِقَوْسِیْ وَبِکَلْبِیَ الَّذِیْ |
| | کتاب کی سرزمین میں ہیں کیا ہم ان کے برتنوں میں کھائیں اور ہم شکار کی سرزمین میں ہیں۔ میں اپنی کمان اور اپنے |
| | لَیْسَ بِمُعَلَّمٍ وَبِکَلْبِیَ الْمُعَلَّمِ فَمَا یَصْلُحُ لِیْ قَالَ اَمَّا مَا ذَکَرْتَ مِنْ اَھْلِ |
| | اس کتے سے شکار کرتا ہوں جو سدھایا ہوا نہیں اور اپنے اس کتے سے جو سدھایا ہوا ہے شکار کرتا ہوں۔ ان میں |
| | الْکِتَابِ فَاِنْ وَجَدْتُّمْ غَیْرَھَا فَلَا تَاْکُلُوْا فِیْھَا وَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاغْسِلُوْھَا |
| | سے کون میرے لیے درست ہے فرمایا تم نے جو اہل کتاب کے برتنوں کا ذکر کیا پس اگر تم ان کے علاوہ اور کوئی برتن پاؤ |
| | وَکُلُوْا فِیْھَا وَمَا صِدْتَ بِقَوْسِکَ وَذَکَرْتَ اسْمَ اللّٰہِ فَکُلْ وَمَا صِدْتَ |
| | تو ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ اور اگر تم دوسرا برتن نہ پاؤ تو ان کے برتنوں کو دھوؤ اور اس میں کھاؤ اور جو تم اپنی کمان |
| | بِکَلْبِکَ الْمُعَلَّمِ فَذَکَرْتَ اسْمَ اللّٰہِ فَکُلْ وَمَا صِدْتَ بِکَلْبِکَ غَیْرِ |
| | سے شکار کرو اور اللہ کا نام ذکر کرو تو اسے کھاؤ اور جو تم نے اپنے سدھائے ہوئے کتے سے شکار کیا اور اللہ کا نام لیا تو کھاؤ اور |
| | مُعَلَّمٍ فَاَدْرَکْتَ ذَکَاتَہٗ فَکُلْ [1] |
| | جو اپنے بغیر سدھائے ہوئے کتے سے شکار کیا پس اگر اسے زندہ پاؤ اور ذبح کر لو تو اسے کھاؤ۔ |

## بَابُ الْخَذْفِ وَالْبُنْدُقَةِ ص۸۲۳ روڑا اور غلّہ مارنا۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۴۷۸ | عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ اَنَّہٗ رَاٰی رَجُلًا یَخْذِفُ فَقَالَ لَہٗ |
| | حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ روڑا |

[1] باب ماجاء فی التصید ص۸۲۵ و باب اٰنیۃ المجوس والمیتۃ ص۸۲۶۔

لَا تَخْذِفْ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْخَذْفِ

پھینک رہا ہے تو اس سے فرمایا روڑا مت پھینک۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روڑا

أَوْ كَانَ يَكْرَهُ الْخَذْفَ وَقَالَ إِنَّهُ لَا يُصَادُ بِهٖ صَيْدٌ وَلَا يُنْكَأُ بِهٖ عَدُوٌّ وَلٰكِنَّهَا

پھینکنے سے منع فرمایا یا روڑا پھینکنے کو ناپسند فرماتے تھے اور فرمایا کہ اس سے نہ تو شکار ہوتا ہے اور نہ دشمن کو زخم

قَدْ تَكْسِرُ السِّنَّ وَتَفْقَأُ الْعَيْنَ ثُمَّ رَآهُ بَعْدَ ذٰلِكَ يَخْذِفُ فَقَالَ

پہنچتا ہے لیکن وہ کبھی دانت توڑ دیتا ہے اور آنکھ پھوڑ دیتا ہے ۔ اس کے بعد انہوں نے اس شخص کو دیکھا کہ روڑا

لَهٗ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ نَهٰى

پھینک رہا ہے تو اس سے فرمایا میں نے تجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان کیا ہے کہ انہوں نے روڑا پھینکنے

عَنِ الْخَذْفِ أَوْ كَرِهَ الْخَذْفَ وَأَنْتَ تَخْذِفُ لَا أُكَلِّمُكَ كَذَا وَكَذَا[1]

سے منع فرمایا ہے یا روڑا پھینکنے کو ناپسند فرمایا ہے پھر بھی تو روڑا پھینک رہا ہے میں تجھ سے اتنے اتنے دن بات نہیں کروں گا۔

## تشریحات ۲۴۷۸

"خَذْفٌ" انگلیوں سے کنکری پھینکنا۔ اور کچھ لوگوں نے کہا کہ انگوٹھے اور کلمے کی انگلی سے کنکری پھینکنا۔ یا گوپھن وغیرہ سے پھینکنا حدیث سے ثابت ہوا کہ بلاضرورت کنکر ڈھیلا وغیرہ اِدھر اُدھر پھینکنا منع ہے۔

## بَابُ إِذَا أَكَلَ الْكَلْبُ صفحہ ۸۲۴ — جب شکار کو کتا کھائے (تو اسے نہ کھاؤ)

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ اِجْتَرَحُوْا اِكْتَسَبُوْا

(سورہ مائدہ آیت ۴)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اے محبوب تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال ہوا۔ تم فرمادو کہ حلال کی گئیں تمہارے لیے پاک چیزیں ـــــ اور شکاری جانور جو تم نے سدھا لیے۔ انہیں شکار پر دوڑاتے اور جو علم تمہیں خدا نے دیا انہیں سکھاتے تو کھاؤ اس میں سے جو وہ مار کر تمہارے لیے رہنے دیں اور اس پر اللہ کا

[1] مسلم. ذبائح۔

نام لو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ کو حساب کرتے دیر نہیں لگتی۔

اجترحوا کے معنیٰ یہ ہے کہ انہوں نے کمایا۔

**توضیح** اس آیت میں طیبات سے مراد وہ چیزیں ہیں جنہیں سلیم الطبع لوگ کھاتے ہیں انہیں گھن نہ آئے اس کے بالمقابل خبیث ہے یعنی گھناؤنی چیزیں جنہیں سلیم الطبع لوگ کھانے سے گھن کریں۔

**کلب مُعَلَّمُ** ــــ وہ شکاری جانور ہے جسے سدھالیا گیا ہو یعنی اسے اس کا عادی بنادیا گیا ہے کہ شکار دیکھ کر خود انہیں نہ جھپٹے جب اسے شکار پہ چھوڑا جائے تو جائے اور جب بلایا جائے تو فوراً واپس آجائے اور شکار کو پکڑ کر اس میں سے کچھ نہ کھائے بلکہ مار کر یا زخمی کر کے چھوڑ دے۔ یا مالک کے پاس اٹھالائے اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک نہ پائی جائے تو وہ معلم نہ ہوگا۔ اس کا کیا ہوا شکار کھانا حرام ہوگا نیز شکار کو حلال ہونے کے لیے مندرجہ ذیل شرطیں ہیں۔

وہ جانور مسلمان کا ہو۔ بسم اللہ پڑھ کر اسے چھوڑا گیا ہو۔ اس نے جانور کو دانتوں یا ناخنوں سے زخمی کیا ہو۔ اور اس میں سے خود کچھ نہ کھایا ہو۔ اور اگر وہ جانور شکاری کو زندہ ملا تو اس کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ اس معلم جانور کے ساتھ غیر معلم شکار میں شریک نہ ہو یا کسی غیر مسلمان کا شکاری جانور شریک نہ ہوا ہو۔ یا بغیر بسم اللہ پڑھے ہوئے چھوڑا ہوا جانور شریک نہ ہوا ہو۔ کتے ہی کی تخصیص نہیں کسی بھی درندہ جانور کو سدھالیا جائے خواہ وہ چوپایہ ہو یا پرندہ ہو مثلاً چیتا، شکرہ، باز، شاہین وغیرہ۔

**مُکَلِّبُ** ــــ یہ کلب سے مشتق ہے اس سے مراد ہے سدھایا ہوا شکاری جانور چونکہ زیادہ تر کتے ہی سے شکار رائج ہے اس لیے اسی سے یہ لفظ بنایا اور مراد معنیٰ عام ہے۔ سدھایا ہوا شکاری جانور یا یہ کَلَبٌ سے مشتق ہے جس کے معنیٰ سدھانے کے ہیں۔

**اِجْتَرَحُوْا** ــــ اجترحوا کا ذکر یہاں استطراداً ہے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اجترح کا معنیٰ اکتسب بھی ہے۔

**جَوَارِحُ** ــــ جوارح جارحۃ کی جمع ہے۔ اس سے مراد شکاری جانور ہے اس کے لفظی معنیٰ ہیں کمانے والے کے۔

| | |
|---|---|
| **ت** | وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنْ أَكَلَ الْكَلْبُ فَقَدْ أَفْسَدَهُ إِنَّمَا أَمْسَكَ |
| ۷۰۱ | اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اور اگر کتا کھالے تو اس نے شکار کو |

عَلٰی نَفْسِہٖ وَاللّٰہُ تَعَالٰی یَقُوْلُ تُعَلِّمُوْنَھُنَّ مِمَّا عَلَّمَکُمُ اللّٰہُ فَیُضْرَبُ یُعَلَّمُ حَتّٰی

خراب کردیا اس نے اپنے لیے اسے روکا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ نے تم کو جو علم دیا ہے اس سے انہیں سکھاؤ تو اسے مارا جائے اور

یَتْرُکَ وَکَرِھَہٗ ابْنُ عُمَرَ وَقَالَ عَطَاءٌ اِنْ شَرِبَ الدَّمَ وَلَمْ یَاْکُلْ فَکُلْ۔

سکھایا جائے یہاں تک کہ چھوڑ دے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسے مکروہ جانا اور عطاؔ نے کہا اگر خون پیئے اور کھائے نہیں تو کھاؤ۔

**تشریحات** جمہور کا مذہب یہی ہے کہ اگر شکاری جانور شکار میں سے کچھ کھائے تو اس کا کھانا جائز نہیں اور یہی صحیح ہے۔ مگر یہ حکم صرف چوپائے شکاری جانوروں کے لیے ہے اگر وہ شکاری جانور پرندہ ہے جیسے شکرہ یا باز اور اس نے شکار میں سے کچھ کھا لیا تو مابقی کے کھانے میں حرج نہیں اور اگر کتے نے صرف خون پیا گوشت نہیں کھایا تو بھی شکار حلال ہے۔

**بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ۔** صـ۸۲۵ اور تمہارے لیے دریا کا شکار حلال کیا گیا۔

**توضیح** یہ آیت محرم کے بارے میں وارد ہے کہ حالت احرام میں خشکی کا شکار کرنا حرام ہے مگر دریائی جانور کا شکار کرنا حالتِ احرام میں بھی جائز ہے۔ مگر اس کے عموم سے حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ نے استدلال کیا کہ دریا کے تمام جانور حلال ہیں۔ صرف مچھلی کی تخصیص نہیں۔

**ث** وَقَالَ عُمَرُ صَیْدُہٗ مَا اُصْطِیْدَ وَطَعَامُہٗ مَا رُمِیَ بِہٖ۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آیۂ کریمہ میں جو فرمایا گیا کہ تمہارے لیے دریا کا شکار اور اس کا طعام حلال کیا گیا اس میں صید سے مراد وہ جانور ہے جسے شکار کیا جائے۔ اور طعام سے مراد وہ جانور ہے جسے دریا پھینک دے مثلاً موج الٹی اور خشکی پر گری اس میں مچھلیاں آ گئیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ طعام سے مراد وہ ہے جسے زادِ راہ کے طور پر ساتھ رکھا جائے۔

| | |
|---|---|
| **ت** | وَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ الطَّافِیْ حَلَالٌ |
| ۷۰۳ | اور حضرت ابوبکر نے فرمایا جو مچھلی پانی کے اوپر آجائے وہ حلال ہے |

یعنی جو مچھلی دریا کے پانی میں مرجائے اور مر کر پانی کے اوپر دریا میں تیرنے لگے اس کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے ہمارے یہاں اس کا کھانا جائز نہیں۔ ہماری دلیل حضرت

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے: "جس کو دریا نے باہر ڈال دیا یا دریا سے نکالی گئی اسے کھاؤ اور جو پانی میں مرجائے اور اوپر آجائے اسے نہ کھاؤ۔" اس حدیث کی سند پر کلام کیا گیا ہے مگر علامہ عینی نے تحقیق فرمائی کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

| | |
|---|---|
| ف ۵۵ ۷۰۴ | وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا طَعَامُہٗ مَیْتَتُہٗ اِلَّا |
| | اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ آیۂ کریمہ میں طعام |
| مَا قَذِرْتَ مِنْہَا ۰ | |
| سے مراد سمندر کا مردہ جانور ہے مگر وہ جس سے گھن آئے ۰ | |

ہمارا مذہب یہ ہے کہ مچھلی کے علاوہ اور کوئی دریائی جانور حلال نہیں۔ اس لیے کہ سب کے کھانے سے سلیم الطبع لوگوں کو گھن آتی ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا "وَیُحَرِّمُ عَلَیْہِمُ الْخَبٰٓئِثَ"۔ اور ان پر گھنونی چیزیں حرام فرماتے ہیں۔ (اعراف آیت ۱۵۷)

وَالْجِرِّیْثُ لَا تَاْکُلُہُ الْیَہُوْدُ وَنَحْنُ نَاْکُلُہٗ۔

اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ جِرِّیث کو یہود نہیں کھاتے اور ہم کھاتے ہیں۔

**جِرِّیث:** ایک قسم کی مچھلی ہے سانپ کے شکل کی جس پر چونیاں نہیں ہوتیں جس کو فارسی میں مار ماہی اور ہماری زبان میں بام کہتے ہیں یہ حلال ہے۔

| | |
|---|---|
| ف ۵۵ ۷۰۵ | وَقَالَ اَبُوْ شُرَیْحٍ صَاحِبُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ |
| | ابو شریح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی نے فرمایا سمندر |
| وَسَلَّمَ کُلُّ شَیْءٍ فِی الْبَحْرِ مَذْبُوْحٌ ۰ | |
| کی ہر چیز ذبح کی ہوئی ہے۔ | |

**تشریح ۷۰۵ ۵۵** یعنی اسے کھانے کے لیے ذبح کی ضرورت نہیں اس میں لم یہ ہے کہ خشکی کے جانور میں خون ہوتا ہے جو ناپاک ہے۔ ذبح کرکے اس کو اس سے نکال دیا جاتا ہے اور دریائی جانور میں خون نہیں ہوتا اس لیے اس کے ذبح کی ضرورت نہیں۔

بخاری کے ہندوستانی نسخوں میں ابو شریح ہے مگر فتح الباری، عمدۃ القاری قسطلانی میں شریح ہے اور یہی صحیح ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

ت ۷۰۶ وَقَالَ عَطَاءٌ اَمَّا الطَّيْرُ فَارَى اَنْ يَذْبَحَهُ.

اور عطاء نے کہا کہ چڑیا کو ذبح کرے۔

ت ۷۰۷ وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ صَيْدُ الْاَنْهٰرِ وَقِلَاتُ السَّيْلِ اَصَيْدُ بَحْرٍ؟ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ تَلَا "هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا"

ابن جریج نے کہا میں نے عطاء سے پوچھا کہ نہروں اور سیلاب کے گڑھوں کا شکار دریا کا شکار ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر تلاوت فرمایا یہ میٹھا ہے نہایت شیریں اور یہ کھاری ہے نہایت کڑوا اور ہر ایک میں سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو۔ (فاطر ۱۲)

ت ۷۰۸ وَرَكِبَ الْحَسَنُ عَلٰى سَرْجٍ مِنْ جُلُوْدِ كِلَابِ الْمَاءِ.

اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی کے کتوں کی کھال کی زین پر سوار ہوئے۔

تشریحات ۷۰۸ غالباً امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ "کلب الماء" حلال ہے اگر حرام ہوتا تو اس کی کھال ناپاک ہوتی پھر اس کی کھال پر سوار ہونا جائز نہ ہوتا۔

اقول وھو المستعان: زین کھال کی دباغت کے بعد بنائی جاتی ہے اور دباغت کے بعد ہر کھال پاک ہو جاتی ہے سوائے خنزیر کے اگرچہ وہ مردار حرام جانور کی ہو۔

ت ۷۰۹ وَقَالَ الشَّعْبِيُّ لَوْ اَنَّ اَهْلِيْ اَكَلُوا الضَّفَادِعَ لَاَطْعَمْتُهُمْ.

اور امام شعبی نے کہا اگر میرے اہل مینڈک کھائیں تو میں ان کو کھلاؤں گا۔

تشریحات ۷۰۹ امام شعبی کا مذہب یہی تھا مگر صحیح یہ ہے کہ مینڈک کا کھانا جائز نہیں۔ ابوداؤد نے طب[1] اور ادب میں اور نسائی نے صید میں عبدالرحمٰن بن عثمان سے روایت کیا کہ ایک طبیب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مینڈک کے بارے میں پوچھا کہ اسے دوا

[1] ابوداؤد ص ۱۸۵ ج ۲

میں شامل کروں. تو حضور نے اس کے قتل کرنے سے منع فرمایا۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام اسحٰق بن راہویہ اور ابوداؤد طیالسی نے اپنے مسانید میں روایت کیا۔ نیز دارمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی اسی مضمون کی حدیث روایت کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مینڈک کو قتل کیے بغیر کھانا ممکن نہیں اس لیے اس کا کھانا جائز نہ ہوگا۔

| ت ۷۱۰ | وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بِالسَّلَحْفَاةِ بَأْسًا . |
|---|---|
| | اور امام حسن بصری نے کچھوا کھانے میں کوئی حرج نہیں جانا۔ |

**تشریح ۷۱۰:** ہمارے یہاں کچھوا کھانا بھی حرام ہے اس لیے کہ یہ بھی گھنونی چیز ہے اور خبائث میں داخل ہے۔

| ت ۷۱۱ | وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ كُلْ مِنْ صَيْدِ الْبَحْرِ وَإِنْ |
|---|---|
| | اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا دریا کا شکار کھا اگرچہ اسے |
| | صَادَهُ نَصْرَانِيٌّ أَوْ يَهُودِيٌّ أَوْ مَجُوسِيٌّ . |
| | نصرانی یا یہودی یا مجوسی نے شکار کیا ہو۔ |

| ت ۷۱۲ | وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فِي الْمُرِّيِّ ذَبَحَ الْخَمْرَ النِّينَانُ وَالشَّمْسُ . |
|---|---|
| | اور ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مُرّی کے بارے میں فرمایا کہ شراب کو مچھلیوں اور دھوپ نے ذبح کر دیا۔ |

**تشریح ۷۱۲:** اہل شام شراب میں مچھلی اور نمک ڈال کر دھوپ میں رکھ دیتے جب وہ بدل جاتا تو کھاتے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ وہ حلال ہے جیسے وہ شراب جو سرکہ ہو جائے۔

## بَابُ أَكْلِ الْجَرَادِ۔ صفحہ ۸۲۶ ٹڈی کھانے کا بیان

| حدیث ۲۴۷۹ | عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ |
|---|---|
| | حضرت عبداللہ بن ابو اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے نبی |

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ اَوْ سِتًّا كُنَّا نَاكُلُ الْجَرَادَ مَعَهٗ ۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم رکاب ہو کر سات یا چھ غزوے کیے اور ہم حضور کے ساتھ ٹڈی کھاتے تھے۔

**تشریح ۲۴۷۹:** ٹڈی کھانا جائز ہے اور اسے بغیر ذبح کیے ہوئے کھایا جاتا ہے۔

بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الذَّبِيْحَةِ وَمَنْ تَرَكَ مُتَعَمِّدًا ا صـ ۸۲۶

ذبیحے پر بسم اللہ پڑھنا اور جس نے قصداً بسم اللہ پڑھنا چھوڑا۔

**ت ۷۱۳**

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَنْ نَسِيَ فَلَا بَأْسَ ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جو تسمیہ بھول گیا تو کوئی حرج نہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے بیشک وہ فسق ہے اور

لَفِسْقٌ وَالنَّاسِيْ لَا يُسَمّٰى فَاسِقًا ۔

بھولنے والے کو فاسق نہیں کہتے۔

**توضیح** ذبح صحیح ہونے کے لیے ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا شرط ہے اگر کوئی قصداً نہ پڑھے تو جانور مردار ہو جائے گا۔ اور اگر بھول گیا نہیں پڑھا تو کوئی حرج نہیں۔ امام بخاری نے اس کی تائید میں آیت مذکورہ نقل فرمائی۔ وجہ احتجاج یہ ہے کہ جس جانور میں ذبح کے وقت بسم اللہ نہ پڑھی جائے اس کے نہ کھانے کی وجہ اللہ عزوجل نے یہ بیان فرمائی کہ یہ فسق ہے، فسق اسی وقت ہوگا جب قصداً بسم اللہ نہ پڑھی۔ اور اگر بھول گیا نہیں پڑھا تو فسق نہیں جب فسق نہیں تو اس کے کھانے میں حرج نہیں۔

وَقَوْلُهٗ عَزَّ وَجَلَّ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰى اَوْلِيَآئِهِمْ ۔

بیشک شیاطین اپنے اولیاء کے دل میں ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم انکی اطاعت کرو گے تو مشرک ہو جاؤ گے۔

**توضیح:** حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا شرط نہیں۔

اگر کوئی شخص قصداً بسم اللہ نہ پڑھے تو بھی جانور حلال ہے اور وہ آیۂ کریمہ فلا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ اس سے مراد مردار ہے یا وہ جانور ہے جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہے اسی کو فسق کہا گیا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا۔ او فسقا اُھِلَّ لغیر اللہ بہ اور اس پر قرینہ بعد کی آیت ہے فرمایا شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔ ان کے دل میں یہ ڈالتے ہیں کہ یہ عجیب بات ہے جسے تم قتل کرتے ہو اسے کھاتے ہو اور جسے اللہ مار ڈالے اسے نہیں کھاتے اس سے سمجھ میں آگیا کہ شروع آیت میں جو مذکور ہے "جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اسے نہ کھاؤ" اس سے مراد مردار ہے۔

## بَابُ ذبائح اھل الکتاب وشحومھا من اھل الحرب ومن غیرھم وقولہ عز وجل الیوم احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم۔ صف ۸۲۸

اہل کتاب کے ذبیحے اور ان کی چربیاں وہ حربی ہوں یا کچھ اور اللہ عز وجل کے ارشاد کا بیان آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئیں ہیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے۔

**توضیح** اس آیت میں طعام سے مراد ذبیحہ ہے۔ چونکہ اس عہد کے یہود و نصاریٰ بسم اللہ پڑھ کر جانور ذبح کرتے تھے اور یہ ان کی عادت معلوم و مشہور تھی۔ اس لیے ان کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے کھانا حلال تھا۔ آج کے یورپ کے باشندے اگرچہ اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں مگر عام طور پر یہ دہریہ ہو چکے ہیں۔ اور یہ بغیر بسم اللہ پڑھے ہوئے جھٹکا دیتے ہیں اب تو مشینوں سے ذبح کا رواج ہو گیا ہے۔ اس لیے یورپ کے نصاریٰ کا گوشت کھانا جائز نہیں۔ یعنی جو گوشت پکاتے ہوں یا بیچتے ہوں ان کا کھانا جائز نہیں۔

| | |
|---|---|
| ف ۱۴ | وَقَالَ الزُّھْرِیُّ لَا بَاْسَ بِذَبِیْحَۃِ نَصَارَی الْعَرَبِ وَاِنْ سَمِعْتَہٗ |
| | امام زہری نے کہا عرب کے نصاریٰ کا ذبیحہ کھانے میں کوئی حرج نہیں اور اگر تم نے سنا اس سے کہ نام لیتا |
| | یُسَمِّیْ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَلَا تَاْکُلْ وَاِنْ لَّمْ تَسْمَعْہُ فَقَدْ اَحَلَّہُ اللّٰہُ وَعَلِمَ کُفْرَھُمْ۔ |
| | ہے غیر اللہ کا تو نہ کھاؤ اور اگر اس سے نہ سنا تو بلاشبہہ اللہ نے اسکو حلال کیا ہے حالانکہ ان کے کفر کو اللہ جانتا ہے۔ |
| ف ۱۵ | وَیُذْکَرُ عَنْ عَلِیٍّ نَحْوُہٗ۔ |
| | اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت ذکر کی جاتی ہے۔ |

**تشریح ۷۱۵** یعنی اصل یہ ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ کھانا جائز ہے لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ انہوں نے جانور کو اللہ کے نام پر نہیں ذبح کیا کسی اور کے نام پر ذبح کیا ہے تو پھر اس کا کھانا جائز نہیں ہوگا جیسا کہ آج کل کے نصاریٰ کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ بوقت ذبح بسم اللہ نہیں پڑھتے ہیں بلکہ اب تو ذبح نہیں کرتے۔ مشینوں کے حوالہ کر دیتے ہیں یا ذبح سے پہلے جھٹکا دیتے ہیں جس میں یہ اندیشہ ہے کہ جھٹکا دینے میں ان رگوں کے کٹنے سے پہلے ہی مر نہ گیا ہو جن کا ذبح میں کٹنا ضروری ہے اس لیے کہ جھٹکا جانور کو اوندھے لٹا کر پیٹھ کی طرف سے دیتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| ت ۷۱۶ | وَقَالَ الْحَسَنُ وَاِبْرَاهِيْمُ لَا بَأْسَ بِذَبِيْحَةِ الْاَقْلَفِ |
| | حضرت حسن و ابراہیم نے فرمایا کہ غیر مختون کے ذبیحے میں کوئی حرج نہیں۔ |
| ت ۷۱۷ | وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَعَامُهُمْ ذَبَائِحُهُمْ |
| | حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیت کریمہ میں طعام سے مراد ان کا ذبیحہ ہے۔ |

**بَابُ مَا نَدَّ مِنَ الْبَهَائِمِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْوَحْشِ.** صف ۸۲۸

چوپایوں میں سے جو بھڑک جائے وہ بمنزلہ وحشی کے ہے۔

**توضیح** یعنی اس کے حلال ہونے کے لیے ذبح اختیاری ضروری نہیں اضطراری کافی ہے۔

| | |
|---|---|
| ت ۷۱۸ | وَاَجَازَهُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ |
| | اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے جائز کہا۔ |
| ت ۷۱۹ | وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَا اَعْجَزَكَ مِنَ |
| | اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا پالتو چوپایوں میں سے جو تیرے قبضے سے |
| | الْبَهَائِمِ مِمَّا فِيْ يَدَيْكَ فَهُوَ كَالصَّيْدِ وَفِيْ بَعِيْرٍ تَرَدَّى فِيْ بِئْرٍ |
| | باہر ہو جائے وہ شکار کے مثل ہے۔ یعنی اس میں اضطراری ذبح کافی ہے اور جو اونٹ کنوئیں میں گر جائے |
| | فَذَكِّهِ مِنْ حَيْثُ قَدَرْتَ عَلَيْهِ. |
| | تو مقدور کے مطابق اس کو جیسے بھی زخمی کر دو تو وہ حلال ہے۔ |

| | |
|---|---|
| ف ۲۰ ۷ | وَرَأَى ذَالِكَ عَلِيٌّ وَابْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ |
| | اور اس کو جائز جانا حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ۔ |

## بَابُ النَّحْرِ وَالذَّبْحِ صف ۸۲۸ نحر اور ذبح کا بیان

| | |
|---|---|
| ف ۵۵ ۷ ۲۱ | وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ لَا ذَبْحَ اِلَّا فِي الْمَذْبَحِ وَالْمَنْحَرِ |
| | اور ابن جریج نے عطاء سے روایت کی انہوں نے فرمایا ذبح اور نحر صرف مذبح اور منحر میں ہے |
| | قُلْتُ اَيُجْزِئُ مَا يُذْبَحُ اَنْ اَنْحَرَهُ قَالَ لَهُمْ ذَكَرَ اللّٰهُ ذَبْحَ الْبَقَرَةِ |
| | میں نے کہا کیا یہ کافی ہے جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اسے نحر کیا جائے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ نے گائے کے ذبح |
| | وَاِنْ ذَبَحْتَ شَيْئًا يُنْحَرُ جَازَ وَالنَّحْرُ اَحَبُّ اِلَيَّ وَالذَّبْحُ قَطْعُ |
| | کرنے کا ذکر فرمایا پس اگر تو ایسے جانور کو ذبح کرے جو نحر کیا جاتا ہے تو جائز ہے اور ایسے جانور کو نحر کرنا |
| | الْاَوْدَاجِ قُلْتُ فَتَخَلَّفُ الْاَوْدَاجُ حَتّٰى يُقْطَعَ النِّخَاعُ قَالَ لَا |
| | مجھے زیادہ پسند ہے۔ اور ذبح اوداج کا کاٹنا ہے ابن جریج نے کہا پھر میں نے پوچھا کہ اگر اوداج سے |
| | اَخَالُ فَاَخْبَرَنِي نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ نَهٰى عَنِ النَّخْعِ يَقُوْلُ يَقْطَعُ مَادُوْنَ |
| | آگے بڑھ جائے یہاں تک کہ حرام مغز کو کاٹ دے انہوں نے کہا میں گمان نہیں کرتا پھر مجھے نافع |
| | الْعَظْمِ ثُمَّ يَدَعُ حَتّٰى يَمُوْتَ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ |
| | نے خبر دی کہ بے شک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حرام مغز کاٹنے سے منع فرمایا۔ |
| | اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً اِلٰى قَوْلِهٖ وَقَالَ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ. |
| | فرماتے تھے کہ ہڈی سے اوپر اوپر کاٹا جائے پھر چھوڑ دے یہاں تک کہ مر جائے ۔ |

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان ــــ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ کوئی گائے ذبح کرو ۔ (یہاں تک کہ فرمایا) پھر انھوں نے اسکو ذبح کیا اور قریب تھا کہ ایسا نہ کرتے۔

## تشریحات ۷۲۱

حضرت عطاء کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ذبح اختیاری ذبح کرنے کی جگہ ہی ہونا ضروری ہے اور وہ گردن ہے اور نحر منحر ہی میں ہونا ضروری ہے اور وہ گردن کا نچلا حصہ ہے۔ نحر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جانور کی گردن کے نچلے حصے میں جہاں سینے سے گردن ملتی ہے ایک چھوٹا سا گڑھا ہوتا ہے اس میں نیزہ بھونک کر دائیں بائیں گھما دیا جائے۔ تاکہ ذبح میں جن رگوں کا کٹنا ضروری ہے وہ کٹ جائیں ذبح کی جگہ پورا حلقوم ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ یہ چار رگیں کٹ جائیں حلقوم جس سے سانس آتی جاتی ہے۔ مُری جس سے کھانا پانی اترتا ہے۔ ودج کی دونوں رگیں جو مری کے اغل بغل ہوتی ہیں جس سے خون کی روانی ہوتی ہے ـــــ ان میں سے تین رگوں کا کٹنا بھی کافی ہے یعنی حلقوم، مری اور ودجین میں سے ایک ـــــ حلقوم اور مری کا کٹنا ضروری ہے اور ودجین میں سے دونوں کا یا ایک کا۔ اگر ودجین کی دونوں رگیں کٹ گئیں اور صرف مری کٹی ـــ اور حلقوم نہ کٹا یا حلقوم کٹا اور مری نہ کٹی تو ذبح صحیح نہ ہوا ـــــ نَحَرَ ـــ حلق کے نچلے حصہ میں نیزہ بھونک کر رگیں کاٹ دینے کو نحر کہتے ہیں ـــ اونٹ میں نحر کرنا سنت ہے اور گائے بکری وغیرہ میں ذبح کرنا اور اگر ان کا الٹا کیا یعنی اونٹ کو ذبح کیا اور گائے بکری کا نحر کیا تو بھی جانور حلال ہو جائے گا مگر ایسا کرنا مکروہ ہے کیوں کہ یہ سنت کے خلاف ہے ـــ ذبح میں گردن اتنی زیادہ کاٹ دینا کہ حرام مغز تک پہونچ جائے مکروہ ہے یا سر کٹ کے جدا ہو جائے یہ بھی مکروہ ہے مگر ایسے جانور کا کھانا حلال ہے۔

امام عطاء نے جو یہ فرمایا کہ اگر حرام مغز تک کاٹ دیا جائے تو میں نہیں گمان کرتا ـــ یعنی میں اس کو اچھا نہیں سمجھتا۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

**ت ۷۲۲** قَالَ سَعِيدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَلذَّكَاةُ فِي الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ.

ذبح کرنا حلق اور لبہ میں ہے۔ لَبَّہ گردن کے نچلے حصے کو کہتے ہیں جو سینے سے ملا ہوتا ہے۔ ذبح کی جگہ لبہ سے لے کر پوری گردن ہے البتہ بعض علماء نے فرمایا کہ عقدہ کے اوپر ذبح کیا جائے تو ذبح صحیح نہ ہوگا مگر یہ مرجوح ہے صحیح یہ ہے کہ فوق العقدہ بھی ذبح کرنے سے مطلوبہ تین رگیں کٹ جائیں تو ذبح صحیح ہے۔

**ت ۷۲۳** وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَاَنَسٌ اِذَا قُطِعَ الرَّاْسُ فَلَا بَاْسَ.

اور ابن عمر اور ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ جب سر کاٹ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ـــ یعنی جانور حلال ہے اگرچہ یہ فعل ممنوع ہے کیونکہ اس میں جانور کو بلا ضرورت ایذا دینا ہے۔

حدیث ۲۴۸۰ | اَخْبَرَتْنِیْ فَاطِمَۃُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ اِمْرَاَتِیْ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَتْ نَحَرْنَا عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَسًا فَاَکَلْنَاہُ[1]

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں گھوڑے کو نحر کیا پھر ہم نے اس کو کھایا۔

**تشریحات ۲۴۸۰**

بطریق عبدہ اس کے بعد جو روایت ہے اس میں ذبحنا فرسًا ہے لیکن پھر بعد میں بطریق جریر جو روایت ہے اس میں نحرنا ہی ہے۔

ہوسکتا ہے کہ دونوں باتیں ہوئی ہوں کبھی گھوڑے کو ذبح کرکے کھایا ہو کبھی گھوڑے کو نحر کرکے کھایا ہو گزر چکا کہ جس جانور کو ذبح کرنا مسنون ہے اگر اسے نحر کیا تو بھی وہ حلال ہے اس کا بھی احتمال ہے کہ ہشام کبھی نحرنا روایت کرتے کبھی ذبحنا۔ اس لیے کہ ایک کی جگہ دوسرے کا اطلاق ان کے طرق میں شائع ذائع تھا اصل حکم یہی ہے کہ گھوڑا حلال ہے مگر ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کا کھانا مکروہ ہے۔ کیونکہ گھوڑا آلۂ جہاد ہے اس کے کھانے میں آلۂ جہاد کی تقلیل ہے۔

اَقُوْلُ وَھُوَ الْمُسْتَعَانُ :— اِس زمانے میں لڑائی کے لیے گھوڑوں کی کوئی ضرورت نہیں رہی اب فقہائے کرام کو غور کرنا چاہیے کہ اب بھی کراہت باقی ہے یا ختم ہوگئی۔

## بَابُ مَا یُکْرَہُ مِنَ الْمُثْلَۃِ وَالْمُصْبُوْرِ وَالْمُجَثَّمَۃِ۔ صہ ۸۲۸

مثلہ اور مصبورۃ اور مجثمہ کرنا مکروہ ہے۔

**توضیح**

جسم کے کسی عضو کو کاٹنے کو مثلہ کہتے ہیں۔ جانور کو باندھ کر نشانہ بنانے کو مصبورہ کہتے ہیں اور قریب قریب یہی معنی مجثمہ کے بھی ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ فرق کیا کہ مصبورہ عام ہے اور مجثمہ پرندے اور خرگوش کے ساتھ خاص ہے۔

حدیث ۲۴۸۱ | عَنْ ھِشَامِ بْنِ زَیْدٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اَنَسٍ عَلَی الْحَکَمِ بْنِ اَیُّوْبَ فَرَاٰی غِلْمَانًا اَوْ فِتْیَانًا نَصَبُوْا دَجَاجَۃً یَرْمُوْنَھَا فَقَالَ اَنَسٌ

ہشام بن زید نے کہا کہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حکم بن ایوب کے پاس گیا تو حضرت انس نے کچھ ایسے نوجوانوں کو دیکھا کہ ایک مرغی کو زمین میں گاڑ کر اسے تیر مار رہے ہیں تو حضرت انس

[1] باب لحوم الخیل صہ ۸۲۹

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ ؏

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ چوپایوں کو باندھ کر انہیں نشانہ بنایا جائے۔

**حدیث ۲۴۸۲** حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ یحییٰ بن سعید کے پاس تشریف لے

يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى يَحْيَى ابْنِ سَعِيْدٍ وَ

گئے بنی یحییٰ میں سے ایک لڑکا ایک مرغی کو باندھ کر اُسے تیر مار رہا تھا ابن عمر مرغی کے پاس گئے اور اسے کھول

غُلَامٌ مِنْ بَنِيْ يَحْيٰى رَابِطٌ دَجَاجَةً يَرْمِيْهَا فَمَشٰى اِلَيْهَا ابْنُ عُمَرَ حَتّٰى حَلَّهَا ثُمَّ

دیا پھر اسے لے کر آئے اور وہ لڑکا ان کے ساتھ تھا تو فرمایا اپنے بچوں کو سختی سے روک دو۔ کہ اس چڑیے

اَقْبَلَ بِهَا وَبِالْغُلَامِ مَعَهٗ فَقَالَ اُزْجُرُوْا غُلَامَكُمْ عَنْ اَنْ يُّصْبِرَ هٰذَا الطَّيْرَ لِلْقَتْلِ

کو قتل کے لیے باندھیں اس لیے کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ

فَاِنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى اَنْ تُصْبَرَ بَهِيْمَةٌ اَوْ غَيْرُهَا لِلْقَتْلِ۔

چوپائے وغیرہ کو قتل کرنے کے لیے باندھ کر نشانہ بنانے سے منع فرمایا۔

**حدیث ۲۴۸۳** عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ فَمَرُّوْا بِفِتْيَةٍ اَوْ

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ میں حضرت ابن عمر کے پاس تھا یہ لوگ کچھ ایسے جوانوں

بِنَفَرٍ نَصَبُوْا دَجَاجَةً يَرْمُوْنَهَا فَلَمَّا رَاَوُا ابْنَ عُمَرَ تَفَرَّقُوْا عَنْهَا وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ

کے پاس سے گزرے جو لوگ ایک مرغی زمین میں گاڑ کر اسے تیر مار رہے تھے جب ان لوگوں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا تو

مَنْ فَعَلَ هٰذَا اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنْ فَعَلَ هٰذَا

بھاگ گئے اور حضرت ابن عمر نے فرمایا کس نے یہ کیا ہے بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی جو ایسا

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَثَّلَ بِالْحَيَوَانِ۔

کرے اور دوسری روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کسی حیوان کا کوئی عضو بگاڑ دے اس پر لعنت ہے۔

؏ مسلم: ذبائح، ابوداؤد: اضاحی، ابن ماجہ:

258

**تشریحات ۲۴۸۳** ظاہر ہے کہ اس میں بے زبان مظلوم جانور کو ایذا پہنچانا ہے اور مال کو ضائع کرنا ہے کیونکہ اس طرح جو جانور مرجائے گا اس کا کھانا جائز نہیں۔

## بَابُ اَکْلِ کُلِّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ ص۸۳۰ کچلیے دار درندوں کے کھانے کا بیان

**حدیث ۲۴۸۴** عَنْ اَبِیْ اِدْرِیْسَ الْخَوْلَانِیِّ عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ اَکْلِ کُلِّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ۔

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر کچلیے دار درندوں کے کھانے سے منع فرمایا۔

**تشریحات ۲۴۸۴** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر کچلیے دار درندہ حرام ہے اس میں بجو اور لومڑی بھی داخل ہے۔ بجو کے بارے میں امام حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بجو کھانے کی اجازت دی ہے اسی بنا پر حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ اسے حلال کہتے ہیں ہماری دلیل حدیث زیر بحث کا عموم ہے اور جب معاملہ حلت و حرمت میں دائر ہو تو احتیاط اسی میں ہے کہ ترجیح حرمت کو دی جائے کتاب الطب میں یہ زائد ہے" امام زہری نے کہا کہ میں نے ابو ثعلبہ خشنی سے یہ حدیث نہیں سنی مگر جب شام میں آیا تو سنی" اور بطریق لیث یہ زائد ہے" کہ ابن شہاب نے یہ کہا کہ میں نے ان سے پوچھا کیا وضو کرے گا یا گدھیوں کا دودھ یا درندے کا پتہ یا اونٹ کے پیشاب پیے گا۔ تو انہوں نے کہا کہ مسلمان اونٹ کے پیشاب کو دواءً استعمال کرتے تھے۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔ لیکن گدھیوں کے دودھ کے بارے میں ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ ان کے گوشت کھانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور ہم کو ان کے دودھ کے بارے میں نہ اجازت دی ہے نہ ممانعت۔ لیکن درندے کے پتے کے بارے میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر کچلیے دار درندے کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ درندے کا پتہ کھانا جائز نہیں۔ تحقیق مقام یہ ہے کہ کسی جانور کا پیشاب بطور دوا بھی استعمال کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ ناپاک ہے اور عرینہ وغیرہ والوں کا قصہ مستثنیات میں سے ہے۔ اور جن جانوروں کا گوشت کھانا حرام ہے اس کا دودھ پینا بھی حرام ہے اور پتہ حلال جانوروں کا بھی جائز نہیں۔ صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکری کے سات عضو کے کھانے سے منع فرمایا اس میں پتہ بھی ہے ان سب امور پر تحقیقی ابحاث فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اور ہمارے فتاویٰ میں بھی اختصار و تنقیح کے ساتھ مذکور ہے۔

## بَابُ الْعَلَمِ وَالْوَسْمِ فِي الصُّوْرَةِ صف ۸۳۱ داغنا اور نشان لگانا چہرے میں

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۴۸۵ | عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَرِهَ اَنْ |
| | حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے چہرے پر |
| | تُعْلَمَ الصُّوْرَةُ . |
| | نشان بنانے کو مکروہ جانا . |
| | وَفِيْ رِوَايَةٍ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ |
| | ایک روایت میں یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے |
| | تُضْرَبَ تَابَعَهٗ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا الْعَنْقَزِيُّ عَنْ حَنْظَلَةَ وَقَالَ تُضْرَبُ الصُّوْرَةُ |
| | چہرے پر مارنے سے منع فرمایا . |

### تشریحات ۲۴۸۵

اہل عرب کی عادت تھی کہ جانوروں کے چہرے پر داغ دیا کرتے تھے یا سوئی وغیرہ چبھو کر نیل سے کچھ نشان بنا دیا کرتے تھے اس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پہلی حدیث موقوف تھی امام بخاری اس کی تائید میں دوسری حدیث مرفوع لائے جس کے ایک طریقے میں صرف ان تُضْرَبَ ہے اور دوسرے طریقے میں ان تُضْرَبَ الصُّوْرَةُ ہے۔ صورت سے دونوں حدیثوں میں مراد چہرہ ہے اس لیے کہ حدیث گزر چکی کہ علامت کے لیے داغنا جائز ہے۔ چہرے پر مارنے کی مخالفت سے داغنے یا نشان لگانے کی ممانعت بدرجہ اولیٰ ثابت ہوتی ہے۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۴۸۶ | عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ |
| | حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک بھائی |
| | بِاَخٍ لِّيْ يُحَنِّكُهٗ وَهُوَ فِيْ مِرْبَدٍ لَّهٗ فَرَاَيْتُهٗ يَسِمُ شَاةً حَسِبْتُهٗ قَالَ فِيْ اٰذَانِهَا |
| | کو لے کر حاضر ہوا تاکہ حضور اس کی تحنیک کر دیں اور حضور اپنے ایک باڑے میں تھے اور ایک بکری کے کان کو داغ رہے تھے۔ |

شعبہ نے کہا کہ میں نے گمان کیا کہ ہشام ابن زید نے کہا کہ اس کے کان میں۔

**تشریحات ۲۴۸۶**

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ چہرہ کے علاوہ کسی اور جگہ داغنا یا نشان لگانا جائز ہے جبکہ خفیف ہو اور بضرورت ہو۔

**بَابُ إِذَا أَصَابَ قَوْمًا غَنِيمَةً فَذَبَحَ بَعْضُهُمْ غَنَمًا أَوْ إِبِلًا بِغَيْرِ أَمْرِ أَصْحَابِهِمْ لَمْ تُؤْكَلْ لِحَدِيثِ رَافِعٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** صـ ۸۳۱

جب کسی قوم کو غنیمت ملے اور ان میں کے بعض بکری یا اونٹ کو ذبح کر دیں اپنے ساتھیوں کے بغیر اجازت تو کھایا نہیں جائے گا۔ رافع بن خدیج کی حدیث کی وجہ سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

**توضیح**

رافع بن خدیج کی حدیث سے مراد وہ حدیث ہے۔ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کل ہماری دشمن سے مڈبھیڑ ہوگی اور ہمارے ساتھ چھری نہیں۔ تو فرمایا جلدی میں وہ چیز لے جو خون بہادے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو اسے کھاؤ لیکن وہ دانت یا ناخن نہ ہو۔ اور میں تم کو بیان کرتا ہوں اس کے بارے میں دانت ہڈی ہے اور ناخن اہل حبشہ کی چھری۔ جلدباز لوگ آگے بڑھ گئے اور انہوں نے غنیمتیں حاصل کیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے آخر میں تھے ان لوگوں نے جانوروں کو ذبح کر کے ہانڈیاں چڑھا دیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو ہانڈیاں الٹ دی گئیں اور حضور نے مال غنیمت ان کے درمیان تقسیم فرمایا اور ایک اونٹ دس بکری کے برابر کیا پھر اگلے حصہ سے ایک اونٹ بھڑک کر بھاگا ان کے پاس گھوڑے نہیں تھے ایک شخص نے اس کو تیر مارا تو اللہ نے اسے روک دیا پھر فرمایا ان چوپایوں میں بھڑکنے کی عادت ہوتی ہے جیسے وحشی جانور بھڑکتے ہیں اگر چوپائے ایسا کریں تو اس کے ساتھ یوں ہی کرو۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بغیر امام کی اجازت کے مال غنیمت میں تصرف جائز نہیں۔

| ف ۵۵ | وَقَالَ طَاوُسٌ وَعِكْرِمَةُ فِي ذَبِيحَةِ السَّارِقِ أَطْرِحُوهُ. |
|---|---|
| ۷۲۴ | طاؤس اور عکرمہ رضی اللہ عنہما نے چور کے ذبیحہ کے بارے میں فرمایا کہ اسے پھینک دو۔ |

مراد یہ ہے کہ وہ چوری کا جانور ذبح کرے لیکن اگر کوئی چور ہے اور وہ اپنا مملوک جانور ذبح کرے یا کسی اور کا جانور اس کی اجازت سے ذبح کرے تو اس کا ذبح جائز ہے۔

**بَابُ أَكْلِ الْمُضْطَرِّ لِقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ.**

مضطر کا کھانا۔ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی وجہ سے۔

**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ**

اے ایمان والو! ہم نے تم کو جو ستھری چیزیں

طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ. اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ۔ وَقَالَ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ وَقَوْلِهٖ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ وَمَا لَكُمْ اَنْ لَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ وَقَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُهْرَاقًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ وَقَالَ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.

دیں اس کو کھاؤ اور اللہ کا احسان مانو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو اس نے یہی چیزیں تم پر حرام کی ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا اور جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھاتے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (بقرہ ع ۱۷) اور فرمایا۔ جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو یوں کہ گناہ کی طرف نہ جھکے (مائدہ ع ۱۲) اور اللہ کا ارشاد تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو۔ اور تمہیں کیا ہوا اس میں سے نہیں کھاتے ہو جس پر اللہ کا نام لیا گیا وہ تو اسے مفصل بیان کر چکا جو کچھ تم پر حرام ہوا مگر جب تمہیں اس سے مجبوری ہو۔ اور بے شک بہتیرے اپنی خواہشوں سے بغیر علم گمراہ کرتے ہیں اور بے شک تمہارا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے (انعام ع ۱۸-۱۹) اور فرمایا۔ تم فرماؤ میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کھانا حرام ہے مگر یہ کہ مردار ہو یا رگوں کا بہتا خون یا سور کا گوشت وہ نجاست ہے یا وہ بے حکمی کا جانور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ آپ خواہش کرے اور نہ یوں کہ ضرورت سے بڑھے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (انعام ع ۱۴۵) ابن عباس نے کہا مسفوح کے معنی مُہراق یعنی بہتا ہوا خون اور ارشاد ہے اللہ کی دی ہوئی روزی حلال پاکیزہ کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا

شکر ادا کرو۔ اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو تم پر یہی حرام کیا ہے مردار اور بد جانور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام پکارا گیا ہو پھر جو ناچار ہو نہ خواہش کرتا نہ حد سے بڑھتا اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (النحل ع ۱۵)

**توضیح:۔** حالتِ اضطرار میں جب کہ اکراہ شرعی پایا جائے بقدر ضرورت ان چیزوں کو کھانے پینے کی اجازت ہے جو حرام ہیں۔ اور یہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد سے مستفاد ہے اس آیت میں باغ سے مراد لغوی معنی ہے یعنی خواہش رکھنے والا اور عادٍ سے مراد حد سے آگے بڑھنے والا ہے اور یہ اجازت مقیم کے لیے بھی ہے اور مسافر کے لیے بھی۔ خواہ اس کا سفر مباح ہو یا معصیت۔ البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ باغ سے مراد فقہی معنی لیتے ہیں یعنی جو سلطان اسلام پر ناحق خروج کرے اور عادٍ سے مراد گناہ کا سفر کرنے والا مثلاً ڈاکہ ڈالنے کے لیے جا رہا ہو ان کے یہاں باغی اور معصیت کے سفر میں نکلنے والا اگر مضطر ہو جائے تو بھی ان چیزوں کا کھانا جائز نہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب الاضاحی ص۸۳۲ قربانی کا بیان

**توضیح** اَضَاحِی۔ اُضحیہ۔ ہمزہ کو کسرہ وضمہ دونوں کی جمع ہے۔ ضحایا اسی کے معنیٰ میں ہے ضَحِیَّۃٌ کی جمع ہے اسی طرح الأضحیٰ۔ الاضحاۃ کی جمع ہے، اس جانور کو کہتے ہیں جو عید کے دن اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لیے ذبح کیا جائے اس کو اضحیہ اس لیے کہتے ہیں کہ عموماً یہ چاشت کے وقت ذبح کیا جاتا ہے اضحیٰ مذکر بھی مستعمل ہے اور مؤنث بھی۔

## بَابُ سُنَّةِ الْأُضْحِيَّةِ صـ۸۳۲ قربانی کا سنت ہونا۔

| | |
|---|---|
| ت ۷۲۵ | وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ هِيَ سُنَّةٌ وَمَعْرُوفٌ. |
| | اور حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ قربانی سنت ہے اور مشہور ہے۔ |

ہمارے یہاں ہر مسلمان، آزاد، عاقل بالغ، مقیم پر یوم اُضحیہ جو مالک نصاب ہو اس پر واجب ہے۔ ہماری دلیل ابن ماجہ اور حاکم کی وہ حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من کان لہٗ سعۃٌ ولم یضح فلا یقربن مصلانا جس کو وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ ہو حضرت امام شافعی کے یہاں مستحب ہے۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۴۸۷ | عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ انس بن مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ |
| | حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا |
| | قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا يَذْبَحُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ |
| | جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا اس نے اپنی ذات کے لیے ذبح کیا اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا اسکی |

www.siratemustaqeem.net

ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ فَقَدْ تَمَّ نُسُکُہٗ وَ اَصَابَ سُنَّۃَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔

قربانی ہو گئی اور اس نے مسلمانوں کے طریقے کے مطابق کیا۔

## بَابُ قِسْمَۃِ الْاِمَامِ الْاَضَاحِیَ بَیْنَ النَّاسِ۔ صف ۸۳۲

## امام کا قربانی کے جانور کا لوگوں کے درمیان تقسیم کرنا۔

**حدیث ۲۴۸۸**

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرِ الْجُھَنِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَسَّمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ اَصْحَابِہٖ ضَحَایَا فَصَارَتْ لِعُقْبَۃَ جَذَعَۃٌ

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے درمیان قربانی کے جانور تقسیم کیے۔ اور عقبہ کے حصے میں ایک سال سے کم کا بکری کا بچہ آیا۔ میں نے عرض کیا

فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَارَتْ لِیْ جَذَعَۃٌ قَالَ ضَحِّ بِھَا۔[1]

یارسول اللہ میرے حصے میں ایک سال سے کم عمر کا بکری کا بچہ آیا ہے فرمایا۔ تم اسی کی قربانی کرو۔

## تشریحات ۲۴۸۸

جمہور کا قول یہ ہے کہ جذعۃ بکری کے اس بچے کو کہتے ہیں جو پورے ایک سال کا ہو اور گائے وہ ہے جس نے دو سال پورا کر لیا ہو اور اونٹ کا وہ بچہ جو چار سال پورا کر چکا ہو۔ لیکن اگر یہی مراد ہو تو پھر حضرت عقبہ کے عرض کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ اس عمر کے جانوروں کی قربانی صحیح ہے۔ لا محالہ یہاں وہ قول مراد ہو گا کہ جذعہ بکری کے اس بچہ کو کہتے ہیں جو ایک سال سے کم کا ہو۔ خواہ چھ مہینے کا ہو یا دس مہینے کا۔ چار باب کے بعد یہی حدیث مروی ہے اس میں عتود ہے جس کے معنی بکری کے بچے کے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے حصے میں ایک سال سے کم کا بکری کا بچہ آیا تھا اور ایک سال سے کم کے بکری کے بچے کی قربانی صحیح نہیں۔ اسی لیے انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو خصوصیت سے اجازت دے دی جیسا کہ حضرت ابو بردہ کو اجازت دی تھی۔

باب کے شروع میں حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ابو بردہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ میرے پاس ایک جذعہ ہے فرمایا اسے ذبح کر اور تیرے بعد کسی کی طرف سے کافی نہ ہو گا تو اگر جذعہ

---

[1] مسلم، ترمذی، نسائی، اضاحی۔

کے معنی پورے ایک سال کا بکری کا بچہ ہوتا تو اس ارشاد کے کوئی معنی نہیں تھے۔

## بَابُ الْاَضْحٰی وَالْمَنْحَرِ بِالْمُصَلّٰی۔ صف ۸۳۳

قربانی اور نحر عیدگاہ میں ہونا چاہیئے۔

**حدیث ۲۴۸۹**

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَنْحَرُ فِي الْمَنْحَرِ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ يَعْنِي مَنْحَرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

نافع سے مروی ہے کہ عبداللہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منحر میں نحر کرتے تھے۔

**حدیث ۲۴۹۰**

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلّٰى۔

نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدگاہ میں ذبح کرتے اور نحر کرتے۔

## بَابُ اُضْحِيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ اَقْرَنَيْنِ وَيُذْكَرُ سَمِيْنَيْنِ۔ صف ۸۳۳

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دو سینگ والے اور دو موٹے دنبوں کی قربانی کرنا۔

**ت ۷۲۶**

وَقَالَ يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ بْنَ سَهْلٍ قَالَ كُنَّا نُسَمِّنُ الْاُضْحِيَةَ بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ يُسَمِّنُوْنَ۔

ابو امامہ بن سہل نے کہا کہ ہم لوگ مدینے میں قربانی کے جانور کو فربہ کرتے تھے اور مسلمان بھی فربہ کرتے تھے۔

**حدیث ۲۴۹۱**

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی

www.sirat-e-mustaqeem.net

وَسَلَّمَ يُضَحِّيْ بِكَبْشَيْنِ وَ اَنَا اُضَحِّيْ بِكَبْشَيْنِ ؎۱

کرتا ہوں

حدیث ۲۴۹۲ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْكَفَأَ اِلٰى كَبْشَيْنِ اَقْرَنَيْنِ اَمْلَحَيْنِ فَذَبَحَهُمَا بِيَدِهٖ ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سینگ والے چتکبرے دو مینڈھوں کی طرف جھکے اور انہیں اپنے ہاتھ سے ذبح فرمایا۔

تشریحات ۲۴۹۲ پہلی حدیث میں صرف یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کو ذبح فرمایا اس کا کوئی وصف مذکور نہیں تھا۔ دوسری حدیث میں اس کا دو وصف مذکور ہے ایک تو یہ سینگ والا تھا دوسرے یہ کہ چتکبرا تھا۔ اور ابو داؤد میں یہ بھی زائد ہے کہ وہ خصی کیا ہوا تھا بعد کے ابواب میں یہ زائد ہے کہ حضور نے اپنا پاؤں ان دونوں کے مونڈھے پر رکھا اور بسم اللہ پڑھا اور تکبیر پڑھی اور دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح فرمایا جو شخص اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو اس کے لیے مستحب یہ ہی ہے کہ خود ذبح کرے۔ ابو داؤد کی حدیث سے معلوم ہوا کہ خصی کی قربانی کرنی جائز ہے بلکہ اس بنا پر کہ اس کا گوشت اچھا ہوتا ہے خصی کی قربانی افضل ہے۔

بَابُ مَنْ ذَبَحَ ضَحِيَّةَ غَيْرِهٖ ۔ صـ ۸۳۴ — جس نے دوسرے کی قربانی ذبح کی۔

ف ۷۲۷ وَ اَعَانَ رَجُلُ ابْنَ عُمَرَ فِيْ بَدَنَتِهٖ ۔

اور ایک شخص نے ابن عمر کی مدد کی ان کے اونٹ کے بارے میں۔

تشریحات ۷۲۷ امام عبدالرزاق نے عمرو بن دینار سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ منیٰ میں ایک اونٹ کو نحر کر رہے ہیں وہ بیٹھا ہوا ہے اس کے

؎۱ باب من ذبح الاضاحی بیدہ صـ ۸۳۴۔ وباب وضع القدم علی صفح الذبیحۃ صـ ۸۳۴۔ وباب التکبیر عند الذبح صـ ۸۳۵ — کتاب التوحید: باب السؤال باسماء اللہ تعالیٰ الخ صـ ۱۱۰۰ ۔

پاؤں بندھے ہوئے ہیں اور ایک شخص اس کی نکیل پکڑے ہوئے ہے اور ابن عمر اسے نیزہ گھونپ رہے ہیں اس تعلیق سے باب کا اثبات نہیں ہو رہا ہے ذبح کرنا اور چیز ہے اور ذبح میں اعانت اور چیز ہے۔

| ت ۷۲۸ | وَأَمَرَ أَبُو مُوسَىٰ بَنَاتِهِ أَنْ يُضَحِّينَ بِأَيْدِيهِنَّ. |
|---|---|
| | اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی لڑکیوں کو حکم دیا کہ اپنے ہاتھوں سے قربانیاں کریں۔ |

**تشریح ۷۲۸** اس اثر کو امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی لڑکیوں کو حکم دیتے کہ اپنی قربانیاں اپنے ہاتھوں سے کریں اس تعلیق کو بھی باب سے کوئی مناسبت نہیں۔ بلکہ مبائنت ہے اس کو پہلے والے باب میں مذکور ہونا چاہیئے۔ البتہ امام بخاری نے اس ضمن میں جو حدیث ذکر کی ہے اس میں صراحتہً یہ مذکور ہے ضحّیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن نسائہ بالبقر" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے کی قربانی کی یہ حجۃ الوداع میں ہوا تھا۔

## بَابُ مَا يُؤْكَلُ مِنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ وَمَا يُتَزَوَّدُ مِنْهَا. صفحہ ۸۳۵

قربانی کے گوشت سے جو کھایا جائے اور آئندہ کے لیے رکھ لیا جائے۔

| حدیث ۲۴۹۳ | عَنْ عُمَرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى |
|---|---|
| | ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ ہم قربانی میں نمک |
| عَنْهَا قَالَتِ الضَّحِيَّةُ كُنَّا نُمَلِّحُ مِنْهَا فَنُقَدِّمُ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى | |
| لگا کر رکھ دیتے تھے اور مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے رکھتے تھے تو حضور نے فرمایا | |
| عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ لَا تَأْكُلُوا إِلَّا ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ وَلَيْسَتْ بِعَزِيمَةٍ | |
| صرف تین دن تک کھاؤ اور یہ قطعی حکم نہیں لیکن حضور نے اس سے یہ ارادہ فرمایا کہ اس سے دوسروں کو | |
| وَلٰكِنْ أَرَادَ أَنْ يُطْعِمَ مِنْهُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. | |
| کھلایا جائے اور اللہ خوب جانتا ہے۔ | |

حدیث ۲۴۹۴

حَدَّثَنِیْ اَبُوْ عُبَیْدٍ مَوْلَی ابْنِ اَزْھَرَ اَنَّہٗ شَھِدَ الْعِیْدَ یَوْمَ الْاَضْحٰی

ابو عبید ابن ازہر کے آزاد کردہ غلام نے حدیث بیان کی کہ وہ بقر عید کو حضرت

مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فَصَلّٰی قَبْلَ الْخُطْبَۃِ ثُمَّ خَطَبَ

عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عید کی نماز کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت عمر نے

النَّاسَ فَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

خطبے سے پہلے نماز پڑھی پھر لوگوں کو خطبہ دیا۔ اور فرمایا اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ

قَدْ نَھَاکُمْ عَنْ صِیَامِ ھٰذَیْنِ الْعِیْدَیْنِ اَمَّا اَحَدُھُمَا فَیَوْمُ فِطْرِکُمْ مِنْ

تعالیٰ علیہ وسلم نے تم کو منع کیا ہے ان دونوں عید کے دن روزے رکھنے سے

صِیَامِکُمْ وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَیَوْمٌ تَاْکُلُوْنَ مِنْ نُسُکِکُمْ فَقَالَ اَبُوْ عُبَیْدٍ ثُمَّ

ان میں سے ایک تو تمہارے روزے چھوڑنے کا دن ہے لیکن دوسرا تو تمہارے

شَھِدْتُ مَعَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَکَانَ ذَالِکَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَصَلّٰی قَبْلَ

قربانیوں کے کھانے کا دن ہے۔ پھر ابو عبید نے کہا پھر میں عثمان بن عفان

الْخُطْبَۃِ ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ ھٰذَا یَوْمٌ قَدِ اجْتَمَعَ لَکُمْ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا اور یہ جمعہ کا دن تھا تو انہوں نے خطبے سے پہلے

فِیْہِ عِیْدَانِ فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّنْتَظِرَ الْجُمُعَۃَ مِنْ اَھْلِ الْعَوَالِیْ فَلْیَنْتَظِرْ

نماز پڑھی پھر خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! بے شک یہ وہ دن ہے جس میں تمہارے

وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّرْجِعَ فَقَدْ اَذِنْتُ لَہٗ قَالَ اَبُوْ عُبَیْدٍ ثُمَّ شَھِدْتُہٗ مَعَ

لیے دو عیدیں جمع ہیں اہل عوالی میں سے جو یہ پسند کرے تو جمعہ کا

عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فَصَلّٰی قَبْلَ الْخُطْبَۃِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ

انتظار کرے تو وہ انتظار کرے اور جو یہ چاہے کہ لوٹ جائے تو میں نے اسکو اجازت دی۔ ابو عبید نے کہا

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہَاکُمْ اَنْ تَاْکُلُوْا لُحُوْمَ نُسُکِکُمْ فَوْقَ ثَلٰثٍ ۔

پھر میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا انہوں نے خطبے سے پہلے نماز پڑھی پھر خطبہ دیا اور کہا بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تم کو منع کیا کہ اب تم اپنی قربانیوں کا گوشت تین دن سے زیادہ تک کھاؤ ۔

**تشریحات ۲۴۹۴**

اس پر بحث گزر چکی کہ ابتداءً تین دن سے زیادہ تک قربانی کا گوشت رکھنے کی اجازت نہیں تھی پھر بعد میں اجازت ہوگئی لیکن اس توجیہ پر ابو عبید کی اس روایت سے اشکال وارد ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو اپنے عہدِ خلافت میں بیان فرمایا اگر ممانعت منسوخ ہوچکی ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کو اپنے عہد خلافت میں بیان نہ فرماتے۔ جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت کا علم نہ رہا ہو لیکن یہ صحیح نہیں اس لیے کہ ممانعت کے منسوخ ہونے کی حدیثیں دوسرے صحابہ کے علاوہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہیں جیسا کہ امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام طحاوی نے معانی الآثار میں روایت کی ہے۔ صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خطبہ ان ایام میں دیا تھا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ محصور تھے جیسا کہ طحاوی میں ہے صلیت مع علی العید وعثمان محصور۔ چونکہ بلوائیوں کی وجہ سے تنگی تھی اس لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث روایت فرمائی اور پہلے حدیث گزر چکی کہ حضور نے دوسرے سال لوگوں کو قربانی کا گوشت جمع کرنے کی اجازت دیدی اور فرمایا کھاؤ اور کھلاؤ اور جمع کرو اور سال گزشتہ تنگی تھی میں نے ارادہ کیا کہ لوگوں کی اس میں مدد کروں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**حدیث ۲۴۹۵**

عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُوْا مِنَ الْاَضَاحِیِّ ثَلٰثًا وَکَانَ عَبْدُ اللّٰہِ

وسلم نے فرمایا قربانی کا گوشت تین دن تک کھاؤ۔ اور عبداللہ جب منیٰ سے لوٹتے تو روغن زیتون

یَاْکُلُ بِالزَّیْتِ حِیْنَ یَنْفِرُ مِنْ مِنًی مِنْ اَجْلِ لُحُوْمِ الْھَدْیِ ۔

سے روٹی کھاتے اور ھدی کا گوشت کھانے سے بچتے۔

**تشریحات ۲۴۹۵**

ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نسخ کا علم نہ رہا ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب الاشربہ ص ۸۳۶ پینے والی چیزوں کا بیان

وَقَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی "اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (مائدہ ع ۱۰)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان بے شک شراب اور جوا اور بت اور پانسے کے تیر ناپاک ہی ہیں اور شیطانی کام تو اس سے بچو تاکہ فلاح پاؤ۔

**توضیح** گزر چکا کہ شراب کی حرمت تدریجاً نازل ہوئی ہے پہلے یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی "یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْھِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُھُمَا اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِھِمَا" تم سے شراب اور جوے کے بارے میں پوچھتے ہیں فرمادو ان دونوں میں بھاری گناہ ہے اور لوگوں کے لیے نفع ہے۔ اور ان دونوں کا گناہ ان دونوں کے نفع سے بڑا ہے ــــ اس پر حضرت عمر نے عرض کیا۔ اَللّٰھُمَّ بَیِّنْ لَنَا فِی الْخَمْرِ بَیَانًا شَافِیًا۔ اے اللہ ہمارے لیے شراب کے بارے میں واضح بیان فرمادے۔ تو اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکَارٰی" اے ایمان والو! نماز کے قریب نہ جاؤ نشے کی حالت میں۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نماز کے وقت میں ایک منادی پکارتا کوئی نشے میں مست نماز کے قریب نہ ہو۔ پھر حضرت عمر نے عرض کیا "اَللّٰھُمَّ بَیِّنْ لَنَا فِی الْخَمْرِ بَیَانًا شَافِیًا" اے اللہ ہمارے لیے شراب کے بارے میں واضح بیان فرما۔ تو آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ تو شراب اور جوے کو قطعی طور پر حرام کردیا گیا۔ کسی حال میں اس کے پینے کی اجازت نہیں۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۴۹۶ | عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ |
| | حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ |
| | صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ |
| | علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دنیا میں شراب پیئے اور توبہ نہ کرے تو آخرت |

لَمْ يَتُبْ مِنْهَا حُرِمَهَا فِي الْآخِرَةِ۔ علہ

میں اس سے محروم رہے گا۔

**تشریح ۲۴۹۶** بعض حضرات نے اس حدیث کی توجیہہ یہ کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جنت میں جانے کے بعد بھی جنتی شراب طہور سے محروم رہے گا۔ لیکن صحیح توجیہہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اسے نہ بخشے تو وہ جہنم میں جائے گا۔ پھر جنت میں آئے گا تو جنت کی تمام نعمتوں کی طرح شراب طہور بھی پئے گا۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ ابتداءً ہی اسے بخش دے اور جہنم سے محفوظ رکھے تو بھی شراب طہور سے محروم نہ رہے گا۔ اور یہ وعید تغلیظاً ہے۔ "حُرِمَهَا فِي الْآخِرَةِ" کنایہ ہے جہنم میں جانے سے یعنی شراب پینا استحقاقِ جہنم کا سبب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## بَابُ ان الخمر من العنب ص ۸۳۶ خمر انگور ہی سے ہے۔

**توضیح** امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خمر کا حقیقی معنی انگور کا وہ کچا پانی ہے جو جوش کھا جائے اور اس میں جھاگ آجائے، اس کے علاوہ دوسرے نشہ آور مشروبات بمعنی حقیقی خمر نہیں، ان پر باعتبار معنی عرفی خمر کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں، ہر نشہ آور چیز خمر ہے۔ باب کا عنوان اسی معنی کی تائید کرتا ہے علامہ عینی نے جو نسخہ لیا ہے اس میں اَنَّ نہیں صرف یہ ہے "باب الخمر من العنب"، اس میں دونوں احتمال ہیں۔ بابٌ کو تنوین کے ساتھ پڑھا جائے اور الخمر کو مرفوع تو ترجمہ یہ ہوگا کہ خمر انگور ہی سے ہے یہ ہمارے لیے مؤید ہے اور اگر بابُ کو مضاف پڑھا جائے اور الخمرِ کو کسرہ تو معنی یہ ہوں گے کہ انگور کے شراب کا بیان یہ جمہور کے قول کا مؤید ہوا۔ فتح الباری نے جو نسخہ لیا ہے اس میں "وغیرہ" زائد ہے اور اَنَّ نہیں۔ یوں ہے بابُ الخمرِ من العنب وغیرہ۔ یعنی اس کا بیان کہ شراب انگور وغیرہ سے ہوتا ہے۔ لیکن علامہ ابن حجر نے خود فرمایا کہ وغیرہ کی زیادتی صرف ابن بطّال کی شرح میں ہے، اس کے علاوہ صحیح کے کسی نسخہ میں اور مستخرجات میں اور شروح میں نہیں۔ قسطلانی نے بھی عمدۃ القاری والا نسخہ لیا ہے۔ البتہ شرح میں فرمایا وفی نسخۃ ان الخمر من العنب۔

**حدیث ۲۴۹۷** عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم پر شراب حرام کی گئی جب حرام

علہ مسلم: اشربہ، نسائی: اشربہ ووليمہ۔

حُرِّمَتْ عَلَيْنَا الْخَمْرُ حِيْنَ حُرِّمَتْ وَمَا نَجِدُ يَعْنِيْ بِالْمَدِيْنَةِ خَمْرَ
کی گئی تو ہم مدینے میں انگور کی شراب نہیں پاتے تھے مگر کم اور عام ہماری
الْاَعْنَابِ اِلَّا قَلِيْلًا وَعَامَّةُ خَمْرِنَا الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ.
شراب بسر اور تمر تھی۔

**تشریحات ۲۴۹۷** اس کے قبل بطریق نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے یہ روایت ہے کہ شراب حرام کی گئی اور مدینے میں اس میں سے کچھ نہ تھی۔ یہ ہماری مؤید ہے کہ خمر صرف انگور کے پانی کو کہتے ہیں۔ اس لیے کہ شراب کی تحریم کے وقت دوسری شرابیں موجود تھیں مراد یہی ہے کہ بمعنی حقیقی شراب اسی کو کہتے ہیں جو انگور کے کچے پانی سے بنائی جائے اور دوسری چیزوں کے شراب کو بمعنی مجازی شراب کہتے ہیں کھجور کے پھل کے پانچ درجے ہیں۔ پہلے کو طلح کہتے ہیں دوسرے کو خلال، تیسرے کو بلح، چوتھے کو بسر اور پانچویں کو رطب۔

**بَابُ نزل تحريم الخمر وهي من البسر والتمر۔** شراب کی حرمت نازل ہوئی اور یہ بسر اور تمر سے ہے۔ صـ ۸۳۶

**حدیث ۲۴۹۸** حَدَّثَنِيْ بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ
بکر بن عبداللہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُمْ اَنَّ الْخَمْرَ حُرِّمَتْ وَالْخَمْرُ يَوْمَئِذٍ الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ
ان سے بیان کیا۔ شراب حرام کی گئی اور شراب اُس دن بسر اور تمر کی تھی

## بَابُ الْخَمْرِ مِنَ الْعَسَلِ وَهُوَ الْبِتْعُ

شراب شہد سے ہے اور یہ بِتْعٌ ہے۔ صـ ۸۳۷

**ف ۷۲۹** وَقَالَ مَعْنٌ سَاَلْتُ مَالِكَ بْنَ اَنَسٍ عَنِ الْفُقَّاعِ فَقَالَ
اور معن نے کہا میں نے مالک بن انس سے فقاع کے بارے میں پوچھا تو انہوں
اِذَا لَمْ يُسْكِرْ فَلَا بَاْسَ.
نے فرمایا جب نشہ نہ لادے تو کوئی حرج نہیں۔

**تشریحات ۷۲۹**

"فقاع" ایک چوسنے کی چیز تھی جسے شام والے کھجور کے شیرے سے اور یمن والے منقیٰ سے بناتے تھے، کھجور کے شیرے کو یا انگور کو خوب کوٹ کر باریک کر کے کسی برتن میں بند کر دیتے تھے، دو ایک دن کے بعد برتن کا منہ کھول کر اسے چوستے تھے عام طور پر اس میں نشہ نہیں ہوتا۔ لیکن جب برتن کا منہ کھولتے تو اس میں تیزی ہوتی اگر اس وقت اسے چوسیں تو نشہ آور ہے لیکن اگر برتن کا منہ کھول کر کچھ دیر اسے چھوڑ دیں تو اس کی تیزی نکل جائے تو نشہ آور نہیں۔

**ت ۷۳۰**

وَقَالَ ابْنُ الدَّرَاوَرْدِیْ سَأَلْنَا عَنْهُ فَقَالُوْا لَا یُسْکِرُ لَا بَاْسَ بِهٖ۔

اور ابن دراوردی نے کہا فقاع کے بارے میں ہم نے اہل مدینہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا نشہ نہیں لاتی اس میں کوئی حرج نہیں

**تشریحات ۷۳۰**

ابن الدراوردی کا نام عبدالعزیز ابن محمد تھا۔ یہ بھی معن بن عیسیٰ کی روایت ہے ان سے۔ ظاہر یہ ہے کہ دراوردی نے اپنے زمانہ میں اہل مدینہ کے فقہاء سے پوچھا تھا۔

**حدیث ۲۴۹۹**

اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِتْعِ وَهُوَ

تعالیٰ علیہ وسلم سے بتع کے بارے میں پوچھا گیا اور یہ شہد کی شراب ہے

نَبِیْذُ الْعَسَلِ وَکَانَ اَهْلُ الْیَمَنِ یَشْرَبُوْنَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

جسے اہل یمن پیتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ پینے

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ شَرَابٍ اَسْکَرَ فَهُوَ حَرَامٌ۔

کی چیز جو نشہ لائے حرام ہے۔

**تشریحات ۲۴۹۹**

ہمارا بھی صحیح مختار مفتیٰ بہ مذہب یہی ہے جو نشہ لائے حرام ہے، اتنا بھی پینا حرام ہے جتنے سے نشہ نہ آئے اور اس کا قطرہ قطرہ پیشاب کی طرح نجاست غلیظہ ہے۔ امام ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام "جس کا زیادہ نشہ لائے اس کا تھوڑا بھی حرام ہے۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۵۰۰ | عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى |
| | انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| | عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَنْبِذُوا فِي الدُّبَّاءِ وَلَا فِي |
| | نے فرمایا کہ کدو کے کھوکھلے برتن میں اور روغن زفت ملے ہوئے برتن میں نبیذ نہ بناؤ اور |
| | الْمُزَفَّتِ وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يُلْحِقُ مَعَهُمَا الْحَنْتَمَ وَالنَّقِيرَ |
| | ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ساتھ ہرے گھڑے اور لکڑی کے کھوکھلے برتن کو بھی لاحق کرتے تھے۔ |

**تشریحات ۲۵۰۰**

اس پر پوری بحث کتاب العلم میں گزر چکی ہے۔ ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت اس وجہ سے تھی کہ انہیں برتنوں میں شراب بنائی جاتی تھی۔ ان میں نبیذ بنانے میں خطرہ تھا اس لیے منع فرمایا گیا۔ پھر بعد میں اجازت دے دی گئی۔

**بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخَمْرِ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ مِنَ الشَّرَابِ۔** ص ۸۳۷

اس بات کا بیان کہ خمر وہ پینے کی چیز ہے جو عقل کو زائل کر دے۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۵۰۱ | عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ خَطَبَ عُمَرُ عَلَى مِنْبَرِ |
| | حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے |
| | رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ (إِلَى أَنْ قَالَ) |
| | رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ دیا اور فرمایا شراب کی حرمت نازل ہوئی |
| | وَثَلَاثَةٌ وَدِدْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُفَارِقْنَا |
| | اور یہ پانچ چیزوں سے ہے۔ انگور اور چھوہارا اور گیہوں اور جَو اور شہد، خمر وہ ہے |
| | حَتَّى يَعْهَدَ إِلَيْنَا عَهْدًا الْجَدُّ وَالْكَلَالَةُ وَأَبْوَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الرِّبَا قَالَ قُلْتُ |
| | جو عقل کو زائل کر دے۔ تین مسائل ایسے ہیں کہ میں نے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سے جدا نہ |

يَا أَبَا عَمْرٍو فَشَيْئٌ يُصْنَعُ بِالسِّنْدِ مِنَ الرُّزِّ قَالَ ذَالِكَ لَمْ يَكُنْ عَلٰى

ہوتے جب تک ان باتوں کی پوری وضاحت نہ فرمادیں۔ دادا اور کلالہ کی وراثت اور سود کی تفصیلات

عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ وَقَالَ

ابو حیان نے شعبی سے پوچھا اے ابو عمرو سندھ میں بعض لوگ چاولوں سے شراب بناتے ہیں فرمایا کہ وہ

حَجَّاجٌ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ أَبِي حَيَّانَ مَكَانَ الْعِنَبِ الزَّبِيبَ.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نہیں بنتی تھی یا یہ کہا کہ حضرت عمر کے دورِ خلافت میں نہ تھی۔

## تشریحات ۲۵۰۱

اس حدیث کا ابتدائی حصہ سورۂ مائدہ میں گزر چکا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین مسائل کا ذکر فرمایا ایک دادا کا۔ دادا کے سلسلے میں تین اختلاف ہے۔ آیا وہ بھائی کو محجوب کرے گا یا بھائی اس سے محجوب ہوگا اور کتنی میراث پائے گا اس سلسلے میں صحابۂ کرام کے درمیان شدید اختلاف ہے یہاں تک کہ ابو عبید نے روایت کیا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دادا کے بارے میں ستر فیصلے سنے اور سب ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ ایک روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کو جمع فرمایا تاکہ دادا کے بارے میں ایک قول پر اجماع کرلیں کہ چھت سے ایک سانپ گرا اور لوگ بھاگ گئے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہے کہ لوگ دادا کے بارے میں اختلاف رکھیں۔ دوسرا مسئلہ کلالہ کا ہے۔ کلالہ! اسے کہتے ہیں جس کے نہ اولاد ہو نہ باپ، یہی حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت علی حضرت زید وحضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اہل مدینہ واہل بصرہ واہل کوفہ کا مذہب ہے۔ اور ابن عباس سے مروی ہے کہ جس کے اولاد نہ ہو اگرچہ اس کے باپ ہوں۔ قرآن مجید میں صرف یہ ہے "يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ"[1] اے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکے میں اس کی بہن کا آدھا ہے"۔ آیت میں کلالہ کی صرف تفسیر یہ کی "لیس لہ ولد" اس سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اگر باپ ہو تو بھی وہ کلالہ ہے لیکن چونکہ مفہوم مخالف معتبر نہیں اس لیے یہ یقینی نہیں اسی بنا پر اس کے بارے میں شدید اختلاف ہوا۔

---

[1] مائدہ آیت ۱۷۶۔

اسی طرح سود کی پوری تفصیل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی صرف چھ چیزوں کے بارے میں فرمایا اس میں سود ہے، سونا، چاندی، گیہوں، جو، کھجور اور نمک۔ اس کے علاوہ بقیہ چیزوں میں سود ہے یا نہیں اور ہے تو اس کی بنیاد کیا ہے یہ بیان نہیں فرمایا۔ اسی لیے سود کے بارے میں علماء کے مابین شدید اختلاف ہے جس کی قدرے تفصیل ہم "ربا" کے بیان میں کر چکے ہیں۔

**بَابُ مَاجَاءَ فِيمَنْ يَسْتَحِلُّ الْخَمْرَ وَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ.** ص ۸۳۷ جو شخص شراب کو حلال جانے اور بدل کر اس کا نام کچھ اور رکھے۔

**حدیث ۲۵۰۲**

حَدَّثَنِي أَبُو عَامِرٍ أَوْ أَبُو مَالِكٍ الْأَشْعَرِيُّ وَاللّٰهِ مَا كَذَبَنِي

حضرت عبد الرحمٰن بن غنم اشعری نے کہا کہ مجھ سے ابو عامر یا ابو مالک اشعری نے حدیث

سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ

بیان کی بخدا انہوں نے مجھ سے جھوٹ نہیں بیان کیا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا

الْحِرَّ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ وَلَيَنْزِلَنَّ أَقْوَامٌ إِلٰى جَنْبِ

میری امت میں کچھ قومیں ہوں گی جو شرمگاہ اور ریشمی کپڑا اور شراب اور باجے کو حلال جانیں گی

عَلَمٍ يَتَرَوَّحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ تَأْتِيهِمْ يَعْنِي الْفَقِيرُ لِحَاجَةٍ

اور پہاڑ کے دامن میں کچھ لوگ رہیں گے اور شام کو جب اپنے مویشیوں کا ریوڑ لیکر واپس ہوں گے

فَيَقُولُونَ ارْجِعْ إِلَيْنَا غَدًا فَيُبَيِّتُهُمُ اللّٰهُ وَيَضَعُ الْعَلَمَ وَيَمْسَخُ

تو ان کے پاس ایک محتاج اپنی ضرورت کے لیے آئے گا تو کہیں گے لوٹ جا کل آنا رات میں اللہ تعالیٰ

آخَرِينَ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

ان پر پہاڑ گرا دے گا اور باقی ماندہ لوگوں کو بندر اور سور بنا دے گا قیامت تک ایسے ہی رہیں گے۔

**تشریحات ۲۵۰۲**

"حر" کے معنی شرمگاہ کے ہیں مراد یہ ہے کہ وہ لوگ زنا کو حلال جانیں گے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اس امت میں بھی جزوی طور پر مسخ ہوگا اور یہ دوسری بہت سی حدیث سے ثابت ہے۔

## بَابُ تَرْخِيصِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاَوْعِيَةِ وَالظُّرُوفِ بَعْدَ النَّهْيِ.

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اجازت دینا کچھ برتنوں کے استعمال کی ممانعت کے بعد۔ صف ۸۳۷

**حدیث ۲۵۰۳**

عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الظُّرُوفِ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ اِنَّهُ لَا

نے کچھ برتنوں سے منع فرمایا تو انصار نے کہا یہ برتن ہمارے لیے

بُدَّ لَنَا مِنْهَا قَالَ فَلَا اِذًا [1]

ضروری ہیں۔ تو فرمایا اب نہیں۔

**تشریح ۲۵۰۳**

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ دو چار جن برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت تھی وہ سدِّ ذریعہ کے لیے تھی۔

**حدیث ۲۵۰۴**

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برتنوں سے منع

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاَسْقِيَةِ قِيلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ كُلُّ النَّاسِ

فرمایا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ہر شخص دوسرا برتن نہیں پاتا تو حضور نے انہیں اس

يَجِدُ سِقَاءً فَرَخَّصَ لَهُمْ فِي الْجَرِّ غَيْرِ الْمُزَفَّتِ [2]

گھڑے کی اجازت دی جس پر روغن زفت نہ ملا گیا ہو۔

**حدیث ۲۵۰۵**

عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ نَهٰى

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] ابوداؤد: اشربہ۔ ترمذی: اشربہ۔ نسائی: اشربہ۔

[2] مسلم: ابوداؤد: اشربہ۔ نسائی: اشربہ و ولیمہ۔

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ [1]

نے کدو کے کھوکھلے برتن اور روغن زفت ملے ہوئے گھڑے سے منع فرمایا۔

حدیث ۲۵۰۶

عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ قُلْتُ لِلْاَسْوَدِ هَلْ سَاَلْتَ عَائِشَةَ

ابراہیم بن یزید نخعی سے روایت ہے کہ میں نے اسود سے کہا کہ کیا آپ نے حضرت ام المومنین

اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا عَمَّا یُکْرَهُ اَنْ یُّنْتَبَذَ فِیْهِ فَقَالَ نَعَمْ

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا؟ کن برتنوں میں نبیذ بنانا ناپسند ہے اسود نے کہا ہاں میں نے پوچھا

قُلْتُ یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَنْ مَّا نَهَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ

تھا تو ام المومنین نے فرمایا کہ حضور نے ہم اہل بیت کو دُبّا اور مزفت میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔

یُّنْتَبَذَ فِیْهِ قَالَتْ نَهَانَا اَهْلَ الْبَیْتِ اَنْ نَّنْتَبِذَ فِی الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ قُلْتُ اَمَا

میں نے کہا آپ نے جر اور حنتم کو ذکر نہیں کیا تو اسود نے کہا میں تم سے وہی بیان

ذَکَرْتِ الْجَرَّ وَالْحَنْتَمَ قَالَ اِنِّیْ اُحَدِّثُکَ مَا سَمِعْتُ اَفَاُحَدِّثُکَ مَا لَمْ اَسْمَعْ [2]

کروں گا جو میں نے سنا کیا تم سے وہ بھی بیان کروں جو نہیں سنا۔

حدیث ۲۵۰۷

حَدَّثَنَا الشَّیْبَانِیُّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے

قَالَ نَهَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَرِّ الْاَخْضَرِ قُلْتُ اَیُشْرَبُ فِی الْاَبْیَضِ قَالَ لَا [3]

گھڑے سے منع فرمایا میں نے کہا کیا سفید میں پیا جائے؟ فرمایا نہیں؟

تشریحات ۲۵۰۷

قلتُ سے مراد شیبانی ہیں اور قال کے فاعل حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ شیبانی نے حضرت عبداللہ

[1] مسلم: نسائی: اشربہ۔ [2] مسلم: نسائی: اشربہ۔
[3] نسائی: اشربہ۔

ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور نے ہرے گھڑے میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے تو کیا ہم سفید میں پئیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ حکم رنگ پر دائر نہیں۔ جن برتنوں میں شراب بنائی جاتی تھی ابتدا میں ان سب برتنوں سے منع فرمایا اور جب شراب کی حرمت دل نشیں ہوگئی اور لوگوں کی طبیعتوں میں شراب سے نفرت پیدا ہو چکی تو ہر برتن کے استعمال کی اجازت ہوگئی۔

**بَابُ الْبَاذِقِ وَمَنْ نَهٰى عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ مِّنَ الْاَشْرِبَةِ۔** ص ۸۳۸

باذق کا بیان اور جس نے ہر پینے والی نشہ آور سے منع کیا۔

| ت ۷۳۱ | وَرَأٰى عُمَرُ وَ اَبُوْعُبَيْدَةَ وَمُعَاذٌ شُرْبَ الطِّلَاءِ عَلَى الثُّلُثِ۔ |
|---|---|
| | حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے طلاء کو جائز جانا یعنی جسے اتنا پکایا جائے کہ دو تہائی جل جائے اور ایک تہائی رہ جائے۔ |

**تشریحات ۷۳۱**

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کو امام مالک نے مؤطا میں محمود بن لبید انصاری کے طریقے سے روایت کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شام میں تشریف لائے تو لوگوں نے وہاں کے وبا کی شکایت کی اور انہوں نے کہا کہ وبا کا علاج صرف یہ مشروب ہے تو فرمایا کہ شہد پیو تو لوگوں نے عرض کیا شہد اس کا علاج نہیں۔ وہاں کے باشندوں میں سے ایک شخص نے کہا، ہم ایسا مشروب بنا دیں جس میں نشہ نہ ہو فرمایا بناؤ تو انہوں نے اس کو پکایا یہاں تک کہ اس کا دو تہائی جل گیا اور ایک تہائی رہ گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لائے انہوں نے اس میں انگلی ڈال کر اٹھایا تو شیرہ کی طرح انگلی میں چپٹا رہا تو فرمایا کہ یہ اونٹ پر ملے جانے والے طلاء کے مثل ہے۔ تو حضرت عمر نے انہیں حکم دیا کہ پیو پھر فرمایا جو چیز حرام ہے اسے میں حلال نہیں کر سکتا۔

حضرت ابو عبیدہ اور معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر کو ابو مسلم کجی اور سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ نے بطریق قتادہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ابو عبیدہ اور معاذ بن جبل اور ابو طلحہ طلاء پیتے تھے یعنی پکا کر جس کے دو تہائی کو جلا دیا گیا ہو اور ایک تہائی باقی ہو۔

| ت ۷۳۲ | وَشَرِبَ الْبَرَاءُ وَ اَبُوْجُحَيْفَةَ عَلَى النِّصْفِ۔ |
|---|---|
| | حضرت براء اور حضرت ابو جحیفہ نے اسے پیا جسے آدھا جلا دیا گیا ہو اور آدھا بچ رہا ہو۔ |

ت ۷۳۳ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَشْرَبُ الْعَصِيْرَ مَادَامَ طَرِيًّا.

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں انگور کے شیرے کو پیوں گا جب تک تازہ رہے یعنی اسمیں جوش و جھاگ نہ آئے

ت ۷۳۴ وَقَالَ عُمَرُ وَجَدْتُ مِنْ عُبَيْدِ اللهِ رِيْحَ شَرَابٍ وَاَنَا سَائِلٌ عَنْهُ فَاِنْ كَانَ يُسْكِرُ جَلَدْتُهُ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے عبید اللہ کے منہ میں شراب کی بو پائی ہے میں اس کے بارے میں پوچھوں گا اگر وہ نشہ لاتی ہے تو میں اسے کوڑے ماروں گا.

## تشریحات ۷۳۴

عبید اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے اس تعلیق کو امام مالک نے بطریق مالک حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے فلاں (عبید اللہ) کے منہ سے شراب کی بو پائی ہے حضرت عمر نے گمان کیا کہ انہوں نے طلاء پی تھی فرمایا وہ جو پیتا ہے اس کے بارے میں پوچھوں گا اگر وہ نشہ آور ہے تو اسے حد ماروں گا پھر حضرت عمر نے ان پر حد جاری فرمائی.

اس اثر کی دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام میں جو طلائے مثلث پینے کی اجازت دی تھی وہ اس شرط کے ساتھ تھی کہ نشہ نہ لائے اسی روایت کے ابتداء میں یہ ہے کہ میں ایسی شراب بناؤں گا جو نشہ نہیں لاتی اور اس روایت میں یہ ہے کہ ان کے صاحبزادے عبید اللہ نے طلاء پی تھی مگر وہ چونکہ نشہ آور تھی اس لیے ان پر حد جاری فرمائی. منہ سے شراب کی بو آنے سے بلکہ قئی میں شراب گرنے سے بھی حد قائم کرنا جائز نہیں بلکہ ضروری ہے کہ شرابی اقرار کرے وہ بھی ہوش میں آنے کے بعد اس حالت میں اقرار کرے کہ اس کے منہ میں شراب کی بو موجود ہو. محض بو پر حد اس لیے نہیں کہ بہت سی چیزوں کی بو ایک دوسرے کے مشابہ ہوتی ہیں اور شراب قئی کرنے پر اس لیے نہیں کہ ہو سکتا ہے اس نے لاعلمی میں پی ہو یا جبراً پی ہو یا ایسی غذائیں کھائی ہوں کہ پیٹ میں جانے کے بعد شراب کے رنگ سے بدل گئی ہو.

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محض بو پر حد نہیں قائم فرمائی تھی بلکہ ان سے پوچھا تھا جب پینے کا اقرار کیا تو حد قائم کی جیسا کہ امام عبد الرزاق نے بطریق معمر جو روایت کی ہے اس میں یہ ہے کہ میں نے عبید اللہ سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ طلاء تھا جس کے بارے میں اور لوگوں سے پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ نشہ لاتا ہے.

**حدیث ۲۵۰۸**

عَنْ اَبِی الْجُوَیْرِیَۃِ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

ابوالجویریہ نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے باذق کے بارے میں پوچھا تو

عَنْہُمَا عَنِ الْبَاذِقِ فَقَالَ سَبَقَ مُحَمَّدٌ اِلْبَاذِقَ فَمَا اَسْکَرَ فَھُوَ حَرَامٌ

فرمایا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باذق سے پہلے اس کا حکم بیان فرمادیا۔ جو نشہ لائے

قَالَ لشَّرَابُ الْحَلَالُ الطَّیِّبُ قَالَ لَیْسَ بَعْدَ الْحَلَالِ الطَّیِّبِ اِلَّا الْحَرَامُ الْخَبِیْثُ ۔

وہ حرام ہے۔ فرمایا حلال شراب پاک ہے اور حلال طیب کے بعد صرف حرام خبیث ہے۔

**تشریحات ۲۵۰۸**

باذق ایک قسم کی شراب تھی جو شہد سے بنائی جاتی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی شراب کا نام باذق نہیں تھا، اسی کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔

باذق کے وجود سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا حکم بیان فرمادیا کہ وہ حرام ہے کیونکہ وہ نشہ آور ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قاعدۂ کلیہ بیان فرمادیا۔ جو نشہ لائے وہ حرام ہے۔

**بَابُ مَنْ رَاٰی اَنْ لَّا یَخْلِطَ الْبُسْرَ وَالتَّمْرَ اِذَا کَانَ مُسْکِرًا وَاَنْ لَّا یَجْعَلَ اِدَامَیْنِ فِیْ اِدَامٍ۔** صفحہ ۸۳۸

بسر اور تمر کے ملانے کو جس نے جائز نہیں جانا جبکہ وہ نشہ آور ہو اور یہ کہ دو برتنوں کو ایک برتن میں نہ کیا جائے۔

**حدیث ۲۵۰۹**

اَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ اَنَّہٗ سَمِعَ جَابِرًا یَقُوْلُ نَھٰی لنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

جابر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منقی اور

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الزَّبِیْبِ وَالتَّمْرِ وَالْبُسْرِ وَالرُّطَبِ ۔

چھوہارے اور ادھ پکی کھجور اور تازہ کھجور سے منع فرماتے تھے۔

**تشریحات ۲۵۰۹**

مراد یہ ہے کہ ان دونوں کو اکٹھا برتن میں رکھکر نبیذ نہ بنائی جائے۔

عہ مسلم، نسائی اشربہ۔

حدیث ۲۵۱۰

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ نَهٰی النَّبِیُّ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّجْمَعَ بَیْنَ التَّمْرِ وَالزَّهْوِ وَالتَّمْرِ

نے پکی اور ادھ پکی کھجوروں نیز کھجوروں اور منقیٰ کے شیرے کو ملانے سے

وَالزَّبِیْبِ وَلْیُنْبَذْ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلٰی حِدَةٍ ع

منع فرمایا۔ ان میں سے ہر ایک کی نبیذ علیحدہ علیحدہ بنائی جائے۔

تشریحات ۲۵۱۰

دو قسم کی چیزوں کو مثلاً کھجور اور منقیٰ کو ایک برتن میں رکھ کر نبیذ بنانے کی ممانعت تنزیہی ہے اور یہ ممانعت یا تو اس بنا پر ہے کہ اس میں جلد نشہ آجاتا ہو اور نبیذ بنانے والے کو پتہ نہ چلے اور پی جائے جیسا کہ امام محمد نے کتاب الآثار میں ابن زیاد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے یہاں افطار کیا۔ انہوں نے ان کو ایک مشروب پلایا۔ اس مشروب نے ان پر کچھ اثر کر دیا صبح کو ابن زیاد ابن عمر کے پاس گئے اور کہا یہ کیسا مشروب تھا کہ میں گھر تک راستہ نہیں پاتا تھا تو ابن عمر نے فرمایا اس میں اور کچھ نہیں تھا صرف عجوہ اور منقیٰ تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر دو پھلوں کو ملا کر نبیذ بنانا حرام ہوتا تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ایسا کبھی نہیں کرتے، نیز اگر انہیں یہ معلوم ہوتا کہ اس میں نشہ آگیا ہے تو انہیں کبھی نہیں پلاتے، اس سے ثابت ہو گیا کہ جمع سے ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے اور اس خطرے سے بچنے کے لیے ہے کہ کہیں جلد نشہ نہ آجائے ورنہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا منقیٰ اور چھوہارا ملا کر نبیذ بناتیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پلاتیں۔

بعض متعصبین معاندین نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر اس بناء پر طعن کیا ہے کہ انہوں نے دو پھلوں کو ملا کر ایک برتن میں نبیذ بنانے کو جائز کہا ان کا یہ طعن اس باب کی تمام احادیث سے ناواقفیت کی بنا پر ہے۔

بَابُ شُرْبِ اللَّبَنِ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشَّارِبِیْنَ صف ۸۳۸

دودھ پینے کا بیان اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان ان کے پیٹوں میں جو کچھ ہے اس میں سے ہم لید اور خون کے درمیان سے پلاتے ہیں تم کو خالص دودھ۔ جو پینے والوں کے لیے خوش گوار ہے۔

---

ع مسلم، ابوداؤد، اشربہ، نسائی ولیمہ۔

**توضیح** بخاری کے بعض اہم نسخوں میں یہاں یہ ہے۔ یخرج من بین فرث ودم حالانکہ یہاں یخرج نہیں۔ بلکہ نسقیکم مما فی بطونہ۔
دوسری آیت میں شہد کے بارے میں ہے یخرج من بطونہا شراب مختلف الوانہا یہ غلطی حضرت امام بخاری سے نہیں ہوئی ہے بعد کے کسی ناسخ نے اضافہ کر دیا ہے۔

**حدیث ۲۵۱۱** سَمِعْتُ اَبَا صَالِحٍ یَذْکُرُ اَرَاہُ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ابو حمید ایک انصاری نقیع سے
تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ جَاءَ اَبُوْ حُمَیْدٍ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ مِنَ النَّقِیْعِ
ایک برتن میں دودھ لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تو نبی صلی اللہ
بِاِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو ڈھانک کیوں نہیں لیا ایک
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا خَمَّرْتَہٗ وَلَوْ اَنْ تَعْرِضَ عَلَیْہِ عُوْدًا ؎
لکڑی ہی اس پر رکھ لیتے۔

**تشریحات ۲۵۱۱** نقیع مدینہ طیبہ سے بیس فرسنگ کے فاصلے پر وادی عقیق میں ایک جگہ کا نام ہے۔
بَابُ شُرْبِ اللَّبَنِ بِالْمَاءِ صفحہ ۸۳۹ دودھ کو پانی کے ساتھ ملا کر پینا۔

**حدیث ۲۵۱۲** عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ الْحَارِثِ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی
تعالیٰ علیہ وسلم ایک انصاری کے یہاں تشریف لائے اور حضور کے ساتھ
رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَمَعَہٗ صَاحِبٌ لَّہٗ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
حضور کے ایک دوست تھے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان انصاری سے

؎ مسلم: اشربہ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ فِي شَنَّةٍ وَإِلَّا

فرمایا اگر تیرے پاس ایسا پانی ہو جو اس رات کو مشک میں رہا ہو تو لا ورنہ ہم

كَرِعْنَا قَالَ وَالرَّجُلُ يُحَوِّلُ الْمَاءَ فِي حَائِطِهِ قَالَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ

چلو سے پی لیں گے اور وہ انصاری اپنے باغ میں پانی چلا رہے تھے۔ ان صاحب نے

عِنْدِي مَاءٌ بَائِتٌ فَانْطَلِقْ إِلَى الْعَرِيشِ قَالَ فَانْطَلَقَ بِهِمَا فَسَكَبَ فِي

عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس باسی پانی ہے چھپر میں تشریف لے چلیں۔ ان دونوں

قَدَحٍ ثُمَّ حَلَبَ عَلَيْهِ مِنْ دَاجِنٍ لَهُ قَالَ فَشَرِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرات کو انصاری لے گئے ایک پیالے میں پانی انڈیلا پھر اس پر اپنی بکری کا دودھ دوہا اور

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ شَرِبَ الرَّجُلُ الَّذِي جَاءَ مَعَهُ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا پھر ان صاحب نے پیا جو حضور کے ساتھ آئے تھے۔ ۱؎

**تشریح** ۱۲۵۲

جن انصاری کے یہاں حضور تشریف لے گئے تھے ان کا نام ابو الہیثم بن تیہان تھا اور ساتھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ کرع کے معنی ہیں حوض یا نالی میں منہ سے پانی پینا۔ بعض احادیث میں اس سے ممانعت آئی ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم ایک گڑھے پر گزرے اور ہم اس میں منہ ڈال کر پینے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، منہ ڈال کر پانی مت پیو اپنے ہاتھوں کو دھو لو پھر پیو۔ اس حدیث کی سند میں ضعف ہے دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے اور حضور کا فعل بیان جواز کے لیے ہے۔

## بَابُ شَرَابِ الْحُلْوَاءِ وَالْعَسَلِ. حلوا اور شہد کا پینا۔

صف ۸۴۰

**توضیح**

آج کل جو حلوا بنایا جاتا ہے یہ اس زمانے میں عرب میں رائج نہ تھا۔ نیز حلوا پیا بھی نہیں جاتا ہے بلکہ کھایا جاتا ہے۔ اس لیے باب میں حلوا سے مراد کوئی بھی میٹھا مشروب ہے خواہ وہ کھجور وغیرہ کی نبیذ ہو یا کچھ اور۔ بشرطیکہ اس میں جوش

۱؎ ابوداؤد، ابن ماجہ: اشربہ: وبخاری ثانی ایضاً فی الباب الآتی (ای باب الکرع فی الحوض صف ۸۴۰

نہ آیا ہو۔ ابن تین نے داؤدی سے نقل کیا کہ حلوا سے مراد وہ پانی ہے جس میں کھجور ڈال کر میٹھا بنا لیا گیا ہو۔

| ت ۷۳۵ | وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا يَحِلُّ شُرْبُ بَوْلِ النَّاسِ لِشِدَّةٍ تَنْزِلُ لِأَنَّهُ |
|---|---|
| | اور زہری نے کہا انسانوں کا پیشاب پینا حلال نہیں کسی بھی ضرورت کے وقت |
| | رِجْسٌ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ۔ |
| | اس لیے کہ وہ ناپاک ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں۔ |

**تشریحات ۷۳۵**

اس تعلیق کے یہاں ذکر کرنے پر یہ شبہ وارد کیا گیا ہے کہ باب تو باندھا ہے حلوا اور شہد پینے کا اور تعلیق کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا پیشاب پینا جائز نہیں۔ بظاہر یہ شبہ بہت قوی ہے لیکن باب کا تعلق أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ سے ہے جب پاک چیزیں حلال کی گئیں ہیں تو حلواء اور شہد بھی پاک ہے تو وہ بھی حلال ہے۔

اس تعلیق میں یہ ہے کہ کسی بھی شدت کے وقت انسان کا پیشاب پینا جائز نہیں یہ اپنے عموم کے اعتبار سے مخمصہ و حالت اکراہ کو بھی شامل ہے حالانکہ حالت اکراہ اور مخمصہ بہ نص قرآن مستثنیٰ ہیں۔

أقول وهو المستعان! لامحالہ شدۃ میں تخصیص کرنی پڑے گی مثلاً بیماری وغیرہ حرام سے علاج جائز ہے یا نہیں اس کی بحث گزر چکی۔

| ت ۷۳۶ | وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِي السُّكْرِ إِنَّ اللّٰهَ لَمْ |
|---|---|
| | اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سکر کے بارے میں فرمایا کہ اللہ نے تمہاری |
| | يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ |
| | شفا حرام میں نہیں پیدا کی ہے۔ |

**تشریحات ۷۳۶**

اس اثر کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے ابو وائل نے کہا کہ ہم میں سے ایک شخص بیمار ہوا جن کا نام خثیم بن ابی عداء تھا ان کے پیٹ میں ایک بیماری ہو گئی تھی جس کو صفر کہا جاتا تھا کسی نے سکر پینے کو کہا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھوایا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ اللہ نے حرام میں شفاء نہیں رکھی ہے۔

"سکر" سے مراد کیا ہے اس میں اختلاف ہے کچھ لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد شراب ہے اور

کچھ لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد چھوہارے کی نبیذ ہے جب جوش کھا جائے اور اس میں نشہ آجائے۔
قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے "وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا" (النحل ع ۶۷) اور ہم بناتے ہیں کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے کہ تم اس سے نبیذ بناتے ہو اور اچھا رزق ۔۔۔ اس آیت میں کچھ لوگوں نے کہا کہ سکر سے مراد شراب ہے۔ اور یہ آیت شراب کے حرام ہونے سے پہلے نازل ہوئی مگر صحیح یہی ہے کہ اس سے مراد ایسی نبیذ ہے جس میں نشہ نہ ہو اور رزق حسن سے مراد سرکہ اور رُب وغیرہ ہے۔

اس اثر کو باب سے مطابقت یہ ہے کہ سکر بھی ایک میٹھا مشروب ہے لیکن جب اس میں نشہ آجائے تو حرام ہے۔ حضرت امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ باب میں حلوا سے مراد ایسا میٹھا مشروب ہے جس میں نشہ نہ ہو۔

## بَابُ الشُّرْبِ قَائِمًا صف ۸۴۰ کھڑے ہو کر پینے کا حکم

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۵۱۳ | سَمِعْتُ النَّزَّالَ بْنَ سَبْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ |
| | نزال بن سبرہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی |
| تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ قَعَدَ فِي حَوَائِجِ النَّاسِ فِي رَحْبَةِ الْكُوفَةِ حَتَّى |
| نے ظہر کی نماز پڑھی پھر کوفہ کی جامع مسجد کے صحن میں لوگوں کی ضرورتوں کے لیے بیٹھے یہاں تک کہ عصر کا وقت |
| حَضَرَتْ صَلَوٰةُ الْعَصْرِ ثُمَّ أُتِيَ بِمَاءٍ فَشَرِبَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَذَكَرَ |
| آگیا پھر پانی لایا گیا اُسے پیا اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا اور آدم نے سر اور پاؤں |
| رَأْسَهُ وَرِجْلَيْهِ ثُمَّ قَامَ فَشَرِبَ فَضْلَهُ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ إِنَّ نَاسًا |
| کا بھی ذکر کیا پھر کھڑے ہوئے۔ اور بچا ہوا پانی کھڑے کھڑے پیا پھر فرمایا کچھ لوگ کھڑے ہو کر پینے کو |
| يَكْرَهُونَ الشُّرْبَ قَائِمًا وَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ [1] |
| ناپسند کرتے ہیں اور بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ویسے ہی کیا جیسے میں نے کیا۔ |

**تشریحات ۲۵۱۳**

حوائج، یہ حاجت کی جمع ہے بغیر قیاس۔ قیاس کے مطابق اس کی جمع حاجات اور حاج آنی چاہیئے۔ اصمعی نے کہا کہ یہ مولد ہے یعنی نو ایجاد ہے۔

[1] ابوداؤد: اشربہ، نسائی: طہارت۔

ذَکَرَ رَأْسَہٗ یعنی اس حدیث کے راوی آدم کو کچھ توقف تھا کہ سر اور پاؤں کو بھی دھویا یا نہیں یہاں روایتیں بہت مضطرب آئیں ہیں۔ نسائی میں بطریق "بہز" یہ ہے کہ اس سے ایک چلو لیا اور اپنے چہروں اور بازوؤں اور سر اور پاؤں کو مسح کیا ابوداؤد طیالسی کی روایت میں ہے کہ اپنے چہرے اور ہاتھ کو دھویا اور اپنے سر اور پاؤں پر مسح کیا۔ اور بطریق اعمش میں ہے کہ اپنے ہاتھوں کو دھویا اور کلی کیا اور ناک میں پانی ڈالا۔ اور اپنے چہروں اور بازوؤں اور سر پر مسح کیا۔ اور اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ اپنے چہرے اور سر اور پاؤں پر مسح کیا۔

حقیقت میں یہ وضو نہیں تھا بلکہ تبرید یا تنظیف کے لیے تھا جیسا کہ نسائی کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ اس کا وضو ہے جسے حدث نہ ہوا ہو صحیح یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پینا منع ہے جیسا کہ ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا پوچھا گیا کھانا فرمایا یہ زیادہ سخت ہے[عہ] صرف زمزم اور وضو کے بچے ہوئے پانی کا استثناء ہے۔ ان دونوں پانیوں کو کھڑے ہو کر پینا افضل ہے اور بعض احادیث میں جو مذکور ہے بیان جواز کے لیے ہے۔

## بَابُ اِخْتِنَاثِ الْاَسْقِیَۃِ ص ۸۴۱

مشک کا منہ پھاڑ کر موڑ کر اس کے منہ سے پانی پینا۔

**حدیث ۲۵۱۴**

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اِخْتِنَاثِ الْاَسْقِیَۃِ یَعْنِیْ اَنْ تُکْسَرَ اَفْوَاھُھَا فَیُشْرَبَ مِنْھَا[عہ]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشک کا منہ پھاڑ کر موڑ کر اس کے منہ سے پانی پینے سے منع فرمایا۔

**تشریحات ۲۵۱۴**

مطلب یہ ہے کہ اس کا خطرہ رہتا ہے کہ تری یا ٹھنڈ کی وجہ سے مشک کے منہ میں سانپ یا کوئی کیڑا وغیرہ ہو، اس لیے پانی پینے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لینا چاہیئے۔ ابن ماجہ اور حاکم اور مستدرک میں سلمہ بن وہرام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکوں کا منہ پھاڑ کر موڑ کر پانی پینے سے منع فرمایا ایک صاحب ممانعت کے بعد رات میں مشک سے پانی پینے کے لیے کھڑے ہوئے اور مشک کا منہ پھاڑ کر موڑا تو اس سے سانپ نکلا اختناث کی تفسیر بالا مندرج ہے اور امام زہری کا قول ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ امام احمد نے اپنی مسند میں

---

عہ جلد ثانی: باب ماجاء فی النھی عن الشرب قائما ۱۲ عہ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، اشربہ۔

ابن ابی ذئب سے لفظ یعنی کے حذف کے ساتھ روایت کیا ہے۔ نیز اس کے بعد جو روایت ہے وہ بھی صرف اختناث الاسقیہ تک ہے اور اس کے بعد امام بخاری نے معمر وغیرہ کا قول نقل کیا ہے کہ اس کے معنی مشک کے منہ کو پھاڑ کر اس سے پانی پینا ہے۔

## بَابُ الشُّرْبِ مِنْ فَمِ السِّقَاءِ ص ۸۴۱ مشک کے منہ سے پینا۔

**حدیث ۲۵۱۵** قَالَ لَنَا عِكْرِمَةُ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَشْيَاءَ قَصَارٍ حَدَّثَنَا بِهَا اَبُوْهُرَيْرَةَ

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ

تعالیٰ علیہ وسلم نے مشک کے منہ سے پینے سے منع فرمایا اور اس سے منع فرمایا کہ

فَمِ الْقِرْبَةِ اَوِ السِّقَاءِ وَاَنْ يَمْنَعَ جَارَهٗ اَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِيْ جِدَارِهٖ عه

اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے منع کرنے۔

**تشریحات ۲۵۱۵** قربۃ صرف اس مشک کو کہتے ہیں جو پانی کے لیے استعمال ہو اور سقاء ہر اس مشک کو کہتے ہیں جس میں پانی رکھا جاتا ہو یا دودھ، یہ دونوں ممانعت تنزیہی ہے۔

**حدیث ۲۵۱۶** عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهٰى

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ فِيْ السِّقَاءِ۔

علیہ وسلم نے مشک کے منہ سے پینے سے منع فرمایا۔

## بَابُ الشُّرْبِ بِنَفَسَيْنِ اَوْ ثَلٰثَةٍ ص ۸۴۱ دو یا تین سانس میں پینا

**حدیث ۲۵۱۷** اَخْبَرَنِيْ ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ اَنَسٌ يَتَنَفَّسُ فِي الْاِنَاءِ مَرَّتَيْنِ

انس رضی اللہ عنہ دو یا تین سانس میں پانی پیتے تھے اور گمان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ

اَوْ ثَلٰثًا وَزَعَمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ ثَلٰثًا عه

علیہ وسلم تین سانس میں پانی پیتے تھے۔

عه ابن ماجہ اشربہ عه مسلم ترمذی اشربہ نسائی ولیمہ ابن ماجہ اشربہ۔

## تشریحات ۲۵۱۷

مراد یہ ہے کہ برتن سے مُنھ ہٹا کر تین سانس میں پانی پیا جائے۔ یہ مراد نہیں کہ برتن ہی میں مُنھ لگائے لگائے سانس لی جائے اس لیے کہ کتاب الطہارت میں حدیث گزری جسے امام بخاری نے اس کے قبل یہاں بھی ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب پیو تو برتن میں سانس نہ لو۔

## بَابُ اٰنِیَۃِ الْفِضَّۃِ ص۸۴۱

چاندی کے برتن کا بیان۔

**حدیث ۲۵۱۸**

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ

تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَّذِیْ یَشْرَبُ فِیْ اِنَاءِ الْفِضَّۃِ

فرمایا جو چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ

اِنَّمَا یُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِہٖ نَارَ جَھَنَّمَ ؕ

گھسیڑتا ہے۔

## بَابُ الشُّرْبِ مِنْ قَدَحِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاٰنِیَتِہٖ ص۸۴۲

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیالے اور حضور کے برتنوں سے پینا۔

**ت ۷۳۷**

وَقَالَ اَبُوْ بُرْدَۃَ قَالَ لِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ سَلَامٍ اَلَا اَسْقِیْکَ فِیْ

ابو بردہ نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن سلام نے کہا کیا میں تم کو اس پیالے میں

قَدَحٍ شَرِبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْہِ۔

نہ پلاؤں جسمیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیا ہے۔

## تشریحات ۷۳۷

امام بخاری نے باب یہ باندھا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیالے سے پینا اور حدیث میں اس کی تصریح نہیں کہ یہ پیالہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تھا۔ ہو سکتا ہے یہ پیالہ عبداللہ ابن سلام ہی کا رہا ہو جس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانی پیا ہو۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ حضرت امام بخاری کو کسی ذریعہ سے معلوم

رہا ہو کہ یہ پیالہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملک تھا جو حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۵۱۹ | عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ لِلنَّبِيِّ |
| | حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| | صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِمْرَاَةٌ مِنَ الْعَرَبِ (الٰى ان قال) فَاَقْبَلَ |
| | سے عرب کی ایک عورت کا تذکرہ کیا گیا |
| | النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ حَتّٰى جَلَسَ فِيْ سَقِيْفَةِ بَنِيْ |
| | پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دن آئے اور سقیفۂ بنی ساعدہ |
| | سَاعِدَةَ هُوَ وَاَصْحَابُهٗ ثُمَّ قَالَ اُسْقِنَا يَا سَهْلُ فَاَخْرَجْتُ لَهُمْ هٰذَا الْقَدَحَ |
| | میں بیٹھے، حضور بھی اور حضور کے صحابہ بھی پھر فرمایا۔ اے سہل پلاؤ! تو میں نے ان کے لیے یہ پیالہ |
| | فَاَسْقَيْتُهُمْ فِيْهِ فَاَخْرَجَ لَنَا سَهْلٌ ذٰلِكَ الْقَدَحَ فَشَرِبْنَا مِنْهُ قَالَ ثُمَّ |
| | نکالا اور میں نے ان کو اس میں پلایا۔ پھر سہل نے ہمارے لیے وہ پیالہ نکالا اور ہم نے |
| | اسْتَوْهَبَهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بَعْدَ ذٰلِكَ فَوَهَبَهٗ لَهٗ۔ |
| | اس سے پیا پھر عمر بن عبدالعزیز نے یہ پیالہ ان سے مانگ لیا تو حضرت سہل نے ان کو دے دیا۔ |

**تشریحات ۲۵۱۹**

اس حدیث کا ابتدائی حصہ کتاب الطلاق صفحہ ۷۹ پر گزر چکا ہے جس میں جُوَینیہ کا قصہ مذکور ہے۔ اخیر میں جو ہے کہ سہل نے ہمارے لیے وہ پیالہ نکالا یہ راوی ابو حازم کا قول ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پیالے میں ہمیں بھی پانی پلایا۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۵۲۰ | عَنْ عَاصِمِ الْاَحْوَلِ قَالَ رَاَيْتُ قَدَحَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى |
| | عاصم احول نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیالہ انس بن مالک |
| | عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَكَانَ قَدِ انْصَدَعَ |
| | رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دیکھا ہے وہ ٹوٹ گیا تھا تو چاندی کے تار سے |

فَسَلْسَلَهٗ بِفِضَّةٍ قَالَ وَهُوَ قَدْحٌ جَيِّدٌ عَرِيضٌ مِنْ نِضَارٍ قَالَ قَالَ

انھوں نے باندھا تھا عاصم نے کہا کہ وہ پیالہ بہت عمدہ چوڑا اور بہترین

اَنَسٌ لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْقَدَحِ

لکڑی کا تھا۔ عاصم نے کہا کہ حضرت انس نے فرمایا کہ میں نے اس پیالے میں

اَكْثَرَ مِنْ كَذَا وَكَذَا قَالَ وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ اِنَّهٗ كَانَ فِيْهِ حَلْقَةٌ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان گنت مرتبہ پلایا ہے عاصم نے

مِنْ حَدِيْدٍ فَاَرَادَ اَنَسٌ اَنْ يَّجْعَلَ مَكَانَهَا حَلْقَةً مِنْ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ

کہا کہ ابن سیرین نے کہا اس کے گرد لوہے کا ایک حلقہ تھا حضرت انس

فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ طَلْحَةَ لَا تُغَيِّرَنَّ شَيْئًا صَنَعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

نے چاہا کہ اس کے گرد سونے یا چاندی کا حلقہ لگوالیں تو حضرت ابو طلحہ نے ان سے فرمایا جس چیز کو رسول اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَرَكَهٗ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنایا ہے اس کو ہرگز نہ بدلو چنانچہ حضرت انس نے بدلنے کا

ارادہ چھوڑ دیا۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب المرضیٰ ص ۸۴۳

## بَابُ مَاجَاءَ فِی کَفَّارَۃِ الْمَرَضِ وَ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءً یُّجْزَبِہٖ۔ ص ۸۴۳

اس بات کا بیان کہ بیماری کفارہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان جو برائی کرے گا اس کو سزا دی جائے گی۔

**توضیح** کفارہ کا مادہ کفر ہے جس کے لغوی معنیٰ چھپانے کے ہیں۔ کفارہ صفت کا صیغہ مبالغہ کے لیے ہے اور یہ اضافت بیانیہ ہے جیسے شجرۃ الاراک۔ یا اضافت بمعنی فیہ ہے یعنی وہ کفارہ جو بیماری میں ہے یا صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے یعنی وہ مرض جو کفارہ ہے۔

آیۂ کریمہ اپنے عموم کے لحاظ سے جس طرح آخرت کی سزا پر مشتمل ہے اسی طرح دنیاوی ابتلاء اور مصائب کو بھی شامل ہے۔ اللہ عزوجل مسلمانوں پر اپنے فضل کی بناء پر گناہوں کے کفارے کے لیے مرض یا اور کوئی افتاد نازل فرما دیتا ہے جیسا کہ آنے والی حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

**حدیث ۲۵۲۱**

اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَائِشَۃَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُصِیْبَۃٍ تُصِیْبُ الْمُسْلِمَ اِلَّا کَفَّرَ اللّٰہُ بِھَا عَنْہُ حَتَّی الشَّوْکَۃِ یُشَاکُھَا۔ عہ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے یہاں تک کہ کانٹا جو اسے چبھے۔

عہ مسلم : ترمذی۔

## تشریح ۲۵۲۱

ترمذی کے الفاظ یہ ہیں، مسلمان کو کانٹا یا اس سے اوپر کچھ اور بھی جسے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے اس کا درجہ بلند کرتا ہے اور گناہ مٹاتا ہے ـــــ اصابہ کا مصدر مصیبۃ ہے جس کے معنیٰ تیر سے مارنا ہے پھر عرف میں ہر افتاد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ امام راغب نے کہا کہ "اصابہ" خیر اور شر دونوں میں مستعمل ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنْ تصبك حسنة تسوء هم وان تصبك مصيبة۔

علامہ کرمانی نے فرمایا لغت میں مصیبت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان پر نازل ہو خیر ہو یا شر اور عرف عام میں ناگوار بات کے اترنے کو کہتے ہیں۔

**حدیث ۲۵۲۲**

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا یُصِیْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ وَّلَا هَمٍّ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو جو بھی دکھ اور بیماری یا تکلیف یا پریشانی اور رنج اور غم پہنچتا ہے یہاں تک کہ کانٹا

وَلَا حَزَنٍ وَلَا اَذًی وَلَا غَمٍّ حَتَّی الشَّوْكَةِ یُشَاكُهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَایَاهُ [1]

جو اسے چبھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے۔

## تشریحات ۲۵۲۲

"نَصَب" بمعنی تکان کے ہیں۔ وَصَبٌ کے معنی بیماری۔ هَمّ۔ آئندہ کے خطرے سے جو اذیت ہو۔ حزن۔ ماضی میں کسی تکلیف کے پہنچنے سے جو اذیت ہو اَذًی۔ غیر کی زیادتی سے اسے جو تکلیف پہنچے۔ غم۔ ایسی بات جس سے دل تنگ ہو جائے۔ ایک قول یہ ہے ھم، اسے کہتے ہیں جو آئندہ کے خطرے سے پیدا ہو۔ اور غم وہ تکلیف ہے جو کسی چیز کے حاصل ہونے سے دل کو عارض ہو اور حزن کسی پسندیدہ چیز کے ضائع ہونے سے پیدا ہو۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ ھم اور حزن کے ایک ہی معنی ہیں۔ علامہ کرمانی نے فرمایا۔ ھم تمام تکالیف کو کہتے ہیں۔

**حدیث ۲۵۲۳**

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مومن کی مثال کھیتی کے

وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَالْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ تُفَیِّئُهَا الرِّیْحُ مَرَّةً وَ

پودے کی طرح ہے ہوا اسے کبھی جھکا دیتی ہے اور کبھی سیدھی کر دیتی ہے اور منافق کی

---

[1] مسلم: ادب۔ ترمذی: جنائز۔

تَعْدِلُ لَهَا مَرَّةً وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَالْأَرْزَةِ لَا تَزَالُ حَتّٰى يَكُوْنَ انْجِعَافُهَا

مثال صنوبر کی ہے جو سیدھا کھڑا رہتا ہے

مَرَّةً وَاحِدَةً وَقَالَ ذَكَرِيَّا حَدَّثَنِي سَعْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ كَعْبٍ عَنْ

یہاں تک کہ ہوا اسے ایک ہی دفعہ

أَبِيْهِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [1]

اکھاڑ پھینکتی ہے۔

## تشریحات ۲۵۲۳

خامہ" کھیتی کے ڈنٹھل کو کہتے ہیں جو شروع شروع زمین سے اگتا ہے۔

تِفْيَاءُ:۔ اس کا مادہ ف، یاء، ہے فَاءَ يَفِيْءُ. ضرب یضرب سے آتا ہے اس کے معنی لوٹنے کے یا لوٹانے کے ہیں۔ یہاں مراد جھکانا ہے۔ ایک دیہاتی نے ایک بچے سے پوچھا تیرا باپ کہاں گیا۔ اور کب آئے گا۔ تو اس نے کہا فَاءَ إِلَى الْفَيْءِ فَإِذَا فَيْءُ الْفَيْءِ يَفِيْءُ فَيْئًا۔ میرا باپ جنگل میں گیا ہے جب سایہ ڈھلے گا تو لوٹ کر آئے گا۔

الْأَرْزَة:۔ ہمزہ کو فتحہ راء کو سکون زاء کو فتحہ۔ صنوبر کے درخت کو کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ مومن کبھی خوش حال رہتا ہے اور کبھی آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے اور منافق عموماً خوش حال ہوتے ہیں۔ زمانے کی گردش سے اس پر اثر نہیں پڑتا۔ اس میں منافق ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں جو اس کے بعد آرہی ہے فاجر ہے اور مسلم کی روایت میں کافر ہے۔

## حدیث ۲۵۲۴

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ مِنْ

علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی مثال کھیتی کے پودے کے مثل ہے کہ اسے ہوا آتی ہے تو

حَيْثُ أَتَتْهَا الرِّيْحُ كَفَأَتْهَا فَإِذَا اعْتَدَلَتْ تَكَفَّأَ بِالْبَلَاءِ وَالْفَاجِرُ كَالْأَرْزَةِ

جھکا دیتی ہے اور جب سیدھا ہو جاتا ہے تو بلا ٹیڑھا کر دیتی ہے اور فاجر صنوبر کے

مَا مُعْتَدِلَةً حَتّٰى يَقْصِمَهَا اللّٰهُ إِذَا شَاءَ [2]

مثل ہے ٹھوس سیدھا یہاں تک کہ اللہ جب چاہتا ہے اسے توڑ دیتا ہے۔

[1] مسلم: توبہ۔ نسائی: طب۔ [2] التوحید: بابٌ فِي الْمَشِيَّةِ وَالْإِرَادَةِ۔ ص ۱۱۱۲۔

**تشریح ۲۵۲۴** کتاب التوحید میں یہ ہے "مومن کی مثال کھیتی کے پودے کے مثل ہے اس کا پتا نکلتا ہے جب ہوا آتی ہے تو جھکا دیتی ہے اور جب ہوا رک جاتی ہے تو سیدھا ہو جاتا ہے اور ایسے ہی مؤمن بلاء کا شکار ہوتا رہتا ہے نیز وہاں فاجر کے بجائے کافر ہے جو اس کی دلیل ہے کہ یہاں فاجر سے مراد کافر ہے۔

**حدیث ۲۵۲۵** سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ يَسَارٍ اَبَا الْحُبَابِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ

اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے

يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ [1]

آزمائش میں ڈالتا ہے۔

**تشریح ۲۵۲۵** يُصِبْ: معروف یاء کو ضمہ صاد کو کسرہ۔ یہی اکثر کی روایت میں ہے ابن جوزی نے کہا میں نے ابن الحباب سے سنا کہ صاد کو فتحہ ہے اور یہ زیادہ بہتر اور مناسب ہے کہ اس میں ابتلاء کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں جیسا کہ آیۂ کریمہ فاذا مرضتُ فھو یشفین میں ہے کہ بیمار ہونے کی نسبت اپنی طرف اور شفا کی اسناد اللہ عزوجل کی طرف کی۔

## بَابُ شِدَّةِ الْمَرَضِ ص۸۴۳ بیماری کی سختی

**حدیث ۲۵۲۶** عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا رَاَيْتُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے کسی کو

اَحَدًا اَلْوَجَعُ عَلَيْهِ اَشَدُّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [2]

نہیں دیکھا کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ سخت بیماری ہو۔

[1] نسائی: طب۔ [2] مسلم: ادب، نسائی: طب۔ ابن ماجہ: جنائز۔

حدیث ۲۵۲۷

عَنِ الْحَرِثِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهٖ وَهُوَ يُوْعَكُ وَعْكًا شَدِيْدًا وَقُلْتُ اِنَّكَ لَتُوْعَكُ

بیماری میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور حضور کو سخت بخار تھا میں نے عرض کیا آپ کو سخت

وَعْكًا شَدِيْدًا قُلْتُ اِنَّ ذٰلِكَ بِاَنَّ لَكَ اَجْرَيْنِ قَالَ اَجَلْ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيْبُهٗ

بخار آرہا ہے اور یہ اس بنا پر ہے کہ آپ کو دونا اجر ہے۔ فرمایا ہاں جس مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے

اَذًى اِلَّا حَاتَّ اللّٰهُ عَنْهُ خَطَايَاهُ كَمَا تُحَاتُّ وَرَقُ الشَّجَرِ [1]

اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو دور کرتا ہے جیسا کہ درخت کے پتے گرتے ہیں۔

## تشریحات ۲۵۲۷

"حَاتَّ اللّٰهُ" یہ حتٌّ سے باب مفاعلت ہے۔ اصل میں حاتت تھا تاء کو تاء میں ادغام کر دیا۔

اس کے بعد والی روایت میں یوں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتنا بخار آتا ہے جیسا کہ تم میں سے دو شخص کو آتا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت ابن مسعود نے عرض کیا یہ اس بنا پر ہے کہ آپ کو دونا اجر ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بیماری رفع درجات کا بھی سبب ہے اور گناہوں کے مٹانے کا بھی۔ ترمذی میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! وہ کون ہے جس پر سب سے سخت بلا ہے فرمایا "انبیاء کرام پھر وہ جو ان سے قریب ہوں پھر وہ جو ان سے قریب ہوں"۔ نسائی اور مستدرک میں فاطمہ بنت یمان، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بہن سے مروی ہے کہ میں کچھ عورتوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے حاضر ہوئی بخار کی سختی سے حضور پر مشک سے پانی ڈالا جارہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سب سے سخت بلا انبیاء کرام پر نازل ہوتی ہے پھر ان لوگوں پر جو ان سے قریب ہوتے ہیں" اسی کو کسی نے کہا ہے ؏

جن کے رتبے ہیں سوا ان کے سوا مشکل ہے

---

[1] باب اشد الناس بلاء ص۸۴۳ مسلم: ادب، نسائی: طب و ایضا بخاری باب وضع الید علی المریض و باب مایقال للمریض ص۸۴۵ و ابن ماجہ باب قول المریض انی وجع الخ ص۸۴۶۔

## بَابُ فَضْلِ مَنْ يُصْرَعُ مِنَ الرِّيحِ صـ۸۴۴ مرگی کے مریض کی فضیلت

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۵۲۸ | حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ |
| | عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کیا |
| | تَعَالَى عَنْهُمَا أَلَا أُرِيكَ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلَى قَالَ هٰذِهِ |
| | میں تمہیں ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں، انہوں نے عرض کیا ضرور دکھایئے۔ فرمایا یہ حبشی عورت |
| | الْمَرْأَةُ السَّوْدَاءُ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنِّي أُصْرَعُ |
| | نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا میں مرگی کی وجہ |
| | وَإِنِّي أَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللهَ لِي قَالَ إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ |
| | سے گر پڑتی ہوں اور بے ستری ہو جاتی ہے حضور میرے لیے دعا فرمائیں۔ حضور نے فرمایا اگر تم |
| | وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللهَ أَنْ يُعَافِيَكِ فَقَالَتْ أَصْبِرُ فَقَالَتْ إِنِّي |
| | چاہو تو صبر کرو اور تمہارے لیے جنت ہے اور تم چاہو تو اللہ سے دعا کروں کہ تم کو شفا دیدے اس |
| | أَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللهَ أَلَّا أَتَكَشَّفَ فَدَعَا لَهَا |
| | عورت نے عرض کیا میں صبر کروں گی، میں بے ستر ہو جاتی ہوں دعا فرمایئے کہ میرا ستر نہ کھلے تو حضور نے اس کے لیے یہ دعا فرمائی۔ |

**تشریحات ۲۵۲۸** اُس عورت کا نام سُعَیرہ تھا، صرع کے معنی بے ہوش ہو کر گر پڑنے کے ہیں، یہ کبھی اَخلاط کے فساد کے سبب ہوتا ہے جسے مرگی کہتے ہیں اور کبھی جن یا خبیث ہمزاد کے اثر سے ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ــــ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ جسے چھو کر شیطان نے مخبوط بنا دیا ہو متعدد حدیثوں میں وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مصروع کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا اُخْرُجْ يَا عَدُوَّ اللهِ فَإِنِّي رَسُولُ اللهِ۔ تو اسے قَے آئی جس میں کوئی کالی چیز گری اور وہ شفایاب ہو گیا۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۵۲۹ | أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ رَأَى أُمَّ زُفَرَ تِلْكَ امْرَأَةً طَوِيلَةً |
| | عطاء نے کہا کہ انہوں نے ام زفر اس لمبی حبشی عورت کو کعبہ کے |

سَوْدَاءُ عَلٰی سِتْرِ الْکَعْبَۃِ۔
پردے پر دیکھا ہے۔

**تشریحات ۲۵۲۹**

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پہلی والی حدیث میں جس عورت کا ذکر ہے اس کی کنیت ام زفر تھی۔ امام بخاری کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں جس عورت کا قصہ مذکور ہے یہ وہی عورت ہے جو پہلی حدیث میں مذکور ہے لیکن ذہبی اور ابن اثیر کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں دو عورتیں ہیں ام زفر ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مُشَاطہ تھیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتی تھیں۔ یہ دوسری بیوی تھیں بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی قسم کے قصے میں روایت کیا ہے کہ ام زفر نے عرض کیا کہ میں خبیثہ سے ڈرتی ہوں کہ وہ مجھے ننگا کر دے گا تو حضور نے ان کے لیے دعا کی جب ان کو ڈر لگتا تو کعبہ کے پردوں میں آکر چمٹ جاتیں، اس سے پتہ چلا کہ ام زفر کو جن کا آسیب تھا۔ مرگی نہیں تھی۔

**بَابُ فَضْلِ مَنْ ذَهَبَ بَصَرُهٗ** صـ۸۴۴ اس کی فضیلت جس کی آنکھ چلی جائے۔

**حدیث ۲۵۳۰**

عَنْ عَمْرٍو مَوْلَی الْمُطَّلِبِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ قَالَ اِذَا ابْتَلَیْتُ عَبْدِیْ بِحَبِیْبَتَیْهِ فَصَبَرَ عَوَّضْتُهٗ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ یُرِیْدُ عَیْنَیْهِ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب میں اپنے بندے کو اس کے دو محبوب عضو سے آزماتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو میں ان دونوں کے عوض اس کو جنت دیتا ہوں حضور کی مراد آنکھیں ہیں۔

**تشریحات ۲۵۳۰**

ترمذی میں یہ زیادہ ہے "واحتسب" مطلب یہ ہے کہ جس کی آنکھوں کی روشنی چلی جائے اور وہ صبر کرے ثواب کی امید پر تو اس کو ان کے عوض جنت ملے گی۔

**بَابُ عِیَادَةِ الْمَرِیْضِ رَاكِبًا وَمَاشِیًا وَرَدِیْفًا عَلَی الْحِمَارِ** صـ۸۴۵

مریض کی عیادت کے لیے جانا سوار ہو کر اور پیدل یا سواری پر اپنے ساتھ کسی کو بٹھا کر۔

**حدیث ۲۵۳۱**

عَنْ مُحَمَّدٍ هُوَ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری

جَاءَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي لَيْسَ بِرَاكِبٍ بَغْلٍ وَلَا بِرْذَوْنٍ ۔

عیادت کے لیے تشریف لائے خچر یا گھوڑے پر سوار نہیں تھے۔

**تشریحات ۲۵۳۱**

اس حدیث سے عیادت کے لیے پیدل جانا ثابت ہوا، اسی باب میں اس کے پہلے وہ حدیث ذکر فرمائی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لیے گدھے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے ساتھ بٹھایا تھا۔

**بَابُ نَهْيِ تَمَنِّي الْمَرِيضِ الْمَوْتَ** صفحہ ۸۴۷ مریض کا موت کی تمنا کرنے سے ممانعت۔

**حدیث ۲۵۳۲**

حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی کسی تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا ہرگز نہ کرے

مِنْ ضُرٍّ أَصَابَهُ فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ

پس اگر ضروری ہی ہو تو یہ دعا کرے، اے اللہ مجھ کو زندہ رکھ جب تک زندگی میرے

الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي ۔

لیے بہتر ہو اور مجھے وفات دے جب وفات میرے لیے بہتر ہو ع۔

**تشریحات ۲۵۳۲**

حدیث میں "ضُرٍّ" کا لفظ ہے اس کے معنی تکلیف کے ہیں جو مرض اور غیر مرض سب کو عام ہے۔ موت کی تمنا کی ممانعت کے باوجود حضرت

---

ع مسلم دعوات۔ بخاری دعوات باب الدعاء بالموت والحیاۃ صفحہ ۹۴۰ کتاب التمنی باب مایکرہ من التمنی صفحہ ۱۰۷۴۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اخیر حج سے واپسی میں انہوں نے مقام ضجنان میں یہ دعا فرمائی تھی۔ اَللّٰھُمَّ اِنْتَشَرَ رَعِیَّتِیْ وَضَعُفَتْ قُوَّتِیْ فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ۔ اے اللہ! میری رعایا بہت ہوگئی اور میری قوت گھٹ گئی اب مجھے اس حال میں اپنی جانب اٹھالے کہ میں فتنے سے محفوظ رہوں" نیز حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس قسم کی دعا منقول ہے بلکہ ابھی حدیث آرہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ اے اللہ! مجھے نیکوں کے ساتھ ملا دے۔

اقول وھو المستعان! موت کی تمنا کرنے سے ممانعت کا محل یہ ہے کہ کسی بیماری یا مصیبت سے گھبرا کر بطور جزع فزع موت کی تمنا ممنوع ہے لیکن لقاء الٰہی کے شوق یا فتنوں میں مبتلا ہونے کے اندیشے سے موت کی دعا کرنے کی اجازت ہے۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۵۳۳ | عَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰی خَبَّابٍ نَعُوْدُهٗ |
| | قیس بن ابی حازم نے کہا کہ ہم حضرت خبّاب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی |
| | وَقَدِ اکْتَوٰی سَبْعَ کَیَّاتٍ فَقَالَ اِنَّ اَصْحَابَنَا الَّذِیْنَ سَلَفُوْا مَضَوْا وَلَمْ |
| | عیادت کے لیے گئے اور وہ سات داغ لگوائے ہوئے تھے انہوں نے کہا ہمارے وہ ساتھی جو |
| | تَنْقُصْهُمُ الدُّنْیَا وَاِنَّا اَصَبْنَا مَالًا نَجِدُ لَهٗ مَوْضِعًا اِلَّا التُّرَابَ وَلَوْلَا |
| | دنیا سے چلے گئے۔ دنیا نے ان کا کچھ نہیں گھٹایا اور ہم کو اتنا ملا ہے جس کے رکھنے کی کوئی جگہ |
| | اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا اَنْ نَدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ |
| | نہیں ملتی سوائے مٹی کے۔ اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موت کی دعا کرنے سے منع نہیں |
| | بِهٖ ثُمَّ اَتَیْنَاهُ مَرَّةً اُخْرٰی وَهُوَ یَبْنِیْ حَائِطًا لَهٗ فَقَالَ اِنَّ الْمُسْلِمَ |
| | فرمایا ہوتا تو میں اس کی دعا کرتا پھر ہم ان کے پاس دوبارہ حاضر ہوئے تو وہ اپنے باغ کی دیوار بنوا رہے |
| | یُؤْجَرُ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ یُنْفِقُهٗ اِلَّا فِیْ شَیْءٍ یَجْعَلُهٗ فِیْ هٰذَا التُّرَابِ [1] |
| | تھے تو فرمایا مسلمان جو بھی خرچ کرے اسے اس میں اجر ہے مگر وہ جسے اس مٹی میں ڈال دے۔ |

[1] دعوات: باب الدعا بالموت والحیاۃ ص۹۴۰-۹۴۱ دو طریق سے۔ رقاق: باب ما یحذر من زھرۃ الدنیا ص۹۵۲۔ دو طریق سے۔ التمنی: باب ما یکرہ من التمنی ص۱۰۷۴۔ مسلم دعوات، فضائل جنائز

**تشریحات ۲۵۳۳**

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیٹ میں کوئی تکلیف تھی اس کے لیے انہوں نے داغ لگوایا تھا۔ بعض احادیث میں بطورِ علاج داغنے سے ممانعت آئی ہے اس کا محل یہ ہے کہ اگر یہ اعتقاد ہو کہ داغنا ہی حقیقی شفا دینے والا ہے تو ممانعت ہے لیکن جو یہ اعتقاد رکھے کہ شفا دینے والا اللہ عزوجل ہے اور داغنا اس کا سبب ہے تو کوئی حرج نہیں۔

**حدیث ۲۵۳۴**

اَخْبَرَنِیْ اَبُوْعُبَیْدٍ مَوْلٰی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ اَبَاھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَنْ یُّدْخِلَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا لوگوں نے عرض کیا آپ کو بھی یا رسول اللہ!

اَحَدًا عَمَلُہُ الْجَنَّۃَ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ

فرمایا ہاں مجھے بھی مگر یہ کہ اللہ عزوجل مجھے اپنے فضل و رحم سے نوازے گا تو صحیح راستے پر چلو اور میانہ

اللّٰہُ بِفَضْلٍ وَّرَحْمَتِہٖ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَلَا یَتَمَنّٰی اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ اِمَّا مُحْسِنًا

روی اختیار کرو اور تم میں کوئی موت کی تمنا نہ کرے اگر وہ نیکو کار ہے تو امید یہ ہے کہ وہ نیکی زیادہ کرے

فَلَعَلَّہٗ اَنْ یَّزْدَادَ خَیْرًا وَاِمَّا مُسِیْئًا فَلَعَلَّہٗ اَنْ یَّسْتَعْتِبَ [1]

گا اور اگر بدکار ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ کی رضا طلب کرے۔

**تشریحات ۲۵۳۴**

ہمارا مذہب یہ ہے کہ ثواب اور عذاب کا ثبوت عقل سے نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ پر یہ واجب نہیں کہ نیکو کار کو جنت میں بھیجے یا بدکار کو جہنم میں اگر وہ تمام مومنوں پر عذاب کرے تو یہ بتقاضائے عقل ہے لیکن چونکہ اس نے خبر دی ہے کہ مومنوں کو بخشے گا ــــ اور کافروں کو عذاب دے گا۔ اس لیے ایسا ہی کرے گا اور معتزلہ کہتے ہیں کہ ثواب اور عذاب کا ثبوت عقل سے ہے طاعت ثواب کی موجب ہے اور گناہ عذاب کا ۔ یہ حدیث معتزلہ کا رد ہے۔

[1] مسلم:

حدیث ۲۵۳۵

عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَنْهَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَيَّ

کو یہ فرماتے ہوئے سنا اور حضور مجھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اے اللہ! مجھے بخش دے

يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَأَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْأَعْلٰى.

اور مجھ پر رحم فرما اور رفیق اعلیٰ سے مجھے لاحق فرما۔

تشریح ۲۵۳۵

اس کی توجیہہ گزر گئی۔ کہ اگر اللہ عزوجل سے شوق لقاء میں کوئی دعاء کرے تو منع نہیں۔ منع یہ ہے کہ بیماری یا تکلیف کی وجہ سے بطور جزع فزع موت کی تمنا کرے۔ پھر یہ دعا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت فرمائی ہے جب وصال کا یقین ہوچکا تھا۔ اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان فرشتوں کو ملاحظہ فرمایا تھا جو موت کے وقت آتے ہیں۔ اور مومنین وصالحین کو بشارت دیتے ہیں جو اسی حدیث میں ہے کہ جب حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکلیف دیکھ کر یہ کہا تھا "واکربَ اَبَاہُ" تو حضور نے فرمایا کہ آج کے بعد تمہارے باپ پر کوئی تکلیف نہیں۔ یہ دعا ایک طرح سے اپنے وصال کی خبر دینی تھی۔ چنانچہ اس دعا کے بعد ہی وصال ہوگیا۔

## بَابُ دعاءِ العائد للمريض ص ۸۴۷ عیادت کرنے والے کا مریض کے لیے دعا کرنا۔

حدیث ۲۵۳۶

عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَتٰى مَرِيْضًا أَوْ أُتِيَ بِهٖ قَالَ أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ

وسلم کسی مریض کے پاس تشریف لے جاتے یا حضور کے پاس کوئی مریض لایا جاتا تو فرماتے تکلیف دور فرما اے لوگوں کے

وَاشْفِ وَأَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سُقْمًا [1]

پروردگار! شفا دے اور تو ہی شفا دینے والا ہے سوائے تیری شفا کے اور کوئی شفا نہیں ایسی شفا دے جو بیماری کچھ بھی نہ چھوڑے۔

[1] باب رقیۃ النبی ص ۸۵۵۔ و۔ باب مسح الراقی فی الوجع ص ۸۵۶۔ مسلم، نسائی: طب۔

۲۵۳۶

**تشریح** "کان اذا اتی مریضا او اُتِیَ بِہٖ" کو شارحین نے راوی کا شک قرار دیا ہے ہو سکتا ہے اس سند میں یہی ہو لیکن یہ تنویع کے لیے بھی ہو سکتا ہے یعنی جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مریض کے پاس تشریف لے جاتے تو بھی یہی دعا پڑھتے اور کوئی مریض حضور کی خدمت میں لایا جاتا تو بھی یہی دعا پڑھتے۔ کتاب الطب وغیرہ میں یہی حدیث یوں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان میں سے بعض کو بیماری سے بچانے کی دعا کرتے اور اپنے دہنے ہاتھ کو مسح فرماتے اور دعا یوں فرماتے اللّٰھم ربّ النّاس اَذْھِبِ الباس واشفہ انت الشافی لا شفاء الا شفاءُک شِفاءً لا یُغادِرُ سُقْمًا۔

| | |
|---|---|
| ت ۷۳۸ | وَقَالَ عمرو بنُ اَبِی قَیْسٍ وَ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ طَھْمَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ |
| | منصور نے ابراہیم اور ابو الضحیٰ سے روایت کی کہ حدیث میں یہ ہے اِذَا اُتِیَ |
| | عَنْ اِبْرَاھِیْمَ وَ اَبِی الضُّحٰی اِذَا اُتِیَ بِالْمَرِیْضِ وَقَالَ جَرِیْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ |
| | بالمریض اور جریر نے کہا منصور نے ابی الضحیٰ سے تنہا جو روایت کی |
| | عَنْ اَبِی الضُّحٰی وَحْدَہٗ وَقَالَ اِذَا اَتٰی مَرِیْضًا. |
| | اس میں یہ ہے اذا اتی مریضا. |

**تشریحات** اس تعلیق کا حاصل یہ ہے کہ منصور سے اس حدیث میں تین طرح کی روایتیں ہیں۔ بطریق ابراہیم عن منصور عن عائشہ میں تردید ہے کان اذا اتی مریضا او اُتِیَ بِہٖ" لیکن منصور ہی سے بطریق ابراہیم و ابو الضحیٰ جو روایت ہے اس میں صرف یہ ہے اذا اُتِیَ بالمریض۔ اور منصور ہی سے تیسری روایت تنہا ابو الضحیٰ سے یہ ہے اذا اتی مریضا۔ یہ حضرت امام بخاری کی روایت میں اعلیٰ درجہ کی احتیاط ہے کہ اس سلسلہ کی تمام روایتوں کو یکجا کر دیا

www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# کتاب الطب ص ۸۴۶

## باب ما انزل اللہ داءً الا انزل لہ شفاءً ص ۸۴۷

اللہ نے جو بیماری بھی اتاری ہے اس کے لیے شفاء بھی اتاری ہے۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۵۳۷ | حدثنی عطاء بن ابی رباح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت |
| | عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ما انزل اللہ داءً الا انزل لہ شفاءً [۱] |
| | کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ عزوجل نے کوئی ایسی بیماری نہیں اتاری ہے مگر اس کے لیے دوا بھی اتاری ہے۔ |

**تشریحات ۲۵۳۷** یہ حدیث اپنے عموم پر نہیں۔ اس سے موت اور بڑھاپا مستثنیٰ ہیں جیسا کہ دوسری حدیثوں میں مذکور ہے۔ یہ اللہ عزوجل کا کرم خصوصی ہے کہ ہر بیماری کے لیے دوا اتاری لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر بیماری میں جو اس کی دوا ہے اس کا معالج کو علم ہو جائے کبھی مرض کی تشخیص میں غلطی ہو جاتی ہے اور کبھی دوا کی تجویز میں۔

## باب الشفاء فی ثلث ص ۸۴۸

تین چیزوں میں شفاء ہے۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۵۳۸ | عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال |
| | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ شفاء تین چیزوں میں ہے شہد پینے میں |
| | الشفاء فی ثلثۃ شربۃ عسل وشرطۃ محجم وکیۃ نار وانہی [۲] |
| | اور سینگی لگوانے میں اور آگ سے داغنے میں اور میں اپنی امت کو داغنے سے |

---

[۱] نسائی طب ۔ [۲] التوحید: ۵

اُمَیَّۃَ عَنِ الْکُبِّیِّ رَفَعَ الْحَدِیْثَ وَرَوَاہُ الْقُبِّیُّ عَنْ لَیْثٍ عَنْ مُجَاھِدٍ عَنْ

منع کرتا ہوں۔ اور انہوں نے حدیث کو مرفوع کیا اور بطریق قبی عن لیث جو روایت

ابْنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْعَسَلِ وَالْحَجْمِ ؏

ہے اس میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں مگر اسمیں صرف شہد اور سینگی کا ذکر ہے۔

**تشریحات ۲۵۳۸**

اس کے بعد امام بخاری نے اسی حدیث کو بطریق محمد بن عبدالرحیم روایت کی ہے اس میں تصریح ہے عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال۔

**بَابُ الدواء بالعسل وقولہ تعالیٰ فیہ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ** صـ ۸۴۸

شہد سے دوا کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا بیان اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔

**تشریحات**

جمہور کا قول یہی ہے کہ فیہ شفا للناس میں فیہ کی ضمیر کا مرجع عسل ہے اس پر یہ شبہ وارد کیا گیا کہ شہد گرم مزاج والوں کو اور صفراء کی بیماری میں مضر ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ باعتبار اغلب واکثر کے ہے۔ اور عام مخصوص منہ البعض ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا اس آیت میں فیہ کا مرجع قرآن ہے۔ لیکن آیت کے سیاق میں کہیں قرآن کا ذکر نہیں۔ اس لیے راجح جمہور کا قول ہے۔

**حدیث ۲۵۳۹**

عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَۃَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ میں نے

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ اگر تمہاری دواؤں

اِنْ کَانَ فِیْ شَیْءٍ مِنْ اَدْوِیَتِکُمْ اَوْ یَکُوْنُ فِیْ شَیْءٍ مِنْ اَدْوِیَتِکُمْ خَیْرٌ فَفِیْ

میں سے کسی میں خیر ہے تو سینگی میں ہے یا شہد پینے میں ہے یا آگ سے

شَرْطَۃِ مِحْجَمٍ اَوْ شَرْبَۃِ عَسَلٍ اَوْ لَذْعَۃٍ بِنَارٍ تُوَافِقُ الدَّاءَ وَمَا اُحِبُّ اَنْ اَکْتَوِیَ ؏

داغنے میں ہے جو بھی بیماری کے موافق ہو اور میں داغنے کو پسند نہیں کرتا۔

ع ابن ماجہ، طب ع بخاری باب الحجامۃ من الداء طب صـ ۸۴۹ ایضا باب الحجامۃ من الشقیقۃ صـ ۸۵۰ ایضا باب من اکتوی او کوی غیرہ صفحہ ۸۵۰ مسلم طب، نسائی طب۔

**تشریحات ۲۵۳۹**

ابن تین نے کہا کہ اس حدیث میں جو وارد ہے او یکون فی شئی کی جگہ یکن ہونا چاہیئے۔ اس لیے کہ یہ کانَ پر مطعوف ہے جس پر اِنْ داخل ہے۔ مسند امام احمد کی روایت میں ہے۔ ان یکن۔ اس حدیث میں جو فرمایا کہ میں داغنے کو پسند نہیں فرماتا یہ اس کی دلیل ہے کہ داغنے سے ممانعت تحریم کے لیے نہیں تنزیہہ کے لیے ہے۔ اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دستِ مبارک سے داغا تھا۔

**حدیث ۲۵۴۰**

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

فَقَالَ اَخِیْ یَشْتَکِیْ بَطْنَہٗ فَقَالَ اِسْقِہٖ عَسَلًا ثُمَّ اَتَاہُ الثَّانِیَۃَ فَقَالَ

وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میرے بھائی کو پیٹ کی تکلیف ہے فرمایا اس کو شہد پلاؤ پھر دوبارہ

اِسْقِہٖ عَسَلًا ثُمَّ اَتَاہُ الثَّالِثَۃَ فَقَالَ اِسْقِہٖ عَسَلًا ثُمَّ اَتَاہُ فَقَالَ قَدْ

آیا تو فرمایا اس کو شہد پلاؤ پھر تیسری بار آیا تو فرمایا اس کو شہد پلاؤ پھر وہ آیا اور عرض کیا میں نے کیا فرمایا اللہ نے سچ

فَعَلْتُ فَقَالَ صَدَقَ اللّٰہُ وَکَذَبَ بَطْنُ اَخِیْکَ اِسْقِہٖ عَسَلًا فَسَقَاہُ فَبَرَاَ ۔ ع

فرمایا اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے اسکو شہد پلاؤ پھر انہوں نے پلایا اور وہ ٹھیک ہو گئے۔

**تشریحات ۲۵۴۰**

اس روایت میں اختصار ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ میرے بھائی کو دست آرہا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو شہد پلاؤ اس نے پلایا پھر آیا اور کہا میں نے پلایا تو دست اور بڑھ گیا یہی قصہ چار بار ہوا۔ چوتھی بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے سچ فرمایا اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔ پھر اس نے شہد پلایا اور ٹھیک ہو گیا۔ صدق اللہ سے مراد اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے کہ شہد کے بارے میں فرمایا فیہ شفاءٌ للناس۔

بطریق طب دست عموماً بدہضمی سے آتا ہے، فاسد مادہ پیٹ میں جمع ہو جاتا ہے۔ شفاء کامل کے لیے ضروری ہے کہ تمام فاسد مادہ نکل جائے۔ ابتداءً شہد پلانے سے یہی ہوا کہ فاسد مادہ

ع بخاری باب دواء المبطون ص۸۵۱ مسلم طب، نسائی طب ولیمہ۔

تیزی سے نکلنے لگا جب کُل فاسد مادہ نکل گیا تو وہ تندرست ہوگیا۔

## بَابُ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ صـ۸۴۸ کلونجی (منگریلا) کا بیان

**حدیث ۲۵۴۱**

عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ خَرَجْنَا وَمَعَنَا غَالِبُ بْنُ اَبْجَرَ

حضرت خالد بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا ہم باہر گئے ہوئے تھے

فَمَرِضَ فِی الطَّرِیْقِ فَقَدِمْنَا الْمَدِیْنَةَ وَهُوَ مَرِیْضٌ فَعَادَ ابْنُ اَبِیْ عَتِیْقٍ

اور ہمارے ساتھ غالب بن ابجر تھے وہ راستے میں بیمار پڑ گئے ہم مدینے آئے اور وہ بیمار رہی

فَقَالَ لَنَا عَلَیْکُمْ بِهٰذِهِ الْحُبَیْبَةِ السَّوْدَاءِ فَخُذُوْا مِنْهَا خَمْسًا اَوْ سَبْعًا

رہے ان کو دیکھنے کے لیے ابن ابی عتیق آئے تو انہوں نے ہم سے کہا۔ اس چھوٹے کالے دانے

فَاسْحَقُوْهَا ثُمَّ اقْطُرُوْهَا فِیْ اَنْفِهٖ بِقَطَرَاتِ زَیْتٍ فِیْ هٰذَا الْجَانِبِ وَفِیْ

سے علاج کرو اس میں سے پانچ یا سات لو اور اسے پیس ڈالو پھر روغن زیتون ملا کر اس

هٰذَا الْجَانِبِ فَاِنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْنِیْ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

کے چند قطرے ناک میں ڈالو اِس جانب بھی اور اُس جانب بھی اس لیے کہ ام المومنین حضرت عائشہ

وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ هٰذِهِ الْحَبَّةَ السَّوْدَاءَ شِفَاءٌ مِنْ کُلِّ دَاءٍ اِلَّا مِنَ السَّامِ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ

قُلْتُ وَمَا السَّامُ قَالَ الْمَوْتُ۔ عـه

اس کالے دانے میں موت کے سوا ہر بیماری سے شفاء ہے میں نے پوچھا سام کیا ہے انہوں نے کہا موت۔

## تشریحات ۲۵۴۱

خالد بن سعد، حضرت ابو مسعود بدری انصاری کے غلام ہیں جو صحابی نہیں۔ اور ابن ابی عتیق سے مراد عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ کلونجی کا ہر بیماری سے شفاء ہونا بھی باعتبار اغلب واکثر کے ہے، یا مراد یہ ہے کہ اسے مناسب دواؤں میں ملا کر دیا جائے تو ہر بیماری سے شفاء ہے۔ اور عرفاء نے فرمایا کہ جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کی سچائی پر اعتماد کر کے کسی بھی بیماری میں شہد یا کلونجی کو استعمال کرے تو اسے شفاء حاصل ہوگی۔

عـه ابن ماجہ۔

**حدیث ۲۵۴۲** اَخْبَرَنِیْ اَبُوْسَلَمَۃَ وَسَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ اَنَّ اَبَاھُرَیْرَۃَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دیا کہ انہوں نے رسول اللہ

اَخْبَرَھُمَا اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِی الْحَبَّۃِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ الحبۃ السوداء میں۔ موت کے

السَّوْدَاءِ شِفَاءٌ مِّنْ کُلِّ دَاءٍ اِلَّا السَّامَ۔ قَالَ ابْنُ شِھَابٍ وَالسَّامُ الْمَوْتُ

علاوہ ہر بیماری سے شفاء ہے۔ ابن شہاب نے کہا کہ سام کے معنی موت ہے اور الحبۃ السوداء

وَالْحَبَّۃُ السَّوْدَاءُ الشُّوْنِیْزُ۔

شونیز کو کہتے ہیں یعنی کلونجی (منگریلا)

## بَابُ التَّلْبِیْنَۃِ لِلْمَرِیْضِ ص ۸۴۹ مریض کے لیے تلبینہ پلانا۔

**حدیث ۲۵۴۳** عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّھَا کَانَتْ تَاْمُرُ بِالتَّلْبِیْنَۃِ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مریض کو تلبینہ پلانے کا حکم

وَتَقُوْلُ ھُوَ الْبَغِیْضُ النَّافِعُ۔

دیتیں اور فرماتیں یہ ناپسند نفع دینے والا ہے۔

**تشریحات ۲۵۴۳** یعنی مریض اس کو پسند نہیں کرتا مگر یہ سود مند ہے۔

بَابُ السَّعُوْطِ بِالْقُسْطِ الْھِنْدِیِّ وَالْبَحْرِیِّ وَھُوَ الْکُسْتُ مِثْلُ الْکَافُوْرِ وَالْقَافُوْرِ مِثْلُ کُسِطَتْ نُزِعَتْ وَقَرَأَ عَبْدُ اللّٰہِ قُسِطَتْ۔ ص ۸۴۹

قسط ہندی اور بحری کو ناک میں ڈالنا اور یہ کُست ہے جیسے کافور اور قافور جیسے کُسِطَتْ نکال لیا جائے اور عبداللہ نے قُسِطَتْ پڑھا۔

**توضیح** قسط دو ہوتی ہے ایک ہندی جو ہندوستان میں پیدا ہوتی ہے یہ موٹی کالی ہلکی ہوتی ہے اور قسط بحری سفید رنگ کی ہلکی ہوتی ہے جو بلاد مغرب سے آتی ہے۔ ہندی میں حرارت زیادہ ہوتی ہے۔

**حدیث ۲۵۴۴** عَنْ اُمِّ قَیْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ سَمِعْتُ

حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِھٰذَا الْعُوْدِ الْھِنْدِیِّ فَاِنَّ فِیْہِ

کو فرماتے ہوئے سنا، تم لوگ اس عود ہندی سے علاج کرو۔ اس میں سات

سَبْعَۃُ اَشْفِیَۃٍ یُسْتَعَطُ بِہٖ مِنَ الْعُذْرَۃِ وَیُلَدُّ بِہٖ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ۔

شفاء ہے عذرہ میں یہ ناک میں سڑکی جاتی ہے اور نمونیہ میں منہ میں ڈالی جاتی ہے عہ

**تشریحات ۲۵۴۴** باب العذرۃ میں ہے کہ ام قیس بنت محصن ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے پہلے پہل ہجرت کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اور یہ عکاشہ بنت محصن کی بہن تھیں۔ وہ اپنے بیٹے کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے اس بچے کو عذرہ کی بیماری کی وجہ سے انگلی سے حلق دبا دیا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! اللہ سے ڈرو! تم کیوں اپنے بچوں کے حلق کو انگلیوں سے دباتی ہو

**عذرہ:۔** حلق میں ایک بیماری ہے جس میں کوّے میں ورم ہوجاتا ہے۔ عود ہندی کی تفسیر باب العذرۃ میں قسط سے کی ہے ــــ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قسط میں سات شفاء بتایا۔ پانچ کو چھوڑ دیا۔ غالباً یہ اس بنا پر ہے کہ عام طور پر جن دو بیماریوں میں وہاں مستعمل تھی ان کو بیان فرمایا۔

## بَابُ الْحِجَامَۃِ مِنَ الدَّاءِ ص ۸۴۹ بیماری سے سینگی لگوانا

**حدیث ۲۵۴۵** اَخْبَرَنَا حُمَیْدٌ الطَّوِیْلُ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنَّ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جن

اَمْثَلَ مَا تَدَاوَیْتُمْ بِہِ الْحِجَامَۃُ وَالْقُسْطُ الْبَحْرِیُّ وَقَالَ لَا تُعَذِّبُوْا

چیزوں سے تم علاج کرتے ہو ان میں سب سے افضل سینگی لگانا ہے اور قسط بحری ہے

صِبْیَانَکُمْ بِالْغَمْزِ مِنَ الْعُذْرَۃِ وَعَلَیْکُمْ بِالْقُسْطِ ۔

اور فرمایا عذرہ سے شفا کے لیے اپنے بچوں کو چٹکی سے تکلیف مت دو اور قسط استعمال کرو۔

عہ بخاری باب اللدود ص ۸۵۰ و ایضاً باب العذرۃ ص ۸۵۱ ایضاً باب ذات الجنب ص ۸۵۲ مسلم طب، ابوداؤد طب، نسائی طب۔

**تشریح ۲۵۴۵**

گزر چکا کہ عذرہ بچوں کے کوے میں ایک قسم کے ورم کا نام ہے جس کا علاج یہ کرتے تھے کہ انگلی سے اس کو دبا دیتے تھے جس سے بچوں کو بہت تکلیف ہوتی تھی کبھی زخم بھی ہو جاتا۔ اس سے منع فرمایا اور فرمایا کہ قسط کوٹ کر اس پر لگا دو۔

**حدیث ۲۵۴۶**

اَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقنع کی بیمار پرسی کیلئے تشریف لے گئے پھر فرمایا میں یہاں سے

تَعَالٰی عَنْهُمَا عَادَ الْمُقَنَّعَ ثُمَّ قَالَ لَا اَبْرَحُ حَتّٰی تَحْتَجِمَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

نہیں ٹلوں گا جب تک تو سینگی نہیں لگوالے گا اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ فِیْهِ شِفَاءً [1]

علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اس میں شفا ہے۔

## بَابُ الْجُذَامِ ص۸۵۰ جذام کا بیان

**ت ۷۳۹**

حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ مِیْنَاءَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَةَ وَلَا هَامَةَ

بیماری کی چھوت نہیں اور نہ بدشگونی اور نہ ھامۃ ہے اور نہ صفر اور کوڑھی سے یوں بھاگو

وَلَا صَفَرَ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْاَسَدِ [2]

جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔

**تشریحات ۷۳۹**

اس حدیث کے راوی عفان بن مسلم صفار امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں مگر اکثر ان سے کسی کے واسطے سے روایت کرتے ہیں اسی لیے یہ تعلیق ہے اور صحیح ہے یعنی ضعیف نہیں۔

---

[1] مسلم: نسائی: طب۔

[2] باب لاصفر ص۸۵۱۔ باب لاھامۃ ص۸۵۹۔ و۔ باب لاعدوی ص۸۵۹

"عدویٰ" اہل جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ بعض بیماریاں ایسی ہیں جو دوسرے کو لگ جاتی ہیں، جیسے جُذام، خارش، طاعون وغیرہ۔ اس کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نفی فرمائی ــــ ایک اعرابی حاضر ہوئے انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے اونٹ صاف ستھرے اچھے ہوتے ہیں اس میں ایک خارش زدہ اونٹ آتا ہے اور سب کو خارش زدہ بنا دیتا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کس نے پہلے کو خارش زدہ بنایا اس نے عرض کیا اللہ نے فرمایا اسی طرح سب کو اللہ نے خارش زدہ بنایا۔ "طِیَرَۃ" اس کے معنیٰ بدشگونی ہے عرب کی عادت تھی کہ جب سفر کے لیے نکلتے تو اگر کوئی پرندہ داہنے طرف سے اڑتا تو اس کو مبارک جانتے اور اگر بائیں طرف اڑتا تو اس کو بُرا شگون جانتے اس قسم کے اور بھی توھمات پھیلے ہوئے تھے اور آج ہمارے بھی معاشرے میں پھیلے ہوئے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِن تمام توھمات کو دفع فرمایا۔

"ھَامَۃ" ایک چڑیے کا نام ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ اُلّو ہے۔ اہلِ جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ یہ چڑیا جب کسی گھر پر بیٹھتی ہے تو اس گھر میں کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے آج بھی جاہلوں میں یہ مشہور ہے کہ اُلّو جس گھر میں بولے یا جس گھر کی چھت پر بولے اس گھر میں کوئی مصیبت نازل ہوگی ــ ایک قول یہ ہے کہ اہل جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ مردہ کی ہڈیاں ھامہ ہو کر اڑتی ہیں ایک قول یہ ہے کہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ جس مقتول کا قصاص نہ لیا جائے وہ ھامہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ کہتا رہتا ہے مجھے پلاؤ مجھے پلاؤ۔ جب اس کا قصاص لے لیا جاتا ہے تو وہ اڑ جاتا ہے۔ ان سب توھمات کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رد فرمایا کہ یہ سب کچھ نہیں ہے۔ "صَفَر" عرب والوں کا دستور تھا کہ لڑنے کے لیے کبھی محرم کو صفر سے بدل دیتے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ پیٹ کی بیماری ہے جیسا کہ امام بخاری آگے چل کر باب باندھیں گے "باب لاصفر وھو داء یأخذ البطن" ــ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ صفر کے مہینے کو منحوس سمجھتے ہیں اس کی نفی فرمائی۔

لاعدویٰ کے عموم میں جذام بھی داخل ہے پھر مجذوم سے بھاگنے کا حکم کس بناء پر ہے علماء نے اس کی توجیہہ یہ کی کہ اگر کوئی مجذوم کے پاس اٹھے بیٹھے گا اور خدانخواستہ من جانب اللہ اسے جذام ہو جائے گا تو ہو سکتا ہے کہ وہ یہ اعتقاد کرنے لگے کہ مجھے اس کی چھوت لگ گئی۔ ورنہ ابوداؤد میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجذوم کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ہاتھ کے ساتھ اس کا ہاتھ پیالے میں رکھا اور فرمایا کھا ــ اللہ کے نام سے شروع اور اللہ پر بھروسہ اور توکل ہے۔

مسلم میں بطریق علاء بن عبدالرحمٰن اسی حدیث میں یہ زیادہ ہے ولا نوءَ۔ اور نجھتر نہیں۔ عرب کا اعتقاد تھا کہ ستاروں کو بارش میں دخل ہے جب بارش ہوتی تو کہتے مُطِرْنَا بِنَوْءِ کذا۔

ہم پر فلاں نچھتر سے بارش ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو باطل فرمایا۔
بخاری ہی میں دوسرے ابواب میں ہے کہ ایک اعرابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا حضور کیا حال ہے میرے اونٹوں کا کہ وہ ریگستان میں ہرنوں کی طرح ہوتے ہیں پھر ایک خارش زدہ اونٹ آتا اور پھر ان میں رہنے لگتا اور ان سب کو خارش زدہ کر دیتا۔ حضور نے فرمایا پہلے اونٹ کو کہاں سے بیماری لگی؟

## بَابُ ذَاتِ الْجَنْبِ ص۸۵۲ نمونیا کا بیان

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۵۴۷ | حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ قُرِئَ عَلٰی اَیُّوْبَ مِنْ کُتُبِ اَبِیْ قِلَابَۃَ مِنْہُ |
| | حماد نے کہا ایوب پر ابو قلابہ کی کتابوں میں سے پڑھا گیا ان میں سے کچھ وہ ہے جس کو |
| | حَدَّثَ بِہٖ وَمِنْہُ مَا قُرِئَ عَلَیْہِ وَکَانَ ھٰذَا فِی الْکِتَابِ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَبَا طَلْحَۃَ |
| | ایوب نے حدّث کے صیغے سے بیان کیا اور کچھ وہ ہے جو ان پر پڑھا گیا اور جو میں بیان کرتا ہوں |
| | وَاَنَسَ بْنَ النَّضْرِ کَوَّیَاہُ وَکَوَاہُ اَبُوْ طَلْحَۃَ بِیَدِہٖ وَقَالَ عَبَّادُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ |
| | یہ بھی اس کتاب میں ہے حضرت انس سے مروی تھا کہ حضرت ابو طلحہ اور انس بن نضر نے ان کو داغا اور ان کو |
| | اَیُّوْبَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ اٰذَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی |
| | ابو طلحہ نے اپنے ہاتھ سے داغا اور عباد بن منصور نے عن ایوب عن ابی قلابہ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے |
| | عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَھْلِ بَیْتٍ مِنَ الْاَنْصَارِ اَنْ یَّرْقُوْا مِنَ الْحُمَۃِ وَالْاُذُنِ فَقَالَ |
| | روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کے ایک گھر والے کو زہریلے جانوروں کے کاٹے |
| | اَنَسٌ کُوِیْتُ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیٌّ |
| | اور کان کے درد کے لیے دم کرنے کی اجازت فرمائی۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ نمونیا کے باعث مجھے |
| | وَشَھِدَنِیْ اَبُوْ طَلْحَۃَ وَاَنَسُ بْنُ النَّضْرِ وَزَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَاَبُوْ طَلْحَۃَ |
| | رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں داغا گیا اور میرے پاس حضرت ابو طلحہ اور حضرت انس بن نضر |
| | کَوَانِیْ ۔ |
| | اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم موجود تھے اور مجھے ابو طلحہ نے داغا تھا۔ |

**تشریح ۲۵۴۷** یہ بحث گزر چکی کہ صحیح یہ ہے کہ جس کتاب پر اعتماد ہو کہ یہ فلاں کی ہے اور شرعاً قابل اعتماد ذریعے سے کسی تک پہنچی ہو تو اس سے روایت صحیح ہے۔ اس کی توجیہہ گزر چکی کہ ممانعت کے باوجود صحابۂ کرام نے کیوں داغ لگوایا۔ یہ ممانعت تنزیہاً تھی۔

## بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الطَّاعُونِ ص ۸۵۲

طاعون کے بارے میں کیا ذکر کیا جاتا ہے۔

**حدیث ۲۵۴۸** عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ خَرَجَ إِلَى الشَّامِ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ أُمَرَاءُ

عنہ شام تشریف لے گئے یہاں تک کہ جب مقام سرغ میں پہنچے تو انہیں لشکروں کے امراء ابوعبیدہ بن الجراح اور

الْأَجْنَادِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَأَصْحَابُهُ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ الْوَبَاءَ

ان کے ساتھی ملے تو انہوں نے بتایا کہ شام میں وباء پھیل گئی ہے تو حضرت عمر نے فرمایا کہ مہاجرین اولین

قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ عُمَرُ ادْعُ لِي الْمُهَاجِرِينَ

کو میرے پاس بلاؤ کسی نے ان کو بلایا حضرت عمر نے ان سے مشورہ فرمایا اور ان کو خبر دی کہ شام میں

الْأَوَّلِينَ فَدَعَاهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ وَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ

وباء پھیل گئی ہے (آپ لوگوں کی کیا رائے ہے) تو لوگوں نے آپس میں اختلاف کیا کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ

فَاخْتَلَفُوا فَقَالَ بَعْضُهُمْ قَدْ خَرَجْتَ لِأَمْرٍ وَلَا نَرَى أَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ وَقَالَ

ایک کام کے لیے نکلے ہیں ہم مناسب نہیں جانتے کہ آپ بغیر انجام دیے واپس ہوں اور کچھ لوگوں

بَعْضُهُمْ مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے کہا آپ کے ساتھ بقیہ لوگ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں ہم مناسب نہیں جانتے کہ

وَلَا نَرَى أَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْوَبَاءِ فَقَالَ ارْتَفِعُوا عَنِّي ثُمَّ قَالَ ادْعُ لِي الْأَنْصَارَ

آپ ان کو وبا پر پیش کریں۔ یہ سنکر فرمایا آپ لوگ میرے پاس سے جاؤ پھر فرمایا انصار کو بلاؤ میں نے انصار

فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ فَسَلَكُوا سَبِيلَ الْمُهَاجِرِينَ وَاخْتَلَفُوا كَاخْتِلَافِهِمْ
کو بلایا اور ان سے مشورہ کیا انہوں نے بھی مہاجرین ہی کی روش پر بات کی اور انھیں کی طرح اختلاف
فَقَالَ ارْتَفِعُوا عَنِّي ثُمَّ قَالَ ادْعُ لِي مَنْ كَانَ هٰهُنَا مِنْ مَشْيَخَةِ قُرَيْشٍ
کیا فرمایا تم لوگ میرے پاس سے جاؤ پھر فرمایا میرے لیے ان کو بلاؤ جو فتح کے مہاجرین میں قریش کے مشائخ
مِنْ مُهَاجِرَةِ الْفَتْحِ فَدَعَوْتُهُمْ فَلَمْ يَخْتَلِفْ مِنْهُمْ عَلَيْهِ رَجُلَانِ فَقَالُوا
میں سے ہیں میں نے ان کو بلایا تو ان میں سے دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہیں کیا اور سب نے متفقہ طور پر کہا
نَرَى أَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلَا تُقْدِمَهُمْ عَلَى هٰذَا الْوَبَاءِ فَنَادَى عُمَرُ فِي النَّاسِ
کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں کو لے کر لوٹ جائیں اور لوگوں کو اس وباء پر نہ پیش کریں اس کے بعد حضرت
إِنِّي مُصَبِّحٌ عَلَى ظَهْرٍ فَأَصْبِحُوا عَلَيْهِ قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ أَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ
عمر نے لوگوں میں منادی کرادی کہ میں صبح کو سوار ہونے والا ہوں تو سب لوگ صبح کو واپسی کے لیے تیار ہو گئے تو
فَقَالَ عُمَرُ لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ إِلَى قَدَرِ اللّٰهِ
حضرت ابو عبیدہ نے کہا (اے عمر) کیا اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہو تو حضرت عمر نے فرمایا اے ابو عبیدہ کاش تمہارے علاوہ
أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ إِبِلٌ هَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ إِحْدَاهُمَا خَصْبَةٌ
کسی اور نے یہ بات کہی ہوتی ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ بتاؤ! اگر تیرے لیے کچھ اونٹ
وَالْأُخْرَى جَدْبَةٌ أَلَيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الْخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ وَإِنْ
ہوں اور تو کسی ایسے نالے میں اترے جس کے دو کنارے ہوں ایک ہرا بھرا دوسرا سوکھا کیا ایسا نہیں ہے کہ
رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ قَالَ فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَكَانَ
اگر تم ہرے بھرے میں چراؤ گے تو اللہ کی تقدیر سے چراؤ گے اور اگر خشک حصے پر چراؤ گے تو اللہ کی تقدیر سے
مُتَغَيِّبًا فِي بَعْضِ حَاجَتِهِ فَقَالَ إِنَّ عِنْدِي فِي هٰذَا عِلْمًا سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ
چراؤ گے اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اس وقت وہ موجود نہیں تھے اپنی ضرورت
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تُقْدِمُوا عَلَيْهِ وَإِذَا
کے لیے کہیں گئے ہوئے تھے انہوں نے کہا میرے پاس اس بارے میں علم ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

وَقَعَ بِاَرْضٍ وَاَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِنْهُ قَالَ فَحَمِدَ اللّٰهَ عُمَرُ

فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم کسی زمین میں وبا کو سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی زمین میں وبا ہو اور تم وہاں موجود ہو تو

ثُمَّ انْصَرَفَ [1]

وبا سے بھاگنے کی نیت سے کہیں اور نہ جاؤ اس پر حضرت عمر نے اللہ کی حمد کی اور وہاں سے لوٹ آئے۔

## ۲۵۴۸ تشریحات

سَرْغ، سین کو فتحہ راء ساکن، اس کو منصرف بھی پڑھنا جائز ہے اور غیر منصرف بھی۔ اس میں علمیت ہے اگر اس کی یہ تاویل کی جائے کہ یہ (ایک جگہ) کا نام ہے تو یہ منصرف ہے اس میں سوا علمیت کے اور کوئی سبب نہیں۔ اور اگر اس کو بقعۃ کا علم مانا جائے تو غیر منصرف ہوگا۔ علم اور تانیث معنوی کی وجہ سے۔ یہ یرموک کے قریب ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے تیرہ منزل کے فاصلے پر شام کے راستے پر حجاز کے اخیر سرے پر ہے۔ جس کو حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح فرمایا تھا۔ ۱۷ھ یا ۱۸ھ کے ربیع الآخر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ سفر ہوا تھا۔ مفتوحہ ممالک کا نظم ونسق اور رعایا کا حال معلوم کرنے کے ارادے سے چلے تھے۔ سَرْغ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ لشکر عمواس میں ٹھہرا ہوا ہے اور لشکر میں شدید طاعون پھیلا ہوا ہے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہیں رُک گئے لشکر کے سردار آکر یہیں ملے انہوں نے صورت حال بیان کی جس کی پوری تفصیل حدیث میں موجود ہے۔

قصہ یہ ہوا کہ مجاہدین صحابہ وتابعین حجاز کے باشندے تھے یہاں کی آب وہوا خشک تھی عمواس نشیبی علاقہ اور مرطوب تھا جس کی وجہ سے لشکر میں طاعون پھیل گیا۔ حضرت فاروق اعظم نے لشکر کے سرداروں کو حکم دیا کہ لشکر نشیبی علاقے سے ہٹا کر کسی بلند اور صاف ستھرے آب وہوا والی جگہ میں منتقل کر دیا جائے۔ لیکن اس وقت لوگوں نے یہ بات قبول نہیں کی جس کے نتیجے میں ہزاروں مجاہدین وبا سے واصل بحق ہو گئے جن میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے بھی شامل تھے۔ پھر بعد میں جا کر سمجھ دار صحابۂ کرام کے سمجھانے بجھانے پر لشکر وہاں سے منتقل ہوا اور جابیہ میں جا کر مقیم ہوا تو عافیت ملی۔

## بَابُ الشَّرْطِ فِي الرُّقْيَةِ بِقَطِيعٍ مِنَ الْغَنَمِ۔ ص ۸۵۴۔

دم کرنے پر بکری کے ایک ریوڑ کی شرط کا بیان۔

---

[1] کتاب الحیل: باب مایکرہ من الاحتیال الخ ص ۱۰۳۲ مسلم: طب، ابوداؤد: جنائز: نسائی: طب۔

حدیث ۲۵۴۹

عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نَفَرًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرُّوْا بِمَاءٍ فِیْہِمْ

سے کچھ لوگ ایک پانی پر پہنچے ان میں ایک ڈنک خوردہ تھا تو صحابۂ کرام کے پاس وہاں کے باشندوں میں

لَدِیْغٌ اَوْ سَلِیْمٌ فَعَرَضَ لَہُمْ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْمَآءِ فَقَالَ ھَلْ فِیْکُمْ مِّنْ رَاقٍ

سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے یہاں ایک شخص ڈنک خوردہ ہے تو ان میں سے

اِنَّ فِی الْمَآءِ رَجُلًا لَدِیْغًا اَوْ سَلِیْمًا فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِّنْھُمْ فَقَرَاَ بِفَاتِحَۃِ

ایک صاحب (حضرت ابوسعید خدری) گئے اور کچھ بکریوں کی شرط پر سورۂ فاتحہ پڑھا وہ شخص ٹھیک ہوگیا وہ صاحب

الْکِتَابِ عَلٰی شَاءٍ فَبَرَاَ فَجَاءَ بِالشَّاءِ اِلٰی اَصْحَابِہٖ فَکَرِھُوْا ذٰلِکَ وَقَالُوْا

بکریاں لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آئے تو ان کے ساتھیوں نے اس کو ناپسند کیا اور کہا تم نے کتاب اللہ

اَخَذْتَ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ اَجْرًا حَتّٰی قَدِمُوا الْمَدِیْنَۃَ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

پر اجرت لی ہے یہاں تک کہ جب مدینہ طیبہ آئے تو ان لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے کتاب اللہ پر اجرت

اَخَذَ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ اَجْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

لی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں

اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا کِتَابُ اللّٰہِ ۝

اللہ کی کتاب سب سے زیادہ اجرت کی مستحق ہے۔

تشریح ۲۵۴۹

یہ حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے "نزہۃ القاری پنجم" صفحہ ۲۹۶ پر گزر چکی ہے وہیں اس پر بقدر ضرورت کلام گزر چکا ہے۔

اخیر میں جو فرمایا "ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ" اس سے وہ لوگ دلیل لاتے ہیں جو قرآن کی تعلیم پر اجرت لینے کو جائز کہتے ہیں۔ لیکن یہ صحیح نہیں جیسا کہ جلد پنجم میں ہم حدیث سے ثابت کر آئے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اقرأوا القرآن ولا تاکلوا بہ ولا تستکثروا بہ "قرآن پڑھو اور اس کا عوض نہ کھاؤ اور اسے کثیر مال جمع کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ اس لیے تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں۔ یہاں خاص قرآن سے دم کرنے پر اجرت کا جواز مراد ہے۔

## بَابُ رُقْيَةِ الْعَيْنِ ص ۸۵۴ نظر لگنے پر دم کرنے کا بیان

**توضیح** بعض لوگوں کی آنکھوں میں خلقی طور پر یہ تاثیر ہوتی ہے کہ وہ اگر کسی چیز کو گھور کر دیکھ لیں تو اُسے تکلیف پہنچ جاتی ہے اس کا علاج دم کرنا ہے۔

**حدیث ۲۵۵۰**

سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ شَدَّادٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا

عَنْهَا قَالَتْ اَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ اَمَرَ اَنْ يُسْتَرْقٰى مِنَ الْعَيْنِ [1]

یا یہ روایت کیا کہ حکم دیا کہ آنکھ کی تکلیف دور کرنے کے لیے کسی دم کرنے والے کو بلایا جائے۔

**حدیث ۲۵۵۱**

عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں ایک

وَسَلَّمَ رَاٰى فِيْ بَيْتِهَا جَارِيَةً فِيْ وَجْهِهَا سُفْعَةٌ فَقَالَ اسْتَرْقُوْا لَهَا فَاِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ.

لڑکی کو دیکھا جس کے چہرے میں دھبہ تھا فرمایا اس کے لیے دم کرنے والے کو بلاؤ اس لیے کہ اس کو نظر لگ گئی ہے۔

**تشریحات ۲۵۵۱**

سُفْعَةٌ:۔ چہرے میں سیاہ یا زرد دھبے کو کہتے ہیں۔ نظر جس طرح انسانوں کی لگتی ہے اسی طرح جنوں کی بھی لگتی ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب وصال ہوا تو ایک آواز آئی کوئی کہنے والا کہتا ہے ؎

نحن قتلنا سيد الخزرج سعد بن عباده ÷ ورميناه بسهم لم يخط فؤاده.

(ترجمہ) ہم نے خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو مار ڈالا۔ ہم نے ان کو ایسا تیر مارا جو ٹھیک ان کے دل پر لگا۔

## بَابُ الْعَيْنُ حَقٌّ ص ۸۵۴ نظر کا لگنا حق ہے۔

**حدیث ۲۵۵۲**

عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

---

[1] مسلم: طب. نسائی: طب، ابن ماجه: طب.

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْعَیْنُ حَقٌّ وَنَھٰی عَنِ الْوَشْمِ [1]

کہ فرمایا نظر حق ہے اور گودنے سے منع فرمایا

**تشریحات ۲۵۵۲** نظر کے حق ہونے اور گودنے سے ممانعت میں کوئی مناسبت نہیں ہو سکتا ہے کہ کسی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دونوں باتوں کو پوچھا ہو یا ایک ہی مجلس میں دو شخصوں نے دونوں باتوں کو پوچھا ہو۔ یا مجلس میں دونوں کا تذکرہ ہو رہا ہو۔ تو حضور نے بیان فرمادیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں دو مختلف حدیثیں ہوں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی مصلحت یا ضرورت کی بنا پر دونوں کو ایک ساتھ بیان فرمادیا ہو۔ مثلاً مجلس میں ایسے لوگ رہے ہوں جو نظر کے حق ہونے کے منکر ہوں اور گودنے کو جائز کہہ رہے ہوں تو حضرت ابوہریرہ نے دونوں باتوں کو اکٹھا بیان کر دیا ہو۔

**بَابُ رُقْیَۃِ الْحَیَّۃِ وَالْعَقْرَبِ** صـ۸۵۴ سانپ اور بچھو کے ڈنک مارنے پر دم کرنیکا بیان۔

**حدیث ۲۵۵۳** حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَۃَ

اسود بن یزید نے کہا میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زہریلے

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا عَنِ الرُّقْیَۃِ مِنَ الْحُمَۃِ فَقَالَتْ رَخَّصَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

جانوروں کے کاٹنے پر دم کرنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرُّقْیَۃَ مِنْ کُلِّ ذِیْ حُمَۃٍ [2]

نے اس کی اجازت دی ہے۔

**تشریحات ۲۵۵۳** "رَخَّصَ" کا لفظ بتا رہا ہے کہ پہلے ممانعت تھی پھر بعد میں اجازت عطا فرمائی وجہ یہ ہے کہ عہد جاہلیت میں مختلف قسموں کے منتر پڑھتے تھے جن میں ایسے کلمات ہوتے تھے جو کفر و شرک تک ہوتے تھے اس لیے ابتداءً جھاڑ پھونک سے منع فرمایا۔ جب لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ زمانۂ جاہلیت میں رائج منتر پڑھنا منع ہے اور قرآن کریم

---

[1] کتاب اللباس: باب الواشمہ صـ۸۷۹ مسلم: ابوداؤد: طب۔

[2] مسلم: نسائی: طب۔

کی آیات اور احادیث میں وارد دعاؤں سے دم کرنا جائز ہے تو اجازت دیدی۔

ابن وہب نے ابن شہاب زہری سے روایت کی کہ بہت سے اہل علم سے یہ بات مجھ تک پہنچی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جھاڑ پھونک سے منع فرمایا یہاں تک کہ مدینہ تشریف لائے اس زمانے میں بہت سے منتر ایسے تھے جس میں شرک تھا جب مدینہ تشریف لائے تو ایک صحابی کو کسی جانور نے ڈس لیا لوگوں نے کہا یارسول اللہ!

**اٰلِ ھزم:۔** زہریلے جانوروں کے کاٹے سے جھاڑ پھونک کرتے تھے جب آپ نے منع کر دیا تو انہوں نے چھوڑ دیا۔ فرمایا ھزم کو بلاؤ اور یہ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ فرمایا اپنی دعا مجھے سناؤ۔ انھوں نے سنایا حضور نے اس میں کوئی حرج نہیں جانا اور اجازت دیدی۔[1]

## بَابُ رُقْيَةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم ص۸۵۵ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا۔

**حدیث ۲۵۵۴**

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَ ثَابِتٌ عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

عبدالعزیز نے کہا کہ میں اور ثابت حضرت انس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ثابت نے کہا

فَقَالَ ثَابِتٌ يَا اَبَا حَمْزَةَ اِشْتَكَيْتُ فَقَالَ اَنَسٌ اَلَا اَرْقِيْكَ بِرُقْيَةِ

اے ابو حمزہ! میں بیمار ہو گیا ہوں تو حضرت انس نے فرمایا کیا میں تم پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلٰى قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ

پڑھ کر دم نہ کروں انہوں نے عرض کیا ضرور انہوں نے کہا! اے اللہ! لوگوں کے پروردگار! تکلیف کو

الْبَاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شَافِيَ اِلَّا اَنْتَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سُقْمًا

دور فرمانے والے شفا دے تو شفا دینے والا ہے تیرے سوا کوئی شفا نہیں ایسی شفا دے جو بیماری کو کچھ بھی نہ چھوڑے

**تشریحات ۲۵۵۴**

**بَاسٌ:۔** اس میں باء کے بعد ہمزہ تھا ناس کے تناسب کے لیے ہمزہ کو الف سے بدل دیا اس کے قاعدے سے۔ **مُذْهِبَ الْبَاسِ:** اِذْهَابٌ سے اسم فاعل ہے عام روایتوں میں اذھب الباس ہے اس پر کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ عزوجل کے اسماء توقیفی ہیں، مُذھِب ان میں نہیں۔ لیکن جب حدیث میں وارد ہے تو پھر کسی اعتراض کی گنجائش نہیں دوسری بات یہ ہے کہ کلام بلا اضافت و نسبت میں ہے لیکن اضافت اور

---

[1] عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۶۸۔ ۲ مسلم: طب، نسائی: طب۔ امر الیوم واللیلہ

نسبت کے بعد ایسے صیغوں کا اطلاق باری تعالیٰ پر جائز ہے جس میں نقص کا احتمال نہ ہو مثلاً معلم کا اطلاق باری تعالیٰ پر جائز نہیں مگر قرآن کریم میں ہے وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ :۔

**حدیث ۲۵۵۵**

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ

تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْقِيْ يَقُوْلُ اَمْسِحِ

پڑھ کر مریض پر دم فرماتے تھے۔ تکلیف دور فرما اے لوگوں کے پروردگار ! تیرے دست قدرت

الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ بِيَدِكَ الشِّفَآءُ لَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّآ اَنْتَ

میں شفاء ہے سوائے تیرے کوئی مرض دور کرنے والا نہیں۔

**حدیث ۲۵۵۶**

عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ پڑھ کر

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ لِلْمَرِيْضِ بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا وَرِيْقَةُ بَعْضِنَا

مریض پر دم کرتے تھے۔ اللہ کے نام سے شفا طلب کر رہا ہوں ہمارے زمین کی دھول اور ہمارے بعض

يُشْفٰى سَقِيْمُنَا ۔

کا تھوک ہمارے مریض کو شفا دیتا ہے [1]

**تشریح ۲۵۵۶**

امام نووی نے فرمایا کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا لعاب مبارک لیتے اور کلمہ کی انگلی پر رکھتے اور انگلی کو مٹی پر رکھتے جس میں کچھ مٹی چپک جاتی پھر ماؤف جگہ پر ملتے اور دعاء مذکور پڑھتے۔ ایک قول یہ ہے کہ زمین سے مراد خاص مدینے کی زمین ہے اور بعض سے مراد خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ تو ایسی صورت میں یہ حضور کے ساتھ مخصوص ہوا شارحین نے فرمایا کہ اس تخصیص میں نظر ہے اس سے ظاہر ہوا کہ اس میں عموم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ اس کے بعد والی روایت میں اخیر میں "باذن ربنا" زائد ہے۔

---

[1] مسلم: ابوداؤد: طب۔ نسائی: طب امرالیوم واللیلۃ۔

## بَابُ الطِّيَرَةِ ص۸۵۶ بدشگونی کا بیان

262

**حدیث ۲۵۵۷** أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے

تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا طِيَرَةَ

ہوئے سنا کہ بدفالی نہیں اور اس سے اچھی، اچھی فال ہے لوگوں نے پوچھا فال کیا ہے

وَخَيْرُهَا الْفَأْلُ قَالُوا وَمَا الْفَأْلُ قَالَ أَلْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا أَحَدُكُمْ

فرمایا اچھا کلمہ جو تم کسی سے سنو

**تشریح ۲۵۵۷** خیرھا الفال سے بظاہر یہ متبادر ہوتا ہے کہ بدشگونی میں بھی اچھائی ہے حالانکہ اس میں کوئی خیر نہیں یہاں خیر بغیر معنی تفضیلی کے مجرد صفت کے لیے ہے جیسے ارشاد ہے "أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُسْتَقَرًا" جنتی آج بہترین ٹھکانے میں ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے بولتے ہیں الصیف خیر من الشتاء۔ طیرۃ۔ بدشگونی کو کہتے ہیں اور فال اچھے شگون لینے کو مثلاً گھر سے باہر نکلے اور کسی کو چھینک آگئی تو ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ نقصان ہوگا۔ یہ بدشگونی ہے اور گھر سے باہر نکلے اور کوئی ایسا شخص — آئے جس کا نام حسن ہے اس سے یہ اخذ کیا ہمارا کام بن جائے گا یہ فال ہے۔ لاطیرۃ: کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایسی قسم کی کوئی بات سامنے آجائے جس سے لوگ بدشگونی لیتے ہوں تو رکے نہیں اللہ پر بھروسہ کرکے اپنے کام پر جائے۔

ازالۂ توہم کے لیے اس موقعہ پر حدیث میں ایک دعاء ارشاد ہوئی ہے یہ پڑھ لے انشاء اللہ کوئی نقصان نہ ہوگا۔ وہ دعا یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ لَا طَیْرَۃَ اِلَّا طَیْرُکَ وَلَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ اَللّٰھُمَّ لَا یَاْتِیْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا یَذْھَبُ بِالسَّیِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ۔

## بَابُ الْفَأْلِ ص۸۵۶ اچھا شگون لینا

**حدیث ۲۵۵۸** حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ قَالَ لَاعَدْوٰی وَلَاطِیَرَةَ وَیُعْجِبُنِی الْفَالُ الصَّالِحُ الْکَلِمَةُ الْحَسَنَةُ [1]

262 بیماری کی چھوت نہیں اور بدشگونی نہیں اور مجھے اچھی فال اچھی بات پسند ہے۔

**تشریح ۲۵۵۸** فال کی مثال یہ ہے کہ جب صلح حدیبیہ کے موقعہ پر بات چیت کرنے کے لیے سہیل بن عمرو آئے تو حضور نے فرمایا قد سَهُلَ لکم من أمرکم [2] تمہارا کام آسان ہوگیا۔

## بَابُ الْکَهَانَةِ ص۸۵۷ کہانت کا بیان

**حدیث ۲۵۵۹** عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَضٰی فِیْ امْرَاَتَیْنِ مِنْ هُذَیْلٍ اِقْتَتَلَتَا فَرَمَتْ

نے ھذیل کی دو عورتوں کے بارے میں فیصلہ فرمایا جو آپس میں لڑی تھیں ان میں سے ایک نے دوسرے کو

اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰی بِحَجَرٍ فَاَصَابَ بَطْنَهَا وَهِیَ حَامِلٌ فَقَتَلَتْ وَلَدَهَا

پتھر پھینک کر مارا جو دوسری کے پیٹ پر لگا وہ حاملہ تھی جس سے اس کے پیٹ کا بچہ مر گیا دونوں

الَّذِیْ فِیْ بَطْنِهَا فَاخْتَصَمُوْا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَضٰی اَنَّ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں فیصلے کے لیے آئیں حضور نے فیصلہ فرمایا کہ اس کے پیٹ کے بچے

دِیَةَ مَا فِیْ بَطْنِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ اَوْ اَمَةٌ فَقَالَ وَلِیُّ الْمَرْاَةِ الَّتِیْ غَرِمَتْ کَیْفَ اَغْرَمُ

کی دیت غرّہ ہے غلام یا باندی اس پر اس عورت کے ولی نے کہا جس پر دیت واجب کی گئی تھی میں اس

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ لَا شَرِبَ وَلَا اَکَلَ وَلَا نَطَقَ وَلَا اسْتَهَلَّ فَمِثْلُ ذٰلِکَ یُطَلُّ فَقَالَ

کا تاوان کیسے دوں یارسول اللہ! جس نے نہ پیا نہ کھایا نہ بولا نہ چیخا ایسے کا خون ھدر ہے تو نبی

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هٰذَا مِنْ اِخْوَانِ الْکُهَّانِ [3]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کاہنوں کے بھائیوں میں سے ہے۔

---

[1] باب لاعدوی ص۸۵۹۔ ابوداؤد: طب، ترمذی: سیر۔

[2] بخاری ۱ ص۳۷۹۔

[3] متصلا فی ھذا الباب۔ کتاب الفرائض باب: میراث المراۃ الزوج الخ ص۹۹۸۔ دیات: باب جنین المرأۃ ص۱۰۲۰ و باب جنین المرأۃ۔ ان العقل الخ ص۱۰۲۰ دو طریق سے۔

## تشریحات ۲۵۵۹

کہانت" کاف کے فتحے اور کسرے دونوں کیساتھ ہے کہانت کے معنی ہیں علم غیب کا دعویٰ کرنا جیسے آئندہ آنے والی باتوں کی خبر دینا کسی سبب کی طرف نسبت کرتے ہوئے۔ مثلاً علم نجوم، یا عرافہ پر اعتماد کرتے ہوئے۔ کاھن:۔ اُسے کہتے ہیں جو پوشیدہ باتوں یا آئندہ آنے والی باتوں کی خبر دے۔ خواہ اٹکل پچھو سے یا کسی مخصوص علم پر اعتماد کرتے ہوئے۔ غرّۃ:۔ پیشانی کی سفیدی کو کہتے ہیں اس سے مراد پورا جسم ہے یعنی دیت میں پورا انسان دینا ایک غلام یا ایک باندی، اس نے کاہنوں کی طرح بہ تکلف مقفّیٰ، مسجّع عبارت کہی جس پر حضور نے فرمایا کہ یہ کاہنوں کے بھائیوں میں سے ہے۔ کاہنوں کی بھی عادت تھی کہ وہ بہ تکلف مقفّیٰ مسجع عبارت بولتے تھے۔ مسجع کلام بولنا منع نہیں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت سے کلمات مقفّیٰ، مسجع مروی ہیں جیسے صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ۔ یہاں ناپسندیدگی کی بنیاد یہ ہے کہ اس نے حکم شرع رد کرنے کے لیے مقفّیٰ، مسجع عبارت بولی تھی۔ جیسے کاہن اپنے اباطیل کو مقفّیٰ، مسجع عبارت کے ذریعہ بیان کرتے تھے۔

## بَابُ هَلْ يُسْتَخْرَجُ السِّحْرُ ص۸۵۸ کیا جادو نکالا جائے گا۔

| | |
|---|---|
| ت ۷۴۰ | وَقَالَ قَتَادَةُ قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ رَجُلٌ بِهِ طِبٌّ أَوْ يُؤْخَذُ |
| | اور قتادہ نے کہا میں نے سعید بن مسیب سے پوچھا کہ جس پر جادو کر دیا گیا ہو |
| | عَنِ امْرَأَتِهِ يُحَلُّ عَنْهُ أَوْ يُنْشَرُ قَالَ لَا بَأْسَ بِهِ إِنَّمَا يُرِيدُونَ بِهِ |
| | یا عورت کے پاس جانے سے باندھ دیا گیا ہو کیا اس کا علاج کیا جائے گا فرمایا کوئی حرج نہیں |
| | الْإِصْلَاحَ فَأَمَّا مَا يَنْفَعُ فَلَمْ يَنْهَ عَنْهُ. |
| | اس سے مقصود اصلاح ہے جس سے لوگوں کو نفع ہو اس سے منع نہیں۔ |

## تشریح ۷۴۰

سوال کا مقصد یہ ہے کہ جادو کرنا منع ہے مگر جادو کے ازالے کے لیے جو ترکیب کی جاتی ہے وہ بھی جادو کے مشابہ ہے جادو کی طرح اس میں کچھ مخصوص دعائیں پڑھی جاتی ہیں کچھ مخصوص ترکیب کی جاتی ہے تو کیا یہ جائز ہے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ کسی کو نقصان پہنچانا حرام ہے لیکن کسی کی تکلیف دور کرنے کے لیے کوئی ایسا عمل کرنا جو شرعاً ممنوع نہ ہو جائز ہے۔

## بَابُ لَا هَامَةَ ص۸۵۹ ھامہ کچھ نہیں

**حدیث ۲۵۶۰** عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ سَمِعَ اَبَاھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ قَالَ

اور ابوسلمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُوْرِدَنَّ مُمْرِضٌ عَلٰی مُصِحٍّ وَاَنْکَرَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ

سنا کہ بیمار جانور کو تندرست جانور کے پاس نہ لایا جائے اور حضرت ابوہریرہ نے پہلی حدیث کو چھوڑ

الْحَدِیْثَ الْاَوَّلَ قُلْنَا اَلَمْ تُحَدِّثْ اَنَّہٗ لَا عَدْوٰی فَرَطَنَ بِالْحَبْشِیَّۃِ قَالَ اَبُوْ

دیا تو ہم نے کہا کیا آپ نے یہ نہیں بیان کیا ہے کہ بیماری کی چھوت نہیں تو (غصہ میں) حبشی زبان میں کچھ کہا۔ ابوسلمہ

سَلَمَۃَ فَمَا رَاَیْتُہٗ نَسِیَ حَدِیْثًا غَیْرَہٗ۔

نے کہا میں نے اس حدیث کے علاوہ اور کچھ بھولتے ہوئے ان کو نہیں دیکھا۔

## تشریحات ۲۵۶۰

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی یہ بھی مروی ہے کہ "عدویٰ نہیں" پھر انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیمار جانور کو تندرست کے پاس نہ لاؤ جب ہم نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا کہ آپ ہی نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ عدویٰ نہیں تو خفا ہو گئے اور کچھ کہا جو ہماری سمجھ میں نہیں آیا حقیقت میں دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں: "لاعدویٰ" جو فرمایا وہ اپنی حقیقت پر مبنی ہے اور یہ جو فرمایا کہ بیمار جانور کو تندرست کے پاس نہ لاؤ یہ عوام کے اعتقاد کی صیانت کے لیے ہے کہ اگر بالفرض اور تقدیر الٰہی سے تندرست جانور بیمار ہو گیا تو عوام یہ اعتقاد کریں گے کہ اسے پہلے کی بیماری لگ گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خفا ہونا اسی بنا پر تھا۔ دونوں میں تعارض نہیں تھا اور ابوسلمہ نے تعارض سمجھ کر اعتراض کر دیا اور حقیقت یہ نہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی حدیث کو بھول گئے تھے کبھی کبھی اساتذہ پر ایسے احوال طاری ہوتے ہیں کہ وہ اپنے تلامذہ کی سطحی باتوں پر انہیں ڈانٹ دیتے ہیں اور ڈانٹ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ اور ابوسلمہ نے جو کہا کہ حضرت ابوہریرہ اس حدیث کو بھول گئے یہ انہوں نے اپنی سمجھ سے کہا تھا، حقیقت میں بھولے نہیں تھے۔

www.siratemustaqeem.net

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# کتاب اللباس ص۸۶۰ لباس کا بیان

باب قول اللہ تعالیٰ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ ص۸۶۰

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان فرمادو کس نے حرام کیا اللہ کی وہ زینت جو اس نے بندوں کے لیے نکالی (اعراف آیہ ۳۲)

| | |
|---|---|
| ت ۷۴۱ | وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَالْبَسُوْا وَتَصَدَّقُوْا فِیْ غَیْرِ اِسْرَافٍ وَلَا مَخِیْلَۃٍ۔ |
| | اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کھاؤ اور پیو اور پہنو اور صدقہ کرو بغیر اسراف اور تکبر کے |
| ت ۷۴۲ | وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ کُلْ مَا شِئْتَ وَالْبَسْ مَا شِئْتَ مَا اَخْطَأَتْکَ اِثْنَتَانِ سَرَفٌ اَوْ مَخِیْلَۃٌ۔ |
| | اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کھا جو چاہے اور پہن جو چاہے۔ البتہ دو غلطیاں نہ کرو، اسراف اور تکبر۔ |

**تشریحات ۷۴۲** اسراف کے معنی فضول خرچی کے ہیں، اس کی حد کیا ہے یہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے۔ مجدد اعظم اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے فتاویٰ رضویہ جلد اوّل میں ص۱۸۰ سے لے کر کئی صفحات تک اس پر نہایت محققانہ کلام فرمایا ہے جنہیں اس کی تحقیق و تنقیح مطلوب ہو وہ اس کا مطالعہ کرلیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

## بَابُ مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فَفِي النَّارِ صفحہ

ٹخنوں سے جو کپڑا نیچے ہو وہ آگ میں ہے۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۵۶۱ | عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ |
| | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ |
| النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِی النَّارِ ہ | |
| نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہے۔ | |

**تشریح ۲۵۶۱**

مراد یہ ہے کہ جو براہ تکبر اپنے تہبند یا پائجامہ کو ٹخنوں سے نیچے رکھے گا تو قدم کا اتنا حصہ آگ میں ہے۔ براہ تکبر کی قید اس کے بعد والی حدیث میں آرہی ہے اور اگر بہ نیت تکبر نہ ہو بدرجۂ مجبوری ہو مثلاً پیٹ کی ساخت ایسی ہے کہ تہبند یا پائجامہ سرک سرک جاتا ہے تو معاف ہے، جیسا کہ مناقب میں اور اس باب کی دوسری حدیث میں ہے۔ حدیث گزری کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے کپڑے کو براہ تکبر گھسیٹے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے تہبند کا ایک سرا لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کا خاص خیال رکھوں۔ فرمایا تم براہ تکبر ایسا نہیں کرتے اور بطور عادت اور شوق ٹخنوں سے نیچے تہبند اور پائجامہ رکھنا ممنوع ہے کہ یہ فاسقوں کی وضع ہے۔ آج کل کے علما خصوصاً واعظین اور دینی مدارس کے طلبہ اس وبا میں مبتلا ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔ حدیث میں یہ ہے کہ تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہے۔ یہ کنایہ ہے جسم کے اس حصہ سے جس پر ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکے۔

## بَابُ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ مِنَ الْخُیَلَاءِ صفحہ ۸۶۱

جو اپنے کپڑے کو تکبر سے گھسیٹے۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۵۶۲ | عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ |
| | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ |
| رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَنْظُرُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ | |
| وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر رحمت نہیں فرمائے گا جو | |

www.sirat-e-mustaqeem.net

اِلٰی مَنْ جَرَّ اِزَارَہٗ بَطَرًا ۔

اپنے تہبند کو براہ تکبر گھسیٹے گا ۔

## تشریحات ۲۵۶۲

نسائی اور ترمذی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضور نے یہ فرمایا، جو اپنے کپڑے کو براہ تکبر گھسیٹے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ چونکہ حدیث میں لفظ مَنْ عام تھا جو مرد عورت دونوں کو شامل ہے تو اس سے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ سمجھا کہ عورتیں بھی اس میں داخل ہیں تو انہوں نے عرض کیا کہ عورتیں اپنے دامنوں کے ساتھ کیا کریں۔ فرمایا ایک بالشت لٹکائیں۔ عرض کیا کہ اتنے سے انکے قدم کھل جائیں گے فرمایا ایک ہاتھ لٹکائیں اس سے زیادہ نہ کریں۔

یہاں ایک بات یہ قابل غور ہے کہ عورتیں اپنے دامن تکبراً نہیں لٹکاتی تھیں بلکہ اپنے قدموں کو چھپانے کے لیے لٹکاتی تھیں جو فرض ہے۔ تو اگر ازار کا تکبراً ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ممنوع ہوتا تو ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کے اس سوال کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی اس سے سمجھ میں آیا کہ گھٹنوں کے نیچے تہبند لٹکانا مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ براہ تکبر نہ ہو جیسا کہ علامہ نووی نے افادہ فرمایا۔

## حدیث ۲۵۶۳

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (یا حضرت ابوہریرہ

عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ

نے کہا تھا ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا (یہ شک حضرت امام بخاری کے استاد آدم سے ہوا ہے)

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَّمْشِيْ فِيْ حُلَّةٍ تُعْجِبُهٗ نَفْسُهٗ مُرَجَّلٌ

ایک شخص اپنے جوڑے میں اتراتا ہوا اور بالوں میں کنگھا کیے ہوئے جا رہا تھا کہ اللہ نے

جُمَّتُهٗ اِذْ خَسَفَ اللّٰهُ بِهٖ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ع

اسے زمین میں دھنسا دیا، وہ قیامت تک زمین میں تڑپتا رہے گا ۔

## تشریحات ۲۵۶۳

جُمَّةٌ، جو بال کندھوں یا اس کے نیچے تک ہوں اس کو جُمَّہ کہتے ہیں اور جو کانوں کی لو تک ہو اسے وفرہ کہتے ہیں۔ یتجلجل اس کے معنی ہیں حرکت کرنے کے، یہاں مراد تڑپنا ہے، یعنی زمین میں دھنسنے کے باوجود مر نہیں جائے گا زندہ رہے گا اور تڑپتا رہے گا قیامت تک۔

حدیث ۲۵۶۴

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ لَقِيْتُ مُحَارِبَ بْنَ دِثَارٍ عَلٰى فَرَسٍ وَهُوَ يَأْتِيْ

شعبہ نے کہا کہ میں نے (کوفہ کے قاضی) محارب بن دثار سے ملاقات کی اور وہ گھوڑے پر سوار وہاں

مَكَانَهُ الَّذِيْ يَقْضِيْ فِيْهِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَحَدَّثَنِيْ قَالَ سَمِعْتُ

جارہے تھے جہاں بیٹھ کر فیصلہ کرتے تھے میں نے ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھ سے یہ

عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَرَّ

بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ثَوْبَهٗ مِنْ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقُلْتُ لِمُحَارِبٍ أَذَكَرَ

نے فرمایا کہ جو اپنے کپڑے کو براہ تکبر گھسیٹے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ شعبہ نے کہا

إِزَارَهٗ قَالَ مَا خَصَّ إِزَارًا وَلَا قَمِيْصًا ع

میں نے محارب سے پوچھا کیا انہوں نے تہبند کو ذکر کیا تھا انہوں نے بتایا۔ نہ تہبند کو خاص کیا نہ کرتے کو۔

## تشریحات ۲۵۶۴

یہ حدیث حضرت سالم نے اپنے والد سے بھی روایت کی ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی جیسا کہ امام بخاری نے اس کے قبل بطریق عبداللہ بن محمد جریر بن زید سے روایت کیا ہے کہ میں سالم بن عبداللہ کے ساتھ ان کے گھر کے دروازے پر تھا انہوں نے کہا میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔ الحدیث۔ ابوالقاسم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے احوال میں اس حدیث کی سند میں عن عبداللہ بن عمر عن ابی ہریرۃ ذکر کیا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ سالم نے یہ روایت کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ یہ وہم ہے صحیح یہ ہے کہ حضرت سالم حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم دونوں سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت نہیں کیا ہے۔ اسی پر تنبیہ کرنے کے لیے حضرت امام بخاری نے پہلے بطریق عبداللہ بن محمد، جریر بن زید کی یہ روایت ذکر کی۔ کہ میں سالم بن عبداللہ بن عمر کے گھر کے دروازے پر تھا میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی پھر شعبہ کی روایت ذکر کی کہ انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ اس کے بعد امام بخاری نے اس کی تائید میں تین متابعت ذکر کی۔ ایک زید بن عبداللہ عن ابن عمر اور ایک نافع عن ابن عمر اور ایک سالم عن ابن عمر۔

ع نسائی زینت

## بَابُ الْاِزَارِ الْمُهَدَّبِ صفحہ ۸۶۱ حاشیہ والا ازار۔

| | |
|---|---|
| ت ۷۴۳ | وَيُذْكَرُ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَأَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَحَمْزَةَ بْنِ أَبِي |
| | زہری اور ابوبکر بن محمد (قاضی مدینہ) اور حمزہ بن ابی اسید اور معاویہ بن عبداللہ بن جعفر |
| | أُسَيْدٍ وَمُعَوِّيَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّهُمْ لَبِسُوا ثِيَابًا مُهَدَّبَةً. |
| | بن ابی طالب کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے پھندنے والا کپڑا پہنا۔ |

**تشریحات ۷۴۳** مُہدّب کے معنی یہ ہیں کہ کپڑے کے کنارے پر پھندنا بنا دیا جائے پھندنے کو جسم کے چھپانے میں کوئی دخل نہیں۔ یہ صرف زینت کے لیے ہوتا ہے۔ حضرت امام بخاری نے یہ باب اس لیے باندھا ہے کہ کپڑے میں آرائش وزیبائش کے لیے پھندنا بنا لیا جائے یا گل بوٹے کاڑھ لیے جائیں۔ یہ اسراف نہیں زینت ہے۔

## بَابُ الْبُرَانِسِ صفحہ ۸۶۳ برانس کا بیان۔

**توضیح** یہ بُرنس کی جمع ہے یہ ایک قسم کی لمبی ٹوپی تھی جو اہل عرب پہنتے تھے چونکہ اسی قسم کی ٹوپی نصاریٰ بھی پہنتے تھے تو اس کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف ہوا حضرت امام بخاری نے بظاہر کوئی فیصلہ نہیں فرمایا۔ لیکن اس باب کے تحت جو تعلیق اور حدیث لائے ہیں اس سے یہی مستفاد ہے کہ یہ جائز ہے۔

| | |
|---|---|
| ت ۷۴۴ | قَالَ لِي مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ رَأَيْتُ |
| | اور سلیمان تیمی نے کہا میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ زرد رنگ کی ریشم |
| | عَلَى أَنَسٍ بُرْنُسًا أَصْفَرَ مِنْ خَزٍّ. |
| | اور اون کی برنس پہنتے تھے۔ |

**تشریح ۷۴۴** برنس اگرچہ نصاریٰ بھی پہنتے تھے مگر اہل عرب بھی عام طور پر پہنتے تھے اس لیے یہ نصاریٰ کا خاص شعار نہ تھا۔ شعار تو وہ لباس ہے جو کسی قوم کے ساتھ خاص ہو جس سے وہ پہچانے جاتے ہوں۔ خَزّ۔ اس کپڑے کو کہتے ہیں جو ریشم اور اون سے بنا جائے مثلاً تانا ریشم ہو اور بانا اون۔ ایسے لباس کے جائز اور ناجائز ہونے میں سلف میں اختلاف رہا ہے۔ علامہ عینی نے ۱۳ صحابہ کرام کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ وہ خز پہنتے تھے جن میں حضرت صدیق اکبر حضرت

سعد بن ابی وقاص، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ہیں۔ ہمارے یہاں یہ حکم ہے کہ اگر اون یا سوت ریشم پر غالب ہو تو اس کا پہننا جائز ہے۔ مثلاً تانا ریشم ہو اور بانا اون یا سوت حضرت امام بخاری نے اس ضمن میں وہ حدیث ذکر فرمائی ہے جو کتاب العلم میں گزر چکی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ محرم کرتا، عمامہ، پائجامہ اور برنس اور موزے نہ پہنے۔ اگر برنس کا پہننا مطلقاً حرام ہوتا تو حالت احرام میں پہننے کی ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہوتی جس طرح کرتا وغیرہ احرام کے علاوہ اور حالتوں میں پہننا جائز ہے جسے لوگ عام حالتوں میں پہنا کرتے تھے مگر احرام کی حالت میں منع ہے۔ اسی طرح لوگ عام حالتوں میں برنس بھی پہنا کرتے تھے اس سے جواز مستفاد ہوا۔

## بَابُ الْبُرُوْدِ وَالْحِبَرَةِ وَالشَّمْلَةِ صف ۸۶۴

دھاری دار کمبل اور یمنی چادر اور کمبل پہننے کا بیان۔

**حدیث ۲۵۶۵**

عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قُلْتُ لَہٗ اَیُّ الثِّیَابِ

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ

كَانَ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحِبَرَةُ ۱؎

تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کون سا کپڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پسند تھا فرمایا یمنی چادر

**حدیث ۲۵۶۶**

اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ تُوُفِّیَ سُجِّیَ بِبُرْدٍ حِبَرَةٍ ۲؎

وفات ہوگئی تو یمنی چادر سے حضور کو ڈھک دیا گیا تھا۔

## بَابُ ثِیَابِ الْخُضْرِ صف ۸۶۶

ہرے کپڑوں کا بیان۔

**حدیث ۲۵۶۷**

عَنْ عِکْرِمَةَ اَنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَ اِمْرَاَتَہٗ فَتَزَوَّجَھَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

عکرمہ سے روایت ہے کہ رفاعہ نے اپنی بیوی کو طلاق دیا تو اس سے عبد الرحمٰن بن

بْنُ الزَّبِیْرِ الْقُرَظِیُّ قَالَتْ عَائِشَةُ وَعَلَیْھَا خِمَارٌ اَخْضَرُ فَشَکَتْ

زبیر قرظی نے شادی کر لی۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ یہ عورت ان کے پاس آئی اور وہ ہرے رنگ کی

۱؎ مسلم ابو داؤد، لباس ۲؎ مسلم ابو داؤد جنائز۔ نسائی وفات۔

اِلَيْهَا وَاَرَتْهَا خُضْرَةً بِجِلْدِهَا فَلَمَّا جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی اس عورت نے ام المومنین سے اپنے شوہر کی زیادتی کی شکایت کی اور

وَسَلَّمَ وَالنِّسَاءُ يَنْصُرُ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا قَالَتْ عَائِشَةُ مَا رَاَيْتُ مِثْلَ مَا يَلْقٰى

اس نے اپنے چمڑے کا ہرا نشان ام المومنین کو دکھایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے

الْمُؤْمِنَاتُ لَجِلْدُهَا اَشَدُّ خُضْرَةً مِنْ ثَوْبِهَا قَالَ وَسَمِعَ اَنَّهَا قَدْ اَتَتْ

" اور عورتیں بعض بعض کی مدد کرتی ہیں" تو عائشہ نے کہا کہ مومن عورتیں جتنا ظلم سہتی ہیں اس کے

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ وَمَعَهُ اِبْنَانِ لَهُ مِنْ غَيْرِهَا قَالَتْ

مثل میں نے نہیں دیکھا۔ اس کی کھال اس کے کپڑے سے زیادہ سبز ہے اور عبدالرحمٰن نے سنا کہ ان کی

وَاللّٰهِ مَا لِيْ اِلَيْهِ مِنْ ذَنْبٍ اِلَّا اَنَّ مَا مَعَهُ لَيْسَ بِاَغْنٰى عَنِّيْ مِنْ هٰذِهٖ

بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی ہے تو حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور

وَاَخَذَتْ هُدْبَةً مِنْ ثَوْبِهَا فَقَالَ كَذَبَتْ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ لَاَ

ان کے ساتھ ان کے دو بیٹے تھے جو دوسری بیوی سے تھے۔ رفاعہ کی بیوی نے کہا بخدا اس

نْفُضُهَا نَفْضَ الْاَدِيْمِ وَلٰكِنَّهَا نَاشِزٌ تُرِيْدُ رِفَاعَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

کا اور کوئی گناہ نہیں مگر اس کے ساتھ جو ہے وہ اس سے زیادہ کام دینے والا نہیں اور اس نے اپنے کپڑے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنْ كَانَ ذَالِكَ لَمْ تَحِلِّيْ لَهٗ اَوَلَمْ تَصْلُحِيْ لَهٗ

کا پھڑنا لیا تو عبدالرحمٰن نے کہا یہ جھوٹ بولی ہے بخدا یا رسول اللہ! میں اس کو چمڑے کی طرح رگڑ دیتا ہوں لیکن

حَتّٰى يَذُوْقَ مِنْ عُسَيْلَتِكِ قَالَ وَاَبْصَرَ مَعَهُ اِبْنَيْنِ لَهٗ فَقَالَ بُنُوْكَ

یہ نافرمان ہے رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا اگر یہ بات ہے تو

هٰؤُلَاءِ قَالَ نَعَمْ قَالَ هٰذَا الَّذِيْ تَزْعُمِيْنَ مَا تَزْعُمِيْنَ فَوَاللّٰهِ لَهُمْ

رفاعہ کے لیے حلال نہیں اور اس سے نکاح کے لائق نہیں یہاں تک کہ تو اس کے شہد میں سے کچھ چکھ لے اور حضور نے عبدالرحمٰن کے ساتھ ان کے

اَشْبَهُ بِهٖ مِنَ الْغُرَابِ بِالْغُرَابِ۔

دو بچوں کو دیکھا تو پوچھا یہ تیرے بچے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا ہاں اب حضور نے اس عورت سے فرمایا کہ تم یہ گمان کرتی ہو جو گمان کرتی ہو بخدا یہ بچے عبدالرحمٰن کے اس سے بھی زیادہ مشابہ ہیں جیسے کوا کوے کے مشابہ ہوتا ہے۔

**تشریحات ۲۵۶۷**

یہ حدیث گزر چکی ہے مگر یہاں متن میں کچھ زائد باتیں تھیں اس لیے ہم نے دوبارہ یہاں ذکر کیا۔ رفاعہ کی اس عورت کا نام طمیمہ بنت وہب تھا اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ عبدالرحمٰن بن زبیر نے اس کو اتنا مارا تھا کہ جسم پہ داغ پڑ گئے تھے حدیث میں تصریح ہے کہ عبدالرحمٰن بن زبیر نے اس عورت کے الزام کو قبول نہیں کیا بلکہ رد کر دیا اور اس بات کی تائید میں کہ میری قوت مردمی کامل ہے اپنے دو بچوں کو بھی لائے تھے جو دوسری بیوی سے تھے۔

مگر جب طمیمہ رفاعہ کی بیوی نے ہم بستری سے انکار کر دیا تو اسی کے مطابق حضور نے فیصلہ فرمایا۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے کہ اگر شوہر ثانی جماع کا قرار کرے اور عورت انکار کرے تو شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوگی۔

## بَابُ الثِّيَابِ الْبِيضِ صفحہ ۸۶۶ سفید کپڑوں کا بیان۔

**حدیث ۲۵۶۸**

اَنَّ اَبَا الْاَسْوَدِ الدُّؤَلِيَّ حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا ذَرٍّ حَدَّثَهُ قَالَ

ابوالاسود دؤلی نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ اَبْيَضُ وَهُوَ نَائِمٌ ثُمَّ

میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور سفید کپڑا پہنے ہوئے تھے اور حضور سو رہے

اَتَيْتُهُ وَقَدِ اسْتَيْقَظَ فَقَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلٰى

تھے پھر دوبارہ حاضر ہوا تو حضور بیدار ہو چکے تھے اب حضور نے فرمایا جو بندہ لا الہ الا اللہ کہہ لے پھر

ذٰلِكَ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰى

اسی پر اسے موت آئے تو وہ جنت میں داخل ہوگا حضرت ابوذر نے کہا میں نے عرض کیا اگرچہ وہ زنا کرے

وَاِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ

اور چوری کرے۔ میں نے عرض کیا اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔ فرمایا اگرچہ وہ زنا کرے اور

قُلْتُ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ عَلٰى رَغْمِ

چوری کرے۔ میں نے عرض کیا اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے فرمایا اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے ابوذر کی

اَنْفِ اَبِيْ ذَرٍّ وَكَانَ اَبُوْ ذَرٍّ اِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا قَالَ وَاِنْ رَغِمَ اَنْفُ

ناک کے خاک آلود ہونے کے باوجود۔ اور حضرت ابوذر جب یہ حدیث بیان کرتے تو کہتے اگرچہ ابوذر کی ناک خاک

أَبِي ذَرٍّ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا عِنْدَ الْمَوْتِ أَوْ قَبْلَهُ إِذَا تَابَ وَنَدِمَ

آلود ہو۔ اور ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا یہ موت کے وقت یا اس کے پہلے جب کہ توبہ کرلے اور شرمندہ

وَقَالَ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ غُفِرَ لَهُ وَكَانَ قَبْلُ [1]

ہو جائے اور لا الٰہ الا اللہ کہے تو پہلے کے سب گناہ بخش دیے جائیں گے۔

## تشریحات ۲۵۶۸

ابوالاسود دؤلی کا نام ظالم بن عمرو تھا یہی وہ بزرگ ہیں جنہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نحو کے قواعد کے ایجاد کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور انہوں نے سب سے پہلے نحو کے چند ابتدائی قواعد مرتب کیے۔

"ناک خاک آلود ہو" کا استعمال اصل میں تحقیر کے لیے ہے مگر کبھی کبھی پیار و محبت کے لیے بھی ہوتا ہے۔ اور اس حدیث میں یہی مراد ہے۔ اسی لیے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ حدیث بیان کرتے تو فخریہ یہ جملہ بھی بیان کرتے کہ اس میں شفقت جھلکتی ہے۔ حضرت امام بخاری نے اس حدیث کی جو توجیہہ کی اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان قبول کرنے سے پہلے جو کچھ بھی اس نے گناہ کیا ہو ایمان لانے سے سب معاف ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ توجیہہ حدیث کے سیاق کے خلاف ہے۔ صحیح توجیہہ یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد اگر گناہ صادر ہو تو بھی وہ جنت کا مستحق ہے یا تو اللہ کی رحمت سے بغیر جہنم میں گئے ہوئے یا بطور سزا جہنم میں کچھ دن جانے کے بعد پھر ضرور جنت میں جائے گا۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے آدمی کافر نہیں ہوتا جیسے معتزلہ اور خوارج کہتے ہیں۔

ہم نے "کتاب الزکوٰۃ" میں یہ ذکر کیا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ ایمان قبول کرنے سے کنایہ ہے اُس زمانے میں لا الٰہ الا اللہ وہی کہتا جو مسلمان ہوتا۔

## بَابُ لُبْسِ الْحَرِيرِ وَافْتِرَاشِهِ لِلرِّجَالِ وَقَدْرِ مَا يَجُوْزُ مِنْهُ۔ صـ ۸۶۷

مرد کا ریشمی کپڑا پہننا اور بچھانا۔ اور اس میں کتنا جائز ہے۔

## حدیث ۲۵۶۹

حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ النَّهْدِيَّ قَالَ أَتَانَا

ابو عثمان نہدی نے کہا کہ ہمارے پاس حضرت عمر کا والا نامہ آیا اور ہم عتبہ بن فرقد کے

كِتَابُ عُمَرَ وَنَحْنُ مَعَ عُتْبَةَ بْنِ فَرْقَدٍ بِأَذْرَبِيجَانَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ساتھ آذربائیجان میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ریشمین کپڑے سے منع فرمایا مگر

[1] مسلم۔ الایمان۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ الْحَرِیْرِ اِلَّا ھٰکَذَا وَ اَشَارَ بِاِصْبَعَیْہِ اللَّتَیْنِ

اتنا اور اپنی ان دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا جو انگوٹھے سے ملی ہوئی ہیں ہمارے علم میں

تَلِیَانِ الْاِبْھَامَ فِیْمَا عَلِمْنَا اَنَّہٗ یَعْنِی الْاَعْلَامَ [1]

یہ ہے کہ اس سے مراد نقش و نگار ہے۔

## تشریحات ۲۵۶۹

حَرِیْر:۔ خالص ریشم کے کپڑے کو کہتے ہیں جس کا تانا بانا دونوں ریشم کا ہوتا ہے۔ مرد کو اس کا پہننا حرام ہے ہاں اس کی اجازت ہے کہ کپڑے پر ریشمی کپڑے کا نقش و نگار ہو مگر شرط یہ ہیکہ چار انگل سے زیادہ نہ ہو۔ چار انگل تک کی اجازت ہے اس حدیث میں دو انگل تک کی مقدار کا استثناء ہے۔ لیکن ابوداؤد میں اسی حدیث کے شروع میں یہ ہے کہ "الا ما کان ھٰکذا وھٰکذا اصبعین وثلاثۃ واربعۃ" مگر جو اتنا اتنا ہو دو انگل یا تین انگل یا چار انگل۔ مسلم میں سوید بن غفلہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ریشمین کپڑا پہننے سے منع فرمایا مگر دو انگل یا تین انگل یا چار انگل۔

**حدیث ۲۵۷۰** عَنِ التَّیْمِیِّ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ کُنَّا مَعَ عُتْبَۃَ فَکُتِبَ اِلَیْہِ عُمَرُ اَنَّ

ابوعثمن نہدی نے کہا کہ ہم عتبۃ کے ساتھ تھے تو ان کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَلْبَسُ الْحَرِیْرَ فِی الدُّنْیَا اِلَّا

نے لکھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ریشمی کپڑا دنیا میں وہی پہنے گا جو آخرت

لِمَنْ لَمْ یَلْبَسْ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْہُ وَاَشَارَ اَبُوْ عُثْمَانَ بِاِصْبَعَیْہِ الْمُسَبِّحَۃِ

میں نہیں پہنے گا اور ابو عثمن نے اپنی دو انگلیوں کلمے اور بچلی سے

وَالْوُسْطٰی۔

اشارہ فرمایا۔

**حدیث ۲۵۷۱** حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ صُھَیْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ

عبدالعزیز بن صہیب نے کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا

[1] مسلم۔ ابوداؤد: لباس۔ نسائی زینت۔ ابن ماجہ: جہاد، لباس۔

قَالَ شُعْبَةُ فَقُلْتُ اَعَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ شَدِیْدًا

شعبہ نے کہا میں نے عبدالعزیز بن صہیب سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے تو انہوں نے غصے میں کہا

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَبِسَ الْحَرِیْرَ فِی الدُّنْیَا فَلَنْ یَّلْبَسَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے جو ریشمی کپڑا دنیا میں پہنے گا۔ وہ آخرت میں ہرگز نہیں پہنے گا۔

## تشریحات ۲۵۷۱

یعنی عبدالعزیز بن صہیب نے جب یہ کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ——— تو شعبہ نے یہ پوچھا کہ حضرت انس نے یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے تو عبدالعزیز بن صہیب کو غصہ آگیا اور انہوں نے فرمایا کہ ہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے فرمایا۔ غصے کا سبب یہ ہوا کہ یہ بالکل ظاہر ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اپنی طرف سے نہیں بیان فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن کر ہی بیان فرمایا ہے کیوں کہ یہ بات قیاس سے نہیں جانی جاسکتی۔ اس کو خود سمجھ لینا چاہیئے تھا۔

پھر امام بخاری نے اسی حدیث کو حضرت عبداللہ بن زبیر سے تین طریقے سے روایت کیا ہے۔ ایک میں یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہا ہے اور دو طریقے میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔

## حدیث ۲۵۷۲

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حِطَّانَ قَالَ سَئَلْتُ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

عمران بن حطان نے کہا میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ریشمی

عَنْہَا عَنِ الْحَرِیْرِ فَقَالَتْ اِئْتِ ابْنَ عَبَّاسٍ فَسَلْہُ فَسَاَلْتُہٗ فَقَالَ سَلِ

کپڑے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا ابن عباس کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو میں نے اُن سے

ابْنَ عُمَرَ فَسَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْحَفْصٍ یَعْنِیْ عُمَرَ بْنَ

پوچھا تو انہوں نے کہا ابن عمر سے پوچھو میں نے ابن عمر سے پوچھا تو انہوں نے کہا مجھ کو ابوحفص یعنی عمر

الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں ریشمی

قَالَ اِنَّمَا یَلْبَسُ الْحَرِیْرَ فِی الدُّنْیَا مَنْ لَّا خَلَاقَ لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ فَقُلْتُ

کپڑا وہ پہنتا ہے جس کا اس سے حصہ آخرت میں نہیں تو میں نے کہا سچ کہا ابوحفص نے اور ابوحفص نے

صَدَقَ وَمَا كَذَبَ أَبُوْحَفْصٍ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ نہیں باندھا ہے۔

**تشریح ۲۵۷۲**

قلت کے قائل عمران بن حطان ہیں اس حدیث کا راوی عمران بن حطان رئیس الخوارج تھا اور ان کا شاعر تھا یہ وہ شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل ابن ملجم خبیث کی مدح کی ہے اور اس مدح میں اس نے ابن ملجم کی تعریف میں بہت سے جھوٹ بولے ہیں اور اس کے خبث کے لیے یہی کافی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر خوش ہوا۔ حضرت امام بخاری پر حیرت ہے کہ انہوں نے ایسے بدمذہب بدطینت کی حدیث کیسے اپنی کتاب میں درج کی۔

یہاں امام بخاری نے اس حدیث کی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چھ طریقوں سے تخریج کی ہے تین ابوعثمان نہدی کے طریقے اور دو حضرت عبداللہ بن زبیر کے طریقے سے، ایک عمران بن حطان کے طریقے سے۔

## بَابُ لُبْسِ الْقَسِّيِّ صفحہ ۸۶۸ قسّی کا پہننا۔

| | |
|---|---|
| ت ۷۴۵ | وَقَالَ عَاصِمٌ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ قُلْنَا لِعَلِیٍّ مَا الْقَسِّيَّةُ قَالَ |
| | ابو بردہ بن ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے |
| | ثِيَابٌ اَتَتْنَا مِنَ الشَّامِ اَوْ مِنْ مِصْرَ مُضَلَّعَةٌ فِيْهَا حَرِيْرٌ فِيْهَا اَمْثَالُ |
| | پوچھا قسیہ کیا ہے فرمایا یہ وہ کپڑا ہے جو ہمارے یہاں شام یا مصر سے آتا ہے جس میں ریشم سے |
| | الْاُتْرُجِّ وَالْمِيْثَرَةُ كَانَتِ النِّسَاءُ يَصْنَعْنَهُ لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَمْثَالَ الْقَطَائِفِ |
| | دھاریاں بنی ہوتی ہیں اس میں ترنج کی شکل |
| | يُصَفِّرْنَهَا. |
| | ہوتی ہے اور میثرہ وہ کپڑا ہے جو عورتیں اپنے شوہروں کے لیے چادروں کے مثل زرد رنگ کی تیار کرتی تھیں |
| ت ۷۴۶ | وَقَالَ جَرِيْرٌ عَنْ يَزِيْدَ فِيْ حَدِيْثِهِ الْقَسِّيَّةُ ثِيَابٌ مُضَلَّعَةٌ يُجَاءُ بِهَا مِنْ |
| | یزید سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی حدیث میں کہا قسیہ ایک دھاری دار کپڑا ہے جو مصر |

مِصْرَ فِيهَا الْحَرِيرُ وَالْمِيثَرَةُ جُلُودُ السِّبَاعِ .

سے لایا جاتا ہے جس میں ریشم ہوتا ہے اور میثرہ درندوں کی کھال کو کہتے ہیں

وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَوْلُ عَاصِمٍ أَكْثَرُ وَأَصَحُّ فِي الْمِيثَرَةِ .

اور ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا کہ عاصم کا قول میثرہ کے بارے میں اکثر اور زیادہ صحیح ہے .

## تشریحات ۴۶

القَسِّيّ :- یہ ایک کپڑا ہے جو ریشم اور سوت سے تیار کیا جاتا تھا مصر میں ایک بستی کا نام قَسّ ہے جہاں یہ تیار ہوتا تھا۔

مِيثَرَة :- یہ ایک بچھونا تھا دبیز جو گھوڑے کی زین اور اونٹ کے کجاوے پر رکھا جاتا تھا جسے عورتیں اپنے شوہروں کے لیے سرخ ارجوان اور دیبا سے بناتی تھیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ریشم یا دیبا کا کپڑا تھا۔ جو زین پر بچھایا جاتا تھا اور یزید نے جو کہا کہ میثرہ درندوں کی کھال کو کہتے ہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا یہ باطل ہے اور محدثین کے متفقہ قول کے مخالف ہے مگر فتح الباری میں اس کی توجیہ یہ کی کہ ہو سکتا ہے یہ ایک گدا ہو جو درندوں کی کھال سے بنایا جاتا ہو۔ پھر اس میں کچھ بھر دیا جاتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم .

## بَابُ الْحَرِيرِ لِلنِّسَاءِ صفحہ ۸۶۸ عورتوں کے لیے ریشمی کپڑا

**حدیث ۲۵۷۳**

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى

زہری سے روایت ہے انہوں نے کہا مجھ کو انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی

عَنْهُ أَنَّهُ رَأَى عَلَى أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحب زادی ام کلثوم کو سرخ ریشمی

وَسَلَّمَ بُرْدَ حَرِيرٍ سِيَرَاءَ [1]

چادر اوڑھے ہوئے دیکھا .

## تشریحات ۲۵۷۳

امام طحاوی نے اس حدیث کو پانچ طریقوں سے روایت کیا ہے۔ پانچویں طریقے میں یہ ہے کہ حضرت انس نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحب زادی زینب کو سرخ ریشمی چادر اوڑھے ہوئے دیکھا۔ کچھ شارحین

[1] نسائی : زینت .

نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مضطرب ہے کچھ روایتوں میں یہ ہے کہ حضرت ام کلثوم کو دیکھا اور کچھ روایتوں میں یہ ہے کہ حضرت زینب کو دیکھا لیکن حقیقت میں یہ اضطراب نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ دونوں کو دیکھا ہو۔

263

## بَابُ التَّزَعْفُرِ لِلرِّجَالِ صفحہ ۸۶۹ مردوں کو زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننا۔

حدیث ۲۵۶۴

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مردوں کو زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے پہننے سے منع فرمایا۔

**تشریح:** صحیح یہ ہے کہ یہ نہی تحریم کے لیے ہے۔

## بَابُ يُنْزَعُ النَّعْلُ الْيُسْرٰى صفحہ ۸۷۰ پہلے بایاں جوتا نکالے۔

حدیث ۲۵۶۵

عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَاْ بِالْيَمِيْنِ وَاِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَاْ بِالشِّمَالِ لِتَكُنِ الْيُمْنٰى اَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَاٰخِرَهُمَا تُنْزَعُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی جوتا پہنے تو داہنے سے شروع کرے اور جب نکالے تو بائیں سے پہلے نکالے تاکہ داہنے کو پہلے پہنے اور بعد میں نکالے۔

**تشریح ۲۵۶۵** مسجد میں داخل ہوتے وقت حکم یہ ہے کہ پہلے داہنا پاؤں مسجد میں رکھے اور جب مسجد سے نکلے تو پہلے بایاں پیر نکالے۔ مسجد کے داخلے کے وقت اس حدیث پر عمل دشوار ہے۔ مجدد اعظم اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے اس کا حل یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب مسجد میں جانا ہو تو پہلے بائیں پیر کو نکال کر جوتے پر رکھ لے پھر داہنے پیر سے جوتا نکال کر مسجد میں داخل ہو۔ اور جب مسجد سے باہر ہو تو بایاں پیر نکال کر جوتے پر رکھ لے پھر داہنا پیر نکال کر داہنا جوتا پہن لے پھر بایاں پہن لے۔

## بَابٌ لَا یَمْشِیْ فِیْ نَعْلٍ وَاحِدَۃٍ ص۸۷۰ ایک جوتے میں نہ چلے۔

**حدیث ۲۵۷۶**

عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَمْشِ اَحَدُکُمْ فِیْ نَعْلٍ وَاحِدَۃٍ

فرمایا کوئی ایک جوتے میں نہ چلے یا دونوں کو اتار دے

لِیُحْفِھِمَا جَمِیْعًا اَوْ لِیُنْعِلْھُمَا جَمِیْعًا [1]

یا دونوں کو پہنے

**تشریح ۲۵۷۶**

حدیث میں نعل کی صفت واحدۃً لائے اس سے معلوم ہوا کہ نعل مؤنث ہے ایک جوتے میں چلنا منع ہے۔ ایک جوتے میں چلنا دشوار بھی ہوتا ہے۔ آدمی لنگڑاتا ہوا چلے گا۔

## بَابُ خَوَاتِیْمِ الذَّھَبِ ص۸۷۱ سونے کی انگوٹھیوں کا بیان۔

**حدیث ۲۵۷۷**

عَنْ بَشِیْرِ بْنِ نَھِیْکٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ نَھٰی عَنْ خَاتَمِ الذَّھَبِ [2]

سونے کی انگوٹھی سے منع فرمایا۔

## بَابُ خَاتَمِ الْفِضَّۃِ ص۸۷۱ چاندی کی انگوٹھی کا بیان

**حدیث ۲۵۷۸**

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سونے

[1] مسلم، ابوداؤد؛ ترمذی؛ لباس۔

[2] باب خواتیم الذھب ص۸۷۱۔ باب خاتم الفضۃ ص۸۷۱ باب من جعل فص الخاتم ص۸۷۳۔ ایمان من حلف علی شئی الخ ص۹۸۴، اعتصام؛ باب الاقتداء بافعال النبی ص۱۰۸۲ مسلم؛ لباس؛ ابوداؤد؛ خاتم۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ ذَھَبٍ وَجَعَلَ فَصَّہٗ

کی انگوٹھی بنائی اور اس کا نگ اندرونی ہتھیلی کی طرف کیا اور اس میں کندہ کرایا "محمد رسول اللہ"

مِمَّا یَلِیْ بَاطِنَ کَفِّہٖ وَنَقَشَ فِیْہِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَاتَّخَذَ النَّاسُ مِثْلَہٗ

تو لوگوں نے ویسی ہی انگوٹھی بنائی جب حضور نے لوگوں کو دیکھا کہ انگوٹھی بنالی تو اپنی انگوٹھی

فَلَمَّا رَاٰھُمْ قَدِ اتَّخَذُوْھَا رَمٰی بِہٖ وَقَالَ لَا اَلْبَسُہٗ اَبَدًا ثُمَّ اتَّخَذَ خَاتَمًا

پھینک دی اور فرمایا میں اس کو کبھی نہیں پہنوں گا پھر چاندی کی انگوٹھی بنائی اور لوگوں نے

مِنْ فِضَّۃٍ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِیْمَ الْفِضَّۃِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَلَبِسَ الْخَاتَمَ

بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنائیں۔ ابن عمر نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ حَتّٰی

بعد یہ انگوٹھی ابوبکر نے پہنی پھر عمر نے پھر عثمان نے یہاں تک کہ یہ

وَقَعَ مِنْ عُثْمَانَ الْفُضَّۃُ فِیْ بِئْرِ اَرِیْسَ۔

انگوٹھی بئر اریس میں عثمان سے گر پڑی۔

## تشریحات ۲۵۷۸

**فاتخذ الناس مثلہ:۔** اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ لوگوں نے سونے کی ایسی انگوٹھی بنائی جس میں "محمد رسول اللہ" کا نقش بھی تھا اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سونے کی انگوٹھی بنائی جس میں نقش نہیں تھا۔ علامہ عینی نے اسی کو ترجیح دی۔ اس کی تائید ابوداؤد کی روایت سے ہوتی ہے جس میں یہ ہے کہ لوگوں نے سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں۔

حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگشتری میں نقش مبارک کی صورت یہ تھی۔ نیچے محمد بیچ میں رسول اوپر اللہ رسول اللہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سونے کی انگوٹھی مردوں کو پہننا حرام ہے۔

**بئر اریس:۔** یہ کنواں قبا شریف کے قریب ایک باغ میں تھا۔ یہ انگوٹھی مُعَیْقِیب کے ہاتھ سے بئر اریس میں گری تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انگوٹھی تلاش کرنے کے لیے کنوئیں کا کل پانی نکلوا ڈالا حتیٰ کہ کیچڑ بھی نکال کر تلاش کرایا مگر انگوٹھی نہیں ملی۔ اس انگوٹھی میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کی طرح تسخیر کی قوت تھی جب تک یہ انگوٹھی موجود رہی خلافت کا معاملہ ہر طرح درست رہا۔ جب سے یہ انگوٹھی غائب ہوئی خلافت کے معاملے میں کچھ خلل

پیدا ہو گیا۔

**حدیث ۲۵۷۹**

حَدَّثَنِیْ اَنَسُ ابْنُ مَالِكٍ اَنَّهٗ رَاٰی فِیْ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ

اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِّنْ وَّرِقٍ یَوْمًا وَاحِدًا ثُمَّ اَنَّ النَّاسَ اِصْطَنَعُوْا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی دیکھی دن بھر پھر لوگوں نے چاندی

الْخَوَاتِمَ مِنْ وَّرِقٍ وَلَبِسُوْهَا فَطَرَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَهٗ

کی انگوٹھیاں بنائیں اور اسے پہنیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی انگوٹھی پھینک

فَطَرَحَ النَّاسُ خَوَاتِیْمَهُمْ.

دی پھر لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

## تشریحات ۲۵۷۹

بظاہر حضرت انس کی یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث اور خود حضرت انس سے مروی حدیثوں کے معارض ہے اسی لیے کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ اس روایت میں امام زہری سے وہم ہو گیا انہوں نے بجائے خاتم من ذھب کے من ورق روایت کر دیا۔ امام قاضی عیاض اور دوسرے شراح نے اس کی مختلف تاویلیں کی ہیں جو علامہ نووی کی شرح مسلم اور فتح الباری اور عمدۃ القاری وغیرہ میں مذکور ہیں اس کی تلخیص بخاری کے ہندوستانی مطبوعہ کے حاشیہ میں بھی ہے مگر کوئی تاویل چسپاں نہیں ہوتی۔ سب میں بُعد ہے۔ ہاں ان میں سے ایک تاویل کچھ لگتی ہوئی ہے۔ ہو سکتا ہے ان لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیوں میں محمد رسول اللہ کندہ کرایا ہو اسے حضور نے ناپسند فرمایا جیسا کہ چند ابواب کے بعد حضرت انس ہی سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے اپنی انگوٹھی پر محمد رسول اللہ کندہ کرایا ہے تم میں سے کوئی اپنی انگوٹھی پر یہ نقش کندہ نہ کرائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## بَابُ فَصِّ الْخَاتَمِ صف ۸۷۲ انگوٹھی کے نگ کا بیان۔

**حدیث ۲۵۸۰**

سَمِعْتُ حُمَیْدًا یُحَدِّثُ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ خَاتَمُہٗ مِنْ فِضَّۃٍ وَکَانَ فَصُّہٗ مِنْہُ.

کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگ بھی چاندی کا تھا۔

## بَابُ خَاتَمِ الْحَدِیْدِ صف ۸۷۲ لوہے کی انگوٹھی کا بیان۔

**توضیح** امام بخاری نے اس باب کے تحت وہ حدیث ذکر کی ہے کہ ایک خاتون حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں اپنے آپ کو حضور کو ہبہ کرتی ہوں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان خاتون کو بغور دیکھا پھر نگاہ مبارک نیچے کرلی اور خاموش ہو گئے کچھ دیر گزرنے کے بعد ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر حضور کو اس عورت کی حاجت نہ ہو تو میرے ساتھ اس کا نکاح کر دیجیے۔ حضور نے ان سے پوچھا تیرے پاس مہر ادا کرنے کے لیے کچھ ہے انہوں نے عرض کیا نہیں حضور نے فرمایا جاؤ دیکھو تو، وہ گئے اور لوٹ کر آئے اور کہا بخدا میں نے کچھ نہیں پایا فرمایا جاؤ تلاش کرو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو (الحدیث) اس سے بظاہر متبادر ہوتا ہے کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز ہے۔

اس بارے میں امام بخاری کا کیا مذہب ہے کچھ ظاہر نہیں ہوا، مگر صحیح یہ ہے کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں، جیسا کہ اصحاب سنن اربعہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک صاحب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے فرمایا کیا بات ہے میں تجھ سے بتوں کی بو پا رہا ہوں۔ انہوں نے اس کو پھینک دیا۔ دوبارہ لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے آئے تو فرمایا کیا بات ہے میں تیرے اوپر جہنمیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں تو انہوں نے اسے پھینک دیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ فرمایا چاندی کی بنا اور ایک مثقال سے کم کی۔

نیز امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے سونے کی انگوٹھی پہنی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے اس طرح دیکھا۔ گویا اسے ناپسند فرما رہے ہیں تو انہوں نے اس کو پھینک دیا۔ پھر انہوں نے لوہے کی انگوٹھی پہنی تو ان سے فرمایا یہ زیادہ خبیث ہے، یہ زیادہ خبیث ہے۔ پھر انہوں نے چاندی کی انگوٹھی پہنی۔ اس پر حضور نے سکوت فرمایا۔

نیز امام احمد نے اپنی مسند میں عمار بن عمار سے روایت کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو فرمایا اسے پھینک دے پھر انہوں نے لوہے کی انگوٹھی بنائی تو فرمایا اس سے زیادہ بری ہے پھر انہوں نے

چاندی کی انگوٹھی بنائی تو حضور نے سکوت فرمایا۔

ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ مردوں کو صرف چاندی کی انگوٹھی کی اجازت ہے وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشے سے کم کی ہو اس کے علاوہ اور دھاتوں کی انگوٹھی جائز نہیں۔ عورتوں کو چاندی کی بھی انگوٹھی جائز ہے اور سونے کی بھی۔ اس کے علاوہ اور دھاتوں کی عورتوں کو بھی جائز نہیں۔ اصل قصہ یہ ہے کہ انگوٹھی زیور ہے، مردوں کو کسی بھی دھات کا زیور پہننا جائز نہیں صرف ایک مثقال سے کم کی چاندی کی انگوٹھی کی اجازت ہے یہ اس حکم کلی سے مستثنیٰ ہے عورتوں کو سونے چاندی کا زیور جائز ہے تو ان کو چاندی کے ساتھ سونے کی بھی انگوٹھی پہننا جائز ہے اور دوسری دھاتوں کا زیور عورتوں کو بھی پہننا ناجائز ہے تو انگوٹھی بھی ناجائز ہے۔ مردوں کو صرف ایک انگوٹھی کی اجازت ہے ایک سے زیادہ کی نہیں۔ عورتوں کے لیے کوئی تحدید نہیں مردوں کو صرف وہی انگوٹھی جائز ہے جس میں ایک نگ ہو ایک سے زیادہ نگ کی ہو تو مردوں کو جائز نہیں عورتوں کو جائز ہے۔ وجہ یہ ہے کہ زیور ہونے کی وجہ سے اصل حکم یہی تھا کہ مردوں کو انگوٹھی پہننا جائز نہ ہوتا مگر جب انہیں انگوٹھی پہننے کی اجازت دی تو وہ اجازت اسی قدر میں منحصر ہوگی جتنے کی اجازت ہے اور یہ منحصر ہے ایک انگوٹھی میں اور ایک نگ کی انگوٹھی میں لہٰذا ایک سے زائد انگوٹھیاں اور ایک نگ سے زائد کی انگوٹھی اپنے اصل کے اعتبار سے حرام ہوگی۔

## بَابُ الْخَاتِمِ فِی الْخِنْصِرِ ص۸۷۳ انگوٹھی چھوٹی انگلی میں۔

**حدیث ۲۵۸۱**

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ صُهَیْبٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِصْطَنَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا فَقَالَ اِنَّا قَدِ اتَّخَذْنَا خَاتَمًا وَنَقَشْنَا فِیْهِ نَقْشًا فَلَا یَنْقُشَنَّ عَلَیْهِ اَحَدٌ قَالَ فَاِنِّیْ لَاَرٰی بَرِیْقَهٗ فِیْ خِنْصِرِهٖ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنائی اور فرمایا میں نے چاندی کی انگوٹھی بنائی ہے اور میں نے اس پر ایک نقش کندہ کرایا ہے کوئی یہ نقش ہرگز کندہ نہ کرائے میں اس کی چمک حضور کی چھنگلی میں دیکھ رہا ہوں۔

**تشریحات ۲۵۸۱** اس روایت میں صرف یہ ہے کہ حضور نے انگوٹھی بنائی لیکن ایک

باب کے بعد جو حدیث آرہی ہے اس میں تصریح ہے کہ چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی اور اس میں محمد رسول اللہ کندہ کرایا تھا۔

## بَابُ الْخَاتِمِ لِلنِّسَاءِ ص۸۷۳ عورتوں کے لیے انگوٹھی۔

| | |
|---|---|
| ۵۵ | وَكَانَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا خَوَاتِيمُ ذَهَبٍ. |
| ۷۴۷ | ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سونے کی کئی کئی انگوٹھیاں پہنتی تھیں۔ |

**تشریح ۷۴۷** اس تعلیق کو ابن سعد نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے پوری تعلیق یوں ہے۔ عمرو بن ابی عمرو نے کہا کہ میں نے قاسم بن محمد سے پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے دیکھا ہے بخدا کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کُسُم سے رنگا ہوا کپڑا پہنتی تھیں اور سونے کی انگوٹھیاں پہنتی تھیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو سونے کی انگوٹھیاں پہننا جائز ہے، نیز ایک سے زائد انگوٹھیاں پہننا بھی جائز ہے۔

## بَابُ الْمُتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتُ بِالرِّجَالِ ص۸۷۴

عورتوں کی مشابہت کرنے والے مرد اور مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتیں۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۵۸۲۵ | عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى |
| | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے |
| | اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ ؏ |
| | ساتھ مشابہت کرنے والے مردوں پر اور مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی۔ |

## بَابُ إِخْرَاجِهِمْ ص۸۷۴ ایسے لوگوں کو گھروں سے نکال دینا۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۵۸۳۵ | عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَعَنَ |
| | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے |
| | النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ |
| | زنانہ مردوں پر اور مردانی عورتوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا ان کو گھروں سے نکال دو |

؏ ابوداؤد لباس۔ ترمذی، استیذان ابن ماجہ نکاح۔

مِنَ النِّسَاءِ وَقَالَ اَخْرِجُوْهُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمْ قَالَ فَاَخْرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فلانہ کو اور حضرت عمر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُلَانَةً وَاَخْرَجَ عُمَرُ فُلَانًا[1]

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فلاں کو نکالا۔

**تشریحات ۲۵۸۳**

مراد یہ ہے کہ جو لباس اور زینت کے طریقے عورتوں کے ساتھ خاص ہیں ان کو کوئی مرد، استعمال کرے اسی طرح جو لباس عادات واطوار اور زینت کے طریقے مردوں کے ساتھ خاص ہیں ان کو کوئی عورت استعمال کرے یہ حرام ہے مثلاً کوئی عورت مردوں جیسا کرتا، پاجامہ، شیروانی پہنے، ٹوپی پہنے، عمامہ باندھے یا کوئی مرد عورتوں کا مخصوص کرتا پہنے اوڑھنی اوڑھے عورتوں کی طرح کندھے سے نیچے لمبے لمبے بال رکھے یہ حرام سخت حرام ہے۔

**مخنث** وہ ہے جس کے اندر رفتار و گفتار، عادات و اطوار میں زنانہ پن ہو۔ یہ خلقی بھی ہوتا ہے یہ معاف ہے اور کچھ مرد زنانہ بنتے ہیں یہی حرام ہے جن کے اندر خلقی طور پر زنانہ پن ہو انہیں حکم دیا جائے گا کہ وہ ایسی حرکات وسکنات کو بدلنے کی کوشش کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو نکالا تھا اس کا نام الجشہ تھا۔

یہ ایک حبشی غلام تھا۔

اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بنت غیلان والی حدیث نقل کی ہے۔

## بَابُ قَصِّ الشَّارِبِ صفحہ ۸۷۴ مونچھوں کا کترنا۔

**ت ۸۷۴**

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُحْفِي شَارِبَهُ حَتّٰى يُنْظَرَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی مونچھ کو اتنی باریک کراتے کہ کھال کی سفیدی

اِلٰى بَيَاضِ الْجِلْدِ وَيَاْخُذُ هٰذَيْنِ يَعْنِيْ بَيْنَ الشَّارِبِ وَاللِّحْيَةِ ۔

نظر آتی اور ان دونوں کے درمیان یعنی مونچھ اور داڑھی کے درمیان کا بال بھی کاٹتے تھے۔

---

[1] المحاربین باب نفی اھل المعاصی والمخنثین صفحہ ۱۰۱۰ ابوداؤد، الادب، ترمذی استیذان۔ نسائی عشرۃ النساء۔

**تشریحات** ۴۸ ؎ اس تعلیق کو امام طحاوی نے پانچ طریقوں کے ساتھ سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے — ظاہر ہے کہ بین ھذین سے مراد مونچھوں کے دونوں کنارے ہیں جو داڑھی سے آکر ملتے ہیں۔

علامہ عینی نے فرمایا اس کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد بچی کے دونوں طرف کے بال ہوں۔

**اقول وھو المستعان** بہارِ شریعت سولہویں حصہ صفحہ ۱۶۷ میں ہے کہ بچی کے اُغل بُغل کے بال مونڈانا یا اکھیڑنا بدعت ہے حوالہ عالمگیری کا ہے — مگر عالمگیری میں صرف اکھاڑنے کو بدعت لکھا ہے مونڈوانے کا اس میں ذکر نہیں۔ غالباً حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ نے اکھاڑنے پر مونڈنے کا قیاس فرمایا ہے اور یہ قیاس ایک حد صحیح بھی ہے اس تقدیر پر حضرت علامہ عینی کا یہ فرمانا کہ یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ بچی کے ارد گرد کے بال مراد ہوں کی کوئی جگہ نہیں۔ نیز "بین الشارب واللحیۃ" کا ظاہر بھی اس سے اباء کرتا ہے کہ اس سے بچی کے ارد گرد کے بال مراد ہوں۔

**حدیث ۲۵۸۴**

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَسَلَّمَ قَالَ مِنَ الْفِطْرَۃِ قَصُّ الشَّارِبِ۔

وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا فطرۃ سے مونچھ کا کترنا ہے۔

**تشریح ۲۵۸۴** سند میں ہے عن حنظلۃ عن نافع قال اصحابنا عن المکی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اس کی توجیہ میں شراح مضطرب ہیں سب سے واضح توجیہ یہ ہے کہ امام بخاری نے پہلے یہ ذکر فرمایا کہ مکی بن ابراہیم نے حنظلہ سے اور وہ نافع سے اور وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ یعنی اس سند میں ارسال ہے نافع کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہیں۔ انہوں نے درمیان کے راوی چھوڑ دیے — قال اصحابنا سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے بعض اصحاب نے اسے موصولاً روایت کیا ہے یعنی عن نافع عن ابن عمر، قص: کے معنی رات میں کسی کے نشان راہ کے پیچھے چلنا ہے اور کبھی واقعہ کو پورے طور سے بیان کرنا ہے۔ نیز کسی چیز کو آری سے کاٹنا ہے۔ یہی اخیر معنی یہاں مراد ہے یعنی مونچھوں کو اس طرح کاٹا جائے جس کا کچھ حصہ باقی رہے۔ یعنی مونڈا نہ جائے۔

**حدیث ۲۵۸۵**

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے

رِوَايَةً اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ اَوْ خَمْسٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ اَلْخِتَانُ وَالْاِسْتِحْدَادُ

فرمایا کہ فطرۃ پانچ ہیں۔ یا۔ فطرۃ سے پانچ چیزیں ہیں۔ ختنہ کرنا۔ اور موئے زیر ناف مونڈنا

وَنَتْفُ الْاِبِطِ وَتَقْلِيْمُ الْاَظْفَارِ وَقَصُّ الشَّارِبِ [1]

اور بغل کے بال اکھاڑنا اور ناخنوں کو قلم کرنا اور مونچھ کو کترنا۔

**حدیث ۲۵۸۶**

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنَ الْفِطْرَةِ حَلْقُ الْعَانَةِ وَتَقْلِيْمُ الْاَظْفَارِ وَقَصُّ الشَّارِبِ

فطرۃ سے پیڑو کے بال مونڈنا ہے اور ناخنوں کا کترنا ہے اور مونچھ کا کترنا ہے۔

## تشریحات ۲۵۸۶

"فطرۃ" سے مراد وہ پرانا طریقہ ہے جسے انبیاء کرام نے اختیار کیا اور جس پر تمام شریعتیں متفق ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں پانچ کا ذکر ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں تین کا۔ اور مسلم[2] میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس چیزیں فطرۃ سے ہیں۔ مونچھ کترنا، داڑھی بڑھانا، مسواک اور ناک میں پانی ڈالنا اور ناخن کترنا اور انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا اور بغل کے بال اکھاڑنا اور پیڑو کے بال مونڈنا اور پانی سے استنجا کرنا — زکریا نے کہا کہ مصعب نے کہا میں دسواں بھول گیا مگر یہ کہ وہ کلی کرنا ہے۔ مفہوم عدد معتبر نہیں اس لیے بعض میں اقل اکثر کا رافع نہیں۔

مسلم[3] ہی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ انہوں نے فرمایا کہ مونچھ اور ناخن کتروانے اور بغل کا بال اکھیڑنے اور پیڑو کا بال مونڈنے کے لیے یہ میعاد مقرر کی گئی ہے کہ چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑے۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ "وُقِّتَ لَنَا" یہ صیغہ بھی احادیث

---

[1] یہی ایک حدیث کے بعد۔ کتاب الاستیذان، باب الختان بعد الخ ص ۹۳۱ . [2] ج ۱ صفحہ ۱۲۹

[3] ج ۱ صفحہ ۱۲۹

مرفوعہ کے حکم میں ہے جیسے کسی صحابی کا یہ کہنا اُمِرْنَا بِکَذَا۔ علامہ نووی نے فرمایا کہ صحیح مسلم کے علاوہ میں ہے وَقَّتَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم۔

نَسِیْتُ الْعَشَرَۃَ :۔ لیکن امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ ختان ہو جو حضرت ابوہریرۃ کی حدیث میں پانچ چیزوں کے ساتھ مذکور ہے علامہ نووی نے فرمایا یہ زیادہ بہتر ہے۔

**حدیث ۲۵۸۷**

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَالِفُوا الْمُشْرِکِیْنَ وَفِّرُوا اللُّحٰی وَاَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو وافر رکھو اور مونچھوں کو پست کراؤ اور حضرت

کَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اِذَا حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰی لِحْیَتِہٖ

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی میں لیتے

فَمَا فَضَلَ اَخَذَہٗ ؎

جو اس سے زیادہ ہوتی اسے کاٹتے

**تشریحات ۲۵۸۷**

اس حدیث میں مشرکین سے مراد مجوس ہیں اس لیے کہ وہی داڑھی کترواتے یا مونڈاتے تھے۔ وَفِّرُوا۔ اور بعض حدیثوں میں "وَاعْفُوْا" وارد ہے۔ امر وجوب کے لیے ہے۔ لہٰذا ان حدیثوں سے ثابت کہ داڑھی کا بڑھانا واجب ہے۔ حدیث کا اطلاق اس کا مقتضی ہے کہ داڑھی کتنی بھی بڑی ہوجائے قطعاً نہ کاٹی جائے لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ ایک مشت سے زائد داڑھی کو کاٹتے تھے اور یہ مالا یدرک الا بالسماع ہے۔ اس لیے ملحق بالمرفوع ہے یعنی اس پر محمول ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن ہی کر اس پر عمل کیا ہے اس لیے "اعفوا اللحیٰ" والی حدیث کی اس سے تخصیص درست ہے، تو حاصل یہ نکلا کہ ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے۔ اسی لیے امام ابن الہمام نے فتح القدیر میں فرمایا "اما الاخذ منہا وھی دون ذلک فلم یبحہ احد"۔ داڑھی اگر ایک مٹھی سے کم ہو تو اس کے کاٹنے کو کسی نے جائز نہیں کہا۔ اس کے بعد والی روایت میں ہے اِنْھَکُوا الشَّوَارِبَ اس کے معنی یہ ہیں کہ مونچھوں کو خوب پست کرو۔

---

؎ مسلم: خصال الفطرۃ ص ۱۲۹ ترمذی ج ۲ ص ۱۰۰۔

## بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الشَّيْبِ صفحہ ۸۷۵ سفید بال کے بارے میں کیا ذکر کیا جاتا ہے۔

**حدیث ۲۵۸۸**

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ اَرْسَلَنِيْ اَهْلِيْ اِلٰى

عثمان بن عبداللہ بن موہب نے کہا کہ میرے گھر والوں نے ام المومنین

اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ مِّنْ مَاءٍ وَقَبَضَ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک چاندی کا پیالہ دے کر بھیجا اسرائیل

اِسْرَائِيْلُ ثَلٰثَ اَصَابِعَ مِنْ قُصَّةٍ فِيْهِ شَعْرٌ مِّنْ شَعْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

نے اپنی تین انگلیاں سکوڑ لیں اس پیالے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ وَكَانَ اِذَا اُصِيْبَ الْاِنْسَانُ عَيْنٌ اَوْ شَيْءٌ بَعَثَ اِلَيْهَا مِخْضَبَهٗ فَاطَّلَعْتُ

کے بالوں میں سے ایک بال تھا جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا کچھ ہو جاتا تو وہ ام المومنین

فِي الْجُلْجُلِ فَرَاَيْتُ شَعَرَاتٍ حُمْرًا ۱ھ۔

کے یہاں ایک برتن بھیجتا میں نے پیالے میں جھانکا تو چند سرخ بال دکھائی دیے۔

## تشریحات ۲۵۸۸

عثمان بن عبداللہ بن موہب آل طلحہ کے غلام تھے۔

اَرْسَلَنِيْ اَهْلِيْ۔ میں اھل سے آل طلحہ بھی مراد ہو سکتے ہیں اور ان کی بیوی بھی۔

وَقَبَضَ اِسْرَائِيْلُ۔ اس حدیث کے راوی اسرائیل بن یونس نے تین انگلیاں سکوڑ کر بتایا کہ یہ پیالہ بہت چھوٹا تھا۔

مِنْ قُصَّةٍ۔ یہ قدح کا بیان ہے۔ فتح الباری، ارشاد الساری کے متن میں اور ہندوستانی مطبوعہ بخاری کے تمام نسخوں میں قُصَّة ہی ہے لیکن یہاں بنتا نہیں اس لیے کہ قصہ کا معنی پیشانی کے بال ہیں یا بالوں کے گچھے کے۔ ابوزید کی روایت میں "مِنْ فِضَّةٍ" ہے عمدۃ القاری کے متن میں اسی کو لیا ہے نیز فتح الباری میں شرح میں اسی کو لیا۔ ابن وحید نے کہا اکثر راویوں نے اس کو قاف اور صاد کے ساتھ روایت کیا اور صحیح محققین کے نزدیک فا اور ضاد کے ساتھ ہے اور یہی حمیدی کی جمع بین الصحیحین اور وکیع کی اپنے مصنف کی روایت سے ظاہر ہے۔

---

۱ھ اس کے بعد ہی دو طریقے سے۔ ابن ماجہ۔ نسائی۔

فیہ۔ کشمیہنی کی روایت ہے جو واضح ہے اور ضمیر کا مرجع قدحٌ ہے لیکن دوسری روایتیں فیھا ہے اس میں یہ اشکال ہے کہ قدحٌ مذکر ہے اس کی توجیہ میں شارحین نے فرمایا کہ پیالے میں جب پانی ہو تو اس کو کاسٌ کہتے ہیں اور کاسٌ مؤنث ہے تو یہاں ضمیر کی تانیث معنی قدح کی بنا پر ہے کیونکہ روایت میں یہ تصریح ہے کاس میں پانی تھا۔

اس روایت سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعض خواص کو اپنا وہ خاص برتن عنایت فرماتیں جن میں موئے مبارک رکھے ہوئے تھے اگرچہ عام طور پر یہی طریقہ تھا کہ لوگ وقت ضرورت اپنا برتن حضرت ام المومنین کی خدمت میں بھیج کر وہ پانے منگاتے تھے جس میں موئے مبارک رکھے ہوئے تھے لیکن امام حمیدی کی جمع بین الصحیحین کی روایت یہ ہے عثمان کہتے ہیں کہ میرے گھر والوں نے مجھے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک پیالے کے ساتھ بھیجا جس میں پانی تھا تو وہ چاندی کی چھوٹی سی پیالی لے کر آئیں جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال تھا۔ لیکن بخاری کی مذکورہ بالا روایت میں یہ معنی بظاہر درست نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہاں ایک اشکال یہ ہے کہ چاندی کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے پھر ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چاندی کا برتن کیسے استعمال کرتی تھیں؟

علامہ ابن حجر نے ایک توجیہ یہ کی کہ ہو سکتا ہے وہ پیالہ کسی اور دھات کا تھا جس پر چاندی کی قلعی کی گئی تھی اور دوسری توجیہ یہ کی کہ ہو سکتا ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چاندی کے چھوٹے برتن میں کھانے پینے کو جائز سمجھتی ہوں۔ جیسا کہ بہت سے لوگ جائز سمجھتے ہیں۔ علامہ عینی نے اس دوسری توجیہ کا شدت سے رد کیا ہے اور پہلی توجیہ کو ترجیح دی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم اور حضرات اولیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے موئے مبارک سے برکت حاصل کرنا صحابہ کرام کے زمانے سے معمول ہے اور بال کی طرح دوسرے تبرکات سے بھی مثلاً لباس وغیرہ۔

## بَابُ الْجُعْدِ صہ ۸۷۵ گھنگھریالے بال۔

| حدیث ۲۵۸۹ | حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ |
|---|---|
| | حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی رسول اللہ صلی اللہ |
| | وَسَلَّمَ كَانَ يَضْرِبُ شَعْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْكِبَيْهِ. |
| | تعالیٰ علیہ وسلم کے گیسوئے مبارک آپ کے کندھے تک لٹکے تھے ؎ |

؎ اس کے بعد ہی کئی طریقے سے مسلم فضائل۔

**حدیث ۲۵۹۰** عَنْ قَتَادَةَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ

حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ

شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ شَعَرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجِلًا لَيْسَ بِالسَّبْطِ وَلَا الْجَعْدِ بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَعَاتِقَيْهِ.

علیہ وسلم کے موئے مبارک درمیانی تھے نہ بالکل سیدھے تھے نہ گھنگھریالے کانوں اور مونڈھوں کے درمیان رہتے تھے ع

## تشریحات ۲۵۹۰

پہلی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسوئے مبارک کندھوں تک تھے اور اس روایت میں ہے، اور کاندھوں اور مونڈھوں کے درمیان تھے ایک روایت میں ہے کہ کانوں تک تھے۔ ان سب میں تعارض نہیں مختلف اوقات میں مختلف حالت تھی۔ کبھی کانوں تک رہتے، کبھی مونڈھوں تک کبھی دونوں کے درمیان۔ مجدد اعظم اعلیٰحضرت قدس سرہٗ عرض کرتے ہیں ؎

گوش تک سنتے تھے فریاد اب آئے تا دوش ∴ کہ بنیں خانہ بدوشوں کو سہارے گیسو

**حدیث ۲۵۹۱** عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَخْمَ الْيَدَيْنِ لَمْ أَرَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَكَانَ شَعْرُ النَّبِيِّ

کے دونوں دست مبارک پُر گوشت تھے حضور کے بعد حضور جیسا کسی کو نہیں دیکھا اور

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجِلًا وَلَا جَعْدٌ وَلَا سَبْطٌ.

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال درمیانی تھے نہ گھنگھریالے نہ بالکل سیدھے۔

**حدیث ۲۵۹۲** عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

ع مسلم فضائل، ترمذی شمائل، نسائی زینت، ابن ماجہ لباس۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَخْمَ الرَّاْسِ وَالْقَدَمَیْنِ لَمْ اَرَ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ

سر اقدس بڑا تھا اور قدمان مبارک پُرگوشت۔ حضور کے پہلے یا حضور کے بعد حضور جیسا

وَکَانَ بَسْطَ الْکَفَّیْنِ ۔

میں نے کسی کو نہیں دیکھا حضور کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں۔

حدیث ۲۵۹۳ حَدَّثَنَا قَتَادَۃُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَوْ

حضرت انس بن مالک یا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عَنْ رَجُلٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدمان مبارک پُرگوشت تھے اور چہرۂ مبارک حسین۔

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَخْمَ الْقَدَمَیْنِ حَسَنَ الْوَجْہِ لَمْ اَرَ بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ (وَفِیْ

میں نے حضور کے بعد حضور جیسا کسی کو نہیں دیکھا (اور دوسری روایت میں) حضرت انس سے

رِوَایَۃٍ اُخْرٰی) قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَثْنَ الْقَدَمَیْنِ

مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں قدم اور ہتھیلیاں پُرگوشت تھیں اور

وَالْکَفَّیْنِ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی) عَنْ اَنَسٍ اَوْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ

(ایک روایت میں) حضرت انس یا حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے مروی

تَعَالٰی عَنْھُمْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَخْمَ الْکَفَّیْنِ وَالْقَدَمَیْنِ

ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں اور قدمان مبارک پُرگوشت تھے۔ حضور

لَمْ اَرَ بَعْدَہٗ شِبْھًا لَہٗ ۔

کے بعد حضور کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا۔

تشریح ۲۵۹۳ ان احادیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک جو مذکور ہے وہ یہ ہے ۔۔۔ سر اقدس بڑا تھا۔ بال نہ بالکل سیدھے تھے اور نہ گھونگھریالے، درمیانی تھے۔ گیسو مبارک کبھی کانوں تک رہتے کبھی کندھوں تک کبھی دونوں کے درمیان۔ چہرۂ اقدس اتنا حسین تھا کہ جس کی کوئی مثال نہیں۔ ہتھیلیاں کشادہ اور پُرگوشت تھیں۔ قدم مبارک پُرگوشت تھے۔

شثنٌ :۔ یعنی انگلیاں اور ہتھیلیاں پُرگوشت تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں گوشت سے بھری ہوئی تھیں اس کے باوجود انتہائی نرم تھیں۔ جیسا کہ حضرت انس سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے کسی ریشمی کپڑے کو بھی حضور کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہیں پایا۔ اصمعی سے منقول ہے کہ شثن کے معنی پُرگوشت سخت ہتھیلی کے ہیں اور جب ان کو یہ حدیث سنائی گئی کہ حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں اور قدموں کے بارے میں شثن آیا ہے تو انہوں نے عہد کر لیا کہ آئندہ کبھی حدیث کے الفاظ کی تفسیر نہیں کروں گا۔ فتح الباری میں ہے کہ شثنٌ کے معنی پُرگوشت کے ہیں خواہ وہ نرم ہو یا سخت اس کے معنی میں نرمی یا سختی ملحوظ نہیں۔

## بَابُ التَّلْبِيْدِ صفحہ ۸۷۶ بالوں کو گوند وغیرہ سے جمانا۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۵۹۴ | اَخْبَرَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ |
| | حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت |
| | عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقُوْلُ مَنْ ضَفَّرَ فَلْیَحْلِقْ وَلَا تَشَبَّهُوْا |
| | عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا جو بالوں کو گوند وغیرہ سے جمائے اسے چاہیئے (حج وعمرہ کے بعد) سر منڈائے |
| | بِالتَّلْبِیْدِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یَقُوْلُ لَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ |
| | حالت احرام میں تلبید کے مشابہ نہ رکھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں نے حالت احرام میں |
| | صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُلَبِّدًا۔ |
| | رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گوند سے بال جمائے ہوئے دیکھا۔ |

**تشریحات ۲۵۹۴** اہل عرب عام طور پر گیسو رکھتے تھے۔ حالت احرام میں بالوں کے منتشر ہونے کا اندیشہ رہتا تھا کیوں کہ سر پر نہ عمامہ رہتا تھا نہ ٹوپی۔ اس لیے احرام کی حالت میں گوند سے بالوں کو جما لیتے تھے۔ عام حالات میں یہ مکروہ ہے۔

## بَابُ الذَّوَائِبِ صفحہ ۸۷۷ گیسوؤں کا بیان۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۵۹۵ | عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ |
| | حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں ایک رات ام المومنین حضرت |

بِتُّ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ خَالَتِيْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

میمونہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی خالہ کے یہاں سویا اور اس رات

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا فِيْ لَيْلَتِهَا قَالَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں کے پاس تھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ قَالَ فَاَخَذَ

وسلم رات میں اٹھ کر نماز پڑھنے لگے میں حضور کی بائیں طرف کھڑا ہوا تو حضور نے میرے

بِذُوَائِبَتِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ

گیسوؤں کو پکڑا اور مجھے اپنی داہنی طرف کر دیا۔

## بَابُ الْقَزَعِ صفحہ ۸۷۷ بالوں کو چھوٹے بڑے رکھنا۔

حدیث ۵۹۲۵

اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ حَفْصٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ نَافِعٍ اَخْبَرَهٗ عَنْ

حضرت ابن عمر فرماتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ قزع سے

نَافِعٍ مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ

منع فرماتے تھے۔ عبید اللہ نے کہا میں نے پوچھا قزع کیا ہے؟ تو عبید اللہ نے ہماری طرف

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنِ الْقَزَعِ قَالَ

اشارہ کیا۔ فرمایا جب بچے کا سر مونڈا جائے اور یہاں چھوڑ دیا جائے عبید اللہ نے

عُبَيْدُ اللّٰهِ قُلْتُ وَمَا الْقَزَعُ فَاَشَارَ اِلَيْنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ اِذَا حُلِقَ الصَّبِيُّ

اپنی پیشانی اور اپنے سر کے دونوں کناروں کی طرف اشارہ کیا عبید اللہ سے

تُرِكَ هٰهُنَا شَعْرٌ وَّهٰهُنَا وَهٰهُنَا فَاَشَارَ لَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ اِلٰى نَاصِيَتِهٖ

پوچھا گیا لڑکی اور لڑکے برابر ہیں تو انہوں نے کہا میں نہیں جانتا

وَجَانِبَيْ رَاْسِهٖ قِيْلَ لِعُبَيْدِ اللّٰهِ فَالْجَارِيَةُ وَالْغُلَامُ قَالَ لَا اَدْرِيْ

انہوں نے صبی کہا ہے عبید اللہ نے کہا میں نے ان سے دوبارہ پوچھا

هٰكَذَا قَالَ الصَّبِيُّ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ وَعَاوَدْتُهُ فَقَالَ اَمَّا الْقُصَّةُ وَالْقَفَا

کہ قصہ اور قفا بچے کے لیے حرج نہیں لیکن قزع یہ ہے کہ اس کے

لِلْغُلَامِ فَلَا بَأْسَ بِهِمَا وَلٰكِنَّ الْقَزَعَ اَنْ يُتْرَكَ بِنَاصِيَتِهِ شَعْرٌ وَلَيْسَ

پیشانی پر بال چھوڑ دیے جائیں اور اس کے سر میں اور کہیں بال نہ ہو اور

فِيْ رَأْسِهٖ غَيْرُهٗ وَكَذٰلِكَ شَقُّ رَأْسِهٖ هٰذَا اَوْ هٰذَا ۱؎

ایسے ہی سر کے بال ادھر ادھر سے مونڈنا۔

**تشریحات ۲۵۹۶** قزع کے معنی یہ ہیں کہ سر کے بال کہیں کہیں سے مونڈا جائے کہیں کہیں چھوڑ دیا جائے اور قصہ کے معنی یہ ہیں کہ کنپٹی کے بال چھوڑ دیے جائیں اور قفا کے معنی ہیں سر کے نچلے حصے کے بال۔ قزع منع ہے، مکروہ ہے بچے کے لیے بھی اور بچیوں کے لیے بھی۔ صبی کا اطلاق بچے اور بچی دونوں پر ہوتا ہے یہ فعیل کے وزن پر ہے جس میں مذکر مؤنث دونوں برابر ہیں۔

**بَابُ تَطْيِيْبِ الْمَرْاَةِ بِيَدِهَا زَوْجَهَا** صفحہ ۸۷۷ بیوی کا اپنے شوہر کو اپنے ہاتھوں سے خوشبو ملنا۔

**حدیث ۲۵۹۷** اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں نے نبی صلی اللہ

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ طَيَّبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ

تعالیٰ علیہ وسلم کو احرام کے وقت اپنے ہاتھوں سے خوشبو لگایا اور میں نے حضور کو منیٰ میں

لِاِحْرَامِهٖ وَطَيَّبْتُهٗ بِمِنًى قَبْلَ اَنْ يُّفِيْضَ ۲؎

خوشبو لگایا طواف زیارت کے لیے جانے سے پہلے

**تشریحات ۲۵۹۷** مطلب یہ ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے بھی خوشبو لگایا اور احرام کھولنے کے بعد بھی لگایا۔ ۱۰ ارتاریخ کو جمرۃ العقبہ پر کنکری مارنے کے

۱؎ یہیں متصل۔ مسلم لباس۔ ابو داؤد ترجل۔ نسائی زینت، ابن ماجہ لباس۔
۲؎ نسائی لباس۔

کے بعد قربانی کر کے احرام کھولنے کی اجازت ہے اب وہ تمام چیزیں جو احرام میں ممنوع تھیں حلال ہو جاتی ہیں سوائے جماع کے اس وقت بھی خوشبو لگانا مستحب ہے۔

## بَابُ الطِّيبِ فِي الرَّاسِ وَاللِّحْيَةِ صفحہ ۸۷۷ سر اور ڈاڑھی میں خوشبو لگانا۔

**حدیث ۲۵۹۸**

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو

عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اُطَيِّبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَطْيَبِ مَا يَجِدُ حَتّٰى اَجِدَ

لگاتی سب سے عمدہ خوشبو جو ہمارے پاس موجود ہوتی یہاں تک کہ میں خوشبو کی چمک حضور

وَبِيْصَ الطِّيْبِ فِيْ رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ [1]

کے سر اور ڈاڑھی میں پاتی

**تشریح ۲۵۹۸** مرد کو اپنے سر اور اپنی ڈاڑھی میں خوشبو لگانا مستحب ہے چہرہ پر لگانا ممنوع ہے کہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے عورتوں کو سب جائز ہے۔

## بَابُ الْاِمْتِشَاطِ صفحہ ۸۷۷ بالوں میں کنگھا کرنا

**حدیث ۲۶۹۹**

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اِطَّلَعَ مِنْ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ

حُجْرٍ فِيْ دَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحُكُّ رَاْسَهٗ

وسلم کے گھر میں ایک سوراخ سے جھانک کر دیکھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر بال جھاڑنے کی لکڑی سے

بِالْمِدْرٰى فَقَالَ لَوْ عَلِمْتُ اَنَّكَ تَنْظُرُ لَطَعَنْتُ بِهَا فِيْ عَيْنِكَ اِنَّمَا جُعِلَ

کھجلا رہے تھے فرمایا اگر میں جانتا کہ تو دیکھ رہا ہے تو اس کو تیری آنکھ میں بھونک دیتا

الْاِذْنُ مِنْ قِبَلِ الْاَبْصَارِ [2]

اجازت لینے کا حکم نظروں سے بچنے ہی کے لیے ہے

---

[1] باب ما یستحب من الطیب۔ مسلم، نسائی حج [2] الاستیذان باب الاستیذان من اجل البصر صفحہ ۹۲۲ الدیات، باب من اطلع فی بیت قوم صفحہ ۱۰۲۰۔

**تشریحات ۲۶۹۹**

یہ بدنصیب مروان کا باپ حکم بن عاص تھا۔ فتح مکہ کے بعد اس نے کلمہ ضرور پڑھ لیا تھا لیکن یہ بار بار گستاخانہ حرکتیں کرتا ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کی نقل کر رہا تھا اس کی انہیں حرکتوں کی بنا پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو طائف جلاوطن کر دیا تھا

## بَابُ الذَّرِيرَةِ صفحہ ۸۷۸ ذریرہ کا بیان (یعنی مرکب خوشبو کا بیان)

**حدیث ۲۶۰۰**

أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُرْوَةَ سَمِعَ عُرْوَةَ وَالْقَاسِمَ

عروہ اور قاسم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہوئے خبر دیتے ہیں

يُخْبِرَانِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ

کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ سے حجۃ الوداع میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي بِذَرِيرَةٍ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ لِلْحِلِّ وَالْإِحْرَامِ.

ذریرہ ملا حل کے لیے بھی اور احرام کے لیے بھی۔

**تشریح ۲۶۰۰**

ہندوستان سے ایک خوشبو دار جھڑی کی قسم کی خوشبو عرب میں جاتی تھی جسے پیس کر اور چھان کر بال اور گردن میں چھڑکی جاتی تھی اسی کو ذریرہ کہتے ہیں۔

## بَابُ الْوَصْلِ فِي الشَّعْرِ صفحہ ۸۷۸ بال میں بال ملانا۔

**حدیث ۲۶۰۱**

حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَتْنِي أُمِّي عَنْ أَسْمَاءَ

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک خاتون

بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا پھر وہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ إِنِّي أَنْكَحْتُ ابْنَتِي ثُمَّ أَصَابَهَا شَكْوَى فَتَمَرَّقَ رَأْسُهَا

بیمار ہو گئیں جس سے ان کے سر کا بال جھڑ گیا اور اس کا شوہر مجھے ابھار رہا ہے کیا میں اس کے سر میں

وَزَوْجُهَا يَسْتَحِتُّنِي بِهَا أَفَأَصِلُ رَأْسَهَا فَسَبَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

دوسرا بال ملاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ڈانٹا اور فرمایا کہ اللہ نے بال ملانے والی

وَسَلَّمَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ ۱؎

اور ملوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔

**تشریح ۲۶۰۱** اس حدیث کی راویہ منصور بن عبدالرحمٰن کی والدہ کا نام صفیہ بنت شیبہ حجبیہ ہے بعد میں یہی حدیث حضرت اسماء ہی سے ہشام کی اہلیہ فاطمہ بنت المنذر بن زبیر بن عوام سے مروی ہے۔ یہ حدیث کتاب النکاح میں گزر چکی ہے وہیں اس پر مفصل کلام ہو چکا ہے۔

**حدیث ۲۶۰۲**

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ

کہ اللہ نے بال ملانے والی اور ملوانے والی گوندنے والی اور گوندانے والی پر لعنت

قَالَ نَافِعٌ الْوَشْمُ فِي اللِّثَةِ ۲؎

فرمائی ہے نافع نے کہا گوندنا مسوڑے میں ہوتا ہے۔

## بَابُ الْمُسْتَوْشِمَةِ صف ۸۷۹ گوندنے والی کا بیان۔

**حدیث ۲۶۰۳**

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أُتِيَ عُمَرُ بِامْرَأَةٍ تَشِمُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک عورت

فَقَامَ فَقَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ مَنْ سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْوَشْمِ

لائی گئی جو گدنا گدواتی تھی تو حضرت عمر کھڑے ہوئے اور فرمایا میں تم لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں گدنے

---

۱؎ اس کے بعد متصل ہی۔ باب الموصولۃ صف ۸۷۹ مسلم۔

۲؎ باب الموصولۃ صف ۸۷۹ باب المستوشمۃ صف ۸۸۰ ترمذی، لباس

قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ فَقُمْتُ فَقُلْتُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنَا سَمِعْتُ قَالَ مَا سَمِعْتَ قَالَ

گد والے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس نے سنا ہے تو میں کھڑا ہوا اور میں نے کہا اے امیر المومنین میں نے سنا ہے

سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَنْشِمْنَ وَلَا تَسْتَوْشِمْنَ [1]

فرمایا کیا تو نے سنا ہے تو انہوں نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے یہ سنا ہے نہ خود گودنا گودیں اور نہ دوسروں سے گودنا ئیں۔

## بَابُ التَّصَاوِیْرِ صفحہ ۸۸۰ تصویروں کا بیان۔

**توضیح** کتاب اللباس میں تصاویر اور ڈاڑھی مونچھ بڑھانے کٹانے اور بال ملانے اور گودنا گوندوانے پر کچھ شراح نے یہ تنقید کی ہے کہ اس کو لباس سے کوئی تعلق نہیں علامہ ابن حجر وغیرہ نے یہ توضیح کی کہ ان سب کا جامع زینت ہے۔ اس پر علامہ عینی نے یہ تعقب فرمایا کہ تصاویر کا زینت سے تعلق نہیں۔

**اقول وھو المستعان:۔** زینت سے اگر بدن کی زینت مراد لی جائے تو یقیناً تصاویر کا اس سے کوئی تعلق نہیں لیکن اگر زینت کو عام رکھا جائے خواہ بدن کی ہو یا مکان کی تو تصاویر بھی زینت میں داخل ہیں اس لیے کہ تصویروں کو مکان میں زینت کے لیے لگایا کرتے تھے۔

تصویر ذی روح کے چہرے بنانے کا نام ہے۔ حرام ذی روح کا چہرہ بنانا ہے اس سے حرمت پہ کوئی اثر نہیں پڑتا کہ تصویر کیسے بنائی گئی۔

اس لیے جیسے ہاتھ سے بنائی ہوئی تصویریں حرام ہیں اسی طرح کیمرے وغیرہ مشین سے بنائی ہوئی تصویریں بھی حرام ہیں۔ اسی طرح ٹی وی اور ویڈیو کیسٹ بھی حرام ہے۔ اس سلسلے میں آج کل علماء کے مابین بہت طول طویل بحث اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ کچھ حضرات یہ کہتے ہیں یہ تصویر نہیں عکس ہے جیسے آئینے میں انسان کا عکس نظر آتا ہے اس لیے یہ جائز ہے میں بھی ابتداءً یہی فتوی دیتا تھا لیکن پھر زیادہ غور وخوض کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ ٹی وی اور ویڈیو کیسٹ بنانا بھی حرام ہے اس لیے کہ ٹی وی بکس پر جو کچھ نظر آتا ہے وہ عکس نہیں تصویر ہے۔ اس پر واضح قرینہ یہ ہے کہ اگر انسان آئینہ یا پانی کے سامنے سے ہٹ جائے تو آئینہ اور پانی سے اس کی شبیہہ غائب ہو جاتی ہے اور ویڈیو کیسٹ میں جس کی تصویر ہوتی ہے وہ غائب ہو جائے بلکہ مر جائے جب بھی ٹی وی کے بکس پر اس کی تصویر نظر آتی ہے۔ تصویر کے وقت کی اصل علت حدیث میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت کو قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا گیا یضاء ھون بخلق اللہ اور فرمایا گیا

---

[1] نسائی زینت۔

ذھب یخلق کخلقی. اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ عام تصاویر کے بہ نسبت ٹی وی بکس پر نظر آنے والی تصویروں میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت زیادہ ہے۔ عام تصویریں منجمد ایک حال میں رہتی ہیں نہ بولتی نظر آتی ہیں نہ چلتی پھرتی اور ٹی وی بکس کی تصویریں دیکھنے میں ایسی معلوم ہوتی ہیں کہ وہ بول رہی ہیں چل رہی ہیں پھر رہی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے زندہ ہیں اس لیے اس میں اللہ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت زیادہ ہے اس لیے یہ عام تصویروں کے بہ نسبت بدرجہ اولیٰ حرام ہوں گی۔

آج کل نجدیوں نے یہ فتویٰ دے رکھا ہے کہ حرام صرف مجسمے بنانا ہے رہ گئی وہ تصویریں جو کاغذ یا کپڑے پر ہوں حرام نہیں۔ ان کا یہ مذہب صریح احادیث کے خلاف ہے حدیث آرہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پردے پر تصویر دیکھی تو اسے ناپسند فرمایا ظاہر ہے کہ پردے پر مجسمہ نہیں ہوگا بات وہی ہے جو ہم نے شروع میں لکھا کہ حرمت کی وجہ ذی روح کے چہرے کی ساخت ہے وہ جیسے مجسمے میں پائی جاتی ہے اسی طرح کپڑے اور کاغذ کی تصویر میں بھی پائی جاتی ہیں۔

**بَابُ عَذَابِ الْمُصَوِّرِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ** صفحہ ۸۸۰ — قیامت کے دن تصویر بنانے والوں کا عذاب۔

**حدیث ۲۶۰۴**

عَنْ مُسْلِمٍ قَالَ كُنَّا مَعَ مَسْرُوْقٍ فِيْ دَارِ يَسَارِ بْنِ نُمَيْرٍ فَرَاٰى

مسلم سے روایت ہے کہ ہم مسروق کے ساتھ یسار بن نمیر کے گھر میں تھے تو مسروق نے ایک

فِيْ صُفَّتِهٖ تَمَاثِيْلَ فَقَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

چبوترے پر کچھ تصویریں دیکھیں تو کہا میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے سنا ہے انہوں نے کہا میں نے نبی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ الْمُصَوِّرُوْنَ [1]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں پر ہوگا

**تشریح ۲۶۰۴**

ایک قول یہ ہے کہ صورت اور تمثال میں کوئی فرق نہیں اور علامہ عینی نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے ــــ صورت، حیوان کی تصویر کو کہتے ہیں اور تمثال۔ عام ہے جاندار کی ہو یا غیر جاندار کی۔ اور یہ جو کہا گیا تمثال مجسمے کو کہتے ہیں اور صورت، کپڑے یا دیوار کے نقش کو اس کو قیل سے بیان فرمایا جو ضعف کی دلیل ہے۔

اقول وھو المستعان :۔ حدیث ابھی مذکور ہوئی کہ تمثال اور صورت ایک ہے

---

[1] مسلم : لباس۔ نسائی : زینت۔

اس لیے کہ حدیث میں یہ ہے کہ چبوترے پر تمثالیں تھیں۔ اس کی حرمت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے دلیل لائے کہ فرمایا "سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں پر ہوگا" اگر ان دونوں میں مغائرت ہوتی تو یہ استدلال صحیح نہ ہوتا پھر اس کے بعد مذکور ہے۔ ام المومنین فرماتی ہیں "وقد سترت بقرام لی علی سھوۃ لی فیہ تماثیل" میں نے روشن دان پر ایک پردہ ٹانگا تھا جس میں تصویریں تھیں" ظاہر ہے کپڑے پر مجسمے نہیں ہوتے اس پر وہی تصویریں ہوں گی جو دیوار اور کپڑے پر بنائی جاتی ہیں۔

**حدیث ۲۶۰۵** عَنْ نَافِعٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَخْبَرَہٗ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الَّذِیْنَ یَصْنَعُوْنَ ھٰذِہِ

فرمایا جو لوگ یہ صورتیں بناتے ہیں قیامت کے دن عذاب دیے جائیں گے ان سے کہا جائے گا

الصُّوَرَ یُعَذَّبُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُقَالُ لَھُمْ اَحْیُوْا مَا خَلَقْتُمْ [1]

جو تم نے بنایا ہے اس میں جان ڈالو۔

## بَابُ نَقْضِ الصُّوَرِ صفحہ ۸۸۰ تصویروں کو مٹانا۔

**حدیث ۲۶۰۶** عَنْ عُمَرَ اَنَّ بْنِ حِطَّانَ اَنَّ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا حَدَّثَتْہُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ یَتْرُکُ فِیْ بَیْتِہٖ شَیْئًا فِیْہِ

علیہ وسلم گھر میں جو بھی تصویر پاتے مٹا دیتے

تَصَالِیْبُ اِلَّا نَقَضَہٗ [2]

**تشریح ۲۶۰۶** تصالیب: تصلیب کی جمع ہے اس سے مراد مطلق تصویریں ہیں بلکہ کشمیہنی کی روایت میں تصالیب کے بجائے تصاویر ہے اور علامہ کرمانی نے

[1] التوحید: باب قول اللہ واللہ خلقکم وما تعملون صفحہ ۱۱۲۸، مسلم

[2] ابوداؤد: لباس۔ نسائی: زینت۔

فرمایا کہ اس سے مراد وہ نقش و نگار ہیں جو صلیب کی طرح سے ہوں یہ بھی حرام ہیں اس لیے کہ صلیب نصاریٰ پوجتے ہیں۔

ڈاکٹر لوگ اپنے مطب پر بورڈ میں صلیب کا نشان بنائے رہتے ہیں یہ جائز نہیں۔

مطب کے بورڈ پر صلیب پر بنانے کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ یورپ نے پہلی جنگ عظیم کے زمانے میں زخمیوں کی امداد و اعانت و علاج وغیرہ کے لیے ایک انجمن قائم کی تھی جس کا نام صلیب احمر تھا اس کا ٹریڈ مارک صلیب ہی تھا۔ اسی سے سیکھ کر یورپ کے ڈاکٹروں نے بھی اپنے مطب کے بورڈوں پر صلیب بنانا شروع کر دیا وہی ہندوستان میں بھی رائج ہو گیا۔ مسلمان ڈاکٹروں کو اس سے بچنا چاہیئے اس کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ صلیب کا نشان عیسائیوں کے عقیدے کی تائید ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے پھانسی دی تھی اور یہ قرآن مجید کا رد ہے۔ ارشاد ہے۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ نہ تو یہودیوں نے انہیں قتل کیا اور نہ انہیں پھانسی دی۔ بلکہ ان کے لئے حضرت عیسیٰ کی شبیہ کا ایک شخص بنایا گیا۔

علاوہ ازیں عیسائی صلیب کی پوجا کرتے ہیں تو اس کی حیثیت بت کی ہو گئی اس کا رکھنا ایسا ہی ہے جیسے کسی بت کا رکھنا

**حدیث ۲۶۰۷** حَدَّثَنَا اَبُوْ زُرْعَةَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ

ابو زرعہ نے کہا کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینے میں ایک گھر کے

تَعَالٰی عَنْهُ دَارًا بِالْمَدِيْنَةِ فَرَاٰهَا اَعْلَاهَا مُصَوِّرًا يُصَوِّرُ قَالَ سَمِعْتُ

اندر گیا تو انہوں نے اس کے اوپر ایک مصور کو تصویر بناتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا (کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا) اس سے بڑھ کر ظالم کون جو میری تخلیق کی طرح

يَخْلُقُ كَخَلْقِیْ فَلْيَخْلُقُوْا حَبَّةً وَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً ثُمَّ دَعَا بِتَوْرٍ مِّنْ مَّاءٍ

تخلیق کرتا ہے یہ لوگ کوئی دانہ پیدا کر لیں یا کوئی ذرہ پیدا کر لیں۔ پھر اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ نے طشت میں

فَغَسَلَ يَدَيْهِ حَتّٰی بَلَغَ اِبْطَهٗ فَقُلْتُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَشَيْءٌ سَمِعْتَ مِنْ

پانی منگایا اور اپنے ہاتھوں کو دھویا یہاں تک کہ بغل تک دھو ڈالا۔ میں نے اُن سے کہا اے ابو ہریرہ! کیا ایسی بات ہے جو

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُنْتَهَی الْحِلْيَةِ [1]

آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہے انہوں نے کہا میں زیور پہننے کی انتہائی حد تک دھونا ہوں۔

[1] التوحید: باب واللہ خلقکم وما تعملون صفحہ ۱۱۲۸۔

## تشریحات ۲۶۰۷

یہ گھر مروان بن حکم کا تھا یا سعید بن عاص بن سعید اموی کا۔ مسلم میں شک کے ساتھ مروی ہے مروان اور سعید دونوں یکے بعد دیگرے مدینہ طیبہ میں حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جانب سے امیر رہ چکے تھے علامہ عینی نے فرمایا یہ مکان مروان ہی کا تھا یہی روایت یقینی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ پانی وضو کرنے کے لیے منگایا تھا چونکہ وضو میں کہنیوں تک دھونا فرض ہے اور جب وضو میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغل تک ہاتھ دھویا تو ابوزرعہ کو تعجب ہوا اور پوچھا۔ حضرت ابوہریرہ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں سنا ہے یہ میرا اجتہاد ہے کہ ہاتھ میں جہاں تک زیور پہنا جاتا ہے سب دھوتا ہوں۔ اور اس کی اجازت حدیث میں مصرح ہے۔ ارشاد فرمایا فمن استطاع منکم ان یطیل غرتہ فلیفعل[1] تم میں سے جو چاہے کہ اپنے اعضاء کی سفیدی کو بڑھائے تو ایسا کر سکتا ہے۔

## بَابُ صفحہ ۸۸۱

**حدیث ۲۶۰۸**

یُحَدِّثُ قَتَادَةُ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

قتادہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس حاضر تھا اور

وَهُمْ يَسْئَلُوْنَهٗ وَلَا يَذْكُرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى سُئِلَ فَقَالَ

لوگ ان سے سوالات کر رہے تھے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نہیں لیتے تھے یہاں تک کہ ان سے سوال

سَمِعْتُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فِي الدُّنْيَا

کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا" جو دنیا میں کوئی تصویر

كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنْ يَّنْفُخَ فِيْهَا الرُّوْحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ[2]

بنائے گا قیامت کے دن اس کو تکلیف دی جائے گی کہ اس میں روح پھونکے، اور پھونک نہیں سکے گا۔

## تشریح ۲۶۰۸

مسلم میں پوری تفصیل یہ ہے نضر بن انس بن مالک نے کہا میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھا تھا وہ فتویٰ دیتے تھے اور یہ نہیں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہاں تک کہ مجھ سے ایک شخص نے پوچھا اور کہا

---

[1] بخاری ج ۱ صفحہ ۲۵۔ [2] مسلم: تصاویر، جلد ثانی صفحہ ۲۰۳۔

میں یہ تصویریں بناتا ہوں ابن عباس نے مجھ سے کہا میرے قریب آ۔ میں قریب ہوا تو حضرت ابن عباس نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔

سعید بن ابی الحسن کی روایت میں ہے کہ فرمایا ہر تصویر بنانے والا جہنم میں۔ اس نے جتنی بھی تصویر بنائی ہوگی سب کے بدلے ایک جان بنا دی جائے گی جو اسے جہنم میں عذاب دے گی۔

## بَابُ حَمْلِ صَاحِبِ الدَّابَّةِ غَيْرَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ۔

چوپائے کے مالک کا اپنے سامنے دوسرے کو بیٹھانا۔ صفحہ ۸۸۲

| | |
|---|---|
| ف ۵۵ ۷۴۹ | وَقَالَ بَعْضُهُمْ صَاحِبُ الدَّابَّةِ أَحَقُّ بِصَدْرِ الدَّابَّةِ إِلَّا |
| | اور ان کے بعض (عامر شعبی) نے کہا کہ چوپائے کا مالک چوپائے کے آگے بیٹھنے کا زیادہ مستحق ہے |
| | أَنْ يَأْذَنَ لَهُ. |
| | مگر یہ کہ کسی اور کو اجازت دے دے۔ |
| حدیث ۲۶۰۹ | حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ذُكِرَ الْأَشَرُّ الثَّلَاثَةُ عِنْدَ عِكْرِمَةَ فَقَالَ قَالَ |
| | ایوب نے حدیث بیان کی کہ عکرمہ کے پاس یہ تذکرہ ہوا کہ تینوں میں کون زیادہ بد ہے تو |
| | ابْنُ عَبَّاسٍ أَتَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ حَمَلَ قُثَمَ |
| | انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف |
| | بَيْنَ يَدَيْهِ وَالْفَضْلَ خَلْفَهُ أَوْ قُثَمَ خَلْفَهُ وَالْفَضْلَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَيُّهُمْ |
| | لائے اور قثم کو اپنے آگے اور فضل کو اپنے پیچھے یا قثم کو پیچھے اور فضل کو اپنے آگے بیٹھایا تھا تو بتاؤ ان |
| | أَشَرُّ أَوْ أَيُّهُمْ أَخْيَرُ. |
| | میں کون زیادہ برا ہے اور ان میں کون زیادہ بہتر ہے۔ |

**تشریح ۲۶۰۹** ایک حدیث میں تین آدمیوں کو ایک چوپائے پر بیٹھنے سے ممانعت آئی ہے اس کے پیش نظر عکرمہ کی مجلس میں سوال ہوا کہ اگر ایک جانور پر تین بیٹھے ہوئے ہوں تو کون سب سے زیادہ برا ہے۔ جواب کا حاصل یہ کہ کوئی برا نہیں، جانور میں قوت ہو تو تین آدمی سوار ہو سکتے ہیں اور ممانعت کی صورت یہ ہے کہ جانور میں اتنی طاقت نہ ہو۔

باب ۸۸۲ صفحہ

حدیث ۲۶۱۰ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت انس بن مالک نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے

عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَا اَنَا رَدِيْفُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بَيْنِيْ

حدیث بیان کی انہوں نے کہا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پیچھے بیٹھا تھا میرے اور حضور کے

وَبَيْنَهٗ اِلَّا اٰخِرَةُ الرَّحْلِ فَقَالَ يَا مُعَاذُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ

درمیان صرف کجاوے کا پچھلا حصہ تھا تو حضور نے فرمایا اے معاذ! میں نے عرض کی حاضر ہوں یا رسول اللہ

ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ

اور حاضر ہوں پھر حضور تھوڑی دیر چلے پھر فرمایا اے معاذ! میں نے کہا حاضر ہوں یا رسول اللہ حاضر

سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ

ہوں پھر تھوڑی دور اور چلے پھر فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ حاضر ہوں

هَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ حَقٌّ

فرمایا تم جانتے ہو اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے میں نے عرض کیا اللہ اور رسول خوب جانتے ہیں فرمایا

اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ

اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ پھر تھوڑی

يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ هَلْ تَدْرِيْ مَا

دیر چلے اور فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ حاضر ہوں فرمایا تم جانتے ہو جب

حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اِذَا فَعَلُوْهُ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ حَقُّ الْعِبَادِ

بندے وہ کر چکیں تو بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے میں نے عرض کیا اللہ و رسول خوب جانتے ہیں فرمایا اب

عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمْ [1]

بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ انہیں عذاب نہ دے۔

[1] رقاق: باب من جهد نفسه فی طاعة الله صفحہ ۹۶۲ استیذان: باب من لبیک وسعدیک صفحہ ۹۲۷ مسلم: ایمان۔ نسائی: أمر الیوم واللیلة۔

**تشریح ۲۶۱۰**

حق کے معنی یہ ہوتے ہیں جو کسی پر ثابت اور واجب ہو اور اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں. اس حدیث میں جو فرمایا گیا کہ بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمالیا تو اس کا وعدہ سچا ہے تو اللہ تعالیٰ بندے کو یہ ضرور عطا فرمائے گا. یا یہ بطور مشاکلت ہے پہلے فرمایا گیا تھا ما حق اللہ علی العباد اسی کے مشاکلت میں فرمایا ما حق العباد علی اللہ.

www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# کتاب الادب ص ۸۸۲

## باب من احق الناس بحسن الصحبۃ ص ۸۸۲

اچھے سلوک کا سب لوگوں سے زیادہ کون مستحق ہے۔

**حدیث ۲۶۱۱**

عن ابی زرعۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال جاء رجل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ من احق بحسن

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے

صحابتی قال امک قال ثم من قال امک قال ثم من قال امک قال

فرمایا تیری ماں پوچھا پھر کون فرمایا تیری ماں اس نے پوچھا پھر کون فرمایا پھر تیری ماں

ثم من قال ثم ابوک

اس نے کہا پھر کون فرمایا تیرا باپ [1]

**تشریح ۲۶۱۱**

امام بخاری نے بعد میں کہا قال ابن شبرمۃ ویحییٰ بن ایوب الخ اس میں ابن شبرمہ سے مراد عبداللہ بن شبرمہ کوفہ کے قاضی ہیں جو عمارہ بن قعقاع کے چچا ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اس حدیث کو عبداللہ بن شبرمہ اور یحییٰ بن ایوب دونوں نے بھی ابو زرعہ سے روایت کیا ہے۔

## باب لا یسب الرجل والدہ ص ۸۸۳

کوئی اپنے باپ کو برا نہ کہے۔

[1] مسلم: ادب۔ ابن ماجہ: وصایا۔

حدیث ۲۶۱۲ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ النَّبِيُّ

حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کبیرہ گناہ میں سب سے بڑا یہ ہے کہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اَنْ يَّلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

کوئی اپنے ماں باپ پر لعنت کرے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کوئی اپنے والدین پر کیسے لعنت کرے گا فرمایا کہ کوئی

وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهُ فَيَسُبُّ اُمَّهُ [1]

کسی کے باپ کو برا کہے تو وہ اس کے باپ کو برا کہے گا کوئی کسی کی ماں کو برا کہے اور وہ اس کی ماں کو برا کہے۔

## بَابُ اِثْمِ الْقَاطِعِ صفحہ ۸۸۵ رشتہ کاٹنے والے کا گناہ۔

حدیث ۲۶۱۳ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ اِنَّ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ اَخْبَرَهُ

جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے

اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ۔

ہوئے سنا کہ جنت میں رشتہ کاٹنے والا داخل نہ ہوگا۔

## بَابُ مَنْ بُسِطَ لَهُ فِي الرِّزْقِ لِصِلَةِ الرَّحِمِ صفحہ ۸۸۵ صلۂ رحم کی وجہ سے جس کے رزق میں فراخی دی گئی ہو۔

حدیث ۲۶۱۴ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَرَّهُ اَنْ

تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق میں وسعت

يُّبْسَطَ لَهُ فِيْ رِزْقِهٖ وَاَنْ يُّنْسَاَ لَهُ فِيْ اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ۔

دی جائے اور اس کی عمر دراز کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔

حدیث ۲۶۱۵ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

[1] مسلم: ایمان، ابوداؤد: ادب، ترمذی: برّ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَہٗ فِیْ رِزْقِہٖ وَیُنْسَأَ لَہٗ

نے فرمایا جس کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق کو کشادہ کیا جائے اور اس کی عمر کو بڑھایا

فِیْ اَثَرِہٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ [1]

جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔

**تشریح ۲۶۱۶**

اَنْ یُّنْسَأَ :۔ اس کا مادہ نَسَاء ہے جس کے معنی مؤخر کرنے کے ہیں اثر :۔ کے معنی پیچھے کے ہیں۔ مراد اس کی موت ہے اس لیے کہ یہ عمر کے آخر میں ہوتی ہے۔

**بَابُ مَنْ وَصَلَ وَصَلَہُ اللّٰہُ** صفحہ ۸۸۵ — جو صلہ رحمی کرے اللہ تعالیٰ اس پر خصوصی کرم فرمائے۔

**حدیث ۲۶۱۷**

عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلرَّحِمُ شِجْنَۃٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰہُ

کہ فرمایا رَحِم رحمٰن سے مشتق ہے۔ اللہ نے فرمایا جو تجھے ملائے گا میں اسے ملاؤں گا

مَنْ وَصَلَکِ وَصَلْتُہٗ وَمَنْ قَطَعَکِ قَطَعْتُہٗ۔

جو تجھے کاٹے گا میں اسے کاٹوں گا۔

**حدیث ۲۶۱۸**

عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ فرمایا کہ رشتہ

وَسَلَّمَ قَالَ اَلرَّحِمُ شِجْنَۃٌ فَمَنْ وَّصَلَھَا وَصَلْتُہٗ وَمَنْ قَطَعَھَا قَطَعْتُہٗ۔

ایک شاخ ہے جو اسے جوڑے گا اللہ تعالیٰ اس کے اوپر خصوصی انعام فرمائے گا اور جو کاٹے گا اللہ اس کو کاٹے گا۔

**تشریح ۲۶۱۸**

شِجْنَۃٌ :۔ اس میں شین کو کسرہ بھی اور ضمہ بھی اور فتحہ بھی ہے۔ اس کے معنی ہیں درخت کی جڑیں جو آپس میں گتھی ہوئی ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اس کا مادہ وہی ہے جو رحمن کا ہے۔ ابو داؤد و ترمذی میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[1] مسلم : ادب۔

سے مروی ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا میں اللہ ہوں میں رحمٰن ہوں رَحِم (رشتہ) کو میں نے پیدا کیا اور اس کو میں نے اپنے نام سے مشتق کیا جو اسے ملائے گا میں اس کو ملاؤں گا۔ جو اسے کاٹے گا اس کو کاٹوں گا۔

بَابُ يُبَلُّ الرَّحِمُ بِبَلَالِهَا صف ۸۸۶ رشتہ کو اس کی تری کے ساتھ تر رکھا جائے۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۶۱۸ | عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ |
| | حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوشیدہ |
| | صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِهَارًا غَيْرَ سِرٍّ يَقُوْلُ إِنَّ آلَ أَبِي — قَالَ عَمْرٌو فِي كِتَابٍ |
| | نہیں کھلے بندسنا فرماتے تھے آل ابی — عمرو بن عباس نے کہا محمد بن جعفر کی کتاب میں یہاں بیاض ہے |
| | مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ بَيَاضٌ — لَيْسُوْا بِأَوْلِيَائِي إِنَّمَا وَلِيِّيَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ — |
| | میرے اولیاء نہیں — میرا ولی صرف اللہ ہے اور نیک مؤمن — بطریق عنبسہ جو روایت ہے اس میں یہ ہے |
| | زَادَ عَنْبَسَةُ ابْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ عَنْ بَيَانٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ |
| | کہ حضرت عمرو بن عاص نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا لیکن ان سے رشتہ داری ہے جس کو میں |
| | النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنَّ لَهُمْ رَحِمٌ أُبُلُّهَا بِبَلَالِهَا — قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ |
| | اس کی بلا سے تر رکھوں گا — ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا اس روایت میں ایسے ہی ہے لیکن ببلالہا کی جگہ ببلا ئہا |
| | كَذَا وَقَعَ وَبِبَلَالِهَا أَجْوَدُ وَأَصَحُّ وَبِبَلَائِهَا لَا أَعْرِفُ لَهُ وَجْهًا ؎ |
| | زیادہ عمدہ اور زیادہ صحیح ہے اور ببلا ئہا کے درست ہونے کی کوئی وجہ میں نہیں پہچانتا۔ |

**تشریحات ۲۶۱۸**

اس حدیث میں اٰل ابی کے بعد محمد بن جعفر کی کتاب میں جگہ چھوٹی ہوئی ہے — یعنی یہ کون لوگ ہیں یہ مذکور نہیں حضرت امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ اس سے مراد حکم بن عاص ہے۔ قسطلانی میں ہے کہ دمیاطی نے اپنے حواشی میں لکھا کہ مراد اٰل ابی العاص بن امیہ ہیں — اور حضرت محی الدین ابن عربی کی کتاب سراج المریدین میں ہے کہ مراد اٰل ابی طالب ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

لیکن اٰل ابی طالب کا مراد ہونا ظاہر نہیں اس لیے کہ ابو طالب کی اولاد میں حضرت علی

؎ ترمذی تفسیر، نسائی وصایا۔

اور حضرت جعفر سابقین اولین میں سے ہیں، صرف حضرت عقیل نے اسلام لانے میں تاخیر کی۔

کذا وقع :۔ یعنی عنبسہ کی روایت میں ببلا لہا کی جگہ ببلا نہا ہے، امام بخاری نے فرمایا کہ یہاں ببلا نہا کے کوئی معنی میری سمجھ میں نہیں آئے اور یہاں ببلا لہا زیادہ عمدہ اور زیادہ صحیح ہے، علامہ کرمانی نے فرمایا کہ ببلا نہا کے بھی معنی درست ہو سکتے ہیں، بلاء کے معنی معروف یعنی اچھی چیز اور نعمت کے بھی ہیں۔ مراد یہ ہے کہ میں رشتے کی اچھائی اور اس کی نعمت سے تری حاصل کرتا ہوں اور ابل ببلا لھا کا مطلب یہ ہے کہ میں رشتے کا پاس کرتا ہوں۔

## بَابُ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ صفحہ ۸۸۶

صلہ رحمی کرنے والا بدلہ دینے والا نہیں۔

**حدیث ۲۶۱۹**

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ إِذَا

ہیں کہ فرمایا رشتہ ملانے والا بدلہ دینے والا نہیں، رشتہ جوڑنے والا وہ ہے

قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا.

کہ جب اس کا رشتہ کاٹا جائے تو وہ جوڑے [1]

**تشریحات ۲۶۱۹**

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اعمش اور حسن بن عمرو اور فطر تین راویوں کے ذریعہ امام مجاہد سے روایت کیا ہے اور تینوں سے سفیان ثوری روایت کرتے ہیں۔ سفیان ثوری نے کہا کہ اعمش نے اسے مرفوعاً نہیں روایت کیا ہے ہاں حسن اور فطر نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

## بَابُ رَحْمَةِ الْوَلَدِ وَتَقْبِيْلِهِ وَمُعَانَقَتِهِ صفحہ ۸۸۶

بچے پر مہربانی کرنا اور اسے چومنا اور اس سے معانقہ کرنا۔

**حدیث ۲۶۲۰**

إِنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

ام المومنین حضرت عائشہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہلیہ نے فرمایا ایک عورت میرے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهُ قَالَتْ جَاءَتْنِيْ امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ تَسْئَلُنِيْ فَلَمْ

پاس مانگنے کے لیے آئی اس کے ساتھ دو لڑکیاں تھیں، اس نے میرے پاس ایک کھجور کے علاوہ کچھ نہیں پایا

[1] ابوداؤد زکوٰۃ، ترمذی برّ۔

تَجِدْ عِنْدِیْ غَیْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ فَاَعْطَیْتُهَا فَقَسَمَتْهَا بَیْنَ اِبْنَتَیْهَا

وہ کھجور میں نے اس کو دے دی اس نے وہ کھجور اپنی دونوں بیٹیوں کے

ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

درمیان تقسیم کردی پھر اٹھی اور چلی گئی اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فَحَدَّثْتُهٗ فَقَالَ مَنْ بُلِیَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ شَیْئًا فَاَحْسَنَ اِلَیْهِنَّ

تشریف لائے تو میں نے حضور سے یہ قصہ بیان کیا تو فرمایا جو ان لڑکیوں کے معاملے میں کچھ بھی آزمایا جائے

كُنَّ لَهٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ ؏

اور وہ ان کے ساتھ بھلائی کرے تو وہ لڑکیاں اس کے لیے آگ سے پردہ ہو جائیں گی۔

## تشریحات ۲۶۲۰

اس کے قریب قریب مسلم میں اراک بن مالک کی روایت حضرت ام المؤمنین ہی سے یوں ہے کہ ایک مسکین عورت دو بچیوں کو لیے ہوئے میرے پاس آئی، میں نے اس کو تین کھجوریں دیں، اس نے ایک ایک کھجور ہر بچی کو دے دی اور وہ ایک کھجور اپنے منھ تک لے گئی کہ کھائے مگر اس نے اس کے دو ٹکڑے کر کے بچیوں کو دے دیا اس کی اس حالت نے مجھے تعجب میں ڈالا۔

ہو سکتا ہے یہ دو واقعے الگ الگ ہوں۔

## حدیث ۲۶۲۱

حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن

عَنْهُ قَالَ قَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ

علی کو بوسہ دیا اور وہاں اقرع بن حابس تمیمی بیٹھے ہوئے تھے، اقرع بن حابس نے کہا

عَلِیًّا وَعِنْدَهُ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِیْمِیُّ جَالِسٌ فَقَالَ الْاَقْرَعُ بْنُ

میرے دس بیٹے ہیں میں نے ان میں سے کسی کو بھی بوسہ نہیں دیا۔ یہ سن کر

؏ مسلم ادب، ترمذی برّ۔

حَابِسٍ اِنَّ لِیْ عَشَرَۃً مِّنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْھُمْ اَحَدًا فَنَظَرَ اِلَیْہِ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا اور فرمایا جو رحم
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَنْ لَّا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ
نہیں کرتے ان پر رحم نہیں کیا جاتا۔

**حدیث ۲۶۲۲** عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ جَاءَ
ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ
اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تُقَبِّلُوْنَ الصِّبْیَانَ
تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور انہوں نے کہا تم لوگ بچوں کا بوسہ لیتے ہو
فَمَا نُقَبِّلُھُمْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَ اَمْلِكُ لَكَ
اور ہم بوسہ نہیں لیتے اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں کیا کروں
اِذَا نَزَعَ اللّٰہُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَۃَ۔
جب اللہ نے تیرے دل سے رحم نکال دیا ہے۔

## تشریحات ۲۶۲۲

شارحین نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ اقرع بن جابس ہوں اور ہو سکتا ہے کہ یہ قیس بن عاصم تمیمی ہوں، علامہ عینی نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ یہ عیینہ بن حصن فزاری ہوں اس لیے کہ ان کا قصہ نام کی تصریح کے ساتھ مذکور ہے۔

**حدیث ۲۶۲۳** حَدَّثَنِیْ زَیْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ
رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَدِمَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِسَبْیٍ
علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ قیدی آئے قیدیوں میں سے ایک عورت کا دودھ اتر کر ٹپکنے لگا
فَاِذَا امْرَاَۃٌ مِّنَ السَّبْیِ قَدْ تَحْلُبُ ثَدْیُھَا یَسْتَقِیْ اِذَا وَجَدَتْ صَبِیًّا
وہ قیدیوں میں سے جس بچے کو پاتی اسے لے لیتی اور اپنے
فِی السَّبْیِ اَخَذَتْہُ فَاَلْصَقَتْہُ بِبَطْنِھَا وَاَرْضَعَتْہُ فَقَالَ لَنَا النَّبِیُّ
پیٹ سے چپکاتی اور اسے دودھ پلاتی یہ دیکھ کر ہم سے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَرَوْنَ هٰذِهٖ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بتاؤ کیا یہ اپنے بچے کو آگ میں ڈالے گی؟ ہم
قُلْنَا لَا وَهِيَ تَقْدِرُ عَلٰى اَنْ لَّا تَطْرَحَهٗ فَقَالَ اَللّٰهُ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ
نے عرض کیا نہیں یہ اپنے بچے کو آگ سے بچائے گی۔ اب حضور نے فرمایا: یہ اپنے
هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا ؏

بچوں پر جتنی مہربان ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربان ہے

## باب ص ۸۸۷

**حدیث ۲۶۲۴**

اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى
بے شک ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ جَعَلَ اللّٰهُ
فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کو سو جزء میں تقسیم کیا ننانوے ۹۹ جزء اپنے پاس رکھا
الرَّحْمَةَ فِيْ مِائَةِ جُزْءٍ فَاَمْسَكَ عِنْدَهٗ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ جُزْءًا وَاَنْزَلَ فِي
اور زمین میں ایک جزء کو اتارا اسی جزء سے مخلوق ایک دوسرے پر مہربانی کرتی
الْاَرْضِ جُزْءًا وَاحِدًا فَمِنْ ذَالِكَ الْجُزْءِ يَتَرَاحَمُ الْخَلْقُ حَتّٰى تَرْفَعَ
ہے یہاں تک کہ گھوڑی اپنے بچے سے اپنا پیر اٹھائے رکھتی ہے اس
الْفَرَسُ حَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا خَشْيَةَ اَنْ تُصِيْبَهٗ ؏۲
ڈر سے کہ کہیں اس کو کچل نہ دے۔

**تشریح ۲۶۲۴**

رحمت، اللہ عزوجل کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہر صفت غیر متناہی پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ رحمت کے سو حصے کیے۔ جواب یہ ہے کہ اس سے تحدید و تعیین مقصود نہیں مخاطب کو سمجھانے کے لیے ایک تمثیل ہے مقصود یہ کہ مخلوقات

؏ مسلم توبہ ؏۲ مسلم

میں جو رحمت ہے وہ اقل ہے بہ نسبت جو اس کے یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور ہے۔

## بَابُ رَحْمَةِ النَّاسِ وَالْبَهَائِمِ صف ۸۸۸ لوگوں اور چوپایوں پر مہربانی کرنا۔

**حدیث ۲۶۲۵**

أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کھڑے ہوئے اور ہم

تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلٰوةٍ وَقُمْنَا مَعَهُ فَقَالَ

بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوئے تو ایک اعرابی نے کہا اور وہ بھی نماز میں تھے اے اللہ مجھ پر اور

أَعْرَابِيٌّ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا أَحَدًا فَلَمَّا

محمد پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی پر رحم نہ فرما جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو اعرابی

سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْأَعْرَابِيِّ لَقَدْ حَجَّرْتَ وَاسِعًا يُرِيدُ رَحْمَةَ اللّٰهِ.

سے کہا تم نے کشادہ چیز میں پتھر بھر دیا (حضور کی مراد تھی اللہ کی رحمت سے)

**تشریح ۲۶۲۵**

یہ اعرابی ذوالخویصرہ یمانی تھے جنہوں نے مسجد میں پیشاب کیا تھا جیسا کہ ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ایک اعرابی مسجد میں آئے اور کہا اے اللہ مجھے اور محمد کو بخش اور ہمارے ساتھ کسی کو مت بخش تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے ایک کشادہ چیز کو تنگ کر دیا پھر وہ اعرابی مسجد کے گوشے میں گئے اور وہاں پیشاب کر دیا۔

**حدیث ۲۶۲۶**

سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ تَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكٰى

فرمایا تم مومنوں کو آپس میں مہربانی اور محبت اور شفقت میں جسم کے مثل دیکھو گے جب کسی عضو کو

عُضْوًا تَدَاعٰى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى [1]

تکلیف ہوتی ہے تو اس کا پورا جسم بے خوابی اور بخار کو دعوت دیتا ہے۔

[1] مسلم، الادب۔

**حدیث ۲۶۲۷** سَمِعْتُ جَرِیْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ [1]

جو رحم نہ کرے گا رحم نہ کیا جائے گا۔

**تشریح ۲۶۲۷** ابو داؤد اور ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت ہے اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰنُ یَرْحَمُ مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ۔ رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرمائے گا اس پر رحم کرو جو زمین میں ہے تم پر وہ رحم فرمائے گا جو آسمان میں ہے۔

**بَابُ الْوَصَایَۃِ بِالْجَارِ وَقَوْلِ اللّٰہِ وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا صف ۸۸۹**

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور اللہ کی عبادت کرو اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔

**حدیث ۲۶۲۸** عَنْ عَمْرَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا زَالَ جِبْرِیْلُ یُوْصِیْنِیْ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ

علیہ وسلم نے فرمایا جبریل پڑوسی کے بارے میں مجھے مسلسل حکم دیتے رہے یہاں تک

اَنَّہٗ سَیُوَرِّثُہٗ [2]

کہ میں نے گمان کیا کہ وہ اسے وارث ٹھہرائیں گے

**تشریح ۲۶۲۸** پڑوسی کون ہے اس کو ہر شخص اپنے عرف اور معاملے سے سمجھتا ہے پھر بھی بزرگوں نے کچھ حد بیان فرمائی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا پڑوسی وہ ہے جو پکار سنے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور امام اوزاعی نے فرمایا کہ ہر طرف سے چالیس گھر پڑوس ہے اور ایک قول یہ ہے کہ جو تمہارے ساتھ صبح کی

[1] کتاب التوحید قل ادعوا اللہ صف ۱۰۹۷ [2] مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، الادب۔

نماز پڑھے۔ پڑوسی کے حق کا مطلب یہ ہے کہ پڑوسی ایک دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرے ضرر دفع کرے اور خیر خواہی کرے۔ پڑوسی مسلمان اور کافر، صالح اور فاسق اور دوست دشمن اجنبی اور شہری سب کو شامل ہے۔

بَابُ اِثْمِ مَنْ لَا یَاْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ یُوْبِقُھُنَّ یُھْلِکُھُنَّ مُوْبِقًا مُھْلِکًا۔ صف ۸۸۹

اس کا گناہ جس کے ضرر سے پڑوسی محفوظ نہ رہے۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۶۲۹ | عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی |
| | حضرت ابوشریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| | عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ قِیْلَ وَمَنْ |
| | نے فرمایا بخدا وہ مؤمن نہیں بخدا وہ مؤمن نہیں بخدا وہ مؤمن نہیں، عرض کیا کون یا رسول اللہ! |
| | یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الَّذِیْ لَا یَاْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ |
| | فرمایا وہ جس کے ضرر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ رہے۔ |

## تشریحات ۲۶۲۹

ابوشریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا نام مشہور یہ ہے کہ خویلد تھا ایک قول یہ ہے کہ عمرو تھا ایک قول ہے کہ ہانی تھا اور ایک قول ہے کہ کعب تھا۔ لایؤمن سے مراد یہ ہے کہ اس کا ایمان کامل نہیں۔ بوائق جمع ہے بائقۃ کی اس کا مادہ بَوْق ہے جس کے معنی ہلاکت کے ہیں، مراد ہے ضرر۔ یہی حدیث حمید بن اسود، عثمان بن عمر، ابوبکر بن عیاش اور شعیب بن اسحاق نے بروایت ابن ابی ذئب بواسطہ مقبری حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اس کا حاصل یہ نکلا کہ سعید مقبری نے یہ حدیث دو صحابہ سے روایت کی ہے حضرت ابوشریح سے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ ابوشریح والی روایت زیادہ صحیح ہے۔

بَابُ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَہٗ۔ صف ۸۸۹

جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے۔

حدیث ۲۶۳۰ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

نے فرمایا جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور

فَلْیُكْرِمْ ضَیْفَهٗ وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَهٗ وَمَنْ

جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے اور جو اللہ اور

كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ [1]

پچھلے دن پر ایمان لائے وہ اچھی بات کہے یا چپ رہے

حدیث ۲۶۳۱ عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ الْعَدَوِیِّ قَالَ سَمِعَتْ اُذُنَایَ وَاَبْصَرَتْ

حضرت ابوشریح عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میرے دونوں کانوں نے

عَیْنَایَ حِیْنَ تَكَلَّمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ

سنا اور میری دونوں آنکھوں نے دیکھا حضور نے جب یہ فرمایا جو اللہ اور پچھلے

الْاٰخِرِ فَلْیُكْرِمْ جَارَهٗ وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُكْرِمْ ضَیْفَهٗ

دن پر ایمان لائے وہ اپنے پڑوسی کا اکرام کرے اور جو اللہ اور پچھلے دن پر

جَائِزَتَهٗ قَالَ وَمَا جَائِزَتُهٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ یَوْمٌ وَلَیْلَةٌ وَالضِّیَافَةُ

ایمان لائے وہ اپنی مہمان کی دستور کے مطابق عزت کرے، پوچھا اور اس کا دستور

ثَلٰثَةُ اَیَّامٍ فَمَا كَانَ وَرَاءَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ عَلَیْهِ وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ

کیا ہے؟ یا رسول اللہ! فرمایا ایک دن اور ایک رات اور مہمان داری تین دن ہیں

بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ [2]

اور جو اس کا ماسوا ہو وہ اس کے اوپر صدقہ ہے۔ اور جو اللہ اور پچھلے دنوں پر ایمان لائے تو اچھی بات کہے یا چپ رہے

---

[1] مسلم ایمان۔ ابن ماجہ فتن بخاری باب اکرام الضیف ج ۲۔ ص ۹۰۵-۹۰۶ کتاب الرقاق باب حفظ اللسان ص ۹۵۹

[2] باب اکرام الضیف بخاری ج ۲ ص ۹۰۵-۹۰۶ کتاب الرقاق باب حفظ اللسان ص ۹۵۹، مسلم احکام ابوداؤد اطعمہ، ترمذی بر، نسائی رقاق۔ ابن ماجہ ادب۔

**تشریحات ۲۶۳۱** جائزہ کے معنی عطا ہے داد و دہش، یہ جواز سے مشتق ہے، یہاں مراد یہ ہے کہ ایک دن اور ایک رات اسے اچھے سے اچھا کھانا دے اور حسب استطاعت اسے راحت پہنچائے۔

**بَابُ كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ ص۸۹** ہر نیکی صدقہ ہے۔

**حدیث ۲۶۳۲** عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھی ہر چیز صدقہ ہے یعنی ثواب کا کام ہے۔

**بَابُ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا ص۸۹۱** نبی صلی اللہ علیہ وسلم فحش گو نہ تھے۔

**حدیث ۲۶۳۳** عَنْ هِلَالِ بْنِ أُسَامَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّابًا وَلَا فَاحِشًا وَلَا لَعَّانًا كَانَ يَقُوْلُ لِأَحَدِنَا عِنْدَ الْمَعْتَبَةِ مَا لَهُ تَرِبَ جَبِينُهُ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ بد گو تھے نہ فحش گو اور نہ لعنت کرنے والے ناراضگی کے وقت ہم کو کہتے اسے کیا ہو گیا اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔

**تشریح ۲۶۳۳** سباب، فحاش اور لعان مبالغہ کا صیغہ ہے اور مبالغہ کی نفی سے اصل وصف کی نفی نہیں ہوتی۔ تو اس سے لازم آتا ہے کہ بہت زیادہ نہیں تو کچھ ان اوصاف کے ساتھ متصف تھے۔ جواب یہ ہے کہ اہل عرب کبھی کبھی نفی کے موقع پر مبالغہ کا صیغہ استعمال کرتے ہیں اور ان کی مراد ہوتی ہے اصل وصف کی نفی۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ تمہارا پروردگار قطعاً ظلم کرنے والا نہیں۔ ہم نے جو نسخہ لیا ہے اس میں "فَاحِشًا" ہے لیکن دوسرا نسخہ "فَحَّاشًا" ہے

[1] باب ماینھی عن السباب واللعن ص۸۹۳۔

**حدیث ۲۶۳۴** عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَجُلًا اِسْتَاذَنَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ

عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاٰهُ قَالَ بِئْسَ اَخُو الْعَشِيْرَةِ وَبِئْسَ ابْنُ

علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو حضور نے فرمایا قبیلہ کا بُرا بھائی اور قبیلہ کا برا بیٹا اور وہ

الْعَشِيْرَةِ فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطَ

جب آکر بیٹھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ روئی اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آئے جب وہ

اِلَيْهِ فَلَمَّا انْطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ لَهٗ عَائِشَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! حِيْنَ رَاَيْتَ

چلا گیا تو حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ نے اس کو دیکھا تھا تو اس کے بارے میں یہ

الرَّجُلَ قُلْتَ لَهٗ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ تَطَلَّقْتَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطْتَ اِلَيْهِ فَقَالَ

یہ فرمایا تھا پھر حضور کشادہ روئی اور خندہ پیشانی کے ساتھ اس سے ملے تو رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ مَتٰى عَاهَدْتِنِيْ فَحَّاشًا اِنَّ شَرَّ

علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ تم نے کب مجھ کو فحش گو پایا ہے بے شک قیامت کے دن سب سے بری جگہ

النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ شَرِّهٖ [1]

اللہ تعالیٰ کے حضور وہ ہوگا جس کو لوگ اس کے شر سے بچنے کے لیے اس کو چھوڑ دیں۔

## تشریحات ۲۶۳۴

یہ شخص عیینہ بن حصن بن حذیفہ بدر الفزاری تھا اس کو احمق المطاع بھی کہتے تھے یا مخرمہ بن نوفل تھا راجح پہلا قول ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس کے بارے میں فرمایا بئس اخو العشیرۃ وبئس ابن العشیرۃ یہ غیب کی خبر ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد عیینہ مرتد ہو گیا تھا پھر گرفتار کر کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔

پیٹھ پیچھے کسی کو بُرا کہنا غیبت ہے لیکن اگر کسی فسادی یا شری یا ظالم یا بدکردار کے ظلم اور بدکرداری کو بیان کیا جائے تو یہ غیبت نہیں حدیث میں ہے اذکروا الفاسق بما فیہ متی یحذرہ الناس۔ فاسق کے فسق کو بیان کرو۔ اگر نہیں بیان کرو گے تو لوگ اس سے کیسے بچیں گے۔

---

[1] باب مایجوز من اغتیاب اھل الفساد والریب صفحہ ۸۹۴ باب المداراۃ مع الناس صفحہ ۹۰۵ مسلم، ابو داؤد۔ ادب۔ ترمذی۔ بر۔

## بَابُ حُسْنِ الْخُلُقِ وَالسَّخَاءِ وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الْبُخْلِ صف ۸۹۱

اچھی عادت اور سخاوت اور بخل کا ناپسند ہونا۔

**حدیث ۲۶۳۵**

عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی کسی چیز کا

مَا سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قَطُّ فَقَالَ لَا ۱؎

سوال کیا گیا تو نہیں کبھی نہیں فرمایا۔

**تشریح ۲۶۳۵**

مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا کے مال میں سے کچھ طلب کیا گیا تو کبھی یہ نہیں فرمایا کہ نہیں دوں گا دینا منظور ہوتا تو عطا فرمادیتے نہ دینا منظور ہوتا تو خاموش رہتے اور رخ انور پھیر لیتے جیسا کہ طبرانی نے معجم میں اور خرائطی نے مکارم اخلاق میں حضرت علی سے روایت کیا ہے۔

فرزدق نے عرض کیا ؎

ما قال لَا قَطُّ اِلَّا فِي تَشَهُّدِهٖ ∴ لولا التشهد كانت لَاءُهٗ نَعَمُ

حضور نے تشہد کے سوا کبھی لا نہیں کہا اگر تشہد نہ ہوتا تو حضور کا لا۔ نعم ہوتا اگر کبھی بوجہ مجبوری سائل کو لوٹانا ہوتا تو بہت خوب صورتی کے ساتھ لوٹاتے مثلاً غزوہ تبوک کے موقع پر جب اشعریین کا وفد آیا اور سواری طلب کیا تو فرمایا لَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُكُمْ۔ میرے پاس تمہاری سواری کے لیے کچھ موجود نہیں۔

**حدیث ۲۶۳۶**

اَخْبَرَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمانہ قریب ہو

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيُنْقَصُ الْعِلْمُ

جائے گا اور علم گھٹا دیا جائے گا اور لالچ دلوں میں ڈال دی جائے گی اور قتل بہت ہوگا لوگوں نے کہا اے

وَيُلْقَى الشُّحُّ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوْا وَمَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ ۲؎

ابوہریرہ ہرج کیا ہے فرمایا قتل قتل۔

---

۱؎ مسلم فضائل، ترمذی، شمائل ع۲ فتن باب ظہور الفتن صف ۱۰۴۶ مسلم، قدر ابو داؤد، فتن۔

**تشریحات ۲۶۳۶**

تقارب زمان سے مراد یہ ہے کہ وقت کے گزرنے کا احساس نہیں ہوگا دن اس طرح گزر جائے گا کہ محسوس ہوگا کہ دن چھوٹا ہوگیا ہے۔ ہندوستانی مطبوعہ میں ینقص العلم ہے۔ یہ کشمیہنی کی روایت ہے اور یہی مشہور ہے اور دوسری روایتوں میں ینقص العمل ہے

**حدیث ۲۶۳۷**

حَدَّثَنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِيْ أُفٍّ وَلَا لِمَ صَنَعْتَ وَلَا أَلَّا صَنَعْتَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی تو نہ کبھی مجھے اف کہا اور نہ یہ فرمایا کیوں کیا اور نہ فرمایا کہ کیوں نہیں کیا۔

**تشریح ۲۶۳۷**

مسلم میں ہے کہ میں نے حضور کی نو سال خدمت کی ــــ قصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ تشریف لانے کے کچھ مہینوں کے بعد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے اس کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت انس نے حضور کی خدمت نو سال کچھ مہینہ تک کی ہے۔ کسر چھوڑ کر بیان فرمایا تو نو سال کہا اور کسر کو جوڑ دیا تو دس سال فرمایا۔

**بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النَّمِيْمَةِ وَقَوْلِهِ هَمَّازٍ مَشَّاءٍ بِنَمِيْمٍ وَوَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةٍ يَهْمِزُ وَيَلْمِزُ وَيُعَيِّبُ**

صفحہ ۸۹۵

اور کون سی غیبت ناپسند ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان بہت طعنہ دینے والا بہت ادھر ادھر کی لگانے والا۔ خرابی ہے اس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے بدی کرے۔ امام بخاری نے فرمایا یَھْمِزُ کے معنی ملامت کرے اور عیب لگائے۔

**توضیح**

ھَمَّاز، ھَمْزٌ سے اسم مبالغہ ہے اس کے معنی پیٹھ پیچھے غیبت کرنے طعنہ کرنے اور عیب جوئی کے ہے۔ ھمزۃ اسی سے فُعَلَۃٌ کے وزن پر اسم مبالغہ ہے اور اسی طرح لُمَزَۃ بھی۔ مَشَّاءٍ، مَاشٍ کا اسم مبالغہ ہے۔ امام بخاری نے افادہ یہ فرمایا کہ یَھْمِزُ اور یَلْمِزُ دونوں ہم معنی ہیں لیکن کچھ لوگوں نے فرمایا کہ ھَمْزٌ منہ پر برائی کرنے کے معنی میں ہے اور لَمْزٌ پیٹھ پیچھے برائی کرنے کے۔

اس باب کے قائم کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ غیبت مطلقاً ممنوع نہیں، کفار، منافقین، ظالمین، مفسدین کے عیوب بیان کیے جائیں گے جیسا کہ سورۂ قلم میں ولید بن مغیرہ

کے دس عیوب گنائے گئے اور اسی طرح سورہ ھمزہ میں کفار مکہ میں جو شریر تھے ان کے عیوب بیان کیے گئے جیسے کہ تجسس حرام ہے لیکن کفار کے بلاد میں جاسوس بھیج کر ان کے حالات معلوم کرنا بمنزلہ جہاد کے ہے۔

**حدیث ۲۶۳۸**

عَنْ هَمَّامٍ كُنَّا مَعَ حُذَيْفَةَ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ رَجُلًا يَرْفَعُ الْحَدِيثَ إِلَى

ہمام سے روایت ہے کہ ہم حضرت حذیفہ کے ساتھ تھے ان سے کہا گیا کہ ایک شخص حضرت عثمان

عُثْمَانَ فَقَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَدْخُلُ

تک بات پہنچاتا ہے تو اس سے حذیفہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے

الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ ع

فرماتے تھے جنت میں چغل خور نہیں داخل ہوگا

**تشریحات ۲۶۳۸**

سلطان کو اس کی اجازت ہے کہ کچھ آدمی مقرر کیے رہے کہ لوگ سلطان کے بارے میں اس کی حکومت کے بارے میں جو تنقیدیں کرتے ہوں وہ سلطان تک پہنچائے اور بہ نیت اصلاح سلطان تک ایسی باتیں بھی پہنچانا حرام نہیں جیسے بدگمانی حرام ہے فرمایا گیا۔ ایاکم والظن فان الظن أكذب الحديث۔ بدگمانی سے بچو اس لیے کہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے اس کے باوجود حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ان من الحزم لسوء الظن بدگمانی دانائی میں سے ہے۔

**بَابُ مَا يُنْهٰى عَنِ التَّحَاسُدِ وَالتَّدَابُرِ وَقَوْلِهٖ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ۔** صف ۸۹۶

ایک دوسرے سے حسد کرنا ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرنا منع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد حاسد کے شر سے جب حسد کرے پناہ مانگتا ہوں۔

**حدیث ۲۶۳۹**

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

ع مسلم، ایمان، ابوداؤد، ادب۔ ترمذی: بر، نسائی، تفسیر

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ

کرتے ہیں کہ فرمایا اور گمان سے بچو اس لیے کہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے اور کسی کے پیچھے نہ پڑو کسی کی

الْحَدِیْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا

جاسوسی نہ کرو اور ایک دوسرے پر حسد مت کرو ایک دوسرے سے بغض مت رکھو ایک دوسرے کو

تَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا عہ

پیٹھ مت دکھاؤ اور اللہ کے بندے ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن کے رہو۔

**حدیث ۲۶۴۰** عَنِ الزُّھْرِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا

علیہ وسلم نے فرمایا ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو ایک دوسرے سے حسد نہ کرو

تَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا وَلَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ

ایک دوسرے کو پیٹھ نہ دکھاؤ اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر رہو کسی مسلمان کو

فَوْقَ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ عہ

حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رہے۔

**تشریحات ۲۶۴۰** حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ظن کا حکم مطلقاً ممنوع ہے اور آیۂ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ظن مطلقاً حرام نہیں دونوں کا حاصل یہ ہے کہ ظن کی بنا پر کوئی حکم شرعی لگانا جائز نہیں جب تک ثبوت شرعی نہ ملے لیکن مقام احتیاط میں جب قوی قرائن سے کوئی گمان ہو تو اس کے مطابق احتیاط کرنا عقلمندی ہے۔

**بَابُ مَا یَکُوْنُ فِی الظَّنِّ** صف ۸۹۶ اور کون سا گمان درست ہے۔

**تشریح ۲۶۴۰** باب کے عنوان میں یہاں نسخے مختلف ہیں ہندوستانی مطبوعہ میں مایکون ہے اور ابوذر اور نسفی میں مایجوز من الظن۔ اور قابوسی اور جرجانی کی روایت

---

عہ باب قولہ یا ایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن۔ صف ۸۹۶۔

عہ باب الھجرۃ صف ۸۹۷۔

میں مایکرہ من الظن ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ حدیث کے سیاق کے زیادہ مناسب ابوذر کی روایت ہے۔

266

**حدیث ۲۶۴۱**

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا أَظُنُّ فُلَانًا وَفُلَانًا یَعْرِفَانِ مِنْ دِیْنِنَا

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یقین نہیں کہ فلاں اور فلاں ہمارے دین کو

شَیْئًا ـــــ وَقَالَ اللَّیْثُ کَانَ رَجُلَیْنِ مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ ۔

کچھ سمجھتے ہیں ـــــ لیث نے کہا کہ یہ دونوں منافقین میں سے تھے۔

**تشریحات ۲۶۴۱**

باب کا عنوان ہے کون سا ظن جائز ہے اور حدیث میں ۔ مَا أَظُنُّ نفی ہے شارحین نے فرمایا یہ صیغہ بظاہر نفی کا ہے لیکن عرف میں اثبات کے لیے بولا جاتا ہے جیسے کسی نے کہا میں گمان نہیں کرتا کہ زید گھر میں ہوگا اس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ کہنا یہ چاہتا ہے کہ میرا گمان یہ ہے کہ وہ گھر میں ہے۔ توضیح میں ہے کہ ظن یہاں یقین کے معنی میں ہے اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے سارے منافقین کو پہچانتے تھے تو ایسی صورت میں باب ثابت نہ ہوگا کہ حدیث میں ظن بہ معنی یقین کے ہے اور باب میں ظن اپنے حقیقی معنی میں ہے غالباً لفظ ظن کے ورود کو امام بخاری نے دلیل بنایا ہو۔ یا ان کا گمان یہ رہا ہو کہ یہ ارشاد پہلے کا ہے جبکہ منافقین کے نام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلائے نہیں گئے تھے۔

## بَابُ سَتْرِ الْمُؤْمِنِ عَلٰی نَفْسِہٖ صـ۸۹۶ مومن کی اپنی پردہ پوشی۔

**حدیث ۲۶۴۲**

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَاھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ کُلُّ أُمَّتِیْ مُعَافًی

کو فرماتے ہوئے سنا میری امت کے ہر فرد کو معاف کر دیا جائے گا مگر ان لوگوں کو جو علانیہ گناہ

إِلَّا الْمُجَاھِرِیْنَ وَإِنَّ مِنَ الْمُجَانَةِ أَنْ یَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّیْلِ عَمَلًا ثُمَّ یُصْبِحُ

کرتے ہیں اور بے باکی یہ ہے کہ رات میں ایک شخص کوئی کام کرتا ہے پھر صبح کو کہتا ہے حالانکہ اللہ

وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ يَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا وَقَدْ بَاتَ

اس پر پردہ ڈالے ہوئے تھا اے فلاں میں نے گزشتہ رات ایسے اور ایسے کیا ہے رات کو اس کے

يَسْتُرُهُ رَبُّهُ وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَلَيْهِ .

رب نے پردہ ڈالا اور وہ صبح کو اللہ کے پردے کو کھول رہا ہے۔

**تشریحات ۲۶۴۲**

گناہ کا ارتکاب بہرحال گناہ ہے مگر اس کا اعلان کرنا بھی گناہ ہے۔ بلکہ ارتکابِ گناہ سے بڑا گناہ ہے یہ گناہ کی اشاعت بھی ہے۔ اور نڈر ہونا بھی ہے۔

## بَابُ الْهِجْرَةِ صف ۸۹۷ مسلمان سے تعلقات منقطع کرنا۔

**حدیث ۲۶۴۳**

عَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ

مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رہے۔ دونوں ملاقات کریں تو یہ منہ پھیر

ثَلٰثِ لَيَالٍ فَيَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِيْ يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ ع

لے وہ منہ پھیرے اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے۔

**تشریحات ۲۶۴۳**

اس سے مراد یہ ہے کہ کسی دنیوی بات پر آپس میں رنجش ہو گئی ہو لیکن اگر کسی دینی معاملے میں رنجش ہو تو جب تک اصلاح نہ ہو جائے میل کرنا جائز نہیں۔

## بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ اِتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ وَمَا يُنْهٰى عَنِ الْكَذِبِ ص ۹۰۰

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان کہ اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اور جو جھوٹ سے منع کیا گیا۔

**حدیث ۲۶۴۴**

عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ع الاستیذان، باب السلام للمعرفۃ ص ۹۲۱ مسلم: استیذان، ابوداؤد، استیذان، ترمذی: بر۔

قَالَ اِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِىْ اِلَى الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِىْ اِلَى الْجَنَّةِ وَاِنَّ الرَّجُلَ
نے فرمایا سچ نیکی تک پہنچاتا ہے اور نیکی جنت تک لے جاتی ہے ایک شخص سچ بولتا رہتا ہے
لَيَصْدُقُ حَتّٰى يَكُوْنَ صِدِّيْقًا وَاِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِىْ اِلَى الْفُجُوْرِ وَاِنَّ
یہاں تک کہ صدیق ہو جاتا ہے اور جھوٹ بدکاری تک پہنچاتا ہے بدکاری جہنم تک لے جاتی ہے اور ایک
الْفُجُوْرَ يَهْدِىْ اِلَى النَّارِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا .
شخص جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے یہاں کذاب لکھ دیا جاتا ہے .

## بَابُ الصَّبْرِ وَالْاَذٰى وَقَوْلِ اللّٰهِ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ صفحہ ۹۰۱

صبر اور تکلیف کا بیان اور اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کا بیان صبر کرنے والے اپنا بدلہ بغیر حساب پورا پائیں گے .

**حدیث ۲۶۴۵** عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ اَحَدٌ اَوْ لَيْسَ شَىْءٌ اَصْبَرَ عَلٰى اَذًى سَمِعَهٗ مِنَ اللّٰهِ
نے فرمایا اللہ تعالےٰ سے زیادہ اذیت پر صبر کرنے والا کوئی نہیں لوگ اللہ تعالےٰ کے لیے
اِنَّهُمْ لَيَدْعُوْنَ لَهٗ وَلَدًا وَاِنَّهٗ لَيُعَافِيْهِمْ وَيَرْزُقُهُمْ ؏
اولاد کا دعویٰ کرتے ہیں پھر بھی اللہ انہیں عافیت دیتا ہے اور روزی دیتا ہے .

## بَابُ مَنْ لَمْ يُوَاجِهِ النَّاسَ بِالْعِتَابِ صفحہ ۹۰۱

جو لوگوں کے رو در رو عتاب نہ کرے .

**حدیث ۲۶۴۶** عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا صَنَعَ
ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ
النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَرَخَّصَ فِيْهِ فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ
کیا جس میں رخصت پر عمل کیا کچھ لوگ اس سے الگ رہے یہ خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی

؏ التوحید: باب قول اللہ اِنِّیْ اَنَا الرَّزَّاقُ الخ ص ۱۰۹۷ . مسلم : توبہ ، نسائی : نعوت .

ذَالِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ مَا

تو خطبہ دیا اللہ کی حمد کی پھر فرمایا کچھ لوگوں کا کیا حال ہے اس چیز سے بچتے

بَالُ أَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُونَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ

ہیں جس کو میں کرتا ہوں بخدا میں ان لوگوں سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں

وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً .عہ

اور ان سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔

**تشریحات ۲۶۴۶**

ظاہر ہے کہ جو کام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کریں اس کے جواز میں کیا شبہہ پھر بھی کچھ لوگ جو الگ رہے انہوں نے شاید یہ تاثر دینا چاہا کہ ہمیں اللہ کی معرفت زیادہ ہے ہم اللہ سے زیادہ ڈرنے والے ہیں اس لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جلال آیا اور ان پر عتاب فرمایا۔

اگر کوئی شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذاتی طور پر اذیت پہنچاتا تو صبر فرماتے جیسا کہ گزرا۔ کہ ایک اعرابی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر پکڑ کر کھینچا اتنی زور سے کہ چادر کا نشان گلوئے اقدس پر پڑ گیا مگر حضور نے صبر فرمایا۔ لیکن جب ایسی کوئی بات ہوتی جس کا تعلق دین سے ہوتا تو ضرور عتاب فرماتے تنبیہ فرماتے۔

**بَابُ مَنْ أَكْفَرَ أَخَاهُ بِغَيْرِ تَأْوِيلٍ فَهُوَ كَمَا قَالَ .** صفحہ ۹۰۱

جس نے کسی کو بغیر تاویل کے کافر کہا تو وہ ویسا ہی ہے جیسے کہ کہا۔

**توضیح**

یعنی کسی نے کسی اہل قبلہ کو بغیر اس کے کہ اس سے کوئی کفر صادر ہو یا ایسی بات صادر ہو جس میں کفر کا پہلو ہو، کافر کہے تو وہ خود کافر ہے لیکن اگر کسی مدعی اسلام سے کوئی کفر سرزد ہو یا ایسی بات سرزد ہو جس سے کفر ظاہر ہوتا ہو تو کہنے والا کافر نہ ہوگا پہلی صورت میں اگر کافر نہ کہے گا تو وہ خود کافر ہو جائے گا البتہ اس میں ایک تفصیل ہے کبھی کبھی بے پڑھے لکھے عوام بطور گالی کے کافر کہتے ہیں اس صورت میں کافر نہ ہوگا البتہ تعزیر کا مستحق ہوگا ہاں اگر اسے کافر اعتقاد کر کے کہے گا تو ضرور کافر ہو جائے گا۔

---

عہ الاعتصام: باب مایکرہ من التعمق الخ صـ ۱۰۸۴ مسلم: فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم. نسائی: الیوم واللیلۃ۔

**حدیث ۲۶۴۷**

عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِاَخِیْہِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص اپنے بھائی کو کہے

یَا کَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِہٖ اَحَدُھُمَا (وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ مِثْلَہٗ) ؎

اے کافر تو یہ ان میں سے ایک پر لوٹا

**تشریحات ۲۶۴۷**

یعنی جس کو کافر کہا واقعی وہ کافر ہے تو اس نے ٹھیک کہا لیکن اگر وہ واقع میں کافر نہیں تو کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔ علامہ طیبی نے فرمایا کہ یہ حدیث مشکل حدیث میں سے ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ جس کو کافر کہا اس سے کوئی کفر سرزد نہیں ہوا تب تو طے ہے کہ کہنے والا کافر ہے دوسرا پہلو یہ ہے کہ جس کو کافر کہا اس سے اس طرح کفر کا صدور ہوا جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں نہ تاویل قریب کی نہ تاویل بعید کی اور کفر کا صدور اس سے قطعی طور پر ثابت ہو جس میں کوئی شبہہ نہ ہو اور نہ قائل سے اس کفر سے توبہ مشہور ہو اس صورت میں جسے کافر کہا وہ یقیناً کافر ہے۔ اشکال اس صورت میں ہے کہ جسے کافر کہا اس سے کفر کا صدور ہوا۔ مگر اس میں تاویل بعید کی گنجائش ہے یا اس میں کوئی احتمال ہے مثلاً یہ کہ اس کفر کا صدور اس سے قطعی طور پر ثابت نہیں اس میں کچھ شبہہ ہے یا قائل کی توبہ مشہور ہے مگر اس حد تک نہیں کہ اس میں کوئی شبہہ نہ ہو ایسے شخص کو اگر کسی نے کافر کہا تو نہ قائل کافر اور نہ جسے کافر کہا وہ کافر، اس کی مثال حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے مکہ پر حملہ کی خبر خفیہ طریقے سے مکے والوں کو کرنی چاہی تھی۔ ایک مومن مخلص سے یہ بعید تھا کہ ایسی اہم خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مرضی مکے والوں کو کی جاتی اس کی ظاہر صورت دیکھ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منافق کہا لیکن وہ مومن مخلص تھے نفاق یا کفر کی وجہ سے یہ نہیں کیا تھا بلکہ اپنے بچوں کی محبت میں ایسا کیا تو نہ وہ منافق ہوئے اور نہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اس کی دوسری مثال اس زمانہ میں یہ ہے کہ ایک واعظ نے اپنی تقریر میں کہا کہ قیامت کے دن اور لوگ اللہ تعالیٰ کے یہاں حساب دینے جائیں گے اور محبوبانِ بارگاہ حساب لینے جائیں گے

؎ مسلم، ایمان، ترمذی ایمان۔ مؤطا امام مالک کلام۔ مسند امام احمد ج ۲۔

یہ استفتا ایک بہت عظیم مفتی صاحب کے ہاں پیش ہوا جو واقعی مفتی تھے پوری جماعت ان کو معتبر مفتی مانتی ہے انہوں نے فتویٰ دیا کہ یہ واعظ کافر ہوگیا پھر یہی استفتا میرے یہاں آیا میں نے جواب لکھا کہ قائل کافر نہیں عرف عام میں حساب لینے کا ایک مطلب ہوتا مزدوری وصول کرنا مزدور بولتے ہیں حساب لینے جارہا ہوں، بولتے ہیں کہ مجھے پورا حساب مل گیا اس کی روشنی میں تاویل ممکن ہے کہ قائل کی مراد یہ ہے کہ محبوبانِ بارگاہ قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں اپنے اعمال حسنہ کا اجر حاصل کرنے جائیں گے یہاں نہ قائل کافر اور نہ سابق مفتی کافر۔ اسی قسم کی باتوں کو لے کر آج کل صلح کلی، دیوبندیوں کی تکفیر سے بھی بچتے ہیں لیکن یہ ان کا دھوکہ ہے کلمۂ کفر اگر ایسا ہے کہ کفری معنی میں متعین ہے اس کی کوئی تاویلِ قریب تو قریب بعید بھی ایسی نہیں جو اس کلمۂ کفر سے بچا سکے ایسی صورت میں تکفیر قطعی ہوگی دیوبندیوں کے وہ کلماتِ کفر جن کی بنا پر حسام الحرمین میں ان کی تکفیر کی گئی ہے ایسے ہی ہیں کہ وہ کفری معنی میں متعین ہیں ان کی کوئی ایسی تاویل نہیں جو ان کو کفر سے بچا سکے تقریباً ایک صدی سے ان کی تکفیر ہورہی ہے قائلین کی حیات میں بھی ان کی تکفیر ہوئی مگر قائلین بھی اپنے ان کلماتِ کفریہ کا ایسا معنیٰ نہیں بتا سکے جو کفر نہ ہو اور جو معنی بتاتے ہیں وہ ان عبارتوں کے معنی نہیں وہ ان کلمات کی تغییر و تحریف ہے جس کا مفصل بیان میں نے "منصفانہ جائزہ" میں کردیا ہے۔ ناظرین اس کو ضرور پڑھیں۔

## بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ إِكْفَارَ مَنْ قَالَ مُتَأَوِّلًا أَوْ جَاهِلًا۔

جو شخص اسے کافر کہنے کو جائز نہیں جانتا جس نے تاویل کی بنا پر یا لاعلمی کی بنا پر کچھ کہا۔ صـ ۹۰۱

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۶۴۸ | عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ أَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِي رَكْبٍ وَهُوَ |
| | حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ |
| | يَحْلِفُ بِأَبِيهِ فَنَادَاهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا إِنَّ اللهَ يَنْهَاكُمْ |
| | تعالیٰ عنہ کو کچھ سواروں میں دیکھا اور وہ اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| | أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ وَإِلَّا فَلْيَصْمُتْ ؏ |
| | نے پکار کر سنو بیشک اللہ تم کو منع کرتا کہ اپنے باپ دادا کی قسم کھاؤ اب جو قسم کھائے تو وہ اللہ کی قسم کھائے یا چپ رہے۔ |

۲۶۴۸

**تشریحات**: چونکہ اس وقت باپ دادا کے نام کی قسم کھانے کی ممانعت نہیں ہوئی تھی یا ہوئی

؏ مسلم، نذور

تھی مگر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا علم نہیں تھا اس لیے وہ معذور تھے یہ حکم ابتدائے اسلام کا تھا اور اب دار الاسلام میں لاعلمی عذر نہیں۔

**بَابُ الْحَذَرِ مِنَ الْغَضَبِ**

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ.

غصّے سے بچنا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے اور وہ لوگ جو گناہ کبیرہ اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور جب غصہ ہوتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں وہ لوگ جو فراخی اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

صہ ۹۰۳

**حدیث ۲۶۴۹** عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ الشَّدِیْدُ

وسلم نے فرمایا پچھاڑنے سے کوئی طاقت ور نہیں ہوتا طاقت ور وہ ہے

بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ عه

جو غصّے کے وقت اپنے کو قابو میں رکھے۔

**حدیث ۲۶۵۰** عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے

قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے وصیت کیجیے فرمایا غصہ مت کر

مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ عه

اس نے بار بار لوٹایا فرمایا غصہ مت کر۔

عه مسلم، ادب عه ترمذی، بر۔

**تشریحات ۲۶۵۰**

غالباً یہ صاحب بہت غصے والے تھے اس لیے ان کو اس کی وصیت فرمائی مطلب یہ ہے کہ بلا وجہ غصہ نہ کرو اس سے صحت پر بھی اثر پڑتا ہے اور دماغ پر بھی، غصہ میں کبھی کبھی بہت غلط کام ہو جاتے ہیں لیکن کسی سبب پر غصہ فطری چیز ہے اسے کون روک سکتا ہے۔

## بَابُ الْحَيَاءِ صفحہ ۹۰۳ حیا کا بیان۔

**حدیث ۲۶۵۱**

عَنْ اَبِی السَّوَّارِ الْعَدَوِیِّ قَالَ سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رَضِیَ

عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَيَاءُ لَا يَاْتِیْ

حیاء بھلائی ہی لاتی ہے تو بشیر بن کعب نے کہا حکمت میں

اِلَّا بِخَيْرٍ فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ مَكْتُوْبٌ فِی الْحِكْمَةِ اِنَّ مِنَ الْحَيَاءِ

لکھا ہوا ہے کہ حیاء سے وقار ہے اور حیاء سے سکینہ ہے تو ان سے عمران نے کہا

وَقَارًا وَاِنَّ مِنَ الْحَيَاءِ سَكِيْنَةً فَقَالَ لَهٗ عِمْرَانُ اُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ

میں تجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتُحَدِّثُنِیْ عَنْ صَحِيْفَتِكَ .

اور تو اپنے صحیفے کی بات سناتا ہے۔

**تشریحات ۲۶۵۱**

بُشیر بن کعب تابعی ہیں حضرت عمران کے خفا ہونے کا سبب یہ تھا کہ ایک مسلمان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کافی ہے اس کے بعد کسی صحیفے اور کتاب دیکھنے کی حاجت نہیں لیکن علامہ ابن حجر نے ابو قتادہ عدوی کی جو روایت کی اس کے اخیر میں یہ ہے وفیہ ضعفٌ اور حیاء میں کمزوری ہے ظاہر ہے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیاء خیر ہی لاتی ہے اب اس کے بالمقابل یہ کہنا کہ حیاء میں کمزوری ہے یقیناً غصہ کی بات ہے۔

## بَابُ الْاِنْبِسَاطِ اِلَی النَّاسِ صفحہ ۹۰۵ لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرنا۔

| | |
|---|---|
| ت ۷۵۰ | وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ خَالِطِ النَّاسَ وَدِيْنُكَ لَا تَكْلِمَنَّهٗ |
| | اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لوگوں سے ملو جلو اور اپنے دین کو بچائے رہو |
| | وَالدُّعَابَةُ مَعَ الْاَهْلِ. |
| | اور اہل کے ساتھ خوش طبعی کرنا۔ |
| حدیث ۲۶۵۲ | حَدَّثَنَا اَبُوالتَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ اِنْ |
| | حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سے |
| | كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُخَالِطُنَا حَتّٰى يَقُوْلَ لِاَخٍ لِيْ |
| | ملتے جلتے تھے یہاں تک کہ میرے ایک چھوٹے بھائی سے کہتے یا اباعُمَیر نُغَیر |
| | صَغِيْرٍ يَا اَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ ؏ |
| | کیا ہوا |

## تشریحات ۲۶۵۲

عُمَیر عمرو کی تصغیر ہے یہ حضرت ابوطلحہ انصاری کے صاحبزادے تھے اِن کا نام زید بن سہل تھا۔ ان کی والدہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں یہ حضرت انس کے اخیافی بھائی تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں انتقال کر گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے خوش طبعی کی باتیں کرتے تھے انہوں نے ایک چھوٹی چڑیا جسے نُغَیر کہتے تھے پال رکھا تھا اس کے بارے میں ان سے پوچھتے اے ابا عُمَیر نُغَیر کیا ہوئی۔ نُغَیر نَغْرٌ کی تصغیر ہے جس کی چونچ سرخ ہوتی ہے اور آواز بہت اچھی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ چھوٹے بچوں کی کنیت رکھنا جائز ہے نیز مدینہ طیبہ کے حرم کا وہ حکم نہیں جو مکہ معظمہ کا ہے۔ مدینہ طیبہ کے جنگلی جانوروں کو پکڑنا اور پالنا جائز ہے۔

**تنبیہ:** کچھ لوگوں نے اس حدیث پر یہ کہا کہ محدثین بعض ایسی روایتوں کو بھی روایت کر دیتے ہیں جس میں کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا جیسا کہ یہ حدیث ہے علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ بعض علماء نے اس حدیث سے ساٹھ مسائل اخذ کیے ہیں۔ فتح الباری میں سب کو ذکر فرمایا اور اپنی طرف سے بھی زیادتی کی۔

---

ع باب الکنیۃ للصبی ص۹۱۵ مسلم: صلوٰۃ، استیذان فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ترمذی صلوٰۃ بر، نسائی: الیوم واللیلۃ، ابن ماجہ: ادب۔

حدیث ۲۶۵۳

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس گڑیوں کے

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لِي صَوَاحِبُ يَلْعَبْنَ مَعِي وَكَانَ رَسُوْلُ

ساتھ کھیلتی اور میری کچھ سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اندر تشریف لاتے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ يَنْقَمِعْنَ مِنْهُ فَيُسَرِّبُهُنَّ إِلَيَّ فَيَلْعَبْنَ مَعِي ؏

تو وہ چھپ جاتیں (اور جب حضور باہر تشریف لے جاتے) حضور ان کو میرے پاس بھیج دیتے تو وہ میرے ساتھ کھیلتیں۔

تشریحات ۲۶۵۳ "العب بالبنات" یہاں بنات سے مراد چھوٹی چھوٹی بچیوں کی تصویریں ہیں جن کے ساتھ بچے کھیلتے ہیں اور اس کا بھی احتمال ہے کہ بنات اپنے حقیقی معنی میں ہو اور مراد چھوٹی بچیاں ہوں۔

## بَابُ الْمُدَارَاةِ مَعَ النَّاسِ ص ۹۰۵ لوگوں کے ساتھ نرمی کرنا۔

ب ۷۵۱

وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ إِنَّا لَنَكْشِرُ فِي وُجُوهِ أَقْوَامٍ وَإِنَّ

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فرمایا

قُلُوبَنَا لَتَلْعَنُهُمْ.

کہ ہم بہت سے لوگوں کو دیکھ کر مسکراتے ہیں اور ہمارے دل ان پر لعنت کرتے ہیں۔

## بَابُ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ ص ۹۰۵

مومن ایک سوراخ سے کبھی دوبار نہیں ڈسا جائے گا۔

ب ۷۵۲

وَقَالَ مُعَاوِيَةُ لَا حِلْمَ إِلَّا عَنْ تَجْرِبَةٍ.

اور معاویہ نے کہا بردباری نہیں مگر تجربہ سے۔

حدیث ۲۶۵۴

عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

؏ مسلم: فضائل۔

اَلنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَیْنِ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا

## بَابُ مَا یَجُوْزُ مِنَ الشِّعْرِ وَالرَّجَزِ وَالْحُدَاءِ وَمَا یُکْرَہُ مِنْہُ وَقَوْلِہٖ تَعَالٰی۔ وَالشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُھُمُ الْغَاوٗنَ اَلَمْ تَرَ اَنَّھُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّھِیْمُوْنَ ۝ وَاَنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَکَرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

ص ۹۰۷

شعر اور رجز اور حدی میں کیا جائز ہے اور کیا مکروہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تشریح ــــ اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔ مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور بکثرت اللہ کی یاد کی اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کے کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

**توضیح** شعر وہ کلام ہے جو قصداً موزوں اور مقفیٰ کیا گیا ہو اور رجز شعر کی ایک خاص قسم کو کہتے جس میں شاعر اپنے یا اپنے باپ دادا کے کارناموں کو فخریہ بیان کرے یا اپنی عظمت ظاہر کرے۔

حُدیٰ۔ اونٹ کو چلانے کے لیے جو گانا گایا جائے ــــ سب سے پہلے حدی مضر بن نزار بن مُعد بن عدنان کے غلام نے کہی تھی۔ قصہ یہ ہوا کہ ایک بار مضر کے اونٹ چلنے میں سستی کرنے لگے کہ یہ غلام مضر کے اونٹوں میں تھا اور اس نے کچھ کمی کی تو مضر نے اس کے ہاتھ پر مارا وہ تکلیف میں کہنے لگا یَادَیَاہُ یَادَیَاہُ اس کی آواز بہت اچھی تھی یہ سن کر اونٹ تیز چلنے لگے۔ یہیں سے حدی کی ابتدا ہوئی۔

شعر اچھے بھی ہوتے ہیں خراب بھی ہوتے ہیں اگر شعر میں کفریہ فسقیہ مضمون ہوں یا مسلمانوں کی ہجو ہو تو وہ حرام ہیں لیکن حمد و نعت ہو مسلمانوں کی مدح ہو یا اچھے کام کی ترغیب ہو تو اچھے ہیں۔

**ت ۷۵۳** وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّھِیْمُوْنَ فِیْ کُلِّ لَغْوٍ یَّخُوْضُوْنَ

ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں ــــ (یعنی لغو کاموں میں مشغول رہتے ہیں)

حدیث ۲۶۵۵

اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوْثَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً۔

عبدالرحمٰن ابن اسود بن عبد یغوث نے خبر دی کہ ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک بعض شعر حکمت ہیں۔

تشریحات ۲۶۵۵

حکمت کے معنیٰ دانائی اور عقلمندی کے ہیں مراد یہ ہے کہ بعض شعر واقعہ کے مطابق حق ہوتے ہیں اور اس میں دانائی کی بات ہوتی ہے ایسے اشعار جن میں جاہلیت کی باتیں ہوں پڑھنا منع ہے لیکن قرآن وحدیث کے لغات جاننے کے لیے ان کو پڑھنا یاد رکھنا مستحسن ہے متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے کہ وہ زمانۂ جاہلیت کے اشعار پڑھتے تھے سنتے تھے ان سب کا محل یہی ہے ــــ حاصل کلام یہ ہے کہ ایسے اشعار جس میں حمد و نعت ہو صحابہ کرام یا علماء کرام یا اولیاء اللہ کی مدح ہو دینی باتوں کی ترغیب ہو ان کا کہنا بھی جائز سننا بھی جائز ہے پڑھنا بھی جائز اور جن اشعار میں فسق ہو کفر ہو بے حیائی ہو جو شہوانی جذبات برانگیختہ کرنے والے ہوں ان کا کہنا بھی حرام پڑھنا بھی حرام سننا بھی حرام۔

حدیث ۲۶۵۶

عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

اَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَعْضِ نِسَائِهٖ وَمَعَهُنَّ اُمُّ سُلَيْمٍ فَقَالَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج کے پاس تشریف لائے اور ان کے ساتھ ام سلیم

وَيْحَكَ يَا اَنْجَشَةُ رُوَيْدَكَ سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيْرِ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ فَتَكَلَّمَ

بھی تھیں تو فرمایا خرابی ہو تیرے لیے اے انجشہ۔ شیشیوں کے ہانکنے کو چھوڑ دے!

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَلِمَةٍ لَوْ تَكَلَّمَ بَعْضُكُمْ لَعِبْتُمُوْهَا قَوْلُهٗ

ابو قلابہ نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بات کہی اگر تم میں کا بعض کہتا تو اس کو تم لوگ عیب

سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيْرِ۔ علہ سمجھتے یعنی حضور کا یہ فرمانا (شیشیوں کا چلانا)

علہ مسلم، فضائل۔ نسائی الیوم واللیل۔ کتاب الادب باما جاء فی قول الرجل وَيْلَكَ۔ باب من دعا صاحبہ فنقص من اسمہ حرفا ص۹۱۵ باب معاریض مندوحۃ عن الکذب ص۹۱۷ دو طریقے سے بلکہ تین طریقے سے۔

## تشریحات ۲۶۵۶

یہ واقعہ خیبر کا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک حبشی غلام تھے جن کا نام انجشہ تھا وہ بہت شیریں آواز تھے اور حدی پڑھ رہے تھے جس کے اثر سے اونٹ مست ہو کر تیزی سے چل رہے تھے اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا دو مطلب ہو سکتا ہے کہ اونٹ بہت تیز چل رہے ہیں عورتیں نازک بدن ہوتی ہیں اس لیے حدی بند کرو۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہاری آواز بہت شیریں ہے مناسب نہیں کہ عورتیں سنیں۔

**بَابُ مَا یُکْرَہُ اَنْ یَّکُوْنَ الْغَالِبُ عَلَی الْاِنْسَانِ الشِّعْرُ حَتّٰی یَصُدَّہٗ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَالْعِلْمِ وَالْقُرْاٰنِ** صفحہ ۹۰۹

مکروہ یہ ہے کہ انسان پر غالب شعر ہو یہاں تک کہ اس کو اللہ کے ذکر اور علم اور قرآن سے روک دے۔

## توضیح

یہاں شعر سے مراد ایسے اشعار ہیں جو اللہ کے ذکر اور دینی باتوں سے خالی ہوں۔

**حدیث ۲۶۵۷**

عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاَنْ یَّمْتَلِئَ جَوْفُ اَحَدِکُمْ قَیْحًا خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ یَّمْتَلِئَ شِعْرًا

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھرے بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ شعر سے بھرے۔

**حدیث ۲۶۵۸**

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاَنْ یَّمْتَلِئَ جَوْفُ الرَّجُلِ قَیْحًا حَتّٰی یَرِیَہٗ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ یَّمْتَلِئَ شِعْرًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھر جائے حتیٰ کہ اسے بیمار ڈال دے اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ شعر سے بھرے۔

## تشریحات ۲۶۵۸

اس سے مراد ایسے اشعار ہیں جو واہیات خرافات پر مشتمل ہوں یا پھر ایسا انہماک مراد ہے کہ اللہ کے ذکر اور دینی باتوں سے تعلق باقی نہ رہے۔

**بَابُ عَلَامَۃِ الْحُبِّ فِی اللّٰہِ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔** صفحہ ۹۱۱

اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔

حدیث ۲۶۵۹ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ تَقُوْلُ فِیْ رَجُلٍ اَحَبَّ

میں حاضر ہوا اور کہا کہ ایک شخص ایک قوم سے محبت کرتا ہے لیکن اس سے ملاقات نہیں کر سکا تو رسول اللہ

قَوْمًا وَلَمَّا یَلْحَقْ بِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ[1]

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

تشریحات ۲۶۵۹

یہاں تین احتمالات ہیں ایک یہ کہ بندہ اللہ سے محبت کرے بندہ محب ہو اللہ محبوب — دوسرے یہ کہ اللہ عزوجل کسی بندے سے محبت کرے اللہ محب ہو بندہ محبوب — تیسرے یہ کہ کوئی شخص کسی دینی پیشوا یا دین دار شخص سے دین کے لیے محبت کرے جس میں ریا و سمعہ اور دنیوی غرض کی آلائش نہ ہو، حدیث تینوں صورتوں کو شامل ہے۔

## بَابُ لَا یَقُلْ خَبُثَتْ نَفْسِیْ ص ۹۱۳

یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہو گیا۔

حدیث ۲۶۶۰ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا عَنِ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ خَبُثَتْ نَفْسِیْ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی یہ نہ کہے کہ

وَلٰکِنْ لِیَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِیْ رُوِیَ عَنْ سَهْلٍ مِثْلُهٗ

"خَبُثَتْ نَفْسِیْ" لیکن کہے "لَقِسَتْ نَفْسِیْ"

تشریحات ۲۶۶۰

جب آدمی کسی وجہ سے سست کبیدہ ہوتا ہے اور کسی کام کو کرنے کا اس کا جی نہیں چاہتا اور اُسے کچھ اچھا نہیں لگتا۔ اُس وقت عرب والے بولتے تھے "خَبُثَتْ نَفْسِیْ"، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اس لیے کہ خبیث زیادہ تر باطل اعتقاد جھوٹی بات بُرے افعال حرام اور بری صفات پر بولا جاتا ہے فرمایا اس کے بجائے کہے "لَقِسَتْ نَفْسِیْ"، اور یہ ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے اس لیے کہ

[1] اسی کے متصل تین طریقے سے۔

خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں جو نماز فجر کے وقت نہ اُٹھے فرمایا أَصْبَحَ خَبِيْثُ النَّفْسِ كَسْلَانَ۔

**بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ۔**

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ کرم مومن کا دِل ہے۔

صفحہ ۹۱۳

**توضیح** اس کے پہلے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گزری کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انگور کے درخت کو کرم نہ کہو۔ پھر ان ہی سے دوسری حدیث آرہی ہے کہ کرم مومن کا دل ہے۔ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ عرب انگور کی بیل کو بھی کرم کہتے تھے اور انگور سے جو شراب تیار کی جاتی تھی اس کو بھی کرم کہتے تھے اس لیے کہ وہ سخاوت اور کرم پر ابھارتی تھی۔ شارع نے انگور کے بیل کو کرم کہنے سے اس لیے منع فرمایا کہ اس سے شراب کی یاد آجائے گی اور اس کا شوق لوگوں کے دل میں پیدا ہو جائے گا فرمایا کہ مؤمن کا دل سب سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کو کرم کہا جائے اس لیے کہ وہ کرم سخاوت، تقویٰ نور، اور ہدایت کا منبع ہے۔

وَقَدْ قَالَ إِنَّمَا الْمُفْلِسُ الَّذِيْ يُفْلِسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَقَوْلِهٖ إِنَّمَا الصُّرْعَةُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ۔

اور فرمایا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن خالی ہاتھ رہے اور جیسے حضور کا ارشاد ہے پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کا مالک ہو۔

| |
|---|
| كَقَوْلِهٖ لَا مَلِكَ إِلَّا اللّٰهُ فَوَصَفَهٗ بِانْتِهَاءِ الْمُلْكِ ثُمَّ ذَكَرَ الْمُلُوْكَ أَيْضًا |
| اور جیسے حضور کا ارشاد سوائے اللہ کے کوئی بادشاہ نہیں تو اللہ کا یہ وصف بیان کیا کہ انتہائے |
| فَقَالَ إِنَّ الْمُلُوْكَ إِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً أَفْسَدُوْهَا۔ |
| ملک اسی تک ہے پھر ملوک کا تذکرہ بھی فرمایا پس فرمایا کہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے برباد کر دیتے ہیں |

امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ یہ جو فرمایا کہ کرم صرف مومن کا دل ہے یہ علی سبیل الادّعا ہے یعنی حقیقت میں مومن کا دل ہی کرم کہلانے کے لائق ہے جیسے بادشاہ حقیقی اللہ عزّ وجل ہے اور مجازاً دوسرے پر بھی اطلاق آیا ہے اور یہ ممانعت بھی تنزیہی ہے۔

---

حدیث ۲۶۶۱ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُوْلُوْنَ الْكَرْمُ اِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ

نے فرمایا لوگ انگور کو کرم کہتے ہیں، کرم صرف مومن کا دل ہے۔

## بَابُ اَحَبُّ الْاَسْمَاءِ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَوْلُ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهٖ يَا بُنَيَّ۔ صف ۹۱۴

اللہ تعالیٰ کو کون نام بہت زیادہ پسند ہے اور کسی کا اپنے ساتھی سے کہنا اے بیٹے۔

حدیث ۲۶۶۲ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم میں سے ایک شخص کے یہاں لڑکا پیدا

الْقَاسِمَ فَقُلْنَا لَا نُكَنِّيْكَ اَبَا الْقَاسِمِ وَلَا كَرَامَةَ فَاُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ہوا تو اس نے اس کا نام قاسم رکھا۔ ہم نے کہا ہم تیری کنیت ابوالقاسم نہیں رکھیں گے اور یہ عزت تم کو نہیں دیں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَمِّ ابْنَكَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ؏

گے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر کی گئی تو فرمایا اپنے لڑکے کا نام عبدالرحمٰن رکھ۔

**تشریحات ۲۶۶۲** باب کے ضمن میں جو حدیث ذکر کی ہے اس سے باب کا ثبوت نہیں ہوتا البتہ مسلم میں روایت ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ کو یہ نام زیادہ پسند ہیں عبداللہ، عبدالرحمٰن، اس حدیث کو اس حدیث سے ملایا جائے تو کسی طرح کچھ مناسبت پیدا ہو جائے گی۔ مثلاً یوں کہا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھا۔ اور عبدالرحمٰن ان اسماء میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہیں۔

قرآن مجید میں لفظ عبد کی اسماءِ حسنیٰ میں سے صرف دو کی طرف اضافت ہے اللہ کی طرف اور رحمٰن کی طرف اور فرمایا وانہ لما قام عبد اللہ یدعوہ۔ اور فرمایا۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ، اسی کے حکم میں وہ تمام اسماء ہیں جس میں عبد کی اضافت اسماء حسنیٰ

---

؏ باب قول النبی سموا باسمی الخ صف ۹۱۴۔ دو طریق سے۔ باب من سمی باسماء الانبیاء صف ۹۱۴۔ مسلم، استیذان۔

کی طرف ہو۔ مگر باب کے دوسرے جز سے اس حدیث کو کوئی مناسبت نہیں۔

## بَابُ اِسْمِ الْحَزْنِ صف ۹۱۴ حزن نام رکھنے کا بیان۔

| | |
|---|---|
| **حدیث ۲۶۶۳** | عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَبَاهُ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ |
| | حضرت سعید ابن مسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد (یعنی مسیب کے باپ) |
| | وَسَلَّمَ وَقَالَ مَا اسْمُكَ قَالَ حَزْنٌ قَالَ اَنْتَ سَهْلٌ قَالَ لَا اُغَيِّرُ اِسْمًا |
| | حزن نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے انہوں نے کہا حزن فرمایا |
| | سَمَّانِيْهِ اَبِيْ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ فَمَا زَالَتِ الْحُزُوْنَةُ فِيْنَا بَعْدُ ؏ |
| | تو سہل ہے انہوں نے کہا میں وہ نام نہیں بدلوں گا جو میرے باپ نے رکھا ہے ابن مسیب نے کہا اس کے بعد ہم میں حزونۃ ہمیشہ رہی۔ |

**تشریحات ۲۶۶۳** سعید بن مسیب تابعین میں سے ہیں قریب قریب چالیس صحابہ سے حدیث روایت کی ہے حضرت فاروق اعظم کی خلافت کے دوسرے سال پیدا ہوئے اور ۹۴ھ میں وصال فرمایا اُن کے والد مسیب صحابی ہیں اور اصحاب شجرہ میں سے ہیں اور ان کے والد حزن قریشی صحابی ہیں۔ یہ مہاجرین میں سے ہیں۔ قریش کے رؤسا میں سے ہیں۔

**حزونۃ:۔** حزن کہتے ہیں پتھریلی سخت زمین کو۔ حضرت سعید بن مسیب کے قول میں حُزُنٌ سے مراد سختی ہے یعنی کج خلقی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ نام بدلنا استحباباً تھا۔ اور بطور تفاؤل کسی کے نام رکھنے میں معنی لغوی کے ساتھ مناسبت کا لحاظ نہیں ہوتا اور اس واقعہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات نہ ماننے کا اثر پڑا۔

## بَابُ تَحْوِيْلِ الْاِسْمِ اِلٰى اِسْمٍ هُوَ اَحْسَنُ مِنْهُ۔ صف ۹۱۴

کسی نام کو پہلے والے کے بہ نسبت اچھے نام سے بدلنا۔

**توضیح** یعنی کوئی نام ناپسندیدہ ہو یا مہمل تو بدل کر کوئی اچھا نام اس کا رکھا جائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ جب کسی کا بُرا نام سُنتے تو بدل کر اس سے اچھا نام رکھ دیتے۔ اور فرمایا تم لوگ قیامت کے دن اپنے اور اپنے باپ کے نام کے ساتھ پکارے جاؤ گے۔ تو اپنے نام اچھے رکھو۔ طبری نے کہا کسی کو یہ لائق نہیں کہ ایسا

---

؏ باب تحویل الاسم الی الاسم الخ صف ۹۱۴۔

نام رکھے کہ اس کا معنیٰ بُرا ہو اور نہ ایسا نام رکھے جس سے بڑائی اور مدح نکلتی ہو۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۶۶۴ | عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أُتِيَ بِالْمُنْذِرِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ |
| | حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ منذر بن ابی اسید جب پیدا ہوئے |
| | إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ وُلِدَ فَوَضَعَهُ عَلَى فَخِذِهِ وَأَبُو أُسَيْدٍ |
| | تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انہیں لایا گیا۔ لانے والے نے اُن کو حضور کی ران پر رکھا اور ابو اسید |
| | جَالِسٌ فَلَهِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِشَيْءٍ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَمَرَ أَبُو أُسَيْدٍ |
| | بیٹھے تھے سامنے کی کسی چیز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشغول ہو گئے تو ابو اسید نے اپنے لڑکے کے بارے میں حکم دیا |
| | بِابْنِهِ فَاحْتُمِلَ مِنْ فَخِذِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفَاقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ |
| | اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران سے اٹھا لیے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی مشغولیت سے فارغ ہوئے تو پوچھا |
| | عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ الصَّبِيُّ فَقَالَ أَبُو أُسَيْدٍ |
| | بچہ کہاں ہے ابو اسید نے کہا کہ ہم نے اس کو لے لیا یا رسول اللہ ؟ دریافت |
| | أَقَلَبْنَاهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ مَا اسْمُهُ قَالَ فُلَانٌ قَالَ وَلٰكِنِ اسْمُهُ مُنْذِرٌ |
| | فرمایا اس کا کیا نام ہے انہوں نے کہا فلاں فرمایا لیکن اس کا نام منذر ہے تو |
| | فَسَمَّاهُ يَوْمَئِذٍ الْمُنْذِرَ [1] |
| | اس دن ان کا نام حضور نے منذر رکھا۔ |

**تشریحات ۲۶۶۴**

یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ ان کے باپ نے ان کا نام کیا رکھا تھا ظاہر ہے کہ کوئی اچھا نام نہیں رہا ہوگا اسی لیے حضور نے بدل کر منذر رکھا ——— حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام منذر اس لیے رکھا تھا کہ اسی قبیلے کے منذر بن عمرو سہل بن سعد ساعدی خزرجی ایک مشہور صحابی تھے

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۶۶۵ | عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ زَيْنَبَ |
| | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ زینب کا نام بَرّہ تھا تو |

[1] مسلم۔ ادب

كَانَ اِسْمُهَا بَرَّةَ وَقِيْلَ تُزَكِّيْ نَفْسَهَا فَسَمَّاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

کہا گیا کہ وہ اپنے آپ کو ستھرا جتا رہی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَسَلَّمَ زَيْنَبَ [1]

ان کا نام زینب رکھا۔

**تشریحات ۲۶۶۵** یہ زینب یا تو ام المومنین زینب بنت جحش تھیں یا ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صاحبزادی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ زینب بنت ابو سلمہ تھیں۔

برّہ کے معنی ہیں نیک تو اپنا نام لے کر اس نام والا فخریہ کہہ سکتا ہے میں نیک ہوں میرا نام ہی برّہ ہے۔

## بَابُ مَنْ سَمَّى بِاَسْمَاءِ الْاَنْبِيَاءِ ص ۹۱۴

جس نے انبیاء کے نام پر نام رکھا۔

**حدیث ۲۶۶۶** حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قُلْتُ لِابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَاَيْتَ اِبْرَاهِيْمَ

اسماعیل نے کہا میں نے ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا آپ نے نبی

بْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَاتَ صَغِيْرًا وَلَوْ قُضِيَ اَنْ يَّكُوْنَ

صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم کو دیکھا تھا فرمایا ان کا بچپنے ہی میں وصال ہو گیا اگر نبی صلی اللہ علیہ

بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ عَاشَ اِبْنُهُ وَلٰكِنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ .

علیہ وسلم کے بعد نبی ہونا مقدر ہوتا تو ان کے صاحبزادے زندہ رہتے لیکن حضور کے بعد کوئی نبی نہیں۔

**حدیث ۲۶۶۷** عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قَالَ لَمَّا مَاتَ

عدی بن ثابت سے روایت ہے کہ براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جب

اِبْرَاهِيْمُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ .

ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں اس کے لیے ایک دایہ ہے جو انہیں دودھ پلائے گی۔

**تشریحات ۲۶۶۷** حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سولہ ۱۶ مہینے یا اٹھارہ ۱۸ مہینے کی عمر میں

[1] مسلم۔ استیذان ابن ماجہ، ادب۔

انتقال ہوا تھا۔ بلکہ ایک روایت یہ ہے کہ صرف سترہ دن زندہ رہے۔ حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ چونکہ ایامِ رضاعت میں فوت ہوئے تھے اس لیے جنت میں ان کے لیے ایک دایہ ہے جو مدت رضاعت پوری ہونے تک انہیں دودھ پلائے گی ـــــ حدیث کو باب سے مناسبت یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے کا نام حضرت ابراہیم کے نام پہ رکھا۔

## بَابُ اَبْغَضِ الْاَسْمَاءِ اِلَی اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کو سب سے مبغوض نام۔ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی ص ۹۱۶

**حدیث ۲۶۶۸**

عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت

وَسَلَّمَ اَخْنَی الْاَسْمَاءِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عِنْدَ اللّٰہِ رَجُلٌ تَسَمّٰی مَلِکَ الْاَمْلَاکِ۔

کے دن تمام ناموں میں سب سے زیادہ ذلیل اس شخص کا نام ہے جس نے اپنا نام شہنشاہ رکھا۔

**تشریحات ۲۶۶۸**

دوسری روایت میں اخنع ہے اس کے معنیٰ بھی ہے سب سے زیادہ ذلیل سفیان نے ملک الاملاک کا ترجمہ شاہان شاہ کیا ہے حالانکہ ہونا چاہیئے شاہ شاہاں شاید گلستاں بوستاں کی طرح اس میں اضافت مقلوبی ہو۔

## بَابُ الْحَمْدِ لِلْعَاطِسِ ص ۹۱۹ چھینکنے والے کو حمد کرنا۔

**حدیث ۲۶۶۹**

حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دو صاحبوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَشَمَّتَ اَحَدَھُمَا وَلَمْ یُشَمِّتِ

خدمت میں چھینک آئی ان میں سے ایک صاحب نے دعاءِ خیر کی اور دوسرے نے نہیں کی حضور سے عرض کیا گیا

الْاٰخَرُ فَقِیْلَ لَہٗ فَقَالَ ھٰذَا حَمِدَ اللّٰہَ وَھٰذَا لَمْ یَحْمَدِ اللّٰہَ[1]

تو حضور نے فرمایا اس نے اللہ کی حمد کی اور اس نے نہیں کی۔

---

[1] باب لَا یُشَمَّتُ الْعَاطِسُ اِذَا لَمْ یَحْمَدِ اللّٰہَ ص ۹۱۹۔ مسلم آخر کتاب، ابوداؤد، ادب، ترمذی، استیذان، نسائی یوم ولیلۃ، ابن ماجہ، ادب۔

## تشریحات ۲۶۶۹

یہ دونوں صاحبان عامر بن طفیل اور ان کے بھتیجے تھے جیسا کہ طبرانی نے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تشمیت کے معنیٰ عرف میں چھینکنے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا ہے۔ مگر یہاں مطلقاً دعاء خیر کے معنیٰ میں ہے۔ چھینک صحت کے لیے ستہ ضروریہ میں سے ایک ہے۔ چھینک آنے سے فاسد رطوبت باہر نکل جاتی ہے اس لیے چھینکنے والے کو الحمد للہ کہنے کا حکم ہے۔

**بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْعُطَاسِ وَمَا يُكْرَهُ مِنَ التَّثَاؤُبِ** ص ۹۱۹

چھینک پسندیدہ ہے اور جماہی ناپسندیدہ۔

**حدیث ۲۶۷۰**

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ فَاِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَحَقٌّ

اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جماہی کو ناپسند فرماتا ہے جب کوئی چھینکے اور اللہ کی حمد کرے تو

عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهٗ اَنْ يُّشَمِّتَهٗ وَاَمَّا التَّثَاؤُبُ فَاِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ

ہر سننے والے مسلمان پر واجب ہے کہ اسے جواب دے لیکن جماہی تو یہ شیطان کی طرف سے ہے جہاں تک ہو سکے

فَلْيَرُدَّهٗ مَا اسْتَطَاعَ فَاِذَا قَالَ هَاهَ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ۔

اسے روکے۔ جماہی لینے والا جب ھاء کرتا ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے۔

**بَابُ اِذَا عَطَسَ كَيْفَ يُشَمَّتُ** ص ۹۱۹

جب کوئی چھینکے تو کیسے جواب دیا جائے۔

**حدیث ۲۶۷۱**

عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب

صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلْيَقُلْ لَهٗ اَخُوْهُ

کوئی چھینکے تو کہے الحمد للہ اور اس کا بھائی یا ساتھی کہے یرحمک اللہ اور جب وہ یرحمک اللہ کہے تو

اَوْ صَاحِبُهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَاِذَا قَالَ لَهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَلْيَقُلْ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ۔

چھینکنے والا کہے یہدیکم اللہ ویصلح بالکم بال کے معنیٰ شان اور حالت کے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# کتاب الاستیذان ص۹۱۹

باب قول اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر

اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں

بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا ذالکم خیر لکم لعلکم

نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کرلو۔ یہ تمہارے لیے

تذکرون فان لم تجدوا فیھا احدا فلا تدخلوھا حتی یؤذن

بہتر ہے کہ تم دھیان کرو پھر اگر ان میں کسی کو نہ پاؤ جب بھی بے مالکوں کی اجازت کے

لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھو ازکی لکم واللہ بما تعملون

ان میں نہ جاؤ اور اگر تم سے کہا جائے واپس جاؤ تو واپس ہو یہ تمہارے لیے بہت ستھرا ہے اللہ

علیم ۝ لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتا غیر مسکونۃ فیھا

تمہارے کاموں کو جانتا ہے اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی سکونت کے نہیں

متاع لکم واللہ یعلم ما تبدون وما تکتمون ۝ (نور ع ۲۹-۲۷)

اور ان کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔

**توضیح** "حتی تستأنسوا" یعنی ان سے اذن طلب کرلو اُبیؓ اور ابن عباسؓ اور اعمش کی قراءت تستانسوا ہی ہے اور آیت میں تقدیم و تاخیر ہے ہونا یہ چاہیئے تھا کہ تسلموا علی اھلھا و تستانسوا سلام کے بعد گھر میں جانے کے لیے

بہتر یہی ہے کہ صراحۃً اذن طلب کرلیا جائے لیکن کھنکھار لینا یا ایسا کوئی فعل کرنا جس سے گھر والے سمجھ جائیں کہ سلام کرنے والا اندر آرہا ہے استیذان کے قائم مقام ہے۔ ابن ابی حاتم نے سندِ ضعیف کے ساتھ حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ سلام ہے استیناس کیا ہے فرمایا کہ آدمی تسبیح پڑھ لے تکبیر پڑھ لے ——— کھنکھار لے۔ طبری نے بطریق قتادہ روایت کیا کہ استیذان تین بار ہے پہلا اس لیے تاکہ سنے۔ دوسرا اس لیے کہ تیار ہوجائے، تیسرا اس لیے کہ چاہے تو اجازت دے چاہے تو لوٹا دے۔ بیوتا غیر مسکونۃ سے مراد ایسے مکانات ہیں جو خالی پڑے رہتے ہیں۔ اس میں اجازت عام ہوتی ہے جس کا جی چاہے اس میں ٹھہرے۔

**ت ۷۵۴**

وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ اَبِي الْحَسَنِ لِلْحَسَنِ اِنَّ نِسَاءَ الْعَجَمِ يَكْشِفْنَ

سعید بن ابوالحسن نے امام حسن بصری سے کہا کہ عجم کی عورتیں اپنے سینوں اور سروں کو کھولے

صُدُوْرَهُنَّ وَرُءُوْسَهُنَّ قَالَ اِصْرِفْ بَصَرَكَ وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قُلْ

رہتی ہیں فرمایا اپنی نظر کو ان سے پھیر لے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان" مومنوں سے فرمادو

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ قَالَ قَتَادَةُ عَمَّنْ

اپنی نظروں کو نیچی رکھیں اور شرم گاہوں کی حفاظت کریں"۔ قتادہ نے کہا یعنی ان لوگوں سے جو

لَا تَحِلُّ لَهُمْ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

ان کیلئے حلال نہیں اور (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے) مومن عورتوں سے فرمادو اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی

خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ النَّظْرُ اِلٰى مَا نُهِيَ عَنْهُ .

شرمگاہوں کی حفاظت کریں" خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ" سے مراد ایسی چیز دیکھنا ہے جسے دیکھنا منع کیا گیا۔

## تشریحات ۷۵۴

یہ سعید بن ابی الحسن حضرت امام حسن بصری کے بھائی ہیں۔

## توضیح

ارشاد ہے "يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ" (مومن ع ۱۹) اللہ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس کے طریقے سے روایت کیا کہ یہ وہ شخص ہے جو کسی خوب صورت عورت کی طرف دیکھتا ہے اور جب یہ محسوس کرتا ہے کہ کوئی ہم کو دیکھ رہا ہے تو نظر نیچی کرلیتا ہے ——— اللہ جانتا ہے کہ اس کی خواہش

یہ ہے کہ اگر اس کو قدرت ہو جائے تو زنا کرلے۔

| | |
|---|---|
| ف ۷۵۵ | وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي النَّظَرِ إِلَى اللَّتِي لَمْ تَحِضْ مِنَ النِّسَاءِ لَا يَصْلُحُ |
| | امام زہری نے فرمایا کہ نابالغ بچیوں کے بھی ایسے اعضا کو دیکھنا درست نہیں جنہیں |
| | النَّظَرُ إِلَى شَيْءٍ مِنْهُنَّ مِمَّنْ يَشْتَهِي النَّظَرَ إِلَيْهِ وَإِنْ كَانَ صَغِيرَةً ۝ |
| | دیکھنے کی خواہش ہو اگرچہ وہ چھوٹی ہوں۔ |

**تشریح ۷۵۵** اسی لیے ابن قاسم نے کہا کہ مرد کو یہ جائز نہیں کہ چھوٹی اجنبیہ بچی کو غسل دے۔

| | |
|---|---|
| ف ۷۵۶ | وَكَرِهَ عَطَاءٌ النَّظَرَ إِلَى الْجَوَارِي اللَّتِي يُبَعْنَ بِمَكَّةَ إِلَّا أَنْ |
| | اور امام عطاء نے ان لونڈیوں کو دیکھنا مکروہ جانا جو مکہ میں بیچی جاتی ہوں مگر یہ کہ ان کے خریدنے |
| | يُرِيدَ أَنْ يَشْتَرِيَ. |
| | کا ارادہ رکھتا ہو |

**باب تَسْلِيمِ الْقَلِيلِ عَلَى الْكَثِيرِ صـ ۹۲۱** تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۶۷۲ | عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ |
| | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا |
| | النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ وَالْمَارُّ |
| | چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھنے والے کو اور تھوڑے لوگ |
| | عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ ؏ |
| | زیادہ لوگوں کو |

**بَابُ يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي صـ ۹۲۱** سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے۔

؏ ترمذی: استیذان۔

**حدیث ۲۶۷۳**

اِنَّہٗ سَمِعَ ثَابِتًا مَوْلٰی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَیْدٍ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ

ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سوار پیدل کو

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسَلِّمُ الرَّاکِبُ عَلَی الْمَاشِیْ وَالْمَاشِیْ عَلَی الْقَاعِدِ وَالْقَلِیْلُ عَلَی الْکَثِیْرِ ہ

سلام کرے اور چلنے والا بیٹھنے والے کو اور تھوڑا زیادہ کو

## بَابُ الْاِسْتِیْذَانِ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ ص ۹۲۲

استیذان دیکھنے سے بچنے کی وجہ سے ہے۔

**حدیث ۲۶۷۴**

عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ

عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا اِطَّلَعَ مِنْ بَعْضِ حُجَرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَامَ

تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی حجرے کے سوراخ سے جھانکا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے

اِلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصٍ اَوْ بِمَشَاقِصَ فَکَاَنِّیْ

پاس تیر کا ایک پھل یا کئی پھل لے کر آئے گویا میں حضور کو دیکھ رہا

اَنْظُرُ اِلَیْہِ یَخْتِلُ الرَّجُلَ لِیَطْعَنَہٗ ۔ عہ

ہوں کہ اس شخص کو گھونپ دیں گے۔

## تشریحات ۲۶۷۴

یہ شخص حکم بن ابی العاص مروان کا باپ تھا۔ یہ شخص اگرچہ فتح مکہ کے موقعہ پر کلمہ پڑھ چکا تھا۔ مگر اس کی حرکات ایسی تھیں جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ واقعی مسلمان نہیں ہوا ہے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نقلیں اتارتا۔ اسے لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو طائف جلاوطن کر دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ جھانکنے والے کا نام سعد تھا۔ بغیر نسبت کے۔

---

عہ الدیات: باب مَنْ اَخَذَ حَقَّہٗ الخ ص ۱۰۱۷۔ وباب من اطلع فی بیت قوم الخ ص ۱۰۲۰

مسلم: استیذان۔ ابوداؤد: ادب۔

## بَابُ زِنَا الْجَوَارِحِ دُوْنَ الْفَرْجِ

شرم گاہ کے علاوہ دوسرے اعضاء کا زنا۔

صف ۹۲۲

**حدیث ۲۶۷۵**

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ مَا رَأَیْتُ شَیْئًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ

اَشْبَہَ بِاللَّمَمِ مِمَّا قَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے لَمَمْ کے جو معنی بتائے ہیں اس

وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ عَلٰی ابْنِ اٰدَمَ حَظَّہٗ مِنَ الزِّنٰی اَدْرَکَ ذٰلِکَ

سے بہتر اور کچھ میں نہیں جانتا فرمایا اللہ تعالیٰ نے بنی آدم پر اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا ہے

لَا مُحَالَۃَ فَزِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ وَزِنَا اللِّسَانِ النُّطْقُ وَالنَّفْسُ تَمَنّٰی

اس کو وہ ضرور پائے گا۔ آنکھ کا زنا دیکھنا ہے اور زبان کا زنا بولنا ہے اور نفس آرزو کرتا ہے

وَتَشْتَھِیْ وَالْفَرْجُ یُصَدِّقُ ذٰلِکَ وَیُکَذِّبُہٗ ع

اور خواہش کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے اور تکذیب کرتی ہے۔

**تشریحات ۲۶۷۵**

ارشاد ہے اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبَائِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ (نجم ۳۲) وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے۔ اس آیۂ کریمہ میں لَمَمْ سے کیا مراد ہے اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سب سے عمدہ وہ ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے یعنی اجنبیہ کو بُری نظر سے دیکھنا اور بُری باتیں کرنا۔ بعض علما نے فرمایا کہ اس سے مراد گناہ صغیرہ ہیں۔ نظر بد اور کلام حرام پر زنا کا اطلاق مجازاً ہے۔ اس علاقے سے کہ یہ سب دواعی زنا ہیں۔ ایک جاہلی شاعر نے کہا ہے۔

نَظْرَۃٌ فَتَبَسُّمٌ فَسَلَامٌ فَکَلَامٌ فَمَوْعِدٌ ثُمَّ اللِّقَاءُ — دیکھنا ہے پھر مسکرانا ہے پھر سلام کرنا ہے، پھر بات کرنا ہے، پھر وعدہ لینا ہے پھر ملاقات کرنا ہے۔

حضرت ملا جامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

---

عہ القدر: باب قول اللہ و حرام علی قریۃ الخ ص ۹۷۸

چول بوید بوئے گل خواہد کہ بیند
جب پھول کی خوشبو سونگھتا ہے تو دیکھنا چاہتا ہے

چول بیند روئے گل خواہد کہ چیند
اور جب پھول دیکھ لیتا ہے تو اسے توڑنا چاہتا ہے

بَابُ اِذَا دُعِیَ الرَّجُلُ فَجَاءَ هَلْ يَسْتَاذِنُ صف ۹۲۳

جب کسی شخص کو بلایا گیا اور وہ آیا تو کیا اجازت لے گا۔

**ت ۷۵۷** وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُوَ اِذْنُهٗ .

حضور نے فرمایا یہ اذن ہے۔

**تشریح ۷۵۷** یعنی اس کو جدید اذن لینے کی حاجت نہیں اس کا بلایا جانا ہی اذن ہے۔

**حدیث ۲۶۷۶** عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ لَبَنًا فِیْ قَدَحٍ فَقَالَ يَا اَبَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اندر داخل ہوا تو پیالے میں دودھ پایا۔ فرمایا اے ابو ہرّ اہل صفہ کے

هِرٍّ اِلْحَقْ اَهْلَ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ اِلَیَّ فَاَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ

پاس جاؤ اور انہیں میرے پاس بلاؤ۔ میں گیا میں نے ان کو بلایا وہ لوگ آئے اور اجازت طلب کی

فَاَقْبَلُوْا فَاسْتَاْذَنُوْا فَاَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوْا .

حضور نے انہیں اجازت دی۔ تب وہ لوگ اندر داخل ہوئے۔

**تشریحات ۲۶۷۶** تعلیق سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جب کسی کو بلایا اور وہ آیا تو اذن کی حاجت نہیں بلانا ہی اذن ہے اور حدیث میں یہ ہے کہ اصحاب صفہ آئے تو انہوں نے اذن طلب کیا پھر اذن ملنے کے بعد اندر داخل ہوئے۔

**تطبیق** تطبیق یہ ہے کہ جنہیں بلایا گیا وہ اگر قاصد کے ساتھ فوراً آئیں تو اذن کی ضرورت نہیں لیکن اگر وہ لوگ کچھ دیر کر کے آویں تو انہیں اذن لینا پڑے گا۔

## بَابُ التَّسْلِيمِ عَلَى الصِّبْيَانِ ص ۹۲۳ ۔ بچوں کو سلام کرنا۔

حدیث ۲۶۷۷

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ مَرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کچھ بچوں پہ گزرے اور

فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ ۱؎

بچوں کو سلام کیا۔ اور فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے۔

## بَابُ إِذَا قَالَ مَنْ ذَا فَقَالَ أَنَا ص ۹۲۳ جب کسی نے پوچھا کون ہے تو دوسرے نے کہا میں۔

حدیث ۲۶۷۸

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ أَتَيْتُ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ میرے باپ پر قرض تھا اس سلسلے میں میں نبی

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَيْنٍ كَانَ عَلٰى أَبِي فَدَقَقْتُ الْبَابَ فَقَالَ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دروازہ پیٹا تو حضور نے پوچھا کون ہے میں نے کہا میں

مَنْ ذَا فَقُلْتُ أَنَا فَقَالَ أَنَا أَنَا كَأَنَّهُ كَرِهَهَا ۲؎

ہوں تو حضور نے فرمایا کہ میں بھی میں ہوں۔ گویا حضور نے اس کو ناگوار سمجھا۔

**تشریحات ۲۶۷۸** مطلب یہ ہے کہ جب کوئی یہ پوچھے تم کون ہو تو نام بتانا چاہیئے یہ کہنا کہ میں ہوں۔ لغو ہے۔

## بَابُ مَنْ لَمْ يُسَلِّمْ عَلٰى مَنِ اقْتَرَفَ ذَنْبًا وَلَمْ يَرُدَّ سَلَامَهُ حَتّٰى تَتَبَيَّنَ تَوْبَةُ وَإِلٰى مَتٰى تَتَبَيَّنُ تَوْبَةُ الْعَاصِي ص ۹۲۵

جو گناہ کا ارتکاب کرلے اسے کوئی سلام نہ کرے اور اس کے سلام کا جواب نہ دے یہاں تک کہ اس کی توبہ ظاہر ہو جائے اور گنہگار کی توبہ کب ظاہر ہوگی۔

---

۱؎ مسلم استیذان۔ ترمذی۔ استیذان نسائی الیوم واللیلۃ۔ ۲؎ مسلم۔ استیذان۔ ابوداؤد، ادب، ترمذی استیذان نسائی الیوم واللیلۃ، ابن ماجہ، ادب۔

**توضیح** جمہور کا مذہب یہی ہے کہ کافر بد مذہب فاسق کو سلام نہ کرے۔ امام نووی نے فرمایا لیکن اگر سلام نہ کرنے سے کسی دینی یا دنیوی ضرر کا اندیشہ ہو تو اجازت ہے ــــ اور اگر کوئی گنہگار توبہ کرے تو اس کی توبہ اس وقت تک قابل قبول نہیں ہوگی جب تک اتنی مدت نہ گزر جائے کہ قرائن سے اطمینان کر لیا جائے کہ اب اس نے وہ گناہ چھوڑ دیا ہے ــــ اصل مذہب یہ ہے کہ اس کے لیے کوئی حد نہیں مگر کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ اس کی میعاد ایک سال ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ چھ ماہ ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ پچاس دن ہے۔ جیسا کہ حضرت کعب کے قصے میں ہے۔ لیکن حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصے کو اس سے کوئی تعلق نہیں چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد فرمایا تھا کہ جب تک اللہ تعالیٰ اجازت نہیں دے گا میں ان سے بات نہیں کروں گا ــــ صحیح یہ ہے کہ یہ گنہگار اور گناہ اور ماحول کے اعتبار سے مختلف ہوگا۔ ہر سال یہ قصہ ہوتا ہے کہ داڑھی منڈانے والے یا کترا کر کم کرنے والے حافظ تراویح پڑھانے کے لیے داڑھی منڈانے اور کتروانے سے توبہ کر لیتے ہیں اور پھر رمضان بعد حسب سابق داڑھی مونڈاتے ہیں یا کم رکھتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے سال بھر سے کم میعاد مقرر کرنا بے کار ہے۔

| ت ۷۵۸ | وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَلَا تُسَلِّمُوْا عَلٰی شَرَبَةِ الْخَمْرِ ۔ |
|---|---|
| | اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ شراب پینے والوں کو سلام نہ کرو۔ |

## بَابُ كَيْفَ يُرَدُّ عَلَى أَهْلِ الذِّمَّةِ السَّلَامُ۔

ذمی کو سلام کا جواب کیسے دیا جائے گا۔ صہ ۹۲۵

| حدیث ۲۶۷۹ | عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ |
|---|---|
| | حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ |
| اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمُ الْيَهُوْدُ فَاِنَّمَا يَقُوْلُ اَحَدُهُمْ | |
| رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب یہود تم کو سلام کریں اور کہیں | |
| وَالسَّامُ عَلَيْكَ فَقُلْ وَعَلَيْكَ ؏ | |
| السام علیک تو تم کہو وعلیک۔ | |

؏ المرتدین۔ باب اذا عرض الذمی صہ ۱۰۲۴

حدیث ۲۶۸۰ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ عَلَیْکُمْ اَھْلُ الْکِتَابِ فَقُوْلُوْا وَعَلَیْکُمْ ؏

اہلِ کتاب تم کو سلام کریں تو تم بھی کہو و علیک

تشریحات ۲۶۸۰ کتاب المرتدین میں پوری تفصیل یہ ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ایک یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے گزرا اور اس نے کہا السام علیک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وعلیک۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگ جانتے ہو وہ کیا کہتا ہے۔ اس نے السام علیک کہا لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم اس سے قطع نہ کرلیں فرمایا نہیں۔ جب اہل کتاب تم کو سلام کہیں تو کہو وعلیکم ــــ

سام کے معنی موت کے ہیں اور جب السام علیک کے جواب میں کہا وعلیک تو بات برابر ہوگئی۔

## بَابُ الْمُصَافَحَةِ ص۹۲۶ مصافحہ کا بیان

توضیح مصافحہ باب مفاعلت سے ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہتھیلی کو ہتھیلی سے ملایا جائے۔ اور ایک دوسرے کے چہرے پر نظر کی جائے۔

حدیث ۲۶۸۱ عَنْ قَتَادَةَ قُلْتُ لِاَنَسٍ اَکَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِیْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ

قتادہ نے کہا میں نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کیا مصافحہ صحابۂ کرام میں تھا

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ .

انہوں نے کہا کہ ہاں

تشریحات ۲۶۸۱ مصافحہ سنت ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان ملیں اور مصافحہ کرلیں تو ان کی مغفرت ہو جائے گی۔

حدیث ۲۶۸۲ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ عُقَیْلٍ زُھْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ سَمِعَ جَدَّہٗ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ ھِشَامٍ

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ع۵ المرتدین باب اذا عرض الذمی ص۱۰۲۳

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ اٰخِذٌ بِیَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

کے ساتھ تھے اور وہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔

## بَابُ الْاَخْذِ بِالْیَدَیْنِ ص ۹۲۶

مصافحے میں دونوں ہاتھوں کا پکڑنا۔

**ت ۷۵۹** وَصَافَحَ حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ اِبْنَ الْمُبَارَکِ بِیَدَیْہِ.

اور حماد بن زید نے ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

**تشریحات ۷۵۹** حضرت عبداللہ بن مبارک حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور تلمیذ ہیں ۱۸۱ھ میں ان کا وصال ہوا جبکہ وہ غزوے سے واپس آرہے تھے ان کا دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا اس کی دلیل ہے کہ مصافحہ میں سنت یہی ہے کہ دونوں ہاتھ سے کیا جائے۔ اور یہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا مفاد ہے کہ انہوں نے فرمایا کُفِّیْ بَیْنَ کَفَّیْہِ" میری ہتھیلی حضور کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی جب کسی سے مصافحہ کیا جائے گا تو ہر ایک کی ایک ہتھیلی دوسرے کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان ہوگی۔

## بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِذَا قِیْلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰہُ لَکُمْ. ص ۹۲۷

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دے گا۔

**توضیح** اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک بار جمعہ کے دن اہل بدر مہاجرین و انصار آئے اور ان کو مجلس میں جگہ نہ ملی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ ایسے لوگوں کو جو بعد میں ایمان لائے تھے کھڑا کر دیا مہاجرین و انصار کو وہاں بٹھایا یہ ان پر شاق ہوا۔ منافقین نے اس پر چہ میگوئیاں کیں اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ (رواہ ابن ابی حاتم عن مقاتل) اس کا مطلب یہی ہے کہ جب لوگ مجلس میں آئیں اور مجلس بھر چکی ہو تو جہاں تک ممکن ہو لوگ سمٹ جائیں اور آنے والوں کو جگہ دیں اور اگر میر مجلس کسی مصلحت کی بنا پر کچھ لوگوں کو اٹھائے تو اسے اٹھ جانا چاہیئے خصوصاً جب آنے والے دینی معزز ہوں۔

**حدیث ۲۶۸۳** عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ اَنَّہٗ نَھٰی اَنْ یُّقَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَّجْلِسِہٖ ثُمَّ یَجْلِسُ فِیْہِ اٰخَرُ وَلٰکِنْ تَفَسَّحُوْا

نے اس سے منع فرمایا کہ کسی کو اس کی جگہ سے اٹھایا جائے پھر وہاں کوئی دوسرا بیٹھے ہاں

وَتَوَسَّعُوْا وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یَکْرَہُ اَنْ یَّقُوْمَ الرَّجُلُ

سمٹ کر جگہ دے دو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص اپنی جگہ

مِنْ مَّکَانِہٖ ثُمَّ یَجْلِسُ مَکَانَہٗ .

سے اٹھے اور وہاں دوسرا بیٹھے .

## بَابُ الْاِحْتِبَاءِ بِالْیَدِ وَھُوَ الْقُرْفُصَاءُ .

ہاتھ سے احتباء کا بیان یعنی قُرفُصاء .

صـ ۹۲۸

اِحتِبَاء :- اس طرح بیٹھنا کہ سرین زمین پر ہو اور گھٹنے کھڑے ہوں ران پیٹ سے لگی ہو اور ہاتھوں سے پنڈلیوں پر حلقہ باندھ لیا جائے .

حدیث ۲۶۸۴

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ رَاَیْتُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِفِنَاءِ الْکَعْبَۃِ مُحْتَبِیًا بِیَدِہٖ ھٰکَذَا

کعبے کے صحن میں اپنے ہاتھ سے احتباء کیے ہوئے اس طرح دیکھا

## بَابُ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَقَالَ عِنْدَھُمْ

جو کسی سے ملاقات کے لیے گیا اور وہاں قیلولہ کیا .

صـ ۹۲۹

حدیث ۲۶۸۵

عَنْ ثُمَامَۃَ اَنَّ اُمَّ سُلَیْمٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کَانَتْ تَبْسُطُ

ثمامہ سے مروی ہے کہ ام سلیم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے چمڑے کا فرش

لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِطَعًا فَیَقِیْلُ عِنْدَھَا عَلٰی ذٰلِکَ النِّطَعِ

بچھاتیں حضور ان کے یہاں اس فرش پر قیلولہ فرماتے اور جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے

فَاِذَا قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَذَتْ مِنْ عَرَقِہٖ وَ

ہو جاتے تو حضور کے پسینے اور بال کو لیتیں اور ایک شیشی میں جمع کرتیں ۔ پھر اس کو جمع کرتیں

شَعْرِهٖ فَجَمَعْتُهُ فِیْ قَارُوْرَةٍ ثُمَّ جَمَعْتُهُ فِیْ سُكٍّ قَالَ فَلَمَّا حَضَرَ

خوشبو میں جب حضرت انس بن مالک کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے مجھے

اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ اِلَّوَفَاتُهٗ اَوْصٰی اِلَیَّ اَنْ یُّجْعَلَ فِیْ حَنُوْطِهٖ مِنْ ذَالِكَ

وصیت کی کہ ان کے حنوط میں اس خوشبو کو ملایا جائے تو ان کے حنوط میں

السُّكِّ قَالَ فَجُعِلَ فِیْ حَنُوْطِهٖ

وہ خوشبو ملائی گئی

## تشریحات ۲۶۸۵

داؤدی نے کہا کہ ام سُلیم اور ام حرام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ تھیں۔ اور ابن وہب نے کہا کہ ام حرام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خالہ تھیں۔ اسی رشتے کی بنا پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام حرام اور ام سلیم کے گھر تشریف لے جاتے اور وہاں قیلولہ فرماتے۔

سُكٌّ :۔ ایک قسم کی خوشبو ہے جو چند خوشبوؤں کو ملا کر بنائی جاتی۔

حَنُوْط :۔ خاص اس خوشبو کو کہتے ہیں جو کفن اور مُردے کو لگانے کے لیے تیار کی جاتی ہے جس میں کافور اور صندل ہوتا ہے۔

## بَابُ الْاِسْتِلْقَاءِ ص ۹۳۰ چت لیٹنا۔

## حدیث ۲۶۸۶

اَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ تَمِیْمٍ عَنْ عَمِّهٖ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

عباد بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ مُسْتَلْقِیًا وَاضِعًا اِحْدٰی رِجْلَیْهِ

صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا۔ ایک پیر کو

عَلَی الْاُخْرٰی۔

دوسرے پر رکھے ہوئے۔

## تشریحات ۲۶۸۶

مسجد میں غیر معتکف کو لیٹنا سونا منع ہے یہ اس پر محمول ہے کہ ہوسکتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں جاتے ہوں تو اعتکاف کی نیت کر لیتے ہوں کتاب اللباس میں یضطجع ہے اس سے مراد چت لیٹنا ہے۔ اس لیے کہ یہاں بھی

268 یہ تصریح ہے کہ ایک پاؤں دوسرے پاؤں پہ رکھے ہوئے تھے یہ اسی وقت درست ہوگا جبکہ آدمی چت لیٹا ہو۔

**بَابُ لَا يَتَنَاجَى اِثْنَانِ دُوْنَ الثَّالِثِ** ——— وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ اِلٰى قَوْلِهٖ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ وَقَوْلِهٖ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً اِلٰى قَوْلِهٖ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ صـ۹۳۰

(مجادلہ آیت ۹ تا ۱۱)

تیسرے کی موجودگی میں دو شخص سرگوشی نہ کریں اور ——— اللہ تعالیٰ کا ارشاد اے ایمان والو جب سرگوشی کرو تو گناہ اور سرکشی اور رسول کی نافرمانی پر سرگوشی نہ کرو نیکی اور تقویٰ پر سرگوشی کرو (الیٰ اَنْ قال) اور اللہ ہی پر مومن بھروسہ کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے ایمان والو جب رسول سے سرگوشی کرو تو سرگوشی سے پہلے نذر پیش کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور زیادہ پاک کرنے والا ہے پس اگر کچھ نہ پاؤ تو بے شک اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے (الیٰ قولہ اور اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھتا ہے۔)

**توضیح** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کی کثرت کر دی جو حضور پر شاق گزرا ——— سوالات کی کثرت کو ختم کرنے کے لیے ان کو حکم دیا کہ سرگوشی سے پہلے کچھ نذر پیش کریں تو یہ بات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر شاق گزری پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ مکاتب بن حبان نے کہا کہ یہ حکم دس دن تک رہا پھر منسوخ ہو گیا ——— اور کلبی سے روایت ہے کہ پھر تھوڑی دیر رہا۔ اس اثنا میں صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دینار نذر کر کے سرگوشی کی تھی۔ اس حکم کا ناسخ اس کے بعد کا ارشاد ہے کہ فرمایا۔ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ پس اگر نہ پاؤ تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

**بَابُ حِفْظِ السِّرِّ** صـ۹۳۱ راز کو محفوظ رکھنا۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۶۸۷ | سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَسَرَّ اِلَيَّ |
| | انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور نے مجھ سے ایک راز کی بات کہی |

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرًّا فَمَا أَخْبَرْتُ بِهٖ أَحَدًا بَعْدَهٗ وَلَقَدْ

تو میں نے حضور کے بعد بھی کسی کو نہیں بتایا مجھ سے ام سلیم نے بھی پوچھا تو

سَأَلَتْنِيْ أُمُّ سُلَيْمٍ فَمَا أَخْبَرْتُهَا بِهٖ.

ان کو بھی نہیں بتایا

## بَابُ إِذَا كَانُوْا أَكْثَرَ مِنْ ثَلٰثَةٍ فَلَا بَأْسَ بِالْمُسَارَّةِ وَالْمُنَاجَاتِ

ص ۹۳۱

جب تین سے زیادہ ہوں تو ان میں سے کسی کے ساتھ رازدارانہ بات کرنی اور سرگوشی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

**حدیث ۲۶۸۸**

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ

إِذَا كُنْتُمْ ثَلٰثَةً فَلَا يَتَنَاجَ رَجُلَانِ دُوْنَ الْآخَرِ حَتّٰى يَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ

وسلم نے فرمایا جب تم تین ہو تو دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں تیسرے کو چھوڑ کر یہاں تک

أَجَلِ أَنْ يُحْزِنَهٗ

کہ یہ لوگ اور لوگوں سے مل جائیں اس لیے کہ یہ بات ان کو غمگین کرے گی۔

**تشریحات ۲۶۸۸**

تین آدمی کی موجودگی میں دو شخص جب آپس میں سرگوشی کریں گے تو تیسرے کو دو باتوں میں سے ایک کا ضرور احساس ہوگا یا تو سوچے گا کہ وہ مجھے حقیر سمجھ رہے ہیں یا میرے خلاف کوئی بات کر رہے ہیں اور جب تین سے زیادہ لوگ ہوں گے تو اس کا شبہہ نہ ہوگا۔

## بَابُ لَا تُتْرَكُ النَّارُ فِي الْبَيْتِ عِنْدَ النَّوْمِ

ص ۹۳۱

سونے کے وقت گھر میں آگ نہ چھوڑی جائے۔

**حدیث ۲۶۸۹**

عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے کے

لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ حِيْنَ تَنَامُوْنَ.

وقت اپنے گھروں میں آگ نہ چھوڑو۔

حدیث ۲۶۹۰

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِحْتَرَقَ بَیْتٌ بِالْمَدِیْنَۃِ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک گھر رات کے

عَلٰی اَھْلِہٖ مِنَ اللَّیْلِ فَحُدِّثَ بِشَانِھِمِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

وقت اپنے اہل کے ساتھ جل گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا حال بیان کیا گیا۔ تو فرمایا یہ

اِنَّ ھٰذِہِ النَّارَ اِنَّمَا ھِیَ عَدُوٌّ لَّکُمْ فَاِذَا نِمْتُمْ فَاطْفُؤُھَا عَنْکُمْ.

آگ تمہاری دشمن ہے جب سوؤ تو اسے بجھا دو۔

## بَابُ الْخِتَانِ بَعْدَ مَا کَبُرَ وَ نَتْفِ الْاِبِطِ ص ۹۳۱

بڑے ہونے کے بعد ختنہ کرنا اور بغل کے بال اکھاڑنا۔

**توضیح** ختنہ کرنے کی میعاد بالغ ہونے سے پہلے پہلے تک ہے بالغ ہونے کے بعد صرف بیوی ختنہ کر سکتی ہے یا وہ شخص خود اپنے ہاتھ سے کرے جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اسّی سال کی عمر کے بعد اپنا ختنہ کیا تھا۔ اور اگر بالغ ہونے کے بعد نہ وہ خود ختنہ کر سکے اور نہ اس کی بیوی کر سکے تو معاف ہے۔

حدیث ۲۶۹۱

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ سُئِلَ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا

عَنْہُ مِثْلُ مَنْ اَنْتَ حِیْنَ قُبِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا یَوْمَئِذٍ

گیا کہ کس عمر کے تھے جب حضور کا وصال ہوا انہوں نے کہا میں اس دن ختنہ کیا ہوا تھا اور کہا کہ

مَخْتُوْنٌ قَالَ وَکَانُوْا لَا یَخْتِنُوْنَ الرَّجُلَ حَتّٰی یُدْرِکَ.

عرب کی عادت تھی جب تک لڑکا بالغ نہ ہو جاتا ختنہ نہیں کرتے تھے

**تشریحات ۲۶۹۱** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر کیا تھی۔ اس میں تین قول ہیں۔ ۱۰ر سال، ۱۳ر سال، ۱۵ر سال صحیح اور راجح یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی۔

اس لیے کہ صحیح یہ ہے کہ ان کی ولادت اس وقت ہوئی تھی جب مکہ کے ظالموں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شعب ابی طالب میں محصور کر رکھا تھا اور یہ واقعہ ہجرت سے تین سال قبل ہوا تھا ــــ ہو سکتا ہے کہ اس وقت بالغ ہو گئے ہوں۔ تیرہ سال کی عمر میں لڑکا بالغ ہو سکتا ہے ــــ مشہور حدیث ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور یہ گدھی پر سوار ہو کر تشریف لائے گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا فرماتے ہیں وَقَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ۔ اور میں بالغ ہونے کے قریب تھا۔

## بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبِنَاءِ ص ۹۳۲ عمارت بنانے کے بارے میں کیا آیا ہے۔

**حدیث ۲۶۹۲**

عَنْ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَاَيْتُنِيْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے اپنے آپ کو

مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنَيْتُ بِيَدَيَّ بَيْتًا يُكِنُّنِيْ مِنَ الْمَطَرِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا۔ کہ میں نے اپنے ہاتھ سے ایک گھر بنایا جو مجھے

وَيُظِلُّنِيْ مِنَ الشَّمْسِ مَا اَعَانَنِيْ عَلَيْهِ اَحَدٌ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ۔

بارش سے بچاتا ہے اور دھوپ سے سایہ دیتا ہے جس پر اللہ کی مخلوق سے کسی نے میری مدد نہیں کی۔

**حدیث ۲۶۹۳**

قَالَ عَمْرٌو قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَاللّٰهِ مَا وَضَعْتُ

اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے

لَبِنَةً عَلٰى لَبِنَةٍ وَلَا غَرَسْتُ نَخْلَةً مُنْذُ قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

بعد بخدا میں نے ایک اینٹ کسی اینٹ پر نہیں رکھی اور نہ کوئی درخت کھجور کا بو یا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سُفْيٰنُ فَذَكَرْتُهُ لِبَعْضِ اَهْلِهٖ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ بَنٰى

سفیان نے کہا میں نے اس کو ان کے بعض اہل سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا بخدا انہوں نے بتایا

قَالَ سُفْيٰنُ قُلْتُ فَلَعَلَّهٗ قَالَ قَبْلَ اَنْ يَّبْنِيَ۔

سفیان نے کہا میں نے کہا شاید انہوں نے یہ بات عمارت بنانے سے پہلے کہی ہو۔

**تشریحات ۲۶۹۳** :۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور اقدس صلی اللہ

تعالےٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ضرورت پر گھر بنوایا تھا پھر بھی یہ فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی اور کوئی درخت نہیں لگایا اس کی توجیہہ سفیان بن عیینہ نے یہ کی کہ ایک زمانے تک نہیں بنایا لیکن جب ضرورت ہوئی تو بنوایا۔ دونوں میں تعارض نہیں جب وہ فرمایا تھا اس وقت تک کوئی عمارت نہیں بنوائی تھی۔ پہلے کی عمارت کافی تھی اسی میں رہتے تھے مگر بعد میں جب ضرورت محسوس ہوئی تو بنوایا۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# کِتَابُ الدَّعَوَاتِ ص ۹۳۲

**توضیح** دعوات، دعوۃ کی جمع ہے جو مصدر ہے اس کے معنی سوال کرنے کے ہیں دُعَاءٌ میں الف زائد ہے اس کا لام کلمہ واؤ تھا اس کو ہمزہ سے بدل دیا اس کے معنی پکارنے کے بھی ہیں۔

**بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ** (مومن ع ۶) ص ۹۳۲

مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا بیشک وہ جو میری عبادت سے اونچے کھنچتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہو کر۔

اور جیسے حدیث میں ہے لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَۃٌ مُسْتَجَابَۃٌ اور ہر نبی کے لیے ایک دعاء ہے جو قبول ہوگی۔

**توضیح** ان آیات سے ثابت ہوا کہ دعاء مانگنا مشروع ہے بلکہ دعاء مانگنے سے اجتناب مبغوض۔ نیز دعاء مانگنے کے بارے میں احادیث بکثرت ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

لَیْسَ شَیْءٌ اَکْرَمَ عَلَی اللّٰہِ مِنَ الدُّعَاءِ۔ (ترمذی، ابن ماجہ، حاکم)

دعاء سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی شئ مکرم نہیں۔

نیز انہی سے مروی ہے۔

مَنْ لَمْ یَسْئَلِ اللّٰہَ یَغْضَبْ عَلَیْہِ (امام احمد، ترمذی و ابن ماجہ)

جو اللہ سے سوال نہ کرے اللہ اس سے ناراض ہوجاتا ہے۔

نیز امام ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور فرماتے ہیں۔

سَلُوا اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اَنْ یُّسْئَلَ۔

اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو بیشک اللہ پسند کرتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

طبرانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ فرمایا۔

ان اللہ یحب المحلقین فی الدعاء۔ بے شک اللہ تعالیٰ دعا میں گڑگڑانے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

یہاں تک فرمایا الدعاء ھو العبادۃ یعنی دعا کرنا عبادت ہے۔

اور ایک روایت میں فرمایا۔

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ۔ دعا عبادت کا مغز ہے۔

بَابٌ وَلِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ۔ ص ۹۳۲ ہر نبی کے لیے ایک دعا ہے جو قبول ہوگی۔

**حدیث ۲۶۹۴**

عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُوْ بِهَا وَاُرِيْدُ

وسلم نے فرمایا ہر نبی کے لیے ایک دعا ہے جسے وہ کرے گا اور میں چاہتا

اَنْ اَخْتَبِئَ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِیْ فِی الْاٰخِرَةِ ؏

ہوں کہ اپنی دعا محفوظ رکھوں آخرت میں اپنی امت کی شفاعت کے لیے۔

**حدیث ۲۶۹۵**

سَمِعْتُ اَبِیْ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ نَبِيٍّ سَاَلَ سُؤْلًا اَوْ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ

کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہر نبی نے ایک سوال کیا یا فرمایا ہر نبی کی ایک دعا ہے جس کو اس نے کیا

قَدْ دَعَا بِهَا فَاسْتُجِيْبَ فَجَعَلْتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِیْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

اور وہ قبول ہوئی اور میں نے اپنی دعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ کرلیا ہے۔

**تشریحات ۲۶۹۵**

اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ ہر نبی کی ایک ایسی دعا ہے جو مقبول ہوگی جس کا ظاہر یہ ہے کہ بقیہ دعائیں قبول ہوں گی یا نہیں

ع التوحید: باب المشیۃ والإرادۃ ص ۱۱۱۳۔

یہ محل غور ہے حالانکہ انبیاء کرام کی تمام دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں اس کی توجیہہ میں علماء نے فرمایا اس سے کوئی خاص اہم دعاء ہے جو فوراً بلا تاخیر جیسے دعاء مانگیں گے ویسے ہی قبول ہوگی بقیہ دعائیں بھی قبول ہوں گی مگر ان کے قبول ہونے کے لیے کچھ مدت درکار ہوگی۔ یا ان کے قبول ہونے کی نوعیت دوسری ہوگی۔

## بَابُ أَفْضَلِ الْاِسْتِغْفَارِ وَقَوْلِهٖ

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا۔

وقولہ ــــ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ۔

افضل الاستغفار اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اور اپنے رب سے مغفرت چاہو بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے تم پر شرابے کا مینھ بھیجے گا۔ اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغ بنادے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا ــــ اور وہ لوگ جب کسی بے حیائی کا ارتکاب کر بیٹھیں یا اپنی جانوں پر ظلم کریں پھر اللہ کو یاد کریں اور اپنے گناہوں سے معافی چاہیں۔

ص ۹۳۲

**توضیح** اس آیت سے استغفار کی تین فضیلتیں ظاہر ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ اگر بارش بند ہو تو بارش ہوگی۔ دوسرے مال اور اولاد میں برکت ہوگی۔ تیسرے زراعت عمدہ ہوگی۔

تنبیہ :۔ امام بخاری نے سورۂ نوح کی آیۃ کی ابتداء میں واؤ لائے ہیں حالانکہ واؤ نہیں آیت یوں ہے۔ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا۔

**حدیث ۲۶۹۶**

حَدَّثَنِيْ شَدَّادُ بْنُ اَوْسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

قَالَ سَيِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ يَّقُوْلَ الْعَبْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ

سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ کہے اے اللہ تو میرا پروردگار ہے سوائے تیرے کوئی معبود نہیں تو نے مجھے

خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ

پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد اور وعدے پر استطاعت بھر ہوں۔ اور جو برائی میں نے کی

مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ أَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوْءُ لَكَ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي

ہے اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ تیری نعمت مجھ پر ہے اور میں اپنے گناہوں کا

فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ — قَالَ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوْقِنًا

اعتراف کرتا ہوں پس مجھے بخش دے اس لیے کہ سوائے تیرے کوئی گناہ نہیں بخشے گا

بِهَا فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ قَبْلَ أَنْ يُمْسِيَ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ قَالَهَا

جس نے اس کو اس پر یقین رکھتے ہوئے دن میں کہا اور اسی دن شام سے پہلے مرگیا تو وہ اہل جنت سے ہے اور جس

مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوْقِنٌ بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ؏

نے اس کو رات میں کہا اس پر یقین رکھتے ہوئے وہ صبح سے پہلے مرگیا وہ اہل جنت سے ہے۔

## بَابُ اسْتِغْفَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ۔ ص ۹۳۳

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دن رات میں استغفار کرنا۔

**حدیث ۲۶۹۷**

أَخْبَرَنِي أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بخدا میں اللہ سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔ روزانہ

وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً۔

ستر مرتبہ سے بھی زیادہ۔

**تشریحات ۲۶۹۷**

اس پر امت کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام خصوصاً سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گناہوں سے معصوم ہیں پھر استغفار اور توبہ کے کیا معنی علماء نے اس کی مختلف توجیہیں کی ہیں، ایک یہ کہ تواضعاً استغفار فرماتے تھے۔ دوسرے

؏ باب ما یقول إذا أصبح ص ۹۳۶

یہ کہ امت کی تعلیم کے لیے استغفار فرماتے تھے۔ تیسرے یہ کہ خلاف اولیٰ سے۔ چوتھے یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر آن ترقی پر ہیں ارشاد ہے وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ۔ جب اونچے درجے پر پہنچتے اور نیچے درجے پر نظر جاتی تو اس سے استغفار کرتے جیسا کہ کہا گیا ہے حسنات الأبرار سیئات المقربین یا نچوتھے یہ کہ امت کے لیے استغفار کرتے۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ ستر بار سے زیادہ استغفار کرتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ یہ مبالغہ کے لیے ہے ستر کی تخصیص نہیں جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری روایت ہے کہ فرمایا کہ میں اللہ سے روزانہ ستو بار استغفار کرتا ہوں۔

## بَابُ التوبَةِ ص۹۳۳ توبہ کا بیان

| | |
|---|---|
| ت ۷۶۰ | قَالَ قَتَادَةُ۔ تُوبُوا إِلَى اللهِ تَوْبَةً نُصُوحًا الصَّادِقَةُ النَّاصِحَةُ۔ |
| | قتادہ نے کہا کہ نُصُوحًا سے مراد سچی توبہ ہے۔ |

توبہ مصدر ہے اس کے لغوی معنی لوٹنے کے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے آئبون تائبون اور شریعت میں توبہ گناہ چھوڑنے کے معنی میں ہے۔ توبہ کی بنیاد دو چیزیں ہیں گزشتہ گناہ پر ندامت اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۶۹۸ | عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ |
| | حارث ابن سوید نے کہا ہم سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو حدیثیں |
| | حَدِيثَيْنِ أَحَدُهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْآخَرُ عَنْ نَفْسِهِ |
| | بیان کیں ان میں سے ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور دوسری اپنی طرف سے کہا مومن اپنے گناہ کو ایسا |
| | قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ أَنْ |
| | جانتا ہے گویا وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے ڈرتا ہے کہ وہ اس پر گر پڑے گا اور بدکار اپنے گناہوں کو |
| | يَقَعَ عَلَيْهِ وَإِنَّ الْفَاجِرَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلَى أَنْفِهِ فَقَالَ |
| | ایسا جانتا ہے جیسے مکھی اس کی ناک کے قریب سے گزری تو اس طرح ہانک دیا۔ ابوشہاب نے اپنے |
| | بِهِ هٰكَذَا قَالَ أَبُو شِهَابٍ بِيَدِهِ فَوْقَ أَنْفِهِ ثُمَّ قَالَ اللهُ أَفْرَحُ |
| | ہاتھ سے ناک پر اشارہ کیا۔ پھر کہا بے شک اللہ بندہ کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش |

بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ مِنْ رَجُلٍ نَزَلَ مَنْزِلًا وَبِهٖ مَهْلَكَةٌ وَمَعَهٗ رَاحِلَتُهٗ

ہوتا ہے جو کسی جگہ اترا جہاں خطرہ تھا اور اس کے ساتھ اس کی سواری تھی جس پر اس کا کھانا اور

عَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَوَضَعَ رَاْسَهٗ فَنَامَ نَوْمَةً فَاسْتَيْقَظَ وَقَدْ

پینا تھا اس نے اپنے سر کو رکھا اور سو گیا۔ اور جب جاگا تو اس کی سواری جا چکی تھی اور جب گرمی

ذَهَبَتْ رَاحِلَتُهٗ حَتّٰى اِذَا اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْحَرُّ وَالْعَطَشُ اَوْ مَا شَاءَ اللّٰهُ

اور پیاس اور جو اللہ نے چاہا اس پر زیادہ ہوا تو اس نے کہا کہ میں اپنی پہلی جگہ لوٹوں اور لوٹا

قَالَ اَرْجِعُ اِلٰى مَكَانِيْ فَرَجَعَ فَنَامَ نَوْمَةً ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَاِذَا رَاحِلَتُهٗ عِنْدَهٗ.

پھر سو گیا پھر اپنے سر کو اٹھایا تو دیکھا اس کی سواری اس کے پاس ہے۔

**حدیث ۲۶۹۹**

حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ

اپنے بندہ کی توبہ پر اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جس نے بیک بیک اپنے (گم شدہ) اونٹ

سَقَطَ عَلٰى بَعِيْرِهٖ وَاَضَلَّهٗ اَرْضٍ فَلَاةٍ.

کو پا لیا حالانکہ اس نے اس کو چٹیل میدان میں غائب کر دیا تھا۔

## تشریحات ۲۶۹۹

فرح کے معنی خوش ہونا ہے اور خوشی کے لیے تغیر لازم ہے اور اللہ تعالیٰ ہر ایسی صفت سے پاک ہے جو تغیر کی مقتضی ہو۔ یہاں اس کا لازم معنی مراد ہے۔ جب کوئی شخص کسی سے خوش ہوتا ہے تو اس کی غلطیوں کو معاف کر دیتا ہے اور اس پر انعام و اکرام کرتا ہے۔ یہاں مراد یہی ہے کہ اللہ عزوجل اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور اس پر انعام و اکرام کرتا ہے۔ اور مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ ہے کہ اس کا اونٹ اس سے بھاگ گیا اور اس پر اس کا کھانا اور پینا تھا اور وہ اس سے مایوس ہو گیا اور ایک درخت کے پاس آیا اور اس کے سایہ میں لیٹ گیا اتنے میں دیکھا کہ اس کا اونٹ اس کے سامنے کھڑا ہے ــــ اس کی لگام کو پکڑا پھر خوشی کی شدت میں کہا اے اللہ تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب ہوں ــــ خوشی کی زیادتی کی وجہ غلطی کر گیا۔

## بَابُ مَا یَقُوْلُ اِذَا نَامَ ص۹۳۴ سوتے وقت کیا کہے۔

**حدیث ۲۷۰۰**

عَنْ رِبْعِیِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَیْفَةَ الْیَمَانِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ قَالَ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی وَاِذَا قَامَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ [1]

حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر جاتے تو پڑھتے اے اللہ تیرے نام کے ساتھ مرتا ہوں اور جیوں گا اور جب سو کر بستر سے اٹھتے تو پڑھتے اس اللہ کے لیے حمد ہے جس نے ہم کو زندہ کیا موت دینے کے بعد اور قبر سے اٹھ کر اسی کی طرف جانا ہے۔

## تشریحات ۲۷۰۰

یہاں موت سونے سے کنایہ ہے زندہ کرنا جاگنے سے موت اور نوم میں قدرے مشترک یہ ہے کہ موت نام ہے بدن سے روح کے تعلق کے منقطع ہونے کا اور یہ انقطاع کبھی صرف ظاہری ہوتا ہے اس کا نام نوم ہے اور کبھی ظاہری باطنی دونوں طریقوں سے ہوتا ہے اس کا نام موت ہے زندگی کے لوازم میں دیکھنا سننا سمجھنا ہے سوئے کی حالت میں یہ سب منقطع ہو جاتے ہیں جس طرح موت سے اس لیے نوم کو موت سے تعبیر فرمایا۔ اسی کے بعد اسی کے مثل حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اس کے بعد اس حدیث میں یہ زیادہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں سونا چاہتے تو اپنا ہاتھ اپنے داہنے رخسار کے نیچے رکھتے تھے۔

## بَاب ص۹۳۵

**حدیث ۲۷۰۱**

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰی اَحَدُکُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بچھونے پر جاؤ تو اپنے بچھونے کو اندرون ازار سے جھاڑ لو اس لیے کہ وہ نہیں جانتا

[1] باب وضع الید تحت خدہ الیمنیٰ ص۹۳۴ باب ما یقول اذا اصبح ص۹۳۶۔ توحید باب السوال باسماء اللہ والاستعاذۃ بھا ص۱۱۰۰۔

اِلٰی فِرَاشِہٖ فَلْیَنْفُضْ فِرَاشَہٗ بِدَاخِلَۃِ اِزَارِہٖ فَاِنَّہٗ لَا یَدْرِیْ مَا خَلَفَہٗ عَلَیْہِ

کہ اس کے پیچھے اس پر کیا آیا ہے پھر کہے اے میرے رب تیرے نام سے میں نے اپنے پہلو کو رکھا

ثُمَّ یَقُوْلُ بِاسْمِکَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِکَ اَرْفَعُہٗ اِنْ اَمْسَکْتَ نَفْسِیْ

اور تیرے نام ہی کے ساتھ اٹھاؤں گا۔ اگر تو میری جان کو روک لے تو اس پر رحم فرمانا اور اگر اسے

فَارْحَمْھَا وَاِنْ اَرْسَلْتَھَا فَاحْفَظْھَا بِمَا تَحْفَظُ بِہِ الصَّالِحِیْنَ علہ

چھوڑے تو اس کی حفاظت فرمانا اس چیز کے ساتھ جس سے اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

**تشریحات ۲۷۰۱**

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ سونے سے پہلے بستر کو جھاڑ لینا چاہیئے اور بجائے ہاتھ کے کسی کپڑے سے جھاڑنا چاہیئے ہو سکتا ہے کہ بستر پر گرد و غبار ہو یا کیڑے مکوڑے بچھو وغیرہ ہوں۔ لیکن حدیث میں داخلۃ ازار کی جو قید ہے اس کی حکمت سمجھ میں نہیں آئی اور نہ صرف مجھے ہی بلکہ علامہ قرطبی نے بھی یہی فرمایا۔ حتیٰ کہ علامہ ابن حجر نے بھی اخیر میں یہی لکھا اس لیے اس خادم کی نظر میں کتاب التوحید کی روایت "بصنفۃ ثوبہ" صحیح ہے یعنی کپڑے کے کنارے سے جھاڑے البتہ وہاں زیادہ یہ ہے کہ تین مرتبہ جھاڑے۔

## بَابُ الدُّعَاءِ فِی الصَّلٰوۃِ ص ۹۳۶ نماز میں دعا کا بیان

**حدیث ۲۷۰۲**

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا وَلَا تَجْھَرْ بِصَلٰوتِکَ وَلَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آیۂ کریمہ اور

وَلَا تُخَافِتْ بِھَا اُنْزِلَتْ فِی الدُّعَاءِ۔

اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ۔ دعا کے بارے میں نازل ہوئی۔

**تشریحات ۲۷۰۲**

یہ حدیث باب کے مطابق اس وقت ہوگی جب دعا سے مراد وہ دعا لی جائے جو نماز میں پڑھی جاتی ہے لیکن پھر اشکال یہ ہوگا کہ نماز میں جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ مطلقاً ہر نماز میں آہستہ پڑھی جاتی ہے۔ پھر مطابقت باقی نہیں رہ جائے گی۔ اس لیے دعا سے مراد عام دعا ہے خواہ نماز میں پڑھی جائے یا نماز کے باہر ــــ

علہ کتاب التوحید باب السوال باسماء اللہ والاستعاذۃ بھا ص ۱۰۹۹ مسلم۔ دعوات۔ ابوداؤد۔ ادب۔ نسائی۔ الیوم۔ واللیلہ۔

کتاب التفسیر میں گزرا کہ یہ آیۂ کریمہ خاص نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہی راجح ہے اس لیے کنز الایمان میں صلوٰۃ کا ترجمہ نماز ہی کیا۔

## بَابُ الدُّعَاءِ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ صـ۹۳۷ نماز کے بعد کی دعاء

**حدیث ۲۷۰۳**

عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالُوْا یَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مالدار

رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ وَالنَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ قَالَ

درجات اور نعیم مقیم لے گئے دریافت فرمایا کیسے لوگوں نے عرض کیا کہ وہ لوگ بھی نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم

كَیْفَ ذَاكَ قَالُوْا صَلُّوْا كَمَا صَلَّیْنَا وَجَاهَدُوْا كَمَا جَاهَدْنَا وَاَنْفَقُوْا

لوگ پڑھتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں جیسے ہم لوگ جہاد کرتے ہیں اور اپنے فاضل اموال سے خرچ

مِنْ فُضُوْلِ اَمْوَالِهِمْ وَلَیْسَتْ لَنَا اَمْوَالٌ قَالَ اَفَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَمْرٍ تُدْرِ

کرتے ہیں اور ہمارے پاس مال نہیں، فرمایا کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتاؤں جس سے تم لوگ اپنے سے پہلے والوں تک

كُوْنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَتَسْبِقُوْنَ مَنْ جَاءَ بَعْدَكُمْ وَلَا یَاْتِیْ اَحَدٌ بِمِثْلِ مَا جِئْتُمْ

پہنچ جاؤ اور اپنے بعد والوں سے آگے بڑھ جاؤ۔ جو تمہارے مثل نہ کر سکے ہاں جو اس کے مثل کر سکے اس کی بات

اِلَّا مَنْ جَاءَ بِمِثْلِهٖ تُسَبِّحُوْنَ فِیْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوۃٍ عَشْرًا وَتَحْمَدُوْنَ عَشْرًا وَتُكَبِّرُوْنَ عَشْرًا۔

دوسری ہے ہر نماز کے بعد دس مرتبہ تسبیح پڑھو۔ دس مرتبہ الحمد للہ پڑھو اور دس مرتبہ تکبیر کہو

**تشریحات ۲۷۰۳**

اسی مضمون کی ایک حدیث کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے مگر اس میں یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد تینتیس بار تسبیح، تینتیس بار تحمید اور تینتیس بار تکبیر۔ دونوں میں منافات نہیں۔ پہلے یوں کہ وہاں درجاتِ علیٰ کے ساتھ مقید ہے اور یہاں اعمال میں صرف نماز و جہاد کا ذکر ہے۔ اور وہاں روزہ حج عمرے کا بھی ذکر ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ بارہا بتایا جا چکا کہ مفہومِ عدد معتبر نہیں۔

## بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَصَلِّ عَلَیْهِمْ وَمَنْ خَصَّ اَخَاهُ بِالدُّعَاءِ دُوْنَ نَفْسِهٖ۔ صـ۹۳۷

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور ان کے حق میں دعاء خیر کرو اور جس نے اپنے بھائی کو دعاء کے ساتھ خاص کیا۔ اپنے لیے نہیں کیا۔

**حدیث ۲۷۰۴**

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا قَالَ قَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَسٌ خَادِمُكَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَبَارِكْ لَهٗ فِيْمَا اَعْطَيْتَهٗ [عه]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ام سلیم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا انس آپ کا خادم ہے حضور نے دعا فرمائی اے اللہ اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر اور اس کو جو دیا ہے اس میں برکت عطا فرما۔

**تشریحات ۲۷۰۴**

اس دعا کی برکت یہ ہوئی کہ انہیں کثیر مال ملا بصرہ میں ان کا ایک باغ تھا جو سال میں دو مرتبہ پھل دیتا اس میں ایک پھول تھا جس سے مشک کی خوشبو آتی۔ اور اولاد کی کثرت اتنی ہوئی کہ ان کے ایک سو بیس (۱۲۰) اولاد ہوئی جو سب بیٹے تھے۔ صرف دو بیٹیاں تھیں حفصہ اور ام عمرو۔ کعبے کا طواف کرتے تو ان کے ساتھ ستر (۷۰) سے زیادہ ان کی اولاد ہوتی۔ اور ان کی عمر بروایت ایک سو انیس (۱۱۹) سال کی ہوئی، بروایت ایک سو بیس (۱۲۰) بروایت ایک سو سات (۱۰۷) سال بروایت ایک سو تین (۱۰۳) سال۔

## بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ السَّجْعِ فِي الدُّعَاءِ ص ۹۳۸

اور دعاء میں سجع مکروہ ہے۔

**توضیح**

دعاء کی بنیاد خشوع وخضوع اور حضور قلب پر ہے اور جب آدمی قافیہ بندی کی فکر میں رہے گا تو حضور قلب جاتا رہے گا۔ اس لیے دعاء میں قافیہ بندی سے منع فرمایا لیکن اگر دعاء میں بلا تکلف مقفیٰ مسجع عبارت آجائے تو کوئی حرج نہیں۔ احادیث میں بکثرت ایسی دعائیں آئی ہیں۔

**حدیث ۲۷۰۵**

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ حَدِّثِ النَّاسَ كُلَّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَاِنْ اَبَيْتَ فَمَرَّتَيْنِ فَاِنْ اَكْثَرْتَ فَثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَلَا تُمِلَّ النَّاسَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَلَا اُلْفِيَنَّكَ تَاْتِي الْقَوْمَ وَهُمْ فِيْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا لوگوں سے ہر ہفتے میں ایک بار حدیث بیان کرو۔ اور اگر نہ مانیں تو دو مرتبہ۔ اور زیادہ بیان کرنا چاہو تو تین مرتبہ۔ اس قرآن سے لوگوں کو اکتاؤ مت اور میں

عه باب دعوت النبی صلی اللہ علیہ وسلم لخادمہ بطول العمر وکثرۃ مالہ ص ۹۳۹ وباب الدعاء بکثرۃ المال ص ۹۴۴۔ و۔ باب الدعاء بکثرۃ الولد ص ۹۴۴۔

حَدِيْثٍ مِنْ حَدِيْثِهِمْ فَتَقُصَّ فَتَقْطَعَ عَلَيْهِمْ حَدِيْثَهُمْ فَتُمِلَّهُمْ وَلٰكِنْ

تم کو اس حال میں نہ پاؤں کہ قوم کے پاس آؤ اور وہ لوگ اپنی باتوں میں مشغول ہوں تو ان کے

اَنْصِتْ فَاِنْ اَمَرُوْكَ فَحَدِّثْهُمْ وَهُمْ يَشْتَهُوْنَهٗ وَانْظُرِ السَّجْعَ مِنَ الدُّعَاءِ

پاس وعظ کہنے لگو۔ اور ان کی بات کاٹ دو جس سے انہیں ملال ہو۔ ہاں چپ رہو وہ لوگ تم سے

فَاجْتَنِبْهُ فَاِنِّيْ عَهِدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَهٗ لَا يَفْعَلُوْنَ

کہیں تو حدیث بیان کرو اتنی دیر تک کہ انہیں خواہش رہے اور دعاء میں قافیہ بندی سے بچو اس لیے کہ میں نے

اِلَّا ذَالِكَ.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کو اس حال میں پایا ہے کہ وہ لوگ یہ نہیں کرتے تھے۔

## تشریحات ۲۷۰۵

واعظین اور مقررین کے لیے یہ حدیث ایک بہترین ہدایت ہے کہ وعظ وتقریر کرتے وقت اس کا لحاظ رکھیں اتنی لمبی تقریر نہ کریں کہ لوگ اکتا جائیں بعض مقررین کی عادت ہے کہ وہ اس کی قطعاً پرواہ نہیں کرتے کہ حاضرین سننا چاہتے ہیں یا نہیں وہ بولے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ مجمع سو رہا ہوتا ہے اور تقریر جاری رہتی ہے اصل قصہ یہ ہے کہ اب تقریر ایک پیشہ ہو کر رہ گئی ہے اور پیشے کے لحاظ سے ہر مقرر زیادہ سے زیادہ بول کر لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ میں بہت بڑا مقرر ہوں۔ پھر ایک خرابی جلسے والوں کے ذوق سے یہ پیدا ہو گئی ہے کہ جلسہ والوں کی خواہش ہوتی ہے کہ جلسہ رات بھر چلے اس کے لیے مقرر متعین ہوتے ہیں اب اس سے کوئی بحث نہیں کہ مجمع سننا چاہتا ہے یا نہیں سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے۔ ان کو بہر حال پوری رات گزارنی ہے۔

## بَابُ لِيَعْزِمِ الْمَسْئَلَةَ فَاِنَّهٗ لَا مُكْرِهَ لَهٗ. ص ۹۳۸

قطعی طور پر سوال کرو اس لیے کہ اللہ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔

## حدیث ۲۷۰۶

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا اَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمِ الْمَسْئَلَةَ وَلَا يَقُوْلَنَّ اَللّٰهُمَّ اِنْ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی دعا کرے تو قطعی طور پر سوال کرے اور یہ نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو

شِئْتَ فَاَعْطِنِیْ فَاِنَّہٗ لَا مُسْتَکْرِہَ لَہٗ ؏

مجھے دے۔ اس لیے کہ اللہ پر کوئی جبر کرنے والا نہیں۔

حدیث ۲۷۰۷ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ اِنْ شِئْتَ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ

نے فرمایا کہ کوئی یہ نہ کہے اے اللہ مجھے بخش دے اگر تو چاہے۔ اے اللہ مجھ پر رحم فرما اگر تو چاہے۔ قطعی سوال

اِنْ شِئْتَ لِیَعْزِمِ الْمَسْئَلَۃَ فَاِنَّہٗ لَا مُکْرِہَ لَہٗ ؏

کرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔

تشریحات ۲۷۰۷

دعا میں اس کہنے سے کہ اگر تو چاہے تو دے استغناء ہے اور دعا کی بنیاد احتیاج اور ذلت ہے اس لیے جو دعا کرنی ہو استثناء نہ کرے بلکہ جو مانگنا ہے قطعی طور پر مانگے۔

بَابُ یُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ یَعْجَلْ ص ۹۳۸

بندے کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک جلدی نہ کرے۔

حدیث ۲۷۰۸ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُسْتَجَابُ لِاَحَدِکُمْ مَا لَمْ یَعْجَلْ

علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری دعا قبول کی جائے گی جب تک جلدی نہ کرے کہے میں نے دعا کی

یَقُوْلُ دَعَوْتُ فَلَمْ یُسْتَجَبْ لِیْ۔

تھی تو قبول نہیں ہوئی

ع التوحید: باب المشیئۃ والارادۃ ص ۱۱۱۳۔ مسلم: دعوات۔ نسائی: الیوم واللیلۃ۔

ع التوحید: باب المشیئۃ والارادۃ ص ۱۱۱۴

## بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْكَرْبِ ص۹۳۹ بے چینی کے وقت کی دعاء

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۷۰۹ | عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ |
| | ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم |
| وَسَلَّمَ يَدْعُوْ عِنْدَ الْكَرْبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ | |
| بے چینی کے وقت یہ دعا پڑھتے سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں جو عظمت والا ہے حلم والا ہے سوائے | |
| رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ. | |
| اللہ کے کوئی معبود نہیں جو آسمانوں زمینوں کا رب ہے اور عظمت والے عرش کا رب ہے۔ | |

**تشریحات ۲۷۰۹** اس کے بعد متصلاً ہی یہ حدیث تھوڑی سی زیادتی و تغیر کے ساتھ یوں ہے۔ بیچ میں ہے لا الہ الا اللہ رب العرش العظیم۔ اور اخیر میں رب العرش العظیم کے بجائے رب العرش الکریم ہے اور الارض کے ساتھ رب کی تکرار ہے۔

## بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ جُهْدِ الْبَلَاءِ بلا کی مشقت سے پناہ مانگنا ص۹۳۹

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۷۱۰ | عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ |
| | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ |
| صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنْ جُهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرَكِ الشَّقَاءِ وَ | |
| علیہ وسلم پناہ مانگتے بلاء کی مشقت اور بدبختی اور قضاء بد سے اور دشمنوں کے خوش | |
| سُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ قَالَ سُفْيَانُ الْحَدِيْثُ ثَلٰثٌ | |
| ہونے سے۔ سفیان نے کہا حدیث میں تین باتیں ہیں ایک میں نے بڑھایا ہے | |
| زِدْتُ اَنَا وَاحِدَةً لَا اَدْرِيْ اَيَّتُهُنَّ هِيَ [1] | |
| میں نہیں جانتا ان میں سے کون ہے۔ | |

[1] کتاب القدر باب من تعوذ باللہ من درک الشقاء ص۹۷۹ مسلم دعوات۔ نسائی۔ استعاذہ

**تشریحات ۲۷۱۰**

جھد جیم کے فتحے اور ضمے کے ساتھ مشقت۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسی بڑی بلاء نہ نازل ہو جس کو میں خود دفع نہ کرسکوں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا جہد بلاء کیا ہے فرمایا مال کی کمی اور عیال کی کثرت ــــ قضاء فیصلۂ الٰہی وہ بہرحال حسن ہے وہ سو نہیں ہوسکتا اس لیے قضاء سے یہاں مراد اسم مفعول ہے یعنی مقضیٰ یعنی جس چیز کا حکم ہوا یہ بندہ کے حق میں اچھا بھی ہوسکتا ہے برا بھی ہوسکتا ہے۔

**قال سفیان۔** اس پر بہت بڑا اشکال یہ ہے کہ حضرت سفیان بن عیینہ کو یہ حق کہاں سے حاصل ہوگیا ہے کہ انہوں نے حدیث میں ایک کا اضافہ کر دیا ــــ علامہ کرمانی نے ان کی طرف سے یہ صفائی دی کہ وہ تین باتیں کیا تھیں ان میں سے کسی ایک کے بارے میں شک ہوگیا کہ حضور نے یہ فرمایا تھا یا یہ فرمایا تھا۔ مثلاً ان کو یہ شبہہ ہوگیا کہ سوء القضاء فرمایا تھا یا شماتۃ الاعداء تو روایت میں دونوں کو ذکر کر دیے ــــ کتاب القدر میں بطریق مسدد یہ چاروں باتیں بطریق مرفوع مذکور ہیں اور سفیان کے شک کا وہاں ذکر نہیں ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ سفیان نے کہا کہ مجھے شک ہے کہ میں نے ایک زیادہ کر دیا ہے۔

**بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰذَيْتُهٗ فَاجْعَلْهُ لَهٗ زَكٰوةً وَرَحْمَةً** ص ۹۴۱

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد میں کسی کو ایذاء دوں تو اسے اس کے گناہوں کی پاکی بنا دے اور رحمت کر دے۔

**حدیث ۲۷۱۱**

**اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ**

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے

**تَعَالٰى عَنْهُ اِنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ فَاَيُّمَا**

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اے اللہ جس مسلمان کو میں برا بھلا

**مُؤْمِنٍ سَبَبْتُهٗ فَاجْعَلْ ذٰلِكَ لَهٗ قُرْبَةً اِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ** [1]

اسے اس کے لیے قیامت کے دن اپنی طرف قربت بنا دے

**تشریحات ۲۷۱۱**

شارحین نے یہاں پر تخصیص کی ہے کہ یہ فضیلت اس کے لیے ہے

[1] مسلم، ادب۔

جسے بلا وجہ کچھ سخت و سست فرمایا ہو۔ اس کی دلیل مسلم کی یہ روایت ہے جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا میں اپنی امت میں سے کسی کے خلاف دعا کروں۔ اور وہ اس کا اہل نہیں تو اسے اس کے لیے پاکی ستھرائی اور قربت کردے اور اپنی بارگاہ میں قیامت کے دن قربت کا ذریعہ بنادے ——— لیکن اس تخصیص کی کوئی حاجت نہیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ ہے کہ کسی نے کوئی خطا کی اور میں نے اس کی سرزنش کردی تو اس کی خطا معاف فرما اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

## بَابُ التَّعَوُّذِ مِنَ الْفِتَنِ ص۹۴۱ فتنوں سے پناہ مانگنا۔

**حدیث ۲۷۱۲**

عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سَئَلُوا رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے حضور سے سوال کرنا

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَحْفَوْهُ الْمَسْئَلَةَ فَغَضِبَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ

شروع کیا۔ یہاں تک کہ سوالوں کی بھرمار کردی جس کی وجہ سے حضور غضب ناک ہوگئے اور منبر

فَقَالَ لَا تَسْئَلُوْنِیَ الْیَوْمَ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا بَیَّنْتُهٗ لَكُمْ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ یَمِیْنًا

پر چڑھ گئے اور فرمایا آج جس چیز کے بارے میں بھی تم پوچھو گے میں اسے تمہارے لیے بیان فرماؤں گا

وَشِمَالًا فَاِذَا كُلُّ رَجُلٍ لَافٌّ رَاْسَهٗ فِیْ ثَوْبِهٖ یَبْكِیْ فَاِذَا رَجُلٌ كَانَ اِذَا

میں دائیں بائیں دیکھنے لگا تو ہر شخص کا حال یہ تھا کہ اپنے سر کو کپڑے میں لپیٹے ہوئے رو رہا تھا ایک

لَاحَی الرِّجَالَ یُدْعٰی لِغَیْرِ اَبِیْهِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَبِیْ قَالَ حُذَافَةُ

صاحب تھے جب لوگوں سے جھگڑا کرتے تو ان کو ان کے باپ کے علاوہ کی طرف منسوب کرکے پکارا جاتا۔ انہوں نے

ثُمَّ اَنْشَاَ عُمَرُ فَقَالَ رَضِیْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا

پوچھا یا رسول اللہ؟ میرا باپ کون ہے فرمایا حذافہ پھر حضرت عمر یہ کہنے لگے میں اس پر راضی ہوں کہ اللہ رب ہے اور

نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا رَاَیْتُ فِی

اسلام دین ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں فتنوں سے اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج

الْخَیْرِ وَالشَّرِّ كَالْیَوْمِ قَطُّ اِنَّهٗ صُوِّرَتْ لِیْ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ حَتّٰی رَاَیْتُهُمَا

کے دن جیسا میں نے خیر و شر کبھی نہیں دیکھا جنت اور دوزخ میرے سامنے پیش کی گئی یہاں تک میں نے ان دونوں کو

وَرَاءَ الْحَائِطِ وَكَانَ قَتَادَةُ يَذْكُرُ عِنْدَ هٰذَا الْحَدِيْثِ هٰذِهِ الْاٰيَةَ

دیوار کے پیچھے دیکھا۔ اس حدیث کے وقت قتادہ اِس آیۂ کریمہ کی تلاوت کرتے تھے۔ اے ایمان والو ایسی

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ.

باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بُری لگیں۔

## تشریحات ۲۷۱۲

یہ حدیث مختصراً کتاب العلم میں گزر چکی ہے یہاں پوری تفصیل کے ساتھ تھی۔ یہ صاحب جنہوں نے پوچھا تھا ان کا نام عبداللہ تھا۔ بلاضرورت سوال ممنوع ہے البتہ ضرورت پر واجب ہے ہوسکتا ہے یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے بلاضرورت سوالوں کی بوچھار کردی ہو اس لیے جلال آگیا ہو اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ سوالات دنیاوی باتوں سے متعلق تھے ایک حدیث میں فرمایا کہ وہ آدمی سب سے زیادہ بد بخت ہے کہ ایک چیز حلال تھی (اباحت اصلیہ پر) مگر اس کے سوال کرنے پر حرام کردی گئی۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جن چیزوں کے بارے میں منع نہ کیا گیا ہو وہ مباح ہیں۔ یہ شریعت کا ایسا اصل کلی ہے کہ اس پر ہزارہا مسائل کی بنیاد ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

## بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ص۹۴۲ عذاب قبر سے پناہ مانگنا۔

**حدیث ۲۷۱۳**

حَدَّثَنَا مُوسٰی بْنُ عُقْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ اُمَّ خَالِدٍ بِنْتَ خَالِدٍ

موسیٰ بن عقبہ نے کہا میں نے ام خالد بنت خالد سے سنا۔ سفیان بن عیینہ نے کہا

قَالَ وَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا سَمِعَ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَیْرَھَا

کہ ان کے علاوہ میں نے کسی سے یہ نہیں سنا کہ اس نے درج ذیل دعا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہو

قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

ام خالد نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہوئے سنا۔

**تشریحات ۲۷۱۳**

**ام خالد بنت خالد:۔** خالد بن سعید بن عاص کی صاحبزادی ہیں ان کے والدین ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے وہیں ان کی پیدائش ہوئی تھی اور جب ان کے والدین مدینہ طیبہ آئے تو یہ بھی مدینہ آئیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں یہ چھوٹی تھیں پھر بھی انہوں نے بہت کچھ یاد رکھا۔

**قال ولم اسمع:۔** یہ سفیان بن عیینہ کا قول ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث میں نے ام خالد کے علاوہ اور کسی سے نہیں سنی ہے۔

## بَابُ التَّعَوُّذِ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ ص۹۴۲ گناہ اور قرض سے پناہ مانگنا۔

**حدیث ۲۷۱۴**

عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنْھَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ

یہ دعا پڑھتے تھے اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں سستی اور زیادہ بڑھاپے اور گناہ اور قرض سے اور قبر کے

اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَالْھَرَمِ وَالْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَ

فتنے اور قبر کے عذاب سے اور جہنم کے فتنے اور جہنم کے عذاب سے اور مالداری کے فتنے کے شر سے

عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰی وَ

اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں محتاجی کے فتنے سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں

أَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ اَللّٰهُمَّ
مسیح دجال کے فتنے سے اے اللہ میرے گناہوں کو برف اور اولے کے پانی سے دھو دے اور
اغْسِلْ عَنِّيْ خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّ قَلْبِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ
میرے قلب کو گناہوں سے ستھرا کر دے جیسے تو نے سفید کپڑے کو میل
الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ
سے ستھرا کیا مجھ میں اور میرے گناہوں میں اتنی دوری کر دے جتنی
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔
مشرق و مغرب میں ہے۔

**تشریحات** ۲۷۱۴ فتنۂ قبر سے مراد نکیرین کا سوال ہے اور "فتنۂ نار" سے مراد جہنم کے موکلین کی یہ ڈانٹ ہے کہ وہ جہنمیوں سے پوچھیں گے اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ۔ کیا تمہارے پاس ڈرانے والے نہیں گئے۔

مَغْرَمٌ سے مراد ہر وہ مال ہے جو کسی کے ذمے لازم ہو خواہ قرض ہو یا نہ ہو جیسے دیت واجب ہونا۔

حدیث میں ہے اے اللہ میرے گناہوں کو برف اور اولے سے دھو حالانکہ جب کسی چیز کو خوب اچھی طرح صاف کرنا مقصود ہوتا ہے تو گرم پانی سے دھویا جاتا ہے ٹھنڈا پانی اتنا میل صاف نہیں کرتا جتنا گرم پانی صاف کرتا ہے۔ علامہ عینی وغیرہ نے یہ توجیہہ کی کہ یہاں مقصود کمال طہارت ہے اور اولے اور برف کا پانی سارے پانیوں سے زیادہ طاہر ہوتا ہے۔ اگر بالفرض ان دونوں پر کوئی نجاست پڑ بھی جائے تو چونکہ یہ دونوں پگھلتے رہتے ہیں فوراً پاک ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث میں وارد بقیہ الفاظ کی شرح گذر چکی ہے۔

**بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ** ص ۹۴۶

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا بیان۔ اے اللہ میرے لیے بخش دے جو میں نے آگے کیا اور جو میں نے بعد میں کیا۔

**توضیح** یہ پوری بحث ہو چکی کہ حضرات انبیاء کرام خصوصاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر گناہ سے معصوم ہیں۔ اور وہ نصوص جن میں طلب مغفرت کا ذکر ہے ان سے مراد وہ باتیں ہیں جو شان نبوت کے کچھ نامناسب ہوں۔

**حدیث ۲۷۱۵** عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُوْسٰی عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا

اَنَّہٗ کَانَ یَدْعُوْ بِھٰذَا الدُّعَاءِ رَبِّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَھْلِیْ وَاِسْرَافِیْ

مانگا کرتے تھے اے رب بخش دے میرے لئے لوگوں کی خطاؤں اور نادانی کو اور کسی بھی معاملے میں اسراف

فِیْ اَمْرِیْ کُلِّہٖ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطَایَایَ

کو اور جس کو بھی تو جانتا ہے اے اللہ میرے لوگوں کی خطائیں بخش دے اور بالقصد گناہ کو بھی

وَعَمَدِیْ وَجَھْلِیْ وَھَزْلِیْ وَکُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ

بخش دے اور نادانی اور مزاح کو اور سب کچھ کو اے اللہ میرے لوگوں کے اگلے پچھلے سب

مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ

گناہ بخش دے جو چھپا کر کیا ہو یا جو علانیہ کیا ہو تو آگے کرنے والا ہے اور تو پیچھے

وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ عہ

کرنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

**تشریح ۲۷۱۵** یہ حدیث مشکلات حدیث میں سے ہے اس لیے کہ اس پر اہلسنت کا اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے قصداً کسی گناہ کا صدور درست نہیں اور اس دعا میں یہ تفصیل ہے اللھم اغفرلی خطایای وعمدی اس سے بظاہر متبادر ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے قصداً گناہ کا صدور ہوا۔ امام قاضی عیاض نے شفاء شریف میں اس کی بہت سی توجیہات کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ دعا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی علی سبیل التواضع وخشوع تھی اور ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ امت کی تعلیم کے لیے ہے۔ اور ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ اس سے مراد امت کے گناہ ہیں۔ اور ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ غفران کے حقیقی معنیٰ چھپانے کے ہیں۔ اب اللھم اغفرلی کا ترجمہ یہ ہوا کہ اے اللہ مجھے محفوظ رکھ۔

یہ دعا حضور کس وقت مانگا کرتے تھے اس سلسلے میں مسلم کی روایت میں ہے کہ آخر نماز میں یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ سلام کے پہلے یا سلام کے بعد اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں

عہ مسلم، دعوات۔

مسلم کی ایک روایت میں یہ تصریح ہے کہ تشہد اور سلام کے درمیان اس دعا کا کچھ حصہ پڑھتے تھے اور اسی کی ایک روایت میں ہے کہ سلام کے بعد ہو سکتا ہے کہ سلام کے پہلے بھی پڑھتے ہوں اور سلام کے بعد بھی۔ قولہ خطایای یہ خَطِیئَۃٌ کی جمع ہے خطیئۃ اس گناہ کو بھی کہتے ہیں جو بالقصد صادر ہو اور اسے بھی جو بلا قصد ہو اس اعتبار سے عمدی کا اس پر عطف عطف خاص علی العام ہے ـــ اور کشمیہنی کی روایت میں بطریق اسرائیل خطائی جو چیز بلا قصد صادر ہو۔ عمدی کے تقابل کے لحاظ سے یہ روایت زیادہ مناسب ہے۔ اس کی سند میں عن ابن ابی موسیٰ ہے۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ اس کے بعد جو طریقہ مذکور ہے اس میں ابو بردہ کی تصریح ہے۔ اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ اس سند میں ابن ابی موسیٰ سے یہی مراد ہیں۔ مگر کلاباذی نے کہا کہ یہ عمرو بن ابی موسیٰ ہیں۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ یہ حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین صاحبزادوں سے مروی ہے۔ عمرو۔ ابو بردہ۔ ابو بکر۔

## باب فضل التھلیل ص ۹۴۷ تہلیل کی فضیلت۔

**توضیح** تہلیل کے معنی ہیں لا الٰہ الا اللہ پڑھنا جیسے استرجاع کے معنی ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون پڑھنا۔ اہل صرف اسے قصر کہتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۷۱۶ | عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْنٍ قَالَ مَنْ قَالَ عَشْرًا |
| | عمرو بن میمون نے کہا جس نے دس مرتبہ پڑھا گویا اس نے اولاد اسماعیل |
| | کَانَ کَمَنْ اَعْتَقَ رَقَبَۃً مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِیْلَ۔ |
| | کے کسی غلام کو آزاد کیا۔ |

**تشریحات ۲۷۱۶** امام بخاری نے روایت میں اختصار فرمایا مگر مراد وہی دعا ہے جو اوپر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے اس میں یہ تھا کہ جو سو مرتبہ پڑھے گویا اس نے اولاد اسماعیل میں سے دس کو آزاد کیا۔ اس میں ہے کہ دس مرتبہ پڑھے تو ایک غلام آزاد کیا حساب وہی رہا ـــ امام مسلم نے سلیمان بن عبید اللہ غیلانی سے اور اسماعیلی نے بطریق علی بن مسلم ابو عاصم سے بسند مذکور روایت کیا ـــ جس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ دس مرتبہ پڑھا گویا اس نے اولاد اسماعیل کے چار غلام آزاد کیے۔ بخاری میں رَقَبَۃٌ مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِیْلَ ہے جس کے معنی ہوتے ہیں ایک غلام کے اور مسلم کی روایت میں چار غلام کی تصریح ہے ـــ تو توجیہ میں یہ کہا جائے گا کہ اکثر اقل کا نافی نہیں۔ قولہ قال ابو عبد اللہ ـــ یعنی امام بخاری نے فرمایا ـــ

کہ عبدالملک بن عمرو کا قول صحیح ہے۔

**توضیح:** امام بخاری نے حدیث مذکور کو یہاں آٹھ طریقے سے ذکر کیا ہے۔ اوّل عبداللہ بن مسلمہ، عبدالملک بن عمرو۔ عمر بن زائرہ۔ ابو اسحٰق بسبیعی۔ عمرو بن میمون۔ یہ طریقہ موقوف ہے اس لیے کہ عمرو بن میمون تابعی ہیں۔ دوم۔ عمر بن زائرہ تک سند مذکور کے بعد ہے عبداللہ بن ابی السفر عن الشعبی۔ ربیع بن خثیم۔ عمرو بن میمون۔ ابن ابی لیلی۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ طریقہ مرفوع ہے۔ سوم۔ ابراہیم بن یوسف عن ابیہ۔ ابو اسحٰق۔ عمرو بن میمون۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلی عن ابی ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ چہارم۔ موسیٰ۔ وہیب۔ داؤد۔ عامر۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پنجم۔ اسماعیل۔ شعبی۔ ربیع۔ ششم۔ آدم۔ شعبہ۔ عبدالملک بن میسرہ۔ ہلال بن یساف۔ ربیع بن خثیم۔ اور عمرو بن میمون۔ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ہفتم۔ اعمش۔ اور حصین۔ ہلال۔ ربیع عن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان سندوں کو امام بخاری نے بجائے حدثنا، اخبرنا اور عن کے قال سے ذکر کیا۔ یہ یا تو اس بنا پر ہے کہ ان احادیث کو امام بخاری نے بطریق مذاکرہ سنا ہے یا ان تک بطریق نقل پہونچی ہے یا موقوف ہے۔ ہشتم۔ ابو محمد حضرمی عن ابی ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ امام بخاری یہ فرماتے ہیں کہ ان تمام طرق میں صحیح عبدالملک بن عمرو کا طریقہ ہے۔ فیہ ما فیہ۔

## باب فضل التسبیح ص۹۴۸ سبحان اللہ کہنے کی فضیلت

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ |
| ۲۷۱۷ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ |
| عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ فِیْ یَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ | |
| علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دن میں سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ پڑھا تو اس کے گناہ مٹا دیے | |
| خَطَایَاهُ وَاِنْ کَانَ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ ؏ | |
| جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ | |
| حدیث | عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ |
| ۲۷۱۸ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ |

؏ ترمذی۔ دعوات۔ نسائی۔ عمل الیوم واللیلۃ۔ ابن ماجہ۔ ثواب التسبیح۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ

علیہ وسلم نے فرمایا دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں میزان میں بھاری ہیں

حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ ۲۷۱۸ عه

رحمٰن کو پیارے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ و بحمدہٖ۔

**تشریحات** امام بخاری نے اس حدیث کو دو جگہ اور ذکر فرمایا ہے اور ہر جگہ کچھ تغیر و تبدل ہے، یہاں "سبحان اللہ العظیم" مقدم ہے اور کتاب الایمان والنذور اور کتاب التوحید میں یہ مؤخر ہے اور "سبحان اللہ وبحمدہٖ" مقدم۔ یہاں اور کتاب الایمان والنذور میں حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ مؤخر ہے اور کتاب التوحید میں مقدم۔ تسبیح میں قصر ہے اس کے معنی ہیں سبحان اللہ کہنا سبحان اللہ میں سبحان فعل محذوف سَبَّحْتُ یا أُسَبِّحُ کا مفعول مطلق ہے، سماعًا اس کے فعل کا حذف کرنا واجب ہے۔ سبحان ہمیشہ مضاف مستعمل ہوتا ہے مگر بعض عرب کے کلمات میں بغیر اضافت کے بھی آیا ہے جیسے سُبْحَانَهٗ ثم سبحانا یعود لہ، وقبلنا سبح الجودی والجمد۔ اور ایک شاعر کہتا ہے۔

اقول لما جاءنی فخرہ ∴ سبحان من علقمۃ الفاخر

پہلے شعر میں سبحانًا تنوین کے ساتھ آیا ہے یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ منصرف ہے اور دوسرے شعر میں بغیر تنوین کے یہ اس پر قرینہ ہے کہ غیر منصرف ہے۔ غیر منصرف ماننے کی صورت میں یہ علم مصدر ہوگا اس لیے کہ اس میں الف نون زائدتان تو ہے مگر دوسرا سبب سوائے علمیت کے اور کوئی ممکن نہیں۔ پہلے شعر میں تنوین کے ساتھ آیا ہے اس کی توجیہ میں یہ کہا گیا کہ ضرورت شعری کی وجہ سے تنوین آئی ہے جیسا کہ ؎

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ ∴ ھو المسك ما کررتہ یتضوع

اسی طرح کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ یہ منصرف ہے اور دوسرے شعر میں بغیر تنوین کے بطریقۂ شذوذ ہے حق کیا ہے اسے ہم پہلے تحقیق کے ساتھ ذکر کر آئے ہیں

وزنِ اعمال بد اہلسنت وجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ قیامت کے دن انسانوں

---

عه کتاب الایمان والنذور، بابٌ اذا قال واللہ لا اتکلم الیوم الخ ص۹۸۸۔ التوحید، باب قول اللہ ونضع الموازین القسط لیوم القیمۃ ص۱۱۲۸۔ مسلم: دعوات۔ ترمذی: دعوات۔ نسائی: عمل الیوم واللیلۃ: ابن ماجہ: ثواب التسبیح۔

کے اعمال تولے جائیں گے۔ مگر معتزلہ انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اعمال اعراض ہیں اور اعراض کا تولنا ممکن نہیں اولاً ان میں کوئی ثقل نہیں کہ تولا جائے ثانیاً اعراض کا خود اپنا کوئی وجود نہیں یہ جب بھی پائے جاتے ہیں تو اپنے محل میں پائے جاتے ہیں محل سے جدا ہو کر ان کا پایا جانا ممکن نہیں پھر یہ کیسے تولے جائیں گے پھر ان میں دو گروہ ہوئے ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ ان کا تولا جانا محال ہے ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ ان کا تولا جانا ممکن ہے مگر واقع نہیں ہوگا۔ ثالثاً۔ اگر وزنِ اعمال حساب و کتاب سے پہلے ہوں گے تو حساب و کتاب لغو۔ اور اگر حساب و کتاب کے بعد ہوں گے تو تولنا لغو۔

**معتزلہ کا رد:۔** اہل سنت فرماتے ہیں کہ وزن اعمال قرآن مجید کی نصوص صریحہ سے ثابت ہے۔ اول ارشاد ہے۔ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ع۱ (اور قیامت کے دن ہم میزانِ عدل قایم کریں گے۔) اور فرمایا وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ ع۲ (اور آج کے دن وزن حق ہے۔ اور فرمایا۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ص۳ (جس کا پلہ بھاری ہوگا وہی کامیاب ہے۔ اور فرمایا۔ فاما من ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیۃ۔ القارعۃ ع۴ (جس کا پلہ بھاری ہوگا تو وہی پسندیدہ زندگی میں ہے۔ اور فرمایا۔ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ۔ اور جس کا پلہ ہلکا ہوا اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے۔ القارعہ ع۴،۹) اور فرمایا۔ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ۔ اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہو یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے خود اپنا نقصان کیا۔ اعراف ع۹ مومنون ع۱۰۲) یہ آٹھ آیات ہیں ان سب سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اعمال تولے جائیں گے۔ اور احادیث اس باب میں اتنی کثیر ہیں کہ ان سب کا استقصا دشوار ہے انہیں میں حدیث زیر بحث بھی ہے اس میں فرمایا گیا ثقیلتان فی المیزان۔ یہ دونوں کلمے میزان میں بھاری ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ نصوص اپنے ظاہر معنی پر محمول ہوں گے بلا ضرورت ظاہر معنی سے عدول الحاد اور گمراہی ہے، رہ گیا یہ کہ وہ اعراض ہیں تو کیسے تولے جائیں گے اس سلسلے میں اہل سنت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اعراض کو ان کے محال سے جدا کر کے موجود کر دے اور ان میں وزن پیدا کر دے۔ یا۔ پھر یہ کہیں گے کہ وزنِ اعمال حق ہے کیفیت ہمیں معلوم نہیں اور بہت سے علماء نے یہ فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ ان کے اعمال نامے کے وہ دفتر تولے جائیں گے جن کو کراماً کاتبین نے تحریر کیا۔

---

ع۱ الانبیاء آیت ع۴۷۔ ع۲ اعراف ع۸۔ ص۳ اعراف آیت ۸ و مومنون ع۱۰۲۔

امام احمد اپنی مسند میں امام ترمذی اپنی جامع میں ابن ماجہ اپنی سنن میں ابن حبان نے اپنی صحیح میں حاکم نے مستدرک میں بیہقی نے اپنی دلائل میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن علی رؤوس الخلق ایک شخص کو الگ کھڑا کرے گا اور اس کے ننانوے دفتر پھیلائے گا ہر دفتر حدِ نظر تک لمبا ہوگا پھر اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا کہ کیا ان میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے کیا میرے کاتبین نے تم پر کچھ ظلم کیا ہے وہ عرض کرے گا نہیں اے پروردگار! فرمائے گا کیا تیرے لیے کوئی عذر ہے وہ کہے گا نہیں اے پروردگار! اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیری ایک نیکی ہمارے حضور ہے اور تجھ پر ظلم نہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک کاغذ کا ٹکڑا نکالے گا جس میں لکھا ہوگا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ فرمائے گا میزان پر جا وہ کہے گا اے پروردگار! ان دفتروں کے مقابلے میں یہ کاغذ کا ٹکڑا کیا حیثیت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا وہ سارے دفتر ایک پلے میں رکھے جائیں گے اور وہ کاغذ کا ٹکڑا ایک پلے میں تمام دفتر ہلکے ہو جائیں گے اور یہ کاغذ کا ٹکڑا بھاری ہو جائے گا اللہ کے نام کے مقابلے پر کوئی نہیں آسکتا۔[1]

حساب و کتاب اور وزنِ اعمال سے مقصود مخلوق پر حجت قائم کرنا ہے اس لیے اگر حساب و کتاب نہیں بھی ہوتا اور اللہ عزوجل اپنے علم کے مطابق جزا و سزا دے دیتا تو بھی کوئی حرج نہیں تھا لیکن اللہ عزوجل نے جس حکمت کے مطابق حساب و کتاب رکھا اسی حکمت کی مزید تائید کے لیے وزن اعمال رکھا اس میں حکمت یہ ہے کہ جو حساب ہوا ہے اس میں کوئی نہ ظلم ہوا ہے نہ غلطی ہوئی ہے۔

**کیفیتِ میزان** قیامت کے دن یہ میزان عرش کے پاس قائم کی جائے گی حسنات کا پلڑا عرش کے داہنی طرف ہوگا جنت کے مقابل اور سیئات کا پلڑا عرش کے بائیں طرف ہوگا جہنم کے مقابل جیسا کہ امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور امام ابوالقاسم لالکائی نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ صاحب میزان جبریل علیہ السلام ہوں گے اور بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضرت ملک الموت

---

[1] ارشاد الساری ج ۱ ص ۴۸ مسند امام احمد ثانی ص ۲۱۲ ص ۲۲۲ ترمذی ثانی۔ ایمان باب من یموت وھو یشھد ص ۹۲ ابن ماجہ۔ زھد باب مایرجی من رحمۃ ص ۳۲۸۔

ہوں گے۔

طبرانی نے جامع صغیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت آدم سے فرمائے گا اے آدم! میں نے آپ کو اپنے اور آپ کی اولاد کے درمیان حکم بنا دیا ہے میزان کے پاس کھڑے ہو جاؤ اور دیکھو جس کی نیکی برائی سے ذرے کے برابر بھی زیادہ ہو اس کے لیے جنت ہے۔

امام حاکم حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ میزان کے پلڑے اتنے بڑے ہیں کہ اگر اس میں سب آسمان و زمین رکھ دئے جائیں تو وہ سب سما جائیں۔

مشہور یہ ہے کہ جس میزان کا پلہ بھاری ہوگا وہ اوپر اٹھ جائے گا۔ اور جو ہلکا ہوگا وہ نیچے جھک جائے گا دنیا کی ترازو کے برخلاف علامہ زرکشی نے بعض علماء سے اسے نقل بھی فرمایا انہوں نے دلیل میں یہ آیت پیش کی۔ اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ، اسی کی طرف پاک کلمے بلند ہوتے ہیں۔ لیکن علامہ احمد خطیب نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے منصادم ہے کہ فرمایا۔ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ۔ اور آیۂ کریمہ اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ سے مراد مقبول ہونا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب التوحید میں امام بخاری نے اس حدیث پر جو باب باندھا ہے وہ یہ ہے اِنَّ اَعْمَالَ بَنِیْ اٰدَمَ وَقَوْلَهُمْ یُوْزَنُ۔ اس سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ہر انسان کے اعمال و اقوال تولے جائیں گے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ انسان کی تین قسمیں ہوں گی۔ اوّل کچھ لوگ بلا حساب و کتاب جنت میں جائیں گے جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں حدیث ہے کہ پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا جن کی تعداد ستر ہزار ہوگی ان کے چہرے چودھویں چاند کی طرح چمکتے ہوں گے (الحدیث) دوسرے وہ لوگ ہوں گے جو بلا حساب و کتاب دوزخ میں جائیں گے جیسے کفار، بخاری میں ہے کہ قیامت کے دن ایک بڑا موٹا شخص لایا جائے گا جس کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے حضور پیشگی کے پر کے برابر بھی نہیں ہے چاہو تو تم لوگ پڑھو (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ہم ان کے لیے قیامت کے دن میزان کھڑی نہیں کریں گے۔ تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو مومن ہیں اور نیکیوں کے ساتھ برائیاں بھی کی ہیں اور اور جنہیں اول وہلہ میں شفاعت نصیب نہ ہوگی ان کا حساب و کتاب بھی ہوگا ان کے اعمال تولے بھی جائیں گے۔

## باب فضل ذکر اللہ (عزوجل) تعالیٰ ص ۹۴۸ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت۔

| حدیث | عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ |
|---|---|
| ۲۷۱۹ | حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ ۔

نے فرمایا جو اپنے پروردگار کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے ۔

| حدیث | عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ |
|---|---|
| ۲۷۲۰ | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ |

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ مَلَائِکَۃً یَطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ یَلْتَمِسُوْنَ

وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو راستوں میں اہل ذکر کی تلاش میں گھومتے رہتے ہیں جب

اَھْلَ الذِّکْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ تَنَادَوْا ھَلُمُّوْا اِلٰی حَاجَتِکُمْ

کچھ لوگوں کو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو دوسرے فرشتوں کو آواز دیتے ہیں آؤ اپنی حاجت کی

فَیَحُفُّوْنَھُمْ بِاَجْنِحَتِھِمْ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا قَالَ فَیَسْاَلُھُمْ رَبُّھُمْ وَھُوَ اَعْلَمُ

طرف پھر فرشتے اہل ذکر کو اپنے بازوؤں سے ڈھک لیتے ہیں آسمان دنیا تک (پھر وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں

مِنْھُمْ مَا یَقُوْلُ عِبَادِیْ قَالَ تَقُوْلُ یُسَبِّحُوْنَکَ وَیُکَبِّرُوْنَکَ وَیَحْمَدُوْنَکَ

حاضر ہوتے ہیں) تو ان کا رب فرشتوں سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ فرشتوں سے زیادہ جانتا ہے میرے بندے

وَیُمَجِّدُوْنَکَ قَالَ فَیَقُوْلُ ھَلْ رَاَوْنِیْ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰہِ مَا رَاَوْکَ قَالَ

کیا کہتے تھے فرشتے عرض کریں گے تیری تسبیح کرتے تھے اور تیری تکبیر کرتے تھے اور تیری حمد کرتے تھے اور

فَیَقُوْلُ کَیْفَ لَوْ رَاَوْنِیْ قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْکَ کَانُوْا اَشَدَّ لَکَ عِبَادَۃً

تیری بزرگی بیان کرتے تھے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا ان بندوں نے مجھے دیکھا ہے؟ تو عرض کریں گے نہیں بخدا

وَاَشَدَّ لَکَ تَمْجِیْدًا وَاَکْثَرَ لَکَ تَسْبِیْحًا قَالَ یَقُوْلُ فَمَا یَسْاَلُوْنَ

انہوں نے تجھے نہیں دیکھا ہے فرمائے گا ان کا کیا حال ہوگا اگر وہ مجھے دیکھ لیں گے فرشتے عرض کریں گے اگر وہ

قَالَ یَسْاَلُوْنَکَ الْجَنَّۃَ قَالَ یَقُوْلُ وَھَلْ رَاَوْھَا قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَا

تجھے دیکھ لیں گے تو اور زیادہ تیری عبادت کریں گے اور تیری بزرگی بیان کریں گے اور تیری تسبیح بیان کریں گے

وَاللّٰہِ یَا رَبِّ مَا رَاَوْھَا قَالَ یَقُوْلُ فَکَیْفَ لَوْ اَنَّھُمْ رَاَوْھَا قَالَ

اب اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا مانگتے تھے فرشتے کہیں گے تجھ سے جنت مانگتے تھے ۔ اللہ تعالیٰ دریافت

یَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّھُمْ رَاَوْھَا کَانُوْا اَشَدَّ عَلَیْھَا حِرْصًا وَاَشَدَّ لَھَا طَلَبًا

فرمائے گا کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے فرشتے عرض کریں گے واللہ اے پروردگار انہوں نے جنت کو نہیں

وَاَعْظَمُ فِيْهَا رَغْبَةً قَالَ فَمِمَّ يَتَعَوَّذُوْنَ قَالَ يَقُوْلُوْنَ مِنَ النَّارِ قَالَ

دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر وہ لوگ جنت کو دیکھ لیں تو کیا حال ہو گا فرشتے عرض کریں گے اگر وہ لوگ

يَقُوْلُ وَهَلْ رَاَوْهَا قَالَ يَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا رَاَوْهَا قَالَ يَقُوْلُ

جنت کو دیکھ لیں، تو جنت کا ان کا شوق اور بڑھ جائے گا اور اس کی طلب زیادہ ہو جائے گی اور اس کی

فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْهَا قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا وَاَشَدَّ

رغبت بڑھ جائے گی اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا اور کس چیز سے پناہ مانگتے تھے فرشتے عرض کریں گے دوزخ

لَهَا مَخَافَةً قَالَ فَيَقُوْلُ فَاِنِّيْ اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ

سے اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے فرشتے عرض کریں گے واللہ اے پروردگار!

يَقُوْلُ مَلَكٌ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ فِيْهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ اِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَتِهٖ

انہوں نے دوزخ کو نہیں دیکھا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر وہ لوگ دوزخ کو دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو گا

قَالَ هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ ؏

فرشتے عرض کریں گے اگر وہ لوگ دوزخ دیکھ لیں تو اس سے اور زیادہ بھاگیں گے اور اس سے اور زیادہ ڈریں گے

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے فرشتو! میں تم کو گواہ بناتا ہوں میں نے ان کو بخش دیا۔ ان فرشتوں میں سے ایک

فرشتہ کہے گا اے رب! ان میں ایک شخص تھا جو ان میں سے نہیں تھا کسی اپنے کام کے لئے آیا تھا اللہ تعالیٰ

فرمائے گا یہ آپس میں بیٹھنے والے ایسے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔

## تشریحات

مسلم کی روایت میں یہ ہے ملائکۃً سیّارۃً فضلاً اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو سیر کرتے ہیں جو فاضل ہیں یعنی جو فرشتے مختلف خدمات پر مقرر ہیں اُن سے یہ فاضل ہیں یعنی ان کے ذمہ اور کوئی دوسری خدمت سپرد نہیں صرف یہی ایک خدمت ان کے ذمہ ہے۔

**قولہ اھل الذکر:** یہ ہر ذکر خیر کو شامل ہے مثلاً نماز، تلاوت، حدیث کی تعلیم، علوم دینیہ کی تدریس، مناظرہ، مجلس وعظ وغیرہ۔

**ھلمّوا:** جمع کے ساتھ یہ بنی تمیم کی لغت پر ہے کیوں کہ وہ واحد کے لیے واحد اور جمع کے لیے جمع استعمال کرتے ہیں اور اہل حجاز واحد جمع سب کے لیے ھلمّ واحد کا صیغہ استعمال

ع مسلم: ثانی، فضل مجالس الذکر۔ ترمذی: دعوات، مسند امام احمد ج ۲ ص ۲۵۲ ص ۳۵۹ ص ۳۸۲۔

کرتے ہیں۔

قولہ فیسألھم: اس کی دلیل ہے کہ سوال ہمیشہ لاعلمی کی بنا پر نہیں ہوتا ہے بلکہ کبھی کبھی بعض مصلحتوں کی بنا پر سوال ہوتا ہے یہاں سوال کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جیسے اپنا ذکر پسند ہے اسی طرح ذکر کرنے والے بھی محبوب ہیں۔ اور ان کا تذکرہ بھی محبوب ہے۔

## باب للہ تعالیٰ مأۃ اسم غیر واحد ص۹۴۹ اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو نام ہیں۔

| حدیث | عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لِلّٰہِ تِسْعَۃٌ وَ |
|---|---|
| ۲۷۲۱ | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ننانوے |
| | تِسْعِیْنَ اِسْمًا مِأَۃٌ اِلَّا وَاحِدًا لَا یَحْفَظُھَا اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَھُوَ |
| | نام ہیں ایک کم سو جو بھی اسے یاد کرلے گا جنت میں داخل ہوگا۔ اللہ وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے |
| | وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ مَنْ اَحْصَاھَا مَنْ حَفِظَھَا۔ |
| | امام بخاری نے فرمایا۔ احصاھا کے معنیٰ حفظھا کے ہے۔ |

**تشریحات:** یہ حدیث شروط میں گزر چکی ہے وہیں ہم نے اس پر تفصیلی کلام کر دیا ہے یہاں چونکہ وَھُوَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ زائد ہے اس لیے اس کو لکھا۔ یہاں روایت میں ہے لا یحفظھا احد اور شروط میں ہے من احصاھا امام بخاری نے افادہ یہ فرمایا کہ احصاھا سے مراد حفظھا ہی ہے۔

## بَابُ الْمَوْعِظَۃِ سَاعَۃً بَعْدَ سَاعَۃٍ ص۹۴۹ وقفے وقفے کے بعد نصیحت کرنا

| حدیث | حَدَّثَنِیْ شَقِیْقٌ قَالَ کُنَّا نَنْتَظِرُ عَبْدَ اللّٰہِ اِذْ جَاءَ یَزِیْدُ بْنُ |
|---|---|
| ۲۷۲۲ | شقیق نے کہا ہم عبداللہ بن مسعود کا انتظار کر رہے تھے کہ یزید بن معاویہ نخعی |
| | مُعَاوِیَۃَ فَقُلْنَا اَلَا تَجْلِسُ قَالَ لَا وَلٰکِنْ اَدْخُلُ فَاُخْرِجُ اِلَیْکُمْ صَاحِبَکُمْ |
| | آئے قوم نے کہا آپ بیٹھیں گے نہیں تو انہوں نے کہا نہیں میں اندر جارہا ہوں تاکہ تمہارے صاحب کو باہر لاؤں |
| | وَاِلَّا جِئْتُ اَنَا فَجَلَسْتُ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰہِ وَھُوَ اٰخِذٌ بِیَدِہٖ فَقَامَ عَلَیْنَا |
| | اور اگر وہ باہر آنے پر راضی نہ ہوئے تو میں تنہا آؤں گا اور بیٹھوں گا پھر عبداللہ نکلے اور وہ یزید کا ہاتھ پکڑے |
| | فَقَالَ اَمَا اِنِّیْ اُخْبِرُ بِمَکَانِکُمْ وَلٰکِنَّہٗ یَمْنَعُنِیْ مِنَ الْخُرُوْجِ اِلَیْکُمْ اَنَّ |
| | ہوئے تھے پھر ہمارے سامنے کھڑے ہوئے اور فرمایا مجھے تمہاری موجودگی کی خبر دی گئی لیکن مجھے تمہارے پاس |

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَۃِ فِی الْاَیَّامِ

آنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل روک رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناغہ کر کے وعظ فرماتے

کَرَاھِیَۃَ السَّآمَۃِ عَلَیْنَا

تھے اس اندیشے سے کہ کہیں ہم اکتا نہ جائیں۔

## تشریحات ۲۲۲ ۲۷

اس حدیث کا اخیر حصہ کتاب العلم میں گزر چکا ہے مگر ابتدائی حصہ وہاں نہیں تھا اس لیے ہم نے دوبارہ لکھا اس حدیث میں یزید بن معاویہ سے مراد یزید پلید نہیں یزید نخعی ہیں جو راسخ العقیدہ تابعی مسلمان اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمیذ خاص تھے۔ یزید پلید کا یہاں مراد ہونا یوں باطل ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ۳۲ھ میں ہو چکا تھا اس وقت یزید یزید بہت چھوٹا بچہ تھا اس لیے کہ یزید کی پیدائش ۲۵ھ میں ہے اس حدیث سے ان واعظین کو ہدایت حاصل کرنی چاہیئے جو یہ محسوس کرتے ہوئے بھی کہ سامعین تھک چکے ہیں اکتا چکے ہیں مگر پھر بھی تقریر ختم کرنے کا نام نہیں لیتے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب الرقاق ص ۹۴۹ رقت انگیز باتوں کا بیان

**توضیح** رقاق، رقیق کی جمع ہے۔ جو رقت کا صفت مشبہ ہے جس کے معنیٰ دل پسیجنے اور مہربانی کرنے کے ہیں۔ بخاری کے بعض نسخوں میں رقاق کے بجائے رقائق ہے۔ یہ رقیقہ کی جمع ہے۔ اس کے معنیٰ بھی وہی ہیں۔

**باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْآخِرَۃ۔** ص ۹۴۹ کوئی زندگی نہیں آخرت کی زندگی کے سوا۔

| | |
|---|---|
| حدیث | اخبرنا عبد اللہ بن سعد وھو ابن ابی ھند عن ابیہ عن ابن |
| ۲۷۲۳ | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سے |
| عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | |
| لوگ خسارے میں رہتے ہیں تندرستی اور فراغت رزق | |
| نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْھِمَا کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ اَلصِّحَّۃُ وَالْفَرَاغُ۔ ع ۱ | |

تشریح ۲۷۲۳:۔ خسارے کا مطلب یہ ہے کہ جب انہیں صحت بھی ملی تھی اور خوشحالی بھی ملی تھی تو انہیں اللہ کی یاد عبادات اذکار زیادہ سے زیادہ کرنا چاہیئے تھا۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا جس کی وجہ سے نقصان اٹھایا۔

بخاری کے ہندوستانی نسخے میں باب صرف اتنا ہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ اس حدیث کو باب سے مناسبت نہیں مگر یہ کہ تکلف کیا جائے لیکن فتح الباری عمدۃ القاری دونوں میں باب کے دو جز مذکور ہیں۔ پہلا جزء ہے ما جاء فی الصحۃ والفراغ دوسرا جزء ہے لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃ۔ اس حدیث کو پہلے جزء سے صراحۃً مناسبت ہے۔ اور دوسرے جزء کے صراحۃً مناسب امام بخاری نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں۔

ع ۱

## باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ ص ۹۴۹

دُنیا میں یوں رہ گویا تو مسافر ہے یا راستہ طے کرنے والا۔

| حدیث | عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ |
|---|---|
| ۲۷۲۴ | حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے مونڈھوں کو |
| | صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَنْکِبَیَّ فَقَالَ کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ |
| | پکڑا اور فرمایا دنیا میں یوں رہ گویا تو مسافر ہے یا راستہ چلنے والا۔ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے |
| | سَبِیْلٍ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَقُوْلُ اِذَا اَمْسَیْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاِذَا |
| | جب تو شام کرلے تو صبح کا انتظار نہ کر اور جب تو صبح کرلے تو شام کا انتظار نہ کر۔ اور اپنی صحت کے |
| | اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِکَ لِمَرَضِکَ وَمِنْ حَیَاتِکَ |
| | زمانے میں بیماری کے لیے حاصل کرلے اور اپنی زندگی میں اپنی موت |
| | لِمَوْتِکَ ؏ |
| | کے لیے۔ |

## بَابُ الْاَمَلِ وَطُوْلِہٖ وَقَوْلُہٗ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّۃَ فَقَدْ فَازَ۔ وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ذَرْھُمْ یَاْکُلُوْا وَیَتَمَتَّعُوْا وَیُلْھِھِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ۔ ص ۹۴۹

آرزو اور درازی آرزو کے بیان میں اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان جو جہنم سے دور کیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہ یقیناً کامیاب ہوا اور دنیا کی زندگی نہیں مگر دھوکے کا سامان۔ انہیں چھوڑ دو کھائیں اور نفع حاصل کریں انہیں آرزو غافل کر دیتی ہے یہ لوگ بہت جلد جان لیں گے۔

| ت | وَقَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِرْتَحَلَتِ الدُّنْیَا مُدْبِرَۃً وَارْتَحَلَتِ الْاٰخِرَۃُ |
|---|---|
| ۷۶۱ | حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا دنیا پیٹھ پھیرے جا رہی ہے اور آخرت سامنے سے آ رہی ہے ان میں سے ہر ایک |
| | مُقْبِلَۃً وَلِکُلٍّ وَاحِدَۃٍ مِّنْھُمَا بَنُوْنَ۔ فَکُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الْاٰخِرَۃِ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنْ |
| | کے بیٹے ہیں ابناء آخرت سے ہونا اور ابنائے دنیا سے مت ہونا اس لیے کہ آج عمل ہے اور حساب نہیں اور کل حساب |

ع ترمذی زہد۔ ابن ماجہ زہد۔ مسند امام احمد جلد نمبر ۲ ص ۲۵۸۔

أَبْنَاءِ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابٌ وَغَدًا حِسَابٌ وَلَا عَمَلٌ يُزَحْزِحُهُ بِمُبَاعِدِهِ۔

ہے عمل نہیں ——— مزحزحہ کے معنیٰ ہیں اس سے دور کرنے والا۔

**تشریحات** یعنی دنیا گزرتی جارہی ہے اور آخرت آرہی ہے دنیا گزر جائے گی آخرت باقی رہے گی۔ کچھ لوگ دنیا کے طلب گار ہیں کچھ لوگ آخرت کے یہاں ابن سے مراد طلب گار ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہدایت فرمائی کہ طالب دنیا نہ بننا طالب آخرت بننا دنیا میں کچھ بھی کرو کوئی پوچھ گچھ نہیں اور آخرت میں دنیا کے ہر عمل پر پوچھ گچھ ہے ——— قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے وما ھو بمزحزحہ من العذاب۔ اور باب میں جو آیت امام بخاری نے تحریر فرمائی ہے اس میں بھی فمن زحزح ہے۔ اپنی عادت کے مطابق امام بخاری نے اس کی تفسیر فرمائی ——— کہ اس کے معنیٰ ہیں دور کرنے والا۔

**حدیث ۲۷۲۵** عَنْ رَبِيعِ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَطَّ

حضرت عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چوکور خط کھینچا

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطَّ خَطًّا فِي الْوَسْطِ خَارِجًا مِنْهُ وَخَطَّ

اور ایک خط بیچ میں کھینچا جو اس سے خارج تھا اور چھوٹے چھوٹے کئی خط کھینچے بیچ والے خط میں اس کے بیچ والے

خُطَطًا صِغَارًا إِلَى هٰذَا الَّذِي فِي الْوَسْطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِي فِي الْوَسْطِ فَقَالَ

کنارے سے پھر فرمایا یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے جو اسے گھیرے ہوئے

هٰذَا الْإِنْسَانُ وَهٰذَا أَجَلُهُ مُحِيطٌ بِهِ أَوْ قَدْ أَحَاطَ بِهِ وَهٰذَا الَّذِي هُوَ

ہے اور جو باہر ہے اس کی آرزو ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے خطوط بیماریاں ہیں

خَارِجٌ أَمَلُهُ وَهٰذِهِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْأَعْرَاضُ فَإِنْ أَخْطَأَهُ هٰذَا نَهَشَهُ

اگر یہ چوک جاتی ہے تو یہ نوچ لیتی ہے اور اگر یہ چوک جاتی ہے تو یہ

هٰذَا وَإِنْ أَخْطَأَهُ هٰذَا نَهَشَهُ هٰذَا ۔ع

نوچ لیتی ہے

**حدیث ۲۷۲۶** عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ع ترمذی: زہد۔ نسائی: رقاق۔

وَسَلَّمَ خُطُوطًا فَقَالَ هٰذَا الْاَمَلُ وَهٰذَا اَجَلُهٗ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ
نے چند خطوط کھینچے پھر فرمایا یہ اس کی آرزو ہے اور یہ اس کی موت وہ اسی طرح رہتا ہے
جَاءَهُ الْخَطُّ الْاَقْرَبُ ؏
کہ اچانک موت سے قریب والا خط آجاتا ہے۔

**تشریحات ۲۷۲۶**

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دونوں حدیثوں کا حاصل ایک ہی ہے یعنی انسان مرجاتا ہے مگر اس کی آرزوئیں پوری نہیں ہوتیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پر کچھ لوگوں نے یہ شبہہ پیش کیا ہے کہ لغت کی کسی کتاب میں خط کی جمع خُطَط نہیں آئی ہے بلکہ خطوط اور اخطاط آئی ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ کوئی بھی زبان لغت کی کتابوں کی پابند نہیں بلکہ لغت اہل زبان کی بول چال اور محاورات سے تیار کی جاتی ہے عربی زبان کے لیے سب سے مستند کتاب اللہ ہے اس کے بعد سنت رسول اللہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں خطط موجود ہے تو یہ سب سے بڑا ثبوت اس بات کا ہے کہ خط کی جمع خطط ہے۔

**بَابُ مَنْ بَلَغَ سِتِّيْنَ سَنَةً فَقَدْ اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلَيْهِ فِي الْعُمُرِ لِقَوْلِهٖ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيْرُ ص ۹۵**

جو ساٹھ سال تک پہنچ جائے گا اللہ تعالیٰ اس کا عذر نہیں قبول فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا۔

| | |
|---|---|
| **حدیث ۲۷۲۷** | عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ |
| | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کا |
| | وَسَلَّمَ قَالَ اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلٰى امْرِءٍ اَخَّرَ اَجَلَهٗ حَتّٰى بَلَّغَهٗ سِتِّيْنَ سَنَةً۔ |
| | عذر قبول نہیں فرمائے گا جس کی موت کو مؤخر فرمایا ہے یہاں تک کہ اُسے ساٹھ سال کی عمر کو پہنچایا۔ |

**تشریحات ۲۷۲۷:۔** مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کافی عمر دی یہاں تک کہ ساٹھ سال کا کر دیا اسے لازم تھا کہ اللہ کے احکام کی پابندی کرتا جوانی میں نہیں کیا تھا تو بڑھاپے میں کرتا اور اس

ع نسائی: رقاق۔

نے بڑھاپے میں بھی خدا کا خوف نہیں کیا اس کا کیا عذر۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۷۲۸ | أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ |
| | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ |
| | قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَزَالُ قَلْبُ الْكَبِيرِ |
| | علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بوڑھے کا دل دو چیزوں کی آرزو میں ہمیشہ جوان رہتا ہے |
| | شَابًّا فِي اثْنَتَيْنِ فِي حُبِّ الدُّنْيَا وَطُولِ الْأَمَلِ ع |
| | دنیا کی محبت اور خواہش کی درازی میں۔ |
| حدیث ۲۷۲۹ | حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ |
| | حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی بوڑھا |
| | اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْبَرُ ابْنُ آدَمَ وَيَكْبَرُ مَعَهُ اثْنَانِ حُبُّ الْمَالِ وَطُولُ الْعُمُرِ ع |
| | ہوتا جاتا ہے اور اس کے ساتھ دو باتیں بھی بڑھتی رہتی ہیں مال کی محبت اور عمر کی درازی کی آرزو۔ |

## بابُ قَوْلُ اللهِ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ..... إِلَى قَوْلِهِ مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ (الفاطر ع ۶) ص ۹۵۲

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے اس لیے تم کو دنیا کی زندگی فریفتہ نہ کرے اور ہرگز تمہیں اللہ کے حکم پر فریب نہ دے وہ بڑا فریبی بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو وہ تو اپنے گروہ کو اسی لیے بلاتا ہے کہ دوزخیوں میں ہوں۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ السَّعِيرُ جَمْعُهُ سُعُرٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْغَرُورُ الشَّيْطَانُ.

اور ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا سعیر کی جمع سُعُر آتی ہے اور مجاہد نے کہا کہ غرور شیطان ہے۔

**توضیح** سَعِیر: فعیل کی وزن پر سعر سے صفت مشبہ ہے اس کا لغوی معنی بھڑکنے والی آگ کے ہیں۔ یہاں مراد جہنم ہے۔ امام مجاہد نے کہا الْغُدُورُ فَعُول کے وزن پر اسم مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی جو بہت زیادہ فریب دینے والا ہو اس سے مراد شیطان ہے اشارہ یہ فرمایا کہ الغرور میں الف لام عہد ذہنی کا ہے۔

ع مسلم: زکاۃ۔ نسائی رقاق۔ ع مسلم: زکاۃ۔

| حدیث | أَخْبَرَنِي مُعَاذُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنَّ ابْنَ أَبَانَ أَخْبَرَهُ قَالَ |
|---|---|
| ۲۷۳۰ | بے شک ابن ابان نے خبر دی کہ میں حضرت عثمان کے پاس وضو کا پانی لایا اور وہ مقاعد میں بیٹھے |

أَتَيْتُ عُثْمَانَ بِطَهُورِهِ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْمَقَاعِدِ فَتَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ

ہوئے تھے انہوں نے اچھی طرح وضو کیا پھر کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس جگہ وضو کیا

قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَهُوَ فِي هٰذَا الْمَجْلِسِ فَأَحْسَنَ

اور اچھی طرح وضو فرمایا پھر فرمایا جس نے اس طرح وضو کیا پھر مسجد میں آیا اور دو رکعت

الْوُضُوءَ ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ مِثْلَ هٰذَا الْوُضُوءِ ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ

نماز پڑھی پھر بیٹھا تو اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے عثمان نے کہا اور نبی

غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ قَالَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَغُرُّوا [ع]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم دھوکے میں مت پڑنا

**تشریحات ۲۷۳۰**

یہ ابن ابان حمران ہیں جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام تھے۔

طَهُور: بفتح طاء صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کے معنی پاک کرنے والے کے ہیں یہاں مراد وہ پانی ہے جس سے طہارت حاصل کی جائے۔ مَقَاعِد: مدینہ طیبہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔ فرکع رکعتین یہ روایت عام ہے خواہ فرض پڑھے یا نفل مگر مسلم کی روایتوں میں فرائض بلکہ بعض روایتوں میں صلوات خمس کی تخصیص ہے۔ اگلے گناہوں سے یہاں مراد حقوق اللہ ہیں۔ اور وہ بھی ایک قول کی بنا پر صرف صغائر رہ گئے حقوق العباد تو وہ بالاتفاق مراد نہیں۔

لَا تَغُرُّوا: یعنی یہ سمجھ کر کہ اچھی طرح سے وضو کر کے نماز پڑھ لینے سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں آدمی گناہوں پر جری نہ ہو۔ اس لیے کہ مغفرت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے نیز ہر عمل کا ثواب اس پر موقوف ہے کہ وہ عمل مقبول ہو اور یہ کسی کو نہیں معلوم۔

**بَابُ مَا يُتَّقَى مِنْ فِتْنَةِ الْمَالِ وَقَوْلِ اللّٰهِ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ۔** ص ۹۵۲

اس بات کا بیان کہ مال کے فتنے سے بچا جائے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا بیان تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنے ہیں۔

---

ع مسلم: طہارت۔ نسائی: صلوٰۃ۔

| حدیث | عَنْ عَطَاءٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى |
|---|---|
| ۲۷۳۱ | عطاء سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ |
| | عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغٰى ثَالِثًا وَلَا |
| | علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا اگر بنی آدم کے لیے دو وادی مال سے بھری ہوئی ہو تو تیسری تلاش کرے گا |
| | يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ ؏ |
| | اور ابن آدم کا پیٹ مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھرے گی اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی توبہ قبول فرماتا ہے جو توبہ کرے۔ |

**تشریحات ۲۷۳۱**

اسی کے متصل اسی کے ہم معنیٰ ایک روایت یوں ہے کہ اگر ابن آدم کے لیے ایک وادی کے برابر مال ہو تو وہ پسند کرے گا کہ اس کے پاس اتنی ہی اور ہو اور ابن آدم کی آنکھ نہیں بھرے گی مگر دھول اور اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے جو توبہ کرے۔ ابن عباس نے کہا میں نہیں جانتا کہ یہ قرآن سے ہے یا نہیں عطا نے کہا میں نے ابن زبیر سے سنا کہ وہ منبر پر کہتے تھے۔

یہ انسان کے انتہائی حریص ہونے کا بیان ہے کہ اسے کتنا ہی مال مل جائے قناعت نہیں کرے گا۔

عطاء سے اسی سند کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے یہ دوسری والی حدیث حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی سنا کہ وہ منبر پر بیان کر رہے تھے۔

| حدیث | عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ عَلَى الْمِنْبَرِ |
|---|---|
| ۲۷۳۲ | عباس بن سہل بن سعد سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں نے ابن زبیر کو مکہ میں منبر پر اپنے خطبہ میں یہ |
| | مَكَّةَ فِيْ خُطْبَتِهٖ يَقُوْلُ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ |
| | فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تھے اگر ابن آدم کو سونے سے بھری ایک وادی دی جائے |
| | يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ ابْنَ اٰدَمَ اُعْطِيَ وَادِيًا مِّلْئًا مِّنْ ذَهَبٍ اَحَبَّ اِلَيْهِ ثَانِيًا وَلَوْ اُعْطِيَ |
| | تو چاہے گا کہ ایسی ہی دوسری ملے اور اگر دوسری دے دی جائے تو چاہے گا کہ تیسری ملے۔ اور مٹی کے سوا |
| | ثَانِيًا اَحَبَّ اِلَيْهِ ثَالِثًا وَلَا يَسُدُّ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ |
| | ابن آدم کا پیٹ کوئی چیز نہیں بھرے گی۔ اور اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا جو توبہ کرے گا۔ |

ع مسلم: زکوٰۃ۔

| حدیث | عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى |
|---|---|
| ۲۷۳۳ | حضرت انس بن مالک نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر ابن آدم کے لیے |
| عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيًا مِنْ ذَهَبٍ اَحَبَّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَادِيَانِ وَلَنْ | |
| سونے سے بھری ایک وادی ہو۔ تو چاہے گا اس کے لیے دو وادی ہوں اور سوائے دھول اور کوئی چیز | |
| يَّمْلَاَ فَاهُ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ ؏ | |
| اس کا منہ نہیں بھرے گی۔ اور اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے جو توبہ کرتا ہے۔ | |
| ت | وَقَالَ لَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ (اِلٰى اَنْ قَالَ) عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ |
| ۷۶۲ | حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت اُبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کہتے تھے) کہ ہم |
| اُبَيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كُنَّا نَرٰى هٰذَا مِنَ الْقُرْاٰنِ حَتّٰى نَزَلَتْ اَلْهٰكُمُ۔ | |
| اس حدیث کو قرآن کا حصہ سمجھتے تھے یہاں تک کہ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ نازل ہوئی۔ | |

۲۷۳۳

**تشریح** یعنی حدیث مذکور لو ان لابن آدم وادیا الحدیث۔ قرآن سے تھا اب اس کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔ اسے سورۃ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ نے منسوخ کیا۔ کنا نری۔ اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ یہ بمعنی ظن ہو۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ ہم گمان کرتے تھے علم یقینی اور قطعی نہیں تھا اور ایک احتمال یہ ہے کہ رویت بمعنی علم ہو اب معنی یہ ہوئے کہ ہم اس کا اعتقاد رکھتے تھے۔

**باب مَا قَدَّمَ مِنْ مَالِهٖ فَهُوَ لَهٗ** ص۹۵۳ اپنا جتنا مال آگے بھیج دیا وہ اس کا ہے۔

| حدیث | قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهٖ اَحَبُّ |
|---|---|
| ۲۷۳۴ | حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کون |
| اِلَيْهِ مِنْ مَالِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُهٗ اَحَبُّ اِلَيْهِ قَالَ فَاِنَّ | |
| ہے جسے اس کے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ پیارا ہو؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں | |
| مَالَهٗ مَا قَدَّمَ وَمَالُ وَارِثِهٖ مَا اَخَّرَ ؏ | |
| سے ہر شخص کو اپنا مال وارث کے مال سے زیادہ پیارا ہے فرمایا اس کا مال وہ ہے جو اس نے | |
| آگے بھیج دیا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو پیچھے چھوڑ گیا۔ | |

؏ ترمذی: زہد۔ ؏ نسائی: وصایا۔

## بَابُ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ وَقَوْلُہٗ اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّھُمْ بِہٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ اِلٰی قَوْلِہٖ عَامِلُوْنَ۔ عہ ص ۹۵۴

غنی نفس کا غنیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان کیا یہ خیال کر رہے ہیں کہ وہ جو ہم ان کی مدد کر رہے ہیں مال اور بیٹوں سے یہ جلد جلد ان کو بھلائیاں دیتے ہیں بلکہ انہیں خبر نہیں۔ عاملون تک۔

| ت | قَالَ ابْنُ عُیَیْنَۃَ لَمْ یَعْمَلُوْھَا لَا بُدَّ مِنْ اَنْ یَّعْمَلُوْھَا۔ |
|---|---|
| ۷۶۳ | اور ابن عیینہ نے کہا جسے انہوں نے نہیں کیے حالاں کہ ضروری تھا کہ وہ کرتے۔ |

**توضیح** امام بخاری نے باب میں سورۂ توبہ کی نو۹ آیتوں کی جانب اشارہ کیا ہے یعنی آیت ۵۵ بغایت ۶۳ اخیر کی آیت کفار کے بارے میں ہے فرمایا بَلْ قُلُوْبُھُمْ فِیْ غَمْرَۃٍ مِّنْ ھٰذَا وَلَھُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِکَ ھُمْ لَھَا عَامِلُوْنَ۔ بلکہ ان (کافروں) کے دل اس سے غفلت میں ہیں اور ان کے کام ان کاموں سے جدا ہیں جنہیں وہ کر رہے ہیں یعنی کافر جو کام کر رہے ہیں وہ مومنوں کے کاموں سے جدا ہیں حضرت سفیان بن عیینہ یہ فرماتے ہیں کہ کافروں نے وہ کام نہیں کیے جو مسلمانوں کے تھے حالانکہ انہیں لازم تھا کہ یہ کام کرتے۔

| حدیث | عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ |
|---|---|
| ۲۷۳۵ | حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مالداری مال |
| | وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَۃِ الْعَرَضِ وَلٰکِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ۔ عہ |
| | کی کثرت سے نہیں ہاں مالداری نفس کی مالداری ہے۔ |

## بَابُ کَیْفَ کَانَ عَیْشُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِہٖ وَتَخَلِّیْھِمْ مِنَ الدُّنْیَا ص ۹۵۵

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کی زندگی اور دنیا سے ان کی علیحدگی کیسی تھی۔

| حدیث | حَدَّثَنَا مُجَاھِدٌ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ کَانَ یَقُوْلُ اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ |
|---|---|
| ۲۷۳۶ | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ |
| | اِلَّا ھُوَ اِنْ کُنْتُ لَاَعْتَمِدُ بِکَبِدِیْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْجُوْعِ وَاِنْ کُنْتُ لَاَشُدُّ |
| | میں بھوک کی وجہ سے بسا اوقات اپنا پیٹ زمین پر چپکا دیتا تھا اور کبھی کبھی اپنے پیٹ پر پتھر باندھ |

عہ سورۂ مومنون آیت ۵۵ ۔ عہ ترمذی، زہد، نسائی، رقاق

الْحَجَرَ عَلٰى بَطْنِيْ مِنَ الْجُوْعِ وَلَقَدْ قَعَدْتُّ يَوْمًا عَلٰى طَرِيْقِهِمُ الَّذِيْ

لیا کرتا تھا ایک دن بھوک سے پریشان ہو کر اس راستے پر بیٹھا جس سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

يَخْرُجُوْنَ مِنْهُ فَمَرَّ اَبُوْبَكْرٍ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ اٰيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا سَاَلْتُهٗ

اور صحابۂ کرام عموماً آتے جاتے تھے۔ کہ ابوبکر گزرے میں نے ان سے کتاب اللہ میں سے ایک آیت

اِلَّا لِيُشْبِعَنِيْ فَمَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ ثُمَّ مَرَّ بِيْ عُمَرُ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ اٰيَةٍ مِّنْ كِتَابِ

کے بارے میں پوچھا اور میں نے ان سے صرف اس لیے پوچھا تھا (کہ میری آواز کی کمزوری سے میرے بھوکے

اللّٰهِ مَا سَاَلْتُهٗ اِلَّا لِيُشْبِعَنِيْ فَمَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ ثُمَّ مَرَّ بِيْ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ

ہونے کا انہیں علم ہو جائے) تاکہ وہ مجھے کھلائیں وہ گزر گئے اور کچھ نہیں کیا۔ پھر میرے پاس سے عمر

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَسَّمَ حِيْنَ رَاٰنِيْ وَعَرَفَ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَمَا فِيْ وَجْهِيْ

گزرے میں نے ان سے بھی اللہ کی کتاب سے ایک آیت کے بارے میں سوال کیا ان سے میں نے سوال صرف اس

ثُمَّ قَالَ اَبَا هِرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْحَقْ وَمَضٰى فَاتَّبَعْتُهٗ فَدَخَلَ

لیے کیا تھا کہ وہ مجھے کھانا کھلائیں وہ بھی گزر گئے اور کچھ نہیں کیا پھر میرے قریب سے ابوالقاسم صلی اللہ

فَاسْتَاْذَنَ فَاَذِنَ لِيْ فَدَخَلَ فَوَجَدَ لَبَنًا فِيْ قَدَحٍ فَقَالَ مِنْ اَيْنَ هٰذَا

تعالیٰ علیہ وسلم گزرے مجھے دیکھ کر مسکرائے اور میرے جی میں جو تھا اور جو میرے چہرے میں تھا جان لیا

اللَّبَنُ قَالُوْا اَهْدَاهُ لَكَ فُلَانٌ اَوْ فُلَانَةُ قَالَ اَبَا هِرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُوْلَ

فرمایا اے ابوہرّ میں نے عرض کیا حاضر ہوں یارسول اللہ! فرمایا میرے پیچھے پیچھے آ، اور آگے بڑھ گئے

اللّٰهِ قَالَ اِلْحَقْ اِلٰى اَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ لِيْ قَالَ وَاَهْلُ الصُّفَّةِ

میں حضور کے پیچھے رہا یہاں تک کہ حضور کاشانۂ اقدس کے اندر تشریف لے گئے پھر میں نے اذن طلب

اَضْيَافُ الْاِسْلَامِ لَا يَاْوُوْنَ عَلٰى اَهْلٍ وَلَا مَالٍ وَلَا عَلٰى اَحَدٍ اِذَا اَتَتْهُ

کیا تو مجھے اجازت دی اندر تشریف لے جا کر حضور نے پیالے میں دودھ پایا حضور نے گھر والوں سے

صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا اِلَيْهِمْ وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئًا وَاِذَا اَتَتْهُ هَدِيَّةٌ

پوچھا یہ دودھ کہاں سے آیا ہے لوگوں نے عرض کیا فلاں مرد یا فلاں عورت نے حضور کے لیے ہدیہ بھیجا

اَرْسَلَ اِلَيْهِمْ وَاَصَابَ مِنْهَا وَاَشْرَكَهُمْ فِيْهَا فَسَاءَنِيْ ذَالِكَ فَقُلْتُ

ہے حضور نے مجھ سے فرمایا اے ابوہرّ میں نے عرض کیا حاضر ہوں یارسول اللہ! فرمایا اہل صفہ کے پاس جاؤ

وَمَا هٰذَا اللَّبَنُ فِي أَهْلِ الصُّفَّةِ كُنْتُ أَحَقَّ أَنْ أُصِيبَ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ

اور انہیں میرے پاس بلا لاؤ اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے نہ ان کے اہل وعیال تھے نہ مال تھا اور نہ ان

شَرْبَةً أَتَقَوَّى بِهَا فَإِذَا جَاءَ أَمَرَنِي فَكُنْتُ أَنَا أُعْطِيهِمْ وَمَا عَسَى أَنْ

کا کوئی ٹھکانہ تھا۔ جب حضور کی خدمت میں صدقہ آتا تو ان کے پاس بھیج دیا کرتے اور صدقہ میں سے

يَبْلُغَنِي مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَطَاعَةِ رَسُولِهِ بُدٌّ

حضور کچھ نہیں لیتے اور جب ہدیہ آتا تو ان کو بلا لیتے اس میں سے حضور بھی کچھ تناول فرماتے اور

فَأَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَأَقْبَلُوا فَاسْتَأْذَنُوا فَأَذِنَ لَهُمْ وَأَخَذُوا مَجَالِسَهُمْ

اصحاب صفہ کو بھی شامل فرمانے۔ اس وقت اہل صفہ کا بلانا مجھے پسند نہیں آیا میں نے کہا کہ یہ ایک

مِنَ الْبَيْتِ قَالَ يَا أَبَا هِرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ خُذْ فَأَعْطِهِمْ

پیالہ دودھ اہل صفہ میں کیا کام دے گا میں اس کا حقدار ہوں کہ کل دودھ پی جاؤں جس سے

فَأَخَذْتُ الْقَدَحَ فَجَعَلْتُ أُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى ثُمَّ

مجھے تقویت ہو جب اہل صفہ آئیں گے تو مجھے حضور حکم دیں گے کہ میں انہیں دوں مجھے امید نہیں کہ

يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ فَأُعْطِيهِ الْقَدَحَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ

مجھے اس دودھ میں سے کچھ ملے لیکن اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا

الْقَدَحَ حَتّٰى انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوِيَ الْقَوْمُ

میں اصحاب صفہ کے پاس گیا اور ان سب کو بلا لایا وہ سب آئے انہوں نے اندر حاضری کا اذن طلب کیا

كُلُّهُمْ فَأَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهُ عَلٰى يَدِهِ فَنَظَرَ إِلَيَّ فَتَبَسَّمَ فَقَالَ يَا أَبَا هِرٍّ

حضور نے انہیں اذن دیا اندر آکر وہ لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ فرمایا اے ابو ہر میں نے عرض کیا حاضر ہوں

قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ بَقِيتُ أَنَا وَأَنْتَ قُلْتُ صَدَقْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ

یارسول اللہ! فرمایا دودھ کا پیالہ لے اور میں نے پیالہ لیا میں ایک ایک شخص کو پیالہ دیتا وہ سیر ہو کر پی لیتا پھر پیالہ مجھے

قَالَ اقْعُدْ فَاشْرَبْ فَقَعَدْتُ فَشَرِبْتُ فَقَالَ اشْرَبْ فَشَرِبْتُ فَمَا زَالَ

لوٹا دیتا پھر پیالہ میں دوسرے کو دیتا وہ سیر ہو کر پی لیتا پھر پیالہ مجھے لوٹا دیتا یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

يَقُولُ اشْرَبْ حَتّٰى قُلْتُ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَجِدُ لَهُ مَسْلَكًا قَالَ

وسلم تک میں پہنچ گیا اور کل اصحاب صفہ سیر ہو چکے تھے حضور نے پیالہ لے لیا اور اپنے ہاتھ پر رکھا پھر میری طرف

فَارِنِیْ فَاَعْطَیْتُہُ الْقَدَحَ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَسَمّٰی وَشَرِبَ الْفَضْلَۃَ .

دیکھا اور مسکرائے اور فرمایا اے ابو ہرّ میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ! فرمایا میں اور تم باقی رہ گئے میں نے عرض کیا سچ فرمایا آپ نے یا رسول اللہ! فرمایا بیٹھ اور پی میں بیٹھ کر پینے لگا فرمایا اور پی میں نے اور پیا حضور مسلسل فرماتے رہے پی، یہاں تک کہ میں نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اب میں اس کی کوئی گنجائش نہیں پاتا فرمایا تو اب مجھے دے میں نے پیالہ حضور کو دے دیا حضور نے اللہ کی حمد کی بسم اللہ پڑھا اور سب دودھ پی لیا۔

**تشریحات** ۲۷۳۶ سند کے شروع میں حدثنی ابو نُعیم بنحو من نصف ھذا الحدیث۔

اس پر اشکال یہ ہے کہ یہاں نصف سے مراد کیا ہے اول یا آخر؟ پھر جب سند کے ساتھ نصف ہی حدیث مذکور ہے جو مذکور نہیں وہ بغیر سند کے رہ جائے گی اس اشکال کا جواب علامہ کرمانی نے یہ دیا کہ امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الاطعمہ میں یوسف بن عدی مروزی کے طریقہ سے ذکر کیا ہے وہ حدیث اس حدیث کے نصف کے قریب ہے خیال یہ ہے کہ امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ یہاں نصف سے مراد تو وہ حصہ ہے جو کتاب الاطعمہ میں مذکور نہیں اور یہاں بطریق ابو نعیم مذکور ہے اب پوری حدیث مسند ہو جائے گی بعض بطریق یوسف بن عدی اور بعض بطریق ابو نعیم۔ اللّٰہُ الذی حرف قسم کے حذف کے ساتھ اسم جلالت منصوب اور ایک روایت واؤ کے اظہار کے ساتھ بھی ہے اس صورت میں جر ہوگا اور ایک روایت رفع کے ساتھ بھی ہے پہلی دونوں صورتوں میں تو ظاہر ہے کہ یہ قسم ہے جو واقعہ مذکور ہے اس کی اہمیت بتانے کے لیے قسم کے ساتھ کلام شروع فرمایا اور رفع کی صورت میں بطور تبرک آیۂ کریمہ کی تلاوت فرمائی۔ ضمنی طور پر اس کا فائدہ بھی واقعہ کی توکید ہے کہ اللہ کا نام لے کر جو بات ذکر کی جارہی ہے وہ غلط نہیں۔ اَبَاھِرّ حضرات ابو ہریرہ کی کنیت ابو ہریرہ تھی اس کی ترخیم ھریرٌ آئے گی نہ ھِرٌّ۔ ایسا کبھی کبھی اہل زبان خلاف قیاس کر دیتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصود مونث کو مذکر سے اور مصغر کو مکبر سے بدلنا ہوتا ہے۔ ہریرہ مونث ہے اور ھِرَّۃ کی تصغیر ہے ھِرَّۃٌ مونث ہے اور مکبر۔ اسی کی ترخیم ہِرٌّ ہے اس کے راء کو تشدید بھی پڑھ سکتے ہیں اور سکون بھی۔ اسی واقعہ کو سامنے رکھ کر مجدد اعظم اعلیٰحضرت قدس سرہ نے عرض کیا ہے۔

کیوں جناب بوہریرہ کیسا تھا وہ جام شیر ؛ جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے مُنھ پھر گیا

اس پر شریف دیوبندی یہ اعتراض کرتے ہیں یہ کیسے معلوم کہ اس وقت ستر ہی اصحاب صفہ تھے کیوں کہ ان کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی ــــ یہ صحیح ہے کہ ان کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی لیکن غالب

اکثر ان کی تعداد ستر ہی رہتی تھی۔ اسی بخاری کتاب الصلوٰۃ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا۔ اسی روایت کو سامنے رکھ کر اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے وہ فرمایا۔

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا أَكَلَ اٰلُ |
| ۲۷۳۷ | ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی |
| | مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُكْلَتَيْنِ فِي يَوْمٍ إِلَّا إِحْدَاهُمَا تَمْرٌ ؏ |
| | دن دو ایسا لقمہ نہیں کھایا جس میں ایک کھجور نہ ہو۔ |
| حدیث | عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ |
| ۲۷۳۸ | ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بچھونا |
| | مِنْ أَدَمٍ وَحَشْوُهُ مِنْ لِيفٍ۔ |
| | چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے ریشے بھرے ہوئے تھے۔ |
| حدیث | عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ يَأْتِي عَلَيْنَا الشَّهْرُ مَا نُوقِدُ فِيهِ نَارًا۔ |
| ۲۷۳۹ | ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ ہم پر ایک مہینہ گزر جاتا |
| | إِنَّمَا هُوَ التَّمْرُ وَالْمَاءُ إِلَّا أَنْ نُؤْتَى بِاللَّحِيمِ۔ |
| | جس میں ہم آگ نہیں جلاتے۔ اس میں ہماری غذا کھجور اور پانی ہوتا مگر ہمارے پاس کہیں سے تھوڑا سا گوشت آجاتا۔ |
| حدیث | عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى |
| ۲۷۴۰ | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| | اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْ اٰلَ مُحَمَّدٍ قُوتًا ؏ |
| | نے فرمایا اے اللہ آل محمد کو خوراک عطا فرما۔ |

## بَابُ الْقَصْدِ وَالْمُدَاوَمَةِ عَلَى الْعَمَلِ ص۹۵۷

میانہ روی اور عمل پر پابندی

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ أَحَبُّ الْعَمَلِ |
| ۲۷۴۱ | ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ عمل |

ع۵ مسلم: آخر کتاب۔ س۵ مسلم: زکوٰۃ۔ ترمذی: زہد، نسائی: رقائق۔

إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي يَدُومُ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ۔

سب سے زیادہ پسند تھا جس پر عامل پابندی کرے۔

| حدیث | عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ |
|---|---|
| ۲۷۴۲ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے |

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُنْجِيَ أَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ قَالُوا وَلَا أَنْتَ يَا

فرمایا تم میں سے کسی کو اس کا عمل ہرگز نجات نہیں دے گا۔ لوگوں نے عرض کیا اور نہ آپ کو یا رسول اللہ؟ فرمایا اور نہ

رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ سَدِّدُوا وَقَارِبُوا

مجھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے، ٹھیک سے رہو اور معتدل رہو صبح و شام چلو اور کچھ رات کے

وَاغْدُوا وَرُوحُوا وَشَيْءٌ مِنَ الدُّلْجَةِ وَالْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوا ؎

اگلے حصے میں میانہ روی اختیار کرو، میانہ روی اختیار کرو، منزل تک پہنچ جاؤ گے۔

## ۲۷۴۲ تشریحات

یہ حدیث مشکل ترین احادیث میں سے ہے اس کا ظاہر مفہوم آیت قرآنیہ کے معارض ہے ارشاد ہے۔ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (زخرف آیت ۷۲) اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کیے گئے اپنے اعمال سے ــــ اور فرمایا سلامٌ علیکم ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعملون۔ (النحل/۳۲) کہ سلامتی ہو تم پر جنت میں جاؤ بدلہ اپنے کیے کا۔ یہ دونوں آیتیں اس پر نص ہیں کہ جنت عمل کی جزا میں ملے گی۔ شارحین نے جو اس کے جوابات دیے ہیں۔ وہ سب محل نظر ہیں۔ اس خادم کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ بشرط ایمان عمل کی جزا جنت ہے مگر اس وقت جب کہ وہ قبول ہو اور اعمال کا قبول ہونا اللہ کی مشیت پر ہے تو مآل کار یہی نکلا کہ نجات اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے ــــ دوسری بات یہ ہے کہ ہم کتنے ہی عمل کریں اللہ عزوجل کی نعمتوں کے شکر کے مقابلے میں وہ کم ہی ہیں۔ پھر ان کی جزا کا سوال ہی نہیں۔ جو انعام و اکرام ملے گا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے ملے گا۔

| حدیث | عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى |
|---|---|
| ۲۷۴۳ | ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَاعْلَمُوا أَنْ لَنْ يُدْخِلَ أَحَدَكُمْ عَمَلُهُ

نے فرمایا اعتدال کے ساتھ رہو میانہ روی اختیار کرو اور جان لو کہ تم میں کسی کو اس کا عمل جنت میں ہرگز داخل نہیں کرے گا

ع مرضی

271

اَلْجَنَّةَ وَاَنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اَدْوَمُهَا اِلَى اللّٰهِ وَاِنْ قَلَّ۔

اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر سب سے زیادہ پابندی کی جائے اگرچہ وہ کم ہو۔

حدیث ۲۷۴۴

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ قَالَ اَدْوَمُهُ وَاِنْ قَلَّ وَقَالَ اكْلَفُوْا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا تُطِیْقُوْنَ۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے فرمایا جس پر سب سے زیادہ پابندی کی جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔ اور فرمایا لوگوں کو اتنے ہی عمل کی تکلیف دو جس کی وہ طاقت رکھتے ہوں۔

بَابُ حِفْظِ اللِّسَانِ وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ وَقَوْلِهٖ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ ص ۹۵۸

زبان کی حفاظت کرنا اور جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے وہ اچھی بات کہے یا چپ رہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان کہ کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔ ع

حدیث ۲۷۴۵

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ یَّضْمَنْ لِیْ مَا بَیْنَ لَحْیَیْهِ وَمَا بَیْنَ رِجْلَیْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ ع

جضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو میرے لیے ضامن ہو اس کا جو اس کے دونوں داڑھوں اور دونوں پاؤں کے درمیان ہو تو میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔

حدیث ۲۷۴۶

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الْعَبْدَ یَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا یَتَبَیَّنُ فِیْهَا یَزِلُّ بِهَا فِی النَّارِ اَبْعَدَ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ ع

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بندہ بغیر سوچے سمجھے ایک بات کہہ دیتا ہے جس کے سبب جہنم میں گر پڑتا ہے دونوں مشرق کے درمیان جو دوری ہے اس سے زیادہ گہرائی میں۔

ع سورۂ ق آیت ۱۸ ع بخاری ثانی۔ محاربین۔ ع مسلم: آخر کتاب، ترمذی، زہد، نسائی، رقائق۔

| حدیث | عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی |
|---|---|
| ۲۷۴۷ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے |
| | عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ لَا یُلْقِیْ لَهَا |
| | فرمایا۔ کہ بندہ کبھی بلا قصد اللہ کی رضا مندی کی بات کہہ دیتا ہے جس سے اللہ اس کے درجے بلند |
| | بَالًا یَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجٰتٍ وَاِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ |
| | کرتا ہے اور بندہ کبھی بے سوچے سمجھے اللہ کی ناراضگی کی بات کہہ دیتا ہے |
| | اللّٰهِ لَا یُلْقِیْ لَهَا بَالًا یَهْوِیْ بِهَا فِیْ جَهَنَّمَ۔ |
| | جس سے جہنم میں گر جاتا ہے۔ |

**تشریحات** ۲۷۴۷ پہلی والی حدیث میں تھا ابعد ما بین المشرق ــ لفظ بین تعدد چاہتا ہے اور حدیث میں مذکور صرف ایک ہے جب کہ حقیقت میں مشرق متعدد ہیں۔ جاڑے کا الگ مشرق ہے اور گرمی کا الگ۔ بلکہ بنظر دقیق ہر دن کا مشرق الگ الگ ہے۔ اس لیے قرآن مجید میں ــ رب المشارق والمغارب بھی آیا ہے ــ اور رب المشرقین بھی آیا ہے اس لحاظ سے بین کا لفظ لائے ہیں۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اضداد میں سے ایک کو ذکر کر دیتے ہیں اور دوسرے کو چھوڑ دیتے ہیں جیسا کہ فرمایا گیا وَجَعَلَ لَکُمْ سَرَابِیْلَ تَقِیْکُمُ الْحَرَّ۔ اور تمہارے لیے کچھ پہناوے بنائے کہ تمہیں گرمی سے بچائیں (سورۂ نحل آیت ۸۱)

## بَابُ الْاِنْتِهَاءِ عَنِ الْمَعَاصِیْ ص ۹۵۹ گناہوں سے باز رہنا۔

| حدیث | عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ |
|---|---|
| ۲۷۴۸ | حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ |
| | صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِیْ وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰهُ کَمَثَلِ رَجُلٍ |
| | تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور اللہ نے جو کچھ میرے ساتھ بھیجا ہے اس کی مثال اس شخص کی ہے |
| | اَتٰی قَوْمًا فَقَالَ رَاَیْتُ الْجَیْشَ بِعَیْنَیَّ وَاِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ الْعُرْیَانُ |
| | جو کسی قوم کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی آنکھ سے لشکر دیکھا ہے اور میں نذیر العریان |
| | فَالنَّجَاءَ فَاَطَاعَهُ طَائِفَةٌ فَادَّلَجُوْا عَلٰی مَهْلِهِمْ فَنَجَوْا وَکَذَّبَتْهُ |
| | ہوں پس نجات کی جگہ ڈھونڈھ لو تو ایک گروہ نے اس کی بات مانی اور رات کی تاریکی میں اطمینان سے |

طَائِفَةٌ فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَاجْتَاحَهُمْ ؕ

بچ کر چلے گئے اور نجات پا گئے اور کچھ لوگوں نے اس کو جھٹلایا صبح کو ان پر لشکر آن پڑا اور اس نے ان لوگوں کو بالکلیہ برباد کر ڈالا۔

**تشریحات ۲۷۴۸**

النذیر العریان۔ عرب والوں کا دستور تھا کہ جب کوئی بہت اہم ڈراؤنی بات کی خبر دیتے تو کہتے انا النذیر العریان۔ اگرچہ وہ پورا لباس پہنے رہتا۔ قصہ یہ ہوا کہ ایک دفعہ ایک شخص کو دشمنوں نے پکڑ کر اس کے سب کپڑے چھین لیے اس کو ننگا کر دیا اسی طرح وہ اپنی قوم میں آیا اور چیخنے لگا انا النذیر العریان اسی وقت سے یہ بطور مثل مستعمل ہونے لگا۔ اَلنَّجَاءَ۔ اس میں دونوں لغت ہے۔ مد کے ساتھ بھی اور قصر کے ساتھ بھی اور یہ علی سبیل الإغراء منصوب ہے۔ فعل محذوف اطلبوا کا مفعول مطلق مان کر۔

**بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا۔** ص ۹۶۰

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان کہ جو میں جانتا ہوں اگر تم لوگ جانتے تو کم ہنستے۔

**حدیث ۲۷۴۹**

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ

حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ

کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو میں جانتا ہوں اگر تم لوگ جانتے

لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا ؕ

تو کم ہنستے اور زیادہ روتے۔

**بَابُ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ** ص ۹۶۰ جہنم خواہشات سے گھرا ہوا ہے۔

**حدیث ۲۷۵۰**

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ۔

نے فرمایا جہنم خواہشات سے گھرا ہوا ہے اور جنت تکلیف دہ باتوں سے گھری ہوئی ہے۔

ؕ الاعتصام: باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۱۰۸۱۔ مسلم: فضائل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ؕ بخاری۔ الایمان والنذور ص ۹۸۲۔

بَابُ اَلْجَنَّةُ اَقْرَبُ اِلٰی اَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ ص۹۶۰

جنت تمہارے قریب ہے تمہارے جپل کے تسمہ سے بھی زیادہ۔ اور جہنم بھی اسی کے برابر۔

| حدیث | عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ |
|---|---|
| ۲۷۵۱ | حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے |
| وَسَلَّمَ اَلْجَنَّةُ اَقْرَبُ اِلٰی اَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ ع | |
| فرمایا جنت تمہاری جپل کے تسمہ سے بھی زیادہ تم سے قریب ہے اور جہنم بھی اسی کے مثل۔ | |

بَابُ لِيَنْظُرْ اِلٰی مَنْ هُوَ اَسْفَلُ مِنْهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلٰی مَنْ فَوْقَهٗ۔ ص۹۶۰

اس کی جانب دیکھے جو اس سے کم درجے کا ہے اور اس کی جانب نہ دیکھے جو اس سے اونچے درجہ کا ہے۔

| حدیث | عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ |
|---|---|
| ۲۷۵۲ | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ |
| وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نَظَرَ اَحَدُكُمْ اِلٰی مَنْ فُضِّلَ عَلَیْهِ فِی الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰی مَنْ | |
| وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی اسے دیکھے جو مال اور خلق میں فضیلت دیا گیا ہے تو اسے | |
| هُوَ اَسْفَلُ مِنْهُ | |
| دیکھے جو اس سے کم درجے کا ہے۔ | |

بَابُ مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ اَوْ سَيِّئَةٍ ص۹۶۰

جس نے کسی نیکی یا برائی کا ارادہ کیا۔

| حدیث | عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ |
|---|---|
| ۲۷۵۳ | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِیْ عَنْ رَّبِّهٖ قَالَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی كَتَبَ | |
| سے روایت کرتے ہیں اور یہ حضور کی ان روایات میں سے ہے جو آپ اپنے رب سے | |

ع۵ مسند احمد بن حنبل اول ۳۸۷۔

الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا

کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں متعین کر دیں پھر ان کو بیان فرما دیا

كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا

اب اگر کسی نے کسی نیکی کا ارادہ کیا اور اسے کیا نہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے حضور اس کی ایک پوری

اللّٰهُ بِهَا عِنْدَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ إِلٰى أَضْعَافٍ

نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر اس نے عمل بھی کر لیا تو اللہ تعالیٰ اپنے حضور اس کی دس سے سات سو نیکیوں

كَثِيرَةٍ وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً

تک بلکہ اس سے زیادہ بھی دونا دون لکھتا ہے۔ اور جس نے کسی برائی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل نہیں کیا تو اللہ

فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ سَيِّئَةً وَاحِدَةً ؎

تعالیٰ اپنے حضور اس کی پوری ایک نیکی لکھتا ہے اور اگر برائی کا ارادہ کر کے اس نے اس کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالیٰ ایک برائی لکھے گا۔

**تشریحات ۲۷۵۳** پہلی جلد کی پہلی حدیث میں پوری بحث گزر چکی کہ نیکی کے ارادے پر ثواب ہے مگر برائی کے ارادہ پر کوئی گناہ نہیں۔ یہاں اس حدیث میں یہ زائد ہے کہ برائی کا ارادہ کرے اور پھر اللہ کے ڈر سے چھوڑ دے تو نیکی لکھی جائے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ہم گنہگاروں پر فضل ہے۔

## بَابُ مَا يُتَّقٰى مِنْ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ ص ۹۶۱ چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بچنا۔

**حدیث ۲۷۵۴** عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ إِنَّكُمْ لَتَعْمَلُوْنَ أَعْمَالًا هِيَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم لوگ کچھ کام کرتے ہو جو تمہاری نظروں میں

أَدَقُّ فِيْ أَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ وَإِنْ كُنَّا نَعُدُّ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

بال سے زیادہ ہلکا ہے اور ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کو ہلاک

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِيْ الْمُهْلِكَاتِ۔

کرنے والوں میں شمار کرتے تھے۔

**تشریحات ۲۷۵۴** یعنی تم لوگ کچھ گناہ صغیرہ کرتے ہو اور پرواہ نہیں کرتے۔ سوچتے ہو کہ اس سے کچھ نہیں بگڑے گا حالاں کہ عہد رسالت میں لوگ صغیرہ گناہوں

؎ مسلم: ایمان۔ نسائی: نعوت و رقائق۔

کو بھی ہلاک کرنے والا جانتے تھے اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر گناہ کے ارتکاب سے بچنے کی پوری طرح سے کوشش کرنی چاہیئے نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ کس پر مواخذہ کر دے۔ علاوہ ازیں صغیرہ پر اصرار اسے کبیرہ بنا دیتا ہے۔ اس لیے صغیرہ گناہوں سے بھی حسب استطاعت بچنے کی پوری کوشش لازم ہے۔

## بَاب رفع الامانة ص ۹۶۱ امانت کا اٹھ جانا۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۷۵۵ | حَدَّثَنَا حُذَيْفَةُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ |
| | حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے دو |
| | حَدِيْثَيْنِ رَأَيْتُ اَحَدَهُمَا وَاَنَا اَنْتَظِرُ الْاٰخَرَ حَدَّثَنَا اَنَّ الْاَمَانَةَ |
| | حدیثیں بیان فرمائیں ان میں سے ایک کو میں نے دیکھ لیا اور دوسری کا انتظار کر رہا ہوں ہم سے حضور نے یہ |
| | نَزَلَتْ فِيْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ |
| | حدیث بیان فرمائی کہ امانت لوگوں کے دلوں کی جڑ میں اتری پھر لوگوں نے قرآن کا علم حاصل کیا پھر لوگوں |
| | السُّنَّةِ وَحَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِهَا قَالَ يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ |
| | نے سنت کا علم حاصل کیا۔ اور حضور نے ہم سے امانت کے اٹھنے کو بیان کیا فرمایا ایسا ہوگا کہ آدمی سوتے گا اور |
| | مِنْ قَلْبِهٖ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ اَثَرِ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ فَيَبْقٰى |
| | امانت اس کے دل سے اٹھالی جائے گی نقطے کے برابر اس کا اثر رہ جائے گا پھر سوئے گا تو بقیہ امانت بھی اٹھا |
| | اَثَرُهَا مِثْلَ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهٗ عَلٰى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا |
| | لی جائے گی تو اس کے نشان آبلے کے مثل رہ جائے گا جیسے چنگاری تیرے پیر پر لڑھکے اور آبلے ڈال دے |
| | وَلَيْسَ فِيْهِ شَيْءٌ فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ وَلَا يَكَادُ اَحَدٌ يُؤَدِّيْ |
| | کہ تو اسے ابھرا ہوا دیکھتا ہے حالاں کہ اس میں کچھ نہیں لوگ خرید و فروخت کریں گے اور شاید ہی کسی کو پائیں گے |
| | الْاَمَانَةَ فَيُقَالُ اِنَّ فِيْ بَنِيْ فُلَانٍ رَجُلًا اَمِيْنًا وَيُقَالُ |
| | جو امانت ادا کرے کہا جائے گا کہ فلاں قبیلے میں ایک امانت دار شخص ہے اور ایک شخص کو کہا جائے گا کہ |
| | لِلرَّجُلِ مَا اَعْقَلَهٗ وَمَا اَظْرَفَهٗ وَمَا اَجْلَدَهٗ وَمَا فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ |
| | وہ کتنا عقل مند ہے اور کتنا ہوشیار ہے اور وہ کتنا بہادر ہے حالاں کہ اس کے دل میں رائی کے دانے |
| | حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ وَلَقَدْ اَتٰى عَلَيَّ زَمَانٌ وَلَا اُبَالِيْ اَيُّكُمْ بَايَعْتُ |
| | کے برابر ایمان نہ ہوگا اور میرے اوپر ایک زمانہ گزر چکا ہے میں کوئی پرواہ نہیں کرتا تھا |

لَئِنْ كَانَ مُسْلِمًا رَدَّهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامُ وَإِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا رَدَّهُ عَلَيَّ سَاعِيهِ

کہ میں کس سے خرید و فروخت کرتا ہوں اگر وہ مسلمان ہوتا تو اسلام اس کو صحیح طریقے پر قایم رکھتا

فَأَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ أُبَايِعُ إِلَّا فُلَانًا وَفُلَانًا ۔ ع

اور اگر نصرانی ہوتا تو اس کے کارندے صحیح طریقے پر قایم رکھتے لیکن آج فلاں اور فلاں کے سوا کسی سے خرید و فروخت نہیں کرتا

تشریحات ۲۷۵۵ :۔ قولہ حدیثین اس سے مراد ایک وہ حدیث ہے جو امانت کے اترنے میں وارد ہے دوسری امانت کے اٹھائے جانے میں وارد ہے۔ "جذر" اس کے معنیٰ ہر چیز کی جڑ کے ہیں اسی سے آنا ہے حساب کی اصل نسب کی اصل اور درخت کی جڑ کو جذر کہتے ہیں حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ ان میں سے ایک کو میں نے دیکھا یعنی لوگوں کے دلوں میں امانت کو اترتے کو کہ لوگ فطری طور پر امانت دار تھے پھر ایمان و اسلام کی برکت سے امانت دار تھے ـــ فرمایا دوسرے کا انتظار کر رہا ہوں۔ یعنی امانت کے اٹھائے جانے کا۔

| | |
|---|---|
| حدیث | أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ |
| ۲۷۵۶ | حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرمایا |
| | صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا النَّاسُ كَالْإِبِلِ الْمِائَةِ لَا تَكَادُ تَجِدُ فِيهَا رَاحِلَةً ۔ |
| | لوگ اونٹ کے مثل ہیں سو اونٹ میں بمشکل ایک سواری کے لائق پاتے گا تو۔ |

تشریحات ۲۷۵۶ :۔ علامہ قرطبی نے فرمایا مراد یہ ہے کہ ایسے لوگ جو ذہین فطین صاحب علم و فضل دین دار، خدا ترس لوگوں کے خیر خواہ ہوں۔

## بَابُ الرِّيَا وَالسُّمْعَةِ ص۹۶۲ ریا و سمعہ کا بیان۔

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُبًا يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى |
| ۲۷۵۷ | حضرت سلمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنا۔ فرماتے تھے کہ |
| | عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ |
| | نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے علاوہ میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |

ع فتن۔ باب اذا بقی محثالۃ من الناس ص۱۰۴۹ الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص۱۰۷۹ مسلم۔ ایمان، ترمذی۔ فتن۔ ابن ماجہ فتن۔

غَيْرَهُ فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے فرمایا۔ اس لیے میں ان سے قریب ہوا میں نے سنا کہتے تھے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو سنانا چاہے گا

مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ يُّرَائِيْ يُرَائِ اللّٰهُ بِهٖ ؎

اللہ تعالیٰ اسے سنوا دے گا اور جو دکھانا چاہے گا اللہ تعالیٰ دکھا دے گا۔

## تشریحات ۲۷۵۷

کتاب الاحکام میں یہ حدیث مفصل یوں ہے بطریق اسحاق واسطی۔ طریف ابی تمیمہ کہتے ہیں کہ میں صفوان بن محرز اور جندب اور ان کے اصحاب کے پاس حاضر ہوا۔ اور وہ اپنے اصحاب کو وصیت کر رہے تھے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جو سنانا چاہے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے سنائے گا۔ فرمایا اور جو اختلاف کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر پھوٹ ڈالے گا لوگوں نے کہا ہمیں وصیت فرمائیے۔ فرمایا انسان کے جسم میں سب سے پہلے اس کا پیٹ سڑے گا تو جس سے ہو سکے پاک کے علاوہ کچھ نہ کھائے تو وہ ایسا ہی کرے اور جو یہ چاہتا ہو اس کے اور جنت کے درمیان ہتھیلی بھر خون جسے اس نے ناحق بہایا ہو، حائل نہ ہو تو ایسا ہی کرے۔ فربری نے کہا میں نے ابو عبداللہ یعنی امام بخاری سے پوچھا کون کہتا ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ جندب؟ کہا۔ ہاں! جندب۔ من سمّع سمّع اللہ۔ یعنی جو کام اللہ کی خوشنودی کے لیے نہ کیا جائے بلکہ نام و نمود اور شہرت حاصل کرنے کے لیے کیا جائے اس پر کوئی ثواب مرتب نہیں۔ زیادہ سے زیادہ اس کو دنیا میں شہرت اور عزت حاصل ہوگی اور بس! سمّع کے معنی ہوتے ہیں سنانے کے لیے۔ یعنی اس نیت سے کوئی کام کیا جائے کہ اس کا خوب چرچا ہو۔ کچھ لوگ ذکر کریں کچھ لوگ سنیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ شہرت ہو۔

## بَابُ التَّوَاضُعِ ص ۹۶۲ تواضع کا بیان

| حدیث | عَنْ عَطَاءٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ |
|---|---|
| ۲۷۵۸ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے |

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ قَالَ مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے گا تو میں اس کو لڑائی کا چیلنج

؎ بخاری۔ الاحکام: باب من شاق شاق اللہ علیہ۔ مسلم: آخر کتاب۔ ابن ماجہ: زہد

بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ

دیتا ہوں اور میرا بندہ جن چیزوں کے ذریعہ میری قربت چاہتا ہے ان میں سب سے زیادہ فرائض مجھے

وَلَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أَحْبَبْتُهُ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي

محبوب ہیں۔ اور نوافل کے ذریعہ بندہ میرے قریب ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنا لیتا

يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي

ہوں اور میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے

يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ وَمَا

اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر

تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ

وہ مجھ سے مانگے تو میں اس کو ضرور ضرور دوں گا۔ اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا اور میں

وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ

کسی چیز میں تردد نہیں کرتا جس کو میں کرنا چاہتا ہوں جتنا تردد کرتا ہوں مومن کی جان کے بارے میں۔ وہ موت

کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کے برائی میں پڑنے کو ناپسند کرتا ہوں۔

## تشریحات ۲۷۵۸

یہ حدیث قدسی ہے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے اس کا بھی احتمال ہے کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ اخذ فرمایا ہو یا تو کلام ربانی سن کر عالم بیداری میں یا عالم خواب میں یا اللہ عزوجل نے اپنے ان کلمات کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں القا فرمایا ہو۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ ارشاد ربانی بواسطہ جبریل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچا ہو۔

اس حدیث کی سند پر کچھ کلام کیا گیا ہے اس کے ایک راوی خالد بن مخلد متکلم فیہ ہیں۔ علامہ ذہبی نے میزان میں ان کے ذکر میں لکھا ان کی کچھ حدیثیں منکر ہیں اور ابو حاتم کا قول نقل فرمایا کہ یہ قابل احتجاج نہیں۔ ابن عدی نے ان کی دس منکر حدیثوں کی تخریج کی۔ اس حدیث کے بارے میں کہا اگر صحیح کی ہیبت نہ ہوتی تو محدثین اس حدیث کو خالد بن مخلد کے منکرات میں شمار کرتے یہ متن اس سند کے سوا کسی اور سند کے ساتھ مروی نہیں اور سوا بخاری کے اسے کسی نے روایت نہیں کیا۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ ابن معین سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ یہ لا باس بہ ہیں اور ابو حاتم نے کہا کہ اس کی حدیث لکھی جائے گی اور ابو داؤد نے کہا صدوق ہیں لیکن ان میں تشیع ہے اور وہ میرے نزدیک انشاء اللہ تعالیٰ لا باس بہ ہیں۔ اور سلف کے قول میں تشیع کا مطلب

رافضی ہونا نہیں ہوتا کہ اس کی حدیث ناقابل قبول ہو غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل اہل حدیث کے نادان دوست میاں نذیر حسین صاحب نے معیار الحق میں جو ان کی زندگی بھر کی کمائی ہے محمد بن فضیل صحیحین کے راوی پر یہ جرح کی کہ وہ منسوب برفض ہیں شیخ جی کی حدیث دانی کا بھانڈا پھوڑنے کے لیے مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی یہ تنقید ملاحظہ فرمایئے۔

یہ بکف چراغی قابل تماشہ کہ ابن فضیل کے منسوب بہ رفض ہونے کا دعویٰ کیا اور ثبوت میں عبارت تقریب رمی بالتشیع۔

مُلّا جی کو بایں سال خوری و دعوائے محدثی آج تک اتنی خبر نہیں۔ زبان متاخرین میں شیعہ روافض کو کہتے ہیں خذ لھم اللہ تعالیٰ جمیعًا بلکہ آج کل کے بے ہودہ مہذبین روافض کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جانتے اور انہیں شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں۔ خود مُلّا جی کے خیال میں اپنی مُلّائی جی کے باعث یہی تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکہ دینے کے لیے متشیع کو رافضی بنایا حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حُسن عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ان میں افضل جانتا شیعی کہا جاتا بلکہ جو صرف امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تفضیل دیتا اسے بھی شیعی کہتے حالانکہ یہ مسلک بعض علمائے اہلسنت کا تھا اسی بنا پر متعدد کو شیعہ کہا گیا بلکہ کبھی محض غلبۂ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شیعیت سے تعبیر کرنے حالانکہ یہ محض سنیت ہے۔ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود انہیں محمد بن فضیل کی نسبت تصریح کی کہ ان کا تشیع صرف موالات تھا وبس حیث قال۔

محمد بن فضیل بن غزوان المحدث الحافظ کان من علماء ھذا الشان وثقہ یحیی بن معین وقال احمد حسن الحدیث شیعی قلت کان متولیا فقط۔

محمد بن فضیل محدث حافظ بڑے شان کے علماء میں سے تھے یحیٰی بن معین نے ان کو ثقہ بتایا امام احمد نے کہا کہ حسن الحدیث ہیں مگر اہل بیت سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے اور بس۔

حاشیے میں میزان سے امام حاکم کے احوال میں پہلے یہ نقل فرمایا کہ کسی نے ان کو رافضی کہا پھر لکھا اللھم یحب الانصاف ما الرجل رافضی بل شیعیٌ فقط، اللہ انصاف کو پسند فرماتا ہے امام حاکم رافضی نہیں صرف شیعی ہیں ع۱

ع۱ فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۲۹۶/۹۷۔

اسی طرح اس حدیث کے دوسرے راوی شریک بن عبداللہ بن ابی نمیر پر بھی کلام کیا گیا ہے یہ بھی معراج کی حدیث کے راوی ہیں جس میں انہوں نے کمی زیادتی کی ہے اور تقدیم و تاخیر کر دی ہے اور ایسی باتیں ذکر کی ہیں جس کو کسی نے ذکر نہیں کیا ہے علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا کہ یحییٰ بن معین اور نسائی نے فرمایا کہ لاباس بہ ہیں اور ابن سعد نے کہا کہ ثقہ اور کثیر الحدیث ہیں۔

سند الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی نے ذہبی کے اس قول کو مردود بتایا ہے کہ یہ متن سوائے اس سند کے کسی دوسری کتاب میں مروی نہیں، اور یہ کہ سواء بخاری کے کسی نے اس کی تخریج نہیں کی۔ وہ لکھتے ہیں۔

اس حدیث کے دوسرے بہت سے طریقے بھی ہیں جن سب کا مجموعہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس حدیث کی اصل ہے۔ اول۔ یہ حدیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے جس کی تخریج امام احمد نے کتاب الزہد میں وابن ابی الدنیا ابو نعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے زہد میں بطریق عبدالواحد بن میمون عن عروہ کی ہے۔ نیز طبرانی نے بطریق یعقوب مجاہد بن عروہ بھی تخریج کی ہے ثانی۔ یہ حدیث حضرت ابوامامہ سے مروی ہے جسے طبرانی نے اور بیہقی نے زہد میں روایت کیا ہے۔ نیز مولیٰ المسلمین امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے جسے اسماعیلی نے مسند علی میں روایت کیا۔ ثالث۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے جس کی تخریج طبرانی نے کی۔ رابع۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس کی تخریج ابو یعلیٰ اور بزار اور طبرانی نے کی۔ خامس۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مختصراً مروی ہے جس کی تخریج طبرانی نے کی ہے۔ سادس۔ حضرت معاذ بن جبل سے بھی مروی ہے جس کی تخریج ابن ماجہ نے اور ابو نعیم نے حلیہ میں کی ہے۔ سابع۔ حضرت وہب بن منبہ سے بھی مقطوعاً مروی ہے جسے امام احمد نے زہد میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں تخریج کی ہے ان میں سے کچھ حدیثوں کی سند ضعیف ہے لیکن کثرت طرق سے ضعف ختم ہو گیا جیسا کہ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ نیز ان میں سے بعض طرق کی حدیثیں مختصر ہیں جیسے حضرت حذیفہ کی حدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

قولہ من عَادَلِیْ ولیًا۔ اس حدیث میں عَادَ باب مفاعلۃ کا صیغہ ہے جو مشارکت چاہتا ہے لیکن یہاں مشارکت مراد نہیں جیسے آیۃ کریمہ سارعوا الی مغفرۃ من ربکم میں۔ اسی حدیث سے اہل باطن نے استخراج فرمایا کہ اگر کوئی

شخص از خود ظالموں سے ظلم کا بدلہ نہ لے صبر کرے تو اللہ تعالیٰ ظالموں کو ضرور سزا دیتا ہے اس کے نظائر بکثرت ہیں۔

**ولی**۔ وہ مومن عارف باللہ ہے جو طاعات کو پوری پابندی کے ساتھ ادا کرتا رہے اور محرمات سے بچتا رہے وہ بھی اللہ کی رضا کے لیے نہ کہ عزت و شہرت حاصل کرنے کے لیے اور دکھاوے کے لیے اس لیے جو شریعت کا پابند نہیں وہ ولی نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ ہوا میں اڑے۔ جوگی جے پال حالتِ کفر میں قادر تھے کہ اپنے حریف پرتھور پر سائیں آگ برسائیں خود ہوا میں اڑیں، کیا اس وقت وہ ولی تھے؟ ارشاد ہے ۔ اِنْ اَوْلِیَاءُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ۔ اللہ کے ولی وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں۔

**قولہ وما تقرب** ۔ اس سے ثابت ہوا کہ فرائض کی پابندی اور ادائیگی بہ نسبت نوافل کے افضل ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ فرائض ادا کرنے میں ثواب کی امید ہے اور ترک میں عذاب کا استحقاق اور نوافل کی ادائیگی میں ثواب کی امید اور ترک پر کوئی گناہ نہیں نیز فرائض مامور بہ ہیں ان کا کرنے والا تابع فرمان ہے اس میں آمر کی عظمت ظاہر ہے اس میں عبودیت کا تذلل بھی ہے نیز فرائض اصل ہیں اور نوافل فرع حتیٰ کہ حدیث میں فرمایا گیا کہ جو فرائض ترک کیے ہوں اور نوافل ادا کرے تو اس کے سارے نوافل زمین و آسمان کے درمیان معلق رہیں گے مقبول نہ ہوں گے اسی لیے علماء نے فرمایا جس کے فرائض قضا ہو گئے ہوں وہ بجائے نوافل کے فرائض کی قضا کرے۔

**قولہ ولا یزال عبدی** ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ فرائض کی کماحقہ ادائیگی کے بعد نوافل کی ادائیگی کرتا ہے یہ مطلب نہیں کہ فرائض چھوڑے اور نوافل ادا کرے پھر بھی محبوب ہوگا۔ اس لیے کہ جو فرائض چھوڑے گا فاسق ہوگا وہ محبوب کیسے ہوگا نوافل چونکہ بندہ اپنی طرف سے بخوشی ادا کرتا ہے اس لیے نوافل ادا کرنے والا محبت کا مستحق ہوا اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک شخص خدمت پر نوکر ہے جس کی تنخواہ لیتا ہے اور متعلقہ خدمت کے سوا کچھ انجام نہیں دیتا وہ مشاہرے کا ضرور مستحق ہے اور وہ ایک اچھا نوکر بھی کہلائے گا مگر دوسرا نوکر متعلقہ خدمات کے علاوہ مزید اپنی خوشی سے دوسری خدمات بھی انجام دیتا ہے یقیناً مالک اس دوسرے نوکر سے پہلے کی بہ نسبت زیادہ محبت کرے گا۔

**قولہ حتیٰ احببتہ** ۔ ہندوستانی رشیدیہ کے مطبوع میں "اَحْبَبْتُہٗ" ہے لیکن دوسرے نسخوں میں اور فتح الباری وغیرہ میں جو متن لیا گیا ہے اس میں "اُحِبُّہٗ" ہے اسی طرح دوسرے نسخوں اور فتح الباری وغیرہ میں جو متن لیا گیا ہے اس میں "فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ" ہے اور رشیدیہ کے مطبوعہ میں نہیں۔

قولہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ اور عبدالواحد کی روایت میں یہ زیادہ ہے "وَفُؤَادَهُ الَّذِي يعقل بہ ولسانہ الذی یتکلم بہ" اور میمونہ کی روایت میں یہ بھی زائد ہے "وقلبہ الذی یعقل بہ۔ اب پوری حدیث یہ ہوئی میں اس کا کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کا پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اس کا دل ہوجاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے اور اس کی زبان ہوجاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔

یہ حدیث متشابہات میں سے ہے اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے کہ اللہ عزوجل جسم اور جسمانیات سے منزہ ہے پھر اس حدیث کا کیا مطلب؟ اس کا تحقیقی جواب وہی ہے کہ حقیقی مراد کو اللہ عزوجل جانے یا اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانیں، یہ ارشاد خدا ہے اور حق ہے اور بھی ہمارا ایمان۔ تاہم علماء نے اس کی مختلف توجیہیں کی ہیں اول یہ کہ بندہ بالکلیہ میرے ساتھ مشغول ہے تو وہ اپنے کان سے صرف انہیں باتوں کو سنتا ہے جو مجھے پسند ہیں اور اپنی آنکھ سے صرف انہیں چیزوں کو دیکھتا ہے جن کا دیکھنا مجھے پسند ہے یوں ہی اپنے ہاتھ میں صرف انہیں چیزوں کو لیتا ہے جن کی میں نے اجازت دی ہے اور وہیں جاتا ہے جہاں جانے کو میں نے اس کے لیے روا رکھا ہے اور زبان سے وہی نکالتا ہے جو حق ہے اور وہی سوچتا ہے جو میری مرضی ہوتی ہے۔ ثانی۔ میں اس کو اس کے تمام مقاصد عطا فرماتا ہوں گویا وہ اپنے مقاصد کو اپنے جوارح سے حاصل کرلیتا ہے یہ توجیہ حدیث کے آخری حصے "ان سالنی لأعطینہ" اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور ضرور دوں گا کے مطابق ہے۔ ثالث۔ میں اسکی مدد فرماتا ہوں جیسے اس کے اعضا اس کے کام میں لگے رہتے ہیں۔ رابع۔ اس حدیث میں مصدر بمعنی اسم مفعول ہے معنی یہ ہوئے کہ میں اس کا مسموع ہوجاتا ہوں کہ وہ صرف میرا ذکر سنتا ہے اور میری یاد سے لذت پاتا ہے اور مجھ سے مناجات میں انسیت پاتا ہے اور ہاتھ انہیں چیزوں کی طرف بڑھاتا ہے جس میں میری رضا ہے اور وہیں جاتا ہے جہاں جانا مجھے پسند ہے۔ خامس۔ طوفی نے کہا علمائے معتمدین نے اس پر اتفاق کیا کہ یہ کنایہ ہے بندے کی مدد اور اعانت کرنے سے۔ تمثیلاً فرمایا کہ جیسے کوئی دشمن کسی پر حملہ کرے تو بے اختیار اسکے جوارح اس کی حمایت کرتے ہیں اسی طرح بلا تمثیل میں اپنے بندے کی مدد فرماتا ہوں اگرچہ وہ درخواست نہ کرے، اس میں بعض معنی بعض کی طرف راجع ہیں لیکن بنظر دقیق کچھ فرق بھی ہے۔ [1]

سادس۔ امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سورۂ کہف کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۲۱ صـ ۹۱

اللہ تعالیٰ اس کی قوت سماعت اتنی قوی کر دیتا ہے کہ بلند و پست، نزدیک و دور کی آوازیں سنتا ہے اور اس کی آنکھ میں اتنی نورانیت پیدا فرما دیتا ہے کہ قریب و بعید کی سب چیزیں دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ میں اتنی قوت پیدا فرما دیتا ہے کہ نرم اور سخت ہموار اور پہاڑ اور دور و نزدیک میں تصرف کرتا ہے ان کی ایمان افروز اصل عبارت یہ ہے۔

وکذالك العبد اذا واظب علی النوافل بلغ الی المقام الذی یقول اللہ کنت له سمعًا و بصرًا فاذا صار نور جلال اللہ سمعه سمع القریب والبعید واذا صار ذالك النور بصرًا له رای القریب والبعید واذا صار ذالك النور یدًا له قدر علی التصرف فی الصعب والسهل والبعید والقریب۔

اور ایسے ہی بندہ جب طاعات کو پابندی کے ساتھ ادا کرتا رہتا ہے تو اس مقام پر پہونچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کا کان ہو جاتا ہوں میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں۔ پس جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کا کان ہو جاتا ہے تو نزدیک کی بات سنتا ہے اور دور کی بھی۔ اور جب وہ نور اس کے لیے آنکھ ہو جاتا ہے تو قریب کی چیز بھی دیکھتا ہے اور دور کی بھی اور جب وہ نور اس کے لیے ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ سخت زمین میں بھی تصرف کی قدرت رکھے گا اور نرم زمین میں بھی اور قریب پر اور دور بھی۔

اس معنی کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس میں یہ ہے فَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یَبْصُرُ وَبِیْ یَبْطِشُ وبی یمشی۔

سابع مراد یہ ہے کہ جس قدر جلد اس کا کان سنتا ہے اور اس کی آنکھ دیکھتی ہے اور اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں چلتا ہے اس سے بھی جلد میں اپنے ایسے بندوں کی حوائج کو پوری کرتا ہوں۔

ثامن۔ بعض متاخر صوفیہ نے فرمایا کہ یہ تعبیر ہے مقام فناء اور محو سے جو سلوک کی انتہائی غایت ہے۔

قولہ وما ترددت عن شئ۔ اس کا ظاہر مطلب یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تردد میں رہتا ہے کہ بندے کو موت دے یا شفا دے مگر یہ معنی کسی طرح صحیح نہیں۔ تردد اسے ہوتا ہے جو قادر نہ ہو اور اسے انجام کا حال معلوم نہ ہو اللہ تعالیٰ پر یہ محال ہے پھر جب موت کا وقت مقرر ہے یہ وقت موعود آجائے گا تو نہ ایک سکنڈ ادھر ہو گا نہ اُدھر۔ پھر اس میں تردد کیسا؟ علامہ خطابی نے اس کی دو تاویلیں کیں پہلی یہ کہ بندہ کبھی بیماری وغیرہ کی وجہ سے موت کے قریب ہو جاتا ہے اس حال میں اللہ سے دعا کرتا ہے اللہ اسے شفا دے دیتا ہے اور اس کی تکلیف دور کر دیتا ہے پہلے اس حال میں مبتلا کرنا کہ وہ موت کے قریب پہونچ گیا پھر اس کو شفا دینا دونوں

من جانب اللہ ہیں تو یہ ایسا ہی ہوگیا جیسے کوئی شخص کسی معاملے میں متردد ہے کہ ایک کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے پھر اس پر ظاہر ہوتا ہے کہ دوسرا کام بہتر ہے اسے چھوڑ کر دوسرا اختیار کرتا ہے پہلے بلا نازل کی کہ ہلاک کے قریب پہونچ گیا اس سے ظاہر ہوگیا کہ اسے زندگی سے محروم کرنا چاہتا ہے پھر شفا دیتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ زندہ رکھنا چاہتا ہے اس کو تردد سے تعبیر فرمایا حالانکہ حقیقت میں تردد نہیں۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ اللہ عزوجل کا اپنے محبوب بندوں پر اپنی رحمت اور خصوصی کرم کا اظہار کرنا ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ دنیا سے منتقل ہوکر میری بارگاہ میں حاضر ہو تاکہ وہ دنیا کے رنج ومحن سے چھٹکارا کرکے میری بارگاہ میں آکر ابدی راحت اور سرمدی عیش میں رہے مگر چونکہ وہ بتقضائے طبعی موت کو ناپسند اور زندگی کو پسند کرتا ہے تو میں اس کی زندگی کے مطابق چھوڑ دیتا ہوں۔

ایک توجیہ یہ ہے کہ میں بندے کے کسی معاملے میں متردد شخص کی طرح توقف نہیں کرتا ہوں سوائے محبوب بندے کی روح کے قبض کرنے میں کہ میں اس میں اس حد تک توقف کرتا ہوں جب تک وہ موت کا مشتاق نہ ہوتا کہ اس کے سبب مقربین کے گروہ میں شامل ہوکر اعلیٰ علیین میں جگہ پائے۔ ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ تردد سے مراد لطائف کے ذریعہ موت کی کراہیت کو دور کرنا ہے مثلاً مرض، انتہائی بڑھاپے فاقہ اور شدت بلا سے پریشان ہوکر دنیا کی مفارقت آسان ہو جائے اور وہ اس کا امیدوار ہو جائے اس کا جو خدا کے نزدیک ہے اور دار کرامت ونعیم باقی کا اس کے دل میں شوق پیدا ہو جائے اسی کو اللہ تعالیٰ نے تردد سے تعبیر فرمایا۔

یہ سب توجیہات وتاویلات ہیں اور بنیادی بات وہی ہے جو ہم نے شروع میں تحریر کیا کہ یہ حدیث متشابہات میں سے ہے جیسے تقرب، سمع، بصر، رجل ہے اسی طرح یہ تردد بھی ہے۔ اس کی حقیقی مراد کیا ہے یہ اللہ عزوجل جانے یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانیں۔ ہم بندوں کو راسخین فی العلم کی طرح یہی کہہ کر گزر جانا چاہیے۔

آمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا۔ ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔

قولہ یکرہ الموت۔ موت کی ناپسندیدگی نزع کی تکالیف کی وجہ سے ہے نزع کی تکلیف کا عالم کیا ہے اس کو ایک حدیث میں بیان فرمایا گیا۔ تلوار کے سو زخموں سے زیادہ تکلیف دہ نزع کا ایک جھٹکا ہے۔ حضرت سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاں کنی کے عالم میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا۔ سانس لینے میں اتنی تنگی ہے کہ محسوس ہوتا ہے کہ میں سوئی کے سوراخ

سے سانس لے رہا ہوں اور گویا کہ کانٹے کی شاخ میرے کھوپڑی سے پیر تک گھسیٹی جا رہی ہے۔ گلستاں میں ہے کہ جاں کنی کی حالت میں ایک شخص سے پوچھا گیا کہ کیا حال ہے تو اس نے کہا کہ اگر تمہارا کوئی دانت اکھاڑا جائے تو تمہارا کیا حال ہوگا اب جب کہ میرے جسم سے روح کھینچی جا رہی ہے تو میرا کیا حال ہوگا۔ تو حدیث کے اس حصے کا مطلب یہ ہوگا کہ بندہ موت کو ناپسند کرتا ہے تو میں بھی یہ ناپسند کرتا ہوں اور اس کی موت کو مؤخر کر دیتا ہوں۔ لیکن چونکہ کسی کو دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں اس لیے جب وقت موعود آجاتا ہے تو اٹھا لیتا ہوں۔ یہ حصہ حقیقت میں سبب ہے اس تردد کا جو پہلے مذکور ہوا۔ اور ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے جو بالکل ظاہر ہے جس کی طرف پہلے اشارہ بھی ہو چکا کہ بندہ بتقاضائے بشری موت کو ناپسند کرتا ہے اور وہ مرض یا درازیٔ عمر نقاہت و کم زوری کی وجہ سے اس کو جو اذیتیں پہونچتی ہیں اس کو میں ناپسند کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اسے دنیا سے اٹھا لوں مگر چونکہ بندہ دنیا میں رہنے کو پسند کرتا ہے تو اس کی پسند کو ترجیح دیتے ہوئے اسے دنیا میں رہنے دیتا ہوں۔

ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے چونکہ دنیا اللہ عزوجل کے جمال و کمال کی مظہر ہے وہ ذرے ذرے میں اللہ عزوجل کا جلوہ دیکھتا ہے تو زندہ رہنا چاہتا ہے تاکہ دنیا کے آئینہ خانہ میں اللہ عزوجل کا جلوہ دیکھتا رہے اور اللہ عزوجل کو یہ گوارا نہیں کہ محبوب کی دل شکنی ہو اس لیے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں باقی رکھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ میرا محبوب دنیا کے رنج و محن میں گرفتار رہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو اس کی مرضی کے مطابق زندہ رکھتا ہے اور جب بندوں کی نظروں سے یہ حجاب اٹھ جاتا ہے کہ آئینے میں جلوہ دیکھنے میں وہ لطف کہاں جو بلا واسطہ جلوہ دیکھنے میں ہے تو خود اسے موت کا شوق ہو جاتا ہے تو پھر میں اسے موت دیتا ہوں اس کا حاصل یہ نکلا کہ بندے کی دو حالت ہوتی ہے ابتداءً وہ موت کو ناپسند کرتا ہے مگر اخیر وقت میں اس بنا پر کہ موت ایک پل ہے جو محبوب کو محب تک پہونچاتا ہے تو موت کو پسند کرنے لگتا ہے جیسا کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اخیر عمر مبارک میں اپنی موت کے لیے دعا مانگی تھی اللّٰھم ارزقنی احسنہ۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ وَمَا اَمْرُ السَّاعَۃِ اِلَّا کَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ ھُوَ اَقْرَبُ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ ص ۹۶۳

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد میں مبعوث ہوا اور قیامت مثل ان دونوں کے ہے اور قیامت کا معاملہ صرف پلک جھپکنے بھر یا اس سے کم ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ص نحل۔ آیت ۷۷۔

272

**توضیح** قیامت کا دن پچاس ہزار سال ہوگا مگر خاصانِ خدا کے لیے یوں گزر جائے گا جیسے پلک جھپکی۔

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ |
| ۲۷۵۹ | حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا |
| بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ۔ | |
| میں مبعوث ہوا اور قیامت مثل ان دونوں کے ہے۔ | |
| حدیث | عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ |
| ۲۷۶۰ | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں |
| وَسَلَّمَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ يَعْنِيْ اِصْبَعَيْنِ۔ | |
| کہ فرمایا میں مبعوث ہوا اور قیامت مثل دونوں کے ہے یعنی دو انگلیوں کے۔ | |

**تشریح ۲۷۶۰** حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ زائد ہے کہ حضور نے اپنی دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا اور ان دونوں کو اٹھایا۔ مقصود یہ ہے کہ اب قیامت قریب ہے۔

باب ص ۹۶۳

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ |
| ۲۷۶۱ | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا | |
| نے فرمایا قیامت نہیں قایم ہوگی یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع کرے جب سورج مغرب سے طلوع | |
| فَاِذَا طَلَعَتْ وَرَاٰهَا النَّاسُ اٰمَنُوْا اَجْمَعُوْنَ فَذٰلِكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا | |
| ہوگا اور لوگ اسے دیکھ لیں گے تو سب کے سب ایمان لائیں گے ــــ یہی وہ ہے کہ فرمایا جو اس | |
| لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْ اِيْمَانِهَا خَيْرًا وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ | |
| سے پہلے ایمان نہیں لایا اس کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا۔ یا اپنے ایمان میں بھلائی نہیں کی اور قیامت | |
| وَقَدْ نَشَرَ الرَّجُلَانِ ثَوْبَهُمَا بَيْنَهُمَا فَلَا يَتَبَايَعَانِهِ وَلَا يَطْوِيَانِهِ | |
| قایم ہوگی اس حال میں کہ دو شخص اپنے کپڑے پھیلائے ہوں گے نہ انہیں بیچ پائیں گے اور نہ لپیٹ پائیں گے | |

وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدِ انْصَرَفَ الرَّجُلُ بِلَبَنِ لِقْحَتِهٖ فَلَا يَطْعَمُهٗ

اور قیامت قائم ہوگی اس حال میں کہ ایک شخص اونٹنی کا دودھ لے کر آئے گا مگر پی نہیں پائے گا۔ اور قیامت

وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَهُوَ يَلِيْطُ حَوْضَهٗ فَلَا يَسْقِيْ فِيْهِ وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ

قایم ہوگی اس حال میں کہ ایک شخص حوض لیپ رہا ہوگا مگر اس سے پانی نہیں لے سکے گا۔ اور قیامت قایم ہوگی

وَقَدْ رَفَعَ أُكْلَتَهٗ إِلٰى فِيْهِ فَلَا يَطْعَمُهَا۔

ایک شخص لقمہ منھ کی طرف لے جا چکا ہوگا مگر کھا نہیں سکے گا۔

۲۷۶۱

**تشریحات:** ترمذی میں ہے کہ مغرب میں ایک دروازہ کھلا ہوا ہے جو ستر سال کی مسافت کے برابر چوڑا ہے۔ وہ بند نہیں ہوگا یہاں تک کہ سورج مغرب سے نکلے۔ مغرب سے سورج کے طلوع ہونے کے وقت اس عظیم نشانی کو دیکھ کر سبھی ایمان لائیں گے مگر جو کافر ہوں گے ان کا ایمان معتبر نہ ہوگا۔ اسی طرح جو گنہگار توبہ کریں گے ان کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ اخیر کے ارشادات کا حاصل یہ ہے کہ قیامت اچانک آئے گی۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے۔ اور اچانک آجائے گی۔

**بَابُ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ** ص ۹۶۳

جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو پسند فرماتا ہے۔

**حدیث ۲۷۶۲**

عَنْ أَنَسٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ

نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔ اور

وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَوْ بَعْضُ أَزْوَاجِهٖ

جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند رکھتا ہے یہ سن کر

إِنَّا لَنَكْرَهُ الْمَوْتَ قَالَ لَيْسَ ذَاكِ وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ

حضرت عائشہ صدیقہ یا بعض ازواج مطہرات نے عرض کیا ہم موت کو ناپسند کرتی ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ

بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللّٰهِ وَكَرَامَتِهٖ فَلَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهٗ

علیہ وسلم نے فرمایا یہ مطلب نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب مومن کی موت یقینی طور پر قریب ہو جاتی ہے تو

فَأَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ وَأَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا حُضِرَ بُشِّرَ بِعَذَابِ

اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور عنایت کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کے آگے جو کچھ ہے اس سے زیادہ

اللّٰہِ وَعُقُوْبَتِہٖ فَلَیْسَ شَیْءٌ اَکْرَہَ اِلَیْہِ مِمَّا اَمَامَہٗ کَرِہَ لِقَاءَ اللّٰہِ

کوئی چیز پیاری نہیں ہوتی۔ اب وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسکی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور کافر کی موت

وَکَرِہَ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ ؏

جب قریب ہوتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب و سزا کی بشارت دیجاتی ہے اسوقت اسکے آگے جو کچھ ہے اس سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ اسکی ملاقات کو ناپسند فرماتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ

**حدیث ۲۷۶۳** عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ وَمَنْ کَرِہَ لِقَاءَ

کو پسند رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو پسند رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی

اللّٰہِ کَرِہَ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ ۔

اس سے ملاقات کو ناپسند رکھتا ہے۔

**تشریحات ۲۷۶۳**

ظاہر ہے کہ جس مسلمان کو اس کا اطمینان ہے کہ میں نے فرائض و واجبات کو اپنی استطاعت کے مطابق کماحقہٗ ادا کیے ہیں۔ گناہوں سے حتی الوسع بچتا رہا ہوں۔ اس کے ضمیر کی آواز یہی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہے۔ اس کے حضور حاضر ہوؤنگا تو مجھے انعام و اکرام سے نوازے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ضرور شائق ہوگا۔ اور جس بدنصیب کو اس کا یقین ہوگا کہ میں مومن نہیں جس نے رات دن برائیاں کیں۔ اس کے ضمیر کی آواز یہی ہوگی کہ اللہ عزوجل مجھ سے ناراض ہے وہ مجھے سزا دے گا۔ تو یقیناً وہ اللہ کے حضور حاضر ہونے کو ناپسند رکھے گا۔ رہ گیا طبعی طور پر موت کو ناپسند رکھنا یہ الگ بات ہے۔ موت کے ناپسند ہونے کا اس ارشاد سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ کے بہت سے بندے ہیں وہ موت کو ناپسند نہیں کرتے۔ بلکہ اس کی ہزار جان سے تمنا کرتے ہیں۔

## بَابُ سَکَرَاتِ الْمَوْتِ ص۹۶۴ موت کی شدت کا بیان۔

**حدیث ۲۷۶۴** عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رِجَالٌ مِنَ الْاَعْرَابِ جُفَاۃً یَاْتُوْنَ النَّبِیَّ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ کچھ دیہاتی گنوار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَسْئَلُوْنَہٗ مَتَی السَّاعَۃُ فَکَانَ یَنْظُرُ اِلٰی اَصْغَرِہِمْ

آتے اور قیامت کے بارے میں پوچھتے کب قیامت ہے؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان میں سے سب سے چھوٹے کی طرف

ع ترمذی اول۔ جنائز ص۲۰۵۔ ترمذی ثانی: زہد ص۵۷۔ مسلم: ذکر ص۳۲۴۔ نسائی اول: جنائز ص۲۶۰

فَيَقُوْلُ اِنْ يَّعِشْ هٰذَا الْاَيْدْرِكْهُ الْهَرَمُ حَتّٰى تَقُوْمَ عَلَيْكُمْ سَاعَتُكُمْ

دیکھئے اور فرماتے اگر یہ جیے تو اس کو بڑھاپا نہیں پائے گا کہ تم پر تمہاری قیامت قائم ہو جائے گی

قَالَ هِشَامٌ يَعْنِيْ مَوْتَهُمْ۔

ہشام نے کہا یعنی ان کی موت۔

**تشریحات** ۲۷۶۴

ساعتکم کی تفسیر موتھم حضرت ہشام نے کی ہے یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں۔ ایک اور حدیث میں فرمایا من مات فقد قامت قیامتہ۔ جو مر گیا اس کی قیامت قایم ہو گئی۔ اسی کے مطابق یہ ارشاد بھی ہے۔ اس حدیث کو باب سے بظاہر کوئی مطابقت نہیں باب تھا سکرات الموت اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں لیکن بتکلف یوں مطابقت پیدا کی جا سکتی ہے کہ ساعتھم سے مراد موتھم ہے اور ہر موت کے لیے سکرات ہے۔

**حدیث** ۲۷۶۵

عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ بْنِ رِبْعِيِّ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّهٗ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ

ابو قتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَيْهِ بِجَنَازَةٍ قَالَ مُسْتَرِيْحٌ وَمُسْتَرَاحٌ مِّنْهُ

وسلم کے قریب سے ایک جنازہ گزرا فرمایا آرام پایا ہوا ہے یا اس سے لوگ آرام پائے ہوئے ہیں لوگوں نے

قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْمُسْتَرِيْحُ وَمَا الْمُسْتَرَاحُ مِنْهُ قَالَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ

عرض کیا! یا رسول اللہ مستریح اور مستراح کیا ہے فرمایا موت سے مومن بندہ دنیا کی مشقت اور اس کی

يَسْتَرِيْحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْيَا وَاَذَاهَا اِلٰى رَحْمَةِ اللّٰهِ وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ

اذیت سے آرام پا جاتا ہے اور بدکار بندہ سے بندے اور شہر اور درخت

يَسْتَرِيْحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ ع

اور چوپائے آرام پا جاتے ہیں۔

**تشریحات:** ۲۷۶۵

عبد مومن سے مراد مومن کامل یعنی متقی ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مطلقاً ہر مومن مراد ہو۔ اسی طرح فاجر میں دو احتمال ہے یا تو اس سے مراد کافر ہو یا ہر فاسق خواہ وہ کافر ہو یا مومن۔ کافر اور فاسق سے بندوں کی راحت ظاہر ہے کہ بندے اس کی ایذاء رسانی اور ظلم سے

ع اس کے بعد متصلاً مسلم، نسائی۔

محفوظ ہو جاتے ہیں۔ بلاد کی راحت سے مراد یہ ہے کہ وہ غضب سے، فساد سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کی پیداوار غلط جگہ خرچ نہیں ہوتی۔ درخت کی راحت یہ ہے کہ وہ غصبًا کاٹے جانے اور پھل لینے سے محفوظ ہو جاتے ہیں چوپاؤں کی راحت یہ ہے کہ ظالم اسے کم خوراک دیتے ہیں۔ اور طاقت سے زیادہ کام لیتے ہیں اس سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| حدیث | حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ |
| ۲۷۶۶ | حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا |
| | رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْبَعُ الْمَيِّتَ |
| | میت کے ساتھ یا پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں دو لوٹ آتی ہیں۔ اور ایک باقی رہ جاتی ہے |
| | ثَلٰثَةٌ فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى مَعَهُ وَاحِدٌ يَتْبَعُهُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ |
| | اس کے پیچھے اس کے اہل اس کے مال اور اس کے عمل جاتے ہیں اہل اور مال لوٹ آتے |
| | فَيَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقٰى عَمَلُهُ عه |
| | ہیں اور اس کا عمل باقی رہتا ہے۔ |

**تشریحات ۲۷۶۶**

میت کے ساتھ اہل اور عمل کا جانا تو صحیح ہے مال کے جانے کا کیا مطلب ہے؟ میت کا مال تو اس کے گھر رہ جاتا ہے، شارحین نے فرمایا کہ یہ عرب کی عادت کے مطابق تھا کہ میت کے ساتھ اس کے چوپاؤں کو بھی قبرستان تک لے جاتے تھے اور غلام تو سبھی کے ساتھ ساتھ جاتے تھے۔ قبر میں انسان کے اچھے عمل حسین مرد کی شکل میں عمدہ کپڑے بہترین خوشبو کے ساتھ آتے ہیں اور کہتے ہیں تجھ کو اس چیز کی بشارت ہو جو تجھے خوش کرے گی وہ کہے گا تم کون ہو، وہ کہیں گے ہم تیرے اچھے عمل ہیں۔ اور کافر اور فاسق کے عمل بُرے مرد کی شکل میں آئیں گے اور کہیں گے میں تیرا بُرا عمل ہوں جیسا کہ مسند امام احمد میں ہے۔

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى |
| ۲۷۶۷ | حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے |
| | عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ عُرِضَ عَلٰى مَقْعَدِهِ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً إِمَّا النَّارُ |
| | فرمایا جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو اس کے ٹھکانے پر صبح شام پیش کیا جاتا ہے یا تو جہنم یا تو جنت |

عه مسلم۔ زہد۔ ترمذی۔ زہد۔ نسائی۔ رقائق۔ جنائز۔ مسند امام احمد۔ جلد چہارم ص۲۸۷۔ ص۲۹۶۔

وَاَمَّا الْجَنَّةُ فَيُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى تُبْعَثَ۔

پھر کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانہ ہے یہاں تک تو قبر سے اٹھایا جائے۔

## بَاب نَفْخِ الصُّوْرِ ص ۹۶۵ صور پھونکنے کا بیان۔

| ت | قَالَ مُجَاهِدٌ اَلصُّوْرُ كَهَيْئَةِ الْبُوْقِ زَجْرَةٌ صَيْحَةٌ۔ |
|---|---|
| ۷۶۴ | حضرت مجاہد نے کہا صور قرناء (نرسنگھا) کے مثل ہے۔ زجرۃ کے معنی صیحۃ ہے۔ |

یعنی چیخ۔ ارشاد ہے فانما ھی زجرۃ واحدۃ۔ یہ تو ایک جھڑک ہے یعنی نفخ ثانیہ کے وقت ایک چیخ سنائی دے گی۔ اور سب لوگ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔

| ت | وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَلنَّاقُوْرُ الصُّوْرُ، اَلرَّجْفَةُ |
|---|---|
| ۷۶۵ | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ ناقور سے مراد صور ہے۔ الرجفۃ سے مراد |
| | اَلنَّفْخَةُ الْاُوْلٰى۔ وَالرَّادِفَةُ النَّفْخَةُ الثَّانِيَةِ۔ |
| | نفخۂ اولیٰ ہے اور رادفہ سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے۔ |

**تشریحات ۷۶۵** ارشاد ہے۔ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ۔ (سورہ مدثر آیت ۸) جب صور میں پھونکا جائے۔ اور ارشاد ہے يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ۔ جس دن تھرتھرائے گی تھرتھرانے والی۔ اس کے پیچھے آئے گی آنے والی۔ (سورۂ نازعات آیت ۶-۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ پہلی آیت میں ناقور سے مراد صور ہے اور دوسری آیت میں الرجفۃ سے مراد نفخۂ اولیٰ ہے۔ اور تیسری آیت میں رادفہ سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے۔

قیامت کے سلسلے میں دو مرتبہ صور پھونکا جائے گا پہلی بار پھونکا جائے گا اس کے اثر سے جو بے ہوشی طاری ہوگی اس کا یہ اثر ہوگا کہ ملٰئکہ اور زمین والوں میں سے اس وقت جو لوگ زندہ ہوں گے جن پر موت نہ آئی ہوگی وہ اس سے مرجائیں گے اور جن پر موت وارد ہو چکی پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حیات عنایت کی وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسے کہ انبیاء و شہداء ان پر اس نفخہ سے بے ہوشی کی سی کیفیت طاری ہوگی اور جو لوگ قبروں میں مرے پڑے ہیں انہیں اس نفخہ کا شعور بھی نہ ہوگا۔ پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا جس سے مُردے زندہ کیے جائیں گے۔ ارشاد ہے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو

وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ۔ (سورہ زمر آیت ۶۸)

جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں مگر جسے اللہ چاہے پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔

اس آیت میں اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ سے کیا مراد ہے اس میں مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نفخۂ صعق سے تمام آسمان اور زمین والے مر جائیں گے سوائے جبرئیل میکائیل و اسرافیل و ملک الموت کے پھر اللہ تعالیٰ دونوں نفخوں کے درمیان جو چالیس برس کی مدت ہے اس میں ان فرشتوں کو بھی موت دے گا۔ دوسرا قول یہ ہے مستثنیٰ شہداء ہیں جن کے لیے قرآن مجید میں بَلْ اَحْيَاءٌ آیا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مستثنیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں چونکہ آپ طور پر بے ہوش ہو چکے ہیں اس لیے اس نفخہ سے آپ بے ہوش نہ ہوں گے بلکہ آپ مستیقظ و ہوشیار رہیں گے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ مستثنیٰ جنت کی حوریں اور عرش و کرسی کے رہنے والے ہیں۔ ضحاک کا قول ہے کہ مستثنیٰ رضوان اور حوریں ہیں اور وہ فرشتے جو جہنم پر مامور ہیں۔ وہ اور جہنم کے سانپ بچھو ہیں۔

**بَابُ يَقْبِضُ اللّٰهُ الْاَرْضَ** ص ۹۶۵۔ اللہ تعالیٰ زمین کو مٹھی میں لے گا۔

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ |
| ۲۷۶۸ | حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا |
| تَكُوْنُ الْاَرْضُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خُبْزَةً وَّاحِدَةً يَتَكَفَّاهَا الْجَبَّارُ بِيَدِهٖ كَمَا | |
| قیامت کے دن زمین ایک روٹی کی طرح ہو جائے گی جسے اللہ تعالیٰ اپنے دست قدرت سے پھیلائے گا جیسے تم | |
| يَتَكَفَّاُ اَحَدُكُمْ خُبْزَتَهٗ فِي السَّفَرِ نُزُلًا لِّاَهْلِ الْجَنَّةِ فَاَتٰى رَجُلٌ مِّنَ | |
| میں سے کوئی اپنی روٹی دسترخوان پر پھیلاتا ہے۔ اہل جنت کی میزبانی کے لیے۔ پھر ایک یہودی آیا۔ اس | |
| الْيَهُوْدِ فَقَالَ بَارَكَ الرَّحْمٰنُ عَلَيْكَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ اَلَا اُخْبِرُكَ بِنُزُلِ | |
| نے کہا اے ابوالقاسم! تم کو اللہ برکت دے۔ کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ قیامت کے دن اہل جنت کی پہلی | |
| اَهْلِ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ بَلٰى قَالَ تَكُوْنُ الْاَرْضُ خُبْزَةً وَّاحِدَةً | |
| میزبانی کیا چیز ہے؟ حضور نے فرمایا ہاں بتا۔ اس نے کہا زمین ایک روٹی ہو گی (اس نے بھی وہی کہا) جو | |
| كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى | |
| نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا | |

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْنَا ثُمَّ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ ثُمَّ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكَ

پھر مسکرائے یہاں تک کہ حضور کے نوکیلے دانت ظاہر ہو گئے پھر یہودی نے کہا کہ کیا میں آپ کو نہ

بِأُدُمِهِمْ قَالَ أُدُمُهُمْ بَالَامٌ وَنُونٌ قَالُوا وَمَا هٰذَا قَالَ ثَوْرٌ

بتاؤں کہ ان کا سالن کیا ہوگا تو اس نے کہا ان کا سالن بالام اور نون ہے۔ لوگوں نے کہا یہ کیا ہے؟

وَنُونٌ يَأْكُلُ مِنْ زَائِدَةِ كَبِدِهَا سَبْعُونَ أَلْفًا ع

اس نے کہا بیل اور مچھلی۔ اس کے جگر کے زائدہ سے ستر ہزار کھائیں گے۔

۲۷۶۸ **تشریحات** نُزُلًا۔ اس کھانے کو کہتے ہیں جو مہمان کے سامنے پہلی بار پیش کیا جاتا ہے جس کو ہمارے عرف میں ناشتہ کہتے ہیں۔ اللہ عزوجل قیامت کے دن پوری زمین کو ایک روٹی بنا دے گا جو اس کے قدموں کے نیچے ہوگی جسے وہ لوگ کھائیں گے جس کے مقدر میں جنت ہیں جانا ہے تاکہ میدان محشر میں بھوکے نہ رہیں۔ قبروں سے اٹھنے کے بعد اللہ عزوجل کی طرف سے سب سے پہلے یہی غذا ملے گی۔ اسی لیے اس کو نُزُلٌ سے تعبیر فرمایا۔ بالام۔ عبرانی لفظ ہے جس کے معنی بیل کے ہیں۔ اور نون یعنی مچھلی۔ مچھلی کے جگر میں ایک حصہ علیحدہ ہوتا ہے اس کو زائدہ کہتے ہیں۔ یہی اس وقت لوگوں کا سالن ہوگا۔ نواجذ۔ ناجذۃ کی جمع ہے۔ یہ اخیر کے دانتوں کو کہتے ہیں۔ دانتوں کی تقسیم یہ ہے۔ بیچ کے دو ثنایا۔ دونوں طرف اس کے بغل والے رباعیات۔ پھر ضواحک۔ پھر ارحاء۔ پھر نواجذ۔ کتاب الصوم میں ہے حتّٰی بَدَتْ أَنْيَابُهُ۔ انیاب۔ نوکیلے دانتوں کو کہتے ہیں جو رباعی کے بعد ہوتے ہیں۔ اس حدیث میں اور باب کی حدیث میں منافات نہیں۔ اس لیے کہ نواجذ کا اطلاق انیاب اور اضراس پر بھی ہوتا ہے۔

**حدیث** ۲۷۶۹ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى أَرْضٍ بَيْضَاءَ عَفْرَاءَ

کہ قیامت کے دن لوگ جمع کیے جائیں گے سفید سرخی مائل زمین پر جیسے میدے کی روٹی۔ سہل نے کہا یا

كَقُرْصَةِ النَّقِيِّ قَالَ سَهْلٌ أَوْ غَيْرُهُ لَيْسَ فِيهَا مَعْلَمٌ لِأَحَدٍ ع

ان کے علاوہ کسی اور نے کہا۔ اس میں کسی کے لیے کوئی نشان نہیں ہوگا۔

ع مسلم توبہ۔ عہ مسلم توبہ۔

۲۷۶۹ **تشریحات:** یہ زمین جس پر حشر ہوگا دنیا کی زمین کے علاوہ ہے۔ عبد بن حمید نے حکم بن ابان کے طریقے سے عکرمہ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا کہ یہ دنیا کی زمین لپیٹ دی جائے گی اور اس کے پہلو میں دوسری زمین ہوگی جس پر حشر ہوگا۔ بیہقی نے شعب الایمان میں بطریق عمرو بن میمون حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے آیۂ کریمہ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ جس دن زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی، کی تفسیر میں فرمایا زمین ایسی زمین سے بدل دی جائے گی گویا وہ چاندی ہے جس پر کوئی حرام خون نہیں بہایا گیا۔ اور جس پر کوئی گناہ نہیں کیا گیا۔

**بَابُ کَیْفَ الْحَشْرُ ص ۹۶۵** حشر کیسے ہوگا؟

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ |
| ۲۷۷۰ | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ |
| | قَالَ یُحْشَرُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَلٰی ثَلَاثِ طَرَائِقَ رَاغِبِیْنَ وَرَاھِبِیْنَ وَاثْنَانِ |
| | قیامت کے دن تین راستوں سے جمع کیے جائیں گے۔ رغبت رکھتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے۔ اور دو ایک |
| | عَلٰی بَعِیْرٍ وَثَلَاثَۃٌ عَلٰی بَعِیْرٍ وَاَرْبَعَۃٌ عَلٰی بَعِیْرٍ وَعَشَرَۃٌ عَلٰی بَعِیْرٍ وَیُحْشَرُ |
| | اونٹ پر اور تین ایک اونٹ پر اور چار ایک اونٹ پر اور دس ایک اونٹ پر اور بقیہ کو آگ جمع کرے گی جو اُن |
| | بَقِیَّتَھُمُ النَّارُ تَقِیْلُ مَعَھُمْ حَیْثُ قَالُوْا وَتَبِیْتُ مَعَھُمْ |
| | کے ساتھ قیلولہ کے وقت رہے گی اور جہاں رات گزاریں گے وہاں رہے گی اور جہاں صبح کریں گے |
| | حَیْثُ بَاتُوْا وَتُصْبِحُ مَعَھُمْ حَیْثُ اَصْبَحُوْا وَتُمْسِیْ مَعَھُمْ حَیْثُ اَمْسَوْا ؏ |
| | وہاں رہے گی اور جہاں شام کریں گے وہاں رہے گی۔ |

۲۷۷۰ **تشریحات** حشر چار ہیں۔ دو دنیا میں اور دو آخرت میں۔ دنیا کے دو حشر میں ایک وہ ہے جسے اس آیۂ کریمہ میں بیان فرمایا۔ ھُوَ الَّذِیْ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ مِنْ دِیَارِھِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ۔ وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو ان کے گھروں سے نکالا ان کے پہلے حشر کے لیے۔ دوسرا وہ جو قیامت کی نشانیوں میں مذکور ہے کہ ایک آگ آئے گی اور سب کو ہانک کر شام میں جمع کر دے گی۔ اور دو آخرت کے یہ ہیں۔ پہلا مُردوں کا زندہ ہو کر اپنے ٹھکانے سے نکل کر موقف میں جانا۔ دوسرے جنت یا دوزخ میں جانا۔ قولہ ثلاث طرائق، اس سے مراد یہ ہے کہ تین گروہ ہوں گے پہلے راغبین، راہبین، دوسرے جو اونٹوں پر

ع مسلم، باب یحشر الناس علی طرائق

سوار ہو کر چلیں گے اور تیسرے وہ جن کو آگ ہانک کر لے جائے گی۔

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ |
| ۲۷۷۱ | ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے |
| | تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ |
| | فرمایا لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن غیر مختون جمع کیے جائیں گے ام المومنین نے کہا اس پر میں نے |
| | اَلرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ فَقَالَ اَلْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ |
| | عرض کیا یا رسول اللہ! مرد عورت ایک دوسرے کو دیکھیں گے فرمایا معاملہ اتنا سخت ہے کہ |
| | اَنْ يُّهِمَّهُمْ ذٰلِكَ ؏ |
| | کوئی اس کا قصد نہ کر پائے گا۔ |
| حدیث | عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قُبَّةٍ فَقَالَ |
| ۲۷۷۲ | حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ |
| | اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ |
| | ایک گول خیمے میں تھے۔ حضور نے فرمایا کیا تم لوگ اس پر راضی ہو کہ اہل جنت کی چوتھائی رہو ہم نے عرض کیا ہاں |
| | اَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا |
| | ہم راضی ہیں۔ فرمایا کیا تم اس پر راضی ہو کہ اہل جنت کی ایک تہائی رہو ہم نے کہا ہاں۔ فرمایا قسم ہے اس ذات کی |
| | نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَذٰلِكَ اَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا اِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَمَا اَنْتُمْ |
| | جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ آدھے اہل جنت ہوگے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ |
| | فِيْ اَهْلِ الشِّرْكِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ اَوْ كَالشَّعْرَةِ |
| | جنت میں صرف مسلمان ہی داخل ہوگا اور تمہاری تعداد اہل شرک کے مقابلے میں ایسی ہی ہے جیسے ایک سفید بال |
| | السَّوْدَاءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَحْمَرِ ؏ |
| | سیاہ بیل کی کھال میں یا ایک کالا بال لال بیل کی کھال میں۔ |

**تشریحات:** ۲ ۔ یہ ارشاد منیٰ میں فرمایا تھا ؏ اور اس وقت خیمہ میں چالیس

---

ع مسلم: اواخر کتاب۔ نسائی جنائز۔ ابن ماجہ: زہد۔ ؏ بخاری: کتاب الأیمان والنذور ص۹۸۳۔ کیف کان یمین النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ مسلم: إیمان۔ ترمذی: صفۃ بالجنۃ۔ ابن ماجہ: زہد ع بخاری: الأیمان والنذور ص۹۸۳۔

آدمی کے قریب تھے ؏

| حدیث | عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ |
|---|---|
| ۲۷۷۳ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا |
| | وَسَلَّمَ قَالَ اَوَّلُ مَنْ یُّدْعٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اٰدَمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَتَرَاٰی ذُرِّیَّتُہٗ فَیُقَالُ |
| | کہ قیامت کے دن سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو بلایا جائے گا تو ان کے سامنے اُن کی اولاد ظاہر ہوگی |
| | ھٰذَا اَبُوْکُمْ اٰدَمُ فَیَقُوْلُ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ فَیَقُوْلُ اَخْرِجْ بَعْثَ جَھَنَّمَ مِنْ |
| | کہا جائے گا اے لوگو! یہ تمہارے باپ آدم ہیں حضرت آدم عرض کریں گے لبیک اور سعدیک۔ اب |
| | ذُرِّیَّتِکَ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ کَمْ اُخْرِجُ فَیَقُوْلُ اُخْرِجْ مِنْ کُلِّ مِائَۃٍ تِسْعَۃً وَّتِسْعِیْنَ |
| | فرمائے گا اپنی اولاد میں سے جہنم میں ڈالے جانے والوں کو نکالو۔ تو پوچھیں گے کہ اے پروردگار کتنا |
| | فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِذَا اُخِذَ مِنَّا مِنْ کُلِّ مِائَۃٍ تِسْعَۃٌ وَّتِسْعُوْنَ فَمَاذَا |
| | نکالوں فرمائے گا ہر سو میں سے ننانوے کو نکالو۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جب ہم میں سے ہر سو میں سے ننانوے نکال |
| | یَبْقٰی مِنَّا قَالَ اِنَّ اُمَّتِیْ فِی الْاُمَمِ کَالشَّعَرَۃِ الْبَیْضَاءِ فِی الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ |
| | لیے جائیں گے تو ہم میں سے کیا باقی رہے گا۔ فرمایا میری امت اور امتوں کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے سفید بال سیاہ بیل میں۔ |

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ص ۹۶۷

کیا وہ لوگ گمان نہیں کرتے کہ وہ لوگ ایک بڑے دن کے لیے اٹھائے جائیں گے جس دن لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے۔

**توضیح** ھناد بن سری نے زہد میں عبداللہ بن حارث کے بطریق حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا ایک شخص نے ان سے کہا۔ مدینہ والے پورا ناپتے ہیں تو انہوں نے فرمایا وہ ایسا کیوں نہیں کریں گے جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا خرابی ہے ڈنڈی مارنے والے کے لیے۔ انہوں نے یہاں تک تلاوت کی۔ جس دن لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے۔ اور پسینہ آدھے کانوں تک پہنچا ہوگا — قیامت کے دن کی وحشت کی وجہ سے یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر نہیں تھی۔ اس لیے اس کو اپنی کتاب میں درج نہیں کیا۔

---

؏ مسلم: ایمان۔

| | |
|---|---|
| ت | وَقَالَ ابن عَبَّاس رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ |
| ۷۶۶ | سارے اسباب کٹ گئے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا |
| | اَلْوَصْلَاتُ فِي الدُّنْيَا۔ |
| | کہ یہاں اسباب سے مراد دنیا کے تعلقات ہیں۔ |
| حدیث | عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى |
| ۲۷۷۴ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے |
| | عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْرَقُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِي الْاَرْضِ |
| | فرمایا قیامت کے دن لوگوں کو پسینہ آئے گا یہاں تک کہ ان کا پسینہ ستر ہاتھ زمین میں جذب ہو گا |
| | سَبْعِيْنَ ذِرَاعًا وَيُلْجِمُهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ اٰذَانَهُمْ۔ |
| | اور ان کے منہ میں لگام بن جائے گا یہاں تک کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔ |

## بَابُ الْقِصَاصِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ص ۹۶۷ قیامت کے دن بدلہ۔

وَهِيَ الْحَاقَّةُ لِاَنَّ فِيْهَا الثَّوَابَ وَهُوَ اَحَقُّ الْاُمُوْرِ اَلْحَقَّةُ وَالْحَاقَّةُ وَاحِدٌ وَالْقَارِعَةُ وَالْغَاشِيَةُ وَالصَّاخَّةُ وَالتَّغَابُنُ۔ غَبَنَ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَهْلَ النَّارِ۔

اور قیامت ہی حاقہ ہے اس لئے کہ اس میں ثواب ہے اور ثابت شدہ باتیں ہیں یعنی اس میں متحقق ہوں گی۔ جزا ثواب اور سزا اور تمام باتیں جو ثابت اور حق ہیں۔ اَلْحَقَّةُ اور اَلْحَاقَّةُ ہے یعنی دونوں قیامت کے نام ہیں مراد یہ ہے کہ یہ جن سے ثابت ہے اس میں کوئی شک نہیں اور قیامت ہی کا نام قارعہ ہے۔ اس لئے کہ قیامت کے ہولناک مناظر دلوں کو ہلا دیں گے۔ اور قیامت ہی کا نام غاشیہ ہے اس لئے کہ وہ ہر چیز پر چھا جائے گی اور قیامت ہی کا نام صاخہ ہے اصل میں اس کے معنی بڑی مصیبت کے ہیں اور اس کے معنی چیخ کے بھی ہیں اور اس کا نام تغابن بھی ہے کیونکہ جنتی جہنمیوں کے وہ مقامات لیں گے جو ان کو ملتے اگر وہ مومن ہوتے

| حدیث | حَدَّثَنِیْ شَقِیْقٌ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ النَّبِیُّ |
|---|---|
| ۲۷۷۵ | شقیق نے یہ حدیث بیان کی کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ |
| | صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا یُقْضٰی بَیْنَ النَّاسِ بِالدِّمَاءِ ؏ |
| | نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلا فیصلہ خونوں کے بارے میں کیا جائے گا۔ |

**تشریحات** ۲۷۷۵

اس کے معارض وہ حدیث مشہور ہے کہ فرمایا اول ما یحاسب بہ العبد یوم القیٰمۃ صلاتہ۔ قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے اس کی نماز کے بارے میں حساب کیا جائے گا۔

**تطبیق** حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا۔ اور حقوق العباد میں سب سے پہلے خون ناحق کا۔ سو دونوں حدیث طویل میں ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلا معاملہ خون کے بارے میں پیش ہوگا۔ ہر مقتول اپنا سر لادے ہوئے آئے گا اور عرض کرے گا اے رب اس سے پوچھ اس نے مجھ کو کیوں قتل کیا حضرت ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ مقتول اپنے ایک ہاتھ میں اپنا سر لے کر اور دوسرے سے قاتل کو چادر میں لپیٹ کر گھسیٹتا ہوا لائے گا اور اس کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا یہاں تک کہ دونوں اپنے رب اللہ عزوجل کے حضور کھڑے ہوں گے۔

**بَابُ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَیْرِ حِسَابٍ** ص ۹۶۸

جنت میں بغیر حساب ستر ہزار داخل ہوں گے۔

| حدیث | حَدَّثَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حَدَّثَہٗ |
|---|---|
| ۲۷۷۶ | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے |
| | قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ |
| | ہوئے سنا کہ میری امت کا ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا اور وہ ستر ہزار ہے ان کے |
| | مِنْ اُمَّتِیْ زُمْرَۃٌ وَھُمْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا تُضِیْٓءُ وُجُوْھُھُمْ اِضَاءَۃَ الْقَمَرِ |
| | چہرے چودھویں رات کی طرح چمکتے ہوں گے حضرت ابوہریرہ نے کہا یہ سن کر عکاشہ |
| | لَیْلَۃَ الْبَدْرِ قَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَقَامَ عُکَّاشَۃُ |
| | بن محصن اسدی کھڑے ہوئے اپنے کمبل کو اٹھائے ہوئے اور عرض کیا |

ع دیات، اول باب ص ۱۴۱ مسلم، حدود، ترمذی، دیات، نسائی، محاربہ، ابن ماجہ، دیات۔

بْنُ مِحْصَنٍ الْاَسَدِیُّ یَرْفَعُ نَمِرَۃً عَلَیْہِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ

یا رسول اللہ اللہ سے دعا کر دیجیے کہ مجھے بھی ان میں کر دے تو حضور نے دعا کی کہ

یَّجْعَلَنِیْ مِنْھُمْ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ مِنْھُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ

اے اللہ اس کو ان میں کر دے اس کے بعد انصار میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے انہوں نے عرض

فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْھُمْ فَقَالَ سَبَقَکَ عُکَّاشَۃُ ؏

کیا یا رسول اللہ دعا کر دیجیے کہ اللہ مجھے ان میں کر دے تو فرمایا عکاشہ تم سے سبقت کر گئے۔

۲۷۷۶

**تشریحات:۔** نمرۃ۔ وہ کمبل جس میں سیاہ سفید دھاری ہو جیسے کہ چیتے کے جسم پر ہوتی ہے اس روایت میں صرف یہ ہے کہ ستر ہزار داخل ہوں گے دوسری روایتوں میں ہے کہ ان میں سے ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے اور یہ سب لوگ بلا حساب جنت میں جائیں گے۔ جیسا کہ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے اور اسی میں یہ بھی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے جسم کو داغتے نہیں اور جھاڑ پھونک نہیں کراتے اور برا شگون نہیں لیتے اور نہ ہی بدفالی لیتے ہیں اور صرف اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو ہر حال میں راضی بقضاء رہتے ہیں، جیسا کہ حضرت نظام الشریعۃ والحقیقۃ والدین محبوب الٰہی قدس سرہٗ نے فرمایا۔

ع چوں درد بلائے تست برجانم بادا ——— اور جیسا کہ ابو الانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آتش نمرود میں جاتے ہوئے جبریل امین سے فرمایا تھا علمہ بحالی کفانی عن سوالی میرے حال کا اس کو علم ہے سوال کی حاجت نہیں اس سے دواء علاج یا جھاڑ پھونک کی حرمت پر استدلال جہالت ہے جیسا کہ وہابی کرتے ہیں اسلئے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج فرمایا اور بہت سے امراض کے علاج کے واسطے دعائیں بتائیں کہ مریض پر دم کیا جائے معوذتین پڑھ کر خود دوسروں پر دم فرمایا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخم خود داغا اگر دعاء دواء جھاڑ پھونک داغنا حرام ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیوں کرتے۔ یہاں اس حدیث میں مراد یہی ہے کہ اللہ کے وہ مخصوص بندے ہیں جو ہر حال میں راضی برضائے الٰہی رہتے ہیں۔

| حدیث | عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ |
|---|---|
| ۲۷۷۷ | حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا |

ع مسلم۔ ایمان۔

قَالَ يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُومُ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ يَا أَهْلَ

کہ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو ایک ندا دینے والا کھڑا ہو گا اور کہے گا اے جہنم والو

النَّارِ لَا مَوْتَ وَيَا أَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ خُلُودٌ عـ۱

موت نہیں اور اے جنت والو موت نہیں ہمیشہ تم لوگ اپنی جگہوں میں رہو گے۔

## بَابُ صِفَةِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ص ۹۶۹ جنت و دوزخ کا بیان۔

عَدْنٌ خُلْدٌ، عَدْنٌ کے معنی ہمیشہ رہنا ہے بولتے ہیں عَدَنْتُ بِأَرْضِ أَقَمْتُ یعنی میں نے وہاں سکونت اختیار کر لی اور اس سے مَعْدٌ بنا ہے فِي مَعْدَنِ صِدْقٍ فِي مَنْبَتِ صِدْقٍ۔

| حدیث | عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ |
|---|---|
| ۲۷۷۸ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا |
| | وَسَلَّمَ يُقَالُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُودٌ لَا مَوْتَ وَلِأَهْلِ النَّارِ |
| | جنتیوں سے کہا جائے گا اے جنتیو ہمیشہ رہو گے تمہیں موت نہیں اور جہنم والوں سے کہا جائے گا |
| | يَا أَهْلَ النَّارِ خُلُودٌ لَا مَوْتَ۔ |
| | اے جہنمیو! ہمیشہ رہو گے موت نہیں۔ |

**تشریحات ۲۷۷۸** جب میدان محشر میں سب کا پورا حساب و کتاب ہو جائے گا اور جہنمیوں میں سے جن کو نکل کر جنت میں آنا مقدر تھا وہ جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہو لیں گے۔ تو موت کو مینڈھے کی شکل میں لا کر ایسی جگہ ذبح کر دیا جائے گا جہاں سب جنتی اور دوزخی دیکھیں گے اس کے بعد وہ کہا جائے گا جو اوپر والی حدیث میں مذکور ہے جیسا کہ اسی بخاری میں تین حدیث کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔

| حدیث | عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ |
|---|---|
| ۲۷۷۹ | حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ |
| | اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ يَقُولُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ |
| | علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائے گا اے جنتیو! وہ عرض کریں گے حاضر ہیں ہم |
| | يَقُولُونَ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ فَيَقُولُ هَلْ رَضِيتُمْ؟ فَيَقُولُونَ وَمَا |
| | اے پروردگار ہمارے، حاضر ہیں۔ فرمائے گا کیا تم لوگ راضی ہو گئے۔ وہ عرض کریں گے ہم کیوں نہیں |

عـ۱ مسلم، صفۃ النار۔

لَنَا لَا نَرْضٰى وَقَدْ اَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ فَيَقُوْلُ اَنَا اُعْطِيْكُمْ

راضی ہوں گے؟ اور تو نے ہم کو وہ دیا جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا

اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالُوْا يَا رَبِّ وَاَيُّ شَيْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ اُحِلُّ

اب میں تم کو اس سے بھی بہتر دوں گا۔ وہ عرض کریں گے اے پروردگار! اور اس سے افضل کیا ہے؟

عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ اَبَدًا ۔ے

فرمائے گا۔ میں تم سے راضی ہوں۔ اور اس کے بعد کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

**حدیث ۲۷۸۰** عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کافر کے

قَالَ مَا بَيْنَ مَنْكِبَيِ الْكَافِرِ مَسِيْرَةُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ لِلرَّاكِبِ الْمُسْرِعِ ۔عہ

دونوں مونڈھوں کے درمیان تیز دوڑنے والے سوار کے لیے تین دن کی مسافت ہے۔

**تشریحات ۲۷۸۰** اس حدیث میں کافروں کے دونوں مونڈھوں کے درمیان فاصلہ تین دن کی مسافت ہے۔ اور کچھ روایتوں میں پانچ دنوں کی۔ اسی طریقے سے اس کے دوسرے اعضاء کی لمبائی چوڑائی کے بارے میں مختلف روایتیں آئی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کی کان کی لو سے مونڈھے تک کا فاصلہ سات سو سال کی مسافت ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ستر سال اور ایک روایت میں ہے کہ کافر کی ڈاڑھ قیامت کے دن اُحد سے بڑی ہوگی۔ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ جہنم میں کافروں کا جسم بہت بڑا کر دیا جائے گا تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ عذاب چکھیں۔

**حدیث ۲۷۸۱** عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ

نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو سال چلے جب بھی اس کو طے نہ کر پائے

لَا يَقْطَعُهَا قَالَ اَبُوْ حَازِمٍ فَحَدَّثْتُ بِهٖ النُّعْمَانَ بْنَ اَبِيْ عَيَّاشٍ فَقَالَ

سند مذکور کے ساتھ ابو حازم نے نعمان بن ابی عیاش کے بطریق حضرت ابو سعید خدری

ے بخاری: توحید۔ کلام الرب مع اہل الجنۃ۔ مسلم: صفۃ النار۔ ترمذی: صفۃ النار۔ نسائی: نعوت۔

عہ مسلم: صفۃ النار۔

حَدَّثَنِیْ اَبُوْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ شَجَرَۃً

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک جنت میں ایک

یَسِیْرُ الرَّاکِبُ الْجَوَادَ الْمُضَمَّرَ السَّرِیْعَ مِائَۃَ عَامٍ مَا یَقْطَعُھَا ع

درخت ہے کہ عمدہ مضمر تیز رفتار گھوڑے کا سوار سو سال چلے بھی تو اسے طے نہ کر پائے۔

۲۷۸۱

**تشریحات**

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں صرف راکب تھا جو عام تھا وہ سوار اونٹ پر ہو یا گھوڑے پر یا خچر پر۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں اس کی تعیین ہو گئی کہ بہت عمدہ تیز رفتار مضمر گھوڑے کا سوار مراد ہے۔ مُضَمَّرٌ اس گھوڑے کو کہتے ہیں جسے کچھ دن خوب کھلایا جائے یہاں تک کہ موٹا ہو جائے۔ پھر رفتہ رفتہ اس کا چارہ کم کیا جائے یہاں تک کہ معتاد خوراک تک آجائے۔ اس عمل سے گھوڑا بہت تیز رفتار ہو جاتا ہے۔ اس کا بدن بھی چھریرا ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں گھوڑ دوڑ کے لیے مضمر گھوڑے کی حد سات میل تھی۔ اور غیر مضمر کی ایک میل۔

**حدیث ۲۷۸۲**

عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَھْلَ الْجَنَّۃِ لَیَتَرَاءَوْنَ الْغُرَفَ فِی الْجَنَّۃِ کَمَا تَرَاءَوْنَ الْکَوْکَبَ

ہیں کہ فرمایا کہ جنتی، جنت کے جھروکوں سے ایک دوسرے کو دیکھیں گے جیسے تم لوگ

فِی السَّمَاءِ قَالَ اَبِیْ وَحَدَّثَتْ النُّعْمَانُ بْنُ اَبِیْ عَیَّاشٍ فَقَالَ اَشْھَدُ لَسَمِعْتُ

تارے کو آسمان میں دیکھتے ہو۔ عبدالعزیز نے کہا کہ میرے باپ ابو حازم نے کہا میں نے نعمان بن ابی

اَبَا سَعِیْدٍ یُحَدِّثُ وَیَزِیْدُ فِیْہِ کَمَا تَرَاءَوْنَ الْکَوْکَبَ الْغَارِبَ فِی الْاُفُقِ

عیاش سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

الشَّرْقِیِّ وَالْغَرْبِیِّ۔

سنا یہ حدیث بیان کرتے تھے اور اس میں یہ زیادہ کرتے تھے جیسے تم لوگ شرقی یا غربی افق میں ڈوبنے والے تارے کو دیکھتے ہو۔

**حدیث ۲۷۸۳**

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَخْرُجُ مِنَ النَّارِ

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا شفاعت کی

ع مسلم۔

بِالشَّفَاعَةِ كَأَنَّهُمُ الثَّعَارِيرُ قُلْتُ مَا الثَّعَارِيرُ قَالَ الضَّغَابِيسُ وَكَانَ قَدْ

بدولت جہنم سے کچھ لوگ نکالے جائیں گے گویا وہ چھوٹی ککڑیاں ہیں میں نے عمرو بن دینار سے پوچھا اے ابو محمد

سَقَطَ فَمُهُ فَقُلْتُ لِعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ أَبَا مُحَمَّدٍ سَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ

آپ نے جابر بن عبداللہ سے سنا ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُخْرَجُ بِالشَّفَاعَةِ مِنَ النَّارِ قَالَ نَعَمْ. عه

ہوئے سنا ہے کہ شفاعت کے ذریعہ جہنم سے کچھ لوگ نکالے جائیں گے۔ انہوں نے کہا ہاں۔

۲۷۸۳

**تشریحات:** ۔ حدیث کا لفظ یہ تھا "كَأَنَّهُمُ الثَّعَارِيرُ قُلْتُ مَا الثَّعَارِيرُ قَالَ الضَّغَابِيسُ وَكَانَ قَدْ سَقَطَ فَمُهُ"، وہ لوگ ایسے ہوں گے گویا ثعاریر ہیں (حماد نے کہا) میں نے پوچھا ثعاریر کیا چیز ہے تو انہوں نے کہا ضغابیس، اور ان کے دانت گر چکے تھے یعنی حضرت عمرو بن دینار نے یہ حدیث اس وقت بیان کی جب ان کے دانت جا چکے تھے۔

ثعاریر، ثعرور کی جمع ہے۔ چھوٹی ککڑی کو کہتے ہیں اور ضغابیس ضغبوس کی جمع ہے اس کے معنی بھی چھوٹی ککڑی کے ہیں۔ نیز دونوں ایک گھاس کا نام بھی ہے جو ہلیون کے مثل ہوتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ بہت کمزور نحیف ہوں گے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کچھ لوگ جہنم میں اپنے گناہوں کی کچھ سزا پاکر کسی کی شفاعت سے جہنم سے نکالے جائیں گے۔ ابو عبیدہ نے کہا ایک قول یہ ہے کہ ثاء مثلثہ کے بجائے شین معجمہ سے ہے چونکہ حضرت عمرو بن دینار کے دانت نہیں تھے تو وہ شین معجمہ ادا نہ کر پائے اس کے بجائے ثاء مثلثہ سنائی دی۔

| حدیث | حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ |
|---|---|
| ۲۷۸۴ | انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کچھ |

وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنَ النَّارِ بَعْدَ مَا مَسَّهُمْ مِنْهَا سَفْعٌ فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ

لوگ جہنم سے نکالے جائیں گے بعد اس کے کہ ان کو داغ پڑ گیا ہوگا۔ اور جنت میں داخل

فَيُسَمِّيهِمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَهَنَّمِيِّينَ عه

ہوں گے۔ جنتی ان کا نام جہنمی رکھیں گے۔

---

عه مسلم، ایمان،

عه توحید: باب ماجاء فی قول اللہ تعالیٰ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین۔ ص ۱۱۱۰

تشریحات :- سَفَعٌ ۔ سیاہ داغ جس میں نیلاپن یا سرخی ہو یعنی آگ میں جلنے کی وجہ سے ان پر داغ ہوگا۔

| حدیث | عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ |
|---|---|
| ۲۷۸۵ | نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ |
| | إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَجُلٌ عَلٰى أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ |
| | علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن جہنم میں سب سے ہلکا عذاب اس شخص کا ہوگا جس کے قدموں |
| | يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ كَمَا يَغْلِي الْمِرْجَلُ بِالْقُمْقُمِ ؏ |
| | کے تلوؤں پر دو انگارے ہوں گے جن سے اس کا دماغ کھولتا ہوگا۔ جیسا کہ ہانڈی اور قمقم کھولتا ہے۔ |

۲۷۸۵

تشریحات :- اس کے پہلی والی روایت میں جو بطریق محمد بن بشار ہے جَمْرَةٌ ہے۔ لیکن مسلم کی روایت میں جَمْرَتَانِ ہے اور حدیث میں قَدَمَيْهِ کا لفظ بھی اسی کو بتا رہا ہے۔ نیز ہماری مبحوث حدیث میں بھی جَمْرَتَانِ ہی ہے۔ تاویل وہی ہے جو سَرَابِيلُ تَقِيكُمُ الْحَرَّ کی ہے کہ کبھی اضداد میں سے ایک کو ذکر کرتے ہیں۔ اور مراد مقابل بھی ہوتا ہے۔

| حدیث | عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ |
|---|---|
| ۲۷۸۶ | حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کا تذکرہ |
| | وَسَلَّمَ ذَكَرَ النَّارَ فَأَشَاحَ بِوَجْهِهِ فَتَعَوَّذَ مِنْهَا ثُمَّ ذَكَرَ النَّارَ فَأَشَاحَ بِوَجْهِهِ فَتَعَوَّذَ |
| | فرمایا اور اپنا چہرہ پھیر لیا اور اس سے پناہ مانگی پھر جہنم کا تذکرہ فرمایا اور اپنا چہرہ پھیر لیا اور اس سے پناہ مانگی |
| | مِنْهَا ثُمَّ قَالَ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ ۔ |
| | پھر فرمایا جہنم سے بچو اگرچہ چھوہارے کا ایک ٹکڑا صدقہ کرکے۔ اور جو نہ پائے تو اچھی بات کہہ کر۔ |

۲۷۸۶

تشریح :- فَأَشَاحَ بِوَجْهِهِ کا مطلب یہ ہے کہ جیسے کوئی ناگوار چیز دیکھ کر انسان منہ پھیر لیتا ہے اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رخ انور پھیر لیا اس سے متبادر ہوتا ہے کہ جہنم متمثل ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا تھا۔

ع مسلم۔ ایمان۔ ترمذی۔ صفۃ جہنم۔

| حدیث | حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ |
|---|---|
| ۲۷۸۷ | عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ |

قَوْمٌ مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُدْخَلُونَ الْجَنَّةَ وَيُسَمَّوْنَ

وسلم کی شفاعت کی بدولت کچھ لوگ جہنم سے نکالے جائیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے جن کا جہنمیین

الْجَهَنَّمِيِّينَ ؏

نام رکھا جائے گا۔

| حدیث | عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ |
|---|---|
| ۲۷۸۸ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت میں |

وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ أَحَدٌ الْجَنَّةَ إِلَّا أُرِيَ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ لَوْ أَسَاءَ لِيَزْدَادَ شُكْرًا

کوئی بھی داخل نہیں ہوگا مگر اس کا جہنم کا وہ ٹھکانا دکھایا جاتا ہے اگر وہ برائی کرتا تو پاتا تاکہ زیادہ شکر کرے اور جہنم میں کوئی

وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ إِلَّا أُرِيَ مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ لَوْ أَحْسَنَ لِيَكُونَ حَسْرَةً

داخل نہیں ہوگا مگر یہ کہ اس کو جنت کا وہ ٹھکانا دکھایا جائے گا اگر وہ نیکی کرتا تو پاتا۔ تاکہ اس پر حسرت ہو۔

**تشریحات** ۲۷۸۸

ابن ماجہ کی حدیث میں تصریح ہے کہ یہ قبر میں سوال کے وقت ہوگا۔ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ مومن میت کے لیے جہنم سے ایک سوراخ کر دیا جائے گا جس سے وہ جہنم کو دیکھے گا۔ اس سے کہا جائے گا دیکھ تجھ کو اللہ نے کس چیز سے بچایا۔ بخاری ہی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کتاب الجنائز میں گزری ہے کہ اس سے کہا جائے گا کہ جہنم میں جو تیرا ٹھکانا ہوتا اس کو دیکھ ـــــ ابوداؤد کی روایت میں ہے جہنم میں تیرا یہ گھر تھا لیکن اللہ نے تجھے بچالیا تجھ پر رحم کیا ـــ ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ ہے یہ تیرا گھر تھا اگر تو اپنے رب کے ساتھ کفر کرتا۔ اس حدیث میں اَسَاءَ سے مراد کفر ہے۔ اور اَحْسَنَ سے مراد اسلام ہے۔

| حدیث | عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى |
|---|---|
| ۲۷۸۹ | حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ |

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنْهَا وَآخِرَ أَهْلِ

علیہ وسلم نے فرمایا جہنم سے سب کے بعد میں نکلنے والے اور جنت میں سب سے آخر میں داخل

؏ ابوداؤد۔ سنہ۔ ترمذی۔ صفۃ النار: ابن ماجہ۔ زہد۔

الْجَنَّةَ دُخُولًا رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا فَيَقُولُ اللّٰهُ لَهُ اِذْهَبْ فَادْخُلِ

ہونے والے کو میں جانتا ہوں۔ ایک شخص جہنم سے نکلے گا ہاتھ اور سرین کے بل چلتا ہوا اللہ تعالیٰ اس سے

الْجَنَّةَ فَيَاْتِيهَا فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلْئَى فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا

فرمائے گا جنت میں جاؤ وہ جنت کے قریب آئے گا۔ اس کو ایسا محسوس ہوگا کہ وہ بھری ہوئی ہے پھر وہ لوٹے

مَلْئَى فَيَقُولُ اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَاْتِيهَا فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلْئَى فَيَرْجِعُ

گا اور کہے گا۔ اے رب میں نے اس کو بھری ہوئی پایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ تو

فَيَقُولُ يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلْئَى فَيَقُولُ اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَاِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا

وہ جنت میں آئے گا اس کو ایسا محسوس ہوگا کہ وہ بھری ہوئی ہے لوٹے گا اور کہے گا اے رب میں نے اس کو بھری

وَعَشَرَةَ أَمْثَالِهَا أَوْ اِنَّ لَكَ مِثْلَ عَشَرَةِ أَمْثَالِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ تَسْخَرُ مِنِّي

ہوئی پایا فرمائے گا جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ شک تیرے لئے دنیا کے برابر اور اس کی دس گنا ہے یا فرمایا بیشک تیرے

وَاَنْتَ الْمَلِكُ فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ

دنیا کی دس گنا کے برابر ہے تو وہ بندہ کہے گا کیا تو مجھ سے ٹھٹھا کرتا ہے یا تو مجھ سے ہنسی کرتا ہے حالاں کہ تو بادشاہ ہے حضرت

حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ وَكَانَ يُقَالُ ذَاكَ اَدْنَى اَهْلِ الْجَنَّةِ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور ہنسے اتنا کہ نوکیلے دانت ظاہر ہو گئے کہا جاتا تھا کہ یہ جنت میں سب سے کم درجے کا ہوگا۔

## تشریحات ۲۷۸۹

عشرۃ امثالہا۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا۔ وجنۃ عرضہا السموات والارض۔ جنت کی جانب تیزی سے بڑھو جو آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور دنیا میں آسمان بھی داخل۔ پھر حدیث میں جو فرمایا کیسے درست ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں اتنی جگہ دے گا جو دنیا کے دس گنا ہے۔ یہ اس حدیث پر انتہائی سنگین اشکال ہے۔ شارحین نے جواب میں زیادہ سے زیادہ جو بات کہی ہے وہ یہ ہے کہ یہ "عشرۃ امثالہا" معنی حقیقی پر نہیں۔ اس سے مراد کثرت و وسعت ہے۔ استہزا۔ بندے نے اپنے زعم کے مطابق عرض کیا۔ اتنا بڑا انعام واکرام سن کر اس کی سمجھ میں یہی آیا کہ میں گنہگار تھا جہنم میں تھا، جہنم سے نجات دے دیا یہی بہت ہے۔ اتنا بڑا انعام واکرام سن کر کے اس نے یہی سمجھا جسے اس نے عرض کیا۔

عہ بخاری: کتاب التوحید: کلام الرب یوم القیمۃ ص ۱۱۱۹/۲ مسلم: ایمان۔ ترمذی: صفۃ جہنم۔ ابن ماجہ زہد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب الحوض ص ۹۷۳

حوض کے لغوی معنی گڑھے کے ہیں اور عرف میں اس سے مراد خاص وہ گڑھے ہوتے ہیں جو پانی اکٹھا کرنے کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ اور احادیث میں اس مقام پر وہ مخصوص حوض مراد ہے جو اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے جس سے قیامت کے دن پیاسوں کو سیراب فرمائیں گے۔ اس کا نام کوثر ہے۔ اور وہ آج مخلوق ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ ارشاد فرمایا اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا ہے۔ اگر مخلوق نہ ہوتا تو عطا فرمانا درست نہ ہوتا۔ حوض کوثر صراط کے پہلے ہے یا بعد؟ علماء کے دونوں اقوال ہیں۔ علامہ قرطبی نے تذکرہ میں فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے دو حوض ہیں ایک موقف میں رہے گا۔ اور ایک جنت میں۔

حوض کے ثبوت میں احادیث اتنی کثیر ہیں کہ جو باعتبار معنی کے متواتر ہیں۔ اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اس کا منکر گمراہ بد دین ہے۔

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ |
| ۲۷۹۰ | حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے |
| وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا فَرَطُکُمْ عَلَی الْحَوْضِ وَلَیُرْفَعَنَّ رِجَالٌ مِّنْکُمْ ثُمَّ لَیُخْتَلَجُنَّ دُوْنِیْ | |
| فرمایا میں تمہارا پیش رو، کارساز حوض پر ہوں گا۔ تم میں سے کچھ لوگ حوض کی طرف آئیں گے۔ پھر میرے قریب | |
| فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ اَصْحَابِیْ فَیَقُوْلُ اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ ؎ | |
| سے کھینچ لیے جائیں گے۔ میں عرض کروں گا اے رب یہ میرے اصحاب ہیں تو کہا جائیگا آپ کو نہیں معلوم کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا نئی چیزیں پیدا کیں | |

تشریحات ۲۷۹۰:۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گئے اور حالت ارتداد ہی میں مرے۔ وہابی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ

؎ بخاری: فتن۔ اول۔ ص ۱۰۴۵۔ مسلم: فضائل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

علیہ وسلم کو جمیع ما کان وما یکون کا علم نہیں تھا ورنہ ان لوگوں کو پہچان لیتے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ قیامت کے دن واقع ہوگا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری میں اس کی خبر دے دی یہ خود غیب کی خبر ہے اور اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن ہونے والے واقعات کی خبر ہے۔ رہ گیا اس وقت ان لوگوں کو نہ پہچاننا یہ کثرت ازدحام اور قیامت کے پریشان کن احوال کی بنا پر عدم توجہ کی وجہ سے ہے یہ عدم علم کی دلیل نہیں۔

| حدیث | عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ |
|---|---|
| ۲۷۹۱ | حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے آگے |
| قَالَ اَمَامَکُمْ حَوْضِیْ کَمَا بَیْنَ جَرْبَاءَ وَاَذْرُحَ۔ | |
| میرا حوض ہے اتنا بڑا جتنی مسافت جرباء اور اذرح کے درمیان ہے۔ | |

## ۲۷۹۱ تشریحات

جرباء اور اذرح دو جگہوں کا نام ہے صحیح مسلم میں ہے کہ حدیث کے راوی عبید اللہ نے کہا کہ میں نے نافع سے پوچھا تو انہوں نے کہا یہ شام میں دو بستیاں ہیں جن کے درمیان تین راتوں کی مسافت ہے لیکن عام طور پر لوگوں نے فرمایا کہ یہ دونوں دو موضع بیت المقدس کے قریب ہیں جن کے درمیان ایک گھنٹے کی مسافت ہے تقریباً تین رات کی نہیں۔ یہاں مراد حقیقی تحدید نہیں بلکہ حوض کی وسعت اور کشادگی کو بتانا ہے شارحین نے فرمایا کہ حدیث میں اختصار ہے اصل حدیث یہ ہے جیسا کہ مدینہ اور جرباء اور اذرح کے درمیان فاصلہ ہے یہ دونوں موضع چونکہ قریب ہیں اس لیے ایک موضع کے حکم میں ہوگئے جیسا کہ دار قطنی کی روایت میں صراحتاً آیا ہے کہ فرمایا ما بین ناحیتی حوضی کما بین المدینۃ وجرباء واذرح ــــ حوض کی لمبائی چوڑائی کے بارے میں روایتیں مختلف آئی ہیں اسی بخاری میں یہیں ایک حدیث کے بعد حضرت ابن عمر کی حدیث میں ہے حَوْضِیْ مَسِیْرَۃُ شَہْرٍ اس کے بعد حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کما بین ایلۃ وصنعاء ایک حدیث میں ہے کما بین المدینۃ وصنعاء حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے من ایلۃ الیٰ عدن۔ حضرت جابر کی حدیث میں ہے جیسا کہ صنعاء سے مدینہ تک کا فاصلہ ہے ان شہروں کے درمیان کے فاصلے نصف ماہ سے لے کر ایک ماہ تک کے ہیں ان سب کا حاصل یہ ہے کہ حوض بہت لمبا چوڑا ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

| حدیث | قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوْضِيْ مَسِيْرَةُ |
|---|---|
| ۲۷۹۲ | عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حوض ایک ماہ |
| | شَهْرٍ مَاءُهٗ اَبْيَضُ مِنَ اللَّبَنِ وَرِيْحُهٗ اَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَكِيْزَانُهٗ كَنُجُوْمِ |
| | کی مسافت جتنا لمبا چوڑا ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور اس کی خوشبو مشک سے زیادہ |
| | السَّمَاءِ مَنْ يَشْرَبُ مِنْهَا فَلَا يَظْمَأُ بَعْدَهٗ اَبَدًا ۱ھ |
| | اچھی ہے اور اس کے پیالے آسمان کے ستاروں کے مثل ہیں جو اس سے پی لے گا پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ |

۲۷۹۲

**تشریحات:۔** مسلم میں ہے وزوایاہ سواء۔ اور اس کے سب کونے برابر ہوں گے ــــ ابیض من اللبن۔ اس پر یہ شبہہ وارد کیا گیا کہ لون وعیب سے تفضیل نہیں آتا لہٰذا ابہٰی ہونا چاہیئے اشد بیاضًا اسی لیے علامہ عسقلانی نے فرمایا یہ کسی راوی کا تصرف ہے جیسا کہ حضرت ابوذر کی روایت میں مسلم میں ہے۔ اشد بیاضًا علامہ عینی نے فرمایا کہ اسے راویوں کا تصرف قرار دینا تحکم ہے اور نحویوں کے قاعدے کا لحاظ کرکے اسے قلت پر محمول کرنا بے جا ہے جب حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آیا ہے تو پھر اس میں کسی کلام کی کوئی گنجائش نہیں۔

| حدیث | حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ |
|---|---|
| ۲۷۹۳ | حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ |
| | صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ قَدْرَ حَوْضِيْ مَا بَيْنَ اَيْلَةَ وَصَنْعَاءَ |
| | تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے حوض کی مقدار اتنی ہے جتنا کہ یمن کے صنعاء اور ایلہ کے |
| | مِنَ الْيَمَنِ وَاِنَّ فِيْهِ مِنَ الْاَبَارِيْقِ كَعَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَاءِ ۲ھ |
| | درمیان ہے اس میں آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر لوٹے ہیں۔ |

**تشریح ۲۷۹۳** من الیمن کی قید اس لیے ذکر فرمائی کہ شام میں بھی ایک شہر کا نام صنعاء ہے۔

| حدیث | عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ |
|---|---|
| ۲۷۹۴ | حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |

۱ھ مسلم۔ حوض۔ ۲ھ مسلم: فضائل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

وَسَلَّمَ قَالَ لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِي الْحَوْضَ حَتَّى عَرَفْتُهُمْ

نے فرمایا۔ میرے پاس حوض پر میرے صحابہ میں سے کچھ لوگ آئیں گے یہاں تک کہ میں ان کو پہچان لوں گا جو میرے پاس سے کھینچ لیے

اُخْتُلِجُوا دُونِي فَأَقُولُ أَصْحَابِي فَيَقُولُ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ۔

جائیں گے میں کہوں گا میرے صحابہ ہیں تو کہنے والا کہے گا آپ کو نہیں معلوم کہ آپ کے بعد کے ان لوگوں نے کیا بات پیدا کی۔

**حدیث ۲۷۹۵** عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مَنْ مَرَّ عَلَيَّ شَرِبَ وَمَنْ

حوض پر تمہارا پیش رو، کارساز ہوں جو میرے قریب سے گزرے گا پیے گا۔ اور جو پیے گا کبھی پیاسا نہیں ہوگا

شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونِي ثُمَّ يُحَالُ

میرے پاس کچھ لوگ آئیں گے جنہیں میں پہچانوں گا اور وہ مجھے پہچانیں گے پھر میرے ان کے درمیان

بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ قَالَ أَبُو حَازِمٍ فَسَمِعَنِي النُّعْمَانُ بْنُ أَبِي عَيَّاشٍ فَقَالَ

میں آڑ کر دی جائے گی۔ ابو حازم نے کہا مجھ سے نعمان بن ابی عیاش نے سنا تو انہوں نے کہا کیا ایسے ہی تم نے سہل سے

هٰكَذَا سَمِعْتَ مِنْ سَهْلٍ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ أَشْهَدُ عَلٰى أَبِي سَعِيدٍ

سنا ہے تو میں نے کہا ہاں۔ اور انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ

الْخُدْرِيِّ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) لَسَمِعْتَهُ وَهُوَ يَزِيدُ فِيهَا فَأَقُولُ إِنَّهُمْ

عنہ سے بھی اس کو سنا وہ اس حدیث میں اتنا زیادہ کرتے تھے۔ میں کہوں گا وہ لوگ مجھ سے ہیں۔

مِنِّي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ سُحْقًا سُحْقًا

تو کہا جائے گا آپ نہیں جانتے آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا نئی باتیں نکالیں۔ تو میں کہوں گا ان لوگوں کے لیے

لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِي وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سُحْقًا بُعْدًا إِسْحِيقٌ بَعِيدٌ

دوری ہو دوری ہو جنہوں نے میرے بعد بدل دیا۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا سُحْقًا کے

سَحَقَهُ وَأَسْحَقَهُ أَبْعَدَهُ عه

معنی دور ہونے کے ہیں اور سِحِیق کے معنی بعید ہونے کے ہیں۔ سَحَقَهُ اور أَسْحَقَهُ کے معنی

ابعدہ کے ہیں یعنی اس کو دور کیا۔

**ت ۷۶۷** عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عه بخاری۔ فتن: باب اول ص ۱۰۴۵۔

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَرِدُ عَلَیَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ رَھْطٌ مِنْ

نے فرمایا قیامت کے دن میرے صحابہ کا ایک گروہ میرے پاس آئے گا۔ وہ لوگ حوض سے بھگا دیے

اَصْحَابِیْ فَیُحَلَّئُوْنَ عَنِ الْحَوْضِ فَاَقُوْلُ یَارَبِّ اَصْحَابِیْ فَیَقُوْلُ اِنَّکَ لَا عِلْمَ

جائیں گے میں کہوں گا اے میرے رب میرے صحابہ ہیں۔ تو فرمائے گا آپ کو نہیں معلوم آپ کے بعد ان لوگوں نے

لَکَ بِمَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ اِنَّھُمُ ارْتَدُّوْا عَلٰی اَدْبَارِھِمُ الْقَھْقَرٰی۔

کیا نئی بات کی۔ یہ لوگ اپنی ایڑیوں کے بل پیٹھ پھیر کر پلٹ گئے۔

بطریق شعیب عن الزہری کی روایت میں فَیُجْلَوْنَ ہے۔ اور عُقَیل نے کہا فَیُجَلَّئُوْنَ ہے۔

**تشریح ۶۷۶** فَیُحَلَّئُوْنَ ۔ تَحْلِئَۃٌ مصدر سے باب تفعیل کا مضارع مجہول کا صیغہ ہے یعنی حوض سے روک دیے جائیں گے۔ اور بھگا دیے جائیں گے۔ اس کا مادہ جَلَأٌ ہے۔ بولتے ہیں جَلَأَتْہُ عَنِ الْمَاءِ ۔ جب پانی پر جانے سے روک دیا جائے اور بھگا دیا جائے ۔ اور دوسری روایت میں فَیُجْلَوْنَ ہے۔ اس کے معنی بھی وہی ہیں۔ اس حدیث کے اخیر میں جو ارشاد فرمایا انھم ارتدوا علی ادبارھم القھقری یہ اس پر نص ہے کہ حدیث میں مذکورہ افراد سے مراد وہ بدنصیب افراد ہیں جو مرتد ہو گئے۔ اور ارتداد ہی پر مرے۔

**حدیث ۲۷۹۶** عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّہٗ کَانَ یُحَدِّثُ عَنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت سعید بن المسیب اصحاب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَرِدُ عَلَیَّ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس حوض پر میرے صحابہ میں سے کچھ لوگ

الْحَوْضَ رِجَالٌ مِّنْ اَصْحَابِیْ فَیُحَلَّئُوْنَ عَنْہُ فَاَقُوْلُ یَارَبِّ اَصْحَابِیْ

آئیں گے پھر وہ حوض سے بھگا دیے جائیں گے تو میں کہوں گا اے میرے رب! یہ میرے

فَیَقُوْلُ اِنَّکَ لَا عِلْمَ لَکَ بِمَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ اِنَّھُمُ ارْتَدُّوْا عَلٰی

اصحاب ہیں تو فرمائے گا آپ کو علم نہیں! آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا نئی باتیں دین میں پیدا کیں

اَدْبَارِھِمُ الْقَھْقَرٰی۔

یہ اپنی ایڑیوں پر پیٹھ پھیر کر پلٹ گئے۔

**حدیث ۲۷۹۷** عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا قَائِمٌ إِذَا زُمْرَةٌ حَتَّى إِذَا عَرَفْتُهُمْ خَرَجَ رَجُلٌ

کرتے ہیں کہ فرمایا۔ میں کھڑا رہوں گا اچانک ایک گروہ آئے گا۔ یہاں تک کہ جب میں ان کو پہچان

مِنْ بَيْنِي وَبَيْنِهِمْ فَقَالَ هَلُمَّ فَقُلْتُ أَيْنَ قَالَ إِلَى النَّارِ وَاللّٰهِ قُلْتُ

لوں گا تو ان کے اور میرے درمیان سے ایک شخص باہر ہوگا۔ وہ کہے گا آؤ میں کہوں گا کہاں۔ کہے گا جہنم کی

وَمَا شَأْنُهُمْ قَالَ إِنَّهُمْ ارْتَدُّوا بَعْدَكَ عَلَى أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرَى ثُمَّ

طرف بخدا۔ میں کہوں گا ان کا کیا حال ہے۔ کہے گا یہ لوگ آپ کے بعد اپنی ایڑیوں پر پیٹھ کے بل پلٹ گئے۔ پھر ایک

إِذَا زُمْرَةٌ حَتَّى إِذَا عَرَفْتُهُمْ خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِي وَبَيْنِهِمْ فَقَالَ هَلُمَّ قُلْتُ

گروہ آئے گا یہاں تک کہ جب میں ان کو پہچان لوں گا تو میرے اور ان کے درمیان سے ایک شخص باہر ہوگا اور ان لوگوں

أَيْنَ قَالَ إِلَى النَّارِ وَاللّٰهِ قُلْتُ وَمَا شَأْنُهُمْ قَالَ إِنَّهُمْ ارْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِهِمُ

سے کہے گا آؤ۔ میں پوچھوں گا کہاں۔ وہ کہے گا جہنم کی جانب بخدا۔ میں پوچھوں گا ان کا کیا حال ہے۔ کہے گا یہ لوگ اپنی

الْقَهْقَرَى فَلَا أُرَاهُ يَخْلُصُ مِنْهُمْ إِلَّا مِثْلُ هَمَلِ النَّعَمِ.

ایڑیوں پر پیٹھ پھیر کر پلٹ گئے۔ میں گمان نہیں کرتا کہ ان میں سے کچھ لوگ نجات پائیں گے مگر بہت تھوڑے۔ جیسے گمشدہ اونٹ۔

**تشریحات ۲۷۹:** ۔ "بینا انا قائم" ۔ یہ کشمیہنی کی روایت میں ہے۔ یعنی میں حوض پر کھڑا رہوں گا۔ اور اکثروں کی روایت نائم ہے یعنی میں نے یہ خواب میں دیکھا جو قیامت کے دن ہونے والا ہے ۔ "خرج رجل" ۔ اس سے مراد فرشتہ ہے جو ان لوگوں کو جہنم میں لے جانے پر مقرر ہے۔ یہ انسان کی صورت میں ظاہر ہوگا "ھلم" ۔ اسم فعل امر حاضر کے معنی میں ہے یعنی آؤ ۔ یہ خطاب اس گروہ سے ہے ۔ گزر چکا کہ اہل حجاز کی لغت میں ھلم واحد تثنیہ جمع سب کے لیے آتا ہے۔ "ھمل النعم ۔ ھمل" ۔ اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ دیکھ ریکھ نہیں کی جاتی تاکہ وہ ضائع اور ہلاک ہو جائے۔ خطابی نے کہا۔ ھمل ۔ گم شدہ اونٹوں کو کہتے ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس اونٹ کو کہتے ہیں جو بغیر چرواہے کے رہتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ بہت تھوڑے لوگ نجات پائیں گے ۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اس گروہ میں دونوں قسم کے ہوں گے کفار اور مسلمان گنہگار ۔ نیز اس سے ظاہر ہوا کہ ہر مومن کو حوض کوثر نصیب نہ ہوگا۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۷۹۸ | سَمِعْتُ جُنْدُبًا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ |
| | حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا میں |

أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ ؎

حوض کوثر پر تمہارا پیش رو کارساز ہوں۔

| حدیث | عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ سَمِعَ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى |
|---|---|
| ۲۷۹۹ | حارثہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا |

عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ الْحَوْضَ فَقَالَ كَمَا

اور حضور نے حوض کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا حوض اتنا لمبا چوڑا ہے جیسا کہ مدینہ اور صنعاء کے

بَيْنَ الْمَدِيْنَةِ وَصَنْعَاءَ - وَزَادَ ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ (إِلٰى أَنْ) عَنْ حَارِثَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

درمیان فاصلہ ہے۔ اور ابن عدی نے زیادہ کیا۔ حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے

تَعَالٰى عَنْهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَوْضُهُ مَا بَيْنَ صَنْعَاءَ

ہوئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ فرمایا کہ ان کا حوض اتنا بڑا ہے جتنا صنعاء اور

وَالْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَهُ الْمُسْتَوْرِدُ أَلَمْ تَسْمَعْهُ قَالَ أَلَا وَإِنِّيْ قَالَ لَا قَالَ الْمُسْتَوْرِدُ

مدینہ کا فاصلہ ہے۔ ان سے مستورد نے پوچھا کیا آپ نے ان سے یہ نہیں سنا کہ اَلَا وَاِنِّی کہا انہوں نے

يُرٰى فِيْهِ الْآنِيَةُ مِثْلُ الْكَوَاكِبِ ؎

کہا کہ نہیں۔ مستورد نے کہا اس میں برتن دیکھے جائیں گے ستاروں کے مثل۔

**تشریح ۲۷۹۹**

مستورد صحابی ہیں۔ یہ حدیث ان سے بھی مروی ہے ان کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اَلَا وَاِنِّی فِیْہِ کَذَا وَکَذَا نہیں فرمایا ہے۔ یُرٰی فِیْہِ الْآنِیَۃُ۔ فرمایا ہے۔

| حدیث | عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ قَالَ |
|---|---|
| ۲۸۰۰ | حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی |

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ عَلَى الْحَوْضِ حَتّٰى أَنْظُرَ مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں حوض پر تشریف فرما رہوں گا تاکہ دیکھوں تم میں سے مجھ پر کون

مِنْكُمْ وَسَيُؤْخَذُ نَاسٌ دُوْنِيْ فَأَقُوْلُ يَا رَبِّ مِنِّيْ وَمِنْ أُمَّتِيْ فَيُقَالُ هَلْ

آتا ہے اور میرے قریب ہی کچھ لوگوں کو پکڑ لیا جائے گا۔ میں کہوں گا اے رب۔ مجھ سے ہیں اور میری

؎ مسلم: فضائل۔ ؎؎ مسلم: فضائل۔

شَعَرْتَ بِمَا عَمِلُوا بَعْدَكَ وَاللّٰهِ مَا بَرِحُوا يَرْجِعُونَ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ فَكَانَ ابْنُ

امت سے ہیں۔ تو کہا جائے گا کیا آپ کو معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ واللہ یہ اپنی ایڑیوں

أَبِي مُلَيْكَةَ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ أَنْ نَرْجِعَ عَلٰى أَعْقَابِنَا أَوْ نُفْتَنَ عَنْ

کے بل پلٹتے رہے۔ ابن ابی ملیکہ یہ دعا مانگا کرتے تھے اے اللہ ہم تیری پناہ مانگتے ہیں کہ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹیں یا

دِينِنَا. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ عَلٰى أَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُونَ تَرْجِعُونَ ؎

دین کے بارے میں فتنے میں ڈالے جائیں۔ ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا تنکصون کے معنی ترجعون ہے یعنی لوٹتے ہیں۔ پلٹتے ہیں۔ پھرتے ہیں۔

؎ فتن ۱ باب اوّل ص ۱۰۴۵۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

# کتاب القدر ص۹۷۵ تقدیر کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیر حق ہے۔ اس کا منکر گمراہ ہے۔ تقدیر ایک سربستہ راز ہے جس کا سمجھنا عام عقلوں سے باہر ہے۔ اس کی قدرے تفصیل جلد اول حدیث جبرئیل میں بیان کر دی گئی ہے۔

**بَابُ جَفَّ الْقَلَمُ عَلٰى عِلْمِ اللّٰهِ وَقَوْلِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ** ص ۹۷۶

اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق قلم سوکھ گیا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے مطابق گمراہ کر دیا۔

**توضیح** مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو قیامت تک جو کچھ ہونے والی ہے سب لکھ دیا ہے اگر اس میں سے کچھ بدلنا چاہتا ہے تو اسے مٹا دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت وعندہ ام الکتب ۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ اور اس کے پاس اصل کتاب ہے ۔ یہاں علم اللہ سے مراد حکم الٰہی ہے۔ اس لیے کہ اس کے معلوم کا واقع ہونا لازم ہے ورنہ جہل لازم آئے گا۔ تو اس کے علم کو لازم ہے معلوم کے وقوع کا حکم ۔ واضلہ اللہ علیٰ علم۔ کی ایک تفسیر یہ ہے کہ ازل میں اس کے بارے میں جو علم تھا اس کو ظاہر کیا اور ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے علم عطا فرمایا تھا اس کے باوجود وہ گمراہ ہو گیا۔

| ت | وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَهَا سَابِقُوْنَ. سَبَقَتْ لَهُمُ السَّعَادَةُ. |
|---|---|
| ۷۶۸ | اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور یہی لوگ بھلائی کی طرف پہلے پہونچنے والے ہیں حضرت ابن عباس نے فرمایا یعنی سعادت سب سے پہلے ان کے حصے میں آئی۔ |

**تشریح ۷۶۸** ارشاد ہے اُولٰٓئِكَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُوْنَ یعنی وہ لوگ نیکیاں کرنے میں تیزی دکھاتے ہیں۔ اور وہ سبقت لے جانے

والے ہیں۔ حضرت ابن عباس کی تفسیر سے ظاہر ہو رہا ہے کہ سعادت سابق ہے۔ اور آیت اس پر دلالت کر رہی ہے کہ خیرات یعنی سعادت مسبوق ہے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ سعادت کی وجہ سے وہ لوگ دوسرے افراد سے آگے بڑھ گئے۔ یہ مراد نہیں کہ سعادت سے آگے بڑھ گئے۔

| حدیث | عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُعْرَفُ أَهْلُ |
|---|---|
| ۲۸۰۱ | حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ کیا |
| | الْجَنَّةِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَلِمَ يَعْمَلُ الْعَامِلُوْنَ قَالَ كُلٌّ يَعْمَلُ |
| | جنتی جہنمیوں سے ممتاز ہو کر پہچانے جاتے ہیں فرمایا ہاں تو اس نے عرض کیا پس عمل کرنے والے عمل کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا آدمی |
| | لِمَا خُلِقَ لَهٗ أَوْ لِمَا يُسِّرَ لَهٗ ؏ |
| | جس کے لیے پیدا کیا گیا ہے اسی کے مطابق عمل کرتا ہے۔ یا اسی کے مطابق اسے توفیق دی جاتی ہے۔ |

۲۸۰۱ تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ یہ طے ہو چکا ہے کہ کون جنت میں جائے گا اور کون دوزخ میں۔ اسی کے مطابق جنتی ایسے اعمال کرتا ہے جس کے سبب جنت کا مستحق ہے۔ اور دوزخی ایسے عمل کرتا ہے جس کے سبب وہ دوزخ کا مستحق ہوتا ہے۔

باب قولہ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے۔
مَقْدُوْرًا ۱ ص ۹۷۶۔

| حدیث | عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَقَدْ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ |
|---|---|
| ۲۸۰۲ | حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا جس میں |
| | تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً مَا تَرَكَ فِيْهَا شَيْئًا إِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا ذَكَرَهٗ عَلِمَهٗ |
| | کسی ایک ایسی چیز کا ذکر نہیں چھوڑا جو قیامت قایم ہونے تک ہوگی مگر ان سب کا تذکرہ فرمایا۔ اس کو |
| | مَنْ عَلِمَهٗ وَجَهِلَهٗ مَنْ جَهِلَهٗ إِنْ كُنْتُ لَأَرٰى الشَّيْءَ قَدْ نَسِيْتُ فَأَعْرِفُ |
| | جاننا جس نے جانا جو بھول گیا بھول گیا ــــ میں کسی بھولی ہوئی چیز کو دیکھتا ہوں تو پہچان لیتا ہوں |
| | مَا يَعْرِفُ الرَّجُلُ إِذَا غَابَ عَنْهُ فَرَاٰهُ فَعَرَفَهٗ ؏ ۱ |
| | جیسے غائب شخص کو آدمی دیکھ کر پہچان لیتا ہے۔ |

؏ توحید: باب قول اللہ ولقد یسرنا القرآن للذکر ص ۱۱۲۶ ۱ مسلم، فتن، ابو داؤد۔

**تشریحات ۲۸۰۲:۔** یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمیع مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن کے عالم تھے حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بتا بھی دیا جسے یاد رہا یاد رہا جو بھول گیا بھول گیا۔

**بَابُ اِلْقَاءِ النَّذْرِ الْعَبْدَ اِلَی الْقَدَرِ** ص ۹۷۸۔ منت بندے کو تقدیر ہی کی طرف ڈال دیتی ہے۔

**توضیح:۔** یعنی منت سے تقدیر کا نوشتہ نہیں بدلتا ہے بلکہ منت ماننا بھی تقدیر الٰہی سے ہے۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۸۰۳ | عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ نَھَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ |
| | حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منت سے منع فرمایا |
| | عَنِ النَّذْرِ وَقَالَ اِنَّہٗ لَا یَرُدُّ شَیْئًا وَاِنَّمَا یُسْتَخْرَجُ بِہٖ مِنَ الْبَخِیْلِ۔ |
| | اور فرمایا یہ تقدیر کو نہیں بدلتی ہے ہاں بخیل سے اس کا مال نکلوا لیتی ہے۔ |
| حدیث ۲۸۰۴ | عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ |
| | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منت |
| | وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَاْتِیْ ابْنَ اٰدَمَ النَّذْرُ بِشَیْءٍ لَمْ یَکُنْ قَدْ قَدَّرْتُہٗ وَلٰکِنِ النَّذْرُ یُلْقِیْہِ |
| | بنی آدم کو ایسی کوئی چیز نہیں دیتی ہے جو اس کے مقدر میں نہ ہو۔ لیکن تقدیر اس کو نذر کی طرف لے جاتی ہے |
| | اَلْقَدَرُ وَقَدْ قَدَّرْتُہٗ لَہٗ اَسْتَخْرِجُ بِہٖ مِنَ الْبَخِیْلِ۔ |
| | اور میں نے اس کے لئے منت مقدر کر دی ہے کہ اس کے ذریعہ بخیل سے کچھ میں نکلوا لیتا ہوں۔ |

**تشریحات ۲۸۰۴:۔** یعنی قضاء مبرم میں نذر سے کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔

**بَابُ الْمَعْصُوْمِ مَنْ عَصَمَ اللّٰہُ۔** ص ۹۷۸ معصوم وہ ہے جسے اللہ بچائے رکھے۔

عَاصِمٌ۔ مَانِعٌ۔ عاصم کے معنیٰ منع کرنے والا روکنے والا۔

| | |
|---|---|
| ت ۷۶۹ | قَالَ مُجَاھِدٌ سُدًی عَنِ الْحَقِّ یَتَرَدَّدُوْنَ فِی الضَّلَالَۃِ۔ |
| | امام مجاہد نے کہا "سُدًی" یعنی گمراہی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ |

۷۶۹

تشریح :۔ سورۂ قیامہ میں فرمایا گیا۔ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی، کیا انسان گمان کرتا ہے کہ اسے آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔ اس آیت میں وارد سدًی کی تفسیر میں امام مجاہد نے یہ فرمایا کہ وہ خاص گمراہی میں بھٹکتا رہے گا۔

دَسّٰھَا :۔ اَغْوَاھَا یعنی اس کو گمراہ کر دیا۔ سورۂ شمس میں فرمایا گیا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا اور وہ نقصان میں رہا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔ امام بخاری فرماتے ہیں دَسّٰھَا کے معنیٰ اَغْوَاھَا یعنی اس کو گمراہ کیا۔

| حدیث | عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ |
|---|---|
| ۲۸۰۵ | حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ |
| | قَالَ مَا اسْتُخْلِفَ خَلِیْفَۃٌ اِلَّا لَہٗ بِطَانَتَانِ بِطَانَۃٌ یَّاْمُرُہٗ بِالْخَیْرِ |
| | جو بھی خلیفہ بنایا جاتا ہے اس کے دو اندرونی کارگزار ہوتے ہیں ایک اس کو بھلائی کا حکم دیتا ہے اور اس پر |
| | وَتَحُضُّہٗ عَلَیْہِ وَبِطَانَۃٌ تَاْمُرُہٗ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّہٗ عَلَیْہِ وَالْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَ اللّٰہُ ؏ |
| | ابھارتا ہے اور ایک برائی کا حکم دیتا ہے اور اس پر ابھارتا ہے معصوم وہ ہے جسے اللہ اپنی حفاظت میں رکھے۔ |

۲۸۰۵

تشریحات :۔ کتاب الاحکام میں یہ زائد ہے مَامِنْ نَبِیٍّ یعنی ہر نبی اور ہر خلیفہ کے دو باطنی رازدار مشیر کار ہوتے ہیں، بِطَانَۃٌ کے اصل معنی کپڑے کے استر کے ہیں اور یہاں مراد مخصوص معتمد مشیر کار ہیں۔

بَابُ قَوْلُ اللّٰہِ وَحَرَامٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ۔
(سورۂ انبیاء آیت ۹۵)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور حرام ہے اس بستی پر جسے ہم نے ہلاک کر دیا کہ پھر لوٹ کر آئیں۔

وَقَوْلِہٖ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِکَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ (سورۂ ھود آیت ۳۶)

اور اس ارشاد کا بیان کہ تمہاری قوم سے مسلمان نہیں ہوں گے مگر جتنے ایمان لا چکے

وَلَا یَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا۔
(ص ۹۷۸ سورۂ نوح آیت ۲۷)

اور اس ارشاد کا بیان ان کے اولاد ہوگی تو وہ بھی نہ ہوگی۔ مگر بدکار بڑی ناشکر۔

ع احکام: باب بطانۃ الامام ص ۱۰۶۵۔ نسائی: بیعۃ

| ت | وَقَالَ مَنْصُوْرُ بْنُ النُّعْمَانِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ |
|---|---|
| ۷۷۰ | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا حِرْمٌ حبشی زبان میں وَجَبَ کے |
| | تَعَالٰى عَنْهُمَا وَحِرْمٌ بِالْحَبَشِيَّةِ وَجَبَ |
| | معنیٰ میں ہے۔ |

**تشریح:** آیۂ کریمہ وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ میں ایک قراءت حِرْمٌ بھی ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔ اُس کے معنی وَجَبَ کے ہے یعنی یہ بات اُن کو واجب ہو چکی ہے کہ وہ لوگ لوٹیں گے نہیں۔

**بَابٌ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ** صد ۹۷۹ — انسان اور اس کے دل میں حائل ہو جاتا ہے۔

| حدیث | عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَثِيْرًا مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ |
|---|---|
| ۲۸۰۶ | حضرت عبداللہ (ابن عمر) رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ |
| | وَسَلَّمَ يَحْلِفُ لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ ؏ |
| | وسلم اکثر یہ قسم کھایا کرتے تھے، قسم ہے دِلوں کے بدلنے والے کی۔ |

**تشریحات ۲۸۰۶** مطابقت:۔ جب اللہ تعالیٰ دلوں کا پھیرنے والا ہے تو اس نے اگر کسی کے دل کو ایمان سے پھیر کر کُفر کی طرف موڑ دیا تو وہ اس میں اور اس کے ایمان کے درمیان حائل ہو گیا۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کسی کے دل کو ایمان کی طرف پھیر دیا تو اس میں اور کفر کے درمیان حائل ہو گیا۔

**بَابُ قُلْ لَنْ يُّصِيْبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا قَضٰى۔** صد ۹۷۹ — اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان فرمادو ہمیں نہیں پہونچتی لیکن وہی جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے یعنی جو ہمارے حق میں فیصلہ کر دیا ہے۔

| ت | وَقَالَ مُجَاهِدٌ بِفَاتِنِيْنَ بِمُضِلِّيْنَ إِلَّا مَنْ كَتَبَ اللّٰهُ أَنَّهٗ |
|---|---|
| ۷۷۱ | اور حضرت مجاہد نے کہا فاتنین سے مراد مضلین ہے مگر انہیں جن کے بارے میں اللہ |

ع أيمان ونذور: باب قول النبي صلى الله عليه وسلم وأيم الله صد ۹۸۱ ۔ توحيد: باب صد ۱۰۹۹ ۔ ترمذی: ایمان۔ نسائی: ابن ماجہ: کفارات۔

یَصْلَی الْجَحِیْمَ۔

تعالیٰ نے لکھ دیا ہے وہ جہنم میں جلے گا۔

**تشریح ۷۷**

سورۂ صافات میں ارشاد تھا مَا اَنْتُمْ عَلَیْهِ بِفَاتِنِیْنَ. اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِیْمِ. اس کے خلاف کسی کو بہکانے والے نہیں مگر اسے جو بھڑکتی ہوئی آگ میں جلنے والا ہے ۔۔۔ یہ خطاب کفار سے تھا۔ فَاتِنِیْن کا معنی مضلین ہے مطلب یہ ہے کہ اے کفار تم کسی کو بہکا نہیں سکتے۔ مگر ان لوگوں کو جن کے مقدر میں جہنم میں جلنا ہے

قَدَّرَ فَهَدٰی۔ قَدَّرَ الشَّقَاءَ وَالسَّعَادَةَ وَهَدَی الْاَنْعَامَ لِمَرَاتِعِهَا یعنی اللہ تعالیٰ نے بدبختی اور خوش بختی مقدر کر دی ہے۔ اور چوپایوں کو چراگاہ کا راستہ دکھایا۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب الایمان والنذور ص۹۸ قسم اور منت کا بیان

**توضیح** ایمان یمین کی جمع ہے۔ یمین کے معنی قوت کے ہیں۔ ارشاد ہے وَلَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ؎ ضرور ان سے ہم بقوت بدلیں گے۔ نیز داہنے ہاتھ کو بھی کہتے ہیں اور شرع میں قسم کو کہتے ہیں۔ یعنی کسی چیز کے دو طرفوں میں سے ایک کو تقویت دینا مقسم بہ کے ذریعہ۔ اور نذر منت ماننا کسی عبادت یا صدقہ کو اپنے اوپر واجب کرنا تبرعاً۔ یعنی جو چیز واجب نہ ہو اس کو اپنے ذمہ واجب کرنا۔

**بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ**

(سورہ مائدہ آیت ۸۹)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اللہ تمہیں نہیں پکڑتا ان قسموں میں جو بے ارادہ زبان سے نکل جائیں۔ ہاں ان قسموں پر گرفت فرماتا ہے جنہیں تم نے مضبوط کیا تو ایسی قسم کا بدلہ دس مسکینوں کو کھانا دینا اپنے گھر والوں کو جو کھلاتے ہو اس کے اوسط میں سے یا انہیں کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا تو جو ان میں سے کچھ نہ پائے تو تین دن کے روزے یہ بدلہ ہے تمہاری قسموں کا جب قسم کھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو اسی طرح اللہ تم سے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم احسان مانو۔

**توضیح:** قسم کی تین قسمیں ہیں۔ غموس۔ لغو۔ منعقدہ۔ جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانے کو غموس کہتے ہیں۔ مثلاً قسم کھائی کہ فلاں شخص آیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اب تک نہیں آیا۔ لغو، اگر اپنی دانست میں جو قسم کھائی ہے وہ سچی ہے مگر حقیقت میں جھوٹی ہے۔ مثلاً جانتا تھا

؎ سورۃ الحاقۃ آیت ۴۵۔

کہ زید نہیں آیا اور قسم کھائی کہ نہیں آیا اور حقیقت میں زید آگیا ہے۔ اسے لغو کہتے ہیں۔ منعقدہ۔ اگر آئندہ کے لیے قسم کھائی مثلاً یوں کہا خدا کی قسم یہ کام کروں گا یا نہ کروں گا تو اسے منعقدہ کہتے ہیں غموس میں سخت گنہگار ہوگا استغفار اور توبہ فرض ہے۔ مگر کفارہ لازم نہیں۔ اور لغو میں نہ گناہ ہے نہ کفارہ اور منعقدہ میں اگر قسم توڑے گا۔ کفارہ دینا پڑے گا اور بعض صورتوں میں گنہگار بھی ہوگا۔

| | |
|---|---|
| حدیث | حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ |
| ۲۸۰۷ | عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم |
| | النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ لَا تَسْئَلِ الْإِمَارَةَ |
| | نے فرمایا اے عبدالرحمٰن بن سمرہ امارت کا سوال نہ کرنا اس لیے کہ اگر سوال کے بعد تجھے امارت |
| | فَإِنَّكَ إِنْ أُوتِيتَهَا عَنْ مَسْئَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَإِنْ أُوتِيتَهَا مِنْ غَيْرِ |
| | دی گئی وہ تیرے ہی سپرد رہے گی اور اگر بغیر مانگے دی گئی تو تیری مدد کی جائے گی |
| | مَسْئَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا وَإِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا |
| | اور جب تو کوئی قسم کھائے اور دیکھے کہ اس کا غیر اس سے بہتر ہے تو اپنی قسم کا |
| | فَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ وَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ [1] |
| | کفارہ دے دے اور وہ چیز کر جو بہتر ہے۔ |

۲۸۰۷ **تشریحات** اِذَا حَلَفْتَ یہ حکم یمین منعقدہ کا ہے اگر کسی نے قسم کھائی مثلاً کہ فلاں کام کروں گا پھر اس کو سمجھ میں آیا کہ اس کا نہ کرنا بہتر ہے۔ تو قسم توڑنا جائز ہے اس پر کوئی گناہ نہیں۔ البتہ قسم کا کفارہ بہرحال واجب ہوگا۔ حدیث میں فرمایا اپنی قسم کا کفارہ دے اور وہ لا جو بہتر ہے اس سے بظاہر سمجھ میں آتا ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دینا جائز ہے حالانکہ ایسا نہیں قسم توڑنے سے پہلے جو کفارہ دے گا وہ تبرع ہوگا کفارہ نہ ہوگا۔ قسم توڑنے کے بعد کفارہ دینا واجب ہوگا۔ واؤ مطلق جمع کے لیے آتا ہے ترتیب کے لیے نہیں آتا ہے۔ کہ پہلے ذکر کرنے سے پہلے ہونے پر استدلال کیا جائے۔

[1] کفارۃ قبل الحنث وبعدہ ص۹۹۵ الاحکام من لم یسأل اللہ الامارۃ۔ ص۱۰۵۸۔ باب من سأل الامارۃ وکل الیہا ص۱۰۵۸۔ مسلم۔ ایمان۔ ابوداؤد، خراج۔ ترمذی ایمان۔ نسائی۔ سیر۔

| حدیث | حَدَّثَنَا اَبُوْھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَعَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ |
|---|---|
| ۲۸۰۸ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے |
| | عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ |
| | ہوئے کہ فرمایا ہم سب میں پچھلے ہیں اور قیامت کے دن سب سے آگے بڑھ جانے والے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ |
| | اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ لِاَنْ یَلَجَّ اَحَدُکُمْ بِیَمِیْنِہٖ فِیْ اَھْلِہٖ اٰثَمُ لَہٗ |
| | علیہ وسلم نے فرمایا بخدا تم اپنے اہل کے بارے میں قسم پر قائم رہو تو اللہ کے نزدیک زیادہ گنہگار رہو گے |
| | عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ اَنْ یُعْطِیَ کَفَّارَتَہُ الَّتِیْ اِفْتَرَضَ اللّٰہُ عَلَیْہِ ؏ |
| | بہ نسبت اسکے کہ قسم کا وہ کفارہ دے دے جو اللہ نے مقرر فرمایا ہے۔ |

۲۸۰۸

**تشریحات** نحن الاٰخرون السابقون یعنی ہم دنیا میں سب کے بعد آئے مگر قیامت کے دن حساب اور جنت میں داخل ہونے میں سب سے پہلے رہیں گے۔

ہمام بن منبہ کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیثیں درج تھیں جس کی پہلی حدیث تھی نحن الاٰخرون السابقون یوم القیامۃ ان کی عادت تھی کہ جب اس صحیفے سے کوئی حدیث روایت کرتے تو پہلے اس حدیث کو ذکر کرتے پھر حدیث روایت کرتے یعنی کسی نے اپنے اہل کے بارے میں کوئی قسم کھائی جس میں اس کے اہل کا ضرر ہو اس کے باوجود وہ قسم پر اڑا رہا تو یہ بڑا گناہ ہے بہ نسبت اس کے کہ قسم توڑ کر کفارہ ادا کرے حاصل یہ نکلا کہ کسی بات کی قسم کھائی پھر اس کو سمجھ میں آیا کہ یہ بات اچھی نہیں اس سے بہتر اس کا خلاف ہے تو اسے چاہیئے کہ قسم توڑ دے کفارہ ادا کرے جیسا کہ ابھی گزرا ایسی صورت میں قسم پر اڑا رہنا بعض صورتوں میں گناہ ہوگا۔

**بَابُ کَیْفَ کَانَ یَمِیْنُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ** ص ۹۸۱ — نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم کیسی تھی۔

| ت | وَقَالَ اَبُوْقَتَادَۃَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عِنْدَ النَّبِیِّ |
|---|---|
| ۷۷۲ | حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی |
| | صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا ھَا اللّٰہِ اِذًا۔ |
| | صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کہا۔ نہیں بخدا اس وقت۔ |

؏ ابن ماجہ۔ کفارات۔

تشریح ۷۷۲ :۔ کتاب الخمس میں گزری ہوئی ایک طویل حدیث کا جزء ہے یقال واللہ و باللہ وَ تاللہِ۔ کہا جاتا ہے واللہ و باللہ و تاللہ۔ مطلب یہ ہے ھا واوَ باتا، یہ سب حروف قسم ہیں۔

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اَنْتَهَیْتُ اِلَیْهِ وَهُوَ یَقُوْلُ فِیْ ظِلِّ الْکَعْبَةِ هُمُ |
| ۲۸۰۹ | حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں |
| | الْاَخْسَرُوْنَ وَرَبِّ الْکَعْبَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ وَرَبِّ الْکَعْبَةِ. قُلْتُ مَا |
| | حاضر ہوا اور وہ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے فرما رہے تھے وہ لوگ سب سے زیادہ نقصان |
| | شَانِیْ اَیُرٰی فِیَّ شَیْءٌ مَا شَانِیْ فَجَلَسْتُ وَهُوَ یَقُوْلُ فَمَا اسْتَطَعْتُ |
| | اٹھانے والے ہیں رب کعبہ کی قسم وہ لوگ سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں رب کعبہ کی قسم، میں نے |
| | اَنْ اَسْکُتَ وَتَغَشَّانِیْ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَقُلْتُ مَنْ هُمْ بِاَبِیْ اَنْتَ |
| | کہا میرا کیا حال ہے کیا میرے اندر ایسی کوئی بات دیکھی جا رہی ہے میرا کیا حال ہے میں بیٹھ گیا اور حضور فرماتے رہے |
| | وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْاَکْثَرُوْنَ اَمْوَالًا اِلَّا مَنْ قَالَ هٰکَذَا |
| | مجھے چپ رہنے کی طاقت نہیں رہی اور مجھ پر غم واندوہ چھا گیا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں نے عرض کیا کون ہیں وہ لوگ |
| | وَهٰکَذَا وَهٰکَذَا۔ |
| | میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ! فرمایا بہت زیادہ مال والے مگر جس نے ایسا کیا اور ایسے کیا اور ایسے کیا۔ |

۲۸۰۹ تشریحات

مراد یہ ہے کہ جو لوگ اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہ دیتے ہوں یا مال کی وجہ سے ان پر جو حقوق آتے ہوں وہ ادا نہ کرتے ہوں۔

بابٌ لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِکُمْ ص ۹۸۳ اپنے باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ۔

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ |
| ۲۸۱۰ | حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ |
| | صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَدْرَکَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ (رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ) |
| | تعالیٰ علیہ وسلم، عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور وہ کچھ سواروں کے ساتھ سفر کر رہے تھے |
| | وَهُوَ یَسِیْرُ فِیْ رَکْبٍ یَحْلِفُ بِاَبِیْهِ فَقَالَ اَلَا اِنَّ اللّٰهَ یَنْهَاکُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا |
| | اور اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے تو فرمایا سنو، اللہ تعالیٰ تم کو اس سے منع فرماتا ہے کہ اپنے باپ |

بِآبَائِكُمْ مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ۔

دادا کی قسم کھاؤ۔ جس کو قسم کھانا ہو تو اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے یا چپ رہے۔

**حدیث** ۲۸۱۱

قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ قَالَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَا حَلَفْتُ بِهَا مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاكِرًا وَلَا آثِرًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس بات سے منع کرتا ہے کہ اپنے باپ دادا کی قسم کھاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا بخدا باپ دادا کی قسم نہیں کھائی نہ یاد آتے ہوئے اور نہ کسی سے نقل کرتے ہوئے۔

**ت** ۷۷۳

وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَوْ اَثَرَةٌ مِنْ عِلْمٍ يَأْثُرُ عِلْمًا۔

اور مجاہد نے کہا اَوْ اَثَرَةٌ مِنْ عِلْمٍ کے معنی ہیں کہ علم کی روایت کرے۔

**تشریح ۷۷۳:** سورۂ احقاف میں فرمایا تھا۔ اِئْتُوْنِيْ بِكِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثَرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔۔۔ میرے پاس لاؤ اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا کچھ بچا کھچا علم اگر تم سچے ہو۔۔۔ حضرت امام مجاہد نے یہ افادہ فرمایا کہ اِثَرَةٌ اور اَثَرَةٌ کا معنی دوسرے کی بات نقل کرنا ہے۔

**حدیث** ۲۸۱۲

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ۔

**تشریحات ۲۸۱۲**

قسم صرف اللہ عزوجل کے اسماء کریمہ اور صفات کی کھانی چاہیئے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے نام کی قسم کھانا جائز نہیں بلکہ بعض کفر ہے مثلاً لات وعزیٰ بتوں کی قسم کھانا۔ اور جو بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا افلح وابیہ۔ یہ بلاقصد زبان اقدس پر جاری ہوگیا۔ اس سے مقصود قسم نہیں۔

بَابُ الْيَمِيْنِ الْغَمُوْسِ وَلَا تَتَّخِذُوْا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا اِلٰى عَذَابٍ اَلِيْمٍ — دَخَلًا مَكْرًا وَخِيَانَةً۔
ص ۹۸۷

یمین غموس کا بیان اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور تم اپنی قسموں کو آپس میں بے اصل بہانہ نہ بناؤ کہ کہیں کوئی پاؤں جمنے کے بعد لغزش نہ کرے اور تمہیں برائی چکھنی ہو بدلہ اس کا کہ اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور تمہیں بڑا عذاب ہو — دخلاً کے معنی مکر اور خیانت ہے۔ یعنی کسی کو دھوکا اور فریب دینے کے لیے جھوٹی قسمیں نہ کھاؤ۔

| حدیث | عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ |
|---|---|
| ۲۸۱۳ | حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہِ کبیرہ یہ ہیں اللہ |
| | قَالَ الْكَبَائِرُ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ[1] |
| | کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، ناحق قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔ |

۲۸۱۳

**تشریح** استتابۃ المعاندین میں یہ حدیث مفصل یوں ہے ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا یا رسول اللہ! کبائر کیا ہیں۔ فرمایا اللہ کے ساتھ شریک کرنا اس نے پوچھا پھر کیا ہے فرمایا پھر ماں باپ کی نافرمانی۔ اس نے پوچھا پھر کیا ہے فرمایا یمین غموس! میں نے پوچھا یمین غموس کیا ہے فرمایا وہ شخص جو قسم کھا کر مسلمان کا مال حاصل کرے حالانکہ وہ اس میں جھوٹا ہے اس میں صرف تین ہی ذکر ہیں خون ناحق مذکور نہیں جس سے ظاہر ہو گیا کہ حصر مقصود نہیں — کبائر کی تعریف کیا ہے اور کبائر کتنے ہیں اس کی پوری بحث گزر چکی ہے۔

بَابُ اِذَا قَالَ وَاللّٰهِ لَا اَتَكَلَّمُ الْيَوْمَ فَصَلّٰى اَوْ قَرَاَ اَوْ سَبَّحَ اَوْ كَبَّرَ اَوْ حَمِدَ اَوْ هَلَّلَ فَهُوَ عَلٰى نِيَّتِهٖ۔
ص ۹۸۸

جب کہا بخدا میں آج بات نہیں کروں گا پھر نماز پڑھی یا قرآن مجید پڑھا یا سبحان اللہ پڑھا یا اللہ اکبر پڑھا یا حمد کی یا لا الٰہ الا اللہ پڑھا تو وہ اپنی نیت پر ہے۔

**توضیح:** — علامہ کرمانی نے کہا کہ امام بخاری کی مراد یہ ہے اگر اس نے کلام سے کلام عرفی مراد لیا تو ان

[1] دیات۔ باب قول اللہ ومن احیاھا ص ۱۰۱۵ کتاب استتابۃ المعاندین والمرتدین ص ۱۰۲۲

اذکار سے حانث نہ ہوگا۔ اور اگر معنیٰ عام مراد لیا خواہ کلام عرفی ہو یا حقیقی تو ان اذکار سے حانث ہو جائے گا۔ ابن بطال نے فرمایا کہ یہاں کلام محمول ہے کلام الناس پر تلاوت اور تسبیح مراد نہیں ہے۔ اس لیے تلاوت و تسبیح سے مطلقاً حانث نہ ہوگا۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب نے کہا اگر نماز میں قرآن یا تسبیح وغیرہ پڑھا تو حانث نہ ہوگا اور اگر نماز کے باہر پڑھا تو حانث ہو جائے گا ــــــ فقیہ ابو اللیث نے فرمایا اگر عربی میں قسم کھائی تھی تو یہ ہی حکم ہے۔ اور اگر فارسی میں قسم کھائی تھی تو نماز کے باہر بھی قرآن اور تسبیح پڑھنے سے حانث نہ ہوگا۔

ت ۷۷۴ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الْكَلَامِ أَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل کلام چار ہیں، سبحان اللہ،

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اللّٰهُ أَكْبَرُ

الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر۔

تشریح ۷۷۴:۔ تسبیح، تہلیل، تکبیر، تحمید پر کلام کا اطلاق فرمایا۔

ت ۷۷۵ وَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى هِرَقْلَ تَعَالَوْا

ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو لکھا ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم

إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ

میں تم میں یکساں ہے۔

تشریح ۷۷۵:۔ اس کے بعد یہ تحریر تھا کہ عبادت نہ کریں مگر خدا کی اور اس کا شریک کسی کو نہ کریں۔ اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے اللہ کے سوا۔ پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ مقصود یہ ہے یہ ارشاد دنیوی بات نہ تھی خالص دینی تھی اس پر بھی کلمہ کا اطلاق فرمایا۔

ت ۷۷۶ وَقَالَ مُجَاهِدٌ كَلِمَةُ التَّقْوَى لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ۔ امام مجاہد نے لا الہ الا اللہ کو کلمہ کہا۔

امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ تسبیح اذکار اور دینی باتوں پر بھی کلمہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس لئے ان کا تلفظ کلام کرنا ہوا تو اگر "لَا أَتَكَلَّمُ" سے اس کی نیت معنی عام ہے تو قرأت تسبیح و تہلیل وغیرہ سے حانث ہو جائیگا۔ صحیح یہ ہے کہ قرآن مجید اور اذکار پڑھنے سے حانث نہ ہوگا کیونکہ عرف میں اس کو کلام کرنا نہیں کہتے۔

**بَابُ اِنْ حَلَفَ اَنْ لَّا یَشْرَبَ نَبِیْذًا فَشَرِبَ طِلَاءً اَوْ سَکَرًا اَوْ عَصِیْرًا لَمْ یَحْنَثْ فِیْ قَوْلِ بَعْضِ النَّاسِ وَلَیْسَتْ هٰذِهٖ بِالنَّبِیْذِ عِنْدَهٗ ص ۹۸۹**

اگر قسم کھائی کہ نبیذ نہیں پیے گا پھر طلاء یا سکر یا شیرہ پی لیا تو بعض الناس کے قول میں حانث نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ یہ چیزیں ان کے نزدیک نبیذ نہیں۔

**توضیح** کھجور منقی وغیرہ پانی میں بھگو دیا جائے تاکہ ان کی مٹھاس پانی میں آجائے۔ اسے نبیذ کہتے ہیں خواہ وہ نشہ آور ہو یا نہ ہو۔

طلاء ــ انگور کو اتنا پکایا جائے کہ اس کا تہائی حصہ جل جائے اور اگر اس کا صرف آدھا حصہ جلا تو اس کو مُنَصَّف کہتے ہیں اور اگر تھوڑا پکا ہے تو باذق کہتے ہیں۔ "سکر" کھجور کو پانی میں بھگو دیا جائے اور جب وہ خوب اچھی طرح بھیگ جائے تو اسے سکر کہتے ہیں۔ "عَصِیْر" انگور کے شیرے کو کہتے ہیں۔

بعض الناس سے مراد سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں انہوں نے فرمایا کہ طلاء اور عصیر نبیذ نہیں اس لیے کہ نبیذ اسے کہتے ہیں جو پانی میں ڈال کر بھگو یا جائے اور طلاء پکایا جاتا ہے ــ علامہ عینی نے فرمایا کہ امام بخاری نے یہ قول حضرت امام اعظم کی طرف منسوب کر دیا لیکن اس کو صحیح ہونے کے لیے دلیل چاہیئے۔ اور اگر ہم یہ صحت تسلیم بھی کر لیں تو جب کہ عرف میں ان سب کا الگ الگ نام ہے تو عرف میں سب متقابل ہوئے اگرچہ اصل کے اعتبار سے سب پر نبیذ کا اطلاق ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حکم یہ ہونا چاہیئے کہ قسم کھانے والے نے اگر علی سبیل التعیین نبیذ مراد لیا معنیٰ خاص کے اعتبار سے اور طلاء وغیرہ پیا تو حانث نہیں ہوگا۔ اگر اس کی مراد عرفی معنیٰ نہیں تھی اصل معنیٰ مراد تھی تو حانث ہو جائے گا۔

| حدیث | عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنْ سَوْدَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ |
|---|---|
| ۲۸۱۴ | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت سودہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقہ |
| وَسَلَّمَ قَالَتْ مَاتَتْ لَنَا شَاةٌ فَدَبَغْنَا مَسْكَهَا ثُمَّ مَازِلْنَا نَنْبِذُ فِیْهِ حَتّٰی صَارَ شَنًّا۔ | |
| حیات نے کہا کہ ہماری ایک بکری مر گئی تو ہم نے اس کے چمڑے کی دباغت کر لی پھر ہم اس میں ہمیشہ نبیذ بناتے رہے یہاں تک کہ وہ پرانی ہو گئی۔ | |

**تشریح ۲۸۱۴** :ــ اس سے ثابت ہوا کہ مردار جانور کا چمڑا دباغت کے بعد پاک ہو جاتا ہے اور اس کا استعمال جائز ہے۔ دباغت کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اسے پکایا جائے۔

دھوپ میں اتنا سکھا دیا جائے کہ اس کی رطوبت ختم ہو جائے یہ بھی کافی ہے۔

بَابُ النَّذْرِ فِی الطَّاعَةِ وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ۔ ص ۹۹۰

منت طاعت ہی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور تم نے جو کچھ خرچ کیا یا منت مانی تو بے شک اللہ اس کو جانتا ہے۔

| حدیث | عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَذَرَ |
|---|---|
| ۲۸۱۵ | ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا جس نے منت مانی کہ اللہ کی اطاعت |
| | اَنْ یُّطِیْعَ اللّٰهَ فَلْیُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ یَّعْصِیَهُ فَلَا یَعْصِهِ ؏۱ |
| | کرے گا تو اس کی اطاعت کرے اور جو منت مانے کہ نافرمانی کرے گا تو اس کی نافرمانی نہ کرے۔ |

**تشریحات ۲۸۱۵** اسی نذر کا پورا کرنا واجب ہے جس میں معصیت نہ ہو اور اگر ایسی منت مانی جو معصیت ہے تو اس کا پورا کرنا حرام ہے۔

بَابُ مَنْ مَاتَ وَعَلَیْهِ نَذْرٌ ص ۹۹۱ جو مر گیا اور اس پر منت ہو۔

| ت | وَاَمَرَ ابْنُ عُمَرَ امْرَاَةً جَعَلَتْ اُمَّهَا عَلٰی نَفْسِهَا صَلٰوةً بِقُبَاءٍ فَقَالَ |
|---|---|
| ۷۷۷ | ایک عورت نے قباء میں نماز پڑھنے کی منت مانی تھی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے |
| | صَلِّیْ عَنْهَا۔ ؏۲ |
| | اس کی بیٹی کو حکم دیا کہ اپنی ماں کی طرف سے نماز پڑھ لے۔ |

**تشریحات ۷۷۷** اس اثر کے مطابق ظاہریہ یہی کہتے ہیں کہ اگر کسی پر منت تھی اور وہ مر گیا تو اس کے وارثین پر اس کی قضاء واجب ہے حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ نماز اور حج میں بھی نیابت جائز ہے۔ ہم احناف کا مذہب یہ ہے کہ خالص بدنی عبادات میں نیابت صحیح نہیں۔ حج اور مالی عبادات میں صحیح ہے۔ موطا امام مالک میں خود عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ کوئی کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھے نہ روزہ رکھے اسی پر ہمارا عمل ہے۔

---

؏۱ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ نذر۔ ابن ماجہ۔ کفارات باب النذر فیما لا یملک بخاری ثانی باب النذر فیما لا یملک ص ۹۹۱

؏۲ موطا امام مالک باب النذر فی الصیام ص ۹۴۔

| حدیث | عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَتٰی رَجُلٌ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ |
|---|---|
| ۲۸۱۶ | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نبی صلی اللہ علیہ وسلم |
| | وَسَلَّمَ فَقَالَ لَہٗ اِنَّ اُخْتِیْ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ وَاِنَّہَا مَاتَتْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ |
| | کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور سے عرض کیا کہ میری بہن نے منت مانی تھی کہ حج کرے گی اور وہ مر گئی |
| | تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ کَانَ عَلَیْہِ دَیْنٌ اَکُنْتَ قَاضِیَہٗ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاقْضِ اللّٰہَ فَہُوَ |
| | ہے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بتا اگر اس پر قرض ہوتا تو اس کو تو ادا کرتا؟ اس نے کہا ضرور ادا کرتا |
| | اَحَقُّ بِالْقَضَاءِ۔ |
| | فرمایا اللہ کا حق ادا کر وہ ادا کیے جانے کا زیادہ مستحق ہے |

۲۸۱۶ تشریحات:۔ اواخر کتاب الحج باب الحج عن المیت میں یوں ہے ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میری ماں نے منت مانی تھی ان دونوں میں کوئی منافات نہیں، دونوں دو واقعے ہیں، دو واقعے ہونے پر یہ بھی قرینہ ہے کہ کتاب الحج میں ہے کہ ایک عورت نے کہا اور اس حدیث میں ہے کہ ایک مرد آیا۔

قولہ احق بالقضاء۔ یہ متفق علیہ ہے کہ اگر حق اللہ و حق العبد دونوں جمع ہوں تو پہلے حق العبد کا ادا کرنا واجب ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق العبد زیادہ مستحق ہے جواب یہ ہے کہ جب تو حق الناس کی رعایت کرتا ہے تو حق اللہ کی رعایت کرنا اولیٰ و بہتر ہے۔

بَابُ النَّذْرِ فِیْمَا لَا یَمْلِکُ وَفِیْ مَعْصِیَۃٍ۔ ص ۹۹۱

اس چیز کے بارے میں منت ماننا جس کا مالک نہ ہو اور گناہ کی منت ماننا۔

| حدیث | عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی |
|---|---|
| ۲۸۱۷ | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ دے رہے |
| | عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ اِذَا ہُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فَسَاَلَ عَنْہُ فَقَالُوْا اَبُوْ اِسْرَائِیْلَ نَذَرَ |
| | تھے کہ دیکھا کہ حضور کے سامنے ایک شخص کھڑا ہے اس کے بارے میں حضور نے پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ ابو |
| | اَنْ یَّقُوْمَ وَلَا یَقْعُدَ وَلَا یَسْتَظِلَّ وَلَا یَتَکَلَّمَ وَیَصُوْمَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ |
| | اسرائیل ہے اس نے منت مانی ہے کہ کھڑا رہے گا بیٹھے گا نہیں اور سائے میں نہیں رہے گا اور بات نہیں کرے گا اور روزہ |
| | عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُرْہُ فَلْیَتَکَلَّمْ وَلْیَسْتَظِلَّ وَلْیَقْعُدْ وَلْیُتِمَّ صَوْمَہٗ۔ علہ |
| | رکھے گا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے حکم دو کہ بات کرے اور سائے میں رہے اور بیٹھے اپنا روزہ پورا کرے۔ |

علہ۔ ابوداؤد، ابن ماجہ کفارات

**باب سے مطابقت:۔** اس باب میں ایک عجیب معاملہ ہے باب کے دو جز ہیں جو چیز ملک نہ ہو اس کی منت مان لے، باب میں جتنی بھی حدیثیں امام بخاری نے ذکر کی ہیں ان میں سے کسی کو باب کے پہلے جز سے کوئی مناسبت نہیں، ہاں دوسرے جزء سے ہے وہ بھی اس مقدمے کے ملانے کے بعد جو چیز مامور بہ نہ ہو اسے عبادت سمجھنا گناہ ہے یوں ہی بلا ضرورت نفس کو ایذا پہونچانا بھی معصیت ہے۔

بَابُ مَنْ نَذَرَ اَنْ يَّصُوْمَ اَيَّامًا فَوَافَقَ النَّحْرَ اَوِ الْفِطْرَ۔ ص ۹۹۱

جس نے منت مانی کہ فلاں دنوں میں روزہ رہے گا اُن دنوں میں ایام نحر یا یوم فطر پڑ گیا تو کیا کرے۔

| حدیث | حَدَّثَنَا حَكِيْمُ بْنُ اَبِيْ حُرَّةَ الْاَسْلَمِيُّ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ |
|---|---|
| ۲۸۱۸ | حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس شخص کے بارے میں سوال ہوا جس |
| | عُمَرَ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ نَذَرَ اَلَّا يَاْتِيَ عَلَيْهِ يَوْمٌ اِلَّا صَامَ فَوَافَقَ يَوْمَ |
| | نے یہ منت مانی کہ اگر فلاں دن آئے گا تو میں اس دن روزہ رکھوں گا اتفاق سے وہ یوم اضحیٰ یا یوم |
| | اَضْحٰى اَوْ فِطْرٍ فَقَالَ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لَمْ يَكُنْ |
| | فطر پڑ گیا تو وہ اب کیا کرے فرمایا بے شک تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں نمونۂ عمل |
| | يَصُوْمُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى وَلَا يَرٰى صِيَامَهُمَا۔ |
| | ہے حضور یوم فطر اور یوم اضحیٰ میں روزہ نہیں رکھتے تھے اور نہ ان دنوں میں روزہ رکھنے کو جائز جانتے تھے۔ |

**تشریحات:۔** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جواب سے ظاہر ہو گیا کہ اس دن روزہ نہ رکھے اب ان روزوں کی دوسرے دن قضا کرے یا کفارہ ادا کرے اس کو انہوں نے واضح نہیں فرمایا، ہمارے یہاں یہ حکم ہے کہ دوسرے دن اس کی قضا کرے اس میں کفارہ نہیں۔

بَابُ كَفَّارَاتِ الْاَيْمَانِ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَكَفَّارَتُهٗ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ وَمَا اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ نَزَلَتْ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ۔ (سورہ بقرہ آیت ۱۹۶)

قسموں کے کفارے کا بیان اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ الآیۃ۔ اور جس چیز کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا جب آیہ کریمہ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ

ص ۹۹۲ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ نازل ہوئی یعنی اس کا فدیہ روزہ ہے یا صدقہ یا قربانی۔

**توضیح:۔** قسم کے کفّارے کے بارے میں ارشاد ہوا تھا فَكَفَّارَتُهٗ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ (سورۂ مائدہ آیت ۸۹) تو ایسی قسم کے توڑنے کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے اپنے گھر والوں کو جو کھلاتے ہو اس کے اوسط میں سے یا نئے کپڑے دینا یا غلام آزاد کرنا ہے جو ان میں سے کچھ نہ پائے تو اس کا کفارہ تین دن کا روزہ ہے۔

حضرت امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ روزہ چھوڑ کر بقیہ تین چیزوں میں اسے اختیار ہے چاہے تو دس مسکینوں کو کھانا کھلا دے چاہے تو انہیں کپڑے پہنا دے چاہے تو غلام آزاد کر دے ایسا نہیں کہ ان میں ترتیب ہو کہ پہلے یہ واجب ہو کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے اس کی استطاعت نہ ہو تو دس مسکینوں کو کپڑا پہنانے اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو روزہ رکھے بلکہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانے کی استطاعت کے باوجود چاہے تو کپڑے سے کفارہ دے چاہے تو غلام آزاد کر دے اسی طرح دس مسکینوں کو کپڑا دینے کی استطاعت ہوتے ہوئے چاہے تو غلام آزاد کر دے کیونکہ آیت کریمہ میں اس کو لفظ "اَوْ" سے بیان فرمایا گیا ہے اور یہ تخییر کے لیے آتا ہے جیسا کہ کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا۔

قصہ یہ ہوا کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ احرام باندھے ہوئے تھے اور ان کے سر میں بہت زیادہ جوئیں پڑ گئیں تھیں یہاں تک کہ بالوں سے جھڑ کر ان کے منہ پر آجاتی تھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ سر منڈوالو، اور اس کا فدیہ دو جیسا کہ آیت کریمہ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ میں مذکور ہے تو اس کا بدلہ اس پر واجب ہے روزہ یا خیرات یا قربانی۔ روزہ تین دن کا ہے اور کھانا چھ مسکین کو — ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو ہے موجودہ اعشاریہ وزن سے ۲ کلو سینتالیس گرام نصف صاع ہے اور چار کلو چورانوے گرام (۴۹۴) پورا صاع۔ اور نُسُک سے مراد بکری کی قربانی ہے۔ اور انہیں اس کا اختیار دیا کہ ان تینوں میں سے جو چاہیں ادا کریں روزہ رکھنے کی استطاعت ہو تو وہ چاہیں صدقہ کریں چاہیں تو قربانی کریں کیونکہ آیۃ کریمہ میں لفظ "اَوْ" ہے۔ جو تخییر کے لیے آتا ہے۔

**تنبیہ:۔** حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر منڈانا جوؤں کی ناقابلِ برداشت تکلیف کی بنا پر تھا یہ غیر اختیاری تھا اس لیے فدیہ میں انہیں اختیار تھا چاہیں

تو روزہ رکھیں چاہیں تو مسکینوں کو کھانا کھلائیں چاہیں تو دم دیں، لیکن اگر کوئی بلا عذر احرام کی حالت میں سر منڈائے گا کل یا چوتھائی تو اس پر دم واجب ہے کہ یہ جرم اختیاری ہے۔

| | |
|---|---|
| ت | وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَعَطَاءٍ وَ |
| ۷۷۸ | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عطا اور عکرمہ سے مروی ہے کہ ان لوگوں نے |
| | عِكْرِمَةَ مَا كَانَ فِي الْقُرْاٰنِ اَوْ، اَوْ فَصَاحِبُهُ بِالْخِيَارِ وَقَدْ خَيَّرَ النَّبِيُّ |
| | کہا کہ جہاں قرآن میں اَوْ، اَوْ ہے تو اس کے مامور کو اختیار ہے ان چند چیزوں میں سے جسے چاہے |
| | صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَعْبًا فِي الْفِدْيَةِ. |
| | کرے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ کو فدیہ میں اختیار دیا تھا |
| تشریح ۷۷۸ | جیسے یہاں فدیہ میں لفظ او، او ہونے کی وجہ سے اختیار تھا ویسے ہی روزے کے کفارے میں او، او ہے تو اسے اختیار ہے کہ ان تینوں میں سے جو چاہے دے البتہ قسم کے کفارے میں روزہ رکھنا مشروط ہے کہ جب ان تینوں میں سے کسی کی استطاعت نہ ہو تو روزے کی اجازت ہے۔ |
| حدیث ۲۸۱۹ | عَنْ اَيُّوْبَ قَالَ صِيَامٌ ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ وَالنُّسُكُ شَاةٌ وَالْمَسَاكِيْنُ سِتَّةٌ. |
| | ایوب سختیانی نے کہا کہ روزہ تین دن ہے اور قربانی سے مراد بکری کی قربانی ہے اور صدقہ چھ مسکینوں کو دینا ہے |

۲۸۱۹ تشریح:۔ آیۃ کریمہ میں صرف صیام تھا یا صدقہ یا نُسُکٌ یہ تفصیل نہیں تھی کہ کتنے دن کا روزہ ہے اور صدقہ کی مقدار کیا ہے اور قربانی کا جانور کون سا واجب ہے تو حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایوب سختیانی کا قول نقل کیا کہ روزہ تین دن ہے اور قربانی بکری کی ہے اور صدقہ چھ مسکینوں کو دینا ہے۔ اسماعیلی[1] کی روایت میں آخر میں یہ ہے کہ ابن عون نے کہا کہ مجاہد نے اس کی تفصیل بیان کی تھی مجھے یاد نہیں تھی میں نے ایوب سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ روزہ تین دن ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تفصیل مرفوع نہیں امام مجاہد اور ایوب سے موقوفاً مروی ہے لیکن نسائی[2] میں بطریق محمد بن سلمہ اور حارث بن مسکین جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ تین دن روزہ رکھ دو مسکینوں کو کھانا دے دو دو مُد یعنی ہر مسکین کو دو مُد، یا بکری کی قربانی کر ان میں سے جو بھی کرے گا تو تیرے لیے کافی ہوگا۔

---

[1] فتح الباری جلد حادی عشر صـ۵۰۴

[2] جلد ثانی باب الحرم یوذیہ القمل فی راسہ، ص ۲۷۰.

275

## بَابُ صَاعِ الْمَدِيْنَةِ وَمُدِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَرَكَتِهٖ وَمَا تَوَارَثَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذَالِكَ قَرْنًا بَعْدَ قَرْنٍ ص۹۹۳

مدینے کا صاع اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مد اور اس کی برکت اور اہلِ مدینہ کے صاع کا قرناً بعد قرنٍ متوارث ہونا۔

| حدیث | كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُعْطِيْ زَكٰوةَ رَمَضَانَ بِمُدِّ |
|---|---|
| ۲۸۲۰ | حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما رمضان کی زکوٰۃ (صدقہ فطر) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ |
| | النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُدِّ الْاَوَّلِ وَفِيْ كَفَّارَةِ الْيَمِيْنِ بِمُدِّ النَّبِيِّ |
| | وسلم کے مُد سے دیتے تھے پہلے مُد سے اور قسم کے کفارے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| | صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ قَالَ اَبُوْ قُتَيْبَةَ قَالَ لَنَا مَالِكٌ مُدُّنَا اَعْظَمُ |
| | کے مُد سے۔ ابو قتیبہ نے کہا کہ ہم سے مالک نے فرمایا ہمارا مُد تمہارے مُد سے برکت میں بڑھا ہوا |
| | مِنْ مُدِّكُمْ وَلَا نَرَى الْفَضْلَ اِلَّا فِيْ مُدِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ |
| | ہے اور ہم فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مُد ہی میں جانتے ہیں۔ اور مجھ سے مالک نے کہا |
| | لِيْ مَالِكٌ لَوْ جَاءَكُمْ اَمِيْرٌ فَضَرَبَ مُدًّا اَصْغَرَ مِنْ مُدِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ |
| | اگر کوئی بادشاہ آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مُد سے چھوٹا مُد مقرر کر دے تو تم لوگ کس سے دو گے |
| | تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تُعْطُوْنَ قُلْتُ كُنَّا نُعْطِيْ بِمُدِّ النَّبِيِّ |
| | میں نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مُد سے دیں گے تو امام مالک نے کہا کیا تو نے نہیں دیکھا |
| | صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَفَلَا تَرٰى اَنَّ الْاَمْرَ اِنَّمَا يَعُوْدُ اِلٰى |
| | کہ بات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مُد ہی کی |
| | مُدِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ |
| | طرف لوٹتی ہے۔ |

تشریحات ۲۸۲۰:۔ مُد اور صاع کی پوری تحقیق جلد دوم ص۷۷-۷۶ میں مذکور ہو چکی ہے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد میں پیمانوں میں تبدیلی کی تھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مُد سے کچھ بڑا رائج کیا تھا پھر ہشام بن عبد الملک نے بھی کچھ تبدیلی کے ساتھ صاع اور مُد رائج کیا تھا مگر مدینہ طیبہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا مد و صاع رائج تھا۔ اب جب تین قسم کے پیمانے رائج تھے تو لامحالہ یہ سوال پیدا ہو گا کہ صدقہ فطر

اور کفارے کس صاع سے ادا کیے جائیں۔ حضرت امام بخاری نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ یہ سب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاع سے ادا کیے جائیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل نقل فرمایا۔ اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اور استدلال نقل فرمایا۔ امام مالک کے فرمانے کا حاصل یہ ہے کہ ہمارا مُد یعنی جو مدینے میں رائج ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مُد ہمارے مُد سے برکت اور فضیلت میں بڑھا ہوا ہے اگرچہ ہمارا مُد ہمارے مُد سے مقدار میں بڑا ہے۔ الزام کے طور پر فرمایا کہ اگر کوئی بادشاہ ایسا مُد رائج کرے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مُد سے چھوٹا ہو تو صدقۂ فطر اور کفارہ کس سے ادا کروگے۔ ابو قتیبہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مُد سے ادا کریں گے امام مالک نے فرمایا کہ اس سے ثابت ہو گیا کہ اعتبار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مُد کا ہے تو جیسے جب چھوٹا مُد رائج ہو اور اعتبار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مُد کا ہے اسی طرح اگر بڑا مُد رایج ہو تو بھی اعتبار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مُد کا ہوگا۔

بَابُ عِتْقِ الْمُدَبَّرِ وَأُمِّ الْوَلَدِ وَالْمُكَاتَبِ فِي الْكَفَّارَةِ وَعِتْقِ وَلَدِ الزِّنَا۔ ص۹۹۴

کفارے میں مدبر اور ام ولد اور مکاتب کا آزاد کرنا اور ولدِ زنا کا آزاد کرنا۔

**توضیح** کفارے میں غلام آزاد کرنا چاہتا ہے یا لونڈی اور اس کے پاس کوئی مدبّر ہے یا مکاتب ہے یا ام ولد ہے اور ان میں سے کسی کو آزاد کیا تو کفارہ ادا ہوا کہ نہیں اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے ہمارے یہاں ام ولد اور مدبر کا آزاد کرنا مطلقاً صحیح ہے رہ گیا مکاتب تو اگر اس نے بدل کتابت کچھ بھی نہ دیا ہو یا کچھ ادا کیا ہو اور کچھ باقی ہے اور باقی کے ادا کرنے سے عاجز ہے اس کا آزاد کرنا بھی صحیح ہے۔ اور اگر مکاتب نے بدل کتابت بہت کچھ ادا کر دیا ہے اور کچھ باقی ہے اور باقی کو ادا کرنے پر قادر ہے اور اسے کفارہ میں آزاد کیا تو کفارہ ادا نہ ہوگا۔ اگر کوئی غلام ولد الزنا ہے تو اس کے آزاد کرنے سے بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔ امام بخاری نے باب کے ثبوت میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ذکر فرمائی ہے کہ ایک انصاری نے اپنے غلام کو مدبر بنا دیا تھا ان کے پاس سوائے اس کے اور کوئی مال نہیں تھا اس کی خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہونچی تو فرمایا اس کو مجھ سے کون خریدے گا۔ تو نعیم بن نحام نے آٹھ سو درم میں خرید لیا۔

اس سے باب کو مناسبت یہ ہے کہ اس غلام کو بیچنے کا جواز اس کی دلیل ہے کہ اس کی رقیت کامل ہے اس لیے کفارے میں اس کو آزاد کرنا صحیح ہے۔ اسی طرح ام ولد کی رقیت کامل ہے اور اس غلام کی بھی جس نے بدل کتابت کچھ نہیں ادا کیا اسے تو اس کو بھی کفارے میں آزاد کرنا صحیح ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب الفرائض ص ۹۹۵

**توضیح** فرائض فریضۃ کی جمع ہے جیسے حدیقۃ کی جمع حدائق۔ فریضۃ معنی میں مفروضۃ کے ہے یہ اصل میں فَرَضٌ سے مشتق ہے جس کے معنی قطع اور تقدیر اور بیان کے ہیں۔ بولتے ہیں فرضتُ لفلانٍ کذا۔ یعنی میں نے اس کو اتنا مال دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سُوْرَۃٌ اَنْزَلْنٰھَا وَفَرَضْنٰھَا۔ یہ ایک سورہ ہے جسے ہم نے اتارا اور اس میں کچھ احکام بیان کیے۔

اصطلاح شرع میں فرض اس وظیفہ کا نام ہے جو مکلف پر شرعًا لازم کیا گیا ہو اسی سے فرائض نماز، فرائض زکوٰۃ وغیرہ ہیں۔ میراث کو بھی فرائض کہا جاتا ہے اس لیے کہ یہ وارث کے لیے من جانب اللہ مقرر کردہ ہیں اور اللہ کی کتاب میں بیان کیے ہوئے ہیں۔ اور حصہ مقرر ہے اس میں کمی زیادتی جائز نہیں قرآن کریم میں میراث کے ذکر کے بعد فرمایا:۔ فَرِیْضَۃً مِّنَ اللّٰہِ۔ یہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے۔

۰ بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ. (سورۂ نساء) ص ۹۹۵

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان "تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ مرد کے لیے عورت کا دونا حصہ ہے:

**توضیح** اس باب میں امام بخاری نے سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۱۔۱۲ تحریر فرمائی جن میں فرائض کے اصول مذکور ہیں۔ ان آیتوں میں بارہ اصناف کی میراث مذکور ہے۔ اول مرد اور عورت جب کہ دونوں عصبہ ہوں مثلاً بیٹا بیٹی، بھائی بہن، ان کا حصہ بیان فرمایا کہ مرد کو عورت کا دونا حصہ ملے گا۔ ثانی کسی نے صرف لڑکیاں چھوڑیں یا صرف بہنیں چھوڑیں۔ اگر یہ دو سے زائد ہیں تو ان کو دو ثلث ملے گا۔ ثالث اور اگر یہ ایک ہیں تو اس کو میراث کا آدھا ملے گا۔ رابع اگر میت کے اولاد ہو تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو سُدُس یعنی چھٹا حصہ ملے گا۔ خامس اگر میت کے اولاد نہ ہو اور اس کے وارث صرف ماں باپ ہوں تو اس کی ماں کو ایک تہائی ملے گا۔ سادس اور اس صورت میں اگر

اس کے بھائی ہوں تو ماں کو سُدس یعنی چھٹا حصہ ملے گا۔ سابع بیوی مرجائے اور اس کے اولاد نہ ہو تو شوہر کو آدھا حصہ ملے گا۔ ثامن اگر اولاد ہو تو شوہر کو چوتھائی۔ تاسع شوہر مرجائے اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو تو بیوی کو چوتھائی ملے گا۔ عاشر اور اگر متوفی شوہر کے اولاد ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ۔ حادی عشر اور اگر متوفی کلالہ ہو جس کے وارث نہ ماں ہو نہ باپ ہو اور نہ اولاد اور ماں شریک بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ ثانی عشر اور اگر وہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ثُلث یعنی تہائی حصہ میں شریک ہوں گے۔

اور جو حصے مقرر ہیں وہ یہ ہیں۔ نصف۔ ثُلث۔ رُبع۔ سُدس۔ ثُمن۔

اس آیت میں یہ بھی مذکور ہے کہ میت پر اگر قرض ہو یا وہ کوئی صحیح وصیت کر گیا ہے تو ترکہ کی تقسیم پر دَین کی ادائیگی اور وصیت مقدم ہوگی۔ احادیث سے ثابت ہے کہ وصیت ایک تہائی یا اس سے کم میں نافذ ہوگی اس سے زائد میں نہیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ بقدر مسنون تجہیز تکفین تدفین کا خرچہ سب پر مقدم ہے پھر دین پھر وصیت۔

کلالہ۔ یہ مشتق ہے اِکلیل سے جس کے معنی تاج ہیں جو سر کو ہر طرف سے گھیرے رہتا ہے کلالہ کے وارث اصول و فروع نہیں ہوتے بلکہ اس کے حواشی ہوتے ہیں اس لیے اس کو کلالہ کہا جاتا ہے۔ جمہور اور صحابہ کا مذہب یہ ہے کہ کلالہ سے مراد وہ مرد یا عورت ہے جس کے نہ ماں باپ ہوں اور نہ اولاد۔ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے بلکہ بہت سے لوگوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ اور اس آیۂ کریمہ میں یہاں اَخ اور اُخت سے مراد اخیافی ہیں یعنی جن کے ماں ایک ہوں باپ دو ہوں۔ اس کی دلیل حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت ہے وَلَهٗ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ مِنْ أُمٍّ۔ اس تقدیر پر کلالہ کی تفسیر میں یہ قید بھی بڑھانی ضروری ہوگی کہ ماں باپ اور اولاد کے ساتھ حقیقی بھائی بہن یا علاتی بھائی بہن نہ ہوں۔

## بابُ تَعلِیمِ الفَرَائِضِ۔ ص ۹۹۵ فرائض کا سیکھنا۔

| ت | وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَعَلَّمُوا قَبْلَ الظَّانِّيْنَ |
|---|---|
| ۷۷۹ | حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا علم حاصل کرو گمان کرنے والوں سے |
| | يَعْنِي الَّذِيْنَ يَتَكَلَّمُوْنَ بِالظَّنِّ۔ |
| | پہلے یعنی جو لوگ گمان سے کلام کرتے ہیں۔ |

**تشریح ۷۷۹** مراد یہ ہے کہ علم کے مٹنے سے پہلے پہلے علم حاصل کرلو۔ جب علم مٹ جائے گا تو لوگ اپنے گمان سے کلام کریں گے۔ اس میں ظن سے

مراد ایسی بات ہے جو قرآن وحدیث یا قرآن وحدیث سے مستخرج اصول پر مبنی نہ ہو۔

**بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ۔** ص ۹۹۵

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم نے جو کچھ چھوڑا صدقہ ہے۔

| | |
|---|---|
| حدیث | **عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ** |
| ۲۸۲۱ | ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ |
| | **وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَدْنَ اَنْ يَّبْعَثْنَ** |
| | تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو ان کی ازواج نے ارادہ کیا کہ حضرت عثمان کو حضرت |
| | **عُثْمَانَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ يَسْئَلْنَهٗ مِيْرَاثَهُنَّ فَقَالَتْ عَائِشَةُ اَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُوْلُ** |
| | ابو بکر کے پاس بھیجیں کہ وہ ابو بکر سے ان کی میراث طلب کریں تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ کیا رسول اللہ |
| | **اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ** ؏ |
| | صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ چھوڑیں صدقہ ہے۔ |

**تشریحات ۲۸۲۱:۔** اس مسئلہ پر چھٹی جلد میں کتاب الخمس میں مفصل گفتگو کر چکا ہوں۔ اس حدیث میں لانورث جمع متکلم کا صیغہ ہے لیکن اس سے مراد خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اس کی دلیل اسی باب کی دوسری حدیث ہے جس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

**اِنَّا لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ يُرِيْدُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسَهٗ۔**

یعنی لانورث سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص اپنی ذات مراد لی ہے۔ یعنی میرا کوئی وارث نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے دیگر انبیاء کرام کے لیے نہیں۔

**اشکال** اس پر یہ اشکال ہے کہ اہل اصول وغیرہ کی کتابوں میں یہ حدیث یوں مشہور ہے۔

---

؏ مسلم: مغازی۔ ابوداؤد: خراج۔ نسائی: فرائض۔

نحن معاشر الانبیاء لا نورث۔ ہم انبیاء کے گروہ ہیں۔ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

**جواب:۔** سند الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ائمہ کی ایک جماعت نے اس حدیث کا انکار کیا۔ لیکن اپنی رائے یہ لکھی کہ لفظ نحن کے ساتھ یہ حدیث مروی نہیں۔ لیکن نسائی میں اس لفظ کے ساتھ مذکور ہے۔

انا معاشر الانبیاء لا نورث۔ ہم انبیاء کے گروہ ہیں ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں مسند حمیدی میں بھی اسی لفظ کے ساتھ ہے۔ ہشیم بن کلیب نے اپنی مسند میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی لفظ کے ساتھ روایت کیا۔ نیز طبرانی نے اوسط میں اس کے ہم معنی روایت کیا۔ نیز دار قطنی نے علل میں ام ہانی کی روایت سے وہ حضرت سیدہ فاطمہ زہراء سے وہ حضرت ابوبکر صدیق سے اس لفظ کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

ان الانبیاء لا یورثون۔ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

حاصل یہ نکلا کہ یہ حدیث معنی کے اعتبار سے صحیح ہے۔ اس پر بہت بڑا اشکال یہ ہے کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ۔ اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے۔

اور حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا منقول ہے:۔

وَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ۔ مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا دے جو میرا کام انجام دے جو میرا اور اولاد یعقوب کا وارث ہو۔

اس کی تاویل ہمارے علماء اہلسنت نے یہ فرمائی کہ اس سے مراد نبوت ہے اور اس آیت کی ابتداء میں جو ہے کہ انہوں نے پہلے یہ عرض کی۔

وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَائِيْ۔ اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت داروں کا ڈر ہے۔

... ... ...

اس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ میرے قرابت دار میرا مال لے لیں گے۔

اقول وباللہ التوفیق۔ حضرت زکریا علیہ السلام تو نبی تھے ایک شریف انسان جب اس کی کوئی اولاد نہ ہو تو اسے کچھ پرواہ نہیں رہتی کہ میرا مال کون لے رہا ہے خصوصاً اس صورت میں کہ جب اللہ کا حکم ہی یہی ہے کہ جس کے اولاد نہ ہو تو اس کے قرابت دار اس کے مال کے وارث ہوں گے۔ یہ ڈرنے کی بات نہیں حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی

مراد یہ تھی کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے قرابت دار دین میں رد و بدل نہ کریں۔ یہ یقیناً نبی کے لیے بہت بڑے اندیشہ کی بات ہے۔

**حاصل** اس کا حاصل یہ نکلا کہ وارث نہ ہونا یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے نہیں بلکہ تمام انبیاء کرام کو عام ہے۔

**دوسرا اشکال** ارشاد ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین الایۃ۔ تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ مرد کے لیے عورت کا دونا حصہ ہے۔ کتاب اللہ کی تخصیص خبر واحد سے درست نہیں۔ اس کا جواب ہم چھٹی جلد میں تفصیل سے ذکر کر آئے کہ حدیث لا نورث ما ترکنا صدقۃ خبر واحد نہیں، خبر مشہور ہے اور خبر مشہور سے کتاب اللہ کی تخصیص درست۔

## بَابُ مِيرَاثِ الْوَلَدِ مِنْ أَبِيهِ وَأُمِّهِ۔ ص ۹۹۷

باپ اور ماں کی طرف سے ان کے بیٹے کی میراث کا بیان۔

| | |
|---|---|
| ت | وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ إِذَا تَرَكَ رَجُلٌ أَوِ امْرَأَةٌ ابْنَةً فَلَهَا |
| ۷۸۰ | اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب کوئی مرد یا کوئی عورت ایک |
| | النِّصْفُ فَإِنْ كَانَتِ اثْنَتَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ فَلَهُنَّ الثُّلُثَانِ فَإِنْ كَانَ مَعَهُنَّ |
| | بیٹی چھوڑے تو اس کے لیے آدھا ہے اور اگر دو ہوں یا زیادہ، تو ان کے لیے دو ثلث ہے |
| | ذَكَرٌ بُدِئَ بِمَنْ شَرِكَهُمْ فَيُعْطَى فَرِيضَتَهُ وَمَا بَقِيَ فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ |
| | پس اگر ان لڑکیوں کے ساتھ کوئی مرد ہو تو پہلے میراث میں دوسرے شریکوں کو دیا جائے گا |
| | حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔ |
| | اس کے مقررہ حصہ کے مطابق اور جو باقی رہے گا تو مرد کے لیے عورت کا دونا حصہ۔ |

**تشریحات** ۷۸۰:۔ متوفی اگر صرف بیٹا اور بیٹی چھوڑے ایک ایک یا کئی کئی تو کل میراث للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم ہوگی یعنی بیٹے کو بیٹیوں کا دونا۔ اور اگر بیٹے اور بیٹی کے ساتھ اصحاب فرائض میں سے کوئی ہو تو پہلے ان کا پورا حصہ دیا جائے گا اور جو بچے گا اس میں سے بیٹے کو بیٹیوں کا دونا، اور بیٹیوں کو بیٹے کا نصف حصہ دیا جائے گا۔ مثلاً کسی نے ایک ماں چھوڑی اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔ ماں اصحاب فرائض میں سے ہے اس لیے پہلے ماں کو چھٹا حصہ دیا جائے گا جو بچے گا اس کے تین حصے کر کے دو حصے بیٹے کو اور

ایک حصہ بیٹی کو دیا جائے گا۔ اس صورت میں مسئلہ چھ سے بنے گا۔ اور اٹھارہ سے تصحیح ہوگی یعنی کل ترکہ کا اٹھارہ حصہ کیا جائے گا اس میں سے ماں کو تین حصے، دس بیٹے کو اور پانچ بیٹی کو دیا جائے گا۔

| حدیث | عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ |
|---|---|
| ۲۸۲۲ | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (پہلے) |
| قَالَ اَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِاَھْلِھَا فَمَا بَقِیَ فَھُوَ لِاَوْلٰی رَجُلٍ ذَکَرٍ ع | |
| فرائض کو اس کے حقداروں کو دو اور جو باقی رہے وہ سب سے زیادہ قریب مرد کے لیے ہے۔ | |

۲۸۲۲ تشریحات

یعنی ترکہ کی تقسیم کے وقت سب سے پہلے ان رشتہ داروں کو حصہ دیا جائے جن کا حصہ قرآن مجید میں مقرر ہے، ان کے دینے کے بعد جو بچے وہ اس مرد کو دیا جائے جو میت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہو جن کو عصبات کہا جاتا ہے مثلاً کسی نے انتقال کیا اور ایک ماں، ایک بیٹی اور ایک چچا اور ایک پھوپھی اور ایک چچا کا بیٹا چھوڑا تو پہلے ماں کو ایک سدس دیا جائے گا پھر بیٹی کو نصف اور جو بچے گا وہ چچا کو ملے گا۔ پھوپھی اور چچا کے لڑکے کو کچھ نہیں ملے گا۔ پھوپھی کو اس لیے کچھ نہیں ملے گا کہ وہ مرد نہیں عورت ہے اور چچا کے بیٹے کو اس لیے نہیں ملے گا کہ وہ بہ نسبت چچا کے دور ہے۔ چچا اس کی بہ نسبت قریب ہے۔ مسئلہ کی صورت یہ ہوگی۔ زید نے انتقال کیا ماں، ایک بیٹی، ایک چچا، ایک پھوپھی، ایک چچا کا بیٹا چھوڑا مسئلہ چھ سے بنے گا یعنی کل ترکہ کا چھ حصہ کر کے ایک حصہ ماں کو تین حصے بیٹی کو، دو حصے چچا کو، پھوپھی اور چچا کے لڑکے کو کچھ نہیں ملے گا۔

## بَابُ مِیْرَاثِ الْبَنَاتِ ص۹۹۷ لڑکیوں کی میراث کا بیان

| حدیث | عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ اَتَانَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِالْیَمَنِ |
|---|---|
| ۲۸۲۳ | حضرت اسود بن یزید نے کہا کہ ہمارے پاس یمن میں تعلیم دینے کے لیے یا امیر کی حیثیت |
| مُعَلِّمًا اَوْ اَمِیْرًا فَسَاَلْنَاہُ عَنْ رَجُلٍ تُوُفِّیَ وَتَرَکَ اِبْنَتَہٗ وَاُخْتَہٗ فَاَعْطَی | |
| سے حضرت معاذ بن جبل آئے۔ ہم نے ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھا کہ جس کی وفات ہوگئی | |

ع مسلم، ابوداؤد، ترمذی۔ نسائی۔ فرائض۔ باب میراث ابن الابن ص۹۹۶۔ باب میراث الجد مع الاب والاخوۃ ص۹۹۷ باب ابنی عم احدہما اخ للام والآخر زوج ص۹۹۹۔

| اَلْاِبْنَةِ النِّصْفُ وَالْاُخْتِ النِّصْفُ عـه |
| --- |
| اور اس نے اپنی ایک بیٹی اور ایک بہن چھوڑی ہے تو انہوں نے آدھا بیٹی کو دیا آدھا بہن کو۔ |

**تشریحات ۲۸۲۳**

اس فیصلہ کی بنیاد اس پر ہے کہ جب میت کی بیٹی کے ساتھ بہن بھی ہو تو بہن عصبہ ہو جاتی ہے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ کرو۔ بیٹی ذوی الفرائض میں ہونے کی بنا پر نصف پائے گی اور بقیہ جو بچا وہ بہن کا ہے۔ فرض کرو کسی نے انتقال کیا اور دو بیٹیاں ایک بہن چھوڑیں۔ دونوں بیٹیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک ثلث ملے گا اور بہن کو ایک ثلث۔

**باب میراث ابن الابن اذا لم یکن ابن ص ۹۹۷** پوتے کی میراث جب کہ بیٹا نہ ہو۔

| ت | وَقَالَ زَيْدٌ وَلَدُ الْاَبْنَاءِ بِمَنْزِلَةِ الْوَلَدِ اِذَا لَمْ يَكُنْ دُوْنَهُمْ وَلَدٌ |
| --- | --- |
| ۷۸۱ | زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا پوتے بمنزلہ بیٹے کے ہیں جب کہ ان کے اور میت کے |
| | ذَكَرُهُمْ كَذَكَرِهِمْ وَاُنْثَاهُمْ كَاُنْثَاهُمْ يَرِثُوْنَ كَمَا يَرِثُوْنَ وَيَحْجُبُوْنَ كَمَا |
| | درمیان کوئی بیٹا نہ ہو۔ پوتے بیٹوں کی مثل اور پوتیاں لڑکیوں کی مثل، یہ سب وارث ہوں گے جیسا کہ بیٹے بیٹیاں |
| | يَحْجُبُوْنَ وَلَا يَرِثُ وَلَدُ الْاِبْنِ مَعَ الْاِبْنِ۔ |
| | وارث ہوتی ہیں۔ اور دوسروں کو میراث سے محروم کریں گے جیسا کہ بیٹے اور بیٹیاں کرتے ہیں اور پوتا بیٹے کے ساتھ وارث نہ ہوگا |

**تشریحات ۷۸۱**

اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے موصولاً روایت کیا ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو فرمایا ہے اس پر امت کا اجماع ہے۔

قولہ اذا لم یکن دونہ ولد۔ یعنی پوتے اور پوتیوں اور میت کے درمیان، میت کا کوئی بیٹا نہ ہو۔ عام روایتوں میں صرف ولد ہے۔ البتہ کشمیہنی کی روایت میں ولد ذکر ہے۔ اس لیے ہم نے اس کا ترجمہ بیٹا کیا۔ اس کا مطلب یہ نکلا کہ اگر متوفی کے کوئی بیٹا نہ ہو تو پوتے پوتیاں عصبہ ہوں گے۔ اور انہیں للذکر مثل حظ الانثیین کے حساب سے ترکہ ملے گا۔ اگرچہ متوفی کی بیٹی موجود ہو۔ مثلاً کسی نے ایک بیٹی اور ایک پوتا اور ایک پوتی چھوڑی تو نصف بیٹی کو ملے گا اور نصف آخر للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق پوتے کو دو حصہ اور پوتی کو ایک حصہ ملے گا یعنی کل ترکہ چھ حصہ کیا جائے گا۔ تین بیٹی کو دو پوتے کو، ایک پوتی کو دیا جائے گا۔

عـه باب میراث الاخوات مع البنات عصبۃ ص ۹۹۸۔ ابوداؤد: فرائض۔

بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتے اور پوتیاں محروم رہیں گی۔ اس پر آج کل ہندوؤں کے ورغلانے سے نئے تعلیم یافتہ مسلمان بننے والے بھی اعتراض کرتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ جب کسی میت کا بیٹا بھی ہو اور پوتا بھی ہو جس کا باپ مر چکا ہو تو وہ زیادہ قابل رحم ہے، اسے آپ لوگ محروم کرتے ہیں اور سب بیٹے کو دیتے ہیں۔ اس پر بڑے لمبے لمبے مقالے لکھے گئے، لمبی لمبی بحثیں ہوئیں لیکن یہ لوگ خاموش نہیں ہوئے۔ میں جب بریلی شریف میں تھا تو علی گڑھ یونیورسٹی کے ایک پروفیسر صاحب تشریف لائے تھے۔ پہلے انہوں نے اور لوگوں سے گفتگو کی مگر وہ کسی طرح خاموش نہیں ہوئے۔ فر فر بولتے جاتے تھے۔ ایک صاحب ان کو لے کر میرے پاس آئے پروفیسر صاحب نے بڑے زوردار طریقے پر اپنے مدعا کو بیان کیا۔ وہ چپ ہی نہیں ہو رہے تھے۔ میں بار بار ان سے کہتا رہا کہ آپ کا سوال میں سمجھ گیا۔ میری سنیے! لیکن وہ خاموش نہیں ہو رہے تھے اخیر میں میں نے جھنجھلا کر کہا کہ جب آپ کو اپنی ہی کہنی ہے میری بات سننی نہیں تو مجلس برخاست کیجیے۔ اس پر وہ جھلائے تو بہت مگر خاموش ہو گئے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ میراث کا استحقاق کسی کو اس کی مجبوری یا ضرورت پر ہے یا رشتہ پر۔ انہوں نے فرمایا کہ رشتہ پر، مگر پھر شروع ہو گئے کہ پوتا بھی تو رشتہ دار ہے۔ میت کی نسل سے ہے، اس کا خون ہے۔ میں نے کہا مجھے ایک منٹ کا اور موقع دیجیے اب میں نے ان سے پوچھا۔ جب میراث کا استحقاق رشتہ کی بنیاد پر ہے تو کیا ہر رشتہ دار کو میراث ملے گی یا اس میں کچھ تفصیل ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ کا سوال میرے سمجھ میں نہیں آیا۔ میں نے کچھ تفصیل سے سوال بیان کیا تو کچھ رکے جھجکے مگر مجبوراً ان کو کہنا پڑا کہ ہر رشتہ دار کو نہیں ملے گی بلکہ خاص خاص رشتہ داروں کو میراث ملے گی۔ میں نے عرض کیا ان خاص رشتہ داروں کے تعین کے لیے کوئی اصل ہے یا نہیں۔ آدمی بہر حال ذہین تھے۔ اس سوال کے سنتے ہی انہوں نے پینترا بدلا۔ اور پھر بڑے جوش سے انہوں نے تقریر کرنا شروع کر دی۔ میں نے ذرا زوردار آواز میں ان سے پوچھا کہ بتائیے کہ میت کا حقیقی بھائی اپاہج ہے، نادار ہے اور میت کا بیٹا موجود ہے جو کروڑپتی ہے۔ لیکن وہ پروفیسر صاحب تھے وہ بھی علی گڑھ یونیورسٹی کے۔ مگر ان کے میزبان جو خود ایم اے تھے انہوں نے کہا۔ پروفیسر صاحب اب خاموش رہیے بات پوری ہو گئی اور مسئلہ صاف ہو گیا۔ میراث کا استحقاق مجبوری اور ضرورت پر نہیں رشتہ پر ہے اور رشتوں میں ترجیح اور اولیت اس کو حاصل ہے جو میت سے زیادہ قریب ہے اور ظاہر ہے کہ بیٹے اور پوتے میں میت سے زیادہ قریب بیٹا ہے۔ پوتا ایک درجہ دور ہے اس لیے بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتا کچھ نہیں پائے گا۔ جیسے کہ بیٹے کے ہوتے ہوئے بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔

---

## باب میراث ابنۃ ابن مع ابنۃ — بیٹی کے ساتھ پوتی کی میراث کا بیان۔

ص ۹۹۷

| حدیث ۲۸۲۴ |
|---|
| حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا کہ اگر کسی متوفی کی ایک بیٹی، ایک پوتی |
| النِّصْفُ وَلِلْاُخْتِ النِّصْفُ وَائْتِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَسَيُتَابِعُنِيْ فَسُئِلَ ابْنُ |
| اور ایک بہن ہو تو ترکہ کیسے تقسیم ہوگا تو انہوں نے فرمایا۔ بیٹی کو آدھا اور بہن کو آدھا اور ابن مسعود |
| مَسْعُوْدٍ وَاُخْبِرَ بِقَوْلِ اَبِيْ مُوْسٰى فَقَالَ لَقَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ |
| کے پاس جاؤ مجھے امید ہے کہ وہ بھی یہی فیصلہ کریں گے۔ اب حضرت ابن مسعود سے پوچھا گیا اور انہیں |
| اَقْضِيْ فِيْهَا بِمَا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْاِبْنَةِ النِّصْفُ وَلِابْنَةِ |
| حضرت ابو موسیٰ کی بات بتائی گئی تو انہوں نے فرمایا ایسا ہے تو میں گمراہ ہو گیا ہدایت یافتہ لوگوں میں نہ رہا۔ اس بارے |
| الْاِبْنِ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ وَمَا بَقِيَ فَلِلْاُخْتِ فَاَتَيْنَا اَبَا مُوْسٰى |
| میں میں وہی فیصلہ کروں گا جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بیٹی کو نصف اور پوتی کو سدس تاکہ دو ثلث |
| فَاَخْبَرْنَاهُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ لَا تَسْئَلُوْنِيْ مَا دَامَ |
| مکمل ہو جائے اور جو بچ رہے وہ بہن کا۔ اس کے بعد ہم لوگ ابو موسیٰ کے پاس آئے ہم نے انہیں ابن مسعود |
| هٰذَا الْحِبْرُ فِيْكُمْ ؏ |
| کے قول کی خبر دی۔ انہوں نے فرمایا جب تک یہ حبر تم میں ہے۔ مجھ سے کچھ مت پوچھنا۔ |

۲۸۲۴

**تشریحات:۔** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو یہ فرمایا لَقَدْ ضَلَلْتُ اِذًا تو اس بنیاد پر فرمایا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ ابن مسعود میری اتباع کریں گے چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خصوص میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیصلہ معلوم تھا اس کے باوجود اس کے خلاف قصداً حضرت ابو موسیٰ اشعری کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کرتے تو ضرور یہ گمراہی ہوتی۔ صورت مسئولہ میں تخریج یہ ہوگی۔ کل ترکہ کا چھ حصہ کیا جائے گا۔ تین بیٹی کو ایک پوتی کو دو بہن کو دیا جائے گا۔

---

ع ابو داؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ باب میراث الاخوات مع البنات عصبۃ۔ ص ۹۹۸۔

## بَابُ مِيْرَاثِ الْجَدِّ مَعَ الْاَبِ وَالْاِخْوَةِ. ص۹۹۷۔

## باپ اور بھائیوں کے ساتھ دادا کی میراث کا بیان۔

| ت | وَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ الزُّبَيْرِ اَلْجَدُّ اَبٌ۔ |
|---|---|
| ۷۸۲ | اور حضرت ابو بکر و ابن عباس اور ابن زبیر نے فرمایا کہ دادا باپ ہے۔ |

**تشریح ۷۸۲** یعنی جب متوفیٰ کا باپ نہ ہو، دادا ہو تو میراث کے سلسلے میں جو حیثیت باپ کی ہے وہی دادا کی ہوگی۔ یہاں جد سے مراد جدِ صحیح ہے۔ یہ وہ ہے جس کی میت کی جانب نسبت میں ماں نہ ہو جس کو ہمارے عرف میں دادا کہتے ہیں۔ نانا مراد نہیں۔ عرب میں نانا کو بھی جد کہتے ہیں۔ باپ کی تین حالتیں ہیں۔ صرف فرض جب کہ اولاد ہو۔ اس صورت میں چھٹا حصہ پائے گا۔ فرض اور تعصیب دونوں، جب کہ متوفیٰ کے بیٹی یا پوتی ہوں۔ اس صورت میں باپ کو میراث کا نصف ملے گا وہ اس طرح کہ سدس بحیثیت ذوی الفروض کے اور لڑکی کو نصف اور جو بچا وہ بحیثیت عصبہ کے باپ کو ملے گا۔ حاصل یہ نکلا کہ آدھا بیٹی کو آدھا باپ کو۔ تعصیب محض جب کہ میت کے نہ بیٹا ہو نہ بیٹی نہ پوتا، نہ پوتی۔ جب متوفیٰ کا باپ نہ ہو تو دادا کا بھی یہی حکم ہے مگر چار مسائل میں۔ پہلا یہ کہ بنی الاعیان اور بنی علات باپ کے ہوتے ہوئے بالاجماع ساقط ہو جاتے ہیں لیکن دادا کے ہوتے ہوئے ساقط نہیں ہوں گے جمہور کے نزدیک۔ لیکن امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ساقط ہو جائیں گے۔ دوسرا۔ اگر متوفیٰ کے زوجین میں سے کوئی ہو اور باپ ہو اور ماں تو ماں ثلث ما بقی لے گی اور دادا کے ساتھ کل ترکہ کا ثلث۔ تیسرا۔ باپ کی ماں اور دادی باپ کے ہوتے ہوئے محروم رہیں گی لیکن دادا کے ہوتے ہوئے محروم نہیں رہیں گی۔ چوتھا۔ مُعْتَق نے مُعْتَق کے باپ اور بیٹے کو چھوڑا تو سدس ولاء باپ کے لیے اور باقی بیٹے کے لیے۔ یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ اور طرفین کے نزدیک پوری ولاء بیٹے کے لیے ہے۔ اور اگر مُعْتَق نے مُعْتَق کے بیٹے اور دادا کو چھوڑا تو بالاتفاق پوری ولاء بیٹے کے لیے ہے۔

| ت | وَقَرَاَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَابَنِيْ اٰدَمَ ۔ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَائِيْ اِبْرٰهِيْمَ |
|---|---|
| ۷۸۳ | اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کی دلیل میں دو آیتیں پڑھیں یا بنی آدم اور میں نے |
| | وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ع |
| | اپنے آباء کرام ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کے ملت کی پیروی کی۔ |
| | ع سورۂ یوسف آیت ۳۸۔ |

**توضیح:۔** یعنی تمام انسانوں کو حضرت آدم کا بیٹا کہا گیا حالانکہ وہ موجودہ انسانوں کے دادا ہیں وہ بھی سینکڑوں پشت اوپر۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے باپ حضرت یعقوب ہیں اور حضرت اسحٰق دادا اور حضرت ابراہیم پردادا علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔ اس سے معلوم ہوا کہ دادا باپ ہے۔

| |
|---|
| قَالَ الْبُخَارِیُّ وَلَمْ یُذْکَرْ اَنَّ اَحَدًا خَالَفَ اَبَا بَکْرٍ فِیْ زَمَانِہٖ وَ |
| امام بخاری نے فرمایا اور کہیں مذکور نہیں کہ کسی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان کے زمانے میں |
| اَصْحَابُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُتَوَافِرُوْنَ۔ |
| مخالفت کی اور اصحاب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت بکثرت تھے۔ |

**توضیح** حضرت امام بخاری رحمہ اللہ یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر کے زمانہ میں صحابہ کرام کا اس پر اجماع سکوتی ہو گیا کہ دادا بمنزلہ باپ ہے۔

| ت | |
|---|---|
| ۷۸۴ | وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یَرِثُنِیْ ابْنُ ابْنِیْ دُوْنَ |
| | اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میرا پوتا وارث ہوگا نہ میرے بھائی اور میں |
| | اِخْوَتِیْ وَلَا اَرِثُ اَنَا ابْنَ ابْنِیْ۔ |
| | اپنے پوتے کا وارث نہ ہوں؟ |

**توضیح** کچھ لوگوں نے کہا تھا کہ بھائیوں کے ہوتے ہوئے دادا محروم رہے گا۔ اور کچھ لوگوں نے یہ کہا تھا کہ بھائیوں کے ہوتے ہوئے دادا کے ساتھ بھائیوں کو بھی حصہ ملے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان دونوں کے رد میں فرماتے ہیں کہ متوفیٰ کے اگر پوتے اور بھائی ہوں تو صرف پوتا پائے گا۔ بھائی بہن نہیں پائیں گے۔ پھر یہ کیسے معقول ہو سکتا ہے کہ پوتے کے ترکہ سے مجھے حصہ نہ ملے اور پوتے کے بھائیوں کو ملے۔ یہ الٹی بات ہے۔ حاصل یہ نکلا کہ متوفیٰ کے اگر دادا اور بھائی ہوں تو کل میراث دادا کو ملے گی۔ بھائی محروم ہوں گے۔

| ت | |
|---|---|
| ۷۸۵ | وَیُذْکَرُ عَنْ عَلِیٍّ وَعُمَرَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَزَیْدٍ اَقَاوِیْلُ مُخْتَلِفَۃٌ۔ |
| | اور حضرت علی، و حضرت عمر، و ابن مسعود اور زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت |
| | کرتے ہوئے مختلف اقوال ذکر کیے جاتے ہیں۔ |

۷۸۵ تشریح:۔ یہ سارے اقوال مرجوح و متروک ہیں اس لیے ہم ان کے ذکر کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔

| حدیث | عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا (اِلٰی اَنْ قَالَ) فَاِنَّہٗ اَنْزَلَہٗ |
|---|---|
| ۲۸۲۵ | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر نے دادا کو بمنزلہ باپ کیا۔ یا |
| اَبًا اَوْ قَالَ قَضَاہُ اَبًا۔ | |
| راوی نے یہ کہا حضرت ابوبکر نے فیصلہ فرمایا کہ دادا باپ ہے۔ | |

۲۸۲۵ تشریح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فیصلہ کہ دادا باپ کے نہ ہوتے ہوئے میراث میں باپ کے حکم میں ہے، متعدد صحابۂ کرام سے مروی ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کا قول مناقب میں گزرا۔ نیز حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ نیز حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی۔ تو حضرت ابن عباس، حضرت ابن زبیر، حضرت عثمان، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین یہ چار صحابی ہوئے۔

باب میراث المرأۃ والزوج مع الولد وغیرہ۔ ص ۹۹۸ — عورت اور شوہر کی میراث بیٹے وغیرہ کے ساتھ۔

| حدیث | عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ |
|---|---|
| ۲۸۲۶ | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے |
| تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ جَنِیْنِ امْرَاَۃٍ مِنْ بَنِیْ لَحْیَانَ سَقَطَ مَیِّتًا بِغُرَّۃٍ عَبْدٍ اَوْ | |
| بنی لحیان کی ایک عورت کے پیٹ کے بچے کے بارے میں جو مردہ ساقط ہو گیا تھا، یہ فیصلہ فرمایا کہ اس کے خوں بہا میں | |
| اَمَۃٍ ثُمَّ اَنَّ الْمَرْاَۃَ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا بِالْغُرَّۃِ تُوُفِّیَتْ فَقَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ | |
| ایک غلام یا ایک باندی دی جائے۔ پھر وہ عورت جس کے خلاف آپ نے حکم دیا تھا مر گئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ | |
| تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ مِیْرَاثَھَا لِبَنِیْھَا وَزَوْجِھَا وَاَنَّ الْعَقْلَ عَلٰی عَصَبَتِھَا ؏ | |
| علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اس کی میراث اس کے بیٹے اور شوہر کے لیے ہے اور خوں بہا اس کے عصبہ پر۔ | |

۲۸۲۶ تشریحات:۔ یہ حدیث کتاب الطب میں گزر چکی ہے اور کتاب الدیات میں آرہی ہے

؏ دیات، باب جنین المرأۃ۔ مسلم: حدود، ترمذی: فرائض۔ ابوداؤد۔ نسائی: دیات۔

276

کتاب الطب میں یہ تفصیل ہے کہ بنی ہذیل کی دو عورتوں نے آپس میں جھگڑا کیا ایک نے دوسری کو پتھر پھینک کر مارا۔ یہ حاملہ تھی چوٹ کے صدمہ سے حمل ساقط ہو گیا۔ معاملہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو حضور نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اس کا خوں بہا ایک غلام ہے یا ایک باندی۔ مارنے والی عورت کے باپ بھائی، شوہر نے یہ کہا کہ اس کا خوں بہا اس کے بیٹے دیں گے اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اس کی میراث اس کے بیٹے اور شوہر کو دی جائے اور دیت بہر حال عصبہ پر ہے۔ عصبہ نے یہ کہا کہ ہمارے پاس کچھ نہیں۔ بنی لحیان کے صدقات وصول ہوں تو ہمیں عطا فرمائیں۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا جسے وصول کر کے ان لوگوں نے دیت عطا کی۔ "غُرَّۃ" کے معنی گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی، ہر چیز کا ابتدائی اور مُعظم حصہ، شریف، چہرہ، روشنی، صبح، غلام اور باندی کے ہیں۔ یہاں مراد اخیر معنی ہے۔ "عبدٌ او امۃٌ" اس کا بیان ہے۔ "عقل" معنی مشہور وہ روحانی قوت جس سے شعور ہوتا ہے دل، دیت، یعنی قتل وغیرہ کا مالی معاوضہ جسے خوں بہا کہتے ہیں۔

بَابُ اِبْنَیْ عَمٍّ اَحَدُھُمَا اَخٌ لِاُمٍّ وَالْاٰخَرُ زَوْجٌ. ص ۹۹۸

کسی عورت نے چچا کے دو لڑکوں کو چھوڑا ان میں سے ایک اخیافی بھائی ہے اور دوسرا شوہر ہے۔

**توضیح** یعنی ایک عورت نے اپنے چچا کے لڑکے سے نکاح کیا تھا، وہ مر گئی اس نے اپنے اس شوہر کو چھوڑا اور دوسرے چچا کے لڑکے کو جو اس کا اخیافی بھائی ہے تو ترکہ کیسے تقسیم ہو گا۔

| | |
|---|---|
| **ت** ۷۸۶ | وَقَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لِلزَّوْجِ النِّصْفُ وَلِلْاَخِ مِنَ الْاُمِّ |
| | اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ پہلے شوہر کو آدھا دیا جائے گا۔ پھر اخیافی بھائی کو |
| | السُّدُسُ وَمَا بَقِیَ بَیْنَھُمَا نِصْفَیْنِ۔ |
| | چھٹا حصہ اور جو بچے گا وہ پھر ان دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا جائے گا۔ |

**تشریح** ۷۸۶ یعنی چونکہ متوفیہ کی اولاد نہیں اس لیے پہلے شوہر کو نصف دیں گے اور اخیافی بھائی کو سدس۔ اس لیے کہ دونوں اصحاب فرائض میں سے ہیں اب جو بچا وہ دونوں پر برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا اس لیے کہ دونوں چچا کے بیٹے ہونے کی وجہ سے عصبہ ہیں مسئلہ کا استخراج چھ سے کیا جائے گا۔ چھ میں سے تین شوہر کو اور ایک اخیافی بھائی کو اب جو دو بچا وہ ایک ایک دونوں کو دیا جائے گا۔ اس طرح ان میں جو شوہر ہے اس کو چھ میں سے چار ملے گا اور جو اخیافی بھائی ہے اس کو چھ میں سے دو ملے گا۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

## بَابُ مِيْرَاثِ الْمُلَاعَنَةِ. ص ۹۹۹

جس عورت سے لعان کیا گیا ہے اس کی میراث کا بیان۔

| حدیث ۲۸۲۷ |
|---|
| عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا لَاعَنَ امْرَاَتَهٗ فِيْ |
| حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں |
| زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْتَفٰى مِنْ وَلَدِهَا فَفَرَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ |
| ایک شخص نے اپنی بیوی سے لعان کیا اور اس کے لڑکے سے انکار کر گیا۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے |
| تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا وَاَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْاَةِ. |
| ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی اور لڑکے کو عورت کے ساتھ لاحق کر دیا۔ |

۲۸۲۷ **تشریح:**۔ یعنی یہ حکم فرمایا کہ اس کا نسب باپ سے ثابت نہیں۔ ایسی صورت میں یہ بچہ صرف اپنی ماں کی میراث میں حق دار ہوگا۔ باپ کی میراث میں نہیں۔ اسی طرح اس کی میراث صرف ماں پائے گی باپ نہیں پائے گا۔

## بَابُ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ حُرَّةً كَانَتْ اَوْ اَمَةً. ص ۹۹۹

لڑکا صاحب فراش کے لیے ہے اس کی ماں آزاد ہو یا باندی ہو۔

| حدیث ۲۸۲۸ |
|---|
| عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ |
| حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے |
| عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْوَلَدُ لِصَاحِبِ الْفِرَاشِ. |
| ہیں کہ فرمایا کہ بچہ صاحب فراش کے لیے ہے۔ |

۲۸۲۸ **تشریحات** یعنی ایک عورت کسی کے نکاح میں ہے یا باندی کسی کی ملکیت میں ہے اور ان دونوں کے بچہ پیدا ہوا۔ اور کسی نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کی ماں سے زنا کیا ہے یہ بچہ میرا ہے یا خود بچے کی ماں نے کہا کہ یہ بچہ میرے شوہر اور میرے مالک کا نہیں، فلاں کا ہے۔ بلکہ اگر شوہر بھی کہے کہ یہ بچہ میرا نہیں۔ اور لعان نہ ہو تو ان تمام صورتوں میں حکم یہی دیا جائے گا کہ بچہ شوہر یا باندی کے مالک کا ہے۔ اسی سے اس کا نسب ثابت ہوگا۔ ہاں اگر شوہر نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ بچہ میرا نہیں اور عورت نے کہا کہ اسی کا ہے۔ معاملہ قاضی کے یہاں گیا۔ قاضی نے بطریق شرعی لعان کرایا اور دونوں میں تفریق کا حکم دیا

اور باپ سے بچے کے نسب کی نفی کا حکم دیا تو بچے کا نسب باپ سے ثابت نہ ہوگا۔
علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا کہ حدیث "الولد للفراش" نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی صحیح ترین احادیث میں سے ایک ہے۔ یہ بیس سے زائد صحابۂ کرام سے مروی ہے۔ اس میں سب سے بڑی حکمت بچہ سے اور اس کی ماں سے عار دفع کرنا ہے نیز بچہ کو ضائع ہونے سے بچانا ہے۔

باب اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ ومیراث اللقیط ص ۹۹۹ — ولاء اس کے لیے ہے جس نے آزاد کیا اور لقیط کی میراث کا بیان۔

**توضیح** ابھی گزرا کہ اگر کسی نے کسی غلام کو آزاد کیا تو غلام کی میراث آزاد کرنے والا پائے گا۔ "لقیط" اس بچے کو کہتے ہیں جس کو اس کے گھر والوں نے اپنی تنگ دستی یا بدنامی کے خوف سے پھینک دیا ہو۔ لقیط کے جملہ اخراجات کھانا کپڑا رہنے کا مکان، دوا علاج یہ سب بیت المال کے ذمہ ہے اور لقیط مرجائے اور کوئی وارث نہ ہو تو میراث بھی بیت المال میں جائے گی۔

**ت** وَقَالَ عُمَرُ اَللَّقِيْطُ حُرٌّ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لقیط آزاد ہے۔

**تشریح** اسی سے ضمناً ثابت ہوتا ہے کہ اگر بطریق شرعی ثابت ہوجائے کہ لقیط کا کوئی وارث ہے تو لقیط کی میراث اس وارث کو ملے گی۔ اور اگر یہ ثابت نہ ہوسکے تو اس کی میراث بیت المال میں جائے گی جیسا کہ آزاد کا حکم ہے۔ اگر وہ بالفرض غلام ہوتا تو اس کی ساری کمائی آقا کو ملتی میراث کا سوال ہی نہیں ہوتا اور اگر آقا اسے آزاد کر دیتا پھر وہ مرتا تو اس کا وارث آزاد کرنے والا آقا ہوتا۔

| | |
|---|---|
| **حدیث** | عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ |
| ۲۸۲۹ | حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولاء |
| | تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ۔ |
| | اس کے لئے ہے جس نے آزاد کیا۔ |

باب میراث السائبۃ ص ۹۹۹ — سائبہ کی میراث کا بیان

**توضیح** سائبہ وہ غلام ہے جس سے اس کے مالک نے یوں کہا ہو۔ لا ولاء لاحد علیك یا اس سے کہا انت سائبۃ یا کہے اعتقتك سائبۃ یا کہے وانت حر سائبۃ پہلے دو صیغوں سے اس کی نیت آزاد کرنے کی تھی تو غلام آزاد ہوجائے گا اور بعد کے دو صیغوں سے نیت کی حاجت

نہیں۔

| حدیث | عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ اَهْلَ الْاِسْلَامِ لَا يُسَيِّبُوْنَ وَاِنَّ اَهْلَ |
|---|---|
| ۲۸۳۰ | حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ اہل اسلام سائبہ نہیں |
| الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوْا يُسَيِّبُوْنَ۔ | |
| بناتے اور اہل جاہلیت بناتے تھے۔ | |

۲۸۳۰

**تشریح:۔** یہ حدیث مختصر ہے اسمٰعیلی نے مفصل یوں روایت کیا کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا میں نے ایک غلام کو سائبہ کے طور پر آزاد کیا تھا اور وہ مر گیا اور کچھ مال چھوڑا ہے اور اس کا کوئی وارث نہیں تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اہل اسلام سائبہ نہیں بناتے ۔۔ اور اہل جاہلیت سائبہ بناتے تھے اور تو اس کا وَلِیِّ نعمت ہے ۔۔ اس لیے تیرے لیے اس کی میراث ہے۔

**بَابُ اِذَا اَسْلَمَ عَلٰى يَدَيْهِ ص ۱۰۰** جو کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔

**ق ۷۸۸** وَكَانَ الْحَسَنُ لَا يَرٰى لَهٗ وَلَايَةً ۔۔ اور حضرت امام حسن بصری اس کے لیے ولاء کا حق نہیں مانتے تھے۔

ان کی دلیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تھا اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ

**ق ۷۸۹** وَيُذْكَرُ عَنْ تَمِيْمٍ الدَّارِيِّ رَفَعَهٗ قَالَ هُوَ اَوْلَى النَّاسِ بِمَحْيَاهُ وَمَمَاتِهٖ۔ اور حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے مرفوعاً روایت کیا کہ وہ اس شخص کی زندگی اور موت کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔

**۷۸۹ تشریح** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کافر جس شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہو۔ اس کی ولاء اس سے ثابت ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر یہ نومسلم مر جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو جس شخص کے ہاتھ پر اس نے اسلام قبول کیا تھا وہی وارث ہوگا۔

وَقَالَ الْبُخَارِيُّ وَاخْتَلَفُوْا فِيْ صِحَّةِ هٰذَا الْخَبَرِ۔

اور امام بخاری نے کہا اور لوگوں نے اس خبر کے صحیح ہونے میں اختلاف کیا۔

**تشریح:۔** علامہ عینی نے پوری تفصیل کے ساتھ اس کی صحت کے منکرین اور مثبتین کے اقوال نقل فرمائے ہیں۔ اور اخیر میں ثابت فرمایا ہے کہ راجح یہی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے

اسی پر احناف کا عمل ہے۔

بَابُ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَابْنُ الْأُخْتِ مِنْهُمْ۔ صـ۱۰۰۰

قوم کا آزاد کردہ غلام انہیں میں سے ہے اور بہن کا بیٹا بھی انہیں میں سے ہے۔

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ |
| ۲۸۳۱ | حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ |
| وَسَلَّمَ قَالَ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ أَوْ كَمَا قَالَ۔ | |
| قوم کا آزاد کردہ غلام انہیں میں سے ہے یا اسی کے ہم معنی فرمایا۔ | |
| حدیث | عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ |
| ۲۸۳۲ | حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ |
| وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ أُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ أَوْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ۔ | |
| قوم کا بھانجا انہیں میں سے ہے۔ | |

تشریح ۲۸۳۲:۔ یعنی جب متوفی کے کوئی صاحب فرض اور عصبہ نہ ہو اور نہ بھانجہ سے اقرب کوئی ذوی الارحام، تو بھانجہ میراث پائے گا۔

بَابُ مِيرَاثِ الْأَسِيرِ صـ۱۰۰۰ قیدی کی میراث کا بیان۔

توضیح اس سے مراد وہ قیدی ہے جو کفار کے ہاتھ میں مقید ہے چونکہ اس کے بارے میں یہ بھی احتمال ہے کہ ظالم اسے شہید کر چکے ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ زندہ ہو۔ تو اب اشکال یہ ہوتا ہے کہ اس کی میراث تقسیم کی جائے یا نہ تقسیم کی جائے۔ حضرت سعید بن مسیب سے دونوں روایتیں ہیں۔ اور یہی حال حضرت امام زہری کا ہے۔ نیز امام زہری کا ایک قول یہ ہے کہ اسیر کو صرف ثلث ملے گا۔ ابن بطال نے اکثر علماء کا یہ مذہب نقل فرمایا کہ اسیر جب کسی میراث کا مستحق ہو تو اس کا حق موقوف رکھا جائے گا اس لئے کہ قیدی کی دو صورت ہے ایک یہ کہ یہ معلوم ہے کہ وہ زندہ ہے اور فلاں جگہ ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ وہ مرتد نہیں ہوا ہے اس لیے وہ عام مسلمانوں کی طرح ہے اور اگر یہ معلوم ہے کہ وہ مرتد ہو گیا تو اس کے مال میں مرتد کے احکام جاری کیے جائیں گے اور اگر کچھ خبر نہ ہو کہ زندہ ہے یا مر گیا اور کہاں ہے تو وہ مفقود ہے اس پر مفقود کے احکام جاری ہوں گے۔

ت | وَكَانَ شُرَيْحٌ يُوَرِّثُ الْأَسِيرَ فِي أَيْدِي الْعَدُوِّ وَيَقُولُ

۷۹۰ اور قاضی شریح اس قیدی کو وارث بناتے تھے جو دشمن کے قبضہ میں ہو اور

هُوَ أَحْوَجُ إِلَيْهِ.

کہتے تھے وہ میراث کا زیادہ محتاج ہے۔

ت | وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَجِزْ وَصِيَّةَ الْأَسِيرِ وَعَتَاقَتَهُ

۷۹۱ اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا اسیر کی وصیت اور اس کے آزاد کرنے

وَمَا صَنَعَ فِي مَالِهِ مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ عَنْ دِينِهِ فَإِنَّمَا هُوَ مَالُهُ يَصْنَعُ

کو نافذ کرو یا اپنے مال میں جو بھی کرے سب نافذ کرو جب تک دین نہ بدلے اس

فِيهِ مَا شَاءَ.

لیے کہ وہ اس کا مال ہے اس میں جو چاہے کرے

www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کِتَابُ الْحُدُوْدِ صلہ حدود کا بیان

**توضیح:۔** حدود حد کی جمع ہے۔ اس کے اصل معنی روکنے اور منع کرنے کے ہیں۔ اسی وجہ سے دربان کو حداد بھی کہا جاتا ہے اس لیے کہ وہ لوگوں کو اندر آنے سے روکتا ہے اور شریعت میں حد کچھ مخصوص گناہوں پر من جانب شرع مقررہ سزا کو کہتے ہیں۔ اس کا فائدہ لوگوں کو اس گناہ سے روکنا ہے جس کی یہ سزا ہے۔ بلکہ بنظر دقیق ہر گناہ سے روکنا ہے۔ کہ جب ایک چور کا ہاتھ کاٹا گیا اور لوگوں کو معلوم ہے کہ زنا کی یہ سزا ہے۔ شراب پینے کی یہ سزا ہے تو لوگ یقیناً ڈریں گے۔

**حدود کفارہ ہیں:۔** عام کتب اصول وفقہ میں یہی ہے کہ حدود کفارہ نہیں حتیٰ کہ بہار شریعت حصہ نہم صہ ۸۱ میں بھی یہی ہے۔ اسی بنا پر ہم نے جلد اول میں اسی کی تائید میں پورا زور دیا ہے لیکن جلد اول چھپنے کے بعد مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا یہ ارشاد نظر سے گزرا حد اس گناہ سے پاک کر دینے کی ہوتی ہے[۱]۔ اور الملفوظ میں ہے "حد سے پاک ہو جاتا ہے قصاص سے نہیں[۲]"

اس ارشاد کے بعد میرے لیے دوسرے قول کی گنجائش نہیں۔ اس کی دلیل حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ فرمایا۔ ومن اصاب من ذلک شیئا فعوقب بہ فھو کفارۃ لہ[۳]۔ اور جس نے اس میں سے کسی چیز کا ارتکاب کیا پھر اسے اس کی سزا دے دی گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے اور کتاب الحدود باب توبۃ السارق میں یہ زائد ہے "وَطَھُوْرٌ" اور پاک کرنے والی ہے۔

---

[۱] فتاویٰ رضویہ پنجم صہ ۹۸۱ ۔ [۲] الملفوظ اول صہ ۶۵

[۳] بخاری: ایمان۔ مناقب انصار۔ مغازی۔ حدود۔ احکام۔ مسلم: حدود ترمذی۔ نسائی۔ دارمی۔

## بَابُ الزِّنَا وَشُرْبِ الْخَمْرِ ص۱۰۰۱ — زنا اور شراب پینے کا بیان۔

| ت | وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یُنْزَعُ مِنْہُ نُوْرُ الْاِیْمَانِ فِی الزِّنَا۔ |
|---|---|
| ۷۹۲ | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا زنا کرنے سے ... نور ایمان نکال لیا جاتا ہے۔ |

**تشریح ۷۹۲:** امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے کتاب الایمان میں سند متصل کے ساتھ مفصل یوں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے ایک ایک غلام کو بلاتے اور فرماتے کیا میں تمہاری شادی نہ کردوں؟ جو بندہ بھی زنا کرے گا اللہ اس سے ایمان کا نور نکال دے گا نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے اس مضمون کی حدیث مرفوع بھی مروی ہے جسے امام طبری نے روایت کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو زنا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل سے ایمان کا نور نکال لے گا چاہے تو لوٹائے چاہے نہ لوٹائے۔

## بَابُ مَا جَاءَ فِیْ ضَرْبِ شَارِبِ الْخَمْرِ ص۱۰۰۲ — شراب پینے والوں کے مارنے کے بیان میں۔

| حدیث | عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ |
|---|---|
| ۲۸۳۳ | حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شراب پینے |
| | ضَرَبَ فِی الْخَمْرِ بِالْجَرِیْدِ وَالنِّعَالِ وَجَلَدَ اَبُوْبَکْرٍ اَرْبَعِیْنَ عه |
| | کی سزا میں کھجور کی ٹہنیوں اور جوتوں سے مارا اور حضرت ابوبکر نے چالیس مارا۔ |

**تشریحات ۲۸۳۳:** حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شراب کی حد چالیس کوڑے مارتے تھے۔ اور یہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی زمانہ میں بھی تھا پھر ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مسئلہ میں صحابۂ کرام سے مشورہ طلب کیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب شراب پئے گا تو اسے نشہ آئے گا اور جب نشہ آئے گا تو بکواس کرے گا اور جب بکواس کرے گا تو افتراء کرے گا۔ اور مفتری پر اسّی کوڑے ہیں تو حضرت عمر نے حضرت علی کو حکم دیا کہ اسے اسّی کوڑے ماریں چنانچہ انہوں نے اسّی کوڑے مارے اور یہ واقعہ صحابہ کرام کے مجمع عام میں ہوا تھا۔ کسی نے اس کی مخالفت

عه مسلم: ابوداؤد، ترمذی: ابن ماجہ: حدود

نہیں کی تو اس پر قریب قریب اجماعِ سکوتی ہو گیا۔

## بَابُ الضَّرْبِ بِالْجَرِيْدِ وَالنِّعَالِ

شرابی کو کھجور کی ٹہنی اور جوتوں سے مارنا۔

ص ۱۰۰۲

| حدیث | عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ |
|---|---|
| ۲۸۳۴ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت |
| | وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ قَالَ اِضْرِبُوْهُ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ |
| | اقدس میں ایک شخص کو لایا گیا جو شراب پیے ہوئے تھا فرمایا اس کو مارو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ |
| | فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهٖ وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهٖ وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهٖ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ |
| | تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہم میں سے کچھ لوگ اپنے ہاتھ سے اسے مار رہے تھے اور کچھ لوگ اپنی چپل سے اور کچھ لوگ اپنے کپڑے |
| | بَعْضُ الْقَوْمِ اَخْزَاكَ اللّٰهُ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا لَا تُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ ؏ |
| | سے جب وہ پلٹنے لگا تو کسی نے کہا۔ تجھ کو اللہ رسوا کرے۔ حضور نے فرمایا ایسا مت کہو اس پر شیطان کو مدد مت دو۔ |

تشریحات ۲۸۳۴:۔ یہ کون شخص تھا، یہ متعین نہیں ہو سکا۔ اس پر دعاء بد کرنے سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لیے منع فرمایا کہ اس کا اندیشہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جس پر دعاء بد کی گئی۔ اس سے اس کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفرت پیدا ہو جائے۔

| حدیث | سَمِعْتُ عُمَيْرَ بْنَ سَعِيْدٍ النَّخَعِیَّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ |
|---|---|
| ۲۸۳۵ | حضرت عمیر بن سعید نخعی نے کہا کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| | طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ مَا كُنْتُ لِاُقِيْمَ حَدًّا عَلٰی اَحَدٍ |
| | سے سنا کہ میں کسی پر حد قائم کرتا اور مر جاتا تو اس سے میرے جی میں کوئی خدشہ نہیں پیدا |
| | فَيَمُوْتَ فَاَجِدَ فِیْ نَفْسِیْ اِلَّا صَاحِبَ الْخَمْرِ فَاِنَّهٗ لَوْ مَاتَ وَدَيْتُهٗ |
| | ہوتا سوائے شرابی کے اگر وہ مر جاتا تو میں اس کی دیت دیتا اور یہ اس لیے |
| | وَذٰلِكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُسِنَّهٗ ؏ |
| | کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی حد مقرر نہیں فرمائی۔ |

؏ ابوداؤد : حدود۔ ؏ مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ۔

۲۸۳۵

**تشریحات:۔** صحیح یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرابی کی حد مقرر نہیں فرمائی لیکن طحاوی میں بطریق داناج عن حصین بن منذر الرقاشی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شراب میں چالیس کوڑے مارا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی چالیس کوڑے مارا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اسّی پورا کیا۔ اور سب سنت ہے۔ ابوداؤد میں بھی اس کے ہم معنی ہے۔ حضرت امام طحاوی نے اس حدیث پر بہت طویل کلام فرمایا ہے اور اسے معلول قرار دیا ہے۔

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُؤْتٰى بِالشَّارِبِ |
| ۲۸۳۶ | حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے |
| | عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِمْرَةِ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ |
| | عہد مبارک میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت |
| | وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَنَقُوْمُ إِلَيْهِ بِأَيْدِيْنَا وَنِعَالِنَا وَ |
| | کے شروع میں ہم شرابی کو لاتے تو ہم اسے اپنے ہاتھوں، چپلوں اور چادروں سے مارتے |
| | أَرْدِيَتِنَا حَتّٰى كَانَ آخِرَ إِمْرَةِ عُمَرَ فَجَلَدَ أَرْبَعِيْنَ حَتّٰى إِذَا عَتَوْا وَفَسَقُوْا |
| | حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے اخیر دور میں چالیس کوڑے مارا۔ اس کے باوجود جب |
| | جَلَدَ ثَمَانِيْنَ۔ |
| | لوگوں نے سرکشی کی اور شراب پیا تو اسّی کوڑے مارا۔ |

**تشریح ۲۸۳۶** امام عبدالرزاق نے عبید بن عمیر سے اسی مضمون کی حدیث روایت کی ہے۔ اس کے اخیر میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب کی حد چالیس کوڑے کی جب دیکھا کہ باز نہیں رہتے تو ساٹھ کوڑے کر دیا جب دیکھا کہ باز نہیں آتے تو اسّی کوڑے کر دیا۔ اور فرمایا حدود میں یہ سب سے کم درجہ کی ہے۔ علامہ بدرالدین محمود عینی نے فرمایا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر آج کے زمانے میں ہوتے تو اسّی کے دونا دون کوڑے مارتے۔

میں کہتا ہوں اگر آج کے زمانے میں ہوتے تو کیا کرتے یہ پوشیدہ نہیں۔

**بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ لَعْنِ شَارِبِ الْخَمْرِ وَأَنَّهُ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنَ الْمِلَّةِ۔**

شرابی کو لعنت کرنا ناپسندیدہ ہے اور یہ کہ وہ مذہب سے خارج نہیں۔

صـ ۱۰۰۲

| حدیث | عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا عَلٰی عَھْدِ |
|---|---|
| ۲۸۳۷ | حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ |
| | النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِسْمُہٗ عَبْدَ اللّٰہِ وَکَانَ یُلَقَّبُ حِمَارًا |
| | وسلم کے زمانے میں ایک صاحب تھے جن کا نام عبداللہ تھا اور لقب حمار۔ وہ رسول اللہ |
| | وَکَانَ یُضْحِکُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ |
| | صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہنسا دیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو شراب |
| | صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ جَلَدَہٗ فِی الشَّرَابِ فَاُتِیَ بِہٖ یَوْمًا فَاَمَرَ بِہٖ فَجُلِدَ |
| | کی سزا میں کوڑے مارے اس کے بعد ایک دن پھر لائے گئے۔ حضور نے ان کے بارے میں حکم دیا |
| | فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ اَللّٰھُمَّ الْعَنْہُ مَا اَکْثَرَ مَا یُؤْتٰی بِہٖ فَقَالَ النَّبِیُّ |
| | تو پھر ان کو کوڑا مارا گیا۔ ایک شخص نے کہا۔ اے اللہ اس پر لعنت کر۔ کتنی کثرت سے |
| | صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنُوْہُ فَوَاللّٰہِ مَا عَلِمْتُ اَنَّہٗ یُحِبُّ |
| | لایا جاتا ہے اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر لعنت مت کرو۔ بخدا اس کے بارے میں |
| | اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔ |
| | جو میں جانتا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ |

**تشریحات ۲۸۳۷**

کسی کا بُرا لقب رکھنا منع ہے۔ ارشاد ہے۔ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ۔ ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو (سورۂ حجرات آیت ۱۱) پھر ان کا لقب اس عہد مبارک میں حمار کیسے تھا؟ — بُرا لقب رکھنا ایذا اور اہانت کا سبب ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی اس قسم کے نام کسی خاص وجہ سے لوگوں کو پیارے ہو جاتے ہیں مثلاً کسی دینی بزرگ نے یہ لقب رکھ دیا۔ جیسے امیر المومنین، مولیٰ المسلمین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بوتراب رکھا۔ ظاہر ہے کہ معنی لغوی کے اعتبار سے یہ جملہ توہین کا ہے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ نام سب سے زیادہ پسند تھا اسی قبیل سے ابو ہریرۃ ہے۔ ذات النطاقین عرب کے عرف میں توہین کا لفظ تھا۔ لیکن جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ذات النطاقین کہہ دیا۔ یہ ان کے لیے سرمایۂ افتخار ہو گیا۔ اسی طرح امکان ہے کہ ہو سکتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی ان کو حمار فرما دیا ہو یا کسی اور معزز نے حمار کہدیا ہو جس کی وجہ سے انہیں یہ نام پسند آ گیا ہے

کیوں ہنس کے کہدیا مرے در کا فقیر ہے ؛ میرا مزاج اور بھی شاہانہ ہو گیا

علامہ ابن عبد البر نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے حضرت عقبہ بن حارث کی حدیث میں ابن النعیمان مبہم آیا تھا ہو سکتا ہے وہ یہی عبد اللہ ہوں۔

علامہ کرمانی نے کہا کہ یہ کسی دکان دار کے یہاں سے گھی کا کپہ یا شہد کا کپہ لے آتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیۃً پیش کر دیتے اور جب دکان دار تقاضہ کے لیے ان کے پاس آتا تو اسے لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہونے عرض کرتے یا رسول اللہ! اسے قیمت دے دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسکرا دیتے اور حکم دیتے کہ اس کی قیمت ادا کی جائے۔ اس حدیث کو ابو یعلیٰ موصلی نے زید بن اسلم سے روایت کیا۔

بَابُ السَّارِقِ حِيْنَ يَسْرِقُ۔ چور جب چوری کرتا ہے تو وہ مسلمان رہتا ہے یا نہیں؟ صـ ۱۰۰۲

| حدیث | عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى |
|---|---|
| ۲۸۳۸ | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے |
| | عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ حِيْنَ |
| | فرمایا زانی زنا نہیں کرتا اس حال میں کہ وہ مومن ہو، اور چور چوری نہیں کرتا اس حال |
| | يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ عـه |
| | میں کہ وہ مومن ہو۔ |

**تشریحات** ۲۸۳۸

محاربین میں یہ زیادہ ہے۔ "اور کوئی قاتل قتل نہیں کرتا اس حال میں کہ وہ مومن ہو"۔ عکرمہ نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا۔ اس سے ایمان کیسے نکل جاتا ہے۔ فرمایا "ایسے اور انگلیوں کو ایک دوسرے میں گھتا لیا۔ پھر ان کو علیحدہ کر دیا۔ اب اس کے بعد اگر توبہ کرتا ہے تو ایمان لوٹ آتا ہے۔ اور انگلیوں کو آپس میں گھتا لیا۔

اس حدیث پر پوری بحث کتاب المظالم میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں گزر چکی ہے۔ یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ کامل الایمان ہوتے ہوئے کوئی ان گناہوں کا ارتکاب

---

عـه یہ حدیث باب الوکالۃ نزھۃ القاری جلد خامس صـ ۳۲۹ میں گزر چکی ہے۔

عـه محاربین۔ باب اثم الزناۃ صـ ۱۰۰۶۔ نسائی: رجم۔

نہیں کرسکتا۔ یا یہ کہ مومن کی یہ شان نہیں کہ ان گناہوں کا ارتکاب کرے۔

بَابُ لَعْنِ السَّارِقِ اِذَا لَمْ یُسَمَّ۔ بغیر نام لیے ہوئے چور پر لعنت کرنا۔ ص ۱۰۰۳

| حدیث | عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ |
|---|---|
| ۲۸۳۹ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے |
| | وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ یَسْرِقُ الْبَیْضَةَ فَتُقْطَعُ یَدُهٗ وَیَسْرِقُ الْحَبْلَ |
| | فرمایا اللہ تعالیٰ چور پر لعنت کرے۔ بیضہ چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ لیا جاتا ہے، رسی چراتا |
| | فَتُقْطَعُ یَدُهٗ قَالَ الْاَعْمَشُ کَانُوْا یَرَوْنَ اَنَّهٗ بَیْضُ الْحَدِیْدِ وَالْحَبْلُ کَانُوْا |
| | ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ لیا جاتا ہے۔ حضرت اعمش نے فرمایا کہ محدثین اس حدیث میں بیضہ سے |
| | یَرَوْنَ اَنَّهٗ مِنْهَا مَا یَسْوٰی دَرَاهِمَ ؏ |
| | مُراد خود لیتے تھے اور رسی سے ایسی رسی مراد لیتے تھے جو کئی درہم کی ہو۔ |

۲۸۳۹

**تشریحات:** کسی پر بھی نام لے کر لعنت کرنا منع ہے۔ ہاں جن بدنصیبوں کے بارے میں یہ قطعی طور پر ثابت ہو کہ یہ کفر پر مرے ہیں ان پر لعنت کی جاسکتی ہے جیسے فرعون، ابوجہل وغیرہ لیکن کسی گناہ کے مرتکب کو بغیر نام لیے لعنت کرنا جائز ہے۔ جیسے جھوٹوں پر لعنت، چوروں پر لعنت۔ چونکہ تھوڑی سی چیز میں قطع ید نہیں۔ بلکہ اس کے لیے ایک مقدار معین ہے۔ حضرت امام اعمش وغیرہ کے یہاں اس کی مقدار کم از کم تین درہم ہے اور ہمارے یہاں کم از کم دس درہم۔ بیضۃ کے معنی انڈے کے بھی ہیں۔ انڈا نہایت حقیر چیز ہے، رسی بھی بہت معمولی چیز ہے اس لیے حضرت امام اعمش نے فرمایا اس حدیث کے راوی بیضہ سے مراد لوہے کا خود لیتے ہیں اور رسی سے مراد ایسی رسی جس کی قیمت کم از کم تین درہم ہو۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَهُمَا وَفِیْ کَمْ تُقْطَعُ ص ۱۰۰۳ چور مرد ہو یا عورت ان دونوں کے ہاتھ کاٹو۔ اور کتنی مقدار میں کاٹا جائے گا۔

**توضیح** علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کتنی مقدار چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا جائے گا ظاہریہ نے کہا۔ اس کے لیے کوئی نصاب نہیں۔ تھوڑی چیز چرائے یا زیادہ

---

ع مسلم: حدود۔ نسائی: قطع۔ ابن ماجہ: حدود۔

سب میں کاٹا جائے گا اور ہمارے یہاں اس کا نصاب دس درہم ہے اس سے کم میں نہیں کاٹا جائے گا۔ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں رُبعِ دینار اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تین درہم۔

| ت | وَقَطَعَ عَلِيٌّ مِنَ الْكَفِّ. |
|---|---|
| ۷۹۳ | اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہتھیلی سے اس کا ہاتھ کاٹا۔ |

**تشریح ۷۹۳** امام ابوبکر نے روایت کیا کہ سمرہ بن معبد نے کہا کہ میں نے ابو حیوۃ کو جوڑ سے ہاتھ کٹا ہوا دیکھا تو میں نے اس سے پوچھا کس نے کاٹا ہے تو انہوں نے کہا اسے مرد صالح علی نے کاٹا ہے۔ یہی جمہور کا قول ہے۔ یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور کچھ لوگوں نے کہا کہ بغل سے پورا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اس لیے کہ عرب کے عرف میں ید کا اطلاق اسی پر ہوتا ہے اور کچھ لوگوں نے کہا کہ کہنی سے کاٹا جائے گا جیسا کہ وضو میں دھونے کا حکم ہے۔ اور بعض لوگوں نے کہا صرف انگلیاں کاٹی جائیں گی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی ایک طریقہ مروی ہے۔ رافضیوں کا یہی مذہب ہے۔

| ت | وَقَالَ قَتَادَةُ فِي امْرَأَةٍ سَرَقَتْ وَقُطِعَتْ شِمَالُهَا لَيْسَ إِلَّا ذَالِكَ. |
|---|---|
| ۷۹۴ | حضرت قتادہ نے اس عورت کے بارے میں حکم دیا جس نے چوری کی تھی اور اس کا بایاں ہاتھ کاٹ ڈالا گیا تھا "اس کے سوا اور کچھ نہیں" |

**تشریح ۷۹۴** اسے امام احمد نے اپنی تاریخ میں روایت کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ واجب تو یہ تھا کہ اس کا داہنا ہاتھ کاٹا جاتا مگر کسی نے بایاں کاٹ ڈالا۔ معاملہ حضرت قتادہ کی خدمت میں پیش ہوا کہ اب کیا کیا جائے۔ داہنا ہاتھ کاٹا جائے یا نہیں؟ فرمایا نہیں جو ہونا تھا ہو گیا۔

چور کا داہنا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت فاقطعوا أيمانهما ہے۔ اس پر قریب قریب اجماع ہے۔ ہاں! کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ اگر بایاں ہاتھ کاٹ لیا گیا تو کافی ہے مگر یہ شاذ غیر معتبر ہے۔ امام مالک نے فرمایا کہ اگر کسی نے قصداً چور کا بایاں ہاتھ کاٹ لیا تو قاطع پر قصاص ہے اور چور کا داہنا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر خطأً ہے تو قاطع پر دیت واجب ہے اور چور کی سزا ہو گئی داہنا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ یہی ہمارا بھی مذہب ہے اور حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دونوں قول مروی ہیں۔

| حدیث | عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى |
|---|---|
| ۲۸۴۰ | حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُقْطَعُ الْيَدُ فِي رُبُعِ دِيْنَارٍ فَصَاعِدًا ؎ | |
| نے فرمایا کہ ہاتھ رُبع دینار اور اس سے زیادہ میں کاٹا جائے۔ | |

**تشریحات ۲۸۴۰**

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کو لیا۔ حضرت امام احمد نے فرمایا کہ اگر سونا چرائے تو رُبع دینار میں کاٹا جائے گا اور درہم چرائے تو تین درہم میں۔ ان کا ایک قول یہ ہے کہ اس کا نصاب رُبع دینار ہے یا تین درہم یا تین درہم کا سامان۔ اگر سامان چرائے گا تو ضروری ہے کہ اس کی قیمت تین درہم ہو۔ سامان کی قیمت دراہم ہی سے لگائی جائے گی۔ اور ان کا ایک قول یہ ہے کہ اس کا نصاب تین درہم ہے یا اس کی قیمت کا سونا یا سامان۔ ہمارے یہاں اس کا نصاب دس درہم ہے۔ جیسا کہ حضرت امام ابو جعفر طحاوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس ڈھال کی چوری پر چور کا ہاتھ کاٹا تھا اس کی قیمت دس درہم تھی عہ نیز امام نسائی نے بھی انہیں سے یہی روایت کیا۔ نیز نسائی میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی حدیث میں بھی یہی روایت ہے۔ لہ

| حدیث | اَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ يَدَ السَّارِقِ لَمْ تُقْطَعْ عَلٰى |
|---|---|
| ۲۸۴۱ | ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد |
| عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا فِي ثَمَنِ مِجَنٍّ جَحَفَةٍ أَوْ تُرْسٍ ؎ | |
| میں ایک ڈھال کی قیمت سے کم میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا گیا۔ | |

**تشریح ۲۸۴۱**

مِجَنّ۔ جَحَفَة اور تُرس، سب کے معنی ڈھال کے ہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ ڈھال وہ ہے جو تہہ بہ تہہ چمڑوں سے بنی ہو اور جحفہ کبھی اس ڈھال کو بولتے ہیں جو لکڑی یا ہڈی کی ہو جس پر چمڑا وغیرہ چڑھا دیا گیا ہو۔

---

عہ اسی کے متصل مزید دو طریقے سے۔ مسلم، ابوداؤد، ترمذی: حدود۔ نسائی: القطع۔ ابن ماجہ: حدود۔

عہ نسائی: باب القدر الذی اذا سرقہ السارق قطعت یدہ ص ۲۵۹/۲۔

لہ ایضاً

؎ اسی کے متصل۔ مسلم: حدود۔

بعد کے طرق میں یہ زائد ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں چور کا ہاتھ ایک ڈھال کی قیمت سے کم میں نہیں کاٹا گیا۔

| حدیث ۲۸۴۲ | عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَطَعَ النَّبِیُّ |
|---|---|
| | حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ |
| | صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مِجَنٍّ ثَمَنُهٗ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ ؏ |
| | وسلم نے چور کا ہاتھ ایک ڈھال کی چوری میں کاٹا جس کی قیمت تین درہم تھی۔ |

تشریحات ۲۸۴۲:۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ ایک ڈھال سے کم قیمت کی چیز میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی چور کا ہاتھ نہیں کاٹا۔ ڈھال کی قیمت اس عہد مبارک میں کیا تھی اس میں روایات مختلف ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ تین درہم تھی۔ یہ روایت حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی مؤید ہے لیکن نسائی اور طحاوی دونوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول یہ ہے کہ جس ڈھال کی چوری پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہاتھ کاٹا تھا اس کی قیمت دس درہم تھی۔ نیز نسائی میں حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ کی حدیث میں بھی یہی ہے۔ اس حدیث کی رو سے دس درہم سے کم قیمت کی چیز میں ہاتھ کاٹا جائے یا نہ کاٹا جائے اس میں شبہ ہے اور دس درہم اور اس سے زائد قیمت کی چیز پر ہاتھ کاٹنا متفق علیہ ہے اسی لیے احناف نے اسی کو ترجیح دی۔

## بَابُ تَوْبَةِ السَّارِقِ صـ۱۰۰۴ چور کی توبہ کا بیان۔

| | قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِذَا تَابَ السَّارِقُ بَعْدَ مَا قُطِعَ یَدُهٗ قُبِلَتْ |
|---|---|
| | اور ابو عبداللہ یعنی امام بخاری نے فرمایا ہاتھ کاٹنے کے بعد چور توبہ کرلے تو اس کی گواہی قبول |
| | شَهَادَتُهٗ وَكُلُّ مَحْدُوْدٍ كَذٰلِكَ اِذَا تَابَ قُبِلَتْ شَهَادَتُهٗ ۔ |
| | کی جائے گی۔ اور ایسے ہی ہر محدود ہے جب توبہ کرلے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔ |

**توضیح** اس پر مفصل کلام کتاب الشہادات میں گزر چکا ہے۔ ہمارے یہاں قاذف کے علاوہ ہر محدود کی گواہی توبہ کے بعد مقبول ہے مگر قاذف کی نہیں اس لیے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا۔ اور ان کی کوئی گواہی کبھی بھی قبول نہ کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ع اسی کے متصل مزید تین طریقہ سے مسلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کِتَابُ الْمُحَارِبِیْنَ مِنْ اَھْلِ الْکُفْرِ وَالرِّدَّۃِ ص۱۰۰۵

## لڑنے والے کفار اور مرتدین کا بیان

وَقَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ۔ ؎

جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا جلا وطن کر دیئے جائیں۔

**توضیح** امام بخاری کے سیاق سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ان کی تحقیق یہ ہے کہ یہ آیت کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ڈاکوؤں کے بارے میں نہیں۔ اور جمہور نے فرمایا کہ یہ ڈاکوؤں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ یہی حضرات امام ابوحنیفہ، امام مالک امام شافعی اور امام ابوثور کا قول ہے ــــ امام حسن بصری، امام ضحاک، امام عطاء، امام زہری نے کہا کہ مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان ذمیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو بدعہدی کریں اور ایک قول یہ ہے کہ مرتدین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ صحیح جمہور کا قول ہے کہ ڈاکوؤں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس پر عکل و عرینہ کی حدیث دلیل ہے۔

### بَابُ رَجْمِ الْمُحْصَنِ ص۱۰۰۶

### محصن کو سنگسار کرنا۔

**توضیح** محصن صاد کے فتحہ کے ساتھ احصان کا اسم مفعول ہے احصان کے معنی ہیں روکنا، حفاظت کرنا اس میں صاد کا کسرہ بھی جائز ہے یعنی جو شخص شادی کر کے اپنی ذات کو بدکرداری سے روکے ہوئے ہے ثعلب نے کہا پاکباز کے معنی میں محصِن اور محصَن دونوں ہیں اور شادی شدہ کو صرف محصَن صاد کے فتحہ کے ساتھ

؎ سورۂ مائدہ آیت ۳۳

277 کہتے ہیں یہاں مراد یہ ہے کہ وہ شخص آزاد عاقل بالغ ہو جس نے نکاح صحیح کے ساتھ وطی کی ہو۔ رجم صرف محصن کے لیے ہے۔

| ۷۹۵ | وَقَالَ الْحَسَنُ مَنْ زَنٰی بِاُخْتِہٖ حَدُّہٗ حَدُّ الزَّانِیْ۔ |
|---|---|
| | اور امام حسن بصری نے فرمایا جو بہن کے ساتھ زنا کرے گا اس کی حد زانی کی حد کی مثل ہے۔ |

**توضیح** اگر کسی نے اپنی بہن کے ساتھ بغیر نکاح کے زنا کیا تو بالاتفاق اس پر حد ہے لیکن اگر کسی نے اپنی بہن یا محارم سے نکاح کیا اور ہم بستری کی تو اس پر حد نہیں جیسا کہ شامی[1] میں خانیہ سے ہے بشرطیکہ اس کا گمان ہو کہ وطی حلال ہے۔

| حدیث ۲۸۴۳ | سَمِعْتُ الشَّعْبِیَّ یُحَدِّثُ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حِیْنَ رَجَمَ |
|---|---|
| | امام شعبی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ جب انہوں نے جمعہ کے دن عورت |
| | الْمَرْاَۃَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ قَالَ رَجَمْتُھَا بِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ[2] |
| | کو سنگسار کیا تو فرمایا میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق سنگسار کیا ہے۔ |

**تشریحات** :۔ ائمہ محدثین کے نزدیک امام شعبی کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سماع ثابت نہیں جیسا کہ جازمی نے کہا ہے امام دارقطنی سے پوچھا گیا کہ شعبی نے حضرت علی سے سنا ہے تو انہوں نے کہا ان سے صرف ایک حرف سنا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں سنا ہے اسی لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو مسنداً تحریر فرمایا۔ قصہ یہ ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شریحہ نامی ایک عورت کو زنا کی سزا میں جمعرات کو کوڑا مارا اور جمعہ کو اسے سنگسار کر دیا اور فرمایا اللہ کی کتاب کے مطابق میں نے اس کو کوڑا مارا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق اسے سنگسار کیا اس کی تشریح یہ ہے کہ قرآن مجید میں صرف زانی کو کوڑے مارنے کا حکم ہے ارشاد ہے الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ۔ زانی مرد اور عورت ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ قرآن مجید میں رجم کا ذکر نہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی مرد کو اور زانیہ عورت کو سنگسار فرمایا ہے۔ کتاب اللہ میں مذکور حکم کے مطابق میں نے اس کو کوڑے مارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے مطابق اس کو سنگسار کیا۔

---

[1] جلد سوم ص ۱۳۲ [2] نسائی رجم۔

چند ابواب کے بعد باب الاعتراف بالزنا میں تفصیل سے مذکور ہوگا کہ آیت رجم آیت منسوخ التلاوۃ ہے مگر اس کا حکم باقی ہے۔

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنِ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى هَلْ رَجَمَ |
| ۲۸۴۴ | ابو اسحٰق سلیمان بن ابو سلیمان شیبانی نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے پوچھا |
| | رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ قَبْلَ سُوْرَةِ النُّوْرِ |
| | کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنگسار کیا؟ انہوں نے بتایا ہاں! میں نے پوچھا سورۂ نور کے نازل ہونے |
| | أَوْ بَعْدُ قَالَ لَا أَدْرِي. عہ |
| | کے پہلے یا اس کے بعد؟ انہوں نے کہا میں یہ نہیں جانتا۔ |

۲۸۴۴ **تشریحات:**۔ ابو اسحاق شیبانی کے سوال کا مطلب یہ تھا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ رجم سورۂ نور کی آیۂ کریمہ فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ سے منسوخ ہے صحیح یہ ہے کہ سورۂ نور کے نزول کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زانی کے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ اس لیے کہ سورۂ نور حضرت ام المومنین کی براءت میں نازل ہوئی جو علی اختلاف روایت سن چار یا پانچ یا چھ میں نازل ہوئی ہے۔ اور سنگسار کرنے کا حکم اس کے بعد فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۷ھ میں غزوۂ خیبر کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تھے۔ وہ حضرت ماعز اسلمی کے واقعہ کے بارے میں کہتے ہیں۔

رأيت ماعز بن مالك حين جيء به إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم (الحديث عہ)

میں نے ماعز بن مالک اسلمی کو دیکھا جب وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے۔

**باب لَا يُرْجَمُ الْمَجْنُوْنُ وَالْمَجْنُوْنَةُ.**

مجنون اور مجنونہ کو سنگسار نہیں کیا جائے گا۔

صـ ۱۰۰۶

| | |
|---|---|
| ۷۹۶ ت | وَقَالَ عَلِيٌّ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْقَلَمَ رُفِعَ |
| | اور حضرت علی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کیا آپ نہیں جانتے کہ قلم اٹھا |
| | عَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يُفِيْقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَدْرُكَ وَعَنِ النَّائِمِ |
| | لیا گیا ہے مجنون سے یہاں تک کہ اسے افاقہ ہو اور بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہو جائے۔ |

عہ مسلم: حدود عہ مسلم۔ جلد ثانی صـ ۶۶۔

حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ۔

اور سونے والے سے یہاں تک کہ بیدار ہو جائے۔

**تشریحات** ۷۹۶

اس تعلیق کو امام نسائی نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر ایک قبیلہ کی مجنونہ عورت پر ہوا جس نے زنا کیا تھا جس کے بارے میں حضرت عمر نے حکم دے دیا تھا کہ اس کو سنگ سار کیا جائے۔ حضرت علی اسے لوٹا کر لائے اور حضرت عمر سے فرمایا۔ کیا آپ کو یاد نہیں؟ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین شخصوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے اس مجنون سے جو مغلوب ہو اور سونے والے سے یہاں تک بیدار ہو جائے اور بچہ سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے۔ حضرت عمر نے فرمایا آپ نے سچ کہا پھر اس کو چھوڑ دیا۔

مجنون اور مجنونہ اگر حالت جنون میں زنا کریں تو ان پر رجم نہیں اور نہ انہیں کوڑے مارنا ہے لیکن اگر صحت کی حالت میں ارتکاب کیا اور جنون کی حالت میں پکڑے گئے تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ انہیں سنگسار کیا جائے گا افاقہ کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اگر وہ محصن نہ ہوں تو حالتِ جنون میں کوڑے نہیں مارے جائیں گے جب تک انہیں افاقہ نہ ہو جائے اس لیے کہ رجم سے مقصود اتلاف ہے مجنون مر جائے یہ اس کے لیے بہتر ہے اور کوڑے مارنے سے مقصود زجر اور تنبیہ ہے۔ حالت جنون میں کوڑے مارنے سے یہ بات حاصل نہیں ہوگی۔ مجنون پر رجم نہیں جس کی دلیل حضرت ابوہریرہ سے مروی حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ حضور نے ان سے یہ پوچھا أَبِكَ جُنُونٌ قَالَ لَا۔ کیا تجھے جنون ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں۔ اس سے ثابت کہ اگر جنون ہوتا تو سنگسار نہ فرماتے۔

بَابُ الرَّجْمِ بِالْمُصَلّٰی ص ۱۰۰۷ عید گاہ میں سنگسار کرنا۔

**توضیح** اس کے ضمن میں حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے ذکر کیا جس میں یہ ہے فَرُجِمَ بِالْمُصَلّٰی ان کو نماز عید پڑھنے کی جگہ سنگسار کیا گیا۔

جنت البقیع کے کنارے ایک میدان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عیدین اور جنازے پڑھا کرتے تھے وہی مصلّٰے کے نام سے مشہور ہے یہیں حضرت ماعز اسلمی کو سنگسار کیا گیا تھا۔ اس سے ثابت ہوا عید گاہ تمام احکام میں مسجد کے مثل نہیں۔ اس لیے کہ مسجد میں حد قائم کرنے سے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

اس حدیث کے اخیر میں یہ تھا۔

وَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا وَصَلَّى عَلَيْهِ — لَمْ يَقُلْ يُونُسُ وَابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ فَصَلَّى عَلَيْهِ — سُئِلَ أَبُو عَبْدِ اللهِ صَلَّى عَلَيْهِ يَصِحُّ قَالَ رَوَاهُ مَعْمَرٌ فَقِيلَ لَهُ رَوَاهُ غَيْرُ مَعْمَرٍ قَالَ لَا۔

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ماعز کے بارے میں کلمۂ خیر فرمایا اور ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ یونس اور ابن جریج نے امام زہری سے یہ حدیث روایت کی تو اس میں فصلّی علیہ نہیں روایت فرمایا — ابو عبداللہ یعنی امام بخاری سے سوال ہوا کہ اس حدیث میں صلّی علیہ کی روایت صحیح ہے؟ تو انہوں نے فرمایا اسے معمر نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ ان سے پوچھا گیا ان کے علاوہ بھی کسی نے روایت کیا ہے۔ تو فرمایا نہیں۔

**تشریحات:** سنگسار کیے جانے کے بعد حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ نے کہا وہ ہلاک ہو گئے اس کے گناہ نے اس کو گھیر لیا اور ایک گروہ نے کہا ماعز کی توبہ سے افضل کوئی توبہ نہیں۔ یہ سب سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ماعز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایک قوم پر تقسیم کیا جائے تو سب کو پہنچ جائے ؎ — نسائی میں ہے کہ میں نے اسے دیکھا ہے کہ جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے اور ابو داؤد اور نسائی میں ہے اسے خبیث مت کہہ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ اطیب ہے — اس روایت کے بنیادی راوی حضرت امام زہری ہیں۔ ان سے اس روایت کو یونس اور ابن جریج اور معمر نے روایت کیا ہے۔ معمر کی روایت میں فصلّی علیہ ہے بقیہ کی روایت میں نہیں۔ اسی طرح منذری نے کہا کہ امام عبدالرزاق سے آٹھ اشخاص نے اس کو روایت کیا ہے۔ کسی نے فصلّی علیہ نہیں روایت کیا۔ صرف محمود بن غیلان نے روایت کیا۔ اگر بات یہیں تک رہتی تو کوئی خاص اشکال نہیں تھا۔ معمر بھی ثقہ ہیں اور محمود بن غیلان بھی ثقہ ہیں۔ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے جس نے یاد رکھا یاد رکھا۔ جو بھول گیا بھول گیا۔ لیکن محمد بن یحییٰ زہری اور ایک جماعت نے امام عبدالرزاق ہی سے روایت کی کہ اس پر حضور نے نماز نہیں پڑھی۔ اس پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حدیث کے اصول کے مطابق مثبت نافی پر مقدم ہے لیکن اس کی یہ توجیہ بھی ہے کہ رجم کے بعد فوراً نہیں پڑھی۔ اس کے بعد نماز پڑھی امام عبدالرزاق ہی نے ابو امامہ بن سہل بن حنیف کی حدیث میں یہ روایت کی کہ حضور سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ فرمایا

؎ مسلم جلد ثانی صـ ۶۵ ۔

نہیں لیکن دوسرے دن فرمایا لوگو اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔ پھر حضور نے اور لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ صحیح یہ ہے کہ زانی کی نماز جنازہ بھی فرض کفایہ ہے اگرچہ سنگسار کرنے میں مرا ہو۔ اس لیے کہ زنا اور زنا کی سزا پانے کی وجہ سے وہ دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوا مسلمان ہی رہا

بَابُ مَنْ اَصَابَ ذَنْبًا دُوْنَ الْحَدِّ وَاَخْبَرَ الْاِمَامَ فَلَا عُقُوْبَةَ عَلَيْهِ بَعْدَ التَّوْبَةِ اِذَا جَاءَ مُسْتَفْتِيًا۔ ص ۱۰۰۷

جب کسی نے کسی ایسے گناہ کا ارتکاب کیا جس پر حد نہیں اور امام کو خبر دیا اس پر توبہ کے بعد کوئی سزا نہیں جب کہ وہ فتویٰ پوچھنے کے لیے آیا ہو۔

**توضیح** کسی بھی گناہ کے ارتکاب کے بعد توبہ کر کے امام کے پاس آیا یا پکڑ کر لایا گیا تو اس کو کوئی سزا نہ دی جائے گی۔ خواہ وہ گناہ ایسا ہو جس پر حد واجب ہو یا ایسا ہو جس پر حد واجب نہیں۔ البتہ کچھ علماء ان گناہوں کو مستثنیٰ کرتے ہیں جن پر حد واجب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ توبہ کرنے کے بعد بھی اگر امام کے یہاں آئے گا تو امام اس پر حد جاری کرے گا۔

| | |
|---|---|
| ت ۷۹۷ | وَقَالَ عَطَاءٌ لَمْ يُعَاقِبِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ |
| | اور امام عطا نے کہا اسے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی سزا نہیں دی۔ |

**توضیح** حدیث گذری ہے کہ ایک صاحب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے بتایا کہ مجھ سے یہ گناہ ہو گیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا یہاں تک کہ نماز کا وقت آگیا انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی نماز کے بعد پھر عرض کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تو نے میرے ساتھ نماز نہیں پڑھی ہے۔ یہ نماز گناہوں کا کفارہ ہو گئی۔

| | |
|---|---|
| ت ۷۹۸ | وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَلَمْ يُعَاقِبِ الَّذِيْ جَامَعَ فِيْ رَمَضَانَ۔ |
| | اور ابن جریج نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے سزا نہیں دی جس نے رمضان میں روزے کی حالت میں جماع کر لی تھی۔ |
| ت ۷۹۹ | وَلَمْ يُعَاقِبْ عُمَرُ صَاحِبَ الظَّبْيِ۔ |
| | اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہرن کے قصہ والے کو سزا نہیں دی۔ |

**تشریح ۷۹۹** حضرت قبیصہ بن جابر رضی اللہ عنہ حالت احرام میں تھے۔ اسی حالت میں انہوں نے ہرن کا شکار کیا۔ حضرت عمر نے اس کے کفارے کا حکم دیا مگر انہیں کوئی سزا نہیں دی۔

| | |
|---|---|
| ث۸۰۰ | وَفِيهِ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ |
| | اور اس بارے میں ایک حدیث حضرت ابو عثمان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ |
| النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. | |
| | تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ |

**تشریح:-** یہ حدیث "مواقیت الصلوٰۃ" "بابُ الصَّلوٰۃُ کفارۃٌ" میں گزر چکی ہے وہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں خبر دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۂ کریمہ نازل فرمائی۔ دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصے میں نماز قائم کرو۔ نیکیاں برائیوں کو ضرور لے جاتی ہیں۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا یہ صرف میرے لیے ہے۔ فرمایا میری پوری امت کے لیے ہے۔

## بَابُ الْاِعْتِرَافِ بِالزِّنَا ص۱۰۰۸ زنا کے اعتراف کا حکم۔

**توضیح** اس باب کے ضمن میں امام بخاری حضرت ابو ہریرۃ اور زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث لائے ہیں کہ دو شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ایک نے کہا میرا بیٹا اس کے یہاں نوکر تھا۔ اُس نے اِس کی عورت کے ساتھ زنا کیا تو میں نے اس کے فدیہ میں سو بکری اور ایک خادم دیا۔ پھر میں نے کچھ اہل علم سے پوچھا تو ان لوگوں نے مجھے خبر دی کہ میرے بیٹے کی سزا سو کوڑے ہے اور ایک سال جلا وطنی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ سو بکری اور خادم تجھ پر واپس ہیں اور تیرے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال جلا وطن ہونا ہے۔ اور اے اُنیس تم اس کی عورت کے پاس جاؤ پس اگر اعتراف کرے تو اس کو سنگسار کرو — حضرت اُنیس گئے اور اس عورت نے اعتراف کیا انہوں نے اس کو سنگسار کر دیا۔ حدیث کے بعد امام بخاری فرماتے ہیں۔

قُلْتُ لِسُفْيَانَ لَمْ يَقُلْ فَاخْبِرُونِي أَنَّ عَلٰى ابْنِي الرَّجْمُ فَقَالَ أَشُكُّ فِيهَا مِنَ الزُّهْرِيِّ فَرُبَّمَا قُلْتُهَا وَرُبَّمَا سَكَتُّ.

علی بن عبد اللہ نے کہا۔ میں نے سفیان بن عیینہ سے پوچھا۔ اس نے فاخبروني ان علی ابنی الرجم نہیں کہا تھا تو انہوں نے کہا مجھے اس میں شک ہے کہ زہری نے یہ کہا تھا کہ نہیں میں کبھی کہتا ہوں اور کبھی چپ رہتا ہوں۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ اس شخص نے یہ کہا تھا فاخبروني ان علی ابنی جلد مائة

وتغریب عام۔ یا یہ کہا تھا فاخبروني ان علی ابنی الرجم۔ سفیان بن عیینہ نے بتایا مجھے اس میں شک ہے کہ امام زہری نے دوسرا جملہ کہا تھا یا نہیں۔

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ عُمَرُ |
| ۲۸۴۵ | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے |
| | لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَطُولَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ حَتّٰى يَقُولَ قَائِلٌ لَا نَجِدُ الرَّجْمَ فِي كِتَابِ |
| | ڈر ہے کہ کچھ زمانہ گذرنے کے بعد کچھ لوگ کہیں ہم رجم کتاب اللہ میں نہیں پاتے تو اس فریضے کے ترک کے سبب |
| | اللّٰهِ فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللّٰهُ أَلَا وَإِنَّ الرَّجْمَ حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنٰى وَقَدْ |
| | جو اللہ نے اتارا ہے یہ لوگ گمراہ ہو جائیں گے سنو بے شک رجم ثابت ہے اس زانی پر جو محصن ہو |
| | أُحْصِنَ إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ أَوْ كَانَ الْحَبَلُ أَوِ الْاِعْتِرَافُ۔ قَالَ سُفْيَانُ |
| | جب کہ ثبوت شرعی قائم ہو یا عورت کو حمل رہ جائے یا ملزم اعتراف کرلے۔ سفیان بن عیینہ نے کہا میں |
| | كَذَا حَفِظْتُ أَلَا وَقَدْ رَجَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ |
| | نے یہ بھی یاد کیا ہے کہ فرمایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رجم کی سزا دی اور ان کے بعد ہم نے بھی دی۔ |

## بَابُ رَجْمِ الْحُبْلٰى مِنَ الزِّنَا إِذَا أُحْصِنَتْ۔ ص ۱۰۰۹

زنا سے حاملہ جب محصن ہو اس کو سنگسار کرنا۔

**توضیح** زنا سے جو عورت حاملہ ہو یا حمل سے پہلے اس نے زنا کیا تھا اور حاکم اسلام کے پاس اس وقت وہ لائی گئی جب وہ حاملہ تھی تو جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی پیدائش کے بعد جاری کی جائے گی اب اگر وہ محصنہ ہے تو بچے کی پیدائش کے بعد فوراً سنگسار کر دی جائے گی اگر بچے کی پرورش کرنے والا کوئی ہو تو ورنہ بچے کی پیدائش کے دو سال بعد، اور اگر وہ محصنہ نہیں اور اسے کوڑے کی سزا دینی ہے تو نفاس سے پاک ہونے کے بعد حد جاری کی جائے گی۔ ع

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ أُقْرِئُ رِجَالًا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مِنْهُمْ |
| ۲۸۴۶ | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں کچھ مہاجرین کو قرآن شریف پڑھاتا تھا |

ع درمختار، ردالمحتار۔

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فَبَيْنَمَا اَنَا فِيْ مَنْزِلِهٖ بِمِنًى وَهُوَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ

انہیں میں عبدالرحمٰن بن عوف بھی تھے۔ میں منیٰ میں ان کے پڑاؤ پر تھا اور وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ

الْخَطَّابِ فِيْ اٰخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا اِذْ رَجَعَ اِلَيَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ لَوْ رَاَيْتَ

تعالیٰ عنہ کے پاس گئے ہوئے تھے۔ یہ واقعہ حضرت عمر کے اخیر حج کا ہے (جو ۲۳ھ میں ہوا تھا)

رَجُلًا اَتٰى اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الْيَوْمَ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ هَلْ لَكَ فِيْ فُلَانٍ

جب عبدالرحمٰن لوٹ کر میرے پاس آئے تو انہوں نے کہا تعجب ہے آج امیر المومنین کے پاس ایک شخص

يَقُوْلُ لَوْ قَدْ مَاتَ عُمَرُ لَقَدْ بَايَعْتُ فُلَانًا فَوَاللّٰهِ مَا كَانَتْ بَيْعَةُ اَبِيْ بَكْرٍ

آیا اور اس نے کہا اے امیر المومنین! فلاں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو کہتا ہے اگر عمر مر گئے تو میں

اِلَّا فَلْتَةً فَتَمَّتْ فَغَضِبَ عُمَرُ ثُمَّ قَالَ اِنِّيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَقَائِمٌ

فلاں کی بیعت کروں گا بخدا ابوبکر کی بیعت اچانک ہی تھی جو پوری ہوئی۔ یہ سن کر حضرت عمر جلال میں آ

الْعَشِيَّةَ فِي النَّاسِ فَمُحَذِّرُهُمْ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّغْصِبُوْهُمْ

گئے پھر فرمایا۔ انشاء اللہ شام کو میں لوگوں کو خطبہ دوں گا اور ان لوگوں کو ڈراؤں گا جو مسلمانوں کے امور کو

اُمُوْرَهُمْ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا تَفْعَلْ فَاِنَّ

غصب کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن نے بتایا اس پر میں نے کہا اے امیر المومنین! آپ ایسا نہ کریں اس

الْمَوْسِمَ يَجْمَعُ رَعَاعَ النَّاسِ وَغَوْغَائَهُمْ وَاِنَّهُمْ هُمُ الَّذِيْنَ يَغْلِبُوْنَ عَلٰى قُرْبِكَ

لیے کہ حج کا موسم رذیلوں اور بے وقوفوں کو بھی اکٹھا کر دیتا ہے۔ جب آپ خطبہ کے لیے کھڑے ہوں گے

حِيْنَ تَقُوْمُ فِي النَّاسِ وَاَنَا اَخْشٰى اَنْ تَقُوْمَ فَتَقُوْلَ مَقَالَةً يُطَيِّرُهَا عَنْكَ

تو یہی لوگ غلبہ کر کے آپ کے قریب ہوں گے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ خطبہ میں کوئی بات کہیں

كُلُّ مُطَيِّرٍ وَاَلَّا يَعُوْهَا وَاَلَّا يَضَعُوْهَا مَوَاضِعَهَا فَاَمْهِلْ حَتّٰى تَقْدَمَ

جسے لوگ اناپ شناپ اڑا لے جائیں اور اس کو غلط معنی پہنا کر لوگوں تک پہونچائیں۔ آپ ٹھہر

الْمَدِيْنَةَ فَاِنَّهَا دَارُ الْهِجْرَةِ وَالسُّنَّةِ فَتَخْلُصَ بِاَهْلِ الْفِقْهِ وَاَشْرَافِ

جائیں یہاں تک کہ مدینہ پہونچ جائیں۔ مدینہ دار ہجرت اور سنت ہے۔ وہاں سمجھ دار اور شریف

النَّاسِ فَتَقُوْلَ مَا قُلْتَ مُتَمَكِّنًا فَيَعِيَ اَهْلُ الْعِلْمِ مَقَالَتَكَ فَيَضَعُوْهَا

لوگوں کو منتخب کر کے ان کے سامنے جو بھی کہنا ہو بہت سوچ سمجھ کر کہیں آپ کی اس بات کو اہل علم

مَوَاضِعَهَا فَقَالَ عُمَرُ اَمَا وَاللّٰهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَاَقُوْمَنَّ بِذٰلِكَ اَوَّلَ مَقَامٍ
محفوظ رکھیں گے۔ اور صحیح طریقہ سے اس کو اس کی جگہ رکھیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمر نے کہا بخدا
اَقُوْمُهٗ بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فِيْ عُقْبِ ذِي الْحِجَّةِ فَلَمَّا
انشاء اللہ مدینہ پہونچ کر سب سے پہلے خطبہ دوں گا۔ ابن عباس نے کہا کہ ہم مدینہ ذوالحجہ کے اخیر
كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ عَجَّلْتُ الرَّوَاحَ حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ حَتّٰى اَجِدَ سَعِيْدَ بْنَ
عشرہ میں آئے (بدھ کے دن) جب جمعہ کا دن آیا تو سورج ڈھلتے ہی جلدی سے میں مسجد نبوی میں
زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ جَالِسًا اِلٰى رُكْنِ الْمِنْبَرِ فَجَلَسْتُ حَوْلَهٗ تَمَسُّ رُكْبَتِيْ
پہونچا۔ جب میں مسجد میں آیا تو میں نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کو منبر کے کونے کے پاس بیٹھا ہوا پایا
رُكْبَتَهٗ فَلَمْ اَنْشَبْ اَنْ خَرَجَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَلَمَّا رَاَيْتُهٗ مُقْبِلًا قُلْتُ
میں ان کے پاس بیٹھ گیا اتنا قریب کہ میرا گھٹنا ان کے گھٹنے کو چھو رہا تھا۔ تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ
لِسَعِيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ لَيَقُوْلَنَّ الْعَشِيَّةَ مَقَالَةً لَمْ يَقُلْهَا مُنْذُ
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ جب میں نے ان کو سامنے سے آتا ہوا دیکھا تو
اسْتُخْلِفَ فَاَنْكَرَ عَلَيَّ وَقَالَ وَمَا عَسَيْتُ اَنْ يَّقُوْلَ مَا لَمْ يَقُلْ قَبْلَهٗ فَجَلَسَ
میں نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے کہا آج شام کو یہ ایک ایسی بات کہیں گے جس کو انہوں نے
عُمَرُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَلَمَّا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُوْنَ قَامَ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ
خلیفہ بنائے جانے کے بعد سے اب تک نہیں کہا ہے۔ انہوں نے میری بات تسلیم نہیں کی اور کہا۔
قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ قَائِلٌ لَّكُمْ مَقَالَةً قَدْ قُدِّرَ لِيْ اَنْ اَقُوْلَهَا لَا اَدْرِيْ لَعَلَّهَا
مجھے امید نہیں ہے کہ وہ ایسی بات کہیں گے جسے اس کے پہلے نہیں کہا۔ حضرت عمر منبر پر بیٹھے اور
بَيْنَ يَدَيْ اَجَلِيْ فَمَنْ عَقَلَهَا وَوَعَاهَا فَلْيُحَدِّثْ بِهَا حَيْثُ انْتَهَتْ بِهٖ
جب مؤذن چپ ہو گئے تو کھڑے ہوئے اللہ کی وہ ثناء کی جس کا وہ اہل ہے پھر فرمایا۔
رَاحِلَتُهٗ وَمَنْ خَشِيَ اَنْ لَّا يَعْقِلَهَا فَلَا اُحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَّكْذِبَ عَلَيَّ اِنَّ
امابعد! میں تم سے ایک ایسی بات کہنے والا ہوں جس کا کہنا میری تقدیر میں لکھا ہوا تھا۔
اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ
میں نہیں جانتا۔ شاید یہ میرے سامنے میری موت ہے تو جو اس کو سمجھ لے اور کما حقہٗ یاد کرلے

الْكِتَابَ فَكَانَ مِمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةُ الرَّجْمِ فَقَرَأْنَاهَا وَعَقَلْنَاهَا وَوَعَيْنَاهَا

تو جہاں بھی جائے اس کو بیان کرے اور جسے اس کا خدشہ ہو کہ اس نے اس کو سمجھا نہیں تو میں

رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهٗ فَأَخْشٰى إِنْ

کسی کے لیے یہ حلال نہیں کرتا کہ مجھ پر جھوٹ باندھے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد

طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ أَنْ يَقُوْلَ قَائِلٌ وَاللّٰهِ مَا نَجِدُ آيَةَ الرَّجْمِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور ان پر کتاب نازل فرمائی۔ اللہ نے جو کچھ

فَيَضِلُّوْا بِتَرْكِ فَرِيْضَةٍ أَنْزَلَهَا اللّٰهُ وَالرَّجْمُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ حَقٌّ عَلٰى مَنْ

نازل فرمایا تھا ان میں آیت رجم بھی تھی ہم نے اس کو پڑھا اور سمجھا اور خوب اچھی طرح یاد

زَنٰى إِذَا أُحْصِنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ أَوْ كَانَ الْحَبَلُ

رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے حضور کے بعد رجم کیا۔ مجھے اندیشہ ہے

أَوِ الْاِعْتِرَافُ ثُمَّ إِنَّا كُنَّا نَقْرَأُ فِيْمَا نَقْرَأُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ أَنْ لَا تَرْغَبُوْا عَنْ

کہ ایک طویل زمانہ گزرنے کے بعد کوئی کہنے والا یہ کہے کہ بخدا ہم رجم کی آیت کتاب اللہ میں نہیں

آبَائِكُمْ فَإِنَّهٗ كُفْرٌ بِكُمْ أَنْ تَرْغَبُوْا عَنْ آبَائِكُمْ أَوْ إِنَّ كُفْرًا بِكُمْ أَنْ

پاتے اور اس فریضے کے ترک کے سبب گمراہ ہو جائیں جو اللہ نے نازل فرمایا اور رجم اللہ

تَرْغَبُوْا عَنْ آبَائِكُمْ أَلَا ثُمَّ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

کی کتاب میں ثابت ہے جو زنا کرے جب کہ وہ محصن ہو مرد ہو یا عورت جب کہ ثبوت

لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا أُطْرِيَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ إِنَّهٗ

فراہم ہو جائے یا حمل ہو یا اقرار۔ پھر ہم کتاب اللہ سے جو پڑھتے تھے اس میں یہ بھی پڑھتے

بَلَغَنِيْ أَنَّ قَائِلًا مِنْكُمْ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَوْ مَاتَ عُمَرُ بَايَعْتُ فُلَانًا فَلَا يَغْتَرَّنَّ

تھے کہ اپنے باپ دادا کے نسب سے اعراض مت کرو کیوں کہ یہ تمہارا کفران نعمت ہے

امْرُءٌ أَنْ يَقُوْلَ إِنَّمَا كَانَتْ بَيْعَةُ أَبِيْ بَكْرٍ فَلْتَةً وَتَمَّتْ أَلَا وَإِنَّهَا قَدْ كَانَتْ

کہ اپنے باپ دادا کے نسب سے اعراض کرو۔ یا یہ تھا بے شک تمہارا کفران نعمت ہے کہ

كَذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ وَقٰى شَرَّهَا وَلَيْسَ مِنْكُمْ مَنْ تُقْطَعُ الْأَعْنَاقُ إِلَيْهِ مِثْلُ أَبِيْ

اپنے باپ دادا کے نسب سے اعراض کرو۔ سنو! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بَكْرٍ مَنْ بَايَعَ رَجُلًا عَنْ غَيْرِ مَشُوْرَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَا يُتَابَعُ هُوَ وَلَا الَّذِيْ
کہ میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو جیسا کہ عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا گیا — ہاں یہ کہو اللہ کے بندے
تَابَعَهٗ تَغِرَّةً اَنْ يُقْتَلَا وَاِنَّهٗ قَدْ كَانَ مِنْ خَبَرِنَا حِيْنَ تَوَفَّى اللّٰهُ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ
اور اس کے رسول ہیں — اور سنو! مجھ تک یہ خبر پہونچی ہے کہ تم میں سے ایک کہنے والا کہتا
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَنْصَارَ خَالَفُوْنَا وَاجْتَمَعُوْا بِاَسْرِهِمْ فِيْ سَقِيْفَةِ
ہے بخدا اگر عمر مرجائیں گے تو میں فلاں کی بیعت کرلوں گا اور تمہیں وہ شخص ہرگز دھوکے میں
بَنِيْ سَاعِدَةَ وَخَالَفَ عَنَّا عَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ وَمَنْ مَعَهُمَا وَاجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُوْنَ
نہ ڈالے کہ کہے کہ ابوبکر کی بیعت اچانک تھی اور وہ تمام ہوئی — سنو! بے شک وہ ایسی ہی تھی لیکن
اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقُلْتُ لِاَبِيْ بَكْرٍ يَا اَبَا بَكْرٍ اِنْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اِخْوَانِنَا هٰؤُلَاءِ مِنَ الْاَنْصَارِ
اللہ نے اس کے شر سے بچا لیا اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس میں حضرت ابوبکر جیسی فضیلت ہو —
فَانْطَلَقْنَا نُرِيْدُهُمْ فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْهُمْ لَقِيَنَا مِنْهُمْ رَجُلَانِ صَالِحَانِ
جس نے کسی شخص کی مسلمانوں کے مشورے کے بغیر بیعت کی تو اس کی پیروی نہ کی جائے نہ اس
فَذَكَرَا بِمَا تَمَالَاَ عَلَيْهِ الْقَوْمُ فَقَالَا اَيْنَ تُرِيْدُوْنَ يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَقُلْنَا
کے متبعین کی پیروی کی جائے۔ اس خوف سے کہ کہیں وہ دونوں قتل نہ کردیے جائیں جس وقت
نُرِيْدُ اِخْوَانَنَا هٰؤُلَاءِ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَا لَا عَلَيْكُمْ اَلَّا تَقْرَبُوْهُمْ اُقْضُوْا
اللہ نے اپنے نبی کو اٹھایا اس وقت ابوبکر ہم سب میں بہتر تھے۔ انصار نے ہماری مخالفت کی
اَمْرَكُمْ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَنَاْتِيَنَّهُمْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى اَتَيْنَاهُمْ فِيْ سَقِيْفَةِ بَنِيْ
اور کل انصار سقیفۂ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے۔ اور ہماری مخالفت علی و زبیر اور ان کے ساتھیوں
سَاعِدَةَ فَاِذَا رَجُلٌ مُزَمَّلٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْا هٰذَا
نے کی۔ اور مہاجرین ابوبکر کے یہاں اکٹھا ہوئے۔ میں نے ابوبکر سے کہا اے ابوبکر آؤ ہم ان
سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقُلْتُ لَهُمْ مَا لَهٗ قَالُوْا يُوْعَكُ فَلَمَّا جَلَسْنَا قَلِيْلًا تَشَهَّدَ
انصاری بھائیوں کے یہاں چلیں اس کے بعد ہم لوگ چلے جب ہم ان کے قریب پہونچے تو
خَطِيْبُهُمْ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَنَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ
ان کے دو نیک مرد ہم کو ملے اور بتایا کہ پوری قوم کس پر متفق ہوچکی ہے ان دونوں نے پوچھا

وَكَتِيبَةُ الْإِسْلَامِ وَأَنْتُمْ مَعَاشِرَ الْمُهَاجِرِينَ رَهْطٌ وَقَدْ دَفَّتْ دَافَّةٌ

اے مہاجرین کی گروہ کہاں کا ارادہ رکھتے ہو ہم نے کہا ہم ان انصاری بھائیوں کے یہاں جانا چاہتے ہیں تو

مِنْ قَوْمِكُمْ فَإِذَا هُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يَخْتَزِلُونَا مِنْ أَصْلِنَا وَأَنْ يَحْضُنُونَا مِنَ

ان دونوں نے کہا ان کے پاس نہ جاؤ تو تم پر کوئی حرج نہیں تم خود اپنے معاملے کا فیصلہ کر لو، میں نے کہا

الْأَمْرِ فَلَمَّا سَكَتَ أَرَدْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ وَكُنْتُ زَوَّرْتُ مَقَالَةً أَعْجَبَتْنِي

بخدا ہم ضرور جائیں گے اس کے بعد ہم چلے اور سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے پاس آئے میں نے دیکھا کہ ایک

أُرِيدُ أَنْ أُقَدِّمَهَا بَيْنَ يَدَيْ أَبِي بَكْرٍ وَكُنْتُ أُدَارِئُ مِنْهُ بَعْضَ الْحَدِّ فَلَمَّا

صاحب کمبل اوڑھے ان کے بیچ میں ہیں میں نے پوچھا یہ کون ہیں لوگوں نے بتایا یہ سعد بن عبادہ ہیں

أَرَدْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى رِسْلِكَ فَكَرِهْتُ أَنْ أُغْضِبَهُ فَتَكَلَّمَ

میں نے پوچھا انہیں کیا ہو گیا ہے لوگوں نے کہا انہیں بخار

أَبُو بَكْرٍ فَكَانَ هُوَ أَحْلَمَ مِنِّي وَأَوْقَرَ وَاللَّهِ مَا تَرَكَ مِنْ كَلِمَةٍ أَعْجَبَتْنِي

آ رہا ہے۔ ہم تھوڑے ہی دیر بیٹھے تھے کہ انصار کے خطیب نے شہادتین پڑھی اور اللہ کی وہ ثنا کی جس کا وہ

فِي تَزْوِيرِي إِلَّا قَالَ فِي بَدِيهَتِهِ مِثْلَهَا أَوْ أَفْضَلَ مِنْهَا حَتَّى سَكَتَ

مستحق ہے اس کے بعد اس نے کہا امّا بعد! ہم اللہ کے انصار اور اسلام کے لشکر ہیں اور تم اے مہاجرین کی گروہ

فَقَالَ مَا ذَكَرْتُمْ فِيكُمْ مِنْ خَيْرٍ فَأَنْتُمْ لَهُ أَهْلٌ وَلَنْ يُعْرَفَ هَذَا الْأَمْرُ

تھوڑے پس پشت نفر ہو اور تمہاری قوم کے چند لوگ اپنی قوم سے جدا ہو کر ہمارے پاس آئے ہیں اور چاہتے ہیں

إِلَّا لِهَذَا الْحَيِّ مِنْ قُرَيْشٍ هُمْ أَوْسَطُ الْعَرَبِ نَسَبًا وَدَارًا وَقَدْ رَضِيتُ

کہ ہمیں جڑ سے اکھاڑ دیں اور حکومت ہم سے چھین لیں۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو میں نے چاہا کہ کچھ بولوں اور

لَكُمْ أَحَدَ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ فَبَايِعُوا أَيَّهُمَا شِئْتُمْ فَأَخَذَ بِيَدِي وَبِيَدِ

میں نے ایک مضمون ذہن میں سوچ لیا تھا جو مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا میں چاہتا تھا کہ اسے ابو بکر کے سامنے

أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ وَهُوَ جَالِسٌ بَيْنَنَا فَلَمْ أَكْرَهْ مِمَّا قَالَ غَيْرَهَا

بیان کر دوں میری منشا یہ تھی کہ انصار کے خطیب کی بات سے انہیں جو غصہ وغیرہ آیا ہوا سے کچھ دور کر دوں

كَانَ وَاللَّهِ أَنْ أُقَدَّمَ فَتُضْرَبَ عُنُقِي لَا يُقَرِّبُنِي ذَلِكَ مِنْ إِثْمٍ أَحَبَّ إِلَيَّ

جب میں نے چاہا کہ بولوں تو ابو بکر نے کہا جیسے بیٹھے ہو بیٹھے رہو میں نے یہ ناپسند کیا کہ انہیں ناراض کروں۔

مِنْ اَنْ اَتَاَمَّرَ عَلٰی قَوْمٍ فِیْهِمْ اَبُوْبَكْرٍ اَللّٰهُمَّ اِلَّا اَنْ تُسَوِّلَ لِیْ نَفْسِیْ عِنْدَ

اس لیے چپکا بیٹھا رہا۔ اب ابو بکر نے بات کی وہ مجھ سے زیادہ متحمل اور باوقار تھے بخدا انہوں نے میں نے جو

الْمَوْتِ شَیْئًا لَا اَجِدُهٗ الْاٰنَ فَقَالَ قَائِلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَا جُذَیْلُهَا الْمُحَكَّكُ

کچھ سوچ رکھا تھا اس میں سے ایک بات بھی نہیں چھوڑی انہوں نے سب بداہۃً کہا اس کے مثل یا اس سے

وَعُذَیْقُهَا الْمُرَجَّبُ مِنَّا اَمِیْرٌ وَمِنْكُمْ اَمِیْرٌ یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ فَكَثُرَ اللَّغَطُ وَ

بھی بہتر یہاں تک کہ چپ ہوگئے۔ انہوں نے یہ کہا اے انصار! تم نے اپنے جو فضائل بیان کیے تم اس کے

اِرْتَفَعَتِ الْاَصْوَاتُ حَتّٰی فَرِقْتُ مِنَ الْاِخْتِلَافِ فَقُلْتُ اِبْسُطْ یَدَكَ یَا اَبَا بَكْرٍ

اہل ہو اور یہ چیز یعنی خلافت سوائے قبیلۂ قریش کے کسی اور کے لیے سوچی بھی نہیں جاسکتی، قریش ہی پورے

فَبَسَطَ یَدَهٗ فَبَایَعْتُهٗ وَبَایَعَهُ الْمُهَاجِرُوْنَ ثُمَّ بَایَعَتْهُ الْاَنْصَارُ وَنَزَوْنَا

عرب میں نسب اور گھر کے اعتبار سے افضل ہیں میں تمہارے لیے ان دو آدمیوں میں سے ایک پر راضی ہوں کہ ان میں سے

عَلٰی سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ قَتَلْتُمْ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فَقُلْتُ

ایک کی بیعت کرلو جس کی بھی چاہو انہوں نے میرا اور ابو عبیدہ بن جراح کا ہاتھ پکڑا یہ بھی وہیں بیٹھے ہوئے

قَتَلَ اللّٰهُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ قَالَ عُمَرُ وَاَنَا وَاللّٰهِ مَا وَجَدْنَا فِیْمَا حَضَرْنَا مِنْ

تھے۔ ابو بکر نے جو کچھ کہا ان میں سے سوائے اس کے اور کوئی بات مجھے ناپسند نہیں ہوئی۔ بخدا مجھے یہ زیادہ پسند

اَمْرٍ اَقْوٰی مِنْ مُبَایَعَةِ اَبِیْ بَكْرٍ خَشِیْنَا اِنْ فَارَقْنَا الْقَوْمَ وَلَمْ تَكُنْ بَیْعَةٌ اَنْ

ہے کہ مجھے آگے کرکے بغیر کسی گناہ کے میری گردن اڑادی جائے بہ نسبت اس کے کہ ایسی قوم کا امیر بنوں

یُّبَایِعُوْا رَجُلًا مِّنْهُمْ بَعْدَنَا فَاِمَّا تَابَعْنَاهُمْ عَلٰی مَا لَا نَرْضٰی وَاِمَّا نُخَالِفُهُمْ

جن میں ابو بکر ہوں ہاں موت کے وقت میرا نفس مجھے بہکا دے تو دوسری بات ہے اس وقت ایسا

فَیَكُوْنُ فَسَادٌ فَمَنْ بَایَعَ رَجُلًا عَلٰی غَیْرِ مَشْوَرَةٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَلَا یُتَابَعُ

نہیں۔ اس کے بعد انصار میں سے ایک صاحب نے کہا میں اس کا جذیل محکک ہوں اور عذیق مرجب

هُوَ وَلَا الَّذِیْ تَابَعَهٗ تِغِرَّةً اَنْ یُّقْتَلَا

ہوں ایک امیر ہم سے ہو اور ایک امیر تم سے ہو اے قریش کی گروہ، اس کے بعد شور بہت ہونے لگا آوازیں

بلند ہوگئیں یہاں تک کہ مجھے اختلاف کا اندیشہ ہوا یہ دیکھ کر میں نے کہا اپنا ہاتھ پھیلاؤ اے ابو بکر! انہوں نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور میں نے ان سے بیعت کرلی اور مہاجرین نے بیعت کرلی پھر انصار نے ان کی بیعت کرلی اور ہم سعد بن عبادہ پر غالب آگئے۔ انصار میں سے ایک شخص نے کہا تم نے سعد بن عبادہ کو مار ڈالا میں نے کہا سعد بن عبادہ

کو اللہ نے مار ڈالا۔ حضرت عمر نے کہا بخدا ہم جس معاملے میں پڑے ان میں سب سے قوی ابو بکر کی بیعت ہے ہمیں یہ ڈر تھا کہ اگر ہم قوم کو چھوڑ دیں اور اگر کسی کی بیعت نہ ہو تو کہیں یہ لوگ ہمارے بعد ان میں سے کسی کی بیعت کر لیں اس کے بعد پھر ہم یا تو ایسی بات میں ان کے تابع ہو جائیں جو ہمیں پسند نہیں یا ہم ان کی مخالفت کریں تو فساد ہو۔ مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی شخص سے جو بھی بیعت کرے تو نہ اس کی پیروی کی جائے نہ اس کے متبعین کی اس اندیشے سے کہ کہیں دونوں قتل نہ کر دیے جائیں۔

**تشریحات ۲۸۴۶** قولہ کنتُ أُقْرِئُ۔ کبار صحابہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں جہاد اور دوسرے اہم کاموں میں مصروف تھے اس لیے بہت ہی کم صحابہ کرام نے پورا قرآن مجید حفظ کیا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اگرچہ حضور کے وصال کے وقت صرف تیرہ سال کے تھے اور غالباً ہجرت بھی فتح مکہ کے بعد کی اس طرح ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت بہت مختصر نصیب ہوئی مگر چونکہ انتہائی ذہین و فطین تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لیے یہ دعا بھی فرمائی تھی "اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ" اے اللہ اسے کتاب یعنی قرآن کا علم عطا فرما وہ بھی اس شان سے کہ ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور سینے سے لگایا اس دعا کی برکت یہ تھی کہ وہ حبر امت تیسیر المفسرین ہوئے اور اکابر صحابہ حتیٰ کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جیسے جلیل القدر بزرگ کبھی ان سے قرآن پڑھتے تھے اس سے آج کل کے علماء کو سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ اگر کسی چھوٹے عمر والے کے پاس ایسا علم ہو جو اس کے پاس نہیں تو حیا نہ کرے حاصل کرے۔

قولہ بایعتُ فلانًا۔ اس سے مراد حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں یہ کہنے والے انصار کے کچھ لوگ تھے۔

قولہ فَلْتَۃٌ۔ فاء کے فتحہ لام کے سکون کے ساتھ پھر تاء مطولہ پھر تاء مدورہ۔ اس کے معنی اچانک کے ہیں۔ چونکہ بیعت کے پہلے اس قسم کی کوئی بات نہیں آئی تھی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا جائے گا نہ تو اس کا چرچا ہوا اور نہ عام طور پر باہمی مشورہ ہوا بلکہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کرام میں اور مہاجرین میں بحث طول پکڑ گئی اور شور ہونے لگا، آوازیں بلند ہو گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ اپنا ہاتھ پھیلائیے انہوں نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا سب سے پہلے حضرت فاروق اعظم نے ان کی بیعت کی پھر مہاجرین پھر انصار کرام نے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) جیسا کہ تفصیل آگے آرہی ہے۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ اگر اچانک ہی کوئی کام اچھا ہو جائے تو محض اس بنا پر کہ یہ کام اچانک ہوا ہے اس کو برا کہنا حماقت ہے۔

قولہ زِعَاعَ النَّاسِ وَغُوْغَائُھُم۔ "رعاع: جاہل، رذیل، نوعمر" غوغاء: ٹڈی کے چھوٹے بچے جو اڑنا شروع کریں، عرف میں اس کے معنی ہیں نیچ، شرپسند۔

قولہ عقب ذی الحجۃ:۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حج سے واپسی بدھ کے دن ہوئی تھی اس کے دو دن بعد جمعہ تھا جمعہ کے دن یہ خطبہ دیا تھا۔

قولہ لَا أَدْرِی۔ ابو معشر کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اسی خطبہ میں یہ فرمایا میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے مجھ کو چونچ ماری ہے جس سے میں سمجھتا ہوں میری موت قریب ہے چنانچہ یہی ہوا، ذی الحجہ کا مہینہ ختم بھی نہیں ہوا کہ آپ شہید کر دئے گئے۔

قولہ آیۃ الرجم۔ یعنی اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْھُمَا نَکَالًا مِنَ اللّٰہِ۔ یہ ان آیتوں میں سے ہے جن کی تلاوت منسوخ ہے اور حکم باقی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا اندیشہ تھا کہ چونکہ آیت رجم قرآن متلو میں نہیں تو ہو سکتا ہے کچھ لوگ اس کا انکار کر بیٹھیں اس لیے پورے اہتمام کے ساتھ اس اہم موقع پر آیت رجم کو بیان فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اندیشہ صحیح نکلا خوارج کے ایک گروہ اور بعض معتزلہ نے اس کا انکار کیا بلکہ نسائی میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی خطبے میں فرمایا تھا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رجم کیا چیز ہے کتاب اللہ میں صرف کوڑے مارنا ہے۔

قولہ لَا ترغبوا۔ یہ بھی ان آیتوں میں سے ہے جن کا حکم باقی ہے اور تلاوت منسوخ ہو چکی ہے جیسا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد ان کنا نقرء فیما نقرء من کتاب اللہ ان لا ترغبوا عن آبائکم، ہم کتاب اللہ میں جو پڑھتے تھے اس میں یہ بھی پڑھتے ان لا ترغبوا عن آبائکم، اس پر نص ہے۔

قولہ وانہا قد کانت کذالک:۔ یعنی حضرت صدیق اکبر کی بیعت اچانک ہی ہوئی تھی اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو پہلے سے اس سلسلے میں کوئی باہمی مشورہ ہوا تھا اور نہ رائے عامہ ہموار کرنے کی کوشش کی گئی تھی سقیفہ بنی ساعدہ میں یک بیک بغیر اس کے کہ لوگوں کی رائے معلوم کروں میں نے جب دیکھا کہ آپس میں اختلاف ہو جائے گا تو میرے ذہن میں یہی حل آیا کہ حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت شروع کر دی جائے اسی کے مطابق میں نے ان سے کہا کہ آپ اپنا ہاتھ پھیلائیے میں بیعت کروں چنانچہ میری یہ رائے صحیح نکلی میرے بیعت کرتے ہی سارے مہاجرین اور انصار نے جتنے لوگ وہاں موجود تھے سب نے بیعت کر لی نہ کسی نے اس پر اعتراض کیا اور نہ بیعت میں توقف کیا جس سے معلوم ہو گیا کہ سب کے دل کی آواز یہی تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق کو خلیفہ بنایا جائے، سقیفہ بنی ساعدہ میں تو کوئی کیا اعتراض کرتا وہاں سے اٹھنے کے بعد لوگ

اپنے اپنے گھروں اور محلوں میں گئے کہیں سے اس کے خلاف کچھ سنائی نہیں دیا یہاں تک کہ پوری رات گزری اور دوسرے دن مسجد نبوی میں بیعت عامہ ہوئی کوئی اعتراض کیا سنائی دیتا کسی نے بیعت کرنے میں ذرا بھی جھجک اور تردد نہیں کیا سب نے بخوشی بیعت کی صرف حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نہیں آئے تھے حضرت ابوبکر صدیق نے ان دونوں کو بلوایا دونوں بلا تردد آئے آکر ان لوگوں نے بھی یہ نہیں کہا کہ آپ کو خلافت کا حق نہیں تھا آپ کی بیعت غلط تھی آپ نے جلدی جلدی چپکے سے بیعت کرالی کہا تو یہ کہا کہ ہمیں صرف اس بات کی تکلیف ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں ہم کو بلوایا نہیں گیا اس کا جواب ظاہر ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت صدیق اکبر وغیرہ کو بھی نہیں بلایا گیا تھا یہ سن کر کہ وہاں انصار کرام جمع ہیں یہ حضرات خود ہی وہاں تشریف لے گئے حضرت علی و حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی اگر اس وقت وہاں تشریف لے جاتے تو انہیں کون روکتا پھر بر بنائے تحقیق اسی مجمع میں حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی بیعت کرلی جسے میں پہلے تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔

قولہ ولکن اللہ وقی شرّھا:۔ یعنی عموماً ایسا ہوتا ہے کہ بلا سوچے سمجھے اچانک کوئی کام ہوتا ہے وہ بھی اتنا اہم اس سے نقصانات ہوتے ہیں اچانک کام کرنے سے جو شر پیدا ہو سکتا تھا اس سے اللہ نے بچا لیا اور یہ بیعت سراپا خیر و برکت ثابت ہوئی، یہ بیعت ایسی باعث خیر و برکت ثابت ہوئی کہ دنیا کی تاریخ میں جو چند بہت اہم دور رس صحیح فیصلے ہوئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے حتیٰ کہ حضرت ابوحصین نے حضرت صدیق اکبر کے کارنامے دیکھ کر کہا۔

لقد قام ابوبکر یوم الردۃ مقام نبی من الانبیاء

ابوبکر نے یوم رِدّت ایک نبی کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔

حتیٰ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا والذی لا الٰہ الا ھو، لولا ابوبکر استُخلِفَ ما عُبِدَ اللہُ:۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر ابوبکر خلیفہ نہ بنائے گئے ہوتے تو اللہ کی عبادت نہ ہوتی۔ ایسے اہم اور مفید کام کا اچانک ہونا اس کی دلیل ہے کہ یہ من جانب اللہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے پہلے حضرت عمر کے دل میں ڈالا پھر تمام صحابۂ کرام کے دل میں ڈالا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان تو یہ تھی کہ بیسیوں سے زیادہ ایسے مواقع ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ کہا وہ وحی الٰہی کے مطابق تھا ان کے فرمانے کے بعد اسی کے مطابق قرآن نازل ہوا اس کی روشنی میں میرا ایمان ہے کہ اگر نزول وحی کا سلسلہ بند نہ ہو گیا ہوتا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فیصلے کے مطابق وحی الٰہی نازل ہوتی۔

قولہ عَنْ غَیْرِ مَشْوَرَۃٍ۔ یعنی کسی ایک شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ مسلمانوں سے مشورہ کئے بغیر ان کی رضا حاصل کیے بغیر اپنی طبیعت سے جسے چاہے خلیفہ منتخب کرلے اگر کوئی ایسا کرے بھی تو اس کی خلافت صحیح نہیں ہوگی۔

قَوْلُہ اَنَّ الْاَنْصَارَ خَالَفُوْنَا: مطلب یہ ہے کہ انصار کرام کو چاہئے تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانۂ اقدس یا مسجد نبوی میں حاضر ہو کر مشورہ کرتے یہی مرکز اسلام تھا ہم یہاں بیٹھے تھے اور وہ سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھا ہوئے اور یہی مطلب اس کا بھی ہے جو آگے آرہا ہے "خَالَفَنَا عَلِیٌّ وَالزُّبَیْرُ" یہ لوگ حضرت سیدنا فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانۂ اقدس میں جمع ہو کر مشورہ کرنے لگے ایک روایت میں بجائے حضرت زبیر کے حضرت عباس ہے۔ انصار کرام کا خیال یہ تھا کہ ہم تعداد میں زیادہ ہیں مہاجرین تھوڑے ہیں یہ لوگ ہجرت کر کے ہمارے پاس آئے تھے ہم نے ان کو پناہ دی جان مال ہر طرح سے ان کی مدد کی جنگوں کے موقعوں پر ہر لشکر میں ہماری اکثریت رہی اس لیے ہم خلافت کے زیادہ مستحق ہیں لیکن معاملہ صرف مدینہ طیبہ کا نہیں تھا پورے عرب کا تھا عرب کے لوگ سوائے قریش کے کسی کی بالادستی قبول کرنے پر راضی نہیں ہوتے نیز جب کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ تو شرعاً بھی یہ جائز نہیں تھا کہ انصار کرام میں سے کوئی خلیفہ ہوتا۔ بنی ہاشم کا خیال یہ تھا کہ اس وقت پوری دنیا کا دستور یہی ہے کہ کسی بادشاہ کے مرنے کے بعد اس کا جانشین اس کا بیٹا ہوتا اور اگر بیٹا نہ ہو تو عصبات میں سے جو سب سے قریب تر ہو وہ ہوتا عصبات میں سب سے قریب حضرت عباس تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لیکن انہیں خلافت کی آرزو نہیں تھی وہ یہ چاہتے تھے کہ حضرت علی کو خلیفہ بنایا جائے جیسا کہ اسی بخاری میں حدیث گزر چکی کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی سے کہا میں بنی ہاشم کا حال جانتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم کے چہرے پر ایسی علامتیں ظاہر ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ اخیر دن ہیں چلو حضور سے کہہ کر اپنے لیے لکھوالو، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں ایسا کبھی نہیں کروں گا، اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمادیا تو پھر یہ ہمیں کبھی نہ ملے گی۔

علاوہ ازیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پرورش بھی فرمائی تھی اور اس کے باوجود کہ ان کے پاس کچھ نہیں تھا رہنے کے لیے گھر بھی نہیں تھا پھر بھی اپنی سب سے چہیتی صاحبزادی کا نکاح ان سے کر دیا بے شمار ذاتی فضائل کے ساتھ ساتھ ان کے بے شمار کارنامے تھے اس لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذہن مبارک میں یہ خیال آیا کہ خلافت مجھے ملنی چاہیئے اور بنی ہاشم کا یہ سوچنا کہ حضرت علی کو خلیفہ ہونا چاہیئے ایک طرح سے بجا بھی تھا۔

لیکن ایک اہم سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ انصار کرام سقیفہ بنی ساعدہ میں آئے تو خود ایک انصاری نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق اعظم کو کیوں اطلاع دی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع کیوں نہیں دی؟ یا سقیفہ بنی ساعدہ میں کسی نے انصار کو جانے دیجئے مہاجرین ہی میں کسی نے حضرت علی کا نام کیوں نہیں پیش کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ بنی ہاشم کے سوا صحابہ میں سے خواہ وہ مہاجرین ہوں یا انصار کسی کے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا جائے اور بادشاہ مر جائے تو اس کے بیٹے یا عصبہ ہی کو اس کی جگہ بٹھایا جائے یہ جاہلی نظام تھا اسلامی نظام میں اس کی گنجایش نہیں۔ اسلامی نظام یہ ہے کہ جو اس کا سب سے زیادہ اہل ہو جسے اہل حل و عقد منتخب کریں اگرچہ انتخاب وقتی طور پر ہو وہی خلیفہ ہوگا۔

اور صحیح بات یہ ہے کہ اسلام کے پہلے حج کا امیر الحج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا اور جب مسجد میں تشریف لے جانے کی طاقت نہ رہی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی جگہ امام بنا کر کھڑا کیا یہ دونوں باتیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی طرف بہت واضح اشارہ کر رہی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دنوں مدینہ طیبہ ہی میں تھے کہیں باہر نہیں تھے مگر انہیں امام نہیں بنایا ان کے ہوتے ہوئے اپنے مصلیٰ اور منبر پر بلا فصل حضرت ابوبکر کو کھڑا کیا یہ دلیل ہے کہ میرے خلیفہ بلا فصل یہی ہوں گے ان دونوں باتوں کو تمام صحابۂ کرام جانتے تھے اسی لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پیش ہوتے ہی تمام صحابۂ کرام نے ان کی بیعت کر لی حتیٰ کہ ان انصار کرام نے بھی بیعت کر لی جنہوں نے طے کر لیا تھا کہ خلیفہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔

خاص نکتہ قابلِ غور یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کرام کے جمع ہونے کی اطلاع دینے والے بھی انصاری ہیں اور راستے میں جو دو صاحبان ملے تھے جنہوں نے یہ بتایا تھا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں اس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا جائے اور جنہوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جانے سے منع کیا تھا یہ بھی انصاری تھے۔

رافضیوں کو سقیفہ بنی ساعدہ کے فیصلوں پر بڑا اعتراض ہے کوئی ان سے پوچھے کہ اگر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سقیفہ بنی ساعدہ نہ گئے ہوتے تو کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ منتخب ہو جاتے۔ حالات کا رُخ بتا رہا ہے کہ اگر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سقیفہ بنی ساعدہ میں نہ گئے ہوتے تو انصار کرام اپنی قرارداد کے بموجب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ منتخب کر لیتے ان کی بیعت کر لیتے۔ پھر کیا ہوتا؟

ان سب باتوں پر جو بھی دانش مند ذرا بھی غور کرے گا وہ بھی اس نتیجے پر پہونچے گا کہ یہ حضرت

ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وہ اعلیٰ دانش مندانہ برمحل اقدام ہے جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں شاید و باید ہی مل سکے۔ جویریہ کی روایت میں جو حضرت مالک سے ہے یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر میں تھے کہ ایک صاحب نے دیوار کے پیچھے سے پکارا۔ اے ابن خطاب نکلو! حضرت عمر نے کہا ہٹو ہم مشغول ہیں اس نے کہا میرے پاس آؤ اس لیے کہ ایک نئی بات پیدا ہو گئی ہے انصار اکٹھا ہو گئے ہیں تو آپ ان کے پاس جاؤ ان کو سنبھالو قبل اس کے کہ کوئی ایسی بات پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے تمہارے درمیان لڑائی ہو جائے، یہ دو انصاری صاحبان جو راستے میں ملے تھے جنہوں نے ان لوگوں کو سقیفہ بنی ساعدہ میں جانے سے منع کیا تھا دونوں انصاری بدری تھے ان میں ایک صاحب کا نام عُوَیْمُ بن ساعدہ تھا اور دوسرے صاحب کا معن بن عدی۔ پھر ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت ہو جانے کے بعد ایک انصاری ہی نے کہا تھا تم نے سعد بن عبادہ کو مار ڈالا اس سے مترشح ہوتا ہے کہ تمام انصار کرام اس پر متفق نہیں تھے کہ حضرت سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنایا جائے۔

قولہ بعض الحدِّ۔ حَدّ" کے معنی تیزی کے ہیں یہاں مراد اشتعال کے ہیں چونکہ انصاری خطیب کے بعض الفاظ مہاجرین کے لیے تکلیف کے باعث ہو سکتے تھے اس سے فطری طور پر یہ خیال درست تھا کہ کسی کو اشتعال آجائے یہ موقعہ اشتعال کا نہیں تھا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محسوس کیا کہ ہو سکتا ہے کہ بتقاضائے بشری کوئی اس کے جواب میں سخت بات کہہ دے جس سے ماحول گرم ہو جائے اور بات بگڑ جائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جلال زیادہ تھا لیکن اپنے موقعے پر یہ ان کی ذہانت و فطانت ہے کہ موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے نرم بنے لیکن حقیقت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فہم و فراست و تدبر و موقع شناسی میں بھی بدرجہا زائد تھے جس کی ایک نظیر یہی خطبہ ہے جو اس موقع پر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا۔

قولہ أنا جُذَيلُها المُحَكَّكُ۔ جُذَیل، جذل، کی تصغیر ہے اور یہ تصغیر تعظیم کے لیے ہے اس کے معنی درخت کے اس تنے کے ہیں جس کی شاخیں جھڑ گئی ہوں، اور اس لکڑی کو بھی کہتے ہیں جو اس لیے گاڑی جاتی تھی کہ خارش زدہ اونٹ اس پر اپنا بدن رگڑیں۔ "مُحَكَّكُ" حَكٌّ کا باب تفعیل سے اسم مفعول ہے۔ یعنی وہ لکڑی جس پر کھجلایا گیا ہو اور اسم ظرف بھی ہو سکتا ہے۔ کھجلانے کی جگہ اس سے مراد مجازاً تجربہ کار ہے یعنی میں بہت تجربہ کار ہوں۔

قولہ عُذَيقُها المُرَجَّبُ۔ عُذَیق۔ عِذْقٌ کی تصغیر ہے "عذق" کھجور کا گچھا عَذْقٌ کھجور کا درخت، اور مرجب" رجّبٌ کا باب تفعیل سے اسم مفعول ہے بولتے ہیں رَجَّبْتُ النَّخْلَةَ"

جب کہ اسے تھونی لگا دی جائے یعنی جب کہ اس کے گرنے کا اندیشہ ہو خواہ زیادہ لمبائی کی وجہ سے یا پھلوں کے بوجھ کی وجہ سے، اس سے مراد سہارا اور معتمد ہے یہ کہنے والے حُباب بن منذر تھے بحث کے دوران حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا تھا ہم اُمراء ہیں اور آپ لوگ وزراء، اس پر حُباب بن مُنذر نے کہا بخدا ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے ہم سے ایک امیر ہوگا اور تم سے ایک امیر ہوگا، اس کے جواب میں حضرت عمر نے فرمایا دو تلواریں ایک نیام میں نہیں رہ سکتیں ہم سے امراء ہوں اور تم میں سے وزراء۔

قولہ ثُمَّ بَایَعَتْهُ الْاَنْصَارُ۔ فتح الباری میں ابن اسحاق کے حوالے سے مذکور ہے کہ جب حضرت سیدنا صدیق اکبر نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو مجھ سے پہلے انصار کے ایک صاحب نے بیعت کر لی یہ صاحب بشیر بن سعد تھے حضرت نعمان کے والد (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

باب۔ اَلْبِكْرَانِ يُجْلَدَانِ وَيُنْفَيَانِ.

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اَلزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔

(سورۂ نور آیات ۲ و ۳ (ص ۱۰۱۰)

کنوارے زانی مرد اور عورت کو کوڑا مارا جائے گا اور جلاوطن کیا جائے گا۔

بدکار مرد و عورت میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور اللہ کے دین کے معاملے میں تمہیں ان پر ترس نہ آئے اگر تم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہو اور چاہیئے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو اگر تم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہو بدکار مرد نکاح نہ کرے گا مگر بدکار یا مشرک عورت سے اور بدکار عورت سے نکاح نہ کرے گا مگر بدکار مرد یا مشرک اور یہ کام ایمان والوں پر حرام ہے۔

**توضیح:۔** باب میں بکر سے مراد وہ مرد ہے جس نے نکاح کے ساتھ کسی عورت سے ہم بستری نہ کی ہو اسی طرح بکر عورت سے مراد وہ عورت ہے جس کے ساتھ نکاح صحیح کے ساتھ جماع نہ کیا گیا ہو۔

باب کا عنوان ایک حدیث موقوف کا عنوان ہے جسے امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اس زیادتی کے ساتھ وَالثَّيِّبَانِ يُجْلَدَانِ وَيُرْجَمَانِ۔ اور ثیب مرد اور عورت کو کوڑا بھی مارا جائے گا اور سنگسار بھی کیا جائے گا۔

ابن منذر نے زیادتی کو ان الفاظ میں روایت کیا وَالثَّيِّبَانِ يُرْجَمَانِ وَالذَّانِ بَلَغَا سِنًّا

یُجْلَدَانِ ثُمَّ یُرْجَمَانِ. اور ثیب کو سنگسار کیا جائے گا اور جو بوڑھے ہو چکے ہوں انہیں کوڑا مارا جائے گا پھر سنگسار کیا جائے گا۔

اور امام عبدالرزاق نے بطریق ثوری عن الاعمش عن مسروق یوں روایت کیا۔

البکران یجلدان وینفیان والثیبان یرجمان ولا یجلدان والشیخان یجلدان ثم یرجمان.

بکر کو کوڑا مارا جائے گا اور جلا وطن کیا جائے گا اور ثیب کو سنگسار کیا جائے گا اور کوڑا نہیں مارا جائے گا اور بوڑھے مرد اور عورت کو کوڑا مارا جائے گا پھر سنگسار کیا جائے گا۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

**مذہب احناف:۔** اس خصوص میں یہ ہے کہ غیر محصن مرد اور عورت کے زنا کی حد صرف کوڑا مارنا ہے جلا وطن کرنا حد میں داخل نہیں۔ البتہ اگر حاکم اسلام جلا وطن کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہو تو سیاستہً جلا وطن کر سکتا ہے۔ اور جن احادیث میں جلا وطن کرنے کا ذکر ہے ——— ان سب سے مراد یہی ہے کہ عند الضرورت ان کو جلا وطن کیا گیا۔

علامہ ابن حجر نے محمد بن نصر کی کتاب الاجماع سے نقل فرمایا کہ زانی کے جلا وطن کیے جانے پر کوفیوں کے علاوہ سب کا اتفاق ہے حتیٰ کہ ائمہ احناف میں سے امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے۔

| | |
|---|---|
| ت | قَالَ ابْنُ عُیَیْنَةَ رَافَهٗ اَقَامَةُ الْحَدِّ۔ |
| ۸۰۱ | ابن عیینہ نے فرمایا ترس نہ آئے حد قائم کرنے میں۔ |
| ت | قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَاَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ |
| ۸۰۲ | عروہ بن زبیر نے خبر دیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زانی کو جلا وطن کیا |
| الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ غَرَّبَ ثُمَّ لَمْ تَزَلْ تِلْكَ السُّنَّةُ. | |
| اور پھر یہی طریقہ ہمیشہ رہا | |

**تشریحات ۸۰۲** یہ حدیث منقطع ہے اس لیے کہ عروہ کا سماع حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت نہیں لیکن ترمذی میں ہے عن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم ضرب وغرب وان ابا بکر ضرب وغرب وان عمر ضرب وغرّب۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زانی کو مارا اور جلا وطن کیا اور حضرت ابو بکر نے مارا اور جلا وطن کیا اور حضرت عمر نے مارا اور جلا وطن کیا ——— اسے نسائی، ابن خزیمہ اور حاکم نے بھی روایت کیا اور حاکم نے اس کی تصحیح کی۔

قَوْلُہٗ تِلْکَ السُّنَّۃُ۔ حتیٰ کہ مروان نے بھی جلا وطن کیا اس کے بعد سے اہلِ مدینہ نے ترک کر دیا۔

| حدیث | عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی |
|---|---|
| ۲۸۴۷ | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس |
| عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَضٰی فِیْمَنْ زَنَا وَلَمْ یُحْصَنْ بِنَفْیِ عَامٍ بِاِقَامَۃِ الْحَدِّ عَلَیْہِ [1] | |
| شخص کے بارے میں جس نے زنا کیا اور محصن نہیں تھا سال بھر جلا وطن ہونے کا حکم دیا اس پر حد قایم ہونے کے ساتھ ساتھ۔ | |

**تشریحات ۲۸۴۷** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا کہ حد قایم فرمانے کے ساتھ ساتھ ایک سال کے لیے جلا وطن ہونے کا حکم دیا یہ اس کی دلیل ہے کہ جلا وطن کرنا حد میں داخل نہیں۔

باب کم التعزیر والادب ص ۱۰۱۲ سزا اور ادب کتنا دیا جائے گا۔

| حدیث | عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی |
|---|---|
| ۲۸۴۸ | حضرت ابوبردہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے |
| عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یُجْلَدُ فَوْقَ عَشَرَۃِ | |
| تھے کہ کسی سزا میں دس کوڑے سے زیادہ نہ مارا جائے سوائے اللہ کے | |
| جَلَدَاتٍ اِلَّا فِیْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ [2] | |
| حدود میں سے کسی حد میں۔ | |

**تشریحات ۲۸۴۸** اس حدیث میں ۔۔۔ سے کیا مراد ہے اس سلسلے میں شُرّاح کے مختلف اقوال ہیں ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ سزا ہے جو شریعت نے کسی جرم پر مقرر فرمائی ہے۔ حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حد کے علاوہ کسی اور جرم کی سزا میں دس کوڑے سے زیادہ نہ مارا جائے لیکن اسلاف سے اس سے زائد کوڑے مارنے کی روایتیں موجود ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ تعزیر میں بیس کوڑے سے زیادہ کسی کو مت مارو اور حضرت عثمان سے تیس تک تعداد مروی ہے نیز حضرت عمر سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ انہوں نے سو کوڑے تک کی اجازت

---

[1] نسائی رجم [2] اسی کے متصل دو اور طریقے سے ہے۔ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی ابن ماجہ، حدود، نسائی محاربہ۔

دی ہے اور ایسے ہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔
اسی بنا پر اس سلسلہ میں ائمہ کرام کے مختلف اقوال ہیں صحیح اور محقق یہ ہے کہ اس کی کوئی تحدید نہیں کہ یہ جرم اور مجرم کی حیثیت کے لحاظ سے مختلف ہوسکتا ہے۔ شریف اور سلیم الطبع افراد کے لیے کبھی صرف پوچھ لینا کافی ہوتا ہے کہ کیا آپ نے ایسا کیا ہے بلکہ کبھی اتنا کہنا ہی بہت ہوتا کہ یہ آپ کی شان کے لائق نہیں۔ کبھی معمولی سرزنش کافی ہوتی ہے اور کبھی دس بیس کوڑے ناکافی پھر گناہ کبیرہ کی سزا مختلف ہوگی بہ نسبت گناہ صغیرہ کے۔ پھر ایک عادی مجرم کی سزا الگ ہوگی بہ نسبت اس کے کہ اس سے پہلی بار کوئی جرم سرزد ہوا ہو۔ اس لیے محقق اور راجح یہی ہے کہ تعزیر حاکم کے صواب دید پر ہے۔
پھر تادیب کا معاملہ تعزیر سے الگ ہے مثلاً باپ بیٹے کو استاد شاگرد کو آقا غلام کو کسی ایسی بات پر بھی سزا دے سکتا ہے جو حقیقت میں گناہ نہیں۔ لیکن اب سوال یہ رہ جاتا کہ جب حدیث میں دس کی تحدید مذکور ہے تو اس سے زیادہ تعزیر کی اجازت کیسے ہوگی۔
اس لیے اس حدیث میں حد سے اوامر اور نواہی مراد لیے جائیں یعنی کسی فرض اور واجب کے ترک پر یا کسی ناجائز اور حرام کے ارتکاب پر دس کوڑوں سے زیادہ سزا دی جاسکتی ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے دو اور طریقوں سے تخریج کی ہے۔ ایک بطریق عمرو بن علی اس میں یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن جابر نے اس سے روایت کرتے ہوئے جس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے مجھ سے حدیث بیان کی دوسرے بطریق یحییٰ بن سلیمان اس میں یہ ہے کہ ابن وھب نے کہا مجھ سے عمرو نے حدیث بیان کی کہ بکیر نے ان سے حدیث بیان کی کہ میں سلیمان بن یسار کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ عبدالرحمٰن بن جابر آئے اور سلیمان بن یسار سے حدیث بیان کی اس کے بعد سلیمان بن یسار ہماری طرف متوجہ ہوئے اور کہا مجھ سے عبدالرحمٰن بن جابر نے حدیث بیان کی کہ ان کے باپ نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے ابوبردہ انصاری سے سنا کہ انہوں نے کہا۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔
تینوں طریقوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے طریقے میں عبدالرحمٰن بن جابر براہ راست حضرت ابوبردہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ دوسرے طریقے میں عبدالرحمٰن بن جابر نے ان صاحب کا نام نہیں لیا۔ جن سے انہوں نے روایت کی جنہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔ اس میں عبدالرحمٰن بن جابر کے شیخ کا نام مذکور نہیں مگر اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ جب کہ یہ تصریح ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ صحابی تھے اور صحابہ کل کے کل عادل ہیں اور اس کا بھی امکان کہ یہ حضرت ابوبردہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہوں جیسا کہ

دوسرے طریقے میں تصریح ہے۔

تیسرے طریقے میں عبدالرحمٰن بن جابر اور حضرت ابو بردہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ اس سے بھی کوئی خلل نہیں واقع ہوتا ہو سکتا ہے کہ عبدالرحمٰن بن جابر نے اس کو اپنے والد حضرت جابر سے بھی سنا ہو اور براہِ راست حضرت ابو بردہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی سنا ہو۔ البتہ ہر روایت کے الفاظ مختلف ہیں۔ پہلی روایت جو بطریق عبداللہ بن یوسف ہے اس میں یہ ہے لا یجلد فوق عشر جلدات۔ دوسری روایت بطریق عمرو بن علی اس میں ہے لا عقوبۃ فوق عشر ضربات۔ اور تیسری روایت بطریق یحییٰ بن سلیمان ہے اس میں ہے لا یجلد فوق عشر اسواط۔ مگر معنی تینوں کا ایک ہے۔ ضربۃ اگرچہ معنی کے اعتبار سے عام ہے مگر چونکہ عادت یہی تھی کہ کوڑوں ہی سے سزا دی جاتی تھی اس لیے ضربۃ سے مراد کوڑا مارنا ہی ہے۔

اس کے بعد حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور حدیث صوم وصال ذکر فرمائی جس میں یہ مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صوم وصال سے لوگوں کو منع کیا تو کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ صوم وصال رکھتے ہیں فرمایا تم میں کون مجھ جیسا ہے مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے جب لوگ نہیں مانے تو حضور نے دو دن صوم وصال رکھا پھر چاند نظر آگیا تو فرمایا کہ اگر چاند ابھی نظر نہ آتا تو میں اور بھی صوم وصال رکھتا۔ یہ ارشاد ایسا تھا جیسے کہ ان کی سزا کے لیے فرما رہے ہوں مطلب یہ تھا کہ میں تو مسلسل صوم وصال رکھتا اور تم لوگ عاجز آجاتے اس سے ثابت ہوا کہ تعزیر صرف مارنے ہی میں منحصر نہیں تعزیر کبھی زجر و توبیخ اور کبھی دوسرے طریقے سے بھی ہوتی ہے۔

## باب قذف العبید ص ۱۰۱۳

غلاموں پر زنا کی تہمت لگانا۔

**توضیح** یہاں مصدر کی اضافت مفعول بہ کی طرف ہے اس کے تحت جو حدیث مذکور ہے وہ اس کی دلیل ہے ـــــ یعنی اگر کسی نے غلام پر زنا کی تہمت لگائی تو کیا حکم ہے ـــــ اگرچہ لفظ اس کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ اضافت فاعل کی طرف ہو یعنی غلام اگر کسی پر زنا کی تہمت لگائے تو کیا حکم ہے جمہور کا مذہب یہ ہے کہ غلام کو چالیس کوڑے مارے جائیں گے لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز، امام زہری، امام اوزاعی اور اہل ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ اس کو اسی کوڑے مارے جائیں ـــ عنوان میں اگرچہ عبید کا لفظ ہے مگر یہی حکم باندیوں کا بھی ہے۔

| حدیث | عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ |
|---|---|
| ۲۸۴۹ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے |

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْکَہٗ وَھُوَ بَرِیْءٌ مِمَّا

ہوئے سنا جو شخص اپنے غلام پر زنا کی تہمت لگائے گا اور غلام اس سے پاک ہوگا تو اسے قیامت

قَالَ جُلِدَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ کَمَا قَالَ [1]

کے دن کوڑا مارا جائے گا مگر یہ کہ غلام ایسا ہی ہو جیسا کہ اس نے کہا۔

**تشریحات** ۲۸۴۹

اس پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص غلام پر زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد نہیں دلیل یہی حدیث ہے کیوں کہ اگر دنیا میں اس پر حد ہوتی تو اسے ضرور ذکر فرماتے جب کہ حد گناہوں کا کفارہ ہے تو جس جرم پر حد جاری کر دی گئی تو قیامت کے دن اس پر پھر سزا کا سوال ہی نہیں۔

---

[1] مسلم ایمان و نذور، ابو داؤد ادب، ترمذی، نسائی رجم۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب الدیات ص ۱۰۱۴ دیات کا بیان

وقول اللہ ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جہنم۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان جو کسی مومن کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے۔

**توضیح** دیات "دیۃ" کی جمع ہے جیسے عدۃ کی جمع عدات اس کی اصل وَدْیٌ تھی۔ یہ لفیف مفروق ہے واؤ کو حذف کرکے اس کے عوض اخیر میں تا بڑھادی گئی اور فا کلمہ کو کسرہ دیا گیا جیسے وعد سے عدۃ اور وزن سے زنۃ۔ اس کے معنی ہیں، جان یا زخم کے عوض مال دینا۔ جس کو اردو میں حوں بہا کہتے ہیں ـــــ قصاص کے معنی بدلہ لینا ہے مثلاً مقتول کے عوض قاتل کو قتل کرنا۔ دانت توڑنے کے عوض دانت توڑنا۔ حقیقت میں قصاص دیت سے الگ ایک قسم ہے لیکن جن جرائم میں قصاص واجب ہوتا ہے اس میں یہ بھی اختیار ہوتا ہے کہ اولیاء مقتول یا مجروح مال لے لیں اور قصاص چھوڑ دیں اس مناسبت کی بنا پر امام بخاری نے دیات کے ضمن میں قصاص کو بھی ذکر فرمایا ہے۔

**حدیث ۲۸۵۰** عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن اس

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنْ یَّزَالَ الْمُؤْمِنُ فِیْ فُسْحَۃٍ مِّنْ دِیْنِہٖ مَالَمْ یُصِبْ دَمًا حَرَامًا۔

وقت تک اپنے دین میں کشادگی کے ساتھ رہے گا جب تک خون ناحق نہیں کرے گا۔

**حدیث ۲۸۵۱** عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ اِنَّ مِنْ وَرْطَاتِ الْاُمُوْرِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ـــــ ان تباہ کن باتوں میں سے جن میں پھنسنے

الَّتِیْ لَا مَخْرَجَ لِمَنْ اَوْقَعَ نَفْسَہٗ فِیْہَا سَفْکُ الدَّمِ الْحَرَامِ بِغَیْرِ حِلِّہٖ۔

کے بعد آدمی نکل نہیں سکتا خون ناحق ہے۔

**تشریحات ۲۸۵۱** یہی مضمون قرآن مجید میں قریب قریب ہے۔ ارشاد ہے۔ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ اِنَّہٗ

كَانَ مَنْصُوْرًا۔ اور جو ناحق مارا جائے تو بے شک ہم نے اس کے وارث کو قابو دیا ہے تو وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے ضرور اس کی مدد ہوتی ہے (سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۳)

جب حضرت ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کیے گئے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اب شدید فتنے اٹھیں گے اور اسی آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔

اسلام کی تاریخ شاہد ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت تک پوری دنیا کے مسلمان متفق اور متحد تھے ان کی شہادت کے بعد فتنے اٹھنے شروع ہوئے تو تقریباً پندرہ سو سال گزرنے کے باوجود بند نہیں ہو سکے جنگ جمل، جنگ صفین، خوارج کے محاربات، حادثہ کربلا، حادثہ حرہ مکہ معظمہ پر بار بار لشکر کشی وغیرہ وغیرہ سب اسی کی فرع ہیں۔

الفخری وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تو حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ لا ینطح فیہ عنزان۔ اس میں دو مینڈھے نہیں لڑیں گے۔ یہ جنگ صفین میں امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔ ایک تیر آکر ان کی آنکھ میں لگا اور آنکھ جاتی رہی حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین صلح کے بعد جب حالات معتدل ہو گئے تو حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ کے یہاں گئے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر تم نے یہ کہا تھا لا ینطح فیہ عنزان انھوں نے اقرار کیا حضرت معاویہ نے فرمایا ھل نطح فیہ عنز قال نعم التیس لا اکبر کیا اس معاملہ میں کسی مینڈھے نے سینگ مارا انھوں نے کہا ہاں بہت بڑے بوتک نے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْيَاهَا۔ صـ ۱۰۱۴

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور جس نے اسے زندہ رکھا گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ رکھا۔

**توضیح** سورہ مائدہ میں فرمایا مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا۔ (آیت ۳۲) جس نے کسی کو قتل کیا بغیر قصاص یا زمین میں فساد کے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک شخص کو زندہ رکھا گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ رکھا۔

مطلب یہ ہے کہ خون ناحق کرنے کے بعد مقتول کے اولیاء قتل کا بدلہ لینے کے لیے اٹھیں گے اور قاتل کے اولیاء قاتل کو بچانے کے لیے زور لگائیں گے پھر آپس میں لڑائی ہوگی۔ اور خوں ریزی بڑھتی جائے گی جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں بنی بکر اور بنی تغلب میں ایک خون ناحق کے پیچھے پچاس سال تک لڑائی ہوتی رہی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کریمہ کے ایک

حصے کو باب کا عنوان بنایا ہے۔

**ت** :۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا مَنْ حَرَّمَ قَتْلَھَا اِلَّا بِحَقٍّ حَیَّ النَّاسَ مِنْہُ جَمِیْعًا ــــ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جس نے قتل ناحق کو حرام جانا اس نے سب لوگوں کو زندہ رکھا۔

**تشریح** :۔ اس تعلیق کو اسماعیل بن زیاد سلمی نے اپنی تفسیر میں روایت کیا اور امام وکیع نے بھی روایت کیا۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ الآیۃ صـ ۱۰۱۶

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان کہ بے شک جان جان کے عوض ہے۔

**توضیح** :۔ اصل ارشاد یہ ہے۔

وَکَتَبْنَا عَلَیْھِمْ فِیْھَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ۔ (مائدہ آیت ۴۵)

اور توریت میں ہم نے بنی اسرائیل پر یہ فرض فرمایا کہ جان کے بدلے جان قتل کی جائے اور آنکھ کے بدلے آنکھ پھوڑی جائے اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان کاٹا جائے اور دانت کے بدلے دانت توڑا جائے اور زخموں میں قصاص لیا جائے۔

یہ حکم اگرچہ بنی اسرائیل کے لیے تھا مگر اس قاعدہ کلیہ کے بموجب کہ اگلی شریعتوں کے احکام جب اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان فرمائیں۔ اور اس کے نسخ کو ظاہر نہ فرمائیں تو وہ ہی ہماری شریعت کے بھی احکام ہیں۔

| حدیث | عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی |
|---|---|
| ۲۸۵۲ | حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا |
| | اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ یَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا |
| | کہ کسی ایسے مسلمان کا خون حلال نہیں جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں |
| | اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَّا بِاِحْدٰی ثَلٰثٍ النَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالثَّیِّبُ الزَّانِیْ |
| | بے شک اللہ کا رسول ہوں مگر تین باتوں میں سے ایک کی وجہ سے۔ جان کے بدلے جان اور زانی ثیب اور اپنے |
| | وَالْمُفَارِقُ لِدِیْنِہِ التَّارِکُ الْجَمَاعَۃَ ؎ |
| | دین سے جدا ہونے والا مسلمانوں کی جماعت چھوڑ کر علاحدہ ہو جائے۔ |

؎ مسلم ابوداؤد حدود ترمذی دیات نسائی محاربہ اور حدود۔

**تشریحات ۲۸۵۲**

ثَیِّب سے مراد مُحْصَن ہے یعنی جس نے نکاح صحیح کے بعد کسی عورت سے وطی کی ہو۔ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اسے سنگسار کیا جائے گا اور دین کے مفارق سے مراد مرتد ہے اس پر بھی اجماع ہے کہ وہ واجب القتل ہے بعض روایتوں میں بجائے المفارق کے المارق ہے اس کے معنی بھی دین سے نکلنے والے کے ہیں۔

بَابُ مَنْ طَلَبَ دَمَ امْرِئٍ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ ص ۱۰۱۶۔ جو کسی مسلمان کے خون کا بغیر حق کے طلب گار ہو۔

**حدیث ۲۸۵۳**

حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبْغَضُ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ ثَلٰثَةٌ مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ وَمُبْتَغٍ

سب سے زیادہ مبغوض تین قسم کے لوگ ہیں حرم میں ظلم کرنے والے۔ اسلام میں جاہلیت کا طریقہ ڈھونڈنے

فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِئٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِيُهْرِيقَ دَمَهُ۔

والے اور کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے کے درپے ہونے والے۔

**تشریحات ۲۸۵۳**

اس حدیث میں ابغض اسم تفضیل معنی مفعول کی زیادتی کے لیے ہے یعنی مبغوض تر جیسے اشہر بمعنی مشہور تر۔ الحاد کے معنی ہیں ٹیڑھا ہونا یہاں مراد ہے کہ حق چھوڑ کر باطل اختیار کرنا، ظلم کرنا۔

بَابُ الْقِصَاصِ بَيْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِي الْجِرَاحَاتِ ص ۱۰۱۷۔ مردوں اور عورتوں کے درمیان زخموں میں قصاص ہے۔

**توضیح**

اس پر قریب قریب اتفاق ہے کہ مرد اور عورت کے مابین قصاص ہے اگرچہ بعض اکابر کا یہ مذہب ہے کہ اگر مقتول عورت کے اولیا مرد کو قتل کریں تو نصف دیت دیں اسی طرح مرد مقتول کے اولیا اگر عورت کو قتل کریں تو نصف دیت دیں۔ امام حسن بصری، امام عطا، امام شعبی وغیرہ کا یہی مذہب ہے لیکن مرد اور عورت کے درمیان زخموں میں قصاص ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی وغیرہ کا مذہب ہے کہ قصاص ہے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ زخموں میں قصاص نہیں اس لیے کہ قصاص میں مساوات ضروری ہے اور مرد اور عورت کے اعضا میں مساوات نہیں۔ اگر کسی نے کسی کا شل ہاتھ کاٹ دیا تو اس کے عوض میں اس کا تندرست ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور اگر کسی مریض نے کسی تندرست کو قتل کر دیا تو اس کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

وقال اهل العلم يقتل الرجل بالمرأة۔ اور اہل علم نے کہا کہ مرد کو عورت کے عوض قتل کیا جائے گا۔

ويذكر عن عمر رضي الله تعالى عنه تقاد المرأة من الرجل في كل عمد يبلغ نفسه

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ عورت کا قصاص مرد سے لیا جائے گا، ہر بالقصد جنایت میں

فما دونها من الجراح وبه قال عمر بن عبد العزيز وابراهيم وابو الزناد عن اصحابه

جان ہو یا اس سے کچھ کم زخم یہی عمر بن عبد العزیز اور ابراہیم نخعی نے کہا اور ابو الزناد نے بھی یہی اپنے اساتذہ سے روایت کرتے ہوئے کہا

**تشریحات** اس عبارت میں اصحاب سے مراد اساتذہ ہیں مثلاً حضرت قاسم بن محمد، عروہ بن زبیر، عبد الرحمٰن بن ہرمز، اعرج وغیرہ۔

امام بخاری نے باب کے اثبات کے لیے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ حدیث ذکر کی کہ مرض وصال میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منہ میں دوا ٹپکائی تھی، افاقہ کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عباس کو چھوڑ کر گھر میں جتنے لوگ ہیں سب کے منہ میں دوا ٹپکائی جائے۔ اور اس وقت گھر میں زیادہ تر عورتیں ہی تھیں یہ عمل ایک طریقہ سے قصاص تھا اس سے ثابت ہوا کہ اگر عورت جنایت کرے تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔

اقول وهو المستعان۔ باب ہے زخموں سے قصاص کے متعلق اور حدیث میں زخم کا کوئی ذکر ہی نہیں اور نہ یہ قصاص تھا۔ بلکہ یہ بطور تادیب ارشاد فرمایا تھا۔

باب من أخذ حقه أو اقتص دون السلطان ص ۱۰۱۷ جس نے بادشاہ کے بغیر اپنا حق لیا یا قصاص لیا۔

| حدیث | ان الاعرج حدثه انه سمع ابا هريرة رضي الله تعالى عنه انه سمع |
|---|---|
| ۲۸۵۴ | اعرج نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ کہتے ہوئے سنا انہوں |

رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول نحن الآخرون السابقون وباسناده لو

نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ ہم سب میں پیچھے اور سب سے سبقت کرنے والے ہیں۔

اطلع في بيتك احد ولم تاذن له فخذفته بحصاة ففقأت عينه ما كان عليك من جناح

اسی اسناد کے ساتھ اس کو بھی بیان کیا۔ بغیر اجازت طلب کیے اگر تیرے گھر میں کوئی جھانکے اور تو کنکری پھینک کر اسے مارے جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔

۲۸۵۴

**تشریحات** :۔ اس حدیث کو باب سے اس طرح مناسبت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو تعلیم دی ہے۔
فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اس صورت میں قصاص ہے ورنہ امن باقی نہیں رہے گا۔ اور حدیث میں جو فرمایا وہ تغلیظاً ہے۔

باب اِذَا عَضَّ رَجُلًا فَوَقَعَتْ ثَنَایَاہُ۔ جب کسی نے کسی کو دانت کاٹا اور اس کے اگلے دانت جھڑ گئے۔ ص ۱۰۱۸

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ اَنَّ رَجُلًا عَضَّ یَدَ رَجُلٍ فَنَزَعَ یَدَہٗ مِنْ فِیْہِ |
| ۲۸۵۵ | حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک شخص کے ہاتھ کو دانت |
| | فَوَقَعَتْ ثَنِیَّتَاہُ فَاخْتَصَمُوْا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَعَضُّ |
| | سے کاٹا اس نے اپنا ہاتھ اس کے منہ سے کھینچا تو اس کے اگلے دانت اکھڑ گئے اُن لوگوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| | اَحَدُکُمْ اَخَاہُ کَمَا یَعَضُّ الْفَحْلُ لَا دِیَۃَ لَکَ ع |
| | کی خدمت میں معاملہ پیش کیا تو فرمایا تم اپنے بھائی کو یوں دانت کاٹتے ہو جیسے نر اونٹ کاٹتا ہے تیرے لیے دیت نہیں۔ |

۲۸۵۵

**تشریحات** دانت کاٹنے والے حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے اور جسے انہوں نے دانت کاٹا تھا وہ ان کا نوکر تھا شُرَّاح نے بڑی عرق ریزی سے ان دونوں باتوں کی تعیین کی ہے بخاری ہی میں باب غزوۂ تبوک میں ہے حضرت یعلیٰ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جیش عسرت میں شریک ہوا میرا ایک مزدور تھا اس نے ایک شخص سے جھگڑا کیا اس میں سے ایک نے دوسرے کے ہاتھ میں دانت کاٹ لیا (الحدیث) مسلم اور نسائی میں حضرت عطا کی روایت میں ہے کہ یعلیٰ کے ایک نوکر کی کلائی کسی نے دانت سے کاٹی، نیز نسائی میں سفیان کی روایت میں ہے میرے نوکر نے ایک شخص سے لڑائی کی تو اسے دوسرے نے دانت کاٹ لیا، نیز نسائی ہی میں سلمیٰ بن امیہ اور یعلیٰ بن امیہ سے مروی ہے دونوں نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں گئے ہمارا ایک ساتھی تھا اس نے ایک مسلمان سے جھگڑا کیا اس شخص نے ہمارے ساتھی کی کلائی دانت سے کاٹ لی۔ ان سب روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کو دانت کاٹا گیا تھا وہ یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اجیر تھا اور

ع مسلم: حدود، ترمذی: دیات، نسائی، قصاص۔ ابن ماجہ: دیات۔

دانت کاٹنے والے حضرت یعلیٰ بن امیہ ہی تھے اس کا سراغ اس سے ملتا ہے کہ عُبید بن عقیل سے نسائی میں روایت ہے کہ بنی تمیم کے ایک شخص نے دانت کاٹا اور بنی تمیم سے یعلیٰ بن امیہ ہیں ان کا اجیر کس قبیلے سے ہے پتہ نہیں۔

## بَابُ دِيَةِ الْأَصَابِعِ ص ۱۰۱۸ انگلیوں کی دیت کا بیان۔

| حدیث | عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ |
|---|---|
| ۲۸۵۶ | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا یہ اور یہ |
| | صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذِهِ وَهٰذِهِ سَوَاءٌ يَعْنِي الْخِنْصَرَ وَالْإِبْهَامَ |
| | برابر ہیں یعنی چھوٹی انگلی اور انگوٹھا |

**تشریحات ۲۸۵۶** مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ دیت کے معاملے میں یہ دونوں برابر ہیں یعنی دیت میں کمی بیشی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آل عمرو بن حزم کے لیے جو کتاب الدیات لکھی تھی اس میں یہ ہے کہ ہاتھ میں پچاس اونٹ ہیں۔ ہر انگلی میں دس اونٹ۔ اب باب کی حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح انگوٹھے کی دیت دس اونٹ ہے اسی طرح چھوٹی انگلی کی بھی دیت دس اونٹ ہے۔ انگلیوں کے پوروں میں ایک انگلی کی دیت کا ثلث ہے جیسا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ فرمایا۔

## بَابُ إِذَا أَصَابَ قَوْمٌ مِنْ رَجُلٍ هَلْ يُعَاقَبُ أَوْ يُقْتَصُّ مِنْهُمْ كُلِّهِمْ۔ ص ۱۰۱۸

جب ایک قوم کسی شخص کو مارے یا زخمی کرے تو کیا سب کو سزا دی جائے گی یا سب سے قصاص لیا جائے گا۔

| ت | وَقَالَ مُطَرِّفٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ فِي رَجُلَيْنِ شَهِدَا عَلٰى رَجُلٍ سَرَقَ |
|---|---|
| ۸۰۴ | امام شعبی سے دو ایسے شخصوں کے بارے میں روایت ہے جنہوں نے ایک شخص کے بارے میں |
| | فَقَطَعَهُ عَلِيٌّ ثُمَّ جَاءَا بِآخَرَ قَالَا أَخْطَأْنَا فَأَبْطَلَ شَهَادَتَهُمَا وَأَخَذَ بِدِيَةِ |
| | گواہی دی کہ اس نے چوری کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چور کا ہاتھ کاٹ لیا پھر وہ دونوں ایک |
| | الْأَوَّلِ فَقَالَ لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكُمَا تَعَمَّدْتُمَا لَقَطَعْتُكُمَا۔ |
| | دوسرے شخص کو لے کر آئے اور کہا ہم چوک گئے (چور وہ نہیں تھا یہ ہے) تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان |

ت ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔

دونوں کی گواہی باطل کر دی اور ان دونوں سے پہلے شخص کی دیت لی اور فرمایا اگر میں جانتا کہ تم لوگوں نے قصداً ایسا کیا ہے تو تم دونوں کا ہاتھ کاٹتا۔

ت | عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ غُلَامًا قُتِلَ غِیْلَۃً فَقَالَ

۸۰۵ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک غلام چپکے سے قتل کر دیا گیا۔ تو حضرت

عُمَرُ لَوِاشْتَرَکَ فِیْھَا اَھْلُ صَنْعَاءَ لَقَتَلْتُھُمْ۔

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر اس میں اہل صنعا شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کرتا۔

۸۰۵ **تشریحات:۔** غِیْلَۃً کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر نہیں تھا کہ قاتل کون ہے۔ یہ قتل صنعا میں ہوا تھا۔ اس تعلیق کو امام ابوبکر بن شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صنعا کے سات باشندوں کو ایک شخص کے قصاص میں قتل کیا اور فرمایا اگر اس میں کل اہل صنعا شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کر دیتا۔

ت | فَقَالَ مُغِیْرَۃُ بْنُ حَکِیْمٍ عَنْ اَبِیْہِ اِنَّ اَرْبَعَۃً قَتَلُوْا صَبِیًّا فَقَالَ

۸۰۶ اور مغیرہ بن حکیم نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ چار شخصوں نے ایک بچے

عُمَرُ مِثْلَہٗ۔

کو قتل کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ فرمایا۔

۸۰۶ **تشریح:** امام طحاوی اور بیہقی نے بطریق ابن وہب روایت کی کہ حکیم صنعانی نے بیان کیا کہ صنعا کی ایک عورت کا شوہر غائب ہو گیا اور اس عورت کی گود میں اصیل نام کا ایک چھوٹا بچہ تھا، جو دوسری بیوی سے تھا۔ اس عورت نے آشنا بنا لیا۔ اس عورت نے اپنے آشنا سے کہا کہیں یہ ہمیں رسوا نہ کر دے۔ اس آشنا نے پہلے اس سے انکار کیا جس پر وہ عورت آشنا سے روٹھ گئی اسے راضی کرنے کے لیے یہ شخص بچے کے قتل پر راضی ہو گیا۔ یہ شخص اور ایک اور شخص اور یہ عورت اور اس کے خادم چاروں نے اس بچے کو قتل کیا پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایک چمڑے کے تھیلے میں باندھ کر بستی کے کنارے ایک کنوئیں میں ڈال دیا۔ یہ آشنا پکڑا گیا اور اس کی نشان دہی پر بقیہ قاتل پکڑے گئے۔ معاملہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا آپ نے چاروں کے قتل کرنے کا حکم دیا۔

ت | وَاَقَادَ اَبُوْبَکْرٍ وَابْنُ الزُّبَیْرِ وَعَلِیٌّ وَسُوَیْدُ بْنُ مُقَرِّنٍ مِنْ لَطْمَۃٍ۔

۸۰۷ اور حضرت ابوبکر اور ابن زبیر اور علی اور سوید بن مقرن نے طمانچہ مارنے پر بدلہ لینے کا حکم دیا۔

**تشریحات ۸۰۷:** ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو ایک تھپڑ مارا اس کے بعد اس سے کہا کہ تو اپنا بدلہ لے لے اس شخص نے معاف کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور سُوَید بن مُقَرِّن کے اثر کو امام وکیع نے روایت کیا ہے۔

| ت | وَاَقَادَ عُمَرُ مِنْ ضَرْبَةٍ بِالدِّرَّةِ. |
|---|---|
| ۸۰۸ | حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مارنے پر درّہ کی سزا دی۔ |
| ت | وَاَقَادَ عَلِيٌّ مِنْ ثَلَاثَةِ اَسْوَاطٍ. |
| ۸۰۹ | اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حد میں تین کوڑا زیادہ مارنے پر بدلہ لینے کا حکم دیا۔ |

**تشریحات ۸۰۹:** امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے عبداللہ بن معقل سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اس نے حضرت علی سے چپکے سے کچھ کہا حضرت علی نے اپنے غلام قنبر سے کہا لے جاؤ اسے کوڑے مارو۔ اس کے بعد سزا یافتہ حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اس نے تین کوڑے زیادہ مارا ہے حضرت علی نے قنبر سے پوچھا انہوں نے تصدیق کی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سزا یافتہ سے کہا جاؤ اس کو تین کوڑے مارو پھر فرمایا اے قنبر جب کسی کو تم کوڑا مارو تو مقررہ حد سے آگے نہ بڑھو۔

| ت | وَاقْتَصَّ شُرَيْحٌ مِنْ سَوْطٍ وَخُمُوشٍ. |
|---|---|
| ۸۱۰ | حضرت قاضی شریح نے کوڑا مارنے اور چہرے کی خراش پر قصاص کا حکم دیا۔ |

**تشریح ۸۱۰:** امام سعید بن منصور نے امام نخعی کے بطریق روایت کیا ہے کہ ایک شخص قاضی شریح کے پاس آیا اور کہا مجھے اپنے سپاہی سے بدلہ دلائیے انہوں نے اپنے سپاہی سے پوچھا تو انہوں نے کہا۔ ان لوگوں نے آپ پر بھیڑ کر دی تھی تو میں نے اس کو کوڑے سے مارا۔

قصاص اور دیت کے مسائل کچھ پیچیدہ بھی ہیں اور مشکل بھی جو فقہ کی کتابوں میں پوری تشریح کے ساتھ درج ہیں۔ باب سے متعلق یہ مسئلہ ہے کہ اگر ایک شخص کو مل کر چند آدمیوں نے قتل کیا اور یہ قتل قتلِ عمد ہے تو سب سے قصاص لیا جائے گا۔ بشرطیکہ شرکا میں مقتول کا کوئی ایسا رشتہ دار نہ ہو کہ اگر وہ تنہا قتل کرتا تو اس پر قصاص واجب نہ ہوتا مثلاً باپ نے اگر کسی اجنبی سے مل کر بیٹے کو قتل کیا تو کسی پر قصاص نہیں کیوں کہ تنہا باپ اگر بیٹے کو قتل کرے تو باپ پر قصاص نہیں۔ زخموں میں قصاص کا قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ جس زخم کی مماثلت ہو سکتی ہے

اس میں قصاص ہے ورنہ نہیں بلکہ دیت ہے مثلاً ہاتھ پیر کو جڑ سے اکھاڑ کر الگ کر دیا اس میں قصاص ہے لیکن اگر کلائی پر زخم لگایا تو قصاص نہیں ــــ بناءً علیہ ہمارے یہاں تھپڑ مارنے پر قصاص نہیں، گھونسہ مارنے پر قصاص نہیں حاکم کو اختیار ہے جتنی چاہے سزا دے۔

## بَابُ الْقَسَامَةِ "قسامت کا بیان" ص ۱۰۱۸

**توضیح** اگر کسی جگہ کوئی شخص مقتول پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ ہو اور مقتول کے اولیا محلہ والوں پر قتل عمد یا قتل خطا کا دعویٰ کریں اور محلہ والے انکار کریں پھر مقتول کے اولیاء قسامت کا مطالبہ کریں تو حاکم محلہ کے پچاس عاقل بالغ آزاد مردوں سے قسم لے گا کہ نہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ ہم قاتل کو جانتے ہیں۔ اگر اس محلہ کے پچاس مرد عاقل بالغ قسم کھالیں کہ نہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ ہم کو قاتل کا علم ہے۔ اگر دعویٰ قتل عمد کا ہے تو محلہ والوں پر دیت لازم ہے اور اگر دعویٰ قتل خطا کا ہے تو محلہ والوں کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی جس کی مدت ادا تین سال ہے ــــ اور اگر انکار کریں تو ان کو قید کیا جائے گا یہاں تک کہ قسم کھائیں یا قتل کا اقرار کریں۔

**شرائط:۔** قسامت واجب ہونے کی چند شرائط ہیں۔

① مقتول کے جسم پر زخم یا مار کے نشانات ہوں یا گلا گھونٹنے کی علامات پائی جائیں یا ایسی جگہ سے خون بہا ہو جہاں سے عادۃً نہیں نکلتا مثلاً آنکھ کان سے بہا ہو۔

② قاتل کا پتہ نہ ہو ③ مقتول انسان ہو ④ مقتول کے اولیا دعویٰ کریں۔

⑤ اہل محلہ قتل سے انکار کریں ⑥ مدعی قسامت کا مطالبہ کرے ⑦ جس جگہ مقتول پایا گیا ہو وہ کسی کی ملکیت یا قبضہ میں ہو یا محلہ میں پایا جائے یا آبادی کے اتنے قریب پایا جائے کہ وہاں کی آواز بستی میں سنی جاسکے ⑧ مقتول اس زمین کے مالک یا قابض کا مملوک نہ ہو۔

| ت | وَقَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ لَمْ يُقِدْ بِهَا مُعَاوِيَةُ. |
|---|---|

۸۱۱ اور ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ قسامت کی صورت میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قصاص نہیں لیا۔

**تشریح ۸۱۱** عبداللہ بن ابی ملیکہ کا نام زُہَیر تھا ان کے باپ کا نام عبدالرحمٰن تھا اور ابوملیکہ ان کے دادا تھے یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں۔ یہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قاضی تھے۔

اس تعلیق کو حماد بن سلمہ نے اپنے مُصنَّف میں یوں روایت کیا ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ مجھ سے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسامت کے بارے میں پوچھا تو میں نے بتایا کہ

عبداللہ بن زبیر نے قصاص لیا اور معاویہ نے قصاص نہیں لیا۔
علامہ عینی نے فرمایا امام بیہقی نے کہا کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کے خلاف بھی مروی ہے۔ اور ابن بطال نے کہا کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت صحیح ہے کہ انہوں نے قسامت میں قصاص لیا۔

| | |
|---|---|
| ت | وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى عَدِيِّ بْنِ أَرْطَاةَ وَكَانَ أَمَّرَهُ عَلَى |
| ۸۱۲ | حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن ارطاۃ کو لکھا جنہیں انہوں نے بصرہ کا امیر بنایا تھا اس |
| | الْبَصْرَةِ فِي قَتِيلٍ وُجِدَ عِنْدَ بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ السَّمَّانِينَ إِنْ وَجَدَ أَصْحَابُهُ |
| | مقتول کے بارے میں جو گھی بیچنے والوں کے گھر کے پاس پایا گیا تھا اگر مقتول کے اولیا کوئی بینہ پائیں فبہا ورنہ |
| | بَيِّنَةً وَإِلَّا فَلَا تَظْلِمِ النَّاسَ فَإِنَّ هَذَا لَا يُقْضَى فِيهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. |
| | کسی پر ظلم مت کرنا اس لیے کہ یہ ایسا معاملہ ہے جس میں قیامت تک فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ |
| حدیث | حَدَّثَنَا أَبُو قِلَابَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَبْرَزَ سَرِيرَهُ يَوْمًا |
| ۲۸۵۷ | ابو قلابہ نے ہم سے حدیث بیان کی کہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک دن دربار عام کیا۔ لوگوں |
| | لِلنَّاسِ ثُمَّ أَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا فَقَالَ مَا تَقُولُونَ فِي الْقَسَامَةِ قَالُوا نَقُولُ |
| | کو عام طور پر اجازت دے دی کہ وہ حاضر ہوں چنانچہ لوگ حاضر ہوئے انہوں نے لوگوں سے پوچھا |
| | الْقَسَامَةُ الْقَوَدُ بِهَا حَقٌّ وَقَدْ أَقَادَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ قَالَ لِي مَا تَقُولُ يَا |
| | قسامت کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ لوگوں نے کہا قسامت پر قصاص لینا حق ہے اس پر سابق خلفا نے |
| | أَبَا قِلَابَةَ وَنَصَبَنِي لِلنَّاسِ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عِنْدَكَ رُؤُسُ الْأَجْنَادِ |
| | قصاص لیا ہے۔ اس کے بعد مجھ سے کہا اے ابو قلابہ تم کیا کہتے ہو اور انہوں نے مجھے لوگوں کے سامنے کھڑا |
| | وَأَشْرَافُ الْعَرَبِ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ خَمْسِينَ مِنْهُمْ شَهِدُوا عَلَى رَجُلٍ مُحْصَنٍ |
| | کیا۔ میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! آپ کی بارگاہ میں لشکروں کے سردار ہیں اور عرب کے معزز لوگ ہیں |
| | بِدِمَشْقَ أَنَّهُ قَدْ زَنَى لَمْ يَرَوْهُ أَكُنْتَ تَرْجُمُهُ قَالَ لَا قُلْتُ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ |
| | آپ مجھے بتایئے اگر ان میں سے پچاس آدمی کسی پاک دامن کے خلاف دمشق میں گواہی دیں کہ اس نے زنا |
| | خَمْسِينَ مِنْهُمْ شَهِدُوا عَلَى رَجُلٍ بِحِمْصَ أَنَّهُ سَرَقَ أَكُنْتَ تَقْطَعُهُ وَلَمْ |
| | کیا ہے مگر ان لوگوں نے دیکھا نہ ہو تو کیا آپ اس شخص کو سنگسار کریں گے؟ انہوں نے فرمایا نہیں۔ مجھے بتایئے اگر |

يَرْوُهُ قَالَ لَا قُلْتُ فَوَاللّٰهِ مَا قَتَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدًا

ان میں سے پچاس حمص کے کسی شخص کے خلاف گواہی دیں کہ اس نے چوری کی ہے تو کیا آپ اس کا ہاتھ کاٹیں

قَطُّ اِلَّا فِيْ ثَلَاثِ خِصَالٍ رَجُلٌ قَتَلَ بِجَرِيْرَةِ نَفْسِهٖ فَقُتِلَ اَوْ رَجُلٌ زَنٰى

گے جب کہ ان لوگوں نے دیکھا نہ ہو۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا بخدا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

بَعْدَ اِحْصَانٍ اَوْ رَجُلٌ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَارْتَدَّ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ

کسی کو کبھی قتل نہیں فرمایا سوائے تین باتوں کے۔ ایک وہ جس نے بلا قصور کسی کو قتل کیا تو وہ قتل کیا گیا

الْقَوْمُ اَوَلَيْسَ قَدْ حَدَّثَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یا وہ شخص جس نے احصان کے بعد زنا کیا یا وہ شخص جس نے اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کی اور

قَطَعَ فِي السَّرِقِ وَسَمَرَ الْاَعْيُنَ ثُمَّ نَبَذَهُمْ فِي الشَّمْسِ فَقُلْتُ اَنَا اُحَدِّثُكُمْ

اسلام سے پھر گیا۔ لوگوں نے کہا کیا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث نہیں بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ

حَدِيْثَ اَنَسٍ حَدَّثَنِيْ اَنَسٌ اَنَّ نَفَرًا مِنْ عُكْلٍ ثَمَانِيَةً قَدِمُوْا عَلٰى

تعالیٰ علیہ وسلم نے چوری کے جرم میں اعضا کاٹے اور آنکھوں میں سلائی پھیروائی پھر ان کو دھوپ میں ڈال دیا ——

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعُوْهُ عَلَى الْاِسْلَامِ فَاسْتَوْخَمُوا الْاَرْضَ

میں نے کہا کہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث بیان کرتا ہوں عکل کے آٹھ شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

فَسَقِمَتْ اَجْسَامُهُمْ فَشَكَوْا ذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اسلام قبول کرنے کی بیعت کی اس کے بعد وہاں کی آب وہوا ان کے لیے

لَهُمْ اَفَلَا تَخْرُجُوْنَ مَعَ رَاعِيْنَا فِيْ اِبِلِهٖ فَتُصِيْبُوْنَ مِنْ اَلْبَانِهَا وَاَبْوَالِهَا

ناموافق ہوئی اور وہ بیمار ہو گئے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی حضور صلی اللہ تعالیٰ

قَالُوْا بَلٰى فَخَرَجُوْا فَشَرِبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا وَاَبْوَالِهَا فَصَحُّوْا فَقَتَلُوْا رَاعِيَ

علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ ہمارے چرواہے کے ساتھ اس کے اونٹوں میں چلے جاؤ اور اونٹوں کے دودھ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَرَدُوا النَّعَمَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ

اور پیشاب کو پیو انہوں نے کہا ہمیں منظور ہے۔ وہ چراگاہ میں چلے گئے اور اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیا اور تندرست ہو گئے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَرْسَلَ فِيْ آثَارِهِمْ فَاُدْرِكُوْا فَجِيْءَ بِهِمْ فَاَمَرَ بِهِمْ

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کیا اور اونٹ ہانک لے گئے اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فَقُطِّعَتْ اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ وَسُمِرَتْ اَعْیُنُھُمْ ثُمَّ نُبِذَھُمْ فِی الشَّمْسِ حَتّٰی

کو پہنچی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے تعاقب میں دوڑیں بھیجی اور وہ پکڑ کر لائے گئے ان کے بارے میں

مَاتُوْا قُلْتُ وَاَیُّ شَیْءٍ اَشَدُّ مِمَّا صَنَعَ ھٰؤُلَاءِ اِرْتَدُّوْا عَنِ الْاِسْلَامِ وَقَتَلُوْا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے گئے اور ان کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی

وَسَرَقُوْا فَقَالَ عَنْبَسَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ وَاللّٰہِ اِنْ سَمِعْتُ کَالْیَوْمِ قَطُّ فَقُلْتُ اَتَرُدُّ

پھر ان کو دھوپ میں ڈال دیا یہاں تک کہ مر گئے۔ میں نے کہا انہوں نے جو کچھ کیا تھا اس سے سخت اور کیا بات ہوگی یہ

عَلَیَّ حَدِیْثِیْ یَا عَنْبَسَۃُ فَقَالَ لَا وَلٰکِنْ جِئْتَ بِالْحَدِیْثِ عَلٰی وَجْھِہٖ وَاللّٰہِ لَا

اسلام سے پھر گئے، انہوں نے قتل کیا اور چوری کی۔ اس پر عنبسہ بن سعید نے کہا بخدا آج جیسی بات میں نے کبھی نہیں سنی۔

یَزَالُ ھٰذَا الْجُنْدُ بِخَیْرٍ مَا عَاشَ ھٰذَا الشَّیْخُ بَیْنَ اَظْھُرِھِمْ قُلْتُ وَقَدْ کَانَ فِیْ

میں نے کہا کیا میری بات کو رد کر رہا ہے اے عنبسہ؟ تو اس نے کہا نہیں۔ تو نے بات ٹھیک کہی ہے قسم خدا کی یہ لوگ (اہل شام) ہمیشہ خیر میں رہیں گے جب تک یہ شیخ ان میں موجود رہیں گے۔ میں نے کہا اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

ھٰذَا سُنَّۃٌ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَیْہِ نَفَرٌ مِنَ الْاَنْصَارِ

علیہ وسلم کا طریقہ کار بھی ہے۔ انصار کے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ دیر

فَتَحَدَّثُوْا عِنْدَہٗ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِنْھُمْ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ فَقُتِلَ فَخَرَجُوْا بَعْدَہٗ فَاِذَا

وہاں بات چیت کی۔ اس کے بعد ان میں سے ایک شخص ان کے سامنے نکلا اور قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد بقیہ لوگ نکلے

فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَاحِبُنَا الَّذِیْ کَانَ یُحَدِّثُ مَعَنَا فَخَرَجَ بَیْنَ اَیْدِیْنَا

تو وہ دیکھ رہے ہیں کہ ان کا ساتھی خون میں تڑپ رہا ہے یہ دیکھ کر وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

فَاِذَا نَحْنُ بِہٖ یَتَشَحَّطُ فِی الدَّمِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا یا رسول اللہ! ہمارا وہ ساتھی جو ابھی ہمارے ساتھ بات کر رہا تھا ہمارے سامنے

فَقَالَ بِمَنْ تَظُنُّوْنَ اَوْ بِمَنْ تَرَوْنَ قَتَلَہٗ فَقَالُوْا نَرٰی اَنَّ الْیَھُوْدَ قَتَلَتْہُ

سے نکلا اور اب وہ خون میں تڑپ رہا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا

فَاَرْسَلَ اِلَی الْیَھُوْدِ فَدَعَاھُمْ فَقَالَ اَاَنْتُمْ قَتَلْتُمْ ھٰذَا فَقَالُوْا لَا قَالَ اَتَرْضَوْنَ

تم کسی کے بارے میں گمان کرتے ہو کہ اس نے اسے قتل کیا ہے تو ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارا گمان یہ ہے کہ اسے یہود نے

نَفَلَ خَمْسِيْنَ مِنَ الْيَهُوْدِ مَا قَتَلُوْهُ فَقَالُوْا مَا يُبَالُوْنَ يَقْتُلُوْنَا اَجْمَعِيْنَ ثُمَّ

قتل کیا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آدمی بھیج کر یہود کو بلوایا اور ان سے پوچھا کہ تم نے اس کو

يُنَفِّلُوْنَ قَالَ اَفَتَسْتَحِقُّوْنَ الدِّيَةَ بِاَيْمَانِ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ قَالُوْا مَا كُنَّا لِنَحْلِفَ

قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ ہم سے فرمایا کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ پچاس یہود اس بات پر قسم کھائیں کہ ہم نے

فَوَدَاهُ مِنْ عِنْدِهٖ قُلْتُ وَقَدْ كَانَتْ هُذَيْلٌ خَلَعُوْا خَلِيْعًا لَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ

اس شخص کو نہیں قتل کیا ہے لوگوں نے عرض کیا یہود کوئی پرواہ نہیں کریں گے کہ ہم سب کو قتل کر کے پھر قسم

فَطَرَقَ اَهْلُ بَيْتٍ مِنَ الْيَمَنِ بِالْبَطْحَاءِ فَانْتَبَهَ لَهُمْ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَحَذَفَهٗ

کھا جائیں کہ ہم نے نہیں قتل کیا ہے۔ فرمایا تم میں سے پچاس آدمی قسم کھالیں تو تم لوگ دیت کے مستحق ہوگے

بِالسَّيْفِ فَقَتَلَهٗ فَجَاءَتْ هُذَيْلٌ فَاَخَذُوا الْيَمَانِيَ فَرَفَعُوْهُ اِلٰى عُمَرَ بِالْمَوْسِمِ

انہوں نے عرض کیا کہ ہم قسم نہیں کھا سکتے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے ان کو دیت دی۔ میں

وَقَالُوْا قَتَلَ صَاحِبَنَا فَقَالَ اِنَّهُمْ قَدْ خَلَعُوْهُ فَقَالَ يُقْسِمُ خَمْسُوْنَ مِنْ

نے کہا کہ ھذیل نے زمانۂ جاہلیت میں ایک شخص کو اپنے قبیلے سے نکال دیا تھا۔ بطحا میں یمن کے کچھ لوگوں نے

هُذَيْلٍ مَا خَلَعُوْهُ قَالَ فَاَقْسَمَ مِنْهُمْ تِسْعَةٌ وَّاَرْبَعُوْنَ رَجُلًا فَقَدِمَ رَجُلٌ

رات میں آکر اس پر حملہ کر دیا اور تلوار سے اس کو قتل کر دیا۔ ھذیل آئے اور انہوں نے اس یمنی کو پکڑا اور

مِنْهُمْ مِنَ الشَّامِ فَسَاَلُوْهُ اَنْ يُقْسِمَ فَافْتَدٰى يَمِيْنَهٗ مِنْهُمْ بِاَلْفِ دِرْهَمٍ

ایام حج میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیا ان لوگوں نے عرض کیا اس یمنی نے ہمارے آدمی

فَاَدْخَلُوْا مَكَانَهٗ رَجُلًا اٰخَرَ فَدَفَعَهٗ اِلٰى اَخِي الْمَقْتُوْلِ فَقَرَنَتْ يَدُهٗ بِيَدِهٖ

کو قتل کر دیا۔ اس یمنی نے کہا ان لوگوں نے اس کو قبیلے سے علیحدہ کر دیا تھا تو حضرت عمر نے فرمایا ھذیل کے

قَالَ فَانْطَلَقْنَا وَالْخَمْسُوْنَ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِنَخْلَةَ اَخَذَتْهُمُ

پچاس آدمی قسم کھائیں کہ ہم نے اس کو علیحدہ نہیں کیا تھا ان میں سے انچاس آدمیوں نے قسم کھائی ھذیل کا

السَّمَاءُ فَدَخَلُوْا فِيْ غَارٍ فِي الْجَبَلِ فَانْهَجَمَ الْغَارُ عَلَى الْخَمْسِيْنَ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا

ایک شخص شام سے آیا اس سے لوگوں نے کہا کہ قسم کھالے اس نے انکار کیا اور اپنی قسم کے بدلے ہزار درہم دیا۔

فَمَاتُوْا جَمِيْعًا وَاَفْلَتَ الْقَرِيْنَانِ فَاتَّبَعَهُمَا حَجَرٌ فَكَسَرَ رِجْلَ اَخِي الْمَقْتُوْلِ

ھذیل نے اس کی جگہ دوسرے آدمی کو دیا اور مقتول کے بھائی کے پاس لے جا کر اس کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے ملا دیا

فَعَاشَ حَوْلًا ثُمَّ مَاتَ قُلْتُ وَقَدْ كَانَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ أَقَادَ رَجُلًا

راوی نے کہا ہم اور وہ پچاس جنہوں نے جھوٹی قسم کھائی تھی جب نخلہ میں پہنچے تو بارش ہونے لگی یہ پچاسوں

بِالْقَسَامَةِ ثُمَّ نَدِمَ بَعْدَ مَا صَنَعَ فَأَمَرَ بِالْخَمْسِينَ الَّذِينَ أَقْسَمُوا فَمُحُوا

پہاڑ کے اندر ایک غار میں چلے گئے۔ وہ غار ڈھ گیا اور یہ پچاسوں جنہوں نے جھوٹی قسم کھائی تھی سب کے سب مر گئے

مِنَ الدِّيوَانِ وَسَيَّرَهُمْ إِلَى الشَّامِ۔

اور وہ دونوں جنہوں نے آپس میں ہاتھ ملائے تھے بچ گئے۔ پیچھے سے ایک پتھر آکر مقتول کے بھائی کی ٹانگ میں لگا جس سے ٹانگ ٹوٹ گئی یہ ایک سال جیا پھر مر گیا۔ میں نے کہا اور عبدالملک بن مروان نے ایک شخص سے قسامت پر قصاص لیا اس کے بعد اس پر شرمندہ ہوا، اور ان پچاسوں کے نام جنہوں نے قسم کھائی تھی دفتر سے مٹا دئے اور انہیں شام جلاوطن کر دیا۔

## تشریحات ۲۸۵۷

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے چار حدیثیں اکٹھا ملا کر ذکر کی ہیں اول عنبسہ بن سعید کے اس قول تک ما عاش ھذا الشیخ بین اظھرھم۔ یہ پوری حدیث پہلے گزر چکی ہے اور اس پر بقدر ضرورت کلام کیا جا چکا ہے۔ دوسری حدیث وقد کان فی ھذا السنۃ سے لے کر فوادہ من عندہ تک تیسری حدیث قد کان ھذیل خلعوا سے لے کر فعاش حولا ثم مات تک اور چوتھی حدیث وقد کان عبدالملک بن مروان سے اخیر تک۔ اور یہ چاروں حدیثیں ابو قلابہ سے سند مذکور کے ساتھ مروی ہیں۔

قولہ الخلفاء۔ اس سے مراد حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عبدالملک بن مروان سفاک مراد ہے۔

قولہ نصبنی للناس۔ ابو قلابہ کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تخت کے پیچھے بیٹھا رکھا تھا ان کو حکم دیا کہ کھڑے ہو کر لوگوں سے بات کرو۔

قولہ رؤس الاجناد۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امین امت سیدنا عبیدہ بن جراح اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے طاعون عمواس میں انتقال فرمانے کے بعد شام پر متعین لشکر کے چار حصے کر دیے تھے۔ فلسطین، دمشق، حمص، قنسرین جن میں سے ایک پر سیف اللہ خالد بن ولید کو اور ایک پر یزید بن ابی سفیان کو اور ایک پر شرجیل بن حسنہ کو اور ایک پر عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو امیر مقرر فرمایا تھا۔ ان حضرات کے وصال کے بعد ان لشکروں کے سردار بدلتے رہے مگر بنیادی طور پر چار لشکر رہے۔

قولہ لو أن خمسین منھم۔ ابو قلابہ کے استدلال کی بنیاد اس پر ہے کہ بغیر شرعی بینہ کے جرم ثابت نہیں ہوگا اور مجرم کو سزا دینا جائز نہ ہوگا۔ بینہ کے لیے ضروری ہے کہ چشم دید

گواہ گواہی دیں اور جب کہ قسامت والے قصہ میں کسی نے قاتل کو قتل کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے تو پچاس آدمیوں کی گواہی غیر معتبر ہے کیونکہ وہ حقیقت میں گواہ ہی نہیں۔

اس پر حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں اس وقت کے حاضرین نے عُکل وعُرینہ والے مرتدین اور ڈاکوؤں سے استدلال پیش کیا کہ روایت کے بموجب یہ کہیں مذکور نہیں کہ ان مرتدین اور ڈاکوؤں کے خلاف کوئی چشم دید گواہی گزری ہو پھر بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو سزا دی جس کا جواب ابو قلابہ نے یہ دیا کہ اس قصہ کا قسامت سے کوئی تعلق نہیں ان کا جرم تین تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چرواہے کو ناحق قتل کیا اس کی آنکھ پھوڑی، ڈاکہ ڈالا اور اسلام سے مرتد ہو گئے اور سرکاری اونٹ ان کے یہاں سے برآمد ہوئے۔ اپنے مقصود پر استدلال میں ابو قلابہ نے حدیث پیش کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جب اس مقتول کا مقدمہ پیش ہوا جس کے قاتل کا حال معلوم نہیں تھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے مُدّعیوں سے قسم نہیں طلب فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ اگر پچاس یہود قسم کھالیں کہ ہم نے اس کو قتل نہیں کیا ہے تو تم لوگ یہود پر سے اپنا دعویٰ اٹھالو گے۔ ان لوگوں نے جب یہ عرض کیا کہ یہود کا کیا اعتبار؟ ہم سب کو قتل کر کے جھوٹی قسم کھالیں گے تو اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے پچاس آدمی قسم کھالیں تو میں یہود سے دیت دلا دوں۔ تو اس پر ان لوگوں نے قسم کھانے سے انکار کیا۔

شُرّاح کو اس پر حیرت ہے کہ ابو قلابہ نے ایک ہی مجلس میں اپنی کہی ہوئی بات کو خود ہی رد کر دیا۔ پہلے تو یہ کہا کہ اگر ایسے پچاس آدمی کسی مجرم کے بارے میں گواہی دیں جنہوں نے جرم کرتے نہیں دیکھا ہے تو ان کی گواہی مقبول نہیں اور جو حدیث بیان کی اس میں تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم لوگوں میں سے پچاس آدمی قسم کھالیں تو تم دیت کے مستحق ہو جاؤ گے اسی لیے بعض حضرات نے فرمایا کہ ابو قلابہ روایت میں کتنے ہی ثقہ ہوں مگر اہلِ علم سے نہیں۔

قولہ فوداہ من عندہ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازراہِ کرم اولیاء مقتول پر مہربانی فرماتے ہوئے اپنے پاس سے اس کی دیت ادا فرما دی۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کا اندیشہ تھا کہ اولیاء مقتول اشتعال میں آکر یہود کو قتل کر دیتے۔ دیت پانے کے بعد بہرحال ان کا اشتعال ختم نہیں تو کم ضرور ہو گیا ہو گا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ یہ دیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقہ کے اونٹوں سے دی تھی۔

قولہ خلیعًا۔ یہ خَلَعَ یَخْلَعُ سے خلیع بمعنی مفعول ہے۔ قبیلہ والے جب کسی سے ناراض ہو کر اسے قبیلہ سے باہر کر دیتے ہیں تو اسے خلیع کہتے ہیں۔

قولہ قد خلعوہ۔ قاتل کی صفائی کا حاصل یہ تھا کہ جب ھذیل نے اس شخص کو اپنے قبیلہ سے نکال دیا تھا تو اس کے قصاص کے مطالبہ کرنے کا حق انہیں نہیں ھذیل نے اس سے انکار کیا کہ انہوں نے اسے اپنے قبیلے سے نکال دیا تھا۔ اس بنا پر ان سے قسم لی گئی۔

قولہ بنخلۃ۔ نخلہ مکہ معظمہ کے قریب ایک رات کی مسافت پر ایک جگہ کا نام ہے۔

اس قصہ کے ذکر کا مقصد صرف یہ ہے کہ جھوٹی قسم کھانے کا انجام ہلاکت ہوتا ہے لیکن ابو قلابہ کے مقصود پر اس سے استدلال کسی طرح واضح نہیں کیونکہ یہ مذکور ہی نہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ کیا کیا۔ قاتل سے قصاص کا حکم دیا یا دیت کا اس واقعہ سے بھی ابو قلابہ کے مقصود پر کوئی روشنی نہیں پڑتی اس لیے کہ یہ قصہ باب قسامت سے ہے ہی نہیں کیونکہ قسامت تو وہاں ہوتی ہے جہاں قاتل کا پتہ نہ ہو اور یہاں تو قاتل پکڑا گیا۔ اسے عدالتِ عالیہ میں پیش کیا گیا اسے خود قتل کا اقرار بھی تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

رہ گیا عبدالملک بن مروان سفاک کا عمل کہ اس نے قسامت پر قصاص لیا پھر بعد میں شرمندہ ہوا یہ ہمارے نزدیک کوئی قابل اقتدا بات نہیں۔ سیاق سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ اس نے پچاس آدمیوں سے اس پر قسم لی تھی کہ فلاں شخص نے یا فلاں قوم نے قتل کیا ہے۔ لیکن جب عبدالملک اس پر نادم ہوا اور ان قسم کھانے والوں کو سزا دی وہ بھی جلا وطنی کی تو اس کی طرف یہ نسبت کرنا کہ عبدالملک سفاک نے قسامت پر قصاص لیا درست نہیں۔

قولہ سیرھم الی الشام۔ غالباً یہ قصہ اس وقت پیش آیا تھا جب یہ سفاک حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کرنے عراق آیا تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ حکم دمشق میں دیا ہو اور یہ قسم کھانے والے کسی اور جگہ کے تھے ان پر پابندی لگا دی کہ اب یہ شام ہی میں رہیں گے اپنے وطن نہیں جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

علامہ قالبسی نے فرمایا کہ انہوں نے صرف ابن ابی قلابہ کے کہنے سے قسامت کو باطل جانا جب کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے اور خلفاء راشدین کے عمل سے ثابت ہے جب کہ ابو قلابہ کا سوئے حفظ اس سے ظاہر ہے کہ انصار کے قصے کو خیبر کے قصے سے بدل دیا اور سوء فہم اس سے ظاہر ہے کہ خلیع کی حکایت ذکر کی جس کو قسامت سے کوئی لگاؤ نہیں۔

**مذاہب** باب المناقب میں مذکور ہو چکا کہ قسامت زمانۂ جاہلیت سے چلی آ رہی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس کو باقی رکھا۔ اب علماء کا اس بارے میں تین مذہب ہے۔ اول یہ کہ قسامت کے مطابق فیصلہ میں توقف کیا جائے۔ یہ سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ابو قلابہ اور عمر بن عبدالعزیز اور حکم بن عتیبہ کا مذہب ہے

اور جو لوگ قسامت کو تسلیم کرتے ہیں ان میں بھی دو گروہ ہے پہلا گروہ یہ کہتا ہے کہ قتل کے مدعیوں سے قسم لی جائے گی جب وہ قسم کھالیں گے تو ان کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا۔ یہ یحییٰ بن سعید، ابوالزناد اور ربیعہ اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد اور لیث بن سعد کا مذہب ہے لیکن یہ مذہب حدیث مشہور "البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر" کے معارض ہے اس کا جواب یہ لوگ یہ دیتے ہیں کہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے جو روایت آئی ہے اس میں قسامت کا استثناء ہے جسے بیہقی نے روایت کیا عثمان بن حسن بن صالح سفیان ثوری، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، عبداللہ بن شبرمہ، عامر شعبی، ابراہیم نخعی اور امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد، رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ قسامت میں مدعی پر قسم نہیں صرف مدعیٰ علیہم پر قسم ہے اور قسم کھانے کے بعد بری نہ ہوتے ان پر دیت واجب ہوگی۔ اور یہی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

اور عمرو بن شعیب کی حدیث کا جواب یہ دیا کہ وہ لائق احتجاج نہیں، اس میں پانچ علتِ قادحہ ہیں جس کو علامہ عینی نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

## اشکال اور جواب

بُشیر بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سعید بن عبید کے بطریق امام بخاری نے روایت کی ہے اس میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدعیوں سے فرمایا کیا تم لوگ کوئی بینہ پیش کرتے ہو انہوں نے عرض کیا ہمارے پاس کوئی بینہ نہیں لیکن مسلم میں جو روایت بطریق یحییٰ بن سعید ہے اس میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم پچاس شخص قسم کھا سکتے ہو؟

ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے سعید بن عبید کی حدیث میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے بینہ طلب فرمایا اور بطریق یحییٰ بن سعید یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدعیوں سے قسم کھانے کو کہا۔

**حل** — علامہ عینی وغیرہ نے متعدد محدثین سے نقل فرمایا کہ یحییٰ بن سعید کی روایت سعید بن عبید کی روایت کے بالمقابل زیادہ صحیح ہے بلکہ ابوعمرو نے کہا کہ بہت سے محدثین نے کہا کہ سعید بن عبید کی روایت میں خطا ہے اور ان لوگوں نے امام بخاری پر اس وجہ سے تنقید کی کہ انہوں نے سعید بن عبید کی حدیث ذکر کی اور یحییٰ بن سعید کی حدیث ترک کی۔ اُصیلی نے کہا کہ یحییٰ سے اس حدیث کو شعبہ، سفیان بن عیینہ، عبدالوہاب ثقفی، عیسیٰ بن حماد، بشر بن مفضل نے مسنداً روایت متصل کے ساتھ ذکر کیا اور امام مالک مرسلاً۔ انہوں نے بشیر بن یسار سے روایت کیا اور سہل بن ابی حثمہ کو ذکر نہیں کیا۔ امام احمد نے فرمایا کہ قسامت میں میرا مذہب وہ حدیث ہے جو یحییٰ بن سعید نے بُشیر سے روایت کی

اسے بہت سے حفاظ نے موصولاً روایت کیا اور یہ سعید بن عبید کی تحدیث سے زیادہ صحیح ہے امام نسائی نے فرمایا کہ سعید بن عبید کی اس روایت پر کسی نے متابعت نہیں کی۔

لیکن اس کے برخلاف ابوالقاسم بلخی نے معرفت الرجال میں ذکر کیا کہ ابن اسحاق نے کہا کہ میں نے عمرو بن شعیب کو مسجد حرام میں قسم کھاتے ہوئے سنا کہ سہل بن ابی حثمہ کی حدیث قسامت کے بارے میں اس طرح نہیں جیسا انہوں نے بیان کیا ان کو وہم ہوا۔

**اقول وھو المستعان** ۔ ابو عمرو نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو احکام مروی ہیں ان میں میں نے اتنا اضطراب نہیں دیکھا جتنا قسامت میں ہے آثار اس میں آپس میں متضاد ہیں ایک دوسرے کے خلاف ہیں حالانکہ واقعہ ایک ہی ہے اسی بنا پر احناف نے حدیث مشہور "البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر" کے مطابق مدعی پر قسم نہیں رکھا۔ صرف مدعیٰ علیہم پر قسم رکھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## بابُ جَنِینِ الْمَرْأَۃِ صـ۱۰۲۰ عورت کے حمل ساقط کرنے کا حکم۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۸۵۸ | عَنِ الْمُغِیرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّہٗ اسْتَشَارَھُمْ |
| | حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورت کے حمل کے ساقط کرنے کے بارے میں لوگوں سے مشورہ کیا |
| | فِیْ اِمْلَاصِ الْمَرْأَۃِ فَقَالَ الْمُغِیْرَۃُ قَضَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ |
| | تو مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غرّہ دینے کا حکم |
| | بِالْغُرَّۃِ عَبْدٍ اَوْ اَمَۃٍ فَشَھِدَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَۃَ اَنَّہٗ شَھِدَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ |
| | دیا غلام ہو یا باندی، محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گواہی دی کہ یہ اس وقت موجود تھے |
| | تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَضٰی بِہٖ عـہ |
| | جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا تھا۔ |

**تشریحات ۲۸۵۸**

اس کے بعد والی حدیث میں جو بطریق ہشام عن ابیہ مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو قسم دے کر پوچھا کہ تم میں سے کسی نے اسقاط کے بارے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غرّہ کا حکم دیا تھا غلام ہو یا باندی،

عـہ اسی بخاری میں ایک حدیث کے بعد، ابوداؤد دیات۔

تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس پر کوئی گواہ لاؤ تو محمد بن مسلمہ نے گواہی دی۔

غُرَّۃٌ ۔ گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی کو کہتے ہیں یہاں مراد وہ غلام یا باندی ہے جس کی قیمت دیت کا بیسواں حصہ ہو، ابو عمرو بن یعلیٰ نے کہا کہ غرّہ کے معنی گورے غلام یا گوری باندی کے ہیں وہ کہتے تھے کہ یہاں کالا غلام یا کالی لونڈی دینا کافی نہیں۔ حمل ساقط کرنے میں غرّہ اس وقت واجب ہے جب حمل مُردہ گرا ہو اور اگر زندہ ساقط ہوا پھر مر گیا تو پوری دیت واجب ہے۔ اگر کسی نے حاملہ عورت کو ایسا مارا یا ڈرایا یا دھمکایا یا کوئی ایسا کام کیا جس کی وجہ سے حمل ساقط ہو گیا اگرچہ اس کے اعضا کی خلقت مکمل نہیں ہوئی تھی بلکہ صرف بعض اعضا ظاہر ہوئے تھے تو مارنے والے کے عاقلہ پر مرد کی دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ سو درہم واجب ہوں گے جو سال بھر میں ادا کیے جائیں گے۔ عاقلہ سے قاتل کے آبائی رشتے دار مراد ہیں۔

بَابُ جَنِيْنِ الْمَرْأَةِ وَأَنَّ الْعَقْلَ عَلَى الْوَالِدِ وَعَصَبَةِ الْوَالِدِ لَا عَلَى الْوَلَدِ۔ ص ۱۰۲۰

عورت کے حمل کے ساقط کرنے کا بیان اور یہ کہ اس کی دیت والد پر ہے اور والد کے عصبہ پر ہے لڑکے پر نہیں۔

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ |
| ۲۸۵۹ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ھذیل کی دو عورتیں آپس میں لڑیں ان میں سے |
| تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرٰى بِحَجَرٍ | |
| ایک نے دوسری کو پتھر پھینک کر مارا اُسے بھی مار ڈالا اور اس کے پیٹ کے بچے کو بھی مار ڈالا۔ نبی صلی اللہ | |
| فَقَتَلَهَا وَمَا فِيْ بَطْنِهَا فَاخْتَصَمُوْا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضٰى أَنَّ دِيَةَ | |
| تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں معاملہ پیش ہوا تو فیصلہ فرمایا کہ بچہ کی دیت غرّہ ہے غلام ہو یا باندی۔ اور | |
| جَنِيْنِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ وَلِيْدَةٌ وَقَضٰى دِيَةَ الْمَرْأَةِ عَلٰى عَاقِلَتِهَا۔ | |
| عورت کی دیت عاقلہ پر ہے۔ | |

**تشریحات** ۲۸۵۹

یہ حدیث کتاب الفرائض میں گزر چکی ہے۔ یہاں تھوڑی سی تفصیل ہے اس لیے اس کو یہاں بھی لکھا۔ یہاں یہ ہے کہ ھذیل کی دو عورتوں نے لڑائی کی اور دوسری روایتوں میں یہ ہے کہ یہ بنی لحیان کی تھیں دونوں میں تعارض نہیں اس لیے کہ بنی لحیان ھذیل ہی کی شاخ ہیں۔ یہاں پتھر مارنے والی عورت سے دو جرم ثابت ہوئے ایک تو اسقاط کا، دوسرے حاملہ کے قتل کا۔ اسقاط پر غرّہ واجب ہے اور اس قتل پر دیت۔ اور دونوں قاتلہ کے عاقلہ

پر ہے۔ اور عاقلہ سے مراد باپ اور باپ کے ذریعہ سے دوسرے رشتہ دار ہیں۔ اس روایت میں "عاقلتها" ہے اور دوسری روایتوں میں "عصبتها" ہے۔ دونوں کا حاصل ایک ہے۔ گزر چکا کہ عاقلہ باپ اور باپ کے ذریعہ دوسرے رشتہ دار کو کہتے ہیں۔

دیت باپ اور اس کے عصبہ پر ہے، بیٹے پر نہیں اس کے ثبوت میں علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اُسامہ بن عمیرؓ کی روایت میں ہے کہ قاتلہ کے باپ نے کہا کہ اس کی دیت اس کے بیٹے دیں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیت عصبہ پر ہے۔ تقابل سے ثابت ہو گیا کہ بیٹے پر دیت نہیں۔

## بَابُ مَنِ اسْتَعَارَ عَبْدًا اَوْ صَبِيًّا

جس نے غلام یا بچے کو کام کرنے کے لیے مانگا۔ ص ۱۰۲۱

| ت | وَيُذْكَرُ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ بَعَثَتْ اِلٰى مُعَلِّمِ الْكُتَّابِ اِبْعَثْ اِلَيَّ غِلْمَانًا |
|---|---|
| ۸۱۳ | اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مکتب کے معلم کے پاس آدمی بھیجا کہ میرے پاس |
| | يَنْفُثُوْنَ صُوْفًا وَلَا تَبْعَثْ اِلَيَّ حُرًّا۔ |
| | کچھ بچوں کو بھیج دے کہ اُون دھن دیں اور کسی آزاد کو مت بھیجنا۔ |

**تشریح ۸۱۳** اس تعلیق کو امام وکیع بن جرّاح نے بروایت معمر عن سفیان عن ابن المنکدر عن ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کیا ہے۔ لیکن یہ منقطع ہے اس لیے کہ محمد بن مُنکدر نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نہیں سُنا ہے۔

باب میں اِسْتَعَارَ "ر" کے ساتھ نسفی اور اسماعیلی کی روایت ہے لیکن اکثر روایت "استعان" ہے۔ اس باب کو امام بخاری نے کتاب الدیات میں اس مناسبت سے ذکر کیا ہے کہ اگر یہ لڑکا مر گیا تو اس کی دیت ہے یا نہیں اور ہے تو کس پر ہے توضیح میں ہے کہ اگر کسی آزاد بالغ سے کوئی کام لیا خواہ مُفت یا اجارہ پر اور اس کو چوٹ وغیرہ لگ گئی تو اس میں کسی کے نزدیک ضمان نہیں۔ اگر وہ کام ایسا ہے جس میں خطرہ نہ ہو البتہ جس نے اس پر جنایت کی اور زیادتی کی اس پر ضمان ہے۔ اور اگر کسی بالغ غلام سے کام لیا اور وہ ہلاک ہو گیا تو اگر وہ کام پُرخطر ہے اور اگر اس کے آقا کے پوچھے بغیر وہ کام لیا تھا تو اس پر ضمان ہے۔ مثلاً کنواں کھدوانے لگایا سفر میں بھیج دیا۔ امام مالک کا قول یہ ہے کہ اس پر ضمان نہیں خواہ مالک نے اجازت دی ہو یا نہ دی ہو۔ ہاں اگر زیادہ خطرناک کام میں لگایا تو اس پر ضمان ہے۔ اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اگر آزاد نابالغ بچے سے کام لیا یا مولیٰ کے بغیر اجازت غلام سے کام لیا اور وہ ہلاک ہو گئے تو وہ غلام کی قیمت کا ضامن ہے اور آزاد بچے کی دیت کا بھی اور یہ دیت اس کے

عاقلہ پر ہو گی۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غلاموں کی تخصیص فرمائی اس لیے کہ انہیں معلوم تھا کہ ان کے آقا میرا کام کرنے پر برا نہیں مانیں گے۔

## بَابُ الْعَجْمَاءُ جُبَارٌ ص ۱۰۲۱ جانوروں کی جنایت پر کچھ نہیں۔

**توضیح** امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جانور اگر کسی کو مار ڈالیں یا کوئی چیز تلف کر دیں نہ اس میں قصاص ہے نہ ضمان خواہ زخم پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو دن ہو یا رات خواہ اس کے ساتھ کوئی ہو یا نہ ہو ہاں اگر اس کے ساتھ کوئی ہو اور وہ قصداً جانور کو نقصان کرنے پر ابھارے تو اب وہ ضامن ہو گا۔ اور بقیہ تینوں ائمہ نے فرمایا کہ اگر جانور کے ساتھ کوئی ہو تو وہ ضامن ہو گا۔ ہماری دلیل باب کی حدیث ہے کہ فرمایا اَلْعَجْمَاءُ عَقْلُهَا جُبَارٌ۔ جانور کی جنایت کی دیت ساقط ہے۔

اَلْعَجْمَاءُ۔ اَعْجَم کا مؤنث ہے۔ اور امام ترمذی نے فرمایا کہ بعض اہل علم نے کہا کہ عجماء وہ جانور ہے جو مالک سے بھاگا ہوا اور اس حالت میں جو نقصان کرے تو کسی پر تاوان نہیں۔

| | |
|---|---|
| ت | وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ كَانُوْا لَا يُضَمِّنُوْنَ مِنَ النَّفْحَةِ وَيُضَمِّنُوْنَ |
| ۸۱۴ | اور ابن سیرین نے فرمایا صحابہ و تابعین کے علما جانور کے لات مارنے میں ضامن |
| | مِنْ رَدِّ الْعِنَانِ. |
| | نہیں بناتے تھے اور لگام کھینچنے پر ضامن بناتے تھے۔ |

**تشریح ۸۱۴:** اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص جانور پر سوار ہو کر جا رہا ہے اور جانور نے کسی کو لات مار دیا تو سوار پر کوئی جرم عائد نہیں ہوتا لیکن اگر سوار نے لگام کھینچی اس پر جانور نے کسی کو لات مارا یا جانور سے کوئی کچل گیا تو سوار ضامن ہے اس سے ارش لی جائے گی۔

| | |
|---|---|
| ت | وَقَالَ حَمَّادٌ لَا يُضَمَّنُ مِنَ النَّفْحَةِ إِلَّا أَنْ يَنْخُسَ إِنْسَانُ الدَّابَّةَ |
| ۸۱۵ | اور امام حماد نے فرمایا لات مارنے پر ضمان نہیں مگر یہ کہ کوئی انسان چوپائے کو کوچے۔ |
| ت | وَقَالَ شُرَيْحٌ لَا تَضْمَنُ مَا عَاقَبَ أَنْ يَضْرِبَهَا فَتَضْرِبَ بِرِجْلِهَا. |
| ۸۱۶ | اور امام شریح نے کہا جانور اگر بدلہ لے تو ضامن نہیں مثلاً اسے کسی نے مارا جس پر وہ اپنے پاؤں سے مار دے۔ |

ت وَقَالَ الْحَكَمُ وَحَمَّادٌ إِذَا سَاقَ الْمُكَارِي حِمَارًا عَلَيْهِ امْرَأَةٌ فَنَخَرَ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ.

۸۱۷ اور حکم و حماد نے کہا کہ کرایہ دار جب گدھے کو ہانکے اور اس پر کوئی عورت تھی جو گر پڑی تو کرایہ دار پر کچھ نہیں۔

ت وَقَالَ الشَّعْبِيُّ إِذَا سَاقَ دَابَّةً فَأَتْبَعَهَا فَهُوَ ضَامِنٌ لِمَا أَصَابَتْ وَإِنْ كَانَ خَلْفَهَا مُتَرَسِّلًا لَمْ يَضْمَنْ.

۸۱۸ امام شعبی نے فرمایا کہ ہانکنے والا جب جانور کو تھکا ڈالے اور وہ کوئی نقصان کر دے تو ہانکنے والا ضامن ہوگا اور اگر پیچھے ہے اور ہانک نہیں رہا ہے تو ضامن نہ ہوگا۔

**تشریح ۸۱۸:۔** اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سندِ متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ "متر سلا" کے معنی یہ ہے کہ جانور کو نہ ہانک رہا ہے اور نہ روک رہا ہے بلکہ اس کو اس کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## كِتَابُ اِسْتِتَابَةِ الْمُعَانِدِيْنَ وَالْمُرْتَدِّيْنَ وَقِتَالِهِمْ ـ اِثْمُ مَنْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ وَعُقُوْبَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ ص ۱۰۲۲

معاندین و مرتدین سے توبہ کروانے اور اُن سے لڑنے کا بیان۔ نیز جو اللہ کے ساتھ شرک کرے اس کی دنیا و آخرت میں سزا۔

**تشریح** معاندین سے مُراد وہ لوگ ہیں جو جان بوجھ کر حق بات کو رَد کریں اور اہل سنت کے طریقے سے ہٹے ہوئے ہوں، اور مرتدین سے مُراد وہ لوگ ہیں جو اسلام قبول کرکے کُفر اختیار کریں یا دعوئ اسلام کے ساتھ کُفر کا ارتکاب کریں۔ شرک سے مُراد یہ ہے کہ اللہ کی ذات یا صفات یا افعال یا عبادت میں کسی کو شریک کرے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ وَلَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

(سورہ زمر آیت ۶۵)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک شرک بھاری ظلم ہے۔ اور اے مخاطب (کسے باشد) اگر تم شرک کرو گے تو تمہارے عمل اکارت ہو جائیں گے اور تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔

**توضیح** "لَئِنْ اَشْرَكْتَ" میں اگرچہ خطاب بظاہر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے لیکن مراد دوسرے لوگ ہیں۔ علما کا اس میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی ایمان لانے کے بعد مُرتد ہو جائے اور پھر ایمان لائے تو مُرتد ہونے سے پہلے کے اس کے اعمالِ حسنہ معتبر ہیں یا نہیں۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ وہ معتبر نہیں۔ اس کی دلیل یہ آیۂ کریمہ ہے جب اعمال اکارت ہو گئے تو پھر اس کے اعتبار کے کیا معنیٰ۔

**حدیث ۲۸۶۰** عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے

رَجُلٌ اَلَّا نُؤَاخَذُ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ مَنْ اَحْسَنَ فِي الْاِسْلَامِ لَمْ يُؤَاخَذْ

زمانۂ جاہلیت میں جو برائیاں کی ہیں ان پر ہم سے مواخذہ ہو گا؟ فرمایا جس نے اسلام میں اچھا کام کیا تو اس سے زمانۂ

بِمَا عَمِلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَنْ اَسَاءَ فِي الْاِسْلَامِ اُخِذَ بِالْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ ۔ ع

جاہلیت کی برائیوں پر مواخذہ نہیں ہو گا۔ اور جس نے بُرا کام کیا اس سے اگلے پچھلے سب پر مواخذہ ہو گا۔

ع مسلم۔ ایمان۔

**تشریحات:** "اَسَاءَ" کے معنی بُرائی کرنے کے ہیں اور بُرائی معاصی کو بھی شامل ہے تو حدیث کا ظاہر یہ چاہتا ہے کہ کوئی کافر اسلام قبول کرلے اور حالتِ اسلام میں گناہ کا ارتکاب کرلے تو اس سے زمانۂ کفر کے معاصی پر بھی مؤاخذہ ہوگا۔ حالانکہ یہ قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ اور اجماع کے خلاف ہے کہ اسلام سے زمانۂ کفر کے تمام گناہ مع کفر کے ختم ہوجاتے ہیں۔ ارشاد ہے۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ. کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ اپنے کفر سے باز آجائیں گے مَّا قَدْ سَلَفَ (سورۂ انفال آیت ۳۸) تو ان کے سارے وہ گناہ جو (اسلام سے پہلے) ہوچکے ہیں سب معاف کردیئے جائینگے

حدیث میں ہے اَلْاِسْلَامُ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهٗ۔ اسلام پہلے کے سارے گناہ ڈھا دیتا ہے۔

جواب یہ ہے کہ "اَسَاءَ" سے مراد یہاں یہ ہے کہ اس نے دل سے ایمان قبول نہیں کیا منافق رہا۔

بَابُ حُكْمِ الْمُرْتَدِّ وَالْمُرْتَدَّةِ صـ ۱۰۲۲ مُرتد مرد و عورت کا حکم۔

| ت | وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَالزُّهْرِيُّ وَاِبْرَاهِيْمُ يُقْتَلُ الْمُرْتَدَّةُ۔ |
|---|---|
| ۸۱۹ | حضرت ابن عمر اور زہری اور ابراہیم نے کہا مُرتد عورت کو قتل کیا جائے گا۔ |

**تشریحات ۸۱۹** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے اور امام زہری و امام نخعی کی تعلیق کو امام عبدالرزاق نے سندِ متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ان آثار کے ذکر کرنے سے مقصود امام بخاری کا یہ ہے کہ مُرتد مرد ہو یا عورت دونوں کا حکم ایک ہے دونوں کو قتل کیا جائے گا۔ لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ عورت اگر مرتد ہوجائے تو اُسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ ——— اُسے قید کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اسلام قبول کرے یا مرجائے۔

واستتابهم (۱) وَقَالَ اللّٰهُ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ

اور اللہ ایسی قوم کو کیسے ہدایت دے گا جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے اور یہ گواہی دے چکے تھے کہ رسول حق پر ہیں۔ اور انہیں کھلی نشانیاں آچکی تھیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا ان کا بدلہ یہ ہے کہ اُن پر اللہ اور فرشتوں سب کی لعنت ہے ہمیشہ اس میں رہیں گے نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہوگا اور نہ انہیں ہدایت دی جائے گی مگر جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی اور درست رہے تو ضرور اللہ بخشنے والا مہربان ہے بے شک

أَصْلَحُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ــــ (آل عمران آیت ۹۰)

(۲) وقولہ۔ وَإِن تُطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ (آل عمران آیت ۱۰۰)

(۳) وَقَالَ۔ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا (سورۂ نساء آیت ۱۳۷)

(۴) وَقَالَ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ۔ (مائدہ ۵۴)

(۵) وَقَالَ وَلَٰكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِن بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ۔

(سورۂ نحل آیت ۱۰۶ تا ۱۱۰)

ــــ جو ایمان لاکر کافر ہوئے پھر کفر میں اور بڑھے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔ اور یہی لوگ بہکے ہوئے ہیں۔

اگر تم کچھ اہل کتاب کے کہنے پر چلے تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر بنا کر چھوڑیں گے۔

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ انہیں راہ دکھائے گا۔

اور تم میں جو بھی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے ہوں گے اور اللہ ان کا پیارا ہوگا۔

ہاں جو دل کھول کر کافر ہو تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے اللہ کا عذاب ہے یہ اس لئے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی آخرت سے پیاری جانی، اور اس لئے کہ اللہ ایسے کافروں کو ہدایت نہیں دیتا یہ وہ ہیں جن کے دل اور کان اور آنکھوں پر اللہ نے مہر کر دی ہے اور یہ لوگ غفلت میں پڑے ہیں ضرور یہ لوگ آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں پھر بے شک تمہارا رب ان کے لئے جنہوں نے اپنے گھر چھوڑے ستائے جانے کے بعد اور اس کے بعد انہوں نے جہاد کیا اور صابر رہے بے شک تمہارا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

.....

www.sirat-e-mustaqeem.net

(۶) وَقَالَ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔

(سورۂ بقرہ آیت ۲۱۷)

اور یہ لوگ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر ان سے بن پڑے اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہو کر مرے تو ان کے سارے اعمال اکارت ہیں دنیا اور آخرت میں اور یہ دوزخی ہیں انہیں دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے۔

**توضیح** پانچویں نمبر کی آیت ۲ میں تھا "لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ" امام بخاری نے "لَا جَرَمَ" کے بعد یہ اضافہ کیا ہے "يَقُولُ حَقًّا" یہ "لَا جَرَمَ" کے معنی بتائے ہیں ان آیات میں ایمان کے بعد ارتداد کی متعدد سزائیں مذکور ہیں۔ ان پر اللہ کی لعنت ہے ان پر فرشتوں کی لعنت ہے سب لوگوں کی لعنت ہے۔ وہ لعنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا انہیں سیدھی راہ نہیں دکھائے گا۔ ان پر اللہ کا غضب ہے ان کے لیے بھاری عذاب ہے۔ یہ لوگ کافر ہیں۔ یہ لوگ نقصان میں ہیں ان کے اعمال صالحہ سب اکارت ہو گئے یہ لوگ جہنمی ہیں یہ لوگ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ مرتدین کا آخرت کا عذاب ہے دنیا میں ان کی کیا سزا ہے وہ اس باب کے ضمن میں جو حدیثیں لائے ہیں ان سے ظاہر ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ ان کی سزا قتل ہے۔

بَابُ إِذَا عَرَّضَ الذِّمِّيُّ وَغَيْرُهُ بِسَبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُصَرِّحْ نَحْوَ قَوْلِهِ السَّامُ عَلَيْكَ۔ ص ۱۰۲۳

جب ذمی وغیرہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کنایۃً بُرا کہیں اور صراحت نہ کریں جیسے کہیں اَلسَّامُ عَلَيْكَ۔

**توضیح** ذمی وغیرہ سے مُراد مُستامن اور مُعاہد ہے تعریض سے مُراد یہ ہے کہ ایسی بات کہے جس کا ایک معنی تنقیص کا ہو اور دوسرا معنی تنقیص سے خالی ہو امام بخاری نے یہ تصریح نہیں فرمائی کہ اس بارے میں ان کا مذہب کیا ہے بلکہ اس کے ضمن میں جو حدیثیں لائے ہیں اس سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ ان کا مذہب یہ ہے کہ اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اسے کوئی سزا بھی نہیں دی جائے گی بلکہ جیسا جملہ کہے اسی کے مناسب تعریضی جملہ کہہ دیا جائے مگر اس پر امت کا اجماع ہے کہ جو بدبخت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے اس کی سزا قتل ہے اگرچہ توبہ کرلے جیسا کہ کعب بن اشرف اور ابو رافع کا واقعہ مشہور ہے۔ امام عبدالرزاق نے روایت کی کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کو بُرا کہا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کون میرے دشمن سے میری کفایت کرے گا؟ حضرت زبیر نے فرمایا میں! حضرت زبیر نے اُسے قتل کر دیا۔ ایسا ہی ایک واقعہ اور بھی ہے کہ ایک شخص نے تنقیصِ شان کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو بھیج کر اُسے قتل کرا دیا۔

| حدیث | عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ |
|---|---|
| ۲۸۶۱ | حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک یہودی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ |
| | رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ مَرَّ يَهُوْدِيٌّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ |
| | وسلم کے قریب سے گزرا اور اس نے کہا اَلسَّامُ عَلَيْكَ "تم پر موت ہو" تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ |
| | فَقَالَ السَّامُ عَلَيْكَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْكَ. فَقَالَ |
| | علیہ وسلم نے فرمایا وَعَلَيْكَ "اور تجھ پر" پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگوں کو |
| | رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَدْرُوْنَ مَا يَقُوْلُ قَالَ السَّامُ عَلَيْكَ |
| | معلوم ہے کہ یہ کیا کہہ رہا ہے اس نے کہا ہے تم پر موت ہو صحابۂ کرام نے عرض کیا |
| | قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَا نَقْتُلُهُ قَالَ لَا إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ |
| | کیا ہم اُسے قتل نہ کر دیں؟ فرمایا نہیں۔ جب اہل کتاب سلام کریں تو جواب میں تم |
| | فَقُوْلُوْا وَعَلَيْكُمْ [1] |
| | لوگ وعلیکم کہہ دو۔ |

**تشریحات ۲۸۶۱** جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ذمی اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے تو اُسے قتل نہیں کیا جائے گا ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔ اس میں صراحۃً ہے کہ اُسے قتل نہ کرو۔ نیز اسی مضمون کی حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے اگرچہ اس میں یہ مذکور نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس گستاخ کے قتل کرنے سے منع فرمایا لیکن اگر اس کی سزا قتل ہوتی تو اس کے قتل کرنے کا ضرور حکم ہوتا اس سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ ذمی وغیرہ اگر گستاخی کریں تو انہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔

---

[1] نسائی۔ الیوم واللیلۃ۔

بَابُ قِتَالِ الْخَوَارِجِ وَالْمُلْحِدِيْنَ بَعْدَ إِقَامَةِ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ وَقَوْلُ اللّٰهِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُوْنَ (سورہ توبہ آیت ۱۱۵)

خارجیوں اور ملحدوں کو حجت قائم کرنے کے بعد قتل کر دینا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت کر کے گمراہ فرمائے جب تک انہیں صاف صاف بتا نہ دے کہ کس چیز سے انہیں بچنا ہے۔

صـ ۱۰۲۴

**توضیح** خوارج "خَارِجَةٌ" کی جمع ہے جو صفت ہے طائفۃ کی۔ مشہور باطل فرقہ جس کی ابتدا امیر المومنین مولی المسلمین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں واقعہ تحکیم کے بعد ہوئی جن کے کچھ مخصوص عقائد ہیں جو اہلسنت کے خلاف ہیں مثلاً گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر کہنا اور خلافت کے لیے قریشی ہونے کی شرط نہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔

"مُلْحِدِيْنَ" ملحد کی جمع ہے ملحد کے معنی حق سے ہٹ کر باطل کی طرف جھکنے والا ہے جب معاذ اللہ کوئی خارجی یا ملحد ہو جائے تو سلطان اسلام پر فرض ہے کہ ان سے جنگ کرے مگر جنگ سے پہلے ضروری ہے کہ افہام و تفہیم کر لی جائے جیسا کہ مولی المسلمین امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا تھا پہلے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھیجا کہ انہیں سمجھائیں انہوں نے خوارج سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حَکَم مان کر شرک کیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ" صرف اللہ ہی کے لیے حکم ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جب میاں بیوی میں جھگڑا ہو جائے تو شوہر اپنی طرف سے ایک کو حَکَم بنائے اور بیوی اپنی طرف سے۔ ارشاد ہے فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا۔ ایک حَکَم شوہر کے اہل سے بھیجو اور ایک حَکَم بیوی کے اہل سے بھیجو۔ یہ سن کر تقریباً تین ہزار خوارج تائب ہو کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آملے۔ بقیہ اپنی ضد پر اڑے رہے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے جنگ کر کے تقریباً سبھی کو تہ تیغ کر دیا۔

چونکہ خوارج اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اس لیے کچھ لوگوں پر خوارج کا قتل کیا جانا گراں گزرا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ خارجی مقتولین میں تلاش کرو ایک شخص ایسا ہوگا جس کا ہاتھ عورت کے پستان کے مثل ہوگا اگر مقتولین میں ایسا شخص مل گیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق تم نے بدترین خلائق کو قتل کیا۔ لاشوں کے ڈھیر میں ایسا مقتول ملا جس سے سب لوگوں کو اطمینان ہو گیا جیسا کہ "بابُ من ترك قتل الخوارج" میں خود امام بخاری نے حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حدیث روایت فرمائی ہے

اس میں بالاختصار مذکور ہے۔

| | |
|---|---|
| ف | وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰهِ وَقَالَ إِنَّهُمْ |
| ۸۲۰ | اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو بدترین مخلوق جانتے تھے اور فرمایا کہ یہ لوگ ان |
| | انْطَلَقُوْا إِلٰى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ. |
| | آیتوں کو جو کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں مسلمانوں پر ڈھالنے لگے۔ |

**تشریحات ۸۲۰** اس تعلیق کو امام طبری نے تہذیب الآثار میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں یہ زیادہ ہے کہ بکیر بن عبداللہ بن اسد نے حضرت نافع سے پوچھا کہ حروریہ کے بارے میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کیا رائے تھی تو انہوں نے کہا کہ وہ انہیں بدترین مخلوق جانتے تھے۔ حروریہ، خارجیوں ہی کا دوسرا نام ہے اس وجہ سے کہ خارجی پہلی بار حروراء میں اکٹھا ہوئے تھے اور اپنی تنظیم قائم کی تھی یہ ایسے ہی ہے جیسے وہابیوں کی سب سے بڑی شاخ کو دیوبندی کہا جاتا ہے۔

اس عہد میں ان کا سب سے بڑا پیشوا عبداللہ بن کوی تھا بعد میں خوارج کے بیس فرقے ہوئے یہاں خلق سے مراد کلمہ گو افراد ہیں اس لیے کہ کھلے ہوئے کفار کتاب اللہ کی تاویل نہیں کرتے کہ جو آیات کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں انہیں مسلمانوں پر چسپاں کریں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قدریہ سے نفرت کرتے تھے اور انہیں بدترین مخلوق میں سے جانتے تھے۔

اور توضیح میں امام اسفرائینی کی کتاب سے ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن ابی اوفیٰ اور حضرت جابر حضرت انس بن مالک اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت عقبہ بن عامر اور ان کے معاصر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے بعد والی نسلوں کو یہ وصیت کرتے تھے کہ قدریہ پر نہ تو سلام کریں نہ ان کی عیادت کے لیے جائیں نہ ان کے پیچھے نماز پڑھیں اور نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھیں۔ حضرت امام بخاری نے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اس حدیث کو ذکر کیا ہے کہ آخر زمانے میں ایک قوم نکلے گی جو نوعمر اور بے وقوف ہوگی مخلوق کے بہترین کے قول کی بات کرے گی اور ان کا ایمان ان کے حلق سے آگے نہیں بڑھے گا دین سے نکل جائیں گے جیسا کہ تیر نشانے سے نکل جاتا ہے انہیں جہاں پاؤ قتل کرو اس لئے کہ ان کے قتل کرنے میں قتل کرنے والوں کے لئے ثواب ہے اسی سے باب کی مطابقت ہے اس حدیث میں یہ تھا کہ یہ لوگ آخر زمانے میں نکلیں گے اس سے مراد خلافت راشدہ کا اخیر زمانہ ہے اس لئے کہ حضرت سفینہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ خلافت میرے بعد تیس ۳۰ سال ہے پھر بادشاہت ہوگی اور خوارج کے نہروان میں قتل کا قصہ ۳۸ھ میں پیش آیا تھا جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا قریب قریب اخیر زمانہ تھا یہ حدیث فضائل قرآن اور علامات نبوت میں گزر چکی ہے۔

بَابُ مَنْ تَرَكَ قِتَالَ الْخَوَارِجِ لِلتَّأَلُّفِ وَ اَنْ لَّا يَنْفِرَ النَّاسُ عَنْهُ۔ ص ۱۰۲۴

جو خوارج کو تالیف قلب کی خاطر اور اس لیے قتل نہ کرے کہ لوگ اس سے بھڑکنے لگیں گے۔

| حدیث | حَدَّثَنَا يُسَيْرُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ قُلْتُ لِسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ |
|---|---|
| ۲۸۶۲ | یُسَیر بن عمرو نے کہا کہ میں نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا آپ نے |
| | هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي الْخَوَارِجِ شَيْئًا قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ وَ |
| | نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خوارج کے بارے میں کچھ سنا ہے تو انہوں نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو |
| | اَهْوٰى بِيَدِهٖ قِبَلَ الْعِرَاقِ يَخْرُجُ مِنْهُ قَوْمٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ |
| | فرماتے ہوئے سنا اور حضور نے عراق کی طرف اشارہ فرمایا وہاں سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن پڑھے گی جو ان کے |
| | يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ ؏ |
| | حلق سے آگے نہیں بڑھے گا اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کو پار کر کے نکل جاتا ہے۔ |

**تشریحات ۲۸۶۲** بخاری کی روایت میں عراق ہے اور مسلم کی روایت میں نحو المشرق ہے اور مراد نجد کے باشندے بنی تمیم کے افراد ہیں علامہ عینی نے تحریر فرمایا۔

"هٰؤلاء القوم خرجوا من نجد موضع التميميين" یہ قوم نجد سے نکلی جہاں تمیمی بستے ہیں۔

خوارج کے بارے میں یہ ارشاد کہ دین سے یا ایمان سے یا اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے کو چھید کر پار نکل جاتا ہے ۳۵ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مروی ہے طبرانی نے اوسط میں سند جید کے ساتھ فرزدق شاعر کے بطریق کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ میں مشرق کا باشندہ ایک شخص ہوں اور کچھ لوگ ہم سے نکل گئے ہیں اور جو لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے اسے قتل کرتے ہیں اور ان کے ماسوا کو امن دیتے ہیں تو ان دونوں نے مجھے بتایا کہ ہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

من قتلهم فله اجر شهيد ومن قتلوه فله اجر شهيد۔ جو ان کو قتل کرے اسے شہید کا ثواب اور جس کو وہ لوگ قتل کریں اس کے لیے بھی شہید کا ثواب۔

؏ مسلم زکاۃ، نسائی فضائل القرآن۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب الاکراہ ص ۱۰۲۶

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ (سورۂ نحل آیت ع ۱۰۶)

مگر وہ جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔ ہاں جو دل کھول کر کافر ہو تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہوگا اور ان کو بڑا عذاب ہوگا۔

وَقَالَ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً (وھی تقیۃ) ۔ آل عمران آیت ع ۲۸ ۔

مگر یہ کہ تم ان سے ڈرو۔

وَقَالَ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالَ فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۔

(سورۂ نساء آیت ع ۹۷ تا ع ۹۹)

وہ لوگ جن کی جانیں فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ لوگ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے ان سے فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ پلٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔ مگر جو مرد اور عورتیں اور بچے دبا لئے گئے جن سے نہ کوئی تدبیر بن پڑے نہ راستہ جانیں تو قریب ہے کہ اللہ ایسوں کو معاف فرمائے اور اللہ معاف فرمانے والا، بخشنے والا ہے۔

وَقَالَ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا (سورہ نساء آیت ع ۷۵)

اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے واسطے۔ جو یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے۔

**توضیح** اکراہ کے معنی ہیں کسی کو اس کی مرضی کے خلاف کسی کام پر مجبور کیا جائے اسی کو جبر بھی کہتے ہیں۔ اکراہ کی دو قسمیں ہیں ایک تام اور اس کو ملجی بھی کہتے ہیں دوسری ناقص اور اس کو غیر ملجی بھی کہتے ہیں

اکراہ تام یہ ہے کہ مار ڈالنے یا کسی عضو کے کاٹ ڈالنے یا ضرب شدید کی دھمکی دی جائے۔ ضرب شدید کا مطلب یہ ہے کہ اس سے جان جانے کا یا کسی عضو کے بے کار یا تلف ہونے کا اندیشہ ہے مثلاً ظالم یہ کہتا ہے کہ یہ کام کر ورنہ تجھے مار مار کے بے کار کر دوں گا۔

اکراہ ناقص یہ ہے کہ جس میں اس سے کم کی دھمکی ہو مثلاً جوتے ماروں گا، کوڑے ماروں گا، مکان میں بند کر دوں گا یا ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دوں گا۔

اکراہ کے شرائط یہ ہیں:۔

① مُکرِہ جس فعل کی دھمکی دیتا ہو اس پر قادر ہو ② مکرَہ کو (یعنی جسے دھمکی دی گئی) اس کا غالب گمان ہو کہ اگر میں اس کام کو نہ کروں گا تو یہ جس کی دھمکی دے رہا ہے اسے کر گزرے گا۔

③ جس چیز کی دھمکی ہے وہ جان لینا ہے یا عضو کاٹنا ہے یا ایسا غم پیدا کرنا ہے جس کی وجہ سے وہ کام خوشی اور رضامندی سے نہ ہو ④ مُکرَہ پہلے سے وہ کام نہ کرنا چاہتا تھا خواہ اپنے حق کی وجہ سے یا کسی دوسرے شخص کے حق کی وجہ سے یا حق شرع کی وجہ سے۔

اس کی فروع اور احکام بہت کثیر ہیں جو فقہ کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔

**قولہ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ** — یہ آیۂ کریمہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے انہیں کافروں نے پکڑا اور ان کو مجبور کیا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کرو۔ ظالموں نے انہیں پانی میں غوطے دیئے اتنا زیادہ کہ بدحواس ہو گئے اسی حالت میں ظالموں نے جو چاہا کہلا لیا اس کے بعد وہ روتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، سرگزشت سنائی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے آنسوؤں کو پونچھا اور فرمایا کوئی حرج نہیں۔ ایسے موقع پر آستہ بھی اجازت ہے اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

ایک بار ظالموں نے انہیں آگ میں جلایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادھر سے گزر ہوا تو آپ نے اپنے دست مبارک کو ان کے جسم پر پھیرا اور دعا فرمائی اے آگ عمار اور آلِ عمار پر ٹھنڈی اور سلامت ہو جا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی۔

**قولہ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا** ۔ اس کے پہلے ہے۔

لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ مومن، کافروں کو دوست نہ بنائیں

| | |
|---|---|
| اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً | مومنوں کے سوا اور جو ایسا کرے گا تو اللہ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں مگر یہ کہ ان سے تمہیں کچھ خوف ہو۔ |

یعنی اگر اکراہ کی صورت پیدا ہو جائے تو اس کی اجازت ہے کہ بظاہر کافروں سے میل جول کر لو۔

| |
|---|
| قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ فَعَذَّرَ اللّٰهُ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يَمْتَنِعُوْنَ مِنْ |
| اور ابو عبداللہ امام بخاری نے کہا اللہ تعالیٰ نے ان کمزوروں کو معذور رکھا جو اپنے آپ کو جس چیز کے چھوڑنے |
| تَرْكِ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ وَالْمُكْرَهُ لَا يَكُوْنُ اِلَّا مُسْتَضْعَفًا غَيْرَ مُمْتَنِعٍ مِنْ فِعْلِ مَا اُمِرَ بِهٖ. |
| سے بچا نہیں سکتے اس کے کرنے کا حکم دیا اور مکرہ بھی اس معنی کر مستضعف ہوتا ہے کہ اُسے جس کام کے کرنے کا |
| حکم دیا ہے اس سے اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا۔ |

**توضیح**:۔ یعنی کافروں کے قبضہ میں پھنسا ہوا شخص جس طرح مجبور ہے کہ کافر جو چاہیں اس سے کہلوائیں جو چاہیں کرائیں۔ اسے اس پر قدرت نہیں کہ اللہ عزوجل نے جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے انھیں کر سکے۔ مجبور ہے کہ اُسے چھوڑے۔ یہی حال مکرہ کا ہے کہ وہ بھی مجبور ہے کہ اُسے جس کام کے کرنے کا حکم دیا جائے وہ کرے۔ اس لیے جیسے مستضعف خلاف شرع کسی کام کے کرنے سے گنہگار نہیں اسی طرح مکرہ بھی گنہگار نہیں۔ اس لیے جو حکم مستضعف کا ہے وہی مکرہ کا بھی ہونا چاہیئے۔

| ت | |
|---|---|
| ۸۲۱ | وَقَالَ الْحَسَنُ التَّقِيَّةُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ. |
| | تقیہ قیامت تک ہے۔ |

**تشریحات ۸۲۱**

تقیہ کے معنی یہ ہیں کہ اپنے دل کی بات کسی کے سامنے ظاہر کرنے سے بچنا۔ تقیہ کے اصل معنی بچنا ہے۔ اس تعلیق کو امام عبد بن حمید اور ابن ابی شیبہ نے سندِ متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے کہ مومن کے لیے تقیہ قیامت تک جائز ہے مگر قتل میں تقیہ نہ کیا جائے۔ اور عبد بن حمید کا لفظ یہ ہے مگر اس نفس کے قتل میں جسے اللہ نے حرام فرمایا ہے۔ یعنی کسی کو مجبور کیا گیا یہاں تک کہ قتل کی دھمکی دی گئی کہ کسی مسلمان کو قتل کرو مکرہ کو جائز نہیں کہ اسے قتل کرے۔ امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ تقیہ صرف زبان سے ہے۔ اور قلب ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔ دوسرے کو قتل

کرنے کے لیے ہاتھ نہ بڑھائے۔

| ت | وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيمَنْ يُكْرَهُ اللُّصُوصُ فَيُطَلِّقُ |
|---|---|
| ۸۲۲ | اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا اس شخص کے بارے میں جسے چوروں نے مجبور کیا |
| | لَيْسَ بِشَيْءٍ وَبِهٖ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَالشَّعْبِيُّ وَالْحَسَنُ۔ |
| | اور وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے یہ کچھ نہیں۔ اور یہی ابن عمر ابن زبیر اور شعبی وحسن بصری نے فرمایا۔ |

**تشریحات ۸۲۲** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ اور امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کو حمیدی نے اپنی جامع میں، بیہقی نے اور امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے اور امام شعبی کے قول کو امام عبدالرزاق نے اس تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے کہ اگر چوروں نے اس کو بیوی کے طلاق دینے پر مجبور کیا تو طلاق نہیں اور اگر بادشاہ نے مجبور کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ امام ابن عیینہ نے اس فرق کی توجیہ یہ کی کہ چور اسے قتل کر دے گا اور امام حسن بصری کے قول کو امام سعید بن منصور نے روایت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مکرہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اور ابن بطال نے ابن منذر کے تابع ہو کر کہا کہ اس پر اجماع ہے کہ جو کفر پر مجبور کیا گیا یہاں تک یہاں تک کہ اس کو اپنی جان کا اندیشہ ہو اور وہ کفر کر دے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو تو اس کو کافر نہیں کہا جائے گا اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نہیں نکلے گی۔

جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مکرہ کی طلاق واقع نہیں لیکن امام زہری یا قتادہ یا ابوقلابہ کا قول ہے کہ واقع ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے البتہ اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر زبان سے طلاق دے تو واقع ہوگی اور حالت اکراہ میں تحریری طلاق دے اور زبان سے کچھ نہ کہے تو طلاق واقع نہیں۔

**باب لا یجوز نکاح المکرہ ص ۱۰۲۷**

وَقَالَ اللّٰهُ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

(سورۂ نور آیت ۳۳)

**مکرہ کا نکاح جائز نہیں۔**

اور مجبور نہ کرو اپنی کنیزوں کو بدکاری پر جبکہ وہ بچنا چاہیں تاکہ تم دنیوی زندگی کا کچھ مال چاہو اور جو انہیں مجبور کرے گا تو بے شک اللہ بعد اس کے کہ وہ مجبوری ہی کی حالت پر رہیں۔ بخشنے والا مہربان ہے۔

**توضیح** یہ آیۂ کریمہ راس المنافقین عبداللہ بن ابی کی دو کنیزوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن کا نام معاذہ اور مسیکہ تھا۔ ابن ابی منافق ان دونوں کو مجبور کرتا تھا کہ اجرت لے کر زنا کرائیں اور جاہلیت میں یہ عام رواج تھا اور جب اسلام آیا تو معاذہ نے مسیکہ سے کہا کہ ہم جس حال میں ہیں اگر یہ بہتر ہے تو ہم نے بہت زیادہ کما لیا اور اگر برا ہے تو اب وقت آگیا کہ اسے چھوڑ دیں اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

اس آیت میں ان اردن تحصنًا قید احترازی نہیں بلکہ بیان واقعہ ہے چونکہ اس عہد کے جفا کار انہیں زنا پر مجبور کرتے تھے اگرچہ وہ پاک دامن رہنا چاہتی تھیں ۔ یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ پاک دامن نہ رہنا چاہیں تو انہیں زنا پر مجبور کرنا جائز ہے۔ امام بخاری نے اس آیت کو اس باب کے ضمن میں کس مقصد کے لیے ذکر کیا ہے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ صاحب توضیح نے مذکورہ بالا بات کہہ کر یہ مناسبت پیدا کی کہ جب حرام چیزوں میں اکراہ مکروہ ہے تو حلال چیزوں میں بدرجۂ اولیٰ مکروہ ہوگا لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔

اس آیت پر ایک شبہ ہے کہ اکراہ کے بعد فعل حرام کا ارتکاب گناہ نہیں پھر غفور رحیم کے ذکر کا کیا محل ؟ ۔ جواب یہ ہے کہ زنا حقیقت میں گناہ ہے اور یہ بتانے کے لیے کہ اکراہ کے بعد گناہ نہیں رہتا ارشاد فرمایا فان اللہ غفور رحیم۔ جیسے فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم ۃ میں ہے۔

جمہور کا مذہب یہی ہے کہ مکرَہ کا نکاح باطل ہے اور احناف کے یہاں صحیح ہے جس کی تفصیلی بحث کتب فقہ میں موجود ہے۔

بَابُ إِذَا أُكْرِهَ حَتّٰى وَهَبَ عَبْدًا أَوْ بَاعَهُ لَمْ يَجُزْ. ص ۱۰۲۷

جب مجبور کیا گیا یہاں تک کہ غلام کو ہبہ کر دیا یا بیچ دیا تو نافذ نہیں۔

وَبِهِ قَالَ بَعْضُ النَّاسِ فَإِنْ نَذَرَ الْمُشْتَرِيُ فِيهِ نَذْرًا فَهُوَ جَائِزٌ بِزَعْمِهِ وَكَذَالِكَ إِنْ دَبَّرَهُ۔

اور یہی مذہب بعض الناس کا ہے اور اگر مشتری نے اس میں منت مان لی تو اس کے زعم میں یہ جائز ہے اور ایسے ہی اگر اس کو مدبر بنا لیا تو صحیح ہے۔

**توضیح** عام طور پر مشہور ہے کہ امام بخاری جب بعض الناس کہتے ہیں تو ان کی مراد اس سے احناف ہوتے ہیں اگر یہاں بھی ان کی مراد احناف ہی ہیں تو حسب تحقیق علامہ عینی ان سے فروگزاشت ہوئی ہے۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مال کے بیچنے یا ہبہ کرنے یا کسی اقرار پر مجبور کیا گیا اور اس نے اپنا مال بیچ دیا یا کسی کو ہبہ کر دیا

یا مال کا اقرار کر لیا تو اکراہ دور ہونے کے بعد اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو ان عقود کو نافذ کر دے اور اگر چاہے تو فسخ کر دے اس لیے کہ یہ عقد اس کے اہل سے اس کے محل میں صادر ہوا اس لیے مفید ملک ہے ہاں اس میں تراضی نہیں پائی گئی تو اس کا حکم وہ ہو گیا جو ایسے تمام عقود کا ہے جن میں شرط فاسد پائی جائے کہ اگر مشتری قبضہ کر کے اس میں کوئی تصرف کر دے جو قابل نقض نہ ہو جیسے آزاد کرنا اور مدبر کرنا وہ نافذ ہو جائے گا اور مشتری پر قیمت لازم ہو گی اور اگر بائع جائز کر دے تو صحیح ہے کیوں کہ اب تراضی پائی گئی۔

**بَابُ إِذَا اسْتُكْرِهَتِ الْمَرْأَةُ عَلَى الزِّنَى فَلَا حَدَّ عَلَيْهَا بِقَوْلِهِ وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ ص ۱۰۲۷**

جب عورت کو زنا پر مجبور کیا جائے تو اس پر حد نہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور جس نے انہیں مجبور کیا تو بے شک اللہ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔

**ت** قَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي نَافِعٌ أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ أَبِي عُبَيْدٍ أَخْبَرَتْهُ

۸۲۳ صفیہ بنت ابی عبید نے خبر دی کہ خلیفۂ وقت کے غلاموں میں سے ایک غلام نے

أَنَّ عَبْدًا مِنْ رَقِيقِ الْإِمَارَةِ وَقَعَ عَلَى وَلِيدَةٍ مِنَ الْخُمُسِ فَاسْتَكْرَهَهَا

خمس کی ایک باندی کے ساتھ زنا کیا اور اسے مجبور کیا اور اس کا پردہ بکارت پھاڑ

حَتَّى افْتَضَّهَا فَجَلَدَهُ عُمَرُ الْحَدَّ وَنَفَاهُ وَلَمْ يَجْلِدِ الْوَلِيدَةَ مِنْ

ڈالا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر حد جاری کیا اور اس کو جلا وطن کر دیا اور لونڈی کو حد نہیں

أَجْلِ أَنَّهُ اسْتَكْرَهَهَا۔

لگائی اس لیے کہ غلام نے اسے مجبور کیا تھا۔

## تشریحات ۸۲۳

یہ صفیہ بنت ابی عبید، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زوجہ تھیں رقیق امارت سے مراد یہ ہے کہ وہ خلیفۂ وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مملوک تھا۔ ولیدۃ من الخمس سے مراد یہ ہے کہ مال غنیمت میں سے جو خمس بیت المال میں جمع ہوتا ہے یہ لونڈی اس میں تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس غلام کو پچاس کوڑے لگوائے اور چھ مہینے کے لیے جلا وطن کر دیا اس لیے کہ غلام کی حد آزاد کی آدھی ہے اور باندی پر حد نہیں جاری فرمائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ مکرہ پر حد نہیں خواہ مکرہ مرد ہو یا عورت۔

ت وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْأَمَةِ الْبِكْرِ يَفْتَرِعُهَا الْحُرُّ يُقِيمُ ذٰلِكَ الْحَكَمُ

۸۲۴ اور امام زہری نے فرمایا کہ کنواری باندی جس کا پردہ بکارت کوئی آزاد شخص پھاڑ ڈالے تو

مِنَ الْأَمَةِ الْعَذْرَاءِ بِقَدْرِ ثَمَنِهَا وَيُجْلَدُ وَلَيْسَ فِي الْأَمَةِ الثَّيِّبِ فِي

حاکم اس لونڈی کی قیمت میں جو کمی ہو گئی ہے وہ زانی سے وصول کرے اور کوڑا بھی مارے اور اگر لونڈی

قَضَاءِ الْأَئِمَّةِ غُرْمٌ وَلٰكِنْ عَلَيْهِ حَدٌّ۔

کنواری نہیں تو ائمہ کے فیصلے میں کوئی مالی تاوان نہیں لیکن اس پر حد ہے۔

**تشریح ۸۲۴** امام زہری کے قول کا مطلب یہ ہے کہ زنا کرنے کی وجہ سے پردۂ بکارت پھٹنے کی وجہ سے اس کی قیمت میں جو کمی پیدا ہو گئی حاکم زانی سے اس کو بھی وصول کرے گا اور اس زانی پر حد بھی جاری کرے گا بشرطیکہ زانی آزاد ہو۔ امام زہری نے اگرچہ فرمایا ہے ویُجلد مگر اس سے مراد حد ہے اگر زانی محصن ہے تو اسے سنگ سار کریں گے اور محصن نہیں تو کوڑے ماریں گے۔

بَابُ يَمِينِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهِ أَنَّهُ أَخُوهُ إِذَا أَخَافَ عَلَيْهِ الْقَتْلَ أَوْ نَحْوَهُ وَكَذٰلِكَ كُلُّ مُكْرَهٍ يَخَافُ فَائِتَهُ يَذُبُّ عَنْهُ الْمَظَالِمَ وَيُقَاتِلُ دُونَهُ وَلَا يَخْذُلُهُ فَإِنْ قَاتَلَ دُونَ الْمَظْلُومِ فَلَا قَوَدَ عَلَيْهِ وَلَا قِصَاصَ۔

ص ۱۰۲۸

کسی کا اپنے ساتھی کے بارے میں یہ قسم کھانا کہ یہ اس کا بھائی ہے جب کہ یہ ڈر ہو کہ کوئی اسے قتل نہ کر دے یا عضو نہ توڑ دے اور ایسے ہی ہر مکرہ کا حکم ہے جو ڈرتا ہو اس سے ظلم کو دور کرے اور اس کی حمایت میں لڑے اور اسے چھوڑ نہ دے اب اگر مظلوم کی حمایت میں کسی کو قتل کر دیا تو اس پر قصاص نہیں۔

وَإِنْ قِيلَ لَهُ لِتَشْرَبَنَّ الْخَمْرَ أَوْ لَتَأْكُلَنَّ الْمَيْتَةَ أَوْ لَتَبِيعَنَّ

اور اگر کہا گیا کہ تو ضرور ضرور شراب پی یا مردار کھا یا اپنے غلام کو بیچ یا قرض کا اقرار

عَبْدَكَ أَوْ تُقِرَّ بِدَيْنٍ أَوْ تَهَبَ هِبَةً وَكُلُّ عُقْدَةٍ أَوْ لَنَقْتُلَنَّ أَبَاكَ

کر یا کچھ ہبہ کر یا کسی بھی عقد کے بارے میں کہا ورنہ ہم تیرے باپ کو یا تیرے

أَوْ أَخَاكَ فِي الْإِسْلَامِ وَسَعَهُ ذٰلِكَ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اسلامی بھائی کو قتل کر دیں گے تو اسے ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ۔

وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَوْ قِيْلَ لَهٗ لَتَشْرَبَنَّ الْخَمْرَ اَوْ لَنَاْكُلَنَّ

اور بعض لوگوں نے کہا اگر اس سے کہا گیا کہ شراب پی یا مردار کھا

الْمَيْتَةَ اَوْ لَنَقْتُلَنَّ اِبْنَكَ اَوْ اَبَاكَ اَوْ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ لَمْ يَسَعْهُ

ورنہ ہم تیرے بیٹے یا باپ یا ذو رحم محرم کو قتل کر دیں گے تو اسے یہ جائز نہیں

لِاَنَّ هٰذَا لَيْسَ بِمُضْطَرٍّ ثُمَّ نَاقَضَ فَقَالَ اِنْ قِيْلَ لَهٗ لَنَقْتُلَنَّ

اس لیے کہ یہ مضطر نہیں ہے پھر اس کے خلاف کہا اگر اس سے کہا گیا ہم

اَبَاكَ اَوْ اِبْنَكَ لَتَبِيْعَنَّ هٰذَا الْعَبْدَ اَوْ تُقِرَّ بِدَيْنٍ اَوْ بِهِبَةٍ

تیرے باپ یا بیٹے کو قتل کر دیں گے یا اس غلام کو بیچ یا دَین یا ھبۃ کا اقرار کر

يَلْزَمُهٗ فِي الْقِيَاسِ وَلٰكِنَّا نَسْتَحْسِنُ وَنَقُوْلُ الْبَيْعُ وَالْهِبَةُ وَكُلُّ

تو اسے لازم ہے قیاس کے مطابق لیکن ہم استحسان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

عُقْدَةٍ فِيْ ذَالِكَ بَاطِلٌ وَفَرَّقُوْا بَيْنَ كُلِّ ذِيْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ وَغَيْرِهٖ بِغَيْرِ

بیع اور ھبہ اور ہر عقد اکراہ کی صورت میں باطل ہے۔ ان لوگوں نے

كِتَابٍ وَلَا سُنَّةٍ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ

ذی رحم محرم اور دوسرے میں تفریق کی جبکہ یہ تفریق نہ کتاب اللہ میں ہے نہ سنت رسول اللہ میں حالانکہ نبی

لِاِمْرَاَتِهٖ هٰذِهٖ اُخْتِيْ وَذَالِكَ فِي اللّٰهِ۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بی بی کے بارے میں کہا یہ میری بہن ہے اور یہ اللہ کے دین میں

## توضیح

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں بھی بعض الناس سے مراد حنفیہ ہیں۔ یہ تعریض ہے امام بخاری کا کہنا یہ ہے کہ بعض الناس کے قول میں تناقض ہے وہ اس طرح کہ اگر کسی ظالم نے کسی مجبور سے یہ کہا کہ شراب پیو یا یہ کہا کہ مردار کھاؤ ورنہ ہم تمہارے باپ یا بیٹے یا کسی ذو رحم محرم کو قتل کر دیں گے۔ تو اُسے اس حال میں شراب پینا یا مردار کھانا جائز نہیں اس لیے کہ یہ مُضطر نہیں۔ اور یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے مضطر اس وقت ہوتا جب وہ خود اس کے قتل کی دھمکی دیتا دوسروں کے قتل کی دھمکی دی تو اضطرار کہاں سے پایا گیا۔

امام بخاری کہتے ہیں پھر یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر کسی ظالم نے یہ دھمکی دی کہ ہم تمہارے باپ بیٹے کو قتل کر دیں گے۔ اگر تم اس غلام کو نہیں بیچو گے اور دَین کا اقرار نہیں کرو گے یا ھبہ نہیں کرو گے تو قیاس اس کا مقتضی ہے کہ اس حال میں جو عقد کرے وہ لازم ہو جائے۔ لیکن ہم استحساناً یہ کہتے ہیں کہ اس حال میں ہر عقد باطل ہے۔ یہ صریح تناقض ہے کہ پہلی صورت میں کہا

کہ اکراہ نہیں اور دوسری صورت میں کہا کہ قیاس اس کا مقتضی ہے کہ اکراہ پایا جا رہا ہے حالانکہ دونوں صورتیں یکساں ہیں۔ اس کا جواب علامہ عینی نے یہ دیا کہ یہاں مناقضہ نہیں ہے اس لیے کہ مجتہد کو جائز ہے کہ استحسان کی بناء پر قیاس کو ترک کرے اور استحسان حنفیہ کے نزدیک حجت ہے۔

قولہ فرّقوا۔ دوسری تعریض یہ کی کہ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی سے کہا گیا اس اجنبی شخص کو قتل کر یا فلاں چیز کو بیچ دے اس نے اس چیز کو بیچ دیا تو بیع لازم ہے اور اگر کسی ذی رحم محرم کے بارے میں یہی بات کہی اور اُسنے اس چیز کو بیچ دیا تو عقد لازم نہیں۔ یہ تفریق نہ کتاب اللہ سے ثابت ہے نہ احادیث سے ثابت ہے۔ اس کا جواب علامہ بدرالدین محمود عینی نے یہ دیا کہ یہ کتاب اللہ سے بھی ثابت ہے اور سنت سے بھی ثابت ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا "اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ (زمر آیت ۱۸) وہ لوگ جو بات سُن کر سب سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔ اور حدیث یہ ہے۔ مَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ۔ جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ظالم بادشاہ کے روبرو اپنی اہلیہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں کہا یہ میری بہن ہے سارہ رشتہ کے اعتبار سے ان کی بہن نہیں تھیں کہ ذی رحم محرم ہوتیں بلکہ دینی بہن تھیں۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ اکراہ کی حالت میں قریب و بعید کے لحاظ سے کچھ فرق نہیں پڑتا صرف مسلمان ہونا کافی ہے۔ "فی دین اللہ" حضرت امام بخاری کا قول ہے، مراد یہ ہے کہ اللہ کے دین میں میری بہن ہے۔

| | |
|---|---|
| ت | وَقَالَ النَّخَعِيُّ إِذَا كَانَ الْمُسْتَحْلِفُ ظَالِمًا فَنِيَّةُ الْحَالِفِ |
| ۸۲۵ | امام نخعی نے فرمایا اگر قسم کھلانے والا ظالم ہو تو قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہے اور |
| | وَإِنْ كَانَ مَظْلُومًا فَنِيَّةُ الْمُسْتَحْلِفِ. |
| | اگر مظلوم ہو تو قسم لینے والے کی نیت کا اعتبار ہے۔ |

**تشریح ۸۲۵** اس تعلیق کو امام محمد بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے مستحلف کے مظلوم ہونے کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کا کوئی حق کسی پر ہے اور صاحب حق کے پاس پیسہ نہیں تو وہ مدعیٰ علیہ سے قسم لے گا۔ یہاں مدعی مظلوم ہے تو قسم میں مدعی کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ حضرت امام مالک اور جمہور کا مذہب یہی ہے۔ اور ہمارے یہاں ہمیشہ قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب الحیل ص ۱۰۲۸

**توضیح** حِیَل حیلہ کی جمع ہے۔ حیلہ اس خفیہ طریقۂ کار کو کہتے ہیں جس سے مقصود کو حاصل کیا جائے۔ حیلہ جس بنیاد پر کیا جاتا ہے اس کے اعتبار سے اس کی کئی قسمیں ہیں اوّل کسی مباح طریقہ کو کسی حق کے باطل کرنے یا باطل کے اثبات کا ذریعہ بنایا جائے تو وہ حرام ہے۔ دوم کسی حق کے ثابت کرنے یا باطل کے دفع کرنے کا ذریعہ ہو۔ یہ کبھی واجب ہوتا ہے کبھی مستحب۔ سوم۔ اور اگر کسی ناپسندیدہ چیز میں واقع ہونے سے بچنے کے لیے کیا جائے تو یہ کبھی مستحب ہوتا ہے اور کبھی مباح۔ چہارم اور اگر کسی مستحب کے ترک کا ذریعہ بنایا جائے تو یہ مکروہ ہے۔

حیلہ کی اصل قرآن مجید اور احادیث میں موجود ہے۔ سیدنا ایوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب آزمائش میں مبتلا تھے اور سب نے انہیں چھوڑ دیا تھا اور صرف ان کی اہلیہ ان کی خدمت کرتی تھیں۔ ایک بار دیر میں حاضر ہوئیں تو سیدنا ایوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے قسم کھائی کہ تم کو صحت کے بعد سو ضربیں ماروں گا۔ اللہ عزوجل نے ان سے فرمایا:۔

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهٖ وَلَا تَحْنَثْ۔ (سورہ ص آیت ۴۴)

اور اپنے ہاتھ میں (سو تنکوں والا) ایک جھاڑو لے کر مارو اور قسم نہ توڑو۔

ابوداؤد اور دوسری سنن میں حضرت ابوعبادہ بن سہل بن حنیف سے مروی ہے کہ ایک انصاری بیماری کی وجہ سے اتنے کم زور ہو گئے تھے کہ صرف ہڈی پر چمڑا رہ گیا تھا اسی حال میں انہوں نے زنا کر لیا پھر اس پر نادم ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو سو کوڑے مارے جائیں انہوں نے عرض کیا کہ وہ اتنے کم زور ہیں کہ ہڈی پر صرف چمڑا رہ گیا ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باریک باریک سو ٹہنیاں لے کر انہیں ایک دفعہ مار دیا جائے۔ بخاری وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی نجار کے ایک شخص کو جن کا نام سواد غزیہ تھا، خیبر پر عامل مقرر فرمایا تو وہ جنیب وصول کر کے لائے جو خیبر کی کھجوروں میں سب سے عمدہ قسم تھی۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہیں تو انہوں نے عرض کیا

نہیں۔ ہم اس کھجور کا ایک صاع دو صاع کے عوض خریدتے ہیں اور دو صاع کو تین صاع کے عوض۔ فرمایا ایسا مت کر۔ ساری کھجوروں کو درم کے عوض بیچو پھر درم کے بدلے میں جنیب خریدو۔

حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ سبھی کو معلوم ہے۔ اس لیے بضرورت حیلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بعض دفعہ ضروری ہو جاتا ہے مثلاً زکوٰۃ اور فطرہ کی رقوم کا دینی مدارس میں صرف کرنا اصل کے اعتبار سے جائز نہیں اس لیے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے تملیک مستحق شرط ہے۔ ارشاد ہے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ لیکن اگر آج زکوٰۃ اور فطرہ کی رقوم مدرسوں میں قبول نہ کی جائے تو دینی مدارس کی بقا سخت خطرے میں پڑ جائے گی۔

میرے طالب علمی کے زمانے میں دینی مدارس کا بہت بُرا حال تھا خود ہمارا یہ اشرفیہ موت و زیست کی کش مکش میں تھا ایسا بھی دور گزرا ہے کہ چھ چھ سات سات مہینے تک کچھ مدرسین کو تنخواہیں نہیں ملی ہیں لیکن جب سے زکوٰۃ اور فطرہ کی رقوم دینی مدارس میں قبول کی جانے لگیں اور حیلۂ تملیک کرکے صرف کی جانے لگیں صرف جامعہ اشرفیہ ہی نہیں سارے مدارس مالا مال ہیں جس کی وجہ سے دینی مدارس کو کافی استحکام حاصل ہوا اور ہو رہا ہے جسے دیکھ کر مذہب دشمن عناصر زکوٰۃ اور فطرہ پر للچائی ہوئی نظریں رکھتے ہیں اور سیدھے سادے مسلمانوں سے مختلف حیلوں سے انجمنیں قائم کرکے زکوٰۃ اور فطرہ کی رقوم وصول کرکے مزے سے ٹھاٹ باٹ کرتے ہیں۔

بہرحال قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں بوقت حاجت حیلہ کی اجازت ہے اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم دی۔

اس کے برخلاف بعض آیات اور احادیث سے حیلہ کی مذمت بھی ظاہر ہوتی ہے مثلاً اصحاب سبت کا قصہ اور یہود کے بارے میں جو حدیث میں آیا ہے کہ ان کے اوپر چربی حرام کی گئی ہے تو انہوں نے چربی کو پگھلایا پھر بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔ لیکن ہم نے اس کے پہلے حیلے کے جواز کے سلسلہ میں جو حدیثیں نقل کی ہیں اُن میں اور اصحاب سبت کے قصے اور یہود کے چربیوں کے بیچنے میں ایک واضح فرق موجود ہے مثلاً حضرت سوید بن غزیہ کی حدیث میں بالکل واضح ہے کہ معمولی کھجوروں کو درم کے ساتھ بیچا اس میں کسی طرح کوئی بھی نقص نہیں۔ پھر اُن دراہم سے جنیب خریدا اس میں بھی کوئی شرعی نقص نہیں لیکن اصحاب سبت دریا کے کنارے گڑھا کھود کر پانی سے بھرا رکھتے جس کا راستہ دریا سے رہتا۔ اور سنیچر کی شام کو جاکر اس راستہ کو بند کر دیتے جدھر سے پانی دریا میں جاتا تھا۔ یہ ایک طرح سے مچھلیوں کو شکار کر لینا تھا کیونکہ گڑھے میں آ جانے کے بعد مچھلیاں اُن کے قبضے میں آجاتی تھیں یہ ایک طرح سے شکار کرنا ہی تھا۔ اور

یہودیوں پر جس طرح چربی کا کھانا حرام تھا اسی طرح اس کا بیچنا بھی حرام تھا۔ انہوں نے چربی کو بیچا جو اُن کی شریعت میں مال نہیں تھا۔ اس لیے اس کی جو قیمت لی وہ مالِ خبیث ہوئی۔ اس سلسلہ میں صاحب محیط کا ارشاد بنیادی حیثیت رکھتا ہے کہ حیلہ اگر حرام وگناہ سے بچنے کے لیے ہو تو اچھا ہے اور اگر کسی مسلمان کا حق باطل کرنے کے لیے ہو تو اچھا نہیں بلکہ گناہ وظلم ہے۔

اور امام نسفی نے کافی میں فرمایا کہ حضرت امام محمد بن حسن نے فرمایا مومن کے اخلاق میں سے یہ نہیں کہ حیلوں کے ذریعہ اللہ کے احکام سے فرار کرے۔ اس طرح کہ اس سے حق کا ابطال لازم آئے۔

بَابُ فِیْ تَرْکِ الْحِیَلِ۔ وَاَنَّ لِکُلِّ اِمْرِیٍٔ مَا نَوٰی فِی الْاَیْمَانِ وَغَیْرِہٖ۔

حیلوں کے چھوڑنے کے بیان میں اور یہ کہ ہر شخص کے لیے وہ ہے جو اس نے نیت کی۔ قسم ہو یا کچھ اور۔

ص ۱۰۲۸

**توضیح** کتاب الحیل کہنے سے کچھ نہیں سمجھ میں آرہا تھا کہ حضرت امام بخاری کا مذہب کیا ہے؟ کہ وہ حیلہ کو جائز سمجھتے ہیں یا ناجائز؟ — اس لیے انہوں نے ترک الحیل کا باب باندھا کہ واضح ہو جائے کہ حضرت امام بخاری حیلہ کے جواز کے قائل نہیں۔ اس باب کے ثبوت کے لیے حدیث "انما الاعمال بالنیات" لائے۔ اس سے دو بات ثابت ہوئی کہ حضرت امام بخاری اعمال کو عبادات کے ساتھ خاص نہیں مانتے بلکہ وہ ہر عمل کو اس میں شامل مانتے ہیں جن میں معاملات بھی داخل ہیں اور وہ بالنیات یا بالنیۃ کا مقدر صحت یا ثواب کو نہیں مانتے بلکہ اعتبار مانتے ہیں — اب ان کی تحقیق کا حاصل یہ ہوا کہ اگر کوئی نیک کام کسی دنیوی مقصد کے لیے کرے تو اعتبار اس کی نیت کا ہوگا جیسا کہ اُمّ قیس کی حدیث سے ظاہر ہے۔ طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ہم میں ایک صاحب تھے جنہوں نے اُمّ قیس نامی ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا — ان خاتون نے یہ جواب دیا کہ اگر ہمارے ساتھ ہجرت کرو تو پیغام منظور ہے۔ انہوں نے اس خاتون کے ساتھ ہجرت کی اور ان کا نکاح اُمّ قیس کے ساتھ ہو گیا۔ ہم لوگ انہیں مہاجر ام قیس کہا کرتے تھے۔

اس کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت امام بخاری کے نزدیک اعتبار معنی کا ہے لفظ کا نہیں۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ یہ صاحب ہجرت کرکے ثواب سے محروم رہے لیکن اس وقت ہجرت فرض تھی وہ فرض ادا ہو گیا ورنہ لازم آئے گا کہ یہ صاحب اور ام قیس دونوں فرض کے تارک ہونے کی وجہ سے فاسق ہوئے۔

ہم نے اول کتاب میں ثابت کیا ہے کہ نیت کا متعلق ثواب ہے

## بَابٌ فِی الصَّلٰوۃِ صـ۱۰۲۸ نماز کے بیان میں۔

**توضیح** اس باب کے ثبوت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نماز نہیں قبول فرمائے گا جب وہ حدث کرے یہاں تک کہ وضو کرلے۔

یہ حدیث کتاب الطہارت میں گزر چکی ہے۔ یہاں کتاب الحیل میں اس حدیث کو ذکر کرکے امام بخاری احناف پر تعریض کر رہے ہیں۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نماز سے باہر ہونے کے لیے لفظ السلام فرض نہیں، واجب ہے اس لیے کہ فرض کے ثبوت کے لیے خبر واحد کافی نہیں۔ ہاں واجب کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔ فرض کے ثبوت کے لیے دلیل قطعی الثبوت، قطعی الدلالۃ ضروری ہے اور لفظ سلام کے بارے میں ایسی کوئی نص نہیں۔ نماز سے باہر ہونے کے لیے خروج بصنعہ فرض ہے یعنی بالقصد ایسا کام کرنا جو نماز کے منافی ہو مثلاً کام کرنا، کھانا کھانا یا کچھ پینا وغیرہ۔ اس پر بعض مخالفین نے ازراہ تمسخر احناف پر طنز کیا کہ اگر کوئی شخص نماز کے ارکان پورا کرنے کے بعد بالقصد ہوا خارج کرے۔ یہ خروج بصنعہ ہوا یا نہیں۔ اب مخالفین نے اس کو رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کرنا شروع کیا۔ اللہ عزوجل رحم فرمائے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی انہیں لوگوں میں ہیں۔ فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ احناف کا یہ قول حدیث صحیح کے معارض ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی حدث کرے تو جب تک وضو نہیں کرلے گا اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ یہ حکم اثنائے نماز کا ہے یا ابتدائے نماز کا یعنی اگر کوئی بے وضو نماز شروع کرے، نماز نہ ہوگی یا اثنائے نماز میں حدث ہوجائے تو نماز نہ ہوگی لیکن نماز پوری ہونے کے بعد حدث سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

مشہور حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو دیکھا کہ وہ جلدی جلدی نماز پڑھ رہے ہیں تعدیل ارکان نہیں کر رہے ہیں تو انہیں نماز کی تعلیم دی اخیر میں فرمایا ثم اجلس حتیٰ تطمئن جالسًا پھر بیٹھ یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جائے اور فرمایا فاذا فعلت ھذا فقد تمت صلوتك عـ جب تم نے یہ کرلیا تو تیری نماز پوری ہوگئی۔ یہ حدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا رفاعہ بن رافع سے مروی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قعدۂ اخیرہ کرلینے کے بعد فرمایا جب تو نے یہ کرلیا تو تو نے اپنی نماز پوری

---

عـ ابوداؤد صـ۱۲۴ ترمذی صـ۴۰۔

کرلی۔ اس سے ثابت ہوا کہ قعدۂ اخیرہ سے نماز پوری ہو گئی۔ لیکن نماز سے باہر آنے کے لیے بالقصد کوئی فعل منافی نماز کرنا ضروری ہے اس لیے خروج بصنعہ فرض ہے۔ رہ گیا لفظ السلام تو یہ فرض نہیں واجب ہے۔ جو شخص اس کے علاوہ کسی اور طریقہ سے نماز سے باہر ہوگا تو اس کی نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔

صحیح بات یہ ہے کہ اس باب کے ضمن میں حضرت امام بخاری جو حدیث لائے ہیں اس کا باب سے کوئی تعلق نہیں۔ باب کا مطلب ہے نماز چھوڑنے کے لیے حیلہ۔ اور ہمارا مسلک جو ہے اس میں نماز چھوڑنے کا سوال ہی نہیں۔ بحث اس میں ہے کہ لفظ السلام فرض ہے یا نہیں۔ اگر کوئی شخص لفظ السلام کہنے کے بجائے بالقصد کوئی ایسا فعل کرے جو منافی نماز ہو تو نماز اس معنیٰ کر ہو گئی کہ اس کے ذمہ سے فرض ساقط ہو گیا۔

بَابٌ فِي الزَّكٰوةِ وَاَنْ لَا يُفَرَّقَ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ وَّلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ ص ۱۰۲۸

زکوٰۃ سے بچنے کے حیلے کے بیان میں اور یہ کہ زکوٰۃ کے ڈر سے مجتمع کو متفرق نہیں کیا جائے گا اور نہ متفرق کو اکٹھا کیا جائے گا۔

## توضیح

لا یجمع بین متفرق الخ۔ یہ ایک حدیث کا جز ہے جو کتاب الزکوٰۃ میں مفصل گزر چکی ہے اور یہاں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ایک حصہ تحریر فرمایا ہے اس کی توضیح یہ ہے کہ دو آدمی ہیں جن میں ہر ایک کے پاس چالیس چالیس بکریاں ہیں تو ان پر ہر چالیس بکری میں ایک بکری واجب ہے تو ان کو اکٹھا نہیں کیا جائے گا اکٹھا کرنے کی صورت میں کل اسی بکریاں ہوں گی جن میں صرف ایک بکری واجب ہے اسی طرح اگر دو شریکوں کے درمیان چالیس بکری ہو تو ان کو الگ الگ نہیں کیا جائے گا ہر ایک کے حصہ کی بیس بکری مان لی جائے تاکہ زکوٰۃ واجب نہ ہو۔

اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان اعرابی کی حدیث ذکر کی جن کے سوال کرنے پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں شرائع اسلام کی تعلیم دی۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد انہوں نے عرض کیا تھا وَلَا أَنْقُصُ مِمَّا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ شَيْئًا۔ اللہ تعالیٰ نے جو مجھ پر فرض فرمایا ہے اس میں کوئی کمی نہیں کروں گا۔

امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ فرائض میں کمی کرنا جائز نہیں اگرچہ بذریعہ حیلہ ہو۔ اس سے ہم کو بھی اتفاق ہے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ فِي عِشْرِيْنَ وَمِائَةِ بَعِيْرٍ حِقَّتَانِ فَإِنْ

اور بعض لوگوں نے کہا ایک سو بیس اونٹ میں دو حقے ہیں پس اگر اسے قصداً ہلاک کر دیا

أَهْلَكَهَا مُتَعَمِّدًا أَوْ وَهَبَهَا أَوْ احْتَالَ فِيهَا فِرَارًا مِنَ الزَّكَوٰةِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ.

یا کسی کو ھبہ کر دیا یا زکوٰۃ سے بچنے کے لیے کوئی بھی حیلہ اختیار کیا تو اس پر کچھ نہیں۔

حِقّہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کا تین سال پورا ہو گیا ہو۔

یہاں حضرت امام بخاری نے شدت غضب میں أَهْلَكَهَا فرمایا۔ کیا دنیا میں کوئی بھی عقل والا ایسا مل سکتا ہے جو دو اونٹنیاں فقراء کو دینے سے بچنے کے لیے ایک سو بیس اونٹ کو ہلاک کر دے گا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر سال تمام سے پہلے یہ سب اونٹ کسی کو ھبہ کر دے اور اسے قبضہ بھی دلا دے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوئی۔ اس لیے کہ زکوٰۃ واجب ہونے کے لیے پورا ایک سال گزرنا شرط ہے یہ اسقاط زکوٰۃ نہیں اور نہ زکوٰۃ سے فرار ہے جب اس پر زکوٰۃ فرض ہی نہیں ہوئی تو اس سے فرار یا اسقاط کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اگر واقعی کوئی شخص زکوٰۃ کے وجوب سے بچنے کے لیے یہ حیلہ کرے تو وہ قابل مذمت ہے چنانچہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ فِي رَجُلٍ لَهُ إِبِلٌ فَخَافَ أَنْ تَجِبَ عَلَيْهِ

اور بعض الناس نے کہا اس شخص کے بارے میں جس کے پاس اونٹ ہیں اسے ڈر ہوا

الصَّدَقَةُ فَبَاعَهَا بِإِبِلٍ مِثْلِهَا أَوْ بِغَنَمٍ أَوْ بِبَقَرٍ أَوْ بِدَرَاهِمَ فِرَارًا

کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی تو اس نے سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے ان

مِنَ الصَّدَقَةِ بِيَوْمٍ احْتِيَالًا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ إِنْ زَكَّى إِبِلَهُ

اونٹوں کو دوسرے اونٹوں سے یا بکری کے عوض یا گائے کے عوض یا دراہم کے عوض زکوٰۃ سے بچنے کے لیے

قَبْلَ أَنْ يَحُولَ الْحَوْلُ بِيَوْمٍ أَوْ بِسَنَةٍ جَازَتْ عَنْهُ.

بیچ دیا تو اس پر کچھ نہیں حالانکہ وہی یہ بھی کہتا ہے کہ اگر اپنے اونٹوں کی زکوٰۃ سال پورے ہونے سے ایک دن پہلے یا ایک سال پہلے دے دی تو جائز ہے۔

**توضیح:** یہ بھی ہم احناف پر تعریض ہے۔ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ احناف کے مسائل میں تناقض ہے وہ اس طرح کہ ان کا ایک قول یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس بقدر نصاب اونٹ ہوں اور سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے اُن اونٹوں کو بیچ دے تو اس پر زکوٰۃ نہیں پھر احناف کہتے ہیں کہ اگر کسی نے سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے یا سال بھر پہلے زکوٰۃ ادا کر دی تو ادا ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سال پورا ہونے سے پہلے ان کے یہاں زکوٰۃ واجب ہو

جاتی ہے۔ اگر واجب نہ ہوتی تو زکوٰۃ دینا زکوٰۃ دینا نہ ہوتا بلکہ صدقۂ نافلہ ہوتا۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ جس طرح صدقۂ فطر عید سے پہلے دے دینا جائز ہے جیسا کہ اسی بخاری ص۲۰۵ میں ہے "کَانُوْا یُعْطُوْنَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِیَوْمٍ اَوْ یَوْمَیْنِ" کہ اہل مدینہ عید سے ایک دو دن پہلے صدقۂ فطر دے دیا کرتے تھے۔ حالانکہ صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے عید کے دن۔ اسی طرح زکوٰۃ بھی اگرچہ واجب ہوگی سال پورا ہونے پر مگر پہلے ادا کر دینا صحیح ہے۔ یہ ایسے ہی ہے کسی سے قرض لیا تھا اور اسے میعاد سے پہلے ہی ادا کر دیا۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ اِذَا بَلَغَتِ الْاِبِلُ عِشْرِیْنَ فَفِیْهَا اَرْبَعُ شِیَاهٍ فَاِنْ وَهَبَهَا قَبْلَ الْحَوْلِ اَوْ بَاعَهَا فِرَارًا اَوْ اِحْتِیَالًا لِاِسْقَاطِ الزَّكٰوةِ فَلَا شَیْءَ عَلَیْهِ وَكَذٰلِكَ اِنْ اَتْلَفَهَا فَمَاتَتْ فَلَا شَیْءَ فِیْ مَالِهٖ۔

اور بعض الناس نے کہا جب اونٹ بیس تک پہنچ جائیں تو اُن میں چار بکریاں ہیں اب اگر سال پورا ہونے سے پہلے اس نے کسی کو ھبہ کر دیا یا بیچ دیا زکوٰۃ سے بچنے کے لیے یا زکوٰۃ ساقط کرنے کے لیے حیلہ کے طور پر تو اس پر کچھ نہیں اور ایسے ہی اگر اسے تلف کر دیا پھر مر گیا تو اس پر کچھ نہیں۔

**توضیح** امام بخاری کے اس قول کے پہلے حصہ کا جواب ابھی گزرا۔ رہ گیا دوسرا حصہ تو ظاہر ہے کہ محل زکوٰۃ وہ اونٹ تھے جب وہ باقی نہ رہے تو زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی۔

امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہونی چاہیئے جیسے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ نے منت مانی تھیں کہ اچانک ان کا انتقال ہو گیا منت پوری نہ کر سکیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا تو حضور نے فرمایا اپنی ماں کی طرف سے یہ منت پوری کرو۔ تو جب منت موت سے ساقط نہ ہوئی تو زکوٰۃ جو منت سے بدرجہا اہم ہے بدرجۂ اولیٰ ساقط نہ ہوگی۔

**اقول وھو المستعان** دونوں میں فرق واضح ہے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ نے جب منت مان لی تھی تو وہ ان پر واجب ہو گئی بخلاف یہاں کے کہ جب نصاب پر سال پورا ہی نہیں ہوا تو اس پر زکوٰۃ فرض ہی نہ ہوئی۔ اس لیے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہیں۔ علاوہ ازیں نذر حق العبد ہے اور زکوٰۃ حق اللہ اس لیے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ اِنِ احْتَالَ حَتّٰی تَزَوَّجَ عَلَی الشِّغَارِ فَهُوَ جَائِزٌ

اور بعض الناس نے کہا اگر حیلہ کیا یہاں تک کہ شغار پر نکاح کر لیا تو جائز ہے اور شرط

وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ ـــ وَقَالَ فِي الْمُتْعَةِ النِّكَاحُ فَاسِدٌ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْمُتْعَةُ وَالشِّغَارُ جَائِزٌ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ۔

باطل ہے۔ اور متعہ میں کہا نکاح فاسد ہے اور شرط باطل ہے۔ ان کے بعضوں نے کہا متعہ اور شعار جائز ہے اور شرط باطل ہے۔

**توضیح** یہ بھی احناف پر تعریض ہے۔ ہمارے یہاں نکاح شغار منعقد ہے اور مہر مثل واجب۔ نکاح شغار یہ ہے کہ کسی شخص نے کسی شخص کی لڑکی سے نکاح کیا اس شرط پر کہ اپنی لڑکی کا نکاح پہلے شخص سے کر دے اور مہر کچھ نہ ہو اس نکاح سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا جیسا کہ امام بخاری نے یہیں حدیث ذکر کی ہے ہمارے یہاں نکاح شغار کا حکم یہ ہے کہ دونوں نکاح صحیح اور ہر ایک پر مہر مثل واجب ہوگا۔ اور یہ شرط کہ مہر کچھ نہ ہوگا باطل ہے البتہ ایسا نکاح کرنے والے گنہگار ہوں گے۔ نکاح شغار کے صحیح نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں جبکہ عقد اپنے اہل سے اپنے محل میں صادر ہوا ہے تو اسے کالعدم قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں، ہاں البتہ یہ شرط کہ مہر کچھ نہ ہوگا باطل ہے ـــ متعہ کے سلسلے میں ہمارا اصل مذہب یہی ہے کہ ناجائز و حرام ہے اور متعہ کے نام سے جو نکاح ہوا ہے وہ فاسد ہے ـــ رہ گیا یہ کہ امام بخاری نے فرمایا کہ ان کے بعض نے فرمایا کہ متعہ جائز ہے اور شرط باطل ہے یہ کون ہیں معلوم نہیں ہو سکا۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ امام زفر پر تعریض ہے لیکن یہ تعریض اس وقت درست ہوتی جب امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسلک ہوتا کہ متعہ جائز ہے اور شرط باطل ہے۔ متعہ کا حرام ہونا احناف کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

حضرت امام بخاری نے اس کے بعد متعہ کی حرمت والی حدیث ذکر کر کے پھر وہی بات لوٹائی ہے جو ابھی مذکور ہوئی۔ اس تکرار سے امام بخاری کا کیا مقصد ہے اس کے سمجھنے سے یہ خادم ہی نہیں سارے شارحین عاجز ہیں۔ سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ احناف کے صحیح مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے شدت غیظ و غضب میں ایک ہی بات کو بار بار ذکر فرما رہے ہیں۔ زکوٰۃ کے مسئلہ میں بھی یہی کیا اور اب بھی یہی کر رہے ہیں۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْاِحْتِيَالِ فِي الْبُيُوْعِ وَلَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهٖ فَضْلُ الْكَلَاءِ۔ ص ۱۰۳۰

بیوع میں حیلہ کا مکروہ ہونا اور یہ کہ زائد پانی سے لوگوں کو روکا نہ جائے تاکہ اس سے فاضل چراگاہ کو روکا جائے۔

**توضیح** باب کا دوسرا حصہ حدیث کا حصہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی قبیلہ والا اتنے پانی پہ قادر ہے جو اس کی ضروریات سے فاضل ہو تو دوسرے

قبیلہ والوں کے جانوروں کو پانی کے استعمال سے نہ روکے۔ قصہ یہ ہے کہ پانی کے تالاب یا کنویں پر جو قابض ہے وہ اس کی ملک ہے وہ چاہے تو دوسرے کو پانی استعمال کرنے نہ دے۔ اور چراگاہ کسی کی ملک نہیں۔ کسی قبیلہ کے پاس اگر پانی فاضل ہے تو دوسرے قبیلہ والوں کے پانی استعمال کرنے میں ان کا کوئی حرج نہیں لیکن ہوگا یہ کہ جانور جب پانی پینے آئیں گے تو لامحالہ چراگاہ میں چریں گے اور چونکہ چراگاہ کسی کی ملک نہیں اس لیے کوئی کسی کو چراگاہ میں جانور چرنے سے روک نہیں سکتا۔ اب حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ تمہارے پاس اگر پانی زائد ہے تو ضرورت مندوں کو استعمال کرنے سے نہ روکو ان کے مویشیوں کو پانی پینے کے لیے آنے دو اگرچہ وہ پانی پینے کے لیے آتے وقت یا پانی پی کر جاتے وقت چراگاہ میں چریں۔

کچھ لوگ ایسا کرتے تھے کہ زائد پانی دوسرے کو استعمال نہیں کرنے دیتے تھے کہ ان کے جانور ہماری چراگاہ میں چریں گے تو لامحالہ ضرورت مند پانی خریدتے تھے۔ اور یہ خریداری ذریعہ بنتی تھی — چراگاہ میں جانور کے چرنے کا۔ گویا پانی بیچنے کو حیلہ بناتے تھے چراگاہ میں جانور چرانے کا اسے اس حدیث میں منع فرمایا گیا۔

بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الْخِدَاعِ فِي الْبُيُوعِ ص ۱۰۳ بیوع میں دھوکہ سے ممانعت کا بیان۔

| ت | وَقَالَ أَيُّوبُ يُخَادِعُونَ اللّٰهَ كَمَا يُخَادِعُونَ آدَمِيًّا. لَوْ أَطْعُوا |
|---|---|
| ۸۲۶ | اور ایوب سختیانی نے کہا۔ یخادعون اللہ سے مراد یہ ہے گویا کہ وہ کسی آدمی کو دھوکہ دیتے |
| | الْأَمْرَ أَعْيَانًا كَانَا أَهْوَنَ عَلَيَّ. |
| | ہیں۔ اگر وہ بات صاف صاف کریں تو مجھ پر زیادہ ہلکا ہو۔ |

**توضیح** اس تعلیق کو امام وکیع نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے حضرت ایوب سختیانی کی مراد یہ ہے کہ اگر وہ کھلے بند کہہ دیں کہ میں اتنی زائد قیمت لے رہا ہوں تو زیادہ بہتر تھا۔

امام بخاری کا مقصد غالباً یہ ہے کہ بازار بھاؤ سے زیادہ قیمت لینا بھی خداع میں داخل ہے۔

بَابُ إِذَا غَصَبَ جَارِيَةً فَزَعَمَ أَنَّهَا مَاتَتْ فَقُضِيَ بِقِيمَةِ الْجَارِيَةِ الْمَيِّتَةِ ثُمَّ وَجَدَهَا صَاحِبُهَا فَهِيَ لَهُ وَيَرُدُّ الْقِيمَةَ۔

کسی نے کسی کی باندی کو غصب کیا پھر گمان کیا کہ وہ مرگئی جس کی وجہ سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ غاصب مردہ لونڈی کی قیمت مالک کو ادا کرے اس کے بعد مالک کو لونڈی زندہ مل گئی تو لونڈی مالک کی ہے اور غاصب کو قیمت واپس کر

وَلَا يَكُوْنُ الْقِيْمَةُ ثَمَنًا۔

دی جائے گی۔ اور یہ قیمت لونڈی کا ثمن نہیں ہوگی۔

صـ ۱۰۳۰

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الْجَارِيَةُ لِلْغَاصِبِ لِأَخْذِهِ الْقِيْمَةَ وَفِيْ هٰذَا إِحْتِيَالٌ لِمَنِ اشْتَهٰى جَارِيَةَ رَجُلٍ لَا يَبِيْعُهَا فَغَصَبَهَا وَاعْتَلَّ بِأَنَّهَا مَاتَتْ حَتّٰى يَأْخُذَ رَبُّهَا قِيْمَتَهَا فَيُطَيِّبُ لِلْغَاصِبِ جَارِيَةُ غَيْرِهٖ۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْوَالُكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ وَلِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

اور بعض الناس نے کہا کہ اس صورت میں لونڈی غاصب کی ہے کیونکہ اس نے قیمت لے لیا۔ اس میں اُس شخص کے لیے حیلہ ہے جو کسی شخص کی لونڈی کو چاہے جسے وہ شخص بیچنے پر راضی نہ ہو اور غصب کرلے اور یہ عذر بیان کرے کہ وہ مرگئی تاکہ اس کا مالک اس کی قیمت لے لے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ غاصب کے لیے دوسرے کی لونڈی جائز ہوگئی حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے مال تم پر حرام ہیں اور ہر فریبی کے لیے قیامت کے دن جھنڈا ہوگا۔

**توضیح** حسب عادت یہ بھی احناف پر تعریض ہے اور اس کی بھی بنیاد حضرت امام بخاری کا قلت تفقہ ہے اور احناف کے مسائل سے کما حقہٗ عدم واقفیت ہے۔

احناف کا صحیح اور مختار مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں غاصب پر واجب کہ لونڈی کو واپس کرے۔ اس لیے سرے سے اس تعریض کی کوئی گنجائش ہی نہیں اور احناف میں سے جو علماء یہ کہتے ہیں کہ لونڈی غاصب کی ہے اس کی بنیاد ایک اصل پر ہے وہ یہ ہے کہ جھوٹی گواہی پر قاضی کا فیصلہ ظاہراً و باطناً دونوں طرح نافذ ہوتا ہے یا صرف ظاہراً نافذ ہوتا ہے باطناً نہیں اس کو امام سرخسی نے مبسوط میں بہت تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

صورت مبحوثہ میں جب قاضی نے یہ فیصلہ کردیا کہ لونڈی مرچکی ہے اور غاصب مالک کو لونڈی کی قیمت ادا کرے اور مالک نے غاصب سے لونڈی کی قیمت لے لی اس کے بعد یہ کہنا کہ لونڈی پہلے شخص کی ملک میں ہے، بدل اور مبدل منہ دونوں کا ایک شخص کی ملکیت میں جمع ہونے کا قول کرنا ہے اور یہ نہ عقلاً صحیح ہے نہ شرعاً اور اتنی بات ہم بھی کہتے ہیں کہ لونڈی کے حاصل کرنے کے لیے غاصب نے ایک نہیں کئی جرم کیے غصب کیا، جھوٹ بولا، جھوٹے گواہ پیش کیے اور اس کی بہت سی نظیریں ہیں کہ ایک فعل ناجائز ہے مگر حکم شرعی اس پر مرتب ہوتا ہے مثلاً حالت حیض میں طلاق جائز نہیں لیکن اگر کوئی دے گا تو طلاق پڑ جائے گی۔

اور حدیث ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بَعْضُكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ کی توجیہ گزر چکی ہے۔

## بَابٌ فِي النِّكَاحِ صـ۱۰۳۰

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنْ لَمْ تَسْتَأْذِنِ الْبِكْرُ وَلَمْ تُزَوَّجْ فَاحْتَالَ رَجُلٌ فَأَقَامَ شَاهِدَيْ زُوْرٍ أَنَّهَا تَزَوَّجَهَا بِرِضَاهَا فَأَثْبَتَ الْقَاضِي نِكَاحَهَا وَالزَّوْجُ يَعْلَمُ أَنَّ الشَّهَادَةَ بَاطِلٌ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَّطَأَهَا وَهُوَ تَزْوِيْجٌ صَحِيْحٌ۔

## نکاح میں حیلہ کا بیان

اور بعض الناس نے کہا کہ اگر باکرہ بالغہ سے اذن نہیں لیا اور نہ شادی کی اور اس شخص نے حیلہ کیا اور دو جھوٹے گواہ کھڑے کر دیئے کہ اس نے اس عورت کے ساتھ اس کی رضامندی سے نکاح کیا ہے اس پر قاضی نے نکاح ثابت ہونے کا حکم دے دیا حالانکہ شوہر جانتا ہے کہ گواہی باطل ہے پھر بھی کوئی حرج نہیں کہ یہ شخص اس عورت سے وطی کرے اور یہ تزویج صحیح ہے۔

**توضیح:۔** اس مسئلہ کو لے کر آج کل کے غیر مقلدین وہابی بہت احناف پر لعن طعن اور تشنیع کرتے رہتے ہیں حالانکہ اس قسم کے کیس میں یہی فیصلہ مولی المسلمین امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت پر دعویٰ کیا کہ میرا اس سے نکاح ہوا ہے عورت نے انکار کیا مدعی نے دو گواہ پیش کیے جس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح ثابت ہونے کا حکم کیا جب اس نے یہ دیکھا تو عرض کیا اے امیر المومنین میرا اس سے نکاح کر دیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان دونوں گواہوں نے تیرا نکاح کر دیا نیز مبسوط ہی میں ہے کہ حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ بھی اسی کے مثل ہے حضرت امام بخاری تو یوں معذور سمجھے جا سکتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ ان کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام شعبی کے فتوے کا علم نہ رہا ہو لیکن غیر مقلدین سب کچھ جانتے ہوئے صرف اپنے کفریات اور ضلالات پر پردہ ڈالنے کے لیے اس مسئلہ کو احناف کی طرف نسبت کر کے خوب دل کے بخار نکالتے ہیں لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جب امیر المومنین مولی المسلمین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ اس مسئلہ کو لے کر جتنا کیچڑ اچھالیں گے وہ سب حضرت امام شعبی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑے گا مگر غیر مقلدین کے مذہب کی بنیاد ہی اسی پر قائم ہے۔ وہ تو چاہتے ہی ہیں کہ مسلمان صحابۂ کرام تابعین عظام سے کٹ کر ان کے دام تزویر میں پھنسیں۔

مسئلہ کی توضیح سے پہلے ہمارا ایک سوال ہے کہ قاضی کے فیصلہ کے بعد یہ عورت کیا کرے جب قاضی نے فیصلہ کر دیا کہ مثلاً یہ زید کی بیوی ہے اور وہ کسی اور سے نکاح کرے تو تعزیر بلکہ حد کی مستحق ہوگی اور بقول غیر مقلدین زید کے لیے حلال نہیں تو ایسی صورت میں اس عورت کی زندگی برباد ہوگی مولیٰ عزوجل امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ اس قسم کی مظلومہ عورتوں کے لیے انہوں نے ایک تدبیر فرمادی کہ اگرچہ پہلے سے نکاح نہیں ہوا مگر قاضی کا فیصلہ بمنزلہ عقد نکاح کے ہے بلکہ غور کیجیے کہ نجی ایجاب وقبول سے بڑھ کر قوی قاضی کا فیصلہ ہے۔ کسی نے دو گواہوں کے سامنے عورت کی رضامندی سے نکاح کیا، نکاح اپنی جگہ صحیح پھر کسی وجہ سے مثلاً عورت نے نکاح سے انکار کر دیا۔ معاملہ قاضی کے یہاں پیش ہوا۔ فرض کیجئے دونوں یا ان میں سے ایک گواہ مر گیا یا دونوں یا ان میں سے ایک قبول شہادت کے لائق نہیں۔ اب قاضی نے عورت کو قسم کھانے کا حکم دیا عورت نے قسم کھا لیا کہ میرا نکاح اس شخص سے نہیں ہوا ہے۔ قاضی مجبور ہوگا کہ یہ فیصلہ کرے کہ یہ عورت اس کی زوجہ نہیں اس کے برخلاف جب قاضی نے فیصلہ کر دیا کہ نکاح ثابت ہے یہ عورت اس کی بیوی ہے تو اسے کوئی توڑ نہیں سکتا۔ اس نکتے کو سامنے رکھ کر علمائے احناف نے فرمایا کہ قاضی کا فیصلہ بمنزلہ عقد ہے پہلے نکاح نہیں ہوا تھا تو قاضی کے فیصلہ کے بعد نکاح منعقد ہو جائے گا اسی لیے تو جب اس عورت نے خود عرض کیا کہ امیر المومنین میرا نکاح اس کے ساتھ کر دیں تو امیر المومنین نے نکاح نہیں کیا۔

اصل میں یہ مسئلہ بھی اسی کی فرع ہے کہ قاضی کا فیصلہ عقود میں ظاہراً باطناً نافذ ہوتا ہے دو شرطوں کے ساتھ ایک یہ کہ قاضی کو علم نہ ہو کہ گواہ جھوٹے ہیں۔ دوسرے یہ کہ محل قضا قبول کرنے کا اہل ہو مثلاً حق غیر سے فارغ ہو اور اگر محل حق غیر ہے تو قاضی کا فیصلہ باطناً نافذ نہ ہوگا، مثلاً ایک عورت کسی کی زوجہ ہے یا کسی کی عدت میں ہے اس پر کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ میری بیوی ہے اور جھوٹے گواہ پیش کر دیئے اس بنا پر قاضی نے فیصلہ کر دیا پھر بھی شوہر کو یہ جائز نہیں کہ اس عورت سے وطی کرے اس لیے کہ یہاں عورت کے ساتھ حق غیر متعلق ہے اس کی شریعت میں بہت سی نظیریں ہیں کہ بہت سی باتیں ضمناً لزوماً ثابت ہو جاتی ہیں جیسے لعان سے طلاق کہ لعان کے بعد قاضی تفریق کا حکم دے گا اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہے۔ عنین اور اس کی عورت کے درمیان قاضی تفریق کا حکم دے گا اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہے حالانکہ ان دونوں صورتوں میں شوہر نے طلاق نہیں دی ہے اسی طرح مسئلہ مبحوثہ میں اگرچہ عقد نکاح بظاہر نہیں ہوا مگر قاضی کا حکم بمنزلہ عقد نکاح کے ہے یہ حضرت امام طحاوی کے افادات سے

ہے۔ جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء۔

رہ گئی اس پر بعض متحنفین کی نظر وہ کم نظری کی دلیل ہے اور تفقہ سے نابلدی کا ثبوت۔

امام بخاری نے پھر اسی مسئلہ کو صـ ۱۰۳۱ پر بھی ذکر کیا ہے۔

بَابٌ فِي الْهِبَةِ وَالشُّفْعَةِ صـ ۱۰۳۲

ھبہ اور شفعہ میں حیلہ کا بیان۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنْ وَهَبَ هِبَةً أَلْفَ دِرْهَمٍ أَوْ أَكْثَرَ حَتَّى مَكَثَ عِنْدَهُ سِنِينَ وَاحْتَالَ فِي ذٰلِكَ ثُمَّ رَجَعَ الْوَاهِبُ فِيهَا فَلَا زَكٰوةَ عَلٰى وَاحِدٍ مِنْهُمَا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ فَخَالَفَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْهِبَةِ وَأَسْقَطَ الزَّكٰوةَ۔

اور بعض الناس نے کہا اگر کسی کو ہزار درہم یا زیادہ ھبہ کیا اور وہ اس کے پاس برسوں رہا اس نے اس بارے میں حیلہ کیا پھر واہب نے رجوع کر لیا تو ان دونوں میں سے کسی پر زکوٰۃ نہیں۔ ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا کہ اس نے ہبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی اور زکوٰۃ ساقط کر دیا۔

**توضیح** یہاں بھی حضرت امام بخاری سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تعریض کر رہے ہیں اور دو طریقے سے اعتراض کر رہے ہیں۔ اول ھبہ کے رجوع میں اور دوسرے حیلہ سے زکوٰۃ ساقط کرنے کے حکم پر۔ مگر یہ دونوں اعتراض اپنی جگہ درست نہیں۔ ھبہ میں رجوع کو ہم احناف بھی مکروہ سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر کسی نے رجوع کر لیا تو رجوع صحیح ہے جیسا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنْ وَهَبَ هِبَةً فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا مَا لَمْ يُثَبْ مِنْهَا۔

جس نے کوئی ھبہ کیا تو وہ اس کا زیادہ مستحق ہے جب تک اس کا بدلہ نہ وصول کر چکا ہو۔

---

اس حدیث کو حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور کہا کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ البتہ رجوع کے چند شرائط ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس ھبہ کا موھوب لہ نے کوئی بدلہ نہ دیا ہو اور وہ چیز باقی ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس لیے ھبہ کے رجوع کے قول پر طعن کرنا کسی طرح درست نہیں۔ نیز اس کی اہم شرط یہ ہے کہ موھوب لہ بخوشی واپس کرے یا قاضی کے حکم سے واپس کرے۔ رہ گیا زکوٰۃ کا مسئلہ تو جب کہ واہب نے اپنے روپے موھوب لہ کو دے کر اسے قبضہ دے دیا تو جتنے دنوں تک موھوب لہ کے پاس رہے واہب اس کا مالک نہ رہا اس لئے واہب پر زکوٰۃ واجب ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اور رجوع کے بعد اس کو مال ملا تو وہ نئے سرے سے اس کا مالک ہوا تو جب تک اس پر حولان حول نہ ہو جائے زکوٰۃ کیسے واجب ہوگی ہاں موھوب لہ کے پاس جتنے

سالوں رہا اتنے سالوں کی زکوٰۃ اس پر ان مالوں کی واجب تھی۔ اس پر واجب تھا کہ سال بہ سال زکوٰۃ ادا کرتا رہتا۔ اس نے تاخیر کی اس کا گناہ اس پر ہوا اور جب اس نے بخوشی یا قاضی کے حکم سے واہب کو یہ روپے واپس کر دیے تو گویا اس نے مال کو ہلاک کر دیا اور ہلاک شدہ مال پر زکوٰۃ نہیں۔

ہم نے اس مسئلہ سے متعلق جو دو باتیں ذکر کی ہیں ان میں سے کسی سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں پھر دونوں سے جو نتیجہ نکل رہا ہے اس سے انکار کرنا دیانت نہیں۔ ہاں اگر کوئی بخیل خدا ناترس زکوٰۃ ساقط کرنے کی نیت سے ایسا حیلہ کرے تو یقیناً ہمارے نزدیک بھی وہ سخت قابل ملامت ہے۔

لیکن اگر کوئی بدنیت اپنے اوپر سے زکوٰۃ ساقط کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے یہ کہاں ضروری ہے کہ رقم موہوب لہ کے پاس برسوں رہے بلکہ ایک دن ایک گھنٹہ رہنا بھی ضروری نہیں۔ سال تمام ہونے سے دس منٹ پہلے اگر کوئی اپنا مال کسی کو ھبہ کر دے اسے قبضہ بھی دلا دے پھر فوراً واپس لے لے تو بھی واہب پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ لیکن بہرحال کوئی بھی زکوٰۃ ساقط کرنے کے لیے ایسا حیلہ کرے وہ ضرور قابل مذمت ہے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الشُّفْعَةُ لِلْجَوَارِ ثُمَّ عَمِلَ إِلَى مَا شَدَّدَهُ فَأَبْطَلَهُ وَقَالَ إِنِ اشْتَرَى دَارًا فَخَافَ أَنْ يَأْخُذَ الْجَارُ بِالشُّفْعَةِ فَاشْتَرَى سَهْمًا مِنْ مِائَةِ سَهْمٍ ثُمَّ اشْتَرَى الْبَاقِيَ فَكَانَ لِلْجَارِ الشُّفْعَةُ فِي السَّهْمِ الْأَوَّلِ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ فِي بَاقِي الدَّارِ وَلَهُ أَنْ يَحْتَالَ فِي ذَالِكَ۔

اور بعض لوگوں نے کہا شفعہ پڑوس کی وجہ سے ہے پھر اس شخص نے قصد کیا کہ جو ثابت کر چکا ہے اسے باطل کرے اور کہا اگر کوئی شخص ایک گھر خریدنا چاہتا ہے اور اسے اندیشہ ہے کہ پڑوسی شفعہ سے لے لے گا تو اسے چاہیے کہ پہلے گھر کے سو حصوں میں سے ایک حصہ کو خریدے پھر باقی کو خریدے پڑوسی کو شفعہ کا حق پہلے حصہ میں تھا بقیہ گھر میں اسے شفعہ کا حق نہیں اسے جائز ہے کہ اس بارے میں یہ حیلہ کرے۔

**توضیح** ہمیں حیرت ہے کہ حضرت امام بخاری نے اس مسئلہ کو کس مقصد سے ذکر فرمایا ہے چونکہ حضرت امام بخاری راہب صفت تارک الدنیا بزرگ تھے اس لیے تمدنی اور معاشرتی دشواریوں پر ان کی نظر مبارک نہیں تھی۔ کبھی کبھی اسقاط شفعہ تمدنی ضرورت ہوتی ہے کبھی شرعی ضرورت ہوتی ہے مثلاً مالک مکان کے پڑوسی کے پاس ضرورت سے زیادہ

مکان ہے اور جو خریدنا چاہتا ہے اس کے پاس کوئی مکان نہیں اور عام طور پر خریدے گا تو حریص پڑوسی اس کو لے لے گا ایسے موقع پر اس قسم کی ترکیب کی شدید ضرورت ہوتی ہے فرض کیجیے پڑوسی فاسق فاجر ہے مالک مکان کم زور ضعیف ہے اس کے فسق و فجور سے عاجز ہے اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے مکان بیچنا چاہتا ہے کوئی قوی زبردست مکان خرید رہا ہے اور اندیشہ ہے کہ وہ فاسق فاجر شفعہ میں مکان لے لے گا تو اس وقت بھی شفعہ سے بچنے کی ترکیبوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَبِيعَ الشُّفْعَةَ فَلَهُ أَنْ يَحْتَالَ حَتَّى يُبْطِلَ الشُّفْعَةَ فَيَهَبُ الْبَائِعُ لِلْمُشْتَرِي الدَّارَ وَيَجُدُّهَا وَيَدْفَعُ إِلَيْهِ وَيُعَوِّضُهُ الْمُشْتَرِي أَلْفَ دِينَارٍ فَلَا يَكُونُ لِلشَّفِيعِ فِيهَا شُفْعَةٌ۔

اور کچھ لوگوں نے کہا جب کوئی شفعہ بیچنا چاہے تو اس کے لیے یہ حیلہ ہے جس سے شفعہ باطل ہو جائے گا کہ بائع مشتری کو گھر ھبہ کر دے اور اس کی حد بندی کر کے مشتری کو دے دے اور مشتری اس ھبہ کے عوض ہزار درم دیدے تو اب شفیع کو حق شفعہ نہیں رہے گا۔

**توضیح** قولہ اَنْ يَبِيعَ الشُّفْعَةَ۔ اُصیلی کے نسخے میں یہی ہے۔ کشمیہنی کے علاوہ ابوذر سے جو نسخہ مروی ہے اس میں "يَمْنَعَ" ہے۔ امام قاضی عیاض نے اول کو راجح کیا یعنی نسخے میں "ان یبیع" ہی ہے اور ناسخ کا تغیر ہے۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ مراد، لازم بیع" ہو یعنی کسی کی ملک زائل کرنا۔ بیع میں یہی ہوتا ہے کہ ایک شخص کی ملک زائل کر کے اپنی ملک ثابت کی جاتی ہے۔

بوقت ضرورت شفعہ سے بچنے کی ایک دوسری ترکیب ہے جس پر حضرت امام بخاری خفا ہیں اور شرعًا اس میں کوئی قبح نہیں۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنِ اشْتَرَى نَصِيبَ دَارٍ فَأَرَادَ أَنْ يُبْطِلَ الشُّفْعَةَ وَهَبَ لِابْنِهِ الصَّغِيرِ وَلَا يَكُونُ عَلَيْهِ يَمِينٌ۔

اور کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر کسی گھر کا کچھ حصہ خریدا اور چاہتا ہے کہ شفعہ باطل کر دے تو مبیع اپنے نابالغ بچے کو ھبہ کر دے اور چھوٹے بچے پر قسم نہیں ہوگی۔

**توضیح** یہ احناف پر امام بخاری کی مہربانیوں میں سے ایک عظیم مہربانی ہے لیکن کوئی ہمیں بتائے کہ اگر کسی شخص نے کوئی مکان خرید کر اپنے چھوٹے بچے کو ہبہ کیا تو کیا یہ کوئی گناہ ہے؟ نابالغ بچے کو ھبہ کرنے کی قید اس لیے ہے کہ اگر شفعہ کا حقدار مشتری پر دعویٰ کرے اور خریدار یہ کہہ دے کہ میں نے مکان اپنے چھوٹے بچے کو ھبہ کر دیا ہے،

حالانکہ یہ حقیقت میں ھبہ نہیں بلکہ شفعہ سے بچنے کا ایک بہانہ ہے اور شفعہ کا دعویدار مطالبہ کرے کہ موھوب لہ قسم کھالے تو اگر اجنبی ہوگا تو اس کو بھی قسم کھانی پڑے گی بالغ لڑکا ہوگا تو اسے بھی قسم کھانی پڑے گی نابالغ بچے پر قسم نہیں اس لیے لابنہ الصغیر کی قید لگائی۔

282

## بَابُ اِحْتِيَالِ الْعَامِلِ لِيُهْدَىٰ لَهٗ۔

## عامل کا حیلہ کرنا تاکہ اُسے ھدیہ دیا جائے۔

ص ۱۰۳۲

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِذَا اشْتَرَىٰ دَارًا بِعِشْرِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَحْتَالَ حِينَ يَشْتَرِي الدَّارَ بِعِشْرِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ يُنْقُدُهُ تِسْعَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ وَتِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ وَيُنْقُدُهُ دِينَارًا بِمَا بَقِيَ مِنَ الْعِشْرِينَ أَلْفًا فَإِنْ طَلَبَ الشَّفِيعُ أَخَذَهَا بِعِشْرِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ وَإِلَّا فَلَا سَبِيلَ لَهٗ عَلَى الدَّارِ فَإِنِ اسْتُحِقَّتِ الدَّارُ رَجَعَ الْمُشْتَرِي عَلَى الْبَائِعِ بِمَا دَفَعَ إِلَيْهِ وَهُوَ تِسْعَةُ آلَافِ دِرْهَمٍ وَتِسْعُ مِائَةٍ وَتِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ دِرْهَمًا وَدِينَارٌ لِأَنَّ الْبَيْعَ حِينَ اسْتُحِقَّ انْتَقَضَ الصَّرْفُ فِي الدِّينَارِ فَإِنْ وَجَدَ بِهٰذِهِ الدَّارِ عَيْبًا وَلَمْ تُسْتَحَقَّ فَإِنَّهٗ يَرُدُّهَا عَلَيْهِ بِعِشْرِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ ــــ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ فَأَجَازَ هٰذَا الْخِدَاعَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَبَيْعُ الْمُسْلِمِ لَا دَاءَ وَلَا خِبْثَةَ وَلَا غَائِلَةَ۔

اور کچھ لوگوں نے کہا جب کوئی بیس ہزار درہم میں خریدا تو کوئی حرج نہیں ہے کہ شفعہ ساقط کرنے کے لیے یہ حیلہ کرے کہ اُس کو نوہزار نوسو ننانوے درہم دے۔ اور جو بیس ہزار باقی رہ گیا اس کے عوض ایک دینار دے۔ اب اگر شفیع کا حق دار طلب کرے تو اس کو یہ گھر بیس ہزار میں لینا پڑے گا ورنہ گھر پانے کی اس کے لیے کوئی سبیل نہیں۔ اب اگر گھر میں کسی اور کا حق نکل آیا تو مشتری بائع سے وہی لے گا جو اُس نے مشتری کو دیا ہے اور یہ نوہزار نوسو ننانوے درہم اور ایک دینار ہے۔ اس لیے کہ بیع میں جب دوسرے کا حق نکل آیا تو دینار کی بیع صرف ٹوٹ گئی۔ اب اگر اس گھر میں کوئی عیب پایا اور اس میں کسی کا حق نہیں نکلا تو بیس ہزار درہم میں اس کو لوٹائے گا۔ ابو عبداللہ امام بخاری نے کہا تو انہوں نے مسلمانوں کے درمیان دھوکہ کو جائز کیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسلمانوں کی بیع میں نہ بیماری ہونی چاہیئے اور نہ کوئی حرام بات اور نہ نقصان۔

**توضیح** حسب دستور یہ بھی حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تشنیع ہے اس کے جواب میں ہم صرف یہی عرض کریں گے۔ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔ البتہ افسوس اس کا ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سب تشنیعات بے جا کی ہیں۔ انہوں نے ان تشنیعات کو ذکر کر کے خوب لذت حاصل کی اور یہ نہیں سوچا کہ اہل علم اس کو پڑھیں گے تو ان کے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے۔ ہم ابھی ذکر کر آئے کہ کبھی کبھی اس کی شدید ضرورت پیش ہوتی ہے کہ مکان کو شفعہ کے حق دار سے بچایا جائے۔ بشرطیکہ بچانے میں کوئی شرعی قباحت کا ارتکاب نہ کرنا پڑے۔

اس میں کوئی حرج نہیں کہ کسی چیز کا سودا جتنے میں طے ہوا اس سے کم قیمت ادا کی جائے جبکہ مشتری راضی ہو۔ وہی صورت یہاں بھی ہے۔ مکان کی قیمت طے ہوئی تھی بیس ہزار مشتری نے بخوشی قیمت کم کر دی اس میں کیا جرم ہے اور کیا دھوکہ ہے۔

اسی بخاری میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا اور حضرت بلال سے فرمایا کہ جابر کو اونٹ کی قیمت دے دو اور کچھ زیادہ دے دینا۔ جس طرح مشتری اپنی خوشی سے قیمت کچھ زیادہ دے دے تو کچھ حرج نہیں اسی طرح بائع اپنی خوشی سے قیمت کچھ کم کر دے تو کوئی حرج نہیں۔

اس پر ایک سنگین اعتراض یہ ہے کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ بیع میں استحقاق کے بعد بھی اور عیب نکلنے کے بعد بھی بائع مشتری کو مبیع کی اتنی ہی قیمت واپس کرے گا جتنی اس نے لی ہے۔ اسی طرح شفعہ کا حقدار مکان اسی قیمت پر لے گا جو بائع نے مشتری سے وصول کی ہے۔ اسی کو ذہن میں رکھ کر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اتنا سخت جملہ استعمال فرما دیا "فأجاز الخداع بين المسلمين" اگر ان میں تفقہ ہوتا تو تعریض کے لیے نہ اس مسئلہ کو ذکر کرتے اور نہ اتنا سخت جملہ استعمال کرتے۔

جب مبیع میں کسی کا حق نکل آیا تو ظاہر ہو گیا کہ بیع صحیح نہ تھی۔ اس لیے کہ بیع مالک کے غیر نے کی تھی اور اس بیع کی صحت ہی پر دس ہزار درہم کے عوض ایک دینار کی بیع صرف ہوئی تھی۔ اور جب اس کا مبنیٰ فاسد تو بیع صرف بھی فاسد۔ تو لا محالہ مشتری اتنا ہی واپس کرے گا جتنا اس کو ملا ہے اور عیب کی صورت میں بیع تام ہوتی ہے اسی لیے مبیع میں عیب نکلنے کے بعد بیع اس وقت تک فسخ نہ ہوگی جب تک کہ دونوں خود راضی نہ ہوں یا قاضی فسخ کا حکم نہ دے اس لیے دینار کی دراہم کے عوض جو ضمنی بیع ہوئی وہ باقی رہی۔ لا محالہ مشتری بائع سے بیس ہزار وصول کرے گا کیونکہ یہی قیمت طے تھی۔ اسی طرح شفیع جب لے گا تو بیس ہزار دے گا کیونکہ مکان کی قیمت یہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب التعبیر ص ۱۰۲۳

**توضیح:۔** تعبیر باب تفعیل کا مصدر ہے اس کا مادہ عبر ہے جس کے معنی ہیں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تجاوز کرنا۔ عرف عام میں اس کے معنی ہیں پانی سے گزر جانا خواہ تیر کر کشتی سے یا کسی اور چیز سے مگر اس کے لیے زیادہ مستعمل عبور ہے اسی سے عَبَّرْتُ اعتباراً ہے اس کی نسبت جب خواب کی طرف ہوتی ہے تو اس سے مراد خواب کے اندر جو خفی معنی ہوتے ہیں ان کو بیان کرنا۔ رویا۔ انسان جو کچھ خواب میں دیکھتا ہے۔ راغب نے کہا کہ رویت کے معنی آنکھ سے دیکھنے کے ہیں اور کبھی تخیل کے معنی میں آتا ہے اسی سے رائے ہے جو غلبۂ ظن کے معنی میں ہے۔

تعبیر رویا بہت اہم فن ہے اس کی بنیاد خود خواب کے سمجھنے پر ہے۔ کچھ خواب، خواب پریشاں ہوتے ہیں جسے اضغاث احلام کہتے ہیں۔ جن کی کوئی تاویل نہیں ہوتی۔ اضغاث احلام کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس میں شیطان کی مداخلت ہو، دوسری وہ کہ معدہ وغیرہ میں فساد کی بنیاد پر دماغ پر ابخرات چڑھتے ہیں وہ متشکل ہو کر خواب میں نظر آتے ہیں۔ رویائے صالحہ یا صادقہ وہ ہوتے ہیں جو منجانب اللہ براہ راست یا بواسطۂ ملک انسان کو دکھائے جاتے ہیں۔ تعبیر رویائے صالحہ کی ہی ہوتی ہے۔ اس کی بنیادی دو قسمیں ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان جو کچھ دیکھتا ہے بعینہٖ وہی واقع ہوتا ہے جیسا کہ بدء وحی کی حدیث میں ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزول وحی سے پہلے جو خواب دیکھتے بسیدۂ سحر کی طرح واقع ہوتا اور کبھی مناسب اشکال میں دکھایا جاتا جیسا کہ غزوۂ احد کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک گائے ہے جو ذبح کی جارہی ہے۔ تعبیر یہ فرمائی ہے کہ احد کے دن مومنین کو جو کچھ پہنچا۔

دوسرا خواب یہ دیکھا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہیں جو مجھے ناگوار ہوا مجھے حکم دیا گیا کہ اسے پھونکوں میں نے ان پر پھونکا تو دونوں اڑ گئے۔ اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ یمن میں جو دو کذاب مدعی نبوت پیدا ہوں گے اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب۔ اسود عنسی کو فیروز نے یمن میں قتل کیا اور مسیلمہ کو حضرت وحشی نے جنگ یمامہ میں۔

کبھی خواب بظاہر بہت تشویش ناک ہوتا ہے مگر اس کی تعبیر بہت اچھی ہوتی ہے جیسا کہ سلطان ہارون الرشید کی اہلیہ زبیدہ نے یہ خواب دیکھا کہ ساری مخلوق میرے ساتھ ہم بستری کر رہی ہے۔ وہ انتہائی نیک پاک دامن، پارسا عورت تھیں بہت پریشان ہوئیں مگر جب اس کی تعبیر پوچھی تو ایک ماہر معبر نے بتایا کہ آپ کوئی ایسا کام کریں گی جس سے پوری دنیا فائدہ اٹھائے گی اب وہ سوچ میں پڑ گئیں کہ ایسا کون سا کام ہو سکتا ہے۔ بالآخر حج کے لیے گئیں اور انہوں نے محسوس کیا کہ حجاج کو پانی کی کمی ہے تو انہوں نے حکم دیا کہ ایک ایسی نہر نکالی جائے جس سے مکہ معظمہ کے باشندوں اور منیٰ، عرفات، مزدلفہ میں حجاج کو بافراط پانی مل سکے بالآخر نہر زبیدہ بنوائی جو آج تک باقی ہے اور موجودہ نظام سے پہلے نہر زبیدہ ہی کے پانی سے سارے حجاج سیراب ہوتے تھے اور کبھی اس میں پانی کی کمی نہیں ہوئی۔

رویائے صالحہ اچھے خواب دیکھنا صلحاء اتقیاء ہی کے ساتھ خاص نہیں کبھی کبھی عوام بلکہ فساق فجار بھی رویائے صالحہ دیکھ لیتے ہیں۔

انبیائے کرام کے خواب وحی ہوتے ہیں اگر انہیں خواب میں کوئی حکم دیا جائے تو اس پر ان کو عمل کرنا فرض ہوتا ہے جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے لخت جگر سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ذبح کرتے ہوئے خواب میں دیکھا۔

| | |
|---|---|
| ت | قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ضَوْءُ |
| ۸۲۷ | حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ فالق الاصباح سے مراد دن میں |
| | الشَّمْسِ بِالنَّهَارِ وَضَوْءُ الْقَمَرِ بِاللَّيْلِ۔ |
| | سورج کی روشنی ہے اور رات میں چاند کی روشنی ہے۔ |

**۸۲۷ تشریح** اس تعلیق کو ابن جریر طبری نے روایت کیا ہے حضرت امام بخاری نے بدء وحی کی وہ حدیث جو ام المومنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے ذکر کی ہے جس کی پوری شرح جلد اول میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث میں ایک لفظ یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا سچے خوابوں سے ہوئی۔

فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ۔ حضور جو خواب بھی دیکھتے سپیدۂ سحر کی طرح واقع ہوتا۔

حسب عادت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ فلق کے مناسب آیۂ کریمہ میں وارد لفظ فالق الاصباح کی تفسیر ذکر فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس سے

مراد دن میں سورج کی روشنی ہے اور رات میں چاند کی روشنی ہے لیکن یہ اصل میں اصباح کی تفسیر ہے فَلَقٌ کے معنی پھاڑنے کے ہیں۔ تو فالق الاصباح کے معنی ہوئے تاریکی چاک کر کے روشنی نکالنے والا اور کبھی فلق بول کر صرف صبح مراد لیتے ہیں جیسا کہ سورۂ فلق میں ہے۔

## بَابُ رُؤْيَا الصَّالِحِيْنَ ص ۱۰۳۴ نیک لوگوں کے خواب

**توضیح** صالحین کے خواب اکثر سچے ہوتے ہیں۔ رہ گئے عوام تو ان کے خواب بھی کبھی سچے ہو جاتے ہیں بلکہ کفار کے بھی جیسے نمرود کا خواب، فرعون کا خواب، حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب جیل خانے میں تھے تو بادشاہ کے خادموں کا خواب اور خود بادشاہ کا خواب۔

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا. (سورۂ فتح آیت ۲۷)

بے شک اللہ نے سچ کر دیا اپنے رسول کا سچا خواب کہ تم لوگ ضرور ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے اگر اللہ چاہے امن و امان کے ساتھ اپنے سروں کے بال مُنڈاتے یا ترشواتے بے خوف۔ اللہ نے جانا جو تمہیں نہیں معلوم اس نے اس سے پہلے بہت قریب میں ایک فتح رکھی ہے۔

**توضیح** حضرت امام بخاری نے اس آیۂ کریمہ کو باب کی تائید میں نقل فرمایا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو خواب دیکھا بعینہٖ وہ پورا ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں صحابہ کرام سے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں اور میرے اصحاب مکہ میں داخل ہوئے ہیں لیکن جب صلح حدیبیہ کے بعد قربانی کے جانور حدیبیہ میں ذبح کیے گئے تو صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ آپ کا خواب کیا ہوا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے یہ کب کہا تھا کہ اسی سال داخل ہوں گے اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی اور اس فتح سے مراد خیبر کی فتح ہے جو حدیبیہ سے واپس ہونے کے بعد نصیب ہوئی اور پھر سال بھر کے بعد عمرۃ القضا کے موقع پر خواب پورا ہوا۔ اس آیۂ کریمہ میں انشاء اللہ استثناء کے لیے نہیں اور نہ شک کے لیے ہے بیان واقع ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتا ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے فرمایا کیا اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ — ہم نے اپنے بندے پر جو نازل فرمایا ہے اس میں اگر تم شک میں ہو تو اس کے مثل ایک سورت لاؤ۔ یہاں اِنْ شک کے لیے نہیں اس لیے کہ کفار کا شک ثابت و متحقق تھا۔

| حدیث | عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ |
|---|---|
| ۲۸۶۳ | حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ |
| | تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلرُّؤْیَا الْحَسَنَةُ مِنَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ جُزْءٌ مِّنْ |
| | علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک شخص کا اچھا خواب نبوت کے چھیالیس حصے |
| | سِتَّةٍ وَّ اَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ عه |
| | میں سے ایک حصہ ہے۔ |

**تشریحات ۲۸۶۳:** رویا حسنہ سے مراد وہ خواب ہے جو اپنے ظاہر و باطن کے اعتبار سے اچھا ہو یعنی اس کی تعبیر اچھی ہو۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ نبوت کے چھیالیس جزء میں سے ایک جزء ہے لیکن مختلف احادیث پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحدید قطعی نہیں۔ اس سلسلے میں سولہ[۱۶] روایتیں مروی ہیں۔

① پہلی روایت پینتالیس[۴۵] جزء میں سے ایک جزء جسے امام مسلم نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ② ستر جزء میں سے ایک جزء جسے مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے موقوفاً اور طبرانی نے انھیں سے مرفوعاً روایت کیا۔ ③ چھہتر[۷۶] جزء میں سے ایک جزء اسے بھی طبرانی نے انہیں سے روایت کیا۔ مگر اس کی سند ضعیف ہے۔ ④ چھبیس[۲۶] جزء میں سے ایک جزء اسے علامہ عبدالبر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا نیز امام احمد اور ابو یعلیٰ نے بھی۔

⑤ پچاس جزء میں سے ایک جزء اسے ابو یعلیٰ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب سے روایت کیا ⑥ چالیس[۴۰] جزء میں سے ایک جزء اسے امام ترمذی نے ابوذر اور عقیلی سے روایت کیا۔ ⑦ چالیس[۴۰] جزء میں سے ایک جزء اسے طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ⑧ چوالیس[۴۴] جزء میں سے ایک جزء اسے طبری نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ⑨ انچاس[۴۹] جزء میں سے ایک جزء اسے امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ——

⑩ سینتالیس[۴۷] جزء میں سے ایک جزء جسے دار قطنی نے المفہم میں ذکر کیا ⑪ چوبیس[۲۴] جزء میں سے ایک جزء یہ حضرت عبادہ سے مروی ہے ⑫ چھبیس[۲۶] جزء میں سے ایک جزء اور کچھ لوگوں نے کہا کہ ⑬ کسی میں بہتر[۷۲] ⑭ کسی میں بیالیس[۴۲] ⑮ کسی میں ستائیس[۲۷] ⑯ کسی میں پچیس[۲۵] کی روایت آئی ہے —— مگر اکثر روایت چھیالیس[۴۶] کی ہے۔

عه نسائی: ابن ماجہ: تعبیر رویا۔

ان سب روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ مفہوم عدد معتبر نہیں۔ اس لیے اقل اکثر کا نافی نہیں لیکن پھر بھی ایک خلجان رہ جاتا ہے کہ اعداد میں اختلاف کس بناء پر ہے اس کی سب سے عمدہ توجیہہ یہ ہے کہ یہ خواب دیکھنے والے کے اعتبار سے ہے۔ خواب دیکھنے والے کا باطن جتنا مجلّٰی و مزکّٰی ہوگا اسی کے اعتبار سے تعداد مختلف آئی ہے۔

نبوت کوئی شئی مرکب نہیں اور نہ متجزی کہ اس کے اجزاء ہوں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ نبی غیب کی خبریں دیتا ہے اور اللہ کے نیک بندے جو خواب دیکھتے ہیں اس میں بھی آئندہ کی خبریں بتائی جاتی ہیں تو گویا اچھا خواب نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہو گیا اور مذکورہ بالا احادیث میں جو فرق ہے وہ یا تو باعتبار تعبیر کے واضح ہونے کے ہے یا اس اعتبار سے ہے کہ اللہ کے نیک بندے بھی ایسے بہت سے خواب دیکھتے ہیں جن کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی وہ غذا اور اعضاء باطنی کے ضعف یا مرض یا دنیوی ایذا دینے والی باتوں کے اثرات ہوتے ہیں۔ بخلاف انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے کہ ان کا ہر خواب حق ہوتا ہے۔ اور امتیوں کے خواب اعدادِ مذکورہ کے تناسب سے حق ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## بَابُ الرُّؤْيَا مِنَ اللّٰهِ۔ صـ ۱۰۳۴ خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ |
| ۲۸۶۴ | حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ |
| | صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا رَاٰی اَحَدُکُمُ الرُّؤْیَا یُحِبُّهَا فَاِنَّمَا |
| | علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو پسندیدہ ہو تو یہ اللہ |
| | هِیَ مِنَ اللّٰهِ فَلْیَحْمَدِ اللّٰهَ عَلَیْهَا وَلْیُحَدِّثْ بِهَا وَاِذَا رَاٰی غَیْرَ ذٰلِکَ مِمَّا |
| | کی طرف سے ہے۔ اس پر اللہ کی حمد کرے اور اُسے بیان کرے اور اس کے برخلاف دیکھے جو |
| | یَکْرَهُ فَاِنَّمَا هِیَ مِنَ الشَّیْطَانِ فَلْیَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا وَلَا یَذْکُرْهَا |
| | ناپسندیدہ ہو تو یہ شیطان کی طرف سے ہے تو اللہ کی اس کے شر سے پناہ مانگے اور کسی سے اس |
| | لِاَحَدٍ فَاِنَّهَا لَا تَضُرُّهٗ عه |
| | کا تذکرہ نہ کرے۔ تو اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ |

**تشریحات:۔** اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سونے والے کو کچھ ایسی چیزیں

عه ترمذی، نسائی، ردیا۔

دکھاتا ہے جو علامت ہوتی ہیں ان باتوں کی جو آئندہ پیش ہونے والی ہیں خواہ وہ چیزیں اچھی ہوں یا بُری اگر وہ چیزیں اچھی ہیں تو اس کی اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے۔ اور اگر وہ چیزیں بُری ہیں تو تقاضائے ادب یہ ہے کہ ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ کی جائے۔

ڈراؤنا خواب دیکھ کر اللہ کی پناہ مانگنے پر اور تھوک دینے پر خواب میں جو پریشانی کی بات دکھائی گئی ہے وہ واقع نہیں ہوتی۔

بُرے خواب بیان کر دینے کے بعد مُعبّر جو تعبیر بتادے گا اس کا وقوع اکثر ہوتا ہے۔ اس لئے بُرے خواب کسی سے بھی بیان نہ کیے جائیں اور اچھا خواب بھی ایسے شخص کے سامنے بیان کیا جائے جو اس کا ہمدرد ہو اور اچھی تعبیر دے۔ مُسند امام احمدؒ ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، ابن ماجہؒ، دارمی میں حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلرُّؤیا عَلٰی رِجْلِ طَائِرٍ مَالَمْ تُعَبَّرْ۔ خواب پرندے کے پیر پر ہے جب تک اس کی تعبیر نہ کی جائے۔

ابوقتادہ کی حدیث میں یہ ہے۔

فَلْیَتَعَوَّذْ مِنْہُ وَلْیَبْصُقْ عَنْ شِمَالِہٖ۔ جب بُرا خواب دیکھے تو اس سے اللہ کی پناہ مانگے اور بائیں طرف تھوکے۔

بَابُ الرُّؤیَا الصَّالِحَۃُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّۃٍ وَّ اَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّۃِ۔ اچھا خواب نبوت کے چھیالیس جز میں سے ایک جز ہے۔

ص ۱۰۳۴

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ |
| ۲۸۶۵ | عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کا خواب |
| وَسَلَّمَ قَالَ رُؤْیَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّۃٍ وَّ اَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّۃِ ؏ | |
| نبوت کے چھیالیس جز میں سے ایک جز ہے۔ | |
| حدیث | عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ |
| ۲۸۶۶ | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| قَالَ رُؤْیَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّۃٍ وَّ اَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّۃِ۔ | |
| نے فرمایا مؤمن کا خواب نبوت کے چھیالیس جز میں سے ایک جز ہے۔ | |

؏ ترمذی، نسائی، رؤیا۔

## بَابُ الْمُبَشِّرَاتِ۔ ص ۱۰۳۵ بشارت دینے والے خواب۔

**توضیح** امام ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آیۂ کریمہ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا" سے مراد اچھے خواب ہیں۔

| حدیث | عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ |
|---|---|
| ۲۸۶۷ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ |
| | رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا |
| | صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا نبوت سے باقی نہیں مگر مبشرات۔ لوگوں نے |
| | الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ۔ |
| | پوچھا وہ مبشرات کیا ہیں فرمایا اچھے خواب۔ |

## بَابُ رُؤْيَا اَهْلِ السُّجُوْنِ وَالْفَسَادِ وَالشِّرْكِ لِقَوْلِهٖ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ قَالَ اَحَدُهُمَا اِنِّيْ اَرٰىنِيْ اَعْصِرُ خَمْرًا وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْ اَرٰىنِيْ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ مَا كَانَ لَنَا اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ اِلٰى قَوْلِهٖ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ (سورہ یوسف آیت ۳۶ تا ۵۰)

قیدیوں اور فسادیوں اور مشرکین کا خواب۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے" اور یوسف کیساتھ قیدخانہ میں دوجوان آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ شراب نچوڑتا ہوں اور دوسرے نے کہا میں نے خواب دیکھا کہ میرے سر پر کچھ روٹیاں ہیں جن میں سے پرندے کھاتے ہیں۔ ہمیں اس کی تعبیر بتایئے بے شک ہم آپ کو نیکوکار دیکھتے ہیں (الی ان قال) اے قیدخانہ کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے رب (اپنے بادشاہ) کو شراب پلائے گا۔ رہا دوسرا اس کو سولی دی جائے گی اور پرندے اس کا سر کھائیں گے حکم ہو چکا جس کا تم سوال کرتے تھے اور یوسف نے ان دونوں میں سے اس سے فرمایا جس کے بارے میں گمان کیا کہ وہ نجات پائے گا اپنے رب (اپنے بادشاہ) کے پاس

میرا ذکر کرنا پھر شیطان نے اُسے بھلا دیا کہ اپنے رب (اپنے بادشاہ) کے سامنے یوسف کا ذکر کرے۔ اس کے نتیجہ میں یوسف کئی برس اور جیل خانہ میں رہے۔ اور بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں سات فربہ گائیں دیکھیں کہ انہیں سات دُبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیں ہری دیکھی ہیں اور دوسری سات سوکھی۔ اے دربار یو! میرے خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تمہیں خواب کی تعبیر آتی ہو۔ انہوں نے کہا یہ خواب پریشاں ہے اور ہم خواب پریشاں کی تعبیر نہیں جانتے اور اس نے کہا جو دو قیدیوں میں سے بچ گیا تھا اور اُسے ایک مدت کے بعد یاد آیا۔ میں تمہیں اس کی تعبیر بتاؤں گا مجھے بھیجو اے یوسف، اے صدیق! ہمیں تعبیر بتایئے۔ سات فربہ گایوں کی جنہیں سات دُبلی گائیں کھا جاتی ہیں اور سات ہری بالیں اور سات سوکھی بالیں۔ شاید میں لوگوں کی طرف لوٹ کر جاؤں شاید وہ آگاہ ہوں۔ فرمایا تم لوگ سات سال لگاتار کھیتی کرو گے جو کاٹو اسے اس کی بالوں میں رہنے دو مگر تھوڑا کھانے بھر۔ اس کے بعد سات کڑے سال آئیں گے کہ جو تم نے ان کے لیے جمع کر رکھا تھا سب کھا جائیں گے مگر تھوڑا سا جو بچا لو۔ پھر اس کے بعد ایک برس آئے گا جس میں لوگوں کو بارش دی جائے گی اور اس میں رس نچوڑیں گے اور بادشاہ نے کہا انہیں میرے پاس لاؤ تو جب ان کے پاس قاصد آیا فرمایا اپنے رب (اپنے بادشاہ) کے پاس جاؤ اور اُس سے پوچھو ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ بے شک میرا رب ان کا فریب جانتا ہے۔

**توضیح** اس باب سے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ رویاءِ صالحہ اکثر مؤمنین متقین دیکھتے ہیں مگر کبھی کبھی بعض حکمتوں کی بناء پر فساق بلکہ کفار تک دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب جیل خانہ میں تھے تو ان کے سامنے دو کافر قیدیوں نے اپنا خواب بیان کیا۔

واقعہ یہ ہوا کہ اس وقت کے بادشاہ ولید بن نروان انبیقی کے داروغہ سطیح اور ساقی پر الزام لگا کہ انہوں نے بادشاہ کو زہر دینا چاہا تھا۔ اس جرم میں دونوں جیل خانہ بھیجدئے گئے۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم قید خانہ میں پانچ برس رہ چکے تھے اس عرصہ میں قیدیوں پر حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عظمت، ان کا علم و فضل ظاہر ہو چکا تھا۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیدیوں کو بتایا کہ میں خوابوں کی تعبیر بھی جانتا ہوں۔

بعض روایتوں میں مذکور ہے کہ ان دونوں قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو آزمانے کے لیے اپنا اپنا خواب گڑھ کر بیان کیا۔ جب حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خواب کی تعبیر بیان کر چکے تو ان دونوں نے کہا کہ ہم نے کوئی خواب نہیں دیکھا ہے آپ کو آزمانے کے لیے ہم نے یہ بیان کیا۔ اس پر فرمایا کہ اب اسی کے مطابق ہو گا اللہ کا حکم ہو چکا ہے۔ چنانچہ تین دن کے

بعد ساقی رہا ہو گیا اور داروغۂ مطبخ کو پھانسی دی گئی۔ اس کی لاش سُولی پر چھوڑ دی گئی۔ پرندے اس کے سر کو نوچ نوچ کر کھاتے رہے۔

اس آیت میں بادشاہ مصر کو قیدیوں کی طرف اضافت کر کے "رَبُّهٗ وَرَبُّكَ" فرمایا گیا ہے۔ عربی زبان میں رب بمعنی آقا و پرورش کرنے والے کے اضافت کے ساتھ بولنا جائز ہے جب کہ اضافت خاص ہو لیکن بلا اضافت مطلق یا مضاف الیہ عام کے ساتھ مثلاً عالمین وغیرہ غیر مخلوق پر اس کا اطلاق کفر ہے اور اردو میں اضافتِ خاص کے ساتھ بھی ممنوع حرام مُنجر الی الکفر ہے۔ ہر زبان کا عُرف الگ الگ ہوتا ہے۔ ایک زبان کے عُرف سے دُوسری زبان کے عُرف پر استدلال صحیح نہیں۔

وَادَّكَرَ، اِفْتَعَلَ مِنَ ذُكْرٍ، اُمَّةٌ، قَرْنٌ، وَيُقْرَأُ اَمَهٍ، نِسْيَانٍ،

**توضیح** آیۂ کریمہ میں تھا "وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ" حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ذِکر سے باب افتعال واحد مذکر غائب ماضی کا صیغہ ہے۔ ذال اور تاء دونوں کو دال سے بدلا اور ایک کا دوسرے میں ادغام کر دیا وَادَّكَرَ ہو گیا۔ اسی سے مُدَّكِر بھی ہے ــــ اور اس آیت میں اُمَّةٌ سے مراد زمانہ ہے۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جیل خانہ میں بارہ ۱۲ سال رہے بادشاہ کے ساقی کے جیل خانہ سے نکلنے کے بعد سات سال اور اس کے پہلے پانچ سال۔ یہاں زمانہ سے مراد سات سال کا زمانہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے قرأت شاذہ اُمَّةٍ کی جگہ اَمَهٍ مروی ہے۔ اَمَهٍ کے معنی بھولنے کے ہیں۔

| | |
|---|---|
| ت | وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَعْصِرُوْنَ الْاَعْنَابَ وَالدُّهْنَ تُحْصِنُوْنَ تُحْرِزُوْنَ |
| ۸۲۸ | حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یعصرون سے مراد یہ ہے انگور نچوڑیں گے اور تیل نچوڑیں گے۔ تُحْصِنُوْن کے معنی ہیں محفوظ رکھو گے۔ |

**تشریح ۸۲۸:۔** حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بادشاہ کے خواب کی جو تعبیر بتائی تھی اس میں یہ تھا فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ عصر کے معنی نچوڑنے کے ہیں جیسے انگور سے شیرہ نچوڑنا یا کسی بیج وغیرہ سے تیل نچوڑنا ــــ سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بادشاہ کے خواب کی جو تعبیر بتائی اس میں یہ ہے "اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ" یعنی بعد کی خشک سالی میں تم نے جو کچھ جمع کیا تھا سب کھا ڈالو گے مگر تھوڑا سا محفوظ رکھ لو گے مقصد یہ ہے کہ "تُحْصِنُوْنَ" کے معنی ہیں "تُحْرِزُوْنَ" جس کو تم محفوظ رکھو گے۔

| حدیث | عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی |
|---|---|
| ۲۸۶۸ | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| | عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَبِثْتُ فِی السِّجْنِ مَا لَبِثَ یُوْسُفُ ثُمَّ اَتَانِی الدَّاعِیْ لَاَجَبْتُهُ۔ |
| | کو فرماتے ہوئے سنا اگر میں اتنی مدت تک جیل خانہ میں رہتا جتنی مدت تک حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم رہے تو بادشاہ |
| | کے ایلچی کی بات مان لیتا۔ |

**تشریح ۲۸۶۸:** یہ حدیث کتاب الانبیاء میں گزر چکی ہے یعنی میں جیل خانہ سے نکلنے میں تاخیر نہ کرتا جیسا کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توقف فرمایا اور فرمایا جاؤ اپنے بادشاہ سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے اس کا مقصد یہ تھا کہ جس الزام پر مجھے جیل خانہ بھیجا ہے اس سے برأت ثابت ہو جائے پھر میں جیل خانہ سے نکلوں گا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ یَعْنِیْ لَوْ كُنْتُ لَاَجَبْتُهُ فِیْ اَوَّلِ مَا دُعِیْتُ لَمْ اُؤَخِّرْهُ۔

ابو عبداللہ یعنی امام بخاری نے کہا کہ اگر میں (بجائے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ہوتا تو پہلے ہی بلاوے پر بادشاہ کے یہاں تشریف لے جاتا دیر نہیں کرتا۔

**بَابُ مَنْ رَاٰی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَنَامِ ص ۱۰۳۵**

جس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔

| حدیث | اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ |
|---|---|
| ۲۸۶۹ | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے |
| | تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَةِ وَلَا |
| | ہوئے سنا جو مجھ کو خواب میں دیکھے گا تو وہ بہت جلد مجھ کو بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری شکل |
| | یَتَمَثَّلُ الشَّیْطَانُ بِیْ [1] |
| | نہیں اختیار کر سکتا۔ |

**تشریحات ۲۸۶۹:** اس کی پہلی توجیہ یہ ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے ساتھ خاص ہے یعنی جو شخص دور دراز والا جس نے مجھے نہیں دیکھا

[1] مسلم، تعبیر، ابوداؤد، ادب۔

ہے اسے اللہ تعالیٰ ہجرت کی توفیق دے گا اور میری ظاہری ملاقات سے مشرف ہوگا۔ اور یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ بعد وصال بھی اگر کوئی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت سے مشرف ہو تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر کرم فرمائیں گے اور بیداری میں بھی اپنی زیارت سے مشرف فرمائیں گے۔ دوسری تاویل یہ کی گئی ہے کہ وہ آخرت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار کرے گا۔ یعنی مخصوص طریقہ سے قرب خاص میں باریاب ہوگا اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

| ت | قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ اِذَا رَاٰهُ فِيْ صُوْرَتِهٖ۔ |
|---|---|
| ۸۲۹ | ابو عبداللہ (امام بخاری) نے فرمایا ابن سیرین نے فرمایا کہ جب آپ کو آپ کی صورت میں دیکھے۔ |

**تشریحات ۸۲۹** اس تعلیق کو اسماعیل بن اسحٰق قاضی نے روایت کیا ہے کہ حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کوئی شخص اگر یہ بیان کرتا کہ اس نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے تو اس سے فرماتے حلیۂ مبارک بیان کرو، اگر وہ ایسا حلیہ بیان کرتا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نہ ہوتا تو فرماتے اس نے نہیں دیکھا۔

اسی لیے ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارکہ کو اپنے ذہن میں رکھے۔ اس خادم کا ذوق یہی ہے کہ اگر کتب حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیہ جو مذکور ہے اس کے مطابق ہو تو اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا۔

مگر اس کے معارض حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ رَاٰنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِيْ فَاِنِّيْ اُرَىٰ فِيْ كُلِّ صُوْرَةٍ۔ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے مجھ کو دیکھا کہ میں کسی بھی صورت میں جلوہ دکھا سکتا ہوں۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ اس کے ایک راوی صالح مولی التوأمہ ضعیف ہیں اخیر عمر میں خلط ملط کرنے لگے تھے اور جس نے ان سے یہ حدیث سنی ہے اختلاط کے عارضہ کے بعد سنی ہے اگرچہ بہت سے علما کا یہ مذہب ہے کہ جس حال میں دیکھے اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہی دیکھا۔ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں اس پر حسب عادت بڑی لمبی چوڑی تشریح فرمائی ہے۔ مسلم میں یہ زائد ہے "فَكَاَنَّمَا رَاٰنِيْ فِي الْيَقْظَةِ"۔ کہ گویا اس نے مجھ کو بیداری میں دیکھا۔ اسماعیلی نے اسی طریقہ سے تخریج کی ہے اس میں "فَقَدْ رَاٰنِيْ فِي الْيَقْظَةِ" ہے فسیرانی نہیں۔ اور یہی ابن ماجہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نیز ابن ماجہ میں حضرت حُذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے "فَکَأَنَّمَا رَأَنِیْ فِی الْیَقْظَۃِ"۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۸۷۰ | عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ |
| | حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے |
| | تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَخَیَّلُ بِیْ |
| | فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے ضرور مجھ کو دیکھا اس لیے کہ شیطان میری صورت نہیں |
| | وَرُؤْیَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّۃٍ وَّاَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّۃِ ؏ |
| | اختیار کرسکتا۔ اور مؤمن کا خواب نبوت کے چھیالیس جز میں سے ایک جز ہے۔ |
| حدیث ۲۸۷۱ | قَالَ اَبُوْ سَلَمَۃَ قَالَ اَبُوْ قَتَادَۃَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ |
| | حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا |
| | وَسَلَّمَ مَنْ رَآنِیْ فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ۔ |
| | جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔ |
| حدیث ۲۸۷۲ | عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ |
| | حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ |
| | تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ رَآنِیْ فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَکَوَّنُنِیْ۔ |
| | فرماتے ہوئے سُنا کہ جس نے مجھے (خواب میں) دیکھا تو اس نے حقیقت میں مجھے دیکھا اس لیے کہ شیطان مجھ جیسا نہیں بن سکتا۔ |

**تشریحات ۲۸۷۲** حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون پر یہاں چار صحابہ کرام سے حدیثیں روایت کیں ان چار حضرات کے علاوہ اور بھی کثیر صحابہ کرام سے اس مضمون کی احادیث مروی ہیں۔ یہ حدیث لفظاً نہیں تو معنًی مشہور ہے اس سے انکار کرنا گمراہی اور بد دینی ہے۔

## بَابُ رُؤْیَا اللَّیْلِ ص ۱۰۳۶ رات کے خواب کا بیان۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۸۷۳ | عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا |
| | عبید اللہ بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث بیان کرتے تھے |
| | کَانَ یُحَدِّثُ اَنَّ رَجُلًا اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ |
| | کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے کہا مجھے آج رات خواب میں |

؏ ترمذی، شمائل

أُرِيتُ اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ۔

دکھایا گیا اور انہوں نے پوری حدیث بیان کی۔

**تشریحات ۲۸۷۳** پوری حدیث اس باب کے اخیر میں ہندوستانی مطبوعہ بخاری کے صفحہ ۱۰۴۳ پر بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الرُّؤْيَا لِأَوَّلِ عَابِرٍ إِذَا لَمْ يُصِبْ. میں مذکور ہے۔

وَتَابَعَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ وَابْنُ أَخِ الزُّهْرِيِّ وَسُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ

اور سلیمان بن کثیر اور زہری کے بھتیجے اور سفیان بن حسین نے ان کی متابعت کی کہ یہ حدیث اس سند کے ساتھ

عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

مروی ہے عن الزہری عن عبید اللہ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سلیمان بن کثیر کی متابعت کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ امام زہری کے بھتیجے کا نام محمد بن عبداللہ بن عبداللہ بن مسلم ہے۔ فتح الباری میں ہے کہ اسے زہری نے زہریات میں روایت کیا ہے۔ لیکن عمدۃ القاری میں ہے کہ میں اس کی صحت کو نہیں جانتا اور سفیان بن حسین واسطی کی متابعت کو امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے۔

وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ

اور زبیدی نے کہا کہ زہری سے روایت ہے وہ عبید اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس

أَوْ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

**تشریح** اسے امام مسلم نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ عبید اللہ بن عبداللہ کو اس میں شک ہے کہ ابن عباس نے اس حدیث کو روایت کیا ہے یا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

وَقَالَ شُعَيْبٌ وَإِسْحَقُ بْنُ يَحْيَى عَنِ الزُّهْرِيِّ كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ

اور شعیب اور اسحٰق بن یحییٰ زہری سے یوں روایت کرتے تھے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ــــ

عنہ (اس حدیث کو) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے ــــ اور معمر پوری سند

وَكَانَ مَعْمَرٌ لَا يُسْنِدُهُ حَتّٰى كَانَ بَعْدُ۔

نہیں بیان کرتے تھے۔ بعد میں بیان کرنے لگے۔

**تشریحات** فتح الباری میں ہے کہ اسے امام زہری نے زُہریات میں روایت کیا ہے مگر علامہ عینی نے فرمایا کہ میں اس کی صحت کو نہیں جانتا۔ اور معمر بن راشد اس حدیث کو بیان کرتے تو یوں کہتے کہ ابن عباس نے یہ بیان کیا درمیان سے عبداللہ بن عبیداللہ کو چھوڑ دیتے یہاں تک کہ زمعہ ایک کتاب لائے جس میں اس حدیث کی سند یہ تھی عن الزھری عن عبیداللہ عن ابن عباس اس کے بعد معمر شک نہیں کرتے۔

امام اسحٰق بن راہویہ اپنی مسند میں ایک سند یہ بھی لائے ہیں عن ابن عباس کان ابوھریرۃ یحدث۔ اسمٰعیلی نے اس حدیث میں ایک اور اختلاف ذکر کیا ہے۔ انہوں نے بطریق صالح بن کیسان روایت کیا اور کہا عن سلیمان بن یسار عن ابن عباس۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ محفوظ اس کا قول ہے جس نے امام زہری کے بعد عن عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبۃ کہا یعنی امام زہری نے عبیداللہ سے روایت کی اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔

## بَابُ الرُّؤْيَا بِالنَّهَارِ ص۱۰۳۶ دن کا خواب۔

**۸۳۰ ت** وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ رُؤْيَا النَّهَارِ مِثْلُ رُؤْيَا اللَّيْلِ۔

حضرت ابن سیرین سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا دن کا خواب رات کے خواب کے مثل ہے۔

**تشریح ۸۳۰** اس تعلیق کو علی بن ابی طالب قیروانی نے کتاب التعبیر میں روایت کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دن میں خواب دیکھا جائے یا رات میں مرد دیکھیں یا عورتیں سب کی تعبیر ہے۔ ایسا نہیں کہ رات کے خواب کی تعبیر ہو اور دن کے خواب کی تعبیر نہ ہو۔ مردوں کے خواب کی تعبیر ہو اور عورتوں کے خواب کی تعبیر نہ ہو۔

## بَابُ الْقَيْدِ فِي الْمَنَامِ ص۱۰۳۹ خواب میں قید دیکھنے کے بیان میں۔

**حدیث ۲۸۷۴** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت قریب ہوگی تو مؤمن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا۔ اور مؤمن

اَقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ تَكْذِبُ وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ
کا خواب نبوت کے چھیالیس ۴۶ جز میں سے ایک جز ہے اور جو چیز نبوت سے
جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ وَمَا كَانَ مِنَ النُّبُوَّةِ فَاِنَّهٗ لَا يَكْذِبُ۔
ہوگی وہ جھوٹی نہیں ہوگی۔

ت | قَالَ مُحَمَّدٌ وَّاَنَا اَقُوْلُ هٰذِهٖ قَالَ وَكَانَ يُقَالُ الرُّؤْيَا ثَلٰثٌ
۸۳۱ اور محمد بن سیرین نے کہا اور میں کہتا ہوں یہ انہوں نے کہا، کہا جاتا ہے کہ
حَدِيْثُ النَّفْسِ وَتَخْوِيْفُ الشَّيْطَانِ وَبُشْرٰى مِنَ اللّٰهِ فَمَنْ رَّاٰى شَيْئًا يَكْرَهُهٗ
خواب تین قسم کے ہوتے ہیں ذہنی خیالات، شیطان کی طرف سے ڈرایا جانا۔ اور اللہ تعالیٰ
فَلَا يَقُصُّهٗ عَلٰى اَحَدٍ وَلْيَقُمْ فَلْيُصَلِّ قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ الْغُلَّ فِى النَّوْمِ وَكَانَ
کی طرف سے بشارت۔ پس جو شخص ایسی بات دیکھے جو اس سے ناپسند ہو تو کسی سے بیان نہ کرے اور اٹھ
يُعْجِبُهُمُ الْقَيْدُ وَيُقَالُ الْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِى الدِّيْنِ۔
جائے اور نماز پڑھے۔ انہوں نے کہا خواب میں طوق دیکھنا اچھا نہیں اور قید ہونا اچھا ہے اور کہتے تھے کہ قید ہونا دین میں ثابت قدمی ہے

ت | وَرَوَاهُ قَتَادَةُ وَيُوْنُسُ وَهِشَامٌ وَّاَبُوْ هِلَالٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ
۸۳۲ قتادہ اور یونس اور ھشام اور ابو ہلال ان سب نے ابن سیرین سے روایت کی اور وہ
اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَدْرَجَ بَعْضُهُمْ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور بعضوں نے سب
كُلَّهٗ فِى الْحَدِيْثِ وَحَدِيْثُ عَوْفٍ اَبْيَنُ وَقَالَ يُوْنُسُ لَا اُحْسِبُهٗ اِلَّا عَنِ
کو حدیث میں درج کر دیا اور عوف کی حدیث زیادہ ظاہر ہے اور یونس نے کہا میں قید کی تعبیر نبی
النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْقَيْدِ۔
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی سے مروی سمجھتا ہوں۔

**تشریح ۸۳۲** اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث "لَا يَكْذِبُ" تک ہے اور اس کے بعد حضرت امام محمد بن سیرین کا قول ہے۔ لیکن ہشام بن ابو عبداللہ دستوائی نے "الرؤیا ثلث" سے لے کر اخیر تک کو اس طرح روایت کیا گویا وہ حدیث ہے اور عوف سے جو روایت ہے وہ زیادہ واضح ہے کہ انہوں نے مرفوع کو موقوف سے الگ بیان کیا البتہ قید کی جو تعبیر حدیث میں مذکور ہے اس کے بارے میں یونس کو شک ہے کہ حضور کا ارشاد ہے یا ابن سیرین کا قول ہے۔

قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰہِ لَا تَکُوْنُ الْاَعْلَالُ اِلَّا فِی الْاَعْنَاقِ ۔ طوق صرف گردن میں ہوتی ہے۔

**اذا اقترب الزمان**۔ علامہ خطابی نے اس کی دو توجیہیں کیں کہ اس سے مراد دن رات کا قریب قریب برابر ہونا ہے یعنی وہ ایام جن میں دن بھی تقریباً بارہ گھنٹہ کا ہوتا ہے اور رات بھی۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب سورج خط استوا پر یا اس کے قریب ہوتا ہے۔ ہمارے دیار میں ماہ ستمبر اور مارچ میں دن رات قریب قریب برابر ہوتے ہیں کیونکہ اس وقت جن عناصر اربعہ سے انسان کی تخلیق ہوئی ہے وہ معتدل ہوتے ہیں ۔ دوسری توجیہ یہ کی ہے کہ اس سے مراد قیامت کے قریب کے ایام ہیں جب زمانہ قریب الختم ہوگا۔ ابن بطال نے فرمایا کہ دوسرا قول صحیح ہے۔ علامہ داؤدی نے فرمایا اس سے مراد قرب قیامت کے وہ ایام ہیں جو بہت تیزی سے گزرتے محسوس ہوں گے۔

اور کچھ لوگوں نے کہا اس سے مراد حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ ہے علامہ قرطبی نے کہا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو دجال کے قتل ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ رہیں گے۔

**لا تکاد تکذب**۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خواب جس طرح دیکھے گا اسی طرح واقع ہوگا تعبیر کی ضرورت نہیں ہوگی۔

**انا اقول** اس سے مراد اس کے بعد والا جملہ ہے یعنی **وکان یقال الرویا ثلٰث** یعنی امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ خواب کی تین قسمیں ہیں اس کے قائل کون ہیں کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ ہیں لیکن امام احمد اور امام ترمذی اور امام نسائی نے بالفاظ مختلفہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| الرویا ثلٰث فرویا حق و رویا یحدث بھا الرجل نفسہ ورویا تخویف من الشیطان۔ | خواب تین ہیں۔ حق اور انسانی خیالات اور شیطان کا ڈرانا۔ |

مسلم ابوداؤد اور ترمذی میں یوں ہے۔

| | |
|---|---|
| الرویا ثلٰث فرویا الصالحۃ بشریٰ من اللہ۔ | اچھا خواب اللہ کی طرف سے بشارت ہے۔ |

بقیہ اسی کے مثل ہے۔

انہیں تینوں میں حصر نہیں۔ احادیث پر نظر کرنے سے اور اقسام بھی ظاہر ہوتے ہیں۔
اوّل حدیث نفس ــ یہ حضرت ابوہریرۃ کی حدیث میں ہے، ثانی تلاعب من الشیطان ــ شیطان کا کھیلنا جیسا کہ مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک اعرابی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرا سر کاٹ لیا گیا ہے۔ اور وہ لڑھکتا بھاگ رہا ہے۔ میں تیزی سے اس کے پیچھے دوڑ رہا ہوں فرمایا نیند میں شیطان جو کھیل کود کرے اسے کسی کو مت بتا۔ تیسرے آدمی بیداری میں جن باتوں کے کرنے کا عادی ہے اسے خواب میں دیکھے جیسے کسی وقت اسے کھانے کی عادت تھی اور بغیر کھائے سو گیا خواب میں دیکھا کہ وہ کھا رہا ہے یا جیسے کسی نے پیٹ بھر سے زائد کچھ کھا لیا اور سو گیا پھر دیکھا کہ وہ قے کر رہا ہے۔ اور چوتھے اضغاث احلام۔

وکان یکرہ الغلّ ــ یعنی ابن سیرین نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواب میں گلے میں طوق دیکھنے کو برا سمجھتے تھے اس لیے کہ یہ جہنمیوں کی سزاؤں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْ اَعْنَاقِهِمْ جب طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے۔

اور کبھی اس کی تعبیر کفر ہے وغیر ذٰلک۔
علامہ کرمانی نے فرمایا۔
کان یقال سے فی الدین تک کس کا قول ہے اس میں شارحین کا اختلاف ہے کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت ابن سیرین کا قول ہے کچھ لوگوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور کچھ لوگوں نے کہا کان یکرہ الغل فی النوم یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

وکان یعجبہم سے مراد اہل تعبیر ہیں اور پھر کان یقال القید ثبات فی الدین۔ یہ بھی مُعَبِّرِیْن کا قول ہے۔ مہلب نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے کہ خواب میں طوق کو ناپسند کرتا ہوں اور بیڑی کو پسند کرتا ہوں۔

قال ابوعبداللہ۔ یعنی امام بخاری نے فرمایا کہ غلّ یعنی طوق گردن ہی میں ہوگا ــ امام بخاری اس سے ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہتھکڑی اور بیڑی کو بھی غلّ کہتے ہیں لیکن یہ رد صحیح نہیں۔ ابوعلی قالی نے کہا کہ غل کے معنی ہتھکڑی ہے اور ابن سیدہ نے کہا کہ غلّ طوق اور ہتھکڑی دونوں کو کہتے ہیں۔

بَابُ إِذَا رَأَى أَنَّهُ أَخْرَجَ الشَّيْءَ مِنْ كُوَّةٍ فَأَسْكَنَهُ مَوْضِعًا آخَرَ ص ۱۰۴۲

جب یہ خواب دیکھے کہ اس نے کچھ کسی بستی یا علاقہ سے نکال کر دوسری جگہ رکھ دیا۔

| حدیث | عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ |
|---|---|
| ۲۸۷۵ | حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ |
| | وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ كَأَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ ثَائِرَةَ الرَّأْسِ خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِينَةِ |
| | تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا گویا ایک کالی عورت پریشان بالوں |
| | حَتّٰى قَامَتْ بِمَهْيَعَةَ وَهِيَ الْجُحْفَةُ فَتَأَوَّلْتُ أَنَّ وَبَاءَ الْمَدِينَةِ |
| | والی مدینہ سے نکلی اور مہیعہ جاکر ٹھہری یعنی جحفہ میں۔ میں نے اس کی تعبیر |
| | نُقِلَ إِلَيْهَا ع |
| | یہ کی کہ مدینہ کی وبا جحفہ منتقل ہوگئی۔ |

**تشریحات ۲۸۷۵**

باب میں تھا اَخْرَجَ الشَّیْءَ یعنی یہ کہ کوئی چیز نکالا لیکن حدیث میں ہے خَرَجَتْ اس کے معنی ہیں نکلی، یہ اصل میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے دوسرے طریقہ میں جو اُخْرِجَتْ وارد ہے اس کی طرف اشارہ کیا ہے بلکہ اسی طریقہ میں خَرَجَتْ کی جگہ اُخْرِجَتْ عمدۃ القاری میں بھی ہے۔

مُهَيْعَةَ۔ اس کا دوسرا نام جحفہ ہے جو مصریوں کی میقات ہے کتاب الحج میں حدیث گزری کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہم مدینہ جب آئے تو اس وقت تک وہ دنیا میں سب سے زیادہ وبا زدہ علاقہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو اس کی وبا جحفہ منتقل ہوگئی۔ بعض شارحین نے فرمایا ہے کہ جحفہ کی وبا کا یہ عالم ہے کہ شاید ہی کوئی بچہ وہاں جوان ہو پاتا ہے۔

بَابُ مَنْ كَذَبَ فِي حُلْمِهِ ص ۱۰۴۲

جو جھوٹا خواب بیان کرے۔

| حدیث | عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ |
|---|---|
| ۲۸۷۶ | حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس |
| | وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ أَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ وَلَنْ |
| | نے ایسا خواب بیان کیا جسے دیکھا نہ ہو اس کو قیامت کے دن حکم دیا جائے گا کہ جو کے دو دانوں کے |

ع اس کے بعد ہی متصل دو طریقہ سے۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔

يَفْعَلَ وَمَنِ اسْتَمَعَ إِلَى حَدِيثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ أَوْ يَفِرُّونَ مِنْهُ صُبَّ

درمیان گرہ لگائے لیکن وہ اس کو نہ لگا سکے گا۔ اور جس نے ان لوگوں کی بات سنی جو اپنی بات سننے کو اچھا نہ

فِي أُذُنَيْهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ صَوَّرَ صُورَةً عُذِّبَ وَكُلِّفَ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا

سمجھتے تھے یا اس سے بچتے تھے تو اس کے کانوں میں قیامت کے دن سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔ اور جس نے تصویر بنائی اس

وَلَيْسَ بِنَافِخٍ۔

کو عذاب دیا جائے گا اور یہ حکم دیا جائے گا کہ اس تصویر میں روح ڈالے۔ لیکن وہ ڈال نہ سکے گا۔

۲۸۷۶

**تشریحات:** ۔ "وَمَنِ اسْتَمَعَ" مطلب یہ ہے کہ اگر کچھ لوگ راز کی بات کر رہے ہوں جسے لوگوں سے چھپانا چاہتے ہوں تو اس کا سننا جائز نہیں۔ "يَفِرُّونَ" سے مراد یہی ہے کہ اس بات کو چھپانا چاہتے ہوں ۔۔۔ جھوٹے خواب پر اتنی سخت وعید اس بناء پر ہے کہ یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے اس لیے کہ خواب اللہ تعالیٰ ہی دکھاتا ہے۔

تکلیف مالا یطاق جائز نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا۔ لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ بندے کو ایسا حکم دینا کہ یہ کرو جو بندے کی وسعت میں نہ ہو جائز نہیں۔ یعنی محال چیز کی تکلیف کی تشریح۔ اور یہاں دو جو کے درمیان گرہ لگانا اور تصویر میں جان ڈالنا بطور عذاب ہے بطور تشریع نہیں۔

| ت | قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي |
|---|---|
| ۸۳۳ | حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا جو اپنے |
| | هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَوْلُهُ مَنْ كَذَبَ فِي رُؤْيَاهُ۔ |
| | خواب میں جھوٹ بولے۔ |

۸۳۳

**تشریح:** ۔ مطلب یہ ہے کہ بطریق قتادہ یہی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً مروی ہے جس کا لفظ یہ ہے مَنْ كَذَبَ فِي رُؤْيَاهُ۔

| ت | قَالَ سُفْيَانُ وَصَلَهُ لَنَا أَيُّوبُ ؏ |
|---|---|
| ۸۳۴ | سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ ایوب نے ہم سے اس حدیث کو سند متصل کے ساتھ بیان کیا۔ |

؏ ابوداؤد، عدد ۔۔۔ ترمذی، لباس، رؤیا ۔۔۔ نسائی، زینت، جزء، ابن ماجہ، رؤیا، جزء۔

| ت | وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ هَاشِمِ الرُّمَّانِیْ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ. قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ |
|---|---|
| ۸۳۵ | اور شعبہ نے ابو ھاشم الرمانی سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے عکرمہ سے سُنا۔ ابو ہریرہ |
| | رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَوْلُهُ مَنْ صَوَّرَ وَمَنْ تَحَلَّمَ وَمَنِ اسْتَمَعَ۔ |
| | رضی اللہ عنہ نے کہا جس نے تصویر بنائی اور جس نے جھوٹا خواب بیان کیا اور جس نے دوسرے کی بات سُنی۔ |

تشریح ۸۳۵:۔ مُستملی اور سرخسی کی روایت میں عن اَبِی ھشام ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ غلط ہے صحیح ابو ہاشم ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ تینوں طریقے معلق موقوف ہیں اول قتیبہ سے مروی ہے جس میں عن عکرمۃ ہے دوسرے شعبہ سے جس میں سَمِعْتُ عکرمۃَ ہے تیسرے قال اَبو ھریرۃ۔ فرق یہ ہے کہ پہلے اور دوسرے میں من کذب فی رُؤیاہ ہے اور دوسرے میں من تَحَلَّمَ ہے۔

| حدیث | عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی |
|---|---|
| ۲۸۷۷ | حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سب |
| | عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَفْرَى الْفِرَا اَنْ يُرِیَ عَيْنَيْهِ مَالَمْ تَرَيَا۔ |
| | سے بڑھ کر جھوٹ یہ ہے کہ کوئی اپنی آنکھوں کا دیکھنا وہ بیان کرے جو اس کی آنکھوں نے نہیں دیکھا ہے۔ |

تشریحات ۲۸۷۷: مِنْ اَفْرَى الْفِرَا ــ اَفْرَى فَرْیٌ سے اسم تفضیل ہے اور فِرَی فِرْیَةٌ کی جمع ہے ــ فِرْیَةٌ کے معنی ایسا بڑا جھوٹ جس پر لوگوں کو تعجب ہو۔

اَنْ يُّرِیَا۔ یہ رویت کے باب افعال اَلْاِرَاءَةُ سے مضارع معروف کا صیغہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ جو خواب نہ دیکھا ہو اس کو بیان کرے کہ میں نے دیکھا ہے اس کو تمام جھوٹوں سے بڑا جھوٹ اس لیے شمار کیا گیا کہ اللہ عزوجل پر بہتان ہے جیسا کہ گزرا۔

بَابُ اِذَا رَاٰی مَا يَكْرَهُ فَلَا يُخْبِرُ بِهَا وَلَا يَذْكُرُهَا ص ۱۰۴۳

جب ناپسندیدہ خواب دیکھے تو نہ کسی کو بتائے اور نہ کسی سے ذکر کرے۔

| حدیث | سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ يَقُوْلُ لَقَدْ كُنْتُ اَرَى الرُّؤْيَا فَتَمْرَضُنِیْ |
|---|---|
| ۲۸۷۸ | ابو سلمہ کہتے تھے کہ میں کوئی خواب دیکھتا تو بیمار ہو جاتا تھا یہاں تک کہ میں نے حضرت |
| | حَتّٰی سَمِعْتُ اَبَا قَتَادَةَ يَقُوْلُ اَنَا كُنْتُ اَرَى الرُّؤْيَا فَتَمْرَضُنِیْ حَتّٰی |
| | ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں خواب دیکھتا تو وہ مجھے بیمار کر دیتا |

www.sirat-e-mustaqeem.net

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلرُّؤْیَا الْحَسَنَۃُ مِنَ اللّٰہِ

یہاں تک کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اچھا خواب اللہ کی طرف سے

فَاِذَا رَاٰی اَحَدُکُمْ مَا یُحِبُّ وَلَا یُحَدِّثُ بِہٖ اِلَّا مَنْ یُّحِبُّ فَاِذَا رَاٰی مَا یَکْرَہُ

ہے جب تم میں سے کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو اسی سے بیان کرے جو اس سے محبت کرتا ہے اور

فَلْیَتَعَوَّذْ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّھَا وَمِنْ شَرِّ الشَّیْطَانِ وَلْیَتْفُلْ ثَلَاثًا وَلَا یُحَدِّثْ

جب برا خواب دیکھے تو اس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے اور تین بار تھوکے اور

بِھَا اَحَدًا فَاِنَّھَا لَا تَضُرُّہٗ۔

کسی سے بیان نہ کرے پھر وہ کوئی ضرر نہیں دے گا۔

**تشریحات** ۲۸۷۸ کچھ اختصار کے ساتھ یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے یہاں کچھ تفصیل زیادہ ہے بات یہ ہے کہ خواب پہلی بار جس سے بیان کیا جائے اور وہ کوئی تعبیر بتائے وہ ہو کے رہتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الرؤیا لاوّل عابر۔ خواب پہلی تعبیر بتانے والے کے مطابق واقع ہوتا ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ خواب صرف عالم یا اپنے مخلص کے سامنے بیان کرو۔

اقول وھو المستعان۔ یہ قاعدہ کلیہ نہیں کہ پہلی تعبیر بتانے والے کی تعبیر ہی کے مطابق خواب واقع ہو یہ اس وقت ہے جب پہلی تعبیر بتانے والے نے صحیح تعبیر بتائی ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلی تعبیر بتانے والا خطا کرے جیسا کہ خود امام بخاری نے اس کے بعد باب کا عنوان قائم کیا ہے کہ جو اس کا قائل نہ ہو کہ خواب پہلی تعبیر بتانے والے کے لیے ہے اگر وہ تعبیر صحیح نہ بتائے۔ اس کے تحت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث ذکر فرمائی ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک لمبا خواب بیان کیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سے اجازت لے کر اس کی تعبیر بتائی اور پھر حضور سے پوچھا یا رسول اللہ میں نے صحیح تعبیر بتائی یا کوئی غلطی کی تو حضور نے ارشاد فرمایا کچھ صحیح بتائی اور کچھ میں تم نے خطا کی۔

بَابُ مَنْ لَمْ یَرَ الرُّؤْیَا لِاَوَّلِ عَابِرٍ اِذَا لَمْ یُصِبْ ص ۱۰۴۳ جو یہ اعتقاد نہ رکھے کہ تعبیر پہلے معبّر کے لیے ہے جب وہ صحیح تعبیر نہ بتائے۔

**توضیح** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلرُّؤْیَا لِاَوَّلِ عَابِرٍ — خواب پہلے تعبیر بتانے والے کے مطابق ہوتا ہے۔

باب کا عنوان قایم کر کے حضرت امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن اس حدیث کے شواہد ہیں۔ ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں سند حسن کے ساتھ اور حاکم نے افادۂ تصحیح کے ساتھ ابو رزین اور عقیلی نے مرفوعاً روایت فرمایا۔

اَلرُّؤْیَا عَلٰی رِجْلِ طَائِرٍ مَالَمْ تُعْبَرْ فَاِذَا عُبِّرَتْ وَقَعَتْ۔ خواب چڑیا کے پیر پر ہے جب تک تعبیر نہ بیان کی جائے اور جب تعبیر بیان کر دی جاتی ہے تو واقع ہو کر رہتا ہے۔

---

ابو داؤد کا لفظ اور ترمذی کی روایت میں سَقَطَتْ ہے۔ اس کی تائید میں بہت سے آثار ہیں۔ لیکن حضرت امام بخاری اس باب کے ضمن میں جو حدیث لائے ہیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر پہلی تعبیر بتانے والے نے صحیح بتایا تو ٹھیک ہے لیکن اگر اس نے تعبیر بتانے میں خطا کی تو صحیح نہیں اس لیے یہ تخصیص کرنا ضروری ہے کہ اگر پہلی تعبیر بتانے والے نے صحیح تعبیر بتائی ہے تو خواب اسی کے مطابق ہوگا لیکن اگر اس نے تعبیر بتانے میں خطا کی تو اس کے مطابق واقع نہ ہوگا۔

| حدیث | اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کَانَ یُحَدِّثُ اَنَّ |
|---|---|
| ۲۸۷۹ | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث بیان کرتے تھے کہ ایک شخص رسول |
| رَجُلًا اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُ اللَّیْلَۃَ فِی | |
| اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیان کیا کہ میں نے آج رات خواب میں | |
| الْمَنَامِ ظُلَّۃً تَنْطِفُ السَّمْنَ وَالْعَسَلَ فَاَرَی النَّاسَ یَتَکَفَّفُوْنَ مِنْہَا | |
| ایک چھتری دیکھی جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے میں لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ اپنی ہتھیلیوں | |
| فَالْمُسْتَکْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ فَاِذَا سَبَبٌ وَاصِلٌ مِنَ الْاَرْضِ اِلَی السَّمَاءِ فَاَرَاکَ | |
| میں لے رہے ہیں کچھ زیادہ لینے والے ہیں اور کچھ کم لینے والے اچانک میں نے دیکھا کہ ایک رسی زمین | |
| اَخَذْتَ بِہٖ ثُمَّ اَخَذَ بِہٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَعَلَا بِہٖ ثُمَّ اَخَذَ بِہٖ رَجُلٌ اٰخَرُ | |
| سے آسمان تک تنی ہوئی ہے میں نے حضور کو دیکھا کہ حضور نے اس کو پکڑا اور اوپر چڑھ گئے پھر | |
| فَعَلَا بِہٖ ثُمَّ اَخَذَ بِہٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَانْقَطَعَ ثُمَّ وُصِلَ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ | |
| دوسرے شخص نے پکڑا اور وہ اوپر چڑھ گیا پھر دوسرے شخص نے پکڑا اور اوپر چڑھ گیا پھر | |

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِأَبِيْ أَنْتَ وَاللّٰهِ لَتَدَعَنِّيْ فَأَعْبُرَ بِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

پھر دوسرے شخص نے پکڑا تو وہ کٹ گئی پھر جوڑ دی گئی — یہ خواب سن کر حضرت ابوبکر صدیق

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْبُرْ قَالَ أَمَّا الظُّلَّةُ فَالْإِسْلَامُ وَأَمَّا الَّذِيْ يَنْطِفُ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو اللہ کی قسم مجھے چھوڑ دیجیے میں اس کی تعبیر بیان کرتا

مِنَ الْعَسَلِ وَالسَّمْنِ فَالْقُرْآنُ حَلَاوَتُهُ تَنْطِفُ فَالْمُسْتَكْثِرُ مِنَ الْقُرْآنِ

ہوں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تعبیر بیان کر — حضرت ابوبکر نے کہا چھتری اسلام ہے اور اس سے

وَالْمُسْتَقِلُّ وَأَمَّا السَّبَبُ الْوَاصِلُ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ فَالْحَقُّ الَّذِيْ

جو شہد اور گھی ٹپک رہا ہے یہ قرآن ہے اس کی حلاوت ٹپک رہی ہے کچھ زیادہ قرآن لینے والے ہیں کچھ کم — اور زمین سے

أَنْتَ عَلَيْهِ تَأْخُذُ بِهِ لِيُرِيْكَ اللّٰهُ ثُمَّ يَأْخُذُ بِهِ رَجُلٌ مِنْ بَعْدِكَ فَيَعْلُوْ

آسمان تک تنی ہوئی رسی وہ حق ہے جس پر آپ ہیں آپ اسے پکڑے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ آپ کو بلا لے گا

بِهِ ثُمَّ يَأْخُذُ رَجُلٌ آخَرُ فَيَعْلُوْ بِهِ ثُمَّ يَأْخُذُهُ رَجُلٌ آخَرُ فَيَنْقَطِعُ بِهِ

پھر حضور کے بعد دوسرا شخص پکڑے گا اور اس کے ذریعہ اوپر چلا جائے گا پھر دوسرا شخص پکڑے گا اور اس

ثُمَّ يُوْصَلُ لَهُ فَيَعْلُوْ بِهِ فَأَخْبِرْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِأَبِيْ أَنْتَ أَصَبْتُ أَمْ

کے ذریعہ اوپر چلا جائے گا پھر دوسرا شخص پکڑے گا اور وہ کٹ جائے گی پھر اس کو جوڑ دیا جائے گا جس کے

أَخْطَأْتُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَبْتَ بَعْضًا وَأَخْطَأْتَ

ذریعہ وہ اوپر چلا جائے گا۔ اب مجھے بتائیے یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان میں نے صحیح تعبیر بتائی ہے یا کچھ

بَعْضًا قَالَ فَوَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَتُحَدِّثَنِّيْ بِالَّذِيْ أَخْطَأْتُ قَالَ لَا تُقْسِمْ عه

خطا کی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ تم نے ٹھیک بتایا اور کچھ میں خطا کی عرض کیا آپ کو اللہ کی قسم

یا رسول اللہ! مجھے بتائیے میں نے کیا خطا کی فرمایا قسم نہ دے۔

## تشریحات ۲۸۷۹

ظُلَّةٌ۔ ہر وہ چیز جو دھوپ سے بچائے۔ چھتری یا چھپر کچھ بھی ہو یہاں مراد یہ ہے کہ ایک بادل نظر آیا جو چھتری کی طرح تھا۔

خواب میں یہ تھا کہ اس چھتری سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے مگر حضرت صدیق اکبر کی تعبیر میں اس روایت میں صرف حلاوت کا ذکر ہے لیکن دوسرے طرق میں یہ ہے۔

عه مسلم: تعبیر۔ ابوداؤد: ایمان ونذور۔ نسائی۔ ابن ماجہ: رویا۔

اَمَّا الْعَسَلُ وَالسَّمْنُ فَالْقُرْاٰنُ فِیْ حَلَاوَۃِ الْعَسَلِ وَلِیْنِ السَّمْنِ۔ شہد اور گھی قرآن کی حلاوت اور اس کی نرمی ہیں۔

قرآن کے اندر شہد کی مٹھاس ہے اور گھی کی لینت جیسے شہد کے بارے میں وارد ہے فِیْہِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ اسی طرح گھی کے بارے میں بھی ایک حدیث ہے اَنَّ فِی السَّمْنِ شِفَاءً۔ گھی میں شفاء ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اسی رسی کو پکڑنے والے حضرت صدیق اکبر ہیں پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فَانْقَطَعَ سے مراد یہ ہے کہ قریب تھا کہ رسی کٹ جاتی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی مطالبہ تھا کہ خلافت سے دستبردار ہو جائیے مگر انہوں نے فرمایا میں اس سے دستبردار نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایک کرتہ پہنائے گا لوگ اتروانا چاہیں گے تم مت اتارنا اس پر بلوائیوں نے ان کے ساتھ جو سختیاں کیں اس پر صبر کرنا آسان کام نہیں تھا حالات ایسے تھے کہ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو شاید خلافت سے دستبردار ہو جاتا لیکن آپ ثابت قدم رہے یہاں تک کہ شہادت پائی اس لیے فانقطع ثُمَّ وصل سے مراد یہی ہے کہ قریب تھا کہ رسی کٹ جاتی مگر جڑی رہی۔

اس حدیث میں صرف ثُمَّ وُصِلَ ہے۔ اس سے حضرت امام قاضی عیاض تک کو یہ شبہ ہوا کہ ثُمَّ وُصِلَ سے مراد حضرت علی کی خلافت ہے۔ اور فَانْقَطَعَ سے مراد حضرت عثمان کی شہادت رضی اللہ تعالیٰ عنہما لیکن علامتین جلیلتین عسقلانی اور عینی اس پر متفق ہیں کہ اس سے مراد صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اس لیے کہ خود بخاری میں ابو ذر اور نسفی کی روایت میں وُصِلَ لَہٗ پھر مسلم میں، ترمذی میں، نسائی میں، ابن ماجہ میں، مسند امام احمد میں، دارمی میں، ابو عوانہ میں سب میں ہے اور سلمان بن کثیر کی روایت میں فَوُصِلَ لَہٗ فَاتَّصَلَ ہے اس لیے متعین ہے کہ اس سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں۔ امیر المومنین مولیٰ المسلمین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر اس خواب میں نہیں۔

بعض شارحین نے بطور احتمال یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ سے اس خواب کی تعبیر میں یہ خطا ہوئی ہے میں اس کو بلا ضرورت سمجھتا ہوں اور سوء ادب کا بھی پہلو ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قسم دلائی پھر بھی حضور نے ان کی قسم پوری نہیں فرمائی بلکہ منع فرما دیا کہ قسم مت دے حالانکہ قسم پوری کرنے کا حکم خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہر قسم پوری کرنی ضروری نہیں

خواب کی تعبیر واضح طور پر بیان کرنے میں کوئی ایسی بات رہی ہوگی جس کا ظاہر کرنا اچھا نہیں تھا اس لیے حضور نے منع فرمادیا۔ لَا تُقْسِمْ کی توجیہ میں بعض حضرات نے فرمایا کہ دوبارہ قسم مت دینا لیکن اس کی ضرورت نہیں۔ محاورہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کام کے لیے قسم دیتا ہے اور مخاطب یہی مصلحت جانتا ہے کہ یہ کام نہیں کرنا ہے تو کہتے ہیں قسم مت دے۔

اس حدیث میں یہ اختلاف ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے یا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یا دونوں حضرات سے ایسی طرح مروی ہے کہ حضرت ابن عباس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں جس کی تفصیل باب رُؤیَا اللَّیل میں گزر چکی ہے بہرحال جس طرح بھی روایت ہو یہ مراسیل صحابہ سے ہے اس لیے کہ مسلم میں تصریح ہے کہ اُحد سے پلٹنے کے وقت یہ خواب دیکھنے والے صاحب حاضر ہوئے تھے اور غزوۂ اُحد ۳ھ شوال میں ہوا ہے اس وقت نہ حضرت ابن عباس مدینہ طیبہ تھے نہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم — حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے تھے اور غزوۂ احد کے وقت مکہ معظمہ میں تھے۔ اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ خیبر کے موقع پر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور مراسیل صحابہ بالاتفاق حجت ہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کِتَابُ الْفِتَنِ ص۱۰۴۵

**توضیح:۔** یہ فِتْنَۃٌ کی جمع ہے اس کے اصل معنیٰ آزمائش کے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ یہ تیری ہی آزمائش ہے۔ چونکہ آزمائش میں کچھ مشقت شدت اور تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ اس لیے اس کا عام استعمال عذاب، رسوائی، مشقت اور ناپسندیدہ امور میں ہوتا ہے یا ان کے اسباب میں اگر کوئی رنج والم من جانب اللہ ہو یا دین کے معاملہ میں ہو تو وہ محمود ہے۔ اور اگر دین کے لیے نقصان دہ ہو یا مسلمانوں کے لیے اذیت، اضطراب، بربادی کا باعث ہو تو مذموم۔

**بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ اُمُوْرًا تُنْكِرُوْنَهَا ص۱۰۴۵**

تم لوگ میرے بعد کچھ ایسی باتیں دیکھو گے جو تمہیں ناپسند ہوں گی۔

**توضیح** یہ حدیث کا جزء ہے جسے امام بخاری نے علامات نبوت اور پھر اس باب کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔ اس کی پوری توضیح علامات نبوت میں گزر چکی ہے۔

| | |
|---|---|
| حدیث | سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ |
| ۲۸۸۰ | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ |
| تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰى مِنْ اَمِيْرِهٖ شَيْئًا يَكْرَهُهٗ فَلْيَصْبِرْ عَلَيْهِ فَاِنَّهٗ | |
| فرمایا جس نے اپنے امیر کی طرف سے کوئی بات دیکھی اور وہ اسے ناپسند ہو تو وہ صبر کرے اس لیے کہ جو شخص | |
| مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ اِلَّا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً ؏ | |
| جماعت سے ایک بالشت بھی جدا ہوا اور اسی پر مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ | |

**تشریحات ۲۸۸۰:۔** یعنی بلاوجہ شرعی سلطانِ اسلام سے بغاوت حرام ہے۔ اس کی

؏ بخاری۔ احکام باب السمع والطاعۃ للعام ص۱۰۵۷ مسلم مغازی۔

تفصیل کتب فقہ اور عقائد میں مذکور ہے۔ سلطان جب تک اسلام سے خارج نہ ہو جائے یا گمراہی پھیلانے کی بزور شمشیر کوشش نہ کرے اس کے خلاف اعلانِ جنگ کی اجازت نہیں۔
جاہلیت کی موت سے مراد یہ ہے کہ وہ گنہگار ہو کر مرا۔ یہ مراد نہیں کہ وہ کافر ہو گیا۔

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ جُنَادَةَ بْنِ اَبِیْ اُمَیَّةَ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰی عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ |
| ۲۸۸۱ | جنادہ بن اُمیہ نے کہا ہم عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے وہ |
| | رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَهُوَ مَرِیْضٌ قُلْنَا اَصْلَحَكَ اللّٰهُ حَدِّثْنَا بِحَدِیْثٍ |
| | مریض تھے۔ ہم نے ان سے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو صلاح بخشے ہم سے کوئی حدیث بیان فرمائیے |
| | یَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهٖ۔ سَمِعْتَهٗ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ |
| | جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ آپ کو نفع عطا فرمائے جسے آپ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا ہو۔ |
| | دَعَانَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَایَعْنَاهُ فَقَالَ فِیْمَا اَخَذَ عَلَیْنَا |
| | انہوں نے کہا ہمیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بُلایا تو ہم نے حضور سے بیعت کی حضور نے ہم سے امیر کی |
| | اَنْ بَایَعْنَا عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِیْ مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا وَعُسْرِنَا وَیُسْرِنَا |
| | بات سُننے اور ماننے پر بیعت لی ہمیں وہ بات پسند ہو یا ناپسند ہم تنگی میں ہوں یا کشائش میں اگرچہ ہم پر |
| | وَاَثَرَةٍ عَلَیْنَا۔ وَاَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ اِلَّآ اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا |
| | دوسروں کو ترجیح دی جاتی ہو۔ اور حکومت اہل کے ہاتھ میں ہو تو اس سے نزاع نہ کریں۔ مگر یہ کہ |
| | عِنْدَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ بِهٖ بُرْهَانٌ۔ عہ |
| | تم خالص کفر دیکھو جس پر تمہارے پاس اللہ کی طرف سے بُرہان ہو۔ |

۲۸۸۱

**تشریحات** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر سُلطانِ اسلام یا خلیفۂ اسلام فسق و فجور اور معاصی میں مُبتلا ہو جائے تو اس سے جنگ جائز نہیں اور جب کفر سرزد ہو اور استطاعت ہو تو واجب ہے۔ البتہ ابتداءً فاسق معلن کو خلیفہ بنانا جائز نہیں۔

**بَابُ ظُهُوْرِ الْفِتَنِ** ص ۱۰۴۶ فتنوں کا ظاہر ہونا۔

عہ مسلم مغازی۔

**حدیث** ۲۸۸۲ عَنْ شَقِيْقٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

شقیق نے کہا میں عبداللہ بن مسعود اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر

فَقَالَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ لَاَيَّامًا يَنْزِلُ

تھا کہ دونوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے پہلے ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں

فِيْهَا الْجَهْلُ وَيُرْفَعُ فِيْهَا الْعِلْمُ وَيَكْثُرُ فِيْهَا الْهَرْجُ وَالْهَرْجُ الْقَتْلُ۔

جہالت اتر آئے گی اور علم اٹھا لیا جائے گا اور اس میں قتل بکثرت ہوگا۔

**تشریح** ۲۸۸۲ جہل کے اتارنے سے مراد یہ ہے کہ علم دین سے لوگ بے بہرہ ہوں گے اور علم اٹھانے سے مراد یہ ہے کہ علماء باقی نہ رہیں گے۔ ھَرْجٌ حبشی زبان کا کلمہ ہے اس کے معنیٰ قتل کے ہے۔ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں سے مروی ہے۔ اور بعض روایتوں میں صرف حضرت ابو موسیٰ سے اور بعض روایتوں میں صرف حضرت عبداللہ بن مسعود سے۔

**ت** قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

۸۳۶ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے

مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ اَحْيَاءٌ۔

بدترین لوگ وہ ہیں کہ جن کی زندگی میں قیامت آئے۔

**تشریح** ۸۳۶ یہ سابق سند کے ساتھ مروی ہے تعلیق نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قیام قیامت کے وقت روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں رہے گا صرف کافروں پر قیامت آئے گی۔ نیز اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کفار و منافقین بدترین مخلوق ہیں۔

ابن بطال نے کہا کہ یہ باعتبار اغلب و اکثر کے ہے ورنہ قیام قیامت کے وقت بھی کچھ مسلمان حق پر رہیں گے جس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ فرمایا۔

لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْصُوْرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى يَقُوْمَ السَّاعَةُ۔

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ فتح یاب رہے گا اس کے مخالفین اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہوگی۔

بَابٌ لَا يَاْتِيْ زَمَانٌ اِلَّا الَّذِيْ بَعْدَهٗ شَرٌّ مِّنْهُ۔ ص ۱۰۴۷

ہر بعد والا زمانہ پہلے سے بدتر ہوگا۔

| حدیث | عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ اَتَيْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَشَكَوْنَا اِلَيْهِ مَا يَلْقَوْنَ |
|---|---|
| ۲۸۸۳ | زبیر بن عدی نے کہا کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم نے ان سے |
| | مِنَ الْحَجَّاجِ فَقَالَ اِصْبِرُوْا فَاِنَّهٗ لَا يَاْتِيْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ اِلَّا الَّذِيْ بَعْدَهٗ شَرٌّ مِّنْهُ |
| | حجاج کے مظالم کی شکایت کی تو فرمایا صبر کرو اس لیے کہ ہر بعد والا زمانہ پہلے سے بدتر آئے گا یہاں تک کہ تم |
| | حَتّٰى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ سَمِعْتُهٗ مِنْ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ع۱ |
| | اپنے پروردگار سے ملاقات کرو گے میں نے اس کو تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ |

**تشریحات ۲۸۸۳**

امام شعبی نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی مجرم کو پکڑتے تو اسے لوگوں کے سامنے کھڑا کر دیتے اور اس کا عمامہ اتار دیتے ان کے بعد بھی ایک زمانہ تک یہی رہا جب زیاد والی ہوا اس نے کوڑوں کی سزا دی اس کے بعد مصعب بن زبیر نے داڑھی مونڈنے کی سزا دی۔ بشر بن مروان نے مجرم کی ہتھیلی میں کیل ٹھونکی۔ لیکن جب حجاج آیا تو اس نے کہا یہ سب کھیل ہے اس نے تلوار سے کام لیا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا۔ ص ۱۰۴۷۔

جو ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں۔

| حدیث | عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ |
|---|---|
| ۲۸۸۴ | حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا |
| | عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا ع۲ |
| | جو ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں۔ |
| حدیث | عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ |
| ۲۸۸۵ | حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| | وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا ع۳ |
| | نے فرمایا جو ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں۔ |

ع۱ ترمذی، فتن ع۲ مسلم، ایمان۔ نسائی، محاربہ۔
ع۳ مسلم، ایمان، ترمذی، حدود، ابن ماجہ، حدود۔

**تشریحات ۲۸۸۵:۔** اس سے مراد یہ ہے کہ بلا وجہ شرعی ناحق کسی مسلمان سے لڑنے کے لیے ہتھیار اُٹھائے۔ فلیس منا سے مراد یہ ہے کہ وہ ہمارے طریقہ پر نہیں۔

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ هَمَّامٍ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ |
| ۲۸۸۶ | ھمام سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا کہ نبی |
| تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُشِيْرُ اَحَدُكُمْ عَلٰى اَخِيْهِ بِالسِّلَاحِ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّ | |
| صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی پر ہتھیار سے اشارہ نہ کرے اس لیے کہ وہ نہیں جانتا ہے شاید | |
| الشَّيْطَانَ يَنْزَغُ مِنْ يَدِهٖ فَيَقَعُ فِيْ حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ۔ | |
| شیطان اس کے ہاتھ میں کوچا مار دے اور وہ جہنم کے گڑھے میں گر جائے۔ | |

**تشریحات ۲۸۸۶:۔** شروع سند میں تھا حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ یہ محمد کون ہیں؟ علامہ کرمانی اور ابو علی جبائی نے فرمایا یہ محمد بن یحییٰ ذہلی ہیں اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس کا بھی احتمال ہے کہ وہ محمد بن رافع ہوں اس لیے کہ مسلم بن انہیں سے مروی ہے عہ

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ کیا اور کسی وجہ سے وہ ہتھیار مسلمان کو لگ گیا جس سے وہ زخمی ہو گیا یا مر گیا تو اشارہ کرنے والا مجرم ہو گا اس کے بہت سے قصے ہیں۔ لوگوں نے بندوق خالی سمجھ کر اٹھائی اور چلا دی اور انسان مر گیا۔

ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے بھائی کی جانب لوہے سے اشارہ کرے اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

**بَابُ اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا** جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ بھڑیں۔ ص ۱۰۱۸

| | |
|---|---|
| حدیث | حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ رَجُلٍ لَمْ يُسَمِّهٖ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ خَرَجْتُ |
| ۲۸۸۷ | ہم سے حماد نے حدیث بیان کی ایک شخص سے روایت کرتے ہوئے ان کا نام انہوں نے نہیں |
| لَيَالِيَ الْفِتْنَةِ فَاسْتَقْبَلَنِيْ اَبُوْ بَكْرَةَ فَقَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ قُلْتُ اُرِيْدُ نُصْرَةَ ابْنِ | |
| لیا حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے اس شخص نے کہا فتنے کے دنوں میں | |

عہ مسلم، ادب۔

عَمَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

میں اپنے ہتھیار کے ساتھ نکلا تو میری ملاقات ابو بکرہ سے ہوئی

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَاجَہَ الْمُسْلِمَانِ بِسَیْفَیْھِمَا فَکِلَاھُمَا مِنْ اَھْلِ النَّارِ

انہوں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے صاحبزادے کی

قِیْلَ ھٰذَا الْقَاتِلُ وَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ قَالَ اِنَّہٗ قَدْ اَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِہٖ۔

مدد کا ارادہ رکھتا ہوں ابو بکرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو مسلمان

قَالَ حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ فَذَکَرْتُ ھٰذَا الْحَدِیْثَ لِاَیُّوْبَ وَیُوْنُسَ بْنِ عُبَیْدٍ

ایک دوسرے کو اپنی تلواروں سے ماریں تو دونوں اہل نار سے ہیں عرض کیا گیا یہ قاتل ہے مقتول

وَاَنَا اُرِیْدُ اَنْ یُّحَدِّثَانِیْ بِہٖ فَقَالَ اِنَّمَا رَوٰی ھٰذَا الْحَسَنُ عَنِ الْاَحْنَفِ

کا کیا مقصود ہے فرمایا اس نے اپنے سامنے والے کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ حماد بن زید نے کہا میں نے اس حدیث کو ایوب

بْنِ قَیْسٍ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ

اور یونس بن عبید سے ذکر کیا میرا مقصد یہ تھا کہ اس حدیث کو دونوں مجھ سے بیان کریں ان دونوں نے

کہا اسے حسن نے احنف بن قیس سے روایت کیا انہوں نے ابو بکرہ سے۔

**تشریحات** عن رجل: حافظ مزی کی تہذیب سے علامہ ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا یہ معتزلہ کا شیخ عمرو بن عبید تھا اس کا حافظہ کم زور تھا صاحب تلویح و توضیح نے کہا کہ ہشام بن حسان ابو عبد اللہ فردوس تھا۔ دوسری کی تائید اسماعیلی کی روایت سے ہوتی ہے جس میں "حدثنا ھشام عن الحسن" ہے اور نسائی کی روایت سے بھی۔ اس روایت میں یہ سقم ہے کہ "عن الحسن قال" سے ظاہر ہوتا ہے کہ "قال" کی ضمیر غائب کا مرجع حسن بصری ہیں حالانکہ ایسا نہیں یہ قول حضرت احنف بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے جیسا کہ بعد میں خود امام بخاری نے اس کو واضح کر دیا ہے اس سند میں انقطاع ہے۔ "لیالی فتنۃ" سے مراد جنگ جمل اور جنگ صفین کے ایام ہیں۔

اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ جنگ جمل اور جنگ صفین دونوں میں حق حضرت مولی المسلمین امیر المومنین علی مرتضیٰ کے ساتھ تھا اور ان کے متحارب خطا پر تھے مگر چونکہ ان کی خطا اجتہادی تھی جس پر مواخذہ نہیں۔ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث ذکر کی وہ حق ہے اور اس سے مراد بلا وجہ شرعی لڑنا ہے البتہ اس موقع پر حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس حدیث کو ذکر کرنا بے محل تھا یہ ان کی خطا تھی۔

## بَابُ التَّعَرُّبِ فِي الْفِتْنَةِ ص۱۰۵۱ فتنے کے زمانے میں دیہات میں رہنا۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۸۸۸ | عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّهٗ دَخَلَ عَلَى الْحَجَّاجِ فَقَالَ يَا ابْنَ |
| | حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میرے پاس حجاج آیا اور کہا اے |
| | الْاَكْوَعِ اِرْتَدَدْتَ عَلٰى عَقِبَيْكَ تَعَرَّبْتَ قَالَ لَا وَلٰكِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ |
| | ابن اکوع اپنی ایڑیوں پر پلٹ گئے گاؤں میں بس گئے تو انہوں نے فرمایا نہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ |
| | تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَذِنَ لِيْ فِي الْبَدْوِ۔ وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ لَمَّا قُتِلَ |
| | تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے دیہات میں رہنے کی اجازت دی ہے۔ اور یزید بن ابی عبید ہی سے روایت ہے کہ |
| | عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ خَرَجَ سَلَمَةُ بْنُ الْاَكْوَعِ اِلَى الرَّبَذَةِ وَتَزَوَّجَ هُنَاكَ اِمْرَاَةً |
| | انہوں نے کہا جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کر دیے گئے تو سلمہ بن الاکوع رضی اللہ |
| | وَوَلَدَتْ لَهٗ اَوْلَادًا فَلَمْ يَزَلْ بِهَا حَتّٰى قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ بِلَيَالٍ فَنَزَلَ |
| | تعالیٰ عنہ ربذہ چلے گئے اور وہاں ایک عورت سے شادی کر لی جس سے اولاد ہوئی اور وہ وہیں رہے |
| | الْمَدِيْنَةَ ؏ |
| | وفات سے چند دن پہلے مدینہ آ گئے۔ |

**تشریحات ۲۸۸۸** حجاج کے کہنے کا مطلب طنز تھا چونکہ مدینہ دار الہجرت تھا وہاں کی سکونت چھوڑ کر وہ ربذہ چلے گئے اس پر اس نے طنز کیا۔

## بَابُ الْفِتْنَةِ تَمُوْجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ ص۱۰۵۱ وہ فتنہ جو سمندر کی موج کی طرح اُٹھے۔

| | |
|---|---|
| ت | وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ خَلَفِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ كَانُوْا يَسْتَحِبُّوْنَ |
| ۸۳۷ | خلف بن حوشب نے کہا کہ فتنوں کے وقت لوگ ان اشعار کا پڑھنا پسند |
| | اَنْ يَّتَمَثَّلُوْا بِهٰذِهِ الْاَبْيَاتِ عِنْدَ الْفِتَنِ۔ |
| | کرتے تھے۔ |

اَلْحَرْبُ اَوَّلُ مَا تَكُوْنُ فُتَيَّةً — تَسْعٰى بِزِيْنَتِهَا لِكُلِّ جَهُوْلٍ

لڑائی شروع میں جوان عورت ہوتی ہے — اپنی زینت کے ساتھ ہر نادان کے پاس دوڑتی ہے۔

؏ مسلم مغازی۔ نسائی بیعت۔

حَتّٰی اِذَا اشْتَعَلَتْ وَشَبَّ ضِرَامُهَا وَلَّتْ عَجُوْزًا غَيْرَ ذَاتِ حَلِيْلٍ

یہاں تک کہ جب مشتعل ہو کر بھڑک اُٹھتی ہے اس بڑھیا کی طرح پیٹھ پھیر کر بھاگتی ہے جس کا کوئی شوہر نہیں۔

شَمْطَاءُ يُنْكِرُ لَوْنُهَا وَتَغَيَّرَتْ مَكْرُوْهَةً لِلشَّمِّ وَالتَّقْبِيْلِ.

جس کے بال کھچڑی ہو گئے اور رنگ بگڑ گیا جس کا سونگھنا اور جس کا بوسہ لینا ناپسند ہو گیا

**تشریحات ۸۳۷** یہ اشعار امرؤ القیس کے ہیں جیسا کہ ابو ذر کے نسخے میں ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ اشعار عمرو بن معدی کرب زبیدی کے ہیں جیسا کہ مبرد نے کامل میں لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شروع شروع میں لڑائی بڑی اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن انجام کار افسوس اور حسرت ہے۔

## باب ص ۱۰۵۲

| حدیث | سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ يَقُوْلُ دَخَلَ اَبُوْ مُوْسٰى وَاَبُوْ مَسْعُوْدٍ عَلٰى عَمَّارٍ |
|---|---|
| ۲۸۸۹ | ابو وائل کہتے ہیں کہ ابو موسیٰ اور ابو مسعود عمار کے پاس آئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) |
| | حِيْنَ بَعَثَهُ عَلِيٌّ اِلٰى اَهْلِ الْكُوْفَةِ يَسْتَنْفِرُهُمْ فَقَالَ مَا رَاَيْنَاكَ اَتَيْتَ اَمْرًا |
| | جس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو کوفہ والوں کے پاس بھیجا تھا کہ انہیں لڑائی کے لیے |
| | اَكْرَهَ عِنْدَنَا مِنْ اِسْرَاعِكَ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ مُنْذُ اَسْلَمْتَ فَقَالَ عَمَّارٌ مَا رَاَيْتُ |
| | آمادہ کریں ان دونوں نے کہا اے عمار جب سے تم مسلمان ہوئے اس معاملے میں جلدی کرنے سے زیادہ ناپسندیدہ |
| | مِنْكُمَا مُنْذُ اَسْلَمْتُمَا اَمْرًا اَكْرَهَ عِنْدِيْ مِنْ اِبْطَائِكُمَا عَنْ هٰذَا الْاَمْرِ وَكَسَاهُمَا |
| | تمہارا کوئی کام ہم نے نہیں دیکھا، اس پر عمار نے کہا جب سے تم دونوں مسلمان ہوئے تم لوگوں کا کوئی کام میرے |
| | حُلَّةً حُلَّةً ثُمَّ رَاحُوْا اِلَى الْمَسْجِدِ. |
| | نزدیک اس سے زیادہ ناپسندیدہ نہیں ہے کہ تم لوگوں نے اس معاملے میں دیر کی۔ حضرت ابو مسعود |
| | نے ان دونوں کو ایک ایک جوڑا پہنایا پھر سب مسجد گئے۔ |

**تشریحات ۲۸۸۹** حضرت مولی المسلمین امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ملی کہ حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لے کر بصرہ میں تیس ہزار کا لشکر جمع کر لیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصاص لیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمار اور بڑے شہزادے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفے بھیجا اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں

تھے اس وقت کا یہ قصہ ہے ۔ اس کے بعد یہی مضمون ابو وائل سے بھی مروی ہے اس میں یہ ہے کہ ابو مسعود نے حضرت عمار سے کہا تمہیں چھوڑ کر اگر میں چاہوں تو کہوں اور اخیر میں ہے کہ حضرت ابو مسعود مالدار تھے انہوں نے اپنے غلام سے دو حلے منگا کر ایک ابو موسیٰ کو اور ایک عمار کو دیا رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

بَابٌ إِذَا أَنْزَلَ اللّٰهُ قَوْمًا عَذَابًا۔ ص ۱۰۵۳

جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل فرمائے۔

| حدیث | أَخْبَرَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ |
|---|---|
| ۲۸۹۰ | حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی |
| | تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ |
| | قوم پر عذاب نازل فرماتا ہے تو عذاب ہر اس شخص پر پہونچتا ہے جو اُن میں ہوتے ہیں پھر وہ اپنے اعمال |
| | عَذَابًا أَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيهِمْ ثُمَّ بُعِثُوا عَلَى أَعْمَالِهِمْ [1] |
| | پر اٹھائے جائیں گے۔ |

**تشریحات ۲۸۹۰**

یعنی جب عذاب کسی قوم پر نازل ہوتا ہے تو عذاب کے پیٹ میں نیک و بد سبھی آجاتے ہیں لیکن قیامت کے دن ان کے اعمال کا ثواب ملے گا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔ ص ۱۰۵۳

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں کہ بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو گروہ کے درمیان صلح کرادے گا۔

| حدیث | أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ أَنَّ حَرْمَلَةَ مَوْلَى أُسَامَةَ أَخْبَرَهُ۔ قَالَ |
|---|---|
| ۲۸۹۱ | حضرت محمد بن علی باقر نے خبر دی کہ انہیں حضرت اسامہ کے غلام حرملہ نے خبر دی۔ عمرو نے کہا |
| | عَمْرٌو وَقَدْ رَأَيْتُ حَرْمَلَةَ۔ قَالَ أَرْسَلَنِي أُسَامَةُ إِلَى عَلِيٍّ وَقَالَ إِنَّهُ سَيَسْأَلُكَ |
| | اور میں نے حرملہ کو دیکھا ہے حرملہ نے کہا مجھے اسامہ نے حضرت علی کے پاس بھیجا اور کہا وہ تم سے ابھی |

[1] مسلم صفۃ النار۔

الْآنَ فَيَقُوْلُ مَا خَلَّفَ صَاحِبَكَ فَقُلْ لَهٗ يَقُوْلُ لَكَ لَوْ كُنْتَ فِيْ شِدْقِ الْاَسَدِ

پوچھیں گے کہ کس چیز نے تمہارے صاحب کو میری مدد سے پیچھے رکھا تو اُن سے کہنا وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ شیر کے

لَاَحْبَبْتُ اَنْ اَكُوْنَ مَعَكَ فِيْهِ وَلٰكِنْ هٰذَا اَمْرٌ لَمْ اَرَهٗ فَلَمْ يُعْطِنِيْ شَيْئًا۔

جبڑے میں ہوتے تو بھی میں آپ کے ساتھ رہنا پسند کرتا لیکن یہ معاملہ ایسا ہے جس کو میں نے نہیں دیکھا حرملہ نے کہا حضرت

فَذَهَبْتُ اِلٰى حَسَنٍ وَحُسَيْنٍ وَابْنِ جَعْفَرٍ فَاَوْقَرُوْا لِيْ رَاحِلَتِيْ۔

علی نے مجھ کو کچھ نہیں دیا جس کے بعد میں حسن اور حسین اور عبداللہ بن جعفر کے پاس گیا تو ان لوگوں نے میرے دونوں اونٹ لاد دیے۔

۲۸۹۱

**تشریحات:۔** جنگ جمل اور صفین کے موقع پر حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کے ساتھ نہ تھے اگرچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غایت درجہ محبت کرتے تھے مگر ان کا ساتھ نہ دیا ضرورت پر اپنے غلام حرملہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجا حضرت اُسامہ نے اپنی فراست سے جان لیا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرملہ سے یہ ضرور پوچھیں گے کہ اسامہ نے میرا ساتھ کیوں نہیں دیا اس لیے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حرملہ کو اپنا عذر بتا دیا تھا حضرت اُسامہ کی عرض داشت کا حاصل یہ تھا کہ میں آپ پر اپنی جان بھی قربان کرنے کو تیار ہوں لیکن یہ لڑائیاں مسلمانوں سے تھیں اس لیے میں شریک نہ ہوا کیونکہ ایک دفعہ میں نے جنگ میں ایک کافر کو قتل کرنا چاہا تو اس نے مسلمان ہونے کا اقرار کر لیا میں نے یہ سمجھا کہ اس نے جان بچانے کے لیے اقرارِ ایمان کیا ہے دل سے مسلمان نہیں ہوا ہے اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر عتاب فرمایا۔ فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا۔

اس حدیث کو باب سے صرف اتنا تعلق ہے کہ اس میں حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت کا ذکر ہے جو سیادت کی شان ہے۔

بَابُ اِذَا قَالَ عِنْدَ قَوْمٍ شَيْئًا ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ بِخِلَافِهٖ صـ ۱۰۵۳

جب کسی کے سامنے کچھ کہے پھر باہر نکل کر اس کے خلاف کہے

**توضیح:** امام بخاری نے جزاء ذکر نہیں فرمائی کیونکہ وہ ظاہر ہے کہ یہ بات اچھی نہیں۔

| حدیث | عَنْ اَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ لَمَّا كَانَ بْنُ زِيَادٍ وَمَرْوَانُ بِالشَّامِ |
|---|---|
| ۲۸۹۲ | ابوالمنہال سے روایت ہے کہ جب ابن زیاد اور مروان شام میں والی بن بیٹھے |

وَوَثَبَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ وَوَثَبَ الْقُرَّاءُ بِالْبَصْرَةِ فَانْطَلَقْتُ مَعَ اَبِيْ

اور ابن زبیر نے کود کر مکہ میں خلافت حاصل کر لی اور قراء نے بصرہ میں تو میں اپنے باپ کے ساتھ حضرت

إِلَى أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَيْهِ فِي دَارِهِ جَالِسٌ فِي ظِلِّ عُلَيَّةٍ لَهُ
ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا ہم ان کے گھر میں داخل ہوئے وہ بانس کے بارجے کے سائے
مِنْ قَصَبٍ فَجَلَسْنَا إِلَيْهِ فَأَنْشَأَ أَبِي يَسْتَطْعِمُهُ بِالْحَدِيثِ فَقَالَ يَا أَبَا
میں بیٹھے ہوئے تھے ہم ان کے پاس بیٹھ گئے میرے باپ نے شروع کیا کہ ان سے کچھ کہلوائیں میرے
بَرْزَةَ أَلَا تَرَى مَا وَقَعَ فِيهِ النَّاسُ فَأَوَّلُ شَيْءٍ سَمِعْتُهُ تَكَلَّمَ بِهِ
باپ نے کہا اے ابو برزہ آپ دیکھ نہیں رہے ہیں لوگوں میں کیا ہو گیا تو پہلی بات جو میں نے ان سے سنی وہ
إِنِّي احْتَسَبْتُ عِنْدَ اللَّهِ إِنِّي أَصْبَحْتُ سَاخِطًا عَلَى أَحْيَاءِ قُرَيْشٍ إِنَّكُمْ
یہ تھی میں اللہ کے حضور ثواب کی امید کرتا ہوں میں قریش کے قبائل پر ناراض ہوں اے عرب کے گروہ
يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ كُنْتُمْ عَلَى الْحَالِ الَّتِي عَلِمْتُمْ مِنَ الذِّلَّةِ وَالْقِلَّةِ وَالضَّلَالَةِ
تم ذلت اور قلت اور گمراہی کے جس حال پر تھے جانتے ہو اور اللہ نے اسلام اور محمد
وَإِنَّ اللَّهَ أَنْقَذَكُمْ بِالْإِسْلَامِ وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَلَغَ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اس سے نکالا یہاں تک کہ تم وہاں تک پہنچے جو تم دیکھ رہے ہو
بِكُمْ مَا تَرَوْنَ وَهَذِهِ الدُّنْيَا الَّتِي أَفْسَدَتْ بَيْنَكُمْ إِنَّ ذَاكَ الَّذِي بِالشَّامِ
یہ دنیا ہی ہے جس نے تمہارے درمیان فساد پیدا کر دیا بے شک وہ جو شام میں ہے خدا کی
وَاللَّهِ إِنْ أُقَاتِلُ إِلَّا عَلَى الدُّنْيَا۔
قسم صرف دنیا کے لیے لڑتا ہے۔

بعض نسخوں میں یہ بھی ہے۔

وَإِنَّ ذَاكَ الَّذِي بِمَكَّةَ وَاللَّهِ إِنْ أُقَاتِلُ إِلَّا عَلَى الدُّنْيَا وَإِنَّ هَؤُلَاءِ
اور بے شک وہ جو مکے میں ہے اللہ کی قسم صرف دنیا کے لیے لڑتا ہے یہ لوگ جو ہمارے ارد گرد
الَّذِينَ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ وَاللَّهِ إِنْ أُقَاتِلُونَ إِلَّا عَلَى الدُّنْيَا۔
ہیں یہ بھی صرف دنیا کے لیے لڑتے ہیں۔

**تشریحات ۲۸۹۲** اس حدیث میں ترتیب بدل گئی ہے اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ۶۱ھ ہی میں یزید پلید کے زمانے میں اپنی خلافت قائم کر لی تھی یزید کے مرنے کے بعد مروان نے دمشق جا کر اپنی خلافت کا دعویٰ کیا

ابن زیاد مروان کا حامی تھا اس نے کبھی خلافت کا دعویٰ نہیں کیا۔ "قراء" سے مراد سلیمان بن صُرد کے ہمراہی تھے جنہوں نے واقعۂ کربلا کے بعد حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصاص لینے کی تحریک چلائی تھی حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ فرمایا ان کا یہ ارشاد ان کی فہم کے مطابق تھا ورنہ حق یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت برحق تھی مروان باغی اور طاغی تھا۔

اِنِّیْ اِحْتَسَبْتُ عِنْدَ اللّٰہِ :۔ مطلب یہ ہے کہ میں قریش کے بہت سے قبائل کو ناراض کرکے اللہ سے اجر کی امید رکھتا ہوں۔

اس حدیث کو باب سے مناسبت یہ ہے کہ یہ مقاتلین ظاہر یہ کرتے ہیں کہ ہم دین قائم کرنے اور حق کی مدد کرنے کے لیے لڑ رہے ہیں حالانکہ ان کا مقصود دنیا کی طلب تھی۔

| حدیث | عَنْ حُذَیْفَۃَ الْیَمَانِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ |
|---|---|
| ۲۸۹۳ | حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ منافقین آج نبی صلی اللہ تعالیٰ |
| | الْیَوْمَ شَرٌّ مِنْھُمْ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانُوْا یَوْمَئِذٍ |
| | علیہ وسلم کے زمانے کے منافقین سے بدتر ہیں۔ اس زمانے میں وہ چھپاتے تھے اور آج |
| | یُسِرُّوْنَ وَالْیَوْمَ یَجْھَرُوْنَ۔ |
| | اعلان کرتے ہیں۔ |

**تشریح ۲۸۹۳** عہد رسالت کے منافقین اپنا کفر چھپائے رکھتے تھے اس لیے اُن سے ضرر کم تھا اور آج علانیہ کفر ظاہر کرتے ہیں اس لیے ان کا شر زیادہ ضرر رساں ہے۔

| حدیث | عَنْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنَّمَا کَانَ النِّفَاقُ عَلٰی عَھْدِ |
|---|---|
| ۲۸۹۴ | حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نفاق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| | النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَّا الْیَوْمَ فَاِنَّمَا ھُوَ الْکُفْرُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ۔ |
| | کے عہد میں تھا اور آج صرف ایمان کے بعد کفر ہے۔ |

**تشریحات ۲۸۹۴** اکثر روایت میں "اِنَّمَا ھُوَ الْکُفْرُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ" ہے اور ایک روایت میں ہے "اِنَّمَا ھُوَ الْکُفْرُ اَوِ الْاِیْمَانُ" اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے بارے میں یہ حکم لگانا کہ یہ منافق ہے یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے عہد کے ساتھ خاص تھا کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کے دلوں کا حال جانتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کسی کے دل کی حالت پر قطعی یقینی علم نہیں رکھ سکتے۔ اس لیے اب کسی کو قطعی منافق نہیں کہہ سکتے اب تو یہی ہے کہ ایک انسان پر یا تو کافر ہونے کا حکم لگایا جائے گا یا مؤمن ہونے کا۔ یہاں منافق سے مراد منافق فی الاعتقاد ہے۔ عُرف عام میں دُہرے کردار کے آدمی کو منافق کہہ دیتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

**بَابُ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُغْبَطَ اَهْلُ الْقُبُوْرِ** ص ۱۰۵۴ — قیامت نہیں قایم ہوگی جب تک قبر والوں پر رشک نہیں کیا جائے گا۔

**توضیح** کسی کی عزت و نعمت کو دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ کاش ہمیں بھی مل جائے بغیر اس کے کہ اس سے زائل ہونے کی آرزو کرے غبطہ کہلاتا ہے۔ اور یہ خواہش کے ساتھ کہ اس کی نعمت اور عزت زائل ہو جائے اور ہمیں مل جائے حسد کہلاتا ہے حسد مذموم ہے اور غبطہ مذموم نہیں بلکہ محمود ہے۔

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى |
| ۲۸۹۵ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے |
| | عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ |
| | فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قایم نہ ہوگی یہاں تک کہ ایک شخص کسی کی قبر پر گزرے گا |
| | فَيَقُوْلُ يَا لَيْتَنِیْ مَكَانَهٗ علہ |
| | اور کہے گا اے کاش کہ میں اس کی جگہ ہوتا۔ |

**بَابُ تَغَيُّرِ الزَّمَانِ حَتّٰى تُعْبَدَ الْاَوْثَانُ۔** ص — زمانے کا بدل جانا یہاں تک کہ بُت پُوجے جائیں۔

| | |
|---|---|
| حدیث | حَدَّثَنِیْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ |
| ۲۸۹۶ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے |
| | قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ |
| | ہوئے سُنا اس وقت تک قیامت نہیں قایم ہوگی جب تک کہ دوس کی عورتوں کے سُرین |

علہ مسلم۔ فتن۔

حَتّٰی تَضْطَرِبَ اَلْیَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ عَلٰی ذِی الْخَلَصَةِ ۔ وَالْخَلَصَةُ

ذوالخلصہ کے گرد ہلنے نہیں لگیں گے ۔۔۔ اور ذوالخلصہ قبیلۂ دوس کا وہ بُت تھا

طَاغِیَةُ دَوْسٍ الَّتِیْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ فِی الْجَاهِلِیَّةِ ۔

جسے وہ زمانۂ جاہلیت میں پوجتے تھے ۔

**تشریح ۲۸۹۶** یعنی قیامت سے پہلے زمانۂ جاہلیت کا شرک پھیل جائے گا۔ "حَتّٰی تَضْطَرِبَ" سے مراد یہ ہے کہ قبیلۂ دوس کی عورتیں ذوالخلصہ کے گرد طواف کریں گی۔

## بَابُ خُرُوْجِ النَّارِ ص ۱۰۵۴ آگ کا نکلنا۔

| | |
|---|---|
| حدیث | قَالَ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْهُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ |
| ۲۸۹۷ | حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ |
| | اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَخْرُجَ |
| | علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک سرزمین حجاز سے ایسی آگ نہ نکلے |
| | نَارٌ مِنْ اَرْضِ الْحِجَازِ تُضِیْٓءُ اَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبُصْرٰی ۔ |
| | جس کی روشنی میں بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں نہ چمک جائیں ۔ |

**تشریح ۲۸۹۷** علامہ قرطبی نے تذکرہ میں فرمایا کہ ۳ جمادی الآخرہ ۶۵۴ھ میں بُدھ کے دن عشاء کے بعد مدینہ طیبہ سے ایک آگ نکلی اور جمعہ کے چاشت کے وقت تک رہی۔ ہوسکتا ہے کہ یہی آگ مُراد ہو۔ یا ہوسکتا ہے کہ اس کے علاوہ مزید کوئی آگ مُراد ہو۔

"بُصریٰ" دمشق سے تین منزل کے فاصلہ پر ایک شہر ہے۔

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ |
| ۲۸۹۸ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب فرات |
| | تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْشِكُ الْفُرَاتُ اَنْ یَّحْسِرَ عَنْ کَنْزٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَمَنْ حَضَرَهٗ |
| | سونے کا خزانہ کھولے گی۔ جو وہاں موجود ہو تو اس میں سے کچھ نہ لے (اور دوسری روایت میں ہے) |
| | فَلَا یَاْخُذْ مِنْهُ شَیْئًا (وَفِیْ رِوَایَةٍ) یَحْسِرُ عَنْ جَبَلٍ مِّنْ ذَهَبٍ ؏ |
| | کہ سونے کا پہاڑ کھولے گی۔ |

؏ مسلم، فتن ۔۔۔ ابوداؤد۔ ۔۔۔ ترمذی صفۃ النار۔

**تشریح ۲۸۹۸**

اس حدیث کی سند میں تھا "حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَدَّتِهٖ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ" — یہ عبید اللہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں — شجرۂ نسب یہ ہے۔ عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔ یہ عمری کر کے مشہور تھے — اس سند میں "عَنْ جَدَّتِهٖ" کی ضمیر عبید اللہ کی طرف راجع ہے خبیب کی طرف نہیں۔ خبیب انصاری بزرگ ہیں۔ اس خزانہ کے لینے سے ممانعت میں راز کیا تھا اللہ جانے یا اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانیں۔

## باب ص ۱۰۵۴

| حدیث | عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ |
|---|---|
| ۲۸۹۹ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيْمَتَانِ تَكُوْنُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ | |
| نے فرمایا۔ قیامت قایم نہیں ہوگی یہاں تک کہ آپس میں دو بڑے گروہ نہ لڑیں ان کے درمیان بہت | |
| عَظِيْمَةٌ دَعْوَاهُمَا وَاحِدٌ وَحَتّٰی يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبٌ مِنْ | |
| بڑی لڑائی ہوگی اور دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا۔ یہاں تک کہ تیس کے قریب دجّال کذاب پیدا ہوں گے سب | |
| ثَلَاثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللهِ۔ | |
| کے سب یہ گمان کریں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ | |

**تشریحات ۲۸۹۹**

علامہ کرمانی نے فرمایا کہ یہ دونوں بڑے گروہ حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں ایک شخص ابو زرعہ رازی کی خدمت میں آیا اور اُس نے کہا میں مُعاویہ کو پسند نہیں کرتا پوچھا کیوں اس نے کہا اس لیے کہ وہ حضرت علی سے ناحق لڑے تو اس سے ابو زرعہ نے کہا مُعاویہ کا رب رحیم ہے اور معاویہ کے مقابل کریم ہیں تو ان دونوں کے درمیان تیرے داخل ہونے کا کیا مطلب ہے — اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد خوارج اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں — اور اس کا بھی احتمال ہے کہ ابھی یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوئی ہو۔

"دَعْوَاهُمَا وَاحِدٌ" سے مُراد یہ ہے کہ وہ سب اسلام کا دعویٰ کریں گے اور حق پر ہونے کا۔

"حَتّٰی یُبْعَثَ" یعنی قیامت سے پہلے تیس کے قریب دجّال جھوٹے مُدعیٔ نبوت پیدا ہوں گے۔ ان میں اور دجال اکبر کے مابین یہ فرق ہے کہ یہ سب صرف نبوت کا دعویٰ کریں گے، الوہیت کا دعویٰ نہیں کریں گے اور دجال اکبر الوہیت کا دعویٰ کرے گا۔

دَجّالوں کا مادہ دَجَلٌ ہے اس کے معنیٰ ہیں دھوکہ دینا۔ اس حدیث میں ہے قَرِیْبٌ مِنْ ثَلَاثِیْنَ لیکن دوسری احادیث میں تیس ۳۰ کی تعداد قطعی ہے۔ چنانچہ حضرت علی، حضرت ابن مسعود حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ثوبان کی حدیث میں یہی ہے۔ امام احمد اور طبرانی نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا کہ قیامت قایم نہ ہوگی یہاں تک کہ تیس ۳۰ کذاب نکلیں گے ان کا آخر کانا دجّال ہے۔ بعض روایتوں میں ستائیس کا عدد آیا ہے اور بعض میں ستر کا لیکن سب حدیثیں ضعیف ہیں۔

## بَابُ ذِکْرِ الدَّجَّالِ۔ ص ۱۰۵۵ دجّال کا ذکر۔

| حدیث | حَدَّثَنِیْ قَیْسٌ قَالَ قَالَ لِیْ مُغِیْرَۃُ بْنُ شُعْبَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَا |
|---|---|
| ۲۹۰۰ | قیس نے کہا کہ مجھ سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| | سَئَلَ اَحَدٌ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ اَکْثَرَ مَا سَاَلْتُہٗ |
| | سے کسی نے دجال کے بارے میں مجھ سے زیادہ نہیں پوچھا۔ اور حضور نے مجھ سے فرمایا تجھے اس سے |
| | وَاِنَّہٗ قَالَ لِیْ مَا یَضُرُّکَ مِنْہُ قُلْتُ اِنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ مَعَہٗ جَبَلَ خُبْزٍ وَنَھْرَ |
| | کیا ضرر پہونچے گا؟ میں نے عرض کیا لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹی کا پہاڑ ہے اور پانی کی نہر ہے |
| | مَاءٍ قَالَ اِنَّہٗ اَھْوَنُ عَلَی اللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ ؏ |
| | فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے۔ |

**تشریح ۲۹** دجّال اصل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہوگا۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ اُسے خرقِ عادت پر قدرت عطا فرمائے گا یہاں تک کہ مُردے جِلائے گا بارش برسائے گا کھیتی اُگائے گا زمین کے خزانے اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے وغیرہ وغیرہ جس سے کچے ایمان والے اس کے پھندے میں پھنس جائیں گے مگر ساتھ ہی ساتھ ایسی نشانیاں بھی اس کے ساتھ ہوں گی جو اس کے جھوٹے ہونے کی بیّن دلیل ہوں گی مثلاً کانا ہونا یہ عیب ہے

؏ مسلم، فتن، ابن ماجہ۔ فتن۔

اور معبود وہ ہے جو ہر عیب سے پاک ہے۔ معبود وہ ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اگر یہ معبود ہوتا تو کانا کیوں ہوتا اور بالفرض اس کی آنکھ کانی تھی تو اُسے درست کیوں نہیں کرایا۔ نیز اس کی پیشانی پر ک، ف، ر لکھا ہوگا۔ اگر وہ معبود ہوتا تو اُسے مٹا کیوں نہیں دیا۔

**فائدہ**:۔ مُدّعیٔ الوہیت سے خرق عادت کا صدور ممکن ہے جیسا کہ دجّال سے ہوگا مگر کسی مُدّعیٔ نبوت سے خرق عادت کا ظہور ممکن نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ مخلوق معبود نہیں ہوسکتی اس کا محال ہونا اجلیٰ بدیہیات سے ہے تو جب کہ اس کے بطلان کی قطعی دلیل موجود ہے تو خرق عادت کے ظہور سے کچھ نہیں ہوگا۔ لیکن انبیاء کرام بظاہر بشر ہوتے تھے تو کسی جھوٹے مدعیٔ نبوت انسان سے خرق عادت کے ظہور کے بعد التباس ہوسکتا ہے۔ اس لیے مدعیٔ نبوت کے ہاتھ پر خرقِ عادت کا ظہور ممکن نہیں۔

حضرت مُغیرہ کی عرض داشت کا مطلب یہ تھا کہ جب اس کے ساتھ روٹی کے پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی تو لوگ گمراہ ہوسکتے ہیں۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ ایمان والے جانتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے کچھ نہیں۔ روٹی کے پہاڑ اور پانی کی نہر ساتھ ہونے سے کوئی خدا نہیں ہوسکتا۔

| حدیث | عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ اُرَاہُ |
|---|---|
| ۲۹۰۱ | حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے امام بخاری نے کہا میں گمان کرتا ہوں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ |
| | عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَعْوَرُ الْعَیْنِ الْیُمْنٰی کَاَنَّہَا عِنَبَۃٌ طَافِیَۃٌ |
| | وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کہ دجّال داہنی آنکھ کا کانا ہوگا گویا کہ وہ اُبھرا ہوا انگور ہے۔ |

**تشریحات ۲۹۰۱**

اُرَاہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ لیکن مستملی اور ابوزید مروزی اور ابو احمد جرجانی کے نسخے میں یہ نہیں اس تقدیر پر یہ حدیث موقوف ہوجائے گی لیکن اصل میں مرفوع ہے جیسا کہ مسلم میں ہے۔

طَافِیَۃٌ۔ طَفْوٌ ناقص واوی سے اسم فاعل مؤنث اس کے معنیٰ ہیں اوپر آنا، ابھر ہوا ہونا۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ طَفْءٌ سے مہموز لام ہو جس کے معنی آگ بجھنا اور آنکھ کا بے نور ہونا ہے۔ اب معنی یہ ہوں گے کہ اس کی داہنی آنکھ میں روشنی نہ ہوگی۔

| حدیث | عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ |
|---|---|
| ۲۹۰۲ | حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دجال |

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَجِیْئُ الدَّجَّالُ حَتّٰی یَنْزِلَ فِیْ نَاحِیَۃِ الْمَدِیْنَۃِ تَرْجُفُ الْمَدِیْنَۃُ

اگر مدینہ کے اطراف میں کہیں اُترے گا پھر مدینہ میں تین زلزلے آئیں گے جس کی وجہ سے سب کافر اور

ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ فَیَخْرُجُ اِلَیْہِ کُلُّ کَافِرٍ وَّمُنَافِقٍ۔

منافق دجال کے پاس چلے جائیں گے۔

**تشریح ۲۹** ایک باب کے بعد حدیث آرہی ہے جس میں مذکور ہے کہ مدینہ کے متصل جو شور زمین ہے۔ اس میں کہیں اُترے گا — اور ایک روایت میں ہے کہ جُرف کی شور زمین میں اُترے گا وہیں اپنا خیمہ گاڑے گا۔ جُرف مدینہ طیبہ سے ایک یا تین میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے۔ جو شام جاتے ہوئے راستے میں پڑتی ہے — اور ابن ماجہ میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ سُرخ راستے پر اُترے گا جہاں شور زمین ختم ہو جاتی ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا اس حدیث میں منافق سے مراد رافضی ہو سکتے ہیں — اور میری رائے ہے کہ اس سے ہر بدمذہب مراد ہو سکتا ہے مثلاً وہابی نجدی

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دجال کے خروج کے وقت مدینہ طیبہ میں کافر بھی ہوں گے اور منافق بھی۔

**حدیث ۲۹۰۳** عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا

حضرت سالم بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا

قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی النَّاسِ فَاَثْنٰی عَلَی اللّٰہِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا اللہ جس ثنا کا مستحق ہے وہ ثنا کی پھر

بِمَا ھُوَ اَھْلُہٗ ثُمَّ ذَکَرَ الدَّجَّالَ قَالَ اِنِّیْ لَاُنْذِرُکُمُوْہُ وَمَا مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا

دجال کا ذکر کیا فرمایا میں تم لوگوں کو اس سے ضرور ڈراؤں گا ہر نبی نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا

وَقَدْ اَنْذَرَ قَوْمَہٗ وَلٰکِنِّیْ سَاَقُوْلُ لَکُمْ فِیْہِ قَوْلًا لَّمْ یَقُلْہُ نَبِیٌّ لِّقَوْمِہٖ

ہے لیکن میں اس کے بارے میں ایک ایسی بات کہتا ہوں جو کسی نبی نے نہیں کہی ہے بے شک وہ کانا

اِنَّہٗ اَعْوَرُ وَاِنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِاَعْوَرَ۔

ہے اور اللہ تعالیٰ کانا نہیں۔

**حدیث ۲۹۰۴** عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بُعِثَ نَبِيٌّ إِلَّا أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ. أَلَا إِنَّهُ أَعْوَرُ

نبی مبعوث نہیں ہوا مگر یہ کہ اس نے اپنی قوم کو کانے کذاب سے ڈرایا۔ سنو بے شک وہ کانا ہے اور

وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ وَإِنَّ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوبًا كَافِرٌ ۱ھ

بے شک تمہارا رب کانا نہیں۔ اور بے شک اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا کافر۔

**تشریح** ۲۹۰۴ دجّال کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک اف ر لکھا ہوگا جیسا کہ مسلم میں ہے اسی مضمون کی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جو احادیث الانبیاء میں گزر چکی۔ اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی جو باب الملائکہ میں گزری۔

---

۱ھ توحید، باب قولہ ولتصنع علی عینی۔ مسلم، فتن۔ ترمذی فتن

www.sirat-e-mustaqeem.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کِتَابُ الْاَحْکَام ص ۱۰۵۶

**توضیح** الاَحکام حکم کی جمع ہے۔ حکم کے عام معنیٰ یہ ہیں کہ ایک چیز کو دوسری کے لیے ثابت کرنا یا ایک چیز کی دوسری سے نفی کرنا اور اصولیین کی اصطلاح میں حکم کے معنیٰ یہ ہیں اللہ عزوجل کا وہ خطاب جو مکلفین کے افعال کے ساتھ متعلق ہے۔ اقتضاء یا تخییر کے ساتھ یعنی اللہ عزوجل مکلفین کو کچھ کرنے کا حکم دیتا ہے اور کچھ چیزوں سے باز رہنے کا حکم دیتا ہے اور کچھ چیزوں میں بندے کو اختیار دیتا ہے وہ چاہے کرے یا نہ کرے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ ص ۱۰۵۷

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں جو با اختیار ہوں ان کی اطاعت کرو۔

**توضیح** اطاعت کے معنی بات ماننا ہے یعنی جس چیز کا حکم دیا جائے اُسے کرنا اور جس سے منع کیا جائے اس سے باز رہنا۔ اور "اولوالامر" سے مراد یا تو اُمراء ہیں جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یا عُلَماء ہیں جیسا کہ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجاہد نے کہا صحابہ مُراد ہیں۔ اور زید بن اسلم نے کہا اس سے والیانِ ملک مراد ہیں۔ لیکن ان میں کوئی منافات نہیں سبھی مُراد ہو سکتے ہیں۔ مسلمانوں پر اُمراء اور سلاطین کی اطاعت بھی واجب ہے اور والیانِ ملک کی بھی اور علماء کی بھی اور صحابۂ کرام کی بھی۔ اور ایک حدیث میں فرمایا "اَلْقُرْاٰنُ ذُوْ وُجُوْہٍ" اس لیے قرآن مجید کے جتنے معانی صحیحہ نکل سکیں سب حجتِ شرعیہ ہیں جب تک کہ آپس میں متنافی نہ ہوں اور یہاں تنافی نہیں۔ اس لیے سب مراد ہو سکتے ہیں۔ اس لیے جس طرح امراء اور والیانِ ملک کی اطاعت رعایا پر واجب ہے جب تک کہ وہ گناہ کا حکم نہ دیں اسی طرح علماء کی بھی اطاعت فرض ہے بشرطیکہ وہ عالم ہوں۔ اس زمانے میں عالم اور عالم نما غیر عالم میں تمیز مشکل ہے عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دینی مدارس کا ہر فارغ عالم ہے حالانکہ یہ بنیادی غلطی ہے اوّلاً آج کل دینی مدارس کا جو حال ہے وہ سب کو معلوم ہے مدارس والے اپنی کارکردگی دکھانے

کے لیے فارغین کی تعداد بڑھانے کے لیے ہر کس و ناکس کو پگڑی باندھ دیتے ہیں اور سند دے دیتے ہیں حالانکہ درسِ نظامی کی تکمیل خود عالم ہونے کی دلیل نہیں واقعی جس شخص نے محنت کے ساتھ کما حقہٗ درسِ نظامی پڑھ بھی لیا تو وہ صرف اتنی استطاعت رکھتا ہے کہ عالم ہو سکے درسِ نظامی عالم ہونے کا پہلا زینہ ہے عالم ہونے کے لیے ابھی بہت کچھ باقی رہ جاتا ہے۔ کثرتِ مطالعہ، اصول و فروع کا قدر معتد بہ استحضار، پھر خدا ترسی، استقامت، حق گوئی اور دین کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے کی عادت، ذہانت، فطانت، معاملہ فہمی، وغیرہ ایسے امور ہیں کہ ان سب کا اجتماع شاید باید کسی میں ہو پاتا ہے۔ یہاں مراد وہ علماء ہیں جو واقعی وارث انبیاء ہوں مرجع فتویٰ ہوں، خدا ترسی اور استقامت میں پہاڑ ہوں۔

## بابُ الْاُمَرَاءِ مِنْ قُرَیْشٍ ص ۱۰۵۷ امراء قریش سے ہوں گے۔

**توضیح** یعنی خلیفۃ المسلمین ہونے کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ قریش سے ہو غیر قرشی خلیفۃ المسلمین نہیں ہو سکتا۔ باب کا عنوان حدیث ہے۔

"بَابٌ اِذَا قَالَ عِنْدَ قَوْمٍ شَیْئًا ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ بِخِلَافِہٖ" کے تحت ابو المنہال سے مروی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت ابو برزہ اسلمی نے فرمایا اِنِّیْ اِحْتَسَبْتُ عِنْدَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ سَاخِطًا عَلٰی اَحْیَاءِ قُرَیْشٍ ــــ یہی حدیث یعقوب بن سفیان اور ابو یعلیٰ اور طبرانی نے سُکَین بن عبد العزیز کے بطریق ابو المنہال ہی سے روایت کی ہے۔ اس کے اخیر میں ہے۔ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی علیہ وسلم یقول اَلْاُمَرَاءُ مِنْ قُرَیْشٍ۔ اور طبرانی کا لفظ ہے۔ اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ۔ اس کی شاہد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث ہے۔ "اَلَا اِنَّ الْاُمَرَاءَ مِنْ قُرَیْشٍ مَا اَقَامُوْا ثَلَاثًا ــــ سنو امراء قریش سے ہوں گے جب تک درست رہیں تین بار فرمایا۔

نیز طبرانی اور طیالسی اور بزار نے اور خود امام بخاری نے تاریخ میں بطریق سعد بن ابراہیم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ مَا اِذَا حَکَمُوْا عَدَلُوْا ــــ ائمہ قریش سے ہوں گے جب تک فیصلہ میں انصاف کریں۔

نیز نسائی نے اور امام بخاری نے تاریخ میں اور ابو یعلیٰ نے بطریق بکیر جزری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ــــ یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطرقِ متعددہ مروی ہے۔ اس میں سے ایک وہ ہے جو طبرانی نے بطریقِ قتادہ اس لفظ سے روایت کیا ہے۔ اَنَّ الْمُلْکَ فِیْ قُرَیْشٍ۔

285 نیز امام احمد نے اپنی مُسند میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمُلْکُ فِیْ قُرَیْشٍ۔

نیز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا اس کے راوی صحاح کے راوی ہیں لیکن اس کی سند میں انقطاع ہے۔ نیز طبرانی اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ نیز امام بخاری نے اس باب کے تحت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اِنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ فِیْ قُرَیْشٍ بے شک یہ چیز یعنی خلافت قریش میں رہے گی۔ نیز اسی بخاری میں یہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عَنْھُمَا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یَزَالُ ھٰذَا الْاَمْرُ فِیْ قُرَیْشٍ مَا بَقِیَ مِنْھُمُ اثْنَانِ۔ یہ چیز یعنی خلافت ہمیشہ قریش میں رہے گی جب تک ان میں دو بھی باقی رہیں گے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ یہ حدیث اَلْاُمَرَاءُ مِنْ قُرَیْشٍ یا اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ اور اس کے ہم معنیٰ حدیث مندرجہ ذیل صحابۂ کرام سے مروی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت انس، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو برزہ اسلمی، حضرت معاویہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔ یہ حدیث معنیً بلاشبہ مشہور ہے۔ اسی حدیث کی روشنی میں اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے کہ خلیفہ ہونے کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ قریشی ہو اس میں معتزلہ کا اختلاف ہے۔

ماضی قریب میں کانگریس کی شاخ خلافت کمیٹی کے افراد نے جس کے میر کارواں مسٹر ابوالکلام آزاد تھے اس شرط سے اختلاف کیا ہے جیسے انہوں نے اپنے اس خطبۂ صدارت میں ذکر کیا ہے۔ جو انہوں نے پراونشیل خلافت کانفرنس بنگال منعقدہ ۲۸، ۲۹ فروری ۱۹۲۰ء کو کلکتہ میں دیا تھا۔ اس پر بڑی لمبی چوڑی حسب عادت طولانی تحریر لکھی ہے جس کا مکمل مدلل مفصل رد مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے "دوام العیش فی ان الائمۃ من قریش" میں فرمایا ہے۔

قصہ یہ ہوا کہ پہلی جنگ عظیم کے بعد انگریز اور یورپ کی حکومتوں نے ترکی کی سلطنت اسلامی کو تباہ کرنے کی کوشش شروع کی تو اس کے بچانے کی تحریک ہندوستان میں چلی اور اپنی بے علمی اور

---

۵ ج ۲ ص ۲۶۴

جہالت کی وجہ سے مدار اس پر رکھا کہ ترکوں کی حکومت خلافت اسلامیہ ہے اور چونکہ وہ قریشی نہیں تھے اس لیے خلیفۃ المسلمین کے لیے اس شرط سے انکار کر دیا۔

حالانکہ یہ انتہائی حماقت تھی احادیث کریمہ سے ثابت اہلسنت کے اجماعی عقیدہ کے خلاف محاذ آرائی کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ترکوں کی عثمانی حکومت مسلمانوں کی حکومت تھی اس کی عظیم خدمات تھیں اس کی حفاظت وصیانت کے لیے کوشش ہر مسلمان پر بقدر وسعت فرض تھی۔ حمایت کے لیے ضروری نہیں تھا کہ اہلسنت کے اجماعی عقیدہ کو ذبح کر کے اس کے تعاون پر مسلمانوں کو اکسایا جائے لیکن بات یہی ہے کہ

ع خدا جب دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے۔

## بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحِرْصِ عَلَى الْإِمَارَةِ۔ صـ ۱۰۵۸

اِمارت کی لالچ ناپسندیدہ ہے۔

| حدیث | عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ |
|---|---|
| ۲۹۰۵ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے |
| وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُونَ عَلَى الْإِمَارَةِ وَسَتَكُونُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَنِعْمَ | |
| فرمایا کہ بے شک تم لوگ عنقریب امارت کی حرص کرو گے اور وہ قیامت میں ندامت ہوگی وہ اچھی | |
| الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ علہ | |
| دودھ پلانے والی ہے اور بری دودھ چھڑانے والی۔ | |

**تشریحات ۲۹۰۵** فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ۔ یعنی شروع شروع میں امارت اچھی لگتی ہے کیونکہ اس کے ذریعہ مال و دولت عزت و شہرت حاصل ہوتی ہے لیکن اس کا انجام خراب ہوتا ہے کہ انجام میں یا تو لڑائی جھگڑا ہوتا ہے یا معزول کر دیا جاتا ہے اور آخرت میں اس کا سخت حساب دینا ہوگا۔

## بَابُ مَنِ اسْتُرْعِيَ رَعِيَّةً فَلَمْ يَنْصَحْ صـ ۱۰۵۸

جو کسی رعیت کا والی بنایا گیا اور اس میں اس کے ساتھ خیر خواہی نہیں کی۔

| حدیث | عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ زِيَادٍ عَادَ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ فِي |
|---|---|
| ۲۹۰۶ | حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ عبید اللہ بن زیاد (بدنہاد) نے |

علہ نسائی فضائل، بیعۃ، سیر۔

مَرَضِهِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْهِ فَقَالَ لَهٗ مَعْقِلٌ اِنِّیْ مُحَدِّثُكَ حَدِیْثًا سَمِعْتُهٗ مِنَ

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان کے مرض وصال میں عیادت کی تو حضرت معقل نے اس سے کہا

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ

میں تجھ سے ایک حدیث بیان کر رہا ہوں جس کو میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

عَبْدٍ یَسْتَرْعِیْهِ اللّٰهُ رَعِیَّةً فَلَمْ یَحُطْهَا بِنَصِیْحَةٍ لَمْ یَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ۔

فرماتے ہوئے سنا کہ جس بندے کو اللہ تعالیٰ نے رعیت عطا کی اور اس نے خیر خواہی کے ساتھ اس کی نگہبانی نہیں کی تو وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔

**تشریحات ۲۹ ۶**

عبید اللہ بن زیاد :۔ وہ بدنہاد ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بصرے کا اور یزید پلید کے زمانے میں بصرے کے ساتھ کوفے کا والی تھا جس کے حکم سے حادثۂ کربلا واقع ہوا اس کے بعد والی روایت میں یہ لفظ ہے "جو شخص مسلمان رعایا کا والی ہو اور اس حال میں مرے کہ اس نے رعایا کے ساتھ خیانت کی ہو اس پر جنت حرام ہوگی"۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت مشہور صحابی ہیں ان کا وصال بصرے میں ۶۰ھ اور ۷۰ھ کے درمیان ہوا یزید پلید کے عہد حکومت میں۔

## بَابُ الْقَضَاءِ وَالْفُتْیَا فِی الطَّرِیْقِ ص ۱۰۵۹ فیصلہ اور فتویٰ راستے میں چلتے ہوئے دینا۔

| ت | وَقَضٰی یَحْیَی بْنُ یَعْمَرَ فِی الطَّرِیْقِ۔ |
|---|---|
| ۸۳۸ | اور یحییٰ بن یعمر نے چلتے ہوئے راستے میں فیصلہ کیا۔ |

**تشریحات ۸۳۸**

اس تعلیق کو محمد بن سعد نے طبقات میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے "موسیٰ بن یسار نے کہا کہ یحییٰ بن یعمر جب مَرْو کے قاضی تھے میں نے ان کو دیکھا کہ بازار میں فیصلہ کرتے تھے، چلتے ہوئے راستے میں فیصلہ کرتے تھے اور کبھی سواری پر بیٹھے بیٹھے فیصلہ کرتے تھے"۔

اگر معاملہ پیچیدہ نہ ہو قاضی و مفتی کو پورا اطمینان ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ یحییٰ بن یَعْمَر بصرے کے باشندے تھے اور جلیل القدر مشہور تابعی ہیں۔ فصیح متقی بزرگ تھے خراسان کے اکثر شہروں کے قاضی رہے۔

| ت | وَقَضَی الشَّعْبِیُّ عَلٰی بَابِ دَارِهٖ۔ |
|---|---|
| ۸۳۹ | اور امام شعبی نے اپنے دروازے پر فیصلہ کیا۔ |

**تشریحات ۸۳۹** اس تعلیق کو ابن سعد نے اپنے طبقات میں ذکر کیا ہے۔
امام شعبی کا نام عامر بن شراحبیل بن عبداللہ ہے کنیت ابو عمرو ہے۔ ہمدان میں ایک جگہ "شعب" نام کی ہے وہاں کے رہنے والے تھے ستہتر سال کی عمر میں ۱۰۶ھ کے شروع میں وصال فرمایا انہوں نے پانچسو صحابۂ کرام کی زیارت کی ہے انہیں سے یہ حدیث مروی ہے کہ "میں نے تین سو صحابۂ کرام کو یہ کہتے ہوئے سنا، علی وطلحہ، وزبیر جنت میں ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل نے ان سے حدیث سنی ہے۔

**بَابُ الحاکم یحکم بالقتل علی من وجب علیہ دون الامام الذی فوقہ۔** جس کا قتل کرنا واجب ہو اس کے قتل کا حکم اس کا حاکم دے گا نہ کہ وہ امام جو اس کے اوپر ہے۔ ص ۱۰۵۹

**توضیح** اس باب میں علماء کا اختلاف ہے ہمارے یہاں یہ ہے کہ حدود اور قصاص کا اختیار صرف شہروں کے امراء وحاکموں کو ہے دیہات کے چھوٹے عاملوں کا کوئی حق نہیں۔

| | |
|---|---|
| **حدیث** | **عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ قَیْسَ بْنَ سَعْدٍ** |
| ۲۹۰۷ | حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ |
| **کَانَ یَکُوْنُ بَیْنَ یَدَیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَنْزِلَۃِ صَاحِبِ الشُّرْطَۃِ مِنَ الْاَمِیْرِ** | |
| علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس منصب پر تھے جس پر امیر کا صاحب الشرطہ ہوتا ہے۔ | |

**تشریحات ۲۹۰۷** حضرت قیس بن سعد بن عبادہ مشہور صحابی ہیں ان کے والد حضرت سعد قبیلۂ خزرج کے رئیس اعظم تھے۔

**شُرُطٌ:۔** شُرَطَۃٌ کی جمع ہے جس کے معنی علامت کے ہیں اسی سے شرطی ہے جس کے معنی سپاہی کے ہیں: صاحب الشرط سے مراد سپاہیوں کا افسر ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانے میں یہ محکمہ نہیں تھا اس کے ایجاد کا سہرا بنی امیہ کے سر ہے اسی لئے حضرت انس نے صاحب الشرط نہیں کہا۔ بمنزلۃ صاحب الشرط کہا مطلب یہ ہوا کہ جیسے سپاہیوں کا افسر ہوتا ہے اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت قیس بن سعد تھے۔

**کَانَ یَکُوْنُ:۔** استمرار کا صیغہ ہے ترمذی میں یہ حدیث ہے مگر اس میں کَانَ نہیں صرف یَکُوْنُ ہے اس حدیث کو باب سے کیا مناسبت ہے اس کے سمجھنے سے سارے شُرّاح اب تک عاجز رہے۔

## بَابُ هَلْ يَقْضِي الْحَاكِمُ أَوْ يُفْتِي وَهُوَ غَضْبَانُ ص ۱۰۵۹

کیا حاکم غصّے کی حالت میں فیصلہ یا فتویٰ دے سکتا ہے۔

| | |
|---|---|
| حدیث ۲۹۰۸ | سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ كَتَبَ أَبُو بَكْرَةَ إِلَى ابْنِهِ |
| | عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے کہا کہ ابی بکرہ نے اپنے بیٹے کو لکھا اور وہ سجستان میں تھے کہ غصّے |
| | وَكَانَ بِسِجِسْتَانَ أَنْ لَا تَقْضِ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَأَنْتَ غَضْبَانُ فَإِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ |
| | کی حالت میں دو شخصوں کے درمیان فیصلہ نہ کرنا اس لئے کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے |
| | صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ [1] |
| | سنا ہے کہ فرماتے تھے کوئی حاکم غصّے کی حالت میں دو کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔ |

**تشریحات ۲۹۰۸:۔** حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے جن صاحبزادے کو یہ لکھا تھا ان کا نام عبیداللہ ہے جیسا کہ ترمذی میں ہے مسلم کی روایت میں ہے کَتَبَ أَبِي وَكَتَبْتُ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی خود لکھا اور کبھی اپنے صاحبزادے عبدالرحمٰن سے لکھوایا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لکھوایا ہو اسی کو "کتب" سے تعبیر فرمایا ہو اور یہ عبیداللہ سجستان میں قاضی تھے۔

## بَابُ مَنْ رَأَى الْقَاضِيَ أَنْ يَحْكُمَ بِعِلْمِهِ فِي أَمْرِ النَّاسِ إِذَا لَمْ يَخَفِ الظُّنُونَ وَالتُّهْمَةَ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِهِنْدٍ خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ وَذٰلِكَ إِذَا كَانَ أَمْرًا مَشْهُورًا۔ ص ۱۰۶۰

جس نے یہ جائز جانا کہ لوگوں کے معاملے میں قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے جب کہ بدگمانی اور تہمت کا اندیشہ نہ ہو جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہندہ سے کہا عُرف کے مطابق جو تجھے اور تیرے بچوں کو کافی ہو لے لے اور یہ اس وقت ہے جب کہ یہ بات مشہور ہو۔

**توضیح** قاضی کو بغیر بیّنہ اور حلف کے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قاضی شُریح اور امام شعبی اور امام احمد اور امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ جائز نہیں، اور امام شافعی نے فرمایا کہ حقوق الناس میں جائز ہے خواہ قاضی

---

[1] مسلم اقضیۃ۔ ترمذی، ابن ماجہ احکام۔

بنائے جانے سے پہلے اس کا علم ہوا ہو یا بعد میں، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر قبل قضا اسے علم ہوا تو اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہیں کرے گا اور قاضی بنائے جانے کے بعد علم ہوا تو کر سکتا ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے فرمایا قبل قضا اگر علم ہوا تو کر سکتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لئے دو شرطیں ذکر کی ہیں ایک یہ کہ بدعنوانی اور تہمت کا اندیشہ نہ ہو دوسرے یہ کہ وہ معاملہ معلوم و مشہور ہو۔

اس پر امام بخاری ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث سے استدلال فرماتے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد حضرت ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے شوہر ابو سفیان ممسک شخص ہیں تو کیا اس میں حرج ہے کہ میں ان سے بغیر پوچھے ہوئے ان کے اہل و عیال کو کھلاؤں تو حضور نے انھیں اجازت دی، یہ اجازت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس لئے دی کہ سب کو معلوم ہے کہ بچوں کا نان و نفقہ باپ کے ذمے واجب ہے اور یہ بھی معلوم تھا کہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممسک ہیں۔

**بَابُ** الشهادة على خط المختوم وَمَا يَجُوزُ مِنْ ذالك كما يضيق عليه وكتاب الحاكم الى عامله وَالقَاضِيُ الى القَاضِي صـ ۱۰۶۰

مہر شدہ خط پر گواہی کا بیان اور اس میں کیا جائز ہے اور کیا جائز نہیں اور حاکم کا اپنے عامل کے پاس خط لکھنا اور قاضی کا قاضی کے پاس۔

**توضیح** یعنی مہر شدہ خط پر اگر شرعی گواہی گزرے کہ فلاں کا خط ہے تو وہ معتبر ہے یا نہیں؟ خط کو مطلقاً غیر معتبر ماننے میں بہت سے حقوق کی تضییع لازم آئے گی اور بلا شرط تسلیم کرنے میں دجل، فریب، دھوکہ دہی کے خطرات ہیں اس لئے کچھ شرائط کے ساتھ مخصوص صورتوں میں اس کی اجازت ہے پہلی شرط یہ ہے کہ یہ خط قاضی کا ہو، دوسری شرط یہ کہ بقدر نصاب گواہوں کے سامنے لکھے، تیسری شرط یہ ہے کہ وہ دونوں گواہ مکتوب الیہ قاضی کو لے جا کر دیں اور یہ گواہی دیں کہ یہ فلاں قاضی کا خط آپ کے نام ہے، پانچویں شرط بعض لوگوں نے یہ بڑھائی ہے کہ وہ خط مہر شدہ ہو اور کاتب نے گواہوں کے سامنے لگائی ہو یہ حضرت امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مہر کی شرط ضروری نہیں اس لئے کہ جب گواہان شرعی شہادت دے رہے ہیں کہ یہ فلاں کا خط ہے تو مہر کی کیا حاجت ہے؟ پھر یہ اطمینان کہ یہ مہر فلاں قاضی کی ہے گواہوں ہی کی شہادت پر ہوگا پھر مہر کی کیا حاجت؟ چھٹی شرط یہ ہے کہ قاضی کاتب اپنا نام عہدہ نیز مکتوب الیہ کا نام اور اس کا عہدہ اس طرح لکھے کہ دونوں کی تعیین ہو جائے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ كِتَابُ الْحَاكِمِ جَائِزٌ إِلَّا فِي الْحُدُودِ ثُمَّ قَالَ

اور بعض لوگوں نے کہا کہ حاکم کا خط جائز ہے البتہ حدود میں جائز نہیں پھر کہا اگر

إِنْ كَانَ الْقَتْلُ خَطَأً فَهُوَ جَائِزٌ لِأَنَّ هٰذَا مَالٌ بِزَعْمِهِ وَإِنَّمَا

قتل خطا ہو تو جائز ہے اس لئے کہ اس کے زعم میں یہ مال ہے (اور یہ نہیں

صَارَ مَالًا بَعْدَ أَنْ ثَبَتَ الْقَتْلُ وَالْخَطَأُ وَالْعَمْدُ وَاحِدٌ

سمجھا کہ یہ مال ہوا ہے قتل ثابت ہونے کے بعد) پس خطا اور عمد ایک ہے

**توضیح** یہ بھی حسب سابق امام بخاری کی احناف پر عنایت ہے وہ فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ احناف کے مذہب میں تناقض ہے اس لئے کہ ایک طرف تو یہ کہا کہ حدود میں کتاب القاضی الی القاضی جائز نہیں اور دوسری طرف یہ کہا خطأً قتل میں جائز ہے۔

احناف نے یہ فرمایا کہ قتل تو ہو چکا قاضی کو اس کی سزا کا فیصلہ دینا ہے اور جب قتل خطأً ہے تو اس میں قصاص نہیں، دیت واجب ہے اور دیت بلا شبہہ مال ہے۔ اس پر امام بخاری یہ فرماتے ہیں کہ یہ مال اس وقت ہے جب قتل ثابت ہو چکا ہو اس لئے جیسے قتل عمد اسی طرح قتل خطا۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ اگر قتل عمد اور خطا ایک ہی ہوتا تو دونوں کی سزا بھی ایک ہی ہوتی۔ حالانکہ قتل عمد کی سزا قصاص ہے اور قتل خطا پر دیت لازم ہے۔ اس کو دوسرے الفاظ میں یوں کہئے کہ چونکہ حاکم قتل خطا میں یہ فیصلہ کرتا ہے کہ قاتل پر دیت واجب ہے یہ قاتل کے ذمے مال لازم کرتا ہے تو یہ بالکل ایسے ہی ہو گیا کہ زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس نے بالقصد میرے کپڑے کو جلا دیا ثبوت کے بعد حاکم تاوان کا حکم دے گا اسی طرح قتل خطا میں بھی ہے۔

**ت ۸۴۰** وَقَدْ كَتَبَ عُمَرُ إِلَى عَامِلِهِ فِي الْجَارُودِ

اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عامل کے پاس جارود کے بارے میں لکھا۔

**تشریحات ۸۴** یہاں اکثر روایت "فِي الْحُدُودِ" ہے لیکن مستملی اور کشمیہنی سے ابوذر کی روایت میں "فِي الْجَارُودِ" ہے۔

جارود بن المعلی، ابو غیاث قبیلۂ ابو القیس کے سردار تھے، پہلے نصرانی تھے ۹ھ میں عبد القیس کے وفد کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کا نام جارود اس لئے پڑا ــــ کہ زمانۂ جاہلیت میں قبیلۂ بکر بن وائل اور ان کے ہمراہیوں کو ایک بار لوٹا انکے کپڑے اتار کر ننگا کر دیا۔ جارود جرد کا اسم مبالغہ ہے۔ امام عبد الرزاق نے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قدامہ بن مظعون کو بحرین کا عامل مقرر فرمایا۔ یہ جارود حضرت

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ شکایت کی کہ قدامہ نے شراب پی جس سے اس کو نشہ آیا حضرت عمر نے قدامہ کو اپنی بارگاہ میں بلایا جارود اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گواہی دی جس پر قدامہ کے اوپر حد جاری کی۔

ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حضرت امام بخاری نے ہمارے اس مذہب کو کہ حدود میں کتاب القاضی الی القاضی معتبر نہیں سمجھا۔ اس لئے کہ اس کا صریح مطلب یہ ہے کہ ایک قاضی کے یہاں ایسے شخص کے خلاف جو اس قاضی کے حدود قضا میں موجود نہیں گواہی گزری کہ اس نے چوری کی ہے مثلاً یہ ملزم جس قاضی کے حدود میں رہتا ہے اس کے پاس اپنا خط بھیجا کہ فلاں شخص کے خلاف میرے یہاں شہادت شرعیہ گزری ہے کہ اس نے چوری کی ہے اس خط کے مطابق دوسرا قاضی اس کا ہاتھ نہیں کاٹے گا اس لئے کہ خط میں بہرحال وہ وثوق اور یقین نہیں حاصل ہوتا جو روبرو پیش ہونے والے گواہوں سے ہوتا ہے اور یہاں قدامہ کے واقعے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے یہاں گزری گواہی یا اپنا فیصلہ لکھ کر نہیں بھیجا تھا بلکہ قدامہ کو اپنے یہاں طلب فرمایا تھا تحقیق کے لئے دونوں میں کتنا بڑا فرق ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔

ت ۸۴۱ وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي سِنٍّ كُسِرَتْ

اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس دانت کے بارے میں لکھا جو توڑا گیا تھا۔

تشریح ۸۴۱:- اس تعلیق کو امام ابوبکر خلال نے کتاب القصاص والدیات میں ذکر کیا ہے یہ خط حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عامل زریق بن حکیم کے پاس لکھا تھا۔ زریق نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس ایک خط لکھا تھا کہ ایک شخص نے ایک شخص کا دانت توڑ دیا ہے اور صرف ایک گواہ ہے۔ میں کیا کروں۔ اس کے جواب میں حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس گواہی کے مطابق فیصلہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ یہ بھی حدود میں کتاب القاضی الی القاضی کے معتبر ہونے کی دلیل نہیں یہ تو زریق بن حکیم کے ایک استفتاء کا جواب تھا۔

ت ۸۴۲ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ كِتَابُ الْقَاضِي إِلَى الْقَاضِي جَائِزٌ إِذَا عَرَفَ الْكِتَابَ وَالْخَاتَمَ

حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ کتاب القاضی الی القاضی جائز ہے جب کہ دوسرا قاضی خط اور مہر کو پہچانتا ہو۔

**تشریح ۸۴۲** اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے۔

**ت ۸۴۳** وَيُرْوَى عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نَحْوُهُ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی اسی کے مثل مروی ہے۔

**ت ۸۴۴** وَقَالَ مُعَاوِيَةُ بْنُ عَبْدِ الْكَرِيمِ الثَّقَفِيُّ شَهِدْتُ

اور معاویہ بن عبد الکریم ثقفی نے کہا کہ میں حاضر ہوا قاضی بصرہ عبد الملک بن

عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ يَعْلَى قَاضِيَ الْبَصْرَةِ وَإِيَاسَ بْنَ مُعَاوِيَةَ وَالْحَسَنَ وَ

یعلیٰ اور ایاس بن معاویہ اور حسن اور ثمامہ بن عبد اللہ بن انس اور بلال بن ابی بردہ اور عبد اللہ

ثُمَامَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ وَبِلَالَ بْنَ أَبِي بُرْدَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ

بن ابو بریدہ اسلمی اور عامر بن عبیدہ اور عباد بن منصور کے پاس یہ سب قاضیوں کے خطوط کو

أَبِي بُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيَّ وَعَامِرَ بْنَ عُبَيْدَةَ وَعَبَّادَ بْنَ مَنْصُورٍ

گواہوں کی عدم موجودگی میں نافذ کرتے تھے۔ پھر اگر جس کے خلاف خط آیا ہے اگر وہ کہتا ہے کہ یہ جعلی

يُجِيزُونَ كُتُبَ الْقُضَاةِ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِنَ الشُّهُودِ فَإِنْ قَالَ الَّذِي جِيءَ

ہے تو اس سے کہا جاتا جا اور اس سے چھٹکارا کا راستہ تلاش کر۔

عَلَيْهِ بِالْكِتَابِ إِنَّهُ زُورٌ قِيلَ لَهُ اذْهَبْ فَالْتَمِسِ الْمَخْرَجَ مِنْ ذَالِكَ.

**تشریحات ۸۴۴** اس تعلیق کو امام وکیع نے اپنے مصنف میں ذکر کیا ہے۔ یہ آٹھ تابعی ہیں اور یہ سب قاضی رہ چکے ہیں۔ ان میں صرف عباد بن منصور ضعیف ہیں جن پر قدریہ ہونے کی تہمت بھی لگائی گئی ہے۔ بقیہ سب جلیل القدر ثقہ تابعی ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ سب حضرات دوسرے شہر کے قاضی کے خط پر فیصلہ کر دیتے اور عینی شاہدوں کو دوبارہ اپنے دار القضاء میں بلا کر گواہی لینے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ اگر مدعیٰ علیہ کہتا کہ یہ خط جعلی ہے پھر بھی اس پر توجہ نہیں دیتے اور اس سے کہتے کہ صفائی کا جو شرعی طریقہ ہے اس کو پیش کرو مثلاً خط میں جن گواہوں کا ذکر ہے ان پر جرح پیش کرو۔

**ت ۸۴۵** وَأَوَّلُ مَنْ سَأَلَ عَلَى كِتَابِ الْقَاضِي الْبَيِّنَةَ ابْنُ أَبِي لَيْلَى وَسَوَّارٌ

اور سب سے پہلے جس نے کتاب القاضی پر بینہ طلب کیا ابن ابی لیلیٰ اور سوار

بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ

بن عبد اللہ ہیں۔

**حدیث ۲۹۰۹**

وَقَالَ لَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحْرِزٍ

اور ہم سے ابو نعیم نے کہا ہم سے عبید اللہ بن محرز نے بیان کیا کہ میں

جِئْتُ بِكِتَابٍ مِّنْ مُّوْسٰى بْنِ اَنَسٍ قَاضِي الْبَصْرَةِ وَاَقَمْتُ عِنْدَهٗ

بصرہ کے قاضی موسیٰ بن انس کا خط قاسم بن عبد الرحمٰن کے پاس لیکر آیا انہوں نے اس

الْبَيِّنَةَ اَنَّ لِيْ عِنْدَ فُلَانٍ كَذَا وَكَذَا وَهُوَ بِالْكُوْفَةِ فَجِئْتُ

خط کے مطابق فیصلہ کیا حالانکہ وہ کوفہ میں تھے میں نے موسیٰ بن انس کے پاس بینہ پیش کیا تھا کہ

بِهِ الْقَاسِمَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَاَجَازَهٗ

میرا فلاں کے ذمہ اتنا اور اتنا روپیہ ہے اور وہ کوفہ میں ہے (موسیٰ بن انس نے اسی مضمون کا خط لکھ کر مجھے دیا) جسے میں قاسم بن عبد الرحمٰن کے پاس لے آیا تو انہوں نے فیصلہ کیا۔

**تشریحات ۲۹۰۹**

یہ ابو نعیم فضل بن دکین ہیں۔ یہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ہیں ان سے امام بخاری نے یہ مذاکرۃً سنا تھا اس لئے قَالَ لَنَا سے ذکر کیا۔

موسیٰ بن انس بن مالک بصرہ کے قاضی تھے۔ ان کے پاس عبید اللہ بن محرز نے دو گواہوں کو پیش کیا کہ فلاں شخص جو کوفہ میں ہے اس کے ذمہ میرا اتنا روپیہ ہے انہوں نے عبید اللہ کا دعویٰ اور گواہی لکھ کر کوفہ کے قاضی قاسم بن عبد الرحمٰن کے نام خط لکھا جس پر انہوں نے فیصلہ کر دیا ــــــ قاسم بن عبد الرحمٰن حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے تھے۔ ان کی کنیت ابو عبد الرحمٰن تھی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں کوفہ کے قاضی تھے[1]

**ت ۸۴۶**

وَكَرِهَ الْحَسَنُ وَاَبُوْ قِلَابَةَ اَنْ يُّشْهَدَ عَلٰى وَصِيَّةٍ حَتّٰى يُعْلَمَ

اور امام حسن بصری اور ابو قلابہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ وصیت پر گواہی

مَا فِيْهَا لِاَنَّهٗ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّ فِيْهَا جَوْرًا

دی جائے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس میں کیا ہے اس لئے کہ وہ نہیں جانتا ہو سکتا ہے اس میں ظلم ہو۔

**ت ۸۴۷**

وَقَدْ كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَهْلِ خَيْبَرَ اِمَّا

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو لکھا یا تو مقتول کی دیت دو یا لڑائی کا اعلان

[1] فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۴۳

اَنْ تَدُوْا صَاحِبَكُمْ وَاِمَّا اَنْ تُؤْذِنُوْا بِحَرْبٍ

قبول کرو۔

**تشریحات ۸۴۷** تَدُوْا ـــــ اس کا مادہ وَدْیٌ ہے۔ یہ مضارع کا جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ اصل میں تَوْدِیُوْا تھا۔ وَاو فا کلمہ تھا جو یَعِدُ کے قاعدہ سے محذوف ہوگیا، پھر یاء کے ضمہ کو نقل کرکے دال کو دیا اب یاء اور واؤ میں التقاء ساکنین ہوا یاء گر پڑی تدو ہوگیا۔

یہ قصہ گزر چکا ہے۔ بعقل بن ابی حسنہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہ خیبر گئے عبداللہ بن سہل کو کسی نے قتل کرکے پھینک دیا۔ محیصہ نے یہود سے پوچھا۔ یہود نے قسم کھا کر انکار کیا پھر عبداللہ اپنے بھائی حویصہ اور عبدالرحمٰن بن سہل کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سارا واقعہ عرض کیا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کے یہود کو یہ تحریر فرمایا تھا۔

**ت ۸۴۸** وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِيْ شَهَادَةٍ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ وَّرَاءِ السِّتْرِ اِنْ عَرَفَتْهَا فَاشْهَدْ وَاِلَّا فَلَا تَشْهَدْ

اور امام زہری نے فرمایا پردے میں رہنے والی عورت کے خلاف گواہی دینے کے بارے میں، اگر تو اسے پہچانتا ہے تو گواہی دے ورنہ مت گواہی دے۔

**تشریحات ۸۴۸** اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت پردے میں ہے تو اس کے حق میں یا اس کے خلاف گواہی دینا اس وقت درست ہے جب گواہ کو اس کا یقین ہو کہ یہ وہی عورت ہے جس کے بارے میں گواہی دینا ہے۔

باب یہ تھا کہ کتاب القاضی الی القاضی ہر معاملہ میں معتبر ہے حتیٰ کہ حدود میں بھی۔ یہی حضرت امام بخاری کا مذہب ہے مگر ہمارے یہاں اور معاملات میں معتبر ہے، حدود میں معتبر نہیں۔ جس پر حضرت امام بخاری نے کوئی دلیل نہیں پیش کیا جتنے آثار لائے ان میں سے کسی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حدود میں کتاب القاضی الی القاضی معتبر ہے اور اخیر کے اثر کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔

**بَابُ مَتٰى يَسْتَوْجِبُ الرَّجُلُ الْقَضَاءَ ص ۱۰۶۱۔** مرد کب قاضی بنائے جانے کے لائق ہوتا ہے

ت ۸۴۹ وَقَالَ الْحَسَنُ اَخَذَ اللّٰهُ عَلَى الْحُكَّامِ اَنْ لَّا يَتَّبِعُوا الْهَوٰى

اور امام حسن بصری نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حکام پر یہ پابندی لگادی ہے کہ خواہش

وَلَا يَخْشَوُا النَّاسَ وَلَا يَشْتَرُوْا بِاٰيَاتِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ثُمَّ قَرَأَ يَا دَاوٗدُ

نفس کی پیروی نہ کریں اور لوگوں سے نہ ڈریں اور اللہ کی آیتوں کے عوض تھوڑی پونجی نہ خریدیں۔ پھر

اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ

انہوں نے پڑھا۔ اے داود بے شک ہم نے تمہیں زمین میں نائب کیا تو لوگوں میں سچا حکم کرو اور خواہش کے

الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ

پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی بے شک جو لوگ اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کے لئے سخت

عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ——— وَقَرَءَ اِنَّا اَنْزَلْنَا

عذاب ہے اس بنا پر کہ وہ حساب کے دن کو بھول بیٹھے ——— اور پڑھا۔ بے شک ہم نے

التَّوْرٰةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا

تورات اتاری جس میں ہدایت اور نور ہے۔ ہمارے فرمان بردار نبی اور عالم اور فقیہ اس کے مطابق

لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ

یہود کو حکم دیتے تھے کیونکہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے۔ لوگوں

(اِلٰى قَوْلِهٖ) وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ———

سے خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے ذلیل قیمت نہ لو۔ اور جو اللہ کے اتارے

وَقَرَأَ وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ

پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔ اور پڑھا۔ اور داود اور سلیمان کو یاد کرو جب کھیتی کا ایک جھگڑا چکاتے تھے۔

وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا فَحَمِدَ

جب رات کو کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹیں اور ہم ان کے حکم کے وقت موجود تھے اور ہم نے دونوں کو حکومت اور

سُلَيْمٰنُ وَلَمْ يَلُمْ دَاوٗدَ وَلَوْلَا مَا ذَكَرَ اللّٰهُ مِنْ اَمْرِ هٰذَيْنِ لَرُئِيَتْ اَنَّ

علم عطا کیا۔ اس پر سلیمان نے حمد کی اور داود کو ملامت نہیں کی اگر اللہ ان دونوں کے واقعے کو ذکر نہ فرماتا تو یہی سمجھا

الْقُضَاةَ هَلَكُوْا فَاِنَّهٗ اَثْنٰى عَلٰى هٰذَا بِعِلْمِهٖ وَعَذَرَ هٰذَا بِاجْتِهَادِهٖ

جاتا کہ قاضی ہلاک ہوگئے اللہ نے ایک کی اس کے علم کے سبب تعریف کی اور دوسرے کو اسکے اجتہاد پر معذور رکھا۔

**توضیح** قاضی مقرر کرنا فرض کفایہ ہے۔ قاضی کے لئے وہی شرائط ہیں جو شہادت

کے ہیں یعنی مسلمان، عاقل، بالغ، آزاد ہونا، اندھا گونگا بالکل بہرہ نہ ہونا، محدود فی القذف نہ ہونا بہتر یہ ہے کہ قاضی عالم فقیہ کو بنایا جائے، بے علم اور فاسق کو نہ بنایا جائے اور یہ ضروری ہے کہ جسے قاضی بنایا جائے معاملہ فہم ہو، فیصلہ نافذ کرنے پر قادر ہو، بارعب ہو، لوگوں کی باتوں پر صبر کرنے کا عادی ہو، صاحب ثروت ہو تاکہ لالچ میں نہ پھنسے، پاکدامن عقل، سمجھ، معاملہ فہم ہو، مزاج میں شدت ہو مگر زیادہ شدت نہ ہو، اتنی نرمی نہ ہو کہ لوگوں سے دب جائے۔ قاضی مقرر کرنا سلطان اسلام کا کام ہے یا اس والی کا جسے سلطان اسلام نے قاضی مقرر کرنے کی اجازت دی ہو۔ عوام کو قاضی مقرر کرنے کا حق نہیں۔

مگر اس زمانے میں اعلم علمائے بلد جو سنی صحیح العقیدہ مرجع فتویٰ ہو، قاضی ہے، نیز اسے یہ بھی حق ہے کہ دوسرے کو قاضی مقرر کرسکتا ہے جیسا کہ فتاویٰ عتابیہ اور حدیقہ ندیہ میں ہے۔

جس شخص کے سامنے عہدۂ قضا پیش کیا گیا اگر وہی اس کا اہل ہے دوسرا کوئی اہل نہیں تو اسے یہ عہدہ قبول کرنا واجب ہے اور اگر دوسرا بھی ہو مگر کم درجے کا ہو تو مستحب ہے اور اگر کئی آدمی اس کے اہل ہوں تو قبول کرنا جائز ہے۔

امام حسن بصری کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ قاضی کو خدا ترس ہونا ضروری ہے اس پر لازم ہے کہ شریعت کے مطابق فیصلہ کرے اور اس بارے میں کسی کی رورعایت نہ کرے، اور رشوت ہرگز نہ لے جیسا کہ مذکورہ بالا آیتوں سے ثابت ہے۔ اور اگر قاضی نے نیک نیتی سے غور کیا اور نیک نیتی کے ساتھ فیصلہ دیا اور اس میں غلطی ہوگئی تو معاف ہے بلکہ اس پر بھی اسے ایک اجر ملے گا اور اگر اس نے صحیح فیصلہ کیا تو دونا اجر ملے گا جیسا کہ حدیث میں تصریح ہے اور اس پر حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما الصلوٰۃ والتسلیم کا واقعہ شاہد ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ ایک شخص کے کھیت کو کچھ لوگوں کی بکریاں رات میں کھاگئیں۔ معاملہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں پیش ہوا انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بکریاں کھیتی والے کو دیدی جائیں بکریوں کی قیمت کھیتی کے نقصان کے برابر تھیں پھر یہ معاملہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں پیش ہوا تو فرمایا کہ بکریاں عارضی طور پر کھیت والے کو دیدی جائیں تاکہ کھیت والا اسکے دودھ اور اُون کو استعمال کرے اور بکری کے مالک کو لازم ہے کہ وہ کھیت میں وہی چیز بوئے جو پہلے بوئی گئی تھی اور جب کھیت اس حد کو پہنچ جائے جس حد پر بکریوں نے کھایا تھا تو پھر بکریاں مالکوں کو واپس کردی جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس فیصلہ کے بعد حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما الصلوٰۃ والتسلیم دونوں کی مدح فرمائی۔ ارشاد ہے وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ہر ایک کو ہم نے حکومت اور علم عطا فرمایا۔

| ت ۸۵۰ | وَقَالَ مَزَاحِمُ بْنُ زُفَرَ قَالَ لَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ خَمْسٌ |
|---|---|

مزاحم بن زفر نے کہا کہ مجھ سے عمر بن عبد العزیز نے فرمایا۔ قاضی میں پانچ صفتیں

إِذَا أَخْطَأَ الْقَاضِيُ مِنْهُنَّ خَصْلَةً كَانَتْ فِيهِ وَصْمَةٌ أَنْ يَكُونَ

ہونی چاہیے اگر ان میں ایک بھی کم ہوگی تو یہ اس میں عیب ہوگا۔ سمجھ والا ہو، بردبار ہو، پرہیزگار ہو

فَهُمَا حَلِيمًا عَفِيفًا صَلِيبًا عَالِمًا سَئُولًا عَنِ الْعِلْمِ

اور سخت ہو، علم والا ہو اور علم کے بارے میں بہت سوال کرنے والا ہو۔

**تشریح ۸۵۰** اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور محمد بن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے۔

صلیبا ــــ صلابت سے صفت مشبہ ہے فعیل کے وزن پر۔ مراد یہ ہے کہ حق پر سختی سے قائم رہے، دباؤ، سفارشات سے متاثر نہ ہو۔ سئولا ــــ سوال سے اسم مبالغہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ علماء سے مسائل پوچھتا رہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بڑے سے بڑے عالم کا ذہن اس طرف نہیں جاتا جس کی طرف ایک چھوٹے کا چلا جاتا ہے۔ پھر بحث وتمحیص سے بات منقح ہو جاتی ہے۔ عالم ہونے کو لازم ہے کہ وہ اہل علم سے بحث وتمحیص کرتا رہے

**بَابُ رِزْقِ الْحَاكِمِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا** حاکم اور عاملین کی تنخواہ کا بیان ص ۱۰۶۱

**ت ۸۵۱** وَكَانَ شُرَيْحٌ يَأْخُذُ عَلَى الْقَضَاءِ أَجْرًا

اور شریح قضا پر اجرت لیتے تھے

**تشریحات ۸۵۱** اس تعلیق کو امام عبدالرزاق اور امام سعید بن منصور نے ذکر کیا ہے۔ تلویح میں کہا کہ یہ تعلیق ضعیف ہے اور شارحین کا بھی رجحان یہی ہے۔ لیکن عمل اسی پر ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے ابن ابی لیلیٰ سے روایت کیا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شریح کی پانچ سو تنخواہ مقرر کر دی تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تعلیق ضعیف ہے اس لئے کہ جب بیت المال سے قاضی کی تنخواہ مقرر ہو تو اسے یہ جائز نہیں کہ متخاصمین سے اجرت لے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رکھنی ضروری ہے کہ اس تعلیق کا مطلب یہ ہے کہ قاضی شریح متخاصمین سے اجرت لیتے تھے۔ اور جب ان کی تنخواہ بیت المال سے مقرر تھی تو انہیں یہ جائز نہیں تھا کہ وہ متخاصمین سے اجرت لیتے۔ حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ وہ بہت متدین خدا ترس تھے۔ پہلی بار ان کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ کا قاضی مقرر فرمایا اور یہ زمانہ دراز تک قاضی رہے، ان سے مستبعد ہے کہ تنخواہ مقرر ہونے کے باوجود متخاصمین سے اجرت لیتے ہوں۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ قاضی کو یہ جائز ہے کہ نہیں کہ متخاصمین سے اجرت لے۔ اور جن لوگوں نے اس کو جائز کہا ہے انہوں نے بہت سی شرطیں لگائی ہیں لیکن علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اب یہ شرطیں عملاً ختم کر دی گئی ہیں اور اس زمانہ میں اجرت رائج ہو گئی ہے ایسی کہ اس کا ازالہ معتذر ہے۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ ــــ

ہاں اس پر اتفاق ہے کہ سلطان اسلام پر لازم ہے کہ حکام اور قاضیوں کی مناسب تنخواہ مقرر کر دے۔

| ت | وَقَالَتْ عَائِشَةُ يَاكُلُ الْوَصِيُّ بِقَدْرِ عُمَالَتِهٖ |
|---|---|
| ۸۵۲ | ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ وصی اپنے کام کی مقدار لے سکتا ہے۔ |

**تشریح** اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ فرمایا۔

وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ اور جو محتاج ہو عرف کے مطابق کھائے۔

فرمایا اللہ عزوجل نے یہ آیت یتیم کے ولی کے بارے میں نازل فرمائی ہے جو یتیم کی پرورش کرتا ہے کہ اگر وہ محتاج ہے یتیم کے مال سے کھا سکتا ہے۔

| ت | وَاَكَلَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا |
|---|---|
| ۸۵۳ | حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تنخواہ لی۔ |

اسے امام ابوبکر بن شیبہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی نیز امام بخاری نے کتاب البیوع میں اسے مفصل ذکر فرمایا ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جو تعلیق ہے اسے امام ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میری حیثیت اللہ کے مال میں وہی ہے جو یتیم کے مال میں اس کے وصی کی ہے اگر مجھے اس کی ضرورت نہیں ہوگی تو میں کچھ نہیں لوں گا اور اگر مجھے ضرورت ہوئی تو عرف کے مطابق لوں گا۔

کرابیسی نے روایت کیا کہ میں جاڑے اور گرمی کے دو جوڑے اپنے اور اپنے اہل و عیال کا نان نفقہ قریش کے متوسط فرد کے مطابق لیتا ہوں۔

| حدیث ۲۹۱۰ | اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ السَّعْدِيِّ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ قَدِمَ عَلٰى |
|---|---|
| | عبداللہ بن سعدی کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ان کے |

عُمَرَ فِیْ خِلَافَتِہٖ وَقَالَ لَہٗ عُمَرُ اَلَمْ اُحَدَّثْ اَنَّکَ تَلِیْ مِنْ اَعْمَالِ النَّاسِ

زمانہ خلافت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ تم لوگوں کے کچھ کاموں کو انجام دیتے ہو

اَعْمَالًا فَاِذَا اُعْطِیْتَ الْعُمَالَۃَ کَرِھْتَھَا فَقُلْتُ بَلٰی قَالَ عُمَرُ فَمَا تُرِیْدُ

اور جب اس کی اجرت تم کو دی جاتی ہے تو تم اس کو برا سمجھتے ہو ـــــ میں نے عرض کیا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔

اِلٰی ذَالِکَ قُلْتُ اِنَّ لِیْ اَفْرَاسًا وَّاَعْبُدًا وَّاَنَا بِخَیْرٍ وَّاُرِیْدُ اَنْ تَکُوْنَ

حضرت عمر نے دریافت فرمایا تم کیا چاہتے ہو ؟ میں نے عرض کیا میرے پاس گھوڑے ہیں اور غلام ہیں اور

عُمَالَتِیْ صَدَقَۃً عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ قَالَ عُمَرُ لَا تَفْعَلْ فَاِنِّیْ کُنْتُ اَرَدْتُ الَّذِیْ

میں خوشحال ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ میری خدمت مسلمانوں پر صدقہ ہو۔ حضرت عمر نے فرمایا ایسا مت کر کیونکہ

اَرَدْتَ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْطِیْنِیْ

میں نے بھی ایسا ہی ارادہ کیا تھا جیسا تم نے کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ کو کچھ عطا فرمایا کرتے تھے

الْعَطَاءَ فَاَقُوْلُ اَعْطِہٖ اَفْقَرَ اِلَیْہِ مِنِّیْ حَتّٰی اَعْطَانِیْ مَرَّۃً مَالًا فَقُلْتُ

اور میں عرض کرتا تھا کہ آپ اسے مجھ سے زیادہ حاجت مند کو عطا فرمائیں۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضور اقدس

اَعْطِہٖ اَفْقَرَ اِلَیْہِ مِنِّیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُذْہُ فَتَمَوَّلْہُ

صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو کچھ مال عطا فرمایا میں نے وہی عرض کیا کہ جو مجھ سے زیادہ حاجت مند ہو اسے عطا فرمائیں

وَتَصَدَّقْ بِہٖ فَمَا جَاءَکَ مِنْ ھٰذَا الْمَالِ وَاَنْتَ غَیْرُ مُشْرِفٍ وَّلَا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو لے لو اور اپنے قبضہ میں کر کے صدقہ کر دو۔ اس مال سے جو کچھ تمہارے پاس

سَائِلٍ فَخُذْہُ وَاِلَّا فَلَا تُتْبِعْہُ نَفْسَکَ [1]

آئے نہ تمہیں اس کی طمع ہو اور نہ تم نے اسکو مانگا ہو تو لے لو اور اگر نہ آئے تو اس کے لینے کے درپے نہ ہو۔

## تشریحات ۲۹۱۰

اس سند کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں چار صحابہ کرام راوی ہیں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مشہور صحابی ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ چھ سال کا پایا۔ اور مدینہ میں وفات پانے والے صحابہ کرام میں سب سے آخر ہیں۔ چورانوے یا چھیانوے سال کی عمر میں ۸۰ھ یا ۸۶ھ یا ۸۸ھ میں وصال فرمایا۔

حویطب بن عبد العزیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے موقع پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جب کہ

---

[1] مسلم، ابوداؤد، نسائی، زکوٰۃ

ان کی عمر قریب ساٹھ سال کی تھی حنین کے غنائم میں سے ان کو سو اونٹ عطا فرمایا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جن چند حضرات نے دفن فرمایا تھا ان میں ایک یہ بھی ہیں۔ مدینہ طیبہ کے اپنے گھر کو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ چالیس ہزار میں بیچا تھا۔ ایک سو بیس سال کی عمر پائی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخیر زمانۂ خلافت میں واصل بحق ہوئے۔

عبداللہ بن سعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے والد کا نام وقدان بن عبد شمس بن عبد ودّ ہے ان کو سعدی اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے قبیلہ بنو سعد میں دودھ پیا تھا۔ ۵۷ھ میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔

اور چوتھے صحابی خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر فرمایا تھا اور زکوٰۃ کے محصلین کو ان کے کام کی مقدار زکوٰۃ کے مال سے اجرت دینے کی اجازت خود قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اس حدیث کا اخیر حصہ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کتاب الزکوٰۃ میں گزر چکا ہے۔

## بَابُ مَنْ قَضٰی وَلَاعَنَ فِی الْمَسْجِدِ صـ ۱۰۶۲ جس نے مسجد میں فیصلہ کیا اور لعان کرایا

| | |
|---|---|
| ت ۸۵۴ | وَلَاعَنَ عُمَرُ عِنْدَ مِنْبَرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ<br>اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر کے پاس لعان کرایا۔ |

**تشریح ۸۵۴** منبر اقدس کے پاس لعان میں یہ حکمت تھی کہ اس کے تقدس کی وجہ سے فریقین جھوٹا لعان کرتے ہوئے ڈریں گے اسی سے علماء نے اخذ کیا ہے کہ قسم میں زیادہ پختگی کی نیت سے کسی مخصوص معظم، متبرک جگہ قسم کھلائی جاسکتی ہے اسی طرح خاص وقت میں بھی۔

| | |
|---|---|
| ت ۸۵۵ | وَقَضٰی شُرَیْحٌ وَشَعْبِیٌّ وَیَحْیٰی بْنُ یَعْمَرَ فِی الْمَسْجِدِ<br>اور قاضی شریح اور امام شعبی اور یحییٰ بن یعمر مسجد میں مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے۔ |

**تشریحات ۸۵۵** قاضی شریح یحییٰ بن یعمر کی تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے اور امام شعبی کے اثر کو سعید بن عبدالرحمٰن مخزومی نے جامع سفیان میں عبداللہ بن شبرمہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام شعبی کو دیکھا کہ انہوں نے ایک یہودی

کو بہتان کے جرم میں مسجد میں کوڑا مارا۔
اگرچہ مسجد میں حد قائم کرنے کی اجازت نہیں۔ غالباً امام شعبی نے یہ اجتہاد فرمایا کہ ممانعت حدود کے ساتھ خاص ہے۔ معمولی سزا مسجد میں دی جا سکتی ہے۔

| ت ۸۵۶ | وَكَانَ الْحَسَنُ وَالزُّرَارَةُ بْنُ اَوْفٰى يَقْضِيَانِ فِي الرَّحَبَةِ |
|---|---|
| | حضرت امام حسن بصری اور زرارہ بن اوفیٰ مسجد کے باہر صحن میں فیصلہ |
| | خَارِجًا مِّنَ الْمَسْجِدِ |
| | کرتے تھے۔ |

**تشریح ۸۵۶** علامہ کرمانی نے فرمایا رَحَبَۃ حاء کے فتحہ کے ساتھ صحن کے معنی میں ہے۔ رَحْبَۃ حاء کے سکون کے ساتھ ایک شہر کا نام ہے۔

مسجد میں مقدمات کا فیصلہ کرنا اور لعان کرنا جائز ہے لیکن اس زمانہ میں اس سے بچنا چاہیئے۔

بَابُ مَنْ حَكَمَ فِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى اِذَا اَتٰى عَلٰى حَدٍّ اَمَرَ اَنْ يُّخْرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَيُقَامَ ص ۱۰۶۲

جس نے مسجد میں فیصلہ کیا اور جب حد قائم کرنے کا وقت آیا تو حکم دیا کہ مسجد کے باہر نکال کر حد لگاؤ۔

**توضیح** مسجد میں حد قائم کرنے کی ممانعت کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس سے منع فرمایا۔ یہی مسروق، شعبی، عکرمہ اور ہمارا اور حضرت امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق کا مذہب ہے۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ اسے جائز جانتے ہیں اور امام شعبی سے بھی یہی روایت ہے۔ حضرت امام مالک نے فرمایا کوڑوں کی معمولی سزائیں مسجد میں دینی جائز ہیں۔ البتہ سنگین سزائیں اور حدود کی اجازت نہیں۔

| ت ۸۵۷ | وَقَالَ عُمَرُ اَخْرِجَاهُ مِنَ الْمَسْجِدِ |
|---|---|
| | ان دونوں کو مسجد سے نکالو۔ |

**تشریح ۸۵۷** اس اثر کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ ذکر فرمایا اور اس کی سند شیخین کی شرط پر ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

ت ۸۵۸ وَيُذْكَرُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ نَحْوُهٗ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے اس کے مثل ذکر کیا جاتا ہے۔

**تشریح ۸۵۸** اس تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے اور اس کی سند میں ایک ایسا راوی بھی ہے جس پر جرح کی گئی ہے اس لئے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صیغۂ تمریض سے ذکر کیا ہے۔

قصہ یہ ہوا کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور چپکے سے ان سے کچھ کہا۔ حضرت علی نے اپنے غلام قنبر کو حکم دیا اسے مسجد سے باہر لے جا کر اس پر حد قائم کرو۔

مسجد میں سزا دینے میں مسجد کی بے حرمتی اور اس کے ناپاک ہونے کا بھی اندیشہ قوی ہے اس لئے مسجد میں سزا دینا جائز نہیں۔

## بَابُ الشَّهَادَةِ تَكُوْنُ عِنْدَ الْحَاكِمِ فِيْ وِلَايَتِهٖ الْقَضَاءَ اَوْ قَبْلَ ذٰلِكَ لِلْخَصْمِ ص ۱۰۶۲

حاکم اگر فریقین میں سے کسی ایک کا گواہ ہو تو کیا حکم ہے خواہ اس نے تحمل شہادت قاضی ہونے کے بعد کیا ہو یا قاضی ہونے سے پہلے۔

**توضیح** جس قاضی کے یہاں معاملہ ہے وہ قاضی فریقین میں سے کسی کا گواہ ہو تو کیا اسے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنے کی اجازت ہے یا یہ کہ یہ مقدمہ کسی اور حاکم کے پاس پیش کیا جائے۔ یہ حاکم اس کے یہاں جا کے گواہی دے اسے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کا حق نہیں یہ بہت معرکۃ الآرا مسئلہ ہے اسی لئے امام بخاری نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ لیکن اخیر میں جو کچھ فرمایا ہے اس سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ان کا مختار یہی ہے کہ قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہیں کر سکتا ہے۔

الشهادة تكون عند الحاكم سے مراد یہ ہے کہ جس حاکم کے یہاں مقدمہ ہے وہ ایک فریق کا گواہ اور وہ معاملہ کا عینی شاہد ہے۔

ت ۸۵۹ وَقَالَ شُرَيْحٌ لِلْقَاضِيْ وَسَئَلَهٗ اِنْسَانٌ عَنِ الشَّهَادَةِ فَقَالَ اِئْتِ الْاَمِيْرَ حَتّٰى اَشْهَدَ لَكَ

قاضی شریح سے ایک انسان نے گواہی کا سوال کیا تو انہوں نے کہا امیر کے پاس آنا کہ میں تیرے حق میں گواہی دوں۔

**تشریح ۸۵۹** اس تعلیق کو حضرت سفیان ثوری نے ذکر کیا ہے امام شعبی نے کہا کہ ایک شخص

نے قاضی شریح کو گواہ بنایا پھر آیا اور ان کے یہاں مقدمہ پیش کیا تو فرمایا امیر کے پاس جا میں تیرے حق میں گواہی دوں گا ــــــ اس سے معلوم ہوا کہ قاضی شریح اس کو جائز نہیں جانتے تھے کہ قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے۔

| ت | وَقَالَ عِكْرِمَةُ قَالَ عُمَرُ بِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ |
|---|---|
| ۸۶۰ | عکرمہ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| | تَعَالٰى عَنْهُمَا لَوْ رَأَيْتَ رَجُلًا عَلٰى حَدٍّ زِنًى أَوْ سَرِقَةٍ وَأَنْتَ أَمِيرٌ |
| | سے پوچھا اگر میں کسی شخص کو زنا یا چوری کرتے دیکھوں اور تم امیر ہو تو عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا آپ |
| | فَقَالَ شَهَادَتُكَ شَهَادَةُ رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ |
| | کی گواہی مسلمانوں کے ایک مرد کی گواہی ہے حضرت عمر نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ حضرت عمر نے کہا کہ اگر |
| | عُمَرُ لَوْلَا أَنْ يَقُوْلَ النَّاسُ زَادَ عُمَرُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ لَكَتَبْتُ آيَةَ |
| | اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ عمر نے کتاب اللہ میں بڑھا دیا تو میں آیت رجم کو اپنے |
| | الرَّجْمِ بِيَدِيْ |
| | ہاتھ سے لکھتا۔ |

**تشریحات ۸۶۰**

اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے۔ یہ اثر منقطع ہے اس لئے کہ عکرمہ نے نہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ پایا ہے نہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔

اس اثر سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہی تھا کہ قاضی کو اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا جائز نہیں۔

آیت رجم کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل سے ظاہر ہے کہ وہ حاکم کو اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ ان کو قطعی طور پر معلوم تھا کہ آیت رجم قرآن کی آیت ہے مگر پھر بھی انہوں نے اسے مصحف میں نہیں لکھا۔

| ت | وَأَقَرَّ مَاعِزٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعًا |
|---|---|
| ۸۶۱ | اور ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے چار بار زنا |
| | بِالزِّنَا فَأَمَرَ بِرَجْمِهٖ وَلَمْ يُذْكَرْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْهَدَ |
| | کا اقرار کیا اس پر انہیں سنگسار کرنے کا حکم دیا اور یہ کہیں مذکور نہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |

مَنْ حَضَرَہٗ

نے حاضرین کو گواہ بنایا ہو۔

**تشریح ۸۶۱** اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حاکم کے سامنے اقرار زنا جیسے سنگین جرم کے لئے بھی کافی ہے بخلاف دیکھنے کے کہ اگر حاکم نے خود کسی کو زنا کرتے ہوئے دیکھا تو حد نہیں قائم کر سکتا۔

ت ۸۶۲ وَقَالَ حَمَّادٌ اِذَا اَقَرَّ مَرَّۃً عِنْدَ الْحَاکِمِ رُجِمَ وَقَالَ الْحَکَمُ اَرْبَعًا

اور حماد نے کہا اگر حاکم کے سامنے ایک بار زنا کا اقرار کرے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا اور حکم نے کہا کہ چار مرتبہ اقرار ضروری ہے۔

**تشریحات ۸۶۲** حضرت حماد بن سلیمان کا لقب فقیہ کوفہ تھا یہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ بھی ہیں۔ حکم بن عتیبہ یہ بھی فقیہ عراق ہیں۔

ہمارے یہاں اقرار سے زنا کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ مجرم چار بار چار مجلسوں میں ہوش کی حالت میں صاف اور صریح لفظ میں زنا کا اقرار کرے اور تین مرتبہ تک ہر بار قاضی اس کے اقرار کو رد کر دے۔ جب چوتھی مرتبہ بھی اقرار کرلے تو اب قاضی اس سے پوچھے گا زنا کس کو کہتے ہیں؟ کس کے ساتھ زنا کیا ہے؟ کب کیا ہے؟ اور کہاں کیا ہے؟ کس طرح کیا ہے؟ جب ان سب سوالوں کے جوابات صحیح دے لے گا تو اس پر حد قائم کی جائے گی جیسا کہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ حاکم کی عدالت میں اقرار کرے اور اگر کہیں اور اقرار کیا تو اس کا اعتبار نہیں۔ اگرچہ چار یا اس سے زیادہ گواہ ہوں۔

ہمارا مذہب یہی ہے کہ قاضی کو اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا جائز نہیں۔ اس میں بہت سے خطرات ہیں۔

وَقَالَ اَھْلُ الْحِجَازِ الْحَاکِمُ لَا یَقْضِیْ بِعِلْمِہٖ شَھِدَ بِذٰلِکَ فِیْ وِلَایَتِہٖ اَوْ قَبْلَھَا وَلَوْ اَقَرَّ عِنْدَہٗ خَصْمٌ اٰخَرُ بِحَقٍّ فِیْ مَجْلِسِ الْقَضَاءِ فَاِنَّہٗ لَا

اور اہل حجاز نے کہا حاکم اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہیں کرے گا خواہ اسے اس کا علم قاضی بنانے جانے کے زمانے میں ہوا ہو یا پہلے۔ اور اگر اس کی عدالت میں کوئی فریق حق کا اقرار کرے تو بعض

يَقْضِيْ عَلَيْهِ فِيْ قَوْلِ بَعْضِهِمْ حَتّٰى يَدْعُوْ بِشَاهِدَيْنِ فَيُحْضِرَهُمَا إِقْرَارَهُ

کا قول یہ ہے کہ ہرگز فیصلہ نہیں کرے گا یہاں تک کہ دو گواہ اس کے اقرار پر مقرر کرلے۔

وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِرَاقِ مَا سَمِعَ أَوْ رَاٰهُ فِيْ مَجْلِسِ الْقَضَاءِ قَضٰى بِهٖ

اور بعض اہل عراق نے کہا کہ مجلس قضاء میں قاضی جو کچھ سنے یا دیکھے اس کے مطابق فیصلہ کرسکتا ہے اور

فَمَا كَانَ فِيْ غَيْرِهٖ لَمْ يَقْضِ إِلَّا بِشَاهِدَيْنِ

مجلس قضا کے باہر جو دیکھے اسکے مطابق اس وقت تک فیصلہ نہیں کرے گا جب تک دو گواہ نہ ہوں ——

یہاں بعض اہل عراق سے حضرت امام اعظم اور احناف مراد ہیں۔

وَقَالَ اٰخَرُوْنَ مِنْهُمْ بَلْ يَقْضِيْ بِهٖ لِأَنَّهٗ مُؤْتَمَنٌ وَإِنَّمَا يُرَادُ

اور اہل عراق کے کچھ اور لوگوں نے کہا کہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے گا اس لئے کہ وہ امانت دار

مِنَ الشَّهَادَةِ مَعْرِفَةُ الْحَقِّ فَعِلْمُهٗ أَكْثَرُ مِنَ الشَّهَادَةِ

ہے اور شہادت سے مقصود حق پہچاننا ہوتا ہے اور قاضی کا علم شہادت سے بڑھ کر ہے۔

**توضیح**:۔ یہ حضرت امام ابو یوسف کا مذہب ہے اور حضرت امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ يَقْضِيْ بِعِلْمِهٖ فِي الْأَمْوَالِ وَلَا يَقْضِيْ فِيْ غَيْرِهٖ

اور بعض اہل عراق نے کہا کہ اموال میں فیصلہ کرسکتا ہے اور دوسرے معاملات میں نہیں۔

وَقَالَ الْقَاسِمُ لَا يَنْبَغِيْ لِلْحَاكِمِ أَنْ يَقْضِيَ قَضَاءً بِعِلْمِهٖ دُوْنَ عِلْمِ

اور قاسم نے کہا حاکم کو مناسب نہیں کہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے ہاں دوسرے کے علم کے مطابق

غَيْرِهٖ مَعَ أَنَّ عِلْمَهٗ أَكْثَرُ مِنْ شَهَادَةِ غَيْرِهٖ وَلٰكِنْ فِيْهِ تَعَرُّضٌ

فیصلہ کرے گا (مثلاً گواہوں کی شہادت پر) حالانکہ حاکم کا علم دوسرے کی گواہی سے بڑھ کر ہے لیکن

لِتُهْمَةِ نَفْسِهٖ عِنْدَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِيْقَاعًا لَهُمْ فِي الظُّنُوْنِ —— وَقَدْ

اس میں اپنے آپ کو مسلمانوں کے نزدیک تہمت کے لئے پیش کرنا اور انہیں بدگمانی میں ڈالنا ہے

كَرِهَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظَّنَّ فَقَالَ إِنَّمَا هٰذِهٖ الصَّفِيَّةُ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدگمانی کو ناپسند فرمایا اور فرمایا یہ صفیہ ہے۔

**تشریح** ظاہر یہ ہے کہ یہاں قاسم سے مراد قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں جو مدینہ طیبہ کے فقہائے سبعہ میں سے تھے اس لئے کہ مطلق قاسم سے وہی مراد ہوتے ہیں۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے کام کو ناپسند فرماتے تھے جس سے لوگ بدگمانی میں مبتلا

ہو جائیں اگرچہ فی نفسہ اس میں کوئی حرج نہ ہو۔ اسی باب میں یہ حدیث مذکور ہے۔ حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صفیہ ایک بار رات میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے مسجد میں آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ان کے گھر تک گئے۔ اسی اثنار میں انصار کے دو آدمی وہاں گزرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کو بلا کر فرمایا یہ صفیہ ہے۔ ان دونوں نے عرض کیا سبحان اللہ! یعنی ہم حضور پر بدگمانی کر سکتے ہیں فرمایا شیطان ابن آدم میں خون کے ساتھ چلتا ہے۔

ظاہر ہے کہ قاضی جب اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے گا تو اس کا فیصلہ کتنا ہی حق ہو لوگ چہ میگوئیاں کریں گے۔ بدنام کریں گے۔ اس لئے قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہ کرے جب تک ثبوت شرعی نہ پالے۔

## بَابُ اِجَابَةِ حَاكِمِ الدَّعْوَةَ ص ۱۰۶۳ حاکم کا دعوت قبول کرنا

| ت | وَقَدْ اَجَابَ عُثْمَانُ عَبْدَ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا |
|---|---|
| ۸۶۳ | حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ کے ایک غلام کی دعوت قبول کی۔ |

**تشریح ۸۶۳** اس تعلیق کو امام ابو محمد بن ساعد نے اپنے فوائد میں سند صحیح کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزہ دار تھے انہیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک غلام نے مدعو کیا تو انہوں نے اس کی دعوت قبول کر لی اور فرمایا میں چاہتا ہوں کہ دعوت دینے والے کی دعوت قبول کروں اور برکت کی دعا کروں۔

حاکم کو بشرائط عوام کی دعوت قبول کرنے کی اجازت ہے۔

## بَابُ اسْتِقْضَاءِ الْمَوَالِيْ وَاسْتِعْمَالِهِمْ ص ۱۰۶۴ آزاد شدہ غلاموں کو قاضی اور عامل بنانا

| حدیث ۲۹۱۱ | اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهُ قَالَ كَانَ سَالِمٌ مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ |
|---|---|
| | حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام حضرت |
| | يَؤُمُّ الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ وَاَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ |
| | سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہما مہاجرین اولین اور اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد قبا میں امامت کرتے تھے |
| | فِيْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ فِيْهِمْ اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَاَبُوْ سَلَمَةَ وَزَيْدٌ وَعَامِرُ بْنُ رَبِيْعَةَ۔ |
| | جن میں ابو بکر اور عمر ابو سلمہ، زید اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہوتے۔ |

## تشریحات ۲۹۱۱

حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فارس کے مشہور شہر اصطخر کے باشندے تھے، ان کے باپ کا نام معقل تھا۔ یہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ ثبینہ بنت یعار کے غلام تھے جنہیں انہوں نے آزاد کر دیا۔ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو متبنیٰ بنا لیا اور اپنی بھانجی فاطمہ بنت ولید بن عتبہ سے شادی کر دی ـــــ یہ فضلاء موالی اور خیار صحابہ سے تھے، ان کا شمار قرّاء میں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے جو صحابۂ کرام ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے ان میں یہ حضرت سالم بھی تھے۔ چونکہ یہ سب سے زیادہ قرآن مجید پڑھے ہوئے تھے اس لئے یہی ان لوگوں کے امام تھے۔ قبا کے قریب ایک جگہ عصبہ تھی وہیں یہ امامت کرتے تھے جیسا کہ کتاب الصلاۃ باب امامۃ العبد والمولیٰ میں گزر چکا۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد قبا کی تعمیر کے وقت یہ مسجد قبا کے بھی امام تھے جب حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قبا جاتے تو ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے شوہر تھے۔ اور زید سے مراد علامہ کرمانی کی تفسیر کے مطابق حضرت زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اور بعض حضرات نے کہا کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ ـــــ اور حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدیم الاسلام ہیں۔ بدر اور تمام مشاہد میں شریک ہوئے۔

مہاجرین اولین سے مراد وہ مہاجرین ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ یا وہ مراد ہیں جو بدر میں شریک ہوئے۔

اس حدیث سے باب کا ثبوت یوں ہوتا ہے کہ جب ایک آزاد شدہ غلام کو نماز کا امام بنانا جائز تو قاضی اور حاکم بنانا بدرجۂ اولیٰ جائز ـــــ البتہ آزاد شدہ غلام خلیفہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ خلیفہ ہونے کے لئے قریشی ہونا شرط ہے۔

## بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ ثَنَاءِ السُّلْطَانِ وَإِذَا خَرَجَ قَالَ غَيْرَهُ

بادشاہ کے منہ پر اس کی تعریف کرنا اور وہاں سے نکلنے کے بعد اس کے خلاف کہنا ناپسندیدہ ہے۔

صـ ۱۰۶۴

| حدیث | حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ |
|---|---|
| ۲۹۱۲ | عاصم اپنے باپ محمد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگ حضرت ابن عمر رضی |
| تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنْ أَبِيهِ قَالَ أُنَاسٌ لِعُمَرَ إِنَّا نَدْخُلُ عَلٰى سُلْطَانِنَا فَنَقُولُ | |
| اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اپنے بادشاہ کے پاس جاتے ہیں تو ہم ان سے ان کے | |

لَهُمْ بِخِلَافِ مَا تَكَلَّمُوا إِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ قَالَ كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا نِفَاقًا

خلاف کہتے ہیں جو وہاں آنے کے بعد ہم کہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ ہم اسے نفاق شمار کرتے تھے۔

**تشریح ۲۹۱۲** اس سند کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تین افراد ہیں، عاصم، محمد، عبداللہ ـــــ اور اس حدیث میں نفاق سے مراد عرفی نفاق ہے ـــــ اگر واقعی بادشاہ ثناء کا مستحق ہے تو پیٹھ پیچھے اس کی برائی بیان کرنا باطل ہے۔ اور اگر سلطان ثناء کا مستحق نہیں تو منہ پر اس کی ثناء کرنا باطل ہے۔ جو شخص حق پرستوں کو بھی خوش رکھنا چاہتا ہے اور اہل باطل کو بھی ایسا شخص معاشرہ میں خطرناک بھی ہوتا ہے اور ناپسندیدہ بھی۔

## بَابُ تَرْجَمَةِ الْحُكَّامِ وَهَلْ يَجُوزُ تَرْجُمَانٌ وَاحِدٌ ص ۱۰۶۸

حکام کا ترجمہ کرنے والا اور کیا ایک ترجمان کافی ہے۔

| ت | وَقَالَ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ |
|---|---|
| ۸۶۴ | زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ یہودیوں |
| | تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يَتَعَلَّمَ كِتَابَ الْيَهُودِ حَتّٰى |
| | کا خط سیکھیں (چنانچہ میں نے سیکھ لیا) یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خط یہودیوں کے نام میں نے |
| | كَتَبْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُتُبَهُ وَأَقْرَأُ كُتُبَهُمْ إِذَا كَتَبُوا إِلَيْهِ |
| | لکھا اور ان کا خط جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آتا اسے پڑھ کر سناتا۔ |

**تشریحات ۸۶۴** حضرت امام بخاری نے اس واقعہ کو کتاب التاریخ میں تفصیل کے ساتھ یوں ذکر کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مجھے پیش کیا گیا حضور نے مجھے پسند فرمایا حضور کو بتایا گیا کہ یہ بنی نجار کا بچہ ہے اس نے قرآن مجید کی کئی سورتیں یاد کیں ہیں۔ حضور نے مجھے پڑھنے کا حکم دیا۔ میں نے سورۂ ق پڑھ کر سنائی تو مجھ سے فرمایا۔ یہودیوں کے لکھنے کا طریقہ سیکھ لو مجھے یہودیوں پر اطمینان نہیں۔ میں نے آدھے مہینہ میں سیکھ لیا۔ یہاں تک کہ یہودیوں کا خط حضور کے پاس لکھنے لگا اور حضور کے پاس یہودیوں کا خط آتا تو اسے پڑھ کر سناتا۔

| ت | وَقَالَ عُمَرُ وَعِنْدَهُ عَلِيٌّ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَعُثْمَانُ مَاذَا تَقُولُ هٰذِهِ |
|---|---|
| ۸۶۵ | حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت علی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عثمان غنی |

قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حَاطِبٍ فَقُلْتُ تُخْبِرُكَ بِصَاحِبِهَا الَّذِيْ صَنَعَ بِهَا

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بیٹھے ہوئے تھے (کہ عجمی زبان میں ایک عورت کچھ کہنے لگی) تو حضرت عمر نے پوچھا یہ کیا کہہ رہی ہے تو عبدالرحمٰن بن حاطب نے بتایا جس شخص نے اسکے ساتھ یہ حرکت کی ہے اس کی خبر آپ کو دے رہی ہے۔

**تشریح ۸۶۵** قصہ یہ تھا کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آزاد کردہ ایک لونڈی نُوَیْبَہ نام کی تھی جنہیں زنا سے حمل رہ گیا تھا۔ فریاد لے کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں یہ عجمیہ تھیں اپنی زبان میں بول رہی تھیں جسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ نہ پائے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن حاطب نے اس کا ترجمہ کیا۔

**ت** وَقَالَ اَبُوْ جَمْرَةَ كُنْتُ اُتَرْجِمُ بَيْنَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَبَيْنَ النَّاسِ

۸۶۶ ابو جمرہ نے کہا کہ میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور لوگوں کے درمیان ترجمہ کرتا تھا۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَا بُدَّ لِلْحَاكِمِ مِنْ مُتَرْجِمَيْنِ

اور بعض لوگوں نے کہا کہ حاکم کے لئے دو مترجم ضروری ہیں

**تشریحات ۸۶۶** یہاں بعض الناس سے مراد حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں یہ انہیں کا مذہب ہے۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہر جگہ بعض الناس سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو مراد نہیں لیتے۔ نیز یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مذہبًا شافعی نہیں تھے ـــــ اس کا بھی احتمال ہوسکتا ہے ان کی مراد محرر مذہب حنفیہ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں۔

بَابُ كَيْفَ يُبَايِعُ الْاِمَامُ النَّاسَ ص ۱۰۶۹ امام لوگوں سے کیسے بیعت لے۔

**حدیث** اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

۲۹۱۳ ولید بن عبادہ نے کہا کہ مجھے میرے باپ عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ ہم نے

قَالَ بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِيْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بیعت کی کہ ہر بات سنیں گے اور ہر حکم کی اطاعت کریں گے خواہ وہ بات پسندیدہ

الْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَاَلَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ وَاَنْ نَقُوْمَ اَوْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ

ہو یا ناپسندیدہ ہو۔ حاکم اہل ہوگا تو اس سے لڑیں گے نہیں اور حق پر قائم رہیں گے یا حق بات کہیں گے۔ جہاں کہیں بھی رہیں

حَيْثُ مَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ ؎

گے اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

؎ مسلم، مغازی۔

**تشریحات ۲۹۱۳**

عقبہ کی بیعت ثانیہ کے وقت یہ بیعت ہوئی تھی اور اس میں تہتر مرد اور دو عورتیں تھیں۔ اس بیعت کا اہم جز یہ تھا۔ اور جو خلیفہ خلافت کا اہل ہوگا اس سے بغاوت نہیں کریں گے۔ اگر وہ انصاف کرے گا تو اسے اجر ملے گا اور ہم شکر کریں گے اور اگر ظلم کرے گا تو اس کا وبال اس پر ہوگا اور ہم صبر کریں گے

**حدیث ۲۹۱۴**

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا اِذَا بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ يَقُوْلُ لَنَا فِيْمَا اسْتَطَعْتُ

سننے اور اطاعت پر بیعت کرتے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے (یہ بھی کہو) بقدر استطاعت۔

**حدیث ۲۹۱۵**

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ شَهِدْتُ بْنَ عُمَرَ حَيْثُ

عبداللہ بن دینار نے کہا کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر تھا۔ جب

اِجْتَمَعَ النَّاسُ عَلٰى عَبْدِ الْمَلِكِ وَكَتَبَ اَنِّيْ اُقِرُّ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِعَبْدِ اللّٰهِ

سب لوگوں کا عبدالملک پر اتفاق ہوگیا تو حضرت عبداللہ بن عمر نے لکھا میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے بندے عبدالملک

عَبْدِ الْمَلِكِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى سُنَّةِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امیر المومنین کی بات سنوں گا اور مانوں گا جو بات اللہ کے حکم اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق

وَسَلَّمَ مَا اسْتَطَعْتُ وَاَنَّ بَنِيَّ قَدْ اَقَرُّوْا بِمِثْلِ ذَالِكَ

ہوگی بقدر استطاعت اور میرے بیٹوں نے بھی اس کا اقرار کیا۔

**تشریحات ۲۹۱۵**

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ۷۳ھ میں ہوگئی تو پورے بلاد اسلامیہ پر عبدالملک بن مروان سفاک کا قبضہ ہوگیا اس وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبدالملک سفاک کو مذکورہ بالا رقعہ لکھا تھا۔ اس کے قبل انہوں نے نہ مروان کی اور نہ اس کے بیٹے عبدالملک کی بیعت کی تھی اور نہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جیسے کہ انہوں نے ابتداءً نہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی اور نہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور نہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ جب امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت سپرد فرمادی تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

| حدیث | عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى |
|---|---|
| ۲۹۱۶ | حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس |

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لَقَّنَنِي فِيمَا اسْتَطَعْتُ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ

بات پر بیعت کی کہ میں حضور کی بات سنوں گا اور اس پر عمل کروں گا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے تلقین کی کہ یہ بھی کہو بقدر استطاعت اور ہر مسلمان کی خیر خواہی پر۔

| حدیث | اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ الرَّهْطَ الَّذِيْنَ وَلَّاهُمْ عُمَرُ |
|---|---|
| ۲۹۱۷ | سور بن مخرمہ نے خبر دی کہ جن حضرات کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ مقرر کرنے کا حق دیا تھا |

اِجْتَمَعُوْا فَتَشَاوَرُوْا قَالَ لَهُمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لَسْتُ بِالَّذِيْ اُنَافِسُكُمْ عَلٰى هٰذَا

اکٹھا ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا ان سے حضرت عبدالرحمٰن نے کہا میں اس چیز کی رغبت نہیں رکھتا۔ ہاں اگر تم چاہو تو تم

الْاَمْرِ وَلٰكِنَّكُمْ اِنْ شِئْتُمْ اِخْتَرْتُ لَكُمْ مِنْكُمْ فَجَعَلُوْا ذٰلِكَ اِلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَلَمَّا

میں سے کسی کو منتخب کر لوں تو ان لوگوں نے یہ حق حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا۔ جب ان لوگوں نے اپنا

وَلَّوْا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اَمْرَهُمْ فَمَالَ النَّاسُ عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَتّٰى مَا اَرٰى اَحَدًا مِّنَ

معاملہ عبدالرحمٰن کے سپرد کر دیا تو سب لوگ حضرت عبدالرحمٰن کی طرف جھک پڑے یہاں تک کہ کسی کو میں نہیں دیکھتا کہ بقیہ

النَّاسِ يَجْتَمِعُ اُولٰئِكَ الرَّهْطَ وَلَا يَطَاُ عَقِبَهٗ فَمَالَ النَّاسُ عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

لوگوں کے پیچھے چلتے سب لوگ ان دنوں حضرت عبدالرحمٰن سے اس معاملہ میں مشورہ کرتے۔ یہاں تک کہ جب

يُشَاوِرُوْنَهٗ تِلْكَ اللَّيَالِيَ حَتّٰى اِذَا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الَّتِيْ اَصْبَحْنَا مِنْهَا فَبَايَعُوْا عُثْمَانَ

وہ رات آئی جس کی صبح کو ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ

قَالَ الْمِسْوَرُ طَرَقَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بَعْدَ هَجْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ فَضَرَبَ الْبَابَ حَتّٰى

عنہ کچھ رات گزرنے کے بعد میرے پاس آئے اور میرا دروازہ پیٹا۔ یہاں تک کہ میں جاگ گیا تو انہوں نے

اِسْتَيْقَظْتُ فَقَالَ اَرَاكَ نَائِمًا فَوَاللّٰهِ مَا اكْتَحَلْتُ بِهٰذِهِ الثَّلٰثَةِ بِكَثِيْرٍ

کہا میں تمہیں سوتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ بخدا ان تین راتوں میں، میں بہت کم سویا ہوں۔ جا! زبیر اور سعد

نَوْمٍ اِنْطَلِقْ فَادْعُ الزُّبَيْرَ وَسَادًا فَدَعَوْتُهُمَا لَهٗ فَشَاوَرَهُمَا ثُمَّ دَعَانِيْ فَقَالَ

کو بلا لا۔ میں ان دونوں کو ان کے پاس بلا لایا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں سے

اُدْعُ لِيْ عَلِيًّا فَدَعَوْتُهٗ فَنَاجَاهُ حَتّٰى ابْهَارَّ اللَّيْلُ ثُمَّ قَامَ عَلِيٌّ مِّنْ عِنْدِهٖ وَهُوَ

مشورہ کیا پھر مجھے بلایا اور کہا علی کو بلا لاؤ۔ میں نے ان کو بلایا تو ان سے سرگوشی کی۔ یہاں تک کہ آدھی

عَلٰی طَمَعٍ وَقَدْ كَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ مِنِّیْ عَلٰی شَیْءٍ ثُمَّ قَالَ اُدْعُ لِیْ عُثْمَانَ

کے قریب رات گزر گئی اس کے بعد حضرت علی ان کے پاس سے اٹھے اور انہیں خلافت ملنے کی کچھ امید تھی۔ اور حضرت

فَنَاجَاهُ حَتّٰی فَرَّقَ بَیْنَهُمَا الْمُؤَذِّنُ بِالصُّبْحِ فَلَمَّا صَلَّی النَّاسُ الصُّبْحَ وَاجْتَمَعَ

عبدالرحمٰن کو حضرت علی سے کچھ اندیشہ بھی تھا۔ پھر کہا عثمان کو بلاؤ۔ ان سے سرگوشی کی۔ یہاں تک کہ صبح کے وقت مؤذن

اُولٰئِكَ الرَّهْطُ عِنْدَ الْمِنْبَرِ فَاَرْسَلَ اِلٰی مَنْ كَانَ حَاضِرًا مِّنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ

نے ان دونوں کے درمیان جدائی کی جب لوگ صبح کی نماز پڑھ چکے اور یہ لوگ منبر کے پاس اکٹھا ہو گئے تو انہوں نے ان

وَاَرْسَلَ اِلٰی اُمَرَاءِ الْاَجْنَادِ وَكَانُوْا وَافَوْا تِلْكَ الْحَجَّةَ مَعَ عُمَرَ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا

سب مہاجرین اور انصار کو بلایا جو مدینہ میں موجود تھے اور لشکروں کے امیروں کو بلایا اور یہ لوگ اس حج میں حضرت

تَشَهَّدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ! یَا عَلِیُّ اِنِّیْ قَدْ نَظَرْتُ فِیْ اَمْرِ النَّاسِ

عمر کے ساتھ تھے۔ جب سب اکٹھا ہو گئے تو حضرت عبدالرحمٰن نے خطبہ پڑھا پھر کہا! امابعد اے علی! میں نے لوگوں سے معلومات

فَلَمْ اَرَهُمْ یَعْدِلُوْنَ بِعُثْمَانَ فَلَا تَجْعَلَنَّ عَلٰی نَفْسِكَ سَبِیْلًا فَقَالَ اُبَایِعُكَ عَلٰی

کی تو میں نے ان کو نہیں دیکھا کہ آپ کو عثمان کے برابر سمجھتے ہوں تو آپ مجھ سے خفا نہ ہوں تو حضرت عبدالرحمٰن نے حضرت

سُنَّةِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْخَلِیْفَتَیْنِ مِنْ بَعْدِهٖ فَبَایَعَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَبَایَعَهٗ

عثمان سے کہا میں آپ سے اللہ کی کتاب اور اسکے رسول اور ان کے بعد دونوں خلیفہ کی سنت پر بیعت کرتا ہوں اسکے بعد

النَّاسُ وَالْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ وَاُمَرَاءُ الْاَجْنَادِ وَالْمُسْلِمُوْنَ

حضرت عبدالرحمٰن نے بیعت کی اسکے بعد سب لوگوں نے اور مہاجرین اور انصار اور لشکروں کے امیروں اور مسلمانوں نے بیعت کی۔

## تشریحات ۲۹۱۷

رہط سے مراد یہ چھ افراد ہیں۔ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم ——— حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی گئی کہ آپ اپنا کوئی جانشین منتخب فرما دیں۔ انہوں نے قبول نہیں فرمایا اور مذکورہ بالا چھ افراد کی ایک کمیٹی بنا دی کہ یہ جسے چاہیں منتخب کر دیں۔ یہ چھ حضرات عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور سابقین اولین مہاجرین میں سے تھے۔ ان چھ حضرات کا پوری قوم پر اثر تھا اور یہ لوگ عقل و تدبیر میں بھی سب سے فائق تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس خوب صورتی کے ساتھ یہ کام انجام دیا یہ ان کے بہت بڑے مدبر اور ماہر سیاستداں ہونے کی دلیل ہے۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب، ان کے

فضل وکمال کے ساتھ ساتھ اس بنا پر بھی کیا کہ اکثر لوگوں کا رجحان انہیں کی طرف تھا۔
نیز اس روایت سے ظاہر ہوا کہ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُمید تھی کہ انتخاب میرا ہی ہوگا جیسا کہ ان کے بعض خطبات سے ظاہر ہے اور یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ وہ اس منصب کے اہل تھے۔ اگر انہیں اس منصب کی امید تھی تو کوئی مضائقہ نہیں۔

## بَابُ الْاِسْتِخْلَافِ ص ۱۰۷۱ کسی کو اپنے بعد خلیفہ بنانے کا بیان

**حدیث ۲۹۱۸** عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قِیْلَ لِعُمَرَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا

اَلَا تَسْتَخْلِفُ قَالَ اِنْ اَسْتَخْلِفْ فَقَدِ اسْتَخْلَفَ مَنْ هُوَ خَیْرٌ مِنِّیْ اَبُوْ

گیا کہ آپ کسی کو خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے فرمایا اگر میں خلیفہ بناؤں (تو بھی حرج نہیں) اپنا جانشین انہوں نے بنایا

بَکْرٍ وَاِنْ اَتْرُکْ فَقَدْ تَرَکَ مَنْ هُوَ خَیْرٌ مِّنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

جو مجھ سے بہتر تھے ابوبکر۔ اور اگر میں نہ بناؤں (تو بھی بہتر ہے) کہ وہ ذات جو مجھ سے بہتر تھی انہوں نے کسی کو اپنا

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَثْنَوْا عَلَیْهِ فَقَالَ رَاغِبٌ وَّرَاهِبٌ ۔ وَدِدْتُ اِنِّیْ

جانشین نہیں بنایا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ سنکر لوگوں نے انکی تعریف کی اس کے بعد فرمایا کہ

نَجَوْتُ مِنْهَا کَفَافًا لَا لِیْ وَلَا عَلَیَّ لَا اَتَحَمَّلُهَا حَیًّا وَّلَا مَیِّتًا

یہ رغبت اور ڈر سے ہے۔ میری آرزو یہ ہے کہ میں برابر برابر اس سے نجات پا جاؤں نہ مجھے اس کا ثواب ملے اور نہ مجھے اس پر عذاب ہو میں زندگی میں بھی یا وفات کے بعد بھی کیوں اس کا بوجھ اٹھاؤں۔

**تشریحات ۲۹۱۸**

"رَاغِبٌ وَّرَاهِبٌ" اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ میں اللہ کے حضور جو ثواب ہے اس کی رغبت کرنے والا ہوں اور اس کے عذاب سے ڈرنے والا ہوں اور یہی معنی یہاں سب سے زیادہ مناسب ہے۔ ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ خلافت کی خواہش رکھتے ہیں اور کچھ لوگ اس سے بچنا چاہتے ہیں۔ جو لوگ اس کی خواہش رکھتے ہیں انہیں میں خلیفہ نہیں بناؤں گا کہ کہیں تائید ایزدی ان کے ساتھ نہ ہو جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو حکمرانی کا خواہش مند ہوتا ہے اسے اس کے اوپر چھوڑ دیا جاتا ہے اور جو لوگ اس سے بچنا چاہتے ہیں ان کو اس لئے خلیفہ نہیں بناؤں گا کہ اندیشہ ہے کہ کہیں وہ کما حقہٗ اس بار کو اٹھا نہ سکے۔

"قَوْلُهٗ وَدِدْتُ" یہ کلمہ از راہ تواضع ہے ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

صحیح ارشادات کے مطابق ان کا جنتی ہونا یقینی ہے۔

| حدیث | اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ |
|---|---|
| ۲۹۱۹ | حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خبر دی ہے انہوں نے حضرت عمر کا آخیر خطبہ |

خُطْبَةَ عُمَرَ الْاٰخِرَةَ حِیْنَ جَلَسَ عَلَی الْمِنْبَرِ وَذٰلِكَ الْغَدَ مِنْ یَوْمٍ تُوُفِّیَ

سنا جب وہ منبر پر بیٹھے اور یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے دوسرے دن دیا تھا انہوں نے خطبہ پڑھا

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَشَهَّدَ وَاَبُوْبَكْرٍ صَامِتٌ لَا یَتَكَلَّمُ قَالَ كُنْتُ

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش تھے کچھ نہیں بول رہے تھے حضرت عمر نے کہا مجھے امید تھی کہ رسول

اَرْجُوْا اَنْ یَعِیْشَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی یُدَبِّرَنَا یُرِیْدُ

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات ظاہری کے ساتھ ہمارے بعد بھی تشریف رکھیں گے۔ ان کی مراد یہ تھی کہ حضور صلی اللہ

بِذٰلِكَ اَنْ یَّكُوْنَ اٰخِرَهُمْ فَاِنْ یَّكُ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ

تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال سب کے بعد ہوگا ــــ پس اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو اللہ نے تمہارے

مَاتَ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ جَعَلَ بَیْنَ اَظْهُرِكُمْ نُوْرًا تَهْتَدُوْنَ بِهٖ هَدَی اللّٰهُ مُحَمَّدًا

سامنے نور کر دیا ہے جس کے ذریعہ تم ہدایت پاؤ گے جس پر اللہ نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چلایا اور

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّ اَبَابَكْرٍ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

ابو بکر بلاشبہہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور غار کے رفیق اور بلاشبہہ وہ تمام مسلمانوں سے

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَثَانِیَ اثْنَیْنِ وَاِنَّهٗ اَوْلَی الْمُسْلِمِیْنَ بِاُمُوْرِكُمْ فَقُوْمُوْا فَبَایِعُوْهُ

زیادہ تمہارے معاملات کے لائق ہیں۔ اس لئے تم لوگ کھڑے ہو اور ان کی بیعت کرو۔ اور ان میں

وَكَانَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ قَدْ بَایَعُوْهُ قَبْلَ ذٰلِكَ فِیْ سَقِیْفَةِ بَنِیْ سَاعِدَةَ

سے ایک گروہ نے اس کے پہلے سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کر لی تھی اور بیعت عامہ منبر پر ہوئی ــــ

وَكَانَتْ بَیْعَةُ الْعَامَّةِ عَلَی الْمِنْبَرِ ــــ قَالَ الزُّهْرِیُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی کہا کہ اس دن میں نے حضرت عمر کو حضرت ابو بکر سے

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سَمِعْتُ عُمَرَ یَقُوْلُ لِاَبِیْ بَكْرٍ یَوْمَئِذٍ اِصْعَدِ الْمِنْبَرَ فَلَمْ

یہ کہتے ہوئے بھی سنا منبر پر چلئے وہ مسلسل کہتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ منبر پر چڑھے اور

یَزَلْ بِهٖ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَبَایَعَهُ النَّاسُ عَامَّةً

لوگوں نے ان کی بیعت عامہ کی۔

## نشریحات ۲۹۱۹

خطبۃ عمر الآخرۃ۔ اس سے مراد وہ خطبہ ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے دوسرے دن صبح کو مسجد نبوی میں دیا تھا۔ اسے آخر اس اعتبار سے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد فوراً ایک خطبہ دیا تھا۔ جس میں یہ فرمایا تھا۔

کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انتقال نہیں ہوا ہے اور وہ بہت جلد تشریف لائیں گے۔ یہ اخیر کا خطبہ اس وقت دیا تھا جب سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کے بعد دوسرے دن صبح کو مسجد نبوی میں سارے اہل مدینہ جمع ہوئے تھے جہاں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت عامہ ہوئی تھی جس کی پوری تفصیل اس حدیث میں مذکور ہے۔

صحیح اور محقق یہی ہے کہ اسی موقع پر امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بیعت فرمائی تھی۔ جس کو ہم پہلے تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں۔

صحیح یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی کو ولی عہد خلافت نہیں بنایا تھا نہ حضرت صدیق اکبر کو نہ حضرت علی نہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو ہاں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ ہونے پر بہت سے اشارات فرمائے تھے ان میں سے بعض اشارات کو نص جلی بھی کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً نماز کے لئے امام معین کرنا، پہلے حج کا امیر الحج بنانا۔ وغیرہ وغیرہ مگر پھر بھی اس کو قطعی طور پر خلیفہ بنانا نہیں جا سکتا۔

خلیفہ کا تعین تین طریقہ سے ہوتا ہے اول اصحاب حل وعقد کا انتخاب دوسرے خلیفہ اول کا کسی کو اپنے بعد نامزد کر جانا۔ تیسرے خلیفہ اول کا کسی ایک فرد یا چند افراد کو یہ حق دے دینا کہ یہ جسے مناسب سمجھیں خلیفہ منتخب کر لیں۔ پہلی کی مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ دوسرے کی مثال حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت ہے کہ انہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نامزد فرما دیا تھا۔ تیسرے کی مثال حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھ ان افراد کو جو عشرہ مبشرہ میں سے اس وقت باحیات تھے یہ حق دیا تھا کہ وہ باہمی مشورہ کرنے کے بعد جسے چاہیں خلیفہ منتخب کر دیں۔ وہ حضرات یہ تھے۔

حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اجمعین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے چھ افراد کی کمیٹی بنائی تھی۔ میں نے یہ اضافہ کیا کہ اگر کوئی خلیفہ بجائے چند افراد کے ایک ہی شخص کو یہ حق دے دے کہ وہ کسی کو خلیفہ منتخب کر دے

تو درست ہوگا" ـــــــ میں نے اس کی کہیں تصریح نہیں دیکھی ہے، یہ میرا استنباط ہے اگر صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے اور اگر غلط ہے تو شیطان اور میری طرف سے ہے۔

اس استنباط کی بنیاد اس پر ہے کہ اپنے بعد خلیفہ منتخب کرنا یہ حق خلیفۂ وقت کا ہے یا پھر اس نے کسی کو ولی عہد نہ کیا ہو تو اصحاب حل وعقد کا چند افراد کی کمیٹی کو یہ حق خلیفۂ وقت کی تفویض سے حاصل ہوتا ہے۔ تو جس طرح خلیفۂ وقت کی تفویض سے چند افراد کا خلیفہ منتخب کرنا صحیح ہے بشرطیکہ خلیفۂ وقت نے ان کو یہ حق دیا ہو، اسی طرح اگر خلیفۂ وقت یہ حق کسی ایک شخص کو دے دے تو اس کا خلیفہ مقرر کرنا بھی درست ہوگا۔

پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ استطاعت ہوتے ہوئے پوری دنیا کے لئے ایک امیر المومنین منتخب کرنا امت پر فرض ہے۔

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لِوَفْدِ بُزَاخَۃَ تَتَّبِعُوْنَ |
| ۲۹۲۰ | حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے بُزاخہ کے وفد سے فرمایا |
| اَذْنَابَ الْاِبِلِ حَتّٰی یُرِیَ اللّٰہُ خَلِیْفَۃَ نَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | |
| (جاؤ) اونٹ کی دموں کے پیچھے گھومو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیفہ اور | |
| وَالْمُھَاجِرِیْنَ اَمْرًا یَعْذِرُوْنَکُمْ بِہٖ | |
| مہاجرین کو ایسی بات سمجھا دے جس کی بنا پر تمہارا عذر قبول کر لیا جائے۔ | |

**تشریحات ۲۹۲۰**

بنی بزاخہ اس سے مراد بحرین کے رہنے والے بنی اسد اور غطفان کے افراد ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مرتد ہو گئے تھے اور جن سے جنگ جاری تھی جنگ میں پسپا ہونے کے بعد صلح کے لئے اپنا وفد بارگاہ خلافت میں بھیجا تھا تو ان سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا جاؤ کچھ دن گھومو پھرو۔ میں مشورہ کر کے تم لوگوں کے بارے میں کوئی فیصلہ کروں گا۔

حمیدی نے اس کی تفصیل یہ لکھی ہے کہ اسد اور غطفان کے افراد صلح کے لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں جب حاضر ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ تم کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے، حرب مجلیہ یا سلم مخزیہ (یعنی کھلی ہوئی لڑائی یا رسوا کرنے والی صلح) انھوں نے عرض کیا کہ مجلیہ تو ہم نے پہچان لیا مخزیہ کیا ہے فرمایا ہم تمہارا ہتھیار اور تمہارے مویشی تم سے چھین لیں گے اور تم سے جو ہم نے مال حاصل کیا ہے وہ غنیمت بنالیں گے اور تم نے جو مال مسلمانوں کا حاصل

کیا ہے اسے واپس کرو گے اور ہمارے مقتولین کی دیت دو گے اور تمہارے مقتول جہنم میں جائیں گے یعنی ہم اس کی کوئی دیت نہیں گے۔ اور کچھ لوگوں کو چھوڑ دو گے کہ وہ جہاں چاہیں جائیں یہاں تک کہ ان کے بارے میں کوئی رائے قائم ہو۔

اس کے بعد حضرت صدیق اکبر نے لوگوں سے مشورہ فرمایا ــــــ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ نے ایک رائے قائم کی پہلے والا دونوں فیصلہ ٹھیک ہے لیکن اپنے مقتولین کی دیت طلب کرنا میری رائے میں مناسب نہیں ہمارے مقتولین نے اللہ کے حکم کے مطابق لڑائی کی ان کا اجر اللہ پر ہے اس کی کوئی دیت لینی مناسب نہیں۔ اس میں پوری قوم نے اتفاق کیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے بارے میں اتنا سخت فیصلہ اس بنا پر کیا تھا کہ ایمان لانے کے بعد یہ مرتد ہو گئے اور فساد پھیلایا مسلمانوں کا ناحق قتل کیا اور ان کے اموال کو لوٹا۔ وہ بھی اس ماحول میں کہ ان کے پڑوس ہی میں مسیلمہ کذاب جھوٹی نبوت کا دعویدار تھا لیکن اسلامی مجاہدین کی یلغار سے پریشان ہو کر صلح کے خواہاں تھے اس کا اندیشہ تھا کہ بعد میں پھر یہ موقع پاکر فساد پھیلاتے۔ اس لئے ضروری تھا کہ ان کو اس حال میں رکھا جاتا۔ کہ آئندہ شر و فساد نہ کر سکیں۔

## بَابٌ ص ۱۰۷۲

| حدیث | عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ |
|---|---|
| ۲۹۲۱ | حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے |
| | تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَكُوْنُ اِثْنَا |
| | سنا کہ بارہ امیر ہوں گے پھر ایک بات فرمائی جس کو میں نے نہیں سنا میرے باپ نے بتایا کہ حضور نے یہ |
| | عَشَرَ اَمِيْرًا فَقَالَ كَلِمَةً لَمْ اَسْمَعْهَا فَقَالَ اَبِيْ اِنَّهٗ قَالَ كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ [1] |
| | فرمایا تھا۔ کہ سب قریش میں سے ہوں گے |

**تشریحات ۲۹۲۱**

یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ مسلم ابو داؤد وطبرانی بزار وغیرہ میں مذکور ہے۔ مسلم شریف میں یوں ہے۔ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَا يَنْقَضِيْ حَتّٰى يَمْضِيَ فِيْهِمْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً یہ امر یعنی دین ختم نہیں ہوگا یہاں تک کہ ان میں بارہ خلیفہ گزر لیں۔ دوسری

---

[1] مسلم ثانی امارت باب الناس تبع لقریش ص ۱۱۹ - ابو داؤد - مہدی۔

روایت میں ہے لَا یَزَالُ اَمْرُ النَّاسِ مَاضِیًا تیسری روایت میں ہے لَا یَزَالُ الْاِسْلَامُ عَزِیْزًا چوتھی روایت میں ہے لَا یَزَالُ ھٰذَا الدِّیْنُ عَزِیْزًا پانچویں روایت میں ہے لَا یَزَالُ الدِّیْنُ قَائِمًا وغیرہ وغیرہ۔ ابوداؤد میں ہے لَا یَزَالُ ھٰذَا الدِّیْنُ عَزِیْزًا اِلٰی اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً قَالَ فَکَبَّرَ النَّاسُ وَضَجُّوْا فَقَالَ کَلِمَۃً خَلِیْفَۃً فَقُلْتُ لِاَبِیْہِ یَا اَبَتِ مَا قَالَ الْحَدِیْث ۔ یعنی یہ دین بارہ خلیفہ تک غالب رہے گا، اس پر لوگوں نے تکبیر کہی اور خوشی میں آوازیں بلند کالیں حضور نے آہستہ ایک بات کہی میں نے اپنے باپ سے پوچھا کیا فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ یہ فرمایا کہ سب کے سب قریش سے ہوں گے۔

یہ بارہ امیر یا خلیفہ کون کون ہیں یا کب ہوں گے اس بارے میں شارحین کے مختلف اقوال ہیں۔ پہلی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ بارہ خلیفہ برحق عادل قیامت تک ہوں گے یہ ضروری نہیں کہ وہ سب مسلسل لگاتار ہوں ـــــ لیکن حدیث میں لَا یَزَالُ کا لفظ اس توجیہ میں حارج ہے اس کے ظاہر سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد مسلسل بارہ خلفاء ہوں گے جن کے عہد میں دین غالب اور قائم رہے گا۔ ابوداؤد کی بعض روایتوں میں ہے کُلُّھُمْ یَجْتَمِعُ عَلَیْہِ النَّاسُ جس پر سب لوگوں کا اجتماع ہوگا۔ ـــــ اس قید کو سامنے رکھ کر امام قاضی عیاض وغیرہ نے ان خلفاء کے نام شمار کرائے ہیں جو اس حدیث کے مصداق ہو سکتے ہیں جن میں چار خلفاء راشدین ہیں اور آٹھ خلفاء بنو امیہ میں سے ہیں۔ حضرت معاویہ، یزید، عبدالملک بن مروان، ولید، سلیمان، یزید بن عبدالملک، ہشام بن عبدالملک ولید بن یزید بن عبدالملک، لیکن اس تفصیل میں دو خرابی ہے اول یہ کہ یزید کو ان میں شمار کیا، حالانکہ یزید کسی طرح اس کا اہل نہیں کہ اسے خلفاء میں شمار کیا جائے۔ اولاً وہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولی عہدی سے خلیفہ ہوا جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ اپنے بعد کسی کو اپنا ولی عہد بنا دیں جیسا کہ میں نے مقالات امجدی میں اس کو ثابت کیا ہے۔

ثانیاً ـــــ حدیث میں تصریح ہے کہ دین غالب اور محفوظ رہے گا حالانکہ یزید کے عہد میں دین کو جو نقصان پہنچا ہے وہ چنگیز کے دور میں بھی نہیں پہنچا ہوگا۔ واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ اسکی دلیل ہے کہ یزید کے دور میں دین کو بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے۔

ثالثاً ـــــ یزید کی خلافت پر امت متفق بھی نہیں ہوئی۔

دوسری وجہ اس توجیہ کے صحیح نہ ہونے کی یہ ہے کہ ان میں سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خارج رکھا گیا ہے۔ حالانکہ وہ باتفاق امت خلیفۂ راشد تھے۔

رابعاً ـــــ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اس میں شمار نہیں کیا گیا ہے حالانکہ

ان کی خلافت باتفاق اہلسنت وبنصِ حدیث حق تھی بلکہ خلافت راشدہ تھی۔

بہرحال اس فہرست کو تھوڑی ترمیم کے بعد درست کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً بجائے یزید کے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو داخل کیا جائے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کو داخل کرکے ولید بن یزید بن عبدالملک کو خارج کر دیا جائے اور حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ عذر کر دیا جائے چونکہ ان کی خلافت پر پوری امت کا اتفاق نہیں ہو سکا تھا۔ اس لئے کُلُّھُمْ یَجْتَمِعُ عَلَیْھِمُ الْاُمَّۃ کی قید سے وہ اس فہرست میں داخل نہیں کئے گئے ــــــ اسی طرح شارحین نے ایک دوسری فہرست بھی تیار کی ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔ خلفاء اربع امام حسن، حضرت معاویہ، یزید، عبدالملک، ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز، عبداللہ بن زبیر۔

لیکن یزید کا اس میں شمار اب بھی مجھے کھٹکتا ہے ــــ اب یا تو یہ کہہ کر بات ختم کر دی جائے کہ مراد ایسے بارہ خلفاء ہیں جنہیں اکثریت نے بخوشی یا بجبر خلیفہ تسلیم کر لیا ہو ــــــ خواہ ان کی خلافت حقیقت میں صحیح ہو یا نہ ہو۔

یہ شراح کرام کی ترجمانی تھی ــــــ لیکن میرا اپنا موقف یہ ہے کہ اس حدیث میں بارہ خلفاء سے کون مراد ہیں یہ راز سربستہ رہا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو اس پر ہمارا ایمان ہے۔ اس سے مراد کون بارہ خلفاء ہیں وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# کِتَابُ التَّمَنِّیْ ص ۱۰۷۳

## بَابُ مَاجَاءَ فِی التَّمَنِّیْ وَمَنْ تَمَنَّی الشَّهَادَةَ ص ۱۰۷۳

تمنا کا بیان اور جس نے شہادت کی تمنا کی۔

**تمنی** باب تفعل کا مصدر ہے اس کا مادہ اُمنیہ ہے جس کی جمع امانی ہے، آرزو کرنا تمنی کے معنی یہ ہیں کہ آدمی یہ ارادہ کرے کہ آئندہ یہ بات ہو جائے اگر یہ اچھی بات ہے تو تمنا محمود ہے۔ اور اگر بری بات ہے تو تمنا مذموم ہے۔ نیز اچھی بات کی تمنا اگر حسد کی بنا پر ہو تو بھی مذموم ہے۔ تمنا ہی کے قریب قریب رجا بھی ہے دونوں میں فرق یہ ہے کہ رجا کا تعلق صرف ممکنات سے ہوتا ہے اور تمنا کا تعلق ممتنعات سے بھی ہوتا ہے۔

| حدیث | عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ |
|---|---|
| ۲۹۲۲ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| | اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ وَدِدْتُ اَنِّیْ اُقَاتِلُ |
| | نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں لڑوں اور |
| | فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلُ فَكَانَ |
| | شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔ اور |
| | اَبُوْهُرَیْرَةَ یَقُوْلُهُنَّ ثَلَاثًا اَشْهَدُ بِاللّٰهِ |
| | ابو ہریرہ ان کو تین بار کہتے تھے۔ اللہ کے لئے میں گواہی دیتا ہوں۔ |

**تشریحات ۲۹۲۲** اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو بطریق ابو سلمہ اور سعید بن مسیب ہے اس میں یہ تمنا چار بار ہے اور اس روایت میں تین بار ہے پھر مزید تاکید کے ساتھ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ اس کو تین ہی بار کہتے تھے۔ جواب یہ ہے کہ مفہوم عدد حجت نہیں اس لئے اقل اکثر کا رافع نہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# كِتَابُ الْاَخْبَارِ الْاٰحَادِ ص ۱۰۷۶، اخبار آحاد کا بیان

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ اِجَازَةِ خَبَرِ الْوَاحِدِ الصَّدُوْقِ فِي الْاَذَانِ وَالصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ وَالْفَرَائِضِ وَالْاَحْكَامِ وَقَوْلِ اللّٰهِ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ وَيُسَمّٰى الرَّجُلُ طَائِفَةً لِقَوْلِهٖ وَاِنْ طَائِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَلَوِ اقْتَتَلَ رَجُلَانِ دَخَلَ فِيْ مَعْنَى الْاٰيَةِ وَقَوْلُهٗ اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ وَكَيْفَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمَرَاءَهٗ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ فَاِنْ سَهَا اَحَدٌ مِّنْهُمْ رُدَّ اِلَى السُّنَّةِ

ایک سچے شخص کی خبر کے اذان اور نماز اور روزے اور فرائض اور احکام میں معتبر ہونے کا بیان۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔ ایک شخص کو بھی طائفہ کہا جاتا ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔ پس اگر دو شخص بھی لڑیں تو بھی آیت کے معنی میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دو۔ اور کیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امراء کو ایک کے بعد دوسرے کو بھیجا اگر ان میں سے کوئی بھول جائے تو سنت کی طرف ان کو لوٹا دیا جائے۔

ص ۱۰۷۶

**توضیح** اس باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود یہ ہے کہ جس طرح خبر متواتر اور مشہور حجت ہے اسی طرح خبر واحد بھی حجت ہے اس پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کئی طرح سے استدلال فرمایا ہے۔ چونکہ کچھ لوگوں نے یہ کہا تھا کہ خبر واحد حجت نہیں جب تک کہ ایک شخص سے زیادہ اس کے راوی ہر قرن میں نہ ہوں جیسے کہ شہادت میں نصاب شرط ہے کچھ لوگوں نے کہا کہ خبر اس وقت معتبر ہوگی جب کہ اس کے راوی ہر قرن میں دو ہوں۔

بعض نے کہا تین ہوں بعض نے کہا چار ہوں اور بعض نے کہا کم از کم سات ہوں۔

حضرت امام بخاری فرماتے ہیں کہ اگر کسی حدیث کے راوی ایک ہی ہوں اور وہ سچے ہوں تو وہ معتبر ہے اور احکام میں حجت۔

امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ ایک شخص اذان کہتا ہے جس پر اعتماد کر کے سب لوگ حاضر ہو جاتے ہیں اور اسی کے مطابق نماز پڑھتے ہیں اسی طرح ایک شخص کی خبر پر کہ سورج ڈوب گیا لوگ روزہ کھول دیتے ہیں ایک شخص کی خبر پر کہ صبح صادق طلوع کر آئی روزہ دار کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے ایک شخص نے بتایا کہ قبلہ اس طرف ہے اس پر اعتماد کر لیا جاتا ہے اور یہ سب عہد رسالت سے ہوتا چلا آیا ہے کسی بھی عہد میں یہ شرط نہیں کی گئی کہ ان سب چیزوں میں ایک سے زائد اشخاص ضروری ہیں اس سے ثابت ہوا کہ خبر واحد حجت ہے۔

دوسرا استدلال یہ فرمایا کہ ارشاد ہے کہ ہر گروہ میں سے ایک طائفہ دین میں تفقہ حاصل کرے تاکہ اپنی قوم کو ڈرائے یعنی انھیں احکام شرع پہنچائے اور طائفہ بول کر کبھی ایک شخص مراد ہوتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ وَاِنْ طَائِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا میں طَائِفَتَانِ کا لفظ عام ہے اس صورت کو بھی شامل ہے کہ دو شخص اکیلے اکیلے لڑیں تو اب آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ اگر کسی گروہ سے ایک شخص علم دین حاصل کر کے کسی کو حکم شرعی پہنچائے اس پر عمل کرنا واجب ہوگا اس سے ثابت ہوا کہ خبر واحد حجت ہے۔

تیسرا استدلال امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کریمہ اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا سے فرمایا یہ استدلال بطریق مفہوم شرط اور صفت ہے کہ جب فاسق کی خبر تحقیق حال کے بعد معتبر ہے اور تحقیق کے لئے فاسق کی خبر ہونا شرط قرار دیا تو اس سے ثابت ہوا کہ اگر عادل واحد کوئی خبر لائے تو معتبر ہے۔

چوتھا استدلال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس عمل سے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیروں کو بھیجا جو ایک ہوتے تھے اگر ایک آدمی کی بات معتبر نہ ہوتی تو پھر امراء کا بھیجنا لغو ہوتا۔

ہمارے یہاں بالاتفاق خبر واحد حجت ہے البتہ اس کی قوت خبر مشہور و متواتر اتنی نہیں مثلاً خبر متواتر اور مشہور سے نسخ جائز ہے مطلق کو مقید کرنا جائز ہے عام کو خاص کرنا جائز ہے مگر خبر واحد سے یہ سب جائز نہیں جس کی پوری تفصیل اصول فقہ میں مذکور ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# كِتَابُ الْاِعْتِصَامِ

## بَابُ الْاِعْتِصَامِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ ص ۱۰۷۹ کتاب وسنت کو مضبوطی کیساتھ تھامنا

| حدیث | اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِنَّهٗ سَمِعَ |
|---|---|
| ۲۹۲۳ | حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ |
| | عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ الْغَدَ حِیْنَ بَایَعَ الْمُسْلِمُوْنَ اَبَا بَكْرٍ وَاسْتَوٰی عَلٰی |
| | علیہ وسلم کے وفات کے دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جب کہ مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی |
| | مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَشَهَّدَ قَبْلَ اَبِیْ بَكْرٍ فَقَالَ اَمَّا |
| | اللہ عنہ کی بیعت کر لی وہ ابوبکر سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر بیٹھے اور شہادتین پڑھا انہوں نے کہا |
| | بَعْدُ فَاخْتَارَ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عَلَی الَّذِیْ عِنْدَكُمْ وَهٰذَا |
| | اما بعد! اللہ نے اپنے رسول کے لئے وہ چیز پسند کر لی جو اس کی بارگاہ میں ہے اس کے برخلاف جو تمہارے |
| | الْكِتَابُ الَّذِیْ هَدَی اللّٰهُ بِهٖ رَسُوْلَكُمْ فَخُذُوْا بِهٖ تَهْتَدُوْا لِمَا هَدَی اللّٰهُ |
| | پاس ہے اور یہ وہ کتاب ہے کہ اللہ نے اس کے ذریعہ سے اپنے رسول کو ہدایت کا طریقہ بتایا تو اسے لو اور |
| | بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ |
| | اللہ نے اپنے رسول کو جو ہدایت دی ہے اسے اختیار کرو۔ |

۲۹۲۳
**تشریحات :-** باب الاستخلاف میں گزری ہوئی حدیث کا یہ تتمہ ہے۔

| حدیث | عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِیْنَارٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ |
|---|---|
| ۲۹۲۴ | حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عبدالملک بن مروان کی بیعت کرتے وقت |
| | تَعَالٰی عَنْهُمَا كَتَبَ اِلٰی عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ یُبَایِعُهٗ وَاُقِرُّ لَكَ بِالسَّمْعِ |
| | یہ لکھا میں تیری بات سننے اور ماننے کا اقرار کرتا ہوں جب کہ وہ اللہ کی سنت اور اس کے رسول کی سنت |

www.sirat-e-mustaqeem.net

وَالطَّاعَةِ عَلٰى سُنَّةِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا اسْتَطَعْتُ

اسکے مطابق ہو بقدر استطاعت۔

**تشریحات ۲۹۲۴**

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کی بیعت کر لی تھی اسلئے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت نہیں کی اور نہ انکی زندگی بھر عبدالملک بن مروان کی بیعت کی ان کی شہادت کے بعد عبدالملک بن مروان کی بیعت فرمائی جس کا تذکرہ اس حدیث میں ہے اور پہلے بھی باب الاحکام میں گزر چکا ہے۔

**بَابُ الْاِقْتِدَاءِ بِسُنَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ جَعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ص ۱۰۸۰**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی اقتدا کا بیان اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا۔

قَالَ اَئِمَّةٌ :- نَقْتَدِيْ بِمَنْ قَبْلَنَا وَيَقْتَدِيْ بِنَا مَنْ بَعْدَنَا اور کہا امام وہ ہوتا ہے ہم اپنے پہلے والوں کی اقتدا کریں۔ اور جس کی اقتدا اس کے بعد والے کریں۔

**تشریح**

اس کا قائل کون ہے قطعی طور پر معلوم نہیں ہو سکا لیکن کتاب التفسیر میں امام مجاہد کا یہ قول نقل کیا ہے اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ یہ قول بھی امام مجاہد کا ہے۔

| ت | وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ ثَلَاثٌ اُحِبُّهُنَّ لِنَفْسِيْ وَلِاِخْوَانِيْ |
|---|---|
| ۸۶۷ | اور ابن عون نے کہا تین باتیں ہیں جن کو اپنے لئے اور اپنے بھائیوں |
| | هٰذِهِ السُّنَّةَ اَنْ يَّتَعَلَّمُوْهَا وَيَسْئَلُوْا عَنْهَا وَالْقُرْاٰنَ اَنْ يَّتَفَهَّمُوْهُ وَ |
| | کے لئے پسند کرتا ہوں۔ یہ سنت ہے کہ لوگ سیکھیں اور اس کے بارے میں لوگ سوال کریں |
| | يَسْئَلُوْا عَنْهُ وَيَدَعُوا النَّاسَ اِلَّا مِنْ خَيْرٍ |
| | اور قرآن تاکہ لوگ اسے سمجھیں اور اسکے بارے میں پوچھیں اور لوگوں کو چھوڑ دیں۔ مگر خیر سے۔ |

**تشریحات ۸۶۷**

یہ ابن عون عبداللہ بصری ہیں صغار تابعین میں سے ہیں۔ اخیر میں جو کہا ويدعوا الناس الا من خير اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اپنے زمانے اور اپنے لحاظ سے کہا ـــــ ورنہ وسعت ہوتے ہوئے امر بالمعروف نہی عن المنکر فرض ہے۔

| حدیث | عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ |
|---|---|
| ۲۹۲۵ | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا |

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ إِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ

جب تک میں تم کو چھوڑے رہوں مجھ سے سوال نہ کرو تم سے پہلے والوں کو ان کے سوال اور اپنے انبیاء پر

قَبْلَكُمْ سُؤَالُهُمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلٰى أَنْبِيَائِهِمْ فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ

اختلاف ہی نے ہلاک کر دیا۔ جب میں تم کو کسی چیز سے منع کروں تو اس سے بچو اور جب

فَاجْتَنِبُوْهُ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ

کسی چیز کا حکم کروں تو بقدر استطاعت اس کو کرو۔

**تشریحات ۲۹۲۵**

یعنی جو کچھ تم کرتے آئے ہو کرتے رہو جب تک میں کسی چیز سے منع نہ کروں اسے نہ چھوڑو اور مجھ سے پوچھو نہیں جو چیزیں ممنوع ہیں ان کو میں بیان فرما دوں گا۔ اور جن کا کرنا ضروری ہے ان کو بھی بیان فرما دوں گا اور میرے احکام پر پابندی بقدر استطاعت تم پر لازم و ضروری ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ كَثْرَةِ السُّؤَالِ وَتَكَلُّفِ مَا لَا يَعْنِيْهِ وَقَوْلِهِ لَا تَسْئَلُوْا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ

ص ۱۰۸۲

کثرت سے سوال کرنا اور لایعنی باتوں میں پڑنا ناپسندیدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان بہت سی باتوں کے بارے میں سوال نہ کرو اگر ان کا حکم تمہارے لئے ظاہر کر دیا جائے تو تم کو ناگوار ہوگا۔

**حدیث ۲۹۲۶**

عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَعْظَمَ الْمُسْلِمِيْنَ جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ

نے فرمایا مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے کسی ایسی چیز کو پوچھا جو حرام نہیں تھی اور اس کے

شَيْءٍ لَمْ يُحَرَّمْ فَحُرِّمَ مِنْ أَجْلِ مَسْئَلَتِهِ [1]

پوچھنے کی وجہ سے حرام کر دی گئی۔

**تشریحات ۲۹۲۶** :۔ یعنی چونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اس لئے جب تک کسی چیز سے منع

---

[1] مسلم۔ فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ابوداؤد۔ سنت

نہیں کیا گیا تھا وہ جائز تھی اب کسی نے پوچھا اور اس کا حکم بیان کر دیا گیا کہ یہ حرام ہے۔ جس کی وجہ سے لوگ تنگی میں پڑ گئے ـــــ اس لئے عہد رسالت میں مناسب یہی تھا کہ کسی چیز کے بارے میں لوگ پوچھتے نہیں۔ جب تک ممانعت نہ ہوتی اس پر عمل کرتے رہتے لیکن آج جب کہ دین مکمل ہو چکا حرام و حلال متعین ہو چکے تو ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ پوچھ پوچھ کر فرائض و واجبات کو جانے تاکہ اس پر عمل کر سکے اور حرام اور ناجائز باتوں کو معلوم کر کے بچ سکے، اسی لئے علماء نے فرمایا کہ ضروریات دین اور فرائض کا سیکھنا فرض ہے۔ اور واجبات کا سیکھنا واجب اور سنتوں کا سیکھنا سنت اور مستحبات کا سیکھنا مستحب۔ اس کے بالمقابل حرام قطعی کا جاننا فرض اور مکروہ تحریمی کا واجب سیکھنے کے لئے بہر حال پوچھنا ضروری ہے۔

البتہ ایسی باتوں کے بارے میں سوال کرنا ممنوع ہے جو نہ مامور ہوں نہ منہی عنہ ہوں نہ اس پر عمل کرنا یا اس پر اعتقاد رکھنا ضروری ہو۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں سب سے پہلے کیا چیز کھائی دنیا میں تشریف لائے تو سب سے پہلے کیا کھایا کیا لباس استعمال کیا۔ کیسا گھر بنایا وغیرہ وغیرہ۔ یا ایسی باتوں کے بارے میں پوچھنا جس کا واقع ہونا معتذر ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ یعنی اللہ اور اس کے رسول نے جن چیزوں سے منع نہیں فرمایا وہ جائز ہیں، جیسا کہ فرمایا۔

مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فِیْ كِتَابِهٖ فَهُوَ حَلَالٌ وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ فَاقْبَلُوْا مِنَ اللّٰهِ عَافِيَتَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُنْ يَنْسٰى شَيْئًا ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ ـــــ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا

اللہ نے اپنی کتاب میں جس کو حلال فرمایا وہ حلال ہے اور جسے حرام فرمایا وہ حرام ہے اور جس سے سکوت فرمایا وہ معاف ہے ـــــ اللہ کی طرف سے اسکی معافی کو قبول کرو اس لئے کہ اللہ بھولا نہیں جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے ـــــ اور تیرا رب بھولنے والا نہیں۔

دار قطنی حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوْهَا وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَسَكَتَ عَنْ اَشْيَاءَ رَحْمَةً لَكُمْ غَيْرَ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْهَا۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں فرض فرمائی ہیں تو انھیں ضائع نہ کرو اور کچھ حد مقرر فرما دی ہیں جن سے آگے نہ بڑھو۔ بغیر بھولے ہوئے تم پر مہربانی کے لئے کچھ چیزوں سے سکوت فرمایا۔ لہذا اس سے بحث نہ کرو۔ اس کے ہم معنی مسلم، ابو داؤد، ترمذی وغیرہ میں بھی حدیثیں ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے جن چیزوں سے اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا وہ

جائز ہیں۔ اس لئے اگر کوئی کسی کام سے منع کرے تو دلیل اس کے ذمہ ہے اور جو کام وہ کر رہا ہے وہ اصل سے متمسک ہے اس کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ منع نہیں فرمایا۔

| حدیث ۲۹۲۷ | عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ |
|---|---|
| | حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ |
| | نُھِیْنَا عَنِ التَّکَلُّفِ |
| | تعالیٰ عنہ کے پاس تھے تو انہوں نے فرمایا ہم تکلف سے منع کئے گئے ہیں۔ |

**تشریحات ۲۹۲۷** امام بخاری نے اس حدیث کو مختصر ذکر فرمایا ہے حمیدی نے بطریق ثابت مفصل یوں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی۔ وَفَاکِھَۃً وَّاَبًّا ـــــ تو فرمایا کہ اَبّا کیا ہے پھر فرمایا ہم اس کے مکلف نہیں ابو نعیم نے مستخرج میں امام بخاری کے شیخ سلیمان بن حرب سے یوں روایت کیا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھے اور وہ ایسا کرتہ پہنے ہوئے تھے جس کی پیٹھ میں چار پیوند تھے۔ انھوں نے تلاوت کیا وَفَاکِھَۃً وَّاَبًّا۔ اور فرمایا فاکھہ کو تو ہم جانتے ہیں اَبّ کیا ہے پھر فرمایا جانے دو ہم تکلف سے منع کئے گئے ہیں ـــــ جو نکہ اَبّ نہ مامور بہ ہے اور نہ اس پر اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔ لہٰذا ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ اس لئے اس کے معنی معلوم کرنے کے درپے نہ ہوئے۔ ویسے اَبًّا کے معنی دوب اور جانوروں کے چارے کے ہیں۔

| حدیث ۲۹۲۸ | عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ |
|---|---|
| | حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ |
| | رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنْ یَّبْرَحَ النَّاسُ |
| | تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ سوال کرتے رہیں گے ہر چیز کو اللہ نے |
| | یَتَسَاءَلُوْنَ ھٰذَا اللّٰہُ خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰہَ |
| | پیدا کیا تو اللہ کو کس نے پیدا کیا ؟ |

**تشریحات ۲۹۲۸** اس مضمون کو مختلف احادیث میں مختلف طریقہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے یہ بہت خطرناک شبہہ ہے حالانکہ تھوڑا سا غور کرنے کے بعد اس میں کچھ جان نہیں۔ ـــــ دنیا کے جتنے مذاہب ہیں اور جتنے نظریات ہیں سب اس پر متفق ہیں کہ موجودات کا سلسلہ ایسی چیز پر جاکر منتہی ہو جاتا ہے کہ جس کی ابتدا نہیں ورنہ تسلسل

مستحیل لازم آئے گا۔

مثلاً فلاسفہ کا ایک گروہ کہتا ہے کہ روح اور مادہ قدیم ہیں اور ہر چیز روح اور مادہ سے بنی ہے ان پر بھی یہ سوال وارد ہوگا کہ پھر روح اور مادہ کس چیز سے بنا۔

یا آج کل کے سائنس زدہ لوگ کہتے ہیں کہ موجودہ زمین اصل میں سورج کا ایک ٹکڑا تھی جو سورج سے ٹوٹ کر سمندر میں گری اور بجھی اور پھر ایک زمانہ گزرنے کے بعد اس پر نباتات پیدا ہوئے پھر حیوانات پیدا ہوئے اور حیوانات ہی ترقی کر کے انسان ہو گئے۔ اب ان پر بھی یہ سوال ہوگا کہ پھر سورج کہاں سے بنا، پانی کہاں سے بنا ــــــ بہر حال عقلی طور پر موجودات کا سلسلہ کہیں نہ کہیں منتہی ماننا پڑے گا ورنہ تسلسل لازم آئے گا اس کی مثال اعداد ہیں، اعداد کا سلسلہ غیر متناہی ہے یعنی لَا تَقِفُ عِنْدَ حَدٍّ ہے۔ لیکن اس کا سلسلہ ایک پر ختم ہو جاتا ہے سارے اعداد ایک سے بنے ہیں۔ اب سوال ہو سکتا ہے کہ ایک کا ہے سے بنا یعنی کس سے بنا۔ امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں ایک دہریہ نے اسی سوال کو اٹھایا تھا کہ سب چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو اللہ کو کس نے پیدا کیا۔ سب سے پہلے اللہ، اللہ سے پہلے کیا ہے۔ سارے علماء اسکے جواب سے عاجز رہے اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعداد ہی کا حوالہ اور مثال دے کر اس کو لاجواب کیا کہ سارے اعداد ایک سے بنے ایک کس سے بنا؟ ایک سے پہلے ایک ہے۔ ایک سے پہلے کیا ہے؟

**بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ ذَمِّ الرَّأْيِ وَتَكَلُّفِ الْقِيَاسِ وَقَوْلِ اللهِ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ**

رائے کی اور بے تکلف قیاس کی برائی کے بارے میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اس بات کے پیچھے مت پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔

ص ۱۰۸۶

**توضیح** امام راغب نے فرمایا اَلْاِقْتِفَاءُ ! اِتِّبَاعُ الْقَفَا كَمَا اَنَّ الْاِرْتِدَافَ اِتِّبَاعُ الرَّدْفِ۔ اَلْاِقْتِفَاءُ کے معنی گدی کے پیچھے رہنا ہے جیسا کہ ارتداف کے معنی سرین کے پیچھے ہونا ہے آیہ کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ جس کا تجھ کو قطعی علم نہیں اس کے بارے میں ظن و تخمین سے کوئی حکم نہ لگاؤ۔

باب کا حاصل یہ ہے کہ جو قیاس کرنے کا اہل نہیں اسے قیاس کرنا جائز نہیں نیز جو باتیں منصوص ہیں ان میں بھی قیاس کی اجازت نہیں۔

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ عُرْوَةَ قَالَ حَجَّ عَلَيْنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ |
| ۲۹۲۹ | عروہ سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمارے ساتھ حج کیا تو |
| | سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللهَ لَا يَنْزِعُ الْعِلْمَ بَعْدَ |
| | میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ تم کو علم دینے |

اَنْ اَعْطَاکُمُوْہُ اِنْتِزَاعًا وَلٰکِنْ یَنْتَزِعُہٗ عَنْھُمْ مَعَ قَبْضِ الْعُلَمَاءِ بِعِلْمِھِمْ وَ

کے بعد تم سے چھینے گا نہیں۔ لیکن اس طرح اٹھالے گا یعنی اس طرح چھین لے گا کہ علماء کو علم کے ساتھ

یَبْقٰی نَاسٌ جُھَّالٌ یُسْتَفْتَوْنَ فَیُفْتُوْنَ بِرَاْیِھِمْ فَیُضِلُّوْنَ وَیَضِلُّوْنَ فَحَدَّثْتُ عَائِشَۃَ

اٹھالے گا تو جاہل لوگ رہ جائیں گے۔ ان سے فتویٰ پوچھا جائے گا۔ وہ اپنی رائے سے فتویٰ دیں گے خود گمراہ

زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اِنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَمْرٍو حَجَّ بَعْدُ

ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ میں نے یہ حدیث نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہلیہ حضرت عائشہ سے بیان کی

فَقَالَتْ یَا ابْنَ اُخْتِیْ اِنْطَلِقْ اِلٰی عَبْدِ اللّٰہِ فَاسْتَثْبِتْ لِیْ مِنْہُ الَّذِیْ حَدَّثَتْنِیْ

اس کے بعد عبداللہ بن عمرو نے حج کیا تو ام المومنین نے فرمایا اے بھانجے عبداللہ کے پاس جاؤ اور ان سے

عَنْہُ فَجِئْتُہٗ فَسَاَلْتُہٗ فَحَدَّثَنِیْ بِہٖ کَنَحْوِ مَا حَدَّثَنِیْ فَاَتَیْتُ عَائِشَۃَ فَاَخْبَرْتُھَا

روایت کرتے ہوئے جو حدیث تم نے مجھ سے بیان کی تھی اس کو پھر ان سے پوچھو میں ان کے پاس

فَعَجِبَتْ فَقَالَتْ وَاللّٰہِ لَقَدْ حَفِظَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَمْرٍو۔

حاضر ہوا اور ان سے اس حدیث کو پوچھا تو انہوں نے جیسے پہلے بیان کیا تھا ویسے ہی بیان کیا اس کے بعد

حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھیں بتایا تو انھیں تعجب ہوا اور فرمایا بخدا عبداللہ بن عمرو نے اچھی طرح یاد رکھا۔

## تشریحات ۲۹۲۹

اصل حدیث "کتاب العلم" باب "کَیْفَ یُقْبَضُ الْعِلْمُ" میں گزر چکی ہے وہیں اس پر مفصل کلام ہو چکا ہے۔ یہاں جو تفصیل مذکور ہے اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ صحابہ کرام احادیث کو کماحقہ یاد رکھتے تھے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہی ظاہر کرنے کے لئے عروہ کو بعد میں حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس بھیجا تاکہ اطمینان ہو جائے کہ انہوں نے جو کچھ بیان کیا ہے صحیح بیان کیا ہے۔ انسان جب اپنے ذہن سے گڑھ کر کوئی بات کہتا ہے تو کچھ دنوں کے بعد اگر اسے بیان کرے گا اس میں ردوبدل ہو جائے گا۔ اسی بنا پر یہ مشہور ہے کہ "دروغ گو را حافظہ نباشد"۔ اور جو بات اچھی طرح یاد رہے گی اسے جب بیان کرے گا اسی طرح بیان کرے گا جیسے اس کو یاد ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے رائے اور قیاس کے تکلف کی جو برائی بیان کی ہے اس کی توضیح اس حدیث سے ہو جاتی ہے کہ مذموم ان لوگوں کی رائے و قیاس ہے جو قیاس کرنے کے اہل نہ ہوں۔

قیاس کرنے کی اجازت کس کو ہے یہ کوئی بہت دقیق اور لاینحل مسئلہ نہیں، علماء نے اصول فقہ کی کتابوں میں اسے بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیاس کرنا

صرف مجتہد کا کام ہے اور مجتہد کے کیا شرائط ہیں اسے بھی تفصیل سے بیان فرمادیا ہے جسے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے "اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقاً علیٰ قول الامام" اور رسالہ مبارکہ "الفضل الموھبی اذا صح الحدیث فھو مذھبی" میں ذکر فرمادیا ہے

## بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْئَلُ مِمَّا لَمْ يُنْزَلْ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِيْ اَوْ لَمْ يُجِبْ حَتّٰى يُنْزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ وَلَمْ يَقُلْ بِرَاْيٍ وَّلَا بِقِيَاسٍ لِقَوْلِهٖ بِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ۔

اس چیز کا بیان کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اگر ایسی بات پوچھی جاتی جس کے بارے میں ان پر وحی نہ نازل ہوئی ہو تو فرماتے میں نہیں جانتا یا جواب ہی نہیں دیتے یہاں تک کہ آپ پر وحی نازل ہوتی رائے و قیاس سے کچھ نہیں کہتے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے "تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں۔ اس کے مطابق جو اللہ نے آپ کو سکھایا ہے۔

ص ۱۰۸۷

**توضیح** علامہ کرمانی نے اس باب کی وجہ سے امام بخاری پر سخت رد فرمایا ہے اور دوسرے شارحین نے بھی، یہ صحیح ہے کہ معدودے چند واقعات میں یہ ضرور فرمایا ہے کہ میں نہیں جانتا اور ایک آدھ سوال کے جواب میں سکوت فرمایا ہے جب وحی نازل ہوئی تو جواب ارشاد فرمایا لیکن متعدد موقعوں پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کی تعلیم کے لئے قیاس کرکے حکم ارشاد فرمایا۔

۱ ـــــ کتاب الحج میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث گزری کہ جُہینہ کی ایک عورت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا میری ماں نے حج کی منت مانی تھی مگر حج نہ کرسکی انتقال کرگئی میں اس کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا اس کی طرف سے حج کر۔ بتا اگر تیری ماں پر قرض ہوتا۔ تو اس کو ادا کرتی؟ تو اللہ کا قرض ادا کرنے کے زیادہ لائق ہے۔

۲ ـــــ بخاری کے کتاب التفسیر میں سورۂ زلزال میں یہ حدیث گزری کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کے بارے میں سوال ہوا، فرمایا ان کے بارے میں مجھ پر کچھ نہیں نازل کیا گیا ہے ہاں یہ ایک آیت جامع نمونہ ہے کہ فرمایا جو ذرہ کے برابر نیکی کرے گا تو اسے دیکھے گا۔ اور جو ذرہ کے برابر برائی کرے گا اسے دیکھے گا۔ مطلب یہ ہوا کہ جو گدھوں کو اچھی نیت سے پالے گا ثواب پائے گا اور جو فخر اور ریا کے لئے پالے گا یہ اس کے لئے وبال ہوگا جیسا کہ گھوڑوں میں ہے۔ کہ جو گھوڑے کو اچھی نیت سے پالے گا اسے ثواب ہے اور جو فخر و ریا کے لئے پالے گا اس کے لئے وبالِ

جان ہے۔

۳ ـــــ بخاری ہی میں دو باب کے بعد یہ حدیث ہے کہ ایک دیہاتی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری بیوی کو کالا بچہ ہوا ہے مجھے شبہہ ہے فرمایا تیرے پاس اونٹ ہیں عرض کیا ہاں دریافت فرمایا کس رنگ کے ہیں اس نے عرض کیا سرخ، دریافت فرمایا کیا اس میں کوئی خاکستری ہے اس نے عرض کیا ہاں ہے۔ دریافت فرمایا سرخ اونٹوں میں خاکستری رنگ کہاں سے آگیا عرض کیا کوئی رگ تھی جو چھٹک گئی ہے۔ فرمایا تیرے بچے میں بھی کوئی رگ چھٹک گئی ہے۔

اسی طرح امام بخاری کا آیۂ کریمہ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللّٰهُ سے یہ استدلال کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قیاس نہیں فرمایا درست نہیں اس لئے کہ أَرَاكَ اللّٰهُ کے معنی ہیں جو اللہ نے آپ کو سکھایا یا قیاس کو بھی عام ہے۔

**اقول وھو المستعان** تحقیق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات جو بصورت قیاس ہیں حقیقت میں قیاس نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ارشاد حجت شرعیہ ہے، ہاں کچھ ارشادات امت کی تعلیم کے لئے قیاس کی صورت میں ہیں ـــــ کہ جیسے قیاس میں ایک جزئی کا حکم علت مشترکہ کی بنا پر دوسری جزئی کے لئے ثابت کیا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعض احکام اسی طرح بیان فرمائے جیسا کہ گزرا ـــــ اسی لئے بعض علماء نے جو بحث اٹھائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاء اجتہادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یہ سرے سے ساقط ہے اور خطاء اجتہادی کے ثبوت میں جو نظائر پیش کئے جاتے ہیں وہ حقیقت میں نسخ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بارے میں کوئی حکم ارشاد فرمایا پھر قرآن مجید میں یا بذریعہ الہام بعد میں اس کے خلاف کوئی حکم وارد ہوا یہ حقیقت میں پہلے نسخ کا حکم ہے جیسے بدر کے قیدیوں کے فدیئے کے بارے میں ہے کہ ان سے فدیہ لیا گیا خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی رائے کی تائید فرمائی پھر بعد میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ـــــ یہ حکم ثانی حکم سابق کا منسوخ کرنا ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَم بِالصَّوَاب

تعجب ہے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر کہ یہاں تو صاف صریح انکار فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رائے اور قیاس سے کوئی حکم نہیں دیا ـــــ اور تین باب کے بعد خود یہ باب قائم فرمایا من شبہ اصلاً مَعْلُومًا بِاَصْلٍ مُبَيَّنٍ قد بين الله حكمها ليفهم السَّائِل جس نے ایک معلوم کو ایک اصل مبین کے ساتھ تشبیہ دی جسے اللہ نے بیان فرمایا۔ تاکہ سائل سمجھ لے۔ اب ہر منصف بتائے کہ یہ قیاس نہیں تو اور کیا ہے۔

288

## بَابُ اَجْرِ الْحَاكِمِ اِذَا اجْتَهَدَ فَاَصَابَ اَوْ اَخْطَاَ ص ۱۰۹۲

حاکم جب اجتہاد کرے تو اسے ثواب ملے گا اجتہاد درست ہو یا خطا

| حدیث ۲۹۳۰ | عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ |
|---|---|
| | حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ |
| | رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ |
| | علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جب حاکم کوئی فیصلہ کرنا چاہے اور اجتہاد کرے۔ اور وہ صحیح ہو اس کے لئے |
| | فَاَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَاِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَخْطَاَ فَلَهٗ اَجْرٌ |
| | دو اجر ہے اور جب فیصلہ کرنا چاہے اور اجتہاد کرے پھر اس سے خطا ہو تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔ |

**تشریحات ۲۹۳۰**

مراد وہ حاکم ہے جو مجتہد ہو یا مجتہدین سے پوچھ کر فیصلہ کرتا ہو، یہ مصیب کے لئے دو اجر ملنا ظاہر ہے لیکن مخطی کو بظاہر اجر نہیں ملنا چاہئے۔ خطا پر اجر کیسا لیکن پھر بھی اس کو ایک اجر اس بنا پر ملتا ہے کہ اس نے حق معلوم کرنے کی کوشش کی۔

## بَابُ مَنْ رَاٰى تَرْكَ النَّكِيْرِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُجَّةً لَا مِنْ غَيْرِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ص ۱۰۹۳

جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار نہ کرنے کو حجت جانتا ہو دوسرے کے انکار کو حجت نہ جانتا ہو۔

**توضیح**

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی بات کہی گئی یا کچھ کیا گیا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی۔ حضور نے اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ سکوت فرمایا یہ حکم میں حدیث مرفوع کے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کا بھی سکوت حجت نہیں۔

دوسرا جزء بالکلیہ قابل تسلیم نہیں صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین کے سامنے کوئی بات کہی گئی یا کوئی کام کیا گیا اس پر کسی نے انکار نہیں کیا تو یہ بھی حجت ہے یہ اجماع سکوتی ہے جب کہ صحابہ کرام کی کل یا اکثر جماعت کے سامنے ایسا ہوا ہو۔

| حدیث ۲۹۳۱ | عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَاَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ |
|---|---|
| | محمد بن منکدر نے کہا میں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات پر اللہ کی قسم |
| | يَحْلِفُ بِاللّٰهِ اِنَّ ابْنَ الصَّائِدِ الدَّجَّالُ قُلْتُ تَحْلِفُ بِاللّٰهِ قَالَ اِنِّيْ |
| | کھاتے ہوئے دیکھا کہ ابن صائد (الصیاد) دجال ہے میں نے ان سے کہا آپ اس بات پر اللہ کی قسم کھاتے ہیں |

سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَحْلِفُ عَلٰى ذٰلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى

انہوں نے کہا میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات پر قسم کھاتے ہوئے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكِرْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

سنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

**تشریحات** ۲۹۳۱

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے جو اخیر زمانہ میں خروج کرے گا مگر اس کے معارض حدیث گزر چکی ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ میں اس کی گردن اڑادوں تو فرمایا اگر یہ وہی (یعنی دجال) ہے تو اس پر قابو نہیں پاؤ گے۔ اور اگر وہ نہیں تو اس کے قتل میں کوئی خیر نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں شک تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔

اس کا جواب یہ ہے ہو سکتا ہے کہ اول امر میں اس کا قطعی علم نہ عطا کیا گیا ہو اور بعد میں قطعی طور پر بتا دیا گیا ہو کہ یہی دجال ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کبھی کبھی بعض مصلحتوں کی بنا پر قطعی یقینی بات کو بھی شک کی صورت میں بیان کیا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا "وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ"۔ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود ابن صیاد کو قتل سے بچانا تھا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْئَلُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ عَنْ شَيْءٍ ص ۱۰۹۴

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اہل کتاب سے کچھ مت پوچھو۔

**توضیح** بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "لَا تَسْئَلُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ عَنْ شَيْءٍ"، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ بزار نے بطریق عبداللہ بن ثابت انصاری روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توراۃ سے ایک صحیفہ لکھا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل کتاب سے کچھ مت پوچھو۔ مگر یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کی سند میں جعفر جعفی ہے جو ضعیف ہے۔ اسی لئے امام بخاری نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں ذکر نہیں فرمایا مگر اس کی مؤید صحیح حدیثیں ہیں اس لئے اس کو باب کا عنوان قرار دے دیا۔

وَقَالَ اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حُمَيْدٌ

حمید بن عبدالرحمٰن نے مجھے خبر دی کہ انہوں نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قریش کو ایک گروہ

لہ مسلم: فتن۔ ابوداؤد: ملاحم

بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يُحَدِّثُ رَهْطًا مِّنْ قُرَيْشٍ بِالْمَدِينَةِ

کے ساتھ مدینے میں بات کرتے ہوئے سنا اور کعب احبار کو ذکر کیا تو کہا بیشک یہ ان لوگوں میں

وَذَكَرَ كَعْبَ الْأَحْبَارِ فَقَالَ إِنْ كَانَ مِنْ أَصْدَقِ هٰؤُلَاءِ الْمُحَدِّثِينَ الَّذِينَ

سب سے زیادہ سچا ہے جو قدیم کتاب کی باتیں بیان کرتے ہیں اس کے باوجود ہم نے اس کا

يُحَدِّثُونَ عَنِ الْكُتُبِ وَإِنْ كُنَّا مَعَ ذٰلِكَ لَنَبْلُوهُ عَلَيْهِ الْكَذِبَ

جھوٹ آزمایا ہے۔

## تشریحات

یہود و نصاریٰ سے کچھ پوچھنے میں یہ اندیشہ تھا کہ اُسے صحیح نہ سمجھ لیں اور حقیقت میں وہ اسلام کے خلاف ہو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں شارع علیہ السلام کی تحقیر بھی ہے کہ کہیں یہود و نصاریٰ اس دھوکہ میں نہ پڑ جائیں کہ ہم مسلمانوں سے زیادہ علم والے ہیں۔ اس باب میں قول محقق یہ ہے کہ عقائد و شرائع میں ان کی بات نہ سنی جائے لیکن وقائع اور اخبار میں جو ہمارے مذہب کے خلاف نہ ہو ان کی باتیں ذکر کرنے اور سننے میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ بخاری ہی میں کتاب الانبیاء میں حدیث گزر چکی۔ فرمایا۔

وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج ۔ بنی اسرائیل کی باتیں بیان کرو کوئی حرج نہیں۔

یہیں سے ان خام کار مدعیان تحقیق کی بات کا وزن معلوم ہو گیا کہ وہ اجلہ محدثین پر طعن کرنے کے لئے لکھ دیتے ہیں کہ یہ معتبر نہیں کہ یہ اسرائیلیات بیان کرتے تھے جیسا کہ محمد بن اسحٰق جلیل القدر تابعی پر مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی بعض تحریروں میں یہی جرح کی ہے اس کا رد بلیغ مسند وقت حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ وقایہ اہل السنۃ میں فرمایا ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَأَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنَهُمْ ۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۔ وَإِنَّ الْمُشَاوَرَةَ قَبْلَ الْعَزْمِ وَالتَّبَيُّنِ ۔ لِقَوْلِهِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۔ فَإِذَا عَزَمَ الرَّسُولُ لَمْ يَكُنْ لِبَشَرٍ التَّقَدُّمُ عَلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ

ص ۱۰۹۵

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان "اور ان کا کام آپس میں مشورہ کرنا ہے" اور فرمایا "اور معاملات میں ان سے مشورہ کرو" اور مشورہ پختہ ارادے اور حال ظاہر ہونے سے پہلے ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "پس جب تم نے ارادہ کر لیا تو اللہ پر بھروسہ کرو" اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ارادہ فرمالیں تو اللہ اور رسول پر آگے بڑھنے کا کسی کو حق نہیں۔

---

ے کتاب الانبیاء ص ۴۹۱

وَشَاوَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَهٗ يَوْمَ اُحُدٍ فِي الْمُقَامِ وَ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم احد اپنے اصحاب سے مدینے میں رہ کر مدافعت کرنے یا باہر نکل کر مدافعت کرنے

الْخُرُوْجِ فَرَاٰوا لَهُ الْخُرُوْجَ فَلَمَّا لَبِسَ لَاْمَتَهٗ وَعَزَمَ قَالُوْا اَقِمْ فَلَمْ يَمِلْ

کے بارے میں مشورہ کیا لوگوں نے باہر نکل کر مدافعت کی رائے دی۔ جب حضور نے ہتھیار پہن لیا اور نکلنے کا ارادہ فرمالیا

اِلَيْهِمْ بَعْدَ الْعَزْمِ وَقَالَ لَا يَنْبَغِيْ لِنَبِيٍّ يَلْبَسُ لَاْمَتَهٗ فَيَضَعُهَا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ

تو لوگوں نے کہا مدینے میں رہ کر مدافعت فرمائیں تو ارادے کے بعد حضور نے ان کی طرف توجہ نہیں دی اور فرمایا نبی کے لائق نہیں کہ ہتھیار پہن کر اتارے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ حکم فرمائے۔

وَشَاوَرَ عَلِيًّا وَّاُسَامَةَ فِيْمَا رَمٰى بِهٖ اَهْلُ الْاِفْكِ عَائِشَةَ فَسَمِعَ

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت اسامہ سے یہ مشورہ فرمایا اس معاملے میں

مِنْهُمَا حَتّٰى نَزَلَ الْقُرْاٰنُ فَجَلَدَ الرَّامِيْنَ وَلَمْ يَلْتَفِتْ اِلٰى تَنَازُعِهِمْ

جو اہل افک نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کی باتیں سنیں یہاں تک کہ قرآن

وَلٰكِنْ حَكَمَ بِمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ۔

نازل ہوا اور بہتان باندھنے والوں کو کوڑے مارے اور انکے تنازعے کا خیال نہ فرمایا لیکن اللہ نے جو حکم دیا تھا اسکے مطابق فیصلہ فرمایا۔

وَكَانَتِ الْاَئِمَّةُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَشِيْرُوْنَ الْاُمَنَاءَ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ائمہ اہل علم میں جو امین ہوتے ان سے امور مباحہ میں مشورہ فرماتے تاکہ ان میں سب سے

مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْاُمُوْرِ الْمُبَاحَةِ لِيَاْخُذُوْا بِاَسْهَلِهَا فَاِذَا وَضَحَ الْكِتٰبُ

زیادہ جو آسان ہو اسے اختیار کریں جب کتاب یا سنت واضح ہو جاتی تو اس کے غیر کی طرف نہیں بڑھتے۔ نبی صلی اللہ

اَوِ السُّنَّةُ لَمْ يَتَعَدَّوْهُ اِلٰى غَيْرِهٖ اِقْتِدَاءً بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کی اقتدا میں۔

## تشریحات

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جو باتیں منصوص نہ ہوں ان میں اہل علم باہمی مشورہ کر کے کوئی فیصلہ کریں۔

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسی پر عمل تھا۔ کہ وہ غیر منصوص مسائل میں اپنے تلامذہ کے ساتھ بحث و مباحثہ کر کے فیصلہ کیا کرتے تھے، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ خلق قرآن کے مسئلے میں حضرت امام ابو حنیفہ سے میرا چھ مہینہ تک مکالمہ رہا لیکن اس کے باوجود اگر کوئی واقعی مجتہد ہے تو وہ اپنی ذاتی تحقیق سے کوئی فیصلہ کرے تو بھی حق ہے جیسے اسامہ کی

روانگی اور مانعین زکوٰۃ سے قتال کے بارے میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تنہا فیصلہ فرمایا جسے تمام صحابہ کرام نے تسلیم کیا اور اس پر عمل کیا۔

تعجب ہے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر کہ انہوں نے باب باندھا ہے مشورہ کا اور اس کے ضمن میں مانعین زکوٰۃ کا واقعہ ذکر فرمایا، حالانکہ اس قصے میں کوئی مشورہ نہیں ہوا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ذاتی رائے کے مطابق حکم دیا۔ جس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ نے اختلاف بھی کیا مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر التفات نہیں فرمایا۔ ان کے شبہات کو رد فرمایا اور اپنے حکم کو حدیث سے ثابت فرمایا۔

فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

| | |
|---|---|
| اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَمَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَہٗ وَنَفْسَہٗ اِلَّا بِحَقِّہٖ وَحِسَابُھُمْ عَلَی اللّٰہِ | مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہیں جس نے لا الٰہ الا اللہ کہدیا اس نے ہماری طرف سے اپنے مال اور جان کو محفوظ کرلیا مگر اسلام کے حق پر۔ اس کا حساب اللہ پر ہے۔ |

اس حدیث کی روشنی میں حضرت صدیق اکبر نے فرمایا جو نماز زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے اس سے میں ضرور ضرور قتال کروں گا۔ اس لئے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگر کوئی جانور باندھنے کی رسی دیتا تھا اور اب نہیں دے گا تو میں اس سے ضرور ضرور قتال کرونگا۔ نیز اس حدیث سے بھی استدلال فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

| | |
|---|---|
| مَن بدل دینہ فاقتلوہ | جو اپنا دین بدلے اسے قتل کرڈالو۔ |

مانعین زکوٰۃ نے زکوٰۃ کی فرضیت سے انکار کرکے اپنا دین بدل دیا اور مرتد ہوگئے اس لئے ان سے قتال واجب ہے۔

| | |
|---|---|
| وَکَانَ الْقُرَّاءُ اَصْحَابُ مَشُوْرَۃِ عُمَرَ کُھُوْلًا کَانُوْا اَوْ شُبَّانًا وَکَانَ وَقَّافًا عِنْدَ کِتَابِ اللّٰہِ | اور علماء حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارکان تھے خواہ وہ ادھیڑ عمر کے ہوں یا جوان اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب اللہ کے حکم کے آگے ٹھہر جانے والے تھے۔ |

**تشریح** اس عبارت میں قراء سے مراد علماء ہیں اس عہد میں جو قرآن کا زیادہ عالم ہوتا تھا وہی عالم مانا جاتا تھا انہیں کو قراء کہتے تھے۔ مراد یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف علماء سے مشورہ فرماتے تھے اگرچہ وہ کم عمر ہی کے کیوں نہ ہوں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم ——— دوران گفتگو اگر کسی بات کی تائید قرآن مجید سے

ہوتی تو بحث بند کر دیتے اور اس کے مطابق فیصلہ فرما دیتے۔
بار بار اس کا اعادہ ہو چکا کہ پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ سب سے مقدم کتاب اللہ ہے پھر سنت رسول اللہ پھر اجماع صحابہ اس کے بعد مجتہد کا اجتہاد یعنی قیاس ـــــ اور قیاس صرف ائمہ مجتہدین کا معتبر ہے۔ اس چیز کو سامنے رکھ کر حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کے ان تمام ابواب پر گہری نظر ڈالیں گے جو بظاہر آپس میں متناقض ہیں یا بعض ابواب میں کچھ تشدد یا تساہل نظر آتا ہے وہ سب دور ہو جائے گا۔ فَلْيُدَبِّرُوا وَلْيُحَرِّرُوا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# كِتَابُ الرَّدِّ عَلَى الْجَهْمِيَّةِ وَغَيْرِهِمُ التَّوْحِيْدِ

## جہمیہ وغیرہ کا رد اور توحید کا بیان

## صـ ۱۰۹۶

**توضیح** فربری سے منقول اکثر نسخوں میں (یہاں عنوان) صرف کتاب التوحید ہے اور ایسے ہی نسفی اور حماد بن شاکر کے نسخے میں بھی ہے ـــــ البتہ مستملی میں الرد علی الجهمیۃ وغیرھم کا اضافہ ہے۔

**توحید**۔ کا معنی ایک جاننا یا کسی کو ایک کہنا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی ذات اور اس کی صفات اور عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا۔ اس کا مقابل شرک ہے۔ اسی سے ظاہر ہو گیا کہ شرک کی تین قسمیں ہیں۔ شِرك فی الذات، شِرك فی الصفات، شِرك فی العبادۃ اس عنوان کے تحت حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے تینوں اقسام کے شرک کا شدید رد فرمایا ہے اسلئے کہ شرک ناقابل عفو گناہ ہے اور انسان کا سب سے بڑا جرم ہے اور یہی مدارِ ایمان و کفر ہے۔ شرک سے اجتناب ایمان ہے اور اس کا ارتکاب کفر ہے۔
اسی کے ساتھ ہی ساتھ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے مدعی اسلام باطل فرقوں کا بھی

شدید رد فرمایا ہے عنوان میں صرف جہمیہ کا ذکر ہے لیکن اس وقت کے تمام بدمذہبوں کا شدید رد فرمایا ہے جن کی جانب وغیرہم کہہ کر اشارہ فرمایا ہے۔

ابن حزم نے کتاب الملل والنحل میں تصریح کی ہے کہ اسلام کے دعویدار پانچ فرقے بنیادی ہیں اہلسنت۔ معتزلہ جن میں قدریہ بھی داخل ہیں۔ مرجیہ ان میں جہمیہ اور کرامیہ بھی داخل ہیں پھر رافضی جن میں شیعہ بھی ہیں پھر خوارج اور ان کی مختلف شاخیں۔

ان میں سے پھر امام بخاری علیہ الرحمہ نے گزشتہ ابواب میں اکثر کا رد فرمایا ہے خصوصیت سے خوارج کا فتن میں اور روافض کا کتاب الاحکام میں رد فرمایا ہے۔ اور کتاب التوحید میں بھی جگہ جگہ ان سب کا رد ہے۔ ان فرقوں میں جہمیہ کا ضرر سب سے زیادہ تھا۔ اس لئے خصوصیت سے اس کا ذکر عنوان میں فرمایا ——— جہمیہ فرقہ کا بانی جہم بن صفوان ہے جو ۱۲۸ھ میں مارا گیا۔ اس کے بنیادی عقائد یہ تھے، یہ اللہ عزوجل کے صفات کے منکر ہیں یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام مخلوق ہے نیز ان کا اعتقاد ہے کہ بندے مجبور محض ہیں ان کو کوئی اختیار و قدرت نہیں حتی کہ کسب پر بھی قادر نہیں افعال کی نسبت بندوں کی طرف مجازی ہے نیز یہ کہتے ہیں کہ ایمان صرف دل کی تصدیق کا نام ہے اگرچہ زبان سے کفر ظاہر کرے اور علانیہ بت کی پرستش کرے وغیرہ وغیرہ۔

جہمیہ۔ مرجیہ۔ معتزلہ۔ قدریہ وغیرہ فرقے اب دنیا سے نیست و نابود ہو گئے ان کا ذکر صرف کتابوں میں ہے۔ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کے عہد میں چونکہ ان سب کا زور تھا اس لئے ان سب کے رد کی اشد ضرورت تھی اس لئے امام بخاری علیہ الرحمہ نے ان سب کا رد فرمایا۔

اب یہ سب فرقے نہیں مگر انھیں اور ظاہریہ کے اصول کے مطابق نیچری، وہابی، صلح کلی وغیرہ وغیرہ فرقے موجود ہیں اس لئے اس زمانے میں علماء اہلسنت انھیں فرقوں کی طرف خصوصی توجہ دیتے ہیں۔ میرا مقصود صرف بخاری کی شرح ہے وہ بھی صرف احادیث کی اسلئے میں اپنے مقصد کے مطابق احادیث کی شرح پر اکتفا کرتا ہوں اور اسی کے ضمن میں ابواب کی توضیح اور ان سے مستخرج فوائد بھی لکھ دیتا ہوں۔

## بَابُ مَا جَاءَ فِي دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّتَهُ إِلَى تَوْحِيدِ اللهِ تَبَارَكَتْ أَسْمَاؤُهُ وَتَعَالَى جَدُّهُ

اس بات کا بیان کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی۔

ص ۱۰۹۶

| حدیث | إِنَّ أَبَا الرِّجَالِ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُ عَنْ أُمِّهِ |
|---|---|
| ۲۹۳۲ | اور ابو الرجال محمد بن عبد الرحمٰن نے اپنی والدہ عمرہ بنت عبد الرحمٰن سے روایت کرتے ہوئے |
| | عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَكَانَتْ فِي حَجْرِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ |

حدیث بیان کی اور یہ حضرت عائشہ کی پرورش میں تھیں وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علیہ وسلم نے ایک صاحب کو ایک سریہ کا امیر بنا کر بھیجا یہ اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتے تو اس میں

بَعَثَ رَجُلًا عَلٰى سَرِيَّةٍ وَكَانَ يَقْرَأُ لِاَصْحَابِهٖ فِيْ صَلٰوتِهِمْ فَيَخْتِمُ بِقُلْ هُوَ

اور سورت کے ساتھ اخیر میں قل ہو اللہ احد پڑھتے۔ سریہ سے لوٹنے کے بعد لوگوں نے

اللّٰهُ اَحَدٌ فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَلُوْهُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے پوچھو وہ ایسا کیوں کرتا ہے۔ لوگوں

لِاَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فَسَاَلُوْهُ فَقَالَ لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ وَاَنَا اُحِبُّ

نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں اس کو ہر نماز میں اسلئے پڑھتا ہوں کہ یہ رحمن کی صفت ہے اور میں اس

اَنْ اَقْرَأَ بِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللّٰهَ يُحِبُّهٗ [1]

کے پڑھنے کو پسند کرتا ہوں۔ یہ سنکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو خبر دو کہ اللہ بھی اس سے محبت فرماتا ہے۔

## تشریحات ۲۹۳۲

اس حدیث کے راوی محمد بن عبدالرحمٰن کی کنیت ابوالرجال مذکور ہے، یہ کنیت اس بنا پر ان کی پڑی تھی کہ ان کے دس بیٹے تھے ـــــ عمرہ بنت عبدالرحمٰن ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خاص پروردہ تھیں۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اکثر حدیثیں اور اہم حدیثیں ان سے مروی ہیں۔

اس مضمون کی احادیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہیں لیکن وہ سب الگ الگ واقعات سے متعلق ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ ہے کہ ایک صاحب رات میں غالباً تہجد میں ایک ہی رکعت میں قل ہو اللہ شریف کو بار بار پڑھتے تھے۔ صبح کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ تو فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قل ہو اللہ ثلث قرآن کے برابر ہے۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک صاحب مسجد قبا میں امامت فرماتے تھے اور وہ ہر رکعت میں دوسری سورتوں کے ساتھ قل ہو اللہ شریف بھی پڑھا کرتے تھے۔ ان کے مقتدیوں نے اعتراض کیا تو انھوں نے جواب دیا اگر تم کہو تو میں امامت چھوڑ دوں لیکن اس سورت کا پڑھنا نہیں چھوڑوں گا چونکہ وہ سب سے افضل تھے اسلئے لوگوں نے یہ پسند نہیں

---

[1] مسلم۔ صلوٰۃ۔ نسائی۔ عمل الیوم واللیلۃ

کیا۔ معاملہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا، ان سے پوچھا کہ آخر تم کیوں ہر رکعت میں اس سورت کو پڑھتے ہو تو انہوں نے عرض کیا کہ میں اس کو پسند کرتا ہوں۔ یہ سنکر فرمایا اس کے ساتھ تمھاری محبت تم کو جنت میں داخل کرے گی۔

اس سورہ کا شان نزول یہ ہے کہ کفار نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا صِفْ لَنَا رَبَّكَ اپنے رب کا وصف ہم سے بیان فرمائیے، اس پر سورۂ اخلاص نازل ہوئی۔ اس سورہ میں توحید کی بنیادی باتیں مذکور ہیں۔ یہ مذکور ہے کہ وہ ایک ہے اس کی ذات یا صفات یا عبادت میں اس کا کوئی شریک نہیں، وہ صمد ہے، سب سے بے نیاز ہے وہ قدیم ہے حادث نہیں اس کے نہ ماں ہیں نہ باپ نہ اس کی کوئی اولاد ہے غور کیجئے تو اس سورہ میں مشرکین کے تمام فرقوں کا رد ہے۔ یہود و نصاریٰ کا بھی رد ہے جو اللہ عزوجل کے لئے بیٹا ثابت کرتے ہیں اور ان مشرکین کا بھی رد ہے جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں۔

اس سورت کے تہائی قرآن ہونے کا دو مطلب ہے ایک ظاہر اور جو مشہور ہے یعنی ثواب دوسرے یہ کہ قرآن کریم میں جتنے مضامین مذکور ہیں بالاختصار جامعیت کے ساتھ اس کا ایک تہائی اس سورت میں مذکور ہے۔

## بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا ۙ اِلَّا اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَاَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۔ اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان عالم الغیب ہے، سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کسی کو اپنے غیب پر مسلط نہیں فرماتا۔ اور اس ارشاد کا بیان اور بیشک اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے اور اس ارشاد کا بیان اس کو اس نے اپنے علم سے اتارا ہے۔ اور اس ارشاد کا بیان کسی مادہ کو حمل نہیں رہتا اور نہ وہ جنتی ہے مگر اللہ کے علم سے اور اس ارشاد کا بیان۔ اور قیامت کا علم اس پر حوالہ ہے۔

ص ۱۰۹۷

**توضیح** بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس باب سے حضرت امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم غیب نہیں خصوصاً قیامت کا۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ باب کے عنوان میں مذکور آیت ۲ اور ۵ کا ظاہر مدلول یہی ہے نیز باب کے ضمن میں جو احادیث لائے ہیں ان کے ظاہر سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے لیکن جو بھی نظر عمیق رکھتا ہے وہ تھوڑے غور کے بعد اس نتیجے پر پہنچے گا کہ حضرت امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ علم غیب ذاتی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے

اور اس کی عطاء اور اس کی دین سے اس کے پسندیدہ رسولوں کو بھی حاصل ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دقائق کا سمجھنا ہم کس و ناکس کس شمار میں، بڑے بڑے محقق بننے والوں کے بس کی بات نہیں ــــــــ ناظرین غور کریں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے سورۂ جن کی آیت کریمہ تحریر فرمایا۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ

غیب کا جاننے والا اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی کو اپنے غیب پر مسلط نہیں فرماتا۔

یہ آیت اس پر نص ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسولوں کو غیب کا علم دیتا ہے اور چونکہ اللہ کی عطا سے ان کو علم غیب حاصل ہوتا ہے اس لئے ان کا علم عطائی ہوا اور اللہ عزوجل کا علم ذاتی۔ اب اس آیت سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ اول علم غیب کی دو قسمیں ہیں۔ ذاتی اور عطائی ــــــــ دوسرے یہ کہ علم ذاتی اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں، نہ کوئی نبی نہ کوئی فرشتہ۔ اور یہ کہ رسولوں کو علم غیب عطائی حاصل ہے۔

اب اگر بعد میں ذکر کی گئی آیتوں اور بعد میں درج احادیث کا مطلب یہ لیا جائے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو علم غیب عطائی بھی حاصل نہیں تو یہ آیات اور احادیث سورۂ جن کی اس آیت کے معارض ہوں گی۔ اور اللہ عزوجل کے کلام میں تضاد، تعارض، محال۔ تو تطبیق کے لئے لازم ہوا کہ بعد کی آیتوں میں اور باب میں درج احادیث میں علم سے مراد علم ذاتی لیا جائے جو اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔ غیب کا علم ذاتی تو کیا مطلق علم ذاتی بھی نہ کسی رسول کو حاصل نہ کسی فرشتے کو۔ اور یہ اس کے منافی نہیں کہ علم غیب عطائی انبیائے کرام یا اولیائے کرام کو حاصل ہو۔ اب اس کو دوسری طرح یوں سمجھئے کہ آیۂ کریمہ

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ

بیشک اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے۔

اور ــــــــ اِلَیْهِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ

اور قیامت کا علم اسی پر حوالہ ہے۔

اس بات کی دلیل کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو قیامت کا علم نہیں اسی وقت بن سکتی ہیں جب کہ ان آیات میں علم سے مراد علم عطائی لیا جائے اس تقدیر پر لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کا علم عطائی ہو یہ صریح کفر و شرک ہے۔

دوسرا نکتہ قابل غور یہ ہے کہ سورۂ جن کی آیت کریمہ کا سباق یہ بتا رہا ہے کہ یہ آیت خاص علم قیامت کے بارے میں ہے اس کے پہلے ارشاد فرمایا

قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا

تم فرماؤ میں اپنی سمجھ سے نہیں جانتا ایا نزدیک ہے وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا میرا رب

اسے ایک وقفہ دے گا۔

اس کے متصل ہی ہے آیۃ کریمہ عٰلِمُ الْغَیْبِ الآیہ اب دونوں آیتوں کا حاصل یہ نکلا قیامت قریب ہے یا اس کے لئے کچھ وقفہ ہے یہ میں اپنی سمجھ سے نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے پسندیدہ رسولوں کو اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے، یہاں غیب اپنے لفظ کے اعتبار سے عام ہے لیکن سباق اس کی دلیل ہے کہ یہ خاص علم قیامت کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ قیامت کا علم اللہ کے بتانے سے اس کے پسندیدہ رسولوں کو بھی ہے۔ علامہ ابراہیم بیجوری قدس سرہٗ شرح قصیدۂ بردہ میں لکھتے ہیں۔

لم یخرج صلی اللہ علیہ وسلم من الدنیا الا بعد ان اعلمہ اللہ تعالیٰ بھذہ الامور الخمسۃ ص۴۷

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بعد ہی دنیا سے تشریف لے گئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچوں باتوں کا علم عطا فرما دیا تھا۔

علم غیب کی قدرے تفصیل نزہۃ القاری جلد اول میں حدیث جبریل کی شرح کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

| حدیث | عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ مَنْ حَدَّثَكَ اَنَّ |
|---|---|
| ۲۹۳۳ | ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جو تم سے یہ بیان کرے کہ محمد صلی اللہ |
| | مُحَمَّدًا رَاٰی رَبَّهٗ فَقَدْ كَذَبَ وَهُوَ یَقُوْلُ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَمَنْ |
| | تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا یقیناً وہ جھوٹ بولا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرتیں |
| | حَدَّثَكَ اَنَّهٗ یَعْلَمُ الْغَیْبَ فَقَدْ كَذَبَ وَهُوَ یَقُوْلُ لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ |
| | اور جو یہ بیان کرے کہ وہ علم غیب جانتے تھے۔ بلاشبہہ وہ جھوٹ بولا حالانکہ وہ فرماتا ہے کہ سوائے اللہ کے اور کوئی غیب نہیں جانتا |

**تشریحات ۲۹۳۳**

کتاب التفسیر سورۂ والنجم میں بطریق یحیٰی حضرت مسروق سے یہ حدیث یوں مروی ہے انھوں نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ یہ سنکر ام المومنین نے فرمایا تیری اس بات سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ تین باتوں سے تو کہاں غافل ہے ان کو جو بھی بیان کرے بلاشبہہ وہ جھوٹا ہے۔ جو تجھ سے یہ بیان کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو یقیناً وہ جھوٹ بولا پھر انہوں نے یہ آیۂ کریمہ تلاوت کی۔ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرتیں اور وہ آنکھوں کا احاطہ کرتا ہے اور وہ لطیف و خبیر ہے ــــ اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ بشر

پردۂ عظمت کے اِدھر ہو۔ ـــــ اور جو تجھ سے بیان کرے کہ وہ کل آئندہ کی بات جانتے تھے یقیناً وہ جھوٹ بولا۔ پھر ام المومنین نے یہ آیت تلاوت کی کوئی جان نہیں جانتی ہے کہ کل کیا کمائے گی اور جو تجھ سے بیان کرے کہ انھوں نے تجھ سے کچھ چھپایا تو وہ یقیناً جھوٹ بولا۔ پھر انہوں نے یہ آیۂ کریمہ تلاوت کی۔ اے اللہ کے رسول ان سب کو پہنچا دو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے اتارا گیا۔ ہاں انہوں نے جبریل کو اپنی صورت میں دو بار دیکھا۔ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا چار باتوں میں اختلاف مشہور ہے اور لوگوں سے ان تین میں غلط فہمی ہوئی۔

ایک تو سماع موتیٰ، وہ سماع عرنی کا جسموں کے واسطے انکار فرماتی ہیں اس کو غلط فہمی سے ارواح کے سماع حقیقی پر محمول کیا جاتا ہے اس کی پوری بحث نزہۃ القاری کی چوتھی جلد صـ ۱۳۵ لغایت صـ ۱۳۷ پر ہو چکی ہے۔

دوسرے معراج جسمانی کے بارے میں کہ انھوں نے فرمایا ما فقدت جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ معراج کی شب جسد اقدس میرے پاس سے کہیں نہیں گیا۔ حالانکہ ام المومنین کا یہ ارشاد اس معراج منامی کے بارے میں ہے جو مدینہ طیبہ میں ہوئی اور وہ معراج جو جسم و روح کے ساتھ ہوئی وہ مکہ معظمہ میں ہوئی تھی اس وقت ام المومنین کا نکاح بھی نہیں ہوا تھا۔

تیسرے علم غیب کے بارے میں۔ حضرت ام المومنین کا قول ہے کہ جو یہ کہے کہ حضور کو علم غیب تھا وہ جھوٹا ہے۔

اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے اس لئے کہ علم جب مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے علم ذاتی مراد ہوتا ہے جیسا کہ حاشیۂ کشاف میں میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے اور یہ یقیناً حق ہے کوئی شخص کسی مخلوق کے لئے ایک ذرے کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔

چوتھے۔ شب معراج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کا دیدار کیا یا نہیں؟ یہ مسئلہ عہد صحابہ سے مختلف فیہ ہے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مختار یہی ہے کہ دیدار الٰہی نہیں ہوا اور سورۂ والنجم میں جو مذکور ہے اس سے جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ان کی ملکوتی شکل میں دیکھنا مراد ہے اگرچہ ہم اہلسنت کے یہاں راجح اور مختار یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج دیدار الٰہی فرمایا اور یہی سورہ والنجم کے سیاق کے زیادہ موافق ہے ارشاد ہے۔

فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ـــــ اب وحی فرمائی اپنے بندے کی جانب جو وحی فرمائی

اس آیت میں عبدہٖ کی ضمیر مجرور متصل کا مرجع اللہ عزوجل ہے اب اگر فاوحیٰ کی ضمیر مرفوع

متصل کا مرجع جبریل امین کو ٹھہرائیں تو ضمیروں کے مراجع میں انتشار و اختلاط لازم آئے گا کہ اول و آخر کی ضمیروں کا مرجع جبریل امین ہوں اور بیچ میں عبدہٖ کا مرجع اللہ عزوجل اور ہر شخص جانتا ہے کہ ایک ہی جملہ کے ضمائر میں انتشار سے احسن اور افصح اتحاد ہے اس لئے دونوں فَاَوْحٰی کی ضمیر فاعل کا مرجع اللہ عزوجل کو ماننا زیادہ راجح ہوا اور یہی جمہور صحابہ و تابعین عظام و ائمہ اعلام کا مذہب ہے کہ یہ تمام ضمیریں رب العزت کی طرف راجع ہیں۔ یعنی وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ۝ ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی ـــــ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی

ان سب ضمائر کا مرجع اللہ عزوجل کی ذات ہی ہے اب آیتوں کا ترجمہ یہ ہوا۔ اور وہ یعنی رب کا جلوہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارے پر تھا پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم اب اس نے وحی فرمائی اپنے بندے کی طرف جو وحی فرمائی۔ ـــــ اور انھوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا۔

اور درایۃً بھی یہی راجح ہے اس لئے کہ اس پر پوری امت کا اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جبریل امین سے بدرجہا افضل ہیں اس لئے اس میں کوئی خاص کمال نہیں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جبریل امین کو دیکھیں بلکہ جبریل امین حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دیکھیں یہ ان کیلئے کمال ہے۔ مولانا روم نے فرمایا ؎

مصطفٰے بکشاید ار پرِّ حمیل تا ابد بیہوش ماند جبرئیل

اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا حجاب اٹھادیں اور جبریل دیکھ لیں تو ابد تک بے ہوش رہیں گے۔

ہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے یقیناً یہ بہت بڑا کمال ہے کہ چشم سر سے رب کا جلوہ دیکھ لیا۔ حضرت ام المومنین کا استدلال آیہ کریمہ "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" سے ہے اس پر بحث گزر چکی ہے کہ یہاں مراد احاطہ ہے اور یہ حق ہے۔

اسی طرح علم غیب کے سلسلے میں ام المومنین کا استدلال "لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ" سے ہے اور یہاں متعین ہے کہ غیب سے مراد ذاتی ہے ورنہ لازم آئے گا کہ اللہ کا علم عطائی ہو۔

**قابل توجہ** حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ "لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ" آیت ہے اس لئے کہ پہلے فرمایا تھا وَهُوَ يَقُوْلُ۔ اس سے بھی مراد اللہ عزوجل کی ذات ہے اس کی مناسبت سے بعد میں فرمایا وَهُوَ يَقُوْلُ اس سے بھی مراد اللہ عزوجل کی ذات ہی ہے مگر اس نظم کے ساتھ کوئی آیت نہیں۔ آیت تو یہ ہے۔ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (سورۂ نمل آیت ۶۵)

اس آیت کی توجیہ یہ ہے کہ اس سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان تو بہت اعلیٰ وارفع ہے۔ راویان حدیث میں سے کسی کی طرف ایسی خطا کی نسبت سے اسلم یہی ہے کہ لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مانا جائے اور دوسرے وَھُوَ یَقُوْلُ کی ضمیر کا مرجع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ناظرین سماع موتیٰ کی تحقیق جاننا چاہیں تو "حیات الموات" کا مطالعہ کریں اور علم غیب پر سیر حاصل بحث دیکھنا چاہیں تو "الدولۃ المکیہ، الفیوض المکیہ، خالص الاعتقاد" انباء المصطفیٰ کا مطالعہ کریں۔ اور رویت باری کے سلسلے میں منبہ المنیہ فی وصول الحبیب الی العرش والرویا کا مطالعہ کریں۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ان سب مسائل پر اتنی تحقیق وتفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ اب اس میں نہ زیادتی کی گنجائش ہے نہ انکار کی۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَمَنْ حَلَفَ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَصِفَاتِہٖ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور وہ غالب حکمت والا ہے اور اس ارشاد کا بیان، پاکی ہے تمہارے رب کو عزت والے رب کو اور اس ارشاد کا بیان اور اللہ ہی کے لئے عزت ہے اور اس کے رسول کے لئے اور جس نے اللہ کی عزت اور اس کی صفات کیساتھ قسم کھائی۔

ص ۱۰۹۸

**توضیح** یعنی اللہ عزوجل کے اسمائے حسنیٰ میں سے عزیز اور حکیم بھی ہے اور عزت کی اسناد اللہ عزوجل کی طرف کرنی درست ہے نیز اللہ عزوجل کی عزت اور اس کی صفات کی قسم کھانی بھی صحیح ہے۔

| | |
|---|---|
| **حدیث** | عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ |
| ۲۹۳۴ | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
| عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ اَعُوْذُ بِعِزَّتِکَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الَّذِیْ لَا | |
| اس طرح دعا مانگتے تھے میں تیری عزت کی پناہ مانگتا ہوں اے وہ ذات کہ تیرے سوا کوئی | |
| یَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ | |
| معبود نہیں جسے موت نہیں اور جن وانس سب کے لئے موت ہے۔ | |

| حدیث | عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی |
|---|---|
| ۲۹۳۵ | حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت |
| | اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزَالُ یُلْقٰی فِیْھَا وَھِیَ تَقُوْلُ ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ |
| | کرتے ہیں کہ فرمایا کہ جہنمی جہنم میں مسلسل ڈالے جائیں گے اور وہ کہتی رہے گی کیا کچھ اور زیادہ ہے |
| | حَتّٰی یَضَعَ فِیْھَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ قَدَمَہٗ فَیَنْزَوِیْ بَعْضُھَا اِلٰی بَعْضٍ ثُمَّ |
| | یہاں تک کہ رب العلمین اس میں اپنا قدم رکھے گا تو اس کا بعض بعض کی طرف سمٹ آئے گا اور جہنم |
| | تَقُوْلُ قَدْ قَدْ بِعِزَّتِکَ وَکَرَمِکَ وَلَا یَزَالُ الْجَنَّۃُ تَفْضُلُ حَتّٰی |
| | کہے گی بس بس تیری عزت اور کرم کی قسم اور جنت کا بھی ایک حصہ خالی رہے گا، یہاں تک کہ |
| | یُنْشِیَ اللّٰہُ لَھَا خَلْقًا وَیُسْکِنُھُمْ فَضْلَ الْجَنَّۃِ |
| | اللہ تعالیٰ اسکے لئے ایک مخلوق پیدا فرمائے گا اور انھیں جنت کی خالی جگہ میں رکھے گا۔ |

## بَابُ قَوْلِہٖ وَکَانَ اللّٰہُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ص ۱۰۹۹

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان کہ اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

| ت | وَقَالَ الْاَعْمَشُ عَنْ تَمِیْمٍ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ |
|---|---|
| ۸۶۸ | ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے |
| | تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَسِعَ سَمْعُہُ الْاَصْوَاتَ |
| | کہا اس اللہ کے لئے حمد ہے جس کا سمع سب آوازوں کو وسیع ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے |
| | فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّتِیْ |
| | نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ نازل فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے سنی اس کی بات جو اپنے شوہر |
| | تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِھَا |
| | کے بارے میں تم سے بحث کرتی ہے۔ |

**تشریحات ۸۶۸** اس تعلیق کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور نسائی نے اپنی سنن میں لفظ مذکور کے ساتھ روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس لفظ سے روایت کیا ہے۔ برکت والی ہے وہ ذات جس کا سننا ہر شئی کو وسیع ہے میں خولہ کی بات سن رہی تھی اور بعض بات نہیں سن پاتی تھی اور وہ اپنے شوہر کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

289

سے شکایت کر رہی تھی جن کا نام اوس بن صامت تھا۔ اس نے میرے شباب کو کھا لیا اور میرے پیٹ نے اس کے لئے اولاد پیدا کیا یہاں تک کہ جب میری عمر زیادہ ہو گئی اور اولاد کا سلسلہ منقطع ہو گیا تو اس نے مجھ سے ظہار کر لیا۔ اے اللہ میں تجھ سے شکایت کرتی ہوں تو وہ اپنی جگہ سے ہٹی بھی نہیں کہ جبرئیل ان آیتوں کو لے کر اترے قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْ اِلَى اللّٰهِ

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ عزوجل کو سمیع کہنا جائز ہے ـــــ کچھ لوگوں نے کہا تھا کہ اللہ عزوجل کے سمیع بصیر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ علیم ہے۔ سننے اور دیکھنے کی اسے قدرت نہیں اسلئے کہ سننے اور دیکھنے کے لئے آلۂ سماع اور آلۂ بصر ضروری ہے، اللہ عزوجل اس سے منزہ ہے۔ امام بخاری اس باب سے ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت سماع اور صفت بصر صفت علم کے علاوہ مستقل صفات ہیں۔ کسی کے نہ دیکھنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اندھا ہے کسی کے نہ سننے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ بہرا ہے۔ اندھا بہرہ ہونا نقص و عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر نقص و عیب سے پاک ہے اور جب کہ قرآن مجید اور احادیث میں سمیع و بصیر کا اطلاق باری عزاسمہٗ پر ہے تو اس سے انکار کی کوئی وجہ نہیں، اللہ عزوجل کی ذات جس طرح بے مثل و بے مثال ہے اسی طرح اسکی صفات بھی بے مثل و بے مثال ہیں۔

## بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَقَوْلِهٖ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے۔ اور اس ارشاد کا بیان۔ تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔

ص ۱۱۰۱

**توضیح** نفس کے معنی جان ہے اور ہر جان کے لئے موت، ارشاد ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔ اس سے بظاہر سمجھ میں آتا ہے کہ نفس کا اطلاق باری تعالیٰ پر درست نہیں لیکن قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں اور کثیر احادیث میں نفس کا اطلاق باری تعالیٰ پر ہے حضرت امام بخاری اس باب سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ نفس کا اطلاق باری تعالیٰ پر درست ہے اور یہاں اس کے معنی جان کے نہیں بلکہ ذات کے ہیں۔

| حدیث | عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ |
|---|---|
| ۲۹۳۶ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ |
| صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا | |
| صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں اور میں اسکے ساتھ | |

289

ذَكَرَنِيْ فَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ وَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ

ہوں جب وہ میری یاد کرے اگر وہ تنہائی میں میری یاد کرے تو میں اس کو اکیلے یاد کروں گا اور اگر وہ کسی مجمع میں

فِيْ مَلَاٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا وَاِنْ

میری یاد کرے تو میں اس کا ذکر اس مجمع میں کرتا ہوں جو ان کے مجمع سے بہتر ہے اور جو میری جانب بالشت بھر آتا ہے

تَقَرَّبَ اِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا وَمَنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً

تو میں اس کے قریب ہاتھ بھر ہو جاتا ہوں اور جو میری طرف ایک ہاتھ کے برابر آتا ہے میں اس کی جانب دونوں

ہاتھوں کے پھیلاؤ کی مقدار قریب ہوتا ہوں، اور جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی جانب دوڑ کر قریب ہوتا ہوں۔

۲۹۳۶

## تشریحات

باب سے مناسبت صرف اتنے سے ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ذکرتہ فی نفسی۔ اللہ عزوجل نے اپنی ذات پر نفس کا اطلاق فرمایا۔ اس حدیث میں ذراع۔ باع۔ اور ہرولۃ مذکور ہے۔ اللہ عزوجل شہید ہے۔ کسی کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس سے دور رہا ہو اس بنا پر یہ حدیث متشابہات میں سے ہے اور تاویل یہ ہے کہ اللہ عزوجل اس بندے پر خصوصی رحمت فرماتا ہے۔

## ملائکہ اور بشر میں کون افضل ہیں

جمہور اہلسنت کا یہ مذہب ہے کہ نوع بشر نوع ملائکہ سے افضل ہے۔ اس طرح پر کہ خواص بشر خواص ملائکہ سے افضل ہیں اور عامہ بشر یعنی مومنین صالحین ملائکہ سے افضل ہیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام مطلقاً تمام ملائکہ سے افضل ہیں۔ جس کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے کہ فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (آل عمران ۳۳) بیشک اللہ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام عالم پر چن لیا۔

نیز فرمایا گیا۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (بنی اسرائیل ۷۰) بیشک ہم نے بنی آدم کو بزرگی بخشی

فعل اور شبہ فعل کا متعلق جب محذوف ہوتا ہے تو عموم کا افادہ کرتا ہے اس لئے اس آیت کا صریح مدلول یہ ہوا کہ بنی آدم کو تمام عالم پر بزرگی بخشی۔ اس عموم میں فرشتے بھی داخل ہیں نیز فرمایا۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (جاثیہ آیت ۱۳) جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب تمہارے بس میں کر دیا اپنے حکم سے۔

ما کے عموم میں فرشتے بھی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مسخر سے مسخر لہ افضل ہوتا ہے۔ نیز تمام فرشتوں سے حضرت آدم علیہ السلام کا سجدہ کرایا۔ یہ سجدہ تعظیم و تکریم تھا۔ یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ نوع بشر

نوع ملائکہ سے افضل و برتر ہے

یہاں یہ بات ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ رسل ملائکہ پوری امت سے افضل ہیں حتیٰ کہ خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ سے بھی۔ مگر اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے انسان سے افضل ہیں۔ صاف تصریح ہے کہ فرمایا ذکرتہ فی مَلاءٍ خیر منھم میں اس کا ذکر کرونگا اس جماعت میں جو اس سے بہتر ہے۔ اور یہی مذہب فلاسفہ اور معتزلہ کا ہے اس استدلال کا جواب یہ ہے یہ قطعی نہیں کہ فی ملاءٍ خیر منہم سے مراد ملائکہ ہی ہوں، ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد انبیاء کرام ہوں نیز ایک نکتہ قابل لحاظ یہ ہے کہ ملاء اعلیٰ میں ذاکر اللہ عزوجل ہے، اللہ کے ذکر کی وجہ سے اس جماعت کو خیر منہم فرمایا گیا۔

## بَابُ قَوْلِہٖ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ تُغْذّٰی وَقَوْلِہٖ تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان" اور اس لئے کہ تم میری نگاہ کے سامنے تیار ہو" یعنی تیری پرورش کی جائے تجھے غذا دی جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان" کہ ہماری نگاہ کے روبرو بہتی ہیں۔

ص ۱۱۰۱

**توضیح** باب میں مذکور آیات میں اللہ عزوجل کی طرف عین کی اضافت ہے نیز بعض احادیث سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کے لئے عین ہے نیز بعض احادیث میں قدم کا بھی اثبات ہے، امام بخاری نے سب کے لئے الگ الگ باب قائم کیا ہے لیکن امام بخاری کا مقصود یہ ہرگز نہیں کہ اللہ عزوجل اعضاء وجوارح رکھتا ہے۔ اور معاذ اللہ اسے جسم ہے۔ اللہ عزوجل کے لئے جسم ماننا اور اعضاء ثابت کرنا صریح کفر ہے اس لئے کہ جسم مرکب ہوتا ہے اور ہر مرکب حادث اس لئے کہ ہر مرکب اپنے اجزاء سے مسبوق ہوتا ہے اور اس پر پوری امت کا اجماع قطعی ہے کہ اللہ عزوجل قدیم ہے نیز ہر مرکب اپنے وجود میں اجزاء کا محتاج ہوتا ہے اور احتیاج دلیل حدوث ہے اور اللہ عزوجل واجب بالذات اسلئے ان تمام الفاظ کو متشابہات میں داخل مانا گیا ہے۔ اور عوام کے سمجھانے کے لئے مناسب تاویلیں کی گئی ہیں۔ امام بخاری نے اس باب کے ضمن میں دجال کی حدیثیں ذکر کی ہیں جس میں یہ فرمایا گیا۔

انہ اعور وان ربکم لیس باعور — وہ کانا ہے اور تمہارا رب کانا نہیں۔

اس سے اقتضاءً ثابت ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کے لئے آنکھ ہے

## بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد

وَسَلَّمَ لَا شَخْصَ اَغْیَرُ مِنَ اللّٰہِ ص ۱۱۰۳

کا بیان۔ کوئی شخص اللہ عزوجل سے زیادہ غیرت مند نہیں۔

**توضیح** اس ضمن میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مغیرہ کی حدیث ذکر کی جس میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول مذکور ہے کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھوں تو اس کو مار ڈالوں گا۔ یہ بات جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچی تو فرمایا تم لوگ سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور مجھ سے زیادہ اللہ غیرت مند، اس حدیث کے بعض طرق میں "وَلَا شَخْصَ اَغْیَرُ مِنَ اللّٰہِ" ہے اللہ سے زیادہ کوئی شخص غیرت مند نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر شخص کا اطلاق درست ہے۔

لیکن یہ حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہے سب کی روایتوں میں "شَخْصَ" کے بجائے "اَحَدٌ" ہے۔ صرف ایک روایت میں شخص وارد ہے۔ اس پر امت کا اجماع ہے کہ شخص کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں۔ اس لئے کہ شخص جسم ہوتا ہے مرکب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے۔ حتیٰ کہ جہمیہ جو اللہ عزوجل کے لئے جسم مانتے ہیں وہ بھی شخص کے اطلاق کو اللہ کے لئے جائز نہیں جانتے ہو سکتا کہ یہ راوی کا تصرف ہو۔ اسی طرح غیرت کے معنی ہوتے ہیں۔ جو وصف کسی کے ساتھ خاص ہو اس میں دوسرے کی شرکت سے جو ہیجان اور غضب ہوتا ہے اسے غیرت کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے غیرت کے لوازم میں سے ہے روکنا اور منع کرنا۔ اللہ عزوجل کی طرف جب غیرت کی نسبت ہو تو مراد اس کا لازمی معنی منع اور روکنا ہے۔

## بَابُ قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ط قُلِ اللّٰہُ فَسَمَّی اللّٰہُ نَفْسَهٗ شَیْئًا وَسَمَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنَ شَیْئًا وَّهُوَ صِفَةٌ مِّنْ صِفَاتِ اللّٰہِ وَقَالَ کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ص ۱۱۰۳

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان تم فرماؤ سب سے بڑی گواہی کس کی۔ تم فرماؤ اللہ گواہ ہے۔ اللہ نے اپنی ذات کو شیئ فرمایا۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن کو شیئ فرمایا۔ حالانکہ قرآن اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ اور فرمایا "ہر شیئ" فنا ہونے والی ہے مگر اس کی ذات۔

**توضیح** حضرت امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ شیئ کا اطلاق اللہ عزوجل پر صحیح ہے۔ اس کے ثبوت میں انہوں نے دو آیتیں پیش کی ہیں۔ اور حضرت سہل بن سعد ساعدی کی حدیث جس میں یہ مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن صاحب سے فرمایا جس کے پاس مہر کے لئے کچھ نہیں تھا "هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَیْءٌ" اس حدیث میں قرآن کو شیئ کہا گیا حالانکہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی صفت ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر شیئ کا اطلاق درست

ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ شئی کے تین معنی ہے "مَا یُعلَمُ وَیُخبَرُ بِہٖ" جسے جانا جائے اور جس کے بارے میں خبر دی جاسکے۔ آیۃ کریمہ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ میں شئی سے یہی مراد ہے، یہ سارے موجودات ممکنات ممتنعات کو عام ہے۔ دوسرا معنی ممکن کے ہے خواہ وہ موجود ہو یا ازلاً ابداً معدوم ہو۔ آیۃ کریمہ "اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ"۔ میں شئی سے مراد ممکن ہی ہے۔ تیسرا معنی موجود کے ہے۔ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ میں یہی معنی مراد ہے۔ عقائد کی کتابوں میں جو فرمایا گیا "الشیءُ عِندَنَا ھُوَ الموجُود" سے یہی مراد ہے۔ اور یہاں موجود سے مراد فی الحال موجود نہیں بلکہ ازلاً ابداً جو چیز وجود میں آئی یا آئے گی۔ وہ مراد ہے

اس تفصیل کے مطابق شئی کا اول معنی اور اخیر معنی اللہ عزوجل پر صادق ہے۔ مگر ہمارے عرف میں شئی کا اطلاق باری تعالیٰ پر نہیں ہوتا اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

**بَابُ قَوْلِہٖ وَکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ** صـ ۱۱۰۳

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان "اس کا عرش پانی پر تھا اور وہ عرش عظیم کا رب ہے۔

**توضیح** عرش کے معنی تخت کے ہوتے ہیں خاص کر بادشاہ کا تخت۔ امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے لئے جب عرش ہے تو وہ اس پر مستوی ہے انکی مراد یہی ہے کہ جب قرآن مجید کی آیات میں یہ وارد ہے تو اس کے لئے اس کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ اس استواء سے کیا مراد ہے یہ متشابہات میں سے ہے۔ اور یہ مراد نہیں کہ وہ عرش پر بیٹھا ہے اور عرش اسے گھیرے ہوئے ہے یہ عقل ونقل کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا "وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ"۔ اللہ تعالیٰ ہر شئی کو محیط ہے۔ اس میں عرش بھی شامل ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ عرش اللہ عزوجل کو گھیرے ہوئے ہے۔ نیز اللہ عزوجل کی ذات غیر متناہی بالفعل ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ عرش اسے گھیرے ہوئے ہے تو غیر متناہی نہیں رہے گا متناہی ہو جائے گا۔

ابن تیمیہ کی اندھی تقلید میں آج کل بخدیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل عرش پر اسی طرح بیٹھا ہوا ہے جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھتے ہیں۔ جو اہلسنت کے اجماعی عقیدے کے خلاف ہے۔ اور عقل ونقل کے بھی معارض ہے۔

| ت | وَقَالَ اَبُو الْعَالِیَۃِ اِسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ اِرْتَفَعَ فَسَوّٰھُنَّ خَلَقَھُنَّ |
|---|---|
| ۸۶۹ | اور ابو العالیہ نے کہا کہ آیۃ کریمہ "اِسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ" سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے اپنی قدرت |

کو آسمان سے متعلق کیا اور انھیں بنایا۔

| ت | وَقَالَ مُجَاهِدٌ اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ، عَلَا عَلَى الْعَرْشِ |
|---|---|
| ۸۷۰ | اور مجاہد نے کہا کہ "اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ" سے مراد یہ ہے کہ اس نے اپنی صفت علو کی تجلی عرش پر ڈالی۔ |

ہمارا مذہب محقق یہ ہے جو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ اِسْتَوٰى مجہول نہیں اور کیف عقل میں آنے والی بات نہیں۔ اور اس کا اقرار ایمان ہے اور انکار کفر ہے یعنی یہ بھی متشابہات میں سے ہے۔

| ت | وَقَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَلْمَجِيْدُ الْكَرِيْمُ |
|---|---|
| ۸۷۱ | اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا "مجید" کے معنی کریم یعنی عزت والا ہے |

وَالْوَدُوْدُ الْحَبِيْبُ يُقَالُ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ كَاَنَّهُ فَعِيْلٌ مِنْ مَاجِدٍ وَمَحْمُوْدٌ مِنْ حَمِدَ

اور "ودود" کے معنی حبیب یعنی محبوب ہے۔ وَدُوْدٌ "فعول" کے وزن پر وُدٌّ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہ معنی اسم مفعول کہا جاتا ہے "حمید مجید"۔ مجید ماجد سے فعیل کے وزن پر صفت مشبہ ہے۔ اور مَحْمُوْد حَمِدَ سے ہے اسی طرح حمید بھی حمد سے فعیل کے وزن پر صفت مشبہ ہے۔

## بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ وَقَوْلِهٖ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ

## ص ۱۱۰۴

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان ملائکہ اور جبرئیل اس کی بارگاہ کی طرف عروج کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں پاکیزہ کلام۔

**توضیح** اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے اسمار میں سے ذوالمعارج بھی ہے جس کی دلیل وہ دونوں آیتیں ہیں جو باب کے عنوان میں مذکور ہیں۔ ملائکہ کے بارے میں جو فرمایا گیا تَعْرُجُ اِلَيْهِ اس سے مراد فرشتوں کا اپنے منازل کی طرف جانا ہے۔ اور اس آیت میں روح سے مراد جبرئیل امین ہیں اس سے مراد وہی یعنی ان کا اپنی منزل کی طرف جانا ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ روح سے مراد روح انسانی ہے اس تقدیر پر اس سے مراد قبض ہونے کے بعد روحوں کا آسمان کی طرف جانا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ اور آیت کریمہ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ سے مراد قبول ہونا ہے۔

مجسمہ اور جہمیہ اس کے ظاہر معنیٰ کو سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ کے لئے جسم و مکان ثابت کرتے ہیں لیکن اللہ کے لئے مکان یا جسم کا ہونا عقلاً و نقلاً باطل ہے اس لئے ان آیتوں سے کیا مراد ہے اسے

اللہ عزوجل جانے یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانیں یا پھر وہ تاویل کی جائے جو ہم نے ذکر کیا۔

**ت ۸۷۲** قَالَ مُجَاهِدٌ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُ الْكَلِمَ الطَّيِّبَ يُقَالُ ذِي الْمَعَارِجِ الْمَلٰئِكَةُ تَعْرُجُ اِلَى اللّٰهِ مجاہد نے کہا عمل صالح اچھے کلموں کو بلند کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے ذوالمعارج کیونکہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف عروج کرتے ہیں ــــــ اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل صالح سے ان کی مراد فرائض کی ادائیگی ہے اور کلمہ طیب سے مراد اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ جو شخص فرائض ادا نہ کرے اس کے نوافل معلق رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت بیان فرمائی ذِی الْمَعَارِجِ یہ اس بنا پر ہے کہ اس کی بارگاہ خاص کی جانب فرشتے جاتے ہیں۔ بارگاہ کا خاص ہونا اس کے معارض نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شئی کو محیط ہے اور وہ شہید ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

**بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ** ص ۱۱۰۵ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔

**توضیح** امام بخاری اس باب سے یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر مومن کو اللہ عزوجل کی رویت ہوگی۔ جو بلا کیف بلا جہت ہوگی جس کی بحث جلد اول میں مفصل ہو چکی ہے۔ رویت باری کا ثبوت احادیث مشہورہ سے ہے اس کا انکار گمراہی ہے۔

وَقَالَ قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ وَاَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ طَاوُسٍ قَيَّامٌ۔

اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث مذکور ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رات میں تہجد پڑھنے کے لئے اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اسی سند کے ساتھ حضرت طاؤس ہی سے قیس بن سعد اور ابوالزبیر سے "اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کے بجائے "اَنْتَ قَيَّامُ" مروی ہے۔

| | |
|---|---|
| **ت** | وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْقَيُّوْمُ اَلْقَائِمُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَقَرَاَ عُمَرُ اَلْقَيَّامُ |
| ۸۷۳ | اور امام مجاہد نے کہا قیوم کے معنی ہے جو ہر شئی پر قائم ہے اور حضرت عمر نے آیۃ الکرسی |
| | وَكِلَاهُمَا مَدْحٌ |
| | میں بجائے "قیوم" کے "القیام" پڑھا اور دونوں مدح ہے۔ |

**تشریح ۸۷۳** یعنی قیوم اور قیام دونوں مدح ہیں ان کے معنی یہ ہیں وہ ذات جو ہر شئی پر قائم ہو جو چاہے تدبیر کرے جسے زوال نہیں۔ محمد بن فرج نے "کتاب الاسنیٰ باسماء الحسنیٰ" میں کہا کہ بندے کا وصف قیم کے ساتھ جائز ہے، قیوم کے ساتھ جائز نہیں۔ امام غزالی نے المقصد الاسنیٰ میں فرمایا قیوم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس لئے مجمع الانہر میں فرمایا کہ قیوم کا اطلاق

بندے پر کفر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے۔
بایں ہمہ بعض عرفاء کے کلام میں قیوم کا اطلاق بندوں پر آیا ہے۔ اس لئے اس کا اطلاق بندے پر کفر نہیں۔ زیادہ سے زیادہ ناجائز ہو سکتا ہے۔ اس کی بھی تاویل وہی کی جائے گی جو حکیم۔ رشید رؤف۔ رحیم وغیرہ کی کی جاتی ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ تَخْلِیْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَغَیْرِھَا مِنَ الْخَلَائِقِ صـ ۱۱۱۱

آسمان وزمین اور دوسری مخلوقات کے پیدا کرنے میں جو کچھ آیا ہے اس کا بیان۔

| |
|---|
| وَھُوَ فِعْلُ الرَّبِّ وَاَمْرُہٗ فَالرَّبُّ بِصِفَاتِہٖ وَفِعْلِہٖ وَاَمْرِہٖ وَکَلَامِہٖ |
| اور تخلیق رب کا فعل ہے اور اس کا امر ہے۔ رب اپنے صفات افعال اور امر وکلام کے ساتھ خالق ہے اور |
| ھُوَ الْخَالِقُ۔ اَلْمَکْوُنُ غَیْرُ مَخْلُوْقٍ وَمَا کَانَ بِفِعْلِہٖ وَاَمْرِہٖ وَتَخْلِیْقِہٖ وَتَکْوِیْنِہٖ |
| مکون مخلوق نہیں۔ اور جو چیز اس کے فعل اور امر اور تخلیق اور تکوین سے ہو وہ مفعول مخلوق |
| فَھُوَ مَفْعُوْلٌ مَخْلُوْقٌ مُکَوَّنٌ |
| مکون ہے۔ |

**تشریح** ارشاد فرمایا گیا اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ سنو اللہ ہی کے لئے خلق اور امر ہے عطف مغائرت چاہتا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عالم خلق اور ہے اور عالم امر اور۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے الملفوظ میں منقول ہے کہ فرمایا مادے سے کسی چیز کے بنانے کو خلق کہتے ہیں اور بغیر مادہ کے کسی چیز کے پیدا کرنے کو امر۔ مگر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ظاہر ہو رہا ہے کہ امر و خلق ایک ہی ہیں۔ اور یہ عام ہے خواہ مادے سے کوئی چیز بنائی جائے یا بغیر مادے کے۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ کبھی کبھی خلق بمعنی عام مستعمل ہوتا ہے اور آیہ کریمہ مذکورہ میں بمعنی خاص۔

بَابُ قَوْلِہٖ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ عِنْدَہٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَہٗ۔ حَتّٰی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِھِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ۔ وَلَمْ یَقُلْ مَاذَا خَلَقَ رَبُّکُمْ۔ وَقَالَ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ صـ ۱۱۱۴

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اور اس کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر جس کیلئے وہ اذن فرمائے یہاں تک کہ جب ان کے دلوں کی گھبراہٹ دور فرما دی جاتی ہے تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا وہ کہتے ہیں جو فرمایا حق فرمایا اور وہی ہے

بلند بڑائی والا اور یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے رب نے کیا پیدا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے۔

**توضیح** اس باب سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام بھی ہے جو ازلی ابدی قدیم ہے۔ اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ اس معنی کر کہ نہ عین ذات ہے نہ غیر ذات ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آیۂ کریمہ میں ہے کہ فرمایا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ اور یہ نہیں فرمایا مَاذَا خَلَقَ رَبُّكُمْ۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ کیا پیدا کیا۔ اور قول کلام ہی ہوتا ہے۔

اس میں رد ہے معتزلہ خوارج مرجیۂ جہمیہ، نجاریہ کا۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے متکلم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے لوح محفوظ میں کلام لکھ دیا۔

اس بارے میں تین قول اہل حق کا ہے۔ کہ قرآن مخلوق نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے اس طرح کہ نہ عین ذات ہے نہ غیر ذات نہ منقسم ہوتا ہے نہ متجزی ہوتا ہے۔ اور مخلوق کے کسی کلام کے مشابہ نہیں اور صوت و لحن سے پاک ہے۔

دوسرا قول مذکورہ فرقوں کا ہے۔ اور تیسرا قول کہ اس بارے میں توقف واجب ہے، نہ مخلوق کہا جائے نہ غیر مخلوق۔

دوسرا افادہ باب سے یہ فرمایا کہ انبیاء ملائکہ مومنین کی شفاعت حق ہے۔ اور کفار جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے معبودان باطلہ اللہ کے یہاں شفیع ہوں گے یہ باطل ہے۔ شفاعت کا حق صرف انہیں لوگوں کو ہے جنھیں اللہ تعالیٰ اذن دے اور اذن صرف انبیاء کرام، مومنین ملائکہ کے لئے ہے۔

| | |
|---|---|
| **ت** | وَقَالَ مَسْرُوقٌ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِذَا تَكَلَّمَ |
| ۸۷۴ | مسروق نے کہا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جب اللہ تعالیٰ وحی |
| | اللّٰهُ بِالْوَحْيِ سَمِعَ اَهْلُ السَّمٰوٰتِ شَيْئًا فَاِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ وَسَكَنَ |
| | کے ساتھ کلام فرماتا ہے تو آسمان والے کچھ سنتے ہیں جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے اور آواز بند ہو جاتی |
| | الصَّوْتُ عَرَفُوْا اَنَّهُ الْحَقُّ وَنَادَوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ |
| | ہے تو پہچانتے ہیں کہ وہ حق ہے اور وہ ندا دیتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا" تو فرشتے کہتے ہیں |
| | کہ حق فرمایا۔ |

**تشریح** اس تعلیق کو بیہقی نے اسماء وصفات میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ وحی کے ساتھ کلام فرماتا ہے تو آسمان والے سنتے ہیں۔ اور آسمان پر چکنے

۸۷۴

پتھر پر زنجیر کھینچنے کی وجہ سے جو آواز پیدا ہوتی ہے۔ اسی کے مثل آواز ہوتی ہے۔ جس سے لوگ بیہوش ہو جاتے ہیں، بیہوش پڑے رہتے ہیں یہاں تک کہ جبرئیل علیہ السلام ان کے پاس تشریف لاتے ہیں تو ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو لوگ جبرئیل سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا وہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حق فرمایا تو سب لوگ بلند آواز سے کہتے ہیں حق حق

| ت | وَيُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ |
|---|---|
| ۸۷۵ | حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ |
| | قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَحْشُرُ اللّٰهُ الْعِبَادَ فَيُنَادِيْهِمْ |
| | علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو جمع فرمائے گا (حشر کے دن) اور انھیں ندا دے گا جسے دور والے |
| | بِصَوْتٍ يَسْمَعُهُ مَنْ بَعُدَ كَمَا يَسْمَعُهُ مَنْ قَرُبَ اَنَا الْمَلِكُ اَنَا الدَّيَّانُ |
| | ایسے ہی سنیں گے جیسے قریب والے سنیں گے میں بادشاہ ہوں میں بدلہ دینے والا ہوں۔ |

**تشریح ۸۷۵**

توضیح میں ہے کہ اسے حارث بن ابواسامہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ اسکے بعد حضرت امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی وہ حدیث ذکر فرمائی ہے جو سورہ حجر کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی چیز کا حکم فرماتا ہے۔ تو فرشتے اپنے بازوؤں کو ہلاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کے طور پر جس سے ایسی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے زنجیر چکنے پتھر پر گری ہو۔ جس کی آواز دور تک پھیل جائے۔ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا وہ کہتے ہیں کہ حق فرمایا۔ اور وہ بلند عظمت والا ہے۔

اس سب کا حاصل یہ نکلا کہ قرآن وحدیث کے ارشادات کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف قول کی اسناد ثابت ہے جو اس کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے متکلم ہے۔ اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ لوح محفوظ میں کلام پیدا فرماتا ہے۔ نیز سننے والوں کے دلوں پر جو گھبراہٹ طاری ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی عظمت کی ہیبت کی وجہ سے اور آواز فرشتوں کے بازوؤں کے پھڑپھڑانے کی وجہ سے ہوتی ہے۔

**بَابُ قَوْلِهٖ وَاَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ** ص ۱۱۱۵

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اللہ تعالیٰ نے اسے نازل فرمایا اپنے علم سے فرشتے گواہ ہیں۔

| ت | قَالَ مُجَاهِدٌ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ بَيْنَ السَّمَآءِ السَّابِعَةِ وَالْأَرْضِ |
|---|---|
| ۸۷۶ | اور امام مجاہد نے کہا اپنا حکم ان کے درمیان نازل فرماتا ہے۔ یعنی ساتویں آسمان |

## السَّابِعَةِ

اور ساتویں زمین کے درمیان

**توضیح** قرآن مجید کے لئے انزال۔ تنزیل۔ نزل کا جو لفظ آیا ہے اس سے معتزلہ وغیرہ نے یہ استدلال کیا کہ قرآن مخلوق ہے اس لئے کہ نزول انزال۔ حادث کی صفت ہے۔ اہل سنت نے فرمایا یہاں انزال سے مراد افہام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے معانی کو سمجھایا۔ یہ تاویل علامہ ابن بطال سے منقول ہے لیکن اس میں اشکال ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ نظم قرآن منزل نہیں اس لئے صحیح یہ ہے کہ انزال سے مراد ابلاغ ہے یعنی پہنچانا مطلب یہ ہوا کہ اللہ عزوجل نے اپنے کلام کو اپنے رسول تک پہنچایا۔ یا پھر وہی کہا جائے کہ اس کی کیفیت مجہول ہے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانیں کہ اس سے کیا مراد ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلَامَ اللّٰهِ لَقَوْلٌ فَصْلٌ حَقٌّ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ بِاللَّعِبِ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ اس آیت میں فصل سے مراد حق ہے اور ہزل سے مراد لعب۔

۱۱۱۶ ص

**توضیح** منافقین نے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جانے سے انکار کیا پھر جب خیبر وغیرہ کی فتوحات میں دیکھا کہ خوب مال غنیمت ملا ہے تو کہنے لگے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ کیوں نہیں لے گئے۔ حالانکہ اللہ نے فرما دیا تھا کہ منافقین کو مال غنیمت سے کچھ حصہ نہیں ملے گا۔ اسی کو فرمایا گیا "چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں"۔

امام بخاری کا اس باب سے بھی مقصود یہی ہے کہ اللہ عزوجل کی صفت کلام ہے جو باب کی دونوں آیتوں سے ثابت ہے پہلی آیت میں کلام اللہ صراحت کے ساتھ ہے دوسری آیت میں وَقَوْلٌ فَصْلٌ مذکور ہے۔ اور قول کلام ہی ہے۔

| حدیث | سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ عَمْرَةَ ـــــ قَالَ سَمِعْتُ |
|---|---|
| ۲۹۳۷ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا |

اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

کہ فرمایا ایک بندے نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا۔ پھر کہا اے میرے رب میں نے گناہ کیا ہے اسے بخش

وَسَلَّمَ اَنَّ عَبْدًا اَصَابَ ذَنْبًا وَرُبَّمَا قَالَ اَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ

دے تو اس کے رب نے فرمایا کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے یا اس

وَرُبَّمَا قَالَ اَصَبْتُ فَاغْفِرْهُ فَقَالَ رَبُّهٗ اَعَلِمَ عَبْدِيْ اَنَّ لَهٗ رَبًّا يَغْفِرُ

پر سزا دیتا ہے۔ اس نے اپنے بندے کو معاف کیا۔ اس کے بعد جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ایسے ہی رہتا ہے

الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَصَابَ

پھر گناہ کر بیٹھتا ہے پھر اپنے رب سے عرض کرتا ہے اے میرے رب دوسرا گناہ کر لیا اسے بخش دے۔ تو اللہ تعالیٰ

ذَنْبًا اَوْ اَذْنَبَ ذَنْبًا قَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ اَوْ اَصَبْتُ اٰخَرَ فَاغْفِرْهُ فَقَالَ

فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے یا اس پر سزا دیتا ہے میں نے اپنے

اَعَلِمَ عَبْدِيْ اَنَّ لَهٗ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ ثُمَّ

بندے کو معاف کیا۔ پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے یوں ہی رہتا ہے۔ پھر گناہ کر بیٹھتا ہے اور عرض

مَكَثَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَذْنَبَ ذَنْبًا وَرُبَّمَا قَالَ اَصَابَ ذَنْبًا قَالَ رَبِّ

کرتا ہے اے رب! میں نے دوسرا گناہ کر لیا مجھے بخش دے تو فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ

اَصَبْتُ اَوْ قَالَ اَذْنَبْتُ اٰخَرَ فَاغْفِرْهُ لِيْ فَقَالَ اَعَلِمَ عَبْدِيْ اَنَّ لَهٗ رَبًّا

اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے یا اس پر سزا دیتا ہے میں

يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ ثَلَاثًا ۔

نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ تین بار

**تشریح** ۲۹،۳۷

عمدۃ القاری میں جو متن دیا ہے اس کے اخیر میں یہ ہے "فَلْيَعْمَلْ مَا شَاءَ" اور فتح الباری میں بھی ہے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بندہ بار بار بھی گناہ کرے اور توبہ کرے تو معافی کی امید ہے۔

**بَابُ كَلَامِ الرَّبِّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَعَ الْاَنْبِيَاءِ وَغَيْرِهِمْ**

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا کلام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اور ان کے علاوہ کے ساتھ۔

ص ۱۱۱۸

---

۔ مسلم: توبہ۔ نسائی: عمل الیوم واللیلۃ۔

**توضیح** اس باب سے بھی مقصود معتزلہ خوارج جہمیہ وغیرہ کا رد ہے۔ اور یہ ثابت کرنا ہے کہ کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے

**حدیث** عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

۲۹۳۸ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ

کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب قیامت کا دن ہوگا میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں

شُفِّعْتُ فَقُلْتُ يَا رَبِّ أَدْخِلِ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهٖ خَرْدَلَةٌ

عرض کروں گا اے رب! اس کو بھی جنت میں داخل فرما۔ جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہے تو وہ

فَيُدْخَلُوْنَ ثُمَّ أَقُوْلُ أَدْخِلِ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهٖ أَدْنٰى شَيْءٍ

لوگ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ پھر میں عرض کروں گا اسے بھی جنت میں داخل فرما جس کے دل میں

فَقَالَ أَنَسٌ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى أَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کچھ بھی ایمان ہے حضرت انس نے کہا گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگلیوں کو دیکھ رہا ہوں۔

**تشریح ۲۹۳۸** اخیر کے جملے کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک انگلی کو دوسرے سے ملا کر اشارہ فرمایا کہ اتنا بھی ایمان۔

یہ حدیث مبہم ہے اس میں صرف یہ ہے کہ میں عرض کروں گا کہ ان کو بھی جنت میں داخل فرما۔ اور وہ لوگ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ مگر اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے شفاعت کی جو طویل حدیث مروی ہے اس میں یہ تفصیل ہے۔ "اس کے بعد وہ اگر میرے پاس آئیں گے میں فرماؤں گا میں شفاعت کے لئے ہوں میں اپنے رب سے حاضری کا اذن طلب کروں گا مجھے اذن ملے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس وقت میرے دل میں حمد کے ایسے صیغے القاء فرمائے گا جو اس وقت مجھے معلوم نہیں۔ میں ان صیغوں کے ساتھ اللہ کی حمد کروں گا۔ اور اس کے لئے سجدہ کروں گا تو مجھ سے کہا جائے گا۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے سر کو اٹھاؤ، کہو تمہاری بات سنی جائے گی۔ مانگو تمہیں دیا جائے گا۔ اور شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا، اے رب! میری امت؟ میری امت؟ مجھ سے کہا جائے گا جاؤ اور جہنم میں سے ان کو نکالو، جن کے دل میں جَو کے برابر ایمان ہے میں جاؤں گا اور ایسا کروں گا۔ پھر دوبارہ دربار میں حاضر ہوں گا اور حسب سابق اُن محامد کے ساتھ حمد کروں گا اور سجدہ کروں گا۔ پھر مجھ سے فرمایا جائے گا مثل اس

کے جو پہلے گزر چکا۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا جاؤ اور جہنم سے اس کو نکالو جس کے دل میں ذرہ یا رائی کے برابر ایمان ہے میں جاؤں گا ایسا ہی کروں گا۔ پھر بارگاہ میں حاضر ہوں گا اور حسب سابق اُن محامد کے ساتھ حمد کروں گا اور سجدہ کروں گا پھر مجھ سے وہی فرمایا جائیگا جو اوپر مذکور ہوا۔ پھر مجھ سے فرمایا جائے گا جاؤ جس کے دل میں ادنیٰ ادنیٰ ادنیٰ رائی کے دانے کے برابر ایمان ہے اس کو نکالو۔ میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا ــــــ اخیر میں ہے پھر ہم لوگ وہاں سے نکل کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضرت حسن بصری کے پاس گئے وہ حجاج کے ڈر سے ابو خلیفہ کے گھر میں چھپے ہوئے تھے ہم نے ان سے حضرت انس کی حدیث بیان کی۔ انہوں نے یہ اضافہ کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اور میں چوتھی بار حاضر ہوں گا اور وہی کروں گا جو میں نے پہلے کیا اور میں عرض کروں گا اے پروردگار! مجھے اجازت دے کہ میں ان کو جہنم سے نکالوں جنھوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری عزت اور جلال اور کبریائی اور عظمت کی قسم ہے کہ میں جہنم سے ان لوگوں کو نکالوں گا جنھوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا۔

یہ حدیث پوری تفصیل سے باب الشفاعت میں گزر چکی ہے۔ ہم نے اس کا ترجمہ اس لئے یہاں لکھوایا ہے کہ حضرت انس کی پہلی والی حدیث میں جو ابہام تھا وہ دور ہو جائے۔ کہ فَیُمَکِّنُوْنَ سے مراد یہ ہے کہ مجھے جہنم سے نکالنے کا اختیار دیا جائے گا، اور میں ان لوگوں کو جہنم سے نکالوں گا یہاں اس حدیث کی ابتدا میں یہ ہے کہ معبد بن ہلال عنزی نے کہا کہ بصرہ کے ہم کچھ لوگ اکٹھا ہوئے اور حضرت انس بن مالک کے پاس گئے اور ہمارے ساتھ ثابت بھی گئے تاکہ ان سے حدیث شفاعت کو پوچھیں ہم جب حضرت انس کے یہاں گئے تو وہ اپنے محل میں تھے اور چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے ہم ان سے اجازت لے کر اندر گئے وہ اپنے بچھونے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے ثابت سے کہا کہ ان سے پہلے حدیث شفاعت کو پوچھیں تو ثابت نے کہا اے ابو حمزہ یہ آپ کے بصرہ کے بھائی آپ کے پاس آئے ہیں کہ آپ سے حدیث شفاعت کو پوچھیں۔ اس پر حضرت انس نے پوری حدیث بیان کی ــــــ پھر یہ لوگ حضرت امام حسن بصری کے یہاں گئے اور ان کے سامنے یہ حدیث بیان کی۔ ہم نے یہیں تک بیان کیا تو حضرت حسن بصری نے فرمایا اور کچھ؟ ہم نے کہا اس سے زیادہ انہوں نے نہیں بیان فرمایا ــــــ یہ سنکر انہوں نے کہا کہ حضرت انس نے آج سے بیس سال پہلے مجھ سے یہ حدیث بیان کی تھی (اور کچھ زیادہ بیان کی تھی) میں نہیں جانتا کہ اب وہ بھول گئے یا اس لئے پوری حدیث نہیں بیان کی کہ لوگ شفاعت پر بھروسہ کر کے عمل چھوڑ بیٹھیں گے۔ تو ہم نے ان سے عرض کیا کہ آپ پوری حدیث بیان فرما دیجئے تو وہ ہنسے اور فرمایا انسان عجلت پسند پیدا کیا گیا ہے اسکے بعد انہوں نے یہ بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں چوتھی بار بارگاہ اقدس

میں حاضر ہوں گا۔ (الی آخر الحدیث)

بَابُ ذِكْرِ اللّٰهِ بِالْأَمْرِ وَذِكْرِ الْعِبَادِ بِالدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ وَالرِّسَالَةِ وَالْإِبْلَاغِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى اُذْكُرُوْنِيْ أَذْكُرْكُمْ ـــ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوْحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوْا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً إِلٰى قَوْلِهٖ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ غُمَّةٌ غَمٌّ وَضِيْقٌ

ص ۱۱۲۱

اس بات کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے یاد کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اسے حکم دیتا ہے اور بندوں کے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بندے اس سے دعا کریں اس کی بارگاہ میں عاجزی کریں اس کے احکام کو بندوں تک پہنچائیں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ فرمایا مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا ـــ اور فرمایا ـــ ان کے سامنے نوح کی خبر تلاوت فرمائیے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا۔ اے میری قوم اگر میرا قیام اور اللہ کی آیتوں کو یاد دلانا تم پر بھاری ہے تو میں نے اللہ پر بھروسہ کر لیا تم اور تمہارے شرکاء جوڑ کر چکے ہو کر و پھر تم پر کوئی تنگی نہ ہو۔ اس کے بعد میرے ساتھ کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو ـــ اب اگر تم میری بات نہ مانو تو میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر اللہ پر ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمان رہوں۔ غُمَّةٌ اور غَمٌّ کے معنی تنگی کے ہیں۔

**توضیح** امام بخاری اس باب سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم میں تصریح ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا۔ تو یاد کرنے سے کیا مراد ہے امام بخاری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اپنی عبادت اور طاعت کا حکم دیتا ہے اور فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ ہمارے بندوں پہ رحمت نازل کرو اور بندوں کے یاد کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ عزوجل سے دعا مانگیں اور اس کی بارگاہ میں تضرع اور عاجزی کریں اس کے احکام کو بندوں تک پہنچائیں جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہوا حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے جو کچھ فرمایا تھا وہ لوگوں کو بتائیں ـــــ آیت میں غُمَّةٌ کا لفظ آیا تھا۔ اس کے معنی بتایا کہ تنگی کے ہیں۔

**ت** قَالَ مُجَاهِدٌ اُقْضُوْا إِلَيَّ مَا فِيْ أَنْفُسِكُمْ يُقَالُ اُفْرُقْ فَاقْضِ

امام مجاہد نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے جو فرمایا تھا

ثُمَّ اقْضُوْا اِلَیَّ اس سے مراد یہ ہے کہ تم نے اپنے جی میں جو کچھ ٹھان لیا ہے مجھے نقصان پہنچانے اور ضرر پہنچانے کا جو ارادہ کرلیا ہے وہ کر گزرو ـــــ اُفْرُقْ اِقْضِ یہ امام مجاہد کا قول ہے کہ نہیں اس میں شراح کو کلام ہے ـــــ مراد یہ ہے چھپاؤ مت تم کو جو کچھ کرنا ہے کر گزرو۔

| | |
|---|---|
| ق | وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ |
| ۸۷۸ | اور امام مجاہد نے کہا اگر مشرکین میں سے کوئی آپ سے پناہ مانگے کوئی آپ کے پاس |
| | اِنْسَانٌ يَّاْتِيْهِ فَيَسْتَمِعُ مَا يَقُوْلُ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ فَهُوَ اٰمِنٌ حَتّٰى يَاْتِيَهٗ |
| | آئے اور آپ جو فرماتے ہیں اور جو آپ پر اتارا گیا وہ بغور سنے تو وہ امن والا ہے ـــــ یہاں |
| | فَيَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ حَتّٰى يَبْلُغَ مَاْمَنَهٗ حَيْثُ جَاءَ اَلنَّبَاُ الْعَظِيْمُ - اَلْقُرْاٰنُ |
| | تک کہ آپ کے پاس آئے اور اللہ کے کلام کو سنے ـــــ یہاں تک کہ اپنے امن کی جگہ پہنچ جائے |
| | صَوَابًا - حَقًّا فِى الدُّنْيَا وَعَمِلَ بِهٖ |
| | یعنی جہاں سے آیا تھا۔ اور نبأ عظیم قرآن ہے جو دنیا میں حق اور صواب ہے اور لائق عمل ہے۔ |

**تشریح** ۸۷۸ سورۂ توبہ میں فرمایا گیا۔

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ (آیت ۶ پ ۱۰)

اور اے محبوب اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے پھر اسے اس کے امن کی جگہ پہنچا دو۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے امام مجاہد سے اس آیۂ کریمہ کی تفسیر نقل فرمائی جو ظاہر ہے اس آیت کے ذکر سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ انہوں نے جو یہ فرمایا کہ بندوں کے اللہ کے ذکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بندے اللہ کے احکام کو دوسروں تک پہنچائیں وہ سب انسان کو عام ہے حتیٰ کہ مشرکین کو بھی یعنی مشرکین تک بھی اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانا ضروری ہے۔

## بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّقَوْلِهٖ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗ اَنْدَادًا - ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ وَقَوْلِهٖ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ - وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ

اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کا بیان۔ تو اللہ تعالیٰ کے لئے شریک نہ بناؤ ـــــ اور فرمایا تم اللہ کے لئے شرکا ٹھہراتے ہو۔ حالانکہ وہ تمام عالم کا پالنے والا ہے ـــــ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پوجو۔ اور آپ کی جانب

لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ

اور آپ سے پہلے والوں کی جانب یہ وحی کی گئی ہے کہ بفرض محال اگر تم شرک کرو گے تو تمہارا عمل رائیگاں ہو جائے گا اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے بلکہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور شکر کرنے والوں میں سے رہو۔

ص ۱۱۲۱

## توضیح

امام بخاری اس باب سے اور اس باب میں ذکر کی ہوئی آیتوں سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ بندے اپنے افعال کے خالق نہیں بلکہ بندوں کے افعال کا بھی خالق اللہ عزوجل ہے سوائے اس کے کسی چیز کا کوئی خالق نہیں۔ اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کو خالق ماننا اس کا شریک ٹھہرانا ہے اور اللہ تعالیٰ شریک سے منزہ ہے ہاں بندے اپنے افعال کے کاسب ہیں یعنی بندے مجبور محض بھی نہیں جیسا کہ جبریہ جہمیہ کہتے ہیں اور اپنے افعال کے خالق بھی نہیں جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ معاملہ جبر و قدر کے درمیان ہے جس کو یوں سمجھئے کہ ایک شخص چھت سے بذریعہ زینہ نیچے اترا۔ اور ایک شخص گر پڑا پہلے کے نیچے آنے میں اس کے کسب و ارادے کا دخل ہے اور دوسرے کے نیچے آنے میں نہ اس کے ارادے کو دخل ہے اور نہ اس کے کسب کو۔ بندوں سے جو افعال صادر ہوتے ہیں اس کی مثال پہلے شخص کی ہے کہ بندے اپنے ارادے اور کسب سے افعال کرتے ہیں۔ مگر سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

**نِدٌّ**:- کبھی اس کو ندید بھی کہا جاتا ہے۔ "نِد" کسی شیئ کی ایسی نظیر کو کہتے ہیں جو اس کے معاملات میں اس سے معارضہ کر سکے۔ یا جو اس کی ذات میں شریک ہو۔ "مثل" اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی چیز میں کسی کا شریک ہو اگرچہ اس کے اوصاف میں کسی وصف میں شریک ہو۔ مثل عام ہے اور ند خاص۔

| ت | وَقَالَ عِكْرِمَةُ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ |
|---|---|
| ۸۷۹ | اور عکرمہ نے کہا۔ اللہ عزوجل نے جو فرمایا ہے کہ ان کے اکثر اللہ پر ایمان رکھتے ہیں |
| | مُشْرِكُوْنَ قَالَ يَسْئَلُهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ وَمَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ |
| | مگر وہ شرک بھی کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ان سے پوچھو کہ تم کو کس نے پیدا کیا اور کس نے آسمان و |
| | فَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَذٰلِكَ اِيْمَانُهُمْ وَهُمْ يَعْبُدُوْنَ غَيْرَهٗ |
| | زمین کو پیدا کیا تو کہیں گے اللہ نے۔ یہ ان کا ایمان ہے اسکے باوجود وہ اللہ کے غیر کو پوجتے ہیں یہ ان کا شرک ہے۔ |
| | وَمَا ذُكِرَ فِيْ خَلْقِ اَفْعَالِ الْعِبَادِ وَاِكْتِسَابِهِمْ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَخَلَقَ |
| | اور وہ جو ذکر کیا گیا ہے بندوں کے افعال کے خلق اور اس کے اکتساب میں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد |

| |
|---|
| كُلَّ شَيْءٍ وَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا |
| کی وجہ سے کہ فرمایا اور اس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا اور ٹھیک اندازے سے رکھا۔ |

**توضیح** یہ باب کا دوسرا جزء ہے اور معطوف ہے قول اللہ پر یعنی اس باب کا بیان کہ بندوں کے افعال کا خالق اللہ ہے اور بندوں کا کسب ہے۔ ہر چیز کا خالق اللہ ہے یہ صریح ارشاد قرآن کریم میں موجود ہے اور شئی میں بندوں کے افعال بھی داخل ہیں اور اس سے واضح وہ ارشاد ہے کہ فرمایا وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ اور اللہ نے تم کو بھی پیدا کیا اور تمہارے عمل کو بھی۔

| ت | |
|---|---|
| ۸۸۰ | وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَا تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِلَّا بِالْحَقِّ بِالرِّسَالَةِ وَالْعَذَابِ |
| | اور فرشتے نہیں اتارتے ہیں مگر حق رسالت اور عذاب کے ساتھ۔ |

**تشریح ۸۸۰** تَنَزَّلُ میں دو قرأت ہے تار کے ساتھ واحد مؤنث غائب کا صیغہ۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ فرشتے اللہ کے پیغام کو اور عذاب کو اتارتے ہیں یہ ان کا کسب ہوا جس سے ثابت ہوا کہ بندے اپنے افعال کے کاسب ہیں۔ اور دوسری قرارت سے نُنَزِّلُ جمع متکلم کا صیغہ اس قرارت پر ملائکہ منصوب ہے اب مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم فرشتوں کو پیغام دے کر یا عذاب کا حکم دے کر اتارتے ہیں۔ یہ خلق ہوا اس سے ثابت ہوا کہ بندوں کے افعال کا خالق اللہ ہے۔

| ت | |
|---|---|
| ۸۸۱ | لِيَسْئَلَ الصَّادِقِيْنَ الْمُبَلِّغِيْنَ الْمُؤَدِّيْنَ مِنَ الرُّسُلِ |
| | تاکہ اللہ سچوں سے ان کے صدق کے بارے میں سوال کرے یعنی ان کے پیغام پہنچانے والے رسولوں سے۔ |

**تشریح ۸۸۱** یہ بھی امام مجاہد کا قول ہے جیسا کہ قرطبی نے بیان کیا۔

| ت | |
|---|---|
| ۸۸۲ | وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ عِنْدَنَا ـــ بیشک ہم حفاظت کرنیوالے ہیں اپنے حضور۔ |

**تشریح ۸۸۲** ۔ یہ بھی امام مجاہد کا قول ہے۔

| ت | |
|---|---|
| ۸۸۳ | وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ بِالْقُرْاٰنِ وَصَدَّقَ بِهِ الْمُؤْمِنُ |
| | اور وہ جو سچائی لے کر آیا یعنی قرآن کو اور اس کی تصدیق کی یعنی مومن قیامت |
| | يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ هٰذَا الَّذِيْ اَعْطَيْتَنِيْ عَمِلْتُ بِمَا فِيْهِ |
| | کے دن کہے گا یہ وہ ہے جو تو نے مجھے عطا فرمایا تھا۔ اس میں جو مذکور تھا اس پر میں نے عمل کیا۔ |

## بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ وَمَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ ذِکْرٍ مِّنْ رَّبِّھِمْ مُّحْدَثٍ وَقَوْلِ اللّٰہِ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا وَاَنَّ حَدَثَہٗ لَا یُشْبِہُ حَدَثَ الْمَخْلُوْقِیْنَ لِقَوْلِہٖ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ص ۱۱۲۲

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان "ہر دن اسے ایک کام ہے" "جب ان کے رب کے پاس سے نئی نصیحت آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۔ اور اللہ کا کام مخلوق کے نئے کام کے مشابہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کے مثل کچھ نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

**توضیح** یعنی اللہ تعالیٰ بھی نیا کام کرتا ہے اور مخلوق بھی نیا کام کرتی ہے مگر دونوں میں فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور مخلوق کاسب۔

| ت | وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ |
|---|---|
| ۸۸۴ | ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ فرمایا |
| | تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ مِنْ اَمْرِہٖ مَا یَشَاءُ وَاِنَّ مِمَّا اَحْدَثَ |
| | بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے نیا حکم بھیجتا ہے۔ اور اس کا نیا حکم یہ ہے کہ |
| | اَلَّا تَکَلَّمُوْا فِی الصَّلٰوۃِ |
| | نماز میں بات نہ کرو۔ |

**تشریح ۸۸۴** یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جسے امام احمد امام ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے پوری حدیث یہ ہے کہ ہم نماز کی حالت میں سلام کرتے تھے اور اپنی ضرورت پوری کرنے کا حکم کرتے تھے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور حضور نماز پڑھ رہے تھے میں نے سلام عرض کیا حضور نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ نماز پوری کرکے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے نیا حکم بھیجے۔ اور نیا حکم یہ ہے کہ نماز میں بات نہ کرو۔

## بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ لَا تُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ وَفِعْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْثُ یُنْزَلُ عَلَیْہِ الْوَحْیُ ص ۱۱۲۲

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان "تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت مت دو۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل وحی اترتے وقت ہوتا ہے۔

| ت | وَقَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ |
|---|---|
| ۸۸۵ | اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے |

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ اَنَا مَعَ عَبْدِیْ مَا ذَكَرَنِیْ وَتَحَرَّكَتْ بِیْ شَفَتَاهُ

کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اپنے بندے کیساتھ ہوں جبتک وہ مجھے یاد کرتا ہے اور میرے ذکر میں اسکا ہونٹ ہلتا ہے۔

## بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ قُرْاٰنًا وَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَرَجُلٌ يَقُوْلُ لَوْ اُوْتِيْتُ مِثْلَ مَا اُوْتِیْ هٰذَا فَعَلْتُ كَمَا يَفْعَلُ وَبَيَّنَ اللّٰهُ اِنْ قِيَامَهٗ بِالْكِتٰبِ هُوَ فِعْلُهٗ وَقَالَ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ وَقَالَ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

ص ۱۱۲۳

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان ایک شخص وہ ہے جسے اللہ نے قرآن دیا جو اس پر رات دن قائم رہتا ہے۔ اور ایک شخص وہ ہے جو کہتا ہے اگر مجھے اس کے مثل دیا جائے جو اس کو دیا گیا تو میں بھی ویسا ہی کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اس شخص کا کتاب اللہ کے ساتھ قیام اور اس کا فعل ہے اور فرمایا اس کی نشانیوں میں سے زمین و آسمان کا پیدا کرنا ہے اور تمہارے رنگوں اور زبان کا اختلاف ہے اور اللہ عزوجل نے فرمایا نیکی کرو تاکہ کامیابی حاصل کرو۔

**توضیح** اس باب سے مقصود یہ بتانا ہے کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے بندوں کے بھی افعال کا خالق اللہ ہی ہے اس کے باوجود بندوں کے افعال کی نسبت بندوں کی طرف کرنا صحیح ہے کیونکہ وہ کاسب ہیں۔

## بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ

ص ۱۱۲۳

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اے رسول جو تمہارے رب کی طرف سے آپ پر اتارا گیا اسے پہنچا دو اور اگر ایسا نہیں کیا تو آپ نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔

| ت | قَالَ الزُّهْرِیُّ مِنَ اللّٰهِ الرِّسَالَةُ وَعَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى |
|---|---|
| ۸۸۶ | امام زہری نے کہا اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم |
| | اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا التَّسْلِيْمُ |
| | کو پہنچانا ہے اور ہم پر اس کا ماننا واجب ہے۔ |

**توضیح** ارسال کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔ مُرسِل۔ مُرسَل الیہ۔ اور رسول۔ امام زہری نے تینوں کی تشریح کی۔ کہ اللہ تعالیٰ مُرسِل ہے اور رسول پہنچانے والے

ہیں اور بندے مرسل الیہ جن پر اس کا ماننا قبول کرنا واجب ہے۔

وَقَالَ لِيَعْلَمُوْا اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا اِرْسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَقَالَ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تاکہ جان لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغام کو پہنچایا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تم کو اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں۔

ت ۸۸۷ وَقَالَ مَعْمَرٌ ذٰلِكَ الْكِتَابُ هٰذَا الْقُرْاٰنُ هُدًى

اور معمر نے کہا ذالك الكتاب یعنی یہ قرآن بیان اور دلالت ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا

لِلْمُتَّقِيْنَ بَيَانٌ وَدَلَالَةٌ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ هٰذَا حُكْمُ اللّٰهِ

کا ارشاد ذالکم حکم اللہ یعنی ھذا حکم اللہ

**تشریح ۸۸۷:-** بتانا یہ ہے کہ ذٰلِكَ اگرچہ بعید کے لئے ہے لیکن یہاں ھٰذ کے معنی میں قریب کے لئے ہے۔ جیسے ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ۔

لَا رَيْبَ فِيْهِ لَا شَكَّ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ يَعْنِيْ هٰذِهٖ اَعْلَامُ الْقُرْاٰنِ

ریب کے معنی شک ہے یعنی یہ شک کی جگہ نہیں۔ تلک آیات اللہ سے مراد یہ ہے یہ قرآن کی نشانیاں ہیں۔

**تشریح** یہاں بھی یہی افادہ فرمایا کہ تِلْكَ کی وضع بعید کے لئے ہے لیکن مراد قریب ہے یعنی هٰذِهٖ۔

وَمِثْلُهٗ حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ يَعْنِيْ بِكُمْ

اور اس کے مثل یہ آیت ہے یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں سوار ہوتے ہو اور وہ تم کو لے کر چلتی ہیں

**تشریح** یعنی ذالک کا ھذا کے معنی میں ہونا اور تلک کا ھذہ کے معنی میں ہونا ایسے ہی ہے جیسے آیت مذکورہ میں جَرَيْنَ بِهِمْ میں "بِهِمْ" "بِكُمْ" کے معنی میں ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰةِ فَاتْلُوْهَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُعْطِيَ اَهْلُ التَّوْرٰةِ التَّوْرٰةَ فَعَمِلُوْا بِهَا وَاُعْطِيَ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ الْاِنْجِيْلَ فَعَمِلُوْا

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان فرما دو تورات لاؤ اور اسے تلاوت کرو اگر تم سچے ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان تورات والوں کو تورات دی گئی تو انہوں نے اس پر عمل کیا۔ انجیل والوں کو انجیل دی گئی تو انہوں نے اس

اُوْتِیْتُمُ الْقُرْاٰنَ فَعَمِلْتُمْ بِهٖ ۱۱۲۴ پر عمل کیا ــــ اور تم کو قرآن دیا گیا تم نے اس پر ــــ عمل کیا۔

**توضیح** باب میں مذکورہ آیۂ کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضرت اسرائیل (یعقوب) علیہ السلام کو عرق النسا کی شکایت ہوگئی جس سے انہیں شدید تکلیف ہوئی یہاں تک کہ وہ کراہتے تھے۔ تو انہوں نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اس سے شفا دے گا تو میں اونٹوں کا گوشت اور دودھ نہیں استعمال کروں گا۔ یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اونٹ کا گوشت اور دودھ تورات میں ہم پر حرام کیا گیا ہے اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی اور ان سے یہ کہا گیا۔ کہ تورات لاؤ اور اسے پڑھو اور دکھاؤ اس میں کہاں ہے۔ تورات میں تو یہ ہے کہ حضرت اسرائیل علیہ السلام نے تورات نازل ہونے سے پہلے اسے اپنے اوپر حرام فرمالیا تھا۔ اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ پوری امت پر حرام ہے۔ اور حدیث کا مقصد یہ ہے کہ تلاوت سے غرض اس پر ایمان لانا ہے اور اس پر عمل کرنا ہے۔

| | |
|---|---|
| ف | وَقَالَ اَبُوْ رَزِیْنٍ یَتْلُوْنَهٗ یَتَّبِعُوْنَهٗ وَیَعْمَلُوْنَ بِهٖ حَقَّ |
| ۸۸۸ | ابو رزین نے کہا یتلونہ سے مراد یہ ہے کہ اس کی اتباع کرتے اور اس پر کما حقہ عمل کرتے |
| عَمَلِهٖ۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ یُتْلٰی یُقْرَأُ اَحْسَنُ التِّلَاوَةِ حُسْنُ الْقِرَاءَةِ لِلْقُرْاٰنِ | |
| اور ابو عبداللہ امام بخاری نے کہا یتلیٰ اس کو اچھی طرح پڑھا جائے۔ قرآن کو عمدگی کے ساتھ پڑھا جائے۔ | |

**تشریح ۸۸۸** تلاوت کے معنی اتباع کے ہیں یہ اتباع کبھی پڑھنے سے ہوتی ہے۔ کبھی اس کے اوامر اور نواہی کی پابندی سے ہوتی ہے۔ حقیقی معنی کے اعتبار سے تلاوت قرأت سے عام ہے۔ ہر قرأت تلاوت ہے اور ہر تلاوت قرأت نہیں۔

لَا یَمَسُّهٗ لَا یَجِدُ طَعْمَهٗ وَنَفْسُهٗ اِلَّا مَنْ اٰمَنَ بِالْقُرْاٰنِ۔ وَلَا یَحْمِلُهٗ لِحَقِّهٖ اِلَّا الْمُؤْمِنُ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا۔ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ

لا یمسہ یعنی اس کی لذت اور اس کا نفع انھیں لوگوں کو ملتا ہے جو قرآن پر ایمان لے آتے اور کما حقہ اس کو وہی لوگ اٹھاتے ہیں جو یقین رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے ان لوگوں کی مثل جنھوں نے تورات کو اٹھایا پھر اسے نہیں اٹھایا اس گدھے کی ہے جو کتابوں کا بوجھ لادے ہوئے ہے اس قوم کی مثال

جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا بری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

**تشریح** ارشاد ہے لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ اسے نہیں چھوتے مگر پاک لوگ۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مُطَهَّرُونَ سے مراد قرآن پر ایمان لانے والے ہیں اور مَسّ سے مراد اس سے روحانی لذت حاصل کرنا اور اس سے نفع اٹھانا ہے۔ اور جو لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے ان کی مثال گدھے کی ہے جو کتابوں کو لادے رہتا ہے اسے کچھ پتہ نہیں کہ میری پیٹھ پر کیا ہے اس سے اسے کوئی نفع نہیں ملتا۔

وَسَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِسْلَامَ وَالْإِيمَانَ وَالصَّلٰوةَ عَمَلًا — اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام و ایمان اور نماز کو عمل کہا

**توضیح** عمل کا اطلاق صرف جوارح کے فعل پر نہیں ہوتا فعلِ قلب پر بھی ہوتا ہے۔ ایمان فعلِ قلب ہے، اسلام سے عام طور پر مراد تسلیم و انقیاد ہے۔ یہ ظاہر افعال کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے اسلام کا اطلاق جوارح کے افعال پر بھی ہوتا ہے۔

بَابُ ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِوَايَتِهِ عَنْ رَبِّهِ — نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے رب کا ذکر کرنا اور اس سے روایت کرنا۔ ص ۱۱۲۵

| حدیث | عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرْوِيْهِ |
|---|---|
| ۲۹۳۹ | حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رب |
| | عَنْ رَبِّهِ قَالَ اِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ اِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا وَاِذَا تَقَرَّبَ |
| | تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔ جب بندہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب |
| | اِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَاِذَا اَتَانِيْ مَشْيًا اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً |
| | ہوتا ہوں۔ اور جب مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں تو دونوں ہاتھوں کے پھیلانے کی مقدار اس سے قریب |
| | ہوتا ہوں۔ اور جب میری طرف چل کے آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کے جاتا ہوں۔ |

**تشریح ۲۹۳۹** یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے پہلے گزر چکی ہے۔ یہاں امام بخاری نے اس کو دو طریقے سے روایت کیا ہے۔ ایک حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو بلا واسطہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ دوسری حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت جو بواسطہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

روایت دونوں طرح ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے براہ راست حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہو اور بواسطہ حضرت ابوہریرہ بھی سنا ہو۔

**بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنْ تَفْسِيْرِ التَّوْرَاةِ وَ كُتُبِ اللّٰهِ بِالْعَرَبِيَّةِ وَغَيْرِهَا لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوْهَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ**

ص ۱۱۲۵

تورات اور اللہ کی کتابوں کی تفسیر عربی اور دوسری زبانوں میں جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فرمادو تورات لاؤ اور اس کی تلاوت کرو۔ اگر تم سچے ہو۔

**توضیح** اس میں کوئی حرج نہیں کہ تورات و انجیل کتب سماویہ کی تفسیر یا ترجمہ عربی اور دوسری زبان میں کیا جائے یا خود قرآن کریم کا ترجمہ دوسری زبانوں میں کیا جائے۔ اس کا جواز اس آیت کریمہ سے نکلتا ہے کہ فرمایا ان سے کہہ دو کہ تورات لاؤ اور اس کی تلاوت کرو۔ ظاہر ہے کہ تورات عبرانی زبان میں تھی اگر اسے صرف عبرانی زبان میں پڑھا جاتا تو اہل عرب جو عبرانی زبان نہیں جانتے تھے وہ کیسے سمجھتے کہ اس میں کیا ہے اس لئے یہاں یہ مراد لینی پڑے گی کہ اس کو پڑھو اور عربی میں ترجمہ کرو تاکہ اہل عرب جان لیں کہ اس میں کیا ہے۔ اس کے باوجود اس کی تصدیق یا تکذیب کی اجازت نہیں۔ جب تک کہ اس کی تائید کتاب اللہ یا احادیث سے نہ ہو۔

**بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ**

ص ۱۱۲۶

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان بیشک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لئے تو ہے کوئی یاد کرنے والا

| ت | وَقَالَ مُجَاهِدٌ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ بِلِسَانِكَ هَوَّنَّا قِرَاءَتَهٗ عَلَيْكَ |
|---|---|
| ۸۸۹ | اور امام مجاہد نے کہا کہ فرمایا ہم نے قرآن آپ کی زبان پر آسان کر دیا یعنی اس کا پڑھنا آپ پر آسان کر دیا |

**بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝ وَالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ**

ص ۱۱۲۷

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان بلکہ وہ کمال شرف والا قرآن ہے لوح محفوظ میں اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان اور طور کی قسم اور اس نوشتہ کی جو کھلے دفتر میں لکھا ہے۔

| ت | قَالَ قَتَادَةُ مَكْتُوْبٌ يَسْطُرُوْنَ يَخُطُّوْنَ فِيْ اُمِّ الْكِتٰبِ جُمْلَةٌ |
|---|---|
| ۸۹۰ | قتادہ نے کہا مسطور کے معنی ہے لکھا ہوا۔ یسطرون کے معنی ہے یخطون یعنی لکھتے ہیں ام الکتاب |

الْكِتَابِ وَاَصْلِهٖ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ مَا يَتَكَلَّمُ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا كُتِبَ اِلَيْهِ

سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں سب کچھ لکھا ہوا ہے اور اصل ہے جو منہ بھی کوئی بولتا ہے یا کلام کرتا ہے سب لکھ لیا جاتا ہے

**تشریح ۸۹۰** قرآن مجید کے مختلف کلمات کی تفسیر ہے۔ سورۂ طور میں تھا وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ امام قتادہ نے فرمایا مَسْطُوْر کے معنی ہے مکتوب کے سورۂ نون میں فرمایا تھا وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ فرمایا يَسْطُرُوْنَ کے معنی يَخُطُّوْنَ کے ہے۔ یعنی جو لکھتے ہیں۔ سورۂ زخرف میں فرمایا فِيْ اُمِّ الْكِتٰبِ اس کی تفسیر کی کہ وہ کتاب جو اصل ہے جس میں سب کچھ لکھا ہوا ہے۔ یعنی لوح محفوظ۔

| ت | وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَكْتُبُ الْخَيْرَ وَالشَّرَّ |
|---|---|
| ۸۹۱ | اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اچھا اور برا سب لکھتے ہیں۔ |

**تشریح ۸۹۱** ارشاد تھا مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ۔ کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔ اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ انسان اچھی بات کہے یا بری بات کہے سب لکھی جاتی ہے۔

يُحَرِّفُوْنَ۔ يُزِيْلُوْنَ وَلَيْسَ اَحَدٌ يُزِيْلُ لَفْظَ كِتَابٍ مِّنْ كُتُبِ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّهُمْ يُحَرِّفُوْنَهٗ يَتَاَوَّلُوْنَهٗ عَلٰى غَيْرِ تِلَاوَتِهٖ

تحریف کے معنی یہ ہیں کہ اسے زائل کرتے ہیں اور کوئی اللہ کی کسی کتاب کے کسی لفظ کو نہیں مٹاتا، لیکن اس کو بدلتا ہے یعنی اس کا جو واقعی معنی ہے اس کے علاوہ دوسرا معنی بیان کرتا ہے۔

**توضیح** ارشاد تھا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ کلاموں کو ان کی جگہ سے پھیرتے ہیں۔ امام بخاری اس کی تفسیر کرتے ہیں کہ اس کے معنی بدل دیتے ہیں اور جو اس کی صحیح مراد تھی اس کے علاوہ فاسد معنی بیان کرتے ہیں لفظ کو نہیں بدلتے یہ حضرت امام بخاری کی اپنی رائے ہے ورنہ حقیقت میں یہود نے الفاظ تک بدل دیئے ہیں۔

دِرَاسَتِهِمْ تِلَاوَتِهِمْ۔ وَاعِيَةٌ حَافِظَةٌ۔ وَتَعِيَهَا تَحْفَظُهَا وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ۔ يَعْنِيْ اَهْلَ مَكَّةَ وَمَنْ بَلَغَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ فَهُوَ لَهٗ نَذِيْرٌ

دراست کے معنی تلاوت ہے۔ واعیۃ کے معنی حافظۃ ہے یعنی یاد رکھنے والا تعیھا کے معنی تحفظھا ہے یعنی اسے یاد رکھتے ہیں۔ اور میری جانب اس قرآن کی وحی کی گئی تاکہ اس کے ذریعہ سے تم کو ڈراؤں یعنی مکہ والے اور جس تک یہ قرآن پہنچے ان سب کے لئے وہ نذیر ہیں۔

**تشریح** ارشاد تھا وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۔ اور ہم ان کی تلاوت سے غافل تھے ۔ دوسرا ارشاد ہے تَعِيَهَا اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۔ یعنی اسے یاد رکھنے والے کان یاد رکھتے ہیں ۔ لِاُنْذِرَكُمْ میں کُمْ سے کون لوگ مراد ہیں اس کو بتایا کہ مکہ والے اور جن لوگوں تک قرآن پہنچے ۔

## بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ وَيُقَالُ لِلْمُصَوِّرِيْنَ اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ

صـ ۱۱۲۷

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان بیشک اللہ نے تم کو پیدا کیا اور اسے بھی جو تم کرتے ہو اور فرمایا ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا ۔ اور تصویر بنانے والوں سے کہا جائے گا جو تم نے بنایا ہے اس میں جان ڈالو ۔

**توضیح** حضرت امام بخاری کا مقصود اس باب سے معتزلہ اور جہمیہ کا رد ہے ۔ آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کا بھی خالق ہے اور ان کے اعمال کا بھی اور حدیث میں خلق کی نسبت تصویر بنانے والوں کی طرف کی گئی ہے ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بندے بھی مجبور محض نہیں انھیں بھی کچھ اختیار ہے یعنی کسب فعل کا جس کی بنا پر بندوں کی طرف افعال کی نسبت کی جاتی ہے ۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ

بیشک تمہارا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں پیدا فرمایا پھر عرش پر استوی فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے ۔ رات دن کو ایک دوسرے سے ڈھانکتا ہے کہ جلد اس کے پیچھے لگا آتا ہے ۔ اور سورج اور چاند اور تاروں کو بنایا سب اس کے حکم سے دبے ہوئے سن لو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا بڑی برکت والا ہے اللہ رب سارے جہان کا ۔

| ت | وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ بَيَّنَ الْخَلْقَ مِنَ الْاَمْرِ لِقَوْلِهٖ اَلَا لَهُ |
|---|---|
| ۸۹۲ | ابن عیینہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے خلق کو امر سے الگ بیان فرمایا کیونکہ وہ فرماتا ہے |
| | الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ وَسَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاِيْمَانَ عَمَلًا |
| | سنو اسی کے لئے خلق ہے اور امر ہے ۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کو عمل کہا |

**تشریح ۸۹۲** حضرت سفیان بن عیینہ کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ خلق کا امر پر عطف فرمایا جو مغائرت چاہتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خلق اور چیز ہے اور امر اور چیز ہے۔ خلق سے مراد مخلوقات ہیں اور امر سے مراد کلام ہے۔ یعنی اس کا فرمانا کُنْ۔ امام راغب نے کہا کہ امر افعال واقوال سب کو عام ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا اِلَیْہِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ اسی کی طرف ہر چیز لوٹتی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے اِبْدَاع یعنی نئی چیز بنانا امر ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ خلق سے مراد آیت میں دنیا وما فیہا ہے۔ اور امر سے مراد آخرت وما فیہا ہے۔ اور اس کی تفسیر، تفسیر کی مطول کتابوں میں دیکھی جائے یہیں اس سے انکار نہیں کہ ایمان عمل ہے۔ یعنی عمل قلب ہے جیسا کہ گزرا۔

**بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَاَنَّ اَعْمَالَ بَنِیْ اٰدَمَ وَقَوْلَھُمْ تُوْزَنُ۔** اور ہم انصاف کے ترازو رکھیں گے قیامت کے دن اور بنی آدم کے اعمال اور ان کے اقوال تولے جائیں گے۔ ص ۱۱۲۸

**توضیح** حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو وحی سے شروع فرمایا اس لئے کہ وحی ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ہم منجانب اللہ اسلام کے اصول وفروع کے مکلف ہیں۔ ہم بندے ہیں ہمیں اللہ عزوجل نے بذریعہ وحی مخصوص عقائد کا یقین رکھنے اور مخصوص اعمال کے کرنے اور مخصوص چیزوں سے بچنے کا حکم دیا ہے بندہ ہونے کی وجہ سے ہم اپنے رب کے حکم کے پابند ہیں۔

اور اخیر میں انہوں نے اعمال واقوال کے وزن کا باب رکھا۔ حالانکہ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ جنت ودوزخ کا بیان ہونا چاہئے تھا لیکن دقت نظر یہی چاہتی ہے کہ اخیر باب وزن اعمال کا ہی ہو۔ اس وجہ سے کہ اللہ عزوجل نے ہمیں حکم دیا ہم نے اس کی پابندی کی یا نہیں اس سلسلے میں حساب ومواخذہ ہوگا پھر بندوں کے مزید اطمینان کے لئے اعمال کا وزن ہوگا اس کے بعد اخیر فیصلہ ہو جائے گا یہ فریق جنتی ہے یہ دوزخی ہے۔ اللہ عزوجل اور بندوں کے درمیان جو معاملہ تھا اس پر پرسش اور مواخذہ اور اس کے اظہار کا اخیر درجہ وزن اعمال ہے جس سے قطعی طور پر فلاح ونجات پانے والا اور ہلاک ہونے والا ظاہر ہو جائے گا۔ اس کے بعد نہ حساب ہے نہ کتاب ہے نہ پرسش ہے چونکہ وزنِ اعمال اخیر حد ہے اس لئے امام بخاری نے اس کو اخیر میں رکھا۔

نیز اپنی کتاب کا اخیر جزء کتاب التوحید کو رکھا اس لئے کہ توحید ایمان کی بنیاد ہے اور نجات کا مدار ہے۔ جس کا خاتمہ توحید حقیقی پر ہوگا وہ نجات پائے گا ورنہ وہ سزا کا مستحق ہوگا۔ اسلئے

اخیر کتاب کتاب التوحید رکھی۔

یہ باب معتزلہ کے رد کے لئے ہے وہ کہتے ہیں کہ وزن اعمال لغو ہے۔ جب حساب وکتاب ہوگیا اور فرشتوں کے لکھے ہوئے صحیفے سب ہاتھوں میں دے دیئے گئے اور اس کے مطابق فیصلہ ہوگیا تو اب وزن اعمال کی کیا ضرورت۔

لیکن ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ قاتل اچھی طرح جانتا ہے کہ میں نے حتمی طور پر قتل کیا ہے پھر بھی جب اسے قتل کی سزا سنائی جاتی ہے تو وہ جج کو گالی دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس نے انصاف نہیں کیا۔ تقریباً یہی حال قیامت کے دن بھی ہوگا۔ وزن اعمال کے بعد بھی کسی کو کچھ کہنے کا موقع نہیں ملے گا۔

اسی لئے وزن اعمال کی نگرانی ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام کے سپرد ہوگی۔ ان کو حکم ہوگا کہ آپ میزان پر کھڑے ہو کر اپنی اولاد کے اعمال تولوائیں ؎

معتزلہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اعمال اعراض ہیں جن میں کوئی وزن نہیں ہوتا پھر ان کے تولے جانے کا کیا مطلب ہوتا ہے؟

اس کا جواب علمائے اہلسنت نے یہ دیا ہے کہ صحیفے تولے جائیں گے جو کراماً کاتبین نے لکھے ہیں اس کی دلیل حدیث بطاقہ ہے جسے امام ترمذی نے اور ابن ماجہ نے اور ابن حبان، حاکم، بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک شخص کو تمام مخلوقات سے الگ کرے گا۔ اور اسے ننانوے دفتر دے گا ہر دفتر حد نظر تک لمبا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا ان دفتروں میں جو لکھا ہوا ہے کیا تو اس سے انکار کرتا ہے۔ کیا ہمارے کراماً کاتبین نے تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے، وہ عرض کرے گا نہیں پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے وہ عرض کرے گا نہیں اے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں اے بندے ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ کاغذ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نکالے گا جس میں لکھا ہوگا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فرمائے گا یہ لے اور میزان پر جا وہ عرض کرے گا اے رب اس چھوٹے سے ٹکڑے کی ان دفتروں کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے فرمائے گا جا تیرے اوپر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ میزان کے ایک پلے میں وہ سارے دفتر رکھے جائیں گے اور ایک پلے میں وہ کاغذ کا ٹکڑا۔ اس کاغذ کے ٹکڑے والا پلہ ان دفتروں پر بھاری ہو جائے گا۔

---

؎ طبرانی معجم صغیر عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قسطلانی جلد دہم ص ۴۸۱

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ وزن، اعمال کے دفتروں کا ہوگا۔

**ایک شبہے کا ازالہ** اس پر یہ شبہہ وارد کیا جاتا ہے کہ چند اعمال ایسے ہیں کہ جن کے لکھنے میں کاغذ برابر ہی صرف ہوگا۔ مگر ثواب ایک دوسرے سے بہت زیادہ ہے۔ مثلاً زید نے ایک پیسہ دیا۔ عمرو نے ایک لاکھ روپئے دیا دونوں میں کاغذ برابر صرف ہوگا۔ اور ثواب میں تفاوت ظاہر ہے۔

**جواب** اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح بعض چیزیں دوسرے سے وزنی ہوتی ہیں مثلاً ایک انچ لمبا چوڑا ایک سوت موٹے لوہے سے اسی مقدار کا سونا زیادہ وزنی ہوتا ہے۔ اور پلاٹینم اس سے بھی زیادہ وزنی ہوتا ہے۔ اسی طرح اعمال کے ثواب میں بھی وزن کم وبیش ہوگا۔

دوسرا جواب حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا کہ اللہ تعالیٰ وزن کے وقت اعراض کو جواہر سے بدل دے گا۔

لیکن احادیث کثیرہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قول وعمل ہی تولے جائیں گے۔ مثلاً اسی باب میں جو حدیث ہے اس میں کلمتان کو ثقیلتان فی المیزان بتایا گیا ہے۔ کم ذی قدر چیز میں ثقل اور وزن اللہ جل جلالہٗ ہی کے پیدا کرنے سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ کیف میں بھی وزن اور ثقل پیدا فرمادے۔

جب آیات کثیرہ سے اور روایات کثیرہ سے اعمال واقوال کا وزن کرنا ثابت ہے تو ہم پر فرض ہے کہ اس پر ایمان لائیں۔ نصوص اپنے ظاہر پر محمول ہوں گی۔ جب تک کہ ظاہر سے پھیرنے والا شرعی قرینہ نہ ہو اور یہاں کوئی قرینہ نہیں اس لئے وہ اپنے ظاہر ہی پر رکھی جائیں گی۔ ہماری سمجھ میں نہ آئے تو یہ ہماری سمجھ کا قصور ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر بات ہر انسان کی سمجھ میں آجائے روزمرہ مشاہدے میں آتا ہے۔ ایک ذہین انسان اپنے سے زیادہ ذہین انسان کی باتوں کو سمجھ نہیں پاتا پھر ہر انسان اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کے اسرار ورموز کو سمجھ لے یہ کیا ضروری ہے۔

**میزان** اللہ عزوجل کے حضور اس طرح نصب کیا جائے گا کہ نیکیوں کا پلہ عرش کی داہنی طرف ہوگا جنت کے بالمقابل۔ اور برائیوں کا پلہ عرش کی بائیں طرف جہنم کے بالمقابل جیسا کہ امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں امام ابوالقاسم لالکائی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور اعمال کے تولنے کا کام حضرت جبریل کے سپرد ہوگا یا حضرت ملک الموت کے، دونوں روایتیں ہیں اور اس کے نگراں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہوں گے۔ جیسا کہ ابھی گزرا۔

میزان کا ایک پلہ اتنا وسیع ہوگا کہ ساتوں آسمان وزمین اس میں رکھ دیئے جائیں تو بھی نہیں

بھرے گا ایک روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے میزان دکھائی جائے جب انہوں نے میزان دیکھا تو ان پر غشی طاری ہوگئی۔ افاقہ کے بعد انہوں نے عرض کیا اے اللہ میزان کے بھرنے پر کون قادر ہے؟ اللہ عزوجل نے فرمایا اے داؤد جس سے میں راضی ہوں گا اس کے ایک چھوہارے صدقہ سے بھر دوں گا یا لا الٰہ اللہ پڑھنے پر بھر دوں گا۔

امام بخاری کے باب کے عنوان سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ سب کے اعمال واقوال تولے جائیں گے حالانکہ ایسا نہیں۔ انسان تین قسم کے ہوں گے۔

**اول** کچھ وہ لوگ ہوں گے جو بلا حساب وکتاب جنت میں جائیں گے۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں مذکور ہے کہ پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا وہ ستر ہزار ہوگا جو بلا حساب و کتاب جنت میں جائیں گے۔

**ثانی** دوسرے وہ لوگ ہوں گے جو بلا حساب وکتاب جہنم میں جائیں گے۔ یہ وہ کفار ہوں گے جنھوں نے کوئی نیکی نہ کی ہوگی۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ قیامت کے دن ایک بہت بڑا موٹا شخص لایا جائے گا جس کا اللہ تعالیٰ کے حضور پسُّوکے پر کے برابر بھی وزن نہ ہوگا۔ تم چاہو تو پڑھو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۔ ہم قیامت کے دن ان کے لئے کوئی تول نہیں قائم کریں گے۔

**ثالث** تیسرا گروہ وہ ہے جس کا حساب بھی ہوگا اور اس کے اعمال کا وزن بھی ہوگا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْقِسْطَاسُ الْعَدْلُ بِالرُّومِيَّةِ — اور امام مجاہد نے فرمایا کہ قسطاس کے معنی انصاف کے ہیں رومی زبان میں۔

**تشریح** حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے وزن اعمال کے حق ہونے پر وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ سے استدلال فرمایا تھا۔ حضرت امام بخاری اپنی عادت کے مطابق قسط اور اس کے مناسب الفاظ کی تفسیر بیان فرما رہے ہیں۔

امام مجاہد کے قول سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ قرآن کریم میں کچھ الفاظ دخیل بھی ہیں یعنی وہ حقیقت میں دوسری زبان کے ہیں۔ مگر قرآن مجید نے ان کو استعمال کیا ہے۔

ہم نے کسی مقام پر یہ تحقیق کی ہے کہ قرآن کریم میں بلکہ زبان عرب میں کوئی لفظ دخیل نہیں ہے اور جن الفاظ کو نظیر میں پیش کرتے ہیں یہ حقیقت میں توارد ہے۔ بہر حال یہ صحیح ہے کہ قسطاس کے معنی انصاف کے ہیں۔

وَيُقَالُ الْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِطِ وَهُوَ الْعَادِلُ وَاَمَّا الْقَاسِطُ فَهُوَ الْجَائِرُ — کہا جاتا ہے کہ قسط مقسط کا مصدر ہے جس کے معنی عادل کے ہیں لیکن قاسط کے معنی ظالم کے ہیں۔

**توضیح** ۔یہاں مصدر سے مراد مادہ ہے ۔صرفی مصدر یہاں نہیں بن سکتا ہے ۔ اس لئے کہ مقسط مزید فیہ ہے اور قسط ثلاثی مجرد ۔ مزید فیہ کا مصدر ثلاثی مجرد نہیں ہو سکتا ۔اس لئے ضروری ہے کہ مصدر سے مراد مادہ ہو۔

کچھ لوگوں نے کہا قسط کے معنی ظلم کے ہیں اسی لئے قاسط کے معنی ظالم کے ہیں باب افعال کی خاصیت سلب ماخذ ہے اور سلب ظلم انصاف ہے ۔ اس لئے المقسط کے معنی عادل کے ہوئے لیکن اس استدلال کی بنیاد ہی غلط ہے ۔ قسط کے معنی صرف ظلم ہی کے نہیں بلکہ عدل کے بھی ہیں یہ اضداد میں سے ہے ۔ جس کا ثبوت خود باب میں مذکور آیۂ کریمہ ہے ۔ کہ فرمایا گیا ۔ وازین القسط ۔

نیز اس کی دلیل یہ آیۂ کریمہ بھی ہے کہ فرمایا گیا وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۔ اور جب ان کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کیساتھ کرو نیز فرمایا ۔ وَذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اس میں گواہی خوب ٹھیک رہے گی اقسط اسم تفضیل قسط ہی سے ہے ۔ اور بھی کثیر آیتوں میں قسط بمعنی انصاف مذکور ہے ۔ ایسی آیتوں کی تعداد کثیر ہے ۔

اس سلسلے میں ایک بڑی معنی خیز حکایت بھی مروی ہے ۔ کہ جب سیدنا حضرت سعید بن جبیر شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حجاج بن یوسف ظالم نے گرفتار کر کے اپنی کچہری میں کھڑا کیا اور ان سے پوچھا مجھے کیا کہتے ہو تو انہوں نے فرمایا " اَنْتَ الْقَاسِطُ الْعَادِلُ " یہ سنکر دربار والے حیرت میں پڑ گئے کہ باہر تو حجاج کو ظالم اور جفا کار اور کیا کیا کہتے تھے اور جب گرفتار ہو کر اس کے سامنے کھڑے ہیں اور موت اپنے سر پر کھڑی دیکھ رہے ہیں تو اس کو عادل کہہ رہے ہیں ۔ حجاج بہت ذہین وفطین تھا وہ سمجھ گیا اس نے درباریوں سے کہا تم نے سمجھا نہیں ۔ یہ مجھے کیا کہہ رہا ہے اس نے مجھے جہنمی کافر کہا اس نے مجھ کو قاسط کہا اور قرآن مجید میں ہے " اَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا " جہنم کے ایندھن ہوں گے ۔ اس نے مجھ کو عادل کہا ۔ اس کی مراد حق سے عدول کرنے والا ہے جیسا کہ فرمایا گیا ۔ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ پھر کافر اپنے رب سے عدول کرتے ہیں ۔

| | |
|---|---|
| حدیث | عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ |
| ۲۹۴۰ | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم |
| تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ | |
| نے فرمایا دو کلمے ہیں جو رحمان کو پیارے ہیں زبان پر ہلکے ہیں میزان میں بھاری ہیں ۔ ہم اللہ کی ہر عیب سے | |
| ثَقِيْلَتَانِ فِی الْمِيْزَانِ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحٰنَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ | |
| پاکی بیان کرتے ہیں اس کی حمد کے ساتھ ، اللہ ہر عیب سے پاک ہے عظمت والا ہے ۔ | |

**تشریحات ۲۹۴۰**

یہ حدیث کتاب الدعوات: باب فضل التسبیح میں زہیر بن حرب کے بطریق گزر چکی ہے اس میں سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ مقدم ہے۔ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ مؤخر۔ نیز کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان مقدم ہے حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ مؤخر۔ اور کتاب الایمان والنذور میں بھی قتیبہ بن سعید کی روایت سے گزر چکی ہے۔ اس میں بھی حبیبتان الی الرحمٰن اخیر میں ہے۔ البتہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ یہیں کی روایت کے مطابق ہے۔

ہم نے اس حدیث پر مفصل کلام کِتَابُ الدَّعْوَات میں کر دیا ہے۔ سابقہ روایتوں میں جو تقدیم و تاخیر ہے وہ بھی اپنی جگہ مناسب ہے۔ کسی قول یا عمل پر داعی محبت ہوتی ہے اور اللہ کے ذکر پر داعی اللہ کی محبت ہوتی ہے اور ذکر کا جو صیغہ اللہ عزوجل کو زیادہ محبوب ہوتا ہے آدمی اس کی طرف زیادہ رغبت کرتا ہے اگر وہ کلمہ مختصر اور سہل ہو تو وہ زیادہ ذاکر کو پسند ہوتا ہے اور اگر اس کا ثواب زیادہ ہو تو پھر کیا کہنا۔ تو ذکر پر داعی کلمہ کا محبوب عند اللہ ہونا ہے اس لئے اس کو مقدم کیا۔ "حبیبۃ" فعیل کے وزن پر مفعول کے معنی میں ہے اور فعیل جب بمعنی مفعول ہوتا ہے تو مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے تو یہاں حبیبتان کو مؤنث لانے کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی مگر خفیفتان ثقیلتان کی مناسبت سے تانیث کا صیغہ لائے، کلمۃ کا یہاں معنی نحوی اور صرفی نہیں عرفی ہے جو کلام کو بھی عام ہے جیسے "مَثَلُ کَلِمَۃٍ طَیِّبَۃٍ" میں ہے۔ محبت دل کے میلان کا نام ہے اللہ تعالیٰ دل اور میلان دونوں سے منزہ ہے یہاں اس کا لازم معنی مراد ہے جس سے محبت ہوتی ہے اس پر انعام واکرام زیادہ ہوتا ہے اس کی کوتاہیوں سے درگزر کیا جاتا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ کلمہ بہت مختصر ہے مگر اس پر ثواب بہت زیادہ ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا سُبْحَانَ اللّٰہِ نِصْفُ الْمِیْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَؤُہٗ سبحان اللہ آدھا میزان ہے اور الحمد للہ اسے بھر دیتا ہے۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں کہ نصف میزان سبحان اللہ سے بھرتی ہے اور نصف الحمد للہ سے۔ اور ایک مطلب یہ بھی ہے کہ الحمد للہ تنہا میزان کو بھر دیتا ہے اس صیغے میں دونوں جملے ہیں سبحان اللہ بھی ہے اور وبحمدہٖ بھی ہے۔ پھر اس کے ثواب کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ میزان میں بھاری ہیں۔ اور کلمہ کے خفیف ہونے سے مراد یہ ہے کہ بہت مختصر ہے اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ یہ کلمے بہت فصیح اور پڑھنے میں آسان ہیں۔ ثقیل بمعنی زبان پر ثقیل اور بھاری نہیں جیسے مُسْتَشْزِرَاتٌ اور مَا لَکُمْ تَکَاَّکَاْتُمْ عَلَیَّ تَکَاَّکُاْکُمْ عَلٰی ذِیْ جِنَّۃٍ اِفْرَنْقِعُوْا عَنِّیْ۔ تمہارا کیا حال ہے میرے گرد بھیڑ لگائے ہوئے ہو جیسے جن والے پر بھیڑ لگائی جاتی ہے مجھ سے دور ہو جاؤ۔

ایک شخص کو مرگی کی بیماری تھی اس پر مرگی کا دورہ پڑا اور بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ لوگ چاروں طرف سے اس کے پاس جمع ہو گئے، ہوش میں آنے کے بعد جب اس نے لوگوں کی بھیڑ دیکھی تو جملہ مذکورہ کہا کسی نے کچھ نہیں سمجھا حالانکہ سب عربی جاننے والے تھے ان لوگوں نے کہا اس پر شیطان سوار ہے اس کو چھوڑ دو اس کا شیطان ہندی میں بول رہا ہے۔

"تسبیح" کا معنی ہے کہ اللہ عزوجل ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں۔ یہ تمام صفات سلبیہ کو عام ہے اور "حمد" کا معنی ہے کسی کی خوبی زبان سے بیان کرنا۔ "اللہ" بر بنا تحقیق علم ہے اس ذات کا جو جمیع صفات کمالیہ کی جامع ہے۔ اسی لئے کل حمد اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔ حمد تمام صفات ثبوتیہ کو عام ہے گویا اس جملہ کے کہنے والے نے اللہ تعالیٰ کے تمام صفات کا ذکر کر دیا۔ تسبیح کی تقدیم اور تحمید کی تاخیر اس بنا پر ہے کہ تسبیح تنزیہہ ہے جو بمنزلہ تخلیہ ہے اور تحمید اثبات کمالات ہے جو بمنزلہ تحلیہ ہے، اور تخلیہ تحلیہ پر مقدم ہوتی ہے۔ بعض عرفاء نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا پہلا زینہ صفات سلبیہ ہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ اللہ علیم ہے کیونکہ وہ جہل سے منزہ ہے۔ اس لئے تسبیح کو مقدم فرمایا۔ کسی کا عیب سے پاک ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ وہ کمالات سے متصف ہو۔ مثلاً ایک شخص بخیل نہیں تو لازم نہیں کہ وہ جواد ہو۔ ایسی ذات جو ہر عیب سے پاک ہو اور تمام کمالات کی جامع ہو یقیناً بہت عظیم ہوگی اور اس تصور پر بے ساختہ سبحان اللہ جاری ہوتا ہے اس لئے سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کے بعد سُبْحٰنَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ فرمایا نیز عظیم وہ ہوگا جو ہر عیب سے پاک ہوگا اور تمام کمالات کا جامع ہوگا۔ عظیم ہونا صفات سلبیہ اور ثبوتیہ دونوں کو عام ہے اس لئے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ فرمایا۔

تسبیح اور حمد پر اختتام مشروع ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ اہل جنت کا اخیر کلام تسبیح اور حمد ہے۔

| | |
|---|---|
| فرمایا دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ | جنت میں ان کی دعا سبحانک اللّٰھم ہوگی اور |
| وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ | ملاقات کے وقت پہلا کلام سلام ہوگا اور ان کی اخیر |
| الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (یونس آیت ۱۰) | دعا الحمد للہ رب العلمین ہوگی۔ |

اسی کے مطابق حضرت امام بخاری نے اپنی کتاب کو تسبیح اور حمد پر ختم فرمایا۔ مگر اس میں بھی اپنی محدثانہ یکتائی کا جلوہ دکھایا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کمال ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کو اللہ کی حمد اور تسبیح پر تمام فرمایا مگر اپنی طرف سے صیغۂ حمد نہیں لکھا۔ بلکہ افضل الحامدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے جو حمد کا اعلیٰ صیغہ صادر ہوا اس پر کتاب کو تمام کیا۔ حدیث کی روایت بھی ہو گئی اور حمد بھی ہو گئی۔ ذٰلِكَ مِسْكٌ الْخِتَامِ۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

قد تم شرح صحیح البخاری فی لیلۃ الحادی عشر من شھر

رمضان المبارک ۔ سنۃ تسع عشرۃ واربع مأۃ بعد الالف من الھجرۃ النبویۃ

ابتداء شرح
۲۱ ر ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ ۔ ۱ر اکتوبر ۱۹۸۲ء
کل مدت ۔ ۱۶ر سال ۸ر ماہ ۲۰ دن

اختتام شرح
شب ۱۱ر رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ
بوقت ۱۱ بجے پنجشنبہ مبارکہ

۱۱ر ۹ر ۱۴۱۹ھ ـــــ ۳۱ر ۱۲ر ۱۹۹۸ء

www.sirat-e-mustaqeem.net

# بخاری کی احادیث کی تعداد

بخاری شریف میں کتنی احادیث ہیں اس کو بہت سے محدثین نے شمار کیا ہے۔ حافظ ابن صلاح نے بتایا کہ صحیح بخاری شریف میں کل احادیث سات ہزار دو سو پچہتر ہیں (۷۲۷۵) اور مکررات کے حذف کے بعد چار ہزار ہیں (۴۰۰۰)

سند الحفاظ علامہ شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۹۲ھ آٹھ سو بانوے نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ بخاری شریف کی احادیث کو شمار کیا ہے۔ ہر کتاب کے اختتام پر اس کتاب میں جتنی بھی احادیث گزریں سب کو شمار کیا ہے۔ میرا ظن ہے کہ ان کا شمار سب سے زیادہ صحیح ہوگا۔ ان کے شمار کے مطابق کل احادیث مسندہ مع مکررات سات ہزار تین سو ستانوے ہیں (۷۳۹۷) اور معلقات ایک ہزار تین سو اکتالیس (۱۳۴۱) ہیں اور متابعات کی تعداد تین سو چوالیس (۳۴۴) اس طرح بخاری کی کل احادیث مسندہ، معلقات متابعات (۹۰۸۲) ہیں [1]

اور اگر مکررات نکال دیں تو مرفوع احادیث کی تعداد دو ہزار چھ سو تیئس ہے (۲۶۲۳) [2] ہماری شرح میں احادیث مسندہ کی تعداد انتیس سو چالیس (۲۹۴۰) اور معلقات کی تعداد آٹھ سو بانوے (۸۹۲) ہیں۔

میں نے اگرچہ اس کا التزام کیا ہے کہ کوئی حدیث مکرر نہ ہونے پائے لیکن پھر بھی کئی حدیثیں مکرر ہوگئیں ہیں اس کے کچھ ضروری اسباب بھی ہیں اور تعلیقات میں بہت سی تعلیقوں پر نمبر رہ گیا ہے۔ خصوصاً کتاب التفسیر کی تعلیقات میں شاید ہی کہیں نمبر ہو۔ اس لئے ہماری گنتی سے صحیح تعداد کو متعین نہیں کیا جا سکتا۔

اس شرح میں میں نے بہت اختصار سے کام لیا ہے کہ اب علمی کتابوں کے پڑھنے کا ذوق ختم ہوگیا ہے طویل مضامین پڑھنے سے لوگ گھبراتے ہیں۔ ہزار اختصار کی کوشش کے باوجود چار ہزار چھ سو اٹھاسی (۴۶۸۸) صفحات ہوئے۔ ۲۰×۳۰/۸ سائز پر جس کے ہر صفحے کی سطریں کچھ جلدوں میں تیئس ہیں اور اکثر جلدوں میں انتیس پھر بھی کتاب کے صفحات رہ گئے۔ میں نے اکیس ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ مطابق ۳۰ر دسمبر ۱۹۸۲ء شب شنبہ سے مستقل شرح لکھنے کا افتتاح کیا تھا اور گیارہ رمضان المبارک ۱۴۱۹

---

[1] تلخیص از ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ص ۶۵ تا ۶۸ [2] توجیہ النظر ص ۹۴

مطابق ۳۱ دسمبر ۱۹۹۸ء شب پنج شنبہ میں گیارہ بجے شرح تکمیل کو پہنچی۔ کل سولہ سال آٹھ ماہ بیس دن میں یہ شرح مکمل ہوئی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

اس اثنا میں متعدد لمبے لمبے سفر بھی ہوئے کچھ بیرون ممالک بھی جانا پڑا۔ کئی بار امراض ہائلہ کی بنا پر مہینوں اسپتال میں رہنا پڑا پھر ضعف بصارت کی بنا پر املا کرنے والوں کا محتاج ہوگیا۔ جس کی وجہ سے کام کی رفتار میں بہت سستی پیدا ہوگئی۔

اس شرح کے معاونین میں مندرجہ ذیل حضرات نے بہت زبردست تعاون کیا۔

۱۔ علامہ خلیق احمد صاحب صدر المدرسین جامعہ حنفیہ غوثیہ بجرڈیہا۔ وارانسی۔

۲۔ علامہ شمیم احمد صاحب نائب شیخ الحدیث مدرسہ منظر حق۔ ٹانڈہ۔ ضلع امبیڈکر نگر

۳۔ علامہ عبدالحق صاحب رضوی ۔ ۴۔ علامہ بدر عالم صاحب برکاتی۔ ۵۔ علامہ کمال اختر صاحب۔ مدرسین جامعہ اشرفیہ مبارکپور ۶۔ علامہ رضوان احمد صاحب شریفی مدرس مدرسہ شمس العلوم گھوسی۔ ۷۔ علامہ نثار احمد صاحب مدرس تدریس الاسلام بسڈیلہ بستی ۸۔ اور مولانا مفتی محمد نسیم صاحب مدرس اور نائب مفتی جامعہ اشرفیہ۔ ۹۔ مولانا ارشاد احمد صاحب نائب مفتی و مدرس جامعہ اشرفیہ مبارکپور۔ ۱۰۔ مولانا فیضان المصطفٰے صاحب مدرس جامعہ امجدیہ گھوسی نے خصوصی طور پر جی لگا کر اللہ کے لئے میرا زبردست ہاتھ بٹایا ہے۔ کتاب کی طباعت واشاعت کے سلسلے میں ابتداء میں میرے عصائے پیری جناب مولانا عبدالحق صاحب نے سارا بار اپنے سر لے رکھا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ یہ شرح انہیں کے پیہم اصرار اور تقاضے پر معرض وجود میں آئی ہے مگر کچھ دنوں کے بعد وہ بے تعلق ہوگئے۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ انھوں نے اپنے اطراف میں ایک معیاری دینی درسگاہ کے قیام کا منصوبہ بنالیا اس کے لئے زمین کی خریداری اور رقوم کی فراہمی میں مصروف ہوگئے اور اب وہ مرد آخر بیں مبارک بندہ ابست ع کے مطابق چندہ برائے بندہ، بندہ برائے چندہ کے مصداق ہوگئے ہیں۔ انہوں نے اپنی انتھک کوششوں سے دار العلوم قادریہ گلشن برکات قائم کرلیا ہے۔ مولیٰ عزوجل اس خاص مقصد میں ان کو خاطر خواہ کامیابی عطا فرمائے آمین۔

اخیر میں طباعت بلکہ اشاعت کا سارا بار عزیز سعید جناب مولانا مفتی محمد نسیم صاحب نے اپنے سر لے لیا ہے اور بلکہ مجھے سبکدوش کردیا ہے۔ علاوہ ان حضرات کے جامعہ اشرفیہ کے دیگر مدرسین نے بھی تصحیح وغیرہ کے کاموں میں کافی تعاون کیا ہے۔ مثلاً علامہ شمس الہدیٰ صاحب۔ علامہ حافظ احمد القادری صاحب، مولانا محمد مسعود صاحب وغیرہم۔ اخیر میں حال یہ ہوگیا ہے کہ شرح کا اکثر کام رمضان المبارک میں گھر پر ہوتا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ اگر گھر پر کام نہ ہوتا تو شرح اتنی جلد مکمل نہ ہوتی۔ اس خصوص میں علامہ خلیق احمد صاحب، علامہ شمیم احمد صاحب، علامہ شفیق احمد صاحب، علامہ رضوان احمد صاحب، علامہ

نثار احمد صاحب، علامہ کمال اختر صاحب خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ سب لوگ رات کا اکثر حصہ شرح لکھوانے میں گزار دیتے۔ ان حضرات کے ساتھ خصوصی کرم فرما علامہ الحاج شفیق احمد صاحب سابق نائب شیخ الحدیث مدرسہ شمس العلوم گھوسی خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں کہ وہ اپنا عزیز وقت شرح کے تعاون میں صرف کرتے۔ اس موقع پر نور چشم ڈاکٹر محب الحق سلمہ اور ان کی اہلیہ اور بچے اور لختِ جگر مولوی وحید الحق سلمہ خصوصی دعاؤں کے حقدار ہیں کہ وہ مذکورہ بالا علمائے کرام کی ضیافت میں بہت خلوص کے ساتھ بھرپور حصہ لیتے۔

طباعت کے سلسلے میں مندرجہ ذیل حضرات نے خصوصی تعاون کیا ہے۔ محسن ملت الحاج ابراہیم احمد صاحب برکاتی اور ان کے بڑے بھائی خصوصی کرم فرما الحاج محمد احمد برکاتی کا تعاون شروع ہی سے کما حقہٗ رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کا تعاون شامل حال نہ ہوتا تو کتاب کا چھپنا مشکل ہو جاتا۔ ان حضرات کے علاوہ حامیٔ ملت جناب الحاج محمد رفیق صاحب پردیسی برکاتی کراچی اور ناصر ملت الحاج صدیق احمد صاحب کینیا کا تعاون بھی بہت گراں قدر رہا۔

میں مذکورہ بالا تمام معاونین کے لئے قلب کی گہرائیوں سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کی تمام خدمات کو قبول فرمائے! اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی خدمت کے صلے میں ان سب سے راضی ہو۔ اور دارین میں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے اور آئندہ بھی ان سب لوگوں سے ایسے کام لے جو تیری اور تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے موجب ہوں۔

ے می توانی کہ دہی اشک مرا حسنِ قبول اے کہ دُرساختہ ای قطرۂ بارانی را

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

اخیر میں حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کی طرز پر ایک ایسی حدیث تحریر کرتا ہوں۔ جو مسندِ وقت، جرامت مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خان صاحب مفتی اعظم ہند نے میری درخواست پر اپنی زبانِ فیض ترجمان سے سند متصل کے ساتھ بیان فرمائی۔

| | |
|---|---|
| حدیث | حَدَّثَنِیْ شَیْخِیْ وَمُرْشِدِیْ مُسْنَدُ الْوَقْتِ مُصْطَفٰی رضا |
| | مسند وقت جرامت مصطفےٰ رضا خان صاحب مفتی اعظم ہند نے |
| | الْقَادِرِی الْمُفْتِی الْاَعْظَمُ بِالْهِنْدِ فِیْ دَارِهٖ بِبَرَیْلِیْ. قَالَ حَدَّثَنِیْ مُجَدِّدُ الْوَقْتِ |
| | اپنے گھر میں مجھ سے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ مجدد وقت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا |
| | اَعْلَی الْحَضْرَةِ مَوْلَانَا الشَّاهُ اَحْمَد رضا خان الْقَادِرِی قُدِّسَ سِرُّهٗ |
| | خان صاحب قدس سرہٗ نے مجھ سے حدیث بیان کی انہوں نے |

قَالَ حَدَّثَنِیْ والدی عمدۃ المحققین مولانا نقی علی خان البریلوی

کہا کہ میرے والد عمدۃ المحققین مولانا نقی علی خان صاحب نے مجھ سے حدیث بیان کی انہوں نے اپنی سند

(الی ان قال) حَدَّثَنِیْ ابُوالعیاش بحرالعلوم عبدالعلی الفرنجی محلی

کے ساتھ بیان کیا کہ ابوالعیاش بحرالعلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی فرنگی محلی نے اپنی اس سند کے ساتھ جو

بسندہ المذکور فی الدر المنظوم فی اسانید بحرالعلوم الی

الدر المنظوم فی اسانید بحرالعلوم میں مذکور ہے۔ جو سند الحفاظ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی

ان قال) حدثنی سند الحفاظ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی

بن حجر عسقلانی تک پہنچتی ہے۔ حدیث بیان کی انہوں نے اپنی اس سند کے ساتھ جو

بن حجر العسقلانی بسندہ المذکور فی اٰخر فتح الباری الی الامام ابی

فتح الباری کے اخیر میں درج ہے جو ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی تک پہنچتی ہے

عبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی انبانا محمد بن اسحاق ھو

حدیث بیان کی کہ ہمیں محمد بن اسحاق صغانی نے خبر دی کہ ہم سے ابومسلم منصور بن سلمہ

الصغانی حدثنا ابومسلم منصور بن سلمۃ الخزاعی حدثنا خلاد بن

خزاعی نے حدیث بیان کی کہ ہم سے خلاد بن سلیمان حضرمی نے حدیث بیان کی وہ خالد بن ابوعمران

سلیمان ھو الحضرمی عن خالد بن ابی عمران عن عروۃ عن عائشۃ

سے روایت کرتے ہیں وہ عروہ سے روایت کرتے ہیں وہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت

رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا

کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مجلس میں بیٹھتے یا نماز پڑھتے تو کچھ کلمات پڑھتے

جلس مجلسًا او صلی تکلم بکلمات فسألتہ عن ذالک فقال ان

تھے میں نے حضور سے ان کلمات کو پوچھا تو فرمایا کہ اگر کوئی اچھی بات کی جائے گی اور یہ کلمات پڑھ لئے

تکلم بکلام خیرا کان طابعا علیہ یعنی خاتما علیہ الی یوم القیمۃ وان

جائیں تو قیامت تک اس پر مہر ہو جائے گی اور اگر خیر کے علاوہ کچھ اور بات کہی جائے تو اس کے لئے

تکلم بغیر ذالک کانت کفارۃ لہ سبحانک اللھم وبحمدک لا الہ

کفارہ ہو جائیں گے۔ اے اللہ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں ہر اس چیز سے جو تیری شان کے

## اِلّا انت استغفرك واتوب اليك

لائق نہیں اور تیری حمد کرتے ہیں سوائے تیرے اور کوئی معبود نہیں اور ہم تجھ سے بخشش چاہتے ہیں اور تیری طرف رجوع ہوتے ہیں

## انتھی

والحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ الذی لا ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ من تمسك بھم نجیٰ وفاز بالحسنیٰ وعلیٰ ابنہ ووارثہ غوث الوریٰ محی الدین عبد القادر الجیلانی قدس سرہٗ وعلیٰ وارثہ المجدد الاعظم اعلی الحضرۃ الامام احمد رضا خاں البریلوی قدس اللہ سرہ برحمتہ وھو ارحم الراحمین۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

# زجاجۃ المصابیح

# حنفی مشکوٰۃ شریف

مع اردو ترجمہ

# نور المصابیح

جلد دوم


تالیف : محدثِ دکن حضرت علامہ الحاج ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

ترجمہ : مولانا علامہ محمد منیر الدین شیخ الادب جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن

نظر ثانی : ڈاکٹر محمد عبدالستار خاں سابق لیکچرار جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن (حال امریکہ)



ناشر فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور



www.sirat-e-mustaqeem.net